وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

(۵۲/۲۴)

نزهة القاری

شرح

صحیح البخاری

(پانچ حصے)

مکمل

تصنیف

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

نزهة القاری

شرح (ضمیمہ جلد)

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/ روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵۔۷۳۱۲۱۷۳۔۰۹۲۔۴۲
فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹۔۰۹۲۔۴۲
ای۔میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد اول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیہ اعظم ہند مولانا مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی کی خدمت میں

شرح بخاری کی تکمیل پر ہدیہ تبریک(۱)

زندگی اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم عطیہ ہے کہ اگر اس کا ایک ایک لمحہ رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے صرف کردیا جائے اور ہر بن مو صد ہزار زبانوں میں تبدیل ہو کر رب کریم کی حمد اور سپاس گزاری میں محو ہو جائے تو یکے از ہزار بھی ادا نہ ہو سکے۔

اس جہان رنگ و بو میں ہزاروں افراد پیدائش کے مرحلے سے گزرتے ہیں اور ہزاروں موت کی مہیب وادیوں میں اتر جاتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہیں جو مقصد زندگی کو سمجھتے ہیں اور اسے پورا کرنے کے لیے اپنی سی جدوجہد کرتے ہیں؟ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

عمر ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
یاجنید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

سرزمین پاک و ہند وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے ہزاروں ایسے افراد پیدا ہوئے جو نہ صرف خود صراط مستقیم پر گامزن تھے۔ بلکہ ان گنت بندگان خدا کے لیے نقوش کف پائے مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) روشن کر گئے اور بقول شیخ سعدی "ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را" کا مصداق ثابت ہوئے۔

ایسی ہی ایک شخصیت فقیہ اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی ہیں، جو بلاشبہہ نادر روزگار فقیہ اور پاک و ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ناظم تعلیمات اور شعبہ افتاء کے صدر نشین ہیں۔ ان کے ماتحت متبحر فضلاء کی ایک جماعت ہے جو امت مسلمہ کو پیش آنے والے مسائل میں قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

---

(۱) یہ مقالہ حضرت فقیہ اعظم ہند کی حیات میں لکھا گیا تھا، حضرت نے ملاحظہ بھی فرمایا اور ایک مکتوب میں پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا، افسوس کہ ۶ صفر مطابق ۱۱ مئی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء بروز جمعرات صبح کی نماز کے بعد رحلت فرما گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی موجودہ دور کے پاک و ہند کے علماء اہل سنت و جماعت کی صف اول کے ممتاز ترین عالم اور جامع الصفات شخصیت ہیں۔ وہ بیک وقت فقیہ بھی ہیں اور محدث بھی' مدرس بھی ہیں اور مناظر بھی۔ وہ خطیب بھی ہیں اور ادیب بھی۔ معقولات کے متبحر فاضل بھی ہیں اور منقولات کے بحر مواج بھی۔ غیرت ملی کا پیکر بھی ہیں اور عشق خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مجسمہ بھی۔ انہیں بجاطور پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیر خانے کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید امین میاں مدظلہ العالی نے "فقیہ اعظم ہند" ایسے پرشکوہ لقب سے نوازا ہے۔ جس پر ہندوستان کے اکابر علماء اہل سنت نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس عظمت و جلالت کے ساتھ وہ اخلاق جمیلہ کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان میں اسلاف کی سادگی اور اصاغر نوازی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو مردم خیز قصبہ گھوسی' ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب بہار شریعت) کے ساتھ جاملتا ہے۔ آپ کی ارجمندی ہے کہ آپ کو اس وقت کے متحدہ پاک و ہند کے اساطین علم و فضل اور مقتدایان رشد و ہدایت سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ ابتدائی عربی کتب سے لے کر صدرا' حمداللہ' ہدایہ اور ترمذی شریف تک کتب درس نظامی دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ 'مصباح العلوم' مبارک پور (جو اس وقت جامعہ اشرفیہ' مبارک پور کے نام سے شہرۂ آفاق ہے) میں پڑھنے کا موقع ملا اور جلالۃ العلم' حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مراد آبادی کے فیض علم سے بہرہ در ہوئے۔ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں مدرسہ مظہر اسلام' مسجد بی بی جی' بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری کے پاس صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت صدر الشریعہ کے یہ دو شاگرد حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان وہ ہیں جن کا علمی اور روحانی فیض نہ صرف پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچا ہوا ہے' بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی جلوہ گر ہے۔ مفتی صاحب ان دونوں کے فیض و برکت کے جامع ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ میں نہ صرف حضرت صدر الشریعہ' بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے مرید ہیں بلکہ ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن حیدر میاں' سابق سجادہ نشین مارہرہ شریف نے بھی انہیں اجازت و خلافت سے نوازا۔ مختصر یہ کہ اکابر عصر کی عنایات اور نوازشات کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہوا جسے آج دنیا شارح بخاری اور فقیہ اعظم ہند کے محترم القاب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

حضرت شارح بخاری کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی سے درس بخاری شریف لیا اور چودہ ماہ ان کی خدمت میں رہ کر کار افتاء کا تجربہ حاصل کیا۔ گیارہ سال دارالعلوم مظہر اسلام' بریلی شریف میں مدرس بھی رہے اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی راہنمائی میں فتوے بھی لکھتے رہے۔ اس دور میں تقریباً پچیس ہزار فتوے آپ کے قلم سے لکھے گئے ہوں گے۔ افسوس کہ وہ فتوے محفوظ نہیں رہ سکے۔ اس کے علاوہ

متعدد مدارس میں معقولات و منقولات کی آخری کتابیں اور دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء سے شہرستان علم و فن الجامعہ الاشرفیہ' مبارک پور میں تشریف فرماہیں اور اس وقت صدر مفتی بھی ہیں اور ناظم تعلیمات بھی' جدید مسائل کی تحقیق کے لیے قائم "مجلس شرعی" کے سرپرست بھی ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم ہند نے تصانیف کا بھی اچھا ذخیرہ تیار کیا ہے۔ ان میں سرفہرست نزہتہ القاری شرح بخاری ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس پر وہ بلاشبہ ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ الحمدللہ! یہ شرح نو جلدوں میں مکمل ہو گئی ہے اور چھپ بھی گئی ہے۔ اس شرح کا آغاز مولانا علامہ یٰسین اختر مصباحی (دہلی) اور مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ) کی تحریک پر ہوا۔ اختصار کے پیش نظر مکرر احادیث کا ذکر صرف ایک دفعہ کیا ہے اور بخاری شریف کے ابواب ذکر نہیں کیے ورنہ احادیث کو مکرر لانا ضروری ہوتا۔ البتہ اہم تراجم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور ابواب کے ذکر کا فائدہ "احکام مستخرجہ" کا عنوان قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔ ہر حدیث کا نمبر لگا دیا گیا ہے اور اس کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔ یہ حوالہ بھی دے دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دیگر کتب میں کہاں کہاں واقع ہے؟

مقدمہ میں دیگر ضروری معلومات کے علاوہ خاص طور پر تین عنوانوں پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ (۱) مسامحات بخاری (۲) امام اعظم کی مختصر سوانح اور (۳) فقہ حنفی کا تعارف۔ شرح بخاری میں حدیث کا صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بیان کرنے کے ساتھ ہی حضرات حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور دلائل سے بتایا ہے کہ مذہب حنفی کو کیوں ترجیح ہے؟ اسی طرح اعتقادی مباحث میں مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور برتری اس طرح بیان کی ہے کہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مختصر یہ کہ موجودہ دور میں اردو میں لکھی گئی یہ مکمل اور بہترین شرح ہے۔ جو علماء' وکلاء' مدرسین' طلبہ اور عوام و خواص کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری کو دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور اس شرح کو ملت اسلامیہ کے لیے مفید اور مقبول بنائے۔

۱۹۹۶ء میں شارح بخاری نے حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں' سجادہ نشین مارہرہ شریف کے ہمراہ زامبیا' زمبابوے' حرمین شریفین اور پاکستان کا سفر کیا۔ ۲۸/ اگست کو حضرت شارح بخاری' جناب حاجی ابوبکر (کراچی) کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور تشریف لائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ' راقم الحروف اور دیگر اساتذہ و طلبہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ تصویر کو جائز قرار نہیں دیتے' تو آپ کا پاسپورٹ کس طرح بن گیا؟ انہوں نے فرمایا: ہمارے ایک شاگرد نے ہمیں ناشتے کی دعوت دی۔ ان کے ہاں گئے تو ہماری تصویر بنالی گئی۔ فلیش کی چمک دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کو بیرونی دورے پر بھجوانے کے لیے پاسپورٹ بنوانا ہے' اس کے لیے آپ کی تصویر لی گئی ہے۔

روانہ ہونے لگے تو مجھے فرمایا کہ آپ کے پاس وقت ہو تو ہمارے ساتھ چلیں۔ مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا؟ حاجی ابوبکر صاحب گاڑی چلا رہے تھے۔ پہلے حضرت پیر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دی' پھر حضرت میراں حسین زنجانی کے

مزار پر حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ دو موریہ پل کے پاس پہنچے تو بارشوں کی وجہ سے جل تھل کا سماں تھا۔ گاڑی وہیں چھوڑی اور ٹانگے پر سوار ہو کر حضرت میراں حسین زنجانی کے مزار پر پہنچے۔ مغرب کی نماز ادا کی۔ واپسی پر ڈیفنس کی ایک کوٹھی پر لے گئے جہاں کھانا بھی کھایا اور حضرت شارح بخاری سے گھڑی کے چین کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت سٹیل کے چین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ رات گئے واپسی ہوئی۔

۳۱/ اگست کو راقم الحروف کراچی میں حضرت سید محمد شاہ دولہا بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کھارادر، کراچی کے عرس میں شریک ہوا۔ رات کے بارہ بجے راقم بعنوان "کرامات اولیاء اور بعد از وصال استمداد" مقالہ پیش کر رہا تھا کہ حضرت شارح بخاری، لاہور سے فیصل آباد اور ملتان ہوتے ہوئے کراچی تشریف لائے اور اسی وقت عرس کی محفل میں پہنچ گئے۔ راقم کے بعد حضرت نے پر مغز خطاب فرمایا اور ابتدا میں چند کلمات راقم کے بارے میں فرمائے۔ اگرچہ راقم اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا، تاہم حضرت کے اخلاق کریمانہ اور اصاغر نوازی کی جھلک دکھانے کے لیے ذیل میں نقل کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا:

> مجھ سے پہلے رئیس القلم مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری تقریر کر رہے تھے، وہ تقریر کے بھی بادشاہ ہیں، تحریر کے بھی بادشاہ ہیں، تدریس کے بھی بادشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو روحانیت کے بھی بادشاہ ہوں گے۔ (او کما قال)

ایسے کلمات اپنے سے کم درجہ شخص کے لیے وہی کہہ سکتا ہے جس کے سینے میں سمندر کی وسعت ہو۔

راقم مقالہ پڑھ کر اپنی قیام گاہ پر چلا گیا۔ رات ڈیڑھ بجے کا وقت ہو گا کہ حضرت شارح بخاری نے ٹیلی فون کے ذریعے حکم دیا کہ میری قیام گاہ، حاجی ابو بکر صاحب برکاتی کی کوٹھی پر آ جاؤ۔ چنانچہ راقم رات کے دو بجے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات وہیں گزاری۔

۱۹۹۸ء میں راقم انڈیا گیا تو ممبئی، دہلی، بریلی شریف سے ہوتا ہوا ۱۱ نومبر کو ٹرین (کاشی) کے ذریعے چھ بجے صبح بنارس پہنچا۔ سربراہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ مد ظلہ العالی کے ہونہار صاجزادے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ یہ حضرات اس فقیر کو لے کر گاڑی پر روانہ ہوئے۔ نو بجے صبح کا وقت ہو گا، جب ہم اہل سنت و جماعت کے ہندوستان میں سب سے بڑے ادارے الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور پہنچے اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ طلباء راستے کے دونوں طرف قطاریں بنا کر کھڑے ہیں۔ گاڑی سیدھی دار الحدیث کے عظیم الشان گنبد کے پاس جا کر کھڑی ہوئی، باہر نکلا تو سب سے پہلے حضرت شارح بخاری مد ظلہ العالی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ممبئی کے پاس کوٹے جا رہا ہوں۔ وہاں ایک مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے، میں چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے روانہ ہوں---- اللہ اکبر! یہ ہیں بڑے لوگوں کی بڑی باتیں، اس کے بعد دیگر اساتذہ اور طلباء سے ملاقات ہوئی۔ الجامعہ الاشرفیہ کی زیارت اور وہاں کے اساتذہ اور طلباء سے ملاقات کر کے جو مسرت ہوئی، اس کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہے۔ یاد رہے کہ دہلی سے روانگی کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی مد ظلہ نے ٹیلی فون کے ذریعے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

فقیر کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ اسی لیے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد بنارس کے اسٹیشن پر استقبال کے لیے تشریف فرما تھے۔

جامعہ اشرفیہ میں فقیر کے دیرینہ کرم فرما اور پیکر اخلاص مولانا محمد احمد مصباحی' محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ (شیخ الحدیث) فاضل نوجوان اور محقق مولانا مفتی نظام الدین' ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر مولانا مبارک حسین مصباحی' مولانا بدر عالم مصباحی' مولانا زاہد علی سلامی اور دیگر اساتذہ سے بھی ملاقات ہوئی جو فقیر کی یادوں کے البم کا قیمتی اثاثہ ہے۔

ہمارے ہاں یہ رسم ہے کہ کسی اہم شخصیت کی رحلت کے بعد ان کے عرس کا اہتمام کرتے ہیں' ان کی سوانح اور خدمات پر کوئی کتابچہ یا کسی ماہنامے کا نمبر شائع کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ اہتمام بھی خال خال شخصیات کے لیے ہوتا ہے' لیکن زندگی میں اس بات پر توجہ نہیں دی جاتی کہ ان کی دینی' علمی اور روحانی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا جائے یا ان کے حالات اور علمی افادات قلم بند کیے جائیں۔

الحمدللہ! اب کسی قدر سوچ میں تبدیلی آ رہی ہے۔ حضرت شارح بخاری مولانا مفتی شریف الحق امجدی اس اعتبار سے بھی خوش قسمت ہیں کہ اہل سنت کے اصحاب فکر و دانش نے ان کی حیات مبارکہ میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اس تبدیلی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو اہل سنت و جماعت کو بیداری اور کار خیر کی دعوت دیتی ہیں:

۱۔ ۱۹۹۴ء میں جامعہ اشرفیہ' مبارک پور کے طلباء نے شارح بخاری سیمینار منعقد کیا جس کے لیے دو سو کے قریب مقالات شارح بخاری پر لکھے گئے۔

۲۔ رضا اکیڈمی' ممبئی نے جولائی ۱۹۹۱ء میں ایک سیمینار منعقد کیا' جس کا عنوان تھا "امام احمد رضا کی قلمی خدمات" اس سیمینار میں علامہ یٰسین اختر مصباحی' بانی دار القلم' دہلی کو "امام احمد رضا ایوارڈ" اور گیارہ ہزار روپے نقد پیش کیے گئے۔

۳۔ رضا اکیڈمی' ممبئی ہی نے ۷/ فروری ۱۹۹۸ء کو ایک سیمینار منعقد کیا اور پانچ جلیل القدر علماء کو "امام احمد رضا ایوارڈ" اور پچیس ہزار روپے نقد پیش کیے۔ ان میں سرفہرست شارح بخاری مدظلہ العالی ہیں۔ امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۲ء) باقی ارباب فضل و کمال اور اصحاب علم و قلم کے نام یہ ہیں:

ملک التحریر: علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۳ء)

بحر العلوم مولانا مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۴ء)

مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی غلام محمد خان ناگپوری' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۵ء)

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین امجدی' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۶ء)

ان حضرات کے حالات اور ان کی خدمات کے لیے ملاحظہ ہو "سوغات رضا" مطبوعہ رضا اکیڈمی' ممبئی۔

۴۔ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء میں علامہ یٰسین اختر مصباحی نے "شارح بخاری" کے نام سے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے' جسے دائرۃ البرکات' قصبہ گھوسی' ضلع مئو نے شائع کیا ہے۔

۵- ۶ نومبر ۱۹۹۹ء کو رضا اکیڈمی، ممبئی کے زیر اہتمام "جشن شارح بخاری" منایا گیا، جس میں شارح بخاری مدظلہ کو شرح بخاری مکمل کرنے پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کیا گیا۔

یاد رہے کہ رضا اکیڈمی، ممبئی جواں سال، مجاہد سنیت جناب محمد سعید نوری اور جناب عبدالحق رضوی کی قیادت میں کام کر رہی ہے۔ رضا اکیڈمی، ممبئی نے اہل سنت و جماعت کی عام روش سے ہٹ کر لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم پر توجہ دی ہے۔ اب تک اکیڈمی فتاویٰ رضویہ کی قدیم اشاعت کے عکس کے علاوہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ایک سو رسائل بیک وقت حسین و جمیل ٹائٹل کے ساتھ شائع کر چکی ہے۔ درس نظامی کی کثیر التعداد کتب بھی شائع کی ہیں اور ہر سال دیدہ زیب اور حیرت انگیز حد تک خوبصورت کیلنڈر بھی شائع کرتی ہے۔

۶- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی / اسلام آباد بھی کئی سال سے رضویات پر کام کرنے والے محققین کو امام احمد رضا ایوارڈ (طلائی تمغہ) دیتا ہے، جامعہ ازہر شریف اور جامعہ عین شمس، قاہرہ کے تین اساتذہ کو بھی "امام احمد رضا ایوارڈ" دے چکا ہے۔

۱- بساتین الغفران (امام احمد رضا بریلوی کے عربی دیوان) کے مرتب و محقق، جناب شیخ سید حازم محمد احمد المحفوظ، استاذ کلیۃ اللغات و الترجمہ، جامعہ ازہر۔

۲- ساٹھ کتابوں کے مصنف اور "سلام رضا" کا منظوم عربی ترجمہ اور ایک سو پانچ صفحات کا مقدمہ لکھنے والے ڈاکٹر حسین مجیب مصری، استاذ کلیۃ الاداب، جامعہ عین شمس، قاہرہ۔

۳- دکتور رزق مرسی ابوالعباس، استاذ اللغه العربیه و آدابها، کلیه الدراسات الاسلامیه والعربیه، جامعه الازہر، جن کی نگرانی میں فاضل نوجوان ممتاز احمد سدیدی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے جامعہ ازہر میں پانچ سو چھتیس صفحات پر مشتمل مقالہ برائے ایم فل لکھا، جس کا عنوان ہے

الامام احمد رضا خان البریلوی الهندی شاعرا عربیا

اور بحمدہ تعالیٰ اس میں "بتقدیر ممتاز" کامیابی حاصل کی۔

یہ صورت حال یقیناً خوش آئند ہے۔ اگر ارباب تحقیق قلم کاروں کے اعزاز و تکریم کا یہ سلسلہ جاری رہا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب ہمارے ہاں کسی قسم کے لٹریچر کی کمی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز دعا ہے کہ حضرت شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ کا سایہ تادیر عزت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے، ان کے بکثرت جانشین پیدا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو لٹریچر کی قوت اور اہمیت کا ہمہ گیر شعور عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۳ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

۲۱ جنوری ۲۰۰۰ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

دیباچہ

اس کتاب کو ناظرین کے ہاتھوں تک پہنچانے میں مجھے کتنی دشواریاں اٹھانی پڑیں اس کی داستان بہت طویل ہے طباعت کے سلسلے میں سب سے پہلا مرحلہ سرمایہ کا تھا۔ یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل تھا۔ مگر اس سلسلے میں عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق صاحب سلمہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی کی یہاں تک کہدیا کہ آپ لکھیں تو میں چھپواؤں گا۔ پھر انہیں کی کوششوں سے سرمایہ اکٹھا ہوا۔ اور انہیں کی مسلسل انتھک محنتوں سے یہ کتاب چھپ گئی۔ اب اللہ عزوجل کی تائید سے پہلا حصہ کسی نہ کسی طرح آپ کے مطالعہ میں ہے۔ طباعت کے سلسلے میں جن حضرات نے تعاون فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی کی فہرست الگ صفحہ پر کردی گئی ہے۔ ان میں فخر ملت عالی جناب الحاج سیٹھ علی محمد احمد، لکی موٹر ٹریننگ اسکول ڈونگری بمبئی اور ان کے بھائی محسن ملت عالی جناب الحاج سیٹھ محمد ابراہیم احمد صاحب مالک فرینڈ اسٹورس بھنڈی بازار بمبئی نے اتنی بڑی رقم عطا فرمائی کہ ہماری جماعت میں اب تک شاید ہی کسی نے کسی مذہبی کتاب کی اشاعت کیلئے دی ہو۔ ان دونوں صاحبان نے ثابت کر دیا کہ اس دور الحاد میں بھی علم دین کے پرستار زندہ ہیں۔ اور زندہ رہیں گے۔ مولیٰ عزوجل انہیں اور انکی آئندہ نسل کو ہمیشہ ہمیشہ دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے دوسرے معاونین بھی لائق صد ستائش ہیں کہ انھوں نے بھی اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی نشر و اشاعت میں اپنی توفیق کے مطابق بھرپور حصہ لیا۔ میں رب العزت تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ میرے ان سرپرستوں کو دارین میں اپنے خزانۂ غیر متناہیہ سے اتنا عطا فرما، جو تیری شان وسعت کرم کے لائق ہے نیز تمام ناظرین سے بھی میری عاجزانہ التماس ہے کہ وہ ان تمام معاونین کے لئے صمیم قلب سے دعائے خیر فرماتے رہیں۔

عزیزی مولانا بدر عالم مدرس دارالعلوم حنفیہ غوثیہ بجر ڈیہہ بنارس اور مولوی علیم الدین پورنوی سلمہما نے بڑی جانفشانی سے مسودے کو صاف کیا ہے۔ نیز جناب مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی صدر المدرسین مدرسہ قادریہ چریا کوٹ اور عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق، مولوی اشرف رضا، مولوی خورشید انور سلمہم نے پروف ریڈنگ (کاپی کی تصحیح) بڑی عرق ریزی کے ساتھ کی۔ اللہ عزوجل ان سب لوگوں کو عالم با عمل و بافیض بنائے۔ ان سے دین کی مقبول و نمایاں خدمات لے۔ ان کے فیض کو عام کرے دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ سوائے جناب عبدالمبین صاحب نعمانی کے یہ لوگ نوآموز ہیں۔ ہو سکتا ہے کتابت کی غلطیاں اب بھی رہ گئی ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ

میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ جیسا کم علم اور کاہل انسان، اصح کتب بعد کتاب اللہ کی شرح لکھ سکے گا۔ لیکن قدیر مطلق جس سے جو چاہے کام لیلے۔ ہوا یہ کہ جب الجامعۃ الاشرفیہ کے عظیم دارالافتاء کی ذمہ داری مجھے سپرد کی گئی۔ اور میں اشرفیہ۔ حاضر ہوگیا تو فاضلان گرامی جناب مولانا افتخار احمد، اور جناب مولانا یٰسین اختر صاحب، استاذانِ ادب جامعہ اشرفیہ نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں کوئی اہم تصنیفی کام کروں۔ میرے سامنے نا تمام اشرف السیر کا کام تھا میں نے یہ سوچا کہ اسی کو مکمل کر دوں لیکن دارالافتاء سے جن کا تعلق ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ سارا وقت اسی کی نذر ہو جاتا اسی اثناء میں جناب مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی بضد ہو گئے کہ فتاویٰ امجدیہ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ چونکہ فتاویٰ امجدیہ مکمل پڑھکر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو سُنا چکا تھا۔ اسلئے شاید مجھ سے زیادہ موزوں آدمی مل بھی نہیں سکتا تھا پہلی ہی جلد پر نظر ثانی و تصحیح اور تحشیہ میں کافی وقت صرف ہوگیا پہلے حصے سے فراغت ہوئی۔ تو پھر ان دونوں حضرات کا اصرار بڑھا۔ تقریباً روزانہ یہ لوگ تقاضا کرتے پھر از راہ عنایت ان لوگوں نے اپنا تعاون بھی پیش کیا۔ ابتداء میں سوچا کہ اشرف السیر کو مکمل کر لوں۔ مگر اس میں ان لوگوں کا وقت بہت ضائع ہوتا۔ کتنی جگہ مجھے غور و خوض کرنا پڑتا۔ اس لئے انھیں حضرات کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ بخاری شریف کا ترجمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ کام ۱۳۹۶ھ میں شروع ہوا۔ ابھی چند حدیثوں کا ترجمہ ہو پایا تھا کہ آنکھ کی تکلیف شروع ہوگئی۔ چھ ماہ تک مسلسل علاج کے بعد اطمینان ہوا تو پھر کلیمی صاحب فتاویٰ امجدیہ کی دوسری جلد لے کے پہنچے۔ اس میں تقریباً سال بھر گذر گیا۔ اس سے فراغت کے بعد پھر ان دونوں حضرات نے تقاضا شروع کیا۔ بالآخر ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء کو پھر ترجمے کا کام شروع ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب بھیروی صدر المدرسین مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد تشریف لائے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ کہیں کہیں کچھ ضروری تشریحی نوٹ بھی لگا دیں تو بہتر ہوتا۔ انکے مشورے کے بعد تشریحی نوٹ جگہ جگہ لگا دیئے۔ کہ یک بیک مولانا یٰسین اختر اور مولانا افتخار احمد صاحبان ریاض چلے گئے۔ اور کام بالکل بند ہوگیا۔ اس کے بعد عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق اس پر ابھارتے رہے۔ روزانہ تقاضا کرتے رہے۔ آخر کار ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء شب شنبہ سے کام شروع کر دیا۔ اب خیال آیا کہ ترجمے کیلئے شروح دیکھنی پڑتی ہیں اس میں سے نوٹ کے لئے انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ لاؤ ایک متوسط درجے کی مستقل شرح ہی نہ کیوں لکھ ڈالوں۔ اس طرح میں نے یہ شرح لکھنی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں مجھے جو جو دشواریاں اٹھانی پڑی ہیں ان کا تذکرہ فضول ہے۔ رب قدیر متعالی کا شکر ہے کہ اس کا پہلا حصہ پریس جا رہا ہے

خصوصیات (۱) کتاب کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لئے میں نے مکرر احادیث کو صرف ایک بار لیا ہے۔ وہ بھی جہاں میں نے مناسب جانا وہاں۔ البتہ حدیث کے مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ابتدا جب تک مولانا افتخار احمد اور مولانا یٰسین اختر صاحبان کا تعاون رہا تو کوشش یہ کی۔ کہ مختلف روایتوں کے مختلف الفاظ عربی متن کے ساتھ ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے۔ اور قوسین کے درمیان رکھ کر حوالہ دے دیا جائے۔ مگر ان حضرات کے جانے کے بعد میں یہ تو نہ کر سکا۔ البتہ شرح میں تکمیل کا عنوان قائم کر کے مختلف روایتوں کے الفاظ کے ترجمے کو جمع کر دیا ہے۔

(۲) ابواب کو بالکل ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ پھر احادیث کو مکرر لانا ضروری ہو جاتا۔ مگر اہم ابواب پر شرح میں کلام پورا پورا مذکور ہے۔ نیز ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا۔ وہ ایک عنوان، احکام مستخرجہ، قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔

(۳) جو حدیث جن صحابی سے مروی ہے ان کے حالات بالالتزام بیان کر دیئے ہیں۔ کہیں کہیں بعض تابعین کا بھی ذکر آگیا ہے۔

(۴) میں نے ہر حدیث پر نمبر لگا دیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر اس کا ایک عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

(۵) حدیث بخاری شریف میں کہاں کہاں ہے۔ اور صحاح ستہ میں کہاں کہاں ہے۔ اس کے حوالے حاشیے میں دیدیئے ہیں۔ عینی میں اس کی تفصیل ہے۔ مگر علامہ عینی صرف کتاب کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔ حدیث کی تلاش میں دشواری کم تو ہو جاتی ہے۔ مگر بہت کچھ باقی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے باب کا بھی حوالہ دیدیا ہے۔

شروع میں صرف ابواب لکھ دیتا تھا۔ مگر بعد میں بعض اعزہ کے اصرار پر بخاری کے صفحات کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن دوسری کتابوں کے حوالے میں اسکا التزام نہ کر سکا۔ البتہ بعد میں "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث" سے حوالے نقل کر دیئے ہیں اس سلسلے میں آپ کو اعداد ملیں گے۔ ان کا حل یہ ہے کہ مسلم شریف کے حوالے میں یہ حدیث کا نمبر ہے۔ مثلاً یہ لکھا ہے۔ ایمان ۵۔ تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ کتاب الایمان کی پانچویں حدیث۔ مسلم کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ ابواب کے نمبر ہیں مثلاً ابو داؤد، طہارۃ ۵۔ لکھا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کتاب الطہارت کے پانچویں باب میں یہ حدیث ہے۔ اس سے بھی ناظرین کو بہت کچھ آسانی ہو جائیگی۔

یہ پانچ اہم خصوصیت اس شرح کی ہے۔ بقیہ وہ عام باتیں جو شرح میں ہونی چاہیئے ان سب کو بقدر ضرورت لانے کی کوشش کی ہے۔ اختلافی مباحث میں، میں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ لہجہ تلخ و ترش نہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ یہی پائیں گے۔ البتہ مقدمہ میں کہیں کہیں صبر کا دامن چھوٹ گیا ہے۔ اس کے لئے میں کسی سے معذرت کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

ع۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں۔

مقدمے میں، میں نے تین باتیں بالقصد اضافہ کی ہیں۔ ایک "مسامحات بخاری" دوسری حضرت امام اعظم کی مختصر سوانح حیات" اور تیسری "فقہ حنفی کا تعارف" اس کی کیا ضرورت تھی یہ وہیں مذکور ہے۔

اب کتاب ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا مجھے احساس ہے کہ مجھ سے غلطیاں ہوئی ہونگی۔ اکابر اقران احباب سب سے درخواست ہے کہ اگر انھیں کہیں کوئی غلطی ملے تو مجھے مطلع کریں۔ اس پر پوری سنجیدگی سے غور کروں گا۔ اگر ان کی رائے درست ہوگی تو اسے تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہ ہوگا۔

رخصت ہوتے ہوئے ان حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں۔ درخواست ہے کہ میرے لئے میرے اساتذہ میرے ماں باپ میرے تمام متعلقین اور میرے تمام معاونین کے لئے فلاح دین و دنیا کی دعا کریں۔

اے عفو وغفور، کریم ورحیم، معبود مجھے اس کا احساس ہے کہ اس کتاب میں مجھ سے ضرور غلطیاں ہوئی ہونگی ان سب کو معاف فرما۔ تو جانتا ہے کہ کوئی بھی غلطی دانستہ نہیں۔ میرے علم وفہم کی کوتاہی کی بنا پر ہے۔ آئندہ میرے دماغ میرے قلم میری زبان کو غلطی سے محفوظ فرما۔ اور اسے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے بے نیاز مولیٰ تیری بارگاہِ قدس میں انتہائی عجز والحاح کے ساتھ التجا ہے۔ کہ اپنے اس بندۂ بے نوا کی اس ناچیز کوشش کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرما۔ اسے میری نجات اور اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول

اے کہ دُرّ ساختہ قطرۂ بارانی را!

محمد شریف الحق امجدی

خادم الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۸ بجے شب شنبہ

۳ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

امتنان و تشکر

جامعہ اشرفیہ آبادی سے ایک کیلومیٹر جانب جنوب میدان میں ہے جو دیہاتی علاقہ ہے، اس میں جو بجلی ہے وہ دیہاتی لائن سے ہے جس کی وجہ سے آئے دن بجلی غائب رہتی ہے، ضعف بصارت کیوجہ سے لالٹین وغیرہ میں کام نہیں کرسکتا، دن کے اوقات دارالافتاء کی نذر ہیں، رات میں شرح کا کام ہوتا ہے اور بجلی کی غیبوبت میں کام نہیں ہوتا۔ اس کے لئے میں نے برکاتی برادران الحاج سیٹھ علی احمد والحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحبان کو لکھا کہ اگر ایک چھوٹا جنریٹر آجائے تو کام تسلسل سے ہوتا رہے گا، یہ سال گذشتہ کی بات ہے۔ اس وقت ہندوستانی چھوٹے جنریٹر کی قیمت چار ہزار تھی، ان دونوں مہربانوں نے چار ہزار کی رقم بلا تاخیر بھیجدی، مگر جب بنارس میں جنریٹر خریدنے کے لئے آدمی گیا تو معلوم ہوا کہ اب اس کی قیمت لگ بھگ آٹھ ہزار روپئے ہیں۔ میں نے ان حضرات کو صورت واقعہ لکھی۔ اتفاق سے حضرت عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب مدظلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ بھی ان دنوں بمبئی تشریف رکھتے تھے۔ الحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحب نے حضرت سے استدعا کی کہ جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب برکاتی کے فرزند رشید جناب بابو خاں سے اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب کو لے کر بابو خاں کے یہاں گئے اور ضرورت پیش فرمائی، انھوں نے بہت عمدہ ایک جاپانی جنریٹر عطا فرمایا جس سے بحمدہ تبارک و تعالیٰ میری بہت بڑی پریشانی دور ہوگئی۔ مزید یہ کہ حاجی صاحبان نے وہ چار ہزار روپے جلد ثانی کی اشاعت کیلئے دیدئے۔ میں خود بھی دعا کرتا ہوں اور تمام ناظرین سے ملتجی ہوں کہ ان تینوں کے لئے اپنے مخصوص اوقات میں دعا خیر کرتے رہیں اے ایزد متعال ان لوگوں کو اور قیامت تک آنے والی ان کی نسلوں کو شاد و آباد رکھنا، حوادث و آفات سے محفوظ رکھنا اور اپنی رحمت بے غایت سے ہمیشہ نوازتے رہنا اور ان سے راضی رہنا، آمین ثم آمین بجاہ حبیبک علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

عزیز گرامی قدر مولانا بدر عالم سلمہ استاذ جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس نے اس جلد کے تمام مسودات کو بڑی عرق ریزی محنت و جانفشانی کے ساتھ مبیضہ کیا ہے۔ اعز الاعزہ مولانا حافظ عبد الحق سلمہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اس تالیف کیلئے میرے دست و بازو ہیں۔ مسودے کا مبیضہ سے مقابلہ، کاپی کی تصحیح، کاتبوں کے یہاں دوڑ دھوپ، طباعت کی سرانجام دہی، یہ سب کچھ انھیں کی رہین منت ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو نزہۃ القاری وجود ہی میں نہ آتی۔ اللہ عزوجل ان دونوں کو اپنی شان کریمی سے دارین میں اتنا دے کہ یہ دونوں جہان میں مستغنی رہیں۔ آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی تواتر آلائہ وتسلسل نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علی سید انبیائہ واحب احبائہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اکرم امتہ واعزاعزائہ۔

اللہ عزوجل کا بے پایان احسان وکرم ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت بے غایت ہے کہ "نزھۃ القاری شرح بخاری" کی دوسری جلد پریس جارہی ہے اس میں کافی تاخیر ہوگئی، اس کا سبب کاتب صاحبان کی مہربانیاں ہیں۔ احادیث کے حوالہ جات کے سلسلے میں احباب کی فرمائش کی بنا پر ہم نے اس جلد میں اس کا التزام کیا تھا کہ صحاح ستہ میں جہاں جہاں حدیث مل سکے جلد، کتاب، باب، صفحات کی تفصیل کے ساتھ درج کر دئے جائیں، میں نے اس کی بھرپور کوشش کی کہ اس کی پوری پابندی کروں مگر یہ کام کتنا مشکل ہے یہ وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اسکو کیا ہو۔ المعجم المفہرس نے اس میں بہت کچھ آسانی پیدا کردی مگر پھر بھی دشواری بہت کچھ باقی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ میں اسے اخیر تک نبھا نہ سکا، اخیر میں حدیث سے دیگر کتابوں کے مفصل حوالہ جات کے اندراج کو ترک کرنا پڑا۔ البتہ اس کا التزام رہا کہ بخاری شریف میں جہاں جہاں حدیث مل سکے اس کو مفصل درج کر دیا جائے۔

تصحیح کے سلسلے میں اس جلد میں بھی ناظرین کو اطمینان نہیں دلا سکتا کہ کوئی غلطی نہیں رہ گئی۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے کوئی ایسے صاحب نہیں مل سکے جو تصحیح کا قابل اطمینان کام کر سکیں اس کے باوجود کہ میں نے خاطر خواہ معاوضہ دینے کی بھی پیشکش کی اس لئے ناظرین سے پھروہی درخواست ہے کہ جہاں کوئی غلطی انھیں ملے مجھے مطلع کریں۔

جلد اول میں طبع ثانی کے بعد بھی بعض حضرات نے کچھ اغلاط کی نشاندہی کی ہے خصوصًا عزیز اسعد جناب مولانا رحمت اللہ صاحب بلرامپوری شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد، اس کی تصحیح حاضر ہے۔

صفحہ	سطر	اغلاط	تصحیح
۲۳۹	۸	صلبی بیٹیاں	صلبی بیٹے
۲۴۹	۴	قبیلہ اوس	قبیلہ دوس
۳۲۲	۲۶	مفعول	مفعول فیہ
۳۲۵	۷	کا	کو
۳۸۴	۱۳	اخیر کے ہمزہ کو	وہ ہمزہ جو لام کلمہ تھا اسے

احن شوقا الی دیار لقیت فیها جمال سلمی   کہ می رساند ازاں نواحی پیام وصلت بجانب ما
جمال روئے تو قبلۂ جاں حریم کوئے تو کعبۂ دل   فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی

حج وزیارت

جب سے شعور بیدار ہوا اسوقت سے اس کی تڑپ تھی کاش کبھی اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در کی حاضری نصیب ہو جائے اس تمنا کی تکمیل کے لئے کتنی دعائیں کیں کتنے آنسو بہائے انکو شمار نہیں کر سکتا۔ جب حجاج اور زائرین کے قافلے حرمین طیبین جاتے دل میں ہوک اٹھتی مگر تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ اب جبکہ عمر کے اخیر منزل میں ہوں اسباب و وسائل پر نظر کرتا تو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوتا مگر اللہ عز وجل اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پر چاہیں کرم فرمائیں، اس بے مایہ پر بھی نگاہ کرم ہوگئی اور سال گذشتہ انھوں نے مجھے بلالیا۔

ہوا یہ کہ محسن ملت الحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحب برکاتی مالک فرینڈ اسٹورس بھنڈی بازار بمبئی کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ مجھے اپنے صرفے سے حج وزیارت کرائیں۔ چنانچہ بغیر میری کسی تحریک و خواہش کے مجھے خط لکھا اور ساتھ ہی ساتھ درخواست کے فارم بھی بھیجدئے کہ اگر آپ پسند کریں تو فارم پر دستخط کر کے بھیجدیں میں بقیہ سب کارروائی انجام دے لوں گا جب حاجی صاحب موصوف کا یہ خط ملا تو فرط مسرت سے مجھپر سکتہ طاری ہوگیا کچھ دیر تک تو ایسا محسوس ہوا گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں لیکن بیداری پر خواب کا گمان کبتک رہتا میں نے بلا تامل ضروری خانہ پری اور دستخط کر کے فارم ان کے پاس بھیجدیئے چونکہ حاجی صاحب موصوف نے خود ہی ہوائی جہاز سے سفر کی پیشکش کی تھی اسلئے مجھے بھی کوئی تامل نہ ہوا سالہائے گذشتہ کے ریکارڈ سے امید واثق تھی کہ درخواست منظور ہو ہی جائے گی اب میں انتظار کی گھڑیاں گننے لگا۔ لیکن امسال عازمین حج وزیارت کی کثرت کیوجہ سے ہوائی جہاز سے بھی سفر کے خواہش مند بہت سے حضرات کی درخواستیں نامنظور ہوئیں، اس میں میری بھی درخواست تھی اگر میں بغیر ان کی وساطت کے ازخود براہ راست درخواست دیئے ہوتا تو شاید امسال محروم ہی رہ جاتا مگر حاجی صاحب موصوف حج وزیارت کے سلسلے کے تمام امور سے واقف تھے اس لئے انھوں نے فوراً بلا تاخیر متبادل کارروائی کی حج وزیارت کے سلسلے میں ایک ہزار ایسی محفوظ سیٹیں ہیں کہ اگر کسی کا کوئی عزیز یا شناسا سعودیہ عربیہ میں ہو، اور وہ تمام اخراجات کے لئے ڈرافٹ بھیجدے تو اسے اس ایک ہزار محفوظ نشستوں میں سے منظوری مل جاتی ہے۔ چنانچہ حاجی صاحب موصوف نے جدہ میں رہنے والے اپنے ایک شناسا سے ڈرافٹ منگالیا اور اس طرح ان ایک ہزار محفوظ نشستوں میں سے میرے لئے منظوری حاصل ہوگئی اور پہلے جہاز سے میری منظوری آگئی۔

امسال حج کمیٹی اور حکومت ہند کے مابین کچھ معاملات میں ایسا الجھاؤ پیدا ہوا جس کی وجہ سے ہوائی جہاز کے روانگی کی تاریخیں بہت تاخیر سے متعین ہوئیں اس کے نتیجے میں عازمین حج وزیارت کو بہت ذہنی کوفت بھی اٹھانی پڑی اور پریشانیاں بھی ہماری حکومت کا محکمۂ ڈاک اتنا چوپٹ ہو چکا ہے کہ اس پر اعتماد ہی نہیں کیا جاسکتا نہ خطوط کا اعتبار نہ تار کا، رجسٹریاں اتنی دیر میں ملتی ہیں کہ اس کے بھروسے پر اس کا اندیشہ تھا کہ شاید جہاز کی روانگی کی تاریخ گزر جانے کے بعد امیدواروں کو ملے اسلئے اندازے سے اکثر عازمین وقت سے بہت پہلے بمبئی پہونچ گئے یہی میرا بھی حال ہوا حاجی صاحب موصوف ہی کے مشورے کے مطابق ۱۰ر جولائی بروز چہار شنبہ گھر سے بمبئی کے لئے نکل گیا اور ۲۳ر شوال ۱۲ر جولائی بروز جمعہ بعد نماز مغرب بمبئی پہنچ گیا

اسٹیشن پر لینے کے لئے خود حاجی ابراہیم احمد صاحب اور ان کے بڑے بھائی حاجی علی احمد صاحب موجود تھے بمبئی تک بھیجنے کے لئے میرے لخت جگر وحید الحق سلمہ اور عزیز ارشد مولینا حافظ عبد الحق زید مجدہم استاذ الجامعۃ الاشرفیہ بھی ہمراہ تھے۔ بمبئی میرا قیام عطاری مسجد پھول والی گلی بھنڈی بازار میں رہا۔ وہاں اس مسجد کے خطیب اور بمبئی میں اہلسنت کے اہم نقیب جناب قاری سراج ازہر صاحب نے سر آنکھوں پر رکھا ہر قسم کا آرام اور سہولت پہنچائی۔ ۱۲ر جولائی سے لے کر ۲۷ر جولائی تک بمبئی قیام رہا اس اثنا میں بمبئی کے کثیر احباب نے دعوت تواضع کی مثلاً حاجی علی احمد برکاتی خود حاجی ابراہیم احمد صاحب برکاتی الحاج سیٹھ احسان اللہ خانصاحب عرف پہلوان سیٹھ جناب سیٹھ مصطفےٰ خانصاحب کرلا، حافظ غلام دستگیر صاحب الحاج سیٹھ عبد المجید صاحب، جناب سیٹھ للن صاحب چمبور جناب سیٹھ ریاض الدین صاحب وغیرہم خصوصیت سے عزیزی مولنٰا ولی اللہ سلمہ خطیب نورانی مسجد چمبور اور اس محلہ کے دیگر احباب اہلسنت نے۔ حضرت مولنٰا سید شاہ حامد اشرف صاحب بانی دار العلوم محمدیہ نے دار العلوم میں مدعو کیا اور وہاں تمام طلبہ و مدرسین کے سامنے گل پوشی وضیافت فرمائی، مولیٰ عزوجل ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عالیجناب الحاج سیٹھ ابراہیم احمد برکاتی کے صاحبزادے الحاج سیٹھ زبیر احمد برکاتی سلمہ نے پاسپورٹ وڈرافٹ اور ہوائی جہاز کے ٹکٹ اور دیگر لوازمات کے لئے کافی جدوجہد کی مولیٰ عزوجل ان کو بھی ان کی خدمات کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے، بہت ہی نیک سعید خوش اخلاق صاحبزادے ہیں۔

میں گھر سے اکیلا ہی چلا تھا مناسب ساتھی کی تلاش تھی بمبئی جاکر معلوم ہوا کہ حضرت الحاج شاہ ابوالحسنین آل رسول صاحبزادہ وجانشین حضرت سید العلماء قدس سرہٗ مع اپنی والدہ ماجدہ عمہ مکرمہ کے اسی جہاز سے جارہے ہیں، اس سے بے پناہ مسرت ہوئی اور حقیقت میں یہ صاحب البرکات حضرت سیدنا شاہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کا اپنے اس ناکارہ غلام پر خصوصی کرم تھا کہ اپنے صاحبزادے والاتبار کی اس عظیم سفر میں ہمرکابی کا شرف عطا فرمایا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ جناب مولنٰا خلیل احمد خاں پٹھان خطیب مسجد آستانۂ مخدومیہ مہائم شریف اور جناب مولنٰا قاری تراب علی صاحب خطیب مینارہ مسجد بھی اسی ہوائی جہاز سے جارہے ہیں میں نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ مجھے اپنے گھر اور اپنے حبیب کے در پر بلایا تو ہمراہی بھی ایسوں کی عطا فرمائی جو سب میرے حسب منشار تھے، فالحمدلہٗ

ہمارا ہوائی جہاز سات بجے شام کو قبل مغرب روانہ ہوا اور گیارہ بجکر ۲۰ منٹ پر جدہ پہنچ گیا۔ مغرب کی نماز ہوائی جہاز ہی میں پڑھی، ہوائی جہاز کے عملہ نے مغرب کے وقت اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہوگیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ تمام حجاج نے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حسنین میاں صاحب نے کھڑے ہو کر پورے رکوع وسجدے کے ساتھ نماز مغرب پڑھی چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی کھڑے ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اس لئے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنے میں نماز صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ قیام فرض ہے اسی طرح رکوع اور سجدہ بھی سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے یہ تینوں فرض ادا نہیں ہو پاتے حجاج کو اس کا خیال رکھنا فرض ہے

ہوائی جہاز سے نکل کر ایرپورٹ کے ہال کمرے میں آئے، اسی ہال کمرے میں باجماعت نماز عشار ادا کی گئی، تقریباً ساری رات اسی ہال کمرے میں گزری۔ ہال کمرہ ایرکنڈیشن تھا، تمام حجاج سردی سے ٹھٹھر گئے۔ سعودی ہوائی جہاز کے عملہ نے بہت ہی

سست روی اور تاخیر سے حجاج کو باہر نکالتے تقریبًا ہوائی جہاز کے پہنچنے کے دو گھنٹے کے بعد مسافرین کو باہر نکالنا شروع کیا وہ بھی اتنی سستی کے ساتھ کہ ساڑھے چار سو حاجیوں کو نکالنے میں تین گھنٹے کا وقت لگ گیا لائن میں کھڑے کھڑے تمام حاجی تھک کر چور ہو گئے مگر عیش پرست نجدی ملازمین کو اس کی کوئی بھی پرواہ نہ ہوئی خدا خدا کر کے ایرپورٹ سے باہر نکلے تو حضرت حسنین میاں صاحب کو لینے کے لئے جدہ شہر سے ان کے رشتے دار موجود تھے، ڈرافٹ بھنانے کے بعد میں انھیں کی گاڑی میں حضرت حسنین میاں کے ساتھ مکہ معظمہ حاضر ہوا ہماری گاڑی جب مسجد حرام شریف کے پاس شارع عبداللہ بن زبیر پر پہونچی تو حرم شریف میں نماز فجر ہو چکی تھی، نمازی باہر نکل رہے تھے گاڑی وہیں ایک طرف کھڑی کر دی گئی حضرت حسنین میاں اور انکے رشتے دار شیخ جمال اللیل صاحب کے دفتر کی تلاش میں گئے مستورات موٹر ہی میں رہیں۔ میں ترساں لرزاں حرم شریف میں نماز فجر کے لئے چلا اس وقت میرا جو حال تھا اس کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ وضوخانہ وہاں سے کافی دور تھا مجبورًا زمزم شریف ہی سے وضو کیا مسجد حرام شریف میں حاضر ہوا جب کعبہ شریف پر نظر پڑی تو وفور مسرت میں بے اختیار منہ سے چیخ نکل گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا کچھ دیر تک خود فراموشی کا عالم رہا مگر پھر خیال آیا کہ باہر مستورات اکیلی ہیں مجھے نماز فجر پڑھ کر جلدی پہنچنا چاہیے سسکیوں کے ساتھ نماز فجر ادا کی علاوہ رکوع اور سجدے کے نگاہ جمال کعبہ سے ہٹتی نہ تھی۔ بہت اختصار کے ساتھ نماز ادا کر کے الٹے قدم باہر آیا موٹر کے پاس پہونچا، اتنے میں حضرت حسنین میاں صاحب بھی واپس آگئے اور ہملوگ عبدالکریم نوری صاحب کے دفتر میں پہنچے دو ایک مکان دیکھے گئے مگر وہ پسند نہ آئے میری خواہش یہ تھی کہ ایسا مکان ملتا جس میں مستورات الگ رہتیں اور مرد الگ رہتے مگر چار آدمیوں میں اس قسم کا مکان لینا ہم لوگوں کی وسعت سے باہر تھا اسلئے میں نے حسنین میاں صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ مولنا خلیل احمد صاحب سے ملکر مشترکہ طور پر ایسے دو مکانات لئے جائیں کہ مستورات کے لئے الگ اور مردوں کے لئے الگ رہائش ہو سکے، مگر مولانا خلیل احمد صاحب جدہ سے دوسری موٹر میں آئے تھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں اترے ہیں۔ ناشتے کے بعد عمرہ کرنے کے لئے ہم لوگ حرم شریف میں حاضر ہوئے معلم صاحب نے کسی انتہائی گنوار آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیا تھا جسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ باب السلام کہاں ہے اور حرم میں داخلہ کے آداب کیا ہیں وہ ہملوگوں کو کسی دروازے سے اندر لے گیا اور حجر اسود کے پاس کھڑا کر کے یہ کہکر کہ آپ لوگ طواف کیجئے میں اس دروازے پر بیٹھا ہوں چلا گیا، جبکہ معلمین کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ پہلی بار کی حاضری میں ان کا کوئی آدمی ساتھ ساتھ رہتا ہے جو عمرے کے پورے ارکان ادا کراتا ہے۔ خیر ہم لوگوں نے از خود ہی طواف کیا، بھیڑ کم تھی اس لئے بڑے اطمینان سے طواف ہوا رکن یمانی کا استلام ہر پھیرے میں نصیب ہوا البتہ حجر اسود کے بوسہ لینے میں اژدھام زیادہ تھا اور دشواری بھی تھی اس لئے صرف ایکبار نصیب ہوا، یہ بھی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے ورنہ کتنے ایسے بھی حجاج ہیں جنھیں حجر اسود کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی طواف سے فارغ ہو کر ہم دونوں اس شخص کے پاس آئے وہ ہم لوگوں کو لے کر صفا مروہ کی سعی کرائے بغیر دروازے سے باہر آگیا اور قیام گاہ کی طرف لے چلا۔ ہملوگ ابھی صبح ہی کو حاضر ہوئے تھے صفا مروہ کے جائے وقوع سے واقف نہ تھے اسلئے اس کے پیچھے چلے، انتظار کرتے رہے کہ وہ اب بتائے گا، یہ صفا ہے یہاں سے سعی شروع کرو، مگر وہ ہملوگوں کو لئے ہوئے معلم صاحب کے گھر پہنچ گیا، اس پر مجھے تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم لوگوں کو صفا مروہ پر کیوں

نہیں لے گیا، سعی کیوں نہیں کرائی، تو اس نے کہا جلدی کیا ہے سعی پھر کر لیجئے گا۔ غصہ تو بہت آیا مگر ہم لوگوں نے صبر کیا میں نے کہا ہم ابھی سعی کریں گے صفا مروہ پر لے چلو، وہ ہم لوگوں کو لے کر پھر الٹے قدم چلا اور مسجد حرام شریف لایا، مجھے پھر شبہہ ہوا کہ معلوم نہیں یہ کہاں لے جارہا ہے، میں نے پھر اس سے کہا ہم لوگوں کو صفا پر لے چلو اس نے کہا ہاں صفا ہی پر لے چل رہا ہوں۔ بہرحال وہ ہم لوگوں کو لاکر صفا پر چھوڑ کر چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ میں چلتا ہوں آپ لوگ آجائیے گا۔ اس کے جانے کے بعد ہم نے سعی کی، سبحان اللہ دیوانوں کی ایک بھیڑ ہے جو صفا مروہ کے درمیان انتہائی جوش و مستی کے ساتھ پروانوں کی طرح دوڑ رہی ہے ہم نے بھی نیت کی اور سعی شروع کی زندگی بھر چلتے رہے اور کبھی کبھار دوڑے بھی ہیں مگر سعی میں جو لذت تھی جو کیف تھا جو مستی تھی وہ بیان سے باہر، سعی کرنے کے درمیان ہی مولانا خلیل احمد خاں مل گئے میں نے ان سے کہا کہ میری خواہش یہ ہے کہ ہم سب ایک ساتھ رہیں اور اس طرح کا مکان لیا جائے وہ بھی ہماری اس رائے پر بہت خوش ہوئے سعی سے فارغ ہونے کے بعد ان کے ہمراہ ان کی قیامگاہ پر آئے وہیں حجامت بھی بنوائی دن بھر وہیں رہے حسنین میاں تو درمیان میں چلے آئے، بعد عصر وہ آئے اور مکان کی تلاش شروع ہوئی۔ مسفلہ میں شارع حمزہ پر ۲۶ ہزار ریال میں تین کوٹھریاں طے ہوئیں جس میں ایک بڑا ہال تھا اس میں ہم سب مرد تھے، دو کوٹھریاں تھیں ان میں مستورات رہیں۔ کمرے میں ایس، سی بھی فٹ تھا اور فرنیچر بھی تھا باورچی خانہ غسل خانہ الگ الگ تھا پانی کے لئے نل لگے ہوئے تھے کوئی دقت نہیں تھی۔ جمدہ شاہی ضلع بستی کے منشی حاجی محبت علی صاحب مع اہلیہ کے بھی ہم لوگوں کے ساتھ تھے۔

اب ہم لوگوں کا دو گروپ بن گیا، ایک مولنا خلیل احمد خانصاحب پٹھان کا دوسرے میرا اور حسنین میاں اور منشی محبت علی صاحب کا، گروپ کا مطلب صرف یہ ہے کہ کھانے پینے کے لئے دو حصے ہو گئے، ہمارا کھانا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ الگ پکتا تھا اور مولنا خلیل احمد خانصاحب وغیرہ کا الگ، ہم لوگ سب بڑے اتفاق و اتحاد اور محبت و یگانگت کے ساتھ رہے عام طور پر حجاج کے مابین جو تم تڑاک ہوجاتا ہے اس سے ہم لوگ محفوظ رہے، میں اپنے ساتھ غلہ نہیں لے گیا وہ لوگ کچھ غلہ لے گئے تھے لیکن اپنی غایت مہربانی سے اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے۔

زندگی کی معراج

مکہ معظمہ میں نو دن قیام کے بعد دسویں دن مدینہ طیبہ کے لئے گورنمنٹ کی بس سے ۱۱ بجکر ۴۰ منٹ پر چلے اور ساڑھے سات بجے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ بس اسٹینڈ سے سامان لکڑی کے ٹھیلے پر لدوا کر مسجد اقدس کے قریب جانب شرق ایک گلی کے نکڑ پر سامان رکھا گیا مولنا خلیل احمد خانصاحب مکان کی تلاش میں نکلے اسی اثنا میں عشاء کی نماز بھی ہوگئی قریب ہی شارع رومیہ میں دار طیبہ نام کی بلڈنگ میں دو کمرے چھتیس سو ریال میں لئے گئے ایک میں مردوں نے قیام کیا دوسرے میں عورتوں نے۔ مکان پہنچنے کے بعد جب اطمینان ہوا تو مسجد اقدس کے دروازے بند ہو چکے تھے اس لئے اس وقت حاضری نہ ہو سکی ارادہ یہی تھا کہ رات کے پچھلے پہر نہا دھو کر کپڑے بدل کر بارگاہ اقدس میں حاضری دیں گے اس اثناء میں کہیں سے گنبد خضری کی بھی زیارت نہ ہو سکی لیکن ہوا یہ کہ مجھے شدید نزلہ کی شکایت تھی، کسی چائے کی دوکان کی تلاش میں میں نکلا گلی میں سیدھے جنوب کی طرف چلا گیا اس گلی کے باہر وہ وسیع میدان ہے جو مسجد اقدس اور جنت البقیع کے درمیان ہے، میں اس میدان میں نکل گیا جب داہنی طرف مڑا نظر اٹھائی تو سامنے گنبد خضری اپنی پوری زیبائیوں اور عظمتوں

کے ساتھ جلوہ فرما تھا، نظر پڑتے ہی میں پہلے ہکا بکا رہ گیا اور صلوٰۃ وسلام بھی نہ عرض کرسکا کچھ دیر تک سکتے وخود فراموشی کا عالم رہا بدن کانپتا رہا کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو میں نے دست بستہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنا شروع کیا انتہائی خوشی میں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا، روتا جاتا صلوٰۃ وسلام عرض کئے جاتا، اس وقت کی کیفیت ایسی تھی کہ نہ وہاں سے قدم آگے بڑھانے کی جرأت ہوتی تھی اور نہ پیچھے ہٹانے کو جی چاہتا تھا میں شاید یونہی رہ جاتا کہ ایرانی غولے بیابانی کی طرح میرے قریب سے گذرے اور ان وحشیوں نے مجھے دھکا دیا اتنے زور سے کہ میں گرتے گرتے بچا اور وہ سلسلہ ٹوٹ گیا، ان ناپاکو کے ساتھ جسم کے مس ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے قبل والا رابطہ اس وقت پیدا نہ ہوسکا کچھ دیر کے بعد میں چائے کی تلاش میں چلا گیا۔ چائے پی کر قیامگاہ پر آیا اور سونے کے لئے لیٹا اس کے باوجود کہ سفر کی تکان تھی بس اسٹینڈ سے قیامگاہ تک پیدل آنے کا بھی اثر تھا مگر نیند کوسوں دور تھی، کبھی اپنی اس فیروزہ بختی پر خوشی کی لہر آتی کہ کہاں میں اور کہاں یہ ارض پاک، کبھی یہ خیال کہ اپنا یہ سیاہ منہ داغدار دامن لے کر سرکار کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوں انتہائی ندامت سے پسینے میں شرابور ہو ہو گیا، کبھی انکی رحمت بے پناہ کا تصور کرکے اپنے اس ہراس وندامت کو دور کرتا، اس حال میں میں کبتک رہا یاد نہیں، پھر نیند آگئی دو بجے آنکھ کھلی سب ساتھی بے خبر سورہے تھے، میں اٹھا اور کپڑے نکالے خوب اچھی طرح غسل کیا پھر پورے جسم پر خوشبو ملی کپڑے پہنے، کپڑوں پر بھی جہانتک ہوسکا خوشبو ملی ایک نیا جوڑا خاص اسی وقت کے لئے اٹھا رکھا تھا اسے پہنا اوپر سے شیروانی پہنی۔ شیروانی پہنتے وقت یہ خیال آیا کاش کہ میں اپنے ہمراہ جبہ لایا ہوتا اور بجائے شیروانی کے جبہ پہنتا اس لئے کہ جبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس تھا اور شیروانی تو ماضی قریب کے ہندیوں کی ایجاد ہے پھر سفید رنگ کا وہ عمامہ جو نور چشم ڈاکٹر محب الحق سلمہٗ نے ساتھ کردیا تھا باندھا۔

میں جب نہا کر غسلخانے سے نکلا تو حضرت حسنین میاں صاحب بھی بیدار ہوچکے تھے انھوں نے بھی غسل کیا کپڑے بدلے اور ہم دونوں ساتھ ساتھ بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے چلے، باب جبریل سے داخل ہوئے تہجد کی اذان ہوچکی تھی پوری مسجد اقدس آدمیوں سے بھر چکی تھی ہملوگ دو صفوں کے بیچ میں ہوکر باب ابوبکر صدیق تک چلے گئے کہیں کوئی گنجائش نظر نہیں آئی مجبوراً باہر نکلکر چاروں طرف نظر دوڑائی قریب ہی تھوڑی سی جگہ نظر آئی ہم دونوں وہاں پہنچے پہلے نوافل پڑھی پھر نماز فجر کی اذان کا انتظار کرتے رہے، اذان کے بعد ہم دونوں نے اپنی نماز الگ پڑھی۔ ہم ابھی فرض سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ جماعت ہونے لگی، ہم لوگ نماز سے فارغ ہوکر اوراد ووظائف میں مشغول رہے، جب جماعت ہوچکی اور بھیڑ کم ہوئی تو ہملوگ باب السلام سے مسجد اقدس میں داخل ہوئے، بھیڑ اب بھی بہت تھی، دبتے دھکے کھاتے ہم لوگ مواجہہ اقدس کی طرف چلے تقریباً ۱۵ منٹ میں مواجہہ اقدس تک پہونچے مگر پیچھے سے لوگوں نے اتنے زور سے دھکے دئے کہ ہملوگ وہاں کھڑے نہ رہ سکے دل مسوس کر رہ گئے اور پیچھے سے جو ریلا مسلسل چلا آرہا تھا اسی کے دباؤ سے ہملوگ بلا قصد واختیار باب جبریل تک پہنچ آئے سوچا گیا کہ اب پھر واپس چلیں لیکن لوگوں کے اژدہام کیوجہ سے ہم لوگ واپس نہ ہوسکے باہر نکلے تو دیکھا کہ سیہ پوش ایرانی مرد وعورت کچھ کھڑے کچھ بیٹھے پورے میدان پر قابض ہیں زور سے سلام پڑھ رہے ہیں، ایک شور برپا تھا، بہر حال کچھ دور جاکر ہملوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ ملی وہیں سے کھڑے کھڑے سلام عرض کیا گیا مگر معلوم نہیں کیا بات تھی کہ ذات والا کیف وسرور

حاصل نہ ہو سکا، ہمارے چاروں طرف ایرانیوں کا غول بیابانی تھا، قریب ہی سر پر سیاہ پگڑی رکھے ان کا کوئی مجتہد تھا جو انھیں بلند آواز سے سلام پڑھوا رہا تھا ابتداءً تو اس کی طرف کوئی دھیان نہیں گیا مگر جب ہملوگ صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو گئے تو میں نے سُنا وہ مجتہد حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر سلام پڑھوا رہا تھا جسمیں اور بہت سے کلمات کے ساتھ خاص طریقے سے یہ دو کلمے بھی تھے "السلام علیك ایتھا المظلومة ۔ السلام علیك ایتھا الشھیدة"

رافضیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دروازے میں دبا دیا تھا اسوقت وہ امید سے تھیں، دبنے کے صدمے سے اسقاط ہوگیا اور اسی میں حضرت سیدہ کا وصال ہوگیا اپنے اسی جھوٹے اعتقاد کے مطابق وہ حضرت سیدہ کو مظلومہ اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا ہے صرف اسی ایک موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی رافضیوں کے منہ سے یہ تبرا سنا ہے۔

یہ ہے نجدی حکومت کی حق پرستی کہ رافضی علانیہ مسلسل تبرا بکیں تو ان سے کوئی پرسش نہیں لیکن اگر کوئی سُنی وارفتۂ شوق ہو کر جالیوں کو بوسہ دیدے یا منبر اقدس کو بوسہ دیدے تو اسے جھڑکتے بھی ہیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے تو حرمین طیبین جاکر یہ محسوس کیا کہ وہاں آثار و مزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے سوا اور کوئی چیز جرم نہیں داڑھی منڈاؤ فلم دیکھو گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ اس پر عریاں فحش مخرب اخلاق سین دیکھو گانے سُنو تصویریں کھنچواؤ تصویریں بیچو خریدو کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں دن رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازاروں میں علانیہ مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں نجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں قرآن مجید کی جو بے حرمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھدیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو بعد عشاء کوڑا پھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے چپلوں کے ساتھ قرآن مجید کی جلدوں کو بھی ٹرک میں اس طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے، قرآن مجید کی جلدوں کو بوروں میں کس کر گھسیٹ کرلے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انھیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جاکر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی نجدی سپاہی یا مطوی کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو ٹوکتا۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کرکے سو رہے ہیں۔ مگر انھیں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں میں نے کئی حاجیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پر آمادہ ہو گئے، غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناکردنیاں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خوار اس پر چوں تک نہیں کرتے، آثار و مزارات کے ہاتھ لگانے و بوسہ دینے پر نجدیوں کے بیجا تشدد کا خطبۃ البترات دن پڑھتے رہتے ہیں۔

بہر حال ایرانیوں کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتی کہ انھیں تبرا بکنے کی بھی اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھنا شروع کیا کہ حظیرہ اقدس جالیوں سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی ساخت کیسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کے دھکا دیدیا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو مس کریں مجھے بہت ہی غصہ آیا میں نے اس بدبخت سے کہا النظر الی داخل الشباك شرك حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے مونڈھوں کو پوری طاقت سے پکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زائرین کھڑے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا۔ جی میں تو آیا کہ اس ظالم سے دو دو ہاتھ کر لوں اگرچہ جانتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر سرکار اپنے چشمان مبارک سے دیکھ تو لیتے کہ کفار قریش کے جانشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالیجاہ میں ان کے روبرو کتنا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا ہے

بجرم عشق توام می کشند غوغائیست ؛ تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

مگر پھر خیال آیا کہ یہاں جنگ و جدال اور غوغہ حرام ہے اس لئے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا میں کھڑا ہو کر غصہ بھری ہوئی آنکھوں سے اس موذی کو گھور رہا تھا اور وہ مجھے گھور رہا تھا اسے اتنی تاب کہاں۔ پھر وہ لپک کر میری طرف بڑھا اور اور میرا ہاتھ پکڑ کر کچھ دور گھسیٹ کرلے گیا پھر پیچھے سے دھکا دے کر اپنی جگہ واپس آگیا میں نے بڑی حسرت سے بارگاہ عرش جاہ میں عرض کیا: علمك بحالي كفاني عن سوالي۔

اس کے برخلاف ایک دن دیکھا کہ بیت فاطمہ کے پاس ایک ایرانی سر پر پگڑ رکھے بیت فاطمہ میں جالیاں پکڑے ہوئے جھانک رہا تھا اور نجدی سپاہی کھڑا دیکھ رہا تھا اسے ڈانٹا نہ پھٹکارا میں نے بھی موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور جی بھر کے بیت فاطمہ کی زیارت کی آٹھ بجے صبح کا وقت تھا اچھی خاصی اندر روشنی تھی اندر کا سارا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ آخر اس کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ الکفر ملۃ واحدۃ۔ نجدی اپنے ایرانی بھائیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک نہ کریں تو رشتہ اخوت کی توہین ہے۔

دوبارہ حاضری اس وقت تو ہم واپس آگئے۔ پھر نو بجے حاضر ہوئے، اس وقت عام طور پر زائرین اپنی اپنی قیامگاہ پر ہوتے ہیں، مسجد اقدس اور مواجہہ مبارکہ میں بھیڑ بہت کم ہوتی ہے۔ حسب آداب زیارت باب جبریل سے داخل ہوا۔ اب کی بار حاضری کا رنگ ہی کچھ اور تھا، قدم لڑکھڑا رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، پورا جسم کانپ رہا تھا۔ آس و یاس، خوف و رجا، امید و بیم کی وہ کشمکش کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ کبھی اپنی بداعمالیوں و بدکرداریوں پر نظر جاتی تو شرم و خجالت سے قدم بندھ جاتے۔ معًا ان کی رحمت آواز دیتی، آؤ آؤ ع

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ؛ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی

تو ہمت بندھتی، بصد شوق یہ عرض کرتا ہوا آگے بڑھتا "سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں" چاہتا ہی تھا کہ سیدھے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوں اسی طرف مڑا ہی کہ نجدی سپاہی نے روک دیا اور اشارہ کیا کہ سیدھے مسجد اقدس میں جاؤ۔ دل پر ہاتھ رکھکر یہی کرنا پڑا۔ سامنے ہی صفہ تھا، ان کے ان دیوانوں کا ڈیرہ جو دنیا و مافیہا کو خیرآباد کہکر ان کی دیوار تلے پڑے رہتے تھے، جگہ خالی نظر آئی حاضر ہو کر دو رکعتیں بہت مختصر پڑھیں۔ اور آگے بڑھا۔ اب میرے قدم اس حصے میں تھے

جوان کے عہد مبارک میں مسجد تھے۔ سامنے ریاض الجنۃ ہے جس کی داہنی جانب منبر اقدس ہے، اور سامنے ہی محراب نبوی
فرط مسرت میں اختیار سے باہر ہو ہو جاتا۔ جی چاہتا کہ میں رقص کروں مگر معاذ اللہ رقص اور یہاں ؎

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہیست   باخدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار

ریاض الجنۃ کے ایک ایک ستون کو دیکھا۔ جی چاہا کہ اسی وقت ہر ستون کے پاس دوگانہ شکرانہ ادا کروں مگر دل کی ہوک کچھ اور تھی اس لئے محراب نبوی میں حاضر ہو کر دوگانہ پڑھا اور پھر منزل مقصود کی طرف چلا۔ ایک منٹ بھی نہ گزرا کہ میں کعبۂ مقصود مواجہہ اقدس میں حاضر تھا۔ جالیوں اور مسجد اقدس کے مابین اب بھی زائرین کا تانتا بندھا تھا۔ اس لئے میں کترا کر مواجہہ اقدس کے مقابل ستونوں کے درمیان کھڑا ہو گیا، مگا یہ تصور بندھا کہ، سرکار، سامنے جلوہ فرما ہیں اور میں روبرو حاضر ہو کر سلام عرض کر رہا ہوں۔ اب وفور خوشی بلکہ سرخوشی میں وہ کیفیت طاری ہوئی جس کا تحمل مشکل ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سینے سے باہر نکل پڑے گا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ رہی تھی۔ اس بارگاہ عرش جاہ میں نذر گزارنے کے لئے ہم غرباء کے پاس سوائے آنسوؤں کی لڑی کے اور ہے ہی کیا۔

سرکار کے جتنے بھی اسماء طیبات یاد آتے گئے سب کے ساتھ سلام عرض کیا۔ پورے درود تاج کے اسماء، دلائل الخیرات کے کثیر اسماء ان کے علاوہ اور کثیر اسماء۔ مجھے یاد نہیں کتنی دیر تک کھڑا صلوۃ و سلام عرض کرتا رہا۔ پھر حضرت صدیق اکبر کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اب عالم خیال میں ساڑھے چودہ سو برس پہلے مکہ کی گلیوں میں پہنچ گیا اور حضرت صدیق اکبر کی ہر ہر قربانی ہر ہر ادا یاد آتی گئی، اور جب تک پوری زندگی کا ایک ایک ورق ختم نہ ہو گیا صلوۃ و سلام عرض کرتا رہا۔

اس کے بعد فطری طور پر حضرت فاروق کی طرف دامن دل کھینچا اور ان کے مواجہہ اقدس پر حاضر ہوا یہاں بھی وہی کیفیت پیدا ہوئی۔ گھر سے شمشیر بکف نکلنے سے لے کر قیصر و کسریٰ کی شوکت و عظمت خاک میں ملا کر عظمت اسلام کا سکہ چار دانگ عالم میں بیٹھانے ابولولو کے حملہ اور اصحاب شوریٰ کے انتخاب تک کے سارے واقعات ذہن کے پردوں پر ابھرتے گئے پھر شہادت و تدفین پر آکر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ اسی کے ساتھ ان پر صلوۃ و سلام کا بھی سلسلہ ختم ہوا پھر آداب زیارت کے مطابق دونوں حضرات کے درمیان کھڑے ہو کر مشترک سلام عرض کرنے اور بارگاہ اقدس میں سفارش کرنے کی انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ درخواست پیش کرنے کے بعد پھر کعبۂ مقصود پر پلٹا، کچھ دیر صلوۃ و سلام عرض کرنے کے بعد اب درخواستیں اور احباب کے سلام پیش کرنے کی نوبت آئی۔ وفور مسرت کا طوفان تھم چکا تھا، باطمینان عرض حاجات کرنے لگا۔ چونکہ زندگی کی یہ معراج میرے محسن اعظم الحاج سیٹھ ابراہیم احمد برکاتی کی عنایت سے حاصل ہوئی تھی اس لئے سب سے پہلے ان کا اور انکے صاحبزادے الحاج زبیر احمد کا سلام عرض کیا اور جو کچھ ہو سکا مانگا۔ پھر دیگر اعزہ احباب کی باری آئی، جہانتک یادداشت نے کام کیا سوچ سوچ کر سب کا سلام اور سب کی التجائیں پیش کیں۔ اخیر میں اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مشہور و معروف سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" عرض کیا اور واپس ہوا، باب جبریل سے باہر نکلا تو گیارہ بج چکے تھے۔

دس دن مدینہ طیبہ قیام رہا۔ اس اثناء میں روزانہ تقریباً ہر نماز کے بعد حاضری دیتا نیز احد شریف، قبا، مسجد قبلتین

غزوہ خندق کے میدان میں بنی ہوئی مساجد خمسہ ودیگر مساجد مثلاً مسجد غمامہ وغیرہ کی بھی زیارت کرتا رہا۔ جنت البقیع شریف بھی روزانہ حاضر ہوتا رہا۔ یہ دس دن یوں گزر گئے جیسے چند منٹ۔

واھا لسویعات ذھبت آں عہد حضور بارگہت ؛ جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینے کا جانا

واپسی میرا ارادہ تھا کہ شہداء بدر کی بارگاہ میں حاضری میں ضرور دوں گا۔ اس کے لئے اپنی پرائیویٹ گاڑی کی گئی۔ ۲۸ ذو قعدہ مطابق ۱۴ اگست بروز بدھ عصر کے قبل بہتے ہوئے آنسوؤں اور حسرت زدہ قلب وجگر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو وداع کیا۔ احرام کے کپڑے قیام گاہ ہی پر پہن لئے تھے۔ ذوالحلیفہ جسے اب بیر علی کہتے ہیں آکر عصر کی نماز ادا کی گئی اور احرام کی نیت بھی۔ پھر موٹر روانہ ہوا۔ مغرب میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ بدر شریف پہنچ گئے مغرب ادا کر کے احاطہ مبارکہ میں داخل ہوئے اور اسلام کے ان جاں نثاروں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جن کے مقدس خون نے اسلام کو اس وقت سینچا تھا جب سوائے چند نفوس قدسیہ کے کوئی اسلام کا نام لیوا نہ تھا۔ وہاں سلام وفاتحہ خوانی کے بعد عشاء کی نماز پڑھی گئی اور پھر قافلہ مکہ معظمہ چلا۔ راستے میں منزل مستورہ پر موٹر رکی ہم سب نے کھایا پیا ڈرائیوروں نے آرام کیا۔ تقریباً دو گھنٹے وہاں رُکے اس کے نتیجے میں ڈھائی بجے مکہ معظمہ پہنچے۔

حاجی عبد الستار صاحب بٹاٹے والے کے توسط سے ایک مدنی صاحب کے یہاں میلاد شریف میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بمبئی والے حاجی بابا کی کوششوں سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب خلف الرشید حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انھوں نے اپنی دیرینہ روایت کے مطابق ہمیں کھانے پر بھی مدعو کیا۔ اس طرح دو بار شرف ملاقات حاصل ہوئی۔ مکہ معظمہ واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ حکومت نے امسال اپنے یہاں کے حساب سے تیس کی رویت مانی ہے اور امسال حج بتاریخ ۲۵ اگست بروز یکشنبہ ہوگا۔

جنت المعلی حاضری دے چکا تھا، ابھی تک غار حرا کی زیارت نہیں کی تھی۔ بتاریخ ۱۸ اگست بروز یکشنبہ میں اور حضرت حسنین میاں صاحب اور قاری تراب علی صاحب غار حرا کی زیارت کے لئے گئے، وہاں پہاڑ کے دامن میں نجدیوں کے مقرر کردہ افراد ہر زبان میں مسلسل لوگوں کو اوپر جانے سے منع کرتے رہتے تھے، حرام، شرک وغیرہ سناتے رہتے مگر میں نے دیکھا کہ نیچے سے لے کر جبل نور کی چوٹی تک آنے والوں اور جانے والوں کا سلسلہ بندھا ہوا ہے، ان غریبوں کی چیخ پکار کا کسی پر کوئی اثر نہیں ع

واعظ برس رہا ہے پئے جا رہا ہوں میں

ہم تینوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا، حضرت حسنین میاں صاحب کا چند ماہ پہلے اپنڈسائیٹس کا آپریشن ہوا تھا وہ کچھ دور جا کر واپس آگئے مگر میں اور قاری تراب علی صاحب غار شریف تک پہنچے یہاں بھی بھیڑ کافی تھی۔ نمبر لگایا۔ کچھ دیر کے بعد اندر جانے کا موقع مل گیا۔ غار کے اندر جاتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس دنیا میں نہیں بلکہ کسی اور ہی عالم میں ہوں جو سراسر نور ونکہت اور رحمت ہے دو رکعت نماز پڑھی کچھ دعائیں مانگی کہ پیچھے سے دوسرے امیدواروں نے دھکا دینا شروع کیا اور دل مسوس کر یہ کہتا ہوا ؎ حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد

قبلے کی طرف وڑا ہیں سے باہر آگیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ غار حرا سے کعبہ نظر آتا ہے۔ میں نے بھی نزہۃ القاری جلد اول ص۱۸۵ پر ان پر اعتماد کرتے ہوئے لکھدیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ غار کا منہ کعبہ شریف کے مخالف سمت ہے۔ غالباً جانب شرق، اور کعبہ وہاں سے جانب مغرب ہے۔ البتہ غار کی پشت سے حرم شریف نظر آتا ہے۔ میں تو ضعف بصارت کی وجہ سے نہ دیکھ سکا مگر قاری تراب علی صاحب نے دیکھا اور اشارے سے مجھے بتایا۔

منیٰ کی حاضری

سنت یہی ہے کہ آٹھ ذوالحجہ کو نماز فجر پڑھ کر منیٰ چلا جائے، لیکن حاجیوں کی کثرت کیوجہ سے معلمین آٹھویں شب کو عشا بعد ہی سے حجاج کو منیٰ بھیجنا شروع کر دیتے ہیں اس لئے ہم لوگوں نے بھی عشاء کے بعد ہی حج کا احرام باندھا، چونکہ طواف افاضہ کے بعد، سعی صفا مروہ کے مابین بہت رش رہتا ہے اس لئے ہم سب لوگوں نے نفل طواف کر کے سعی بھی کر لی۔ بارہ بجے کے پہلے قیام گاہ پر آئے۔ دو بجے معلم صاحب کے دفتر پہنچے کچھ دیر موٹر تلاش کرنے میں لگی، بالآخر موٹر ملی اور ہم لوگ نماز فجر کے بعد منی پہونچ گئے، یہ دن اور رات منی میں گزری۔ نو کو آٹھ بجے کے بعد عرفات چلے اور غالباً گیارہ بجے حاضر ہو گئے۔ منی میں جب ہم موٹر میں بیٹھے تو معلوم ہوا کہ حضرت حسنین میاں صاحب کی پھوپھی غائب ہیں۔ حضرت حسنین میاں صاحب ان کی تلاش کے لئے موٹر سے اتر گئے، جب ہم ہملوگ عرفات پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک دوسری موٹر میں یہاں آگئی ہیں ان کی طرف سے تو اطمینان ہوگیا مگر اب حضرت حسنین میاں صاحب کی فکر ہوئی کہ وہ منی میں پریشان ہوں گے، ایک گھنٹہ اسی الجھن میں گزرا کہ وہ بھی بارہ بجے آگئے۔ اب اطمینان ہوا۔ تازہ وضو کیا اور اپنے کام میں لگ گئے۔

مگر پاس ہی کچھ حجاج ایسے بھی تھے جو غپ شپ ہنسی مذاق میں مصروف تھے جس کی وجہ سے حضور قلب حاصل نہ ہو سکا مگر جیسے بھی ہو سکا اپنے کو مشغول رکھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ مسجد نمرہ کی حاضری دوں مگر ساتھیوں نے باصرار منع کیا کہ اولاً مسجد نمرہ یہاں سے کافی فاصلے پر ہے دھوپ بھی بہت سخت ہے ثانیاً واپسی میں خیمے کی تلاش مشکل ہوگی اور اگر خیمے تک نہ پہونچ سکے تو مزدلفہ پیدل جانا پڑیگا ناچار وہیں خیمے میں نماز ظہر ادا کر لی۔ ...... پھر مشغول ہوگیا طے یہی کیا تھا کہ آج قیلولہ نہیں کرنا ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں سونے پر مجبور ہوگیا خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا سید حسن حیدر صاحب سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ برادر حضرت سید العلماء احرام باندھے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں، مفتی صاحب آپ حج کیلئے آئے اور مجھ سے نہیں ملے میں نے عرض کیا سرکار مجھے اس کی خبر ہی نہیں تھی کہ حضور بھی حج کے لئے آئے ہوئے ہیں پھر مسکرا کر فرمایا اچھا چلتے ہیں پھر ملیں گے، میں گھبرا کر اٹھا خواب کی اس کیفیت پر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی، پھر میں نے تازہ وضو کیا اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کی، زبانی جتنی آیتیں وسورتیں یاد تھیں سب کی تلاوت کی پھر کچھ اوراد پڑھے پھر خیال آیا کہ درود رضویہ بھی پڑھوں، کھڑے ہوکر مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے ان گنت درود رضویہ پڑھا اتنے میں عصر کا وقت ہوگیا ساتھیوں کو جمع کرکے باجماعت نماز عصر ادا کی پھر خیمے سے باہر نکل کر وقوف کیا کچھ دیر تک کوئی خاص کیفیت نہ پیدا ہو سکی مگر پھر رحمت ایزدی اس حقیر کی جانب متوجہ ہوئی پھر تو ایسا محسوس ہونے

لگاکہ ہیبت وجلال مجھے جلاکر خاک کردیں گے، منہ سے چیخیں نکلنے لگیں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا دعاؤں کا پڑھنا دو بھر ہو گیا، بہت دیر تک یہی حال رہا پھر سکون ہوا متوسط آواز سے دعائیں پڑھنے لگا اتنے میں کسی نے کان پر منہ رکھکر کہا دعائیں بلند آواز سے پڑھئے تاکہ آپ سے سن کر ہم لوگ بھی پڑھیں میں ابتداءً میدان میں اکیلا ہی کھڑا تھا اب مڑ کے دیکھا تو دس بارہ آدمی میرے پیچھے کھڑے ہیں جن میں کسی سے بھی میں آشنا نہ تھا معلموں کی طرح میں بلند آواز سے دعا کا ایک ایک جز پڑھتا پھر وہ لوگ پڑھتے اس میں ایک نیا کیف نئی لذت محسوس ہوئی۔ میں اسی عالم سرشاری میں تھا کہ ساتھیوں میں سے کسی نے آواز دے کر کہا کہ چلئے ورنہ موٹر میں جگہ نہیں ملے گی میں نے دعا تقریبًا ختم کر لی تھی جو باقی تھی اسے پوری کی اخیر میں حاجی ابراہیم احمد صاحب کے لئے خصوصًا اور اپنے سب اعزہ واحباب کے لئے عمومًا مختصر دعا کرکے مڑا تو دیکھا خیمہ خالی ہے سب ساتھی موٹر پر جا چکے ہیں پیچھے کھڑے رہنے والے سب آدمیوں نے مجھسے مصافحہ کیا اور حج کی مبارکباد دی میں نے بھی ان لوگوں کو مبارکباد دی اور گیٹ کی طرف بڑھا اور سامنے کھڑی ایک موٹر میں بیٹھ گیا، بیٹھنے کے بعد مڑکے دیکھا تو سب ہمراہی اسی موٹر میں تھے غروب آفتاب میں بھی بیس پچیس منٹ باقی تھے میں نے اس وقت کو بھی رائگاں نہیں جانے دیا غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بعد بس اسٹارٹ ہوئی، مزدلفہ پہنچے، میں اور حسنین میاں اور مستورات موٹر سے اتر کر مزدلفہ کے میدان میں گئے، میں نے یہ سوچکر کہ سرکار حسن میاں صاحب مدظلہ نے ملاقات کا وعدہ کیا ہے۔ شاید وہ اپنوں کی بھیڑ میں نہ تشریف لائیں، تنہا کہیں اجنبیوں میں رہوں تو ممکن ہے کرم فرمائیں، ان لوگوں سے علیٰحدگی اختیار کرلی اور ایک نامعلوم سمت چل پڑا، ایک جگہ خالی دیکھکر چادر بچھائی، قریب ہی نل تھا وضو کرکے نماز مغرب اور عشاء پڑھی نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ کچھ اور لوگ آگئے ہیں ان میں ایک صاحب دمہ کے مریض تھے انھیں کھانسی آئی اور بہت سا بلغم میرے قریب ہی تھوک دیا اس لئے میں وہاں سے بھی اٹھا اور کسی اور جگہ کی تلاش میں نکل پڑا کچھ دور چلنے کے بعد ایک جگہ کافی میدان خالی تھا کچھ لوگ کنکریاں چن رہے تھے میں نے بھی وہیں کنکریاں چنیں پھر چادر بچھا کر تھوڑی دیر لیٹ گیا لیکن نیند نہیں آئی، نیند آتی بھی کہاں سے ایک گنہگار سیہ کار بندہ جبار وقہار معبود کی بارگاہ میں حاضر ہے لاکھوں لاکھوں کی بھیڑ ہے معلوم نہیں کیسے قبول کیا جائے گا اور کیسے دھتکارا جائیگا مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں گھربار چھوڑا اعزہ اقربا چھوڑے سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے یہاں حاضر ہوں پتہ نہیں کس گروہ میں ہوں گھبرا کر اٹھ بیٹھا، اللہ نے توفیق دی اس کی یاد کی اسی عالم میں ایک بار بے اختیار نگاہ اوپر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ احرام باندھے قبلے کی طرف سے چلے آرہے ہیں میں اٹھ کھڑا ہوا چاہا کہ آگے بڑھ کر قدمبوسی کی سعادت حاصل کروں مگر قدم جیسے بندھ گئے تھے یہاں تک کہ آنیوالے بزرگ بہت قریب آگئے، اب یہ دیکھتا ہوں کہ وہ مفتی اعظم نہیں کوئی اور بزرگ ہیں انھوں نے آتے ہی سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا مگر میرے ہوش وحواس غائب تھے کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے مجھے نہ تو ان کی دست بوسی کا خیال رہا اور نہ یہ ہوسکا کہ بیٹھنے کی درخواست پیش کرتا انھوں نے خود ہی مسکرا کر فرمایا اجازت ہو تو آپ کی چادر پر بیٹھ جاؤں میں نے عرض کیا ضرور ضرور تشریف رکھیں یہ میری سعادت ہے بیٹھنے کے بعد مجھسے میرا نام، وطن، مشغلہ دریافت کیا۔ میں نے سب کچھ اختصار کے ساتھ عرض کردیا پھر میں نے

ان سے ان کا نام وغیرہ پوچھا تو فرمایا، نام پوچھ کے کیا کیجئے گا میں سیلانی آدمی ہوں آج یہاں کل وہاں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں میں نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، پھر میں نے عرض کی دعاء مغفرت فرمائیں تو کہا اللھم اغفر لاخی ھٰذا بار بار اس کی تکرار فرمائی، پھر اچانک کھڑے ہوگئے اور فرمایا اب ہم چلتے ہیں ملنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے آگئے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اور تیزی سے جانب قبلہ بڑھے۔ مجھپر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ انھیں کھڑا دیکھتا رہا یہ بھی خیال نہ ہوا کہ کب ملنے کا وعدہ فرمایا تھا یہانتک کہ وہ غائب ہوگئے۔

بہت دیر تک غور کرتا رہا کہ یہ کون بزرگ تھے اور کیا قصہ ہے مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ کسی اللہ والے نے مجھ بے مایہ پر کرم فرمایا، اس خوشی میں بہت دیر تک مگن رہا پھر اپنے کام میں لگ گیا جب صبح صادق کے وقت توپ کی فیر ہوئی اور پورے میدان میں جگہ جگہ اذانیں ہونے لگیں تو پھر میں نے تازہ وضو کیا نماز فجر پڑھ کر وقوف کیلئے کھڑا ہوگیا اپنے اور اپنے اعزہ کے لئے جتنی ہوسکی دعائیں کیں پھر قریب طلوع آفتاب پیدل ہی منیٰ کی طرف چل پڑا، پیدل چلنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ وادیٔ محسر میں تیز رفتاری سے چلنے کی سنت ادا ہوگئی، منیٰ پہونچکر پولیس سے پوچھ کر اپنے معلم کے خیمے میں آیا۔ جب میں خیمے میں آیا تو اپنا خیمہ تلاش کرتے ہوئے ایک طرف جا رہا تھا کہ حاجی صفدر حسین صاحب بمبئی والے نے آواز دی اور باصرار اپنے خیمے میں لے گئے پھر بہ اصرار کھانا کھلایا چائے پلائی، انھوں نے قربانی کے لئے کسی کمپنی کو پیسے دیدیئے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپنے یہ کیا کیا، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہم لوگ احرام کب کھولیں اور کنکری کب ماریں، میں نے اُنسے کہا کہ کنکری تو آپ ابھی جاکر مار آیئے اور احرام بعد مغرب کھولئے گا، پتہ نہیں کمپنی والے کب قربانی کریں۔ پھر میں اپنے خیمہ میں آیا، ابھی تک میرے خیمہ میں کوئی نہیں پہنچا تھا، میں چادر بچھاکر لیٹ گیا کچھ دیر کے بعد ساتھی آنے لگے۔ عصر بعد کنکری مارنے کے لئے ہم لوگ گئے اس سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ساتھی مذبح گئے، میں اتنا تھکا ہوا تھا کہ مذبح جانے کی ہمت نہ کرسکا۔ قاری تراب علی صاحب کو پیسے دیدیئے اور میں وہاں سے واپس ہوکر مسجد خیف میں حاضر ہوا نماز مغرب پڑھی عشا تک حاضر رہا عشا پڑھ کر خیمہ میں آیا، لوگ قربانی کرکے واپس آچکے تھے، احرام بھی کھول چکے تھے میں نے بھی سر منڈایا اور احرام کھول دیا نہاکر سوگیا، بہت گہری نیند آئی یہانتک کہ صبح تک سوتا ہی رہا۔

آج گیارہ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور طواف افاضہ کیا، حرم شریف کا پورا صحن مسجد حرم کے دالان حجاج سے بھرے ہوئے تھے، آدمیوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر کعبہ کے گرد دیوانہ وار طواف کر رہا تھا، بھیڑ دیکھکر میری ہمت جواب دے گئی مگر طواف کرنا ہی تھا، اپنے مشائخ سلسلہ سے استعانت کرکے بھیڑ میں گھس گیا اور طواف شروع کر دیا جد وجہد کرکے کعبہ شریف کے بالکل قریب پہونچ گیا یہاں تک کہ کبھی کبھی میرے اور کعبے کے درمیان کوئی حائل نہ رہتا، دو پھیرے حطیم کی دیواروں سے لگ کر کئے پچیس منٹ میں طواف سے فارغ ہوگیا، اس وقت میرے ساتھ صرف قاری تراب علی صاحب تھے، طواف کے بعد ہم دونوں مسجد حرام کی چھت پر چڑھ گئے وہاں سے طواف کرنے والوں کا منظر دیکھ دیکھ کر روح جھوم جھوم جھوم اٹھتی۔ ہم لوگ بہت دیر تک یہ منظر دیکھتے رہے پھر قیامگاہ پر آئے اور عصر کے بعد پھر منیٰ پیدل چلے اسوقت جمرات پر بھیڑ بہت کم تھی اطمینان سے بطریق مسنون ومستحب تینوں جمرات پر کنکریاں ماری گئیں اور خیمے میں واپس آئے۔

۱۲ر ذی الحجہ کو سوائے کنکری مارنے کے اور کوئی کام نہیں تھا اس لئے ناشتے کے بعد مولینا افتخار احمد صاحب سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے ملنے کے لئے چلا گیا یہ ریاض میں رہتے تھے مع اپنے بال بچوں کے حج کے لئے آئے تھے، ان سے ملاقات کے بعد الحاج سیٹھ اسماعیل جانی اور حاجی عبد الستار ٹاٹے والے سے ملنے کیلئے گئے ان سے ملاقات کر کے حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضری کو سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت خود ہی کرم فرماتے ہوئے تشریف لائے دوپہر کا وقت اسی میں بیت گیا، کھانا کھا کر میں چاہتا تھا کہ کچھ دیر آرام کروں کہ سب ساتھیوں نے یک بیک رمی جمرہ کا پروگرام بنالیا میں نے سب کو منع کیا مگر کوئی نہیں مانا۔ خیمے میں صرف حضرت حسنین میاں کی والدہ ماجدہ اور ان کی پھوپھی صاحبہ رہ گئیں میں نے طے کر لیا تھا کہ بعد عصر کنکری مارنے جاؤنگا پھر پیدل مکہ معظمہ واپس ہو جاؤنگا، سب لوگ چلے گئے میں بیٹھا رہا اتنے میں بریلی شریف کے کچھ حضرات ملاقات کے لئے تشریف لائے انھوں نے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کی دعوت دی میں نے قبول کرلی پھر دوسری باتیں شروع ہوگئیں اتنے میں اچانک میرے کانوں میں آواز آئی، جمرہ پر آؤ مجھے پانی پلاؤ۔ آواز انتہائی دردناک تھی جیسے جاں بلب پیاسا کسی کو پکار رہا ہو۔ میں نے اس کو اپنا واہمہ سمجھا مگر تین بار یہی آواز آئی اب میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بریلی والوں سے معذرت کی کہ چونکہ مجھے کل ہی جدہ جانا ہے اس لئے میں کنکری مارنے جارہا ہوں، اور میں تیزی سے جمرہ کی طرف چلا راستے میں مولینا خلیل احمد خانصاحب کا قافلہ بھی مل گیا ساتھ ساتھ جمرہ پر پہونچے سب نے جمرۂ اولی کی رمی کسی طرح کرلی اس سے فارغ ہو کر جمرۂ ثانیہ کی طرف ہلا گ جارہے تھے کہ مولینا خلیل احمد خانصاحب ہکا بکا ننگے سر چشمہ غائب ننگے پاؤں چلے آرہے ہیں اور فرمایا کہ حضرت واپس چلئے اس وقت ہرگز کنکری نہ ماریئے میری جان بچ گئی، میں گر پڑا تھا سمجھے ہوئے تھا کہ اب میں گیا، کلمہ تک پڑھ لیا تھا، آپ کی زیارت مقدر تھی کہ کچھ لوگوں نے ترس کھا کر مجھے اٹھایا اور جان بچی۔ ہمارا قافلہ منتشر ہو چکا تھا قاری تراب علی، حاجی منشی محبت علی مع اہلیہ کا پتہ نہ تھا باقی ماندہ لوگ واپس ہوئے اتنے میں ایک سفید ریش بزرگ سر پر افغانیوں کی طرح عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے میرے پاس تھرماس تھا مجھ سے پانی مانگا میں نے تھرماس کے ڈھکنے میں بھر کر انھیں پانی پیش کیا وہ پینے کے لئے بیٹھ گئے آدھا پانی پی کر مجھے واپس کر دیا میں نے اصرار سے کہا کہ اور پی لیجئے مگر ڈھکنا انھوں نے مجھے تھما دیا اور کھڑے ہو گئے میں نے باقی ماندہ پانی پیا۔ اب دیکھتا ہوں تو ان بزرگ کا پتہ نہیں اتنے میں میرے ساتھی آگے بڑھ چکے تھے میں لپک کر ان کے ساتھ ہو گیا طے یہ ہوا کہ اس وقت واپس چلیں پھر شام کو آکر کنکری ماری جائے گی۔

چونکہ میں پہلے جہاز سے گیا تھا، واپسی کے لئے بھی میرا پہلا ہی جہاز تھا جو وہاں کی تیرہ ذی الحجہ اور ہندوستان کی بارہ م ۲۹ر اگست بروز جمعرات تھا، قاعدے کے مطابق بارہ ایک بجے دن تک ایر پورٹ پہونچکر ٹکٹ کا اوکے کرانا ضروری تھا اسلئے ہم لوگ بارہ ہی کو مکہ معظمہ آگئے۔ میں دو بجے رات کو حرم شریف میں حاضر ہوا، نماز فجر کے بعد طواف وداع کیا اور بصد حسرت و یاس بیت اللہ شریف کو اخیر سلام کر کے قیامگاہ پر آیا، ۱۲ بجے جدہ پہونچے لیکن ہمارا ہوائی جہاز رات میں گیارہ بجکر بیالیس منٹ پر جدہ سے چلا واپسی میں نجدی ایرپورٹ پر وہی بدنظمی اور حاجیوں کی ایذا رسانی کی کارفرمائی تھی۔

اس کے باوجود کہ حجاج صبح ہی کو ایرپورٹ پہونچ چکے تھے اور ۱۲ بجے تک تو تمام ہی حجاج آگئے تھے مگر حجاج کو اندر نہیں جانے دیا گیا، جہاز چھوٹنے سے کچھ پہلے سامان اندر جانے لگا تو وہ مارا ماری وہ اٹھا پٹخ کہ اگر قاری تراب علی صاحب میرے ساتھ نہ ہوتے تو شاید میں اندر مع سامان کے نہیں جاسکتا تھا، پھر اندر پہنچنے کے بعد قطار میں اتنی دیر تک کھڑا رہنا پڑا کہ سارے حاجی تھک کر چور ہوگئے، خیر خدا خدا کرکے ہوائی جہاز تک پہنچے۔ جہاز اسٹارٹ ہوا اور ۴ ، ۷ بجے صبح کو (بمبئی کے ٹائم سے) بمبئی پہونچ گئے۔ ایرپورٹ پر لینے کے لئے حاجی ابراہیم احمد صاحب برکاتی جناب قاری سراج ازہر صاحب رضوی عزیزم مولانا ولی اللہ صاحب مع اپنے احباب کے اور عبدالرزاق ٹباٹے والے موجود تھے۔ واپسی میں بھی عطاری مسجد ہی میں قیام رہا اب کی بار بھی ان سب احباب نے وہی کرمفرمائی فرمائی جو پہلے کر چکے تھے۔ تین دن قیام کے بعد جہانگری سے گھر واپس آگیا، فالحمد للہ علی ذلک والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حج وزیارت سے مشرف تو ہو چکا مگر رہ رہ کر خیال آتا ہے ؎

لاکھ سکھی پی ایک ہے جو اور پی پی ہے ہوے ناجانوں اس جھنڈ میں کون سہاگن ہوے

محمد شریف الحق امجدی عفی عنہ

خادم الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

۶ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۸۵ء شب پنجشنبہ

مقدمہ

حدیث کی اہمیت یہ بات ہر دیندار مسلمان کو معلوم ہے کہ دین کے اصول و فروع اعتقادیات عملیات سب کی بنیاد قرآن واحادیث ہیں۔ اجماع امت اور قیاس کی جو بھی حیثیت ہے وہ کتاب اللہ واحادیث ہی کی بارگاہ سے سند ملنے کے بعد ہے اور یہ دونوں واجب الاعتقاد والعمل ہونے میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ احادیث سے انکار کے بعد، قرآن پر ایمان کا دعویٰ باطل محض ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے ایک نہیں سیکڑوں جگہ رسول کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا۔ ارشاد ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ النساء آیت (٨٠) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہی قرار دیا کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ النساء۔ آیت (٦٤) ہم نے رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

جگہ جگہ فرمایا، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ کہیں فرمایا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑا کامیاب ہوا جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ضرور گمراہ ہوا۔ کہیں فرمایا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کے لئے بلائیں تو بلا دریغ یہ کہے کہ ہم نے سنا اور مانا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ النور آیت (٥١) مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر دیں تو ان کو سمعنا واطعنا کہنا ہی ضروری ہے۔

جن لوگوں نے رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنے میں چون وچرا کیا اُن کے بارے میں صاف صاف فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ النساء آیت (٦٥) تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپسی تنازعات میں تمہیں حکم نہ مان لیں اور پھر اس فیصلہ پر اپنے جی میں کوئی کھٹک نہ پائیں اور اسکو کما حقہٗ مان لیں۔

یہاں تک کہ رسول کے پکارنے کو اللہ نے اپنا پکارنا قرار دیا۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ۔ الانفال آیت (۲۴) — اے ایمان والو جب اللہ اور رسول تمھیں پکاریں تو فوراً حاضر ہو۔

رسول کی نافرمانی تو بڑی بات ہے نافرمانی کی سرگوشی پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ۔ المجادلہ آیت (۹) — اے ایمان والو چپکے چپکے کوئی بات کرو تو گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ کرو۔

حتی کہ رسول کی نافرمانی کو منافقین کا طریقہ بتایا۔ فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ۔ النساء آیت (۶۱) — جب ان سے کہا جائے کہ اللہ نے جو اتارا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافق آپ سے منھ موڑ لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ دوزخی دوزخ میں حسرت سے یہ کہیں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۔ الاحزاب۔ آیت (۶۶) — جب یہ لوگ آگ میں الٹ پلٹ کر بھونے جائیں گے تو کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

یہاں تک کہ رسول کے فیصلہ کے بعد ایمان والوں کا یہ اختیار اللہ عزوجل نے سلب کر لیا کہ وہ مانیں یا نہ مانیں بلکہ انھیں سر تسلیم خم کرنا ہی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۔ الاحزاب آیت (۳۶) — کسی مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ اللہ و رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو انھیں اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ ضرور کھلا ہوا گمراہ ہے۔

رسول کی مخالفت پر بانگ دہل عذاب کی دھمکی ارشاد ہوئی۔

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۔ النساء۔ آیت (۱۱۵) — اس کے بعد کہ حق کا راستہ واضح ہو چکا جو بھی رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کے راستہ کو چھوڑ کر اور کوئی راستہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں لے جائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ — جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ دنیا

فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ النور آیت (۶۳) ہیں ان پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے یا آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔

قرآن مجید کے ان ارشادات پر غور کرو۔ قرآن مجید نے کس طرح جگہ جگہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور اللہ کے ساتھ ساتھ رسول کی نافرمانی پر وعید ارشاد فرمائی رسول کے بلانے کو اللہ نے اپنا بلانا قرار دیا۔ رسول کی نافرمانی کے لئے سرگوشی بھی منع فرمائی رسول کے فیصلہ کو واجب التسلیم قرار دیا۔ وہ بھی اس حد تک کہ جو رسول کے فیصلے کو نہ ماننے، اس میں ذرا بھی تردد کرے وہ مومن نہیں۔ رسول کے حکم سے روگردانی کرنے والوں کو منافق فرمایا۔ رسول کے حکم کو اس درجہ واجب الاتباع قرار دیا کہ رسول کے حکم کے بعد نہ ماننے کا کسی مومن کو حق نہ دیا۔ جو نہ مانے اس کے لئے جہنم کی وعید سنائی۔ کیا یہ سب باتیں اس کی دلیل نہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کا ہر ارشاد واجب التسلیم ہے اسی طرح رسول کا بھی ہر فرمان واجب الاعتقاد والعمل ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کے مابین تفریق کرنے والوں کو صاف صاف سنا دیا۔

وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ النساء آیت (۱۵۱)

اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کر دیں اور کہتے ہیں کچھ کو ہم مانتے ہیں اور کچھ کو ہم نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ میں راستہ بنالیں یہ لوگ ٹھیک کافر ہیں۔ ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تو رسول کو واجب الاتباع نہ ماننے کا مطلب ہوا ان آیتوں کا انکار اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ البقرۃ (۸۵) کیا کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟۔

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے مثلاً

(۱) "اذان" قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں کہ نماز پنج گانہ کے لئے اذان دیجائے مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعار اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

(۲) نماز جنازہ، قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں۔ مگر یہ بھی فرض ہے اس کی بنیاد ارشاد رسول ہی ہے۔

(۳) بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں۔ مگر تحویل قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا یہ بھی صرف ارشاد رسول ہی

ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشاد رسول ہی ہے ——— اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی تو کوتاہی کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی۔ مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ اسی اثناء ایک قافلہ آگیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا ۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۔ الجمعہ۔ آیت (۱۱)

انھوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اسکی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔ تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا

یہ صرف اسی بناء پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشاد رسول بھی واجب الاعتقاد والعمل ہے اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن خدا کی کتاب ہے، واجب القبول ہے، یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عزوجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ خدا کی کتاب ہے کہیں سے بھی اڑ کر آسکتی ہے کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا فرشتہ ہے۔ کوئی جن، کوئی شیطان، کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں فرشتہ ہوں یہ خدا کی کتاب لایا ہوں غرضکہ رسول کے مُطاع ماننے سے انکار کے بعد قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی قطعی دلیل نہیں رہ جاتی، ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یہ خدا کی کتاب ہے، یہ جبرئیل ہیں، یہ آیت لے کے آئے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے مَلَکِ مقرب جبرئیل کی معرفت، قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی نا قابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجئے رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں انھیں میں یہ فرمایا۔ مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی سننے والے صحابۂ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا، احادیث ہوئیں۔ اب کوئی بتائے ایک منہ سے دو قسم کی باتیں نکلیں ایک قسم مقبول اور دوسری مردود یہ کس منطق سے درست ہوگا ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہوگا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا۔ غرضیکہ حدیث کے نا قابل قبول ماننے کے بعد قرآن کا بھی نا قابل قبول ہونا لازم ہے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے۔ مگر ان میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے لئے مجمل اور مبہم ہیں مثلاً عبادات اربعہ نماز روزہ زکوٰۃ حج کو لے لیجئے۔ قرآن مجید میں ان سب کا حکم ہے۔ مگر کیا قرآن مجید سے ان عبادات کی پوری تفصیل کوئی بتا سکتا ہے۔ اگر احادیث کو نا قابل اعتبار ٹھہرا دیا جائے۔ تو پھر ان عبادات پر عمل کیسے ہوگا کیونکہ ان سب کی ہیئت

ان سب کی تفصیل احادیث ہی سے معلوم ہوئی ہے۔ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صلو کما رأیتمونی اصلی متفق علیہ۔ اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ عبادات سے قطع نظر قرآن مجید کی

سیکڑوں آیات وہ ہیں کہ اگر ان کی توضیح احادیث میں مذکور نہ ہوتی تو وہ لاینحل رہ جاتیں مثلاً۔ ارشاد ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ التوبہ آیت (۴۰)

اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے (تو رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا) اللہ نے ان کی اس وقت مدد کی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جبکہ دونوں غار میں تھے جب رسول اپنے ساتھی سے فرماتے تھے غم نہ کھا اللہ ضرور خود ہمارے ساتھ ہے۔

احادیث سے قطع نظر کرکے کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ کافروں نے کیا شرارت کی تھی۔ رسول کو کہاں سے باہر تشریف لے جانا پڑا یہ ساتھی کون تھے یہ غار کون تھا۔ اور کیوں ساتھی کو تسلی تشفی دینے کی حاجت پیش آئی۔ دوسری جگہ فرمایا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ۔ التوبہ آیت (۲۵)

اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی۔

یہ جگہیں کون کون ہیں صرف قرآن سے کوئی بتا سکتا ہے۔ اور فرمایا۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔ التوبہ۔ آیت (۱۱۸)

ان تینوں پر اللہ کی مہربانی ہوئی جن کے معاملہ کو ملتوی فرما دیا گیا تھا۔

یہ تینوں کون تھے ان کا معاملہ کیا تھا۔ کیوں ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ کیا بغیر احادیث کے ان سوالوں کے جوابات دینا ممکن ہے۔ اور ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ۔ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا۔ التوبہ۔ آیت (۱۰۸)

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ وہ پہلے ہی دن سے اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اچھی طرح پاکی پسند کرتے ہیں۔

یہ مسجد کون ہے۔ یہ لوگ کون ہے۔ احادیث سے قطع نظر کرکے کوئی بتائے تو؟

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ قرآن میں اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں کہ اگر احادیث میں ان کی توضیح نہ ہوتی تو ان کا ابہام کسی طرح دور ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کے بعد قول رسول کو حق نہ تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اسی وجہ سے عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام امت بلانکیر منکر قرآن کی طرح احادیث کو واجب الاعتقاد واجب العمل مانتی چلی آئی ہے۔ البتہ اس زمانے میں بعض کلمہ گوئی کا دعویٰ کرنے والے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو احادیث کو نا قابل قبول

مانتے ہیں لیکن دیگر مذہبوں کی طرح دامن بچاکریوں کہ قول رسول ضرور حجت ہے. مگر آج جو احادیث کا ذخیرہ ہے وہ رسول کے اقوال واعمال کا مجموعہ نہیں۔ یہ عجمی نومسلموں نے سازش کرکے اپنی من مانی باتوں کو رسول کی طرف منسوب کر دیا ہے یہ قطعاً لائق اعتبار نہیں۔

اپنے اس دعوی پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں آج احادیث کے جو دفتر ملتے ہیں ان میں کوئی بھی عہد نبوی میں مرتب ہوا نہ عہد صحابہ میں حتی کہ عہد تابعین میں بھی مرتب نہ ہوا یہ سب دفاتر دوسری تیسری صدی اور اس کے بعد مدون کئے گئے ہیں اتنی لمبی مدت تک لاکھوں لاکھ احادیث یاد رکھنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ اکثر محدثین عجمی النسل ہیں۔ امام بخاری بخارا کے امام مسلم نیشاپور کے امام ترمذی ترمذ کے ابوداؤد سجستان کے ابن ماجہ قزوین کے باشندے تھے۔ اور یہ وہ مسلم الثبوت محدثین ہیں کہ فن حدیث میں ان کی ہر بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ منکرین حدیث کے اس دعوے کی بنیاد اس پر ہے کہ دوسری صدی سے پہلے احادیث لکھی نہیں گئیں صرف زبانی یادداشت پر اعتماد رہا۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ احادیث کی کتابت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہوا ہے اور ہر دور میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا۔ تو ان کے دعوے کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا اس لئے ہم پہلے ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کتابت حدیث کا کام عہد رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ اور ہر عہد میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث (۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سیکڑوں احادیث لکھیں ان کے مجموعے کا نام صادقہ تھا۔ بخاری۔ اصابہ۔ طبقات ابن سعد۔

(۲) احادیث کا ایک مجموعہ حضرت انس نے لکھا تھا۔ بخاری۔ تدریب الراوی۔

قتادہ روایت کرتے ہیں۔

کان یملی الحدیث حتی اذا اکثر علیہ الناس جاء بمحال من کتب القاھا ثم قال ھذہ احادیث سمعتھا وکتبتھا عن رسول اللہ وعرضتھا علیہ تفسیر العلم ص ۹۶،۹۵۔	حضرت انس حدیث لکھوایا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو وہ کتابوں کا صحیفہ لے کر آئے اور لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا یہ وہ احادیث ہیں جنھیں میں نے رسول اللہ سے سنکر لکھی ہیں اور آپ کو پڑھ کر سنا بھی دی ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث لکھوائی تھیں۔ یہ ذخیرہ انکے صاحبزادے کے پاس تھا (جامع بیان العلم)

(۴) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب میں احادیث کو جمع فرمایا تھا جس کا نام ہی کتاب سعد بن عبادہ تھا۔ یہ کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں رہا۔ (مسند امام احمد)

(۵) سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔

(۶) حضرت ابوہریرہ نے بھی دفتر کے دفتر احادیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔ (فتح الباری)

ہمام ابن منبہ کا صحیفہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے انھیں دفتروں سے نقل ہوا تھا اب چھپ بھی گیا ہے جس کی اکثر احادیث بخاری مسلم مسند امام احمد میں بعینہ بلفظہ موجود ہیں۔

(۷) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ تہذیب۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔

بینما نحن حول رسول اللہ نکتب (دارمی) ص۶۸ — اس وقت کہ ہم لوگ حضور کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عام طور پر کچھ صحابہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لکھا کرتے تھے ابن عباس اور ابن عمر کے صحائف کا ذکر ملتا ہے۔

الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ص۱۰۱ پر ہے۔

یروی عن عبد اللہ بن عمر کان اذا خرج الی السوق نظر فی کتبہ وقد اکد الراوی ان کتبہ کانت فی الحدیث۔ — عبد اللہ بن عمر کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ جب بازار جاتے تو اپنی کتابوں پر ایک نظر ڈال لیا کرتے۔ راوی نے بتاکید یہ بات کہی ہے کہ یہ کتابیں حدیث کی تھیں۔

حضرت ابن عباس کے چند صحیفے تھے طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں ان کے چند صحیفے لے کر حاضر ہوئے تاکہ وہ ان لوگوں کو ان میں تحریر کردہ احادیث سنا دیں اس وقت حضرت ابن عباس کی بینائی کمزور ہو چکی تھی وہ پڑھ نہ سکے فرمایا تم لوگ مجھے پڑھ کر سناؤ تمھارا سنانا اور میرا پڑھنا برابر ہے۔ طحاوی ج۲ ص۳۸۴ ترمذی ج۲ ص۲۳۸۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی صحیفے تھے جو انھوں نے عہد نبوی میں لکھا تھا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ وصال اقدس کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہوگا کہ عہد صحابہ میں احادیث لکھی گئیں اور منکرین تو مطلقاً عہد صحابہ میں بھی کتابت حدیث کے منکر ہیں۔

نحن نکتب سے اشارہ ملتا ہے کہ اس خدمت کو ایک جماعت انجام دیتی تھی۔ اور اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت — خدمت اقدس میں کچھ صحابہ حاضر تھے میں بھی تھا میں سب سے کم عمر تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے پھر جب لوگ باہر آئے تو میں نے ان سے کہا۔ حضور نے جو فرمایا وہ آپ لوگوں نے سنا اسکے باوجود

کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب

اتنی کثرت سے آپ لوگ کیسے حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ لوگ ہنسے اور کہا اے بھتیجے جو کچھ ہم نے حضور سے سنا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

مجمع الزوائد ص ۱۵۱۰۲/۱۲

اس کے علاوہ جستہ جستہ بہت سے احکام ومسائل کے بارے میں یہ ثبوت موجود ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے۔

(۱) سنہ میں جب مکہ فتح ہوا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق اور مکہ کی حرمت کے مسائل بیان فرمائے اس پر ایک یمن کے باشندے نے خواہش ظاہر کی یہ احکام لکھوا کر عنایت فرمائیں آپ نے فرمایا۔ اکتبوا لابی شاہ یہ احکام ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ بخاری ابو داؤد۔

(۲) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دیت (خونبہا) کے مسائل لکھوا کر بھجوائے۔ مسلم شریف ص ۴۹۵۔

(۳) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے پاس مردہ جانوروں کے احکام لکھوا کر بھجوائے۔ مشکوٰۃ ابو داؤد۔

(۴) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے متعلق مسائل کو ایک جگہ لکھوایا تھا۔ جس کا نام کتاب الصدقہ تھا اگر عمال وحکام تک اسے روانہ نہ فرما سکے اور وصال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے عہد میں اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم جاری کیا اور اسی کے مطابق وصول ہوتی تھی۔ ابو داؤد۔

(۵) اسی کتاب الصدقہ کا مضمون وہ ہے۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس کو دیا تھا جس وقت انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔ اس میں اونٹوں، بکریوں، اور سونے چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل تھی۔ بخاری ج۱ ص۱۹۴

(۶) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ کے آخیر ایام میں کثیر احادیث کا ایک صحیفہ لکھوا کر عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست یمن بھجوایا تھا۔ موطا امام مالک ص ۲۳۱ میں ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل یمن کے پاس ایک مکتوب عمرو بن حزم کے ہاتھ بھیجا تھا۔ جس میں فرائض سنن اور دیات لکھے تھے۔

(۷) زکوٰۃ کے احکام پر مشتمل ایک صحیفہ ابو بکر بن حزم والیٔ بحرین کو لکھوایا تھا۔ یہ صحیفہ دیگر امراء کو بھی بھیجا گیا تھا۔ یہ مکتوب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم سے لے لیا تھا۔ دار قطنی، مسند امام احمد۔

(۸) زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریریں تھیں۔ دار قطنی،

(۹) عمرو بن حزم کو یمن کا حاکم بنانے وقت فرائض۔ صدقات۔ دیات۔ طلاق۔ عتاق۔ نماز۔ مصحف شریف چھونے سے متعلق احکام پر مشتمل ایک تحریر لکھائی تھی۔ مسند امام احمد، مستدرک۔ کنز العمال۔

(۱۰) مختلف فرامین واحکام جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل کو بھیجے

(۱۱) معاہدات کی تحریریں مثلاً صلح حدیبیہ وغیرہ۔ ابن ماجہ، طبقات ابن سعد۔

(۱۲) وہ والانامے جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلاطین وامراء کے پاس بھیجے۔

(۱۳) عبداللہ بن حکم صحابی کے پاس حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تحریر تھی جس میں مردہ جانوروں کے احکام مذکور تھے معجم صغیر، طبرانی۔

(۱۴) نماز، روزہ، سود، شراب، وغیرہ کے مسائل وائل بن حُجر کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوائے تھے۔

(۱۵) اُشیم نامی مقتول کی بیوی کو اپنے مقتول شوہر کی دیت دلانے کا فرمان آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا یہ فرمان ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس تھا۔ ابو داؤد، دارقطنی۔

(۱۶) ترکاریوں، سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ حکم نامہ لکھوا کر حضرت معاذ بن جبل کے پاس یمن بھجوایا تھا۔ دارقطنی۔

(۱۷) رافع بن خدیج صحابی کے پاس ایک مکتوب گرامی تھا جس میں یہ مندرج تھا کہ مدینہ بھی مثل مکہ حرم ہے۔ مسند امام احمد۔

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ احکام لکھوا کر دیئے تھے جو ان کے پاس تھا۔ بخاری ج۱ ص۲۱

(۱۹) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تم نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ انھوں نے کچھ احادیث لکھوا کر بھیجیں۔ بخاری ج۲ ص۱۰۸۳

ایک شبہے کا ازالہ کچھ لوگوں کو حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا لاتکتبوا عنی من کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ۔ مسلم۔ جلد ثانی۔ ص۴۱۴۔ قرآن کے علاوہ میری کوئی حدیث نہ لکھو اگر لکھا ہو تو اسے مٹا دو۔

اولاً علماء کو اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا یہ درحقیقت حضرت ابو سعید پر موقوف ہے۔ یعنی ارشاد رسول نہیں، اوٹھیں کا قول ہے۔

ثانیاً برتقدیر صحت علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

(۱) یہ ممانعت نزول قرآن کے وقت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب قرآن نازل ہو رہا ہو، یا جب میں قرآن لکھوا رہا ہوں تو اس وقت صرف قرآن ہی لکھو۔

(۲) حدیث و قرآن کو ایک ہی چیز پر مت لکھو۔ ان دونوں صورتوں میں قرآن کا حدیث کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ قوی تھا۔

(۳) ممانعت کا حکم مقدم ہے۔ یعنی بالکل ابتدائی دور میں تھا۔ بعد میں جب قرآن کے ساتھ احادیث کے التباس کا خطرہ نہ رہا احادیث لکھنے کی اجازت دیدی۔

(۴) جس کے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر یہ لکھ لیں گے تو زبانی یاد نہ رکھیں گے۔ صرف کتاب کے بھروسہ پہ رہ جائیں گے انھیں احادیث لکھنے سے منع فرمایا۔ اور جن کے بارے میں یہ اندیشہ نہ تھا۔ بلکہ اطمنان تھا کہ وہ لکھیں گے تو بھی زبانی یاد رکھیں گے انھیں لکھنے کی اجازت دیدی۔ فتح الباری ج۱ ص۱۸۳۔

عہد صحابہ میں کتابت حدیث یہ صحیح ہے کہ کچھ صحابہ اور کچھ تابعین احادیث لکھنے کو ناپسند کرتے تھے کہ جیسے ہم نے زبانی سنکر یاد کیا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی صرف زبانی یاد رکھیں ۔ مگر یہ بات عام صحابہ میں نہ تھی ۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ علم لکھ کر مقید کرلو۔ دارمی ص۶۸۔ مستدرک ج۱ ص۱۰۶۔ ا۔ انھیں دونوں کتابوں میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی ارشاد منقول ہے۔ اور دارمی میں حضرت ابن عمر کا بھی چنانچہ ان ارشادات پر عمل ہوا۔

(۱) مسلم ج۱ ص۴۶ میں ہے کہ خود حضرت انس نے محمود بن ربیع سے حضرت عتبان کی ایک طویل حدیث سنی تو اپنے صاحبزادے کو حکم دیا اسے لکھ لو صاحبزادے نے لکھا۔ طحاوی ج۲ ص۳۸۴ میں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت انس نے اپنے لڑکے سے حدیث لکھوائی۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی احادیث لکھوا کر یا خود لکھ کر محفوظ کر دیا تھا۔ حسن بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور احادیث کی متعدد کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو یہ سب میرے یہاں لکھی ہوئی ہیں۔

فتح الباری ج۱ ص۱۸۴،

(۳) بشر بن نہیک حضرت ابوہریرہ کی کتابیں عاریۃً لے کر نقل کرتے۔ نقل کے بعد ان کو سناتے سنانے کے بعد پوچھتے میں نے آپ کو جو سنایا ہے وہ سب آپنے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہاں طحاوی ج۲ ص۳۸۵

(۴) ابان مشہور تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ساگوان کی تختیوں پر حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ دارمی ص۶۸

(۵) عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں بیٹھ کر احادیث نبوی پوچھکر لکھ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ میں ابن عمر سے جو احادیث سنتا ان کو لکھ لیتا۔ دارمی۔

(۷) یہی حضرت سعید بن جبیر اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں لکھا کرتے تھے کاغذ بھر جاتا تو کسی اور چیز پر لکھتے۔ دارمی ص۱۶۹۔ طحاوی ج۲ ص۳۸۴۔

(۸) حضرت ابن عمر کی مرویات کو خاص طور سے نافع نے جمع کیں۔ طبقات ابن سعد وغیرہ۔

(۹) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی احادیث کو عروہ بن زبیر نے لکھ لیا تھا۔ الکفایہ ص ۱۲۹

(۱۰) حضرت جابر کی احادیث کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر جمع کر لیا تھا۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲

(۱۱) حضرت ابن عباس کی مرویات کو ان کے تلمیذ کریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ طبقات ج ۵ ص ۲۱۶

عہد تابعین میں کتابت حدیث لیکن اب تک جو بھی ہوا۔ انفرادی طور پر اپنے شوق و ذوق کے مطابق ہوا۔ پھر ان صحائف میں کوئی ترتیب نہ تھی۔ جن بزرگ نے جن سے جو حدیث جب سنی لکھ لی۔ یہاں تک کہ اس اہم و بنیادی کام پر سب سے پہلے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز کو توجہ ہوئی۔ اور انھوں نے باقاعدہ تدوین احادیث کے لئے وقت کے ممتاز افراد کو مقرر فرمایا۔ مثلاً ابوبکر بن عمرو بن حزم قاضی مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری سعد بن ابراہیم وغیرہ۔ نیز اسی دور میں ربیع بن صبیح اور سعد بن عروبہ اور شعبی نے بھی احادیث کی تدوین شروع کر دی تھی۔

دارمی میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی مدینہ ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ احادیث رسول و احادیث عمر اور مؤطا میں اتنا زائد ہے اور ان کے مثل دیگر صحابہ کے آثار جمع کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ بخاری کتاب العلم میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور بیٹھو تاکہ جو نہیں جانتا ہے وہ سیکھے۔ اس لئے کہ علم اس وقت تک ضائع نہ ہوگا جب تک اسے راز نہ بنا لیا جائے۔ بخاری ص ۲۰ ج ۱

اس خادم کا خیال ہے کہ اتنا حصہ۔ رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ حضرت امام بخاری یا کسی راوی کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ اور دارمی اور موطا میں مسنداً ہے۔ اس لئے خود امام بخاری کے طور پر دارمی اور موطا کی روایت مقدم ہوگی۔ خود امام بخاری نے سند کے ساتھ جو ذکر کیا ہے۔ وہ صرف۔ ذہاب العلماء تک ہے۔

جب یہ فرمان ابوبکر بن حزم کے پاس پہنچا تو انھوں نے احادیث کے کئی مجموعے تیار کرائے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ انھیں بارگاہ خلافت میں بھیجیں لیکن ابھی بھیجے نہیں پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا ۱۰۱ھ میں وصال ہو گیا۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاذ تھے۔

احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ کی مرویات کو بہت بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ ان سے فقہ و عقائد کے بنیادی مسائل ماثور ہیں اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کی احادیث جمع کرنے کا زیادہ اہتمام کیا تھا۔ عمرہ بنت عبد الرحمن کو حضرت عائشہ نے خاص اپنی آغوش کرم میں پالا تھا۔ یہ بہت ذہین عالمہ فاضلہ تھیں۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ احادیث عائشہ کی یہ سب سے بڑی حافظہ تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے، قاضی ابوبکر بن عمر ابن حزم کو خاص ہدایت کی کہ عمرہ کے

مسائل، اور روایات کو قلم بند کر کے بھیجا جائے۔

ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ھ جو امام زہری کے نام سے متعارف ہیں اور ان کو ابن شہاب بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ محدثین کی حدیثیں سننے جاتے تو اپنے ساتھ تختیاں اور کاغذ لئے رہتے جتنا سنتے لکھتے جاتے۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۶/۱

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ میرا اور زہری کا زمانۂ طالب علمی میں ساتھ تھا۔ زہری نے مجھ سے کہا آؤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے حدیثیں لکھیں۔ کنز العمال ص ۲۳۵/۵،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے مختلف دیار اور امصار سے احادیث کے لکھے ہوئے دفتر جمع کئے اور انھیں امام زہری کے حوالہ کیا کہ انھیں سلیقے سے مرتب کریں۔ تدریب الراوی۔

معمر کا کہنا ہے کہ امام زہری کی لکھی ہوئی احادیث کے ذخیرے کئی اونٹوں پر لادے گئے۔ امام زہری اس وقت کے اعلم علماء تھے۔ حدیث و فقہ میں ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ تمام اجلہ محدثین اصحاب ستہ حتی کہ امام بخاری کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ انھوں نے احادیث اس لگن و محنت سے جمع کیں۔ کہ مدینہ طیبہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جا جا کر مرد، عورت بچے، بوڑھے جو مل جاتا اس سے حتی کہ پردہ نشیں عورتوں سے بھی پوچھ پوچھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال و اقوال سنتے اور لکھتے۔

ان کی تصنیفات کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ جب ولید بن یزید کے قتل کے بعد روایات و احادیث کے صحائف ولید کے کتب خانے سے منتقل کئے گئے تو صرف امام زہری کی مرویات و تصانیف گھوڑوں گدھوں پر لاد کر لائی گئیں۔

امام زہری نے احادیث کے جمع کرنے کے ساتھ ان کو سند کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اسی واسطے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

ابن شہاب زہری نے احادیث کی جمع و ترتیب و تہذیب کا جو کام شروع کیا اسے انکے لائق تلامذہ ہمیشہ ترقی دیتے گئے یہاں تک کہ انھیں کے مشہور تلمیذ جلیل امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے موطا لکھی۔ جن میں احادیث کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب وار جمع کیا۔

سعد بن ابراہیم بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے ان سے بھی احادیث کے دفتر کے دفتر لکھوائے اور تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوائے۔

ہشام بن الغار کا بیان ہے کہ عطا بن رباح تابعی (متوفی ۱۱۴ھ) سے لوگ حدیث پوچھ پوچھ کر انھیں کے سامنے لکھتے جاتے تھے۔ دارمی ص ۶۹،

سلمان بن موسیٰ کہتے ہیں میں نے نافع (متوفی ۱۱۷ھ) کو دیکھا کہ وہ حدیثیں بیان کرتے اور ان کے تلامذہ ان کے سامنے لکھتے جاتے۔ دارمی،

ایک شخص حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۱۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میرے پاس آپ کی بیان فرمودہ کچھ حدیثیں لکھی ہوئی ہیں۔ کیا میں ان کی آپ سے روایت کرسکتا ہوں۔ انھوں نے اجازت دیدی۔ ترمذی ص۲۳۹ ج۲

حمید الطویل نے بھی حضرت حسن بصری کی کتابیں نقل کی تھیں۔ تہذیب التہذیب ص۳۹ ج۳

ابو قلابہ (متوفی ۱۰۴ھ) نے وفات کے وقت اپنی کتابیں ایوب سختیانی کو دینے کی وصیت کی تھی۔ اس وصیت کے مطابق یہ کتابیں شام سے اونٹ پر لاد کر لائی گئیں۔ ایوب نے بتایا کہ اس کا کرایہ بارہ چودہ درہم دیئے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ ص۸۸ ج۱

ابراہیم نخعی کہتے ہیں سالم بن ابی الجوزاء (متوفی ۱۰۱ھ) حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ سالم نے بعض صحابۂ کرام سے بھی حدیثیں سنی ہیں۔ ترمذی ص۲۳۸ ج۲، دارمی ص۶۶،

تبع تابعین کے دور میں کتابت حدیث حضرات تابعین کے زمانہ میں لکھے گئے صحائف حدیث کے چند نمونے پیش کئے گئے اب اس کے بعد دور تبع تابعین کی سیر کیجئے۔ اس عہد میں اتنی کثرت سے احادیث کے صحائف لکھے گئے کہ ان سب کا استقصاء بہت دشوار ہے۔

چند کے نام سنئے! محمد بن بشر کا بیان ہے کہ مسعر (متوفی ۱۵۵ھ) کے پاس ایک ہزار احادیث لکھی ہوئی تھیں دس کے سوا سب میں نے لکھ لیا۔ تذکرۃ الحفاظ ص۱۷۱ ج۱،

عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر (متوفی ۱۵۳ھ) سے سن کر دس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ص۱۷۵ ج۱،

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب تھی۔ تذکرۃ ص۱۹۸ ج۱،

سفیان ثوری یمن گئے تو ایک تیز لکھنے والے کاتب کی تلاش ہوئی۔ لوگوں نے ہشام بن یوسف کو پیش کیا یہ امام ثوری کی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ تذکرہ ص۲۱۶ ج۱،

ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو مشائخ سے حدیثیں لکھی ہیں۔

شعیب بن حمزہ (متوفی ۱۶۳ھ) نے بہت زیادہ احادیث لکھیں۔ امام زہری بولتے جاتے اور شعیب لکھتے جاتے۔ امام احمد نے شعیب کی کتابیں دیکھ کر فرمایا کہ شعیب کی کتابیں بہت صحیح اور درست ہیں۔ تذکرہ ص۲۱ ج۱،

ابو عوانہ (متوفی ۱۶۳ھ) پڑھنا تو جانتے تھے لیکن لکھنا نہیں جانتے تھے۔ مگر جب کسی سے حدیث سنتے تو لکھوا لیتے۔ تذکرہ ص۲۱۹ ج۱

ابن لہیعہ نے حدیث کی بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ صالح بن کیسان کہتے ہیں۔ میں نے عمارہ بن غزیہ کی حدیثیں ابن لہیعہ

ہی کی اصل کتاب سے نقل کی تھی ۔ تذکرہ ج۱ ص۲۲

سلیمان بن بلال (متوفی ۱۷۲ھ) کی بھی کئی کتابیں تھیں ۔ جن میں انھوں نے اپنی سنی ہوئی احادیث کو جمع کیا تھا ۔ مرتے وقت وصیت کر گئے عبدالعزیز بن حازم کو دی جائیں ۔ تذکرہ ج۱ ص۱۴۹ ،

حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) تلمیذ امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی لکھی ہوئی بیس ہزار احادیث لوگوں کو سنائیں تذکرہ ج۱ ص۲۵۴ ،

امام غُندر (متوفی ۱۶۳ھ) کے پاس بھی اپنی مسموع احادیث کی کئی کتابیں تھیں یحیٰی بن معین نے کہا ان کی کتابیں سب سے زیادہ صحیح ہیں ۔ ابن مہدی نے کہا ہم حضرت شعبہ کی زندگی ہی میں غندر کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے تھے ۔ تذکرہ ج۱ ص۱۱ ،

ان شواہد سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ محدثین کی عام عادت تھی جو سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے ۔ اسی دور میں باقاعدہ کتب احادیث کا سلسلہ بھی قائم ہوگیا ۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جُریج (متوفی ۱۵۰ھ) نے ۔ بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۲ھ) نے اور ربیع بن صبیح (متوفی ۱۶۱ھ) نے یمن میں معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) نے کتابیں لکھیں ۔ اسی عہد میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) اور محمد بن اسحٰق (متوفی ۱۵۱ھ) نے غزوات وسیر پر کتابیں لکھیں ۔

ان کے بعد امام اوزاعی (متوفی ۱۵۶ھ) نے شام میں امام ابن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے خراسان میں حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) نے بصرہ میں سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں جریر بن عبدالحمید (متوفی ۱۸۸ھ) نے رے میں ھشیم (متوفی ۱۸۳ھ) نے واسط میں کتابیں لکھیں ۔ قریب قریب اسی دور میں امام مالک نے اپنی مشہور کتاب موطا لکھی ۔ زُرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں وصال کے بعد آپ کے گھر سے بہت سے صندوق برآمد ہوئے ۔ جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی احادیث کے تھے ۔ ابومعشر سندی (متوفی ۱۷۰ھ) نے مغازی پر ایک کتاب لکھی ۔ امام شافعی کے استاذ ، ابراہیم بن محمد اسلمی (متوفی ۱۸۴ھ) نے موطا امام کے طرز پر ایک موطا لکھی تھی ۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ موطا امام مالک سے دگنی تھی ۔ تذکرہ ۔

امام اعظم کے تلمیذ یحیٰی بن زائدہ کوفی (متوفی ۱۸۲ھ) نے بھی احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا ۔ تذکرہ ج۱ ص۲۴۶ ،

عبدالرحیم بن سلمان کنانی نے بھی کئی ایک کتابیں لکھیں ۔ تہذیب ج۶ ص۳۰۶ ،

معافی بن عمران موصلی (متوفی ۱۸۵ھ) نے کتاب السنن ، کتاب الزہد ، کتاب الادب ، کتاب الفتن وغیرہ لکھیں ۔ تذکرہ ج۱ ص۲۶۵

امام ابویوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الآثار ، کتاب الخراج وغیرہ تصنیف کیں ۔

امام محمد موطا ، کتاب الآثار ، کتاب الحج وغیرہ تصنیف کیں ۔

ولید بن مسلم (متوفی ۱۹۵ھ) نے مختلف ابواب پر ستر سے زائد کتابیں لکھیں۔ تذکرہ ص۲۸۴ ج۱،

ابن وہب (متوفی ۱۹۷ھ) نے احوال قیامت اور جامع وغیرہ لکھیں۔ ایک ضخیم موطا بھی انھوں نے تصنیف کی تھی۔

حفظ حدیث کا شوق اور اہتمام

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات دیکھنی ہے کہ رواۃ حدیث کے ارشادات رسول اچھی طرح سننے اور کما حقہ یاد کرنے اور یاد رکھنے کی کتنی کوشش کرتے تھے۔

عہد نبوی میں حفظ احادیث خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا احساس رہتا کہ سامعین میری بات اچھی طرح سنیں۔ اور سمجھیں۔ اسی لئے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے۔ اور اہم باتوں کو تین بار دہراتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلثاً حتی تفھم عنہ۔ بخاری ص۲۰ ج۱ — حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ فرماتے تو تین بار تکرار فرماتے تاکہ اسے بخوبی سمجھ لیا جائے۔

دوسری طرف صحابۂ کرام کا حال یہ تھا کہ جب مجلس اقدس میں حاضر ہوتے تو ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ارشادات سنانے اور سننے والوں کے ذہن اور حافظے میں بٹھانے پر اتنی توجہ تھی اور خود صحابۂ کرام بھی پوری توجہ سے سنتے اور سمجھتے اور یاد رکھتے تو پھر یہ خطرہ کہ صحابۂ کرام نے ارشادات رسول کما حقہ نہیں سنا یا بخوبی نہیں سمجھا یا ان کے حافظے میں نہیں آیا ساقط ہو گیا۔

صحابۂ کرام نے احادیث کو اس طرح یاد رکھا تھا کہ جس ترتیب سے مختلف اشیا کا ذکر حضور نے فرمایا ہوتا اسی ترتیب سے اپنے تلامذہ کو بھی یاد کرانے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی لفظ کا رہ جانا تو بڑی بات ہے۔ اگر کسی سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی اور وہ ترتیب بگڑ جاتی تو اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ مسلم[۱] میں ہے کہ ابن عمر کے سامنے کسی نے انکی روایت کردہ حدیث بنی الاسلام علی خمس کو یوں پڑھ دیا الحج وصیام رمضان یعنی حج کو صوم پر مقدم کر کے پڑھا حضرت ابن عمر نے ٹوک دیا، لا، صیام رمضان والحج۔ یوں نہیں۔ صیام رمضان پہلے اور حج بعد میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام ارشادات

---

۱ مسلم ص۳۲ ج۱،

رسول کس اہتمام سے یاد رکھتے تھے کہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر بھی حافظے میں محفوظ رہتی اور دوسروں کو اسی ترتیب سے یاد رکھنے کی ترغیب دیتے۔ حالانکہ اس واقعے میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر ارشادات رسول کی ترتیب بدل جاتی یہ بھی حضرت ابن عمر کو گوارا نہ ہوا۔

تو پھر اس کی کہاں گنجائش کہ وہ رسول پر جھوٹ باندھیں۔ اگر بالفرض کہیں شبہہ ہو جاتا کہ زبان وحی ترجمان سے کون سا لفظ نکلا تھا تو اس کو ظاہر کر دیتے۔ کہ یہ فرمایا تھا یا یہ۔ جس کی نظیر احادیث میں ہزاروں ہیں۔

اہل عرب کا حافظہ اس سلسلے میں صحابۂ کرام کی بات تو جانے دیجئے عام اہل عرب کو قدرت نے حافظے کی قوت اتنی دی تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس عہد اور اس سے پہلے عہد میں لغاتِ عرب، کی کوئی ڈکشنری لکھی ہوئی نہیں تھی۔ زبان کا سارا سرمایہ بدؤں کے حافظے میں محفوظ تھا۔ زبان عرب کتنی وسیع ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ عربی زبان میں شہد کے اسّی، سانپ کے دوسو شیر کے پانچ سو تلوار کے ہزار نام موجود تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اس کے برعکس متعدد معانی رکھنے والے مشترک الفاظ کے ذخائر بھی ان کے یہاں کم نہیں۔

سنئے! عَینٌ کے اڑتالیس معانی لکھنے کے بعد بھی اہلِ لغت نے وغیرہ وغیرہ تحریر کیا ہے۔

اسی طرح عَجُوزٌ کے ستر اکہتر معانی معلوم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اب غور کیجئے جس قوم کے حافظے کا یہ حال ہو وہ اگر اپنے سب سے بڑے محسن پیشوا مقتدا ر رسول رب العٰلمین کی ہزارہا ہزار حدیثیں لفظ بلفظ یاد رکھیں تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

پھر یہ لاکھوں لاکھ حدیثیں یاد کرنے والا صرف ایک شخص نہیں انھیں متفرق طور پر یاد رکھنے والے بھی ہزاروں ہزار ہیں۔ کسی نے سو روایت کی کسی نے ہزار دو ہزار روایت کی۔ کسی نے پانچ ہزار روایت کی۔ مثلاً سب سے زیادہ کثیر الروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد صرف پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں[۱]۔ ان کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں[۲]۔ ان کے بعد حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں[۳]۔

ایسے قوی الحافظہ افراد کا ہزار دو ہزار احادیث کا یاد رکھ لینا کون سی بڑی بات ہے۔ کیا ایسے شعرا نہیں گذرے ہیں کہ جنھیں زبانی ہزارہا ہزار اشعار یاد ہوتے تھے۔

---

۱ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۳، ۲ ایضاً ج ۱ ص ۱۶، ۳ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶.

پھر یہی نہیں کہ ایک دفعہ سن لیا پھر اسے یاد رکھنے کی کوشش نہیں کی یا اس پر کوئی توجہ نہ کی بلکہ صحابۂ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ ارشاداتِ رسول سننے کے بعد اس کی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ سننے کے بعد بھولنے نہ پائیں سننے کے بعد اسے اچھی طرح حفظ کرتے۔ پھر بار بار اس کا دور کرتے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سنتے تھے جب حضور مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم لوگ آپس میں اس کا دور کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کل حدیثیں بیان کرجاتا۔ سب سنتے پھر دوسرا پھر تیسرا۔ کبھی کبھی ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے اور یہ سب باری باری سناتے۔ جب ہم اٹھتے تو ہمیں حدیثیں اس طرح یاد ہوتیں گویا ہمارے دلوں میں بو دی گئی ہیں مجمع الزوائد ص ۱۶۱ ج ۱،

حضرت معاویہ اپنا چشم دید حال بیان کرتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد صحابۂ کرام مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کا مذاکرہ کرتے۔ مستدرک ص ۹۴ ج ۱،

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کہیں بیٹھتے تو ان کی مجلس کا موضوع یا تو احادیث ہوتیں یا قرآن کا پڑھنا اور سننا ہوتا۔

اس کے باوجود کسی صاحب کا حافظہ اس بوجھ کو برداشت نہ کرتا تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حافظے کو اتنا قوی بنا دیتے کہ پھر وہ کوئی بات بھول نہ پاتے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

ظاہر ہے کہ جب انسان میں مذہبی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بڑے سے بڑے حیرت انگیز محیر العقول کارنامے انجام دے لیتا ہے۔ صحابۂ کرام کی مذہبی زندگی، حضور کے ساتھ ان کی وارفتگی۔ اور دین کی نشر و اشاعت کے ساتھ کی شیفتگی، رضاء الٰہی کی طلب، اور آخرت کی سرخروئی کی تڑپ کتنی تھی۔ اس کا اندازہ آج نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انھوں نے اس جذبہ سے متأثر ہو کر اپنے موروثی قوی حافظے میں ہزار ہا ہزار ارشاداتِ رسول کو جمع کر لیا تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔

عہد صحابہ میں حفظ حدیث کا منظر صحابۂ کرام نے جس ذوق و شوق سے احادیث کو سنا یاد کیا، محفوظ رکھا، اسی ولولہ و جوش کے ساتھ پھیلایا، وہی ولولہ ذوق و شوق اپنے تلامذہ میں بھی پیدا فرما دیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہنا۔ دور کرتے رہنا۔ بار بار دہراتے رہنا۔ اور (ذہن میں) حاضر رکھنا۔ اگر ایسا نہ کروگے تو جاتی رہیں گی۔ دارمی، وہ یہ بھی تاکید کیا کرتے تھے۔ کہ ہر روز کچھ حدیثیں بیان کرتے رہو۔

حضرت علی اپنے اصحاب سے فرماتے۔ احادیث ایک دوسرے سے بیان کرتے رہو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو چلی جائیں گی مستدرک ص ۹۵ ج ۱، نیز فرماتے۔ آپس میں ملتے رہو۔ احادیث کا دور کرو۔ اسے چھوڑ نہ دو۔ کنز العمال ص ۲۴۲ ج ۵،

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی اس کی تاکید اکید کرتے رہتے ۔کہ حدیثیں ایک دوسرے سے سنتے اور ایک دوسرے کو سناتے رہو۔اسی طرح وہ باقی رہ سکتی ہیں ۔مستدرک ص۹۵ ج۱،

ایک دفعہ انھوں نے اپنے تلامذہ سے پوچھا کہ تم لوگ آپس میں اکٹھے بیٹھ کر احادیث سنتے سناتے ہو بھی یا نہیں ۔ تلامذہ نے جواب دیا جی ہاں ہم لوگ ایسا کرتے ہیں ۔اگر ہمارا کوئی ساتھی حاضر نہ ہو تو اگر کوفے کے آخری سرے پہ ہوتا تو وہیں جاکر اس سے ملتے ۔ دارمی ص۷۹،

مشہور تابعی عطار کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں حدیثیں سننے کے بعد اٹھتے پھر ان کو بار بار سنتے اور سناتے انھوں نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں میں ابو زبیر کا حافظہ سب سے اچھا تھا۔اس لئے ان کو ہم سب سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں مستدرک ص۹۴ ج۱

حضرت ابوسعید خدری بھی آپس میں دور احادیث کیا کرتے تھے بلکہ ان کی تاکید یہ بھی تھی ۔کہ احادیث بلفظہٖ یاد کی جائیں۔دارمی مستدرک ص۹۴ ج۱، امام زہری عشار کی نماز کے بعد حدیث سننے سنانے کے لئے بیٹھتے تو صبح کر دیتے ۔ دارمی ص۹۵ ۔

عہد تابعین کا حال تابعین نے احادیث یاد کرنے ،یاد رکھنے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کا جوجذبہ صحابۂ کرام سے حاصل کیا تھا۔اسے اپنے تلامذہ میں پیدا کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔تابعین ہمیشہ اپنے تلامذہ تبع تابعین کو دور کی تاکید کرتے رہتے ۔اوران کے تلامذہ اس پر جی جان سے عمل کرتے ۔امام زہری، علقمہ ۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ، سے منقول ہے کہ وہ ہمیشہ دور حدیث کی تاکید کرتے رہتے (دارمی) اس کا اثر یہ تھا کہ مشہور محدثین کے یہاں دور حدیث کی مجلس رات بھر رہتی عشار بعد شروع ہوتی نماز صبح پر ختم ہوتی ۔ دارمی ص۸۱ ،تہذیب ص۲۰ ج۱،

یونس کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس سے حدیثیں سننے کے بعد آپس میں ان کا دور کرتے ۔یہاں تک کہ اسماعیل بن رجار کا یہ دستور تھا کہ دور کے لئے اگر کوئی نہیں ملتا۔تو مکتب کے بچوں کو جمع کر کے ان کے آگے حدیثیں پڑھتے۔ تاکہ احادیث کی ضبط کی کوشش میں ناغہ نہ ہو ۔ دارمی ص۸۰ ، تہذیب ص۲۹۶ ج۱،

ان شواہد سے یہ بات واضح ہوگئی کہ راویان حدیث احادیث کے محفوظ رکھنے ان کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے ۔ دنیا میں کسی فن کے حفظ وضبط ، نشر واشاعت کی ایسی عظیم الشان تاریخ نہیں ملتی ۔جو احادیث کے حفظ وضبط کے ساتھ وابستہ ہے ۔

عہد تبع تابعین میں چونکہ باقاعدہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔اوراس عہد کی بہت سی کتابیں آج بھی موجود ہیں ۔اس لئے ان پر تفصیلی گفتگو کی حاجت نہیں۔

روایت میں احتیاط ان سب کے باوجود ایک اور اہم بات بھی ذہن نشین کر لینی ضروری ہے ۔

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اپنی احادیث سننے یاد رکھنے اور انھیں کما حقہ دوسرے تک پہونچانے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی تھی مثلاً فرمایا۔

اللھم ارحم خلفائی قلنا یارسول اللہ من خلفاءک قال الذین یاتون من بعدی یرون احادیثی و یعلمونھا الناس[۱] نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ[۲]

اے اللہ میرے جانشینوں پر رحمت نازل فرما لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون لوگ ہیں فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیں گے اس شخص کو اللہ تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی پھر اسے یاد کیا تاکہ دوسرے تک اسے پہنچائے۔

بلغوا عنی ولو آیۃ ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ بخاری ص ۴۹۱ ج ۱،

میری ہر بات دوسروں تک پہونچاؤ اگرچہ وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور جو مجھ پر بالقصد جھوٹ باندھے گا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

حدثوا عنی بما تسمعون ولا تقولوا الا حقا ومن کذب علی بنی لہ بیتا فی جھنم یوتع فیہ۔ طبرانی۔

مجھ سے جو کچھ سنو اسے بیان کرو مگر ہمیشہ سچ کہنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا اس کے لئے جہنم میں گھر بنایا جائے گا جس دن وہ جائیگا۔ طبرانی۔

انکے ارشاد کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام میں حدیثیں سننے اور جمع کرنے کا ایسا والہانہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ جی جان سے احادیث سننے اور انھیں یاد رکھنے اور ان کی اشاعت میں لگے رہتے۔ یہ جذبہ اتنا شدید تھا کہ اگر انھیں معلوم ہو تا کہ کوئی حدیث فلاں کے پاس ہے۔ تو سب کام کاج چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے اور وہ حدیث سنتے۔

اسی بخاری کتاب العلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ صرف ایک حدیث سننے کے لئے ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے گئے۔ یہ حال حضرت جابر کا تھا۔ جو خود احادیث کے خزانہ تھے۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ اس کے باوجود ان کا یہ حال تھا۔[۳]

وہیں دوسری طرف یہ فرمایا۔ میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب مت کرنا۔ مجھ پر جھوٹ مت باندھنا۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنمی ہے۔ اس کا اثر یہ تھا کہ اجلۂ صحابۂ کرام اس اندیشہ کی وجہ سے احادیث بیان کرنے سے بچتے تھے۔ کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

---

[۱] ترغیب و ترہیب ص ۵۷ ج ۱، [۲] ابو داؤد کتاب العلم ص ۱۲۶ ج ۲، ترمذی کتاب العلم ص ۹۰ ج ۲، [۳] عمدۃ القاری ص ۶۵ ج ۱،

حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ ارشاد اسی بخاری کتاب العلم میں مذکور ہے ۔ انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے عرض کیا ۔ جیسے اور لوگ احادیث بیان کرتے ہیں ۔ آپ کیوں نہیں بیان کرتے تو فرمایا بیٹے میں ہمیشہ آنحضور کے ساتھ رہا سفر میں بھی حضر میں بھی ۔ مگر چونکہ حضور نے فرمایا ہے ۔

من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار [۱] جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے ۔

مطلب یہ ہوا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ سہواً کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ حضور نے جو بات نہ کہی ہو وہ حضور کی طرف منسوب کردوں ۔ اس لئے احتیاط کرتا ہوں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

انہ لیمنعنی ان احدثکم حدیثاً کثیراً ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من تعمد علیّ کذباً فلیتبوأ مقعدہ من النار [۲] بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔

حالانکہ یہ مکثرین حدیث میں سے ہیں ۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں پھر بھی یہ فرما رہے ہیں ان کا طریقہ یہ تھا ۔ کہ جس حدیث کے بارے میں ذرا بھی شبہہ ہوتا ۔ کہ اچھی طرح یاد نہیں اسے بیان نہیں کرتے اور فرماتے غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو بیان ۔ دارمی ص۲۱ ،

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ حضرت ابن عمر کو اس کا بہت اہتمام رہتا کہ حدیث میں ذرا بھی کوئی کمی بیشی نہ ہو ۔ تذکرہ ص۳۷ ،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا ۔

کان ممن یتحریٰ فی الاداء ویشدد فی الروایۃ ۔ ویزجر تلامذہ عن التھاون فی ضبط الالفاظ تذکرہ ص۱۳ ج۱ ، یہ ان لوگوں میں سے تھے جو حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے ۔ اور روایت میں بہت سختی برتتے اور اپنے شاگردوں کو الفاظ یاد کرنے میں سستی کرنے پر ڈانٹتے تھے ۔

کان ممن یتحریٰ سے ظاہر ہے کہ یہ عادت صرف حضرت ابن مسعود کی نہیں تھی ۔ بلکہ دوسرے حضرات کی بھی تھی ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بوڑھے ہو گئے تو حدیث بیان کرنا بند کر دیا ۔ اگر کوئی شخص ان سے حدیث پوچھتا

---

[۱] بخاری ص۲۱ ج۱ ، [۲] بخاری ص۲۱ ج۱ ،

تو فرماتے۔ اب ہم بوڑھے ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ (ابن ماجہ ص۴)

حضرت ابن عمر اپنے تلامذہ کو تاکید کرتے رہتے کہ جب تم حدیث بیان کرو تو پہلے تین دفعہ اسے دوہرا لو۔ دارمی ص۴،

حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بتاکید یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی حدیثیں بیان کی جائیں۔ جن پر کامل یقین ہو۔

احادیث کے حفظ وضبط کے اس اہتمام اور روایت میں اس اعلیٰ درجہ کے احتیاط کے باوجود ایسا بھی ہوتا۔ کہ اگر کوئی صحابی ایسی حدیث بیان کرتا جو مشہور ومعروف نہ ہوتی تو اس کی تائید کے لئے دوسرے حضرات کو تلاش کیا جاتا اگر کوئی مل جاتا تو اسے تسلیم کیا جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یہ مسئلہ۔ درپیش ہوا کہ دادی کو پوتے کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ ملے گا تو کتنا۔ حضرت صدیق اکبر نے صحابۂ کرام دریافت فرمایا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی حدیث یاد ہو تو بیان کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دادی کو پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ دلایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ اس بات کو تمھارے سوا اور بھی کوئی جانتا ہے۔ انھوں نے بتایا محمد بن مسلم بھی یہ جانتے ہیں جب محمد بن مسلم نے آکر شہادت دی تو اس کے مطابق حضرت صدیق اکبر نے فیصلہ فرمایا[1]

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم کے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ تائید میں کوئی شاہد پیش کرو۔ حضرت ابو موسیٰ انصار کے مجمع میں گئے۔ انصار میں بہت سے حضرات کو یہ حدیث یاد تھی۔ ان میں سے ایک صاحب کو یہ ہمراہ لائے۔ حضرت عمر کے سامنے شہادت دلوائی۔ تذکرۃ الحفاظ

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمانا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ ڈر لگتا ہے کہ کوئی زیادتی یا کمی نہ ہو جائے۔ مگر اس حدیث کو "عمار" نے بھی سنا ہے۔ اس لئے بیان کرتا ہوں۔ عمار کو بلوا کر ان سے پوچھ لو۔ حضرت عمار کو بلوا کر دریافت کیا گیا۔ انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ ابو داؤد طیالسی۔

مگر چونکہ احادیث دین کی بنیاد تھیں۔ اس لئے ان کا بیان کرنا بھی ضروری تھا۔ اس لئے جن احادیث پر پختہ یقین ہوتا اسے بیان کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ قرآن میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

---

[1] مشکوٰۃ ص۲۶۳،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ بقرہ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادی، ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر جو توبہ کریں اور سنواریں اور بیان کریں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں

اب ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہر عاقل فیصلہ کرے جن بزرگوں میں یہ خوف سمایا ہو کہ کوئی غلط بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جہنم میں ٹھکانہ بنانے کے مرادف ہے۔ وہ کبھی بھی اس کی جرأت نہیں کرسکتے کہ جو بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو اور یہ لوگ حضور پر جھوٹ باندھ کر یہ کہدیں کہ حضور نے یہ فرمایا مگر چونکہ دین کی بنیاد احادیث پہ قائم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ [1]

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ان اگر دونوں کو پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، کتاب اللہ اور سنت رسول۔

اس لئے دین کی بقا کے لئے احادیث کی نشر واشاعت ضروری تھی۔ اسی بنا پر اچھی طرح یاد ہوتے ہوئے انکو چھپانا حرام بلکہ مُوجب لعنت ہے۔ اس لئے جن صحابہ کو جو احادیث بخوبی یاد تھیں ان کو انھوں نے بیان فرمایا۔

بخوبی اچھی طرح یاد کرنے، یاد رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ عہد تابعین میں راویوں کی جرح تعدیل جانچ پرکھ پر محدثین کی بہت کڑی نظر تھی۔ صحابہ چونکہ باجماع امت سب کے سب عادل ثقہ ہیں۔ اس لئے ان کی ذات جرح سے بالاتر ہے۔ قرآن میں ان کے لئے فرمایا۔

وَاَلْزَمَهُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا [2]

اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اہل تھے۔

اور فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ [3]

اللہ ان سے راضی ہوا یہ لوگ اس سے راضی ہوئے۔

البتہ تابعین میں عادل غیر عادل سبھی ہیں۔ اس دور میں رافضی، خارجی، بلکہ معتزلی بدمذہب پیدا ہو چکے تھے اس لئے

---

[1] مشکوٰۃ ص۳۱، [2] فتح آیت ۲۶، [3] التوبہ آیت ۱۰۰،

ضرورت ہوئی کہ راویوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ چنانچہ محدثین نے اس طرف توجہ کی تو راویان حدیث کے احوال پر مشتمل اسماء الرجال کا عظیم شاہکار عالم وجود میں آگیا۔ جس کے ذریعہ ہر راوی کے خدوخال آئینے کی طرح سامنے آجاتے ہیں مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کے بقول اس فن کی بدولت پانچ لاکھ مشہور علماء کا تذکرہ ہمیں مل جاتا ہے۔[۱]

راوی بدعقیدہ ہے تو اس کی روایت نامقبول، راوی فاسق ہے تو اس کی روایت نامقبول، راوی حدیث کے علاوہ کسی اور معاملہ میں ایک بار بھی جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت نامقبول اور اگر اس نے کوئی حدیث گڑھ لی ہے تو پھر اس کی روایت اتنی نامقبول کہ وہ موضوع، راوی خلاف وقار وخلاف مروت افعال کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی روایت نامقبول اور اگر اس کا حافظہ کمزور ہے کہ بات اچھی طرح یاد نہیں رہ سکتا تو اس کی روایت نامقبول۔ اگر کسی کی تلقین قبول کرلیتا ہے مثلاً اس نے بیان کیا کہ یہ حدیث یوں ہے کسی نے کہا یوں نہیں یوں ہے۔ اس نے مان لیا تو اس کی روایت نامقبول راوی تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ مگر جو روایت کرتا ہے وہ ثقہ راویوں کے خلاف ہے تو اس کی روایت نامقبول۔ سب کچھ درست ہے مگر اس نے اپنی کتاب کی کماحقہ حفاظت نہیں کی تو اس کی روایت نامقبول۔ سب کچھ صحیح ہے مگر سند میں ایک راوی کا نام چھوٹ گیا ہے تو روایت نامقبول۔

دنیا میں اگر انصاف ہے تو انصاف ہی سے پوچھو کہ ان تمام پابندیوں کے بعد اور ان تمام احتیاط کے باوجود کیا اس کی گنجائش رہ سکتی ہے کہ کوئی غلط بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہو جائے۔ اور وہ گرفت میں نہ آئے۔

یہی وجہ ہے کہ ناخدا ترسوں نے اپنے اغراض فاسدہ کے پیش نظر حدیثیں گڑھی ہیں۔ مگر محدثین نے پکڑلیا اور بتادیا کہ یہ موضوع ہے۔ محدثین کو اس میں اتنا ملکۂ راسخہ حاصل تھا کہ جیسے ایک ماہر صراف کھوٹے کھرے سونے چاندی پرکھ لیتا ہے۔ اسی طرح یہ حضرات صحیح حدیث کو مخدوش سے الگ کرلیتے تھے۔

ایک شخص نے بڑے فخر سے کہا کہ میں نے سیکڑوں حدیثیں گڑھ کر پھیلا دی ہیں۔ تو جواب دینے والے نے کہا۔ کوئی حرج نہیں۔ یحیٰ بن معین، اور احمد بن حنبل موجود ہیں۔ وہ چھان پھٹک کر تمہاری گڑھی ہوئی حدیث صحیح حدیث سے الگ کرلیں گے اس لئے جہاں تک عقل وانصاف اور دیانت کا تقاضہ ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ آج احادیث کے جو ذخائر موجود ہیں ان میں مندرجہ جن احادیث کے بارے میں فیصلہ ہوچکا ہے کہ یہ قابل اعتبار ہیں تو وہ از روئے عقل ونقل قابل اعتماد لائق اعتماد ہیں۔

---

[۱] سیرت بخاری ص۴۲۔

خلاصۂ کلام ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو احادیث کما حقہ یاد کرنے اور دوسرے تک پہنچانے کا حکم دیا ترغیب دی،

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح ارشاد فرماتے کہ حضور کی ہر بات سننے والے کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائے۔ حتی کہ اہم باتوں کو تین تین بار ارشاد فرماتے ۔

صحابۂ کرام جو سنتے انھیں بلفظہٖ یاد رکھنے کی بھر پور پوری کوشش کرتے اور یہی حال بعد کے راویوں کا بھی تھا۔

صحابۂ کرام نے عہد رسالت ہی سے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور ہر دور میں احادیث لکھ کر محفوظ رکھنے کا کام مسلسل جاری رہا۔

اور وہ احادیث بیان کرنے میں حد درجہ احتیاط کرتے تھے۔ وہی بیان کرتے۔ جن کے بارے میں اچھی طرح صحیح صحیح یاد ہونے پر اطمنان رہتا ذرا بھی شبہہ ہوتا تو ہرگز نہ بیان کرتے ۔

راوی میں کوئی ایسا نقص ہوتا جس کی وجہ سے اس کی روایت مخدوش ہوتی تو اس کو برملا ظاہر کر دیتے تھے۔ اس بارے میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتے ۔

صرف انھیں راویوں کی روایت قابل تسلیم ہوتیں جن میں ایسا عیب نہ ہو جس سے روایت مجروح ہو۔

ان سب پابندیوں اور احتیاط کے باوجود اگر احادیث کا ذخیرہ غیر معتبر ہے تو پھر دنیا میں کیا معتبر ہے۔ اس پر بھی غور کرنا پڑے گا۔

رہ گیا یہ کہنا کہ یہ تمام بڑے بڑے محدثین عجمی ہی کیوں ہوئے عربیوں میں ایسے کیوں نہ ہوئے میرے خیال میں اس سے زیادہ لچر پوچ بات دنیا میں کسی نے نہیں کہی ہوگی۔ کسی بات کا صدق وکذب لائق اعتماد ہونا نہ ہونا، عجمی اور عربی ہونے پر موقوف نہیں۔ ایک عربی جھوٹا کذاب جعل ساز ہوسکتا ہے اور ایک عجمی پکا سچا راست باز دیانت دار خدا ترس ہوسکتا ہے۔ غالباً ان لوگوں کو حضرت بلال حضرت سلمان حضرت صہیب اور حضرت نجاشی پر بھی اعتراض ہوگا کہ یہ لوگ کیوں مسلمان ہوئے۔ اور غالباً ان کی مرویات پر بھی شبہہ ہوگا۔

اگر اسلام صرف اہل عرب کے لئے خاص ہوتا تو یہ سوال اپنی جگہ کچھ وزن رکھتا۔ مگر اسلام عربی، عجمی، اسود، احمر، ابیض، اسمر سب کے لئے عام ہے تو پھر محدثین کے گروہ میں عجمیوں کو دیکھ کر اچنبھا کیوں ہوتا ہے ۔

یہ محدثین عجمی ہیں مگر ان تمام روایت کی بنیاد عربیوں ہی پر ہے۔ پھر آپ کو کیا اعتراض ہے اگر اعتراض ہے تو پھر اعلان کر دیجئے کہ غیر عرب کا اسلام میں کوئی حق نہیں اس کے بعد پھر آپ خود اپنا شجرۂ نسب بیان کریں۔ کہ آپ کون ہیں جب عربی

نہیں تو آپ کو احادیث پر کلام کرنے کا حق کہاں سے ملا۔ بلکہ آپ مسلمان کیسے ہیں یہ تو بقول آپ بجی عرب محفوظ ہے

مصطلحات

حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل حال اور تقریر کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات اس میں تعمیم کرتے ہیں کہ صحابی اور تابعی کے اقوال و افعال احوال و تقریرات بھی، حدیث ہیں۔ لیکن عام شائع ذائع پہلا ہی محاورہ ہے۔ لفظ حدیث سے اول وہلہ میں ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول یا فعل یا حال یا تقریر ہے۔

تقریر سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کچھ کیا یا کہا۔ اور حضور نے سکوت اختیار فرمایا۔ یہ تقریر ہے۔

اثر عام طور پر صحابی یا تابعی کے قول کو کہتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو بھی اثر کہد تے ہیں جیسے ادعیہ ماثورہ۔

خبر خبر اور حدیث اصل میں مرادف ہیں۔ مگر کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال ہی کو حدیث کہتے ہیں۔ اور سلاطین امرا حکام اور گذشتہ زمانے کے احوال کو خبر کہتے ہیں۔

اقسام حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول فعل حال اور تقریر کو مرفوع۔ اور صحابی کے قول فعل کو موقوف۔ اور تابعی کے قول فعل کو مقطوع کہتے ہیں۔

حدیث کا مرفوع ہونا کبھی صراحۃً ہوتا ہے۔ جیسے صحابی کا کہنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ یا یہ کرتے دیکھا۔ یا کسی کا یہ کہنا کہ حضور کے سامنے فلاں نے یہ کہا یا کیا اور حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ یا کسی راوی نے یہ کہا۔ کہ فلاں نے اس کو حضور تک پہونچایا۔ یا مرفوع کیا۔

حکماً مرفوع یہ ہے کہ کوئی صحابی جو کتب سابقہ سے خبر نہ دے رہا ہو ایسی خبر جس میں عقل کو دخل نہ ہو جسے بغیر حضور سے سنے نہ جانا جا سکتا ہو مثلاً گذشتہ واقعات کی خبر دینی یا آئندہ کے حالات بتانا مثلاً قیامت کے احوال ملاحم فتن وغیرہ یا کسی فعل پر مخصوص ثواب یا عقاب کی خبر یا صحابی کا یہ کہنا کہ لوگ حضور کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ یا یہ کہنا یہ سنت ہے۔

دوسری تقسیم راویوں کی کثرت اور قلت کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، عزیز، واحد،

حدیث متواتر وہ حدیث ہے جسکے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال عادی ہو۔

مشہور وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر قرن میں دو سے زائد ہوں۔

عزیز | وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو ہوں۔

غریب | وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی دور میں۔ یا ہر دور میں صرف ایک ہوں، عزیز غریب کو خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ راویوں کے احوال کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔

صحیح لذاتہ | وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل تام الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔ شذوذ و نکارت وجملہ عیوب سے خالی ہو۔

صحیح لغیرہ | جس کے اندر صحت کے شرائط میں کچھ کمی ہو اور کثرت طرق سے اس کی تلافی ہو گئی ہو۔

حسن لذاتہ | جس کے ضبط میں کچھ کمی ہو بقیہ صحت کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

حسن لغیرہ | وہ حدیث ضعیف ہے جس کی کثرت طرق سے تلافی ہو گئی ہو۔

حدیث ضعیف | وہ حدیث ہے جس میں صحت کے تمام شرائط یا بعض نہ پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی بھی نہ ہوئی ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

اول | ضعیف بضعف قریب یعنی ضعف اتنا کم ہے کہ اعتبار کے لائق ہے مثلاً یہ ضعف، اختلاط راوی۔ سوئے حفظ۔ تدلیس کی وجہ سے ہے۔ یہ متابعات و شواہد کے کام آتی ہے۔ اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔

دوم | ضعیف بہ ضعف قوی و وہن شدید۔ جیسے وہ حدیث جو راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہو بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو۔ یہ احکام میں لائق احتجاج نہیں۔ البتہ مذہب راجح پر فضائل میں مقبول۔ ہاں تعدد مخارج و تنوع طرق سے انجبار کے بعد بالاتفاق مقبول۔

سوم | وہ جس کا راوی وضاع کذاب یا متہم بالکذب ہو۔ یہ حدیث ضعیف کی بدترین قسم ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی بنا پر مطلقاً۔ اور ایک اصطلاح پر اگر اس کا مدار کذاب پر ہو تو اسے بھی موضوع کہتے ہیں۔ بنظر دقیق ان اصطلاحات پر یہ قسم موضوع حکمی میں داخل۔

چہارم | موضوع۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ کہیں لائق اعتبار حتی کہ فضائل میں بھی۔ بلکہ اسے حدیث کہنا بطور مجاز ہے۔ حقیقت میں یہ حدیث ہی نہیں۔

حدیث موضوع | کسی حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت پندرہ طریقوں سے ہوتا ہے۔

اس کا مضمون[۱] قرآن عظیم یا سنت متواترہ، یا اجماع قطعی[۲] قطعی الدلالت یا عقل صریح[۳] یا حس صریح[۴] یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ تاویل و تطبیق کا کوئی احتمال نہ رہے۔

(۷) یا اس کا معنی ایسا شنیع و قبیح ہو جس کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ سے معقول نہ ہو۔ جیسے کسی فساد یا ظلم یا عبث یا بیہودگی یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہو۔

(۸) یا اتنی بڑی جماعت جس کا عدد حد تواتر تک پہنچا ہو اور ان میں جھوٹ کا یا ایک دوسرے کی تقلید کا احتمال نہ رہے۔ اس کے کذب و بطلان کی گواہی مستنداً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسی چیز کی ہو کہ اگر وہ واقع ہوتی تو اس کی نقل و روایت مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت، یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

(۱۱) یا اس کے الفاظ رکیک و سخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل اس کا مدعی ہو کہ یہ الفاظ بعینہا حضور افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو ان کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے لحمک لحمی و دمک دمی یوہیں امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وہ مناقب جو صرف نواصب کی روایت سے آئیں۔ روافض نے مناقب امیر المومنین حضرت علی و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تین لاکھ کے قریب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اسی طرح نواصب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں حدیثیں گڑھی ہیں۔

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کر دی ہے۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرار تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ کام صرف اجلۂ حفاظ ائمۂ ذی شان کا تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلۂ اقرار ہو۔ مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوے سماع روایت کرے پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

افادہ جو حدیث ان پندرہ سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے اس باب میں کلمات علما تین طرز پر ہیں

اول انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر مدار ہو۔ امام سخاوی نے

فتح المغیث میں اسی پر جزم فرمایا لکھتے ہیں۔

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذالک بل لابد معہ من انضمام شیئ مما سیاتی۔

اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو تفتیش حدیث میں استقصار تام کرے اور با ایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک کذاب بلکہ وضاع کی روایت کے علاوہ کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

دوم وضاع کذاب پر تفرد ہو ایسا وضاع کذاب جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو۔ وہ بھی بطریق ظن نہ بر وجہ یقین، اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اسکی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ہو۔ یہ علامہ ابن حجر وغیرہ علماء کا مسلک ہے۔ نخبہ ونزہہ میں ہے۔

الطعن اما ان یکون بکذب الراوی بان یروی عنہ مالم یقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعمدا لذالک او تہمتہ بذلک الاول ھو الموضوع والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب۔ والثانی ھو المتروک۔

حدیث میں طعن کبھی راوی کے کذب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اس سے وہ بات مروی ہو جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ اور کبھی، تہمت کذب کی وجہ سے ہوتا ہے پہلی قسم موضوع ہے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم بطریق ظن ہوتا ہے نہ بروجہ یقین۔ اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دوسری قسم کو "متروک" کہتے ہیں۔

سوم بہت سے علماء جب حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں اس کی وجہ میں فرماتے ہیں یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں [1]

اس سے متبادر ہوتا ہے کہ اگر راوی متہم بالکذب ہو تو موضوع ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے جو حدیث ان اٹھارہ عیوب سے پاک ہو اس کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ موضوع نہیں۔

شرائط راوی عادل ہونا۔ عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو تقویٰ کی پابندی اور خلاف مروت حرکات سے بچنے کا ملکہ ہو

---

[1] حدیث ضعیف سے لیکر یہاں تک سب فتاویٰ رضویہ حصہ دوم رسالہ منیر العین سے لیا گیا ہے۔

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ شرک، کفر، فسق، بدعت سے بچتا رہے۔ گناہ صغیرہ سے بچنا عدالت کی شرط نہیں۔ البتہ صغیرہ پر اصرار سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔

مروت سے مراد ایسے خسیس ورذیل کاموں سے بچے جو اگرچہ مباح ہیں مگر وہ وقار کے خلاف سمجھے جاتے ہیں جیسے بازاروں میں کھانا۔ صرف تہبند باندھ کر گھومنا۔

ضبط حدیث۔ یعنی حدیث کو محفوظ رکھنا۔ اس میں کمی بیشی اور کوئی خلل نہ ہونے دینا اس طرح کہ بوقت ضرورت بلا تردد بیان کرسکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ضبط صدر۔ ضبط کتاب،

ضبط صدر:۔ یہ ہے کہ حدیث کو اس طرح یاد رکھے کہ جب چاہے اس کو بعینہٖ بیان کرسکے۔

ضبط کتاب:۔ یہ ہے کہ جس کتاب میں حدیث لکھی ہے اس کو پورے طور سے محفوظ رکھے کہ اس میں کوئی تغیر وتبدل نہ ہونے پائے۔

اتصال سند راوی سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

اسباب طعن دس ہیں۔ پانچ راوی کی عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے۔ عدالت سے متعلق پانچ طعن یہ ہیں۔ کذب اتہام بکذب، فسق، جہالت یعنی گمنام ہونا۔ بدعت،

کذب یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے کہ اس نے بالقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان وافترا کیاہے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے کہ اس نے ایک بار بھی قصداً حدیث گڑھی ہے تو مدۃ العمر اس کی حدیث مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرے۔ بر بنائے مذہب مشہور ایسے راوی کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

اتہام بکذب یہ ہے کہ اگرچہ حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت نہیں مگر وہ اور باتوں میں جھوٹا مشہور ومعروف ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو متروک کہتے ہیں۔ ایسا شخص اگر جھوٹ بولنے سے توبہ کرے اور سچے ہونے کی عادت ڈال لے اور یہ ثابت ہوجائے کہ اب جھوٹ نہیں بولتا تو اس وقت اس کی روایت مقبول ہے

فسق سے فسق عملی مراد ہے یعنی گناہوں سے بچے جھوٹ بھی گناہ ہی ہے۔ مگر حدیث کے معاملے میں یہ طعن دیگر مطاعن سے سخت ہے۔ اس لئے اس کو عام گناہوں سے علٰحدہ مستقل طعن کی قسم بنایا گیا۔

جہالت یہ کہ کسی راوی کا نام نہ مذکور ہو جیسے کوئی یوں کہے مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ اس سے طعن کی وجہ یہ ہے کہ جب راوی کا نام ہی معلوم نہیں تو یہ پتہ بھی نہ چل سکے گا کہ یہ عادل ہے یا غیر عادل۔ اسکی روایت قابل قبول ہے یا نہیں۔

ایسی حدیث کو مبہم کہتے ہیں۔ حدیث مبہم کے مقبول وغیر مقبول ہونے میں تفصیل ہے۔

اگر یہ ابہام صحابی میں ہے مثلاً تابعی نے کہا مجھ سے ایک صحابی نے حدیث بیان کی تو یہ بالاتفاق مقبول ہے۔ غیر صحابی میں اگر

ہے اور راوی کی عدالت وثقہ ہونے کی صراحت نہیں تو غیر مقبول۔ جیسے کسی نے کہا ایک شخص یا شیخ نے حدیث بیان کی۔ اور اگر صفت تعدیل وتوثیق کے ساتھ ہے تو بھی عند التحقیق نامقبول۔ ہاں اگر یہ ابہام کسی مسلم الثبوت امام حاذق کا ہے تو مقبول ہے۔

بدعت سے مراد یہ ہے کہ جو بات دین میں مشہور و معروف ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہو اس کے خلاف اعتقاد رکھنا۔ جب کہ کسی شبہہ اور تاویل کی بنا پر نہ ہو۔ اور اگر یہ اعتقاد ضروریات دین کے خلاف ازراہ عناد ہو تو کفر ہے۔ مبتدع، بدعتی کی روایت کے مقبول و مردود ہونے میں تفصیل ہے۔ اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہونچی ہو تو بالاتفاق مردود۔ اور اگر حد کفر تک نہیں پہونچی ہے تو اگر اس کی یہ روایت بدعت کی طرف داعی یا اس کی مُروِّج یا مؤید ہے تو قطعاً مردود۔ اور اگر ایسی نہیں تو بھی محتاطین کا یہی طریقہ ہے کہ مبتدعین کی حدیث نہیں قبول کرتے۔ کبھی کبھی اس غامض طریقے سے بد مذہبی داخل کر دیتے ہیں کہ اس کی تہ تک پہونچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

ضبط سے متعلق پانچ طعن یہ ہیں۔ کثرت غلط، فرط غفلت۔ مخالفت ثقات۔ وہم۔ سوئے حفظ۔

کثرت غلط کے معنی ظاہر ہیں۔

فرط غفلت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی تلقین قبول کرے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا ہو گا وہی مان لے۔

مخالفت ثقات حدیث کی سند یا متن ثقہ رُواۃ کے خلاف ہو۔ ایسی حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

وہم حدیث کے یاد ہونے کا ظن غالب نہیں پھر بھی بیان کر دیا۔ اگر راوی کی اس حرکت پر قرائن سے اطلاع ہو جائے تو وہ حدیث معلَّل ہے۔ یہ صنف بہت دقیق اور مشکل ہے یہاں تک کہ علما نے فرمایا دارقطنی کے بعد کوئی ان جیسا نہیں پیدا ہوا جو حدیث کے علل قادحہ کے پہچاننے کا ان جیسا ماہر ہو۔

سوء حفظ سے یہاں مراد یہ ہے کہ راوی کو نسیان کا عارضہ ہو اور اس حد تک کہ اس کی غلطی صواب پر زائد یا برابر ہو اور اگر اس کا صواب خطا ء سے زائد ہے تو اس کی روایت مقبول ہے۔ اس لئے کہ خطا و نسیان سے بالکلیہ کون منزہ رہا۔ حتی کہ امام بخاری و امام مسلم بھی۔ سوء حفظ کا عارضہ اگر مدۃ العمر رہا تو اس کی روایت معتبر نہیں۔ بعض محدثین نے اسے بھی شاذ مانا۔ اور اگر اخیر عمر میں اس کا یہ عارضہ کسی وجہ سے مثلاً بیماری یا کبرسنی یا ضعف بصارت یا زوال بصارت یا کتابوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے عارض ہو گیا تو ایسی حدیث کو مُختلَط کہتے ہیں۔ ایسے راوی کی ایسی احادیث جو سوء حفظ عارض ہونے سے پہلے روایت کی ہیں اور یہ معلوم ہو تو مقبول ہیں۔ اور زمانہ نسیان کی معتبر نہیں۔ ہاں تعدد طرق و متابعات و شواہد سے تقویت کے بعد مقبول ہیں۔

یہ کل دس وجوہِ طعن ہوئے۔ ان کی قوت و شدت کے اعتبار سے یہ ترتیب ہے کذب، تہمت کذب، کثرت غلط،

فرط غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوء حفظ۔ [1]

مزید اصطلاحات

سند واسناد طریق حدیث کو کہتے ہیں یعنی وہ راوی جنھوں نے یہ حدیث روایت کی ہے اور سند کے ذکر کو اسناد کہتے ہیں۔

مسند اس حدیث کو کہتے ہیں جو مرفوع ہو اور جس کی سند متصل ہو۔ یہی عام اصطلاح ہے۔ بعض محدثین ہر حدیث متصل کو "مسند" کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ موقوف یا مقطوع ہو۔ بعض محدثین ہر حدیث مرفوع کو "مسند" کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ مرسل یا منقطع یا معضل ہو۔

متن جہاں سند ختم ہوتی ہے اسے متن کہتے ہیں یعنی وہ قول یا فعل یا واقعہ جو روایت کیا گیا۔

متصل واتصال متصل وہ حدیث ہے جس کی روایت میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو اور یہ عمل "اتصال" ہے۔

تعلیق ومُعلّق ابتدائے سند سے اگر راوی ساقط ہو تو اس حدیث کو مُعلّق کہتے ہیں خواہ تمام راوی ساقط ہوں یا ایک دو۔ اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہیں۔

امام بخاری کے ابواب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ یہ سب حدیث متصل کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ذکر کریں گے لیکن یہ ان کی احادیث مسندہ کے حکم میں نہیں۔ بعض تعلیقات کو انھوں نے اس کتاب میں دوسری جگہ مسند ذکر کر دی ہیں۔ وہ بہرحال احادیث مسندہ کے مرتبے میں ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جن تعلیقات کو جزم ویقین کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ اکثر صحیح ہیں۔ مثلاً یہ ذکر کیا کہ فلاں نے کہا۔ اور جنھیں شک وضعف کے کلمات سے ذکر کیا مثلاً یوں بیان کیا گیا۔ کہا گیا۔ روایت کیا گیا۔ ان کی صحت میں کلام ہے۔ اگرچہ بعض ان میں بھی صحیح ہیں۔ بایں ہمہ جب انھوں نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا تو وہ بالکل بے اصل بھی نہیں مانی جائیں گی۔ ضرور ان کے علم میں ان کی کچھ اصل ہوگی۔

تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری کی تعلیقات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) وہ تعلیقات جنھیں خود امام بخاری نے اپنی اسی کتاب میں کسی جگہ سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ خواہ انھیں صیغۂ جزم کے ساتھ ذکر کیا ہو خواہ صیغۂ تمریض کے ساتھ۔ صیغۂ جزم کی بکثرت مثالیں ہیں۔ صیغۂ تمریض کی مثال یہ ہے۔ کتاب الطب میں ہے

[1] نخبۃ الفکر۔

باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ویذکر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [۱]

(۲) وہ تعلیقات جنھیں امام بخاری نے اپنی کتاب میں کہیں سند متصل کے ساتھ نہیں ذکر کیا۔ اور اسے صیغۂ جزم کے ساتھ ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہے جیسے وقالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ [۲] یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۳) ایسی تعلیق جو حسن ہو۔ جیسے قال بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ اللہ احق ان یستحیٰ منہ من الناس کتاب الطہارت [۳]

(۴) ایسی تعلیق جو ضعیف ہو۔ جیسے قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاھل الیمن ایتونی بعرض ثیاب خمیص اولبیس فی الصدقہ مکان الشعیر والذرۃ اھون علیکم وخیر لاصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمدینۃ [۴] اس تعلیق کی سند طاؤس تک صحیح اور متصل ہے۔ مگر طاؤس کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے معمولی ضعف کے ساتھ ضعیف ہے۔

(۵) وہ تعلیقات جنھیں صیغۂ تمریض سے ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہیں۔ جیسے یہ تعلیق ویذکر عن عبداللہ بن السائب قرء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المومنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسیٰ وھارون او ذکر عیسیٰ اخذتہ سلعۃ [۵] اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے [۶]

(۶) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے ویذکر عن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل [۷] اسے دارقطنی اور ابن ماجہ اور بزار نے روایت کیا۔ اور یہ حسن ہے۔

(۷) ایسی تعلیق، جو معمولی ضعف سے ضعیف ہو مگر معمول بہ ہو۔ جیسے ویذکر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قضی الدین قبل الوصیۃ [۸] کتاب الوصایا۔ اسے امام ترمذی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے [۹]۔ مگر اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔ مگر اہل علم کے عمل سے قوی ہوگئی۔

(۸) ایسی تعلیق جو ضعف شدید کے ساتھ ضعیف ہو۔ اور معمول بہا ہو۔ جیسے یہ تعلیق ویذکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ لایتطوع الامام فی مکانہ [۱۰]، کتاب الصلوٰۃ۔ اسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا مگر اس میں

---

[۱] بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، [۲] بخاری ج ۱ ص ۴۴، [۳] بخاری ج ۱ ص ۴۲، [۴] بخاری ج ۱ ص ۱۹۴، [۵] بخاری ج ۱ ص ۱۰۶، [۶] مسلم ج ۱ ص ۱۸۶، [۷] بخاری ج ۱ ص ۲۸۵، [۸] بخاری ج ۱ ص ۳۸۴ [۹] ترمذی ج ۲ ص ۔، [۱۰] بخاری ج ۱ ص ۱۱۷،

دوسرا ضعف ہے اس کا ایک راوی، لیث ہے یہ ضعیف ہے اور اس کے شیخ الشیخ مجہول ہیں۔ مگر اس پر بھی اہل علم کا عمل ہے اس لئے یہ بھی قوی ہو گئی۔ حکم یہ ہے کہ امام وہیں نفل نہ پڑھے جہاں فرض پڑھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر آکے پڑھے اگر مسجد ہی میں پڑھنا چاہتا ہے تو دائیں بائیں ہٹ کر پڑھے۔

مرسل وارسال اگر سند میں راوی کا سقوط آخر سند سے ہو تو اسے حدیث مرسل کہتے ہیں اور اس فعل کو ارسال جیسے کوئی تابعی کہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمہور وامام اعظم اور امام مالک کے نزدیک ثقہ کی حدیث مرسل حجت ہے۔ اس لئے کہ راوی کو اپنے شیخ کے ثقہ ہونے پر اعتماد کلی نہ ہوتا تو ارسال نہ کرتا۔

منقطع وانقطاع وہ حدیث ہے جس کے درمیان سند میں کچھ راوی چھوٹ گئے ہوں۔ خواہ ایک خواہ متعدد، مگر متعدد مسلسل نہ چھوٹے ہوں۔ متفرق جگہوں سے چھوٹے ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں۔ اور یہ فعل انقطاع ہے۔

معضل اگر درمیان سند میں مسلسل دو راوی چھوٹے ہوں تو وہ حدیث معضل کہلاتی ہے۔

فائدہ کبھی منقطع بول کر محدثین، غیر متصل مراد لیتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے منقطع مذکورہ بالا غیر متصل کے تمام اقسام کو شامل ہو گی۔ جس میں مرسل بھی داخل ہے۔

مدلس وتدلیس تدلیس کے لغوی معنی بیچتے وقت سامان کے عیب کو چھپانا ہے اس کا مادہ دَلَس ہے جس کے معنی فریب اور دھوکہ دینے کے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں تدلیس اسے کہتے ہیں کہ راوی نے جس سے حدیث سنی ہے۔ اس کا نام نہ لے بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لے اور لفظ ایسا استعمال کرے جس سے سماع سمجھا جاسکتا ہو اور یہ یقین نہ ہو کہ یہ راوی جھوٹ بول رہا ہے۔ جیسے یوں کہے۔ فلاں سے روایت ہے۔ یا فلاں نے کہا۔ ایسی حدیث کو مدلس اور ایسے راوی کو مدلِّس کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو تدلیس۔

حدیث مدلس کے مقبول و نامقبول ہونے کے سلسلے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جس محدث کی یہ عادت ہو کہ وہ صرف ثقات سے ہی تدلیس کرتا ہے۔ اس کی حدیث مقبول ہے۔ جیسے سفیان بن عیینہ اور اگر اس کی عادت یہ ہے کہ ثقہ وغیر ثقہ سب سے تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت نامقبول جب تک کہ اس کی روایت ایسے لفظ سے نہ کہے جو سماع پر قطعی دلالت کرے۔

مضطرب واضطراب اگر حدیث کے متن یا اسناد میں راویوں کا باہم، کمی یا زیادتی، تقدم و تاخر، تبدیل و تغیر یا تصحیف اختصار، حذف وغیرہ کی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے۔ اور یہ فعل اضطراب کہلاتا ہے۔

حدیث مضطرب کے اختلاف میں تطبیق ممکن ہو تو وہ مقبول ہے۔ ورنہ اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

مُدرَج اگر راوی متن میں اپنا یا کسی اور کا مثلاً صحابی یا تابعی کا کوئی کلام کسی فائدہ کے لئے ذکر کر دے مثلاً لفظ کا معنی

بیان کرنے یا تفسیر کرنے یا مطلق کو مقید کرنے کے لئے ہو تو یہ حدیث مدرج ہے اور یہ فعل ادراج۔

معنعن وہ حدیث ہے جس کی سند لفظ عن فلان عن فلان سے ذکر کی جائے۔ اور اس فعل کو عَنْعَنَہ " کہتے ہیں۔ مدلس کی حدیث معنعن مقبول نہیں۔ مگر جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ صرف ثقات ہی سے تدلیس کرتا ہے۔

حدیث معنعن کے مقبول ہونے کے لئے امام بخاری نے یہ شرط کی ہے۔ کہ تلمیذ و شیخ دونوں کی ملاقات کا ثبوت کسی اور طریقے سے ہو۔ کچھ لوگوں نے ملاقات کے علاوہ یہ بھی شرط کی ہے کہ یہ بھی ثابت ہو کہ راوی نے اس شیخ سے حدیث اخذ کی ہے۔ مگر امام مسلم نے ان دونوں سے اختلاف کیا اور مقدمہ مسلم میں دلائل سے ثابت کیا کہ نہ اخذ کے ثبوت کی ضرورت ہے نہ لقاء کی۔ صرف معاصرت کافی ہے۔ اس لئے کہ جب معاصرت ثابت ہے اور راوی ثقہ غیر مدلس ہے۔ اور یہ کہہ دیا ہے کہ فلاں سے روایت ہے تو یہ لقاء اور اخذ دونوں کا ثبوت ہے۔

شاذ و محفوظ کوئی ثقہ ثقات کے خلاف روایت کرے۔ اگر ان میں سے کسی کو ترجیح دی گئی ہو تو راجح کو "محفوظ" اور مرجوح کو شاذ کہتے ہیں۔

منکر و معروف اگر کوئی ضعیف راوی اپنے سے بھی اضعف کے خلاف روایت کرے تو اضعف کی روایت "منکر" اور ضعیف کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

بعض محدثین نے شاذ و منکر میں دوسرے راوی کی مخالفت کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ یہ کہا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو تنہا کوئی ثقہ روایت کرے۔ اور اس کے موافق یا معاضد کوئی روایت نہ ہو۔ بعض نے ثقہ کی بھی قید نہیں لگائی مطلقاً تفرد کی بنا پر شاذ کا حکم لگایا۔ اسی طرح منکر میں بھی مخالفت کی قید بعض حضرات کے یہاں معتبر نہیں۔ حدیث میں اگر فسق یا فرط غفلت و کثرت غلط کی وجہ سے طعن ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

مُعَلَّل جس کی اسناد میں کچھ خفی، دقیق ایسے عیوب ہوں جو اس کی صحت میں خلل انداز ہوں۔ جن پر کوئی بہت ہی متبحر، ماہر حاذق، ناقد محدث ہی مطلع ہوتا ہے۔ جیسے سند متصل بیان ہوئی مگر حقیقت میں وہ منقطع ہے۔ حدیث کو مرفوع بتایا گیا مگر وہ حقیقت میں موقوف ہے۔

متابعت دو یا چند راویوں کا کسی حدیث کو ایک دوسرے کے موافق ذکر کرنا۔ ان میں اصل کو متابَع اور دوسری کو متابِع کہتے ہیں۔ اصل سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی محدث نے کوئی حدیث ذکر کی پھر کہا اس کی متابعت فلاں نے کی۔ تو اول متابَع اور ثانی متابِع کہلاتی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی محدث اس کے برعکس ذکر کرے۔ مثلاً بعد والی کو پہلے ذکر کر کے ثانی کے بارے میں کہے تابعہ فلاں۔ اب متابِع متابَع اور متابَع متابِع کہلائے گی۔ متابعت کی دو قسمیں ہیں۔ تام، ناقص۔ متابعت تام

یہ ہے کہ راوی کے شیخ ہی سے متابعت ہو۔ یعنی اول سند سے۔ ناقص یہ ہے کہ اپنے شیخ سے اوپر کسی سے ہو۔

مثلہ ونحوہ اگر متابعت لفظ و معنی دونوں میں ہو تو اس کو مثلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر صرف معنی میں ہو تو نحوہ سے۔

شاہد اگر اتفاق روایت صرف ایک صحابی پر ہو تو متابعت اور اگر دو یا زیادہ پر ہو تو اسے "شاہد" کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ اگر صرف معنی میں موافقت ہو تو شاہد ہے۔ اور لفظ و معنی دونوں میں ہو تو متابعت ہے خواہ ایک صحابی سے ہو خواہ متعدد صحابی سے۔ کبھی شاہد و متابع کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کر دیتے ہیں۔

اعتبار متابع اور شاھد کی معرفت کے لئے حدیث کی مختلف سندوں کے تتبع اور تلاش کو "اعتبار" کہتے ہیں۔

الفاظ روایت سندوں کے ذکر میں مختلف الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں۔ مثلاً قَالَ، اَخْبَرَ، اَنْبَأَ، حَدَّثَ، رَوَی، رُوِیَ، سَمِعْتُ وغیرہ۔

امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ قال، سمع، اخبر، حدّثَ، انبأ، روی سب ہم معنی ہیں۔ اور یہی مذہب امام زہری امام مالک اور امام ابن عیینہ ویحیٰ القطان اور اکثر اہل حجاز و اہل کوفہ اور حضرت امام اعظم کا ہے۔ ابن حاجب نے اپنی مختصر میں اس کو ترجیح دی۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ مگر امام مسلم اور ترمذی وغیرہ کے یہاں تفریق ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر شیخ قراءت کرے اور تلمیذ سنے تو اسے حدَّثَ سے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر تلمیذ قراءت کرے اور شیخ سنے تو اسے اخبر و انبأ سے بیان کیا جاتا ہے اور یہی امام ابن جریج اور امام اوزاعی اور امام شافعی اور ابن وہب اور جمہور اہل مشرق کا مسلک ہے۔ امام بخاری نے اس سلسلے میں کتاب العلم میں مستقل ابواب باندھے ہیں۔ ان کی شرح میں اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

ہم نے ان مصطلحات کو اس لئے لکھ دیا ہے کہ شرح میں یہ بار بار آئیں تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں الجھن نہ ہو۔ علاوہ ازیں اردو میں صحیح، غلط کا مقابل ہے۔ اس لئے اگر کسی حدیث کے بارے میں محدثین نے یہ لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں تو آج کل کے گمراہ فرقے ناواقف عوام کو فریب دینے کے لئے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے یعنی موضوع یا باطل ہے بے اصل ہے۔ ناظرین محدثین کی اصطلاح میں ایک نظر ڈال لیں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ محدثین کی زبان میں صحیح غلط کا مقابل نہیں۔ بلکہ ان کی ایک خاص اصطلاح ہے کہ وہ صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کمال میں اعلیٰ درجے پر فائز ہو۔ اس کے مقابل سات اقسام اور ہیں۔ اس لئے محدثین کے اس فرمانے کا کہ "یہ حدیث صحیح نہیں" یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ موضوع یا باطل یا بے اصل ہے۔ بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث کی سب سے اعلیٰ قسم صحیح لذاتہ نہیں۔ ہو سکتا ہے صحیح لغیرہ ہو حسن لذاتہ ہو حسن لغیرہ ہو۔ جس کی صدہا نظیریں موجود ہیں۔ جو اس کی پوری تحقیق و تفصیل دیکھنا چاہے وہ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ منیر العین کا مطالعہ کرے جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں چھپ چکا ہے۔

محدثین کہیں فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ اور وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے۔ کبھی فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ اور وہ حدیث صحیح لغیرہ ہوتی ہے۔ کبھی فرماتے ہیں صحیح نہیں اور وہ حدیث حسن لغیرہ ہوتی ہے۔ اس لئے کسی حدیث کے بارے میں محدثین کے اس فرمانے سے کہ صحیح نہیں اس کے باطل موضوع ہونے پر دلیل لانا جہالت ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ قابل لحاظ ہے کہ محدثین کا کسی حدیث پر جرح صرف اس سند کے ساتھ خاص ہوتی ہے جس پر جرح کی گئی ہے۔ ایسا بہت ہے کہ کسی حدیث پر اس کی ایک سند کے لحاظ سے ضعیف بلکہ موضوع تک ہونے کا حکم لگا دیا گیا۔ مگر دوسری سند سے وہ ثابت ہے۔ جیسے میزان الاعتدال میں ہے کہ امام احمد بن حنبل نے حدیث "طلب العلم فریضۃ" کو کہا یہ کذب ہے۔ مگر علامہ ذہبی نے فرمایا یہ حکم اس مخصوص سند کے اعتبار سے ہے جس میں ابراہیم بن موسیٰ المروزی ہے۔ ورنہ یہ حدیث دوسرے طرق سے ثابت ہے اگرچہ وہ سب ضعیف ہیں۔

حدیث الصلاۃ بالسواک خیر من سبعین صلوٰۃ کو علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں باطل کہا۔ علامہ سخاوی نے فرمایا۔ یہ حکم اس سند کے لحاظ سے ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

ان روایات الضعیف یکون فیہ الصحیح والضعیف والباطل فیکتبونہا ثم تمییز اھل الحفظ والاتقان بعض ذلک من بعض وذلک سھل علیھم معروف عندھم ولھذا احتج السفیان الثوری حین نھی عن الروایۃ عن الکلبی فقیل لہ انت تروی عنہ فقال انا اعرف صدقہ عن کذبہ (شرح مسلم ص۱۲ ج۱)	ضعیف راوی کی روایتوں میں صحیح بھی ہوتی ہیں اور ضعیف اور باطل بھی۔ محدثین ان سب کو لکھتے ہیں۔ پھر اہل حفظ و اتقان انکو ایک دوسرے سے الگ کر دیتے ہیں۔ یہ ان کے لئے آسان ہے۔ اور ان کے نزدیک روزمرہ کا کام ہے اسی دلیل سے سفیان ثوری نے اس وقت استدلال کیا جب انھیں کلبی کی روایت قبول کرنے سے منع کیا گیا اور کہا گیا آپ اس سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ میں اس کے سچ کو جھوٹ سے امتیاز کر لیتا ہوں۔

احادیث سے استدلال کی کیفیت

جن چیزوں کا اثبات مقصود ہوتا ہے وہ چار قسم کی ہیں۔

(۱) عقائد قطعیہ: جیسے توحید۔ رسالت۔ قرآن کا کتاب اللہ ہونا۔ ان کا اثبات صرف حدیث متواتر سے ہوگا خواہ اس کا تواتر لفظی ہو خواہ معنوی۔

(۲) **عقائدِ ظنیہ:** جیسے قبر کے احوال، میزانِ اعمال وغیرہ۔ ان کا اثبات خبر واحد سے بھی ہوتا ہے۔

(۳) **احکام:** ان کے اثبات کے لئے حدیث صحیح یا کم از کم حسن لغیرہ ہونی لازم ہے۔ احادیث ضعاف ان تینوں اقسام میں ناکافی ہیں۔

(۴) **فضائل و مناقب:** خواہ فضائلِ اعمال ہوں خواہ فضائل اشخاص ان سب میں علماء ضعیف حدیث بالاتفاق معتبر مانتے ہیں۔

امام شیخ الاسلام ابو زکریا نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ۔ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً۔

علمائے محدثین وفقہا وغیرہم نے فرمایا فضائل اعمال ترغیب وترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے اگر وہ موضوع نہ ہوں۔

لیکن کبھی مقام احتیاط میں احادیث ضعاف احکام میں بھی بطور سند کام آتی ہیں۔ یہی امام نووی اذکار میں بعد عبارت مذکورہ کے ارشاد فرماتے ہیں۔

واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شئی من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھیۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب۔ (الاذکار ص ۷)

کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہا احکام کے بارے میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ ان سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

رہ گئی حدیث موضوع یہ کسی باب میں کسی کام کی نہیں۔ حتی کہ علم کے بعد اس کی موضوعیت ظاہر کئے بغیر اس کا بیان کرنا بھی جائز نہیں۔

ضعاف کی تقویت کے طرق

اوپر مذکور ہوا کہ حدیث ضعیف کبھی حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ بھی ہو جاتی ہے تو ضروری معلوم ہوا کہ ایک مختصر سا خاکہ اس کا

بھی پیش کر دیا جائے۔

(۱) **تعدد طرق**:- جب کوئی حدیث ضعیف اگر متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ کبھی حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اگرچہ وہ طرق ضعاف ہوں۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخریٰ۔

حدیث ضعیف جب متعدد طریقوں سے مروی ہو تو جمہور محدثین اسے لائق استدلال جانتے ہیں اور اسے کبھی صحیح کے ساتھ اور کبھی حسن کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں۔

حصول قوت کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ طرق بہت کثیر ہوں۔ صرف دو بھی مل کر قوی ہو جاتے ہیں۔ تیسیر میں ہے

ضعیف بضعف عمرو بن الواقد لکنہ یقوی بورودہ بطریقین۔

عمرو بن واقد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن دو طریقوں سے آنے کی وجہ سے قوت پا گئی۔

(۲) کسی حدیث ضعیف پر اہل علم کے عمل کرنے سے بھی وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ امام ترمذی نے جگہ جگہ حدیث پر کلام کرنے کے بعد فرمایا۔ والعمل علیٰ ھذا عند اھل العلم۔ ایک جگہ اس کے تحت ملا علی قاری نے لکھا۔

قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم۔[1]

علامہ نووی نے فرمایا اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو میرک نے نقل کیا۔ اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔

(۳) مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ علامہ محمد امین بن عابدین شامی نے لکھا۔

ان المجتھد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ کما فی التحریر وغیرہ (رد المحتار)

کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال اس کے صحت کی دلیل ہے جیسا کہ تحریر وغیرہ میں ہے۔

(۴) صالحین کے عمل سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے۔ صلوٰۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے۔ امام حاکم اور بیہقی نے اس کے قوی ہونے کی علت حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ امام اعظم کے عمل کو بتایا۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں۔

قال البیہقی کان عبد اللہ بن مبارک یصلیھا

امام بیہقی نے کہا عبداللہ بن مبارک صلاۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] مرقاۃ ج ۲ ص ۱۰۲

وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلك تقوية للحديث المرفوع (الآثار المرفوعہ ص۴۲) اور بعد کے صلحاء اس کو ایک دوسرے سے اخذ کر کے پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے اس حدیث مرفوع کو قوت مل گئی۔

(۵) کبھی تجربہ اور کشف سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا ۲۹۹ میں تحریر کرتے ہیں۔

سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی۔ کہ جو لا الہ الا اللہ ستر ہزار بار کہے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے یہ کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھا تھا مگر کسی خاص شخص کی نیت نہیں کی تھی۔ ایک دعوت میں گیا۔ اس میں ایک جوان بھی تھا جو کشف میں مشہور تھا۔ یہ جوان کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ تو بتایا کہ میں اپنے والدین کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں اس کلمے کا ثواب اس کے والدین کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھی حالت میں دیکھتا ہوں۔

امام محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔

فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث۔ میں نے اس حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے اور اس کے کشف کی صحت اس حدیث سے جانی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی "نسیم الریاض شرح شفا" میں اور علامہ سید احمد طحطاوی "حاشیہ در مختار" میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے سے برص ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن الحاج صاحب مدخل نے اس خیال سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں بدھ کے دن ناخن ترشوالیا۔ انھیں برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابن الحاج سے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا تھا؟ کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ حدیث میرے نزدیک ثابت نہیں۔ فرمایا اتنا کافی تھا کہ وہ حدیث میرے نام سے تمھارے کان تک پہنچی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیرا فوراً اچھے ہو گئے اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سنکر مخالفت نہ کروں گا۔ اسی قسم کا واقعہ بدھ کے دن پچھنا لگوانے کے بارے میں بھی پیش آیا ہے۔ مسند الفردوس وابن عساکر۔

البتہ اگر حدیث موضوع ہے کتنے ہی طرق سے مروی ہو اگر سب پر موضوع ہی ہو تو وہ جوں کی توں ناقابل اعتبار رہیگی۔ اس لئے کہ جھوٹ سے جھوٹ کی تقویت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں حدیث موضوع معدوم ہے۔ اور معدوم نیست محض کو کوئی بھی قوی نہیں کر سکتا۔

کتب حدیث کے طبقات

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کے چار طبقات قائم کئے ہیں

طبقۂ اولیٰ: وہ کتابیں جو سب سے زیادہ صحیح ومشہور ومقبول ہوں۔ جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک۔

طبقۂ ثانیہ: وہ کتابیں جو قریب قریب پہلے طبقے کے صحیح ومشہور ومقبول ہوں۔ مگر ان میں ضعیف احادیث کا تناسب پہلے طبقے سے زیادہ ہو۔ جیسے جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی۔

طبقۂ ثالثہ: امام بخاری اور امام مسلم سے پہلے کے یا ان کے معاصر یا قریب قریب معاصر ایسے محدثین کی کتابیں جو مسلم الثبوت ماہر ہیں۔ مگر ان کی کتابوں میں طبقۂ ثانیہ کے اعتبار سے بھی ضعیف احادیث زیادہ ہیں۔ بلکہ ان میں ایسی احادیث بھی ہیں جنھیں موضوع تک کہا گیا ہے۔ جیسے مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مُصَنَّف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی، سنن دارقطنی، سنن بیہقی، طبرانی وابوداؤد طیالسی کی مُصَنَّفات۔

طبقۂ رابعہ: امام بخاری ومسلم سے متاخر محدثین کی کتابیں۔ جن میں مذکورہ احادیث کا قرون سابقہ میں ثبوت نہیں ملتا۔ جیسے دیلمی ابونعیم اور ابن عساکر وحاکم کی تصانیف۔ ان احادیث کا قرون سابقہ میں ثبوت نہ ملنے کا سبب دو ہی ہے۔ یا تو قدماء کو یہ احادیث نہیں ملیں۔ یا انھوں نے کسی علتِ قادحہ کی بنا پر ان احادیث کو لیا ہی نہیں۔

کتب احادیث کے ان طبقات کا یہ مطلب نہیں کہ بعد کے طبقات کی خصوصاً طبقۂ رابعہ کی احادیث باطل نامقبول ہیں بلکہ اس کا ماحصل صرف کتب احادیث کا ایک اجمالی تعارف ہے۔ ورنہ طبقۂ رابعہ تک کی کتابوں میں حسن بلکہ صحیح احادیث بھی بکثرت موجود ہیں۔ خود شاہ ولی اللہ نے امام حاکم کی مستدرک کو طبقۂ رابعہ میں داخل مانا حالانکہ اس کی اکثر احادیث اعلیٰ درجے کی صحیح وحسن ہیں بلکہ اس میں صدہا احادیث شیخین امام بخاری ومسلم کی شرط پر ہیں۔ خود انھیں شاہ ولی اللہ نے بُستان المحدثین میں امام ذہبی سے نقل کیا۔

مستدرک میں بہت کافی احادیث ان دونوں بزرگ یعنی بخاری ومسلم دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں۔ بلکہ آدھی کے قریب ایسی ہی احادیث ہیں۔ اور چوتھائی احادیث ایسی ہیں کہ بظاہر صحیح الاسناد ہیں لیکن ان دونوں کی شرط پر نہیں۔ باقی چوتھائی واہیات ومناکیر بلکہ کچھ موضوعات بھی ہیں۔

شاہ صاحب نے بستان میں رُبع کتاب کے بارے بظاہر صحیح الاسناد لکھا۔ مگر علامہ سیوطی نے تدریب میں امام ذہبی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

فیه جملة وافرة علی شرطهما وجملة کثیرة علی شرط احدهما لعل مجموع ذلك نحو نصف الکتاب وفیه نحو الربع مما صح سنده وفیه بعض الشئ او له علة ومابقی وهو نحو الربع فهو مناکیر و واهیات لا یصح وفی بعض ذلك موضوعات [1]

حاکم کی مستدرک کی احادیث بہت زیادہ شیخین کی شرط پر اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں۔ چوتھائی کے قریب وہ ہیں جن کی سند صحیح ہے ان میں کچھ قدح یا علت ہے اور باقی چوتھائی مناکیر و واہیات ہیں۔ ان میں موضوع بھی ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاکم کی مستدرک میں تین چوتھائی کے قریب صحیح احادیث ہیں۔ اس لئے ان طبقات کی تقسیم کا مطلب یہ لینا کہ بعد کے طبقات کی کل احادیث ناقابل قبول ہیں کسی طرح صحیح نہیں۔ یہ بات ضرور اپنی جگہ درست ہے کہ طبقۂ رابعہ ثالثہ بلکہ عند التحقیق طبقۂ ثانیہ تک میں ہر قسم کی احادیث کا اختلاط ہے ہر شخص صحیح حسن کو ضعیف سے پرکھ نہیں سکتا اس لئے ان کتابوں کے بارے میں ماہر ناقدین کی رائے معلوم ہونے کے بعد ہی اعتماد چاہئے۔ یہ حکم صرف طبقۂ رابعہ ہی کا نہیں بلکہ طبقۂ ثالثہ بلکہ طبقۂ ثانیہ کیلئے بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر ایک بہت مفید و جامع و کامل رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام مدارج طبقات الحدیث ہے۔ اس میں ثابت فرمایا کہ شاہ ولی اللہ کی یہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع ہے نہ مانع نہ ناقد کو مفید نہ مقلد کو۔

فائدہ یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ احادیث صحاح کا انحصار صرف صحاح ستہ میں نہیں۔ اور نہ احادیث کا حصر کتب مصنفہ میں۔ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی صحیح احادیث ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ بہت سی صحیح احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ [2] احادیث یاد تھیں۔ مگر ان کی جامع صحیح میں بمشکل چار ہزار ہوں گی اور احادیث کیا ہوئیں؟ اس پر دوسرے محدثین کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کسی محدث نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے تمام احادیث کو کسی کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ اور نہ کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسے تمام احادیث بالاستیعاب یاد ہیں۔ اس لئے بہرحال اس کا امکان قوی ہے کہ حضرات محدثین کی ہزار کوششوں کے باوجود لاکھوں احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔

اقسام کتب

کتب حدیث کتب حدیث کی تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے تیرہ [13] قسمیں ہیں۔ جامع، سنن، مسند، معجم، جزء، مفرد،

[1] تدریب الراوی ص۵۲، [2] مقدمہ فتح الباری ص۵،

غریبہ ۔ مستدرک ۔ مستخرج ۔ رسالہ ۔ اربعین ۔ امالی ۔ اطراف ۔

جامع وہ کتاب ہے جس میں یہ آٹھ مضامین ہوں ۔ عقائد ۔ احکام ۔ تفسیر ۔ سیر ومغازی ۔ آداب ۔ مناقب ۔ فتن ۔ اشراط علامات قیامت جیسے بخاری وترمذی ۔ مسلم شریف میں اگرچہ یہ آٹھوں باتیں ہیں مگر تفسیر برائے نام ہے اس لئے یہ جامع نہیں سنن میں داخل ہے ۔

سنن جن میں ابواب فقہ کی ترتیب سے احکام سے متعلق احادیث ہوں ۔ جیسے سنن ابو داؤد ، نسائی ، ابن ماجہ ۔

مسند جس کی ترتیب صحابۂ کرام کے مراتب کے اعتبار سے ہو ۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبل ۔

معجم جس کی ترتیب میں اساتذہ کے مراتب کا لحاظ ہو ۔

جزء جس میں کسی ایک مسئلہ سے متعلق احادیث مذکور ہوں ۔ جیسے جزء قرارت ۔

مفرد جس میں صرف ایک شیخ کی مرویات جمع ہوں ۔

غریبہ جس میں صرف ایک تلمیذ کے مفردات مذکور ہوں ۔

مستدرک وہ کتاب جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علی الشیخین

مستخرج وہ کتاب جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کے ثبوت کے لئے اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دوسری سندوں کو ذکر کیا جائے ۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری ۔

رسالہ جس میں جامع کے آٹھوں عنوانوں میں سے مخصوص عنوانوں سے متعلق احادیث مذکور ہوں ۔ جیسے امام احمد کی کتاب الزہد والادب ۔

اربعین جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں ۔ جیسے اربعین نووی ۔

امالی جس میں کسی شیخ کی لکھائی ہوئی احادیث یا فوائد حدیث ہوں ۔ جیسے امالی امام محمد ۔

اطراف وہ کتاب جس میں حدیث کا کوئی ایسا جزء ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو پھر اس حدیث کے تمام سندوں کو ذکر کر دیا جائے یا اس میں کچھ مخصوص کتابوں کی سندیں ذکر کی جائیں ۔ جیسے اطراف الکتب الخمسہ لابی العباس اور اطراف المزنی ۔

کتب احادیث

محدثین نے سیکڑوں کتابیں لکھیں ان میں کچھ ناپید ہوگئیں اور کچھ گمنامی میں رہیں ۔ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں پچاس

سے زائد کتب احادیث کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت ان چھ کتابوں کو حاصل ہوئی جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ،

ان کو صحاح ستہ بھی کہتے ہیں۔ ان پر صحاح ستہ کا اطلاق عام عرف کی بنا پر ہے۔ بعض محدثین نے ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں داخل مانا۔ صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ زیادہ لائق اور مناسب یہ ہے کہ دارمی کو صحاح ستہ میں داخل کیا جائے۔ اس لئے کہ اس کے رُواۃ کم ضعیف ہیں اور اس میں احادیث منکرہ اور شاذہ بہت کم ہیں۔ اس کی سند عالی ہے۔ اس کی ثلاثیات بخاری سے زائد ہیں صحاح ستہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ ان میں ضعیف بلکہ موضوع بھی ہیں۔ ان کو صحاح اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں بہ نسبت دیگر کتابوں کے ضعیف احادیث کم ہیں۔ ان کی اکثر غالب صحیح ہیں۔

صحیح بخاری

ان سب میں جس کو سب پر صحت و قوت کے اعتبار سے فوقیت ہے وہ جامع صحیح بخاری ہے۔ یہی اکثر محدثین کی رائے ہے حتی کہ یہ مقولہ تقریباً متفق علیہ ہے۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ البتہ بعض مغاربہ صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دیتے ہیں۔ حافظ ابو علی نیشا پوری نے کہا کہ صحیح مسلم سے بڑھ کر آسمان کے نیچے کوئی کتاب نہیں۔ اور بعض ان دونوں کو ایک درجے میں رکھتے ہیں۔ مگر صحیح یہی ہے کہ بخاری کو تمام کتب حدیث پر صحت و قوت میں ترجیح ہے رہ گئی صحیح مسلم تو اس کی فوقیت، حسن بیان، جودت وضع، خوبی ترتیب اور اسناد میں دقیق اشارات اور بہترین نکات کی رعایت میں ہے۔

موازنہ باعتبار صحت کے بخاری، صحیح مسلم پر بدرجہا فائق ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے صحیح ہونے کا مدار اتصال سند، اتقان رُواۃ عدم شذوذ و نکارت و دیگر علل و سقم سے خالی ہونے پر ہے۔ اور اس بنا پر صحیح بخاری، صحیح مسلم سے بہت آگے ہے۔

اتصال سند کی قوت دونوں کی شرائط سے ظاہر ہے۔ امام بخاری معاصرت کے ساتھ لقا بھی شرط کرتے ہیں۔ اور امام مسلم صرف معاصرت۔ اگرچہ صرف معاصرت اتصال کے لئے کافی ہے مگر لقا سے جو قوت زائد ہوگی وہ کسی پر مخفی نہیں۔

اتقان رجال کی بات یہ ہے کہ اولاً امام بخاری طبقۂ ثانیہ یعنی ان تلامذہ سے جو شیخ کی خدمت میں کم رہے بہت کم روایت کرتے ہیں وہ بھی چن چن کر۔ اور امام مسلم طبقۂ ثانیہ کی روایت بلا جھجک لاتے ہیں ثانیاً وہ رواۃ جن سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں وہ چھ سو تیس[۴۳۰] ہیں۔ ان میں صرف اسّی ضعیف ہیں۔ اور جن سے صرف امام مسلم روایت کرتے ہیں وہ چھ سو بیس[۶۲۰] ہیں۔ جن میں ایک سو ساٹھ[۱۶۰] ضعیف ہیں۔ ثالثاً امام بخاری کے جو راوی ضعیف ہیں وہ ان کے براہ راست استاذ ہیں

جن کے حالات کو وہ خود جانتے ہیں۔ انکو اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں۔ برخلاف امام مسلم کے، کہ ان کے جن راویوں پر حکم ضعف ہے وہ بالواسطہ شیخ ہیں۔ یہ خود ان کو اچھی طرح پرکھ نہیں سکتے تھے۔ دابعاً مجروح راویوں سے امام بخاری نے بہت کم روایت کی ہے امام مسلم نے بہت زیادہ کی ہے۔

عدم شذوذ و عدم علل قادحہ کی جہاں تک بات ہے تو اس سلسلے میں جو اعداد شمار ہیں وہ یہ ہیں بخاری کی صرف اسّی احادیث میں یہ نقص نکالا گیا ہے۔ اور مسلم کی ایک سو تیس ہیں۔ اس لحاظ سے بھی صحیح بخاری صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ بات صرف موازنہ کی حد تک ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحیحین اپنی نظیر آپ ہیں۔

امام بخاری

ولادت امام بخاری کی ولادت ماوراءالنہر کے مشہور شہر بخارا میں ۱۳ ؍ شوال ۱۹۴ھ کو بروز جمعہ مبارکہ بعد عصر ہوئی۔ اس وقت سلاطین عباسیہ کی سطوت و شوکت کا سکہ چار دانگ عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ پورا ماوراءالنہر بشمول بخارا انھیں کے زیر نگیں تھا بخارا میں ان کی طرف سے والی رہتا تھا۔ یہ عہد ہارون الرشید کے بیٹے امین کا تھا۔

نام و نسب امام بخاری کا نام محمد تھا اور کنیت ابوعبداللہ، امیرالمومنین فی الحدیث، ناصرالاحادیث النبویہ، ناشرالمواریث المحمدیہ القاب ہیں۔ مگر ان سب پر بخاری ایسا غالب آیا کہ سب القاب پیچھے رہ گئے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بَرْدِزْبہَ ہے۔ بَرْدِزْبہَ کے معنی کاشتکار کے ہیں یہ مجوسی تھا اور مجوسیت ہی پر مرا۔ امام بخاری کے پردادا مغیرہ اس وقت کے والیِ بخارا یمان جُعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ان کے ساتھ عقد موالات کر لیا جو احناف کے مذہب میں موجب توریث ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے الولاء لحمة كلحمة النسب۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کے ہاتھ پر ایمان لائے تو سنت کیا ہے فرمایا۔ وھو اولی الناس بمحیاہ ومماتہ۔ وہ اس کی موت اور زندگی کا سب سے زیادہ حقدار ہے [۱] اسی وجہ سے امام بخاری کو بھی جُعفی کہا جاتا ہے۔ یہ یمان امام بخاری کے شیخ مسندی کے پردادا ہیں۔

بَرْدِزْبہَ کے والد کے نام میں اختلاف ہے کسی نے بذذبہ۔ کسی نے احنف کہا کسی نے کچھ اور نام بتایا [۲]

والد ماجد امام بخاری کے والد ماجد بڑے ممتاز بزرگ اور متبحر عالم تھے۔ امام بخاری کے شیخ الشیخ امام عبداللہ بن مبارک

---

[۱] ترمذی ابن ماجہ داری مشکوٰۃ ص۲۶۴ [۲] طبقات کبریٰ ج۲ ص۲۲،

تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ کی صحبت میں رہتے تھے صاحب روایت محدث تھے۔ عبد اللہ بن مبارک امام مالک اور ان کے اصحاب ومعاصرین سے روایت کرتے تھے۔ بڑے ہی مستجاب الدعوت بزرگ تھے۔ ایسے کہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے کہ میری سب دعائیں دنیا ہی میں نہ قبول کرلے کچھ آخرت کے لئے رہنے دے۔ اکل حلال کے ایسے پابند تھے کہ حرام تو حرام مشتبہات سے بھی بچتے تھے۔ وصال کے وقت فرمایا: میرا مال حرام تو حرام شبہات سے بھی پاک ہے۔ اکل حلال استجابت دعار کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

یتیمی وتربیت امام بخاری ابھی صغیر السن ہی تھے کہ ان کے والد ماجد انھیں داغ یتیمی دے گئے ان کی پرورش والدہ ماجدہ نے کی۔ عہد طفلی ہی میں امام بخاری کی بینائی جاتی رہی۔ بہت علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ان کی والدہ ماجدہ ان کی بینائی کے لئے ہمیشہ گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتی رہتیں۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے تیری دعار قبول فرمائی تیرے بچے کی بینائی واپس فرمادی۔ صبح کو امام بخاری بینا ہو کر اٹھے۔ پھر آنکھوں میں وہ روشنی آئی کہ چاندنی میں لکھا پڑھا کرتے تھے۔ خراسان میں بھی ایک دفعہ یہی حادثہ پیش آیا تو کسی نے بتایا کہ سر مونڈا کر خطمی کا لیپ سر پر کریں۔ بینائی واپس آجائے گی۔ امام بخاری نے یہی کیا اور پوری بینائی واپس آگئی۔ اور ایسی کہ پھر کبھی نہ گئی۔ [1]

حفظ حدیث کی ابتداء حسب دستور امام بخاری مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے جب قریب قریب دس سال کے ہوئے۔ تو بالہام ربانی تحصیل حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ اور امام بخاری وہاں کے مشہور محدثین کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے حاضر ہونے لگے۔ مثلاً سلام بن محمد بیکندی۔ محمد بن یوسف بیکندی۔ عبد اللہ بن محمد مسندی۔ اور ابراہیم بن اشعث وغیرہ۔ چند مہینوں میں اتنا عبور ہوگیا کہ محدثین کو ٹوکنے لگے۔ بخارا میں ایک مشہور محدث داخلی تھے۔ امام بخاری ان کے یہاں بھی حدیث حاصل کرنے جاتے تھے۔ ایک دن انھوں نے ایک حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر اس طرح پڑھی۔ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم۔ امام بخاری نے بلا تاخیر ان سے کہا۔ ابو الزبیر۔ ابراہیم کے راوی نہیں۔ پھر آپ نے عن الزبیر عن ابراھیم کیسے پڑھا۔ داخلی نے نوعمر بچہ دیکھ کر جھڑک دیا۔ امام بخاری نے پھر کہا۔ کہ اصل میں دیکھ لیں کیا ہے۔ اس پر داخلی مکان میں تشریف لے گئے۔ اور کتاب کا اصل نسخہ لے کر آئے اور امام بخاری سے دریافت کیا۔ تم یہ بتاؤ صحیح نام کیا ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ ابو الزبیر نہیں بلکہ زبیر بن عدی ہیں۔ یہی ابراہیم کے تلمیذ ہیں۔ داخلی نے اس کے مطابق اپنی کتاب درست کرلی۔ اس وقت امام بخاری کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ اسی قوت حفظ کا نتیجہ تھا کہ سولہ سال کی عمر میں امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابیں

---

[1] طبقات الکبریٰ صفحہ ۲/۲۰، [2] ایضا۔

اور اصحاب امام اعظم کی کتابیں حفظ کرلیں۔ [۱]

تحصیل علم ۲۱۰ھ میں امام بخاری کی عمر جب سولہ سال کی تھی۔ اپنے بڑے بھائی احمد بن اسمٰعیل اور والدہ کے ہمراہ حج کو گئے۔ والدہ اور بھائی تو حج سے فارغ ہو کر وطن واپس ہو گئے مگر امام بخاری مکہ معظمہ رہ گئے۔ وہاں تحصیل علم و تصنیف و تالیف و علم دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں قضایا الصحابہ والتابعین لکھی اور اسی عمر میں اپنی مشہور کتاب، کتاب التاریخ مزار اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر چاندنی میں لکھی اور ابھی ڈاڑھی مونچھ بھی نہیں نکلی تھی کہ محدثین نے ان سے احادیث اخذ کرنا شروع کر دیا تھا۔ [۲] علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ اگر امام بخاری نے جب تحصیل حدیث شروع کی تھی اسی وقت مکہ آجاتے تو ان اونچے طبقے کے محدثین سے انھیں بھی بلا واسطہ تلمذ حاصل ہو جاتا جن سے ان کے معاصرین کو ہے۔ مگر تاخیر سے مکہ حاضری کی وجہ سے ان اونچے طبقے والوں سے تلمذ نہ ہو سکا مگر ان کے قریب العہد بزرگوں سے حاصل ہوا۔ مثلاً یزید بن ہارون ابوداؤد طیالسی۔ علامہ ابن حجر کا بیان ہدیۃ الساری مقدمہ فتح الباری میں مختلف ہے۔ ص۴۷۹ پر مبدء طلب حدیث کے باب میں یہی ہے کہ ۲۱۰ھ میں حج کیا اس حساب سے امام بخاری کی عمر اس وقت سولہ سال ہوئی۔ لیکن ثناء الناس کے عنوان کے تحت ص۴۸۳ پر خود امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا حج کیا۔ اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری نے پہلا حج ۲۱۲ھ میں کیا تھا۔ لیکن میں نے پہلا قول اختیار کیا اس لئے کہ اس میں علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں کہ میں حمیدی کے یہاں گیا جب کہ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ یعنی اول حج کے سال، اول سنۃ حجی۔ تو دیکھا کہ ان میں اور ایک صاحب کے درمیان ایک حدیث کے بارے میں بحث ہو رہی تھی۔ حمیدی نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ لو وہ آگئے جو ہمارا فیصلہ کر دیں گے۔ میں نے حمیدی کے حق میں فیصلہ دیا۔ کیونکہ حق ان کے ساتھ تھا۔ چونکہ حج کے بعد امام بخاری مکہ ہی میں رہ گئے تھے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ جب پہلا حج کر کے مکے میں مقیم تھا تو یہ واقعہ پیش آیا۔ رُواۃ سے تعبیر میں کچھ رد و بدل ہو گیا۔ علامہ قسطلانی نے بھی اپنی شرح کے مقدمہ میں یہی لکھا ہے کہ ۲۱۰ھ سولہ سال کی عمر میں حج کے لئے گئے۔ طبقات کبریٰ میں بھی علامہ سبکی نے یہی لکھا ہے۔

۲۱۰ھ میں امام عبدالرزاق یمن میں باحیات تھے۔ امام بخاری نے ان کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر کسی نے بتایا کہ وصال ہو گیا ہے۔ تو یمن نہیں گئے۔ ان کے تلمیذ سے اخذ حدیث فرمائی۔

امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ میں علم حدیث کی طلب کے لئے دوبار مصر دوبار شام دوبار جزیرہ گیا۔ چار بار بصرہ، چھ

---

[۱] طبقات الکبریٰ ص۲ ج۲، [۲] ایضاً ص۳ ج۲،

سال حجاز میں رہا۔ کوفہ و بغداد کتنی بار گیا۔ اس کا شمار نہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اس عہد میں بغداد کی طرح کوفہ بھی علم دین خصوصاً علم حدیث کا مرکز اعظم تھا۔ آج رُفاض اور غیر مقلدین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر لوگ کوفہ کو جو چاہیں کہیں ——— مگر واقعہ یہ ہے کہ اس عہد میں کوفے کی علمی مرکزیت دنیاء اسلام میں مسلم تھی اس کے علاوہ امام بخاری اور بھی دور دراز شہروں کے سفر کئے ہیں۔ مثلاً بلخ گئے اور حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے اخذ حدیث کیا۔ ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثیات روایت کی ہیں۔ ان جگہوں کے علاوہ نیشاپور، مرو، رَی واسط، قیساریہ، عسقلان وغیرہ بھی گئے [۱]

قوت حافظہ وجودت ذہن تعلیم و تعلم کے لئے سب سے اہم جو چیز ہے وہ حافظہ اور جودت ذہن ہے۔ اللہ عزوجل نے امام بخاری کو یہ تمام باتیں بدرجہ اتم عطا فرمائی تھیں۔ جس کے چند واقعات گذر چکے ہیں۔ ان کے حافظے کا یہ حال تھا کہ جس بات کو ایک مرتبہ سن لیتے یا پڑھ لیتے یاد ہو جاتی پھر کبھی نہ بھولتے۔ اسماعیل بن حاشد کہتے ہیں کہ میں اور چند ساتھی امام بخاری کے ہم سبق تھے۔ ہم لوگ حدیث سننے کے لئے بصرہ کے محدثین کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم لوگ جو سنتے لکھ لیا کرتے۔ امام بخاری کچھ نہیں لکھتے سن کر چلے آتے۔ ہم نے ان سے بار بار کہا کہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ تم بھی جو سنو لکھ لیا کرو۔ امام بخاری پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد انھوں نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی۔ اور ملامت کر کے تنگ کر دیا۔ اب تک جتنی حدیثیں لکھ چکے ہو مجھے سناؤ۔ اس اثناء میں پندرہ ہزار احادیث ہم لوگوں نے لکھی تھیں۔ ہم نے اپنے نوشتوں سے دیکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ تو یہ حال ہوا کہ ہمارے نوشتوں میں غلطی تھی ان کی یادداشت میں کوئی غلطی نہ تھی ہم نے اپنے مکتوبات کی ان کی یادداشت سے تصحیح کی۔ پورے مقابلے کے بعد فرمایا۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ میری سرگردانی بے کار ہے۔ میں وقت ضائع کر رہا ہوں [۲] محمد بن ازہر کہتے ہیں کہ میں محمد بن حرب کے یہاں حدیث سننے کے لئے جاتا تھا۔ امام بخاری بھی جاتے تھے۔ میں لکھتا تھا وہ نہیں لکھتے تھے۔ کسی نے کہا کہ محمد بن اسماعیل لکھتے نہیں تو میں نے کہا۔ اگر تم سے کوئی حدیث لکھنے سے رہ جائے تو ان سے پوچھ کے لکھ لینا۔ محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ، فریابی، کے حلقۂ درس میں حاضر تھے امام بخاری بھی تھے۔ فریابی نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی حدثنا سفیان عن ابی عروبۃ عن ابی الخطاب عن ابی حمزۃ اس سند میں حضرت فریابی نے راویوں کی کنیتیں ذکر کیں نام نہیں لیا۔ پھر پوچھا بتاؤ کہ ان تینوں کے کیا نام ہیں۔ حاضرین مجلس نہ بتا سکے۔ امام بخاری نے بتایا کہ عروبۃ معمر بن راشد ہیں اور ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ اور ابو حمزہ حضرت انس ہیں۔ امام بخاری کے منہ سے یہ سنتے ہی حاضرین پر

---

[۱] طبقات الکبری ص ۲۲ ج ۲، [۲] ایضاً ص ۲۲ ج ۲،

سکتہ طاری ہوگیا۔ ؎ ایک دفعہ سمرقند میں چار سو محدثین نے متفقہ طور پر طے کیا کہ امام بخاری کو مغالطہ میں ڈال دیں اس کے لئے انھوں نے عراق کی اسناد میں شام کی۔ اور شام کی اسناد میں عراق کی، حرم کی اسناد میں یمن کی، اور یمن کی اسناد میں حرم کی خلط ملط کر کے سات دن تک یہ لوگ امام بخاری کو پریشان کرتے رہے مگر ان کا حربہ کارگر نہ ہوا۔ یہ لوگ ایک بار بھی امام بخاری کو مغالطہ نہ دے سکے نہ سند میں نہ متن میں۔

بغداد میں امتحان جب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے ان کے حافظے و وسعت علم کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لئے باہمی مشورے سے یہ طے کیا۔ کہ ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں ردوبدل کر کے انھیں جانچا جائے چنانچہ سو احادیث میں سے ہر ایک کے متن کو دوسری سند کے ساتھ اور دوسرے کی سند کو اس کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دس آدمی سوال کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ایک ایک شخص کو دس دس حدیثیں دی گئیں۔ ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اس میں امام بخاری مجلس عام میں تشریف لائے اور ہزارہا ہزار محدثین، فقہا، عوام و خواص شریک ہوئے۔ جب مجمع پرسکون ہوگیا تو حسب قرارداد ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ایک ایک کر کے اپنی دسوں حدیثوں کو پڑھا۔ ہر حدیث کے سننے کے بعد امام بخاری یہ فرماتے تھے، میں اسے نہیں پہچانتا،۔ اسی طرح دسوں آدمیوں نے باری باری کھڑے ہو کر اپنے اپنے سوال کو دہرایا۔ سب کا جواب یہ تھا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ اس پر بے علم خوش ہوئے کہ امام بخاری واقعی ان احادیث کو نہیں جانتے مگر اہل علم جان گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ جب دسوں آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری نے پہلے شخص سے فرمایا۔ آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی۔ وہ اس طرح نہیں صحیح یوں ہے اس متن کی سند یہ ہے۔ جس ترتیب سے اس نے پیش کی تھی اسی ترتیب سے ہر ایک کی تصحیح کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دسوں آدمیوں کی بیان کردہ سو احادیث پر اسی ترتیب سے کلام فرمایا جس ترتیب سے ان لوگوں نے سوال کیا تھا۔ جب امام بخاری فارغ ہوئے تو تمام مجلس سے تحسین و آفریں کا شور اٹھا۔ اور حاضرین نے امام بخاری کے خداداد فضل و کمال کا لوہا مان لیا۔ اسی موقع پر کسی زندہ دل نے کہا ھذا الکبش نطاح یہ زبردست سینگ مارنے والا مینڈھا ہے ؎

سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ میں ایک دن محمد بن سلام بیکندی کے حلقۂ درس میں پہنچا تو انھوں نے فرمایا۔ تھوڑی دیر پہلے اگر آئے ہوتے تو میں تم کو وہ بچہ دکھاتا جسے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر وہاں سے اٹھا۔ اور امام بخاری کی تلاش شروع کر دی۔ آخر کار ان کو ڈھونڈ نکالا۔ ان سے پوچھا کہ کیا تمھیں وہ صاحبزادے ہو جنھیں ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ مجھے اس سے بھی زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ اور میں جن جن صحابہ سے روایت کرتا ہوں ان میں سے اکثر کے مفصل حالات

؎ مقدمہ فتح الباری ۔ ؎ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲،

جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کہاں پیدا ہوئے کہاں ان کا وصال ہوا کہاں رہتے تھے میں صرف اسی حدیث کی روایت کرتا ہوں جس کی اصل کتاب وسنت میں پاتا ہوں۔ یہ واقعہ سولہ سال سے کم عمر کا ہے [1]

تعدد طرق پر احاطہ اس عہد میں احادیث کا ایسا چرچا تھا کہ جسے بھی دین سے شغف ہوتا وہ کچھ نہ کچھ احادیث ضرور مع سند ومتن کے یاد رکھتا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ایک حدیث بیسوں سندوں کے ساتھ منتشر تھی۔ محدثین اپنی اپنی صواب دید پر ایک یا چند طریقہ پسند فرمالیتے۔ امام بخاری کا اس خصوص میں بھی یہ امتیاز ہے کہ اس عہد میں احادیث کے جو طرق موجود تھے ان سب پر انھیں احاطہ تھا۔ وہ بھی پوری رد وقدح، جرح وتعدیل کے ساتھ۔ اس سلسلے میں متعدد واقعات ہیں۔

یوسف بن موسیٰ مروزی کا بیان ہے کہ میں بصرے کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ منادی کی آواز سنائی دی۔ اے علم کے طلب گارو! محمد بن اسماعیل یہاں آئے ہوئے ہیں۔ جن کو ان سے حدیث سننی ہو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یوسف نے بتایا کہ میں نے دیکھا ایک دُبلا پتلا نوجوان ستون کے پاس حد درجہ سادگی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ یہی امام بخاری تھے۔ منادی کی ندا سنکر لوگ چاروں طرف سے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی ہمیں احادیث لکھانے کے لئے کوئی مجلس منعقد کیجئے۔ امام بخاری نے دوسرے دن کے لئے وعدہ کر لیا۔ دوسرے دن صبح کو مجلس درس منعقد ہوئی۔ امام بخاری نے فرمایا اے اہل بصرہ! میں وہی احادیث لکھواؤں گا جو تمہارے شہر کے محدثین کے پاس ہے مگر ایسی سند کے ساتھ جو ان کے پاس نہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے منصور کی سند سے ایک حدیث لکھوائی۔ اور بصرہ میں یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ مشہور تھی۔ اسی طرح امام بخاری نے کثیر احادیث لکھوائیں۔ اور سب کے بارے میں فرمایا۔ تمہارے یہاں کے لوگ اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور میں فلاں سند کے ساتھ روایت کرتا ہوں۔

علل قادحہ میں مہارت کبھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ہر عیب سے پاک ہے صحیح ہے جرح کی کوئی گنجائش نہیں مگر حقیقت میں کوئی ایسا سُقم ہوتا ہے کہ وہ حدیث ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔ مثلاً بظاہر متصل ہے مگر حقیقت میں متصل نہیں۔ بظاہر مرفوع ہے مگر حقیقت میں موقوف ہے یا متن میں رد وبدل ہو گیا ہے۔ یا سند میں۔ یا کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے۔ اس کی شناخت حدیث کا بہت اہم فن ہے۔ حتیٰ کہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ ان علل کی معرفت بغیر الہام کے نہیں ہو سکتی۔ محدثین نے فرمایا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محدث یہ پہچان جاتا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے مگر علت کسی کو نہیں بتا سکتا۔ جیسے ماہر سنار

[1] طبقات الشافعۃ الکبریٰ ص۲۲۶،

سونے کو پرکھ کر جان جاتا ہے کہ کیسا ہے مگر دوسرے شخص کو سمجھا نہیں سکتا۔ اس فن میں بھی امام بخاری یکتا تھے۔

ایک دفعہ نیشاپور میں جو امام مسلم کا وطن تھا۔ امام بخاری تشریف فرما تھے امام مسلم امام بخاری سے ملاقات کے لئے آئے۔ اسی اثنا میں کسی نے یہ حدیث پڑھی:۔

عن ابن جریج عن موسی بن عقبۃ عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان یقول سبحنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک

ابن جریج موسی بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں وہ سہیل بن ابی صالح سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ جب کھڑے ہو تو یہ پڑھ لیا کرو اے اللہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور تیری بخشش کا طالب ہوں۔

اس حدیث کو سنکر امام مسلم نے کہا۔ سبحان اللہ کتنی عمدہ حدیث ہے۔ کیا اس حدیث کی سند اس سے بڑھ کر دنیا بھر میں ہے؟ امام بخاری نے فرمایا نعم لکنہ معلول"۔ ہاں سند تو اچھی ہے لیکن معلول ہے۔ امام مسلم اس کو سنتے ہی کانپ اٹھے اور کہا "لا الہ الا اللہ" آپ مجھے اس کی علت بتا دیجئے۔ امام بخاری نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اسے پوشیدہ ہی رہنے دو۔ امام مسلم نے اٹھ کر امام بخاری کے سر کو بوسہ دیا۔ اور عاجزی کے ساتھ درخواست کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رو دیں گے۔ آخر کار امام بخاری نے فرمایا اتنا بضد ہو تو اس کی غیر معلول سند سنو حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا وھیب حدثنا موسی بن عقبۃ عن عون بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفارۃ المجلس۔ الحدیث۔ اس کو سننے کے بعد امام مسلم باغ باغ ہو گئے اور امام بخاری سے کہا۔ اے امام میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی نظیر نہیں۔ جو آپ سے بغض رکھے وہ حاسد ہے[۱]۔ اس قصے کو بیہقی نے مدخل میں اس طرح لکھا ہے۔ امام مسلم امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں اے استاذ الاستاذین وسید المحدثین وطبیب الحدیث فی عللہ!۔ آپ سے محمد بن سلام نے یہ حدیث بیان کی ہے:۔

حدثنا محمد بن مخلد بن یزید قال اخبرنا ابن جریج حدثنی موسیٰ بن عقبۃ عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کفارۃ المجلس۔ الحدیث۔ یہ سنکر امام بخاری نے فرمایا یہ حدیث مجھ سے اور ایک طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔ حدثنا احمد بن حنبل ویحیی بن معین قالا حدثنا حجاج

---

[۱] ارشاد الساری ج ۱، ص ۳۰ وایضا مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۶،

بن محمد عن بن جریج قال حدثنی موسی بن عقبۃ عن سہیل عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال کفارۃ المجلس۔ الحدیث۔ یہ حدیث سناکر امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیث اچھی ہے۔ اس سند کے ساتھ دنیا میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں۔ مگر یہ معلول ہے۔ اسلئے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع سہیل سے ثابت نہیں۔ پھر سابقہ مذکورہ طریقے سے حدیث بیان فرمائی اور فرمایا۔ یہ اس سے بھی بہتر ہے[۱]

نیشاپور ہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری ایک جنازے میں جا رہے تھے ذہلی امام بخاری سے رواۃ اور علل کے بارے میں سوالات کرتے جاتے تھے اور وہ فر فر تیر کی طرح یوں بتاتے جاتے تھے جیسے قل ھو اللہ پڑھ رہے ہوں[۲]

عادات واطوار امام بخاری کے والد نے ترکے میں بہت زیادہ مال چھوڑا تھا اور وہ اس مال کو مضاربت پر دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے ذمے پچیس ہزار درہم امام بخاری کے باقی پڑ گئے۔ امام بخاری نے دس درہم ماہانہ کی قسط مقرر فرما دیا۔ مگر کچھ وصول نہ ہوا۔

ایک بار ابوحفص نے امام بخاری کے پاس کچھ سامان تجارت بھیجا کہ اسے بیچ دیں۔ تاجروں کو پتہ چلا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پانچ ہزار درہم نفع دینے کو کہا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ امام بخاری نے فرمایا، اس وقت آپ لوگ جائیں اور صبح کو آئیے گا۔ دوسرے دن صبح کو تاجروں کا دوسرا گروہ آیا اس نے دس ہزار نفع دینے کو کہا۔ امام بخاری نے فرمایا میں نے رات ہی کو نیت کرلی تھی کہ پہلے گروہ کو دوں گا۔ نیت بدلنا پسند نہیں کرتا۔

ایک بار امام بخاری لکھ رہے تھے آپ کی باندی گزری اس کے پاؤں سے دوات کو ٹھوکر لگی اور دوات گر گئی امام بخاری نے اس سے فرمایا۔ دیکھ کر چلا کرو۔ باندی نے شوخی سے جواب دیا جب راستہ نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور کہا! جاؤ تم آزاد ہو۔

امام بخاری نے کبھی اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی تھے۔ یہی بزرگ اس کا سبب بنے کہ امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ مگر امام بخاری نے ان کی مرویات کو صحیح بخاری میں بھی درج فرمایا۔ البتہ بجائے محمد بن یحییٰ کے یا تو صرف محمد ذکر کرتے ہیں یا بجائے باپ کے دادا کی طرف نسبت کرکے محمد بن خالد لکھتے ہیں۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بتایا۔ کہ ذہلی مجھ پر جرح کرتا ہے "اگر میں اس کا نام بطرز مشہور لکھوں تو وہ متعین ہو جائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ جو شخص ان پر جرح کرتا ہے اس کو یہ عادل جانتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جرح درست ہے۔ اور میں مجروح ہوں یعنی

---

[۱] مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۶، [۲] ایضاً ص ۴۸۶، وارشاد الساری ج۱، ص ۳۰،

عادل وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے۔ اور جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کیا تو اگر جرح صحیح تو امام بخاری مجروح اور جرح غلط تو ذہلی کاذب اور غیر عادل۔

مگر خلجان اب بھی باقی رہتا ہے۔ کہ جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کی۔ تو صرف روایت میں ان کا نام بدلنے سے یہ احتمال کیسے ختم ہوگیا۔ وہ تو اب بھی اپنی جگہ باقی رہا۔ اگر ذہلی صادق تو امام بخاری مجروح اور امام بخاری بے داغ تو ذہلی غیر عادل۔

بات یہ ہے کہ معاصرین کی جرحیں قابلِ اعتنا نہیں جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کسی اختلاف کی وجہ سے کر رہا ہے۔ امام بخاری اور ذہلی میں مسئلہ خلقِ قرآن پر شدید اختلاف ہوا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ذہلی امام بخاری پر معاصرانہ چشمک کی وجہ سے جرح کرتے تھے۔ اس لئے وہ جرح ناقابلِ اعتبار ہے۔

اس کے باوجود کہ میراث میں کثیر دولت پائی تھی۔ چاہتے تو رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے۔ مگر امام بخاری بہت سادہ زاہدانہ طور پر گزر بسر کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹے میں دو تین بادام پر گزارہ کرتے کبھی صرف سوکھی گھاس پر۔ چالیس سال تک بے شوربے کے سوکھی روٹی کھائی۔ بیمار پڑے اور اطبا نے قارورہ دیکھا تو انھوں نے بتایا کہ ان کا قارورہ راہبوں کے قارورے کے مثل ہے۔ یہ صرف سوکھی روٹی کھاتے ہیں۔ جس سے آنتیں سوکھ گئی ہیں۔ لوگوں کے بہت اصرار کرنے پر بمشکل تمام شیرۂ انگور سے روٹی کھانا قبول کیا۔

محمد بن حاتم وراق کہتے ہیں کہ امام بخاری جب سفر میں رہتے تو ہم تمام خدام کو ایک کمرے میں رکھتے اور خود سب سے علٰحدہ ایک کمرے میں۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے اور چقماق سے آگ جلا کر چراغ جلاتے اور احادیث کے دفاتر پڑھتے کہیں کہیں نشان لگاتے اور پھر تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا کہ رات کو آپ نے بار بار خود زحمت اٹھائی مجھے جگا دیتے۔ فرمایا تم! جوان ہو اور گہری نیند سوتے ہو تمہاری نیند خراب ہوتی۔

امام بخاری بہت ماہر تیر انداز تھے۔ شاید باید ہی کوئی تیر خطا کرتا۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اپنی طویل صحبت میں صرف دو بار میں نے ان کے تیر کو خطا ہوتے دیکھا۔ ایک مرتبہ فَرَبْر میں تھے۔ امام بخاری سوار ہو کر تیر اندازی کے لئے نکلے۔ خدام ساتھ تھے۔ شہر پناہ کے اس دروازے پر جس سے نہر کے دہانے تک راستہ جاتا ہے۔ ہم لوگ تیر اندازی کرنے لگے۔ امام بخاری کا ایک تیر پل کی میخ میں جا لگا جس سے میخ پھٹ گئی۔ امام بخاری نے فوراً تیر اندازی موقوف کر دی اور ہم لوگوں کو واپسی کا حکم دیا۔ اور ایک گہرا سانس لیا۔ اور ابو جعفر سے فرمایا، تم سے ایک کام ہے اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور کہو کہ بخاری کے تیر سے میخ پھٹ گئی ہے۔ دو باتوں میں سے ایک کرو۔ یا تو اجازت دو ہم اس کی میخ بدل دیں۔ یا اس کی قیمت لے لو۔ اور غلطی معاف کرو۔ اس پل کے مالک حمید بن اخضر تھے میں نے جا کر امام بخاری کا پیغام انھیں پہنچایا۔ تو حمید نے کہا کہ امام بخاری سے جا کر میرا سلام کہو اور عرض

کرو۔ آپ سے مواخذہ نہیں۔ میرا تمام مال آپ پر قربان۔ میں نے واپس آکر امام بخاری کو جب ان کا جواب سنایا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرط مسرت میں اس دن ہم لوگوں کو پانچ سو احادیث سنائیں اور تین سو درہم صدقہ کئے

ایک دن امام بخاری حدیث بیان کر رہے تھے ان کے ایک تلمیذ ابو معشر ضریر کو وہ حدیث بہت پسند آئی۔ وہ عالم کیف میں ہاتھ اور سر ہلانے لگے۔ ان کی اس حرکت پر امام بخاری مسکرا دیئے پھر بعد میں امام بخاری کو احساس ہوا اور ابو معشر ضریر سے معافی مانگی

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل مجھ سے غیبت پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ اس میں اتنے محتاط تھے کہ نقد وجرح میں راویوں کے حالات بیان کرنا ضروری ہے۔ مگر آپ نے اس موقع پر بھی انتہائی احتیاط کی۔ یہاں تک بدرجۂ مجبوری اگر کسی کے کاذب ہونے کو ظاہر کیا ہے تو بطور حکایت مثلاً کذبہ فلاں سماہ بالکذب فلاں۔

ایک بار جب کہ فربر میں قیام تھا۔ بخارا کے قریب ایک مسافر خانہ کی امام بخاری نے تعمیر شروع کی۔ خدام ومعتقدین کو ساتھ لے کر کام شروع کیا کام شروع ہوا تو بہت سے لوگ رضاکارانہ طور پر کام کرنے کے لئے آگئے۔ انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ امام بخاری خود کام کرتے، اینٹیں اٹھاتے، دیواریں لگاتے، ایک خادم نے عرض کیا، آپ رہنے دیں ہم لوگ کافی ہیں، فرمایا یہ تکلیف آخرت میں نفع بخش ہوگی۔ کام کرنے والوں کے لئے امام بخاری نے ایک گائے ذبح کی۔ ہم فربر سے تین روپئے کی روٹیاں لائے تھے۔ ایک روپے کی پانچ من کے حساب سے۔ پندرہ من روٹیاں تھیں۔ آج کل کے حساب سے یہ کل روٹیاں چونتیس کلو گرام سے کچھ تھوڑی سی زائد تھیں۔ ابتدا میں امام بخاری کے ساتھ صرف سو آدمی تھے۔ مگر اب تعداد بہت بڑھ گئی تھی، مگر امام بخاری کی کرامت کہ سب نے آسودہ ہو کر کھایا۔ اور روٹیاں کافی بچ گئیں۔

امام بخاری کی فیاضی کا عالم یہ تھا کہ کبھی کبھی ایک دن میں تین تین سو درہم صدقہ کر دیا کرتے۔ مضاربت سے انکی آمدنی پانسو ماہانہ تھی۔ یہ ساری رقم طلبہ پر صرف کر دیتے تھے۔ ایام تحصیل میں اپنے شیخ آدم بن ایاس کے یہاں تھے۔ کھانے پینے کا سامان ونقد سب خرچ ہو گیا گھر سے خرچ آنے میں دیر ہو گئی۔ ان دنوں انھوں نے گھاس کھا کھا کر گزارا کیا کسی سے سوال کیا کرتے قرض بھی نہیں مانگا۔ تین دن یہی حال رہا تیسرے دن ایک اجنبی صاحب آئے جنہیں امام بخاری بھی پہچانتے نہ تھے۔ اور اشرفیوں کی تھیلی نذر کی۔

عبادت وریاضت ان سب خوبیوں پر مستزاد یہ کہ بہت ہی زبردست عبادت گزار تھے۔ کثرت سے نوافل پڑھتے۔ شب بیداری کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کا اتنا شوق تھا کہ گویا وہ روحانی غذا تھی، رمضان المبارک آجاتا تو تلاوت قرآن تقریباً

چوبیس گھنٹے جاری رہتی۔ بعد عشاء تراویح پڑھتے، اس میں ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت کرتے۔ اس طرح پورا قرآن مجید پورا کرتے۔ پھر آدھی رات سے سحر تک دس پارے روز پڑھتے۔ دن میں روزانہ پورا قرآن مجید ختم کرتے۔ افطار کے وقت ختم فرماتے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہر قرآن مجید کے ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے [۱]

اس سے ان غیر مقلدین کو ہدایت حاصل کرنی چاہئے۔ جو اپنے آپ کو امام بخاری کا کٹر مقلد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ روزانہ ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے یہ ناجائز و بدعت ہے۔ امام اعظم کے اس ختم کو تو بدعت کہدیا۔ امام بخاری کے اس عمل کو کیا کہیں گے کہ وہ روزانہ ایک ختم دس پارے، چار سو آیات کی تلاوت کرتے تھے۔

نیز غیر مقلدین نے آرام پسند کاہل افراد کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے تراویح بجائے بیس کے آٹھ رکعت کر دی ہے۔ وہ آئیں اور دیکھیں امام بخاری بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے تھے اس لئے کہ قرآن میں کم از کم چھ ہزار آیتیں ہیں۔ اور آٹھ رکعت میں کل ایک سو ساٹھ آیتیں ہوتی ہیں اس طرح تیس رات میں کل چار ہزار ساٹھ آیتیں ہوئیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تو لازم آئے گا کہ تراویح میں پورا قرآن ختم نہ کرتے۔ یہ روایت کے خلاف ہونے کے ساتھ خلاف سنت بھی ہے — سنت یہ ہے کہ کم از کم ایک ختم قرآن مجید پڑھا جائے۔ اور احناف کے مسلک پر بلا کسی دغدغے کے درست ہے۔ بیس رکعت میں بحساب فی رکعت بیس آیات چار سو آیتیں ہوئیں۔ اور پندرہ دن میں چھ ہزار۔ اس طرح فی رکعت بیس آیات کے حساب سے قرآن مجید رمضان میں ضرور ختم ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ امام بخاری پندرہ ہی دن میں تراویح کے اندر ختم قرآن کر لیتے تھے۔ اس لزوم میں کوئی حرج نہیں۔

اس کا امکان ہے کہ پندرہ دن قرآن مجید اور پندرہ دن سورۂ تراویح پڑھتے ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ھدی الساری مقدمہ فتح الباری میں لکھا

اذا کان اول لیلۃ من رمضان یجتمع الیہ اصحابہ	جب رمضان کی پہلی رات آتی تو ان کے اصحاب ان کے پاس جمع ہوتے
فیصلی بھم ویقرأ فی کل رکعۃ عشرین آیۃ و	یہ انھیں پڑھاتے، ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن
کذالک الی ان یختم القرآن [۲]	ختم کرتے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی قرآن ختم کرتے ہوں ہو سکتا ہے دو قرآن ختم کرتے ہوں۔ اس دوسرے احتمال پر یہ شبہہ

---

[۱] مقدمہ فتح الباری ص۴۸۱، وایضا طبقات الشافعیۃ الکبری ج۲ ص۹، [۲] مقدمہ فتح الباری ص۴۸۱،

وارد ہوتا ہے کہ اگر رمضان انتیس دن کا ہو تو لازم آئے گا کسی دن بیس کے بجائے چالیس آیتیں پڑھی جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باعتبار اغلب اکثر کے بیس آیتوں کو ذکر کیا گیا۔ اور یہ تو اتنا اغلب و اکثر ہے کہ انتیس دن میں صرف ایک دن کا تخلف ہے۔

عبادت میں استغراق ایک دفعہ کسی باغ میں امام بخاری کی دعوت تھی۔ ظہر کی نماز کے بعد نفل پڑھنی شروع کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کرتے کا دامن اٹھایا۔ اور اپنے ایک ساتھی سے کہا! دیکھو تو میرے کرتے کے اندر کچھ ہے؟ انھوں نے دیکھا کہ ایک بھڑ ہے جس نے سولہ سترہ جگہ ڈنک مارا ہے۔ اور یہ سب جگہیں سوج گئی ہیں۔ کسی نے کہا کہ پہلی بار جب اس نے ڈنک مارا تھا تو نماز کیوں نہیں توڑ دی؟ فرمایا میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا اسے پوری کئے بغیر نماز توڑنے کو جی نہیں چاہا[1]

ادب ایک دفعہ امام بخاری مسجد میں حدیثیں بیان فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی میں لگے ہوئے تنکے کو نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا۔ امام بخاری نے لوگوں کی نظریں بچا کر اس تنکے کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس تنکے کو مسجد کے باہر پھینکا۔ ان لوگوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنے کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لئے مسجد کی چٹائیاں جھاڑ کر مسجد کے فرش پر گرا دیتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے کہ چٹائی کے گرد و غبار کو جھاڑ کر مسجد کے فرش پر کرنا منع ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی اپنے پہنے ہوئے کپڑے سے گندگی پونچھ کر اپنے بدن میں مل لے۔ اسے کون پسند کرے گا؟ اصل مسجد فرش ہے اور چٹائی وغیرہ اس کا لباس۔

اعتراف فضل امام بخاری کے کمال کی معراج یہ ہے کہ ان کے فضائل و مناقب کا اعتراف خود ان کے عہد کے تمام اساطین ملت وائمہ حدیث و ارباب فضل و کمال نے کیا۔ اور ان کے بارے میں ایسے ایسے عظیم الشان کلمات مدح و ثناء کہے ہیں۔ جو امام بخاری کی جلالت شان کی دستاویز ہیں۔ اور ان میں صرف تلامذہ اصاغر ہی نہیں بلکہ اساتذہ بھی ہیں اور معاصرین بھی۔ اگر ان تمام کلمات کو جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات ناکافی ہیں۔ علامہ ابن حجر جیسے علم کے بحر ناپید کنار نے یہاں تک لکھ دیا۔ کہ امام بخاری کی عظمت شان میں اتنے کلمات کہے گئے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو کاغذ و قلم ختم ہو جائیں گے مگر کلمات ختم نہ ہونگے اس لئے کہ وہ ایسے بحر تھے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

کلمات اساتذہ ابو مصعب احمد بن ابو بکر زہری نے کہا کہ محمد بن اسماعیل حدیث کی بصیرت اور حدیث کی سمجھ امام احمد بن حنبل سے زیادہ رکھتے ہیں۔ کسی نے اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا آپ حد سے آگے بڑھ گئے تو ابو مصعب نے کہا اگر تم مالک کا زمانہ پاتے انھیں اور امام بخاری کو دیکھتے اور پہچانتے تو کہتے دونوں ایک ہی ہیں۔

---

[1] قسطلانی ج ۱ ص ۳۱۔

قتیبہ بن سعید نے کہا: میں فقہاء، زہاد، عباد کے پاس بیٹھا میں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: سرزمین خراسان نے بخاری جیسا آج تک پیدا نہیں کیا۔ قتیبہ سے۔ شراب کے نشہ سے مست کی طلاق کے بارے میں سوال ہوا اتنے میں امام بخاری آگئے قتیبہ نے امام بخاری کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ لو یہ احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، علی بن مدینی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے یہاں بھیج دیا۔ یعنی یہ تنہا ان تینوں ائمہ کے مجموعہ ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ ایک مرتبہ مسجد میں منبر پر بیٹھے ہوئے حدیث بیان کر رہے تھے امام بخاری بھی موجود تھے۔ ایک حدیث پر انھیں امام بخاری نے ٹوک دیا۔ اسحٰق بن راہویہ نے امام بخاری کے قول کو مان لیا۔ اور حاضرین سے فرمایا: اے محدثین! اس جوان کو دیکھو! ان سے حدیثیں سیکھو اگر یہ امام حسن بصری کے زمانے میں ہوتے تو وہ بھی حدیث و فقہ کی معرفت میں انکے محتاج ہوتے۔

علی بن مدینی نے کہا: بخاری نے اپنے مثل کو نہیں دیکھا۔ بخاری جس کی تعریف کردیں وہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ حالانکہ علی بن مدینی وہ جلیل محدث ہیں کہ خود امام بخاری نے فرمایا: میں نے علی بن مدینی کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے کو چھوٹا نہیں جانا۔ رجاء بن رجاء نے کہا: بخاری کی فضیلت علماء پر ایسی ہی ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر۔ وہ اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں جو زمین پر چلتے ہیں۔

کلمات معاصرین یہ تو بہت ہوتا ہے کہ شفیق اساتذہ اپنے ہونہار تلامذہ کو نوازتے ہیں۔ مگر ایک معاصر دوسرے معاصر کے فضل و کمال کا بہت کم اعتراف کرتا ہے۔ اپنے اوپر تفوق تسلیم کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ معاصرانہ چشمک مشہور ہے۔ مگر امام بخاری کے فضل و کمال کا یہ زریں ورق ہے کہ ان کے معاصرین نے بھی نہایت صفائی اور تصریح کے ساتھ ان کے فضل و کمال بلکہ اپنے اوپر ان کی برتری کو بھی تسلیم کیا ہے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے کہا: میں نے حرمین، حجاز، شام، عراق کے علماء کو دیکھا مگر امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔ وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ سمجھ والے ہیں۔

ابو الطیب حاتم بن منصور نے کہا: کہ امام بخاری علم کی بصیرت اور عبور میں اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں۔ امام ابو بکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ نے کہا: آسمان کے نیچے بخاری سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہیں۔ امام ترمذی نے کہا: علل و اسانید کا بخاری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ امام مسلم نے ان سے مخاطب ہوکر کہا: آپ کے مثل دنیا میں کوئی نہیں۔ پہلے امام مسلم کا قول گزر چکا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ استاذ الاستاذین، سید المحدثین طبیب الحدیث فی علله۔ ابو عمرو خفاف نے کہا: بخاری نے اپنا مثل نہیں دیکھا یہ امام احمد اور اسحٰق وغیرہ سے بیس درجے اعلم بالحدیث

ہیں۔ جو ان کی گستاخی کرے اس پر میری طرف سے ہزار لعنت۔

عبداللہ بن حماد آملی نے کہا! میری آرزو ہے کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا اور جو شرف اس بال کو حاصل ہے مجھے حاصل ہوتا۔ سلیم بن مجاہد نے کہا! میں نے ساٹھ سال سے بخاری سے زیادہ فقیہہ اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔ موسیٰ بن ہارون حمال بغدادی نے کہا! اگر تمام اہل اسلام اکٹھے ہو کر یہ چاہیں کہ محمد بن اسماعیل جیسا کوئی اور پالیں تو یہ ناممکن ہے۔ رہ گئے تلامذہ اور بعد کے علماء نے کیا کہا؟ اس کا سلسلہ اتنا دراز ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔

مشائخ اور ان کے طبقات امام بخاری کا فضل و کمال یہ بھی کچھ کم نہیں کہ انھوں نے علم حدیث کی تحصیل میں اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ہم جس سے حدیث حاصل کر رہے ہیں یہ ہم سے بڑا ہے کہ برابر ہے کہ چھوٹا۔ انسان کے دماغ میں جب پندار کا غرور پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے چھوٹے تو چھوٹے ہیں برابر تو برابر ہیں اپنے بڑوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ جاہل رہنا پسند کرتا ہے۔ جہل مرکب میں گرفتار رہنا قبول کرتا ہے مگر دوسرے سے کچھ پوچھنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ یہ پندار انسان کو علم سے محروم رکھتا ہے۔ کبھی بے جا حیا آڑے آتی ہے۔ مگر امام بخاری ان دونوں عیبوں سے پاک تھے۔ اس حدیث الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث ما وجدھا فھو احق بھا[1] علم مومن کی گمشدہ دولت ہے جہاں بھی پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ کے سچے عامل تھے اسی لئے ان کے اساتذہ کی فہرست میں جہاں اس وقت کے مسلم الثبوت مشائخ محدثین ہیں وہیں ان کے معاصرین و تلامذہ بھی ہیں۔ ان کے اساتذہ پانچ طبقات کے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار اسی ہے۔

طبقۂ اولیٰ وہ مشائخ جو ثقات تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری مکی بن ابراہیم ابو عاصم، انیس عبیداللہ بن موسیٰ اسماعیل بن ابی خالد اور نعیم صاحب حلیہ وغیرہ۔

طبقۂ ثانیہ وہ مشائخ جو طبقۂ اولیٰ کے معاصرین ہیں مگر وہ ثقات تابعین سے روایت نہیں کرتے جیسے آدم بن ابی ایاس، ابو مسہر سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ۔

طبقۂ ثالثہ وہ مشائخ جو کبار تبع تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحیی بن معین، امام احمد بن حنبل وغیرہ۔

طبقۂ رابعہ امام بخاری کے درس کے رفقاء جنھوں نے امام بخاری سے پہلے علم حدیث کی تحصیل شروع کی تھی جیسے ابو حاتم رازی، محمد بن عبدالرحیم، حمید بن حمید، احمد بن نصر، محمد بن یحیی ذہلی وغیرہ۔ امام بخاری نے اس وقت ان لوگوں سے روایت کی

---

[1] ابن ماجہ باب الحکمۃ ص۳۱۷،

جب ان کے مشائخ وصال پا گئے اور جو احادیث ان کے پاس تھیں وہ کسی اور کے پاس نہ تھیں۔

طبقہ خامسہ اس طبقے میں وہ محدثین ہیں جو امام بخاری کے تلامذہ تھے۔ جیسے عبداللہ بن حماد آملی، عبداللہ بن عباس خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی۔

تلامذہ اس زمانے میں حرمین طیبین کے سوا کوفہ، بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند، بخارا علوم دینیہ کے اہم مراکز تھے۔ ان شہروں میں امام بخاری بار بار گئے۔ بے شمار لوگوں کو حدیث پڑھائیں اور یہ سلسلہ ابتدا ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جہاں جاتے لوگوں کو حدیث پڑھاتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ علم حدیث کی تحصیل بھی کرتے۔ کبھی کبھی ہزار ہا ہزار کے مجمع میں حدیث املا کراتے۔ محمد بن صالح نے کہا! میں نے بغداد میں ان کی حدیثیں لکھنے والوں کا مجمع بیس ہزار تک دیکھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے تلامذہ بخارا سے لے کر حجاز، شام، مصر تک پھیل گئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ جن لوگوں نے ان سے صحیح بخاری سنی ان کی تعداد نوے ہزار ہے[۱]۔ یہ صحیح بخاری کا حال ہے۔ اس کے علاوہ امام بخاری سے احادیث اخذ کرنے والوں کی کیا تعداد ہے؟ یہ آج کون شمار کر سکتا ہے۔ جب کہ اس عہد میں گنتی نہ ہو سکی۔

نیشاپور کا فتنہ جب ۲۵۰ھ میں بغداد سے امام بخاری نیشاپور آئے۔ اہل نیشاپور کو جب ان کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے دو تین منزل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ عوام و خواص، علما و صلحا رؤسا سبھی تھے۔ اور اس شان سے نیشاپور آئے کہ اس وقت تک اس شان و شوکت کا استقبال نیشاپور میں نہ کسی عالم کا ہوا تھا نہ کسی حاکم کا۔ یہ امام مسلم کا بیان ہے۔ اس وقت نیشاپور میں محمد بن یحیی ذہلی مشہور محدث عوام و خواص کے مرجع اعظم تھے یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دی۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کل میں خود ان کے استقبال کو چلوں گا جس کا جی چاہے چلے۔ نیشاپور میں آکر امام بخاری نے دار البخارین میں قیام کیا۔ امام ذہلی نے لوگوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ امام بخاری سے علم کلام کا کوئی مسئلہ نہ پوچھنا خدانخواستہ اگر وہ ہمارے مسلمات کے خلاف کوئی بات کہدیں گے تو ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہو جائے گا۔ جس پر خراسان کے رافضی ناصبی، جہمی، مرجی ہنسیں گے۔

امام بخاری نے جب احادیث کا درس دینا شروع کیا۔ تو لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اتنی بھیڑ ہونے لگی کہ دارہی نہیں بام و در بھر گئے۔ دوسری درسگاہیں خالی ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ معتزلہ نے خلق قرآن کا مسئلہ پوری دنیائے

---

[۱] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲

اسلام میں پھیلا رکھا تھا۔ اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ جس طرح اس کی ساری صفات قدیم غیر مخلوق ہیں اسی طرح قرآن بھی قدیم وغیر مخلوق ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ یہ اختلاف بغداد میں اٹھا۔ اور پورے بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ اس سلسلے میں متشدد حنابلہ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ ہماری قرأت کو بھی غیر مخلوق کہنے لگے۔ یہ مسئلہ خواص سے بڑھ کر عوام میں بھی پھیل چکا تھا۔ معتزلی وغیر معتزلی کی علامت بن چکا تھا۔

ابھی نیشاپور میں امام بخاری کو درس حدیث دیتے ہوئے دو تین دن ہی گزرے تھے کہ کسی نے بھری مجلس میں ان سے سوال کر دیا:۔

قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

امام بخاری نے اس سے منھ پھیر لیا۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار پوچھا ہر بار امام بخاری نے منھ پھیر لیا۔ اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اس شخص نے بہت الحاح کے ساتھ اصرار کیا تو امام بخاری نے یہ جواب دیا۔ قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور امتحان بدعت ہے"

اس پر اس شخص نے فساد مچا دیا اور یہ کہا کہ امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق۔ اس پر ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ انھوں نے یہ کہا ہے اور کچھ یہ کہتے کہ نہیں کہا ہے۔ یہاں تک کہ آپس میں مار پیٹ کی نوبت آگئی گھر والوں نے بیچ بچاؤ کر کے مجمع کو ہٹایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ نیشاپور کے بعض مشائخ نے جب دیکھا کہ امام بخاری کے آتے ہی ہماری مجلسیں اجڑ گئیں تو انھوں نے اس سائل کو سکھا کر بھیجا تھا۔ چونکہ ذہلی ان بزرگوں میں سے تھے جو ہماری تلاوت کو بھی غیر مخلوق مانتے تھے۔ اس لئے انھوں نے یہ اعلان کر دیا، جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام بند کر دیا جائے۔ اب جو محمد بن اسماعیل کے یہاں جائے اسے متہم جانو۔ کیونکہ ان کی مجلس میں وہی جائے گا جو ان کے مذہب پر ہوگا۔

امام بخاری لاکھ کہتے رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا مگر اب ان کی یہ بات سننے والا کون تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام مسلم اور احمد بن مسلمہ کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے یہاں جانا چھوڑ دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ذہلی نے یہ کہا کہ جو یہ کہے کہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ امام مسلم موجود تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ احمد بن مسلمہ بھی چلے آئے۔ امام مسلم نے وہاں سے آتے ہی ذہلی سے جتنی احادیث لکھی تھی سب اونٹ پر لاد کر واپس کر دی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں، ذہلی کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ اس کی وجہ یہی ناراضگی بتائی جاتی ہے۔ مگر حیرت اس پر ہے کہ اس کے بالمقابل انھوں نے امام بخاری کی بھی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب امام مسلم اور احمد بن مسلمہ ذہلی کی مجلس سے چلے آئے تو ذہلی نے یہاں تک کہدیا

کہ یہ شخص (بخاری) میرے ساتھ شہر میں نہیں رہے گا۔ اس کے بعد "احمد بن سلمہ" امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا! یہ شخص یعنی ذہلی پورے خراسان خاص کر اس شہر میں مقبول ہے۔ ہم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے اس معاملہ میں بات کرسکے آپ نے کیا سوچا ہے؟ یہ سنکر امام بخاری نے اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لی اور کہا!۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد اللھم انک تعلم انی لما اردت المقام بنیسابور اشرا ولا بطرا ولا طلبا للریاسۃ [1]

میں اپنے معاملہ کو اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں جو بندوں کو دیکھتا ہے۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے نیشاپور میں قیام کا ارادہ اپنی بڑائی و بزرگی ظاہر کرنے اور ریاست حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔

ذہلی نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا ہے اب میں اپنے وطن چلا جاؤں گا۔ اے احمد! میں کل صبح ہی کو کوچ کردوں گا۔

بخارا کو واپسی نیشاپور سے امام بخاری اپنے وطن کی طرف چلے۔ جب بخارا والوں کو معلوم ہوا تو مسرت کی لہر دوڑ گئی تین میل دور تک شامیانے، خیمے نصب کئے گئے۔ تمام شہر والے استقبال کو نکلے۔ اور امام بخاری پر روپیوں، موتیوں کو نچھاور کرتے ہوئے بخارا لائے۔

اپنے وطن آکر امام پورے اطمنان وسکون کے ساتھ درس حدیث دینے لگے۔ تشنگانِ علم حدیث ہر چہار طرف سے ٹوٹ پڑے۔ چھ سال تک امام بخاری کا فیضان جاری رہا۔ مگر حاسدین نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اس وقت حکومت عباسیہ کی طرف سے بخارا کا والی خالد بن احمد ذہلی تھا۔ اس کو امام بخاری سے برگشتہ کرنے کے لئے حاسدین نے یہ کہا کہ آپ امام بخاری سے کہئے کہ وہ آپ کے صاجزادوں کو آپ کے محل میں آکر اپنی جامع اور تاریخ پڑھادیں۔ خالد نے امام بخاری کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ یہ علم حدیث ہے۔ میں اسے ذلیل نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو خواہش ہے کہ آپ کے بچے مجھ سے پڑھیں تو اپنے بچوں کو میری مجلس میں بھیج دیں۔ تاکہ دوسرے طلبہ کے ساتھ وہ بھی پڑھیں۔ خالد نے کہلایا کہ اگر آپ میرے محل میں نہیں آسکتے تو میں اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا مگر جب یہ پڑھنے حاضر ہوں تو ان کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔ ان کو تنہا پڑھائیں۔ میرے فرستادے چوبدار دروازے پر متعین رہیں گے کسی کو اس وقت اندر نہ جانے دینگے۔ امام بخاری نے اسے بھی پسند نہ فرمایا۔ کہلا دیا۔ کہ علم میراثِ رسول ہے۔ اس پر ہر امتی کا حق برابر ہے میں کسی کی تخصیص نہیں کروں گا۔ اس سے وہ امام بخاری پر غضبناک ہوگیا۔

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۳،

دوسری روایت بکر بن شیبہ کی یہ ہے کہ والی بخارا خالد نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ میں آپ کی جامع اور تاریخ آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ آپ میرے محل میں آکر مجھے سنا دیا کریں۔ امام بخاری نے جواب میں کہلا دیا کہ میں علم کو ذلیل کر کے سلاطین کے دروازوں پر نہیں لے جا سکتا جس کو شوق ہے وہ میرے گھر یا میری مسجد میں حاضر ہو کر سن لے۔ اور اگر یہ پسند نہ ہو تو، تو سلطان ہے مجھے درس دینے سے روک دے تاکہ قیامت کے روز اللہ عزوجل کے حضور میرے لئے عذر ہو کہ میں نے اپنی خوشی سے علم کو نہیں چھپایا ہے۔ اس جواب پر وہ بوکھلا گیا۔

اس نے رائے عامہ سے امام بخاری کو پھیرنے کے لئے بخارا کے چند افراد کو جن میں حریث بن ابوالورقاء کا نام خاص طریقے سے مشہور ہے آمادہ کیا کہ وہ اختلافی مسائل پر امام بخاری سے گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اسے عوام میں پھیلانا شروع کیا۔ جس سے شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ مشہور رہے کہ کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی کسی بکری کا دودھ ایام رضاعت میں پی لیں تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟۔ امام بخاری نے فرمایا۔ کہ ہاں ثابت ہو جائے گی۔ انھیں ایام میں نیشاپور کے محمد بن یحیی ذہلی کا بھی خالد کے پاس خط آگیا کہ امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے:۔ لفظی بالقرآن مخلوق ۔ اس نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ امام بخاری کے خلاف ایک محضر نامہ تیار ہوا جس پر بخارا کے علماء کے دستخط ہوئے۔ جب امام بخاری کے خلاف رائے عامہ ہو گئی اور محضر نامہ بھی تیار ہو گیا تو اس نے ان کو حکم دیا کہ بخارا سے نکل جائیں۔ جلاوطنی کا حکم سننے کے بعد امام بخاری اتنے کبیدہ خاطر ہوئے کہ شکستہ قلب و جگر سے اپنے ان مخالفین کے لئے یہ بد دعا کی:۔

اللھم أرھم ما قصدونی بہ فی انفسھم واولادھم واھالیھم [۱] — اے اللہ! جیسے انھوں نے مجھے بے عزت کیا ہے ویسے ہی ان لوگوں کو اپنی ذات اپنی اولاد اپنی اہل کی بے عزتی دکھا۔

دیر حق سے اجابت نے امام بخاری کی دعاء کا استقبال کیا۔ اور ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ خالد اور اس سازش کے شرکاء اس کا نشانہ بنے۔ خالد کے بارے میں دار السلطنت بغداد سے سلطانِ وقت کا حکم پہنچا کہ اسے معزول کیا گیا۔ اسے گدھی پر بٹھا کر شہر میں گھمایا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ بدکار کی یہ سزا ہے۔ اس سزا کے بعد وہ پابجولاں بغداد بھیجا گیا وہیں جیل میں بند رہا اسی میں مرا۔ حریث بن ورقاء کے اہل کے بارے میں وہ بات مشہور ہوئی جو ناقابل ذکر ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی اولاد پر وہ بلائیں آئیں جنہیں سنکر روح کانپ جاتی ہے ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ٭ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

---

[۱] مقدمہ فتح الباری ص۴۹۳،

وفات امام بخاری جلا وطنی کا حکم سننے کے بعد بخارا سے نکلے۔ جب سمرقند والوں کو معلوم ہوا کہ امام بخاری وطن چھوڑ رہے ہیں تو انھوں نے خط لکھ کر درخواست کی کہ ہمارے یہاں تشریف لاکر ہمیں عزت بخشیں۔ امام بخاری نے سمرقند کا رخ کیا۔ جب سمرقند کے قریب ایک موضع خرتنگ پہنچے تو اطلاع ملی کہ سمرقند میں بھی ان کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے۔ خرتنگ میں امام بخاری کے کچھ رشتہ دار بھی تھے۔ آپ نے وہیں عارضی طور پر اس وقت کے لئے قیام فرمانے کا ارادہ کرلیا جب تک باشندگان سمرقند کوئی اخیر فیصلہ نہ کرلیں۔

پیہم حوادث و شورش نے امام بخاری کے صبر کا پیمانہ لبریز کردیا۔ دنیا سے اکتا گئے۔ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد سوز قلب سے یہ دعا کی:۔

اللھم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیك [1]

اے اللہ! زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ مجھے اپنی طرف اٹھالے۔

چند دن کے بعد بیمار پڑ گئے۔ اسی اثنا میں سمرقند سے قاصد آیا کہ آپ سمرقند تشریف لائیں۔ امام بخاری سمرقند جانے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ مگر سمرقند کے قاصد کے ساتھ ساتھ پیک اجل بھی آرہا تھا۔ سمرقند جانے کے لئے اٹھے، موزے پہنے، عمامہ باندھا۔ آپ کے میزبان غالب بن جبریل باز و پکڑ کر سواری تک لے چلے بمشکل بیس قدم چلے ہوں گے کہ فرمایا مجھے چھوڑ دو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا ہے۔ غالب کا بیان ہے ہم نے چھوڑ دیا۔ کچھ دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی روح جوار قدس میں پرواز کرگئی۔ وصال کے بعد جسم اقدس سے پسینہ نکلنا شروع ہوا اتنا نکلا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کفن پہناتے وقت تک نکلتا رہا۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے تین کپڑوں میں کفن دینا جن میں نہ کرتا ہو یعنی سلا ہوا نہ عمامہ۔ اسی کے مطابق عمل ہوا تیرہ دن کم باسٹھ سال کی عمر میں ہفتہ کے دن یکم شوال کی رات میں وصال ہوا۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر اس گنجینہ کرامت کو ہم نے دفن کیا۔

مزار پاک دفن کے بعد قبر اطہر سے مشک کی خوشبو اٹھتی تھی۔ لوگ دور، دور سے آکر مزار پاک کی مٹی لے جانے لگے جس سے گڑھا ہوگیا۔ عقیدت مندوں نے لکڑی کا احاطہ بنادیا پھر لوگ احاطے کے باہر کی مٹی لے جانے لگے۔ اس ظاہر و باہر کرامت کے بعد بہت سے مخالفین مزار اقدس پر آئے اظہار ندامت اور توبہ کیا۔[2]

امام بخاری کی وفات کے ایک سال بعد سمرقند میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے بار بار نماز استسقا پڑھی، دعائیں مانگی، مگر بارش نہ ہوئی۔ بالآخر ایک مرد باخدا نے سمرقند کے قاضی سے جاکر کہا! تم شہر والوں کو لے کر امام بخاری کے مزار پر حاضر ہو۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص۴۹۴، [2] ایضاً ص۴۹۴،

وہاں دعا مانگو امید ہے کہ اللہ عزوجل تمھاری دعا قبول فرمائے گا۔ قاضی شہر باشندگان سمرقند کو لے کر امام بخاری کے مزار پاک پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رو رو کر بارش کے لئے دعائیں کیں۔ امام بخاری سے درخواست کی کہ دعا کے قبول کرنے کی شفارش کردیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ ابھی دعا کرہی رہے تھے کہ فضا پر بادل چھاگئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی مسلسل لگاتار سات دن تک ایسی بارش ہوئی کہ ان لوگوں کو اپنے گھر سمرقند جانا ممکن نہ ہوا[1]۔ اسی کو حدیث میں فرمایا۔

لن تخلوا الارض من ثلثين مثل ابراهيم بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون[2]

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے خوبو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے انھیں کی بدولت تمہاری فریادسنی جائے گی اور انھیں کے سبب رزق پاؤگے اور انھیں کی برکت سے بارش دیئے جاؤگے۔

للہ قوم اذ احلّوا بمنزلۃ حل الرضا وسیر الجوان ساروا

امام بخاری کی تاریخ ولادت صدق ۱۹۴ ہے اور تاریخ وفات نور ۲۵۶ اور مدت کی تاریخ حمید ۶۲ ہے۔ کسی نے ان سب پر جامع ایک رباعی کہی ہے۔

کان البخاری حافظا ومحدثا جمع الصحیح مکمل التحریر

میلادہ صدق ۱۹۴ ومدۃ عمرہ فیہا حمید ۶۲ وانقضی فی نور ۲۵۶

اسی قسم کی جامع تاریخ کسی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی نکالی ہے۔

ان باز اللہ اشہب جاء فی عشق ۴۷۰ ومات فی کمال ۹۱

عشق تاریخ ولادت۔ کمال مدت عمر۔ اور دونوں کا مجموعہ "کمال عشق" ۵۶۱ تاریخ وصال۔

بارگاہ رسالت میں مقبولیت محبوب خدا کی محبت ایمان کی جان ہے۔ امام بخاری کو محبوب رب العالمین سے جو محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے ارشادات ان کے افعال ان کے احوال ان کے حلیۂ جمال کے ایک ایک نقش ونگار کی تلاش اور جمع اور پھر اسے پوری دنیا میں پھیلانے کی سعی پیہم میں گزرا۔ اس کے لئے انھوں نے وطن سے دوری احباب سے مفارقت سفر کی صعوبتیں۔ حریفوں کے تلخ وترش سب کچھ انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کئے کیا یہ سب اسیر محبت کے سوا اور کسی کے بس کی بات ہے؟۔

امام بخاری کے پاس حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک تھے جسے وہ اپنے ملبوسات میں رکھے

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۔ [2] ابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رہتے۔ جب امام بخاری کا یہ حال تھا تو رحمۃ للعالمین کی عنایتیں کرم فرمائیاں تو سب پر عام ہیں۔ امام بخاری پر کیوں نہ ہوتیں۔ وراق کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ امام الانبیاء کہیں جا رہے ہیں پیچھے امام بخاری بھی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک اٹھانے کے بعد وہیں امام بخاری بھی قدم رکھتے ہیں جہاں سے قدم مبارک اٹھا ہے۔

امام بخاری کے مشہور تلمیذ فربری کا بیان ہے میں نے خواب دیکھا کہ میں کہیں جا رہا ہوں ناگہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ عرض کیا محمد بن اسماعیل کے یہاں۔ فرمایا! جاؤ ان سے میرا سلام کہنا۔

عبدالواحد بن آدم طواویسی نے بیان کیا۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہیں۔ جیسے کسی کا انتظار ہے۔ میں نے دریافت کیا حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا بخاری کا۔ طواویسی کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد خبر ملی کہ امام بخاری کا وصال ہو گیا۔ مجھے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ جس رات زیارت اقدس سے مشرف ہوا تھا وہی رات امام بخاری کے وصال کی تھی۔ جس کا استقبال شہنشاہ کونین اپنے صحابہ کے ساتھ عالم بالا میں کریں اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے [۱]

فقہی مذہب امام عبدالوہاب تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری کو ذکر کیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ شافعی تھے۔ ان کی کتاب بھی اس کی ایک طرح تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کی مؤید ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کو اپنی کتاب الطبقات میں ذکر کیا۔ اور لکھا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابو ثور اور کرابیسی سے حدیث سنی ہے علامہ سبکی نے اضافہ کیا۔ کہ مکے میں حمیدی سے شافعی فقہ حاصل کیا۔ یہ چاروں حضرات امام شافعی کے اصحاب میں سے ہیں [۲]۔

امام بخاری، امام شافعی سے اپنی صحیح میں البتہ روایت نہیں کرتے اس لئے کہ امام شافعی کا ادھیڑ عمر میں وصال ہو گیا۔ امام بخاری کی ملاقات امام شافعی کے ہمعصروں سے ہو گئی تھی ان سے حدیثیں لیں اور روایت کیں۔ اگر امام شافعی سے روایت کرتے تو لامحالہ امام شافعی اور امام بخاری کے مابین ایک راوی کا اضافہ ہو جاتا۔ اور سند بڑھ جاتی جس سے تنزل ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سند میں جتنا کم واسطہ ہو اتنی ہی سند عالی ہوتی ہے اور وہ قابل لحاظ ہے۔

اور یہی رائے حضرت علامہ شہاب الدین احمد خطیب قسطلانی [۳] کی بھی ہے۔ ان دونوں کی بنیاد ابو عاصم عبادی کے اوپر ہے۔

---

[۱] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲، [۲] الطبقات الشافعیہ۔ ج ۲ ص ۳، [۳] قسطلانی ج ۱ ص ۳۱،

یہ امام بخاری سے بہت قریب ہیں۔ امام بخاری کے سو سال کے بعد ان کی پیدائش ۳۵۸ھ میں ہوئی ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں ابو عاصم کی رائے بعد والوں کے بہ نسبت زیادہ وزنی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:۔

ونذکر بعد ذلک نبذا من ائمۃ الشافعیۃ وھولاء صنفان احدھما من تشرف بصحبۃ الامام الشافعی والآخر من تلاھم من الائمۃ۔ اما الاول فمنھم احمد الخلال، ابوجعفر البغدادی، واما الصنف الثانی فمنھم محمد بن ادریس، ابوحاتم الرازی، محمد بن اسماعیل البخاری ومحمد بن الحکیم الترمذی۔[1]	اس کے بعد ہم کچھ ائمہ شوافع کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے امام شافعی کی صحبت پائی دوسرے وہ جو ان کے بعد آئے پہلی قسم میں احمد بن خلال، ابوجعفر بغدادی ہیں۔ اور دوسری قسم میں محمد بن ادریس ابو حاتم رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، محمد بن حکیم ترمذی ہیں۔

لیکن امام بخاری جہاں اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے موافق لائے ہیں وہیں بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کے برخلاف ابوالحسن بن العراقی نے کہا کہ یہ حنبلی تھے۔ امام بخاری نے خود بیان کیا میں آٹھ بار بغداد گیا اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھا۔ آخری بار جب میں رخصت ہونے لگا تو فرمایا:۔ اے ابوعبداللہ! علم اور قدر داں لوگوں کو چھوڑ رہے ہو اور خراسان جارہے ہو۔ جب بخارا سے جلاوطن ہوئے تو نہایت حسرت سے فرماتے اب امام احمد کا قول یاد آرہا ہے۔

ابو عاصم کی دلیل گزر چکی کہ انھوں نے اس بنا پر امام بخاری کو شافعی کہا کہ انھوں نے امام شافعی کے تلامذہ سے اخذ علوم کئے۔ حتی کہ فقہ شافعی بھی ان کے تلمیذ حُمَیدی سے پڑھی۔ اور ابوالحسن بن العراقی نے بھی امام احمد سے تلمذ کی بناء پر ان کو حنبلی کہا۔

ظاہر ہے کہ محض تلمذ کی بنا پر کسی کو استاذ کا مقلد ہونیکا دعویٰ درست نہیں۔ ان کی کتاب نظر کے سامنے ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مذہباً نہ شافعی ہیں۔ اور نہ حنبلی۔ بلکہ سب سے الگ ان کا ایک مذہب ہے۔ اس لئے ہم علامہ ابن عابدین شامی اور اپنے دیگر اکابر کی اس رائے سے متفق ہیں کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔

علامہ شامی نے "عقود اللآلی فی مسند العوالی" میں امام بخاری کے مجتہد ہونے کی تصریح کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق محدث جلیل نے تیسیر القاری میں بھی اس کا اشارہ دیا ہے فرماتے ہیں:۔

---

[1] ص ۸۱۱،

گفتہ اندکہ وی درزمان خود درحفظ احادیث واتقان آں وفہم معانی کتاب وسنت وحدت ذہن وجودت بحث ووفور فقہ وکمال زہد وغایت ورع وکثرت ابلاغ برطرق حدیث وعلل آں ودقت نظر وقوت اجتہاد واستنباط فروع از اصول نظیر نداشت

علامہ بخاری کا بھی یہی مختار ہے [۱]

صحیح البخاری

امام بخاری کی یہ کتاب اگرچہ 'بخاری' سے مشہور ہے مگر امام بخاری نے اس کا نام یہ رکھا تھا۔

"الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسننہ وایامہ"

ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ 'جامع' حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ان آٹھ موضوع پر احادیث ہوں۔ ایمان، احکام، سیر، تفسیر، آداب، مناقب، فتن، اشراط الساعۃ۔

اسلامی تصنیفات میں اللہ عزوجل نے جو مقبولیت "صحیح بخاری" کو عطا فرمائی وہ کسی تصنیف کو آج تک نہ حاصل ہوسکی۔ بلکہ خود امام بخاری کی دوسری تصنیفات کو بھی نہ حاصل ہوئی جن کی تعداد بیس ہے۔ شرقاً غرباً تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

وجہ تصنیف ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ تابعین کے اخیر دور میں باقاعدہ مرتب مبوب احادیث کی کتابیں تصنیف ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ تبع تابعین میں یہ کام اور زیادہ ترقی کرگیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی کتاب الآثار، امام مالک کی مؤطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، عبداللہ بن مبارک کی کتاب۔ وکیع کی کتاب، امام شافعی کی کتاب، مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ۔

مگر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئیں کسی میں یہ التزام نہیں تھا، کہ صرف صحیح احادیث ہی لکھی جائیں۔ مصنفین نے ہر قسم کی احادیث جمع کردی تھیں۔ اس کی شدید ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مصنف صرف انھیں حدیثوں کو جگہ دے جو صحیح ہوں۔

اس ضرورت کا احساس امام بخاری کے استاذ، اسحاق بن راہویہ کو ہوا۔ انھوں نے ایک دن اپنے تلامذہ سے فرمایا۔ اگر تم لوگوں سے ہوسکے تو کوئی ایسی کتاب مختصر لکھ دو جس میں صرف صحیح احادیث ہی ہوں۔ اس وقت امام بخاری بھی اس مجلس میں

---

[۱] تیسیر القاری فی شرح البخاری، الجزء الاول ص۳،

حاضر تھے۔ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اسی وقت طے کرلیا کہ میں ایسی کتاب لکھوں گا۔

اس کے علاوہ اس کا باعث امام بخاری کا ایک خواب بھی ہے۔ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں خدمت اقدس میں کھڑا ہوں میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے مکھیاں ہانک رہا ہوں۔ کسی مُعبّر سے تعبیر پوچھی تو اس نے تعبیر دی کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے جھوٹ دفع کریں گے۔ اس خواب نے مجھے اس پر ابھارا کہ ایک جامع صحیح لکھوں۔

تصنیف کی غرض احادیث صحیحہ کا جمع۔ اپنے عقائد و معمولات کا بیان اور ان پر حتی الوسع احادیث سے استدلال۔ عقائد اعمال میں اپنے مخالفین کا رد۔ پہلا مقصد بالکل ظاہر ہے۔ دوسرا اور تیسرا مقصد احادیث کے ابواب سے ظاہر ہے اور امام بخاری کے کلمات سے بھی جو انھوں نے جگہ جگہ ارشاد فرمائے ہیں۔ کتنے ابواب ایسے ہیں جن کی تائید میں کوئی حدیث نہیں لاسکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری پہلے باب قائم کرتے ہیں پھر اس کے مطابق حدیث تلاش کرتے ہیں اگر مل جاتی ہے تو لکھ لیتے ہیں نہیں ملتی تو بھی باب جوں کا توں چھوڑ دیا ہے۔ شاید اس امید پر کہ اگر کوئی حدیث مل جائے گی تو بعد میں یہاں درج کر دیں گے۔ لیکن اخیر عمر تک نہیں ملی تو باب یوں ہی رہ گیا۔

ہمارے بتائے ہوئے تیسرے مقصد پر سیکڑوں ابواب شاہد ہیں۔ خصوصیت سے کتاب الایمان کے ابواب اور کتاب الحیل پوری کی پوری۔ آپ غور کریں ابتدا ہی میں عمل کے گھٹنے، بڑھنے پر اور یہ کہ ایمان قول بھی ہے اور عمل بھی۔ بھرپور زور صرف فرمادیا۔ چونکہ اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں تھی تو اقوال صحابہ و تابعین سے اس کو ثابت کرنے میں اپنی دانست میں کوئی کمی اٹھا نہیں رکھی مگر اسکے بعد بھی انھوں نے اس سے متعلق دسیوں باب باندھے ہیں۔ مثلاً قیام لیلۃ القدر من الایمان، الجہاد من الایمان، تطوع قیام رمضان من الایمان، صوم رمضان احتسابا من الایمان، الصلوٰۃ من الایمان، زیادۃ الایمان ونقصہ، الزکوٰۃ من الاسلام، اتباع الجنائز من الایمان، اداء الخمس من الایمان، باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولکل امرئ ما نوی فدخل فیہ الایمان والوضوء والصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والاحکام۔

اور کتاب الحیل کا مقصد تو بالکل کھلا ہوا ہے کہ وہ صرف امام بخاری نے اپنے غضب وجلال ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہے لیکن بزرگوں کے ہر کام میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ ان ابواب کی برکت سے ہمیں احادیث کے وہ گراں قدر تحفے ملے جو دوسری جگہ بھی ہیں مگر امام بخاری والی بات کہاں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وجزیٰ عنی وعن جمیع اھل الاسلام خیر الجزاء۔

ادب اور اہتمام امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ ان میں اچھی سے اچھی عمدہ سے عمدہ ترصحیح سے اصح اعلیٰ سے اعلیٰ تر کو منتخب کرکے اس عظیم تصنیف میں رکھی ہیں۔ اور انتخاب میں انھیں اپنی معلومات کے ایک ایک نقطے کو صرف کرکے اپنی فکر و تدبیر

کی آخری حد کو چھو کر بھی اطمنان نہ ہوتا تو اللہ عزوجل کے حضور استخارہ کرتے پھر صفحۂ قرطاس کے حوالہ کرتے۔

تصنیف وتالیف کے لئے جتنی تنہائی ہو بہتر ہے مگر امام بخاری نے اسے بھری مسجد حرام میں مسجد نبوی میں لکھا۔ ایک بار لکھا مگر مطئمن نہ ہوئے تو تین بار لکھا۔ یہ سب وہی اعلیٰ سے اعلیٰ ترصحیح سے اصح کے انتخاب کے لئے تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں:۔

مجھے چھ لاکھ حدیثیں یاد ہیں ان میں چن چن کر سولہ سال میں اس جامع کو میں نے لکھا ہے۔ اور اسے میں نے اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان حجت بنایا ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث داخل کی ہیں۔ اور جن صحیح حدیثوں کو میں نے اس خیال سے کہ کتاب بہت طویل نہ ہو جائے ترک کر دیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہیں۔

امام بخاری نے یہ کتاب کہاں لکھی اس کے بارے میں انھوں نے خود فرمایا۔ کہ میں نے اسے مسجد حرام میں اس طرح لکھا ہے کہ ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل کرتا پھر دو رکعت نفل پڑھتا پھر استخارہ کرتا۔ جب کسی حدیث کی صحت پر دل جمتا تو اسے کتاب میں درج کرتا۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں سولہ سال کبھی نہ رہے۔ بلکہ متفرق طور پر ان کا مکہ معظمہ میں جو قیام رہا اس کی مجموعی مدت بھی سولہ سال نہیں۔

اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ انھوں نے تصنیف کی ابتدا مسجد حرام میں کی پھر جہاں گئے اسے لکھتے رہے ـــــ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے جو ہمارے مشائخ نے کی ہے کہ اس کا مسودہ مختلف بلاد میں لکھا مسجد حرام میں بیٹھ کر اس کا مبیضہ کیا۔

تراجم ابواب کے لئے صرف ایک روایت ہے کہ اسے امام بخاری نے مزار اقدس و منبر مبارک کے مابین ریاض الجنہ میں بیٹھ کر اصل کتاب میں منتقل کیا ہے۔ غالباً اسی وقت کے بارے میں یہ روایت[1] ہے کہ میں اس کتاب میں کسی حدیث کے لکھنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا ہوں کہ یہ آپ کا ارشاد ہے یا نہیں؟ جب حضور فرماتے ہاں تو لکھتا۔

اور میرے خیال میں سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے مسودہ تیار کیا جن میں ابواب اور ابواب سے مناسب احادیث جمع کیں۔ یہ مختلف بلاد میں تیار کیا پھر مسجد حرام میں حاضر ہو کر اس مسودہ میں جو احادیث تھیں ان کو مبیضہ کیا۔ ابواب کی جگہ خالی رکھی اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر ترجمے کو اصل کتاب میں منتقل کیا۔ اس لئے کہ ترجمے کے بارے میں جو لفظ وارد ہے وہ یہ ہے۔

حَوَّلَ تراجم جامعہ بین قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ اس کتاب کے تراجم ابواب کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک اور

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱،

منبر اقدس کے مابین منتقل کیا اور ہر ترجمے کے لئے دو رکعت نماز پڑھتے۔ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین [1]

تحول کا ترجمہ سوائے منتقل ہونے کے اور کچھ نہیں بنتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترجمے کا کوئی مسودہ پہلے سے تھا۔ اس سے تحویل کر کے لکھتے تھے۔ تحویل کی دوسری تعبیر یہی ہے کہ اس کو منتقل کرتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ تراجم پہلے سے لکھے تھے۔ مگر جس صحیفے میں بڑھاتے تھے اس میں تراجم کی جگہ خالی تھی۔ تو لازم کہ پہلے احادیث بلا تراجم لکھی تھیں۔ اور یہ روایت کہ اس کو تین مرتبہ لکھا اس سے مراد یہی ہے کہ پہلے ایک مسودہ تیار کیا جس میں ترجمۃ الباب اور اس سے متعلق احادیث تھیں۔ پھر مسجد حرام میں اسے صاف کیا اور ترجمہ باب کی جگہ چھوڑ دی۔ اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر مسودہ سے تراجم ابواب اصل کتاب میں اضافے کئے اور اس کے ساتھ پھر اس پر ایک تنقیحی نظر بھی ڈالی۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

کتاب کی تصنیف کے بعد امام بخاری نے اپنی یہ کتاب امام احمد بن حنبل یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی کو دکھائی۔ ان حضرات نے اس کی بہت تحسین کی جس سے امام بخاری کو طمانیت قلب حاصل ہوئی۔ محمد بن حاتم وراق نے کہا میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے اپنی اس صحیح میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں۔ فرمایا:۔ جامع صحیح کی کوئی حدیث مجھ سے چھپی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اس کو تین بار لکھا ہے۔

بارگاہ رسالت میں اس کتاب کی مقبولیت صحیح بخاری کی معراج کمال یہ ہے کہ مصنف کی ذات کی طرح ان کی کتاب بھی محبوب رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہوئی۔ ابو زید مروزی نے بیان کیا کہ ایک بار میں مطاف میں رکن کے مابین سویا ہوا تھا کہ میرا نصیبہ جاگا۔ سرکار ابد قرار مونس ہر بے قرار تشریف لائے۔ اور فرمایا اے ابو زید! کب تک شافعی کی کتاب پڑھو گے؟ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟۔ فرمایا:۔ محمد بن اسماعیل کی جامع۔[2]

صرف کعبہ کہ تو ہمارا ہے ٭ ہر ستم ہر جفا گوارا ہے

طرز امام بخاری کا اسلوب اس کتاب میں یہ ہے کہ وہ پہلے باب باندھتے ہیں۔ کبھی کبھی باب کے مناسب ایک یا چند آیات ذکر کرتے ہیں کبھی باب سے متعلق معلق احادیث اور اقوال سلف صحابہ یا ائمہ تابعین وتبع تابعین ذکر کرتے ہیں پھر اگر باب کی مؤید کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جو ان کی شرائط پر پوری ہو تو اسے مع سند کے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ایک کبھی متعدد کبھی مفصل کبھی مختصر کبھی پوری حدیث، کبھی حدیث کا کوئی جزء

---

[1] مقدمہ فتح الباری وغیرہ صفحہ ٤٩، [2] مقدمہ فتح الباری صفحہ ٤٩،

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی حدیث کے جزء کو باب کا عنوان بناتے ہیں کبھی کسی آیت کو۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ باب دلیل کا محتاج نہیں۔ کبھی کسی حدیث کے جزء کو باب کا عنوان بنانے سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث لائق حجت ہے۔ خواہ وہ ان کے ان شرائط پر ہو جن کا انھوں نے اس کتاب میں التزام کیا ہے۔ خواہ نہ ہو۔ کبھی باب کی تائید میں صرف قرآن مجید کی آیات ذکر کرکے چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی حدیث معلق یا مسند نہیں ذکر کرتے۔ کہیں کہیں صرف ابواب کے عنوان قائم کرکے چھوڑ دیئے ہیں نہ کوئی آیت ذکر کی ہے نہ حدیث۔ کہیں کہیں ائمہ مذاہب پر بہت درشت لہجے میں تعریضیں بھی کی ہیں۔ اکثر ایسا ہے کہ ایک ہی حدیث متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے جتنے مسائل انھوں نے مستنبط کئے سب مذکور ہوجاتے ہیں۔ دوسرے تعدد طرق سے اس حدیث کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ ایک حدیث پر مختلف چند ابواب سے کبھی یہ بھی اشارہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے یا اس میں کوئی تخصیص ہے۔ یہ اپنے اطلاق پر ہے یا اس میں کوئی تقیید ہے۔ تخصیص اور تقیید ہے تو کیا ہے۔ کبھی مبہم معانی کی توضیح مقصود ہوتی ہے۔ کبھی آیات قرآنیہ اور احادیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر بھی کرتے جاتے ہیں۔

شرائط امام بخاری یا امام مسلم نے اپنی ان مخصوص شرائط کا ذکر نہیں کیا جن کا ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں التزام کیا ہے۔ صرف حدیث معنعن کے سلسلے میں مقدمہ مسلم سے یہ معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام بخاری معاصرت کے ساتھ ثبوت لقاء کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور امام مسلم معاصرت کافی سمجھتے ہیں۔ امام مسلم نے لقاء کی شرط کے ضروری نہ ہونے پر بہت لمبی بحث کی ہے۔ جس کی بنیاد یہ ہے کہ گفتگو اس صورت خاص میں ہے کہ راوی ثقہ ہو مدلس نہ ہو۔ اور لقاء کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ تلمیذ کا شیخ سے سماع ثابت ہو۔ صرف لقاء سے سماع لازم نہیں ہوسکتا ہے ملاقات ہوئی ہو مگر سماع نہ ہو۔ تو یہ شرط بلا ضرورت ہے۔ جب ہم نے مان لیا کہ یہ راوی ثقہ ہے مدلس نہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں سے روایت ہے۔ تو یہی اس کا قول دلیل سماع ہے۔ خواہ دونوں کی ملاقات کا ثبوت ہو خواہ نہ ہو۔ پھر ملاقات کے ثبوت کی شرط سے کیا فائدہ امام مسلم کی یہ بات بہت وزنی ہے اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر تلمیذ و شیخ میں لقاء بھی ثابت ہو تو اس سے قوت زیادہ مل جاتی ہے۔ بخاری کے مسلم پر تفوق کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ اور کیا کیا خصوصی شرائط ہیں؟ محدثین نے اس کی کھوج لگانے کی بہت کوشش کی مگر کوئی خاص شرط معلوم نہ ہوسکی۔ سوائے اس کے کہ دیگر محدثین نے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے اس پر مستزاد یہ ہے۔ کہ امام بخاری زیادہ ایسے راویوں سے حدیث لیتے ہیں جو اپنے شیخ کے ساتھ بہت زیادہ رہا ہو اس کو یہ لوگ اپنی زبان میں کثیر الملازمت،، اور اس کے مقابل کو قلیل الملازمت،، بولتے ہیں۔ اور کبھی جب کسی موضوع پر کثیر الملازمت تلامذہ کی روایت نہیں

ملتی تو بدرجۂ مجبوری قلیل الملازمت تلامذہ کی بھی احادیث لے لیتے ہیں مگر ایسا پہلے کے بہ نسبت کم ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا کہ امام بخاری کی یہ بھی شرط ہے کہ حدیث کی روایت میں کہیں دو راوی سے کم نہ ہوں حتی کہ وہ دو صحابی سے مروی ہو۔ مگر یہ شرط بھی اکثری ہو سکتی ہے کلی نہیں۔ اس لئے کہ بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات، میں مسلسل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر یحیی بن سعید تک صرف ایک ہی راوی ہیں۔ حضرت عمر کے بعد علقمہ اور ان کے بعد محمد بن ابراھیم اور ان کے بعد یحیی بن سعید ہیں۔ ہاں امام بخاری کی ایک خاص شرط کا ذکر ملتا ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ میں صرف اس سے حدیث لیتا ہوں جو ایمان قول کو بھی مانے اور عمل کو بھی[۱]۔

تکرار احادیث امام بخاری نے اکثر احادیث کو ایک سے زیادہ جگہ ذکر کیا ہے۔ حتی کہ بعض احادیث کو سولہ سولہ جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت میں لفظاً تکرار ہے مگر معنوی اعتبار سے تکرار نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ تکرار کی دو صورت ہے سند میں تکرار ہو۔ متن میں تکرار ہو۔ سند کے لحاظ سے اگر دیکھیں تو شاید کوئی جگہ ایسی ہو جہاں امام بخاری نے ایک حدیث کو دو جگہ ایک ہی سند کے ساتھ ذکر کیا ہو۔ مجھے اب تک ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ ہمیشہ نئی سند نئے طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) وہ حدیث دو یا دو سے زائد صحابہ سے مروی ہو تو اسے مکرر لاتے ہیں (۲) وہ حدیث دو یا دو سے زائد تابعین سے مروی ہو تو مکرر لاتے ہیں (۳) وہ حدیث ایک سے زائد تبع تابعین سے مروی ہے تو مکرر لاتے ہیں (۴) کبھی امام بخاری ایک حدیث کو ایک سے زائد اساتذہ سے سنی ہے تو مکرر لاتے ہیں (۵) کبھی امام بخاری کے استاذ الاستاذ ایک سے زائد ہیں تو مکرر لاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس۔

اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث قوی سے قوی تر ہو جاتی ہے اگر سلسلۂ رُواۃ میں صرف ایک ہی ایک افراد ہوں تو یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں غریب کہلاتی ہے۔ اور جب وہ مختلف طرق سے مروی ہو گی تو غرابت سے نکل جاتی ہے۔

رہ گیا متن کی لفظی تکرار اس میں بھی متعدد فوائد ہیں۔ پہلا فائدہ مختلف ابواب پر استدلال۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ راوی کبھی ایک حدیث کو مختصر ذکر کرتا ہے۔ دوسرا مفصل۔ تو مفصل ذکر کر دینے سے حدیث کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کبھی ایک راوی کسی لفظ سے بیان کرتا ہے دوسرا راوی دوسرے لفظ سے۔ دونوں کو ذکر کرنے سے ایک معنی مقصود کی تعیین میں آسانی

---

[۱] مقدمہ فتح الباری ص۴۷۹

ہوتی ہے دوسرے روایت بالمعنی کے اپنے شرائط کے ساتھ جواز کا اشارہ ہوجاتا ہے ۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تفسیر ہوجاتی ہے ۔ پانچواں فائدہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی بطریق ارسال ذکر کرتا ہے دوسرا بطریق اتصال ۔ تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ حدیث مرسل نہیں متصل ہے ۔ چھٹا فائدہ کبھی ایک راوی حدیث کو موقوف کرکے چھوڑ دیتا ہے دوسرا اسے مرفوع روایت کرتا ہے تو تکرار سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ حدیث موقوف نہیں مرفوع ہے ۔ ساتواں فائدہ ۔ یہ ہے کہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی عن فلاں کہہ کے معنعن روایت کرتا ہے دوسرا حدثنا ، اخبرنا ، سمعتُ کے صیغے سے جو سماع پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں اس سے حدیث مُعَنعَن میں جو تدلیس کا ذرا سا شائبہ ہوتا تھا وہ بھی ختم ہوجاتا ہے ۔

سردست تکرار کے یہ بارہ فائدے حاضر ہیں ۔ پانچ سند سے متعلق اور سات متن سے متعلق ۔ اگر قاری امعان نظر سے ان مکررات میں غور کرے گا تو اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد نظر آئیں گے ۔

تقطیع اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے مختلف اجزاء کو مختلف جگہ ذکر کیا جائے ۔ خواہ مختلف ابواب میں خواہ ایک ہی باب میں ۔ تقطیع کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے مختلف اجزاء مختلف اسناد سے مروی ہیں ۔ یہ صورۃً تقطیع ہے حقیقتاً تقطیع نہیں ۔ بلکہ حقیقت میں ایک ہی حدیث ہے ایک باب میں تقطیع کی یہی صورت ہوتی ہے ۔ حدیث کی تقطیع جائز ہے یا نہیں ؟ یہ محدثین متقدمین میں مختلف فیہ رہا ۔ امام بخاری امام مالک اکثر اجلّہ محدثین تقطیع کے جواز کے قائل بھی ہیں اور اس پر عامل بھی ۔ اور اب تو تقطیع حدیث کے جواز و عمل پر اجماع ہے ۔

امام بخاری حدیث کی تقطیع وہیں کرتے ہیں جب حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو وہ حدیث کے ان اجزاء کو چند ابواب میں لاتے ہیں تاکہ کتاب بلاضرورت طویل نہ ہو پھر ان کو متعدد جگہ متعدد سند سے ذکر کرکے اس کو تعدد طرق سے قوی بنا دیتے ہیں ۔

کہیں کسی طویل حدیث میں مختلف مضامین یا احکام مذکور ہوئے ہیں ۔ جن میں ربط نہیں ہوتا ۔ امام بخاری ان مختلف جملوں کو ان کے مناسب ابواب علٰحدہ علٰحدہ ذکر کرتے جاتے ہیں ۔ پھر کہیں کوئی باب قائم کرکے مکمل حدیث یکجا بیان کر دیتے ہیں ۔

ابواب امام بخاری کا جو مذہب تھا اس کی کلیات پھر ان کلیات کی جزئیات کو انھوں نے ہزاروں ہزار ابواب کی شکل میں جمع کر دیا ہے ۔ جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے ۔ ترجمۂ باب پر وہ اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت سے بعض جگہ ایسے اَدَقّ پیرائے میں استدلال کرتے ہیں کہ ذہین سے ذہین محقق مدقق بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے ۔

اسی وجہ سے ابنِ خلدون نے کہا کہ بخاری کے تراجم ابواب سے احادیث کی مطابقت امت پر قرض ہے اسی قرض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین محمود عینی نے ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ایک حد تک ادا بھی کر دیا ۔ مگر اب بھی بہت سا قرض امت پر باقی ہے ۔ اور اندازہ یہی ہے کہ وہ قیامت تک باقی ہی رہے گا ۔

(۱) ان دونوں شارحین نے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت پیدا کرنے کے وقت یہ امور سامنے رکھے ہیں مثلاً یہ ضروری نہیں کہ حدیث کی دلالت باب پر مطابقی ہو تضمنی بھی ہو سکتی ہے التزامی بھی۔ جن کو فقہا کی زبان میں یوں کہیے حدیث سے ترجمۂ باب کا ثبوت کبھی عبارۃ النص سے ہوتا ہے کبھی دلالت النص سے کبھی اشارۃ النص کبھی اقتضاء النص سے۔ (۲) کبھی امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں عموم ہے مگر حقیقت میں وہ مخصوص ہے۔ حدیث میں اطلاق ہے مگر وہ حقیقت میں مقید ہے۔

(۳) کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے ترجمۃ الباب سے وہ اس کا افادہ کرتے ہیں۔

(۴) کبھی دو مختلف احکام کی علت مشترکہ ہوتی ہے مگر اس علت میں کوئی ابہام ہوتا ہے۔ کسی حدیث میں اس ابہام کی تشریح ہوتی ہے۔ امام بخاری باب میں ایک حکم ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے تحت وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں اس ابہام کی تشریح ہے۔

مثلاً باب باندھا

فی کم تقصر الصلوٰۃ۔ کتنی مسافت کے سفر پر نماز میں قصر ہے۔

اور اس کے تحت حدیث یہ لائے۔

لاتسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الامع ذی محرم کوئی عورت تین دن کی مسافت پر بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔

دونوں میں کوئی مطابقت نہیں۔ لیکن دونوں کی علت "سفر شرعی" ہے۔ سفر شرعی کی کیا مقدار ہے نہ نامعلوم ہے۔ حدیث میں اس ابہام کی یہ تشریح ہے کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ "سفر شرعی کی مقدار" تین دن ہے۔

(۵) کبھی حدیث میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ ترجمہ سے کسی ایک معنی کو معین کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۶) کبھی بظاہر مختلف المعانی احادیث میں ترجمے سے تطبیق کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی ہزار کد و کاوش کے باوجود کتنے ابواب ایسے ہیں جن میں مذکور احادیث کی ابواب سے مطابقت نہیں ہو سکی۔

تعداد احادیث احادیث نبوی خصوصاً بخاری کے ساتھ امت کو کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس سے کریں کہ کتب احادیث میں مندرج احادیث کی گنتی بھی کر ڈالی۔ حتی کہ کس صحابی سے کتنی احادیث مروی ہیں ان کو بھی شمار کر لیا ہے۔ بخاری میں کتنی احادیث ہیں اس سلسلے میں شمار کرنے والے مختلف ہیں۔ حافظ ابن صلاح نے بتلایا۔ کہ صحیح بخاری میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچھتر

ہیں، اور حذف مکررات کے بعد چار ہزار ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں۔ اور معلقات "ایک ہزار تین سو اکتالیس"۔ اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس۔ اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ، معلقات متابعات ملاکر نو ہزار بیاسی ہیں[1]۔ اگر مکررات کو نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد "دو ہزار چھ سو تیئس" ہے[2]۔

بخاری میں باعتبار سند سب سے اعلیٰ وہ احادیث ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں۔ جن کی سند میں امام بخاری اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بیچ میں صرف تین راوی ہیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد سولہ۔ ان ثلاثیات میں بیس ثلاثیات وہ ہیں جو امام بخاری نے اپنے حنفی شیوخ سے لی ہیں۔ یہاں یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ یہ بائیس ثلاثیات امام بخاری کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عام مرویات ثلاثیات ہیں۔

بخاری کی زندہ کرامت علامہ احمد خطیب قسطلانی نے ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری کے مقدمہ میں[3] اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بعض عارفین کا قول نقل فرمایا ہے کہ استجابتِ دعا حل مشکلات قضاء حاجات کے لئے بخاری کا ختم بارہا کا آزمودہ ہے۔ بخاری شریف جس کشتی میں ہوگی وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی۔ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا! اگر قحط کے وقت پڑھی جائے تو بارش ہوگی۔ یہ سب اس لئے ہے کہ امام بخاری مستجاب الدعوات تھے۔ اور انھوں نے اس کے پڑھنے والے کے لئے دعا کی ہے۔

اختلاف نسخ امام بخاری کے نسخے آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عبدالرزاق بخاری نے کہا! میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے جتنی حدیثیں اپنی تصنیفات میں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا ان میں کوئی حدیث مجھ پر مخفی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اپنی ہر کتاب کو تین مرتبہ لکھا ہے۔ اور ہر مصنف جانتا ہے کہ کتاب پر جتنی بار نظر ڈالی جائے گی تنا ہی اس میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نقل در نقل میں تفاوت ہو جانا لابدی امر ہے۔ حافظ ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد مستملی نے کہا! میں نے بخاری کو اس کی اصل سے جو محمد بن یوسف فربری کے پاس تھی نقل کیا ہے۔ میں نے اصل میں جگہ بیاض دیکھی۔ مثلاً ترجمہ باب ہے مگر اس کے تحت کچھ نہیں۔ کہیں حدیث ہے مگر ترجمہ نہیں میں نے سب کو ملا کر لکھ دیا۔

شروح بخاری کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جتنی شرحیں اس کی ہوئیں کسی کی نہیں ہوئیں کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے ۱۰۱۲ھ تک پچاس شرحوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسکے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ عربی کے علاوہ

---

[1] تلخیص از مقدمہ فتح الباری ص۶۵ تا ۱۷۰، [2] توجیہ النظر ص۹۴، [3] مقدمہ ارشاد الساری ص۲۵،

فارسی اردو کی شرحوں کو ملا لیا جائے تو ان کی تعداد سو تک پہونچ جائے گی۔ ان پچاس شرحوں میں اللہ عزوجل نے دو شرحوں کو سب سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی۔ ایک فتح الباری۔ دوسرے عمدۃ القاری جو عینی کے نام سے مشہور ہے۔

فتح الباری یہ سند الحفاظ علامہ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے۔ یہ شعبان ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں اواخر ذوالحجہ ۸۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ وہیں دیلمی کے بغل میں دفن ہیں۔ انھوں نے اگرچہ مختلف دیار کے علماء سے تحصیل علم فرمایا۔ مگر ان کے خاص اساتذہ حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی وغیرہ ہیں۔ ان کی مختلف علوم وفنون پر ڈیڑھ سو سے زائد تصنیفات ہیں۔ یہ بیس سال تک مصر کے قاضی القضاۃ رہے۔ انھوں نے بخاری کی شرح ۸۱۷ھ میں لکھنی شروع کی اور ۸۴۲ھ میں اس کو مکمل کیا جیساکہ خود انتقاض الاعتراض میں لکھا ہے۔ یہ شرح سترہ جلدوں میں ہے مگر اب اس کی جلدوں کی گنتی کم کر دی گئی ہے۔ سند الحفاظ نے اس شرح میں اپنے علم کے وہ جوہر دکھائے ہیں جن سے دنیا روشن ہے اور روشن رہے گی۔ انھوں نے بخاری کی شرح کا حق ادا کر دیا۔ مشکل الفاظ کی تفسیر مغلق مقامات کی تسہیل، متعارض احادیث کی تطبیق۔ تراجم ابواب میں جو دقیق معانی ہیں ان کی تبیین۔ رجال بخاری کی جرح و تعدیل۔ بخاری پر وارد ہونے والے اعتراضات کی تردید۔ ترجمہ باب وحدیث میں تطبیق، مسائل کا استنباط، احادیث مختصرہ کی تکمیل، اسمائے مبہمہ کی تفسیر، لغات کا حل، اسمائے رجال کی تنقید، عقائد واحکام کی تفصیل اور سب پر محققانہ بحث وتمحیص، وہ کون سی اہم بات ہے جو حدیث کی شرح کے لئے ضروری ہے اور وہ اس شرح میں نہیں۔ اس لئے عام طور پر ان کی شرح کو تمام شروح پر برتری دی جاتی ہے ان سب خوبیوں کے باوجود گزشتہ تمام شرحوں کا عطر تحقیق بھی ہے۔ اس شرح میں کیا کیا ہے وہ شرح دیکھنے ہی کے بعد معلوم ہوگا۔ جس کی طرف ہماری اس شرح میں جگہ جگہ اشارے ملیں گے۔

عمدۃ القاری یہ علامہ ابن حجر کے معاصر علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ عینی کی شرح ہے۔ ان کے والد قاضی شہاب الدین احمد بن قاضی شرف الدین موسیٰ بن احمد حلب کے باشندے تھے۔ وہاں سے ترک وطن کر کے (عین تاب) آگئے تھے۔ یہ حلب سے تین منزل کی دوری پر ہے۔ یہاں کی قضاء ان کے سپرد ہوئی۔ یہیں علامہ عینی سترہ رمضان ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو عینی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی کے تلمیذ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر وقت کے سربرآوردہ علماء سے بھی تلمذ کا ان کو شرف حاصل ہوا۔ مصر کے شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کے بھی تلمیذ ہیں۔ ۷۸۸ھ میں بیت المقدس گئے وہاں ان کی ملاقات اس وقت کے بہت ممتاز عالم علاء الدین علی بن احمد بن محمد سیرامی سے ہوئی۔ پھر انھیں کے ہو کر رہ گئے۔ انھیں کے ساتھ مصر مدرسہ برقوقیہ میں آئے۔ مدت العمر مصر ہی میں رہے۔ وہیں سہ شنبہ کی رات میں چار ذوالحجہ ۸۵۵ھ میں علامہ ابن حجر کے تین سال بعد وصال ہوا۔ جب ان کے استاذ شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کا وصال

ہوگیا تو ۸۲۹ھ کی ربیع الآخر میں یہ مصر کے قاضی القضاۃ بغیر کسی طلب اور خواہش کے مقرر ہوئے۔ علاوہ اس منصب جلیل کے دوسرے مناصب عالیہ پر مدت دراز تک فائز رہے۔ ۸۵۳ھ میں تمام مناصب سے الگ ہوکر جامعہ ازہر کے قریب محلہ کتامہ میں اپنا ذاتی مدرسہ قائم کرلیا۔ جس پر اپنی تمام کتابیں وقف کر دی تھیں۔ علامہ ابن حجر کی طرح یہ بھی جملہ علوم و فنون میں یگانہ و یکتا تھے۔ ان دونوں میں معاصرانہ نوک جھونک بھی رہتی تھی۔ جامعہ مؤیدی کا ایک منارہ خستہ ہوکر اتر کی جانب جھک گیا تھا۔ اس کی جدید تعمیر کے لئے اسے گرا دیا گیا۔ اس وقت علامہ عینی جامعہ مؤیدیہ میں شیخ الحدیث تھے۔ اس کے برج شمالی پر درس دیا کرتے تھے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ دو شعر چست کر دیا۔

لجامع مولانا المؤید رونق　　　منارتہ تزھو بالحسن و بالزین

تقول وقد مالت علیھم تمیلوا　　　فلیس علی حسنی اضر من العین

جامعہ مؤیدی بڑی بارونق ہے۔ اس کا منارہ حسن و جمال میں یکتا ہے۔ گرتے وقت کہہ رہا تھا مجھے گرنے دو میرے حسن کے لئے نظر بد سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں۔ نظر کو عربی میں ''عین'' کہتے ہیں۔ اس سے علامہ عینی پر چوٹ تھی۔

علامہ عینی نے جب یہ اشعار سنے تو علامہ ابن حجر کو یہ جواب بھیجا۔

منارۃ کعروس الحسن قد جلیت　　　وھدمھا بقضاء اللہ والقدر

قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط　　　ما آفۃ الھدم الا خستۃ الحجر

منارہ دولہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس کا گرنا قضا و قدر کی وجہ سے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اسے نظر لگ گئی ہے میں نے کہا یہ غلط ہے۔ یہ حجر (پتھر) کی خست یعنی شکستگی کی وجہ سے گرا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے ایک ہی زمانے میں دو چار سال آگے پیچھے بخاری کی شرحیں لکھی ہیں۔ علامہ عینی نے ۸۲۱ھ میں شروع کیا اور ۸۴۷ھ میں انتیس سال میں مکمل فرمایا۔ اور علامہ ابن حجر نے ۸۱۷ھ میں شروع فرمایا اور ۸۴۲ھ میں پچیس سال میں مکمل کیا۔

علامہ ابن حجر کا طریقہ یہ تھا کہ ہفتے میں ایک دن سنیچر کو اپنے تمام تلامذہ کو اکٹھا کرتے ہفتے بھر کا لکھا ہوا برہان بن اخضر کو دیتے۔ وہ سب کو سناتے مسودہ سے مقابلہ ہوتا لکھے ہوئے پر بحث ہوتی پھر لوگ اس کی نقلیں کر لیتے۔ اس طرح ان کی یہ شرح تکمیل سے پہلے ہی پھیل گئی۔ انھیں برہان بن اخضر سے علامہ عینی علامہ ابن حجر کی شرح عاریتہ لے کر دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور اپنی شرح میں جابجا علامہ ابن حجر پر تعقب بھی کیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں وسعت علم و جودت ذہن میں ایک دوسرے کے مثل تھے۔ اس لئے دونوں کے مضامین میں کہیں کہیں توارد ہے۔ اسی کو یار لوگوں نے یہ رنگ دیدیا کہ علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کی شرح سے مضامین نقل

کرکے اپنی شرح میں اضافہ کیاہے۔ اس سے یہ لوگ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ بخاری کی شرح لکھتے۔ علامہ ابن حجر کی شرح سے نقل اتاری ہے۔ جہاں جہاں توارد ہے وہاں تو یہ بات کہنے کی ایک گنجائش ہے۔ مگر علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو تعقبات کئے ہیں وہ کہاں سے لائے۔ پھر جو مضامین انھوں نے اضافہ فرمائے وہ کہاں سے ان کو ملے؟۔

اس سلسلے میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ کسی نے علامہ ابن حجر سے کہاکہ علامہ عینی کی شرح آپ کی شرح پر فوقیت رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں معانی وبیان، بدیع وغیرہ زائد ہیں۔ اس کے جواب میں علامہ ابن حجر نے فرمایاکہ یہ علامہ عینی نے شیخ رکن الدین کی شرح سے نقل کیاہے۔ یہ شرح مجھے ملی تھی مگر ناتمام تھی اس لئے میں نے اس کے پورے حصے کو کہیں نہیں لیا تھوڑا تھوڑا کہیں سے لے لیاہے[1]۔

اس سے بھی یہ لوگ یہی باور کرانا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی نے صرف نقل ہی کیا ہے۔ لیکن یہاں دو سوال ہے۔ ایک یہ کہ کیا علامہ حجر کی تمام باتیں طبع زاد ہیں۔ کیا انھوں نے پچھلی شرحوں سے مضامین نہیں نقل کئے ہیں۔ اگر نقل کئے ہیں اور ضرور نقل کئے ہیں تو پھر علامہ ابن حجر کے بارے میں بھی یہی رائے کیوں نہیں قائم کی جاتی۔ ورنہ بات صاف ہے کہ اسلاف کی تصنیفات سے دونوں نے مضامین نقل کئے ہیں۔ اگر علامہ ابن حجر کو نقل کا حق ہے تو علامہ عینی کو بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا دو شخص پر ایک ہی موضوع پر ایک ہی معنی کا توارد نہیں ہوتا؟۔ اگر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔ تو پھر جو خاص معانی علامہ ابن حجر کے ذہن میں آئے وہ علامہ عینی کے ذہن میں کیوں نہیں آسکتے؟۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔ ارباب علم و دانش جانتے ہیں کہ اکثر کسی خاص موضوع پر بحث کے وقت ایک ہی نکتہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں آجایا کرتاہے۔ پھر وہی عرض کرتاہوں کہ اگر عینی میں صرف وہی مضامین ہوتے جو فتح الباری میں ہیں اور اس پر اضافہ نہ ہوتا وہ بھی ہزاروں ہزار۔ تو اس کی گنجائش تھی کہ ان لوگوں کی بات مان لی جاتی۔ مگر جب عینی میں فتح الباری کے مضامین کے علاوہ اور بہت سے کثیر ان مضامین کا اضافہ ہے جو فتح الباری میں نہیں تو اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

کسی نے فتح الباری سے متاثر ہوکر یہ کہا! لا ھجرۃ بعد الفتح۔ اگر یہ بزرگ مجھے ملتے تو عرض کرتا۔ حضرت بعد الفتح ہے مع الفتح نہیں۔ جو شخص انصاف و دیانت سے دونوں شرحوں کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ فتح الباری میں ہے وہ سب عینی میں ہے اور مزید عینی میں وہ فوائد ونکات وابحاث ہیں جن سے فتح الباری خالی ہے۔

طرز تصنیف علامہ عینی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے باب کی توضیح کرتے ہیں، پچھلے باب سے مناسبت بیان کرتے ہیں۔ پھر باب

---

[1] الضوء اللامع ج ۱ ص ۱۳۴،

باندھنے کا جو مقصد ہوتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں باب کی تائید نہیں جو آیت یا تعلیق ہوتی ہے اس کی توضیح کرتے ہیں تعلیق کی سند بیان کرتے ہیں۔ پھر حدیث کا پورا متن مع سند بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد راویوں کے احوال کو ضروری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اگر راویوں کے نسب میں خفا ہوتا ہے تو اس کو واضح کرتے ہیں۔ پھر سند کے اندر جو رموز و نکات ہوتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے اس کو اور یہ کہ صحاح ستہ میں سے کس کس میں ہے اسے بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد مشکل لغات کو حل کرتے ہیں۔ پھر خاص خاص جملوں کی نحوی ترکیب لکھتے ہیں۔ اس کے بعد معانی و بیان و بدیع کے نکات بیان کرتے ہیں۔ اسکے بعد حدیث پر مفصل بحث کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہونے والے مضامین کو واضح کر کے اس سلسلے میں جتنے اقوال ہوتے ہیں سب کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان کر کے جو مذہب ان کے نزدیک حق ہوتا ہے اسے عقلی نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث سے مستخرج مسائل کی فہرست پیش کرتے ہیں پھر حدیث کے مضمون پر وارد ہونے والے سوالوں کو ذکر کر کے ان کے تسلی بخش جوابات دیتے ہیں حدیث میں مذکور اسماء و اماکن کی توضیح کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ حدیث کی باب سے مطابقت اور متعارض احادیث میں تطبیق کو بھی واضح کرتے ہیں۔ پہلی بار جب کوئی حدیث آتی ہے تو وہیں اس پر سیر حاصل بحث کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ دوبارہ یا سہ بارہ آتی ہے تو باب کے مناسب ضروری بات پر اختصار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر کی عادت یہ ہے کہ جو حدیث جس باب کے تحت مذکور ہوتی ہے۔ اس کے مناسب گفتگو کر کے آئندہ کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوگیا ہے کہ پھر آئندہ ان کو یاد نہ رہا اور بات رہ گئی۔

عمدۃ القاری کی یہی وہ خوبیاں ہیں کہ جب عمدۃ القاری مکمل ہو کر منظر عام پر آئی تو علامہ ابن حجر ششدر اور ان کے تلامذہ حیران ہو کر رہ گئے۔ علامہ ابن حجر کے تلامذہ ان کی طرف سے معذرت کرنے لگے اور علامہ عینی پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ اسی کا شاخسانہ برہان بن اخضر والا قصہ بھی ہے۔

علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جوابات دینے کی انھوں نے کوشش کی پانچ سال تک زندہ رہے۔ مگر وہ علامہ عینی کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکے۔ کچھ اعتراضات کے جوابات لکھے وہ بھی ناتمام رہے۔ اور جو لکھا وہ جواب ہوا کہ نہیں؟ اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بخاری کی یہ دونوں شرحیں حقیقی معنوں میں بہت کامل بہت جامع بہت مفید ہیں۔ ان دونوں کی نظیر نہ پہلے کی کوئی شرح ہے نہ بعد کی۔ مگر بوجوہ کثیرہ علامہ عینی کی شرح فتح الباری سے بڑھی ہوئی ہے۔

علامہ ابن خلدون نے کہا تھا۔ کہ بخاری کی شرح امت پر قرض ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کہا کہ اس قرض کو ان دونوں شرحوں نے چکا دیا۔

یہ دوسری بات ہے کہ جتنی شہرت فتح الباری کی ہے وہ عینی کو نہیں حاصل ہوئی اس کا سبب خاص یہ ہے کہ فتح الباری، عمدۃ القاری کی بہ نسبت مختصر ہے۔ اس کی نقل وقرأت دونوں بہ نسبت عمدۃ القاری کے آسان ہے۔ اس لئے جو تداول فتح الباری کا ہوا وہ عینی کا نہ ہو سکا۔

ارشاد الساری یہ شرح علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی مصری کی ہے۔ یہ شرح حامل المتن ہے۔ اور کچھ مختصر بھی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ مشکل الفاظ جتنی بار آئے ہیں ہر بار اس کی شرح کرتے ہیں۔ اس کی اصل ماخذ عمدۃ القاری اور فتح الباری ہے مگر دیگر شروح کے بھی اہم مضامین کافی ہیں۔ مدرسین وطلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ ان کا، محرم الحرام شب جمعہ ۹۲۳ھ میں وصال ہوا اور بعد نماز جمعہ جامعہ ازہر میں نماز جنازہ ہوئی۔ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں دفن ہوئے چوہتر سال کی عمر پائی۔ ۱۲ر ذوقعدہ ۸۵۱ھ میں ولادت ہوئی تھی۔

تیسیر القاری مشہور امام محدث حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت شیخ نور الحق کی فارسی میں بخاری کی شرح ہے۔ شاہجہاں نے آگرے کا قاضی اور مفتی بنایا تھا۔ ان کی ۹۸۳ھ میں ولادت اور ۱۰۷۳ھ میں وصال ہوا یہ شرح انھوں نے اپنے والد ماجد کی خواہش پر ان کے وصال کے بعد اشعۃ اللمعات کے طرز پر لکھی ہے۔ اس کی چھ جلدیں ہیں۔ اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام محمد بن فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق دہلوی کی بھی ناتمام شرح چھپی ہے۔ یہ بزرگ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے پانچویں پیڑھی میں پوتے تھے۔ محمد شاہ رنگیلے کے آخر عہد میں دہلی کے امور مذہبی کے صدر الصدور تھے۔ یہ شرح کچھ بسیط ہے۔ اس میں بہت ہی محققانہ فاضلانہ ابحاث ہیں۔ نصف اول کی تکمیل کی تاریخ آخر جمادی الاخرہ ۱۱۶۶ھ ہے۔

بخاری شریف کی سیکڑوں شرحوں میں ہم نے صرف چار کا تذکرہ اس لئے کیا کہ ہم نے صرف انھیں چاروں سے استفادہ کیا ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ہماری کتاب کے کسی مضمون کا بالفرض حوالہ تلاش کرنا ہو تو تلاش کرنے والوں کو کچھ آسانی ہو ویسے ہم نے اہم مباحث کا حوالہ دیدیا ہے۔

ان کے علاوہ اردو میں بھی بخاری کے تراجم وشروح بکثرت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے صرف تین سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔ اردو شروح میں بشیر القاری، فیوض الباری سے، اور ترجموں میں حضرت مولانا اختر شاہجہاں پوری کے ترجمہ سے۔

بشیر القاری یہ استاذی صدر العلما علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ کی مایہ ناز شرح ہے عربی فارسی اردو کسی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کر دیا ہے الفاظ احادیث کی صرفی لغوی تحقیق جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی وبیان وبدیع کی تکنیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے

ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ترک الاولون للآخرین۔ ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا خصوصا علم حدیث میں دعوی کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے۔ جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے کوئی بھی عناد اور تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ شرح صرف باب بدأ الوحی تک ہو سکی اس کے بعد حضرت دوسری تصانیف میں مشغول ہو گئے۔ حضرت دوسری تصانیف میں مشغول نہ ہوتے اور شرح بخاری ہی کو مکمل فرما دیتے۔ تو امت پر احسان عظیم ہوتا۔ میں نے ایک بار عرض کیا تھا۔ تو فرمایا میرا ارادہ اسکی تکمیل کا ہے۔ چند ضروری کاموں سے فرصت کے بعد اسے مکمل کروں گا۔ مگر عمر نے وفانہ کی اور حضرت کا وصال ہو گیا۔

حضرت کی ولادت علی گڑھ ریاست دادوں میں گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ ۱۹۰۰ء کو ہوئی درجہ چہارم تک ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مراد آباد جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا آمد نامہ سے کافیہ تک یہاں تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۴۲ھ میں اجمیر مقدس دار العلوم معینیہ درگاہ شریف میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے زیر عاطفت نو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی ان پر خصوصی نگاہ کرم تھی درس نظامی کی منتہی کتابیں صدر الشریعہ نے پڑھائی بریلی شریف میں علاوہ دورۂ حدیث کے شرح چغمینی محقق دوانی کی شرح تجرید کے حواشی قدیمہ اور جدیدہ اشارات کی دونوں شرحیں امام رازی اور طوسی کی پڑھائیں۔ جب متولی نثار احمد کی شرارتوں سے تنگ آکر ۱۳۵۱ھ میں حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف مدرسہ منظر اسلام میں تشریف لائے تو یہ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ بریلی شریف آگئے۔ اور یہیں سے ۱۳۵۲ھ میں فراغت ہوئی فراغت کے بعد جائس، پانی پت، کانپور احسن المدارس قدیم میں قیام فرمایا۔ پھر میرٹھ مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لائے اوائل ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء سے لے کر اخیر عمر مبارک تک پینتالیس سال یہیں قیام فرمایا۔ جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں بعارضۂ فالج میرٹھ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں سپرد خاک فرمائے گئے۔ عمر مبارک بیاسی سال پائی۔

فیوض الباری محقق عصر حضرت مولانا محمد محمود صاحب کی لاجواب شرح ہے عربی فارسی شرحوں کی تلخیص بہت عمدگی کے ساتھ کی ہے۔ احادیث کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ روح جھوم اٹھتی ہے۔ معنی لغوی کی رعایت کے ساتھ ساتھ سلاست و روانی، ترکیب کی خوبصورتی سب کچھ ترجمہ میں موجود ہے۔ ابتداء میں نہایت فاضلانہ مقدمہ ہے جو اصل میں منکرین حدیث چکڑالیوں کا رد ہے۔ جس میں احادیث کے حجت ہونے پر ایسے دلائل قاہرہ قائم فرمائے ہیں جس کے بعد کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ احادیث کی جمع و تدوین کی مختصر مگر جامع تاریخ بھی ہے۔ طرز علامہ عینی کا ہے۔ مگر احادیث سے متعلق ابحاث کی توضیح و تشریح اس خوبی سے کرتے ہیں کہ سب کو سمجھ میں آجائے۔ اپنی تحقیقات سے بھی کتاب کو مالا مال کیا ہے۔ موصوف پاکستان کے مشہور مرجع انام، فاضلِ

یگانہ حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب شیخ الحدیث انجمن حزب الاحناف لاہور کے وارث علم و فضل ہیں۔ انھوں نے اس کی تصنیف کب شروع کی یہ تو معلوم نہ ہو سکا البتہ پہلے پارے کے اختتام پر انھوں نے تاریخ یہ لکھی ہے۔ ۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۷۸ھ ۳۰ ر نومبر ۱۹۵۸ء۔

ترجمہ بخاری بخاری کے اردو تراجم میں ہم نے صرف فاضل جلیل مولانا عبد الحکیم خاں صاحب اختر شاہجہاں پوری کے ترجمے سے استفادہ کیا ہے اس سے ہم احادیث کے ترجمے میں کافی مدد لی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ شاہجہاں پوری نے اتنی عمدگی سے ترجمہ کیا ہے کہ عقل خود دنگ رہ گیا۔ جدید اسلوب کے ساتھ ساتھ بہت شگفتگی و معنویت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ مولانا نے یہ ترجمہ ۲۴ر شوال ۱۴۰۰ھ ۵ر ستمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعہ بعد نماز عصر لکھنا شروع کیا ہے۔ اور ۲۶ر ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز یکشنبہ نو بجے مکمل کرلیا۔ ترجمے کے ساتھ باب اور احادیث کا پورا متن بھی مع اعراب چھپا یا ہے۔ اس سے اس ترجمے کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

ترجمے کے پہلے حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ کا ایک بہت مفید مقدمہ ہے۔ جس میں ابتداءً امام بخاری کے احوال بہت جامعیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ پھر ان کی اس کتاب کے خد و خال کو بہت ہی محققانہ طریقے پر بیان کیا گیا ہے اخیر میں منکرین احادیث کے رد کے لئے حدیث کا قابل حجت ہونا بڑے ہی مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ پھر اسی ضمن میں تدوین حدیث کی مختصر تاریخ پیش کی ہے۔ اخیر میں اصطلاحات حدیث کو درج کیا ہے۔ یہ مقدمہ بہت جامع اور اہم ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں ان کے مقدمے سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ۔ وتقبل منا ومنہم۔

مسامحات بخاری

میں اس عنوان پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا مگر اس پر باعث ایک واقعہ ہے۔ میں ایک مرتبہ ڈومریاگنج ضلع بستی سے اٹوا تھانے جا رہا تھا بس میں کچھ لوگ آپس میں بہت مزے لے لے کر یہ کہہ رہے تھے کہ بریلیوں سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں۔ خود کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب "بخاری" ہے مگر بخاری میں لکھا ہے کہ رفع یدین کرو، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو، آمین بلند آواز سے کہو مگر نہیں مانتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری میں جو کچھ لکھا ہے تم لوگ سب پر عمل کرتے ہو؟ انھوں نے کہا بالکل ہم لوگ عمل کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے بخاری پڑھی ہے۔ تو گھبرا گئے۔ ان میں سے ایک نے جھلا کر پڑھی نہیں مگر علماء سے سنا ہے کہ بخاری میں یہ لکھا ہے۔ میں نے پوچھا اور کیا کیا بخاری میں لکھا ہے یہ بھی ان علماء نے آپ لوگوں کو بتایا۔ اب اور گھبرائے مگر تھے دیہاتی صاف گو اقرار کر لیا کہ اور کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سوچا ان گنواروں کو اگر امع الکتب کا مطلب سمجھاؤں تو سمجھ نہیں پائیں گے۔ ان کی سمجھ کے مطابق ایک لطیفہ ذہن میں آگیا میں نے کہا کہ امام بخاری نے بخاری میں دو

مسئلے لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر پانی میں نجاست گرجائے اور نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں ظاہر نہ ہو تو پانی پاک ہے اگرچہ وہ پانی تھوڑا ہی ہو۔ ان میں سے ایک شخص بولا بالکل صحیح ہے۔ میں نے کہا دوسرا بھی سنئے وہ یہ ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منھ ڈال دے تو برتن ایسا ناپاک ہو گیا کہ اسے سات بار دھوؤ۔ اور کم از کم ایک بار مٹی سے بھی مانجو۔ اسی شخص نے کہا یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ اب میں نے کہا آپ نے دونوں مسئلوں کو صحیح و حق مان لیا تو سنئے اب ایک میرا سوال ہے۔ کہ کسی برتن میں پانی ہے اس میں کتے نے منھ ڈال دیا منھ ڈالتے ہی دھتکار دیا گیا تو بتائیے پانی پاک ہے کہ ناپاک ؟۔

وہ غریب بول اٹھا کہ پاک ہے (اس لئے کہ اس قسم کے پانی استعمال کرنے کی عادت رہی ہوگی) میں نے پوچھا اور برتن تو مبہوت ہو کر رہ گیا۔ ہو سکتا ہے کوئی صاحب کہدیں وہ جاہل اُجڈ تھے ان کی بات کا کیا۔ مگر غرض یہ ہے کہ ان کو یہ بتانے والے علماء تو مجتہد مطلق تھے ورنہ وہ کیا جانیں کہ بخاری میں آمین، رفع یدین کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ اب میں نے للکار کے پوچھا کہ بولو تو بیچارے کو سانپ سونگھ گیا وہ سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے اور بالکل خاموش ہو گئے۔

وہ بھی اِٹوا ہی جا رہے تھے جب اٹوا بس رُکی میں بھی اتر پڑا وہ سب بھی اتر پڑے مجھے لینے کے لئے جو آدمی آئے تھے ان سے انھوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں ؟۔ جب میرا نام سنا تو اب مجھے مزہ آگیا بالکل وہی منظر تھا۔ وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم ایسا لگتا ہے کہ کافر تمھیں نظر لگا کر گرا دیں گے۔

اصح کتب کہنے سے جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اس کے ازالے کی ایک سبیل یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اصح الکتب کا مطلب سمجھا دیا جائے۔ اس لئے اس سلسلے میں چند باتیں معروض ہیں۔ اصح کتب بعد کتاب اللہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کی طرح اس کا حرف حرف نقطہ نقطہ صحیح اور حق ہے۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اس وقت تک بلکہ اب یوں کہئے کہ آج تک حدیث میں جتنی کتابیں لکھی گئیں بلا استثنا سب میں صحیح کے ساتھ ضعیف احادیث بھی درج ہیں۔ اس سے بخاری بھی مستثنیٰ نہیں دوسری کتابوں کے بہ نسبت اس میں ضعیف حدیثیں کم ہیں۔ دوسروں میں تناسب کے لحاظ سے زائد ہیں۔ اب اصح الکتب کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث کی دوسری تمام کتابوں کی بہ نسبت اس میں زیادہ صحیح حدیثیں ہیں۔ ضعیف حدیثیں کم ہیں۔ نیز اسکی احادیث صحت کی قوت میں بہ نسبت دوسری کتابوں کے زائد ہیں۔

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بخاری کے علاوہ یا صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی بقیہ کتابوں کی احادیث، احادیث نہیں باطل و موضوع ہیں۔ جس طرح بخاری اور صحاح ستہ کی احادیث صحیحہ واجب القبول ہیں اسی طرح بقیہ کتابوں کی احادیثِ صحیحہ واجب القبول ہیں۔ اصح کتب کا یہ مطلب نہیں کہ امام بخاری نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح و حق ہے۔ جس کی تفصیل اس

کتاب میں جگہ جگہ مذکور ہوگی۔ امام بخاری سے اس کتاب میں جگہ جگہ لغزش ہوئی ہے۔ اس لئے اصح کتب کا یہ مطلب لیناکہ بخاری میں جو کچھ ہے خواہ وہ حدیث نہ ہو امام بخاری کا قول ان کی تحقیق ہو سب حق ہے۔ اصح کتب کے معنی کی تحریف ہے جس نے بھی بخاری کو اصح کتب کہا وہ صرف احادیث کے اعتبار سے کہا۔ امام بخاری کے فرمودات کو اس میں کسی نے داخل نہیں کیا۔ مگر کیا کیجئے باطل پرستوں کو جب کوئی دلیل نہیں ملتی تو اسی قسم کی فریب کاری کرتے ہیں۔ اس عنوان پر ہم جو نظیریں پیش کریں گے وہ اپنی دریافت کردہ نہیں بلکہ اکابر محدثین وناقدین کی رائے ہوگی۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وجلالت قدر میرے دل میں ہے اس کے پیش نظر مندرجہ ذیل سطور لکھتے وقت بار بار یہ خیال آتا ہے کہ نادان دوست کی طرح خود غرض دوست بھی کتنا خطرناک ہوتا ہے ؟۔

انسان بہر حال انسان ہے اس سے غلطی لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ امام بخاری نے سولہ سال شب روز کی تحقیق وتنقیح کے بعد اپنی وسعت بھر اس کی پوری کوشش کی کہ ان کی کتاب میں کوئی غیر صحیح ضعیف حدیث نہ آنے پائے اور کوئی لغزش نہ ہو۔ مدام اس کی تنقیح وتہذیب کرتے رہے۔ مگر ابی اللہ العصمۃ الا لذاتہ ولرسولہ۔ فسبحان من لا ینسی۔ پوری کوشش کے باوجود امام بخاری سے اس کتاب میں بھی لغزش ہو ہی گئی۔ حتی کہ علامہ ابن حجر جیسے محقق مدقق کو بھی جنھوں نے امام بخاری پر کی گئیں تنقیدات کی جواب دہی میں اپنی ذہانت، ذکاوت کا پورا سرمایہ صرف کر ڈالا یہ کہنا ہی پڑا:۔

لکل جواد کبوۃ۔ ہر تیز رو گھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے۔

اسی لئے علامہ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام عبد اللہ بن مبارک کا یہ قول نقل کیا:۔

من ذا سلم من الوھم۔ کون ہے جو وہم سے سلامت رہا۔

نیز امام بخاری کے استاذ یحیی بن معین کا یہ قول بھی ذکر کیا:۔

لست اعجب ممن یحدث فیخطی انی اعجب ممن یحدث فیصیب[1]۔ میں اس پر تعجب نہیں کرتا کہ کوئی حدیث بیان کرے اور خطا کر جائے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ کبھی غلطی نہ کرے۔

اس قانون فطرت کے مطابق امام بخاری سے بھی لغزشیں ہوئی ہیں۔ جن چند یہ ہیں۔

ضعاف سے روایت بخاری میں ایسے راویوں کی تعداد بہت ہے جو بدعقیدہ گمراہ تھے جیسے جہمی، قدری، رافضی، ناصبی، خارجی، معتزلی، اس پر مستزاد یہ کہ مطعون راوی بھی کم نہیں۔ منکر واہی اور وہمی سبھی ہیں۔ جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ ابن حجر

---

[1] لسان المیزان ج ۱ ص ۱۱،

کا مقدمہ فتح الباری ہدی الساری کا مطالعہ کرے۔ اور اگر مزید دیکھنا چاہیں تو اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین" کا مطالعہ کریں[1] جس میں غیر مقلدین اور حقیقت میں امام بخاری کے مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی جرح کے مطابق بخاری کے مجروح راویوں کی وافر مقدار میں نشاندہی فرمائی ہے۔

براہواندھی طرفداری کا ان راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے۔ ان راویوں پر طعن دوسرے محدثین نے کئے ہیں۔ امام بخاری کی تحقیق میں یہ سب ثقہ ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ کسی مسلم الثبوت محدث کا کسی راوی سے روایت کرنا ہی اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر یہی قاعدہ احناف کے مقابلے میں یہ قاعدہ بنانے والے ہی بھول جاتے ہیں۔

لیکن بخاری کے مطعون راوی صرف اسی قسم کے نہیں کہ ان پر امام بخاری کے علاوہ صرف دوسروں ہی نے جرح کی ہو۔ ایسے بھی معتد بہ مقدار میں مطعون راوی ہیں جو خود امام بخاری کے طعن کے نشانہ ہیں۔ بخاری میں ایسے بھی مجروح راوی ہیں جن پر خود امام بخاری کی تنقید موجود ہے۔ مثلاً باب الاستنجا بالماء کے تحت امام بخاری نے ایک حدیث اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔

حدثنا ابوالولید هشام بن عبد الملك قال حدثنا شعبة عن ابی معاذ واسمه عطاء بن ابی میمونة قال سمعت انس بن مالك يقول كان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا خرج لحاجته۔ الحدیث[2] اس کی سند میں عطاء بن ابی میمونہ ہے۔ اس کے بارے میں کتاب الضعفا الصغیر میں خود امام بخاری نے لکھا۔

عطاء بن ابی میمونة ابو معاذ مولی انس وقال یزید بن هارون مولی عمران ابن حصین كان يرى القدر[3]	یہ شخص حضرت انس کا غلام تھا یزید بن ہارون نے کہا عمران بن حصین کا غلام تھا۔ یہ قدریہ تھا۔

دوسری جلد باب بعث ابی موسی و معاذ الی الیمن میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ ہے۔

حدثنی عباس بن الولید، قال حدثنا عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا قیس بن مسلم قال سمعت طارق بن شهاب يقول حدثنی ابو موسی الاشعری قال بعثنی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی ارض قومی۔ الحدیث[4]۔ اس حدیث کی سند میں ایوب بن عائذ ہے۔ اسے امام بخاری نے اسی کتاب الضعفاء میں لکھا۔

ایوب بن عائذ الطائی كان يرى الارجاء[5]	یہ مرجیہ تھا۔

علامہ ذہبی اس پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وكان من المرجئة قال له البخاری وادرده فی الضعفاء	یہ مرجیہ تھا مرجئہ ہونے کی وجہ سے اسے بخاری نے ضعفاء

---

[1] یہ رسالہ فتاوی رضویہ جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے [2] بخاری ج ا ص ۲۷، [3] کتاب الضعفا ص ۲۷، [4] بخاری ج ۲ ص ۶۲۲، [5] کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۵۳ ١٢

لارجائه والعجب من البخاری یغمز ه وقد احتج به۔ میں درج کیا ہے تعجب ہے اس پر طعن بھی کرتے ہیں اور اس کی روایت بھی لیتے ہیں۔

یوں ہی ایک راوی اسماعیل بن ابان کوفی ہے اسی کتاب الضعفار[1] میں اس کو لکھا کہ یہ متروک ہے مگر اس سے ایک نہیں متعدد احادیث لی ہیں۔ علامہ ابن حجر ہدی الساری میں لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن ابان الوراق الکوفی احد شیوخ البخاری ولہ یکثر عنه[2] یہ امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہے مگر اس سے بہت زیادہ روایت نہیں کی ہے۔

ناظرین اپنی طمانیت خاطر کے لئے ایک بار امام بخاری کی کتاب الضعفار کا مطالعہ کریں اور ان مندرجہ ذیل راویوں پر امام بخاری کی جرح دیکھ لیں۔ پھر انھیں تلاش کریں صحیح بخاری میں ان کی کتنی روایتیں ہیں۔

زبیر بن محمد تیمی، سعید بن عروبہ، عبداللہ بن لبید، عبدالملک بن امین، عبدالوارث بن سعید، عطا بن یزید، کہمس بن منہال، حد یہ ہے کہ مروان بن حکم جیسے مشہور زمانہ عیار شاطر سے بھی روایت لی ہے۔ جس نے اسلام میں ایسے ایسے رخنے ڈالے کہ آج تک بند نہ ہوئے۔ جس کی شرارت و دسیسہ کاری کی وجہ سے حضرت عثمان شہید ہوئے۔ جس نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ احد العشرۃ المبشرہ کو تیر مار کر زخمی کیا جس کے صدمے سے وہ شہید ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

سند میں تسامح ضعیف راویوں سے روایت کے علاوہ بہت سی جگہ امام بخاری سے راویوں کے نام، ان کی ولدیت میں لغزش ہو ہی گئی ہے۔ مثلاً ص۹۱ پر باب اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ کے تحت جو حدیث ہے اس کی سند اس طرح بیان کی ہے حدثنا عبدالعزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن جعفر بن عاصم عن عبداللہ بن مالک بن بُحَیْنَة قال مر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔ الحدیث۔

اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے۔ ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں ہیں۔ دوسرے یہ کہ تحویل سند کے بعد ہے۔ سمعت رجلا من الازد یقال له مالک بن بحینة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رأی رجلا۔ الحدیث۔ اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں، حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں ہیں دوسرے یہ کہ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ اس کے راوی مالک کے بیٹے عبداللہ ہیں مالک کو تو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ حدیث مسلم، نسائی، اور ابن ماجہ میں ہے مگر یہ خطا نہیں۔ علامہ ابن حجر نے لکھا۔

[1] کتاب الضعفار الصغیر ص۲۵۲، [2] مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص۱۵۱،

الوھم فیہ موضعین احدھما ان بحینۃ والدۃ عبداللہ لا مالك وثانیھما ان الصحبۃ والروایۃ لعبداللہ لا لمالك [1]

اس میں دو جگہ وہم ہے ایک یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ ہیں مالک کی نہیں۔ دوسرے یہ کہ صحابی اور راوی عبداللہ ہیں نہ کہ مالک۔

❊ ❊ ❊

باب غزوۂ خیبر میں یہ حدیث ہے ان اباھریرۃ قال شھدنا الخیبر اس کی ایک سند امام بخاری نے یہ ذکر کی:۔ قال الزھری واخبرنی عبداللہ بن عبداللہ وسعید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحدیث [2] اس پر امام ابوعلی جبائی نے یہ اعتراض کیا کہ صحیح عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے۔ مگر امام بخاری نے بجائے عبدالرحمٰن کے عبداللہ ذکر کیا ہے۔ اور یہ کاتب کی غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ انھوں نے اپنی تاریخ میں بھی، بجائے عبدالرحمٰن کے عبداللہ ہی لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

لان عبداللہ بن عبداللہ لا یعرف والصواب ان شاء اللہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ وھو ابن کعب قال وکنت اظن ان الوھم فیہ ممن دون البخاری الی ان رأیتہ فی التاریخ قد ساقہ کما ساقہ فی الصحیح سواء [3]

جبائی نے کہا کہ عبداللہ بن عبداللہ کو پہچانا نہیں جاتا ان شاء اللہ صحیح عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے یہی ابن کعب ہیں۔ پہلے گمان کرتا تھا کہ یہ وہم کسی اور سے ہوا ہے مگر جب ان کی تاریخ میں بھی ایسا ہی دیکھا تو یہ گمان ختم ہو گیا۔

❊ ❊ ❊

متن میں تسامح | کتاب الزکوٰۃ میں ایک حدیث یہ ہے۔

عن عائشۃ ان بعض ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اینا اسرع بك لحوقا، قال اطولکن یدا فاخذوا قصبۃ یذرعونھا فکانت سودۃ اطولھن یدا فعلمنا بعد انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقا بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکانت تحب الصدقۃ [4]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے کون حضور سے واصل ہوگی۔ فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے تو وہ ایک لکڑی لے کر اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ ان میں سودہ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا تھا۔ حالانکہ ہاتھ کی لمبائی سے صدقہ مراد تھا۔ سودہ ہی کا سب سے پہلے وصال ہوا۔ وہ صدقہ کو محبوب رکھتی تھیں۔

اس حدیث میں " وکانت اسرعنا لحوقا بہ" میں کانت کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ سودہ ہیں۔ اس سے ثابت کہ

[1] فتح الباری ج ۱ ص ۲۹، [2] بخاری ج ۲ ص ۶۰۷، [3] مقدمہ فتح الباری ص ۳۶۸، [4] بخاری ج ۱ ص ۱۹۱،

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت سودہ کا وصال ہوا۔ حالانکہ تمام ارباب سیر واصحاب تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب کا وصال ہوا۔ خود حدیث کا سیاق بھی بتا رہا ہے کہ۔ کانت اسرعنا لحوقا بہ ۔ سے حضرت سودہ ہرگز مراد نہیں۔ نیز اگرچہ سبھی ازواج مطہرات بہت مخیر تھیں مگر حضرت زینب ان میں سب سے زیادہ مخیر تھیں حضرت زینب بنت جحش کا وصال ۲۰ھ میں ہوا۔ اور حضرت سودہ کا ۵۴ھ میں۔

اس حدیث میں یہ جملہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ وکانت زینب اسرعنا لحوقا بہ ۔ چنانچہ مسلم شریف میں یوں ہے وکانت زینب اطول یدا لانھا کانت تعمل وتتصدق۔

باب احداد المرأۃ علی غیر زوجھا میں یہ حدیث ہے۔

عن زینب بنت ابی سلمۃ قالت لما جاء نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبۃ بصفرۃ فی الیوم الثالث فمسحت عارضیھا وذراعیھا [۱]	زینب بنت سلمہ کہتی ہیں کہ جب شام سے ابوسفیان کے وفات کی خبر آئی تو ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ نے تیسرے دن زرد رنگ کی خوشبو منگا کر اپنے چہرے اور دونوں کلائیوں پر ملا۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کے وصال کی خبر شام سے آئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا انتقال شام میں ہوا تھا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ تمام مورخین اس پر متفق ہیں کہ ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

اس روایت میں اس پر اعتراض ہے کہ شام سے موت کی خبر آئی۔ حالانکہ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوسفیان کی وفات مدینہ طیبہ میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ہوئی۔

استنباط مسائل کا حال ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ امام بخاری مجتہد مطلق تھے۔ اور صحیح بخاری کی تصنیف سے امام بخاری کا اہم مقصد احادیث سے مسائل کا استنباط ہے۔ اسی مقصد کے لئے انھوں نے ہر حدیث پر باب باندھا ہے۔ لیکن اس میں بھی ان سے لغزش ہوئی ہے۔ اور اس لغزش کی تعداد بہت زیادہ ہے جو شرح میں مفصل ومدلل بیان ہوگی۔ یہاں دو نظیریں پیش کرتے ہیں۔

اذا شرب الکلب فی الاناء کے باب میں جہاں اور حدیث ذکر کی ہیں وہیں یہ حدیث بھی ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رجلا رأی کلبا	نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے

---

[۱] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۵،

یأکل الثریٰ من العطش فاخذ الرجل خفہ فجعل یغرف لہ بہ حتی اروا ہ فشکر اللہ لہ فادخلہ الجنۃ [1] — دیکھا کہ ایک پیاسا کتا کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں پانی بھر کر اسے چلو سے پلانے لگا۔ اللہ نے قبول فرمالیا۔ اور اس شخص کو جنت میں داخل فرمادیا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:۔

استدل بہ المصنف علی طھارۃ سور الکلب [2] — امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

اسی باب میں ایک اور حدیث یہ ہے:۔

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یکونوا یرشون شیئا من ذالک — زمانہ اقدس میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے۔ اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔

اس حدیث کے بھی ذکر سے امام بخاری کا مقصود یہی ہے کہ کتے کا لعاب پاک ہے اور یہ مقصد بالکل ظاہر ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ابتدائی دور کی بات ہے جب مسجد میں دروازے نہیں تھے۔ جب دروازے لگ گئے تو کتوں کا مسجد اقدس میں آنا جانا بند ہوگیا۔ جہاں تک کتوں کے آنے جانے کی بات ہے تو کوئی بھی کتوں کو نجس العین نہیں کہتا۔ اس لئے کتا اگر پاؤں رکھ دے اور پاؤں میں اور کوئی نجاست لگی نہ ہو تو وہ جگہ ناپاک نہیں ہوتی۔ رہ گیا لعاب تو ہر شخص جانتا ہے کہ لعاب، شراب، رقیق نجاست گر جائے تو سوکھنے سے زمین پاک ہوجاتی ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ کتے کا لعاب پاک ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔ تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف اس کے تحت یہ حدیث تعلیقاً لائے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ [3] — نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق سے باب کا ثبوت اسی وقت ہو سکتا ہے کہ ذکر کو اپنے عموم کلی پر مانا جائے جس کا ایک فرد ادائے مناسک بھی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی۔ اسی طرح علی کل احیانہ کو بھی اپنے عموم کلی پر رکھا جائے۔ جس کا فرد جنب بھی ہے اور جنب کے حکم میں جو لوگ ہیں وہ بھی ہیں۔ مثلاً حائضہ، نفساء۔ اگر ان دونوں عموم میں کوئی بھی تخصیص کی گئی تو باب ثابت نہ ہو پائیگا۔

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۹، [2] فتح الباری ج ۱ ص ۲۴۳، [3] بخاری شریف ج ۱ ص ۴۴،

اس لئے لازم آیا کہ جنب مرد ہو یا عورت اور حائضہ اور نفاس والی عورت کو اس حالت میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے اسی لئے علامہ ابن حجر نے اس کے تحت لکھا۔

ان مرادہ الاستدلال علی جواز قراءۃ الحائض [۱] امام بخاری کا مقصد حائضہ اور جنب کے لئے قرأت یعنی قرآن مجید کی تلاوت کے جواز پر اس تعلیق سے استدلال کرنا ہے

رضاعت کا مسئلہ احوال بخاری میں گزر چکا کہ بخارا کی رائے عامہ امام بخاری کے خلاف اس وجہ سے ہوئی کہ انھوں نے اپنے مستخرج اس قسم کے مسائل عوام میں پھیلانے شروع کئے حالانکہ امام ابو حفص کبیر نے امام بخاری کو اس سے منع فرمایا تھا۔ کہ وہ مسائل نہ بتائیں احادیث کا درس دیں۔ مگر امام بخاری نہیں مانے اور انھوں نے اپنے اجتہاد سے امت کے خلاف جو مسائل استنباط فرمائے تھے ان کو بھی پھیلانا شروع کیا۔ جس سے عوام میں شورش پیدا ہوگئی۔ انھیں میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے ایام رضاعت میں کسی بکری کا دودھ پی لیا تو دونوں میں رشتۂ رضاعت پیدا ہو جائے گا۔

آج کل امام بخاری کے نادان دوست اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ امام بخاری کی طرف غلط منسوب ہے۔ اس مسئلہ رضاعت سے تو انکار کر دیا۔ مگر خود صحیح بخاری میں یہ جو دو مسئلے مذکور ہیں۔ ان کی نسبت کیا کہیں گے؟

امام بخاری کے ایک نادان دوست لکھتے ہیں :۔

حالانکہ اس فتوی کے ناقل بجز اہل الرائے کے اور کوئی نہیں۔ اور ان کو جو تعصب دوسروں سے ہے وہ ظاہر ہے محدثین کی ایذا رسانی میں ان کو خاص قسم کا مزہ آتا۔ اس لئے اس واقعہ کے صدق پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ سیرت بخاری ص۶۶

بکری کے دودھ والا فتوی آپ کے نزدیک اس لئے صحیح نہیں کہ اسے صرف اہل الرائے نے لکھا مگر مذکورہ بالا دونوں مسائل جو صحیح بخاری میں آج بھی ہیں ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیا امام بخاری کے یہ دونوں استنباط صحیح ہیں؟۔

تعصب اور ہٹ دھرمی کی یہ انتہائی حد ہے کہ چونکہ امام بخاری کا یہ فتوی احناف نے نقل کیا ہے اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ یہ احناف کے ساتھ انتہائی بغض و عناد نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر احناف کو یہی کرنا تھا تو صرف ایک ہی ایسا فتوی کیوں مشہور کیا وہ چاہتے تو سیکڑوں مشہور کر دیتے۔ اگر احناف کو امام بخاری سے کوئی تعصب ہوتا تو وہ امام بخاری کو امیر المومنین فی الحدیث ہرگز نہیں تسلیم کرتے۔ ان کی جامع کو اصح کتب بعد کتاب اللہ ہرگز نہ مانتے۔ خصوصاً جب کہ امام بخاری نے اسی کتاب میں احناف کی طرف غلط مسائل تک منسوب کرنے سے نہیں باز آئے۔ احناف اسے کہہ سکتے تھے کہ یہ افتراء و بہتان ہے۔ جو شخص افتراء و بہتان باندھے وہ ثقہ نہیں ہو سکتا۔ مگر احناف نے انصاف اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ احناف اس کے باوجود یہی کہتے ہیں کہ امام بخاری کو غلط اطلاع ملی اس لئے انھوں نے ایسا کیا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جہاں گنجائش وہاں احناف نے، تعصب سے کام نہیں

[۱] فتح الباری ص۴۲۳

لیا۔ اور تعصب سے فرضی فتویٰ ان کی طرف منسوب کر دیا۔ امام بخاری کتنے ہی جلیل اجل عظیم اعظم ہوں مگر خطا و لغزش انسان کی فطری سرشت ہے۔ وہ بھی انسان ہی تھے۔ ان سے بھی لغزش ہوئی۔ چند لغزشوں سے ان کی عظمت و جلالت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔

غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت

یہ چند تسامحات اور اسی قسم کے اور بہت سے تسامحات تو واقعی بر بنا تحقیق امام بخاری سے ہوئے۔ اور اگر غیر مقلدین کے طور پر دیکھا جائے۔ تو پھر آدھی بخاری صاف ہوجاتی ہے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے جمع بین الصلوتین کے عدم جواز پر احناف کی مستدل احادیث پر جو تنقیدیں کی ہیں اس کو سامنے رکھ کر اگر بخاری کو پرکھا جائے تو پھر بخاری کا خدا حافظ —— ہم یہاں اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین[1] کا تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں پہلے شیخ الکل صاحب کی ایک لن ترانی گوش گزار کرلیں۔ معیار حق میں فرمایا:۔

مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابو داؤد جس کے راوی میں ضعف تھا۔ ایک روایت معجم طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے ان پر طعن کردیا۔ اور جو روایتیں صحیحہ مسند اولہ تھیں نقل کر کے ان کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے؟ اور کیا مردانگی کہ بخاری و مسلم چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا۔ اور ان سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے ان کا جواب دیا۔

چونکہ میاں صاحب مردانگی دیکھنا چاہتے تھے اس لئے اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی مردانگی کا تھوڑا نمونہ دکھایا ہے۔ سنئے۔

قسط اول ابو داؤد میں یہ حدیث ہے:۔

حدثنا محمد بن عبید المحاربی حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع و عبد اللہ بن واقد ان موذن ابن عمر قال الصلوۃ قال سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ

نافع اور عبد اللہ بن واقد فرماتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موذن نے نماز کا تقاضا کیا۔ فرمایا۔ چلو۔ چلتے رہے۔ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر نے اس رات دن میں تین

---

[1] یہ رسالہ مبارکہ فتاوی رضویہ جلد دوم میں شائع ہوچکا ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع دن کی مسافت قطع کی۔
مثل الذی صنعت فسار فی ذلک الیوم و اللیلۃ
مسیرۃ ثلث۔

شیخ الکل صاحب نے اس حدیث پر یہ اعتراض فرمایا۔ کہ اس میں محمد بن فضیل ہے یہ ضعیف ہے۔ یہ منسوب برفض ہے اس پر اعلحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولاً یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔

ثانیاً امام ابن معین جیسے شخص نے، ابن فضیل کو ثقہ، امام احمد نے حسن الحدیث کہا امام نسائی نے لاباس بہ کہا امام احمد نے اس سے روایت کی۔ اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے۔ میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر ان کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً یہ بکف چراغ قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ذکر کی۔ ملاجی کو بایں سالخوری و دعوی محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع اور رفض میں کتنا فرق ہے۔ میزان میں امام حاکم کے بارے میں یہ قول نقل کر کے کہ کسی نے ان کو رافضی کہا تھا لکھا:۔

ما الرجل برافضی بل شیعی فقط یہ رافضی نہیں صرف شیعی ہے۔

ہاں زبان متاخرین میں، شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا۔ یا عوام کو دھوکہ دینے کے لئے متشیع کو رافضی بنایا۔ حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان پر افضل جانتا، شیعی کہا جاتا۔ بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے۔ حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہلسنت کا تھا۔ اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے۔ حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی۔ کہ ان تشیع صرف موالات تھا۔ لکھتے ہیں:۔

محمد بن فضیل بن غزوان المحدث الحافظ کان من علماء ھذا الشان وثقہ یحیی بن معین وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متوالیا فقط

محمد بن فضیل بن غزوان محدث حافظ اور اس صنف کے علماء میں سے تھے۔ یحیی بن معین نے ان کو ثقہ کہا۔ احمد نے کہا حسن الحدیث شیعی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صرف اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے۔

رابعاً ذرا، رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی۔ کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ ان کے رُواۃ میں تیس سے زائد ایسے لوگ ہیں جنھیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک تدریب میں حاکم سے نقل کیا۔

کتاب مسلم ملآن من الشیعۃ۔ مسلم کی کتاب شیعہ سے بھری پڑی ہے۔

دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع میں شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی، صحیحین کے راوی ہیں [1]

اس پہلی قسط میں شیخ الکل صاحب نے بخاری و مسلم کے تیس رواۃ پر ہاتھ صاف کر دیا جن میں سترہ بخاری کے ہیں۔

قسط ثانی احناف کی مؤید ایک اور حدیث ہے۔ جسے نسائی، اور امام طحاوی نے روایت کیا۔ اسکی سند یہ ہے:

حدثنا ربیع المؤذن قال حدثنا بشر بن بکر قال حدثنی بن جابر قال حدثنی نافع قال خرجت۔ الحدیث۔

نافع نے کہا عبد اللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی نے آکر کہا! آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید، اخت حجاج اپنے حال میں مشغول ہیں۔ شاید ہی آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سنکر بہت تیز چلنے لگے۔ اور ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا۔ سورج ڈوب گیا۔ اور انھوں نے نماز نہیں پڑھی۔ میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہ پائی تھی کہ نماز کی پابندی فرماتے۔ جب انھوں نے دیر کی تو میں نے ان سے کہا نماز، خدا آپ پر رحم فرمائے۔ میری طرف پھر کے دیکھا اور آگے روانہ ہو گئے۔ جب شفق کا اخیر حصہ رہا۔ اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی گئی جب شفق ڈوب چکی تو اس وقت عشاء پڑھی۔ پھر ہماری طرف منھ کر کے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔

اس حدیث پر طعن کرتے ہوئے شیخ الکل صاحب نے بشر بن بکر کے بارے میں لکھا۔

"کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب"

اس پر اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تنقید سنئے۔

اولاً ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر، رجال بخاری سے ہیں۔ صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق۔

ثانیاً اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا اسے ہضم کر گئے۔

ثالثاً محدث جی تقریب میں "ثقۃ یغرب" ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے!۔

سابعاً اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف۔ محدث جی غریب اور منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۶-۲۹۷،

خامسًا باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب، باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے۔ یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے۔ دور مت جائیے یہ بشر خود رجال بخاری سے ہیں۔

سادسًا ذرا میزان تو دیکھئے لکھا ہے۔ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لاطعن فیہ کیوں شرمائیے تو نہ ہوگے۔

ایسی ہی اندھیریاں ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی احادیث ضعیف ہیں۔ حاشیے میں گیارہ صحیحین کے ایسے رواۃ کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں چھ بخاری کے ہیں اگر پورا تتبع کیا جائے تو اور نکلے گا[1]

قسط ثالث نسائی میں حضرت جابر سے مروی ایک حدیث ہے اس کی سند یہ ہے:۔ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال خرجت۔ پھر آگے وہی مضمون ہے جو سابقہ احادیث میں گزر چکا۔ اس پر شیخ الکل صاحب نے یہ جڑ دیا

کہ اس میں ولید بن قاسم ہے روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اب اعلحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولًا مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا، اسناد نسائی میں یہاں ولید غیر منسوب تھا ملاجی کو چالاکی کا موقع ملا۔ کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام اس کا "ولید" اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تلاش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم و ائمہ ثقات و حفاظ اعلام سے ہیں۔

ثانیًا بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں۔ امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی۔ ان سے روایت کی۔ محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث سیکھو۔ ابن عدی نے کہا جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثًا ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوتے کہ ان میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق یخطی، بلکہ اس سے زائد کہا ہے۔ کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دوگے؟

رابعًا بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی۔ انھیں کہا صدوق یخطی۔ پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا۔ خلطہ ابن مندہ بالذی قبلہ فوھم وھذا ضعیف۔ دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں۔ ملاجی اپنی جہالت سے مردود واہیات گا رہے ہیں۔

حاشیے میں اٹھارہ ایسے بخاری و مسلم کے رواۃ کا پتہ دیا جن کے بارے میں صدوق یخطی کہا گیا اور دس ایسے جنکو صدوق

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۸، ۲۹۹

کے ساتھ کثیر الخطاء یا اس کے ہم معنی کہا گیا۔ اس قسط میں شیخ الکل کی مہربانی سے، بخاری و مسلم کے اٹھائیس رواۃ ختم ہو گئے۔ جن میں تیئیس بخاری کے رواۃ ہیں۔ آگے بڑھئے لہ

قسط رابع نسائی اور طحاوی کی حدیث صحیح کو عطاف سے معلول کیا اور کہا:۔ وہ وہمی ہے۔ کہا تقریب میں "صدوق یھم"

اس کے بعد اب اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ارشادات سنئے:۔

اولاً عطاف کو امام احمد اور یحیی بن معین نے ثقہ کہا وکفی بھما قدوۃ۔ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔

ثانیاً کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے

ثالثاً صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی۔ تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی ان میں کس قدر ہیں۔

حاشیئے میں ایسے رُواۃ کے نام گنائے ہیں۔ اس قسط میں صحیحین کے بیس راوی اور گئے جن میں بخاری کے نو ہیں۔

قسط خامس حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی شگوفہ چھوڑا۔

"ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے۔ اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب"

اب اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولاً تقریب میں صدوق کہا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیاً وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ اوھام کہا ہے۔

رابعاً مغیرہ، رجال سنن اربعہ سے ہے۔ امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے باں تشدید شدید فرمایا، لیس بہ باس۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ زاد یحیی لہ حدیث واحد منکر۔ اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے۔ لاجرم وکیع نے ثقہ، ابو داؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لا باس بہ، کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو۔ جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی، ابو احمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم کہا۔ لانہ لیس بقوی لیس بمتین دستان ما بین العبارتین حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا۔ اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

حاشیئے میں صدوق لہ اوھام صحیحین کے جن رواۃ کے بارے میں کہا گیا ان کی تعداد اٹھارہ گنائی۔ ان میں گیارہ رجال

لہ فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۹-۳۰۰

بخاری ہیں۔ اور آخر میں فرمایا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں [۱]

تعصب و عناد اس کا نام ہے کہ احناف کی ضد میں صحیح احادیث پر بلا تکلف ایسی تنقیدیں کرتے گئے کہ بخاری و مسلم کی صدہا حدیثیں صاف ہوگئیں۔ اب اس کا فیصلہ انھیں بزرگوں کو کرنا ہے کہ وہ اپنے شیخ الکل کے ہاتھ کی صفائی تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

ذرہم فی خوضہم یلعبون

باب وحدیث میں عدم مطابقت یہ کئی جگہ بتا آیا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد صرف صحیح احادیث کا جمع کرنا نہیں بلکہ وہ جن عقائد و اعمال کو حق مانتے تھے ان کا اثبات اور جسے غلط مانتے تھے ان کا رد بھی مقصود ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہدوں کہ یہی مقصود بالذات ہے اور احادیث کی تدوین ثانوی درجے میں ہے تو کوئی بیجا بات نہ ہوگی۔ اس پر دو بہت ٹھوس دلیل ہے۔ ایک یہ کہ جب امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور صحیح بخاری میں بمشکل ڈھائی ہزار سے کچھ زائد احادیث ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ آخر وجہ ترجیح کیا ہے؟ کیوں ان ڈھائی ہزار کو درج فرمایا اور ساڑھے ستانوے ہزار احادیث کو چھوڑ دیا؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ بقیہ ساڑھے ستانوے ہزار احادیث ان کے مستخرجہ مسائل کے مطابق نہ تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے التزام تو اس کا کیا ہے کہ اس کتاب میں کوئی غیر صحیح حدیث نہیں لائیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیقات میں بلا دھڑک ضعاف ذکر کرتے ہیں۔ وہی باب کی تائید۔ جب تائید میں صحیح حدیث نہیں ملی تو ضعیف کو ذکر فرمادیا۔ اگرچہ تعلیقاً ہی سہی۔

کہیں کہیں تو ابواب میں یہ بھی صنعت ہے کہ حدیث کا جو ٹکڑا لائے ہیں اس سے باب کی کوئی مطابقت نہیں۔ مگر اسی حدیث کو اور کوئی محدث لایا ہے جو مفصل ہے۔ اس سے بخاری کے باب کی مطابقت ہوتی ہے۔ مثلاً امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے:۔

طول الصلوۃ فی قیام اللیل۔ رات کی نماز میں قیام کو دراز کرنا۔

اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا قام للتھجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک [۲] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنا منھ مسواک سے صاف کرتے۔

اس سے باب کو کیا مطابقت۔ مگر کہا جاتا ہے کہ حضرت حذیفہ ہی سے مسلم شریف میں ایک حدیث مفصل ہے۔ اس میں

---

[۱] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶، [۲] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۲،

یہ ہے کہ حضور نے تہجد کی ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورۂ نساء سورۂ آل عمران پڑھی۔ لیکن یہ حصہ چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ حصہ امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ تو ان کے نزدیک یہ حصہ ضعیف ہوا۔ کیا امام بخاری احکام میں احادیث ضعاف کو حجت مانتے ہیں؟۔ اگر یہ توجیہ صحیح ہے تو ماننا پڑے گا کہ امام بخاری کا مقصود اصلی اپنے عقائد و مسائل کی تدوین پھر اس کی تقویت، ہے۔ اور اس پر ان کا اتنی شدت سے عمل ہے کہ اگر حدیث صحیح سے کام نہ چلے تو ضعیف سے کام لے لیتے اگر بقول بعضے اشارۃً ہی۔

علاوہ ازیں جب کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب کا نام رکھا الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسننہ وایامہ۔ تو پھر کوئی بتائے کہ پھر تابعین وتبع تابعین تک کے اقوال اپنے ابواب کی تائید میں کیوں لاتے ہیں؟۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں باب اور حدیث میں وہ بھی علاقہ نہیں ہوتا جو نرگس کے باغ میں جانے اور پروانے کے خون میں ہے دو نظیریں حاضر ہیں۔

امام بخاری نے باب باندھا۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ اور حدیث لائے یہ:۔

والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیھا مع الامام اعظم اجراً من الذی یصلی ثم ینام[1]	اس شخص کو زیادہ اجر ملے گا جو جماعت کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جماعت سے پڑھتا ہے بہ نسبت اس کے جو نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔

اس حدیث میں عشاء کا ذکر ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔ فجر کی نماز سے اس حدیث کا کیا علاقہ۔

ایک باب باندھا۔ الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان :۔ اس پانی کا بیان جس سے انسان کا بال دھویا جائے۔

اور دو حدیث لائے دونوں کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک یہ:۔

عن ابن سیرین قال قلت لِعَبِیْدَۃَ عندنا من شعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس فقال لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الیَّ من الدنیا ومافیھا[2]	ابن سیرین نے کہا میں نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں یہ ہمیں انس یا انکے اہل سے ملا ہے۔ حضور کا ایک بال مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے:۔

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما	حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۹۰، [2] ایضاً ج ۱ ص ۲۹،

حلق راسہ کان ابوطلحۃ اول من اخذ من شعرہ۔ جب بال اتروائے تو سب سے پہلے ابوطلحہ نے اسے لیا۔

ان دونوں حدیثوں کو باب سے کیا تعلق ہے معمولی پڑھا لکھا انسان اسے سمجھ سکتا ہے۔

تدلیس امام بخاری نے بآں جلالت شان و عظمت مکان کے کہیں کہیں بالقصد یا بلا قصد تدلیس سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً چونکہ امام ذہلی سے یہ ناراض ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی ان سے روایت لی ہے تقریباً بیس جگہ ہوگی۔ مگر کہیں ان کا مشہور نام محمد بن یحیی نہیں لیا۔ کہ لوگ جان جائیں کہ یہ فلاں ہیں۔ بدل بدل کر نام لیا ہے۔ کہیں صرف محمد کہا کہیں دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن عبد اللہ، کہیں پردادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد کہا۔ اس میں دو خرابی پیدا ہوئی۔ ایک تو اصل راوی کو سننے والے سمجھ نہیں پائے۔ دوسرے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ محمد۔ محمد بن عبد اللہ۔ محمد بن خالد الگ الگ تین راوی ہیں۔ یہ بھی تدلیس ہے۔ کہ راوی اپنے شیخ کا وہ نام وہ کنیت وہ لقب۔ وہ نسبت نہ ذکر کرے جس سے وہ مشہور ہے۔ طبقات المدلسین و بخاری۔

علاوہ ازیں، ابوعبد اللہ بن مندہ نے امام بخاری کو مُدَلِّس کہا۔ کیونکہ جب ان کا کسی سے سماع نہیں ہوتا تو قال فلاں کہتے ہیں اور سماع ہوتا ہے تو اگرچہ وہ موقوف مقطوع کچھ بھی خواہ ان کی شرط پر نہ ہو قال لنا فلاں کہتے ہیں۔

اگرچہ اتنی بات ہے کہ امام بخاری کی عظمت کے پیش نظر ہم یہی کہیں گے کہ انھوں نے تدلیس کسی مصلحت کے پیش نظر کی ہے۔ جیسا کہ امام ذہلی کے بارے میں جو مصلحت تھی اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جامع صحیح بخاری کا ایک مجمل تعارف ہو گیا ان سب باتوں کو ذہن میں رکھئے گا تو آپ پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ صحیح بخاری کی جو بھی پذیرائی ہے وہ صرف ان احادیث کی وجہ سے ہے جو اس میں درج ہیں اور انھیں احادیث کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بخاری اصح کتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی کل کی کل احادیث صحیح ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیگر کتب احادیث کی بہ نسبت بخاری میں ضعاف بہت کم ہیں۔ رہ گئے ابواب اور ابواب کی تائید میں خود امام بخاری کے ارشادات تو انکو نہ کسی نے اصح کہا ہے اور نہ انکی پذیرائی ہے۔ ان ابواب پر پوری امت نے پوری گفتگو کی ہے۔ یہ ابواب نہ ارشادات رسول ہیں اور نہ شریعت کے اٹل قانون۔ وہ امام بخاری کے مستخرجہ ہیں۔ امت کے ہر ذی علم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام بخاری کے استنباطات و استخراجات پر کلام کرے۔ اور کرتے آئے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جن مسائل میں منفرد ہیں۔ انکو تلقی بالقبول حاصل نہ ہو سکی۔

امام بخاری کی دیگر تصانیف

قضایا الصحابہ والتابعین یہ امام بخاری کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ۲۱۲ھ میں لکھی ہے۔ یہ اب تک طبع نہ ہو سکی۔

التاریخ الکبیر مسجد نبوی میں بیٹھ کر چاندنی راتوں میں لکھی ہے۔ اس وقت عمر مبارک سولہ سترہ سال کی تھی۔ حروف تہجی کی ترتیب پر ہے۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد سے چھپ گئی ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری نے حسب عادت حضرت امام اعظم پر بہت بڑی مہربانی کی ہے۔ فرمایا۔

۔ امام صاحب مرجی تھے اس لئے لوگوں نے ان سے ان کی رائے، ان کی حدیث سے سکوت فرمایا۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے وہ آگے آرہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کثیر غنایتیں ہیں۔ اسی کتاب کے بارے اسحٰق بن راہویہ نے عبداللہ بن طاہر حاکم رَیْ سے کہا تھا! الا اریك سحراً۔ کیا میں تمھیں جادو نہ دکھاؤں؟ اب کتاب چھپ گئی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے اس میں کیا جادو ہے۔

التاریخ الاوسط یہ کتاب اب تک نہیں چھپ سکی ہے۔ اس کا کوئی قلمی نسخہ شاید جرمن میں ہے۔

التاریخ الصغیر اس کی ترتیب سنہ وار ہے۔ یہ بہت ہی مختصر ہے۔ امام بخاری کی یہ تینوں کتابیں بہت زیادہ قابل نقد ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ اتنے بڑے آدمی کی تصنیف ہیں۔

الجامع الکبیر اس کا قلمی نسخہ جرمن میں تھا۔

خلق افعال العباد موضوع نام سے ظاہر ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں اس کے برخلاف اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ امام بخاری نے اہلسنت کی تائید میں یہ رسالہ لکھا۔

المسند الکبیر اس کے بارے میں بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جرمن میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

اسامی الصحابہ اس کا ذکر ابوقاسم بن مندہ اور ابوالقاسم بغوی نے کیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی تصنیف ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ جرمن میں اس کا بھی قلمی نسخہ موجود ہے۔

کتاب العلل علل حدیث کے موضوع پر غالباً سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور بہت عمدہ ہے۔

کتاب الفوائد اس کا پتہ صرف اس سے چلتا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت طلحہ کے مناقب میں تذکرہ کیا ہے۔ تفصیل کچھ معلوم نہیں۔

کتاب الوحدان یہ کتاب امام بخاری کی ہے یا امام مسلم کی دونوں قول ہیں۔ اس میں ان صحابۂ کرام کا تذکرہ ہے جن سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔

الادب المفرد جامع صحیح کے بعد سب سے زیادہ مفید و مقبول تصنیف ہے اس میں شمائل نبوی کا بیان ہے۔ یہ کتاب مصر اور ہندوستان میں کئی بار چھپ چکی ہے۔

کتاب الضعفاء حروف تہجی کی ترتیب پر ضعیف راویوں کا ذکر ہے۔ لیکن احناف سے امام بخاری کے تعصب کی جھلک اس میں بھی ہے۔ امام ابو یوسف کو متروک لکھا۔ حالانکہ امام نسائی نے جن کا تشدد بلکہ تعصب بھی مشہور ہے کتاب الضعفاء والمتروکین میں امام ابو یوسف کو ثقہ کہا ہے۔ امام بخاری تو امام ابو یوسف کو متروک کہیں مگر ان کے اساتذہ مثلاً امام احمد، یحییٰ بن معین جیسے ائمہ

حدیث امام ابو یوسف سے حدیث اخذ کریں۔ اور انھیں صاحب حدیث، صاحب سنت، مصنف فی الحدیث، اثبت، اکثرھم حدیثا، اتبع للحدیث اور حافظ حدیث کہیں۔

غیر مقلدین کے امام ثانی نواب۔ صدیق حسن بھوپالی نے التاج المکلل میں امام ابو یوسف کے بارے میں لکھا:۔

۔ قاضی ابو یوسف، کوفہ کے امام ابو حنیفہ کے شاگرد فقیہہ عالم اور حافظ حدیث تھے۔ امام احمد، یحیی بن معین، علی بن مدینی، تینوں امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے پر متفق تھے۔ امام ابو یوسف کے اوصاف بہت ہیں۔ اکثر علما ران کی فضیلت و تعظیم کے قائل ہیں۔"

اور یہ بات محقق ہے کہ جن کی مدح کہنے والے زیادہ ہوں ان پر جارحین کی جرح کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ خصوصاجب کہ جرح متعصبین کی ہو۔ امام بخاری کا تعصب سب کو معلوم ہے۔ اور اسی صف میں دارقطنی بھی ہیں۔

کتاب المبسوط نہ اس کتاب کا کہیں وجود ہے نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکا کہ اس کا موضوع کیا تھا۔ خلیلی نے الارشاد میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک غیر مقلد مجتہد صاحب کا قیاس ہے۔ کہ اس کتاب میں بسط کے ساتھ وہ فقہی مسائل ہوں گے جو احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں۔ اگر ان مجتہد صاحب کا اجتہاد صحیح ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ امام بخاری کے ساتھ امت کو والہانہ شغف ہے وہ صرف احادیث کی تدوین کی حد تک ہے۔ رہ گئے ان کے اجتہادات اسے امت نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان کے تلامذہ نے بھی قبول نہیں کیا۔ ورنہ کتاب المبسوط کو بھی باقی رہنا چاہئے تھا۔ نہ صرف باقی بلکہ چار دانگ عالم میں پھیل جانا چاہئے تھا۔

الجامع الصغیر اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں صاحب کشف الظنون نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ غالبًا جرمنی میں اس کا کوئی قلمی نسخہ موجود ہے۔

کتاب الرقاق اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں۔ کشف الظنون میں اس کا ذکر ہے۔

برالوالدین علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ موجود ہے۔

کتاب الاشربہ اس کا ذکر امام دارقطنی نے المؤتلف والمختلف میں، ایک کیسہ نام کے راوی کے تذکرے میں کیا ہے۔

کتاب الہبہ محمد بن حاتم وراق نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس میں پانچ سو احادیث تھیں۔ یہ کتاب ناپید ہے۔ کہیں اس کا سراغ نہیں۔

کتاب الکنی نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں رُواۃ کی کنیتوں کو بتایا ہے۔ امام بخاری کی اصل کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب نہ تھی۔ امام ذہبی نے اسے حروف تہجی کی ترتیب پر نئے سرے سے مُدون کر کے اس کا نام المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ رکھا۔

التفسیر الکبیر فربری اور وراق بخاری، محمد بن حاتم کے ذکر سے اس کا پتہ چلا۔ آج ناپید ہے۔

جزء القرأت خلف الامام قرأت خلف الامام کے اثبات میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ اصل موضوع پر بقدر ضرورت بحث شرح میں آئے گی یہاں صرف نیاز مندانہ اتنی گزارش ہے۔ کہ اس رسالے میں امام بخاری کا سارا حزم و احتیاط رخصت ہو گیا ہے۔ ایک فرعی مسئلے پر اتنی انتہا پسندی کر دی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اختلاف امتی رحمۃ حدیث بھی ان کے ذہن مبارک میں نہیں آئی۔ احناف پر ایسے غیظ و غضب کا اظہار ہے کہ افسوس ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ ایسے غلط مسائل کا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف انتساب ہے۔ جس کو سوائے افترا اور کوئی دوسرا نام دیا ہی نہیں جا سکتا۔ مزید براں یہ کہ یہاں اپنے مطلب کی احادیث لانے میں صحیح بخاری کی شرائط رخصت ہو گئیں اس کی ہم آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ رسالہ بار بار چھپ چکا ہے۔

جزء رفع یدین رفع یدین کے اختلاف کا حاصل یہ نہ تھا کہ رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا رفع یدین نہ کریں تو نماز ہی صحیح نہ ہو گی۔ مگر امام بخاری کا جلال اس مسئلہ میں بھی شباب پر ہے۔ کہیں احناف کو بے علم کہا کہیں غبی و گمراہی کی منزل تک پہونچایا۔ اس پر بھی غصہ کم نہ ہوا تو اخیر میں یہ تک طنز کر دیا۔ کہ پہلے لوگ اول فالاول کو اعلم سمجھتے تھے اور احناف الآخر فالآخر کو اعلم سمجھتے ہیں۔ یہ تو اپنے موقع پر آئے گا کہ اس ارشاد کے مصداق خود امام بخاری ہیں یا احناف۔ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ امام اعظم امام بخاری سے ایک صدی پہلے گزرے ہیں۔ یہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

ایک ارشاد آج تحصیل علم میں کتنی کاہلی ہے۔ طلبہ کتنے آرام طلب ہیں۔ علماء کتنے سہل پسند ہیں وہ سب پر ظاہر ہے۔ ہم اس سلسلے میں امام بخاری کا ایک ارشاد نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں شاید ہم کاہلوں کے لئے کچھ مہمیز کا کام کرے۔

تدریب الراوی و قسطلانی میں[1] مذکور ہے کہ قاضی ولید بن ابراہیم۔ رَی، کی قضا پر فائز تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب مجھے علم حدیث کا شوق ہوا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض مدعا کیا تو فرمایا۔ اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کو نہ جان لو۔ میں نے عرض کیا۔ علم حدیث کے حدود و مقادیر کو بیان فرمائیں۔ تو ارشاد فرمایا:۔

اعلم ان الرجل لایصیر محدثا کاملا فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعا مع اربع۔ کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع و کل ھذہ الرباعیات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت لہ کلھا ھان علیہ اربع، وابتلی باربع فاذا صبر علی ذلک اکرمہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا باربع واثابہ فی الآخرۃ باربع۔

---

[1] قسطلانی ج ۱ ص ۱۶۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر بارہ رباعیات کے کوئی محدث کامل نہیں ہوسکتا۔ ان بارہ رباعیات کے بعد اگر ایک اور رباعی پر صبر کرے گا تو اسے ایک رباعی دنیا میں اور ایک رباعی آخرت میں ملے گی۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر گھبراگیا۔ میں نے درخواست کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔ تو امام بخاری نے اس کی شرح یہ کی :۔

(۱) ان یکتب اربعا۔ یعنی چار چیزیں لکھے۔ اول۔ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوم۔ صحابۂ کرام کے حالات اور ان کی تعداد۔ سوم۔ تابعین کے احوال۔ چہارم۔ بعد کے علماء کے احوال اور ان کی تاریخ

(۲) مع اربع۔ چار چیزوں کے ساتھ لکھے۔ اول۔ راویوں کے نام۔ دوم۔ ان کی کنیت۔ سوم۔ ان کی سکونت۔ چہارم۔ انکی ولادت اور وفات کی تاریخ۔

(۳) کاربع۔ چار کے مثل جیسے خطیب کے لئے اللہ کی حمد اور توسل کے ساتھ دعاء اور سورتوں کے لئے بسم اللہ۔ اور نماز کے لئے تکبیر لازم ہے۔ اسی طرح راویوں کے نام کنیت، جائے سکونت ولادت ووفات کی تواریخ جاننی لازم ہے۔

(۴) مثل اربع۔ چار کے مثل۔ اول۔ مسندات۔ دوم۔ مرسلات۔ سوم۔ موقوفات۔ چہارم۔ مقطوعات۔ ہر قسم کی احادیث کا جاننا ضروری ہے۔

(۵) فی اربع۔ چار میں۔ اول کم سنی۔ دوم جوانی۔ سوم ادھیڑ عمر میں۔ چہارم۔ بڑھاپے میں۔

(۶) عند اربع۔ چار حالتوں میں۔ اول۔ عدیم الفرصتی۔ دوم۔ فرصت کے وقت۔ سوم کشائش کے وقت۔ چہارم تنگدستی کے وقت۔

(۷) باربع۔ چار جگہوں میں۔ پہاڑ۔ سمندر۔ آبادی۔ جنگل

(۸) علی اربع۔ چار چیزوں پر۔ پتھروں پر۔ ٹھیکروں پر۔ چمڑوں پر۔ ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

(۹) عن اربع۔ ان سے جو عمر میں بڑے ہوں۔ جو ہم عمر ہوں۔ جو عمر میں کم ہو۔ اپنے باپ کی کتاب سے اگر یہ یقین ہے کہ یہ اسکے باپ ہی کی کتاب ہے۔

(۱۰) لاربع۔ چار مقصد کے لئے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے بشرطیکہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اور طلبہ میں اسے پھیلانے کے لئے۔ تالیف کے لئے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیاں بغیران دو رباعیوں کے پوری نہ ہونگی۔ وہ یہ ہیں۔

(۱۱) الا باربع۔ بغیران چار چیزوں کے پوری نہ ہوں گی۔ لکھنے کا ڈھنگ۔ علم لغت۔ علم نحو۔ علم صرف۔

(۱۲) مع اربع۔ ان چار چیزوں کے ساتھ جو عطائی ہیں۔ صحت، قدرت، شوق۔ قوت حافظہ۔

جب یہ اڑتالیس باتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو پھر چار چیزیں اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) ھان علیہ اربع۔ بیوی، اولا، مال، وطن۔

(۱۴) وابتلی باربع۔ چار چیزوں میں آزمایا جاتا ہے۔ دشمنوں کے تیر ونشتر۔ دوستوں کی ملامت۔ جاہلوں کے طعن۔ علماء کے حسد سے۔

اور جب ان سب پر صبر کرے گا تو۔

(۱۵) اکرمہ اللہ فی الدنیا باربع۔ اللہ عزوجل اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا۔ قناعت کی عزت۔ ہیبت۔ علم کی لذت۔ اور حیات ابد۔

(۱۶) واثابہ فی الآخرۃ باربع۔ اور آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اپنے متعلقین میں سے جسے چاہے اس کی شفاعت۔ عرش کے نیچے سایہ جس دن سوائے عرش کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے جسے چاہے گا پلائے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت میں انبیا کرام کا جوار قدس عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے متفرق جو سنا تھا اکٹھا تم کو بتا دیا۔ اب تمہیں اختیار ہے علم حدیث حاصل کرو۔ یا یہ ارادہ ترک کر دو۔

قاضی ولید نے کہا! یہ سب سنکر مجھ پر ہول سوار ہوگیا۔ میں غور کرتا رہا مگر کچھ نہ بول سکا۔ ادب سے گردن جھکا دی۔ تو امام بخاری نے فرمایا۔ اگر ان مشقتوں کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہیں۔ تو فقہ حاصل کرلو۔ اس لئے کہ گھر بیٹھ کر فقہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لئے لمبے لمبے سفر شہر شہر قریہ قریہ گھومنے اور سمندروں، دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔ اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں۔ اور نہ فقیہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میں نے طلب حدیث کا ارادہ ختم کر دیا۔ اور فقہ حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں آگے ہوگیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے یہ بارہ رباعیاں لابدی تھیں۔ مگر آج اگرچہ یہ بارہ رباعیاں ضروری نہیں۔ مگر پھر بھی ان کی غالب اکثر ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق علم فقہ کو حدیث سے بہت آسان بتایا مگر جو فقہ کی تحصیل میں قدم رکھ چکا ہے وہ جانتا ہے۔ کہ فقہ کے لئے ان بارہ رباعیوں کے ساتھ اور بھی کتنی رباعیاں ضروری ہیں۔ اس لئے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کے علاوہ تین اور چیزوں پر بھی ہے۔ کتاب اللہ۔ اجماع امت، قیاس۔

توحدیث کے لئے یہ رباعیاں ضروری ہیں ہی۔ کتاب اللہ کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ اجماع امت کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ قیاس کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ اگر ہر ایک کی رباعیوں کی تفصیل کی جائے تو ہر ایک کے لئے بارہ بارہ رباعیاں اور ضروری نکل آئیں گی۔

اس کو اب یوں سمجھئے۔ کہ جب فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔ ان میں ایک حدیث ہے۔ تو علم حدیث، علم فقہ کا ¼ ایک چوتھائی ہوا۔ پھر یہ تو صرف حفظ حدیث کے لئے یہ بارہ رباعیاں ہوئیں۔ اور فقیہ کے لئے صرف حفظ حدیث کافی نہیں۔ اس کے لئے احادیث سے متعلق کتنے علوم کی حاجت ہے وہ بہت تفصیل طلب ہے۔

اس لئے علم فقہ کو علم حدیث سے آسان کہنا اس بنا پر ہے کہ امام بخاری نے اس کی چاشنی نہیں چکھی تھی۔ مگر انکو بھی اخیر میں یہ کہنا پڑا کہ:۔ فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اس کی عزت محدث سے کم نہیں۔ آخر کیوں؟۔ خدا کے یہاں تو العطایا بقدر البلایا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری پڑھتے یا پڑھاتے وقت لامحالہ امام بخاری کی عنایتوں سے فقہ حنفی سے سابقہ پڑ ہی جاتا ہے۔ اس خصوص میں ایک طبقہ کو اپنے دل کے پھپھولے توڑنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ لیکن اگر کسی حنفی سے پالا پڑ جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے اسے شرح میں جگہ جگہ دیکھیں گے۔ چونکہ غیر مقلدین فقہ حنفی کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں جس سے ناواقف لوگوں پر یہ تاثر ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا نہ قرآن سے کوئی تعلق ہے، نہ احادیث سے، نہ اقوال سلف سے، یہ حضرت امام اعظم کی اختراعی خود ساختہ رائیوں کا مجموعہ ہے جن کا قرآن وحدیث میں کوئی وجود نہیں۔ چنانچہ ایک مجتہد صاحب رقم طراز ہیں:۔

ایسی حالت میں یا تو اہل عراق کی طرح قیاسی تکے چلاتے۔ (سیرۃ بخاری صـ)

اس لئے ہم یہ ضروری جانتے ہیں کہ شرح سے پہلے ایک مختصر خاکہ فقہ حنفی کا بھی ناظرین کے سامنے پیش کریں۔ امید ہے کہ طالبان حق کے لئے ذریعہ ہدایت ہو۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے بانی فقہ حنفی امام الائمہ، سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر خصوصاً ان کی حدیث دانی قرآن فہمی پر بقدر ضرورت روشنی ڈالدی جائے۔

مولد ومسکن حضرت امام اعظم ۸۰ھ میں کوفے میں پیدا ہوئے۔ کوفہ کا نام آتے ہی لوگ چونک جاتے ہیں۔ لیکن کوفہ کے مرکز علم ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے سفر کے بارے میں خود فرمایا ہے۔ کہ دو بار مصر وشام جانے کا اتفاق ہوا۔ چار مرتبہ بصرہ گیا۔ کوفہ اور بغداد اتنی بار گیا کہ ان کو شمار نہیں کرسکتا۔ اگر کوفے میں کچھ نہیں تھا تو امام بخاری کی کوفہ اتنی زیادہ آمد ورفت

کیوں ہوئی؟ کیا امام بخاری کوفہ صرف غلہ دبے وفائی کی تعلیم و تمرین کے لئے جاتے تھے۔ پھر یہ حالت کوفہ کی حضرت امام اعظم کے وصال کے تقریباً اسی سال بعد تھی۔ اسی سال پہلے کوفہ کا کیا حال رہا ہوگا۔ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ وہ زمانہ تابعین کا تھا۔ بلکہ صحابۂ کرام کا اخیر دور تھا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم کے آئینے میں اسے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جب اسی سال کے بعد یہ حال تھا کہ امام بخاری جیسے احادیث کے بحر ناپیدا کنار اپنی تشنگی بجھانے کے لئے اتنی بار کوفہ گئے جس کو وہ اپنے محیر العقول حافظے کے باوجود شمار نہیں کر سکے تو اسی سال پہلے دور تابعین میں کوفے کے علم و فضل کا کیا حال رہا ہوگا۔ اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے:۔

کوفہ وہ مبارک شہر ہے۔ جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ۱۷ھ میں فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ اس شہر کو حضرت عمر، راس الاسلام۔ راس العرب، جمجمۃ العرب۔ عرب کا سر حتی کہ رمح اللہ کنز الایمان کہا کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبۃ الاسلام و اہل الاسلام کا لقب دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے کنز الایمان، جمجمۃ الاسلام، رمح اللہ، سیف اللہ کہا۔ کوفے کو اتنا پسند فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے بجائے کوفے کو اپنا دار الخلافت بنایا۔ کوفے والوں نے جس خلوص و سچائی کے ساتھ تن من دھن سے حضرت علی کا ساتھ دیا۔ وہ تاریخ کے صفحات پر زریں اوراق کی طرح تاباں ہے

رہ گیا حضرت حسین اور امام زید شہید کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان تقیہ باز رافضیوں نے کیا۔ جو اسی لئے کوفے میں آباد ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو چین نہ لینے دیں۔ جیسے مدینہ طیبہ میں منافقین تھے۔ اگر منافقین کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آسکتا تو ان کے وارثین روافض کی وجہ سے کوفے پر بھی کوئی داغ نہیں آسکتا۔ کون بستی ہے جو اسلام دشمن عناصر سے پاک ہے؟۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے آکر آباد ہوئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اسکی ضو فشانیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے۔[۱] اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفے کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دار الحدیث، دار العلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفے میں حدیث و فقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا۔ اور کوفے کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک باقی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کر سکتے تھے۔ اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفے کے ہیں۔

---

[۱] طبقات ابن سعد و فتوح البلدان وغیرہ،

اس وقت کے مشاہیر حضرت امام کی ولادت کے وقت کوفے میں جو ائمہ مشاہیر و نقدار وقت تھے ان میں چند یہ ہیں :۔

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے مسلم الثبوت امام ہیں۔ متعدد صحابۂ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان کا صیرفی الحدیث خطاب تھا یعنی کھری کھوٹی احادیث کا پرکھنے والا۔ ابن شعیب نے کہا کہ بصرہ، کوفہ، حجاز، شام میں ابراہیم سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا۔ حسن بصری، ابن سیرین، ان سے اَعلم نہیں تھے[۱] انتقال پر حضرت شعبی نے کہا کہ انھوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ علم والا نہیں چھوڑا۔ ابو المثنیٰ نے کہا۔ کہ علقمہ حضرت ابن مسعود کے فضل و کمال کے نمونہ تھے اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ کے آئینہ ہیں[۲] حضرت علقمہ کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ فقیہ العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۹۶ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت امام اعظم کو چھبیس سال ان کا زمانہ نصیب ہوا۔

امام شعبی متوفی ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ پانسو صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مغازی کا درس دیتے ہوئے ان کو دیکھا تو فرمایا! واللہ یہ اس فن کو مجھ سے اچھا جانتے ہیں۔

سلمہ بن کہیل جندب بن عبد اللہ، ابن ابی اوفیٰ، ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ کثیر الروایت اور صحیح الروایت بھی تھے۔

ابو اسحٰق سبیعی ۳۸ صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں مشاہیر یہ ہیں۔ عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، ابن زبیر، نعمان بن بشیر، زید بن ارقم، علی بن المدینی نے کہا کہ ابو اسحٰق کے شیوخ حدیث کی تعداد تین سو ہے۔

سماک بن حرب اسّی صحابہ سے ملاقات کا ان کو شرف حاصل ہے۔ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ان سے کبھی حدیث میں غلطی نہیں ہوئی۔

محارب بن دثار متوفی ۱۱۶ھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے۔ یہ کوفے کے قاضی بھی تھے۔ ائمہ حدیث ان کے مداح اور ان کو ثقہ تسلیم کرتے تھے۔

عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے۔

ہشام بن عروہ بن زبیر حواری رسول اللہ حضرت زبیر کے پوتے تھے۔ سفیان ثوری، امام مالک، ابن عیینہ ان کے تلمیذ تھے۔ ان کی جلالتِ شان متفق علیہ ہے۔

---

[۱] حاشیۂ خلاصۃ التہذیب، [۲] تہذیب التہذیب،

سلیمان بن مہران معروف باعمش حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ مؤخر الذکر سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ شعبہ وسفیان ثوری کے استاذ ہیں۔ ان کی پیدائش ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں ہوئی اور وصال ۱۴۵ھ یا ۱۴۷ھ یا ۱۴۸ھ میں ہوا۔

حماد بن ابی سلمان فقیہ عراق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی تھی اور بڑے بڑے ائمہ تابعین سے ان کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو متوارث علوم چلے آرہے تھے ان کے یہی وارث تھے۔ امام شعبہ مسعر وغیرہ انھیں کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ ان کا ۱۲۰ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے بعد ان کے مسند پر یہ بیٹھے۔ انھیں بزرگوں کی وجہ سے سفیان بن عیینہ جیسے مسلم الثبوت امام المحدثین یہ فرمایا کرتے تھے مناسک کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ، حرام وحلال کے لئے کوفہ ہے۔[۱]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے ہی میں تھے۔ جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم مشرف ہوئے۔ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا۔ حضرت امام اعظم کو ان کی حیات مبارکہ کے ستو۱۷ سال نصیب ہوئے۔

کوفے کو مرکز علم وفضل بنانے میں ان ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد وسخطت لامتی ما سخط لها ابن ام عبد یعنی ابن مسعود[۲]

میری امت کے لئے ابن مسعود جو پسند کریں وہ میں بھی پسند کرتا ہوں۔ اور جو وہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔

ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا۔ اسی عہد میں انھوں نے کوفے میں علم وفضل کے دریا بہائے۔ اسرار الانوار میں ہے:۔

کوفے میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار چار ہزار افراد حاضر ہوتے ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لے گئے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان ان کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انھیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا ابن مسعود! تم نے کوفے کو علم وفقہ سے بھر دیا۔ تمھاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

---

[۱] معجم البلدان ج ۴ ص ۴۹۲ ذکر کوفہ۔ [۲] استیعاب

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی و عرفانی فیض سے ایسا سینچا کہ تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو خواہ علم فقہ۔ اگر کوفے کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ، صحاح ستہ نہ رہ جائے گی۔

امام شعبی نے کہا کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے۔ ان میں تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں۔ علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم [۱]

امام مسروق نے کہا میں نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا، عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابو الدرداء، اور ابی بن کعب۔ اس کے بعد دیکھا تو ان چھوں کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علی۔ اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کے اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکا دیا [۲]

زمانہ اوپر گزر چکا کہ حضرت امام اعظم جس زمانے میں پیدا ہوئے یہ صحابۂ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں بھی قریب قریب بیس صحابۂ کرام باحیات تھے۔ جیسا کہ دُرِّ مختار میں ہے۔ اسکو بعض لوگوں نے مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن میں نے اکمال کی مدد سے جو فہرست مرتب کی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کس سن میں ہوئی اس بارے میں دو قول مشہور ہیں۔ ۷۰ھ یا ۸۰ھ زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔ اس خادم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ حضرت امام کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی۔ اگر ۸۰ھ ہی میں ولادت مانیں تو اس وقت یہ مندرجہ ذیل صحابۂ کرام مختلف دیار میں باحیات تھے۔

(۱) حضرت انس بن مالک بصرہ میں متوفی ۹۲ھ یا ۹۳ھ (۲) حضرت مالک بن الحویرث بصرہ میں متوفی ۹۴ھ (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی مدینے میں متوفی ۸۸ھ یا ۹۱ھ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں آپ سب کے اخیر ہیں۔ (۴) مالک بن اوس مدینے میں متوفی ۹۲ھ (۵) حضرت واثلہ بن الاسقع شام میں متوفی ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ (۶) مقدام بن معدیکرب شام میں متوفی ۸۷ھ (۷) حضرت ابو امامہ باہلی حمصی، شام میں متوفی ۸۶ھ (۸) ابو الطفیل عامر بن واثلہ بروایتے مکہ میں متوفی ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ (۹) حضرت عمرو بن حریث کوفے میں متوفی ۸۵ھ (۱۰) حضرت عبد اللہ بن ادفی کوفے میں متوفی ۸۷ھ کوفے میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ (۱۱) حضرت ابو امامہ انصاری متوفی ۱۰۰ھ (۱۲) حضرت سائب بن خلاد متوفی ۹۱ھ (۱۳) حضرت ابو البداح متوفی ۱۱۰ھ (۱۴) محمود بن ربیع متوفی ۹۹ھ (۱۵) محمود بن لبید متوفی ۹۶ھ (۱۶)

---

[۱] حاکم، [۲] اعلام الموقعین لابن قیم امام غیر مقلدین ۲

قبیصہ بن ذویب متوفی سنہ ۸۶ھ (۱۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری متوفی سنہ ۸۱ھ (۱۸) حضرت عبداللہ بن جز مصر میں متوفی سنہ ۸۵ھ (۱۹) سائب بن یزید متوفی سنہ ۸۰ھ یا سنہ ۸۲ھ یا سنہ ۹۱ھ یا سنہ ۹۴ھ[۱]۔

بربنائے تحقیق جب حضرت امام اعظم کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی ہے تو مزیدان صحابۂ کرام کا زمانہ بھی انھیں نصیب ہوا۔

(۲۰) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مدینے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۱) حضرت ابوسعید خدری مدینے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۲) حضرت سلمہ بن اکوع مدینے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۳) حضرت رافع بن خدیج مدینے میں متوفی سنہ ۷۳ھ (۲۴) حضرت جابر بن سمرہ کوفے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۵) حضرت ابوجحیفہ کوفے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۶) حضرت زید بن خالد کوفے میں متوفی سنہ ۷۸ھ (۲۷) حضرت محمد بن حاطب بروایتے کوفے بروایتے مکے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۸) حضرت ابوثعلبہ خشنی متوفی سنہ ۷۵ھ (۲۹) حضرت عبداللہ بن بسر متوفی سنہ ۷۴ھ (۳۰) سائب بن خباب متوفی سنہ ۷۰ھ[۲] اگر کچھ اور کوشش کی جاتی تو یہ تعداد اور بڑھ جاتی ان میں سے کم از کم سات صحابۂ کرام کی زیارت حضرت امام نے کی ہے۔ حضرت انس کی۔ ان کو حضرت امام نے کئی بار دیکھا ہے فرمایا کہ وہ سُرخ خضاب استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن اوفی کو جن کا سنہ ۸۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور سہل بن سعد ساعدی اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ۔ اور عمرو بن حریث ان کا بھی سنہ ۸۵ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور عبداللہ بن حارث بن جز اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بلکہ بعض محققین اس کے بھی قائل ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی بلکہ ان سے حضرت امام نے حدیث بھی سنی ہے اس کی کچھ لوگ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضرت جابر کا وصال سنہ ۷۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت امام کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ بہت سے محققین نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام کی ولادت سنہ ۷۰ھ میں ہوئی تو کوئی اعتراض نہیں۔ اس تقدیر پر تین اور صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابوجحیفہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قول کی بناء پر کوفے ہی وصال فرمایا اس قول کی بنا پر ان حضرات کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس لئے حضرت امام اعظم تابعی ہوئے۔ اور ان احادیث کے مصداق ہوئے۔

طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی وطوبیٰ لمن رأی من رآنی۔ اے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور اسے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

لا تمس النار مسلما رآنی ورأی من رآنی۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۵۵۴۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

---

[۱] اسدالغابہ ج۲ ص۲۲۲، اصابہ ج۲ ص۱۳، [۲] اسدالغابہ ج۲ ص۲۱۳۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔

متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۵۵۳

یہ وہ فخر ہے جو حضرت امام اعظم کے اقران میں دوسرے ائمہ کو نصیب نہ ہوا نہ امام مالک کو نہ امام اوزاعی کو نہ سفیان ثوری کو نہ لیث بن سعد کو۔ حضرت امام کا تابعی ہونا اتنا محقق ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کو بھی باوجود شافعی عصبیت کے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت امام اعظم تابعی تھے انھوں نے کوفے میں اس وقت موجود متعدد صحابہ کی زیارت کی۔

تابعی ہونے کے لئے صحابی کی صرف رویت کافی ہے روایت شرط نہیں جیسے صحابی ہونے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کافی ہے۔ خود امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے۔

من صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او راٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ۔ بخاری ج۱ ص۵۱۵ جسے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی یا جس نے آنحضور کی زیارت کی وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے

حضرت امام اعظم کی تابعیت سے انکار بداہت کا انکار ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے۔ اگر اسے کوئی صاحب صحیح نہ مانیں ۸۰ھ ہی سن ولادت مانیں جب بھی خود کوفے میں حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ بھی کوفے ہی میں تشریف فرما تھے۔ تو ان حضرات کی زیارت کرنا یقینی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کو صحابۂ کرام کی زیارت اور ان سے حصول برکت کا کتنا شوق تھا یہ سب کو معلوم ہے کیا کسی کو اس کا گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت امام اعظم سترہ اٹھارہ یا کم از کم سات آٹھ سال کے ہو گئے اور ان کے شفیق والدین نے انھیں صحابی رسول اللہ کی زیارت اور دعا سے محروم رکھا ہوگا۔ اور اگر بالفرض یہ ہی مان لیا جائے کہ مؤخر الذکر مکے ہی میں تھے تو ان کی زیارت کرنا بھی یقینی ہے۔ اس لئے کہ بربنائے قول صحیح ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا ہے۔ اس وقت تک حضرت امام کی عمر مبارک کم از کم تیس سال تھی۔ پہلا حج حضرت امام اعظم نے ۹۶ھ میں اپنے والد کے ہمراہ کیا ہے[۱]۔ اور حضرت امام اعظم نے پچپن[۵۵] حج کئے تھے۔ ۱۵۰ھ دوسری شعبان کو وصال ہوا ہے۔ اس حساب سے ظاہر کہ حضرت ابو الطفیل کی حیات میں انھوں نے پندرہ حج کئے اور اگر ان کا وصال ۱۰۰ھ میں مانا جائے تو ان کی حیات میں کم از کم پانچ حج کئے۔ کون ایسا بدبخت مسلمان ہوگا کہ اسے معلوم ہو کہ مکہ معظمہ میں صحابی رسول موجود ہیں اور ان کی زیارت کا شرف نہ حاصل کرے۔ اسی طرح بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی متعدد بار زیارت کی۔ حضرت انس کوفہ تشریف لاتے رہتے تھے حضرت علامہ ابن حجر نے حضرت انس

---

[۱] مناقب للموفق، کردری؛

اور حضرت عبداللہ بن اوفی کی زیارت کی تصریح کی ہے۔ تفصیل کے لئے تبییض الصحیفہ ص۵ کا مطالعہ کریں۔ علاوہ ازیں تہذیب التہذیب میں بھی حضرت ممدوح نے تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں ابن سعد نے اپنے طبقات میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ نیز امام ذہبی، امام نووی، خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن الجوزی، علامہ زین عراقی، علامہ سخاوی، امام یافعی، امام جزری، امام ابونعیم، علامہ ابن حجر مکی، علامہ ابن عبدالبر سمعانی، علامہ عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، ولی عراقی، ابن الوزیر علامہ خطیب قسطلانی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کی زیارت کی ہے۔ ائمہ احناف میں سے جنھوں نے یہ قول کیا ہے۔ ان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

صحابہ سے سماع حدیث یہ موضوع البتہ غور طلب ہے کہ حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہے یا نہیں۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی سے حدیث نہیں سنی ان کا سب سے بڑا استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہوتی تو ان کے اخص الخواص تلامذہ حضرت امام ابو یوسف حضرت امام محمد اسکو ضرور روایت کرتے۔

لیکن یہ کوئی ضروری نہیں۔ امام مسلم امام بخاری کے تلمیذ ہیں اور امام بخاری کے انتہائی مدّاح مگر اپنی صحیح میں ان سے ایک بھی حدیث نہیں روایت کی۔ اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسف کے واسطے سے ایسی احادیث کی روایت بھی ثابت ہے علامہ موفق نے اپنے مناقب میں امام ابو یوسف کے واسطے سے حدیث نقل فرمائی کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اعانۃ اللھفان۔ نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند فرماتا ہے۔

یہ ایک نظیر ہے ورنہ مناقب موفق کا مطالعہ کریں ان میں امام ابو یوسف کی متعدد ایسی روایتیں ہیں۔ جو حضرت امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست سنی ہیں۔

اسکے علاوہ مسند حصکفی میں جامع بیان العلم فتح المغیث للسخاوی۔ میں متعدد ایسی احادیث کی نشاندہی کی ہیں جنھیں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست صحابہ سے سنی ہیں۔

اس لئے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابہ کی زیارت اور ان سے روایت دونوں ثابت ہے اور رویت و زیارت کا ثبوت ہر شک و شبہے سے بالاتر ہے۔

تعلیم حضرت امام اعظم کے بچپن کا زمانہ فتنوں سے بھرا تھا شہنشاہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے مشہور زمانہ ستمگر

حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ چونکہ پیشوایان مذہب ائمہ وقت حجاج کی چیرہ دستیوں سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے یہی لوگ اس کے مظالم کے زیادہ نشانہ تھے۔ فقہا، محدثین اگرچہ علم فقہ و علم حدیث کی تعلیم و تدریس میں مصروف تھے۔ مگر پورا عراق حجاج کے مظالم سے بے اطمینانی کی حالت میں تھا۔ حضرت امام اعظم اپنے ابتدائی دور میں آبائی پیشہ تجارت میں مصروف رہے۔ اور کپڑے کا ایک کارخانہ قائم کرلیا تھا ـــــ مسلمانوں کی خوش بختی کہ ۹۵ھ میں حجاج اور ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک مرگیا۔ اور اس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشیں ہوا۔ سعادت ازلی نے اسکی رہنمائی کی کہ اس نے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا مشیر خاص بنایا اور مرتے وقت اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد کرگیا۔ یہ ۹۹ھ میں مرگیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مسند خلافت کو زینت بخشی تو انھوں نے جہاں ملک کی سیاسی انتظامی بدعنوانیوں کا ازالہ کیا وہیں احادیث نبویہ و قضایا صحابہ کی تلاش و جستجو اور جمع و تدوین اور نشر و اشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ جس کی قدرے تفصیل گذر چکی ہے۔

اسی دور میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس پر محرک یہ واقعہ بھی ہوا حضرت امام ایک دن بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت شعبی کا گھر پڑتا تھا حضرت امام جب ان کے مکان سے گذرے تو امام شعبی نے انکو بلایا اور پوچھا کس سے پڑھتے ہو انھوں نے جواب دیا کسی سے نہیں۔ امام شعبی نے فرمایا تم میں استعداد کے جوہر نظر آرہے ہیں۔ علماء کے پاس بیٹھا کرو اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کرلیا پھر پوری توجہ اور اہتمام سے تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔

ابتداءً حضرت امام کی توجہ علم کلام پر تھی علم کلام سے مراد آج کا موجودہ علم کلام نہیں بلکہ اس عہد میں مذہبی بنیادی اختلافات پر قرآن و حدیث سے صحیح موقف کی حمایت اور غلط نظریے کی تردید مراد ہے۔ لیکن حضرت امام نے دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام و خواص حکام قضاۃ زہاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فقہ ہے۔ ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے حضرت امام اعظم سے یہ پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے یہ خود نہ بتا سکے اس سے کہا کہ حضرت حماد سے جاکر پوچھ لے اور وہ جو بتائیں مجھے آکر بتا دینا۔ حضرت حماد کا گھر قریب ہی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ عورت واپس آئی اور حضرت حماد کے جواب کو بتایا۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں اس سے مجھے بہت غیرت ہوئی اور اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اور ان سے فقہ حاصل کرنے لگا۔

تحصیل حدیث احناف کی کتب فقہ و اصول فقہ اس کی شاہد عدل ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد، کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ پھر اجماع امت پر علی الترتیب ہے۔ سب پر مقدم کتاب اللہ ہے۔ کتاب میں کوئی حکم شرعی ملتا ہے تو وہ سب پر مقدم ہے اگرچہ وہ صراحۃً نہ ملے۔ اشارۃً ملے اقتضاءً ملے۔ جب کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں ملتا تو دوسرے درجہ پر احادیث ہیں۔ جب احادیث میں بھی کوئی حکم نہیں ملتا تو امت کے اجماع کو دیکھتے ہیں۔ اگر اس خصوص میں امت کا اجماع نہیں ملتا تو اس کے بعد قیاس کی منزل آتی ہے۔ یہ ترتیب وہی ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن جاتے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

استفسار پر عرض کیا تھا۔ جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا والی نامزد فرمایا تو پوچھا اے معاذ! فیصلہ کس بنیاد پر کروگے انھوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو۔ عرض کیا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا اگر اس میں بھی تم نہ پاؤ تو۔ عرض کیا اجتہدُ برائی۔ پورا غور و خوض کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سنکر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوش مسرت میں ان کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ [1] — اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو رسول کو پسند ہے۔

اس پر احناف کے لاکھوں لاکھ مسائل کا ایک ایک جزئیہ شاہد ہے۔ احناف کو اس بارے میں اتنا اہتمام ہے کہ کتاب اللہ کے عام میں قیاس تو قیاس خبر واحد سے بھی تخصیص نہیں کرتے۔ کتاب اللہ کے مطلق کو قیاس تو بہت بعید ہے خبر واحد سے بھی مقید نہیں کرتے۔ اس پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں ابو مطیع نے کہا۔ میں کوفے کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تھا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق۔ سفیان ثوری۔ مقاتل بن حیان۔ حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہاء آئے۔ ان حضرات نے، حضرت امام ابوحنیفہ سے کہا۔ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت امام نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کئے۔ اور صبح سے زوال کے پہلے تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا۔ امام نے کہا۔ میں کتاب اللہ پر عمل سب پر مقدم رکھتا ہوں۔ پھر سنت پر۔ پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر۔ پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں جو قوی ہو اس پر۔ اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ حضرت امام اعظم نے جو اصول بتائے اسی پر اپنے تمام مسائل ثابت کر دیئے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہو گئے اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسے دیئے اور فرمایا۔

انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ تعالیٰ لنا ولکم اجمعین — آپ علماء کے سردار ہیں اب تک ہم نے غلط فہمی میں آپ کو جو کچھ کہا ہے اسے معاف کردیں امام نے فرمایا۔ اللہ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔

چونکہ احادیث فقہ کی بھی بنیاد ہیں۔ اور کتاب اللہ کے معانی و مطالب کی بھی اساس ہیں۔ اس لئے حضرت امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں انتھک کوشش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور و شور کے ساتھ جاری تھا۔ اور کوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔ کوفے کا اس وصف خصوصی میں امتیاز امام بخاری کے عہد تک باقی رہا۔

---

[1] مشکوٰۃ رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی، صـ ۳۲۴،

اسی لئے موصوف کو فہ اتنی بار گئے کہ خود فرمایا شمار نہیں کر سکتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض و عناد کی بنا پر کوفے سے شدید نفرت رکھنے والے ایک مجتہد صاحب نے کوفے کے ان مشاہیر کی تعداد تیرہ بتائی ہے جن سے امام بخاری کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جب کہ مدینہ طیبہ کے ایسے مشائخ کی تعداد صرف چھ اور مکہ معظمہ کے صرف پانچ اور بغداد کے صرف چار بتا سکے ہیں [1]

اس سے ظاہر ہے کہ اسّی سال کے بعد جب کوفے کا یہ حال تھا تو اسی سال پہلے عہد تابعی میں کوفے کی گلیوں میں علم حدیث کا دریا کتنا موجزن رہا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو شہر ایک ہزار پانچسو صحابۂ کرام کے قدوم میمنت لزوم سے فیض یاب ہو چکا ہو وہ بھی ان منتخب سابقین اولین سے جن میں ستر بدری اور تین سو اصحاب بیعت رضوان تھے۔ پھر جسے باب العلم حضرت علی حضرت سعد بن وقاص حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے وجوداً جودسے خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا ہو وہ یقیناً اسی لائق ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے لئے امام بخاری بھی اس شہر کے تمام بلاد اسلامیہ سے زیادہ محتاج رہے۔

حضرت امام نے حدیث کی تحصیل کی ابتدا یہیں سے کی۔ کوفے میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ ابوالمحاسن شافعی ہیں مگر ان کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفے کے ساکن تھے یا کوفے میں تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ اور یہ تو کوئی بھی تہذیب الاسما تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کا مطالعہ کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ امام صاحب نے کوفے کے لیسے ۲۹ محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے۔ جن میں چند مشاہیر کے نام ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ مسلم الثبوت ائمہ محدثین ہیں کہ سفیان ثوری امام احمد بن حنبل وغیرہ کے سلسلۂ اسناد میں ان میں کے اکثر بزرگ ہیں۔ حضرت امام اعظم کے مشائخ حدیث ہیں، امام شعبہ بھی ہیں انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ سفیان ثوری نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی۔ ۱۶۰ھ میں وصال ہوا۔ جب سفیان ثوری کو ان کی وفات کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ آج علم حدیث مرگیا۔ امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا۔ غائبانہ ان کی ذہانت و نکتہ رسی کی تعریف کرتے رہتے ایک بار ذکر آیا تو شعبہ نے کہا جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔ یحیی بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ اس قدر کافی ہے کہ "شعبہ" نے انھیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی شعبہ آخر شعبہ ہی تھے۔ عقود الجمان باب ۱۴۔

---

[1] سیر بخاری ص۲۵، ۲۶،

کوفے کے علاوہ حضرت امام اعظم نے بصرے کے تمام محدثین سے حدیثیں حاصل کیں۔ اس وقت بصرہ بھی علم وفضل خصوصاً علم حدیث کی بہت اہم درسگاہ تھا۔ یہ شہر بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا اور یہ شہر خصوصیت سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ مرکز حدیث بن گیا تھا۔ علامہ ذہبی جیسے مبصر نے دوسرے تیسرے دور میں جن عظیم شخصیتوں کو محدث کا خطاب دیا ہے وہ بصرے یا کوفے ہی کے رہنے والے یا یہاں اکثر آمدرفت رکھنے والے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ۔

حضرت امام اعظم نے ان دونوں مراکز سے ہزاروں ہزار۔ احادیث حاصل کیں۔ مگر امام اعظم ہونے کے لئے ابھی اور بہت کچھ ضرورت باقی تھی یہ کمی حرمین طیبین سے پوری فرمائی۔ گذر چکا کہ پہلا سفر حضرت امام نے ۹۶ھ میں کیا تھا۔ اور عمر میں ۵۵ حج کئے ۱۵۰ھ میں وصال ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ ۹۶ھ کے بعد کسی سال حج ناغہ نہ ہوا۔ اس لئے حرمین طیبین کی حاضری کم از کم ۵۵ بار ۹۶ھ کے بعد سے مسلسل بلاناغہ ہوئی۔ اس عہد میں حضرت عطاء بن رباح مکہ معظمہ میں سرتاج محدثین تھے۔ یہ تابعی ہیں دو سو صحابۂ کرام کی صحبت کا ان کو شرف حاصل ہے۔ خصوصاً حضرت ابن عباس، ابن عمر، اُسامہ، جابر، زید بن ارقم، عبداللہ بن سائب، عقیل بن رافع، ابوالدرداء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث سنی ہیں۔ یہ محدث ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت عظیم مجتہد بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ عطاء کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ ایام حج میں حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو جاتا تھا کہ، عطاء کے علاوہ اور کوئی فتوی نہ دے۔ اساطین محدثین۔ امام اوزاعی۔ امام زہری، امام عمرو بن دینار انھیں کے تلمیذ خاص تھے۔

حضرت امام اعظم جب ان کی خدمت میں تلمذ کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عطاء نے ان کا عقیدہ پوچھا امام اعظم نے کہا میں اسلاف کو بُرا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں کہتا۔ ایمان بالقدر رکھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عطاء نے داخل حلقہ درس کیا۔ دن بدن حضرت امام کی ذکاوت فطانت روشن ہوتی گئی۔ جس سے حضرت عطاء ان کو قریب سے قریب تر کرتے رہے یہانتک عطاء دوسروں کو ہٹاکر امام اعظم کو اپنے پہلو میں بٹھاتے۔ حضرت امام جب مکہ حاضر ہوتے تو اکثر حضرت عطاء کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ان کا وصال ۱۱۵ھ میں ہوا تو ثابت ہوا کہ تقریباً بیس سال ان سے استفادہ کرتے رہے۔

مکہ معظمہ میں حضرت امام نے ایک اور وقت کے امام حضرت عکرمہ سے اخذ علوم فرمایا عکرمہ سے کون واقف نہیں۔ یہ حضرت علی ابوہریرہ۔ ابن عمر، عقبہ بن عمرو، صفوان، جابر، ابوقتادہ ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تلمیذ ہیں۔ تقریباً ستر مشاہیر ائمہ تابعین تفسیر وحدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

مکہ معظمہ عام دنوں میں مرکز علم وفن تھا ہی حج کے ایام میں پوری دنیا اسلام کے ائمہ حدیث وتفسیر وفقہ حرمین طیبین میں اکٹھے ہو جاتے۔ اس لئے حج کے ایام میں ان سب سے اخذ فیض کا بہت اچھا موقع ہوتا۔ اور حضرت امام اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے

مکہ معظمہ ہی میں امام شام حضرت اوزاعی سے ملاقات ہوئی۔ اوران کا حضرت امام سے مشہور مناظرہ ہوا۔جس سے امام اوزاعی کی حضرت امام سے مکمل صفائی ہوگئی۔ اور مکہ معظمہ ہی میں دوسرے امام شام حضرت مکحول سے بھی ملاقات ہوئی۔

مدینہ طیبہ میں جب حضرت امام حاضر ہوئے تو فقہاء سبعہ میں سے دو بزرگ باحیات تھے۔ایک سلیمان جن کا دوسرا نمبر تھا۔ یہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ دوسرے حضرت سالم یہ حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت عبداللہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت امام اعظم نے خصوصیت سے ان دونوں اماموں سے احادیث اخذ کیں۔ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات سے بھی فیض پایا۔

کہنے کو تو حضرت امام اعظم کے طلب علم کا میدان صرف کوفے سے بصرہ اور حرمین طیبین تک محدود ہے مگر اس کی وسعت اتنی ہے کہ چار ہزار شیوخ سے احادیث اخذ کیں۔

امام اوزاعی اور امام باقر کے واقعات

امام اوزاعی ابتداءً حضرت امام اعظم سے بہت بدظن تھے۔حضرت عبداللہ بن مبارک جب بیروت، امام اوزاعی کی خدمت میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے پہونچے۔ تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ کوفے میں ابوحنیفہ کون ہیں؟ جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ واپس چلے آئے۔ دوتین دن کے بعد گئے تو ساتھ میں کچھ لکھے ہوئے اوراق لیتے گئے۔ امام اوزاعی نے ان کے ہاتھ سے وہ اوراق لے لئے۔ سرورق لکھا تھا:۔ قال نعمان بن ثابت۔ ان اوراق کو دیر تک بغور پڑھتے رہے۔ پھر ان سے پوچھا یہ نعمان، کون ہیں۔ انھوں نے کہا عراق کے ایک صاحب ہیں۔ جن کی صحبت میں میں رہا ہوں۔ فرمایا۔ یہ عظیم شخص ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں۔ جن کو آپ نے مبتدع کہا ہے۔ اب امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جب حج کے لئے گئے تو مکہ میں امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ اور انھیں مسائل کا ذکر آیا۔ امام اعظم نے ان مسائل کی توضیح ایسی عمدہ کی کہ امام اوزاعی ششدر رہ گئے۔ عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے۔ امام اعظم کے جانے کے بعد ان سے کہا۔ ان کے فضل وکمال نے ان کو محسود بنا دیا ہے۔ مجھے یقین ہوگیا۔ میری بدگمانی غلط تھی۔ اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا۔ کہ یہ ابوحنیفہ ہیں!۔ امام باقر نے، امام اعظم سے کہا۔ وہ تمھیں ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو۔ امام اعظم نے عرض کیا۔ معاذاللہ۔ حدیث کو

کون رد کر سکتا ہے۔ حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا۔ حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟۔ ارشاد فرمایا۔ عورت۔ عرض کیا۔ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟۔ فرمایا۔ مرد کا۔ عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو، مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم کرتا۔ پھر عرض کیا۔ نماز افضل ہے کہ روزہ؟۔ ارشاد فرمایا۔ نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضاء بدرجۂ اولیٰ ہونی چاہئے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضاء ضرور کرے!۔ اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔

حضرت امام اعظم نے ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر رہ کر فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

اسی طرح ان کے خلف الرشید حضرت امام جعفر صادق سے بھی اکتساب فیض فرمایا ہے۔

حضرت امام اعظم کے اساتذہ ان کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں ہو جاتے تھے۔ محمد بن فضل کا بیان ہے کہ حضرت امام ایک بار خصیب کے پاس ایک حدیث سننے کے لئے حاضر ہوئے۔ خصیب نے آتے دیکھا تو تعظیما کھڑے ہو گئے اور اپنے برابر بیٹھایا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ شتر مرغ کے انڈے کے بارے میں کیا حدیث ہے؟۔ خصیب نے کہا۔ اخبرنی ابو عبیدۃ، عن عبد اللہ بن مسعود، فی بیضۃ النعام یصیبھا المحرم ان فیہ قیمتھا۔

مکہ معظمہ کے مشہور امام محدث عارف باللہ حضرت عمرو بن دینار بھی تھے۔ عمر میں حضرت امام سے تیرہ سال چھوٹے تھے۔ مگر ان سے بھی استفادے میں حضرت امام کو عار نہ تھا۔ ان سے بھی حدیث حاصل کی۔ حضرت امام اعظم جب انکی مجلس میں بیٹھتے تو نہایت مؤدب بیٹھتے۔ اور ادھر حضرت عمرو بن دینار کا حال یہ تھا۔ کہ اگر امام اعظم ہوتے تو کسی اور کی طرف مخاطب نہ ہوتے۔

ابتداء میں لوگ حضرت امام اعظم کی طرف متوجہ نہ ہوئے مگر دن بدن لوگوں کا رجوع بڑھتا گیا۔ کچھ ہی دنوں میں یہ حال ہو گیا جب حج کے لئے جاتے تو اطراف واکناف میں دھوم مچ جاتی کہ " فقیہ عراق " عرب جا رہے ہیں۔ جس شہر جس بستی پر گذر ہوتا ہزاروں ہزار کا مجمع اکٹھا ہو جاتا۔ ایک بار مکہ معظمہ حاضر ہوئے تو فقہاء، محدثین دونوں کی اتنی بھیڑ جمع ہو گئی کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ شوق کا یہ عالم کہ لوگ ایک پر ایک گرے پڑتے تھے۔ پریشان ہو کر حضرت امام اعظم نے کہا۔ کوئی ہمارے میزبان سے جا کر کہہ دیتا کہ وہ ان لوگوں کا انتظام کر دیتے تو اچھا تھا۔ ابو عاصم نبیل موجود تھے۔ انھوں نے کہا میں جا کر کہہ دیتا ہوں۔ یہ چند مسئلے رہ گئے ہیں ان کے جوابات ارشاد فرمادیں۔ حضرت امام اعظم نے ان کو اور نزدیک بلا کر پوری توجہ سے سوالات سنے۔ جوابات دیئے۔ ابو عاصم سے فارغ ہو کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے سوالات کے جوابات دینے لگے۔ کچھ دیر کے بعد خیال آیا کہ کسی شخص نے میزبان سے کہنے کا وعدہ کیا تھا۔ دریافت فرمایا وہ شخص کہاں گئے؟۔ ابو عاصم وہیں موجود تھے۔ عرض کیا۔

میں نے وعدہ کیا تھا۔ فرمایا تم گئے نہیں۔ ابوعاصم نے منہ لگے شوخ طالب علم کی طرح کہا۔ میں نے یہ کب کہا تھا۔ کہ ابھی جاؤں گا۔ امام نے فرمایا۔ عرف عام میں اس قسم کے احتمالات کی گنجائش نہیں ان الفاظ سے ہمیشہ وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو عوام کی غرض ہوتی ہے۔ یہ ایک لطیفہ ہے مگر اس میں بھی حضرت امام نے ایک فقہی کلیہ بیان فرمادیا۔

حضرت امام اعظم نے زیادہ تر احادیث اجلۂ تابعین سے لی ہیں۔ تابعین میں انھیں سے حدیث لی جو مدت تک صحابی کی صحبت میں رہے۔ تقویٰ، علم وفضل، زہد وورع میں جو اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اگر معدودے چند ایسے نہیں تو وہ شاذ و نادر ہیں۔ حضرت امام کے وقار کو اپنے اساتذہ کے دلوں میں ان کی قوت اجتہاد نے بہت زیادہ بڑھادیا تھا۔ یہ کبھی اپنی تحقیق پیش کرنے سے چوکتے نہیں تھے۔

ایک دفعہ حضرت حماد کے ساتھ امام اعمش کو رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ مغرب کا وقت ہوگیا۔ پانی ساتھ نہیں تھا۔ تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ حماد نے فتویٰ دیا کہ تیمم کر لیا جائے۔ امام اعظم نے کہا اخیر وقت تک پانی کا انتظار کرنا چاہئے۔ کچھ آگے بڑھے تو پانی مل گیا۔ سب نے وضو کرکے نماز پڑھی۔

امام شعبی اس کے قائل تھے۔ کہ معصیت میں کفارہ نہیں۔ ایک دفعہ یہ اور امام اعظم کہیں کشتی پر جا رہے تھے۔ یہی مسئلہ چھڑ گیا۔ امام اعظم نے فرمایا کہ گناہ میں بھی کفارہ ہے۔ ظہار کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا [۱] یقیناً یہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ظہار گناہ ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ امام شعبی نے جھنجھلا کر کہا:۔ اَقَيَّاسٌ اَنْتَ۔ کیا تم بہت قیاس کرنے والے ہو[۲]۔

عطاء بن رباح سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے۔

وَاٰتَيْنَاهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ [۳] اور ہم نے ایوب کو اس کے گھر والے بھی دیئے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور۔

حضرت عطاء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب کی جورو اور اولاد جو مرچکی تھی وہ زندہ کردی۔ اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور پیدا کردی۔ حضرت امام اعظم نے کہا۔ جب کوئی شخص کسی کی صلب سے نہ ہو تو وہ اس کی اولاد کیسے ہوگا۔

عظیم محدث ہونے کے شواہد حضرت امام اعظم کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی۔ سب سے روشن سب سے قوی

---

[۱] مجادلہ۔ آیت (۲) [۲] عقود الجمان باب ثامن، [۳] انبیاء آیت (۸۴)

دلیل فقہ حنفی ہے۔ فقہ حنفی کے کلیات، جزئیات کو اٹھا کر دیکھو۔ اور دوسری طرف احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو۔ جن جن ابواب جن جن مسائل میں صحیح غیر مؤول غیر منسوخ کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب کے سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے امام طحاوی کی معانی الآثار، علامہ عینی کی بخاری کی شرح عمدۃ القاری، ابن ہمام کی فتح القدیر کا مطالعہ کرے۔ اور کچھ خلجان رہ جائے تو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ فتاوی، فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ہو جائے گی۔ اگر معاندین کی یہ بات مان لی جائے کہ حضرت امام اعظم حدیث نہیں جانتے تھے تو ان کا مذہب احادیث کے مطابق کیسے ہے؟

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح[1] سفر السعادت میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں ان احادیث کے صحائف تھے جنھیں حضرت امام ابو حنیفہ نے سنی تھیں۔ آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے حدیث کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تھی۔ امام ذہبی اور علامہ ابن حجر نے بھی یہی تعداد بتائی ہے۔ مسند خوارزمی میں سیف الائمہ سے بھی یہی تعداد منقول ہے۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ محدثین کے استاذ حضرت یحیی بن معین نے فرمایا۔ امام حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے[2]

انھیں کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں۔ وہ کبھی کسی برائی سے متہم نہ ہوئے[3]

امام ابو داؤد صاحب سنن نے فرمایا:۔ امام ابو حنیفہ امام شریعت تھے[4]

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی نے لکھا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا:۔ امام ابو حنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ اور صدوق ہیں[5]

حافظ ابن حجر مکی نے کہا کہ، علی بن مدینی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ سے، ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی۔ نیز فرمایا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں۔

حضرت یحیی بن معین نے فرمایا کہ ہمارے لوگ، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں تفریط میں گرفتار ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہ کی طرف حدیث یا مسائل بیان کرنے میں کسی قسم کی مسامحت یا کذب یا جھوٹ کی نسبت صحیح ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں[6]

اسرائیل بن یوسف نے کہا:۔ امام ابو حنیفہ بہت اچھے شخص تھے۔ حدیث کو کما حقہ یاد رکھتے۔ ان کے برابر کوئی نہیں ہوا[7]

---

[1] شرح سفر السعادت مطبوعہ پاکستان ص١٩١ [2] تہذیب التہذیب ج١٠ ص٤٥٠ [3] تذکرۃ الحفاظ ج١ ص١٥٢، [4] تذکرۃ الحفاظ ج١ ص١٥٢ [5] الخیرات الحسان ص٦١، [6] الخیرات الحسان فصل ٢٨، [7] ایضاً۔

امام یحیی بن معین سے کسی نے دریافت کیا امام ابوحنیفہ کیسے ہیں ؟۔ فرمایا۔ ثقہ ہیں۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو۔[1]

شعبہ بن الحجاج امام اعظم کو لکھا کرتے ہمارے لئے احادیث کی روایت کریں اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور سچے لوگوں میں سے تھے۔ کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگی۔ وہ اللہ کے دین میں مامون و معتمد تھے۔ صحیح احادیث بیان فرماتے۔

یزید بن ہارون نے کہا۔ میں لوگوں سے ملا پس کسی کو امام صاحب سے بڑھ کر عاقل و فاضل و پرہیز گار نہ پایا۔[2]

یہ امام بخاری کے استاذ ہیں۔ یہ اعظم الناس کہیں اور امام بخاری بعض الناس۔ ابو محمد بن عیاش نے کہا۔ ابوحنیفہ اپنے زمانے کے لوگوں میں افضل تھے۔ خارجہ بن مصعب نے کہا۔ میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں۔ مگر علم و عقل میں ابوحنیفہ جیسا کسی کو نہیں پایا۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم نے برائی کی تو فرمایا۔ تم علماء میں ایک ان کا مثل دکھاؤ۔ ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ ہمیں عذاب میں مت ڈالو۔ ان کی مجلس میں بڑوں کو چھوٹا دیکھا میں انکی مجلس میں اپنے آپکو جتنا کم رتبہ دیکھا کسی کی مجلس میں نہ دیکھا۔ اگر اسکا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں کہ میں افراط سے کام لے رہا ہوں تو میں ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔ نیز فرمایا۔ امام اعظم کی نسبت تم لوگ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے۔ اور فرمایا۔ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو۔ اگر ابوحنیفہ ہوتے تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے۔[3] نیز فرمایا۔ خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے۔ وہی کہتے تھے۔ جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ احادیث ناسخ منسوخ کے بہت ماہر تھے۔ معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش کرلیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کا یہ قول مشہور ہے۔

لو لا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفۃ وسفیان کنت کسائر الناس[4] — اگر اللہ تعالیٰ نے امام اعظم اور سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔

یہ عبداللہ بن مبارک وہ مسلم الثبوت امام ہیں کہ امام بخاری نے جزء رفع یدین میں فرمایا۔

اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اگر لوگ دوسرے کم علم لوگوں کی اتباع کے بجائے ان کی اتباع کریں تو بہتر ہوتا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا۔ عبداللہ بن مبارک اپنے زمانے کے اور شعبی اپنے زمانے کے اور ان کے بعد ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ مکی بن ابراہیم استاذ امام بخاری نے کہا۔ امام ابوحنیفہ اپنے

---

[1] بنایہ شرح ہدایہ ۱۲ جزء اول ص۶، [2] تبییض الصحیفہ ص۱۲، [3] موفق کردری، [4] تہذیب التہذیب جزء عاشر ص۴۵۰، والیضا فی تبییض الصحیفہ، ص۱۶،

زمانے کے اعلم علما تھے۔

غور کریں۔ اس زمانے میں، امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام مسعر بن کدام، امام عبد اللہ بن مبارک، وغیرہ سیکڑوں محدثین موجود تھے۔ انھوں نے امام اعظم کو سب سے زیادہ اعلم کہا۔ یہ مکی بن ابراہیم وہ جلیل القدر بزرگ ہیں۔ جن سے امام بخاری کو اا ثلاثیات نصیب ہوئیں [۱]

امام مالک سے امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا۔ اخیر میں امام ابو حنیفہ کو دریافت کیا تو فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے۔ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا [۲]

سعید بن عروبہ نے کئی مسائل پر امام اعظم سے گفتگو کی۔ بالآخر یہ کہا۔ ہم نے جو متفرق طور پر مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ میں مجتمع ہیں۔ امام ذہبی نے اس کا مطلب یہ بتایا۔ کہ انھوں نے جو مختلف دیار و امصار، کے کثیر تعداد محدثین سے احادیث حاصل کیں وہ سب امام اعظم کے پاس اکٹھی تھیں [۳]

خلف بن ایوب نے کہا۔ ابو حنیفہ نادر الوجود شخص ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے علم حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پھر صحابہ میں تقسیم ہوا۔ پھر تابعین میں پھر ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں [۴]

اسرائیل بن یونس نے کہا۔ اس زمانے میں لوگ جن جن چیزوں کے محتاج ہیں۔ امام ابو حنیفہ ان سب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں [۵]

حفص بن غیاث نے کہا۔ امام ابو حنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں [۶]

ابو علقمہ نے بیان کیا میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثوں کو امام اعظم ابو حنیفہ پر پیش کیں۔ تو انھوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا۔ اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہیں سنادیں [۷]

یہ وہ اجلہ ائمہ محدثین ہیں جن کو درمیان سے نکال دیں یا ان کو دروغ گو کہدیں تو پھر صحاح ستہ ہی ختم ہو جائے۔ انھوں نے حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا کیا کہا وہ سن چکے۔ انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ان سب کو ثقہ معتمد متدین ہی نہیں حدیث میں امام مانتے ہیں تو جس طرح روایت احادیث میں صدوق تسلیم کر چکے ان کو ان کے ان اقوال میں بھی صدوق تسلیم کرنا ہی پڑیگا

بشارت نبوی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، امام احمد بن حنبل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی معجم کبیر میں،

---

[۱] تبییض الصحیفہ ص۱، [۲] الخیرات الحسان [۳] مناقب کردری، [۴] کردری و تبییض الصحیفہ ص۲۳، [۵] ایضاً، [۶] موفق کردری، [۷] موفق کردری،

شیرازی القاب میں، قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز طبرانی اسی معجم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے اوپر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا:۔

لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھٰؤلاء ۔ بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ ۔ مسلم فضائل صحابہ ص٣١٢، ترمذی کتاب التفسیر سورہ جمعہ ص١٦٤، مناقب فضل العجم ص٢٣٢،

دوسرے طریقے سے یہ الفاظ ہیں۔

لوکان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتیٰ یتنا ولہ۔ (مسلم فضائل صحابہ ص٣١٢)

تیسرے طریقے سے یوں ہے ۔کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ یہ اور انکے اصحاب والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان منوطا بالثریا لتنالہ رجال من فارس (ترمذی تفسیر سورہ محمد ص١٥٨)

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث الالقاب للشیرازی میں یوں ہے:۔

لوکان العلم معلقا بالثریا لتنالہ قوم من ابناء فارس۔

معجم کبیر طبرانی میں یہ الفاظ ہیں:۔

لوکان الایمان معلقا بالثریا لاتنالہ العرب لنالہ رجال فارس۔

اسی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ان الفاظ میں ہے:۔

لوکان الدین معلقا بالثریا لتنالہ ناس من ابناء فارس

ابونعیم نے خود حضرت سلمان فارسی سے یہ حدیث یوں تخریج کی:۔

لوکان الدین عند الثریا۔ لذھب رجال من ابناء فارس۔ یتبعون سنتی و یکثرون الصلوٰۃ علیّ۔

چار صحابۂ کرام سے اس مضمون کی حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ مروی کہ اگر ایمان، دین، علم ثریا کے پاس ہوتا تو بھی فارس کے مردوں میں سے کچھ مرد یا فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔

اجلہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ اس کے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تبییض الصحیفہ ص٣ میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔

قد بشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفۃ فی الحدیث الذی اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرۃ

عنہ (الی ان قال) نہذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ والفضیلۃ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیاہے پھر اس حدیث کے مختلف حوالجات دے کے فرماتے ہیں۔ یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

علامہ سیوطی کے شاگرد سیرت شامی کے مصنف علامہ محمد بن یوسف شامی نے بھی اس کی تائید کی۔ ردالمحتار میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:۔

فی حاشیۃ الشبراملسی علی المواھب عن العلامۃ الشامی تلمیذ السیوطی قال ماجزم بہ شیخنا من ان اباحنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لاشک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد۔ ردالمحتار ص۴۲ ج۱،

مواہب کے شبراملسی کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے کہا وہ جس پر ہمارے شیخ نے یقین کیاہے کہ ابوحنیفہ ہی اس حدیث سے مراد ہیں۔ بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ اس لئے کہ ابناء فارس میں سے کوئی بھی علم میں ان کے درجے تک نہیں پہنچا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی الخیرات الحسان میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فیہ معجزۃ ظاھرۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث اخبر بما سیقع ص۱۵،

یہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والی بات کی خبر دی۔

تصانیف امام اعظم

فقہ اکبر اہل سنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ جو بہت متداول متعارف ہے۔ اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ مگر ان تمام شرحوں میں سب سے زیادہ مقبول شرح حضرت ملا علی قاری کی ہے۔ جو بآسانی ہر جگہ ملتی ہے۔ حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی کی بھی ایک فارسی شرح ہے۔ جو چھپ گئی ہے۔

العالم والمتعلم اس کی تفصیل نہیں معلوم ہوسکی اور نہ کہیں پتہ چلتا ہے کہ کہیں موجود ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہیں۔

کتاب السیر۔ الکتاب الاوسط۔ الفقہ الابسط۔ کتاب الرد علی القدریہ۔ رسالۃ الامام ابی عثمان البتی فی الارجاء۔ کتاب الرائی۔ اسے ابن ابی العوام نے ذکر کیاہے۔ کتاب اختلاف الصحابہ۔ اسے ابوعاصم عامری اور مسعود بن شیبہ نے ذکر کیاہے۔ کتاب الجامع۔ اسے عباس بن مصعب نے تاریخ مرو میں ذکر کیاہے۔ مکتوب وصایا۔

مسانید حضرت امام اعظم کے مسانید کے متعدد نسخے تھے۔ ان سب کو ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ نے یکجا جمع کر دیا ہے۔ مقدمے میں انھوں نے ان سب کو جمع کرنے کا سبب یہ لکھا ہے۔ کہ شام میں بعض جاہلوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو حدیث میں زیادہ دخل نہیں۔ اسی وجہ سے حدیث میں ان کی کوئی تصنیف نہیں۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان تمام مسانید کو جنھیں علماء نے امام ابوحنیفہ کی حدیثوں سے جمع کئے تھے اکٹھا کر دیا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مسند حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبداللہ الاستاذ۔

(۲) مسند امام ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

(۳) مسند حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔

(۴) مسند حافظ ابونعیم الاصبہانی۔

(۵) مسند شیخ ابوبکر محمد بن عبدالباقی محمد الانصاری۔

(۶) مسند امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی۔

(۷) مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشنانی۔

(۸) مسند ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی۔

(۹) مسند امام ابویوسف قاضی القضاۃ۔

(۱۰) مسند امام محمد۔

(۱۱) مسند حماد بن امام ابوحنیفہ۔

(۱۲) آثار امام محمد۔

(۱۳) مسند امام ابوالقاسم عبداللہ بن ابی العوام العدی۔

امام خوارزمی نے جن مسانید کو شمار کرائے جن کو انھوں نے یکجا کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی مسانید ہیں۔ جیسے مسند حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی المتوفی ۵۲۳ھ مسند امام حصکفی جس کی حضرت ملا علی قاری نے شرح لکھی ہے۔ مسند ماوردی مسند ابن البزاری متوفی ۵۲۶ھ۔ ان دونوں کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

ان مسانید کی اسناد امام خوارزمی نے اپنی جامع المسانید جن محدثین سے لی ہے۔ ان لوگوں تک اپنی سندیں بھی بیان کر دی ہیں۔ اور ان کے کوائف و مناقب بھی ذکر کئے ہیں۔ تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے حضرت امام اعظم کے مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے۔ جن کی سندیں متصل ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے "انسان العین فی مشائخ الحرمین" میں اپنے دادا استاذ علامہ عیسی جعفری مغربی متوفی ۱۰۸۰ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت امام اعظم کی ایک ایسی سند تالیف کی ہے جس میں انھوں نے اپنا سلسلہ سند سیدنا حضرت امام اعظم تک متصل تحریر کیا ہے۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی، سیرت شامیہ کبری کے مصنف علامہ سیوطی کے تلمیذ نے، عقود الجمان فی مناقب النعمان، میں حضرت امام اعظم کی سترہ مسانید کا سلسلہ روایت بالاتصال مسانید کے جامعین تک بیان کیا ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام اعظم کی تین مسانید کے صحیح نسخوں کے مطالعے سے مشرف ہوا۔ جن پر حفاظ احادیث کے توثیقی دستخط تھے۔ جن کی سندیں بہت عالی اور ثقہ ہیں۔

کوثری صاحب نے تانیب الخطیب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام اعظم کی مسانید کو محدثین سفر، حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ مسانید امام اعظم میں احکام کی احادیث کا بہت عمدہ ذخیرہ ہے۔ جن کے رواۃ ثقہ، فقہاء، محدثین ہیں۔

علامہ ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں کہا امام الاعظم سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے۔ جن کا شمار نہیں۔

علامہ مزنی نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے لگ بھگ ایسے کبار محدثین کو شمار کیا ہے۔ جامع المسانید دیکھیں سیکڑوں محدثین کی امام صاحب سے روایات مذکور ہیں۔ جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث ہیں جو ائمہ ستہ اور ان کے بعد کے دوسرے محدثین کے شیوخ و اساتذہ بواسطہ یا بلا واسطہ ہیں۔

خصوصیت حضرت امام اعظم کے مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت امام نے براہ راست صحابہ کرام سے سنی ہیں۔ اور ثلاثیات تو اکثر ہیں۔ جن میں حضرت امام اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ جن میں صدق و امانت، اور ثقہ ہونا اغلب تھا۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ علو سند کی اس فن میں کتنی اہمیت ہے۔ امام بخاری کے تذکروں میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ انھوں نے امام شافعی سے روایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو امام شافعی کے معاصر محدثین کی روایت مل گئی۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ وسائط جتنے زیادہ ہونگے خطرات اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ اور وسائط جتنے کم ہوں گے توہم یا کسی اور غلطی کے احتمالات کم سے کم ہوتے جائیں گے۔

جرح و تعدیل میں حذاقت کوئی کامل محدث اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جرح و تعدیل کی دقتوں میں کامل نظر نہ رکھتا ہو۔ اس خصوص میں حضرت امام اعظم کو امتیازی کمال حاصل تھا۔ مسلم الثبوت محدثین ان کی جرح بطور سند پیش کرتے ہیں امام ترمذی کی جلالت شان سے کون انکار کرسکتا ہے؟ انھوں نے اپنی جامع کتاب العلل میں امام اعظم کا قول، عطاء بن رباح کی تعدیل

اور جابر جعفی کی جرح میں تحریر کیا۔ مدخل لمعرفۃ دلائل النبوۃ بیہقی میں ہے۔ ابو سعد سفانی نے امام اعظم کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ سفیان ثوری سے حدیث اخذ کرنے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا۔ وہ ثقہ ہیں ان کی احادیث لکھو۔ البتہ جو احادیث ابواسحٰق عن الحارث کے یا جابر جعفی کے واسطے سے ہوں انھیں نہ لکھو۔ امام اعظم نے فرمایا طلق بن حبیب قدری ہے۔ عیاش بن ربیعہ ضعیف ہے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے میں جب کوفے پہنچا۔ تو امام ابو حنیفہ نے میرا تعارف کرایا اور توثیق کی۔ تو لوگوں نے میری احادیث سنیں۔

محدث جلیل حماد بن زید نے کہا کہ عمرو بن دینار کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ مجھے امام ابو حنیفہ ہی نے بتائی۔ ورنہ صرف نام معلوم تھا۔ فرمایا عمرو بن عبید پر اللہ لعنت کرے اس نے کلامی مباحث سے فتنوں کے دروازے کھول دیئے۔ فرمایا۔ جہم بن صفوان۔ مقاتل بن صفوان کو اللہ عزوجل ہلاک کرے۔ ایک نے نفی میں افراط کی دوسرے نے تشبیہ میں غلو کیا۔ فرمایا۔ کسی کو حدیث کی روایت اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ سننے کے وقت سے روایت کے وقت تک اس کو یاد نہ ہو۔ امام اعظم سے دریافت کیا گیا کہ لفظ اخبرنا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ ابو قطن جیسے عظیم محدث نے امام صاحب کا یہ قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کو حدیث سنا کر بھی حدثنی کے لفظ سے روایت کر سکتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ روایت میرے نزدیک ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پائجامہ پہنا ہے۔

قلت روایت کا سبب میں نے اختصار کے پیش نظر حضرت امام اعظم کے عظیم، جلیل، کامل، اکمل، حاذق، ماہر محدث ہونے کے ثبوت میں چند اسلاف کے گراں قدر قابل اعتماد اقوال پیش کر دیئے۔ ہم نے اپنی طرف سے ان پر کوئی توضیح و تفصیل نہیں کی۔ اس سے ہر طالب انصاف فیصلہ کرلے گا۔ کہ حضرت امام اعظم کا حدیث میں بھی اتنا بلند درجہ ہے کہ بڑے بڑے وہاں تک رسائی نہیں حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں حضرت امام کے معاندین اپنے ثبوت میں جو بات پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب اتنے بڑے محدث تھے تو ان سے روایتیں کیوں کم آئی ہیں؟۔

علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ چونکہ شرائط بہت سخت تھے۔ مثلاً ابھی مذکور ہوا کہ حضرت امام اعظم کے نزدیک صحت روایت کی شرط یہ ہے کہ سماع کے وقت سے روایت کے وقت تک راوی کو حدیث یاد ہو۔ دوسری شرط یہ بھی حضرت امام اعظم روایت بالمعنی کے قائل نہ تھے۔ روایت باللفظ ضروری جانتے تھے۔ اس لئے روایت کم فرمائی ہے۔

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہے۔ مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدث پر بھی عائد ہے۔ انھیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔ وہ آپ معلوم کر چکے۔ غور کیجئے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔ کیا یہ تقلیل روایت نہیں ہے؟۔

پھر ان محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔ مگر حضرت امام اعظم کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم اور بہت مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لئے قرآن وحدیث واقوال صحابہ سے منقح مسائلِ اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط اور انکو جمع کرنا تھا۔ مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے۔ یہ آگے آرہا ہے۔ اس میں مصروفیت اور پھر عوام وخواص کو ان کے حوادث پر احکام بتانے کی مشغولیت نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے۔

یہ صحیح ہے کہ محدثین نے بھی اپنی تصانیف میں ابواب قائم کرکے مسائل کا استنباط کیا ہے بلکہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں بعض حضرات کا مقصود اصلی اپنے مستنبط کئے ہوئے مسائل ہی کو بیان کرنا ہے۔ اور جمع احادیث کی حیثیت ثانوی مقصد ہے۔ لیکن مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ بھی فیض ہے حضرت امام اعظم کا جیسا کہ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔

الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ من لم ینظر فی کتبہ لم یتبحر فی العلم ولا یتفقہ[1]	سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ جس نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا اسے علم میں تبحر نہیں حاصل ہوا اور نہ وہ فقیہ ہوا۔

الاہم فالاہم کی ترتیب ہر جگہ لازم ہے۔ حضرات خلفاء راشدین سے اور دیگر اجلہ صحابۂ کرام سے روایتیں کتنی کم ہیں۔ اسکا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال وکوائف اور ارشادات کو کم جانتے تھے۔ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سب سے اعلم خلفاء راشدین ہیں۔ مگر ترتیب فضیلت کے برعکس روایت کا درجہ ہے۔ یہ صرف وہی الاہم فالاہم میں مصروفیت کی وجہ سے ہے۔ یہی بات یہاں بھی ہے۔ کہ استخراجِ مسائل اس وقت کی سب سے اہم ضرورت تھی۔ اس میں مصروفیت کی وجہ سے اتنا موقع نہ ملا کہ اپنی شان کے مطابق احادیث کی روایت کرتے۔

فقہ کی حقیقت

ہمارا مقصد اس مقدمہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بیان کرنے سے صرف فقہ حنفی کا تعارف ہے۔ اس لئے کہ شرح میں اس سے جگہ جگہ سابقہ پڑے گا۔ جزئیات کے ضمن میں فقہ حنفی کا مفصل تعارف موجود ہے۔ مگر اس پر سب کی اس حیثیت سے نظر نہیں جائے گی۔ اس لئے بقدر ضرورت یہاں اس کا ذکر ضروری ہے۔

فضیلت فقہ جہاد کی فضیلت اور اہمیت سے کسے انکار ہے۔ مگر قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

[1] تبییض الصحیفہ صـ۲۳ والیضانی الخیرات الحسان۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ [1]

مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ سب کے سب نکل پڑیں ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔

اور ارشاد ہوا ہے۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا [2]

جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت بھلائی دی گئی۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد احکام ہیں۔

امام بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین [3]

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا واداہا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی عن زید بن ثابت [4]

اس بندے کو اللہ عزوجل تروتازہ رکھے جس نے میرے ارشاد کو سنا پھر یاد کیا اور محفوظ رکھا اور دوسرے تک پہونچایا کتنے فقہ کے حامل نہیں کتنے فقہ کے حامل سے زیادہ فقیہ وہ ہے جسکو اس نے پہونچایا۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بات کو سنکر اسے کما حقہ یاد رکھنا کمال ضرور ہے مگر کما حقہ یاد رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ اسے بخوبی سمجھ لینا اس سے کئی گنا زیادہ کمال ہے۔ یہی وہ حد فاصل ہے جو ایک فقیہ کو ایک محدث سے ممتاز کرتی ہے۔ محدث کا کام احادیث کو صحت کے ساتھ یاد رکھنا ہے۔ اور فقیہ کا کام اس کے ساتھ ساتھ اسے شارع کے منشاء کے مطابق سمجھنا ہے۔ پھر اس سے احکام کا استخراج ہے۔ ان دونوں باتوں کے لئے کتنی وسعت علم اور ذکاوت فطانت کی ضرورت ہے۔ یہ وہی جان سکتا ہے۔ جو فقہ سے آشنا ہو۔ اسی لئے علماء نے فرمایا۔ کہ محدث ہونا علم کی پہلی منزل ہے۔ اور فقیہ ہونا آخیر منزل۔ جس کی حرف بحرف تصدیق آگے آنے والی تفصیل سے ہر منصف کو ہو جائے گی۔

قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ صحابہ کرام عربی ہی تھے۔ ان کے سامنے قرآن نازل ہوتا تھا۔ شان نزول سے وہ واقف تھے۔ مگر صحابہ خود اس کے محتاج تھے۔ کہ معانی قرآن رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یہ بیان فرمائی۔

[1] سورہ یونس آیت (۱۲۲) [2] سورہ بقرہ آیت (۲۶۸) [3] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶ [4] مشکوٰۃ شریف ص ۳۵

یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ [1] یہ رسول ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اور فرمایا:۔

وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُھَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعۡقِلُھَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ [2] یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں انھیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

حدیث گذری کہ بہت سے حاملِ فقہ، غیر فقیہ ہوتے ہیں. بعض فقیہ بعض سے اعلیٰ و برتر ہوتے ہیں۔ یہ سب اسی کی طرف رہنمائی ہے کہ محض حفظ انسانی کمال کی معراج نہیں۔ بلکہ یہ خشتِ اول ہے۔ معراج علم اس کا کما حقہ سمجھنا ہے۔ اور یہ کام صرف فقیہ کا ہے۔

ضرورت فقہ انسان کی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنا دیا ہے کہ ایک انسان اگر لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہو جائے تو محال ہے۔ مسلمان چونکہ عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے اس لئے اسے عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم لحظہ لحظہ احکام شریعت کی ضرورت ہے۔ آپ صرف عبادات ہی کو لے لیجئے اس کے فروع وجزئیات کتنے کثیر ہیں اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی و مطالب کے حفظ رکھے۔ اور تمام احادیث کو مع سند مالہ و ما علیہ یاد رکھے۔ تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ انسان میں تقسیم کار ہو۔ اس کے نتیجے میں ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو۔ جس کا صریح حکم سورہ یونس کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ہے۔ کہ فرمایا:۔

ہر گروہ سے ایک جماعت فقہ حاصل کرے۔

رہ گئے عوام تو انھیں یہ حکم ہے:۔

فَاسۡئَلُوۡۤا اَھۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ [3] علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔

عوام کو اس کا مکلف کیا گیا کہ وہ اللہ عزوجل اور رسول کے بعد علما کی اطاعت کریں۔ ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ [4] اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا حکم مانو۔

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی وہ آیت پڑھ کے سنائی جائے یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے۔ اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے۔ اور اگر یہ ضروری قرار دیں تو

---

[1] سورہ نساء آیت (۱۶۴) [2] سورہ عنکبوت آیت (۴۳) [3] سورہ نحل آیت (۴۲) [4] سورہ نساء (۵۹)

اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے امت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے۔

اس لئے ضروری ہوا کہ امت کے جن علماء کو اللہ عزوجل نے یہ صلاحیت و استعداد دی ہے کہ وہ قرآن و احادیث کے حفظ و ضبط کے ساتھ ساتھ ان کے معانی و مطالب سے کما حقہ واقف ہیں۔ اور ان کے ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں۔ جن میں اجتہاد و استنباط کی پوری قوت ہے۔ وہ خداداد قوت اجتہاد سے احکام شرعیہ کا ایسا مجموعہ تیار کر دیں جن میں منقح احکام مذکور ہوں۔

اس ضرورت کو سب سے پہلے حضرت امام الائمہ، سراج الامۃ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا۔ اور آپ نے اپنی خداداد پوری صلاحیت کو قرآن و احادیث و اقوال صحابہ سے مسائل کے استخراج و استنباط میں صرف فرما دیا جسکے احسان سے امت مرحومہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جب کہ دور وہ شروع ہو چکا تھا۔ کہ سیکڑوں نت نئے فتنے اٹھ رہے تھے۔ بدمذہب اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں گھل مل کر ہزار ہا ہزار احادیث گڑھ کر پھیلا چکے تھے۔ اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امت کا کیا حال ہوتا وہ کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں۔

بنیاد ہم پہلے خود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ذکر کر آئے ہیں۔ کہ جب کوفے۔ کے علماء حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر امام صاحب کی خدمت میں گئے اور ان سے کہا کہ آپ بہت زیادہ قیاس کرتے ہیں تو فرمایا۔

انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ مقدما ما اتفقوا علی ما اختلفوا وحینئذ اقیس [۱]

میں کتاب اللہ پر عمل سب سے مقدم رکھتا ہوں اس کے بعد احادیث پر پھر صحابۂ کرام کے متفقہ فیصلے پر اس کے بعد ان کے ان اقوال پر جو مختلف فیہ ہوں (اور ان میں جو قوی ہوں) پھر قیاس کرتا ہوں:

علامہ عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :۔

ان ابا حنیفۃ قال لا اتبع الرائ والقیاس الا اذا لم اظفر بشئ من الکتاب او السنۃ او الصحابۃ رضی اللہ عنھم [۲]

یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جب کہ حدیث یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ ملے۔

❁ ❁ ❁

---

[۱] میزان الشریعۃ الکبریٰ اور شیخ ابن حجر مکی نے بھی اس عبارت سے ملتی جلتی عبارت خیرات الحسان ص۲۹ میں تحریر فرمائی ہے من شاء فلیرجع الیہ [۲] عمدۃ القاری فی شرح بخاری ج ۴ ص۱۱۲۔

فقہ حنفی اس اجمال کی پوری تفصیل ہے ۔ عمل بالحدیث کا یہ حال ہے کہ حضرت امام نے اپنا یہ بنیادی دستور بنالیا تھا۔

اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ ہر حدیث صحیح میرا مذہب ہے ۔

ابو حمزہ سکری جو مسلم الثبوت محدث ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ مجھے جب کوئی صحیح حدیث مل جاتی ہے تو اسی کو لیتا ہوں ۔ اور جب صحابہ کے اقوال مل جاتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو لیتا ہوں ۔ البتہ تابعین کا جب کوئی قول ملتا ہے اور وہ میرے فیصلے کے خلاف ہوتا ہے تو میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔

نیز انھیں سے منقول ہے ۔ کہ میں نے صحابۂ کرام کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے زیادہ بہتر اور انسب طریقے پر کلام کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ ہر ایک صاحب کمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے ۔

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے کسی صاحب فضیلت کی تنقیص یا برائی نہیں کی ۔ امام بخاری کے سلسلہ اساتذہ کے مسلم الثبوت محدث بلکہ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے ۔ امام ابو حنیفہ کے ارشاد کو رائے مت کہو۔ حدیث کی تفسیر کہو۔ (مناقب موفق کردری)

اس سلسلے میں یہ واقعہ گوش گزار کرنا ضروری ہے ۔ کہ امام ابو یوسف، قاضی القضاۃ، جنھیں امام بخاری کے استاذ حضرت یحیی بن معین نے صاحب الحدیث مانا۔ علامہ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا۔ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام ابو حنیفہ سے مسائل پر بحث کرلیتے ، اور جب کوئی منقح فیصلہ ہوجاتا تو میں وہاں سے اٹھ کر، کوفے کے محدثین کے پاس جاتا ان سے اس مسئلے کے متعلق احادیث پوچھتا پھر امام اعظم کی خدمت میں واپس آکر ان احادیث کو سناتا۔ حضرت امام ان سے کچھ حدیثوں کو قبول فرماتے ۔ اور کچھ کے بارے میں فرماتے یہ صحیح نہیں ۔ میں حیرت سے پوچھتا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو فرماتے ۔

کوفے میں جو علم ہے اس کا میں عالم ہوں [1]

اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم اتنے بڑے محدث تھے کہ اس وقت کوفے جیسے علم حدیث کے مرکز میں ان کے برابر کوئی نہیں تھا۔ وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم کسی مسئلے پر اسی وقت کوئی اخیر رائے قائم کرتے تھے جب کہ اس پر ان کے تلامذہ جی کھول کر مکمل بحث کرلیں ۔ جس کو اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ کہنا ہوتا کہہ لیتا پھر فیصلہ ہوتا ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امام اعظم جو فیصلہ فرماتے وہ قیاس سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں احادیث صحیحہ کے مطابق ہوتا ۔

چونکہ فقہ کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے اس کے بعد احادیث پر۔ نیز نظم قرآن اور الفاظ احادیث کے معنی پر دلالت کبھی صریح ہوتی ہے

---

[1] عقود الجمان فی مناقب النعمان۔

کبھی خفی۔ اور کبھی خفی تر۔ نیز صریح دلالت کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مقصود اسی معنی کا بیان ہوتا ہے۔ کبھی وہ معنی صریح مقصود بیان نہیں۔ مگر ہوتا صریح ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ[1] مال غنیمت ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔

اس آیت میں دو باتیں صریح ہیں ایک یہ کہ فقرا مہاجرین، مال غنیمت کے مستحق ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے باوجود کہ مکے میں ان کے گھربار، مال تھے۔ پھر بھی فقیر ہیں۔

اس آیت سے مقصود بیان مال غنیمت کا استحقاق ہے۔ اور فقیر ہونا بھی صریح مذکور ہے۔ مگر یہ مقصود بیان نہیں۔ نیز اسی آیت سے ثابت ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر کے اس کو دار الحرب میں محفوظ کرلیں۔ تو وہ کفار کی ملک ہو جاتا ہے۔ یہ دلالت خفی ہے۔

ظاہر ہے جو بات قرآن و حدیث سے صریح طور پر ثابت ہو اس کی حیثیت اور ہوگی۔ اور جو خفی طور پر ثابت ہو گی اسکی حیثیت اور ہوگی۔ یہیں دیکھ لیجئے اس آیت سے ثابت کہ مہاجرین مال غنیمت کے مستحق ہیں۔ یہ ہر شبہے سے بالاتر ہے۔ لیکن اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ استیلاء کفار سبب ملک ہے۔ اس میں وہ قوت نہیں جو پہلے میں ہے۔ اس کو آپ دوسری مثال سے سمجھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ طلاق کی عدت تین قروء ہے۔ قروء کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی۔ احناف کہتے ہیں کہ یہاں حیض کے معنی میں ہے اس لئے عدت کا شمار حیض سے ہوگا۔ شوافع کہتے ہیں کہ یہاں طہر مراد ہے۔ عدت کا شمار طہر سے ہوگا۔ قرآن مجید دونوں کا مستدل ہے۔ کیا کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ جیسے آیت اول سے مہاجرین کے مال غنیمت کے استحقاق کا ثبوت ہے اسی طریقے سے عدت طلاق کا حیض یا طہر ہونا بھی ثابت ہے؟۔ احادیث کی ان سب احتمالات کے ساتھ ساتھ، رواۃ کی قلت و کثرت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، خبر واحد اب یہ بالکل بدیہی ہے کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا ثبوت ایسا یقینی و قطعی ہے کہ اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں۔ اور یہی حال حدیث متواتر کا ہے۔ حدیث مشہور کا ثبوت بھی یقینی ہے مگر متواتر کی طرح نہیں۔ اور خبر واحد میں یہ یقین اور کم درجہ کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ راوی لاکھ قوی الحافظہ سہی۔ لاکھ متدین سہی، لاکھ محتاط اور متیقظ سہی۔ مگر ہے تو انسان ہی۔ بہرحال اس سے سہو، نسیان، خطا، بھول چوک مستبعد نہیں۔ اس لئے جو درجہ دو اور دو سے زائد راویوں کا ہے وہ تنہا ایک کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعداد جتنی بڑھتی جائے گی قوت بڑھتی جائے گی۔ اور تعداد گھٹنے میں قوت گھٹتی جائے گی۔ اگرچہ راوی قوی الحافظہ، صدوق، ثقہ، تام الضبط، وغیرہ جامع شرائط ہو۔ اب چونکہ

---

[1] سورہ حشر آیت (۸)

فقہ کی بنیاد جن پر تھی وہ سب ایک درجے کے نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان سے ثابت ہونے والے امور بھی ایک درجے کے نہ ہوں۔ بلکہ ان میں بھی مختلف مدارج ہوں۔ اس لئے احناف کے یہاں احکام کی ابتدائی تین قسمیں ہوئیں۔ مامور بہ۔ منہی عنہ۔ مباح۔ پھر مامور بہ کی سات قسمیں ہیں۔ فرض اعتقادی، فرض عملی، واجب اعتقادی، واجب عملی، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب۔

منہی عنہ کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ حرام قطعی، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ۔

یہ سب صرف اس لئے ہوا کہ قرآن کی عظمت اور قطعیت اپنی جگہ رہے اور احادیث کی عظمت اپنی جگہ۔ اور ثابت ہونے والے امور کی ان کے ثبوت کی نوعیت کے اعتبار سے حیثیت اپنی جگہ رہے۔

احکام کے ان فرق مراتب کے موجد حضرت امام اعظم ہیں۔ فرق مراتب کو سبھی مجتہدین نے قبول کیا ہے۔ اس تقسیم سے بہت سے وہ خلجان جو قرآن واحادیث میں بظاہر نظر آتے ہیں۔ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز کے سلسلے میں صرف قیام، قراءت، رکوع، سجود کا حکم ہے۔ احادیث میں ان کی تفصیل ہے۔ مثلاً قیام میں قراءت ہو۔ اور قراءت میں سورہ فاتحہ ہو۔ رکوع، سجود میں تسبیح پڑھی جائے۔ فقہا نے جتنی باتیں قرآن مجید یا احادیث متواترہ سے ثابت ہوئی ان کو فرض قرار دیا۔ بقیہ باتوں کو احادیث کی نوعیت کے لحاظ سے واجب، سنت، مستحب قرار دیا۔ اس کو آپ ایک جزئی مثال سے ذہن نشیں کیجئے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ [1] جتنا تم پر آسان ہو قرآن پڑھو۔

اس آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے کہ نمازی قرآن کی جو بھی سورہ، آیت پڑھ لے نماز ہو جائے گی مگر احادیث میں ہے کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور کثیر احادیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کے بعد اور بھی قرآن مجید کچھ نہ کچھ پڑھا کرتے تھے۔ جو باعتبار معنی حد شہرت تک پہنچی ہیں۔ ان احادیث کا مفاد یہ ہوا کہ بغیر سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کے نماز نہیں ہوگی فقہا نے فرق مراتب سے فائدہ اٹھا کر اس تعارض کو دور فرمایا۔ کہ مطلق قراءت فرض۔ اور خاص سورۂ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورت واجب۔ اگر معاذ اللہ احناف احادیث کو قابل عمل نہ جانتے تو بہت آسانی کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ چونکہ یہ احادیث قرآن کے معارض ہے لہذا متروک العمل ہے۔

اس لئے احناف کے اصول فقہ کا مسئلہ کلیہ مشہور ہے۔ کہ جب قرآن وحدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے۔ تطبیق ہو جائے فبہا ورنہ بدرجۂ مجبوری کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر آحاد ضرور متروک ہوں گی۔ کیا کوئی اسے عمل بالحدیث کا ترک کہہ سکتا ہے۔ لیکن عناد کا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ بات ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کے قطعی الدلالت معنی کے معارض کوئی روایت ہے تو

---

[1] سورہ مزمل آیت (٢٠)

وہ حدیث ہی نہیں۔ اگرچہ وہ سب طرح سے درست ہو۔ یہ قاعدہ بھی احناف کا تراشیدہ نہیں۔ صحابہ کرام سے منقول ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے کہا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ:۔

ان المیت یعذب ببکاء الحی [1] زندہ کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

ام المومنین نے فرمایا اللہ عزوجل ابو عبد الرحمٰن پر رحم فرمائے۔ یہ یقین ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے مگر بھول گئے یا چوک گئے۔ قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی عورت کا جنازہ گزرا اس پر لوگ رو رہے تھے۔ فرمایا۔ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت ام المومنین کی یہ تنقید اس حدیث کے قرآن کی اس آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے تھی کہ فرمایا:۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی [2] کوئی دوسرے کا وبال نہیں اٹھائے گا۔

قرآن و احادیث دونوں پر احناف کبھی کبھی ایسے اہم نازک موقعوں پر عمل کر لیتے ہیں کہ ہر منصف، دیانتدار، ذی فہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اس کی مثال قراءت خلف امام ہے۔ جس کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب جماعت سے نماز پڑھی جائے تو مقتدی قراءت نہیں کرے گا۔ خاموش رہے گا۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ مقتدی سورہ فاتحہ ضرور پڑھے گا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ او کما قال۔

احناف کی دلیل قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے:۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [3] اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو۔ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت نماز ہی میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ اپنے مورد کے اعتبار سے نماز میں قرآن پڑھے جانے کے بارے میں اور قطعی ہو جاتی ہے۔ اور اگر نماز کے بارے میں نہ بھی ہوتی جیسا کہ معاندین احناف کی ضد ہے تو بھی اذا قرئ القرآن کا عموم نماز میں قرآن پڑھے جانے کو بھی بلاشبہہ شامل۔ اس لئے نماز میں قرآن مجید پڑھے جانے کے وقت استماع اور سکوت بنص قرآنی ثابت۔ اور حکم صرف بغور سننے کا نہیں بلکہ خاموش رہنے کا بھی ہے۔ حالانکہ بغور سننے کے لئے خاموش رہنا لازم ہے۔ جو خاموش

---

[1] مشکوٰۃ ص ۱۵۱ پر پوری حدیث مذکور ہے، [2] سورہ النجم آیت ۳۸ س ۵۳ [3] اعراف (۲۰۴)

نہ رہے خود بولے جائے وہ کیا سنے گا۔ بغور سننے کے بعد خاموش رہنے کو علٰحدہ ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کچھ نمازوں میں قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ اور کچھ میں آہستہ۔ جن میں بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ ان میں بغور سننے کے ساتھ خاموش رہنا پایا جائے گا۔ جن نمازوں میں آہستہ پڑھا جاتا ہے ان میں چونکہ سنائی نہیں دیتا تو بغور سننا تو نہ ہوگا مگر چپ رہنا ضروری ہوا۔ اس لئے نماز خواہ سری ہو خواہ جہری امام جب قرات کرے تو مقتدی پر چپ رہنا بہر حال ضروری ہے۔ کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں۔

اس پر ایک اعتراض امام بخاری نے جزء القراءۃ میں یہ کیا کہ یہ آیت خطبے کے وقت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی یعنی جب خطبہ ہو رہا ہو اور کوئی آئے تو دو رکعت نماز پڑھے۔ اس نماز میں یہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور حاضرین خاموش ہیں۔ مگر اس وہ کوئی سند نہیں پیش کرسکے ان کے برخلاف امام بخاری کے استاذ امام احمد نے فرمایا۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مطلقاً نماز میں قراءت کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی بنا پر وہ جہری نمازوں میں مقتدی کو قراءت کی اجازت نہیں دیتے۔ اس سے قطع نظر نص جب عام ہو تو حکم مورد کیساتھ خاص نہیں رہتا۔ عام ہی رہتا ہے۔ جب آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی قرآن پڑھے تو تم لوگ بغور سنو اور خاموش رہو۔ قراءت اور خاموش رہنے کی تاویل تو امام بخاری نے کرلی۔ کہ آنے والا قراءت کر رہا ہے لوگ چپ ہیں۔ اگرچہ یہاں حاضرین کا چپ رہنا اس کی قراءت کی وجہ سے نہیں بلکہ خطبہ کی وجہ سے ہے۔ مگر بغور سننے کا یہاں کیا محل ہے؟ اسے امام بخاری نے نہیں بتایا۔ یہ اشکال لاینحل ہے لہٰذا اگر اس آیت کو خطبے کی حالت کے ساتھ خاص کریں تو لازم آئے گا کہ "فاستمعوا لہ" کا ارشاد حشو اور بے معنی ہو جائے۔

دوسرا اعتراض امام بخاری نے یہ کیا ہے کہ احناف خود اسے عام نہیں مانتے۔ سنت فجر میں کہتے ہیں کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور کوئی آئے اور اسے یقین ہو کہ سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو سکتا ہے تو پہلے سنت فجر پڑھے۔ امام بخاری تو معذور تھے انھیں احناف کے مذہب سے پوری واقفیت نہیں تھی۔ مگر حیرت امام بخاری کے ان مقلدین معاندین پر ہے جنھیں بار بار بتایا جا چکا پھر بھی اسی راگ کو الاپتے رہتے ہیں۔ احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ ایسی حالت میں سنت فجر پڑھے مگر جہاں جماعت ہو رہی ہو وہاں سے ہٹ کر پڑھے مثلاً اگر جماعت اندر ہو رہی ہے تو باہر پڑھے تاکہ مکان بدل جائے۔ اور یہ حکم اسی بنیاد پر ہے کہ آیت کریمہ کا حکم عام ہے۔ غرضکہ احناف قرآن کو احادیث آحاد پر بہر حال مقدم رکھتے ہیں۔ یہ اختیار اپنی سرشت کے مطابق ہر شخص کو ہے کہ اسے جو چاہے نام دے۔

ویسے قراءت خلف امام کے سلسلے میں احناف کے پاس احادیث بھی ہیں۔ جو اپنے موقع پر مذکور ہوں گی یہاں صرف ایک حدیث ذکر کرتا ہوں۔ مؤطا امام محمد میں بسند صحیح متصل غیر مقدوح غیر معلل یہ حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ [1] — جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

---

[1] موطا امام محمد ص ۹۸،

واضح ہو کہ اس حدیث کے تمام رواۃ صحاح ستہ کے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں معاندین کی پیش کردہ حدیث اور قرآن کی آیت میں تعارض بھی نہ رہا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قرات دو ہے۔ حقیقی اور حکمی۔ جب مقتدی امام کے پیچھے ہے تو اس نے بھی حکماً سورہ فاتحہ پڑھ لی۔ تو حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب پر بھی عمل ہوگیا۔ اس سلسلے میں حضرت امام اعظم کا ایک بہت مشہور مناظرہ ہے کچھ لوگ حضرت امام اعظم کی خدمت میں آئے کہ ہم آپ سے قرات خلف امام پر مناظرہ کریں گے۔ امام نے فرمایا۔ کہ تم لوگ کئی ایک ہو میں اکیلا میں ہر ایک سے کیسے گفتگو کروں گا۔ تم لوگ کسی کو بات کرنے کے لئے چن لو کہ اس کی کہی ہوئی بات تم سب کی ہو۔ اس کا اقرار سب کا اقرار، اس کا انکار سب کا انکار ہو۔ ان لوگوں نے حضرت امام کی اس تجویز کو مان لیا اور ایک شخص کو منتخب کرلیا کہ یہ بات کرے گا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ جب مقتدی نے ایک کو امام مان لیا تو اس کی قرات مقتدی کی بھی قرات ہے۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہوگئے۔

اس پر ایک معاند بہت خفا ہیں کہ حدیث کے مقابلے میں قیاس سے کام لیا۔ لیکن افسوس کہ یہ صاحب زندہ نہیں رہے۔ ورنہ ہم ان سے کہتے کہ یہ قیاس عقلی نہیں قیاس حدیثی ہے جس کے آپ بھی قائل ہیں اور امام بخاری کو اس میں دنیا کا سب سے بڑا امام مانتے ہیں۔ حضرت امام اعظم نے مذکورہ بالا حدیث کی شرح کی ہے۔ جو فرمایا۔ کہ امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔ افسوس کہ احناف کی مخالفت میں عمل بالحدیث کا دعویٰ اور ایسے گونگے اندھے کہ صحیح حدیث بھی نظر نہیں آئی۔ اور اگر نظر آئی تو اسے سمجھ بھی نہیں سکے

عمل بالحدیث احناف عمل بالحدیث میں اتنے آگے ہیں کہ دنیا کا کوئی طبقہ اس میں ان کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ علامہ خوارزمی نے معاندین کا جواب دیتے ہوئے، جامع المسانید کے مقدمے میں لکھا ہے:۔ امام اعظم کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعن وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہوگا۔ جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہوگی اور وہ منصف ہوگا تو اس کو یہ اعتراف کرنا ہی پڑیگا کہ امام اعظم سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور حدیث کی اتباع کرنے والے تھے۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) امام اعظم حدیث مرسل کو حجت مانتے ہیں۔ اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے۔ کہ وہ حدیث مرسل کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۲) قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس موثر۔ قیاس مناسب، قیاس شبہ، قیاس طرد۔ امام اعظم اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ قیاس مناسب اور قیاس شبہ بالکل بے اعتبار ہیں۔ رہ گیا قیاس طرد تو یہ بھی مختلف فیہ ہے البتہ قیاس موثر کو حجت مانتے ہیں۔ مگر امام شافعی قیاس کی ان چار قسموں کو حجت مانتے ہیں۔ اور قیاس شبہ کا تو ان کے یہاں عام استعمال ہے۔

(۳) امام اعظم کے احادیث پر عمل کا یہ حال ہے کہ ضعیف احادیث پر بھی قیاس کے مقابلے میں عمل فرماتے ہیں۔ جیسے نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بالکل خلاف قیاس بات ہے۔ مگر ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے۔ لہذا امام اعظم نماز میں قہقہہ کو

ناقض وضو مانتے ہیں۔

یہ وہ نظائر ہیں جو امام خوارزمی نے پیش کئے۔ اس قسم کے نظائر اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان سب کا استقصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔ اس کی دوسری نظیر یہ ہے۔ غیر مقلدین منی کو پاک کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ ناپاک ہے۔ غیر مقلدین کا استدلال قیاس ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ منی کو ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گئی ام المومنین کی وہ حدیث جو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھی دھونے کا نشان ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کپڑے کو پہنے نماز کو جاتے تھے۔ اس کے بالمعارض مسلم کی دوسری حدیث ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی اور حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اولاً یہ ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دھونے کا حکم دیا ہو۔ یہ ام المومنین کا اپنا فعل ہے۔ ثانیاً دیا بھی ہو تو یہ تھوک اور کھنکھار کی طرح گھناؤنی چیز ہے۔ اس لئے دھونے کا حکم دیا۔ ثالثاً اگر یہ ناپاک ہوتی تو مل دینے سے کیسے پاک ہوتی۔ کپڑے پر لگنے والی کوئی نجاست محض مل دینے سے پاک نہیں ہوتی۔

ہر منصف دیکھے کہ حدیث صحیح کو غیر مقلدین قیاس سے رد کر رہے ہیں۔ اور احناف حدیث پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ وارد ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابلے میں منی کی یہ خصوصیت ہے کہ جب سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ نجاست سے پاکی کیسے ہوگی یہ قیاس نہیں بالکلیہ سماعی ہے۔ علاوہ ازیں منی کے نجس ہونے کے بارے میں حدیث میں صراحت ہے۔ امام ابن ہمام نے دارقطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا:۔

انما یغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقئ والدم والمنی۔ — کپڑا پانچ چیزوں سے دھویا جاتا ہے۔ پاخانہ، پیشاب، قی اور خون اور منی سے۔

اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ثابت بن حماد ہے اور یہ ضعیف ہے۔ حالانکہ یہی حدیث ثابت بن حماد کے بغیر اوسط طبرانی میں مذکور ہے تو جو ضعف ثابت بن حماد کی وجہ سے تھا وہ دور ہو گیا۔ اسی طرح خود ایک دوسرے راوی علی بن زید پر یہ جرح ہے کہ یہ قابل احتجاج نہیں۔ مگر معترض کو یہ معلوم نہیں کہ یہ مسلم کے رجال سے ہیں۔ علاوہ ازیں عجلی نے کہا لا باس بہ ہے۔ امام ترمذی نے اسے صدوق کہا۔ اسی طرح ایک اور راوی ابراہیم بن زکریا کو بھی کچھ لوگوں نے ضعیف کہا۔ مگر بزار نے اسے ثقہ کہا۔ چلئے یہ حدیث دونوں سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ مگر دو طریقے سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ ضرور ہوئی۔ اور احکام میں یہ بھی حجت۔ اور آگے چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اب بھی ضعیف ہی رہی۔ مگر احناف کا اس پر عمل ہے۔ اور یہی ہمارا مقصد ہے

کہ احناف ضعیف حدیث کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کے قریب نہیں جاتے اور اہل حدیث بننے کے مدعی صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں ۔

(۴) جب صحیح اور ضعیف حدیث متعارض ہوں تو احناف حدیث صحیح پر عمل کرتے ہیں ۔ بخلاف غیر مقلدین وغیرہ کے کہ وہ ضعیف ہی پر عمل کرتے ہیں ۔ اس کی مثال یہ مسئلہ ہے کہ ماء قلیل غیر جاری میں نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک ؟ ۔

احناف کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً ناپاک ہے ۔ خواہ نجاست کا کوئی اثر رنگ ، بو ، مزہ پانی میں آئے یا نہ آئے ۔

امام زہری کہتے ہیں کہ جب تک پانی میں نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ ظاہر نہ ہو پانی پاک ہے ۔ امام بخاری کا بھی مذہب معلوم ہوتا ہے ۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ چوہا اگر گھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے فرمایا ۔ چوہے اور چوہے کے اردگرد کو پھینک دو اور بقیہ گھی کھاؤ [1]

اس حدیث سے ان لوگوں کا مدعا کیسے ثابت ہوتا ہے ۔ یہ خود محل نظر ہے ۔ کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ جمے ہوئے گھی کے بارے ہے ۔ نیز چوہے کے اردگرد کو پھینکنے کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ چوہے کے گرنے سے گھی کا کچھ حصہ ناپاک ہوا ۔ یہ لوگ یہ کہیں گے کہ یہی ہمارا مستدل ہے ۔ چونکہ چوہے کا اردگرد چوہے سے متاثر ہوگا اس لئے اردگرد ناپاک ہو گیا ۔ لیکن اثر کا مطلب اگر رنگ یا بو یا مزہ کا گھی میں آجانا مراد ہے تو یہ مسلم نہیں یہ ضروری نہیں کہ چوہے کے مرتے ہی اس کا رنگ یا مزہ یا بو گھی میں آجائے ۔ ہاں اگر دیر تک رہے گا تو آسکتا ہے ۔ مگر پھر اردگرد کی تخصیص نہ ہوگی ۔ جہاں تک اثر پہونچے سب کو ناپاک ہو جانا چاہئے ۔ اور اگر اثر سے نجس ہونا مراد ہے ۔ تو ہمارا مدعا ثابت کہ نجاست کے گرنے سے کسی چیز کے ناپاک ہونے کے لئے رنگ یا بو یا مزہ کا سرایت کرنا ضروری نہیں ۔ محض نجاست کے گرنے ہی سے وہ چیز ناپاک ہو جائے گی ۔ پھر یہ حکم منجمد کا ہے ۔ اور پانی رقیق ہے تو منجمد پر رقیق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ۔ پھر آخر یہ قیاس ہی تو ہے ۔ لہذا آپ نے عمل قیاس پر کیا ۔

امام شافعی وغیرہ یہ تفریق کرتے ہیں کہ اگر وہ پانی دو قلے ہے یعنی دو مٹکے ہے تو پاک ہے ۔ اس سے کم ہے تو ناپاک ۔ انکی دلیل یہ حدیث ہے ۔

اذا کان الماء قلتین لا یحمل الخبث [2] جب پانی دو مٹکے ہو تو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا یعنی ناپاک نہیں ہوتا

حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے ۔ پھر مٹکے کی تعیین بہت مشکل ہے ۔ مٹکا چھوٹا بھی ہوتا ہے اور بڑا بھی ۔ کس مقدار کا مٹکا ہوگا ؟ ۔

دونوں فریق کے بالمقابل احناف کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے ۔ جسے امام بخاری ، امام مسلم ، امام ابوداؤد ، امام نسائی ، امام ترمذی ، امام

---

[1] بخاری ص ۳۰ ، [2] مشکوٰۃ ص ۵۱ ،

ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا:۔

لا یبولن احدکم فی الماء الراکد الذی لایجری ثم یغتسل فیہ[1] اس پانی میں جو ٹھہرا ہوا ہو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب مت کرو۔ پھر اسی میں غسل کرو۔

اب انصاف کرنے والے انصاف کریں کہ حدیث صحیح پر احناف عمل کر رہے ہیں۔ امام شافعی اس کے بالمقابل حدیث ضعیف پر اور امام بخاری قیاس پر پھر بھی احناف تارک حدیث اور عامل بالقیاس ہیں؟۔

⑤ اگر دو مضمون کی احادیث متعارض ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو احناف ترجیح اس روایت کو دیتے ہیں جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔ اس کی نظیر رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ امام اوزاعی اور حضرت امام اعظم سے مکہ معظمہ میں دار الحناطین میں ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی نے امام اعظم سے کہا۔ کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت نہیں۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں۔ حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہ سالم سے، سالم اپنے والد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے جب رکوع میں جاتے جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ ہم سے حماد نے حدیث بیان کی وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ اسود سے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعی نے کہا کہ میں عن الزھری عن سالم عن ابیہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور آپ کہتے ہیں حدثنی حماد عن ابراھیم عن علقمۃ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ حماد، زہری سے افقہ ہیں۔ اور ابراھیم، سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں۔ اگرچہ صحابی ہونے کی وجہ سے علقمہ سے افضل ہیں۔ اسود اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی فقہ میں برتری سب کو معلوم ہے۔ امام اوزاعی نے حدیث کو علو سند سے ترجیح دی۔ اور امام اعظم نے راویوں کے افقہ ہونے کی بنیاد پر۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر دو متضاد باتیں دو فریق سے مروی ہوں۔ دونوں ثقہ ہوں مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم زیادہ ذہین زیادہ سمجھ دار ہوں تو ہر دیانت دار عاقل اسی بات کو ترجیح دے گا جو فریق ثانی سے مروی ہو۔

اس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی سنتے چلئے۔ غیر مقلدیت کے معلم اول میاں اسماعیل دہلوی جب رفع یدین کرنے لگے تو کسی نے انھیں ٹوکا تو فرمایا۔ کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی۔ میں اس کو زندہ کر رہا ہوں۔ اور حدیث میں مردہ سنت زندہ کرنے پر سو شہید وں کے

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص۳۷۔

ثواب کی بشارت ہے۔ ٹوکنے والے تو چپ رہے۔ مگر جب یہ بات شاہ عبدالقادر نے سنی تو کہا۔ میں تو سمجھا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آتا ہوگا۔ مگر اسے کچھ نہیں آیا۔ حدیث میں یہ بشارت اس وقت ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو سنت نہ ہو یہاں تو دونوں سنت ہیں [۱]

شبہات اور جوابات

اگر ہم چاہیں تو اس قسم کی صدہا نظیریں پیش کر دیں مگر مقدمہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس قسم کے ابحاث کے لئے پوری کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بات اس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب کہ معاندین کے اعتراضات میں سے چند نقل کر کے انکی قلعی نہ کھول دی جائے۔ اس لئے اب ہم چند اعتراضات کو پیش کر کے اس کے جوابات ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

پہلا اعتراض حدیث مُصَرَّاۃ کی خلاف ورزی کا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ ایک حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تَصُرُّوا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فانه بخير النظرين بعد ان يحلبها ان شاء امسك وان شاء ردها وصاع من تمر [۲]

بیچنے کے لئے اونٹ اور بکری وغیرہ کا دودھ دوہنا نہ چھوڑو۔ جس نے اس کے بعد خریدا تو دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے اگر راضی ہے تو جانور روک لے ورنہ جانور واپس کر دے اور ایک صاع کھجور بھی دے۔

۞ ۞ ۞

یہ بخاری کی روایت ہے۔ مسلم شریف میں یہ زائد ہے کہ اسے تین دن تک خیار حاصل ہے اگر لوٹائے تو ایک صاع طعام دے گیہوں نہیں۔ اُس عہد میں طعام کا اطلاق جو پر ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی بخاری میں مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:۔

كان طعامنا يومئذ الشعير

ان دنوں ہمارا کھانا جو تھا۔

لوگوں کی عادت تھی کہ جب جانور بیچنا ہوتا تو کچھ دن پہلے ہی سے اس کا دودھ دوہنا بند کر دیتے۔ تاکہ خریدار جب دوہے تو سمجھے کہ یہ جانور اتنا زیادہ دودھ والا ہے۔ تاکہ قیمت زیادہ سے زیادہ دے۔ یہ ایک طرح کا دھوکہ تھا۔ اس لئے منع فرمایا گیا۔ اور چونکہ اس میں

---

[۲] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۸۸ ، [۱] ارواح ثلثہ ص ۹۲،

تنازع کا بھی امکان قوی ہے اس لئے اس کا حل ارشاد ہوا۔

اس خصوص میں امام شافعی کا مسلک وہی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے مگر امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ۔ اس صورت میں خیار نہیں۔ بظاہر یہ حدیث کے صریح منطوق کے خلاف ہے۔ مگر حقیقت کچھ اور ہے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس پر بہت محققانہ مفصل بحث کی ہے۔ کہ امام اعظم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ لکھتے ہیں۔

ذھبوا الی ان ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلك مما تقدم ذکرنا لہ فی ھذا الباب منسوخ۔

یعنی امام اعظم کی تحقیق یہ ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ حدیث منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ اور ثابت فرمایا کہ یہ اس حدیث سے منسوخ ہے جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا۔

نھی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع الکالی بالکالی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا جس میں مبیع اور ثمن دونوں ادھار ہوں۔

اور یہاں ایک عوض دودھ ہے جو ادھار ہے کہ ابھی وہ موجود ہی نہیں۔ اور دوسرا عوض ایک صاع کھجور یا جو ہے۔ وہ بھی مشتری ابھی نہیں دے رہا ہے۔ اس لئے یہ اگر بیع ہے تو یہ بیع الدّین بالدّین ہوئی۔ اور فرمایا۔ نیز اس کا نسخ اس حدیث سے بھی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الخراج بالضمان۔

مبیع سے مشتری جو فائدہ حاصل کرے وہ مشتری ہی کا ہے۔

اس حدیث کو تمام امت نے قبول کیا حتی کہ امام شافعی نے بھی۔ وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ اگر بیع کے بعد مشتری مبیع میں کسی عیب پر مطلع ہو جس کی وجہ سے اسے واپس کر دیا تو مشتری نے مبیع سے جو فائدہ حاصل کیا اس کا کوئی عوض نہیں۔ مثلاً بکری خریدی۔ تین چار دن اس کا دودھ کھایا پھر کسی عیب پر واقف ہوا اور اسے واپس کر دیا تو جو دودھ کھایا ہے اس کا کوئی عوض مشتری نہیں دے گا۔ دلیل یہی حدیث ہے۔ اسی طرح مُصَرَّاۃ میں بھی کوئی ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ اگر بالفرض تاریخ نہ معلوم ہونے سے نسخ کا دعویٰ نہ بھی درست ہو تو اتنا تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث مصراۃ، دوسری حدیثوں کے معارض ہے۔ تو ایک حدیث کا ترک دوسری حدیثوں پر عمل کرنے کے لئے ہوا۔ تو یہ الزام کہ قیاس سے حدیث کو ترک کیا سراسر غلط ہے۔

یہ حدیث امت کے کئی مسلمات کے خلاف ہے۔ اولاً یہ بات پوری امت کو مسلم ہے کہ جب کسی چیز کو کسی کا عوض قرار دیا جائے تو عوضین کی مقدار اور کم از کم جنس معلوم ہونی ضروری ہے۔ یہاں دودھ کی جنس تو معلوم ہے مگر مقدار معلوم نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر جانور

ایک ہی مقدار میں دودھ نہیں دیتا۔ سوچئے اونٹ اور بھیڑ بکری برابر ہی دودھ دیتے ہیں؟۔ پھر جانور کی واپسی ایک دن کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور تین دن کے بعد بھی۔ ایک دن اور تین دن میں دودھ کی کتنی مقدار بڑھ جائے گی۔ گھٹ جائے گی۔ اور معاوضہ صرف ایک صاع کھجور یا جو ہے۔ خواہ اونٹ خواہ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس۔ ایک دن میں واپس کرے خواہ تین دن کے بعد۔

ثانیًا یہ ایک صاع کھجور یا جو اس دودھ کا ضمان ہے جو مشتری نے کھایا ہے۔ اور ضمان کی شارع نے صرف دو ہی صورت رکھی ہے۔ مثلی چیزوں میں مثل اور غیر مثلی میں قیمت۔ ظاہر ہے کہ اگر دودھ کو مثلی مانو جیسا کہ حقیقت ہے تو اس کا ضمان اتنا دودھ لازم تھا نہ کھجور یا جو۔ اور اگر اسے مثلی نہ مانیں ذوات القیم سے مانیں تو ظاہر ہے کہ اس قضیئے کی مختلف صورتوں میں دودھ کی قیمت ہمیشہ ایک صاع کھجور یا جو نہ ہوگی کم وبیش ہوگی۔ فرض کرو یہ جانور اونٹ ہے اور تین دن کے بعد واپس کیا تو ظاہر ہے کہ دودھ کی مقدار زیادہ ہوگی۔ اور اگر فرض کرو یہ جانور بکری ہے اور اسے دوسرے ہی دن واپس کیا تو دودھ کی مقدار بہت کم ہوگی۔ پھر بہر صورت ہر جانور میں ایک صاع کھجور یا جو ضمان دینا کیسے درست ہوگا۔

ثالثًا اس قسم کے عقد کی ممانعت فریقین کے نزدیک مسلم الثبوت احادیث سے ثابت ہے۔ مثلًا فرمایا۔ کہ جو کھجور درخت پر ہو اسے کسی مقررہ مقدار کھجور سے نہ بیچو۔ کھیتی کو مقررہ غلے کے عوض نہ بیچو۔ اگرچہ یہاں کھیتی سامنے ہے۔ کھجور نظر کے سامنے ہے ایک ماہر قریب قریب صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔ مگر چونکہ کھیتی میں کتنا غلہ ہے۔ درخت پر کتنی کھجوریں ہیں۔ ان کی صحیح مقدار معلوم نہیں اس لئے منع فرما دیا۔ یہاں بھی جہالت ہے۔ دودھ کی مقدار کیا ہے یہ معلوم نہیں۔ حدیث مُصَرَّاۃ عند الفریقین کا مسلم احادیث کے معارض ہے۔ اسلئے اس کی صحت میں شبہ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر مزابنت اور محاقلت میں سود کا اندیشہ ہے تو یہاں بھی ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سود کی بنیاد طعم اور ثمنیت ہے۔ دودھ اور کھجور یا جو میں دونوں باتیں مشترک ہیں۔ یہ حدیث کا قیاس سے ترک نہ ہوا۔ بلکہ حدیث کا حدیث مسلم عند الکل کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے ترک ہوا۔ اور اس کی کثیر نظیریں عہد صحابہ میں موجود ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ منسوب کیا کہ حضور نے فرمایا۔

الوضوء مما مست النار۔ جسے آگ نے چھویا ہو اس سے وضو ہے۔

مثلًا آگ پر پکی ہوئی کوئی چیز کھائی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی بنا پر بعض ائمہ اس کے قائل ہیں کہ گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ انھوں نے حضرت ابوہریرہ کے سامنے یہ معارضہ پیش کیا۔

انتوضأ من الدهن انتوضأ من الحميم کیا تیل کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ اے بھتیجے! جب حدیث رسول بیان کروں تو مثالیں نہ دیا کرو۔ مگر حضرت ابن

عباس اپنی رائے پر قائم رہے۔ اور یہی جمہور کا مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہیں جاتا۔ کیا جمہور امت کو یہ الزام دیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے قیاس کی بنا پر حدیث کو ترک کر دیا۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے، حضرت ابن عباس کے یہ حدیث بیان کی۔ کہ جو جنازہ اوٹھائے وضو کرے۔ اس پر حضرت ابن عباس نے کہا:۔

ھل یلزمنا الوضوء من حمل عیدان یابسۃ [۱] کیا سوکھی لکڑیاں اٹھانے سے ہم پر وضو لازم ہے۔

بعض حضرات نے ابو ہریرہ کی اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ جنازہ اوٹھانے والا وضو کر کے جنازہ اوٹھائے تاکہ نماز جنازہ پڑھنے میں تاخیر نہ ہو۔ لیکن اگر حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ تھی تو انھیں جواب دینا چاہئے تھا۔ کہ میری مراد یہ ہے یا اپنی بیان کردہ حدیث کے مفہوم کو وہ بہتر سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عباس کے مواخذہ پر خاموشی اس کی دلیل ہے کہ ان کی مراد یہی تھی کہ جنازہ اٹھانے سے وضو، ٹوٹ جاتا ہے۔ معاندین احناف ابن عباس کو کیا کہیں گے؟۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ مقرر نہیں کیا۔ پھر مر گیا۔ اس کی یہ زوجہ مہر پائے گی یا نہیں؟۔ پائے گی تو کتنی؟۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مہینہ تک غور و خوض کیا پھر یہ فتوی دیا۔ میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا۔ میں اپنی رائے بتاتا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر درست نہیں تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ اس عورت کو مہر مثل دیا جائے نہ کم نہ زیادہ۔ اسی مجمع میں معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ کھڑے ہوئے اور کہا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ بروع بنت واشق کے بارے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا۔ یہ سنکر حضرت ابن مسعود اتنے خوش ہوئے کہ کبھی اتنے مسرور نہیں دیکھے گئے تھے۔ لیکن حضرت علی نے معقل بن سنان کی یہ حدیث نہیں تسلیم کی اور یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا۔

ما نصنع بقول اعرابی بوال علی عقبیہ وحسبہا المیراث ولا مھر لھا۔ اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے گنوار کی بات پر ہم کان نہیں دھرتے۔ اس عورت کو صرف میراث ملے گی۔ مہر اسکے لئے نہیں۔

حضرت علی کا یہ قول نہ بھی ثابت ہو تو اتنا قطعی ہے کہ حضرت علی کا قول یہی ہے کہ ایسی عورت کو صرف میراث ملے گی۔ اور کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور یہی حضرت زید بن ثابت اور ابن عباس اور ابن عمر کا بھی مذہب ہے۔ اب بتائیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ، [۱] ترمذی ص ۱۲، ابن ماجہ ص ۳۷، [۱] نور الانوار ص ۱۸۰، [۲] ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۳۶،

عنہ اور ان تینوں فقہا صحابہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟۔ یہ اہل رائے تھے یا اہل حدیث؟۔

(۴) ترمذی میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے یہ حدیث بیان کی۔ کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے شوہر سے انھیں نہ عدت کا نفقہ دلایا اور نہ رہنے کے لئے مکان دلایا۔ راوی حدیث مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے جب یہ حدیث ابراھیم سے ذکر کی تو انھوں نے کہا اس پر حضرت عمر نے یہ فرمایا:۔[1]

لاندع کتاب الله و سنة نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بقول امرأة لاندری احفظت ام نسیت فکان عمر جعل لها السکنیٰ والنفقة

ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ پتہ نہیں اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔ حضرت عمر نے ایسی عورت کو نفقہ بھی دلایا اور مکان بھی۔

شارحین نے کہا کہ کتاب اللہ سے مراد سورۂ طلاق کی یہ دونوں آیتیں ہیں :۔

(۱) وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ ۔ وَلَا يَخْرُجْنَ ۔ انھیں (عدت کے دوران) انکے گھروں سے نہ نکالو۔ اور نہ وہ خود نکلیں

(۲) اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ ۔ مِنْ وُّجْدِكُمْ ۔ جہاں خود رہتے ہو وہیں انھیں رکھو اپنی طاقت بھر۔

لیکن گزارش یہ ہے کہ ان آیتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ طلاق والی کے لئے ہے۔ اور آپ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز تو کیوں نہ اسے فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے حضرت عمر نے خاص فرمایا۔ آپ لوگوں کی زبان میں یہ حضرت عمر کا قیاس تھا۔ کہ انھوں نے ان آیتوں کو اپنے عموم میں رکھا۔ تو یہ قیاس سے حدیث کا رد کرنا ہوا۔ بولئے حضرت عمر کے بارے میں کیا تحقیق ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عمر نے صحابۂ کرام کے مجمع عام میں یہ فیصلہ فرمایا۔ سب نے سکوت کیا۔ کیا سب صحابۂ کرام قیاس تھے؟۔

رہ گئی وہ حدیث جو اس کے معارض ہے۔ وہ ترمذی میں مذکور نہیں۔ البتہ احناف کے اصول فقہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ایسی عورت کے لئے نفقہ اور سکنی ہے۔ یہاں بھی احتمال ہے کہ کہیں جو حضرت عمر نے سنا وہ مطلق مطلقہ کے لئے ہو۔ اور اسی پر مطلقہ ثلثہ کو قیاس فرمایا۔ جیسا کہ کتاب اللہ کے سلسلے میں ظاہر ہو گیا۔ اور اگر بالفرض یہ ارشاد خاص مطلقہ ثلثہ کے بارے میں ہی ہو۔ تو ایک حدیث کی دوسری پر ترجیح کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افقہ ہونا ہے۔ اور یہی احناف بھی کہتے ہیں۔ کہ تعارض کے وقت ترجیح اس روایت کو ہو گی جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔ لیکن اب ہمیں یہ بتائیے کہ

---

[1] ترمذی جزا ص۱۴۱ ،

حضرت امام مالک امام شافعی لیث بن سعد کا مذہب یہ ہے کہ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا مگر نفقہ نہیں ملے گا۔ ترمذی میں ہے:

قال بعض العلم لها السکنیٰ ولا نفقة لها وھو — بعض اہل علم نے کہا۔ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا نفقہ نہیں ملے گا۔

قول مالک بن انس واللیث بن سعد والشافعی — یہ مالک بن انس، لیث بن سعد اور شافعی کا مذہب ہے۔

ان تینوں ائمہ کو کس زمرے میں داخل مانتے ہو۔ اہل رائے کے یا اہل حدیث کے؟

ایک اور الزام حدیث مُصَرّاۃ کی طرح احناف کو حدیث کے بالمقابل قیاس پر عمل کرنے کا بہت زیادہ طعن، اِشعار کی کراہت کے قول سے دیا جاتا ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایام حج میں جو جانور مکہ معظمہ قربانی کے لئے لے جائے جاتے ہیں جنھیں ہَدی کہتے ہیں۔ انھیں شناخت کے لئے یا تو گردن میں کچھ پہنا دیا جاتا ہے۔ یا پھر ان کے کوہان میں معمولی سا زخم لگا دیا جاتا ہے۔ اُسے اِشعار کہتے ہیں۔ احادیث میں ہے۔ کہ خود رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشعار کیا۔ حضرت امام اعظم نے اشعار کو منع فرمایا۔ اس پر قیامت سر پر اٹھالی گئی۔ حالانکہ ہم اس کی بھی بکثرت نظیریں پیش کر سکتے ہیں۔ کہ احادیث کی صحت تسلیم کرتے ہوئے صحابۂ کرام نے حدیث کے صریح منطوق کے خلاف اپنی رائے دی۔ مثلاً صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا:-

لا تمنعوا آماء الله مساجد الله — اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں میں حاضر ہونے سے مت روکو۔

اور عیدین کی حاضری کے لئے فرمایا:-

ولیشھدن الخیر ودعوة المسلمین۔ — بھلائی اور مسلمانوں کی دعاء میں حاضر ہوں۔

لیکن ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا:-

لو رأی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما احدثت النساء لمنعهن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ — آج عورتوں نے جو بنا رکھا ہے اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے انھیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

اور بالآخر آج پوری امت نے بالاتفاق عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا ہے۔ بولئے پوری امت نے بھی وہی جرم کیا یا نہیں جو جرم ابوحنیفہ نے کیا۔ جو اس کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

اشعار کے کراہت کی وجہ اشعار جو مسنون تھا وہ صرف یہ تھا کہ اونٹ کے دائیں یا بائیں کوہان کے نیچے تھوڑا سا چمڑے میں شگاف لگا دیں کہ کچھ خون بہہ جائے لیکن جب لوگوں نے اسمیں تعدی کی اور گہرے گہرے زخم لگانے لگے جو گوشت پر پہنچ جاتا۔ اس میں بلا ضرورت شرعیہ جانور کو ایذا بھی دینی تھی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ یہ زخم بڑھ کر جانور کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بن جائے تو امام اعظم نے اپنے زمانے کے اشعار، کو مکروہ بتایا۔ مذہبی ارکان کی ادا میں کبھی کبھی عوام کا جوش تعدی کی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ یہی حال اشعار میں بھی ہونے لگا تھا۔ اس لئے سدّ اَبواب الفتنہ امام اعظم نے اسے مکروہ بتایا۔ جیسے عورتوں کو اس زمانے میں مسجد میں نماز کے لئے جانے سے

رد کنا حدیث لا تمنعوا آماء اللہ مساجد اللہ۔ کے منافی نہیں۔ اسی طرح اشعار میں تعدی کی بنا پر اشعار کو مکروہ کہنا، حدیث کے منافی نہیں۔ یہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہے۔

اس قسم کے الزامات حضرت امام اعظم کے عہد میں بھی لگائے گئے جس سے بڑے بڑے ائمہ متاثر بھی ہوئے۔ مگر جب رو برو گفتگو ہوئی تو لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہو گئے۔ جس کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں۔

زیادہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ اصول فقہ میں ایک قاعدہ عام طور پر لکھا ہے کہ اگر راوی فقیہ ہے تو اس کی حدیث قیاس کے بالمقابل راجح ہوگی۔ اور اگر فقیہ نہیں تو قیاس کو ترجیح ہوگی۔ لیکن کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ حضرت امام اعظم نے کہیں بھی فرمایا ہو۔ فقہ، اصول فقہ کے لاکھوں صفحات میں نے دیکھ ڈالے مگر کہیں یہ نہیں ملا کہ یہ امام اعظم نے فرمایا ہے۔ اصول فقہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ صرف عیسی بن ابان اور ان کے کچھ متبعین کی ذاتی رائے ہے۔ امام ابو الحسن کرخی وغیرہ اس کے مخالف ہیں۔ مسلم الثبوت اٹھا کر دیکھو انھوں نے امام ابو الحسن کرخی ہی قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اگر کوئی بات کسی ایک یا چند حنفی عالم نے کہہ دی تو بلا ثبوت اس کو امام اعظم کے سر تھوپ دیا گیا۔ جب کہ خود احناف اس کے مخالف ہوں اور اسے غیر صحیح کہہ رہے ہوں

(۱) پھر احناف کے نزدیک اس قاعدے کے ناقابل اعتبار ہونے کے نظائر بھی بکثرت ہیں۔ مثلاً نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ قیاس کے خلاف ہے۔ اور یہی امام مالک وغیرہ کا مذہب بھی ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں۔ امام محمد اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لولا ماجاء من الآثار کان القیاس علی ما قال اھل المدینۃ لکن لا قیاس مع الاثر ولا ینبغی الا ان ینقاد الآثار۔	اگر حدیث نہ ہوتی تو قیاس وہی تھا جو اہل مدینہ کہتے ہیں۔ لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کچھ نہیں۔ صرف احادیث ہی کی اتباع کرنی چاہئے

(۲) رمضان میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ جب کھا پی لیا تو روزہ ختم۔ مگر امام اعظم نے فرمایا۔

لولا ماجاء فی ھذا من الآثار لامرت بالقضاء۔	اگر اس بارے میں احادیث نہ ہوتیں تو میں ایسے روزے کی قضا کا حکم دیتا

احادیث کے علل قادحہ خفیہ یہاں ایک نکتہ یہ قابل لحاظ ہے۔ کہ احادیث کی صحت و عدم صحت میں بھی اختلاف رائے ہوا ہے۔ ایک ہی حدیث دسیوں محدثین کے نزدیک صحیح ہے مگر دوسرے محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جس حدیث کو صحیح کہتے ہوں وہ واقع میں بھی صحیح ہو۔ یا وہ دوسرے محدثین کے نزدیک بھی صحیح ہو۔ اور جسے آپ ضعیف کہتے ہوں وہ واقع میں ضعیف ہی ہو۔ یا دوسرے محدثین کے نزدیک ضعیف ہی ہو۔ اسکی ایک مثال وہ احادیث ہیں کہ جن سے آمین بالجہر ثابت کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں اسلئے کہ اگر ان

میں ایک بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو جب کہ امام بخاری نے آمین بالجہر کا باب باندھا ہے تو اسے ضرور ذکر فرماتے آمین بالجہر کا باب باندھنے کے باوجود بھی ان حدیثوں میں سے کسی حدیث کو ذکر نہ کرنا اسکی دلیل ہے کہ یہ احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں۔ مگر دوسرے محدثین اسے صحیح مانتے ہیں۔

دوسری مثال یہ حدیث ہے :۔

من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراۃ ۔ جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اسکی قرأت ہے۔

معاندین اس حدیث میں طرح طرح کے کیڑے نکالتے ہیں مگر یہ حدیث صحیح پر قدح ہر علت سے پاک ہے۔ امام محمد نے موطا[۱] میں ایسی سند کے ساتھ جس کے تمام رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ روایت کیا۔ امام ابن ہمام[۲] نے فرمایا۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ محدثین نے صحت کے معیار الگ الگ قائم کئے ہیں۔ مثلاً حضرت امام اعظم کے نزدیک دیگر اور شرط کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ راوی حدیث کو سننے کے وقت سے لے کر اداکے وقت تک یاد رکھے ہو۔ یہ کڑی شرط امام بخاری اور مسلم کے یہاں بھی نہیں۔ امام بخاری کے یہاں حدیث مُعَنْعَنْ میں معاصرت کے ساتھ لقاء شرط ہے۔ امام مسلم کے یہاں لقاء کی شرط نہیں صرف معاصرت کافی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان قول وفعل نہیں۔ امام بخاری اس کی حدیث نہیں لیتے۔ بقیہ تمام محدثین لیتے ہیں۔ احناف اور جمہور محدثین کے یہاں حدیث مرسل حجت ہے۔ کچھ محدثین کے یہاں حجت نہیں۔ ان شرائط کے اختلاف سے احادیث کی صحت اور عدم صحت میں اختلاف ہو سکتا ہے بلکہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ رواۃ کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی اختلاف پیدا ہوا ہے۔ پھر ان ظاہر وجوہ سے ہٹ کر کبھی بظاہر حدیث صحیح ہے۔ متصل السند ہے۔ تمام راوی ثقہ ہیں۔ کوئی خرابی نہیں نظر آتی مگر ایک ماہر حدیث کا نقاد، حاذق اسے کسی خفی علت کی بنا پر ضعیف کہہ دیتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ محدثین خود ہی تصریح کرتے ہیں۔ کہ کبھی خود ناقد وہ وجہ نہیں بیان کر سکتا جو اس کے مُعَلَّل ہونے کی ہے۔ جیسے ایک صرّاف سونے چاندی کو پرکھ کے خود جان لیتا ہے کہ کھری ہے کہ کھوٹی مگر دوسرے کو بتا نہیں پاتا۔ مشہور محدث ابوحاتم سے کسی نے چند حدیثوں کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے بعض کو صحیح بعض کو مُدرَج بعض کو مُنکَر، بتایا۔ سائل نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ کیا راویوں نے آپ کو یہ تفصیل بتائی ہے؟۔ ابوحاتم نے کہا۔ نہیں۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ کیا آپ غیب جانتے ہیں؟۔ فرمایا تم دوسرے ماہرین سے پوچھ لو اگر وہ میری موافقت کریں تو مانو۔ اس نے جاکر انھیں کے معاصر دوسرے محدث ابوزرعہ سے پوچھا۔ انھوں نے بھی وہی کہا جو ابوحاتم نے کہا تھا۔ اب اسکو اطمینان ہوا[۳]۔ امام بخاری کے استاذ اور مسلم الثبوت محدث علی بن مدینی نے کہا:۔

---

[۱] ص۹۸، [۲] فتح القدیر ص۲۳۱، [۳] فتح المغیث،

هی الهام ولو قلت للقیم بالعلل من این لك هذا لم یکن له حجة له

یہ الہام ہے۔ اگر علل کے ماہر سے پوچھو کہ تم نے کس بنا پر اسے معلل کہا تو وہ کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا۔

بعض محدثین نے اسی کو یوں کہا ہے۔

اثر یهجم علی قلوبهم لا یمکنهم رده وهیئة نفسانیة لا معدل لهم۔

یہ ایک اثر ہے جو محدثین کے دل میں وارد ہوتا ہے۔ جسے وہ رد نہیں کر سکتے اور ایک نفسیاتی تاثر ہے جس سے وہ صرف نظر نہیں کر سکتے۔

اور کچھ حضرات نے یہ کہا۔ کہ صحیح احادیث میں ایک خاص نورانیت ہوتی ہے۔ وہ جب کسی میں نہیں ملتی تو محدث جان جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

محدثین کو من جانب اللہ ایسا ملکہ حاصل ہونا بعید از قیاس نہیں۔ کہ وہ اپنی فراست ایمانی سے یہ فرق کر سکیں کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظم اپنے وقت کے ہی نہیں بلکہ بعد کے اعتبار سے بھی ایک عظیم ہی نہیں اعظم جلیل ہی نہیں اجل کبیر ہی نہیں اکبر محدث بھی تھے۔ اور ایسے ماہر حاذق کہ احادیث سے متعلق تمام اسرار و رموز سے کما حقہ واقف تھے۔ اور ساتھ ساتھ بے مثال مجتہد بھی۔ انھوں نے اپنے اس خداداد ملکہ سے کام لیکر کچھ احادیث علل خفیہ قادحہ کی بنا پر معلل ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ تو یہ حقیقت میں عمل بالحدیث کا ترک نہ ہوا۔ لیکن معاندین کا کوئی علاج نہیں۔

معانی حدیث کی فہم پھر قرآن و حدیث کے معانی کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ حدیث گزر چکی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عز وجل جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اسی بخاری کتاب العلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مذکور ہے۔

فهم أعطیه رجل مسلم ۲ سمجھ جو کسی مسلمان کو دی گئی ہو۔

پھر سمجھنے والے بھی مختلف مدارج کے ہوتے ہیں۔ ایک چیز سے ایک بات ایک کے سمجھ میں آتی ہے۔ اور دوسرے لوگ اسے نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

(۱) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر عمر مبارک دوران خطبہ فرمایا۔

له فتح المغیث ۲ بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱

إن اللہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ — اللہ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ دنیا پسند کرے یا حضوری بارگاہ اس
فاختار ذلک العبد ما عندہ۔ — بندے نے حضوری بارگاہ پسند کیا۔

یہ سنکر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ روکیوں رہے ہیں مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندۂ مختار خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے [1]

(۲) حضرت فاروق اعظم، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ یہ بات دوسرے بزرگوں کو ناپسند ہوئی کہ ہمارے لڑکوں کو اتنا قریب کیوں نہیں کرتے۔ خدمت میں عرض کیا۔ حضرت عمر نے سب کے صاحبزادوں کو اور ابن عباس کو بھی بلایا۔ اور دریافت کیا۔ کہ سورۂ نصر إِذَا جَاءَ سے کیا سمجھتے ہو۔ کچھ صاحبزادے تو بالکل خاموش رہے۔ کچھ نے عرض کیا۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد ہوئی، ہمیں فتح نصیب ہوئی تو ہم اللہ کی تسبیح وتحمید کریں۔ استغفار کریں۔ یعنی اس کا شکر کریں۔ حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو تو انھیں نے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے قرب کی خبر دی جارہی ہے۔

کچھ اسی قسم کا معاملہ حضرت امام اعظم اور ان کے معاصرین ومعاندین کا بھی ہے۔ حضرت امام اعظم کو اللہ عزوجل نے قرآن واحادیث کے معانی کے سمجھنے کی ایسی قوت وصلاحیت عطا فرمائی تھی۔ جو دوسروں میں نہ تھی۔ دوسروں کی نظریں الفاظ کی سطح تک رہتیں۔ اور حضرت امام اعظم کی نکتہ رس فہم معانی کے دقیق سے دقیق ادق سے ادق بطون تک پہونچ جاتی۔ جس پر یہ لوگ خود حیران رہ جاتے۔ ان میں جنھیں اللہ چاہتا۔ امام کی جلالت کو تسلیم کرلیتا۔ ورنہ وہ معاندانہ روش پر اڑا رہتا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی نے الخیرات الحسان میں خطیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا — حدیث کی تفسیر اور حدیث میں جہاں جہاں فقہی نکات ہیں ان کا جاننے والا میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے جب کبھی ان کا خلاف کیا پھر غور کیا تو ان کا مذہب آخرت میں زیادہ نجات دہندہ نظر آیا۔ ایک بار حضرت امام اعظم، حضرت سلیمان اعمش کے یہاں تھے۔ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔ انھوں نے امام اعظم سے پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت امام اعظم نے ان سب کے حکم بیان فرمائے۔ امام اعمش نے پوچھا کہاں سے یہ کہتے ہو۔ فرمایا۔ آپ ہی کی بیان کردہ ان احادیث سے اور ان احادیث کو مع سندوں کے بیان کردیا۔ امام اعمش نے فرمایا بس بس، میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سو دن میں بیان کیں آپ نے وہ سب ایک دن میں سنا ڈالی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ — اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور آپ نے دونوں کو

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۱۶،

وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین [1] حاصل کرلیا۔

اللہ عزوجل حضرت سلیمان اعمش کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ان تمام مباحث کو جو آج تک محدثین اور فقہا کے مراتب کی تعیین میں چلی آرہی ہے۔ ان چند لفظوں میں سمیٹ کے رکھدیا ہے۔ اب ہم بھی اس گفتگو کو انھیں الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

ایک لطیفہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان گھٹانے کے لئے ایک جاہلانہ سوال بہت اچھالا جاتا ہے۔ آجکل کے غیر مقلدین اسے بطور وظیفہ پڑھتے بھی ہیں اور اپنے غیر مقلد طلبہ کو پڑھاتے بھی ہیں۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے باآں جلالت شان کہیں کہیں لغوی، صرفی لغزشں ہوگئی ہے۔ جن پر شارحین نے کلام کیا ہے۔ علامہ عینی نے بھی ان لغزشوں کا تذکرہ اپنی شرح میں کردیا ہے۔ بس کیا تھا بھڑ کے چھتے میں لکڑی چلی گئی۔ ساری دنیا امام بخاری پر اعتراض کرے تو کرے ایک حنفی کیوں کچھ کہے۔ دیانت خدا ترسی سب کو بالائے طاق رکھ کر امام اعظم پر لعن طعن سب وشتم پر اتر آئے۔ امام بخاری سے بڑی عقیدت تھی۔ تو ان لغزشوں کی تصحیح کرتے۔ یہ تو ان سے ہو نہ سکا۔ کیا یہ کہ حضرت امام اعظم کا ایک قول ڈھونڈ نکالا۔ جو ان معاندین کی پڑھی ہوئی نحو کے خلاف ہے۔ قصہ یہ ہے۔ کہ ابو عمرو علاء نحوی مقری نے حضرت امام اعظم سے پوچھا کہ قتل بالمُثَقَّل سے قصاص واجب ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ نہیں۔ اس پر ابو عمرو نے کہا اگر وہ منجنیق کے پتھر سے مارے پھر بھی نہیں فرمایا۔

لو قتلہ بابا قبیس اگرچہ (جبل) ابی قبیس سے قتل کرے۔

چونکہ ابوقبیس پر، با، حرف جار داخل ہے۔ اس لئے اس کو یاء کے ساتھ "بابی قبیس" ہونا چاہئے تھا۔ اور حضرت امام اعظم نے اسے الف کے ساتھ فرمایا۔ یہ نحو کے قاعدے سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس سے ایک طرف حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نحوی تبحر ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف معاندین کی جہالت اور علم نحو میں ان کی بے مائیگی ثابت ہوتی ہے۔ اور حد یہ ہے کہ بخاری سے بھی واقفیت نہیں۔ بخاری قتل ابی جہل میں ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل کا سر قلم کرنے گئے تو اس سے کہا۔ انت اباجھل۔ جو روایت بطریق محمد بن مثنیٰ ہے۔ اس میں معتمد روایت یہی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ حالانکہ ہونا چاہئے ابوجہل۔ اپنے مخالف پر اعتراض کرنے چلے تھے۔ اور وہ ان کے ہی امام پر لوٹ آیا۔ اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت کا یہی حال ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ "بابا قبیس" غلط ہے۔ اور نہ "انت اباجھل"، غلط۔ اسمائے ستہ مکبرہ میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ "جب غیر یائے متکلم کی جانب مضاف ہو تو ہر حالت میں الف کے ساتھ ان کا اعراب ہوگا"۔ چنانچہ اسی لغت پر مندرجہ ذیل شعر ہے ؎

---

[1] الخیرات الحسان ص ۶۶

ان اباھا وابا اباھا ٭ قد بلغا فی المجد غایتاھا

مگران غریبوں کو یہی معلوم ہے کہ چونکہ نحو میر میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب یہ لکھا ہے۔ کہ حالت جر میں "یا" کے ساتھ اور حالت رفع میں "واؤ" کے ساتھ اس لئے "انت اباجہل" "ولو قتلہ بابا قبیس" غلط ہے۔

ایک اور طعن اور اس کے جوابات

فقہ حنفی ہی نہیں مطلقاً فقہ پر امام بخاری کا ایک طعن برابر چلا آرہا ہے۔ اور آج کل کے معاندین امام بخاری کے کاندھے پر بندوق رکھ کر اس کا احناف کو نشانہ بناتے ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء احادیث کو چھوڑ کر اقوال رجال سے احکام نکالتے ہیں اسی میں پھنسے رہتے ہیں۔

پہلا جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ خود امام بخاری نے بھی اقوال رجال سے احکام استنباط فرمایا۔ اور انھیں دلیل بنایا۔ بلکہ کہیں کہیں صرف اقوال رجال ہی کو دلیل بنایا۔ ان کے ابواب کو اٹھا کر دیکھئے کہ کتنے ابواب میں حدیث سے پہلے اقوال رجال ذکر کرتے ہیں پھر حدیث اور کہیں کہیں تو باب کے تحت کوئی حدیث نہیں صرف اقوال رجال ہی ہے۔ بلکہ ایک عامی کو امام بخاری کی طرز سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اقوال رجال کی حیثیت حدیث سے زائد ہے۔ اس لئے کہ امام بخاری کی ترتیب یہ ہے کہ وہ باب کی تائید میں پہلے آیت ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس کی مؤید کوئی آیت ہو۔ پھر اقوال رجال پھر حدیث اگر کوئی ان کے پاس ہوتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید سب پر مقدم۔ اس سے کسی کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے کہ یہ ترتیب الاہم فالاہم کی ہے۔

دوسرا جواب:۔ جن امور کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی حکم نہ ملے تو غیر مجتہد کیا کرے اسے آپ بتائیں۔

تیسرا جواب:۔ یہ بات بتحقیق ثابت ہوچکی کہ فقہ کی اصل بنیاد قرآن واحادیث ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ فقہاء نے احکام کو قرآن واحادیث ہی سے استخراج فرمایا ہے۔ جو احکام قرآن وحدیث میں نہ مل سکے ان میں انھوں نے قرآن واحادیث سے مستخرج احکام کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے احکام معلوم کئے ہیں۔ تو آپ بتائیں کہ پھر فقہاء کے اقوال کیوں قابل قبول نہ ہوں گے۔ اور یہ حقیقت میں اقوال فقہاء پر اعتماد کرنا نہیں۔ بلکہ اصل اعتماد قرآن وحدیث پر ہے۔ یہ اقوال فقہاء قرآن واحادیث سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے یہ قابل اعتماد ہیں۔ جیسے آپ لوگ بھی ایک ہی صدی میں غیر مقلدیت کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار جانتے ہوئے بھی فتاوی نذیریہ، فتاوی ثنائیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور وہی آپ لوگوں کا معمول بہ ہے۔ کیا امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں۔ اور میاں نذیر حسین دہلوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اقوال کا درجہ قرآن واحادیث کے برابر ہے۔ کہ ان پر اعتماد درست ہے۔

اقوال فقہاء پر اعتماد یقیناً اس وقت ناجائز وحرام ہوتا جب یہ ان کی ذاتی رائے ہوتی۔ اور قرآن واحادیث کے معارض ہوتی۔

مگر جب ان کے اقوال قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو ان پر اعتماد اصل میں قرآن و احادیث ہی پر اعتماد ہے۔

چوتھا جواب:۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جو مجتہد نہیں اسے کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرنی فرض ہے۔ اس قدر پر امت کا اجماع ہے۔ اور یہ قرآن و احادیث سے بھی ثابت ہے۔ مجتہد کون ہے یا کون ہو سکتا ہے۔ اس کو آپ اس سے سمجھ لیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام میں سے مجتہد کتنے ہوئے ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں۔ اب جو مجتہد نہیں۔ لامحالہ اسے کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرنی ہے۔ اور جب وہ مقلد ہے تو اسے اس امام کے اقوال پر اعتماد کرنا لازم ہے جس کا وہ مقلد ہے۔ اسے براہ راست قرآن و احادیث سے مسائل کے استخراج کی کوشش جائز نہیں۔ امت کی اکثریت بلکہ غالب اکثریت غیر مجتہد ہے۔ اس لئے وہ لوگ اقوال فقہاء سے احکام تلاش کرتے ہیں۔ اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ عمل خود اجلۂ محدثین مصنفین صحاح ستہ حتی کہ شیخین کے اساتذہ کا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو اسے فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیتے یا یہ خود فقہاء کی طرف رجوع کرتے۔

ابھی گزرا کہ ایک سائل حضرت سلیمان اعمش کی خدمت میں آیا انھوں نے امام اعظم سے فرمایا کہ آپ اسے مسئلہ بتائیے۔ حضرت سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے اس مسئلہ پر سوائے اس شخص کے جس سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ کوئی اچھی تقریر نہیں کر سکتا یعنی امام اعظم۔ پھر حضرت امام اعظم کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس بارے میں تمھارے شیخ کا کیا قول ہے؟ یہ لوگ بتاتے اسی کے مطابق فتوی دیتے۔ اگر کبھی حضرت امام کے ساتھ ہوتے تو ہمیشہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے۔ اگر ان لوگوں کی رائے امام اعظم کی رائے کے متصادم ہوئی تو ہمیشہ یہی ثابت ہوا کہ امام صاحب کی رائے صحیح ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص سے اس کی بیوی کا جھگڑا ہوا شوہر یہ قسم کھا بیٹھا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا۔ بیوی کیوں پیچھے رہتی۔ اس نے بھی برابر کی قسم کھائی جب تک تو نہیں بولے گا۔ میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اب دونوں پریشان شوہر حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا کہ اس کا حل کیا ہے۔ فرمایا کہ بیوی سے بات کر دو وہ تم سے بات کرے اور قسم کا کفارہ دیدو۔ شوہر حضرت امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرو۔ کفارہ کی ضرورت نہیں۔ جب سفیان ثوری کو یہ معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے۔ امام اعظم کے پاس جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگوں کو غلط مسئلہ بتاتے ہو۔ امام صاحب نے اسے بلوایا اور اس سے دوبارہ پورا قصہ بیان کرنے کو کہا۔ جب وہ بیان کر چکا تو امام صاحب نے حضرت سفیان ثوری سے کہا۔ جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ جملہ کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہو گئی۔ اب قسم کہاں رہی۔ اس پر حضرت سفیان ثوری نے کہا۔ واقعی عین موقع پر آپ کی فہم وہاں تک پہونچ جاتی ہے جہاں ہم لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔

ایک دفعہ کوفے کے ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کی شادی کی اور کوفے کے تمام علماء فقہاء کو بھی مدعو کیا۔ امام اعظم،

سفیان ثوری، مسعر بن کدام، حسن بن صباح سبھی دعوت میں شریک تھے۔ لوگ ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ میزبان پریشان حال آیا۔ اور کہا بڑی مشکل ہوگئی۔ عورتوں کی غلطی سے زفاف میں دو دلہنیں بدل گئیں۔ اب کیا کیا جائے؟۔ حضرت سفیان نے کہا۔ حضرت معاویہ کے زمانے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہر ایک کی زوجہ اس کے پاس بھیج دی جائے۔ البتہ دونوں کو مہر دینا پڑے گا۔ مسعر بن کدام نے حضرت امام اعظم سے عرض کیا آپ کیا کہتے ہیں؟۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ دونوں لڑکوں کو بلاؤ۔ دونوں لڑکے آئے تو امام صاحب نے ہر ایک سے پوچھا کہ جو لڑکی رات تمہارے ساتھ تھی وہ تم کو پسند ہے۔ ہر ایک نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ اب ایسا کرو کہ تم دونوں ان لڑکیوں کو جن سے تمہارا نکاح ہوا تھا طلاق دیدو۔ اور جس کے ساتھ رات گزاری تھی اس سے نکاح کرلو۔ حضرت سفیان کا جواب بھی اپنی جگہ درست تھا اس لئے کہ وطی بالشبہہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا امام صاحب بھی اس کو جانتے تھے۔ مگر سوال یہ تھا کہ کیا دونوں شوہر اسے پسند کرتے؟ کیا یہ غیرت کے منافی نہ تھا؟۔

مخالفت کے اسباب: ایک تو وہی حسد چونکہ جب امام صاحب کے فضل و کمال کی شہرت ہوئی تو ساری مجلسیں سونی ہوگئیں عوام و خواص سب کے مرجع اعظم، حضرت امام ہی ہوگئے۔ یہ بات معاصرین کے لئے بہت تکلیف دہ تھی۔ اس سے لوگ امام کا وقار گرانے کیلئے ان پر بے جا تنقیدات کرنے لگے۔

دوسرا سبب معاصرین سے اگر کوئی لغزش ہوتی تو اظہار حق کے لئے حضرت امام اس کو ظاہر کرتے۔ اس سے لوگ چڑھ جاتے۔ محمد بن عبدالرحمن جو قاضی ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ کوفے کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ تینتیس برس کوفے کے قاضی رہے۔ ان سے کبھی کبھی فیصلوں میں غلطی ہو جاتی تھی۔ حضرت امام ان کی اصلاح کے لئے انھیں تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ انھیں یہ بات ناپسند تھی۔ اس لئے وہ حضرت امام سے ایک خلش رکھتے تھے۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر مقدمات دیکھتے تھے۔ ایک دن مجلس قضا سے فارغ ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ عورت نے اس شخص کو یا ابن الزانیین کہدیا۔ (یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے) قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضاء میں لے چلو! یہ بھی واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دوہری سزا دی جائے۔ اسی اسی یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام صاحب کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا۔ ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔ مجلس قضا سے اٹھنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کے لئے بیٹھے۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہئے۔ انھوں نے کھڑے کرا کر درے لگوائے۔ ایک ہی حد لازم تھی انھوں نے ۲ جاری کیں۔ ایک ہی ساتھ دو حدیں لگوائیں۔ حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہئے۔ جسے

عورت نے ابن النابنین کہا تھا اس نے جب مطالبہ نہیں کیا تھا۔ تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔ اس تنقید کی اطلاع جب قاضی صاحب کو ہوئی تو سخت ناراض ہوئے۔ کوفے کے گورنر سے شکایت کی کہ ابوحنیفہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ گورنر نے حضرت امام پر پابندی لگادی کہ امام ابوحنیفہ فتویٰ نہیں دے سکتے۔ کوفے میں اور بہت سے فقہاء تھے۔ اس صورت میں فتویٰ دینا فرض کفایہ تھا۔ امام صاحب نے فتویٰ دینا بند کر دیا۔ اسی اثنا ایک دن گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ان کی صاحبزادی نے پوچھا کہ آج میں روزے سے ہوں۔ دانت سے خون نکلا اور میں نے باربار تھوکا یہاں تک کہ تھوک بالکل سفید ہو گیا اس میں خون کا اثر بالکل ظاہر نہیں ہوتا اب اگر میں تھوک گھونٹ لوں تو میرا روزہ رہے گا یا جاتا رہے گا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ بیٹی۔ تم اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو۔ مجھے آج کل فتویٰ دینے سے روک دیا گیا ہے۔ ابن خلکان نے اس پر لکھا ہے کہ اطاعت امیر اور دیانت و امانت کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں ہو سکتی[1] لیکن جب سائل میں خود کوفے کے گورنر کو دشواریاں پیش آئی شروع ہوئیں اور کوئی حل نہ کر سکا تو اسے بھی مجبور ہو کر حضرت امام کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور حکم امتناعی اٹھا لینا پڑا۔ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں

وکان ھذا المنع للامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل اجتماعہ بہ ومعرفتہ بمقام الامام فی العلم[2]	یعنی امام صاحب کو فتویٰ دینے سے منع کرنا آپ کی ملاقات اور آپ کے پایۂ علمی کی معرفت سے پیشتر تھا۔

اور جب امام صاحب کے پایۂ علمی کا علم ہوا تو پکار اٹھا ۔

ھذا عالم الدنیا الیوم[3]	یعنی یہ آج دنیا کے عالم ہیں۔

یحیی بن سعید، شہنشاہ منصور عباسی کے یہاں بہت رسوخ رکھتے تھے۔ کوفے کے قاضی تھے۔ مگر کوفے میں ان کو وہ قبول عام نہ حاصل ہو سکا جو حضرت امام اعظم کا تھا۔ اس پر ان کو بہت تعجب ہوتا تھا۔ کہا کرتے تھے کہ کوفے والے عجیب کم عقل ہیں۔ تمام شہر ایک شخص یعنی امام ابوحنیفہ کی مٹھی میں ہے۔ اس پر امام اعظم نے امام ابویوسف امام زفر اور چند اور شاگردوں کو بھیجا کہ قاضی صاحب سے مناظرہ کریں۔ امام ابویوسف نے قاضی یحیی سے پوچھا۔ ایک غلام دو آدمیوں میں شریک ہے۔ ان میں سے ایک شخص آزاد کرنا چاہتا ہے۔ تو آزاد کر سکتا ہے یا نہیں؟۔ قاضی صاحب نے کہا کہ نہیں کر سکتا۔ اس میں دوسرے حصہ والے کا نقصان ہے۔ حدیث میں ہے لاضرر ولاضرار۔ جس کام سے دوسرے کو ضرر پہونچے جائز نہیں۔ امام ابویوسف نے پوچھا اگر دوسرا آزاد کر دے تو؟۔ اس پر قاضی صاحب نے کہا اب آزاد ہو جائے گا۔ امام ابویوسف نے کہا۔ آپ نے اپنے قول کا رد کر دیا۔ پہلے نے جب غلام آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا بے اثر رہا۔ یہ غلام، پورا کا پورا غلام ہی رہا۔ اب دوسرے نے آزاد کیا تو وہی پہلی پوزیشن لوٹ آئی۔ اب کیسے آزاد ہو گیا؟۔

---

[1] ترجمہ ابن ابی لیلی ج ا صـ ۱۹۲، [2] کتاب المیزان ج ا صـ ۶۲، [3] تبییض الصحیفہ صـ ۲۰،

تیسرا سبب یہ ہے کہ کچھ ناخدا ترس ایسے بھی تھے جو حضرت امام کے خلاف جھوٹے قصے وضع کر کے منسوب کرتے تھے۔ مثلاً نعیم بن حماد، یہ وہ بزرگ ہیں جنھیں امام نسائی نے، ضعیف کہا۔ ابوالفتح ازدی وغیرہ نے کہاکہ یہ وضاع کذاب تھا۔ امام ابوحنیفہ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایتیں گڑھا کرتا تھا۔ اور حدیثیں بھی وضع کرتا تھا۔ اور بہانہ یہ بناتا کہ میں ایسا تقویت سنّت کے لئے کرتا ہوں ایسے لوگوں پر حیرت نہیں۔ حیرت امام بخاری پر ہے کہ انھوں نے ایسے کذاب وضاع کی حدیثوں پر اعتماد کر کے اپنی کتابوں میں اسے جگہ دی۔ اس سلسلے میں علامہ سخاوی کا فیصلہ نقل کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حافظ ابوالشیخ بن حبان نے کتاب السنہ میں، یا حافظ ابن عدی نے کامل میں، یا ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں، یا ابن ابی شیبہ نے اپنے مُصَنَّف میں، یا بخاری اور نسائی نے، بعض ائمہ کے بارے میں جو لکھا۔ یہ ان کی شان علم واتقان سے بعید ہے۔ ان باتوں میں ان کی پیروی نہ کی جائے۔ اس سے احتراز کیا جائے۔ بحمدہ تعالیٰ ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا۔ کہ اسلاف کی اس قسم کی باتوں کو مشاجراتِ صحابہ کی قبیل سے مانتے تھے۔ اور سب کا ذکر خیر سے کرتے تھے۔

تلامذہ حضرت امام اعظم کے تلامذہ کی صحیح تعداد معین کرنا مشکل ہے۔ یہ تلامذہ تین قسم کے تھے۔ ایک وہ جن کی شہرت صرف فقہ میں ہوئی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا کوئی شمار نہیں۔ دوسرے وہ جن کی شہرت بحیثیت محدث ہوئی ان کی بھی تعداد ہزاروں ہے۔ تیسرے وہ جو دونوں حیثیت سے ممتاز ہوئے۔ ان سب تفصیلی بحث تو دفتر چاہتی ہے۔ صرف اسما کی فہرست تیار کرنے کے لئے سیکڑوں صفحات چاہئے۔ ناظرین کی طمانیت خاطر کے لئے اتنا ہی ذکر کافی ہے کہ امام اعظم کے تلامذہ میں ایک بہت بڑی تعداد ان محدثین کی ہے۔ جو اصحاب صحاح ستہ اور امام احمد یحیی بن معین وغیرہ کے بھی شیخ یا شیخ الشیخ ہیں۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر مکی بن ابراہیم بلخی ہیں۔ جو امام بخاری کی بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات کے شیخ ہیں۔ بلخ کے امام ہیں۔ ان کا قول ہے امام ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم سب سے بڑے زاہد سب سے بڑے حافظ تھے۔ حافظ اُس عہد میں محدث کو کہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب سب سے بڑے محدث تھے۔ مشہور محدثین نے خاص اس سند سے بھی احادیث اپنی تصنیفات میں لی ہیں۔ جن کے راویوں میں حضرت امام اعظم بھی ہیں۔ امام دارقطنی نے اس کے باوجود کہ امام اعظم سے تعصب رکھتے تھے۔ اپنی سنن میں ۳۳ جگہ ایسی روایت لی ہیں۔ حاکم کی مستدرک، طبرانی کی معجم صغیر، مسند ابوداؤد طیالسی میں امام اعظم کے واسطے سے مروی حدیثیں موجود ہیں۔ حتی کہ صاحب خلاصہ نے امام اعظم کے ترجمے میں، ترمذی، نسائی۔ جزء البخاری کی علامت لگائی ہے۔ مجمع البحار میں ہے کہ ترمذی اور نسائی نے بھی امام صاحب کی روایت لی ہے۔ علامہ ابن حجر نے تقریب میں امام اعظم کے حالات میں نسائی اور ترمذی کی علامت لگائی اور تہذیب التہذیب میں ان روایتوں کا ذکر کیا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام بخاری امام ترمذی، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، حاکم حتی کہ دارقطنی تک، امام صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اگرچہ کچھ درجے نیچے اگر حضرت

امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نے نکتہ چینی کی ہے مگر حضرت امام اعظم کے تلامذہ میں ایسے ایسے جلیل القدر محدث گزرے ہیں کہ ان کی حدیث دانی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ خصوصیت سے حضرت امام ابویوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت فضیل بن عیاض، حفص بن غیاث، ابوعاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون، یحیی بن القطان، ہشام بن عروہ، یحیی بن زکریا بن زائدہ وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی عقل والا یہ مان سکتا ہے کہ یہ اجلۂ محدثین نے کسی ایسے ہی شخص کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔ جو حدیث سے نابلد ہو۔ اور تک بندی کو احکام شریعت بنا کر دنیا کو گمراہ کر گیا ہو۔ ع

آواز دو انصاف کو، انصاف کہاں ہے

وفات

بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لئے وہ وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں۔ منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطینِ عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنما داغ ہیں۔ اسی خونخوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا۔ ابتداءً ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کرلی۔ حضرت امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتوی دے دیا۔ نفس ذکیہ بہت شجاع فن جنگ کے ماہر قوی طاقتور تھے۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں داد مردانگی دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراھیم نے خلافت کا دعوی کیا۔ ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی۔ خاص کوفے میں لگ بھگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔ بڑے بڑے ائمہ علماء فقہاء نے ان کا ساتھ دیا۔ حتی کہ حضرت امام اعظم نے بھی ان کی حمایت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہوسکے جس کا ان کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتۂ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہوگئے۔

ابراھیم سے فارغ ہو کر منصور نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دارالسلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انھیں شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر جواز قتل کے لئے بہانہ کی تلاش تھی۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت امام میری حکومت کے کسی عہدے کو قبول نہ کریں گے۔ اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدۂ قضا پیش کیا۔ امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں اس لئے کہ جھوٹے کو قاضی

بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھاکر کہا کہ تم کو قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔ ربیع نے غصے سے کہا ابوحنیفہ تم امیرالمومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ہاں یہ اس لئے کہ امیرالمومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے جُزبُز ہوکر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔ اس مدت میں منصور حضرت امام کو بلاکر اکثر علمی مذاکرات کرتا رہتا تھا۔ منصور نے حضرت امام کو قید تو کر دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن ہرگز نہ تھا۔ بغداد چونکہ دارالسلطنت تھا۔ اس لئے تمام دنیائے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے حضرت امام کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا۔ قید نے انکی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے اور زیادہ بڑھادیا۔ جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوادیا۔ جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا سجدے ہی کی حالت میں روح پرواز کرگئی۔ ع

جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو۔

تجہیز و تدفین وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی۔ جو سنتا بھاگا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد عمارہ بن حسن نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ سب سے بڑے عابد سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ وہ تمھارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوئے جم غفیر اکٹھا ہوگیا۔ پہلی بار نماز جنازے میں پچاس ہزار کا مجمع شریک تھا۔ اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحبزادے، حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اسکے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ حضرت امام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اس وقت ائمہ محدثین و فقہاء موجود تھے۔ جن میں بعض حضرات امام کے استاذ بھی تھے سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔ مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے۔ انھوں نے وصال کی خبر سنکر اناللہ پڑھا اور کہا۔ بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا۔ کوفے میں اندھیرا ہوگیا۔ امیرالمومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سنکر بغداد حاضر ہوئے۔ جب امام کے مزار پر پہونچے۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ ابوحنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے۔ ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ حماد نے وصال کیا تو تمھیں اپنا جانشین

چھوڑا۔ تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

حضرت امام کا مزار پرانوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام و خواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ میں امام ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اعلم انہ لم یزل العلماء وذوو الحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک منھم الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ انتہی[1]	یعنی جان لے کہ علما و اصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں ان علما میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا۔ اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا۔ نہایت شاندار لاجواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علما و عمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ "مشہد ابوحنیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ حضرت امام کا وصال نوّے سال کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ کو ۱۵۰ھ میں ہوا۔

---

[1] خیرات الحسان ص ۶۹،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر؛ والصلوٰۃ علی حبیبہ وھی الحدیث الازھر؛

وعلیٰ الہ وصحبہ سفن النجاۃ ومصابیح الغرر؛

حضرت امام بخاری نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف کو بسم اللہ سے تو شروع فرمایا مگر اللہ عزوجل کی حمد اور شہادتین سے شروع نہیں فرمایا۔ حالانکہ حدیث میں ہے :۔

(١) کل امر ذی بال لم یبدأ بالحمد للہ فھو اقطع ۔ ہر عظیم الشان کام اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے۔

(۲) کل خطبۃ لیس فیھا شھادۃ کالید الجذماء ۔ جس خطبے میں شہادت نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کے مثل ہے۔

ان دونوں حدیثوں کو امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہیں۔ اس کا سب سے صحیح اور تحقیقی جواب صرف یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں یہ نہیں کہ جب کچھ لکھنا چاہو تو حمد و شہادت کو پہلے لکھو بھی۔ صرف ابتداء کا حکم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے حمد اور شہادتین لکھنے سے پہلے زبان سے ادا کرلئے ہوں۔

دوسرا جواب بھی ایک وزن رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں احادیث امام بخاری کی شرط پر نہ ہوں۔ تو ان پر ضروری نہیں ہوا کہ وہ اس پر عمل کرتے۔ جیسا کہ اس کے ایک راوی قرہ بن عبدالرحمٰن کو ضعیف کہا گیا ہے۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ ابن حبان اور ابوعوانہ نے تصریح کی ہے۔ نیز یہ حدیث نسائی میں سعید بن عبدالعزیز سے بھی مروی ہے۔ اس متابعت سے قرہ کی وجہ سے جو ضعف تھا ختم ہوگیا۔ لیکن واقع میں کسی حدیث کا صحیح ہونا اور بات ہے اور امام بخاری کے نزدیک صحیح ہونا اور بات ہے۔

اس کے چند اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ ارشاد خطبوں اور تقریروں کے ساتھ خاص ہے چونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے خطبوں کو وہ کسی شعر سے شروع کرتے تھے۔ اس کے رد کے لئے فرمایا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک گنوار آیا اور بغیر حمد کے تقریر شروع کردی تو حضور نے فرمایا۔ بئس الخطیب انت ۔ کل امر الحدیث اس سے ظاہر ہے کہ خطبوں کے لئے ہے۔ یہ جواب اس لئے صحیح نہیں۔ کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے واقعہ کی خصوصیت کا نہیں ہوتا۔ جب ارشاد عام ہے کہ فرمایا۔ کل امر ذی بال ۔ ہر شاندار کام ۔ تو اسے عام ہی رکھنا ضروری ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا۔ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو صلح نامہ لکھا گیا اس میں صرف

بسم اللہ ہے۔ علاوہ ازیں سلاطین کے نام حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو والا نامے بھیجے تھے ان میں صرف تسمیہ ہے حمد نہیں۔ اس جواب میں یہ خامی ہے کہ چونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اس لئے دعوی نسخ درست نہیں۔ ثانیاً اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ صلح حدیبیہ وغیرہ سے پہلے کا یہ ارشاد ہے تو بھی نسخ کا دعوی درست نہیں۔ اس لئے کہ نسخ کے لئے ضروری ہے کہ ایسا تعارض ہو جو اٹھ نہ سکے۔ اور یہاں ایسا نہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مکتوبات میں حمد کا ترک بیان جواز کے لئے ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا۔ امام بخاری نے یہ نہیں پسند فرمایا کہ ارشاد رسول پر اپنے کلام کو مقدم کریں۔ باب اور سند کا مقدم ہونا باعتبار ظاہر کے ہے حقیقت میں یہ دونوں مؤخر ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں حدیث کے توابع میں سے ہیں۔ یہ جواب اس لئے درست نہیں چونکہ تقدیم ہوتی ہے حمد الٰہی کی۔ حمد الٰہی کی تقدیم میں کوئی حرج نہیں۔ پھر چونکہ یہ مامور ہے اور مامور بہ پر عمل ویسے ہی ہوگا جیسے حکم کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی سوء ادب نہیں ترجمہ باب اور سند کی تقدیم کا یہ عذر کہ حقیقۃً مؤخر ہے بے معنی ہے۔ اس لئے کہ اعتبار ظاہر کا ہے۔ اور ظاہر میں یہ مقدم ہیں۔ ایک یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ چونکہ سب سے پہلے سورۂ اقرأ ہوئی اس میں صرف بسم اللہ ہے۔ حمد نہیں۔ یہ جواب یوں ساقط ہے کہ **اولاً** سورۂ اقراء کے نزول کے وقت بسم اللہ کا نزول ثابت نہیں۔ ابھی تیسری حدیث آتی ہے۔ اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں۔ **ثانیاً** اعتبار قرآن مجید کی ترتیب عثمانی کا ہے۔ جو منزل من اللہ ہے۔ اس میں بسم اللہ کے بعد حمد بھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ حمد وثنا حمد نہیں تعلیم کے لئے ہے ادعاء بے دلیل ہے۔ الغرض اس قسم کے اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ سب بے وزن ہیں۔ یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابتدا میں حمد واجب نہیں۔ مستحب ہے۔ مستحب پر ثواب ضرور ملتا ہے۔ لیکن ترک پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر امام بخاری نے ترک کر دیا تو ان پر کیوں مواخذہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سوال ہی سرے سے اس لائق نہیں کہ اس کو ذکر کیا جائے۔ عہد قدیم میں یہی طریقہ تھا کہ مصنفین صرف بسم اللہ پر اکتفا کرتے تھے۔ موطا امام مالک، مصنف ابن عبدالرزاق وغیرہ کا یہی حال ہے۔

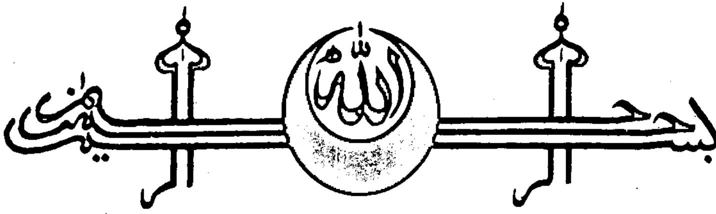

بَابُ کَیْفَ کَانَ بُدُوُّ الْوَحْیِ

اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۱) حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

علقمہ بن وقاص لیثی کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ف سے ممبر پر یہ کہتے سنا کہ میں نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

تشریحات ①

ف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے انتالیس مردوں کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے ۶ سنہ نبوی میں ایمان لائے۔ ۱۳ سنہ ۲۲ رجمادی الآخرہ بروز شنبہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے نماز فجر میں زخمی کیا ۔ تین دن کے بعد ۲۸ ۔ ذوالحجہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے ۔ روضۂ پاک میں حضرت صدیق اکبر کے پہلو میں دفن ہوئے ۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔ دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ نیابت رسول کا حق ادا کیا ۔ انھیں کے عہد خلافت میں وقت کے دو عظیم فرعون، قیصر روم و کسریٰ ایران کی ہزار ہا سالہ جابرانہ ظالمانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں ۔ عراق، ایران، مکران (بلوچستان) شام فلسطین

مصر وغیرہ وغیرہ بڑے ممالک اسلام کے زیرنگیں ہوئے۔ چار دانگ عالم میں اسلام کی ہیبت وشوکت بیٹھ گئی۔ جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔ عل۱

ابو حفص کنیت، فاروق اعظم لقب ہے۔ ان سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ صحابہ کرام میں عُمر نام کے ۲۲ اور حضرات ہیں۔ اور عمرو نام کے دو سو سے زائد صحابہ کرام ہیں۔ عُمر اور عمرو لکھنے میں یکساں ہی ہے اس لئے امتیاز کیلئے عمرو کے ساتھ واو لکھا جاتا ہے اور عُمر بغیر واو کے جو واو کے ساتھ لکھا ہو وہ عَمرو ہے عین کے فتحہ اور میم کے جزم کے ساتھ اور جو عُمر بغیر واو کے ہے یہ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے ــــ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ تمام امت سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ پھر عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ف۲ اس حدیث کی حیثیت ابن مندہ کی تصریح کے مطابق یہ حدیث علاوہ حضرت عمر کے، حضرت علی وحضرت سعد وحضرت ابوسعید خدری وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وانس وابن عباس ومعاویہ وابوہریرہ وعُبادہ بن صامت وعتبہ بن عبدالاسلمی وہزال بن سُوید وعُقبہ بن عامر وجابر وابوذر وعُتبہ ابن منذر وعُقبہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

ابن مندہ کا یہ قول اگر صحیح ہے تو یہ حدیث متواتر ہے۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت عمر ہی سے مروی ہے۔ اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید انصاری تک اس کے راوی ایک ایک رہے۔ یحییٰ بن سعید کے بعد یہ حدیث پھیلی ابوسعید محمد بن علی قشاب نے کہا کہ ڈیڑھ سو اور ابن مندہ نے کہا کہ تین سو سے زائد۔ حافظ ابوموسیٰ مدینی اور ابواسماعیل ہروی نے کہا کہ سات سو حضرات نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا۔ اس پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے۔ مگر عندالتحقیق یہ حدیث صحیح غریب مشہور ہے۔

یہ اُم الاحادیث ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو بیس باتوں کی نصیحت فرمائی تھی ان میں انیسویں یہ تھی کہ میں نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں ان پر اعتماد کرنا۔ پھر انھیں پانچوں حدیثوں کو ذکر فرمایا

سببِ ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک شخص نے، ام قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ ام قیس نے یہ شرط رکھی اگر تم مدینہ ہجرت کر کے چلو تو تم سے نکاح کروں گی۔ انھوں نے ہجرت کی اور ان دونوں کا نکاح ہوگیا۔ ان کو ہم لوگ مہاجر ام قیس کہتے تھے (طبرانی معجم کبیر) اس پر علامہ ابن حجر نے اعتراض فرمایا۔ کہ یہ محض قیاس ہے۔ اس واقعہ کو سبب ارشاد ٹھہرانا درست نہیں اس لئے کہ روایتاً ثبوت ضروری ہے۔ اور روایت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

عل۱ الاعلام۔ ۵ متممات جامع الاصول للشیخ احمد کمشخانوی۔

(یا ایھا الناس) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

اے لوگو! ــــــ اعمال [۱] نیت ہی پر ہیں

اسی طرح ابن بطال مشہور محدث نے بحوالہ ابن سراج یہ بتایا کہ اسلام سے پہلے عربی اپنی لڑکیوں کا نکاح عجمی نسل کے لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں ایسے نکاح ہونے لگے تو بہت سے عجمی النسل ہجرت کر کے مدینہ پہونچے کہ ہمارا نکاح عربی عورتوں سے ہو جائے۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا ــ اس پر وہی ایراد ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ اسی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا ــــ یہ کہنا کہ ان لوگوں نے ایسی روایت پر اطلاع پائی جبھی تو اسے سبب ٹھہرایا ــ یہ جواب پہلی وجہ میں بھی چل سکتا ہے کہ جن لوگوں نے مہاجر ام قیس کے واقعہ کو سبب ٹھہرایا۔ انھیں بھی کوئی روایت معتمد ملی ہوگی واللہ

الاعمال [۱] یہ عمل کی جمع ہے یہ اور فعل مرادف ہیں۔ مگر عند الاطلاق افعال سے مراد افعال جوارح ہی ہوتے ہیں۔ اور اعمال عام ہے افعال جوارح افعال لسان افعال قلب سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے [۱]۔ جس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا۔ اللہ اور رسول پر ایمان، پوچھا گیا پھر کون تو فرمایا۔ جہاد۔ پھر دریافت کیا گیا پھر کون فرمایا حج مقبول۔ یہ عبادات، محرمات، مکروہات، مباحات سب کو شامل ہے۔ مگر یہاں مراد صرف،، اعمالِ صالحہ ہیں۔ اور بنظر دقیق مباحات بھی

نیات نیت کی جمع ہے۔ نیت، دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اور شریعت میں عبادت کے ارادے کو کہتے ہیں۔ (تلویح)

ارادہ۔ عزم۔ قصد محققین کے نزدیک ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں جس سے دو متساوی چیزوں میں ایک کو ترجیح دی جائے خواہ قدیم ہو خواہ حادث نیت، عزم قصد تینوں میں ارادہ حادث مراد ہے۔ اسی لئے ان کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا بخلاف ارادے کے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔

عزم، وہ ارادہ ہے جو فعل پر مقدم ہو۔

قصد، وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جاتا ہو۔

نیت، وہ ارادہ ہے جو عمل سے متصل و مقترن ہونے کے ساتھ ساتھ اسمیں عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو۔

[۱] حاشیہ خیالی ملا عبد الحکیم۔

مثلاً ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ سفر شروع کرنے تک عزم ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد قصد۔ اور اگر اسمیں یہ بھی ملحوظ ہے کہ یہ حج کا سفر ہے تو نیت

امام شافعی کا مذہب وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے اس لئے اگر کسی نے وضو بغیر نیت کیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوا۔ اس وضو سے نماز نہ ہوگی۔ ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔

امام شافعی کا استدلال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ الاعمال سے مراد عبادات ہیں۔ مطلقاً ہر عمل نہیں مثلاً مباح یا گناہ مراد نہیں۔ الاعمال پر الف لام استغراق کے لئے ہے۔ اس لئے اسمیں تمام عبادات داخل ہیں۔ خواہ وہ مقصودہ ہوں خواہ غیر مقصودہ۔ اور اگر الف لام جنس کے لئے مانیں تو بھی یہی حاصل۔ اس لئے کہ "انّما" حصر کے لئے ہے۔ نیز مسند الیہ کا معرفہ ہونا بھی مفید حصر ہے۔ اور جنس کا حصر اُسی وقت ہوگا جبکہ اس کے تمام افراد کا حصر ہو۔ اگر ایک فرد بھی خارج ہوگا تو جنس کا حصر نہ ہوگا۔

باتفاق فریقین الاعمال کا مضاف محذوف ہے۔

کسی خاص مضاف کے حذف پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس لئے مضاف محذوف عام ہوگا۔ یعنی وجود، حصول وغیرہ۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ کوئی عمل بغیر نیت کے موجود نہیں ہوتا۔ یہ باطل۔ اس لئے کہ اذان، قرارت، ذکر وغیرہ بہت سی عبادتوں کا وجود باتفاق فریقین ہو جاتا ہے۔

تو اب اس حدیث کے صدق کے لئے یہاں معنی مجازی مراد لینا لازم ہوا اور یہ معنی مجازی حکم ہے۔ اور حکم دو ہیں، دنیوی یعنی صحت وفساد۔ اور اخروی یعنی ثواب۔

امام شافعی کے یہاں عموم مجاز مراد لینا جائز نہیں۔ اس لئے بیک وقت دونوں مراد نہیں ہو سکتے ان دونوں میں صرف ایک ہی مراد ہوگا۔ بہ نسبت ثواب کے صحت، عمل سے قریب تر ہے۔ اس لئے کہ صحت عمل پر مرتب ہوتی ہے اور ثواب صحتِ عمل پر یعنی صحت کا ترتّب عمل پر بلا واسطہ ہے۔ اور ثواب کا بواسطہ۔ اس لئے صحت مراد لینے کو۔ ثواب پر ترجیح ہوئی ——— اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے بھی اعمال ہیں۔ خواہ مقصودہ ہوں خواہ غیر مقصودہ سب کی صحت نیت پر ہے۔ اگر نیت ہے تو صحیح ورنہ فاسد۔ اس لئے وضو بھی بلا نیت صحیح نہیں

جواب اس استدلال سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی عبادت نیت کے بغیر عبادت نہیں۔ اس سے ہمیں انکار نہیں

ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ بلانیت کوئی بھی عمل عبادت نہیں۔ حتیٰ کہ وضو غسل بھی بغیر نیت عبادت نہ ہوں گے۔ مگر کسی عمل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا عبادت ہونا اور بات۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شے فی نفسہ صحیح ہو مگر عبادت نہ ہو۔ جیسے نکاح۔ اگر بلانیت طاعت کیا عبادت نہ ہوا۔ مگر شرعاً صحیح ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ اگر کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو صحیح اگرچہ عبادت نہ ہوگا اس پر ثواب نہ ملے گا۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ مقصودہ جیسے نماز روزے۔ ان سے مقصود حصول ثواب ہے۔ انھیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مفقود تو فوات مقصود کی وجہ سے اصل شے مفقود۔

دوسری عبادت غیر مقصودہ جو دوسری عبادتوں کے لئے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے لئے چلنا، وضو غسل وغیرہ۔

ان عبادات غیر مقصودہ کو اگر کوئی بہ نیت طاعت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔ اور اگر بلانیت کرے تو ثواب نہیں ملے گا۔ مگر یہ ذریعہ وسیلہ ہونے کے اعتبار سے شرعاً صحیح ہوں گی اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور شوافع کے استدلال سے ثابت ہوا تو یہ کہ بغیر نیت وضو عبادت نہیں۔ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اس معنی کر صحیح بھی نہ ہوا کہ نماز کے لئے ذریعہ بن سکے۔ یہ اگر عبادت نہ رہا تو کوئی خرابی نہیں۔ ان کا دوسرا اور اہم مقصد ذریعہ عبادت ہونا باقی رہا۔ جیسے چلنا کہ بے نیت طاعت مسجد کی طرف چلا تو یہ عبادت نہ ہوا مگر ذریعہ نماز تو ہو گیا۔ اسی طرح غسل طہارت ظاہری جس میں وضو بھی داخل ہے۔ بے نیت صحیح اگرچہ عبادت نہیں۔

احناف کا استدلال

شوافع کے استدلال سے ثابت ہوا کہ چند باتیں انھیں بھی تسلیم ہیں (۱) اعمال سے مراد عبادات ہیں (۲) نیت سے مراد نیت کا شرعی معنیٰ۔ ارادہ طاعت ہے (۳) اور یہاں "الاعمال" کا مضاف محذوف ہے۔ (۴) اور یہ ضرورۃً محذوف مانا گیا ہے ـــــ اب احناف کہتے ہیں:- جو چیز ضرورۃً مقدر مانی جاتی ہے وہ بقدر ضرورت ہوگی ضرورت سے زیادہ ماننے میں مفاسد کا فتح باب ہے۔

نیز اس کے حذف پر قرینہ بھی ہونا ضروری ہے۔ خواہ عقلی خواہ لفظی خواہ معنوی۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب بغیر نیت نہیں ـــــ نیز اس حدیث کا اخیر حصہ:-

"جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت عورت یا دنیا کے لئے ہو

اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی"۔

اس پر قرینہ ہے کہ کسی بھی عمل خیر پر ثواب نیت ہی سے ملیگا۔ بغیر نیت کوئی ثواب نہیں ملے گا ــــــ ان دو عقلی اور لفظی قرائن کی وجہ سے یہاں ثواب کا محذوف ماننا ضروری ہے ــ اور اتنے سے حذف کی ضرورت پوری ہوگئی اور ثواب حکم اخروی ہے تو حکم دنیوی یعنی صحت مراد لینا ساقط۔ نیز اگر حکم کو محذوف مانیں اور مراد لیں دنیوی حکم یعنی صحت۔ تو حدیث کا اخیر حصہ اول کے معارض ہوگا۔ کیونکہ، انما الاعمال بالنیات کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر نیت عمل صحیح نہیں۔ یعنی اس کا وجود ہی نہیں۔ اور عامل بریٔ الذمہ نہیں ــــــ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلا نیت طاعت صرف حصول دنیا یا حصول عورت کے لئے ہجرت کرنے والے کی ہجرت کو ہجرت فرمایا۔ اور ان کو ادائے فرض سے بری الذمہ مانا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صحابہ تارک فرض ہوکر فاسق ہوئے۔ کیونکہ قبل فتح مکہ ہجرت فرض تھی۔ اور صحابہ کل عادل۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ ہجرت صحیح اور ایسے مہاجر بھی ہجرت کے فرض سے سبکدوش ہوگئے۔ اس لئے حدیث کے اول و آخر کو تعارض سے بچانے کے لئے ثواب کو محذوف ماننا لازم۔ اب جبکہ ثابت ہوگیا کہ یہاں محذوف ثواب ہے۔ تو حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ ــــ

ــــــ اعمال کا ثواب نیت ہی پر ہے۔ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا استحقاق نہیں۔

ــــ بلکہ اب اسکی بھی حاجت نہ رہی کہ اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص رکھا جائے۔ مباحات بھی اگر بہ نیت طاعت کئے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب یہ مباحات عبادات ہوجائیں گے۔ مگر یہاں بحث یہ نہیں کہ کیا چیز مآل کے اعتبار سے عبادت ہوسکتی ہے۔ بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ جو چیز فی الحال عبادت ہے وہی مراد ہے، یا جو فی الحال مباح ہے اور مآل کار عبادت ہو وہ بھی مراد ہے۔

وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى[۱]

ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی[۱]

صرف نیت پر ثواب اول حصے میں "اعمال" افعال جوارح و افعال قلب کو شامل تھا جس میں نیت بھی داخل ہے۔ مگر نیت کے لئے نیت ضروری قرار دینے میں تسلسل لازم آتا ہے کہ پھر اس نیت کے لئے بھی نیت ضروری ہوگی۔ اسی طرح یہ سلسلہ غیر متناہی چلے گا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ" وہاں اعمال" سے نیت خارج ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" سے نیت کے سوا جملہ اعمال کا حکم بیان فرمانے کے بعد نیت کا حکم ارشاد فرمایا:۔

—— کہ ہر شخص کو اس کی نیت ہی کا ثواب ملے گا ——

اس کی تشریح اس حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:۔

اذا هم عبدى بسيئة فلا تكتبوها واذا هم بحسنة فلم يعملها فاكتبوها حسنة فان عملها فاكتبوها عشراً

جب کوئی بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے مت لکھنا جب بندہ کسی نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے تو "ایک نیکی لکھو" اور اگر اسے کرلے تو دس لکھو

(بخاری کتاب التوحید۔ مسلم کتاب الایمان)

غزوۂ تبوک میں ارشاد فرمایا— مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے رہ گئے۔ ہمارے ساتھ نہیں آسکے وہ بھی ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں تو ثواب میں کیسے شریک ہوگئے۔ فرمایا اپنی سچی نیت کی بدولت۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے مگر اپنی نیت کی بدولت ثواب میں شریک ہیں۔ اور مال غنیمت میں بھی انھیں حصہ ملا۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آدمی اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے تو اس پر بھی ثواب ملے گا اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا:۔ "نية المؤمن خير من عمله" مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

---

[۱] فی نسخۃ اخری۔

فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ

لہذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے اور جسکی ہجرت

کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْ اِلَی امْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ

دنیا کی طرف ہو تاکہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی جانب ہو کہ اس سے شادی کرے تو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جسکی طرف اُسنے ہجرت کی

اس طرح کہ نیت پر ثواب بلا شرط ہے۔ اور عمل پر بشرط نیت ہے۔ نیز نیت میں کوئی مشقت نہیں۔ اور عمل میں مشقت ہے

تفریع دو حکم کلی بیان فرمانے کے بعد اس پر دو جزئیے کی تفریع فرمائی۔ حصر کے دو جز ہوتے ہیں۔ وجودی۔ عدمی۔ اسی طرح یہاں بھی ہیں ایک وجودی یعنی تمام اعمال کا ثواب نیت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسپر ارشاد فرمایا:۔

"جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے"

دوسرے عدمی یعنی کسی عمل پر بغیر نیت ثواب نہیں۔ اس پر فرمایا:۔

"اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اسنے ہجرت کی"

ہجرت کے معنی (۱) ہجرت، کے معنی لغوی، چھوڑنے کے ہیں۔ حدیث میں ہے:۔

المهاجر من هجر ما نهى الله عنه مہاجر وہ ہے جو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

شریعت میں۔ ہجرت، دین بچانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ ہجرت کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی سنت کبھی مستحب۔ کبھی حرام کبھی مکروہ کبھی خلاف اولیٰ۔

دنیا (۲) دُنُوٌّ سے مشتق ہے، "فُعْلٰی" کے وزن پر اسم تفضیل مؤنث ہے۔ دُنُوٌّ کے معنی قریب ہونا۔ دنیا کے معنی لغوی بہت زیادہ قریب ہونے والی ــــ اور معنی عرفی سے مناسبت یہ ہے کہ دنیا زوال و فنا کے بہت قریب ہے۔

شریعت میں دنیا کسے کہتے ہیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے دنیا ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام مخلوقات خواہ اعراض ہوں خواہ جواہر دنیا ہیں۔

ہجرت کے اقسام (۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چار قسم کی ہجرت ہوئی:۔

حبشہ کی ہجرت اولیٰ ۔ حبشہ کی ہجرت ثانیہ ۔ قبل فتح، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت۔

ؑ بخاری۔ کتاب الایمان۔ عتق۔ ہجرت۔ کتاب النکاح۔ ایمان والنذر۔ کتاب الحیل۔ اکراہ۔ طلاق ــــ مسلم باب الامارۃ ــــ ابوداؤد طلاق۔ نسائی طہارت۔ طلاق۔ ایمان ــــ ابن ماجہ زہد ــــ ترمذی مسند امام احمد دارقطنی ابن حبان بیہقی۔

② حدیث، وحی کے اقسام

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

قبائل عرب کی مدینہ کی طرف ھجرت ۔۔۔ احادیث میں جہاں کہیں ہجرت کا لفظ مطلق آیا ہے اس سے مراد مدینے کی طرف ہجرت ہے ۔ اس کے علاوہ احادیث میں ہجرت کا اطلاق ان معانی پر بھی آیا ہے ① شرعی وجوہ کی بنا پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی ہجرت بھی منقطع نہ ہوگی ۔ اور توبہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد منقطع ہوگی (ابوداؤد ۔ نسائی) اور فرمایا جب تک جہاد ہے ہجرت ہے جب تک دشمن لڑتا رہے گا ہجرت ہے (مسند امام احمد) اسی میں ایک حدیث یہ بھی ہے :۔ ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی ۔ زمین کے اچھے لوگ حضرت ابراہیم کی ہجرت کی جگہ (شام) میں منتقل ہوجائیں گے اور بقیہ زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے ② منہیات شرعیہ چھوڑنا ۔

اس حدیث سے کتاب کے آغاز کا مقصد ہر کام پر ثواب چونکہ حسن نیت ہی پر مبنی ہے ۔ اور نیت بد سے اچھے سے اچھا کام بیکار ہے ۔ اس لئے امام بخاری نے اس حدیث سے کتاب کا آغاز کیا کہ قاری ومقری، شیخ وتلمیذ، تعلیم وتعلم بہ نیت خیر کریں کسی فاسد نیت سے نہ کریں ورنہ سب محنت اکارت اور رائگاں ہے ۔

تشریحات ②

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نام نامی ہے ۔ ام المومنین ۔ صدیقہ ۔ خطابات اور ام عبداللہ کنیت ۔ آپ کی بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بھانجے حضرت اسماء کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اعتبار سے ام عبداللہ کنیت رکھی ۔

ام المومنین خاص انھیں کے لئے نہیں ۔ بلکہ تمام ازواج مطہرات کو کہا جاتا ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے

اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ۔ نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں

یہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی ہیں ۔ ماں کا نام ام رومان ہے جن کا وصال سنہ ۶ ھ میں ہوا ۔

حضرت صدیقہ ۴ نبوی میں پیدا ہوئیں ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حبالۂ عقد میں آئیں دیگر ازواج مطہرات کے برابر چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔ نکاح کے بعد تین سال تک مکہ معظمہ رہیں۔ ہجرت کے بعد جب یہ بھی مدینہ طیبہ آگئیں۔ تو نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ نو سال خدمت اقدس میں رہیں۔ بعد وصال ۴۸ سال زندہ رہیں ۵۷ھ بماہ رمضان بتاریخ ۱۷ شب سہ شنبہ میں بعمر ۶۶ سال مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصیت کے مطابق دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں بعد نماز وتر دفن ہوئیں۔

یہ تمام فضائل و کمالات میں جملہ ازواج مطہرات سے ممتاز ہوتے ہوئے تین ایسی خصوصیات رکھتی ہیں جو کسی میں نہ تھیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ بہ نسبت دیگر ازواج کے سب سے زیادہ محبت تھی۔

(۲) علم، اجتہاد میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ حضرات خلفاء راشدین کے عہد ہی سے فتویٰ دیتی تھیں۔

(۳) جتنی احادیث ان سے مروی ہیں، ازواج مطہرات میں سے کسی سے مروی نہیں ــــ اسی وجہ سے ایک قول یہ ہے کہ یہ دنیا کی تمام عورتوں سے مطلقاً حتیٰ کہ حضرت سیدہ اور حضرت خدیجہ سے بھی افضل ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ حضرت سیدہ صاحبزادی ہیں۔ جزئیت رسول کی وجہ سے یہ سب سے یہاں تک کہ حضرت صدیقہ سے بھی افضل ہیں۔

ایک فاسد استدلال لیکن یہ استدلال بے وزن ہے اس لئے کہ پھر لازم آئے گا کہ حضرت قاسم حضرت طیب حضرت طاہر حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سیدہ کی فضیلت میں مساوی اور حضرت صدیقہ بلکہ خلفائے راشدین سے بھی افضل ہوں ــــ اور اس کی جرأت کوئی نہیں کر سکتا نہ اہلسنت نہ روافض۔

ایک لطیفہ ایک دفعہ حضرات خلفائے ثلٰثہ کی حضرت علی پر افضلیت کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ جگر جگر ہے۔ دِگر دِگر ہے۔

اس پر میں نے بیاختہ کہا کہ حضرت علی جگر ہیں کہاں؟ پھر لازم کہ حضرت زینب رقیہ و ام کلثوم و سیدہ حضرت علی سے بھی افضل ہوں۔ بلکہ حضرات حسنین اور ان کے صاحبزادگان کا بھی حضرت علی سے افضل ہونا لازم آئے گا کہ یہ سب جگر ہیں اور حضرت علی جگر نہیں ــ اس پر وہ بہت جھنجھلائے۔

یہ تو محض نقل اقوال و استدلال فاسد کا جواب تھا۔ ورنہ اپنا ذوق، توقف ہے۔ ہاں یہ تفصیل کی جا سکتی ہے کہ حضرت خدیجہ و

اَنَّھَا قَالَتْ اِنَّ الْحَارِثَ بْنَ ھِشَامٍ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کہ حارث بن ہشام ف۱ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ف۲ سے پوچھا

صدیقہ اور حضرت سیدہ تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ازواج مطہرات میں سب سے افضل۔ حضرت خدیجہ اور حضرت صدیقہ اور بنات کرام میں سب سے افضل حضرت سیدہ ہیں۔

ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ۱۷۴ متفق علیہ ۵۴ صرف بخاری ۶۸ صرف مسلم نے روایت کیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے مروی ہے۔ اجلہ صحابہ کرام دقیق سے دقیق مشکل سے مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور تسلی بخش جواب پاتے۔ تفسیر حدیث فقہ انساب۔ اسرار شریعت کی ماہر تھیں۔ خطابت میں بھی کمال حاصل تھا۔

حارث بن ہشام حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے چچا زاد اور ابوجہل لعین کے حقیقی بھائی تھے۔ جنگ بدر واُحد میں قریش کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ یہ پہلے گھبرائے ہوئے حضرت ام ہانی کے پاس آکر ان سے پناہ لی لی۔ حضرت علی چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں۔ حضرت امّ ہانی آڑے آئیں۔ مقدمہ دربار اقدس میں پیش ہوا۔ امّ ہانی نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے جسے پناہ دی ہے علی اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: اے امّ ہانی جسے تم نے پناہ دی اسے میں نے بھی پناہ دی۔

حضرت حارث کے بتیس ۳۲ صاحبزادے تھے۔ جن میں ابوبکر مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں ہیں ــــ خلافت فاروقی میں مکہ معظمہ سے شام اس عزم سے نکلے کہ اب گھر واپس نہیں آنا ہے بقیہ عمر جہاد ہی میں بسر کرنی ہے۔ اللہ عزوجل نے یہ خواہش پوری فرمائی ۱۵ھ ماہ رجب میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

نبی اور رسول کی تحقیق علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اور رسول ہم معنی ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے۔

اس بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں:۔

دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ دونوں مغائر ہیں۔ ان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔

جو لوگ ہم معنیٰ کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد جگہ رسول بولا گیا ہے اور مراد انبیاء ہیں۔ مثلاً فرمایا:۔

وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ موسیٰ کے بعد ہم نے مسلسل رسول بھیجے

حالانکہ فرق کرنے والے جو معنیٰ رسول کے بتاتے ہیں اس معنیٰ کر ان میں کوئی رسول نہ تھا ــــ فرمایا:۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ان رسولوں کے مابین ہم تفریق نہیں کرتے۔

اور فرمایا

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ان سے پہلے کچھ رسولوں کے واقعات ہم نے بیان فرمائے

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ کچھ کے ابھی نہیں بیان فرمائے۔

ان دونوں آیتوں میں اور ان کے علاوہ کثیر آیتوں میں "رسول" سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں خواہ بمعنی مصطلح رسول ہوں خواہ نہوں جو لوگ دونوں کے معنی میں مغایرت کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا تم سے پہلے جتنے نبی اور رسول بھیجے سب کا حال یہ ہوا

اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ۔ کہ ان کی تلاوت میں کبھی کبھی شیطان نے کچھ دخل دیا۔

اس آیت میں نبی پر رسول کا عطف ہے اور عطف دلیل مغایرت ہے ۔۔۔ جو لوگ عموم و خصوص کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ کے لئے فرمایا۔

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا یہ نبی رسول تھے

اگر ترادف ہوتا تو دونوں کا ذکر بے فائدہ ہوتا۔ تغایر ہوتا تو اجتماع محال۔ تو معلوم ہوا کہ عموم و خصوص ہے۔

نبی اور رسول کی تعداد علاوہ ازیں حدیث میں ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ عرض کیا ان میں رسول کتنے ہیں۔ ارشاد فرمایا تین سو دس سے کچھ زائد۔ اور ایک روایت میں ہے تین سو پندرہ[۵]۔ تیسری روایت میں ہے تین سو تیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں۔ یہ دلیل ہے عموم خصوص مطلق کی

جو لوگ کہتے ہیں کہ عموم خصوص من وجہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں پر قرآن مجید و احادیث میں رسول کا اطلاق آیا ہے۔ مگر ان پر نبی کا اطلاق کہیں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتے رسول ہیں مگر نبی نہیں۔ حضرت زکریا، یحییٰ، شعیا وغیرہ نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ وغیرہ رسول بھی ہیں نبی بھی ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ عموم خصوص من وجہ ہے

جو لوگ نبی اور رسول میں عموم خصوص مطلق مانتے ہیں وہ نبی کی یہ تعریف کرتے ہیں:۔ نبی، وہ بشر ہے جس کے پاس من جانب اللہ وحی آتی ہو خواہ صاحب شریعت جدیدہ و دین جدید ہو خواہ نہ ہو ۔۔۔ رسول وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ و دین جدید ہو۔

اس تعریف پر فرشتے بمعنی مصطلح رسول نہ ہوں گے۔ اطلاق کا جواب یہ لوگ یہ دیتے ہیں۔ یہ بمعنی لغوی ہے۔

---

۵ مشکوۃ بحوالہ مسند امام احمد

فقال یا رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور کے پاس وحی کیسے آتی ہے ف۱ تو فرمایا! ف۲ کبھی گھنٹی کی آواز کے مثل

مگر اس تعریف پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ابھی گزرا کہ حضرت اسماعیل رسول تھے مگر یہ شریعت جدیدہ لیکر نہیں آئے حضرت ابراہیم کی شریعت کے پابند تھے عہ۔

صحف انبیاء کی تعداد نیز گزرا کہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ یا پندرہ تھی اور صحیفے کل ایک سو چار نازل ہوئے۔ وہ بھی اس تفصیل سے۔ دس صحیفے حضرت آدم پر۔ پچاس حضرت شیث پر۔ تیس حضرت ادریس پر۔ دس حضرت ابراہیم پر۔ توریت حضرت موسیٰ پر۔ زبور حضرت داؤد پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر۔ قرآن ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم پر للہ۔

اس کے مطابق صاحب کتاب صرف نو انبیاء کرام ہوئے۔ اس لئے محققین نے یہی اختیار فرمایا کہ نبی اور رسول کی یہ تعریف جامع نہیں۔ اور جامع مانع تعریف یہ ہے:۔

نبی وہ بشر ہے جس کی طرف وحی ربانی آتی ہو وہ تبلیغ کا مامور ہو یا نہ ہو۔ رسول وہ ہے جس کے پاس وحی بھی آئے اور وہ تبلیغ کا بھی مامور ہو للعہ۔

رسول کی یہ تعریف فرشتوں پر بھی بلا تکلف صادق ہے۔ فرشتوں پر جو رسول کا اطلاق ہوا ہے اسے معنی لغوی کی طرف پھیرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ اس لئے نبی اور رسول میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوئی۔

وحی کے معانی للہ (۱) وحی کے لغوی معنی چھ ہیں۔ اشارہ کرنا۔ لکھنا۔ پیغام بھیجنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ خفیہ بات کرنا۔ کلام میں جلدی کرنا۔ اصطلاح شرع میں، وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

اقسام وحی (۲) انبیاء کے حق میں وحی تین قسم پر ہے (۱) بلا واسطہ ملک بنفس نفیس باری عز اسمہ کا کلام قدیم سننا جیسے شب معراج ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنا۔ (۲) فرشتے کی وساطت کے کلام ربانی آئے (۳) انبیاء کرام کے قلوب میں معانی کا القا کیا جائے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ رُوْحَ الْاَمِیْنِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ جبریل امین نے میرے قلب میں القا فرمایا۔

وحی کی صورتیں (۳) یہ تینوں قسمیں سات صورتوں میں منحصر ہیں جیسا کہ سہیلی نے ذکر فرمایا (عینی) (۱) خواب میں ہو جیسا کہ

عہ بیضاوی للہ بشیر القاری للعہ جلالین۔ المعتقد المنتقد۔ وحاشیہ المستند المعتمد،

أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ

آتی ہے اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہے فرشتہ جو کچھ کہتا ہے اس کو میں یاد کرلیتا ہوں تو یہ کیفیت دور ہو جاتی ہے

عَنْهُ قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ. قَالَتْ

اور کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں آکر مجھ سے کلام کرتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اسے یاد کرلیتا ہوں

عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ

حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں وحی اترتی

الْبَرْدِ فَيُفْصَمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا ۔

تو نزول وحی کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی [۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں، حضرت اسماعیل کی قربانی کا حکم ہوا (۲) قلب میں القاہو (۳) جرس (گھنٹی) کی آواز کی صورت میں آئے جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ہے (۴) فرشتہ کسی مرد کی شکل میں آکر کلام ربانی پیش کرے۔ جیسا کہ جبریل امین حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے (۵) جبریل امین اپنی ملکوتی شکل میں حاضر ہوں کہ ان کے چھ سو بازو ہوں جن سے یاقوت اور موتی جھڑتے ہیں (۶) اسرافیل وحی لیکر حاضر ہوں جیسا کہ امام شعبی نے فرمایا کہ ابتداءً تین سال حضرت اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ پھر جبریل امین کے سپرد یہ خدمت ہوئی۔ انھیں کی وساطت سے پورا قرآن نازل ہوا (۷) اللہ عزوجل کا کلام قدیم سنیں خواہ بیداری میں جیسا کہ شب معراج ہمارے حضور نے سنا اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ نے خواہ خواب میں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے :۔

أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ	میرے پروردگار نے مجھ پر بہترین تجلی فرمائی پھر پوچھا
فِيمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى	ملأ اعلی کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔

پھر یہ سماع حجاب کے ساتھ ہو یا بلا حجاب

اس حدیث میں صرف دو مذکور ہیں

(۴) وحی کی سات صورتوں میں سے اس حدیث میں صرف دو صورتوں کا بیان ہے :۔ ایک جرس کی آواز کے مثل۔ دوسرے فرشتہ مرد کی شکل میں آکر کلام کرے۔ پہلی صورت کو فرمایا کہ یہ وحی آنے کی بقیہ صورتوں میں مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کی تمام صورتیں سخت تھیں۔ مگر یہ سب سے زیادہ سخت تھی۔ اسکی اصل وجہ تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول کو معلوم ہے۔

[۱] بخاری بدء الوحی وبدء الخلق۔ مسلم فضائل۔ ترمذی مناقب۔ نسائی افتتاح۔ موطا امام مالک مس قرآن۔ مسند امام احمد علہ مسند امام احمد

دوسری صورت کی تفصیل میں حضرت اسرافیل کی بھی حاضری شامل ہوسکتی ہے۔ رہ گئے حضرت جبریل تو ان کا مراد ہونا ظاہر ہے۔ زیادہ تر یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔ اور کبھی اجنبی اعرابی کی بھی شکل میں جیسا کہ حدیث ۔۔۔ میں مفصل مذکور ہے

فرشتے مستقل نوع ہیں (۵) اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ فرشتے ایک الگ مخلوق ہیں۔ انکی مخصوص نوع ہے ایسا نہیں کہ عناصر اور عناصر سے پیدا ہونے والی اشیاء کی فطری قوتوں کا نام فرشتہ ہے۔ جو شخص مخلوقات کی فطری قوتوں کا نام فرشتہ رکھے وہ کافر ہے۔

فرشتوں کی شکل (۶) ہر فرشتے کی ایک اپنی نوعی صورت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو دیکھا کہ پورے اُفق کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے چھ سو بازو ہیں جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں۔

مگر بایں ہمہ یہ قوت حاصل کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں۔ جیسا کہ حضرت جبرئیل دِحیہ کلبی یا اعرابی کی شکل اختیار کرلیتے تھے۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں کسی کے سامنے نمودار ہوا۔

نزول وحی کے وقت کی حالت (۷) حضرت ام المومنین کا یہ ارشاد:- "میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں نزولِ وحی کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی۔ یہ عام ہے ہر وحی کے لئے خواہ جرس کی آواز کے مثل ہو یا انسانی پیکر میں فرشتے کا آکر کلام کرنے کی حالت ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نزول وحی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا اس کے اثر سے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوجاتا کبھی سُرخ ہوجاتا۔ جیسے بخار سے بےچینی پیدا ہوتی ہے۔ ویسی بےچینی پیدا ہوجاتی۔ تنفس تیز ہوجاتا۔ ناک سے خرّاٹے کی آواز نکلتی۔ جاڑوں میں چہرے سے پسینے کے قطرات یوں گرتے جیسے چاندی کے موتی جھڑ رہے ہوں۔ حدیث میں ہے کہ نزول وحی کے وقت اگر سوار ہوتے تو اونٹنی بیٹھ جاتی۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر لیٹے تھے کہ یہ آیہ کریمہ "غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ" نازل ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ران ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگی۔

میں کہتا ہوں مہبط وحی کی وساطت نہ ہوتی تو ران اور اونٹنی کیا ہے، پہاڑ باقی نہ رہتے۔ فرمایا گیا:-

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو تم اسے اللہ کے خوف سے جُھکا ہوا، پاش پاش دیکھتے۔

اللہ اکبر جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ اس کے ثقل کا جو تحمل کرے اس کی قوت کا کیا ٹھکانا۔

رہ گئی یہ بات صَلْصَلَةُ الجَرَس والی کیفیت میں سب سے زیادہ شدت کیوں تھی، اس کو اللہ جانے اور اس کے رسول جانیں۔ شراح حدیث نے مختلف نکات بیان کئے ہیں مگر سب اپنا اپنا ذوق ہے۔ اصل راز کسے معلوم؟

صلصلۃ الجرس کا مطلب ۸ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو ایسی بات بتانا چاہتے جو عقل سے ماورا رہو تو اس کے سمجھانے کے لئے عالم شہادت کی کوئی مناسب مثال ذکر فرماتے۔ یہاں جب حضرت حارث نے وحی کی کیفیت پوچھی اور اسکی یہ کیفیت عام عقول کی دسترس سے باہر تھی تو اس کو یوں سمجھایا کہ تم لوگ گھنٹے کی آواز سنتے ہو جو تسلسل کے ساتھ آتی رہتی ہے مگر اس سے کوئی مفہوم نہیں اخذ کر سکتے۔ اسی طرح وحی کبھی اتنے جلال کے ساتھ آتی ہے کہ خطاب کی ہیبت اور ارشاد کا وزن دل پر ایسا چھا جاتا ہے جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود جب یہ کیفیت فرو ہو جاتی ہے تو پوری وحی محفوظ ہوتی ہے جیسے مسموع محفوظ ہوتی ہے

یہ کیفیت فرشتوں پر وحی کے مثل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں پر کوئی حکم نازل فرماتا ہے تو ہیبت سے فرشتے اپنے بازوؤں کو سمیٹ لیتے ہیں جن سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے پتھر پر لوہے کی زنجیر گری ہو۔ جب ان کے دلوں سے ہیبت کا یہ اثر دور ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا ارشاد ہوا؟

ان دو صورتوں میں کیا راز ہے ۹ ان دو قسموں میں راز یہ ہے کہ متکلم اور سامع میں یک گونہ مناسبت ضروری ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ظاہری جو بشری ہے۔ دوسری باطنی جسے سوائے ان کے رب کے کسی نے نہیں جانا۔ ان دونوں حیثیتوں میں کبھی کسی کو غلبہ ہوتا کبھی کسی کو۔ جب بشری حیثیت کے غلبہ کا وقت ہوتا تو فرشتہ بشکل بشر آکر کلام کرتا ہے اور جب باطنی حیثیت کا غلبہ ہوتا تو باطنی حیثیت کے مطابق صلصلۃ الجرس والی کیفیت کے ساتھ وحی آتی۔ والعلم بالحق

عند ربی جل مجدہ

(۳) حدیث حراء

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ، اَوَّلُ مَابُدِئَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ

بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر وحی کی ابتدار اچھے خوابوں سے ہوئی

فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَا یَرٰی رُؤْیَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ

ف۵ جو خواب بھی حضور دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن

کیفیت وحی سے کتاب کے آغاز کا نکتہ

⭐ چونکہ تمام شرائع خواہ عقائد ہوں خواہ اعمال واقوال، سب کی بنیاد وحی پر ہے۔ اللہ کی ذات وجملہ صفات، رسول اور رسول کے تمام اوصاف۔ ایمانیات کی پوری تفصیل۔ عملیات کی جزئیات سب کا منبع وحی ہی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے وحی سے اپنی معرکۃ الآرا کتاب کا آغاز کیا۔ وحی کی حقانیت پر ایمان کے بعد جملہ اصول وفروع پر ایمان بمنزلہ لازم غیر منفک کے ہے۔

تشریحات

رؤیا کی تحقیق (۱) رویا کے معنی خواب ہیں۔ یہاں الصالحہ ہے۔ کتاب التعبیر میں الصادقہ ہے رویائے صادقہ یا صالحہ (سچے یا اچھے خواب) وہ ہیں جو انتشار اور شیطان کے دخل سے پاک ہوں۔ یا جو اپنی تعبیر خود ہوں۔

ہر رویائے صادقہ انبیاء کے حق میں صالحہ ہیں۔ مگر دیگر لوگوں کے اعتبار سے صادقہ کبھی صالحہ ہوتے ہیں کبھی نہیں — رویا کا اطلاق کبھی مجازاً، آنکھ سے دیکھنے پر بھی آتا ہے۔ آیہ کریمہ

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ — ہم نے تم کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لئے امتحان بنادیا

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:۔

رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ — یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شب معراج دکھایا گیا

ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ

کی طرح ظاہر ہوتی پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ڈال دی گئی ۵ے اور آپ غار حرا میں خلوت اختیار فرمانے لگے

اسلئے ام المومنین نے فی النوم کا اضافہ کیا تاکہ یہ متعین ہو جائے کہ یہاں مراد خواب ہی ہے۔

انبیاء کے خواب بھی وحی ہیں (۲) «من الوحی» کی قید اس لئے لگائی کہ معلوم ہو جائے کہ خواب بھی وحی کے اقسام میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحْيٌ — انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہیں

وہ دلائل نبوت جو وحی سے قبل ظاہر ہوئے۔ جیسے دھوپ میں ابر کا سایہ کرنا۔ درخت کے سایے کا آنحضور کی طرف جھک جانا۔ بحیرا راہب کا واقعہ۔ شجر و حجر کا سلام کرنا۔ غیبی آوازیں سننا۔ روشنی دیکھنا۔ اس میں داخل نہیں۔

مقدمات وحی کی حکمت (۳) سچے خواب دیکھنا۔ غیبی آواز سننا۔ روشنی دیکھنا، قوائے بشری کو غیبی باتوں سے مانوس کرنے اور ان کے تحمل کی تمرین کے لئے تھا۔ کہ جب اچانک فرشتہ آجائے تو قوائے بشری جواب نہ دے جائیں۔

ظہور نبوت کی ابتدار (۴) ان رویائے صادقہ کی مدت چھ ماہ تھی ۵ے۔ جب یہ طے ہے کہ سورہ اقرأ کا نزول رمضان میں ہوا تو معلوم ہوا کہ رؤیائے صالحہ کی ابتدار ربیع الاول شریف سے ہوئی۔ اسی طرح ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہ وسلم کی ذات سے چار خصوصیات وابستہ ہوئیں۔ ولادت۔ وصال۔ تکمیل ہجرت۔ ظہور نبوت

حرار میں خلوت کی ابتدار (۵) ثُمَّ ترتیب کے ساتھ تاخیر پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس سے مستفاد ہوا کہ بذریعہ خواب وحی کی آمد کے کچھ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس مخصوص خلوت نشینی کی محبت پیدا ہوئی۔

"حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ" اس بات پر قرینہ ہے کہ اس کا القار بذریعہ وحی ہی ہوا۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ اہل و عیال سے الگ تھلگ رہ کر پہاڑ کے غار میں یا کسی بھی جگہ خلوت نشینی، سنت ہے۔ خلوت نشینی کو سادھو پن، جوگی پن کہنا، سنت پر طنز ہے۔

لفظ حرار کی تحقیق (۶) "حَرَاء" حار کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور زیر کے ساتھ بھی۔ حرا بغیر ہمزہ کے اور حراء ہمزہ کے ساتھ بھی ہے۔ یہ منصرف بھی ہے جبکہ اس کی تاویل کی جائے اسم مکان کے ساتھ تو مذکر ہوگا سوائے علمیت کے اسباب منع صرف میں سے کوئی اور سبب نہ ہوگا اور غیر منصرف بھی جبکہ اس کی تاویل یوں ہو "اسم بقعة" تو اب مؤنث معنوی ہوگا۔ اور علم ہے ہی۔

"حِراء" حار کے زیر اور ہمزہ کے ساتھ روایت ہے۔ دوسرے اصیلی کی روایت "حَرا" حار کے زبر اور بغیر ہمزے کے ہے۔

۵ے سفر السعادت، فتح الباری، عینی، بحوالہ بیہقی،

فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ

آپ وہاں متعدد دنوں تک عبادت کرتے رہتے ۹ جب تک اپنے

حرا کی مقدار اور جگہ

(۷) حرا: مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب ایک پہاڑ ہے جس کو اب جبل نور کہتے ہیں۔ اس میں تین چٹانیں اسطرح مل گئی ہیں کہ ایک چھوٹا سا حجرہ بن گیا جس میں دو آدمی تنگی کیساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسمیں جانے کا ایک ہی راستہ ہے وہ بھی دشوار گزار سکڑ سمٹ کر آدمی پہنچتا ہے اس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی کہیں ۱۲ ہاتھ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔

حرا میں خلوت کی حکمت

(۸) یہاں خلوت گزینی میں دو حکمت تھی ایک تو یہ کہ یہاں سے کعبہ مقدسہ صاف نظر آتا ہے۔ کعبے کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس طرح تین عبادتیں جمع ہوگئیں۔ خلوت، عبادت، کعبہ کی زیارت۔ دوسرے یہ کہ "دیوان صالحین" اسی غار میں ہمیشہ سے قائم ہوتا چلا آرہا ہے جس میں امور عالم طے ہوتے ہیں۔ بعثت نبوی سے پہلے فرشتوں کا دیوان قائم ہوتا تھا۔ بعثت کے بعد دیوان اولیاء[۲] اسی میں قائم ہوتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبد المطلب نے اسمیں خلوت گزینی کی تھی۔ ان کی اس خلوت گزینی کی وجہ سے قریش غار حرا کو بابرکت جانتے تھے۔ واقعۂ فیل کے وقت بھی عبد المطلب نے اسمیں ابرہہ سے نجات کے لئے دعا کی تھی۔ اسی لئے آنحضور نے بھی اس کو اختیار فرمایا۔ یہ پہلی خلوت گزینی نہیں تھی بلکہ عادت کریمہ تھی کہ ہر سال رمضان میں ایک ماہ اسمیں اعتکاف فرماتے تھے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے

تحنث کے معنیٰ

(۹) "یَتَحَنَّثُ" باب تفعّل سے مضارع ہے۔ اس کا مادہ حِنث ہے۔ اس کے معنی گناہ کے ہیں۔ باب تفعّل کی خاصیت "تجنُّب" ہے یعنی فاعل کا مادہ سے پہلو بچانا۔ اس طرح تحنث کے معنی گناہ سے بچنے کے ہوئے۔ عبادت گناہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس لئے اطلاق سبب علی المسبب کے علاقے سے مجازاً عبادت کے معنی میں ہوگیا۔

یا اصل میں یہ "یَتَحَنَّفُ" ثا کے بجائے فا کے ساتھ تھا۔ خلاف قاعدہ فا کو ثا سے بدل دیا جیسے جدث اصل میں جدف تھا تحنف کے معنی ہوئے دین حنیفیہ (ابراہیمی) کی اتباع کرنا تحنث بمعنی تعبّد عرب میں رائج تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اشیاءً کُنْتُ اَتَحَنَّثُ کچھ کام میں عبادت کے طور پر کرتا تھا۔ یہ اضداد میں سے بھی ہے۔ ارتکاب گناہ کے معنیٰ میں بھی آیا ہے۔ ام المومنین کا ارشاد ہے:۔ لَا اَتَحَنَّثُ اِلیٰ نَذْرِیْ میں اپنی نذر نہ ادا کر کے گناہ نہ کروں گی۔ اسی وجہ سے یہاں تفسیر کی حاجت پیش آئی۔

---

[۱] سفر السعادت [۲] دیوان اولیاء کی پوری تفصیل بشیر القاری میں ملاحظہ کریں۔

تحنث کی یہ تفسیر ام المومنین کی نہیں بلکہ حضرت عروہ یا امام زُہری وغیرہ کسی راوی کی طرف سے ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ زہری کی تفسیر ہے مگر انھوں نے اس پر کوئی نقل نہیں پیش کی۔

حرا میں کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے

(۱۰) غار حرا میں کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ اس بارے میں آٹھ اقوال۔ (۱) کسی شریعت کے تابع نہ تھے، یہ جمہور کا قول ہے (۲) حضرت آدم کی (۳) حضرت نوح کی (۴) حضرت ابراہیم کی (۵) حضرت موسیٰ کی (۶) حضرت عیسیٰ کی (۷) کسی معین شریعت کے تابع نہ تھے بلکہ شرائع سابقہ میں سے جو جو باتیں پسند آتیں ان پر عمل پیرا تھے اس لئے یہ عبادت انھیں میں سے کسی کے مطابق تھی (۸) اس بارے میں توقف کیا جائے۔ امام غزالی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ اس لئے کہ کسی شریعت کی اتباع پر دلیل نہیں۔

لیکن احناف کا مختار یہ ہے کہ کسی سابقہ شریعت کے پابند نہ تھے کشف صادق سے آپکے نزدیک جو طریقہ ثابت ہوا اسی طرح عبادت فرماتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس عبادت کو شریعت ابراہیمی یا کسی اور نبی کی شریعت کے ساتھ مطابقت رہی ہو (درمختار) اس لئے کہ ثابت ہے کہ آپ قبل بعثت بھی نبی تھے کبھی کسی نبی کے اُمتی نہ رہے۔ اس لئے کسی نبی کی متابعت کا سوال ہی نہیں[۵]۔ مگر دوسری روایت میں یتحنّفُ وارد ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ اس عبادت کو شریعت ابراہیمی سے مطابقت تھی کیونکہ اس کے معنی ہیں طریق ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے کے اور ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔

یہ طریقہ بذریعہ وحی القا ہوا

(۱۱) یہ عبادت جس طریقے سے بھی کرتے تھے۔ اس طریقے کی دریافت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کی تھی یا من جانب اللہ اس کی تعلیم دی گئی تھی۔ دونوں قول ہیں۔ مگر جب آغاز وحی ہو چکا تھا تو ظاہر یہی ہے کہ بذریعہ وحی اسکی تلقین ہوئی تھی۔

طریقۂ عبادت

(۱۲) یہ عبادت بالارکان یا صرف باللسان، یا صرف بالقلب تھی۔ یعنی کچھ مخصوص اعمال ادا فرماتے تھے جیسے قیام، سجود، یا صرف زبان سے کچھ کلمات پڑھتے تھے، یا صرف مراقبہ فرماتے تھے، یا سب کچھ تھا ــــ علما نے الگ الگ رائیں قائم کی ہیں ــــ مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ابن مرابط وغیرہ کا قول ہے کہ یہ عبادت صرف بالتفکر تھی۔ علامہ مجدالدین شیرازی و حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ بالذکر تھی۔ اخیر کی تائید میں حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ نے شرح سفرالسعادت میں یہ فرمایا کہ ذکر، فکر سے افضل ہے۔ مگر اتنے سے دلیل تام نہیں ہوئی اس کے ساتھ یہ مقدمہ بھی لگانا پڑیگا "اور نبی کی یہ شان نہیں کہ مفضول پر عمل کرے۔ لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ یہ مقدمہ کلیۃً تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں کبھی ضرورت

---

[۵] شامی ص۲۲۹ ج۱۔ اول کتاب الصلوٰۃ

داعی ہوتی ہے تفکر کی۔ اس وقت تفکر ذکر سے افضل ہوتا ہے۔ بہرحال جس نے بھی ترجیح دی، قیاس سے دی اور یہاں قیاس کو دخل نہیں۔ روایت ضروری ہے۔
لیکن کسی بزرگ نے اس کے ثبوت میں کوئی روایت پیش نہیں فرمائی۔ اور یہ حسن ظن کہ جب قول کیا ہے تو کوئی نہ کوئی دلیل ضروری ہوگی۔ سبھی کے ساتھ ہونا چاہئے کسی ایک بزرگ کے ساتھ مخصوص کیوں ہے۔ اسی لئے سبھی قول مساوی درجے میں ہوئے۔ اس لئے خادم کا مختار یہ ہے کہ یہاں بھی توقف ہی مناسب ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

کس ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست　　ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

خلوت کے فوائد (۱۳) جب آدمی علائق دنیویہ سے الگ ہو کر ایک گوشے میں رہنا اختیار کرتا ہے تو ہزاروں لایعنی باتوں سے نجات پاجاتا ہے۔ اور دل ایک طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اب آدمی اگر متوجہ الی اللہ ہے تو یہ قوی سے قوی تر ہوگی اسمیں ثبات واستحکام ہوگا اس تعلق میں جتنی قوت اور استمرار ہوگا اسی قدر انوار الٰہی واسرار الٰہی کا انکشاف ہوگا جس سے تحمل وحی میں آسانی پیدا ہوگی۔
آدمی جب لوگوں سے اختلاط رکھتا ہے تو لامحالہ ہزاروں طرح کے معاملات درپیش ہوتے ہیں۔ کسی کی محبت کسی سے عداوت کسی سے لڑائی کسی سے کبھی خوش کبھی کسی سے ناراض کبھی غم کبھی فکر نان وخورش۔ لباس وسکنیٰ وغیرہ وغیرہ خصوصاً متعلقین سے روابط اور ان روابط کے اثرات دل پر پڑتے ہیں جس سے دل کی توجہ بٹتی ہے۔ پھر جذبات کی تکمیل کی خواہش اور اس خواہش کے لئے جد وجہد۔ اسمیں معرکہ آرائیاں۔ ہیجان نفس کا باعث ہو سکتے ہیں اور پھر اس سے جو مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔
کتنے گناہوں سے آدمی خود بخود خلوت میں جاکر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے ہر شخص جانتا ہے۔ اور گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق میں کتنے حارج ہیں یہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس لئے خلوت سے بڑھکر گناہوں سے روکنے والی کوئی چیز نہیں۔
خلاصہ یہ کہ تحمل وحی کے لئے جس صفاء قلب اور جس درجہ توجہ الی اللہ درکار تھی اس کے لئے یہ خلوت نشینی اختیار فرمائی

عبادت کا فائدہ (۱۴) یہ اسلئے نہیں کہ حصول نبوت میں کسب کو دخل ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ نبوت کسب وریاضت ومجاہدے سے نہیں ملتی۔ صرف فضل ایزدی سے ملتی ہے۔ اسمیں کسب کو اصلاً دخل نہیں یہ دوسری بات ہے کہ جب کوئی اس منصب پر فائز ہو جاتا ہے تو عبادت وریاضت جو نبوت کے لوازم ہیں سب پائے جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے ہی منصب نبوت پر فائز تھے پھر حصول نبوت کے لئے کسب وریاضت کے کیا معنیٰ؟

حرا میں کتنے دن خلوت فرمائی (۱۵) غار حرا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کتنے دنوں عبادت کی۔

يَنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ

اہل کا اشتیاق نہ ہوتا ۱۵ اور اس کے لئے توشہ لے جاتے تھے۔ پھر خدیجہ ۱۵ کے پاس تشریف لاتے

اور کتنے دنوں کے بعد واپس ہوتے تھے۔ اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ قیاس سے کہا گیا کہ کم از کم تین دن کے بعد واپس آتے تھے اور زیادہ سے زیادہ ایک مہینے پر یا چالیس دن پر۔

غار حرا میں عبادت کی کل مدت بعض حضرات نے ایک مہینہ بتائی ہے اس پر مسلم شریف کی اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت جابر سے مروی ہے:۔

جَاوَرْتُ حِرَاءَ شَهْرًا کہ میں حراء میں ایک مہینہ رہا

لیکن سب کو معلوم ہے کہ یہ نزول وحی کے بعد فترہ وحی کے ایام کی بات ہے۔ اور یہاں گفتگو نزول اقرأ سے پہلے والی خلوت میں ہے۔ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی حرا میں خلوت فرمائی جیسا کہ پہلے فرمایا کرتے تھے۔

اہل کی تحقیق (۱۶) اھل۔ آل اور اہل ہم معنی ہیں دونوں کے معنی گھر کے لوگ۔ البتہ آل کا اطلاق معززین پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ان کو اعزاز دینی و دنیوی دونوں حاصل ہو یا صرف ایک جیسے آل نبی و آل فرعون۔ آل کے معنی متبع و پیروکار کے بھی ہیں۔ اس معنی کر آل فرعون، فرعون کے تمام پیروں کو کہا گیا۔

حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا مَنْ اٰلُ مُحَمَّدٍ۔ ارشاد فرمایا کُلُّ تَقِیٍّ اور دوسری حدیث میں ہے مَنْ تَبِعَنِیْ فَهُوَ اٰلِیْ جو میری پیروی کرے میری آل ہے۔ یہاں اہل سے مراد گھر کے لوگ بیوی بچے ہیں جن میں حضرت خدیجہ بھی داخل ہیں۔ جب یہاں اہل میں بیوی داخل ہے تو اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں گھر والوں کے اشتیاق میں خلوت چھوڑ کر گھر تشریف لانے سے ثابت ہوا کہ بال بچوں کی محبت، ان کی خبر گیری، عبادت کم نہیں

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا (۱۷) وہ خوش نصیب فخر کائنات خاتون ہیں جنھیں سب سے پہلے سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ جبتک یہ زندہ رہیں۔ کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا انھیں کے بطن سے اولاد ہوئیں۔ ایک قول پر یہی سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ان کا نکاح ابو ہالہ ہند بن زرارہ سے ہوا تھا۔ اس سے دو فرزند ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ دونوں ایمان سے مشرف ہوئے۔ ہند واقعہ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی میں شہید ہوئے ۵ ۔ ان کے صاحبزادے کا بھی نام ہند تھا۔ ان کا بصرہ کے طاعون میں وصال ہوا جس دن

۵ زرقانی جلد اول

ان کا وصال ہوا تھا ستر ہزار موتیں ہوئی تھیں۔ سب لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مصروف تھے۔ ان کا جنازہ مبارکہ اٹھانے والا کوئی نہیں تھا یہ دیکھکر ایک عورت نے چلا کر کہا[۵] وَا ھِنْدَاہ بن ھِنْدَاہ وَ ابْنُ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ فوراً تمام جنازے چھوڑ کر لوگ ان کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حال یہ ہوا کہ انگلیوں کے پوروں پر ان کا جنازہ لے جایا گیا۔

اصابہ میں ہے کہ جب آیہ کریمہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو سب یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ گھر خبر پہنچی تو حارث بن ابوہالہ آئے، حضور کو بچانے کی کوشش کی تو ظالموں نے انھیں شہید کر ڈالا۔ راہ خدا میں یہ پہلے شہید ہیں۔ یہ حارث بھی حضرت خدیجہ کے بطن سے تھے یا ابوہالہ کی کسی اور زوجہ کے بطن سے تھے۔ اس کی تفصیل نہیں مل سکی

ابوہالہ کی موت کے بعد حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عائذ سے ہوا اس سے بھی ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی عتیق بن عائذ کے مرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں واقعۂ حرا سے پندرہ سال پہلے آئیں، بوقت عقد انکی عمر چالیس سال اور حضور اقدس کی پچیس سال تھی ــــ نکاح پر باعث جو واقعہ ہوا وہ کتب سِیَر میں مذکور و مشہور و معروف ہے ــــ مکہ معظمہ ہی نہیں عرب کی دولت مند ترین خاتون تھیں۔ اپنا سب مال قربان فرمایا اور ہر حال میں ہر مشکل میں سرکار کی مونس و ہمدم و ہم ساز رہیں۔

پینسٹھ سال کی عمر میں تقریباً پچیس سال رفاقت کر کے ۱۰ سنہ نبوت عام الحزن میں بماہ رمضان وصال فرمایا۔ اور حجون مکہ معظمہ کے قبرستان میں جسے اب جنت المعلی کہا جاتا ہے۔ مدفون ہوئیں۔ حضور اقدس خود ان کی قبر میں اترے ان کے لئے دعائے خیر کی ــــ اس وقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی

اولاد (۱۸) ان کے بطن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں۔ حضرت رقیہ۔ حضرت زینب۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت فاطمہ اور تین صاحبزادے۔ حضرت قاسم۔ حضرت طیب۔ حضرت طاہر تولد ہوئے

صاحبزادگان قبل بعثت ہی داغ مفارقت دے گئے۔ چاروں صاحبزادیاں اسلام سے مشرف ہوئیں۔ کتخدا ہوئیں۔ اور عہد مبارک میں تین اول الذکر وفات پا گئیں۔ حضرت سیدہ بعد وصال چھ ماہ کے بعد راہی جنت ہوئیں۔

نسب، لقب، کنیت (۱۹) ان کا لقب طاہرہ، کنیت ام ہند ہے۔ باپ کا نام خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قُصَیّ بن کلاب اور ماں کا نام طمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے۔ ماں عامر بن لُوَیّ سے ہیں ــــ حضرت خدیجہ کا نسب قُصَیّ پر جا کر آنحضرت

ع۵ زرقانی جلد اول، ع۶ الاستیعاب، اصابہ۔

فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ

اور اتنا ہی توشہ پھر لے جاتے ف۱۹ یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی جبکہ آپ غار حرا ہی میں تھے ف۲۰ اس طرح کہ فرشتہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد عادت کریمہ تھی کہ بکری ذبح کر کے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے ازواج میں کسی پر اتنا رشک نہ ہوتا جتنا حضرت خدیجہ پر ہوتا۔ حضور ان کا اکثر تذکرہ فرماتے۔ کہتی ہیں کہ ایک بار میں نے کہدیا، آپ تو ان کا تذکرہ ایسا کرتے ہیں گویا دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ فرمایا۔ ہاں ہاں وہ ایسی ہی تھیں وہ ایسی ہی تھیں۔ ان سے مجھے اولاد ہوئی۔

فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے تذکرے پر میں نے کہدیا۔ آپ ایک بڑھیا کی یاد کرتے ہیں جو مرچکی۔ فرمایا۔ بات یہ ہے کہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اس وقت انھوں نے میری تصدیق کی۔ لوگ کافر تھے وہ مسلمان ہوئیں۔ جب میرا کوئی حامی نہ تھا انھوں نے میری حمایت کی

ایام وحی میں حضور کی خلوت

(۲۰) غار حرا میں خلوت کے ایام میں کبھی کبھی کھانا لیکر حاضر ہوتیں۔ ایک بار جبرئیل آئے اور فرمایا۔ خدیجہ سالن یا کھانا (راوی کو شک ہوگیا) لیکر آرہی ہیں وہ آجائیں تو اللہ عزوجل کا اور میرا سلام کہئے۔ اور یہ بشارت دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا محل ہے جس میں نہ شور ہوگا نہ کوئی تکلیف۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ نزول اقرأ کے بعد بھی کبھی کبھی غار حرا میں خلوت گزینی کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمام عورتوں میں یہ افضل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:-

خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَشَارَ وَكِيْعٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ	زمین و آسمان کی سب عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران ہیں اور زمین و آسمان کی سب عورتوں سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

(بخاری و مسلم)

مراد یہ ہے کہ مریم اپنے زمانہ کی سب عورتوں سے بہتر اور خدیجہ اپنے زمانہ کی سب عورتوں سے بہتر ہیں۔ یہ امت تمام امتوں سے افضل تو جبکہ خدیجہ اس امت کی عورتوں سے بہتر تو مریم سے بھی افضل۔ لیکن ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس باب میں توقف ہی اسلم ہے

ضروریات زندگی جمع کرنا منافی توکل نہیں

(۲۱) اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق اہل و

عیال کے ساتھ لگاؤ کے منافی نہیں۔ بلکہ کمال یہی ہے کہ دونوں سے تعلق رہے۔ بلکہ اہل وعیال کے ہوتے ہوئے ان سے ایکدم بے تعلق ہو کر گوشہ نشینی خلافِ سنّت ہے۔

دوسرے یہ کہ بقدرِ ضرورت کھانے پینے کے سامان آئندہ کے لئے پاس رکھنا توکل کے منافی نہیں۔

نزول اقرأ کی تاریخ اسوقت عمر مبارک اور ملک کی تحقیق

(۲۲) حدیث میں لفظ "الحق" ہے۔ اس سے بالاتفاق مراد وحی ہے۔ یہ واقعہ[۵] بروز دوشنبہ ۱۷ رمضان المبارک ہوا۔ جبکہ آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

مَلَکٌ اصل میں مَلْاَکٌ تھا۔ یَسَلُ کے قاعدے سے ہمزہ گر کر مَلَکٌ ہوگیا۔ اسی لئے اس کی جمع ملائکہ آتی ہے ساقط شدہ ہمزہ جمع میں واپس آگیا اور تاء جمع کی تانیث کے لئے ہے۔ مَلْاَکٌ اصل میں مَاْلَک تھا اُلوکہ سے جس کے معنیٰ پیغام رسانی کے ہیں۔ خلاف قیاس قلب کرکے مَلْاَک ہوا۔

فرشتوں کی حقیقت

(۲۳) فرشتے اللہ عزوجل اور اسکے بندوں کے مابین واسطہ ہیں۔ یہی پیغام لاتے ہیں یہی تمام نعمتیں پہنچاتے ہیں اسی مناسبت سے ان کو ملک کہا جاتا ہے ــــ ملک۔ فرشتہ، جسم نوری علوی رکھتے ہیں۔ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کریں۔ یہ مختلف کاموں پہ مامور ہیں۔ کچھ معرفتِ الٰہی میں مستغرق ہیں۔ کچھ عالم کا نظام چلانے پر۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو رسول ہیں جنمیں جبرئیل امین بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا ۔ اللہ فرشتوں میں سے رسول منتخب فرمالیتا ہے۔

رُسُل ملائکہ سارے فرشتوں سے افضل ہیں اور انبیاء کرام کے علاوہ تمام انسانوں سے بھی حتیٰ کہ صحابہ کرام حتیٰ کہ صدیق اکبر سے بھی۔ بلا استثناء سب فرشتوں سے افضل جبرئیل امین ہیں۔

حراء میں جبرئیل آئے تھے

(۲۵) صحیح یہ ہے کہ یہاں فرشتے سے مراد حضرت جبرئیل امین ہیں۔ اس لئے کہ پورا قرآن یہی لیکر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا ایک کلمہ نہیں لایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۔ اسے روح امین نے اُتارا ہے۔

جبرئیل کی انبیاء کی بارگاہوں میں حاضری کی تعداد

(۲۶) حضرت جبرئیل حضرت آدم کی خدمت میں بارہ مرتبہ۔ حضرت ادریس کی خدمت میں چار مرتبہ۔ حضرت نوح کی خدمت میں پچاس مرتبہ اور حضرت ابراہیم کی خدمت میں بیالیس مرتبہ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں دس مرتبہ تین بار بچپنے میں سات بار بڑے ہونے کے بعد۔ حضرت یعقوب کی خدمت میں چار بار۔ حضرت

ــــــــ
۵ فتح الباری بحوالہ ابن سعد۔

فَقَالَ اِقْرَأْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدُ

حاضر ہوا اور اسنے عرض کیا۔ پڑھئے آپ نے فرمایا۔ میں نہیں پڑھتا ف ۵ حضور نے بیان کیا پھر فرشتے نے مجھے پکڑ (طاقت بھر دبوچا ف ۶

ایوب کی خدمت میں تین بار۔ اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ باریابی سے مشرف ہوئے (زرقانی ص ۲۲۳)

حرا میں نزول وحی کی صورت

(۲۷) پہلی والی حدیث میں وحی کی دو صورتیں بیان ہوئیں۔ ایک صلصلۃ الجرس کے مثل۔ دوسرے فرشتے کا انسانی شکل میں حاضر ہو کر کلام کرنا۔ حدیث کا سیاق و سباق اس پر نص ہے کہ نزول وحی دوسری ہی صورت میں تھی۔ مثلاً یہ کہنا، پڑھو پھر بار بار دبانا، چھوڑنا، پھر یہ کہنا پڑھو۔

تفصیلی کیفیت

(۲۸) غار حرا سے آتے جاتے راستے میں سنتے کوئی کہتا ہے السلام علیک یا رسول اللہ۔ ادھر اُدھر دیکھتے۔ کون ہے؟ مگر سوائے شجر و حجر کے کوئی نظر نہ آتا۔ غار حرا میں خلوت اور آنا جانا اسی طرح جاری رہا کہ ایک بار کوہ حرا پہ تشریف فرما تھے کہ ایک باعظمت شخص ظاہر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ کو بشارت ہو۔ میں جبرئیل ہوں۔ آپ کے پاس اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ خدا کا پیغام آپ تک پہنچا دوں اور آپ کو بتا دوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں (شرح سفر السعادت)

وجد آفریں معنیٰ

(۲۹) مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ لیکن ہمارے مشائخ نے یہ ترجمہ کرایا "میں نہیں پڑھتا"، یہ ترجمہ زیادہ انسب و ارجح ہے اسلئے کہ غار حرا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدۂ ذات وصفات الٰہی میں اتنے مستغرق تھے کہ وہاں کسی کی گنجائش ہی نہیں تھی جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے کہ اسمیں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ مشاہدہ ذات وصفات میں استغراق تام کی وجہ سے قرات کی استدعا کا جواب یہی بنتا ہے "میں نہیں پڑھتا"

نیز یہ ترجمہ محاورۂ عرب کے مطابق بھی ہے کہ یہ ترکیب حال یا استقبال کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ قبل فتح مکہ حضرت ابوسفیان تجدید صلح کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچکر ان سے درخواست کی کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کر دیں تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا مَا اَنَا بِفَاعِلٍ (سیرۃ ابن ہشام) میں نہیں کروں گا۔ خود قرآن مجید میں برادران یوسف کا قول مذکور ہے وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ آپ ہمارا یقین نہیں کرینگے۔

بار بار سینے سے لگا کر دبانے سے اس استغراق میں کمی ہوئی۔ تو جبرئیل نے عرض کیا:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ — اپنے رب کے نام سے پڑھئے۔

ثُمَّ اَرسَلَنِی فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ فَاَخَذَنِی فَغَطَّنِی الثَّانِیَۃَ حَتّٰی

پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا پڑھئے تو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا تو اس نے مجھے پھر پکڑا ا دوسری بار طاقت بھر مجھے

جب یہ سنا کہ میں جس عالم میں تھا اسی کی بات یہ بھی کر رہے ہیں جس کے شہود میں مستغرق تھا اُسی کا ذکر کرانا چاہتے ہیں تو بلا تامل پڑھا کسی کے استغراق کو ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اُسے جھنجھوڑا جائے۔ ایک بار میں استغراق ختم نہ ہو تو بار بار جھنجھوڑا جائے۔ یہاں جھنجھوڑنا منافی ادب تھا۔ اسلئے سینے سے لگا کر تین بار قوت بھر دبایا۔ یہاں تک کہ وہ کیفیت خاص فرو ہوئی اور آپ نے بلا تکلف پڑھا۔

الجُھد کی تحقیق

(۳۰) یہاں الجہد کا لفظ جیم کے فتحے کے ساتھ بھی ہے جَھْدُ اور جیم کے ضمے کے ساتھ بھی جُھْدُ قاموس میں جَھْدُ بمعنی طاقت اور جُھْدُ کے معنی مشقت مذکور ہے اور دونوں کے معنی غایت بھی ہے۔ عینی میں بتایا کہ دونوں کے معنی غایت اور مشقت کے ہیں۔ اور اسی میں محکم کے حوالے سے کہا کہ دونوں کے معنی طاقت کے ہیں۔ ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ دونوں کے معنی مشقت کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جُھْد کے معنی مشقت اور جَھْد کے معنی طاقت۔

قرآن مجید میں دونوں لفظ وارد ہیں۔ سورۂ توبہ میں ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ (آیت ۷۹ ع ۱۰) اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے۔ سورہ نور اور سورہ فاطر میں ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اور اپنی قسموں میں حد کی کوشش کی۔

جلالین میں جُھْدَھُمْ کی تفسیر طاقتہم اور جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ کی تفسیر غَایَۃَ اِجْتِھَادِھِمْ فیہا کی ہے۔ اس سے ظاہر کہ قرآن مجید میں جُھْد بمعنی طاقت اور جَھْد بمعنی غایت اجتہاد وارد ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ دونوں انھیں معنوں میں منحصر ہیں کہ جُھْد کا معنی طاقت ہی ہے۔ غایت اجتہاد نہیں۔ یا جَھْد کا معنی غایت اجتہاد ہی ہے طاقت نہیں۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ دونوں کے معنی طاقت ہوں یا دونوں کے معنی غایت اجتہاد ہوں۔ دونوں کے معنی طاقت ہیں۔ یہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے کہ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ میں دونوں قرأت ہے یعنی جیم کے فتحے کے ساتھ بھی اور ضمے کے ساتھ بھی۔ اور دونوں بمعنی غایت اجتہاد ہیں یہ قاموس سے ظاہر۔ ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے حاشیے پر کرمانی کے حوالے سے دونوں کے تین معنی:۔ طاقت، مشقت، غایت لکھے ہیں۔

اب یہاں چار احتمال ہیں۔ الجُھْدُ، الجَھْدُ دال کے ضمے کے ساتھ۔ اس بنا پر یہ بَلَغَ کا فاعل ہے۔ اور بَلَغَ کا مفعول مَبْلَغَہٗ محذوف ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا:۔ فرشتے نے مجھے دبوچا یہاں تک کہ میری طاقت یا میری مشقت اپنی حد کو پہونچ گئی یعنی اس سے زیادہ کی قوت نہ رہی اور الجُھْدَ الجَھْدَ دال کے فتحے کے ساتھ اس تقدیر پر کہ یہ بَلَغَ کا مفعول بہ ہے۔ اور بَلَغَ کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع

بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّالِثَۃَ
دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھئے تو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ حضور نے فرمایا پھر مجھے پکڑا اور تیسری
حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ
بار مجھے طاقت بھر دبوچا۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا اپنے اس پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھئے جس نے انسان کو
مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ حَتّٰی بَلَغَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ـــــ
بستہ خون سے پیدا کیا (سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں مالم یعلم تک) ف۵

الغطُّ ہے۔ جس پر فَغَطَّنِیْ دلالت کرتا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے۔ کہ فرشتے نے مجھے دبوچا یہاں تک کہ اس کا دبوچنا میری وسعت کو پہنچ گیا۔ مگر فتح الباری سے ظاہر ہے کہ روایت صرف دو ہے۔ الجہد بالفتح والنصب۔ ای بَلَغَ الغطُّ مِنّی غایۃ الوسع۔ وروی بالرفع والضم ای بَلَغَ مِنّی الجُهْدُ مَبْلَغَہٗ۔ جب بَلَغَ کی ضمیر فاعل کا مرجع (الغط) ٹھہرایا۔ تو دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہوا کہ فرشتے نے آنحضور کو آنحضور کی طاقت بھر دبوچا

ایمان افروز توجیہ (۳۱) یہاں ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ "مِنّی" کے مِن کو تعلیل کے لئے لیں۔ اور چونکہ نفس ذات کسی چیز کی علت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے "غط" مضاف محذوف ہوگا۔ یعنی لاجل غطی۔ معنی یہ ہوئے میرے دبوچنے کی وجہ سے۔ الجہد پر عہد کے الف لام سے، جہد ملک مراد ہوگی۔ اب الجہدُ کی روایت پر معنی یہ ہوئے۔ میرے دبوچنے کیوجہ سے فرشتے کی طاقت یا مشقت اپنی حد کو پہنچ گئی۔ الجہدَ کی روایت پر "بلغ" کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہوگا۔ بلغ سے پہلے بھی دو فعل ہیں اَخَذَ۔ غَطَّ۔ اور بَلَغَ کے بعد بھی دو فعل ہیں۔ اَرْسَلَ۔ قَالَ۔ ان چاروں فعلوں کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہے۔ اب اگر درمیانی فعل۔ بلغ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع "غط" کو بنایا جائے تو انتشار مرجع لازم آئے گا۔ اور اگر "بلغ" کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی ملک ہی کو ٹھہرایا جائے تو انتشار مرجع نہ ہوگا اسلئے بہتر یہی ہے کہ "بلغ" کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی ملک کو بنایا جائے۔ اب معنی یہ ہوئے۔ مجھے دبوچنے کی وجہ سے فرشتہ اپنی کوشش کی انتہا کو پہنچ گیا۔ ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ یعنی فرشتے نے اپنی قوت بھر مجھے دبوچا۔

میں نے ان چاروں احتمالوں کا لحاظ کرکے اختصار و جامعیت کے ساتھ یہاں ترجمہ یہ کیا۔ طاقت بھر دبوچا۔ یہاں طاقت عام ہے۔ خواہ حضور کی طاقت ہو خواہ جبرئیل کی۔ دونوں کو شامل ہے۔

تسمیہ کسی سورہ کا جز نہیں ف (۳۲) سورۂ اقرأ کے ساتھ بسم اللہ نازل نہ ہوئی۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بسم اللہ سورۂ اقرأ

فَرَجَعَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْجُفُ فُؤَادُہٗ

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان آیتوں کے ساتھ اس حالت میں لوٹے کہ

(تَرْجُفُ بَوَادِرُہٗ) فَدَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَۃَ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ

آپ کا دل دھڑک رہا تھا (دونوں شانوں اور گردن کا درمیانی حصہ کانپ رہا تھا ف۲) اور خدیجہ بنت خویلد کے

زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْہُ حَتّٰی ذَھَبَ عَنْہُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِیْجَۃَ

پاس پہنچکر فرمایا مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ تو لوگوں نے حضور کو کپڑا اڑھا دیا ف۳ یہاں تک کہ آنحضور کی گھبراہٹ دور ہوگئی

وَاَخْبَرَھَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ

ف۴ اسکے بعد خدیجہ کو پورا واقعہ بتا کر ان سے کہا میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں ف۵

کا جز نہیں اور جب سورہ اقرأ کا جز نہیں تو کسی سورہ کا جز نہیں لعدم القائل بالفصل۔

ف۲ چونکہ یہ نزول وحی کا پہلا سابقہ تھا اس لئے قوائے بشری پر یہ اثر پڑا کہ دل لرزنے لگا اس حالت میں آپ غار حرا سے چل تین میل کا فاصلہ طے کر کے گھر پہونچے تو بھی دل لرز رہا تھا۔ دونوں شانوں اور گردن کے درمیان کا گوشت کانپ رہا تھا۔

یہاں دو روایتیں ہیں:۔ فُؤَادُہٗ۔ بَوَادِرُہٗ۔ فواد، دل کو کہتے ہیں۔ بوادر۔ بادرۃ کی جمع ہے دونوں شانوں اور گردن کے درمیانی گوشت کو کہتے ہیں۔ یہ انتہائی خوف کے وقت کانپا کرتا ہے۔ عموماً ذبح کے وقت جانور کا یہ حصہ کانپتا ہے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ شدت خوف کی دونوں تعبیر ہے۔

ف۳ اور ٹھنڈا پانی ڈالا ف۴ اور سکون حاصل ہوگیا۔

خشیت کی توجیہ ف۵ (۳۲) خشیت کا مفعول بہ محذوف ہے یعنی یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ، ڈر کس بات کا تھا۔ شارحین نے بارہ اقوال نقل کئے ان میں بعض ایسے رکیک ہیں کہ میرا ایمان ان کے تحریر کرنے کی اجازت نہیں دیتا ۔ استاذی صدر العلماء نے "بشیر القاری" میں ان سب کو نقل فرمایا ہے اور ان میں جو مجروح ہیں ان کا رد فرما کر تین قول کو راجح فرمایا۔ اول مجھے اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ بار نبوت کو برداشت نہ کرسکوں۔ دوم اس کا اندیشہ کہ مخالفین کے ایذا پر صبر نہ ہو سکے ۔ سوم اس کا اندیشہ ہوگیا کہ کہیں شہید نہ کر دیا جاؤں۔ اس قول

فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ

اس پر خدیجہ نے عرض کیا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا ف۵ (آپ کو بشارت ہو) بخدا اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کریگا آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں ف۵

الْحَدِيثَ) وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

اور سچ بولتے ہیں (اور لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں، اور لوگوں کو وہ چیز (مال، اخلاق وغیرہ) عطا فرماتے ہیں جو انکے پاس نہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں

اور راہ حق میں پیش آنیوالے مصائب میں مدد فرماتے ہیں ف۵

سوم پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ مردانِ خدا، راہ خدا میں جان دینے سے نہیں ڈرتے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ڈر جائیں۔ اسکا جواب یہ دیا کہ ڈر جان جانیکا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ شہادت سے پیغام ربانی کی تکمیل نہ ہو پائیگی۔ جیسے حضرت موسیٰ نے عرض کیا تھا۔ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ قَالَ كَلَّا (شعراء، ع ۲، آیت ۱۴) ان کا مجھ پر الزام ہے۔ اسلئے ڈرتا ہوں کہ کہیں قتل کر دیں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خوف صرف اس بنا پر تھا کہ جو خدمت سپرد کی جارہی ہے وہ انجام نہ دے پاؤں گا۔ مگر اس خادم کا ذوق اسطرف رہنمائی کرتا ہے کہ گزر چکا کہ مدت العمر نزولِ وحی کا بار کتنا محسوس ہوتا تھا۔ یہ نزول وحی کا پہلا موقع تھا۔ اس کا جسم اقدس پر کتنا شدید اثر پڑا، وہ بھی ظاہر ہے کہ تین میل کا راستہ طے کر کے دولت کدہ پر تشریف لائے تو بھی اتنا اثر تھا کہ دل لرز رہا تھا اور بدن کانپ رہا تھا! پہلی بار جو گزرا اُسکے پیش نظر فرمایا کہ میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں کہ جب ایک بار کے نزول وحی سے یہ حالت ہے تو اندیشہ ہے کہ مسلسل نزول وحی کی تاب لا سکوں گا۔ یہ کہنا کہ نبی ہونے کے یقین کے بعد یہ اندیشہ متصور نہیں ہو سکتا صحیح نہیں، اسلئے کہ روزمرہ ہوتا رہتا ہے کہ سخت مشقت کے کام کو جان لیوا بولتے ہیں۔ اسی طرح اس عظیم بار کے تحمل کو جو خرق عادت ہے کم نہیں، یہ کہنا کہ میں اپنی جان کو ڈر گیا، نبی ہونیکے منافی نہیں اسلئے کہ مراد اسکی ناقابل برداشت ظاہر کرنا ہے۔ ف۵ کہ آپ نزول وحی کے بار کا تحمل یا مخالفین کی ایذا پر صبر نہ کر سکیں یا شہید کر دیئے جائیں اسلئے کہ یہ رسوائی ہے اور اللہ عزّ وجل آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کریگا ـــ ف۵ صلہ رحمی۔ اپنے رشتہ داروں کیساتھ احسان اور اچھے سلوک کو کہتے ہیں "الکلُّ" بوجھ کے معنی میں بھی ہے اور ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنی کفالت سے عاجز ہو۔ یہاں دونوں معنیٰ درست ہیں۔ یعنی آپ لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں یا یہ کہ عاجز کی دستگیری کرتے ہیں۔ تَکْسِبُ میں ایک روایت تُکْسِبُ بھی ہے۔ معدوم کے معنی ہیں وہ چیز جو موجود نہ ہو خواہ مال ہو یا اور کوئی چیز۔ پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ آپ معدوم کماتے ہیں۔ یعنی جو مال آپکے پاس نہیں اسے کما کر حاصل کرتے ہیں کسی پر بار یا کسی کے محتاج نہیں۔ نہ کسی سے سوال کرتے ہیں۔ دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ آپ ناداروں کو کام سے لگا دیتے ہیں۔ یعنی ناداروں کو مال دیکر مثلاً تجارت میں ـــ بعض شارحین نے فرمایا۔ کسب مجرد بھی متعدی بدو مفعول آتا ہے اور المعدوم مال اور غیر مال مثلاً عمدہ اخلاق وغیرہ سب کو شامل۔ اب دونوں روایتوں کا معنی ایک ہوا۔ یعنی آپ لوگوں کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو ان کے پاس نہیں، خواہ وہ مال ہو یا کچھ اور مثلاً عمدہ اخلاق کی تعلیم۔ وہ لوگ اقارب ہوں یا اجانب، سب پر جود ونوال عام ہے۔ حضرت خدیجہ کی عرض کا مطلب یہ ہے کہ "آپ رشتہ داروں پر ہر طرح کا احسان کرتے ہیں بلکہ آپکا احسان رشتہ داروں کیساتھ خاص نہیں۔ ہر شخص کو عام ہے اور یہی نہیں کہ آپ صرف دادودہش کرتے ہیں بلکہ لوگوں

فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ

اس کے بعد حضور کو خدیجہ اپنے ساتھ لیکر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ

عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قُصَيٍّ اِبْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ ۔ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

بن قصی کے پاس گئیں ف۵ ۔ ورقہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے

کو عمدہ تعلیم اور اچھے اخلاق کی تلقین بھی کرتے ہیں ۔

ف۵ اصل غمگسار وہ ہے جو ابتدائی مرحلے میں انتہائی ٹھوس طریقے سے ہراساں کو تسکین دے ۔ حضرت خدیجہ یہ خدمت انجام دینے کے بعد ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس اس غرض سے لے گئیں کہ ان کی تائید حاصل کریں کہ وہ عرب کے مسلم الثبوت عاقل ، عالم ، شاعر تھے ان کو قس کہا جاتا تھا ۔ عمر میں بھی بڑے تھے ۔ تاکہ ان کی تائید سے ان کے موقف کو اور قوت مل جائے ۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مزید سکون ۔

ورقہ (۳۴) عرب کے ان چند نفوس میں تھے ۔ جو اپنی عقل سے بت پرستی کو ناپسند کرتے تھے اور دین حق کے جویاں تھے یہ اور زید بن نفیل وغیرہ نے دین حق کی تلاش میں شام وغیرہ کا سفر کیا ۔ بعض ایسے راہبوں سے جو غیر متبدل دین عیسوی پر تھے ، ورقہ کی ملاقات ہوئی اُن کے اثر سے اصل دین عیسوی کو قبول کر کے عیسائی ہو گئے ۔ ان نصاریٰ کی طرح نہیں تھے جو محرَّف دین عیسوی کے پابند تھے ۔ یہ عربی اور عبرانی ، سُریانی تینوں زبانوں کے ماہر تھے ۔ انجیل کو عربی میں بھی اور عبرانی میں بھی لکھا کرتے تھے ۔ ان کا بعد بعثت ۴ سنہ نبوی میں انتقال ہوا ۔ ایمان لانے کے جُرم میں جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذائیں دی جانے لگیں ۔ ان کو چلچلاتی دھوپ سے تپتی ہوئی سنگلاخ زمین پر لٹا کر مجبور کیا جاتا کہ ایمان سے پھر جائیں ۔ شدت تکلیف سے بیہوش ہو جاتے ۔ مگر جب ہوش آتا تو فرماتے ۔ اَحَد اَحَد ۔ ایک بار اسی حالت میں ورقہ کا گزر حضرت بلال پر ہوا ۔ ان سے کہا ۔ اَحَدٌ ، اَحَدٌ ۔ ایک ہی کہنا ۔ ایک ہی کہنا ۔ یہ روایت اس کے منافی نہیں جو اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ امّ المومنین نے فرمایا ۔ ورقہ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد انتقال کر گئے ۔ حضرت امّ المومنین کی مراد یہ ہے ۔ کہ اسلام کی شہرت عام اور جہاد کے فرض ہونے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا ۔

(۳۵) حضرت ورقہ کی صحابیت

علماء سیر اور محدثین میں اس پر بڑے زور کی معرکہ آرائی ہے ۔ کہ یہ صحابی تھے یا بُحیرا راہب کی طرح تھے ۔ یا اخیر وقت تک نصرانی تھے ۔ نصرانیت ہی پر مرے ۔ اس کے ثبوت میں یہ روایت پیش کی جاتی ہے :۔

ف۵ سیرت حلبی جلد ۱ ص ۲۳۹ ، اصابہ جلد ۳ ص ۶۳۳ ، ...

مغازی محمد بن عائذ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ورقہ نصرانیت پر مرے۔ اس کا ایک راوی، عثمان بن عطا خراسانی ہے۔ اصابہ میں فرمایا۔ یہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ قول ساقط ہوگیا۔ رہ گیا یہ قول کہ یہ صحابی تھے یا بُحَیرا راہب کے مثل تھے۔ اس کا تصفیہ صحابی کی تعریف پر موقوف ہے۔

صحابی کی تعریف (۳۶)

علامہ ابن حجر نے نخبہ میں صحابی کی تعریف یہ کی ہے:۔

مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِہٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ مُوْتَۃٌ فِی الْاَصَحِّ (صلہ و ۸۲)	جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو اور اسی حالت میں ملاقات کی ہو اور اسلام پر مرا ہو۔ اگرچہ درمیان میں مرتد ہوگیا ہو۔ یہی اصح ہے

اس میں ملاقات سے مراد معنی عام ہے جو ملاقات اور دیکھنے دونوں کو شامل ہے۔ یعنی واقعی ملاقات ہوئی۔ اگرچہ دیکھا نہ ہو جیسے نابینا صحابہ۔ یا صرف دیکھا ہو اگرچہ ملاقات نہ ہوئی ہو جیسے دور سے دیکھا ہو یا عہد طفلی میں شعور آنے سے پہلے دیکھا ہو۔

صحابی کی تعریف کے معیار سے حضرت ورقہ کو جانچئے تو بلا شبہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ صحابی تھے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا بھی اور آپ کی تصدیق بھی کی اور آپ پر ایمان بھی لائے اور زمانہ دعوت بھی پایا۔ اور اپنے ایمان پر آخر دم تک قائم رہے۔ ابھی گزرا کہ ۳ نبوی میں وصال ہوا۔ ۳ نبوی میں عام دعوت کا حکم آچکا تھا۔ (مدارج النبوۃ ص۵۲ ج ۲) پر ہے:۔

تا سہ سال حال بریں منوالے بود و مامور بود، آنحضرت باخفاء ایں امر و صبر براں، پس آنحضرت بخفیہ دعوت می کرد تا نازل شد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۔ ایں در سال چہارم بود۔	تین سال تک اسی طرح حال رہا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے چھپانے اور اسی پر اکتفا کرنے کے مامور تھے۔ اس لئے خفیہ دعوت اسلام دیتے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، "تم کو جو حکم ہے اُسے علانیہ بیان کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو"۔ یہ چوتھے سال ہوا

جب ورقہ کا وصال ۳ نبوی میں ہوا تو ثابت کہ انھوں نے خفیہ دعوت کا زمانہ ضرور پایا۔ بلکہ اوپر حضرت بلال والے واقعے سے یہ بھی ثابت کہ دعوت عام کا بھی زمانہ پایا۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ مسلمانوں کی ایذا رسانی، اعلان عام کے بعد شروع ہوئی ہے۔

زیادات المغازی اور دلائل النبوۃ بیہقی میں ہے۔ کہ ابتدائے وحی کے کوائف سننے کے بعد ورقہ نے کہا:۔

اَبْشِرْ، اَبْشِرْ، فَاِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهِ ابْنُ مَرْیَمَ۔ اِنَّكَ عَلٰی مِثْلِ نَامُوْسِ مُوْسٰی وَاِنَّكَ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ اِنَّكَ سَوْفَ تُؤْمَرُ بِالْجِهَادِ بَعْدَ یَوْمِكَ هٰذَا وَاِنْ یُدْرِکْنِیْ ذَالِكَ لَاُجَاهِدَنَّ مَعَكَ۔ فَلَمَّا تُوُفِّیَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَیْتُ الْقَسَّ فِی الْجَنَّةِ وَعَلَیْهِ ثِیَابُ الْحَرِیْرِ لِاَنَّهٗ اٰمَنَ بِیْ وَصَدَّقَنِیْ۔

آپ کو بشارت ہو بشارت ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی ابن مریم نے بشارت دی تھی۔ اور آپ موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کے مثل ہیں اور بلا شبہہ آپ نبی مرسل ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو جہاد کا حکم ہوگا۔ اگر اس وقت تک رہا تو آپ کے ساتھ رہ کر ضرور ضرور جہاد کروں گا۔ انکی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قس (ورقہ) کو جنت میں ریشمی لباس میں دیکھا۔ اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی تھی

(اصابہ ص۶۳۴ ج ۳)

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمادی کہ ورقہ مومن تھے۔ مومن مرے۔ تو اب تفصیل بالا کی روشنی میں کوئی شک نہیں رہنا چاہیے کہ ورقہ صحابی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس روایت کے بارے میں بیہقی نے کہا کہ یہ منقطع ہے۔ مگر سب کو معلوم ہے کہ ہمارے ائمہ اور جمہور کے نزدیک منقطع حدیث کے راوی اگر ثقہ ہیں تو وہ لائق حجت ہے ــــ مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ، مُرْسَلٌ اَیْ نَوْعُ مُرْسَلٍ وَهُوَ الْمُنْقَطِعُ۔ وَلٰكِنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجُمْهُوْرِ۔

ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی اس کی ایک قسم یعنی منقطع ہے۔ اور مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے

علاوہ ازیں اس کی مؤید کثیر روایتیں ہیں۔ جو اصابہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔ کسی میں فرمایا۔ میں نے اُن کو جنت میں کریپ پہنے دیکھا کسی میں ہے کہ وہ جنت کی نہروں میں ہیں کسی میں ہے۔ ایک ہی نہیں دو جنت میں ہیں۔ انھیں بُرا مت کہو۔ کہیں یہ آیا کہ میں نے ان کو سفید کپڑے میں دیکھا۔ اگر جنتی نہ ہوتے تو ان پر سفید کپڑے نہ ہوتے۔

ان سب سے یہ بات بطور قدر مشترک ثابت ہوتی ہے کہ وہ ضرور مومن تھے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ زمانہ دعوت پاچکے تھے۔ تو اب ان کے صحابی ہونے میں کیا شبہہ۔ یہی کثیر محدثین، علماء سیر کا مذہب ہے۔ مثلاً برہان بقاعی، علامہ برماوی۔ عراقی۔ اور ابن مندہ، طبری بغوی ابن نافع ابن السکن وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

عــہ زرقانی ص۲۴۳ ج۱ عــہ اصابہ ص۶۳۳ ج۳

وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ (الْعَرَبِيَّ) فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ

عبرانی اور (عربی) لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی اور (عربی) میں لکھا کرتے تھے ف۱

(بِالْعَرَبِيَّةِ) مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ

جتنا اللہ کو منظور ہوتا اور اس وقت بہت بوڑھے نابینا ہو گئے تھے۔ اُن سے خدیجہ نے کہا

ف۱

عربی، عبرانی، سُریانی (۳۷) یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ یہاں یہ ہے

كَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ۔ عبرانی لکھنا جانتے تھے۔ انجیل کو عبرانی میں لکھتے تھے۔

اور تفسیر سورۂ علق میں بطریق یونس اور کتاب التعبیر میں بطریق معمر۔ العبرانی کی جگہ العربی اور بالعبرانیۃ کی جگہ بالعربیۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی میں لکھا کرتے تھے۔

انجیل کی زبان (۳۸) انجیل سُریانی زبان میں تھی۔ ان روایات کی روشنی میں مطلب یہ ہوا کہ ورقہ ان تینوں زبانوں کے ماہر تھے۔ سُریانی کا ترجمہ عربی میں بھی کر لیتے تھے اور عبرانی میں بھی۔ انجیل کو کبھی عربی میں لکھتے کبھی عبرانی میں۔

زبان کی ابتداء (۳۹) سُریانی زبان حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ ان کی اور ان کی اولاد اور جملہ انبیاء کی زبان سُریانی ہی تھی۔ اللہ عز وجل نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کا نام سُریانی ہی میں سکھایا تھا تاکہ فرشتے نہ سمجھ سکیں۔ لفظ سُریانی "سِرّ" سے بنا ہے۔

حضرت ابراہیم کی زبان (۳۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ جب نمرود کے شر کی وجہ سے بحکم الٰہی فرات عبور کر کے شام میں تشریف لائے تو قدرتِ الٰہی سے زبان بدل گئی۔ دوسری زبان بولنے لگے۔ سبب یہ ہوا کہ نمرود نے حضرت ابراہیم کی تلاش میں ہرکارے بھیجے تھے اور حکم دے دیا تھا کہ جو شخص بھی سُریانی میں کلام کرتا ہوا ملے تو اُسے گرفتار کر لاؤ۔ جب نمرود کے آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہونچے اور انھیں دیکھا کہ وہ سُریانی کے بجائے اور کوئی زبان بولتے ہیں۔ تو کوئی تعرض نہ کیا۔ چونکہ بالہام الٰہی اس زبان کی تعلیم حضرت ابراہیم کو فرات عبور کرنے کے بعد ہوئی تھی۔ اور فرات پار والوں کی بھی یہی زبان ہو گئی اس لئے اسکو عبرانی کہتے ہیں۔ الف نون کی زیادتی خلاف قیاس ہے۔

عربی زبان کی ابتدا (۴۱) عربی زبان بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی کے وقت سے ہے۔ وہ جنت میں عربی بولتے تھے۔ زمین پر تشریف لانے کے بعد سُریانی بولنے لگے۔ پھر قبول توبہ کے بعد عربی بولنے لگے۔ سفیان نے فرمایا۔ ہر وحیِ آسمانی عربی ہی میں نازل ہوتی تھی۔ انبیاء کرام قوم کی زبان میں اس کا ترجمہ فرما دیا کرتے تھے۔

ع۵ فتح الباری وغیرہ

خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا

اے میرے چچا کے بیٹے، اپنے برادر زادے کی بات سننے والے تو حضور سے ورقہ نے پوچھا۔ اے برادر زادے

تَرَى. فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى. فَقَالَ لَهُ

آپ نے کیا دیکھا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بتایا۔ اس پر ورقہ نے حضور سے کہا

وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللهُ عَلَى مُوسَى. يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا

یہ وہی فرشتہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے موسیٰ پر اُتارا تھا ف۲ کاش کہ ان دنوں میں طاقتور جوان ہوتا۔ کاش کہ اس

لیکن عام طور پر یہی مشہور ہے کہ عربی زبان، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ظاہر ہوئی۔ انھوں نے بنی جرہم سے سیکھی تھی اسلئے ان کی اولاد کو مستعربہ کہا جاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ بنی جرہم میں یہ زبان پہلے سے رائج تھی۔ اسی لئے بنی جرہم کو "عاربہ" کہا جاتا ہے اس روایت کی بنا پر حضرت اسماعیل کو اس زبان کا موجد نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عربی زبان کو جو بقا حاصل ہے۔ یہ حضرت اسماعیل کی رہین منت ہے۔

ابن اخیک ف (۴۲) حضرت خدیجہ کے والد، خُویلد اور ورقہ کے والد، نوفل دونوں، اسد بن عبد العزیٰ کے بیٹے اور حقیقی بھائی تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کے پردادا، عبد مناف، اور ان دونوں کے پردادا عبد العزیٰ حقیقی بھائی، قُصَی کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عبداللہ اور ورقہ خاندانی اعتبار سے بھائی ہوئے۔ اس رشتے کی بنا پر حضرت خدیجہ نے، ورقہ سے یہ کہا۔ اپنے برادر زادے کی بات سنو۔ اور اسی خاندانی رشتے سے انھوں نے ورقہ کو ابن عم کہا۔ علاوہ ازیں عرب ہی نہیں ہمارے یہاں بھی سن رسیدہ آدمی کو چچا کہتے ہیں۔ اس عُرف کے پیش نظر "ابن اخیک" کہا۔ مقصود یہ تھا کہ پوری توجہ سے ان کی بات سُنیں۔

ناموس ف (۴۳) ناموس کے معنی صاحب سر ہے یعنی راز کی باتیں بتانے والا۔ خواہ یہ راز خیر ہو خواہ شر۔ امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسٰى میں فرمایا:-

النَّامُوسُ، صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي يُطْلِعُهُ بِمَا يَسْتُرُهُ عَنْ غَيْرِهِ ۔	وہ رازدار جو ان باتوں کو بتائے جنھیں غیر سے چھپائے۔

اور جاسوس، اُسے کہتے ہیں جو شر کی پوشیدہ باتیں پہنچائے۔ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوئی یہاں ناموس موسیٰ سے مراد حضرت جبرئیل ہیں۔

حضرت ورقہ نے ناموس موسیٰ کہا۔ حالانکہ یہ نصرانی تھے۔ اس لئے اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اِذْ یُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ

وقت میں زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی ۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا

قَالَ نَعَمْ لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِیَ (اُوْذِیَ) وَاِنْ یُّدْرِكْنِیْ

کیا میری قوم مجھے نکالے گی ؟ ورقہ نے کہا جی ہاں ! جب بھی کوئی شخص آپ کی طرح شریعت لیکر آیا تو اس سے دشمنی کی گئی ، اسے

یَوْمُكَ (حَیًّا) اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا ۔ ثُمَّ لَمْ یَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّیَ وَفَتَرَ

ستایا گیا ، اگر مجھے آپ کا زمانہ ملا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا ؎ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کی وفات ہوگئی ۔ اور وحی

الْوَحْیُ فَتْرَةً حَتّٰی حَزِنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا

رک گئی ۔ پھر ایک عرصہ تک سلسلۂ وحی منقطع رہا ؎ جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا غم لاحق ہوا جیسا کہ ہمیں خبر پہونچی

باعتبار زمانہ ، بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب تھے ۔ اس لئے بھی ان کو ناموس عیسیٰ کہنا چاہئے تھا ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت متفق علیہ ہے نصاریٰ بھی انھیں نبی مانتے تھے بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انھیں یہود نبی نہیں ملنتے ۔ بلکہ اسوقت کے نصاریٰ بھی اُن کو اقانیم ثلثہ میں سے ایک مانتے تھے ۔ ان پر بذریعہ جبرئیل نزول وحی کے قائل نہیں تھے ۔ اسلئے تعارف کے موقع پر ناموس موسیٰ ہی کہنا موزوں تھا

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ایک روایت ذکر کی ہے ۔ اسمیں یہ ہے کہ پہلے حضرت خدیجہ تنہا ورقہ کے پاس گئیں تو انھوں نے کہا ۔ اگر تم سچ کہتی ہو تو اُن کے پاس ناموس عیسیٰ آئیں گے ۔ جنھیں بنی اسرائیل یعنی یہود نہیں مانتے ۔ پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر گئیں تو ورقہ نے ناموس موسیٰ کہا ۔ پہلی بار اپنے اعتقاد اور قرب کی بنا پر ناموس عیسیٰ کہا ۔ اور دوبارہ ناموس موسیٰ کہا بلکہ سیرت حلبی میں یوں ہے ۔ انك علی مثل ناموس موسیٰ و عیسیٰ حضرت موسیٰ کا ذکر اتفاق فریقین کی بنا پر کیا ۔ اور حضرت عیسیٰ کا اپنے اعتقاد اور قرب زمانہ کی بنا پر

یومك سے کیا مراد ہے ؎ (۴۳) ورقہ نے فرمایا اگر مجھے آپ کا زمانہ ملا تو آپ کی بھرپور مدد کرونگا ۔ اس سے مراد دعوت عام کے بعد ابتلا کا دور ہے ۔ یا وہ زمانہ مراد ہے جب جہاد کا حکم ہوگا ـــــ اور گزر چکا کہ جہاد کے زمانے سے بہت پہلے ان کا وصال ہوگیا ۔ بلکہ ظالموں کے ذات اقدس کو نشانہ ستم بنانے سے بھی پہلے سنہ نبوی میں وصال فرما گئے ۔

حضرت بلال کو ستاتے ہوئے دیکھا تو باوجود کبر سنی اور آنکھوں سے معذور ہونے کے بڑی جرأت کے ساتھ حضرت بلال سے فرمایا ۔ ایک ہی کہنا ، ایک ہی کہنا ۔

فترت کی تحقیق (۴۳) وفتر الوحی۔ فتر یفتر فتوراً وفتاراً کے اصل معنی۔ تیزی کے بعد رک جانا۔ سختی کے بعد نرم ہوجانا۔ اور کمزور اور سست ہونا ہیں۔ نیز باری کے بخار میں ناغے کے دن کو فترت کہتے ہیں

قرآن و حدیث میں اس زمانے کو کہتے ہیں جو حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے جس میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا۔ اور یہاں رکنے کے معنی میں ہے۔ سورہ اقرأ کے نزول کے بعد ایک عرصے تک نزول قرآن نہیں ہوا۔

اس مدت کو فترت وحی کا زمانہ کہتے ہیں۔ یہ مدت کتنی تھی اس میں دس اقوال ہیں۔ تین سال۔ ڈھائی سال۔ کچھ دن بلا تعین[عہ] دو سال، چھ مہینے۔ چالیس دن۔ پندرہ دن۔ تین دن۔ بارہ دن[سہ]۔ ایک مہینہ[للعہ]۔

مدت فترت کی تحقیق (۴۴) عام طور پر ارباب سیر تین سال کو اختیار کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے صرف اسی کو لیا۔ مغلطائی نے تیسرے قول یعنی یہ مدت بلا تعیین چند دن تھی کو اشبہ بتایا یعنی اَشبہ بالحق دلیل میں فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے رب سے جو تعلق تھا وہ اسی کا مقتضی ہے۔ علامہ زرقانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ فتح الباری وغیرہ میں اسی طرح نقل فرمایا۔ مگر زرقانی میں مغلطائی کے حوالے سے تفسیر ابن عباس سے اسکی تعداد چالیس دن بتائی۔ خادم کا رجحان بھی یہی ہے کہ فترت وحی کی مدت چالیس دن تھی کیونکہ ڈھائی سال اور تین سال مدت ماننے کی صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ سورہ "مدثر" اقرأ کی ابتدائی پانچ آیتوں کے بعد تین یا ڈھائی سال پر نازل ہوئی۔ اور یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ دعوت کا حکم سورۂ مدثر سے ہوا ہے

مواہب اور زرقانی میں ہے۔

قال النووی اول ما وجب الانذار والدعاء الی التوحید لقولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ہ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ ص ۱۳۵ ج ۱	نووی نے کہا کہ سب سے پہلے انذار اور توحید کی دعوت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واجب ہوئی کہ فرمایا۔ اے چادر اوڑھنے والے اٹھو اور ڈراؤ۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان تین سال میں دعوت کا کام بند رہا۔ شروع ہی نہ ہوا۔ نیز ایام فترت میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو حال تھا وہ خود اس حدیث میں آگے مذکور ہے۔ وہ بتا رہا ہے کہ حضور کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ کسی کو دعوت دیتے۔

حالانکہ ثابت ہے کہ ان تین سال میں کثیر حضرات ایمان لاچکے تھے۔ یہی علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی نے کثیر صحابہ و صحابیات کے اسماء گنائے ہیں جو ان تین سال میں ایمان لائے۔ اور اجمالی طور پر یہ فرمایا کہ ان تین سال میں مردوں عورتوں کی متعدد جماعت نے پے در پے اسلام قبول کیا

عہ فتح الباری ص ۹۷ ج ۱۔ عسہ اشعۃ اللمعات ص ۵۰۹ ج ۴۔ سہ زرقانی علی المواہب ص ۲۳۶۔ للعہ مرقات ص ۲۱۲

علامہ زرقانی نے فرمایا کہ عراقی وغیرہ نے ایک معتدبہ مقدار کے نام گنائے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اس اثنا میں رازداری کے ساتھ اسلام کا کام جاری رہا یہاں تک کہ آیت کریمہ

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ تم کو جو حکم ہے اب اسے علانیہ بیان کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

نازل ہوئی۔ تو علانیہ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ و دعوت کا کام شروع فرمایا ــــ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول، ورقہ کی تذکرے میں گذر چکا ــــ مواہب اور زرقانی میں ہے۔

قالوا وكان ذالك بعد ثلاث سنين من النبوة تبرأ منه لجزم الحافظ فى سيرته بان نزول الاٰية كان فى السنة الثالثة (وهى المدة التى اخفى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امره الىٰ ان امره الله تعالىٰ باظهاره فنادى قومه بالاسلام و) لم يقتصر على مجرد المجاهرة بالدعوة بل كرر ذالك واكد وبالغ فى اظهار الحجة حتى كانه (صدع به كما امره الله تعالىٰ) ــــ

لوگوں نے کہا اس آیت کا نزول نبوت کے تین سال بعد ہوا۔ حافظ نے اپنی سیرت میں فرمایا کہ تین سال کے بعد نہیں، تیسرے سال میں ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حال کو چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس کے کھلم کھلا بیان کرنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد حضور نے اپنی قوم پر اسلام کو ظاہر فرمایا اور علانیہ اشاعت کرنے لگے اور صرف اعلان دعوت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بار بار دعوت دی اور تاکید دی اور اسمیں مبالغہ کیا گویا کہ اسلام کو بالکل آشکارا کر دیا جیسا کہ حکم تھا۔

ص ۲۴۷ و ۲۴۸ ج ۱

غرضیکہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ تین سال کے اندر اندر بھی اسلام کی دعوت کا کام ہوتا رہا مگر احتیاط اور رازداری کے ساتھ ــــ علاوہ ازیں یہ بات طے ہے کہ فترتِ وحی کے بعد سب سے پہلے "یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" نازل ہوئی۔ یہ مدت تین سال ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ سورۂ مدثر تین سال پر نازل ہوئی۔ اب اگر حافظ عراقی کی بات صحیح ہے کہ آیت "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" تین سال کے اندر نازل ہوئی تو لازم کہ سورۂ مدثر بعد میں اور یہ آیت اس کے پہلے نازل ہوئی۔ اور یہ کسی طرح درست نہیں۔

پھر یہ کہ علامہ عسقلانی وغیرہ نے اس تاخیر کی علت یہ بتائی کہ حرا میں نزول وحی سے قویٰ پر اثر جو پڑا وہ دور ہو جائے اور شوق زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ اس کے لئے تین سال کی مدت کی کوئی ضرورت نہیں۔ چند دن کافی ہیں۔ پھر سوچئے اللہ عزوجل نے سارے عالم میں، اسلام کی دعوت کے لئے جسے منتخب فرمایا، اپنا حبیب بنایا اسے تین سال تک اتنی سخت کشمکش میں مبتلا کرے کہ بار بار جان سے عاجز آجائے، ذرا

غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُؤُسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا أَوْفٰى بِذُرْوَةِ جَبَلٍ

ہے کہ کئی بار پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھے تاکہ اپنے کو وہاں سے گرادیں وہ پس جب کبھی چاہا کہ

لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا

پہاڑ کی بلندی سے اپنے کو گرائیں جبریل وہ ظاہر ہوجاتے اور عرض کرتے اے محمد! آپ بلاشبہ اللہ کے رسول برحق ہیں

مشکل سے سمجھ میں آنے کی بات ہے۔ جیسا کہ مغلطائی نے کہا۔

لعل ھٰذا ھو الاشبہ بحالہ عند ربہ — امید ہے کہ یہی حق سے زیادہ مشابہ ہو، اسکو دیکھتے ہوئے جو آپکا مرتبہ خدا کی بارگاہ میں تھا۔ (زرقانی ص۲۳۶)

میں حضرت ابن عباس کے دونوں قول کو راجح سمجھتا ہوں۔ یعنی یہ مدت چند دن تھی اور یہ چند دن چالیس دن تھے۔ اسوجہ سے کہ مسلم شریف میں حضرت جابر کی فترت وحی کے ایام کے احوال میں یہ روایت مذکور ہے۔

جاورت بحراء شھرًا (کتاب الایمان) — میں نے حرا میں ایک مہینے مجاورت کی ـــ

تو ثابت کہ یہ مدت ایک ماہ سے کم نہ تھی، زیادہ تھی۔ اور ایک ماہ سے زائد کے اقوال میں ایک ماہ سے قریب تر چالیس دن کا قول ہے۔ اس لئے یہ راجح ہے۔ اس کے علاوہ جتنے اقوال ہیں ان میں کسی کا قول حضرت ابن عباس کے مرتبے کا نہیں۔ اور جب یہ قول از روئے درایت بھی مرجح۔ تو اسی کو راجح ماننا انسب ہے۔

بالکل فطری بات ہے کہ جب وحی رکنے کی وجہ سے قلق و اضطراب ہوتا۔ جبریل آتے تسکین دیتے۔ کچھ سکون ملتا۔ مگر چونکہ وحی بدستور رکی رہتی اس لئے پھر وہی حال ہوتا۔ مسلسل اس کیفیت کا حل یہ سمجھ میں آیا کہ چلو پھر وہیں حرا میں جہاں پہلی بار شاہد مقصود جلوہ گر ہوا تھا۔ تو حرا میں مجاورت فرمائی۔ اور جو علاج سوچا تھا وہ شافی ہوا۔ پیک ربانی پیغام لے کے آگیا۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ایام فترت وحی میں اضطراب

(۴۶) عرصے تک وحی رک جانے سے حزن و ملال اور اضطراب کا پیدا ہوجانا فطری بات ہے۔ اتنا عظیم منصب ملنے کے بعد عرصے تک وحی نہ آنے سے یہ اندیشہ سامنے کی بات ہے کہ کہیں ناراضگی کی بنا پر تو یہ رکاوٹ نہیں۔ اور محبوب کی ناراضگی کتنی جان لیوا ہوتی ہے۔ یہ صرف ارباب محبت جانتے ہیں۔ پھر جب کہ محبوب حقیقی ہو تو اس کا ردعمل کتنا شدید ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اسی طرح کسی بڑے منصب ملنے کے بعد اس کے زوال کا خیال کتنا سوہان روح ہوتا ہے سب کو معلوم ہے وہ بھی نبوت جیسے عظیم منصب کے بارے میں یہ تصور کتنا الم انگیز ہوگا۔

اس جان لیوا تصور کی وجہ سے قلق واضطراب، اضطرار کی حد تک اگر پہونچ گیا تو کیا تعجب کی بات ہے؟ اور ایسے اضطرار کی حالت میں جو فعل سرزد ہو اس پر کوئی دار وگیر نہیں وہ بھی اس وقت جب کہ احکام کا نزول ابھی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض احکام کا نزول ہوتا بھی تو احکام ہی میں یہ بھی ہے۔ ارشاد ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۔ تو جو شخص کوئی ایسا کام اضطرار کی حالت میں کر بیٹھے۔ جو منع ہو اور وہ خواہش سے نہ کرے اور حد سے آگے نہ بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں یہ کہنا کہ چونکہ یہ حدیث بلاغات زہری سے ہے اس لئے قابل قبول نہیں۔ اصول حدیث کی خلاف ورزی ہے۔ اسمیں اس کا امکان ہے کہ حدیث کا اول حصہ جس سند سے مروی اسی سے یہ بھی مروی ہو۔ ثانیاً اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امام زہری پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ بھی ثقہ ہیں اور معمر بھی ثقہ ہیں۔ اسلئے اس کے قابل قبول ہونے میں کوئی تردد نہیں ہوسکتا۔ قسطلانی

جبرئیل (۴۷) یہ عبرانی لفظ ہے۔ ایل کے معنی خدا۔ اور جبر کے معنی عبد۔ جبرئیل کے معنی عبداللہ۔ اور ان کا اصل نام عبدالجلیل اور کنیت ابوالفتوح ہے۔ انبیاء کرام کے پاس پیغام خداوندی لانے کی خدمت انھیں کے سپرد تھی۔ اسکے علاوہ اور بھی خدمات انجام دیتے تھے اور اب بھی دیتے ہیں۔

جبرئیل کی ملکوتی صورت (۴۸) جبرئیل امین کی ملکوتی شکل یہ تھی کہ ان کے چھ سو بازو ہیں جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں اتنے عظیم ہیں کہ پورے افق کو بھر دیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ ان کی ملکوتی شکل میں دیکھا۔

جبرئیل ابتدا ہی سے مامور ہیں (۴۹) وحی کے اقسام میں گزرا کہ ابتدا میں تین سال تک اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ پھر جبرئیل امین کی تقرری ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابتداءً تین سال جبرئیل امین خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوئے۔

مگر یہ صحیح نہیں۔ اولاً گزر چکا کہ فترت وحی کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن تھی۔ تین سال نہ تھی۔ تو واقعہ حرا کے چالیس دن کے بعد سورۂ مدثر کا نزول ہوا۔ اور یہ جبرئیل امین لیکر حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں جو واقعہ ہے۔ یہ فترت وحی ہی کے ایام کا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان ایام میں بھی جبرئیل، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے اور خدمت بھی کرتے تھے۔ کچھ کلام بھی کرتے تھے البتہ ان ایام میں قرآن لیکر نہیں آئے۔

فتح الباری میں ہے:۔ یہ مراد نہیں کہ ایام فترت وحی میں جبرئیل حاضر ہی نہ ہوئے بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن لیکر نہیں آئے۔ پھر مسلم کہ مسلم، نسائی حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل حاضر تھے کہ اچانک اوپر آسمان سے چرچراہٹ سنی۔ جبرئیل نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج تک نہیں اترا تھا۔ یہ فرشتہ خدمت اقدس

فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَاْشُهٗ وَتَقِرُّ نَفْسُهٗ فَيَرْجِعُ فَاِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا

اس سے حضور کی بے چینی دور ہو جاتی اور قرار آجاتا پھر لوٹتے ۔ پھر وحی کے انقطاع کی مدت دراز ہونے کی وجہ

لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَاِذَا اَوْفٰى بِذُرْوَةِ الْجَبَلِ تَبَدّٰى لَهٗ جِبْرِيْلُ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ[۱]

سے ویسا ہی کرتے پھر جب پہاڑ کی بلندی سے گرانا چاہتے۔ تو جبریل وہی کہتے

میں حاضر ہوا سلام عرض کرنے کے بعد کہا۔ آپ کو دو ایسے نور کی بشارت ہو جو کسی نبی کو نہیں ملے ۔ سورہ فاتحہ اور اواخر سورہ بقرہ۔ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ اسرافیل تھے ۔

لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث میں نام نہیں۔ صرف علماء کی رائے ہے کہ یہ اسرافیل تھے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اسرافیل نہ ہوں کوئی اور ہوں ۔ مگر طبرانی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آیا تھا۔ اور نہ آئندہ کبھی کسی کے پاس آئے گا یہ "اسرافیل" ہیں ۔ اسرافیل نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کا یہ پیغام لیکر آیا ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اختیار دیدیا ہے اگر آپ چاہیں تو نبی عبد رہیں۔ چاہیں تو نبی ملک ۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل کی طرف دیکھا کہ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں انھوں نے اشارہ کیا۔ تواضع کیجئے۔ اگر میں کہدیتا کہ نبی ملک رہوں گا تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چلتے ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اسرافیل اس دن سے پہلے کبھی نہیں حاضر خدمت ہوئے ۔ امام شعبی کے قول کے مقابلے میں جب حدیث مرفوع ہے تو ظاہر ہے کہ امام شعبی کا قول مرجوح ہوگا ۔

علاوہ ازیں امام شعبی کے مذکورہ بالا قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایام فترتِ وحی تین سال تھے اور ہم ثابت کر آئے کہ تین سال نہیں صرف چالیس دن تھو اس لئے یہ کہنا کہ ابتداءً تین سال اسرافیل وحی لانے پر مامور تھے صحیح نہیں ۔

اسرافیل بھی وحی لاتے تھے (۵) مگر ان باتوں سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایام فترت میں اسرافیل وحی لیکر نہیں آئے ۔ مگر اصل مدعیٰ ثابت کہ کبھی کبھی اسرافیل بھی وحی لیکر آتے تھے ۔ زیادہ سے زیادہ اسیں بحث ہو سکتی ہے کہ ابتدا میں وحی لائے یا نہیں لائے ۔ چلئے بعد ہی میں وحی لائے ۔ سے لئے وحی کی سات صورتیں اپنی جگہ باقی رہیں

[۱] ایضا، تفسیر سورۂ علق و کتاب التعبیر کتاب الانبیاء ـ باب واذکر فی الکتاب موسیٰ ـ اس کے علاوہ مسلم کتاب الایمان مسند امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث ہے ۔ ع۵ زرقانی ص۲۲۷ ج۱۔

۴ حدیث فترۃ وحی

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

ابن شہاب ف۱ نے کہا اور مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن ف۲ نے خبر دی کہ جابر ابن عبد اللہ

الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي

انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما ف۳ نے فترتِ وحی کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ

تشریحات

۴

ابن شہاب ف۱ ① یہ زہری سے زیادہ مشہور ہیں پورا نام یہ ہے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب۔ کنیت ابوبکر ہے۔ تیسرے دادا شہاب کی طرف منسوب کر کے ان کو ابن شہاب کہتے ہیں اور جداعلیٰ زہرہ کی طرف نسبت سے زہری۔ یہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلے سے ہیں اور کلاب میں جاکر ان کا نسب شجرۂ نبوی سے متصل ہوجاتا ہے۔ صغار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت انس اور حضرت ربیعہ بن عباد اور کثیر صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں۔ متفق علیہ امام ثقہ معتمد علیہ ہیں۔ ان سے کثیر تابعین نے احادیث سنیں بہتر سال کی عمر میں بماہ رمضان المبارک ۱۲۴ھ میں وصال فرمایا۔ وصیت کے مطابق موضع شغب میں لب سڑک مدفون ہوئے۔ اموی شہنشاہ عبدالملک بن مروان بہت عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے سات سو اشرفیاں نذر کیں مگر اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ احادیث کی تدوین کا کام انھوں نے شروع کیا۔ مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ جب مکان میں بیٹھتے تو کتابوں کا انبار لگ جاتا۔ انہماک میں دنیوی امور کی جانب توجہ نہ ہوئی۔ زوجہ محترمہ یہ دیکھتے دیکھتے ایک دن کہہ اٹھیں۔ یہ کتابیں مجھ پر تین سو سوکنوں سے زیادہ شاق ہیں۔

ابوسلمہ ف۲ ② یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ ان کا اصل نام تو عبداللہ ہے یا اسماعیل یا ابوسلمہ ہے۔ یہ اس پائے کے تابعی ہیں کہ ایک قول کی بنا پر مدینے کے فقہاء سبعہ میں یہ بھی ہیں۔ کثیر صحابہ و تابعین سے حدیثیں سنیں اور ان سے تابعین کی جماعت کثیر نے۔ مشہور محدث امام شعبی ان کے تلمیذ ہیں۔ ۹۴ھ میں بہتر سال کے ہوکے مدینہ طیبہ میں ولید بن عبدالملک کے ایام سلطنت میں وصال فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ③ جابر نام ہے یہ بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد غزوۂ اُحد میں

حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو میں فرمایا میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھا کر

جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ

دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جس سے مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں

زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي (فَدَثَّرُوهُ) فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى. يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

لوٹ کر گھر آیا تو میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ (لوگوں نے اڑھا دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اے بالاپوش اوڑھنے والے

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ[1]

اٹھیے (اٹھئے) ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔ اور اپنے کپڑے کو پاک رکھئے اور بت سے دور رہیئے اسکے بعد وحی میں گرمی اور تسلسل پیدا ہو گیا

شہید ہوئے۔ ان پر بہت زیادہ نگاہ کرم تھی۔ احادیث میں ان کے بہت دلچسپ واقعات مذکور ہیں ۔ یہ انصاری خزرجی سلمی ہیں ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ ۲۶ صرف بخاری میں۔ ایک سو چھبیس صرف مسلم میں۔ اور اٹھاون وہ احادیث ہیں جو دونوں میں جسے متفق علیہ کہتے ہیں۔ اس طرح شیخین امام بخاری امام مسلم نے دو سو دس حدیث ان کی درج کیں۔

بروایت مختلف سن ۷۹ یا چوہتر یا اٹھتر میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک چورانوے سال کی تھی۔ جابر بن عبد اللہ صحابہ میں دو اور صاحبان ہیں۔ جابر بن عبد اللہ راسبی۔ جابر بن عبد اللہ بن رباب۔ اور یہ جابر بن عبد اللہ بن حرام ہیں۔ صرف جابر نام کے تیئس صحابہ کرام ہیں

ف سب سے پہلے کیا نازل ہوا (۴) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کیا نازل ہوا۔ جمہور کا قول ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرأ کی ابتدائی پانچ مذکورہ بالا آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سورہ مدثر کی ابتدائی چار آیتیں نازل ہوئیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرأ کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس حدیث کا یہ حصہ کہ اچانک میں نے یہ دیکھا کہ وہ فرشتہ جو حرا میں آیا تھا۔ زمین و آسمان کے مابین کرسی پر بیٹھا ہے۔ اسکی دلیل ہے کہ سورہ مدثر کی یہ آیتیں واقعہ حرا کے بعد نازل ہوئیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتیں حرا میں نازل ہوئیں۔

نیز اس حدیث میں تصریح ہے کہ فترتِ وحی کے بعد سورہ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتوں کا نزول فترت وحی کے قبل ہوا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتوں کا نزول سورہ مدثر کی ابتدائی آیتوں سے پہلے ہوا۔

رہ گیا سورہ فاتحہ کی روایت تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت خبر واحد ہے اور حدیث حرا مشہور۔ ظاہر ہے کہ خبر واحد کے مقابلے میں خبر مشہور کو بہر حال ترجیح ہوگی۔

[1] ایضاً کتاب التفسیر سورہ مدثر۔ سورہ علق۔ کتاب التعبیر۔ اسکے علاوہ مسلم کتاب الایمان۔ ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔

⑤ حدیث مسلسل بالشفتین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "لَا تُحَرِّكْ بِہٖ لِسَانَكَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما [1] سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں (تم جلدیاد کرنیکی خواہش

لِتَعْجَلَ بِہٖ ـــ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نزول قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ان سب اقوال میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اِقرأ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ فترت وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں۔ اور مکمل سورہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

تشریحات ⑤

ابن عباس (۱) عبد اللہ نام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث ہیں۔ جو ام المؤمنین حضرت میمونہ کی حقیقی بہن ہیں۔ کنیت ابو العباس۔ ابو الخلفاء ہے۔ اور حبر اُمت۔ ترجمان القرآن القاب ہیں۔ شاہان عباسیہ سب آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ابو الخلفاء کنیت ہوئی۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تیرہ سال کی عمر تھی ۶۸ھ میں اکہتر سال کے ہو کر حضرت عبد اللہ بن زبیر کے ایام خلافت میں طائف شریف میں انتقال فرمایا۔ محمد بن حنفیہ حضرت علی کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز کے لئے جب جنازہ رکھا گیا تو ایک سفید پرندہ آکر کفن میں گھس گیا بہتیر اتلاش کیا گیا نہ ملا۔ دفن کے بعد ایک غیبی آواز آئی۔ کوئی کہہ رہا ہے:۔

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔	اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں

میں داخل ہو اور میری جنت میں آ

چار وہ صحابہ جن کے نام عبد اللہ ہیں جنھیں عبادلہ اربعہ کہتے ہیں ان میں یہ بھی ہیں۔ بقیہ تین یہ ہیں۔ عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن زبیر عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ لیکن احناف کے نزدیک عبادلہ اربعہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے عبد اللہ بن مسعود ہیں [1] امام احمد نے فرمایا۔ چھ صحابہ سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہیں ــ اور بقیہ مندرجہ ذیل حضرات ہیں:۔

[1] فواتح الرحموت

يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً (اِذَا نَزَلَ جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ) وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ

قرآن کے نازل ہونے سے شدت محسوس فرماتے تھے ۔ جب جبریل وحی لیکر اُترتے اور اپنی زبان

(بِهِ لِسَانَهُ وَ) شَفَتَيْهِ (فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

اور ہونٹوں کو حرکت دیتے (ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے) حضور پر شدت طاری ہوتی جسے جان لیا جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - فَاَنَا اُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا

تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں تمھیں سمجھانے کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلاتے تھے

حضرت ابوہریرہ ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ عبداللہ بن عمر۔ ام المؤمنین عائشہ۔ جابر بن عبداللہ۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ ان میں پچانوے متفق علیہ اور ایک سو بیس افراد بخاری اور انچاس افراد مسلم سے ہیں ـــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی "اے اللہ انھیں حکمت فقہ تاویل عطا فرما" اسکی برکت سے کم سنی ہی میں ان کے علم وفضل کا سکہ سب پر بیٹھ گیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب تھے۔ اہم سے اہم امور میں اجلہ صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ میں شرکت فرماتے تھے۔

امام مسروق نے فرمایا حضرت ابن عباس اجمل الناس افصح الناس اعلم الناس تھے۔ اسی لئے ان کو حبر امت بھی کہا جاتا ہے۔ اخیر عمر مبارک میں آنکھوں میں موتیابند اتر آیا تھا۔ معالجین نے عرض کیا ہم موتیابند نکال دیں گے۔ لیکن پانچ دن آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ فرمایا۔ خدا کی قسم میں موتیابند نہیں نکلواؤں گا۔ پانچ دن تو بڑی بات ہے۔ ایک رکعت بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ جب آنکھیں سفید ہو گئیں تو یہ شعر پڑھا کرتے :-

اِنْ يَاخُذِ اللهُ مِنْ عَيْنَيَّ نُوْرَهُمَا	اللہ نے میری آنکھوں سے روشنی لے لی تو کیا ہوا۔
فَفِيْ لِسَانِيْ وَقَلْبِيْ مِنْهُمَا نُوْرٌ	اسکے عوض میری زبان میرا دل روشن ہے
قَلْبِيْ ذَكِيٌّ وَذِهْنِيْ غَيْرُ ذِيْ دَخَلٍ	میرا دل صاف ستھرا اور میرا دماغ فساد سے خالی ہے
وَفِيْ فَمِيْ صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَطْرُوْرٌ	میرے منھ میں ایسی زبان ہے جو تلوار کی طرح تیز طرار مقابل پر غالب ہے

خلاصہ ۲ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ قرآن کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدت اور سختی محسوس فرماتے تھے۔ جیسا کہ مفصل گذرا۔ جب جبریل قرآن سناتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَرِّكُهُمَا

سعید بن جبیرؓ (تلمیذ ابن عباس) نے کہا میں تم لوگوں کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے ابن عباس ہلاتے تھے تو انھوں نے اپنے

فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى (الْآيَةَ الَّتِي فِي لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) لَا تُحَرِّكْ

ہونٹوں کو ہلایا۔ تو اللہ تعالٰی نے سورہ قیامہ کی اس آیت کو اُتارا (جلد یاد کرنے کی کوشش میں (نزول)

ان کے ساتھ ساتھ قرآن مجید پڑھتے۔ حاضرین پڑھنے کی وجہ سے ہونٹوں کی حرکت کو دیکھتے۔ مقصود یہ تھا کہ کوئی لفظ یاد سے رہ نہ جائے۔ جس طرح جبریل لیکر آئے ہیں بعینہ اسی طرح محفوظ کرلوں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے۔ ابن عباس نے اسی طرح ہونٹ ہلاکر اپنے تلامذہ کو دکھایا جن میں سعید بن جبیر شہید بھی تھے۔ جیسے ابن عباس نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا ویسے ہی سعید بن جبیر نے بھی ہونٹ ہلاکر اپنے تلامذہ کو دکھایا۔

اس میں شدت در شدت تھی۔ ایک تو نزول وحی کی شدت دوسرے بغور سُننا اور ساتھ ساتھ پڑھنا۔ اس پر سورہ قیامہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ تک۔ یعنی قرآن نازل ہونے کی حالت میں آپ یاد کرنے کی کوشش میں پڑھا نہ کریں۔ پورے قرآن کا آپ کے سینے میں جمع فرمادینا محفوظ کردینا تاکہ آپ اسے بآسانی پڑھ لیں ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم قرآن بواسطہ جبرئیل پڑھیں نازل فرمائیں توخاموشی سے بغور سُنا کریں۔ اس کے بعد اسکے مطابق پڑھیں۔ پھر اس کا بیان یعنی آپ کو یہ قدرت دینا کہ اسے بآسانی پڑھیں، ہمارے ذمے ہے۔

ان آیات کے نزول کے بعد جب قرآن نازل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر جھکا کر بغور سنتے۔ جب جبرئیل چلے جاتے تو پڑھتے۔

سعید بن جبیرؓ (۳) سعید بن جبیر۔ کنیت ابو محمد ہے۔ مشاہیر تابعین میں ہیں۔ بہت بڑے فقیہ محدث، مفسر تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب جَہْبَذُ العُلَماء ہے۔ جہبذ پرکھنے والا۔ دانا، کے معنی میں ہے۔ ان کے تبحر علمی اور جلالت شان پر اتفاق ہے۔ بڑے عابد زاہد شب زندہ دار تھے۔ ہر سال دو بار مکہ معظمہ حاضر ہوتے۔ ایک بار حج کے لئے ایک بار عمرہ کے لئے۔ دو رات میں پورا قرآن مجید ختم فرمالیتے۔ رات میں خشیت خداوندی سے مسلسل رونے کی وجہ سے بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ زبردست مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے گھر میں ایک مرغ تھا جس کی آواز پر رات میں اُٹھ بیٹھتے۔ ایک رات مرغ کسی وجہ سے نہ بول سکا۔ آنکھ نہیں کھلی، نماز فجر قضا ہوگئی۔ نماز کے قضا ہونے کی اذیت پر زبان سے مرغ کے بارے میں یہ کلمات نکل گئے۔ اسے کیا ہوگیا تھا کہ آج نہیں بولا۔ اللہ اسکی آواز ختم کردے۔ وہ مرغ پھر زندگی بھر نہ بول سکا۔ یہ دیکھ کر والدہ ماجدہ نے کسی کے لئے بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ والدہ ماجدہ کے بہت فرمانبردار تھے۔

بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ - اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ - قَالَ جَمْعُهٗ

قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلاؤ اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے - بیشک ہمارے ذمے ہے

لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَأَهٗ - فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ (فَاِذَا اَنْزَلْنَا)

اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور اس کا بیان کرنا تو جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں تو جب

ایک مرتبہ بچھو نے ہاتھ میں ڈنک مار دیا۔ والدہ نے حکم دیا کہ کسی سے جھڑوالیں۔ سخت کشمکش میں پڑ گئے۔ جھاڑ پھونک کو وہ اپنے اعلیٰ توکل کے خلاف جانتے تھے۔ اور ادھر والدہ کی اطاعت فرض۔ بالآخر یہ ایک جھاڑنے والے کے پاس پہنچے۔ نیش زدہ ہاتھ اسکے سامنے کردیا۔ مشہور ثقفی ظالم حجاج نے شعبان ۹۵ھ میں شہید کیا۔ مزار پاک واسط میں ہے۔ ننانوے سال کی عمر مبارک ہوئی

سعید بن جبیر کی شہادت (۴) واقعہ شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج کے مظالم اور خلاف شرع کاموں پر علانیہ تنقید فرماتے تھے۔ اسلئے اس ظالم نے انھیں گرفتار کرایا۔ مکہ معظمہ میں گرفتار ہوئے۔ راستے بھر دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں نوافل پڑھتے۔ گرفتار کرکے لیجانے والے سپاہی نے جب یہ دیکھا تو تین دن کے بعد کہا۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ میں آپکو ایسے شخص کے پاس لے جارہا ہوں جو آپ کو ضرور بالضرور قتل کریگا۔ میں آپ کو چھوڑتا ہوں کہیں چلے جائیے۔ فرمایا کہ حجاج کو جب پتہ چلے گا کہ تم نے مجھکو گرفتار کرکے چھوڑ دیا ہے تو تمھارے لئے خطرہ ہے کہیں تم کو قتل کردے۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے تم بلاگناہ قتل کئے جاؤ۔

دعا میں حلاوت قبول ہونیکی علامت ہے (۵) جب حجاج کے روبرو تشریف لے گئے تو فرمایا۔ ایک بار مجھے اور میرے دو ساتھیوں کو دعا میں حلاوت محسوس ہوئی تو ہم تینوں نے شہادت کی دعا مانگی تھی۔ دعا میں حلاوت اس کے مقبول ہونیکی نشانی ہے۔ میرے ان دونوں ساتھیوں کو شہادت نصیب ہوچکی۔ میں منتظر ہوں۔ حجاج نے پوچھا تمھارا کیا نام ہے۔ فرمایا، سعید بن جبیر۔ حجاج نے کہا نہیں شقی بن کسیر فرمایا، والدہ نے یہی نام رکھا ہے۔ میں شقی ہوں کہ سعید یہ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں تم شقی ہو۔ فرمایا غیب کا جاننے والا کوئی اور ہے۔ حجاج نے کہا سُن لو! میں تمھاری دنیا کو بھڑکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔ فرمایا۔ اگر میں جانتا کہ یہ تمھارے اختیار میں ہے تو تیرے سوا کسی اور کو معبود نہ بناتا۔ پھر اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت معاویہ تک خلفاء راشدین کے بارے میں الگ الگ سوال کئے۔ سب کے اہل سنت کے عقیدے کے مطابق جوابات ارشاد فرمائے۔ پھر حجاج نے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو خلفاء ہوئے ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا۔ ان کو اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔ کچھ جزا پاکر مسرور ہوں گے۔ کچھ ہلاک میں ان کا ذمہ دار نہیں۔ حجاج نے پوچھا۔ عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا اگر صالح نیک تھا۔ تو اپنی نیکی کا بدلہ پائے گا۔

اور اگر بدکار تھا تو اللہ کے قابو سے نکل نہ سکے گا۔ حجاج نے پوچھا۔ میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا۔ تم خود اپنے آپ کو خوب جانتے ہو حجاج نے کہا میرے بارے میں اپنا علم ظاہر کرو۔ فرمایا، میری بات تم کو بری لگے گی پسند نہ آئے گی۔ حجاج نے کہا۔ جو کچھ بھی ہو اس کو ظاہر کرو۔ فرمایا، اچھا تو سنو۔ تم نے حدود الٰہی کو پامال کیا۔ ظلم و ستم کئے۔ کتنے اللہ کے ولیوں کے قتل جیسی معصیت پر جرأت کی۔ حجاج بولا میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عضو عضو کاٹ ڈالوں گا۔ فرمایا۔ تم میری دنیا بگاڑو گے میں تمہاری آخرت بگاڑ دوں گا۔ حجاج نے پوچھا کس طرح قتل ہونا پسند کرتے ہو؟ بتاؤ۔ فرمایا۔ تم پسند کرو جس طرح مجھے قتل کرو گے اسی طرح میں آخرت میں تمہیں قتل کرونگا۔ پوچھا۔ کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم کو معاف کر دوں۔ فرمایا عفو اللہ کی طرف سے ہے۔ رہ گیا تو۔ نہ تو تیرے لئے برأت ہے نہ عفو۔ اب غصے میں جل بھن کر جلادوں کو حکم دیا۔ انھیں لیجا کر قتل کر دو۔ جب جلاد مقتل میں لے چلے تو آپ ہنسے۔ حجاج نے حکم دیا کہ واپس لاؤ۔ اس نے پوچھا۔ ہنسے کیوں۔ فرمایا۔ اللہ کے حضور تیری جرأت پر اور اللہ کے حلم پر۔ انتہائی طیش میں آکر حکم دیا۔ میرے سامنے دربار میں قتل کرو۔ جب قتل کے لئے لٹایا تو آپ نے پڑھا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ حکم دیا قبلہ سے منہ پھیر دو۔ آپ نے تلاوت کی۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ کڑھ کر حکم دیا کہ منھ کے بل لٹا دو۔ آپ نے پڑھا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی۔ جھلا کر حکم دیا ذبح کر دو۔ حضرت سعید نے فرمایا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اسے یاد رکھنا یہاں تک کہ قیامت کے دن میری تیری ملاقات ہو۔ پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ میرے بعد اسے کسی پر قابو نہ دینا کہ اُسے قتل کر سکے۔ اس کے بعد شہید کر دیئے گئے۔ تن اقدس سے سر جدا ہونے کے بعد تین بار کلمہ پڑھا جو تیسری بار پورا سنا گیا۔ ذبح کے وقت بہت زیادہ خون نکلا۔ اس پر ظالم کو حیرت ہوئی۔ طبیب کو بلا کر پوچھا۔ طبیب نے بتایا کہ اور قتل کئے جانے والوں کا خون خوف سے سوکھ جاتا تھا اور ان پر خوف کا اثر بالکل نہ تھا۔ ہنسی خوشی جان دی اس لئے خون زیادہ نکلا اس کے تین دن کے بعد حجاج کے پیٹ میں پھوڑا ہو گیا۔ لاکھ علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد یا چھ مہینے کے بعد انتہائی اذیت اٹھا کر مرا۔

حجاج کہتا تھا کہ جب میں سوتا ہوں تو سعید آکر میرے پاؤں پکڑ کر کھینچتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے خدا کے دشمن تو نے مجھے کیوں قتل کیا۔ چیختا کہ میں نے سعید کو کیوں قتل کر دیا۔ حجاج کے مرنے کے بعد کسی نے اسکو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیسی گزری۔ بتایا کہ اور قتل کے عوض میں ایک بار قتل کیا گیا۔ اور سعید کے عوض ستر بار قتل کیا گیا۔ ؎

خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَاَنْصِتْ - ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ تَقْرَأَهٗ - فَكَانَ

ہم اُسے نازل کر چکیں تو اُسے غور سے سنئے اور خاموش رہیے - پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے یعنی یہ ہمارے ذمہ ہے کہ آپ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اِسْتَمَعَ (المتن) فَاِذَا

اسکو پڑھتے رہیں گے اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل حاضر ہوتے تو آپ بغور سنتے رہتے

ایک تطبیق (۵) اس آیت میں قرآن۔ مصدر قرأت پڑھنے کے معنی میں ہے۔ قرآن جو کلام پاک کا علم ہے، مراد نہیں عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کی تفسیر یہاں اَنْ تَقْرَأَهٗ منقول ہے۔ اور کتاب التفسیر میں اَنْ نُبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ اور ابن جریر نے اَنْ نُبَيِّنَكَ بِلِسَانِكَ نقل کی۔ یہ صرف الفاظ کا اختلاف ہے معنی تینوں کے ایک ہیں۔ اَنْ تَقْرَأَهٗ کے معنی ہیں آپ کا اُسے پڑھنا۔ اَنْ نُبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ یا بِلِسَانِكَ کا ظاہر معنی یہی ہے کہ قرآن مجید کا زبان پر جاری کرنا۔ اور یہی فَاسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ لَهٗ کے مناسب بھی ہے۔ ورنہ تناسب معنوی باقی نہیں رہیگا۔

بعض مفسرین نے "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" کی یہ تفسیر کی ہے کہ معانی کا بیان کرنا مراد ہے۔ اس تقدیر پر "فَاتَّبِعْ" کی تفسیر "فَاسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ" مناسب نہ ہوگی۔ بلکہ یہ ہوگی۔ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهٗ بِقِرَاءَتِكَ۔ ان کے پڑھنے کے بعد پڑھیے

تعلیم معانی خطاب سے مؤخر ہوسکتی ہے یا نہیں (۶) چونکہ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ سے پہلے "ثُمَّ" ہے جو تراخی کے لئے آتا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ معانی قرآن کی تعلیم خطاب کے بعد ہو۔ اور یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ مگر اس پر اتفاق ہے کہ وقت حاجت سے تاخیر جائز نہیں۔ اسکی پوری تفصیل کتب اصول میں موجود ہے۔

جبرئیل صرف واسطہ نزول تھے (۷) اس آیت سے ظاہر ہوا۔ کہ جبرئیل امین علیہ السلام صرف نزول کے واسطہ تھے۔ رہ گیا قرآن کا پڑھانا اس کے معانی کی تعلیم، یہ اللہ عزوجل نے خود اپنے ذمہ کرم پر لے لیا تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری یہ بتانے کے لئے لائے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے لفظ، لفظ کے یاد کرنے کا کتنا اہتمام تھا۔

ایک اشکال کا جواب (۸) یہ سورہ مکی ہے۔ اور ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور امام بخاری کا اسے بدء وحی کے باب میں لانا بتا رہا ہے کہ ابتداء کا واقعہ ہے۔ اس وقت ابن عباس پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ کیسے فرماتے ہیں کہ میں یوں اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلایا کرتے تھے۔ اس کے دو جواب شارحین نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہوسکتا ہے کہ کسی صحابی نے ان کو بتایا ہو۔ دوسرا یہ کہ ہوسکتا ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے ہونٹ ہلا کر دکھایا ہو۔ ابوداؤد طیالسی کی ایک روایت اسی کی مؤید ہے۔

اِنْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ۔

گردن جھکائے رہتے۔ جب جبرئیل چلے جاتے تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسا ہی پڑھ لیتے جیسا جبرئیل نے پڑھا

⑥ حدیث دورۂ قرآن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے ف۱

حدیث مسلسل کا مطلب ⑨ اس حدیث کا نام مسلسل بتحریک الشفتین ہے۔ حدیث مسلسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بوقت ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی خاص کام کیا ہو۔ اور ہر راوی الی یومنا ہذا۔ بوقت روایت اس کام کو کرے۔ اس کام کے نام پر اس حدیث کا نام مسلسل بفلاں رکھدیا جاتا ہے۔ جیسے حدیث مسلسل بالمصافحہ ہے۔ کہ بوقت ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی سے مصافحہ کیا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہونٹ ہلایا۔ ابن عباس نے اپنے تلامذہ کے سامنے ہونٹ ہلایا۔ سعید بن جبیر نے اپنے تلامذہ کے سامنے۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا۔ اس کا تسلسل متصل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ عزوجل پر کچھ واجب نہیں ⑩ علینا میں علیٰ ہے اور علیٰ وجوب کے لئے آتا ہے۔ اور اللہ عزوجل پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وجوب کبھی بمعنی ضرور آتا ہے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ اور یہ ضرورت وعدے کی بنا پر ہے کہ جب یہ فرما دیا کہ یہ ہمارے ذمے ہے تو چونکہ خلف وعدہ محال بالذات ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔

تشریحات ⑥

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجود الناس ہیں ف۱ ① اَجْوَدُ النَّاس۔ اَجْوَدُ جود کا اسم تفضیل ہے۔ جُود کے معنی۔ اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی کسی کو اس کے لائق کوئی چیز دینی۔ اسی کو سخاوت بھی کہتے ہیں۔ اجود الناس۔ کے معنی ہوئے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی۔ اس حدیث میں اَجْوَدُ النَّاس فرمایا۔ اور ناس اگرچہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر اسے لازم ہے پوری مخلوق سے زیادہ سخی ہونا۔ جب تمام انسانوں سے زیادہ سخی ہیں تو تمام مخلوقات سے بدرجہ اولیٰ زیادہ سخی ہوئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل سب سے بڑا اجواد ہے۔ پھر انسانوں

ف۵ ایضاً سورہ قیامہ۔ فضائل قرآن۔ کتاب التوحید۔ ومسند امام احمد بن حنبل باختلاف الفاظ۔ ترمذی سورہ قیامہ۔ نسائی افتتاح مسلم کتاب الصلوٰۃ۔

بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان یلقاہ

اور آپ کی سخاوت سب سے زیادہ رمضان میں ہوتی تھی ۔ جب جبرئیل ملاقات کرتے اور وہ رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات

فی کل لیلۃ من رمضان (فینسلخ) فیدارسہ القرآن (فاذا لقیہ

کرکے قرآن کا دور کیا کرتے ۔ یہ سلسلہ رمضان کے ختم ہونے تک رہتا ۔ جب جبرئیل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے

میں سب سے بڑا سخی میں ہوں ۔ پھر میرے بعد وہ سب سے زیادہ سخی ہے ۔ جو علم حاصل کرکے اسکو پھیلائے ۔

رمضان میں زیادہ فیاضی کی وجہ (۲) رمضان میں بہ نسبت اور دنوں کے آپ کی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی ۔ یعنی آپ ہمیشہ بلا استثنا سارے جہاں سے زیادہ سخی تھے ۔ مگر رمضان میں دوسرے دنوں کے بہ نسبت اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ رمضان موسم رحمت ہے ۔ ان دنوں رحمت الٰہی کا نزول بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ ہوتا ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا :۔ اس کا اول رحمت اور اوسط مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے ۔ اور فرمایا :۔ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ۔ اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ۔ امام زہری نے فرمایا :۔ رمضان میں ایک تسبیح دوسرے دنوں کی ستر تسبیح کے برابر ہے ۔ ایک حدیث میں فرمایا :۔ رمضان کی ہر رات میں دس لاکھ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں رمضان میں سخاوت کی یہ زیادتی اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی جب جبرئیل ملاقات کرتے ۔ جبرئیل رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وہ قرآن مجید کا دور کرتے ۔ یعنی کبھی حضور پڑھتے اور جبرئیل سنتے ۔ کبھی جبرئیل پڑھتے اور حضور سنتے ۔ عمر مبارک کے اخیر سال قرآن مجید کا دو مرتبہ دور فرمایا ۔ بقیہ سال ایک بار ہوتا ۔ اسوقت جود و نوال کی زیادتی کی وجہ یہ تھی ۔ کہ جبرئیل کی تین خصوصیت تھی ۔ ایک تو آنحضور کے محب خاص تھے ۔ دوسرے فرشتہ مقرب بلکہ سید الملائکہ تھے ۔ تیسرے یہ کہ رب العلمین کے فرستادہ تھے ۔ یہ تین خصوصیات تو وہ ہیں جو جبرئیل میں ہمیشہ پائی جاتی تھیں ۔ مگر اس وقت خاص خصوصیت یہ ہوتی کہ کلام ربانی قرآن مجید کا دور کرنے آتے ۔ ان وجوہ کی بنا پر مسرت در مسرت جتنی حاصل ہوتی رہی ہوگی وہ حضور ہی جانیں ۔ اس سبب سے دریائے کرم پورے جوش پر ہوتا ۔

غور کریں تو یہاں تین سبب اس کے محرک تھے ۔ ایک رمضان ۔ جو اللہ عز وجل کی ان گنت نعمتوں کی برسات کا موسم ہے ۔ دوسرے جبرئیل کی ملاقات کہ یہ مزید نعمت ہے خصوصاً جبرئیل کی ان خصوصیات کی وجہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں ۔ خاصکر رب العالمین کے فرستادہ ہونے کی حیثیت سے ۔ تیسرے قرآن کا درس سے قرآن کریم کے نئے نئے اسرار و معارف کا فتح باب ہوتا ۔ ان نعمتوں کے شکریے میں زیادہ سے زیادہ جود و کرم فرماتے ۔

ہر سال رمضان میں یہ دور اسلئے ہوتا کہ رمضان المبارک ہی کی سب سے متبرک رات شب قدر میں پورا قرآن جبرئیل امین لوح محفوظ سے اخذ کرکے آسمان دنیا کیطرف یعنی پہلے آسمان پر لائے وہاں فرشتوں کو لکھا دیا فرشتوں نے قرآن کو موجودہ ترتیب کے ساتھ لکھ کر بیت العزت میں محفوظ کر دیا

جبریل کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ[1]

اس وقت آپ بہتی ہوا سے بھی زیادہ خیر رساں ہوتے تھے۔

یہ پہلے آسمان میں ایک متبرک جگہ کا نام ہے۔ پھر حسب اقتضاء حکمت وحکم ربانی وہاں سے جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا تیئس سال کی مدت میں لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں یہ بیان گزرا کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء رمضان کو ہوئی۔ اس پر مستزاد یہ کہ رحمت الٰہی رمضان میں بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ متوجہ رہتی ہے۔

رات کے انتخاب کی حکمت سب پر ظاہر ہے کہ جو سکون اور یکسوئی رات میں ہوتی ہے وہ دن میں واردین صادرین کی وجہ سے کہاں نصیب۔ علاوہ ازیں محب ومحبوب کی ملاقات کے لیے رات ہی منتخب ہے۔

اس حدیث کا حسن ترتیب ملاحظہ کریں۔ پہلے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہاں سے بڑھکر جواد تھے۔ پھر ترقی کرکے فرمایا کہ رمضان میں جود ونوال دوسرے ایام کے بہ نسبت زیادہ ہوتا۔ پھر اور آگے بڑھے۔ اور فرمایا کہ جب جبرئیل امین رمضان کی رات میں آکر دورۂ قرآن کرتے تو پھر جود ونوال کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

فیاضی کی حد (۳) اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کے بارے میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ ہوا کتنی فراواں اور کتنی ضروری ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہر منٹ ہوا کی احتیاج ہے۔ اور فراواں اتنی کہ کہیں بھی ہو بقدر ضرورت موجود۔ بلکہ ضرورت سے زیادہ موجود مگر کوئی کمی نہیں۔ تو ہوا سے بڑھکر کون سخی۔ فرماتے ہیں ہوا کی سخاوت تمھیں معلوم ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ رکی ہوئی ہوا میں وہ بات کہاں جو بہتی ہوا میں ہے۔ مگر قربان اس جواد اعظم کے کہ بہتی ہوا بھی اسکی دریوزہ گر۔

ریاح اور ریح کے استعمال کا فرق (۴) عام طور پر مشہور ہے کہ ریاح جمع ہو تو اس سے اچھی اور نفع بخش ہوا مراد ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ۔ اور ریح واحد کا اطلاق نقصان رساں تباہ کن ہوا کے لئے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ اَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ۔ خود حدیث میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِیَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِیْحًا۔

مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ اکثری ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں ریح واحد اچھی ہوا کے معنی میں موجود ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ

[1] ایضاً کتاب الصوم، مناقب، بدء الخلق۔ فضائل قرآن وادب۔ مسلم فضائل۔ ترمذی جہاد۔ نسائی صیام۔ دارمی مقدمہ۔ مسند امام احمد

⑦ حدیث ھرقل

اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ

امام زہری نے فرمایا مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ولہ نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ

عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَہٗ۔ اَنَّ

تعالیٰ عنہما نے انھیں خبر دی کہ ابو سفیان بن حرب ولہ نے انھیں خبر دی کہ

فوائد ⑤ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :۔

(۱) سخاوت بہترین وصف ہے۔ مومن کو سخی وجواد ہونا چاہئے (۲) رمضان میں حتی المقدور زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنی چاہئے۔ (۳) لزوماً یہ بھی ثابت کہ جن ایام کو کوئی شرعی خصوصیت حاصل ہو اُن میں سخاوت زیادہ پسندیدہ ہے کہ جن ایام میں کوئی نعمت ملے اُن ایام میں سخاوت عند اللہ بھی محبوب ہے۔ سب سے بڑی نعمت ربیع الاول شریف وہ بھی بارہ ربیع الاول میں ملی ہے۔ اسلئے اس دن زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنی چاہئے (۴) رمضان شریف میں خصوصیت سے قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے (۵) قرآن مجید کی تلاوت تمام اذکار مستحبہ سے افضل ہے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبرئیل امین اسی کو کرتے جو تلاوت سے افضل ہوتا (۶) قرآن مجید کا بکثرت دور کرنا چاہئے حفاظ کو چاہئے کہ دوسرے سے سنیں بھی اور دوسرے کو سنائیں بھی (۷) رات میں قرآن مجید پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اس پر تجربہ شاہد ہے کہ رات میں بہت جلد یاد ہوتا ہے صلحاء، علماء، مشائخ کی بار بار زیارت کرنی چاہئے اگر انھیں گراں نہ ہو۔ وغیر ذالک۔

دیگر کتب الٰہیہ کے نزول کی تواریخ ⑥ علماء فرماتے ہیں کہ صحف ابراہیم پہلی رمضان کو نازل ہوئے۔ تورات ۶ رمضان کو۔ انجیل ۱۳ رمضان کو۔ قرآن کے نزول کی ابتداء ۱۷ رمضان ہے

⑦ تشریحات

امام بخاری نزول وحی کی ابتدائی بلکہ انتہائی کیفیت بھی بیان کر چکے ـــ اور جس پر وحی آتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جسے تبلیغ احکام کا حکم ہوتا ہے وہ رسول بھی ہوتا ہے۔ تواز روئے روایات مہبط وحی کی رسالت ثابت کرنے کے بعد انکی رسالت کیلئے ایک اور مستحکم ثبوت پیش کرتے ہیں جو ایک نصرانی کی شہادت ہے۔ وہ بھی وقت کے سب سے بڑے فرعون کی۔ جو بس اقتدار جسکے مسلمان ہونے میں آڑے آئی الفضل ما شھدت بہ الاعداء

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ① بن غافل جلیل القدر تابعی امام مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ وغیرہ کثیر صحابہ سے حدیثیں سنیں۔ اور ان سے کثیر تابعین نے خلیفہ ارشد عمر بن عبد العزیز کے استاذ تھے۔ نابینا ہو گئے تھے ۹۸ھ کے بعد وصال ہوا۔ **ابو سفیان** ② انکا نام صخر

هِرَقْلُ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي

ہرقل نے ولہ قاصد بھیجکر ابوسفیان کو مع اُن کے

نسب نامہ یہ ہے :۔ صخر بن حرب بن عبد شمس بن امیہ بن عبد مناف بن قُصَی ۔ ابوسفیان کُنیت ہے ۔ اسی کے ساتھ مشہور ہیں دوسری کنیت ابوحَنظَلَہ ہے ۔ واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے ۔ فتح مکہ کی رات میں ایمان لائے ۔ اور مومنین مخلصین میں ہوگئے غزوۂ طائف میں شریک ہوئے ۔ تیر سے ایک آنکھ نکل گئی ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی تو اُن کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ ڈھیلا ہاتھ میں لئے ہیں ۔ فرمایا ۔ یہ آنکھ راہِ خدا میں گئی ہے ۔ اگر کہو تو دعا کر دوں آنکھ ٹھیک ہوجائے ۔ یا کہو تو دعا کردوں اس کے عوض جنت ملے ۔ عرض کیا ۔ جنت اختیار کرتا ہوں ۔ دوسری آنکھ جنگ یرموک میں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں رومیوں سے ہونے والی لڑائیوں میں سب سے بڑی اور فیصلہ کُن ہوئی پتھر لگنے سے راہ خدا میں قربان ہوگئی ۔ اس کے بعد مدینے میں آکر رہائش اختیار کرلی ۔ باقی ماندہ زندگی یہیں گزاری ۔ ۳۲ھ میں اٹھاسی سال کی عمر پاکر یہیں وصال فرمایا ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ جنت البقیع میں دفن نصیب ہوا ۔ یہ امّ المومنین حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں ۔ ایمان لانے کے بعد ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے " قدید " کے مشہور بُت مَناۃ کے برباد کرنے کی مُہم پر بھیجا تھا ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک عطا (۳) غزوۂ حُنین کے مال غنیمت میں سے ان کو سو اونٹ اور چالیس اُوقیہ چاندی عطا فرمایا ۔ ابوسفیان نے کہا ۔ یہ میرا بیٹا یزید بن معاویہ ہے اس کو بھی کچھ دیجئے ۔ ان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اُوقیہ چاندی عطا فرمایا ۔ ایک اوقیہ چالیس درم کا اور ایک درم تین ماشے ۱⅕ رتی اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ۔ تو چالیس اَوقیے لگ بھگ ساڑھے چار سو روپے بھر چاندی ہوتی ہے ۔

یزید بن ابوسفیان (۴) یہ یزید ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے ۔ اپنے چچا معاویہ بن حرب کیطرف نسبت کرکے پکارے جاتے تھے ۔ جنگ یرموک میں ایک دستے کے سپہ سالار تھے ۔ ان کے باپ ابوسفیان اسی دستے میں تھے ۔ کہ اسی وقت ابوسفیان کی آنکھ شہید ہوگئی بہت صلاحیتوں کے مالک تھے ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو شام پر حاکم بنایا تھا ۔ مدت العمر بڑے حسن وخوبی سے حکمرانی فرمائی ۔ ابوسفیان نام کے صحابہ میں متعدد حضرات ہیں ۔ مگر ابوسفیان بن حرب صرف یہی ہیں ۔ ان سے حضرت ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے ۔

ہرقل (۵) ہِرَقل بروزن دِمَشق ۔ ہا کو کسرہ را کو فتحہ قاف ساکن ۔

اس کے معنی غربال چھلنی کے ہیں۔ عہد رسالت میں روم کا جو شہنشاہ تھا اس کا نام ہے۔ قیصر اس کا لقب ہے۔ اس زمانے میں ہر ملک کے بادشاہوں کے الگ الگ لقب تھے۔ جیسے روم کے بادشاہ کا قیصر۔ ایران کا کسریٰ۔ ترک کا خاقان۔ حبشہ کا نجاشی۔ قبط کا فرعون۔ مصر کا عزیز۔ اسکندریہ کا مقوقس۔ یمن کا تبع۔ ہندوستان کا رائے۔ چین کا فغفور۔ یونان کا بطلیموس۔

غالباً روم کے بادشاہ کا قیصر کہلانا ہرقل ہی سے شروع ہوا ہے۔ شارحین حدیث نے وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ قیصر کے معنی چیرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی پیدائش کے وقت اس کی ماں دردزہ میں انتقال کر گئی تھی۔ اس لئے اس کو ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ اس لئے قیصر کہلانے لگا۔ اس پر یہ بد دماغ فخر کرتا کہ میں پیشاب کے مقام سے نہیں پیدا ہوا۔ ہرقل ہی دنیا کا وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے دینار ایجاد کیا۔ اور گرجا بنوایا۔

والانامہ کی برکت (۶) عینی میں ہے کہ ہرقل نے نامہ والا کو بحفاظت تام سونے کی ڈبیہ میں رکھا۔ یہ اور اسکی نسل ہمیشہ اس کا بہت اعزاز و اکرام کرتے۔ ملک منصور قلاون کے عہد میں شاہ فرنگ نے سیف الدین طلح منصوری کو یہ والانامہ دکھایا تھا۔ اسوقت اس کے کچھ حروف اڑ گئے تھے۔ یہ خط اس کے پاس ایک زریں صندوق میں سونے کے قلم دان میں محفوظ تھا۔ اس بادشاہ نے بتایا کہ یہ وہ خط ہے جو تمہارے نبی نے ہمارے دادا کے پاس بھیجا تھا۔ ہمارے خاندان میں یہ والانامہ ہے۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ اس کی بہت حفاظت کرنا، تعظیم و تکریم کرنا۔ جب تک یہ ہمارے خاندان کے قبضے میں ہے سلطنت ہمارے خاندان میں باقی رہے گی۔

ہرقل کا فر مرا (۷) صحیح یہی ہے کہ اسے ایمان نصیب نہ ہوا۔ اس نے ۳۱ سال حکومت کی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرات شیخین نے جس قیصر کے قبضے سے ملک شام آزاد کیا تھا۔ وہ یہی قیصر تھا یا دوسرا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مر گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں اس کا بیٹا حکمراں تھا۔ اور عہد فاروقی میں اس کا پوتا۔ اس کے پوتے ہی کو مجاہدین اسلام نے شام سے نکالا تھا۔ جو قسطنطنیہ بھاگ کر گیا۔ وہاں سیکڑوں برس اسکی نسل حکمراں رہی۔

فتح قسطنطنیہ (۸) یہاں تک کہ ۸۵۷ھ میں محمد فاتح عثمانی المتوفی ۸۸۶ھ رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ فتح فرمایا۔ قیصر کل چالیس ہوئے اور ان کی سلطنت کی مدت پانچسو سات سال رہی۔ لیکن علامہ ابن حجر نے اس کو اظہر فرمایا۔ کہ عہد فاروق تک یہی ہرقل تھا جو قسطنطنیہ بھاگا۔

تعظیم و توہین کے اثرات (۹) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قیصر نے کوئی گستاخی نہیں کی۔ والانامہ کی

رَکْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ

ساتھیوں کے جو قریش کے شتر سوار ف۹ تھے بُلایا جبکہ یہ لوگ شام میں بغرض تجارت موجود اس زمانے میں

تعظیم وتکریم کی۔ تو فرمایا۔ اس نے اپنا ملک بچالیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی نسل میں صدہا سال حکومت باقی رہی۔ اور ایران کے مغرور خسرو پرویز نے والا نامہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور گستاخی کی تو فرمایا۔ مَزَّقَ اللّٰہُ مُلْکَہٗ۔ اللہ اس کے ملک کو برباد فرمادے" نتیجہ یہ نکلا کہ عہد فاروقی میں کسریٰ کا پورا ملک نگین اسلام کے تحت آگیا۔ اور عہد عثمانی میں خاندان کسریٰ کا اخیر تاجدار "یزدجرد" مارڈالا گیا

ع۔ غضب سے ان کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے

ف۱۰ قریش (۱۰) قریش کس کا لقب ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ کثیر علماء سیر ونسب نے اسی کو صحیح کہا۔ یہی امام شافعی کا قول ہے امام نووی نے فرمایا۔ یہ صحیح اور مشہور ہے۔ حافظ عراقی نے کہا یہ اکثر کا قول ہے۔ حافظ صلاح علائی نے اس کو صحیح کہا اور محققین کا مذہب بتایا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قریش فہر بن مالک کا لقب ہے۔ امام زہری نے فرمایا۔ یہی سارے نساب کہتے ہیں۔ علامہ زرقانی نے فرمایا اسے بھی اکثر کا قول کہا گیا ہے۔ دمیاطی حافظ عراقی علامہ احمد خطیب قسطلانی نے اسکو صحیح کہا۔ عراقی کی سیرت منظوم میں۔ ؎

اما قریش فالاصح فھر جماعھا والاکثرون النضر

لیکن ایک بزرگ نے ان دونوں قولوں میں یہ تطبیق دی کہ نضر کے اگرچہ تین لڑکے تھے۔ مالک۔ صلت۔ مخلد۔ مگر نسل صرف مالک سے چلی۔ یونہی مالک کی نسل صرف فہر سے باقی رہی۔ تو جو بھی نضر بن کنانہ کی نسل ہے وہ فہر کی بھی نسل ہے۔ قریش خواہ نضر کا لقب ہو خواہ فہر کا۔ حاصل ایک ہی ہوا۔ کہ سارے قریش کا نسب فہر کے واسطے سے نضر بن کنانہ تک پہونچتا ہے۔ چند اور اقوال ہیں مگر لائق توجہ نہیں۔

قُصَیّ کا لقب قریش نہیں (۱۱) تیسرا قول باطل یہ ہے کہ قصی بن کلاب کا لقب قریش ہے مگر یہ اس لائق نہیں کہ اس پر کان دھرا جائے یہ روافض نے اس لئے گھڑا ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم قریشی ہونے سے نکل جائیں تاکہ ان کی خلافت اہلسنت کے مسلمات کے مطابق بھی صحیح نہ رہے۔ اس لئے کہ یہ حضرات قصی کی اولاد نہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا نسب نامہ یہ ہے۔

شجرہ صدیقی (۱۲) ابوبکر بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّۃ بن کعب بن لُوی ساتویں پشت میں مُرّۃ بن کعب بن لُوی پر جاکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے ــــ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے:۔

شجرہ فاروقی (۱۳) عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ ان کا نسب

فِی الْمُدَّۃِ الَّتِیْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِیْھَا اَبَا سُفْیَانَ وَ

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش سے صلح فرمائی تھی (یعنی صلح حدیبیہ کے زمانے میں ف ۱۵)

کُفَّارَ قُرَیْشٍ فَاَتَوْہُ وَھُمْ بِاِیْلِیَاءَ فَدَعَاھُمْ فِیْ مَجْلِسِہٖ وَحَوْلَہٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ

یہ لوگ ہرقل کے پاس پہنچے اور ہرقل مع اپنی جماعت کے ایلیا (بیت المقدس ف ۱۶) میں تھا ہرقل نے ان لوگوں کو اپنے اجلاس میں بلایا اور اسکے آس پاس عمائد روم بیٹھے تھے۔ پھر اُن کو اپنے قریب بلایا

نویں پشت میں کعب بن لوی پر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔

جب قصی بن مالک کی نسل سے یہ حضرات نہیں۔ تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قریش قصی کا لقب ہے۔ تو یہ دونوں حضرات قریشی ہونگے اور خلیفہ کے لئے قریشی ہونا باتفاق اہلسنت شرط۔ تو اہلسنت کے مسلمہ شرط پر بھی یہ حضرات خلیفہ نہ ہوں گے۔

ابوسفیان کے ساتھ کتنے آدمی تھے (۱۴) رَکْبٌ۔ راجح یہ ہے کہ رَکْبٌ کی اسم جمع ہے۔ جیسے رَجُلٌ کی اسم جمع قومٌ ہے۔ دس اور دس سے زیادہ سواروں کو رَکْبٌ کہتے ہیں جو سفر میں ہوں۔ اس قافلے میں تیس افراد تھے۔ یہ لوگ شام کے مشہور شہر غزہ سے ملائے گئے تھے۔ ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔

صلح حدیبیہ ف (۱۵) اس سے مراد صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے۔ یہ صلح ۶ھ میں ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اواخر ۶ھ میں والا نامہ بھیجا تھا اور اوائل محرم ۷ھ میں ہرقل کو ملا تھا

بایلیاء ف (۱۶) اس میں چھ لغات ہیں۔ اِیْلِیَاء بروزن کبریاء۔ اِیْلِیَّا۔ بغیر ہمزہ کے۔ اِلْیَاء۔ ایلاء اعطاء کے وزن پر۔ اَلْاِیْلِیَا۔ الایلیا معرف بلام۔ یہ عبرانی لفظ ہے بیت اللہ کے معنی ہیں۔ اور بیت المقدس کا علم ہے۔

دعوت اسلام کے مکتوب (۱۷) صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل مکہ کی طرف سے اطمینان ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اردگرد کے بادشاہوں، رئیسوں کے نام اسلام لانے کی دعوت بصورت مکتوب بھیجی۔ شاہ ایران خسرو پرویز کے نام۔ شاہ روم ہرقل کے نام۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ مقوقس شاہ اسکندریہ کے نام وغیرہ وغیرہ۔ ہرقل کے پاس والا نامہ لیکر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے تھے۔ یہ والا نامہ لیکر پہلے بصریٰ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس گئے۔ اس نے عدی بن حاتم کے کردیا حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدی بن حاتم کے ساتھ ہرقل کے پاس بیت المقدس پہونچے۔ اور والا نامہ دیا۔

ہرقل اس وقت بیت المقدس میں آیا ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ ایران اور روم میں برسہا برس سے بہت خونریز تباہ کن جنگ جاری تھی۔ ٹھیک اسدن جسدن بدر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار قریش پر فتح عظیم حاصل ہوئی

ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ

اور اپنے ترجمان ف۱۸ کو بلایا۔ تو ترجمان نے ان سے پوچھا تم میں کون شخص ان سے نسب میں زیادہ قریب ہے جو اپنے کو نبی گمان کرتے

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ أَدْنُوهُ مِنِّي وَقَرِّبُوا أَصْحَابَهُ

ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں ان سب سے زیادہ اُن سے نسب میں قریب ہوں۔ اس کے بعد ہرقل نے کہا ان (ابوسفیان) کو مجھ سے قریب

فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ، قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا

کردو۔ اور ان کے ساتھیوں کو ان کے قریب کر کے پس پشت بٹھادو۔ پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان کے ساتھیوں سے کہو میں اس شخص

عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ (الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ) فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ، فَوَاللّٰهِ

(ابوسفیان) سے اُن مدعی نبوت کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے غلط بیانی کریں تو تم ان کی تکذیب کردینا (ابوسفیان) نے کہا

لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ

بخدا اگر مجھکو اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ ساتھی واپس ہو کر میرے جھوٹ کو نقل کرینگے تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں

مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيكُمْ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ۔ قَالَ

ضرور جھوٹ بولتا۔ سب سے پہلی بات آپ کے متعلق اس نے مجھ سے جو پوچھی یہ تھی۔ تمھارے یہاں اس کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں

فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ لَا۔ قَالَ فَهَلْ كَانَ

عالی نسب ہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا یہ بات (دعویٰ نبوت) تم میں سے کسی نے اُن سے پہلے کبھی کہی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ ہرقل نے

مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَأَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ

پوچھا کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا ان کی اتباع اونچے طبقے کے لوگوں نے کی ہے یا

قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ قُلْتُ بَلْ يَزِيدُونَ

دبے ہوئے لوگوں نے۔ میں نے کہا دبے ہوئے لوگوں نے۔ ہرقل نے پوچھا بڑھتے جارہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا کم نہیں ہو رہے ہیں

ہرقل کو ایرانیوں پر مکمل فتح حاصل ہوئی۔ ہرقل اس کی خوشی میں شکرانہ ادا کرنے حمص سے پیدل چلکر بیت المقدس آیا تھا۔ اس شان سے کہ راستے بھر فرش اور فرش پر پھول بچھائے گئے۔

ترجمان ف۱۸ اس میں چار لغت ہے۔ تا اور جیم کو زبر۔ دونوں کو پیش۔ تا کو زبر جیم کو پیش۔ تا کو پیش جیم کو زبر۔ ترجمان کے معنی ہیں

قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ سُخْطَةً لِّدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ ـ قُلْتُ لَا ـ قَالَ

بلکہ بڑھتے جارہے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا کیا ان میں سے کوئی ان کے دین کو ناپسند کرکے اسمیں داخل ہونے کے بعد پھرا بھی ہے؟ میں نے کہا

فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ، قُلْتُ لَا ـ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ؟

نہیں۔ ہرقل نے پوچھا اس بات (دعویٰ نبوت) کرنے سے پہلے تم لوگ ان کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا

قُلْتُ لَا ـ وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ

کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ لیکن ہم زمانہ مصالحت میں آئے ہیں خبر نہیں کہ وہ اب کیا کررہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا

اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ

مجھے اس کے سوا کسی ایسی بات کے ملانے پر قدرت نہیں ہوئی جسمیں تنقیص کا پہلو ہو۔ ہرقل نے پوچھا تم نے ان سے جنگ کی ہے؟ میں نے

كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ؟ قُلْتُ اَلْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالٌ يَّنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ

کہا ہاں۔ اس نے پوچھا جنگ کا نتیجہ کیا نکلا۔ میں نے کہا جنگ ہمارے ان کے درمیان ڈول کے مانند رہی کبھی ان کے ہاتھ میں کبھی ہمارے

قَالَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ يَقُوْلُ اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ

ہاتھ میں (کبھی وہ فتح پاتے ہیں کبھی ہم) ہرقل نے پوچھا وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ فرماتے ہیں صرف ایک اللہ کی عبادت

اتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ فَقَالَ

کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے باپ دادا کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز کا اور سچ بولنے کا اور پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے

لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهٗ سَاَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهٖ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْ نَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ

ہیں۔ تو اُسنے ترجمان سے کہا۔ کہ ابوسفیان سے کہو۔ کہ میں نے تم سے اُنکے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں اور رسول

تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ

اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا۔ کہ یہ بات تم میں سے کسی نے ان سے پہلے بھی کہی ہے۔ تو تم نے

اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّاْتَسِيْ بِقَوْلٍ قِيْلَ

بتایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوتی۔ تو میں کہدیتا۔ یہ پہلے کی کہی ہوئی بات کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور میں نے

قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ، فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ فَلَوْ

تم سے دریافت کیا تھا۔ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔ تو تم نے بتایا کہ نہیں ۔ میں نے کہا اگر ان کی

فصیح، تیز زبان، خوش بیان اور دانا۔ وہ شخص جو ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کرنے پر قادر ہو۔ یہاں یہی مراد ہے۔

كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ - وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ

باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اپنا آبائی ملک چاہتے ہیں - اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ اس بات کے

تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ - فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا - فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ

کہنے سے پہلے تم ان کو جھوٹ کے ساتھ متہم کرتے تھے ؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں - میں اتنی بات یقینی طور پر جانتا

يَكُنْ لِّيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَأَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ

ہوں کہ یہ جب انسان پر جھوٹ نہیں باندھتے تو اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں باندھیں گے - میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اونچے طبقے کے

اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ - فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَهُمُ اتَّبَعُوْهُ ، وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ - وَسَأَلْتُكَ

لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے یا دبے ہوئے لوگوں نے ؟ تو تم نے بتایا کہ دبے ہوئے لوگوں نے انکی اتباع کی ہے - (ابتداءً) یہی لوگ

اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ

رسولوں کے متبع ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں - تو تم نے بیان کیا کہ بڑھتے جاتے ہیں - اور یہی

وَسَأَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ (مِنْهُمْ) اَحَدٌ سُخْطَةً لِّدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ - فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا

ایمان کا حال ہے یہاں تک کہ کامل ہو جائے - اور میں نے تم سے دریافت کیا تھا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اسے ناپسند سمجھکر

وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ - وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ - فَذَكَرْتَ

کوئی پھرا بھی ہے - تو تم نے بتایا کہ نہیں - اور یہی حال ایمان کا ہے جب اسکی تازگی دلوں میں رچ بس جائے (تو پھر نکلا نہیں کرتا) اور میں نے

اَنْ لَّا - وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ - وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَاْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ يَاْمُرُكُمْ اَنْ

تم سے سوال کیا تھا وہ عہد شکنی کرتے ہیں ؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور رسولوں کی یہی شان ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے - اور میں نے

تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ

تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور

وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ - فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا (فَاِنَّهٗ نَبِيٌّ) فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ

بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور نماز اور سچ اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں - اگر تمھاری یہ باتیں سچی ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہیں - بہت جلد وہ میرے

هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَّلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ - فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ

پاؤں تلے کی زمین (بیت المقدس) کے مالک ہو جائیں گے اور مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ تم (قریش) میں سے ہونگے

أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ - وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا

کاش مجھے یقین ہوتا کہ ان تک پہنچ سکوں ۱۹ تو سفر کی صعوبت برداشت کر کے ۲۰ ان سے ملاقات کرتا۔ کاش میں ان کے پاس

بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ

ہوتا تو میں انکے پاؤں دھوتا رہتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ خط منگایا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ

دحیہ کلبی ۲۱ کے بدست بصریٰ ۲۲ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا تو اس نے اس والانامہ کو ہرقل کے پاس پہنچایا تھا اسکے بعد اس کو پڑھا ۲۴

أَخْلُصُ إِلَيْهِ ۱۹ — (۱۹) اسکا مصدر خلوص یا خلاص ہے۔ یہ متعدد معنی میں آتا ہے۔ نجات پانا۔ الگ تھلگ ہونا۔ خالص ہونا۔ اور جب اس کا صلہ الیٰ یا بار آتا ہے تو اس کا معنی 'پہنچنا' ہوتا ہے۔

تَجَشَّمْتُ ۲۰ — (۲۰) تجشم کے معنی ریت کے بڑے ٹیلے پر چڑھنا۔ چن لینا۔ قصد کرنا۔ اور مشقت اٹھا کر کوئی کام کرنا۔ یہاں یہی معنی ہے اور مراد ہجرت ہے یعنی اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں ان تک پہونچ جاؤں تو ہجرت کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

دِحْیَہ کلبی ۲۱ — (۲۱) دحیہ بن خلیفہ قدیم الاسلام کبار صحابہ میں نہایت حسین وجمیل تھے۔ جب شام میں والانامہ لیکر گئے تو ان کو دیکھنے کیلئے عورتیں نکل پڑیں۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت جبرئیل زیادہ تر انھیں کی شکل میں حاضر ہوتے۔ جنگ یرموک میں بھی شرکت کی تھی۔ اخیر میں دمشق کے قریب "مزہ" نامی ایک گاؤں میں آبسے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک بقید حیات رہے۔ ابو داؤد چھوڑ کر صحاح ستہ میں ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ صحابہ میں دِحیہ نام کے صرف یہی ایک ہیں۔

عظیم بُصریٰ ۲۲ — (۲۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا والانامہ بصریٰ کے حاکم "حارث بن شمر غسانی کے ذریعے ہرقل کے پاس بھیجا تھا حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والانامہ پہلے حارث کے پاس لیگئے۔ حارث نے "عدی بن حاتم کے ہمراہ انھیں، بیت المقدس بھیجا جہاں ہرقل" ایرانیوں پر مکمل فتح کی خوشی منانے کے لئے گیا تھا — حارث بن شمر غسانی عربی النسل تھا۔ دنیوی طمع میں نصرانی ہو گیا تھا۔ اور ہرقل کا باجگذار بصریٰ کا حاکم تھا

عدی بن حاتم — (۲۳) عدی بن حاتم بھی اس وقت نصرانی تھے۔ فتح مکہ کے بعد ایمان سے مشرف ہوئے اور راسخ الاعتقاد مخلص صحابی ہوئے۔ اوائل عہد صدیقی میں جب عرب کے قبائل میں ردت پھیلی تو یہ مع اپنے قبیلے طے کے ایمان پر ثابت رہے۔ اس زمانے میں بھی زکوٰۃ لیکر بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے۔ دوسروں کو ردت سے بچنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ بصریٰ مدینہ و دمشق کے مابین شام کا سرحدی شہر ہے۔ جسے حوران بھی کہتے ہیں۔

فَقَرَأَهُ ۲۴ — (۲۴) جب میر منشی نے والانامہ پڑھنا شروع کیا اور یہ پڑھا۔

فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى

اس میں لکھا تھا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد

هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے روم کے شہنشاہ ہرقل کے پاس بھیجا جاتا ہے جو ہدایت کی اتباع کرے اس پر سلام۔ اس

بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ (اَسْلِمْ) يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ

کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت ف۲۵ دیتا ہوں۔ مسلمان ہوجاؤ سلامت رہوگے اسلام قبول کر اللہ تجھے دوگنا اجر عطا

فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَيَااَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ

فرمائے گا ۔۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو تجھ پر رعایا ف۲۶ کا بھی گناہ ہوگا۔ اور اے اہل کتاب ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہم

سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

اور تم میں مشترک ہے۔ وہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں کسی کو اس کا شریک نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ۔

تو ہرقل کے بھائی نے غصے میں آکر والا نامہ میر منشی کے ہاتھ سے چھین لیا۔ ہرقل نے پوچھا تم نے کیا کیا؟۔ اس کے بھائی نے کہا انھوں نے اپنے نام سے خط کی ابتدا کی اور آپ کو عظیم الروم، صاحب الروم لکھا۔ ملک الروم نہیں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت متکبر ہے اپنے کو بڑا، اور آپ کو حقیر و ذلیل جانتا ہے۔ ہرقل نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم کم عقل ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس خط کے مضمون پر مطلع ہونے سے پہلے اسکو پھینک دیا جائے۔ اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کو ضرور اپنے نام سے شروع کرنا چاہیے اور اپنے نام کو میرے نام سے پہلے لکھنا چاہیے یہ بالکل صحیح لکھا کہ میں صاحب الروم ہوں میں مالک روم نہیں مالک روم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

بدعایۃ الاسلام ف۲۶ (۲۵) اس میں بار معنی میں الیٰ کے ہے اور دعایۃ مصدر مفعول کے معنی میں ہے یعنی مَدْعُوْ۔ اور اضافت، اضافت بیانیہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی "اَدْعُوكَ اِلَى الْمَدْعُوِّ الَّذِي هُوَ الْاِسْلَامُ" ایک روایت میں ہے "بداعیۃ الاسلام"، اب یہ صفت ہے کلمہ محذوف کی اب تقدیر عبارت یہ ہوگی ادعوک الی کلمۃ داعیۃ الی الاسلام۔ وہ کلمہ کلمہ طیبہ ہے۔

الیریسیین ف۲۷ (۲۷) یہاں چار روایت ہے اَلْيَرِيْسِيِّيْنَ۔ اَلْاَرِيْسِيْنَ۔ اَلْيَرِيْسِيْنَ۔ اَلْاَرِيْسِيِّيْنَ۔ اخیر کی دو روایتوں میں یائے نسبت کے ساتھ ہے۔ اول یریسی کی اور دوم اریسی کی جمع ہے۔ ابن فارس نے کہا یہ لفظ عربی نہیں۔ جوہری نے کہا کہ شامی ہے۔ اس کے یہ معانی ہیں۔ امرار، ٹیکس وصول کرنے والے خدام و متعلقین، متکبرین۔

بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ، قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ

کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا - اس کے بعد اگر وہ نہ مانیں تو تم لوگ کہدو (اے اہل کتاب) گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ابوسفیان

فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَۃِ الْکِتَابِ کَثُرَ عِنْدَہُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ

نے کہا جب ہرقل سوال وجواب کر چکا اور خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے بعد شور وشغب ہونے لگا۔ یہاں تک کہ آوازیں

وَاُمِرْنَا اُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِی حِیْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِیْ کَبْشَۃَ

بلند ہوگئیں۔ اور ہمارے بارے میں حکم دیا گیا۔ ہم باہر نکال دیئے گئے۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بخدا ابوکبشہ

اِنَّہُ یَخَافُہُ مَلِكُ بَنِی الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا اَنَّہُ سَیَظْہَرُ حَتّٰی اَدْخَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ

کے بیٹے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان بہت بڑھ گئی اتنی کہ ان سے شہنشاہ روم ڈرنے لگا۔ اسوقت سے مجھے اس

بات کا یقین رہا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت جلد غالب ہونگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرمادیا

کاشتکار یہاں یہی معنی ہے اس لئے کہ ابن اسحٰق نے بروایت زہری اکارین اور مدائنی نے الفلاحین تخریج کیا ہے۔ برقانی نے اپنی روایت میں اکارین کی تفسیر حراثین کی ہے۔ حراث اور فلاح کے معنی کاشتکار کے ہیں۔ چونکہ رعایا میں کثرت کاشتکاروں کی تھی اسلئے تغلیباً تسمیۃ الکل باسم الجزء پوری رعایا مراد ہے۔ اور اگر اس روایت میں یریسین بمعنی متلقین لیا جائے تو بھی رعایا کا مراد ہونا ظاہر ہے۔

عبداللہ بن اریس (۲۶) عبداللہ بن اریس کے متبع یہود ونصاریٰ ہیں یہ بنی اسرائیل میں بہت ظالم گذرا ہے اپنے نبی کو شہید کیا۔

ابن ابی کبشہ (۲۷) ابن ابی کبشہ سے مراد ابوسفیان کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ابوکبشہ کون تھا؟ شراح نے مختلف توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں کوئی گمنام شخص ابوکبشہ تھا اہل عرب کی عادت تھی جب کسی سے ناراض ہوتے تو اسے اُس کے کسی گمنام دادا کی طرف منسوب کرتے۔ دوسری وجہ یہ بتائی کہ عرب میں بنی خزاعہ سے ایک شخص تھا جس کا نام رجز بن عامر بن کعب تھا۔ اس کو ابوکبشہ کہتے تھے۔ اس نے قریش کے عقیدے کے خلاف بت پرستی کی مخالفت کی تھی۔ اور مشہور ستارہ شعری کی پرستش کی دعوت دیتا تھا۔ قریش بت پرستی کی مخالفت میں اشتراک کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے اس کے علاوہ اور مختلف توجیہات کی ہیں۔ ابوسفیان کا مقصود صرف تحقیر تھی۔ اس لئے والد ماجد یا دادا صاحبان کی طرف منسوب کرکے ابن عبداللہ یا ابن عبدالمطلب نہیں کہا۔ حالانکہ حضور عام طور پر ابن عبدالمطلب سے مشہور بھی تھے۔ عبدالمطلب کی عظمت کی پورے عرب پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی جانب نسبت کرنے میں عظمت کا اظہار تھا۔ اس لئے بجائے ابن عبدالمطلب کے ابن ابی کبشہ کہا۔

بنی الاصفر (۲۸) سے مراد رومی ہیں۔ اصفر کے معنی "پیلے رنگ والے" کے ہیں۔ رومیوں کو بنی الاصفر اس لئے کہا جاتا ہے۔ یہ اصفر

الإِسْلَامَ (وَأَنَا كَارِهٌ) ـــــــ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِيلِيَاءَ وَهِرَقْلَ

اور میں اس کے پہلے اسلام کو ناپسند کرتا تھا۔ (امام زہری ہی سے مروی ہے) کہ ابن ناطور جو ہرقل کا دوست اور ایلیاء کا

سُقِّفَ عَلَى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِيلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا

حاکم اور شام کے نصرانیوں کا مخدوم تھا۔ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیاء (بیت المقدس) آیا تو ایک دن صبح پریشان نظر

خَبِيثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ

آیا اس پر اس کے بعض

بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اصفر کا نام اصفر اس لئے پڑا کہ ان کے باپ روم بن عیص نے شاہ حبشہ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس سے یہ پیدا ہوا۔ اس کا رنگ زردی مائل تھا۔ اس لئے اس کو اصفر کہنے لگے۔ ابن الانباری نے کتاب التیجان میں یہ وجہ بیان کی۔ اصفر کی پردادی، حضرت سارہ نے بچپن میں اس کو سونے کے اتنے زیورات پہنا دیئے کہ اس کی جھلک سے، زرد دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے اس کو اصفر کہنے لگے۔

فـ ابن الناطور (۲۹) تین طرح منقول ہے۔ ناطور طائے مہملہ کے ساتھ۔ ناظور ظاء معجمہ کے ساتھ۔ ناطورا طاء مہملہ اور اخیر میں الف کے ساتھ۔ اس کے معنی باغبان کے ہیں۔ ناطور اور ناظور کو کسی نے کہا عربی ہے۔ کسی نے عجمی بتایا۔ مگر ناطورا عجمی ہے۔

امام زہری کی ابن ناطور سے، عبد الملک بن مروان کے زمانے میں، دمشق میں، ملاقات ہوئی۔ اس سے انھوں نے خود یہ باتیں سنی ہیں۔ اس لئے "وکان ابن الناطور" امام زہری کا قول ہے۔ امام زہری کے آگے، حدیث ابوسفیان میں جو راوی ہیں وہ یہاں نہیں۔ یعنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس سے یہ روایت نہیں۔ بلکہ امام زہری نے بلاواسطہ ابن ناطور سے یہ سنا ہے۔

فـ اسقفا (۳۰) یہاں سات طرح روایت ہے اُسْقُفًّا الف کو پیش سین ساکن قاف کو پیش فا مشدد دو زبر الف کے ساتھ۔ اُسْقُفًا فا کی تشدید کے بغیر۔ سُقِفًّا سین سے شروع جسے پیش ہے قاف کو زیر فا مشدد دو زبر کے ساتھ سُقُفًّا سین اور قاف کو پیش فا کو دو زبر الف کے ساتھ۔ معنی ان چاروں کے ایک ہیں۔ دینی پیشوا جو عیسائیوں میں پادری ہوتا ہے۔ اُسْقِفَ باب افعال سے فعل ماضی مجہول۔ سُقِّفَ باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول۔ سُقِفَ نصر کا فعل ماضی مجہول ان تینوں کے معنی یہ ہوئے۔ کہ یہ شام کے نصرانیوں کا پادری بنایا گیا۔

فـ خبیث النفس (۳۱) ردی النفس، متفکر، سست، کسی مسلمان کو خبیث النفس کہنے کی حدیث میں ممانعت ہے مسلمان اپنے

بَطَارِقَتِہٖ قَدِ اسْتَنْکَرْنَا ھَیْئَتَکَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَکَانَ ھِرَقْلُ حَزَّاءً یَنْظُرُ

اراکین سلطنت ف۱ نے پوچھا (کیا بات ہے) آپ کا مزاج ہم خلاف معمول پا رہے ہیں۔ ابن ناطور نے کہا ہرقل

فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ لَھُمْ حِیْنَ سَأَلُوْہُ اِنِّیْ رَأَیْتُ اللَّیْلَۃَ حِیْنَ نَظَرْتُ فِی النُّجُوْمِ

کاہن ف۲ تھا علم نجوم میں نظر رکھتا تھا۔ اراکین کے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ میں نے آج رات جب ستاروں

مَلِکُ الْخِتَانِ قَدْ ظَھَرَ

میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنیوالوں کا بادشاہ غالب ہوگیا ف۳

آپ کو بھی نہ کہیں۔ غیروں کو کہہ سکتے ہیں۔

ف۱ بطارقتہ (۴۲) یہ بطریق کی جمع ہے۔ اس کے معنی مشیر کار۔ رکن سلطنت کے ہیں

ف۲ حزاء (۴۳) کاہن کے معنی میں ہے۔ کاہن اسکو کہتے ہیں جو شیاطین کے القا سے آئندہ کے حالات بتائے۔ یا علم نجوم کے ذریعے۔ یا اعضاء کے خطوط اور ساخت اور چہرے کے تل دیکھکر گذشتہ اور آئندہ کے احوال کی خبر دے۔ آگے ہے:۔

ینظر فی النجوم۔ اور ستاروں میں نظر رکھتا تھا۔ اگر اسے حزاء کی تفسیر ٹھہرائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہرقل نجومی تھا۔ اور اگر اسے کان کی خبر ثانی بنائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہرقل کاہن بھی تھا۔ اور نجومی بھی۔ اس تقدیر پر کاہن کے صرف دو معنی ہوں گے۔ علم نجوم حق ہے۔ مگر اب اس پر عمل منسوخ ہوگیا ہے۔ اور کہانت بقیہ دو معنوں کے اعتبار سے لغو و مہمل ہے۔ اسپر اعتماد جائز نہیں۔ حدیث میں ہے

مَنْ اَتیٰ کَاھِنًا فَصَدَّقَہٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ بَرِیَٔ مِمَّا اُنْزِلَ عَلیٰ مُحَمَّدٍ۔ (ابن ماجۃ)

جو کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی وہ اس سے بیزار ہوگیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔

ف۳ ملک الختان قد ظہر (۴۴) جس بادشاہ کے ملک میں ختنوں کا دستور ہے وہ غالب آگیا۔

یہاں دو روایت ہے مُلْکُ اور مَلِکُ۔ دونوں کا حاصل وہی ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ کو قرآن نے فتح مبین فرمایا۔ اور یہی صلح حدیبیہ ہی اسلام کے غلبہ کا سبب بنی۔ زمانہ جنگ میں لوگ ڈر سے مدینہ آتے جاتے نہیں تھے۔ مسلمانوں سے تعلقات نہیں تھے۔ جب صلح کی وجہ سے تمام خطرات مٹ گئے اور اہل عرب آزادی کے ساتھ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے ان پر اسلام کی حقانیت اور صداقت آشکارا ہونے لگی۔ اور اسلام پھیلتا گیا۔ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگا۔ سبب غلبہ کو، غلبہ سے تعبیر کرنا عام محاورہ ہے۔

فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟ قَالُوا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ

اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کراتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا صرف یہود ختنہ کراتے ہیں آپ ان کی فکر نہ کریں اپنے

وَاكْتُبْ اِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ

حدود مملکت کے شہروں میں فرمان بھیجدیجئے کہ یہاں جتنے یہودی ہوں قتل کر دیئے جائیں۔ اسی اثنار میں ہرقل کے پاس

اُتِیَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر ہرقل کو پہنچا دو ف

ایک عجیب و غریب بات

(۳۵) شراح حدیث نے یہاں ایک عجیب وغریب بات لکھی ہے۔ کہ ہرقل نے یہ بات اس طرح جانی کہ علوئین (زحل و مشتری) کا برج عقرب میں قِران ہر بیس سال پر ہوتا ہے۔ اس طرح عہد نبوی میں تین قِران ہوئے۔ پہلے قِران کی ابتدا میں ولادت ہوئی۔ دوسرے قِران کے اختتام پر نزول قرآن کا غار حرا سے آغاز ہوا۔ تیسرے قِران کے اختتام کے قریب صلح حدیبیہ ہوئی۔ انھیں ایام میں ہرقل نے ستاروں میں دیکھ کر یہ کہا تھا۔ پھر وجہ استدلال میں تحریر فرمایا۔ کہ چونکہ برج عقرب مائی ہے علوئین کا اس میں قِران اس کی دلیل ہے کہ ملک الختان کا ظہور ہو گیا۔

میں علم نجوم سے واقف نہیں۔ اس لئے کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ مگر ہر ناظر پر ظاہر ہے کہ یہ استدلال دو طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اول یہ کہ جب علوئین کا برج عقرب میں قِران مطلقاً ملک الختان کے غلبہ کی علامت تھی تو یہ غلبہ پہلے قِران یا اس کے پہلے والے قِران میں کیوں نہیں ہو سکتا۔ دوسرے برج عقرب کے مائی اور اس میں علوئین کا قِران ملک الختان کے ظہور کی دلیل کس طرح ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اب یا تو یہ کہئے کہ کچھ مقدمات محذوف ہیں۔ تو ان کو مذکور ہونا چاہئے۔ یا پھر یہ کہئے کہ کتب سابقہ میں یہ علامت مذکور تھی کہ جب فلاں صدی میں اور صدی کے فلاں حصے میں علوئین کا قِران برج عقرب میں ہوگا تو یہ ظہور ہوگا۔ علوئین کے برج عقرب میں مطلقاً قِران کو دلیل بتانا کسی طرح درست نہیں اور بہتر تو یہ ہے کہ شروح احادیث کو ایسی باتوں سے خالی رکھیں تو اچھا ہے۔

ف یخبر عن خبر

(۳۶) اس شخص کے الفاظ ابن اسحاق نے یوں روایت کیا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوئے ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں کچھ لوگ ان کے تابع ہو گئے ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔ ان میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ میں انھیں اسی حال پر چھوڑ آیا ہوں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا۔

ہرقل نے اس شخص سے حال معلوم کیا۔ پھر حکم دیا لے جاؤ دیکھو یہ ختنہ شدہ ہے یا نہیں؟

فَنَظَرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُونَ

لوگوں نے اسے دیکھا اور ہرقل کو بتایا کہ یہ ختنہ شدہ ہے ہرقل نے اس سے عرب کے بارے میں پوچھا کیا اہل عرب

فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبٍ لَهُ بِرُومِيَةَ

ختنہ کراتے ہیں) اس نے بتایا عرب والے ختنہ کراتے ہیں۔ اب ہرقل نے کہا یہی اس زمانے کا بادشاہ ہے جو غالب آگیا۔ پھر ہرقل نے رومیہ کے اپنے ایک دوست

ف ۱ رُومیۃ (۳۷) یہ ملک روم کا ایک بہت عظیم شہر تھا۔ اس کی شہر پناہ بیس میل لمبی تھی۔ وسط شہر میں صغر نامی نہر بہتی تھی۔ اس پر کئی ایک پل تھے۔ "باب" نصاریٰ کا سب سے بڑا پیشوا یہیں رہتا تھا۔ یہاں چھ سو گز مربع زمین پر ایک گرجا تھا۔ جس کی چھتیں رانگے کی اور فرش سنگ مرمر کا تھا۔ اس گرجے کے شہ نشیں میں ایک سونے کی کرسی تھی جس پر "باب" بیٹھ کر دربار کیا کرتا تھا۔ اس کے پیچھے چاندی منڈھا ہوا ایک دروازہ تھا جو تہ خانے میں جانے کے راستے پر تھا۔ اس تہ خانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری "بطرس" کی قبر تھی۔ اس شہر کے دوسرے گرجا میں دوسرے حواری "بولس" کی قبر تھی۔

رومیہ میں ہرقل کے جو دوست تھے جن کو ہرقل نے خط لکھا تھا۔ ان کا نام ضغاطر تھا۔ مدارج النبوت میں ہے کہ ہرقل نے والا نامہ پڑھوانے کے بعد جب شور شغب ختم ہوا۔ تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "رومیہ" اپنے جیسے عالم فاضل اپنے دوست ضغاطر کے پاس بھیجا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ان کی رائے کیا ہے۔ ضغاطر نے جب نامہ مبارک پڑھا اور حضرت دحیہ سے اوصاف مبارکہ سنے تو اس نے کہا۔ ان کے یہ اوصاف ہماری کتابوں میں ہیں۔ اور ہمیں ان کی نبوت میں ذرہ برابر شک وشبہہ نہیں۔ اسکے بعد باہر نکلا اور نصرانیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اے رومیو! احمد عربی کی جانب سے دعوت نامہ آیا ہے۔ اس میں دین کی ہدایت کی گئی ہے۔ آفتاب کی طرح ان کا نبی ہونا ہر شک سے بالاتر ہے۔ تم سب اللہ عزوجل کی الوہیت اور ان کی رسالت کی تصدیق کرو۔ یہ سنتے ہی وہ ظالم ان پر ٹوٹ پڑے اور شہید کر ڈالا۔

حضرت دحیہ نے واپس آکر سارا ماجرا ہرقل سے بیان کیا۔ اس روایت کی بنا پر یہ ماننا پڑے گا کہ ہرقل نے حضرت دحیہ یا ان کے کسی ہمراہی کو کوئی خط بھی دیا تھا۔ اور حضرت دحیہ کو "رومیہ" بھیجنے کے بعد بیت المقدس سے حمص چلا آیا۔ اور ضغاطر نے باہر نکلنے سے پہلے ہرقل کے خط کا جواب بھی لکھ کر حضرت دحیہ یا انکے کسی ہمراہی کو دیدیا تھا۔ اسکا بھی احتمال ہے کہ رومیہ کا یہ ہرقل کا دوست

وَكَانَ نَظِيْرَهُ فِي الْعِلْمِ وَصَارَ هِرَقْلُ إِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى أَتَاهُ كِتَابٌ
کے پاس لکھا اور یہ ہرقل کا علم میں ہم پلہ تھا اور ہرقل حمص ف۱ جو (دارالسلطنت تھا) چلا آیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ ہرقل کے

مِّنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
دوست کا جواب آیا وہ بھی ہرقل کے ساتھ اس بات پر متفق تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور یہ کہ وہ بلاشبہ

أَنَّهُ نَبِيٌّ. فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا
نبی ہیں پھر ہرقل نے روم کے عمائد کو حمص کے محل میں جمع ہونے کی اجازت دی جب سب جمع ہو گئے تو محل کے دروازوں کو بند

فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَّثْبُتَ
کرادیا۔ پھر ان کے سامنے آکر بولا۔ اے رومیوں کیا تم کو کامیابی اور ہدایت کی خواہش ہے اور کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا ملک

مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا
باقی رہے؟ (اگر ہے) تو اس نبی سے بیعت کر لو اس پر وہ سب جنگلی گدھوں کی طرح بھڑک کر دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں

قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَأٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ
کو بند پایا جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو کہا ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ جب

عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيَ آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ
سب واپس ہو گئے تو) ہرقل نے کہا۔ میں نے ابھی جو بات کہی تھی اس لئے کہی تھی کہ دین پر تمہاری پختگی کو آزمارہا تھا وہ میں نے

فَسَجَدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ ف۲
... دیکھ لی اس کے بعد سب نے اسکو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے ہرقل کا آخر وقت تک یہی حال رہا ف۲ (یعنی وہ نصرانی ہی مرا) ضغاطر کے علاوہ کوئی اور ہو۔

ف۱ حمص (۳۸) یہ اس زمانے میں ہرقل کا دارالسلطنت تھا۔ یہ عمالقہ میں ایک شخص "حمص بن مہران بن حاف" کے نام پر ہے امام ثعلبی نے فرمایا۔ اس شہر میں نو سو صحابہ کرام رونق افروز ہوئے۔ اس واقعہ کے دس سال بعد، عہد فاروق میں ۱۶ھ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فتح فرمایا۔ یہ وباؤں سے پاک شہر ہے۔ یہاں سانپ بچھو نہیں ہوتے۔

ف۲ فکان ذالک آخر شان ہرقل (۳۹) اس حدیث میں ہرقل کے کلمات اس قسم کے ہیں جن سے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا کہ وہ کافر مرا یا مسلمان۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اخیر وقت تک شک و تردد میں رہا ہو۔ اس لئے راوی نے وضاحت کردی کہ ہرقل کا اخیر

ـــــــــــــــــــ

لہ بالفاظ مختلفہ یہ حدیث ان ابواب میں بھی ہے۔ کتاب الجہاد۔ کتاب التفسیر (دو مقامات پر) کتاب الشہادات۔ جزیہ۔ ادب (دو مقامات پر) ایمان۔ احکام۔ مغازی۔ خبر واحد۔ استیذان۔ دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الاسلام والنبوۃ۔ علاوہ ازیں امام مسلم نے مغازی میں اور ترمذی نے استیذان میں ابوداؤد نے ادب میں اور نسائی نے تفسیر میں بھی ذکر کیا ہے۔

کتاب الایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دم تک یہی حال رہا۔ اور وہ ایمان سے محروم رہا۔ یہی صحیح ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد شنہ ھ میں دو ہی سال کے اندر اندر ایک لاکھ فوج لیکر "جنگ مُوتہ کے موقع پر صحابۂ کرام سے جنگ کرنے کے لئے مآرب تک آیا تھا۔ پھر اسی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف فوجی تیاریوں کی اطلاع پر "غزوہ تبوک" واقع ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایام میں اسی نے پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ پھر کیسے یہ مان لیا جائے کہ مسلمان ہو ہوگیا تھا۔

علاوہ ازیں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھا۔ میں مسلمان ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کا دشمن جھوٹا ہے مسلمان نہیں۔ وہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ ہرقل جب شام سے قسطنطنیہ جانے لگا تو اس نے رومیوں کے سامنے تین باتیں رکھیں۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا مسلمانوں کو جزیہ دو۔ یا صلح کر لو۔ انھیں درب تک دیدو۔ رومیوں نے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد وہ شام سے نکلا۔ جب دَرَب پہنچا تو سرزمین شام کو رخصتی سلام کرتے ہوئے کہا اے سرزمین سوریہ تجھے سلام پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور قسطنطنیہ چلا گیا۔

ان سب سے ظاہر ہے کہ اس کے ضمیر کی آواز کچھ بھی رہی ہو۔ مگر سلطنت کی حرص نے اُسے ایمان سے محروم رکھا۔

ایمان بنیاد ہے ① انسان جن چیزوں کا شرعاً مکلف ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ یا تو اس کا صدور دل سے ہوگا۔ یا اس کا صدور دیگر اعضاء سے۔ اول ایمان ہے ثانی اعمال یا اقوال۔ سارے اعمال و اقوال کی بنیاد ایمان ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو سارے اعمال حسنہ و اقوال صالحہ کالعدم۔ ارشاد ہے

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً

کافروں نے جو کچھ کیا تھا ہم نے ان سب کو بکھرے ہوئے ذرے بنایا۔ کام کریں مشقتیں جھیلیں۔ بھڑکتی آگ میں بھُنیں۔

اس لئے امام بخاری نے کتاب الایمان کو سب پر مقدم فرمایا۔

ایمان کی تعریف (۲) ایمان کے لغوی معنی کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں۔ قرآن کریم میں برادران یوسف علیہ السلام کا قول مذکور ہے۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ آپ ہمارا یقین نہیں کریں گے۔ اصطلاح شریعت میں تمام ضروریات دین کو دل سے سچ ماننے اور زبان سے ان کی سچائی کے اقرار کرنے کو ایمان کہتے ہیں یہ تصدیق و اقرار تحقیقاً ہو خواہ تقلیداً (عینی) زبان سے اقرار ایمان کا رکن ہے۔ یا اجراء احکام کے لئے شرط۔ دونوں قول ہیں۔ اور اس خادم کے نزدیک دونوں درست ہیں۔ تصدیق قلبی کسی حال میں ساقط نہیں البتہ اقرار باللسان بعض صورتوں میں معاف ہے جیسے حالت اکراہ میں یا ایسی حالت میں ایمان نصیب ہوا کہ اقرار کا وقت نہ مل سکا۔ مگر اس کے رکن ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسے قرأت۔ قیام، رکوع، سجود، نماز کے ارکان ہیں۔ مگر عاجز سے ساقط ہو جاتی ہیں (المستند المعتمد) اصل ایمان تصدیق قلبی ہے۔ مگر دنیا میں مومن ہونے کا حکم لگانے کے لئے اقرار باللسان ضروری بھی ہے اور کافی بھی۔ اگر کوئی زبان سے تمام ضروریات کی تصدیق کرے تو اس کو مسلمان ہی کہیں گے۔ باطن کا حال اللہ عز وجل کے سپرد ہے (فتح الباری)

(۳) ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں ◇ اعمال ایمان کے جز ہیں یا نہیں (۳)

ایمان کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ان میں بنیادی اختلاف دو ہیں۔ اعمال و اقوال ایمان کے جز ہیں یا نہیں؟ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟۔ امام مالک، امام شافعی امام احمد و جمہور محدثین اعمال و اقوال کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ اور امام اعظم و جمہور متکلمین و محققین محدثین اعمال و اقوال کو ایمان کا جز نہیں مانتے۔ اسی کی فرع ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا بھی مسئلہ ہے۔ فریق اول کے نزدیک اعمال و اقوال کی زیادتی سے ایمان بڑھتا ہے اور کمی سے گھٹتا ہے۔ اور فریق ثانی کے نزدیک ایمان، نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ صحیح و راجح یہی ہے کہ اعمال و اقوال ایمان کے جز نہیں۔ اور ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

دلائل (۴) اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ فرائض و واجبات کا تارک یا گناہوں کا مرتکب کافر نہیں۔ مومن ہے۔ اب اگر اعمال اقوال کو ایمان کا جز قرار دیں تو لازم آئے گا کہ کسی گناہ کا مرتکب، مسلمان نہ رہے۔ اس لئے کہ انتفاء جز مستلزم ہے انتفاء کل کو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اعمال و اقوال، ایمان کے جز نہیں۔ اور جب اعمال و اقوال، ایمان کے جز نہیں تو ایمان نہ گھٹے گا نہ بڑھیگا۔

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں ایمان کا محل قلب کو بتایا گیا ہے۔ فرمایا اُولٰئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا۔ اور ارشاد ہے مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل نے ایمان نہیں قبول کیا۔ جب ایمان کا محل دل ہے اور دل کا

کام تصدیق ہے نہ کہ عمل کرنا تو ثابت کہ ایمان تصدیق کا نام ہے۔ اعمال واقوال اس کے جز نہیں ۔

نیز قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان پر عمل کا عطف ہے، اور عطف میں اصل یہ ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کا مغائر ہو۔ تو ثابت کہ ایمان عمل مغائر ہیں ـــــ نیز آیت کریمہ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ جو بھی مرد وعورت نیک کام کرے اور وہ مومن ہو۔ اس میں ایمان کو اعمال صالحہ کی شرط قرار دیا ہے کسی چیز کی شرط اس سے خارج ہوتی ہے اس کا جز نہیں ہوتی۔ تو ثابت کہ اعمال، ایمان کا جز نہیں۔ مزید یہ کہ آیہ کریمہ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا میں لڑنے والے مسلمانوں کو مومن فرمایا۔ حالانکہ قتال میں دونوں یا ایک فریق ضرور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس سے ثابت کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے۔ کافر نہیں۔ اور اگر اعمال کو ایمان کا جز مانیں تو لازم آئے گا کہ کبیرہ کرنے والا مومن نہ ہو کافر ہو جائے۔

علاوہ ازیں منافقین کے بارے میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔ حالانکہ وہ ایمان کا اقرار کرتے تھے۔ یہ اسی بنا پر ہے کہ وہ تصدیق نہیں کرتے تھے تو ثابت کہ ایمان تصدیق ہی کا نام ہے۔ ایک جگہ فرمایا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ۔ مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہو (وہ مومن ہے) اس سے صاف ظاہر کہ ایمان صرف تصدیق قلبی ہی کا نام ہے۔

جب یہ بات قرآن کریم کی ان نصوص سے ثابت ہو گئی کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اعمال اس کے اجزا نہیں۔ اور تصدیق نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے تو ثابت کہ ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ تصدیق، کسی بات کو اس طرح سچ جاننے کو کہتے ہیں کہ اسکے خلاف کا ذرہ برابر شائبہ بھی دل میں باقی نہ رہے اگر یہاں جانب مخالف کا کوئی شائبہ ہوتا تو اس کے وجود وعدم سے تصدیق گھٹتی یا بڑھتی۔ مثلاً ایک درجہ وہ ہوتا ہے جسمیں جانب مخالف کا کوئی شائبہ نہ ہوتا یہ سب اعلیٰ تصدیق ہوتی۔ دوسرے وہ کہ جسمیں جانب مخالف کا شائبہ ہے یہ پہلے سے کمتر درجے کی ہوتی۔ پھر جسمیں جانب مخالف کچھ زیادہ ہے یہ دوسرے سے بھی کمتر درجے کی ہوتی ہے مگر چونکہ تصدیق اس اذعانی کیفیت کا نام ہے جسمیں جانب مخالف کا ادنیٰ سا بھی شائبہ نہ ہو اس لئے نہ یہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے۔

ان سب دلائل کے جواب میں امام شافعی وغیرہ کے حامی یہ کہتے ہیں کہ ہم جو اعمال کو داخل ایمان مانتے ہیں یا ایمان کی زیادتی ونقصان کے قائل ہیں۔ اس سے مراد وہ ایمان کامل ہے جو دخول فی النار سے بچانے والا ہو۔ رہ گیا نفس ایمان جو خلود فی النار سے منجی ہو اور مآل کار موجب جنت ہو اس کے بارے میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ صرف تصدیق قلبی ہے۔ مگر چونکہ متعدد احادیث و آیات میں ایمان کی زیادتی کا صراحۃً ذکر ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے ایمان کی زیادتی ونقصان ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم نصوص

کی تصحیح کے لئے کہتے ہیں۔ کہ ایمان زیادتی ونقص قبول کرتا ہے۔ اس کے جواب میں احناف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایمان بمعنی مذکور ضرور زیادتی ونقصان قبول کرتا ہے۔ اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ اس تقدیر پر یہ نزاع لفظی ہوگئی۔ کہ احناف جو کہتے ہیں کہ ایمان زائد و ناقص نہیں ہوتا۔ ان کی مراد وہ ایمان ہے جو خلود فی النار سے منجی ہو۔ اور شوافع وغیرہ جو کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ اس سے ان کی مراد وہ ایمان کامل ہے جو دخول فی النار سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ نیز احناف اور ان کے ہمنوا یہ کہتے ہیں۔ کہ زبان عربی میں زیادتی ونقصان مقدار کی صفت ہے۔ اور ایمان چونکہ مقولہ کیف سے ہے اس لئے وہ زائد وناقص نہیں ہوتا البتہ شدید اشد، ضعیف اضعف ہوتا ہے۔ جن آیات واحادیث سے ایمان کے زائد وناقص ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے ان میں یہی شدت وضعف مراد ہے۔ جسکو یوں سمجھے کہ ایمان گز، فٹ، انچ، سے نہ ناپا جاسکتا ہے نہ رتی، تولے، سیر سے تولا جاسکتا ہے۔ اگر وہ گز فٹ انچ سے ناپا جاسکتا یا تولا جاسکتا مثلاً تو ضرور زائد وناقص ہوتا کسی کا ایمان گز بھر کسی کا انچ بھر ہوتا یا کسی کا تولے بھر کسی کا چھٹانک بھر۔ مگر چونکہ نہ یہ ناپا جاسکتا نہ تولا جاسکتا ہے۔ اس لئے زیادت ونقصان سے متصف نہ ہوگا البتہ قوی، اقوی، ضعیف اضعف ہوگا۔ مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔ بلیٰ ولٰکن لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ ایمان تو ہے مگر چاہتا ہوں کہ اطمینان ہوجائے۔ طمانیت تصدیق سے زائد کوئی چیز نہیں تصدیق ہی کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ہمیں حرمین طیبین کے وجود کا یقین کامل ہے۔ مگر دیکھنے پر جو بات ہوگی وہ اس وقت نہیں۔ یہ صرف کیفیت کی زیادتی ہے مقدار کی نہیں۔

اقول۔ مگر اردو زبان عربی کے مثل اتنی وسیع نہیں کہ مقدار کے لئے الگ لفظ ہو اور کیفیت کے لئے الگ۔ گھٹنا بڑھنا کم زیادہ ہونا۔ اردو میں مقدار کی بھی صفت ہے اور کیفیت کی بھی اس لئے اگر اردو میں کوئی یہ کہے کہ ایمان گھٹتا ہے یا بڑھتا ہو کم یا زیادہ ہوتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ فَلْیَتَأَمَّلْ۔

علاوہ ازیں احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک ایمان اجمالی ہے مثلاً اجمالی طور پر یہ یقین کرنا کہ مذہب اسلام حق ہے دوسرے تفصیلی یعنی تمام ضروریات دین کو مفصلاً حق ماننا۔ مثلاً اللہ ایک ہے وحدہٗ لاشریک ہے حیّ وقیوم ہے اور خالق ورزاق ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بدیہی بات ہے کہ ایمان اجمالی میں گھٹنے بڑھنے کا سوال ہی نہیں۔ ایمان تفصیلی ضرور گھٹتا بڑھتا ہے اس سے انکار بداہت کا انکار ہے۔

اقول۔ یہ بنظر دقیق ایمان کی کمی زیادتی نہیں بلکہ متعلق ایمان کی کمی زیادتی ہے۔ یعنی ان باتوں کی کمی زیادتی جن پر ایمان لایا گیا یعنی مومن بہ کی۔ اور یہی مراد ان آیتوں اور احادیث سے ہے جن سے صراحۃً یا کسی طرح ایمان کی کمی زیادتی سمجھی جاتی ہے۔

مثلاً آیہ کریمہ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا زَادَتْهُمْ إِيمَانًا۔ جب ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان زائد ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آیات خود ایمان نہیں۔ مومن بہا ہیں یعنی ایمان کی متعلق ہیں ان پر ایمان لایا گیا ہے اس لئے یہاں زیادتی سے مراد وہی مومن بہ کی زیادتی ہے۔ مصدر بمعنی مفعول بہ شائع ذائع ہے۔

ضروریات دین ایمان کی تعریف میں جو ضروریات دین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو۔ خواص سے مراد علما ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علمار کی صحبت میں رہتے ہوں۔ اس بنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں مثلاً عذاب قبر، اعمال کا وزن۔ یونہی وہ باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام وخواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضروریات دین سے نہیں جیسے صلبی بیٹیوں کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملیگا۔

جن دینی باتوں کا ثبوت قطعی ہو اور وہ ضروریات دین سے نہ ہوں ان کا منکر اگر اس کے ثبوت کے قطعی ہونے کو جانتا ہو تو کافر ہے۔ اور اگر نہ جانتا ہو تو اسے بتایا جائے بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان اور بتلانے کے بعد بھی اگر انکار کرے تو کافر۔ (شامی ج۳ ص۳۰۹)

وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں ان کا منکر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضروریات مذہب اہلسنت سے ہوں تو گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہوں تو خاطی۔

ضروریات مذہب اہلسنت مذہب اہلسنت کی ضروریات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا مذہب اہلسنت سے ہونا سب عوام وخواص اہلسنت کو معلوم ہو جیسے یہی عذاب قبر، اعمال کا وزن۔

تعلیقات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہیں کہیں بلا سند کچھ احادیث واقوال صحابہ واسلاف نقل کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں، ابن عمر نے کہا ابن اسحٰق نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے انکو تعلیقات کہا جاتا ہے چونکہ ان کی سندیں مذکور نہیں تو کسی کو شبہ کی گنجائش تھی کہ یہ صحیح یا معتبر ہیں یا نہیں۔ اس لئے شراح بخاری نے اس پر خصوصیت کے ساتھ تنبیہ کی ہے کہ چونکہ امام بخاری نے اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں صرف صحیح ومستند ہی احادیث درج کریں گے اس لئے تعلیقات کے اس کتاب میں درج ہونیکا مطلب یہ ہے کہ یہ سب امام بخاری کے نزدیک صحیح ومستند ہیں۔ بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ امام بخاری کا کسی تعلیق کو صیغہ جزم (یعنی یقین) کے ساتھ ذکر کرنا ان کی جانب سے اس کے صحیح ہونے کا حکم کرنا ہے اور صیغہ تمریض سے ذکر کرنا اس کی تصحیح کا حکم نہیں۔ لیکن اس کو واہی بھی نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ اگر وہ واہی ہوتی تو اس کتاب میں نہ درج کرتے۔ اسکی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی۔

ت (۱) وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۱؎ ۔ ت (۲) وَکَتَبَ عُمَرُ

اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے بغض ایمان سے ہے ف۱ ـــــــ حضرت عمر

قرطبی نے کہا کہ بخاری کی تمام تعلیقات صحیح ومسند ہیں۔ سند اس لئے نہیں ذکر کی تاکہ اصل کتاب میں جن سخت شرائط کی پابندی کی ہے۔ ان میں اور جو ان شرائط پر نہیں ہیں دونوں میں فرق کر دیں۔ یعنی جن احادیث کو سند کے ساتھ ذکر کی ہیں انہیں میں جن شرائط کا لحاظ کیا ہے۔ ان شرائط پر تعلیقات پوری نہیں اترتیں۔

ف۱ ① ان الفاظ کے ساتھ یہ تعلیق کہیں نہیں ملی۔ کتب حدیث میں بالفاظ مختلفہ اس معنی کی احادیث ہیں مثلاً ابوداؤد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ — تمام اعمال سے افضل اللہ کیلئے محبت کرنا اور اللہ کیلئے عداوت کرنا

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا

اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ — ایمان کی سب سے مضبوط گرہ اللہ کیلئے محبت کرنا اللہ کیلئے عداوت کرنا ہے

ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:۔

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان — جس نے اللہ کے لئے محبت کی اللہ کے لئے عداوت کی اللہ کے لئے دیا اللہ کے لئے منع کیا۔ اس نے ایمان کامل کر لیا۔

اللہ کے لئے محبت وعداوت کا مطلب

② اللہ کے لئے محبت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے اس لئے محبت کی جائے کہ وہ دیندار ہے اور اللہ کیلئے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے عداوت ہو تو اس بنا پر ہو کہ وہ دین کا دشمن ہے یا دیندار نہیں اسی طرح اللہ کے لئے دینے اور منع کرنے کا بھی مطلب یہ ہے کہ کسی کو کچھ دے تو اللہ کی رضا مطلوب ہو اور کسی کو کچھ دینے سے انکار کرے تو اس سے بھی اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ محبت وعداوت گھٹتی بڑھتی ہے اور جب یہ ایمان سے ہے تو ثابت کہ ایمان بھی گھٹتا بڑھتا ہے ـــــ ہمارا جواب یہ ہے کہ محبت وعداوت بھی کیفیات نفسانیہ سے ہیں۔ تو لازم یہ آیا کہ ایمان باعتبار کیف گھٹتا بڑھتا ہے۔ اسکے ہم منکر نہیں۔

۱؎ ابوداؤد۔ مصنف ابن ابی شیبہ

بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ أَنَّ لِلْإِيْمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُوْدًا

بن عبد العزیز نے عدی بن عدی کو لکھا کہ ایمان کے لئے فرائض وعقائد وحدود ہیں

عمر بن عبد العزیز ④ بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ۔ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں۔ جلیل القدر تابعی اپنے وقت کے امام عادل زاہد متورع ہیں۔ ان کی والدہ ام عاصم لیلیٰ بنت عاصم بن فاروق ہیں۔ ۶۱ھ میں حلوان مصر کے ایک شہر میں اسی سال پیدا ہوئے جس سال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے یعنی ۶۱ھ میں اور ۱۰۱ھ ۲۰ یا ۲۵ تاریخ کو رجب کے مہینے میں پنجشنبہ یا جمعہ کو لگ بھگ چالیس سال کی عمر میں وصال ہوا۔ ان کا لقب اشج بھی ہے۔ اشج کے معنی ہیں سر یا چہرے کے زخم والا۔ بچپن میں گھوڑے نے پیشانی پر مار دیا تھا۔ اس کا نشان رہ گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری نسل میں ایک لڑکا ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ خلیفہ ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم سے بھری ہوگی۔

یہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں مدینہ طیبہ کے ۸۶ھ لغایت ۹۳ھ سات سال والی رہے۔ اسی زمانے ولید بن عبد الملک کے حکم سے مسجد نبوی کی توسیع کی۔ ازواج مطہرات کے حجروں کو مسجد میں داخل کیا۔ جب سے روضۂ اقدس بھی اندرون مسجد آ گیا۔

سلیمان بن عبد الملک نے ان کو اپنا ولیعہد بنایا تھا۔ دس صفر ۹۹ھ کو مرا۔ اس کے مرنے کے بعد خلیفہ ہوئے۔ چونکہ یہ بنی امیہ کی چیرہ دستیوں پر سخت پابندی لگائے ہوئے تھے اس لئے وہ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان کے ایک غلام کو ایک ہزار دینار کی لالچ دیکر زہر دلایا۔ اسی کے اثر سے بیس دن بیمار رہ کر دیرِ سمعان میں حلب کے قریب وصال فرمایا۔ وہیں دفن ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی مدت خلافت وہی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ حضرت صدیق اکبر کی مدت خلافت دو سال تین مہینے دس دن تھی۔ ۱۲ ربیع الاول کو بیعت ہوئی۔ اور خلافت کے تیسرے سال ۲۲ جمادی الآخرہ کو وصال فرمایا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ان کی مدتِ خلافت دو سال پانچ مہینے دس یا پندرہ دن تھی۔

ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور مقدس ناخن کے تراشے تھے۔ وصیت فرما گئے تھے کہ انھیں میرے کفن میں رکھدیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے اس وقت نماز پڑھی جب یہ مدینے کے حاکم تھے۔ فرمایا:- میں نے کسی کو ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھنے والا نہ دیکھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امت

وَسُنَنًا۔ فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ

اور سنن ہیں جس نے ان سب کو پورا کیا اس نے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے ان کو پورا نہیں کیا۔ اس نے اپنا ایمان کامل

فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ

نہ کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو تم سے ان سب کو بیان کروں گا تاکہ تم اس پر عمل کرو اور اگر میں وفات پا گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے

کے پہلے مجدد ہیں۔ امام نووی نے فرمایا کہ کثیر علماء نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اتنے زبردست عالم تھے کہ مشہور تھا کہ اس وقت کے علماء ان کے تلامذہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سنی ہے۔ ان کے عہد میں صحابہ کرام کے وجود سے دنیا خالی ہو چکی تھی جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صدی گزرنے پر آج کا کوئی جاندار زندہ نہ رہے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بخاری میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔ رُواۃ میں ایک اور صاحب عمر بن عبدالعزیز بن عمران ہیں۔ جن کی حدیث نسائی نے لی ہے۔

عدی بن عدی بن عُمَیر (۴) یہ تابعی ہیں۔ یہ اپنے باپ اور چچا عرس بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ دونوں صحابی ہیں۔ اور ان سے کثیر تابعین نے روایت کی۔ امام بخاری نے فرمایا۔ یہ اہل جزیرہ کے سردار ہیں۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے جزیرہ اور موصل کے عامل تھے۔ اسی زمانے میں ان کو یہ لکھا تھا۔ ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ صحیحین میں ان کی کوئی روایت نہیں اور نہ ترمذی میں۔ البتہ ابوداؤد اور نسائی و ابن ماجہ میں ہے

ف۵ اِنَّ لِلْاِیْمَانِ فَرَائِضَ (۵) شراح حدیث نے اپنے وجدان کے مطابق یہ تفسیر کی ہے کہ فرائض سے مراد اس کا معنی فقہی ہے یعنی جو عبادتیں فرض ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد علم دین کی تحصیل وغیرہ وغیرہ شرائع سے مراد اعتقادات ہیں۔ حدود سے مراد منہیات شرعیہ ہیں اور سنن سے مراد مستحبات ہیں۔ اس سے بھی امام بخاری کی غرض یہی ہے کہ اعمال جزء ایمان ہیں اور یہ گھٹتے بڑھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مذہب یہی تھا۔

جواب یہ ہے کہ انھوں نے اخیر میں فرمایا۔ جس نے ان کو کامل طور پر ادا کیا اس نے ایمان کامل کر لیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایمان کامل کے اجزاء ہیں۔

ف۶ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) انصاری خزرجی۔ فقہاء و عُبّاد صحابہ میں بہت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بہت حسین و جمیل۔ شجاع سخی تھے ۱۸ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ سب سے پہلے اجتہاد کی اجازت

ف۱ ابوالحسین عبدالرحمٰن ابن عمر بن یزید، رستہ کتاب ایمان میں۔ ۲ مصنف ابن ابی شیبہ

ت (۳) وَقَالَ مُعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَةً ؎۱ ت (۴) وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ

کی آرزو نہیں ـــ اور حضرت معاذ ف۱ نے فرمایا ہمارے ساتھ بیٹھو تاکہ تھوڑی دیر ایمان کی باتیں کرلیں ف۱۔ حضرت ابن مسعود

اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ ؎۱

ف۲ نے فرمایا یقین پورا ایمان ہے ف۳

انھیں کو ملی۔ جب ان کو یمن کا حاکم بناکر بھیج رہے تھے۔ تو ان سے دریافت فرمایا۔ اے معاذ فیصلہ کیسے کروگے۔ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو، فرمایا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا۔ اس میں بھی نہ ملے تو۔ عرض کیا کامل غور وخوض کے بعد اپنی رائے (قیاس) سے۔ فرمایا۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے فرستادے کو خیر کی توفیق دی۔

ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے۔ کبھی کبھی اپنے ساتھ سواری پر بھی بٹھالیتے۔ ان کے بارے میں فرمایا۔ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو" ابن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

اس کے علاوہ یہ ملکی سیاست وجنگی مہمات میں بھی صائب رائے رکھتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم ان سے تمام مشکلات میں مشورہ لیتے۔ ایک بار حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ امین امت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد شام کی پوری افواج کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے۔ مگر "عمواس کے طاعون نے انھیں بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابو عبیدہ کے چند ہی دن بعد ۱۸ھ یا ۱۷ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت عمر مبارک چونتیس سال کی تھی۔ ان سے ۱۵۷۔ احادیث مروی ہیں۔ ۲۰ حدیثیں بخاری ومسلم دونوں میں ہیں۔ تین صرف بخاری نے۔ ایک صرف مسلم نے روایت کی ہے۔

ف۱ اِجْلِسْ بِنَا ⑦ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ مومن تھے اس لئے ان کے اس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ ایمان کی باتیں کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ دلائل وآیات میں غور وخوض کرکے ایمان کو اور مضبوط بنائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ تجدید ایمان کریں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا۔

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ۔ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ — اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیسے ایمان تازہ کریں فرمایا لاالٰہ الا اللہ پڑھکر (احمد وطبرانی)

پہلے معنی کی تائید اس تعلیق کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جیسے ابن ابی شیبہ نے اسود بن ہلال سے روایت کیا۔ کہ

قَالَ لِیْ مُعَاذ اجلس بنا نؤمن ساعة یعنی نذکر اللہ — مجھ سے معاذ نے کہا آؤ کچھ دیر بیٹھکر مومن ہولیں یعنی اللہ کا ذکر کریں

نیز اسی میں اسود بن ہلال ہی سے ہے کہ حضرت معاذ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک سے فرمایا۔ اسکے بعد دونوں بیٹھکر اللہ

؎۱ مصنف ابن ابی شیبہ ؎۲ رستہ وابو نعیم حلیہ میں۔ بیہقی زہد میں۔

ت (۵) وَقَالَ اِبْنُ عُمَرَ لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِیْقَۃَ التَّقْوٰی حَتّٰی یَدَعَ مَاحَاکَ

اور حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا انسان تقوی کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا جبتک اس بات کو نہ چھوڑ دے

فِی الصَّدْرِ

جو دل میں کھٹکے

کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے۔

ابن مسعود (۸) ان کا نام عبداللہ ہے کنیت ابو عبدالرحمن ہے یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ابتدا ہی میں حضرت عمر سے بھی پہلے ایمان لائے۔ بعض لوگوں نے کہا یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ ان کی والدہ ام عبد بھی ایمان سے مشرف ہوئیں۔ بعض احادیث میں انکو ابن ام عبد بھی فرمایا گیا ہے۔ انھوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینے بھی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ خادم خاص، صاحب سر تھے جب حضور نعلین مبارک اتارتے تو یہ انھیں اپنی آستین میں رکھ لیتے۔ اسی لئے ان کو صاحب سر و صاحب نعلین و صاحب سواک اور صاحب وسادہ کہاجاتا ہے ۔ ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے لئے ابن ام عبد جو پسند کریں مجھے بھی پسند ہے اور جسے یہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ بہت دبلے پتلے تھے۔ قد بھی بہت مختصر تھا۔ لمبے آدمی بیٹھے ہوتے اور یہ کھڑے ہوتے تو برابر ہی رہتے ۔ غزوہ بدر میں ابو جہل کا سر انھوں نے ہی تن سے جدا کیا۔ مجتہدین صحابہ کی صف اول میں ہیں۔ فقہ حنفی کی زیادہ تر بنیاد انھیں پر ہے فقہ حنفی ہی کیا، مطلق فقہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ اسے بویا عبداللہ بن مسعود نے سینچا علقمہ نے اور کاٹا ابراہیم نخعی نے اور اسے گاہا حماد نے اور اسے پیسا ابوحنیفہ نے اور گوندھا ابو یوسف نے اور روٹی پکائی امام محمد نے ساری دنیا ان کی روٹی کھاتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفے کا قاضی اور بیت المال کا خازن بنایا تھا۔ ابتداء خلافت عثمانی تک اسی منصب پر رہے۔ پھر مدینہ طیبہ واپس آئے وہیں ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ سے کچھ اوپر تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ یہ اس درجے کے صحابی ہیں کہ ان سے چاروں خلفاء راشدین اور کثیر صحابہ نے حدیث روایت کی۔ تابعین انکے علاوہ ہیں۔ عبادلہ اربعہ میں یہ بھی ہیں۔ عبادلہ اربعہ سے مراد چار وہ علم و فضل میں ممتاز صحابہ کرام ہیں جن کے نام عبداللہ ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ چار حضرات یہ ہیں:۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ لیکن فقہاء کے نزدیک عبادلہ اربعہ میں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے حضرت عبداللہ بن مسعود داخل ہیں۔ اسمیں یہ تطبیق ہے کہ پہلی محدثین کی اصطلاح ہے اور دوسری فقہاء کی۔

ان سے ۹۴۸ حدیثیں مروی ہیں ۴۶ بخاری اور مسلم نے ۱۲ صرف بخاری نے ۲۵ صرف مسلم نے روایت کی ہیں.

یہ تعلیق پوری یوں ہے۔

ف۳ اَلصَّبرُ نِصفُ الاِیمَان ◯ الصبر نصف الایمان والیقین کلہ۔ صبر آدھا ایمان ہے اور یقین پورا۔۔ یقین اس علم کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا تردد و شک کا شائبہ نہ ہو۔ یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ ایمان صرف یقین اور تصدیق کا نام ہے

ف۴ ابن عمر ◯ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں نام عبداللہ ہے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی ماں زینب بنت مظعون حضرت عثمان بن مظعون کی بہن تھیں۔ یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ میں بچپنے میں مشرف باسلام ہوئے اپنے والد ہی کے ساتھ ہجرت کی۔ کم سنی کی وجہ سے غزوہ بدر و غزوہ احد میں شریک نہ ہوئے۔ جنگ احد میں شرکت کرنی چاہتے تھے مگر واپس کر دیئے گئے۔ اس کے بعد یہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ عبادلہ اربعہ میں سے ہیں۔ بہت بڑے عابد و زاہد محتاط متقی تھے۔ حضرت جابر نے فرمایا۔ ہم میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ دنیا کی طرف جھکا سوائے ابن عمر اور عمر کے۔ میمون بن مہران نے کہا۔ میں نے ابن عمر سے زیادہ پرہیز گار کسی کو نہیں دیکھا۔

ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے کلمہ حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ ان بزرگوں میں سے ایک یہ بھی ہیں جنھوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ حجاج ایک بار دیر تک خطبہ دیتا رہا۔ اور نماز کا وقت تنگ ہوگیا۔ فرمایا۔ اے حجاج سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔ عرفات مزدلفہ وغیرہ میں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ حجاج سے آگے بڑھکر قیام فرماتے اس وجہ سے حجاج ان سے چڑھا رہتا۔ حجاج نے ایک شخص کو انھیں شہید کرنے پر مقرر کر دیا۔ اس شخص نے نیزے کی انی زہر میں بجھالی۔ عرفات سے واپسی میں راستے میں بھیڑ کر کے یہ شخص ان سے چپک گیا۔ اور یہ زہر آلود انی ان کے قدم کی پشت میں چبھا دی اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہ کر واصل بحق ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔

حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی مکہ معظمہ کے قریب فخ میں یا ذو طوی میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

نزول وحی سے ایک سال قبل پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کے چھ ماہ بعد ۷۳ھ میں وصال ہوا۔ ۸۶ سال کی عمر پائی۔

ان سے ۲ ہزار ۶ سو تیس حدیثیں مروی ہیں۔ ایک سو ستر امام بخاری اور مسلم دونوں نے اور اکاسی صرف بخاری نے اور امام مسلم نے اکتیس لیں۔

⑧ حدیث ارکان اسلام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا —— اسلام کی بنیاد

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ

پانچ چیزوں پر ہے ف۵ اس بات کی گواہی دینی کہ اللہ کے سوا کوئی

مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ ع۵

معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا

صحابہ میں ایک بزرگ اور عبداللہ بن عمر حرمی ہیں۔ ان سے وضو کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔ بعض لوگوں نے ان کے صحابی ہونے میں کلام بھی کیا ہے

ف۵ لا یبلغ العبد الخ ⑪ تقویٰ کے اصل معنی ہیں کسی چیز سے مکمل طور پر بچنا۔ اور شریعت میں شرک، کفر، گناہ سے بچنے کو کہتے ہیں۔ اس کے تین درجے ہیں۔ اول کفر و شرک سے بچنا۔ دوم گناہ سے بچنا۔ تیسرے شبہات سے بچنا۔ ایک چوتھا درجہ صوفیائے کرام کے نزدیک ہے یعنی ماسوی اللہ سے بچنا۔

تقویٰ کے تینوں مدارج کی بنیاد، خشیتِ خداوندی ہے اس لئے تقویٰ کے معنی خشیت خداوندی کے آتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں تقویٰ اس معنی میں وارد ہے جیسے

اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۵ صرف مجھی سے ڈرو۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔

حاکَ ⑫ کے معنی کھٹکنے اور تردد کے ہیں۔ یہاں مراد وہ باتیں ہیں جن کے حلال و حرام ہونے میں تردد ہو اس کے مباح ہونے پر ظن غالب نہ ہو۔ اس اثر کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ صحیح معنی میں متقی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ایسی باتوں سے بھی نہ بچے جن کی حلت و حرمت مشکوک ہو۔

یہی مضمون مسلم شریف کی ایک حدیث میں یوں مذکور ہے جو نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ نیکی اور برائی کیا ہے؟ فرمایا

ع۵ بخاری تفسیر۔ مسلم ایمان۔ ترمذی ایمان۔ نسائی ایمان۔ مسند امام احمد۔ بیہقی۔

⑨ حدیث شعب الایمان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ ف۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِیْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ۔

نیکی، خوش اخلاقی ہے اور برائی ایسا کام کرنا ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔

اسی کو عطیہ سعدی کی حدیث میں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ یوں بیان فرمایا۔

لا یکون الرجل من المتقین حتیٰ یدع مالا باس بہ حذرا لما باس بہ۔

کوئی اس وقت تک متقی نہیں ہوگا جب تک اس کام سے بھی نہ بچے جس میں کوئی حرج نہ ہو اس سے بچنے کیلئے جس میں حرج ہے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو یوں بیان فرمایا:۔

تمام التقویٰ ان تتقی اللہ حتیٰ تترك مایری انہ حلال خشیۃ ان یکون حرامًا۔

پورا تقویٰ یہ ہے کہ تو اللہ سے ڈرے۔ یہاں تک کہ جسے مباح جانتا ہو۔ اُسے بھی نہ کرے اس اندیشے سے کہ کہیں حرام نہ ہو۔

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جن باتوں کی حلت و حرمت کے بارے میں شرع سے واضح نص موجود نہ ہو اور اُنکی حلت و حرمت کے بارے میں دلائل شرعیہ متعارض ہوں۔ اس سے بچا جائے۔ اسی بنا پر فقہ کا یہ قاعدہ مسلّمہ ہے کہ۔ جن چیزوں کے بارے میں علمائے اہلسنّت اختلاف رائے رکھتے ہوں ان سے بچا جائے بشرطیکہ اپنے مذہب کی بنا پر کسی محظور و ممنوع کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو۔

تشریحات ⑤

ف۱ بُنِیَ الْاِسْلَامُ ⑩ صلاۃ کے سولہ معانی ہیں۔ قرآن و حدیث میں زیادہ تر اس کے ۵ معانی آتے ہیں۔ مطلق دُعا۔ نماز۔ طلب رحمت کی دعا (درود) انزال رحمت۔ استغفار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کا فاعل بندہ ہو۔ اور متعلق انبیاء نہ ہوں تو مطلق دعا۔ یا نماز مراد ہوگی۔ اور اگر اسکے متعلق انبیاء ہوں۔ تو طلب رحمت (درود) اور اگر اس کا فاعل اللہ ہو تو مراد انزال رحمت اور جب فرشتے ہو تو استغفار۔ یہاں نماز مراد ہے۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ صحیح طریقے سے پڑھے۔

زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی و پاکی کے بھی ہیں اور اچھی طرح بڑھنے کے بھی۔ یہاں فقہی زکوٰۃ مراد ہے — صیام صوم۔ کے معنی رکنے کے ہیں

یہاں مراد یہ ہے کہ عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے جماع سے رکا جائے۔

حج کے لغوی معنی قصد وارادے کے ہیں۔ یہاں مراد، حج فقہی ہے۔

بنی الاسلام علی خمس ○ کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پانچ ارکان پر ہے جیسا کہ مسلم میں ہے:۔

صرف ان پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد اس لئے قائم ہے کہ عبادت مفروضہ منحصر ہے بدنی اور مالی میں۔ اگر محض مالی ہے۔ تو یہ زکوٰۃ ہے اور بدنی کی دو صورتیں ہیں۔ صرف قولی ہے یا صرف بدنی۔ صرف بدنی روزہ۔ صرف قولی توحید و رسالت کی شہادت۔ یا قولی بدنی دونوں ہے۔ یہ نماز ہے۔ اور مالی بدنی دونوں ہے تو حج ہے۔

اس حدیث میں حج صیام سے پہلے مذکور ہے حالانکہ روزہ ۲ سنہ ھ میں اور حج ۹ سنہ ھ میں فرض ہوا۔ نیز روزہ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور حج صرف مالداروں پر۔ روزہ ہر سال فرض ہے اور حج عمر میں صرف ایک بار اس کا مقتضی تھا کہ صیام حج پر مقدم ہوتا۔ اور مسلم میں بطریق سعد بن عُبیدہ صیام، حج پر مقدم ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا والحج وصیام رمضان۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا نہیں۔ صیام رمضان والحج۔ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ نیز مسلم میں بطریق حنظلہ جو روایت ہے۔ اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بخاری میں روایت بالمعنی ہے۔ اور واو چونکہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ ترتیب نہیں چاہتا اس لئے کوئی حرج نہیں۔ خود کتاب التفسیر میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

یہاں ایک شبہہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ پانچوں چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں تو لازم آئے گا کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک مسلمان نہ رہے۔ یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا۔ کہ یہاں اسلام سے مراد کمال اسلام ہے۔ اور یہ طے ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک کامل مومن نہیں۔ جیسے کسی مکان کا کوئی ستون یا کونہ گر جائے تو وہ مکان ناقص ضرور ہوگا۔ مگر مکان رہے گا۔

تشریحات ⑨

ف ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ① اپنی اس کنیت کے ساتھ اتنے مشہور ہوئے کہ نام گمنام ہوگیا۔ جتنا ان کے نام کے بارے میں اختلافات ہیں کسی کے نام کے بارے میں اتنا اختلاف نہیں۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا بیس قول ہیں۔ اور علامہ نووی نے فرمایا کہ تیس سے زیادہ اقوال ہیں۔ ایک روایت ہے کہ ان کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد

قَالَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ

ایمان کے ساٹھ سے کچھ زائد شعبے

عبد الرحمن رکھا گیا۔ علامہ عینی نے فرمایا سب سے قریب تر یہ قول ہے کہ ان کا نام عبد اللہ یا عبد الرحمن تھا۔ اور باپ کا صخر قبیلہ اوس کے فرد تھے۔ اپنی کنیت کے بارے میں خود بتایا کہ میں بکریاں چراتا تھا۔ میری ایک چھوٹی بلی تھی۔ اس سے دل بہلاتا تھا۔ تو لوگوں نے ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس بلی کو آستین میں رکھے رہتے۔ ایکبار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا۔ اے ابوہریرہ۔ اب یہی عام وخاص کے زبان زد ہو گیا۔ ھُرَیْرَۃ ھِرَّۃ کی تصغیر ہے ھِرَّہ کے معنی بلی ھُرَیْرَۃٌ کے بلیا اور ابوہریرہ کے معنی بلیا کے باپ۔

ان کی ماں کا نام میمونہ یا امینہ تھا۔ زمانے تک اسلام سے مشرف نہ ہوئیں۔ ابوہریرہ کی درخواست پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اور وہ مسلمان ہو گئیں۔

خیبر کے سال ایمان لائے۔ اصحاب صفہ کے نقیب تھے۔ ان کی دیکھ بھال تعلیم و تربیت ان کے سپرد تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد ہمیشہ خدمت اقدس میں حاضر رہے۔

تمام غزوات میں ہمرکاب رہے۔ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ حدیثیں انھیں سے مروی ہیں۔ اجلہ صحابہ کرام ان سے حدیثیں پوچھتے۔ اور لوگوں کو ان کے پاس بھیجتے۔ خود فرمایا تم لوگ کہتے ہو۔ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں جانا ہے۔ میں مسکین تھا کھانے کو مل جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا۔ مہاجرین بازاروں میں تجارت میں رہتے انصار اپنے کام میں۔ میں ان موقعوں پر موجود رہتا کہ یہ لوگ نہ ہوتے۔ میں ان باتوں کو یاد رکھتا جو یہ لوگ یاد نہیں رکھتے۔ پہلے ان کا حافظہ اتنا قوی نہ تھا۔ ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ضُعف حافظہ کی شکایت کی فرمایا۔ اپنی چادر پھیلا۔ انھوں نے چادر پھیلا دی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو چلو اس میں ڈالا پھر حکم دیا کہ چادر سینے سے لگا لو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ فرماتے ہیں۔ پھر میرا حافظہ اتنا قوی ہو گیا کہ اس کے بعد پھر کچھ نہیں بھولا۔ [۱]

یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے علم کا دو برتن عطا فرمایا ہے۔ ایک تو لوگوں میں پھیلاتا ہوں۔ اگر دوسرے کو ظاہر کروں تو یہ نرخرا کاٹ ڈالا جائے۔ [۲]

ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں۔ تین سو پانچ امام بخاری و امام مسلم دونوں نے۔ ترانوے صرف بخاری

۱۔ بخاری کتاب العلم ص۲۲، ۲۔ ایضاً ص۲۳

شُعْبَۃً وَّالحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ؎۱

شعبے ہیں ؎۱ اور حیا ؎۲ بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے

نے اور ایک سو نوے صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

ان سے آٹھ سو حضرات نے روایت کی ہیں جن میں صحابی بھی ہیں اور تابعی بھی۔ اَجلّہ صحابہ مثلاً حضرت ابن عمر حضرت جابر حضرت انس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے حدیث اخذ کیں۔

اللہ کے اس فضل پر یوں شکر ادا کرتے۔ یتیم میں پلا مسکینی کی حالت میں ہجرت کی۔ بُسْرہ بن غَزْوَان کا نوکر بنا۔ انھوں نے میری شادی بھی کر دی۔ اس اللہ کا شکر جس نے دین کو پشت پناہ۔ اور ابوہریرہ کو امام بنا دیا۔ اتنی کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان کرنے کے باوجود روزانہ ہزار رکعت نفل پڑھتے۔ ۵۹ھ میں ۷۸ سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ یہ دعا مانگا کرتے اے اللہ ۶۰ھ اور چھوکروں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں۔ دعا قبول ہوئی۔ یزید پلید کے تسلط سے سال بھر پہلے واصل بحق ہوئے۔

؎۱ بِضْعٌ (۲) با کے کسرے اور فتحے کے ساتھ، دونوں لغت ہے۔ اہل لغت کا اس کے بارے میں سخت اختلاف ہے کہ اس کا اطلاق کتنے عدد سے لیکر کتنے تک ہوتا ہے۔ قزاز نے کہا کہ تین سے اوپر نو تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا تین کے اوپر دس تک۔ کسی نے کہا ایک سے نو تک۔ کسی نے کہا دو سے دس تک۔ کسی نے کہا چار سے نو تک۔ خلیل نے کہا بِضْعٌ کے معنیٰ سات ہے۔ صحیح وہی ہے جو قزاز نے کہا۔ کہ بِضْع تین کے اوپر نو تک بولا جاتا ہے۔ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، غلبہ روم والی حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

یا ابا بکر البضع ما بین الثلث الی تسع اے ابوبکر بِضع تین اور نو کے مابین کو کہتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت نیز ابوداؤد و ترمذی وغیرہ کی روایت میں بِضْع وسَبْعون ہے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا کہ بخاری میں بھی ابوذر ہروی کے طریقہ سے یہی ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہی صواب ہے اس کو حلیمی اور نووی نے ترجیح دی اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اور اقل کی روایت میں کوئی لفظ اس کے مخالف نہیں۔ (عمدۃ القاری)

شُعْبَۃ (۳) کے معنی ٹکڑے اور گروہ کے ہیں۔ اور درخت کی شاخ کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل اور شعبوں سے مراد وہ اعمال ہیں جو ایمان کی علامت ہیں۔ جیسا کہ انھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔ ایمان کی ستر سے اوپر کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا پڑھنا۔ اور ادنیٰ تکلیف دِہ چیز کا راستے

؎۱ مسلم ایمان۔ نسائی ایمان۔ ابوداؤد و ابن ماجہ۔ سنت۔ ترمذی ایمان

سے ہٹانا۔ ظاہر ہے کہ کلمہ طیبہ کا پڑھنا اور موذی چیزوں کا راستے سے ہٹانا اصل ایمان نہیں، ایمان کی علامت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں یکجائی طور پر ان تمام شعبوں کو بیان نہیں فرمایا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کو بیان فرمادیا۔ بقیہ کو مبہم رکھا۔ وہ کیا کیا ہیں۔ شراح حدیث نے بڑی جد وجہد کرکے یہ گنتی پوری کی ہے۔ لیکن اسلم طریقہ یہ ہے کہ اس کی کوشش نہ کی جائے تو اچھا ہے۔ اولاً تو حدیث میں تعیین عدد نہیں۔ ستر سے اوپر کتنے شعبے ہیں، مذکور نہیں۔ ثانیاً احتمال ہے کہ یہ مبالغہ کے لئے ہو۔ اس لئے اجمالی طور پر ایمان رکھا جائے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام و ملائکہ پر اجمالی ایمان ہے کہ سب برحق ہیں۔ تعداد کتنی ہے، کسے معلوم؟

اور حق تو یہ ہے کہ پورا دین اور دین کے سارے اصول و فروع سارے فرائض و واجبات، مستحبات کے ہر ہر فرد ایمان کے شعبے ہیں۔

ف الحیاء ④ حیاء کو اردو میں شرم کہتے ہیں۔ حیاء کے لغوی معنی ہیں عیب لگائے جانے کے اندیشے سے چھپنا شریعت میں حیاء کے معنی۔ انسان کا وہ وصف جو اسے برائی سے بچنے پر ابھارے اور اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکے۔ اسکی قدرے تفصیل ترمذی کی اس حدیث میں ہے:۔

الاستحیاء من اللہ حق الحیاء ان تحفظ الراس وما وعیٰ والبطن وما حویٰ وتذکر الموت والبلیٰ

اللہ عزوجل سے کما حقہ حیاء کرنے کے معنی یہ ہیں کہ سر اور سر میں جتنے اعضاء ہیں ان کی اور پیٹ کی اور پیٹ جن اعضاء کو گھیرے ہے ان کی برائیوں سے حفاظت کرے اور موت اور مٹی میں ملنے کو یاد کرے۔

یہاں ایک شبہ یہ ہے کہ حیاء انسان کو کبھی حق کہنے سے امر بالمعروف نہی عن المنکر سے۔ کبھی بعض مسائل شرعیہ کی دریافت سے روک دیتی ہے۔ پھر یہ ایمان کا شعبہ کیسے ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حیاء کے شرعی معنی مراد ہیں۔ اور حیاء شرعی کبھی ان چیزوں سے نہیں روکے گی۔ بلکہ اس پر ابھارے گی۔ اس لئے کہ عند الضرورت حق بات نہ کہنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنا۔ جو حکم شرعی نہ معلوم ہو ان کو پوچھنا واجب ہے۔ اسے جاننے کی کوشش نہ کرنا شرعاً قبیح و گناہ ہے۔ جو حیاء ان چیزوں سے روکے وہ شرعی حیاء نہیں۔ عرف میں اسے حیاء کہتے ہیں وہ مراد نہیں۔

اسی سے یہ شبہہ بھی دور ہوگیا کہ حیا فطری ہوتی ہے۔ پیدائشی طور پر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ پھر یہ ایمان کی شاخ کیسے؟ جواب ظاہر ہے کہ، جب یہاں شرعی حیا مراد ہے اور شرعی حیاء کے حصول میں کچھ کوشش اور کسب کو بھی دخل ضرور ہے۔

⑩ حدیث من سلم المسلمون

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ

فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت

ف۱ عبداللہ بن عمرو بن العاص ① رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سہمی قرشی صحابی ابن صحابی ہیں۔ ان کے والد حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ یہ اپنے باپ سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے والد ان سے بارہ یا گیارہ سال بڑے تھے۔

عبادلہ اربعہ میں ان کا بھی نام ہے اور یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں بہت زیادہ عابد زاہد شب زندہ دار بزرگ تھے۔ راتوں کو خلوت میں روتے روتے پلکیں خراب ہوگئی تھیں۔ غالباً اسی کے اثر سے اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے اس کے باوجود بہت پائے کے عالم بھی تھے۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دیدی تھی۔ اس لئے ان کے پاس تمام صحابہ کرام سے زیادہ احادیث کا خزانہ تھا۔ اگرچہ روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بھی آگے ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی حدیثوں کی تعداد سات سو ہے۔ بخاری اور مسلم کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ایک مشہور سند ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ یہ آپ ہی کے سلسلے کی ایک سند ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو اس سند میں ایک ابہام ہے۔ اگر ابیہ وجدہ دونوں ضمیروں کا مرجع عمرو کو بنایا جائے تو مطلب یہ ہوا۔ عمرو نے اپنے باپ شعیب سے اور شعیب نے عمرو کے دادا یعنی محمد سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نقص یہ لازم آتا ہے کہ محمد کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور نہ زمانہ پایا۔ تو حدیث مرسل ہوگی۔ اور اگر عن ابیہ عن جدہ میں ابیہ کی ضمیر عمرو کی طرف اور جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع مانی جائے تو یہ مطلب ہوا۔ کہ عمرو نے اپنے باپ شعیب سے اور شعیب نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا تو حدیث منقطع ہے۔ اس لئے کہ شعیب کی اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اسی نقص کی وجہ سے امام بخاری اور امام مسلم نے عمرو بن شعیب کی کوئی حدیث صحیحین میں نہیں لی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شعیب کی ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات ہوئی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سات سو حدیثیں مروی ہیں، سترہ پر شیخین بخاری و مسلم متفق ہیں۔ آٹھ صرف

مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَانَھَی اللّٰہُ عَنْہُ ؎

رہے اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے

بخاری نے اور ہیں مسلم نے تنہا لی ہیں۔ کے یا طائف یا مصر میں بماہ ذوالحجہ، سن ترسٹھ یا پینسٹھ یا سرسٹھ یا بہتر یا تہتر میں، بہتر سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ صحابہ میں عمرو نام کے اٹھارہ حضرات ہیں

اسلام کے ارکان بیان کرنے کے بعد وہ حدیث ذکر کی جس میں اجمالی طور پر یہ مذکور ہے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ اس کے بعد اب ان احادیث کو تحریر کر رہے ہیں جن میں ان شعبوں کا فرداً فرداً تذکرہ ہے۔

المسلم سے مراد (٢) مسلمان کامل ہے۔ اس لئے کہ سیبویہ نے تصریح کی ہے کہ جب جنس مطلق بولتے ہیں تو اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے جیسے بولتے ہیں الرجل زید۔ مرد تو زید ہے۔ ابن جنی نے کہا کہ عرب کا طریقہ ہے کہ جب کسی کی مدح کرنا چاہتے ہیں تو اسپر اسم جنس کا اطلاق کرتے ہیں جیسے کعبے کو' البیت کہتے ہیں اسی طرح ذم بھی۔

یہاں یدٗ (ہاتھ) سے بطور عموم مجاز۔ ظاہری اور باطنی دونوں مراد ہیں۔ باطنی سے مراد، قوت وقبضہ وغلبہ وتصرف ہے۔ زبان اور ہاتھ کی تخصیص اس لئے کی کہ زیادہ ایذائیں انھیں سے دی جاتی ہیں۔ زبان کو مقدم اس لئے کیا کہ زبان کی ایذارسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ ہے۔ ہاتھ سے صرف موجودین کو ایذا پہونچائی جاسکتی ہے۔ مگر زبان سے حاضر غائب زندہ مردہ سبھی کو ایذا دی جاسکتی ہے نیز زبان کی ایذا بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ مشرکین کی ہجو کرو۔ یہ انھیں تیر سے زیادہ سخت ہے۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

(ترجمہ) نیزے کے زخم اچھے ہو جاتے ہیں (لیکن) زبان کا زخم نہیں اچھا ہوتا

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ہاتھ سے لکھ کر کسی غائب کو ایذا پہنچائی جائے۔ مگر زبان کی برابری تحریر کہاں کرسکتی ہے

مہاجر (٣) مہاجر کے شرعی معنی، مراد ہیں۔ یعنی وہ جس نے دین بچانے کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ اور ہجر سے اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی چھوڑنا۔ اب یہ خطاب یا تو مہاجرین سے ہے کہ صرف ہجرت پر بھروسہ نہ کرلینا۔ دیگر مامورات ومنہیات سے غافل مت ہو جانا۔ مہاجر کامل وہ ہے جو تمام منہیات شرعیہ سے دور رہے یا جب فتح مکہ کے بعد ہجرت بند کردی گئی۔ تو ایک فطری بات ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے جب ہجرت کے فضائل سنے ہوں گے تو ان کے دل میں حسرت پیدا ہوئی ہوگی۔ کاشکہ ہم لوگ بھی فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے ہوتے اور ہجرت کرلئے ہوتے۔ ! رحمت عالم نے ان کے زخم پر مرہم رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

؎ بخاری رقاق۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی

(۱۱) حدیث ای الاسلام افضل

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری ف۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

یا یہ کہ اگرچہ مدینہ طیبہ کی جانب وہ مخصوص ہجرت جو عہد نبوی میں تھی اب نہیں مگر زمانے کے انقلاب سے ہجرت قیامت تک جاری رہے گی۔ قیامت تک کے تمام مہاجرین کو ہدایت فرمائی کہ تم نے دین بچانے کے لئے ہجرت کی ہے تو اس کا پاس کرتے رہنا اور تمام منہیات شرعیہ سے بچتے رہنا۔ یا مراد یہ ہے کہ جو مسلمان بھی منہیات شرعیہ سے بچتا رہے گا وہ ایک مہاجر سے کم نہیں

یہ حدیث بھی جوامع الکلم سے ہے (۳) یہ حدیث بھی ان جوامع الکلم میں سے ہے جنھیں محدثین نے امّ الاحادیث میں شمار کیا ہے۔ غور کیجئے چند الفاظ ہیں گمراں میں معانی کے سمندر موجزن ہیں۔ پہلا حصہ بندوں کی تمام حق تلفیوں سے بچنے اور تمام حقوق کی ادائیگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور دوسرا حصہ حقوق اللہ کی بجاآوری میں ہر قسم کی کوتاہی پر قدغن لگا رہا ہے۔ اب ذرا سا غور کرنے پر اسکی شرح میں ہر ذی علم دفتر بر دفتر تیار کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان ان دونوں حصوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا سماج امن کا گہوارہ بن جائے۔ اور انسان کا بھی ظاہر و باطن کُندن ہو جائے۔

تشریحات (۱۱)

ف۱ ابوموسیٰ اشعری (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام عبداللہ ہے۔ یمن کے باشندے اور قبیلہ اشعر کے فرد ہیں۔ قبل ہجرت مکے میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ وہاں سے غزوۂ خیبر کے موقع پر واپس آکر مدینہ طیبہ میں رہائش اختیار کی۔ یہ صحابۂ کرام میں زبردست عالم اور مفتی تھے۔ حکمرانی اور سیاست کا خاص ملکہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو زبید عدن سواحل یمن کا حاکم بنایا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر بنایا۔ فارس کا مشہور شہر اہواز انھوں نے فتح فرمایا۔ شام کے جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص تھے۔ اخیر عمر میں مکہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۴۲ یا ۴۴ یا ۴۹ھ میں یا ۵۲ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

ان سے تین سو احادیث مروی ہیں۔ پچاس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ تنہا بخاری نے چار اور تنہا مسلم نے پندرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت انس اور طارق بن شہاب نے ان سے حدیث لی۔ صحابہ کرام میں ابوموسیٰ نام کے چار حضرات ہیں۔ ایک یہ۔ دوسرے ابوموسیٰ انصاری۔ تیسرے غافقی۔ چوتھے الحکمی۔ رواۃ حدیث میں ابوموسیٰ نام کے بہت ہیں۔ ابوداؤد میں دو

قَالَ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ. قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا مسلمان افضل ہے۔ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے

مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

مسلمان سلامت رہے

اور بقیہ نسائی میں ہیں۔

سائل کون تھا ② اس حدیث میں قائل کا نام نہیں۔ مگر اسی سند کے ساتھ مسلم میں یہ ہے کہ "قلنا" اور ابن مندہ میں قلتُ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سوال کرنے والے ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء تھے۔ سب کی طرف سے انھوں نے سوال کیا۔ جب کسی بات کے پوچھنے پر چند اشخاص راضی ہوں۔ اور ان میں سے کوئی ایک شخص سوال کرے تو یہ سب کا سوال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اسکی تعبیر تینوں درست ہے۔ خواہ یوں کہیں میں نے پوچھا۔ خواہ یوں کہیں ہم لوگوں نے پوچھا۔ خواہ یوں کہیں لوگوں نے پوچھا سب صحیح ہے

اَیُّ الْاِسْلَام ③ اَیّ ہمیشہ ایسی چیزوں پر داخل ہوتا ہے جو متعدد ہوں۔ اور اسلام ایک ہی چیز ہے اس میں تعدد نہیں اس لئے شراح نے تاویل کی۔ کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ یعنی اصحاب۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ ای اصحاب الاسلام افضل۔ کون مسلمان افضل ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں "اَیّ الاسلام کے بجائے ای المسلمین ہے۔ یا اعمال محذوف ہے یعنی "ای اعمال الاسلام" ہے۔ اس تقدیر پر یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے۔ سائلین نے پوچھا۔ کہ کونسا اسلام کا عمل افضل۔ جواب دیا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے۔ جواب سے یہ اشارہ فرمایا کہ تم کو یہ پوچھنا چاہیئے کون مسلمان افضل ہے۔ جیساکہ قرآن کریم میں ہے:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ لوگوں نے پوچھا یہ تھا کہ چاند کیوں چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ کیوں ڈوبتا نکلتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ جواب یہ دیا گیا۔ کہ اس سے لوگوں کو مہینے کی گنتی معلوم ہوتی ہے اور حج کا وقت۔ مطلب یہ ہوا کہ تمھیں پوچھنا یہ چاہیے کہ اس سے فائدہ کیا ہے یہ مت پوچھو کیوں ایسا ہوتا ہے۔

تشریحات ⑫

سائل کون ہے ① تحقیقی طور پر ان کا نام نہیں معلوم ہو سکا آئندہ صفحہ۔ بعض لوگوں نے کہا یہ سائل حضرت ابو ذر غفاری ہیں ابن حبان کی ایک حدیث ہے کہ ہانی بن عروہ شریح کے والد نے اس کے ہم معنی سوال کیا تھا۔ ان کو اسی قسم کا جواب ملا تھا۔

[1] مسلم ونسائی کتاب الایمان۔ ترمذی کتاب الزہد

⑫ حدیث اَیُّ الاسلام خَیْرٌ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص ف۱ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

سوال کیا اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے ف۲ فرمایا کھانا کھلانا ف۳ اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ف۴ خواہ اسے پہچانو یا نہ پہچانو

ہوسکتا ہے کہ وہی یہاں بھی مراد ہوں۔ چونکہ روایت بالمعنیٰ جائز ہے اس لئے الفاظ بدل گئے۔

اَیُّ الاسلام خیر ف۲ ② یہاں اَیُّ کے بعد اعمال مضاف محذوف ہے۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے۔ پہلی حدیث میں افضلُ ہے اور اس میں خیرٌ ہے۔ یہ دونوں ہی اسم تفضیل ہیں۔ مگر افضل کا مادہ، الفضل ہے جو قلت کا مقابل ہے۔ اس لئے افضل سے مراد کثرت ثواب ہے اور خیر کا مادہ خَیر ہے جو نفع کے معنی میں، شرٌّ کا مقابل ہے۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا۔ کون سا مسلمان زیادہ ثواب والا ہے۔ اور اس حدیث کے سوال کا مطلب ہوا اسلام کے کس عمل میں زیادہ نفع ہے۔

کھانا کھلانا ف۳ ③ تطعم دو مفعول چاہتا ہے۔ مفعول اول کا حذف عموم کے لئے ہے۔ یعنی سب مخلوق کو کھانا کھلاؤ۔ خواہ وہ مالدار ہو خواہ وہ غریب ہو خواہ وہ شناسا ہو خواہ غیر شناسا۔ انسان ہو یا حیوان سب کو کھلاؤ۔

سلام کرنا ف۴ ④ عادت یہ ہے کہ انسان عموماً انھیں کو سلام کرتا ہے جنھیں پہچانتا ہے۔ لوگ اجنبی کو سلام نہیں کرتے۔ اس پر تنبیہ فرمائی کہ ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اسے پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو۔

کسے سلام کرنا چاہئے | البتہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے

ولا تبدأوا الیہود والنصاریٰ بالسلام — یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرو۔

یہود و نصاریٰ کے حکم میں تمام غیر مسلم ہیں۔ اور وہ مذہب جنکی بدمذہبی حد کفر تک پہونچی ہو مثلاً قادیانی رافضی وہابی دیوبندی غیر مقلد مودودی نیچری وغیرہ۔ اسی طرح ان بدمذہبوں کو بھی سلام کرنا جائز نہیں جو گمراہ ہیں۔ اگرچہ ان کی گمراہی حد کفر تک نہ پہونچی ہو جیسے تفضیلی۔ حدیث میں ہے۔

لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم — تقدیر کے منکرین کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ انھیں سلام کرو (ابوداؤد)

ف۱ بخاری، استیذان، مسلم ایمان، ابوداؤد ادب، ابن ماجہ اطعمہ، مسند امام احمد ابن حنبل،

بلکہ بد مذہبوں کے سلام کا جواب بھی دینا جائز نہیں۔ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ نافع سے راوی کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔ فرمایا۔ میں نے سنا ہے وہ بدمذہب قدریہ ہوگیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو میرا سلام اس سے مت کہنا۔ اس کے تحت مرقات میں ہے

فانه ببدعته لا يستحق جواب السلام وان كان من اهل الاسلام — بدمذہبی کی وجہ سے وہ سلام کے جواب کا مستحق نہ رہا اگرچہ اہل اسلام میں سے ہے۔

اسی طرح فاسق معلن کو بھی سلام کرنا منع ہے۔ درمختار میں ہے۔

يكره السلام على الفاسق لو معلناً — فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

غیر اسلامی سلام آپس میں یا غیروں کو وہ سلام ہرگز نہ کرے جو غیر اسلامی ہو۔ رام رام [illegible] نستے۔ اس لئے کہ یہ مذہبی شعار ہے۔ کوئی اگر کسی کو کہے السلام علیکم تو ہر شخص جان جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے۔ او [illegible] ن جے رام جی کی نمستے کہے تو سب کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ ہندو ہے۔

اسی طرح گڈ مارننگ، گڈ نائٹ وغیرہ نہ کہے۔ حدیث میں ہے۔

ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى فان تسليم اليهود الاشارة باليد وتسليم النصارى الاشارة بالكف — ہم میں سے وہ نہیں جو غیروں کا شعار اختیار کرے۔ یہود و نصاریٰ کا شعار نہ اختیار کرو۔ یہود کا سلام ہاتھ سے اشارہ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ کرنا

یعنی یہود و نصاریٰ کچھ بولتے نہیں۔ صرف ہاتھ اور ہتھیلی سے اشارہ کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہ عادت ہوگئی ہے کہ سلام کے وقت اشارہ کرتے ہیں۔ اگرچہ زبان سے بھی کہتے ہیں۔ مگر السلام علیکم ہی کہنا کافی ہے۔ ہاتھ سے اشارہ نہ کرے

کون عمل افضل ہے (۵) پہلی حدیث میں مسلمان کو زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھنے اور منہیات کے ترک کو افضل الاسلام فرمایا۔ اس حدیث میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو خیر الاسلام فرمایا۔ اس سے ظاہر کہ نہ اُس حدیث میں حصر مقصود ہے نہ اس حدیث میں۔ بلکہ سائلین اور وقت کے لحاظ سے جس کی ضرورت زائد تھی اس کو بیان فرمایا۔ جب پہلی حدیث کے سائلین یا حاضرین میں ان دو باتوں کی ضرورت تھی تو اسے بیان فرمایا۔ اور اس حدیث کے سائلین یا حاضرین میں یہ کمی دیکھی تو انھیں بیان فرمایا۔ اس میں ایک دقیق اشارہ اس بات کی جانب ہے۔ کہ اگرچہ بعض اعمال بعض سے فی نفسہ افضل ہیں۔ مگر کبھی خاص وجہ سے کوئی خاص عمل افضل اور بہتر ہوجاتا ہے۔ اسی سے ان تمام احادیث میں تطبیق ہوگئی کہ کسی میں جہاد کو افضل الاعمال بتایا کسی میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے کو وغیرہ وغیرہ۔

(۱۳) حدیث حُبّ مؤمن

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ف۱ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

مثلاً کسی عالم سے پوچھئے کہ کس صدقہ نافلہ میں زیادہ ثواب ہے تو یہ جواب دے گا کہ دینی مدرسہ کی امداد۔ لیکن اسی عالم سے پوچھئے کہ کسی کے پاس پانچ روپے ہیں اس کا کوئی پڑوسی بھوکوں مر رہا ہے تو اب کس میں ثواب زیادہ ہے تو یہی عالم جواب دے گا کہ اس بھوکے مسلمان پڑوسی کی جان بچانے میں۔

حدیث زیر بحث کے بارے میں ایک اندازہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں تشریف لاتے ہی فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جب سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں تو میں حاضر ہوا۔ میں نے جب بغور روئے انور دیکھا تو کہہ اٹھا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔ پہلا ارشاد جو سنا۔ یہ تھا۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ	اے لوگو! سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاؤ۔ رات میں جب
وَصَلُّوا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ	لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ

ظاہر ہے کہ ایسے وقت جب مکہ سے لٹے پٹے خانماں برباد مہاجرین مدینہ طیبہ آرہے ہیں۔ ان کی کوئی یہاں سنا شائی نہیں۔ اجنبی ہیں۔ اس کی ضرورت تھی کہ ان کو اپنایا جائے ان کو بھوکا نہ رہنے دیا جائے۔ خود جنگ بعاث کی وجہ سے انصار میں کافی تناؤ تھا۔ اس وقت افشار سلام، اطعام طعام کی حاجت شدید تھی۔ لوگ نماز کے عادی نہ تھے وہ بھی تہجد سے اس وقت واقف بھی نہ ہوں گے۔ انھیں رجوع الی اللہ کے لئے نماز کی کتنی شدید ضرورت تھی اس لئے ان تین چیزوں کو اس موقع پر خصوصیت سے بیان فرمایا پھر سلام و طعام ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی افادیت سے کسی عاقل کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں چیزیں آپس میں محبت یگانگت پیدا کرنے کے لئے مجرب تیر بہدف عمل ہیں۔

تشریحات (۱۳)

ف۱ انس بن مالک انصاری (۱) نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی والدہ مشہور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ دس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ نے خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ پھر وصال کے

قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ[۱]

تم میں سے کوئی مومن نہیں [۱] جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

بعد ہی ساتھ چھوڑا۔ غزوۂ بدر جیسے خطرناک موقع پر بھی ساتھ ساتھ تھے مگر لڑنے کے لائق نہ تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ فرمایا۔ میں کہاں رہتا ساتھ ہی تھا۔ خدمت کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ساگ ہے جسے فارسی میں ترہ تیزک اور اردو میں چنسر کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام جرجیر ہے۔ جو انھیں مرغوب تھا یہ چن چن کر لایا کرتے۔ ایک دفعہ ذوالاذنین کہنے کے ذا ا ایک بار کنواں کھدوایا پانی کھاری تھا۔ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ سرکار تشریف لے گئے۔ اس کنوئیں میں لعاب دہن ڈالا اس کنوئیں کا پانی مدینے کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا ہو گیا۔ ان سے بے پناہ محبت فرماتے۔ احادیث میں بڑے دلچسپ قصے مذکور ہیں ایک دفعہ ام سلیم حاضر ہوئیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ دعا کی۔ اے اللہ اس کے مال اس کی اولاد میں برکت دے۔ اس کی عمر دراز فرما۔ اسے بخش دے۔ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ فرماتے ہیں میں نے اپنی صلبی اولاد دو کم دو سو کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ صرف ان کی اسی بلکہ اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں دو بیٹیاں بقیہ سب بیٹے۔ ان کا باغ ہر سال دو بار پھل دیتا۔ ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرماتے ہیں کہ زندگی سے اکتا گیا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ غزوات میں جنگ کی۔ وصال کے بعد زمانے تک جہاد کرتے رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ آئے تاکہ یہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ بصرہ کے ساکن صحابہ کرام میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا محمد بن سیرین نے غسل دیا۔ ۹۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ بصرہ کے قریب اپنے محل میں جو طف میں تھا دفن ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک پاس تھا وصیت فرما گئے تھے کہ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ایسا ہی کیا گیا۔

ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی۔ ایک سو اڑسٹھ متفق علیہ ہیں اور تراسی افراد بخاری سے اور اکانوے افراد مسلم سے ہیں۔ اس پائے کے صحابی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ جیسے کنز الاحادیث نے بھی ان سے حدیث اخذ کی ہے۔

مومن کامل (۲) اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ محبت کسی کی طرف دل کے میلان کو کہتے ہیں۔ یہاں محبت سے مراد پسندیدگی ہے مراد یہ ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

[۱] مسلم ایمان، ابن ماجہ مقدمہ، دارمی رقاق، نسائی ایمان، ترمذی، مسند امام احمد۔

⑭ حدیث حُبّ رسول

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے

قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

اس کو لازم ہے کہ جو بات اپنے لئے ناگوار جانے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے۔ یعنی آدمی یہ چاہتا ہے کہ ہم آرام، اعزاز کے ساتھ خوش وخرم رہیں۔ کوئی ہماری توہین وتذلیل نہ کرے کوئی ہمیں ایذا نہ پہنچائے۔ کوئی ہمارا حق غصب نہ کرے اسی طرح یہ بھی چاہے کہ میرا بھائی اعزاز واکرام کے ساتھ خوش وخرم رہے۔ نہ اس کی توہین وتذلیل ہو نہ اس کا حق غصب کیا جائے اس سے بطور لزوم یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اگر اس کا عادی ہو جائے تو معاشرہ صاف ستھرا رہے گا اور زندگی چین و اطمینان سے گذرے گی۔ ظاہر ہے کہ لڑائی جھگڑا کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ انسان تنگدلی سے یہ چاہنے لگتا ہے کہ سب کچھ ہمیں میسر ہو دوسرے محروم رہیں۔ اس حدیث میں تواضع مروت، امداد باہمی ایک دوسرے کے کام آنے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بلیغ ترین ترغیب ہے۔ حسد کینہ عداوت، بغض ایذا رسانی حق تلفی تفوق ترفع تحقیر وتذلیل سے دور رہنے کی انتہائی دلنشین پیرائے میں تلقین ہے۔ اسی لئے علماء نے اس حدیث کو بھی جوامع الکلم اور ام الاحادیث میں سے شمار فرمایا ہے۔

تشریحات ⑭ و ⑮

قسم کا فائدہ اور متشابہات کا حکم ① یہ قسم صرف بعد میں مذکور شئی کی اہمیت بتانے کے لئے ہے۔ اللہ عزوجل پر "ید" کا اطلاق متشابہات سے ہے۔ متشابہات میں تین مذہب ہیں۔ اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے۔ یہ مذہب اسلم ہے۔ تاویل کی جائے مگر ایسی جو محکمات کے معارض نہ ہو۔ مطابق ہو۔ یہ مذہب سالم ہے۔ اور متاخرین کا یہی طریقہ ہے۔ ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے معارض ہو یہ زائغین کا مذہب ہے جیسا کہ مجسمہ کرتے ہیں۔ یہ حرام وگناہ بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ اس اختلاف مذاہب کی بنیاد یہ آیہ کریمہ ہے:۔

اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ عہ

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک میں اس کے نزدیک باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ف عہ

⑮ حدیث حبّ رسول

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ عہ

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے باپ اور اسکی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ف

اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آل عمران پ)

اور تاویل ڈھونڈنے کے لئے۔ اور ان کا صحیح معنی اللہ ہی جانتا ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

اس آیت میں اگر " اِلَّا اللّٰہ " پر وقف کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ متشابہات کے معنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اگر " اللّٰہ " کو معطوف علیہ اور " الراسخون فی العلم " کو معطوف مانا جائے تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ متشابہات کے معنی اللہ اور پختہ علم والے جانتے ہیں۔ اب اس سے مستفاد ہوا کہ پختہ علم والے بھی متشابہات کے معنی جانتے ہیں۔ یہی مذہب سالم ہے۔ اور پہلے والا اسلم ہے۔

متشابہات کے معنی حضور جانتے ہیں ② اس سلسلے میں ایک بحث یہاں یہ پیدا ہوئی ہے کہ متشابہات کے معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ جانتے ہیں۔ ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا۔ لازم آئے گا کہ اللہ عز وجل نے رسول سے خطاب ایسا کیا جو رسول سمجھ نہ پائے۔ اب پہلی تفسیر کی بنا پر حصر اضافی ہوگا۔ یعنی حصر امتی کے اعتبار سے ہے۔ یا حصر حقیقی ہے اور مراد علم ذاتی ہے رہ گیا علم عطائی وہ بعطار الٰہی دوسروں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اب مذہب اسلم و سالم کی تقسیم وقوع کے اعتبار سے ہوگی۔

مذہب سالم پر یہاں " ید " سے مراد قدرت و اختیار ہے۔ ید بمعنی قدرت و اختیار عرب میں شائع و ذائع ہے۔ جیسے ہمارے عرف میں عام طور پر بولتے ہیں یہ بات ہمارے ہاتھ میں ہے۔ یعنی اختیار میں ہے۔ اب اس جملے کا مطلب یہ ہوا کہ قسم ہے

عہ عہ یہ دونوں حدیثیں مسلم اور نسائی ایمان میں بھی ہیں۔

اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے۔

محبت کے اسباب و اغراض (۳) احب، محبۃ سے اسم تفضیل ہے۔ محبت کسی کی جانب دل کے میلان، جھکاؤ کو کہتے ہیں شراح حدیث نے فرمایا۔ محبت کی دو قسمیں ہیں طبعی اور جبلی جس میں آدمی کو اختیار نہیں ہوتا۔ وہ مراد نہیں اس لئے کہ محبت کو ایمان فرمایا۔ اور ایمان اختیاری شئی ہے۔ دوسرے عقلی کہ انسان اسے اپنی عقل کے تقاضا سے اختیار کرتا ہے۔ اس حدیث میں یہی مراد ہے۔ حب عقلی کے اسباب تین ہیں حسن وجمال۔ جود ونوال فضل وکمال۔ یہ تینوں اسباب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اتنے اعلیٰ درجۂ کمال پر موجود ہیں کہ کسی مخلوق میں اس درجے تو کیا؟ اس کا عُشر عشیر بھی پایا جانا محال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر وصف میں بھی ممتنع النظیر ہیں۔ اس معنی کر کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی وصف میں کسی مخلوق کی تمامہ شرکت محال ہے۔ علامہ بوصیری نے فرمایا۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں۔ حضور میں جو جوہر حسن ہے وہ غیر منقسم ہے۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا۔ آنحضرت مرأت جمال وکمال اوست[۱]، آنحضرت، اللہ عزوجل کے جمال وکمال کے آئینہ ہیں۔

تو جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اسباب محبت کے جامع اتم ہیں اس طرح کہ دوسرا اس میں آپ کا شریک نہیں۔ تو عقلاً یہ لازم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ اور آپ تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہوں

شراح عام طور پر یہاں "لا یومن" سے ایمان کامل مراد لیتے ہیں۔ اور توجیہ میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اصل ایمان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں سے افضل واجل ماننا ہے۔ رہ گئی محبت تو یہ ممکن ہے کہ کسی کی عظمت دل میں بہت زیادہ ہو۔ اور محبت کم ہو۔ جیسے ایک باپ کے دل میں بیٹے کی محبت استاذ سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ اور استاذ کی عظمت بیٹے سے زیادہ۔ لیکن یہ توجیہ اصل میں محبت کی دونوں قسموں میں فرق سے ذہول کی وجہ سے ہے۔ ورنہ جب محبت سے مراد عقلی واختیاری مراد لیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ اصل ایمان ہی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں سے زیادہ محبوب مانیں۔ اس لئے اس حدیث میں "لا یومن" میں ایمان کامل کی تخصیص بلا مخصص ہے۔ اور مراد مطلق ایمان ہے۔ اور وہ جو محبت وعظمت کا فرق ہے۔ وہ محبت طبعی اور عظمت کے مابین ہے۔ محبت عقلی اور اعتقاد عظمت میں تلازم حقیقی ہے۔

اور وہ جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت

[۱] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۲،

(۱۶) حدیث حلاوت ایمان

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین چیزیں

ثَلاَثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلاَوَۃَ الْاِیْمَانِ. اَنْ یَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ

ہوں وہ ایمان کی چاشنی پائے گا ف۱ جس کو اللہ اور رسول ساری دنیا سے زیادہ پیارے ہوں ف۲

اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لاَ یُحِبُّہٗ اِلاَّ لِلّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا

اور کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ ہی کے لئے کرے۔ جو مسلمان ہونے کے بعد

یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ[۱]

کفر میں لوٹنے کو ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانیکو

فرمایا۔ اے عمر! تمہارا کیا حال ہے۔ صرف مجھ سے محبت رکھتے ہو یا اور کسی چیز سے ؟ عرض کیا۔ حضور سے بھی محبت رکھتا ہوں اور مال و اولاد سے بھی۔ آنحضرت نے حضرت عمر کے سینے پر دست مبارک مارا۔ اور پوچھا اب کیا حال ہے ؟ عرض کیا۔ مال اولاد کی محبت ساقط ہوگئی مگر اپنی محبت باقی ہے۔ پھر دوبارہ دست اقدس ان کے سینے پر مارا۔ پوچھا اب ؟ عرض کیا یا رسول اللہ سب کی محبت نکل گئی۔ صرف آپ کی محبت باقی ہے۔ فرمایا اب تمہارا ایمان تام ہوا۔ اس میں محبت سے مراد، محبت طبعی ہے۔ کہ وہ ابتداءً حضرت عمر کے دل میں تھی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شفقت بے غایت سے توجہ فرما کر اپنے ماسوا سب کی محبت ان کے دل سے نکال دی۔ اور ان کو اپنی ذات میں فانی اور اپنی ذات کے ساتھ باقی بنا دیا۔ محبت طبعی بھی ماسوا رسول کی، ان کے دل سے نکال دی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر اس حدیث میں محبت سے مطلق محبت مراد لیا جائے۔ تو، ضرور ایمان سے ایمان کامل مراد لینا ضروری ہوگا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پڑے گا کہ محبت طبعی اختیاری نہیں اور ایمان اختیاری ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مومن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات ان کے انعام واحسان کو مسلسل یاد کرکے کوشش کرے کہ اس کے دل میں غیر رسول کی محبت طبعی بھی رسول سے زیادہ نہ رہنے پائے۔ یہ کمال ایمان ہے۔

اور اگر اس حدیث میں محبت سے حب عقلی واختیاری مراد لی جائے تو، لا یومن، سے مطلق ایمان مراد ہونا ظاہر ہے۔

تشریحات (۱۶)

حلاوت ایمان ف۱ | (۱) امام نووی نے فرمایا کہ حلاوت سے مراد یہاں استلذاذ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان

[۱] بخاری، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ادب، مسلم ایمان، نسائی ایمان، ابن ماجہ فتن، مسند امام احمد، ترمذی۔

(۱۷) حدیث حب انصار

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ آیَۃُ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انصار

الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ

کی محبت ایمان کی علامت ہے

کے مقتضیات پر لذت پائے گا۔ یعنی عبادت و طاعت کرنے میں اور اس سلسلے میں مشقت اٹھانے میں اسے لذت ملیگی۔

اس تشبیہ میں اشارہ ہے کہ جیسے شہد ایک میٹھی اور لذیذ چیز ہے۔ لیکن صفراوی مریض کو کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے۔ جو کفر و ضلالت کے بیمار نہیں ان کے لئے لذیذ اور میٹھی شئ ہے اور جو گمراہی کے مریض ہیں ان کے نزدیک ناگوار و ناپسندیدہ ہے۔

یہ اہم الاحادیث میں سے ہے (۲) امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث اسلام کے اصول میں اصل عظیم ہے۔ اس لئے کہ جمیع ماسوی کے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت اور اللہ ہی کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے بغض۔ اور کفر کی طرف واپس ہونے سے خوف اسی کو ہوگا جس کا ایمان قوی سے قوی تر ہوگا۔

جب کسی کا ایمان پختہ ہوگا تو اس کو اس بات پر یقین کامل ہوگا کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے یا ملتا ہے یا ملے گا سب کا دینے والا اللہ ہی ہے اور سب کچھ رسول کے واسطے ہی سے ملا ہے اور ملے گا۔ رسول ہی وہ واسطہ عظمیٰ ہیں جنھوں نے اللہ کی معرفت کرائی۔ انھیں کے ذریعہ ہمیں اسلام جیسا سچا دین ملا۔ تو لامحالہ اس کے دل میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ پیدا ہوگی اور جب اللہ اور رسول کی اس درجہ اعلیٰ محبت پیدا ہو جائے گی۔ تو لامحالہ اگر کسی سے محبت کرے گا تو اللہ ہی کے لئے کرے گا یعنی اسلئے کریگا کہ اس کے ساتھ محبت کرنے سے اللہ راضی ہوگا۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا محبوب و مقبول بندہ ہے۔ اور جب اللہ اور رسول کی محبت رگ و پے میں رچ بس جائے گی تو اس کا یہ لازمی اثر ہوگا کہ کفر سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ ایمان اور ان تینوں چیزوں میں تلازم ہے۔ جب ایمان پایا جائے گا تو یہ تینوں باتیں بھی پائی جائیں گی۔ اور جب یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی تو ایمان بھی ضرور پایا جائیگا۔

تشریحات (۱۷)

ف۱ انصار (۱) ناصر کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب۔ یہ بھی لکھا گیا کہ نصیر کی جمع ہے جیسے شریف کی جمع اشراف۔ ہر

وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ ؎۱

انصار سے بغض نفاق ؎۲ کی علامت ہے۔

(۱۸) حدیث عقوبات گناہ کا کفارہ ہیں

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ عَائِذُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎۱

تقدیر پر اس کے معنی "مدد کرنے والوں" کے ہیں۔ ان کا نام انصار اس لئے پڑا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کی۔

یہ اوس و خزرج کی اولاد اور ان کے حُلَفَاء و موالی کا نام ہے۔

اوس خزرج (۲) دونوں بھائی تھے۔ ان کے باپ کا نام حارثہ یا ثعلبہ "العنقار" تھا اس کی گردن بہت لمبی تھی اس لئے اسکو عنقار کہتے تھے۔ یہ لوگ اصل میں یمن کے باشندے تھے سَدِّ مآرب کے ٹوٹنے سے جب یمن تباہ ہوگیا تو یہ لوگ مدینہ طیبہ آکر بس گئے یمن میں ان کے مورث اعلیٰ کا نام قحطان تھا۔ کلبی نے کہا کہ قحطان حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔ اس تقدیر پر کل عرب اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہوئے۔

بعضوں نے کہا نہیں قحطان حضرت اسماعیل کی اولاد نہیں۔ اس تقدیر پر عرب کی اصل دو ہوئی۔ آل اسماعیل۔ آل قحطان۔ (عینی) ویسے بعض لوگوں نے اس پر بہت لمبی بحث کی ہے کہ انصار آل اسماعیل ہیں یا نہیں۔ بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہ کا قول مذکور ہے۔ کہ انھوں نے حضرت ہاجرہ کے بارے میں فرمایا۔

فتلك اُمّكم یا بنی ماء السماء ‏ ‏ ‏ یہ تمھاری ماں ہیں اے بارش کے بیٹو

اس سے مراد اہل عرب ہیں۔ اس لئے کہ ان کی زندگی بارش کے ہی پانی پر ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ پورے عرب بنی اسمٰعیل ہیں اوس و خزرج پہلے بنی قیلہ کہے جاتے تھے۔ قیلہ ان کی ماں کا نام تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام "انصار" رکھا۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ‏ ‏ ‏ اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ وہی سچے ایمان والے ہیں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ‏ ‏ ‏ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

؎۲ نفاق (۲) باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ لزام، قتال کے وزن پر۔ اس کے معنی دو رخی کرنے کے ہیں۔ اور شریعت میں زبان سے اسلام کے اقرار اور دل میں کفر چھپائے رکھنے کے ہیں۔

اَنَّ عُبَادَۃَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَکَانَ شَھِدَ بَدْرًا وَھُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَیْلَۃَ الْعَقَبَۃِ

جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ــــ اور لیلۃ العقبہ کے نقیب بنائے گئے تھے۔

حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ انصار کرام جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خانماں برباد مہاجرین کو جگہ دی۔ ان کی ہر طرح مدد کی۔ سارا عرب اسی وجہ سے انصار کا مخالف ہوگیا۔ مگر اس کی انھوں نے پرواہ نہ کی۔ ان سے ہر ایمان والے کو لازمی طور پر محبت ہوگی۔ ان سے عداوت وہی رکھے گا جس کے دل میں چور ہوگا۔

توجیہ ③ مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہو تو حصر کا افادہ کرتے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان کی علامت صرف انصار کی محبت ہے اور منافق کی علامت صرف انصار سے عداوت ہے ــــ حالانکہ ایمان کی متعدد نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ یوں ہی منافق کی بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر ادعائی ہے حقیقی نہیں۔ انصار کی عظمت شان ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ان کی شان ایسی ہے کہ یہ ایمان صادق اور نفاق کے معیار ہیں کہ ان سے محبت کرنے والا صادق الایمان ہی ہوگا اور ان سے عداوت رکھنے والا منافق ہی ہوگا مراد یہ ہے کہ جو انصار سے انصار ہونے کی وجہ سے عداوت رکھے۔ یعنی اس بنا پر کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مہاجرین کو جگہ دی ان کی ہر طرح مدد کی ان کے لئے سارے عرب کی عداوت مول لی۔ وہ کبھی مومن نہیں ہوسکتا۔ وہ ایمان کا لاکھ دعوی کرے وہ منافق ہوگا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں تصریح ہے۔ لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ۔ انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا۔

تشریحات (۱۸)

عبادہ بن صامت انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ① دونوں عقبہ میں اور سارے غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے انھیں کو فلسطین کا قاضی بنایا تھا۔ پھر ان کو پورے شام کا قاضی بنایا۔ اس وقت یہ حمص میں مقیم رہے۔ طویل جسیم، خوبصورت، عالم فاضل بزرگ تھے۔ اخیر عمر میں فلسطین منتقل ہوگئے۔ وہیں یا رملہ میں ۳۴ھ میں وصال ہوا۔ مزار مقدس بیت المقدس میں مشہور و معروف ہے۔ ان سے ایک سو اسی حدیثیں مروی ہیں چھ متفق علیہ ہیں اور دو، دو بخاری و مسلم کے افراد سے ہیں۔ عبادہ بن صامت صحابہ میں صرف ایک ہی ہیں اور عبادہ نام کے بارہ حضرات ہیں۔

پہلی حدیث میں فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اب یہ حدیث اس دعویٰ کے لئے بمنزلہ دلیل کے ذکر کی یعنی انصار کی

محبت کیوں ایمان کی علامت ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے انتہائی نازک وقت میں اپنا تن من دھن اسلام پر قربان کرنے کی بیعت کی۔ اور جو بیعت کی وہ کرکے دکھا بھی دیا۔ اسی سبب سے ان کا نام انصار رکھا گیا۔

شہد کے معنی ② شہد کے معنی حضر کے ہے اسی سے شاہد بمعنی حاضر ہے۔ جیساکہ حدیث مشہور، فلیبلغ الشاھد الغائب میں اور نماز جنازہ کی دعا ،، وشاھدنا وغائبنا، میں ہے۔ ان دونوں جگہوں میں غائب کے تقابل سے شاہد کے معنی حاضر متعین ہیں اور جب شاہد کے معنی حاضر احادیث سے ثابت اور احادیث قرآن کی تفسیر تو آیہ کریمہ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا میں شاہد بمعنی حاضر لینے پر کوئی قباحت نہیں۔

بدر ③ اس مشہور جگہ کا نام ہے جہاں ۱۷ رمضان ۲ھ میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن مشہور غزوہ ہوا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے چار منزل تقریباً اسی میل کے فاصلے پر مکہ معظمہ کے راستے میں ہے۔ یہاں سال بسال میلہ لگتا تھا۔ بدر نامی ایک شخص نے یہاں کنواں کھدوایا تھا۔ اسی کے نام پر کنویں کا پھر اس جگہ کا نام پڑ گیا۔ اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔ ایک سبب علمیت ہے اور دوسرے تانیث اگر اسے بئر کا علم مانیں۔ اور اگر قلیب کا علم مانیں تو مذکر ہوگا اور منصرف۔

نقبا ④ نقبا نقیب کی جمع ہے جس کے معنی سردار، ذمہ دار نگہبان کے ہیں۔ عقبہ پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہ وہی عقبہ ہے جہاں اب مسجد عقبہ ہے۔ اس کے قریب جمرۃ العقبہ ہے۔ جسے جمرہ کبری۔ جمرہ اخیرہ اور عوام بڑا شیطان کہتے ہیں۔

بیعت عقبہ ⑤ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال ایام حج میں مختلف قبائل کے پاس جاکر ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ ۱۱ نبوی جب آپ اسی غرض سے اس عقبہ کے پاس پہونچے تو یہاں انصار کے قبیلہ خزرج کے چند اشخاص موجود ملے جو مکہ معظمہ اس غرض سے آئے تھے۔ کہ قریش سے امداد باہمی کا معاہدہ کرکے ان کے حلیف بن جائیں۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے مدینے کے یہود سے نبی آخر الزماں کی آمد کی خبر سن رکھی تھی اسلام کی دعوت سنکر انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور کہا یہ وہی نبی ہیں کہیں یہود ایمان لانے میں تم پر سبقت نہ کر جائیں۔ اور کہا جس کے لئے آئے ہیں۔ اس سے یہ بہتر ہے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ چھ حضرات تھے۔

ابو الھیثم بن تیہان۔ اسعد بن زرارہ (متوفی ۱ھ) عوف بن حارث۔ رافع بن مالک بن حارث۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ قطبہ بن عامر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسلام قبول کرنے کے بعد یہ لوگ مدینہ طیبہ واپس گئے اور آئندہ سال پھر آنے کا وعدہ کر گئے۔ مدینہ پہنچ کر وہاں اسلام

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ
یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے وقت فرمایا جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک
اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّاتُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَاتَسْرِقُوْا وَلَاتَزْنُوْا وَلَا
جماعت تھی ف۵ (ان باتوں پر) مجھ سے بیعت کرو ف۶ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے چوری نہ کروگے زنا نہ کروگے

کی تبلیغ کی۔ جس سے متعدد سعادتمندوں نے اسلام قبول کرلیا۔ حسب وعدہ دوسرے سال بارہ حضرات مدینے سے آئے انہیں حضرت عبادہ بن صامت بھی تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔

مصعب بن عمیر کی مدینہ روانگی ⑥ ان لوگوں نے درخواست کی کہ مدینے کے نومسلموں کو دین سکھانے اور تبلیغ کے لئے کوئی صاحب ہمارے ساتھ کر دیئے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مصعب بن عمیر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکے ساتھ کردیا۔

تیسرے سال سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بہتر افراد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سبنے اسی عقبہ میں بیعت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ حضرات کو ان کانقیب بنایا۔ نو قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے۔ انھیں میں ایک نقیب عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ان دونوں خصوصاً بیعت عقبہ ثانیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی دوسری ہی بیعت کے موقع پر مدینہ طیبہ ہجرت کرنا طے ہوا تھا۔ انصار کرام نے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد کیا۔ اور رحمت عالم نے ان میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ فرمایا۔ ـــــ بعد میں ہونے والی ساری فتوحات اور کامیابیوں کی یہ بیعت مقدمہ تھی۔ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخریہ فرمایا۔ کہ میں لیلۃ العقبہ میں حاضر تھا۔ جب ہم نے اسلام پر میثاق کیا تھا۔ میں بدر کی شرکت سے بڑھکر اس کو اہم سمجھتا ہوں اگرچہ لوگوں میں بدر کا چرچا زیادہ ہے۔

ف۵ عصابۃ ⑦ عصابہ۔ یہ دس سے لیکر چالیس آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس کے لئے واحد نہیں۔ اسکی جمع عصائب اور عُصُب بھی آتی ہے۔

ف۲ بیعت ⑧ بایعونی۔ اس کا مادہ بَیْعٌ ہے جس کے معنی بیچنے کے ہیں۔ مبایعت کا معنی آپسمیں خرید و فروخت کرنا ہے مگر یہاں مبایعت کا معنی آپسمیں عہد و پیمان کرنے کے ہیں۔ گویا جس کے پاس جو تھا اس نے دوسرے کو بیچا۔ صحابہ کرام کے پاس جان و مال، آل واولاد تھی وہ بیچا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ جنت بیچا۔ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ

تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا

اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگے ف۹ اور خود گڑھ کر کسی پر بہتان نہ باندھوگے ف۱۰ اچھی بات میں نافرمانی نہ کروگے

فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ

جس نے اس کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے ف۱۳ اور جو ان گناہوں میں کسی کا ارتکاب کر بیٹھے

شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَطَهُوْرٌ

اور اس کو دنیا میں سزا دیدی جائے ف۱۴ تو یہ اسکے لئے کفارہ اور پاک کرنے والی ہے

اِشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کے جان ان کے مال خریدئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے (سورہ توبہ۔ آیت ۱۱۰)

ف۹ قتل اولاد (۹) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ عرب میں رائج تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے اور لڑکوں کو بھی فقر و فاقہ کے اندیشے سے مار ڈالتے تھے۔ یہ بہت ہی وحشیانہ بہیمانہ فعل ہے۔ خون ناحق کے ساتھ قطع رحم وو رندگی بھی ہے۔

ف۱۰ بہتان (۱۰) بہتان اس جھوٹ کو کہتے ہیں جسے سُنکر آدمی مبہوت ہوجائے۔ مثلاً جھوٹا الزام رکھنا کسی پر جھوٹ باندھنا۔ اس کی نہ کہی ہوئی بات اس کے سر منڈھنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہاں خاص زنا کی تہمت مراد ہو۔

افترار (۱۱) افترار کا مادہ فریۃ ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ افترار کے معنی جھوٹ گڑھنا ہے۔ ہر بہتان گڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اب افترا اسکی صفت یا تو، توضیح کے لئے ہے۔ یا اس میں تجرید ہے ـــ بین ایدیکم وارجلکم سے مراد یا تو دل ہے کہ یہ ہاتھ و پاؤں کے درمیان ہے یا انسان کی ذات مراد ہے۔

گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں (۱۲) اچھے کام میں نافرمانی نہیں کروگے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کام کا بھی حکم دینگے وہ اچھا ہی ہوگا۔ اس لئے ،، فی معروف ،، کی قید بیعت کرنے والوں کی تطییب کے لئے تھی۔ اور یہ بتانے کے لئے کہ میں جو بھی حکم دوں گا وہ اچھا ہی ہوگا۔ یا مراد عموم ہے یعنی میری اور میرے بعد جو بھی تم پر حاکم ہو اس کی ہر اچھی بات میں اطاعت کروگے اشارہ فرمادیا کہ معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق

ف۱۳ بیعت کا بدلہ (۱۳) مبایعت میں طرفین کی جانب سے عوض ہوتا ہے صحابہ کرام نے اپنی جانب کا عوض پیش کردیا۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جانب سے عوض پیش فرمارہے ہیں کہ جو اس بیعت پر ثابت قدم رہا۔ اسے اللہ عزوجل ضرور بالضرور اجر

وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ

اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کرے اور اللہ عزوجل اس کو چھپائے رکھے تو یہ اللہ کے سپرد ہے چاہے اسے

وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ۔ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذَالِكَ ١٥

معاف فرمادے چاہے (آخرت میں) سزا دے۔ تو ہم نے ان سب پر حضور سے بیعت کی۔

عطا فرمائے گا۔ یہ اجر کیا ہے؟ اس روایت میں اس کی توضیح نہیں۔ مگر صنابحی کی روایت میں «بالجنۃ» ہے۔

حدود و کفارہ ہیں یا نہیں (۱۴) ان گناہوں میں سے کسی کا اگر کسی نے ارتکاب کیا۔ اور اسے اس پر سزا دیدی گئی۔ تو وہ اسکا کفارہ ہے۔ عام طور پر "سزا" سے حدود اور تعزیر مراد لیا جاتا ہے۔ کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد اگر اس مرتکب پر حد جاری ہوگئی اس کی تعزیر ہوگئی تو اس کا وہ گناہ معاف ہوگیا۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے دوسری احادیث بھی ہیں مثلاً وہ حدیث جو ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

من اصاب ذنبا فعوقب به فی الدنیا فاللہ اکرم من ان یثنی العقوبۃ علی عبدہ فی الآخرۃ۔

جس نے کوئی گناہ کیا اور اس کو دنیا میں اس کی سزا دیدی گئی تو اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ اسے آخرت میں دوبارہ سزا دے۔

دوم۔ جو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد نے روایت کی۔

من اصاب ذنبا اقیم علیہ ذالک الذنب فھو کفارۃ لہ

جس سے کسی گناہ کا صدور ہوا اور اس گناہ کی سزا اسے دیدی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔

سوم۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے طبرانی نے روایت کی۔

ما عوقب رجل علی ذنب الا جعلہ اللہ کفارۃ لما اصاب من ذالک الذنب

کسی کو گناہ پر سزا دیدی گئی تو اللہ تعالیٰ اس سزا کو اس گناہ کفارہ کیلئے کفارہ بنا دیتا ہے۔

احناف کا مسلک اور دلیل (۱۵) احناف کا مسلک یہ ہے کہ حدود و تعزیر گناہوں کے لئے کفارہ نہیں۔ احناف کی دلیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ جسے حاکم نے مستدرک میں اور بزار اور امام احمد نے اور عبدالرزاق نے روایت کیا جسے سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے صحیح مانا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ع۱۵ مغازی۔ حدود۔ احکام۔ مناقب انصار۔ بخاری۔ مسلم حدود۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔

لا ادری، الحدود کفارۃ لاھلھا ام لا میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں۔

یہ حدیث مثبت مدعی نہیں (۱۶) اگر ہمارا مسلک توقف ہوتا۔ جب تو اس سے استدلال صحیح ہوتا ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ کفارہ نہیں۔ اور عدم علم، علم عدم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت معلوم نہیں تھا۔ بعد میں بتا دیا گیا۔ علاوہ ازیں اصول حدیث کا یہ قاعدہ مسلم ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ حدود کے کفارہ ہونے کو ثابت کرنے والی احادیث مثبت ہیں۔ اور یہ نافی۔ اس لئے اس پر وہ احادیث راجح ہوں گی۔

احناف کا استدلال (۱۷) اول۔ قرآن مجید ڈاکوؤں کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا۔

ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ یہ سزا ان ڈاکوؤں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھاری عذاب ہے۔

یہ آیت اس پر نص ہے کہ سزا صرف دنیا میں ان کی رسوائی کے لئے ہے۔ اس سزا کے بعد بھی آخرت کا عذاب عظیم ان کے لئے ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ حدود کفارہ نہیں ورنہ آخرت کا عذاب ان کے لئے نہ ہوتا۔

دوم۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ حالانکہ حدیث میں فرمایا گیا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ تو جب توبہ کر لینے سے گناہ باقی نہ رہے تو حد کو بھی ساقط ہو جانا چاہئے۔ کہ جب گناہ ہے ہی نہیں تو پاک کس سے کریں گے۔

سوم۔ کافر پر بھی حد ہے۔ اور کافر کے گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، پھر ان پر حد کیوں؟ —

چہارم۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

استغفروا لماعز بن مالك لقد تاب توبة لو قسمت بين امة لوسعتهم۔ ماعز کے لئے مغفرت چاہو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت پر تقسیم کی جائے تو سب کو کفایت کرے۔

سوال یہ ہے کہ حد جاری ہو گئی۔ گناہوں سے پاک ہو گئے۔ پھر استغفار کی کیا ضرورت۔ معلوم ہوا کہ حد گناہوں کا کفارہ نہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ انھوں نے توبہ بھی کر لی تھی۔ پھر استغفار کی کیا حاجت۔ ضرور انھوں نے توبہ کر لی تھی۔ مگر توبہ قبول بھی ہوئی یا نہیں۔ یہ کیسے معلوم۔ تو بذات فرمائی کہ تم لوگ بھی استغفار کرو۔ یا یہ کہ استغفار سے مراد یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کی دعا کرو۔

تطبیق (۱۸) اول اب جب کہ قرآن مجید کی نص قطعی اور حدیث اور قیاس تینوں سے ثابت ہو گیا کہ حدود نہ گناہوں کے لئے کفارہ ہیں نہ مطہر۔ اور حدیث بھی نص قرآنی کی مؤید ہے تو لامحالہ ان احادیث کی تخصیص کرنی پڑے گی جن کے ظاہر سے، حدود کے کفارہ ہونے پر

⑲ حدیث دین کی حفاظت و اہمیت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

استدلال کیا جاتا ہے۔ اوّل یہ کہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ آدمی جب سزا پاتا ہے تو توبہ ضرور کرتا ہے جیسا کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گذرا۔ اور غامدیہ خاتون کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لقد تابت توبۃ لو تابہا صاحب مکس لغفر لہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی کہ اگر ناجائز ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو اسے بخش دیا جاتا

چونکہ یہ سزائیں توبہ کے لئے سبب ہیں اور سبب بول کر مسبب مراد لینا عرف عام ہے۔ اس لئے ان تمام احادیث میں مراد یہ ہے کہ وہ حدود و تعزیر کے ساتھ توبہ بھی کرے تو کفارہ ہیں۔

تعارض کے وقت بجائے قرآن مجید کے احادیث ہی میں تقیید کی جائے گی۔

دوم ایک تاویل یہ ہے کہ ان سب میں عوقب، وغیرہ سے مراد مصائب و آلام و تکالیف ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ، اگر مسلمان کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث درج ہیں

ہر تکلیف مسلمان کے لئے سیئات کا کفارہ ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ھم ولا حزن ولا غم حتی الشوکۃ یشاکھا الا کفر اللہ بہا من خطایاہ۔

مسلمان کو جو تکلیف، اذیت، اندوہ، حزن، غم پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے (بخاری و مسلم)

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

لا تسبوا الحمی فانہا تذھب خطایا بنی آدم کما یذھب الکیر خبث الحدید

بخار کو برا مت کہو یہ بنی آدم کے گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

اذا ابتلیت عبدی بحبیبتیہ ثم صبر عوضتھما الجنۃ یرید بہ عینیہ (بخاری)
جب میں اپنے کسی بندے کی دونوں آنکھیں لے لوں اور وہ صبر کرے تو اس کے عوض اسے جنت دوں گا

نیز سب کو معلوم ہے کہ ارشاد فرمایا۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

الشھداء خمسۃ المطعون والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ۔ وزاد ابو داؤد والنسائی سبع وصاحب ذات الجنب والمرأۃ تموت بجمع عن جابر بن عتیک۔
شہید پانچ ہیں۔ جو طاعون میں مرا جو پیٹ کی بیماری میں مرا جو ڈوب کر مرا۔ جس پر دیوار گری اس سے دب کر مرا۔ اور اللہ کے راستے میں شہید۔ ابوداؤد اور نسائی میں جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ شہید سات ہیں پانچ یہ اور جو نمونیہ میں مرا اور جو عورت بچہ پیدا ہونے کے صدمے سے مرے۔

اسی قسم کی احادیث کا پورا دفتر ہے۔ ان چند احادیث سے ظاہر کہ امراض، آلام، تکالیف، اذیتیں، غم واندوہ، حزن وملال، یہ سب گناہوں کے کفارہ ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں بعض ایسے اہم ہیں کہ ان میں مرنے والا شہید ہوتا ہے۔ حدیث عبادہ اور بقیہ ان سب احادیث میں جو اوپر گذری اس کا بھی احتمال ہے کہ یہی سزائیں مراد ہوں۔ اگرچہ یہاں علمار نے عام طور پر صغائر کی تخصیص کی ہے۔ لیکن یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ انھیں گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔ بتا رہا ہے کہ اللہ عزوجل کی شان کریمی سے کیا بعید کہ وہ مصائب وآلام کو کبائر کا بھی کفارہ بنا دے۔ حضرت علی کی حدیث میں اس کا ارشاد واضح موجود ہے اس میں فرمایا۔ فاللہ اکرم ان یثنی العقوبۃ علی عبدہ فی الاخرۃ۔ میں اَن یثنی کا فاعل اللہ عزوجل ہی ہے۔

اس سے ظاہر کہ دنیا میں جو سزائیں ملیں وہ بھی اللہ عزوجل ہی نے دیں۔ حدود وتعزیر کو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ نے حد جاری کی۔ اگرچہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے مگر یہاں گفتگو عرف کی ہے۔ پھر روزمرّہ کا تجربہ ہے کہ جب انسان کسی بیماری یا مصیبت میں پھنستا ہے تو بہت صدق دل سے توبہ کرنے لگتا ہے وہی تاویل یہاں بھی ہو سکتی ہے کہ مراد یہ ہے کہ ان مصائب وآلام کے ساتھ توبہ کرے۔ اور چونکہ یہ مصائب وآلام توبہ کے اسباب ہیں اس لئے اسی پر اکتفا فرمایا۔

یہ بیعت کب ہوئی تھی (۱۹) علاوہ ازیں حدیث زیر بحث میں ایک اختلاف یہ ہے کہ یہ بیعت کب ہوئی تھی۔ علامہ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی اور علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت بیعۃ العقبۃ الاولیٰ کے وقت ہوئی اور یہی امام قاضی عیاض اور دوسرے ائمۂ اعلام کی رائے ہے۔ اس تقدیر پر اس حدیث زیر بحث میں۔ فعوقب،، سے حدود وتعزیر مراد ہو ہی نہیں سکتے۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ

فرمایا۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے [۱] کہ مسلمان کا بہترین مال، بکریاں اور بھیڑیں ہوں گی اپنے

بِہَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ [۱]

دین کو بچانے کے لئے جنھیں لیکر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے گا

اس لئے کہ اس وقت تک حدود و تعزیر نازل ہی نہیں ہوئے تھے

شرک مستثنیٰ ہے (۲۰) ومن اصاب من ذالک میں ذالک کا اشارہ مذکور کی طرف ہے اور مذکور میں شرک بھی ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر معاذ اللہ کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور اسی حالت میں قتل کیا جائے تو اس پر فریقین کا اجماع ہے کہ یہ جہنمی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم سے کفر و شرک خارج ہیں اس لئے کہ فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ۔ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں معاف فرمائے گا۔ جب کتاب اللہ سے کتاب اللہ کی تخصیص درست۔ تو حدیث کی بدرجہ اولیٰ درست۔

تشریحات (۱۹)

حضرت ابو سعید خدری الخزرجی انصاری [۱] (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو سعید کنیت ہے۔ نام سعد بن مالک بن سنان بن عبید یا عبد بن ثعلبہ بن عبید۔ عبید کے باپ کا نام اَبْجَر ہے اور انھیں کو خُدرہ بھی کہتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خُدرہ اَبْجَر کی ماں کا نام ہے۔ غزوۂ اُحُد کے موقع پر باوجود صغر سنی کے جوش جہاد میں لشکر میں شامل ہو گئے مگر بعد میں کم سنی کی وجہ سے لوٹا دیئے گئے اس کے بعد بارہ غزوات میں ہم رکاب سعادت رہے ان کے والد نے غزوۂ اُحُد میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ یہ صحابہ میں بہت عالم فاضل مشہور تھے۔

نہایت جری حق گو بزرگ تھے۔ چونکہ اوائل عہد میں جو حاکم تھا وہی نماز بھی پڑھاتا تھا۔ مروان بن الحکم جب مدینے کا حاکم تھا۔ نماز عیدین بھی پڑھاتا تھا۔ لوگ نماز پڑھ کر بغیر خطبہ سنے ہوئے چل دیتے تھے۔ یہ خطبے میں بہت دل آزار باتیں کہتا تھا جو سنی نہیں جاتی تھیں۔ یہ دیکھ کر مروان نے چاہا کہ نماز عید کے پہلے خطبہ پڑھے۔ مروان منبر کی طرف بڑھا کہ خطبہ پڑھے۔ حضرت ابو سعید نے اس کے کپڑے پکڑ کر گھسیٹا کہ منبر پر نہ چڑھ جائے۔ مگر وہ منبر پر چڑھ گیا اور خطبہ پڑھا۔ اس پر حضرت ابو سعید نے فرمایا تم لوگوں نے سنت بدل ڈالی [۲]

واقعہ حرہ میں یزیدی ظالموں نے ریش مبارک نوچ ڈالی تھی۔ غالباً یہ مروان والے واقعہ کا انتقام تھا مکثرین حدیث میں یہ بھی ہیں ان سے گیارہ سو ستر احادیث مروی ہیں۔ چھیالیس امام بخاری اور مسلم دونوں نے۔ سولہ تنہا بخاری نے اور باون مسلم نے تنہا روایت کی۔

اجلہ صحابہ مثلاً خلفائے راشدین، اپنے والد۔ مالک اور اپنے ماجائی بھائی قتادہ بن نعمان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے۔ حضرت ابن عمر و ابن عباس نے بھی ان سے حدیث روایت کی ہے۔ تابعین کی گنتی نہیں ۷۴ھ یا ۶۳ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

[۱] بخاری، عیدین، فتن، علامات نبوت، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، مسند امام احمد۔ [۲] بخاری اول ص ۱۳۱ [illegible]

(۲۰) حدیث، قد غفرلك ما تقدم من ذنبك

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو جب

وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ، اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ

کوئی حکم دیتے تو انھیں کاموں کا حکم دیتے جن کی انھیں طاقت ہوتی۔ اس پر صحابہ عرض کرتے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى

یارسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آج سے پہلے اور آج کے بھی بعد بھی گناہ سے محفوظ

يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ. ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا[1]

رکھا ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ناراض ہوتے کہ اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہو جاتا۔ پھر فرماتے میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کی معرفت رکھتا ہوں۔

صحابہ کرام میں سعد بن مالک وقاص اور سعید بن مالک عذری ان کے ہم نام ہیں

تشریحات (۱۹)

لغات (۲) اُوشَكَ کے معنی، سرعت، تیزی۔ جلدی کے ہیں کہا جاتا ہے اوشك فلان ای اسرع جلدی کی۔ اوشك یہاں افعال مقاربہ میں سے ہے اسکے معنی ہیں، قریب ہے، غنم لفظ مونث اور اسم جنس ہے۔ قلیل، کثیر سب پر بولا جاتا ہے۔ نر پر بھی اور مادہ پر بھی۔ یہ بکری اور بھیڑ دونوں کے لئے آتا ہے۔ شعف۔ شعاف۔ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں فتن فتنہ کی جمع ہے یہ عموماً ناپسند چیزوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ لفظی ترجمہ آزمائش ہے۔

حدیث کا مفاد (۳) حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کفر و معاصی کا اتنا غلبہ ہو جائے گا کہ دینداروں کو آبادی میں رہنا سخت دشوار ہوگا۔ مجبور ہو کر اس زمانے میں دیندار۔ گوشہ نشینی اختیار کریں گے۔ یہ گوشہ نشینی کہیں بھی ہو۔ پہاڑ کی چوٹیوں کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ یوں ہی غنم کا بھی۔ مراد یہ ہے کہ دیندار دین بچانے کے لئے کہیں بھی گوشہ نشین ہو جائینگے۔ اور قوت لایموت کے لئے حلال وطیب مال پر قناعت کرینگے۔

(۴) انسان تین قسم کے ہیں۔ مفید۔ مستفید۔ منفرد۔ مفید وہ ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہونچائے۔ مستفید۔ وہ کہ خود دوسروں سے فائدہ حاصل کرے۔ منفرد وہ کہ دوسرے سے اسے فائدہ لینے کی حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز۔

تشریحات (۲۰)

حدیث کا مطلب (۱) حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ لوگوں کو ایسے ہی اعمال

[1] یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ مسند امام احمد

(۲۱) حدیث۔ نجات مومن

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَھْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ

جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا

کا حکم دیتے جس کو لوگ آسانی کے ساتھ پابندی سے کر سکیں۔ ایسے اعمال کا حکم نہیں دیتے کہ آدمی کچھ دن جوش میں کرے پھر چھوڑ دے اور صحابہ کرام کو شوق تھا کہ ہم زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کریں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ معصوم ہیں ہم معصوم نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ عمل کرنا لازم ہے۔ اس پر غضب طاری ہوگیا۔ فرمایا۔ میں تم سب لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ اور اللہ کا علم رکھنے والا ہوں

مراد یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی محرک دو چیزیں ہیں۔ خشیت خداوندی اور اس کی معرفت۔ جتنی زیادہ اس کی معرفت ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی خشیت ہوگی۔ چونکہ میری معرفت تم سب لوگوں سے زائد ہے اس لئے میرے اندر خشیت الٰہی بھی تم سب لوگوں سے زائد ہے۔

اتقاکم، قوت عملیہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کی جانب اشارہ ہے اور اعلمکم قوت علمیہ میں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں

ذنب کے معنی کی تحقیق (۲) ان اللہ قد غفر لک کا مطلب ہم نے یہ بتایا کہ آپ معصوم ہیں ـــــ اس کی وجہ یہ کہ ذنب کے معنی گناہ کے بھی ہیں اور الزام کے بھی۔ قرآن مجید میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول مذکور ہے لھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون۔ ان کا مجھ پر الزام ہے مجھے اندیشہ ہے کہیں قتل نہ کر دیں۔ غفر کے معنی چھپانے کے ہیں۔ عباب میں ہے الغفر تَغْطِیَۃٌ۔ اور اس کے معنی مٹانے کے بھی ہیں اب قد غفر اللہ الخ کا مطلب یہ ہوا کہ آپ پر جتنے بھی الزامات لگے یا لگائے جائیں گے سب کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا۔ ماضی کے کا مٹایا جانا ظاہر ہے اور آئندہ کے الزاموں پر ماضی کا اطلاق اس لئے ہے کہ ان کا مٹایا جانا یقینی ہے۔ عرض کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ عز وجل نے گناہوں سے پاک اور معصوم رکھا ہے حتیٰ کہ دشمنوں نے جو الزام لگائے ان کو بھی محو فرما دیا اور آئندہ بھی جو لگائے جائینگے کالعدم ہیں۔

عام طور پر ذنب کے معنی گناہ کے کئے جاتے ہیں اور غفر کے معنی بخشنے کے اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گناہ کا صدور ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمایا۔ اب اگر کسی کو یہی اصرار ہو کہ ذنب کے معنی گناہ ہی کے ہیں تو اسکی توجیہ

اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے دوزخ سے نکالو اس پر ایسے بھی لوگ نکالے جائیں گے جو

قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَاءِ اَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ

جل کر کوئلہ کی طرح کالے ہو چکے ہوں گے۔ پھر ان کو نہر حیار یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا راوی حدیث مالک کو شک

كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ

اس سے ان کے جسم سے اس طرح (تیزی) سے گوشت اٹھیگا جیسے بہتے پانی کے کنارے سبزہ۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ وہ

مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو اَلْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِّنْ خَيْرٍ

زرد لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ وھیب نے کہا ہم سے مالک نے جو حدیث بیان کی اس میں نہر الحیاۃ کہا اور خردل من خیر[1]

۲۲ حدیث فضیلت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عن ابی امامۃ

حضرت ابوسعید

بْنِ سَهْلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خواب کی حالت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ

میں کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے وہ لوگ کرتا پہنے

يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَادُوْنَ

ہوئے تھے کسی کا کرتا سینے تک کسی کا اس سے کم

یہ ہے کہ غفر کے اصل معنیٰ چھپانا اور ڈھانکنا ہے۔ عینی میں ہے۔

الغفر فی اللغۃ الستر وفی العباب الغفر التغطیۃ (ص ۱۶۶ ج اول) غفر کا معنیٰ لغت میں چھپانا ہے عباب میں غفر کا معنیٰ ڈھانکنا ہے۔ اس تقدیر پر اس کا معنیٰ وہی ہوگا جو ہم نے کیا یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا۔ قسطلانی میں ہے۔ اَی حال بینک وبین الذنوب فلا تاتیھا لان الغفر الستر۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اور گناہوں کے درمیان حائل ہوگیا اس لئے آپ سے گناہ صادر نہ ہوا

تشریحات (۲۱)

لغات (۱) مثقال کا مصدر ثقل ہے۔ یہ اصل میں اسم آلہ ہے اور یہاں مطلق وزن اور مقدار مراد ہے۔ مثقال شرعی سو عدد جو

[1] صفۃ الجنت والنار بخاری۔ ومسلم ایمان۔ نسائی۔ موطا امام مالک۔ دارقطنی

ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ

اور عمر بن خطاب میرے سامنے لائے گئے وہ ایسا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے جس کو گھسیٹ رہے تھے لوگوں

ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ ؎۱

نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ حضور نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا۔ دین۔

۲۳ حدیث۔ حیاء ایمان سے ہے عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے قریب سے گذرے

الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جو اپنے بھائی کو حیاء سے (بچنے کی) نصیحت کر رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ ؎۲

فرمایا اسے چھوڑ دو اسلئے کہ حیاء ایمان (کی علامت) ہے

دُم بریدہ متوسط کے ہم وزن ہوتا ہے اور سابق مروجہ وزن سے چار ماشے چار رتی ہے۔ حیاء کے معنیٰ شرمندگی ہے اور حیار بغیر ہمزہ کے معنیٰ بارش کے ہیں بعض روایت میں حیآء ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح حیار بغیر مد کے ہے۔ حِبَّۃٌ کی جمع حِبٌّ بمعنی بیج کے ہے خواہ کسی چیز کی ہو۔ اور گیہوں کا دانہ

مومن انجام کار نجات پائے گا (۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کچھ مومن گنہ گار ایسے بھی ہوں گے جو جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ لیکن ایمان کی بدولت پھر جہنم سے نکالے جائیں گے۔ جہنم میں رہنے کی وجہ سے یہ کالے ہو جائیں گے ان کو نہر حیات یا نہر حیا میں غوطہ دیا جائیگا جس سے یہ اپنی حالت پر آکر تر و تازہ ہو جائیں گے۔

تشریحات (۲۲)

حدیث کی توجیہ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

؎۱ تعبیر۔ فضل عمر۔ تعبیر بخاری۔ مسلم فضائل۔ ترمذی: نسائی۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔ ؎۲ کتاب الادب باب الحیاء بخاری۔ مسلم ایمان ترمذی بر۔ نسائی ایمان۔ ابوداؤد سنت۔ ابن ماجہ مقدمہ و زہد۔ موطا امام مالک، حسن الخلق مسند امام احمد۔

۲۴ حدیث قتال کی حد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی

وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا

معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں۔ اور زکوٰۃ دیں۔ تو جب وہ ایسا کریں تو ان لوگوں

تعالیٰ عنہ سے بھی افضل ہوں۔ یہ اہلسنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف بھی ہے اور اس کا کوئی قائل بھی نہیں۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت مطلقہ احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے اسلئے وہ احادیث اس کی مخصص ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور سب لوگوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین زائد ہے اور وہ ان لوگوں سے افضل ہیں

تشریحات ۲۳

حیا ایمان سے ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک انصاری کے بھائی بہت شرمیلے تھے ان کے بھائی ان کو سمجھا رہے تھے کہ حیا مت کرو اتفاق سے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں گذر ہوا تو فرمایا۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو حیا ایمان سے ہے یعنی ایمان کے آثار میں سے ہے حیا کبھی واجب و فرض ہوتی ہے جیسے کسی ناجائز و حرام کے ارتکاب سے حیا، کبھی مندوب جیسے مکروہ سے بچنے میں حیا، کبھی مباح کسی مباح شرعی کے کرنے سے حیا۔

تشریحات ۲۴

الناس کیا مراد ہے (۱) الناس سے مراد تمام کفار ہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف مشرکین مراد ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں بجائے الناس کے المشرکین وارد ہے۔ مگر یہ تخصیص درست نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ تمام کفار کو عام ہے خواہ وہ مشرک ہوں خواہ نہ ہوں۔ اور نسائی کی روایت کی توجیہ یہ ہے۔ کہ جب یہ حکم تمام کفار کے لئے ہے۔ تو مشرکین کے لئے بھی ہے۔ تو اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ مجھے مشرکین سے لڑنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ ایمان کی شہادت دیں۔

اقرار ایمان دنیوی احکام کے اجرا کیلئے کافی ہے (۲) حَتّٰی یَشْهَدُوْا سے ظاہر ہو گیا کہ اقرار ایمان کے بعد مومن ہونے کا حکم لگادینگے

ذَالِكَ عَصَمُوا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ

اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان کا حساب

عَلَى اللّٰهِ عا

اللہ پر ہے

۲۵ حدیث ایمان عمل ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

اگر ظاہر اس اقرار کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے، بت پوجتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے تو وہ ہرگز مومن نہیں۔

بے نمازی کا حکم (۳) امام شافعی اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ بے نمازی کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ قید رکھا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ امام شافعی پر دو طرح نقض ہے ایک یہ کہ بے نمازی کو قتل کا حکم دیتے ہیں اور تارک زکوٰۃ کے قتل کو جائز نہیں رکھتے۔ اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں اقاتل وارد ہے۔ یہ باب مفاعلت سے ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے قتال کے حکم سے قتل پر استدلال درست نہیں۔

حق اسلام کی توضیح (۴) مراد یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد انھیں بے مہار نہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ اگر کوئی ایسا جرم کریں گے جو موجب قتل ہوگا۔ تو انھیں بطور سزا قتل کیا جائے گا۔ مثلاً کسی کو قتل کریں گے تو قصاص واجب ہوگا، زنا کریں گے تو اس کی سزا ان کو دی جائے گی۔

حسابھم علی اللہ کا مفاد (۵) اقرار ایمان کے بعد اس پر مومن کے احکام جاری ہوں گے اور اگر اس کے دل میں کھوٹ ہے تو اللہ عزوجل خوب جانتا ہے اس کا حساب کرے گا۔

تشریحات ۲۵

لغات (۱) جہاد کا مادہ جہد ہے اس کے لغوی معنی مشقت کے ہیں اصطلاح شرع میں جہاد کے معنی ہیں اسلام کی حفاظت

علہ مسلم۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ
سے سوال کیا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پھر پوچھا گیا

ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ ۂ
اس کے بعد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا اس کے بعد؟ فرمایا حج مبرور

داشاعت وسربلندی کے لئے مخالفین اسلام سے جنگ کرنا۔ مبرور۔ بِرٌّ سے ہے یہاں مَبْرُوْر سے مراد مقبول ہے۔ بِرّ کے لغوی معنی خیر جمع کرنے کے ہیں۔ اور محاورہ میں مختلف معانی کے لئے آتا ہے نیکی۔ وہ کام جس میں گناہ نہ ہو۔ قسم پوری کرنا۔ ریاء سے خالی کوئی نیک عمل کرنا۔ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا۔ مطلق احسان۔

حج مبرور کی علامت (۲) حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ آدمی حج کے بعد پہلے سے زیادہ دیندار ہو جائے۔

ایمان عمل قلب ہے (۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال یہ ہوا تھا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ جو لوگ عمل کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ عمل افعال جوارح کے ساتھ خاص نہیں۔ قلب کے فعل کو بھی عمل کہتے ہیں۔ بلکہ فعل بھی کہتے ہیں۔ اس سے دو باب پہلے خود امام بخاری نے فرمایا ان المعرفۃ فعل القلب۔ اسی باب میں قول پر عمل کا اطلاق تسلیم کیا۔ عما کانو یعملون کی تفسیر فرمائی عن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ اس کے پہلے والی آیت میں بما کنتم تعملون کے عموم میں تصدیق داخل ہے۔ اگر دل کے افعال پر عمل کا اطلاق درست نہ ہوتا تو تعملون میں تصدیق قلبی کیسے داخل ہوتی۔ اس لئے اس سے اعمال کے داخل ایمان ہونے پر استدلال تام نہیں۔ ہاں اس حدیث میں اگر عمل سے مراد اقرار باللسان لیں تو معاملہ بے غبار ہے۔

افضل الاعمال کا مطلب (۴) گزر چکا کہ مختلف احادیث میں افضل الاعمال کا اطلاق مختلف عبادات پر آیا ہے۔ وہیں یہ توجیہ بھی گذری کہ سائلین یا سامعین یا وقت کے لحاظ سے فرمایا۔ یا ہر جگہ مِنْ محذوف مانا جائے۔ مراد یہ ہے کہ افضل الاعمال میں سے یہ بھی ہے اور فلاں عمل بھی فلاں عمل بھی۔

حج افضل ہے یا جہاد (۵) اس حدیث کے سیاق سے ثابت کہ جہاد حج سے افضل ہے لیکن یہ بھی مطلقاً نہیں جہاد اگر فرض عین ہو جائے مثلاً دشمن ہجوم کر کے کسی آبادی کو گھیر لیں تو بلاشبہ حج سے افضل ہے۔ اس عہد مبارک کی عمومی حالت یہی تھی۔ ورنہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ حج جہاد سے افضل ہو مثلاً جہاد فرض عین نہیں یا ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جہاد فرض ہی نہ ہو اور ایک شخص پر حج فرض ہو چکا ہے

ـــــــــــــــــــــــــــــ

۱؎ مسلم ترمذی نسائی کتاب الایمان۔

(۲۶) حدیث مؤمنا او مسلما

عَنْ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو اس کے لئے حج ہی افضل ہوگا۔ مختصر یہ کہ اعمال میں فضیلت کی ترتیب کلی اور قطعی نہیں مقرر کی جا سکتی۔

تشریحات (۲۶)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) وقص کے معنی توڑنے کے ہیں۔ وقاص مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توڑنے والا۔ ان کا نام مالک ہے اور کنیت ابو اسحق۔ نسب نامہ یہ ہے:۔ مالک بن وُہیب یا اُہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ کلاب تک پہنچ کر شجرۂ نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ وُہیب حضرت آمنہ کے چچا تھے۔ اور بروایتے انھیں نے حضرت آمنہ کا عقد، حضرت عبداللہ سے کیا تھا۔ حضرت سعد ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جب سامنے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ میرے ماموں ہیں کوئی مجھے ایسا ماموں دکھائے۔

آپ اسلام قبول کرنے والوں میں پانچویں یا ساتویں فرد ہیں۔ اسلام قبول کرتے وقت ان کی عمر مبارک چودہ یا سترہ سال کی تھی۔ عشرۂ مبشرہ اور مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں جب عام انتشار پھیل گیا۔ یہ ان چودہ جاں نثار بہادروں میں سے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔ بہت ماہر تیر انداز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھا اٹھا کر تیر دیتے تھے اور فرماتے۔

ارم یاسعد فداك ابی وامی — اے سعد تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ـــــ

یہ محبت بھرا جملہ سوائے ان کے اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر کے کسی کے لئے کبھی نہیں فرمایا۔

ان کا خطاب فارسِ اسلام، فاتحِ ایران بھی ہے۔ سب سے پہلے راہ خدا میں انھوں نے تیر چلایا۔ اور سب سے پہلے انھوں نے دشمنِ اسلام کو جہنم رسید کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران کے فاتح۔ لشکر کے سپہ سالار بھی تھے۔ کوفہ کو انھوں نے بسایا۔ عرصے تک کوفے کے حاکم رہے۔ اخیر عمر میں گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جو فتنے اٹھے سب سے الگ تھلگ رہے۔ مدینے سے دس میل کی دوری پر عقیق میں ایک عالیشان مکان بنوایا تھا اسی میں رہتے تھے۔ یہیں ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں ستر سے زائد عمر پا کر وصال فرمایا۔ جنازہ مبارکہ وہاں سے اٹھا کر مدینے لایا گیا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں آسودہ ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سب کے بعد یہ

اَعْطٰی رَھْطًا وَّسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے ایک جماعت کو کچھ مال دیا اور سعد وہاں بیٹھا ہوا تھا اور انھیں میں سے ایک ایسے شخص کو کچھ نہیں دیا جو مجھے بہت پسندیدہ

وَسَلَّمَ رَجُلًا فِیْھِمْ ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُمْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

تھا۔ (میں اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب گیا اور رازدارانہ لہجے میں) میں نے عرض کیا

واصل بحق ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ اے اللہ ان کا تیر بے خطا بنا اور ان کی دعا قبول فرما۔

اس کے اثر سے صحابہ کرام میں سب سے زیادہ قدر انداز تھے۔ اور ان کی دعا ہمیشہ قبول ہوئی۔ لوگ ان کی دعائے خیر کی امید رکھتے اور ان کی بد دعا سے ڈرتے تھے۔

ان سے دو سو ستر احادیث مروی ہیں۔ پندرہ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور پانچ افراد بخاری سے اور اٹھارہ افراد مسلم سے ہیں۔ صحابہ کرام میں سعد نام کے سو سے زائد ہیں۔

لغات (۱) رَھْط۔ اس جماعت کو کہتے ہیں جو دس سے کم ہو۔ یعنی کم از کم تین سے لیکر نو تک۔ جو سب کے سب مرد ہوں کوئی عورت نہ ہو۔ بعضوں نے کہا سات سے دس تک کو رہط اور سات سے کم تین تک کو نفر کہتے ہیں۔ نو سے اگر کچھ زائد ہو جائے تب بھی رہط کا اطلاق درست ہے۔ نیز اس کے معنی اپنے قبیلے والوں کے بھی ہیں۔ نیز قریبی مورث کی اولاد کو بھی کہتے ہیں۔ یہ اسم جمع ہے اس کے لئے واحد نہیں۔ ان تیکبہ اللہ۔ اوندھے منہ گرنے کے معنی میں ہے۔ یہ ان چند عجیب وغریب افعال میں سے ہے کہ مجرد سے متعدی آتا ہے۔ اور باب افعال سے لازم۔ اس کے مثل اور چند افعال ہیں۔ جیسے اَجْحَمَ۔ جَحَمَ۔ اَنْسَلَ۔ نَسَلَ۔ اَمْرَیٰ۔ مَرَیٰ۔ اَنْزَفَ۔ نَزَفَ۔ اَشْنَقَ البعیر رفع راسہا۔ شَنَقَ۔ اَقْشَعَ۔ قَشَعَ۔ رَجُلًا۔ واقدی میں ہے ان کا نام جعیل بن سراقہ ضمری تھا۔ اُرَاہٗ۔ مشہور ومعروف روایت ہمزہ کے ضمّے کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں۔ میں گمان کرتا ہوں۔ مگر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح ہمزے کے فتحے کیساتھ ہے معنی میں اَعْلَمُ کے یعنی میں یقینی طور پر اسے مسلمان جانتا ہوں۔ اس لئے کہ اگر یقین نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلقین کے باوجود بار بار تکرار نہ کرتے۔ اَوْمُسْلِمًا واؤ کے سکون کے ساتھ۔ اَوْ تقسیم یا تنویع یا شک اور شریک کرنے کے لئے آتا ہے امام قاضی عیاض نے فرمایا اسے واؤ کے فتحے کے ساتھ پڑھنا خطا ہے تحقیق یہ ہے کہ یہ اضراب کے لئے ہے جس پر قرینہ ابن اعرابی کی یہ روایت ہے جو ان کی معجم میں ہے۔ لَا تقل مومن قل مسلمٌ مومن مت کہہ مسلمان کہہ۔

تالیف قلب کے لئے عطا (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ نئے اسلام لانے والوں کو تالیف قلب کے لئے کچھ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُہٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ

یارسول اللہ آپ نے فلاں کو کچھ نہیں دیا بخدا میں اسے مومن جانتا ہوں فرمایا۔ یا مسلمان۔ پھر میں تھوڑی دیر

اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُ

خاموش رہا مجھے اس کا جو حال معلوم تھا اس نے پھر مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا میں نے عرض کیا حضور نے اس کو

لِمَقَالَتِیْ فَقُلْتُ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ

کیوں نہیں عطا فرمایا؟ بخدا میں اس کو مومن جانتا ہوں ارشاد فرمایا۔ یا مسلمان۔ پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ لیکن

قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِیْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

اس کا حال جو مجھے معلوم تھا اس نے مجھے پھر سوال کرنے پر مجبور کیا میں نے وہی سوال دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ خَشْیَۃَ اَنْ

وسلم نے وہی جواب ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا مجھے زیادہ

یَّکُبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ۔ع

پیارا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اس لئے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو اوندھا جہنم میں نہ گرا دے

عطا فرمادیا کرتے تھے ایسے ہی افراد میں سے کچھ لوگوں کو عطا فرمایا اور ایک صاحب کو کچھ نہیں دیا اس پر حضرت سعد نے وہ عرض کیا جو حدیث میں مذکور ہے۔

تلقین کی وجہ (۳) ایمان اور اسلام حقیقی معنی کے اعتبار سے ایک ہی ہیں مگر اسلام کا اطلاق بسا اوقات ظاہری اطاعت و فرمانبرداری پر ہوتا ہے۔ چونکہ مومن ہونے کی بنیاد تصدیق قلبی پر ہے اور یہ باطنی چیز ہے اور مسلمان ہونے کا مدار اطاعت پر ہے یہ ظاہری چیز ہے۔ باطنی چیز پر اطلاع عوام کا کام نہیں۔ اور ظاہری حالت کو ہر شخص جان سکتا ہے جب حضرت سعد نے اس کے مومن ہونے کا یقین کر کے قسم کے ساتھ بیان کیا تو حضور نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ کہ باطنی چیز پر کیسے اتنا یقین کرتے ہو کہ اس پر قسم کھا بیٹھے۔ یہ کہو کہ اس کو مسلمان جانتا ہوں یہ احتیاط عہد رسالت تک محدود تھی اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلوں کا حال جانتے تھے اور مومن و منافق کو خوب پہچانتے تھے عہد رسالت کے بعد چونکہ کسی پر منافق ہونے کا حکم لگانا منع ہے۔ اس لئے اگر کوئی اسلام کا اقرار کرتا ہے تو اسے بلا دریغ مومن کہیں گے۔ اسلئے کہ اب باطنی حال جاننے کا یقینی ذریعہ نہیں۔ اب مدار اقرار پر ہے

یہ صاحب مومن مخلص تھے (۴) یہ شخص مومن مخلص تھے جیسا کہ بعد کے حصے سے ظاہر ہے کہ فرمایا جسے میں نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ عزیز ہوتا ہے

۵ ایضا کتاب الزکوٰۃ، مسلم ایمان و زکوٰۃ، ابو داؤد۔

کمال ایمان (ت)

وَقَالَ عَمَّارٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِیْمَانَ

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نے تین چیزوں کو جمع کر لیا اس نے ایمان (کی علامتوں) کو جمع کر لیا

اَلْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ۔ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ

اپنے نفس سے انصاف کرنا۔ اور سب کو سلام کرنا۔ اور تنگ دستی میں خرچ کرنا۔

اور حضرت سعد سے جو فرمایا اس سے صرف انھیں ایک اصولی بات کی تعلیم دینی مقصود تھی اس شخص کے بارے میں شبہہ کا اظہار مقصود نہ تھا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) یہ اولاد قحطان سے یمن کے باشندے تھے۔ ان کے والد یاسر یمن سے مکہ آئے اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف بنے۔ اس نے اپنی کنیز سُمَیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یاسر کا نکاح کر دیا جن سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ ابوحذیفہ نے حضرتِ عمار کو آزاد کر دیا۔ یہ اور ان کے والدین قدیم الاسلام ہیں۔ ان کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں ابوجہل نے شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد کو ظالم طرح طرح سے ستاتے تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر لٹا دیتے، تکلیف کی شدت کی وجہ سے حواس مختل ہو ہو جاتے۔ ایک بار اسی عالم میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو فرمایا۔

اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ — اے آل یاسر صبر کرو۔ تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

ایک بار ستم شعاروں نے انھیں آگ میں ڈال دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے آبلوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ عمار کما کنتِ علیٰ ابراھیم — اے آگ عمار پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا جیسا کہ ابراہیم پر ہوئی تھی۔

تقتلك الفئۃ الباغیۃ — اے عمار تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ شرف ان کو اور حضرت صدیق اکبر کو ملا۔ کہ ان کے والدین بھی مسلمان ہوئے۔ مگر یہ حصر صحیح نہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت معاویہ کو بھی یہ شرف ملا ہے۔

یہ تیس سے کچھ اوپر اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی۔ پھر مدینہ طیبہ۔ تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی

لہ ابوالقاسم للکائی، امام احمد کتاب الایمان، یعقوب بن ابن شیبہ، مسند، جامع معمر، مصنف عبدالرزاق، مسند بزار، بغوی شرح السنۃ، ابن الاعرابی معجم و طبرانی کبیر۔

⑳ حدیث۔ کفران العشیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرِیْتُ النَّارَ فَاِذَا اَکْثَرُ اَھْلِھَا النِّسَاءُ یَکْفُرْنَ۔ قِیْلَ اَیَکْفُرْنَ

نے فرمایا۔ مجھے جہنم دکھائی گئی میں نے جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا کفر (ناشکری) کرتی ہیں۔ عرض

بِاللّٰہِ؟ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ

کیا گیا کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں ارشاد فرمایا نہیں۔ وہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی اگر تم ان میں

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اسی میں ۳۷ھ میں ترانوے یا چورانوے سال کی عمر پاکر شہید ہوئے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور شہادت کے وقت جسم پر جو کپڑے تھے اسی میں ان کی وصیت کے مطابق دفن فرمایا۔ ان سے دوسو ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ دو بخاری اور مسلم دونوں نے، تین صرف بخاری نے اور ایک صرف مسلم نے روایت کی۔

ایمان سے مراد کمال ایمان ⑵ فقد جمع الایمان سے مراد یہ ہے کہ اس نے کمال ایمان جمع کر لیا جیسا کہ شعبہ کی روایت میں یوں ہے فقد استکمل الایمان۔ العالم اگرچہ ماسوی اللہ کو کہتے ہیں مگر یہ اپنے عموم کلی پر نہیں۔ اولاً عالم میں حیوانات، نباتات، جمادات بھی داخل ہیں۔ وہ ہرگز مراد نہیں۔ مراد یہ ہے جو سلام کرنے کے اہل ہوں خواہ اس سے تعارف ورشتہ ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کافر بد مذہب فساق نکل گئے اس لئے کہ سلام کے اہل نہیں جیسا کہ حدیث ۲۱ میں دلائل مذکور ہوئے۔

حدیث کا مطلب ⑶ حدیث کا مطلب یہ ہے جس مسلمان میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ کامل الایمان ہے۔ ایک یہ کہ اپنے ساتھ انصاف کرتا ہو۔ اپنے ساتھ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ تمام مامورات کو ادا کرتا ہو اور تمام منہیات سے بچتا ہو۔ انصاف کی ضد ظلم ہے اور کفر و شرک اور معصیت کا ارتکاب نفس پر ظلم ہے اس لئے انصاف کا مطلب ہوا تمام معاصی سے اجتناب۔ دوسرے ہر مسلمان غیر فاسق کو سلام کرنا خواہ اس سے اس کی جان پہچان ہو خواہ نہ ہو کوئی تعلق ہو خواہ نہ ہو۔ تیسرے تنگدستی کے باوجود راہ خدا میں خرچ کرتا ہو۔

تشریحات ⑳

⑴ دھر کے معنی زمانہ۔ ابد۔ دنیا کی پوری مدت۔ کسی قوم کی پوری مدت۔ آتا ہے۔ کفر کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ یہاں احسان

الدَّھرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئاً قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْراً قَطُّ۔

سے کسی کے ساتھ زمانہ بھر احسان کرو پھر اگر تم سے کوئی بات ناپسند دیکھے تو کہدیگی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی ۔

(۲۸) حدیث ۔ آپس میں قتال کا حکم

عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُوبَكْرَةَ

حضرت احنف بن قیس نے فرمایا میں اس شخص (حضرت علی) کی مدد کے لئے چلا ۔ مجھ سے ابو بکرہ ملے اور

چھپانا مراد ہے ۔ یعنی ناشکری ۔ نیز کفر کے معنی برارت اور بیزاری کے بھی ہیں ۔ یہاں مراد ناشکری ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناشکری گناہ ہے ۔ لزوماً ثابت ہوا کہ احسان شناسی واجب ہے ۔ نیز ثابت ہوا کہ جس طرح اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق آتا ہے اسی طرح معاصی پر کفر کا اطلاق وارد ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جہنم اسوقت مخلوق اور موجود ہے جہنم امور غیبیہ میں ہے ۔ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ۔ اس سے ثابت کہ حضور غیب جانتے تھے ۔ عورتوں کے جہنم میں زیادہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ بقیہ گناہوں میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں ۔ اور یہ گناہ، شوہر کی ناشکری احسان فراموشی چونکہ عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے ۔ اس لئے یہ جہنم میں زیادہ نظر آئیں ۔ پھر شوہر کی ناشکری تو صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے ۔ عورتوں کو ناقصات عقل باعتبار اکثر کے فرمایا گیا ۔ کہ ان میں زیادہ تر کم عقل ہوتی ہیں ۔ ورنہ بعض بعض تو مردوں سے بھی زیادہ عاقل ہوتی ہیں ۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے ۔ مفصل باب الکسوف میں آئے گی ۔

تشریحات (۲۸)

احنف بن قیس (۱) تابعی ہیں ان کا اصل نام ضحاک یا صخرہ ہے اور کنیت ابو بحر ہے ۔ مشہور احنف کے ساتھ ہیں ۔ احنف کے معنیٰ ٹیڑھے پاؤں والا یا وہ شخص جس کا پاؤں مڑا ہوا ہو اور وہ پاؤں کی پیٹھ کے بل چلتا ہو ۔ انھیں زمانہ اقدس ملا ۔ اسی عہد میں مسلمان بھی ہوئے لیکن زیارت سے محروم رہے ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ مرو الروذ انھوں نے فتح کیا ۔ اس لشکر میں ان کے جھنڈے کے نیچے امام حسن بصری اور امام محمد بن سیرین بھی تھے ۔ حضرت عمر، علی، عباس وغیرہ صحابہ سے حدیث سنی ان سے امام حسن بصری وغیرہ نے ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۶۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) ان کا نام نفیع ہے یا مسروح ۔ یہ طائف کے باشندے تھے ۔ حارث بن کلدہ کے غلام ۔ ان کی ماں وہی سمیّہ ہے جو زیاد کی ماں ہے ۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا اور یہ اعلان کر دیا ۔ کہ جو غلام میرے

ایضاً کتاب النکاح ۔ کفران العشیر کتاب الصلوٰۃ صلوٰۃ الکسوف جماعۃ ومن صلی وقد امسناد کتاب الاذان باب رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ وبدء الخلق ۔ باب فی صفۃ الشمس والقمر ۔ مسلم عیدین وکسوف ۔

فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ. قُلْتُ اَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ. قَالَ اِرْجِعْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ

انھوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے بتایا اس شخص کی مدد کے لئے جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا واپس ہو جاؤ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا الْتَقَا الْمُسْلِمَانِ

اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جب دو مسلمان[۵۴] اپنی اپنی تلواریں لیکر

بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِى النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ

لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں میں نے عرض کیا قاتل تو جہنمی ہوگا مگر مقتول کیسے ہوگا؟

فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ[۱]

فرمایا مقتول اس لئے ہوگا کہ وہ اپنے مدمقابل کو قتل کرنے کا عزم مصمم رکھتا تھا[۵]

پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ تو یہ چرخی کے ذریعہ فصیل سے اترے۔ چرخی کو عربی میں بکرہ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر حضور نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھی۔ اور حسب اعلان انھیں آزاد کر دیا۔ انھیں آزادی تو مل گئی۔ لیکن محبوبِ خدا کی غلامی میں وہ مزہ آیا کہ عمر بھر خدمت ہی میں رہے۔ یہ فضلائے صحابہ اور ان کے عابدین میں ہیں ۵۲ھ میں وفات پائی۔ ان سے ایک سو بتیس حدیثیں مروی ہیں۔ آٹھ پر شیخین متفق ہیں۔ اور پانچ تنہا امام بخاری نے اور ایک امام مسلم نے تنہا روایت کی ہے۔

ف۵۳ اس حدیث میں ھٰذا الرجل سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ خود بخاری کتاب الفتن میں بجائے ھٰذا الرجل کے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد ہے۔ نیز اسماعیل کی روایت میں یعنی علیاً موجود ہے۔

یہ واقعہ جنگ جمل کا ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روکنا اس بنا پر تھا کہ ظاہر حدیث کے اعتبار سے انھوں نے یہی سمجھا تھا کہ جب دو مسلمان لڑیں تو کسی کا ساتھ نہیں دینا چاہئے یا اس بنا پر تھا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ ظاہر نہ ہو سکا تھا کہ حق پر کون ہے۔ حضرت احنف جنگ جمل میں شریک نہ ہوئے مگر پھر حضرت علی کا حق پر ہونا ان پر ظاہر ہو گیا۔ اور جنگ صفین میں حضرت علی کے

ف۵۴ اس سے مراد جب دو مسلمان ناحق لڑیں آپس میں لڑنے کا کوئی شرعی جواز نہ ہو نہ قاتل کے پاس نہ مقتول کے پاس۔ اور اگر لڑائی کی کوئی شرعی وجہ ہو تو یہ حکم نہیں۔ اگر شرعی جواز کی وجہ کسی کے پاس ہو تو اسے لڑنا ناجائز بلکہ باعث اجر۔ گنہگار وہ ہوگا جس کے پاس کوئی وجہ

ع۲ کتاب الفتن۔ نسائی تحریم۔ ابن ماجہ فتن۔ مسلم و ابوداؤد۔

(۲۹) حدیث - گالی دینی جاھلیت ھی

عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَاذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت معرور نے کہا میں نے مقام ربذہ پر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی

جواز نہیں اور اگر دونوں کے پاس شرعی جواز کی وجہ ہو تو کوئی گنہ گار نہ ہوگا جیسا کہ جنگ جمل اور صفین میں تھا۔ حضرت عائشہ و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اجتہاد سے لڑائی کو ضروری جانا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا۔ اگرچہ باجماع اہلسنت حضرت علی حق پر تھے اور ان کے محاربین سے خطار اجتہادی ہوئی۔ اور مجتہد سے اگر خطار اجتہادی واقع ہو تو بھی اسے اور اسکے مقلدین کو ایک ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام کے آپس میں مشاجرات میں کلام منع ہے۔ اللہ عزوجل نے تمام صحابہ کرام کے لئے فرمایا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (نسار (۹۵) حدید (۱۰)) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور ارشاد ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (توبہ (۱۰۰)) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وجہ یہی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات نفسانیت و دنیاداری کی وجہ سے نہیں۔ جو اختلاف ہوا۔ اجتہاد میں خطا کی وجہ سے ہوا۔

ف۵ صحیح و محقق مذہب یہ ہے کہ گناہ کا محض ارادہ گناہ نہیں۔ مگر جب گناہ کا اتنا پختہ عزم کرلے جتنا گناہ کے ارتکاب کے وقت ہوتا ہے تو گناہ کا ایسا پختہ ارادہ و عزم گناہ ہے۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے۔ اگرچہ یہاں مقتول نے مسلمان کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں چلائے مگر حدیث میں موجب نار اس کی قتل کی حرص کو بتایا۔ اور حرص فعل قلب ہے فعل جوارح نہیں۔

تشریحات (۲۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ بنی غفار بدوی قبیلے کے فرد ہیں۔ بنی غفار، بنی کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ ان کا اصل نام جُنْدُبْ یا جُنْدَبْ ہے یا جِنْدَبْ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بُرَیر ہے۔ یہ بھی سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ خود فرمایا میں چوتھا یا پانچواں مسلمان ہوں۔ مکہ معظمہ میں حاضر ہوکر اسلام سے مشرف ہوئے۔ پھر اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور پھر وصال اقدس تک حاضر رہے۔ غزوۂ تبوک میں ابتداءً نہ شریک ہوئے۔ بعد میں اکیلے چلے راستے میں اونٹ مرگیا۔ اپنا سامان لادے ہوئے بالکل یکہ و تنہا اس وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کہ سرکار تبوک میں قیام فرما تھے۔ ان کو تن تنہا آتا دیکھکر فرمایا اللہ! ابوذر پر رحم فرمائے۔ تنہا آیا ہے۔ تنہائی میں مرے گا اور تنہا ہی قبر سے اٹھے گا۔ یہ غیب کی خبر حرف بحرف پوری ہوئی۔ ان کا مسلک یہ تھا۔ کہ حاجت سے زیادہ مال جمع کرنا حرام ہے۔ اپنے اس اجتہاد پر بہت سخت تھے۔ لوگوں پر اس سلسلے میں بہت سخت تنقید فرماتے

بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهِ حُلَّةٌ۔ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ

جو لباس ان پر تھا ویسا ہی لباس ان کے غلام پر تھا۔ میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا میں نے

إِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ایک شخص (غلام) کو ماں کی گالی دی تھی۔ (اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی) اس پر حضور نے فرمایا۔ اے

وَسَلَّمَ۔ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ

ابوذر تم نے اس کو ماں کی گالی دی ہے۔ تم میں کچھ جاہلیت ہے تمھارے خدام

خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ

تمھارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمھارے ماتحت کر دیا۔ جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو۔ تو اسے

مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ۔ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ۔ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ

چاہئے کہ جو خود کھائے ویسا ہی اسے کھلائے اور جیسا پہنے ویسا ہی اسے بھی پہنائے۔ ان کو ایسا کام نہ دو جو

فَأَعِيْنُوْهُمْ

ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اور اگر ایسا کام دو تو انکی مدد کرو۔

تھے۔ جس سے خلفشار مچا رہتا۔ عاجز آکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حکم دیدیا کہ ربذہ میں جا کر رہو۔ وہیں اکیلے رہتے وہیں تنہائی میں وصال فرمایا۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہونچ گئے انھوں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ اور وہیں دفن فرمایا۔ ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے دو سو اکاسی حدیثیں مروی ہیں۔ بارہ متفق علیہ، دو افراد بخاری سے اور ستر افراد مسلم سے ہیں۔

لغات (۲) ربذۃ۔ مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر عراق کی طرف ذات عرق کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ حُلّۃ۔ چادر اور تہبند دونوں کے مجموعے کو حلہ کہتے ہیں۔ سابَبْتُ معنی میں سَبَبْتُ کے ہے۔ یعنی میں نے برا کہا۔

تکمیل (۳) کتاب الادب باب ماینہی عن السباب واللعن میں اس حدیث کا اگلا حصہ یوں ہے۔ معرور نے کہا۔ میں نے دیکھا ان پر ایک چادر تھی اور ان کے غلام پر ایک چادر تھی۔ تو میں نے کہا اگر آپ غلام کی چادر لیکر پہن لیتے تو پورا جوڑا ہو جاتا۔ اور غلام کو کوئی اور کپڑا دیدیتے تو حضرت ابوذر نے فرمایا۔ میرے اور ایک شخص (غلام) کے درمیان تیز کلامی ہوگئی۔ اس کی ماں عجمیہ تھی۔ میں نے اس کی ماں کو کچھ کہدیا۔ اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس پر حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تم نے فلاں کو گالی دی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا اسکی

۳۰ حدیث۔ شرک ظلم عظیم ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ۔ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ

لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی۔ انھیں کے لئے امن ہے (یہ صحابہ

ماں کو کچھ کہا ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا تم میں کچھ جاہلیت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اس وقت تک بڑھاپے کے باوجود حضور نے فرمایا۔ ہاں [۱]

تطبیق ۴ کتاب الایمان اور کتاب العتق میں" علیہ حلۃ "آیا ہے اور کتاب الادب میں" برد "۔ حُلّہ۔ پورے جوڑے چادر اور تہبند کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے یہ فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت ابوذر صرف چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے غلام بھی سابقہ روایت میں "حلۃ" کا ذکر بطور مجاز ہے۔

اس حدیث میں سابیت رجلاً سے مراد غلام ہے جس پر حدیث کا سیاق وسباق دلالت کرتا ہے اس لئے کہ حضرت ابوذر نے غلام کے ساتھ لباس میں مساوات کی علت اس واقعہ کو بنایا ہے۔ مطابقت اسی صورت میں ہوگی کہ جس شخص کو حضرت ابوذر نے گالی دی تھی وہ غلام ہو۔

کسے برا کہا تھا ۵ یہ قصہ حضرت بلال کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت ابوذر نے ان کو یہ کہدیا تھا، او کالی عورت کے بچے۔ انھوں نے دربار نبوی میں شکایت کردی۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا۔ تم میں جاہلیت ہے۔ اس ارشاد کے سننے کے بعد حضرت ابوذر نے اپنا رخسار زمین پر رکھکر حضرت بلال سے فرمایا۔ میں زمین سے اپنا رخسار اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک تم میرے رخسار کو قدم سے نہ روندو۔ بالآخر حضرت بلال کو ان کی ضد پوری کرنی پڑی۔ (قسطلانی)

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ کسی مسلمان کو برا کہنا حرام ہے۔

تشریحات ۳۰

۱ ظلم کے لغوی معنی۔ وضع الشئ فی غیر محلہ۔ یعنی جس چیز کی جگہ جو ہو اس کے بجائے دوسری جگہ رکھدینا۔ عرف میں ظلم کا اطلاق ستانے اور ناحق مال لینے پر ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا اطلاق ہر گناہ پر ہوا ہے اور کفر وشرک پر بھی۔

توضیح ۲ جب سورۂ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

[۱] بخاری کتاب العتق وکتاب الادب، مسلم کتاب الایمان والنذور۔ ابوداؤد۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ اِنَّ

کرام پر شاق ہوا) اس پر صحابہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم (گناہ) نہیں کیا

الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ؎۱

اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بیشک شرک ظلم عظیم ہے

اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کی ظلم سے آمیزش نہیں کی۔

اُولٰئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۝ انھیں لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

بظُلْمٍ نکرہ تحت النفی مفید عموم ہے۔ الامن کے متعلق لہم کی تقدیم مفید حصر تو آیت کا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ جن کا ایمان کے ساتھ کسی بھی ظلم کی آمیزش نہ ہوئی اگرچہ وہ کوئی گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ صرف انھیں کے لئے امن و ہدایت ہے۔ اور جن کے ایمان سے کسی ظلم کی اگرچہ وہ کوئی گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ آمیزش ہوئی نہ ان کے لئے امن ہے اور نہ ہدایت۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ایسا ہے جس نے کوئی نہ کوئی ظلم نہ کیا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں ظلم سے مراد اس کی اعلیٰ قسم شرک ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔

اشارہ فرمایا کہ "بظُلْمٍ" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اس جگہ یہ ہے کہ صحابہ کے سوال پر سورہ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی اور کتاب التفسیر میں وہ ہے جو ہم نے لکھا۔ علامہ ابن حجر نے یہ تطبیق دی۔ کہ ہو سکتا ہے کہ سورہ لقمان کی یہ آیت جلد ہی نازل ہوئی ہو۔ راوی کو اس کا علم نہ رہا ہو حضور نے اس کی نشاندہی کی تو راوی نے یہ سمجھا کہ اسی وقت نازل ہوئی ہے۔

(۳) اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو۔ اور ظلم سے مراد ان کی گناہ ہے تو صحابہ اقراری گنہ گار ہوئے۔ حالانکہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل گناہ سے محفوظ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اقرار یا تو بر سبیل تواضع ہے یا یہ کہ ان کی مراد وہ افعال ہیں جن کی حرمت کا انھیں علم نہ تھا یا ابھی اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ انکا ارتکاب وہ کرتے تھے۔ بعد میں حرمت نازل ہوئی یا بعد میں حرمت کا علم ہوا ایسے افعال کو انھوں نے ظلم سے تعبیر کیا۔ یا غایت کرم سے اپنے بعد آنے والوں کے لئے سوال کر لیا اور بر بناء "کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ" ان کو اَیُّنَا سے تعبیر فرمایا۔ یا گناہ سے مراد وہ صغائر ہیں جو بلا قصد و اختیار سرزد ہو جائیں۔

؎۱ کتاب الانبیاء۔ کتاب التفسیر۔ استتابۃ المرتدین بخاری۔ مسلم۔ ترمذی

(٣١) حدیث ۔ نفاق کی علامت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قَالَ اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ[۱]

منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے ۔ جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے

(٤) ایمان کے ساتھ کفر وشرک کی آمیزش سے مراد یہ ہے کہ وہ منافق نہیں ۔ کہ ظاہر میں ایمان کا اقرار اور اندر کافر ہے یا مراد یہ ہے کہ وہ ایمان کا مدعی ہے ۔ اور اپنے کو مومن مخلص یقین کئے ہوئے ہے ۔ مگر اس سے کفر کا صدور ہو گیا ۔ اور وہ اپنی جہالت سے کفر کو کفر نہیں جانتا ۔ جیسے اس زمانے کے قادیانی نیچری وہابی رافضی وغیرہ ہیں

تشریحات (٣١)

(١) اس حدیث میں منافق کی تین ایسی علامتیں بیان فرمائیں جن کا تعلق قول عمل نیت میں سے ایک ایک سے ہے ۔ کذب فساد قولی ہے ۔ خیانت فساد عمل ہے ۔ اور وعدہ خلافی فساد نیت ہے ۔

آیت کے معنی علامت کے ہیں ۔ اور علامت کبھی شی کے لوازم سے ہوتی ہے اور لوازم کبھی ملزوم سے اعم ہوتے ہیں ۔ لازم اعم کا وجود ملزوم کے وجود کو مستلزم نہیں ۔ جیسے ماشی انسان کے لوازم میں سے ہے مگر چونکہ یہ لازم اعم ہے اس لئے ماشی کے وجود سے انسان کا وجود لازم نہیں ۔ تمام چوپائے ماشی ہیں مگر انسان نہیں ۔ اسی طرح یہ علامتیں منافق کے لوازم عامہ میں سے ہیں کہ جو منافق ہوگا اس میں یہ تینوں باتیں ضرور ہوں گی ۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہ منافق بھی ضرور ہو جیسے کفار مشرکین ۔ اس لئے اگر کسی مسلمان میں یہ باتیں پائی جائیں تو اسے منافق کہنا جائز نہیں ۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نفاق کی علامت ہے ۔

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک نفاق فی الاعتقاد کہ جو زبان سے اپنے کو مسلمان کہے اور دل میں کفر رکھے ۔ دوسرے نفاق فی العمل اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے شایانِ شان نہ ہو منافقین کے کرتوت ہوں جیسے یہ تینوں عیوب ۔ جو مسلمان اس کا مرتکب ہو وہ نفاقِ فی العمل کا مرتکب ہے ۔

[۱] شہادات ۔ وصیت ۔ ادب ۔ مسلم ایمان ۔ ترمذی ۔ نسائی

(۳۲) حدیث۔ گالی بکنا نفاق کی علامت ھے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ

جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہو گی اس میں

مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ

نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے

خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ؎۱

خیانت کرے جب بات کرے جھوٹ بولے جب عہد کرے تو دغا کرے جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

تشریحات (۳۲)

(۱) اس میں ان تین کے علاوہ چوتھی علامت یہ بتائی جب جھگڑے تو گالی دے۔ نیز اس حدیث میں صاف صاف فرمایا کہ جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔

اب یہاں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ، منافق خالص سے منافق فی العمل مراد ہے۔ یا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے منافقین کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے زمانے میں جس کلمہ گو میں یہ چاروں برائیاں اکٹھی ہوں تو سمجھ لو کہ وہ پکا منافق ہے۔

(۲) نفاق کی علامتیں انھیں چاروں میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ بھی دوسری احادیث میں اور قرآن کریم میں نفاق کی اور بھی علامتیں مذکور ہیں۔ جیسے گذر چکا کہ انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔ اور بقیہ احادیث میں متفرق طور سے مذکور ہیں۔ مثلاً:۔

جس نے جہاد نہ کیا اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا اور اسی حالت میں مرا۔ نماز میں سستی کرنا۔ نماز کو مکروہ وقت میں پڑھنے کی عادت ڈال لینی۔ اذان کے بعد مسجد سے بے نماز پڑھے بلا ضرورت چلا جانا جب کہ لوٹنے کی نیت نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ

؎۱ جزیہ، مظالم بخاری۔ مسلم ایمان۔ ابو داؤد سنت۔ ترمذی ایمان نسائی ایمان۔ مسند امام احمد

(۳۳) حدیث ۔ جہاد کی اہمیت

سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِىْ سَبِيْلِهٖ لَا

نے فرمایا اس شخص کے لئے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور اس کو جہاد کے لئے صرف مجھ پر

يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِىْ اَوْ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِىْ اَنْ اُرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ

ایمان نے اور تمام پیغمبروں کی تصدیق نے نکالا ہو اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے یا تو اسے

اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ مَا قَعَدْتُ

ثواب ۲ یا مال غنیمت کے ساتھ گھر واپس کرے یا اس کو شہید کرا کے جنت میں داخل کرے۔ اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ

خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ اَنِّىْ اُقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ

میری امت پر یہ شاق ہوگا تو کسی سریہ کے پیچھے نہ رہتا اور میں اس بات کو پسند رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ

ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ۱

میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں

تشریحات (۳۳)

ف۱ انتدب کا مادہ ندب ہے۔ اس کا صلہ جب لام یا الیٰ آتا ہے تو اس کے معنیٰ بلانے اور اکسانے کے ہوتے ہیں (قاموس)

اُنْتُدِبَ کے معنی قبول کرنا۔ بہت جلد اچھی جزا دینا۔ کفیل ہونا ہے۔ یہاں ارجح یہ ہے کہ ذمہ دار اور کفیل ہونے کے معنیٰ میں ہے۔ اس لئے کتاب الجہاد میں بجائے اُنْتُدِبَ کے تکفّل ہے۔

ف۲ مراد یہ ہے کہ اگر اس جہاد میں، مال غنیمت ہاتھ نہیں آیا تو جہاد کا ثواب ضرور ملے گا یا پھر ثواب اور مال غنیمت دونوں ملیگا۔

اور ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ "او" واؤ کے معنیٰ میں ہے اس کی تائید ابو داؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں واؤ ہی ہے اور اُدْخِلَہ الجنۃ سے مراد یہ ہے کہ مقربین کے ساتھ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل فرماؤں گا۔ اور اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دونگا۔

---

۱ کتاب الجہاد بخاری۔ مسلم امارۃ۔ نسائی ابن ماجہ۔ مسند امام احمد۔

(۳۴) حدیث۔ من صام رمضان ایمانا

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تعالیٰ علیه وسلم من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما

جس نے شب قدر میں عبادت کی ایمان کے ساتھ[1] اور ثواب کی نیت[2] سے اس کے گذشتہ

تقدم من ذنبه ومن صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما

گناہ[3] معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے

تقدم من ذنبه[4]

رکھا اس کے گذشتہ گناہ بخشدیئے جائینگے

سریہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں عرب کا مقولہ یہ ہے کہ خیر السرایا اربعة مائة رجل۔ بہترین سریہ وہ ہے جس میں چارسو مرد ہوں۔ کتب حدیث و سیر میں، سریہ سے مراد مجاہدین کی وہ جماعت ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک نہوں حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد ایسی بہترین عبادت ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لئے صحیح ایمان کے ساتھ جہاد میں نکلے گا تو وہ بہرحال نفع میں رہے گا یا تو اسے مال غنیمت اور ثواب دونوں ملے گا یا نہیں تو ثواب کہیں نہیں گیا اور کام آگیا تو بلاحساب و کتاب جنت میں جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باں فضل و کمال و عظمت و جلال فرماتے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر شاق نہ ہوتا تو میں ہر چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ بھی ضرور جاتا۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ تم سب لوگ نکل پڑتے اس سے تمہیں دشواری ہوتی اسلئے میں ہر سریہ کے ساتھ نہیں جاتا۔ میری آرزو ہے کہ راہ خدا میں بار بار شہید کیا جاؤں زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

تشریحات (۳۴)

(۱) ف۱ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر ایمان بڑا سے بڑا عمل بیکار ہے ف۲ معلوم ہوا کہ بے نیت ثواب کسی عمل صالح پر ثواب نہیں۔

ف۳ مراد گناہ صغیرہ ہیں۔

[4] کتاب الصوم۔ ایمان بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ موطا امام مالک۔

ت : ۔ ۔ احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ ۔
حق اور آسان دین ہی خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے

(۳۵) حدیث - دین آسان ھے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
وسلم قال ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا
بیشک یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین میں سختی اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا
وقاربوا وابشروا واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیء من الدلجۃ
اس لئے میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور بشارت دیتے رہو اور صبح وشام اور کچھ آخر شب میں چل کر سفر میں مدد لو

اس حدیث سے ثابت کہ جہاد فرض عین نہیں، فرض کفایہ ہے۔ فرض عین ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سریہ میں ضرور شریک ہوتے۔

تشریحات (۷)

الحنیفیۃ۔ حنیف کا مصدر حنف ہے حنیف اسے کہتے ہیں جو باطل سے منہ موڑ کر حق کا پابند ہو۔ الحنیفیہ کے معنی ہوئے حق۔ السمحۃ کے معنی۔ سہل۔ آسان ہے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو دین اسلام سب سے زیادہ پسند ہے جس میں ہر باطل سے روگردانی کر کے حق کی پابندی ہے اور جس پر عمل سہل و آسان ہے۔ پسندیدگی کی زیادتی ادیان سابقہ کے اعتبار سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر اب تک جتنے دین اللہ کے نازل ہوئے ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ پسندیدہ تھے مگر یہ دین، دین اسلام سب سے زیادہ پسند ہے۔

تشریحات (۳۵)

لغات (۱) یشاد کا مصدر مشادۃ ہے جس کے معنی ہیں آپس میں دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ سددوا کے معنی ہیں صحیح طریقے سے کام کرو یا میانہ روی اختیار کرو۔ قاربوا کے معنی ہیں قریب قریب رہو۔

23

ت ۔ ث اِنَّ اَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب کوئی بندہ

اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَانَ زَلَفَھَا

اسلام لائے اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر اُس گناہ کو جو اس نے اسلام لانے سے پہلے

(۲) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام آسان دین ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی یہ چاہے کہ اسلام میں جتنے اعمال صالحہ ہیں ہم سب کرلیں یہاں تک کہ اعمال صالحہ کی فہرست ختم ہوجائے تو ایسا نہیں ہوسکتا آدمی عمل کرتے کرتے تھک جائے گا مگر اعمال صالحہ ختم نہ ہوں گے ۔

یا مراد یہ ہے کہ جو شخص اعمال دینیہ میں تعمق و تقشف کی وجہ سے سخت سے سخت پر عمل کرنے کی کوشش کریگا وہ ایک نہ ایک دن تھک ہار کر بیٹھ جائیگا ۔ یہ غیب کی خبر ہے ۔ ابن منیر نے کہا ہم نے بھی اور لوگوں نے بھی دیکھا کہ جو سخت سے سخت تر پر کاربند ہونے کا کوشاں ہوا وہ رہ گیا ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اکمل و افضل اعمال کی طلب نامحمود ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ نوافل و مستحبات میں حد سے زیادہ بڑھکر مبالغہ نہ کرو کہ اس سے افضل ترک ہوجائے گا فرض و واجب قضا ہوجائے جیسے کوئی رات بھر عبادت کرتا رہا صبح کو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور نتیجے میں نماز فجر فوت ہوگئی یا جماعت نہ ملی اس قسم کا افراط و غلو منع ہے میانہ روی اختیار کرو اور اعلیٰ و افضل کی استطاعت نہیں تو اس سے قریب کی جتنی استطاعت ہو اس کو کرو ۔ لوگوں کو بشارت دو ہر نیک عمل پر ثواب ملے گا اگرچہ وہ قلیل ہی ہو جیسے مسافر اگر رات دن چلتا رہے تو منزل تک شاید ہی پہنچ پائے اور جو مناسب وقت میں سفر کرے وقفہ وقفہ میں آرام کرتا جائے تو آسانی سے منزل تک پہنچ جائیگا ۔ یا استعینوا بالغدوۃ خاص مسافروں کے لئے ارشاد ہے ۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں رخصت ہے رخصت پر عمل کرے مثلاً بیمار کو بجائے غسل کے تیمم کی اجازت ہے تو خواہ مخواہ غسل نہ کرے اس سے ضرر کا اندیشہ ہے ۔

تشریحات (۸) و (۳۶)

(۱) اسلام کے اچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ ظاہر باطن ہر طرح مسلمان رہے اس کے دل میں نفاق اور کھوٹ نہ رہے ۔

وَكَانَ بَعْدَ ذَالِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَىٰ سَبْعِ مِائَةِ

کئے تھے معاف فرما دے گا اور اس کے بعد حساب شروع ہوگا ایک نیکی کے عوض دس نیکیوں سے سات سو

ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا۔[1]

تک لکھی جائیں گی اور ایک برائی کے بدلے ایک۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔

(۳۶) حدیث۔ اذا احسن احدکم اسلامہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا

نے فرمایا جب کوئی شخص اپنا اسلام اچھا کرلے تو جو نیکی بھی کرے گا دس گنے سے

تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَىٰ سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا

سات سو گنے تک لکھی جائیگی اور برائی صرف

تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا

ایک لکھی جائے گی

(۲) یکفر اللہ۔ تکفیر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں مراد یہ ہے کہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ان پر کوئی مواخذہ نہیں فرمائیگا کان زلفہا۔ زلف کے معنی آگے کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو اس نے پہلے حالت کفر میں کئے تھے۔ القصاص کے معنی کسی چیز کا کسی سے مقابلہ کرنا۔ مراد یہ ہے کہ ہر عمل کی اس کے مناسب جزا ملے گی۔ ضعف کے معنی کم ازکم دگنے کے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت کہ اسلام اپنے ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور مومن جو نیک عمل کرتا ہے اس پر کم ازکم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ جتنا اللہ عزوجل چاہے ثواب عطا فرمائے گا۔ اور گناہ کرنے پر چاہے معاف فرما دے کوئی سزا نہ دے اور اگر معاف نہ فرمائے گا تو صرف ایک ہی گناہ کی سزا دے گا۔ حدیث میں ہے:۔ دس گنے سے سات سو گنے تک۔ مگر یہ تحدید کے لئے نہیں قرآن مجید میں ہے وَاللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ اور اللہ جسکے لئے چاہے اس (سات سو گنے) سے زیادہ بڑھائے اللہ وسعت والا علیم ہے۔

[1] نسائی ایمان۔ ابوذر ہروی۔ مسند حسن ابن سفیان، اسماعیلی، دار قطنی بالفاظ مختلفہ۔

(۳۷) حدیث۔ اعمال پر پابندی پسندیدہ ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس

دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَتْ فُلَانَةُ (لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ)

تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضور نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ عرض

تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ (مِنَ الْاَعْمَالِ) فَوَاللّٰهِ لَا

کیا یہ فلاں عورت ہے جو رات میں نہیں سوتی ام المومنین نے اس عورت کی نماز کا حال بیان کیا (یہ رات بھر نوافل پڑھتی رہتی

يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ

ہے) اس پر ارشاد فرمایا۔ چھوڑو اتنا ہی عمل کرو جس کی طاقت تم رکھتے ہو بخدا اللہ تعالیٰ نہیں تھکیگا تم خود ہی تھک جاؤ گے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل بہت پسند تھا جسے آدمی ہمیشہ کرے

تشریحات (۳۷)

لغات مَهْ ۔ اسم فعل معنی میں چھوڑ دے کے ہے۔ يَمَلُّ کا مصدر مَلَالٌ اور مَلٌّ ہے جس کے معنی گھبرانے، اکتانے اور تھکنے کے ہیں۔ یہاں اخیر معنی مراد ہے (۱) ان کا نام خولاء بنت تویت تھا (۲) مطلب یہ ہے کہ یہ بات پسندیدہ نہیں کہ نوافل بکثرت پڑھنا شروع کر دیا جائے پھر چھوڑ دیا جائے۔ بہت زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے جو آدمی پابندی کے ساتھ بلاناغہ ہمیشہ کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ یہ مت وہم کرو کہ اللہ عزوجل کے خزانے میں کوئی کمی ہے یا وہ اعمال کا ثواب دیتے دیتے تھک سکتا ہے یا گھبرا سکتا ہے وہ ملال سے منزہ ہے تم جتنا زیادہ عمل کروگے اللہ عزوجل اس کا تم کو ثواب دے گا۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نوافل و مستحبات پر بھی پابندی اور مداومت اللہ عزوجل کو پسند ہے اس لئے میلاد مع قیام، فاتحہ، عرس وغیرہ امور خیر اگر کوئی بلاناغہ پابندی سے کرتا ہے تو یہ پابندی اسے ناجائز و حرام نہیں کر دے گی بلکہ یہ مزید پسندیدگی کی باعث ہوگی۔

اَحَبُّ الدِّيْن میں مضاف محذوف ہے یعنی دین کے اعمال میں سب سے زیادہ وہ عمل پسندیدہ ہے جو ناغہ کے ساتھ نہ ہو۔

علہ ایضا باب التہجد۔ مسلم، نسائی، موطا امام مالک،

(۳۸) حدیث۔ مؤمن بالآخر نجات پائیگا

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُخْرَجُ مِنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب لوگ جہنم سے نکالے

النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ شَعِیْرَۃٍ مِّنْ خَیْرٍ وَّ

جائیں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں جو کے برابر بھی خیر (ایمان) ہوگا اور

یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ بُرَّۃٍ مِّنْ

وہ لوگ بھی جہنم سے نکالے جائیں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں گیہوں کے برابر خیر (ایمان) ہوگا

خَیْرٍ وَّ یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ ذَرَّۃٍ

اور وہ لوگ بھی جہنم سے نکالے جائیں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں ذرہ کے برابر خیر (ایمان) ہوگا۔

تشریحات (۳۸)

لغات ○ اس حدیث میں تین لفظ یکے بعد دیگرے آئے ہیں شعیرۃ، جو۔ بُرَّۃ، گیہوں۔ ذَرَّہ۔ ذرّے ان چھوٹے چھوٹے غبار کے ریزوں کو کہتے ہیں جو دھوپ میں اس وقت نظر آتے ہیں جب دھوپ مکان کے اندر پڑ رہی ہو۔

(۱) اس حدیث کے ظاہر سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایمان باعتبار مقدار کے بھی چھوٹا بڑا ہوتا ہے مثلاً کسی کا جو کے برابر کسی کا گیہوں کے برابر کسی کا ذرّے کے برابر۔ لیکن حقیقت میں یہ ایمان کی مقدار کو بیان فرمانا نہیں بلکہ غیر محسوس کو بطور تمثیل محسوس فرض کرکے سمجھانے کے لئے ارشاد ہوا یا یہ کہ مُومَن بہ کے اجمال و تفصیل کے اعتبار سے یہ فرمایا گیا۔ اس کو یوں سمجھئے مثلاً زمانہ فترت کے موحدین کی نجات کیلئے کفر و شرک سے تبری اور اعتقاد توحید کافی ہوا ابتدائے بعثت میں توحید کیساتھ رسالت اور جتنا قرآن نازل ہوتا گیا اسکی تصدیق ضروری تھی۔ علیٰ ہذا القیاس ایمان تفصیل کے مقابلہ میں صرف اعتقاد توحید کو مثقال ذرہ سے تعبیر فرمایا اور اس سے کچھ زیادہ کو بُرّہ سے اور اس سے زیادہ کو شعیرہ سے اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ مُومَن بہ کی مقدار

(۲) یمان "من خیر" ہے اور خیر عمل صالح کو بھی عام مگر مراد ایمان ہے۔ قرینہ عقلیہ بھی اس کا مقتضی ہے اور دوسری روایت میں خیر کے بجائے ایمان وارد ہے۔ قرینہ عقلیہ یہ ہے کہ اس خیر کا محل قلب کو بتایا اور قلب محل ایمان ہے نہ محل اعمال نیز یہ مدار نجات ہے اور مدار نجات ایمان ہی ہے۔ نہ کہ صرف اعمال۔

(۳) من قال لا الہ الا اللہ کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس کے دل میں ایمان ہو، یہ اس کی دلیل ہے کہ اقرار اور شی ہے اور ایمان

مِنْ خَیْرٍ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) مِنْ اِیْمَانٍ مَکَانَ خَیْرٍ[۱]

(اور دوسری روایت میں) خیر کے بجائے ایمان آیا ہے

(۳۹) حدیث جس دن کوئی نعمت خاص ملی اس دن عید منانا مشروع

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْیَھُوْدِ قَالَ لَہٗ یَا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی (کعب احبار) نے آپ سے کہا

اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰیَۃٌ فِیْ کِتَابِکُمْ تَقْرَءُوْنَھَا۔ لَوْ عَلَیْنَا مَعْشَرَ الْیَھُوْدِ نَزَلَتْ

اے امیر المومنین آپ لوگوں کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ لوگ پڑھتے ہیں اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل

لَاتَّخَذْنَا ذٰلِکَ الْیَوْمَ عِیْدًا۔ قَالَ اَیُّ اٰیَۃٍ؟ قَالَ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اسنے کہا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا

لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الآیۃ — حضرت عمر نے فرمایا ہم اس دن کو جانتے ہیں۔

شئ آخر۔ نیز یہ کہ نجات کے لئے اقرار باللسان شرط ہے۔ بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

(۴) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے۔ جیسے قرآن مجید کی سورتوں کا نام رکھتے ہیں سورہ الحمد، سورہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ وغیرہ۔ ابتدائی جزء پر کل کا نام رکھدیتے ہیں۔ یہاں اس سے کم کی تخفیف ممکن نہ تھی۔ صرف ”لا“ نام رکھتے تو سمجھ میں نہ آتا۔ اور ”اللہ“ بھی ملاتے تو کفر صریح ہوتا۔ اس لئے پورا لا الٰہ الا اللہ، کلمہ طیبہ کا نام ہوا۔

(۳۹) تشریحات

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ عزوجل کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن عید منانا جائز ہے وہ اس طرح کہ اگر یہ بات ناجائز و حرام ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب احبار کو یہ جواب دیتے کہ وہ تمہارا دین ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے اس دن عید مناؤ ہمارے مذہب میں یہ سب ناجائز و حرام ہے۔ مگر حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا بلکہ کعب احبار کو مذکورہ بالا جواب دے کر مطمئن کر دیا کہ ہم اس دن پہلے ہی سے عید مناتے ہیں اور وہ بھی اس تفصیل سے کہ وہ جگہ بھی ہمارے لئے عید کی جگہ ہے وہ تاریخ بھی عید کی تاریخ ہے وہ دن بھی عید کا دن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو

[۱] ایضا کتاب التوحید، مسلم، ایمان،

ذَالِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور اس جگہ کو بھی جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی وہ جگہ عرفات تھی اور وہ دن جمعہ تھا اور

وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ[عنه]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کھڑے تھے

(۴۰) حدیث - ارکان اسلام

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

جس دن یہ نعمت ملی۔ یعنی یوم ولادت کو عید منانا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہوگا۔ اسی لئے جمہور امت کا معمول ہے۔ بارہ ربیع الاول کو بڑے دھوم دھام سے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریب مناتے ہیں۔

(۴۰) تشریحات

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) ان کی کنیت ابو محمد ہے یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے ہیں اور ان چھ بزرگوں میں سے ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ان آٹھ فیروز بختوں میں سے ہیں جو سابقین اسلام میں سر فہرست ہیں۔ ان سب پر مزید کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کی ذمہ داری جن چھ اساطین امت کے سپرد کی تھی ان میں یہ بھی تھے۔ ان کی والدہ بھی مشرف باسلام ہوئیں اور ان کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کو اور سعید بن زید بن نُفَیل کو مشرکین کے کارواں کے تجسس میں بھیجا تھا اسی اثنا میں بدر کا معرکہ ہوگیا۔ یہ دونوں جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن شرکاء بدر کی فہرست میں داخل ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مال غنیمت سے حصہ بھی ملا۔ اس کے علاوہ تمام مشاہد میں ہمرکاب رہے۔ احد کی قیامت خیز گھڑی میں یہ بھی ثابت قدم رہے اور ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سپر بن گئے جو حملہ ذات والا پر ہوتا ان کو اپنے ہاتھ پر روکتے۔ اسی میں ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ اس دن چوبیس زخم کھائے تھے ان کو بارگاہ نبوت سے طلحۃ الخیر اور طلحۃ الجواد کے خطابات ملے تھے۔ ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۳۶ھ کے افسوسناک فوجی معرکہ جمل میں ناگہانی کسی طرف سے ایک تیر آلگا اور یہی تیر، تیر قضا بن گیا۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ یہ تیر مشہور فسادی مروان نے چلایا تھا۔ شہادت کے وقت عمر مبارک چونسٹھ ۶۴ یا باسٹھ ۶۲ یا اٹھاون ۵۸ سال کی تھی۔ پہلے قنطرہ قرہ میں مدفون تھے۔ تیس سال کے بعد اپنی صاحبزادی کو خواب میں

عنه الفتا۔ مغازی، حجۃ الوداع، تفسیر سورہ مائدہ۔ اعتصام، مسلم آخر الکتاب، ترمذی تفسیر، نسائی حج، وایمان۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَھْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِیَّ
علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک صاحب حاضر ہوئے ان کے بال

صَوْتِہٖ وَلَا نَفْقَہُ مَا یَقُوْلُ حَتّٰی دَنَا فَاِذَا ھُوَ یَسْئَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ
پراگندہ تھے ہم ان کی آواز کی گونج کو سنتے تھے مگر وہ کیا کہہ رہے ہیں ہم سمجھ نہیں پاتے تھے یہاں تک کہ وہ قریب آئے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ فَقَالَ ھَلْ
اب سمجھ میں آیا کہ وہ اسلام کے بارے میں سوال کر رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دن رات میں پانچ

عَلَیَّ غَیْرُھَا. قَالَ. لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
نمازیں۔ انھوں نے کہا ان کے علاوہ بھی کچھ نمازیں ہیں فرمایا نہیں۔ مگر یہ کہ نفل پڑھے تو۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دکھایا کہ قبر میں تری آگئی ہے۔ قبر انور سے نکالے گئے اور بصرہ دار البحرتین میں دفن ہوئے۔ اور یہیں مزار اقدس زیارت گاہ خلائق ہے[۵]۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔ دو پر شیخین متفق ہیں اور دو صرف بخاری نے اور تین صرف مسلم نے لی ہیں۔

یہ صاحب کون تھے (۲) فتح الباری میں ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ یہ ضمام بن ثعلبہ تھے جو بنی سعد بن بکر کے قائد وفد تھے اسی پر قسطلانی اور مرقاۃ میں اقتصار کیا۔ لیکن یہ یقینی نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ کوئی اور صاحب رہے ہوں۔

توجیہات (۳) انھوں نے سوال کیا تھا اسلام کے بارے میں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف فرائض کی تلقین فرمائی۔ مگر اسلام کے بنیادی رکن شہادتین کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ معلوم تھا کہ یہ مسلمان ہو چکے ہیں انھیں صرف فرائض کی تعلیم کی حاجت ہے۔ لیکن کتاب الصوم میں ان کا سوال یہ ہے۔

اخبرنی ماذا فرض اللّٰہ علیّ من الصلوٰۃ ۔ مجھے بتائیے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہے۔

ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے اور روایت بالمعنی شائع و ذائع ہے تو ظاہر ہو کہ سوال فرائض ہی کے بارے میں تھا اس لئے جواب میں نماز روزہ وغیرہ پر اکتفا فرمایا

ارکان اربعہ میں حج بھی ہے اس کا اس میں ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو۔ دوسرے یہ کہ یہاں روایت میں کمی ہے۔ کتاب الصوم میں اتنا زائد ہے۔

فَاَخْبَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَرَائِعِ الْاِسْلَامِ ۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے تمام احکام بتائے۔

---

۵ ص منہ ۲۵۵

وَصِیَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَکَرَ لَهٗ

نے فرمایا اور رمضان کے روزے انھوں نے عرض کیا اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے ارشاد فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی روزے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الزَّکٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا

رکھے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے زکوٰۃ کو ذکر فرمایا۔ انھوں نے پوچھا اس کے سوا اور

اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ

کچھ؟ ارشاد فرمایا نہیں ہاں تو چاہے تو صدقہ نافلہ دے۔ اس کے بعد یہ شخص واپس ہوئے اور یہ کہتے جاتے تھے خدا کی قسم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ

نہ اس پر زیادہ کروں گا نہ کمی کروں گا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شخص فلاح پا گیا اگر سچا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ اس حدیث میں صرف ان فرائض کی ادائیگی پر فلاح کی خبر دی۔ حالانکہ اگر کوئی تمام فرائض کا پابند ہو اور منہیات سے نہ بچے تو مستحق فلاح نہیں۔ پھر صرف فرائض کی ادائیگی پر فلاح کی کیوں خبر دی گئی۔ ظاہر ہے کہ شرائع اسلام فرائض واجبات محرمات سب کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس وقت تک جتنے احکام نازل ہو چکے تھے خواہ از قسم مامورات ہوں خواہ از قسم منہیات، سب بتائے۔

مگر یہ کہ نفل ادا کرے یہ استثنار متصل ہے یا منقطع دونوں قول ہیں۔ احناف اس کے قائل ہیں کہ یہ استثنار متصل ہے اور شوافع اس کے قائل ہیں کہ یہ استثنار منقطع ہے۔ اگر یہ استثنار متصل مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کچھ فرض نہیں مگر یہ کہ نفل پڑھو تو شروع کرتے ہی واجب ہو جائے گی اس لئے کہ استثنار متصل میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے ——— اور اگر یہ استثنار منقطع ہے تو چونکہ اس میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے مطلب یہ ہوگا کہ فرائض یہی ہیں۔ ان کے علاوہ نوافل ہیں پڑھو گے تو ثواب پاؤ گے نہیں پڑھو گے تو کوئی گناہ نہیں۔

اسکی بنیاد ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔ احناف کے نزدیک نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نفل نماز یا روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ (آیت ۳۳۔ محمد ۲۶) اپنے اعمال باطل مت کرو۔

امام احمد اپنی مسند میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

اصبحت انا وحفصة صائمتين فاهديت لنا میں نے اور حفصہ نے روزہ رکھا اسی دن ایک بکری ہدیے میں

شاۃ فاکلنا . فدخل علینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرناہ فقال صُوْمَا یوما مکانہ (قسطلانی)

ہمارے پاس آئی ہم نے کھالیا اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو ہم نے بتایا۔ فرمایا اس روزے کے عوض ایک اور روزہ رکھو۔

دارقطنی میں ہے کہ حضرت جُوَیْرِیَۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے روزہ رکھکر توڑ دیا حضور نے اس کی قضا کا حکم دیا۔

آیت میں لاتبطلوا نھی ہے اور نہی میں اصل تحریم اور حدیث میں صُوْمَا امر ہے اور امر میں اصل وجوب۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ نفل شروع کر کے اسے پورا کرنا واجب توڑنا گناہ ۔ توڑ دیا تو اسے دوبارہ ادا کرنا واجب ۔ نیز اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے کہ نفل شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہے ۔ نیز حج نفل کے بارے میں شوافع بھی اسی کے قائل ہیں کہ اگر شروع کر کے توڑ دیا۔ تو اس کی قضا واجب ہے ۔ بلکہ اگر بلا قصد فاسد ہو جائے تو بھی بقیہ ارکان کی ادائگی واجب ہے اور پھر اس کی قضا بھی ۔ اور یہ جو احادیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھکر توڑ دیا۔ اس کا محمل عذر ہے یعنی کسی عذر کی بنا پر ایسا کیا ۔ اور عذر کیوجہ سے احناف کے نزدیک بھی نفل روزہ کی وجہ سے توڑنا منع نہیں مگر قضا واجب ہے ۔ کسی حدیث میں یہ وارد نہیں کہ اس کے بعد قضا نہیں فرمایا۔ عذر سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے ۔ مگر قضا نہیں ساقط ہوگی ۔

اس حدیث میں صرف پانچ ہی نمازوں کو فرض بتایا۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ وتر اور عیدین واجب نہیں ۔ اور احناف اسے واجب کہتے ہیں تشریح سوم میں گذر چکا ہے کہ یہ حدیث یہاں مختصر ہے کتاب الصوم میں اتنا زائد ہے " کہ اسلام کے تمام احکام کی تعلیم دی " اس عموم میں وتر اور عیدین بھی آگئے

(۵) ان صاحب نے واپس ہوتے وقت کہا تھا میں اس پر نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا ۔ حالانکہ زیادتی بہر حال محمود ہے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ۔ بلاشبہ کوئی فرائض و واجبات پر عمل کرے اور محرمات سے بچے تو فلاح کا مستحق ہے ۔ دوسرا یہ کہ یہ اپنی قوم کے نمائندے تھے ۔ ان کی مراد یہ ہے کہ قوم تک آپ کا پیغام پہنچانے میں نہ کمی کروں گا نہ زیادتی ۔ جتنا حضور نے ارشاد فرمایا اس کو بلا کم و بیش قوم کو بتا دوں گا کہ یہ ارشاد فرمایا۔

تیسرے یہ کہ قبول و تسلیم کے موقع پر یہی نیازمندی کی دلیل ہوتی ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ کے حکم پر بلا کم و بیش عمل کرونگا اور یہ موقع قبول و تسلیم ہی کا تھا ۔ انھوں نے اپنی کمال نیازمندی کو ظاہر فرمایا۔

تشریحات (۴۱)

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے ۔ اس لئے اس میں اِتَّبَعَ کا لفظ وارد ہے ۔ اِتَّبَعَ

(۴۱) حدیث۔ نماز جنازہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى

نے فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے جنازے کے پیچھے رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی

عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ

جائے اُسے دفن کرلیا جائے تو وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر لوٹے اور ہر قیراط اُحد کے برابر

مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ

ہوگا اور صرف نماز جنازہ پڑھ کر میت کے دفن سے پہلے ہی لوٹ آیا وہ صرف ایک

مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطٍ[۱]

قیراط لے کر لوٹا

ت: ح ۹۔ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ

ابراہیم تیمی نے کہا میں نے جب اپنے قول کا عمل سے موازنہ کیا

کے معنی پیچھے پیچھے چلنے کے۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک آگے آگے چلنا بہتر ہے

(۲) نیز یہ ثابت ہوا کہ صرف نماز جنازہ ہی پڑھ کر دفن میں شرکت کے بغیر نہ آئے اور اگر کسی ضرورت سے واپس ہونے کی جلدی ہو تو ولی سے اجازت لیکر واپس ہو۔

(۹) تشریحات

ابراہیم تیمی (۱) تابعین کے فقہاء وعباد میں سے ہیں۔ بہت عمدہ واعظ تھے۔ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے ابراہیم نخعی کی گرفتاری کا حکم دیا سپاہی ہم نام ہونے کی وجہ سے غلطی سے انھیں پکڑ لے گئے۔ اور جیل میں بند کر دیا۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ کو غلطی سے پکڑا گیا ہے آپ اُسے ظاہر کر دیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے کو بچالوں اور ایک بے گناہ سزا پائے۔ اسی

[۱] نسائی۔ جنائز (۷۹)

اِلَّا خَشِیْتُ اَنْ اَکُوْنَ مُکَذَّبًا
تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں جھوٹا تو نہیں۔
ت: ۴۸ ـ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ اَدْرَکْتُ ثَلٰثِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ
عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے کہا۔ میں نے تیس صحابہ سے ملاقات کی وہ سب
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّھُمْ یَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰی نَفْسِہٖ
کے سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا
مَا مِنْھُمْ اَحَدٌ یَّقُوْلُ اِنَّہٗ عَلٰی اِیْمَانِ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ
جو یہ کہتا کہ میں جبرئیل و میکائیل کے ایمان پر ہوں۔

قید کی حالت میں سنہ ۹۲ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی حیرت انگیز باتوں میں سے یہ ہے کہ ایک ایک مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے ـــــ اس تعلیق میں "مُکَذَّبًا" ذال کے فتحے کے ساتھ بھی ہے اور کسرے کے ساتھ بھی۔

توجیہ (۲) یہ ان کا ارشاد بطور تواضع ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوں اور خود میرا کیا حال ہے میں جانتا ہوں۔ میرا عمل میرے قول کے مطابق بھی ہے یا نہیں، اللہ جانے۔

تشریحات (۱۰)

ابن ابی ملیکہ (۱) ان کا پورا نام عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہے۔ تابعین کے علما رمشاہیر میں سے ہیں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاضی اور موذن تھے۔ عبادلہ اربعہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ اور اسماء بنت الصدیق اور حضرت ابوہریرہ اور عقبہ بن حارث اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں اور حضرت علی اور سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا زمانہ پایا مگر ان سے روایت نہیں کی۔ ان سے ایک مخلوق نے اخذ احادیث کی سعادت حاصل کی اور ان کے تلامذہ میں مشہور محدث ابن جریج ہیں۔ ۱۱۷ سنہ میں وفات پائی۔

توجیہ (۲) ابن ابی ملیکہ نے تیس صحابہ کرام کا جو یہ قول نقل فرمایا۔ اس کی توضیح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ جو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں:۔

لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس دن مدینہ تشریف

[۱] بخاری فی التاریخ۔ امام احمد بن حنبل کتاب الزہد۔ ابو القاسم لالکائی فی سنۃ۔

[۲] تاریخ ابن خیثمہ صحابہ کی تعداد کے بغیر۔ محمد بن نصر مروزی، کتاب الایمان میں تفصیل کے ساتھ۔

تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منہا کل شئ فلما کان الیوم الذی مات فیہ اظلم منہا کل شی ومانفضنا اید ینا عن التراب وانا لفی دفنہ حتی انکرنا قلوبنا۔ (مشکوٰۃ ص۵۴۷)

لائے ہر چیز روشن ہو گئی اور جب وفات پائی تو ہر چیز پر تاریکی چھا گئی۔ ہم ابھی آنحضور کو دفن ہی کر رہے تھے۔ ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور مشاہدے سے جو ایمانی طمانیت تو یہ حاصل تھی وہ باقی نہ رہی جب اس قدر قریب زمانے میں یہ حال تھا۔ تو برسہا برس گذرنے کے بعد جو دلوں کا حال ہوا اس کا جب عہد رسالت سے موازنہ کرتے اور بین فرق محسوس کرتے تو گھبرا کر یہ اندیشہ ظاہر کرتے کہ اعمال میں جو اخلاص اور عبادت میں جو حضور وشہود تھا۔ اس میں کمی ہو گئی کہیں ایسا تو نہیں یہ نفاق ہو۔ یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے۔

یا ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس دور میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا ازالہ ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۶)

جو شخص کسی بری بات کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلدے۔ اگر اس کی قوت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔ اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو اپنے دل سے ناپسند کرے۔ یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

صحابہ کرام کی جو حیثیت تھی اس کے پیش نظر ان کو اپنے ہاتھ سے ان خرابیوں کو دور کرنا چاہئے تھا۔ مگر اپنے اندر اسکی استطاعت نہ پاکر اسے دور نہ کر پائے۔ اسی کے بارے میں ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نفاق تو نہیں۔

اقول۔ ان پر پیچ راہوں سے ہٹ کر سیدھی سادی بات یہ ہے کہ خوف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ۔ آئندہ کسی خطرے کا احساس۔ یہ حضرات ایمان کی قیمت جانتے تھے۔ اور کوئی بھی قیمتی چیز رکھتا ہے اس کی کما حقہ، حفاظت اسی وقت کر سکتا ہے جب ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے۔ کہ کہیں یہ ضائع نہ ہو جائے۔

وہ ہوشیار تھیلی میں اپنی موتی محفوظ رکھتا ہے جو ہر شخص کو جیب تراش گمان کرے۔

اسی کے مطابق صحابہ کرام ہر وقت اس ڈر سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ہمارا ایمان سلب نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے۔ جیسے فرشتے معصوم ہیں۔ اسی لئے وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارا ایمان جبرئیل اور میکائیل کے ایمان کے مثل ہے۔ کہ جیسے انھیں سلب ایمان کا اندیشہ نہیں ہمیں نہ ہو۔ وہ فرشتے ہیں اور معصوم ہیں۔ ان کو زوال ایمان کا کوئی خطرہ نہیں۔ یہ اُن حضرات کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔

ت: ـ صلا ـ وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ

حضرت حسن بصری نے فرمایا اللہ سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اللہ سے منافق

إِلَّا مُنَافِقٌ

ہی نڈر ہوتا ہے

حدیث (۴۲)

عَنْ زُبَيْدٍ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ

زبید نے کہا میں نے ابو وائل سے مرجئہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا مجھ سے عبداللہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ

بن مسعود نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور

قِتَالُهُ كُفْرٌ عه

اس سے لڑنا کفر ہے عه

ایمانی کایمان جبرئیل کا مطلب (۳) اس تعلیق کے نقل کرنے سے امام بخاری کی غرض، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض ہے۔ اس لیے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

اقول ایمانی کایمان جبرئیل ولا اقول — میں کہتا ہوں میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے۔

مثل ایمان جبرئیل۔ — یہ نہیں کہتا جبرئیل کے ایمان کے مثل ہے۔

امام ابن ہمام نے مسائرہ میں اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ کہ مثلیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام صفات میں مساوات ہو۔ اور تشبیہ صرف ایک صفت میں قدرے اشتراک پر بھی درست ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان تمام صفات میں جبرئیل کے ایمان کے برابر ہے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے اس معنی کر کہ اس میں ادنی سا شک وشبہہ کا شائبہ نہیں۔ مثل کے معنی برابری کے۔ خود حدیث میں وارد ہے۔ حدیث ربانی ہے :-

---

عله فریابی۔ امام احمد بن حنبل فی کتاب الایمان بمعناہ عه بخاری ایمان ص۱۲ ادب ص۸۹۳ فتن ص۱۰۴۷ مسلم ایمان ص۵۸، ترمذی بر ص۱۸ ایمان ص۸۱ ص۹۵ نسائی تحریم ص۱۳۳ ابن ماجہ فتن ص۲۹۱ مقدمہ ص۸، ص۹، مسند امام احمد۔

مِثلاً بِمِثلٍ یَداً بِیَدٍ والفضل ربا۔ برابر، برابر۔ دست بدست اور زیادتی سود ہے۔

اور امام بخاری نے جو فرمایا۔ وہاں تشبیہ کی نفی تھی۔ ممکن الزوال نہ ہونے میں اور امام صاحب کے قول میں تشبیہ ہے عدم شک و شبہ میں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک چیز کو کسی چیز کے ساتھ ایک وصف میں اشتراک کی بنا پر تشبیہ دی جائے اور دوسرے وصف کے اعتبار سے نفی کی جائے جیسے زید، شیر کی طرح ہے یعنی بہادری میں۔ زید شیر کی طرح نہیں۔ درندگی میں۔

دوسرے علما نے اس کی اور بھی توجیہیں کی ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ خود محلِ نظر ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا بھی ہے یا نہیں۔ شامی میں خلاصہ سے حضرت امام کا یہ قول نقل فرمایا۔

اکرہ ان یقول الرجل ایمانی کایمان جبرئیل میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی یہ کہے میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی ولکن یقول آمنت بما آمن بہ جبرئیل (علیہ السلام) طرح ہے۔ ہاں یہ کہے میں اس پر ایمان لایا جس پر جبرئیل ایمان لائے۔

تشریحات (۴۲)

ابو وائل (۱) یہ تابعی اور کوفہ کے باشندے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ان کے علاوہ فاروق اعظم، حضرت علی، حضرت عمار و دیگر صحابہ سے روایت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے بعثت کے وقت دس سال کے تھے۔ ۸۲ھ میں وصال ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ عمر پائی ـــ ابوسعید بن صالح کہتے ہیں کہ ابو وائل ہمارے جنازوں کی نماز پڑھاتے تھے۔ اور ان کی عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔

مرجیہ (۲) گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جس نے دل سے ضروریات دین کی تصدیق کر لی وہ جہنم سے آزاد ہے۔ ایک آن کے لئے بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ ان کے پانچ فرقے ہوئے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔

مرجیہ یا ترجار سے ہے جس کے معنیٰ پیچھے کرنے کے ہیں یا رجار بمعنی امید سے بنا ہے۔ سباب کے معنی ہیں کسی کو عیب لگانا خواہ وہ عیب اس میں ہو خواہ نہ ہو اس میں سب سے زیادہ قباحت ہے۔ فسوق کے معنیٰ نکلنے کے ہیں۔ اور شرع میں اللہ عز وجل کی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ یہ مرادف ہے گناہ کے۔ کفر و شرک تک کو عام ہے۔ کفر کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ اور شریعت میں مذہب اسلام سے نکل جانے کو کہتے ہیں۔

(۳) اس پر اجماع ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں اور قرآن کی اس آیت سے کہ فرمایا:۔

۴۳ حدیث جبرئیل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۔ سورہ حجرات۔ آیت ۹

اگر مسلمان کے دو گروہ آپس میں لڑیں، تو ان کے مابین صلح کرادو ۔ سورہ حجرات آیت ۹

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں۔ پھر اس حدیث میں اسے کفر کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مسلمان سے لڑنے پر کفر کا اطلاق تغلیظاً ہے یا کفر سے مراد ناحق شناسی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی کو لازم ہے کہ بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔ لڑے بھڑے نہیں۔ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان سے لڑا تو اس کی حق تلفی کی یا اس بنا پر مسلمان سے لڑنے کو کفر کہا گیا ہے یہ کفار کے فعل کے مشابہ ہے کہ مسلمان سے لڑنا مسلمان کا کام نہیں، کافر کا کام ہے۔ یا یہاں کفر کے لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی چھپانا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اس پر آنچ نہ آنے دے اور جب اس سے لڑا تو اس کے حق کو چھپایا۔

اقول: ۔ مشتق پر حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ماخذ اس کی علت ہے۔ اس لئے حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان سے محض مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑنا کفر ہے۔ کسی مسلمان سے مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑنا ضرور کفر ہے۔

مرجیہ کا عقیدہ تھا کہ ایمان کے ساتھ گناہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ یہ حدیث ان کے اس عقیدے کا رد ہے۔ صاف صریح ارشاد ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے اور ان سے لڑنا کفر ہے۔

تشریحات ۴۳

تکمیل ۱ اپنی طرز کے خلاف ہم نے یہ حدیث کتاب التفسیر کی لی ہے۔ اس لئے کہ اس میں فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کا اضافہ تھا مسئلہ علوم خمسہ پر بحث کی تکمیل کے لئے اس آیت پر بھی بحث ضروری تھی۔ قرطبی نے کہا۔ یہ حدیث اس لائق ہے کہ اس کو ام السنۃ کہا جائے۔ اس لئے کہ یہ احادیث کے جملہ علوم کو متضمن ہے اسی لئے امام بغوی نے مصابیح اور شرح السنۃ دونوں کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا جیسے قرآن کریم سورۂ فاتحہ سے شروع کیا گیا۔ کہ وہ ام الکتاب ہے۔ اجمالی طور سے قرآن کریم کے جملہ علوم پر مشتمل ہے۔

وَسَلَّمَ کَانَ یَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ اِذْ اَتَاہُ رَجُلٌ

مجمع عام میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پیدل چلتا ہوا

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ظاہری باطنی عبادات کے وظائف پر مشتمل ہے خواہ ایمان ہو خواہ جوارح کے اعمال ہوں خواہ دلوں کا اخلاص ہو۔ یہاں تک کہ شریعت کے کل علوم اس کی طرف راجع ہیں اور اس سے نکلتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس مبارک حدیث کے جو مختلف حصے مختلف صحابۂ کرام یا مختلف طرق یا مختلف کتابوں میں ہیں سب کو یکجا کر کے اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث بالفاظ مختلفہ کچھ زیادتی کی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ خود حضرت ابوہریرہ نیز حضرت عمر حضرت انس حضرت جریر بن عبداللہ بجلی، حضرت ابن عباس حضرت ابو عامر اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل، بزار صحیح ابو عوانہ طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی امتیاز کے صحابۂ کرام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اگر کوئی ناآشنا اجنبی حاضر ہوتا، پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے پوچھنا پڑتا رسول اللہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم حضور کے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ بنا دیں جس پر تشریف رکھیں تاکہ اجنبیوں کو پوچھنا نہ پڑے۔ اجازت ملنے پر صحابہ نے ایک چبوترہ بنا دیا۔ جس پر حضور تشریف رکھا کرتے۔ اور صحابہ اس کے پہلو میں بیٹھتے۔ ایک دن مجمع عام میں حضور، اسی چبوترے پر اخیر عمر مبارک میں خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا۔ مجھ سے جو چاہو پوچھو: حاضرین پر ہیبت طاری ہو گئی جس کی وجہ سے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکا۔ کہ اچانک ایک صاحب پیدل چلتے ہوئے نمودار ہوئے۔ نہایت خوبصورت۔ انتہائی سفید و شفاف کپڑے پہنے ہوئے جس پر نام کو بھی میل نہ تھا۔ ان کے بدن سے بہترین خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ داڑھی اور بال بالکل سیاہ۔ نہ تو ان کی ہیئت مسافروں جیسی تھی۔ نہ ان پر سفر کا کوئی اثر تھا۔ تعجب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انھیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا ہم پہچانتے نہیں یہ کون ہے؟

انھوں نے فرش کے کنارے پہونچ کر عرض کیا۔ السلام علیك یا رسول الله۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک آجاؤں۔ فرمایا۔

آجاؤ. کئی بار نزدیک آنے کا اذن طلب کیا. ہر بار اجازت ملی. وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آنحضور کے بالکل نزدیک آکر آنحضور کے گھٹنوں سے گھٹنے ملاکر اور اپنا ہاتھ حضور کے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

یارسول اللہ ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا. ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے سب فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے کل رسولوں جملہ نبیوں پر اور اس کی ملاقات پر اور موت پر اور قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ حساب۔ میزان۔ جنت دوزخ پر ایمان لاؤ۔ اور تقدیر پر ایمان لاؤ۔ کہ اس کا اچھا برا میٹھا کڑوا سب خدا کی طرف سے ہے۔

یہ جواب سنکر اس نے کہا. آپ نے سچ فرمایا۔ حاضرین کو حیرت ہوئی سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

پھر انھوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ۔ اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اس کی گواہی دو سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور فرض نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو. اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرو۔ عمرہ کرو۔ جنابت سے غسل کرو۔ کامل طریقے سے وضو کرو۔ اس نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر پوچھا یارسول اللہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو اس طرح اس کی خشیت رکھو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ انھوں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دریافت کیا، قیامت کب آئے گی۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن جھکالی کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ تو سر اقدس اٹھاکر فرمایا۔

قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس کے بعد انھوں نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ یا یہ کہ آنحضور نے از خود فرمایا۔ میں تمھیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ فرمایا۔ قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ، باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے گونگے، بہرے حکومت کریں گے۔ بھک منگے، بکریوں، کالے اونٹوں کے چرواہے محلوں میں فخر کریں گے۔

قیامت کب آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آنحضور نے سورۂ لقمان کی یہ اخیر آیت تلاوت فرمائی۔

يَمْشِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِيْمَانُ؟ قَالَ الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ، ایمان کیا ہے؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ پر اور اس کے سب

اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہ بارش برساتا ہے۔ اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے، جانتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کل کیا کمائے گا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کہاں مرے گا اس میں کوئی شک نہیں اللہ جاننے والا بتانے والا ہے[ع]

اس کے بعد یہ شخص چلے گئے۔ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں واپس لاؤ۔ صحابۂ کرام نے ہر طرف تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ اب حضور نے فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھے۔ یہ جبرئیل تھے۔ تم لوگوں نے اس وقت کچھ نہیں پوچھا تو یہ آئے تھے کہ تم کو دین سکھائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جب بھی جبرئیل آئے میں نے پہچان لیا۔ مگر اب کی بار نہ پہچان سکا۔ یہ واپس ہونے کے لئے جب مڑ چکے تھے جب پہچانا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تین دن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات کی اور دریافت فرمایا تمھیں معلوم ہے وہ سائل کون تھے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جبرئیل تھے تمھیں دین سکھانے آئے تھے۔

نکات (۲) بخاری میں جتنا حدیث کا متن ہے۔ اس پر وارد بہت سے شبہات اس حدیث کے متفرق متون کو جمع کر دینے سے دور ہو گئے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر کی زیادتی ہے۔ وہ راویوں کی طرف سے ہے کہ انھوں نے اپنی یادداشت یا ضرورت کے مطابق ذکر کیا۔

اب چند ضروری گوشوں کی توضیح باقی رہ گئی ہے وہ حاضر ہیں۔

(الف) جبرئیل اس خاص ہیئت کے ساتھ اجنبی بن کر کیوں حاضر ہوئے؟ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کریں اس لئے ہم لوگوں کی خواہش رہتی تھی کہ کوئی ذہین دیہاتی آکر کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ اسی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذنِ عام دے دیا تھا۔ کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو مگر ہیبت کی وجہ سے کوئی کچھ نہ پوچھ سکا۔ اس لئے جبرئیل امین اجنبی بن کے حاضر ہوئے۔ کہ صحابہ یہی سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی ہیں۔ اگر صحابۂ کرام

[ع] سورۂ لقمان،

مَلَائِکَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَلِقَائِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

فرشتوں پر اور اس کے سب رسولوں پر اور اسکی ملاقات پر اور آخر۔ قبر سے اٹھنے پر ایمان لائے اس نے کہا یا رسول اللہ

کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ جبرئیل ہیں۔ تو اس کا امکان تھا کہ صحابہ پر ان کی بھی ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے انکی زیارت میں انہماک ہو جاتا اور ان کے سوالات و جوابات کو کما حقہ مستحضر نہ رکھ پاتے۔

(ب) بچھونے کے کنارے ہی سلام کرنے کے بعد بار بار نزدیک آنے کا اذن مانگنا اس لئے تھا کہ تمام حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ نیز یہ بتانا تھا کہ بزرگوں کے بہت نزدیک بلا ان کی اجازت کے نہیں ہونا چاہیئے۔ خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(ج) گردنیں پھلانگتے اس لئے آئے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ بغیر اس کے قریب آنا ممکن نہ ہو نیز یہ بدویانہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ لوگ یہی سمجھیں کہ واقعی یہ کوئی بدوی ہیں۔

(د) گھٹنے سے گھٹنے ملا کر، زانو اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے۔ یہ بتانے کے لئے کہ تلمیذ و استاذ میں جتنی موانست ہوگی قرب ہوگا، اتنا ہی زیادہ فیض ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فوضع یدیه علی فخذیه۔ اس میں یدیه کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ رجل ہے۔ البتہ فخذیه کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ تو وہ معنی ہوں گے جو ہم نے بیان کیا دوسرے یہ کہ اس کا مرجع بھی رجل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ آنے والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانو پر رکھے۔ اسی میں ادب زیادہ ہے۔ اور پہلے میں یگانگت کا بہت زیادہ اظہار نیز بدویت کا بھی۔ ہم نے پہلی شق اس لئے اختیار کی، کہ سلیمان تیمی کی روایت میں یہ تصریح ہے۔ وضع یدہ علی رکبتی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وَسَلَّمَ۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ نیز بغوی اور اسماعیل تیمی نے اسی پر جزم فرمایا۔ اور طیبی نے اسی کو ترجیح دی۔

(ھ) سفید شفاف بے داغ لباس پہن کر حاضر ہوئے اس میں اشارہ ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا چاہیئے کہ اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو۔

(و) سیاہ بال جوانی کی نشانی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ طلب علم کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(ز) انتہائی خوبصورت بہترین خوشبو کے ساتھ آنے میں یہ تلقین ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے حضور اچھی سے اچھی ہیئت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ جس سے اسکی طرف میلان قلب ہو ایسی ہیئت سے نہ حاضر ہو کہ لے تکدر یا نفرت ہو۔

مَا الْاِسْلَامُ، قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ

اسلام کیا ہے؟ فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس طرح کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے

(۳) ایمان باللہ۔ ایمان بالرسول۔ ایمان بالملئکہ و ایمان بالکتب کی تشریح۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور اس کی تفصیل کتاب میں متعدد جگہ آئے گی۔ توضیح طلب باتیں تین ہیں۔ موت پر ایمان، اور اس کی ملاقات پر ایمان۔ اور بعث آخر یا یوم آخر پر ایمان۔

(الف) موت ایسی چیز ہے کہ اس کا سبھی کو یقین ہے۔ پھر اس پر خصوصیت سے ایمان لانے کا ذکر غالباً اس بنا پر ہے کہ موت کا یقین سب کو ضرور ہے۔ مگر اس سے غفلت عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ موت سے غفلت نہ برتی جائے اسے یاد رکھا جائے۔ یا اس سے پوری دنیا کا کلیۃً فنا ہو جانا مراد ہے۔

(ب) بعث سے مراد، قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور یہ بہر حال آخر ہے۔ اب آخر صرف توضیح و تاکید کے لئے ہے۔ جیسے کہتے ہیں «امس الذاھب» حالانکہ اَمسِ کا معنی ہے کل گذشتہ کے۔ یا اس بنا پر کہ بعث دو ہیں۔ ایک عدم سے وجود میں آنا۔ یا ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنا۔ دوسرے قیامت کے دن۔ یہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت آخر ہوا۔

(ج) یوم آخر سے مراد قیامت ہے اس کو یوم آخر اس لئے کہتے ہیں کہ جن ایام کی حد ہمیں معلوم ہے۔ ان میں سب سے آخری دن ہے۔ یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جو احوال و اہوال اور معاملات پیش آئیں گے۔ ان سب پر ایمان لانا۔ مثلاً حساب کتاب، وزن اعمال، پل صراط پر گذر، جنت دوزخ۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(د) اللہ کی ملاقات سے مراد یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری ضروری ہے۔ یا یہ کہ اس کی رویت مراد ہے کہ مومنین کو اس کی زیارت ہوگی۔ جیسا کہ اس کے بارے میں احادیث مشہورہ وارد ہیں، یہ اگرچہ یوم آخر کے احوال میں داخل ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا۔

(۴) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ لیکن یہ کلیۃً صحیح نہیں۔ یہاں جن امور کو اسلام بتایا۔ وفد عبد القیس کی حدیث میں انھیں کو ایمان بتایا۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا اس بستی میں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو باہر کیا ہم نے اس بستی

وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ذٰریٰت آیت ۳۵،۳۶ میں صرف ایک گھر مسلمان کا پایا۔

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو مومن بھی فرمایا۔ اور مسلمان بھی۔ اس سے ظاہر کہ مومن اور مسلمان مرادف ہیں۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام بھی مرادف ہیں۔

لیکن اس حدیثِ جبرئیل اور دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں۔ نیز قرآن مجید ہی میں ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ۔ گنواروں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ فرمادو ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو ہم تابع ہو گئے ابھی تمہارے دلوں میں ایمان کہاں داخل ہوا

اس آیت میں ایمان کی نفی کر کے۔ اسلام کا اثبات ہے۔ اس سے ظاہر کہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ اطلاق میں کہیں کہیں تغایر کی بو آتی ہے۔ ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

ہم کتاب الایمان کی ابتدا میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ایمان، تصدیق اور اقرار باللسان دونوں کا نام ہے۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں۔ اور اسلام کے لغوی معنی تابعدار ہونے کے ہیں۔ شرع میں اسلام کے معنی ہیں۔ اس دین کا پابند ہونا جو خدا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی دین کا پابند اسی وقت ہوگا جب اس کے اصول کو سچ جانے۔ اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرے۔ اور یہی جاننا ایمان ہے۔ اور جب انسان کسی کے اصول کو سچ جان لے گا۔ اور اس کا اقرار بھی کرے گا۔ تو اس کا پابند بھی ہوگا۔ لہٰذا ایمان و اسلام ایک ہوئے۔

ہاں اطلاق میں کہیں کہیں اسلام ظاہری اعمال کی ادائے گی پر بولا گیا ہے۔ اس لحاظ سے فرق صرف اعتباری ہوگا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ حدیثِ جبرئیل اور سورۂ حجرات کی اس آیت میں یہی اطلاق ہے۔ ورنہ حدیث جبرئیل کا اخیر اس کا رد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کو دین فرمایا جس میں ایمان بھی داخل ہے۔ اور خود قرآن مجید میں ہے۔

مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کرے اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

اور ارشاد ہوا وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بنایا۔ کیا ایمان دین سے خارج ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ اور ضرور صرف نفی میں ہے۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں۔ مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں۔ فلاں ایمان لایا۔ یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا۔ دونوں کے معنی بلا کسی دغدغہ کے ایک ہیں۔ ہاں اطلاق کے اعتبار سے شریعت میں اس کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ ایمان اور اسلام دونوں کا ایک مفہوم پر اطلاق جیسے وفد عبد القیس والی حدیث اور سورۂ ذٰریٰت کی مذکورہ آیت میں۔ اسلام کا اور ایمان کا الگ الگ معنوں میں اطلاق جیسے سورۂ حجرات کی آیت میں

تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر بھلائی برائی اللہ عزوجل نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر کر دی ہے جو بات جیسے ہونے والی تھی۔ اور جو شخص جو کچھ کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل اسے ازل سے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ لیا۔ اب اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، محال ہے، یہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے احوال جانے بغیر جو چاہا لکھ دیا۔ اور اب ہم اس لکھنے کی وجہ سے ویسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ مثلاً زید کے ذمے برائی لکھی۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ برائی کرے گا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اس کے ذمے بھلائی لکھتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو جمادات پتھر کنکر کی طرح بے حس و حرکت بے اختیار نہیں بنایا۔ بلکہ ایک نوعِ اختیار بھی دیا ہے کہ کسی کام کو چاہے تو کرے۔ چاہے تو نہ کرے۔ اسی کے ساتھ عقل بھی دی کہ وہ بھلے برے نفع، نقصان کو پہچان سکے۔ اور ہر قسم کے سامان و اسباب مہیا فرما دئے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ان سامان سے کام لے۔ اسی اختیار پر مواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو جمادات کی طرح مجبور محض سمجھنا۔ یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

تقدیر کے منکرین کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امت کا مجوس فرمایا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ مجوس دو خالق مانتے ہیں خالقِ خیر یزداں۔ خالقِ شر اَہرمَن۔ اور قدریہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ انھوں نے دو ہی نہیں کروڑوں خالق مانے۔

تقدیر و قضا ہم معنی ہیں۔ قضا کی تین قسمیں ہیں۔ مُبْرَم حقیقی۔ جو علم الٰہی میں کسی چیز پر مُعَلَّق نہیں۔ مُعَلَّق محض۔ ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہو۔ مُعَلَّق شبیہ مبرم۔ صحف ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں۔ مگر وہ علم الٰہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیل محال ہے۔ اگر محبوبانِ بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس سے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کے آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے بآں قرب

تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ

اور نماز ادا کرے اور فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھے۔

واختصاص بہت کچھ عرض و معروض کی۔ یہاں تک کہ ان کی عرض و معروض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا۔ ارشاد ہے۔

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوْطٍ۔ ابراہیم ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا۔ اس لئے نہ رُکا۔

قضاء معلق۔ اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ، اعمالِ حسنہ سے ٹل جاتی ہے۔

معلق شبیہ مبرم تک عامۂ اولیاء کرام کی رسائی نہیں۔ اکابر کی ہے۔ جو ان کی دعاء توجہ سے ٹل جاتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کو فرمایا۔

اِنِّيْ اَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔

اور اسی کو حدیث میں فرمایا گیا۔

اِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ۔ دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر کے مسائل عقول متوسطہ کی دسترس سے باہر ہیں۔ ما و شما کس گنتی میں۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم کو اس میں بحث کرنے سے روک دیا گیا۔ اس میں زیادہ غور وخوض بحث و تمحیص بہت نقصان دہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ استدلالی نہیں۔ صرف کشفی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ جتنا ہی دقیق اور عام عقلوں کی دسترس سے بالاتر ہے۔ اُتنا ہی لوگ اس میں کرید کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے عام فہم اسے قریب کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے۔ ہم چلتے ہیں پھرتے ہیں اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں زندگی کے روزمرہ کے معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں۔ ہم جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں جو نہیں چاہتے ہیں نہیں کھاتے پیتے۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں نہیں چاہتے ہیں نہیں جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برخلاف رعشے کی بیماری والا ہے۔ کہ وہ لاکھ چاہے کہ اس کا سر اور اس کا ہاتھ اس کا پاؤں نہ ہلے۔ مگر وہ روک نہیں سکتا۔ فالج زدہ، مفلوج عضو کو لاکھ چاہے حرکت نہیں دے سکتا۔ اس کے برخلاف ایک تندرست انسان جب چاہے جس عضو کو چاہے حرکت دے سکتا ہے حرکت سے روک سکتا ہے تندرست کی حرکات و سکنات

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْاِحْسَانُ

اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ احسان کیا ہے؟

رعشہ اور فالج زدہ کی طرح بے اختیاری نہیں ـــــ مگر اس اختیار کے باوجود روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کہ ایک انسان ایک بات کو چاہتا ہے اس کے لئے لاکھ جتن کرتا ہے۔ سب تدبیریں کر ڈالتا ہے۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس سے سمجھ میں آیا۔ کہ ہمیں اختیار بھی ہے قدرت بھی ہے۔ مگر بالکلیہ نہیں۔ ہمارا اختیار ہماری قدرت کسی اور قدرت والے اختیار والے کے ماتحت ہے۔ یہی تقدیر ہے۔

(۵) احسان باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ حُسنٌ ہے۔ جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے۔ تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں۔ اور جب الیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے۔ اسے یوں فرمایا۔

اَنْ تعبدَ اللہَ کانّکَ تراہ فان لم تکن تراہ فانّہٗ یراکَ۔ اللہ کی یوں عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا۔ کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو۔ مگر وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کو دوسری حدیث میں یوں فرمایا۔

اُعْبُدْ رَبَّکَ فِی جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ کَعِبَادَتِکَ فِی حَالِ الْعِیَانِ۔ ہر حالت میں اپنے رب کی یوں عبادت کرو جیسے حالت مشاہدہ میں کرتے

اس تقدیر پر احسان کا صرف ایک درجہ ہوا۔ وہ یہ کہ اللہ کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہوسکے تو یوں عبادت کرو کہ گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے

اب احسان کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت کے وقت یہ خیال جما رہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جما رہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بندے کو یہ حضور حاصل ہو کہ۔ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے تو پھر نہ کوئی طاعت چھوٹے گی نہ اس کے آداب و شرائط میں کوئی کمی ہوگی۔ اور نہ کوئی گناہ پر جرأت ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ

مالک دروازے پر بیٹھا ہوا نوکروں سے کام لے رہا ہے۔ نوکر اپنے کام میں لگے ہیں۔ مالک کو نہیں دیکھتے مگر یہ جانتے ہیں کہ مالک ہم کو دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں نہ کمی کریں گے نہ قصداً کام بگاڑینگے۔ بخلاف اس کے کہ مالک موجود نہ ہو۔

لیکن اگر دربار شاہی میں کوئی شہنشاہ کے روبرو موجود ہو شہنشاہ کے چہرے پر اس کی نظر ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کیا وہاں حکم عدولی کی جرأت ہوگی تعمیل حکم میں تاخیر کی مجال ہوگی۔ کیا آداب دربار کی خلاف ورزی ہوگی۔ کیا کوئی اپنے کو لایعنی باتوں میں مشغول رکھے گا۔ خصوصاً جبکہ شہنشاہ ایسا ہو۔ جو ظاہر و باطن سب اس پر منکشف ہوں۔ آنکھوں کی چوری سے لے کر سینے کے اندر تک مطلع ہو۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ خطرات بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوں عمداً تو بہت دور ہے کیا دل میں بغاوت سرکشی حکم عدولی کا وہم بھی آسکے گا؟۔

اور سوچو! جبکہ شہنشاہ مالک حقیقی ذوالجلال والجبروت ہو۔ اور اس کے ساتھ حسن وجمال میں بھی لاشریک لہ تو حاضر باش کا کیا حال ہوگا۔ ع ذوق ایں می نشناسی بخدا تا نہ چشی۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان جوامع کلم میں سے ہے کہ اس کی تشریح سے دفتر کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ یہی تصوف کی اصل ہے۔ جس کی شرح میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں لکھی جائیں گی۔ اور جو لکھی گئیں یا جو لکھی جائیں گی۔ وہ ایک قطرہ بھی اس بحر ناپیدا کنار کا نہیں۔ ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ ایمان اصل الاصول ہے۔ اس کی فرع اعمال ہیں۔ اعمال کے ادائے کے اعتبار سے تین درجے ہیں۔

اول :۔ حسب تفصیل فقہ، شرائط کے ساتھ ارکان ادا کرلئے جائیں۔ اس سے آدمی فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ یہ عوام کے لئے ہے۔

دوم :۔ عبادت میں کم از کم یہ تصور ہو کہ معبود ہمیں دیکھ رہا ہے۔ یہ خواص کا مقام ہے۔

سوم :۔ عبادت میں یہ حضور وشہود ہو گویا عابد معبود کو دیکھ رہا ہے۔ یہ اخص الخواص کا مقام ہے۔

عُمارہ بن قعقاع کی روایت اور حضرت انس کی حدیث میں "ان تعبد اللہ" کے بجائے ان تخشی اللہ ہے اب احسان سے مراد عبادت کا احسان نہیں ہوگا۔ بلکہ اسلام کا احسان ہوگا۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا احسان کیا ہے؟۔

جواب ارشاد ہوا۔

اللہ سے یوں ڈرتے رہو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں ڈرتے رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہاں تخشی اللہ کا مفعول محذوف ہے۔ جو عموم کا افادہ کرتا ہے۔ کہ ہر وقت اللہ سے ان دونوں تصور میں سے

قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ

فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرگویا تو اس کو دیکھ رہا ہے پھر اس طرح کہ

ایک کے ساتھ ڈرتے رہو۔ خواہ حالتِ عبادت میں ہو خواہ کسی حالت میں۔ یہ دوام اپنے دونوں مدارج میں سے کسی ایک درجے میں جسے بھی نصیب ہو جائے اس کے مدارج کا اندازہ کون لگا سکے گا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

كَأَنَّكَ تَرَاهُ میں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بیداری کے ساتھ چشم سر سے دیدارِ الٰہی ممکن نہیں۔ ورنہ كَأَنَّكَ (گویا دیکھ رہے ہو) نہ فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے یوں عبادت کرو کہ اسے دیکھو اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا۔

واعلموا انکم لن تروا ربکم حتیٰ تموتوا جان لو! موت سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہرگز نہ کروگے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدارِ الٰہی کرنا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ احادیث اس کے لئے مخصص ہیں۔ رہ گیا خواب میں وہ صحابۂ کرام، اولیاءِ کرام کے لئے حاصل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا رأیت ربی فی سکک المدینۃ میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ اس سے مراد بھی خواب میں دیکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدینے کی گلیوں میں رہتے ہوئے میں نے رب کا جلوہ دیکھا۔ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو مرتبہ اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔

(۶) عبادت کے معنی قاضی بیضاوی علامہ نسفی وغیرہ مفسرین نے عبادت کے یہ معنی بتائے ہیں۔

اقصی غایۃ الخضوع والتذلل۔ کسی کے لئے انتہائی حد تک عاجزی و فروتنی کرنا۔

اقصی غایت تذلل، عبادت، اور اس سے کم درجہ تعظیم ہے۔

اقصی غایت کی حد کیا ہے۔ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اسکی قدرے توضیح یہ ہے۔ کہ انسان مختلف اشخاص و ہستی کے سامنے تذلل ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے سامنے۔ بیٹا باپ کے سامنے۔ شاگرد استاذ کے سامنے۔ مرید شیخ کے سامنے۔ امتی نبی کے روبرو۔ اور ایک عابد معبود کے حضور۔

ہر شخص پر ظاہر ہے۔ کہ تذلل کے یہ سب مدارج یکساں نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ اقصیٰ غایت تذلل عبادت۔ اس سے فرو تر تعظیم۔ جیساکہ ہم پہلے بتا آئے کہ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔

تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے عرض کیا۔

کسی ہستی کو واجب الوجود اعتقاد کر کے یا واجب الوجود کے خواص ولوازم میں سے کسی ہستی کے لئے ثابت مان کر یا کائنات عالم کی تدبیر میں کسی کے لئے ایسا دخل ماننا کہ اس کے بغیر نظام نہیں چل سکتا یا نفع وضرر پہونچانے یا تخلیق و ایجاد میں کسی کو مستقل بالذات ماننا اس معنی کر کہ وہ بے اذنِ الٰہی کے جو چاہے کرے یا تحلیل وتحریم کا اختیار مستقل ماننا یا کسی کی ذات وصفات کو ذاتی مان کر تذلل کرنا غایت تعظیم اور عبادت ہے اور ان مذکورہ تصورات کے بغیر کسی کے لئے تذلل کرنا عبادت نہیں۔

اور صحیح بات تو یہ ہے۔ عبادت اور تعظیم کی حد فاصل ہر عاقل جانتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانا ذرا مشکل ہے۔ سجدہ ایک فعل ہے۔ دونوں زانو بیٹھنا ایک فعل ہے۔ یہی کبھی عبادت ہے کبھی تعظیم۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو فرشتوں نے اور حضرت یوسف علیہ السّلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں نے جو سجدہ کیا یہ تعظیم تھا۔ اور نماز کا سجدہ، عبادت۔ جبرئیل امین خدمت اقدس میں باادب تلمیذ کی طرح دو زانو بیٹھے یہ تعظیم۔ اور قعدہ میں عبادت روضۂ اقدس کی حاضری کے وقت دست بستہ کھڑا ہونا تعظیم۔ اور نماز میں عبادت۔ ہر عام حالات میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ نہ تعظیم ہے نہ عبادت۔ اور کسی مقتدا دین کے لئے کھڑے ہو گئے یا اس کے سامنے کھڑے ہیں تو یہ تعظیم۔ اور مالکیہ کے یہاں مطلقاً نماز میں اور احناف وشوافع کے یہاں رکوع کے بعد سجدے سے پہلے کھڑا ہونا عبادت اس لئے ماننا پڑے گا کہ تعظیم وغیر تعظیم عبادت وغیر عبادت میں سب کو امتیاز آتا ہے۔ البتہ الفاظ کے قالب میں اسے ڈھالنا ذرا متعذر ہے۔ اور یہ صرف عبادت اور تعظیم ہی کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو سب جانتے ہیں۔ مگر اس کی تعریف پوچھو تو کم ہی لوگ بتا پائیں گے۔ مکان وزمان، حرکت وسکون، کون نہیں جانتا مگر ذرا اس کی تعریف پوچھ کر دیکھو؟ اور ان کی جو تعریفیں کی جاتی ہیں کتنی آسان ہیں۔ وہ فلسفے کے متعلم اور معلم سے پوچھو۔ آج کل کچھ لوگوں نے عبادت کی تعریف یہ گڑھ لی ہے۔ کسی کو مافوق الفطری قوت کا مالک، اعتقاد کر کے اسکی قربت ونزدیکی حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرنا۔[ع] یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ صحابہ سے منقول ہے نہ علمائے سلف سے نہ علماء خلف سے۔ انعامی اعلان کے باوجود آج تک نہیں بتایا گیا۔ اور نہ قیامت تک کوئی بتا سکتا ہے۔

عہ رودادِ مناظرہ بجرڈیہہ۔

مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ

قیامت کب آئے گی؟ فرمایا جس[۵] سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اور بداہتہً باطل ہے۔ ورنہ لازم کہ ساری امت ہی نہیں انبیاء کرام خود اللہ عزوجل، مشرک ہو۔ وہ یوں کہ بنص قرآنی ثابت کہ انبیاء کرام میں فوق الفطری قوتیں تھیں بلکہ یہ بھی ثابت کہ امتیوں میں بھی تھیں۔ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے وحوش وطیور جنات کا تابع ہونا ہوا کا ان کے قابو میں ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اور عصا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورت میں جان ڈالنا اور مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا مردے جلانا۔ حضرت آصف بن برخیا کا سیکڑوں میل کی دوری سے بلقیس کا منوں وزنی تخت پلک جھپکنے کے اندر لانے کی قوت۔ یہ سب مافوق الفطری قوتیں ہی تو ہیں۔ پھر یہ تعریف بالمجہول۔ فوق الفطری کی تحدید کیا ہے۔ اسکو کوئی صاحب متعین کر دیں۔ اور تعریف بالمجہول۔ تجہیل محض و باطل۔ اس لئے یہ تعریف من گڑھت ہونے کے ساتھ ساتھ لایعنی بلکہ منجر الی الکفر ہے[عہ]۔

(۷) ما المسئول عنہا باعلم من السائل۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہاں نفی اسم تفضیل پر داخل ہوئی۔ جو صرف معنی تفضیل کی نفی کرتی ہے۔ بالکلیہ مشتق منہ کی نفی نہیں کرتی۔ جس کا مفاد یہ ہوا۔ کہ قیامت کے بارے میں، میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اُتنا میں بھی جانتا ہوں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ قیامت کا علم نہ تجھے ہے نہ مجھے۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں ہم اور تم برابر ہیں۔ اس قدر پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی دونوں شارحین کا اتفاق ہے کہ یہ..... تساوی فی العلم پر دلالت کرتا ہے۔ عینی میں ہے۔

مشعرۃ بوقوع الاشتراک فی العلم۔ والنفی توجہ الی الزیادۃ فیلزم ان یکون معناہ انہما متساویان فی العلم بہ[۲۹۳/۱]

یہ علم میں اشتراک کو بتا رہا ہے۔ اور نفی زیادت کی طرف متوجہ ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ دونوں اس کو جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ قیامت کب آئے گی یہ جبرئیل بھی جانتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جانتے تھے اس پر قرینہ تو یہ ہی نہیں بلکہ بڑی مضبوط دلیل ابو فروہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

عہ پوری تفصیل کے لئے بحر ڈیہہ کی روداد مناظرہ کا مطالعہ کریں۔

فنکس فلم یجبہ ثم اعاد فلم یجبہ ثلاثا ثم دفع راسہ وقال ماالمسئول عنہا الحدیث فتح ج ۱ ص ۱۱۸ عینی ج ۱ ص ۲۸۴۔

اس سوال پر حضور نے سر جھکالیا کوئی جواب نہیں دیا تین بار یہی ہوا۔ تو سراقدس اٹھایا۔ اور فرمایا۔ مسئول عنہا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہ تھا۔ اور اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ تمہاری طرح میں بھی نہیں جانتا تو دیگر سوالات کے جوابوں کی طرح بلاتوقف کیوں نہیں فرمادیا۔ اتنے غور کی کیا حاجت تھی۔ کہ انھیں تین بار سوال دہرانا پڑا۔ بات بالکل صاف ہے۔ کہ اگر نہ جانتے ہوتے تو بلاتوقف فرمادیا ہوتا۔ لیکن بات یہ ہے جانتے تھے مگر بتانے کی اجازت نہ تھی۔ تو اگر فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا تو جو اس سوال سے مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوتا۔ اور اگر فرماتے کہ میں نہیں جانتا تو جھوٹ ہوتا۔ اس لئے غور فرماکر ایسا جواب دیا۔ کہ نکتہ شناس سمجھ جائیں اور راز، راز رہے۔

اس سوال کی وجہ علامہ قرطبی نے یہ بتائی ہے۔

المقصود من ھذا السوال کف السامعین عن السوال عن وقت الساعۃ لانھم کانوا قد اکثروا السوال عنہا فلما حصل الجواب بما ذکر حصل الیاس من معرفتہا۔ عینی ج ۱ ص ۲۹۱

اس سے مقصود سامعین کو قیامت کے وقت کے بارے میں سوال سے روکنا تھا۔ کیونکہ اکثر لوگ اس کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ جب یہ جواب مل گیا۔ تو سامعین کو اس کے جاننے سے مایوسی ہوگئی۔

اور اگر بالفرض یہی مراد لے لیا جائے کہ نہ جاننے میں مساوات مراد ہے۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس وقت نہیں جانتے تھے۔ یہ اہل سنت کے عقیدے کے معارض نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ جمیع ما کان ومایکون حتی کہ غیوب خمسہ کا بھی علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے تکمیل قرآن کے پہلے اگر کچھ غیوب آپ پر مخفی رہے تو یہ اس عقیدے کے معارض نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ حدیث تکمیل قرآن کے بعد کی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں دو مرتبے ہیں۔ ایک یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے یعنی قدر معتدبہ۔ یہ ابتدا ہی سے ہے۔ اس لئے کہ نبی کے معنی ہیں، غیب کی خبر دینے والے کے۔ المنجد میں ہے۔ النبوۃ۔ الاخبار عن الغیب او المستقبل بالھام اللہ۔ النبی۔ المخبر عن الغیب او المستقبل بالھام اللہ ص ۷۸۴

اس کے ترجمے مصباح اللغات میں ہے جو ایک فاضل دیوبندی کا ہے۔ اللہ کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے والا، آئندہ کی پیشین گوئی کرنے والا۔ علاوہ ازیں نبی کے خواص لازمہ میں غیب دانی ہے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی

علی المواہب، میں لکھتے ہیں۔

قال الغزالی، النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص. احدھا. انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ وصفاتہ وملائکتہ والدار الآخرۃ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرت المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق. ثانیھا ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ. ثالثھا ان لہ صفۃ بھا یبصر الملائکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمی رابعھا. ان لہ صفۃ بھا یدرک ماسیکون فی الغیب۔

صـ ۱۹-۲۰ / ۱۲

نبوت وہ وصف ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے جسکی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اول یہ کہ نبی اللہ عزوجل اور اس کی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق امور کی حقیقت جانتا ہے۔ کثرت معلومات کشف وتحقیق کی زیادتی کی وجہ سے نبی کا یہ علم دوسروں کے علم سے ممتاز ہوتا ہے۔ ثانی۔ نبی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے۔ ثالث۔ نبی میں ایک قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے۔ جیسے بینا کے اندر ایک قوت ہے۔ جسکی وجہ سے وہ اندھے سے علیحدہ ہے۔ رابع۔ اسے ایک ایسی قوت ہوتی ہے۔ جس سے یہ جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہوگا۔

اسی لئے نبی اس وقت نبی نہوگا۔ جب تک غیب داں نہ ہو۔ اسے غیب دانی پر قدرت نہ ہو۔ اس مرتبے میں جمیع علم ماکان ومایکون کا علم داخل نہیں۔ قدر معتد بہ لازم ہے۔ جیسے ہر مسلمان کو دینی باتوں کا علم ہے مگر ہر مسلمان عالم نہیں کہلاتا۔ عالم وہ ہے جو دین کے معتد بہ علم سے مشرف ہو۔ اس درجے میں دس بیس بلکہ سو دوسو باتوں کا نہ جاننا عالم ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بھی بعض سوالوں کے جواب میں فرمایا۔ لاادری۔ میں نہیں جانتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے سوالوں کے جواب میں فرمایا لاادری اسی طرح جب نبی علم غیب قدر معتد بہ جانتا ہے۔ بلکہ اسے یہ قوت ہے کہ غیب جان لیا کرے تو دس بیس یا بالفرض سو دوسو غیب کی باتوں پر اگر اطلاع اس درجے میں نہ ہوئی۔ تو یہ نبی کے «غیب داں» ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے سیدنا امام اعظم اور امام مالک کا چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام اعظم اور امام مجتہد ہونے کے منافی نہیں۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے جمیع ماکان ومایکون اور علوم خمسہ بشمول علم قیامت جاننے کا۔ یہ مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

سَاُحَدِّثُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا۔ اِذَا وَلَدَتِ الْمَرْاَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ

اس کی نشانیوں کو بتاتا ہوں جب عورت اپنے آقا کو جنے یہ اس کی نشانیوں میں سے

اَشْرَاطِهَا وَاِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوْسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا

ہے اور جب ننگے پاؤں ننگے بدن رہنے والے، لوگوں کے سردار ہوجائیں۔ یہ اسکی نشانیوں میں سے ہے۔

علیہ وسلم کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا تکمیل قرآن کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں۔ جو اس دعوی کے منافی ہو۔

جب حدیث جبرئیل کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نزول قرآن کی تمامیت کے بعد کی ہے۔ تو یہ حدیث اہل سنت کے عقیدے کے مزاحم نہیں۔

رہ گیا اس کا ثبوت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام قیامت کا علم تھا۔ اس کے لئے الدولۃ المکیہ الفیوض الملکیہ، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ سردست صرف علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہ کے شرح قصیدہ بردہ کی ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الابعد ان اعلمه اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ ص۴۷

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرمادیا۔

علامات قیامت

(۸) علامات قیامت کثیر ہیں۔ مگر اس حدیث میں صرف تین بیان فرمائیں۔ اوّل۔ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔

اس حدیث میں "ربتھا" کا لفظ آیا ہے۔ یہ "رب" کی تانیث ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق ہر پلنے والے پر آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو فرمایا۔

اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ یہ تو میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھکو اچھی طرح رکھا۔

عرف میں اس کے معنی آقا اور مالک کے بھی آتے ہیں۔ بیع سلم میں "رب المال" کا لفظ عام ہے۔ اس حدیث میں آقا ہی کے معنی میں ہے۔ بلا اضافت "رب" کا اطلاق اللہ عزوجل کے علاوہ دوسرے پر جائز نہیں۔ بلکہ کفر ہے۔ غیر خدا پر اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق یہ عربی کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے عرف میں اضافت

فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ

(قیام قیامت کا وقت) اُن پانچ چیزوں میں سے ہے جنھیں اللہ کے سوا بے اسکے بتائے) کوئی نہیں جانتا جیسا کہ قرآن مجید

کے ساتھ بھی غیر خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روسا، معززین بلکہ بادشاہانِ وقت بھی لونڈیوں کو بیبیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان سے اولاد ہوگی۔ یہ اولاد اپنی ان ماؤں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو آقا لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ بادشاہ وقت کی لونڈی کے بطن سے جو اولاد ہوگی ان میں بادشاہ ہوں گے۔ اور یہ مائیں ان کی رعایا۔

یا مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی بہت زیادہ کثرت ہوگی۔ خدا نا ترس لوگ ام الولد کو بھی بیچ ڈالیں گے اور وہ پھر دست بدست بکتی ہوئی اپنی اولاد کی ملکیت ہو گی۔

یہ دونوں علامتیں ظاہر ہو چکیں۔ شاہان بنی عباس میں سوائے امین کے سب لونڈی زاد تھے۔

یا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ لوگ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ لونڈی جیسا برتاؤ کریں گے۔ ماں کو لونڈیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان کی حق تلفی، نافرمانی کریں گے۔ ایذا پہنچائیں گے۔ یعنی اولاد اپنی ماں کے ساتھ آقا کی طرح برتاؤ کرے گی۔ یہ تاویل مذکورہ متن پر بالکل چسپاں ہے کہ فرمایا۔

عورت اپنے آقا کو جنے گی۔

یہ اس طرح کہ عورت کا لفظ عام ہے۔ آزاد اور لونڈی دونوں کو۔ بلکہ عربی میں "اِمْرَأَةٌ" لفظ قریب قریب آزاد عورت کے ساتھ خاص ہے۔

یہاں حدیث دو لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ رَبَّهَا۔ اور رَبَّتَهَا۔ رَبَّتَهَا کے معنی مالکہ کے ہیں۔ اس کا بھی وہی حاصل کچھ مبالغہ کے ساتھ۔ لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے ماں کی زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ اب حدیث کا یہ مفہوم ہوا کہ لڑکے تو لڑکے، لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ مالکہ جیسا برتاؤ کریں گی۔

دوم ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے، سردار اور حکمراں ہوں گے۔

سوم بھک منگے کالے اونٹوں اور بکریوں کے چرانے والے محل میں فخر کریں گے۔

آج جو دنیا کا حال ہے۔ اس کو دیکھو! چودہ سو برس کی یہ غیب کی خبر کس طرح حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے۔

(۵) علوم خمسہ کی بحث (۵)

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوا عَلَيَّ

میں ہے) بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور بارش برساتا ہے۔ مادہ کے پیٹوں میں کیا ہے جانتا ہے۔ پھر وہ شخص

لوٹ گیا۔ آنحضور نے فرمایا۔ اُسے واپس لاؤ۔

(۹) ارشاد فرمایا۔ قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں ہے۔ جنھیں اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیساکہ سورۂ لقمان کی اس آیت میں ہے۔

"بیشک اللہ ہی کے پاس۔ قیامت کا علم ہے۔ اور وہ بارش برساتا ہے۔ اور مادہ کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے۔ کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا اور کوئی اپنے اٹکل سے نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ علوم خمسہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائے یا نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کی خبر دی۔

حضرت امام حسن کی ولادت سے پہلے، حضرت عباس کی اہلیہ ام الفضل سے فرمایا۔ فاطمہ کے ایک بچہ ہوگا۔ اس کی پرورش تم کروگی۔

جنگ بدر کے ایک دن قبل فرمایا۔ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ ویسا ہی ہوا۔

جنگ احزاب کے خاتمہ پر فرمایا۔ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کرسکتے۔

جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا۔ کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ دوسرے دن جھنڈا حضرت علی کو دیا۔ اور فتح حاصل ہوئی

فتح مکہ سے پہلے حضرت علی اور حضرت زبیر کو بھیجا کہ "خاخ" تک چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ملے گی اس کے پاس خط ہے اسے مع خط پکڑ کر لاؤ۔

ایک حدیث[۱] میں ہے۔ کہ فرمایا۔ جب سب لوگ مرجائیں گے بارش ہوگی۔ جس سے سب کے جسم اپنی حالت پر ہوجائیں گے

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفات اور مدفن کی خبر دی فرمایا۔

[۱] مشکوٰۃ ص۴۸۱۔

عسی ان لا تلقانی بعد عامی ھذا العلک اَنْ اس سال کے بعد مجھ تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔ اب تم میری مسجد
تمر بمسجدی و قبری ۔ اور میری قبر سے گذرو گے۔

تو جب ان علوم خمسہ میں سے اتنے امور کو حضور جانتے تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حدیث کے اس ارشاد اور آیہ کریمہ میں حصر صرف علم ذاتی واجب قدیم غیر مخلوق ممتنع الزوال کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم صرف اللہ عزوجل کو ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

رہ گیا۔ علم عطائی حادث ممکن۔ یہ۔ نہ اللہ عزوجل کی صفت اور نہ شرعاً عقلاً جائز۔ کہ ان امور کا علم، بلکہ مطلق علم بلکہ باری عز اسمہ کی کوئی صفت، عطائی حادث ممکن ہو۔ اس پر اجماع امت کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کسی بھی صفت کو عطائی یا حادث یا ممکن مانے وہ کافر۔ تو پھر یہ کہنا کہ علم عطائی حادث ممکن بھی باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ۔ فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اور آیہ کریمہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔ میں علم سے مراد علم ذاتی واجب قدیم ہے۔ یا علم عطائی حادث ممکن یا مطلق علم۔ اب اگر کہیں کہ علم عطائی حادث مراد ہے۔ تو لازم کہ باری تعالیٰ کا علم۔ عطائی حادث ممکن ہو۔ اور یہ کفر بلکہ مجموعہ کفریات۔ اور اگر کہیں کہ مطلق علم مراد ہے خواہ ذاتی واجب قدیم خواہ عطائی حادث ممکن۔ تو بھی محذور مذکور اپنی جگہ۔ کہ پھر بھی لازم آئیگا۔ کہ باری تعالیٰ کا کچھ علم عطائی حادث ممکن ہے۔ اور اللہ عزوجل کی کسی بھی صفت کو عطائی حادث ممکن ماننا بالاتفاق کفر ہے۔

اس لئے شق اول متعین کہ مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم ذاتی قدیم واجب باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

ہم اہل سنت۔ انبیائے کرام یا ان کے توسط سے اولیائے کرام کے لئے ان علوم خمسہ کا یا دیگر غیوب کا علم مانتے ہیں تو بعطائے الٰہی مانتے ہیں۔ ان کے علم کو علم عطائی حادث ممکن مانتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید میں چند علما متقدمین کے ارشادات سنیئے۔ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی۔ بحساب عقل کس اینہا را نداند۔ از امور غیب اند کہ جز خدا۔ کسے آں را نداند۔ مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بداند۔ مراد یہ ہے ان امور غیبیہ کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ بتا دے۔

عارف باللہ ملا احمد جیون، استاذ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہما نے تفسیرات احمدیہ میں فرمایا

ولك أن تقول إنّ علم هٰذه الخمسة وان كان لا يعلمه الا الله. لكن يجوز ان يُعلّمها من يشاء من محبيه واوليائه بقرينة قوله تعالىٰ إنّ الله عليمٌ خبيرٌ على ان يكون الخبير بمعنى المخبر. ص۴۵۰

تم کو چاہئے کہ یہ کہو کہ ان پانچوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن جائز ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبین۔ اولیاء میں سے جسے چاہے بتادے اس پر قرینہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ اس طرح کہ خبیر معنی میں مخبر کے ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

تفسیر صاوی میں ہے۔

اى من حيث ذاتها. واما باعلام الله العبد فلا مانع منه كالانبياء وبعض الاولياء قال تعالىٰ. وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ. وقال تعالىٰ. عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه الله تعالىٰ. ص۲۶۰ ج۳

یہاں مراد علم ذاتی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا فرمائے اس سے کچھ مانع نہیں جیسے انبیاء اولیاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کے علم میں سے لوگ اتنا ہی پاتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے۔ ا۔ فرمایا۔ عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔ علماء نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہانتک اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع فرمادیا (ان پانچوں پر بھی)

بحث کے اختتام پر بخاری کے شارحین جلیلین اجلین، علامہ عینی وعلامہ قسطلانی کے ارشاد کو جو انھوں نے اسی حدیث جبرئیل کے تحت ارقام فرمائے ہیں۔ ہدیۂ ناظرین کرتے ہوئے۔ رخصت ہوتا ہوں۔

فمن ادعىٰ علم شئ منها غير مستند الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان كاذبا فى دعواه۔ عینی ج۱ ص۲۳۰ فتح الباری ج۱ ص۱۱۴

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کئے بغیر ان پانچ چیزوں سے کسی ایک کا دعویٰ کرے (کہ میں جانتا ہوں) وہ جھوٹا ہے۔

یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا مثلاً قیام قیامت کا علم، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلا واسطہ حاصل ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ نکلا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ان کے بتانے سے حاصل ہوا۔ وہ سچا ہے

فَاَخَذُوْا لِیَرُدُّوْا۔ فَلَمْ یَرَوْا شَیْئًا فَقَالَ ھٰذَا جِبْرَئِیْلُ جَاءَ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ دِیْنَھُمْ [علہ]

لوگوں نے لوٹانے کی کوشش کی مگر (جب باہر جاکر دیکھا) تو وہ غائب تھے۔ فرمایا یہ جبرئیل تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے

اس سے صاف ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا جن میں قیام قیامت کا وقت بھی داخل ہے۔ حاصل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی واجب قدیم ہے۔ پھر اس آیت میں پانچ کی تخصیص کیوں ہے۔ اس کا ایک جواب تو ملا احمد جیون قدس سرہ نے دیا ہے۔

(الف) فائدتہ ان ھذہ الخمسۃ معظم الغیوبات لان مفاتیحھا فانہ ان وقف مثلاً علی ما فی غد۔ وقف علی موت زید و تولد عمرو و فتح بکر و مقھوریۃ خالد و قدوم بشر و غیر ذالک مما فی الغد وھکذا القیاس۔ تفسیرات احمدیہ ص۴۰۵

اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معظم غیوب اور ان کی کنجیاں ہیں اس لئے کہ مثلاً اگر کوئی یہ جان گیا کہ کل کیا ہوگا تو وہ کل رونما ہونے والی ساری باتوں کو) مثلاً زید کی موت عمر کی پیدائش۔ بکر کی فتح۔ خالد کی مغلوبیت۔ بشر کی آمد وغیرہ کو جان جائے گا۔ علی ھذا القیاس۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی اہمیت کی وجہ سے ان پانچوں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(ب) دوسری وجہ ان پانچ چیزوں میں علم قیامت بھی ہے۔ اوپر گزر چکا علم قیامت کے بارے میں بکثرت سوالات ہوتے تھے۔ اور خود جبرئیل امین نے قیامت کے بارے میں سوال کیا اس لئے اس کی تخصیص فرمائی۔

(ج) عرب کے کاہن، نجومی، علم ما فی الغد وغیرہ جاننے کے مدعی تھے۔ ان کی تکذیب کے لئے بالخصوص ان کو ذکر فرمایا

○ بعض منکرین علم رسول، نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تدقیقات فلسفیانہ [عہ] کہہ کر مسترد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اس پر گزارش ہے کہ اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو قرآن مجید، احادیث کریمہ میں اتنا زبردست تعارض پڑے گا کہ اٹھائے نہ اٹھے گا۔ مثلاً ارشاد ہے۔

عہ بوارق منظور سنبھلی۔ علہ کتاب التفسیر سورۂ لقمان۔ مسلم ایمان ۵ ابن ماجہ مقدمہ ۹ فتن ۲۵ مسند امام احمد ۲۔ ۲۶۔

قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ — فرمادو کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا ہے سوائے اللہ کے۔

اور فرمایا۔

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔ سورہ آل عمران آیت ۱۷۹ — اللہ کی یہ شان نہیں (اے عام لوگو) کہ تمہیں علم غیب دیدے۔ ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اس کے لئے چن لیتا ہے

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ سورہ جن آیت ۲۶۔ — عالم الغیب اپنے علم غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مسلط نہیں فرماتا۔

بولئے اس تعارض کا کیا جواب ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ سورہ توبہ آیت ۱۲۸ مسلمانوں پر بہت مہربان۔ رحم فرمانے والے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا۔

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ سورہ یوسف آیت ۵۵۔ — میں حفاظت کرنے والا۔ علم والا ہوں۔

انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ سورہ دہر آیت ۲۔ — ہم نے انسان کو سننے والا۔ دیکھنے والا بنادیا۔

اور خود قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو رؤف۔ رحیم، حفیظ، علیم، سمیع، بصیر فرمایا۔ اس تعارض کا کیا جواب ہوگا۔

اس لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے۔ کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی، واجب، قدیم، غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کی ہر صفت عطائی حادث ممکن متناہی مخلوق۔ اور یہی فرق علم غیب میں بھی ہے۔ آیات نفی میں مراد علم ذاتی۔ قدیم، واجب غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور آیات اثبات میں علم عطائی ممکن حادث متناہی مخلوق۔

اس بحث کو اگر تماہا دیکھنا ہو تو الدولۃ المکیۃ، الفیوض الملکیہ، خالص الاعتقاد، ادخال السنان، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ اس حدیث پر کلام کچھ تفصیلی ہوگیا۔ ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔

(۴۴) حدیث. مشتبہات سے بچنا دین کی حفاظت ہے۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

عامرؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے نعمانؓ بن بشیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا حلال وحرام دونوں الگ الگ ممتاز ہیں ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

تشریحات (۴۴)

عامر (۱) یہ شعبی، سے مشہور ہیں۔ ان کی کنیت ابو عمرو نام عامر تھا۔ اجل تابعین میں ہیں ان کے معتمد اور ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ سیکڑوں صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ خود فرمایا: میں نے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کی ہے۔ یہ کوفے کے قاضی تھے۔ خلافتِ عثمان کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ اور پہلی صدی گذرنے کے بعد ۱۰۴ھ لغایت ۱۰۶ھ میں اسی سے زاید عمر پاکر وصال فرمایا۔ مزاج میں خوش طبعی تھی۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) یہ بھی صحابی ہیں۔ اور ان کے والد اور والدہ بھی۔ ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا۔ یہ نعمان بن بشیر ہیں۔ جب کوفہ، حضرت مسلم، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لینے گئے تو یہ کوفے کے گورنر تھے۔ یہ بظاہر لوگوں کو بیعت سے منع کرتے تھے۔ اور اندر ترغیب دیتے تھے۔ اور تباہ کاروان اہلِ بیت کو یزید پلید نے انھیں کی سپردگی میں مدینہ واپس کیا تھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حمص، کے والی تھے جب اہل حمص نے بغاوت کر دی۔ تو یہ حمص سے نکل کر، دمشق یا کہیں اور جا رہے تھے۔ خالد بن حلی کلاعی نے، دمشق اور حمص کے مابین، یومِ واسط، کے معرکے میں انھیں گھیر کر ۶۵ھ یا ۶۶ھ میں شہید کر دیا نعمان نام کے تیس سے زائد صحابہ ہیں۔ مگر نعمان بن بشیر صرف یہی ہیں۔ ان کی ماں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بہن تھیں۔ ان سے ایک سو چودہ حدیثیں مروی ہیں۔

(۳) **مشتبہات** سے کیا مراد ہے۔ اس بارے میں چار اقوال ہیں۔ (۱) وہ چیزیں جن کا حلال یا حرام ہونا قرآن حدیث میں صراحۃً مذکور نہ ہو۔ اور حلت وحرمت کے دلائل کے تعارض کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہو پاتا ہو۔ کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ (۲) علما کے مابین مختلف فیہ چیزیں۔ یہ بھی دلائل میں تعارض ہی کی وجہ سے ہوگا۔ اس لئے یہ بھی اول ہی میں داخل ہوگئیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ قسم اول سے مراد وہ چیزیں ہوں کہ جس کے بارے میں کسی نے بھی کوئی

لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَ

جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو مشتبہ چیزوں سے بھی بچے اس نے اپنے دین اپنی عزت کو بچالیا۔ اور جو ان مشتبہ

مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَ

چیزوں میں پڑا۔ وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے ارد گرد اپنے جانور چرائے اس کا خطرہ قوی ہے کہ یہ جانور

ایک رائے نہ قائم کی ہو۔ اور بھی مجتہدین متردد ہوں۔ یقیناً ایسی چیزوں سے بچنے ہی میں دین اور آبرو کی حفاظت ہے۔ رہ گئیں وہ چیزیں جن کے بارے میں مجتہدین نے کوئی رائے قائم کر لی جیسے کہ ہزار ہا مسائل ایسے ہیں۔ ان سے بچنے کے حکم کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ ان تمام کو ترک کر دیا جائے۔ ان سب کے ترک میں کتنی قباحت ہے۔ وہ علماء سے پوشیدہ نہیں۔ امت کا اس پر عملاً اجماع مولف ہے کہ جو شخص جس مجتہد کا مقلد ہے۔ اس کے فیصلے پر عمل کرے۔ اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں۔ ہاں جہاں تک ہو سکے اختلاف علماء سے بچے۔ (۳) اس سے مراد مکروہات ہیں۔ (۴) خلاف اولیٰ مراد ہیں۔

ابن منیر اپنے شیخ قباری سے ناقل ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ مکروہ حلال و حرام کے مابین ایک گھاٹی کے مثل ہے جو بے باکی سے مکروہات کا ارتکاب کرتا رہے گا۔ اس کے لئے خطرہ ہے کہ حرام کا بھی ارتکاب کر بیٹھے۔ یوں ہی جرأت کے ساتھ جو بے دغدغہ خلاف اولیٰ پر عمل کرتا رہے گا اس کے لئے خطرہ ہے کہ مکروہ کا ارتکاب کرنے لگے اور پھر حرام تک پہونچ جائے۔

اس کی تائید ابن حبان کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ زائد ہے۔

اجعلوا بين الحلال والحرام سترة من الحلال من فعل ذالك استبرأ لعرضه ودينه ومن ارتع فيه كان كالمرتع في جنب الحمى يوشك ان يقع فيه۔	حلال و حرام کے درمیان حلال کا پردہ رکھو جس نے یہ کیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچالیا اور جس نے اس میں (یعنی حلال و حرام کی درمیانی چیزمیں) منہ مارا وہ شاہی چراگاہ کے پہلو میں چرنے والے کے مثل ہے۔ خطرہ ہے کہ شاہی چراگاہ میں جا پڑے

حلال و حرام کے مابین مکروہات وخلاف اولیٰ ہی ہیں۔ تو متعین کہ یہی دونوں مراد ہیں۔ مگر اس تقدیر پر حلال سے حلال قطعی اور حرام سے حرام قطعی مراد ہوں گے ورنہ مکروہات اور خلاف اولیٰ درمیانی چیز نہ ہو سکیں گے۔ لیکن حدیث میں ایک لفظ ہے لا یعلمہا کثیر من الناس اسے بہت لوگ نہیں جانتے یعنی یہ کہ یہ حلال ہے یا حرام

إِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ

شاہی چراگاہ میں چلے جائیں سن لو ہر بادشاہ کی محفوظ شاہی چراگاہ ہوتی ہے۔ سن لو اللہ کی زمین میں اس کی شاہی چراگاہ اس کی حرام

اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حلال ہے یا حرام اگرچہ وہ تھوڑے لوگ ہیں۔ یہ متعین کررہا ہے کہ اس سے مراد مجتہد فیہ امور ہیں۔

اب ضروری ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص کیا جائے جن پر تحقیقاً یا تقلیداً اس کا حکم منکشف نہیں ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ جن باتوں کے بارے میں تمہیں یہ نہ معلوم ہو۔ کہ یہ حلال ہے یا حرام ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حرام ہی ہوں۔ کہ مشکوک کے استعمال کی عادت پڑی رہے گی تو حرام کا بھی ارتکاب کر بیٹھو گے۔ اس کی تائید خود امام بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو کتاب البیوع میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

فمن ترک ما شبه علیه من الاثم کان لما استبان اترک ومن اجترأ علی ما یشك فیه من الاثم اوشك ان یواقع ما استبان۔ بخاری ص ۲۷۵

جب آدمی ایسی چیزوں کے قریب نہیں جائے گا جس میں گناہ کا شبہ ہے تو جس کا گناہ ہونا ظاہر ہو اس سے اور زیادہ دور رہے گا۔ اور جو ایسی چیزوں پر جرأت کرے گا جس کے گناہ ہونے نہ ہونے کا پہلو برابر ہے تو اس سے کیا بعید کہ کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مشتبہات سے وہی چیزیں مراد ہیں۔ جن کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ نہ ہوا ہو۔ فیصلے کے بعد وہ مشتبہات میں داخل ہی نہیں ہیں۔ حلال بیّن یا حرام بیّن میں داخل ہوگئیں۔

رہ گئیں وہ چیزیں جن کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ یہ حلال ہیں یا حرام یا جس مجتہد کا مقلد ہے اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ وہ مشتبہات میں داخل ہیں ان سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔ جیسے نبیذ تمر کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دیدی جائے تو اسے حرام نہیں کہوں گا۔ مگر خود استعمال نہیں کرتا۔ مشہور مثال خچر کا جھوٹا پاک ہے کہ ناپاک یہ مشکوک ہے اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے

ان دقیق باتوں سے قطع نظر ایک تفسیر وہ بھی ہے۔ خود امام بخاری نے کتاب البیوع میں کی ہے۔ کہ کسی مخصوص جزئی واقعہ میں کسی چیز کے بارے میں شک ہو جائے۔ تو اس سے بچا جائے۔ مثلاً ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس مرد اور عورت کو دودھ پلایا ہے تو ان کی آپس میں شادی نہ کی جائے۔ یا جیسے

مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ[عله]

کی ہوئی چیزیں ہیں۔ سن لو جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو پورا جسم ٹھیک ہے اگر یہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ سن لو وہ دل ہے

خود حدیث میں ہے کہ گھر میں ایک کھجور تھی۔ حضور نے اسے نہیں تناول فرمایا۔ کہ شاید یہ صدقہ کی ہو۔ یا جیسے شکار کے لئے اپنے شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا کسی طرف سے کسی غیر مسلم نے بھی چھوڑا تھا۔ شکار پر دونوں کتے ملے یہ معلوم نہیں کس نے پکڑا تھا تو نہ کھایا جائے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ حضرت بشر حافی کی بہن امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ دریافت فرمایا۔ ہم اپنی چھتوں پر سوت کاتتے ہیں۔ حکام کی مشعلیں جب نکلتی ہیں تو ہم پر روشنی پڑتی ہے۔ اس روشنی میں کاتیں یا بند کر دیں۔ دریافت فرمایا کون ہو؛ بتایا کہ بشر حافی کی بہن ہوں۔ رونے لگے۔ فرمایا ورع تمہارے گھر سے نکلا ہے تم اس روشنی میں مت کاتو۔

حضرت مالک بن دینار چالیس سال تک بصرہ میں رہے اخیر دم تک وہاں کی کھجور نہیں کھائی۔

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شاہی چراگاہ ظاہر ہے کہ عمدہ سے عمدہ ہوگی سرسبز شاداب ہوگی۔ جانور جب اس کے قریب رہے گا۔ تو یہ خطرہ بالکل سامنے ہے کہ جانور اس میں جا پڑے۔ نفس امارہ کی نظر میں حرام چیزوں میں بہت کشش ہوتی ہے جب کوئی ان مشتبہ چیزوں پر عمل کرلے گا۔ جن کا سرا حرام چیزوں سے ملا ہوا ہے تو اندیشہ ہے کہ نفس امارہ انسان کو گناہوں میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لئے اپنی آبرو اور دین بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مشتبہ باتوں سے بھی دور رہیں۔

(۴) سلسلہ اسباب کی رو سے دل ہی کا نشان سب سے پہلے ماں کے پیٹ میں بنتا ہے اور خلقت تمام ہونے اور نفخ روح کے بعد ہی سب سے پہلے حرکت میں آتا ہے اور مرنے کے وقت سارے اعضا بیکار ہو جانے کے بعد ہی سب کے بعد بند ہوتا ہے۔ اور یہی روح کا مرکز ہے۔ اسی کی حرکت پر حیات کا مدار ہے۔ جس طرح ظاہر جسم میں اس کی حیثیت حاکم کی ہے۔ اسی طرح باطن میں بھی یہی حکم راں ہے۔ یہ اگر درست ہے تو سب درست یہ اگر بگڑا تو سب بگڑے۔ خیالات دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں وہیں جڑ پکڑتے ہیں۔ پھر دل ہی حکم کرتا ہے۔ تو اعضا اسے عملی جامہ پہناتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں بھی

عله بخاری ایمان ۳۹ بیوع ۲۔ مساقاۃ ۷۔ ۱۔ ۸۔ ۱۔ مسلم بیوع ۱۔ ترمذی بیوع ۱۔ نسائی بیوع ۱۔ قضاۃ ۱۱۔ ابن ماجہ فتن ۱۴۔ ابوداؤد بیوع ۲۔ ۳۔ دارمی بیوع ۱۔ مسند امام احمد ۱۔ ۱۔ وغیرہ۔

۴۵ حدیث وفد عبد القیس

عَنْ اَبِیْ جَمْرَۃَ قَالَ کُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَیُجْلِسُنِیْ عَلٰی سَرِیْرِہٖ فَقَالَ

ابو جمرہؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا میں ابن عباس کے ساتھ بیٹھتا تھا وہ مجھے اپنے تخت پر بٹھایا کرتے مجھ سے

اور احادیث میں بھی مختلف عنوانوں سے دل کی نگہداشت اور تصفیہ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور صوفیار کرام اپنے سارے اعمال و مشاغل پر دل کا تصفیہ مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس چیز سے بچتے ہیں۔ جو اس میں مخل ہو۔ حضرت ابراہیم ادہم کے صاحبزادے چھت سے گر کر جان بحق ہو گئے۔ اطلاع ملی تو فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جو مجھے اس کی طرف سے غافل کرتا اس کو لے لیا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ کہیں سے مال آتا تو جب تک سب تقسیم نہ فرمالیتے کاشانے میں تشریف نہ لے جاتے۔ یہ سب وہی دل کی حفاظت ہے کہ دل میں غیر کا گذر نہ ہونے پائے۔ اور اگر کوئی گذر کرنے کی کوشش کرے تو بار نہ پائے۔

اس حدیث کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے یہ ان تین یا چار حدیثوں میں ہے جو مدار اسلام ہیں۔ یہ ثلث اسلام ہے۔ ابن عربی نے کہا کہ اس سے تمام احکام کا استخراج ہو سکتا ہے۔ اور جو بھی عاقل فہیم اس کے معانی پر غور کرے گا اس پر یہ صداقت واضح ہو جائے گی۔

تشریحات ۴۵

ابو جمرہ ۱ ان کا نام نصر بن عمران یا عاصم بن واسع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص تلمیذ اور عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس و ابن عمر اور کثیر صحابۂ کرام سے احادیث سنی۔ یہ نیشاپور میں رہتے تھے پھر مرو، سرخسی چلے گئے اور وہیں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ بصرہ میں فوت ہوئے۔ اس کنیت یا جمرہ نام کے صحاح ستہ اور موطا میں کوئی راوی نہیں۔ ابو جمرہ کے جد حضرت نوح بن مخلد صحابی تھے۔ جب یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کس قبیلے سے ہو۔ عرض کیا ضبیعہ ربیعہ سے۔ فرمایا ربیعہ کی شاخوں میں سب سے اچھے عبد القیس ہیں اور عبد القیس میں تمہارا قبیلہ۔

یہ حضرت ابن عباس کی خدمت میں اس وقت حاضر تھے جب ابن عباس حضرت علی کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابن عباس ان کو تخت پر بٹھاتے تھے۔ یہ عوام اور حضرت ابن عباس کے مابین ترجمانی کا کام انجام دیتے تھے۔

اَقِمْ عِنْدِیْ حَتّٰی اَجْعَلَ لَکَ سَھْمًا مِّنْ مَّالِیْ فَاَقَمْتُ مَعَہٗ شَھْرَیْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ

انھوں نے کہا کہ میرے پاس رہو تاکہ جب (میرا وظیفہ) آجائے تو تمھیں کچھ دوں۔ میں انکے پاس دو مہینے رہا پھر ابن عباس نے مجھے

وَفْدَ عَبْدِ الْقَیْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ

بتایا، عبدالقیس کا وفد[۲] جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دریافت فرمایا کون لوگ ہیں۔

لغات سریر کی جمع اَسِرَّہ و سُرُرٌ ہے اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں تخت۔ زیادہ تر تخت شاہی کے لئے آتا ہے بسر اور گردن کے ملنے کا جوڑ۔ خوابگاہ۔ مالک۔ نعمت۔ خوش حالی۔ ٹیلے کی اوپر کی ریت۔ وفد وہ منتخب لوگ جو مہمات کے سرانجام کرنے کیلئے بادشاہوں، حکام، رؤسا کے یہاں بھیجے جائیں بعض نے کہا وفد کے لئے سوار ہونا ضروری ہے۔ یہ جمع ہے یا اسم جمع دونوں قول ہیں۔ وفود اس کی ہنیں وافد کی جمع ہے۔ ربیعہ۔ یہ نزار بن معد بن عدنان کے بیٹے ہیں۔ نزار کے دو بیٹے تھے۔ ربیعہ اور مضر۔ عبدالقیس ربیعہ کی پانچویں پشت میں پیچھے ہیں۔ یہ لوگ بحرین۔ قطیف۔ ہجر میں تے تھے غیر خزایا و لا ندامی۔ خزایا۔ خزیان کی جمع ہے اس کا مصدر خزیٌ ہے جس کے معنی رسوا ہونے ذلیل ہونے کے ہیں۔ ندامی ندمان کی جمع ہے جو نادم کے معنی میں ہے۔ یا نادم ہی کی جمع ہے الشھر الحرام اس سے یہ چار مہینے مراد ہیں۔ رجب۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ محرم میں الف لام آتا ہے رجب پر نہیں۔ یہاں حرام کے معنی۔ عزت واحترام والے کے ہیں۔ اہل عرب ان مہینوں میں لڑائی بند رکھتے تھے۔ مضر۔ یہ ربیعہ کا حقیقی بھائی تھا۔ یہاں مراد اس کی نسل کے لوگ ہیں۔ جو بنی مضر کہلاتے تھے۔ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ حَنْتَم۔ سبز رنگ کا گھڑا مراد مٹی کے ایسے گھڑے ہیں جس میں پالش لگا کر چکنا کر دیا گیا ہو۔ اس میں یہ لوگ شراب بناتے تھے یا دوسری جگہوں سے اس میں شراب آتی تھی۔ دُبَّاء۔ پکا ہوا سوکھا کھو کھلا کدو۔ نقیر۔ درخت کے تنے کا گودا نکال کر بناتے تھے۔ مُزَفَّت۔ وہ گھڑا جس پر رال، پوت دیا گیا ہو۔ مُقَیَّر بھی اسی کو کہتے ہیں۔

وفد عبدالقیس ② یہ وفد ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ حاضری سے پہلے ہی یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ کل پینتالیس افراد[۱] تھے۔ ان کے امیر حضرت اشج تھے۔ ان کا نام منذر تھا۔ اس وفد کی حاضری کی اطلاع پہلے ہی ہو چکی تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے پاس عبدالقیس کا وفد آ رہا ہے جو اہلِ مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ ان میں اشج عصری بھی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس وفد کے لوگ جب مدینہ حاضر ہوئے تو سواریوں سے اتر کر تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور دست اقدس و پائے مبارک

[۱] ابو داؤد

أَوْ مَنِ الْوَفْدُ، قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى،

یا فرمایا کون وفد ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ ربیعہ فرمایا قوم یا وفد کو مرحبا۔ نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ[1]

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِيْ شَهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! شہر حرام کے علاوہ اور کسی مہینے میں ہم حاضر نہیں ہوسکتے۔ ہمارے اور حضور

هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَّرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ

کے مابین کفار مضر کا قبیلہ ہے۔ ہم کو واضح حکم دیں جو ہم اپنے پیچھے والوں کو بتا دیں اور جسکی وجہ سے ہم جنت میں داخل

کو بوسے دیئے۔[1] اور اشج نے اتر کر اونٹ کو باندھا۔ سب سامان اکٹھا کیا غسل کیا۔ سب سے عمدہ کپڑا پہنا مسجد میں آئے دو رکعت نماز پڑھی۔[2] پھر حاضر ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قریب داہنی طرف بٹھایا۔ اور فرمایا۔ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ عقل۔ اور وقار۔

اس قبیلے کے ایمان لانے کا قصہ یہ ہے کہ اس قبیلے کے ایک فرد منقذ بن حبان مدینہ طیبہ تجارت کے لئے آتے جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد ایک بار جب یہ مدینہ طیبہ میں تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقذ کے قریب سے گذرے منقذ بڑھ کر ملے حضور نے ان کے قبیلے اور ممتاز لوگوں کے احوال نام بنام دریافت فرمائے۔ منقذ مسلمان ہوگئے سورہ فاتحہ وغیرہ یاد کر کے اپنے وطن ہجر واپس گئے۔ چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے۔ حضور نے ایک والا نامہ، بنی عبد القیس کے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا مگر منقذ نے کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ ان کی زوجہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ یہ اشج کی لڑکی تھیں۔ لڑکی نے باپ کو بتا دیا منقذ اور اشج کی ملاقات ہوئی تو اشج بھی مسلمان ہوگئے پھر اشج اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس جاکر والا نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے نتیجے میں سب کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا اور یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

یہاں اختصار ہے مسلم شریف میں ہے کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے پوچھا کہ گھڑے میں نبیذ بنانے کا کیا حکم ہے حضرت ابن عباس نے منع فرمایا۔ تو ابو جمرہ نے کہا۔ میں بھی سبز گھڑے میں میٹھی نبیذ بنا کر پیتا ہوں۔ اس سے طبیعت کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا مت پی۔ اگرچہ شہد سے زیادہ میٹھی ہو پھر یہ حدیث بیان فرمائی۔

کھجور، منقی وغیرہ کو پانی میں بھگو دیتے ہیں جب اس کا اثر پانی میں آجاتا ہے تو اس کا پھوکس پھینک کر صاف پانی پیتے تھے۔ اسی کو نبیذ کہتے ہیں جب تک اس میں نشہ نہ آئے۔ اس کا بالاتفاق پینا جائز ہے۔ اور نشہ آور ہونے کے بعد حرام

[1] ابو داؤد [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم باب المصافحہ والمعانقہ۔

وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ

ہو جائیں انھوں نے پینے والی چیزوں کو بھی پوچھا حضور نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا صرف

بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ، قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ

اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا دریافت کیا۔ کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور

شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ

اس رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اس بات کی گواہی دینی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ

وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ

کے رسول ہیں نماز کی پابندی کرنی اور زکوٰۃ دینی۔ اور رمضان کا روزہ رکھنا اور تم لوگ غنیمت سے پانچواں حصہ دیا کرو۔ اور انھیں

(۳) کہ بغیر لڑائی کے اسلام قبول کر لیا۔ نہ تم میں کوئی قتل ہوا نہ قیدی بنا یا گیا جس سے تمھیں شرمندگی اور رسوائی ہوتی۔

(۴) یعنی ایسے اعمال و عقائد بتا دیں جن کی پابندی سے اللہ عزوجل راضی ہو جائے اور ہمیں جنت عطا فرمائے۔ اس لئے کہ جنت کا حصول محض اس کے فضل و کرم سے ہے۔ عقائد و اعمال اس کے فضل کے لئے ذریعہ و واسطہ ہیں۔

(۵) یہ لوگ مسلمان تھے۔ ایمان باللہ کے معنی خوب جانتے تھے۔ یہ عرض لاعلمی ظاہر کرنے کے نہیں۔ بلکہ ادباً ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال کرنا ممنوع نہیں صحابہ کی سنت ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان باللہ میں ایمان بالرسول بھی داخل ہے۔ رسول کا انکار اور اللہ پر ایمان کا ادعاء حقیقت میں اللہ کا انکار ہے۔ شہادت سے مراد یہ ہے کہ اسے دل سے سچ ماننے اور زبان سے ظاہر کرے ورنہ محض اقرار بلا تصدیق بیکار ہے بلکہ یہی نفاق ہے۔

(۶) اس حدیث میں الایمان باللہ پر اقام الصلوٰۃ وغیرہ کا عطف اسکی دلیل ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء نہیں۔ ورنہ عطف صحیح نہ ہوگا۔ اقام الصلوٰۃ سے مراد یہ کہ نماز کی پابندی کریں اور جملہ شرائط کے ساتھ اچھی طرح ادا کریں۔ یہاں حج مذکور نہیں اس لئے کہ اس وقت حج فرض نہ ہوا تھا یہ واقعہ ۵ھ کا ہے اور حج ۹ھ میں فرض ہوا۔

(۷) چونکہ جہاد فرض ہو چکا تھا اور مال غنیمت میں خمس بیت المال کے لئے منجانب اللہ متعین ہے اس لئے انھیں خمس ادا کرنے کی خصوصیت سے ہدایت فرمائی۔ ان کی کفار مضر سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔

اشکال اور جواب اس حدیث پر ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ پہلے چار چیزوں کا حکم دیا۔ اور بیان فرمایا۔ پانچ۔

وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ

چار چیزوں سے منع فرمایا۔ حنتم، اور دبا، اور نقیر اور مزفت سے۔ کبھی مقیر کہتے اور فرمایا اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو

مَنْ وَّرَائَكُمْ ۔ت قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ عـه ۔

بتا دینا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں جہاد اور نیت باقی ہے۔

شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، خمس کی ادائے گی۔ اور اگر اقام الصلوٰۃ وغیرہ کو شہادۃ پر عطف مانیں تو یہ سب ایمان باللہ کی تفسیر ہوں گے۔ اور سب مل کر ایک ہوں گے۔ پھر تین رہ گئے۔ علامہ نووی نے یہ جواب دیا کہ اصل مقصود چار ہی ہیں یہ لحاظ فرما کر کہ یہ قوم مجاہد ہے۔ ادائے گی خمس کا مزید حکم دیا۔ اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

(۸) ان چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں شرابیں بناتے تھے اور دوسری جگہوں سے ان میں شراب لاتے تھے ان برتنوں کے استعمال کرنے سے شراب کی یاد آتی۔ اندیشہ تھا پھر کہیں شراب نہ پینے لگیں لہذا حکم دیا کہ ان برتنوں کو بھی استعمال نہ کرو جن سے شراب کا لگاؤ تھا۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ حکم شرعی بتانے کے لئے ضروری نہیں کہ انسان پورا عالم ہو جس کو جو حکم شرعی یا دینی بات معتمد طریقے سے معلوم ہو اور اچھی طرح یاد ہو تو دوسروں کو بتا سکتا ہے۔

تشریحات (۱۲)

پوری حدیث یوں ہے لا ھجرۃ بعد الفتح الخ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہاں جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تم جہاد کے لئے بلائے جاؤ تو گھر سے نکلو۔ پوری حدیث بخاری کے حج، جہاد، جزیہ وغیرہ میں موجود ہے۔ مراد یہ ہے کہ اب جبکہ مکہ فتح ہو گیا۔ اور دارالاسلام ہو گیا۔ تو مکہ سے ہجرت کر کے حصول خیر کا دروازہ بند۔ ہاں جہاد اور نیت حسنہ کے ساتھ اعمال خیر کر کے جتنا چاہو ثواب حاصل کرو۔ اس سے خاص وہ ہجرت جو اس عہد میں تھی، مراد ہے یعنی مدینہ طیبہ ہجرت کرنا۔

عـه کتاب العلم۔ باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفد عبد القیس۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب قول اللہ منیبین الیہ۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب وجوب الزکوٰۃ۔ کتاب الجہاد باب فرض الخمس، باب مناقب قریش۔ کتاب المغازی۔ باب وفد عبد القیس۔ کتاب الادب۔ باب قول الرجل مرحبا۔ کتاب خبر الواحد۔ باب وصاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفود العرب۔ کتاب التوحید باب قول اللہ بل ہو قرآن مجید مسلم کتاب الایمان۔ کتاب الاشربہ۔ ابوداؤد۔ اشربہ۔ سنت۔ ترمذی۔ سیر۔ ایمان۔ نسائی۔ علم۔ ایمان۔ اشربہ۔ صلاۃ۔ مسند امام احمد۔

عـه مسلم اور ابوداؤد نے جہاد اور حج میں۔ ترمذی نے سیر میں۔ نسائی نے حج اور بیعت میں۔ دارمی نے سیر میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

حدیث (۴۶)

عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا

ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے

أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ[1]

اہل وعیال پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اس کے لئے صدقہ (کار ثواب) ہے۔

حدیث (۴۷)

عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ

تم جو بھی خرچ کرو اور اس سے تمہاری نیت رضاء الٰہی ہے تو تم کو اس پر ثواب ملے گا

عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَأَتِكَ[2]

یہاں تک کہ اپنی زوجہ کے منہ میں جو لقمہ ڈالو۔ اس کا بھی ثواب ملے گا۔

ورنہ گذر چکا کہ ہجرت مطلقہ قیامت تک باقی رہے گی۔

تشریحات (۴۶) (۴۷)

ابو مسعود انصاری (۱) ان کا نام عقبہ ہے۔ یہ بنی خزرج کے فرد جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔ عقبہ ثانیہ اور تمام بدر کے علاوہ، مشاہد میں شریک رہے۔ امام بخاری وابن اسحاق وغیرہ کہتے ہیں کہ بدر میں بھی شریک رہے۔ یہ بدری کے ساتھ مشہور ہیں۔ لیکن ایک فریق یہ کہتا ہے کہ مقام بدر میں اقامت پذیر ہونے کی وجہ سے بدری کہلاتے ہیں۔ ان سے ایک سو دو حدیث مروی ہیں۔ نو متفق علیہ اور ایک افراد بخاری اور سات افراد مسلم سے ہیں۔ کوفے میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ وہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ۴۰ھ سے قبل وصال فرمایا۔ صحابہ میں ایک یہ ابو مسعود نام کے اور دوسرے صاحب، غفاری ہیں۔

(۲) ان دونوں احادیث کا حاصل یہ ہے کہ کوئی مباح کام بھی بہ نیت خیر کیا جائے۔ تو اس پر بھی ثواب ہے۔ اہل وعیال کی پرورش انسان ؛ کرتا ہی ہے۔ لیکن اگر ان کی پرورش رضاء الٰہی کے لئے ہو تو اس پر بھی ثواب ہے۔

[1] بخاری کتاب النفقات، فضل النفقۃ علی الاہل ص۸۰۵، مسلم زکوٰۃ ۴۰، نسائی زکوٰۃ ۶۰، دارمی زکوٰۃ۔ استیذان ۳۵، مسند امام احمد ج۵ جنائز مفصل، رثا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن خولہ ص۱۷۳، کتاب المغازی حجۃ الوداع ص۶۳۲، کتاب المرضی، قول المریض انی وجع ص۸۴۶، کتاب الدعوات۔ الدعاء برفع الوباء ص۹۴۲، کتاب الفرائض میراث البنات، مسلم وصیت ۵، ابوداؤد وصایا

[2] ترمذی وصایا۔ موطا امام وصیت ۴۔ دارمی وصایا، مسند امام احمد۔

۳۱ ت۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ علہ۔

دین خیر خواہی ہے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور عام مسلمانوں کے لئے۔

لغات ① اَلنَّصِیْحَۃُ۔ نصحتُ العسلَ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے شہد کو آلائش وگندگی سے پاک صاف کیا کسی کے ساتھ سچی خیر خواہی جس میں کوئی فریب نہ ہو۔ نصیحت ہے۔ اَئِمَّۃ۔ امام کی جمع ہے۔ اس کے معنی پیشوا کے ہیں۔ خواہ دینی پیشوا ہو جیسے سلف صالحین وائمہ مجتہدین یا دنیوی جیسے سلطان اسلام اور حکام اسلام یا دونوں جیسے خلفاء راشدین۔

تشریح ② یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں ہے۔ اپنے اندر معانی کا بے پایاں خزانہ رکھتی ہے یہاں تک کہ پورے دین کو محیط ہے مثلاً اللہ کے ساتھ نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اسکی ذات وصفات پر ایمان لائیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں نہ ذات نہ صفات نہ عبادت میں۔ اسے صفات جلال وکمال کے ساتھ متصف مانیں، ہر عیب ونقص سے اسے منزہ مانیں۔ اسکی کتاب کو حق مانیں اس کی کما حقہ تلاوت کریں اس پر عمل کریں اس کی نشر واشاعت کریں۔ رسول کے ساتھ نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت کی تصدیق کریں۔ سارے جہاں سے زیادہ ان سے محبت رکھیں۔ سارے جہاں سے بڑھ کر ان کی تعظیم کریں۔ ان کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہ کریں۔ ان کے احکام کی پابندی کریں۔ جن چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ اس کے قریب نہ جائیں۔ ان کی ہمیشہ حمایت کریں ان کی سنت زندہ رکھیں ان کے آداب واخلاق کو عادت بنائیں ان کے اصحاب واہل بیت سے محبت کریں۔ اللہ اور رسول کے ساتھ نصیحت، حقیقت میں بندے اور امتی کی طرف راجع ہے۔ اللہ اور رسول ناصح کی نصیحت سے مستغنی ہیں۔ سلاطین وحکام کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ہر جائز حکم میں ان کی اطاعت کریں۔ اور ہر حق بات میں ان کی مدد کریں۔ غلطی پر نرمی سے سمجھائیں بلا ضرورت شرعیہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ائمہ مجتہدین کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ہے کہ انکی روایت قبول کریں احکام میں ان کی تقلید کریں۔ ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔ عامۂ مسلین کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کی دنیا وآخرت کے مصالح میں رہنمائی کریں۔ خیر کی تلقین کریں برائی سے روکیں انھیں دین کی تعلیم دیں نیکی میں ان کی مدد کریں۔ ان کے عیوب چھپائیں ان پر شفقت کریں۔ وغیرہ وغیرہ

علہ مسلم کتاب الایمان میں ابو داؤد نے ادب میں، نسائی نے بیعت میں، محمد ابن اسحٰق بن خزیمہ نے کتاب السیاست تھوڑے تغیر الفاظ کی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے

۴۸ حدیث۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ[1]

سے بیعت کی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائگی اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر۔

۴۹ حدیث

عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ

زیاد بن علاقہ کہتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نصیحت فرض کفایہ ہے۔ جب معلوم ہو کہ اس کی نصیحت قبول ہوگی اور اسے کوئی ضرر نہیں پہنچایا جائے گا اور اگر اسے اس کا اندیشہ ہو تو اسے اختیار ہے نصیحت کرے تو بہتر نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ عامۂ مسلمین میں یہ بھی داخل ہے۔ اپنے لئے نصیحت یہ ہے کہ ہر وقت خوف خدا رکھے اور شریعت کا پابند رہے۔

تشریحات ۴۸

جریر بن عبد اللہ بجلی احمسی (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بنی کہلان سے تھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے قبل والے رمضان یعنی ۱۰ھ میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ اور مذکورہ بیعت کی اس بیعت کو اتنا نبھایا کہ ایام فتنہ میں الگ تھلگ رہے۔ ایک بار ان کا غلام ایک گھوڑا تین سو میں خرید کر لایا گھوڑا بہت عمدہ تھا۔ دیکھ کر مالک کے پاس تشریف لائے فرمایا۔ یہ گھوڑا تین سو سے زیادہ کا ہے۔ اسے آٹھ سو دیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے۔ نہایت حسین و جمیل تھے اس لئے ان کو اس امت کا یوسف کہتے تھے۔ کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ پھر قرقیسیا رہنے لگے تھے وہیں ۵۱ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے سو حدیثیں مروی ہیں۔ آٹھ بخاری اور مسلم دونوں نے۔ تنہا بخاری نے ایک اور مسلم نے چھ لی ہیں۔

تشریح ۴۹

[1] بخاری نے مواقیت الصلوٰۃ البیعۃ علی الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ۔ باب البیعۃ علیٰ ایتاء الزکوٰۃ۔ کتاب البیوع باب ہل یبیع حاضر لباد۔ کتاب الشروط باب اول۔ مسلم نے ایمان میں۔ نسائی نے بیعت میں۔ دارمی نے بیوع میں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

قَامَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ عَلَیْکُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَالْوَقَارِ

تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ یہ (منبر) پر کھڑے ہوئے پہلے اللہ عز وجل کی حمد وثنا کی پھر فرمایا تم لوگوں پر لازم ہے کہ صرف اللہ

وَالسَّکِیْنَۃِ حَتّٰی یَاتِیَکُمْ اَمِیْرٌ۔ فَاِنَّمَا یَاتِیْکُمُ الْاٰنَ ثُمَّ قَالَ اِسْتَعْفُوْا لِاَمِیْرِکُمْ فَاِنَّہٗ کَانَ

سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں اور وقار و سکون کے ساتھ رہو۔ یہاں تک کہ تمہارا کوئی حاکم آجائے اور وہ ابھی آئے گا۔ پھر کہا

یُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ

اپنے متوفی امیر کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ اس لئے کہ وہ معاف کرنے کو پسند کرتے تھے۔ ان سب کے بعد سنو! میں

اُبَایِعُکَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَیَّ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فَبَایَعْتُہٗ عَلٰی ھٰذَا وَرَبِّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کی بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو حضور نے یہ بھی شرط لگائی اور

ھٰذَا الْمَسْجِدِ اِنِّیْ لَنَاصِحٌ لَکُمْ۔ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ [عہ]

ہر مسلمان کی خیر خواہی کرتے رہنا میں نے اس پر بیعت کی اس مسجد کے رب کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور اتر آئے

(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کی جانب سے کوفے کے حاکم تھے ۵۰ھ میں ان کا وصال ہوگیا۔ چونکہ کوفے والوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے حامیوں کی بہت غالب اکثریت تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اپنی حسنِ تدبیر سے رام کئے ہوئے تھے۔ ان کے وصال کے بعد اندیشہ تھا کہ کوئی شورش نہ ہو جائے۔ اس لئے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطبہ دیا اور انھیں وقار و سکون کے ساتھ رہنے اور شورش و انتشار سے باز رہنے کی تلقین فرمائی حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت حضرت جریر کو اپنا نائب بنا دیا تھا۔ اس لئے انھوں نے یہ خطبہ دیا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، حضرت مغیرہ کے وصال کی خبر ملی تو انھوں نے زیاد بن سمیہ کو، کوفے کا گورنر بنا دیا۔

(۲) اس حدیث میں خیر خواہی کے لئے مسلمان کی قید احترازی نہیں۔ کافر کے ساتھ بھی خیر خواہی لازم ہے۔ کافر کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اسلام کی دعوت دے۔

عہ ایضا۔ الشروط، اول باب الاحکام، کیف یبایع الامام۔ مسلم ایمان۔ نسائی بیعت۔

کتابُ العِلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۰) حدیث تضیع امانت قیامت کی علامت ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتابُ العلم

علم کی تعریف

(۱) صحیح یہ ہے کہ علم اجلی بدیہیات سے ہے ہر خاص وعام جانتا ہے کہ علم کیا چیز ہے اسلئے یہ اصطلاحی تعریف سے مستغنی ہے نیز اسکی تعریف بہت زیادہ مشکل ہے۔ ہزار ہا سال غور وخوض بحث وتمحیص کے بعد بھی آج تک منقح نہ ہوسکی ہمارے حضرات ماتریدیہ نے علم کی تعریف یہ کی۔ علم ایک ایسا نور ہے جو اللہ عز وجل نے انسان کے قلب میں پیدا فرمایا ہے کہ اس سے جس چیز کا تعلق ہوتا ہے وہ منکشف ہو جاتی ہے۔ جیسے آنکھ میں دیکھنے کی قوت ہے۔

علم کی تقسیم

(۲) یہاں امام بخاری کا مقصود علم کی ماہیت اور حقیقت بیان کرنا نہیں بلکہ علم کے متعلقات بیان کرنا ہے۔ انکی علم سے مراد علم دین ہے جو اللہ عز وجل کی رضا کا موجب ہے۔ علم کی اپنے متعلقات کے اعتبار سے دو قسم ہے علم ظاہر۔ علم باطن۔ علم ظاہر علم شریعت ہے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ اور اس کے ذرائع علم صرف ونحو لغت معانی بیان وغیرہ۔ علم باطن کی دو قسمیں ہیں۔ علم معاملہ یعنی دل اور نفس کو پاک صاف ستھرا بنانا اخلاق بد ومحرمات سے اجتناب اور اخلاق حسنہ خلوص صبر شکر زہد تقویٰ قناعت وغیرہ کا حصول۔ دوسرے علم مکاشفہ۔ یہ وہ علم ہے جو تزکیۂ نفس کے بعد من جانب اللہ تعالیٰ عطا ہوتا ہے جو باتیں عقول متوسطہ کی دسترس سے باہر ہیں۔ ان کا ان کے ذریعہ انکشاف ہوتا ہے مثلاً ذات وصفات باری تعالیٰ وغیرہ (قسطلانی) علم مکاشفہ سے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات کی کچھ حقیقت واضح ہوتی ہے۔

(۳) عمل بغیر علم کے ناممکن ہے۔ اسلئے امام بخاری نے اعمال پر علم کو مقدم کیا اور چونکہ عمل ہو یا علم بغیر ایمان کے عند اللہ کالعدم۔ ایمان ان سب کی بنیاد ہے۔ اسلئے ایمان کو علم سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ اگرچہ ایک وجہ سے علم کو ایمان پر بھی مقدم ہونا چاہئے۔ اسلئے کہ علم کے بغیر ایمان لانا بھی ممکن نہیں مگر چونکہ مقصود یہاں وہی علم ہے جسکا خدا کی بارگاہ میں اعتبار ہے اور وہ بغیر ایمان معتبر نہیں اسلئے ایمان کو علم پر مقدم کیا۔

فِی مَجْلِسٍ یُّحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَہٗ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ مَتَی السَّاعَۃُ فَمَضٰی رَسُوْلُ

صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے بات کر رہے تھے۔ کہ ایک دیہاتی وہ آئے اور پوچھا! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَکَرِہَ

تعالیٰ علیہ وسلم بات کرتے رہے وہ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا حضور نے اس کا

مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ بَلْ لَمْ یَسْمَعْ حَتّٰی اِذَا قَضٰی حَدِیْثَہٗ قَالَ اَیْنَ اُرَاہُ السَّائِلُ

سوال سنا مگر ناپسند فرمایا (اسلئے جواب نہیں دیا) کچھ لوگوں نے کہا سنا ہی نہیں جب آنحضور بات پوری کر چکے تو فرمایا قیامت کے بارے میں

عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ ھَا اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ

سوال کرنے والا کہاں ہے وہ ان دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں ارشاد فرمایا جب امانت ضائع کیجائے قیامت کا انتظا

فَقَالَ کَیْفَ اِضَاعَتُھَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ [عـ]

کرو۔ انہوں نے عرض کیا امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب فرمایا جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

تشریحات ⑤⓪

اعرابی ① عرب کے دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعرابی کہتے ہیں۔ اعرابی اگر صحابی ہے تو اسکا ترجمہ گنوار نہیں کرنا چاہیے۔ گنوار تحقیر کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور صحابہ کی تحقیر جائز نہیں۔ ② اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ سائل کو لازم ہے کہ جب شیخ یا مفتی کسی بات میں مشغول ہو تو اس وقت سوال نہ کرے جب بات پوری کرلے تو سوال کرے اور زیادہ ادب یہ ہے کہ جب وہ متوجہ ہو تو سوال کرے دوسرے یہ کہ قاضی مفتی مدرس کو چاہیئے کہ حاضر ہونے والوں میں اقدم فالاقدم کی ترتیب کا لحاظ رکھے۔ ③ اس سے ثابت ہوا کہ عالم شیخ کو چاہیئے کہ عوام کی غیر مناسب باتوں پر صبر کرے بلکہ انکی ایذاؤں پر بھی۔ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اور سب کی حاجت پوری کرے۔ ④ ان دیہاتی نے قیامت قائم ہونے کا وقت پوچھا تھا مگر جواب میں علامت ارشاد فرماکر یہ تلقین کی کہ اگر کوئی سائل اپنی حیثیت سے زائد کا سوال کرے۔ یا ایسی بات پوچھے جسے ظاہر کرنا مناسب نہ ہو تو اسے کوئی تسلی بخش جواب دیدے۔ ⑤ یہاں امانت سے صرف مال کی امانت مراد نہیں بلکہ عام ہے خواہ وہ علم ہو خواہ کوئی دینی یا دنیوی عہدہ مثلاً قضا حکومت افتاء تدریس۔ تقریر وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ زمانہ ایسا آئے گا کہ اہل موجود ہی نہ ہوں گے۔ ناچار نااہل کو کام دیا جائے گا۔ یہ بھی مراد ہے کہ دیانت اٹھ جائے گی۔ اہلیت پر کوئی عہدہ نہ دیا جائے گا۔ بلکہ خوشامد چاپلوسی ورشوت، رشتہ وغیرہ پر۔

عـ اسے امام بخاری نے کتاب الرقاق باب رفع الامانت میں اقتصار کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔ مسند امام احمد میں بھی ہے۔

حَدَّثَ وَاَخْبَرَ کے مابین فرق

متاخرین محدثین اَخْبَرَنَا اور حَدَّثَنَا کے درمیان یہ فرق کرتے ہیں کہ اگر شیخ قرأت کرے اور تلمیذ سنے تو اسے حَدَّثَنِی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر تلمیذ قرأت کرے شیخ سنے تو اَخْبَرَنِی سے۔ پھر اگر تلامذہ دو یا دو سے زائد ہوں تو بجائے یائے متکلم کے صیغہ جمع متکلم لاتے ہیں یعنی حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا۔ امام ترمذی کا یہی مسلک ہے۔ جیسا کہ انھوں ترمذی کے ابتدا میں فرمایا ہے قرأۃ علیہ وانا اسمع۔

حَدَّثَ وَاَخْبَرَ میں امام بخاری کے یہاں فرق نہیں

بلکہ متقدمین کے یہاں بھی حَدَّثَ، وَاَخْبَرَ میں کوئی فرق نہیں۔ یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔ اپنے مسلک کی تائید میں فرمایا۔

(۱) ت۔ مجھ سے حمیدی نے کہا سفیان بن عیینہ کے نزدیک، حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا اور سمعتُ ایک تھا۔

(۲) ت۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور وہ سچے ہیں اور سچے مانے ہوئے ہیں۔

(۳) ت۔ شقیق نے کہا عبداللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات سنی۔

(۴) ت۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔

(۵) ت۔ ابو العالیہ نے کہا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس میں جو اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔

(۶) ت۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔

(۷) ت۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ تمھارے رب تبارک تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

پہلی چار تعلیقوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ راویان حدیث کبھی حَدَّثَنَا بولتے ہیں کبھی سمعت اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اور بعد کی تین تعلیقوں سے یہ بتانا ہے کہ سند میں بجائے حَدَّثَنَا یا سمعت عن فلان عن فلان بھی کہنا درست ہے۔ اسکا حکم بھی وہی ہے جو حَدَّثَنَا یا سمعت کا ہے۔

---

(۵۱) حدیث نخلہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَاِنَّھَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِیْ مَا ھِیَ قَالَ

درختوں میں ایک درخت ہے جسکے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کے مثل واہ ہے مجھے بتاؤ وہ کون درخت ہے۔

حدیث معنعن جس حدیث کی پوری سند لفظ «عن» کے ساتھ مذکور ہو اس کو معنعن کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے امام بخاری کے یہاں یہ شرط ہے کہ تلمیذ اور شیخ میں کسی اور دلیل سے ملاقات ثابت ہو۔ امام مسلم اور دیگر محدثین لقاء ضروری نہیں جانتے صرف معاصرت یعنی دونوں کا ایک زمانے میں ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ مزید توضیح مقدمہ میں دیکھیں۔ ان ساتوں تعلیقوں کو امام بخاری نے دوسرے مقامات پر سند کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔

حَدَّثَ اور اَخْبَرَ کے معنی ایک ہی ہیں۔ اس کی دلیل میں امام بخاری نے یہ حدیث پیش فرمائی۔

تشریحات (۵۱)

لغات شجر: تنہ دار درخت کو کہتے ہیں۔ مِثْل اور مَثَل دونوں روایت ہے۔ یہ کلمۂ تشبیہ ہے۔ مثل کے لغوی معنی، نظیر کے ہیں اور عرفی معنی کہاوت کے ہیں اور مجازی معنی عجیب و غریب حال کے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

وجہ شبہ (۱) مطلب یہ ہے کہ اس درخت کا عجیب و غریب حال مومن کے حال کے مثل ہے۔ یہ عجیب و غریب حال یہ ہے کہ کھجور کا درخت جتنا نفع بخش ہے اور کوئی درخت نہیں۔ اس کا پھل نہایت شیریں لذیذ مفید ہے۔ اور پھل آتے ہی اسے کھانا شروع کرتے ہیں پھر پکنے کے بعد سکھا کر رکھ لیتے ہیں۔ سال بھر کھاتے ہیں۔ اس کی گٹھلی چوپائے کی غذا ہے۔ یہ ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے اور بہت بڑی عمر رکھتا ہے جب سوکھ جاتا ہے تو بھی نفع بخش۔ اس کی پتیوں سے چٹائی ٹوکری بناتے ہیں تنے کا ستون لگاتے ہیں۔ اس کے ریشوں کو گدوں میں بھرتے ہیں۔ ایسے ہی مومن ہمیشہ تر و تازہ راضی برضائے الٰہی رہتا ہے زندگی میں دوسروں کے کام آتا ہے لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی نفع پہونچاتا ہے۔

استدلال (اول)۔ اَخبر اور حَدَّثَ ایک ہی ہے۔ یہ اسی روایت سے ثابت ہے اس لئے کہ حَدَّثَ اور اَخْبَرَ میں فرق کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر تلمیذ پڑھے اور شیخ سنے تو اس کی تعبیر اَخْبَرَ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَوَقَعَ النَّاسُ فِی شَجَرِ الْبَوَادِی قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ وَقَعَ فِی نَفْسِی اَنَّھَا النَّخْلَۃُ،

ابن عمر نے کہا لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا اور میرے جی میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے

فَاسْتَحْیَیْتُ۔ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَاھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ھِیَ النَّخْلَۃُ عہ

مگر میں شرم کی وجہ سے نہ بولا۔ پھر لوگوں نے عرض کیا۔ حضور بتائیں۔ فرمایا یہ کھجور ہے۔

نے صحابہ سے فرمایا۔ حَدِّثُونِی مَاھِیَ۔ حالانکہ صحابہ عرض کرتے تو اس اصطلاح کے مطابق اخبار ہوتا۔ تلمیذ کے پڑھنے کو حضور نے تحدیث سے تعبیر فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حَدَّثَنَا اور اخبرنا ایک ہی ہے۔ فرق کرنے والے اَخْبَرَنَا اور اَنْبَأَنَا کو ایک مانتے ہیں۔ تو جب اَخْبَرَ اور حَدَّثَ ایک۔ تو اَنْبَأَ و حَدَّثَ بھی ایک۔

(دوم) اس حدیث کے مختلف طرق اور روایات میں الفاظ مختلفہ ہیں۔ یہاں حَدِّثُونِی ہے اور کتاب التفسیر میں بروایت نافع اَخْبِرُونِی، ہے اور نافع سے اسماعیل کی روایت میں اَنْبِئُونِی" ہے خود اسی کتاب العلم میں باب الحیاء من العلم میں بروایت اسماعیل یہ ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اَخْبِرْنَا بِھَا۔ تو ثابت کہ حَدَّثَ اَخْبَرَ اور اَنْبَأَ ایک ہی ہیں۔

تکمیل (۲) مختلف روایات بخاری یکجا کرنے سے یہ حدیث پوری یوں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم لوگ حاضر تھے۔ کھجور کا گوند پیش کیا گیا۔ آنحضور نے اسے تناول فرمایا۔ اور فرمایا ایک ایسا درخت ہے۔ جو مسلمان کی طرح بابرکت ہے۔ سدا بہار ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگلی درختوں کی طرف گیا۔ لوگوں نے کہا فلاں درخت ہے۔ میری سمجھ میں آگیا کہ یہ کھجور ہے۔ جی میں آیا عرض کر دوں۔ لیکن سب سے چھوٹا تو عمر دس سال کا تھا اور حاضرین میں ابوبکر و عمر بھی تھے وہ چپ تھے۔ شرم کی وجہ سے میں چپ رہا۔ پھر حاضرین نے عرض کیا حضور ہی بتائیں۔ فرمایا یہ کھجور ہے۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا تو فرمایا۔ اگر تم بتا دیتے تو مجھے وہ خوشی حاصل ہوتی جو اتنے اتنے سے نہ ہوتی۔

فوائد (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ استاذ طلبہ کے امتحان کے لئے سوال کر سکتا ہے۔

(۲) علمی چیستاں اس نیت سے پوچھنا کہ تلامذہ کے ذہن میں تیزی پیدا ہو، جائز ہے۔ لیکن علماء کا امتحان لینے یا انھیں ذلیل کرنے کی نیت سے پوچھنا حرام۔

(۳) حیا اچھی چیز ہے۔ اگر اس سے کوئی نقصان نہ ہو یا کسی فائدہ سے محرومی نہ ہو۔

عہ امام بخاری نے بالفاظ مختلفہ اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب العلم میں دو جگہ مزید اور کتاب البیوع بیع الجمار میں اطعمہ میں کتاب الادب باب لایستحی من الحق میں اور امام مسلم نے منافقین میں ذکر فرمایا۔ اور مسند امام احمد میں بھی۔ اور ترمذی اور نسائی نے بھی کچھ رد و بدل کیساتھ ذکر کیا ہے۔

(۴) اپنے بزرگوں کا ادب کرنا چاہیئے۔ اور ان کے سامنے بلاضرورت بات نہیں کرنا چاہیئے۔ (۵) یہ ہوسکتا ہے کبھی کبھار کوئی نکتہ اجلۂ علماء کے ذہن میں نہ آئے اور کسی بچے کے ذہن میں آجائے۔ (۶) اگر کوئی بزرگ امتحاناً کوئی سوال کرے اور اسکا جواب ذہن میں آجائے تو عرض کردینا چاہیئے۔

اخذ حدیث کے طریقے

اول شیخ خود پڑھے شاگرد سنیں۔ دوم شاگرد قرأت کرے استاذ سنے۔ جیسا کہ زمانۂ دراز سے یہی طریقہ رائج ہے اسے عرض بھی کہتے ہیں۔ سوم شیخ اپنی کوئی کتاب تلمیذ کو دے اسے مناولت کہتے ہیں۔ چہارم تلمیذ کوئی کتاب استاذ کی خدمت میں پیش کرکے درخواست کرے کہ اس کی مجھے اجازت دیدیں۔ استاذ اس کتاب پر اطمینان کرکے شاگرد کو اجازت دیدے اسے بھی عرض کہتے ہیں — اور حقیقت میں مناولت ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے اسے عرض مناولت کہا ہے۔

چونکہ بعض متشدد محدثین اس کے قائل تھے۔ کہ روایت اسی وقت صحیح ہے جبکہ استاذ خود پڑھے اور تلمیذ سنے اس لئے امام بخاری نے اسپر بہت زور دیا کہ استاذ کی قرأت تلمیذ پر، اور تلمیذ کی استاذ پر دونوں صحیح ہیں۔ اور بعد میں اسی پر اتفاق ہوگیا۔ اب اسکے بعد یہ اختلاف ہے کہ دونوں برابر ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے اس سلسلے میں تین مذہب ہیں۔

اول تلمیذ کا استاذ کے سامنے پڑھنا زیادہ راجح ہے یہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو ذئب وغیرہ۔ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا بھی مذہب ہے۔

دوم استاذ کا پڑھکر تلمیذ کو سنانا یہ ارجح ہے یہی جمہور کا مذہب ہے بعض لوگوں نے کہا یہ صرف اہل مشرق کے جمہور کا مذہب ہے۔

سوم دونوں مساوی ہیں یہی اکثر علماء حجاز وکوفہ اور امام مالک اور ان کے متبعین اہل مدینہ کا اور کثیر جماعت کا مذہب ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاری نے اپنی تائید میں اسلاف کے یہ اقوال نقل فرمائے۔

(۱) امام بخاری کے استاذ مشہور محدث ، حمیدی ، نے اسے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا یہ حدیث مفصل آرہی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ حضرت ضمام نے یہ عرض کیا۔ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ استاذ پر قرأت ہوئی۔ پھر حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو ان کی قوم نے اسے تسلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ طریقہ بھی درست ہے۔

(۲) امام مالک نے دستاویز سے استدلال کیا کہ جب دستاویز میں کسی مُقِر کا اقرار لکھا گیا اور اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ اس نے ہاں کرلیا۔ تو یہ اسکا اقرار ہوگیا۔ حالانکہ اس نے زبان سے صراحۃً اقرار نہیں کیا ہے صرف ہاں کہا ہے۔ جن لوگوں نے یہ دستاویز سنا انھیں اسی کے مطابق گواہی دینی جائز ہے۔ اسی طرح جب قاری مقری کو سنا دے تو اسے جائز ہے کہ یہ کہے مجھے فلاں نے پڑھایا۔ نیز امام مالک نے اسپر یہ دلیل بھی بیان فرمائی ہے لوگ قرآن مجید کسی کے سامنے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے فلاں نے پڑھایا۔

(۵۲) حدیث ضمام ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَمِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا۔ اونٹ کو مسجد کے

دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ فَاَنَاخَهٗ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ

قریب بٹھایا اور اس کی ران کو پنڈلی سے باندھا اس کے بعد پوچھا تم میں، محمد، کون ہے وہ اور نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْاَبْيَضُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے سب کے ساتھ وہیں بیٹھے تھے۔ ہم نے بتایا یہ گورے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔

اسی طرح استاذ پر تلمیذ اگر پڑھے تو تلمیذ کو یہ جائز ہے کہ اسے روایت کرے۔ امام حاکم نے علوم الحدیث میں بطریق مطرف لکھا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ میں سات سال امام مالک کی خدمت میں رہا۔ میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا۔ کہ اپنا موطا انہوں نے پڑھا ہو۔ ہمیشہ تلامذہ پڑھتے اور یہ سنتے۔ امام مالک اس پر شدید انکار فرماتے جو یہ کہتا کہ روایت اسی وقت صحیح ہے جبکہ شیخ پڑھکر سنائے فرماتے یہ حدیث میں کیوں نہیں کافی ہوگا جبکہ قرآن میں کافی ہے حالانکہ قرآن کا رتبہ حدیث سے زائد ہے۔

(۳) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تلمیذ پڑھکر شیخ کو سنائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) امام مالک اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا۔ تلمیذ کا پڑھ کر شیخ کو سنانا اور شیخ کا پڑھ کر تلمیذ کو سنانا برابر ہے۔

تشریحات (۵۳)

لغات عَقَلَهٗ۔ اس کا مصدر عقل ہے یہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ اونٹ کی ران پنڈلی سے ملا کر باندھنا۔ بین ظہرانیہم کے معنی ہیں۔ ان کے درمیان۔ فلا تجد علی۔ وجد یجد وجدا کا صلہ جب "علی" آتا ہے تو اس کے معنی غصہ ہونے۔ خفا ہونے کے آتے ہیں اور جب اس کا صلہ "با" آتاہے تو اس کے معنی بہت محبت کرنے کے اور جب اسکا صلہ "لام" آتاہے تو اس کے معنی غمگین ہونے کے آتے ہیں۔

(۱) مسجد میں بٹھانے سے مراد مسجد کے باہر صحن میں بٹھانا ہے جیساکہ ابن عباس کی روایت میں جسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا یہ تصریح ہے کہ اونٹ کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا۔ پھر اندر آیا۔ اور حضرت انس ہی کی حدیث ابونعیم سے یوں ہے۔

المطلب فقال له الرجل یا ابن عبد المطلب فقال له النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

حضور سے مخاطب ہو کر اس شخص نے کہا اے عبد المطلب کے بیٹے ۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ۔

قد اجبتک فقال له الرجل انی سائلک فمشدد علیک فی المسئلۃ فلا تجد علی فی نفسک

تیری بات سن رہا ہوں ۔ اس شخص نے کہا میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں اور میں بڑی سختی سے سوال کرونگا ۔ آپ اپنے جی

فقال سل عما بدالک فقال اسئلک بربک ورب من قبلک آللہ ارسلک

میں مجھ پر خفا نہ ہوں ۔ فرمایا جو تیرا جی چاہے پوچھ ۔ اسنے کہا آپ کے پروردگار اور آپ سے پہلے والوں کے پروردگار کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے

حتی اتی المسجد فاناخہ ثم عقلہ فدخل المسجد ۔ جب مسجد کے قریب آیا تو اسکی ران کو پنڈلی سے باندھا پھر مسجد میں آیا ۔ اس میں اتی المسجد سے قریب المسجد سے مراد ہونا متعین ہے ورنہ فدخل المسجد کے کیا معنی ہوں گے اسی طرح یہاں بھی فی المسجد سے مراد مسجد کے قریب ہے ۔ (٢) چونکہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے آداب نبوت سے واقف نہیں تھے اسی لئے یوں پوچھا (٣) اس سے معلوم ہوا کہ معززین مجمع میں تکیہ لگا کر بیٹھ سکتے ہیں ۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر یا یوں کہے کہ اے عبد اللہ یا عبد المطلب کے بیٹے ، ممنوع ہے قرآن کریم میں ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا سورۂ نور رکوع اخیر رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے تم میں بعض بعض کو پکارتا ہے ۔ اسکی تفسیر صاوی میں یہ ہے ۔

لا تنادوا باسمہ فتقولوا یا محمد ولا بکنیتہ فتقولوا یا ابا القاسم بل نادوا وخاطبوا بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول اللہ رب العلمین یا خاتم النبیین وغیر ذالک واستفید من الآیۃ انہ لا یجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ فبھذا یعلم ان من استخف بجنابہ فھو کافر ملعون فی الدنیا والآخرۃ ۔

ان کا نام لیکر مت پکارو یعنی یا محمد نہ کہو اور نہ کنیت سے بلاؤ یعنی اے ابو القاسم نہ کہو ۔ انھیں تعظیم تکریم اور توقیر کیساتھ بلاؤ اور مخاطب کرو ۔ یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین ۔ یا رسول رب العلمین یا خاتم النبیین وغیرہ ۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لفظ سے پکارنا جائز نہیں جسمیں تعظیم نہ ہو ۔ نیز معلوم ہوا کہ جو ان کی تخفیف شان کرے وہ کافر، اور دنیا و آخرت میں ملعون ہے ۔

مگر چونکہ ضمام ابھی ایمان نہیں لائے تھے اور نہ اس ادب سے واقف تھے اس لئے انہوں نے عام دیہاتیوں کا طریقہ اختیار کیا ۔ چونکہ والد ماجد کا ولادت سے پہلے ہی وصال ہو گیا تھا ۔ پرورش عبد المطلب نے کی تھی اس لئے عام طور پر لوگ ابن عبد المطلب کہتے تھے خود غزوۂ حنین کے موقع پر حضور نے اپنے کو ابن عبد المطلب کہا ۔ (۵) اس سے آزمائش مقصود تھی ۔ اسلئے کہ بادشاہ اسکو

إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ ؎ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ آللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ

آپ کو سب لوگوں کی جانب رسول بناکر بھیجا ہے ؟ فرمایا ؟ ہاں ؎ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے

تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ أَنْشُدُكَ

آپ کو حکم دیا ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں ؟ ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔ اس کے بعد اس نے کہا آپ کو اللہ

بِاللَّهِ آللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ ؟ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ

کی قسم ہے کیا اللہ نے آپ کو حکم دیاہے کہ سال میں اس مہینے کا روزہ رکھیں ؟ فرمایا ۔ ہاں ۔ اس نے کہا آپ

أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ آللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا

کو اللہ کی قسم ہے ۔ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیاہے کہ ہمارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کریں ؟ ۔

عَلَى فُقَرَائِنَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ہاں ؎ اس کے بعد اس شخص

آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ

نے کہا ۔ آپ جو کچھ لائے ہیں سب پر میں ایمان ؎ لایا ۔ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں ۔ اور میں ضمام بن ثعلبہ ۔ سعد بن ؎ بکر

بْنِ بَكْرٍ ؎

کا فرد ہوں ۔

برداشت نہیں کرتے اور رسول اس کا تحمل کرتے ہیں ۔ (۶) اکثر اہل عرب اللہ عزوجل کے وجود کے قائل تھے ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ زمین و آسمان اور ساری خلقت کا پیدا کرنے والا اللہ ہے بتوں کی پرستش کیلئے بھی یہ بہانہ کرتے تھے ۔ کہ ہم انھیں اسلئے پوجتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے ۔ وسلہ یہاں اللھم برکت کیلئے ہے (۷) یہاں اختصار ہے اسلئے حج کا ذکر نہیں ۔ ورنہ مسلم وغیرہ کی روایت میں یوہیں حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی حج کا ذکر ہے ۔ اگرچہ ان میں جزئی اختلافات ہیں ۔

(۸) یہ انشاء ایمان ہے اخبار نہیں ۔ اسلئے کہ ضمام بن ثعلبہ اسکے پہلے ایمان نہیں لائے تھے ۔ یہی تحقیق ہے ۔ انکے قبیلے والوں کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاصد ، اسلام کی دعوت لیکر پہنچا تو انکے قبیلے والوں نے انھیں تحقیق حال کیلئے بھیجا تھا ۔ یہ جب خدمت اقدس سے واپس ہوئے اور اپنی قوم کو سب کچھ بتا دیا ۔ تو پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ ضمام بن ثعلبہ ، غزوۂ حنین کے بعد عام خدمت ہوئے تھے اسلئے کہ بنو سعد اسکے بعد مشرف باسلام ہوئے ہیں ۔ (۹) یہ حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے جسمیں حضور نے پرورش پائی ۔

علہ اسے ابو داؤد نے صلاۃ میں اور نسائی نے صوم میں ابن ماجہ نے صلاۃ میں ذکر کیاہے ۔

(۵۲) ایضاً بالفاظ اُخر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نُہِیْنَا فِی الْقُرْاٰنِ، اَنْ نَسْئَالَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمیں قرآن میں منع فرما دیا گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کریں، وہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ یُعْجِبُنَا اَنْ یَّجِیَٔ الرَّجُلُ مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ الْعَاقِلُ فَیَسْئَلَہٗ

ہم کو یہ بات پسند تھی کہ دیہات سے کوئی ہوشیار شخص آئے اور حضور سے پوچھے

وَنَحْنُ نَسْمَعُ۔ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ فَقَالَ اَتَانَا رَسُوْلُکَ فَاَخْبَرَنَا اَنَّکَ تَزْعُمُ

اور ہم سنیں۔ ایک دیہاتی آئے حضور سے کہا۔ آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ آپ گمان

اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَرْسَلَکَ۔ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا اسکے بعد اس نے کہا کس نے آسمان پیدا کیا؟ فرمایا اللہ

قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِیْھَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللّٰہُ

عزوجل نے اس نے کہا کس نے زمین اور پہاڑوں کو پیدا کیا؟ فرمایا اللہ عزوجل نے اس نے کہا کس نے ان میں منفعتیں رکھیں۔ فرمایا

عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِیْھَا

اللہ عزوجل نے اس نے کہا اسکی قسم جسنے آسمان پیدا کیا اور زمین پیدا کی اور پہاڑوں کو کھڑا کیا اور ان میں منفعتیں رکھیں؛

الْمَنَافِعَ آللّٰہُ اَرْسَلَکَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زَعَمَ رَسُوْلُکَ اَنَّ عَلَیْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَّزَکٰوۃً

کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر پانچ نمازیں ہیں اور ہمارے مالوں میں زکوٰۃ ہے

تشریحات (۵۳)

یہ آنیوالے دیہاتی، ضمام بن ثعلبہ ہی ہیں۔ یہ اور پہلی والی حدیث ایک ہی ہے۔ لیکن روایت بالمعنی کی وجہ سے الفاظ مختلف ہیں۔ اور دونوں میں کچھ نہ کچھ اختصار اور تفصیل ہے۔ اسلئے ہم نے اسکو الگ ذکر کیا (۱) جب لوگ بکثرت سوال کرنے لگے اور سوال کرنے والے ہر قسم کے لوگ تھے۔ مخلص بھی معاند بھی۔ معاندین استہزاءً بھی سوال کرتے۔ کوئی پوچھتا میرا باپ کون ہے؟۔ کوئی پوچھتا میری اونٹنی غائب ہے۔ کہاں ہے؟۔ نیز چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جب تک کسی چیز سے ممانعت نہ ہو۔ وہ مباح ہے سوال پر حکم نازل ہو جاتا اور بہت سی چیزیں مباح ہوتیں۔ وہ حرام ہو جاتیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ اے ایمان والو۔ ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں

فِیْ اَمْوَالِنَا، قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِیْ اَرْسَلَکَ، آللّٰهُ اَمَرَکَ بِهٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ وَ

فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں

زَعَمَ رَسُوْلُکَ اَنَّ عَلَیْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِیْ سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِیْ اَرْسَلَکَ آللّٰهُ

اس نے کہا اور آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر سال میں ایک مہینے کا روزہ ہے فرمایا قاصد نے سچ کہا۔ اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپکو رسول

اَمَرَکَ بِهٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُکَ اَنَّ عَلَیْنَا حَجَّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ

بنایا! کیا اللہ نے آپ کو اسکا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر بیت اللہ کا حج ہے جسے وہاں تک جانے کی

سَبِیْلًا، قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِیْ اَرْسَلَکَ آللّٰهُ اَمَرَکَ بِهٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِیْ

استطاعت ہو فرمایا قاصد نے سچ کہا اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپکو رسول بنایا کیا اللہ نے آپکو اسکا حکم دیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا

تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ بری لگیں اور اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہو تو تم پر ظاہر کر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اعظمَ المسلمین جرمًا مَن سأل عن شئ لم یحرم فحرم من اجل مسئلته۔ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے کہ ایک چیز حرام نہیں تھی اس کے سوال کرنے کی وجہ سے اسکی حرمت بیان کردی گئی۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے (۲) یہ آیت اور حدیث اس کی دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یعنی جس چیز سے منع نہ کیا گیا ہو وہ حلال ہے کسی چیز کے حرام ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

زیادہ اور کم نہ کرنے کا مطلب (۳) یعنی آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اسے من وعن اپنی قوم تک پہونچا دونگا نہ اس میں اپنی طرف سے کچھ زیادہ کروں گا اور نہ کچھ گھٹاؤں گا۔

مناولت و مکاتبت

مناولت (۱) گذر چکا کہ مناولت کا یہ مطلب ہے کہ شیخ اپنی کتاب تلمیذ کو دے کر یہ کہے کہ اس میں وہ حدیثیں ہیں جو میں نے فلاں سے سنی ہیں یا لی ہیں۔ تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کتاب کی حدیثوں کو روایت کرو۔

مکاتبت (۲) یہ ہے کہ شیخ احادیث خود لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر کسی کے پاس بھیج دے اور اسے اجازت دیدے کہ ان احادیث کی تم روایت کر سکتے ہو۔ اس کے قابل اعتبار ہونے کی شرط یہ ہے کہ کتاب مہر بند ہو اور جن کے ہاتھ بھیجے وہ ثقہ، عادل ہوں۔ اگر لے جانے والے ثقہ نہیں تو نا قابل اعتبار ہے اگرچہ مکتوب مہر بند ہو۔ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مناولت اور مکاتبت

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ان پر نہ کچھ زیادہ کرونگا اور نہ ان میں کچھ کم کروں گا ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ ۔ (۶۴) حدیث کسریٰ کی جانب والا نامہ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

فرمایا ۔ اگر یہ سچا ہے تو بلاشبہ ضرور جنت میں داخل ہوگا ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر

اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ

دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خط بحرین کے حاکم کے پاس ایک شخص کے بدست بھجوایا ۔

دونوں یکساں معتبر ہیں ۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ۔ دیگر علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ مناولت میں استاذ، تلمیذ کو اپنے سامنے کتاب دیتا ہے اس لئے اس میں بہ نسبت مکاتبت کے قوت زیادہ ہے ۔ دونوں کو معتمد بھی مانتے ہیں ۔ ان دونوں کے معتمد ہونے پر امام بخاری نے مندرجہ ذیل دلائل قائم کئے ہیں ۔

ت ۔ اول ۔ حضرت انس نے فرمایا ۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کے متعدد نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں بھجوائے ان سب پر اصل کی طرح سب نے اعتماد کیا ۔

حضرت عثمان نے کتنے مصاحف لکھوائے

(۳) ابو حاتم نے کہا کہ حضرت عثمان نے سات عدد لکھوائے تھے جنھیں شام عراق، بصرہ، کوفہ، بحرین، مکہ، یمن بھیجا تھا ۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ نسخے لکھوائے تھے ۔ ایک اپنے پاس رکھا اور چار مختلف ممالک میں بھجوائے ۔ ابو عمرو دانی نے کہا چار لکھوائے تھے ایک اپنے پاس رکھا اور بقیہ دوسرے ممالک میں بھیجا ۔ ابو حاتم سجستانی نے کہا سات لکھوائے تھے ۔ تعداد میں اختلاف ہے مگر اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے یہاں سے حضرت صدیق اکبر کا جمع فرمودہ صحیفہ منگایا ۔ اور اس سے متعدد نسخے لکھوائے ۔ اور مختلف ممالک میں بھجوائے ۔

ت ۔ دوم ۔ عبداللہ بن عمر بن عاصم بن عمر الفاروق اور یحییٰ بن سعید انصاری اور امام مالک نے اسے جائز بتایا ۔

ت ۔ سوم ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس یا بارہ مہاجرین کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کی طرف بھیجا ۔ ان کو ایک خط دیا ۔ کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اسے پڑھنا اور اس میں جو لکھا ہے اس پر عمل کرنا ۔ انہوں نے دو دن کے بعد اسے پڑھا ۔ تو اس میں یہ تھا ۔ کہ بطن نخلہ تک جاؤ اور قریش کے تجارتی قافلے کی گھات میں رہنا ۔ ہمراہی خوشی سے جائیں تو بہتر ۔ کسی کو مجبور مت کرنا ۔ یہ جب بطن نخلہ پہنچے تو قافلہ سامنے آگیا یہ رجب کی پہلی تاریخ تھی ۔ انتیس جمادی الآخرہ کو چاند ہو چکا تھا ۔ انھیں ۲۹ کے چاند کی خبر نہ تھی ۔ تیس جمادی الآخرہ سمجھ کر قافلے پر حملہ کر دیا عمرو بن الحضرمی کو قتل کیا ۔ اور حکم بن کیسان اور

رَجُلًا وَّ اَمَرَہٗ اَنْ یَّدْفَعَہٗ اِلٰی عَظِیْمِ الْبَحْرَیْنِ فَدَفَعَہٗ عَظِیْمُ الْبَحْرَیْنِ اِلٰی کِسْرٰی فَلَمَّا

بحرین کے حاکم نے یہ خط کسریٰ کے پاس بھجوادیا۔ جب کسریٰ نے یہ خط پڑھا تو پھاڑ ڈالا۔ (ابن شہاب نے کہا)

قَرَأَہٗ مَزَّقَہٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

میرا گمان ہے کہ ابن مسیب نے یہ کہا اس پر حضور نے ایرانیوں کی ہلاکت کی دعا کی،

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّمَزَّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ (۵۵) حدیث خاتم عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ

کہ وہ پاش پاش ہو جائیں۔ انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَتَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِتَابًا اَوْ اَرَادَ اَنْ یَّکْتُبَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط لکھا۔ یا خط لکھوانے کا ارادہ فرمایا۔

فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھُمْ لَا یَقْرَءُوْنَ کِتَابًا اِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّۃٍ نَقْشُہٗ مُحَمَّدٌ

تو عرض کیا گیا یہ لوگ صرف مہر بند ہی خط پڑھتے ہیں۔ تو حضور نے چاندی کی انگوٹھی بنائی جس پر "محمد رسول اللہ"

رَّسُوْلُ اللّٰہِ "کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِہٖ فِیْ یَدِہٖ فَقُلْتُ لِقَتَادَۃَ مَنْ قَالَ نَقْشُہٗ

کندہ تھا۔ گویا میں دست مبارک میں انگوٹھی کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ نے کہا) میں نے قتادہ سے پوچھا کس نے کہا؟

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "قَالَ اَنَسٌ۔ (۵۶) حدیث ثلثۃ نفر عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ رَضِیَ

کہ اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا تو انہوں نے بتایا، انس نے ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔

عثمان بن عبد اللہ کو قید کرلیا۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اگر خط لائق اعتبار نہیں ہوتا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حکم لکھ کر نہ دیتے۔ چہارم یہ حدیث ذکر فرمائی۔

تشریح (۵۴)

یہاں بھی وہی استدلال کیا ہے کہ اگر مکتوب حجت نہیں ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں بھیجتے۔ اور جب کسریٰ نے اسے پھاڑ ڈالا۔ تو اس پر اتنا جلال کیوں فرمایا۔

تشریح (۵۵)

یہاں بھی وہی استنباط ہے کہ اگر مکتوب مسموع کے مثل واجب التسلیم نہیں تھا۔ تو خط کیوں لکھا۔

وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور لوگ بھی حضور کے ساتھ تھے کہ تین شخص سامنے سے گزرے۔ دو شخص تو خدمت میں حاضر ہوئے ۲؎

وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا

اور ایک چلا گیا۔ یہ دونوں آکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کھڑے ہوئے ان میں سے ایک نے

فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ

حلقہ میں گنجائش دیکھی وہاں بیٹھ گیا ۳؎ اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا ۴؎ اور تیسرا چلا گیا۔

فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے ۵؎ تو فرمایا کیا میں تینوں کے بارے

عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ، أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَى فَاسْتَحْيَى

میں نہ بتاؤں۔ ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی ۶؎ تو اللہ نے اسے پناہ دی۔ دوسرے نے حیا کی۔ تو اللہ نے بھی

اللّٰهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ ۱؎

اس سے حیا فرمائی ۷؎ اور ایک نے منہ پھیرا تو اللہ نے بھی اس سے نظر رحمت پھیر لی ۸؎۔

تشریحات (۵۶)

ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ اپنی کنیت کیساتھ مشہور ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام حارث بن عوف ہے۔ بنی کنانہ سے ہیں راجح یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے انہوں نے خود فرمایا کہ میں غزوہ حنین میں شریک ہوا۔ نیا نیا مسلمان تھا۔ جنگ یرموک میں شریک رہے۔ اخیر عمر میں مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کرلی تھی۔ سال بھر رہنے پائے تھے۔ کہ وصال ہوگیا۔ وہیں مہاجرین کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے ۶۸ھ میں بچہتر سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوئے۔ ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں۔ یہ ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ صحابہ میں ابوواقد دو اور ہیں۔ ایک ابوواقد مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے ابوواقد نمیری۔

تکمیل (۲) یہ تینوں کہیں جارہے تھے راستے میں مسجد اقدس پڑی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں موجود ہیں۔ ایک بلا توقف حاضر ہوئے اور ایک کچھ دور آگے بڑھ کر پھر واپس ہوئے۔ دو مجلس میں حاضر ہوئے۔ ایک نہیں آیا دونوں نے حاضر ہوکر سلام کیا۔ پھر بیٹھے۔ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اگر جگہ خالی ہو تو اسے پُر کردینا اچھا ہے بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دینی پڑے۔

۱؎ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں بھی ذکر کی ہے اور امام مسلم و ترمذی نے استیذان میں اور نسائی نے کتاب العلم میں۔ امام مالک نے مؤطا باب السلام

⑤٧ حدیث "لیبلغ الشاھد الغائب"

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن ابن ابی بکرہ ولہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔

قَعَدَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَاَمْسَكَ اِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ اَوْ بِزِمَامِهٖ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا

کہ حضور (حجۃ الوداع میں اونٹ پر جلوہ فرما تھے ایک صاحب نے نکیل تھامی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آج کون دن ہے؟ ہم لوگ خاموش رہے۔

④ مجلس بھیڑ کر جانے میں ضرور کچھ انتشار کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسلئے جگہ خالی ہوتے ہوئے بھی کنارے بیٹھنا پسندیدہ ہے۔ یا یہ کہ جگہ اب خالی نہ تھی۔ اسلئے یہ کنارے بیٹھ گئے اس تقدیر پر مستفاد ہوا کہ اگر مجلس میں جگہ نہ ہو تو زبردستی گھسنا لوگوں کو اٹھا کر یا دبا کر بیٹھنا منع ہے۔

⑤ کسی کام میں مصروف تھے اس سے فارغ ہوئے۔ مثلاً صحابہ کو کوئی مسئلہ تعلیم فرمارہے تھے۔ وعظ کہہ رہے تھے اس سے فارغ ہوئے۔

⑥ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسے اللہ کی پناہ سے تعبیر فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب، قرب الٰہی اور ان کے دامن میں پناہ لینی حفظ الٰہی میں پناہ لینی ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ علم دین کی مجلس والے اللہ کے حفظ اور اسکی رحمت تلے ہوتے ہیں۔

⑦ اللہ عزوجل کے حیا فرمانے سے مراد یہ ہے کہ درگذر فرمائے۔ رحمت سے حصہ دے۔ عذاب سے محفوظ رکھے۔

⑧ ثابت ہوا کہ حضور سے اعراض۔ اللہ سے اعراض ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ مجلس خیر ہو رہی ہو اور کوئی عذر نہ ہو تو اس میں ضرور شریک ہو جانا چاہیئے۔ نیز کسی دینی مقتدا کے سامنے سے گذر ہو تو ان کی مجلس میں ضرور حاضر ہو۔ اور اگر کوئی عذر ہو تو نہ حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ تیسرا شخص جو چلا گیا۔ اسے کوئی عذر نہ تھا۔ یا یہ کہ وہ منافق رہا ہو۔ یا اللہ کے اعراض فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ثواب سے محروم فرمایا۔

تشریحات ⑤٧

عبدالرحمن بن ابوبکرہ ① تابعی، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کے فرزند ہیں۔ ۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ سب سے پہلے مولود ہیں۔ جو بصرہ میں مسلمانوں میں پیدا ہوئے اپنے والد اور حضرت علی وغیرہ سے حدیث سنی ۹۹ھ میں وفات پائی۔

② یہ حدیث امام بخاری نے حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی باختلاف الفاظ ذکر کی ہے۔ ابن منذر نے

حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ سِوَى اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ

یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس دن کا اور کوئی نام رکھیں گے۔ فرمایا کیا آج یوم النحر نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں ہے پھر فرمایا یہ کون مہینہ ہے

هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ بِذِى الْحِجَّةِ

ہم لوگ چپ رہے یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اسکا اور کوئی نام رکھیں گے پھر فرمایا کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟۔

اپنے مستخرج میں سترہ صحابہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ ③ یہی دلیل ہے کہ یہ خطبہ دس ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا تھا۔

④ یہ صاحب کون تھے؟ تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت بلال تھے۔ اس کی تائید نسائی کی امّ الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کی حدیث سے ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کیا اور دیکھا کہ بلال آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کی نکیل پکڑے اسے کھینچ رہے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صاحب، عمرو بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیساکہ سنن میں خود ان سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا اس موقع پر میں ناقہ مبارکہ کی نکیل پکڑے رہتا پھر انھوں نے اس خطبے کا کچھ حصہ ذکر کیا۔ تیسرے یہ کہ یہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ اس کی تائید بطریق ابن مبارک عن عون، اسمٰعیلی کی روایت سے ہوتی ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر بیٹھے بیٹھے یوم النحر میں خطبہ دیا۔ اور میں سواری کی نکیل تھامے ہوئے تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہی صواب ہے۔

⑤ یہ خطبہ یوم النحر دسویں ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا تھا۔ جس پر حدیث کا یہ حصہ، کیا یہ یوم النحر نہیں، دلالت کرتا ہے۔ نیز کتاب الحج میں اس کی تصریح ہے۔ کہ یہ خطبہ یوم النحر کو دیا تھا۔ اور خطبہ منیٰ میں ارشاد فرمایا تھا۔ جیساکہ کتاب الحج میں ابن عمر کی حدیث میں تصریح ہے کہ جمرات کے درمیان ارشاد فرمایا تھا۔

⑥ خود امام بخاری نے کتاب الحج اور اضاحی میں اور امام مسلم وغیرہ نے جو روایات ذکر کی ان میں یہ ہے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ حضور خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ اب اس روایت میں جو ،، فسکتنا ،، ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ،، اللہ ورسولہ اعلم ،، کہہ کر ہم خاموش ہو گئے۔ اور حضور نے بھی کچھ دیر خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر دوسرا سوال کیا۔

تکمیل ⑦ یہاں کی روایت میں اختصار ہے۔ سوال صرف دو ہے۔ مگر کتاب الحج، کتاب الاضاحی کی روایت میں یہ سوال زائد ہے ای بلد ھٰذا۔ یہ کون شہر ہے؟ اسی وجہ سے اخیر میں فی بلدکم ھٰذا۔ اتنا اور زائد ہے کہ فرمایا، تم بہت جلد اپنے پروردگار سے ملوگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردن مارے۔ اور اخیر میں فرمایا، سنو! کیا میں نے پہونچا دیا۔ سنو! کیا میں نے پہونچا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔ اور ان ہتوں

قُلْنَا بَلٰی۔ قَالَ فَاِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ بَیْنَکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ

ہم نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پھر فرمایا بے شک تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت

ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَاِنَّ الشَّاھِدَ

اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں ہے حاضر کو لازم ہے کہ غائب کو میرا یہ ارشاد پہونچا دیں۔ کہ یہ ہوسکتا ہے کہ حاضر کے

عَسٰی اَنْ یُّبَلِّغَ مَنْ ھُوَ اَوْعٰی لَہٗ مِنْہُ۔[1]

بہ نسبت غائب میرے ارشاد کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

میں تقدیم و تاخیر ہے۔

شاہد کے معنی "حاضر" ہیں ⑧ یہاں شاہد کے معنی حاضر متعین ہے۔ اور اس پر اجماع ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ "شاہد" کے معنی "حاضر" ہیں اور حاضر اگر اندھا نہیں تو اسے ناظر ہونا لازم۔ اسلئے آیت کریمہ "اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا" میں شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنا اس حدیث کے مطابق ہے۔

فوائد ⑨ حدیث کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ بعد میں آنے والا بہ نسبت اگلے کے حدیث کو زیادہ یاد کرلے۔ اور زیادہ اچھی طرح سمجھ لے۔ اگرچہ بہت کم ہی سہی۔ اسلئے کہ اوعیٰ کے معنی زیادہ یاد کر رکھنے والا ہے اور زیادہ سمجھنے والا ہے۔ عینی میں ہے۔ من الوعی وھو الحفظ والفھم۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطیب عند الضرورت جانور پر سوار ہوکر خطبہ دے سکتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خطیب کو سامعین سے بلند مقام پر ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مجمع اگر زیادہ ہو تو ایسا بہتر ہے تاکہ آواز دور تک پہونچے اور لوگ خطیب کو دیکھ سکیں۔

ان العلماء ورثۃ الانبیاء ورثوا العلم من اخذہ اخذ بحظ وافر ومن بیشک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں انبیاء نے علم ہی میراث چھوڑی جسنے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ پالیا جو علم طلب کرنے کیلئے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ اسکیلئے جنت کا راستہ آسان سلک طریقا یطلب العلم سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ۔

یہ حدیث کا جز ہے پوری حدیث حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم دین کی تحصیل کے لئے سفر کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔ طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لئے آسمان والے اور زمین والے اور مچھلیاں پانی کے اندر دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ بیشک عالم کی فضیلت عابد (غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے بدر کامل کی تمام ستاروں پر۔ اور بلا شبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے درہم و دینار میراث نہیں چھوڑا بلکہ علم چھوڑا۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے انبیاء کی میراث سے پورا حصہ لیا۔

[1] امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الحج اور تفسیر اور بدء الخلق اور اضاحی اور فتن میں بھی ذکر فرمایا اور امام مسلم نے دیات میں اور نسائی نے حج اور علم میں ابو داؤد نے تطوع میں ابن ماجہ نے مقدمہ میں دارمی نے مناسک میں اور امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

ت (۱۴) قَالَ اَبُوْذَرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَۃَ عَلٰی ھٰذِہٖ وَ

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر تم تیز تلوار، میری گدی پر رکھ دو

اَشَارَ اِلٰی قَفَاہُ ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّیْ اُنْفِذُ کَلِمَۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تلوار کے کام کرنے سے پہلے وہ ایک کلمہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُجِیْزُوْا عَلَیَّ لَاَنْفَذْتُھَا۔ سکوں گا تو بھی اسے ضرور کہوں گا۔

اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے بافادۂ تصحیح روایت کیا حمزہ کنانی نے حسن کہا۔ کچھ لوگوں نے اضطراب کی بناء پر ضعیف کہا ہے۔ مگر علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ جو اس کے شواہد ہیں اس سے یہ قوی ہو گئی۔ امام بخاری نے صاف صاف نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ہے۔ اسی لئے تعلیقات میں بھی نہیں گنی جاتی مگر جب یہاں ذکر کیا تو معلوم ہوا اس کی کچھ اصل ان کے یہاں بھی ہے۔ پھر اسکے مضمون کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ ہم نے اپنے منتخب بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔ میراث پانے والا وارث کہلاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ برگزیدہ بندے انبیاء کے وارث ہیں۔

تشریحات (۱۴)

(۱) مسند دارمی اور حلیہ میں اس کی پوری تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوذر، جمرہ وسطیٰ کے قریب بیٹھے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد اکٹھے ہو کر مسائل پوچھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک قریشی صاحب آگئے اور کہا۔ کیا تم کو فتویٰ دینے سے روک نہیں دیا گیا ہے، ہ حضرت ابوذر نے سر اٹھا کر کہا۔ کیا تم میرے نگہبان ہو؟ اگر تم میری گردن پر تیز تلوار رکھ دو۔ الخ۔

قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر کا مسلک یہ تھا کہ مال جمع کرنا حرام ہے جو ملے خرچ کر ڈالو۔ اس پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ۔ الآیۃ ـــــ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے عنقریب یہ سونا چاندی ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابوذر پہلے دمشق میں رہتے تھے۔ اور علانیہ ہر جگہ اپنے اس خیال کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اس معاملہ میں ان کا معلقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا تھا۔ معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا انہوں نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلا لیا۔ انکو سمجھایا بجھایا مگر یہ نہ مانے۔ اور لوگوں سے اس مسئلے میں جھگڑتے رہے۔ اس وجہ سے حضرت عثمان نے فتویٰ دینے سے روک دیا اور انھیں بذہ بھیجدیا اور وہیں ان کا وصال ہوا۔

علم دین چھپانے کی وعید (۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ من سُئِلَ عن علم ھو یعلمہ فلیقل لہ جس سے کوئی علمی سوال کیا گیا اور

⑤⑧ حدیث۔ یسروا ولا تعسروا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَسِّرُوْا

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو

وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا[1]

اور سختی مت کرو۔ خوشخبری سناؤ نفرت مت دلاؤ

⑤⑨ حدیث۔ وعظ کے لئے دن مقرر کرنا

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ، فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

ابو وائل نے کہا عبد اللہ بن مسعود ہر جمعرات کو لوگوں کے سامنے وعظ کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن میں چاہتا ہوں کہ آپ

لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ، قَالَ اَمَا اِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ

ہمارے سامنے روزانہ وعظ کہیں۔ فرمایا سنو! مجھے اس سے یہ بات روکتی ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ اکتا جاؤ۔

اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِہَا مَخَافَۃَ

وعظ کے لئے تمہارے نشاط اور توجہ کا لحاظ رکھتا ہوں جیسا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اکتانے کے اندیشے سے

السَّآمَۃِ عَلَیْنَا[2]

ہمارا لحاظ فرماتے تھے۔

وہ جانتا ہے تو اسے بتائے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے **من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من النار** جس سے کوئی دین کی بات پوچھی گئی اور اس نے نہیں بتایا تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام لگائے گا۔ دوسری حدیث میں فرمایا حق چھپانے والا گونگا شیطان ہے۔

ان احادیث کی وجہ سے کلمۂ حق نہ بیان کرنے اور وہ بھی سوال کے بعد نہ بتانے کو حضرت ابوذر گناہ جانتے تھے۔ اور خلیفۂ وقت کی اطاعت معصیت میں نہیں۔ اسلئے حضرت ابوذر باوجود ممانعت کے احادیث بیان کرنے اور فتویٰ دینے سے باز نہیں آئے۔

تشریح ⑤⑧

بشارت کے معنی اچھی خبر دینا۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نو مسلم ہیں یا جو بچے قریب البلوغ ہیں انھیں دین کا رفتہ رفتہ پابند بناؤ۔ والیان مملکت اور حکام پر لازم ہے کہ لوگوں پر شفقت و مہربانی رکھیں ان پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔ لوگوں کو اللہ کی رحمت اس کے فضل و کرم کی امید دلائیں لوگوں کے سامنے اسکے وسعت کرم رحم کو بیان کریں صرف اسکی شان قہر و جلال نہ بیان کریں ایسا نہ کریں کہ لوگ

[1] امام بخاری نے ادب میں امام مسلم نے مغازی میں نسائی نے علم میں ذکر کیا ہے۔ [2] ایضاً علم میں دو جگہ۔ اور دعوت میں امام مسلم نے توبہ میں ترمذی نے استیذان میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۶۰) حدیث :- اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَطِيبًا يَقُولُ

حمید بن عبد الرحمٰن نے کہا میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

تشریحات (۵۹)

کسی کار خیر کے لئے دن مقرر کرنا (۱) اس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی اچھے کام کیلئے شرعاً وقت مقرر نہ ہو تو اس کے لئے از خود، دن مقرر کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ اسی کے پیش نظر اہلسنت، میلاد شریف، عرس، فاتحہ کے لئے دن تاریخ مقرر کرتے ہیں ــــ اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کسی کام کیلئے دن وقت مقرر ہوتا ہے تو لوگ پہلے سے اپنے ضروری کام انجام دیکر اس وقت کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اتنا لمبا وعظ نہ کہا جائے کہ لوگ اکتا جائیں (۲) اس سے معلوم ہوا کہ وعظ تقریر اتنی لمبی نہ کی جائے کہ سننے والے اکتا جائیں۔ اعتبار صرف ان لوگوں کے اکتانے نہ اکتانے کا ہے جو دینی ذوق رکھتے ہیں۔ ہر کس و ناکس عوام کالانعام کا نہیں۔

تشریحات (۶۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ حضرت ابوسفیان کے صاحبزادے بہت مشہور و معروف صحابی ہیں۔ اور اول ملوک اسلام ہیں۔ انکی ولادت ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی ان چند صحابہ میں سے ہیں جن کے والدین کو بھی دولت اسلام نصیب ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ لیکن انھوں نے خود یہ بتایا کہ میں عمرۃ القضاء کے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر ماں کے ڈر سے ظاہر نہ کر سکا[۱]۔

غنائم حنین سے ان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیے چاندی مرحمت فرمایا تھا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مقرب بارگاہ ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں یہ بھی ہیں۔ بلکہ بہت سے حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ یہ کاتب وحی بھی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائیں دی ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّ مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ[۲]۔ اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور اسکے ذریعے سے ہدایت دے۔

اور ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمِ الْمُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ[۳]۔ اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ تو فرمایا۔ اے معاویہ، اگر تم اس چیز یعنی حکومت کو پاؤ تو اللہ سے ڈرنا

---

۱ اصابہ وغیرہ۔ ۲ ترمذی۔ ۳ اسد الغابہ۔

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی

میں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا۔ حضور فرماتے تھے۔ اللہ جس کے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ

اور انصاف کرنا حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ اس سے مجھے یقین تھا کہ مجھے حکومت ملے گی۔ انھیں ۱۹ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی نے ان کے بھائی یزید بن سفیان کے وصال کے بعد شام کا والی بنایا۔ اس وقت سے لیکر حسن مجتبی رضی اللہ تعالی عنہ سے مصالحت کے وقت تک بیس سال شام کے والی رہے۔ پھر بیس سال پورے مملکت اسلامیہ کے بادشاہ رہے۔ ۱۵ ررجب ۶۰ھ میں وصال فرمایا اخیر عمر میں لقوہ ہوگیا تھا یہی پیام اجل ثابت ہوا۔ ان کے پاس تبرکات نبوی میں، کرتا، چادر، تہبند اور ناخن مبارک کے کچھ تراشے اور موئے مبارک تھے۔ وصیت کر گئے تھے کہ مجھے انھیں متبرک کپڑوں میں کفن دینا۔ اور ناخن اقدس کے تراشے اور موئے مبارک میری آنکھ ناک، منھ اور سجدہ کے اعضاء میں رکھ دینا۔ اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ اسی کے مطابق کیا گیا۔ وصال کے وقت عمر ۶۸ سال کی تھی۔

ان سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں۔ بخاری و مسلم نے چار اور صرف بخاری نے آٹھ اور صرف مسلم نے پانچ روایت کی ہیں ان سے اجلہ صحابہ مثلاً ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم نے حدیث لی ہیں۔

ان کے عہد میں جب اندرونی طور پر اطمینان ہوگیا تو پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا سجستان۔ سوڈان وغیرہ کے کثیر بلاد اور قوہستان وغیرہ فتح ہوئے۔ اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ انھیں کے عہد میں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے کچھ لوگ ان پر طعن کرتے ہیں۔ لیکن کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں نص صریح ہے کہ اللہ عزوجل تمام صحابہ سے راضی ہے۔ ان سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ ان سب پر کلمۂ تقوی لازم فرمادیا ہے۔

ارشاد ہے۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ[۲]

سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ انکے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جنمیں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

[۱] مرقاۃ، اسد الغابہ وغیرہ [۲] سورہ توبہ آیت ۱۰۰۔

اور فرمایا۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا سه اور ان پر کلمہ تقویٰ لازم فرمادیا اور یہ اس کے مستحق اور اہل تھے

اور ارشاد ہے۔

كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى للعه تمام صحابہ سے خواہ فتح مکہ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے ہوں سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے یہ قرآن مجید کے نصوص قطعیہ ہیں۔ اور جن واقعات پر طعن کیا جاتا ہے۔ وہ سب خبر واحد اور اکثر ضعاف دمجروح۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے مقابلے میں اخبار آحاد وہ بھی کتب تواریخ وہ بھی ضعاف کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ قرآن مجید کے ارشادات پر ایمان رکھیں اور تواریخ کی لغو مہمل روایات کو سنیں بھی نہیں۔

لغات ⑵ یُفَقِّهْهُ، باب تفعیل کا مضارع ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اس کو فقیہ بنا دیتا ہے۔ اس کا مادہ فِقْہٌ ہے جسکے معنی جاننے اور سمجھنے اور حذاقت وزیرکی کے ہیں۔ اور شرعی معنی یہ ہیں۔ احکام شرعیہ فرعیہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ لاتزال اس کا مصدر زوال ہے سمع یسمع سے۔ زَالَ یَزَالُ بھی آتا ہے اور نصر ینصر سے زَالَ یَزُوْلُ بھی دونوں میں فرق یہ ہے کہ۔ زال یزال افعال ناقصہ سے ہے اور اسے حرف نفی لازم ہے۔ زال یزول فعل تام ہے اور اسے حرف نفی لازم نہیں۔ اُمَّۃٌ، اس کے متعدد معانی ہیں۔ جماعت۔ طریقہ۔ مدت۔ پیشوا۔ مالک۔ مرد جامع خیر۔ وہ شخص جو تنہا اپنی رائے پر چلنے کا عادی ہو۔ انبیاء کے پیرو یہاں یہی اخیر معنیٰ مراد ہے

فضیلت فقہ ⑶ خیراً نکرہ سیاق شرط میں ہونے کی وجہ سے عموم کا افادہ کرتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ عزوجل جسے تمام دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے۔ خیرٌ کی تنوین کو یہاں عظمت کے لئے لیں تو معنی ہوں گے۔ بہت زیادہ بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امت کے افراد میں سب سے افضل فقیہ ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا

فقیہٌ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ عه ایک فقیہ، ہزار عابد غیر فقیہ سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

نیز ایک لمبی حدیث میں فرمایا۔

خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا۔ عه زمانہ جاہلیت میں جو لوگ تم میں سب سے بہتر تھے وہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جبکہ فقیہ ہوں۔

یہ افضلیت اس فقیہ کے لئے ہے جو اپنے علم سے رضائے الٰہی کا طالب ہو اور دنیا دار فقیہ بدترین خلق ہے۔ جیساکہ ایک حدیث میں فرمایا

سه سورہ فتح آیت ۲۶۔ للعه حدید آیت ۱۰۔ عه ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ عه مسلم، مشکوٰۃ۔

الدِّیۡن ۔ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللہُ یُعۡطِیۡ وَلَنۡ تَزَالَ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃُ قَائِمَۃً عَلٰی اَمۡرِ اللہِ

عطا فرماتا ہے۔ میں صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم

اِنَّ شرار الشر شرار العلماء واِنَّ خیار الخیر خیار العلماء[1] سب سے بدتر برے علماء ہیں۔ اور سب سے اچھے اچھے علماء ہیں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

مَن طلب العلم لیجاری بہ العلماء اولیماری بہ السفھاء او یصرف وجوہ النّاس الیہ اَدخلہ اللہ النّار[2] جو اس لئے علم طلب کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جاہلوں سے جھگڑے گا یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ اسکو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل فرمائے گا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فقیہ وہ ہے جو دنیا سے بے تعلق ہو آخرت کی رغبت رکھتا ہو دین کے معاملے میں بصیرت رکھتا ہو۔ اللہ کی عبادت کا پابند ہو۔

حضور قاسم بھی ہیں اور خازن بھی ④ یہاں صرف قاسمٌ ہے اور بخاری کتاب الجہاد میں تعلیقاً قاسم کے ساتھ خازنٌ[3] بھی ہے۔ معانی کا قاعدہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کا متعلق یعنی اس کا مفعول وغیرہ جب محذوف ہوتا ہے۔ تو وہ عموم کا افادہ کرتا ہے۔ یہاں قاسمٌ، خازنٌ، یعطی تینوں کے مفعول محذوف ہیں۔ تو اس سے عموم پر دلالت ہوئی۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ مخلوقات میں سے جس کسی کو اب تک جو کچھ ملا۔ یا آئندہ ملے گا ان سب کا دینے والا اللہ ہے۔ اور ان سب کا خازن میں ہوں۔ اور ان سب کا بانٹنے والا میں ہوں۔ جس طرح اللہ کے معطی ہونے میں کسی قسم کی کوئی تخصیص جائز نہیں۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاسم وخازن ہونے میں کسی قسم کی تخصیص جائز نہیں جسطرح تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عالم کی ہر نوع ہر فرد خواہ وہ فرشتے ہوں خواہ وہ انسان خواہ جن ہوں خواہ اور کچھ سب کو سب کچھ اللہ کی عطاء سے ملا۔ اور ملے گا۔ اسی طرح یہ اعتقاد بھی واجب کہ سب کو بلا استثناء جو کچھ ملا یا ملے گا وہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دئے سے ملا۔ اس لئے جن لوگوں نے اسے علم کے ساتھ خاص کیا یہ درست نہیں۔

حیات بھی از قسم عطا ہے تو سب کو حیات بھی حضور ہی کے ہاتھوں ملی۔ تو ثابت ہوا کہ ہر ذی حیات سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے۔ اور آپ کی تخلیق سارے عالم سے پہلے ہوئی۔ خواہ وہ آدم علیہ السلام ہوں خواہ وہ جبرئیل امین ودیگر ملائکہ جسکی تائید اس مشہور حدیث سے ہوتی ہے جسے امام عبدالرزاق استاذ امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ فرمایا۔

---

[1] دارمی مشکوٰۃ۔ [2] للعہ ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ [3] بخاری صفحہ ۴۳۹ ج ۱۔

لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ عـه ت (۱۵) وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ

رہے گی مخالفین ان کو ضرر نہیں پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْهُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا ۔عـه

نے فرمایا۔ سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کرو۔

یا جابر انّ اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ ۔عـه

اے جابر! اللہ عزوجل نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

(۵) یہاں قائمین علی امر اللہ ہے اور کتاب الجہاد میں ظَاہِرِیْنَ عَلٰی مَنْ خَالَفَهُمْ ہے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت تک میری امت میں کچھ لوگ حق پر قائم رہیں گے۔ اور اپنے مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ انکے مخالف ان پر کبھی فتح نہ پائیں گے۔ قیامت تک یہ حق پرست غالب رہیں گے۔ اور غلبے سے مراد دلیل و برہان سے غلبہ ہے۔ رہ گیا غلبہ بالسیف یہ ضروری نہیں کبھی ہوگا کبھی نہیں۔ گذرچکا۔ الحرب سجال ینال منا ننال منه ،، لڑائی ڈول ہے کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں کبھی ہم ان سے لے لیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۔ ان دنوں میں ہم نے لوگوں کی باری رکھی ہے۔

اسی طرح لا یضرهم سے مراد یہ ہے کہ ان کی برہان اور دلیل کو توڑ نہیں سکتے۔

تمام کلمہ گو حق پر نہیں

(۶) ھٰذِهِ الْاُمَّۃَ سے مراد پوری امت نہیں بلکہ اس کا بعض حصہ مراد ہے۔ جیسا کہ کتاب الاعتصام میں، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے۔ اس میں طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ہے یعنی میری امت کا ایک گروہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام کلمہ گو مدعی اسلام حق پر نہیں۔ حق پر صرف ایک فرقہ ہے۔

تشریح (۱۵)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب سردار ہو جاتا ہے تو حیا طلب علم سے مانع ہوتی ہے۔ اسلئے سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کر لینا چاہیئے۔ یا مراد یہ ہے کہ سردار کے لئے عالم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ علم کی روشنی میں اپنے متعلقین پر سرداری کرے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرتے رہو۔ مطلب یہ ہوا کہ تحصیل علم کی کوئی حد نہیں۔

عـه اسے امام بخاری نے کتاب الجہاد باب فان للہ خمسہ اور اعتصام لاتزال الطائفۃ من امتی میں بھی۔ اور امام مسلم نے امارت اور زکوٰۃ میں۔ ترمذی نے علم میں۔ ابن ماجہ اور دارمی نے مقدمہ میں نیز دارمی نے رقاق میں بھی۔ امام مالک نے موطا قدر میں۔ امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

عـه مواہب لدنیہ وزرقانی اول صـ۴۶ عـه بیہقی نے مدخل میں ابن شیبہ وغیرہ نے تخریج کی۔

⑥١ حدیث لاحسد الا فی اثنین

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَتَیْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ

حسد نہیں مگر دو میں ۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی

فِی الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِیْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا عله

توفیق دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے دین کا علم عطا فرمایا۔ اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اسکی تعلیم دیتا ہے۔

⑥٢ حدیث "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ ضَمَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ اور یہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ عله

دعا دی کہ ، اے اللہ اسے کتاب کا علم عطا فرما۔

تشریحات ⑥١

لغات ① حسد کے معنی ہیں، یہ آرزو کرنا کہ کسی کی نعمت یا فضیلت اس سے زائل ہو کر مجھے ملے۔ یہ مذموم ہے۔ یہاں تجرید اًصرف اس نعمت کے حصول کی آرزو مراد ہے۔ بغیر اس کے کہ دوسرے سے زائل ہو جسے غبطہ کہتے ہیں۔ یہ محمود ہے سلطہ علیہ کے معنی غلبہ دینا قابض بنانا۔ اختیار دینا۔ یہاں سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کے معنی توفیق دینے کے ہیں ھلکۃ کے معنی خرچ کرنے کے ہیں، حِکمۃ کے معنی سمجھدار ہونا۔ دور اندیش ہونا۔ یہاں قرآن مجید کے معانی کا سمجھنا مراد ہے۔ یا مطلقاً جملہ علوم دین۔

مال اور علم دین ② اللہ عزوجل کسی کو مال عطا فرمائے یہ اسکا فضل ہے۔ اور اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ

عله ایضاً بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ۔ انفاق المال فی حقہ، کتاب الاحکام اجر من قضی بالحکمۃ کتاب الاعتصام، اجتہاد القضا مسلم کتاب الصلوٰۃ۔ نسائی علم۔ ابن ماجہ۔ زہد۔ عله بخاری کتاب المناقب۔ فضل ابن عباس مسلم فضائل ابن عباس، نسائی، ترمذی، مناقب ابن ماجہ سنت مسند امام احمد

دوسرا افضل ہے۔ اسی طرح علم دین اس کا فضل عظیم ہے۔ اور علم پر عمل اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس کے نشر و اشاعت کی توفیق بہ ید فضل ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگ طرح طرح کی آرزو کرتے ہیں۔ مگر آرزو کرنے کے لائق صرف یہ دو نعمتیں ہیں۔ اس سے ان دونوں نعمتوں کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تشریحات (۶۲)

الکتاب (۱) الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ تعلیم سے مراد اس کا حفظ کرنا اور اس کے معانی کا سمجھنا ہے۔

تکمیل (۲) پورا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کاشانہ اقدس میں رات کو رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں اٹھے۔ استنجا کیلئے تشریف لے گئے انھوں نے وضو کے لئے پانی رکھدیا حضور نے پوچھا یہ کس نے رکھا ہے انکی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا۔ اس پر ان کے سر پر دست اقدس پھیرا اور سینے سے چمٹا کر یہ دعا فرمائی اسی دعا کی برکت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ علم عطا ہوا کہ ان کو حبر امت، بحر العلوم، رئیس المفسرین، ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

معانقہ (۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معانقہ جائز ہے۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو مستحب ہے (عینی)

(۶۳) حدیث عقلت من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجۃ

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ادا یاد ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِيْ وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ[۱]

کہ حضور نے ایک ڈول سے پانی لے کر میرے منھ پر کلی فرمائی تھی اور اس وقت میں پانچ برس کا تھا۔

تشریحات (۶۳)

محمود بن ربیع (۱) یہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ وصال اقدس کے وقت یہ پانچ سال کے تھے۔ اسی سن میں ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے منھ پر کلی فرمائی۔ یہ مدنی خزرجی انصاری ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ دمشق میں قیام پذیر تھے وہیں ۹۹ھ میں ترانوے سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔

تطبیق (۲) یہاں صرف "من دلو" ہے اور کتاب الطہارۃ میں "من بئرھم" ہے یعنی ان کے کنوئیں سے پانی لیکر

[۱] علاوہ بخاری نے طہارت، استعمال فضل وضوء الناس میں اور دعوات الصبیان بالبرکۃ میں اور اسکا یہ حصہ وھو الذی مج رسول اللہ فی وجھہ متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور نسائی نے العلم۔ الیوم واللیلۃ میں اور ابن ماجہ نے طہارت میں بھی ذکر کیا ہے۔

ت ⑯ رَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ فِيْ حَدِيْثٍ

حضرت جابر بن عبداللہ ایک حدیث کے لئے عبداللہ بن انیس کے پاس ایک مہینے کی مسافت کا سفر کیا

مراد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ڈول سے پانی لیا تھا اس میں پانی ان کے کنوئیں سے لیا گیا تھا۔

فوائد ③ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کا سماع درست ہے اور اس کی روایت مقبول ہے مگر یہ تحدید درست نہیں اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت کہ انھوں نے اپنے والد کو غزوۂ خندق کے موقع پر دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بنی قریظہ کے محلے میں دو یا تین بار گئے اور آئے۔ میں نے پوچھا تو بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا حالانکہ حضرت عبداللہ کی عمر اس وقت چار سال بھی پوری نہ تھی۔ یہ روایت خود امام بخاری نے مناقب زبیر میں ذکر کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ سال سے کم عمر میں سماع درست ہے۔ لیکن یہی غلط ہے کہ امام بخاری کا یہی مقصود ہے کہ پانچ سال سے کم عمر میں سماع صحیح نہیں۔ انہوں نے باب باندھا ہے "بچے کا سماع کب صحیح ہے"۔ اس کے تحت یہ حدیث ذکر فرمائی۔

اس سے جہاں یہ صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ پانچ سال کے باشعور بچے کا سماع صحیح ہے۔ وہیں بنظر دقیق، عقلت، سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سن کی قید نہیں بلکہ شعور و سمجھ کی شرط ہے اگر کوئی بچہ پانچ سال سے کم عمر میں باشعور ہو اور کسی بات کو سمجھ کر یاد رکھے ہو تو اس کی یہ روایت صحیح ہے اور اگر زیادہ عمر کا ہو مگر باشعور نہ ہو تو اس کا سماع صحیح نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ خوش طبعی مسنون ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب مبارک اور پس خوردہ سے برکت حاصل کرنا بھی مسنون ہے۔

ت ⑯

فی تعلیلیہ ہے ① فی حدیث میں فی تعلیل کیلئے ہے جیسے آیہ کریمہ "فذلك الذی لمتننی فیه" اور حدیث "ان امرأة دخلت فی النار فی هرة"۔

احادیث سننے کا شوق ② یہ جگہ شام تھی یا مصر۔ پورا واقعہ یہ ہے حضرت جابر نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک صاحب کے پاس ایک حدیث ہے میں نے اونٹ خریدا اور کجاوہ کسا اور شام آیا۔ عبداللہ بن انیس کے گھر پہونچا۔ دربان سے کہا کہ اطلاع کر دو، جابر دروازے پر کھڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا ابن عبداللہ! میں نے کہا ہاں۔ وہ باہر آئے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں یہ حدیث سننے سے پہلے مر نہ جاؤں انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ننگے غیر مختون اکٹھے کئے جائیں گے انھیں اللہ عزوجل ندا دے گا۔ جو دور و نزدیک سے یکساں سنائی دیگی۔ فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں

(۶۴) حدیث "العلم کمثل الغیث الکثیر"

عَنْ أَبِي مُوسىٰ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو

مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدىٰ وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ

ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال زور دار بارش کی ہے جو زمین پر برسی۔

مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ

کچھ زمین عمدہ ہیں جس نے پانی جذب کرلیا۔ اور گھاس اور سبزی خوب اگائیں۔ اور کچھ زمین سخت ہیں جسنے پانی جمع کرلیا۔

کوئی مستحق جنت، جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر جہنم میں جانے والوں میں سے کوئی اس کے ظلم پر دادرس ہوگا جب تک اس کا بدلہ نہ لیلے یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی۔ پوچھا کہ لوگ ننگے غیر مختون کیوں ہوں گے فرمایا حسنات و سیئات کی بدولت۔ طبرانی نے مسند الشامیین اور تمام نے اپنے فوائد میں اور خطیب نے کتاب الرحلۃ میں بجائے شام کے مصر کہا ہے۔ امام بخاری نے الرد علی الجہمیہ کے اخیر میں اس کا ابتدائی حصہ "انا الملک الدیان" تک تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو احادیث یاد کرنے اور اسے پھیلانے کا کتنا شوق تھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ جیسے احادیث کے خزانے نے صرف ایک حدیث سننے کیلئے اتنا لمبا سفر کیا۔ اور آج کیا حال ہے۔ اہل علم کو خصوصاً اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) جہنی انصار کے حلیف تھے۔ عقبہ ثانیہ بدر اور احد کے بعد تمام مشاہد میں شرکت کی۔ ایک بار تنہا ان کو ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد سلطنت میں ۵۴ھ میں شام ہی میں وفات ہوئی۔ ان سے پچیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں مسلم نے صرف ایک ذکر کی۔ سنن اربعہ میں ان کی احادیث ہیں۔ بخاری میں صرف مذکورہ بالا ایک تعلیقاً مذکور ہے۔

تشریحات (۶۴)

لغات (۱) ھدیٰ راستہ دکھانا۔ قرآن و حدیث میں کبھی اس کے معنی مطلوب تک پہونچانے کے آتے ہیں۔ کبھی مطلوب تک پہونچانے والے راستے کو دکھانے کے معنی ہیں۔ غیث۔ بارش۔ بادل۔ بارش سے اگی ہوئی گھاس۔ بارش کا برسنا یہاں بارش مراد ہے۔ نقیۃ، عمدہ۔ کلأ۔ گھاس خواہ ہری ہو خواہ سوکھی۔ عُشب۔ ہری گھاس۔ اجادب جدب کی جمع ہے جس کے

الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً

اس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا لوگوں نے پیا، پلایا۔ اور کھیتی کی اور یہی بارش زمین کے کچھ ایسے

اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي

ٹکڑے پر پڑی جو سپاٹ تھی نہ اس نے پانی جمع کیا اور نہ گھاس اگایا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے

دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا

اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اور اللہ نے جو کچھ مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع پہونچایا اس نے علم حاصل کیا اور

وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحٰقُ وَكَانَ مِنْهَا

دوسروں کو تعلیم دی اور اسکی ہے جس نے اس طرف سر ہی نہیں اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جسکے ساتھ میں بھیجا گیا،

طَائِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ

قبول نہیں کیا۔ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے کہا، اسحٰق نے قبلت الماء کی جگہ قیلت الماء کہا ہے

معنی قحط کے ہیں۔ نیز اس زمین کو بھی کہتے ہیں جو قحط کی وجہ سے سوکھ جائے۔ نیز بنجر زمین کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور ایسی زمین کو بھی کہتے ہیں جو سخت ہو اور پانی جذب نہ کرے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ قیعان۔ قاع کی جمع ہے جسکے معنی چٹیل زمین جو چکنی برابر ہو جس پر پانی نہ رک سکے۔ قیلت یاء سے اس کے معنی دوپہر میں پینے کے ہیں۔ یہاں تجریداً صرف پینا یعنی جذب کرنا مراد ہے۔

تطبیق (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی مثال، زوردار بارش سے دی۔ کہ جیسے ہر جگہ برستی ہے مگر زمین کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کا نتیجہ مختلف۔ ایک زمین عمدہ زرخیز ہے پانی اپنے اندر جذب کرکے اپنے خزانے اگل دیتی ہے غلے سونے سبزیاں اگاتی ہے جو جاندار کی خوراک ہیں۔ یہی حال ایسے افراد کا ہے جو دین قبول کرکے اسے سیکھ کرکے دوسرں کو بھی تعلیم دیتے ہیں۔ خود عمل کرتے ہیں دوسروں سے عمل کراتے ہیں۔ دوسری وہ زمین جو پانی جمع کرلیتی ہے۔ کچھ اگاتی نہیں، مگر اس جمع شدہ پانی سے دوسروں کو طرح طرح سے فائدہ پہونچتا ہے۔ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو دین قبول کرکے دین سیکھتے ہیں مگر کما حقہٗ اس پر عمل نہیں کرتے۔ مگر اس کے علم سے **دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے**۔ یا مراد وہ محدثین ہیں جو احادیث حفظ کرلیتے ہیں مگر تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے خود احکام کا استنباط نہیں کرسکتے۔ مگر ان سے احادیث سنکر دوسرے لوگ جو فقیہ ہیں احکام کا استخراج کرتے ہیں۔ تیسری وہ چٹیل بنجر زمین جو نہ پانی جمع کرتی ہے اور نہ کچھ اگاتی ہے۔ اس کا پانی آیا بہہ گیا، یہ حال ان لوگوں کا ہے جنھوں نے دین قبول ہی نہیں کیا، اس پر کوئی توجہ نہ دی

(۳) قال اسحٰق میں، اسحٰق سے کون مراد ہے۔ یہ طے کرنا مشکل ہے۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا، یہ اسحٰق بن راہویہ ہیں۔

لہ مسلم نے فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اور نسائی نے علم میں ذکر کیا ہے۔

ت (۱۷) قَالَ رَبِيْعَةُ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْعِلْمِ اَنْ يُّضَيِّعَ نَفْسَهٗ ؏۱

ربیعہ نے کہا جس کے پاس کچھ بھی علم ہو اسے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

(۶۵) حدیث یقل العلم ویظھر الجھل

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ اَحَدٌ بَعْدِيْ سَمِعْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کررہا ہوں کہ میرے بعد کوئی بیان نہ کرے گا

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہیں کہ علم ختم

يَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ

ہوجائے گا۔ جہالت غالب ہوگی زنا عام ہوگا عورت کی کثرت ہوگی مرد کم ہوجائیں گے یہاں تک

لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ ؏۲

کہ پچاس عورت کا نگہباں صرف ایک (مرد) ہوگا۔

اس لئے کہ امام بخاری زیادہ تر انھیں سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ یہ ان تینوں اسحٰق میں سے کوئی ایک ہیں اسحٰق بن راہویہ۔ اسحٰق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری اسحٰق بن منصور بن بہرام الکوسج المروزی اسلئے امام بخاری اپنی اس کتاب میں ابواسامہ حماد بن سلمہ سے انھیں تینوں کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ بالیقین یہ فیصلہ کرنا کہ یہ اسحٰق بن راہویہ ہی ہیں درست نہیں۔ یہی امام نسائی کی بھی رائے ہے۔ انہوں نے تقیید المھمل میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری جب بغیر نسبت کے یوں کہیں حدثنا اسحٰق حدثنا ابواسامۃ تو انھیں تین میں سے کوئی ایک مراد لیتے ہیں۔

تشریح (۱۷)

حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن مدنی تابعی ہیں۔ اور حضرت مالک کے استاذ۔ ان کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جسے قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ کا تھوڑا سا بھی علم ہو۔ اسے چاہیئے کہ خود اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ بے فیض نہ رہے اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ علم کے وقار کو محفوظ رکھے۔ اسے حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنائے جو لوگ علماء کی عزت نہ کرتے ہوں انکے پاس نہ جائے۔ غیر اہل کو تعلیم نہ دے۔

تشریحات (۶۵)

یہی حدیث بطریق عمران بن میسرہ یوں مروی ہے۔

؏۱ الخطیب فی الجامع والبیہقی فی المدخل۔ ؏۲ مسلم قدر۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ فتن

۶ حدیث فضیلت علم

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے کہا۔ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَرَی الرِّیَّ

میں سو رہا تھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اتنا پیا کہ آسودگی ناخنوں سے نکلنے لگی۔

یَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَیْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَہٗ یَارَسُوْلَ

پھر میں نے اپنا جھوٹا عمر بن خطاب کو دیا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! حضور نے اسکی کیا

اللّٰہِ قَالَ الْعِلْمَ[۱]

تعبیر کی، فرمایا "علم"۔

ان یرفع العلم ویثبت الجھل وتشرب الخمر ویظھر الزنا۔ علم اٹھالیا جائے گا اسکی جگہ جہالت لے لیگی۔ شراب پی جائیگی زنا پھیل جائے گا۔

لغات (۱) یقل۔ قلت کا مضارع ہے۔ اور یہاں مراد عدم ہے اس پر دلیل دوسری حدیث ہے جس میں فرمایا کہ علم اٹھ جائے گا۔ اسکی جگہ جہالت لے لیگی۔ القیّم۔ کسی کا ذمہ دار، متولی۔ شوہر، سیدھا معاملہ یہاں مراد ذمہ دار نگہبان ہے۔

(۲) جب بصرہ میں تمام سکونت پذیر صحابہ کا وصال ہو گیا اور تنہا حضرت انس ہی رہ گئے تو فرمایا۔

(۳) قیامت کی نشانیاں بہت ہیں۔ انھیں پانچوں میں انحصار نہیں۔ البتہ یہ پانچوں بہت اہم ہیں۔ دین و دنیا کی درستگی پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ دین، عقل، نفس، نسب، مال۔ اور یہ پانچوں ان کو تباہ کرنے والی ہیں۔ رفع علم اور جہالت دین کو، شراب عقل اور مال کو۔ مردوں کی قلت، نفس کو۔ زنا نسب اور مال کو۔ اسلئے حدیث میں ان پانچوں کو خصوصیت سے اکٹھا ذکر فرمایا

رفع علم سے کیا مراد ہے؟ (۴) علم اٹھانے سے یہ مراد نہیں کہ علماء ہوں گے اور علم ان کے سینوں سے مٹادیا جائے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ علماء باقی نہ رہیں گے۔ جیسا کہ آگے مفصل آرہا ہے۔

تشریحات (۶۶)

[۱] بخاری مناقب عمر۔ تعبیر الرؤیا۔ باب اللبن۔ باب اذا جری اللبن فی اطرافہ واظفارہ۔ مسلم فضائل۔ ترمذی رؤیا مناقب۔ نسائی مناقب علم

۶۷ حدیث۔ یظہر الفتن ویکثر الھرج

عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

سالم نے کہا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علم اٹھالیا جائے گا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيلَ

اور جہالت غالب ہوگی اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بکثرت ہوگا

يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا كَاَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ ـ

پوچھا کہ یا رسول اللہ ہرج کیا چیز ہے؟ تو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا اور ہاتھ ایسے خم کیا جیسے قتل کا اشارہ کیا جاتا ہے حضور کی مراد قتل تھی۔

۶۸ حدیث ما من شئ لم اکن اریتہ الا رایتہ فی مقامی ھذا

عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ

حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں عائشہ کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے پوچھا لوگوں کا

لغات ① اولتہ۔ یہ باب تفعیل کا ماضی مخاطب ہے اس کا مادہ اَوْل اسکے معنی لوٹنا پھرنا ہے تاویل کے معنی لوٹانا پھیرنا ہے۔ کلام کو ظاہری معنی سے پھیر کر خفی معنی پر حمل کرنے کو تاویل کہتے ہیں۔ اسی کی فرع خواب کی تعبیر ہے۔ یہاں یہی مراد ہے

دودھ اور علم میں مناسبت ② دودھ کی تعبیر علم کے ساتھ اس مناسبت سے ہے کہ دونوں کثیر النفع اور مفید ہونے میں مشترک ہیں دودھ انسان کی بہترین غذا اور بدن کیلئے مقوی ہے۔ اور علم سے دین و دنیا سنورتی ہے اور علم روح کی غذا اور اس کے لئے مقوی ہے اس حدیث سے علم کی فضیلت یوں ثابت ہوتی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ فضلہ مبارکہ ہے۔

تشریح (۶۷)

لغات ① ھرج کے معنی فتنے۔ اور اختلاط کے ہیں مجازاً قتل کے معنی میں مستعمل ہے البتہ حبشہ کی زبان میں ہرج کے معنی قتل کے ہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ سمجھ نہیں پائے اور دریافت کرنا پڑا۔ قال کے معنی یہاں اشارہ کے ہیں۔ اس معنی میں متعدد احادیث وارد ہیں ایک حدیث میں ہے۔ قال باصبعہ السبابہ والوسطیٰ اس کے علاوہ اور معنوں میں آیا ہے مثلاً رفع تناول۔ غلب وغیرہ۔

تشریحات (۶۸)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ① یہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام کی زوجہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ اور مکے ہی میں سترہ نفوس قدسیہ کے بعد مشرف بایمان ہوئیں۔ شب ہجرت توشہ دان

باندھنے کو کچھ نہ ملا تو اپنی کمر کا پٹکا پھاڑ کر ایک حصہ سے توشہ دان باندھ دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذات النطاقین کا خطاب عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اللہ عزوجل تجھے اس کے عوض جنت میں دو نطاق عطا فرمائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کی۔ اس وقت حمل سے تھیں قبا پہنچیں تو حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ بہت شجاع حاضر جواب جری، صبر و استقامت کی پہاڑ تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کے تمام ساتھی انھیں چھوڑ کر حجاج سے مل گئے اور حجاج نے حضرت عبداللہ کے سامنے تین باتیں پیش کیں یا تو کہیں چلے جاؤ۔ یا پھر ہتھیار ڈال دو تمہیں پا بجولاں عبدالملک کے پاس لے چلیں یا لڑنے کے لئے تیار رہو۔ حضرت عبداللہ نے اپنی ماں سے مشورہ کیا حضرت اسماء نے اخیر وقت تک لڑنے کا مشورہ دیا۔ پھر کفن لیا دھونی دے کر خوشبو لگا کر حضرت عبداللہ کو پہنایا اور مقابلے کے لئے بھیجا جب حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور حجاج نے انکی نعش مبارک کو سولی پر چڑھایا۔ تو اپنے لخت جگر کے نعشے پر تشریف لائیں۔ اور فرمایا۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار سواری سے اترے[1]۔ اتنے دردناک منظر کو دیکھ کر بھی آنکھ سے آنسو تک نہیں نکلا۔ حجاج نے ان کو بلوایا۔ انکار کر دیا۔ حجاج نے کہا سیدھی طرح سے آجا۔ ورنہ بال پکڑ کر گھسٹوا منگاؤں گا۔ یہ سن کر اس شیر دل خاتون نے کہا۔ بخدا میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی جب تک کہ وہ بال پکڑ واکر نہ گھسٹوائے حجاج خود آیا۔ اور کہا تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا۔ حضرت اسماء نے کہا۔ میں نے دیکھا تو نے اسکی دنیا برباد کی اس نے تیری آخرت خراب کر دی۔ میں نے سنا ہے تو انھیں طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین کہتا ہے میں ذات النطاقین ہوں۔ ایک میرا وہ نطاق ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق کا کھانا لے جاتی تھی۔ اور ایک وہ جو ہر عورت کیلئے ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور سفاک۔ کذاب تو ہم نے دیکھا اور سفاک تیرے سوا اور کوئی نہیں۔[2]

عبدالملک بن مروان کے حکم سے جب حضرت عبداللہ کا لاشہ مبارک سولی سے اتارا گیا اور اسے دفن فرمالیا تو کے ہی میں اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد ۷۳ھ میں بماہ جمادی الآخرہ وصال فرمایا۔ سو سال کی عمر پائی۔ مگر نہ ایک دانت گرا تھا اور نہ دماغی تواز میں فرق آیا تھا اور نہ بینائی زائل ہوئی تھی[3] ان سے چھپن احادیث مروی ہیں۔ چودہ متفق علیہ چار افراد بخاری اور چار افراد مسلم سے ہیں۔

---

[1] اصابہ وغیرہ [2] مسلم شریف [3] ہدایہ نہایہ ج ۸ ص ۳۴۶

النَّاسِ فَاَشَارَتْ اِلَی السَّمَاءِ فَاِذَنِ النَّاسُ قِیَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰہِ قُلْتُ

کیا حال ہے تو انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عائشہ نے کہا سبحان اللہ

اٰیَۃٌ فَاَشَارَتْ بِرَأْسِھَا اَیْ نَعَمْ، فَقُمْتُ حَتّٰی عَلَانِی الْغَشْیُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ

میں نے پھر پوچھا کوئی نشانی ہے۔ تو انھوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ ہاں اسکے بعد میں بھی نماز کیلئے کھڑی ہو گئی اتنی دیر

عَلٰی رَأْسِیَ الْمَاءَ فَحَمِدَ اللّٰہَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ

تک کہ مجھ پر بیہوشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ نماز کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی

لغات (۲) عَلَانِی۔ علوٌّ سے ماضی ہے۔ عام معنی بلند ہونے کے ہیں۔ اور غلب کے معنی میں ہے غَشْیٌ، غُشْیٌ، غِشْیٌ کے اصل معنی ڈھکنے کے ہیں۔ یہاں عقل کا ڈھکنا یعنی بیہوشی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گرمی اور بہت دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تھی۔ تفتنون۔ فتنۃ۔ سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ فتنے کے معنی آزمائش، امتحان ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ان ھی الا فتنتك یہ سب تیری آزمائش ہے۔ جوہری نے کہا الفتنۃ، الامتحان، اہل عرب سونے کو پگھلا کر جب پرکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ فتنت الذھب۔ اردو میں البتہ فتنہ بمعنی فساد مستعمل ہے۔ مسیح کے معنی سفر کرنے والا، شہر شہر گھومنے والا، دجال دجل سے اسم مبالغہ ہے۔ دجل کے معنی جھوٹ بولنا فریب دینا، حق کو باطل کے ساتھ ملانا۔ باطل سے حق کو چھپانا دجال کے معنی یہاں بہت بڑا جھوٹا فریب دینے والا یا بہت بڑے جادوگر کے بھی ہو سکتے ہیں۔ مسیح دجال سے مراد قرب قیامت میں آنیوالا دجال ہے۔

تکمیل (۳) پوری تفصیل باب الکسوف میں آئے گی۔ صرف مضمون کو ذہن نشین کرنے کے لئے بالاختصار درج ہے ۱۰ھ میں سورج میں گہن لگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف کی منادی کرائی۔ صحابہ کرام نماز کیلئے جمع ہو گئے سورج گہن کی نماز حضور نے باجماعت پڑھائی۔ اسی اثنا میں حضرت اسماء ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کیلئے آئیں کہ سب لوگوں کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ بھی نماز میں ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ ام المؤمنین نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ گہن ہے۔ اس لئے نماز پڑھی جارہی ہے حضرت اسماء بھی نماز میں شریک ہو گئیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نماز میں قیام بہت زیادہ طویل کیا تھا حضرت اسماء پر گرمی اور دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے غشی طاری ہونے لگی انھوں نے بار بار اپنے سر پر پانی ڈالا کہ بیہوش نہ ہو جائیں۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا جن جن چیزوں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا تھا سب کی سب اس جگہ مجھے دکھادی گئیں یہاں تک کہ میں نے جنت اور دوزخ بھی دیکھی۔ جس طرح دجال کے ذریعہ تمہارے ایمان ثبات قدمی کی آزمائش ہوگی اسی کے قریب

ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ

پھر فرمایا جو چیز بھی مجھے اب تک نہیں دکھائی گئی تھی ان سب کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور

فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيبَ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ

دوزخ بھی پھر مجھے وحی کی گئی کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤگے مسیح دجال کے فتنے کے قریب یا مثل مجھے یاد نہیں۔

أَسْمَاءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ . يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ

اسماء نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ کہا تھا (قبر میں) پوچھا جائے گا اس مرد کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ مومن یا موقن

أَوِ الْمُوقِنُ، لَا أَدْرِي أَيَّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ

یاد نہیں رہا اسماء نے کیا کہا تھا کہے گا یہ محمد ہیں رسول اللہ ہیں ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لیکر

وَالْهُدٰى، فَأَجَبْنَاهُ وَاتَّبَعْنَاهُ هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ

تشریف لائے ہم نے ان کا پیغام قبول کیا انکی پیروی کی یہ محمد ہیں تین بار یہی کہے گا اس سے کہا جائیگا آرام سے سوجا ہم جانتے

قریب قبر میں بھی امتحان ہوگا۔ تم سے قبر میں سوال کیا جائے گا۔ مومن صحیح جواب دیگا۔ منافق یہ کہے گا۔ لوگوں کو میں نے کچھ کہتے سنا تھا۔ وہی میں نے بھی کہا تھا۔

حضور نے جمیع ماکان و مایکون کو دیکھا ④ حدیث کا یہ حصہ ما من شئ لم اکن اریتہ الا رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار

میں نے اب تک جن جن چیزوں کو نہیں دیکھا تھا۔ ان سب کو آج اس جگہ دیکھ لیا۔ اور یہ دیکھنا صرف عالم زیریں کے ساتھ خاص نہیں۔ عالم بالا کی بھی تمام موجودات کو دیکھا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ میں جانے والوں کو بالتفصیل دیکھا یہ حدیث اس پر نص صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا گیا۔ خواہ رویت سے مراد رویت بصری دیکھنا مراد لیا جائے۔ خواہ رویت قلبی علم مراد لیا جائے دونوں تقدیر پر جمیع ماکان و مایکون کے علم کا حصول ثابت اس کی قدرے توضیح یہ ہے۔

شئ سے مراد موجود ہے۔ شرح عقائد میں ہے الشئ عندنا الموجود۔ اس لئے شی تمام موجودات کو عام ما من شئ میں نکرہ تحت نفی ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اس کا معنی یہ ہوا۔ ہر وہ موجود جو میں نے اب تک نہیں دیکھی تھی سب دیکھ لیا۔ بلکہ علامہ عینی نے فرمایا۔

والشئ فی قولہ ما من شئ اعم العام وقد وقع نکرۃ تحت النفی۔ کہ ما من شئ میں شی اعم العام ہے۔ اور نکرہ ہوتے ہوئے نفی کے تحت واقع ہے۔

لَمُوقِنًا بِهٖ ۔ وَ اَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذَالِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَیَقُوْلُ

تھے کہ تو ان پر یقین رکھتا تھا ۔ لیکن منافق یا مرتاب ، اسماء نے کیا کہا تھا یاد نہیں ۔ کہے گا میں نہیں جانتا

لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُهٗ [1]

میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا ۔ وہی میں نے بھی کہا ۔

یعنی اس طرح عموم موکد ہوگیا کہ تخصیص کی گنجائش نہ رہی ۔ اس لئے یہ تمام موجودات ماضیہ و آئندہ کو عام ہے ۔ یہاں تک علامہ عینی فرماتے ہیں ۔ کہ اس کے عموم میں باری تعالیٰ کا مشاہدہ بھی داخل ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

نعم اذا الشی یتناوله والعقل لایمنعه والعرف ہاں اس لئے کہ شی بمعنیٰ موجود باری تعالیٰ کو بھی شامل ہے ۔

لایقتضی اخراجه [2] عقلاً محال نہیں ۔ عرفاً ذات باری تعالیٰ کو اس عموم میں داخل نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ۔

جب یہاں اتنا عموم ہے کہ اس میں ذات باری تعالیٰ بھی داخل ہے تو جمیع ماکان ومایکون بدرجہ اولیٰ داخل ۔

ع اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ؛ جب خدا ہی نہ چھپا ، تم پہ کروروں درود

ہم نے بالتفصیل کی قید اس لئے لگائی کہ اس حدیث کے دوسرے طرق میں جو الفاظ ہیں وہ تفصیل پر صراحۃً دال ہیں ۔ مثلاً یہ کہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا ۔ اسی لئے علامہ عینی نے فرمایا

وحی بالاطلاع وتعریفه من امورها تفصیلا مالم تعرفه قبل ذالك [3] ان سب پر بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا ۔ جن کو اس کے پہلے نہیں جانتے تھے ۔

احکام ۵ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے ۔

(۱) سورج گہن کی نماز باجماعت مشروع ہے (۲) سورج گہن کی نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے (۳) خطبے کی ابتدا میں حمد وثنا ہونی چاہیئے ۔ (۴) نماز میں ضرورت کے وقت اشارہ کی اجازت ہے ۔ (۵) جب تک بیہوشی طاری نہ ہو جائے وضو نہیں ٹوٹتا ۔ (۵) عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۔ (۶) جنت دوزخ مخلوق اور موجود ہیں ۔ (۷) نماز میں عورتوں کو کسی ضرورت کیلئے بھی بلند آواز سے تسبیح منع ہے ۔ لیکن اگر سننے والی عورت ہو تو جائز ہے ۔ (۸) اللہ عزوجل کو حضور نے بیداری میں دیکھا ۔ (۹) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوا ہے ۔

[1] ایضاً بخاری کتاب الطہارۃ من لم یتوضا الا من الغشی المثقل ۔ کسوف خسوف ، کتاب الجمعہ ۔ من قال فی الخطبۃ اما بعد ۔ کتاب السہو الاشارۃ فی الصلوٰۃ ۔ کتاب الاعتصام ۔ الاقتداء بسنن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ۔ امام مسلم نے خسوف میں ذکر کیا ۔ [2] عینی ص ۹۷ ج ۲ [3] ایضاً ص ۹۸ ج ۲

۶۹) حدیث. سلونی عما شئتم

عَنْ اَبِي مُوسىٰ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال

وَسَلَّمَ عَنْ اَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ

کیا گیا جو ناگوار ہوا ۱ جب سوالات کی اور کثرت ہوئی تو جلال آگیا پھر فرمایا۔ تم لوگوں کا جو جی چاہے

فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِي قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِي يَا رَسُوْلَ

پوچھو ۲ اس پر ایک صاحب نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے اسکے بعد دوسرے شخص اٹھے اور پوچھا

اللّٰهِ قَالَ اَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلىٰ شَيْبَةَ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهٖ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یارسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا۔ سالم، شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے جب حضرت عمر نے روئے انور میں غضب کے آثار دیکھے

تشریحات (۶۹)

لغات ۱ اشیاء۔ الف تانیث ممدودہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اور یہ شی کی جمع نہیں اسم جمع ہے۔ اس میں الف ممدودہ زائد ہے۔ ورنہ الف تانیث نہ ہوگا۔ الف تانیث زائدہ ہے۔ الف ممدودہ اصلی علامت تانیث نہیں جیسے انبیاء ادلیاء اشیاء اصل میں شیئاء تھا نعماء کے وزن پر۔ خلاف قیاس قلب کرکے آخر کے ہمزہ کو ابتدا میں لائے ۱

سائلین میں کون تھے؟ ۲ ان کا نام عبداللہ تھا۔ جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں تصریح ہے۔ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے۔ کبھی جھگڑے میں دوسرے کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ حضور کے ارشاد کے بعد لوگوں کا شک وشبہ دور ہوگیا۔ دوسرے صاحب کا نام سعد بن سالم مولی شیبہ تھا۔ ان کا بھی یہی حال تھا۔

۳ اس سے مراد ایسے سوالات ہیں۔ جن سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ وابستہ نہ ہو۔ مثلاً نہ اس کا اعتقاد ضروری ہو نہ عمل۔ ایسے سوالات ممنوع ہیں۔ مثلاً یہ سوال کہ حضرت آدم نے سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ فدیۂ اسماعیل کا ذبح کیا ہوا۔ یا یہ کہ سوالات آزمانے کیلئے کئے جائیں۔ یا عاجز کرنے کی نیت سے کئے جائیں۔ ایسے سوالات ممنوع ہیں۔ ورنہ اگر علم نہیں تو کفر وایمان فرائض کا پوچھنا فرض واجبات کا واجب مستحبات کا مستحب۔ ارشاد ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اہل ذکر (علم) سے پوچھو جو تم نہ جانتے ہو۔

---

۱ علم الصیغہ۔

اِنَّا نَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عہ

تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب اللہ عز و جل سے توبہ کرتے ہیں

(۷۰) حدیث ۔ اذا تکلم اعادھا ثلثا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور جب کوئی بات عہ

اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَعَادَھَا ثَلٰثًا حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ وَاِذَا اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ ثَلٰثًا

فرماتے تو اسے تین بار فرماتے تاکہ وہ بات سمجھ لی جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے تو ان پر تین بار سلام کرتے

سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ (۱) مَا عموم کے لئے ۔ دین دنیا سب کو شامل ہے ۔ نیز اس کے عموم پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سعد نے اپنے اپنے باپ کا نام پوچھا ۔ یہ دنیوی سوال ہے ۔

اس لئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا جو جی چاہے پوچھو خواہ وہ دنیا کی بات ہو یا دین کی ۔ میں سب بتاؤں گا ۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دین و دنیا کے تمام علوم رکھتا ہو تو اس حدیث سے بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین اور دنیا کے جملہ علوم حاصل تھے اسی سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف دین کے جملہ علوم رکھتے تھے دنیا کے علوم میں یہ حال تھا کہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ تھی ۔

تشریحات (۷۰)

تین بار تکرار ہمیشہ نہیں تھی جب ضرورت ہوتی مثلاً بات عام فہم سے بالاتر ہوتی یا یہ اندازہ ہوتا کہ لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح نہیں آئی ہے ۔ اس وقت تکرار فرماتے ۔ تین بار سلام کی توجیہ دو ہے ۔ ایک یہ کہ کسی کے گھر تشریف لے جاتے اور اذن کے لئے سلام کرتے تو اگر پہلی بار یا دوسری بار سلام پر اذن نہ ملتا تو تین بار سلام کرتے ۔ اگر اذن ملتا تو اندر تشریف لے جاتے ورنہ واپس ہو جاتے جیسا کہ دوسری حدیث میں بالتصریح مذکور ہے کہ فرمایا ۔

اذا استاذن احدکم ثلثا فلم یؤذن لہ فلیرجع ۔ جب تین بار اذن چاہ لو اور اذن نہ ملے تو لوٹ آؤ

دوسری توجیہ یہ ہے کہ ۔ ایک سلام اذن کے لئے کرتے دوسرا سلام اندر جا کر تحیت کا کرتے اور تیسرا سلام واپسی کے وقت ۔

عہ ایضا کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ۔ عہ ایضا بخاری کتاب الاستیذان اذا سلم ثلثا ترمذی ۔ استیذان ۔ مناقب ۔

(۷۱) حدیث. ثلثة لهم اجران

حَدَّثَنِیْ اَبُوْبُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ابوبردہ عامر اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ثَلٰثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ

تین شخصوں کے لئے دو اجر ہے ایک وہ اہل کتاب[۲] جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا

الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰی حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِیْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ یَطَاُهَا فَاَدَّبَهَا

اور وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرتا ہو۔ اور اپنے آقاؤں[۳] کا بھی اور وہ مرد جس کی کوئی لونڈی ہو جس سے ہم بستری کرتا تھا اور

تشریحات (۷۱)

لغات (۱) موالی۔ مولیٰ کی جمع ہے۔ مولیٰ، ولی یلی کا اسم مفعول ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ مالک۔ آقا۔ احسان کرنے والا۔ جس پر احسان کیا جائے۔ مددگار۔ محب۔ حلیف۔ داماد۔ چچازاد بھائی۔ پڑوسی۔ جس نے غلام آزاد کیا ہو۔ آزاد شدہ[۱] غلام۔ یہاں مراد آقا ہے۔

(۲) یہاں کتاب سے مراد توراۃ اور انجیل دونوں ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف انجیل مراد ہے۔ یہ اس تقدیر پر کہ دین عیسوی، دینِ موسوی کا ناسخ ہے۔ مگر صحیح تعمیم ہے۔ اس وجہ سے کہ بہت سے یہودی وہ تھے جنھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہونچی جیسے مدینہ طیبہ و یمن وغیرہ کے یہود، وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ نیز اہل الکتاب سے وہ تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو اپنے کو یہودی یا نصرانی کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت کے پابند ہوں۔ اس لئے ہرقل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا تھا۔ اسلام قبول کر تجھے دہرا اجر ملے گا۔ حالانکہ یہ محرّف نصرانیت کا پابند تھا مراد خاص یہ جزئی فضیلت ہے۔ اسلئے اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جو یہود و نصاریٰ ایمان لائے وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ کہ انھیں دہرا اجر ہے۔ اور بقیہ صحابہ کو ایک اجر۔ کیونکہ یہ صحابہ قوت ایمان، زیادتی معرفت و دیگر عظیم طاعات کی وجہ سے افضل ہیں۔

(۳) جمع اس لئے فرمایا کہ العبد پر الف لام جنس کا ہے۔ اس جنس سے مراد جمع ہے۔ اور جمع کا جب جمع یا قائم مقام جمع کیساتھ تقابل ہو تو آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوتی ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ غلام جو اپنے آقا کا حق ادا کرے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غلام متعدد مالکوں کے مابین مشترک ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اپنے تمام مالکوں کا حق ادا کرے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غلام

[۱] مرقات۔

فَاَحْسَنَ تَادِیْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ اَجْرَانِ

اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور عمدہ تعلیم دی پھر اسے آزاد کر دیا اس کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لئے دو اجر ہیں

ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَیْنَاکَهَا بِغَیْرِ شَیْءٍ قَدْ کَانَ یُرْکَبُ فِیْمَا دُوْنَهَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ ؎

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد عامر یعنی امام شعبی نے کہا ہم نے تم کو یہ حدیث بلا کسی عوض کے دیدی اس سے کم حاصل کرنے کیلئے مدینہ تک سفر کرنا پڑتا تھا۔

یکے بعد دیگرے متعدد مالکوں کی ملکیت میں ہوتا ہے تو مراد یہ ہوئی کہ جن مالکوں کے ماتحت رہا۔ سب کا پورا حق ادا کیا۔

④ ایک لونڈی کے آزاد کرنے پر۔ دوسرا اس سے نکاح کرنے پر۔ لونڈی سے نکاح کرنے پر مزید ثواب کی وجہ یہ ہے۔ کہ عام طور پر لونڈیوں سے نکاح ناپسند سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ آزاد شدہ ہوں۔ اگر یہ نکاح نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ اس لونڈی کی زندگی برباد ہو جاتی۔ اس نے نکاح کر کے صرف بربادی ہی سے نہیں بچایا بلکہ اسے عزت بھی بخش دی یہ موجب اجر ہے۔ نیز جب تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند ہے تو اپنے شوہر کو بھی نیکیوں پر آمادہ رکھے گی برائیوں سے بچائے گی۔ تو یہ لونڈی اس کے لئے باعث خیر ہوئی۔ اس شخص نے کئی موجب ثواب کام کئے۔ اسے تعلیم دی۔ تربیت دی۔ آزاد کیا پھر نکاح کیا۔ اس اعتبار سے وہ کئی اجر کا مستحق ہے لیکن ذکر دو ہی اجر فرمایا۔ یہ لونڈی کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے کہ بقیہ باتوں میں لونڈی کی تخصیص نہیں۔ کسی کو بھی تعلیم دیگا۔ کسی کی بھی تربیت کرے گا۔ ثواب پائے گا۔ تعلیم سے مراد علم دین سکھانا ہے۔ اور تربیت سے مراد دوسری باتوں کا سلیقہ اور ہنرمندی اچھی عادت سکھانا مراد ہے۔

⑤ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ ایک خراسانی امام شعبی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ ہمارے خراسان کے پہلے لوگوں کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے گویا وہ اپنی ھدی پر سوار ہے۔ ھدی۔ اس جانور کو کہتے ہیں جو حاجی اپنے ساتھ ایام حج میں قربانی کیلئے لے جائے۔ اور ہدی پر سواری منع ہے۔ اس پر امام شعبی نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ ؎ کہ یہ معیوب نہیں ایسا شخص دوہرے ثواب کا مستحق ہے پھر امام شعبی نے اس خراسانی سے فرمایا ہم نے بلا کسی عوض کے مفت میں یہ حدیث تم کو بتادی حالانکہ اس سے کم کے لئے لوگوں کو مدینہ طیبہ جانا پڑتا تھا۔ یہ حال عہد نبوت اور خلفائے راشدین کے زمانے تک رہا۔ بعد میں صحابۂ کرام تمام بلاد میں پھیل گئے اور اس کی ضرورت نہ رہی کہ حدیث معلوم

؎ مسلم کتاب الایمان ؎ ایضا بخاری، نکاح، اتخاذ السراری الانبیاء۔ واذکر فی الکتاب مریم۔ عتق، العبد اذا احسن عبادة ربہ۔ جہاد، فضل من اسلم من اہل الکتابین۔ مسلم ایمان ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نکاح، مسند امام احمد۔

حدیث ۷۲. عظۃ النساء

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اَشْھَدُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ عَطَاءٌ اَشْھَدُ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

یا عطاء نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عباس نے کہا کہ حضور (مردوں کی مجلس) سے باہر تشریف لائے۔

وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَظَنَّ اَنَّہٗ لَمْ یُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ بِالصَّدَقَۃِ

اور حضور کے ساتھ بلال تھے۔ حضور کو گمان ہوا کہ میری بات عورتوں تک نہیں پہنچی (حضور عورتوں کے قریب آئے)

فَجَعَلَتِ الْمَرْأَۃُ تُلْقِی الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ یَاْخُذُ فِیْ طَرَفِ ثَوْبِہٖ [۱]

اور انھیں وعظ فرمایا اور حکم دیا کہ صدقہ کریں (اس کا اثر یہ ہوا کہ) عورتیں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار اتار کر دینے لگیں۔ جنھیں بلال اپنے کرتے کے دامن میں جمع کرنے لگے

کرنے کیلئے مدینہ طیبہ ہی جانا ضرور ہو۔ بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ مدینہ طیبہ کے لوگ دوسرے بلاد میں حدیث حاصل کرنے تشریف لے گئے جیسا کہ ت ۲۶ کے تحت گذرا۔

(۶) دہرا ثواب کا استحقاق انھیں تینوں قسم کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں۔ کوئی بھی شخص ایسا کام کرے جو دہرے ثواب کا موجب ہو تو وہ دہرا ثواب پائے گا۔ مثلاً بیٹا، ماں، باپ کی بھی کما حقہ خدمت کرتا ہے۔ اور حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہے۔ یوہیں وہ حاکم جو رعایا کی بھی سچائی کے ساتھ پوری دیکھ بھال کرتا ہے اور اللہ عز وجل کے بھی تمام حقوق ادا کرتا ہے تو یہ لوگ بھی دہرے ثواب کے مستحق ہیں۔

تشریحات (۷۲)

عورتوں کے مجمع میں وعظ ممنوع ہے (۱) اس سے ثابت ہوا کہ خاص عورتوں کے مجمع میں جاکر مرد کو وعظ کہنا جائز ہے امام نووی نے فرمایا یہ اس وقت ہے کہ کسی طرف فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس زمانہ پرفتن میں چونکہ خشیت خداوندی نا درہے۔ اور ہوا و ہوس غالب ہے۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں۔

عورت بلا اذن شوہر صدقہ کرسکتی ہے (۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت اپنا مال شوہر کی بلا اجازت صدقہ کرسکتی ہے۔ اور جن بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر صرف کرنا جائز نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے مال میں، شوہر کی بلا اجازت تصرف جائز نہیں۔

[۱] ایضاً مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ صلوٰۃ، نسائی صلوٰۃ۔ علم۔

حدیث ۔ اسعد الناس بالشفاعۃ (۷۳)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، اَنَّهٗ قَالَ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ۱ یا رسول اللہ

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ سعادت اندوز کون ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَا یَسْئَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ

اے ابوہریرہ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے یہ بات کوئی نہیں پوچھے گا ۔ کیونکہ تمھارے حدیث کے شوق کو جانتا ہوں

مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ

قیامت کے دن میری شفاعت کے ساتھ

الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ ۱

سب سے زیادہ سعادت اندوز ۲ وہ ہے جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا ۔

تشریحات (۷۳)

(۱) یہاں قیل ، ہے جس سے معلوم ہوتا کہ پوچھنے والے کوئی اور صاحب ہیں ۔ حالانکہ اس حدیث کے پچھلے حصے سے ظاہر ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابوہریرہ ہی ہیں ۔ اسی لئے امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ تصحیف ہے صحیح "قیل" کے بجائے "قلت" ہے جیسا کہ صفۃ الجنۃ والنار میں خود امام بخاری نے قیل کے بجائے قلت روایت کیا ہے ۔

شفاعت کے مدارج

(۲) یہ اس لئے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مختلف مدارج ہیں ۔ پہلا درجہ میدان محشر کی ہولناکی میں تخفیف ۔ یہ سب کے لئے ہوگی ۔ دوسرے بعض کفار کے عذاب میں تخفیف جیسا کہ ابو طالب کے بارے میں وارد ہے ۔ تیسرے بلا حساب و کتاب کچھ لوگوں کو جنت میں داخل کرنا چوتھے کچھ لوگ مستحق نار ہوں گے انھیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرنا پانچویں جو جہنم میں جاچکے ہونگے انھیں سزا کی میعاد سے پہلے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرنا چھٹے کچھ جنتیوں کے درجات بلند کرنا ۔ ان میں دو پہلی والی شفاعت سے مومن اور کافر بھی بہرہ ور ہوں گے ۔ اور بقیہ چار خاص مومنین کا حصہ ہے ۔ ان چاروں میں کفار کا کوئی حصہ نہیں ۔ تو ظاہر ہوگیا کہ مومنین کو کفار کی بہ نسبت کفار کے زیادہ حصہ ملا ۔ اس لئے فرمایا ۔ سب سے زیادہ میری شفاعت سے سعادت اندوز سچے دل سے ایمان قبول کرنے والا ہے ۔

۱ بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار ۔ مسند امام احمد

ت ⑱ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ

اور عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم ۱ کو لکھا ۲ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو

حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَاِنِّيْ خِفْتُ

حدیث ہو اسے لکھ لو۔ اس لئے کہ مجھے علم مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے

دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَا يُقْبَلُ اِلَّا حَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے سوا اور کچھ نہ قبول کی جائے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ

اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور (عوام میں) بیٹھو۔ تاکہ بے علم، علم حاصل کریں کیونکہ جب تک علم کو راز

لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا

نہیں بنایا جائے گا علم اٹھے گا نہیں

اقرار باللسان کی اہمیت ③ یعنی صدق دل سے مسلمان ہوا ہو، منافق نہ ہو، من قال سے ثابت کہ جسے اقرار باللسان سے کوئی مانع نہ ہو اس پر اقرار باللسان لازم ہے۔

فوائد اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علم دین کا شوق پسندیدہ ہے۔ اور ثابت ہوا کہ استاذ اپنے ذہین اور شوقین تلمیذ کی حوصلہ افزائی کرے۔ نیز ثابت ہوا کہ مومنین کے لئے شفاعت، حق ہے۔

تشریحات ⑱

ابوبکر بن حزم مدنی انصاری ① ان کا نام ابوبکر اور کنیت ابو محمد۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے مدینہ طیبہ کے حاکم تھے۔ اسی وجہ سے انھیں خصوصیت سے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ ان کا وصال ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔ چوراسی سال کی عمر پائی۔

② تدوین حدیث کی مختصر تاریخ مقدمہ میں مذکور ہے۔ اسی کی ایک کڑی یہ حکم بھی ہے۔ چونکہ حکم صرف احادیث جمع کرنے کا ہے۔ اسی لئے تاکید کردی کہ اس میں دوسروں کے اقوال نہ لکھے جائیں۔ تاکہ التباس نہ ہو۔ اس عہد خیر القرون میں جب علم کے اٹھ جانے کا خطرہ تھا تو آج بدرجہ اولیٰ ہے۔ اس لئے علمائے دین کی ذمہ داری ہے کہ علم کی حتی الوسع خوب اشاعت کریں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ حکم ابوبکر بن حزم کو صرف نہ تھا۔ بلکہ تمام آفاق کے لوگوں کو بھی تھا۔ جیسا کہ ابونعیم

(۸۴) حدیث قبض العلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ

تھے کہ اللہ عزوجل علم کو یوں نہیں اٹھائے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے۔ ہاں علماء کو

لٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا

اٹھاکر علم بھی اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان

جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا عه

سے مسئلہ پوچھا جائے گا یہ بے علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

نے تاریخ اصفہان میں ذکر کیا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "حتی یکون سرًا" تک عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ اس کا احتمال ضرور ہے۔ مگر اظہر یہ ہے کہ "ذھاب العلماء" تک، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ اور بقیہ امام بخاری کا اضافہ ہے جیسا کہ بعد میں اس کے متصل ہی امام بخاری نے سند کے ساتھ صرف "ذھاب العلماء" تک ذکر کیا ہے۔

تشریحات (۸۴)

تکمیل (۱) یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے ارشاد فرمایا علم کو حاصل کرو قبل اس کے کہ اٹھالیا جائے اس پر ایک اعرابی نے عرض کیا کیسے اٹھالیا جائے گا فرمایا۔ علم کا اٹھنا حاملینِ علم کی وفات ہے۔ تین بار فرمایا

فوائد (۲) اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) ایسا زمانہ آسکتا ہے کہ کوئی مجتہد نہ رہے۔ (۲) جاہل کو مذہبی پیشوا یا مفتی بنانا حرام۔ (۳) افتاء دینی ریاست اور مفتی دینی رئیس ہے۔

عه ایضا۔ الاعتصام۔ ما یذکر من ذم الرای مسلم علم ۱۳-۱۴۱ ۔ ترمذی علم ۵۰۴۔ ابن ماجہ نے مقدمہ ۸۔ دارمی نے مقدمہ ۳۶ مسند امام احمد۔ علاوہ ازیں نسائی نے علم۔ ابن ماجہ سنت۔

(۷۵) حدیث ۔ تعیین الیوم للوعظ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے عورتوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِّنْ

آپ کی بارگاہ میں مرد ہم پر غالب ہیں حضور اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے

نَفْسِکَ فَوَعَدَھُنَّ یَوْمًا لَقِیَھُنَّ فِیْہِ فَوَعَظَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ فَکَانَ فِیْمَا قَالَ

مقرر فرمادیں حضور نے عورتوں سے ایک دن ملنے کا مقرر کرکے وعدہ فرمالیا اس دن عورتوں کے پاس تشریف لیگئے انھیں

لَھُنَّ مَا مِنْکُنَّ اِمْرَاَۃٌ تُقَدِّمُ ثَلٰثَۃً مِّنْ وُّلْدِھَا اِلَّا کَانَ لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ

وعظ فرمایا انھیں جو احکام دیے ان ارشادات میں یہ تھا تم میں سے جو عورت تین بچے پہلے آگے بھیجدے یہ بچے اس کیلئے

فَقَالَتْ اِمْرَاَۃٌ وَّاثْنَیْنِ فَقَالَ وَاثْنَیْنِ [۱]

آگ سے آڑ ہو نگے اس پر ایک عورت نے عرض کیا اور جس نے دو بھیجا ہو فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔

تشریحات (۷۵)

ذکر خیر کی مجلس کے لئے دن معین کرنا سنت ہے (۱) حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ عورتوں کی درخواست پر فرمایا فلاں عورت کے گھر جمع ہوجانا اس دن گھر میں تشریف لے گئے اور انھیں وعظ فرمایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ذکر خیر یا کار خیر کیلئے دن اور جگہ مقرر کرنا سنت ہے جیسے وعظ، میلاد شریف، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ

نابالغ بچوں کے فوت ہونیکا ثواب (۲) اس کے بعد والی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ ایسے بچے جو بالغ نہ ہوئے ہوں۔ مراد یہ ہے کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے فوت ہوگئے ہوں اور اس نے صبر کیا۔ اسے جہنم سے نجات ہے یا تو یوں کہ یہ بچے شفاعت کرکے جہنم سے بچائیں گے۔ یا اللہ عزوجل انکی مصیبت پر رحم فرماکر بخش دیگا۔ عورت کی تخصیص نہیں۔ مرد بھی اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس کی حدیث میں ہے مَا مِنَ النَّاسِ مسلم کسی بھی مسلمان مرد کے تین بچے فوت ہوں اور ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مَا مِنْ مسلمین یتوفی لھما یعنی جن دو مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں ۔ تین اور دو کی بھی تخصیص نہیں بلکہ ایک

[۱] اسے امام بخاری نے جنائز فضل من مات لہ ولد ۔ اعتصام تعلیم الرجل امتہ ، میں اور امام مسلم نے مسافرین میں (۱۸۳) ابوداؤد وتر میں (۱۱) نسائی نے قبلہ میں (۱۸۱) ابن ماجہ نے اقامت میں (۲۶۴) اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۷۶) حدیث ۔ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ

سَمِعْتُ رِبْعِیَّ بْنَ حِرَاشٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی

ربعی بن حراش کہتے ہیں میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بچے کے بھی فوت پر یہ ثواب ہے۔ جیساکہ ترمذی کی متعدد احادیث میں تصریح ہے۔ کہ عرض کیا گیا۔ دو، تو فرمایا دو بھی، پھر عرض کیا گیا ایک، تو فرمایا ایک بھی نابالغ کی تخصیص اس لئے ہے کہ ماں باپ کے چھوٹے بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے

(۳) یہ عرض کرنیوالی یا توام سلیم تھیں یا ام ایمن یا ام مبشر، تینوں روایتیں ہیں۔

تشریحات (۷۶)

ربعی بن حراش (۱) تابعی ثقہ ہیں۔ زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ ان کے دو بیٹے حجاج کے باغی تھے۔ حجاج نے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ حجاج کے فرستادے نے ان سے پوچھا کہ تمھارے بیٹے کہاں ہیں۔ بتا دیا گھر میں ہیں۔ حجاج نے جب سنا تو یہ کہہ کر معاف کر دیا۔ تم دونوں کے باپ کے سچ بولنے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ یہ قسم کھائی کہ اس وقت تک نہ ہنسونگا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میرا ٹھکانہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔ عمر بھر کبھی نہ ہنسے موت کے بعد مسکرا رہے تھے۔ ربعی کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف اس ایک حدیث کا سننا ثابت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت یا ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) نام علی ہے کینت ابوالحسن ابوتراب ہے۔ حیدر، اسد اللہ خطابات ہیں۔ انھیں اپنی کنیت ابوتراب بہت پسند تھی۔ اس لئے کہ یہ کنیت تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھی تھی ان میں اور سیدہ میں کچھ شکر رنجی ہوگئی یہ مسجد میں فرش پر جا سو رہے۔ آنحضور تشریف لائے۔ انھیں اٹھایا پیٹھ پر گرد لگی تھی۔ فرمایا۔ قم یا ابا تراب۔ اے ابوتراب اٹھو۔

اعلان نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے ان کی تربیت آغوش نبوی میں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ انکی شادی فرمائی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور حق جاں نثاری ادا کیا سوائے غزوۂ تبوک کے۔ اس موقع پر مدینہ طیبہ میں ان کو اپنا نائب بنا کے رکھا تھا۔ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضور کے محبوب داماد اور پروردہ ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ تو ازراہ کرم ان سے فرمایا۔ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔ سابقین اولین خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج النار علہ

مجھ پر جھوٹ مت باندھو کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جہنم میں جائے گا۔

ان چھ افراد خاص میں ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے راضی گئے صحابہ کرام کی صف اول کے علماء ربانیین اور دنیا کے بہادروں میں سب سے یکتا ہیں۔ یہی وہ بطل جلیل ہیں جنھوں نے عمرو بن عبد ود کو قتل کیا اور خیبر میں مرحب کو خاک و خون میں ملا کر خیبر فتح فرمایا۔ جنگ اُحد میں انتہائی نازک وقت میں بھی ساتھ ساتھ رہے اس غزوہ میں سولہ زخم کھائے مگر قدم میں لغزش نہ ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد باتفاق تمام اہل حل و عقد ۳۵ھ میں ذوالحجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے۔ تین ماہ کچھ دن کم پانچ سال تک مسند آرائے خلافت رہے۔ اٹھارہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں نماز فجر کیلئے جاتے ہوئے مسجد کوفہ میں عبد الرحمن بن ملجم نے سر اقدس پر زہر آلود تلوار ایسی ماری کہ دماغ تک پہونچ گئی۔ تیسرے دن بیس رمضان کو اسی صدمے سے وصال فرمایا۔ سبطین کریمین اور عبد اللہ بن جعفر طیار نے غسل دیا۔ حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بروایت صحیح کوفے ہی میں مدفون ہوئے۔ عمر مبارک تریسٹھ سال کی ہوئی۔ حضرت علی سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری اور مسلم دونوں نے بائیس۔ اور نو تنہا بخاری نے اور پندرہ صرف مسلم نے ذکر کی

(۳) علم دین اور اسکی نشر و اشاعت کے فضائل بیان کرنے کے بعد ضروری تھا کہ جہل بنام علم کے مفاسد اور اس پر جو وعیدیں وارد ہیں ان کو بھی بیان کر دیا جائے۔ اس لئے کہ علم سے جتنا نفع نہیں ہوتا، جہل بصورت علم سے کہیں زیادہ نقصان پہونچتا ہے۔

اس سلسلے میں سب زیادہ اہمیت احادیث کی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات، دین ہیں اب اگر کوئی فتنہ پرور اپنی کسی بات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہ کہے کہ یہ حضور اقدس کا ارشاد ہے۔ تو اس سے دین میں کتنا بڑا رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں احادیث کے یاد کرنے، انکی نشر و اشاعت کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی ہے وہیں حدیثیں گڑھ کر آنحضور کی طرف منسوب کرنے کی بشدت ممانعت فرمائی ہے۔ اور اس پر سب سے بڑے عذاب جہنم کی وعید فرمائی ہے اس اہمیت کے پیش نظر امام بخاری نے اس مضمون کی پانچ احادیث پانچ صحابہ سے مروی یہاں ذکر کیں۔

حدیث گڑھنا بہرحال حرام ہے (۴) جھوٹی حدیثیں وضع کرنی بہرحال حرام قطعی واشد کبیرہ ہے۔ خواہ وہ بفائد

علہ یہ حدیث امام مسلم نے مقدمہ، ترمذی نے علم میں (۸) مناقب میں نسائی نے علم میں ابن ماجہ نے سنت میں امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

۷۷ حدیث ایضًا

عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَیْرِ اِنِّیْ لَا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے (اپنے والد) زبیر سے کہا

یہ علم ہوتے ہوئے کہ یہ حدیث کی ہوں خواہ احکام کی خواہ وہ فضائل ومناقب کی ہوں، خواہ ترغیب وترہیب کی موضوع ہے اس کے موضوع ہونے کو ظاہر کئے بغیر اسے بیان کرنا بھی حرام ہے۔

وضع کا حکم لگانے میں احتیاط لازم ہے ⑤ جس طرح حدیث گڑھنا حرام ہے اسی طرح کسی حدیث کا انکار بھی گمراہی ہے۔ اس لئے اس معاملے میں دونوں طرف کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ علمائے سلف ان تمام کاموں سے فارغ ہو چکے اب ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ علامہ عینی نے یہاں یہ بھی تاکید فرمائی ہے۔ احادیث پوری صحت کیساتھ پڑھی جائیں ان میں نحوی صرفی لغوی غلطی نہ ہو جتنے نام ہوں صحیح پڑھے جائیں ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ بھی اس وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ اسی طرح حرف کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرے ورنہ اس وعید میں ضرور داخل ہوگا اگر معنی فاسد ہو گئے ورنہ اندیشہ بہرحال ضرور ہے۔

فلیلج النار کی توجیہ ⑥ فلیلج النار صیغۂ امر خبر کے معنی میں ہے یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا اس کی موید مسلم شریف کی روایت بطریق غندر عن شعبہ ہے جس میں فرمایا۔

مَنْ یَکْذِبْ عَلَیَّ یَلِجِ النَّارَ۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جہنم میں جائیگا۔

نیز ابن ماجہ بطریق شریک عن منصور کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جس میں یوں ہے کہ فرمایا۔

اَلْکِذْبُ عَلَیَّ یُوْلِجُ النَّارَ۔ مجھ پر جھوٹ باندھنا جہنم میں داخل کرے گا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بد دعا ہے۔

تشریحات ⑦⑦

زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ① یہ حضرت خدیجہ کے چچا عوام کے بیٹے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ اور ان چھ نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی رہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کے ہاتھ پر بالکل ابتدا میں جب کہ تین یا چار حضرات مشرف باسلام ہوئے تھے۔ ایمان قبول فرمایا۔

اُنہیں ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتے۔ مگر یہ فرماتے میں ہرگز کافر نہ ہوں گا۔ سب سے پہلے راہ خدا میں انھوں نے اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ ہوا یہ کہ ایک بار مکے میں دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ گرفتار کر لئے گئے یہ سنتے ہی تلوار نیام سے کھینچ کر لوگوں کی بھیڑ چیرتے ہوئے نکلے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے کے بالائی حصہ میں تھے۔ جب حاضر خدمت ہوئے پوچھا کیا بات ہے؟ واقعہ عرض کیا حضور نے ان کے لئے اور ان کی تلوار کے لئے دعا فرمائی دونوں ہجرتیں کیں۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بہت نمایاں معرکے سر کئے۔ غزوۂ خندق میں ایک رات سخت سردی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ہے جو دشمنوں کا حال معلوم کر کے آئے۔ تین بار فرمایا۔ مگر کوئی تیار نہیں ہوا۔ تیسری بار یہ آمادہ ہو گئے۔ اور دشمن کے کیمپ میں جاکر حال معلوم کر کے آئے اس وقت ارشاد فرمایا۔

لکل نبی حواریون وحواری الزبیر۔ ہر نبی کے کچھ خاص معتمد مددگار ہوتے ہیں اور میرا خاص معتمد مددگار زبیر ہے۔

غزوۂ اُحد میں یہ بھی ان چودہ جاں نثاروں میں تھے جو شمع رسالت کے لئے حصار بنے رہے۔

جنگ جمل میں حضرت علی کے مقابل تھے ایک بار آمنا سامنا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد دلایا۔ اے زبیر تم ایک دن علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے یہ سنتے ہی میدان جنگ سے چل پڑے۔ بصرہ کے قریب ہی وادی سباع کے ایک گاؤں سفوان میں پہونچ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ عمرو بن جرموز التیمی نے چپکے سے پیچھے سے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علی کی خدمت میں عمرو ان کی تلوار لے کر حاضر ہوا اور کہا میں نے زبیر کو قتل کر دیا حضرت علی نے فرمایا یہ تلوار مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصائب دور کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔[علہ] عمرو نے کہا اے علی آپ کی ذات مسلمانوں میں عجیب وغریب ہے آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی جہنمی۔ اس وقت وہیں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں منتقل کر دیے گئے۔ بصرہ میں مزار مبارک مشہور و معروف ہے ۳۶ھ میں شہادت ہوئی۔ باسٹھ سال کی عمر پائی۔

اغنیاء صحابہ میں سے تھے۔ وفات کے وقت کروڑوں نقد ترکہ چھوڑا تھا۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ اور سات افراد بخاری سے ہیں۔

(۲) ابن ماجہ میں خاص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مذکور ہے۔

علہ اسد الغابہ

أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کو نہیں سنتا جیسا کہ

يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ

فلاں اور فلاں بیان کرتے ہیں زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنو! میں رسول اللہ سے (سفر حضر میں) جدا نہ رہا لیکن

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ؏ ⑧ حدیث۔ ایضاً۔ قَالَ

میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

أَنَسٌ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ؏

وسلم نے فرمایا جو قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

حضرت زبیر کے حضور سے رشتے ③ زبیر بن بکار نے کتاب النسب میں اسے یوں روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے فرمایا مجھے اپنے والد حضرت زبیر کے حدیث کم بیان کرنے سے تکلیف تھی اس کو میں نے ان سے پوچھا تو فرمایا۔ اے بیٹے میرے اور حضور کے مابین جو رشتہ ہے وہ تم جانتے ہو۔ انکی پھوپھی صفیہ میری ماں ہیں اور انکی زوجہ خدیجہ میری پھوپھی اور ان کی والدہ آمنہ اور میری دادی ہالہ بنت وہیب بہن ہیں۔ تمھاری ماں اور ان کی اہلیہ عائشہ بہن ہیں لیکن چونکہ میں نے حضور سے ایسا سنا ہے اس لئے حدیث کم بیان کرتا ہوں

حضرت زبیر کی احتیاط کا نکتہ ④ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ کثرت سے حدیثیں بیان کرنے میں خطا کا اندیشہ ہے اس لئے میں احتیاط کرتا ہوں۔ اگرچہ حرام و گناہ بالقصد جھوٹ باندھنا ہے اور سہواً یا خطأً اگر جھوٹ صادر ہو جائے تو معاف ہے مگر جب کسی کو کثرت سے حدیث بیان کرنے میں خطا کا اندیشہ ہو تو مزور بکثرت احادیث بیان کرنا ممنوع ہے۔ اس میں بڑا فساد یہ ہے کہ لوگ ثقہ کی روایت پر اعتماد کرکے اسے قبول کریں گے اس کے مطابق اعتقاد رکھیں گے اس پر عمل کریں گے حالانکہ یہ اعتقاد و عمل ایسی بات پر ہوگا جو شارع نے نہیں فرمایا۔ اسی لئے محتاط صحابہ نے کثرت سے احادیث بیان کرنے سے پرہیز فرمایا رہ گئے مکثرین تو انھیں اپنے حافظہ پر اعتماد

؏ اسے ابوداؤد اور نسائی نے علم میں اور ابن ماجہ نے سنت میں ذکر کیا ہے ؏ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی علم میں ذکر کیا ہے۔

(۷۹) حدیث۔ ایضاً

عَنْ سَلَمَۃَ ھُوَ ابْنُ الْاَکْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

یَقُوْلُ، مَنْ یَّقُلْ عَلَیَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

جس نے میری طرف منسوب کرکے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے

اور وثوق تھا بیان کرنے میں انھیں خطا کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے بیان فرمایا۔ یا یہ کہ انکی عمریں زیادہ ہوئیں نئے نئے حوادث اور واقعات پیدا ہوئے۔ اور لوگوں نے ان سے سوالات کئے اور عذر السوال کتمان علم حرام۔ اس سے بچنے کے لئے انھوں نے جو یاد تھا فرمادیا۔

حضور پر بالقصد جھوٹ باندھنا حرام ہے (۵) یہاں متعمداً نہیں لیکن ابن ماجہ اور اسماعیلی کی روایت میں متعمداً ہے۔ اور یہ طے ہے کہ وعید اسی صورت میں ہے جبکہ تعمداً جھوٹ باندھا جائے۔ اس پر اجماع امت ہے کہ اس بارے میں بھی خطا وسہو معاف ہے۔

تشریحات (۷۹)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ بہت مخیر بہادر ماہر تیرانداز اور فاضل تھے۔ بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے انہوں نے تین بار بیعت کی۔ شروع میں۔ درمیان میں۔ اخیر میں۔ یہی وہ بزرگ ہیں کہ ان سے بھیڑیئے نے کلام کیا۔ ہوا یہ کہ انھوں نے ایک بھیڑیئے کو دیکھا کہ وہ ایک ہرن پکڑے ہوئے ہے۔ انھوں نے بھیڑیے کا پیچھا کیا۔ اور اس سے ہرن چھین لیا۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا۔ تجھے خرابی ہو میرا اور تیرا کیا حال ہے۔ اللہ نے مجھے رزق دیا تو نے اسے چھین لیا۔ حالانکہ وہ تیرا مال نہیں۔ یہ سن کر انھوں نے کہا اے اللہ کے بندو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا کلام کررہا ہے۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کھجوروں میں اللہ کے رسول ہیں جو تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور تم بتوں کی عبادت پر مُصِر ہو۔ یہ سن کر سلمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے۔

مشکوۃ میں بھی ایک بھیڑیے کے کلام کرنیکا واقعہ ہے جسمیں یہ ہے کہ ایک یہودی چرواہے کیساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور بھیڑیے نے یہ کہا اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ ایک صاحب ان دونوں سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں ہیں۔ جو تم کو ان تمام باتوں کی خبر دیتے ہیں جو گذر چکا اور ان تمام باتوں کی بھی جو تمہارے بعد ہوں گی اس یہودی نے خدمت میں آکر بتا دیا اور مسلمان ہوگیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور

(۸۰) حدیث ایضًا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي وَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے بلاشبہہ مجھے

فرمایا۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ انسان جب اپنے گھر واپس ہوگا تو اس کے جوتے اور اس کا کوڑا بتائے گا کہ تمہارے گھر سے جانے کے بعد گھر والوں نے کیا کیا عله۔

حضرت سلمہ، نے مدینہ طیبہ میں ۷۴ھ میں اسی سال کی عمر پاکر دصال فرمایا۔ ان سے ستہتر حدیثیں مروی ہیں۔ سولہ متفق علیہ پانچ افراد بخاری اور نو افراد مسلم سے ہیں۔

(۲) بخاری میں بیس سے زائد ایسی احادیث ہیں جن کو ثلاثیات کہتے ہیں یعنی ان کی سندیں بہت مختصر ہیں۔ امام بخاری اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین صرف تین راوی ہیں۔ یہ حدیث ثلاثیات میں سب سے اعلیٰ ہے۔

روایت بالمعنی (۳) جو لوگ روایت بالمعنی جائز نہیں مانتے وہ لوگ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اسلئے کہ قول لفظ و معنی کے مجموعے کو کہتے ہیں اگر لفظ بدل گیا تو بعینہ وہی قول نہ رہا۔ لیکن جمہور روایت بالمعنی کو جائز مانتے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ لفظ ایسا بدل دے کہ معنی کچھ کے کچھ ہو جائیں یہ حرام ہے اس اختلاف کے باوجود سب کا اس پر اتفاق ہے کہ روایت باللفظ اولیٰ ہے۔

تشریحات (۸۰)

لغات (۱) کسی چیز کے خاص نام سے اگر تعریف یا برائی ظاہر ہو تو اسے لقب کہتے ہیں جیسے صدر الشریعہ مفتی اعظم ہند ورنہ اگر اس کے شروع میں اب یا ام ہو تو کنیت ہے۔ جیسے ابوبکر ابو حفص۔ ورنہ نام ہے جیسے عمر، عثمان۔ شیطان یا تو شاط بمعنی ھلك سے مشتق ہے اس تقدیر پر یہ فعلان کے وزن پر ہوگا اس میں الف نون زائدتان ہوں گے اور یہ غیر منصرف ہوگا یا شیطن بمعنی بعد سے مشتق ہے تو یہ فیعال کے وزن پر ہوگا اسکا نون اصلی ہوگا اس تقدیر پر یہ منصرف ہوگا۔ جن، انسان، جانوروں میں جو سرکش متمرد موذی ہو اسے شیطان کہتے ہیں۔ یہاں مراد مشہور و معروف شیطان ہے۔

عله مشکوٰۃ، معجزات، فصل ثانی ط۵۴۲

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ ۔ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ

دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا اور جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا

مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ[۱]

ٹھکانا جہنم بنالے

نام نامی اور کنیت کا حکم

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک یہ حکم تھا کہ نام نامی اور کنیت مبارکہ ابوالقاسم کسی کی رکھنی جائز نہیں اس کا سبب یہ تھا کہ یہود ابوالقاسم کنیت رکھتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو پکارتے "اے ابوالقاسم" جب متوجہ ہوتے تو کہتے آپ کو نہیں بلایا ہے۔ چنانچہ صحیحین اور ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضور کو دیکھ کر کہا۔ اے ابوالقاسم۔ جب حضور متوجہ ہوئے تو اس گستاخ نے کہا۔ آپ کو نہیں۔ فلاں کو بلایا تھا[۱] اس پر فرمایا میرے نام پر نام رکھو کنیت نہ رکھو اس لئے منع کردیا گیا۔ نام نامی پر نام رکھنے کی حیات مبارکہ میں بھی اجازت تھی مگر ابوداؤد[۲] شریف میں ہے کہ فرمایا

مَنْ تَسمّیٰ بِاسْمِی فَلَا یَتَکَنّیٰ بِکُنْیَتِی وَمَنْ تَکَنّیٰ بِکُنْیَتِی فَلَا تَسمّی بِاسْمِی۔ اگر میرا نام رکھو تو میری کنیت مت رکھنا اور اگر میری کنیت رکھو تو میرا نام مت رکھنا۔

نیز ترمذی[۳] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھیٰ اَنْ یجمع بین اسمہ وکنیتہ ویسمی محمدا ابا القاسم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام اور کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ جس کا نام محمد ہو اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی جائے

اس سے ظاہر ہے کہ دونوں جمع کرنا ممنوع تھا صرف محمد نام رکھنا یا صرف ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت نہ تھی۔ اور بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے کی اجازت تھی اور ممانعت کنیت رکھنے کے ساتھ خاص تھی۔ اس قسم کا جو بھی حکم تھا یہ صرف حیات مبارکہ ہی تک محدود تھا بعد وصال نام نامی اور کنیت مبارکہ دونوں کو جمع کرنا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ثابت ہے جیسا کہ ابوداؤد[۴] میں ہے کہ حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ اگر حضور کے بعد میرے لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام حضور کے نام پر اور اس کی کنیت حضور کی کنیت پر رکھوں۔ فرمایا۔ اجازت

۱؎ اسے امام بخاری نے ادب، باب من سمی باسماء الانبیاء میں بھی اور امام مسلم نے مقدمہ میں صرف اخیر کا حصہ ذکر کیا ہے

۱؎ بخاری، مناقب کنیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسلم النھی عن التکنی بابی القاسم۔ ترمذی کراھیۃ الجمع بین اسم النبی وکنیتہ ۳؎ کراھیۃ الجمع بین اسم النبی وکنیتہ۔ ۲؎ ادب۔ من رای لا یجمع بینھما۔ ۴؎ ادب الرخصۃ فی الجمع بینھما۔

ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی۔

خواب میں زیارت (۳) یہ حدیث اس کی دلیل ہے جو بیدار بخت خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اس نے حضور ہی کی زیارت کی۔ حضور کی زیارت کا مطلب یہ ہے کہ جو حلیۂ مبارکہ منقول ہے اس کے مطابق دیکھے۔ اس لئے شائقین زیارت کو لازم ہے کہ حلیہ مبارکہ یاد رکھیں۔ جس طرح شیطان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح کسی نبی کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لئے خواب میں اگر کسی نبی کی زیارت ہو اور ان کے منقول حلیے کے مطابق تو اس نے واقعی اس نبی کی ہی زیارت کی۔ یہ حدیث مَن کذب عَلَیَّ الخ صحیح یہ ہے کہ متواتر ہے۔ عَلّامہ عینی اور عَلّامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ سے مروی ہے۔ امام نووی سے منقول ہے کہ دو سو صحابہ سے مروی ہے۔ اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید نہیں۔ امام بخاری نے یہاں پانچ صحابہ سے روایت کی ان کے علاوہ جنائز میں مغیرہ بن شعبہ سے اخبار بنی اسرائیل میں، عبد اللہ بن عمرو سے مناقب میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت کی۔

علامہ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل احادیث بھی متواتر ہیں۔ (۱) من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔ (۲) مسح خفین (۳) رفع یدین۔ (۴) حدیث شفاعت (۵) حدیث حوض (۶) حدیث رویت باری (۷) الائمۃ من قریش (۸) حدیث مسواک۔ مگر ان میں حصر نہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی احادیث متواتر ہیں۔

حسن ترتیب امام بخاری نے پہلے حضرت علی کی حدیث ذکر کی جو مقصود باب ہے پھر حضرت زبیر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے کتنا ڈرتے تھے۔ اور کتنا بچتے تھے۔ مگر اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا تھا۔ کہ بکثرت احادیث بیان کرنا مذموم ہے اس کے ازالے کے لئے حضرت انس کی حدیث ذکر کی جو مکثرین حدیث میں سے ہیں۔ جس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ تکثیر حدیث اس وقت ممنوع ہے۔ جب کہ خطا کا احتمال ہو ورنہ محمود و مامور ہے۔ پھر ختم حضرت ابوہریرہ کی حدیث پر فرمایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پر جھوٹ باندھنا ہر حال منع ہے۔ خواہ جھوٹ یوں ہی باندھے کہ بیداری میں فرمایا خواہ یوں کہ خواب میں فرمایا۔ التزاماً یہ ثابت ہوگیا کہ جس نے خواب میں زیارت نہیں کی اور پھر کہے کہ میں نے زیارت کی یہ بھی حرام ہے کہ یہ بھی ایک طرح کا جھوٹ باندھنا ہے۔

(۸۱) حدیث. ھل عندکم کتاب

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِیٍّ ھَلْ عِنْدَکُمْ کِتَابٌ قَالَ لَا. اِلَّا کِتَابُ

ابو جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ فرمایا نہیں [۱] صرف

اللّٰہِ اَوْ فَھْمٌ اُعْطِیَہٗ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ اَوْ مَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ قَالَ قُلْتُ

کتاب اللہ یا دانائی جو مسلمان کو عطا کی گئی یا جو اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا اس میں کیا ہے؟

وَمَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِکَاکُ الْاَسِیْرِ وَلَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ [۱]

فرمایا عقل (دیت کے احکام) اور قیدی آزاد کرنے (کی ترغیب) اور یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریحات (۸۱)

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) پہلا حرف جیم مضموم پھر حاء مفتوح۔ ان کا نام وہب بن عبد اللہ سوائی ہے۔ یہ کوفے کے باشندے صغار صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت خاص اور معتمد تھے۔ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں رہے۔ ان کو کوفے کے بیت المال کا امین بنایا تھا۔ ۷۲ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے پینتالیس احادیث مروی ہیں۔ دو بخاری اور مسلم دونوں نے۔ دو صرف بخاری نے اور تین صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

شیعوں کی تردید (۲) شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کچھ خاص وحی کے اسرار مکتوب کی شکل میں عطا فرمایا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں۔ اس پر جحیفہ نے یہ سوال کیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت علی سے یہ سوال قیس بن عباد اور اشتر نخعی نے بھی کئے تھے۔ سب کو یہی جواب ملا۔ البتہ صحیفے کی تفصیل میں کچھ زیادتی کہیں کہیں ہے اس صحیفے سے مراد ایک مکتوب ہے جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار کی نیام میں رکھتے تھے اس میں ان تین باتوں کے علاوہ اور بھی لکھا ہوا تھا۔ مثلاً یہ کہ مدینہ بھی حرم ہے۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت۔ مومن کے خون مساوی ہیں۔ اس کے ذمے کو پورا کرنے کے لئے ادنیٰ بھی کوشش کرے گا۔ زکوٰۃ کی مقدار۔ چونکہ سوال سے یہ مقصود تھا کہ آپ کے پاس کوئی مخصوص کتاب ہے جس میں وہ اسرار ہوں جن کی کسی کو خبر نہیں

---

[۱] ایضاً بخاری الجہاد، فکاک الاسیر، دیت، لا یقتل مسلم بکافر، عاقلہ، ابوداؤد، دیات (۱۱ و ۱۲)، ترمذی دیات (۱۶) نسائی قسامہ (۹ و ۱۴) ابن ماجہ دیات (۲۱) دارمی (۵) مسند امام احمد۔

(۸۲) حدیث - حضرت ابوہریرہ مکثرین حدیث میں سے ہیں

سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں صحابہ میں کوئی مجھ سے زیادہ حدیث والا نہیں

اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللهِ

سوائے عبداللہ بن عمرو کے

فرمایا ایسی کوئی کتاب میرے پاس نہیں۔ یہ ایک مکتوب ہے مگر اس میں راز کی کوئی بات نہیں جو سب مسلمان جانتے ہیں وہی باتیں اس میں ہیں۔ راویوں کو جو یاد رہا بیان کر دیا۔ اسی سے روافض کے اس قول کی بھی تردید ہوگئی۔ جو وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید محرف ہے اس میں اعراب بدل دیے گئے ہیں۔ آیتوں کو آگے پیچھے کر دیا گیا ہے اور اس کے کچھ حصے حذف کر دیے گئے اصل قرآن غیر محرف مکمل حضرت علی کے پاس تھا۔ جو ان کے بعد دست بدست ائمہ معصومین کے پاس رہا۔ جسے امام غائب لیکر "سر من رای" کے غار میں غائب ہو گئے۔ کہ اگر حضرت علی کے پاس کوئی اور قرآن ہوتا تو وہ اپنے ان مخصوص معتمدین کو ضرور بتا دیتے۔

(۳) العقل۔ اس سے مراد دیت ہے یعنی خون بہا قتل کا معاوضہ عَقَل کے معنی رسّی سے اونٹ باندھنا۔ چونکہ دیت کے اونٹ لاکر مقتول کے گھر باندھے جاتے تھے۔ اسی مناسبت سے دیت کو عقل اور جن لوگوں پر دیت واجب ہوتی ہے ان کو عاقلہ کہتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الدیات میں آئے گی۔

تشریحات (۸۲)

حدیث لکھنے کی ابتدا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی۔ حضور نے اجازت دیدی۔ اسلئے وہ لکھا کرتے تھے اور زبانی بھی یاد کرتے تھے انھوں نے فرمایا میں نے ہزار حدیث یاد کی ہے۔ مگر اس کے باوجود حضرت ابوہریرہ سے پانچ ہزار تین سو حدیثیں مروی ہیں اور ان سے آٹھ سو حضرات نے حدیث حاصل کی اور عبداللہ بن عمرو سے صرف سات سو مروی ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کچھ دن طائف میں رہے اور پھر مصر چلے گئے۔ علاوہ ازیں یہ عبادت میں زیادہ وقت گذارتے تھے وہاں اس کا موقع کم تھا۔ شارحین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کو اہل کتاب کی کچھ کتابیں مل گئی تھیں وہ اس کا مطالعہ کرتے اور لوگوں سے بیان کرتے اس لئے تابعین کی ایک جماعت نے ان سے حدیث اخذ کرنا ترک کر دیا۔ اور حضرت ابوہریرہ مدینہ طیبہ ہی

بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ علہ

اس لئے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

(۸۳) حدیث قرطاس

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض سخت ہو گیا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهٗ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا

تو فرمایا لکھنے کا سامان لاؤ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو سکو۔

میں رہتے تھے۔ جو اس زمانے میں علم حدیث کے شائقین کا مرجع اعظم تھا نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا حافظہ اتنا قوی فرما دیا تھا کہ جو سنتے کبھی نہ بھولتے جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔ اس لئے عبداللہ بن عمرو کے پاس لکھنے کے باوجود اتنا ذخیرہ نہ جمع ہو سکا جو ان کے حافظے میں موجود تھا۔ رہ گیا حضرت ابوہریرہ کا یہ فرمانا کہ وہ مجھ سے زیادہ حدیث والے ہیں یہ انھوں نے اپنے اندازے کے مطابق فرمایا۔ ان کا اندازہ یہی تھا۔ کہ میں صرف یاد رکھتا ہوں اور وہ لکھتے بھی ہیں۔ اور زبانی یاد بھی کرتے ہیں تو ان کے پاس زیادہ حدیثیں ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہ نے یہ عہد نبوی کی بات کی ہے ورنہ بعد میں انھوں نے بھی حدیث لکھنا شروع کر دیا تھا جس کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جیسا کہ فتح الباری میں ابن وہب کے حوالے سے ہے حسین ابن عمرو بن امیہ نے کہا حضرت ابوہریرہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور بہت سی کتابیں دکھائیں اور فرمایا دیکھو یہ میرے یہاں لکھی ہوئی رکھی ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں احادیث کا قلمبند کرنا شروع ہو چکا ہے اس کے علاوہ اور بھی طریقوں سے ثابت ہے اسکی تفصیل مقدمہ میں گذر چکی۔

تشریحات (۸۳)

تکمیل (۱) یہ حدیث اسکے علاوہ بخاری میں سات جگہ وارد ہے ان سب روایتوں کا ماحصل یہ ہے۔ کہ وصال سے چار دن قبل، جمعرات کو مرض میں بہت شدت ہو گئی اسی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں ایسی بات لکھوا دوں یا لکھدوں جسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ مرض کی شدت

علہ ترمذی علم، مناقب، نسائی مناقب

بَعْدَہٗ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے۔

غَلَبَہُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا کِتَابُ اللّٰہِ حَسْبُنَا۔ فَاخْتَلَفُوْا وَکَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا

اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن) موجود ہے جو کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہوا اور باتیں بڑھیں۔ تو فرمایا

سے جو حال تھا اس کے پیش نظر حضرت عمر نے فرمایا اللہ کی کتاب ہمیں کافی ہے اس پر اختلاف ہوا کچھ لوگ کہتے تھے۔ کہ سامان کتابت لایا جائے اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ نہیں کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کیا حضور نے ہمیں چھوڑ دیا۔ حضور سے پوچھو۔ آپس کی تکرار سے حضور کو تکلیف ہوئی اور فرمایا۔ تم لوگ چلے جاؤ۔ مسند امام احمد میں ہے کہ یہ خطاب عام نہ تھا خاص حضرت علی سے فرمایا تھا کہ سامان کتابت لاؤ۔ ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس سے ثابت کہ ان روایات میں لفظ اگرچہ عام ہے مگر یہاں بھی مخاطب حضرت علی ہی ہیں۔[1]

شبہات اور جوابات (۲) اس حدیث میں دوسرے مقامات پر لفظ اھجر، استفھموہ کے ساتھ وارد ہے ھجر کے معنی سرسامی کیفیت کے بھی ہیں۔ روافض نے زور باندھا ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ حاضرین نے کہدیا کہ حضور کو سرسام ہو گیا۔ ہذیانی حالت ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اسے زبردستی حضرت عمر کے سر تھوپ دیا کہ انھوں نے یہ کہدیا۔ اس سلسلے میں جتنی روایتیں ہیں کسی میں حضرت عمر کی طرف یہ قول منسوب نہیں سب میں یہی ہے۔ قالوا۔ غور کرنے کی یہ بات ہے جو کچھ حضرت عمر نے کہا اسے قال عمر سے بیان کیا۔ اگر یہ بھی حضرت عمر کا مقولہ ہوتا تو کیا چیز مانع تھی کہ حضرت ابن عباس اسے جرأت کے ساتھ نہ بیان فرماتے کہ حضرت عمر نے یہ کہا حضرت عمر کے قول کو قال عمر سے اور اُسے قالوا سے تعبیر کرکے یہ بتا دیا کہ یہ حضرت عمر کا قول نہیں تھا۔ دیگر حاضرین میں سے کسی نے یہ کہا تھا۔ روافض برسہا برس سے تلاش کر رہے ہیں کہ کہیں مل جائے کہ یہ عمر کا قول ہے مگر اب تک تو ملا نہیں آئندہ کیا ملے گا۔ رہ گیا یہ کہ یہاں ھجر کے معنی ہذیان کے ہیں یا چھوڑنے کے۔ اس کا فیصلہ۔ استفھموہ نے کردیا۔ یعنی حضور سے پوچھو۔ جس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو اس سے پوچھنے کے کیا معنی؟ اس لئے یہاں متعین ہے کہ ھجر کے معنی چھوڑنے ہی کے ہیں یعنی جب حضور نے یہ فرمایا تو حاضرین نے یہ سمجھ لیا کہ یہ جدائی کی طرف اشارہ ہے ان پر قیامت ٹوٹ پڑی اور بیقراری میں کہنے لگے سرکار سے دریافت کرو کیا حضور نے ہمیں چھوڑ دیا۔ کہ ایسا ارشاد فرما رہے ہیں۔ مستقبل قریب میں جس کا ظہور متیقن ہوتا ہے۔ اسے ماضی سے تعبیر کرنا عام بات ہے۔ اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔

[1] عینی ج ۲ ص ۱۷۱

رہ گئی یہ بات کہ حضور کے حکم تعمیل نہیں کی گئی اور بالخصوص حضرت عمر نے نہیں ہونے دی۔ اس پر گذارش یہ ہے کہ جب فاروق اعظم نے عرض کیا کتاب اللہ حسبنا اور حضور نے دوبارہ طلب نہیں فرمایا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر کی بات قبول ہوگئی اور اب وہ حکم باقی نہ رہا۔ ورنہ اولاً حضرت عمر کے اس عرض "کتاب اللہ حسبنا" کے بعد بھی اگر اس حکم کی تعمیل فرض تھی تو جب کہ یہ خطاب خاص حضرت علی سے تھا تو انھوں نے کیوں اس کی تعمیل نہیں کی۔ ثانیاً خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ کیوں نہیں فرمایا کہ نہیں پھر بھی لاؤ۔ ثالثاً اس وقت حضرت عمر کا بغرض غلط خوف تھا تو اس کے بعد چار دن تک حضور حیات ظاہری کیساتھ رہے۔ حضرت عمر کے جانے کے بعد کیوں نہیں لکھوا دیا۔ رابعاً لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض تبلیغ کی ادائے گی میں کوتاہی کی بلکہ لازم آئے گا کہ پورا دین امت تک نہیں پہنچایا خامساً جبکہ پورا دین امت کو زبانی سکھا دیا تو کیا مانع درپیش تھا کہ اس اہم بات کو بھی زبانی ہی نہ فرمادیا۔ سادساً لازم آئے گا کہ دین ناقص رہ گیا۔ اور یہ آیت کریمہ، الیوم اکملت لکم دینکم کے معارض ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ سب ہوائیاں صرف عداوت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اڑائی جارہی ہیں۔ ورنہ جو منصف بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے سے واقف ہے وہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار رسالت پناہی کے وزیر ہیں۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا لَهٗ وَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ اما وزیرای من اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَئِيْلُ وَمِيكَائِيْل واما وزیرای من اهل الارض فابو بکر وعمر۔	ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں دو زمین والوں میں سے میرے آسمان والوں میں دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں ابوبکر و عمر۔ (ترمذی)

وزراء کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے پیش کریں۔ یہاں بھی حضرت فاروق اعظم نے بحیثیت وزیر اپنی رائے عرض کردی جسے حضور نے قبول فرمالی۔ بات ختم ہوگئی۔ اور یہ کوئی پہلا ہی موقع نہیں پچیس مواقع وہ ہیں جو کچھ فاروق اعظم نے عرض کیا اسی کے مطابق حکم الٰہی نازل ہوا ان میں بعض مواقع وہ بھی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاروق اعظم کی رائے کے خلاف عمل فرمایا تو قرآن مجید نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید فرمائی مثلاً بدر کے قیدیوں کے معاملے میں عتاب ہوا۔ فرمایا گیا۔

لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٥ انفال آیت ۶۸	اگر اللہ پہلے سے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانوں تم نے کافروں سے فدیہ کا جو مال لیا اس پر بھاری عذاب آتا۔

عَنِّی وَلَا یَنْبَغِیْ عِنْدِیَ التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِیَّۃَ

میرے پاس سے اٹھو میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں۔ یہ حدیث روایت کرنے کے بعد ابن عباس یہ کہتے

کُلَّ الرَّزِیَّۃِ مَاحَالَ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ کِتَابِہٖ[1]

ہوئے نکلے بیشک مصیبت ہے اور پوری مصیبت جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اس تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔

جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو نزل عذاب ما نجا منا الا عمر بن خطاب وسعد بن معاذ۔ اگر بالفرض عذاب اترتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔

ایسے صائب الرائے اور معتمد وزیر نے کوئی بات عرض کی اور وہ قبول ہوگئی تو اب وزیر پر اعتراض اصل میں سلطان پر اعتراض ہے۔

اس بحث کے بعد اس گفتگو کی بھی حاجت باقی نہ رہی کہ حضور کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ اور اگر کسی کو اس کا شوق ہی ہے تو چلئے روافض کہتے ہیں حضرت علی کے خلیفۂ بلا فصل کی سند لکھوانا چاہتے تھے۔ ہم کہیں گے حضرت صدیق اکبر کے لئے یہی سند لکھنی چاہئے تھی۔ حضرت علی کے سلسلے میں کوئی سراغ نہیں مگر صدیق اکبر کے لئے تو ثبوت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا۔

ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر مسلم ج ۲ ص ۲۷۳

ابو بکر اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلاؤ کہ میں ان کے لئے لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہے میں سب سے زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین سوائے ابو بکر کے کسی پر راضی نہیں۔

یہی مضمون بخاری میں یوں ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا کر ولی عہد بنا دوں۔ کہ کہیں کہنے والے کہیں نہ اور آرزو کرنے والے آرزو نہ کریں۔ حالانکہ اللہ اور مومنین ابو بکر کے سوا کسی کو ان کے ہوتے ہوئے پسند نہ کریں گے۔ پھر ہو سکتے میں بڑی گنجائش ہے ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حضور یہی لکھوانا چاہتے تھے۔ کہ کتاب اللہ کو کافی سمجھنا۔ اور جب فاروق اعظم نے یہی عرض کر دیا تو ضرورت محسوس نہ فرمائی اسی حدیث کے آخر کتاب الجہاد وغیرہ میں ہے

---

[1] ایضاً بخاری، جہاد، جوائز الوفود، واخراج الیہود من جزیرۃ العرب، مغازی، مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو طریقے سے۔ مرضیٰ، قوموا عنی میں دو طریقے سے، اعتصام، کراہیۃ الاختلاف میں ایک طریقے سے۔ مسلم وصایا۔ نسائی علم و طب۔

(۸۲) حدیث، رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اِسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ، فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْفِتَنِ

بیدار ہوئے تو فرمایا سبحان اللہ اس رات میں کتنے فتنے نازل ہوئے

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفود مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور وفود کو اسی طرح

بنحو مما کنت اجیزھم۔ صلہ دینا جیسے میں دیتا تھا۔

اور تیسری بات کسی راوی کے ذہن سے نکل گئی۔

ہوسکتا ہے یہی تینوں باتیں لکھوانی چاہتے تھے۔ جب سامان کتابت نہیں آیا تو زبانی ارشاد فرمایا۔

سلامت روی اسی میں ہے کہ ہوسکتا کے سہارے بات نہ بڑھائی جائے

اس حدیث سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بلا فصل بنانے کی وصیت تو بہت دور ہے خلیفہ بنانے کی بھی کوئی وصیت نہ لکھی تھی نہ کی تھی۔

رہ گیا حضرت ابن عباس کا یہ کہنا کہ بڑی مصیبت ہے یہ ان کا ذاتی جذباتی تاثر ہے ان سے علم و فہم اور دیانت میں حضرت عمر و حضرت علی بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ ان حضرات کے مقابلے میں ابن عباس کی بات بالاتفاق مرجوح ہے۔

تشریحات (۸۲)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۱) یہ ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کا نام رملہ تھا۔ یہ پہلے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں قدیم الاسلام ہیں۔ ابو سلمہ کے ساتھ حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں۔ پھر مدینہ ہجرت کی۔ مدینے میں ان دونوں کی چار اولاد ہوئیں۔ زینب، سلمہ، عمر، درہ۔ ابو سلمہ کے وصال کے بعد ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوال ۴ھ میں عقد فرمایا۔ یزید کے تغلب تک زندہ رہیں۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کربلا کی خاک دی تھی جو حضرت امام حسین کی شہادت کے وقت سرخ ہوگئی اسی سے انھوں نے جانا کہ حضرت امام حسین شہید ہوگئے۔ وصال کے وقت عمر مبارک چوراسی سال کی تھی حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں ان سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں۔

وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ

اور کتنے خزانے کھلے حجروں والیوں کو جگا دو ۳ بہت سی دنیا میں پہننے والی آخرت میں ننگی ہوگی ۴

(۲) کشمیہنی کی روایت میں انزل کے بجائے انزل اللہ ہے ــــ فتنوں سے مراد عذاب ہیں اور خزائن سے ہر خیر ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی علمی ہو یا مالی جن میں تمام فتوحات اسلامیہ داخل ہیں جو اسلام کی وسعت قوت ترقی بقا و حفاظت کا سبب بنیں۔ اترنے اور کھولنے سے مراد یہ ہے کہ آئندہ جو ہونے والا تھا اس کی خبر فرشتوں کو دی۔ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ملاحظہ فرمایا۔ اسی کے ہم معنی وہ ارشاد ہے کہ میں بارش کی طرح فتنوں کو اترتا دیکھ رہا ہوں۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے غیب کا علم عطا فرمایا۔

(۳) حجرے والیوں سے مراد ازواج مطہرات ہیں خطاب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اس لئے کہ اغلب یہ ہے کہ انھیں کی باری کا دن تھا۔ ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہی سامنے تھیں یا ابدأ بنفسك ثم بمن تعول کے مطابق ہے۔ یعنی کوئی بھی عمل خیر ہو اس پر پہلے خود عمل کرنا چاہئے اور اپنے اہل و عیال سے کرانا چاہئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رات میں سوتوں کو جگا کر وعظ و نصیحت مستحب ہے خصوصا جب کوئی پریشان کن یا مسرت آفریں بات ہو۔ حیرت انگیز بات پر سبحان اللہ یا اللہ کا کوئی بھی ذکر کرنا مستحب ہے۔ رات میں آنکھ کھلے تو یاد الٰہی کرنا مستحب ہے۔ دینی پیشوا کو چاہئے کہ اپنے متعلقین کو ایسے شر سے جس کا خطرہ ہو آگاہ کرے اور بچنے کی تدبیر بتائے۔

(۴) مراد یہ ہے کہ بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں عیش و عشرت سے رہتی ہیں وہ عموماً اعمال صالحہ سے غافل رہتی ہیں۔ اس لئے بطور عذاب آخرت میں ننگی رہیں گی۔ یا خاص وہ عورتیں مراد ہیں جو دنیا میں ایسا باریک لباس پہنتی ہیں جس سے جسم کی اور بال کی رنگت جھلکتی ہے انھیں آخرت میں ننگا رکھا جائے گا۔ جیسا کہ آج کل عام طور پر یہی ہو رہا ہے۔ جب باریک لباس پہننے والیوں کا یہ حکم ہے تو جو عورتیں ننگے سر ننگے گردن ننگی کلائیوں ننگی پنڈلیوں کے ساتھ بازار میں گھومتی پھرتی ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

اس میں بھی غیب کی خبر ہے۔

---

۱ ایضاً بخاری تہجد، تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ۔ لباس ۔ ما کان یتجوز من اللباس ۔ ادب ۔ التکبیر والتسبیح عند التعجب ۔ فتن ۔ لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ ۔ ترمذی فتن ۔ (۳) موطا لبس (۸)

(۸۵) حدیث۔ فان علیٰ رأس مائۃ سنۃ لایبقیٰ ممن ھو علیٰ ظھر الارض احد

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِیْ آخِرِ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَأَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ

کے آخری دنوں میں ؎۱ عشاء کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنی اس

فَاِنَّ رَأْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِّنْہَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ ؎۱

رات کا حال دیکھا، جتنے لوگ آج روئے زمین پر ہیں سو سال کے بعد کوئی بھی نہ رہے گا ؎۲

(۸۶) حدیث۔ اکثر ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اَکْثَرَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے بکثرت حدیثیں بیان کیں ؎۱

تشریحات (۸۵)

(۱) امام نووی نے فرمایا کہ ابو سعید کی روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد فرمایا۔ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا۔

(۲) مراد یہ ہے کہ میری امت کے جتنے لوگ آج زمین پر ہیں۔ اور بطریقِ معتاد نظر آتے ہیں خواہ وہ کم سن ہوں خواہ معمر۔ سو سال پر وہ زندہ نہ رہیں گے۔ رہ گئے وہ لوگ جو اس کے بعد پیدا ہوں گے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور حضرت خضر اور الیاس نظروں سے غائب ہیں یونہی ابلیس و دیگر اجنہ بھی۔ اس لئے یہ سب اس میں داخل نہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے سب سے اخیر صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہ نے ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا۔ یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ نیز اس سے ثابت ہوا کہ عشاء کے بعد باتیں کرنے کی ممانعت خاص ہے غیر دینی باتوں کے ساتھ۔ رہ گئیں دینی باتیں تو وہ جائز ہی نہیں بلکہ موجبِ ثواب ہیں یونہی احادیث سے۔ اپنے اہل سے اور مہمان سے بات کرنا بھی مستثنیٰ ہے۔

تشریحات (۸۶)

؎۱ ایضاً بخاری۔ مواقیت الصلوٰۃ۔ ذکر العشاء والعتمہ۔ ایضاً مسلم فضائل و مسند امام احمد۔

وَلَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا - ثُمَّ يَتْلُوْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث نہ بیان کرتا۔ پھر (سورۂ بقرہ) کی یہ آیتیں تلاوت

مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى اِلٰى قَوْلِهِ الرَّحِيْمِ اِنَّ اِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

کیں ہم نے جو کھلی ہوئی نشانیاں اور ہدایت نازل فرمائی جو لوگ انہیں چھپاتے ہیں۔ اللہ کے ارشاد رحیم تک۔ ہمارے بھائی مہاجرین

كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِنَّ اِخْوَانَنَا مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ

کو بازار میں خرید و فروخت مشغول رکھتی اور ہمارے بھائی انصار کو اپنے مالوں میں کام یعنی کھیتی مشغول رکھتی ہے اور ابوہریرہ

يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ اَمْوَالِهِمْ وَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

رسول اللہ کی خدمت میں صرف کھانے پر قناعت کرکے حاضر رہتا۔ اور ایسے موقعوں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ علہ

پر موجود رہتا کہ وہ لوگ موجود نہ رہتے اور وہ باتیں (سنتا دیکھتا) یاد کرلیتا جو وہ لوگ یاد نہ کرتے۔

(۱) مکثرین حدیث میں سے حضرت ابوہریرہ اول نمبر پر ہیں ان سے پانچ ہزار تین سو احادیث مروی ہیں ان کی روایت کی کثرت پر لوگوں نے طعن کیا۔ کہ مہاجرین و انصار بھی اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے اس پر ابوہریرہ نے وجہ بیان فرمائی چونکہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ	جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادی ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے لعنت کرتے ہیں۔ مگر جو توبہ کریں اور سنواریں اور بیان کریں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا۔ میں ہی بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہوں۔
بقرہ آیت ۱۵۹ تا ۱۶۰	

اگر یہ دونوں آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی نہیں بیان کرتا۔ اللہ عزوجل سے ایک دن ملنے کا وعدہ ہے میری کثرت حدیث کی وجہ یہ ہے کہ اور صحابہ کرام اپنے اپنے کاموں میں رہتے فرصت کے وقت حاضر خدمت ہوتے اس لئے انکو ارشادات کو سننے اور کوائف کے دیکھنے کا کم موقع ملتا اور میں ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا نہ اچھا کھاتا نہ اچھا پہنتا جو مل جاتا

علہ ایضا بخاری کتاب البیوع باب اول۔ حرث ماجاء فی الغرس۔ الاعتصام۔ الحجۃ علی من قال، اور اس کا جز مناقب جعفر میں بھی ہے ایضا مسلم فضائل الصحابہ (۱۵۹ و ۱۶۰) نسائی علم۔ ابن ماجہ سنت۔ مسند امام احمد۔

(۸۷) حدیث ۔ اعطاء ابا ھریرۃ الحافظۃ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْمَعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سی حدیثیں

مِنْکَ حَدِیْثًا کَثِیْرًا اَنْسَاہُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَائَکَ فَبَسَطْتُہٗ قَالَ فَغَرَفَ بِیَدَیْہِ

سنتا ہوں پھر بھول جاتا ہوں فرمایا اپنی چادر پھیلا میں نے پھیلائی تو حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں

ثُمَّ قَالَ ضُمَّہٗ فَضَمَمْتُہٗ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ ؏۱

کو چلو کی طرح بنا کر اس میں کچھ ڈالا پھر فرمایا سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالے میں نے ایسا ہی کیا اسکے بعد کبھی نہیں بھولا

(۸۸) حدیث ۔ حفظت وعائین

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (علم) کے دو برتن یاد کئے ۔

کھالیتا ورنہ صبر کرتا ۔ اس لئے مجھے حدیثیں یاد کرنے کا سب سے زیادہ موقع ملا ۔ علاوہ ازیں حضور نے میرا حافظہ بھی بہت قوی کر دیا تھا ۔ کہ جو سنتا یاد رکھتا کبھی نہ بھولتا ۔ (۲) حضرت ابوہریرہ کے استدلال نے بتا دیا کہ جیسے قرآن مجید کا چھپانا حرام وگناہ ہے اسی طرح احادیث کا بھی اور جیسے قرآن واجب الاعتقاد والعمل ہے اسی طرح احادیث بھی ۔ یہ منکرین حدیث کا رد ہے ۔

تشریحات (۸۷)

(۱) یہاں صرف ضم ہے مگر کتاب المزارعت میں سینے سے لگانے کی تصریح ہے ۔

(۲) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جسے جو چاہیں عطا فرمائیں یہاں صرف ابوہریرہ کی تخصیص نہیں تھی کتاب البیوع ومزارعت میں صاف ہے لن یبسط احد ردائہ جو بھی چادر پھیلائے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ چادر صرف ابوہریرہ ہی نے پھیلائی اور انھیں کو یہ نعمت ملی ۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ علم دین کا چھپانا ممنوع ہے ۔ اور یہ کہ بوقت ضرورت اپنی خوبی بیان کرنا جائز ہے جبکہ اپنا ترفع وتفوق مقصود نہ ہو اور اعجاب نفس بھی نہ ہو ۔

تشریحات (۸۸)

(۱) وعاء کے معنی برتن ہیں مراد وہ چیز ہے جو برتن میں ہو محل بول کر حال مراد ہے ۔ بُلعوم کھانا نگلنے کی نالی ۔ چونکہ کچھ

؏۱ بخاری کتاب البیوع باب اول مزارعت ماجاء فی الغرس، دتبل فضائل الصحابۃ ج۲ ص۵۱۵ ترمذی، مناقب

تعالیٰ علیہ وسلم وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَبَثَثْتُہٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُہٗ قُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ

ایک تو پھیلا دیا۔ دوسرے کو پھیلاؤں تو یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ بلعوم مطلقاً ملقوم کے معنی میں ہے اس لئے امام بخاری نے اس کی تفسیر کی۔

حضرت ابوہریرہ اس سے یا تو دو قسم کے علوم ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر یہ علوم لکھے جائیں تو ایک قسم سے ایک برتن اور دوسری قسم سے دوسرا برتن بھر جائے یا واقعۃً انہوں نے ان کو لکھا یا لکھوایا۔ تو دو برتن بھر گئے۔ جیسا کہ حدیث ۸۳ میں گذرا کہ انہوں نے بھی حدیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔ اس تقدیر پر بھی حاصل وہی ہوا کہ دو قسم کے علوم اخذ کئے۔ پہلی قسم عقائد احکام ہیں جن کو پھیلایا دوسری قسم سے مراد فتن کی احادیث ہیں جن میں ظالم سلاطین کے نام و کالے کرتوت مذکور تھے یزید اور عبد الملک کے مظالم سے جو واقف ہے۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کے اس اندیشے کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ تاہم کبھی کبھی تاب ضبط نہ رہتی تو اشارے کنائے میں بیان بھی فرما دیتے جیسے ھلکۃ امتی علی یدا غلمۃ من قریش میری امت کی بربادی قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہے۔ یا جیسے دعا فرمایا۔ انی اعوذ باللہ من راس الستین وامارۃ الصبیان۔ میں ساٹھ کی ابتدا اور لونڈوں کی بادشاہت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ عزوجل نے انکی دعا قبول فرمائی ۶۰ھ سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ یہ یزید پلید کی ظالمانہ حکومت کی طرف اشارہ ہے بلکہ ایک دفعہ فرمایا۔ اگر میں چاہوں تو ان کے نام بتا دوں۔ بعض صوفیا نے دوسرے برتن سے علوم باطن اسرار طریقت مراد لیا ہے۔ لیکن پھر قطع ھٰذا البلعوم سے مطابقت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اسرار تصوف شریعت کے معارض نہیں کہ جس سے اندیشہ ہو۔ اولیاء کرام نے ان اسرار کو بیان فرمایا اپنی تصنیفات میں تحریر فرمایا۔ اس سے ان پر کیا وبال آیا۔ ملحدین باطنیہ اس سے اپنے کفریات مراد لیتے ہیں۔ معاذ اللہ اگر حضرت ابوہریرہ کی مراد وہ ہوتی تو پھر وہ شریعت کے پابند کیوں رہتے۔ نیز جب انھوں نے اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ تو ان کو کیسے معلوم ہو گیا۔ اور یہی ارباب تصوف سے بھی عرض کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب عطا فرمایا تھا۔ نیز ثابت ہوا ایسے علوم جن کا اعتقاد اور عمل سے تعلق نہ ہو ان کے بیان کرنے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو انھیں نہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عہ اسی کے ہم معنی مسند امام احمد میں ہے۔

(۸۹) حدیث۔ لاترجعوا بعدی کفاراً

عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا

لَهٗ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ۔ فَقَالَ لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا

لوگوں کو چپ کراؤ (جب لوگ چپ ہوگئے) تو فرمایا[۱] میرے بعد پلٹ[۲] کر کافر نہ ہو جانا کہ

يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ [۱]

تم میں کا بعض بعض کی گردن مارے [۳]

تشریحات (۸۹)

(۱) یہ حجۃ الوداع کے طویل خطبے کا جزء ہے۔ جس کا کچھ حصہ حدیث ۶۵ میں گذر چکا۔ اس حدیث پر کچھ لوگوں نے یہ شبہہ وارد کیا ہے کہ اس میں " لہ " زائد ہے اس لئے کہ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ حضرت جریر حجۃ الوداع کے بعد وصال مبارک سے چالیس دن پہلے مسلمان ہوئے۔ یہ حجۃ الوداع میں موجود نہ تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حجۃ الوداع سے پہلے اسی سال رمضان میں مسلمان ہو چکے تھے جیسا کہ بغوی اور ابن ماجہ نے کہا ہے اور حجۃ الوداع میں حاضر تھے۔ اسی بخاری حجۃ الوداع میں یہ لفظ ہے قَالَ لِجَرِيْرٍ۔ یہ اس بات پر نص ہے کہ حضرت جریر حجۃ الوداع میں حاضر تھے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ حجۃ الوداع سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

(۲) میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا۔ کافر نہ ہو جانے سے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار مت کرنا۔ اسلام پر ثابت رہنا۔ اور مسلمانوں کی جان و مال کو مباح مت جاننا۔ کہ ان سے لڑائی کر کے انھیں قتل کر دو اور مال چھینو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ کافروں جیسے مت ہو جانا کہ مسلمانوں کو قتل کر دو ان کا مال چھینو۔ اسلئے کہ مسلمانوں کے جان و مال کو مباح جاننا مسلمان کا کام نہیں کافروں کا ہے۔

(۳) اس میں اخبار بالغیب ہے۔ ان عظیم فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو افتراق بین المسلمین کی شکل میں نمودار ہوئے۔ خود مسلمانوں نے مسلمانوں کو کافروں کیطرح قتل کیا۔ انکے مال کو مباح جانا۔ بنی امیہ بنی عباس خونریزیوں جنگوں سے لے کر تیمور لنگ نادر شاہ درانی کے حوادث اس کی صداقت کی دلیل ہیں۔

---

[۱] ایضاً بخاری، دیات، قول اللہ من احیاھا۔ مغازی حج الوداع مسلم ایمان (۱۱۸) نسائی علم اور محاربہ۔ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد

⑨۰ حدیث۔ موسیٰ وخضر علیہما السلام

أَخْبَرَنِی سَعِیدُ بْنُ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، إِنَّ نَوْفًا الْبَکَالِیَّ یَزْعُمُ

سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ نوف بکالی یہ گمان کرتا ہے کہ

احکام اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث کی قرأت کے وقت حاضرین پر چپ رہنا واجب ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ علماء جب کچھ دینی باتیں ارشاد فرمائیں تو حاضرین کو چپ رہنا چاہیئے کہ علماء کرام کی توقیر کرنی لازم ہے۔ تلمیذ شیخ کے سامنے با ادب رہے جب وہ کچھ کہے تو باادب خاموشی سے بغور سنے۔ نیز معلوم ہوا اگر کسی حادثے کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کو خبردار کر دینا چاہیئے خصوصاً اسے جس پر اعتماد ہو۔

○ منکرین اجماع نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ اس سے ظاہر کہ پوری امت کا کافر ہونا ممکن اس لئے کہ اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو اس سے تحذیر لغو ہے۔ اور کفر سب سے بڑی گمراہی تو ثابت کہ پوری امت کا گمراہی پر اتفاق ممکن۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

لَاتجتمع امتی علی الضلالۃ۔ میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی۔

اس لئے پوری امت کا گمراہ ہونا محال ہوا۔ اور اس حدیث میں تحذیر، امت کے بعض افراد کے اعتبار سے ہے۔ کہ کچھ افراد گمراہ ہوں گے جیسا کہ وقوع پذیر ہوا۔

تشریحات ⑨۰

تکمیل اس کے بعد ہے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ کشتی میں نے اس لئے توڑی کہ کشتی والے غریب تھے ان کا ذریعہ معاش بھی یہی کشتی تھی واپسی میں ایک ایسے ظالم بادشاہ پر جس کا نام بخاری کتاب التفسیر میں[۶۸۹] ہُدَد بن بُدَد بتایا اور ایک قول یہ ہے کہ جلندی تھا۔ ان کا گذر ہوتا جو ہر صحیح وسلامت کشتی کو چھین لیتا تھا۔ اور عیب دار کو چھوڑ دیتا تھا۔ میں نے عیب دار کر دی کہ یہ کشتی ان غریبوں کے پاس رہے۔ چنانچہ واپسی میں جب یہ کشتی اس ظالم کی حدود میں داخل ہوئی تو اس نے آکر کشتی دیکھی ٹوٹی دیکھ کر چھوڑ دیا اس کے بعد ان لوگوں نے تختہ فٹ کر لیا۔ یہ ظالم اندلس میں رہتا تھا مقتول بچے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کی سرشت میں کفر تھا۔ اور اس کے ماں باپ مومن تھے اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں اس کا فر بچے کی محبت میں وہ بھی کافر نہ ہو جائیں میں نے اسے مار ڈالا۔ تاکہ ماں باپ اسکی وجہ سے کافر نہ ہوں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے یہ چاہا اللہ عزوجل اس کے عوض ان لوگوں کو، کوئی نیک اخلاق اولاد عطا فرمائے۔ بخاری تفسیر میں ہے کہ اسکے عوض انھیں ایک لڑکی عطا ہوئی۔ جمل میں ہے کہ ان کا نکاح ایک نبی سے ہوا جن سے نبی پیدا ہوئے۔ بعض روایتوں سے معلوم

أَنَّ مُوسَى لَيْسَ بِمُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّمَا هُوَ

جن موسیٰ نے (خضر سے ملاقات کی تھی) یہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے بلکہ کوئی اور

ہوتا ہے کہ شمعون انھیں کی نسل سے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ستر انبیاء انکی نسل سے ہوئے ۔ حضرت خضر نے اس مقتول کا کاندھا چیر کر دل نکال کر دکھایا اس پر لکھا تھا کافر ہے کبھی ایمان نہ قبول کرے گا ۔ اور دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اسکے نیچے خزانہ مدفون تھا۔ اگر دیوار ابھی گر پڑتی تو گاؤں والے سب خزانہ لے جاتے ۔ اور یہ بچے محروم رہ جاتے انکی ساتویں پشت میں ان کے دادا کاشح نیک صالح شخص تھے ان کی برکت سے اللہ کو یہ منظور ہوا کہ یہ خزانہ انھیں بچوں کو ملے اس وقت میں نے دیوار درست کردی تاکہ یہ بڑے ہو کر اس خزانے کو حاصل کرلیں ۔ سورۂ کہف وتفسیرات

اشخاص حر بن قیس ،۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی فزارہ کے فرد اور عیینہ بن حصین کے بھتیجے تھے ۔ ان کے قبیلے کا جو وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اس کے ایک رکن یہ بھی تھے ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمنشینوں میں تھے ۔

نوف بکالی بن فضالہ ، یہ تابعی تھے ان کی کنیت ابو رشید ہے ۔ یہ عالم فاضل اہل دمشق کے مقتدا اور قاضی تھے۔ ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربان تھے یہ قاص یعنی واعظ تھے کہا جاتا تھا کہ اسرائیلی روایات بہت بیان کرتے تھے ۔ مشہور یہ ہے کہ یہ کعب احبار کی زوجہ کے بیٹے تھے۔ ان کو بکالی اس لئے کہتے ہیں ۔ کہ حمیر کی ایک شاخ بنی بکال کے فرد تھے۔

ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں ۔ بیعت عقبہ اور بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی ۔ اس امت کے سب سے بڑے قاری ہیں ان کا خطاب .. اقرأهذه الامة، ہے ۔ حضرت عمران کو سید المسلمین کہا کرتے تھے ۔ ۱۹ سنہ ھ یا بیس یا تیس میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا ۔ ان سے ایک سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں ۔ تین متفق علیہ چار افراد بخاری سے اور سات افراد مسلم سے ہیں ۔

موسیٰ علیہ السلام موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام حضرت یعقوب کے صاحبزادے لاوی کی نسل سے ہیں ان کے والد عمران نے ایک سو سنتیس سال کی عمر پائی جب ان کی عمر ستر سال کی ہوئی تو حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی ۔ حضرت موسیٰ نے میدان تیہ میں ایک سو ساٹھ سال کی عمر پاکر وصال فرمایا ۔ ان کا وصال طوفان نوح کے ایک ہزار چھ سو بیس سال بعد ہوا ۔ انھوں نے جس فرعون کو ہلاک فرمایا تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان بن اراشہ تھا ۔ اسے چار سو سال کی عمر ملی ۔ موسیٰ کا اصل تلفظ موشی تھا اس کے معنی قبطی زبان میں پانی اور کچھ درخت کے ہیں ۔ یہ نام آسیہ بنت مزاحم

فرعون کی زوجہ نے رکھا تھا اس لئے کہ ان کا تابوت آسیہ کو پانی اور درخت میں ملا تھا۔ یہ قبطی لفظ ہے اسے عربی بنانے کی کوشش میں کوئی فائدہ نہیں۔

بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السّلام کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے۔ یوسف علیہ السّلام۔ بنیامین۔ دانی۔ بفتالی۔ زابلون۔ جاد۔ یستاخر۔ اشیر۔ روبیل۔ یہوذا۔ شمعون۔ لاوی ان کو اسباط بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ایک قبیلے کا جد ہے۔ اسباط بہت زیادہ شاخوں والے گھنے درخت کو کہتے ہیں یہ اور ان کی نسل بنو اسرائیل ہیں۔

یوشع بن نون یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص اور انکے صحابی و تلمیذ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے چالیس سال بعد ان کو نبوت عطا ہوئی تھی اور انھوں نے ہی بیت المقدس فتح فرماکر جبارین کا قلع قمع کیا۔ ان کے لئے بھی سورج واپس ہوا تھا۔ یہ بیت المقدس کے محاذ پر جبارین سے جہاد فرمارہے تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ان کے مذہب میں ہفتے کو لڑنا جائز نہ تھا۔ جبارین شکست کھا چکے تھے بنی اسرائیل ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ کچھ رہ گئے تھے۔ کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوگیا۔ انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ سورج کو واپس کردے اور سورج سے فرمایا اے سورج تو بھی اللہ کی اطاعت میں ہے میں بھی اللہ کی اطاعت میں ہوں۔ تو ٹھہر جا۔ اے چاند تو بھی اپنی جگہ رکا رہ تاکہ میں سنیچر آنے سے پہلے دشمنانِ خدا سے انتقام لے لوں۔ سورج پلٹ آیا اور دن بڑا ہوگیا۔ جب سب ظالمین کا قلع قمع ہوگیا۔ تو ڈوبا۔ ان کو ایک سو سولہ سال کی عمر عطا ہوئی۔ حضرت موسیٰ کے بعد ستائیس سال بنی اسرائیل کے مقتدا رہے وصال کے بعد جبل ابراھیم میں دفن ہوئے[1]۔

خضر اس میں تین لغت ہے خَضِر، خَضْر، خِضْر اس کے لغوی معنی سبزے کے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا نام خضر اس لئے پڑا کہ یہ ایک چکنی سفید زمین پر بیٹھے تو اس پر سبزہ اگ آیا[2]۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جس جگہ نماز پڑھتے ہری ہوجاتی۔ خطابی نے کہا چونکہ بہت حسین تھے چہرہ روشن تھا اس لئے یہ نام پڑا ان تینوں میں کوئی تنافی نہیں۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے نام کے بارے میں اختلاف ہے وہب بن منبہ نے کہا کہ بَلْیَا ہے۔ کسی نے کہا اَبْلِیَا ہے کسی نے کہا اَرمیا ہے کسی نے کہا اَلْیَسَع ہے کسی نے کہا خضرون ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی بَلْیَا۔ ان کا نسب کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم کے

---

[1] جلالین صاوی سورہ مائدہ [2] مسند امام احمد [2] بخاری ص ۴۸۳

بلا واسطے صاجزادے ہیں انھیں کی دعاکی برکت سے طویل عمر پائی۔ حضرت آدم نے اپنے صاجزادوں کو طوفان نوح کی خبر دی تھی اور یہ دعاکی تھی۔ کہ میرے تابوت کی جو حفاظت کرے گا اسے طویل عمر ملے گی۔ یہ خدمت خضر نے انجام دی اس لئے انھیں عمر جاوداں ملی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قابیل کے بیٹے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس کے بھائی ہیں اور شہزادے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت نوح کے صاجزادے سام کی نسل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عیص بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہارون کی اولاد ہیں۔ بعض اہل کتاب کا قول ہے کہ ذوالقرنین کی خالہ کے صاجزادے ہیں۔

ان کا زمانہ کیا ہے یہ بھی مختلف فیہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ فریدون کے زمانے میں تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ذوالقرنین اکبر کے مقدمۃ الجیش تھے جو ابراھیم خلیل اللہ کے زمانے میں تھا۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ یہ ذوالقرنین کے وزیر تھے۔ انھوں نے آب حیات پایا اور پیا زندہ جاوید ہوگئے۔ ذوالقرنین محروم رہا۔ ابن جریر نے کہا صحیح یہ ہے کہ فریدون سے بہت پہلے تھے۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ انھوں نے حضرت موسی کا زمانہ پایا۔

پھر یہ اختلاف ہے کہ یہ نبی تھے کہ صرف ولی تھے تو صرف نبی تھے کہ نبی مرسل صحیح یہی ہے کہ نبی تھے اس پر دلیل ان کا یہ ارشاد ہے مَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ۔ اس بچے کا قتل میں نے اپنی طبیعت سے نہیں کیا۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ انھیں اسے مار ڈالنے کا حکم بذریعہ وحی ہوا تھا اسلئے وہ واجب الاتباع تھا اگر ولی ہوتے تو اس قول کی تاویل یہ ہوتی کہ انھیں الہام ہوا تھا۔ اور کسی ولی کو یہ جائز نہیں کہ اسے اگر کسی کے قتل کرنے کا الہام ہو تو اسے مار ڈالے۔ اور وحی نبی ہی پر آتی ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پاگئے۔ امام بخاری اور کچھ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پاچکے مگر جمہور علماء اور جمیع اولیا کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور دجال کے بعد جب ایمان اٹھ جائے گا اس وقت وصال فرمائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ان کی ملاقات ثابت ہے اور اولیاء کرام کے یہاں تو متواتر ہے۔ کعب احبار نے کہا چار نبی زندہ ہیں۔ اور زمین والوں کے لئے امان ہے۔ دو زمین میں خضر اور الیاس اور دو آسمان میں ادریس اور عیسی علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج میں شریک ہوتے ہیں۔ اور احرام سے باہر آنے کے لئے ایک دوسرے کا بال اتارتے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خضر جیسے مخفی ہیں ان کے احوال بھی مخفی ہیں الا ماشاء اللہ

مُوسىٰ آخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ

موسیٰ تھے ۔ ابن عباس نے فرمایا اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ۔ ہم سے ابی بن کعب نے حدیث بیان کی کہ

صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا۔ موسیٰ نبی نے بنی اسرائیل کو خطبہ دیا ۔ پوچھا گیا کون سب سے زیادہ علم والا ہے

فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ فَعَتَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ

فرمایا میں ۔ اس کہنے کی وجہ سے اللہ عز وجل نے موسیٰ پر عتاب فرمایا کہ انھوں نے یہ نہیں

تطبیق (۱) کتاب التفسیر میں یہ ہے سعید بن جبیر اور نوف بکالی میں یہ اختلاف ہوا کہ جن موسیٰ نے خضر سے ملاقات کی تھی یہ موسیٰ کلیم اللہ نہیں بلکہ دوسرے موسیٰ یعنی موسیٰ بن میشا بن یوسف علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے پہلے نبی ہوئے ہیں اہل کتاب کا یہی خیال ہے۔

اسی کتاب العلم میں پہلے دو جگہ اور آگے بھی مذکور ہے کہ اختلاف حضرت ابن عباس اور حر بن قیس میں ہوا وہ بھی یہ کہ موسیٰ کلیم اللہ جن سے ملاقات کیلئے تھے وہ خضر تھے یا کوئی اور صاحب ۔ تطبیق یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں پہلا اختلاف ابن عباس اور حر بن قیس میں ہوا کہ حضرت موسیٰ جن سے ملنے گئے تھے وہ خضر تھے یا کوئی اور ۔ یہ اختلاف دو صحابی کا تھا اتفاق سے حضرت ابی بن کعب کا گذر ہوا ان سے دریافت فرمایا انہوں نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی ۔ دوسرا اختلاف یہ کہ یہ کون موسیٰ تھے سعید بن جبیر اور نوف بکالی میں ہوا یہ دونوں تابعی تھے ۔ سعید بن جبیر کے دریافت کرنے پر حضرت ابن عباس نے حضرت کعب سے سنی ہوئی حدیث بیان فرمادی۔

(۲) نوف بکالی تابعی تھے اور اہل دمشق کے قاضی و امام تھے ان کو اللہ کا دشمن کہنا حقیقی معنی میں نہیں ۔ شدت ظاہر کرنے کے لئے زجراً حالتِ غضب میں فرمادیا اور کسی غلط بات کو سنکر حق پرست علماء کو جلال آہی جاتا ہے ۔ لیکن علامہ ابن حجر نے فرمایا ہوسکتا ہے حضرت ابن عباس کو نوف کے مسلمان ہونے میں کچھ شبہہ رہا ہو اس پر قرینہ یہ ہے کہ حر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی صحیح نہیں تھا مگران کو کچھ نہیں کہا ۔

(۳) جس میں اللہ کی نعمتوں اور بلاؤں کا ذکر اتنے موثر طریقے سے فرمایا کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی ۔ لوگ رو پڑے موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ بند کردیا تو ایک شخص نے پوچھا ۔

لہ عینی کتاب العلم ص ۱۹۳ ج ۲

يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ

فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے اللہ نے ان کی طرف وحی کی میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم

أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِ، فَقِيلَ لَهُ احْمِلْ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَهُ

سے زیادہ علم والا ہے موسیٰ نے عرض کیا اے رب! کیسے ان سے ملاقات ہو فرمایا گیا ایک مچھلی توکری میں لے لو، جہاں یہ

(۴) یہاں اور کتاب التفسیر وغیرہ میں یہ ہے کہ سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اعلم، ہوں اس پر عتاب ہوا۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم میں ایام اللہ یعنی اللہ کی نعمتوں اور بلاؤں کو بیان فرما رہے تھے کہ یہ کہہ دیا کہ زمین میں کسی کو اپنے سے زیادہ بہتر اور علم والا نہیں جانتا۔ اس پر اللہ نے وحی بھیجی کہ زمین میں ایک شخص تم سے زیادہ علم والے ہیں اور بخاری کی عام روایتوں میں یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا تو فرمایا۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں اختصار ہے سائل کے سوال اور عتاب کو راوی نے چھوڑ دیا۔

(۵) پہلی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت موسیٰ سے یہ پوچھا کہ آپ کسی ایسے کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو۔ فرمایا نہیں۔ اور یہاں یوں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کون سب سے زیادہ علم والا ہے تو فرمایا میں ہوں۔ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے حضرت موسیٰ کی مراد یہ تھی کہ جتنے اہل علم کو جانتا ہوں ان سب سے اعلم میں ہوں۔ اس اعتبار سے یہ فرمانا غلط نہ تھا بلکہ عند التحقیق واقع کے اعتبار سے بھی صحیح ہے فی الواقع حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے بدرجہا اعلم تھے لیکن اس جواب میں خود بینی و خود نمائی کی بو تھی جو ان کے شایان شان نہ تھی انھیں جواب میں یہ فرمانا زیادہ انسب تھا کہ اللہ اعلم یا کم از کم یہ فرماتے انا اعلم واللہ اعلم اس لئے ان پر عتاب ہوا جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے

اعجب موسیٰ بعلمہ نعاتبہ بما لقی الخضر موسیٰ کو اپنے علم پر، عُجب ہوا اس لئے ان پر عتاب ہوا اور خضر کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔

اور حقیقت میں یہ ان کی امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ کہ وہ عُجب میں مبتلا نہ ہوں۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ عالم جو بات بیان کرے اس کے بعد یہ کہے واللہ تعالیٰ اعلم اسی کے مطابق مفتیان کرام اپنے فتووں کے بعد واللہ تعالیٰ اعلم لکھتے ہیں۔

(۷) یہ مجمع البحرین دو سمندروں کا سنگم کون ہے۔ اس میں شراح حدیث و مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ جانب شرق روم اور فارس کے سمندروں کا سنگم۔ ابی بن کعب سے ثعلبی نے حکایت کی کہ یہ افریقہ میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے "طنجہ" مراد ہے کچھ لوگوں نے کہا دریائے اردن اور قلزم کا سنگم مراد ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) یہاں شبہہ وارد ہوتا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت خضر حضرت موسیٰ سے اعلم ہیں۔ حالانکہ یہ محقق ہے

کہ نبی کا اپنے اہل زمانہ سے اعلم ہونا ضروری ہے ۔ اس کا ایک جواب زمخشری نے دیا کہ چونکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک نبی دوسرے نبی سے تعلیم حاصل کرے ۔ اس کا مفاد یہ نکلا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ خضر حضرت موسیٰ سے اعلم ہوں اس لئے کہ دونوں نبی ہیں ۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا یہ تو تسلیم کر لینا ہی ہوا حضرت خضر حضرت موسیٰ سے اعلم ہیں ۔ حالانکہ یہی اصل اعتراض ہے پھر خود ہی جواب ارشاد فرمایا ۔ کہ حضرت خضر کی اعلمیت مخصوص چیزوں کے اعتبار سے ہے ۔ پھر بعد میں تحریر فرمایا کہ اگر حضرت خضر کو نبی مرسل مانیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اعلم ہوں ، یعنی مطلقاً اور اگر ان کو صرف نبی یا ولی مانیں تو وہی مخصوص اعلمیت مراد ہے ۔ علامہ ابن حجر نے ابتداءً اعلم ہونے کو خاص کیا پھر تفصیل کی ۔ اگر حضرت خضر نبی مرسل ہیں تو اعلم یہاں اپنے حقیقی معنی میں ہے اور اگر حضرت خضر کو صرف نبی یا ولی مانیں تو خاص باتوں کے اعتبار سے اعلم ہونا مراد ہے ۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ وظائف نبوت اور امور شریعت کے اعتبار سے مطلقاً اعلم ہیں اور حضرت خضر دوسری چند مخصوص چیزوں (یعنی امور غیب و حوادث دقدم) کے اعتبار سے اعلم ہیں ۔

لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ جو شخص علوم کثیرہ وہ بھی وظائف نبوت اور احکام شریعت کے اعتبار سے ، اعلم ہو اس کے مقابلے میں ایسے شخص کو جو مخصوص ایسی باتیں جانتا ہو جن پر پہلا شخص مطلع نہیں ، اعلم کہنا درست نہیں ـــ اس لئے خادم کے خیال میں صحیح توجیہ یہ ہے کہ یہ موقع ، چونکہ عتاب و تنبیہ و تادیب کا ہے اور تنبیہ و تادیب کے موقع پر جو عتابیہ کلمات بولے جاتے ہیں ۔ ان سے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا ۔ صرف تنبیہ و تادیب مقصود ہوتی ہے ۔ مثلاً ایک استاذ اپنے سب سے زیادہ لائق و فائق تلمیذ کو ناراضگی کی حالت میں تادیباً کہے تم کو کچھ نہیں آتا یا اس سے کمتر درجے کے تلمیذ کو کہے کہ تم سے زیادہ لائق تو یہ ہے ـــ اسلوب بیان کا ماہر جانتا ہے کہ یہاں مراد حقیقی معنی نہیں ۔ صرف اظہار عتاب ہے اسی طرح یہاں بھی عتاب کے موقع پر اس "اعلم" کے حقیقی معنی مراد نہیں ۔ جیسا کہ انھیں حضرات نے "کذب عدو اللہ" کی توجیہ میں فرمایا اس لئے اس سے حضرت خضر کی اعلمیت پر استدلال درست نہیں ۔ اس میں علماء و ارباب کمال کو یہ تلقین کرنا ہے کہ اپنے علم و فضل پر گھمنڈ نہ کریں اترائیں نہیں ۔ تواضع و فروتنی کرتے رہیں ۔

(۹) کتاب التفسیر میں بطریق یعلی ہے ۔ کہ ارشاد ہوا ایک بے جان مچھلی لے جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہیں وہ بندہ یعنی خضر ہیں ۔ حضرت موسیٰ نے اپنے خادم حضرت یوشع سے فرمایا تم کو اس لئے ساتھ لے رہا ہوں کہ تم دھیان رکھنا جہاں مچھلی ہمارا ساتھ چھوڑ دے مجھے بتانا انھوں نے فرمایا یہ کوئی بڑی بات نہیں ۔ حضرت موسیٰ نے نمک آلود مچھلی لی بعضوں نے کہا مچھلی کا آدھا دھڑ لیا تھا ۔ ایک قول یہ ہے کہ بھنی ہوئی مچھلی تھی ۔ ہو سکتا ہے بھنی ہوئی نمک آلود

تُوْنَہُمَا، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَہٗ بِفَتَاہُ یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِیْ

غائب ہو جائے وہیں وہ ہوں گے۔ موسیٰ چلے اور ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی چلے۔ دونوں نے

مِکْتَلٍ حَتّٰی کَانَ عِنْدَ الصَّخْرَۃِ وَضَعَا رُؤُسَہُمَا فَنَامَا۔ فَانْسَلَّ الْحُوْتُ

ایک مچھلی ٹوکری میں رکھلی۔ جب صخرہ تک پہنچے تو سر رکھا اور سو گئے۔ مچھلی ٹوکری سے نکل گئی۔

مِنَ الْمِکْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا وَّکَانَ لِمُوْسٰی وَفَتَاہُ عَجَبًا۔ فَانْطَلَقَ

اور دریا میں اپنی راہ لی۔ سرنگ بنائی ہوئی اور موسیٰ اور ان کے خادم کو تعجب ہوا

مچھلی لی ہو۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بغیر بھنی ہوئی کچی مچھلی کھائی نہیں جاتی۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ چلتے وقت مسلم مچھلی لی تھی اس میں سے راستے میں کچھ کھالی ہو۔ اور صخرہ کے پاس جب پہونچے تو اس کا آدھا حصہ رہ گیا تھا۔

(۱۰) تفسیر میں ہے کہ جب ایک چٹان کے پاس پہونچے جس کے نیچے زمین تر تھی حضرت موسیٰ اس چٹان کے سایے میں سو گئے اسی میں دوسری روایت ہے کہ اس چٹان کے نیچے آب حیات کا چشمہ تھا اس کا پانی جس مردہ پر پڑتا زندہ ہو جاتا کسی طرح مچھلی پر اس کا پانی پڑ گیا مچھلی زندہ ہو گئی اور تڑپ کر سمندر میں چلی گئی۔ اور سمندر میں جہاں ڈوبی وہاں گول سرنگ بن گیا حضرت یوشع یہ منظر دیکھ رہے تھے مگر حضرت موسیٰ کو جگایا نہیں سوچا جب بیدار ہوں گے تو بتادوں گا۔ مگر جب حضرت موسیٰ بیدار ہوئے تو انھیں یاد نہ رہا۔ یہاں یہ ہے کہ دونوں سو گئے اور تفسیر کی دو روایتوں میں ہے کہ صرف حضرت موسیٰ سوئے۔ اور حضرت یوشع جاگ رہے تھے۔ اور مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں جانے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت یوشع کچھ دیر سوئے ہوں یہ بیدار ہوئے تو حضرت موسیٰ سوئے یا یہ کہ تغلیبا فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ یَخْرُجُ مِنْہُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ حالانکہ موتی اور مرجان صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں جیسا کہ بعد میں فرمایا گیا کہ دونوں بھول گئے۔ حالانکہ صرف حضرت یوشع بھولے تھے۔ نسیا حوتہما کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ بیداری کے بعد مچھلی کا حال دریافت کرنا بھولے اور حضرت یوشع بتانا۔

(۱۱) یہ مقولہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت موسیٰ کو حضرت یوشع نے مچھلی کے حال کی خبر دی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے اور کتاب التفسیر کی ایک روایت میں بھی۔ اور یہی واقعہ بھی بتاتا ہے۔ اس لئے اس وقت تو حضرت موسیٰ کو مچھلی کے واقعہ کا علم بھی نہیں تھا۔ علم ہوا یوشع کے بتانے کے وقت مگر چونکہ یہ تعجب مچھلی کی گم شدگی پر تھا اس لئے اسی کے ساتھ ذکر فرمادیا

(۱۲) یہاں 'یومہما' موخر ہے۔ اس میں الٹ پلٹ ہو گیا۔ صحیح یہ ہے کہ بقیہ دن اور رات چلے اس پر قرینہ یہ ہے کہ آگے فرمایا جب صبح ہوئی اور صبح رات کے بعد ہوتی ہے نیز تفسیر کی ایک روایت میں بقیۃ یومہما ولیلتہما ہی ہے۔

بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا

یہاں سے اٹھ کر دونوں بقیہ دن رات چلے ۔ جب صبح ہوئی موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا ہمارے صبح کا کھانا لاؤ

مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ

اس سفر سے ہمیں تکان آگئی ہے اور موسیٰ کو تکان چھوئی بھی نہیں جب تک کہ اس جگہ سے آگے نہ بڑھے

الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرَ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

جہاں جانے کا انھیں حکم دیا گیا تھا ان کے خادم نے کہا دیکھئے ؛ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے میں

نَسِيتُ الْحُوتَ قَالَ مُوسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا

وقت مچھلی کا واقعہ بیان کرنا بھول گیا ۔ موسیٰ نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے اس کے بعد دونوں اپنے نشان قدم پر

فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجَّى بِثَوْبِهِ

پیچھے لوٹے پھر جب صخرہ تک پہونچے تو دیکھا کہ ایک صاحب سر سے پاؤں تک کپڑا تانے ہوئے ہیں ۔

(۱۳) قصص کے معنی دو ہیں ۔ پیچھے چلنا ۔ قصہ بیان کیا بات چیت کی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں پہلا معنی ظاہر ہے دوسرا معنی یوں کہ وہ دونوں حضرات آپس میں بات چیت بھی کرتے جاتے تھے ۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ دوران سفر آپس میں بات چیت کرنا سنت ہے اس سے سفر میں کوفت نہیں ہوتی ۔

(۱۴) مسلم شریف میں ہے کہ لوٹ کر اس چٹان کے پاس واپس ہوئے حضرت یوشع نے بتایا کہ یہاں مچھلی غائب ہوئی تھی ۔ بخاری تفسیر میں ہے کہ دونوں نے مچھلی کے غائب ہونے کی جگہ کو دیکھا کہ طاق کے شل ہے ۔ پھر دیکھا کہ ایک صاحب بیچوں بیچ سمندر میں پانی کے اوپر ایک سبز فرش پر اس طرح کپڑے اوڑھے ہیں کہ چادر کا ایک کنارہ سر کے نیچے اور دوسرا پاؤں کے تلے مسلم میں ہے کہ چت سوئے تھے ابن حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ اون کا جبہ پہنے تھے اون ہی کا کمبل تھا ان کے ساتھ ان کا عصا تھا جس پر ان کا کھانا باندھا ہوا تھا ۔ ابن ابی حاتم کی روایت یوں ہے کہ یہ دونوں اس سوراخ میں تشریف لے گئے جو مچھلی بناتی گئی تھی ۔ پانی جم کر سخت ہو گیا تھا ۔ اندر جزیرۃ البحر میں پہلے تو دیکھا کہ حضرت خضر سبز فرش پر کھڑے بیچوں بیچ سمندر میں نماز پڑھ رہے ہیں ۔

بخاری کی ان روایات اور ابن ابی حاتم کی روایت میں تخالف نہیں ۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بخاری کی روایت میں اختصار ہو اور مراد یہی ہو کہ اس سرنگ کے اندر گئے تو حضرت خضر کو دیکھا البتہ اخیر حصے میں ضرور تعارض ہے اور عند التعارض یہاں ترجیح بخاری ہی کی روایت کو ہو گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

فَسَلَّمَ مُوْسٰی فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰی بِاَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰی فَقَالَ

موسیٰ نے سلام کیا تو خضر نے کہا۔ تمھاری (اس) زمین میں سلام کہاں سے؟ جواب دیا میں موسیٰ ہوں پوچھا

مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ

بنی اسرائیل کے موسیٰ فرمایا۔ ہاں موسیٰ نے ان سے کہا (اجازت ہے) کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہوں کہ

رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ یَا مُوْسٰی اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ

آپ مجھے ان نیک باتوں میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں خضر نے کہا آپ ہرگز میرے ساتھ نہ رہ پائیں گے

اللّٰهِ عَلَّمَنِیْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ قَالَ سَتَجِدُنِیْ

مجھے اللہ نے کچھ ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ نے کچھ ایسا علم عطا فرمایا جسے میں نہیں جانتا موسیٰ

(۱۵) انّی، کیف، این، متی، حیث کے معنی میں آتا ہے یہاں کیف اور این کے معنی میں ہے اگر کیف کے معنی میں لیا جائے تو اظہار تعجب کے لئے ہے معنی یہ ہوئے اس زمین میں سلام کیسے؟ یہ اس بنا پر کہ وہ علاقہ کفار کا تھا۔ وہ سلام جانتے ہی نہ تھے۔ یا اس علاقہ میں ملاقات کے وقت لفظ سلام کے علاوہ اور کسی لفظ سے تحیت رائج تھی۔ اور اگر این کے معنی میں لیا جائے تو سوالیہ جملہ ہوگا یعنی تم نے سلام کیسے جانا وہ جگہ ویران تھی کوئی باشندہ نہ ہوگا اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو نہیں پہچانا ورنہ یہ تعجب نہ ہوتا اور سوال نہ کرتے اس لئے کہ وہ غائبانہ واقف تھے۔ جیسا کہ آگے کے جملے سے ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ نے فرمایا، میں موسیٰ ہوں تو انھوں نے پوچھا بنی اسرائیل کے موسیٰ۔ فرمایا۔ ہاں۔

(۱۶) تفسیر میں اتنا زائد ہے۔ اس کے بعد حضرت خضر نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے کس لئے تشریف لائے ہیں۔ تو حضرت موسیٰ نے فرمایا اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے ان اچھی باتوں میں سے کچھ کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔ اس پر حضرت خضر نے عرض کیا۔ کیا آپ کیلئے یہ کافی نہیں۔ کہ توریت آپ کے پاس ہے۔ آپ کے پاس وحی آتی ہے اے موسیٰ میرے پاس کچھ ایسے علوم ہیں کہ ان سب کا جاننا آپ کے لائق نہیں اور آپ کے پاس کچھ ایسے علوم ہیں جن سب کا جاننا میرے لائق نہیں۔

(۱۷) اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت خضر کو حکم تھا کہ وہ باطنی احوال کے مطابق عمل فرمائیں۔ اور حضرت موسیٰ کو نہ ان تمام جزئی باتوں کا علم تھا نہ وہ باطنی احوال کے مطابق عمل کے مامور تھے۔ حضرت خضر کا منشا یہ تھا کہ میں باطنی احوال کے مطابق عمل کروں گا جنھیں بظاہر آپ خلاف شرع پائیں گے اور چونکہ آپ نبی مرسل ہیں اسلئے مجھے روکیں گے مجھ پر

إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ

نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ اس کے بعد یہ دونوں دریا کے

لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ

کنارے پیدل چلے۔ ان کے پاس کشتی نہ تھی۔ پھر ایک کشتی ان کے قریب آئی۔ انھوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ انھیں

فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً

بھی سوار کرلیں خضر کو پہچان لیا گیا کشتی والوں نے انکو بغیر کرایہ کے سوار کرلیا کہ ایک چھوٹی چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے بیٹھی اور

أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسَى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ

ایک یا دو چونچ سمندر میں مارا۔ اس پر خضر نے کہا میرے اور تمہارے علم کی نسبت علم الٰہی کے ساتھ وہی ہے جو اس چڑیا

اللهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ

کے ایک چونچ کی سمندر سے ہے حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ نکال لیا۔

اعتراض فرمائیں گے۔ صبر نہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ آپ مجھے ضرور ٹوکیں گے۔

(۱۸) پہلے فرمایا۔ دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور خضر چلے۔ اس سے وہم ہوتا ہے کہ حضرت یوشع ان کے ہمراہ نہ تھے لیکن یہاں فکلموهم، جمع کا صیغہ ہے۔ اس سے ثابت کہ تین آدمی تھے اور تیسرے سوائے حضرت یوشع کے اور کوئی نہیں۔ اور پہلے تثنیہ کا صیغہ اس لئے استعمال فرمایا کہ حضرت یوشع کی حیثیت خادم اور تابع کی تھی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے۔ دریا میں ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی تو حضرت خضر نے آواز دی اور فرمایا کہ اور سواروں نے جو کرایہ دیا ہے ہم لوگ اس کا دونا دیں گے۔ کشتی کے سواروں نے کشتی کے مالک سے کہا۔ اس خوفناک جگہ یہ لوگ ہیں کہیں چور نہ ہوں۔ کشتی کے مالک نے کہا میں ان لوگوں کے چہرے پر نور دیکھ رہا ہوں اور ان کو بغیر کرایہ سوار کرلیا۔

(۱۹) یہاں لفظ "نقص" وارد ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ میرے اور تمہارے علم نے باری تعالیٰ کے علم میں اتنی ہی کمی کی جتنی اس چڑیا کے ایک مرتبہ چونچ میں پانی لینے سے کمی ہوگی۔ اس پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ چڑیا کے ایک بار چونچ میں پانی لینے سے واقعی سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔ مگر حضرت موسیٰ اور خضر کیا سارے جہاں کے لوگوں کے علوم نے باری تعالیٰ کے خزانہ علم میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک چونچ پانی لے لینے سے سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔ مگر عرف میں یہی کہا جاتا ہے کہ کچھ بھی کمی نہیں ہوئی یہاں اس جملے کا یہی عرفی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے یہاں کوئی کمی نہیں ہوئی اسی طرح مخلوقات کے علوم نے علم باری میں کوئی کمی نہیں کی۔ یا یہ کہ مشاہدے سے یہی معلوم ہوتا ہے

السَّفِینَۃِ فَنَزَعَہٗ فَقَالَ مُوْسیٰ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَیْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ اِلیٰ سَفِیْنَتِھِمْ

آپ نے کشتی کو پھاڑ ڈالا کہ اس پر موسیٰ نے کہا۔ ان لوگوں نے بغیر کرایہ ہم کو کشتی پر بٹھایا

فَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا قَالَ لَا

کشتی والے ڈوب جائیں خضر نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ پائیں گے موسیٰ نے

تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا قَالَ فَکَانَتِ الْاُوْلیٰ

نے کہا میری بھول پر گرفت نہ کرو اور میرے کام میں دشواری نہ ڈالو (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) یہ پہلی

مِنْ مُوْسیٰ نِسْیَانًا فَانْطَلَقَا فَاِذَا غُلَامٌ یَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ

موسیٰ کی بھول تھی اسکے بعد پھر دونوں چلے دیکھا کہ ایک بچہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ خضر نے اس کے سر کو اوپر

بِرَأْسِہٖ مِنْ اَعْلَاہُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَہٗ بِیَدِہٖ فَقَالَ مُوْسیٰ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً

سے پکڑا اور اکھاڑ لیا دیا اب موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بیگناہ کو بغیر کسی جان

بِغَیْرِ نَفْسٍ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ

کے بدلے مار ڈالا۔ خضر نے کہا میں نے آپ سے نہیں کہدیا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ پائیں گے ابن عیینہ نے کہا

کہ اس ایک چونچ پانی سے سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوئی اسی طرح حقیقت میں ہمارے علوم سے علم باری میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ کتاب التفسیر میں یوں ہے کہ ہمارا اور تمہارا علم باری تعالیٰ کے علم کے پہلو میں ایسے ہی ہے جیسے اس چڑیا کا ایک چونچ پانی سمندر کے سامنے۔ اس پر بھی شبہہ ہوتا ہے کہ سمندر کا پانی کتنا ہی کثیر ہو مگر متناہی ہے۔ اور ایک چونچ پانی کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ متناہی کی متناہی سے ہے۔ اور علم باری عزاسمہ غیر متناہی ہے اور جملہ مخلوقات حتی کہ ان دونوں حضرات کے بھی علوم خواہ کتنے ہی کثیر ہوں۔ متناہی ہیں۔ اور متناہی کی غیر متناہی سے کوئی نسبت نہیں۔ اس کا بھی وہی جواب ہے کہ یہ صرف سمجھانے کے لئے ہے مشاہدے کے اعتبار سے اہل عرف یہی جانتے ہیں کہ سمندر کا پانی بے حدود بے حساب ہے جو غیر متناہی کی ایک تعبیر ہے بتانا یہ ہے کہ جیسے ایک قطرہ آب سمندر کے بے حدود و بے حساب پانی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں اسی طرح مخلوقات کے علوم کی باری تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔

(۲۰) کتاب التفسیر وغیرہ میں ہے کہ بسولا یا کلہاڑی سے کاٹ کر تختہ اکھاڑ دیا اور اس میں کیل ٹھوک دی ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس میں کپڑا بھر دیا اور ایک کونے میں تشریف لے گئے اور سوچنے لگے اس شخص کے ساتھ

وَهٰذَا اَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا

اس میں زیادہ تاکید ہے ۲۲ اس کے بعد دونوں چلے اور ایک بستی والوں ۲۳ کے پاس آئے ان سے کھانا طلب کیا

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهٖ

ان بستی والوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا ان لوگوں نے اس بستی میں ایک دیوار ایسی پائی جو گرا چاہتی تھی۔ خضر نے ہاتھ

رہ کے کیا بنالوں گا۔ بنی اسرائیل میں تھا انھیں صبح و شام اللہ کی کتاب سناتا تھا حکم دیتا تھا مان لیتے تھے۔ حضرت خضر نے کہا آپ کے جی میں کیا ہے کہئے تو بتا دوں فرمایا بتا دو حضرت خضر نے سب بتا دیا کشتی کا تختہ اکھاڑنے کے سوائے حضرت موسیٰ کے اور کسی نے نہیں دیکھا ورنہ تختہ اکھاڑنے ہی کب دیتے۔

(۲۱) کشتی سے اتر کر یہ لوگ سمندر کے ساحل پر جا رہے تھے کہ دیکھا دس بچے کھیل رہے ہیں ان میں جو سب سے زیادہ خوبصورت و ذہین تھا اسے حضرت خضر نے پکڑا اور مار ڈالا اس کا نام اسی بخاری، تفسیر میں جیسور بتایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جیسون تھا۔ مار ڈالنے کی کیفیت میں مختلف روایتیں ہیں یہاں ہے کہ اس کے سر کو اکھاڑ لیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے میوے توڑے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لٹا کر چھری سے ذبح کر ڈالا ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑا پتھر لے کر اس کے سر پر دے مارا ایک روایت میں یہ ہے کہ اسکا سر دیوار پر دے مارا ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ یہ سب ہوا ہوگا پہلے اس کے سر پر پتھر مارا جس سے وہ گر پڑا پھر چھری سے ذبح کر کے اس کے سر کو تن سے جدا کیا پھر سر دیوار پر دے مارا۔ یہ لڑکا بد سرشت تھا ابھی سے فساد مچائے رہتا ماں باپ کو ستاتا رہتا رات میں چوری کرتا صبح کو جب شکایت آتی ماں باپ جھوٹی قسم کھاتے کہ یہ رات بھر کہیں نہیں گیا ہمارے ساتھ سویا تھا۔ یہ واقعہ یا تو اُبُلّہ میں ہوا تھا جو بصرہ اور عیدان کے مابین ہے یا، ایلا میں جو بحر قلزم کے کنارے مصر سے آنے والے حجاج کے راستے میں پڑتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ غلام عربی میں نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ ابھی نابالغ تھا۔ اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

(۲۲) اس میں تاکید کی زیادتی "لک" کے اضافے سے پیدا ہوئی

(۲۳) یہ بستی انطاکیہ تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔ یہاں یہ حضرات سورج ڈوبنے کے بعد پہنچے قریب میں کوئی ایسی بستی نہ تھی۔ اور جاڑے کی رات تھی۔ ان حضرات نے اسی دیوار کے پیچھے جا کر قیام کیا۔ یہ دیوار اتنی جھکی تھی کہ بستی والے اس سے بچ کر چلتے تھے۔ حضرت خضر نے جب دیکھا کہ دیوار خطرناک ہے تو اسے سیدھی کر دیا عام روایتوں میں یہی ہے کہ ہاتھ سے سیدھی کر دی۔ ایک روایت ہے کہ ستون لگا کر سیدھی کر دی۔ حضرت ابن عباس

فَاَقَامَہٗ فَقَالَ لَہٗ مُوْسٰی لَوْشِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا قَالَ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ

سے درست کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ خضر نے کہا۔ یہ میری اور آپ کی

بَیْنِکَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْحَمُ اللّٰہُ مُوْسٰی لَوَدِدْنَا

جدائی ہے[۲۴]۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے ہماری خواہش ہے کہ اگر وہ صبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسے ڈھاکر بنانے لگے۔ یہاں "قال بیدہٖ" ہے۔ یہاں قال، معنی میں اشارے کے ہیں۔ دوسری روایت میں "فمسحہ بیدہٖ" ہے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ ہم نے ان دونوں روایتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے ترجمہ یہ کیا۔ ہاتھ سے سیدھی کر دی۔

(۲۴) یہ حضرت خضر نے اس لئے کہا کہ اس سے پہلے خود حضرت خضر نے کہہ دیا تھا کہ اگر اب آپ تیسری بار جلدی کریں گے تو وہ جدائی کا وقت ہوگا۔ اس پر خود حضرت موسیٰ فرما چکے تھے کہ اگر کچھ پوچھوں تو اپنے ساتھ مت رکھئے گا۔ اسی لئے تفسیر میں ہے کہ پہلی بار حضرت موسیٰ کا سوال نسیاناً تھا۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور دوسری بار بطور شرط تھا۔ اور تیسری بار قصداً تھا۔ ثعلبی نے کہا کہ جب تیسری بار حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کو ٹوکا تو حضرت خضر نے عرض کیا۔ آپ مجھے کشتی توڑنے بچے کے مار ڈالنے۔ اور دیوار سیدھی کرنے پر ملامت کرتے ہیں۔ اور آپ بھول گئے آپ نے اپنے آپ کو پانی میں ڈالا قبطی کو قتل کیا۔ شعیب کی لڑکیوں کی بکریاں بلامعاوضہ چرائیں۔

مسائل مستخرجہ (۱) طلب علم یا کسی بھی خیر کے طلب کے لئے سفر جائز ہے بلکہ انبیاء کی سنت ہے اگرچہ یہ سفر دریا کا ہو اسی پر قیاس کر کے ہوائی سفر کا بھی جواز ثابت (۲) سفر کے لئے زاد راہ رکھنا جائز ہے اور سب سے عمدہ زاد راہ مچھلی ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس سفر میں زاد راہ مچھلی ہوگی وہ کامیاب ہوگا (۳) اساتذہ و مشائخ کے ساتھ باادب رہنا چاہئے ان پر اعتراض ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہئے ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے اس کی اچھی تاویل کرنی چاہئے اور اگر بتقاضائے بشری کوئی بات ہو جائے جس سے انھیں اذیت ہو تو ان سے عذر خواہی کرنی چاہئے۔ (۴) انبیائے کرام، اولیائے عظام کے لئے مافوق الفطری قوت ثابت ہے۔ (۵) ضرورت پر کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سوال جائز ہے (۶) مزدوری پر کام کرنا جائز ہے (۷) حکم ظاہر پر ہوگا جب تک حقیقت حال منکشف نہ ہو جائے (۸) جب دو خرابیاں اکٹھی ہوں تو ان میں اخف ہو انھیں اختیار کرے (۹) شریعت کی ہر بات واجب التسلیم ہے اگرچہ ہماری یا کسی کی بھی سمجھ میں نہ آئے (۱۰) عقل نقل کے تابع ہے نقل عقل کے تابع نہیں (۱۱) غیر نبی کا خواب یا کشف حجت شرعیہ نہیں (۱۲) اکثر مال یا جسم بچانے کے لئے جزء کا برباد کرنا یا کٹوا

لَوْ صَبَرَ حَتّٰی یُقَصَّ عَلَیْنَا مِنْ اَمْرِھِمَا ؎

کرتے تو ہمیں ان کے احوال اور سننے کو ملتے

لینا جائز ہے (۱۳) انسان کتنے ہی بلند منصب پر ہو اپنے کو سب سے بڑا نہ جانے اپنی بڑائی پر گھمنڈ نہ کرے ۔ ہمیشہ تواضع کرے ۔
(۱۴) انبیاء کرام و اولیاء عظام کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے ۔ (۱۵) اللہ عزوجل کا علم اور ہر صفت غیر متناہی ہے انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کے علوم و صفات مجموعی طور بھی متناہی ہیں ۔ اگرچہ وہ کتنے ہی کثیر ہوں ۔ (۱۶) اشیاء کا حسن و قبح شرعی ہے (۱۷) آزاد انسان سے خدمت لینی جائز ہے خادم کو مخدوم کا تابعدار ہونا چاہئے (۱۸) ساتھی کا عذر قبول کرنا چاہئے ۔
(۱۹) اپنی تکلیف کا اظہار جائز ہے جبکہ بطور جزع فزع نہ ہو ۔ (۲۰) اللہ کے لئے جو کام کیا جائے اس میں تعب و مشقت نہیں ہوتی اپنے لئے کرنے سے بتقاضائے بشری ہوتی ہے ۔ (۲۱) تین بار عذر قبول کرلینا چاہئے اس کے بعد اختیار ہے ۔

گمراہ صوفیہ اور ملحدین متصوفہ نے حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعے سے استدلال کیا ہے اہل اللہ شریعت کے محتاج نہیں ان پر بلا واسطہ اللہ عزوجل کی طرف سے علوم و احکام کا القا ہوتا ہے وہ اسی کے پابند ہیں ۔ علامہ قرطبی نے فرمایا یہ کفر و زندقہ ہے ۔ یہ ضروریات دین ہے کہ اللہ عزوجل کی سنت یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جملہ احکام بواسطہ انبیاء پہنچاتا ہے ۔ بغیر نبی کے واسطے کے اللہ عزوجل کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا ۔ اس پر امت کا اجماع قطعی ہے ۔ اور یہی قرآن و احادیث سے ثابت ہے ۔ شریعت کا مکلف ہر مسلمان عاقل بالغ ہے جو اپنے کو شریعت کے دائرے سے باہر جانے وہ کافر زندیق ہے کسی کے باطنی علوم اگر شریعت کے مطابق ہیں تو مقبول ورنہ مردود ۔ علاوہ ازیں حضرت خضر نے جو کچھ کیا وہ ظاہر شریعت کے خلاف نہیں ۔ سوائے بچے کے قتل کے یہ بظاہر ہماری شریعت کے خلاف ہے ۔ مگر علماء نے فرمایا ۔ کہ ہوسکتا ہے حضرت خضر کی شریعت میں اس کی اجازت رہی ہو اگر نہ بھی ہو تو بہر حال نبی تھے اور نبی پر من جانب اللہ تلقی احکام ہوتا ہی ہے ۔ ان کا خواب بھی وحی اور الہام بھی وحی ۔ اس لئے اس سے اپنے کفریات پر ان ملاحدہ کا استدلال ، استدلال فاسد ہے ۔

؎ ایضاً بخاری ایضاً العلم ، ذھاب موسیٰ علیہ السلام فی البحر الی الخضر ، والخروج فی طلب العلم ۔ الاجارۃ ، اذا استاجر اجیراً علی ان یقیم حائطاً ، شروط ، الشروط مع الناس بالقول الانبیاء حدیث الخضر مع موسی علیہما السلام میں دو طریقوں سے ایضاً تفسیر واذ قال موسی لفتہ وفلما بلغ مجمع البحرین وبینھما وفلما جاوزا قال لفتاہ ۔ ایضاً الایمان والنذور اذا حلف ناسیا فی الایمان ۔ التوحید ۔ فی المشیئۃ والارادۃ ۔ مسلم ۔ احادیث الانبیاء وترمذی تفسیر ۔ نسائی تفسیر والعلم ۔ مسند امام احمد بن حنبل ۔

⑨① حدیث. من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ. مَا الْقِتَالُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَاِنَّ اَحَدَنَا

اور پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے راستے میں لڑائی کیا ہے؟ اس لئے کہ کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے

یُقَاتِلُ غَضَبًا وَّیُقَاتِلُ حَمِیَّۃً فَرَفَعَ اِلَیْہِ رَاْسَہٗ قَالَ وَمَا رَفَعَ اِلَیْہِ رَاْسَہٗ اِلَّا

کوئی حمیت کی وجہ سے حضور نے اپنا سر اٹھایا۔ راوی نے کہا کہ حضور نے سر اسی لئے اٹھایا کہ

تشریحات ⑨①

① یہاں صرف رجل ہے۔ اور کتاب الجہاد میں اعرابی ہے۔ یہاں صرف غضبا او حمیۃ ہے مگر جہاد میں للمغنم للذکر لیری مکانہ ہے اور کتاب التوحید میں حمیۃ کے ساتھ شجاعۃ اور ریاء ہے اب پورا سوال یہ ہوا کہ کوئی غصے کی وجہ سے کوئی حمیت کی وجہ سے کوئی مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے۔ کوئی اپنی نام آوری کے لئے کوئی اپنی بہادری اور مرتبہ دکھانے کے لئے لڑتا ہے۔ جواب کا افادہ یہ ہوا کہ دین کی سربلندی کی نیت کے سوا کسی بھی غرض فاسد سے لڑنے والا فی سبیل اللہ نہیں جہاد فی سبیل اللہ۔ صرف یہ ہے کہ دین کی سربلندی کے لئے جنگ کرے۔

② غضب کبھی اپنے لئے ہوتا ہے کبھی اللہ کے لئے۔ اللہ کے لئے غصہ اور جنگ تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اپنے لئے غصہ کبھی برحق ہوتا ہے کبھی ناحق۔ برحق غصے کی وجہ سے جنگ کبھی فی سبیل اللہ ہو جاتی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

من قتل دون مالہ فھو شہید ومن قتل دون دمہ فھو شہید ومن قتل دون دینہ فھو شہید و من قتل دون اھلہ فھو شہید (ترمذی ج۱ ص۱۶۱)

جو اپنا مال بچانے کیلئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان بچانے کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنے دین کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنے اہل کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

اور اسی قسم کی تقسیم حمیت میں بھی ہے۔ حمیت کبھی دینی ہوتی ہے۔ کبھی دنیوی، اور دنیوی میں بھی بعض صورتوں میں دینی پہلو نکل سکتا ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے۔ اس کی شرح کے لئے دفتر چاہئے

③ اس سے یہ فوائد حاصل ہوئے ① یہ جائز ہے کہ مفتی بیٹھا ہے اور سائل کھڑا ہے ② مفتی اور شیخ کو چاہئے کہ سائل کی تلمیذ کی طرف متوجہ ہو کر جواب دے۔ ③ کوئی کتنی ہی بڑی عبادت کیوں نہ ہو نیت فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے ④ مفتی اور شیخ کو چاہئے کہ ایسا جواب دے جو سائل کی سمجھ میں بھی آجائے اور وہ اسے یاد رکھ سکے۔

اَنَّہٗ کَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ[علہ]

سائل کھڑا تھا (اور حضور بیٹھے تھے) اور فرمایا جو اس لئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو یہ لڑائی فی سبیل اللہ ہے

(۹۲) حدیث ۔ سوال الیہود عن الروح

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَیْنَ اَنَا اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ مدینے کے کھنڈرات

خَرِبِ الْمَدِیْنَۃِ وَھُوَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی عَسِیْبٍ مَّعَہٗ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ

میں جا رہا تھا اور آنحضور کھجور کی ٹہنی پر ٹیکتے جاتے تھے حضور کا گذر یہودیوں کے چند آدمیوں پر ہوا

بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْہُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَا تَسْئَلُوْہُ لَا یَجِیْئُ فِیْہِ

یہودیوں نے آپس میں کہا ان سے روح کے بارے میں پوچھو اس پر ان میں سے کسی نے کہا مت پوچھو جواب میں

بِشَیْئٍ تَکْرَھُوْنَہٗ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَنَسْئَلَنَّہٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ

ایسی بات نہ فرما دیں جو تمھیں ناگوار لگے پھر بھی ان کے بعض نے کہا ہم تو ضرور پوچھیں گے چنانچہ ان میں سے ایک شخص اٹھا

یَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ؟ فَسَکَتَ فَقُلْتُ اِنَّہٗ یُوْحٰی اِلَیْہِ، فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلٰی

اور کہا اے ابو القاسم! روح کیا چیز ہے آنحضور نے سکوت اختیار فرمایا میں نے اپنے جی میں کہا آنحضور پر وحی آ رہی ہے جب

تشریحات (۹۲)

(۱) بخاری ہی کی دوسری جگہوں میں بجائے خِرب حرث ہے دونوں میں تعارض نہیں کھنڈروں کے مابین یا آس پاس کھیت بھی رہا ہو اس لئے کبھی کھنڈر کبھی کھیت فرما دیا۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عصا رکھنا سنت ہے۔

(۳) روح کا اطلاق کئی معنوں میں ہے۔ جبرئیل امین۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ ملئکہ کی ایک مخصوص قسم جو قیامت کے دن ملئکہ کی طرح صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ ایک مخصوص مخلوق۔ قرآن مجید۔ روح حیوانی۔ یہودیوں کا سوال ان میں کس روح کے بارے میں تھا وہ آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ خاص روح کے بارے میں سوال سے ان خبثا کا مقصود یہ

علہ ایضا بخاری جہاد من قاتل لتکون کلمۃ اللہ من قاتل للمغنم۔ توحید۔ و قولہ ولقد سبقت کلمتنا۔ مسلم امارت۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ابن ماجہ۔ جہاد ۱۳ ترمذی، ابو داؤد۔ نسائی جہاد۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

تھا۔ کہ توریت میں نبی آخر الزماں کی علامت یہ تھی کہ ان سے روح کے بارے میں سوال ہوگا تو نہ بتائیں گے۔ چنانچہ مکہ کے مشرکین کو انھیں یہودیوں نے سکھایا تھا کہ تین سوال کرو۔ اصحاب کہف، ذوالقرنین کون تھے روح کیا ہے اگر کسی کا جواب نہ دیں تو بھی نبی نہیں اور اگر تینوں کا جواب دیں تو بھی نبی نہیں۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تو قرآن نازل ہوا۔ اور روح کے بارے میں فرمادیا، یہ امر، رب سے ہے چنانچہ روح کے بارے میں مذکورہ آیت تلاوت کی۔ تو یہود نے کہا ہم نے کہا تھا نہ کہ مت پوچھو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب روح کی حقیقت نہ بتائی تو یہود کو خوش ہونا چاہئے تھا کہ بتا نہ پائے۔ اس کہنے کا کیا تک تھا یہی کہ انھیں معلوم تھا نبی آخر الزماں روح کی حقیقت نہ بیان فرمائیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ غور کیجئے۔ اس ارشاد سے کہ روح امر رب سے ہے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو اس حقیقت کا علم نہ تھا۔ علامہ عینی ان لوگوں کا رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

جل منصب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ وسید خلقہ ان یکون غیر عالم بالرّوح وکیف وقد منّ اللہ علیہ بقولہ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا وَقَدْ قال اکثر العلماء لیس فی الآیۃ دلیل علیٰ ان الرّوح لا یعلم وانّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یعلمھا۔

عینی ج ۲ ص ۲۰۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بہت جلیل ہے وہ اللہ کے حبیب اور تمام مخلوق کے سردار ہیں پھر یہ کیسے ممکن کہ وہ روح کو نہ جانتے روح کو کیسے نہیں جانیں گے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس ارشاد سے ان پر احسان یاد دلایا ہے کہ آپ جو کچھ نہ جانتے تھے ہم نے وہ سب آپ کو سکھا دیا اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ اکثر علماء نے فرمایا۔ اس آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ روح کو کوئی نہیں جانتا اور نہ اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح کو نہیں جانتے تھے۔

علامہ عینی نے "وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ" سے اس پر استدلال کرکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح کو جانتے تھے یہ بتا دیا کہ اس آیت کریمہ میں لفظ **ما** اپنے عموم پر ہے۔ مَا یحتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص نہیں ورنہ ان کا استدلال تام نہ ہوگا اس لئے کہ جب ما کو ما یحتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور ظاہر ہے روح کا جاننا ما یحتاج الیہ فی الدین نہیں تو استدلال ختم۔ اور جب یہ اپنے عموم پر ہے تو اس سے بلا دریغ یہ بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا بھی علم عطا ہوا۔ پھر علم مصطفیٰ کے منکرین کے استدلال فاسد کا جواب دیا کہ آیت کریمہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ سے یہ بھی ثابت نہیں کہ، روح کا علم کسی کو نہیں دیا گیا اور نہ یہ ثابت کہ

عَنْهُ فَقَالَ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي وَمَا اُوْتُوا

آثار وحی جاتے رہے تو فرمایا۔ تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرما دو، روح میرے رب کے امر سے

مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيلاً عه

ہے اور ان کو بہت ہی کم علم دیا گیا۔

بی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عطا نہ ہوا۔ اور اسے اکثر علماء کا قول بتایا۔

(۴) عالم کی بنیادی تقسیم دو ہے۔ عالم امر اور عالم خلق۔ عالم امر۔ بغیر مادے کے، کن فرمانے سے کسی شی کی ایجاد کو کہتے ہیں۔ اور عالم خلق، مادے سے بتدریج کسی چیز کو پیدا فرمانے کو کہتے ہیں۔ الملفوظ ص۲۶

شرح فقہ اکبر میں ہے۔

لِاَنَّ الرُّوحَ خُلِقَ بِالْاَمْرِ التَّنْجِيزِي كَبَعْضِ الْمَخْلُوقَاتِ وَاَكْثَرُ الْكَائِنَاتِ خُلِقَتْ بِالْوَصْفِ التَّدْرِيجِي وَلِذَا قَالَ اللهُ تَعَالَى اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (ص۱۲۴)

روح امر تنجیزی سے پیدا ہوئی ہے جیسے اور کچھ مخلوقات اور اکثر کائنات تدریجی سے بنائی گئی۔ اسی لئے فرمایا سنو! اللہ ہی کے لئے خلق اور امر ہے

(۵) بخاری اور مسلم کے اکثر نسخوں میں وما اوتوا ہے اور قرآن مجید میں وما اوتيتم ہے۔ قرأت متواترہ یا مشہورہ میں وما اوتوا نہیں۔ نیز بخاری ہی کتاب التفسیر میں بطریق عمر بن حفص اور کتاب التوحید میں بطریق یحیٰ وما اوتيتم ہے۔ یہ قرأت شاذہ سے ہے جیسا کہ حضرت سلیمان اعمش نے کہا کہ ہماری قرأت وما اوتوا ہے۔ شوافع کے یہاں قرأت شاذہ حجت نہیں۔ مگر احناف کے یہاں ہے۔ کہ کم از کم یہ خبر واحد کے درجے میں ضرور ہے اور خبر واحد کو سب حجت مانتے ہیں۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ سائل اگر معاند ہے تو اسے ایسا جواب دینا چاہئے جو مسکت ہو۔ محقق جواب اگر نہ دیں تو بھی حرج نہیں۔

عه ایضا تفسیر بنی اسرائیل۔ یسئلونک عن الروح۔ الاعتصام۔ ما یکرہ من کثرۃ السوال۔ ما یسئل عما لم ینزل علیہ الوحی التوحید۔ لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ قول اللہ انما امرنا لشئ مسلم منافقین ۲۴ ترمذی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل ۱۱۔۲ نسائی تفسیر مسند امام احمد

(۹۳) حدیث ۔ ولولا قومك حدیث عهد بكفر

عَنِ الْاَسْوَدِ، قَالَ قَالَ لِیْ اِبْنُ الزُّبَیْرِ کَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَیْكَ کَثِیْرًا

اسود نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن زبیر نے پوچھا کہ حضرت عائشہ تم سے بہت راز کی باتیں کہہ دیتی تھیں

فَمَا حَدَّثَتْكَ فِی الْکَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

انھوں نے کعبے کے بارے میں تم سے کیا بیان کیا ہے میں نے کہا انھوں مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِیْثٌ عَهْدُهُمْ ۔ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ، بِکُفْرٍ

فرمایا۔ اے عائشہ اگر تمھاری قوم کا زمانہ نیا نہ ہوتا۔ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر سے بہت قریب نہ ہوتا۔

تشریحات (۹۳)

اسود ابن یزید بن قیس نخعی اجلّہ تابعین میں ہیں۔ یہ ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ زمانہ اقدس پایا مگر زیارت سے مشرف نہ ہوئے۔ اسّی حج اور عمرے کئے۔ مگر کبھی دونوں اکٹھے نہیں کئے ۷۵ھ میں کوفے میں وصال فرمایا۔

تکمیل پوری حدیث یوں ہے۔ ام المومنین نے عرض کیا یارسول اللہ حطیم کعبے میں داخل ہے یا نہیں۔ فرمایا داخل ہے۔ بات یہ ہوئی کہ تمھاری قوم کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ پورا کعبہ بناتے۔ انھوں نے بناء ابراہیمی سے اتنا نکال دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ انھوں نے دروازہ اونچا کیوں رکھا ہے فرمایا یہ اس لئے کیا کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں جسے نہ چاہیں روک دیں۔ ام المومنین نے عرض کیا کہ آپ اسے قواعد ابراہیمی پر کیوں نہیں بنا دیتے۔ تو فرمایا۔ اگر تیری قوم کفر سے قریب تر نہ ہوتی تو ضرور میں ایسا کردیتا۔ اور انھوں نے جو نکال دیا اسے کعبے میں داخل کردیتا۔ اور اسی کے دو دروازے زمین کے برابر بنا دیتا ایک پچھم ایک پورب لیکن اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ناپسند کریں گے۔ اسی حدیث کی بنا پر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پرانی عمارت اٹھا کر پھر سے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی تھی بنوائی۔ یزید بن رومان راوی حدیث کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت عبد اللہ بن زبیر تعمیر کر رہے تھے تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد دیکھی ہے۔ جو اونٹ کی کوہان نما پتھروں کی تھی۔ جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جریر ان کے تلمیذ نے کہا کہ مجھے بتائیے کہاں تک یہ بنیاد ہے۔ یزید بن رومان انھیں حطیم کے اندر لے گئے اور اشارہ کرکے بتایا کہ یہاں تک۔ جریر نے اندازہ کیا تو تقریباً کعبے سے چھ ہاتھ لگ بھگ دور یہ جگہ تھی۔ پھر عبد الملک سفاک نے اپنے تغلب کے بعد ضد و عناد میں اس عمارت کو گرا کر عہد جاہلیت کے مطابق بنوایا۔ مسلم شریف میں ہے کہ یہ درندہ ایک بار طواف کرتے کرتے یہ کہنے لگا اللہ کے دشمن ابن زبیر نے ام المومنین پر جھوٹ باندھا ہے کہ انھوں نے

لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ

تو میں کعبہ کی موجودہ عمارت اٹھا دیتا (اور نئی عمارت بناکر) اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک سے لوگ

مِنْهُ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ عله

اندر جاتے ایک سے باہر نکلتے۔

یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبد اللہ بن ربیعہ موجود تھے۔ انھوں نے کہا اے امیر المومنین ایسا مت کہو میں نے خود ام المومنین سے یہ حدیث سنی ہے اس پر اس غاصب نے کہا اگر ڈھانے سے پہلے میں نے سنا ہوتا تو ابن زبیر کی تعمیر باقی رکھتا۔ عباسی بادشاہ ہارون نے جب یہ حدیث سنی تو امام مالک سے اجازت طلب کی کہ اسے ڈھاکر پھر اسی طرح بنوا دوں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی تھی۔ امام مالک نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھلونا مت بنا جس کا جی چاہے ڈھائے بنائے اس طرح اسکی ہیبت دلوں سے جاتی رہے گی۔

(۱) کعبے کی تعمیر سات مرتبہ ہوئی۔ اول فرشتوں کی۔ پھر حضرت ابراہیم کی پھر عمالقہ کی پھر جُرہُم پھر قریش کی جس میں خود آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی پھر حضرت عبد اللہ بن زبیر کی پھر حجاج بن یوسف مشہور طائی وظالم کی عبد الملک بن مروان کے عہد میں اس کے حکم سے یہی عمارت اب تک باقی ہے۔ (۲) حطیم پورا کا پورا کعبہ میں ہے یا اس کا جزء دونوں اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ پورا حطیم کعبے کا جزء ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا صرف پانچ یا چھ یا سات ہاتھ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی تھی۔ کہ میں پانچ ہاتھ کعبے میں داخل کرتا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے صرف پانچ ہی ہاتھ حطیم میں سے لیا تھا۔ پانچ چھ سات ہاتھ کا اختلاف اپنے اپنے اندازے یا اپنے اپنے ہاتھ کے اعتبار سے ہے۔ (۳) صرف حطیم کی جانب منہ کرکے نماز جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کا کعبے کا جزء ہونا خبر واحد سے ثابت ہے اور استقبال قبلہ فرض ہے فرض کا اثبات خبر واحد سے نہیں ہو سکتا (۴) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو کام فرائض و واجبات میں سے نہ ہو اور اس کے کرنے سے فتنے کا اندیشہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے یوہیں ایسی بات کا اعلان بھی نہ کرے کہ جن پر اعتماد ہو انھیں بتا دے۔ خیر و شر جمع ہوں تو شر سے بچنا ضروری ہے۔ حکام اور علماء کو لازم ہے کہ امور شرعیہ کے علاوہ دیگر معاملات میں اس کا لحاظ رکھیں کہ عوام میں شورش پیدا نہ ہو۔ عوام بھڑک نہ جائے۔

عله ایضا باب فضل مکۃ وبنیانھا۔ تمنی۔ مایجوز من اللو۔ مسلم ج ۱ ص ۴۲۹ تا ۴۳۰ نسائی مناسک ۱۲۸ ترمذی ج ۴، ابن ماجہ ج۔ دارمی مناسک ۴۴ مسند امام احمد۔ ل مسلم ص ۴۳۰ ۲ ایضا

(۹۴) حدیث حدثوا الناس بما یعرفون

وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں سے وہی بات بیان کرو جس کو لوگ سمجھ لیں کیا تم پسند کروگے

اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

تشریحات (۹۴)

(۱) حضرت ابو الطفیل بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ صحابۂ کرام میں سب سے بعد ۱۱۰ھ میں وصال ہوا انھوں نے اپنی اخیر عمر میں ایک بار فرمایا کہ آج روئے زمین پر حدیث بیان کرنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہو ۳ھ میں غزوہ احد کے سال پیدا ہوئے یہ ان چھ صحابہ میں ہیں جن کی زیارت کے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص محبین میں سے تھے۔ ان کے ساتھ تمام معرکوں میں رہے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت کے قائل تھے بہت ذہین فطین بلیغ ثقہ اور شاعر بھی تھے۔ پہلے کوفہ رہتے تھے۔ پھر مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ایک سو سات سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے نو حدیثیں مروی ہیں۔

(۲) یہ بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے جن کے تیسرے راوی صحابی ہیں امام بخاری نے اپنی ہی نہیں عام محدثین کی طرز کے خلاف یہاں پہلے، حدیث کا متن ذکر کیا پھر سند۔ یہ اس لئے کہ اس کے ایک راوی معروف بن خربوز کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے یا بیان جواز کیلئے ہے کہ دونوں جائز ہے۔ اسی لئے بخاری کے بعض نسخوں میں سند مقدم ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا سب سے قریب تر یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے تعلیقاً اسکو لکھ لیا پھر بعد میں سند ملی۔

(۳) اس کے پہلے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی ایسے کام کو فی نفسہ اچھا ہو مگر اس سے عوام کے فتنے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے نہ کرنا چاہئے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسی بات جو مدار کفر و ایمان ہدایت وضلالت نہ ہو اور وہ عوام کی سمجھ سے باہر ہو عوام کے سامنے نہ بیان کی جائے جیسا کہ وارد ہے کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کی جائے اسی لئے فرمایا گیا من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ جو اپنے زمانے والے کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب عوام کے سامنے غیر ضروری ایسی بات بیان کی جائیگی

۹۵ حدیث ـ مامن احد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے معاذ ایک ہی ساتھ

عَلَی الرَّحْلِ قَالَ یَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ

کجاوے میں تھے حضور نے فرمایا اے معاذ بن جبل انھوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ اور سعدیک۔

قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ

فرمایا اے معاذ عرض کیا لبیک یا رسول اللہ اور سعدیک۔ فرمایا اے معاذ عرض کیا

لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ ثَلٰثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْھَدُ اَنْ

لبیک یا رسول اللہ اور سعدیک۔ تین بار ایسا ہوا فرمایا جس کسی نے بھی لا الٰہ الا اللہ اور

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ

محمد رسول اللہ کی گواہی دی اور دل نے تصدیق کی تو اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرما دیا ہے۔

جو ان کی سمجھ سے باہر ہو تو اسے غلط مانیں گے اور جب یہ کہا جائے گا اللہ و رسول نے ایسا فرمایا تو اندیشہ ہے کہ اللہ و رسول کی تکذیب کر بیٹھیں۔ اسی بنا پر علماء قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر و حدیث کا ترجمہ بلا تشریح عوام کے سامنے بیان کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

تشریحات ۹۵

(۱) تین بار پکارنا اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ نیز اس لئے تھا کہ وہ پورے طور سے متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ ارشاد ہو اسکو پوری توجہ سے سنیں۔ (۲) یہاں دو احتمال ہے ایک یہ کہ من قلبہ کا تعلق صدقا سے ہو جس کے مطابق ہم نے ترجمہ کیا دوسرے یہ کہ من قلبہ کا تعلق یشھد سے ہو اب معنی یہ ہوئے کہ دل سے گواہی دے اس حال میں کہ وہ سچا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ دل میں کفر ہے اور زبان پر اقرار شہادت جیسا کہ منافقین گواہی کا اظہار کرتے تھے۔ او[ر] ایک احتمال یہ ہے کہ کبھی صدق کے معنی ہوتے ہیں قول کے مطابق عمل کرنے کے جیسے دیندار مسلمان کو کہتے ہیں کہ بڑا سچا مسلمان ہے اب معنی یہ ہوئے کہ شہادت کے مقتضی کے مطابق عمل بھی کرتا ہو یعنی تمام فرائض و واجبات پر بھی عمل کرتا ہو اور نواہی سے بچتا ہو۔ اس تاویل پر یہ اعتراض نہیں پڑے گا کہ جہنم کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سرے سے جہنم میں جلے ہی نہیں حالانکہ یہ ثابت ہے کہ کچھ گنہگار مسلمان ابتداءً جہنم میں جائیں گے پھر نکالے جائیں گے اس کے دوسرے

عَلَی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِہِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذًا

حضرت معاذ نے دریافت کیا یا رسول اللہ اجازت دیں تو لوگوں کو اس سے خبر کردوں کہ لوگ خوش ہو جائیں فرمایا پھر

یَتَّکِلُوْا وَ اَخْبَرَ بِھَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ تَاَثُّمًا علہ ت ⑲ قَالَ مُجَاھِدٌ لَا

اسی پر بھروسہ کریں گے۔ حضرت معاذ نے اپنی وفات کے وقت کتمان علم کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ حدیث بیان کردی۔ امام مجاہد

یَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْیٍ وَّلَا مُسْتَکْبِرٌ علہ

نے فرمایا۔ شرمیلا اور متکبر علم نہیں حاصل کرسکتا۔

جوابات بھی ہیں کہ مراد خلود فی النار کا حرام ہونا ہے دوسرے یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو ایمان قبول کرکے فوراً مرجائے۔ تیسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ ایمان قبول کرکے اس کے موجبات پر عمل کرے۔ ③ یعنی لوگ لوگ عمل کرنا چھوڑ بیٹھیں گے کیونکہ اس کے ظاہر سے یہی متبادر ہے کہ محض ایمان سے جہنم حرام ہوجاتا ہے تو لوگ غلط فہمی میں پڑجائیں گے کہ پھر عمل کی مشقت کیوں اٹھائیں۔ ④ یعنی چونکہ کتمان علم پر بہت سخت وعید آئی ہے جیسا کہ حدیث ۱۱۸ میں آیت گذری تو آخر وقت میں حدیث بیان فرمادی۔ ⑤ اس حدیث سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ اقدس میں تقرب اور ان کی جلالت ظاہر ہوئی۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع اور صحابہ پر شفقت بھی۔ نیز معلوم ہوا کہ شیخ خاص علوم جو عام اشاعت کے لائق نہ ہوں اپنے خاص تلامذہ کو بتاسکتا ہے۔ اور اشاعت سے روک سکتا ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ جو بات عوام کے سمجھ سے بالاتر ہو اور ناسمجھی سے ان کے فتنے میں پڑجانے کا خطرہ ہو اور اس کا جاننا انھیں ضروری نہ ہو انھیں نہ بتائی جائے۔

تشریحات ⑰

① امام مجاہد خیر امت ائمہ تابعین میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو حجاج ہے۔ یہ عبداللہ بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔ تابعین کے طبقۂ ثانیہ میں ہیں۔ اپنے وقت کے تفسیر و قرأت، حدیث و فقہ میں امام تھے مکہ معظمہ کے فقہا و قراء میں ان کا شمار ہے سنہ میں واصل بحق ہوئے۔ وصال کے وقت عمر مبارک تراسی سال تھی۔ سجدہ کے حالت میں روح پرواز ہوئی۔ حضرت ابن عباس ابن عمر جابر ابوہریرہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں تین بار قرآن مجید ابن عباس کو سنایا۔

علہ مسلم ایمان ۵۳۔ ابن ماجہ اقامت ۸۴ علہ ابونعیم، حلیہ۔

ت ۳۰ قَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا انصار کی عورتیں اچھی عورتیں ہیں جنھیں دینی باتیں

يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ ؏۱

جاننے میں شرم نہیں روکتی۔

۹۶ حدیث ۔ اذا احتلمت المرأۃ

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا۔ کہ ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ

میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ عزوجل حق بیان کرنے سے حیا ۲ نہیں فرماتا۔

۱ کتاب الایمان میں حیا کے معنی کی تحقیق گذرچکی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی سے پڑھنے میں کچھ پوچھنے میں شرم کرے گا وہ علم کیسے حاصل کرے گا۔ یوں ہی جو متکبر ہوگا اور اپنے آپ کو سب سے بڑا جانے گا اور کسی سے سوال کرنے میں کسی کے شاگرد بننے میں جب ذلت محسوس کرے گا تو وہ علم سے محروم ہی رہے گا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا آپ اتنے زبردست عالم کیسے ہوگئے؟ فرمایا جو مجھے معلوم تھا اس کے بتانے میں کبھی میں نے بخل نہیں کیا۔ اور جو معلوم نہ تھا اس کے حاصل کرنے میں جھجک نہیں کی۔

تشریح ، ت ۳۰

مطلب یہ ہے کہ وہ بلا جھجک ہر قسم کی دینی باتیں دریافت کرتیں۔ یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ شرم بیجا کی وجہ سے اگر احکام شرع نہ معلوم کیا جائے تو عمل کیسے ہوسکے گا۔

تشریحات ۹۶

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲ یہ مشہور صحابیہ حضرت انس بن مالک کی والدہ ہیں۔ انکا نکاح زمانہ جاہلیت میں مالک بن نضر سے ہوا تھا یہ انصار کرام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے شوہر حضرت انس کے باپ کو بھی مسلمان ہونے کی تلقین کی۔ اس بدنصیب نے انکار کیا اور ان پر خفا ہوا اور خفا ہو کر شام گیا اور وہیں مارڈالا

؏۱ مسلم حیض ۱۶ ابوداؤد طہارت ۱۲ ابن ماجہ طہارت ۴۸ ۱۲ مسند امام احمد

فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

عورت کو جب احتلام ہو تو کیا اس پر غسل ہے ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں)

وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ

جب وہ منی کو دیکھے یہ سن کر حضرت ام سلمہ نے اپنا منھ ڈھانپ لیا اور پوچھا یا رسول اللہ!

أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِينُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا ؏

کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے تیرا ہاتھ گرد آلود ہو پھر کیوں بچہ اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے ۔

گیا ۔ اس کی موت کے بعد ۔ حضرت ابو طلحہ نے انھیں پیغام دیا اس وقت تک حضرت ابو طلحہ مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت ام سلیم نے یہ شرط رکھی کہ تم اسلام قبول کرلو حضرت ابو طلحہ نے اسلام قبول کرلیا ۔ اور دونوں کا نکاح ہوگیا ان کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لیجایا کرتے وہ طرح طرح خدمت کرتی تھیں ۔ جو اپنے مواقع پر مذکور ہوں گی ان کے نام میں اختلاف ہے ۔ کسی نے کہا سہلہ ہے کسی نے رملہ کسی نے رمیثہ کسی نے رمیصا کسی نے غمیصا کہا ہے ۔ ان سے چودہ حدیثیں مروی ہیں ۔ ایک متفق علیہ ہے تین تنہا بخاری نے اور دو صرف مسلم نے لی ہے ۔

(۲) یہاں حیا سے مراد ، اس کا لازمی معنی بطور استعارہ تبعیہ تمثیلیہ عدم ذکر مراد ہے یعنی اللہ عزوجل حق بات بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا ہے ۔ بیان فرمادیتا ہے اسی طرح میں بھی ضرور اس مسئلہ کو پوچھوں گی ۔ اگرچہ عورتیں اس سے شرم کرتی ہیں (۳) احتلام کا مادہ حُلُمْ ہے جس کے معنی خواب کے ہیں ۔ یہاں اِحْتَلَمَ کے معنی مباشرت کا خواب دیکھنا مراد ہے احتلم کے معنی بالغ ہونے کے بھی ہیں ۔ حِلم کے معنی بجزکون بردباری عقل کے ہیں ۔ (۴) اس سے ثابت ہوا کہ عورت کو بھی منی ہوتی ہے احتلام کے بعد اگر عورت اپنے جسم یا کپڑے پر منی پائے تو اس پر بھی غسل فرض ہے جیسے مرد پر فرض ہے ۔

(۵) حضرت ام المومنین کو تعجب اس لئے ہوا کہ ازواج مطہرات احتلام سے محفوظ ہیں ۔ جبالہ عقد نبوی میں آنے کے بعد بھی اور پہلے بھی ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس وقت حاضر تھیں ۔ اس میں اتنا زائد ہے کہ ام سلیم کے اس سوال پر عورتیں ہنس پڑیں اور حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا ۔ تیرے لئے خرابی ہو کیا عورت بھی ایسا دیکھتی ہے ۔

؏ ایضاً غسل اذا احتلمت المرأۃ ۔ الانبیاء ، خلق آدم ، ادب مالا یستحیٰ من الحق ۔ مسلم حیض ۳۲ ۔ ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ ۱۰۷ ، نسائی طہارت ۱۳ ۔ دکتاب العلم ۔ دارمی وضوء ۷۶ مسند امام احمد ۔

کتاب الوضوء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۶) یہ جملہ بد دعا اور زجر کے لئے ہے۔ اس کا اصل مدلول یہ ہے کہ تو محتاج ہو جائے۔ لیکن عام طور پر یہ اور اس قسم کے جملے مثلاً لا امّ لک۔ قاتلہ اللہ وغیرہ اظہار تعجب اور پیار کے لئے بھی بولا جاتا ہے خصوصاً جب شفقت کیساتھ عتاب مقصود ہو۔

(۷) کتاب الانبیاء باب خلق آدم میں، حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اگر مرد کی منی سبقت کرتی ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی سبقت کرتی ہے تو عورت کے۔ مسلم شریف باب الحیض میں حضرت انس کی حدیث میں یوں ہے مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی پیلی پتلی۔ ان دونوں میں سے جو غالب آجائے یا سبقت کر جائے اسی کے مشابہ بچہ ہوتا ہے۔ اور ام المومنین کی حدیث میں وہیں یہ ہے کہ جب مرد کی منی غالب ہوتی ہے تو بچہ اپنے چچا کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی غالب آتی ہے تو بچہ ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ مرد و عورت میں جس کی منی قوی ہوگی یا جس کی منی پہلے رحم میں پہونچے گی۔ بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سبق سے مراد غلبہ ہو تو ان سب احادیث کا حاصل ایک ہوا کہ جس کی منی کو غلبہ ہوگا بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ (۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی باتیں معلوم نہ ہوں تو انھیں بلا جھجک دریافت کرنا چاہئے اسی کو بتانے کیلئے امام بخاری نے یہ حدیث کتاب العلم میں ذکر کی ہے۔ عورتیں اپنے مخصوص مسائل براہ راست عالم سے دریافت کر سکتی ہیں جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے شوہروں کی وساطت سے معلوم کرائیں۔ بعض اطباء نے کہا ہے کہ عورت کو منی نہیں ہوتی ان کا اس حدیث میں رد ہے اور طبی تحقیقات سے بھی ثابت کہ عورت کو بھی منی ہوتی ہے۔ علاوہ ام سُلیم کے یہ سوال مندرجہ ذیل صحابیات نے بھی کیا تھا۔ خولہ بنت حکیم بسرہ اور سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

تشریحات

(۱) ایمان کے بعد بندہ جن امور کا مکلف ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔ صرف عبادت جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج صرف معاملات جیسے خرید و فروخت وغیرہ۔ من وجہ عبادت من وجہ معاملہ جیسے نکاح ان میں عبادت کی اہمیت ظاہر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے ایمان و علم کے بعد عبادات کو ذکر کیا۔ عبادات میں نماز کئی حیثیت سے حق تقدم رکھتی ہے۔ نماز تمام عبادتوں سے عام اور موکد ہے۔ اس کے مکلف امیر، غریب، تندرست بیمار آزاد غلام مقیم مسافر بھی ہیں۔ اس کی ادائیگی سب سے

زیادہ ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے قرآن واحادیث میں ایمان کے متصلاً اس کا حکم مذکور ہے۔ اس لئے تمام عبادات پر نماز کو مقدم کیا۔ نماز کے کچھ شرائط ہیں۔ شرائط مشروط پر مقدم ہوتے ہیں شرائط میں طہارت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے طہارت کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ طہارت کے انواع میں وضو بھی ہے۔ امام بخاری نے سب سے پہلے اسی کو ذکر فرمایا۔

(۲) بعض نسخوں میں کتاب الوضو کے بجائے کتاب الطہارات ہے یہی زیادہ مناسب ہے۔ اسلئے امام بخاری نے اسکے تحت طہارت کے جملہ انواع کو ذکر فرمایا۔

(۳) وضو کب مشروع ہوا علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہ مدینہ طیبہ میں سورہ انعام کی آیت کریمہ إذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا کے نزول سے مشروع ہوا اور محققین فرماتے ہیں کہ قبل ہجرت ہی مشروع تھا بلکہ غار حرا میں پہلی بار نزول وحی کے بعد ہی جبرئیل امین نے وضو کی تعلیم دی۔ جیساکہ ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل اور معجم اوسط للطبرانی میں حدیث مذکور ہے نیز حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ روتی ہوئیں خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ عرض کیا۔ قریش آپ کے مار ڈالنے کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ فرمایا وضو کیلئے پانی لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ وضو قبل ہجرت مشروع تھا۔

(۴) صحیح یہ ہے کہ ابتداءً ہر نماز کے لئے وضو فرض تھا خواہ وہ محدث ہو خواہ نہ ہو۔ بعد میں یہ عموم منسوخ ہو گیا۔ نماز کے لئے صرف محدث پر فرض رہا۔ جیساکہ امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیا تھا خواہ کوئی محدث ہو خواہ نہ ہو۔ جب یہ لوگوں پر شاق ہوا تو صرف حدث سے وضو کرنا رکھا۔ نیز مسلم شریف میں بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے (بغیر حدث کے بھی جیساکہ بخاری میں حضرت انس کی حدیث آتی ہے) مگر فتح مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ حضور نے ایسا کام کیا ہے جو اس کے پہلے نہیں کرتے تھے۔ فرمایا میں نے ایسا قصداً کیا ہے۔ یعنی بیان جواز کیلئے

(۵) صحیح یہ ہے وضو اور طہارت کے وجوب کا سبب صرف حدث اور ناپاکی نہیں بلکہ سبب وجوب دو ہے۔ نماز کا واجب ہونا یا ایسے کام کا ارادہ کرنا جو بغیر طہارت جائز نہ ہو جیسے قرآن مجید چھونا۔ جیساکہ اصحاب سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وضو کا حکم اس وقت دیا گیا ہے۔ جبکہ نماز کے لئے اٹھوں۔

(۹۷) حدیث. لایقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضأ

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ

فرمایا۔ جس کو حدث ہو اسکی نماز قبول نہ ہوگی جب تک کہ وضو نہ کرلے۔ حضر موت کے ایک

حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ عله

صاحب نے پوچھا اے ابوہریرہ حدث کیا ہے فرمایا ہوا خارج ہونا خواہ بے آواز کے یا آواز کیساتھ

(۶) مشہور یہ ہے کہ وُضو واؤ کے ضمے کے ساتھ اس فعل کو کہتے ہیں اور وَضو واہ کے فتحے کے ساتھ اس پانی کو جس سے وضو کیا جائے یہی اکثر علماء لغت کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وَضو واؤ کے فتحے کے ساتھ دونوں کے معنی میں ہے اور وُضو کوئی لغت نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وُضو اور وَضو ہر ایک کے دونو معنی ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ قول ضعیف ہے یہی تفصیل طہور میں بھی ہے۔ ہدایہ کے حاشیہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی قدس سرہ کے حوالے سے ہے۔ کہ الطُّہارت طاء کے ضمے کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جس سے طہارت کی جائے اور طِہارت طاء کے کسرہ کے ساتھ وہ آلہ جس سے طہارت حاصل کیجائے۔ طَہارت طاء کے فتحے کے ساتھ پاکی کے معنی میں ہے۔ شرعاً حدث او خبث سے پاکی حاصل کرنے کے ہیں۔ وضو وضارت سے بنا ہے وضارت کے معنی صاف ستھرے حسین ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے وَضُؤَ الرجل ای صار وضیئا۔ شریعت میں منھ دونوں ہاتھ اور پاؤں دھونے اور سر کے مسح کو کہتے ہیں۔

تشریحات (۹۷)

(۱) قبول نہ ہونے سے مراد صحیح نہ ہونا ہے (۲) خواہ پانی سے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کے قائم مقام پاک مٹی سے۔ نسائی میں حضرت ابوذر کی حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ اِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔

(۳) حدث کے شرعی معنی ناقض وضو کے ہیں جو فساء اور ضراط کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مثلاً پیشاب، پائخانہ وغیرہ پھر حضرت ابوہریرہ نے حدث کو فساء اور ضراط کے ساتھ خاص کیوں کیا۔ اس کا جواب یہ کہ سائل کو دیگر نواقض کا علم رہا

عله ایضاً ترک الحیل۔ مسلم طہارت، ا۔ ترمذی طہارت، ا۔ دارمی وضوء، ۲۱۔ مسند امام احمد

ہو گا اس لئے صرف انھیں دونوں کو ذکر کیا جنھیں وہ جانتا نہ تھا۔ یا یہ کہ حضرت ابوہریرہ کا مقصود حصر نہیں تمثیل ہے۔ یا یہ اضعف نواقض کا ذکر صراحۃً کیا اور ان سے قوی کو اقتضاءً کہ جب یہ ناقض وضو ہیں تو مخاطب خود فیصلہ کرلے کہ جو ان سے زیادہ قوی ہے مثلاً پیشاب، پاخانہ بدرجہ اولیٰ ناقض ہوں گے۔

صلوۃ من احدث، سے متبادر ہے کہ سائل نے اس حدث کو پوچھا تھا جو نماز کے اندر ہوا اور نماز میں پیشاب پاخانہ کا ہونا نادر اور ریاح کا خارج ہونا اغلب۔ اغلب کا لحاظ کرکے حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا۔

حدث کی دو قسمیں ہیں۔ حدث اکبر جن سے غسل بھی واجب ہوتا ہے۔ جیسے جنابت، حیض، نفاس۔ حدث اصغر نواقض وضو جن سے صرف وضو ٹوٹتا ہے۔

(۴) فساء کے معنی پاخانہ کے مقام سے بغیر آواز کے ہوا خارج ہونے کے ہیں اور ضراط آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونے کے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر آواز ہوا کا خارج ہونا بھی ناقض وضو ہے۔ خواہ اس میں بدبو ہو خواہ نہ ہو۔

( ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو ہر نماز کے لئے شرط ہے خواہ فرائض خمسہ ہوں یا عیدین اور جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت امام شعبی اور ابن جریر طبری سے جو منقول ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے بھی درست ہے، باطل ہے۔ علامہ کرمانی نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ طواف کو حدیث میں صلوۃ کہا گیا اور کوئی نماز بغیر وضو درست نہیں تو طواف بھی بغیر وضو درست نہیں۔ احناف کے نزدیک طواف بغیر وضو ممنوع ہے لیکن اگر کسی نے بغیر وضو طواف کرلیا تو اس معنی کر صحیح ہوگیا کہ برأت ذمہ ہوگئی احناف کا جواب مشہور رہے کہ یہ خبر واحد ہے خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی البتہ وجوب ثابت ہوتا ہے اور وجوب کے ہم بھی قائل ہیں۔ قرآن مجید میں مطلقاً فرمایا گیا وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ اور کتاب اللہ پر زیادتی خبر واحد سے جائز نہیں۔ احناف اور شوافع کے مابین ایک اہم اختلاف ہے کہ نماز ختم کرنے کے لئے السّلام علیکم کہنا فرض ہے یا نہیں۔ شوافع فرض مانتے ہیں۔ اور احناف صرف واجب، فرض نہیں مانتے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے نماز کے سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ اگر کوئی بغیر السلام علیکم کہے تشہد کے بعد نماز ختم کردے تو نماز ہوئی یا نہیں۔ شوافع کے یہاں فرض کے ترک کی وجہ سے نہ ہوئی اور ہمارے یہاں اس معنی کر ہوگئی کہ فرض ادا ہوگیا البتہ واجب کے ترک کے واجب الاعادہ ہوئی۔ شوافع کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم نماز کی تحریم تکبیر ہے اور سلام کے بعد نماز سے فراغت ہے۔

یہ ترکیب مفید حصر ہے تو ثابت کہ تحلیل صلوۃ تسلیم کے ساتھ خاص اور جزء اول بالاجماع فرض تو اسکے مثل جزء ثانی بھی۔ احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ تحریمہ کے لئے تکبیر کی فرضیت اس حدیث سے نہیں قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے

(۹۸) حدیث، غر محجلین

عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّاَ فَقَالَ اِنِّيْ

نعیم مجمر نے کہا: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا انھوں نے وضو کیا اور

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. اپنے رب کی تکبیر کہو۔ اور فرمایا۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى. اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

اس حدیث کے معارض اعرابی والی مشہور حدیث ہے جس میں صاف صراحۃً ارشاد ہے۔

اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوتك۔ جب تشہد پڑھ چکو یا اتنا کر چکو تو تمھاری نماز پوری ہوگئی اس میں تشہد پڑھنے یا بقدر تشہد بیٹھنے پر نماز کو تام بتایا تو ثابت کہ بغیر سلام نماز تام ہے۔ احناف کے اس مسئلے پر تعریض کرتے ہوئے امام بخاری نے باب ترک الحیل میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور جواب وہی ہے کہ یہ حیلہ نہیں بلکہ اعرابی والی حدیث مشہور کی بنا پر ہے اور احناف اسے مطلقاً ترک نہیں کرتے سلام کو واجب کہتے ہیں مگر چونکہ ثبوت فرضیت کے لئے نص قطعی ضروری ہے اور یہ خبر واحد ہے جو مفید قطع نہیں اس لئے فرض نہیں کہتے ہیں۔ اسی طرح احناف کہتے ہیں کہ حالت نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کر کے باقیماندہ سابقہ پر بنا کر کے پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ مفسد نماز کوئی عمل نہ پایا گیا ہو۔ مخالفین اس کو اس حدیث کے خلاف بتاتے ہیں۔ مگر منصف غور کرے۔ احناف نے یہ کب فرمایا کہ نماز میں حدث ہو جائے تو یوں ہی بلا وضو نماز پوری کر لو۔ احناف نے وضو کرنے کا حکم دیا تو بقیہ نماز با وضو ہوئی۔ اور حدیث میں یہی ہے کہ جب تک وضو نہ کرلے۔ اور اس نے وضو کر کے نماز پڑھی لہذا اس حدیث کے خلاف عمل نہ ہوا۔

تشریحات (۹۸)

(۱) نعیم ابن عبد اللہ مدنی تابعی ہیں۔ یہ اور ان کے والد دونوں مسجد نبوی میں خوشبو سلگاتے تھے اس لئے ان کو اور ان کے والد کو بھی مجمِر یا مجمّر کہا جاتا ہے یعنی خوشبو سلگانے والے۔ یہ حضرت ابوہریرہ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت جابر وغیرہ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں (۲) یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے اس حدیث پر دو اشکال ہیں ایک یہ کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا منع ہے اور ضرورت سے مراد شرعی ضرورت ہے مثلاً نیچے جگہ نہ ہو یا مرمت کی ضرورت ہو۔ نیز مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے اور مسجد میں اس طرح وضو کرنا کہ پانی مسجد میں گرے جائز نہیں۔ اس لئے کہ متعدد احادیث میں مسجد کو پاک وصاف رکھنے کا حکم ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہ مسجد پر کیوں چڑھے اور وہاں وضو کیوں کیا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے نیچے بھیڑ کی وجہ سے وضو کی گنجائش نہ رہی ہو۔ یا نیچے وضو کی کوئی جگہ نہ ہو۔ اس لئے چھت پر چڑھے اور وضو

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ

فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ میری امت [۳] قیامت کے دن بلائی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ

جائے گی۔ ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے سفید ہوں گے تم میں سے جو اپنی سفیدی زیادہ

يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ عله

کرنا چاہے کرے

اس طرح کیا کہ پانی مسجد کے باہر گرایا۔ مثلاً دیوار کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا اور پانی نیچے گرایا۔ یا کوئی برتن رہا ہو جس میں غسالہ گرتا ہو۔

(۳) اُمت کے لغت میں کئی معانی آتے ہیں۔ طریقہ۔ دین۔ زمانہ دراز۔ بادشاہ۔ وہ مرد جو جامع خیر ہو۔ وہ شخص جو سب سے الگ تنہا کوئی دین رکھتا ہو۔ امام۔ شرعی معنی انبیاء کے متبعین کے ہے۔ اُمّت کے شرع میں دو اطلاق ہیں۔ اُمّت دعوت، نبی جن لوگوں کی جانب مبعوث ہو۔ اُمّت اجابت، جو لوگ نبی پر ایمان لائے۔ یہاں امت سے مراد اُمّتِ اجابت یعنی مسلمان ہیں۔

(۴) غُرًّا۔ اَغَرّ کی جمع ہے اَغَرّ کے اصل معنی سفید پیشانی والے گھوڑے کے ہیں اور عرف میں شریف کے بھی معنی میں آتا ہے۔ مُحَجَّل۔ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جن کے قدم سفید ہوں۔ یہاں دونوں کے معنی کنایۃً سفید چمکنے والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ میری امت کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کی برکت سے سفید منور ہوں گے وضو اس امت کی خصوصیت نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے۔ اس لئے کہ خود بخاری میں حضرت سارہ کا اور جریج راہب کے بارے میں مذکور ہے۔ کہ انھوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ قیامت کے دن وضو کا یہ مخصوص اثر اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اس برکت سے اگلی امتیں محروم ہونگی۔

(۵) یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کے علاوہ مزید دس صحابہ سے مروی ہے سوائے حضرت ابوہریرہ کے اور کسی کی روایت میں۔ فمن استطاع الی آخرہ تک نہیں۔ خود حضرت ابوہریرہ سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے مگر سوائے نعیم کے کسی اور روایت میں نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ کا اپنا قول ہے اور یہ حصہ مُدرَج ہے۔ لیکن جبکہ اصول حدیث کا

عله ایضاً مسلم طہارت ۱۲۶۔

⑨⑧ حدیث: لا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ

سعید بن مسیب اور عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے رسول اللہ

یہ قاعدہ مسلم ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے تو اسے بلا دلیل اِدراج ٹھہرانا صحیح نہیں۔ علامہ عینی نے اِدراج پر یہ دلیل دی کہ مسند امام احمد میں خود نعیم مجمر کا قول مذکور ہے کہ میں نہیں جانتا کہ من استطاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہے یا حضرت ابوہریرہ کا۔ لیکن یہ محض احتمال ہے اور احتمال مثبت نہیں ہوتا علاوہ ازیں یہ کہ مالایدرک إلّا بالسماع کے قبیل سے ہے اور صحابی کا ایسا قول مرفوع کے حکم میں ہے۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کا ہی کا قول ہے جب بھی حکم میں مرفوع کے ہوا۔ ⑥ ان یطیل غُرّتہٗ سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک اعضاء کے دھونے کا حکم ہے اس سے زیادہ دھوئے۔ مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا حکم ہے تو کندھوں تک دھوئے۔ ٹخنوں تک پاؤں دھونے کا حکم ہے تو پنڈلی بھی دھوئے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن اسکی نورانیت کی شعائیں دور تک پہنچے۔ ⑦ ابن بطال امام قاضی عیاض اور ابن تین، اعضاء وضو کی مقررہ حدود سے زیادہ دھونے کو مستحب نہیں جانتے ابن بطال نے اس پر ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ فرمایا۔

من زاد علی ھٰذا او نقص فقد اساء وظلم۔ جسنے اس پر زیادہ کیا یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا

لیکن ابن بطال کا یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں ھٰذا کا مشار الیہ تین کا عدد ہے مراد یہ ہے کہ جس نے تین بار سے کم یا زیادہ دھویا اس نے برا کیا اور ظلم کیا اس لئے مقررہ حدوں سے زیادہ دھونا سوائے حضرت ابوہریرہ کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے خاص علوم غیبیہ عطا فرمائے جو سوائے حضور کے کسی نبی کو بھی نہیں عطا فرمائے۔

تشریحات (۹۹)

① سعید بن مسیّب مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں۔ حدیث فقہ میں امام وقت، زہد وورع وعبادت میں یکتا تھے۔ چالیس حج کئے تھے۔ احادیث ابوہریرہ اور قضایا عمر فاروق کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ کثیر صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ خلافت فاروق کے تیسرے سال پیدا ہوئے اور ۹۳ سنہ وصال فرمایا۔

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِیْ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّہٗ یَجِدُ الشَّیْئَ فِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی یہ الجھن بیان کی کہ انھیں نماز میں ریح نکلنے کا شبہہ ہو جاتا ہے۔

الصَّلٰوۃِ فَقَالَ لَا یَنْفَتِلُ اَوْ لَا یَنْصَرِفُ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا ؏

فرمایا جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔ نماز نہ توڑے۔

(٢) عباد بن تمیم کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ تابعی ہیں مگر کثیر محدثین حتی کہ امام ذہبی تک نے صحابہ سے شمار کیا۔ اصابہ میں امام واقدی کے حوالے سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ مجھے غزوۂ خندق اچھی طرح یاد ہے اس وقت میں پانچ سال کا تھا ان کے چچا سے، عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب انصاری مازنی مراد ہیں۔ مسلم میں اس کی تشریح ہے انکی بھی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے والدین بھی صحابی ہیں۔ اور ان کے بھائی حبیب بن زید بھی۔ حبیب بن زید وہ بزرگ ہیں جن کا مسیلمہ کذاب نے عضو عضو کاٹ ڈالا تھا راوی حدیث عبداللہ بن زید وہ مجاہد ہیں جنھوں نے وحشی کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ یہ ذوالحجہ ٦٣؁ کے خونی معرکے میں ستر سال عمر پاکر شہید ہوئے۔ یہ غزوۂ اُحد کے شرکا میں سے ہیں۔ بعض حضرات نے ان کو بدری بھی کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ مگر مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ انھوں نے غزوۂ اُحد میں مجاہدین کی طرح شرکت کی ہو اسلئے کہ اس وقت انکی عمر دس سال تھی۔ ہو سکتا ہے کہ جیسے حضرتِ انس بطور خدمت گار موقع پر حاضر تھے۔ یہ بھی حاضر رہے ہوں ان سے اڑتالیس احادیث مروی ہیں آٹھ متفق علیہ ہیں۔

(٣) امام نووی نے فرمایا۔ باجماع مسلمین اس سے مراد، خروج حدث کا یقین ہے۔ اگرچہ نہ بو کا پتہ چلے نہ آواز نکلے۔ اس پر دلیل ترمذی کی یہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا فسا احدکم فلیتوضأ (باب الوضوء) اگر تم میں سے کسی کے بلا آواز ریح نکلے تو وضو کرو۔

علاوہ ازیں جب معنی لفظ سے وسیع تر ہوتا ہے تو حکم معنی پر ہوتا ہے۔ اور بعض جاہلان زمانہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہوا نکلے مگر اس میں آواز نہ ہو اور نہ بدبو ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل یہ ہے کہ کسی چیز کی جو حالت ہے اسی پر باقی رہتا ہے جب تک کہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو یعنی شک یقین کو زائل نہیں کرتا۔

؏ ایضا من لم یر الوضوء الا۔ بیوع۔ من لم یر الوسادس۔ مسلم، حیض ٩٨، ٩٩، ابوداؤد صلوٰۃ ١٩٢ طہارت ٦٨ ترمذی، طہارت، ٥٦ نسائی طہارت ١١٤، ابن ماجہ طہارت، ٧٤، مسند امام احمد۔

حدیث، فتوضأ وضوءً خفیفًا (۱۰۰)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے یہاں سویا

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں اٹھے۔ جب کچھ رات گذری تو اٹھے اور ایک پرانی مشک سے

قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءً

جو لٹکی ہوئی تھی۔ ہلکا وضو فرمایا۔

تشریحات (۱۰۰)

(۱) ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ کی بہن تھیں۔ جاہلیت میں یہ مسعود بن عمرو ثقفی کی زوجیت میں تھیں۔ اس نے انکو چھوڑ دیا۔ تو انکا نکاح ابورہم سے ہوا۔ ان کا بھی جب انتقال ہوگیا تو عمرۃ القضاء کے موقع پر ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے مکہ معظمہ سے دس میل پہلے مقام سرف پر نکاح فرمایا۔ اور یہیں انکا وصال بھی ہوا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور کوئی نکاح نہیں فرمایا۔ یہ آخری ازواج میں سے ہیں ان کا وصال ۶۱ھ یا ۵۱ھ میں ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی ان سے ایک جماعت نے روایت کیا انھیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

(۲) علامہ عینی نے فرمایا ابن سکن کی روایت یہ ہے فقام النبی کی جگہ فنام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اللیل۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا یہی روایت صواب ہے۔ ورنہ کلام میں بے فائدہ تکرار لازم آئے گی اس لئے کہ اس کے بعد ہے۔ فلما کان فی بعض اللیل قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ غالباً یہی افادہ کرنے کے لئے امام بخاری نے اس سے پہلے یہ ٹکڑا نقل فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نام حتی نفخ ثم صلی وربما قال اضطجع حتی نفخ ثم صلی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوئے یہاں کہ ناک سے آواز آنے لگی پھر نماز پڑھی۔ سفیان کبھی کہتے کہ کروٹ کے بل لیٹے یہاں تک کہ خراٹے کی آواز آنے لگی پھر نماز پڑھی۔

نوم عام ہے خواہ چت ہو خواہ کروٹ کے بل۔ اضطجاع کروٹ پر لیٹنے کو کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کروٹ کے بل

خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ

عمرو بن دینار اس کے ہلکے اور تھوڑے ہونے کو بیان کرتے تھے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں نے بھی حضور

فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ

کی طرح وضو کیا اور آکر بائیں طرف کھڑا ہو گیا سفیان کبھی لفظ یسار کے بجائے شمال کہتے۔ حضور نے مجھے پھیر کر اپنی

ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ

دائیں طرف کھڑا کیا پھر اللہ نے جتنا چاہا حضور نے نفل پڑھی پھر کروٹ کے بل لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز

بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا

نکلنے لگی پھر موذن آیا نماز کی اطلاع دی تو حضور اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا ہم نے عمرو

يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ

بن دینار سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے قلبہ

لیٹے ہوں گے اس کو کبھی نام سے بیان کیا کبھی اضطجع سے یہاں فیض الباری میں ہے کہ یہ سونا اور خراٹے لینا نماز نفل کے اندر بھی ہو سکتا ہے مجھے سخت تعجب ہے کہ اس احتمال کی گنجائش کہاں سے نکلی حدیث کا سیاق و سباق اس احتمال کی ذرہ برابر نشاندہی نہیں کرتا۔

(۳) کتنی گذری تھی۔ عینی میں ہے کہ رات آدھی ہو چکی تھی یا آدھی کے قریب تھی اسی سے انوار الباری کے اس ترجمے کی غلطی ظاہر ہو گئی جو انھوں نے کیا ہے جب تھوڑی رات رہ گئی۔

(۴) تخفیف سے مراد یہ ہے کہ اعضاء وضو کو خوب مل کر نہیں دھویا معمولی طور پر پانی بہانا اور تقلیل سے مراد یہ ہے کہ اعضاء وضو تین تین بار نہیں دھوئے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ صرف فرائض پر اکتفا فرمایا۔

(۵) آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح پھیرا۔ اس سلسلے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ بعض میں ہے ان کا سر پکڑ کر داہنی طرف کیا۔ بعض میں ہے کہ اپنا داہنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ کر داہنا کان پکڑ کر داہنی طرف کیا۔ اور ایک میں ہے کہ سر کا پچھلا حصہ پکڑ کر داہنی طرف لائے۔ یہ اس پر نص ہے کہ نفل کی جماعت جائز ہے۔ جب کہ تداعی نہ ہو اور اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے داہنے طرف کھڑا ہو۔

(۶) اسی لئے انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں اور جو بعض روایتوں میں ہے کہ بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا یہ بر سبیل استحباب ہے۔ یا ہو سکتا ہے سونے سے پہلے کوئی ناقض وضو پایا گیا ہو خلافا لما فی فیض الباری کہ کبھی کبھی

قلبُهٗ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ

عمرو بن دینار نے کہا میں نے عبید بن عمیر سے سنا کہتے تھے انبیاء کا خواب وحی ہے پھر انھوں نے تلاوت کی

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ علہ

(حضرت ابراہیم نے کہا) اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں

ت ⑵ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْاِنْقَاءُ علہ ۲

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اسباغ وضو یہ ہے کہ اعضاء وضو کو خوب صاف کر لیا جائے

انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو ہوتی ہے۔ اور دلیل میں یہی پیش کیا کہ بعض دفعہ بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا۔ ہر عاقل پر ظاہر کہ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا کسی بھی منطق سے اس بات کی دلیل نہیں کہ آنحضور کی نیند ناقض وضو ہے۔ یہ خود حدیث مرفوع سے ثابت ہے اور یہی مدار ہے اس بات کا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت عبید بن عمیر نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب سے استدلال کیا قتل اولاد حرام ہے مگر خواب دیکھکر تعمیل حکم فرمانے لگے اگر خواب وحی نہ ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔

⑦ اس حدیث سے یہ احکام ثابت ہوئے۔ علماء صلحاء کے ساتھ دن کے علاوہ رات میں رہنا کہ ان کے حالات معلوم کئے جائیں مستحسن ہے۔ سند عالی کی تلاش مستحسن ہے حضرت ابن عباس اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ سے پوچھ کر حالات معلوم کر سکتے تھے۔ مگر خود وہاں قیام پذیر ہو کر دیکھا تاکہ بیچ کا واسطہ نہ رہے۔ اگر دو آدمی ہوں ایک امام بن جائے دوسرا مقتدی، جماعت کا ثواب ملے گا۔ ایک ہی وضو سے نفل و فرائض پڑھنا درست ہے نماز میں بات کرنی نماز کو فاسد کر دیتی ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل۔ اگر نفل کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تو حضور ابن عباس کا کان پکڑ کر داہنی طرف نہ کرتے زبانی فرما دیتے۔ یہ جائز ہے کہ موذن جماعت کے لئے امام کو جگائے۔ نماز تہجد ابتداءً واجب تھی اب وجوب منسوخ ہو گیا مسنون ہونا باقی۔ بہت بابرکت نماز ہے۔ تہجد پڑھنے والے کو حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

علہ ایضا العلم والعظۃ بالليل - اذان - اذا قام الرجل عن يسار الامام واذا لم يتوضأ الامام - وضوء الصبيان و تفسیر نساء - ان فی خلق السمٰوٰت والذين يذكرون الله قياما وقعودا - ودبنا من تدخل النار وربنا اننا سمعنا مناديا لباس، ذوائب، ادب، رفع البصر الی السماء، توحيد ماجاء فی تخليق السمٰوٰت والارض ـ مسافرین ۱۸۱ وغیرہ نسائی امامت ۶۲ تعلیق ۶۳ ابن ماجہ طہارت ۸ ۴ علہ امام عبد الرزاق نے موصولاً بسند صحیح ذکر کیا۔

۱۰۱ حدیث اسباغ الوضوء

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ

ابن عباس کے غلام کریب سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسامہ بن زید سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ

تشریح ۲۱

(۱) اسباغ کے معنی لغت میں اتمام کے ہیں اور اتمام غسل کو انقا یعنی بدن کا اچھی طرح صاف ہوجانا لازم ہے۔ یہ تفسیر باللازم ہے۔ ابن منذر نے بسند صحیح نقل کیا کہ حضرت ابن عمر اپنے پاؤں کو سات مرتبہ دھوتے تھے۔ اور یہ اسلئے تھا کہ وہ لوگ زیادہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے یا بہت ہوا تو نعل جو چپل کی قسم سے ہوتا پہنتے تھے۔ اس سے پاؤں پر میل کچیل زیادہ جمع ہوجاتا تھا اسے صاف کرنے کے لئے سات بار دھوتے۔

تشریحات ۱۰۱

(۱) اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ حضرت زید کے صاحبزادے ہیں انکی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ اور آزاد کردہ باندی تھی۔ ان کے باپ حضرت زید بھی آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے اور یہ بھی اسی واسطے انکو الحبّ بن حِبّ کہا جاتا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا حِبُّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو عامل بنایا جبکہ انکی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ وصال سے کچھ دن پہلے قیصر کے مقابلے کیلئے جو لشکر ترتیب دیا تھا جن میں تمام عمائد صحابہ کو شرکت کا حکم تھا اس کا امیر انھیں کو بنایا۔ وصال اقدس کے وقت انکی عمر بیس سال تھی اخیر وقت میں وادی القریٰ میں رہنے لگے۔ یہیں پچپن سال کی عمر پاکر ۵۴ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سو اٹھائیس حدیثیں مروی ہیں پندرہ متفق علیہ افراد بخاری سے دو۔ اور افراد مسلم بھی دو ہی ہیں۔

(۲) زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی کنیت ابو اسامہ ہے ان کی ماں کا نام سعدیٰ بنت ثعلبہ ہے یہ انھیں لیکر اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ کچھ لٹیروں نے حملہ کردیا اور انھیں اٹھا کر لے گئے۔ بازار عکاظ میں بیچنے کیلئے لے گئے حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لئے چار درہم میں زید کو خریدلیا۔ جب حضرت خدیجہ حبالہ عقد میں آئیں تو یہ بھی ساتھ ساتھ آئے کچھ دنوں کے بعد ان کے گھر والوں کو انکی خبر لگی تو ان کے چچا اور والد حارثہ لینے

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَۃَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ سے چلے جب گھاٹی میں پہنچے تو اترے

مکہ معظمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے انھیں اختیار دیدیا کہ چاہو تو باپ کے ساتھ چلے جاؤ چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ انھوں نے دامن رحمت عالم چھوڑنا ناپسند کیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حطیم میں لے جاکر اعلان کر دیا۔ زید میرا بیٹا ہے۔ جس کی بنا پر انھیں لوگ زید بن محمد کہا کرتے۔ جب یہ آیہ کریمہ ادعوھم لآباءھم۔ اولادکو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے بلاؤ نازل ہوئی تو لوگوں نے زید بن حارثہ کہنا شروع کیا۔ آزاد کردہ غلاموں میں یہی سب سے پہلے ایمان لائے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دایہ حضرت ام ایمن سے کر دیا تھا انھیں سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے بعد میں حضرت زید کا نکاح زینب بنت جحش اپنی پھوپھی کی لڑکی سے کیا مگر نباہ نہ ہو سکا حضرت زید نے طلاق دیدی اسکے بعد حضرت زینت ازواج مطہرات کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ حضرت زید سے حضور کو اتنی محبت تھی کہ ایک حضرت زید سفر سے واپس ہوئے۔ اطلاع ملی تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تہبند پہنے پہنے باہر تشریف لائے اور ان سے لپٹ گئے جنگ موتہ کے خونی معرکے میں رومیوں کے ہاتھوں سے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر مبارک پچپن سال تھی اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ان سے تقریباً پانچ سال زائد تھی۔ قران مجید میں صحابہ کرام میں سے صرف ان کا نام مذکور ہے۔ ارشاد ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ان سے انکے صاحبزادے حضرت اُسامہ اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔

(۳) عرفہ۔ نویں ذوالحجہ کو بھی کہتے ہیں اور عرفات کو بھی جیسا یہ حدیث اور دوسری احادیث کے ظاہر سے متبادر ہے تصریح ہے عرفہ سے چلے۔ اور اصفہانی نے کہا عرفہ صرف نویں ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اسی کو صحیح کہا۔ عرفہ ہمیشہ بغیر الف لام اور تنوین کے آتا ہے۔ عرفات اس جگہ کا نام ہے جہاں وقوف عرفہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت میں جمع ہے۔ فراء نے کہا اس کا کوئی واحد نہیں اس کو عرفات اور اس دن کو عرفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم اور حوا کی یہیں نویں ذوالحجہ کو ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے کو پہچانا یا اس لئے کہ جبریل امین نے اسی جگہ اسی تاریخ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعلیم دی۔

(۴) شعب۔ پہاڑوں کے درمیان کے راستے کو کہتے ہیں یہاں مراد وہ راستہ ہے جو حاجیوں کے لئے عرفات سے مزدلفہ جانے کے لئے مقرر ہے۔

قَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الصَّلٰوةُ

اور پیشاب فرمایا پھر وضو فرمایا مگر پورا وضو نہیں فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز! فرمایا نماز

أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ

تیرے آگے ہے۔ پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ آگیا تو سواری سے اترے وضو فرمایا اور پورا وضو فرمایا اس کے بعد اقامت

(۵) اسباغ کے معنی پورے کرنے کے ہیں یہاں لم یسبغ الوضوء سے مراد یا تو یہ ہے کہ اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھویا یا مراد یہ ہے کہ عادت کریمہ کے مطابق نہیں بلکہ اس سے کم دھویا بعض لوگوں نے اس سے وضو لغوی مراد لیا۔ یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس وضو کے بعد حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ کیا نماز پڑھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ یہ وضو ایسا تھا کہ اس سے نماز صحیح ہوتی اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ قول ہے کہ اس سے کچھ لوگوں نے استنجا مراد لیا ہے۔ حدیث کا یہ لفظ ولم یسبغ الوضوء اس کے خلاف پر نص ہے۔ استنجا کے ناتمام کرنے کا کوئی معنی یہاں نہیں۔ نیز پھر اس گذارش کا بھی محل نہیں کہ کیا نماز پڑھیں گے علاوہ ازیں باب الطہارات میں تصریح ہے فجعلت اصب علیہ یتوضاء۔ میں پانی ڈالتا رہا اور حضور وضو فرماتے رہے استنجا کے لئے پانی ڈالنے کا کیا مطلب؟۔ یہ وضو اس لئے فرمایا کہ عادت کریمہ تھی کہ اکثر اوقات باوضو رہتے اور اس موقع پر راستے میں ذکر مسنون ہے اور ذکر کے لئے وضو مستحب ہے۔

(۶) مزدلفہ۔ عرفات اور منیٰ کے مابین ایک میدان کا نام ہے اس کا مصدر ازدلاف ہے۔ جس کا مادہ زلفٌ ہے۔ زلف کے معنی قریب کرنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں چونکہ یہاں جمع ہو کر حجاج قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں اس لئے اس کا نام مزدلفہ پڑا۔ نیز تمام دنیا کے حجاج یہاں اکٹھا ہوتے ہیں اس لئے اسکو مزدلفہ کہنے لگے اس کا دوسرا نام جمع بھی ہے اس کا سبب ایک تو یہی ہے کہ لوگ اکناف عالم سے آکر یہاں جمع ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم و حوا نے یہاں اکٹھے رات گذاری تھی۔

(۷) امام بخاری نے اسباغ الوضو کا باب باندھا تھا وہ حدیث کے اس ٹکڑے کے مطابق ہے فاسبغ الوضوء۔ علامہ ابن حجر نے امام احمد بن حنبل کی زیادات مسند کے حوالے سے بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نقل فرمایا ہے کہ یہ دوسرا وضو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آب زمزم سے کیا تھا۔ آب زمزم سے یہ وضو یا تو اس لئے تھا کہ دوسرا پانی موجود نہ تھا یا بیان جواز کے لئے تھا ورنہ دوسرا پانی ہوتے ہوئے آب زمزم سے وضو نہیں چاہیئے بعض حضرات نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک وضو سے کوئی نماز نہ پڑھی ہو پھر بھی دوبارہ وضو کر سکتے ہیں مگر یہ استدلال درست نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حدث ہو گیا ہو۔ لیکن جب حدث پر کوئی قرینہ نہیں اور اس کے معارض کوئی نص نہیں تو حدث ہو جانے کا قول بلا دلیل ہونے

الصَّلٰوۃُ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ کُلُّ اِنْسَانٍ بَعِیْرَہٗ فِیْ مَنْزِلِہٖ ثُمَّ اُقِیْمَتِ الْعِشَاءُ

کہی گئی حضور نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے پڑاؤ پر بٹھایا۔ اس کے بعد عشار کی

فَصَلّٰی وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَہُمَا عله

اقامت ہوئی اور آنحضور نے نماز پڑھی اس مغرب اور عشار کے مابین کوئی نماز نہیں پڑھی

کی وجہ سے ساقط ہے۔ صحیح یہی ہے صرف مجلس بدل جانے کے بعد وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور حدیث ,, من زاد اونقص فقد تعدی وظلم ،، کی تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد تین سے کم یا تین سے زیادہ کو جو سنّت اعتقاد کرے اس نے تعدی اور ظلم کیا اور ظاہر ہے کہ تین بار سے کم اعضا دھونا نہ تعدی ہے نہ ظلم۔ تو تین بار سے زیادہ دھونے کو تعدی اور ظلم قرار دینا اس حدیث کی رو سے کسی طرح درست نہیں لامحالہ اعتقاد ہی پر محمول کرنا ضروری ہے

⑧ حاجی کے لئے عرفات سے سورج ڈوبتے ہی مزدلفہ چل دینا واجب ہے۔ اسے جائز نہیں کہ عرفات میں یا راستے میں نماز مغرب پڑھے۔ اس دن مغرب کا وقت مزدلفہ پہونچنے کے بعد عشار ہی کا وقت ہے اس پر یہ حدیث نص ہے عشار کا وقت ہونے کے بعد ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب اور عشار ساتھ ساتھ پڑھی جائے گی درمیان میں مغرب کی سنتیں بھی پڑھنی جائز نہیں بعد عشار پڑھیں۔ اس حدیث میں، ثم اقیمت العشاء سے مراد، عشار پڑھنا ہے اس پر مفصل گفتگو کتاب الحج میں ہوگی۔

⑨ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مفضول اور خادم اپنے سے افضل اور مخدوم کی خدمت میں ضروری بات عرض کر سکتا ہے۔ نیز کتاب الطہارۃ کی روایت فجعلت اصب سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جائز ہے کہ وضو کے لئے کوئی دوسرا، اعضاء پر پانی گرائے۔

عله ایضا بخاری۔ طہارت۔ الرجل یوضی صاحبہ۔ حج نزول بین عرفۃ وجمع۔ مسلم طہارت ۱۳۷ و ۲۴۰، مسافرین ۱ و ۴۔ مناسک ۶۳۔ ابو داؤد، حج۔ نسائی امامت ۵۲ مسند امام احمد۔

(۱۰۲) حدیث، المضمضۃ والاستنشاق من غرفۃ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْہَہٗ اَخَذَ غُرْفَۃً مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے وضو کیا اپنے چہرے کو دھویا ایک چلّو پانی لے کر

مَّاءٍ فَتَمَضْمَضَ بِہَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَۃً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِہَا ھٰکَذَا

اس سے کلی بھی کی اور اسے ناک میں بھی ڈالا پھر دوسرا چلو لیا اور ایسے کیا یعنی اس ہاتھ کو

اَضَافَہَا اِلٰی یَدِہِ الْاُخْرٰی فَغَسَلَ بِہَا وَجْہَہٗ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَۃً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ

دوسرے ہاتھ سے ملایا اور اس سے اپنا چہرہ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا

تشریحات (۱۰۲)

غرفۃ اسم مصدر اسم مفعول مغروف کے معنی میں ہے ہتھیلی بھر جسے چلو کہتے ہیں غرفۃ غین کے فتحے کے ساتھ اگر ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ایک مرتبہ چلو میں پانی لینا۔

مضمض تمضمض کے معنی منھ میں پانی لے کر پورے منھ میں گھمانے کے ہیں جسے کلی کرنا کہتے ہیں۔ استنشق کے معنی ناک میں پانی ڈال کر چھنکنے کے ہیں۔

تکمیل ابوداؤد میں ابتدائی حصہ یہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے حاضرین سے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم کو دکھاؤں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے پھر پانی کا ایک طشت منگایا۔

(۱) اس سے یہ نہیں مراد کہ پہلے منھ دھویا پھر کلی وغیرہ کی بلکہ منھ اور ناک بھی چہرے ہی کے اجزاء ہیں یہاں کل اجزاء مراد ہیں جس کی تفسیر مضمض واستنشق سے کی۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں بھی ڈالا جائے مگر افضل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ پانی لیا جائے جیسا کہ ابوداؤد اور طبرانی میں ہے فاخذ لکل واحد ماء جدیداً۔ ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا اور سنت یہ ہے کہ دونوں داہنے ہاتھ سے کیا جائے جیسا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ کے روبرو داہنے ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا۔ حضرت معاویہ نے کہا تم کو سنت نہیں معلوم فرمایا سنت ہمارے گھر سے نکلی اور ہمیں سنت نہ جانیں ؟۔

اما علمت ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الیمین للوجہ والیسار للمقعد۔ داہنا ہاتھ چہرے کے لئے اور بایاں استنجے کے لئے۔

بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ

پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے بایاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر پر مسح کیا

بِرَاسِهٖ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا ثُمَّ

پھر ایک چلو پانی لیا اور اسے داہنے پاؤں پر چھڑکا یہاں تک کہ اسے دھویا

(۳) اس نسخے میں فغسل بھا ہے۔ھاء کا مرجع غرفہ ہے۔ اصیلی اور کریمہ کی روایت میں فغسل بھما ہے یعنی دونوں ہاتھوں سے منھ دھویا چونکہ ایک ہی چلو پانی سے ایک ہی ہاتھ سے منھ دھونا متعذر تھا اور خلاف سنت بھی اسلئے دونوں ہاتھ ملا کر چہرہ دھویا۔

(۴) یہاں سر کے مسح کے لئے جدید پانی لینے کا تذکرہ نہیں اس سے ظاہر ہے کہ سر کے مسح کے لئے نیا پانی نہیں لیا مگر بخاری کی روایت میں اختصار ہے۔ ابو داؤد میں ہے پھر ایک مٹھی پانی لے کر چھڑک دیا اور اس سے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ نسائی میں ہے کہ دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا اندرونی حصے پر کلمے کی انگلی سے اور باہری حصے پر اپنے انگوٹھوں سے۔ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے انگلیوں کو کان میں داخل فرمایا۔ اعضاء دھونے کے بعد ہاتھوں میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے احناف کے یہاں سر کا مسح جائز ہے اس پر یہ شبہہ کہ ہاتھ میں جو تری رہ جاتی ہے وہ ماء مستعمل ہے اور ماء مستعمل سے مسح جائز نہیں غلط ہے۔ اس لئے کہ پانی مستعمل اس وقت ہوتا ہے جب عضو سے جدا ہو جائے جب تک عضو پر ہے مستعمل نہیں۔ پوری تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد اول میں دیکھیں ابو داؤد میں ہے۔

انه عليه الصلوة والسلام مسح راسه بغير اخذ ماء جديد بفضل ما كان فى يده۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نیا پانی لئے بغیر ہاتھ میں جو تری تھی اس سے مسح فرمایا۔

(۵) رَشَّ کے معنی دھونے کے بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث حضرت اسماء میں ہے۔

حتيه ثم اقرصيه ثم رشيه وصلى فيه۔ اسے ملو پھر چٹکی سے کھرچو پھر دھوو اور اسی میں نماز پڑھو۔

اس کے علاوہ اور احادیث میں بھی وارد جنکا بیان ایسے موقع پر ہوگا۔ اگرچہ یہاں دھونے کے معنی میں متعین نہیں بلکہ بظاہر یہی مراد ہے کہ پانی کو پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا جیسا کہ حتی غسلہا سے ظاہر ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں یہاں یوں ہے پانی اپنے داہنے قدم پر چھڑکا اس میں نعل مبارک بھی تھی پھر اسے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا ایک ہاتھ سے قدم کے اوپر اور ایک ہاتھ سے نعل کے اندر۔ اور مسح کے معنی ہاتھ پھیرنے کے ہیں تو اس کا مفاد یہ ہوا کہ قدم پر پانی چھڑک کر ہاتھ پھیر دیا اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد کی اس روایت میں مسح دھونے کے معنی میں ہے۔ علامہ عینی نے ابن الاعرابی اور ابو زید

أَخَذَ غُرْفَةً أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَعْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ

دوسرا چلو لیا اور اس سے بائیں پاؤں کو دھویا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ۔[1]

تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا ہے۔

(۱۰۳) حدیث، لو ان احدکم اذا اتی اھلہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہیں

وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ

کہ حضور نے فرمایا تم میں سے کوئی جب اپنے اہل کے پاس[ط] آئے تو یہ پڑھے بسم اللہ۔ اے اللہ ہمیں اور جو اولاد ہمیں

انصاری کا یہ قول نقل فرمایا۔

المسح فی کلام العرب یکون غسلا ویکون مسحا کلام عرب میں مسح کے معنی دھونے کے بھی ہیں اور مسح کے بھی

ومنہ یقال للرجل اذا توضأ فغسل اعضاءہ کو جب وضو کرتا اپنے اعضاء کو دھولیتا ہے تو کہا جاتا ہے

قد تمسح۔ قد تمسح

اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے یہاں بخاری میں حتی غسلہا ہے تو ابو داؤد کی روایت میں مسح بمعنی غسل متعین ہوگیا۔

احکام اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صرف ایک بار اعضاء وضو کے دھولینے کے بعد فرض ادا ہوجاتا ہے اور اس سے نماز درست ہے نیز یہ ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے صرف مسح کافی نہیں۔

تشریحات (۱۰۳)

لغات جنبنا باب تفعیل سے ہے اس کا مادہ جنب ہے۔ تقضی کا مصدر "تقضا" ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ حکم، حاجت پوری کرنی، مار ڈالنا، ذمے جو چیز واجب تھی اسے ادا کیا۔ پہونچانا۔ مقدر کرنا۔ یہاں یہی اخیر مقدر کرنا مراد ہے۔

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ جب ارادہ کرے جیسا کہ بخاری کی دوسری روایتوں میں ہے کشف عورت سے پہلے یہ دعا

[1] ایضا ابو داؤد ونسائی، طہارت، ابن ماجہ۔ مسند امام احمد۔

وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہٗ ؎

عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچائے رکھ اب اگر کوئی اولاد ہوگی تو شیطان اسے ضرر نہ پہونچا سکے گا۔

۱۰۴ حدیث، اذا اراد ان یدخل الخلاء

عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُھَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

عبد العزیز بن صہیب نے کہا میں حضرت انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پڑھے اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب ایسے وقت میں بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے تو وضو اور دیگر امور میں بدرجہ اولیٰ سنت ہوگا ائمہ اربعہ کے نزدیک ابتداء وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے البتہ اسحٰق بن راہویہ اور کچھ زمانہ حال کے غیر مقلدین اسے واجب کہتے ہیں کہ اگر کسی نے بسم اللہ پڑھے بغیر وضو کیا تو وضو نہ ہوگا اس وضو سے نماز بھی نہ ہوگی ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث ہے۔ لا وضوء لمن لا یذکر اسم اللہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں۔ یہ حدیث اگرچہ متعدد طرق سے مروی ہے ابو داؤد و امام احمد نے بھی روایت کیا ہے مگر ہر طریقہ مجروح ہے امام ترمذی اور بزار نے کہا کہ اس باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں جس کا اعتراف غیر مقلدین کے معلم ثانی شوکانی صاحب کو بھی ہے (نیل الاوطار ص ۱۴۹) علاوہ ازیں لا کمال نفی کیلئے مستعمل، اور وضو میں کمال یہ ہے کہ بر وجہ مسنون ہوا اور جب بسم اللہ نہیں پڑھی تو ایک سنت نہ ادا ہونے سے کچھ نقص رہا۔

(۲) حق یہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اسے شیطان نہ دنیوی ضرر پہونچا سکے گا نہ دینی نہ جسمانی نہ روحانی لیکن تاثیر، پڑھنے والے کے حضور قلب اعتماد علی اللہ اور اسکے احوال کے اعتبار سے کبھی ہوتی ہے اور ان میں کسی بعض یا کل کے نقدان سے تاثیر نہیں ہوتی۔

تشریحات ۱۰۴

لغات (۱) اعوذ اس کا مصدر عوذ ہے اس کے معنی پناہ لینے کے ہیں۔ خبث۔ خطابی نے کہا یہ لفظ خاء اور باء کے ضمے کے ساتھ ہے کچھ لوگوں نے کہا خاء کے ضمے کے ساتھ اور باء کے سکون کے ساتھ ہے یہ غلط ہے۔ صحیح وہی

؎ ایضا بخاری بدء الخلق، صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳/۱ نکاح ما یقول اذا اتی اہلہ ص ۷۷۶/۲ دعوات ما یقول اذا اتی اہلہ ص ۹۴۵/۲ کتاب التوحید اسماء اللہ مائۃ الا واحدۃ ص ۱۱۰۰/۱ مسلم طلاق ابو داؤد نکاح ۵۴ ترمذی نکاح ۶ نسائی عشرۃ النساء وعمل الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ ۲۷ دارمی نکاح ۲۹ مسند امام احمد۔

تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث

جب بیت الخلاء جاتے تو یہ پڑھتے[1] اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا[2] ہوں خبث اور خبائث سے

ہے دونوں کے ضمے کے ساتھ مگر علامہ عینی نے تحقیق کی کہ یہ دونوں صحیح ہے علامہ تورپشی نے فرمایا بہتر یہی ہے کہ دونوں کے ضمے کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ الخبث مصدر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔ خبث، خبیث کی اور خبائث، خبیثۃ کی جمع ہے۔ مراد شیاطین کے نر و مادہ دونوں ہیں۔

شرح السنۃ میں ہے کہ الخبث کے معنی کفر اور خبائث کے معنی شیاطین کے ہیں۔ ابن بطال نے کہا الخبث ہر شی کو عام ہے اور خبائث سے شیاطین مراد ہیں۔ خلاء مد کے ساتھ اس کے معنی خالی جگہ ہے۔ اور عرف میں قضاء حاجت کی جگہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اکثر حالات میں خالی رہتا ہے۔

(۱) یہاں مراد یہ ہے کہ جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ فرماتے جیسا کہ خود امام بخاری نے سعید بن زید کے طریقے سے روایت کی ہے اذا اس اد ان ید خل الخلاء حکم یہ ہے کہ اگر بیت الخلاء کی کوئی عمارت ہو تو عمارت میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے اور اگر میدان میں قضاء حاجت کرتا ہے تو ستر کھولنے سے پہلے پڑھے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے یا ستر کھولنے کے بعد دعا ہرگز نہ پڑھے۔

(۲) اس دعا پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ خالی جگہیں خصوصاً ناپاک، شیاطین کی رہائشگاہ ہوتی ہیں اور قضاء حاجت کے وقت کوئی دعا پڑھی نہیں جا سکتی اور شیاطین انسان کو نقصان پہونچانے کے لئے ہر وقت درپے ہوتے ہیں تو حکم ہوا کہ پہلے ہی دعا پڑھ لے تاکہ وہ کوئی ضرر نہ پہونچا سکیں۔

ایک توجیہ یہاں شارحین نے یہ بحث چھیڑ دی کہ امام بخاری نے وضو کا بیان شروع فرمایا تھا ابھی وضو کا مکمل بیان نہ ہوا کہ بیت الخلاء کا ذکر چھیڑ دیا پھر وضو کے بقیہ مسائل کا ذکر فرمایا۔ اس کا کچھ لوگوں نے یہ جواب دیا کہ امام بخاری کا مقصود احادیث کا ذکر کرنا ہے ابواب ضمنی طور پر مذکور رہیں ان کے مابین کوئی خاص مناسبت ضروری نہیں۔ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے اس کا رد فرمایا اور یہ بات بھی واقعہ کے خلاف، محققین کا کہنا ہے فقہ البخاری فی الابواب اور بنظر دقیق سارے ابواب مرصع ہار کی موتیوں کی طرح متناسب ہیں البتہ ان کے تناسب کا جاننا سب کا کام نہیں دونوں

ع ۵ ایضاً بخاری دعوات، الدعاء عند الخلاء ص ۹۳۶/۲ مسلم حیض، ۱۲۲ ابوداؤد طہارت ۳ ترمذی طہارت ۴ نسائی طہارت ۱۷، ابن ماجہ طہارت ۹ دارمی ا، و مسند امام احمد۔

نے ذوق کے مطابق جوابات دیے ہیں۔ میرے ذوق پر بات یہ ہوئی کہ وضو کیلئے تسمیہ کا بیان ضروری تھا مگر امام بخاری کو ان کے شرط پر کوئی حدیث نہیں ملی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے کہ کوئی صحیح حدیث اس باب میں ہے ہی نہیں تو انھوں نے وہ والی حدیث سے قیاس کر کے وضو میں تسمیہ کے مشروع ہونے پر استدلال فرمایا اور باب میں اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے التسمیۃ علی کل حال کہہ کر اشارہ فرمایا جس طرح بات میں بات نکلتی ہے التسمیۃ علی کل حال سے ذہن اس طرف گیا کہ بیت الخلاء جاتے وقت کی بھی دعا ہے تو اس کا باب باندھا پھر جب بیت الخلاء کا ذکر چھڑ گیا تو اسکے متعلق دوسرے ابواب باندھے اس سے فارغ ہو کر اصل باب یعنی وضو کی تفصیلات بیان فرمائیں۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعاذہ امت کی تعلیم کے لئے تھا اور اظہار عبودیت کے لئے ورنہ باجماع امت شیاطین واجنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محفوظ ہیں شیاطین کو حضور پر کوئی بھی قدرت نہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک شیطان کو پکڑ کر مسجد کے ستون میں باندھ دیا تھا۔

مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے پہلے بسم اللہ بھی پڑھے جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔ معمری نے مسلم کی شرط پر حدیث مذکور بطریق عبد العزیز بن مختار عبد العزیز بن صہیب سے یوں روایت کی اذا دخلتم الخلاء فقولوا بسم اللہ اعوذ الخ کتاب ابن عدی میں ہے کہ سعید بن زید نے کہا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الکنیف قال بسم اللہ ثم یقول اللّٰھم انی اعوذ بک اھ۔ اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے مگر جب یہ مضمون ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے تو مدعی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد کی بھی مختلف دعائیں احادیث میں آئی ہیں مگر ان میں کوئی بھی امام بخاری کی شرط پر نہیں تھیں۔ اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ ترمذی حاکم ابن حبان۔ ابن خزیمہ ابن ابی الجارود ابو علی طوسی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو پڑھتے ,,غفرانك ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ دعافانی دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے یہ دعا مرفوعا نقل فرمائی الحمد للہ الذی اخرج عنی ما یوذینی وامسك ما ینفعنی۔ نیز دارقطنی ہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ دعا روایت کی الحمد للہ الذی اذاقنی لذتہ وابقی علی قوتہ واذھب عنی اذاہ۔

بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد طلب مغفرت میں حکمت یہ ہے کہ شرمگاہ پر نظر پڑنے سے وسواس آنے کا خطرہ قویہ ہوتا ہے عام انسان اس سے بمشکل بچ پاتے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد استغفار کی تعلیم دی تاکہ وہ دور ہو جائیں۔

(۱۰۵) حدیث، وضع الماء عند الخلاء

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ

بیت الخلا میں تشریف لے گئے میں نے وضو کا پانی رکھا دریافت فرمایا کس نے رکھا ہے حضور کو جب بتایا گیا تو یہ دعا

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ عله

فرمائی اے اللہ اسے دین میں سمجھ عطا فرما

(۱۰۶) حدیث، اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تشریح (۱۰۵)

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذہانت و ذکاوت تھی کہ بغیر حکم کے از خود پانی رکھ دیا۔ اس پر مسرور ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا دی اس کی برکت سے یہ حبر امت ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کی خدمت بغیر حکم کے بھی کرنی چاہیئے اور مخدوم کو چاہئے کہ اس کے عوض خادم کو دعائے خیر دے اکابر کیلئے استنجا، وضو اور دیگر ضروریات کیلئے پانی رکھنا بہتر ہے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کام چھوٹوں سے لیا جائے۔

تشریحات (۱۰۶)

(۱) حضرت ابوایوب۔ خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم الانصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہ فخر روزگار صحابی ہیں جنھیں ابتداء ہجرت میں ایک ماہ تک میزبان دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں مدینے کے مشہور معزز قبیلے بنی نجار کے چشم و چراغ ہیں یہ وہی قبیلہ جس میں حضور کے دادا عبد المطلب کی ننہال تھی حضرت ابوایوب عقبہ ثانیہ اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے آپ سے مرویات

عله ایضا مسلم فضائل ابن عباس، نسائی مناقب مسند امام احمد۔

تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولہا ظہرہ

جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کو نہ منھ کرے اور نہ پیٹھ کرے

میں آپ ہمیشہ حضرت علی کے ساتھ رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر پہلا لشکر بھیجا تو اس بشارت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اکابر صحابہ بھی ساتھ ہوئے ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے عین معرکہ کے وقت بیمار ہوئے جب امید زیست نہ رہی تو ساتھیوں سے فرمایا دشمن کی زمین میں جتنے قریب ہو سکے مجھے دفن کرنا قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے قبر کھودی گئی رات میں دفن کئے گئے رومیوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ اس لشکر میں یزید پلید بھی شریک تھا اس نے جواب دیا ہمارے رسول کے میزبان معزز صحابی کی وفات ہوگئی ہے ان کو دفن کر رہے ہیں اگر انکی قبر مٹائی گئی تو عرب میں ناقوس نہ بج پائے گا اب تک ان کا مزار پر انوار قسطنطنیہ میں موجود ہے اگر بارش نہیں ہوتی تو ان کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے (عینی) ان سے ایک سو پچاس احادیث مروی ہیں سات متفق علیہ تنہا بخاری نے صرف ایک روایت کی ہے۔

تکمیل کتاب الصلوٰۃ قبلۃ اہل المدینہ ص۵۸ پر اتنا زائد ہے حضرت ابوایوب نے فرمایا جب ہم شام میں آئے تو قدمچوں کو ہم نے کعبے کے رخ بنا ہوا دیکھا ہم ہٹ جاتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے۔ بخاری کے علاوہ یہ اضافہ ترمذی میں بھی ہے نسائی میں کچھ تغیر کے ساتھ یوں ہے کہ ان قدمچوں کو دیکھ کر حضرت ایوب نے فرمایا بخدا میں نہیں جان سکا کہ انکے ساتھ کیا کروں۔

توجیہ فننحرف عنہا میں چار احتمالات ہیں ایک یہ کہ عنہا کی ضمیر کا مرجع قبلہ کو مانا جائے تو دو احتمال ہے ایک یہ کہ ہم قبلہ رو سے پوری طرح انحراف کر کے بیٹھتے۔ دوسرے یہ کہ جہاں تک انحراف ممکن تھا کرتے یا ضمیر کا مرجع مراحیض کو مانا جائے تو تیسرا احتمال یہ ہوا کہ ہم ان قدمچوں کی پابندی نہ کرتے ترچھے بیٹھتے یا ہم ان پائخانوں کو استعمال نہ کرتے ان سے ہٹ آتے

نستغفر اللہ سے مراد یہ ہے کہ چونکہ یہ پائخانے قبلہ رخ بنے تھے ان کی شناعت پر استغفار کرتے یا چونکہ ممانعت سمت قبلہ رخ کرنے کی ہے بقدر امکان ترچھے بیٹھنے پر سمت قبلہ رخ ہو ہی جاتا اس لئے استغفار کرتے اور پہلی چوتھی تقدیر پر مراد یہ ہے کہ اپنے لئے نہیں ان پائخانوں کے بنانے والوں کے لئے استغفار کرتے اگر یہ معلوم ہوتا کہ اس کے بانی مسلمان ہیں۔

مطابقت امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے یہ ہے پائخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کو منھ نہ کرے مگر عمارت میں یا دیوار وغیرہ کے قریب ۔ اس کے تحت جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں یہ استثنا نہیں وہ عام ہے اسکا جواب اسماعیلی نے یہ دیا کہ غائط کے لغوی معنی کشادہ نیچی زمین کے ہیں اور حدیث میں یہی مراد ہے اسلئے استثنار صحیح ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ سب سے قوی جواب ہے اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ غائط کے عرفی معنی خارج شدہ نجاست کے ہیں عرف میں لغوی معنی مہجور ہو گیا ہے اب یہ اس معنی میں حقیقت عرفیہ ہو گیا اس لئے اس سے عدول جائز نہیں ۔ علاوہ ازیں بہت سی حدیثوں میں غائط کے ساتھ بول بھی مذکور ہے ۔ غائط کا بول کے ساتھ ذکر معنی عرفی کو معین کر رہا ہے ۔ ورنہ یہ ارشاد مہمل ہو جائے گا ۔

ابن بطال نے یہ جواب دیا ہے اور ابن منیر نے بھی اس کی متابعت کی ہے کہ یہ استثنار بعد والی ابن عمر کی حدیث سے ماخوذ ہے اور چونکہ تمام احادیث مثل حدیث واحد کے ہیں جیسے قرآن مجید کی تمام آیات مثل ایک آیت کے ہیں اس لئے ایک حدیث سے دوسرے کی تخصیص درست ۔ علامہ عینی نے اس پر یہ فرمایا کہ پھر اسی حدیث کے ساتھ اس باب کو باندھتے ۔ ابن منیر نے ایک جواب یہ دیا کہ استقبال قبلہ میدان ہی میں ہوگا عمارت میں یا دیوار وغیرہ جبکہ حائل ہو تو استقبال نہ ہوا ۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ درست نہیں ۔ آدمی گھر میں قبلہ کو منھ کرے یا میدان میں ہر جگہ قبلہ کو منھ ہوگا گھر میں دیوار حائل ہے تو میدان میں پہاڑ ٹیلے اور خود زمین حائل ہے ۔

اخیر میں علامہ عینی نے فرمایا کہ چونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث عام مخصوص منہ البعض ہے اس لئے ان کا یہ استثنار صحیح ہے ۔ جس کو یوں کہئے کہ باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ کرنا چاہا ہے کہ یہ حدیث عام نہیں مخصوص منہ البعض ہے اسی قسم کے افادات امام بخاری کے ابواب میں جگہ جگہ ہیں ۔

قبلہ کو منھ یا پیٹھ کر کے قضاء حاجت جائز نہیں اس سلسلے میں سات مذہب ہیں ۔

مذہب اول احناف کا مسلک یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منھ کرنا یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ۔ خواہ گھر کے اندر ہو یا میدان میں اور یہی مذہب راوی حدیث حضرت ابو ایوب اور امام مجاہد اور امام نخعی و سفیان ثوری اور ابو ثور صاحب شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی ہے احناف کی مستدل یہ حدیث ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی ہیں ۔

(۱) عبد اللہ بن حارث سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا ۔

انا اول من سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے میں نے سنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قبلہ

شرقوا او غربوا

پورب کو منہ کرو یا پچھم کو۔

لا یبولن احدکم مستقبل القبلۃ وانا اول من حدث الناس بذلک — کی جانب منہ کر کے پیشاب مت کرو اور میں نے ہی سب سے پہلے لوگوں سے اسے بیان کیا۔

ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۲) ابوداؤد اور ابن ماجہ میں معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتین ببول او غائط۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشاب یا پائخانے کے وقت دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔

دوسرا قبلہ بیت المقدس ہے اور تحقیق یہ ہے اہل مدینہ اور ایسے بلاد کے لئے خاص ہے جو بیت المقدس اور کعبے کے مابین ہیں۔

(۳) مسلم اور چاروں صحاح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لقد نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ بغائط او بول۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم پیشاب یا پائخانے کے وقت قبلہ کو منہ کریں۔

(۴) مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

انا منکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یستدبرھا۔ — میں تم پر باپ کی طرح شفیق ہوں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب تم پائخانے میں آؤ تو قبلہ کو نہ منہ کرو نہ پیٹھ۔

یہ تمام احادیث عام ہیں نہ ان میں مکان کا استثناء ہے اور نہ میدان کی تخصیص اور مناط حکم بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اس کی جانب منہ کرنے میں مکان و میدان سب برابر ہیں اگر مکان میں دیوار حائل ہے تو میدان میں پہاڑ اور ٹیلے بھی حائل ہیں۔ علاوہ ازیں عادت یہ ہے کہ انسان قضاء حاجت کسی نیچی جگہ کرتا ہے تو اگر مکان میں دیوار حائل ہے تو وہاں بھی حائل موجود ہے پھر جبکہ زمین کروی ہے تو درمیانی بلندی ہر جگہ حائل۔ تو لازم کہ مکان کی طرح میدان میں بھی ممانعت نہ رہے۔ اس عقلی استدلال سے قطع نظر کرتے ہوئے احادیث کے عموم اس کی دلیل ہیں کہ یہ حکم میدان کے ساتھ خاص نہیں۔ نیز منہ اور پیٹھ کرنے میں کوئی تفریق نہیں۔

عہ ایضاً بخاری صلوٰۃ، قبلہ اہل المدینہ ص۵۸، مسلم طہارت ۵۹، ابوداؤد طہارت ۴، ترمذی طہارت ۶، نسائی طہارت ۱۹، ابن ماجہ طہارت ۱۷

مذہب ثانی مطلقا جائز ہے یہ عروہ بن زبیر اور ربیعہ الرای اور داؤد کا مذہب ہے ان کی دلیل حدیث جابر ہے جیسے ابو داؤد و ترمذی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان اور حاکم روایت فرماتے ہیں۔

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ او نستد برھا ببول ثم رأیتہا قبل ان یقبض بعام یستقبلہا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا تھا کہ پیشاب کے وقت قبلہ کو منھ یا پیٹھ کریں پھر وصال سے ایک سال پہلے میں نے دیکھا کہ حضور قبلہ رو پیشاب کر رہے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ممانعت تھی مگر بعد میں منسوخ ہوگئی اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ تعارض کے وقت ہوتا جبکہ تطبیق نہ ہوسکے اور یہاں تعارض ہی نہیں جسکی تفصیل ابھی آتی ہے۔

مذہب ثالث قبلہ کی جانب منھ کرنا کہیں بھی جائز نہیں نہ عمارت میں نہ میدان میں اور پیٹھ کرنا ہر جگہ مباح ہے حضرت امام اعظم سے ایک روایت مرجوحہ یہ بھی ہے۔ اس لئے کہ عام روایات میں صرف استقبال کی ممانعت ہے

مذہب رابع عمارت میں قبلہ کی طرف منھ کرنا اور پیٹھ کرنا دونوں جائز ہے میدان میں دونوں ناجائز۔

مذہب خامس قبلہ کی جانب منھ کرنا مطلقا ممنوع البتہ عمارت میں ہو تو قبلہ کی جانب پیٹھ کرنا ممنوع نہیں صحرا میں منع ہے انکی دلیل بھی وہی حدیث ۱۵۰ ہے وہ اس طرح کہ اس میں عمارت میں قبلہ کی جانب پیٹھ کرنے کی روایت ہے اس سے ثابت کہ قبلہ کی جانب پیٹھ کرنی جائز ہے جبکہ عمارت میں ہو۔ اور منھ کرنا بہرحال حرام رہا۔ اور میدان میں پیٹھ کرنا بھی ممنوع رہا۔ ایک روایت کی بنا پر امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔

مذہب سادس کعبے کی طرف منھ یا پیٹھ کرنا مطلقا تو منع ہے ہی بیت المقدس کی طرف بھی مطلقا منع ہے جیسا کہ معقل بن یسار کی حدیث میں تصریح ہے یہ ابراھیم اور ابن سیرین کا مذہب ہے۔

مذہب سابع یہ عدم جواز اہل مدینہ کے ساتھ خاص ہے دوسری جگہوں کے لئے مطلقا ممانعت نہیں یہ ابو عوانہ کا مذہب ہے انکی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا پورب کو منھ کرو یا پچھم کو۔ حالانکہ مکہ معظمہ کے پچھم یا پورب کے بلاد میں پورب یا پچھم منھ کرنے میں بیت اللہ کی طرف منھ یا پیٹھ ضرور ہوگی البتہ مدینہ طیبہ میں نہیں ہوگی تو معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف اہل مدینہ کے ساتھ ہے

○ بخاری کی اس حدیث میں صرف منھ کرنے کی ممانعت ہے۔ مگر حضرت ابوہریرہ والی چوتھی حدیث میں تصریح ہے کہ ولایستدبرھا اور نہ قبلے کو پیٹھ کرے اس لئے جس طرح قبلہ کو منھ کرنا منع ہے اسی طرح پیٹھ کرنا بھی منع ہے۔

استنجا کے اور احکام اگر میدان میں قضاء حاجت کیلئے جائے تو بہت دور نکل جائے یا پردہ کرے۔ جب

(۱۰۷) حدیث، ارتقیت علی ظھر بیت لنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

يَقُوْلُوْنَ اِذَا قَعَدْتَ عَلٰی حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ

جب تم قضاء حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلہ اور بیت المقدس کی جانب منھ نہ کرو۔

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلٰی ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ

اس پر عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں ایک دن اپنے ایک گھر کی چھت پر چڑھا تو اچانک میری نظر پڑ گئی دیکھا کہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کیلئے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی جانب منھ کئے بیٹھے ہیں

تک زمین کے قریب نہ ہوئے ستر نہ کھولے جیسا کہ حدیث میں ہے سر چھپائے حضرت ابوبکر کی سنت ہے۔ بات نہ کرے یہ حضرت عثمان سے مروی ہے بائیں ہاتھ سے استنجا کرے فراغت کے بعد مٹی سے ہاتھ مل کر دھوئے۔ یہ حدیث میں ہے۔ ڈھیلا استعمال کرے گوبر وغیرہ نجاست اور ہڈی نہ استعمال کرے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے چاند یا سورج کی جانب منہ نہ ہو۔ حدیث میں ممانعت ہے جمع شدہ پانی میں راستے پر سایے میں پھلوں کے گرنے کی جگہ ندیوں نالوں تالابوں کے کنارے قضاء حاجت نہ کرے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے عضو تناسل کو تین بار سونت لے۔

تشریحات (۱۰۷)

تکمیل یہاں علی ظہر بیت لنا ہے اور بیوت ازواج النبی ص۴۳۷/۱۴ میں فوق بیت حفصۃ ہے حضرت حفصہ ان کی بہن تھیں ان کے گھر کو اپنا گھر کہہ دیا ہو سکتا ہے جس وقت یہ حدیث بیان کی اس وقت یہ بطور وراثت انھیں کی ملک رہا ہو۔ یہاں صرف مستقبلا بیت المقدس ہے اور التبرز فی البیوت ص۲۷ اور بیوت ازواج ص۴۳۷ میں ہے مستدبر القبلۃ مستقبل الشام ہے حاصل دونوں کا ایک ہے جب شام یا بیت المقدس کو منہ ہوگا تو قبلہ کو پیٹھ ضرور ہوگی۔

(۱) اس سے یہ بات واضح ہے کہ عہد صحابہ میں یہ بات مشہور تھی کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے۔

(۲) یہی حدیث امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے اس کے جواب میں احناف کہتے ہیں کہ احادیث میں قضاء حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا حکم عام ہے اور یہ ایک خاص واقعہ ہے اور خصوص واقعہ کے لئے عموم نہیں ہوتا علاوہ

لِحَاجَتِهٖ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ فَقُلْتُ لَا

اور فرمایا شاید تو ان میں سے ہے جو سرین کے بل نماز پڑھتے ہیں میں نے عرض کیا بخدا میں نہیں

وَاللّٰهِ اَدْرِيْ قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ

جانتا امام مالک نے فرمایا انکا مطلب یہ تھا جو نماز پڑھے اور زمین سے نہ اٹھے

ازیں وہ قول ہے اور یہ فعل اور فعل رسول میں اس کا بھی احتمال رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضور کے ساتھ خاص ہو اس لئے قول کے متعارض جب فعل ہو تو ترجیح قول کو ہوگی علاوہ ازیں وہ قول رسول ہے اور یہ حضرت ابن عمر کا اجتہاد اور ظاہر ہے کہ ارشاد رسول کے مقابلے میں صحابی کے اجتہاد کو کبھی ترجیح نہ ہوگی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر کا اجتہاد نہیں صریح فعل رسول ہے بعض ابناء زماں نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی ہوئی انھوں صرف منھ یا سینہ دیکھا ہوگا چونکہ حالت ایسی نہ تھی کہ اسے بغور دیکھتے اچانک نظر پڑ گئی انھوں نے منہ یا زیادہ سے زیادہ سینہ دیکھا ہوگا کہ بیت المقدس کی طرف ہے حالانکہ استنجاء کے وقت اصل میں منہ یا سینہ قبلہ کی طرف کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ اعضاء استنجاء کے لئے ممانعت ہے لیکن حدیث کے الفاظ کو بغور پڑھنے والا بخوبی معلوم کرے گا کہ یہ محض سخن سازی ہے۔ حضرت ابن عمر کی نظر آنحضور پر اگرچہ اچانک اس حالت میں پڑی تھی مگر جو کچھ انھوں نے دیکھا وہ پوری تفصیل سے دیکھا۔ غور کیجئے کہتے ہیں میں نے کچی اینٹوں پر بیٹھے دیکھا جب یہاں تک دیکھا کہ اینٹوں پر بیٹھے ہیں وہ بھی پکی نہیں کچی تھی وہ بھی صرف دو پر۔ تو صرف سینے تک دیکھنے کو محدود کرنا درست نہیں پھر ایسے مشتبہ دیکھنے کو مدار حکم ٹھہرانا حضرت ابن عمر سے بعید ہے۔ صحیح یہی ہے کہ اگرچہ انکی نظر اچانک ہی پڑی مگر جو بیان کر رہے ہیں وہی دیکھا۔ اصل توجیہ اس حدیث کی وہ ہے جو مرشدی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے فرمائی کہ جنکے سامنے کعبہ نہ ہو ان کو سمت کعبہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرنا ممنوع ہے اور کعبہ جن کے سامنے ہو انھیں عین کعبہ کی طرف منع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر ساری دنیا تھی جیسا کہ خود انھیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا الی ماھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانی انظر الی کفی ھذا۔

اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی ہے میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

جب آنحضور کے سامنے پوری دنیا تھی تو حضور کی نگاہ انور کے سامنے کعبہ بھی ہوگا آپ کی پشت مبارک عین کعبہ کی جانب نہ تھی۔ صرف سمت کعبہ کی جانب تھی۔ حضرت ابن عمر نے صرف سمت شام کی جانب منہ اور سمت کعبہ کی جانب پیٹھ کرنے کو

يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْأَرْضِ

سجدے کی حالت میں زمین سے چپکا رہے یعنی پیٹ ران سے ران پنڈلی سے ملا کر سجدہ کرے۔

دیکھا۔ اور یہی جواب مذہب ثانی کی موید حدیث جابر کا بھی ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر عین کعبہ تھا اس سے بچ کر سمت قبلہ کی جانب پیشاب فرمایا حضرت جابر نے اسی کو دیکھا اور اسی پر جواز کا قول فرمایا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سمت بیت المقدس اور پشت اقدس سمت قبلہ میں تھی۔ عین کعبہ کی جانب نہ تھی۔ اس پر دلیل ان تینوں شہروں کا جغرافیائی وقوع ہے اس لئے مکہ معظمہ کا طول البلد ۶۷ درجے ۳۳ دقیقے پر ہے اور عرض البلد ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے پر ہے مدینہ طیبہ ۷۵ درجے ۲۰ دقیقے طول البلد پر ۲۵ درجے عرض البلد پر اور بیت المقدس ۳۶ درجے اور ۲۰ دقیقے طول پر اور ۳۲ درجے ۲ دقیقے عرض پر ہے۔

جب بیت المقدس اور مدینہ طیبہ میں ۳۹ درجے طول کا اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ۷ درجے ۴۷ دقیقے کا تفاوت ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ عین بیت المقدس کی جانب جس کا منہ ہو اس کی پیٹھ عین قبلہ کی جانب ہو اگر عین بیت المقدس کی جانب منہ ہوگا تو پشت کبھی بھی عین کعبہ کی جانب نہ ہوگی اگر دونوں ایک طول البلد پر ہوتے تو ایسا ممکن تھا تو لامحالہ حضور کی نشست میں منہ سمت بیت المقدس کی جانب اور پیٹھ سمت قبلہ کی جانب تھی یا منہ عین بیت المقدس کی جانب تھا تو پیٹھ سمت قبلہ کو تھی عین کعبہ کو ہرگز نہ تھی۔

(۳) یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ نے عراک بن مالک سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے یہ تذکرہ ہوا کہ کچھ لوگ قبلہ کی جانب شرمگاہ کرنے کو برا جانتے ہیں۔ فرمایا۔ میرے پائخانے کی بیٹھک قبلہ رو کر دو۔ اس کا جواب شارحین نے یہ دیا کہ یہ حدیث لائق استناد نہیں علل ترمذی میں ہے محمد نے کہا اس حدیث میں اضطراب ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ام المومنین کا قول ہے۔ ابن حزم نے کہا یہ حدیث ساقط ہے۔ اس لئے کہ اس کے ایک راوی خالد بن ابی الصلت مجہول ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عراک کا ام المومنین سے سماع ثابت نہیں۔ عینی ج۲ ص۲۸۱ میزان میں امام ذہبی نے فرمایا کہ خالد بن ابی الصلت منکر ہے۔ یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی مگر انھوں نے اس پر

ع۵ ایضا بخاری التبرزفی البیوت ص۲۷ ج۱ الجہاد بیوت ازواج النبی ص۴۳۷ ج۱ مسلم ۱۶، ۶۲ ابو داؤد ۵، ترمذی ۷، نسائی ۲۱، ابن ماجہ طہارت ۱۸، موطا قبلہ ۸، دارمی وضوء ۸، مسند امام احمد۔

۱۰۸ حدیث ـ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کن یخرجن باللیل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج رات میں

کُنَّ یَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ اِذَا تَبَرَّزْنَ اِلَی الْمَنَاصِعِ وَھِیَ صَعِیْدٌ اَفْیَحُ وَکَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ

مناصع کی طرف رفع حاجت کے لئے جاتیں۔ اور مناصع لمبا چوڑا میدان ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمل نہیں فرمایا بیہقی، دارقطنی۔ ظاہر ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اسی بنا پر ہوگا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث لائق استناد نہیں۔

(۴) حضرت ابن عمر کی مراد غالباً یہ ہے کہ تو اُجڈ اور جاہل ہے۔ جسے یہ بھی پتہ نہیں کہ سجدہ کرنا کیسے سنت ہے۔ اسی وجہ سے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ ممانعت صرف میدان میں ہے۔ گھر کے اندر نہیں۔ واسع بن حبان نے کہا میں نہیں جانتا یعنی یہ نہیں جانتا کہ ان لوگوں میں ہوں یا نہیں۔ یا یہ کہ میں نہیں جانتا کہ قضاء حاجت کے وقت قبلے کی جانب منہ کرنے میں عمارت اور میدان کا فرق ہے۔ لیکن یہ توجیہ اس صورت میں درست ہوگی جب کہ ان ناسا یقولون۔ واسع بن حبان کا مقولہ مانا جائے۔ مگر واقع میں ایسا نہیں۔ یہ حضرت ابن عمر ہی کا قول ہے جیسا کہ مسلم شریف میں تصریح ہے۔ فقال عبد اللہ یقول ناس تو اب واسع کو اُجڈ کہنے کا کوئی محل نہیں۔ صحیح توجیہ یہ ہے۔ کہ اس میں یہاں اختصار ہے۔ مسلم شریف میں ابتدائی حصہ یوں ہے۔ واسع نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور عبداللہ بن عمر بیٹھے تھے نماز سے فارغ ہو کر میں ان کی جانب مڑا تو انھوں نے فرمایا کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں الخ۔ ہو سکتا ہے۔ واسع بن حبان کے سجدے میں یہ بات دیکھی ہو اور انھیں تنبیہ فرما دی۔

تشریحات ۱۰۸ (۱۰۹)

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود، قرشیہ عامریہ، یہ قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا نسب لُؤی پر جا کر شجرۂ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کا نکاح پہلے ان کے چچا کے لڑکے سکران بن عمرو بن شمس سے ہوا تھا۔ ان کے یہ شوہر بھی انھیں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی تھی۔ پھر مکہ واپس آئے۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سنہ نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد سے پہلے۔ یہی مشہور ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کے قبل حضرت سودہ نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا پائے اقدس رکھا۔ یہ خواب اپنے شوہر سکران سے بیان کیا تو انھوں نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو میں عنقریب مرجاؤں گا اور تم سے حضور نکاح کریں گے اس کے

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں کو پردے کا حکم دیجئے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ

پھر بھی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے سودہ بنت زمعہ زوجہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعد پھر دیکھا وہ تکیہ لگائے بیٹھی ہیں اور ایک چاند آسمان سے اتر کران کی گود میں آگیا ہے۔ اس خواب کو بھی سکران کو سنایا تو انھوں نے وہی تعبیر بتائی اسی دن سکران بیمار ہوگئے اور چند دن کے بعد فوت ہوگئے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔ مکہ میں زفاف بھی فرمایا۔ یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آئیں۔ اخیر عمر میں جب کبیر السن ہوگئیں اپنی باری حضرت عائشہ کو دیدی۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا پھر کبھی باہر نہ نکلیں۔ علی اختلاف روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ایام میں وصال ہوا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان کا جنازہ رات میں اٹھایا جائے یا شوال ۵۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدینہ میں وصال ہوا۔ یہ بہت قدآور لحیم شحیم خاتون تھیں ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ دو بخاری نے تخریج کی ہے باقی سنن اربعہ میں مروی ہے۔

تکمیل یہ دونوں حدیثیں ایک مفصل حدیث کا جز ہیں جو کتاب التفسیر میں مفصل مذکور ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ پردے کی پابندی کے بعد (ام المومنین) سودہ اپنی ضرورت کے لئے نکلیں۔ اور یہ جسیم عورت تھیں انھیں جو پہچانتا تھا اس سے (پردہ کے باوجود) چھپ نہیں سکتی تھیں۔ انھیں عمر بن خطاب نے دیکھا تو کہا۔ اے سودہ سنو! بخدا تم ہم سے چھپ نہیں سکیں دیکھو کیسے نکلتی ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ سودہ لوٹ آئیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ حضور کے دست مبارک میں گوشت والی ہڈی تھی سودہ اندر آئیں اور کہا! یا رسول اللہ! میں اپنی ضرورت کے لئے نکلی تھی تو عمر نے ایسے ایسے کہا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ اللہ نے حضور کی طرف وحی کی پھر نزول وحی کی کیفیت فرو ہوئی۔ اور وہ ہڈی حضور کے دست مبارک ہی میں رہی۔ اسے رکھا نہیں اور ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں کو اجازت دیدی گئی ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے باہر جاسکتی ہو۔ کتاب النکاح میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے۔

لغات اذا تبرزن اس کا مادہ براز ہے جس کے معنی وسیع میدان کے ہیں۔ تبرز کے معنی لغوی وسیع میدان میں جانا۔ عرفی معنی قضاء حاجت کے لئے میدان میں جانا۔ براز بار کے کسرے کے ساتھ بھی ہے اس کا معنی مقابلہ کے لئے نکلنا ہے۔ مناصع منصع کی جمع ہے اس کا مادہ نصوع ہے جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ ناصع ہر چیز کے خالص کو کہتے ہیں۔ ابیض ناصع، اصفر ناصع، اصمعی نے کہا وہ سیل جو خالص ایک رنگ کا ہو مثلاً صرف سفید، صرف زرد، صرف سرخ اس کو بھی ناصع کہتے ہیں۔ عباب میں ہے کہ مناصع کے

صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ عِشَاءً وَّكَانَتْ اِمْرَأَةً طَوِيْلَةً

ایک رات عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لئے نکلیں وہ لمبے قد کی عورت تھیں۔

معنی مجالس کے ہیں۔ ابو سعید نے کہا۔ مناصع ان جگہوں کو کہتے ہیں جہاں لوگ قضاء حاجت کیا کرتے ہیں۔ ازہری نے کہا کہ مناصع مدینہ سے باہر ایک جگہ کا نام تھا۔ یہی ابن جوزی نے کہا کہ مدینہ سے باہر ایک لمبا چوڑا میدان تھا جہاں قضاء حاجت کے لئے لوگ جاتے تھے اسی کو مناصع کہتے تھے۔ سیاقِ حدیث بھی اسی کا مؤید ہے۔ معنی لغوی کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ وہ عمارتوں سے خالی تھا صعید کے معنی ہیں زمین کی سطح افیح کے معنی لمبے چوڑے وسیع کے ہیں۔

تطبیق | حدیث ۱۰۹ اور ۱۰۹ میں بظاہر تعارض ہے سرسری طور پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ مگر حدیث ۱۰۹ کا صریح منطوق یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔ اور حدیث ۱۰۹ میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ نیز حدیث ۱۰۹ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ازواج مطہرات کو باہر نکلنے سے روک دیا گیا اور حدیث ۱۰۹ میں تصریح ہے کہ اس کے بعد بھی قضاء حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت باقی رہی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں حضرت عمر کی خواہش یہ تھی کہ ازواج مطہرات رات میں بھی چہرہ چھپا کر نکلیں۔ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ مگر پھر بھی ازواج مطہرات کے لئے ان کی غیرت نے یہ بھی نہیں پسند فرمایا کہ وہ پردے کے ساتھ باہر نکلیں۔ تو انھوں نے یہ چاہا کہ اس پر بھی پابندی ہو جائے مگر ضرورت کی بنا پر یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حدیث ۱۰۹ میں جو وارد ہے کہ "احجب نساءك" اس سے مراد یہ ہے کہ رات میں منھ چھپائے بغیر نہ نکلیں۔ اور "انزل الحجاب" سے مراد چہرہ چھپا کر نکلنا ہے۔ اور حدیث ۱۰۹ میں بعد ما ضرب الحجاب سے مراد چہرے کا چھپا کر نکلنا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ یہ اظہر الاحتمالین ہے۔ اس خادم کی بھی یہی رائے ہے۔

مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ اور دونوں حدیثوں میں حجاب کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ علامہ کرمانی علامہ برماوی علامہ قسطلانی کی رائے ہے۔ اب علامہ ابن حجر کا کتاب التفسیر میں علامہ کرمانی کی اس رائے پر یہ تعقب سمجھ میں نہیں آتا جو فرمایا بل المراد بالحجاب الاول غير الحجاب الثاني اول حجاب سے ثانی حجاب کا غیر مراد ہے۔ حالانکہ اس کے بعد جو الحاصل سے بیان فرمایا وہ وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ دو ہے۔ اس اضطراب کی توجیہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث ۱۰۹ میں جو حجاب حضرت عمر کا مقصود تھا وہ حدیث ۱۰۹ میں مذکور حجاب کے علاوہ تھا۔ اس طرح کہ حدیث ۱۰۹ میں حجاب سے چہرے کا چھپا کر نکلنا مراد ہے اور حدیث ۱۰۹ میں حضرت عمر کی خواہش یہ ظاہر ہوتی ہے کہ گھروں سے بالکل نہ نکلنے دیا جائے۔ ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حدیث ۱۰۹ کو پہلے کا واقعہ مانا جائے اور حدیث ۱۴۸ کو بعد کا۔ اور حدیث ۱۰۹ میں ضرب الحجاب سے مراد چہرے کا چھپا کر نکلنا مراد ہے۔ اور حدیث ۱۰۹ میں احجب نساءك سے مراد گھروں سے نہ نکلنا مراد ہو۔

فناداھا عمر الا قد عرفناك یا سودۃ حرصا علی ان ینزل الحجاب فانزل اللہ الحجاب ؏

تو حضرت عمر نے پکار کر ان سے کہا سنو! اے سودہ ہم نے تمھیں پہچان لیا ان کی خواہش یہ تھی کہ حجاب نازل ہو تو اللہ نے حجاب اتارا۔

وانزل الحجاب سے آیۂ کریمہ وقرن فی بیوتکن، مراد ہو۔

① یہاں مستملی کے نسخے میں آیۃ الحجاب ہے۔ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں بطریق زبیدی ابن شہاب سے یوں روایت کی ہے:

فانزل اللہ الحجاب یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر ناظرین انٰہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن۔

احزاب، آیت (۵۳)

تو اللہ نے حجاب نازل فرمایا۔ یعنی یہ آیت۔ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اذن نہ ملے۔ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ، نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ اس سے بیشک نبی کو ایذا پہنچتی ہے وہ تمھارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب ازواج مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر مانگو اس میں تمھارے اور انکے دلوں کی زیادہ پاکیزگی ہے۔

سورۂ احزاب کی تفسیر میں خود امام بخاری نے اس آیت کے شان نزول میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے ظاہر کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت ولیمہ کے موقع پر کھانا کھانے کے بعد بھی جو تین شخص بیٹھے باتیں کرتے رہے اس وقت یہ آیت اتری۔ نیز اسی میں اس کا شان نزول یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی خدمت میں اچھے برے سبھی حاضر ہوتے ہیں آپ اپنی ازواج کو پردے کا حکم دیں اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ علاوہ ازیں ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بطریق امام مجاہد اس کا شان نزول یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ بعض اصحاب کھا رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی شریک تھیں۔ کہ کسی صحابی کا ہاتھ حضرت عائشہ کے ہاتھ پر پڑ گیا یہ حضور کو ناگوار ہوا اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے ابن عباس کی یہ حدیث آیت حجاب کے شان نزول میں ذکر کی ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار اٹھے کہ یہ شخص چلا جائے مگر وہ نہیں گیا اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور ناگواری کا اثر چہرۂ اقدس پر دیکھا تو اس شخص سے کہا! شاید تو نے رسول اللہ کو ایذا پہونچائی ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تین بار اٹھا کہ یہ بھی میرے ساتھ اٹھے مگر یہ نہیں اٹھا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا کہ آپ پردہ کرا دیں آپ کی ازواج اور عورتوں کی طرح نہیں۔ یہ

؏ مسلم استیذان۔

(۱۰۹) حدیث - قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہوگا اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

علامہ ابن حجر نے اس میں یہ تطبیق دی ہے کہ اسباب نزول متعدد ہو سکتے ہیں اخیر سبب حضرت زینب کے ولیمے والا واقعہ ہے اس لئے اس آیت میں خصوصی تنبیہ اس واقعہ پر ہے۔ بقیہ واقعات چونکہ اس کے قریب ہی قریب پیش آئے اس لئے انھیں بھی شان نزول قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض میں آیت حجاب سے مراد یہ آیت کریمہ ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ احزاب، آیت (۵۹)

اے نبی اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنے چہروں پر چادروں کا کچھ حصہ ڈالے رہیں قریب تر ہے اس سے کہ پہچان لی جائیں تو ایذا نہ دی جائیں۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہوا کہ ازواج مطہرات سے متعلق پردے کی تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ دن میں باہر نہ نکلیں رات کی تاریکی میں نکلیں جیسا کہ حدیث ۱۰۸ میں مذکور ہے کن یخرجن باللیل۔ رات میں نکلتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ رات میں بھی منھ کھولے نہ نکلیں، نکلیں تو چہرہ چھپالیں، جیسا کہ اسی حدیث فانزل الحجاب سے مستفاد ہوتا ہے اور حدیث افک میں صراحت ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم صرف رات میں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اور یہ طے ہے کہ واقعہ افک نزول حجاب کے بعد کا ہے اس لئے کہ حضرت ام المومنین نے اس حدیث میں صاف فرمایا کہ صفوان بن معطل نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ نیز یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح پر ولیمے میں جو قصہ ہوا اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی اور حدیث افک میں تصریح ہے کہ حضرت زینب بنت جحش اس وقت ازواج میں داخل تھیں اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بھی حضرت عائشہ کے بارے میں دریافت فرمایا انھوں نے بھی صفائی دی۔ علامہ ابن حجر نے کتاب التفسیر میں خود اس کی تصریح کی ہے اور جو کتاب الوضوء میں تحریر فرمادیا تھا کہ واقعہ افک نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔ کتاب التفسیر میں اس پر تنبیہ فرمادی کہ وہ لغزش تھی اس کی تصحیح کرلی جائے تیسری صورت یہ تھی کہ قضاء حاجت کے لئے بھی گھروں سے باہر جانا ممنوع ہوگیا۔ جیسا کہ حدیث افک کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے کہ فرمایا۔ وذلک قبل ان تتخذ الکنف، میدان میں قضاء حاجت کیلئے اسوقت ہم جایا کرتی تھیں جبکہ ابھی گھروں میں پاخانے نہیں بنے تھے۔ نیز آیت کریمہ وقرن فی بیوتکن۔ اور اپنے گھروں ہی میں رہو۔ اس پر دلالت کرتی ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ازواج مطہرات کے جو پردہ مخصوص تھا وہ یہ کہ انھیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بہر حال اجنبیوں سے چھپانا فرض ہے۔ حتی کہ شہادت وغیرہ کے موقع پر

قَالَ قَدْ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ فِىْ حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِى الْبَرَازَ ۱ؔ؎

ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمھیں اس بات کی اجازت دی گئی کہ اپنی ضرورت کے لئے باہر جاؤ۔ ہشام نے کہا یعنی قضاء حاجت کے لئے

بھی کھولنا جائز نہیں ۔ نیز یہ کہ انھیں اپنی ذات کسی کے سامنے ظاہر ہونے دینا جائز نہیں۔ اگرچہ پردہ کے ساتھ ہوں۔ اس پر مؤطا کی حدیث سے دلیل لائے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عورتوں نے اپنے جھرمٹ میں لے کر اس طرح چھپایا کہ کوئی انھیں نہیں دیکھ سکا۔ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جنازہ کو چھپانے کے لئے قبہ بنالیا تھا۔ اس پر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مؤطا کی اس حدیث سے اس کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کہ ازواج مطہرات پردے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو چھپائیں۔ اس لئے کہ وصال اقدس کے بعد ازواج مطہرات حج کرتی تھیں طواف کرتی تھیں لوگ ان سے احادیث سنتے تھے اور صرف ان کے بدن چھپے ہوتے ذات نہیں۔ کتاب الحج میں ہے کہ ابن جریج نے جب حضرت عطا سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طواف کا ذکر کیا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ نے انھیں حجاب سے پہلے دیکھا تھا کہ حجاب کے بعد۔ تو ابن جریج نے بتایا کہ میں نے ان کی زیارت حجاب کے بعد کی ہے۔ نیز انھیں ابن جریج نے کہا کہ میں اور عبید بن عمر حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ کوہ ثبیر میں ٹھہری تھیں۔ ایک ترکی قبہ میں رہتی تھیں۔ دلھا غشاء، میرے اور ان کے مابین صرف ایک پردہ تھا۔ میں نے انھیں دیکھا گلابی رنگ کا پیراہن پہنے ہوئے تھیں ۲ؔ؎۔ ظاہر ہے کہ ام المومنین کا یہ حج نفل تھا حج فرض تمام ازواج مطہرات حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر چکی تھیں اگر ازواج مطہرات پر اپنی ذات کا چھپانا فرض ہوتا تو حج نفل کے لئے نہ جاتیں۔ اور ان کے تلامذہ ان کو نہ دیکھ پاتے۔ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت حجاب کس سن میں نازل ہوئی۔ ابو عبید نے کہا کہ تیسرے سال، ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ام سلمہ سے نکاح کے بعد۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت ام سلمہ سے نکاح کس سن میں ہوا۔ سن تین میں یا چار میں۔ ابن سعد نے کہا ۴ھ کے ذوقعدہ میں۔ قتادہ نے کہا ۵ھ میں۔ یہ اختلاف اصل میں دوسرے اختلاف کی فرع ہے۔ یہ تو طے ہے کہ آیت حجاب یعنی لا تدخلوا بیوت النبی حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے وقت نازل ہوئی۔ حضرت زینب سے نکاح کس سن میں ہوا اس میں اختلاف ہے۔ الاستیعاب ۳ؔ؎ میں ہے کہ ابو عبید نے کہا کہ یہ ۳ھ میں ہوا۔ اس لئے وہ اس آیت کا نزول ۳ھ مانتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ یہ نکاح ۵ھ میں ہوا تو وہ اس کے نزول کا وقت ۵ھ مانتے یہی راجح ہے کہ حضرت زینب سے نکاح ۵ھ میں ہوا۔ الاکمال میں اسی پر اختصار کیا۔ اصابہ ۴ؔ؎ میں دونوں قول ذکر کیا۔ مگر اخیر میں وصال کے وقت کی جو عمر بتائی

۱؎ تفسیر لا تدخلوا بیوت النبی ص۷۰۶/۲، نکاح، خروج النساء لحوائجھن ص۷۸۸/۲۔ ۲؎ بخاری ص۲۱۹/۱۔ ۳؎ ص۳۱۲/۴۔ ۴؎ ص۳۱۳/۴۔

(۱۱۰) حدیث۔ الاستنجاء بالماء

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ

عطا بن ابی میمونہ نے کہا میں نے انس بن مالک سے یہ فرماتے سنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قضاء حاجت

لِحَاجَتِهٖ اَجِیْءُ اَنَا وَغُلَامٌ مَّعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ يَّعْنِیْ يَسْتَنْجِیْ بِهٖ ع‍ه

کے لئے جاتے تو میں اور ایک لڑکا جاتا[1] ہمارے ساتھ پانی کا چمڑے کا برتن ہوتا جس سے حضور استنجاء فرماتے[2]

اور کس سنہ میں وصال فرمایا اس سے سنہ متعین ہو جاتا ہے۔ اصابہ میں ہے کہ نکاح کے وقت حضرت زینب کی عمر ۳۵ سال تھی اور پچاس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اور ۲۰ھ سن وصال ہے اس سے ظاہر کہ ہجرت کے وقت تیئس سال کی تھیں۔ اور جب نکاح کے وقت ۳۵ سال کی تھیں تو ظاہر ہو گیا کہ ۵ھ میں نکاح ہوا۔ اور یہی آیت حجاب کے نزول کا سن ہے۔ رہ گیا ابن اسحاق کا یہ کہنا کہ آیت حجاب کا نزول حضرت ام سلمہ کے نکاح کے بعد ہوا غالباً ان کی مراد آیۂ کریمہ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ہے۔

مسائل ان دونوں احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے (۱) کسی اچھی بات کے لئے چھوٹا آدمی اپنے بزرگ کی خدمت میں بار بار عرض کر سکتا ہے (۲) اپنی ماں کو بھی نصیحت کی جا سکتی ہے اس لئے کہ حضرت سودہ ام المومنین ہیں (۳) بہ نیت خیر بڑے سے بھی اچھی بات سخت لہجہ میں پیش کی جا سکتی ہے جب کہ اعتراض اور تعنّت مقصود نہ ہو (۴) عورتیں بدرجۂ مجبوری اپنی کسی حاجت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہیں (۵) اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین فضیلتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو ان کی غیرت، دوسرے موافقت وحی، اس لئے کہ ان کی خواہش کے مطابق آیت حجاب نازل ہوئی۔ تیسرے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی۔

تشریحات (۱۱۰)

لغات غلام۔ وہ بچہ جو بلوغ کے قریب ہو جس کی مسیں بھیگ رہی ہوں۔ دودھ چھڑانے سے سات سال تک کی عمر کا بچہ، وہ بچہ جس کی داڑھی نہ نکلی ہو۔ اداوۃ۔ چمڑے کا پانی رکھنے کے لئے چھوٹا برتن۔

(۱) اس کی بعد والی روایت میں منّا زائد ہے یعنی انصار میں سے ایک اور بچہ تھا۔ مسلم کی روایت میں نحوی ہے یعنی میرا ہمعمر تھا۔

(۲) امام بخاری نے پانی سے استنجاء کرنے کا باب اس لئے باندھا کہ کچھ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اور کچھ لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ ثابت نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پانی سے استنجاء کیا ہو۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ

---

[1] ص ۲۱/۱ جہم ع‍ه اسی کے بعد متصل دوا در طریقے سے،

(۱۱۱) حدیث - حمل العنزۃ عند الاستنجاء

عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ مَیْمُوْنَۃَ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ

عطاء بن ابومیمونہ سے روایت ہے کہ انھوں نے انس بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میدان

تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے ان سے پوچھا گیا پانی سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟ تو فرمایا پھر تو میرے ہاتھ میں ہمیشہ بدبو رہے گی۔ نافع نے حضرت ابن عمر کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا ہم پانی سے استنجاء نہیں کرتے۔ ابن حبیب مالکی سے منقول ہے کہ انھوں نے پانی سے استنجاء کرنے کو منع فرمایا کیونکہ یہ مطعوم ہے۔ حضرت امام مالک نے اس سے انکار کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پانی سے استنجاء کیا ہو۔

اور یہاں جو یستنجی بمائٍ ہے اس کے بارے میں مُہلَّب کے بیان کے مطابق اصیلی کا گمان یہ ہے کہ حضرت انس کا قول نہیں۔ یہ راوی حدیث امام بخاری کے شیخ کا قول ہے جو انھوں نے اپنے قیاس سے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پانی وضو وغیرہ کے لئے لے جاتے ہوں۔ اس لئے کہ یہی حدیث اس کے متصل سلیمان بن حرب نے اسی سند کے ساتھ شعبہ ہی سے روایت کیا ہے اس میں یستنجی بہ نہیں ـــــ ابو عبدالملک نے کہا یہ حضرت انس کے تلمیذ ابو معاذ کا اضافہ ہے اس لئے کہ یہ بات صحت کو نہیں پہونچتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی سے استنجاء کیا ہے۔ علامہ ابن حجر و علامہ عینی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پانی سے استنجاء کرنا کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً اسی کے بعد تیسری حدیث ہے اس میں یستنجی بالماء ہے۔ نیز اسی بخاری[۱] میں ہے۔ بطریق روح بن قاسم الخفیں عطاء بن میمونہ سے حضرت انس کا قول مذکور ہے۔ اذا تبرز اتیتہ بماء فیغسل بہ جب قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں پانی لے کر حاضر ہوتا جس سے دھوتے۔ مسلم[۲] میں حضرت انس ہی کا قول ہے:۔ فخرج علینا وقد استنجی بالماء ہم میں تشریف لائے اور پانی سے استنجاء فرما چکے تھے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ اس حدیث میں یستنجی بہ حضرت انس ہی کا قول ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کی حکایت کی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی سے استنجاء فرمایا ہے اور پانی سے استنجاء سنت ہے اس میں ادنیٰ کراہت نہیں۔

مسائل علماء، صلحاء و مشائخ کی خدمت کرنی ان کے احوال پر نظر رکھنی جو ضرورت ہو اسے پوری کرنی باعث شرف ہے۔ اپنے تلامذہ حتی کہ نابالغ بچوں سے خدمت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ افضل یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء کرے۔ پھر پانی استعمال کرے صرف ڈھیلے پر یا صرف پانی ہی پر اکتفا بھی جائز ہے۔ البتہ اگر نجاست اپنے مخرج کے علاوہ بقدر درہم پھیل گئی ہو تو پانی سے استنجاء

---

[۱] باب ما جاء فی غسل البول ج ۱ ص ۳۵، [۲] ج ۱ ص ۱۳۲ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین،

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ

ہیں قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں اور ہم میں سے ایک اور لڑکا پانی کا برتن اور چھوٹا نیزہ

اِدَاوَةً مِّنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً يَسْتَنْجِيْ بِالْمَاءِ اَلْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ۔

لے کر جاتے۔ حضور پانی سے استنجا کرتے۔ عنزہ وہ لاٹھی ہے جس میں پھل لگا ہو۔

⑪۲ حدیث۔ النهي عن الاستنجاء باليمين

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

واجب ہے اگر ڈھیلے اور پانی میں سے صرف ایک ہی استعمال کرنا ہو تو پانی افضل ہے۔ روافض کے یہاں ڈھیلے سے استنجا جائز نہیں حالانکہ بکثرت احادیث میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استنجے کے وقت پتھر استعمال فرمایا۔

تشریحات ⑪۱

خلاء:۔ سے یہاں مراد میدان ہے۔ گھر کا بیت الخلاء مراد نہیں۔ عنزہ:۔ اس لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے نیچے لوہے کا پھل ہو یعنی چھوٹا نیزہ اسے ساتھ لے جانے کی حکمت یہ تھی کہ بوقت ضرورت دشمنوں اور موذی جانوروں سے بچنے کا اس سے کام لیا جائے۔ زمین کو اگر کھودنے کی حاجت ہو تو اس سے کھودلیں۔ مثلاً ڈھیلا حاصل کرنا ہے یا زمین سخت ہے چھینٹے پڑنے کا اندیشہ ہے۔ کپڑا وغیرہ اس پر ٹانگ سکیں ٹیک۔ لگائیں۔ نماز پڑھنے میں اس کو سترہ بنائیں۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ الی العنزۃ ص ۱/۲ پر بھی تھوڑے تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ وہاں ہے کہ جب آنحضور اپنی حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو حضور کے پیچھے میں اور ایک اولڑکا جاتا اور ہمارے ساتھ عکازہ یا عنزہ یا عصا اور پانی کا برتن ہوتا جب حاجت پوری کر لیتے تو ہم حضور سے برتن لے لیتے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا عکازہ یا عنزہ یا عصا کی تردید شک راوی ہے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ ساری روایتیں صرف عنزہ پر متفق ہیں۔ عکازہ اور عنزہ ہم معنی ہیں۔

تشریحات ⑪۲

ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلمی مدنی مشہور صحابی ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے حارث کہا کسی نے نعمان، کسی نے عمرو۔ ان کو فارس رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا۔

خير فرساننا اليوم ابو قتادة وخير رجالتنا سلمة بن اكوع (مسلم ص ۲/۱۱۵) آج ہمارے سواروں میں سب سے اچھے ابو قتادہ ہیں۔ اور ہمارے پیادوں میں سب سے اچھے سلمہ بن اکوع۔

وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِى الْاِنَاءِ وَاِذَا اَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهٗ

جب تو پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب رفع حاجت کے لئے جائے تو اپنا عضو تناسل داہنے ہاتھ

بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهٖ ع۰

سے نہ چھوئے اور نہ سیدھے ہاتھ سے پونچھے یعنی استنجا کرے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے یا نہیں؟۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اُحُد، خندق اور اسکے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے۔ مشاجرات میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔ ان کی جانب سے کچھ دن مکہ کے والی بھی رہے۔

علی اختلاف اقوال ۵۴ھ یا ۵۸ھ میں ستر یا بہتر سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ یا کوفے میں وصال فرمایا۔ ایک قول کے مطابق انکی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ ان سے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ گیارہ متفق علیہ، دو افراد بخاری۔ اور آٹھ افراد مسلم سے ہے ۵۔

(۱) یعنی پانی پیتے پیتے اس طرح سانس نہ لے کہ سانس کی ہوا پانی میں جائے۔ اس لئے کہ اندر کی ہوا جسم کے مضر بخارات کو لے کر باہر آتی ہے۔ اس سے پانی کے مضر ہونے کا احتمال ہے۔ اس کا بھی اندیشہ ہے کہ سانس کے ساتھ ناک کی رطوبت پانی میں مل جائے۔ جس سے گھن آنے لگے بلکہ سانس لینا ہو تو برتن سے منہ ہٹا کر سانس لے۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ تین سانس میں پانی پینا سنت ہے۔ اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ پانی پیتے پیتے برتن میں منھ ڈالے۔ باہر سے اندر کو سانس نہ لو اس سے اندیشہ ہے کہ پانی ناک میں چڑھ جائے۔ اور حق یہ ہے کہ ہر طرح سانس لینی منع ہے۔

(۲) پیشاب کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت داہنے ہاتھ کو شرمگاہ سے لگانا ممنوع ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہی ظاہر ہے۔ استنجا کرنے کو یتمسح سے تعبیر کرنے میں عموم کا افادہ ہوا۔ کہ خواہ پانی سے استنجا کرے خواہ ڈھیلوں وغیرہ سے۔ بہر حال داہنے ہاتھ سے نہ کرے۔ بلکہ بائیں ہاتھ سے کرے۔ ممانعت کے باوجود اگر داہنے ہاتھ سے استنجا کرے گا تو طہارت ہو جائیگی۔ امام احمد اور بعض اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اگر داہنے ہاتھ سے استنجا کرے گا تو طہارت ہو گی ہی نہیں۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ پانی یا ڈھیلا استعمال کرے۔ اور اگر صرف ہاتھ سے پونچھے تو بالاتفاق طہارت نہ ہوگی اور نہ یہ جائز ہے خواہ داہنا ہاتھ ہو خواہ بایاں۔ اس لئے کہ ہاتھ سے پونچھنے میں نجاست دور ہی نہ ہوگی۔

ع۰ ایضا۔ لایمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال ص۲۷، اشربہ، النہی عن التنفس فی الاناء ص۸۴۲۔ مسلم طہارت: ۶۳، ۶۴، ابو داؤد طہارت ص۵، اشربہ ۲۔ ترمذی طہارت، ۱۱، اشربہ ۱۰، ۱۶، نسائی طہارت، ۴۶، ۴۲، ۲۴، ۲۳، ابن ماجہ طہارت، ۱۵۔ اشربہ: ۲۳، ۲۴، دارمی: وضو ۱۳، اشربہ: ۲۱، مسند امام احمد۔ ۵ اصابہ استیعاب، عینی۔

(۱۱۳) حدیث ۔ الاستنجاء بالاحجار

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِتَّبَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا اور حضور رفع حاجت

وَخَرَجَ لِحَاجَتِهٖ وَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ اَبْغِنِیْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا

کے لئے نکلے تھے اور حضور ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے ۔ میں نزدیک پہنچ گیا ۔ فرمایا میرے لئے کچھ پتھر تلاش کرو جس سے استنجا کروں ۔

تشریحات (۱۱۳)

استنفض بہا اس کا مادہ نفض ہے ۔ جس کے معنی جھاڑنے کے ہیں ۔ جھاڑنے سے چیز صاف ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح استنفض کے معنی ہوئے جس سے میں صفائی حاصل کروں ۔ جس کا حاصل استنجا ، ہوا ۔

(۱) پتھر کی تخصیص صرف اس لئے کی کہ وہاں سوائے پتھر کے اور کچھ نہ مل سکتا تھا ۔ ورنہ پتھر کی طرح ڈھیلے کنکر وغیرہ سے بھی استنجا ، بلا کراہت جائز ہے ۔ اس پر دو قرینہ ہے ۔ ایک پتھر سے جو کام لینا ہے وہ صفائی کا ہے تو جس چیز سے صفائی حاصل ہو جائے ۔ اس سے استنجا ہو سکتا ہے ۔ دوسرے حضور نے ہی میں تخصیص فرما دی کہ ہڈی اور گوبر مت لانا تو معلوم ہو گیا کہ ہڈی اور گوبر اور اس قسم کی چیزوں کے سوا ، دوسری چیزوں سے استنجا ، بلا کراہت جائز ہے ۔

بعض ظاہریہ اور بعض حنبلی حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ۔ کہ پتھر کے سوا اور کسی بھی چیز سے استنجا نہیں ہو سکتا ان کا استدلال یہ ہے کہ حضور نے پتھر کی تخصیص کر دی ہے ۔ مگر ان کا یہ استدلال درست نہیں ۔ اس لئے کہ یہ تخصیص مقامی مجبوری یا آسانی کی وجہ سے اتفاقی تھی کہ یہاں آسانی سے صرف پتھر ہی مل سکتا تھا ۔ یا سوائے پتھر کے ڈھیلا بالکل نہ مل سکتا ہو ۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اتفاقی تخصیص اپنے ماعدا کی نفی نہیں کرتی ۔

(۲) ہڈی ، گوبر ، مینگنی سے استنجا ، ممنوع ہونے کی احادیث میں یہ علت مذکور ہے ۔ کہ یہ جنوں کی خوراک ہے ۔ بخاری ، بعث ، صفحہ ۵۴۴ میں ہی حدیث یوں ہے ۔ کہ یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں ۔ میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا ۔ اور یہ اچھے جن تھے ۔ انھوں نے مجھ سے سفر کی خوراک مانگی ۔ میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی اب یہ کسی بھی ہڈی یا گوبر کے پاس پہونچیں گے تو ان پر کھانا پائیں گے ۔

اور ابو داؤد[۱] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ جن کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا ۔ اور

---

[۱] الطہارت ۔ ما نہی عنہ ان یستنجی بہ صفحہ ۱

اَوْ نَحْوَہٗ وَلَا تَاتِنِیْ بِعَظْمٍ وَّلَا رَوْثٍ. فَاَتَیْتُہٗ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِیَابِیْ

یا اسی قسم کا کوئی اور جملہ فرمایا۔ اور ہڈی یا گوبر مت لانا۔ میں کچھ پتھر اپنے دامن میں لے آیا۔

عرض یا رسول اللہ اپنی امت کو ہڈی اور گوبر اور کوئلے سے استنجا کرنے سے منع فرمادیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہماری روزی رکھی ہے۔ تو حضور نے منع فرمادیا۔

مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا داعی آیا۔ میں اس کے ساتھ گیا۔ میں نے ان پر قرآن پڑھا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اس کے بعد مجھے اپنے ہمراہ لے گئے مجھے ان کے قدم اور آگ کے نشانات دکھائے۔ انھوں نے آنحضور سے سفر کی خوراک مانگی تو فرمایا۔ ہر وہ ہڈی، جو اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو۔ جب تمھارے ہاتھ میں آئے گی اس پہلے والا پورا گوشت ہوگا۔ اور ہر مینگنی تمھارے چوپاؤں کا چارہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں سے استنجا نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ تمھارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔ بطریق محمد بن مثنیٰ یوں ہی ہے۔ مگر بطریق علی بن حجر السعدی اس طرح ہے کہ آثار نیرانھم تک حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ اور اس کے بعد امام شعبی کا ہے۔ علامہ نووی نے دارقطنی وغیرہ کے حوالہ سے کہا کہ وسئلوہ عن الزاد سے اخیر تک شعبی کا قول ہے۔ پھر فرمایا۔ مگر یہ بات بغیر سماع نہیں جان سکتی اور ما لا یدرک الا بالسماع مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے یہ بھی حدیث ہی ہے آثار نیرانھم تک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے بقیہ کسی اور صحابی سے مروی ہے۔ بہر حال یہ بھی حضور ہی کا ارشاد ہے۔ حاکم نے دلائل النبوۃ میں اس کا اخیر حصہ یوں روایت کیا۔

حضور نے فرمایا۔ میں نے انھیں ہڈی اور گوبر دیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ انھیں کیا کام دے گا۔ فرمایا۔ ہر ہڈی پر یہ لوگ پہلے والا گوشت پائیں گے۔ اور ہر گوبر پر وہ دانہ پائیں گے۔ جو کھانے کے دن تھا۔ اس لئے کوئی ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرے۔

ان سب روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی ممانعت اسلئے ہے کہ یہ جنوں اور انکے چوپاؤں کی خوراک ہے۔

تطبیق بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی درخواست پر، حضور نے دعا فرمائی تو ہڈی وغیرہ ان کی خوراک ہوئی اور مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے انھیں یہ چیزیں توشے کے لئے دیں۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ مسلم کی روایت

[1] الصلوٰۃ للجھر بالقرآن فی الفجر والقرأۃ علی الجن ص۱۸۴

فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ۔

اور آپ کے پہلو میں رکھ دیا۔ اور وہاں سے ہٹ آیا۔ قضاء حاجت کے بعد ان پتھروں کو استعمال فرمایا۔

میں اختصار ہے۔ حضور نے دعاء فرمائی دعاء فرمانے کے بعد ان سے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے زاد سفر یہ ہے۔ البتہ ابو داؤد کی روایت صحیحین کی روایت کے معارض ہے۔ کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جنوں نے عرض کیا کہ یہ چیزیں ہمارا رزق ہیں۔ حضور اپنی امت کو ان سے استنجا کرنے سے منع فرمادیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ابتداء میں یہی ہوا کہ جنوں نے زاد راہ کی درخواست کی تو آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور ہڈی وغیرہ انھیں زاد راہ دی۔ جیساکہ صحیحین میں ہے۔ مگر چونکہ یہ واقعہ ابتدائے اسلام کا ہے۔ بعد میں جب اسلام کی اشاعت ہوئی لوگ بکثرت مسلمان ہوئے مگر سب کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ لوگ ہڈی سے استنجا کرتے رہتے تھے۔ تو بعد میں جنوں نے آکر شکایت کی۔ کہ یہ ہماری روزی ہے اس سے استنجا کرنے سے آپ منع فرمادیں۔ جیساکہ ابو داؤد میں ہے۔

جنوں کی خوراک ہڈی اور روث دونوں ہیں۔ یا ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور روث ان کے چوپاؤں کی۔ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور گوبر وغیرہ ان کے چوپاؤں کی۔ اور ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی اور گوبر دونوں جنوں کی خوراک ہے۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ ہڈی تو جنوں کی خوراک ہے۔ اور روث میں تفصیل ہے۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کی مینگنی یا گوبر ہے جو انسان کھاتے ہیں تو جنوں کی بھی خوراک ہوسکتی ہے۔ وہ اس پر دانہ پائیں گے جس کے کھانے سے مینگنی بنی ہے۔ اور ان کے چوپاؤں کی مطلقاً غذا ہے کسی بھی چیز کی ہو۔

اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ گوبر وغیرہ ناپاک ہیں۔ اور ناپاک چیزوں کا کھانا حرام ہے۔ اور ناپاک چیز کا کھانا انسان کی طرح جنوں کے لئے بھی حرام ہے۔ ورنہ استنجاء کرنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ گوبر ان کے ہاتھ میں جاتا ہے گوبر نہیں رہتا بلکہ بدل کر دانہ ہوجاتا ہے۔ تو اب ناپاک بھی نہ رہا۔ قلب ماہیت کے بعد ناپاک، پاک ہوجاتا ہے۔ جیسے یہی گوبر مٹی میں مل کر جب مٹی ہوجاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے۔ اس سے دیوبندی شیخ الہند صاحب کی یہ توجیہ باطل ہوگئی کہ اس کا امکان ہے کہ اس خصوص میں انسان اور جن میں تفریق ہو جیسے ریشمی لباس میں مرد و عورت کے مابین ہے۔

گوبر سے ممانعت کی دوسری وجہ اس کا ناپاک ہونا ہے جیساکہ خود بخاری کی اس کی بعد والی حدیث میں تصریح ہے۔ کہ یہ نجاست ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ ایسی چیزوں سے جو خوراک ہو استنجاء منع ہے۔ خواہ انسان کی ہو خواہ جن کی خواہ حیوانات کی۔ اسی کے حکم میں ہر وہ چیز ہے جو شرعاً محترم ہو یا اس کی کچھ قیمت ہو۔ جیسے کاغذ۔ یوہیں کسی بھی ناپاک چیز سے استنجاء کرنے کی ممانعت ہے۔ مثلاً مینگنی وغیرہ سے۔ یہ ممانعت حد کراہت تک ہے۔ اگر کسی نے ان ممنوع چیزوں سے استنجاء کرلیا اور نجاست دور ہوگئی تو طہارت حاصل ہوگئی۔ اگرچہ یہ فعل مکروہ ہے۔ اس لئے کہ مخرج نجاست اصل میں پاک تھا۔ نجاست نکلنے کے بعد نجاست سے

(۱۱۴) حدیث۔ النهي عن الاستنجاء بالروث

أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ، أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے جنگل تشریف لے گئے

ملوث ہونے کی وجہ سے ناپاک ہوا تھا جب یہ نجاست کسی بھی چیز سے دور ہوگئی تو پاک ہوجانے میں کوئی شبہ نہیں۔

تشریحات (۱۱۴)

رکس، رجس، دونوں بمعنی نجاست ہیں۔ ایک لغت میں جیم کے بجائے کاف بھی ہے اور یہی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ ابن ماجہ اور ابن خزیمہ میں رکس کے بجائے رجس ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رکس کے معنی رَدّ لوٹنے اور لوٹانے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے "أُرْكِسُوا فِيهَا" انھیں اس میں لوٹاؤ۔ چونکہ گوبر اصل میں خوراک ہوتا ہے۔ پھر ناپاک طرف لوٹتا ہے۔ اس لئے اسکو رکس کہتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ فرمایا کہ پھر اسے رکس را کے کسرہ کے بجائے فتحہ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اس لئے اس معنی میں را کے فتح کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ امام نسائی[1] نے فرمایا کہ رکس کے معنی جنوں کی خوراک کے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اگر یہ لغت سے ثابت ہو تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں۔ قاموس میں ہے کہ رکس کے معنی کسی چیز کو الٹا کرنے کے ہیں۔ اور را کے کسرے کے ساتھ نجس کے معنی میں ہے۔

(۱) اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے فرمایا۔ کہ ابواسحٰق نے کہا یہ حدیث ابوعبیدہ نے مجھ سے نہیں ذکر کیا۔ بلکہ عبدالرحمٰن بن اسود نے کیا ہے یہ اپنے باپ اسود بن یزید نخعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ اس تفصیل کی ضرورت یہ پیش آئی کہ ابوعبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے ہیں۔ اور ان کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں۔

اس پر شاذکونی نے یہ اعتراض کیا کہ اس تدلیس ہے اور ایسی تدلیس کہ اس سے خفی تر تدلیس میں نے سنی نہیں۔ اس لئے کہ ابواسحٰق نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے ذکر کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ ذکر کیا۔ اس کے جواب کی طرف امام نے اشارہ کرنے کے لئے اخیر میں یہ تعلیق ذکر کی ہے۔ کہ ابراھیم بن یوسف نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے باپ ابواسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی۔ اس میں ابواسحٰق نے یہ بالتصریح کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن اسود نے حدیث بیان کی۔

استنجا میں تین ڈھیلے کا حکم احناف کے نزدیک طہارت کے لئے تین ڈھیلوں کی شرط نہیں۔ اگر ایک ہی سے نجاست دور

---

[1] نسائی صفحہ ۱،

فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَہٗ بِثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَیْنِ وَالْتَمَسْتُ

تو مجھے حکم دیا کہ میں تین پتھر لاؤں مجھے دو پتھر تو ملا تیسرا تلاش کیا۔

ہوجائے تو کافی ہے۔ البتہ تین کا پورا کرلینا مستحب ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ تین کا عدد پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے کم ہو تو طہارت ہی نہ ہوگی۔ ان کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منھ کرنے، اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے، اور تین پتھروں سے کم سے استنجا کرنے سے منع فرمایا[1] اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ قضاء حاجت سے قبل محل پاک تھا۔ قضاء حاجت کے بعد نجاست لگنے سے ناپاک ہوا۔ یہ نجاست کسی چیز سے دور کردی جائے تو محل پھر پاک ہوجائے گا۔ خواہ ایک بار استعمال کرنے سے یا چند بار۔ ان کی دلیل یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ حضور نے دو ہی سے استنجا فرمایا۔ اگر تین ڈھیلوں کا استعمال واجب ہوتا اور اس سے کم سے طہارت نہ ہوتی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا ڈھیلا ضرور منگاتے اور استعمال فرماتے۔ یہ استدلال امام طحاوی کا ہے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ تعقب کیا کہ اس حدیث کو امام احمد نے اس اضافہ کے ساتھ ذکر کیا کہ آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں تیسرا ڈھیلا لانے کا حکم دیا۔ طحاوی اس روایت سے غافل رہے۔ علامہ ابن حجر نے امام طحاوی پر یہ تنقید کردی۔ لیکن امام ترمذی کو کیا کہیں گے جو شافعی ہیں مگر وہ بھی امام احمد والی روایت کی اس زیادتی سے غافل رہے۔ انھوں نے اس حدیث پر جو باب باندھا وہ الاستنجا بالحجرین ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ امام احمد کی روایت اگر دربارۂ احکام قابل احتجاج ہو بھی تو اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ تیسرے پتھر کے لانے کا حکم دیا۔ مگر کسی روایت میں یہ نہیں کہ وہ تیسرا پتھر لائے بھی اور حضور نے اسے استعمال بھی فرمایا۔ اور غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جگہ ایسی تھی جہاں پتھر کے ملنے میں دشواری تھی۔ ورنہ وہ پہلے ہی بار لائے ہوتے۔ گوبر کیوں لائے؟۔ جس سے غالب گمان یہی ہے کہ وہ تیسرا پتھر لائے ہی نہیں۔

پہلی توجیہ احادیث میں تین عدد کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ اغلب یہی ہے کہ تین سے نجاست دور ہوجاتی ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد وابوداؤد[2] اور نسائی[3] نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۱۳۱، [2] ایضاً ج ۱ ص ۷، [3] ایضاً ج ۱ ص ۸۔

الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْهُ فَاَخَذْتُ رَوْثَۃً فَاَتَیْتُہٗ بِہَا

مگر نہ ملا۔ تو میں نے گوبر کا ٹکڑا لے لیا اور حاضر خدمت کر دیا۔

کہ جب تم رفع حاجت کے جاؤ تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جاؤ۔ ان سے استنجا کرو یہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔ حدیث کا یہ حصہ «فانہا تجزی عنہ» یہ تمہارے لئے کافی ہوگا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین کی قید اس لئے ہے کہ عموماً تین سے طہارت ہو جاتی ہے۔ اس سے کم سے عام طور پر نجاست کا ازالہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جن احادیث میں تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء سے ممانعت ہے وہ اکثر احوال کے لحاظ سے ہے۔ اب ان سب احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ چونکہ عام طور پر تین ڈھیلوں سے کم میں نجاست دور نہیں ہوتی اور تین سے دور ہو جاتی ہے۔ اس لئے تین ڈھیلوں کے لئے ارشاد فرمایا۔

دوسری توجیہ اس کے علاوہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن و من لا فلا حرج [1]

استنجاء میں جو ڈھیلا استعمال کرے طاق استعمال کرے جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا جس نے نہیں تو کوئی حرج نہیں۔

وتر ایک کو بھی شامل ہے۔ لیکن ایک یہاں مراد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایک مراد لینے میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایک ڈھیلا استعمال کیا اس نے اچھا کیا۔ جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ تو لازم آیا کہ اگر ایک ڈھیلا بھی استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہ سرے سے استنجا ہی کی نفی ہوئی۔ ایک کے بعد وتر کا پہلا درجہ تین ہے اور فلیوتر اپنے اطلاق سے تین کو بھی شامل تو حاصل یہ ہوا کہ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے نجاست دور ہو گئی تو تین کا عدد پورا کر لینا اچھا ہے۔ اور اگر تین عدد نہیں بھی پورا کیا تو کوئی حرج نہیں۔ یہی مستحب ہونے کا مفاد ہے۔ جیسا کہ اگر تین سے نجاست زائل نہ ہوئی تو چوتھا ڈھیلا استعمال کرنا ضروری ہوا۔ چار سے نجاست دور ہو گئی تو پانچویں کا استعمال بہتر ہے۔ اور اگر کوئی پانچواں استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں علیٰ ھٰذا القیاس۔

خلاصہ یہ کہ تین یا پانچ وغیرہ ڈھیلوں سے طہارت نہ حاصل ہونے میں جو تفصیل ہے وہی تین سے کم میں بھی جاری ہوگی۔ تو جس طرح اوپر کے مدارج میں وتر پورا کرنا مستحب ہے اسی طرح تین سے کم میں نجاست دور ہو گئی تو تین کا عدد پورا کر لینا بہتر ہے ان سب کا ماحصل یہ ہوا کہ استنجاء سے مقصود ازالۂ نجاست ہے۔ اکثر احوال میں تین سے ازالۂ نجاست ہو جاتا ہے اس لئے ان روایات میں تین کے عدد کو ذکر فرمایا۔ شارع کو طاق کا عدد بھی محبوب ہے۔ تین سے یہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ چونکہ تین میں اکثر احوال

---

[1] ج ۱ ص ۲۹،

فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ عہ

حضور نے دونوں پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔

کے لحاظ سے ازالۂ نجاست بھی ہو جاتا ہے اور وتر بھی ہونا پایا جاتا ہے۔ اس لئے اکثر روایات میں تین کو ذکر فرمایا گیا۔ یہ نہیں کہ تین کا عدد واجب ہے اس لئے اس کو ذکر فرمایا۔ بلکہ اس لئے کہ یہ مزیل نجاست بھی ہے اور طاق بھی ہے۔

احادیث کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ صرف یہی ایک موقع نہیں۔ بہت سے دیگر مواقع پر بھی تین کا عدد مذکور ہے۔ مگر بالاتفاق وہاں تین تین بار وہ عمل فرض و واجب نہیں۔ مثلاً حجۃ الوداع کے موقع پر ایک صاحب حاضر ہوئے۔ خلوق (زعفرانی خوشبو) میں لت پت جبہ پہنے ہوئے دریافت کیا کہ میں کیا کروں، حضور نے سکوت فرمایا۔ پھر وحی کا نزول ہونے لگا۔ نزول وحی کے بعد فرمایا جہاں جہاں یہ خوشبو تمہارے بدن پر لگی ہوا سے تین بار دھولو اور جبہ اتار ڈالو لہ

اس کے تحت علامہ نووی نے لکھا۔

انما امر بالثلث مبالغة فی ازالة لونه وريحه والواجب الازالة فان حصلت بمرة كفته لم تجب الزيادة ۲ ؎

تین بار دھونے کا حکم خوشبو کے رنگ اور بو کو بالکلیہ دور کرنے کے لئے ہے۔ اور واجب ازالہ ہے اگر ایک بار میں حاصل ہو جائے تو اس سے زیادہ دھونا واجب نہیں۔

اسی طرح یہاں بھی خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرنے کے لئے تین ڈھیلوں کا حکم ارشاد ہوا اگر تین سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو اس سے زیادہ کرنا واجب نہیں۔ البتہ مستحب ہے۔

تیسری توجیہ امر کبھی کبھی اس معنی کے لئے بھی آتا ہے کہ جو کام کر رہے تھے کرتے رہو۔ یعنی بقاء علی الفعل جیسے غزوہ سیف البحر میں جب زاد راہ ختم ہو گیا تو قیس بن سعد اونٹ خرید کر تین دن تک تین تین ذبح کرتے اور مجاہدین کو کھلاتے۔ مگر اس سے اندیشہ تھا کہ اونٹ ختم ہو جاتے یا کم ہو جائے جس سے بار برداری میں سخت دقت ہوتی۔ اس لئے سالار فوج سیدنا ابو عبیدہ بن جراح امین امت نے اس سے روک دیا۔ نوبت باینجا رسید کہ صحابۂ کرام نے درخت کے پتے کھا کھا کے دن کاٹے۔ پھر اللہ عزوجل نے کرم فرمایا اور سمندر نے ایک بہت بڑی عنبر نامی مچھلی کنارے پھینک دی۔ جسے ان مجاہدین نے پندرہ یا اٹھارہ دن تک کھایا۔ حضرت قیس نے مدینہ طیبہ واپس آکر اپنے والد حضرت سعد بن عبادہ سے بیان کیا کہ لوگ اس لشکر میں بھوکے ہو گئے تو انھوں نے فرمایا۔

عہ ترمذی، طہارت، استنجا بالحجرین نسائی، طہارت۔ الرخصۃ فی الاستطابۃ بحجرین۔ ابن ماجہ، طہارت۔ الاستنجا بالحجارۃ، مسند امام احمد

لہ بخاری ص ۲۰۹ /۱، مسلم ص ۳۷۴ /۱۔ ۲ ؎ شرح مسلم ص ۳۷۴، ۱

(۱۵) حدیث۔ الوضوء مرۃ مرۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّۃً مَرَّۃً ؏

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضوء فرمایا۔

انحر قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر	تمھیں چاہئے تھا کہ اونٹ ذبح کرتے انھوں نے عرض کیا میں نے ذبح کیا پھر لوگ
قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر قال لغرت	بھوکے ہوئے تو ان کے والد نے کہا کہ تمھیں اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔
قال ثم جاعوا قال انحر قال نُھِیتُ ؎	انھوں نے عرض کیا کہ میں نے ذبح کیا پھر لوگ بھوکے ہوئے تو انکے والد
۞ ۞ ۞	نے فرمایا کہ تمھیں اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔ عرض کیا میں نے ذبح کیا پھر
۞ ۞ ۞	لوگ بھوکے ہوئے فرمایا تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔ عرض کیا مجھے منع
۞ ۞ ۞	کر دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ اُس کا وقت نکل چکا تھا اور "انحر" کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ذبح کرو۔ بلکہ یہاں متعین ہے کہ معنی وہی ہیں جو ہم نے لکھے۔ یعنی تمھیں چاہئے تھا کہ ذبح کرتے رہتے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت اُسید بن حُضیر کا ہے۔ یہ رات میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ انکے صاحبزادے یحییٰ پاس ہی سو رہے تھے۔ وہیں گھوڑا بندھا ہوا تھا فرشتے بادل میں نورانی چراغوں کی شکل میں ان کی تلاوت سننے کے لئے اترے جس سے گھوڑا بھڑکا۔ انھوں نے قرأت بند کر دی تو گھوڑا پرسکون ہو گیا۔ پھر پڑھنے لگے تو پھر بدکا پھر یہ چپ ہو گئے تو سیدھا ہو گیا پھر پڑھنا شروع کیا تو پھر کودنے لگا۔ انھوں نے تلاوت بند کر کے اپنے بچے کو وہاں سے دور کر دیا۔ اب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بادل کے ٹکڑے میں چراغ کے مثل روشنیاں ہیں۔ صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا تو فرمایا۔ اقرأ یا ابن حضیر۔ اقرأ یا ابن حضیر ؎۔ اے حضیر کے بیٹے تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا، اے حضیر کے بیٹے تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا۔

ہر شخص پر روشن ہے کہ یہاں اقرأ کے معنی یہی ہیں کہ تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا کیونکہ اس کا وقت گزر چکا تھا اس لئے کہ آگے اس کے بعد ہے کہ حضرت اُسید نے عرض کیا۔ میں ڈرا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ دے۔ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں ہیں۔ اسی

؏ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ علاوہ ازیں ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے۔

؎ بخاری ص ۶۲۶ ج ۲، ؎ بخاری ص ۷۵۱ ج ۲،

(۱۴) حدیث۔ الوضوء مرتین مرتین

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ عـه

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو فرمایا۔

طرح یہاں اس حدیث میں "ائتنی بثالثۃ" کے معنی یہ ہیں کہ تھیں تیسرا لانا چاہئے تھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہاں پتھروں کی بہت کمی تھی۔ حضرت عبداللہ کو تلاش کے باوجود دو ہی پتھر ملے۔ غالباً دیر ہو جانے کے اندیشے سے یہ دو پتھر اور گوبر کا ٹکڑا لائے۔ گوبر پھینک دیا اور فرمایا ناپاک ہے۔ اس کے بجائے تیسرا پتھر لانا چاہئے تھا۔

تشریحات (۱۱۵)

یہ فرض کا درجہ ہے کہ کم از کم اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا جائے۔ مگر تین تین بار دھونا سنت ہے۔ وقت میں گنجائش ہو اور پانی بھی اتنا ہو کہ تین تین بار اعضاء وضو دھو سکتا ہو تو تین بار سے کم دھونا ہرگز نہیں چاہئے۔ یہ ترک سنت ہے۔ اور اگر وقت اتنا تنگ ہے کہ اعضاء وضو تین بار دھونے میں وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو فرض ہے کہ صرف ایک ایک بار دھوئے تاکہ نماز قضاء نہ ہو۔

تشریحات (۱۱۶)

ان دونوں حدیثوں میں ایک ایک بار، دو، دو بار سے اعضاء وضو کا صرف ایک ایک بار یا دو، دو بار دھونا مراد ہے اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو حدیث ۱۱۵ میں مذکور ہوئی۔ اور اس کا وہی فائدہ ہے۔ نیز یہ رد ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ وضو میں اعضاء کا تین تین بار دھونا فرض ہے۔ تین بار سے کم دھونے سے وضو نہ ہوگا۔ اس بارے میں روایتیں پانچ طرح ہیں۔ ہر ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا۔ ہر عضو کو دو بار دھویا۔ ہر عضو کو تین بار دھویا۔ بعض اعضاء کو ایک بار دھویا اور بعض کو تین تین، یا بعض اعضاء کو دو دو مرتبہ دھویا اور بعض کو تین تین بار۔

عـه افراد بخاری سے یہ بھی ہے۔ صحاح ستہ میں سے کسی نے اسے ذکر نہیں کیا۔

(۱۱۵) حدیث۔ الوضوء ثلثا ثلثا

أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ

حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفان کو انھوں نے دیکھا کہ انھوں نے (پانی کا) برتن مانگا۔

تشریحات

(۱) امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ ثالث اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ام حکیم البیضا بنت عبد المطلب کی صاحبزادی، اروی کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت بیضا کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں لے

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھ سال چھوٹے ہیں۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ اسلام لانے کے جرم میں ان کا چچا حکم بن العاص انھیں چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتا تھا۔ جس سے دم گھٹ گھٹ جاتا۔ مگر ان کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی۔ ان کے فضائل و مناقب مشہور و معروف ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں، حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم ان کے نکاح میں دیں۔ اس لئے ذو النورین ان کا خطاب ہے۔ حضرت ام کلثوم کے وصال کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اور کوئی بیٹی ہوتی تو اس کو بھی تمہاری زوجیت میں دے دیتا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ کی حالت بہت نازک تھی۔ حضور نے انھیں حضرت رقیہ کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ طیبہ ہی میں روک دیا۔ مگر شرکائے بدر میں شمار فرمایا۔ اور مال غنیمت سے بھی حصہ دیا۔ اسی طرح بیعت رضوان میں بھی یہ شریک نہ ہو سکے اس لئے کہ یہ اس وقت مکہ معظمہ قریش سے مصالحت کی گفتگو کے لئے گئے تھے۔ آنے میں تاخیر ہوئی اور یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اسی پر حضور نے بیعت رضوان لی تھی۔ حضور نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھا اور فرمایا: یہ بیعت عثمان کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے تین دن بعد ان کی مقرر کردہ شوریٰ کے انتخاب سے حضرت عثمان یکم محرم ۲۴ھ کو مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے عہد مبارک میں یہ بلاد فتح ہوئے۔

رَیّ ایران کا موجودہ دار السلطنت طہران۔ یہ عہد فاروقی میں فتح ہوا تھا مگر پھر ایرانیوں نے لے لیا تھا۔ سابور، قبرص (کریٹ) ارجان

لے تاریخ الخلفاء ص۱۰۲، لے ایضاً ص۱۰۳،

عَلٰی کَفَّیْہِ ثَلٰثَ مِرَارٍ فَغَسَلَھُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ یَمِیْنَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلٰثًا

پہلے انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں[۳] پر تین بار پانی ڈالا۔ اور انھیں دھویا[۵]۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔

دوار بحرد۔ افریقہ۔ طرابلس۔ اُصطخر۔ نیشاپور۔ طوس۔ سرخس۔ مرو۔ بیہق۔ وغیرہ آپ ہی کے ایام خلافت میں پہلا اسلامی بیڑہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کیا۔ اور قبرص پر حملہ آور ہوئے۔ جس کے شرکار کے لئے جنت کی بشارت حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے[۱]

آپ ہی کے عہد میں ایران کا اخیر فرماں روا یزد جرمارا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں اس قدر دولت کی فراوانی تھی۔ کہ ایک لونڈی اپنے ہموزن قیمت پر اور ایک گھوڑا ایک لاکھ درہم میں، اور ایک کھجور کا درخت ایک ہزار درہم میں بکتا[۲]

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت عثمان ایک شخص کو ایک لاکھ ایسی تھیلی دیتے تھے جن میں چار چار ہزار اوقیہ ہوتا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ تو ہر تھیلی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم ہوئے۔

چالیس[۳] دن کے سخت محاصرے کے بعد اٹھارہ[۴] ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن عصر کے وقت اپنے دولتکدے میں شہید کئے گئے۔ اور دوسرے دن سینچر کی رات میں جنت البقیع کے مشرقی کنارے، حش کوکب میں مدفون ہوئے۔ انھیں جس شقی نے شہید کیا تھا اس کا نام اسود تجیبی[۵] ہے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ حضرت عثمان سے ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں جن میں گیارہ امام بخاری نے تخریج کی ہیں۔

(۲) حُمران بن اَبان بن خالد بن عمرو، رومیوں کے ساتھ شام کے عین التمر کے مشہور معرکے میں حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُمران کو گرفتار کیا۔ یہ اس وقت بچے تھے مگر بہت ذہین تھے۔ حضرت خالد نے حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے حُمران کو آزاد کر کے انھیں اپنا میر منشی اور دربان بنا لیا۔ حجاج نے انھیں نیشاپور کا والی بنایا تھا۔ اسی سلسلے میں حجاج نے ان سے ایک لاکھ تاوان وصول کیا۔ پھر عبد الملک کی سفارش پر واپس کر دیا۔ ۷۵ھ میں وصال ہوا۔ امام بخاری نے حمران کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ مگر پھر بھی صحیح بخاری میں ان کی روایت ذکر کی، صرف امام بخاری ہی نہیں امام مسلم اور بقیہ اصحاب ستہ نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ حمران کثیر الروایت ہیں۔ مگر میں نے یہ نہیں دیکھا کہ لوگ ان کی حدیث کو حجت بناتے ہوں۔

(۳) باب المضمضہ میں "باناء" کے بجائے "بوضوء" ہے۔ یعنی وضوء کا پانی مانگا۔ وَضوء واو کے فتحہ کے ساتھ وضوء کے پانی کو

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد وغیرہ، [۲] عینی جلد ثالث ص۵، [۳] بدایہ نہایہ صفحہ ۱۹ جلد سابع، [۴] عینی جلد ثالث ص۵،
[۵] ایضا۔ اکمال۔

35

وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلٰثَ

پھر تین بار منھ دھویا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا اس کے بعد دونوں پاؤں ٹخنے تک تین

مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بار دھوئے۔ پھر کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

معنی میں ہے۔ اور وُضوء واو کے ضمہ کے ساتھ اس فعل کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضوء کا پانی اپنے متعلقین اور خدام سے منگانے میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھولینا چاہئے اگرچہ سوکر نہ اٹھا ہو۔ دونوں کو ساتھ ساتھ دھوئے یا پہلے داہنے کو پھر بائیں کو۔ فقہاء کے دونوں اقوال ہیں۔ جو لوگ حدیث تیامن پر نظر کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ پہلے داہنے ہاتھ کو دھوئے پھر بائیں کو۔ کچھ حضرات نے فرمایا کہ تیامن وہاں مستحب ہے جہاں جمع ممکن نہ ہو۔ اور جہاں جمع ممکن ہے وہاں مستحب نہیں جیسے سر اور کانوں اور گردن کے مسح میں۔

(۵) اس سے پتہ چلا کہ کلی اور ناک میں پانی داہنے ہی ہاتھ سے ڈالا جائے گا۔ دونوں کے لئے الگ الگ پانی لیا جائیگا یا ایک ہی چلو پلخذ سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں بھی پانی ڈالا جائے۔ ہمارا یہی مذہب ہے کہ کلی کے لئے الگ پانی لیا جائے گا۔ اور ناک میں ڈالنے کے لئے الگ۔ پہلے تین بار کلی کریں گے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالیں گے۔ جیسا کہ ابوداؤد اور طبرانی نے کعب بن عمرو الیمانی سے روایت کی۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم توضأ فمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا فاخذ لكل واحد ماءً جديدا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا تو تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اور ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کر کے سکوت فرمایا۔ یہ اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز ترمذی میں ابوحیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا۔

رأيت عليا توضأ فغسل كفيه حتى انقاهما ثم مضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا وغسل وجهه ثلاثا وذراعيه ثلاثا ومسح برأسه مرة ثم غسل قدميه الى الكعبين ثم قام

میں نے حضرت علی کو دیکھا انھوں نے وضوء کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ ان کو خوب صاف کرلیا۔ پھر تین بار کلی کی۔ اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منھ کو تین بار دھویا۔ اور اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح کیا۔ پھر دونوں

مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ

جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ جن میں اپنے آپ سے

فاخذ فضل طھورہ فشربہ وھو قائم ثم قال احببت — قدم ٹخنوں تک دھویا پھر کھڑے ہوئے اور بچے ہوئے پانی کو

ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہ — کھڑے کھڑے پیا۔ پھر فرمایا میں نے چاہا کہ تم کو دکھا دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کیسے ہوتا تھا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ اس حدیث کا سیاق اس کی دلیل ہے کہ جیسے منھ دھونے اور ہاتھ دھونے اور سر کے مسح میں ترتیب تھی اسی طرح کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں بھی ترتیب تھی۔ اس لئے ثابت کہ کلی الگ پانی سے کی اور ناک میں دوسرا پانی ڈالا۔ امام شافعی کا مذہب جو بویطی سے مروی ہے۔ یہی ہے۔ کتاب الام میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کرے اور اس کے بچے ہوئے کو ناک میں ڈالے۔ اس کی مؤید یہ حدیث ہے کہ جس میں فرمایا۔

فتمضمض واستنشق من کف واحد — انھوں نے ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا۔

علامہ عینی نے فرمایا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہی چلو پانی سے دونوں کام کئے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں بھی پانی ڈالا۔ پانی الگ الگ لیا۔ جب اس حدیث میں دونوں احتمال ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کی اور ناک میں بھی ڈالا۔ ہم کہیں گے کہ دوسرا معنی مراد ہے۔ تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی مراد یہ ہے کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں دونوں ہاتھ نہیں استعمال فرمایا ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں بھی پانی ڈالا۔ تیسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جس ہاتھ سے کلی کی اسی ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا یعنی داہنے ہاتھ سے۔ ایسا نہیں کیا کہ کلی داہنے ہاتھ سے کی ہو اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالا ہو۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کلی داہنے ہاتھ سے کی جائے اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالا جائے۔ علامہ عینی نے یہ سب توجیہات نقل کر کے فرمایا کہ بہتر ہے کہ کہا جائے کہ یہاں بیان جواز کے لئے ہے۔ ناک میں پانی داہنے ہاتھ سے ڈالیں گے مگر ناک صاف بائیں ہاتھ سے کریں۔

(۶) استنثر کا مادہ نثر ہے۔ اس کے معنی ناک کے بھی ہیں اور ناک کے کنارے کے بھی اور خیشوم کے بھی۔ استنثر کا

لہ ترمذی ج ۱ ص ۱

فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ عله

بات نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۔

معنی ناک صاف کرنے کے ہیں ۔ مگر یہاں مراد ناک میں پانی لے کر اسے صاف کرنا ہے جیسا کہ باب المضمضہ والی روایت میں استنشق واستنثر وارد ہے ۔ اس روایت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی تعداد مذکور نہیں مگر یہ بھی تین بار سنت ہے جیسا کہ اوپر کی دونوں اور دوسری بہت سی حدیثوں میں وارد ہے ۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے ۔ اگر کوئی کلی نہ کرے تو اعادہ لازم ہے یا نہیں ؟ ۔ عطاء ، زہری ، ابن ابی لیلیٰ ، حماد اور اسحٰق کا مذہب یہ ہے کہ اعادہ کیا جائے ۔ عطاء اور زہری کا دوسرا قول یہ ہے کہ اعادہ لازم نہیں ۔ اور یہی قتادہ ، ربیعہ ، یحیی الانصاری ، امام مالک ، اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے ۔ امام احمد نے فرمایا ۔ ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو اعادہ لازم ۔ کلی کرنا بھول گیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ وضو میں اعادہ لازم نہیں خواہ کلی کرنا چھوڑے خواہ ناک میں پانی ڈالنا ۔ خواہ قصداً خواہ سہواً ۔ البتہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے ۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑے گا تو غسل صحیح نہ ہوگا ۔ ہمارا کہنا ہے کہ جب یہ دونوں فرض نہیں سنت ہیں ۔ تو اعادہ لازم کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس معنی کر کہ بغیر ان کے وضو صحیح نہ ہوگا ۔ ہاں اکمال کے لئے اور ادائے سنت کے لئے اعادہ کر لینا بھی بہتر ہے ۔ سنت یہی ہے کہ کلی پہلے کرے پھر ناک میں پانی ڈالے ۔

(۷) سر کے مسح کے بارے میں بھی اس حدیث میں تعداد مذکور نہیں ۔ مگر یہ صرف ایک بار ہے ۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابھی گذری ۔ جس میں تصریح ہے کہ ایک بار مسح کیا ۔ علاوہ ازیں حضرت عثمان کی حدیث میں بھی منھ ، ہاتھ ، پاؤں کے دھونے میں تین بار کی تصریح ہے ۔ مگر سر کے مسح میں کوئی عدد مذکور نہیں ۔ اس سے ظاہر کہ سر کا مسح صرف ایک ہی بار تھا ۔ ورنہ اس کے ساتھ بھی "ثلثا" مذکور ہوتا ۔

امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ سر کا مسح بھی تین بار ہے ۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دو بار مسح کی بھی وارد ہیں ۔ ابن ماجہ ، میں حضرت ربیع سے ہے :۔

توضأ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومسح علی راسہ مرتین ۔

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور سر پر دو بار مسح فرمایا ۔

نسائی میں حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث میں ہے :۔ مسح براسہ مرتین ۔ ان تمام احادیث میں علامہ عینی نے یہ تطبیق دی ۔ کہ جن احادیث میں دو یا تین بار مسح کا ذکر ہے ۔ ان سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی پانی سے دو یا تین بار مسح کیا ۔ اس کے احناف بھی قائل ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے ۔

ت ۲۲ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ

صالح بن کیسان نے کہا کہ ابن شہاب نے کہا۔ لیکن عروہ نے حمران سے یوں روایت کی

فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

حضرت عثمان جب وضو کر چکے تو فرمایا۔ میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر ایک آیت نہ ہوتی تو نہ بیان کرتا۔ میں نے نبی

(۸) لایحدث باب تفعیل سے ہے۔ جس کی خاصیت کسب ماخذ ہے۔ تو اب اس کا معنی یہ ہوا کہ بالقصد دل میں خیالات نہ لائے یا اگر از خود آجائیں تو انھیں دفع کرے۔ ہاں یہ اعلیٰ درجہ ہے کہ کسی قسم کا خیال نہ کرے۔ مگر یہ مرتبہ سب کو کہاں میسر۔ خیالات سے مراد دنیوی خطرات ہیں۔ نہ کہ دینی۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

لاجھزن الجیش وانا فی الصلوٰۃ ۔ او کما قال۔ میں نماز میں لشکر کی تیاری کو سوچتا ہوں۔

نیز حاکم، ترمذی نے کتاب الصلوٰۃ تالیفہ میں اور عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزھد میں، ابن شیبہ نے اپنے مصنف میں اسی حدیث کی ان الفاظ میں روایت کی :۔

لایحدث فیھما نفسہ بشئ من الدنیا ثم دعا الیہ الا استجیب۔ ان دونوں رکعتوں میں اپنے آپ سے دنیا کی کوئی بات نہ کرے۔ پھر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔

حاصل یہ ہوا کہ حضور قلب اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے۔ تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یعنی صغائر۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یہ دو رکعت نماز "تحیۃ الوضوء" ہے۔ لیکن مسلم میں ہے "فیصلی ھذہ الصلوٰت الخمس" اور دوسرے طریقے میں "فالصلوات الخمس کفارات لما بینھن" تیسرے طریقے میں ہے "ثم مشی الی الصلوٰۃ المکتوبۃ"[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرض مراد ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں نماز کو عام رکھا جائے خواہ نفل ہو خواہ فرض۔

کتاب الرقاق میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عثمان "مقاعد" میں بیٹھے تھے۔ یہ مدینے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ مؤطا امام مالک میں اتنا اور ہے کہ مؤذن نے آکر اطلاع دی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ تو پانی منگوا کر وضو فرمایا۔ اخیر میں ارشاد فرمایا "لاتغتروا" فریب میں نہ آنا۔ یعنی یہ سمجھ کر کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھ لی اور تمام گناہ معاف ہو گئے۔ گناہوں کی معافی کا یہ اچھا ذریعہ ہے۔ لہٰذا گناہ کئے جاؤ۔ گناہ سے بچنے کی کوشش نہ کرو۔ ایسا سوچنا بھی مت۔ کسی عمل کا قبول کرنا نہ کرنا اس پر ثواب دینا نہ دینا بہرحال اللہ عزوجل کے فضل پر ہے۔

(۹) امام زہری نے یہ حدیث اپنے دو اساتذہ سے سنی ہے۔ حضرت عطاء بن رباح سے اور حضرت عروہ سے

---

[1] له ص۱۲۰، جلد اول،

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ يُصَلِّي

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ فرماتے ہیں جو شخص اچھی طرح وضو کرکے نماز پڑھے تو اس

الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَلَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ

کے اس نماز اور دوسری نماز کے درمیان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ عروہ نے کہا وہ آیت یہ ہے۔ جو لوگ ہماری

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ [1]

اتاری ہوئی ہدایت اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے اسے کتاب میں لوگوں کے لئے بیان فرمادی ہے تو ان پر اللہ

لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کہتے ہیں۔

حضرت عروہ کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ میں تم سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں اگر ایک آیت نہ ہوتی تو بیان نہ کرتا۔ حضرت عثمان کی اس آیت سے کیا مراد تھی۔ حضرت عروہ نے بتایا کہ اس سے سورہ بقرہ کی یہ آیت مراد ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا الآیۃ۔ ہم نے جو ہدایت اور نشانیاں اتاری ہیں اس کو جو لوگ چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے انھیں کتاب میں بیان فرمادیا۔ ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سنکر کے اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت حضور قلب سے نماز پڑھ لینے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ کوئی اس فریب میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ جب اتنے ہی سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو دیگر اعمال کی کیا حاجت۔ اس خطرے کے ہوتے ہوئے بیان کرنا مناسب نہیں۔ مگر اس لئے بیان کرتا ہوں کہ اسے بیان نہ کرنے میں کتمان علم ہے جس پر اس آیت میں وعید ہے۔ میں کتمان علم سے بچنے کے لئے یہ حدیث بیان کررہا ہوں۔ تم لوگ اس سے فریب نہ کھانا۔ اعمال پر اجر موعود قبولیت پر ہے۔ تمھیں کیا معلوم کہ قبول ہوا یا نہیں۔ نیز تمھیں سوچنا چاہئے کہ جب اتنے معمولی عمل پر اجر ہے تو دوسرے اہم اعمال پر کیسے کیسے اجر کی امید ہے۔ اس کے مطابق تمھیں کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اعمال حسنہ کرو۔

مؤطا امام مالک میں بھی یہ بطریق ہشام بن عروہ عن ابیہ ہے۔ اس میں حضرت عروہ کا یہ قول مذکور نہیں کہ آیت سے حضرت عثمان کی مراد سورہ بقرہ والی مذکور آیت ہے۔ بلکہ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ یہاں آیت سے مراد یہ ہے [1]

اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل ان الحسنٰت دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز ادا کرو بیشک یذھبن السیئات۔ سورہ ہود (۱۱۴) نیکیاں برائیاں مٹادیتی ہیں۔

[1] مؤطا امام مالک ص۱۲ ۔ مسلم طہارت ص۱۲۱ اسمٰعیلی صحیح ابوعوانہ۔

ت (۲۳) (۲۴) (۲۵) ذَکَرَہٗ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ناک میں پانی ڈالنے کو حضرت عثمان اور عبداللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی

عَنْھُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا۔

اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث میں معمولی عمل پر اتنا زیادہ ثواب مذکور ہے۔ کوئی مبالغہ سمجھ سکتا ہے کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت عثمان سے سہو ہوا۔ اس لئے اس کا خطرہ تھا کہ کوئی اس سے انکار کر بیٹھے۔ اس لئے حضرت عثمان نے آیت کا حوالہ دیدیا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن مجید سے بھی ہو رہی ہے۔ قرآن مجید سے تائید کے بعد اب کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔

(۱۰) ہم نے عام شراح کے مطابق یہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن علامہ عینی فرماتے ہیں کہ الصلوٰۃ سے دوسری نماز مراد نہیں وہی نماز مراد ہے جو وضو کر کے پڑھی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ وضو اور نماز کے مابین جو گناہ سرزد ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ میرے خیال میں یہی معنی ظاہر ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مغفرت ذنوب۔ اچھی طرح وضو کرنے اور حضور قلب سے نماز پڑھنے کے مجموعے پر مرتب ہے۔ مگر اسی بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے۔

اذا توضأ العبد المسلم خرجت خطایاہ۔ جب مسلمان وضو کرتا ہے تو اسکے گناہ نکل جاتے ہیں۔

اس سے ظاہر کہ صرف وضو ہی پر یہ اجر مرتب ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اختصار ہے مرتب دونوں پر ہے۔ مگر اختصاراً اس حدیث میں صرف وضو کو ذکر کیا گیا۔ مگر مسلم شریف میں حضرت عثمان ہی کی اسی حدیث میں یہ ہے۔

کانت صلوٰتہ ومشیہ الی المسجد نافلۃ۔ وضو کے بعد اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا، زائد ہے۔ یعنی اس کا ثواب مزید ملے گا۔

ان سب میں تطبیق کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ یہ کہا جائے۔ یہ اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے ہے کسی کو یہ اجر صرف وضو سے ملتا ہے کسی کو دونوں کے مجموعے پر۔

تشریحات (۲۳) (۲۴) (۲۵)

پہلے باب میں تقریباً پورے وضو کا تفصیل بیان تھا۔ اب اس کے کچھ اجزاء کو الگ الگ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان کی حدیث گذر چکی۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم کی حدیث آگے "مسح الراس کلہ" میں آرہی ہے۔ ابن عباس کی حدیث

۱۱۸ حدیث۔ الاستنثار فی الوضوء

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے

فَلْیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ

وہ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیے اور جو پتھر سے استنجا کرے وہ طاق بار کرے۔

سے کون سی حدیث مراد ہے۔ اس میں کلام ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ حدیث جو امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا:۔

استنثروا مرتین بالغتین او ثلاثا۔ دو بار خوب اچھی طرح یا تین بار ناک میں پانی ڈالو۔

اور جو ابو داؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد ہوا:۔

اذا توضأ احدکم واستنثر فلیفعل ذلک مرتین او ثلاثا۔ جب تم وضو کرو اور ناک میں پانی ڈالو تو دو بار یا تین بار ڈالو۔

لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ اس سے مراد ابن عباس کی وہ حدیث ہے جو باب غسل الوجہ ص۲۶ میں مذکور ہے۔ اگرچہ اس نسخے میں، استنثار کا ذکر نہیں۔ صرف استنشاق مذکور ہے۔ مگر دوسرے نسخے میں استنشق کے بجائے استنثر ہے۔ اگر کسی نسخے میں استنثر نہ بھی ہوتا صرف استنشق ہوتا تو بھی کوئی حرج نہ تھا اس لئے کہ استنشاق استنثار کے معنی میں اور استنثار استنشاق کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ استنشق کے معنی ناک میں پانی ڈالا اور استنثر کے معنی ناک صاف کیا۔

یہ تینوں تعلیقات مفصل تین جگہ مذکور ہیں۔ مگر ہم نے صرف یہ بتانے کے لئے کہ تیسری تعلیق سے کون سی حدیث مراد ہے اس کو ذکر کیا ہے۔

تشریح (۱۱۸)

(۱) جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں، ناک صاف کرنا واجب ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس لئے کہ امر

ع۱ مسلم ۔۲۲۔ نسائی ۱۷۔ ابن ماجہ ۴۴۔ مؤطا ۳۔ کلھم فی الطہارۃ۔ مسند امام احمد ع۲ ایضا باب الاستجمار وترا ص۲۸ مسلم ۲۰۲، ۲۴۲، ابو داؤد ۱۹۔ ترمذی ۱۲۔ نسائی ۳۸۔ ۱۷۔ ابن ماجہ ۲۳۔ کلھم فی الطہارۃ۔ دارمی۔ وضوء۔ ۵۔ ۲۳۔ مؤطا طہارت ۴۔ مسند امام احمد

لہ طہارت ۵۶۔ لہ ابن ماجہ۔ طہارت ۴۴۔

حدیث ۱۱۹ - الاستجمار وترا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو

قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ فِیْ اَنْفِهٖ مَاءً ثُمَّ لِیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ

تو اپنی ناک میں پانی ڈالو۔ پھر اسے صاف کرو اور جو پتھر سے استنجا کرے وہ طاق بار کرے۔

وجوب کے لئے آتا ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ جمہور کی دلیل وہ حدیث[۱] ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا۔

فتوضأ کما امرك به۔ جیسے اللہ نے تجھے حکم دیا ہے ویسے ہی وضو کرو۔

قرآن مجید میں صرف سر کا مسح اور تین اعضاء کا دھونا مذکور ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صرف اتنے ہی سے وضو پورا ہو جاتا ہے۔ بقیہ باتیں سنت ہیں یا مستحب۔ ناک صاف کرنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ناک کی رطوبت اور رینٹھ، کھنکار نکل جائے گا تو قرأت میں آسانی اور حسن پیدا ہو جائے گا۔ صفائی الگ حاصل ہوگی۔ بعض اطباء نے بیان کیا کہ اگر کوئی اس کا التزام کرے کہ ناک میں پانی ڈال کر اتنے زور سے اندر کھینچے کہ حلق تک پہنچ جائے تو اسے نزلہ نہیں ہوگا۔

حکمت وضو کی ابتداء میں ہاتھ دھونے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ پانی میں تین وصف ہیں۔ رنگ، بُو، مزہ، ہاتھ میں پانی لینے سے رنگ معلوم ہو گیا۔ کلی کرنے سے مزہ کا پتہ چل گیا۔ ناک میں ڈالنے سے بُو معلوم ہو جاتی ہے

(۲) استجمار کا مادہ جمار ہے۔ جمار چھوٹے پتھر کو کہتے ہیں۔ اسی سے حج کا جمرہ بھی بنا ہے۔ یہاں مراد ہے پتھر یا ڈھیلے سے پیشاب یا پاخانہ کی جگہ صاف کرنا۔

تشریحات ۱۱۹

(۱) یہ قید احترازی نہیں اتفاقی ہے۔ اس لئے یہ حکم عام ہے خواہ سونے کے بعد وضو کرنا ہو یا بیدار رہنے کے بعد وضو کرنا ہو دونوں صورتوں میں یہ سنت ہے کہ ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالیں۔ اس کی ایک علت تو حدیث میں مذکور ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ اگر بے وضو، ہاتھ دھوئے بغیر ہاتھ پانی میں ڈال دے گا تو پانی مستعمل ہو جائے گا قابل وضو نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ ماء مستعمل کی تعریف عامۂ متون میں یہ کی۔

---

[۱] نسائی طہارت - ۶۹ - [۱] ترمذی باب فی وصف الصلوٰۃ ص۴۰،

وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوءِهِ

اور جب تم سوکر اٹھو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے

فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ [1]

کہ رات میں ہاتھ کہاں کہاں گیا۔

ما ازیل بہ حدث او استعمل فی البدن علی وجہ القربۃ۔ وہ پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت بدن پر استعمال کیا گیا۔

چونکہ وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو جب ہاتھ پانی میں گیا تو حدث خود دور ہوگا۔ اور وہ پانی مستعمل ہوگیا۔ بلکہ اگر باوضو بھی ہو اور وضو کرنے کی نیت سے پانی میں ہاتھ ڈالے گا تو مستعمل ہو جائے گا۔

اگر پانی کا برتن بہت بڑا ہو کہ یہ اسے جھکا کر پانی نہیں لے سکتا۔ پانی نکالنے کے لئے کوئی چھوٹا برتن نہ ہو۔ تو پہلے بائیں ہاتھ کی صرف انگلیوں سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو دھولے۔ اس کے بعد داہنے ہاتھ سے بایاں ہاتھ دھوئے۔ یا اگر کپڑا ہو تو اسے پانی میں ڈال کر بھگولے اور اس سے ہاتھ دھوئے۔

(۲) اس قید سے نیز دوسری روایتوں میں جو اللیل وغیرہ مذکور ہے اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ حکم صرف رات میں سوکر اٹھنے والے کے لئے ہے۔ مگر حدیث میں ہاتھ دھونے کی جو علت مذکور ہوئی اس سے ظاہر کہ رات میں سونے والے کے ساتھ یہ حکم خاص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح رات میں سونے کی حالت میں ہاتھ کہاں کہاں پڑا معلوم نہیں ہوتا اسی طرح دن میں بھی سونے میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ سونے کی بھی قید نہیں۔ جاگنے میں بھی ہاتھ کہاں کہاں جاتا ہے ہمیشہ خیال نہیں رہتا علت مذکورہ دن میں سونے میں بھی اور جاگنے میں بھی پائی جاتی ہے: اس لئے حکم عام ہوگا۔ اس لئے کہ شارع کوئی حکم بیان کرنے کے بعد اسکی کوئی علت بیان کریں تو حکم اسی پر دائر ہوگا [2]

مطلب یہ ہوا کہ جب یہ معلوم نہیں کہ ہاتھ کہاں رہا تو ہوسکتا ہے کہ نجاست پر پڑا ہو اور یہی نجس ہاتھ پانی میں پڑا تو پانی ناپاک ہو جائے اس لئے پہلے ہاتھ دھولو۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے پانی میں نجاست پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں محسوس نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر پانی کے نجس ہونے کے لئے نجاست کے اثر کا ظہور ضروری ہوتا تو اس احتیاطی حکم کی حاجت نہ تھی۔ بلا خطر ہاتھ ڈالتے اگر نجاست کا کوئی اثر ظاہر ہوتا تو پانی پھینک دیا جاتا نہ ظاہر ہوتا تو وضو کر لیتے۔

[1] فتح الباری ص ۲۲۳، ج اول۔ [2] ایضاً، مسلم طہارت ص ۱۳۶، ابو داؤد طہارت ص ۱۴، نسائی طہارت فی الترجمہ ص ۱۱،

(۱۲۰) حدیث - ویل للاعقاب من النار

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مقام شک میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ صورتِ مذکورہ میں ہاتھ دھونے کا حکم احتمال نجاست کی بنا پر ہے۔ یا تعبدی ہے۔ اگر یہ حکم تنجیس کی بنا پہ ہے تو جسے یقین ہو کہ میرا ہاتھ نجاست سے آلودہ نہیں ہوا ہے پاک ہے وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈال سکتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں دوسری علت پانی کا مستعمل ہونا بھی ہے تو اس صورت میں پانی تو نجس نہ ہوگا مگر مستعمل ہو جائے گا۔ لہذا بغیر دھوئے ہاتھ برتن میں بالکل نہ ڈالے۔ اور اگر یہ امر تعبدی ہے تو اگرچہ یقین ہو کہ ہاتھ پاک ہے۔ بغیر دھوئے برتن میں نہ ڈالے۔ یہاں دھونے کی تعداد مذکور نہیں مگر مسلم وغیرہ میں تصریح ہے کہ تین بار دھوئے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ دو یا تین بار دھوئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تین کی تحدید ضروری نہیں۔ ایک بار بھی دھونا کافی ہوگا۔ تین بار دھونا بہتر ہے۔ تاکہ تثلیث کی سنت پوری ہو جائے۔

بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ میں ہے کہ جب تم سو کر اٹھو اور وضو کرو تو ناک تین بار صاف کرلو اس لئے کہ شیطان تمہارے ناک کے بانسے پر رات کو رہتا ہے۔ مسلم کتاب الطہارت میں بھی ہے مگر اس میں وضو کرنے کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سو کر اٹھنے کے بعد اگر وضو بھی نہ کرنا ہو تو تین بار ناک صاف کرلے۔ لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور یہ بھی اس پر محمول ہے کہ اگر وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے۔ لیکن اگر کوئی حدیث کے ظاہر الفاظ پر نظر کرتے ہوئے سو کر اٹھنے کے بعد ناک صاف کرلیا کرے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق ثواب کا مستحق ہوگا۔

عام کتب میں تسمیہ کا ذکر نہیں۔ البتہ طبرانی کی اوسط میں ہے:۔

ان یسمی قبل ان ید خل۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے۔

اس عہد میں عام طور پر لگن کی قسم برتنوں سے وضو کئے جاتے تھے۔ اور اب جب کہ عام طور پر لوٹے سے وضو کیا جاتا ہے تو پانی میں ہاتھ ڈالنے کی حاجت ہی نہیں۔ مگر وضو کرنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے۔ اگر وضو لوٹے سے کرے تو بائیں طرف رکھے اور اگر لگن وغیرہ سے کرے تو داہنی طرف رکھے۔

تشریحات (۱۲۰)

وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الْعَصْرُ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ

حضور ہم سے اس وقت ملے جب عصر کا وقت تنگ ہوگیا تھا۔ ہم نے وضوء کرنا ہم سے پیچھے رہ گئے۔

عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهِ

شروع کیا اور (عجلت میں) اپنے پاؤں پر پانی چپڑنے لگے تو حضور نے

(۱) مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ واپس ہوتے ہوئے۔ جیسا کہ مسلم میں مفصل ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینے آرہے تھے۔ جب ہم پانی پر پہونچے تو کچھ لوگوں نے عصر کی نماز کے وقت جلدی کر دی۔ انھوں نے وضوء کیا اس حالت میں کہ وہ جلدی میں ہوں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو یہ دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں انھیں پانی نہیں پہونچا تھا تو فرمایا ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

(۲) اس حدیث میں مسح سے کیا مراد ہے محض گیلا ہاتھ پھیرانا۔ یا بے توجہی اور عجلت کی وجہ سے اچھی طرح نہ دھونا یا اس طرح دھونا کہ کچھ اعضاء دھلے بغیر رہ جائیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری نے یہی سمجھا کہ صحابۂ کرام صرف پاؤں کے مسح پر اکتفا کر رہے تھے اس لئے انھیں تنبیہ فرمائی۔ اس پر تنبیہ نہیں ہے کہ پاؤں دھویا تھا اور ایڑیاں بغیر دھلی رہ گئی تھیں۔ اگر امام بخاری کا یہ سمجھنا درست ہوتا تو پھر ویل للاعقاب نہ فرمایا جاتا بلکہ ویل للمسح فرمایا جاتا۔ یا ویل للرجل فرمایا جاتا۔ نیز مسلم شریف کی دوسری روایت جو حضرت ابوہریرہ سے آئی ہے اس پر صریح دلالت کرتی ہے کہ صحابہ نے پاؤں دھوئے تھے ایڑیاں دھونے سے رہ گئی تھیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

رأى رجلا لم يغسل عقبه فقال۔ ایک شخص کو دیکھا اس نے ایڑی نہیں دھوئی تھی تو فرمایا۔

علامہ عینی نے فرمایا ایک روایت میں یہ آیا ہے:۔

رأى قوما توضؤا وكانهم تركوا من ارجلهم شيئا۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ وضوء کر چکے ہیں اور حالت یہ ہے کہ اپنے پاؤں کا کچھ حصہ بغیر دھلا چھوڑ دیا ہے۔

امام طحاوی کی بھی یہی رائے ہے کہ اس حدیث میں مسح اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ اس کے پہلے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم تھا۔ اس حدیث سے منسوخ ہوگیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پھر ویل للاعقاب فرمانا صحیح نہ ہوتا۔ مشروع پر عمل موجب نار کیسے ہوسکتا ہے۔ نیز مسلم کی حضرت ابوہریرہ والی حدیث اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ نمسح۔ یہاں اس پر محمول ہے کہ ہم اچھی طرح نہیں دھو رہے تھے۔ عجلت کی وجہ سے ایڑیاں بے دھلی رہ گئی تھیں۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا۔

روافض یہ کہتے ہیں کہ وضوء میں پاؤں دھونا فرض نہیں۔ مسح کرنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ آیت وضوء میں صحیح

وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا ؏

بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا۔ ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے

ت ۳۶ وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ ؏

مشہور تابعی محمد بن سیرین جب وضو کرتے تو انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے

قرأت "و ارجلکم" لام کے کسرے کے ساتھ ہے یہ "رؤسکم" پر معطوف ہے۔ "ایدیکم" پر نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ صحیح قرأت لام کے کسرے کے ساتھ ہی غلط ہے۔ دونوں قرأتیں صحیح ہیں۔ لام کے کسرے کے ساتھ بھی اور لام کے فتحہ کے ساتھ بھی۔ لام کے فتحہ کے ساتھ بھی قرأت متواترہ ہے۔ اس تقدیر پر متعین ہے کہ "ارجلکم" کا عطف "ایدیکم" پر ہو۔ اور لام کے کسرہ والی قرأت کی بنا پر لام کو کسرہ جوار کی وجہ سے ہے۔ مجرور ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اور اگر اسے "رؤسکم" پر معطوف مانیں تو "ارجلکم" کے لام کے فتحہ کی کوئی توجیہ نہیں ہو پائے گی۔ علاوہ ازیں احادیث اس بارے میں اتنی کثیر ہیں۔ جو معنا متواتر نہیں تو مشہور ضرور ہیں۔ نیز صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ صرف تین حضرات سے مسح رجل کا قول روایت کیا گیا ہے۔ حضرت علی، ابن عباس، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا ہے [۲]

(۳) ویل۔ کے معنی ہیں خرابی، ہلاکت یہ زجر کے موقع پر بولتے ہیں۔ ابن حبان نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ویل، جہنم میں ایک ایسی وادی کا نام ہے جس میں اتنی گرمی ہے کہ اگر اس میں پہاڑ ڈال دیئے جائیں پگھل جائیں [۲]۔ اس سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے [۳]

ایک قول یہ ہے کہ جہنمیوں کی پیپ کو ویل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ویل ان مصادر میں سے ہے جن کے لئے افعال نہیں یہ ہلاکت اور عذاب کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں عذاب ہی کے معنی میں ہے۔

تشریحات ۳۶

ابن سیرین | ان کا نام محمد ہے۔ مشہور ابن سیرین کے ساتھ ہیں۔ کنیت ابو بکر ہے۔ ان کے والد سیرین، جنگ عین التمر میں گرفتار ہوئے۔ ان کی قسمت نے یاوری کی۔ ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی نصیب ہوئی۔ حضرت انس نے بیس ہزار درہم پر مکاتب بنایا۔ یعنی اتنا ادا کر دو تو تم آزاد ہو۔ انھوں نے یہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لی۔ محمد بن سیرین کی والدہ کا نام

؏ ایضا کتاب العلم باب من رفع صوتہ بالعلم ص۱۴، باب من اعاد الحدیث ثلثا لیفہم ص۲۰، مسلم ۲۵، ۲۸، ۳۰، ابو داؤد ۴۶۔ ترمذی ۱۳۔ نسائی ۸۸، ابن ماجہ ۵۵، مؤطا امام مالک ۵، کلہم فی الطہارت، دارمی وضوء ۲۵، مسند امام احمد [۲] عینی جلد دوم ص۲۱، [۳] عینی ج۲ ص۹۔
[۱] بہار شریعت حصہ دوم ص۳، ؏ مصنف ابن ابی شیبہ، بخاری فی التاریخ بمعناہ۔

"صفیہ" ہے۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی تھیں۔ یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں کہ جب ان کا سیرین سے نکاح ہونے والا ہوا تو تین ازواج مطہرات نے انھیں خوشبو لگائی اور ان کے لئے دعا کی۔ تیرہ اصحاب بدر جن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ان کے نکاح میں شریک ہوئے۔ حضرت ابی بن کعب نے دعا کی بقیہ حضرات نے آمین کہا۔ محمد بن سیرین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۰ھ میں حضرت امام حسن بصری کے وصال کے سو دن کے بعد وصال فرمایا۔ یہ ان ائمۂ تابعین میں ہیں جن کی عظمت و جلالت متفق علیہ ہے۔ حدیث و فقہ کے امام ہیں۔ تیس صحابۂ کرام کی زیارت کی۔ اور حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے صحابہ اور کثیر تابعین سے روایت کی۔ فن تعبیر کے امام منفرد ہیں۔ زہد و ورع، تقویٰ، خشیت خداوندی، علم و فضل سب جمع تھا۔ اشعث نے کہا جب ان سے حلال و حرام کے بارے میں کچھ پوچھا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ معلوم ہوتا یہ پہلے والے نہیں ہیں۔ مہدی نے کہا کہ ہم ان کی مجلس میں ان سے خوب باتیں کرتے وہ بھی کرتے مگر جب موت کا ذکر آتا تو چہرے کا رنگ اڑ جاتا زرد پڑ جاتا۔ بالکل بدل جاتے۔ حلف بن ہشام نے کہا اللہ عزوجل نے ان کو اچھی عادت اچھا جسم اور خشوع عطا فرمایا تھا لوگ انھیں دیکھتے تو اللہ یاد آجاتا[1]۔

(۱) ابن ماجہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا توضا حرک خاتمہ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنی انگوٹھی ہلاتے۔

خود ابن سیرین سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے اپنی انگوٹھی انگلی میں گھمائی۔ اور اس تعلیق میں یہ ہے کہ انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب انگوٹھی تنگ ہوتی اس کے اندر پانی نہیں پہونچتا تو انگوٹھی اتار کر اس کی جگہ دھوتے تھے۔ اور جب ڈھیلی ہوتی اور اس کے اندر پانی پہونچنے کا ظن غالب ہوتا تو صرف گھمانے پر اکتفا کرتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ انگوٹھی کی جگہ دھونے سے مراد یہ ہے کہ اسے گھما دیتے تاکہ پانی اس کے اندر بھی پہنچ جائے۔ اسی پر عمل بھی ہے کہ اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے اس کے اندر پانی پہنچ جائے تو نہ ہلانے کی حاجت نہ گھمانے کی۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ہلالے۔ اور اگر تنگ ہے کہ بغیر ہلائے اندر پانی نہ پہونچے تو ہلانا فرض۔ اور اگر اتنی تنگ ہے کہ ہلانے گھمانے پر بھی پانی اندر نہ جائے تو اتار کر اسے دھونا فرض ہے۔

اس مضمون کی حدیث اور بھی ہیں۔ بیہقی نے روایت کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے اپنی انگوٹھی ہلاتے ابن قتیبہ کی غریب الحدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا۔ انگوٹھی کی جگہ کا خیال کر۔ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے بھی مروی ہے کہ یہ لوگ جب وضو کرتے تو انگوٹھی ہلا لیتے۔

---

[1] اکمال۔ عینی جلد اول ص۲۷۱، باب اتباع الجنائز من الایمان۔

(۱۲۱) حدیث۔ ایضًا

سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُنَ

محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ ایک برتن سے وضو کر رہے

مِنَ الْمِطْهَرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تھے میں نے سنا کہ انھوں نے کہا لوگو وضو پوری طرح کرو۔ اس لئے کہ حضرت ابو القاسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ع

ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

تشریحات (۱۲۱)

(۱) محمد بن زیاد حضرت عثمان بن مظعون مشہور صحابی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ قرشی جمحی ہیں۔ مدنی الاصل ہیں۔ مگر بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کرلی تھی۔ ثقہ تابعی ہیں۔

(۲) مِطْهَرَةٌ۔ اسم آلہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ السواك مطهرة للفم ومرضاة للرب مسواک منھ کی صفائی اور رب تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ یہاں مراد وہ برتن ہے جس میں وضو کے لئے پانی رکھا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد حوض گڑھا وغیرہ ہو۔

(۳) حدیث میں اگرچہ خصوصیت واقعہ کی وجہ سے صرف ایڑیوں کا ذکر ہے۔ نیز عام طور پر بے پرواہ عجلت باز ایڑیوں سے غفلت برتتے ہیں۔ مگر حکم ان تمام اعضا کو عام ہے جو ایسے ہیں کہ اگر خاص خیال کرکے وہاں پانی نہ پہنچایا جائے تو دھونے سے رہ جائیں گے۔ مثلاً ایڑیاں ٹخنے، کونچیں، انگلیوں کی گھائیاں، کہنیاں، آنکھ کے کوئے، انگوٹھی کے اندر، ہر شخص کے لئے ان کا خیال کرنا مستحب ہے۔ اور لاپرواہ لوگوں پر فرض ہے[۱]۔ اسی لئے امام بخاری نے حضرت ابن سیرین کا قول نقل فرمایا۔ حاکم نے عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ ایڑیوں اور تلوؤں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔ مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر قدم پر پانی نہیں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا جا اچھی طرح وضو کر۔ وہ گئے اور پھر آئے اور نماز پڑھی[۲]۔

مسائل مستنبطہ (۱) پاؤں کا دھونا فرض ہے (۲) ہر عضو کو پورا دھونا فرض ہے للاکثر حکم الکل یہاں نہیں (۳) علماء پر واجب ہے کہ بے پڑھے لکھے لوگوں کو مسائل بتائیں (۴) ضرورت کے وقت مسئلہ بتاتے وقت آواز بلند بھی کی جاسکتی ہے (۵) عالم مخاطب کو جھڑک بھی سکتا ہے (۶) عذاب جسم اور روح دونوں پر ہو گا۔ صرف روح پر نہیں (۷) عذاب جہنم اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے معنی مجازی مراد نہیں کہ اپنے گناہوں کو دیکھ کر کڑھنے کا نام ہو۔

ع مسلم، طہارت ۲۸، ۲۹، ۳۰۔ نسائی طہارت ۸۸۔ [۱] بہار شریعت، حصہ دوم ص۱۰۔ [۲] کتاب الطہارت ص۱۲۵۔

(۱۴۲) حدیث ۔ التوضی فی النعال

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُكَ

عبید[1] بن جریج نے　حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا ۔ اے ابو عبدالرحمن　آپ کو چار ایسی باتیں

تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ كَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ

کرتے دیکھ رہا ہوں جنھیں آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو میں نے نہیں دیکھا کرتے ہوں ۔ انھوں نے پوچھا اے ابن جریج

تشریحات (۱۴۲)

(۱) یہ تابعی مدنی بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہیں ۔ ان میں اور مکہ معظمہ کے مشہور و معروف امام ، فقیہ ، محدث ، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج میں کوئی رشتہ نہیں ۔ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ یہ ، ابن جریج مکی کے چچا ہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ جُریج جرج کی تصغیر ہے ۔ اس کے معنی سامان رکھنے کے تھیلے کے ہیں ۔ جیسے جرجی کہتے ہیں ۔

غایت باب امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے ۔ باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین چپل میں پاؤں ہوتے ہوئے پاؤں دھونا ہے ان پر مسح نہیں کرنا ہے ۔ اس باب کے باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کچھ اصحاب ظواہر اور روافض پاؤں پر بھی مسح کافی سمجھتے ہیں ۔ دھونا ضروری نہیں جانتے ۔ اور یہ بہت سے صحابۂ کرام سے بھی مروی ہے ۔ مثلاً حضرت علی و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بلکہ اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع بھی ترمذی و ابو داؤد میں مذکور ہے ۔ لیکن عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے ۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے وہ وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنے کے وقت مروی ہے ۔ جیسا کہ امام طحاوی نے جو روایت کی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں :۔

رأيت عليا رضي الله تعالى عنه صلى الظهر ثم تعد للناس في الرحبة ثم اتى بماء فمسح بوجهه ويديه ومسح برأسه ورجليه وشرب فضله قائما ثم قال ان ناسا يزعمون ان هذا يكره واني رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصنع مثل ما صنعت وهذا وضوء من لم يحدث[1]

نزال بن سبرہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر پڑھی پھر صحن میں بیٹھے کچھ دیر کے بعد پانی پیش کیا گیا تو اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا اور سر اور پاؤں پر مسح فرمایا ۔ اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا ۔ پھر فرمایا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی یعنی وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیتے ہوئے دیکھا ہے یہ اس کا وضو ہے جس کا وضو ٹوٹا نہ ہو ۔

---

[1] طحاوی جلد اول ص۳۰ ۔

قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ

وہ کون کون سی باتیں ہیں ابن جریج نے کہا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کعبے کے ارکان میں صرف رکن یمانی اور رکن حجر اسود

امام طحاوی نے اس پر فرمایا کہ اگر اس حدیث کو پاؤں پر مسح کی دلیل ٹھہرائی جائے تو اس میں چہرے اور ہاتھوں کے لئے بھی مسح ہی کا لفظ ہے تو لازم کہ چہرے اور ہاتھوں پر بھی مسح کافی ہو۔ لامحالہ، اس حدیث میں مَسَحَ کے معنی "غسل خفیف" مراد لینا پڑے گا۔ یعنی حضرت علی کی عام عادت جس طرح وضو کرنے کی تھی اس سے کم دھویا۔ رہ گیا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور بھی جو اس قسم کی احادیث ہیں ان سب میں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اس وقت موزوں پر جوتے پہنتے تھے۔ چونکہ ان کے جوتے چپل کی طرح ہوتے تھے۔ کہ قدم کے اوپر صرف دو تسمے ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے اصل میں موزوں پر مسح کیا اور راوی نے یہ کہا کہ یہ چپل پر مسح ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے امام طحاوی سے الگ ایک بہت قوی دلیل نقل کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر موزے اتنے پھٹ جائیں جن سے قدم ظاہر ہونے لگے تو ان موزوں پہ مسح جائز نہیں اور چپل میں قدم کی پیٹھ تقریباً کل کھلی رہتی ہے تو اس پر مسح کیسے جائز ہوگا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ استدلال صحیح ہے۔ مگر اس پر اجماع کے دعویٰ میں نزاع ہے۔ اس لئے کہ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ پاؤں پر مسح جائز ہے۔ علاوہ ازیں عکرمہ، قتادہ، شعبی بھی اس کے قائل ہیں۔ امام حسن بصری نے فرمایا کہ واجب پاؤں دھونا ہے یا مسح۔ اور بعض اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ غسل اور مسح دونوں کا جمع کرنا واجب ہے۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اجماع کے سلسلے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اقل کی مخالفت اجماع میں مضر نہیں۔ اور تواتر شرط نہیں۔ اس کے بعد حضرت عطا کا یہ قول پیش کیا کہ عبد الملک نے کہا، میں نے عطا سے پوچھا۔ کیا آپ کو کسی صحابی کے بارے میں یہ خبر ملی ہے کہ وہ پاؤں پر مسح کرتے تھے تو فرمایا نہیں۔

اقول اس پر منازع بہت کچھ کہہ سکتا ہے۔ امام طحاوی نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کو دھویا جائے مسح نہ کیا جائے۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ موزے اگر اتنے پھٹے ہوں کہ قدم ظاہر ہوں تو مسح درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہیں فرمائی۔ اور اگر امام طحاوی کی مراد یہ ہوتی کہ اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کا مسح کافی نہیں تو البتہ ابن حجر کا اعتراض وارد ہوتا۔ اور اگر بالفرض یہی مراد لیا جائے کہ امام طحاوی کی مراد یہی ہے کہ پاؤں پر مسح کافی نہیں اس پر اجماع ہے۔ اگرچہ یہ ان کے ارشاد سے کسی طرح ظاہر نہیں تو اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ امام طحاوی کی مراد صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے جو مروی ہے اس کے بارے میں گزر چکا کہ وہ وضو ہوتے ہوئے وضو تھا۔ یا یہ کہ جوتوں کے ساتھ موزے بھی پہنے تھے۔ مسح اصل میں موزوں پر تھا۔

(۲) قصہ یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی جو تعمیر کی تھی وہ جنوب کی جانب قواعد ابراھیم پر تھی۔ اور جانب شمال جو حطیم کا حصہ ہے وہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جنوبی ارکان۔ یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تھے۔ پھر جب

تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ

کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ اور میں نے آپ کو بال صاف کی ہوئی سبتی چپل پہنتے دیکھا اور میں نے آپ کو یہ دیکھا کہ آپ بالوں کو زرد خضاب سے

أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ

رنگتے ہیں۔ اور مکے والے چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنے لگتے ہیں مگر میں نے آپ کو دیکھا کہ یوم ترویہ سے پہلے تلبیہ نہیں پکارتے۔ اس پر

عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ نے فرمایا ارکان کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوائے یمانیین کے

يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اور کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ اور بغیر بال کی جوتیوں کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تعمیر میں جانب شمال بھی بڑھا کر قواعد ابراہیم پر تعمیر کی۔ اور حطیم اندر آگیا۔ تو صحابۂ کرام چاروں ارکان کو ہاتھ لگانے لگے۔ پھر عبدالملک کے حکم سے حجاج نے اس تعمیر کو ڈھا کر حطیم کو باہر کر دیا۔ اور قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا۔ تو جو واقف کار تھے وہ رکن عراقی اور شامی کو طواف کے وقت ہاتھ نہیں لگاتے تھے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اور کچھ لوگ چاروں ارکان کو ہاتھ لگاتے رہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کے بعد سے رواج پڑ گیا تھا۔ عبید بن جریج کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے انھوں نے حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا۔ یہ اختلاف عمل عہد تابعین تک رہا۔ اب اس پر اجماع ہو گیا کہ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو طواف کی حالت میں ہاتھ لگایا جائے۔ فرق یہ ہے کہ رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگائیں گے۔ اور حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھ کر منھ سے بوسہ دیں گے۔ اگر اس کا موقع مل جائے تو ورنہ صرف ہاتھ یا لکڑی سے اشارہ کافی ہے۔ تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔

(۳) سبتیہ، سبت کی طرف منسوب ہے۔ اس کے معنی میں کئی قول ہیں۔ سلم کے پتوں میں پکائی ہوئی گائے کی کھال۔ یا ہر پکائی ہوئی کھال۔ سر مونڈھنا، ایک بازار کا نام ہے۔ یہاں مراد وہ کھال ہے جس پر بال نہ ہوں، سبت کے معنی سر مونڈھنے کے ہیں چونکہ اس کے بال اڑا دیئے گئے ہیں اس لئے اس کو سبتیہ کہتے ہیں۔ نعل جو اس عہد میں پہنتے تھے وہ چپل کی طرح ہوتا تھا۔ جس کے پشت پر دو تسمے ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کے بارے احادیث میں وارد ہے۔ سبتی نعل پہننے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس عہد میں کم پہنتے تھے۔ اس لئے عبید بن جریج کو پوچھنا پڑا۔

(۴) صرف اتنا ہی حصہ باب کے مطابق ہے یہاں متعین ہے کہ یتوضأ کے معنی دھونے کے ہیں۔ اس لئے کہ توضی دھونے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف مسح فرمایا ہوتا تو یمسح فرماتے۔ علاوہ ازیں اگر مسح مراد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا

بغیر بال کی چپل پہنتے تھے اور اس میں وضوء فرماتے تھے اس لئے میں انھیں پہننا پسند

وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ

کرتا ہوں۔ رہا زرد رنگ کا خضاب تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالوں میں زرد رنگ کا خضاب لگاتے دیکھا ہے

أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

اس لئے میں بھی پسند کرتا ہوں کہ یہ خضاب لگاؤں۔ تلبیہ پکارنے کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو فیھا نہ ہوتا علیھا ہوتا۔ فیھا فرماکر تعیین کر دی کہ دھونا ہی مراد ہے۔ یعنی چپل پہنے پہنے پاؤں دھوتے جیساکہ ابو داؤد باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ اے ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضوء فرماتے تھے تمہیں دکھا دوں انھوں نے عرض کی ضرور تو انھوں نے وضوء شروع فرمایا یہاں تک کہ سر کا مسح فرمایا۔ پھر ایک لپ پانی داہنے پاؤں پر ڈالا۔ حالانکہ چپل پاؤں میں تھی پھر پاؤں کو ادھر ادھر موڑا پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ بھی یہی کیا[1]

⑤ اس سے یا تو صرف بالوں پر زرد رنگ کا خضاب کرنا مراد ہے۔ یعنی کسم سے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر کپڑے عمامہ بھی زرد رنگ کے استعمال کرتے ہوں جیساکہ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنی داڑھی زرد رنگ سے اتنا رنگتے کہ کپڑے لت پت ہو جاتے۔ یہ زرد رنگ سے اپنے تمام لباس کو رنگتے یہاں تک کہ عمامے کو بھی[2]

⑥ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تلبیہ کس وقت سے پکاری جائے کچھ لوگوں نے کہا جب ذوالحجہ کا چاند دکھا جائے اس وقت سے۔ امام مالک امام شافعی امام احمد نے فرمایا جب سواری چلنے لگے جیساکہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ احرام کی نماز سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہونے سے پہلے تلبیہ شروع کر دے۔ ہماری دلیل ابو داؤد کی وہ حدیث ہے جو حضرت سعید بن جبیر شہید مظلوم سے مروی ہے۔ ان کا بیان یہ ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا۔ مجھے اس پر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلبیہ کہنے کے وقت کے بارے میں صحابۂ کرام میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا۔ میں اس معاملے کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی حج کیا۔ پھر بھی ساتھیوں میں اختلاف ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد (ذوالحلیفہ) میں احرام کی دو رکعتیں پڑھیں

[1] کتاب الطہارت باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، [2] کتاب اللباس باب فی المصبوغ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ ؎۲

کو دیکھا کہ حضور اس وقت تک تلبیہ نہیں کہتے جب تک آپ کی سواری نہ چل دیتی

(۱۲۳) حدیث۔ التیامن فی کل شیٔ

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے

اسی وقت تلبیہ کہا۔ جو لوگ اس وقت مسجد میں موجود تھے ان لوگوں نے سنا۔ (باہر والوں نے نہیں سنا) پھر جب مسجد سے باہر تشریف لاکر سواری پر بیٹھے اور سواری لے کر چلی تو تلبیہ کہا۔ اسے ان لوگوں نے سنا جو وہاں موجود تھے۔ لوگ جماعت در جماعت آکر شامل ہوتے جاتے تھے۔ پھر جب شرف البیداء پر چڑھے تو تلبیہ کہا۔ اسے بہت بڑی جماعت نے سنا۔ بخدا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں جگہ تلبیہ کہا۔ جس نے جو سنا اسے بیان کیا۔ ؎۱

اس حدیث سے مختلف روایات میں تطبیق بھی ہوگئی۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا۔ ان کا سکوت دلیل تصحیح ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اس کے بارے میں کہا۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے۔ نیز امام طحاوی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی بقیہ تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔

تشریحات (۱۲۳)

(۱) **حضرت ام عطیہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ انصاریہ ہیں۔ ان کا نام نسیبہ بنت کعب، یا الحارث ہے۔ خواتین بلکہ صحابیات میں یہ اپنی گوناگوں خصوصیات میں منفرد و ممتاز ہیں۔ یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کی ماہر تھیں۔ سات غزوات میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئیں جن میں خیبر بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر جاکر قیلولہ فرمایا کرتے۔ ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ چھ یا سات متفق علیہ ہیں۔ ایک افراد بخاری سے اور ایک ہی افراد مسلم سے ہے۔

تکمیل (۲) ان سے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں۔ جیسا کہ مسلم ؎۲ کی روایت میں تصریح ہے۔ پوری حدیث کتاب الجنائز میں یوں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا وصال ہوا۔ ہم انھیں غسل دے رہی تھیں۔ کہ

؎۱ ابو داؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام ؏۲ ایضا لباس۔ باب نعال السبتیہ ص۲۶۲۔ مسلم حج الافضل ان یحرم حین تنبعث بہ راحلتہ، ابو داؤد۔ مناسک۔ باب وقت الاحرام۔ ترمذی۔ شمائل۔ باب ما جاء فی نعال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نسائی۔ طہارت۔ الوضوء فی النعال۔ ابن ماجہ۔ لباس۔ باب الخضاب بالصفرۃ۔ ؎۲ ج۱ ص۳۰۵،

لَهُنَّ فِی غُسۡلِ ابۡنَتِهٖ اِبۡدَأۡنَ بِمَیَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الۡوُضُوۡءِ مِنۡهَا ؏

(جو غسل دے رہی تھیں) اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں فرمایا۔ داہنی طرف سے اور اعضاء وضوء سے شروع کرنا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ انھیں تین یا پانچ یا اس سے بھی زائد بار جتنی ضرورت سمجھنا خالص پانی یا بیری کے پانی سے نہلانا اخیر میں کافور ملالینا۔ اور جب نہلاکر فارغ ہونا تو مجھے بتانا۔ ام عطیہ کہتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہوئیں تو حضور کو بتایا حضور نے اپنا تہبند عطا فرمایا اور یہ فرمایا کہ اسے ان کا ازار بنانا۔ یہ روایت محمد بن سیرین کی ہے۔ ان کی بہن حفصہ نے انھیں ام عطیہ سے جو روایت کی اس میں یہ ہے۔ انھیں طاق بار نہلانا تین یا پانچ یا سات بار۔ غسل کی ابتدار داہنے طرف اور وضوء کے اعضاء سے کرنا ام عطیہ نے کہا ہم نے کنگھی کرکے ان کے بالوں کو تین حصے میں کرکے پیچھے کی طرف کر دیئے۔

(۳) امام بخاری نے اس پر باب یہ باندھا ہے "باب التیمن فی الوضوء والغسل" غسل اور وضوء میں داہنی طرف سے شروع کرنا۔ اور یہ حدیث میت کے غسل کے بارنے میں ہے۔ مگر یہ بہر حال وضوء اور غسل ہی بارے میں۔ جس میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنی طرف سے شروع کرنے کا حکم دیا۔ تو ثابت کہ تیامن مطلقاً ہر وضوء اور غسل میں پسندیدہ ہے۔

وضوء کے بیان کا سلسلہ چل رہا تھا۔ غسل کا مفصل بیان آگے آرہا ہے۔ یہاں غسل کے ذکر کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ یہ حدیث غسل ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ وضوء ضمنی طور پر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے غسل کا اضافہ فرمایا۔ اس سے جہاں یہ ثابت ہورہا ہے کہ غسل میں تیامن پسندیدہ ہے وہیں وضوء میں بھی تیامن کا اثبات صراحۃً بغیر کسی تردد کے ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ صریح طور پر فرمایا کہ داہنی طرف اور مواضع وضوء سے شروع کرنا۔ تو تیامن کا حکم وضوء کے لئے بھی ہوا۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جو بعثت سے دس سال پہلے جب کہ عمر مبارک تیس سال تھی پیدا ہوئیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت قاسم ان سے بڑے تھے۔ ان کا عقد ان کے خالہ کے لڑکے، حضرت ابوالعاص سے ہوا تھا، بعثت کے بعد یہ ایمان سے مشرف۔ ہوئیں مگر ابوالعاص انکے ساتھ ایمان نہ لائے بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر میں یہ مشرکین کیطرف تھے یہ بھی قید ہوئے انکے بھائی عمرو انکو رہا کرانے کیلئے جب مدینہ آئے تو حضرت زینب نے فدیے میں وہ ہار انکو دیا جو حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو شادی کے موقع پر دیا تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر جب اس ہار پر پڑی تو پہچان لیا۔ حضرت خدیجہ یاد آگئیں۔ رقت طاری ہوگئی۔ حضرت خدیجہ کے لئے کلمات ترحم فرمائے۔ یہ پسند خاطر نہ ہوا کہ بیٹی کو ماں کی نشانی سے محروم کر دیا جائے۔ حضور

؏ ایضاً جنائز۔ باب یبدأ بمیامن المیت ص۱۶۸ میں تین طریقے سے مسلم جنائز۔ باب البدأ بمیامن المیت ومواضع الوضوء۔ نسائی جنائز۔ باب میامن المیت ومواضع الوضوء منہ۔ ابن ماجہ۔ جنائز۔ غسل المیت۔

(۱۲۴) حدیث- استحباب التیمن فی کل شئ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر کام داہنے سے شروع کرنا پسند تھا۔

اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہہ سن کے بغیر فدیہ، ابو العاص کو آزاد کر دیا۔ البتہ یہ عہد لے لیا کہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینے بھیج دیں گے۔ انھوں نے وعدہ پورا کیا۔ حضرت زینب جب مدینے کے لئے چلیں تو ہبار بن الاسود اور ایک اور سنگ دل نے ڈھکیل دیا۔ یہ ایک چٹان پر گر پڑیں جس سے سخت چوٹ آئی ایسی کہ زندگی بھر اچھی نہ ہو سکیں۔ اسی میں وصال ہوا۔ سنہ وصال آٹھ ہجری ہے۔ حضرت زینب کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام علی تھا جو بلوغ کے قریب پہنچ کر وصال فرما گئے۔ اور ایک صاحبزادی حضرت امامہ ہوئیں جن کے بارے میں احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو گود میں لے کر نماز پڑھتے سجدے میں جاتے تو اتار دیتے جب سجدے سے اٹھتے تو پھر گود میں لے لیتے۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی نے حضرت امامہ سے نکاح فرمایا [۱]

مسائل مستنبطہ میت کو غسل دیتے وقت پہلے اس کو وضو کرایا جائے۔ البتہ نہ کلی کرائی جائے اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے۔ اس لئے کہ منہ اور ناک سے پانی نکالنا بہت دشوار ہوگا۔ یہی احناف کا مذہب ہے جو احناف کی کتابوں میں درج ہے۔ علامہ نووی کو غلط فہمی ہوئی کہ انھوں نے لکھ دیا کہ احناف وضوء سے میت کے غسل کو شروع کرنا مستحب نہیں جانتے میت کے غسل میں بھی ہر عضو میں پہلے داہنے کو دھویا جائے۔ مطلقاً ہر طہارت میں تیامن مستحب ہے۔ خواہ غسل ہو خواہ وضوء ہو۔ خواہ زندہ کرے خواہ مردہ کو طہارت کرائی جائے۔ اشارۃً ثابت ہوا کہ داہنا عضو بائیں سے افضل ہے۔ تکمیل کا جو حصہ ہم نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا کہ میت کو بیری کے پانی سے غسل دیا جائے اور اخیر میں کافور ملے ہوئے پانی سے طاق بار غسل دیا جائے۔ جو تین سے کم نہ ہو زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جتنے میں میت خوب صاف ستھری ہو جائے۔ مگر طاق عدد پورا کیا جائے۔ مرد کے استعمالی لباس کو عورت کے کفن میں دیا جا سکتا ہے۔ بزرگان دین کے لباس کو بطور تبرک کفن میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ بزرگوں کی استعمال کردہ چیزوں سے برکت حاصل کرنا عہد رسالت سے معمول ہے۔ عورت کے بالوں کو پیچھے کی طرف کر دیا جائے۔

تشریحات ۱۲۴

تکمیل کتاب الصلوٰۃ وغیرہ میں ما استطاع کا اضافہ ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ جن اعضاء میں تیامن ممکن ہے انھیں میں تیامن فرماتے۔

---

[۱] استیعاب، اصابہ جلد چہارم ذکر زینب۔

فِی تَنَعُّلِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَطُھُوْرِہٖ فِی شَانِہٖ کُلِّہٖ عہ

جوتا پہننا، کنگھا کرنا، طہارت کرنا ہو (کچھ بھی ہو)

۱۲۵ حدیث خروج الماء من بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور عصر کا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ یَجِدُوْا فَاُتِیَ الْوَضُوْءَ

وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا مگر لوگوں نے نہیں پایا[۱] رسول اللہ

(۱) اس کے عموم سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ ہر کام میں، بیت الخلاء میں داخل ہونا، لباس اتارنا، جوتا اتارنا بھی ہے تو کیا ان سب میں بھی تیامن مستحب ہے؟۔ اس کا جواب علامہ عینی و علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ سوائے دھو بکل شئی علیم اور صفات باری میں وارد اس قسم کی آیات کے ہر عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یہ عام بھی دوسرے دلائل سے مخصوص منہ البعض ہے جن چیزوں کے بارے میں تصریح ہے کہ بائیں طرف سے شروع کی جائیں۔ وہ مخصوص ہیں۔ یا یہ کہ شان کا معنی وہ فعل ہے جو مقصود ہو۔ جن میں تیاسر (بائیں طرف سے ابتداء) مستحب ہے وہ فعل مقصود نہیں بلکہ اصل میں وہ سب از قسم ترک و متروک ہیں۔ جیسے لباس اتارنا، جوتا اتارنا، مسجد سے باہر آنا۔ بیت الخلاء میں جانا بھی ایک قسم کے ترک ہی کے لئے جاتے ہیں۔ علامہ نووی نے اسکی یہ تفصیل کی۔ کہ جو افعال تشریف و تکریم کے قبیل سے ہیں ان میں تیامن مستحب ہے۔ جیسے لباس وغیرہ پہننا، مسجد میں جانا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کتروانا، کنگھا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور جن میں تشریف و تکریم نہ ہو ان میں بائیں سے شروع کرنا مستحب ہے۔ جیسے بیت الخلاء میں جانا، مسجد سے باہر ہونا، لباس اتارنا وغیرہ وغیرہ۔

وضوء میں ہاتھ پاؤں دھونے میں تیامن مستحب ہے۔ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ البتہ روافض واجب مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر داہنے اعضاء پہلے نہ دھوئے گئے تو وضوء ہی نہ ہوگا۔

تشریحات ۱۲۵

(۱) اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب نماز کا وقت آجائے تو پانی کی تلاش واجب ہے۔ جب پانی نہ ملے تو تیمم کی اجازت ہے۔ نماز

عہ ایضا۔ الصلاۃ۔ التیمن فی دخول المسجد وغیرہ ج۱ ص۶۱۔ الاطعمہ۔ التیمن فی الاکل وغیرہ ج۲ ص۸۱۔ لباس۔ الترجل ج۲ ص۸۷۔ مسلم۔ طہارۃ۔ ۶۶، ۶۷۔ ابوداؤد۔ لباس۔ ۱۴۱۔ ترمذی۔ جمعہ۔ ۷۵۔ نسائی۔ طہارت۔ ۹۰۔ غسل۔ ۱۷۔ زینت۔ ۸۰۔ ۶۲۔ ابن ماجہ۔ طہارۃ۔ ۴۲۔ مسند امام احمد۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں (تھوڑا سا) وضو کا پانی لایا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِنَاءِ یَدَہٗ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ یَّتَوَضَّؤُا مِنْہُ قَالَ فَرَأَیْتُ الْمَا

اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں (حضرت انس) نے کہا میں

یَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِہٖ حَتّٰی تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِہِمْ عہ

نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے نیچے سے پانی ابل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے آخری شخص نے بھی وضو کر لیا۔

کا وقت ہونے سے پہلے پانی کی تلاش واجب نہیں۔ ورنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پہلے تلاش کرتے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد اگر یہ گمان ہے کہ ایک میل کے اندر پانی ہے تو تلاش کر لینا ضروری ہے۔ تلاش کئے بغیر تیمم جائز نہیں۔ حتی کہ اگر تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی ملا تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنی لازم ہے۔ اگر نہ ملا تو نماز ہو گئی۔ اگر گمان غالب ہے کہ ایک میل کے اندر پانی نہیں تو تلاش کرنا ضروری نہیں۔

(۲) یہ پانی کس برتن میں تھا۔ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک میں ہے بقدح رحراح۔ کم گہرائی کا چوڑ پیالہ۔ ایک روایت زجاج شیشے کا پیالہ۔ ایک میں جفنۃ، بڑے پیالے میں۔ ایک میں میضاۃ ہے۔ یعنی وضو کرنے کے برتن میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت یوں ہے کہ ایک شخص گیا اور ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی لایا۔ اتنا چھوٹا تھا کہ حضور نے پھیلا تو اس میں نہ آسکا۔ تو حضور نے انگلیاں سمیٹ لیں۔ صـ۳۲ پر باب الوضوء والغسل من المخضب کے تحت جو روایت ہے وہ اس کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ وضو کرنے کے لئے گھر گئے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واقعہ سفر کا نہیں۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سفر کا ہے۔ ورنہ تلاش کے بعد پانی نہ ملنے کا کیا سوال۔

(۳) کتنے آدمی تھے اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں۔ کسی میں ہے پندرہ سو تھے۔ کسی میں ہے آٹھ سو تھے۔ کسی میں ہے تین سو سے کچھ زائد تھے۔ کسی میں ہے کہ ستر تھے۔ انگشتانِ مبارک سے پانی ابلنے کا یہ واقعہ ایک عظیم مجمع میں ہوا۔ مگر اسکی روایت صرف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے ہیں۔ چاہئے تھا کہ اتنے عظیم مجمع میں سے سبھی لوگ اسے روایت کرتے۔ اس قسم کے سوالات بہت سے معجزات اور واقعات کے سلسلے میں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہیں ہم اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ اولاً حضرت

عہ ایضاً مناقب۔ علامات النبوۃ صـ۵۰۴ جـ۱۔ ۵۔ مسلم فضائل جـ۲۔ ۵۔ ترمذی۔ مناقب جـ۲۔ ۶۔ نسائی طہارت۔ ۶۔ دارمی مقدمہ ۵۔ موطا طہارت ۳۲۔ مسند امام احمد۔

ت (۲۷) وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يُتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوطُ وَالْحِبَالُ ع۱

عطا اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں۔

انس نے یہ معجزہ بیان فرمایا مگر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا۔ ایسے موقع پر سکوت دلیل تصدیق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام سے یہ بعید ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل پر سکوت کریں۔ ثانیاً۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب صحابۂ کرام ہیں۔ مگر ان میں سے کتنے سے احادیث کی روایت ہے ؟۔ ہوسکتا ہے کہ اس مجمع میں جو حضرات شریک تھے ان میں سے صاحب روایت سوائے حضرت انس کے اور کوئی نہ ہو۔ ثالثاً بہت سے حضرات کو دیگر اہم مصروفیات کی وجہ سے احادیث روایت کرنے کا موقع کم ملا۔ جیسے حضرات خلفائے راشدین حتی کہ عشرۂ مبشرہ۔ رابعاً۔ اصحاب کتب نے جو احادیث اپنی کتابوں میں درج کیں وہ کسی خاص نکتے کو سامنے رکھ کر درج کیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے ایسی روایتیں جو دیگر صحابۂ کرام سے اس قسم کے واقعات میں یا کسی بھی واقعہ میں مروی ہوئیں۔ کتابوں میں درج ہونے سے رہ گئیں۔ مثلاً امام بخاری کو لیجئے۔ ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں پانچ لاکھ غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر ان کی کتابوں میں کل دس ہزار احادیث بمشکل ہوں گی۔ خامساً۔ حضرت انس کو عمر طویل عطا ہوئی۔ اس لئے کہ ان کا وصال ۹۲ھ میں ہوا۔ اور روایت میں علو سند یعنی رواۃ کی کمی کی بہت اہمیت ہے۔ چونکہ حضرت انس کی مرویات میں علو سند ہے۔ اس لئے ان کو مصنفین نے لیا۔ اور ہوسکتا ہے کہ دوسرے حضرات کی روایت میں یہ علو سند نہ ہو۔ اس لئے ان کو مصنفین نے نہیں لیا۔

فوائد دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے افضل وہ مقدس پانی ہے۔ جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔ حتی کہ زمزم اور آب کوثر سے بھی۔ اس پانی سے صحابۂ کرام نے وضو فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ آب زمزم شریف سے بھی وضو جائز ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ڈول زمزم منگایا اس میں سے کچھ پیا اور وضو فرمایا۔ قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس معجزے کو صحابۂ کرام سے کثیر التعداد ثقہ راویوں نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ یہ واقعہ ایک مجمع کثیر میں ہوا تھا کسی سے بھی انکار مروی نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ معجزہ بلاشبہ صحیح ہے۔

تشریح ت (۲۷)

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود امام شافعی کا رد ہے۔ وہ انسان کے بال کو جسم سے جدا ہونے کے بعد نجس کہتے ہیں۔ حضرت عطا سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اگر انسان کا بال ناپاک ہوتا تو اس سے

ع۱ اخبار مکہ لمحمد بن اسحٰق الفاکہی

دھاگے اور رسیاں بنانا کیسے جائز ہوتا۔ اور ان سے نفع حاصل کرنا کیسے درست ہوتا۔

احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ انسان کا بال جسم سے جدا ہونے بلکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی پاک رہتا ہے۔ نہ صرف انسان بلکہ ہر جانور کا سوائے خنزیر کے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس میں خون نہیں ہوتا۔ جیسے ہڈی، سینگ پٹھے، دانت کھر، اون، پر، وغیرہ امام مالک اون اور پر اور بال کو پاک کہتے ہیں۔ بقیہ کو ناپاک۔ عمر بن عبد العزیز، حسن بصری، حماد، داؤد، ان چیزوں کے ساتھ ساتھ ہڈی کو بھی پاک مانتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ان تمام چیزوں میں زندگی ہوتی ہے۔ اس لئے موت بھی ان میں اثر انداز ہوگی۔ اور موت سے جاندار ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ چیزیں بھی ناپاک ہوئیں۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ نجس کرنے والی چیز بذاتہ موت نہیں۔ بلکہ دم مسفوح کا رک جانا ہے۔ اس لئے کہ دم مسفوح ناپاک ہے۔ اس لئے جسم کے جن جن حصوں میں رک گیا وہ حصے ناپاک ہو گئے۔ اور جن اجزاء میں خون تھا ہی نہیں۔ ان میں نہ رکا نہ وہ اجزاء ناپاک ہوئے۔

ابراہیم بکری اور ماوردی نے، یہ روایت کی کہ امام مزنی نے کہا کہ امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا۔ کہ آدمی کا بال ناپاک ہے۔ اور وہ بھی اس کی طہارت کے قائل ہو گئے۔ ایک قول امام شافعی کا ربیع جیزی سے مروی ہے کہ بال، کھال کے تابع ہے کھال کی نجاست سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور کھال کی طہارت سے پاک ہو جاتا ہے۔

فضلات مبارکہ طاہر ہیں یہاں بحث عام انسانوں کے بال کی تھی۔ مگر بعض شوافع نے، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی بحث چھیڑ دی۔ سلسلہ یوں پیدا ہوا کہ شوافع پر یہ معارضہ کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ معاذ اللہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔ حتیٰ کہ ماوردی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا موئے مبارک اس لئے تقسیم فرمایا تھا کہ لوگ برکت حاصل کریں۔ لیکن برکت حاصل کرنا پاک ہونے پر موقوف نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا کہ اس قسم کی بات بہت سے شافعیوں نے کہی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ چونکہ موئے مبارک بہت تھوڑے ایک دو لئے گئے تھے اس لئے معاف ہیں۔ علامہ عینی نے اس قسم کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحاشا شعر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من ذلک وکیف قال ھذا وقد قیل بطھارۃ فضلاتہ فضلا عن شعرہ الکریم۔

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اس سے برتر ہے۔ قائل نے یہ کیسے کہدیا حالانکہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ کو پاک کہا گیا ہے چہ جائیکہ موئے مبارک۔

اس کے بعد فضلات مبارکہ کی طہارت پر استدلال کرتے ہیں فرمایا۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں کہ صحابۂ کرام نے جسم اقدس سے نکلے ہوئے مبارک خون کو پیا۔ مثلاً ابو طیبہ حجام اور قریش کے ایک بچے نے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر نے جیسا کہ بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پیا ہے۔ نیز

ت ۲۸ وَقَالَ الزُّهْرِیُّ اِذَا وَلَغَ فِی اَنَاءٍ لَیْسَ لَہٗ وَضُوْءٌ غَیْرَہٗ یَتَوَضَّأُ بِہٖ

زہری نے کہا جب کتا برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے سوا وضو کے لئے پانی نہ ہو تو اسی سے وضو کرے

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے، بول مبارک پیا۔ جیسا کہ حاکم، دارقطنی، طبرانی، ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابورافع کی زوجہ، سلمیٰ نے، غسالہ مبارک پیا۔ تو حضور نے فرمایا اللہ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام فرما دیا۔ بحث کے اخیر میں حضرت علامہ عینی کی غیرت ایمانی کو جوش آگیا۔ فرماتے ہیں۔

انا نعتقد انہ لا یقاس علیہ غیرہ وان قالوا غیر ذلک فاذنی عنہ صماء۔

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور کہے تو اسکے سننے سے میرا کان بہرا ہے

فضلات مبارکہ کی طہارت امتی کے اعتبار سے ہے۔ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں طاہر نہیں۔

اجزاء انسانی سے انتفاع جائز نہیں انسان کے بال وغیرہ کی طہارت کے احناف قائل ہیں۔ مگر انسان کے کسی جزء سے انتفاع کو ناجائز کہتے ہیں۔ مثلاً بال کی رسیاں بٹ کر ان میں جانور باندھا جائے۔ اس میں انسان کی تحقیر ہے۔ فقہاء نے تحریر فرمایا۔ کہ حجامت اور خط بنوانے کے بعد بال ناخن بے حرمتی کی جگہ نہ پھینکے جائیں۔ کہیں دفن کر دیئے جائیں۔

تشریحات ۲۸ ۲۹

سفیان ثوری ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق۔ ان کو ثوری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے اجداد میں ایک شخص ثور، نام کا گزرا ہے۔ یہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ اپنے وقت میں جملہ علوم و فنون خصوصاً حدیث و فقہ کے امام تھے۔ یہ ان چھ اصحاب مذہب ائمہ مجتہدین میں سے ہیں جن کے مذہب کا اتباع کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مذہب پر تھے۔[۱] بہت عابد، زاہد، مرتاض بزرگ تھے۔ ان کی جلالت قدر، ان کا وفور علم، ان کی دین میں پختگی، ان کا تفقہ۔ ان کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے۔ ان کے تلمیذ حضرت سفیان بن عیینہ نے بیان کیا۔ کہ ایک بار ہمیں صبح کا کھانا اور عمدہ دودھ پلایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ چلو دو رکعت شکرئیے میں نماز پڑھیں۔ ابن وکیع بھی تھے انھوں نے کہا اگر ہمیں حلواء بادام کھلاتے تو تراویح پڑھنے کو کہتے[۲] سلطان وقت مہدی نے انھیں بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عہدۂ قضا سپرد کرنے کو بلایا۔ یہ بھاگ گئے۔ مہدی کے کارندے ہمیشہ انھیں تلاش کرتے رہے بالآخر بڑی تلاش کر کے مہدی کے پاس لائے۔ مہدی نے عہدۂ قضا کا پروانہ لکھ کر دیا۔ یہ پروانہ لے کر دربار سے نکلے اور باہر آکر اسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور غائب ہو گئے ہر چند تلاش کی گئی مگر نہیں ملے۔[۳] اسی حالت غیبوبت ۱۶۱ھ میں

---

۱ وفیات الاعیان ص ۳۸۶، جلد دوم ۲ ایضاً، ۳ ایضاً ص ۳۸۹،

ت (۱۶) وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا

اور سفیان ثوری نے کہا اور یہی قرآن مجید سے سمجھ میں آتا ہے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے کہ فرمایا پھر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔

بصرہ میں وفات پائی۔ رات میں عشاء کے وقت دفن ہوئے۔ ان کی پیدائش ۹۵ھ یا ۹۶ھ یا ۹۷ھ میں ہوئی تھی۔ کوفے کے باشندے تھے۔ حضرت امام اعظم کے معاصرین میں سے ہیں۔ ابن عاصم نے کہا کہ یہ امیرالمومنین فی الحدیث ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا میں نے گیارہ سو شائخ سے حدیثیں لکھیں مگر ان میں سفیان سے افضل کوئی نہ تھا۔ یہ حدیث میں تدلیس کرتے تھے۔

توضیح باب یہاں امام بخاری نے باب کے تین اجزاء کئے ہیں۔ ایک جسم سے جدا ہونے کے بعد انسان کے بال کا حکم، دوسرے کتوں کے جھوٹے کا حکم، تیسرے انکے مسجد میں گزرنے کا حکم، اس تیسرے جزء کا حاصل یہ ہوا کہ کتے کا بال جسم سے جدا ہونے کے بعد نیز اس کا جسم پاک ہے یا ناپاک؟۔

مناسبت ان تینوں مسائل کو وضوء سے یہ مناسبت ہے کہ اگر انسان یا کتے کا بال پانی میں گر جائے یا کتا پانی میں منھ ڈال دے تو پانی پاک ہے یا ناپاک اس سے وضو درست ہے یا نہیں۔ اسکے پہلے باب یہ تھا کہ جب نماز کا وقت آجائے اور پانی نہ ہو تو پانی تلاش کیا جائے۔ اگر وضو کرنے کے قابل پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھی جائے۔ اس باب میں کچھ ایسی چیزیں بیان کیں جن کی طہارت اور نجاست کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اگر یہ چیزیں پانی میں پڑ جائیں تو وہی اختلاف پانی میں بھی ہوگا۔ تلاش کے بعد اگر ایسا پانی ملا جس میں ان تین چیزوں میں کوئی ایک یا دو یا تینوں پڑی ہوں تو کیا حکم ہوگا جو لوگ طہارت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اس پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہ ہوگا۔ جو نجاست کے قائل ہیں ان کے نزدیک تیمم کرنا ضروری ہوگا۔

غایت باب ظاہر ہے کہ جب ان چیزوں کی طہارت و نجاست میں اختلاف ہے تو اس کا بیان کرنا ضروری تھا۔ تاکہ ناظرین کو امام بخاری کی رائے معلوم ہو جائے۔ اگرچہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں امام بخاری کی رائے واضح طور پر ظاہر نہ ہو سکی۔ انسان کے بال کے سلسلے میں تو ظاہر ہو گیا کہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔ مگر کتے اور کتے کے جھوٹے کے بارے میں بات صاف نہیں ہوئی۔ اس باب سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ کتا اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔ ورنہ اس باب کے تینوں اجزاء میں مناسبت نہیں رہے گی اس لئے کہ وہ انسان کے بال کو پاک مانتے ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ کتے کو اور اس کے جھوٹے کو ناپاک مانتے ہیں تو انتہائی بے تکی بات ہوگی۔ نیز حضرت زہری کے قول کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ وہ بالکل بے محل ہوگا اس لئے کہ ان کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتے کا جھوٹا پاک مانتے ہیں۔ غرضکہ یہ باب ظاہر کر رہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک کتا اور اس کا لعاب پاک ہے۔ اور اس کے بعد باب باندھا کہ جب کتا برتن میں منھ ڈال دے۔ اس کے تحت یہ حدیث لائے کہ اس صورت میں برتن کو سات بار دھوئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کتے کے لعاب کو ناپاک مانتے ہیں۔ اس لئے کتے کے لعاب کے بارے میں ان کی قطعی رائے کیا ہے وہ مشتبہ رہ گئی۔ ہماری اس تقریر سے صاحب فیض الباری کا یہ ادعا بھی ساقط ہو گیا کہ امام بخاری کتے کے جھوٹے کو ناپاک مانتے ہیں۔ اور مصنف ایضاح البخاری کا

وَهٰذَا مَاءٌ وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ عہ

اور یہ پانی ہے۔ اور اس سے دل میں کچھ کھٹک ہے۔ اس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

(۱۲۶) حدیث۔ التبرک بشعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت محمد بن سیرین نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں۔

یہ دعویٰ بھی باطل ہوگیا کہ امام بخاری کتے کے لعاب کو پاک مانتے۔

ہاں کتے کے بال اور کتے کے جسم کے بارے میں البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ دونوں پاک ہیں جیسا کہ احناف اور جمہور کا مذہب ہے۔ برخلاف امام شافعی کے کہ وہ ہر جانور کا بال جو جسم سے جدا ہو جائے ناپاک مانتے ہیں۔ امام مالک کتے کے جھوٹے کو پاک مانتے ہیں۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ حضرت امام زہری کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اور حضرت سفیان ثوری کے نزدیک مشکوک ہے اگرچہ آیۂ کریمہ «فلم تجدوا ماءً فتیمموا» سے ان کا استدلال یہ بتا رہا ہے کہ وہ بھی کتے کے جھوٹے کو پاک مانتے ہیں۔ اسلئے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ماء سے مراد پاک پانی ہے۔ اسلئے اس آیت سے کتے کے جھوٹے سے وضو درست ہونے پر استدلال اسی وقت درست ہوگا جب کہ وہ اسے پاک مانیں۔ لیکن بعد میں چونکہ تشریح کردی کہ اس پانی کے بارے میں مجھے تردد ہے۔ اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ سفیان ثوری اسے مشکوک مانتے ہیں۔

تشریحات (۱۲۶) (۱۲۷)

عَبِیْدَہ ابن عمرو، یا قیس بن عمرو سلمانی مُرادی کوفی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کو زمانۂ جاہلیت بھی ملا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے ایمان لائے۔ مگر زیارت نہ کرسکے۔ علم و فضل میں قاضی شریح کے ہم پلہ تھے۔ جب قاضی شریح کو کوئی اشکال پیش آتا تو ان کو لکھتے ۷۲ھ یا ۷۳ھ میں وصال ہوا۔

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام نامی، زید بن سہل بن الاسود نجاری ہے۔ یہ ان منتخب روزگار افراد میں سے ہیں جو بیعت عقبہ سے لے کر تمام مشاہد میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ مخصوص و معتمد اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے عقد کرلیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہ مصنف ولید بن مسلم۔

اَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَهْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ

جسے ہم نے حضرت انس یا حضرت انس کے اہل سے حاصل کیا ہے[1]۔ عبیدہ نے کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک

مِنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

بال میرے پاس ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

کے عہد خلافت میں مدینے ہی میں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سنِ وصال ۳۲ھ ہے۔

تکمیل حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب۔ رمی جمرہ اور قربانی سے فارغ ہوئے تو حلّاق کو بلایا۔ اور پہلے داہنی طرف منڈوایا۔ اور حضرت ابوطلحہ کو بلاکر عطا فرمایا۔ اور فرمایا اسے لوگوں میں تقسیم کر دو انھوں نے ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیئے۔ پھر بائیں جانب منڈواکر انھیں کو عنایت فرمایا۔ انھوں نے اپنی زوجہ حضرت ام سلیم کو دیا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں خوشبو میں رکھنا[1]

حلّاق کون تھے اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ معمر بن عبداللہ تھے یہی صحیح ہے جیساکہ امام بخاری نے خود ذکر فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خراش بن امیہ تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے موقع پر سر اقدس مونڈا تھا۔

(۱) چونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر پرورش تھے، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی والدہ تھیں ان حضرات سے موئے مبارک حضرت انس کو ملا۔ اور ان سے حضرت محمد بن سیرین کو۔ اس تعلق کی بنا پر انکے والد سیرین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

(۲) حضرت امام بخاری کا مقصود اس حدیث کے لانے سے یہ ہے۔ کہ ان احادیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سر اقدس سے جدا ہونے کے بعد بھی پاک ہیں۔ اگر وہ پاک نہ ہوتے تو نہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں حضرت ابوطلحہ کو دیدیتے اور نہ تقسیم کرنے کو فرماتے۔ اور نہ صحابہ بطور تبرک رکھتے اور نہ عَبِیْدَہ یہ تمنا کرتے کہ ایک موئے مبارک میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک پاک تو تمام انسان کے بھی بال پاک ہیں

مسائل (۱) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بطور تبرک رکھنا ان سے برکت حاصل کرنا درست ہے۔ اس حدیث کے علاوہ دوسری روایتیں اس سلسلے میں بکثرت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ موئے مبارک اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے۔ اس ٹوپی کو پہن کر لڑائی میں جاتے اور اس سے مدد طلب کرتے۔ جنگ یمامہ میں یہ کلاہ مبارک

[1] مسلم۔ باب السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق ص ۴۲۱ صحیح ابو عوانہ و مسند امام احمد۔

(۱۲۸) حدیث ۔ ایضًا

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب (حجۃ الوداع میں)

رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ

سر اقدس منڈوایا تو ابو طلحہ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں موئے مبارک لیا۔

(۱۲۹) حدیث ۔ اذا شرب الکلب فی الاناء

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گر گئی ۔ اس پر حضرت خالد نے بہت سخت حملہ کر دیا ۔ جس میں کئی صاحب شہید ہو گئے ۔ اتنا سخت حملہ ان کے ساتھیوں کو ناپسند ہوا۔ اس پر حضرت سیف اللہ نے فرمایا ۔ میں نے اتنا سخت حملہ ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے نہیں کیا ہے بلکہ اس میں موئے مبارک تھے مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں مشرکین کے ہاتھ نہ لگے لہ (۲) موئے مبارک کی طرح جن چیزوں کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہو ان کو بھی بطور تبرک رکھنا ان سے برکت حاصل کرنا درست ہے (۳) علماء اور مشائخ نائبان رسول ہیں ۔ اس لئے ان کے بال، لباس وغیرہ متعلق اشیا سے برکت حاصل کرنا درست ہے (۴) مردوں کو سر کا منڈانا سنت یا کم از کم مستحب ہے (۵) احرام سے باہر آنے کے لئے سر منڈانا بہ نسبت بال کتروانے کے افضل ہے (۶) اپنے دوستوں، خادموں کو عطیات دینا سنت ہے (۷) ایسے عطیات میں برابری ضروری نہیں (۸) جو شخص تقسیم کرے اسے زیادہ دیا جا سکتا ہے (۹) سر منڈانے یا کتروانے میں سنت یہی ہے کہ داہنی طرف سے پہلے صاف کرائے ۔ یہی احناف کا مذہب مختار ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے ٢ھ

تشریحات (۱۲۸)

تکمیل مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے طرق سے بجائے "شرب" کے "ولغ" ہے ۔ اور یہی حضرت ابو ہریرہ کے جمہور تلامذہ سے مروی ہے ۔ شرب کی روایت پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہے ۔ کہ شرب، فی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا بلا واسطہ حرف جر متعدی ہوتا ہے ۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ شرب یہاں ولغ کے معنی کو متضمن ہے ۔ اسلئے اس کا فی کے ساتھ تعدیہ درست ہے ۔ شرب کے معنی محض پینا ہے ۔ اور ولغ کے معنی برتن میں منھ ڈال کر زبان سے پینا ہے ۔ یہ کتوں

لہ عینی جلد سوم ص۳ ، ٢ھ جلد دوم ص۲۴۲۔

اور درندوں کے ساتھ خاص ہے۔ مسلم میں پوری حدیث یہ ہے:۔ جب کتا تمھارے برتن سے پی لے تو اس کی پاکی اسے سات بار دھونا ہے اور پہلی بار مٹی سے ۔ اور بلی منھ ڈال دے تو صرف ایک بار دھونا ہے ۔ علاوہ مسلم کے یہ تفصیل ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے ۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا اور امام ابو داؤد نے کہا کہ یہاں "بلی" کا ذکر موقوف ہے ۔

(۱) یہ حدیث احناف اور جمہور کی مستدل ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے ۔ اگر ناپاک نہ ہوتا تو ایسے برتن کو دھونے کا وہ بھی سات بار حکم نہ ہوتا ۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ یہ دھونا نظافت کے بطور ہے ۔ لیکن جو احادیث کی روح سمجھتے ہیں وہ اپنی حس سلیم سے یقین کریں گے کہ اس برتن کے دھونے کا حکم نظافت کے بطور نہیں ۔ ناپاکی دور کرنے کے لئے ہے ۔ علامہ عینی نے فرمایا ۔ کہ اس کے علاوہ مسلم شریف کی یہ روایت کہ فرمایا :۔

طھور اناء احدکم اذا ولغ الکلب فیہ ان یغسلہ سبع مرات [1] | جب کتا تمھارے برتن میں منھ ڈال دے تو اس کی پاکی سات بار دھونا ہے ۔

یہ نص صریح ہے اس پر کہ کتا برتن میں منھ ڈال دے تو برتن ناپاک ہو جاتا ہے ۔ اس سے ثابت کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے نیز مسلم میں انھیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ ہے ۔ کہ اگر کتا برتن میں منھ ڈال دے تو برتن میں جو کچھ ہو اسے گرا دو ۔ کتے کے منھ ڈالنے کے بعد بھی اگر وہ پاک ہوتا تو اس کا پھینکنا اضاعت مال ہوتا جو حرام ہے ۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ ناپاک ہو گیا ۔ اس کا عموم اس کی دلیل ہے کہ ہر کتے کا جھوٹا ناپاک ہے ۔ خواہ پالتو ہو یا چھٹا ہوا شکاری ہو یا غیر شکاری ۔ شہری ہو یا دیہاتی ۔ جنگلی ہو یا اہلی ۔ مالکیوں کے اس بارے میں چار مذہب ہیں ۔ کتے کا جھوٹا پاک ہے ۔ ناپاک ہے ۔ مطلقاً ۔ بضرورت جو پالا گیا ہو اس کا جھوٹا پاک ہے بقیہ کا ناپاک ۔ شہری کا پاک ۔ جنگلی دیہاتی کا ناپاک ۔

(۲) خطابی نے کہا ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کتے کی زبان ناپاک ہے ۔ جب زبان ناپاک جو اس کا جزء ہے تو اس کے بدن کے تمام اجزاء زبان کی طرح ناپاک ہیں ۔ اس لئے کتے کے بدن کا کوئی جزء کسی چیز سے چھو جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گی ۔ **اقول** :۔ اس حدیث سے ثابت یہ ہوا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے ۔ اور جوٹھے کی نجاست اس کے لعاب کے ناپاک ہونے کی وجہ سے ہے لعاب زبان ہی کے ذریعہ باہر آتا ہے اس لئے لعاب لگنے کی وجہ سے زبان ناپاک ہوئی ۔ زبان بذاتہ ناپاک نہیں ۔ جسم کی کسی رطوبت کے ناپاک ہونے سے جسم کے عین کا نجس ہونا لازم نہیں ۔ زیادہ سے زیادہ وہ حصہ جہاں نجاست ہے ناپاک ہوگا ۔ جیسے پیشاب نجس ہے ۔ اس کی نجاست سے مثانہ و قضیب بھی ناپاک ہوتے ہیں ۔ تو کیا مثانے اور قضیب کے پیشاب سے نجس ہو جانے کو پورے جسم کی

---

[1] جلد اول صفحہ ۱۳۷

قَالَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ

جب کتا تمہارے برتن میں پی لے تو اسے

نجاست پر دلیل بنایا جا سکتا ہے ؟ اگر نہیں اور ضرور نہیں تو لعاب لگنے سے کتے کی زبان کے نجس ہو جانے پورے جسم کے نجس ہونے کو دلیل بنانا کیسے درست ہے ۔

(۳) کرمانی نے کہا چونکہ کتا نجس العین ہے ۔ اس لئے اس کا بیچنا خریدنا جائز نہیں ۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے :۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ثمن الکلب و مھر البغی وحلوان الکاھن۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زنا کے معاوضہ اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ۔

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا :۔

ان ثمن الکلب من السحت کتے کی قیمت مال حرام ہے ۔

علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا ۔ کہ چونکہ کتے سے شرعاً انتفاع جائز ہے ۔ گھر ، مویشی ، کھیت کی حفاظت کا کام اس سے لینا جائز ہے ، شکار کرنا جائز ہے تو اس کی بیع بھی درست ہے ۔ شکار کی اجازت قرآن مجید سے ثابت ہے ۔ ارشاد فرمایا :۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ ۔ مائدہ رکوع (۲) اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھالیا اور انھیں شکار پر چھوڑ دیا ۔

حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے پالنے کی اجازت متعدد احادیث میں بھی وارد ہے ۔ یہ ارشاد ابتداء کا ہے ۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا ۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا ۔ یہاں تک کہ اگر کسی عورت کے ساتھ دیہات سے کوئی کتا آتا تو ہم اسے بھی قتل کردیتے بعد میں گھر ، کھیت ، مویشی کی حفاظت کے لئے کتے پالنے کی اجازت ملی تو ان کا استثناء کر دیا گیا ۔ **اقول** :۔ علامہ کرمانی کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ کتا نجس العین ہے ۔ اور ہمیں یہی تسلیم نہیں ۔ اس لئے ان کا استدلال ساقط ۔

(۴) میں نے علماء سے سنا ہے کہ موجودہ دور میں خوردبین سے یہ معلوم ہوا کہ کتے کے لعاب میں مضر جراثیم ہوتے ہیں ۔ جو پانی میں مل کر برتن سے چپک جاتے ہیں ۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ بغیر سات بار دھوئے ہوئے دور نہیں ہوتے ۔ چھ بار بھی دھو کر دیکھا تو یہ جراثیم موجود تھے ۔ اسی حدیث کی بنا پر امریکے کا ایک ڈاکٹر مشرف باسلام ہو گیا ۔ کہ تمام دنیا مادی وسائل کے باوجود صدیوں تک جس کا پتہ نہ چلا سکی وہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی غیب بیں نظروں سے دیکھا اور دنیا کو اس کے ازالے کی ترکیب بھی بتا دی ۔ یہ بات اگر صحیح ہے تو سات بار دھونے کا حکم ان جراثیم سے بچنے کے لئے بطور حفظان صحت طبّا ہے ۔ یہ تشریعی حکم نہیں ۔ حضرات مالکیہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکتے ہیں ۔ مگر ہم مسلم شریف کی روایت سے ثابت کر آئے ہیں کہ کتے کے منھ ڈالنے سے برتن میں جو ہوتا ہے وہ ناپاک

فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا عہ

سات بار دھوؤ۔

ہو جاتا ہے۔ تو مطلقاً دھونے کے حکم کو طبی نقطۂ نظر سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سات بار عدد کی تعیین طبی نقطۂ نظر سے بے رہ گیا دھونے کا حکم تو یہ تشریعی ہے۔

تقریباً تمام طرق میں یہی ہے کہ "سات بار" دھونے کا حکم دیا۔ اسی پر شوافع کا عمل ہے۔ احناف طہارت کے لئے تین بار دھونا کافی سمجھتے ہیں البتہ سات بار دھونے کو مستحب۔

احناف کی دلیل اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے۔ جسے دار قطنی نے بروایت حسن روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔

اذا ولغ الکلب فی الاناء فاھرقہ ثم اغسلہ ثلث مرات۔ جب کتا برتن میں منھ ڈال دے تو اسے پھینک دو۔ اور برتن تین بار دھوؤ۔

امام طحاوی نے یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اپنی مروی حدیث کے خلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ دینا اس کی دلیل ہے کہ انھیں اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وہ حدیث کے خلاف فتویٰ دیکر عادل نہ رہے۔ اس طرح ان کی تمام مرویات ناقابل اعتبار ہو جائیں گی۔ اور یہ احتمال کہ یہ فتویٰ دیتے وقت انھیں حدیث مذکور یاد نہ رہی ہو۔ ان کے اس ارشاد سے باطل کہ فرمایا پھر میں کچھ نہیں بھولا۔ علاوہ ازیں ابن عدی نے کامل میں بطریق کرابیسی تین بار دھونے کی روایت مرفوعاً کی ہے۔ جس میں تصریح ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کتا برتن میں منھ ڈال دے تو اسے گرادو۔ اور برتن تین بار دھوؤ۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کے فتویٰ کی توثیق ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں تین بار اور سات بار دھونے کی روایتوں میں تطبیق کی صرف یہی صورت ہے کہ تین بار دھونے کو واجب قرار دیا جائے اور سات بار کو مبالغہ پر۔ اور اگر سات بار دھونے کو واجب قرار دیں تو تین بار والی حدیث متروک ہو جائے گی۔ کرابیسی پر کچھ جرحیں کی گئی ہیں۔ ان سب کے علامہ عینی نے شافی جوابات دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں امام طحاوی نے ایک اور معارضہ پیش فرمایا ہے۔ کہ مسلم شریف وغیرہ صحاح میں عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے۔

وعفروہ الثامنۃ بالتراب[1] آٹھویں بار مٹی سے مانجو۔

جو جواب وہ اس کا دیں گے وہی جواب ہمارا ہو گا۔

عہ مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے کتاب الطہارۃ میں موطا

[1] جلد اول ص۱۳۶

(۱۲۹) حدیث۔ ان رجلا رأی کلبا یاکل الثری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ ایک شخص نے ایک

رَجُلًا رَأٰی کَلْبًا یَاْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ فَاَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ یَغْرِفُ لَهٗ

کتے کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے اپنے موزے کو لیا (اسمیں پانی بھر کر) اس کتے کے منھ

جناب مولانا انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں فرمایا۔ کہ سات بار دھونے کا حکم ابتداء میں اس وقت تھا جب مطلقاً کتوں کو مار ڈالنے کا حکم تھا پھر جب اس میں تخفیف ہوئی اور شکاری و محافظ کتوں کو پلنے کی اجازت دی گئی تو کتے کے جھوٹے برتن کے دھونے کے حکم میں بھی تخفیف کر کے بجائے سات کے تین بار کر دیا۔

مگر اس توجیہ کو مسلم کی وہ حدیث رد کر رہی ہے۔ جو عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا۔

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ بقتل الکلاب ثم رخص فی کلب الصید وکلب الغنم وقال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاغسلوہ سبع مرات وعفروہ الثامنة بالتراب[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر شکاری اور مویشی کے کتے کی اجازت دی اور فرمایا جب کتا برتن میں منھ ڈال دے تو اسے سات بار دھوؤ۔ اور آٹھویں بار مٹی سے مانجو

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سات بار دھونے کا حکم اس وقت بھی دیا جب شکاری اور محافظ کتے پلنے کی اجازت دی۔

تشریحات (۱۲۹)

تکمیل بخاری کے دوسرے ابواب میں یہ حدیث یوں ہے۔ ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی تو یہ ایک کنوئیں میں اترا۔ اور اس کا پانی پیا۔ نکلا تو دیکھا ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے اور نم مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے (اپنے جی میں) کہا۔ جس حال کو میں پہنچ گیا تھا یہ بھی اسی حال کو پہنچ گیا ہے۔ پھر کنوئیں میں اترا۔ اور اپنے موزے کو پانی سے بھر کر منھ میں دبالیا۔ اور چڑھ کر باہر آیا۔ اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ عز وجل نے اسے قبول فرمالیا اسے بخش دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے میں ثواب ہے۔ فرمایا ہر تر جگر (والے) میں اجر ہے۔ کتاب الانبیاء ذکر بنی اسرائیل میں ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی ایک بدکار زناکار عورت کا واقعہ ہے۔

---

[1] جلد اول صفحہ ۱۳۷۔ نسائی صفحہ ۲۳، ابو داؤد مصری صفحہ ۱۱۔

بِهٖ حَتّٰى أَرْوَاهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ ع٥

چلو سے ڈالتا رہا۔ یہاں تک کہ کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ عزوجل نے اسے قبول فرمالیا۔ اور اسے جنت میں داخل فرمادیا۔

مطابقت باب اس حدیث کی باب سے مطابقت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ اس شخص نے موزے سے کتے کو پانی پلایا۔ اس کی ظاہر صورت یہی ہوگی کہ کتے کے سامنے پانی سے بھرا ہوا موزہ رکھا ہوگا کتے نے اس میں منہ ڈال کر پیا ہوگا۔ اگر کتے کا جھوٹا ناپاک مانا جائے تو لازم آئے گا کہ موزے میں بچا ہوا پانی اور موزہ ناپاک ہوگیا۔ یہ تجنیس طاہر ہے جو عاقل سے مستبعد ہے۔ اس پر علامہ عینی اور علامہ ابن حجر دونوں نے یہ تعقب کیا۔ یہ ضروری نہیں کہ اس شخص نے اسی طریقے سے پانی پلایا ہو۔ ہو سکتا ہے اس نے کسی چھوٹے گڑھے میں پانی ڈال دیا ہو جس سے کتے نے پی لیا ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ موزے یا چلو سے اس کے منہ میں ڈالا ہو اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کتے نے موزے میں منہ ڈال کر پیا تو یہ کہاں تصریح ہے کہ اس شخص نے بچے ہوئے پانی کو خود استعمال کیا یا پھر موزے کو نہیں دھویا۔ ہو سکتا ہے کہ بچے ہوئے پانی کو پھینک دیا ہو۔ موزے کو دھو لیا ہو۔

اقول:۔ یہ احتمال دیگر ابواب کی روایت میں نکل سکتا ہے جن میں "فسقی الکلب" ہے۔ مگر یہاں جو لفظ مذکور ہے۔ اس میں یہ احتمال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہاں تو صاف لفظ "فجعل یغرف له به" ہے یغرف کے معنی چلو میں پانی لینے کے ہیں۔ تو یہ روایت متعین کر رہی ہے کہ اس شخص نے موزے سے چلو میں پانی لے کر کتے کو پلایا۔ باب سے مطابقت کا ایک پہلو جو نکلتا تھا وہ بھی اس روایت میں نہیں۔ اور ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے تو جن روایتوں میں فسقی ہے ان میں بھی متعین کہ یہ پانی پلانا "چلو" کے ذریعہ تھا۔

مولانا فخرالدین شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ایضاح البخاری میں ثری کا ترجمہ، کنویں کی نم مٹی کیا ہے۔ ثری کو کنویں کی نم مٹی کے ساتھ خاص کرنا غلط ہے۔ علامہ عینی نے لکھا:۔ وھو التراب الندی۔ وقاله الجوھری وصاحب الغریبین وفی المحکم الثری التراب وقیل التراب الذی اذابل یصیر طینا لازبا، وفی مجمع الغرائب، اصل الثری الندی۔ فتح الباری میں بھی قریب قریب یہی ہے۔ عمدۃ القاری میں تیسرا قول غلط چھپ گیا ہے۔ اذابل ولم یصر طینا لازبا ہے انھیں کی جماعت کے ایک فرد نے مصباح اللغات میں۔ ثری کا ترجمہ، نمناک مٹی کیا ہے۔

مسائل (١) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر حیوان کے ساتھ بھلائی موجب اجر ہے۔ بشرطیکہ وہ موذی نہ ہو۔ اس کی تائید اس

ع٥ ایضاً۔ کتاب المساقاۃ فضل سقی الماء ص۳۱۸ ج١، کتاب المظالم، الابار علی الطرق ص۳۳۲ ج١، کتاب الادب، رحمۃ الناس والبہائم ص۸۸۹ ج٢۔ کتاب الانبیاء، ما ذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۳ ج١، مسلم کتاب الحیوان ص۲۳۷، ابو داؤد کتاب الجہاد۔

⑬⓪ حدیث۔ کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد

حَدَّثَنِیْ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَتِ الْکِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ

حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے حمزہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے

زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَکُوْنُوْا یَرُشُّوْنَ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ عہ

مسجد میں آتے جاتے تھے۔ مگر لوگ مسجد میں کہیں پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا:۔

الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا علی من فی الارض یرحمکم من فی السماء لہ

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے زمین والوں پر رحم کرو آسمان کا مالک تم پر رحم فرمائے گا

② بطور تقابل یہ نکلا کہ بہائم کو ستانا ناجائز وگناہ ہے۔ جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت نے بلی پکڑ کر باندھ لیا۔ اسے نہ کھانے کو دیا نہ پینے کو۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرگئی اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گئی۔

③ پالتو جانوروں کا بھی نفقہ واجب ہے۔

تشریحات ⑬⓪

تکمیل ابوداؤد میں پوری حدیث یہ ہے۔ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا مسجد میں سوتا تھا۔ کتے مسجد میں پیشاب کرتے۔ آتے جاتے مگر لوگ مسجد کے کسی حصہ پر پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

① جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شادی ہوگئی تو پھر وہ گھر سونے لگے۔

② امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ کتے پاک ہیں اور ان کا لعاب بھی پاک ہے۔ اس لئے کہ کتے اگر ناپاک ہوتے تو انھیں مسجد میں کبھی بھی آنے نہیں دیا جاتا۔ نیز کتے جب چلتے ہیں تو زبان منھ سے باہر نکال کر چلتے ہیں۔ اس لئے ان کے منہ سے لعاب کا گرنا اغلب ہے۔ اگر ان کا لعاب ناپاک ہوتا تو انھیں مسجد میں نہیں آنے دیا جاتا۔

اتنی بات تو صحیح ہے کہ کتا نجس العین نہیں۔ مگر یہ کہ اس کا لعاب بھی پاک ہے۔ یہ اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اولاً یہ ضروری نہیں کہ وہ مسجد میں گزرتے وقت لعاب ضرور ہی ٹپکائیں۔ اور مسجد اصل میں پاک تھی محض شبہ سے ناپاک نہ ہوگی۔ ثانیاً جب حدیث ۱۲۵ سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے تو محض ایک احتمال موہوم سے اس کی طہارت ثابت نہ ہوگی۔ ثالثاً ابوداؤد واسمٰعیل ابونعیم بیہقی کی روایت میں تقبل وتدبر کے پہلے "تبول" بھی ہے۔ کیا کوئی صاحب اس کی ہمت کرسکتے ہیں

عہ ابوداؤد، کتاب الطہارت، طہور الارض اذا یبست، ص۵۴ مصری، لہ مشکوٰۃ ص۴۲۳ بحوالہ ابوداؤد ترمذی،

حدیث - صید الکلب (۱۳۱)

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا جب تم اپنے

إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ

سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو۔ اور اس نے مار ڈالا تو شکار کھاؤ اور جب خود کھالے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ اب معلوم ہوگیا کہ اس نے

کہ کہدیں کتے کا پیشاب بھی پاک ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ زمین پر اگر نجاست گرے اور وہ سوکھ جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ چونکہ مسجد اقدس کی زمین سوکھ کر پاک ہوجاتی تھی۔ اس لئے اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔ یہی حدیث اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ کتے کا پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے۔ اور کتے مسجد میں پیشاب کرتے تھے۔ اگر سوکھنے سے یہ حصہ پاک نہ ہوجاتا تو لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مسجد کو ناپاک رہنے دیتے تھے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا۔

زكوة الارض يبسها [1] زمین کی پاکی اس کا سوکھنا ہے

مولانا فخرالدین صاحب نے ایضاح البخاری میں اس مضمون کی ایک حدیث ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے طهارة الارض يبسها مجھے یہ حدیث ابو داؤد میں نہیں ملی اگر کوئی صاحب پتہ بتادیں تو مشکور ہوں گا۔

(۳) یہ واقعہ ابتداء کا ہے جب کہ مسجد میں دروازے نہیں تھے۔ اس پر ابو داؤد وغیرہ کی روایت کا یہ اگلا حصہ دلیل ہے۔ جس میں راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا۔ مسجد میں سوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کتوں کے آنے جانے، پیشاب کرنے کی بات انھیں ایام کی کر رہے ہیں۔ اس لئے بلا شبہ یہ ابتداء کا قصہ ہے۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا هذا الذى ذكره البخارى معلقا لیکن ہمیں اس کا معلق ہونا سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے کہ خود علامہ عینی نے احمد بن شبیب کو شیخ بخاری تسلیم کیا ہے۔

تشریحات (۱۳۱)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عرب کے مشہور و معروف سخی حاتم طائی کے صاحبزادے تھے۔ یہ اور ان کا پورا قبیلہ نصرانی تھا۔ ۹ھ میں ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ جب ان کے قبیلے پر حملہ ہوا۔ تو یہ بھاگ نکلے۔ اور روم کے کسی

---

[1] ہدایہ۔ مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق باختلاف اللفظ

قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ

اپنے لئے شکار کیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن کبھی شکار کے پاس دوسرا کتا بھی موجود

شہر میں چلے گئے۔ ان کی بہن گرفتار ہوکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ وہ اخلاق کریمانہ دیکھ کر ایمان سے مشرف ہوئیں۔ پھر اپنے بھائی عدی کے پاس گئیں۔ اور انھیں لوا آئیں اور وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ وصال اقدس کے بعد فتنۂ ردت میں یہ ثابت قدم رہے۔ اور اپنے قبیلے کی زکوٰۃ وصول کر کے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سرگرم حامی تھے۔ تمام مشاجرات میں ان کے ساتھ رہے۔ جمل، صفین سب میں شریک تھے۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت عثمان ذوالنورین شہید ہوئے تو انھوں نے کہا۔ لاینطح فیہ عنز ان اس بارے میں کوئی معمولی بھی لڑائی نہ ہوگی۔ دو مینڈھے بھی نہیں لڑیں گے۔ جنگ جمل میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے اس میں ایک آنکھ جاتی رہی۔ ایک بار حضرت معاویہ کے یہاں گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا ھل نطح عنز کیا مینڈھے نے سینگ مارا۔ توانھوں نے برجستہ کہا نعم التیس الاکبر۔ ہاں بہت بڑے بوک نے۔ اخیر میں کوفہ جا بسے تھے۔ وہیں یا قرقیسا میں مختار بن عبید کذاب کے زمانے میں ایک سو بیس یا ایک سو اسی سال کی عمر پاکر جاں بحق ہوئے۔ ان سے چھیاسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں۔ اور دو افراد مسلم سے۔

تکمیل عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغیر پر کی تیر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اگر شکار کو اس کی دھار لگے تو کھاؤ اور اگر تیر کا عرض کروٹ لگے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ یہ وقیذ ہے یعنی جیسے لاٹھی وغیرہ سے مار ڈالا جائے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ کتوں سے شکار کرتے ہیں۔ فرمایا جب تم اپنے سِدھائے ہوئے کتوں کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تو یہ جو شکار پکڑ کر مار ڈالیں اسے کھاؤ۔ اور اگر شکار میں سے کچھ خود کھالیں تو نہ کھاؤ۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کتے نے اپنے لئے شکار کیا تھا۔ پھر حضرت عدی نے عرض کیا۔ میں اپنے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑتا ہوں مگر کبھی شکار کے پاس دوسرا کتا بھی موجود پاتا ہوں یہ نہیں معلوم کہ کس کتے نے شکار کیا ہے۔ فرمایا۔ اب مت کھا۔ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی دوسرے کتے پر نہیں۔

وجہ مطابقت امام بخاری نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اگر ناپاک ہوتا تو یہ بھی ضرور حکم دیتے کہ جہاں لعاب لگا ہے اسے پھینک دو یا دھولو۔ لیکن یہ استدلال یوں تام نہیں کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں۔ شکار کے زخم پر خون ضرور لگا ہوتا ہے جو دم مسفوح اور ناپاک ہے۔ اس کے بھی دھونے کا حکم نہیں دیا۔ یہاں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود صرف کتے کے شکار کی حلت و حرمت ہے۔ سوال کے مطابق جواب ارشاد فرمایا۔ رہ گئی کتے کے جوٹھے کی نجاست خون کی ناپاکی کی طرح دوسرے دلائل سے ثابت اور معلوم ہے نہ اس کے بارے میں سوال ہے نہ اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمایا۔

ولم تسم علی کلب اٰخرعہ

پاتا ہوں۔ فرمایا۔ اب مت کھا۔ تو نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی ہے نہ کہ دوسرے کتے پر۔

مسائل ① جانوروں کی ذکاۃ۔ یعنی کھانے کے لئے پاک کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اختیاری جیسے ذبح، دوسرے اضطراری۔ اس کی ایک صورت شکار ہے۔ خواہ انسان کسی دھار دار آلے، نیزے، تیر، سے وحشی جانور کو اتنا زخمی کر دے کہ وہ مرجائے۔ یا شکاری سدھائے ہوئے جانور اسے زخمی کرکے مار ڈالیں۔ اور ان دونوں صورتوں میں ذبح کا موقع نہ ملے۔ ایسے شکار کھانے حلال ہیں۔ اس کے جواز کی چار شرطیں ہیں۔

اول :۔ شکاری جانور سدھایا ہوا ہو۔ کتے، چیتے، درندوں کے سدھائے جانے کی علامت یہ ہے کہ تین بار شکار کرے اور شکار میں سے کچھ نہ کھائے۔ شکرے، باز، شکاری پرندوں کے سدھائے جانے کی نشانی یہ ہے کہ شکار پر چھوڑنے کے بعد بلانے پر فوراً واپس آجائیں۔

دوم :۔ جانور کو شکار پر چھوڑنے والا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہو۔ مشرک، مجوسی، دھریئے، مرتد نے چھوڑا تو حرام۔ جانور نے خود شکار نہ کیا ہو بلکہ اسے شکار پر چھوڑا گیا ہو۔

سوم :۔ ارسال یعنی چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھا ہو۔ اور اگر بھول کر بسم اللہ نہیں پڑھا تو حلال ہے۔ اور یاد ہوتے ہوئے قصداً نہیں پڑھا تو حرام۔

چہارم :۔ شکاری جانور نے شکار پکڑنے کے بعد اس میں سے کچھ کھایا نہ ہو۔ اگر ان چار شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوگی تو شکار حرام ہو جائے گا۔

② حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے کتے کا شکار درست ہے اگرچہ وہ کالا ہو۔

③ عند الضرورت شکار کرنا جائز ہے۔ مثلاً بیچنے کے لئے، خود کھانے کے لئے، لہو و لعب کے لئے ممنوع۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کل لھو المومن باطل الا ثلث۔

④ شکاری جانور کی بیع و شراء جائز ہے۔

تم الجزء الاول ویلیہ الجزء الثانی انشاء اللہ تعالی

عہ ایضاً۔ کتاب البیوع تفسیر المشبہات ص ۲۷۶، کتاب الصید والذبائح اذا اکل الکلب الصید اذا غاب عنہ۔ اذا وجد مع الصید کلباً آخر۔ ماجاء فی التصید ص ۸۲۴، مسلم، ابو داؤد، باب الصید،

ت ۲۸

وَقَالَ عَطَاءٌ فِي مَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ اَوْ مِنْ ذَكَرِهِ

اور عطا نے کہا جس کے پائخانے کے مقام سے کیڑا یا پیشاب کے مقام سے

تشریحات ۲۸

وضو کے کچھ احکام بیان کرنے کے بعد، کچھ نواقض وضو کا بیان شروع فرمایا:

ہمارا اور شوافع کا اختلاف اس پر ہمارا اور شوافع وغیرہ کا اتفاق ہے کہ سبیلین (پیشاب پائخانے کے مقام) سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے۔ خواہ وہ معتاد ہو جیسے پیشاب، پائخانہ یا غیر معتاد جیسے کیڑا، خون، پیپ۔ البتہ اگر پیشاب کے مقام سے ہوا یا کیڑا نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ سبیلین کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے اگر نجاست نکلے مثلاً خون، پیپ، تو وہ ناقض وضو ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں ناقض وضو ہے بشرطیکہ بہہ کر ایسی جگہ پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔ شوافع کے یہاں ناقض وضو نہیں۔ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی لئے انھوں نے یہ باب باندھا۔ من لم یر الوضوء الا من المخرجین۔ دلیل میں یہ آیہ کریمہ نقل فرمائی:

اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ۔ (مائدہ ۵) یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے آیا،

وجہ استدلال امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ وضو یا تیمم کا حکم اس صورت میں دیا گیا ہے کہ کوئی قضاء حاجت سے آئے۔ قضاء حاجت میں سبیلین سے نجاست نکلتی ہے۔ اسی لئے صرف سبیلین سے خارج شدہ نجاست ناقض ہوگی، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں۔

ہمارا جواب ہمارا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی کلمۂ حصر نہیں جس سے یہ مستفاد ہو کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں۔ یہ آیت دلیل ہے تو صرف اس بات کی کہ پیشاب پائخانہ ناقض وضو ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں، اس آیت کی اس پر کوئی دلالت نہیں۔

ثانیاً نیز حصر کا قول خود امام بخاری اور شوافع کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ لوگ سبیلین سے غیر معتاد چیز کے نکلنے کو ناقض وضو کہتے ہیں، حالانکہ اس آیت کی غیر معتاد چیزوں پر دلالت نہیں، اس لئے کہ غائط کے عرفی معنی، پائخانے کے ہیں اور ہر پائخانے کے ساتھ پیشاب کا نکلنا لازم ہے تو آیت کی دلالت یہ ہوئی کہ پیشاب اور پائخانہ ناقض وضو ہے۔ اور جب آپ حصر کے قائل ہیں تو مخرجین سے پیشاب پائخانہ کے علاوہ نکلی ہوئی کوئی چیز ناقض وضو نہ ہوئی۔

ثالثاً لازم آئے گا کہ مذی بھی ناقض وضو نہ ہو اس لئے کہ یہ نہ پیشاب ہے نہ پائخانہ۔

نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ
جوئیں کے مثل نکلے وہ وضوء لوٹائے

رابعًا شوافع مس ذکر کو بھی ناقض وضوء مانتے ہیں حالانکہ آیت کے کسی لفظ کی دلالت اس پر نہیں۔ جب آیت میں حصر نہیں تو دوسرے دلائل سے جب غیر سبیلین سے نکلی ہوئی چیزوں کا ناقض وضو ہونا ثابت تو اسے ماننا لازم ہے۔

(۱) ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو زیلعی نے کامل ابن عدی کے حوالے سے نقل کی ہے کہ فرمایا :

الوضوء من کل دم سائل — ہر بہنے والے خون سے وضوء ہے۔

(۲) نیز ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرمایا :

من اصابه قیئ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلوته وهو فی ذلك لایتکلم۔ [۱]

جس کو قے آئے یا نکسیر پھوٹے یا منہ میں کھانا یا پانی آجائے یا مذی نکلے تو وہ نماز چھوڑ کر وضوء کرے اور پچھلی نماز پر بنا کرے اگر اس درمیان بات نہیں کی ہے تو۔

بربنائے تحقیق یہ حدیث مرسل ہے مگر جمہور اور ہمارے یہاں مرسل حجت ہے۔

(۳) علاوہ ازیں بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سات باتوں سے وضوء لازم ہے۔ پیشاب سے، منہ بھر قے سے، کروٹ پر سونے سے، نماز میں قہقہہ لگانے سے، خون بہنے سے۔

پھر آیت مذکورہ پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ناقض وضوء نجاست کا نکلنا ہے۔ وضوء توڑنے میں سبیلین کو دخل نہیں، خروج نجاست کو ہے۔ جو نجاست کہیں سے بھی نکلے ناقض ہوگی۔ اور یہی مذہب اکثر صحابہ کرام کا ہے، اکثر فقہا کا ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی اگر کہیں سے خون نکلے تو وہ ناقض وضوء ہے۔ اور جب خون ناقض وضوء ہے تو جو خون سے بھی زیادہ گندی و نجس ہے وہ بدرجۂ اولیٰ ناقض وضوء ہوگی۔ مثلاً پیپ، زرد پانی (پنچھا)

لامستم النساء۔ امام شافعی اس سے ہاتھ سے چھونا مراد لیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عورت کو ہاتھ سے چھونا ناقض وضوء ہے۔ اس پر قیاس کر کے، یہ بھی فرماتے ہیں کہ عضو تناسل چھونے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ علت یہ بتاتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹنے کا سبب یہ ہے کہ عورت کے چھونے سے اسی طرح عضو تناسل چھونے سے بھی شہوت پیدا ہوتی ہے، اور شہوت مذی نکلنے کا سبب ہے اور کبھی سبب مسبب کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے، جیسے نیند بذاتِ خود ناقض وضوء نہیں مگر یہ ہوا خارج ہونے کا سبب ہے اس لئے اسے ناقض وضوء ٹھہرایا گیا، اور یہی وجہ ہے کہ نیند مطلقًا ناقض وضوء نہیں صرف انھیں

---

[۱] ابن ماجہ ماجاء فی البناء علی الصلوٰۃ ص ۸۷

صورتوں میں ہے جبکہ استرخاء مفاصل ہو۔ اس لئے کہ اس صورت میں ہوا کا نکلنا اغلب ہوتا ہے۔

احناف کا جواب احناف یہ کہتے ہیں کہ "لامستم" میں لمس سے مُراد ہاتھ سے چھونا نہیں بلکہ یہ جماع کے معنی میں ہے حضرت فاروق اعظم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عطار، حضرت طاؤس، حضرت حسن بصری، حضرت شعبہ، حضرت ثوری، حضرت شعبی، حضرت اوزاعی، حضرت عبدۃ السلمانی، حضرت عبیدۃ الیمنی رحمہم اللہ کے نزدیک بھی اس آیت میں لامستم سے جماع مراد ہے۔ خود امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اسی کو لکھا جس سے معلوم ہوا کہ ان کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس تفسیر کی بنا پر لامستم النساء کا تعلق غسل سے ہے اور ظاہر ہے کہ پانی نہ ملنے پر جیسے مُحدِث کے لئے تیمم کافی ہے جنب کے لئے بھی کافی ہے۔

اس تفسیر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو چھوتے مگر بغیر وضو کئے ہوئے نماز ادا فرماتے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قبل امراۃ من نسائه ثم خرج الی الصلوٰۃ ولم یتوضأ [1]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیا پھر نماز کے لئے گئے اور وضو نہیں فرمایا۔

اُم المومنین حضرت صدیقہ ہی سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

فقدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لیلة من الفراش فالتمسته فوقعت یدی علی باطن قدمه وھو فی المسجد وھما منصوبتان [2]

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بستر سے غائب پایا۔ میں نے تلاش کیا میرا ہاتھ حضور کے قدموں پر پڑا دونوں قدم کھڑے تھے۔ حضور مسجد میں تھے۔

نیز انھیں سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

ان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لیصلی وانی معترضة بین یدیه اعتراض الجنازۃ حتی اذا اراد ان یوتر مسنی برجله [3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے میں اُن کے آگے ایسے لیٹی رہتی جیسے جنازہ رکھا رہتا ہے، جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے اپنے پاؤں سے چھوتے۔

دوسری روایت میں ہے:

---

[1] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد۔

[2] مسلم مایقال فی الرکوع والسجود ج ۱ ص ۱۹۲۔ ابوداؤد صلاۃ۔ نسائی طہارۃ تطبیق عشرۃ النساء۔ ابن ماجہ اقامۃ۔ مسند امام احمد۔

[3] نسائی کتاب الطہارۃ ص ۳۸۔

حتی اذا اراد ان یسجد غمز رجلی فضممتھا الیّ ثم یسجد ۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں میں ہاتھ لگاتے تو میں سمیٹ لیتی پھر سجدہ کرتے ۔

ان احادیث اور قرآن مجید میں دفع تعارض کے لئے ضروری ہوا کہ آیۂ کریمہ میں لامستم النساء سے مراد جماع ہی لیا جائے۔ عضو تناسل چھونے سے وضوء کے بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ ایک حدیث میں یہ ہے :

اذا مس احدکم ذکرہ فلیتوضأ [1] جب تم اپنے عضو تناسل کو چھوؤ تو وضوء کرو ۔

اس کے بالمقابل یہ بھی ہے کہ حضرت طلق کہتے ہیں کہ ہم خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک دیہاتی آئے اور دریافت کیا۔ وضو کرنے کے بعد اگر کوئی اپنے عضو تناسل کو چھوئے تو کیا فرماتے ہیں ؟ ارشاد فرمایا :۔

ھل ھو الا بضعۃ منہ [2] یہ جسم ہی کا ایک جزء ہے ۔

ابن ماجہ میں یہ تصریح ہے :۔

لیس فیہ الوضوء انما ھو منک اس میں وضوء نہیں یہ تیرا ایک جزء ہے

جب احادیث متعارض ہیں اور صحابہ کے اقوال بھی متعارض ہیں تو لامحالہ کسی ایک کو قیاس سے ترجیح دیں گے۔ اور قیاس اسی کو چاہتا ہے کہ مس ذکر سے وضو نہ ٹوٹے، جیسا کہ حضرت طلق کی حدیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ فرمایا یہ تیرے جسم کا ایک جزء ہے، تو جس طرح دیگر اعضاء کے چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اسی طرح عضو تناسل کے بھی چھونے سے وضو نہیں ٹوٹیگا

اسکے علاوہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی بھی صورت ہے کہ ذکر مس سے وضوء کا حکم ایسی صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ رطوبت نکلنے کا اندیشہ قوی ہو۔ یا یہ حکم عوام کی عادت چھڑانے کیلئے تغلیظا دیا ہو۔ لیکن دوسری حدیث کا کوئی محمل نہیں نکل سکتا اسلئے راجح یہی ہے کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹیگا۔

رہ گیا باعتبار سند کسی کو ترجیح دیجائے اس پر عرض یہ ہے کہ دونوں احادیث کی سندوں پر کلام ہے جو بہت طویل ہے، اور کوہ کن کاہ برآر کے مصداق ہے۔ حضرت عطاء نے جو فرمایا یہی ہمارا مسلک ہے کہ سبیلین سے جو چیز بھی نکلے خواہ معتاد ہو خواہ غیر معتاد وضوء ٹوٹ جائے گا جیسے کیڑا پتھری وغیرہ۔

---

[1] ابوداؤد۔

[2] ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

ت (۲۹)

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِذَا ضَحِكَ فِی الصَّلٰوةِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب نماز میں ہنسے

تشریحات (۲۹)

یہی ہمارا مذہب ہے کہ محض ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہنسنے کے مراتب تین ہیں۔ تبسم، مسکرانا کہ آواز نہ نکلے۔ ضحک، اس طرح ہنسنا کہ اس کی آواز خود سُنے مگر بغل والا نہ سُنے۔ قہقہہ، اس طرح ہنسنا کہ کم از کم بغل والا سُن لے۔ تبسم سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ وضو ٹوٹتا ہے۔ ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ ملحق بالکلام ہے۔ وضو نہیں ٹوٹتا۔ قہقہہ سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ وہ نماز رکوع، سجدے والی ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ابوالملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نابینا آتے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے جس پر لوگ ہنس پڑے۔ اس پر حضور نے فرمایا:۔

من ضحك فی الصلوۃ منکم فلیعد الوضوء والصلوۃ — تم میں سے جو نماز میں ہنسا ہو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث میں من ضحك ہے اور احناف ضحک مفسد نماز مانتے ہیں ناقض وضو نہیں مانتے۔

اقول:۔ اوّلاً ضحک کی تفسیر گزر چکی کہ ہنسنے میں صرف اتنی آواز نکلے کہ خود تو سن لے مگر اغل بغل والے نہ سُنیں۔ یہاں صحابہ اتنے زور سے ہنسے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا تھا، جبکہ حضور امام تھے، تو یہ حقیقت میں قہقہہ تھا۔ قہقہہ پر ضحک کا اطلاق کبھی آتا ہے۔ ثانیاً یہی حدیث مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

فاستضحك القوم قهقهة فلما انصرف علیه السلام — اس پر لوگ قہقہہ مار کر ہنسے۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا

قال من کان منکم قهقه فلیعد الوضوء والصلوۃ — جسنے قہقہہ لگایا ہو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

جن صحابی سے یہ روایت ہے وہ حضرت معبد خزاعی ہیں، ان کو شرف صحبت حاصل ہے۔ واقعۂ ہجرت میں انھیں کی ماں ام معبد نے میزبانی کی تھی۔ انھیں حضرت معبد سے حضور نے فرمایا تھا کہ اس بکری کو بلاؤ۔

اس باب میں گیارہ حدیثیں ہیں جن کی تفصیل عینی میں ہے۔ حدیث مذکور میں اگرچہ ضعف ہے مگر تعدد طرق سے مرتبۂ حسن پر پہنچ گئی ہے۔ نیز اس کی موید دوسری احادیث بھی ہیں جنکی تعداد گیارہ ہے جنکو علامہ عینی نے اپنی شرح میں تفصیل سے بیان فرمایا۔

أَعَادَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوءَ [1]

تو نماز کا اعادہ کرے اور وضو نہ لوٹائے

ت (۳۰)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ [2] اَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ [3]

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا، اگر کوئی اپنا بال یا ناخن کاٹے یا موزہ اتارے تو اس پر وضو نہیں

اس کے برخلاف شوافع قیاس پر عمل کرتے ہوئے قہقہے کو ناقض وضو نہیں مانتے۔ یہی احناف کا طرۂ امتیاز ہے کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہوتی ہے تو اس کے مقابلے میں قیاس کو ترک کرتے ہیں۔ شوافع یہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام سے یہ بہت مستبعد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں وہ بھی نماز کی حالت میں قہقہہ لگا کر ہنسیں۔ علامہ عینی نے جواب میں فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اعراب اور منافقین بھی نماز پڑھتے تھے، ہو سکتا ہے یہ قہقہہ انھیں لوگوں نے لگایا ہو۔

چونکہ قہقہے سے وضو ٹوٹنا خلاف قیاس ہے اور جو چیز خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اپنے مورد کیسا تھ خاص ہوتی ہے۔ چونکہ یہ واقعہ رکوع سجدے والی نماز میں پیش آیا تھا اسلئے صرف رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹے گا، اگر کوئی نماز کے باہر قہقہہ لگائے یا نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں لگائے تو وضو نہیں ٹوٹیگا۔ نماز البتہ فاسد ہو جائیگی۔ اسلئے کہ قہقہہ ملحق بالکلام ہے۔

تشریحات (۳۰)

یہ دو تعلیقیں ہیں جن میں دو مسئلے ہیں۔ مسئلہ اولی:۔ بال یا ناخن کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ ابو العالیہ، حکم، حماد اور مجاہد کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ابن منذر نے کہا کہ اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ ناقض وضو نہیں عطا، شافعی، نخعی یہ کہتے ہیں کہ پورے وضو کا اعادہ تو نہیں مگر کٹے ہوئے حصے پر پانی بہائے۔

مسئلہ ثانیہ:۔ وضو میں موزوں پر مسح کرنے کے بعد موزے اُتار دیئے تو وضو کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے۔ مگر مکحول، نخعی، ابن ابی لیلیٰ، زہری، اوزاعی، امام احمد، اسحق یہ کہتے ہیں کہ پھر سے وضو کرے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ موزہ اُتارتے ہی پاؤں دھولے، اگر دیر کی تو پھر سے وضو کرے۔

---

[1] بیہقی فی المعرفۃ ابن ابی شیبہ مرفوعا۔ عینی سعید بن منصور۔ دارقطنی مرسلاً و مرفوعًا

[2] سعید بن منصور، و ابن منذر۔

[3] ابن ابی شیبہ،

ت (۳۱)

وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حدث کے علاوہ اور کسی چیز سے وضو نہیں

تشریحات (۳۱)

کرمانی نے کہا کہ حدث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سبیلین سے خارج ہوں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ لفظ حدث معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ ہر ناقض وضو کو شامل ہے۔ مثلاً نیند، جنون، اغماء۔ امام عینی کا مقصد یہ ہے کہ اس میں غیر سبیلین سے نکلی ہوئی نجاست بھی داخل ہے۔

اقول:۔ مگر اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ متکلم اپنے لفظ کے معنی کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اس کی بتائی ہوئی مراد کے خلاف معنی بتانا درست نہیں۔ حدیث گزر چکی جو بخاری کے ص۲۵ پر ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے حضرموت کے ایک شخص نے پوچھا کہ حدث کیا ہے تو فرمایا فساء او ضراط۔ ہوا کا خارج ہونا خواہ بے آواز ہو خواہ آواز کے ساتھ ہو۔

مگر اس اشکال پر ایک کے بجائے دو اشکال ہیں، ایک یہ کہ پھر لازم آئے گا کہ خروج ریح کے علاوہ کوئی چیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ناقض وضو نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ دوسرا یہ کہ ابو عبید کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

لا وضوء الا من حدث او صوت او ریح — حدث یا آواز یا ہوا کے سوا کسی اور چیز سے وضو نہیں۔

حدث سے ان کی تفسیر کی بنا پر جب ہوا کا خارج ہونا مراد ہے تو او صوت او ریح کہنا بے فائدہ ہوگا۔ لامحالہ حدث کے دو معنوں میں سے ایک مراد لینا لازم ہوگا، خارج من السبیلین، یا ہر ناقض وضو۔

حدث سے صرف خارج من السبیلین مراد لینے پر لازم آئے گا کہ نیند بیہوشی ناقض وضو نہ ہو اور یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مستبعد ہے کہ وہ صحیح احادیث کے خلاف فتویٰ دیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حدث سے ہر ناقض وضو مراد لیا جائے۔

---

[1] اسماعیل قاضی فی الاحکام۔ ابو عبید فی کتاب الطہور۔

ت (۳۲)

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات "ت" (۳۲)

تکمیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ایک مشرک نے قسم کھائی کہ کسی صحابی کا خون بہائے بغیر واپس نہ ہوگا۔ یہ لشکرِ اسلام کے پیچھے چلا۔ رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں اترے، فرمایا رات کو کون پہرہ دیگا۔ ایک مہاجر عثمان بن یاسر اور ایک انصاری عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پہرہ دینا اپنے ذمے لے لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گھاٹی کے دہانے پر مقرر فرما دیا، انھوں نے باری مقرر کرلی، حضرت عثمان بن یاسر سو گئے اور حضرت عبادہ بن صامت نے نماز شروع کردی وہ مشرک گھات میں تھا اس نے حضرت عبادہ کو تیر مارا، وہ تیر اُن کو لگا، انھوں نے اسے نکال دیا، اس مشرک نے مسلسل تین تیر مارے یہ ہر تیر کو نکال نکال کر پھینکتے رہے اور بدستور نماز میں مشغول رہے۔ نماز پوری کرنے کے بعد حضرت عثمان بن یاسر کو جگایا، وہ مشرک بھاگ گیا، حضرت عثمان نے جب حضرت عبادہ کو لہولہان دیکھا تو کہا، جب پہلا تیر لگا تھا تو اسی وقت مجھے کیوں نہیں جگا دیا۔ حضرت عبادہ نے کہا، میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا، مجھے یہ بات پسند نہ ہوئی کہ اسے درمیان سے چھوڑ دیتا۔ بیہقی نے تصریح کی ہے کہ وہ سورۂ کہف پڑھ رہے تھے۔

امام شافعی کا مذہب اور اُن کی دلیل امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سبیلین کے علاوہ اور کہیں سے خون یا نجاست نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ تیروں کے لگنے سے خون بہتا رہا اور حضرت عبادہ نماز پڑھتے رہے اگر سبیلین کے علاوہ کہیں سے خون کا نکلنا ناقض وضو ہوتا تو یہ فوراً نماز توڑ دیتے۔

احناف کا مذہب اور دلیل ہمارا مذہب یہ ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی کہیں سے خون یا کوئی نجاست نکلے تو وہ ناقضِ وضو ہے۔ ہماری دلیل فاطمہ بنت حُبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے جسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی کہ فاطمہ بنت حبیش خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، عرض کیا یارسول اللہ! مجھے استحاضے کی بیماری ہے کسی وقت خون بند ہی نہیں ہوتا، کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا یہ حیض نہیں رگ کا خون ہے۔ جتنے دنوں حیض کی عادت تھی ان کو چھوڑ کر بقیہ دنوں نماز پڑھو۔ ہر نماز کے وقت خون دھولو اور تازہ وضو کرو۔[1]

---

[1] بخاری، ترمذی وغیرہ۔

38

كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ

غزوہ ذات الرقاع میں تھے کہ ایک شخص کو تیر مارا گیا ان کو خون نکل آیا

فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ

اس کے بعد بھی انھوں نے رکوع اور سجدہ کیا اور نماز پڑھتے رہے

استحاضہ بیماری کا خون ہے۔ یہ حیض نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ناقض وضو فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ جسم کے کسی حصے سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے۔ ہماری مستدل دوسری احادیث ت (۲۸) میں گزر چکیں۔

امام شافعی کے استدلال کا جواب اگر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عالم استغراق میں بدن سے خون نکلنے کے بعد بھی نماز پڑھتے رہنے کو اس کی دلیل بناتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ اور کہیں سے خون نکلنا ناقض وضو نہیں تو لازم کہ یہ بھی کہتے کہ خون پاک ہے۔ اس لئے کہ جب خون نکلا تو بدن اور کپڑے پر بھی کافی مقدار میں لگا ہوگا اور اسی حالت میں نماز پڑھتے رہے تو لازم کہ خون بھی پاک ہے، حالانکہ امام شافعی اسے ناپاک مانتے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ خون بدن سے اس طرح ابل کر نکلا ہو کہ بدن اور کپڑے پر نہ لگا ہو، محض سخن سازی ہے اوّلاً اگر عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگے ہوتے تو اس کی گنجائش تھی۔ ثانیاً تیر بدن میں پیوست نہ ہوتا اُچھل کر دور جا پڑتا تو اس کا احتمال تھا۔ ثالثاً ابتدا میں تو خون اُبلتا ہے مگر بعد میں بہہ کر جسم پر پھیلتا ہے۔ مسلسل تین تیر کے بعد بھی خون اتنے زور سے اُبلے کہ بدن اور کپڑے پر نہ پڑے ممکن نہیں۔

ایک اشکال کا جواب اب احناف پر دو اعتراض پڑے ایک یہ کہ خون نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ گیا اور کپڑے بھی ناپاک ہو گئے پھر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے نماز پڑھتے رہے؟ اس کا جواب احناف یہ دیتے ہیں

اوّلاً حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ استغراق کے عالم میں تھے، نماز میں انھیں جو لذت مل رہی تھی اس نے اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا کہ خون سے کپڑا یا بدن ناپاک ہو گیا اور وضو ٹوٹ گیا۔ استغراق کے عالم میں جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ دوسروں کے لئے دلیل نہیں ہوتے۔

ثانیاً اس کا بھی امکان ہے کہ حضرت عبادہ کو اس وقت اس کا علم نہ رہا ہو کہ خون ناپاک اور ناقض وضو ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی یہ بھی مذکور نہیں۔

---

[1] ابن اسحٰق نے مغازی میں، ابن حبان نے صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں، ابن خزیمہ نے صحیح میں، امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۳۳)
ت

وَقَالَ الْحَسَنُ مَازَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ

حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے۔

(۳۴)
ت

وَقَالَ طَاؤُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ

طاؤس، حضرت امام محمد بن علی باقر اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا

تشریحات (۳۳)

اولاً اس سے مراد یہ ہے کہ جب زخم سے خون نہ بہتا ہو۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں انھیں امام حسن کا یہ فتوی مذکور ہے کہ وہ خون کو ناقض وضو نہیں جانتے جبتک کہ سائل نہ ہو۔ ثانیاً زخم پر پٹی بندھی ہو تو پھر زخم کی حالت میں نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ ثالثاً چلئے مان لیجئے خون بہتا ہی تھا، مگر رکتا نہ تھا جس کی وجہ سے وہ معذور تھے، تو کیا کرتے نماز قضا کر دیتے۔ جیسے مروی ہے کہ حضرت فاروق کو جب زخم لگا تو خون بہہ رہا تھا اسی حالت میں انھوں نے نماز پڑھی، سبب یہی تھا کہ خون رکتا نہ تھا، خون تھمنے کا انتظار کرتے تو نماز قضا ہو جاتی۔

تشریحات (۳۴)

حضرت طاؤس ان کا نام ذکوان ہے۔ باپ کا نام کیسان ہے۔ طاؤس لقب ہے اس لئے کہ یہ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے تھے۔ اصل خطاب طاؤس القراء ہے۔ ابنائے فارس سے ہیں۔ ائمہ تابعین اور اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا، میں نے طاؤس جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ علم اور عمل دونوں میں اپنے وقت کے سردار تھے، مکے میں وصال فرمایا، سنہ وصال ۱۰۵ھ ہے۔ سات ذوالحجہ کو اس وقت وصال ہوا جبکہ یہ مکہ معظمہ حج کے لئے گئے، جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ جنازہ اٹھانا مشکل ہو گیا یہاں تک کہ پولیس بلانی پڑی۔ ہشام بن عبد الملک مشہور مروانی شہنشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہشام بن عبد الملک ایک بار حج کے لئے گیا تو لوگوں سے کہا کسی صحابی کو بلاؤ۔ لوگوں نے بتایا کہ اب صحابی کوئی نہیں۔ تو اس نے کہا کہ کسی تابعی کو بلاؤ، لوگ امام طاؤس کو بلا لائے۔ یہ جب ہشام کی مجلس میں پہنچے تو ہشام کے فرش کے کنارے جوتے اتارے اور امیر المومنین کہہ کے سلام نہیں کیا۔ اور نہ اس کی کنیت سے پکارا ہشام کی بغیر اجازت اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ہشام سے مخاطب ہو کے پوچھا اے ہشام تو کیسا ہے؟ اس پر ہشام کو سخت غصہ آیا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ، [2] فوائد ابی بشر المعروف بابن سمویہ، [3] مصنف عبد الرزاق،

لَیْسَ فِی الدَّمِ وُضُوْءٌ
کہ خون میں وضو نہیں

یہاں تک کہ انھیں قتل کرانے کاارادہ کرلیا۔ اس پر کسی نے کہا اے امیرالمومنین! اللہ اور اس کے رسول کے حرم میں یہ ممکن نہیں، اب ہشام نے حضرت طاؤس سے پوچھا۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا۔ امام طاؤس نے پوچھا، میں نے کیا کیا، اس پہ اور تلملاگیا، اور بولا تم نے میرے فرش کے حاشیئے پر جوتا اُتارا، اور امیرالمومنین کہہ کے سلام نہیں کیا اور کنیت کے ساتھ مجھے خطاب نہیں کیا۔ اور میری اجازت حاصل کئے بغیر میرے برابر بیٹھ گیا اور پھر یوں کہا اے ہشام تو کیسا ہے۔ حضرت طاؤس نے جواب دیا۔ جوتے کی بات یہ ہے کہ میں روزانہ پانچ بار رب العزت تبارک وتعالیٰ کے حضور جوتا اُتارتا ہوں وہ نہ غضب فرماتا نہ عتاب۔ اور امیرالمومنین کے ساتھ سلام اس لئے نہیں کیا کہ ہر مسلمان تجھے امیرالمومنین نہیں مانتا، میں جھوٹ بولتا؟ اور کنیت کی بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر ان کا تذکرہ کیا ہے مگر اپنے دشمن ابولہب کا کنیت کے ساتھ۔ اور برابر بیٹھنے کی بات یہ ہے کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سُنی ہے کہ اگر کسی جہنمی کو دیکھنا چاہو تو اسے دیکھو جو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد کھڑے ہوں۔

یہ جوابات سُنکر ہشام نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے تو حضرت طاؤس نے فرمایا کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے کہ جہنم میں مٹکوں کے برابر سانپ اور خچروں کے برابر بچھو ہیں جو ہر اس حاکم کو ڈسیں گے جو رعایا کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ یہ فرماکر اُٹھے اور چلے گئے۔ [۱]

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے، ان کے علم وفضل کے وارث، اور گروہ تابعین کے سرخیل ہیں۔ ۳ صفر ۵۷ھ کو سہ شنبہ کے دن پیدا ہوئے، واقعہ کربلا کے وقت چار یا پانچ سال کے تھے۔ اکمال میں ان کی پیدائش ۵۶ھ لکھی ہے اور عمر ۶۳ سال، اس حساب سے ان کا سنہ وصال کم از کم ۱۱۹ھ ہوتا ہے۔ وصال کی تاریخ کے بارے میں دو قول ہیں۔ ربیع الاول میں وصال ہوا یا ۲۳ صفر کو [۲] آپ کا وصال حُمیمہ میں ہوا وہاں سے جنازہ مبارک مدینہ طیبہ لایا گیا، اور اپنے والد امام زین العابدین کے پہلو میں دفن کئے گئے، جہاں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پاک ہے۔ یہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہیں۔ عثمانی سلاطین نے ان تمام حضرات کے مزارات مبارکہ پر ایک قبہ تعمیر کرادیا تھا جسے نجدی درندوں نے ڈھادیا۔ مزارات کھود ڈالے۔

ان کی کنیت ان کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق کے نام پر ابوجعفر رہی۔ اور لقب باقر ہے اس لئے کہ ان کا علم

---

[۱] وفیات الاعیان جلد دوم صفحہ ۵۱۰ ۔ [۲] ایضاً جلد چہارم صفحہ ۵۶،

بہت وسیع تھا اور تبقر کے معنی توسع کے ہیں[1]۔ عام طور پر اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بقر کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ اور جبتک کسی چیز پر مکمل قابو نہیں حاصل ہوتا اسے کوئی نہیں پھاڑ سکتا۔ چونکہ حضرت امام باقر زبردست عالم بلکہ اپنے وقت کے علماء ظاہر و باطن کے امام تھے، جملہ علوم ان کے قابو میں تھے اس لئے ان کو باقر کہا جاتا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ پھاڑنیولا جس چیز کو پھاڑتا ہے ان کے اندر کے حقائق سے بھی واقف ہوتا ہے اور آپ علوم کے اسرار و دقائق کے ماہر تھے اس لئے باقر لقب پڑا۔ اپنے عہد کے باقی ماندہ صحابہ مثلا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اپنے والد ماجد امام زین العابدین وغیرہ سے احادیث سنیں اور ان سے اجلہ ائمہ محدثین نے روایت کی۔ مثلا ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق، امام اعمش، امام اوزاعی امام ابن جریج، امام اعرج، امام عطاء، امام عمرو بن دینار، امام زہری وغیرہم[2]

رافضیوں کے اعتقاد کے مطابق 'ائمہ اثنا عشریہ' میں سے یہ پانچویں امام ہیں مگر یہ خود رافضیوں سے بیزار تھے۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرات شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سارے صحابہ سے افضل تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ اہل بیت کا ہر فرد ان بزرگوں سے محبت رکھتا تھا۔[3]

حضرت عروہ بن عبد اللہ نے ان سے دریافت کیا کہ چاندی سے تلوار کے مزین کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، جائز ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو مزین کیا تھا۔ حضرت عروہ نے پوچھا آپ انھیں صدیق کہتے ہیں یہ سنکر اپنی جگہ سے کودے اور قبلہ کو منہ کیا اور فرمایا، ہاں صدیق ہاں صدیق ہیں۔ جو انھیں صدیق نہ کہے تو اللہ اس کی کوئی بات دنیا اور آخرت میں سچی نہ کرے۔ ایک دفعہ جابر جعفی سے کہا اے جابر! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق میں کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ لوگ ہمارے محب ہیں۔ اور حضرت ابوبکر و عمر کو برا کہتے ہیں۔ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس کا حکم دیا ہے تم انھیں میرا پیغام پہنچا دو۔ میں ان سے بیزار ہوں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر مجھکو حکومت ملجائے تو میں انھیں قتل کرکے اللہ عز و جل کی قربت حاصل کروں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے اگر میں ان دونوں کے لئے دعاء، استغفار و رحمت نہ کرتا ہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مرتبے اور افضلیت سے غافل ہیں، ان سے جاکے کہدو جو ابوبکر و عمر سے بیزار ہے میں اس سے بیزار ہوں۔[4]

علم تفسیر، حدیث، فقہ سب میں یگانۂ عصر تھے۔ ان علوم میں آپ کے محیر العقول ارشادات بے شمار منقول ہیں اسی طرح حکیمانہ مقولے بھی مثلا سلاح اللئام قبح الکلام۔ کمینوں کا ہتھیار بدکلامی ہے۔ لکل شیٔ آفۃ وآفۃ العلم النسیان، ہر شے کی کچھ نہ کچھ آفت ہے اور علم کی آفت نسیان ہے۔ ایاک والکسل والضجر فانہما مفتاح کل خبیثۃ انک اذ کسلت لم تود حقا۔

---

[1] وفیات الاعیان جلد ۴ [2] بدایہ ونہایہ جلد نہم ص ۳۰۹ [3] ایضا [4] البدایہ والنہایہ جلد نہم ص ۳۱۱۔

ت (۳۵)

وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بَثْرَۃً فَخَرَجَ مِنْہَا الدَّمُ وَلَمْ یَتَوَضَّأْ ۱ھ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پھنسی کو دبایا اس میں سے خون نکلا اور وضو نہیں کیا

ت (۳۶)

وَبَزَقَ ابْنُ اَبِیْ اَوْفٰی دَمًا فَمَضٰی فِیْ صَلَاتِہٖ

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون تھوکا اور نماز بدستور پڑھتے رہے

وان ضجرت لم یصبر علی حق۔ سستی اور بے قراری سے بچو۔ یہ دونوں ہر برائی کی کنجی ہیں۔ جب تم سستی کروگے تو کوئی حق ادا نہ کر پاؤگے اور جب بے قرار ہوؤگے تو اپنی حق تلفی پر صبر نہ کر پاؤگے ۲ھ

حضرت امام بخاری کو اس مسئلے میں جب کوئی حدیث نہیں ملی تو اقوال تابعین کو دلیل میں پیش فرمایا، اس سلسلے کی پوری بحث گزرچکی۔ رہ گئے تابعین کے اقوال تو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تابعی ہیں، انھوں نے فرمایا، تابعین بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں۔ وہ ہم سے مزاحمت کرتے ہیں ہم ان سے مزاحمت کرتے ہیں اس لئے اختلاف کے وقت کسی تابعی کا قول احناف کے نزدیک حجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ احادیث متعارض ہوں اور اگر کسی صاحب کو ضد ہو کہ تابعین کا قول بھی حجت ہے تو سنئے۔ کثیر صحابۂ کرام اور اجلۂ تابعین کا یہی مذہب ہے کہ دم سائل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح (۳۵)

تاویل اس کی تاویل ہے۔ کہ یہ خون سائل نہ تھا۔ احناف دم سائل کو ناقض مانتے ہیں۔

تشریح (۳۶)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ کا نام علقمہ ہے اور والد ماجد کا نام حارث ہے۔ باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں انکے مشاہد میں سب سے پہلا بیعت رضوان ہے۔ اس کے بعد تمام مشاہد میں شریک رہے۔ اخیر میں کوفہ آبسے تھے۔ یہی وہ صحابی ہیں جنکا کوفے میں سب سے اخیر میں وصال ہوا۔ یعنی کم از کم ۸۷ھ میں۔ وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے اور ان سے احادیث سنیں ان میں سے یہ بھی ہیں۔ جس کی تفصیلی بحث مقدمہ میں گزرچکی۔

تاویل اگر تھوک میں خون نکلا اور تھوک غالب ہے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اگر خون غالب ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔ غلبے کی شناخت یہ ہے کہ اگر تھوک کا رنگ زرد ہے تو تھوک غالب ہے۔ اور اگر سرخ ہے تو خون۔ اس کا احتمال ہے کہ حضرت

۱ھ ابن ابی شیبہ ، ۲ھ البدایہ والنہایہ ص ۳ ،

ت (۳۷)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنْ اِحْتَجَمَ لَيْسَ عَلَيْهِ اِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهٖ [1]

حضرت ابن عمر اور امام حسن نے فرمایا، جو سینگی لگوائے وہ صرف اتنی جگہ دھوئے جہاں سینگی لگی ہے

حدیث (۱۳۳)

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ

فرمایا بندہ اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک مسجد میں بیٹھا نماز کا انتظار کرتا ہے

مَالَمْ يُحْدِثْ۔ فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِيٌّ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ

جبتک کہ حدث نہ کرے۔ ایک عجمی نے پوچھا اے ابوہریرہ حدث کیا ہے فرمایا آواز

يَعْنِي الضَّرْطَةَ

کیساتھ ہوا خارج کرنا

ابن ابی اوفی نے جو خون تھوکا تھا وہ مغلوب رہا ہو۔ اس پر تھوک غالب ہو۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

تشریح (۳۷)

تاویل اس کی بھی تاویل وہی ہے کہ احناف کے یہاں جب خون اتنا نکلے کہ بہکر وہاں پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو ناقض وضو ہے۔ ان دونوں حضرات کا فتویٰ اس صورت میں ہے کہ خون اتنا نہ نکلا ہو جو سائل ہو صرف جہاں پچھنا لگوایا ہے وہیں چمک کر رہ گیا ہو۔ اس لئے صرف ان جگہوں کے دھونے کا حکم دیا۔

تشریح (۱۳۳)

(۱) حدث عام ہے ہر ناقض وضو کو کہتے ہیں، مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایک حدث کو بیان فرمایا۔ یہ اس وجہ سے کہ مسجد میں جو حدث ہو سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے۔

---

[1] ابن ابی شیبہ۔

حدیث حکم المذی (۱۳۴)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ
حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا، حضرت علی نے فرمایا مجھے مذی بہت نکلتی تھی اس کے بارے میں

(۲) اس حدیث سے نماز کے انتظار کی فضیلت ثابت ہوئی، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ عبادت کا انتظار بھی عبادت ہے۔

(۳) حدیث میں لفظ "مسجد" وارد ہے۔ اس سے اس کے شرعی عرفی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور لغوی بھی۔ کوئی کہیں بھی نماز پڑھے اور بیٹھا ہوا دوسری نماز کا انتظار کرے تو امید ہے کہ اسے بھی یہ اجر ملے گا اگرچہ وہ جگہ مسجد نہ ہو۔

تشریحات (۱۳۴)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عمرو بن ثعلبہ بہرانی. کندی، اپنے نسب کے اعتبار سے بہرانی ہیں مگر کندی سے مشہور ہیں۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان سے اپنے قبیلہ بہراء میں ایک قتل ہو گیا تھا۔ یہ بھاگ کر کندہ میں آئے انکے حلیف بن گئے۔ پھر یہاں بھی ایک قتل کر ڈالا تو بھاگ کر مکہ آئے اور اسود بن عبد یغوث سے عقد محالفت کر لیا۔ ان کو چونکہ اسود نے متبنیٰ بنا لیا تھا یا یہ کہ ان کی ماں نے اسود سے شادی کر لی تھی، ان کو ابن اسود کہا جانے لگا۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ تمام مشاہد میں شامل رہے۔ غزوۂ بدر میں یہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالےٰ عنہما صرف دو ہی سوار تھے مدینہ طیبہ سے دس میل کی دوری پر ایک مقام جرف نامی ہے۔ یہیں ۳۳ھ میں وصال فرمایا ان کا جنازہ مبارکہ مدینہ طیبہ لایا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصال کے وقت ستر سال کی عمر تھی۔ ان سے بیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ایک متفق علیہ ہے اور تین افراد مسلم سے ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ تابعی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام "خولہ بنت جعفر" ہے۔ جو مشہور حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ یہ یمامہ کے مشہور قبیلہ بنی حنیف کی چشم و چراغ تھیں اس لئے ان کو حنفیہ کہا جاتا ہے۔ جنگ یمامہ کی قیدی مستورات میں سے تھیں۔ جو حضرت علی کے حصہ میں آئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حنفیہ سندیہ خاتون تھیں جو بنی حنیف کی باندی تھیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بشارت بھی دی تھی اور اپنا نام نامی اور کنیت بھی عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ کتاب العلم میں گزر چکا۔

یہ علم و فضل کے ساتھ ساتھ بہت قوی اور طاقتور تھے۔ ایک بار حضرت علی نے ایک زرہ دی کہ یہ اتنی بڑی ہے اس کی کڑیاں نکال کر ٹھیک کر دو۔ انھوں نے ہاتھ سے پکڑ کر اتنا حصہ پھاڑ ڈالا۔ ایک بار قیصر روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اپنے یہاں کے بہت بڑے پہلوان کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ حضرت معاویہ نے حضرت

اَنْ اَسْئَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں مجھے شرم آئی میں نے مقداد

بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَئَالَہٗ فَقَالَ فِیْہِ الْوُضُوْءُ[1]
بن اسود سے کہا انھوں نے پوچھا تو فرمایا اس میں وضو ہے

محمد بن حنفیہ کو مقابلے میں پیش کیا۔ انھوں نے اس رومی سے کہا۔ اگر تم چاہو تو بیٹھو میں تم کو کھڑا کر دوں یا تم مجھے بیٹھا دو۔ رومی بیٹھ گیا، انھوں نے اسے کھڑا کر دیا۔ مگر وہ انھیں بیٹھا نہ سکا۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ بیٹھ گئے اور اسے کھڑا کیا اور فرمایا تو مجھے کھڑا کر دے یا میں تجھے بیٹھا دوں۔ وہ انھیں کھڑا نہ کر سکا مگر انھوں نے اسے بیٹھا دیا۔ جنگ صفین میں حضرت علی کا جھنڈا انھیں کے ہاتھ میں تھا، اسی معرکے میں مروان اُن کے ہاتھ آگیا تھا۔ اُسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر بیٹھے کہ ذبح کر دیں مگر ان سے بڑی لجاجت کے ساتھ قسم دی تو چھوڑ دیا۔ کاش کہ اس مکار کے فریب میں نہ آتے تو آج دنیائے اسلام کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ انھیں کی اجازت سے مختار کذاب نے انتقام حسنین کا پروپیگنڈا کر کے جمعیت اکٹھا کی تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں دو سال باقی تھے کہ یہ پیدا ہوئے اور پہلی محرم ۸۱ھ یا ۸۴ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی جو اس وقت مدینہ طیبہ کے والی تھے جنت البقیع میں مدفون ہوئے[2]

روافض کا ایک فرقہ کیسانیہ ہے جو انھیں امام برحق مانتا ہے۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ زندہ جبل رضویٰ میں اپنے مخلص چالیس اصحاب کے ساتھ چھپے ہوئے ہیں۔ یہی مہدی منتظر ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کیسان مختار کذاب کا لقب ہے۔ رضویٰ جُہینہ کے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

تکمیل یہ حدیث مختلف طریقے سے مختلف الفاظ و معانی کے ساتھ مروی ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے مقداد کو بھیجا، انھوں نے پوچھا تو حضور نے فرمایا، وضو کرو اور شرمگاہ دھولو۔ نسائی میں ہے کہ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے کہا۔ ترمذی میں ہے کہ میں نے خود پوچھا تو فرمایا مذی سے وضو ہے، منی سے غسل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی جس سے میں غسل کیا کرتا تھا۔ غسل کرتے کرتے میری پیٹھ ٹوٹ گئی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] ایضا۔ کتاب العلم۔ من استحی فامر غیرہ بالسوال ص۲۴۔ کتاب الغسل۔ غسل المذی والوضوء فیہ ص۴۱۔ مسلم کتاب الحیض ص۱۴۳۔ کتاب الطہارۃ ص۲۵۔ نسائی طہارۃ ص۱۱۱۔ مسند امام احمد۔

[2] یہ تفصیلات وفیات الاعیان جلد چہارم ص ۱۶۹ سے لی گئیں ہیں۔

حدیث اذا جامع ولم یمن یتوضأ (۱۳۵)

اَنَّ زَیدَ بنَ خَالِدٍ اَخبَرَہُ	اَنَّہٗ سَأَلَ عُثمَانَ بنَ عَفَّانَ	قُلتُ اَرَأَیتَ اِذَا جَامَعَ
زید بن خالد سے مروی کہ	انھوں نے عثمان بن عفان سے پوچھا	آپ جانتے ہیں۔ جب کوئی جماع کرے اور منی نہ نکلے

سے اس کو ذکر کیا تو فرمایا غسل مت کر، مذی دیکھو تو اپنے عضو تناسل کو دھولو اور نماز جیسا وضو کرو۔ جب پانی (منی) نکلے تو غسل کرو۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ مجھے حضور سے سوال کرتے ہوئے شرم آئی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میری زوجیت میں تھیں۔ میں نے عمار سے کہا انھوں نے پوچھا۔ طحاوی میں بھی حضرت عمار ہی کے بارے میں ہے کہ انھیں سے پوچھنے کو کہا تھا۔

تمام روایات کے آخر کا مضمون ایک ہے الفاظ مختلف ہیں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ مذی ناقض وضو ہے۔ اور بعض بعض میں یہ تصریح ہے کہ عضو تناسل کو بھی دھویا جائے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نجس ہے۔ البتہ ان میں تعارض ہیں۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت مقداد کو بھی بھیجا ہو اور حضرت عمار کو بھی۔ دونوں جب دریافت کرنے حاضر ہوئے تو یہ بھی ساتھ گئے۔ ان لوگوں نے پوچھنے میں دیر کی تو انھوں نے ان دونوں میں سے کسی سے پھر وہاں بھی کہا، چونکہ سوال ان کی فرمائش پر ہوا تھا تو اس کو کبھی اس سے تعبیر فرمادیا کہ میں نے پوچھا یعنی بواسطہ۔

مسائل (۱) اس پر اجماع ہے کہ مذی ناقض وضو ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مذی ناپاک ہے (۲) اس سے ثابت ہوا کہ اپنے خسر سے اپنی زوجہ کے خاص تعلقات سے متعلق باتوں کو نہ کہا جائے۔ (۳) احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مذی سے مطلقاً وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ اپنی زوجہ سے ملاعبت کیوقت نکلے خواہ بغیر ملاعبت کے کسی وجہ سے یا بلاوجہ نکلے۔ مگر مالکیہ فرماتے ہیں کہ مذی سے وضو اسی وقت ٹوٹیگا جبکہ اپنی زوجہ سے ملاعبت کیوجہ سے نکلے ورنہ نہیں۔ امام قاضی عیاض نے اسکی دلیل میں مؤطا کی وہ روایت پیش کی جسمیں یہ ہے کہ حضرت علی نے یہ پوچھنے کیلئے فرمایا تھا کہ مرد جب اہل سے قریب ہو اور مذی نکل آئے تو کیا ہے۔ اس لئے حکم اسی صورت کیساتھ خاص ہوگا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت علی نے اس مخصوص صورت کے بارے میں سوال کرنے کا حکم دیا تھا اگر حضرت مقداد کا سوال اس خاص صورت کیساتھ نہیں۔ انھوں نے مطلقاً مذی کے بارے میں پوچھا۔ جیسا کہ صحاح کی روایات میں ہے اسلئے جواب بھی مطلق رہیگا۔ علاوہ ازیں اعتبار خصوص مورد کا نہیں عموم لفظ کا ہوتا ہے اور لفظ عام ہے اسلئے خروج مذی کی ہر صورت کو عام ہوگا۔

تشریحات (۱۳۵)

زید بن خالد جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قبیلہ جہینہ کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی کنیت ابو طلحہ یا ابو عبدالرحمن یا ابو زرعہ ہے یوم فتح میں قبیلہ بنی جہینہ کا جھنڈا انھیں کو عطا ہوا تھا۔ کوفے میں جا بسے تھے۔ وہیں ۷۸ھ میں وصال ہوا وہیں مدفون ہیں۔ وصال

وَلَمْ يُمْنِ، قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ

(تو کیا کرے) عثمان نے فرمایا نماز کے لئے جیسا وضو کرتا ہے ویسا ہی وضو کرے اور عضو تناسل دھولے

قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا ہے پھر

فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَأُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

میں نے (زید بن خالد نے) حضرت علی حضرت زبیر حضرت طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

تَعَالٰى عَنْهُمْ فَأَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ [1]

تعالی عنہم سے پوچھا تو سب نے یہی حکم دیا۔

حدیث اذا اقحطت فعلیک الوضوء (۱۳۶)

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ

وسلم نے ایک انصاری کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے اور انکے سر سے پانی ٹپک رہا تھا

کے وقت عمر مبارک بچاسی سال کی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں وصال ہوا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں۔ ان سے اکاسی حدیثیں مروی ہیں۔ پانچ بخاری نے ذکر کی ہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا۔ مذی ناقض وضو ہے اگرچہ مذی کے نکلنے کا صراحۃً ذکر نہیں مگر جو صورت مذکور ہے اسے خروج مذی لازم ہے۔

تشریحات (۱۳۶)

مسائل یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ التقاء ختانین کے بعد بھی غسل واجب نہیں جبتک کہ انزال نہ ہو۔ ابتدائے اسلام میں یہی تھا۔ بعد میں صرف التقائے ختانین سے غسل واجب ہونے کا حکم ہوگیا۔ تفصیل کتاب الغسل میں آئے گی۔

باب سے مطابقت امام بخاری نے باب یہ باندھا تھا کہ جو صرف سبیلین سے نکلی ہوئی چیز سے وضو جاتا ہے اسکے دو جزء ہیں۔ سبیلین سے نکلی ہوئی چیزیں ناقض وضو ہیں۔ جو چیز سبیلین سے نکلی ہوئی نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں۔ اس کے

[1] ایضا۔ کتاب الغسل۔ غسل مایصیب من رطوبۃ الفرج جلد ۱ ص ۴۳۔ مسلم کتاب الحیض ص ۱۵۶۔ مسند امام احمد۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاکَ فَقَالَ نَعَمْ

اس پر نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے تم کو جلدی میں ڈال دیا ۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ قُحِطْتَ

انھوں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا جب تم جلدی میں ڈالدیے جاؤ یا منی رک جائے

فَعَلَیْکَ الْوُضُوْءُ [1]

تو تم پر وضو ہے

حدیث المسح علی الخفین (۱۳۷)

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ

بھی دو جز رہیں۔ ایک یہ کہ سبیلین کے علاوہ کہیں سے نکلی ہوئی کوئی چیز ناقض وضو نہیں، جیسے خون پیپ وغیرہ دوسرے یہ کہ جو بدن کے کسی حصے سے خارج نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں، مثلاً نیند، قہقہہ۔

پہلے جز رکے اثبات میں امام بخاری نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، اتنی مطابقت کافی ہے۔ بقیہ دو جز رپر امام بخاری کو کوئی حدیث اس لائق نہیں ملی جسے یہاں درج فرماتے۔ ان دونوں جز رپر اقوال صحابہ سے استدلال فرمایا۔ بلکہ اقوال تابعین سے بھی۔ وہ بھی تعلیقات سے۔ یہ تعلیقات بھی از روئے اسناد ان کے معیار سے نیچے درجے کی ہیں، ورنہ ان کو مسند بیان فرماتے۔

وہ لوگ جو احناف پر اس لئے طنز کرتے ہیں کہ یہ اقوال رجال کو دلیل بناتے ہیں وہ امام بخاری کے اس طرز سے سبق سیکھیں جہاں ان کو ان کے معیار کے لائق کوئی حدیث نہیں ملی وہاں انھوں نے بھی اقوال رجال ہی کو دلیل بنایا ہے۔

تشریحات (۱۳۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ثقفی بزرگ ہیں، غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے۔ نہایت زیرک ہوشیار آدمی تھے۔ قبیصہ بن جابر نے کہا اگر کسی شہر کے اسّی دروازے ہوں اور ہر دروازے سے داخلے کے لئے حیلے کی ضرورت ہو تو مغیرہ ہر دروازے سے داخل ہو سکتے ہیں۔

مشہور ہے عرب کے چالاک چار ہیں۔ حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ، زیاد بن ابیہ۔

حضرت علی مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ حضرت معاویہ کو معزول کر دیں تو انھوں نے سیدھے

---

[1] مسلم، طہارۃ، ابن ماجہ۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَاَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَّهُ وَاَنَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے حضور اپنی ایک حاجت کیلئے گئے

خدمت اقدس میں حاضر ہوکر حضرت علی کو مشورہ دیا کہ آپ کوفے کا طلحہ بن عبید کو اور بصرے کا زبیر بن عوام کو والی بنا دیجئے اور معاویہ کو شام پر بدستور والی رہنے دیں۔ جب آپ کی خلافت مستقر ہو جائے تو پھر معاویہ کے بارے میں جو چاہیں کریں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ طلحہ اور زبیر کے بارے میں غور کروں گا لیکن معاویہ کو شام پر نہیں رکھوں گا جبتک وہ اپنے حال پر رہے گا۔

حضرت امام حسن نے بھی حضرت مغیرہ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت علی سے عرض بھی کیا مگر حضرت علی نہیں مانے۔[۱]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اس وقت جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر یہ مشورہ بہت ہی مفید تھا۔ کاش کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے قبول فرما لیتے تو آج اسلام ہی نہیں دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ اس مشورہ کے قبول نہ فرمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کا وہ خونی معرکہ پیش آیا جس میں پینتالیس ہزار مسلمان مارے گئے جو پوری دنیا فتح کرنے کے لئے کافی تھے۔

ان کی ذہانت کا ایک واقعہ اصابہ میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا تھا مگر وہاں کے باشندوں نے انھیں ناپسند کر دیا اور شکایت کر دی۔ حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا، مگر چونکہ شکایتیں غلط تھیں بحرین والوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں حضرت عمر انھیں کو پھر نہ بھیج دیں تو انھوں نے چندہ کر کے ایک لاکھ جمع کیا اور ایک کاشتکار اسے لیکر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، خیانت کر کے مغیرہ نے ہمارے پاس اس کو امانت رکھا تھا حضرت عمر نے حضرت مغیرہ کو بلایا۔ ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کیا، یہ کم لایا ہے، میں نے دو لاکھ جمع کر کے اس کے پاس امانت رکھی تھی۔ یہ سنتے ہی کاشتکار کے ہاتھ سے تھیلی گر پڑی، اس سے حضرت عمر سمجھ گئے کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ جب اس کاشتکار سے سختی سے پوچھا قسم دلانے کی بات کی تو اقرار کیا کہ قصہ یہ تھا۔

حضرت مغیرہ ایران اور شام کے معرکوں میں شریک ہوئے، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کے معرکے سے قبل، افواج ایران کے سپہ سالار "رستم" کے پاس جو سفارت بھیجی تھی اس میں ایک یہ بھی تھے ــــ شام کے سب سے بڑے اور فیصلہ کن معرکے "یرموک" میں بھی شریک تھے۔ اسی معرکے میں ایک آنکھ جاتی رہی۔

---

[۱] الاستیعاب ذکر مغیرہ بن شعبہ۔

الْمُغِيرَةُ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ

اور مغیرہ — حضور کے اعضاء پر پانی ڈالنے لگے — اور حضور وضو فرما رہے تھے — حضور نے اپنے چہرے

وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ[1]

اور ہاتھوں کو — دھویا — اور — اپنے سر — اور موزوں پر مسح — فرمایا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پہلے بصرے کا پھر کوفے کا والی بنایا۔ اسی پر رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان نے انھیں معزول فرمایا۔ پھر حضرت معاویہ نے انھیں کوفے پر مقرر فرمایا اور اسی منصب پر رہتے ہوئے اسی کوفے میں وصال فرمایا۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے جھگڑے میں الگ رہے۔ دونوں طرف کے حکم کے فیصلہ کے وقت دومۃ الجندل بھی گئے مگر حضرت معاویہ کی بیعت اس وقت کی جب حضرت امام حسن نے انھیں خلافت سپرد فرما دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی۔ ایک بار حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اذن طلب کیا تو حضرت عمر نے پوچھا۔ کون؟ عرض کیا، ابوعیسیٰ۔ حضرت عمر نے فرمایا کون ابوعیسیٰ۔ عرض کیا۔ مغیرہ بن شعبہ۔ فرمایا، عیسیٰ کے باپ کہاں تھے؟ فرمایا اب تمہاری کنیت ابوعبداللہ رہے گی۔ یہی مشہور ہوئی۔ ۵۰ھ میں وصال ہوا۔

تکمیل | مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں نماز فجر سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھسے دریافت فرمایا، تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں ہے! یہ سنکر حضور سواری سے اترے، مجھ سے فرمایا، چھاگل لیکر آؤ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں قضاء حاجت کے لئے اتنی دور گئے کہ چھپ گئے۔ فارغ ہوکر جب واپس آئے تو میں نے پانی ڈالا، حضور نے وضو فرمایا۔ حضور اس وقت تنگ آستین کا شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھ دھونے کے لئے آستین چڑھانا چاہا تو آستین چڑھ نہ سکی اس لئے جبے کی آستین نکالی اور جبے کو کاندھے پر ڈال لیا۔ پھر پیشانی یعنی سر کے اگلے حصے اور عمامے پر مسح فرمایا۔ میں نے چاہا کہ موزوں کو پاؤں سے نکال دوں تو فرمایا رہنے دو میں نے اسے وضو پر پہنا ہے حضور نے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضور بھی سوار ہوئے اور میں بھی جب لشکر میں پہنچے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو لوگوں نے امام بنالیا تھا، میں نے چاہا کہ انھیں پیچھے کر کے صف میں کر دوں مگر حضور نے منع فرما دیا۔ خود عبدالرحمٰن کو جب

---

[1] ایضا۔ المسح علی الخفین جلد ۱ ص ۳۳۔ کتاب الصلوۃ۔ الصلوۃ فی الجبۃ الشامیہ جلد ۱ ص ۵۲۔ الصلوۃ فی الخفاف جلد ۱ ص ۵۶ کتاب الجہاد۔ الجبۃ فی السفر والحرب جلد ۲ ص ۴۰۸۔ کتاب المغازی باب ص ۶۳۶ کتاب اللباس جلد ۱ ۔ لبس جبۃ الصوف فی الغزوہ جلد ۲ ص ۸۶۳ مسلم طہارۃ جلد ۱ ص ۱۳۳۔ م ۱۳۔ الصلوۃ ج ۱ ص ۱۸۰۔ ابوداود طہارۃ باب مسح علی الخفین ص ۲۲۔ نسائی باب مسح علی العمامۃ مع الناصیۃ ص ۲۹۔ باب کیف المسح علی العمامۃ ص ۳۰۔ ابن ماجہ۔ باب ماجاء فی المسح علی الخفین ص ۴۲۔

یہ احساس ہوا کہ حضور آ گئے تو پیچھے ہو جانا چاہا مگر حضور نے اشارے سے انھیں بھی روک دیا۔ یہ فجر کی نماز تھی ایک رکعت ہو چکی تھی۔ حضور بھی شریک جماعت ہو گئے اور میں بھی۔ جب عبدالرحمٰن نے سلام پھیرا تو چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنے کے لئے حضور کھڑے ہو گئے لوگوں نے جب حضور کو دیکھا تو گھبرائے اور بار بار تسبیح پڑھنے لگے حضور جب نماز پوری کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم لوگوں نے اچھا کیا کہ وقت پر نماز پڑھ لی۔ [1]

اس پر امام بخاری نے یہ "باب" باندھا ہے ــــ کوئی اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔ اس کے ثبوت میں پہلے حضرت اسامہ والی حدیث[۱۰۱] ذکر کی جسمیں یہاں یہ زائد ہے کہ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے پانی ڈالنا شروع کیا اور حضور وضو فرماتے رہے۔ اور یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ نے ذکر کی ہے اسمیں بھی وہی ہے کہ حضرت مغیرہ پانی ڈالتے رہے اور حضور وضو فرماتے رہے۔

ثبوت باب وضو میں اعانت کی تین صورتیں ہیں۔ ایک پانی لاکر پیش کرنا، اسمیں ادنی سی کراہت نہیں۔ دوسرے پانی ڈالنا یہ اُمت کے لئے مکروہ تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں، اس لئے کہ حضور شارع ہیں۔ بہت سے افعال حضور بیان جواز کے لئے کرتے اگرچہ وہ فی نفسہ خلاف اولی ہوں۔ تیسرے یہ کہ کوئی پانی بھی ڈالے اور اعضائے وضو بھی دھوئے یا صرف اعضائے وضو ہی دھوئے، یہ ممنوع ہے۔ اگر وضو کرنے والا معذور نہیں۔ اگر معذور ہے تو کراہت نہیں۔

امام بخاری نے باب میں "يُوَضِّئ" فرمایا ہے۔ جو تینوں صورتوں کو عام ہے۔ اور باب کے تحت مذکور حدیثوں میں اعانت کی صرف دوسری صورت بیان کی گئی ہے۔ حضرت اسامہ اور حضرت مغیرہ نے صرف پانی ڈالا تھا۔ اعضائے وضو نہیں دھوئے تھے۔ اس سے اعانت کی پہلی صورت کا جواز تو ثابت ہوتا ہے کہ جب پانی ڈالنا جائز تو وضو کے لئے پانی لانا بدرجۂ اولیٰ جائز۔ مگر تیسری صورت کا جواز ثابت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پانی ڈالنا بھی اعانت ہے اور اعضاء کا دھونا بھی اعانت۔ جب اعانت ثابت تو اس کے تمام افراد بھی ثابت۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوتا کہ ان حدیثوں میں مطلق اعانت مذکور ہوتی۔ ان حدیثوں میں مخصوص اعانت مذکور ہے اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ حکم تمام افراد کو عام ہو۔

غایت باب وضو بہ نیت قربت عبادت ہے اور عبادت کی ادائگی میں کسی سے اعانت ممنوع اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کو بیان کیا جائے کہ وضو اس سے من وجہ مستثنیٰ ہے۔

ان دو حدیثوں کے علاوہ اس بارے میں اور بھی احادیث وارد ہیں۔ ابن ماجہ[2] میں رُبَیّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

---

[1] مسلم طہارت جلد ۱ ص ۱۳۳ و جلد ۱ ص ۱۳۴ "صلوٰۃ" جلد ۱ ص ۱۸۰ [2] باب الرجل یستعین علی وضوئہ ص ۳۲۔

سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے خدمت اقدس میں وضو کا برتن حاضر کیا تو حکم دیا کہ پانی ڈالو۔ تو میں نے ڈالا۔ نیز اسی میں، صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سفر او رحضر دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کرتے وقت پانی ڈالا ہے۔ نیز اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت سیدہ رقیہ کی باندی، امّ عیاش کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کراتی، میں کھڑی رہتی اور حضور بیٹھے رہتے۔

صحابۂ کرام میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت عمر کے ساتھ حج کیا۔ میں نے چھاگل سے ان پر پانی ڈالا تو انھوں نے وضو فرمایا[1] حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ جب یہ وضو کرتے تو عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور ضحاک بن مزاحم لوٹے سے پانی ڈالتے۔

چوتھائی سر کا مسح اس حدیث میں مسلم کی روایت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "ناصیہ" پر بھی مسح فرمایا۔ ناصیہ سر کے اگلے چوتھائی حصے کو کہتے ہیں۔ اور وہاں کے بال کو بھی۔ قرآن مجید میں ہے۔

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ[2] ہم ضرور اسکی پیشانی کا بال پکڑ کر کھینچیں گے جھوٹی خطا کار پیشانی۔

ناصیہ کو فارسی میں پیشانی بھی کہتے ہیں مگر اردو میں پیشانی چہرے کے اس اوپر والے حصے کو کہتے ہیں جو بال کے نیچے اور بھوؤں کے اوپر ہے۔ اس لئے ناصیہ کا ترجمہ پیشانی سنکر لوگ گھبرا جاتے ہیں کہ پیشانی پر مسح کے کیا معنی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سر کے چوتھائی حصے کا مسح وضو صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔ یہ فرض ہے۔ سنت پورے سر کا مسح ہے۔

بعض طرق میں "وعلی عمامتہ" بھی ہے کہ حضور نے پیشانی اور عمامے پر مسح فرمایا بعض لوگوں نے اس کی یہ توجیہ کی کہ حضرت مغیرہ کو دیکھنے میں کچھ تسامح ہوا حضور نے سر کے مسح کے لئے عمامے کو سرکایا ہوگا مسح کے بعد عمامے کو درست کرنے میں ہاتھ عمامے پر لگایا ہوگا۔ اور اس کو انھوں نے مسح سمجھ لیا۔ یہ توجیہ باطل ہے اس لئے کہ پھر احادیث سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لئے کہ جب یہ ایک جگہ مان لیا کہ صحابہ کما حقہ دیکھے بغیر روایت کردیتے ہیں تو ہر حدیث میں یہ شبہہ پیدا ہو جائے گا کہ ہو سکتا ہے صحابی نے اچھی طرح نہ دیکھا ہو جو انکی سمجھ میں آیا روایت کردیا۔ صحیح یہ ہے کہ واقعی حضور نے عمامے ہی پر مسح فرمایا تھا مگر جبکہ چوتھائی سر کا مسح کر لیا تھا۔ تو کوئی حرج نہیں۔

صرف عمامے پر مسح کافی نہیں احناف، شوافع اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ سر پر مسح کئے بغیر عمامے یا ٹوپی پر مسح کافی نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں سر کے مسح کا حکم ہے۔ اور عمامے اور ٹوپی پر مسح سر کا مسح نہیں۔ نیز کسی حدیث

---

[1] ترمذی شریف تفسیر سورۂ تحریم جلد ۲ ص ۱۶۶، [2] ۱۵ اقرأ،

ت (۳۸)

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَۃِ فِی الْحَمَّامِ

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا، حمام میں قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ۔

میں یہ وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف عمامے پر مسح فرمایا ہو اور سر پر نہ کیا ہو۔ البتہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف عمامے پر مسح کافی ہے۔

شوافع کا استدلال اور جواب ہمارا اور شوافع کا اس پر اتفاق ہے کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ ہمارے یہاں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ اس سے کم کافی نہیں۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ سر کے تھوڑے سے بھی حصے کا مسح کافی ہے اگرچہ ایک دو بال ہی کا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ناصیہ پیشانی سر کا بعض ہے۔ اور بعض جیسے چوتھائی ہے ویسے ہی اس سے کم بھی۔ ہم یہ کہتے ہیں عبادات کی مقادیر غیر قیاسی ہیں۔ شارع علیہ السلام نے جس کی جو مقدار بتائی ہے اس میں کمی سے وہ وظیفہ ادا نہ ہوگا۔ ناصیہ سے کم کی کوئی روایت نہیں اس لئے "ناصیہ" سے کم مسح کرنے سے وضو نہ ہوگا۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے۔ بزرگوں سے جہاں تک ہو قریب رہنا چاہیے۔ تاکہ اگر انھیں ضرورت ہو تو تم سے مدد لے لیں، خصوصاً سفر میں بزرگوں کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ بزرگ جو بھی حکم دیں اسکی تعمیل سعادت جاننا چاہیئے۔ چھوٹے بزرگوں کے حکم کے بغیر بھی ان کی خدمت میں سبقت کریں۔ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ موزوں پر مسح جائز ہے۔ نماز میں امتی، نبی کا امام ہو سکتا ہے۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت درست ہے۔ جب سب نمازی جمع ہو جائیں اور جماعت کا مقررہ وقت ہو جائے اور امام نہ پہنچے تو قوم کسی کو امام بنا سکتی ہے۔ یہ حکم صرف نماز پنجگانہ کیلئے ہے۔ جمعہ و عیدین کی نماز امام مقرر ہی پڑھائے یا پھر اس کا ماذون۔ جمعہ و عیدین کے اماموں پر لازم ہے کہ وہ جب کہیں جائیں تو کسی کو امام مقرر کر جائیں۔

تشریحات (۳۸)

باب کی توضیح امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے۔ قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہٖ ۔ غیرہٖ میں دو روایت ہے۔ راء کو ضمہ اور کسرہ ۔ راء کا ضمہ اس تقدیر پر ہے کہ اس کا عطف قراءۃ پر ہے۔ اور باب کو یا تو ساکن پڑھیں یا ضمہ کے ساتھ۔ اسے مابعد کی جانب مضاف نہ مانیں تو اب باب کا مطلب یہ ہوا۔ حدث کے بعد قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کا بیان ۔ وغیرہ میں قرآن مجید کا چھونا، لکھنا بھی داخل ہے اور

39

وَيَكْتُبُ الرِّسَالَةَ عَلىٰ غَيْرِ وُضُوْءٍ [1]

اور بغیر وضو خط لکھ سکتا ہے

دیگر اذکار تسبیح تہلیل، درود شریف وغیرہ بھی۔ ؛ اصل یہ ہوا کہ حالت حدث میں تمام اذکار حتی کہ قرآن مجید کی تلاوت اس کا چھونا اس کا لکھنا بھی جائز ہے۔

غیرہ کی راء کو کسرہ پڑھنے کی صورت میں باب کو مابعد کی طرف مضاف ماننا پڑیگا۔ اب تین احتمالات ہیں۔ اوّل یہ کہ غیرہ کا عطف قراءت پر مانیں۔ اس کا حاصل یہی گزشتہ صورت ہے۔ یعنی حدث کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ جائز ہے۔ دوم اسے قرآن پر معطوف مانیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حدث کی حالت میں قرآن وغیرہ کا پڑھنا۔ شلاوہی تسبیح تہلیل، درود شریف۔ اس صورت میں قرآن مجید کا چھونا، لکھنا داخل نہ ہوگا۔ سوم اسے حدث پر معطوف مانیں۔ اب معنی یہ ہوئے، قرآن مجید کی تلاوت حالت حدث وغیر حدث یعنی طہارت میں کرنا۔ مقصود یہ ہوگا کہ ہر حالت میں قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے۔ حالت طہارت میں تو جائز ہی ہے۔ حالت حدث میں بھی جائز ہے۔ عمومِ حالات کے افادے کے لئے ایسے جملے عرف میں شائع و ذائع ہیں جیسے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا:۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا آل عمران (۴۶) گہوارے اور پکی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا۔

پکی عمر میں تو سبھی بات کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ گہوارے میں بچے بات نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ مافوق الفطری قوت ہوگی کہ وہ گہوارے میں بھی بات کریں گے۔ اور بڑے ہونے کے بعد ادھیڑ عمر میں بھی۔ یعنی دونوں عمر میں بات کریں گے۔

اس تیسرے احتمال میں پھر دو شقیں ہیں۔ ایک یہ کہ حدث سے مراد، حدث اصغر ہو یعنی بے وضو ہونا۔ اور یہ ظاہر اس لئے کہ حدث جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے ناقض وضو ہی مراد ہوتا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ باوضو، بے وضو ہر حالت میں تلاوت و ذکر جائز ہے، دوسری شق یہ کہ حدث سے مراد، حدث اکبر ہو یعنی جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے جیسے جنبی ہونا، حیض و نفاس کی حالت۔ اب مطلب یہ ہوا کہ پاک ہونے کی حالت کی طرح حالت جنابت وغیرہ میں بھی تلاوت و ذکر جائز ہے۔ بہت سے اسلاف کا یہ مذہب ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہو۔

---

[1] سعید بن منصور۔

ت (۳۹)

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ اِزَارٌ فَسَلِّمْ وَ اِلَّا

اور امام حماد نے کہا، امام ابراہیم نے فرمایا۔ اگر وہ تہبند باندھے ہوں تو سلام کرنا

فَلَا تُسَلِّمْ [1]

ورنہ مت کرنا

احکام ہمارے مذہب میں جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کو نہ قرآن مجید کی تلاوت جائز نہ چھونا جائز نہ لکھنا جائز۔ دیگر اذکار کی اجازت ہے۔ اسی طرح انھیں لکھنے کی بھی۔ بے وضو کو قرآن مجید چھونا جائز نہیں، تلاوت جائز ہے۔ دیگر اذکار بھی جائز۔ اور لکھے ہوں تو ان کا چھونا بھی جائز اگرچہ بہتر یہ ہے کہ باوضو تلاوت اور ذکر کرے، قرآن مجید لکھنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں مکروہ نہیں۔ امام محمد نے فرمایا، مکروہ ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مکروہ تحریمی اور ناجائز نہیں مگر مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ [2]

باب سے مطابقت حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ حمام میں قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حمام میں محدث اور جنبی دونوں جاتے ہیں تو ثابت کہ حدث اور جنابت کی حالت میں تلاوت جائز۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم نے کوئی تفصیل نہیں کی۔ اگر محدث اور جنبی کو تلاوت ممنوع ہوتی تو انھیں لازم تھا کہ اس کو ظاہر کر دیتے۔

حضرت ابراہیم کا دوسرا قول انھیں منصور بن سعید نے حضرت ابراہیم کا دوسرا قول یہ نقل فرمایا کہ حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ عبد الرزاق کی روایت میں یہ ہے کہ منصور نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو فرمایا حمام تلاوت کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے یہی امام اعظم کا قول ہے [3] رہ گیا بے وضو خط لکھنا تو یہ بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ خط میں قرآن مجید کی آیت نہ ہو۔ اور اگر آیت ہو بھی تو حضرت ابراہیم نخعی کا مذہب یہی ہے کہ بے وضو قرآن مجید لکھنے میں حرج نہیں۔ اس زمانے میں عام دستور تھا کہ خطوط میں بسم اللہ ضرور لکھتے تھے، اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے تو ثابت کہ بے وضو قرآن مجید کی آیت لکھنی جائز۔

اقول: بحث اس صورت میں ہے کہ قرآن مجید بہ نیت دعا، وثنا نہ لکھی جائے اور اگر کوئی شخص قرآن مجید بہ نیت دعا یا ثنا پڑھے تلاوت کی نیت نہ ہو تو جنبی وغیرہ کو بھی پڑھنا جائز۔ پھر بے وضو بہ نیت دعا یا ثنا لکھنا کیوں ناجائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ خط میں بسم اللہ بہ نیت استفتاح لکھا جاتا ہے اسلئے اس کے جواز سے مطلقاً قرآن مجید کے لکھنے کے جواز پر استدلال ساقط۔

---

[1] جامع ثوری، [2] درمختار جلد اول و ردالمحتار جلد اول اخیر باب الغسل ص ۱۱۷، ۱۱۸ [3] عینی جلد ثالث ص ۶۳۔

حدیث (۱۴۸)

قراءۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم العشر الایات الخواتم من سورۃ آل عمران بعد النوم

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ بَاتَ عِنْدَ مَیْمُوْنَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کریب نے کہا، مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے خبر دی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ

تشریحات (۳۹)

توجیہ و مطابقت مطلب یہ ہے کہ حمام میں جو لوگ نہا رہے ہوں وہ اگر تہبند باندھے نہا رہے ہوں تو ان کو سلام کی اجازت ہے۔ اگر ننگے ہوں تو اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ حالت گناہ میں ہیں۔ اس تعلیق کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ سلام از قبیل اذکار ہے۔ اور باب کا اخیر حصہ "وغیرہ" میں اذکار بھی شامل۔ اس طرح باب سے مطابق ہوگئی یا یہ کہا جائے کہ پہلی تعلیق میں حمام کا ذکر تھا، اس کی مناسبت سے یہ تعلیق ذکر کی۔

تشریحات (۱۳۸)

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ مگر یہاں جو روایت ہے اس میں دو باتوں کا اضافہ ہے۔ ایک یہ کہ بیدار ہونے کے بعد، خواتیم آل عمران کی تلاوت کی۔ دوسرے، مع وتر، تیرہ رکعت پڑھیں۔ اس لئے ہم نے اسے اپنی طرز کے خلاف مکرر ذکر کیا ہے۔ تفسیر میں جلد ۲ صفحہ ۶۵۷ پر اتنا زائد ہے، کہ تھوڑی دیر اپنی اہلیہ سے بات چیت کی پھر سوئے۔ جب رات کی آخری تہائی ہوئی تو اوٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا اور پڑھا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آخر سورۃ تک دس آیتیں۔ نیز یہ بھی مذکور ہے کہ وضو میں مسواک بھی کیا۔ یہاں یہ ہے کہ اچھی طرح وضو کیا۔ اور پہلی والی روایت میں یہ ہے کہ ہلکا وضو فرمایا۔ اس وقت کتنی رکعتیں پڑھیں اس میں بھی روایتیں مختلف ہیں۔ عام روایتوں میں رکعتین رکعتین چھ بار ہے۔ تفسیر کی پہلی روایت میں ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔ باب یقوم عن یمین الامام بحذائہ جلد ۱ صفحہ ۹۷ کی روایت میں یہ ہے کہ پہلے پانچ رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھا وتر کے بعد دو رکعت مزید پڑھیں

(۱) **تطبیق** یہاں مسواک کا ذکر نہیں۔ مگر فاحسن وضوءہ میں مسواک کرنا بھی داخل ہے۔ خفیف وضو کرنے اور اچھی طرح وضو کرنے میں کوئی تعارض نہیں۔ اچھی طرح وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستحبات کی

وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ
اپنی خالہ کے یہاں رات کو رہے (انھوں نے کہا) میں بستر کی چوڑائی میں لیٹا رسول اللہ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ لمبائی میں لیٹے
فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے۔ جب

بھی رعایت فرمائی۔ اور ہلکا وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر فراخی کے ساتھ پانی بہا کر جیسے عادت تھی ویسے وضو نہیں فرمایا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے ولم یکثر وقد ابلغ۔ [۱]

رہ گیا تعداد رکعت کا اختلاف یا تو تعدد واقعات پر محمول کیا جائے یا پھر یہ کہ بعض راویوں سے سہو ہوا۔

وتر تین رکعت ہے وتر کے بارے میں تعداد مذکور نہیں۔ صرف یہ کہ وتر پڑھا۔ وتر ایک رکعت پر بھی صادق اور تین رکعت پر بھی۔ اس لئے اس کو وتر کی ایک رکعت ہونے پر دلیل لانا صحیح نہیں، بلکہ راجح یہی ہے کہ تین رکعت وتر پڑھی اس لئے کہ بتیرا یعنی صرف ایک رکعت نماز پڑھنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں یہی حدیث مسلم شریف[۲] میں بطریق محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس یوں ہے: اوتر بثلث۔ حضور نے تین رکعت وتر پڑھی۔

مناسبت باب یہ ہے۔ حدث اور غیر حدث کی حالت میں قرآن پڑھنا۔ اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حالت حدث میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نیند سے بیدار ہو کر تلاوت کرنا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں۔ ارشاد ہے: تنام عینی ولا ینام قلبی۔ اس لئے نیند سے یہ استدلال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت حدث میں تلاوت فرمائی تھی درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے مناسبت پیدا کرنے کے لئے یہ نکتہ آفرینی کی۔ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں لیکن اگر نیند کی حالت میں کوئی حدث مثلاً خروج ریح ہو تو اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائیگا ہمارے اور انبیائے کرام کے مابین فرق یہ ہے کہ ہمیں وجود حدث کا علم نہیں ہوتا اور انبیاء کرام کو ہو جاتا ہے۔

علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب کیا کہ انبیاء کرام کی خصوصیت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں انھیں حدث لاحق نہیں

---

[۱] جلد اول ص ۲۶۰، [۲] جلد اول ص ۲۶۱۔

اللَّيْلُ	اَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ	اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ	اِسْتَيْقَظَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ
آدھی رات ہوئی	یا اس سے کچھ پہلے	یا اس کے کچھ بعد	تو	رسول اللہ صلے اللہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	فَجَلَسَ	يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ		
تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے	پھر بیٹھے	اور اپنے ہاتھ سے آنکھیں ملنے لگے تاکہ		
بِيَدِهِ	ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرٰنَ			
نیند کا اثر دور ہو جائے	پھر سورہ آل عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں			

ہوتا۔ علامہ عینی کی یہ بات بہت پتے کی ہے۔ صرف نیند عوام کی بھی ناقض وضو نہیں۔ وہی نیند ناقض وضو ہے جسمیں استرخاء مفاصل ہوتا ہو جس سے خروج ریح کا ظن ہو۔ اصل ناقض خروج ریح ہے۔ نیند کی حالت میں اس کا احساس نہیں ہوتا تو استرخاء مفاصل کو خروج ریح کے قائم مقام مان کر ایسی نیند کو ناقض وضو قرار دیا گیا جسمیں استرخاء مفاصل ہوتا ہو۔ اس لئے انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں، اس کا حاصل یہ ہوا کہ نیند کی حالت میں انھیں حدث لاحق نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں علامہ ابن حجر کی یہ بات مان بھی لی جائے تو یہ صرف ایک احتمال ہے اور احتمال مثبت مدعیٰ نہیں ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا۔ یہ بھی اس کی دلیل نہیں کہ آپ کو کوئی حدث لاحق ہو گیا ہو، وضو پر وضو نور علیٰ نور ہے۔

باب سے مطابقت کی اصل تقریر یہ ہے کہ، خود امام بخاری نے باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل میں[۱] اور امام مسلم نے مسلم شریف[۲] میں یہ تصریح کی ہے کہ اس کے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور قضاء حاجت فرمائی پھر اپنے منھ اور ہاتھوں کو دھویا اس کے بعد سوئے دوبارہ اُٹھے تو مشک سے وضو فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت باوضو نہیں سوئے تھے۔

ایضاح البخاری کا رد:۔ ایضاح البخاری میں مطابقت کی تقریر اپنے استاد حسین احمد صاحب ٹانڈوی سے یہ نقل کی کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں فصنعت مثل ما صنع جیسے حضور نے کیا تھا ویسے ہی میں نے بھی کیا۔ اور مثل میں ہر اعتبار سے برابری ہوتی ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہوا کہ ابن عباس بھی اُٹھے، آنکھیں ملیں، تلاوت کی، وضو کیا اور ابن عباس پہلے سو گئے تھے، جیسا کہ اسی حدیث کی بعض روایتوں میں ونام الغلیم[۳] وارد ہے۔ ابن عباس

---

[۱] جلد ۲ ص ۹۳۴ [۲] مسلم جلد ۱ ص ۲۶۰ [۳] بخاری جلد ۱ ص ۲۲

ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ

پھر ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے، اس سے خوب اچھی طرح وضو کیا پھر

قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ

کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس نے کہا، پھر میں بھی اٹھا اور جیسے حضور نے کیا تھا

ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ

میں نے بھی کیا پھر گیا اور حضور کے پہلو میں کھڑا ہوگیا حضور نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا

نے حالت حدث میں تلاوت کی، حضور نے انھیں منع نہیں فرمایا حالانکہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے تھے تو نماز کی حالت میں انھیں داہنی طرف کر دیا تھا۔ اگر حالت حدث میں تلاوت ممنوع ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ضرور تنبیہ فرماتے۔ یہ ضرور ہے کہ ابن عباس نابالغ تھے مگر تعلیم کے لئے انھیں تلقین ضروری تھی جیسے بائیں طرف کھڑے ہونے پر فرمائی۔

اقول: یہ تقریر متعدد وجوہ سے ساقط الاعتبار ہے۔ اولاً حضرت ابن عباس سوئے نہیں تھے جاگ رہے تھے جیساکہ خود بخاری اذا انتبہ من اللیل اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ ابن عباس نے کہا میں اٹھا اور انگڑائی لی تاکہ حضور یہ نہ خیال کریں کہ میں جاگ رہا تھا۔ رہ گیا نام الغلیم اس میں استفہام کا بھی احتمال ہے اور اخبار کا بھی۔ استفہام کی صورت میں ابن عباس کا سوجانا قطعی نہیں۔ اور اخبار کی صورت میں بھی یہ ارشاد ابن عباس کی ظاہری حال کے اعتبار سے ہے۔ اس سے لازم نہیں کہ واقعی سو گئے ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نام الغلیم، اگر اس وقت ابن عباس سو گئے تھے تو یہ سنا کیسے؟ ثانیاً یہ کہنا کہ ہمیشہ مثل میں ہر اعتبار سے برابری ہوتی ہے غلط ہے ورنہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں کیا فرمائیں گے ؟ ثالثاً خود بخاری ہی کی کتاب الوضو والی روایت میں یہ ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی وضو کیا جیسا حضور نے کیا تھا۔ اس سے ظاہر کہ مثل ما صنع سے مراد صرف اسی طریقے کا وضو کرنا ہے جیساکہ حضور نے کیا تھا۔ رابعاً یہ کہنا کہ انھیں رات میں حدث ہوا تھا۔ محض احتمال ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعی حدث نہ ہوا ہو اس لئے کہنا ہی پڑے گا کہ اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کی ایک رکعت میں قل یاایها الکافرون اور ایک میں سورۂ اخلاص پڑھی۔ اس حدیث میں سنت فجر کے بعد سونے کا ذکر نہیں۔ مگر دوسری حدیثوں میں ہے۔ احناف کے یہاں فجر کی سنت کے

وَاَخَذَ بِاُذُنِی الْیُمْنٰی یَفْتِلُھَا فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ
اور میرا داہنا کان پکڑ کر اینٹھنے لگے ۔ حضور نے دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر
رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ
دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر وتر پڑھا پھر
اضْطَجَعَ حَتّٰی اَتَاہُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ
لیٹے یہاں تک کہ مؤذن حاضر ہوا تو اٹھے پھر دو رکعت مختصر پڑھی پھر

بعد سونا مسنون نہیں، جائز ضرور ہے۔ تاہم اگر کوئی اس نیّت سے سوئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت تھی تو اجر کی امید ہے لیکن مسجد میں نہ سوئے۔ یہ ناپسندیدہ بات ہے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، ذکر میں مصروف ہیں وہیں ٹانگ پھیلا کر سویا جائے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں نہیں سوتے تھے اپنے حجرہ مبارکہ میں لیٹتے تھے۔

بخاری باب اذا انتبہ من اللیل میں ہے کہ وتر پڑھ کر حضور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز آنے لگی اور حضور جب سوتے تو ناک سے آواز آتی۔ جب بلال نے نماز کی خبر دی تو نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔ حضور کی دعا یہ تھی:۔

اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا وخلفی نورا وجعل لی نورا ۔	اے اللہ میرے دل، میری آنکھ، میرے کان میں نور کردے اور میرے داہنے میرے بائیں اور میرے اوپر میرے نیچے میرے آگے میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے نور رکھ۔

اس میں یہ بھی ہے، میرے پٹھے، میرے گوشت، میرے خون میرے بال میرے بشرے میں نور رکھ اور دو چیزیں اور ہیں۔ سلمہ بن کہیل نے کہا کریب نے بتایا کہ سات تابوت میں ہیں میں نے حضرت ابن عباس کی بعض اولاد سے پوچھا تو انھوں نے عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری کو ذکر کیا۔ اور دو اور ذکر کیں۔ تابوت سے مراد یا تو ان کا دل ہے یا کتابوں کا صندوق۔

مسائل (۱) مسلم شریف کی روایت کے ملانے کے بعد یہ ثابت ہوا کہ تلاوت کے لئے وضو شرط نہیں۔ (۲) چھوٹے بچے کا اپنے محرم رشتہ دار کے یہاں سونا جائز ہے اگرچہ اس کا شوہر موجود ہو (۳) تہجد پڑھنا مستحب ہے (۴) اخیر رات

خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ [1]

باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی

ت (۴۰)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ

سعید بن مسیب نے کہا، عورت (مسح کے معاملے میں) بمنزلۂ مرد کے ہے۔

میں تہجد کے بعد وتر پڑھنا بہتر ہے (۵) رات میں جاگنے پر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھنا مستحب ہے (۶) چھوٹے بچے کا، کان اینٹھنا جائز ہے ادب دینے کے لئے بھی اور بطور محبت بھی (۷) چھوٹے بچوں کو ابتداہی سے سنن و مستحبات تک کی تعلیم دینی چاہئے مکروہات کے ارتکاب پر بھی تنبیہ کرنی چاہئے (۸) یہ بھی مستحب ہے کہ موذن امام کے پاس آکر جماعت کا وقت ہو جانے کی اطلاع دے (۹) فجر کی سنت مستحبات کی رعایت کے ساتھ مختصر سے مختصر پڑھنی چاہئے۔

تشریحات (۴۰)

(۱) **سعید بن مسیب** قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ ابو محمد کنیت ہے۔ ۱۹ھ اواخر خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پچہتر سال کی عمر پاکر مدینے میں واصل بحق ہوئے۔ یہ اجل تابعین کی صف اول میں ہیں۔ ان کو سید التابعین علی الاطلاق کہا گیا ہے۔ احادیث ابوہریرہ قضایا عمر کے سبب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوسعید، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنی۔ ان کے علاوہ کثیر صحابہ اور تابعین سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے امام ان سے قضایا عمر دریافت کرتے۔ امام مکحول نے کہا: میں نے علم حاصل کرنے کے لئے پوری زمین چھان ماری مگر مجھے سعید بن مسیب سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملا۔ امام اوزاعی امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی سبھی ان کے افضل التابعین اعلم التابعین ہونے کے معترف ہیں۔ فقہ میں اتنے بلند رتبہ ہیں کہ ان کو فقیہ الفقہا کہا جاتا ہے۔

یہ روایت میں ارسال بہت کرتے تھے مگر امام شافعی نے فرمایا ان کا ارسال حسن ہے۔ امام احمد نے فرمایا سب صحاح

---

[1] ایضاً علم باب السمر بالعلم ج ۱ ص ۲۲۔ الوضوء باب التخفیف بالوضوء ج ۱ ص ۲۵۔ وتر باب ماجاء فی الوتر ج ۱ ص ۱۳۵۔ اذان، باب یقوم عن یمین الامام بحذائہ سواء اذا کان اثنین، اذا قام الرجل عن یسار الامام باب اذا لم ینو الامام ان یوم ج ۱ ص ۹۷۔ اذان باب اذا قام الرجل عن یسار الامام ج ۱ ص ۱۰۰۔ اذان، میمنۃ المسجد والامام ج ۱ ص ۱۰۱۔ تفسیر، باب ان فی خلق السموات والارض اور اس کے بعد والے تین ابواب میں جلد ۲ ص ۶۵۷۔ الدعوات باب اذا انتبہ من اللیل جلد ۲ ص ۹۳۴۔ مسلم مسافرین باب السواک جلد ۱ ص ۱۲۸۔ نسائی قیام اللیل ۹، ابن ماجہ، اقامت ۱۸۱۔ موطا۔ صلوٰۃ اللیل ۱۱۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

تَمْسَحُ عَلٰی رَأْسِهَا

وہ بھی اپنے سر پر مسح کرے گی

ماں تارک الدنیا، زاہد، قناعت پسند تھے۔ دنیاداروں سے دور رہتے۔ شاہان بنی اُمیہ کا وظیفہ کبھی قبول نہیں فرمایا۔ چار سو دینار کل پونجی تھی، اس سے روغن زیتون کی تجارت کرکے بسر کرتے۔

ان کی ایک صاحبزادی تھیں جو حسن و جمال میں یکتا، بڑی سلیقہ شعار عالمہ فاضلہ تھیں۔ عبدالملک بن مروان سفاک نے اپنے بیٹے ولید کے لئے پیغام بھیجا، حضرت سعید نے انکار کر دیا۔ اس پر اس ظالم نے بہانہ بنا کر کوڑے لگوائے۔ ان صاحبزادی کا نکاح ایک تنگ دست شخص کثیر بن وداعہ سے دو درہم مہر پر کر دیا۔ پھر داماد کو پانچ ہزار درہم نقد دیا۔

جب عبدالملک کے مرنے کے بعد ولید کی بیعت کے لئے والی مدینہ ہشام بن اسماعیل نے کہا تو انکار کر دیا اس ظالم نے ان کی پٹائی کی، گلیوں میں گھمایا، پتھر برسائے۔ اسی حالت میں ایک عورت نے کہا! اے سعید آخر یہ رسوائی کیوں مول لے رہے ہو؟ فرمایا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے۔

حدیث کے معاملے میں بہت ہی باادب تھے۔ ایک بار بیمار تھے کوئی حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا تو باوجود علالت بیٹھکر حدیث بیان فرمائی، اس نے کہا آخر یہ مشقت کیوں برداشت کی؟ فرمایا، مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ لیٹے لیٹے حدیث بیان کروں۔ ان سب خوبیوں کے باوجود بہت بڑے عابد، شب زندہ دار تھے۔ پچاس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ان کے غلام برد نے کہا! چالیس سال سے جب میں مسجد میں جاتا ہوں تو سعید کو مسجد میں ہی پاتا ہوں یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے [2]

(۲) **مطابقت** امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے۔ پورے سر کے مسح کا بیان۔ اس تعلیق میں پورے سر کے مسح کا کوئی ذکر نہیں صرف اتنا مذکور ہے کہ مرد کی طرح عورت بھی سر کا مسح کرے نہ پورے کا ذکر ہے نہ چوتھائی کا۔ البتہ امام بخاری نے اس تعلیق سے پہلے آیۂ کریمہ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ ذکر کی ہے۔ اس سے مالکیہ کا یہ استدلال ہے کہ جس طرح منھ اور ہاتھ اور پاؤں کا پورا دھونا لازم ہے اسی طرح پورے سر کا مسح فرض ہے۔ ہمارا جواب مشہور و معروف ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابھی جو حدیث گزری ہے وہ مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے؛

---

[1] ابن ابی شیبہ

[2] یہ سب تفصیلات بدایہ نہایہ سے لی گئی ہیں، جلد ۹ ص ۹۹، ۱۰۰

مسح علی الخفین ومقدم راسه وعلی عمامته دوسری روایت اس طرح ہے: فمسح بناصیته وعلی العمامة وعلی خفیه۔ اور ابوداؤد میں یوں ہے: توضأ ومسح ناصیته وذکر فوق العمامة۔ نسائی میں ناصیته وعمامته ہے۔ نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:۔

رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتوضأ وعلیه عمامة قطریة فادخل یده من تحت العمامة فمسح مقدم راسه ولم تنقض العمامة۔ [1]	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا حضور قطری عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اپنا ہاتھ عمامے کے اندر کرکے سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور عمامہ نہیں ڈھیرا۔

ان حدیثوں کا حاصل ایک ہے، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشانی یعنی سر کے اگلے چوتھائی حصے پر مسح فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں کم ازکم چوتھائی کا فرض ہے۔ البتہ پورے سر کا مسح سنت ہے۔

اس پر ایک مشہور و معروف اعتراض ہے کہ کتاب اللہ پر خبر واحد سے زیادتی جائز نہیں۔ یہ حدیثیں خبر واحد ہی ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب اللہ سے پورے سر کا مسح قطعی طور پر توکیا ظنی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ بار، رؤس محل مسح پر داخل ہے۔ اور بار میں اصل یہ ہے کہ وہ آلے پر داخل ہو جیسے کتبت بالقلم اور کوئی بھی آلہ کل کا کل آلہ نہیں ہوتا بلکہ بعض ہی ہوتا ہے جیسے قلم یہاں کل آلہ نہیں اس کا بعض ہی ہے۔ اس لئے بار کے مدخول سے اس کا بعض ہی مراد ہوتا ہے جیسے مسحت الوجه بالمندیل میں مندیل کا بعض مراد ہے بر خلاف مسحت المندیل بالید میں پورا مندیل اور ہاتھ کا بعض مراد ہے۔ اس لئے بار کا دخول مسح کے لئے بعض راس کو متعین کر رہا ہے۔ آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے بعض سر پر مسح کرو۔ یہ بعض مجمل تھا اس کا بیان ان دونوں حدیثوں سے ہوگیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مسح راس میں محکم ہے اور مقدار راس میں مجمل۔ یعنی جب یہ حکم ہوا کہ سر کا مسح کرو تو سوال پیدا ہوا، کل سر کا یا بعض کا۔ یہ مبہم رہ گیا اس ابہام کو ان دونوں حدیثوں نے دور فرمادیا کہ یہ مقدار چوتھائی سر ہے۔ اور مجمل کا بیان خبر واحد سے درست۔

پہلی تقریر پر مالکیہ یہ معارضہ پیش کرتے ہیں کہ تیمم میں بھی محل مسح پر "بار" داخل ہے۔ ارشاد ہے:۔

وامسحوا بوجوهکم وایدیکم	اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملو۔

مگر احناف تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر ملنا فرض بتاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہاں آیت تیمم میں

[1] ابوداؤد المسح علی العمامة جلد ۱ ص ۲۰۔ ابن ماجه باب فی المسح علی الخفین ص ۴۱،

ت (۴۱)

سُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئ أَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ رَأْسِهٖ

حضرت امام مالک سے پوچھا گیا، کیا بعض سر کا مسح کافی ہے

"با" زائد ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے، اور وضو میں پورے چہرے اور ہاتھوں کا دھونا فرض لہذا اس کے قائم مقام تیمم میں بھی پورے چہرے اور ہاتھوں پر مسح فرض ہوگا۔ ثانیاً اگر حضرت مغیرہ اور انس کی وہ حدیثیں نہ ہوتیں تو ہم وضو میں بھی پورے سر کا مسح فرض کہتے۔ ان حدیثوں کی وجہ سے ہمنے صرف چوتھائی سر کا مسح فرض قرار دیا تیمم میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس سے معلوم ہو کہ چہرے یا ہاتھوں کے بعض پر مسح کافی ہے اس لئے ہم نے یہاں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں کا مسح فرض قرار دیا

اس تعلیق کا مفاد یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو سر پر مسح کرنا فرض ہے اسی طرح عورتوں کو بھی سر پر مسح فرض ہے۔ یہ نہیں کہ صرف اوڑھنی پر انھیں مسح کافی ہو۔ اگر عورتیں صرف اوڑھنی پر مسح کریں گی سر پر نہیں کریں گی تو وضو نہ ہوگا۔

تشریحات (۴۱)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والد ماجد کا نام انس ہے، نسب نامہ یہ ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی حمیری مدنی ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں چوراسی سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ ہی میں ۱۴ ربیع الاول کو چاشت کے وقت واصل بحق ہوئے، جنت البقیع میں سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوار اقدس میں دفن ہوئے۔ اکمال میں سن وصال ۱۹۹ھ کاتب کی غلطی سے چھپ گیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ تین سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ علم حدیث ہشام بن عروہ، محمد بن منکدر، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر اور امام زہری وغیرہ سے حاصل کیا۔ قرأت حضرت نافع سے اخذ کی۔ ان سے وقت کے ائمہ حدیث وفقہ کو شرف تلمذ ہے۔ مثلاً امام شافعی امام اوزاعی، امام عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، ابن مہدی، ابن جریج، لیث بن سعد حتی کہ ان کے بہت سے اساتذہ نے بھی ان سے حدیث سنی۔ مثلاً خود زہری، یحییٰ بن سعید انصاری اور یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ۔

ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ امام دار الہجرت اور ان چار ائمہ مذاہب میں سے ہیں جن کا مذہب آجتک باقی ہے جنکے کروڑوں مقلد ہیں، حدیث، فقہ دونوں میں بحر زخار تھے۔ امام شافعی نے فرمایا: جب حدیث آئے تو مالک ثریا ہیں، جو بھی علم حدیث حاصل کرنا چاہے وہ امام مالک کی عیال ہے۔ ایسے مسلم الثبوت ثقہ کہ امام بخاری نے فرمایا، اصح الاسانید

فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ

تو وہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے دلیل لائے

مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ فقہ میں وہ بلند رتبہ حاصل تھا کہ خود فرمایا: میرے اساتذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے آکر مجھ سے فتوی نہ پوچھا ہو۔ اسی سے ظاہر ہوگیا کہ حدیث یاد کرلینا اور بات ہے اور اس سے استخراج مسائل کار دیگر ہے۔ مدینہ طیبہ میں اعلان ہوگیا تھا کہ سوائے مالک اور ابن ابی ذیب کے کوئی فتوی نہ دے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایسی رچی بسی تھی اور مدینہ ایسا بھایا تھا کہ پوری زندگی مدینے میں گزار دی، کہیں نہ گئے کہ مدینے میں ہی وفات پاؤں اور یہیں دفن ہوں۔ صرف ایک بار حج فرض کے لئے گئے پھر مدت العمر حج بھی نہیں کیا، کیا پتہ کب وقت موعود آجائے۔

ہارون الرشید بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے ساتھ بغداد چلیں۔ میں سب کو آپ کے موطا پر عمل کرنے پر مجبور کردوں۔ فرمایا لوگوں کو بالجبر میرے موطا پر عمل کرانے کا تجھے کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام مختلف دیار وامصار میں پھیل گئے۔ سب کے پاس علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ رہ گیا ساتھ جانے کی بات تو فرمایا میں مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ المدینة خیر لهم لوکانوا یعلمون۔ المدینة تنفی خبثها۔ مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر لوگ جانتے۔ مدینہ اپنا میل باہر پھینک دیتا ہے۔

ریوڑ کی ریوڑ سواریاں موجود ہوتیں مگر کبھی مدینہ طیبہ میں سواری پر نہیں بیٹھے۔ فرمایا مجھے یہ گوارا نہیں کہ جس شہر میں اللہ کے رسول مدفون ہوں میں اسے اپنی سواری سے پامال کروں۔

جب احادیث سنانی ہوتی تو تازہ وضو فرماتے۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، داڑھی میں کنگھا کرتے وقار وہیبت کے ساتھ شہ نشیں میں مسند لگا کر بیٹھتے، پوچھنے پر فرماتے، میں چاہتا ہوں کہ احادیث کی عظمت ظاہر کروں۔ ایک دفعہ حدیث بیان فرمارہے تھے کہ بچھو نے سترہ مرتبہ ڈنک مارا شدت تکلیف سے چہرہ زرد پڑ گیا مگر حدیث بیان کرنا ترک نہیں فرمایا، لوگوں کے چلے جانے کے بعد عبداللہ بن مبارک نے دریافت کیا تو قصہ بیان فرمایا اور فرمایا حدیث کی جلالت شان کی وجہ سے میں نے بند نہیں کیا۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں آجائیں تاکہ میرے بچے آپ سے حدیث سنیں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا، تم کو اللہ عزت سے رکھے یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے۔ اگر تم اس کی عزت کروگے

اس کی عزت باقی رہے گی اور اگر تم اسے ذلیل کروگے، ذلیل ہو جائے گا۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے۔ علم کسی کے پاس نہیں جاتا۔ ہارون نے کہا آپ نے سچ فرمایا، اپنے بچوں امین و مامون کو حکم دیا کہ مسجد میں جاکر سب کے ساتھ تم لوگ بھی حدیث سنو۔ حضرت امام مالک کا کوئی گھر نہیں تھا، ہارون نے مکان خریدنے کے لئے تین ہزار دینار نذر پیش کی۔

ابتلاء چونکہ محمد بن عبد اللہ بن حسن، نفس زکیہ کی امام مالک نے حمایت کی تھی ابتداء میں جب حضرت نفس زکیہ نے اپنی خلافت کی بیعت لینی چاہی تو اہل مدینہ نے عذر کیا کہ ہماری گردنوں میں ایک بیعت ہے یعنی منصور کی، ہم آپ کی بیعت کیسے کریں۔ اس پر امام مالک نے یہ فتوی دیا، تم لوگوں سے جبراً بیعت لی گئی ہے اسلئے وہ درست نہیں۔ اس فتوی کے بعد لوگوں نے نفس زکیہ کی بیعت کی۔

اس پر منصور امام مالک سے جلا ہوا تھا اس کی ایماء پر امام مالک سے استفتا ہوا کہ مُکرَہ کی طلاق واقع ہے یا نہیں؟ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں۔ اس کے مطابق انھوں نے فتویٰ دیا، اس فتویٰ کی زد ان ظالموں کی بیعت پر بھی پڑتی تھی اس پر غضبناک ہو کر جعفر نے امام مالک کو بلوایا اور انھیں برہنہ کرکے ستر کوڑے لگوائے اور ہاتھ کھینچ کر مونڈھے اُتار دیئے۔ اور بھی مظالم کئے مگر امام مالک اپنے موقف سے ذرہ برابر نہیں ہٹے۔ اس امتحان کے بعد حضرت امام مالک کی قدر و منزلت اَوجِ ثُریّا پر پہنچ گئی۔

بشارت ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت جلد ایسا ہوگا کہ لوگ اونٹوں کے جگر مارتے ہوئے علم حاصل کریں گے، مگر عالِم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پائیں گے۔ [1]

سفیان بن عیینہ اور عبد الرزاق نے کہا کہ اس سے مراد حضرت امام مالک ہیں۔ اور ابن عینیہ ہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد ہیں۔

ابو عبد اللہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقدس میں تشریف فرما ہیں لوگ ارد گرد جمع ہیں اور امام مالک کھڑے ہیں۔ حضور کے سامنے مشک ہے۔ حضور مٹھی میں اٹھا اٹھا کر امام مالک کو دیتے ہیں، اور امام مالک اسے لوگوں میں تقسیم فرماتے ہیں۔ مطرف نے کہا اس کی تعبیر علم اور اتباع سنت ہے۔

حضرت امام مالک کا قول ہے کہ جب انسان میں اپنی ذات کے اندر بھلائی نہ ہو تو اس سے لوگوں کو، کوئی بھلائی نہیں مل سکتی اور فرمایا، کثرت روایت علم نہیں، علم اللہ عزوجل کا نور ہے جسے دل میں رکھتا ہے [2]

صحاح ستہ کی تصنیف سے پہلے امام مالک کی مؤطا، اصح کتب بعد کتاب اللہ مانی جاتی تھی، اب بھی

---

[1] مشکوۃ ص ۲۵ بحوالہ ترمذی۔ [2] اکمال وفیات الاعیان۔ مشکوۃ۔

حدیث (۱۳۹)

صفة وضوء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن عبد اللہ بن زید

اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ وَھُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰی اَتَسْتَطِیْعُ

ایک شخص[1] یعنی عمرو بن یحییٰ کے دادا نے عبد اللہ بن زید سے کہا[2] کیا آپ مجھے یہ دکھا سکتے ہیں

بعض حضرات صحاح ستہ کی بعض کتابوں پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔ امام مالک کے تلامذہ کی تعداد کا شمار نہیں اور محرر مذہب حنفی امام محمد اور امام شافعی تک ان کے تلامذہ میں ہیں۔

استدلال امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ دلیل میں حضرت عبد اللہ بن زید کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابھی آرہی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کا دونوں ہاتھوں سے اس طرح مسح فرمایا کہ دونوں ہاتھ آگے لائے اور پیچھے لے گئے۔ سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا یہاں تک کہ ہاتھ گُدّی تک لے گئے پھر واپس لائے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اوّلاً اگر حضرت مغیرہ اور حضرت انس کی وہ حدیثیں نہ ہوتیں جنمیں یہ مذکور ہے کہ حضور نے پیشانی یا سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا تو ضرور حضرت عبد اللہ بن زید کی اس حدیث سے پورے سر کے مسح کی فرضیت ثابت ہوتی اسلئے کہ جب ہم یہ تسلیم کرچکے کہ آیت وضو مقدار مسح میں مجمل ہے اور مجمل کا بیان خبر واحد سے درست تو حضرت عبد اللہ بن زید کی یہ حدیث اس کا بیان ہو جاتی لیکن جب ان دونوں حدیثوں نے ثابت کردیا کہ چوتھائی سر کا مسح بھی کافی ہے اب اگر پورے سر کا مسح فرض قرار دیں تو ان دونوں حدیثوں کا ترک لازم آئے گا۔ دونوں مضمون کی احادیث میں تطبیق کیلئے احناف نے یہ تفصیل رکھی کہ چوتھائی سر کا مسح فرض اور پورے سر کا سنت۔

ثانیاً اگر حضرت عبد اللہ بن زید کی اس حدیث سے پورے سر کا مسح فرض مانیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس ہیئت خاصہ کے ساتھ اسمیں مسح مذکور ہے وہ ہیئت بھی فرض ہو مثلاً اگلے حصے سے شروع کرنا پھر گدّی تک لیجانا پھر پیشانی کیطرف واپس لانا حالانکہ مالکیہ بھی اس ہیئت کو فرض نہیں مانتے، اب مالکیہ جو عذر اس ہیئت کے فرض نہ ہونے کا بیان کریں گے وہی عذر ہمارا بھی پورے سر کے مسح کے فرض نہ ہونے کا ہوگا۔

تشریحات (۱۳۹)

(۱) اس سے مراد عمرو بن ابی حسن ہیں۔ یہ عمرو بن یحییٰ کے باپ یعنی یحییٰ کے چچا ہیں اس اعتبار سے یہ عمرو بن یحییٰ کے مجازی دادا ہوگئے۔ عرف میں دادا کے بھائی کو بھی دادا کہتے ہیں۔ اس لئے متعین ہوگیا کہ " وھو جد عمرو بن یحییٰ " میں ھو

اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ
کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، کیسے وضو فرماتے تھے
فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، نَعَمْ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدِهٖ
عبداللہ بن زید نے کہا ہاں دکھا سکتا ہوں انھوں نے پانی منگایا اسے اپنے ہاتھ پر ڈالا
فَغَسَلَ يَدَهٗ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا
اور اپنا ہاتھ دو بار دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی تین بار ڈالا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا

کی ضمیر رجلاً کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی سائل عمرو بن یحییٰ کے دادا عمرو بن ابی حسن ہیں۔ اس ضمیر کا مرجع، عبداللہ بن زید نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ عمرو بن یحییٰ کے نہ حقیقی دادا ہیں نہ مجازی۔ صاحب کمال اور ان کے متبعین نے جو یہ لکھا ہے کہ عمرو بن یحییٰ، عبداللہ بن زید کے نواسے ہیں غلط ہے۔

② **ایک اشکال** | یہ سائل ... تھے۔ اس کے بعد والی روایت میں بخاری ہی میں تصریح ہے کہ یہ عمرو بن ابو الحسن ہیں۔ البتہ موطا کے رواۃ میں سائل کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر راویوں نے مبہم رکھا ہے۔ لیکن معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ سائل ابوحسن ہیں اور یہ صحابی تھے۔ امام محمد کی روایت میں بھی انھیں ابوحسن کو سائل بتایا۔ امام شافعی نے کتاب الام میں امام مالک سے یہی حدیث نقل کی ہے اس میں سائل یحییٰ کو بتایا۔

جواب | قصہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں یہ تینوں ابوحسن اور ان کے بیٹے عمرو اور ان کے پوتے یحییٰ جو ابوحسن کے دوسرے صاحبزادے عمارہ کے بیٹے تھے موجود تھے۔ یعنی یحییٰ ان کے چچا عمرو ان کے دادا ابوحسن۔ عمرو بن حسن وضو بہت کثرت سے کرتے تھے انھوں نے حضرت عبداللہ بن زید سے یہ سوال کیا۔ مگر موجود ان کے باپ ابوحسن اور بھتیجے یحییٰ بھی تھے تو بعض روایات میں مجازاً ان کی طرف بھی سوال کی نسبت کر دی گئی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے تینوں کے باہمی مشورے کے بعد عمرو بن ابی حسن نے سوال کیا ہو۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے، قلنا ہم سب نے کہا۔ یہ ایسے ہی موقع پر بولتے ہیں جبکہ چند اشخاص باہمی مشورے سے کوئی بات کہیں۔ اگرچہ کہنے والا ایک ہی ہو، ورنہ اصل سائل، عمرو بن ابی حسن ہی ہیں۔ جیسا کہ ابونعیم نے مستخرج میں دراوردی کی حدیث ذکر کیا۔ کہ عمرو بن ابی حسن نے کہا، میں کثیر الوضو تھا اس لئے عبداللہ بن زید سے میں نے کہا۔ خود امام بخاری نے جو اس کے بعد روایت ذکر کی ہے۔ اس میں اور جلد اصفحہ ۳۳ میں جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ سائل عمرو بن ابی حسن ہی تھے۔

اشکال دوم | دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس روایت میں یہ ہے کہ ابتدا میں ہاتھ دو بار دھویا۔ دو بار دھونا تو کوئی قابل

ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ		ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ	
پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا	۳	پھر	اپنے دونوں ہاتھوں سے
بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ	بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ	حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلَى	
سر کا مسح کیا ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے	۴ اپنے سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا	یہاں تک کہ	
قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ	ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ۵		
ہاتھوں کو گدی تک لے گئے پھر لوٹا کر اسی جگہ تک لائے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔	پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے		

اعتراض بات نہیں بیان جواز کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ مگر بخاری ہی میں اس کے بعد والی روایت میں نیز صفحہ ۳۳ باب الوضوء من التور میں ہے۔ ابتدا میں ہاتھ تین بار دھویا تھا نیز مسلم وغیرہ میں بھی ثلاثا ہی ہے۔

جواب علامہ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا۔ مرتین کی روایت صرف امام مالک سے ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے رواۃ نے ثلثا ہی روایت کیا ہے۔ چند ثقات کی زیادتی ایک ثقہ کے مقابلے میں مقبول ہے، اس لئے صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن زید نے ابتدا میں تین بار ہاتھ دھویا تھا۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسلم میں بطریق بھز وھیب سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن یحییٰ سے دوبار املاءً یہ حدیث سنی ہے۔ اس لئے اس میں توہم کا شائبہ نہیں

(۳) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری روایتیں متفق ہیں کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار دھویا۔ یہ بیان جواز کے لئے ہے۔ گزر چکا کہ فرض اعضاء وضو کا ایک بار دھونا ہے۔ تین بار سنت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ دو دو بار دھونا جائز ہے۔ نیز یہ افادہ فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ جتنی بار وضو کے ایک عضو کو دھویا جائے اتنی ہی بار سارے ہی اعضاء کو دھویا جائے۔ یہ بھی جائز ہے کہ بعض کو ایک بار بعض کو دو بار بعض کو تین بار دھویا جائے۔

(۴) واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں۔ اس لئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سر کا مسح پیچھے گدی کی طرف سے شروع کیا بلکہ یہی ہوا کہ سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا۔ پہلے ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے لائے جیسا کہ بعد میں تصریح ہے۔

ع۵ ایضاً۔ بعد الحدیث متصلا باب غسل الرجلین الی الکعبین۔ باب من مضمض و استنشق من غرفة واحدة باب مسح الراس مرة جلد ۱ ص ۳۲۔ باب الغسل والوضوء فی المخضب والقدح جلد ۱ ص ۳۲۔ باب الوضوء من التور جلد ۱ ص ۳۳۔ مسلم، طہارت جلد ۱ ص ۱۲۳۔ ابوداؤد باب صفة وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد ۱ ص ۱۹۔ ترمذی، باب من توضأ بعض وضوئہ مرتین وبعضہ ثلثا جلد ۱ ص ۱۰ نسائی باب حد الغسل۔ وباب صفة مسح الراس جلد ۱ ص ۲۸۔ ابن ماجہ، باب الوضوء من الصفر ص ۳۷ موطاء امام مالک باب ابتداء الوضوء ص ۴۶۔

ت (۴۲)

اَمَرَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَهْلَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّؤُا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ [1]

حضرت جریر بن عبد اللہ نے اپنے اہل کو حکم دیا کہ مسواک کرنے سے جو پانی بچ گیا ہے اس سے وضو کریں۔

تشریحات (۴۲)

امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ لوگوں کے وضو کرنے کے بعد جو پانی بچ جائے اس کے استعمال کا حکم۔ یہاں تین لفظ ہیں۔ استعمال۔ فضل۔ وضو۔ ان تینوں میں کئی کئی پہلو ہیں۔ استعمال سے مراد کھانا، پینا، نجاست حقیقی دور کرنا، نجاست حکمی دور کرنا، یعنی وضو یا غسل کرنا، تبرید یعنی ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے، تبریک یعنی برکت حاصل کرنے کے لئے بدن پر ملنا، سب ہو سکتا ہے۔

فضل کے معنی بچا ہوا پانی۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ وضو یا غسل کے بعد برتن میں جو پانی بچ گیا۔ وضو یا غسل کرتے وقت جو پانی اعضا سے گر کر جمع ہوا۔ وضو، ایک بے وضو کا ہے ایک باوضو کا۔ امام بخاری کی کیا مراد ہے۔ یہ کسی طرح ظاہر نہیں ہو پاتی۔ پھر ان مختلف احتمالات کو اکٹھا کیا جائے تو بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں جو متفق علیہ ہیں مثلاً فضل سے مراد وہ پانی لیا جائے جو وضو و غسل کے بعد برتن میں بچ رہے۔ یہ بالاتفاق طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔

جب امام بخاری کی مراد ہی نہیں معلوم تو تعلیق اور احادیث کے باب سے مطابق ہونے کی تقریر ہی نہیں ہو پائیگی اور ہر احتمال کو بیان کر کے سب پر مطابقت و عدم مطابقت کی بحث طول عمل ہونے کے ساتھ ساتھ لاطائل ہے، ائمہ کے مابین مختلف فیہ ماء مستعمل کا مسئلہ ہے۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہی ہوگی۔ یعنی ماء مستعمل کے استعمال کا حکم۔

ماء مستعمل کی تعریف ماء مستعمل کی تعریف میں بھی اختلافات ہیں۔ مگر صحیح و مختار تعریف یہ ہے۔ وہ قلیل پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا دور ہوا ہو یا بہ نیت تقرب استعمال کیا گیا ہو۔ اور بدن سے جدا ہو گیا ہو اگر چہ کہیں ٹھہرا نہیں روانی ہی میں ہو، مثلاً جسم سے جدا ہو کر زمین تک نہیں پہنچا۔ درمیان ہی میں ہے۔ ماء مستعمل کی تعریف، حکم اور اس سے متعلق اور ابحاث کے لئے فتاوی رضویہ جلد اول میں رسالہ مبارکہ " الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل از صفحہ ۲۲۳ تا صفحہ ۳۶۰ کا مطالعہ کریں۔

حکم ماء مستعمل کا حکم کیا ہے اس بارے میں ائمہ مذاہب مختلف ہیں۔ امام مالک اسے طاہر مطہر مانتے ہیں اور غالباً

---

[1] ابن ابی شیبہ و دار قطنی۔

امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی طاہر غیر مطہر مانتے ہیں۔ یعنی خود تو پاک ہے مگر نجاست حکمیہ دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ امام زفر و امام محمد کی روایت کے مطابق یہی حضرت امام اعظم کا بھی مذہب ہے۔ احناف کا یہی مختار و مفتی بہ ہے۔ امام اعظم سے دو روایتیں اور بھی آئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نجس ہے مگر نجاست خفیفہ ہے۔ یہ حضرت امام ابویوسف کی روایت ہے۔ دوسرے یہ کہ نجاست مغلظہ ہے۔ یہ امام حسن بن زیاد کی روایت ہے یہ مختلف روایتیں اصل میں وضو کرنے والوں کے احوال کے اعتبار سے ہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ وضو کرنے سے متوضی کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ عارف باللہ صاحب کشف بزرگ تھے۔ انھوں نے وضو کرنے والوں کے مختلف احوال دیکھے اس کے مطابق حکم بیان فرمایا۔ وضو کے پانی سے جن کے کبائر جھڑتے دیکھا اسے نجاست غلیظہ فرمایا۔ جن کے صغائر دھلتے دیکھا اسے نجاست خفیفہ بتایا۔ اور جن کے مکروہات دھلتے دیکھا اسے طاہر غیر مطہر فرمایا، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی حضرت سیدنا علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا

امام اعظم ابوحنیفہ کے مدارک بہت دقیق ہیں۔ ان پر اکابر اولیاء اہل مشاہدہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ وضو سے وضو کرنے والوں کے جو گناہ دھل کر گرتے اسے پہچان لیتے۔ اسی لئے انھوں نے ماء مستعمل کے تین درجے رکھے ہیں۔ ایک بار کوفے کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے ایک جوان کو حوض میں وضو کرتے دیکھا۔ دھوون جب گرا تو اس سے کہا! اے بیٹے! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر اس نے فوراً توبہ کی۔ دوسرے کا دھوون دیکھا تو اس سے فرمایا، اے بھائی زنا سے توبہ کر، ایک اور کو دیکھا تو اس سے فرمایا، شراب پینے، مزامیر سے توبہ کر، ان دونوں نے بھی توبہ کی۔ یہ دونوں بزرگ شافعی تھے۔

تعلیق کی توجیہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں بھی تین احتمال ہیں۔ وہ پانی جس میں مسواک کرنے سے پہلے مسواک بھگوتے تھے وہ پانی مسواک کرتے وقت جس میں مسواک ڈالتے تھے۔ وہ پانی جسمیں مسواک کرنے کے بعد مسواک رکھتے تھے۔ حضرت جریر کی مراد دوسری صورت ہے جیسا کہ بعض اسی تعلیق کے طرق میں ہے کہ وہ مسواک کرنے جاتے اور پانی میں بھی ڈالتے اور یہ کہتے اس سے وضو کرو۔ اور دارقطنی میں بافادۂ تصحیح یہ روایت ہے کہ وہ اپنے اہل سے فرماتے، اس پانی سے وضو کرو جس میں مسواک ڈالتا ہوں۔ دارقطنی ہی نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی بعینہ یہ ارشاد نقل فرمایا ہے، اگرچہ اس کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری کی مراد وہی ہے جو میرا گمان ہے تو اس تعلیق کو باب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اولاً اس لئے کہ خود مسواک مُحدِث نہیں ہوتی۔ منھ میں آنے کے بعد منھ کا لعاب اس میں لگا ضرور مگر اس سے

حدیث (۱۴۰)

فجعل الناس یاخذون من فضل وضوئہ

سَمِعْتُ اَبَا جُحَیْفَۃَ یَقُوْلُ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حکم نے کہا۔ میں نے حضرت ابو جحیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت گرمی میں باہر ہم میں

بِالْھَاجِرَۃِ فَاُتِیَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ یَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ

تشریف لائے۔ خدمت اقدس میں وضو کا پانی حاضر کیا گیا حضور نے وضو فرمایا

بھی مسواک میں حدث کا کوئی اثر نہیں پہنچا اس لئے کہ منہ میں حدث کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ وضو میں کلی کرنا فرض نہیں سنت ہے۔ ثانیاً اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے یہاں کلی کرنا فرض ہے۔ ان کے نزدیک منہ میں بھی حدث کا اثر ہوتا ہے۔ یا یہ تکلف کیا جائے کہ حضرت جریر کا یہ ارشاد حالت جنابت میں مسواک کرنے کی صورت میں تھا تو عرض ہے کہ ماء مطلق غیر مستعمل میں اگر ماء مستعمل مل جائے اور ماء مستعمل بہ نسبت غیر مستعمل کے کم ہو تو کل پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مسواک میں منہ کا لعاب بہ نسبت پانی کے بہت ہی کم ہوگا۔ پھر اس تقدیر پر بھی کل پانی مستعمل ہو جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہاں اگر امام بخاری کی باب سے مراد یہ لی جائے کہ وہ پانی جو کسی طرح استعمال میں آیا ہو، خواہ وہ فقہ کی اصطلاح میں مستعمل ہو خواہ نہ ہو تو بات بن جائیگی مگر اس میں کوئی خاص افادہ نہ ہوگا۔ اس سے امام بخاری کے مقلدین کی یہ ہوائی ہوا ہو گئی کہ یہ باب احناف کے رد کے لئے ہے، یہ احناف کے مذہب سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔ حضرت جریر کے ارشاد کے مطابق ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر کسی پانی میں مسواک ڈال ڈالکر کیا جائے تو وہ ماء مستعمل نہیں رہتا۔ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ ماء مستعمل وضو یا غسل کے کام کا نہیں، مگر اس سے بدن یا کپڑے پر لگی ہوئی نجاست حقیقی دور کر سکتے ہیں اسے تبرید کے لئے استعمال کر سکتے ہیں مگر اس کا پینا مکروہ ہے۔

تشریحات (۱۴۰)

(۱) تکمیل خود بخاری اور مسلم میں یہ حدیث کچھ زیادتی کے ساتھ مروی ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں تھے تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چمڑے کے سرخ رنگ کے گول خیمے میں بطحا میں تشریف فرما تھے۔ عصر سے کچھ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے بلال وضو کا پانی لائے اور حضور نے وضو فرمایا۔ حاضرین وضو

فَيَتَمَسَّحُونَ بِهٖ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ

لوگ آپ کے غسالہ کو لے لے کر ملنے لگے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر بھی دو رکعت

رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ ل‍ه

پڑھی اور عصر بھی دو رکعت پڑھی اور حضور کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔

حدیث (۱۴۱)

فشربت من وضوءہ

سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے غسالہ کو لینے کے لئے ٹوٹ پڑے، غسالہ مبارکہ لے کر لوگ اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے، جسے مل جاتا ملتا جاتا، جسے نہیں ملتا وہ پانے والے کے ہاتھ کی تری لے لیتا اور ہاتھ اپنے چہروں پر ملتا۔ حضرت بلال نے اذان کہی۔ جدھر وہ منھ گھماتے میں بھی گھماتا۔ یعنی دائیں بائیں، حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح کہتے وقت۔ پھر چھوٹا نیزہ بلال نے گاڑا۔ حضور آگے بڑھے اور دو رکعت ظہر پڑھی اور عصر بھی دو رکعت پڑھی۔ حضور کے آگے چھوٹا نیزہ تھا اس نیزہ کے آگے عورت اور گدھے گزرتے رہتے جب نماز ہو چکی تو لوگ حضور کے دست مبارک کو لے کر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے میں نے بھی دست اقدس لیا اور اپنے چہرے پر رکھا، دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اس حدیث کو بھی باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسالہ مبارکہ کی نجاست کا کوئی سوال ہی نہیں۔ وہ بہرحال پاک ہوگا۔ یہاں بحث انبیاء کرام کے استعمال کردہ پانی کی نہیں، امتیوں کے استعمال کردہ اس پانی کی ہے جو فقہی طور پر مستعمل ہو چکا ہو۔

تشریحات (۱۴۱)

(۱) سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ کسی نے کندی بتایا کسی نے ازدی کسی نے کنانی کسی نے لیثی کسی نے سلمی ہذلی کہا ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یہ کندی ہیں، ہجرت کے

ل‍ه ایضًا، صلاۃ باب الصلوٰۃ الی العنزۃ ج ۱ ص ۷۱، باب السترۃ بمکۃ وغیرہا ج ۱ ص ۷۲، مناقب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۰۲، مسلم، صلوٰۃ باب السترۃ للمصلی ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ نسائی، طہارت الانتفاع بفضل الوضوء ص ۳۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ، یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِیْ وَقِعٌ فَمَسَحَ

کی خدمت میں لے گئیں پھر عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ یہ بھانجا بیمار ہے اس کے پاؤں میں درد ہے

رَأْسِیْ وَدَعَالِیْ بِالْبَرَکَۃِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِہٖ، ثُمَّ

حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر حضور نے وضو فرمایا میں نے غسالہ مبارکہ پیا۔

دوسرے سال پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے باپ کے ساتھ شریک تھے اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ولادت سنہ ۳ھ میں ہوئی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس ہوئے اور مدینہ طیبہ والوں نے شاندار خیر مقدم کیا تو بچوں کے ساتھ یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اور عبداللہ بن مسعود بن عتبہ اور سلیمان بن ابی خیثمہ کو مدینہ طیبہ کے بازار کا عامل بنایا تھا۔ الاستیعاب میں ان کی عمر چورانوے یا چھیانوے سال لکھی ہے۔ اس حساب سے یہ ۹۰ھ یا ۹۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ویسے ان کا سنہ وصال سن اسی یا اکیانوے لکھا ہے۔ مگر عمر اکانوے یا چورانوے یا چھیانوے سال لکھی ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ اصابہ میں یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ میں یہ سب سے آخر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے والد حضرت یزید اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن السعدی، اپنے ماموں حضرت علاء بن الحضرمی حضرت طلحہ حضرت سعد وغیرہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے امام زہری، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں اور سب بخاری نے ذکر کی ہیں [1]

② **لغات:** وَقِعٌ، یہ وَقِعَ بھی مروی ہے ماضی کا صیغہ یعنی بیمار ہے۔ اور وَقِعٌ، اسم فاعل، اس کے پاؤں میں درد ہے۔ کریمہ کی روایت میں وَجِعٌ ہے۔ یہی اکثر روایت ہے یعنی بیمار ہے الخ، ذھب بہ اور اذھبہ میں فرق بتایا جاتا ہے کہ اذھبہ کے معنی بھی لے جانے کے ہیں مگر یہ مٹانے کے ہم معنی ہے۔ اور ذھب بہ کے معنی ساتھ لیجانے کے ہیں، مگر یہ درست نہیں، قرآن مجید میں ہے ذھب اللہ بنورھم۔ یہاں مٹانے کے معنی میں ہے۔ زِرٌّ، گھنڈی کو بھی کہتے ہیں اور انڈے کو بھی۔ الحجلۃ، دلہن کے لئے گول خیمے کی طرح خوبصورت عمدہ کپڑوں سے جو مکان بناتے تھے جن میں آرائش کے لئے بڑی بڑی گھنڈیاں لگاتے تھے اسے حجلہ کہتے ہیں اور حجلہ چکور پرندے کو بھی کہتے ہیں۔ ہم نے دونوں کی رعایت کرتے ہوئے دونوں ترجمہ کیا ہے۔ ثانی کو ترجیح ہے اس لئے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کبوتر کے انڈے کے مثل وارد ہے۔ یہاں تمثیل صرف مقدار میں ہے۔

---

[1] اصابہ الاستیعاب، جلد دوم، عینی جلد ثالث ص ۷۷،

قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ

پھر حضور کے پیچھے کھڑا ہوا میں نے حضور کے دونوں شانوں کے درمیان حجلہ عروسی کی گھنڈی کے مانند یا چکور کے انڈے کے مانند مہر نبوت کو دیکھا۔

تکمیل باب صفۃ النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں، محمد بن عبد اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے

الحجلة من حجل الفرس الذى بين عينيه [۲] یہ حا کے ضمے اور جیم کے سکون کے ساتھ ہے۔ یہ حجل الفرس سے لیا گیا ہے یعنی وہ سپیدی جو گھوڑے کے دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر نے مقدمے میں فرمایا کہ یہ خطا ہے کیونکہ حجل الفرس اس سپیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے پاؤں میں ہوتی ہے نیز وہیں ابراہیم بن حمزہ سے جو روایت ہے وہ رز الحجلہ ہے پہلے را مہملہ پھر زا معجمہ۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ زِرّ کے معنی گھنڈی کے ہیں۔ انڈا اس کا لازم معنی ہوگا۔ رِزّ کے معنی انڈے کے ہیں، گھنڈی اس کا لازم معنی ہوگا۔ امام بخاری نے جو یہاں فرمایا کہ رِزّ صحیح ہے۔ غالبًا یہ اس بنا پر کہ وہ حجلہ سے پرندہ مراد لیتے ہیں۔

وہیں یہ روایت بھی ہے جعید بن عبد الرحمٰن نے کہا میں نے، سائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا وہ بہت تندرست میانہ قد تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ مجھے یہ کان اور آنکھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ملے ہیں۔ میری خالہ خدمت اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا یہ میرا بھانجہ بیمار رہتا ہے، اس کے لئے دعا فرمادیں تو حضور نے میرے لئے دعا فرمائی۔

خاتم نبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان، بائیں شانے کی نرم ہڈی کے نیچے مہر نبوت تھی، اس سلسلے میں دس صحابۂ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ جو باعتبار معنی مشہور ضرور ہیں، البتہ اس کی تفصیل میں الفاظ مختلف آئے ہیں۔ بخاری میں جو وارد ہے وہ دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ حجلۂ عروسی کی گھنڈی کی طرح تھی۔ یا چکور کے انڈے کے مثل۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ کبوتر کے انڈے کے برابر تھی جس کا رنگ جسم اقدس کے جیسا تھا۔ ترمذی میں انھیں کی حدیث میں ہے کہ سرخ رنگ، سخت گوشت کا ایک ابھار کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔ نیز مسلم میں حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بائیں مونڈھے

---

[۱] ایضا صفۃ النبی باب و باب خاتم النبوۃ ج ۱ ص ۵۰۱۔ دعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ ج ۲ ص ۹۴۰۔ مرضی، باب من ذھب بالصبی المریض لیدعی لہ ج ۲ ص ۸۴۷۔
مسلم، فضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ ج ۲ ص ۲۵۹، ترمذی، فضائل باب فی خاتم النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۵۔
[۲] بخاری ج ۱ ص ۵۰۱۔

کی نرم پتلی ہڈی کے پاس ایک مٹھی ابھرے ہوئے تل تھے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ سیب کے مثل تھی۔ شمائل ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ابھرا ہوا گوشت تھا۔ حاکم کی حدیث میں ہے، کچھ بال اکٹھے تھے۔ عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ مہر کے مثل تھی۔ تاریخ نیشاپور میں ہے۔ گوشت کی "گولی" کے مثل تھی جسمیں گوشت ہی سے لکھا تھا محمد رسول اللہ ابن عابد کی مولد میں ہے۔ کہ یہ ایک چمکدار نورانی شئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی الفاظ آئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ مہر نبوت کبوتر یا چکور کے انڈے کے برابر تھی، جو جسم اقدس سے ابھری ہوئی تھی۔ اسمیں سیاہ تلوں کے مثل ابھار سے محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس سے نور چمکتا تھا۔ اس کا اصل رنگ وہی تھا جو جسم اقدس کا تھا یعنی سرخ سفید مگر سیاہ ابھار سے محمد رسول اللہ بنا ہوا تھا۔ اس پر بال بھی تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وصال کے بعد مہر نبوت اٹھالی گئی تھی۔ یہ بائیں شانے کے متصل گردن کی جڑ کے قریب تھی۔ یہ مہر نبوت پیدائشی تھی یا بعد میں لگائی گئی، دونوں قول ہیں، تفصیل عینی میں مذکور ہے۔

یہ مہر نبوت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان خصوصی نشانیوں میں ہے جو کتب سابقہ میں مرقوم تھیں حضرت سلمان فارسی نے جب دوسرے دن ہدیہ پیش فرمایا حضور نے اسے قبول فرمالیا، تو انھوں نے پشت مبارک میں مہر نبوت دیکھی اور ایمان لائے۔[1]

بحیرا راہب نے کہا:۔

انی اعرفہ بخاتم النبوۃ اسفل من غضروف کتفہ مثل التفاحۃ [2]	میں انھیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے۔

مدارج میں ہے کہ دیگر انبیاء کرام کے ہاتھوں میں مہر نبوت ہوتی تھی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پشت مبارک میں تھی۔ یہ اشارہ ختم نبوت کی طرف تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ جہاں مہر نبوت تھی وہیں سے شیطان کی مداخلت ہوتی ہے۔ مہر نبوت کی وجہ سے شیطان کی مداخلت کی گنجائش نہ رہی۔

مطابقت باب سے مطابقت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ "من وضوئہ" سے مراد وہ پانی لیا جائے جو وضو کرتے وقت گرتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی صف میں رکھا جائے اور

---

[1] شمائل ترمذی [2] ترمذی باب فی بدء النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۲،

(۴۳) ت

تَوَضَّأَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ بِالْحَمِیْمِ[1] وَمِنْ بَیْتِ نَصْرَانِیَّۃٍ[2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرم پانی اور نصرانی عورت کے گھر کے پانی سے وضو فرمایا

یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ وضو کے معنی میں یہ بھی احتمال ہے کہ مراد وہ پانی ہو جو وضو کے بعد بچ گیا ہو۔ اور ہم بتا آئے کہ جب احناف کے نزدیک فضلات مبارکہ تک طاہر ہیں تو ماء مستعمل بدرجہ اولیٰ طاہر ہوگا۔

علاوہ ازیں احناف ماء مستعمل کو نجس نہیں کہتے۔ طاہر مانتے ہیں۔ اس لئے یہ حدیث کسی طرح احناف کے معارض نہیں۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ احناف ماء مستعمل کا پینا مکروہ بتاتے ہیں اور یہاں حضرت سائب نے یہ ماء متبرک پیا۔ اس کا جواب وہی ہے کہ بحث عام انسانوں کے استعمال کردہ پانی کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استعمال فرمودہ پانی کی نہیں۔ وہ بہرحال طاہر مطہر ہے ظاہر کا بھی مطہر ہے اور باطن کا بھی۔

مسائل | کسی بھی مرض یا تکلیف کے ازالے کے لئے "دم کرانا" جائز ہے، بشرطیکہ جو پڑھ کر دم کیا جائے اسمیں کوئی کلمہ خلاف شرع نہ ہو، علماء صلحاء کے پاس دم کرانے کے لئے لیجانا جائز ہے۔ برکت کیلئے کسی کے سر پہ ہاتھ پھیرنا سنت ہے۔

تشریحات (۴۳)

امام بخاری نے باب یہ باندھا "مرد کا عورت کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا"۔ باب کے بعد تعلیق مذکور ذکر کی۔ اس تعلیق کا باب سے کیا علاقہ ہے وہ خادم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں پانیوں میں یہ احتمال تھا کہ کسی عورت نے اسے استعمال کیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دریافت کر لینا چاہئے تھا تاکہ ان کا شبہہ باقی نہ رہ جاتا۔ شبہات سے بچنا محمود ہے، من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ۔ حضرت عمر نے یہ دریافت نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ عورت کے استعمال کردہ پانی سے وضو جائز ہے لیکن یہ طفلانہ بات ہے، کیا نصرانیہ کے پانی میں یہ شبہہ نہیں کہ وہ ناپاک ہو حضرت عمر نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ پانی پاک ہے کہ ناپاک، تو کیا کوئی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ کہدے کہ ناپاک پانی سے بھی وضو جائز ہے۔

یہ دونوں دو تعلیق ہیں یا ایک۔ کریمہ کی روایت میں واؤ نہیں۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی تعلیق ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں، دو مستقل تعلیق ہیں جیسا کہ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی۔

گرم پانی سے وضو بالاتفاق جائز ہے، صرف امام مجاہد کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ پانی آگ پر گرم کیا جاتا ہے اور

---

[1] سعید بن منصور و عبد الرزاق ، [2] امام شافعی عبد الرزاق ،

حدیث (۱۴۲)

کان الرجال والنساء یتوضؤن جمیعا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آگ جہنم کا جز ہے، وہیں سے آئی ہے جیساکہ حدیث میں ہے۔

نارکم جزء من سبعین جزء من نار جہنم [1] تھاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر جز میں سے ایک جز ہے۔

اس لئے گرم پانی کے استعمال میں ایک گونہ جہنم سے علاقہ ہے۔ عبادات میں یہ علاقہ بھی اچھا نہیں۔ مگر یہ انکا استدلال ظاہر ہے کہ لائق التفات نہیں۔ اگر آگ پر گرم کئے ہوئے پانی کے استعمال میں جہنم سے ایک گونہ علاقہ ہے تو پکے ہوئے کھانے میں بھی یہ علاقہ ہے اس لئے اس سے بھی اجتناب لازم ہے۔ علاقہ جہنم سے مطلقاً اجتناب لازم ہے خواہ عبادات ہوں خواہ معاملات۔ حق یہ ہے کہ آگ اگرچہ جہنم سے آئی ہے مگر یہ بھی نعمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَرَاَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَہَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ (واقعہ ۷۱، ۷۲) بتاؤ وہ آگ جسے تم جلاتے ہو کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

اگر آگ نعمت نہ ہوتی تو اس کی عطا پر احسان نہیں جتایا جاتا۔

باب کا فائدہ اس عہد میں عورت کی جو حیثیت تھی اسکے پیش نظر اسے یہ اعزاز دیناکہ وہ مرد کے ساتھ وضو یا غسل کرے بہت مستبعد تھا، نیز اس کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا مرد کے لئے بہت مشکل تھا۔ علاوہ ازیں کسی کے وضو یا غسل سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنا طبیعت پر گراں بھی ہوتا ہے، اس کے ازالے کیلئے یہ باب باندھا۔

غیر مسلم کے گھر کے پانی کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں خصوصاً جبکہ دوسرا پانی نہ ہو، اسلئے کہ پانی کی اصل طہارت ہے۔ جب تک دلیل سے یہ ثابت نہ ہوجائے کہ پانی ناپاک ہے اسے پاک ہی مانا جائے گا۔ البتہ دوسرا پانی ہوتے ہوئے کسی کافر کے گھر کا پانی نہ استعمال کیا جائے، یہی بہتر ہے۔

تشریحات (۱۴۲)

مطابقت باب کے پہلے جز پر اس حدیث کی دلالت صریح ہے اور دوسرے جز پر التزامی۔ وہ اس طرح کہ جب عورت نے ایک بار برتن سے پانی لے لیا تو برتن کے باقی ماندہ پانی پر یہ صادق آیا کہ وہ عورت کے

[1] مشکوٰۃ ص ۵۰۲،

يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا
کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کرتے تھے

استعمال سے بچا ہوا ہے۔

لیکن امام بخاری نے جتنا حصہ ذکر کیا ہے اسمیں یہ مذکور نہیں کہ مرد اور عورت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے اسلئے باب کے کسی جزء پر حدیث کی دلالت نہ ہوئی۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ دار قطنی نے بطریق "محمد بن نعمان"، جو روایت کی ہے اسمیں "من المیضاۃ" زائد ہے۔ نیز قعنبی اور ابن وہب کی روایت میں "فی الاناء الواحد" وارد ہے۔ نیز ابوداؤد میں بطریق ایوب "من اناء واحد" مروی ہے۔ اب بات صاف ہو گئی کہ مرد اور عورت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے، اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔

اقول: ہم اس پر کئی بار عرض کر آئے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کا جتنا حصہ ذکر کیا ہے وہ باب کے مطابق نہیں اور گفتگو یہی ہے کہ امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے یہ باب کے مطابق نہیں۔ یہ اپنی جگہ درست رہا دوسری کتابوں میں مذکور احادیث سے باب کی مطابقت ہو بھی گئی تو اس سے امام بخاری کو کیا فائدہ۔ ہاں بخاری میں کہیں یہ اضافہ ہوتا تو دوسری بات تھی۔

باب کا فائدہ بعض احادیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سعید بن میسب اور امام حسن نے فرمایا کہ عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل مطلقاً مکروہ ہے۔ داؤد ظاہری اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اگر تنہا عورت نے کوئی پانی استعمال کیا ہو تو بچا ہوا پانی مرد کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

احناف اور امام مالک اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً بلا کراہت مرد کو یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے خواہ عورت نے تنہا استعمال کیا ہو خواہ مرد کے ساتھ۔ خواہ جنبی اور حائضہ ہو خواہ پاک ہو۔ مرد و عورت ساتھ پانی لیں یا آگے پیچھے۔ خواہ پہلے پانی لینا عورت شروع کرے یا مرد۔

جسطرح عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل جائز ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل بلا کراہت درست ہے۔

ایک توضیح حدیث کے ظاہر سے متبادر ہوتا ہے کہ جس طرح زوجین اور محارم اکٹھے ہو کر ایک برتن سے وضو کرتے تھے اسی طرح غیر محارم مرد و عورت بھی اکٹھے ہو کر وضو کرتے تھے۔

حدیث (۱۴۳)

صب علی من وضوئہ فعقلت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں بیمار تھا رسول اللہ

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ، پردے کے حکم سے پہلے کی بات ہے۔ پردے کے حکم کے بعد اجنبی مرد وعورت کا اکٹھے ہوکر وضو کرنا ممنوع ہوگیا اور زوجین اور محارم کا باقی رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تعمیم میں قطعی نہیں۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ میاں بیوی اور محارم اکٹھے وضو کرتے تھے۔ اس صورت میں بھی یہ کہنا درست ہے کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ہوکر ایک برتن سے وضو کرتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ''جمیعًا'' دو معنی میں آتا ہے۔ ایک کلھم کے دوسرے معًا کے جب اسے معًا کے معنی میں لیں گے تو معنی یہ ہوں گے کہ مرد وعورتیں اکٹھے ایک ساتھ وضو کرتی تھیں۔ اور وہ اعتراض وارد ہوگا۔ اور اگر اسے ''کلھم'' کے معنی میں لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ سب لوگ ایک برتن سے وضو کرتے تھے، اگرچہ باری باری یکے بعد دیگرے۔ اب یہ لازم نہیں آیا کہ مرد اور عورتیں ایک ساتھ وضو کرتی تھیں۔ ہو سکتا ہے مرد پہلے وضو کر لیتے ہوں اور عورتیں بعد میں کرتی ہوں یا اس کے برعکس پہلے عورتیں وضو کر لیتی ہوں اور بعد میں مرد کرتے ہوں۔

تشریحات (۱۴۳)

محمد بن منکدر تیمی، قرشی علم وزہد میں جامع مشہور تابعی ہیں۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں، منکدر کے صاحبزادے ہیں۔ ایک دفعہ منکدر، ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تنگدستی کی شکایت کی حضرت ام المومنین نے فرمایا پہلی فتوحات جو آئے گی وہ تمھاری ہے۔ اتفاق سے پہلی بار دس ہزار درہم آئے یہ سب منکدر کو دیدیا۔ انھوں نے ایک لونڈی خریدی جس سے محمد پیدا ہوئے۔ ان کا ۱۲۱ھ میں وصال ہوا۔

لغات کلالۃ۔ زمخشری نے کہا، کلالہ کا اطلاق تین معنوں پر ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ دادا۔ اولاد اور باپ دادا کے علاوہ دوسرے وارثین۔ والدیت اور ولدیت کے علاوہ دوسرے رشتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، ایسے شخص کے ترکے کو بھی کہتے ہیں جس کے باپ دادا اور اولاد نہ ہو۔ یہاں مراد دوسرا معنی ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا مَرِيْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّاَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے مجھے ہوش نہ تھا حضور نے

وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْئِهِ، فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لِمَنِ

وضو فرمایا اور وضو[۱] سے بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا جس سے میں ہوش میں آگیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ

الْمِيْرَاثُ[۲] اِنَّمَا يَرِثُنِيْ كَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْفَرَائِضِ عہ

میری میراث کس کو ملے گی میرا وارث کلالہ ہے۔ تو آیت فرائض نازل ہوئی۔

جیساکہ فرائض میں ہے کہ حضرت جابر نے عرض کیا، انما لی اخوات، میری صرف بہنیں ہیں۔ فرائض، فریضۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی مقرر شدہ کے ہیں۔ یہاں میراث میں مقررہ حصہ مراد ہے باب عیادۃ المغمی علیہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر بھی ساتھ تھے۔ دونوں حضرات پیدل آئے تھے۔ جب تشریف لائے تو مجھ پر بیہوشی طاری تھی۔

(۱) یہاں دونوں احتمال ہیں کہ وضو سے جو پانی برتن میں بچ گیا تھا اسے ڈالا۔ یا وضو کرنے میں جو پانی اعضا مبارکہ سے گرا، اسے ڈالا۔ ظاہر دوسرا احتمال ہے اسلئے پہلے پانی میں بھی اگرچہ شفا ہے، مگر جسم اقدس سے مس ہونے کے بعد پانی میں جو بات ہوگی وہ پہلے پانی میں کہاں؟ امام بخاری کا بھی رجحان یہی ظاہر ہو رہا ہے اس لئے کہ وہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ماء مستعمل پاک ہے، اور مستعمل دوسرا ہی پانی ہے، نہ کہ پہلا ہم بار بار بتا آئے کہ ماء مستعمل کی طہارت کا قول نہ ہمیں مضر اور نہ امام بخاری کا استنباط درست۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عامۂ مومنین کا قیاس، قیاس مع الفارق۔

(۲) یہاں یائے متکلم محذوف ہے جس کے عوض الف لام ہے۔ مراد یہ ہے کہ میری میراث کسے ملے گی جبکہ میرے وارثین میں صرف بہنیں ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت جابر کا مقصود یہ رہا ہو کہ کیا میں اپنا مال صدقہ کردوں؟ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور نے فرمایا تم اس بیماری میں نہیں مروگے۔ ۳؎

مسائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسالہ مبارکہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شافی امراض ہیں۔ علامہ عینی نے اسی حدیث کے تحت لکھا:۔

عہ ایضا المرضی باب عیادۃ المغمی علیہ جلد ۲ ص ۸۴۴۔ باب وضوء العائد للمریض جلد ۲ ص ۸۴۷ الفرائض میراث الاخوۃ والاخوات جلد ۲ ص ۹۹۸۔ مسلم، فرائض۔ نسائی۔ طہارت۔ تفسیر طب۔
۳؎ فیوض الباری جلد اول ص ۲۳۲۔

حدیث (۱۴۴)

غسل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدیہ ووجہہ فی الماء ومج فیہ

عَنْ اَبِی مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگایا

فِیْہِ مَاءٌ، فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْہَہٗ فِیْہِ وَمَجَّ فِیْہِ (وَزَادَ قَبْلَ صَفْحَۃٍ

جسمیں پانی تھا، حضور نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں

تَعْلِیْقًا) ثُمَّ قَالَ لَھُمَا اِشْرَبَا مِنْہُ وَاَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْھِکُمَا وَنُحُوْرِکُمَا [۱]

(ابوموسیٰ اور بلال) سے فرمایا اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔

ببرکۃ ید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یزیل کل علۃ۔ [۲] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت ہر بیماری کو دور کر دیتی ہے۔

بیماروں کی عیادت سنت ہے۔ بڑوں کو چھوٹوں کی بھی عیادت کرنی چاہیئے۔

تشریحات (۱۴۴)

تکمیل پوری حدیث یوں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جِعِرَّانہ میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے اقامت پذیر تھے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا اور بلال بھی ساتھ تھے۔ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا، مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو۔ حضور نے فرمایا تجھے بشارت ہو۔ اعرابی نے کہا۔ آپ اَبْشِرْ بہت کہہ چکے۔ حضور غضبناک حالت میں ابوموسیٰ اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اس نے بشارت رد کر دی تم لوگ قبول کرو۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم نے قبول کیا۔ اس کے بعد ایک پیالہ منگایا جسمیں پانی تھا۔ اس پیالے میں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسمیں کلی کی، پھر فرمایا، تم دونوں اسمیں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہرے اور سینے پر ڈال لو۔ ان دونوں نے پیالہ لیا اور تعمیل حکم کیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ (پردے میں تشریف فرما تھیں) پردے ہی میں سے فرمایا اپنی ماں کیلئے بھی بچالینا۔ ان لوگوں نے ان کے لئے تھوڑا سا بچالیا۔

تسامح اس حدیث کے ابتدائی حصے میں یہ ہے کہ مکے اور مدینے کے درمیان جعرّانہ میں فروکش تھے۔

---

[۱] ایضا مغازی: باب غزوۃ طائف جلد ثانی ص ۶۲۰۔ مسلم باب من فضائل ابی موسیٰ وابی عامر جلد ثانی ص ۳۰۳۔

[۲] جلد ثالث ص ۸۷۔

حدیث (۱۴۵)

اذا اشتدّ وجع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے کہا

حالانکہ جعرانہ مکے اور مدینے کے مابین نہیں مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے۔ [1]

مطابقت | یہ حدیث پہلے تعلیقا، باب استعمال فضل وضوالناس میں ذکر فرمائی تھی۔ اس حدیث میں وضو کا ذکر نہیں صرف ہاتھ اور منہ دھونے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے بظاہر یہ باب کے مطابق نہ ہوئی، علامہ عینی نے فرمایا جب اس پیالے میں ہاتھ اور منہ دھویا تو پانی مستعمل ہوگیا اور اسے استعمال فرمایا تو ثابت ہوگیا کہ ماء مستعمل کا استعمال درست ہے۔ وضو سے بھی پانی مستعمل ہی ہوتا ہے۔ تو جیسے یہ ماء مستعمل لائق استعمال ہے اسی طرح وضو کرنے سے جو پانی مستعمل ہو وہ بھی لائق استعمال ہے۔ اس پر ہم بار بار عرض کر چکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استعمال فرمودہ پانی خارج از بحث ہے۔ اس لئے اس سے عام لوگوں کے استعمال کردہ پانی کے لائق استعمال ہونے پر استدلال ساقط۔ پھر اس حدیث کو مسندًا باب الغسل والوضو فی المخضب والقدح میں ذکر فرمایا۔ اس حدیث میں نہ وضو کا ذکر ہے نہ غسل کا۔ اس لئے اس باب سے بھی اس حدیث کو کوئی مطابقت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے برکت کے لئے اس میں ہاتھ اور منہ دھویا پھر کلی کی۔ غسل تو بہت دور ہے وضو بھی مذکور نہیں۔

تشریحات (۱۴۵) تکمیل: باب انما جعل الامام لیوتم بہ میں یوں مذکور ہے کہ عبید اللہ نے کہا میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا آپ ہم سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض کے حالات نہیں بیان فرمائیں گی؟ ارشاد فرمایا ضرور بیان کروں گی۔ جب نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مرض بہت بڑھ گیا۔ دریافت فرمایا لوگوں نے نماز پڑھ لی، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حکم دیا کہ میرے لئے لگن میں پانی رکھو، ہم نے ایسا کیا۔ حضور نے غسل فرمایا۔ چاہا کہ کھڑے ہو جائیں کہ بیہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو پھر پوچھا۔ لوگ نماز پڑھ چکے ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، پھر فرمایا، میرے لئے لگن میں پانی رکھو، ہم نے رکھا حضور نے غسل فرمایا، غسل سے فارغ ہو کر چاہا کہ کھڑے ہوں کہ پھر بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو پھر پوچھا، لوگوں نے نماز پڑھ لی، ہم نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے رکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور غسل فرمایا۔ غسل کے بعد چاہا کہ کھڑے ہوں کہ پھر بیہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا، لوگ نماز پڑھ چکے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی

[1] قسطلانی، نولکشور۔ باب غزوۂ طائف جلد سادس ص ۳۳۳۔

لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اِسْتَاذَنَ اَزْوَاجَهُ
جب نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو حضور نے
فِي اَنْ يُّمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَاَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ میرے گھر میں حضور کی تیمارداری کیجائے، سب نے حضور کو اجازت دیدی، اس کے بعد

نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور نے ایک شخص کو ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ نماز پڑھادیں۔ فرستادہ (حضرت بلال) ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو فرمان پہنچا دیا۔ حضرت ابوبکر رقیق القلب انسان تھے حضرت عمر سے کہا تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمر نے کہا آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان دنوں، (تین دن) ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضور نے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو ظہر کی نماز کے لئے حضرت عباس اور ایک اور شخص کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، اور ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر نے تشریف آوری کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو پیچھے نہ ہٹو۔ اور سہارا دینے والوں کو حکم دیا کہ مجھے ابوبکر کے پہلو میں بیٹھا دو۔ ان لوگوں نے ان کے پہلو میں حضور کو بائیں طرف بیٹھا دیا۔ ابوبکر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدا میں۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز کے بعد حضور نے خطبہ دیا۔ مرض وصال اور حضرت ابوبکر کو امام بنانے کی پوری تفصیل اس کے باب میں آئے گی۔ یہاں صرف حدیث عبیداللہ بن عبداللہ کی تکمیل مقصود ہے۔ اس حدیث سے متعلق ابحاث بھی وہیں مذکور ہوں گی۔

ایک توجیہ حضرت ام المومنین نے حضرت علی کا نام نہیں لیا۔ اس کی علت عام شراح یہ بتاتے ہیں کہ واقعہ افک میں چونکہ حضرت ام المومنین کی صفائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہدیا تھا کہ ان کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں۔ اس کی وجہ سے ام المومنین حضرت علی سے کبیدہ خاطر تھیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ واقعہ جمل کیوجہ سے آزردہ خاطر تھیں۔ اس پر اس خادم کی عرض یہ ہے کہ حضرت ام المومنین کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کینہ رکھیں۔ اصلی معاملہ یہ ہے کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی میں فضل بن عباس کا نام ہے کسی میں حضرت اسامہ کا، کسی میں بریرہ اور لوبہ کا۔ ہوسکتا ہے حضرت علی اور حضرت اسامہ، حضرت فضل بن عباس نے باری باری سہارا دیا ہو۔ اور حضرت عباس نے شروع سے آخیر تک اس لئے حضرت عباس کا تو نام لیا اور ان تینوں کی تعبیر ورجل اخر سے کردی۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ یہ نماز ظہر تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ نماز فجر تھی۔ اسی طرح کچھ روایتوں میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر مقتدی اور مبلغ۔ دوسری روایتوں میں کہ امام حضرت ابوبکر ہی تھے حضور مقتدی تھے۔ چنانچہ اسود نے حضرت ام المومنین ہی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ مسروق کی روایت میں انھیں کا یہ قول ہے کہ، مرض وصال میں ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ بیہقی نے اس کا یہ جواب دیا کہ جس نماز میں حضور امام تھے وہ نماز ظہر تھی۔ ہفتے یا یکشنبہ کے دن، اور جو حضرت ابوبکر کے

بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ		
نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو آدمیوں حضرت عباس اور ایک اور صاحب کے سہارے نکلے		
قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي		
اس طرح کہ حضور کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے، عبید اللہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس		
مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ، قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَتْ		
کو بتایا تو انھوں نے پوچھا تم جانتے ہو دوسرے صاحب کون تھے، میں نے کہا نہیں، فرمایا وہ علی ابن		
عَائِشَةُ تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ		
ابی طالب تھے، حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں میرے گھر آنے کے بعد نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		

پیچھے پڑھی وہ یوم وصال کی فجر تھی۔

اس تفصیل کے بعد بہت سے تعارض رفع ہو گئے۔ مثلاً یہاں کی روایت میں ہے کہ نہلانے سے مرض میں تخفیف ہو گئی اور حضور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور باب انما جعل الامام لیوتم بہ میں ہے کہ تین بار نہلانے کے بعد بھی مرض کی شدت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اسی طرح سہارا دینے والوں کے نام کے اختلاف میں بھی یہ تطبیق دی جا سکتی ہے۔ ایک بات قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ یہاں دو مواقع ہیں ایک تو ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر سے حضرت عائشہ کے گھر لانا، اور ایک حجرۂ عائشہ سے نماز کے لئے مسجد میں لانا۔ ان دونوں میں خلط ہو جانے سے بھی اشکال پیدا ہو سکتا ہے۔

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک نماز میں ایک ہی جماعت کے دو امام نہیں ہو سکتے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دو امام ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں امام حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت ابو بکر مقتدی مکبر و مبلغ تھے۔

مرض کی یہ شدت وصال سے تین دن قبل عشا کے وقت ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر نے سترہ وقت کی نمازیں[1]، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں پڑھائیں ان میں سے دو نمازوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوئے، ایک میں امام ہوئے ایک میں مقتدی۔ اس حساب سے مرض کی شدت پنجشنبہ کے بعد جمعہ کی رات میں ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ مرض کی ابتدا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے ہوئی تھی۔[2] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت میمونہ کے گھر سے ابتدا ہوئی۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ حقیقت میں مرض کی ابتدا حضرت صدیقہ کے گھر ہوئی۔ مرض میں شدت حضرت میمونہ کے گھر سے ہوئی جس کے بعد اجازت لے کر حضرت صدیقہ کے گھر تشریف لائے۔

مسائل | علامہ عینی نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ازواج مطہرات کے مابین عدل واجب تھا۔

[1] مدارج النبوۃ جلد ثانی مطبوعہ نولکشور تقطیع خورد ص ۵۴۳ ۔ [2] مسلم جلد اول ص ۱۷۸ ،

مَادَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ
کا مرض بڑھ گیا تو فرمایا سات ایسی مشکوں سے میرے اوپر پانی بہاؤ جن کے منھ کھولے
أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ
نہ گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کو وصیت کرسکوں حضرت حفصہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ
زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ
کی لگن میں حضور کو بٹھایا گیا پھر ہم سب حضور پر پانی ڈالنے لگیں یہاں تک کہ حضور
حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ [۱]
اشارہ فرمانے لگے تم اپنا کام کر چکیں اس کے بعد حضور باہر تشریف لے گئے

مگر یہ صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ۔ ان میں سے جسے چاہو اپنے سے دور رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو۔ احزاب (۵۱)

اس سے ثابت کہ حضور پر ازواج کے مابین برابری واجب نہیں تھی مگر یہ غایت کرم تھا کہ برابری کرتے یہانتک کہ بیماری میں بھی۔ اور جب بہت کمزور ہوئے تو اجازت لے کر حضرت صدیقہ کے گھر قیام فرمایا ورنہ اجازت لینے کی کیا حاجت تھی۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک سوتن اپنی باری دوسرے کو دیدے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ تمام ازواج سے زیادہ محبت تھی۔ نیز ثابت ہوا کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اور مقتدی قیام پر قادر ہوں تو مقتدیوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہئے۔ یہی اخیر عمل ہے اس سے وہ حدیث منسوخ ہے جسمیں ہے کہ جب امام بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھکر پڑھو۔ نیز ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل اور اعلم ہیں اور وہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت علی نے فرمایا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کیا۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کی افضلیت ثابت ہوئی۔ جماعت کے ساتھ نماز کی اہمیت ظاہر ہوئی کہ اس کے باوجود کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت علیل تھے مسجد میں تشریف لے جانے کی قوت نہ تھی مگر تدبیر کرکے دوسروں کے سہارے مسجد میں نماز باجماعت کے لئے تشریف لے گئے۔

امام بخاری نے اگرچہ باب یہ باندھا ہے کہ لگن میں غسل اور وضو، مگر مقصود ان کا وہی ہے کہ ماء مستعمل پاک ہے اور

---

[۱] ایضا، صلاۃ باب حد المریض یشهد الجماعة جلد اول ص ۹۲-۹۱۔ باب انما جعل الامام لیوتم به ص ۹۵۔ هبة باب هبة الرجل لامرأة والمرأة لزوجها جلد اول ص ۳۵۲۔ جهاد۔ باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جلد اول ص ۴۳۷۔ مغازی۔ باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ووفاته جلد ثانی ص ۶۳۹، الطب، باب، جلد ثانی ص ۸۵۱ مسلم، الصلوٰۃ باب استخلاف الامام جلد اول ص ۱۷۸، ۱۷۷، نسائی، الایتمام بالامام یصلی قاعدا ص ۱۳۴۔ دارمی، مقدمه ۱۴، صلوٰۃ ۴۴، مسند امام احمد۔

حدیث (۱۴۶)

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْسِلُ

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم غسل کرتے تھے

اس پر ہماری وہی عرض ہے جو بار بار گزر چکی، امام بخاری نے باب یہ باندھا تھا کہ لکڑی یا پتھر کی لگن اور پیالے میں غسل اور وضو۔ اس میں چار حدیثیں ذکر کیں، ان میں سے دو حدیثیں گزر چکیں ہیں۔ پہلی حدیث انس ہے، اس میں یہ ہے کہ "حضور کی خدمت میں پتھر کی ایک چھوٹی لگن لائی گئی"۔ دوسری حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جس میں ہے کہ "ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پانی تھا"

تیسری حدیث حضرت عبد اللہ بن زید کی ہے جسمیں ہے کہ "تانبے کے ایک چھوٹے برتن (طشت) میں پانی پیش کیا گیا"

چوتھی حضرت ام المومنین کی ہے جسمیں یہ ہے کہ "ہم نے حضور کو حفصہ کی ایک لگن میں بیٹھایا"، پہلی حدیث میں تو بتصریح مذکور ہے کہ پتھر کی ایک لگن پیش کی گئی۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ پتھر کی لگن کا استعمال درست ہے۔ رہ گیا لکڑی کے برتن کا استعمال۔ وہ قدح سے ثابت۔ اس لئے کہ قدح اکثر لکڑی کے بنے ہوئے پیالے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے ابن اثیر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

تشریحات (۱۴۶) صاع اور مُد امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور امام ابویوسف وائمہ ثلثہ نے فرمایا۔ پانچ رطل اور تہائی رطل کا (۵ ⅓)۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ چار مُد کا ایک صاع البتہ مُد کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک ایک مُد دو رطل کا۔ اور امام ابویوسف وغیرہ کے یہاں ایک رطل اور تہائی رطل کا (۱ ⅓)

ایک رطل بیس استار کا۔ ایک استار ساڑھے چار مثقال اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشے[1] انگریزی روپیہ ڈھائی مثقال یعنی سوا گیارہ ماشے۔ اس حساب سے ایک رطل چھتیس روپئے بھر۔ اور ایک مُد بہتر روپے بھر اور صاع انگریزی روپے سے دوسو اٹھاسی روپے بھر ہوا۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک مُد اڑتالیس روپے بھر اور صاع ایک سو بانوے بھر۔ امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو ایک صاحب نے جن پر مجھے اعتماد تھا ایک صاع نکالا اور بتایا کہ یہ صاع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ میں نے اسے ۵ ⅓ رطل پایا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ صاحب امام مالک تھے۔ اسی طرح علی بن مدینی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع کو جانچا تو ۵ ⅓ رطل پایا۔

[1] شامی جلد دوم ص ۶۷۔

أَوْكَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَىٰ خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ [1]
ایک صاع سے لے کر پانچ مُد تک سے اور ایک مُد سے . وضو کرتے

امام اعظم وغیرہ کی دلیل یہ احادیث ہیں، ابن عدی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضاء بالمد رطلین۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد دو رطل سے وضو فرماتے تھے۔

دوسری حدیث دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضاء بالمد رطلین[2] ویغتسل بالصاع ثمانیۃ ارطال — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد دو رطل سے وضو فرماتے اور ایک صاع آٹھ رطل سے غسل فرماتے۔

وضو میں پانی کی مقدار اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ حدیث اول۔ یہی زیر بحث حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع سے لے کر پانچ مُد تک سے غسل فرماتے تھے اور ایک مُد سے وضو۔

حدیث دوم صحیح مسلم[3]، مسند امام احمد، جامع ترمذی[4]، شرح معانی الآثار[5] امام طحاوی میں حضرت سفینہ، اور مسند امام احمد و سنن ابوداؤد[6] و طحاوی[7] میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتابوں میں بطرق کثیرہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے"۔

اکثر احادیث میں یہی ہے۔ حضرت انس والی حدیث طحاوی میں یوں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد پانی سے پورا پورا وضو فرما لیتے اور قریب تھا کہ کچھ بچ رہتا"۔

حدیث سوم، ابو یعلی، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند ضعیف یہ روایت کیا۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدھے مُد سے وضو فرمایا"۔

حدیث چہارم: سنن ابوداؤد[8] و نسائی[9] میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کی مقدار پانی تھا"۔

حدیث پنجم: ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم کی صحاح میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث آئی ہے۔

---

[1] مسلم جلد اول، حیض باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۹۔

[2] طحاوی جلد اول ص ۳۲۳۔ [3] جلد اول باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۹۔

[4] جلد اول باب الوضوء من المد ص ۹۔ [5] باب وزن الصاع ص ۳۲۳۔ [6] جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳۔ [7] شرح معانی الآثار جلد اول باب وزن الصاع کم ھو ص ۳۲۳۔

[8] جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳۔

[9] جلد اول باب القدر الذی یکفی من الماء للوضوء ص ۲۴۔

" انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مد سے وضو فرمایا"۔

حدیث ششم:۔ مسلم[۱]، سنن ابوداؤد[۲]، نسائی[۳] وطحاوی[۴] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث آئی ہے:

" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ مکوک سے غسل فرماتے"۔

تطبیق: راجح یہ ہے کہ مکوک سے مراد مد ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی[۵] نے تصریح کی ہے۔ اب اس حدیث اور حدیث اول کا حاصل قریب قریب ایک ہی ہوا۔ حدیث اول ودوم میں تطبیق یہ ہے کہ چار مد ایک صاع غسل کے لئے تھا اور ایک مد غسل کے وضو کے لئے۔ اس طرح غسل میں پانچ مد صرف ہوئے۔ ان سب احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو میں اعضا کبھی ایک بار دھوئے ہیں کبھی دو دو بار اور کبھی تین تین بار۔ یہی عادت کریمہ تھی۔ پانیوں کی مقدار کا اختلاف اسی اعتبار سے ہے۔ جب اعضا ایک بار دھوئے تو تہائی مد پانی صرف ہوا۔ جب دو دو بار دھوئے تو دو تہائی صرف ہوا۔ جب تین تین بار دھوئے تو پورا ایک مد صرف ہوا۔

غسل میں پانی کی مقدار غسل میں کم سے کم پانی کی مقدار وہ ہے جسے امام مسلم[۶] نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتی ہیں:۔

"میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسے برتن سے جو تین مد پانی کی گنجائش رکھتا نہا لیتے"۔

توجیہ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اسی تین مد پانی سے ساتھ ساتھ نہا لیتے، یہ بعید از قیاس ہے کہ ڈیڑھ مد پانی سے غسل ہو سکے اس لئے علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں صحیح توجیہ وہ ہے جو امام قاضی عیاض نے فرمائی کہ یہ ہر ایک کے جدا جدا غسل کا بیان ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسی برتن سے حضور بھی غسل فرما لیتے اور میں بھی۔ ایک ساتھ مراد نہیں۔ اور وہ جو دوسری روایتوں میں آیا ہے کہ فرماتی ہیں کہ:۔

"میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ ہم دونوں کے ہاتھ باری باری اسمیں پڑتے۔ کبھی حضور مجھ سے سبقت کرکے پانی لے لیتے تو میں کہتی میرے لئے بھی رہنے دیں، کبھی میں لے لیتی تو حضور فرماتے میرے لئے بھی رہنے دو"۔[۷]

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیشہ ایک ہی برتن سے غسل نہیں فرماتے تھے۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے برتن تھے۔ پہلی والی حدیث میں جو برتن مذکور ہے وہ چھوٹا تھا اور یہاں برتن بڑا رہا ہوگا جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کم از کم تین مد پانی سے غسل فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ کی مقدار وہ ہے جو صحیح مسلم[۸]، موطا امام مالک وسنن ابوداؤد[۹] میں انھیں

---

[۱] جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۹، [۲] جلد اول باب مایجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳

[۳] جلد اول باب القدر الذی یکفی بہ الرجل من الماء للوضوء ص ۲۳۔ [۴] جلد اول باب قدر الصاع ص ۳۲۳ [۵] ایضا ص ۳۲۳

[۶] جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی الجنابۃ ص ۱۴۸ [۷] بخاری ومسلم بنقص وزیادۃ۔

[۸] مسلم جلد اول قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸،

[۹] جلد اول باب فی مقدار الماء الذی یجزی فی الغسل ص ۳۷،

ام المومنین حضرت صدیقہ سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک "فرق" سے غسل فرماتے"[1]

فرق کی تحقیق اکثر حضرات کہتے ہیں کہ "فرق" تین صاع کا ہوتا ہے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں دو صاع کا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ اور امام طحاوی نے اس کی تصریح کی، امام نووی نے فرمایا، یہی جمہور کا قول ہے، یہی علامہ عینی نے بھی فرمایا۔ امام نجم الدین نسفی نے طلبۃ الطلبہ میں فرمایا، یہ سولہ رطل کا ہوتا ہے، یہی نہایہ ابن اثیر اور جوہری کی صحاح میں ہے اور یہی قتبی سے بھی منقول ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل سے سُنا کہ انھوں نے فرمایا فرق سولہ رطل کا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس پر اتفاق کا دعوی کیا نیز اس پر بھی کہ یہ تین صاع کا ہوتا ہے۔ شرح غریبین سے منقول ہے کہ فرق بارہ مُد کا ہوتا ہے۔

اعلی حضرت قدس سرہٗ نے یہ تطبیق فرمائی کہ سولہ رطل کا، دو صاع عراقی ہوتا ہے اور تین صاع حجازی۔ تو جنھوں نے تین صاع کہا ان کی مراد حجازی صاع ہے اور جنھوں نے دو صاع کہا ان کی مراد عراقی صاع ہے۔

اس حدیث پر امام نووی نے فرمایا اس سے تنہا حضور کا غسل فرمانا مراد نہیں، بلکہ ام المومنین کے ساتھ ساتھ۔ اس لئے کہ یہی حدیث بخاری[2] میں یوں ہے:

"میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ قدح تھا جسے فرق کہتے ہیں"۔ مگر یہ بخاری کی بھی حدیث اجتماع پر نص نہیں۔ اس لئے ظاہر یہی کہ حدیث مسلم سے مراد یہ ہے کہ تنہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک فرق یعنی تین صاع سولہ رطل سے غسل فرماتے اس کے باوجود اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث اس پر نص نہیں کہ ایک فرق سے تنہا غسل فرماتے اس کا بھی احتمال باقی ہے کہ مراد یہ ہو کہ ام المومنین کے ساتھ ایک فرق پانی سے غسل فرماتے۔ اس باب میں جو نص صریح ہے وہ وہی حضرت انس والی حدیث زیر بحث ہے کہ ایک صاع سے پانچ مُد تک پانی سے غسل فرماتے۔ تو غیر مشکوک طریقے سے یہ ثابت ہوا کہ غسل میں پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار پانچ مُد ہوتی۔ ایک فرق کا بھی احتمال ہے مگر قطعی نہیں، اور اکثر و اشہر یہ ہے کہ وضو ایک مُد سے اور غسل چار مُد سے۔

اب یہاں تنقیح طلب یہ دو باتیں ہیں

اول:۔ یہاں صاع اور مد باعتبار وزن مراد ہے یا باعتبار کیل و پیمانہ۔ یعنی غور طلب یہ بات ہے کہ جتنے وزن کا صاع اور مُد ہوتا ہے اتنے وزن پانی سے وضو یا غسل فرماتے مثلاً صاع بر بنائے قول امام اعظم دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ دو سو اٹھاسی روپے بھر پانی سے غسل فرماتے، یا صاع جو پیمانہ ہے اس میں جتنا پانی سمائے وہ پانی مراد ہے۔

اس تنقیح کی ضرورت یہ ہے کہ پانی اناج سے بھاری ہوتا ہے۔ جس پیمانے میں گیہوں سیر بھر آئے گا اسی برتن میں پانی سیر بھر سے زائد آئے گا۔ شارحین بخاری علامہ عینی، علامہ عسقلانی، علامہ قسطلانی کا اس پر اتفاق ہے کہ مراد مُد اور صاع بھر پانی ہے۔ البتہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں وزن مراد لیا مگر صحیح شراح بخاری کا قول ہے۔ علامہ عینی نے بحوالہ طحاوی امام مجاہد کا یہ قول نقل فرمایا:

---

[1] باب القدر المستحب من الماء فی الجنابۃ ص ۱۴۸

[2] باب غسل الرجل مع امرأتہ ص ۳۹ ۔ [3] جلد ثالث باب الغسل بالصاع ص ۷ ۔ ۱۹۶

"ہم ام المومنین حضرت صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم میں سے بعض نے پانی مانگا تو ام المومنین نے ایک بڑا برتن نکالا اور فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی برتن بھر پانی سے غسل فرماتے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا تو وہ برتن آٹھ یا نو یا دس رطل تھا۔"

نسائی میں یہ بغیر شک ہے کہ آٹھ رطل تھا۔

دوم:۔ یہ پیمانے مُد اور صاع کس اناج کے تھے۔ ظاہر ہے اناج ہلکے، وزنی سبھی قسم کے ہوتے ہیں۔ جس پیمانے میں جَو سیر بھر آئیں گے، اسی میں گیہوں سیر بھر سے زائد اور ماش اس سے بھی زائد۔ اس تنقیح کا حاصل یہ ہے کہ کس اناج کو تول کر صاع بنایا جائیگا، اگر دو سو اٹھاسی ۲۸۸ بھر ماش تو لکر صاع بنائیں تو گیہو دو سو اٹھاسی روپے بھر نہیں سمائے گا، کم سمائیگا اور جَو اور بھی کم، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماش سے تول کر جب صاع بنائیں اور اس صاع سے جو ناپ کر ایک صاع صدقہ فطر ادا کریں تو یہ دو سو اٹھاسی روپے سے کم ہوگا۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو شجاع ثلجی نے فرمایا۔ صدقۂ فطر کے لئے جو صاع بنائیں وہ ماش یا مسور تول کر بنائیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کے دانے قریب قریب یکساں ہوتے ہیں اس لئے ان کے ناپ و تول میں فرق نہیں پڑے گا اگر پڑے گا بھی تو برائے نام بخلاف جَو اور گیہوں کے کہ ان میں بہت فرق پڑ جائے گا۔

امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا، احوط یہ ہے کہ عمدہ کھرے گیہوں تول کر صاع بنایا جائے۔ علامہ علاء الدین حصکفی نے درمختار میں اسی کو اختیار فرمایا۔ علامہ شامی نے جو تول کر صاع بنانے کو احوط بتایا۔ سید محمد امین میرغنی کے حاشیہ زیلعی سے نقل فرمایا:

ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من المشائخ وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر۔ ولعل ذلک لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین لما فی مبسوط السرخسی من ان الاحتیاط فی باب العبادات واجب [1]

حرم مکہ میں ہمارے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ اس پر ہیں کہ آٹھ رطل جو تول کر صاع بنایا جائے۔ یہ اکابر اسی پر فتوی دیتے تھے۔ یہ اسلئے ہے کہ یقینی طور پر واجب کی ادائگی سے بری الذمہ ہونے میں احتیاط کی جائے اس لئے کہ مبسوط امام سرخسی میں ہے کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی تائید میں فرمایا:۔

"ظاہر کہ صاع اس اناج کا تھا جو اس زمان برکت نشاں میں عام تھا، اور معلوم ہے کہ اس عہد میں جو عام طور پر کھایا جاتا تھا دوسرے غلوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا، گیہوں تھا مگر بہت کم۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

کان طعامنا الشعیر [2] — ہمارا طعام جو تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اس عہد مبارک میں صدقہ فطر صرف چھوہارا، منقیٰ، اور جو تھا۔ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔

---

[1] جلد دوم ص ۱۷۶، [2] بخاری جلد اول صدقۃ الفطر باب الصدقۃ قبل الفطر ص ۲۰۴

لم تكن الصدقة على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا التمر و الزبيب والشعير ولم يكن الحنطة ـ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں صدقہ فطر صرف چھوہارا، منقی اور جو تھا، گیہوں نہ تھا۔

گیہوں کی کثرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لما كثر الطعام فى زمن معاوية جعلوه مدين من حنطة ـ ؎۱ جب معاویہ کے زمانے میں گیہوں کی کثرت ہوئی تو لوگوں نے صدقۂ فطر دو مد گیہوں کر دیا۔

اس پر اتفاق ہے کہ یہاں طعام سے مراد گیہوں ہی ہے جبکہ اس عہد مبارک میں عام طور پر جو ہی پایا جاتا تھا، تو ظاہر ہے کہ صاع بھی جو کو تول کر بنایا جاتا ہوگا، اس لئے اسی میں سب سے زیادہ احتیاط ہے۔ علاوہ ازیں جو تول کر بنائے ہوئے نصف صاع میں گیہوں ضرور بالضرور نصف صاع سما جائے گا۔ اور اگر گیہوں تول کر صاع بنائیں تو اس میں ایک صاع جو نہیں آئے گا۔ اس بنا پر بہر حال احوط یہی ہے کہ اعتبار صاع شعیری کا کیا جائے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ میں نصف صاع ایک سو چوالیس روپے بھر جو تول کر ایک تانبے کے پیالے میں بھرا یہ اس پیالے میں پورا پورا آگیا، نہ کم رہا نہ زیادہ۔ پھر اس پیالے میں عمدہ سے عمدہ گیہوں بھر کر تولا تو اس گیہوں کا وزن ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر ہوا، اہلسنت کا اسی پر عمل ہے۔ یہ وزن موجودہ رائج اعشاریہ کے وزن سے دو کیلو پینتالیس گرام ہوتا ہے۔

ان ساری ابحاث میں ایک یہ نکتہ سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ صدقہ فطر کی اصل ادائیگی صاع سے ناپ کر ہے تول کر نہیں، مثلاً کسی نے تول کر غلہ نکالا مگر وہ ناپنے پر کم ہوا، تو صدقہ فطر کی پوری ادائیگی نہ ہوئی۔

صاع کی جو مقدار دو سو اٹھاسی روپے لکھی ہے۔ وہ صاع بنانے کے لئے ہے۔ یعنی یہ کہ اتنے وزن کوئی چیز تول کر برتن بنایا جائے اور اسی برتن سے ناپ کر صدقۂ فطر ادا کیا جائے اور ہم ثابت کر آئے کہ اعتبار صاع شعیری کا ہے یعنی دو سو اٹھاسی روپے بھر جو تول کر کوئی برتن بنایا جائے اور اس برتن سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے، اور یہ ظاہر ہے کہ دو سو اٹھاسی روپے بھر جو تول کر جو پیمانہ بنائیں گے اس میں اگر گیہوں بھریں گے تو وہ دو سو اٹھاسی روپے سے زائد ہوگا۔ جس کا جی چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔ اللہ عزوجل اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اسلام و مسلمین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ناپ تول کے سارے مراحل طے کر کے ہمیں بتایا اور آئینے کی طرح صاف فرما دیا۔ ؎۲ فالحمد للہ

وضو اور غسل میں پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ جتنے سے وضو اور غسل مکمل طور پر ہو جائے اتنا کافی ہے، انسان سب ایک قسم کے نہیں، کوئی لمبا، کوئی موٹا، کوئی دبلا، کسی کے سر اور ڈاڑھی کے بال گھنے، کسی کے چھدرے۔ کوئی احتیاط سے پانی بہاتا ہے کوئی لاپرواہی سے۔ اس لئے پانی کی ایک مقدار مقرر نہیں کی جا سکتی۔ چونکہ صحابۂ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

؎۱ طحاوی جلد اول مقدار صدقۃ الفطر ص ۳۱۹، ؎۲ یہ ساری تفصیلات فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۱۳۹ لغایت ۱۴۵ سے لی گئی ہیں قدرے اختصار اور تغیر کے ساتھ۔

حدیث (۱۴۷) المسح علی الخفین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

ایسی والہانہ محبت تھی کہ حضور کی ہر ہر ادا اور ہر ادا کے ہر ہر پہلو کی تلاش و جستجو اور اس کی نشر و اشاعت میں انھیں روحانی لذت ملتی تھی۔ اس لئے وضو اور غسل کے پانی کی مقدار کو بھی بیان فرمایا، رضی اللہ عنہم۔

تشریحات ۱۴۷
یہ تعلیق ہے یا مسند

علامہ کرمانی نے فرمایا، چونکہ ابو سلمہ اس وقت موجود نہ تھے جب حضرت ابن عمر نے حضرت عمر سے یہ دریافت کیا تھا اس لئے یہ تعلیق ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا اس حدیث میں وان عبد اللہ بن عمر، سند میں مذکور عن عبداللہ بن عمر پر معطوف ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی، راوی حدیث، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کا قول ہوا جو انھوں نے حضرت ابن عمر سے سُنا ہے۔ اس تقدیر پر حدیث کا یہ جز بھی مسند ہوا۔

اس پر اہلسنت کا اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح جائز ہے۔ صرف روافض اور خوارج اس کے منکر ہیں۔ بدائع میں ہے کہ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے ستر اصحاب بدر سے ملاقات کی یہ سب کے سب موزوں پر مسح جانتے تھے اسی وجہ سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ موزوں پر مسح اہلسنت کی علامت جانتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا اہلسنت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا

تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین۔

شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر کو سارے صحابہ سے افضل جاننا اور دونوں داماد حضرت عثمان و حضرت علی سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے موزوں پر مسح کا قول اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ دن کی روشنی کی طرح یقین نہیں ہوگیا۔ مسح علی الخفین کا انکار کبار صحابہ کا رد اور انھیں خطا کار ٹھہرانا ہے۔ اس لئے موزوں پر مسح کا انکار بدعت ہے۔ امام کرخی نے فرمایا جو موزوں پر مسح جائز نہ مانے اس پر میں کفر کا اندیشہ کرتا ہوں۔ امت میں کسی فرد کا اس میں اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

علامہ ابو عمر بن عبد اللہ نے کہا کہ تمام اہل بدر و حدیبیہ اور جملہ مہاجرین اور انصار اور کل صحابہ اور تابعین وفقہاء مسلمین نے موزوں پر مسح فرمایا۔ اس لئے موزوں پر مسح کی حدیث باعتبار معنی متواتر ورنہ کم از کم مشہور ضرور ہے۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی بالاتفاق درست ہے۔ ابن المنذر نے، حضرت عبد اللہ بن مبارک سے نقل کیا۔ مسح علی الخفین کے سلسلے میں صحابہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔

جن بعض حضرات سے انکار مروی ہے تو ان سے اثبات بھی مروی ہے۔ علامہ ابن حجر اور ابو القاسم بن مندہ نے کہا کہ اسی صحابہ سے مسح علی الخفین مروی ہے جنہیں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ مسح علی الخفین کے اثبات میں چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ صرف حضرت ابو ہریرہ حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت صدیقہ سے انکار کی روایت آئی ہے مگر یہ ناقابل اعتبار ہے۔

وَاَنَّ	عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اَنَّهٗ	مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ
انھوں نے	نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کیا	کہ حضور نے	موزوں پر مسح فرمایا
عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ	سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ	فَقَالَ نَعَمْ	إِذَا حَدَّثَكَ
عبد اللہ بن عمر نے	اپنے والد حضرت عمر سے اس کے بارے میں پوچھا		تو حضرت عمر نے اس کی تصدیق کی

علامہ ابن عبد البر نے فرمایا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت نقل کی جاتی ہے وہ ثابت نہیں۔ امام احمد نے فرمایا وہ صحیح نہیں باطل ہے۔ بلکہ ان سے ابن ماجہ[۱] میں یہ حدیث مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ موزوں کی طہارت کیا ہے فرمایا مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات۔

دار قطنی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ وہ مسح علی الخفین کو جائز جانتی تھیں۔ ابن ابی شیبہ نے جو حضرت علی سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ مسح علی الخفین سورہ مائدہ کے پہلے تھا۔ یہ روایت منقطع ہے۔ مسلم[۲] اور نسائی[۳] میں حضرت ام المومنین و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ مذکور ہے:

"شریح بن ھانی نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے، مسح علی الخفین کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ شریح نے کہا، ہم نے حضرت علی سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات، مدت مسح مقرر فرمائی"

اس حدیث سے ثابت کہ حضرت ام المومنین اور حضرت علی بھی مسح علی الخفین کو جائز جانتے تھے، اور یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا ہے، اور صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مسافر اور مقیم کیلئے یہ مدت مقرر فرمائی اس لئے اس سے رجوع کا کوئی احتمال نہیں۔

اس سلسلے میں حضرت ام المومنین اور حضرت علی کی طرف بہت سے من گھڑت قصے منسوب کئے گئے ہیں وہ سب جعلی ہیں۔ مثلاً ام المومنین کی طرف یہ منسوب ہے کہ انھوں نے فرمایا، میرا پاؤں کاٹ ڈالا جائے یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ موزوں پر مسح کروں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں ایک طول طویل قصہ مشہور ہے کہ ان میں اور حضرت عمر میں بہت لمبی چوڑی گفتگو ہوئی جسمیں حضرت علی نے بائیس صحابہ سے شہادت دلائی کہ موزوں پر مسح، سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا۔ یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں کہیں نہیں۔ اس کے جھوٹ پر دو قرینہ ہے۔ ایک تو مسلم اور نسائی کی حدیث مذکور، دوسرے یہ کہ اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ مائدہ غزوہ مریسیع کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو ۵ھ یا ۶ھ[۴] میں ہوا ہے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر اور غزوہ تبوک میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح ثابت ہے۔ بلکہ حضرت جریر کی حدیث سے ثابت کہ جس سن میں

---

[۱] ماجاء فی المسح علی الخفین ص ۴۱ [۲] جلد اول ص ۱۳۵ [۳] جلد اول ص ۳۲ [۴] قسطلانی ج ۶ ص ۲۷۳، ایضاً جلد سابع ص ۵۱

شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ

اور فرمایا	جب سعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ روایت کریں	تو پھر کسی سے مت پوچھو

وصال ہوا ہے اس سال بھی مسح فرمایا، اس لئے کوئی صحابی یہ گواہی کیسے دے سکتا ہے کہ موزوں پر مسح سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔

حضرت ابن عباس کا بھی یہی حال ہے کہ ابتدا میں جبتک اس کا انھیں ثبوت نہ ملا کہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد بھی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا، انکار کرتے رہے، مگر جب اس کا ثبوت انھیں مل گیا تو انھوں نے بھی موزوں پر مسح کے جواز کا قول کیا۔ ان کے تلمیذ جلیل امام عطاء نے فرمایا۔ عکرمہ نے جھوٹ کہا۔ ابن عباس اس سلسلے میں لوگوں کی مخالفت کرتے رہے مگر اخیر عمر میں سب کے ساتھ اتفاق کرلیا [۱]

ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ موزوں پر مسح کے قائل نہ تھے۔ ایسی روایتیں ان سے آئی ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے اخیر عمر میں یہی فرمایا کہ جو مسح علی الخفین کو جائز نہ جانے وہ گمراہ ہے۔ البتہ جو جائز جانے اور مسح نہ کرے عزیمت پر عمل کرے وہ ماجور ہے [۲]

اب حضرات مالکیہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو مطلقاً موزوں پر مسح کو جائز کہتے ہیں۔ مقیم اور مسافر دونوں کے لئے۔ دوسرے وہ جو صرف مسافر کو جائز کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ شبہہ ہے کہ موزوں کا مسح آیت وضو سے منسوخ ہے مگر یہ شبہہ ساقط ہے۔ اس لئے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ اور غزوۂ تبوک سب سے اخیر غزوہ ہے جو سورہ مائدہ کے نزول کے بہت بعد ہوا ہے۔ اس لئے کہ سورۂ مائدہ غزوۂ مریسیع میں نازل ہوئی ہے جو ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا تھا۔ [۳] اسی طرح حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں۔ اس لئے کہ یہ وصال مبارک سے چند ماہ پہلے ایمان لائے، ان کی حدیث یہ ہے:۔

"حضرت جریر نے پیشاب کرکے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کہا گیا آپ ایسا کرتے ہیں، فرمایا، ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیشاب فرمایا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت جریر سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے، سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے دیکھا کہ بعد میں، تو فرمایا کہ میں مائدہ کے نزول کے بعد ایمان لایا ہوں [۴]

موزوں پر مسح افضل ہے یا پاؤں دھونا

صحیح یہ ہے کہ پاؤں دھونا، موزوں پر مسح کرنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ عزیمت ہے اور مسح رخصت مگر جبکہ موزوں پر مسح نہ کرنے سے بدگمانی کا اندیشہ ہو لوگ یہ شبہہ کرنے لگیں کہ روافض اور خوارج کا اتباع کر رہا ہے۔ [۵]

ع نسائی جلد اول، باب المسح علی الخفین ص ۳۱ [۱] عینی جلد ثالث ص ۹۷ [۲] ایضاً [۳] قسطلانی جلد سادس ص ۳۷۳

[۴] مسلم جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۳-۱۳۲، ابو داؤد جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۲۱۔ ترمذی جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۱۴۔
[۵] درمختار رد المحتار فتاوی رضویہ جلد اول ص ۳۳۰

حدیث ۱۴۸ ایضاً عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیِّ اَنَّ اَبَاہُ

حضرت عمرو بن امیۃ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے

اَخْبَرَہُ اَنَّہُ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے

حدیث ۱۴۹ ایضاً عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے

قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلٰی عِمَامَتِہٖ وَخُفَّیْہِ[2]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

مسائل اس حدیث سے موزوں پر مسح کے جواز کے علاوہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ظاہر ہوئی یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی بہت مشہور و معروف بات قدیم الاسلام اجلہ صحابہ سے بھی مخفی رہتی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان سب پر واضح ہے مگر یہ مسئلہ ان پر پوشیدہ رہا۔

ایک شبہہ کا جواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موزوں پر مسح کی عام روایتیں حالت سفر کی ہیں، اور دوسری حدیثوں میں نہ سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا، اس لئے بعض حضرات مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ مقیم کو موزوں پر مسح جائز نہیں، صرف مسافر کو جائز ہے۔ اس کا جواب مسلم اور نسائی کی حدیثوں میں مذکور ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صریح ارشاد مذکور ہے کہ مقیم کے لئے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں بلکہ نسائی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور مدینہ طیبہ میں ایک بار موضع اسواف میں قضاء حاجت کے لئے گئے اور فراغت کے بعد وضو فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا[3]۔ یہ اسواف مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اس سے ثابت کہ حضور نے حالت اقامت میں بھی موزوں پر مسح فرمایا۔

تشریحات ۱۴۸، ۱۴۹

(۱) حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ غزوۂ بدر اور اُحد میں مشرکین کے ساتھ تھے مگر غزوۂ احد کے اختتام پر جب مشرکین واپس ہو رہے تھے۔ ان کے دل میں نور اسلام چمکا اور یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔ یہ پہلے جس معرکے میں شریک ہوئے وہ سریہ بیر معونہ تھا۔ انھیں دشمنوں نے گرفتار کرلیا تھا۔ عامر بن طفیل نے یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں کے ذمے ایک غلام آزاد کرنا تھا، جا میری ماں کی طرف سے تو آزاد ہے۔ اس ظالم نے ان کی پیشانی کے بال مونڈ ڈالے ۶ھ میں۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام یہی دعوت اسلام لے کر گئے تھے، پھر بعد میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حبشہ بھیجا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان

---

[1] نسائی طہارت، باب المسح علی الخفین ص ۳۱، [2] ابن ماجہ، باب المسح علی العمامۃ ص ۴۲

[3] جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۳۱

حدیث (۱۵۰) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا میں

صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا میں نے چاہا کہ حضور کے موزے نکالوں تو فرمایا

دَعْهُمَا فَاِنِّي اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا عہ

رہنے دو میں نے انھیں اس حالت میں پہنا ہے کہ پاؤں طاہر تھے پھر حضور نے موزوں پر مسح فرمایا۔

ت (۴۳) وَاَكَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گوشت کھایا اور

يَتَوَضَّؤُا عہ

وضو نہیں کیا۔

سے حضور کا نکاح کریں، اور انھیں اور حبشہ میں جو مسلمان ہیں ان سب کو مدینہ لائیں۔ ایک بار انھیں کے ہاتھ ابوسفیان کے پاس کچھ تحفے بھیجے تھے لہ

حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ۶۰ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے بیس احادیث مروی ہیں جنہیں دو بخاری نے ذکر کی ہیں۔

(۲) عمامے پر مسح کی بحث حدیث ۱۴۰ میں گزر چکی۔

تشریحات (۱۵۰) یہ حدیث گزر چکی ہے مگر چند باتیں رہ گئی تھیں اسلئے اس کو دوبارہ ذکر کیا۔ یہ سفر کون تھا۔ یہ گزر چکا کہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔ اور یہ واقعہ نماز صبح کے وقت ہوا تھا۔ اس حدیث میں ہے کہ میں نے اسے اس حالت میں پہنا ہے کہ پاؤں طاہر تھے یعنی ان پر حدث نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں موزے ایسی حالت میں پہنے جائیں کہ پاؤں پر حدث نہ ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پورا وضو کرکے پہنا ہو۔ دوسرے یہ کہ صرف پاؤں دھو کے پہنا ہو مگر حدث ہونے سے پہلے وضو مکمل کر لیا ہو۔ اس دوسری صورت میں بھی یہ صادق آئے گا کہ موزے ایسی حالت میں پہنے ہیں کہ پاؤں پر حدث نہیں تھا۔

تشریحات (۴۳) باب کا فائدہ | چونکہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کو آگ نے بدل دیا ہو اس کے کھانے کے بعد وضو کرو۔ اور بعض صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب تھا۔ بلکہ بعض حضرات اس پر بہت شدت برتتے تھے۔ امام زہری کا یہی مذہب تھا۔ سلیمان بن ہشام اس سے پریشان تھا۔ اس نے قتادہ سے شکایت کی کہ ہم جب بھی کچھ کھاتے ہیں تو زہری ہمیں وضو کرائے بغیر نہیں چھوڑتے، میں نے اسے بتایا کہ سعید بن مسیب اس کے

عہ اس کی تخریج حدیث ۱۳۷ میں گزر چکی۔ عہ طبرانی مسند الشامیین، ابن ابی شیبہ۔ طحاوی۔ باب اکل ماغیرت النار هل یوجب الوضوء ام لا ص ۴۱ لہ الاستیعاب جلد ثانی ص ۴۹۷-۸۔ اصابہ جلد ثانی ص ۵۲۴۔

حدیث (۱۵۱) اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

بارے میں فرمایا ہے، غذا جب کھاؤ تو پاک صاف ہے اس میں وضو نہیں۔ البتہ جب غذا نکلتی ہے تو گندگی ہے اس پر وضو ہے۔ سلیمان نے کہا، تم دونوں نے اختلاف کرلیا۔ کیا شہر میں کوئی اور ہے۔ قتادہ نے کہا ہاں "عطاء" ہیں سلیمان نے حضرت عطار کو بلوایا اور ان سے پوچھا تو حضرت عطار نے یہ حدیث بیان کی:۔

"مجھ سے جابر بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گوشت روٹی کھایا اور بغیر وضوء کے نماز پڑھی [۱]"

یہ حکم یا تو لوگوں کو نظافت اور صفائی کی عادت ڈالنے کے لئے ابتدا میں تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا جیساکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ ان دونوں میں اخیر یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھائی اور وضو نہیں فرمایا۔ [۲] یا یہ کہ ان احادیث میں وضو سے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے جیساکہ ابن ماجہ میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ تناول فرمایا تو کلی کی اور ہاتھوں کو دھویا اور نماز پڑھی [۳]

الوضوء صرف ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کے معنی میں خود حدیث میں ہے۔ فرمایا، برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ [۴] یہاں بالاتفاق صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ توضؤا مما مست النار میں امر استحباب کے لئے لیا جائے۔ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا، اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ جو بکری کے گوشت اور ستو کھانے کے بعد وضو نہ کرے۔ امام بخاری نے جتنی تعلیق ذکر کی ہے اس سے باب ثابت نہیں ہوتا۔ یہ کب کوئی کہتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے فوراً بعد وضو فرض ہے۔ وضو نماز پڑھنے کے لئے فرض ہے۔ اس میں کہاں ہے کہ گوشت کھاکر ان حضرات نے وضو کئے بغیر نماز بھی پڑھی مگر اصل تعلیق میں یہ ہے جیسا ابھی حضرت جابر کی حدیث گزری اور یہی بقیہ حضرات سے بھی مروی ہے کہ گوشت کھاکر وضو کئے بغیر نماز پڑھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات نے گوشت کھاکر وضو کئے بغیر نماز پڑھی اور صحابہ میں کسی نے ٹوکا نہیں تو یہ اس پر اجماع سکوتی ہوگیا کہ اس میں وضو نہیں۔ مگر حقیقت میں اجماع نہیں۔ کثیر صحابہ مثلاً حضرت زید بن ثابت حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابوایوب انصاری وازواج مطہرات میں حضرت صدیقہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو واجب ہے، علاوہ ازیں امام حسن بصری، امام زہری، ابوقلابہ، ابومجلز، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اب ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں وضو نہیں البتہ امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو واجب ہوجاتا ہے۔

---

[۱] طحاوی جلد اول ص ۴۹۔ [۲] ایضاً ص ۴۰۔ ابوداؤد جلد اول باب ترک الوضوء مما مست النار ص ۲۵، نسائی جلد اول باب ترک الوضوء مما غیرت النار ص ۴۲ [۳] طہارت، باب الرخصۃ فی ذلک ص ۳۸، طحاوی، باب اکل ما غیرت النار ص ۴۰ [۴] ابوداؤد جلد ثانی باب غسل الیدین عند الطعام ص ۱۷۲

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ عہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا اس کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا

حدیث (۱۵۲) ایضا اَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ

حضرت عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ

دیکھا کہ بکری کا شانہ کاٹ کر کھا رہے تھے اور

فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ عہ

نماز کے لیے بلائے گئے۔ حضور نے چھری رکھدی اور نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا۔

تشریحات (۱۵۱-۱۵۲) تکمیل کتاب الاطعمہ میں بطریق محمد بن سیرین یہ ہے، تَعَرَّقَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتفاً تعرق کے معنی ہیں، ہڈی کے اوپر کا گوشت کھایا۔ اس کا مادہ عَرْقٌ ہے۔ اس کے معنی اس ہڈی کے ہیں جس پر گوشت ہو۔ وہیں بطریق عکرمہ یہ ہے۔ انتشل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرقا من قدر فاکل۔ انتشل کے معنی ہیں ہاتھ سے بغیر چمچے کے ہانڈی سے گوشت نکالنا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ سے ہانڈی میں سے گوشت نکالا اور تناول فرمایا ابوداؤد میں بطریق یحییٰ بن یعمر یہ ہے۔ انتھس من کتف شانے کا گوشت سامنے کے دانتوں سے تناول فرمایا۔ نھس، سین مہملہ سے ہو تو اس کے معنی سامنے کے دانتوں سے نوچنا ہے اور شین معجمہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ڈاڑھوں سے یا کل دانتوں سے کھانا ہے۔ ابوداؤد میں اتنا زائد ہے کہ کھانے کے بعد، اس ٹاٹ سے، جس پر حضور بیٹھے تھے ہاتھ پونچھا۔ یہ واقعہ حضور کے چچا حارث بن عبد المطلب کی صاحبزادی حضرت ضباعہ کے گھر ہوا تھا۔

ایک سند کی توضیح کتاب الاطعمہ میں امام بخاری نے یہ حدیث دو طریقوں سے ذکر کی۔ ایک بطریق محمد بن سیرین۔ دوسرے بطریق عکرمہ۔ بطریق عکرمہ کی سند، وعن ایوب وعاصم سے ذکر کی۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ تعلیق ہے۔ اسے تعلیق کہنا غلط ہے۔ بلکہ یہ متابعت ہے۔ یہ حدیث حماد بن زید امام بخاری کے شیخ الشیخ کے پاس بروایت ایوب دو سندوں اور دو لفظوں کے ساتھ تھی۔ ایک بواسطہ محمد بن سیرین، لفظ اول کے ساتھ۔ دوسرے بواسطہ عکرمہ بلفظ ثانی۔ ان دونوں سندوں کے ساتھ امام بخاری کو بواسطہ، عبد اللہ بن عبد الوہاب ملی ہے۔

عہ ایضاً جلد ثانی، باب النھش وانتشال اللحم ص ۸۱۳۔ مسلم جلد اول، طھارت، الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷ ابوداؤد جلد اول، ترک الوضوء مما مست النار ص ۲۵۔ عہ ایضاً جلد اول، الصلوۃ اذا دعی الامام الی الصلوۃ وھو یاکل ص ۹۳۔ جلد ثانی، الاطعمہ باب قطع اللحم من السکین ص ۸۱۴، وباب شاۃ مسمومۃ والکتف والجنب ص ۸۱۵ باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائہ ص ۸۲۱۔ مسلم جلد اول، طھارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۲۵۔ ترمذی، اطعمہ، باب الرخصۃ فی قطع اللحم بالسکین ص ۲۸۸۔

حدیث (۱۵۳) اکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم السویق ولم یتوضأ

اَنَّ سُوَیْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس متابعت کا فائدہ یہ ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابن سیرین نے حضرت ابن عباس سے حدیث نہیں سنی ہے ابن عباس سے بواسطہ عکرمہ روایت کرتے ہیں۔ اس سے لازم آیا کہ اس سند میں انقطاع ہے۔ امام بخاری نے اس کی متابع ایک اور حدیث ذکر کر دی۔ جسمیں انقطاع کا وہم نہیں۔

مطابقت امام بخاری نے باب میں ستو کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، کسی میں ستو کا ذکر نہیں بات یہ ہے کہ یہاں جزئیات کی بحث نہیں۔ ایک قاعدہ کلیہ پر بحث ہو رہی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں گوشت آگ پر پکا ہوا تھا جسے حضور نے تناول فرمایا اور بغیر اعادۂ وضو کے نماز پڑھی تو ثابت کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانا، ناقض وضو نہیں۔ اسی کا ایک فرد ستو بھی ہے تو ثابت کہ اس کے کھانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی کو دوسرے طریقے سے یوں کہدیا جائے کہ گوشت میں چکنائی ہوتی ہے جو دیر میں جاتی ہے جب چکناہٹ کے باوجود گوشت کھانے سے وضو واجب نہیں تو ستو سے بدرجہ اولیٰ واجب نہ ہوگا،

اس حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے بلائے گئے تو گوشت اور اس چھری کو رکھدیا جس سے گوشت کاٹ کر تناول فرماتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھانے میں چھری کا استعمال جائز ہے۔ حالانکہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا:

لاتقطعوا اللحم بالسکین فانہ من صنیع الاعاجم وانھسوہ فانہ اھنأ وامرء [1] گوشت چھری سے کاٹ کر مت کھاؤ اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے دانت سے کھاؤ یہ زود ہضم اور زیادہ لذیذ ہے۔

اس کے جواب میں کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے کہا، یہ حدیث قوی نہیں، اس کا ایک راوی ابومعشر نجیح المسندی الہاشمی صاحب مغازی ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس کی منکر احادیث میں سے یہ حدیث ہے۔ اسلئے اسے حرمت کی دلیل نہیں بنا سکتے مگر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اسکے لئے شاہد ہے کہ جس سے قوت پاکر یہ قوی ہوگئی جیسا کہ خود ابوداؤد میں اس حدیث کے بعد حضرت صفوان بن امیہ سے اسی مضمون کی حدیث موجود ہے۔ بنظر وقیق دونوں میں تعارض ہی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرورۃً چھری استعمال فرمائی ہو، اس بنا پر کہ یہ گوشت سخت رہا ہو، دانت سے چھڑایا نہ جا سکتا ہو، اور ممانعت اعاجم کے فعل سے ہے وہ عادۃً شوقیہ چھری استعمال کرتے ہیں ہاتھ سے کھانے کو معیوب جانتے ہیں جیسا کہ اہل یورپ کا حال معلوم ہے **مسائل:** جماعت تیار ہو جائے تو مؤذن کو چاہئے کہ امام کو اطلاع کر دے یہاں نماز کے لئے بلانے والے حضرت بلال تھے۔ نفی اگر محصور ہو تو نفی پر شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔

تشریحات (۱۵۳) سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انصاری اوسی مدنی صحابی ہیں۔ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنھوں نے بیعت

[1] ابوداؤد جلد ثانی اطعمہ باب اکل اللحم ص ۱۷۴۔

وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ

کے ساتھ خیبر والے سال جہاد کے لئے نکلے جب سب لوگ صہبا پہنچے جو خیبر کا مدینہ طیبہ سے قریبی علاقہ ہے تو

ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضور نے نماز عصر پڑھی۔ پھر توشہ منگوایا۔ حضور کی خدمت میں صرف ستو پیش کیا گیا۔ حضور نے حکم دیا تو اسے بھگویا گیا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى مَغْرِبٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا

حضور نے بھی تناول فرمایا اور ہم لوگوں نے بھی کھایا۔ اس کے بعد حضور مغرب کیلئے اٹھے، حضور نے کلی کی اور ہم لوگوں نے

رضوان کی ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے، ان سے کل سات حدیثیں مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث امام بخاری نے ذکر کی ہے

خیبر مدینہ طیبہ سے چار منزل اُتر جانب یہودیوں کی ایک بستی تھی۔ عمالقہ میں سے خیبر نامی ایک شخص یہاں آکر اترا، اُسی کے نام پر اس کا خیبر نام پڑ گیا۔ ۷ھ میں یہ فتح ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ترقی دے کر شہر بنا دیا۔ یہ علمیت اور عجمہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

صہباء اصہب کا مؤنث ہے جس کے معنی، سفیدی سرخی مائل۔ ٹھنڈا دن۔ شیر کے ہیں، یہ خیبر کے ملحقات میں سے خیبر سے ایک دوپہر کی مسافت پر ایک گاؤں تھا جو مدینہ طیبہ کی جانب یعنی خیبر سے دکھن طرف تھا، یہی وہ مشہور و معروف جگہ ہے جہاں سورج لوٹانے کا عظیم معجزہ ظاہر ہوا تھا[1]

سورج لوٹانے کی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا مگر یہ ابن جوزی کا جزاف و تھور ہے، حقیقت میں یہ حدیث حسن ہے امام طحاوی اور امام قاضی عیاض نے اس کو صحیح کہا، علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

والحديث صححه الطحاوى وعياض واخرجه جماعة منهم الطبرانى بسند حسن واخطأ من جعله موضوعا كابن الجوزى [2]

اس حدیث کو طحاوی اور عیاض نے صحیح کہا اسے محدثین کی ایک جماعت نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا جنہیں طبرانی بھی ہیں اور جس نے اسے موضوع کہا اس نے غلطی کی جیسے ابن جوزی۔

حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

فهو فى الجملة ثابت اصله وقد يتقوى بتعاضد الاسانيد الى ان يصل الى مرتبة حسنة فيصح الاحتجاج به [3]

فی الجملہ اس حدیث کی اصل ثابت ہے۔ متعدد سندوں کیوجہ سے قوت پاکر مرتبہ حسن تک پہنچ گئی اس لئے اس سے دلیل لانا صحیح ہے۔

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی جلد رابع اخیر باب ص ۳۸۸۔ شفاو شرحہ للملا علی القاری جلد اول باب فی انشقاق القمر والشمس ص ۵۸۹

[2] شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص ۲۴۱۔ [3] شرح شفا جلد اول ص ۵۸۹۔

42

ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ يَتَوَضَّأْ عه

پھر نماز پڑھی، حضور نے وضو نہیں فرمایا

پہلے امام بخاری نے یہ باب باندھا تھا کہ گوشت یا ستو کھانے سے وضو نہیں۔ اب یہ باب باندھا ہے کہ ستو کھانے کے بعد کلی کرنی ہے۔ اس سے دو افادہ مقصود ہے۔ ایک یہ کہ جیسے ستو کھانے کے بعد کلی کرنی ہے اسی طرح گوشت وغیرہ کھانے کے بعد بھی کلی کرنی ہے۔ اس لئے کہ ستو میں چکنائی نہیں ہوتی۔ جب اس کے کھانے کے بعد کلی ہے تو جن چیزوں میں چکنائی ہو ان کے کھانے کے بعد بدرجۂ اولیٰ کلی کرنی چاہیئے۔

دوسرا یہ کہ جن احادیث میں آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے پر وضو کا حکم ہے۔ ان میں وضو سے، لغوی وضو مراد ہے شرعی نہیں تاکہ احادیث کا تعارض اٹھ جائے۔ شوکانی صاحب نے نیل الاوطار میں لکھا کہ توضؤوا مما مست النار میں وضو سے لغوی معنی مراد لینا درست نہیں، اس لئے کہ حقائق شرعیہ، غیر پر مقدم ہوتے ہیں۔ اس پر عرض ہے کہ نصوص میں تعارض دفع کرنے کے لئے بعض نصوص میں لغوی معنی مراد لینا ضرورت شرعیہ ہے۔ ضرورت شرعیہ کی بنا پر معانی شرعیہ سے عدول میں کوئی حرج نہیں۔

نیز انھوں نے نسخ کے قول پر یہ ایراد کی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کوئی حکم دیں تو فعل رسول اس قول رسول کا ناسخ نہیں ہو سکتا، یہ بھی فریب ہے۔ اولاً یہ اسوقت ہے جبکہ وہ عمل خصائص میں سے ہو، جیسے نیند کا ناقض نہ ہونا، اور خصائص میں سے ہونے کے لئے دلیل لازم۔ یہاں کوئی دلیل نہیں اس لئے دعویٰ تخصیص ساقط۔ اور جب تخصیص ثابت نہیں تو یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل ناسخ نہیں ہو سکتا، بے دلیل ہوا۔

ثانیاً اس حدیث میں تصریح ہے، ہم لوگوں نے بھی ستو کھایا اور صرف کلی کر کے نماز پڑھی۔ اگر آگ پر پکی ہوئی چیز کا ناقض وضو ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ضرور وضو کا حکم دیتے۔ اسی سے ان کا یہ اجتہاد بھی باطل ہو گیا۔ آگ پر پکی ہوئی چیزوں میں سے صرف بکری کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا بقیہ تمام چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث سے ثابت کہ ستو کھانا ناقض وضو نہیں، نیز مسلم شریف میں روٹی[له] کا بھی ذکر ہے اسلئے بکری کے گوشت کا حصر باطل۔

مسائل کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد کلی کر لینی مستحب ہے۔ ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سفر میں تمام رفقا، اپنے اپنے کھانے ایک جگہ جمع کر کے کھائیں، اس لئے کہ جماعت میں برکت ہے حاکم اسلام کو اس کی اجازت ہے کہ عند الضرورت، غلے کی ذخیرہ اندوزی کرنے والے کا بجبر غلہ نکلوا کر فروخت کروائے، سالار فوج لشکر کی خبر گیری کرتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو سب کی خوراک اکٹھی کر دے تاکہ جن کے پاس خوراک نہ ہو انھیں بھی غذا مل جائے۔

عه ایضا جلد اول، طهارت باب الوضوء من غیر حدث ص ۳۴۔ جهاد، حمل الزاد فی الغزو ص ۴۱۸، جلد ثانی مغازی، باب غزوۃ خیبر ص ۶۰۳، ایضا باب غزوۃ الحدیبیه ص ۶۰۰، اطعمه باب السویق ص ۸۱۲ وباب المضمضة بعد الطعام ص ۸۲۰، نسائی جلد اول، طهارت باب ترك الوضوء مما غیرت النار ص ۳۰، ابن ماجة، طهارت باب الرخصة فی ذلك ص ۳۸۔ مؤطا امام مالك طهارت ترك الوضوء مما مست النار ص ۱۰، مسند امام احمد۔ طحاوی، جلد اول طهارت باب اکل ما غیرت النار ص ۴۰،

له جلد اول، طهارت باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷

حدیث (۱۵۴) اکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتفا ثم صلی و لم یتوضأ

عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ عه

ان کے پاس (بکری) کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

حدیث (۱۵۵) المضمضة من اللبن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهُ دَسَمًا عه

دودھ پیا اس کے بعد کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہے

تشریحات (۱۵۴) مطابقت امام بخاری نے "باب باندھا تھا" — جس نے ستو سے ، صرف کلی کی اور وضو نہیں کیا — اس حدیث میں نہ ستو کا ذکر ہے نہ کلی کا — علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ بخاری کے جس نسخے پر "فربری" کے دستخط ہیں۔ یہ حدیث اس کے پہلے والے باب میں ہے۔

اس باب میں صرف پہلی والی، سوید بن نعمان والی حدیث ہے۔ ناقلین کی غلطی سے یہ حدیث اس باب میں لکھ گئی — باب سے مطابقت تو نہیں لیکن اس سے ایک افادہ کی جانب اشارہ ہوسکتا ہے کہ کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد نماز پڑھنے کے لئے کلی کرنی فرض و واجب نہیں، مستحب ہے۔ کرلیا گیا تو بہتر ہے نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔

تشریحات (۱۵۵) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعض صحابۂ کرام دودھ پینے کے بعد وضو لازم جانتے تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دودھ کے بارے میں فرمایا۔

نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ — ان جانوروں کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس سے ہم تم کو

لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۔ (نحل ۶۶) — خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے۔

چونکہ دودھ ، لید اور خون کے مابین رہتا ہے اس لئے اس کے پینے کے بعد وضو ضروری ہے — لیکن اگر یہ استدلال صحیح مان لیا جائے

عه مسلم جلد اول، طهارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷۔

عه مسلم جلد اول، طهارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷، ابوداود جلد اول، طهارت باب الوضوء من اللبن ص ۲۶، ترمذی جلد اول، طهارت، المضمضة من اللبن ص ۱۲، نسائی جلد اول، طهارت باب المضمضة من اللبن ص ۴۰، ابن ماجه طهارت، المضمضة من شرب اللبن ص ۳۸۔

حدیث (۱۵۶) اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْھَبَ عَنْہُ النَّوْمُ

فرمایا جب نماز کی حالت میں کوئی اونگھے تو اسے لازم ہے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند کا اثر ختم ہو جائے

توکلام اس کی حلت، حرمت یاکم ازکم کراہت میں کرنا پڑیگا، دودھ خون اور لید کے مابین رہتے ہوئے ان دونوں سے بالکل الگ تھلگ صاف ستھرا رہتا ہے۔ گوبر اور خون کا کوئی اثر اس میں نہیں آیا تا اس لئے اس کا پینا بلا کسی ادنیٰ کراہت کے جائز اور پینے کے بعد کلی کی وجہ یہ نہیں کہ وہ لید اور خون کے درمیان رہتا ہے بلکہ اس کی چکناہٹ ہے، جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔

حدیث میں "ان لہ دسما" فرماکر کلی کرنے کی علت پر تنصیص فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنے میں آگ پر پکے ہونے کو یا لید اور خون کے درمیان ہونے کو کوئی دخل نہیں۔ اسی سے مستفاد ہوا کہ گوشت کھانے کے بعد کلی کا حکم اس کی چکناہٹ کی بناپر ہے آگ پر پکے ہونے کیوجہ سے نہیں۔ اسی سے یہ ثابت ہوگیا کہ دودھ پینے کے بعد بہرحال کلی کرنا مستحب ہے اگرچہ کچا ہو، پکا ہوا نہ ہو اس لئے دودھ اور ستو کھانے کے بعد کلی کرنے سے بطور دلالۃ النص یہ معلوم ہوا کہ کچھ بھی کھایا جائے اور فوراً نماز پڑھنی ہو تو کلی کرلینی مستحب ہے۔ اس لئے کہ ستو اور دودھ میں علت مشترکہ اس کا منہ میں اثر باقی رہنا ہے، اور تجربہ شاہد ہے کہ کچھ بھی کھائے تو اس کا اثر منہ میں رہتا ہے۔

ستو کھانے دودھ پینے کے بعد کلی کا حکم استحبابی ہے اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ پیا اس کے بعد نہ کلی کی اور نہ وضو فرمایا اور نماز پڑھی"۔ [۱]

تشریحات (۱۵۶) (۱۵۷)

(۱) مطابقت

امام بخاری نے ان احادیث پر جو باب باندھا ہے۔ اس کا دو جزء ہے۔ ایک یہ کہ، نیند سے وضو ہے۔ دوسرے یہ کہ جس نے ایک دو بار اونگھنے اور ایک جھونکے سے وضو واجب نہیں جاتا۔ پہلے جز کے مطابق امام بخاری کوئی حدیث نہیں لائے۔ غالباً ان کے نزدیک نیند کا ناقض وضو ہونا ایسا مسلم الثبوت ہے کہ اس پر دلیل لانے کی حاجت نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انھیں نہ ملی ہو۔ ورنہ بہت سی متفق علیہ باتوں کا باب باندھا ہے اور اس کے مطابق حدیث لائے۔ جبکہ یہاں نیند کا مطلقا ناقض وضو ہونا متفق علیہ نہیں۔ ایک دوبار اونگھ نیند کے ایک جھونکے سے وضو کا ٹوٹنا مختلف فیہ ہے اس لئے اس کے متعلق حدیث ذکر فرمائی۔ مگر یہ وجہ خفی ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے کیسے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دوبار اونگھ یا ایک جھونکے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا ٹوٹتا ہے؟ اس کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کے پائے جانے کی دو یا دو سے زائد علتیں بن سکتی ہوں تو اصولی طور ان میں جو علت

---

[۱] ابوداؤد جلد اول، طہارت، باب الرخصۃ فی ذلک ص ۲۶۔

فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَھُوَ نَاعِسٌ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّہٗ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبَّ نَفْسَہٗ ؎

اس لئے کہ نیند کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے اسے کیا خبر۔ ہو سکتا ہے کہ استغفار کرنا چاہتا ہو اور اپنے اوپر بد دعا کر بیٹھے۔

حدیث (۱۵۷) حدیث ایضا عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَنَمْ حَتّٰی یَعْلَمَ مَا یَقْرَأُ ؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھے تو اسے لازم ہے کہ سو جائے، یہاں تک کہ جو پڑھے اسے سمجھنے لگے

قریبہ ہو اس کی طرف حکم کی نسبت کی جاتی ہے۔ یہاں نماز ترک کرنے کی دو چیز علت بن سکتی ہے۔ ایک اونگھ سے وضو کا ٹوٹنا، دوسرے اس حالت میں نماز کا مفید ہونے کے بجائے مضر ہونے کا اندیشہ۔ وضو ٹوٹنا ترک نماز کی علت قریبہ ہے۔ اور مضر ہونے کا اندیشہ علت بعیدہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چھوڑ کر سو جانے کی علت وضو ٹوٹنے کو نہیں قرار دیا۔ بلکہ اندیشۂ مضرت کو۔ تو معلوم ہوا کہ اس اونگھ سے وضو ٹوٹا ہی نہیں۔ ورنہ ارشاد یہ ہوتا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب نماز میں مشغول رہنے سے کیا فائدہ۔ اس سے ثابت کہ نماز میں اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ رہ گئی ایک یا دو بار اونگھ کی تخصیص تو غالبًا امام بخاری نے اس کو اس طرح اخذ کیا ہے کہ نماز میں اس سے زیادہ ممکن نہیں ۔۔ مگر یہ بہت ہی سطحی بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ نماز میں انسان پوری نیند سو سکتا ہے۔ اور بنظر دقیق یہی زبردستی ہے کہ امام بخاری ایک یا دو اونگھ یا ایک جھونکے کو ناقض وضو نہیں مانتے۔ انھوں نے باب اس طرح باندھا ہے جس سے یہ متعین نہیں ہوتا کہ ان کا مسلک کیا ہے۔

نماز میں سونا ناقض وضو نہیں تحقیق یہ ہے کہ نماز میں سونا مطلقا ناقض وضو نہیں، خواہ نماز کی کسی بھی حالت میں سوئے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔ اس لئے کہ نیند بذاتہ ناقض وضو نہیں بلکہ خروج ریح کے مظنہ ہونے کی بنا پر ہے۔ اس وجہ سے جن صورتوں میں خروج ریح کا مظنہ ہے ان صورتوں میں سونا ناقض وضو ہے۔ اور جن حالتوں میں یہ مظنہ نہیں ان صورتوں میں نیند ناقض وضو نہیں۔ اس کی بنیاد استرخار مفاصل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، فرمایا:۔

ان الوضوء لایجب الا علی من نام مضطجعا — وضو صرف اسی پر واجب ہے جو کروٹ کے بل سوئے

فانہ اذا نام مضطجعا استرخت مفاصلہ ؎ — اسلئے کہ جب کروٹ کے بل سوئیگا تو اسکے جوڑ ڈھیلے پڑجائنگے۔

اس حدیث کے ایک راوی، ابو خالد یزید دالانی پر کلام کیا گیا ہے۔ مگر بہت سے محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے ۔۔ امام احمد اور نسائی نے کہا کہ "لاباس بہ" ابو حاتم نے ان کو ثقہ کہا۔ امام ذہبی نے مغنی میں کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے شواہد بھی ہیں جن سے قوت پاکر درجۂ حسن تک پہنچ گئی اس لئے لائق استدلال ہے۔

؎ مسلم جلد اول، صلوٰۃ باب من نعس فی صلوتہ ان یرقد ص ۲۶۷ - ابوداود جلد اول باب. النعاس فی الصلوٰۃ ص ۱۸۶ - نسائی طہارت باب النعاس ص ۳۷ - ؎ ترمذی، جلد اول، طہارت باب الوضوء من النوم ص ۱۲ ابوداؤد جلد اول، طہارت باب فی الوضوء من النوم ص ۲۶ -

اس حدیث میں کروٹ پر سونے کو ناقض وضو، اس لئے فرمایا کہ کروٹ پر سونے سے مفاصل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ ناقض وضو ہونے کی علت ایسی نیند کو ٹھہرایا گیا جس سے استرخاء مفاصل ہو۔ اس لئے نقض وضو کا حکم نوم مع استرخاء مفاصل کے ساتھ دائر ہوگا۔ کروٹ کے بل سونے کے علاوہ جن جن صورتوں میں استرخاء مفاصل ہوگا، ان تمام صورتوں میں سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور جن صورتوں میں نہ ہوگا ان صورتوں میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اور یہ ظاہر ہے کہ نماز کی جتنی ہیئت ہے کسی میں استرخاء مفاصل نہیں۔ اس لئے بطریق مسنون نماز پڑھنے کی حالت میں سونا ناقض نہیں۔ البتہ عورتوں کا سجدہ اس سے مستثنیٰ ہے ان کے سجدے کی ہیئت ایسی ہے جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی مرد، عورتوں کی طرح سجدہ کرے اور سو جائے تو مرد کا بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

نماز کی نیند ناقض وضو نہیں، اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

کہ جب وہ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سوئے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اونگھ جاتے، فرماتے ہیں:

فجعلت اذا اغفیت یاخذ بشحمۃ اذنی۔ [1]

جب میں اونگھتا تو حضور میرے کان کی لو پکڑتے۔

ان کے علاوہ مزید مندرجہ ذیل احادیث بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کھڑے، بیٹھے، سجدے کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔

لیس علی المحتبی النائم ولا علی القائم النائم وضوء حتی یضطجع فاذا اضطجع توضأ۔

جو شخص دونوں پاؤں کھڑا کر کے سرین زمین پر ٹیک کر بیٹھا بیٹھا سو جائے یا کھڑے کھڑے سو جائے اس پر وضو نہیں جبتک کہ کروٹ کے بل سوئے نہیں، جب کروٹ کے بل سو جائے تو وضو کرے۔

نیز دار قطنی میں ہے:۔

لا وضوء علی من نام قائما.

کھڑے کھڑے سونے والے پر وضو نہیں۔

پھر بیہقی میں ہے:۔

لا یجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبہ۔

جو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا سجدے کی حالت میں سو جائے اس پر وضو نہیں جب تک اپنا پہلو نہ رکھے۔

ان سب کا قدر مشترک وہی نکلا جو حدیث اول میں مذکور ہے کہ اگر ایسی حالت میں سویا جس سے استرخاء مفاصل ہو جائے تو وضو ٹوٹا ورنہ نہیں۔

مختلف احادیث کا محمل اس بارے میں وارد مختلف احادیث کا محمل یہی ہے کہ — جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیند ناقض وضو ہے ان سے مراد وہ نیند ہے جس سے استرخاء مفاصل ہو اور جن سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نیند ناقض وضو نہیں

[1] مسلم جلد اول، مسافرین باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعائہ باللیل ص ٢٦١۔

حدیث (۱۵۸) الوضوء عند کل صلوٰۃ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز

ان سے مراد وہ نیند ہے جس سے استرخاء مفاصل نہ ہو۔

ایضاح البخاری میں اپنے شیخ الہند کی باب سے مطابقت کی یہ تقریر نقل کی — کہ ابطال عمل ممنوع ہے اسلئے مراد یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا تھا اسے جلدی جلدی پوری کرکے سو رہے۔ اونگھنے کے باوجود نماز پوری کرنے کی ہدایت سے معلوم ہوا کہ اونگھنا ناقض وضو نہیں۔ جو بھی ادنیٰ سمجھ رکھتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ تقریر حدیث کے سیاق کے منافی ہے۔ جب اونگھنے کی وجہ سے اس کا خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں دعا کے بجائے بددعا کرنے لگے۔ تو یہ خطرہ نماز پوری کرنے میں بہر حال ہے۔ پھر نماز پوری کرنے کی اجازت کا کوئی محمل نہیں۔ رہ گیا ابطال عمل کی بات — تو گزارش ہے کہ ابطال عمل اس وقت منع ہے جب کوئی عذر شرعی یا داعیۂ شرعی نہ ہو۔ جب کوئی داعیۂ شرعی پایا جائے تو ابطال عمل ممنوع نہیں، مثلاً نماز کی حالت میں سانپ آگیا، آگ لگ گئی، قضاء حاجت کی ضرورت شدید ہوگئی تو کیا ارشاد ہے۔ پھر جہاں شارع کی طرف سے اجازت ہو وہاں ممنوع ہونے کا کیا سوال؟ — علامہ عینی نے اس حدیث سے مستنبط مسائل کے تحت لکھا۔ اس حدیث میں یہ حکم ہے کہ غلبۂ نوم کے وقت نماز توڑ دے۔

ایسی حالت میں نماز سے ممانعت اس لئے ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ وقت اجابت ہو اور یہ بددعا کردے جو قبول ہو جائے اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں حضور قلب اور باخشوع وخضوع رہنا چاہیئے۔ احتیاط پر عمل بہتر ہے۔ ایسی نیند پر جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہے فقہاء نے جنون، بیہوشی نشہ کو بھی قیاس کرکے ناقض وضو بتایا ہے۔

تشریحات (۱۵۸)

وضوعلی الوضو کے بارے میں مذاہب

(۱) بعض ظاہریہ اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ مقیم پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے، البتہ مسافروں کو ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کی اجازت ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جو سلیمان بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہے۔

"نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکے میں ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے آج ایسا کیا ہے کہ اس سے پہلے ایسا نہیں کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ اے عمر! یہ میں نے قصداً کیا ہے۔" [۱]

(۲) بہت سے صحابۂ کرام مثلاً حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعی مثلاً حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری وغیرہ اسکے قائل ہیں۔ مقیم ہو یا مسافر سب پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے خواہ حدث ہو خواہ نہ ہو، ان کی دلیل آیۂ کریمہ کا ظاہری مفاد ہے کہ فرمایا:۔

---

[۱] مسلم جلد اول، طہارت، باب جواز الصلوات کلہا بوضوء واحد ص ۱۳۵۔ ابوداؤد، جلد اول، طہارت، باب الرجل یصلی الصلوات کلہا بوضوء واحد ص ۲۳۔ طحاوی جلد اول طہارت، باب الوضوء ھل یجب لکل صلوٰۃ املا۔ ص ۲۵

يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِئُ

کے وقت وضو فرماتے ہیں نے پوچھا آپ لوگ کیا کرتے تھے حضرت انس نے کہا

اَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ عـه

جبتک حدث نہ ہوتا ہمیں ایک ہی وضو کافی ہوتا۔

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (الاٰية) جب نماز کیلئے کھڑے ہوتو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

اس میں یہ قید نہیں کہ جب تم محدث ہو۔

(۳) حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا کہ ایک وضو سے زیادہ سے زیادہ پانچ نمازیں پڑھ سکتے ہیں اس سے زائد نہیں۔

(۴) ائمہ اربعہ وغیرہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے۔ وضو صرف حدث سے واجب ہے، اور ایک وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھیں۔ ان کی دلیل حدیث زیر بحث ہے، اس لئے کہ اگر ہر نماز کے لئے وضو فرض ہوتا تو حضرت انس اور صحابۂ کرام بھی ہر نماز کے لئے ضرور وضو کرتے۔ اسی طرح مقیم اور مسافر کی تفریق ہوتی تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ضرور بیان کرتے۔ علاوہ ازیں اس کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں، مثلاً حضرت جابر کی یہ حدیث، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ ایک انصاری بیوی کے گھر تشریف لیگئے حضور کے سامنے بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی حضور نے اور ہمنے کھایا اتنے میں ظہر کا وقت ہوگیا حضور نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی پھر کھانے پر آئے اور جب عصر کا وقت ہوگیا تو نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا لـه

کیا حضور پر ہر نماز کیلئے وضو فرض تھا

رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر نماز کے لئے وضو کرنا۔ اسکی توجیہ امام طحاوی نے دو کی ہے۔ ایک یہ کہ ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اس پر وہ اس حدیث سے دلیل لائے۔

"عبد اللہ بن حنظلہ بن ابو عامر نے حدیث بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کے مامور تھے مگر جب یہ شاق ہوا تو وضو کے بجائے ہر نماز کے وقت "مسواک" کا حکم دیا گیا ٢ـه

دوسری توجیہ یہ کہ بہر حال افضل یہی ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل پر عمل فرماتے تھے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: کہ ابو الفضل ھذلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوکر وہ اپنے گھر آئے۔ جب عصر کی اذان ہوئی تو پھر وضو فرمایا۔ میں نے ان سے پوچھا اے ابو عبد الرحمٰن کیا بات ہے کیا ہر نماز کیلئے وضو ضروری ہے؟ فرمایا تم نے ٹھیک سمجھا۔ یہ سنت واجبہ نہیں۔ صبح کی نماز کا وضو تمام نمازوں کیلئے کافی ہے، جبتک حدث نہ ہو۔

عـه ترمذی جلد اول طھارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۹۔ نسائی جلد اول طھارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۳۲ ابن ماجہ، طھارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۳۹۔ ابو داود جلد اول طھارت باب الرجل یصلی الصلوات بوضوء واحد ص ۲۳۔ طحاوی جلد اول باب الوضوء ھل یجب لکل صلوٰۃ ص ۲۶ لـه طحاوی ص ۲۶ ٢ـه طحاوی جلد اول باب الوضوء ھل یجب لکل صلوٰۃ ص ۲۵۔

حدیث (۱۵۹) دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ اَوْمَکَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ

یا مکّے کے باغوں میں سے کسی باغ پر گزرے کہ دو انسانوں کی آواز سنی

بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرمایا۔ جو وضو پر وضو کریگا اس کے لئے دس نیکیاں ہوں گی۔ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے میں نے ایسا کیا ہے۔[1]

باب کا فائدہ | فائدہ اولیٰ:۔ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس لئے تنقیح کے لئے امام بخاری نے یہ باندھا اور یہ افادہ فرمایا کہ باوضو ہوتے ہوئے نماز کے لئے وضو فرض نہیں۔ ورنہ حضرت انس اور صحابہ کرام ضرور ہر نماز کے لئے وضو کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ اس سے ثابت کہ یہ مستحب ہے۔ یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ ہر نماز کیلئے وضو کا فرض ہونا حضور کے خصائص سے ہو، اسے سوید بن نعمان والی حدیث ذکر کرکے دور فرمایا، کہ منزل صہبار پر حضور نے عصر کے وضو سے نماز مغرب ادا فرمائی۔

فائدہ ثانیہ | وضو مقصود بالذات عبادت نہیں۔ مفتاح صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے عبادت ہے جب وضو ہے تو پھر وضو کرنا بظاہر لغو اور اسراف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ازالہ فرمایا۔ وضو پر وضو کرنا مستحب ہے اور باعث اجر اور فعل رسول ہے۔

تشریحات (۱۵۹) تکمیل | یہ واقعہ مدینے میں ہوا یا مکّے میں، یہ اس حدیث کے ایک راوی جریر کا شک ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ جیساکہ کتاب الادب میں بغیر تردید کے "من حیطان المدینة" مذکور ہے۔ یہ باغ ام مبشر انصاریہ کا تھا۔[2] اور یہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں اسلئے کہ ابن ماجہ میں ہے بقبرین جدیدین۔[3] اور مسند امام احمد میں حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور جنت البقیع کے قریب سے گزرے تو حضور نے پوچھا۔ تم نے آج یہاں کس کو دفن کیا ہے۔ جنت البقیع میں ایسی نئی قبر سوائے مسلمانوں کے اور کسی کی نہیں ہوسکتی۔ نیز حدیث کا سیاق بھی یہی بتارہا ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں ہی کی تھیں اسلئے کہ عذاب کا سبب، پیشاب سے احتیاط نہ کرنا اور چغل خوری کو بتایا۔ اگر یہ کافر ہوتے تو عذاب کا سبب ان کے کافر ہونے کو بیان فرماتے۔

اس روایت میں ہے کہ "رکھا" اور اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ "غرز" گاڑا۔ مسند عبد بن حمید میں ہے کہ ان کے سروں کے پاس رکھا۔ علامہ ابن حجر نے، نسائی کے حوالے سے لکھا کہ۔ لانے والے حضرت بلال تھے۔

مسلم جلد دوم[4] کے اخیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث طویل مذکور ہے اس سے کچھ لوگوں کو شبہہ ہوا کہ کھجور کی شاخ لانے والے حضرت جابر تھے مگر یہ صحیح نہیں۔ وہ دوسرا واقعہ ہے۔ دونوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ وہ سفر کا۔

---

[1] ایضاً ص ۲۵، [2] دار قطنی فی حدیث جابر، [3] طہارت۔ تشدید فی البول ص ۲۹، [4] ص ۴۱۵،

اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
جنھیں اپنی اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
یُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰی کَانَ اَحَدُهُمَا لَا یَسْتَتِرُ
ان پر عذاب ہو رہا ہے حالانکہ کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں ہو رہا ہے اسکے بعد فرمایا، ہاں بڑے گناہ پر

یہاں صحابۂ کرام کا مجمع تھا۔ وہاں ساتھ میں صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہاں یہ مذکور نہیں کہ یہ شاخ کس درخت سے منگائی تھی۔ وہاں تصریح ہے کہ خاص ان دو درختوں کی شاخیں منگوائی تھیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطریق اعجاز، قضاء حاجت کے لئے اکٹھا کیا تھا۔ یہاں یہ ہے کہ شاخ ایک ہی تھی اس کے دو ٹکڑے کرکے ایک ایک قبر پر رکھا وہاں یہ ہے کہ دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ منگوائی۔ یہاں یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ وہاں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکھوایا۔ یہاں عذاب کے سبب کی تصریح ہے کہ وہ پیشاب سے بے احتیاطی اور نمیمہ ہے۔ وہاں کوئی سبب مذکور نہیں۔ یہاں لعلّ کے ساتھ تخفیف عذاب کا ذکر ہے۔ وہاں لعل نہیں۔

گزشتہ سے مناسبت نواقض وضو کا بیان ہو رہا تھا۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ پیشاب، ناقض وضو ہے، ہر ناقض وضو کے لئے ناپاک ہونا لازم۔ فقہ کا مشہور و معلوم قاعدہ ہے۔ ہر حدث نجس ہے اور ہر نجس کا خروج ناقض وضو۔ جب پیشاب نجس ہے تو اس سے بدن اور کپڑے کا بچانا فرض۔ یہ بتانے کے لئے باب باندھا "من الکبائر ان لا یستتر من البول"، پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور ہر گناہ کبیرہ سے اجتناب فرض۔ تو ثابت کہ پیشاب سے بچنا فرض۔ پھر اسکے بعد مسلسل کئی باب اس کے متعلق باندھا جن میں پیشاب سے طہارت کا طریقہ مذکور ہے اور انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کے پیشاب کا ذکر ہے۔

(۲) یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ نسائی کتاب الطہارت میں "لا یستنزہ" ہے اور کتاب الجنائز میں لا یستبری ہے۔ ابو نعیم نے مستخرج میں "لا یتوقی" روایت کیا ہے۔ لا یستتر کے معنی ہیں، پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور لا یستنزہ، لا یستبری، لا یتوقی کے معنی ہیں بچتا نہیں تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ لا یستتر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اپنے اور پیشاب کے مابین سترہ یعنی روک نہیں کرتا تھا۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ پیشاب کے چھینٹے اس پر پڑتے تھے۔ اب سب روایتوں کا حاصل ایک ہوا کہ پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔

یہاں استتار کے حقیقی معنی یعنی پردہ کرنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ اگر عذاب قبر کا سبب، کشف عورت ہوتا۔ تو من البول کا ذکر بے فائدہ تھا۔ اتنا فرمانا کافی تھا کہ بے پردگی کرتا تھا۔ من البول کے اضافے سے معلوم ہوا کہ پیشاب کو عذاب قبر میں دخل ہے۔ یہ اسی وقت بنے گا جب کہ استتار کے وہ معنی لئے جائیں جو ہم نے ذکر کئے۔ پیشاب کو عذاب قبر میں خاص دخل ہے، اس کی تائید ابن ماجہ[1]، طبرانی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں تصریح ہے کہ فرمایا ان میں سے ایک کو پیشاب کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔

[1] باب التشدید فی البول ص ۱۲۔

مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا
ان میں سے ایک پیشاب کرکے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا اس کے بعد حضور نے کھجور کی ایک شاخ

كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ
منگائی اور اسے دو ٹکڑے کیا ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھا دریافت کیا گیا یا رسول اللہ

نیز ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، فرمایا، اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے۔[1] علاوہ ازیں حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللفظ للاول

عامة عذاب القبر فى البول فاستنزهوا من البول۔[2] — عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے اس لئے پیشاب سے بچو۔

نیز حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتقوا البول فانه اول ما يحاسب به العبد فى القبر۔[3] — پیشاب سے بچو اس لئے کہ قبر میں پہلے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

اس کا بھی احتمال ہے کہ، یہاں لایستتر، پردہ نہ کرنے کے معنی میں ہو۔ یعنی پیشاب کرنے کی حالت میں پردہ نہیں کرتا تھا، اور من البول۔ بیان واقعہ کیلئے ہو تو بھی معنی بن سکتے ہیں۔

(۳) صوت انسانین، میں، واحد کی اضافت تثنیہ کی طرف ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مضاف، مضاف الیہ کا جز رہو تو واحد کی اضافت تثنیہ کی طرف درست ہے۔ جیسے اکلت راس شاتین۔ مگر جمع لانا بہتر ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا۔ اور اگر مضاف، مضاف الیہ کا جز نہ ہو تو اکثر یہی ہے۔ تثنیہ لایا جاتا ہے۔ اور اگر التباس کا اندیشہ نہ ہو تو جمع بھی لانا درست ہے جیسے اسی حدیث میں ہے۔ فی قبورھما۔

(۴) وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ میں "فی" تعلیل کے لئے ہے۔ جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (انفال ۶۸) — جو فدیہ تم نے لیا اسکی وجہ سے تمہیں بھاری عذاب پہنچتا۔

اور جیسے حدیث میں ہے:۔

عذبت امراة فى هرة — ایک بلی کی وجہ سے ایک عورت کو عذاب دیا گیا۔

تعارض اور تطبیق یہاں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:۔ کسی بڑے جرم کی وجہ سے انھیں عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا۔ ہاں بڑے جرم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ نسائی کی روایت میں۔ بلیٰ کے بعد۔ فی کبیر۔ مذکور ہے نہ بھی مذکور ہوتا تو بھی معنی یہی تھے۔ اس لئے کہ بلیٰ ایجاب نفی ماتقدم کے لئے آتا ہے۔

---

[1] ایضاً [2] الترغیب والترہیب جلد اول ص ۶ - ۱۱۵ [3] ایضاً ص ۱۱۸،

لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا ع۵

آپ نے یہ کیوں کیا — فرمایا جب تک یہ سوکھیں گی نہیں — انکے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

جیسے ارشاد ہے:

السست بربکم قالوا بلیٰ۔ — اللہ عزوجل نے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں، سب نے عرض کیا ہاں ہے۔

اس کی شراح نے بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ سب سے اظہر یہ ہے کہ یہ دونوں گناہ ان کے خیال میں بڑے نہیں تھے۔ حالانکہ حقیقت میں بڑے ہیں۔ یامراد یہ ہے کہ بظاہر لوگوں کی نظر میں بڑے نہیں مگر شرعاً عند اللہ بڑے ہیں۔ جیسے واقعہ افک کے بارے میں فرمایا:

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔ (نور/١۵) — تم اس کو معمولی سمجھتے ہو حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بھاری جرم ہے۔

یا یہ کہ بڑے نہیں، سے مراد یہ ہے کہ ان سے بچنا کوئی بڑی بات یعنی دشوار نہیں۔ اور عند الشرع بڑے گناہ ہیں۔

یہ دونوں مسلمان تھے کہ کافر | اس قسم کے واقعات احادیث میں متعدد ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو مسلم شریف کی اخیر حدیث طویل میں مذکور ہے دوسرے جو ابو موسیٰ مدینی نے الترغیب والترہیب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بنی النجار کے ایسے لوگوں کی قبروں سے گزرے جو جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے"

تیسرے وہ واقعہ ہے جو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا، جس میں یہ ہے:۔

"بنی النجار کی ایسی عورتوں کی قبر سے گزرے جو جاہلیت میں مری تھیں"

اس لئے ان سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ حدیث زیر بحث میں جن کا تذکرہ ہے وہ مسلمان نہیں کافر تھے۔ حدیث زیر بحث میں جن کے احوال مذکور ہیں وہ بلاشبہہ مومن تھے۔ اس پر مندرجہ ذیل دلیلیں قائم ہیں۔

(١) اگر یہ کافر ہوتے تو عذاب کا سبب پیشاب سے نہ بچنا اور چغلی کھانا ذکر نہ فرماتے بلکہ ان کے کفر کو بیان فرماتے یا ان کے ساتھ کفر کو بھی ضرور ذکر فرماتے۔

(٢) اسی حدیث کے بعض طرق میں یہ زیادتی ہے:

" انصار کی دو جدید قبروں سے گزرے "

انصار خاص اسلامی نام ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔

(٣) امام احمد کی روایت میں یہ ہے کہ حضور جنت البقیع سے گزرے تو دریافت فرمایا: "آج یہاں تم نے کس کو دفن کیا ہے"

خطاب صحابہ سے ہے اور صحابہ مسلمان ہی کو دفن کریں گے۔ نیز بقیع مسلمانوں ہی کا قبرستان ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف | (۵) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نجاست سے آلودہ رہنا اور نمیمہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ گناہ کبیرہ کی جامع مانع تعریف کیا ہے، یہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہر وہ گناہ جس کی جزا میں

ع۵ ایضا اس کے ایک باب بعد ص ۳۵۔ جنائز۔ الجرید علی القبر ص ١٨١۔ باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول ص ١٨۴ جلد ثانی ادب۔ باب الغیبۃ۔ باب النمیمۃ من الکبائر ص ٨٩۴۔ مسلم جلد اول باب الدلیل علی نجاسۃ البول والتستر ص ١۴١ ابوداود جلد اول طہارت۔ باب الاستبراء من البول ص ۴۔ ترمذی جلد اول طہارت۔ باب التشدید فی البول ص ١١۔ نسائی جلد اول طہارت۔ باب التنزہ من البول ص ١٢۔ جنائز باب وضع الجرید علی القبر ص ٢٩١۔ ابن ماجہ باب التشدید فی البول ص ٢٩۔ مسند امام احمد۔

عذاب یالعنت یاغضب مذکور ہو کبیرہ ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا حقوق العباد گناہ کبیرہ ہیں اور حقوق اللہ صغیرہ ۔ مالک بن مغول نے کہا۔ بدمذہبوں کے گناہ کبیرہ ہیں اور اہلسنت کے گناہ صغیرہ۔ بعض نے کہا بالقصد جو گناہ کیا جائے کبیرہ ہے اور بھول چوک سے جو گناہ ہو وہ صغیرہ ۔ سدی نے کہا، مقصود بالذات جو گناہ ہو وہ کبیرہ ہے اور مقدمات و مبادی صغیرہ ۔ مثلاً زنا کبیرہ ہے اور دیکھنا، چھونا، بوس و کنار صغیرہ ۔ ایک قول یہ ہے کہ جو گناہ موجب حد ہو وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ ۔ راجح پہلی تعریف ہے۔ اس کی تعداد میں مختلف روایتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ ستر یا سات سو کے قریب ہیں۔ اور فرمایا۔ کوئی گناہ استغفار کے بعد کبیرہ نہیں اور اصرار کے بعد کوئی گناہ صغیرہ نہیں ۔ نیز فرمایا، اللہ عز وجل کی ہر نافرمانی کبیرہ ہے [1]

تعداد گناہ کبیرہ کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں کسی نے سات کہا کسی نے نو کسی نے ستر، کسی نے قریب قریب سات سو کسی حدیث میں تمام کبائر کیجا مذکور نہیں۔ جن لوگوں نے سات کہا ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا:

سات برباد کرنے والی چیزوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ شرک، جادو، قتل ناحق، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا لڑائی سے بھاگنا، پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ [2]

جن لوگوں نے نو کہا انھوں نے ان سات پر دو کا اور اضافہ کیا۔ جھوٹی قسم، اور بیت اللہ کی بے حرمتی [3]

لیکن احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد مزید ان گناہوں کا بھی کبیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تنگی رزق کی وجہ سے چھوٹے بچوں کا قتل، زنا خصوصاً پڑوسی کی عورت سے، یہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے [4]، ماں باپ کی نافرمانی وایذارسانی جھوٹی گواہی، کسی کے ماں باپ کو گالی دینی، پیشاب سے ملوث رہنا، چغلی، وغیرہ وغیرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں فرمایا، یہ قریب قریب ستر ہیں بلکہ قریب قریب سات سو کے بھی مروی ہے۔

اور حق یہ ہے کہ ان کی تعداد معین نہیں۔ کچھ گناہوں کے بارے میں تصریح ہے کہ یہ کبیرہ ہیں۔ جن گناہوں کے بارے میں کبیرہ کی تصریح نہیں۔ ان کے بارے میں امام ابو محمد بن عبد السلام نے یہ ضابطہ ارشاد فرمایا کہ:

ایسے گناہوں کا سب سے ہلکے گناہ کبیرہ سے تقابل کرو، اگر اس کا فساد اس کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو کبیرہ اور اگر کم ہے تو صغیرہ۔ مثلاً کسی پاکدامن عورت پر کسی بدکار کو قابو دینا کہ وہ اس کے ساتھ زنا کرے کسی مسلمان کو پکڑ لینا کہ اسے کوئی قتل کردے بلاشبہ بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ حالانکہ کہیں ان کے گناہ کبیرہ ہونے کی تصریح نہیں اس لئے کہ ان کی قباحت، ان کا فساد۔ مال یتیم کھانے سے بہت زیادہ ہے [5]۔ علی ہذا القیاس۔

پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ ہے چغلخوری تو بلاشبہہ کبیرہ ہے مگر پیشاب سے نہ بچنا یعنی بدن یا کپڑے کا ناپاک رہنا کبیرہ ہے یا نہیں یہ بحث طلب ہے۔ لیکن کبیرہ کی جو تعریف ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی اس کی بنا پر یہ ضرور کبیرہ ہے اسلئے

---

[1] خازن۔ سورہ نساء تفسیر آیۃ وان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ۔ [2] مسلم جلد اول باب اکبر الکبائر ص ۶۵
[3] عینی جلد ثالث ص ۱۱۴ [4] سورۂ فرقان (۶۸) [5] ماخوذ از نووی شرح مسلم جلد اول ص ۶۴

کہ اس پر عذاب کی وعید وارد ہے، بلکہ عذاب کا مشاہدہ ہے۔ البتہ پیشاب سے ملوث ہونا بذاتہ کبیرہ نہیں چونکہ ناپاک بدن اور ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوتی۔ ایسا شخص حقیقت میں تارک صلوۃ ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے کی عادت ڈالنی بلاشبہہ گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ بالقصد ایک بار بھی ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چونکہ فساد نماز کی یہاں علت پیشاب سے ملوث رہنا ہے یہی نماز کے فاسد ہونے کا ذریعہ بنا اس لئے اسے کبیرہ فرمایا۔ اور اگر لایستتر کو ظاہر معنی پر لیں۔ یعنی پیشاب کرنے کی حالت میں پردہ نہیں کرتا تھا تو بھی ظاہر ہے کہ بے ستری کی عادت ضرور کبیرہ ہے۔ ہر صغیرہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جاتی ہے۔

کیا یہ وعید صرف انسان کے پیشاب کیساتھ خاص ہے

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ وعید صرف انسان کے پیشاب کے ساتھ خاص ہے یا ہر جانور کے پیشاب کو عام ہے۔ بخاری کی اس روایت میں "من بولہ" ہے۔ جو بظاہر پہلے کی مؤید ہے۔ اور دوسری روایت جو چند سطر بعد بے عنوان باب کے تحت مذکور ہے۔ اس میں "من البول" ہے، یہ عموم پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کی مؤیدہ احادیث بھی ہیں جو پہلے مذکور ہوئیں۔ اس لئے کہ ان سب میں مطلقاً "بول" مذکور ہے جو اپنے مدلول کے لحاظ سے ہر بول کو شامل ہے۔

حیوانات کے پیشاب پاک ہیں یا ناپاک

اسی سے ایک دوسری بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ انسان کے پیشاب کی طرح دوسرے حیوانات کے پیشاب پاک ہیں یا ناپاک۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ ناپاک ہیں خواہ وہ حیوانات حلال ہوں یا حرام تفصیلی بحث حدیث عرینیین میں آرہی ہے۔

یہ وعید صرف پیشاب کو خاص ہے یا ہر نجاست کو عام

بظاہر یہ وعید پیشاب کے ساتھ خاص معلوم ہوتی ہے مگر بنظر دقیق ہر نجاست کو عام ہے۔ اس لئے کہ پیشاب کا اثر اس کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے نجس ہونے میں ہر نجاست مساوی تو جو اس کا حکم ہے وہی اور نجاستوں کا ہونا ضروری ہے۔

غیبت اور نمیمہ کا فرق

بخاری کی روایتوں میں "بالنمیمۃ" ہے۔ یہاں تک کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں یہ باب باندھا ہے۔ عذاب القبر من الغیبۃ والبول ــــ اس کے تحت بھی جو روایت لائے اس میں بھی یہ ہے اما احدھما فکان یسعی بالنمیمۃ۔ غیبت کا لفظ اس میں بھی نہیں ــــ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت اور نمیمہ امام بخاری کے یہاں ایک ہی ہیں۔ ورنہ باب کے ساتھ مطابقت نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں مسند امام احمد میں بجائے نمیمہ کے غیبت ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے امام نووی سے نقل فرمایا کہ کسی کی بات ضرر پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا نمیمہ ہے انھوں نے غیبت کی کوئی تعریف نہیں کی۔

علامہ ابن حجر نے کتاب الادب میں فرمایا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ بہ نیت ضرر کسی کا حال دوسرے تک بغیر اس کی مرضی کے پہنچانے کو نمیمہ کہتے ہیں، خواہ اس کی موجودگی میں خواہ غیبوبت میں۔ غیبت میں ضرر کی نیت شرط نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کا حال دوسرے تک پہنچایا جائے ــــ البتہ ان دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ جو بات نقل کی گئی اس کا نقل کرنا اسے ناپسند ہو۔ یہ بات قول ہو، فعل ہو عیب ہو یا نہ ہو۔ ہر ایسی چیز جس کا افشا کسی کو

ناپسند ہو اس کا افشا نمیمہ ہے۔ مثلاً کسی نے کہیں مال دفن کیا۔ اس کا افشا بھی نمیمہ۔

تخفیف عذاب کی علت ان کھجوروں کی شاخ رکھنے سے عذاب میں تخفیف کی علت کیا ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:۔

علماء نے فرمایا، یہ اس پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شفاعت فرمائی۔ حضور کی یہ شفاعت شاخوں کے سوکھنے تک قبول ہوئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ احتمال بھی ہے کہ حضور اس وقت تک ان کے لئے دعا کرتے رہے ہوں۔ ایک قول یہ ہے۔ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہوئی کہ یہ شاخیں جبتک گیلی رہیں گی تسبیح کرتی رہیں گی، سوکھی تسبیح نہیں کرتی۔ آیۂ کریمہ

وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

میں اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ اس میں شیٔ سے زندہ مراد ہے۔ ان لوگوں نے فرمایا کہ ہر چیز کی حیات اس کے اعتبار سے ہے۔ لکڑی کی زندگی سوکھنے تک اور پتھر کی اس وقت تک جبتک اپنے معدن سے جدا نہ کیا جائے۔ مگر محققین کا مذہب یہ ہے کہ۔ یہ آیت اپنے عموم پر ہے یعنی زندہ مردہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز واقعی تسبیح کرتی ہے یا اس سے مراد تسبیح قہری ہے کہ ہر چیز کا وجود، اس کی ہیئت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا صانع ہر عیب سے منزہ ہے۔ محققین نے فرمایا۔ کہ ہر چیز حقیقت میں تسبیح کرتی ہے [1]

ان میں سے امام نووی کے نزدیک کیا حق ہے۔ انھوں نے بظاہر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا لیکن ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

استحب العلماء قراءة القران عند القبر لهذا الحديث لانه اذا كان يرجى التخفيف بتسبيح الجريد فبتلاوة القران اولى ــ وقد ذكر البخاري في صحيحه ان بريدة بن الحصيب الاسلمي الصحابي اوصى ان يجعل في قبره جريدتان ففيه انه رضي الله تعالى عنه تبرك بفعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ـ [2]	اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر پر قرآن مجید پڑھنے کو مستحب جانا۔ اس لئے کہ جب کھجور کی شاخ کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بدرجۂ اولیٰ امید ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب اسلمی صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ حضرت بریدہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے برکت حاصل کی۔

یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہی راجح ہے کہ تخفیف عذاب ان شاخوں کی تسبیح کی وجہ سے ہے۔ یہاں ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ جب عند التحقیق سوکھی لکڑی بھی تسبیح کرتی ہے تو تخفیف عذاب کو تر کے ساتھ خاص کیوں کیا۔ اس کا جواب علامہ شامی نے یہ دیا کہ ہری شاخ کی تسبیح بہ نسبت سوکھی کے زیادہ اکمل ہے اس لئے ہری کی تسبیح تخفیف عذاب میں مؤثر ہے۔ جیسے حضرات انبیاء کرام، اولیاء عظام کی تسبیح، ذکر، دعاء، کا جو اثر و فائدہ ہے وہ ہم جیسے عوام کی تسبیح اور ذکر و دعا کا اثر و فائدہ نہیں۔ تر نباتات کی تسبیح بہ نسبت سوکھے کے زیادہ قوی ہے۔ یہ خود مخالفین کے شاہ صاحب کو تسلیم ہے جیسا کہ انوار الباری میں ہے۔

اسکے بعد علامہ نووی نے لکھا کہ خطابی نے اس سے انکار کیا، کہا جو لوگ اس حدیث کی بناء پر قبروں پر شاخ وغیرہ رکھتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں۔

[1] شرح مسلم جلد اول باب الدليل على نجاسة البول والاستتر عنه ص ۱۴۱ ۔ [2] ایضا

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری خطابی کے اس انکار کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں خطابی نے جو کچھ کہا اس میں واضح بحث ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث قبروں پر ہری شاخ وغیرہ رکھنے کی اصل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا خطابی کا یہ کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ ممنوع ہے یہ حدیث اس کی اصل اصیل ہے اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ متأخرین نے یہ فتویٰ دیا۔ کہ قبروں پر پھول اور شاخیں رکھنے کی جو عادت ہے وہ اس حدیث کی روشنی میں سنت ہے [۱]

حضرت ملا علی قاری کے اس ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک نیز حضرت علامہ ابن حجر کے نزدیک تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تسبیح ہے اور یہی علامہ عینی کا بھی رجحان ہے۔

اس لئے اس حدیث سے قبروں پر پھول وغیرہ رکھنے کا جواز ہی نہیں استحسان ثابت ہوتا ہے۔

لطیفہ یہاں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ خطابی کی طرف منسوب تو یہ ہے کہ، وہ تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تسبیح کو نہیں مانتے اور ساتھ ہی ساتھ علامہ عینی نے ان کا اس حدیث سے استنباط یہ نقل کیا کہ خطابی نے کہا، یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ جب درخت کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید برکت میں کہیں اس سے زیادہ ہے [۲]

یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ اصل علت ان شاخوں کی تسبیح ہے۔ خطابی کی اصل کتاب میرے پاس ہے نہیں کہ اصل حال کی تحقیق ہو سکے۔ علامہ ابن حجر نے طرطوشی کا یہ قول نقل کیا۔ تخفیف عذاب کی علت حضور کے دست مبارک کی برکت تھی۔ غیر مقلدین اور دیوبندی اس کو علت قرار دینے پر بہت زور دیتے ہیں۔ لیکن پھر یہ برکت اتنی محدود کیوں رہی کہ جب تک شاخیں ہری رہیں تخفیف عذاب رہا، اس کو کوئی صاحب بتائیں ؟

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت اور دعا کی تاثیر اپنی جگہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک تو دست مبارک ہے اگر نعلین پاک کسی کی قبر پر رکھدیں تو ہمیشہ کیلئے عذاب قبر کیا عذاب جہنم ٹل جائے۔ اور دعا کے اثر کا حال اس سے بھی بڑھ کر پھر حضور نے تخفیف عذاب کی دعا کیوں نہیں کی۔ صرف دست مبارک یا قدم پاک یا نعل مقدس کیوں نہیں رکھا۔ اگر حضور ان کے عذاب میں تخفیف عذاب کیلئے دست مبارک رکھدیتے یا دعا فرما دیتے تو کھجور کی شاخ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر حضور نے نہ دعا فرمائی نہ دست مبارک یا قدم پاک یا نعل مقدس رکھا کھجور کی شاخ رکھی۔ یہ دلیل ہے کہ اس خاص واقعہ میں تخفیف عذاب کی علت نہ دعا رہے نہ دست مبارک کا رکھنا بلکہ صرف اس شاخ کی تری ہے۔ جس پر حدیث کا یہ ارشاد۔ مالم تیبسا۔ نص ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگر حضور دعا فرما کر یا دست مبارک رکھکر تخفیف عذاب کر دیتے، تو وصال اقدس کے بعد آنیوالے ہزاروں لاکھوں امت کے افراد کو تخفیف عذاب کا یہ نسخہ معلوم ہوتا۔ حضور نے کھجور کی شاخ رکھکر اپنی قیامت تک کی امت کو تخفیف عذاب کا یہ نسخہ عطا فرما دیا۔ دعا سے یا دست پاک کی برکت سے وہی مستفیض ہو سکتے تھے جو حیات ظاہری میں موجود تھے۔ مگر اس عطیہ سرکاری سے قیامت

---

[۱] مرقات جلد اول باب آداب الخلاء فصل اول ص ۲۸۶،

[۲] عینی جلد سوم کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من البول ص ۱۱۶

تک کی امت بہرہ مند ہوتی رہے گی۔

فقہا نے لکھا کہ قبرستان کی ترگھاس کا کاٹنا مکروہ ہے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جبتک وہ ہری رہتی ہے تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انسیت حاصل ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس پر علامہ محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں:۔

دلیلہ ما ورد فی الحدیث من وضعہ علیہ الصلوۃ والسلام الجریدۃ الخضراء بعد شقھا نصفین علی القبرین الذین یعذبان وتعلیلہ بالتخفیف مالم ییبسا ای تخفف عنھما ببرکۃ تسبیحھما اذ ھو اکمل من تسبیح الیابس لما فی الاخضر من نوع حیاۃ وعلیہ فکراھۃ قطع ذلک وان نبت بنفسہ ولم یملک لان فیہ تفویت الحق المیت ویوخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ ؂۱

اس کی دلیل وہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہری کھجور کی شاخ کو دو ٹکڑے کرکے ان قبروں پر رکھا جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ اور حضور کا تخفیف عذاب کی یہ علت بتانا ہے کہ جبتک سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے اسلئے کہ تر کی تسبیح سوکھی سے زیادہ کامل ہے کیونکہ تر میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اس بناپر قبرستان سے ہری گھاس کاٹنے کی کراہت اسلئے ہے کہ اسمیں میت کی حق تلفی ہے اس مسئلے سے اور حدیث سے یہ حکم ماخوذ ہے کہ کھجور کی ہری شاخ رکھنا مستحب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں اس پر قیاس کیا گیا وہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ آس وغیرہ کی شاخیں رکھتے ہیں۔

علامہ شامی کی فقہاء احناف میں جو حیثیت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی کتاب ردالمحتار، فقہ حنفی کی بہت مشہور اور مستند ہے۔ کوئی حنفی عالم اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا انھوں نے بہت واضح غیر مبہم طور پر بتادیا کہ ان لوگوں پر تخفیف عذاب کی علت خود حضور نے یہ بتائی کہ جبتک یہ تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس لئے کہ تر شاخ کی تسبیح سوکھی کے بہ نسبت زیادہ کامل ہے۔ اس لئے کہ تر شاخ میں یک گونہ حیات ہے۔ تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں کھجور کی تر شاخ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس پر قیاس کرکے آس وغیرہ دوسرے تر نباتات رکھنا بھی۔

اس کے بعد ہمیں اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں، مگر دیوبندی وغیر مقلد شارحین نے یہاں عوام کو بہت مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اس لئے بحث کو مکمل کرنے کے لئے چند امور کا اضافہ ضروری ہے۔

اس حدیث میں تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تری اور تسبیح ہی ہے۔ یہی صحابۂ کرام نے بھی سمجھا۔ چنانچہ سیدنا بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں ؂۲

اس قسم کی وصیت حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کی تھی۔ شرح الصدور میں ہے کہ:۔

"قتادہ نے کہا کہ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث (زیر بحث) بیان کی اور یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ میری قبر میں

؂۱ جلد اول ص ۶۰۶ ؂۲ بخاری جلد اول، جنائز باب الجرید علی القبر ص ۱۸۱،

کھجور کی دو شاخیں رکھدینا۔ ان کا وصال کرمان اور قوس کے درمیان ایک میدان میں ہوا۔ وہاں کھجور کی شاخ نہ مل سکی لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کی وصیت قبر میں شاخیں رکھنے کی تھی اور یہاں ہے نہیں کیا کریں۔ اتنے میں سجستان کی طرف سے کچھ سوار آئے جن کے پاس کھجور کی شاخیں تھیں ہم نے ان سے شاخیں لے کر ان کی قبر میں رکھدیں۔ [۱]

اس پر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

قد تاسی بریدہ بن حصیب الصحابی بذلک فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریدتان واولی ان یتبع من غیرہ

اسکی پیروی بریدہ بن حصیب صحابی نے کی اور یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں ان صحابی کی بہ نسبت دوسروں کے اتباع کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ظاہر ہے کہ حدیث کو صحابۂ کرام سے زیادہ، خطابی، طرطوشی نہیں سمجھ سکتے۔ صحابی نے اس کا مطلب یہی سمجھا کہ تخفیف عذاب کا سبب ان شاخوں کی تری ہے۔ اور ان کی تری کو تخفیف عذاب میں دخل ہے اس لئے اس کی وصیت کی۔ انھوں نے اس کو ان دونوں کے ساتھ خاص نہیں سمجھا، اس لئے ان صحابہ کرام کی اتباع ہم کو بھی کرنی چاہئے۔ ان کے عمل کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور جو انھوں نے سمجھا اس کو حق ماننا چاہئے۔

اس پر صاحب انوار الباری کا یہ کہنا کہ:۔

" ایک دو صحابی کے سوا دوسرے ہزارہا صحابۂ کرام نے جو بات سمجھی وہ لوگ اور بھی لائق اتباع ہیں۔ جو شائبہ بدعت کو سوں دور ہے، چنانچہ ایک دو صحابی کے سوا کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہوا کہ اس نے قبروں پر ٹہنیاں یا پھول وغیرہ رکھانے کو سنت یا مستحب سمجھا ہو" [۱]

آپ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ جبتک کوئی عمل تمام صحابہ سے مروی نہ ہو وہ قابل قبول نہیں۔ اگر یہ ثابت ہو کہ دو یا چار صحابہ نے یہ کام کیا مگر بقیہ صحابہ سے یہ منقول نہ ہو کہ انھوں نے بھی کیا تو وہ لائق اعتبار نہیں۔ آپ کی یہ تحقیق ماننے کے بعد دین کا کیا حال ہوگا۔ وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس تحقیق کو صحیح مان لینے کے بعد تمام شرائع ختم ہو جائیں گے اور تو اور نماز پڑھنی مشکل ہو جائیگی۔ بلکہ محال۔ آپ بتائیں کہ تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ لیجانا، ثنا پڑھنا، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، آمین بالسر کہنا، رکوع سجدے کی تسبیحات، تشہد وغیرہ کتنے صحابہ سے مروی ہے؟ کیا ان سب کے رد کے لئے آپ کی یہ منطق کافی نہ ہوگی؟ اہل علم جانتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے کسی فعل کا منقول ہونا کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کے خلاف کسی صحابی کا قول نہ ہو۔ اور یہاں تو دو صحابی کی وصیت اور تابعین کی جماعت کا عمل ثابت ہے، جس پر کسی صحابی، کسی تابعی نے کوئی انکار نہیں فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے:۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں جسکی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے۔

آپ نے عدم ذکر کو ذکر عدم بنالیا۔ یہی آپ کی غلطی ہے۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ صرف صحابی کا فعل ہی ہے اس کی مؤید حدیث بھی ہے اس کے باوجود آپ نے اس کے بدعت ہونے کا حکم لگادیا۔ جب فعل رسول، فعل صحابہ، فعل تابعین بھی بدعت ہو جائے تو سمجھ

---

[۱] جلد ششم ص ۵۱،

میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں کے نزدیک سنت کس چیز کا نام ہوگا۔

دوسرا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ:

"اور ظاہر ہے کہ یہ امر مغیبات میں سے ہے اس لئے جب دوسروں کو اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا تو ان کو اس فعل کا اتباع بھی درست نہ ہوگا،، [۱]

اب یہ دوسری تحقیق بھی اگر حق ہے تو کسی مسلمان کے لئے دعاء مغفرت اس وقت تک فضول ہے جبتک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ گنہگار ہے اس لئے کہ گنہگار ہونا نہ ہونا مغیبات سے ہے جب ہمیں معلوم ہی نہیں کہ یہ گنہگار ہے یا نہیں تو دعاء مغفرت بیکار۔ ہم ثابت کر آئے کہ تخفیف عذاب کی علت ان کی تسبیح ہے اگر یہ بندہ صالح عذاب قبر سے محفوظ ہے تو اس سے اسے انس حاصل ہوگا، نزول رحمت ہوگی۔ یہ فائدہ کیا کم ہے۔

تیسرا اعتراض آپ کا یہ ہے:

"پھر اس طریقہ کی غلطی پر یہی دلیل کافی ہے کے بجائے فساق و فجار کی قبور کے جن کے لئے تخفیف عذاب کے اسباب کی ضرورت ہے صلحاء و مقربین بارگاہ خداوندی کے مزارات پر یہ چیزیں چڑھاتے ہیں،، [۲]

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں کا بھی عمل ایسا ہی الٹا ہے۔ عوام غرباء فساق و فجار کے جنازے میں جانے کی آپ حضرات تو زحمت نہیں اٹھاتے مگر شیخ الحدیث حضرت جی، مہتمم صاحب وغیرہ قسم کے اپنے صلحاء و مشائخ کے جنازے میں دھکے کھانے کے باوجود شریک ہوتے ہیں حالانکہ فساق و فجار کو نماز جنازہ و دعاء مغفرت کی آپ کے عقیدے کے مطابق آپ کے شیخ الحدیث و حضرت جی کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہے۔ آپ بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اس کا پاس ضروری تھا۔

کشمیری صاحب کا ارشاد فرمایا بکثرت علماء سلف و خلف نے قبروں پر ٹہنیاں لگانے وغیرہ کو بدعت و خلاف شریعت کہا ہے۔ [۳]

ذرا مہربانی کر کے دس بیس کے نام تو گنا دیجئے جس نے اسے بدعت کہا ہو۔ ادعاء بے دلیل علماء کے سر بہتان۔ یہ آپ کے بزرگوں کی پرانی عادت ہے۔ خطابی یا علامہ ابن عبد البر نے جو کہا صرف یہ کہ اس حدیث سے اس کا استدلال درست نہیں۔ ان میں سے کسی نے بدعت نہیں کہا۔ یہ صرف بانیان وہابیت کا اختراع ہے۔

آگے شاہ صاحب نے فرمایا:

"اسی طرح متاخرین حنفیہ میں سے جس کسی نے اس کو جائز کہا، غلطی کی ہے۔ مثلاً شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور علامہ شامی میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے منقح نہ ہو سکا تھا،، [۴]

ذرا آپ نے اپنی تنقیح پیش کی ہوتی تو دنیا دیکھ لیتی کہ یہ تنقیح آپ کو بھی لے ڈوبی۔ یقیناً ان حضرات کے نزدیک بدعت کی ایسی کوئی تعریف نہیں جس کی رو سے فعل رسول، فعل صحابہ، فعل تابعین بھی بدعت ہو جائے۔ بدعت کی ایسی تعریف دیوبند میں ڈھلی اور وہیں بند ہے۔ اہل علم انصاف کریں۔ ان بزرگوں کے نزدیک جب فعل رسول، فعل صحابہ، فعل

---

[۱] انوار الباری جلد ششم ص ۵۰ [۲] ایضاً ص ۵۱ [۳] ایضاً ص ۵۱ [۴] ایضاً ص ۵۱ ۔

تابعین بھی بدعت ہے تو پھر اس کا کیا علاج ۔

لعل تحقیق کے لئے ہے حدیث میں "لَعَلَّ" وارد ہے جو ترجی امید کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ترجی میں شک ہوتا ہے ۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان جو امید کرے، وہ ضرور پوری ہو۔ مگر اللہ عز وجل اور رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس سے مستثنی ہیں ۔ ان کی ترجی بھی تحقیق کے لئے ہے ۔ جیساکہ علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا :۔

الرجاء من الله ونبيه للتحقيق اللہ اور رسول کے کلام میں لفظ ترجی تحقیق کے لئے ہے ۔

مسائل مستخرجہ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں :۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، کہ یہ بھی جان لیا کہ ان پر عذاب ہورہا ہے اور یہ بھی جان لیا کہ کس بنا پر ہورہا ہے نیز یہ جان لیا کہ ان شاخوں کے رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اور یہ بھی جان لیا کہ کبتک ہوگی ۔ اس حدیث میں اکٹھے چار علم غیب کی خبر ہے ۔

(۲) نمیمہ گناہ کبیرہ ہے (۳) عذاب قبر حق ہے (۴) بدن یا کپڑے کے نجس ہوتے ہوئے نماز پڑھنی گناہ کبیرہ ہے (۵) گنہگار مومن پر بھی عذاب قبر ہوگا (۶) قبر کے پاس اللہ عز وجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ذکر، تلاوت، کوئی بھی عمل خیر مستحب ہے (۷) انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات کی بھی تسبیح وتقدیس مؤثر ہے (۸) قبر پر ہری شاخ، پھول وغیرہ رکھنا مستحب ہے (۹) ایک انسان کا عمل دوسرے کے لئے نفع بخش ہے (۱۰) پیشاب مطلقًا ناپاک ہے (۱۱) نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی بدن اور کپڑے کا پاک رکھنا ضروری ہے ۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ باب باندھا ۔ پیشاب دھونے کے بیان میں ۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس قبر والے سے فرمایا ۔ جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا ۔ اور حضور نے انسانوں کے علاوہ اور کسی کے پیشاب کو نہیں ذکر کیا ۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیث سابق کے بعض طرق میں جو " من بوله " کے بجائے " من البول " آیا ہے اس میں بھی بول سے اسی شخص کا پیشاب مراد ہے ۔ گویا اس میں الف لام استغراق کا نہیں عہد خارجی کا ہے ۔ اور چونکہ ایسے احکام میں کسی شخص کی خصوصیت نہیں ہوتی اس لئے یہ حکم پوری نوع کو عام ہوگا ۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ انسان غیر ماکول اللحم ہے اس لئے یہ حکم تمام غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب میں عام کیا جاسکتا ہے ۔ ان مقدمات کے بعد امام بخاری کا مقصد یہ ظاہر ہوا کہ وہ صرف غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب کو ناپاک مانتے ہیں اور ماکول اللحم کے پیشاب کو پاک ۔ اگر امام بخاری کا یہی مقصد ہے تو اس پر دو گذارش ہے ؛

اوّل یہ کہ ہم نے جو احادیث پہلے ذکر کیں ان میں مطلق " بول " ہے ۔ اور اس کے الف لام کو عہد خارجی پر محمول نہیں کر سکتے وہ بلاشبہہ استغراق کے لئے ہے جس میں تمام پیشاب داخل ہیں خواہ وہ ماکول اللحم کے ہوں خواہ غیر ماکول اللحم کے ۔

دوم یہ کہ آپ نے انسان کے غیر ماکول اللحم ہونے کو علت قرار دے کر قیاس کیا ۔ ماکول اور غیر ماکول کو طہارت ونجاست میں دخل نہیں ۔ بہت سی اشیاء غیر ماکول ہیں مگر طاہر ہیں، جیسے خود انسان کا گوشت، طاہر ہے مگر ماکول نہیں ۔ اس لئے اسکو حکم کا مدار ٹھہرانا درست نہیں ۔ بلکہ بنظر دقیق پیشاب کی نجاست میں گوشت کو کوئی دخل ہی نہیں ۔ پیشاب کی نجاست کی بنیاد

اس کا بدبو و گندگی کی جانب استحالہ یعنی بدلنا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے؛

کہ اگر کوئی چیز اپنی اصل کے اعتبار سے طیب و طاہر ہو پھر وہ استحالہ کے بعد یعنی بدل کر گندی و بدبودار ہو جائے تو ناپاک ہے۔ اور اگر کوئی ناپاک چیز ہو اور بدل کر عمدہ، خوش ذائقہ ہو جائے تو پاک و طیب ہے۔ مثال کے طور پر ہماری غذا کو لیجئے۔ ہم پاک و صاف، طیب و طاہر، لذیذ و خوش ذائقہ غذا کھاتے ہیں۔ مگر معدے میں جاکر جب وہ بدل کر بدبودار ہو جاتی ہے تو ناپاک ہو جاتی ہے۔ براز غذا ہی کا بدلا ہوا حصہ ہے جو اپنی گندگی اور بدبو کی وجہ سے ناپاک ہے۔ دوسری طرف لیجئے شراب نجس اور حرام ہے مگر جب بدل کر سرکہ ہو جائے تو حلال و طاہر۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ انسانوں کی طرح حیوانات کے پیشاب بھی ان کی غذا کی بدلی ہوئی حالت ہے جسمیں گندگی اور بدبو ہوتی ہے اس لئے وہ ناپاک ہے۔ اور پیشاب کے استحالہ الی الفساد والنتن میں سب حیوانات برابر ہیں خواہ وہ ماکول اللحم ہوں خواہ غیر ماکول اللحم، اس لئے سب کے پیشاب ناپاک۔

ہمارے اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ نے نورالانوار میں ذکر کی،

ایک مرد صالح کا وصال ہوا۔ دفن کے بعد وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گھر جاکر ان کی بیوی سے سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بکریاں چراتا تھا ان کے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا؛

استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ۔ [1] پیشاب سے بچو اس لئے کہ عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہاں خاص بکریاں مذکور ہیں جو ماکول اللحم ہیں۔ اس لئے بول کے نجس ہونے میں غیر ماکول اللحم کی تخصیص ساقط۔

امام بخاری کا مقصد اگر یہ ہے تو یہ افادہ ظاہر ہے کہ اس میں — من البول، عام نہیں، خاص ہے، مگر اسکے لئے لفظ "باب" کے اضافے کی کیا حاجت تھی۔

صاحب انوار الباری نے، اپنے حضرت گنگوہی کی یہ توجیہ ذکر کی، کہ امام بخاری کا مقصد یہ باب الگ لانے سے عموم بول کی نجاست بتانا ہے، کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

گنگوہی صاحب کا رد مگر اس توجیہ پر کہیں کوئی خفی سے خفی تر قرینہ کا دور، دور تک پتہ نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے، کسی طرح درست نہیں۔

علاوہ ازیں یہ مقصد اس وقت درست ہو سکتا تھا جب متعین طور پر یہ معلوم ہوتا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً ہر پیشاب ناپاک ہے۔ ایسا نہیں، بلکہ باب بول الصبیان اور باب ابوال الابل والدواب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جو لڑکے غذا نہ کھاتے ہوں۔ اور ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب پاک ہیں۔ یا کم از کم یہ کہ وہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے ہیں۔ پھر بلا عنوان باب لکھنے سے کیسے یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مطلقاً تمام پیشاب ناپاک ہیں۔

---

[1] نورالانوار۔ بحث عام ص ۶۸

حدیث (۱۶۰) ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاعرابی حتی فرغ من بولہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

علامہ عینی نے یہ توجیہہ کی کہ اس کا مقصد دونوں سندوں کی تصحیح ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اس حدیث کی پہلی سند میں مجاہد کی بلا واسطہ طاؤس، حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور اس بلا ترجمہ والی سند میں مجاہد کی، حضرت ابن عباس سے بواسطۂ طاؤس روایت ہے۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں سندیں متصل و صحیح ہیں۔ مجاہد، طاؤس کے واسطے سے بھی، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور طاؤس کے بلا واسطہ بھی۔

ابن حبان نے دونوں سندوں کو صحیح کہا۔ امام ترمذی نے، بواسطہ طاؤس والی روایت کو اصح کہا۔ اس سے ثابت بلا واسطہ طاؤس والی بھی صحیح ہے۔

بلا واسطہ طاؤس والی سند پر امام دار قطنی نے جرح کی تو اس کا جواب تمام شارحین نے یہی دیا کہ یہ بھی صحیح ہے۔ اس خطرے کو امام بخاری نے محسوس کر لیا تھا۔ اس پر تنبیہہ کرنے کے لئے بلا عنوان باب کے تحت اس بواسطہ طاؤس والی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔

علامہ عینی پر میری گذارش یہ ہے کہ باب من الکبائر ان لا یستتر من البول کے تحت جب یہ حدیث بلا واسطہ طاؤس، مذکور ہے تو وہیں اسے ذکر کر دینے سے یہ افادہ ہو گیا کہ یہ سند بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ جو بھی اعتراض ہو سکتا تھا اور ہوا وہ اسی سند پر ہوا۔ اس سند کی تصحیح کا افادہ کرنے کے لئے الگ بلا عنوان باب قائم کرنے کو کیا دخل؟

یہاں سیدھی سادی بات یہ ہے کہ بہت سی جگہ امام بخاری نے بلا ترجمہ باب لکھا ہے۔ ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ اصل میں یہاں بیاض تھا مگر ناقلین نے ملا کر لکھ دیا۔ اس جگہ امام بخاری کو باب کا کوئی عنوان لکھنا چاہیئے تھا مگر کسی وجہ سے نہیں لکھ سکے اسی طرح اس حدیث کے مناسب کوئی باب لکھنا چاہتے ہونگے مگر کسی وجہ سے نہیں لکھ سکے اور ناقلین کے دونوں کو ملا کر بیاض چھوڑے بغیر لکھنے کی وجہ سے یہ دشواری پیدا ہو گئی۔ اور یہ صرف یہیں نہیں اور بھی جگہوں پر ہے۔

ان سب کے بعد اختتام کلام پر گذارش ہے کہ ان سب بحاث کے باوجود حدیث لا یستتر من البول میں اظہر یہی ہے کہ اس سے مبتلا کا پیشاب مراد ہے اسلئے ہم بار بار ذکر کر آئے کہ حدیث کے مختلف طرق ایک دوسرے کی تفسیر ہوتے ہیں۔ جب کچھ طرق میں من بولہ مذکور ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد مردے کا پیشاب ہے۔ یعنی وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اسکی متابعت میں امام بخاری نے فرمایا قال ابن المثنی وحدثنا وکیع قال حدثنا الاعمش قال سمعت مجاھداً مثلہ۔ اسکی ضرورت یہ پیش آئی کہ اس حدیث میں محمد بن مثنی کے دو شیخ ہیں ایک محمد بن حازم انکی روایت میں حدثنا الاعمش عن مجاھد ہے دوسرے شیخ وکیع ہیں انکی روایت میں حدثنا الاعمش قال سمعت مجاھداً ہے اعمش تدلیس میں مشہور ہیں پہلی سند میں عن مجاھد تھا اسمیں تدلیس کی گنجائش ہے دوسری سند میں اعمش نے سمعت مجاہداً کہا ہے اب تدلیس کا شبہہ جاتا رہا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حدیث کو قوت مل گئی۔

تشریحات (۱۶۰، ۱۶۱) **تکمیل**:- ایک اعرابی مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ

علیہ وسلم نے۔ ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہے ہیں تو فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ

دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ع۵

پیشاب سے فارغ ہو گئے تو پانی منگا کر اس پر بہایا

حدیث (۱۶۱) ایضا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ، قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک اعرابی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع

فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کر دیا تو لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا اس پر نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا

ساتھ کسی پر مت رحم فرما۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایک وسیع معاملے کو تنگ کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اُٹھے اور مسجد کے ایک طرف جا کر پیشاب کرنے لگے، لوگ چیخ پڑے مَہْ مَہْ ہاں ہاں اور انکی طرف بڑھے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، اس کا پیشاب مت کاٹو اور صحابہ کرام سے فرمایا تم لوگ آسانی کرنے کے لئے (دنیا میں) بھیجے گئے ہو سختی کے لئے نہیں اور جب وہ اعرابی پیشاب سے فارغ ہو گئے تو ان کو بلایا اور فرمایا مسجد میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے، یہ اللہ کے ذکر اور نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ہے اور ایک صاحب سے فرمایا اس پر ایک ڈول پانی بہا دو ۱ۓ ابوداود کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا۔ جہاں پیشاب کیا ہے وہاں کی مٹی پھینک دو اور وہاں ایک ڈول پانی بہا دو۔

یہ اعرابی کون تھے ایک قول یہ ہے کہ یہ اقرع بن حابس تھے جیسا کہ ابوبکر تاریخی نے روایت کیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ذوالخویصرہ یمانی تھے جیسا کہ ابوموسیٰ مدینی نے الصحابہ میں، روایت کیا۔ نیز حضرت ملا علی قاری نے شرح شفا میں اسی کو بیان فرمایا ہے البتہ مرقاۃ ۲ۓ میں لکھا ہے کہ یہ ذوالخویصرہ تمیمی تھا جو حقیقت میں منافق تھا بعد میں خوارج کا سردار بنا اور نہروان میں قتل ہوا۔ ذوالخویصرہ تمیمی ہی وہ گستاخ ہے جس نے غزوۂ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت کہا تھا اعدل یا محمد اس پر حضرت فاروق نے عرض کی، اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مسلم میں ہے ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوہ حنین سے واپسی پر حضور اقدس مقام جعرّانہ میں تشریف فرما تھے۔ بلال کے کپڑے میں چاندی تھی حضور مٹھی میں لے لے کر لوگوں کو دے رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا، اے محمد انصاف کرو! حضور نے فرمایا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کریگا۔ تو خائب و خاسر ہوا اگر میں نے انصاف نہیں کیا۔ اس پر عمر بن خطاب نے

ع۵ ایضا ایک حدیث کے بعد ص ۳۵ جلد ثانی ادب باب الرفق فی الامر کلہ ص ۸۹۰ ـ مسلم جلد اول۔ طہارت، باب وجوب غسل البول والنجاسات اذا حصلت فی المسجد ص ۱۳۸۔ نسائی جلد اول طہارت، باب ترک التوقیت فی الماء ص ۲۰۔ ایضا میاہ باب التوقیت فی ذلک ۱ۓ مسلم ابوداود ۲ۓ جلد اول ص ۱۵۱ ۳ۓ جلد اول ص ۳۵۰

دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ

اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو تم لوگ

فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ ع ٥

دنیا میں آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ سختی کرنے کے لئے

عرض کیا مجھے اجازت دیں اس منافق کی گردن اڑادوں ۔ [۳]

علاوہ ازیں حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد خامس میں فرمایا:۔

ونزل فیہ قولہ تعالی ومنھم من یلمزک فی الصدقات فھو من المنافقین [۴]

ذوالخویصرہ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے منافقین میں وہ ہے جو صدقات کی تقسیم کے سلسلے میں تم پر نکتہ چینی کرتا ہے اسلئے ذوالخویصرہ منافقین میں سے ہے

اس سے ظاہر ہو گیا کہ ذوالخویصرہ تمیمی کو خود ملا علی قاری منافق مانتے ہیں اور کتاب الطہارت میں غالباً ناسخین کی غلطی سے بجائے یمانی کے تمیمی ہو گیا ہے اس لئے کہ ذوالخویصرہ تمیمی کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں کہ اس نے مسجد میں پیشاب کیا ہو۔

تناسب ابواب پہلے ابواب میں پیشاب کی نجاست کا بیان تھا اسی بیان کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ اگر زمین پر پیشاب یا کوئی نجس چیز پڑ جائے تو اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ زمین کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہاں مذکور ہے کہ اس پر پانی ڈال کر نجاست اس طرح بہادو کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ زمین سوکھ جائے تو پاک ہو جائیگی تیسرا یہ بھی ہے کہ ناپاک مٹی کھود کر پھینک دو۔

مسائل (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کا پیشاب ناپاک ہے (۲) مسجد کو پاک و صاف رکھنا ضروری ہے ورنہ صحابہ اس اعرابی کو نہ روکنے کی کوشش کرتے اور نہ بعد میں اس پر پانی ڈالا جاتا (۳) جو لوگ جاہل گنوار ہوں اور کوئی نامناسب بلکہ ناجائز کام کر بیٹھیں تو ان کے ساتھ بیجا سختی نہ کیجائے البتہ نرمی سے سمجھایا جائے حکم شرعی کی تلقین کی جائے (۴) مسجد کی حرمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان اعرابی کو فوراً روک دیا جاتا مگر اس میں کچھ خطرات تھے ہو سکتا ہے کہ ڈر کیوجہ سے وہ اعرابی پیشاب کرتے ہوئے بھاگتے تو مسجد کے اور حصے اور ان کے کپڑے ناپاک ہوتے، یا خوف کیوجہ سے پیشاب بند ہو جاتا تو اس میں کسی بلا یا سخت مرض کا اندیشہ تھا ایسی صورت میں ان دو متضاد باتوں میں جو آسان تھی اسے اختیار فرمایا۔ اسے مسجد میں پیشاب کرنے دیا گیا پھر مسجد کو پاک کرا لیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ناپاک ہونے کے بعد مسجد کی طہارت نسبتہً آسان ہے۔ یوں ہی مسجد کی ایک جگہ پاک کرنا بہ نسبت متعدد جگہوں کے زیادہ آسان ہے۔ اسی کو فرمایا گیا۔ اذا ابتلیتم ببلیتین فلیختروا ھونھما۔ جب دو بلاؤں میں مبتلا ہو تو جو آسان ہو اسے اختیار کرو۔

---

[۳] جلد اول کتاب الزکوۃ باب اعطاء المولفۃ ص ۳۴۰ ۔

[۴] باب المعجزات فصل اول ص ۴۵۶ ۔

حدیث (۱۶۲) بال صبی علی ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّہَا قَالَتْ اُتِیَ رَسُوْلُ	
حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصَبِیٍّ فَبَالَ عَلٰی ثَوْبِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَہٗ	
علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا اس نے حضور کے کپڑے پر پیشاب کر دیا، حضور نے پانی منگایا اور جہاں	
اِیَّاہُ ع	حدیث ایضاً (۱۶۳) عَنْ اُمِّ قَیْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّہَا
جہاں پیشاب پڑا تھا وہاں وہاں پانی ڈالا۔	حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

تشریحات ۱۶۲، ۱۶۳

(۱) ام قیس یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور مدینہ طیبہ ہجرت کی ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں۔ صحیحین میں دو حدیثیں ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے ان کا نام جذامہ بتایا اور سہیل نے آمنہ۔ [۱]

(۲) ان دو احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ ایسے بچوں کا پیشاب جو ابھی غذا نہ کھاتے ہوں ناپاک ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو اس پر پانی ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔

البتہ اس کے پاک کرنے کے طریقے میں تھوڑی سی تفریق ہے کہ بچی کے پیشاب کو خوب اچھی طرح دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب میں اتنے مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بچوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے جس کی وجہ سے انکا پیشاب رقیق ہوتا ہے جو معمولی دھونے سے دور ہو جائے گا برخلاف بچیوں کے کہ ان کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے اسکی وجہ سے اس میں غلظت کثافت لزوجت زیادہ ہوتی ہے وہ بغیر اچھی طرح دھوئے پاک نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں بچے کا پیشاب پتلی دھار کے ساتھ نکلتا ہے وہ زیادہ جگہ پھیلتا نہیں اور بچیوں کا پیشاب چوڑی دھار کے ساتھ پھیل کر نکلتا ہے وہ بدن اور کپڑے پر زیادہ پھیل کر لگتا ہے۔ بچوں کے پیشاب کے بارے میں الفاظ مختلف آئے ہیں یہاں بخاری میں فاتبعہ ایاہ وارد ہے یعنی جہاں جہاں پیشاب تھا وہاں وہاں پانی ڈالا۔

بعض روایتوں میں صَبَّ یا یَصُبُّ آیا ہے اس کے معنی پانی ڈالنے کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے لم یغسلہ غسلا۔ اس کو مبالغے کے ساتھ نہیں دھویا۔ بعض میں رَشَّ وارد ہے جس کے معنی چھڑکنے کے ہیں بعض میں نضح وارد ہے جس کے معنی بھی چھڑکنے کے ہیں۔ ان میں تین الفاظ فاتبعہ ایاہ۔ صب۔ لم یغسلہ غسلا۔ کا صریح منطوق یہ ہے کہ شیر خوار بچے کے بھی پیشاب کو دھویا۔ اگرچہ اتنا زیادہ نہیں دھویا جتنا بچی کا دھویا۔ صرف دو لفظ اپنے ظاہر کے اعتبار سے یہ بتا رہے ہیں کہ دھویا نہیں صرف پانی چھڑک کر چھوڑ دیا۔ لیکن یہ وہی کہے گا جس کے ذہن میں نضح اور رش کے دوسرے

ع مسلم جلد اول طہارت باب حکم بول الطفل الرضیع ص ۱۳۹۔ نسائی جلد اول طہارت باب بول الصبی الذی لم یاکل الطعام ص ۵۶، ابن ماجہ باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۴۰۔ [۱] عینی جلد سوم ص ۱۳۲۔

اَتَت بِابنٍ لَّهَا صَغِيرٍ لَّمْ يَاكُلِ الطَّعَامَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی
کہ وہ اپنے ایک ایسے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں جو ابھی غذا نہیں
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهٖ
لیتا تھا، بچے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گود میں بٹھایا بچے نے آپ
فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ عہ
کے کپڑے پر پیشاب کر دیا حضور نے پانی منگایا اور اس پر ڈالا اور اُسے دھویا نہیں

مواقع استعمال مستحضر نہیں۔ خود احادیث میں "نضح" اور "رش" دھونے کے معنی میں وارد ہیں۔

بخاری[1] اور مسلم[2] دونوں میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں خون حیض کے بارے میں وارد ہے واللفظ للبخاری

فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه — اسے چٹکی سے کھرچ دے پھر پانی سے دھوئے پھر اس کپڑے میں نماز پڑھے۔

علامہ نووی نے شافعی ہوتے ہوئے شرح مسلم میں فرمایا: — تنضحه کے معنی یہ ہیں کہ اسے دھوئے جیسا کہ جوہری وغیرہ نے

ومعنى تنضحه تغسله كذا قاله الجوهري وغيره — کہا ہے یہ حدیث دلیل اس بات کی ہے کہ نجاست کا پانی سے

وفي هذا الحديث وجوب غسل النجاسة بالماء[3] — دھونا واجب ہے۔

ابو داؤد میں[4] مذی کے بارے میں ہے:

فلينضح فرجه وليتوضأ — اپنی شرمگاہ کو دھوئے پھر وضو کرے۔

حالانکہ اس کے پہلی والی حدیث میں اسی واقعہ میں یہ الفاظ ہیں۔

فاغسل ذكرك وتوضأ — اپنے عضو تناسل کو دھو پھر وضو کر۔

ایک حدیث[5] میں فرمایا۔

اني لاعرف مدينة ينضح بجانبها بحر — میں اس شہر کو پہچانتا ہوں جس کے کنارے سمندر سر پٹکتا ہے۔

اسی طرح رش بھی احادیث میں دھونے کے معنی میں مستعمل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کی تفصیل ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

عہ مسلم جلد اول طہارت باب حکم بول الطفل الرضیع ص ۱۳۹، جلد ثانی الطب باب لکل داء دواء ص ۲۲۷ ابوداود جلد اول باب بول الصبی یصیب الثوب ص ۵۲-۵۳، ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم ص ۱۱، ابن ماجہ باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۴۰، [1] کتاب الحیض باب غسل دم الحیض ص ۴۵ [2] طہارت باب نجاسۃ الدم ص ۱۴۰ [3] جلد اول ص ۱۴۰، [4] جلد اول باب المذی ص ۲۷، [5] امام احمد ابو نعیم۔ مسند ابو یعلی۔

حدیث (۱۶۴) البول قائما

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ

علیہ وسلم ایک قوم کے گھورے پر تشریف لے گئے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا پھر پانی

فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّاءَ عہ

طلب فرمایا میں پانی لیکر حاضر ہوا حضور نے وضو فرمایا

اخذ غرفة من ماء فرش علی رجله الیمنی حتی غسلها۔[1] ایک چلو پانی لے کر اپنے داہنے پاؤں پر ڈالا یہاں تک کہ اسے دھویا۔

ترمذی[2] میں حضرت اسماء والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حتیه ثم اقرصیه ثم رشیه وصلی فیه اسے کھرچ پھر چٹکی سے دور کر پھر دھو پھر اسمیں نماز پڑھ

جب نضح اور رش کے معنی بھی دھونے کے ہیں تو تمام احادیث میں تطابق کے لئے ضروری ہوا کہ شیرخوار بچے کے پیشاب کے بارے میں جہاں جہاں نضح اور رش آیا ہے ہر جگہ ان کو غسل کے معنی میں لیا جائے۔

اس مسئلے کو لے کر بعض لوگوں نے احناف پر طعن کیا ہے کہ یہ لوگ حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ ہماری سابق تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ طعن بے بنیاد ہے اس مسئلہ کو دوسری عبارت میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ انسان کا پیشاب ناپاک ہے اس میں شیرخوار بچے کا بھی پیشاب داخل ہے۔ جس پر قریب قریب اجماع ہے جو کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ اور جب شیرخوار بچے کا پیشاب ناپاک تو اس کی طہارت بھی اسی طرح سے ہوگی جو تمام پیشاب کے لئے شریعت نے مقرر فرمایا ہے۔ شیرخوار بچے کے پیشاب کے لئے کوئی اور طریقہ اسی وقت قابل قبول ہوگا جبکہ نص سے ثابت ہو اس کے ثبوت میں وہ احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں "نضح" "رش" کے الفاظ وارد ہیں مگر چونکہ ان کے معنی خود احادیث میں دھونے کے آتے ہیں اس لئے ان سے استدلال ساقط اور اصل حکم باقی۔

تشریحات (۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶)

(۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے

احناف اور جمہور علماء کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے یہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا:-

عہ ایضا اس کے بعد دو باب میں، مظالم الوقوف والبول عند سباطة قوم جلد اول ص ۳۳۵۔ مسلم جلد اول طہارت باب المسح علی الخفین ص ۱۳۳۔ ابوداود جلد اول باب البول قائما ص ۴۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الرخصة فی ذلک ص ۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب الرخصة فی ذلک ص ۹۔ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی البول قائما ص ۲۶۔ دارمی وضو (۹) مسند امام احمد

[1] بخاری جلد اول وضوء۔ باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة ص ۲۶۔

[2] جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل دم الحیض ص ۲۰۔

حدیث ایضاً (۱۶۵) عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُنِیْ اَنَا وَالنَّبِیُّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا میں اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں جن صاحبزادے کا ذکر ہے وہ کون بزرگ تھے اس میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، رضی اللہ تعالٰی عنہم، ان تینوں بزرگوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی گود میں بیٹھنا اور بیٹھکر پیشاب کرنا بھی ثابت ہے لیکن حضرت ام المومنین جن کا ذکر فرمارہی ہیں یہ کون صاحب تھے علی التعیین ثابت نہیں۔

ایضاح البخاری کی غلطی | ایضاح البخاری صفحہ ۲۸۲ پر ہے

ابوداود میں لم یغتسل غسلا آیا ہے

اس خادم کو ابوداود میں یہ لفظ نہیں ملا۔ البتہ مسلم شریف میں ہے

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعداً [1]

اگر تم سے کوئی کہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے، اس کی بات مت ماننا، حضور بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

حدیث عائشۃ احسن شیء فی ھذا الباب واصح۔

اس مسئلے میں جتنی حدیثیں آئی ہیں ان سب سے زیادہ حسن اور صحیح یہ حدیث ہے

صحیح ابوعوانہ اور حاکم کی مستدرک میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔

ما بال قائما منذ انزل علیہ القرآن

جس دن سے قرآن اترنا شروع ہوا کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا

(۲) بخاری کے دونوں شارح علامہ عسقلانی و علامہ عینی نے، حضرت ام المومنین کی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھروں میں بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔ اس لئے وہ اپنے علم کی بناپر فرمارہی ہیں، وہ گھر کے اندر کے حالات جان سکتی ہیں۔ ان پر اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ تعقب فرمایا کہ صحیح ابوعوانہ اور مستدرک کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نہ گھر میں کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا نہ باہر۔ اس لئے اس حدیث کو گھروں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں اس لئے حضرت ام المومنین ابتداء نزول قرآن کے پانچ سال پر پیدا ہوئیں تو وہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر یہ کیسے فرماسکتی ہے۔ جب سے نزول قرآن ہوا کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ جو کچھ فرمایا تحقیق حال کے بعد فرمایا۔ صرف مشاہدے پر نہیں فرمایا، اس لئے یہ ارشاد گھر اور باہر سب کے لئے عام ہے۔ اصل عادت کریمہ یہی تھی۔ اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ عذر کی بناپر ہے۔

علاوہ ازیں بالکل واضح بات ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضور گھر کی تنہائی میں بیٹھکر پیشاب کرتے تھے تو بطریق دلالۃ النص یہ بھی ثابت کہ باہر بدرجۂ اولٰی بیٹھکر پیشاب کرتے تھے، اس لئے کہ میدان میں، پردہ کرنے کی ضرورت بہ نسبت گھر کے زیادہ تھی ظاہر ہے کہ بیٹھنے میں بہ نسبت

[1] مسند امام احمد۔ ترمذی جلد اول طہارت، باب النھی عن البول قائما ص ۳ نسائی جلد اول طہارت باب البول فی البیت، جالسا ص ۱۱ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی البول قاعدا ص ۲۶

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰى فَاَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ	
ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ حضور ایک قوم کے گھورے کے پاس ایک دیوار کے پیچھے تشریف لے گئے	
فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ اَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَيَّ فَجِئْتُهٗ فَقُمْتُ	
اور ایسے کھڑے ہو گئے جیسے تم لوگ کھڑے ہوتے ہو اور پیشاب فرمایا میں حضور سے دور ہٹ آیا تو اشارے	
عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰى فَرَغَ	
سے قریب بلایا میں آیا اور حضور کی ایڑی کے پاس کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ حضور فارغ ہو گئے۔	
حدیث ایضًا (۱۶۶) عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ	
ابو وائل نے کہا ابو موسیٰ اشعری پیشاب کے معاملے میں	

کھڑے ہونے کے زیادہ پردہ ہے [1]

(۲) بزار نے اپنی مسند میں بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبهته قبل ان یفرغ من صلوته او ینفخ فی سجوده۔

تین باتیں گنوار پنے کی ہے، کھڑے کھڑے پیشاب کرنا اور نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی پیشانی پونچھنا اور سجدے میں پھونک مارنا۔

(۳) ترمذی [2] ابن ماجہ [3] اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا

رأنی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا ابول قائما فقال یا عمر لاتبل قائما فما بلت قائما بعد۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے مجھے دیکھا تو فرمایا کھڑے کھڑے پیشاب مت کر اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(۴) امام بیہقی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

(۳) **حدیث حذیفہ کے جوابات** اول یہ کہ حدیث حذیفہ حضرت ام المومنین کی حدیث سے منسوخ ہے اسے ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور ابن شاہین نے کتاب السنہ میں اختیار کیا اس پر علامہ عینی و علامہ عسقلانی نے تعقب کیا ہے۔ مگر اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ دعوی نسخ پر کوئی قباحت نہیں۔

اس لیے کہ حضرت حذیفہ نے جو بیان کیا یہ ان کے آخر عمر کا مشاہدہ نہیں اور ام المومنین نے یوم وصال تک کی بات بتائی اور حضور

[1] فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۱۷۲، [2] جلد اول طہارت ۴۷، [3] طہارت باب ماجاء فی البول قاعدًا ص ۲۶

يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ

پیشاب کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتی

قَرَضَهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تو اسے کترنا پڑتا اس پر حضرت حذیفہ نے کہا کاشکہ وہ ایسا نہ کرتے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا

ایک قوم کے گھورے کے پاس آئے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا۔

اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے افعال میں الآخر فالآخر لیا جاتا ہے۔ چشم دید واقعہ بیان کرنے والوں کے بیان میں تضاد ہو تو یہ نسخ کے منافی نہیں اگر بعض مشاہدہ کرنے والے بعد کا مشاہدہ بیان کرتے ہوں۔ نیز نسخ کی تائید اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوار پن ہے۔ حضور ایسے افعال سے پوری احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

دوم وہ جگہ بیٹھنے کے قابل نہ تھی اس وجہ سے کہ آگے ڈھال تھا۔

سوم اس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا جس کے سبب اکڑو بیٹھ نہیں سکتے تھے یہ توجیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔ حاکم، دار قطنی اور بیہقی نے ان سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمابضہ — اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ کسی فعل منقول کی حکمت ظاہر کر سکے۔

چہارم منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ہمیشہ بیٹھے بیٹھے پیشاب فرمایا سوائے اس واقعہ کے کبھی مروی نہیں کہ کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا ہو۔ یہ صرف بیان جواز کے لئے ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احناف اور جمہور فقہاء کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ مکروہ تنزیہی کا ارتکاب حرام اور گناہ نہیں ہوتا۔ خلاف اولی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ محدثین سے اور بھی توجیہات مروی ہیں مگر وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت حذیفہ والی حدیث احادیث ممانعت کے معارض ہے، اور رفع تعارض کی بالفرض کوئی وجہ نہ بھی مل سکے تو بھی ترجیح ممانعت کی احادیث کو ہوگی۔ اولاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ایک بار کا واقعہ حال ہے جس میں دسیوں احتمالات ہیں۔ ثانیاً قول و فعل میں جب تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے۔ ثالثاً جب مبیح و حاظر متعارض ہوں تو حاظر مقدم ہے۔

اس لئے ازروئے قواعد شریعت ترجیح ممانعت ہی کو ہوگی۔

یہ حدیث کھڑے ہو کر پیشاب کرنیوالوں کو مفید نہیں

انگریز چلا گیا اور ہمارے معاشرے میں ہزاروں خرابیاں پیدا کر گیا، انھیں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی ہے۔ ان انگریزوں کے ذہنی غلاموں کو حضرت حذیفہ والی حدیث مطلقاً مفید نہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نے صرف ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا وہ بھی عذر کی وجہ سے وہ بھی اونچی جگہ کھڑے ہو کر جس کے سامنے ڈھال اور زمین گھورے کی وجہ سے نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔

سامنے دیوار تھی، گھوڑا ازار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پر، پیچھے حضرت حذیفہ کو کھڑا کر لیا تھا جس سے ادھر بھی پردہ ہو گیا تھا۔ ان احتیاطوں کے ساتھ عمر میں ایک بار کا واقعہ منقول ہے اور انگریزوں کے ذہنی غلاموں کا عالم یہ ہے کہ جہاں جی چاہتا ہے کھڑے کھڑے دھار مارنے لگتے ہیں نہ پردے کا خیال نہ اس سے احتیاط کہ چھینٹ بدن یا کپڑے پر نہ آوے نہ کوئی عذر، ایک فیشن بنا لیا ہے۔

اس طرح پیشاب کرنا نصاریٰ، مشرکین و فساق کا شعار ہے اس لئے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم — جو کسی قوم کا شعار اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے

اور فرمایا: ایاکم وزی الاعاجم — عجمیوں کے فیشن سے دور رہو۔

اہل عرب کی عام عادت یہی تھی کہ وہ کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اصلاح فرمائی اور اس بدتمیزی کو ختم فرمایا۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں نے بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا تو یہ طنز کیا:

یبول کما تبول المرأة [1] — یہ عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ترجیح اس کو ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

(۳) اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسم مبارک ہے، "اسر" سریانی زبان میں بندے کے معنی میں ہے اور "ایل" اللہ کے معنی میں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے انھیں کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

(۴) بنی اسرائیل کے جسم یا کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو اسے کاٹ کر پھینک دیتے، مسلم[2] اور ابوداؤد[3] کی ایک روایت میں "جلد احدھم" ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں جسد احدھم ہے۔

مگر اس پر یہ استعجاب ہے کہ یہ بہت سخت حکم تھا۔ نجاست لگنے کے بعد بدن کی کھال کاٹ کر پھینک دیجائے، اس کو سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چند بار کھال کاٹنے کے بعد آدمی زندہ کیسے رہے گا زندہ رہے گا بھی تو مردہ سے بدتر۔ اس لئے شارحین نے اس کی تاویل کی ہے۔

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ وہ لوگ چمڑے کا لباس پہنتے تھے۔ جلد احدھم سے یہی مراد ہے مگر جسد احدہم کی کیا توجیہ ہوگی؟ یہ سوال اپنی جگہ رہ جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے تبدیلی ہوئی اصل میں لفظ ثوب تھا چونکہ وہ چمڑے کا لباس پہنتے تھے تو کسی راوی نے اسے جلد سے بدن کی کھال سمجھی اور اسے جسد سے بدل دیا لیکن اس قسم کے احتمالات لائق التفات ہوں تو امان اٹھ جائے۔ اس خادم کی ناقص رائے یہ ہے کہ، غالباً یہ مراد یہ ہے کہ پیشاب لگنے کے بعد جسم پاک نہ کرنے پر قبر میں اس کی سزا یہ تھی کہ وہ حصہ کاٹا جاتا۔ ان اصبت فمن الله وان اخطئت فمني ومن الشيطان۔

(۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشاب کے معاملے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ شیشی میں پیشاب کرتے تھے[4] اس پر حضرت حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اتنی شدت کی ضرورت نہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا حالانکہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنے میں چھینٹ پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔ حضور نے کبھی یہ تکلف نہیں فرمایا کہ شیشی میں پیشاب فرماتے۔

---

[1] ابن ماجہ طہارت باب ما جاء فی البول قاعدا ص ۲۰۔ [2] جلد اول ص ۱۳۳۔ [3] جلد اول ص ۴۔ [4] مسلم جلد اول ص ۱۳۳۔

(۶) اسی سے ہمارے علما نے یہ استنباط فرمایا کہ پیشاب کی بہت باریک سوئی کے نوک کے برابر چھینٹ معاف ہے۔

ایک حدیث کا حل اس سلسلے میں ابوداؤد[۱] میں یہ حدیث ہے۔

عبدالرحمٰن بن حسنہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضور باہر تشریف لائے، حضور کے ساتھ ڈھال تھی حضور نے اس کی آڑ میں پیشاب فرمایا۔ ہم نے کہا حضور کو دیکھو! عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔ حضور نے اسے سُن لیا۔ اور فرمایا تمھیں معلوم نہیں، صاحب بنی اسرائیل کو کیا ملا۔ بنی اسرائیل کو جب کہیں پیشاب لگتی تو اسے کاٹ دیتے اس نے منع کیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

اس حدیث میں تین اشکال ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ وغیرہ نے حضور پر طنز کیا۔ صاحب بنی اسرائیل سے کون مراد ہے۔ بنی اسرائیل کو طہارت حاصل کرنے سے کیوں منع کیا۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسنہ وغیرہ نے طنزاً یا بہ نیت اعتراض یہ نہیں کہا تھا بلکہ چونکہ اہل عرب کے مردوں کی عام عادت تھی کہ کھڑے کھڑے جہاں ہوتا پیشاب کر لیتے تھے۔ البتہ عورتیں بیٹھ کر پردے کے ساتھ پیشاب کرتی تھیں۔ اس پر تعجب کرتے ہوئے انھوں نے یہ کہا تھا۔ اسی لئے سننے کے بعد بھی حضور خفا نہ ہوئے ان کی تسلی فرمادی۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ صاحب بنی اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ـــ اور فنھاھم سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے انھیں پیشاب کے ساتھ ملوث ہونے سے منع فرمایا مگر وہ نہ مانے اس لئے نہ ماننے والوں کو قبر میں عذاب ہوا فنھاھم کا متعلق محذوف ہے عن اصابۃ البول، اور یہ عبارت محذوف ہے فلم ینتھوا فعذب کی فاء سببیہ ہے۔

صاحب تحفہ کی حدیث دانی حضرت بریدہ والی حدیث بزار نے روایت کی امام ترمذی نے یہ تنقید کی کہ یہ غیر محفوظ ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ لکھا کہ اسے بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

اس پر صاحب تحفۃ الاحوذی نے یہ گرفت کی ـــ سند صحیح کے ساتھ روایت اس کے غیر محفوظ ہونے کے منافی نہیں ـــ پھر اس تنقید سے کیا فائدہ۔

غالباً مبارکپوری صاحب کے ذہن میں "غیر محفوظ" کے معنی محفوظ نہ رہے ورنہ ایسی بات ہرگز نہ لکھتے۔ حدیث غیر محفوظ اصطلاح محدثین میں اس حدیث کو کہتے ہیں جسے کوئی ثقہ، دوسرے ثقات کے خلاف روایت کرے[۲]۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی حدیث کے غیر محفوظ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مقابل بھی کوئی روایت ہو اور اگر روایت صرف ایک ہی ہو تو اسے غیر محفوظ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں علامہ عینی نے تصریح کر دی کہ، بزار نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو بریدہ سے سوائے سعید کے کسی اور نے روایت نہیں کی ہے ـــ جب اس کے خلاف کوئی روایت ہی نہیں تو اسے غیر محفوظ کہنا درست نہیں۔

صاحب تحفہ کے ہاتھ کی صفائی یہاں مبارکپوری صاحب نے ایک غیر مقلدانہ داؤ بھی چلا دیا ہے۔ علامہ عینی کی پوری عبارت نقل نہیں کی جس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی امام ترمذی کے مقابلے میں ہیں۔ جس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امام ترمذی کے مقابلے میں علامہ عینی کی کیا حیثیت ہے۔

---

[۱] جلد اول ص ۴ [۲] مقدمہ لمعات

حدیث (۱۶۷) غسل الدم۔ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ جَاءَتْ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم

اِمْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَرَأَیْتَ اِحْدٰنَا

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، بتائیے ہم میں سے

تَحِیْضُ فِی الثَّوْبِ، کَیْفَ تَصْنَعُ، قَالَ تَحُتُّہٗ ثُمَّ تَقْرُصُہٗ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُہٗ

کسی کو کپڑے میں حیض آجائے (کپڑے کو لگ جائے) تو کیا کرے۔ فرمایا، اسے کھرچ پھر پانی ڈال کر

بِالْمَاءِ وَتُصَلِّیْ فِیْہِ ع۵

چٹکی سے ملے اور پانی سے دھوئے اور اس میں نماز پڑھے۔

حدیث (۱۶۸) حکم الاستحاضۃ۔ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اصل مقابلہ امام بزار اور امام ترمذی کا ہے۔ علامہ عینی ایک حکم کی طرح فیصلہ دینے والے ہیں علاوہ ازیں غیر مقلدیت کے دعوی کے بعد یہ شخصیت پرستی زیب نہیں دیتی۔ اگر حضرت فاروق اعظم اور تمام صحابہ کے اجماعی فیصلے کے خلاف ہر مقلد اپنی رائے کو حق کہہ سکتا ہے تو پھر از روئے قواعد غیر مقلدیت، علامہ عینی جیسے حدیث وفقہ کے جامع کامل کو یہ حق کیسے نہیں مل سکتا کہ وہ امام ترمذی کی رائے پر کچھ لب کشائی کرسکیں۔

تشریحات ۱۶۷، ۱۶۸ (۱) خون مطلقا ناپاک ہے خواہ حیض کا خون ہو یا کوئی اور اس پر اجماع ہے البتہ غیر مقلدین حیض کے علاوہ بقیہ تمام خون پاک مانتے ہیں ان کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے فتح المغیث اور طریقہ محمدیہ میں یہ لکھا ہے علاوہ ازیں ان کے شیخ الرئیس قاضی شوکانی نے بھی الدرالبھیہ میں لکھا ہے کہ حیض کے خون اور انسان کے بول وبراز کے علاوہ ہر چیز پاک ہے نیز یہ بھی لکھدیا کہ سور کی چربی حرام نہیں۔

فاطمہ بنت ابی حبیش والی حدیث اس پر نص ہے کہ خون استحاضہ بھی ناپاک ہے اور یہ خون حیض کے علاوہ اور خون ہے علاوہ ازیں دم مسفوح کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے:

اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ (انعام ۱۴۵) یا بہتا خون یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہے۔

ہر نجاست بقدر درہم معاف ہے اس اتفاق کے بعد کہ خون ناپاک ہے علماء میں دو اختلاف عظیم ہے ایک یہ کہ نجاست قلیل ہو یا کثیر سب کا دھونا فرض ہے یا کچھ معاف بھی ہے۔ شوافع کا مسلک یہ ہے کہ نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا دھونا فرض ہے

ع۵ ایضا حیض، باب غسل الدم ص ۳۵ مسلم جلد اول طہارت، باب نجاسۃ الدم ص ۱۴۰ ابوداود جلد اول طہارت باب المرأۃ تغسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ص ۵۲ ترمذی جلد اول طہارت، ماجاء فی غسل دم الحیض من الثوب ص ۲۰ نسائی جلد اول طہارت باب دم الحیض یصیب الثوب ص ۵۶ موطا، طہارت جامع الحیضۃ ص ۲۲ دارمی وضوء ۱۰۵ مسند امام احمد

قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِی حُبَیْشٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

نے فرمایا کہ فاطمہ بنت ابی جبیش نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّی اِمْرَأَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ

اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ کا عارضہ ہے پاک نہیں رہتی کیا

الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ

نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں (نماز مت چھوڑ) یہ

ہمارے یہاں تھوڑی نجاست معاف۔ہماری دلیل یہ حدیث ہے، حضرت ام المومنین فرماتی ہیں:

ہمارے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی میں حیض بھی آتا تھا، اگر کپڑے کو خون لگ جاتا تو ہم تھوک لگا کر ناخن سے کھرچ دیتیں[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دو قطرے خون سے نماز میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

کس حد تک معاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ نے درہم کی مقدار رکھی ہے اور یہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ناخن کی مقدار کو معاف بتایا۔محیط میں ہے کہ انکا ناخن قریب قریب ہماری ہتھیلی کے تھا[2]۔ ویسے ہمارے یہاں بھی مستحب یہی ہے کہ تھوڑی سی بھی نجاست کہیں لگ جائے تو اسے دھو لیا جائے۔

پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی نجاست دور ہوسکتی ہے

شوافع یہ کہتے ہیں کہ نجاست کہیں لگ جائے تو صرف پانی ہی سے پاک ہوگی پانی کے علاوہ اور کسی چیز سے اگر دور کریں گے وہ چیز پاک نہ ہوگی۔ہمارے یہاں پانی کی طرح ہر ایسی بہنے والی چیز سے نجاست دور ہوسکتی ہے جو ایسی رقیق اور سیال ہو کہ نجاست کو دور کر دے۔

شوافع کہتے ہیں کہ حدیث میں صرف پانی ہی سے نجاست دور کرنے کا حکم ہے کسی اور مائع، بہنے والی رقیق چیز سے نہیں۔اس لئے صرف پانی ہی سے نجاست دور ہوگی دوسری چیزوں سے نہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں پانی کا ذکر اس بنا پر ہے کہ پانی ہی آسانی سے دستیاب ہوتا ہے اور عموماً اسی سے نجاست دور کیجاتی ہے۔پانی کا ذکر بمنزلہ شرط نہیں بلکہ غالب اور اکثر کے اعتبار سے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا:

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِی فِی حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِی دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔ (نساء ۲۳)

تمہاری گود میں پلنے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان بیویوں کی ہیں جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو۔

علاوہ ازیں ایسے مواقع پر تخصیص دوسرے سے نفی کی دلیل نہیں ہوتی نیز یہ کہ مفہوم لقب ہمارے یہاں حجت نہیں۔

سیدھی سادی بات یہ ہے کہ کپڑا مثلاً نجاست لگنے سے پہلے پاک تھا، نجاست لگنے سے ناپاک ہوا جب نجاست کسی چیز سے دور کر دی گئی تو اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا۔

---

[1] بخاری، حیض باب هل تصلی المرأة فی ثوب حاضت فیه ص ۴۵، ابوداؤد جلد اول باب المرأة تغتسل ثوبها الذی تلبسه فی حیضها ص ۵۲ ۔ [2] عینی جلد سوم ص ۱۴۱،

44

عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا

رگ کا خون ہے حیض نہیں۔ جب تیرا حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دے اور جب

أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي قَالَ، وَقَالَ أَبِي، ثُمَّ تَوَضَّئِي

حیض کے دن پورے ہو جائیں تو خون دھوکر نماز پڑھاکر ہشام نے کہا میرے والد (عروہ) نے

لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَتّٰى يَجِيءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ ع ۵

یہ بھی کہا تھا حضور نے یہ بھی فرمایا تھا۔ ہر نماز کے لئے وضو کر یہاں تک کہ وہ وقت یعنی حیض پھر آجائے۔

حیض کی شناخت حدیث ۱۶۸ میں فرمایا اذا اقبلت حیضتك اس سے امام شافعی یہ اخذ کرتے ہیں، مراد یہ ہے کہ جب حیض کا خون آئے۔ حیض کا خون بالکل سرخ یا کالا ہوتا ہے۔ امام شافعی کی توجیہ پر مطلب یہ ہوا کہ جب سرخ یا کالا خون آئے تو حیض شروع ہوگیا اور جب یہ رنگ ختم ہوکر دوسرے رنگ کا آئے تو استحاضہ ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر اسے پہلے حیض آچکا ہے، تو جن دنوں حیض آنے کی عادت تھی وہ دن جب آجائیں تو وہ حائضہ ہوگئی اور ان دنوں کے ختم ہونے پر مستحاضہ۔ مثلاً کسی عورت کو ہر ماہ پندرہ تاریخ سے بیس تک حیض آتا تھا اب اسے استحاضہ آ: شروع ہوگیا جو بند ہی نہیں ہوتا تو ایسی عورت کو لازم ہے کہ ہر مہینے کی پندرہ لغایت بیس حیض جانے بقیہ ایام استحاضہ۔ اور اگر کسی عورت کو خون آنا شروع ہوا اور پھر بند ہی نہ ہوا جس سے پہلے کی عادت کا علم ہو تو یہ جس تاریخ سے خون آنا شروع ہوا ہے اس تاریخ سے دس دن تک حیض شمار کرے اور بقیہ بیس دن استحاضہ لے

ہماری دلیل اسی حدیث کے دوسرے الفاظ ہیں جو مختلف روایتوں میں آئے ہیں۔ بخاری باب اذا احاضت فی شہر ثلاث حیض میں ہے۔

ولکن دعی الصلوٰۃ قدر الایام اللتی کنت تحیضین فیھا۔ — اتنے دنوں نماز چھوڑ دے جتنے دنوں تجھے حیض آتا تھا۔

اسی حدیث کے ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ان تقعد الایام التی کانت تقعد ثم تغتسل — ان دنوں میں بیٹھے جن دنوں میں بیٹھتی تھی پھر غسل کرے۔

اسی میں حضرت ام المؤمنین کی ایک حدیث کے یہ الفاظ کریہ ہیں۔

فلتنظر قدر ما کانت تحیض فی کل شھر وحیضھا مستقیم فلتعد بقدر ذلك من الایام ثم لتدع — جب اس کا حیض درست تھا اس وقت سے ہر مہینے جتنے دن اسے حیض آتا تھا اتنے دن انتظار کرے اتنے دن شمار کرلے اور ان

ع ۵ ایضاً ص، باب غسل الدم ص ۳۵ مسلم جلد اول طہارت، باب نجاسۃ الدم ص ۱۴۰، ابوداؤد جلد اول طہارت باب المرأۃ تغتسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ص ۵۲ ترمذی ... اول طہارت باب ما جاء فی غسل دم الحیض من الثوب ص ۲۰ نسائی جلد اول طہارت، باب دم الحیض یصیب الثوب ص ۵۶ موطا طہارت جامع الحیضۃ ص ۲۲ دارمی وضو ۵، امسند امام احمد لے ہدایہ وغیرہ عامہ کتب۔

الصلوٰۃ فیھن اوبقدرھن — دنوں میں نماز نہ پڑھے۔

اسی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔

فقال لتنظر عدۃ اللیالی والایام اللتی کانت تحیض من الشھر قبل ان یصیبھا الذی اصابھا — اس عارضہ سے پہلے جتنے رات دن ہر مہینے اسے حیض آتا تھا اتنے دنوں انتظار کرے۔

ایک حدیث میں قدر ذلک ہے، ایک میں قدر ماکانت تحبسک حیضتک ہے۔ کسی میں ایام اقرائھا ہے کسی میں حضت ایامھا ہے۔

حدیث کی ایک روایت دوسرے کی اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اقبلت حیضتک سے مراد عادت کے ایام ہیں۔

شوافع اپنی تائید میں ایک حدیث لاتے ہیں کہ ارشاد فرمایا۔

اذاکان دم الحیض فانہ دم اسود یعرف فامسکی عن الصلوٰۃ واذاکان الاخر فتوضی — جب حیض کا خون ہو اور یہ کالا ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے تو نماز چھوڑ دے اور جب دوسرے رنگ کا خون آئے تو وضو کرے۔

اس پر امام نسائی نے یہ نقد فرمایا

قدروی ھذاالحدیث غیرواحد ولم یذکر احد منھم ماذکر ابن عدی [۱] — اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا مگر کسی نے بھی وہ نہیں ذکر کیا جو ابن عدی نے ذکر کیا۔

امام نسائی کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی تحقیق کے بموجب یہ حدیث شاذ ہے۔ علاوہ ازیں علل ابن ابی حاتم میں اس کو منکر کہا۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں امام احمد کا قول نقل فرمایا کہ یہ مدرج ہے برتقدیر صحت حدیث، یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے لیکن یہ مدار حکم نہیں۔ علاوہ ازیں اگر اس کو مدار حکم قرار دیں گے تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ کبھی کبھی خالص سرخ رنگ کا خون مہینوں آتا ہے تو کیا یہ سب ایام حیض ہی کے شمار ہوں گے۔

خارج من غیر سبیلین بھی ناقض وضو ہے — فاطمہ بنت ابی حبیش والی حدیث اس کی دلیل ہے کہ سبیلین کے علاوہ اگر کہیں سے نجاست خارج ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ اس حدیث میں استحاضے کے خون کے بارے میں نص صریح ہے کہ یہ رگ کا خون ہے۔

سبیلین سے غیر معتاد چیز کا بھی خروج ناقض وضو ہے — دم استحاضہ پیشاب کے مقام سے نکلتا ہے اور یہ غیر معتاد ہے اور ناقض وضو ہے تو ثابت کہ سبیلین سے غیر معتاد چیز کا خروج بھی ناقض وضو ہے۔ اب یہ حدیث دو مسئلوں کی دلیل بن گئی، ایک اس کی کہ سبیلین کے علاوہ کہیں سے بھی خون یا اور کوئی نجس چیز نکلے تو وہ ناقض وضو ہے۔ دوسرے

---

[۱] جلد اول الفرق بین دم الحیض والاستحاضہ

یہ کہ سبیلین سے غیر معتاد چیز بھی نکلے تو ناقض وضو ہے۔

معذور کا حکم | اسی حدیث سے فقہاء نے یہ استنباط فرمایا کہ مستحاضہ اور جو اس کے حکم میں ہے مثلاً کسی کو سلسل البول ہے یا انفلات ریح کا عارضہ ہے وہ بھی اتنی شدت کا کہ وضو کر کے فرض پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے تو وہ معذور ہے۔ اسکے لئے یہ علت ناقض وضو نہیں خروج وقت ناقض وضو ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے اور اس وضو سے وقت کے اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھے خواہ فرض خواہ نفل خواہ وقتیہ خواہ قضاء۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر فرض کے لئے وضو کرے اس وضو سے اس فرض کے علاوہ اس کے توابع بھی پڑھ سکتا ہے البتہ ایک وضو سے دو فرض نہیں پڑھ سکتا مثلاً ظہر کے لئے وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کا فرض اور سنت و نوافل پڑھ سکتا ہے لیکن اگر دوسرے فرض کی قضا پڑھنی چاہے تو نہیں پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعی کی دلیل اس حدیث کی تمام روایات کا ظاہر لفظ ہے کہ فرمایا۔ توضی لکل صلوۃ ۔ ہر نماز کے لئے وضو کر۔ نیز اس عارضہ کے ہوتے ہوئے وضو کے باقی رہنے کا حکم اسی ضرورت سے ہے کہ فرائض قضا نہ ہوں اور ایک فرض کی ادا کے بعد یہ ضرورت باقی نہ رہی۔

ہماری دلیل اسی حدیث کی وہ روایت ہے جو بطریق سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے جس کا لفظ یہ ہے:

توضی لوقت کل صلوۃ — ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کر۔

اسے امام محمد نے "اصل" میں روایت کیا اور ابن قدامہ نے مغنی میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس روایت کے مطابق لکل صلوۃ لوقت کل صلوۃ پر محمول ہے۔ اس لئے کہ لوقت کل صلوۃ محکم ہے۔ علاوہ ازیں شرع اور عرف دونوں میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں رکھتا بخلاف لکل صلوۃ سے نفس صلوۃ مراد ہے یا وقت صلوۃ۔ اس لئے کہ صلوۃ بولکر نماز کا وقت مراد لینا شرع اور عرف دونوں میں شائع ہے۔ حدیث میں ہے: ان للصلوۃ اولا و اخرًا اور فرمایا ایما رجل ادرکتہ الصلوۃ فلیصل۔ عام محاورے میں بولتے ہیں اتیک لصلوۃ الظھر۔ اس لئے ضروری ہوا کہ لکل صلوۃ کو لوقت کل صلوۃ پر محمول کر کے یہ کہا جائے کہ اس میں لکل صلوۃ سے لوقت کل صلوۃ مراد ہے۔ اس کی گنجائش یوں بھی بہت زائد ہے کہ لکل صلوۃ سے بالاجماع اس کا ظاہر معنی مراد نہیں اس لئے کہ لکل صلوۃ سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہر ہر نماز کے لئے الگ الگ وضو کرے، تو سنت کے لئے الگ وضو فرض ہوا اور فرض کے لئے الگ نفل کے لئے الگ۔ مگر امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں بلکہ ایک وضو سے ایک فرض اور اس کے تابع سنن و نوافل معذور پڑھ سکتا ہے یہ ظاہر سے پھیرنا قیاسًا ہے جب قیاس سے بالاتفاق یہ حدیث ظاہر معنی سے مصروف ہے تو بنص حدیث بدرجۂ اولی ہوگی جبکہ اس سے دونوں کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ رہ گیا حضرت امام اعظم پر ناخدا ترسوں کی بے بنیاد جرح اور آجکل کے بدزبان غیر مقلدین کی دشنام طرازیاں، ان کے جوابات مقدمہ میں دئے جا چکے ہیں اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۱۶۹) حدیث حکم المنی

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ
سلیمان بن یسار نے کہا میں نے حضرت
عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ، فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا اس منی کے بارے میں جو کپڑے کو لگ جائے تو انھوں نے

تشریحات (۱۶۹) باب سے مطابقت اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ منی کا دھونا اور اس کا ملنا، اور عورت کی جو رطوبت لگ جائے اس کا دھونا اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس میں صرف منی کے دھونے کا ذکر ہے باب کے تین اجزاء تھے ان میں سے صرف ایک کے مطابق حدیث لا سکے۔ **اقول** تیسرے جز کے بھی مطابق اس حدیث کو کیا جا سکتا ہے وہ اس طرح کہ پہلی روایت میں الجنابة اور دوسری میں صرف منی کا لفظ ہے، جنابت سے مراد منی ہی ہے، سبب بولکر مسبب مراد ہے یا یہ کہ جیسا کہ قاموس میں ہے جنابت کے معنی "منی" کے بھی آتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ میں منی دھوتی تھی، یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منی کو دھوتی تھی، یہ اپنے اطلاق سے حضرت ام المومنین کی منی کو بھی شامل۔ اور جماع سے عورت کی منی کا مرد کے کپڑے پر لگ جانا اغلب واکثر۔ اس لئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھوتی تھی خواہ وہ حضور کی منی ہو یا میری خواہ دونوں کی مخلوط۔ البتہ فرک،، کا اثبات کسی طریقے سے نہیں ہو سکتا اس کے لئے لوگوں نے جو سعی کی، لاحاصل ہے۔

منی ناپاک ہے امام شافعی اور امام احمد بروایتے منی کو پاک کہتے ہیں ان لوگوں کی دلیلیں یہ ہیں (۱) اصل اشیاء میں طہارت ہے جبتک دلیل شرعی سے کسی چیز کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہو وہ چیز پاک ہی رہے گی ۔ اور منی کی ناپاکی پر کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گیا احادیث میں دھونے کا تذکرہ یہ نجاست کو مستلزم نہیں گھناؤنی ہونے کی وجہ سے بھی دھویا جا سکتا ہے جیسے رینٹھ دیوار قبلہ پر تھی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خود دور فرمایا۔

(۲) متعدد احادیث میں وارد ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی کو کھرچ دیتی اور پھر حضور اقدس اس میں نماز پڑھتے[۱] ظاہر ہے کہ کوئی نجاست اگر کہیں لگ جائے تو وہ محض کھرچ دینے سے پاک نہ ہوگی

(۳) ارشاد ہے:

هو الذی خلق من الماء بشرًا (فرقان ۵۴) وہی ہے جس نے پانی سے انسان پیدا کیا۔

ظاہر ہے کہ منی پانی نہیں۔ اب پانی کہنے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ پانی کی طرح پاک ہے۔

(۴) انبیاء کرام منی سے پیدا ہوئے ہیں کیا ان کا تخم ناپاک ہو سکتا ہے۔

احناف کے استدلال (۱) احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے کپڑے میں جب بھی منی لگی اگر وہ تر تھی تو دھوئی گئی اور اگر سوکھ گئی تھی تو کھرچ کر دور کی گئی اسی پر مواظبت رہی کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں کہ دھویا

[۱] مسلم طہارت ص ۱۴۰۔

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ

فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھو دیتی حضور نماز کے لئے نکلتے

وَ اَثَرُ الْغَسْلِ فِیْ ثَوْبِہٖ بُقَعُ الْمَاءِ عہ

اور دھونے کا نشان پانی کے دھبوں کی شکل میں کپڑے پر ہوتا۔

کھرچ کر چھڑائے بغیر حضور نے نماز پڑھی ہو اور کسی فعل پر ایسی مواظبت ہمیشگی پابندی کہ کبھی اس کے خلاف نہ ہو دلیل وجوب ہے تو ثابت کہ کپڑے میں منی لگ جائے تو اسے دور کرنا واجب یہ دلیل ہے کہ منی ناپاک ہے ورنہ اس کا دور کرنا واجب نہ ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا ساقط کہ منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں۔

منی کے دھونے کو رینٹھ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ رینٹھ کے بارے میں ثابت ہے کہ اسے نماز کی حالت میں رومال میں لینے کا حکم دیا لہ جو اس کے طہارت کی دلیل ہے مگر منی کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ علاوہ ازیں رینٹھ سے وضو تک نہیں ٹوٹتا اور منی نکلنے سے وضو تو وضو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) سوکھی منی کے رگڑنے سے کپڑے کی طہارت چونکہ حدیث سے ثابت ہے جو اگرچہ خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے واجب التسلیم ہے۔ مسلم میں ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

وانی لاحکہ من ثوب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یابسا بظفری ؎۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی اگر سوکھی ہوتی تو میں اپنے ناخن سے کھرچ دیتی۔

بزار اور ابوعوانہ میں انھیں سے ہے کہ فرمایا۔

کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا کان یابسا واغسلہ اذا کان رطبا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی اگر سوکھی ہوتی اور اگر گیلی ہوتی تو دھو دیتی۔

طہارت صرف پانی سے دھونے میں منحصر نہیں کبھی طہارت رگڑنے سے بھی ہو جاتی ہے جیسے جوتے اور موزوں میں لگی ہوئی نجاست ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا وطی الاذی بخفیہ فطھورھا التراب ؎۳

جب موزوں کے تلے ناپاکی آ جائے تو اسکو پاک کرنے والی دھول ہے۔

عہ چار طریقے سے اکٹھے یہیں مذکور ہے۔ مسلم جلد اول طہارت باب حکم المنی ص ۱۴۰، ابوداؤد جلد اول طہارت باب المنی یصیب الثوب ص ۵۳، ترمذی جلد اول طہارت باب فی المنی یصیب الثوب ص ۱۷، نسائی جلد اول طہارت باب غسل المنی ص ۵۶، ابن ماجہ طہارت باب المنی یصیب الثوب ص ۴۱، مسند امام احمد،

لہ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا بدرہ البزاق ص ۵۹ ؎۲ مسلم طہارت باب حکم المنی ص ۱۴۰،

؎۳ جلد اول باب الاذی یصیب النعل۔

اس کے علاوہ بھی طہارت کے مختلف اور طریقے ہیں مثلاً پونچھنا جیسے شیشے، لوہے کی چیزوں میں نجاست لگ جائے تو صرف پونچھنے سے پاک ہوجائے گی۔ جلانا یا جل جانا جیسے جانور کی سری پر خون لگا ہے اسے آگ پر بھونا گیا کہ خون جل گیا سری پاک ہوگئی۔ سوکھ جانا جیسے زمین یا زمین سے ملحق درخت گھاس پر نجاست پڑی اور سوکھ گئی، پاک ہوگئی، تہ نشین ہوجانا، کنواں یا تالاب ناپاک تھا کسی وجہ سے پانی تہ نشین ہوگیا کنواں اور تالاب پاک۔ دُھننے سے جیسے ناپاک روئی کو دھن دیا جائے پاک۔ بنیادی غلطی یہی ہے کہ ہمارے بھائی شوافع یہی سمجھتے ہیں کہ دھونے کے علاوہ ناپاک چیز کے پاک کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ منی کو ملنا اگر ازالۂ نجاست کے لئے نہیں تو کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ ملنا لغو اور بیکار ہوجائے گا۔

(۳) جہاں یہ ارشاد ہے وھو الذی خلق من الماء بشرًا وہیں یہ بھی فرمایا۔

وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ (نور ۴۵) اور اللہ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا فرمایا۔

اور چوپایوں کی منی خصوصاً حرام جانوروں کی بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۴) انبیاء کرام کا تذکرہ اس موقع پر مناسب نہیں۔ جس پر بحث گذر چکی۔ جب بر بنائے تحقیق انبیاء کرام کے فضلات مبارکہ عام انسانوں کی طرح ناپاک نہیں بلکہ طیّب وطاہر ہیں تو جن مبارک نطفوں سے ان کی تخلیق ہوئی ہے وہ بھی عام انسانوں کے نطفوں کی طرح ناپاک نہیں، طیّب وطاہر ہیں۔

ویسے بطور الزام دیوبندی شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ انبیاء کرام کے اجسام کی اصل ہونے کی وجہ سے منی کو پاک مانتے ہو تو خون کو کیوں ناپاک مانتے ہو جس سے منی بنتی ہے۔ پھر خون حیض کو کیوں ناپاک کہتے ہو جو ماں کے پیٹ میں جنین کی غذا ہے۔

یہاں ایک خاص نکتہ ہے جو ان دیوبندیوں سے اوجھل رہ گیا اور شوافع کی رو میں بہ گئے۔ کسی بھی چیز کے ناپاک ہونے کا حکم اس وقت ہے جب وہ جسم سے باہر نکل آئے اپنے معدن ومستقر میں کوئی چیز نجس نہیں، ورنہ لازم کہ انسان کبھی بھی پاک نہو، ہمارے جسم میں خون، پیشاب، پاخانہ کتنا بھرا ہے۔

وہ خون جس سے منی بنی یا وہ خون حیض جو جنین کی غذا بنی اپنے معدن ومستقر میں رہنے کی وجہ سے پاک تھے، یہاں بحث اس منی میں نہیں جو ہمارے جسم کے اندر ہے بلکہ اس میں ہے جو باہر نکل چکی ہے۔ اسلئے اسلم طریقہ وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ جن نطفوں سے انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ کی تخلیق ہوئی وہ پاک ہیں۔

ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ منی اگرچہ ناپاک ہے مگر کئی مرحلے میں تغیر وتبدل اختیار کرتی ہے پھر وہ انسانی وجود اختیار کرتی ہے۔ نطفے کے بعد علقہ، علقہ کے بعد مضغہ غیر مخلقہ پھر مضغہ مخلقہ بنتا ہے، پھر نفخ روح ہوتی ہے اور تبدیل ماہیت کے بعد ہر ناپاک چیز پاک ہوجاتی ہے جیسے شراب جب سرکہ ہوجائے۔ لیکن انبیاء کرام کی عظمت شان اسی کی مقتضی ہے کہ وہی قول کیا جائے کہ جن تخموں سے ان کی تخلیق ہوئی وہ پاک وطاہر ہیں۔

مولوی محمود الحسن صاحب پر تعقب

ایضاح البخاری میں ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ شوافع نے منی کی طہارت کہاں سے سمجھی ہے؟ کیوں کہ شوافع کے پاس دلیل طہارت بس ایک فرک[1] ہے

[1] حصہ دہم ص ۵۰۶

گزر چکا کہ شوافع کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے صرف فرک ہی دلیل نہیں۔ اپنے مقابل کی پوری بات ذہن میں رکھکر گفتگو کرنی چاہیئے۔

منی کی طہارت پر سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ام المومنین سے روایت ہے۔

انها تحت المنى من ثوب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يصلى [1] — وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتیں اور حضور نماز پڑھ رہے ہوتے۔

اگر منی ناپاک ہوتی تو اس سے آلودہ کپڑے کے ساتھ نماز کی ابتدا ہی درست نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ منی پاک ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب منی سے آلودہ کپڑے کیساتھ نماز درست تھی تو حضرت ام المومنین نے اثناء نماز میں اسے کھرچا کیوں۔ اثناء نماز میں کھرچنے سے نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ یقیناً ہے بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ نمازی نماز توڑ بیٹھے اگرچہ حضور کے لئے یہ احتمال نہیں مگر خشوع و خضوع میں کما حقہ تو ضرور خطرہ ہے بلا کسی فائدے کے حضرت ام المومنین نے یہ لغو کام کیوں کیا؟

اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس حدیث کے وہ معنی نہیں جو ظاہر لفظ سے متبادر ہے اور جو شوافع نے لیا ہے بلکہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ام المومنین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھیں اور اس کے بعد حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔ فيصلى فيه اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ثم يصلى فيه وارد ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم بیان جواز کے لئے ایک بار ہی ایسا ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہوتا کہ منی لگنے کے بعد کپڑے کو بغیر دھوئے یا منی کو بغیر کھرچے نماز پڑھتے مگر کہیں کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی یہ نہیں آیا۔ کہ کپڑے میں منی لگی ہو اور حضور نے نماز پڑھی ہو، اس سے ثابت کہ منی ضرور ناپاک ہے البتہ اگر سوکھ گئی ہے تو اس کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اُسے کھرچ دیا جائے۔

علامہ نووی کی لغزش علامہ نووی نے یہ تحریر فرمایا کہ حضرت علی حضرت ام المومنین عائشہ حضرت سعد بن وقاص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی منی کی طہارت کے قائل ہیں [2] لیکن احادیث کے ذخائر میں کہیں ان حضرات کا یہ قول نہیں ملا کہ یہ لوگ منی کو پاک مانتے ہوں بلکہ سوائے علامہ نووی کے اور کسی بزرگ نے ان حضرات کی طرف اس کی نسبت نہیں کی ہے یقیناً یہ علامہ نووی کی لغزش ہے۔ ان میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات سے واضح ہے کہ وہ منی کو ناپاک جانتی تھیں۔

اسی حدیث کی دوسری روایات پر جو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ہے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

اذا غسل الجنابة او غيرها ولم يذهب اثره — جب منی یا کچھ اور دھوئے اور اس کا اثر نہ جائے۔

اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ صرف منی دھونے کے بارے میں ہے منی کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں کوئی حدیث نہیں لائے۔

---

[1] بیہقی و دار قطنی [2] شرح مسلم جلد اول ص ۱۴۰

ت (۴۴) وَصَلّٰی اَبُوْمُوْسٰی فِیْ دَارِ الْبَرِیْدِ وَالسِّرْقِیْنِ وَالْبَرِّیَّۃُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دار البرید میں نماز پڑھی جہاں گوبر تھا

اس پر علامہ عینی نے یہ فرمایا ترجمہ بلاحدیث غیر مفید ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس کی توجیہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اگر کسی حدیث سے کوئی خاص جزئی بات ثابت ہوتی ہو مگر ان کے نزدیک وہ حکم صرف اس جزئی کے لئے خاص نہ ہو، عام ہو تو ایسی جگہ وغیرہ یا وغیرھا کا اضافہ کر دیتے ہیں تاکہ تعمیم کا افادہ ہو جائے پھر اس باب میں وہ حدیث لاتے ہیں جس سے خاص وہ جزئی حکم ثابت ہوتا ہے جیسے کتاب العلم ص۱۸ پر یہ باب باندھا ہے۔

باب الفتیا وھو واقف علی ظھر الدابۃ اوغیرھا

عالم سے ایسی حالت میں سوال کرنا کہ وہ چوپائے وغیرہ پر ہو

یہاں تو یہ بھی ہے کہ جو حدیث لائے اس میں چوپائے کا ذکر نہیں مگر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں اونٹ مذکور ہے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام چوپائے پر سوار ہو یا اور کسی چیز پر اس سے سوال کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح یہاں حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ منی کے لئے ہے مگر یہ منی کے ساتھ خاص نہیں ہر نجاست کو عام ہے اس کی طرف اشارہ کے لئے امام بخاری نے وغیرہا کا اضافہ کیا۔

اس باب کے لفظ ولم یذھب اثرہ پر شراح میں بحث چھڑ گئی کہ اثرہ کی ضمیر کا مرجع غسل ہے یا جنابت اگر جنابت کو مرجع مانا جائے جیسا کہ علامہ کرمانی و علامہ عسقلانی نے مراد لیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نجاست دھونے کے بعد اگر نجاست کا جرم دور ہو جائے اور کچھ اس کا اثر مثلاً رنگ باقی رہ جائے جس کا دور ہونا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مگر اس کا اثبات حدیث کے کسی لفظ سے نہیں ہوتا اور اگر اس کا مرجع غسل کو ٹھہرایا جائے جس پر غَسَلَ دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نجاست دھونے کے بعد دھونے کا نشان باقی رہے، اس پر حدیث کا یہ لفظ دوا ثر الغسل فیہ بقع الماء دال یہ ہوتا کہ کپڑے میں دھونے کے نشانات پانی کے دھبے ہوتے) اور یہی دوسرے طریقے میں مروی ـــ ثم اراہ فیہ بقعۃ او بقعا، سے بھی مستفاد ہے فرماتی ہیں میں پانی کا دھبہ یا چند دھبے دیکھتی۔ یہاں منی کے دھبے کے کوئی معنی نہیں۔ منی کا رنگ ایسا نہیں کہ دھونے کے بعد باقی رہے

تشریحات ۴۴ دار البرید کوفے میں ایک کنارے ایک جگہ کا نام تھا جہاں پیام رساں قاصد ٹھہرا کرتے امام بخاری نے یہاں یہ باب باندھا ہے۔

باب ابوال الابل والدواب والغنم و مرابضھا

اونٹوں اور چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب اور انکے رہنے کی جگہوں کا بیان

یہ تو امام بخاری نے تصریح نہیں کی کہ وہ چوپایوں کے پیشاب و پاخانے کو پاک مانتے ہیں کہ ناپاک لیکن جو حدیثیں باب کے ثبوت میں لائے ہیں ان سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ وہ پاک مانتے ہیں اور یہی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے اس کا اثبات مشکل ہے۔ دار البرید میں

اِلَیٰ جَنْبِہٖ فَقَالَ هٰهُنَا وَثَمَّ سَوَاءٌ عہ

اور میدان ان کے پہلو میں تھا اور کہا یہاں وہاں یکساں ہے

(۱۷۰) حَدِیْثُ عُکْلٍ وَعُرَیْنَه - عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قَالَ قَدِمَ اُنَاسٌ مِّنْ عُکْلٍ اَوْعُرَیْنَةَ فَاجْتَوُوا الْمَدِیْنَةَ

کہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ مدینے میں آئے انھیں مدینہ ناموافق آیا تو

نماز پڑھنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ انھوں نے خاص ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں گوبر تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی ہو جہاں گوبر نہ رہا ہو قریب میں رہا ہو اس کا بھی امکان ہے کہ چٹائی یا کپڑا بچھاکر نماز پڑھی ہو یہ نظافت کے بھی خلاف ہے کہ ایسی جگہ بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھی جائے۔

حضرت ابوموسیٰ، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں کوفے کے گورنر تھے اسی وقت کا یہ قصہ ہے۔

تشریحات (۱۷۰) عکل عین کو ضمہ کاف ساکن، یہ پانچ قبائل کا نام ہے۔ ان سب کا مورث اعلیٰ عوف بن وائل تھا اس کے پانچ بیٹے تھے۔ حارث، جشم، سعد، علی، قیس۔ جب ان کی ماں، بنت ذی اللحیہ مرگئی تو ان کی پرورش عکل نام کی ایک حبشی لونڈی نے کی تھی اسی کے نام پر ان کے قبیلے کا نام عکل پڑگیا۔

عُرینہ تصغیر کے صیغے پر، بنی طے کی ایک شاخ تھی جو عرینہ بن نذیر یا عرینہ بن عزیز بن نذیر کی اولاد ہیں۔

ان کی تعداد یہ کل آٹھ تھے۔ جیساکہ الجہاد اور دیات کی روایت ہے۔ یہاں شک کیساتھ روایت ہے مگر یہ شک کسی راوی سے ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عکل اور عرینہ دونوں قبیلوں کے آدمی تھے۔ جیساکہ مغازی میں حرف تردید کے بغیر دونوں کا نام ہے، رہ گئے وہ طرق جن میں صرف عکل یا صرف عرینہ کا نام ہے۔ یہ راوی کا اختصار ہے، ابوعوانہ اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ سات تھے چار عرینہ کے اور تین عکل کے۔ یہ بخاری کی روایت کے معارض ہے۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ ہوسکتا ہے کہ ایک اور کسی قبیلے کا رہا ہو جو ان کا تابع تھا۔

تکمیل یہ حدیث بخاری میں بارہ جگہ مختلف الفاظ اور کمی زیادتی کے ساتھ مذکور ہے اس کے علاوہ حدیث کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے — خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا کچھ دن مدینہ منورہ میں رہے مگر بدطینتوں کو مدینہ طیبہ کی ہوا راس نہ آئی، ان کو استسقاء کی بیماری ہوئی پھر ان کی درخواست پر یا ازخود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مدینے کے باہر وہاں بھیجدیا جہاں سرکاری اور زکوۃ کے اونٹ رہتے تھے۔ حضور نے ان سے فرمایا کہ اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب پیو کچھ دن میں یہ صحت مند ہوگئے تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے حضرت یسار کو انتہائی درندگی کیساتھ شہید

عہ ابونعیم استاذ بخاری کتاب الصلاۃ مصنف ابن ابی شیبہ۔

فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَّاَنْ يَّشْرَبُوْا مِنْ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دودھ والی اونٹنیوں میں جانے کا حکم دیا اور یہ کہ انکے دودھ اور

اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
پیشاب کو پئیں یہ لوگ وہاں گئے اور جب تندرست ہو گئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ
چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک لے گئے اس کی اطلاع دن کے ابتدائی حصے میں آئی

کر دیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے زبان میں کانٹے چبھوئے، ترمذی میں ہے، آنکھیں پھوڑ دی تھیں، اور ایک اونٹ ذبح کر لیا بقیہ اونٹ پر ڈاکہ ڈال کر ہانک لے گئے، اس رات حسب عادت خدمت اقدس میں دودھ نہیں پہنچا تو حضور نے بد دعا کی:

اللھم عطش من عطش آل محمد اللیلۃ [1] اے اللہ سے پیاسا رکھ جس نے آل محمد کو پیاسا رکھا

دوسرے چرواہے نے آکر واقعہ بتایا تو حضور نے، حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں بیس سواروں کا دستہ جن میں اکثر انصار کرام تھے ان ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے بھیجا، ساتھ میں ایک قیافہ شناس لے لئے جو قدموں کے نشانات دیکھکر بتاتا کہ یہ ظالم کدھر بھاگے ہیں۔

یہ سب اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے کہ پکڑ لئے گئے اور مدینہ لائے گئے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا انکے بھی ہاتھ پاؤں کاٹے گئے آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی۔ مدینے کے باہر حرہ میں دھوپ سے جھلستی پتھریلی زمین پر ڈال دئے گئے تڑپ تڑپ کر جہنم میں گئے، پانی مانگتے تھے مگر ان کو کسی نے پانی نہیں دیا، شدت تکلیف و پیاس سے زمین دانتوں سے کاٹتے پتھر چباتے، بخاری کتاب المغازی ص۶۰۲ میں ہے کہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ چرواہے کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی تھی، بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی نہیں کئی چرواہوں کو شہید کیا تھا، یہ واقعہ سنہ ۶ھ میں ہوا۔

استنباط مسائل (۱) امام مالک کے یہاں حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے، اور امام محمد نے فرمایا کہ بطور علاج حلال جانوروں کا پیشاب پینا جائز ہے مگر احناف اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حرام جانوروں کی طرح حلال جانوروں کا بھی پیشاب ناپاک ہے اور بطور دوا بھی اس کا استعمال جائز نہیں ۔ رہ گیا ان خشار کو اونٹ کے پیشاب پینے کی اجازت اسو جہ سے تھی کہ حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ حقیقت میں مومن نہیں اور ان خشار کا علاج یہی ہے کہ ان کو اونٹ کے دودھ اور پیشاب پلائے جائیں ۔ آج بھی اگر کسی کو وہی یقین جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا کسی حرام چیز کے بارے میں حاصل ہو جائے کہ اس سے فلاں بیماری سے شفا حاصل ہو گی تو اسے اجازت ہے جیسے مخمصہ کی حالت میں شراب اور مردار کی حرمت باقی نہیں رہتی لیکن ایسا یقین حاصل کرنے کا ذریعہ اب کہاں رہا؟

---

[1] عینی بحوالہ نسائی ج ۳ ص ۱۵۶ - نسائی جلد ثانی - المحاربۃ باب - تاویل قول اللہ عزوجل: انما جزاء الذین یحاربون اللہ - الآیۃ ص ۱۶۷،

فبعث فی اٰثارھم فلما ارتفع النھار جیئ بھم فامر فقطع ایدیھم

حضور نے ان کے تعاقب میں بھیجا جب دن چڑھ گیا تو انھیں لایا گیا حضور نے ان کے بارے میں

وارجلھم وسمرت اعینھم والقوا فی الحرۃ یستسقون فلا

حکم دیا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور دھوپ میں چھوڑ دیے گئے

یسقون قال ابوقلابۃ فھؤلاء سرقوا وقتلوا وکفروا بعد ایمانھم

پانی مانگتے تھے مگر ان کو پانی دیا نہیں گیا، ابوقلابہ نے کہا انھوں نے چوری کی اور قتل کیا اور مومن ہونے کے بعد کفر کیا

جمہور اور احناف کا استدلال گزر چکا کہ فرمایا استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ پیشاب سے بچو کہ عام عذاب قبر پیشاب سے ہوتا ہے۔ استنزھوا صیغہ امر ہے جس میں اصل وجوب ہے جب دوسرے قرائن سے خالی ہو تو وجوب ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں کسی دوسرے معنی کا کوئی قرینہ نہیں بلکہ (عامۃ عذاب القبر منہ) وجوب کے لئے قرینہ ہے۔ پیشاب سے بچنا واجب اسی لئے ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔

دواءً بھی پیشاب کا استعمال جائز نہیں پیشاب یا کوئی نجس یا حرام چیز بطور دوا بھی استعمال کرنا جائز نہیں اس لئے کہ حرمت یقینی اور شفا ظنی۔ کسی بھی دوا سے شفا یقینی نہیں صرف یہ ظن حاصل ہوتا ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوگی۔ بلکہ حدیث میں فرمایا:۔

ان اللہ لم یجعل شفاءکم فی حرام (ابن حبان) اللہ نے حرام چیزوں میں تمھاری شفا نہیں رکھی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ شراب دوا ہے۔ تو فرمایا :۔

لا ولکنھا داءٌ [1] شراب دوا نہیں بلکہ یہ بیماری ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :۔

ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم [2] حرام چیزوں میں اللہ نے تمھاری شفا نہیں رکھی۔

اور فرمایا۔ لا تتداووا بالحرام [3] حرام سے علاج نہ کرو۔

اور وارد ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الدواء الخبیث۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گندی دوا سے منع فرمایا

ایک شبہے کا ازالہ یہ جو فرمایا کہ حرام میں شفاء نہیں اس پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ بار بار کا تجربہ ہے کہ بہت سی چیزیں حرام ہیں مگر ان سے بہت سے امراض میں شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض حرام اشیاء سے بعض بیماریوں میں شفا حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ شریعت نے جن جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے ان میں کوئی نہ کوئی شدید ضرر ہے جو لاعلاج ہے۔ اب اگر کسی حرام چیز سے ایک بیماری سے شفاء حاصل ہوئی تو دوسری اس سے سنگین بیماری کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ بظاہر تو شفاء ہے مگر حقیقت میں شفاء نہیں ضرر ہے۔ جیسا کہ شراب کو لے لو۔ اس سے فی الجملہ بعض بیماریوں سے شفا حاصل

[1] ابوداؤد جلد دوم ص ۱۸۵ [2] بخاری جلد دوم ص ۸۴۰۔ [3] ابوداؤد جلد دوم ص ۱۸۵۔

وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؏

اور اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی

ہوتی ہے مگر یہ خود کتنی ضرر رساں ہے اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آدمی کو بے عقل بنا دیتی ہے، جو چیز انسان سے عقل کو سلب کرلے اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی اس سے زیادہ مضر اور کیا چیز ہوسکتی ہے اسی طرح حرام چیز کے اندر اگر تھوڑا سا نفع ہے تو ضرر اس سے کہیں بڑھ کر ہے ـــــ اس لئے حدیث کا یہ ارشاد کہ حرام میں تمہاری شفا نہیں ـــــ اپنی جگہ درست ہے۔
(۲) نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آدمی کو اگر کہیں کی آب و ہوا ناموافق ہو تو وہ جگہ بدل سکتا ہے (۳) زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافروں کو انتفاع جائز ہے (۴) اس حدیث سے مثلہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے مگر یہ حکم منسوخ ہے کسی کا بھی مثلہ کرنا صورت بگاڑنا جائز نہیں۔ بخاری ہی میں ہے:

نھی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النھبی والمثلۃ[۱] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ کھسوٹ اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۵) نیز یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو جلا دے تو قصاص میں اس مشرک کو جلانا جائز ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ظالموں کی آنکھوں میں گرم کرکے سلائیاں پھیروائیں اگرچہ ان درندوں نے سرکاری چرواہے کی آنکھ میں گرم سلائی نہیں پھیری تھی، کانٹوں سے آنکھ ضائع کی تھی تو جبکہ ان ظالموں نے آگ کا عذاب نہیں دیا تھا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں آگ کا عذاب دیا تو جب کوئی ظالم کسی مسلمان کو آگ سے جلائے تو بدرجہ اولیٰ اسے آگ میں جلایا جاسکتا ہے۔ لیکن بعد میں یہ بھی منسوخ ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان النار لایعذب بھا الا اللّٰہ[۲] آگ کا عذاب صرف اللہ ہی دے گا

دوسری روایت میں ہے :۔

لایعذب بالنار الارب النار[۳] آگ کا عذاب آگ کا رب ہی دے گا

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے (۷) اس سے ثابت ہوا کہ ڈاکوؤں نے اگر مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو ان کا ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا اور قتل بھی کیا جائیگا۔ تفصیل کتاب الحدود میں آئے گی۔

؏ ایضا زکوٰۃ باب استعمال ابل الصدقۃ والبانھا لابناء السبیل ص ۲۰۳ ـ جھاد، باب اذا حرق المشرک المسلم ھل یحرق ص ۴۲۳ جلد ثانی کتاب المغازی باب قصۃ عکل وعرینۃ ص ۶۰۲ تفسیر باب انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ ص ۶۶۳ طب باب الدواء بالبان الابل وباب الدواء بابوال الابل ص ۸۴۸ باب من خرج من ارض لاتلائمہ ص ۸۵۲ کتاب المحاربین باب لم یسق المرتدون والمحاربون حتی ماتوا ص ۱۰۰۵ ـ دیات باب القسامۃ ص ۱۰۱۹ مسلم جلد ثانی، قسامۃ باب حکم المحاربین والمرتدین ص ۵۷ ـ ابوداؤد جلد ثانی الحدود باب ماجاء فی المحاربۃ ص ۲۲۴ ـ ترمذی جلد اول طھارت باب ماجاء فی بول مایوکل لحمہ ص ۱۱ ـ نسائی جلد اول طھارت بول مایوکل لحمہ ص ۵۷ ـ ایضا جلد ثانی المحاربۃ باب تاویل قول اللّٰہ عزوجل انما جزاء الذین یحاربون الایۃ ص ۱۶۵ ـ ابن ماجہ حدود باب من شھر السلاح ص ۱۸۸ مسند امام احمد [۱] جلد اول ص ۳۳۶
[۲] بخاری جلد اول جھاد باب لایعذب بعذاب اللّٰہ ص ۴۲۳، ترمذی جلد اول ص ۱۹۰ ـ [۳] ابوداود جلد ثانی ص ۷

حدیث (۱۷۱) الصلوۃ فی مرابض الغنم عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ
عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد بنانے سے پہلے

قال ابو قلابۃ فھؤلاءِ میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ راوی حدیث "ایوب" کا مقولہ ہو تو یہ بھی اسناد کے تحت ہے۔ یعنی ابو قلابہ سے امام بخاری تک سند متصل ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ امام بخاری کا مقولہ ہو تو یہ تعلیق ہو جائیگی بہر تقدیر یہ "حضرت ابو قلابہ کا قول ہے۔ ان ظالموں کو اتنی سخت سزا کیوں دی گئی۔ اسی کی علت بیان فرمایا کہ ان کا جرم بہت سنگین تھا۔ یہ اکھٹے چار چار جرم کے مرتکب تھے۔ ڈاکہ ایک، قتل دو، ارتداد تین، اللہ اور رسول سے لڑائی چار، ان چاروں میں ہر ایک نہایت سنگین جرم ہے اور ان میں سے ہر ایک کی سزا قتل۔ اور جبکہ انھوں نے چار چار ایسے سنگین جرم کا ارتکاب کیا تو جرم کے اعتبار سے ان کی یہ سزا کم ہی ہے۔

ایضاح البخاری میں یہ لکھا ہے کہ ــــ یہ بالکل صبح سویرے کا واقعہ تھا جب وقت پر سرکار کے گھر دودھ نہیں پہنچا تو آپ نے بددعا دی ص۵۱۳ جلد عاشر۔

ان خبثا نے ڈاکہ صبح کے وقت نہیں رات میں ڈالا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ دودھ جب وقت پر رات میں نہیں پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بددعا کی:

اللھم عطش من عطش اٰل محمد اللیلۃ [1] اے اللہ جس نے آج رات آل محمد کو پیاسا رکھا اسے پیاسا رکھ

نیز ایضاح البخاری میں بڑے ادب سے ان خبثا کو حضرات لکھا ہے ایک بار نہیں پانچ بار۔ یہ دیوبندی مذہب کی روح ہے، اللہ اور اس کے رسول کے محارب ڈاکو مرتدین ان کے مذہب میں اتنے قابل احترام ہیں کہ انھیں حضرات سے تعبیر کرتے ہیں۔

تشریحات (۱۷۱) اس حدیث کے بھی لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہی ہے کہ چوپایوں کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے ورنہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا کیسے صحیح ہوتا ــــ ہمارا جواب ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ چٹائی وغیرہ بچھائے بغیر براہ راست زمین پر پڑھی ہو۔ یہ لازم نہیں کہ جہاں نماز پڑھی ہو وہ جگہ ناپاک ہی ہو۔ وہاں بکری کا پیشاب یا مینگنی پڑی ہو یا پڑی تھی مگر سوکھ کر زمین پاک نہیں ہو گئی تھی اس لئے محض نماز پڑھنے سے زمین کی طہارت پر استدلال درست نہیں۔

اگر نماز پڑھنے سے زمین کی طہارت پر استدلال درست مان لیا جائے تو مواطن ابل، اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز سے ممانعت ہے، اس سے اونٹ کے پیشاب ومینگنی کے ناپاک ہونے پر کوئی استدلال کرے تو کیا کہیں گے؟

امام بخاری کا مسلک | امام بخاری کا مسلک کیا ہے وہ اچھی طرح واضح نہیں جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔ دونوں حدیثوں اور

[1] عینی جلد ثالث ص۱۵۶

قَبلَ اَن یُّبنیٰ المَسجِدُ فِی مَرَابِضِ الغَنَمِ ع٥

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے

اثر ابو موسیٰ اشعری کے ذکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اونٹ اور بکری اور دوسرے چوپایوں کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے۔ اب پھر ابہام یہ پیدا ہوتا ہے کہ دواب کا اطلاق عرف میں ہر چوپائے پر ہوتا ہے خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا نہ ہو اثر حضرت ابو موسیٰ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں سواری میں گھوڑوں کے ساتھ گدھے بھی استعمال ہوتے تھے بلکہ ان ممالک میں اب بھی گدھے کو سواری کے کام میں لاتے ہیں اس لئے دار البرید میں گدھے بھی ضرور رہتے ہونگے ان کی لید بھی ضرور پڑتی رہی ہوگی ان کا پیشاب بھی ضرور رہتا رہا ہوگا پھر بھی حضرت ابو موسیٰ اشعری نے نماز پڑھی جس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گدھے کا پیشاب اور اس کی لید پاک ہے تو جس طرح اونٹ اور بکری پر قیاس کرکے تمام ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب پاخانے کو پاک کہہ سکتے ہیں اسی طرح گدھے پر قیاس کرکے غیر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کانت الکلاب تقبل وتدبر، کے ذکر کا بھی یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کتے کے پیشاب اور پاخانے کو پاک مانتے ہیں۔ لیکن امام بخاری کا مذہب کیا ہے وہ قطعی طور پر واضح نہیں ہو سکا۔ ان کے ان ابواب کو دیکھنے کے بعد دو باتوں میں سے ایک بات کو ماننا ہی پڑیگا۔ یا تو امام بخاری حرام حلال تمام جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک مانتے ہیں یا کم از کم ان کی نجاست کے بارے میں متردد ضرور ہیں۔

احناف کا مسلک اور دلائل احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تمام چوپایوں کے پیشاب اور پاخانے ناپاک ہیں پیشاب کے دلائل گذر چکے۔ پاخانے کے ناپاک ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اکل الجلالۃ والبانھا [۱]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جلّالہ کے کھانے سے اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔

مجمع البحار میں ہے کہ "جلۃ" کے معنی مینگنی کے ہیں۔ اس لئے جلالہ کے اصل معنی ہوئے مینگنی کھانے والے کے۔ اس سے ظاہر کہ مینگنی ناپاک ہے۔

ع٥ ایضا صلوۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ ھھنا مسجدا او باب الصلوۃ فی مرابض الغنم ص ۶۱ بنیان الکعبۃ مقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ ص ۵۶۰، مسلم جلد اول کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ ص ۲۰۰، ابو داؤد جلد اول صلوۃ باب بناء المساجد ص ۶۵، ترمذی جلد اول صلوۃ باب ماجاء فی الصلوۃ فی مرابض الغنم ص ۴۶، نسائی جلد اول، مساجد، باب نبش القبور واتخاذ ارضھا مسجدا ص ۱۱۴، مسند امام احمد

[۱] جلد ثانی کتاب الاطعمہ ص ۴۔

(۲) ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رائی فی نعلیہ قذرا او اذی فلیمسحہ [1]

جب مسجد میں آؤ تو اپنی چپلوں کو دیکھ لو اگر اسمیں گندگی یا ناپاکی لگی ہو تو اسے دور کر لو۔

جوتے اور چپل میں انسان کے پیشاب اور پاخانے کا لگنا بہت مستبعد ہے۔ راستوں میں چوپایوں کے گوبر عام طور سے ہوتے ہیں انھیں سے جوتے اور چپل آلودہ ہوتے ہیں۔ اس لئے چوپایوں کے گوبر ناپاک ہیں۔

(۳) باب لا یستنجی بروث کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوبر کے بارے میں فرمایا "ھٰذا رکس" یہ نجاست ہے۔

ہمارے ائمہ نے اس اتفاق کے بعد کہ چوپایوں کے پیشاب و پاخانے ناپاک ہیں۔ اس میں اختلاف کیا کہ انکی نجاست غلیظہ ہے یا خفیفہ۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حرام چوپایوں کے پیشاب اور پاخانے دونوں اور گھوڑے کی لید اسی طرح حلال جانوروں کے پاخانے نجاست غلیظہ ہیں۔

گھوڑے اور حلال جانوروں کے پیشاب نجاست خفیفہ ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ حلال جانوروں کے پاخانے کو بھی نجاست خفیفہ مانتے ہیں۔

دلائل امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چوپایوں کے پاخانے کی نجاست نص یعنی حدیث سے ثابت ہے اور اسکے معارض کوئی نص نہیں اس لئے یہ نجاست غلیظہ ہوئی۔ بخلاف پیشاب کے کہ استنزھوا من البول کے معارض عرینین کی حدیث ہے۔ اس لئے ان کے پیشاب نجاست خفیفہ ہوئے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ حلال جانوروں کے پاخانے کی طہارت و نجاست میں مجتہدین کا اختلاف ہے اس لئے اسمیں تخفیف ہے۔ علاوہ ازیں اس میں حرام جانوروں کے بہ نسبت ابتلاء عام ہے اس لئے اس میں تخفیف ہونی لازم ہے۔

مرابض غنم اور معاطن ابل کے احکام کے مختلف ہونیکی وجہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی اجازت دی ہے مگر اونٹوں کے تھانوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسکا سبب یہ نہیں کہ بکری کا پیشاب اور اس کی مینگنی پاک ہے اور اونٹ کا پیشاب اور اس کی مینگنی ناپاک بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ بکری سیدھی سادی بے ضرر ہے اور اونٹ کبھی درندوں کی طرح خطرناک ہو جاتا ہے، کسی نے نماز شروع کی اور اونٹ کو مستی سوجھی تو بھاگنا مشکل ہو جائیگا۔ علامہ عینی نے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے اور معاطن ابل میں نہ پڑھنے کے سلسلے میں چند احادیث ذکر کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

الغنم من دواب الجنۃ فامسحوا رغامھا و صلوا فی مرابضھا

بکری جنت کے چوپایوں میں سے ہے اس کی رینٹ صاف کرو اور ان کے باڑوں میں نماز پڑھو۔

(۲) احسنوا الیھا و امیطوا عنھا الاذی

بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انکے آس پاس سے گندگی دور کرو

[1] جلد اول باب الصلوٰۃ فی النعال ص ۹۹

ت (۴۵) قَالَ الزُّهْرِیُّ لَا بَاسَ بِالْمَاءِ مَالَمْ يُغَيِّرْهُ

امام زہری نے فرمایا پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اگر

(۳) صلوا فی مرابض الغنم فلا تصلوا فی اعطان الابل فانها خلقت من الشیاطین — بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹ کے تھان میں نہ پڑھو کہ اونٹ شیطان سے پیدا کئے گئے ہیں۔

(۴) اذا ادرکتکم الصلوۃ وانتم فی مراح الغنم فصلوا فیها فانها سکینۃ وبرکۃ واذا ادرکتکم الصلوۃ وانتم فی اعطان الابل فاخرجوا منها فانها جن خلقت من الجن الاتری اذا نفرت کیف تشمخ بانفها۔ — جب نماز کا وقت آجائے اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو وہیں نماز پڑھ لو اس لئے کہ بکری میں سکینت اور برکت ہے اور جب نماز کا وقت ایسے موقع پر آئے کہ تم اونٹ کے تھان میں ہو تو باہر نکل جاؤ اس لئے کہ یہ جن ہیں اور جن سے پیدا کئے گئے ہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ جب بگڑتے ہیں تو کیسے ناک چڑھاتے ہیں۔

موطا امام محمد میں ایک اور حدیث ہے اسے بھی ملاحظہ کرتے چلیں — فرمایا

احسن الی غنمک واطب مراحها وصل فی ناحیتها فانها من دواب الجنۃ [۱] — بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، انکے رہنے کی جگہ عمدہ اور صاف رکھو اور اسکے گوشے میں نماز پڑھو اسلئے کہ وہ جنتی چوپایوں میں سے ہیں

اس حدیث نے پوری بحث صاف کردی کہ مرابض غنم میں نماز پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں بکریوں کی مینگنیاں اور پیشاب ہوں وہاں پڑھو، بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے کسی گوشے میں جو صاف و پاک ہو پڑھو۔

تشریحات (۴۵) امام زہری کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں اگر نجاست گر جائے تو پانی اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جبتک کہ پانی میں نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ نہ آجائے خواہ پانی تھوڑا ہو خواہ زیادہ۔ مثلاً ایک چلو ہو یا پورا تالاب راکد ہو یا جاری۔

امام بخاری کا مسلک اور دیگر ائمہ کے مذاہب اس سلسلے میں ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی امام مالک کا بھی ہے۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ بہت تھوڑا پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اس میں نجاست کا کوئی اثر نہ ظاہر ہو لیکن اگر دو قُلّے یعنی دو مٹکے ہے تو جب تک نجاست کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہو پاک ہے۔

ہمارا مسلک یہ ہے۔ اگر پانی قلیل ہے تو بہر حال ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نجاست کا اس میں کوئی اثر ظاہر نہ ہو اور اگر کثیر ہو تو ناپاک نہ ہوگا۔ جبتک نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو — یہ حکم ماء راکد کا ہے، ماء جاری قلیل ہو یا کثیر جبتک اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو پاک ہی رہے گا۔ ہاں اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ماء جاری بھی ناپاک۔ اصحاب ظواہر کو چھوڑ کر پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو راکد، جب اس میں نجاست پڑے اور نجاست کا کوئی اثر پانی میں ظاہر ہو جائے تو وہ بہر حال ناپاک ہے۔

(۱ ص ۱۲۴)

45

طَعمُ اَوْ رِیحُ اَوْ لَونُ عہ

نجاست اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے

اصحاب ظواہر قریب قریب اس کے قائل ہیں کہ پانی کسی حال میں بھی ناپاک نہیں قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اصحاب ظواہر کا مذہب اتنا کمزور ہے کہ اب کوئی بھی اس کا قائل نہ رہا حتی کہ غیر مقلدین بھی اس بارے میں ظواہر کے ہمنوا نہیں۔ جو اس زمانے میں ظواہر کی گڑی ہڈیاں اکھاڑ اکھاڑ کر دنیا میں پھیلا رہے ہیں رہ گئے قابل اعتنا، تو یہ تین مذہب ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے التعلیق الممجد میں باب الوضوء مما تشرب منه السباع وتلسع[1] کے تحت لکھا ہے کہ سب سے راجح مالکیہ کا مذہب ہے۔ مولانا صاحب کی یہ عادت ہے کہ آپ ایک دو جگہ نہیں کتنی جگہ مخالفین کے پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیا ہے بلکہ کہیں کہیں غیر مقلدیت کی بولی بولنے لگتے ہیں، یہی یہاں بھی کیا، آپ نے لکھا تو یہ ہے کہ سب مذاہب کے دریاؤں میں گھسا اور سب مذاہب کی کتابیں دیکھیں تو یہ سمجھا ہے۔ آیئے ہم ناظرین کو عینی شرح بخاری کا اس جگہ کا اقتباس دکھائیں تو معلوم ہوگا کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا صاحب لکھنوی نے دیگر مذاہب کے دریاؤں میں غوطہ زنی کی ہو مگر مذہب حنفی کے دریا کے ساحل تک بھی اس مسئلہ میں نہیں پہنچے فتح الباری میں ہے:

چونکہ امام مالک نے اپنے مذہب میں قلیل وکثیر کی کوئی تفریق نہیں کی اس لئے اس پر ابو عبید نے کتاب الطہارۃ میں یہ اعتراض کیا کہ اس پر لازم آتا ہے کہ اگر پانی کے لوٹے میں کوئی پیشاب کر دے اور پانی کا وصف نہ بدلے تو اس پانی سے وضو وغیرہ (مثلاً پینا) سب جائز ہو حالانکہ یہ بات کتنی شنیع و قبیح ہے۔

اس لئے حدیث قلتین کی روشنی میں ما قلیل وکثیر کی حد قائم کر دی جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ امام بخاری نے "حدیث قلتین" اپنی کتاب میں ذکر نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اختلاف ہے مگر اس کے راوی ثقہ ہیں اور ائمہ کی ایک جماعت نے اسے صحیح کہا ہے۔ البتہ قلتین کی مقدار پر اتفاق نہیں۔ امام شافعی نے احتیاطاً پانچ قرب حجازی مقرر فرمایا ہے، اسی سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث "الماء لا ینجسه شئی" کی تخصیص فرمائی۔

علامہ عینی کا تعقب

اس پر علامہ عینی لکھتے ہیں قلتین کی حدیث سے کوئی مدد کیسے لی جا سکتی ہے جبکہ ابن العربی نے کہا یا تو اس کا مدار علت پر ہے یا اس کی روایت میں اضطراب ہے یا وہ موقوف ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ امام شافعی نے اس کی روایت ولید بن کثیر سے کی ہے یہ اباضی ہے اور اس کی روایت میں اختلافات ہیں قلتین بھی ہے قلتین او ثلاثا بھی ہے۔ اربعون قلة بھی ہے اور اربعون فرقا بھی ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے۔

عہ مسند عبداللہ بن وہب۔ [1] ص ۶۷

یعمری نے کہا۔ ابن مندہ نے باعتبار رواۃ اسے علی شرط مسلم صحیح کہا۔ مگر باعتبار روایت اس سے اعراض کیا اس لئے کہ اس میں کثیر اختلاف اور اضطراب ہے۔ امام مسلم نے غالبا اسی وجہ سے اسے ترک کر دیا۔

میں کہتا ہوں کہ اسی اختلاف اسناد کی وجہ سے امام بخاری نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔ ابو عمر نے تمہید میں کہا حدیث قلتین کیوجہ سے امام شافعی نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ باعتبار نظر ضعیف ہے و باعتبار اثر غیر ثابت ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں علماء کے ایک گروہ نے نقل سے کلام کیا ہے۔ دبوسی نے کتاب الاسرار میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اس لئے کہ صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل نہیں کیا۔

کیا لکھنوی صاحب نے علامہ عینی کی یہ تحقیق نہیں ملاحظہ کی تھی۔ تطویل کا خوف نہ ہوتا تو اور جو کچھ علماء احناف نے اس حدیث پر کلام کیا ہے وہ سب لکھتا۔

امام مالک کے مذہب پر کلام حضرت امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جو حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الماء لا ینجسہ شئی الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ [1] — پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جبتک کہ وہ پانی کی بو اور اس کے مزہ اور اس کے رنگ پر غالب نہ آجائے۔

مگر یہ حدیث بھی لائق استناد نہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بیہقی نے کہا یہ حدیث قوی نہیں۔

علاوہ ازیں اسی ابن ماجہ میں اس کے پہلے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جسمیں یہ تفصیل ہے۔

"ہم ایک تالاب پر پہنچے جسمیں ایک گدھا مرا پڑا تھا ہم نے یہ پانی استعمال نہیں کیا مگر جب اس تالاب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے تو فرمایا ان الماء لا ینجسہ شئی [2] اس پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرے گی۔"

اس کا امکان ہے کہ یہ ارشاد بھی اسی تالاب کے بارے میں ہو یا اسی قسم کے کسی اور تالاب یا گڑھے کے بارے میں ہو جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں اسی مضمون کی یہ حدیث ہے۔

ان الماء طھور لا ینجسہ شئ — یہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی

یہ بیر بضاعہ کے بارے میں ہے جس کا پانی جاری تھا۔ اس تفصیل سے قطع نظر صرف لفظ دیکھئے تو دھوکا ہوتا ہے کہ مطلق پانی کے بارے میں ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس حدیث کو اپنے عموم پر رکھیں گے تو بہت سی احادیث سے تعارض لازم آئے گا جیسے لا یبولن احدکم فی الماء وغیرہ۔

مذہب امام شافعی پر کلام اولا یہ حدیث قلتین لائق استناد نہیں۔ جیسا کہ گذر گیا۔

ثانیا جب کسی روایت میں قلتین ہے کسی میں ثلاث قلال کسی میں اربعین قلۃ ہے کسی میں اربعین فرقا ہے۔ تو عمل کس پر ہوگا۔

ثالثا یہ مشک کتنے بڑے ہوں گے۔ کہاں کے بنے ہوئے معتبر ہوں گے۔ رابعا پھر قلہ لفظ مشترک ہے اس کے یہ معنی ہیں مٹکا، مشک

[1] ابن ماجہ طہارت باب الحیاض ص۴۱ [2] طہارت باب الحیاض ص۴۰

(۴۶) ت: قَالَ حَمَّادٌ لَا بَأسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ ع‍ہ

حضرت حماد نے کہا کہ مردار کا پر پانی میں پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں

ت (۴۷) قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ

امام زہری نے کہا مردوں مثلاً ہاتھی کی ہڈیوں کے بارے میں

پہاڑ کی چوٹی، انسان کا قد، اونٹ، کسی ایک معنی کی تعیین کیسے ہوگی اور اگر آپ ہجر کے مٹکے کی تعیین بھی کرلیں تو وہ بھی چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں، کس مقدار کے آپ مراد لیں گے۔ خامسًا دوسری احادیث سے تعارض کا کیا جواب ہوگا

مذہب احناف کے دلائل اس کے بعد والے باب کی حدیث میں مفصل آتے ہیں۔

تشریحات (۴۶) مطلب یہ ہے کہ مردہ پرندے کا پر پاک ہے اگر پانی یا کسی اور چیز میں گر جائے تو پانی وغیرہ ناپاک نہ ہوں گے۔ یہی احناف کا بھی مسلک ہے۔ یہ حضرت حماد، حضرت امام کے استاذ فقیہ عراق ہیں ان کو بھی امام بخاری نے اپنی عنایتوں کا نشانہ بنایا ہے ان کو بھی مرجی لکھدیا۔ رحمہ اللہ واعف عنہ۔

تشریحات (۴۷) یعنی مردوں کی ہڈی پاک ہے حتی کہ ہاتھی کی بھی یہی احناف کا بھی مسلک ہے اس کی علت یہ ہے کہ مردار اس لئے ناپاک ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد دم مسفوح جو جانوروں کے جسم کے اندر دوڑتا رہتا ہے محبوس ہو جاتا ہے۔ دم مسفوح ناپاک ہے، اس لئے جہاں جہاں یہ جسم میں رکا وہ سب جگہ ناپاک ہوگئی، چونکہ ہڈی اور پر وغیرہ میں دم مسفوح جاتا ہی نہیں اس لئے موت سے ان کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

امام زہری تابعی ہیں اس لئے سلف سے مراد ان کے پہلے کے علماء ہیں جو صحابہ اور صف اول کے تابعین ہیں۔ کفیٰ بِنَا قُدْوَةً۔

ہاتھی کے ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ نجس العین ہے اس لئے ان کے نزدیک اسکی ہڈی ناپاک اور نجس ہوگی۔ مگر شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابویوسف کا مذہب یہی ہے کہ ہاتھی نجس العین نہیں اس لئے دیگر مردار کی طرح اس کی ہڈی بھی پاک ہے۔

مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں امام ابویوسف کا مذہب یہ بتایا ہے کہ وہ ہاتھی کو نجس العین کہتے ہیں سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔

امام شافعی کے یہاں ہاتھی وغیرہ درندوں کی ہڈی ناپاک ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھی کو بطریق شرعی ذبح کردیا جائے تو اس کی ہڈی پاک ورنہ ناپاک۔

احناف کی دلیل حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔

انما حرم من المیتة مایوکل منها وهوا للحم مردار کا وہی جز حرام ہے جو کھایا جاتا ہے یعنی گوشت۔

ع‍ہ مصنف عبد الرزاق۔ لہ جلد اول ص ۳۳۲

أَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ بِهَا وَيَدَّهِنُونَ

میں نے اپنے پہلے کے علماء کو اس پر پایا کہ ان ہڈیوں کا کنگھا استعمال کرتے تھے اور اسمیں

فِيهَا لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا

تیل استعمال کرتے تھے اور اسمیں کوئی حرج نہیں جانتے تھے

ت (۴۸) قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ

حضرت ابراہیم (نخعی) اور ابن سیرین نے فرمایا ہاتھی کے

الْعَاجِ عہ

دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ فرمایا۔

لا باس بمسك الميتة اذا دبغ ولا بشعرها اذا غسل۔

مردار کے چمڑے سے نفع حاصل کرنے میں حرج نہیں جب اس کی دباغت کرلیجائے اور یونہی بال سے جب دھولیا جائے۔

تشریح (۴۸) یہ حضرت ابراہیم نخعی بھی حضرت امام اعظم کے اساتذہ میں سے ہیں اور حضرت امام بخاری کے معتوب امام بخاری نے انھیں بھی مرجی کہا ہے مگر فراخدلی یہ کہ ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور بطور سند پیش کرتے ہیں۔

اس سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان دو بزرگوں کے نزدیک بھی ہاتھی کا دانت پاک ہے اگر ناپاک ہوتا تو تجارت کی اجازت نہ ہوتی۔ جیسے مردار کے چمڑے کی تجارت اس لئے جائز نہیں کہ وہ ناپاک ہے۔

باب سے مطابقت باب یہ تھا کہ گھی اور پانی میں جو نجاستیں گرجاتی ہیں اس کا بیان۔ اس کے تحت یہ ذکر فرمایا کہ ہاتھی کے دانت کا کنگھا استعمال کرنا اور اس کی ڈبیہ میں تیل رکھکر اس تیل کو استعمال کرنے کو اسلاف جائز سمجھتے تھے۔ امام زہری کی تعلیق سے ثابت ہوتا ہے کہ تیل میں ہاتھی کا دانت پڑجائے تو تیل پاک ہے۔ اب ایک عجیب الجھن ہے، اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری ہاتھی کے دانت اور مردار کی ہڈی کو پاک مانتے ہیں تو اس تعلیق کو باب سے کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ امام بخاری ہاتھی کے دانت اور مردار کی ہڈی کو ناپاک مانتے ہیں مگر ان کے تیل میں پڑنے سے انکا کوئی اثر تیل میں ظاہر نہیں ہوتا لہٰذا وہ تیل پاک ہے اور ان کا مسلک یہ ہے کہ ناپاک چیز کی تجارت جائز ہے۔ اب اس تعلیق کا پہلی والی تعلیق سے ربط بھی ہوجاتا ہے اور یہی تقریر اسمیں بھی جاری ہوگی۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

عہ مصنف عبد الرزاق۔

(۱۷۲) حدیث الفارۃ اذا سقطت فی السمن

عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَّةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْهَا

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال ہوا کہ چوہا گھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے تو فرمایا کہ چوہے کو اور

تشریحات (۱۷۲) تکمیل

بخاری کتاب الذبائح میں یہ زائد ہے، فماتت۔ نسائی میں بطریق عبدالرحمٰن بن مہدی یہ ہے، فی سمن جامد، اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چوہا جمے ہوئے گھی میں گر جائے اور مر جائے تو چوہے کو اور چوہے کے اردگرد جو گھی ہے اس کو پھینک دیا جائے اور بقیہ گھی کھایا جائے۔ ابوداؤد اور نسائی میں ہے۔

وان کان مائعا فلا تقربوھا — اور اگر پگھلا ہوا پتلا ہو تو اس گھی کے قریب نہ جانا

اس تکمیل سے بہت سے شبہات دور ہو گئے کہ یہاں بخاری میں جو حکم مذکور ہے وہ جمے ہوئے گھی کا ہے۔ اور پگھلے ہوئے پتلے گھی میں چوہا گر جائے تو کل گھی ناپاک ہے۔ اگرچہ گھی میں چوہے کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑی چیز میں اگر کوئی نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گی خواہ نجاست کا کوئی اثر اس چیز میں ظاہر ہو خواہ نہ ہو۔ خواہ وہ چیز منجمد ہو خواہ رقیق۔ اس لئے کہ اگر منجمد گھی ناپاک نہ ہوتا تو چوہے کے اردگرد کے گھی کے پھینکنے کا حکم نہ ہوتا۔ فرق یہ ہے کہ منجمد چیز صرف نجاست کے اردگرد کی ناپاک ہوگی اور رقیق پوری۔

ایک تسامح

امام بخاری نے جلد دوم کتاب الذبائح میں اس حدیث پر جو باب باندھا ہے اس میں یہ اضافہ کر دیا فی السمن الجامد او الذائب مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ اگر اس حدیث میں سمن سے ذائب پگھلا ہوا مراد لیں گے تو القوھا وما حولھا پر عمل کیسے ہو سکے گا۔ جب گھی پگھلا ہوا ہوگا تو چوہے کا کوئی ما حول نہ ہوگا جب گھی پتلا ہے اور چوہا اس میں گرا تو مرتے مرتے تڑپ تڑپ کر کہاں کہاں گیا، کیا معلوم اب تو سب کا سب چوہے کا ما حول ہو گیا القوھا وما حولھا کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ حکم صرف جامد کے ساتھ خاص ہے۔

جس تیل یا گھی میں نجاست گر جائے تو اسے جلانا یا بیچنا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، احناف کے یہاں جائز ہے۔

ہماری دلیل اسی حدیث کی دوسری روایت ہے، جسمیں یہ ہے

وان کان مائعا فاستصبحوا بہ وانتفعوا [1] — اگر وہ گھی پتلا ہے تو اسے جلاؤ اور اس سے نفع حاصل کرو۔

[1] عینی جلد ثالث ص ۱۶۲-۳

وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوا سَمْنَكُمْ عـه

چوہے کے اردگرد کے گھی کو پھینک دو اور اپنا گھی کھاؤ

بیہقی میں ہے:

ان کان السمن مائعا انتفعوا بہ ولاتاکلوا[۵] اگر گھی پتلا ہے تو اس سے نفع حاصل کرو اسے کھاؤ مت اسے بیچکر اس کی قیمت اپنے صرف میں لانا بھی ایک قسم کا نفع حاصل کرنا ہے۔ عبدالرزاق کی ایک روایت میں جو یہ آیا ہے کہ اس کے قریب مت جانا، اس سے مراد یہی کھانا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فلا تقربا ھذہ الشجرۃ میں مراد نہ کھانا ہے۔

بر بنائے تحقیق گھی کے حکم میں تمام تیل، شہد، راب (گرڈ) وغیرہ ہیں کہ ان میں کوئی سوکھی نجاست گر جائے اور یہ جمے ہوں تو اس نجس چیز کے ساتھ اس کے اردگرد کو پھینک دیا جائے اور اگر رقیق پگھلا ہو تو سب ناپاک ہے۔

اس حدیث کی اسناد میں شدید اختلاف ہے جیسے دارقطنی نے بیان کیا ہے، اوزاعی کی زہری سے اور امام شافعی اور شعبی کی امام مالک سے جو روایت ہے اس میں حضرت میمونہ نہیں۔ ابن عباس براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

ابن وہب کی روایت میں ابن عباس ساقط ہیں اور یحییٰ بن بکیر اور ابو مصعب کی روایت میں نہ ابن عباس ہیں نہ حضرت میمونہ ــــ عبدالملک بن ماجشون نے یہ سند بیان کی۔ عن مالك عن الزهری عن عبد الله عن ابن مسعود اور عبدالجبار نے کہا عن الزهری عن سالم عن ابیہ ۔ مگر عبدالملک سے وہم ہوگیا ہے۔ ابوداؤد میں بطریق عبدالرزاق یوں ہے عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرۃ سئل رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عن الفارۃ تقع فی السمن قال اذا کان جامدا فالقوها وان کان مائعا فلا تقربوہ ۔ ابوعمر نے کہا، امام مالک سے اس حدیث کی سند میں سخت اضطراب ہے۔ اسمٰعیلی نے کہا یہ حدیث معلول ہے اس وجہ سے امام بخاری نے یہ ضروری جانا کہ اسے صاف کر دیں اس لئے فرمایا۔

معن نے کہا کہ مالک نے ان گنت بار مجھ سے حدیث بیان فرمائی جسمیں انھوں نے یہ کہا عن ابن عباس عن میمونة رضی الله تعالی عنها اس سے یہ افادہ فرمایا۔ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بواسطہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے۔

عـه ایضا دو طریقے سے، جلد ثانی الصید والذبائح باب اذا وقعت الفارۃ فی السمن ص ۸۳۱ ۔ ابوداؤد جلد ثانی اطعمہ ۔ باب الفارۃ تقع فی السمن ص ۱۸۱ ۔ ترمذی جلد ثانی اطعمہ باب ماجاء فی الفارۃ تموت فی السمن ص ۲ ۔ نسائی جلد ثانی فرع والعتیرۃ ۔ باب الفارۃ تقع فی السمن ۔ دارمی وضوء، ۱۶۰ طعمہ ۴۱ ۔ موطا امام مالک استیذان ۲۰ مسند امام احمد بن حنبل ۔

۵ فتح الباری کتاب الاطعمہ

(۱۷۳) حدیث دم الشهید ؛ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ کَلْمٍ یُکْلَمُهُ الْمُسْلِمُ

کہ راہ خدا میں مسلمان کو جو بھی زخم لگے گا قیامت کے دن

تشریحات (۱۷۳) اس حدیث کو باب سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا۔ یہ حدیث شہید

باب سے مناسبت کے فضائل کی ہے اسے امام بخاری طہارت میں کیوں لائے ؟ پھر شہید کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے اس کا تعلق عالم آخرت سے ہے اور پانی کی طہارت و نجاست کا تعلق احکام دنیا سے ہے۔ ایسے موقع پر معمولی درجے کی بھی کوئی معقول مناسبت نکل آئے تو کافی ہے۔ علامہ عینی نے یہ وجہ مناسبت بیان فرمائی ہے۔

پانی اصل میں پاک ہے۔ مگر نجاست سے متاثر ہونے کے بعد جب اس صفت پر نہیں رہتا جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا تو ناپاک ہو جاتا ہے۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ تغیر وصف تغیر حکم کا سبب ہے۔ اس کی ایک نظیر ذکر کردی۔ جیسے شہید کا خون کہ اصل میں ناپاک تھا مگر شہادت کی وجہ سے وہ پاک ہوگیا، اس کی بو بدل گئی تو اب پاک ہوگیا۔ اسی وجہ سے شہید کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس کا خون دھویا جائے گا کہ قیامت کے دن اس کا مرتبہ سب پر ظاہر ہو جائے۔

علامہ عینی کا مقصد یہ ہے کہ باب اور اس حدیث میں قدر مشترک یہ ہے کہ تغیر وصف مدار احکام ہے۔ اتنی مناسبت کافی ہے۔ بخاری کے اس قسم کے ابواب میں شراح نے کہیں کہیں ضرورت سے زیادہ اپنی ذہانت اور زور طبع دکھایا ہے۔ یہاں بھی کافی مشق ہوئی ہے تفصیل کے لئے فتح الباری اور عینی کا مطالعہ کریں۔ اردو شارحین نے بھی زور آزمائی کی ہے۔ مگر علامہ عینی سے زیادہ لگتی ہوئی بات کوئی کہہ نہ سکا اور بعض تو محض پہلی ہیں۔

مسائل اس حدیث سے شہید کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ مدتہائے دراز بلکہ دو دو عالم کے تغیر کے بعد تیسرے عالم قیامت میں بھی شہید کا زخم ہرا بھرا رہے گا جس سے خون نکلتا ہوگا۔ تاکہ شہید کو جو اللہ اور رسول کیسا جنون خیز عشق تھا اس کا نظارہ پوری دنیا کرلے اور اس کی جاں نثاری و جاں سپاری چشم سر سے دیکھ لے۔

ع خوشا رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن

اور ان کی مظلومیت سب پر آشکارا ہو جائے۔ پھر الطاف خداوندی کی شہیدوں پر جو بارش ہوا سے بھی محسوس کریں کہ اتنی مدت کے بعد زخم کا کیا حال ہونا چاہئے مگر حال یہ ہے کہ اس سے مشک کی خوشبو اٹھ رہی ہے۔

شہید کا خون پاک ہے اس لئے یہ جائز نہیں کہ شہید کو غسل دیا جائے، ان کا خون دھویا جائے یا خون آلود کپڑے ان کے جسم سے اتارے جائیں۔ خون میں لت پت دفن کریں گے تاکہ روز محشر شہید کہہ سکیں۔

ع تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَهَيْئَتِهَا اِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ وَمَا اللَّوْنُ

ویسا ہی ہوگا جیسا نیزہ لگنے کے وقت تھا جس سے خون بہے گا رنگ تو

لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ[۵]

خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی

حدیث (۱۷۴) لا یبولن احدکم فی الماء الدائم

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تشریحات (۱۷۴)

باب سے مطابقت امام بخاری نے باب باندھا ہے البول فی الماء الدائم حدیث کا پہلا جز ہے۔ نحن الآخرون السابقون، اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش بے سود ہے۔ اسے ذکر کرنے کی حکمت میں جو بات سب سے زیادہ چسپاں ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ عبد الرحمٰن بن ہرمز اعرج کے پاس احادیث کا صحیفہ تھا اسی طرح ہمام بن منبہ کے پاس بھی تھا۔ دونوں کی ابتداء میں یہ حدیث نحن السابقون الاولون روایت ہے امام بخاری کی عادت ہے کہ جب ان دونوں صحائف میں سے کسی صحیفے کی کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو بطور علامت اتنا حصہ بھی ذکر کر دیتے ہیں جیسے امام مسلم کی عادت ہے کہ ایسے موقع پر فذکر الاحادیث، ومنها هذا الحدیث کا، ذکر کرتے ہیں۔

اس باب کے علاوہ مندرجہ ذیل ابواب میں امام بخاری نے ایسا ہی کیا ہے۔

کتاب الجہاد۔ باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به ص۴۱۵ بطریق اعرج

کتاب الدیات۔ باب القصاص بین الرجال والنساء ص۱۰۱۱ 〃 〃

کتاب التوحید۔ باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۶ 〃 〃

کتاب الایمان والنذور۔ باب اول ص۹۸۰ 〃 ہمام

کتاب التعبیر۔ باب النفخ فی النوم ص۱۰۴۲ 〃 〃

---

[۵] ایضاً جہاد باب من یخرج فی سبیل اللہ ص ۳۹۲۔ ایضاً جلد ثانی ذبائح، باب المسک ص ۸۳۰ مسلم جلد ثانی۔ امارۃ۔ باب فضل الجہاد ص ۱۳۳۔ ترمذی جلد اول فضائل جہاد باب ما جاء فی فضل من یکلم فی سبیل اللہ ص ۱۹۹۔ نسائی جلد ثانی جہاد باب من کلم فی سبیل اللہ ص ۵۹۔ نسائی جلد اول جنائز باب مواراۃ الشہید فی دمہ ص ۲۸۲۔ موطا امام مالک۔ جہاد ص ۲۹۔ مسند امام احمد۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

یہ فرماتے ہوئے سُنا ہم سب سے پچھلے سب سے سبقت لے جانے والے ہیں

وَبِاِسْنَادِهٖ قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِيْ

اور اسی سند سے یہ فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہتا نہ ہو

لیکن اس پر پوری پابندی نہیں۔ ص۱۱۱ پر بطریق زناد عن الاعرج یہی روایات ذکر کی ہیں مگر کسی میں یہ حصہ نہیں البتہ بطریق ہمام دو جگہ ہے دونوں جگہ نحن الاخرون السابقون بھی ہے۔

یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے یہ ایک حدیث کا جز ہے جو کتاب الجمعہ کی پہلی حدیث ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ظہور میں سب سے آخر ہیں مگر بقیہ تمام باتوں میں سب امتوں سے آگے ہیں ہمارا فضل وشرف زائد تھوڑے اعمال پر ثواب سب سے زائد۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارا معاملہ فیصل ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

ماء قلیل کا حکم تھوڑے پانی میں نجاست پڑنے سے ناپاک ہوگا یا نہیں، یا ناپاک ہوگا تو کب ہوگا۔ یہ مسئلہ فقہ کے اہم ترین مسائل میں سے ہے۔ ہمیشہ معرکۃ الآرار رہا ہے اور اب غیر مقلدین کی وجہ سے یہ لڑائی جھگڑے کا سبب بن گیا ہے۔ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ تھوڑے پانی میں اگر کوئی نجاست گر جائے اور نجاست کا کوئی اثر پانی میں ظاہر نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے۔ مثلاً ایک لوٹے پانی میں ماشہ دو ماشہ پیشاب پڑ جائے تو وہ پاک ہے۔ اسے پیو اس سے کھانا پکاؤ، کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ ان کے نواب شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ[۱] ص۶۷ پر لکھا ہے ان کے اشرار کا یہ حال ہے، جہاں ان کا بس چلتا ہے وہاں کنوؤں میں گوبر لاکر ڈال دیتے ہیں تاکہ احناف پریشان ہوں، یا تو یہی ناپاک پانی پیئیں یا پھر اسے پاک کرنے کی دقت میں پڑیں یا کہیں اور سے پانی لائیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانی کی تین قسمیں ہیں۔ اول، ماء جاری بہنے والا پانی جیسے دریا یا نہر کا پانی، یہ قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست اگر پڑے گی تو صرف اتنا ہی حصہ ناپاک ہوگا جتنے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک وہ اثر باقی رہے پھر سب پاک، یہی حکم سمندر کا بھی ہے۔

دوم کنوئیں کا پانی۔ اس میں پانی جمع رہتا ہے جوں جوں خرچ ہوتا رہتا ہے نیچے سوتے سے آتا رہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ نجاست گرنے سے کنوئیں کا کل پانی ناپاک ہو جائے گا مگر کنوئیں میں موجود پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا اسلئے کہ ناپاک پانی کی جگہ پاک پانی آگیا۔

سوم۔ تالاب حوض وغیرہ کا پانی۔ جو اپنی حد میں محدود رہتا ہے، اس میں سے نکلنے کے بعد اس کی جگہ دوسرا نہیں آتا۔ یہی دونوں قسم متنازع فیہ ہے۔ غیر مقلدین کے یہاں کنوئیں چھوٹے گڑھے بلکہ گھڑے لوٹے بلکہ گلاس بلکہ چلو میں کتنی ہی نجاست پڑ جائے

[۱] اس کتاب پر غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے بھی مہر کی اور لکھا اس پر موحدین (غیر مقلدین) بے دھڑک عمل کریں۔

لَایَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْہِ عہ

ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرے

وہ پاک ہی ہے جب تک کہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر پانی دو قلے یعنی پانچ مشک سے کم ہو تو ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو، دو قلے یا اس سے زائد ہو تو ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس میں نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ اگر یہ پانی قلیل ہے تو نجاست گرتے ہی سب کا سب ناپاک۔ اس لئے کہ اس میں نجاست پڑتے ہی پھیل کر سب پانی میں مل جائے گی۔ اس لئے کہ پانی کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں کچھ ڈالو تو وہ چیز بہت تیزی سے پانی میں تحلیل ہو کر پھیلنے لگتی ہے۔ اور اگر کثیر ہے تو جب تک نجاست کا کوئی اثر اس میں ظاہر نہ ہو وہ پانی پاک ہے۔ جتنی دور تک یا جتنی دیر نجاست کا اثر پانی میں ظاہر ہوگا پانی ناپاک رہے گا، قلیل وکثیر میں حد فاصل یہ ہے کہ پانی اگر کسی ایسے تالاب یا حوض میں ہو کہ اگر اس کے ایک طرف ہلایا جائے تو دوسرا کنارہ نہ ہلے تو کثیر ہے ورنہ قلیل۔ عوام کی آسانی کیلئے علماء نے اس کی مقدار دہ در دہ رکھی ہے۔

قلیل وکثیر میں تفریق خود احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے قبل والے نمبر میں حدیث گذری کہ ایسے تالاب کے بارے میں جنہیں گدھا مرا پڑا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی اسکے بالمقابل یہ حدیث باب ہے کہ فرمایا۔۔۔ رُکے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب مت کرو پھر اس میں نہاؤ۔ ترمذی اور نسائی میں ہے، پھر وضو کرو۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے پھر پیو۔

حدیث کا سیاق صاف صاف بتا رہا ہے۔ پیشاب کرنے سے ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ پیشاب پڑنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور قابل غسل نہ رہے گا۔

اس پر امام غیر مقلدین ابن تیمیہ نے یہ کہا۔ یہ ممانعت اس لئے نہیں کہ پانی ناپاک ہو جائیگا بلکہ اس بنا پر ہے اگر بار بار لوگ پیشاب کرتے رہیں گے تو پھر اس میں پیشاب کا اثر ظاہر ہو جائے گا اور وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

یہ ابن تیمیہ ہے جس کی تعریف سے غیر مقلدین تو غیر مقلدین دیوبندی بھی نہیں تھکتے۔ یہ حدیث کی حجامت بنانی ہے۔ خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث کا مطلب سمجھا ہے وہ ابن تیمیہ کا رد ہے۔

طحاوی میں ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کسی تالاب پر گذرے تو کیا اس میں پیشاب کر سکتا ہے، فرمایا: نہیں، ہو سکتا ہے اس کے بعد کوئی اُس سے غسل کرے اور پیئے۔

عہ مسلم جلد اول طہارت باب النھی عن البول فی الماء الراکد ص۱۳۸، ابو داؤد جلد اول طہارت باب البول فی الماء الراکد ص۱۰، نسائی جلد اول طہارت باب الماء الدائم ص۲۱ ابن ماجہ طہارت، باب النھی عن البول فی الماء الراکد ص۲۰، دارمی، وضوء ۵۴ مسند امام احمد،

دوسری حدیث یہ ہے جو گذر چکی۔

اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ویغسلہ سبع مرار۔ — جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالدے تو برتن میں جو کچھ ہو پھینک دو اور برتن کو سات بار دھو لو۔

یہ حکم مطلق ہے کتے کے لعاب ظاہر ہونے یا نہ ہونے کی کوئی تخصیص نہیں اس لئے ثابت ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے ہی برتن اور برتن میں جو کچھ ہے سب ناپاک۔

تیسری حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے والے نمبر میں گذری کہ بطریق عبدالرزاق یہ زائد ہے۔

وان کان مائعا فلا تقربوہ — اگر گھی پتلا ہو اور اس میں چوہا مر جائے تو اس کے قریب مت جانا

چوتھی حدیث یہ ہے جسے حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا کہ فرمایا۔

لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب فقال کیف یعمل یا ابا ھریرۃ قال یتناولہ تناولا[1] — رکے ہوئے پانی میں کوئی اس حال میں غسل نہ کرے جب کہ وہ جنبی ہو سننے والے نے پوچھا اے ابوہریرہ پھر وہ کیا کرے؟ فرمایا پانی لے کر باہر نہائے۔

جنابت کی حالت میں نہانے سے ممانعت اسی وجہ سے ہے کہ جنابت میں عموماً کپڑے اور جسم پر منی لگی رہتی ہے۔ جب رکے ہوئے پانی میں نہائے گا تو سب پانی ناپاک ہو جائے گا۔

پانچویں حدیث انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ یہ جلد اول میں گزر چکی ہے کہ۔

اذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدہ قبل ان یدخلھا فی وضوءہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ۔ — جب سو کر اٹھو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھو لو۔ تم نہیں جانتے، رات ہاتھ کہاں رہا۔

یہ تمام احادیث بے صراحت اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پانی میں اگر ناپاک چیز پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اس میں نجاست کے اثر ظاہر ہونے نہ ہونے کی کوئی تخصیص نہیں۔ اب یہ احادیث پہلی حدیث کے معارض ہوئیں، ان میں تطبیق یہی ہے کہ پہلی قسم کی تمام احادیث ماء کثیر کے بارے میں ہے اور قسم ثانی کی احادیث ماء قلیل کے بارے میں۔

آجکل غیر مقلدین اپنے مدعی پر بیر بضاعہ والی حدیث پیش کرتے ہیں جو ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم بیر بضاعہ سے وضو کر سکتے ہیں؟ یہ ایسا کنواں تھا جس میں حیض کے گندے کپڑے، مردار کتے اور گندگیاں پھینکی جاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرے گی۔

پھر امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ بیر بضاعہ پر چادر پھینک کر ناپا تو اس کی چوڑائی چھ ہاتھ کی، اور میں نے محافظ سے پوچھا کہ اسکی عمارت

---

[1] مسلم جلد اول ص ۱۳۱،

ت (۴۹) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ

حضرت ابن عمر اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر خون دیکھ لیتے تو کپڑا رکھ دیتے

میں کچھ رد و بدل ہوا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ نہیں۔ ان سب تفصیل سے ظاہر ہے کہ بیر بضاعہ صرف چھ ہاتھ چوڑا تھا تو اسکا پانی مار کثیر نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب امام طحاوی نے پورے شرح و بسط کے ساتھ دیا ہے۔ پہلا جواب یہ دیا۔

كانت طريقا للماء الى البساتين فكان الماء لا يستقر فيها۔ قد حكى هذا عن الواقدى

بیر بضاعہ باغوں میں پانی لیجانے کی نہر تھی اس میں پانی ٹھہرتا نہیں تھا۔ یہ امام واقدی سے مروی ہے

یہاں قابل غور بات یہ ہے چھ ہاتھ چوڑے کنوئیں میں وہ سب گندگیاں جو مذکور ہوئیں تو بہت ہیں اگر صرف مردار کتا ایک عدد پھینک دیا جائے تو کیا اس مردار کی بدبو پانی میں نہیں آئے گی؟ پھر بھی احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیر بضاعہ کا پانی پیا اس سے وضو فرمایا اور صحابہ کو وضو کرنے کی اجازت دی۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ بیر بضاعہ کی حیثیت وہی تھی جو آب مدینہ طیبہ کی نہر زرقاء اور مکہ معظمہ کی نہر زبیدہ کی ہے کہ اندر اندر لمبی نہر ہے اور پانی لینے کے لئے جگہ جگہ کنوئیں بنا دیئے گئے ہیں ورنہ ان سب غلاظتوں کے ڈالے جانے کے بعد کنوئیں کے پاس کھڑا رہنا مشکل ہوتا۔ بات وہی تھی کہ چونکہ بیر بضاعہ زیر زمین ایک نہر تھی جس پر کنواں بنا دیا گیا تھا اس میں کچھ بھی ڈالا جاتا بہ جاتا۔ اس لئے اس کا پانی پاک تھا۔

امام واقدی پر جو جرحیں حضرات شوافع یا دوسرے اصحاب نے کی ہیں وہ ثابت نہیں۔ احناف کے نزدیک امام واقدی ثقہ ہیں۔ امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

قال فى الامام جمع شيخنا ابو الفتح الحافظ فى اول كتابه المغازى والسير من ضعفه و من وثقه ورجح توثيقه وذكر الاجوبة عما قيل فيه [1]

ہمارے شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی کتاب "المغازی والسیر" کے شروع میں سب کو جمع کر دیا ہے جنھوں نے انھیں ضعیف کہا اور جنھوں نے انکو ثقہ کہا۔ ثقہ ہونے کو راجح بتایا اور امام واقدی کے بارے میں جو کچھ کہا گیا سب کے جوابات دیئے۔

تشریحات (۴۹-۵۰)
باب سے مطابقت

امام بخاری نے ان تعلیقوں پر یہ باب باندھا ہے۔

اذا القى على ظهر المصلى قذر او جيفة لم تفسد عليه صلوته۔ نمازی کی پیٹھ پر گندگی یا مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ ابواب طہارت میں سلسلہ وضو کا چل رہا تھا یہ بیچ میں کتاب الصلوۃ کا مسئلہ کیوں ذکر کر دیا۔ اس باب کا ابواب وضو سے کوئی تعلق نہیں۔ مناسبت پیدا کرنے کی لوگوں نے بہت کوشش کی ہے مگر سب بے سود۔

بات اصل یہ ہے کہ امام بخاری ترتیب کے ساتھ مسائل بیان کرنے کے بہت زیادہ پابند نہیں جو ان کی اس کتاب میں نظر کریگا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کتاب الوضوء کے ابواب پر نظر ڈال لئے کتنے ابواب وضو کے علاوہ دوسروں کے آگئے ہیں

[1] فصل آثار۔ نول کشور ص ۴۵

وَمَضٰى فِى صَلٰوتِهٖ

اور نماز پوری کر لیتے

ت (۵۰) وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِىُّ اِذَا صَلّٰى وَفِى ثَوْبِهٖ دَمٌ

ابن مسیب اور شعبی نے کہا جب نماز پڑھ لی اور اس کے کپڑے پر

اَوْجَنَابَةٌ اَوْلِغَيْرِ الْقِبْلَةِ اَوْتَيَمَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَدْرَكَ الْمَاءَ فِى وَقْتِهٖ

خون یا منی لگی تھی یا غیر قبلہ کو منہ تھا یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور وقت کے اندر اندر پانی مل گیا

لَا يُعِيْدُ

تو نماز لوٹائے نہیں

مثلاً استنجا وغیرہ کے مسائل اسی طرح یہ بھی ایک باب ہے۔

ذکر یہ چل رہا تھا کہ پانی میں نجاست پڑنے سے کبھی پانی پر ناپاک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے کبھی نہیں۔ یہ باب بھی کچھ اسی قسم کا ہے کہ بدن اور کپڑے پر نجاست لگی مگر بدن اور کپڑے کو ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اگر کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہو اور اس کا علم ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی لیکن اگر درمیان نماز نجاست لگی یا مصلی کے علم میں آئی تو پھر دو صورت ہے، اگر نجاست اثنار نماز میں لگی تو نجاست لگنے سے پہلے جو پڑھی وہ ہو گئی۔ جب نجاست لگی فوراً فرض ہے کہ مصلی اسے دور کرے اور سابقہ نماز پر بنا کرے اگر مانع بنا کا ارتکاب نہ ہوا ہو تو۔ اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے نجاست لگی ہے اور اثنار نماز میں معلوم ہوا کہ کپڑے میں نجاست لگی ہے تو فرض ہے نماز کو نئے سرے سے پڑھے۔ اور اثر ابن عمر اسی پر محمول ہے کہ وہ نجاست اثنار نماز میں لگی تھی، اس لئے کہ ایسے جلیل القدر صحابی سے مستبعد ہے کہ اتنے بے پرواہ ہوں کہ کپڑے میں نجاست لگ جائے اور انھیں خبر نہ ہو، حتی کہ نماز شروع کر دیں۔

باب کی غایت اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اثنار نماز میں نمازی کے بدن پر یا کپڑے پر نجاست پڑ جائے تو نماز نہ توڑے بدستور پڑھتا رہے نماز صحیح ہوگی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس پر امام بخاری نے پہلی دلیل اثر ابن عمر پیش کی ہے۔ کہ وہ نماز کی حالت میں کپڑے پر نجاست دیکھتے تو اسے اتار کر رکھ دیتے اور نماز پوری کر لیتے۔

اس اثر سے باب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام بخاری نجاست سے آلودہ ہونے کے باوجود نماز جاری رکھنے کو کہتے ہیں، اور حضرت ابن عمر کا یہ عمل تھا کہ وہ نجاست لگتے ہی کپڑے کو اتار دیتے یا فوراً دھو کر نماز پڑھتے۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مفصل ہے۔

انہ کان اذا کان فی الصلوۃ فرای فی ثوبہ دما حضرت ابن عمر اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر خون دیکھتے اور

(١٧٥) حدیث طرح الاشقیاء الجیفة علی ظہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اِنَّ عَبدَ اللہِ حَدَّثَہٗ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فاستطاع ان یضعہ وضعہ وان لم یستطیع خرج فغسلہ ثم جاء یبنی علی ما کان صلی [۱]

اسے اتار سکتے تو فوراً اتار دیتے اور اگر اسے اتارنے پر قادر نہ ہوتے تو دھوتے پھر آکر پہلے پڑھی ہوئی نماز پر بنا کرتے۔

باب کا مقصد تو یہ تھا کہ جیسے ابتداء نماز میں کپڑے اور بدن کا نجاست سے پاک رہنا ضروری ہے اسی طرح اثناء نماز میں ضروری نہیں۔ اثناء نماز میں اگر نمازی کے بدن یا کپڑے کو نجاست لگ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بدن اور کپڑے کو ابھی پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور اثر ابن عمر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اثناء نماز میں کپڑے کو نجاست لگ جائے تو فوراً پاک کرے یا کپڑا اتار دے ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ امام بخاری نے باب پر دوسری دلیل حضرت سعید بن مسیب اور حضرت شعبی کا یہ فتوی نقل فرمایا:۔

جب کوئی ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے پر خون یا منی ہو یا اس کا رُخ قبلے کے علاوہ اور کسی طرف ہو یا تیمم سے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر اندر پانی مل گیا تو نماز نہ لوٹائے۔

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابتداء نماز میں اگر کوئی نجاست لگی یا غیر قبلہ کی طرف منہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ اگر مصلی کے علم میں یہ بات ہے جب اس پر اتفاق ہے۔ اس لئے ان دونوں حضرات کے فرمانے کا مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ابتداءً ہی میں یہ صورت تھی اور مصلی جانتا تھا، لامحالہ ان حضرات کے فتوی کا مطلب یہی ہوگا کہ اثناء نماز میں کوئی نجاست لگی اور نمازی کے علم میں آئی یا ابتداء میں لگی تھی نمازی اس پر مطلع نہ تھا، اثناء نماز میں مطلع ہوا۔ تو نماز ہو گئی۔ لیکن یہاں دو معروضے ہیں، ایک یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ خون اور منی کو پاک مانتے ہوں دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے خون اور منی قدر درہم سے کم اتنی ہو جو معاف ہے۔ تو ابتداء ہی سے اگر کپڑے میں خون اور منی لگی ہو تو کیا حرج ہے۔ رہ گیا غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز کا مسئلہ تو اس سے کسے انکار ہے۔ تحری کے بعد جس رُخ نماز پڑھے گا ہو جائے گی، اگرچہ وہ واقع میں جہت قبلہ نہ ہو اسلئے کہ تحری کے بعد جہت تحری ہی جہت قبلہ ہے۔ اس مسئلے کا باب سے کیا علاقہ، اسی طرح تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی ملا تو نماز کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اسے بھی باب سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ یہ سب ایک ارشاد تھے اسلئے ان سب کو ذکر فرما دیا۔

تشریحات (١٧٥)
حضرت سیدہ فاطمہ رض

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی اور پیاری صاحبزادی ہیں۔ جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بضعۃ منی فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا:

فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ [۲] فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

---

[۱] عینی جلد ثالث ص ١٧٠، [۲] بخاری جلد اول المناقب باب ذکر فاطمۃ ص ۵۳۱ مسند امام احمد

كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُوجَهْلٍ وَّأَصْحَابٌ لَّهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ

بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل اور اس کے کچھ ساتھی بھی بیٹھے

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَا جَزُوْرِ بَنِي فُلَانٍ فَيَضَعُهُ

ہوئے تھے کہ انھوں نے آپس میں یہ کہا کہ تم میں کون ہے کہ جو فلاں قبیلے میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے

علمائے اہلسنت میں ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ یہ مطلقا دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں، انکی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس پر بقدر ضرورت پہلے حصے میں بحث گذر چکی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں یہ سب سے چھوٹی تھیں۔ بعثت کے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سن بعثت میں بعثت کے بعد پیدا ہوئیں مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح وہی قول اول ہے۔

سنہ ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا عقد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا۔ ماہ رمضان میں عقد ہوا اور ماہ ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی چار سو مثقال چاندی مہر مقرر ہوا[1]۔ ان ایام کی عادت کے مطابق مہر معجل یعنی پیشگی مہر کی ادائیگی میں حضرت علی نے وہ زرہ پیش کی جو غزوہ بدر میں ان کو ملی تھی[2]۔ چار سو مثقال چاندی انگریزوں کے زمانے میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا اس سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوتی ہے[3]۔

حضرت سیدہ کے بطن سے تین صاحبزادے امام حسن، امام حسین، محسن ہوئے۔ محسن صغر سن میں وصال کر گئے تھے۔ صاحبزادیاں حضرت زینب، ام کلثوم، رقیہ ہیں[4]۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان شریف سہ شنبہ کی رات میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں رات ہی میں حسب وصیت دفن ہوئیں۔ حضرت علی ہی نے غسل بھی دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی[5]۔ صحیح یہی ہے کہ مزار ایک قبہ عباس میں ہے جہاں دیگر اہل بیت کرام کے مزارات ہیں۔

ان سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں ایک ہے۔ ان سے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے[6]۔ وصال کے وقت عمر مبارک کیا تھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ صاحب اکمال نے اٹھائیس لکھا ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ واقعہ احد کے بعد شادی ہوئی اور شادی کے وقت عمر مبارک پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔ غزوہ احد سنہ ۳ھ کے شوال میں ہوا، اس حساب سے وصال کے وقت عمر مبارک زیادہ سے زیادہ تیئس سال کی تھی۔

ولادت مبارکہ کے سلسلے میں سب سے مشہور روایت وہ ہے جو ابن جوزی نے لکھا ہے یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے، اسطرح نکاح کے وقت عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ یہی اصابہ وغیرہ میں ہے۔ اس تقدیر پر اکمال کی یہ بات درست ہے کہ وصال کیوقت عمر مبارک اٹھائیس سال تھی۔

---

[1] فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۸ - ۳۱۳ [2] مدارج النبوۃ نولکشور جلد دوم ص ۱۰۵ [3] فتاوی رضویہ ص ۸ - ۳۱۳ [4] اکمال
[5] مدارج جلد دوم ص ۵۹۱ - [6] عینی جلد ثالث ص ۱۷۴

عَلٰی ظَهْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ، فَانْبَعَثَ اَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهٖ فَنَظَرَ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ		
اس کی بچہ دانی اٹھا لائے	اور محمد جب سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھدے۔	یہ سنکر ان میں جو سب سے زیادہ بدبخت
النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ عَلٰى ظَهْرِهٖ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَاَنَا		
تھا اٹھا اور اسے لایا۔	لاکر انتظار کرتا رہا	جب حضور نے سجدہ کیا تو اسے حضور کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے

تکمیل کتاب الجہاد میں یہ زائد ہے کہ حضور کعبے کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ صلوۃ میں یہ زائد ہے کہ ان میں سے جس نے یہ گندگی لانے کی بات کہی تھی اس نے یہ کہا تھا کہ "اس ریاکار کو دیکھو" مسلم میں ہے کہ یہ کہنے والا ابوجہل ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ کل فلاں قبیلے میں اونٹ ذبح ہوا ہے، صلوۃ میں ہے کوئی جائے اور اس کی لید اور خون اور بچہ دانی لائے۔

اشقی قوم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔ یہاں یحیل بعضھم علی بعض ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے پر حوالہ کرنے لگے۔ مگر یہ معنی غیر مناسب ہے۔ موزوں معنی یہ ہے کہ اس بدتمیزی سے ہنس رہے تھے، کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں ہے حتی مال بعضھم علی بعض۔ اسی میں ہے کہ کسی نے جاکر حضرت سیدہ کو خبر دی یہ بہت چھوٹی بچی تھیں دوڑتی ہوئی آئیں۔ اور ان اشرار کو گالی دینے لگیں، عام روایتوں میں ہے اللھم علیك بابی جھل یا بابی جھل بن ھشام مگر صلوۃ میں اس کے نام کے ساتھ عمرو بن ہشام ہے خادم کے نزدیک یہی روایت راجح ہے اس لئے کہ اس وقت ابوجہل کے نام کی شہرت اتنی نہ تھی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک اس کی یہ کنیت نہ رکھی گئی ہو۔

یہ ساتواں جس کا نام راوی یاد نہ رکھ سکے عمارہ بن ولید بن مغیرہ ہے۔ یہ بدر میں نہیں مارا گیا بلکہ یہ حبشہ گیا وہاں ایک عورت سے چھیڑ خانی کی اس کی سزا میں نجاشی نے ایک ساحر کو حکم دیا کہ اس کے احلیل میں منتر پھونکدے۔ اس نے ایسا ہی کیا جس کے اثر سے وحشی ہو گیا اور چوپایوں کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں مرا۔ اسی طرح عقبہ بن ابی معیط بھی میدان جنگ میں نہیں مارا گیا اور نہ قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ یہ بدر میں گرفتار ہوا اور مدینہ طیبہ واپس ہوتے ہوئے روحا کے قریب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیا کے سب سے بڑے بدبخت انسان کا۔ قتل کیا۔ عرق الظبیہ میں قتل کیا گیا مدینہ طیبہ سے تین میل پہلے بقیہ پانچ میدان بدر میں مارے گئے ان میں سے چار کی لاشیں قلیب بدر میں ڈالی گئیں۔ امیہ بن خلف مارا تو یہیں گیا مگر جب اسکو گھسیٹنے لگے کہ قلیب بدر میں ڈالیں تو اس کے اعضا جوڑ سے اکھڑ گئے اس لئے اس کو وہیں مٹی میں دبا دیا گیا۔ حضرت ابن مسعود کا ارشاد میں نے ان کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا پایا باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔

فلم یحفظه کے قائل ابو اسحٰق ہیں جیسا کہ بخاری کتاب الجہاد میں اور مسلم میں بطریق سفیان ثوری تصریح ہے۔

باب سے مطابقت امام بخاری کا استدلال یہ ہے۔ نماز کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈالی گئی اس سے جسم نہیں تو کپڑے ضرور آلودہ ہوئے ہوں گے یا نہیں تو کم از کم جسم پر نماز کی حالت میں نجاست رکھی رہی مگر حضور نماز پڑھتے رہے۔ نماز کی حالت میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پیٹھ پر کیا رکھا ہے مگر فراغت کے بعد تو معلوم ہوا پھر اعادہ

46

اَنْظُرُ لَا اُغْنِیْ شَیْئًا لَوْ کَانَتْ لِیْ مَنْعَۃٌ قَالَ فَجَعَلُوْا یَضْحَکُوْنَ وَیُحِیْلُ

درمیان رکھدیا عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں میں دیکھ رہا تھا مگر کچھ کر نہیں سکتا تھا کاش کہ مجھے قوت ہوتی

بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس پر وہ خبیث ہنسنے لگے اس طرح کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور رسول اللہ

کیوں نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگ جائے تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

احناف و شوافع کی طرف سے اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے لائق ذکر تین ہیں۔

(۱) علامہ ابن حجر نے فتح الباری[1] تفسیر سورہ مدثر میں ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ آیت کریمہ وثیابک فطھر اور اپنے کپڑے کو پاک کرو کے نزول سے پہلے کا ہے۔ اس واقعہ کے وقت نماز کے لئے کپڑوں کو پاک رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب امام بخاری کے استدلال کی ساری عمارت ڈھہ گئی۔ اس کے بعد کسی جواب کی حاجت نہیں مگر ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے دو مزید نقل کئے دیتے ہیں۔

(۲) ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا اعادہ فرمایا ہو اگرچہ فوراً نہیں فرمایا، عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے اعادہ نہ فرمایا ہو۔

(۳) ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس وقت تک مشرکین کے ذبیحے کے احکام نہیں نازل ہوئے تھے اس لئے اس سلا (بچہ دانی) پر نجاست کا حکم درست نہیں مگر اس جواب میں یہ سقم ہے کہ ابھی گذرا کہ کتاب الصلوٰۃ کی روایت میں یہ ہے۔

فلیعمد الی فرثھا ودمھا وسلاھا اس کی لید اور اس کے خون اور اس کی بچہ دانی اٹھا لائے۔

خون اور لید تو بہر حال ناپاک ہیں اس لئے یہ جواب لائق توجہ نہیں۔

سلا کا ترجمہ کچھ لوگوں نے اوجھڑی کیا ہے، یہ غلط ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سلا اس کھال یا جھلی کو کہتے ہیں جسمیں بچہ رہتا ہے اصمعی نے کہا یہ جانوروں کی بچہ دانی کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں ہوسکتا ہے کتاب الصلوٰۃ والی روایت کی بنا پر کسی نے لازم معنی کا لحاظ کرکے اوجھڑی کردیا ہو جسمیں لید اور بچہ دانی بھی ہوتی ہے۔

ایضاح البخاری میں ـــ علی ظھرہ کا ترجمہ ان کی کر کیا ہے یہ غلط ہے، ظھر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ان بزرگ کو آگے کتفیہ بین بھی نظر نہ آیا، کیا دونوں شانوں کے بیچ میں کر ہوتی ہے؟

مسائل (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی عظمت مشرکین کے دلوں میں بھی اتنی تھی کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہاں دعا ضرور قبول ہوتی ہے (۲) تین بار دعا کی تکرار دعا کے مقبول ہونے میں موثر ہے اور یہ مستحب بھی ہے (۳) ظالم کے لئے بد دعا کرنا جائز ہے بعض علماء نے لکھا کہ اگر مسلمان ہے تو اس کی ہدایت و توفیق توبہ کی دعا کرنی چاہئے اور اس کے لئے استغفار کرنا چاہئے (۴) کسی برائی

---

[1] جلد ثامن ص ۴۸۰

سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَاسَهُ حَتّٰى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے ہی کی حالت میں رہے اپنا سر نہیں اٹھایا یہانتک کہ حضرت سیدہ فاطمہ آئیں

ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَاسَهُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ

اور اس گندگی کو حضور کی پشت مبارک سے ہٹایا تو حضور نے اپنا سر اٹھایا پھر بددعا کی۔ اے اللہ قریش کو اپنی گرفت

مَرَّاتٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ

میں لے۔ تین بار۔ جب حضور نے ان پر بددعا کی تو یہ ان پر شاق ہوا، ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اس شہر میں دعا ضرور

اِنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ

قبول ہوتی ہے۔ پھر نام لے کر ہلاکت کی دعا فرمائی اے اللہ ابوجہل کو اور عتبہ بن

جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ

ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن

عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ

عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر اور ساتویں کو بھی گنا مگر

کا ارتکاب کرنے والا برائی کی ترغیب دینے والے سے زیادہ بدتر ہے، ان سب میں کفر، سرکشی اور تمرد میں ابوجہل سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا اور اسی نے اس پر اکسایا تھا مگر پھر بھی اشقی عقبہ بن ابی معیط کو کہا گیا۔ (۵) اس حدیث میں ہے ورسول اللہ ساجد لا یرفع راسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں رہے سر اقدس نہیں اٹھایا اس پر عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ حضور سر اقدس اٹھا نہیں سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ واقعہ یہی ہو مگر میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ یہ بوجھ جب اتنا تھا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صغیر السن بچی ہوتے ہوئے اسے گرا دیا جبکہ حضرت سیدہ کی عمر مبارک اس وقت مشکل سے آٹھ سال رہی ہوگی، تو یہ بوجھ اتنا نہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سر اٹھانا چاہتے تو اٹھا سکتے تھے۔ سر اقدس سجدے سے نہ اٹھانا اس لئے نہ تھا کہ بوجھ زیادہ تھا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اسی خاص حالت عبودیت میں جو ظلم ہوا ہے اسے دیر تک اس بے نیاز کے حضور پیش کئے رہوں تاکہ اس کی رحمت کی توجہ بیش از بیش ہو۔ جیسا کہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کے بارے میں فرمایا۔ صفیہ کے دکھ کا خیال نہ ہوتا تو حمزہ کی لاش بغیر دفن چھوڑ دیتا کہ درندے کھاتے اور قیامت کے دن ان کا حشر درندوں کے پیٹوں سے ہوتا، یا جیسا کہ بیر معونہ کے واقعے میں حرام بن ملحان بہتے ہوئے خون کو اپنے چہرے پر ملتے جاتے اور کہتے جاتے فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ کامیاب ہوگیا رب کعبہ کی قسم۔ بات وہی ہے ع

"تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشا ئیست"

يَحْفَظُهٗ قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ

مجھے یاد نہ رہا عبداللہ بن مسعود نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ع٥

جنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گنا تھا سب کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا پایا

(۵۱) ت - كَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ للعہ

نبیذ سے وضو کرنے کو حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ نے مکروہ جانا

حدیث میں فرمایا گیا۔ بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب اسوقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے گویا کہ زبان حال سے بیا سنہ ماکر رہے ہیں۔ حضور، قدس میں قرب خاص کے وقت دشمنوں کی یہ حرکت صرف میری ہی نہیں تیری بارگاہ قدس کی بھی اہانت ہے، اختیار تجھے ہے۔ اپنے بارگاہ قدس کی تحقیر کرنے والوں کو ڈھیل دے یا سزا دے۔ کیا اس جبار و قہار غیور کے جلال کو جوش میں لانے کا اس سے بھی عمدہ کوئی طریقہ ہوسکتا ہے۔

تشریحات (۵۱) امام حسن بصری تابعین کرام کے صف اول میں سے ہیں۔ نام گرامی حسن ہے اور کنیت ابو سعید، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر دور خلافت میں پیدا ہوئے جبکہ دو سال رہ گئے تھے۔ پیدائش کے بعد انھیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی تحنیک کی یعنی کھجور چبا کر اپنا تبرک ان کے تالو میں لگایا۔ ان کے لئے دعا بھی کی اللهم فقهه في الدين ووجهه في الناس (اے اللہ انھیں فقیہ بنا اور لوگوں میں انھیں وجاہت عطا فرما۔) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کی خدمت میں ان کی والدہ لے جاتیں اور سب دعا سے نوازتے، انھوں نے ایک سو تیس صحابہ کی زیارت کی۔ خود فرماتے ہیں، میں نے خراسان کا جہاد کیا تو ہمارے ساتھ ایکسو تیس صحابہ کرام تھے۔

ان کے والد کا نام یسار اور کنیت ابو الحسن تھی یہ حضرت زید بن ثابت کے غلام تھے۔ حضرت حسن کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں۔ ان کی والدہ انھیں چھوڑ کر کہیں کسی کام کے لئے چلی جاتیں اور یہ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی چھاتی ان کے منہ میں دیدیتیں۔ حضرت ام المومنین کی کرامت کہ دودھ اتر آتا اور یہ خوب پیتے۔ ان کو جو علوم

ع٥ ایضا جلد اول الصلوۃ۔ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئا من الاذی ص ۷۴ ایضا جلد اول جہاد باب طرح جیف المشرکین فی البیر ص ۴۵۲، ایضا جلد اول جہاد باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ والزلزلۃ ص ۴۱۱ ایضا جلد اول مناقب باب ذکر ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ من المشرکین ص ۵۴۳ ایضا جلد ثانی مغازی باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی کفار قریش ص ۵۶۴۔ مسلم جلد ثانی جہاد ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذی المشرکین ص ۱۰۸ نسائی جلد اول۔ طہارت باب فرث ما یو کل لحمہ یصیب الثوب ص ۵۸ مسند امام احمد۔

ع۵ مصنف عبدالرزاق، وابو عبید، للعہ دارقطنی، ابن ابی شیبہ و ابو عبید

اور معارف ملے یہ سب اسی متبرک دودھ کا اثر ہے۔

حضرت حسن کی جلالت شان کا عالم یہ ہے۔ ایک بار کسی نے حضرت انس سے کچھ پوچھا تو فرمایا مولانا حسن سے پوچھو انھوں نے بھی سُنا اور ہم نے بھی سُنا۔ انھوں نے یاد رکھا، ہم بھول گئے، ایک بار فرمایا، مجھے بصرے والوں میں ان دو شخصوں پر رشک آتا ہے، حسن اور ابن سیرین پر، قتادہ نے کہا، میں جس فقیہہ سے ملا حسن اس سے افضل ہے۔

بارعب، خوبصورت، وجیہہ بزرگ تھے، علم و عمل کے جامع، زبردست عابد و زاہد، مقبول خاص و عام، سلاسل اولیاء کرام کے امام، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بصرہ جاکر آباد ہوگئے، مدۃ العمر وہیں رہے۔ وہیں واصل بحق ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے ایام قیام میں صحابہ کرام خصوصًا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل فرمائے۔ مدینہ سے جانے کے بعد پھر حضرت علی کی زیارت نہ کرسکے۔ بماہ رجب ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا[1]

ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحی، اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی ہے۔ تین بار قرآن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تھا، جاہلیت کا بھی کچھ زمانہ پایا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد ایمان سے مشرف ہوئے ۹۰ھ میں وصال ہوا۔

امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔

لایجوز الوضوء بالنبیذ وبالمسکر نبیذ اور مسکر (نشہ آور) چیز سے وضو جائز نہیں۔

عرب کا پانی عمومًا شور ہوتا تھا، اس کی شوریت ختم کرنے کے لئے پانی میں چھوہارے ڈال دیتے تھے کہ پانی میں کچھ مٹھاس آجائے۔ کبھی کبھی چھوہارے کئی دن رہ جاتے تو پانی میں جوش پیدا ہوجاتا نشہ آجاتا، کبھی چھوہارے زیادہ ڈال دیتے تو پانی گاڑھا بھی ہوجاتا۔ مختلف فیہ نبیذ کی پہلی قسم ہے، چھوہاروں کی وجہ سے جس کا نہ پتلا پن ختم ہو نہ اس میں جوش آئے نہ نشہ پیدا ہو۔ رہ گئی نشہ آور چیز خواہ وہ نبیذ ہو خواہ کچھ اور، اس سے وضو دیگر علماء کی طرح ہمارے یہاں بھی درست نہیں۔ امام بخاری کا غالبًا مسلک یہ ہے کہ اس نبیذ سے بھی وضو جائز نہیں جسکی نہ رقت گئی ہو نہ نشہ آیا ہو۔ امام بخاری نے اپنے مدعا پر پہلے حضرت امام حسن بصری اور ابو العالیہ کا یہ فتویٰ پیش کیا کہ ان دونوں بزرگوں نے نبیذ سے وضو کو مکروہ جانا۔ اس پر تین معروضے ہیں:

(۱) اس کراہت سے کراہت تحریم مراد ہے یا کراہیت تنزیہہ۔ اگر تنزیہہ ہے تو یہ جواز کے معارض نہیں۔ اسے لایجوز کی دلیل بنانا درست نہیں، اور اگر کراہت تحریم مراد ہے تو یہ حضرت امام حسن بصری کے اس ارشاد سے باطل ہے جو ابو عبید نے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

رہ گئے حضرت ابو العالیہ تو ان سے وضو کے بارے میں کوئی روایت ہمیں نہیں ملی۔ ان سے جو روایت ہے وہ غسل کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ ایسی نبیذ سے غسل جائز ہے کہ نہیں، یہ خود احناف کے یہاں مختلف فیہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ غسل درست نہیں اس لئے کہ وضو کا جواز خلاف قیاس حدیث کی وجہ سے ہے، جب یہ

---

[1] یہ ساری تفصیلات اکمال اور بدایہ نہایہ جلد تاسع سے لی گئی ہیں۔

ت (۵۲) قَالَ عَطَاءُ اَلتَّیَمُّمُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِیْذِ وَاللَّبَنِ

حضرت عطار نے کہا کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کے بہ نسبت تیمم مجھے زیادہ پسند ہے۔

وضو کے بارے میں نہیں، تو اسے وضو کے عدم جواز کی دلیل میں پیش کرنا لاحاصل۔

(۲) اور پھر یہاں بھی یہ احتمال باقی کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہہ ہو۔

(۳) حدیث کے مقابلے میں تابعی کا قول لائق ترجیح نہیں۔ امام بخاری خود احادیث کے خلاف اقوال رجال پر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے مقلدین یہ الزام ہم کو دیتے ہیں۔ تابعین کے بارے میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مشہور ہے اور مقدمہ میں گذر چکا۔ ھم رجال ونحن رجال۔

تشریحات (۵۲) **عطار بن ابی رباح** کبار تابعین میں سے ایک ہیں، ان کی جلالت شان مسلم عند الکل ہے، دو سو صحابہ کا زمانہ پایا، اتنے جلیل القدر امام کہ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب مسائل حج کا جاننے والا ان سے زیادہ کوئی نہ رہا۔ نیز فرمایا، ان سے زیادہ فقیہہ کوئی نہیں، ایام حج میں اموی شہنشاہوں کی طرف سے یہ اعلان عام ہو جاتا کہ سوائے عطار کے کوئی مسائل حج نہ بتائے، ان سب کے علاوہ اتنے بڑے عابد تھے کہ بیس سال تک مسجد میں معتکف رہے۔ ستر حج اور ستر عمرے کئے۔ جلالت شان یہ اور خدا کی شان بے نیازی کہ چونکہ حبشی النسل تھے اس لئے رنگ سیاہ اور بال الجھے ہوئے تھے، ناک چپٹی تھی، ایک آنکھ کی بینائی نہیں تھی، اخیر عمر میں دوسری آنکھ کی بھی بینائی جاتی رہی، ہاتھ شل تھا لنگڑے بھی تھے، مگر علم وفضل کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے ائمہ زانوے ادب تہ کرنا باعث فخر جانتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جہاں مسجد حرام میں درس دیتے تھے، ان کے بعد ان کی جگہ یہ بیٹھے۔

مطابقت احب الی۔ زیادہ پسند ہے۔ کا لفظ بتا رہا ہے۔ حضرت عطار نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کو پسند کرتے ہیں مگر کم۔ اور ابوداؤد میں ہے کہ امام عطار نے فرمایا میں نبیذ اور دودھ سے وضو ناپسند کرتا ہوں اس سے زیادہ مجھے تیمم پسند ہے۔ دونوں کا مفاد یہ نکلا کہ حضرت عطار نبیذ اور دودھ سے وضو کو جائز جانتے ہیں۔ البتہ کم پسند ہے یا زیادہ سے زیادہ ناپسند کرتے تھے۔ امام بخاری نے یہاں باب کا جو عنوان رکھا ہے وہ یہ ہے:

لایجوز الوضوء بالنبیذ ولا بالمسکر — نبیذ اور نشہ آور چیز سے وضو جائز نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ تعلیق امام بخاری کے اس باب کا رد ہے۔

اس سلسلے میں احناف کا مسلک یہ ہے۔ دودھ سے وضو قطعاً جائز نہیں، اس پر اجماع ہے۔ احناف ہی نہیں پوری امت کا یہی مسلک ہے۔ رہ گئی نبیذ تو احناف کے یہاں تفصیل ہے۔

عرب کا پانی عموماً کھاری ہوتا ہے پانی میں چند کھجوریں ڈال دیتے کہ پانی میں کچھ مٹھاس آجائے، یہی نبیذ ہے ــــ

نبیذ جب تک میٹھی اور اتنی پتلی ہو کہ اعضاء پر پانی کی طرح بہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر گاڑھی ہو گئی یا جوش آگیا یا اس میں نشہ آگیا تو ایسی نبیذ سے ہرگز ہرگز وضو جائز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی نہ ہو تو ایسی نبیذ کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ ہماری دلیل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے انھوں نے فرمایا:۔

قال له النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم لیلة الجن ما فی اداوتك قال نبیذ قال تمرة طیبة وماء طهور[1] قال فتوضا منه۔

ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن میں فرمایا، تیرے برتن میں کیا ہے، انھوں نے عرض کیا نبیذ ہے۔ فرمایا کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے، ابن مسعود نے کہا کہ پھر حضور نے اس سے وضو فرمایا۔

ترمذی میں فتوضا منه اور مصنف ابن ابی شیبہ میں واقام الصلوٰۃ[2] زائد ہے۔

اس حدیث کی ایک طرف سے احناف کے مہربانوں نے تضعیف کی۔ اس کے بالمقابل علماء احناف نے اس حدیث کی تصحیح کو دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ تفصیل کے لئے عینی کا یہ مقام اور طحاوی کی شرح معانی الآثار کا مطالعہ کریں۔ مثلاً امام ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کا ایک راوی ابوزید ہے جو مجہول ہے۔ سوائے اس حدیث کے اسکی کوئی روایت نہیں۔

علامہ عینی نے اس کا جواب دیا، ابن العربی نے شرح ترمذی میں کہا کہ ابوزید مولی عمرو بن حریث سے راشد بن کیسان اور ابوروق نے روایت کیا ہے۔ اتنے ہی سے اس کا مجہول ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اس کا نام نہیں معلوم ممکن ہے امام ترمذی کی مجہول کہنے سے یہی مراد ہو اور یہ مضر نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ابوزید کے مثل چودہ حضرات نے روایت کی ہے۔ اس حدیث پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ نہیں تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا۔ تو فرمایا ما شهدها منا احد[3]۔ ہم میں سے کوئی لیلۃ الجن میں حاضر نہ تھا۔

اس کے دو جواب علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس قول سے ان کی مراد یہ ہے کہ پوری رات حضور کے ساتھ نہیں رہا۔ ساتھ میں گیا پھر جدا ہو گیا، پھر صبح کو ساتھ ہو گیا۔ ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حضور جنوں کو تلقین فرما رہے تھے خاص اس وقت حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اور غالباً علامہ عینی کی بھی یہی مراد ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ لیلۃ الجن دو ہیں ایک بار نینوی کے جنوں نے ملاقات کی تھی ایک بار نصیبین کے جنوں نے۔ نخلہ میں نینوی کے جن تھے اور مکہ میں نصیبین کے جن۔ نخلہ والے واقعے میں حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اور مکہ والے واقعے میں حضرت ابن مسعود ساتھ تھے۔

---

[1] ابوداؤد جلد اول طہارت باب الوضوء بالنبیذ ص ۱۲، ترمذی جلد اول طہارت باب الوضوء بالنبیذ ص ۱۳، ابن ماجہ طہارت باب الوضوء بالنبیذ [2] فتح القدیر جلد اول ص ۱۰۴ نولکشور [3] ایضاً

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بعض لوگوں سے یہ نقل فرمایا کہ ابتدا میں نبیذ سے وضو کی اجازت تھی۔ پھر آیت کریمہ فلم تجدوا ماء سے منسوخ ہو گئی۔ اس لئے کہ لیلۃ الجن مکے کا واقعہ ہے اور یہ آیت مدنی ہے۔

علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ (نزول اقراء کے بعد غار حرا سے اتر کر) حضرت جبریل نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرنے کی تعلیم دی۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء بعثت ہی سے پانی سے وضو کرنے کا حکم تھا۔ اس کے باوجود حضور نے لیلۃ الجن میں نبیذ سے وضو فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ پانی سے وضو کے حکم اور نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی تنافی نہیں۔

لیکن اس خادم کی اس پر یہ گذارش ہے کہ نبیذ ماء مطلق ہے یا نہیں۔ اگر ماء مطلق ہے تو علامہ عینی کا جواب درست اور علامہ ابن حجر کا اعتراض سرے سے ساقط۔ اس خصوص میں بہت زیادہ لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں — خود اسے حدیث میں ماء فرمایا، ارشاد ہوا تمرۃ طیبۃ وماء طھور۔ پھر اس کے ماء مطلق ہونے میں کلام کی کیا گنجائش — اور اگر یہ ماء مطلق نہیں اور آیت کریمہ فلم تجدوا ماءً میں ماء سے مراد ماء مطلق ہے۔ تو نبیذ کے ہوتے ہوئے یہ صادق ہے کہ پانی نہیں ملا۔ اب علامہ ابن حجر کا اعتراض اپنی جگہ باقی رہ جائے گا۔ اسی پر ہماری گذارش ہے کہ اس کے دفع کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور حدیث مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز درست۔ رہ گئی یہ بات کہ یہ حدیث مشہور ہے وہ گذر چکا کہ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو زید کے علاوہ چودہ حضرات نے روایت کیا ہے۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پندرہ حضرات نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح لیلۃ الجن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ ہونے کی جو توجیہات ہمارے علماء نے کی ہیں۔ ترمذی کی اس حدیث میں جاری نہیں ہو سکتیں ص ۱۵۸ پر ہے۔

> علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود سے پوچھا لیلۃ الجن میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آپ لوگوں میں سے کوئی تھا یا نہیں۔ فرمایا ہم میں سے کوئی حضور کے ساتھ نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ قیام مکہ کے ایام میں ایک رات حضور غائب ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ حضور کو اچک لیا گیا۔ ہم نے انتہائی اذیت میں یہ رات گذاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ حضور حراء کی طرف سے آرہے ہیں۔ لوگوں نے اپنا حال بیان کیا، اس پر حضور نے پورا واقعہ سنایا اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جزیرے نصیبین کے جن تھے۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لیکن حیرت اس پر ہے کہ خود ترمذی میں دو جگہ اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت ابن مسعود لیلۃ الجن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک — باب کراھۃ مایستنجی بہ میں حضرت ابن مسعود کا یہ قول مذکور ہے:

> کہ وہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

دوسرے "ابواب" الامثال میں انھیں سے یوں روایت ہے کہ۔

> ایک رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء سے فارغ ہوئے تو تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑا اور

بطحیٰ مکہ میں لے گئے اور بٹھادیا۔ پھر میرے ارد گرد خط کھینچ دیا اور فرمایا اس کے باہر نہ نکلنا، کچھ لوگ تمہارے قریب آئیں گے۔ ان سے بات مت کرنا۔ وہ بھی تم سے نہیں بولیں گے۔ پھر حضور کو جہاں جانا تھا چلے گئے۔ میں خط کے اندر ہی بیٹھا تھا کہ میرے قریب کچھ کالے کالے سوڈانی قسم کے لوگ آئے جن کے بال اور جسم سوڈانیوں جیسے تھے۔ انکے جسم پر لباس نہیں تھا مگر پھر بھی ان کے چھپانے کی جگہیں نظر نہیں آتی تھیں۔ میری طرف آتے مگر خط کو پار نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف چلے جاتے، اخیر رات میں حضور تشریف لائے اور خط کے اندر داخل ہوئے فرمایا، آج رات سو نہیں سکا۔ پھر میری ران پر سر رکھکر سو گئے۔ الحدیث بطولہ [۱]

امام ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کی تصحیح کی ہے ــــ ان کے علاوہ کفایہ میں ہے امام بخاری نے بارہ طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود، لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تھے۔ تین طریقے سے تاریخ صغیر میں مذکور ہے۔ بقیہ نو طریقے کسی اور کتاب میں مذکور ہوں گے،

جب بوجوہ متعددہ صحیحہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تھے تو لامحالہ وہ روایت جسمیں یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا، مرجوح ہو گی۔

اس نبیذ کی حقیقت | جس نبیذ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا اس کی حقیقت صرف یہ تھی کہ پانی میں چند کھجوریں ڈال لی تھیں تاکہ پانی کا کھارا پن دور ہو جائے۔ پانی اپنی طبعی رقت اور سیلان پر باقی تھا نہ گاڑھا ہوا تھا نہ جوش کھایا تھا۔ نشہ آنا تو دور کی بات ہے۔ بدائع ص‍۱۷ پر ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس نبیذ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا، چند کھجوریں پانی میں ڈال لی جاتی تھیں بس نبیذ ہو گئی۔

ایسی ہی نبیذ سے وضو کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جائز بتایا ہے، رہ گئی وہ نبیذ جسمیں جوش پیدا ہو جائے یا نشہ آجائے تو اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔

والنبیذ المختلف فیہ ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء وما اشتد منھا صار حراما لایجوز التوضی بہ۔ [۲]

جس نبیذ سے وضو کے بارے میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ میٹھی پتلی ہو جو اعضا پر پانی کی طرح بہے اور اگر جوش کھا گئی حرام ہو گئی تو اس سے وضو جائز نہیں۔

لوگوں کو استعجاب و حیرت اس لئے ہو رہی ہے کہ لوگ اپنے زمانے کی نبیذ پر قیاس کرنے لگے۔ حالانکہ اس نبیذ سے وضو کے جواز کا کسی نے قول نہیں کیا ہے۔

ایک خاص نکتہ | حضرت امام کا یہ بنیادی اصول تھا کہ جب تک حدیث صحیح نہ ہوتی اس کے مطابق فتویٰ نہ دیتے اذا صح الحدیث فھو مذھبی مشہور ارشاد ہے اور حضرت امام کا ثقہ متدین ہونا بلکہ امام ہونا متفق علیہ ہے۔ تو جب امام کسی حدیث سے استدلال فرمائیں تو یہ اس حدیث کے صحت کی دلیل ہے۔ اگرچہ محدثین اسے اپنی سندوں کے لحاظ سے ضعیف کہیں اسکی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ انصاف پسند اصحاب کو اس پر غور کرنا لازم ہے۔ اسی ایک نکتے سے احناف کے مخالفین خصوصاً غیر مقلد

---

[۱] جلد ثانی ص ۱۰۹۔ [۲] ہدایہ اولین ص ۳۲۔

(۱۷۶) حدیث کل شراب اسکر فهو حرام

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

معاندین کے سارے ہذیانات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ جو احناف کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اسی حدیث میں دیکھ لیجئے کہ امام ترمذی نے اپنی سند کے لحاظ سے ابوزید پر کلام فرمایا۔ یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت امام کو یہ حدیث ابوزید ہی کے واسطے سے ملی ہو۔ ہو سکتا ہے کسی دوسری سند کے ساتھ پہنچی ہو جس میں امام ترمذی والی جرح کی بھی گنجائش نہ ہو۔ ابوزید کے علاوہ چودہ اور حضرات سے یہ حدیث مروی ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ان چودہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے حضرت امام تک پہنچی ہو۔ اس لئے ہمارے سامنے جو سند ہے اس کو سامنے رکھکر کسی حدیث کو مطلقاً ضعیف کہنا دیانت وانصاف کے خلاف ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی حدیث سے استدلال کی بالکل وہی حیثیت ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کے کسی حدیث کو صحیح کہنے کی ہے۔ حضرت امام کا استدلال حقیقت میں یہ اعلان ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تائید صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس بھی نبیذ تمر سے وضو کو جائز جانتے تھے۔ اس طرح اس حدیث کو اور احناف کے مذہب کو عمل صحابہ سے بھی قوت مل گئی۔

تائید ائمہ علاوہ صحابہ کرام کے حضرت حسن بصری، حضرت عکرمہ، حضرت ابو العالیہ، امام اوزاعی، سفیان ثوری اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن ہمارے خاص کرم فرما صاحب تحفۃ الاحوذی اور مرعاۃ اپنے غیظ وغضب کا نشانہ صرف ہم احناف کو بناتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایسی نبیذ تمر جو اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو جس میں نہ جوش پیدا ہوا ہو اور نہ وہ گاڑھی ہوئی ہو اور نہ اسمیں نشہ آیا ہو اس سے وضو جائز ہے۔ اس معنی کر کہ اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ یہ حضرت امام اعظم کا مذہب ہے اور یہ حدیث صحیح بلکہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ مخالفین نے اس حدیث پر جتنی جرحیں کی ہیں علمائے احناف نے سب کے گن گن کر تفصیلی جوابات دیئے ہیں خصوصیت سے امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں وغیرہ وغیرہ۔

تشریحات (۱۷۶)

باب سے مطابقت اس حدیث کو باب کے دوسرے جزء سے مطابقت ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ہر مسکر ناپاک ہے اور ناپاک سے وضو جائز نہیں۔ یا یہ کہ کوئی مسکر پانی نہیں اور پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے وضو جائز نہیں۔ اس لئے مسکر سے وضو جائز نہیں۔

ہر مسکر ناپاک ہے رہ گئی یہ بات کہ مطابقت کی وجہ اول کا صغریٰ درست بھی ہے یا نہیں۔ یہ محل نظر ہے۔ حضرت امام

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ ع۵

پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ لائے حرام ہے

ت (۵۳) وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ اِمْسَحُوا عَلٰى رِجْلِي فَاِنَّهَا مَرِيضَةٌ ع۶

اور ابو العالیہ نے کہا۔ میرے پاؤں پر مسح کر دو۔ اس لئے کہ وہ بیمار ہے

حدیث (۱۷۷) بای شئ دوی جرح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اعظم اور حضرت امام یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک خمر کے علاوہ بقیہ نشہ آور چیزوں کا بقدر نشہ پینا کھانا حرام ہے مگر وہ ناپاک نہیں خمر کیا ہے انگور کے کچے پانی کو جب وہ خوب جوش کھانے لگے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے خمر کہتے ہیں۔ اس سے کشید کیا ہوا عرق بھی خمر ہے۔ خمر کی بوند بوند حرام و نجس ہے وہ بھی نجاست غلیظہ ۔ اس کے علاوہ بقیہ چیزوں سے بنائی ہوئی شرابیں، خمر نہیں اور نہ شیخین کے نزدیک ان کا وہ حکم ہے ۔

البتہ امام محمد فرماتے ہیں کہ خمر کی طرح ہر نشہ آور رقیق کی بوند بوند حرام و ناپاک ہے ۔ احناف کے یہاں یہی مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے ۔ مگر قول اول بھی ساقط و باطل نہیں ۔ بہت قوی ہے ۔ یہی جمہور صحابہ کرام حتی کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ۔ یہی قول امام اعظم کا ہے ۔ یہی اصل مذہب ہے ۔ عامہ متون مذہب جیسے مختصر قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، کنز، غرر اصلاح وغیرھا میں اسی پر جزم و اقتصار کیا ۔ اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح جیسے امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو الحسن کرخی، امام ابو بکر خواہر زادہ امام قاضی خاں امام صاحب ہدایہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار میں اسی پر فتوی دیا ۔ اسی کو بہ ناخذ فرمایا ۔ علماء مذہب نے بہت سی کتب معتمدہ میں اسی کی تصحیح فرمائی ہے ۔ یہانتک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتوی بھی فرمایا ۔ اس تقدیر پر نبیذ کی نجاست کا سوال ہی نہیں اسلئے اس سے نجس ہونے کی بنا پر وضو کے ناجائز ہونے کا فتوی دینا ساقط ۔ رہ گئی یہ وجہ کہ یہ ماء مطلق نہیں اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ احناف جس نبیذ سے وضو کو جائز کہتے ہیں یعنی پانی میں چند کھجوریں اسلئے ڈال دی جاتی ہیں تاکہ اسکی مٹھاس پانی میں آجائے اور بس نہ اسمیں جوش آئے اور نہ نشہ نہ وہ گاڑھی ہوئی ہو اس پر بھی پانی کا اطلاق درست نہیں ۔ یہ صحیح نہیں ہے ۔ خود حدیث میں اسے پانی کہا گیا ۔ ارشاد ہے تمرۃ طیبۃ وماء طھور ۔ اس لئے اس حدیث کو مطلقا ہر نبیذ سے وضو کے عدم جواز کی دلیل بنانا درست نہیں ۔ رہ گئی یہ بات کہ خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور رقیق چیزیں حضرات شیخین کے یہاں کیوں ناپاک نہیں اور قدر اسکار سے کم انکا پینا کیوں حرام نہیں، اسپر مفصل بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کتاب الاشربہ میں آئے گی ۔ اور اگر کسی صاحب کو عجلت ہو تو فتاوی رضویہ جلد یازدہم کا رسالہ مبارکہ الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی کا مطالعہ کریں ۔

ع۵ ایضا جلد ثانی اشربہ باب الخمر من العسل وھو البتع ص ۸۳۷ ایضا جلد ثانی اشربہ باب الباذق ومن نھی عن کل مسکر ص ۸۳۸ مسلم جلد ثانی اشربہ باب بیان کل مسکر شراب وکل خمر حرام ص ۱۶۷ ابو داؤد جلد ثانی اشربہ باب ما جاء فی السکر ص ۱۶۳ ترمذی جلد ثانی اشربہ باب ماجاء کل مسکر حرام ص ۸ ۔ ابن ماجہ اشربہ باب کل مسکر حرام ص ۲۵۱ موطا امام مالک اشربہ ۹ دارمی اشربہ ۸ مسند امام احمد ع۶ مصنف عبد الرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ ۔

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ سَمِعَ سَھْلَ بْنَ سَعْدِ بْنِ السَّاعِدِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
ابوحازم نے کہا کہ انھوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ اس طرح کہ میرے

عَنْہُ وَسَأَلَہُ النَّاسُ وَمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اَحَدٌ بِاَیِّ شَیْئٍ دُوِیَ جُرْحُ
اور ان کے درمیان کوئی نہیں تھا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِیَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ
علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا تو انھوں نے کہا اس کا

کَانَ عَلِیٌّ یَجِیْئُ بِتُرْسِہٖ فِیْہِ مَاءٌ وَفَاطِمَۃُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْھِہٖ
مجھ سے زیادہ جاننے والا اب کوئی بھی نہیں رہا۔ علی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور فاطمہ حضور کے چہرے سے خون

تشریحات (۵۳) (۱۷۷)
حضرت سہل بن سعد ساعدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخر یہ ہیں[۱]۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ ان کا نام حَزْنٌ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا۔ حَزْن کے معنی سخت زمین کے ہیں اور سَھْل کے معنی نرم زمین کے ہیں۔ سو سال کی عمر پاکر ۹۱ھ میں وصال فرمایا، اس حساب سے ہجرت کے وقت نو سال کے تھے۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔

یہ تعلیق پوری یوں ہے۔ عاصم بن علجان نے کہا کہ ہم ابوالعالیہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ لوگوں نے ان کو وضو کرایا جب ایک پاؤں رہ گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس پر مسح کردو، اس میں تکلیف ہے۔

باب سے مناسبت

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ غسل المرأۃ اباھا الدم عن وجھہ ۔۔۔ بیٹی کا باپ کے چہرے سے خون دھونا۔ حدیث تو باب کے بالکل مطابق ہے مگر تعلیق کا باب سے کیا تعلق ہے، یہ ابتک لاینحل ہے۔ کتاب الوضوء میں اس باب کا مقصد کیا ہے۔ یہ بھی پردۂ خفا میں ہے۔ تعلیق کو تو وضوء سے تعلق ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عضو پر پانی بہانا مضر ہو تو وہاں مسح کافی ہے۔ مگر حدیث کا وضو سے کیا تعلق ہے، وہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باوضو ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ زخم کی بھی حالت میں اگر پانی مضر نہ ہو تو دھونا ہی فرض ہے مسح کافی نہیں۔

رہ گیا بعض لوگوں کا اس سے یہ سمجھنا کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ”عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بہت ہی بے تکی بات ہے۔

یہ حادثہ کب کا ہے

یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے۔ ابن قمیہ کی تلوار سے خود سراقدس میں چبھ گیا تھا۔ اس سے سراقدس لہولہان ہوگیا تھا[۲]۔ خون رکتا ہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور حضرت سیدہ اسے

[۱] بخاری کتاب النکاح ص ۷۸۹، [۲] بخاری، طب ص ۸۵۲،

الدَّمَ فَاَخَذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ فَحُشِيَ بِهٖ جُرْحُهٗ ع۵

دھوتی تھیں ۔ چٹائی جلا کر زخم میں بھری گئی ۔

(۱۷۸)
حدیث، اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدتہ یستن

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسی اشعری نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور

فَوَجَدْتُہٗ یَسْتَنُّ بِالسِّوَاکِ بِیَدِہٖ یَقُوْلُ اُعْ اُعْ وَالسِّوَاکُ فِیْ

کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے پایا۔ اع اع کی آواز نکال رہے تھے اور مسواک

دھوتی تھیں۔ مگر جب اس سے بھی خون نہ تھما تو حضرت سیدہ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جس سے خون بند ہو گیا۔

مسائل اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوئے (۱) عورت اپنے محارم مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہے اور تیمارداری میں انھیں ہاتھ بھی لگا سکتی ہے (۲) علاج مسنون ہے۔ یہ توکل کے منافی نہیں (۳) انبیاء کرام پر ہر قسم کی ابتلاء، آزمائش، دکھ، درد و بیماری آسکتی ہے تاکہ ان کی شان عبودیت و بشریت ظاہر ہو اور کوئی ان کے معجزات کو دیکھ کر فتنے میں نہ پڑ جائے کہ معاذ اللہ یہ خدا تو نہیں۔ اور امت پر جب کوئی افتاد پڑے تو اسے صبر و سکون ملے کہ یہ انبیاء کرام کی سنت ہے (۴) جو بات معلوم نہ ہو وہ جاننے والوں سے پوچھنی چاہئے (۵) بوقت ضرورت عالم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس معاملہ کو میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔

تشریحات (۱۷۸، ۱۷۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ ان کے والد کا اصل نام حُسَل یا حُسَیْل تھا مگر یمان کے ساتھ مشہور ہیں۔ جنگ احد میں جب لڑائی کا رخ مسلمانوں کے خلاف ہو گیا اور اگلی صفیں پچھلی سے بھڑ گئیں اس افراتفری میں حضرت یمان خود مسلمانوں کی تلواروں سے شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ لاکھ چلاتے رہے مسلمانوں کیا کر رہے ہو؟ مگر کسی نے کچھ سنا نہیں۔ حضرت حذیفہ کا یہ ایثار ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کے خون کو معاف کر دیا۔ حضرت حذیفہ کا لقب صاحب السر تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خاص راز دار تھے۔ منافقین کے سارے بھید جانتے تھے اور سب سے واقف تھے۔ یہ بات اتنی مشہور تھی کہ جب کوئی مرتا اور اس کی نماز جنازہ حضرت حذیفہ پڑھتے تو حضرت فاروق اعظم بھی پڑھتے اور اگر وہ نہیں پڑھتے تو یہ بھی نہیں پڑھتے۔

ع۵ ایضاً۔ جلد اول۔ جہاد۔ باب دواء الجرح باحراق الحصیر ص ۴۲۶ - ایضاً۔ جلد ثانی۔ نکاح۔ باب ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن ص ۷۸۹ - ایضاً۔ جلد ثانی۔ طب۔ باب حرق الحصیر لیسد بہ الدم ص ۸۵۲ - مسلم۔ جلد ثانی۔ جہاد۔ باب غزوۂ احد۔ ص ۱۰۷، ترمذی۔ جلد ثانی۔ طب۔ باب التداوی بالرماد ص ۳۰ - مسند امام احمد۔

فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ عہ

حضور کے منہ میں تھی ایسا لگتا ہے گویا قے کر رہے ہیں ۔

(۱۷۹) حدیث یشوص فاہ بالسواک

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ ۔ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب

تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ عہ

رات میں اٹھتے تو اپنا منھ مسواک سے صاف کرتے

ایک بار پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ میرے عمال میں کوئی منافق ہے ۔ حضرت حذیفہ نے کہا۔ ہاں ایک ہے، فرمایا نام بتاؤ بہت پوچھا مگر حضرت حذیفہ نے نام نہیں بتایا۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عموماً فتنوں کو پوچھا کرتے تاکہ اس سے بچے رہیں۔ ان کے فضائل بہت ہیں جنگ خندق میں ایک رات سخت سردی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا، کوئی ہے، جو دشمن کے کیمپ میں جاکر ان کا حال معلوم کر کے آئے۔ موسم اتنا سخت تھا کہ کوئی نہ بولا۔ حضور نے ان کا نام لے کر پکارا، یہ حاضر ہوئے۔ حکم ہوا کہ دشمن کے کیمپ میں جاکر ان کا حال معلوم کر کے آؤ، مگر ان کو بھڑکانا مت۔ یہ گئے فرماتے ہیں معلوم ہوتا تھا کہ گرم حمام میں ہوں۔ ابوسفیان کو دیکھا، آگ تاپ رہے ہیں تیر کمان میں رکھی چاہا کہ چلاؤں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم یاد آگیا تیر ترکش میں کرلی۔ وہاں حال یہ تھا کہ سخت آندھی کی وجہ سے خیموں کی میخیں اکھڑ گئی تھیں، چولھے سے دیگیں الٹ گئی تھیں۔ گھوڑے میدان میں آوارہ دوڑ رہے تھے۔ ابوسفیان نے اعلان کر دیا۔ قریظہ اور غطفان نے ساتھ چھوڑ دیا موسم کا یہ حال ہے، رسد ختم ہے۔ اب واپس چلنا ہے۔ حضرت حذیفہ نے آکر خوشخبری سنائی۔ سرکار نے انھیں ایک عبا اڑھا کر سلا دیا صبح تک مزے سے سوتے رہے۔ ہمدان، رے، دینور کو انھوں نے فتح کیا۔ حضرت فاروق اعظم نے کچھ دن ان کو مدائن کا حاکم بھی بنایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بیس دن بعد مدائن ہی میں وصال ہوا ۳۶ھ سنہ وصال ہے۔

عہ مسلم جلد اول طہارت باب السواک ص ۱۲۸، ابوداود جلد اول طہارت باب کیف یستاک ص ۷ نسائی جلد اول طہارت باب کیف یستاک ص ۵،

عہ ایضاً جلد اول جمعہ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲، ایضاً جلد اول تہجد باب طول الصلوۃ فی قیام اللیل ص ۱۵۳، مسلم جلد اول طہارت باب السواک ص ۱۲۸، ابوداؤد جلد اول طہارت باب السواک لمن قام باللیل ص ۸، نسائی جلد اول طہارت باب السواک اذا قام من اللیل ص ۵، نسائی جلد اول قیام اللیل باب ما یفعل اذا قام من اللیل من السواک ص ۲۴۱ ابن ماجہ طہارت باب السواک ص ۲۵، دارمی وضو ۲۰، مسند امام احمد۔

ت (۵۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِیْ اَتَسَوَّکُ بِسِوَاکٍ فَجَاءَنِیْ رَجُلَانِ
فرمایا میں نے (خواب) دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو شخص آئے

شیخ قطب الدین کی تصریح کے مطابق ان سے سینتیس حدیثیں مروی ہیں۔ بارہ متفق علیہ ہیں، آٹھ افراد بخاری سے اور سترہ افراد مسلم سے ہیں۔

مسواک کا حکم ہر وضو میں مسواک سنت ہے وضو کے علاوہ ان اوقات میں مستحب ہے۔ (۱) ہر نماز کے وقت، (۲) تلاوت قرآن مجید کے لئے (۳) سو کر اٹھنے کے بعد (۴) منہ میں جب بھی کسی وجہ سے بدبو پیدا ہو جائے اس وقت (۵) جمعہ کے دن (۶) سونے سے پہلے (۷) کھانے کے بعد (۸) سحر کے وقت۔ [۱]

مسواک کا طریقہ مسواک زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہو ایک بالشت سے زائد لمبی مسواک ہرگز ہرگز نہ رکھیں حدیث میں ہے کہ اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ پیلو، زیتون وغیرہ کی ہو کسی خوشبودار یا پھلدار درخت کی نہ ہو استعمال سے پہلے مسواک دھولے۔ داہنے ہاتھ میں اس طرح کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے ہو اور بیچ کی تین انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا مسواک کے سرے پر رکھے دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہ کرے، پہلے داہنے طرف کے اوپر کے دانتوں میں کرے پھر بائیں طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر داہنے طرف کے نیچے کے دانتوں میں پھر بائیں طرف کے نیچے کے دانتوں میں۔ فارغ ہونے کے بعد بھی دھولے اور کسی محفوظ جگہ کھڑی کر کے رکھے، ریشہ اوپر کی جانب ہو۔ [۲]

تشریحات (۵۴) یہ واقعہ خواب کا بھی ہے اور بیداری کا بھی جیسا کہ بیہقی اور مسند امام احمد میں ہے، علامہ نووی نے یہ تطبیق دی کہ جب بیداری کا واقعہ پیش آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خواب کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ یہ افادہ فرمانے کے لئے کہ میں نے جو کیا ہے وہ اس لئے کہ خواب میں مجھے اس کا حکم ہو چکا ہے۔ میرا خواب بھی وحی ہے راویوں میں جس کو جتنا یاد رہا اس نے اتنا بیان کیا۔ اس کی تائید ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ خدمت اقدس میں دو شخص حاضر تھے ایک بڑا دوسرا چھوٹا حضور کی طرف وحی ہوئی کہ مسواک بڑے کو دیں۔ [۳]

مسائل (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عمر میں بڑے ہوں ان کا لحاظ اور پاس رکھنا تعظیم و توقیر کرنی لازم ہے۔ خصوصًا بوڑھوں کی۔ حدیث میں ہے۔

---

[۱] عینی [۲] بہار شریعت حصہ دوم [۳] ابوداؤد جلد اول طہارت باب فی الرجل یستاک بسواک غیرہ ص ۷

اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا

ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھ سے کہا گیا

فَقِيلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا۔ ع٥

کہ بڑے کو دے پھر میں نے بڑے کو دی

من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم [٥] اللہ کے اجلال میں بوڑھے مسلمان کی تعظیم ہے۔

(۲) جوٹھی مسواک دوسروں کو دینی اور دوسرے کو استعمال کرنی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ دوسرا اسے دھولے (۳) بڑے کو حق تقدیم اس وقت ہے کہ بیٹھے نہ ہوں اور اگر لوگ بیٹھے ہوں تو حق تقدیم داہنے والوں کو ہے۔

قال ابوعبد الله اختصره نعیم

ابوعبداللہ سے امام بخاری مراد ہیں نعیم وہی مشہور جعل ساز ہے۔ جس نے ذاتی عداوت کی بنا پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب جھوٹی حکایات گڑھ گڑھ کر پھیلائی ہیں جس کا ذکر مقدمہ میں ہوچکا ہے۔ میزان میں ہے۔

ان نعیما هذا کان یزور حکایات فی ابی حنیفة رحمه الله تعالى۔ یہ نعیم وہی ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جھوٹی حکایات گڑھتا تھا۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ یہ قاضی ابو مطیع بلخی تلمیذ حضرت امام کا میر منشی تھا کسی جرم میں اسے قید کردیا۔ اس رنجش کی وجہ سے وہ حضرت امام کے پیچھے پڑگیا۔ اس قسم کے لوگوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو اذیت دینے میں زیادہ لذت پاتے ہیں پھر سوچتے ہیں ان سے انتقام لیا تو کیا بے گا ان کے بڑے کی خبرلو۔ یہ کذاب حضرت امام کو جہمی کہتا تھا۔ حالانکہ مسایرے میں ہے کہ حضرت امام نے "جہم" سے مناظرہ کیا اور اخیر میں یہ کہکر دھتکار دیا "اے کافر میرے یہاں سے نکل جا" اسی سے سن سن کر امام بخاری نے بھی ایسی ہی باتیں کی ہیں۔ تعجب ہے کہ حضرت امام بخاری جیسے ناقد متیقظ ثقہ محتاط کیسے اس کی روایت اپنی اس کتاب میں لائے، یہ بھی تاویل نہیں کرسکتے کہ نعیم کی روایت صرف استشہاد میں لائے اس لئے کہ اصول میں بھی اس سے روایت موجود ہے۔ دیکھو فصل استقبال القبلة ص ۵۲ "لکل جواد کبوة" حق ہے۔

قال عفان۔ اسے تعلیقات میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ عفان امام بخاری کے شیخ ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری نے عفان سے مناولةً سنی ہو مذاکرۃً نہ سنی ہو۔ شیخ جب تحدیث کے لئے نہ بیٹھا ہو اور سلسلہ کلام میں کوئی حدیث بیان کرے تو مذاکرہ ہے اور جب حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھے اور حدیث بیان کرے وہ مذاکرہ کہلاتا ہے، اس تقدیر پر یہ حدیث متصل ہوگی، اسکا بھی امکان ہے کہ امام بخاری نے اسے کسی اور واسطے سے سنا ہو اور کسی وجہ سے امام بخاری اس کا ذکر پسند نہ کرتے ہوں اس لئے عفان کہدیا۔ اس تقدیر پر یہ تعلیق ہوگی۔

ع٥ مسلم جلد اول زهد باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط ص ۴۱۴

[٥] ابوداؤد جلد ثانی ادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم ص ۳۰۹

47

(۱۸۰) حدیث فضل من نام علی الوضوء

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ

وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر آنا چاہو تو پہلے نماز جیسا وضو کرلو پھر

وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ۔ ثُمَّ قُلْ

داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ پڑھو اے اللہ

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ

میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا تجھی کو

تشریحات ۱۸۰ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوسی انصاری صحابی ہیں، غزوۂ احد میں شریک ہونا چاہا، عمر کم ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واپس کر دئے گئے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے پھر اس کے بعد تمام مشاہد میں ہمرکاب اقدس رہے۔ انھوں نے ۲۴ھ میں رے فتح کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تستر کے جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت علی کے حامیوں میں تھے۔ تمام معرکے میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں وصال فرمایا کوفے میں ان کے والد ماجد حضرت براء بھی صحابی ہیں ان سے پانچ سو پانچ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بائیس متفق علیہ ہیں اور پندرہ صرف امام بخاری نے چھ تنہا امام مسلم نے روایت کی ہے۔

تکمیل شیخین نے یہ حدیث مختلف طرق سے روایت کی ہے مگر وضوء کا ذکر سوائے اس روایت کے اور کسی میں نہیں کتاب الدعوات باب مایقول اذا نام میں ہے۔ ایک شخص کو وصیت فرمائی جب تو اپنے بچھونے کا ارادہ کرے۔ وہاں اذا اردت مضجعك ہے۔

اور باب النوم علی الشق الایمن میں ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو داہنی کروٹ پر سوتے۔

وجہ کے معنی ذات کے بھی ہیں۔ اس لئے میں نے اسلمت وجھی کے معنی یہ کئے۔

میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا ایسے وجہ کے معنی چہرے کے بھی ہوں گے۔ اب معنی یہ ہوں گے، میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ مقصود وہی ہے۔

ظَهۡرِیۡ اِلَیۡكَ رَغۡبَةً وَّرَهۡبَةً اِلَیۡكَ لَا مَلۡجَا وَلَا مَنۡجَا مِنۡكَ اِلَّا
پشت پناہ بنایا تیرے ثواب کے شوق اور تیرے عذاب کے ڈر سے تیرے سوا

اِلَیۡكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنۡتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیۡ اَنۡزَلۡتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیۡ
کہیں پناہ نہیں کہیں ٹھکانا نہیں اے اللہ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تونے اتاری ہے

اَرۡسَلۡتَ فَاِنۡ مُّتَّ مِنۡ لَّیۡلَتِكَ فَاَنۡتَ عَلَی الۡفِطۡرَةِ وَاجۡعَلۡهُنَّ
اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تونے بھیجا ہے اس کے بعد اگر تو اس رات مریگا تو فطرت پر مریگا اور

اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ ،، قَالَ ،، فَرَدَّدۡتُهَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
ان کلمات کو آخری کلام کرو۔ براء نے کہا۔ میں نے اس دعا کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لوٹایا

عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغۡتُ ، اَللّٰهُمَّ اٰمَنۡتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیۡ
جب میں نے اللھم آمنت بکتابک الذی انزلت کے بعد یہ کہا

اخیر میں جو تلقین ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن واحادیث میں جو دعائیں وارد ہیں ان کو بعینہ ویسے ہی بلفظہ پڑھا جائے جیسی وارد ہے، دعاؤں میں کسی لفظ کا بدلنا یا ترتیب الٹنا ہرگز نہیں چاہئے ورنہ اس دعا کا جو فائدہ ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح تعداد کی بھی پابندی لازم ہے۔ اس کی مثال تالے کی چابھی کی ہے۔ ہر تالے کی مخصوص چابھی ہوتی ہے جسمیں مخصوص دندانے ہوتے ہیں اس سے وہ تالا کھلیگا اگر چابھی کے دندانے چھوٹے بڑے ہوگئے یا کم وبیش ہوگئے تو اس چابی سے وہ تالا ہرگز نہیں کھلے گا۔

فطرت سے کیا مراد ہے فطرت سے یہاں مراد دین اسلام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا ۔ (روم)
تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہوکر۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

فطرت کے معنی خلقت کے بھی ہیں جیسا کہ اسی آیت میں فطر الناس آیا۔ اور سنت بھی ہے۔ حدیث میں ہے خمس من الفطرۃ پانچ باتیں سنت ہیں۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل متنبط ہوئے (۱) سوتے وقت وضو کرنا مستحب ہے ہمارے یہاں یہ بھی شرط ہے اگر باوضو نہ ہو تو (۲) سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد مستحب ہے (۳) یہ یا اس کے علاوہ جو مخصوص دعائیں احادیث میں آئی ہیں ان کو بالخصوص پڑھنا مستحب ہے (۴) داہنی کروٹ پر سونا سنت ہے اس طرح سونے میں نیند زیادہ غفلت کی نہیں آتی جاگنا آسان ہوتا ہے، اطباء نے لکھا ہے کہ بائیں کروٹ سونا صحت کے لئے مفید ہے اس میں کھانا خوب ہضم ہوتا ہے نیند گہری آتی ہے مگر مسلمان کو سنت ہی پر عمل کرنا لازم ہے۔ انشاء اللہ اسی میں دین دنیا

اَنْزَلْتَ، قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ قَالَ لَا وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ عـ۵		
و رسولک	توحضور نے فرمایا نہیں	و بنبیک الذی ارسلت ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الغسل

(۱۸۱) حدیث الوضوء قبل الغسل

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ النَّبِيَّ
ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

کی فلاح ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ بعض دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چیت لیٹا کرتے تھے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ دونوں جمع کرلے پہلے تھوڑی دیر چت لیٹ لے پھر داہنی کروٹ پر لیٹے۔

براعۃ اختتام امام بخاری ہر کتاب کے اختتام پر ایسی حدیث لاتے ہیں جس سے آخر حیات کی طرف اشارہ ہوتا ہے یہاں حدیث مذکور میں ہے۔ فان مت مت علی الفطرت

اللھم ارزقنا حسنہ

اس حدیث پر کتاب الوضو ختم ہوئی اور پہلا پارہ بھی پورا ہوا ـــ

تشریحات (۱۸۱) پہلے سے مناسبت طہارت بمنزلہ جنس کے ہے۔ اس کی دو نوعیں ہیں۔ طہارت حقیقیہ، طہارت حکمیہ پھر طہارت حکمیہ کی دو قسمیں ہیں طہارت صغریٰ، طہارت کبریٰ۔ وضو طہارت صغریٰ ہے اس کے بیان سے فارغ ہوئے اب طہارت کبریٰ یعنی غسل کو بیان فرمارہے ہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھونا سنت ہے۔ (۲) وضو کرنا مستحب ہے (۳) غسل کی حقیقت یہ ہے کہ پورے جسم پر پانی بہادیا جائے ـــ حتیٰ کہ بالوں کی جڑوں میں بھی بلکہ بال کی جڑوں کا خصوصیت سے خیال رکھنا لازم ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے۔

پھر پورے جسم پر پانی بہاتے

اس سے معلوم ہوا کہ غسل صحیح ہونے کے لئے پورے جسم پر پانی کا بہہ جانا کافی ہے۔ بدن کا ملنا فرض نہیں جیسا کہ مالکیہ فرماتے ہیں

عـ۵ بخاری جلد ثانی دعوات باب اذابات طاھرا ص ۹۳۳ ایضا جلد ثانی دعوات باب مایقول اذا نام ص ۹۳۴ ایضا جلد ثانی دعوات باب النوم علی الشق الایمن ص ۹۳۴ مسلم جلد ثانی ذکر باب الدعا عند النوم ص ۳۴۸، ابو داؤد جلد ثانی الادب۔ باب مایقوم عند النوم ص ۳۳۲ ترمذی جلد ثانی الدعوات باب فی الدعا اذا اوی الی فراشہ ص ۱۷۵، لـہ بخاری

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ

علیہ وسلم جب جنابت سے غسل فرماتے تو سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے

یَدَیْہِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ یُدْخِلُ أَصَابِعَہٗ فِی الْمَاءِ فَیُخَلِّلُ

پھر نماز جیسا وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان کے ذریعہ بالوں کی جڑوں

بِہَا أُصُوْلَ الشَّعْرِ، ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَأْسِہٖ ثَلٰثَ غُرَفٍ بِیَدِہٖ ثُمَّ

میں پانی پہنچاتے۔ پھر تین چلو پانی اپنے سر پر بہاتے پھر

یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِہٖ کُلِّہٖ عہ

پورے جسم پر پانی بہاتے

(۱۸۲) حدیث، کیفیۃ غسل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الجنابۃ

عَنْ مَیْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوۃِ غَیْرَ

نماز جیسا وضو کیا سوائے اس کے کہ

تشریحات (۱۸۲) تکمیل

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے ان سب کو اکٹھا کرنے کے بعد پوری حدیث یہ ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حضرت میمونہ نے پانی رکھا اور پردہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔ سب سے پہلے حضور نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنا عضو تناسل اور جہاں نجاست لگی تھی دھویا پھر ہاتھ کو دیوار پر ملا اور دھویا پھر وضو فرمایا مگر پاؤں نہیں دھویا پھر چلو بھر کر تین چلو سر پر پانی ڈال کر پورے جسم پر پانی بہایا پھر وہاں سے ہٹ کر پاؤں دھوئے، میں نے رومال پیش کیا تو نہیں لیا ہاتھ جھٹکنے لگے۔

اگر غسل ایسی جگہ کر رہا ہو جہاں پانی جمع رہتا ہے تو ابتداء میں جب وضو کرے تو پاؤں نہ دھوئے غسل سے فارغ ہونے

عہ ایضا باب هل یدخل الجنب یده فی الاناء الخ ص ۴۰ ۔ باب تخلیل الشعر حتی ظن انہ قد اروی بشرتہ افاض علیہ ص ۴۱ ۔ مسلم جلد اول طہارت باب صفۃ الغسل من الجنابۃ ص ۱۴۷ ۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب الغسل من الجنابۃ ص ۳۲ ۔ نسائی جلد اول طہارت باب ذکر وضوء الجنب قبل الغسل ص ۴۹ ۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الغسل من الجنابۃ ص ۱۵ ۔ ابن ماجہ جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل الجنابۃ ص ۴۳ ۔

رِجۡلَیۡهِ وَغَسَلَ فَرۡجَهٗ وَمَا اَصَابَهٗ مِنَ الۡاَذٰی ثُمَّ اَفَاضَ

پاؤں نہیں دھویا۔ اور اپنی شرمگاہ اور جہاں نجاست لگی تھی دھوئی۔ پھر پورے

عَلَیۡهِ الۡمَاءَ ثُمَّ نَحّٰی رِجۡلَیۡهِ فَغَسَلَهُمَا هٰذَا غُسۡلُهٗ مِنَ

بدن پر پانی بہایا اس کے بعد دونوں پاؤں کو ہٹایا اور دونوں کو دھویا۔ یہ

الۡجَنَابَةِ ع‌ه

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنابت سے غسل ہے

(۱۸۳) حدیث الغسل من فرق

عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهَا قَالَتۡ کُنۡتُ اَغۡتَسِلُ اَنَا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں اور

کے بعد دھوئے اور اگر وہاں پانی جمع نہ رہتا ہو تو وضو ہی کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے پہلی صورت میں پاؤں اسلئے نہیں دھوئے جائیں گے کہ دھونا بیکار ہوگا جب پانی جمع ہے تو پھر پاؤں آلودہ ہو جائے گا۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے (۱) غسل کرنے میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے (۲) شرمگاہ اور جہاں جہاں نجاست لگی ہو دھوئے (۳) ہاتھ میں جب بھی نجاست لگے تو اسے مٹی سے ملکر دھوئے۔ یہاں تین روایات ہیں ایک یہ کہ دیوار پر ہاتھ ملا، ایک یہ ہے کہ زمین پر ملا ایک یہ ہے کہ مٹی سے ملا۔ سبکا حاصل ایک ہے (۴) غسل میں وضو سنت ہے، پردے کے اندر ننگے نہاتے ہیں کوئی حرج نہیں (۵) حضور نے رومال قبول نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نہانے کے بعد رومال یا تولیہ سے بدن پوچھنا ممنوع ہے مگر حقیقت میں ممانعت نہیں۔ کبھی گرمی کی وجہ سے جی یہ چاہتا ہے کہ سر بھیگا رہے بدن کا پانی بدن ہی میں جذب ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رومال نہ لینا اسی خیال سے ہے۔ اسلئے کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے بدن پوچھا کرتے تھے (۶) سر اور داڑھی کے بالوں کا خلال کرنا جیسا کہ تصریح ہے کان یخلل اصول شعرہ۔ (۷) پورے جسم پر تین بار پانی بہانا۔

تشریحات (۱۸۳،۱۸۴،۱۸۵)
حضرت امام زین العابدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر سادات اہلبیت اور اجلہ تابعین میں ہیں امام زہری نے فرمایا کہ کسی قرشی کو ان سے افضل نہیں دیکھا۔ حضرت علی

ع‌ه بخاری جلد اول غسل، باب الغسل مرة واحدة ص ۳۹ ایضا جلد اول غسل باب المضمضة والاستنشاق فی الجنابة ص ۴۰ ایضا جلد اول غسل باب مسح الید بالتراب لیکون انقی ص ۴۰ ایضا جلد اول غسل باب من افرغ بیمینه علی شماله ص ۴۰ ایضا تفریق الغسل والوضوء ص ۴۰ ایضا من توضأ فی الجنابة ثم غسل سائر جسده ص ۴۱ ایضا نفض الیدین من غسل الجنابة ص ۴۱ ایضا من اغتسل عریانا وحده فی الخلوة ص ۴۲ مسلم جلد اول غسل باب صفة الغسل ص ۱۴۷ ابوداؤد جلد اول غسل باب غسل الجنابة ص ۳۲ نسائی جلد اول طہارت باب غسل الرجلین فی غیر المکان الذی یغتسل فیه ص ۴۹ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل الجنابة ص ۱۵، ابن ماجه جلد اول طہارت باب ما جاء فی غسل الجنابة ص ۴۳

وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ		
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	ایک برتن سے	جس کو فرق
یُقَالُ لَہُ الْفَرَقُ ع۵		
کہتے ہیں	نہایا کرتے تھے۔	

(۱۸۴) حدیث الغسل من صاع

سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَۃَ یَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْ عَائِشَۃَ عَلٰی عَائِشَۃَ		
ابو سلمہ کہتے ہیں کہ	میں اور حضرت ام المومنین کے ایک (رضاعی) بھائی ان کی خدمت میں	
فَسَأَلَھَا اَخُوْھَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ		
حاضر ہوئے۔ اُس نے اُن سے پوچھا کہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	غسل کیسے
وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ		
فرماتے تھے۔	توام المومنین نے ایک صاع کے قریب ایک برتن منگایا	اور غسل فرمایا

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایام خلافت ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں ۵۸ سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں اپنے عم مکرم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سلاطین عثمانیہ نے اہل بیت کے تمام مزارات پر ایک عالیشان قبہ بنوادیا تھا جو قبہ عباس کے نام سے مشہور تھا، ابن سعود نجدی نے اپنے تغلب کے بعد قبے کو ڈھادیا اور تمام مزارات کو توڑ کر کھنڈر کردیا۔

واقعہ کربلا کے وقت تقریباً چوبیس سال کے تھے بیماری کیوجہ سے بچ گئے بعض ظالموں نے شہید کرنا چاہا تو ابن سعد نے سختی سے روکدیا۔ ان کے بڑے بھائی حضرت علی اکبر شہید وہیں شہید ہوئے۔ ۱ھ

مشہور یہ ہے کہ ایران کے اخیر تاجدار یزدجرد کی بیٹی شہربانو کے بطن سے ہیں۔ بعض مورخین نے اس کا سختی سے انکار کیا ہے والعلم عند اللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۸۵ میں سائل حضرت محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حضرت حسن ہیں جیساکہ بخاری میں اس کے بعد والی روایت میں تصریح ہے۔ حضرت جابر نے امامت اس لئے کی کہ یہی ان سب میں زیادہ علم والے اور سب سے

ع۵ مسلم جلد اول حیض باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸ ابو داؤد جلد اول طہارت باب مقدار الماء الذی یجزی بہ الغسل ص ۳۱ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶ دارمی وضوء ۶۸ موطا امام مالک طہارت ۶۸ مسند امام احمد ۱ھ البدایہ والنہایہ والکمال۔

عَلٰی رَاْسِہَا وَبَیْنَنَا وَبَیْنَہَا حِجَابٌ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ قَالَ یَزِیْدُبْنُ

اورا پنے سر پر پانی بہایا ہمارے اوران کے درمیان پردہ تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یزید بن

ھَارُوْنَ وَبَھْزٌ وَالْجُدِّیُّ عَنْ شُعْبَۃَ قَدْرَ صَاعٍ ع۵

ہارون اور بہز اور جُدّی نے شعبہ سے نحو من صاع کے بجائے قدر صاع روایت کیا۔

(۱۸۵) حدیث ایضًا۔ حَدَّثَنَا اَبُوْجَعْفَرٍ اَنَّہٗ کَانَ عِنْدَ جَابِرِ

ہم سے ابوجعفر حضرت امام باقر نے حدیث بیان کی یہ اوران کے والد

بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ھُوَوَاَبُوْہُ وَعِنْدَہٗ قَوْمٌ فَسَاَلُوْہُ عَنِ الْغُسْلِ

(امام زین العابدین) حضرت جابر کے گھر تھے اور وہاں اور لوگ بھی تھے لوگوں نے

فَقَالَ یَکْفِیْکَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا یَکْفِیْنِیْ، فَقَالَ جَابِرٌ کَانَ

ان سے غسل کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا غسل کیلئے ایک صاع پانی کافی ہے اس پر کسی نے کہا مجھے کافی نہ

یَکْفِیْ مَنْ ھُوَ اَوْفٰی مِنْکَ شَعْرًا وَخَیْرًا مِنْکَ ثُمَّ اَمَّنَا فِیْ ثَوْبٍ ع۶

ہوگا تو حضرت جابر نے فرمایا اتنا پانی اس ذات کیلئے کافی ہوتا تھا جنکے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے اور حضرت جابر نے

صرف ایک کپڑا پہنے پہنے ہماری امامت کی۔

افضل بھی تھے کہ یہ صحابی تھے۔ یا اس بنا پر کہ یہ ان کا گھر تھا۔ ایک کپڑے میں نماز پڑھا کر یہ بتایا کہ نماز کے لئے دو یا اس سے زائد کپڑوں کی شرط نہیں، صرف بدن کے ان حصوں کا چھپانا ضروری ہے جنھیں نماز میں چھپانے کا حکم ہے۔

صاع اور فرق کی پوری تحقیق و تفصیل حدیث ۱۴۶ میں گذر چکی۔ وہیں یہ بھی بیان کیا گیا کہ حدیث ۱۸۳ میں حضرت ام المومنین کی مراد یہ ہے کہ باری باری یکے بعد دیگرے میں بھی اسی برتن سے نہا لیتی اور حضور بھی۔ اس حدیث میں اخوھا سے مراد رضائی بھائی ہیں جیسا کہ مسلم شریف اور نسائی شریف کی حدیث میں تصریح ہے انکا نام غالبًا عبداللہ بن یزید ہے [۱]

حضرت ام المومنین، ابوسلمہ کی رضاعی خالہ تھیں۔ ابوسلمہ نے ام المومنین کی بہن، ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کا دودھ پیا تھا۔ یہ دونوں محرم تھے اس لئے حضرت ام المومنین اتنا پردہ کر کے کہ صرف سر نظر آرہا تھا۔ بقیہ جسم پردے میں تھا غسل کر کے بتایا۔ عملی تعلیم بہ نسبت قول کے زیادہ دلنشین ہوتی ہے، صحابہ کرام کا اکثر یہ دستور تھا کہ جب کوئی پوچھتا تو عمل کر کے بتا دیتے۔

ع۵ مسلم جلد اول حیض۔ باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶۔ مسند امام احمد۔

ع۶ بخاری جلد اول غسل ۱، اسی باب میں دوا ور طریقے سے۔ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶

[۱] تیسیر القاری الجزء الثانی ص ۱۰۶،

(۱۸۶) حدیث غسل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومیمونۃ من اناء واحد

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَیْمُوْنَۃَ کَانَا یَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ

اور میمونہ ایک ہی برتن سے غسل کرتی تھیں امام بخاری نے کہا

کَانَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ یَقُوْلُ اَخِیْرًا عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ وَالصَّحِیْحُ

کہ سفیان بن عیینہ اخیر عمر میں عن ابن عباس عن میمونۃ کہنے لگے تھے

مَارَوٰی اَبُوْنُعَیْمٍ ع۵

صحیح وہی ہے جو ابونعیم نے روایت کیا۔

(۱۸۷) حدیث افاضۃ الماء علی الراس ثلثا

حَدَّثَنِیْ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات (۱۸۶) امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا تھا الغسل من صاع ونحوہ۔ ایک صاع یا اس کے قریب قریب کسی برتن سے غسل کرنا۔ اس حدیث کو باب سے کیا مطابقت ہے؟ وہ سب پر ظاہر ہے، علامہ کرمانی اور علامہ عسقلانی نے مطابقت پیدا کرنے کی بہت کوشش کی اور حق علامہ عینی کے ساتھ ہے کہ اس حدیث کو باب سے کوئی مطابقت نہیں یہ حدیث سفیان بن عیینہ سے دو طرح مروی ہے۔ عن ابن عباس عن میمونۃ۔ اور عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومیمونۃ۔ پہلی صورت میں یہ حدیث مسانید میمونہ میں ہوگی اور دوسری صورت میں مسانید ابن عباس میں سے ہوگی۔ اسلئے ضرورت پڑی کہ امام بخاری یہ فیصلہ دیں کہ ان دونوں میں صحیح کون ہے۔ فرمایا صحیح وہی ہے جو ابونعیم نے روایت کیا جسے ہم نے متن میں درج کیا ہے۔ یعنی دوسری صورت کہ یہ مسانید ابن عباس سے ہے۔

تشریحات (۱۸۷) سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ بنی خزاعۃ کے فرد ہیں۔ ان کا نام جاہلیت میں یسار تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھدیا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ

ع۵ مسلم جلد اول حیض۔ باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸، نسائی جلد اول غسل باب ذکر اغتسال الرجل والمرأۃ من نسائہ من اناء واحد ص ۴۷، ابن ماجہ طہارت، باب الرجل والمرأۃ یغتسلان من اناء واحد ص ۳۱۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَاُفِیْضُ عَلٰی رَاْسِیْ ثَلٰثًا وَ اَشَارَ بِیَدَیْہِ

فرمایا میں اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں اور اپنے

کِلْتَیْھِمَا ع۵

دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا

تعالیٰ عنہ کے حکم سے کوفہ بسایا جانے لگا تو پہلے پہل جو لوگ کوفے میں جاکر آباد ہوئے ان میں یہ بھی تھے۔ بنی خزاعہ کے محلے میں گھر بنایا۔ اپنی قوم میں بہت ہر دلعزیز اور مقبول تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص محبین میں تھے صفین کے خونی معرکے میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے۔ جوشن کو انھوں نے مارا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھکر کوفہ بلانے والوں میں یہ بھی تھے، مگر عین موقع پر گھر بیٹھے رہے۔ شہادت کے بعد احساس ہوا اب پچھتائے مگر اب کیا ہوتا ہے، پھر یہ اور مسیب بن نجیبہ نے انتقام حسین کی تحریک چلائی اور اپنا نام توابین رکھا اور حضرت سلیمان بن صرد کو امیر بنا کر چار ہزار لشکر اکٹھا کر کے ابن زیاد کے مقابلے کیلئے نکلے۔ یہ قصہ پہلی ربیع الآخر ۶۵ھ کا ہے۔ ادھر سے ابن زیاد نے اپنا لشکر بھیجا مقام عین التمر پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سلیمان بن صرد اور مسیب دونوں مارے گئے۔ ان کے سر مروان کے پاس بھیجے گئے۔ شہادت کے وقت انکی عمر ترانوے سال تھی۔ انھیں یزید بن حصین بن نمیر نے تیر سے شہید کیا تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی نوفل کے چشم وچراغ تھے ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان کے والد مطعم بن عدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت مہربان تھے، حضرت جبیر بن مطعم صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین ایمان لائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بدر کے بعد قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں آئے تھے۔ نماز مغرب یا عشا ر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہان اقدس سے سورہ طور سنی تو دل لرز اٹھا اور ایمان کی پہلی کرن پھوٹی۔ قیدیوں کی شفارش پر فرمایا۔ اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور ان کے بارے میں سفارش کرتے تو ضرور انکو چھوڑ دیتا۔

قریش کے بہت ماہر انساب تھے، زمانہ معاویہ میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال ہوا ۹۷ھ تا ۹۹ھ سن وصال ہے۔

تکمیل مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور غسل کے بارے میں کچھ لوگ لڑ پڑے یہ کہنے لگے میں تو اپنے سر کے ساتھ ایسا ایسا کرتا ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

ع۵ مسلم جلد اول طہارت، باب استحباب افاضۃ الماء علی الراس ثلثا ص ۱۴۹ - ابوداود جلد اول طہارت باب فی الغسل من الجنابۃ ص ۳۲ - نسائی جلد اول غسل باب ذکر ما یکفی الجنب من افاضۃ الماء علی راسہ ص ۴۹ ابن ماجہ طہارت باب فی الغسل من الجنابۃ ص ۴۴

(۱۸۸) حدیث۔ افاضۃ الماء علی سائر الجسد ثلثا

حَدَّثَنِیْ اَبُوْجَعْفَرٍ قَالَ لِیْ جَابِرٌ اَتَانِیْ اِبْنُ عَمِّكَ یُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ

حضرت ابوجعفر یعنی امام باقر نے فرمایا کہ مجھ سے جابر نے بیان کیا کہ میرے پاس آپ کے چچا کے لڑکے آئے

بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ قَالَ کَیْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ کَانَ

ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی۔ اور پوچھا جنابت سے غسل کیسے کیا جائے؟ تو میں نے کہا کہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْخُذُ ثَلٰثَ اَکُفٍّ فَیُفِیْضُهَا

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین چلو پانی لیتے اور اسے اپنے سر پر ڈالتے پھر

عَلٰی رَاْسِهٖ ثُمَّ یُفِیْضُ عَلٰی سَائِرِ جَسَدِهٖ فَقَالَ لِیَ الْحَسَنُ اِنِّیْ رَجُلٌ

اپنے پورے جسم پر اس پر حسن نے مجھ سے کہا میں بہت زیادہ

کَثِیْرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا

بال والا انسان ہوں۔ میں نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے زیادہ بال والے تھے

(۱۸۹) حدیث افاضۃ الماء علی الراس

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

مسائل

اس حدیث سے یہ مسائل اخذ کئے گئے۔ غسل میں تین بار پورے جسم پر پانی بہانا سنت ہے حدیث میں اگرچہ صرف سر پر تین بار پانی بہانے کا ذکر ہے۔ مگر اسی پر قیاس کر کے پورے جسم پر تین بار پانی بہانے کو مسنون کہا گیا ہے۔

تشریح (۱۸۸) یہ حدیث ۱۸۵ ہی ہے تھوڑے تغیر اور الفاظ کے اختلاف کیساتھ یہ حدیث احناف کے مسلک پر نص ہے کہ سر کی طرح پورے جسم پر تین بار پانی بہانا مسنون ہے۔

تشریحات (۱۸۹) حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جسمیں اونٹنی کا ایک وقت کا دودھ آجائے اور مطلقاً بر دودھ کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ برتن ایک بالشت کچھ کم لمبا چوڑا ہوتا ہے۔ امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے من بدء بالحلاب او الطیب عند الغسل۔ جس نے حلاب یا خوشبو سے غسل شروع کیا۔ طیب کا استعمال باب میں ذکر کی ہوئی کسی حدیث سے نہیں ثابت ہوتا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ الْحِلَابِ فَأَخَذَ
علیہ وسلم جب جنابت سے غسل کرتے تو حلاب کے مثل کوئی برتن منگاتے پھر اُسے اپنے
بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى وَسَطِ رَأْسِهِ
ہاتھ میں لیتے اور سر کی داہنی جانب سے شروع فرماتے پھر بائیں جانب ڈالتے پھر دونوں ہاتھ سے بیچ سر کو ملتے ع٥

اس پر شراح نے موافقت و مخالفت میں بہت نکتہ آفرینیاں کی ہیں جو اس کی سیر کرنا چاہے وہ بخاری کی شرحیں مطالعہ کرے۔

لیکن شارحین کی ان سب ابحاث کی بنیاد اس پر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "حلاب" منگاتے اور اسی سے نہاتے — اس وقت درست ہوتا جب حدیث میں — دعا بالحلاب — ہوتا — مگر جبکہ حدیث میں یہ ہے — دعا بشی نحو الحلاب — یعنی حلاب جیسا کوئی برتن منگاتے تو اب ان ابحاث کی گنجائش نہ رہی — اس لئے کہ نکتہ آفرینی کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ " حلاب " دودھ کے برتن میں بو ہوتی ہے، اور جب اس میں پانی رکھا جائے گا تو بو پانی میں آجائے گی — مگر مگر جب حدیث میں یہ ہے — کہ حلاب جیسا برتن منگاتے تو اس کی گنجائش نہ رہی — اب دو مطلب ظاہر ہے — ایک یہ کہ — اخذ کا مفعول محذوف شی — کو مانا جائے تو معنی یہ ہوں گے — کہ اس چیز کو اپنے ہاتھ میں لیتے اور مشک وغیرہ یا کسی اور بڑے برتن میں سے اس چیز سے پانی لیتے — جیسے آجکل بالٹی میں پانی بھر لیا جاتا ہے — اور مٹکہ وغیرہ سے نکال نکال کر نہایا جاتا ہے — دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اخذ کا مفعول "ماء" کو محذوف مانا جائے جس پر قرینہ حالیہ دلالت کرتا ہے — تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے ہاتھ سے پانی اس چیز میں سے لے کر نہاتے — پہلا احتمال ظاہر ہے — بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ " حلاب" گلاب کا معرب جُلاب تھا اور بدل کر " حلاب" ہوگیا — یہ احتمال اس قابل بھی نہیں کہ اس کو لکھا جاتا مگر ناظرین کی معلومات کے لئے ہم نے لکھدیا۔

قال کے معنی یہاں ملنے کے ہیں۔ قال تقریبًا افعال عامہ سے ہے۔ اپنے مفعول کے اعتبار سے اس کے معانی بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً قال بیدہ — ہاتھ سے پکڑا — قال برجلہ — پیدل چلا — وغیرہ وغیرہ۔

ع٥ مسلم جلد اول۔ حیض ۔ باب صفة غسل الجنابة ص ۱۴۷
ابوداؤد ۔ طہارت باب فی الغسل من الجنابة ص ۳۲

ت (۵۵) وَاَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُورِ

حضرت ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بغیر دھلا ہاتھ پانی میں ڈالا پھر

وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ عہ

اس سے وضو کیا

ت (۵۶) وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَاسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم، جنابت کی حالت میں نہانے سے جو چھینٹیں پڑتیں

غُسْلِ الْجَنَابَةِ عہ

اس سے کچھ حرج نہیں جانتے

تشریحات (۵۵) (۵۶) یہاں امام بخاری یدہ میں واحد کی ضمیر لائے ہیں اور بعد میں "توضأ" واحد کا صیغہ لائے ہیں۔ حالانکہ مراد ان کی یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور براء بن عازب دونوں اپنا اپنا ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈالتے اور دونوں وضو کرتے۔ امام بخاری کو یدھما تثنیہ کی ضمیر لانی ضرور تھی۔ اور توضأ تثنیہ کا صیغہ لانا لازم تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بتاویل کل واحد، واحد کی ضمیر اور واحد کا صیغہ لائے ہیں۔

باب کا فائدہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ محدث یا جنبی اگر دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ ڈالدے تو پانی طاہر بھی رہتا ہے اور مطہر بھی۔ یہ احناف کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احناف کا مسلک مفتی بہ یہ ہے کہ محدث یا جنبی اگر بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈالدے گا تو پانی مستعمل ہو جائے گا، جو طاہر ہے مگر مطہر نہیں۔ احناف کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول۔ ابن ابی شیبہ میں یہ ہے کہ اگر کوئی جنابت کی حالت میں چلو سے پانی لے گا تو پانی نجس ہو جائیگا۔[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول و فعل کو تعارض سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ "بخاری" کے اس اثر میں حالت جنابت مستثنیٰ ہو۔ رہ گیا حدث کی حالت میں ہاتھ ڈالنے کا معاملہ تو اس اثر میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ حالت حدث میں ایسا کرتے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ ایسی حالت کا ہو جب یہ حضرات وضو پر وضو کرتے ہوں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ ایسے وقت کا قصہ ہو جب پانی بڑے برتن میں ہو جسے اوندھا کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی چھوٹا برتن نہ رہا ہو جس سے پانی لیتے۔ ایسی صورت میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ پہلے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو دھوئے، پھر داہنے ہاتھ سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کو دھوئے۔ اس اثر میں "یدہ" واحد کا صیغہ اسی کی طرف مشعر ہے۔ پھر یہ صحابی کا فعل ہے اور حدیث ۱۱۹ میں ہے کہ فرمایا

عہ عبد الرزاق بمعناہ عہ ابن ابی شیبہ بمعناہ منقطعًا [۱] شرح شیخ الاسلام الجزء الثانی ص ۲۹۰

حدیث (۱۹۰) اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَیْدِیْنَا فِیْہِ عہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے کہا میں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ ہم اپنے ہاتھ یکے بعد دیگرے اس برتن میں ڈالتے

حدیث (۱۹۱) غسل الیدین فی الغسل

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ غَسَلَ یَدَہٗ عہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب جنابت سے غسل فرمانا چاہتے تو اپنے ہاتھ کو دھو لیتے

"جب تم سو کر اٹھو تو برتن میں ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لو"

فلیغسل یدہ میں امر ہے اور امر میں اصل وجوب ہے۔ وجوب اس کی دلیل ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنا ممنوع ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ اسوقت برتن میں ہاتھ ڈالنا گناہ ہے لامحالہ اس کا محمل یہی ہے کہ لائق وضو و غسل نہیں۔ نجس کہہ نہیں سکتے اسلئے کہ پانی پاک تھا اور ہاتھ کا نجس ہونا یقینی نہیں۔ شک سے نجاست ثابت نہیں ہوگی تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ پانی تو پاک ہے مگر وضو و غسل کے لائق نہیں یہی معنی ہیں "طاہر غیر مطہر" کے۔ حدیث صحیح کے معارض، صحابی کا عمل نہیں ہو سکتا اس لئے اس اثر کو مذکورہ دونوں محملوں میں سے ایک پر حمل کرنا لازم ہوگا۔ رہ گئی دوسری تعلیق یہ ہمارے مذہب کے قطعاً معارض نہیں۔ غسل جنابت کے وقت جو چھینٹیں اڑتی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ ماء مستعمل ہوں گی اور ہم ماء مستعمل کو پاک مانتے ہیں ناپاک نہیں مانتے کہ اگر وہ پانی میں پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے۔

تشریحات (۱۹۰) بخاری، باب تخلیل الشعر حتی اذا ظن انه قد اروی بشرته افاض علیه میں ط۴۱ پر بھی یہ حدیث تھوڑے سے تغیر اور کچھ زیادتی کے ساتھ مذکور ہے، اس کے علاوہ ابو داؤد میں بھی

عہ مسلم جلد اول، حیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸، ابو داؤد جلد اول، طہارت باب الوضوء بفضل المرأۃ ص ۱۱، ابن ماجہ۔ طہارت، باب الرجل والمرأۃ یغتسلان من اناء واحد ص ۳۱ مسند امام احمد۔ عہ ایضا غسل۔ باب تخلیل الشعر حتی اذا ظن انه قد اروی بشرته افاض علیه ص ۴۱، ایضا غسل الوضو قبل الغسل ص ۳۹، ابو داؤد جلد اول طہارت، باب الغسل من الجنابۃ ص ۳۲۔

(۱۹۲) حدیث اغتسال المرأۃ مع زوجہا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے تھے۔

(۱۹۳) حدیث ایضًا

سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ مِنْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عورتوں میں کے ساتھ

کچھ تغیر کے ساتھ ہے۔ بخاری میں دونوں جگہ یہ ہے کہ، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ یہاں پر تصریح نہیں کہ غسل کی ابتدا میں کہ وسط میں کہ انتہا میں، مگر ابوداؤد میں صاف صاف تصریح ہے کہ غسل کی ابتدا ہاتھ دھونے سے فرماتے بلکہ خود بخاری باب الوضوء قبل الغسل میں ص۲۷ پر تصریح ہے کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر وضو فرماتے۔

تشریحات (۱۹۱،۱۹۲،۱۹۳) باب کی توضیح

امام بخاری نے ان احادیث پر یہ باب باندھا ہے "جنبی کے ہاتھ پر اگر کوئی نجاست، جنابت کے علاوہ نہ ہو تو کیا وہ دھوئے بغیر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال سکتا ہے؟"

باب تو امام بخاری نے سوال کے انداز میں قائم کیا ہے۔ مگر جو آثار و احادیث لائے ہیں، ان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جنبی بغیر دھوئے برتن میں ہاتھ ڈال دے، اس سے نہ پانی ناپاک ہوگا نہ اس میں کوئی ایسا فساد پیدا ہوگا کہ اس سے وضو یا غسل نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ جنابت نجاست حسی اور حقیقی نہیں بلکہ معنوی اور حکمی ہے۔ ابھی گزرا کہ یہ احناف کے مذہب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر محدث یا جنبی دھوئے بغیر اپنا ہاتھ پانی میں ڈالے گا تو "پانی" مستعمل ہو جائیگا جو طاہر تو ہے مگر مطہر نہیں۔

یہاں بھی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان احادیث سے "امام بخاری کا مقصد" ثابت نہیں ہوتا۔

نِسَائِہٖ یَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ	
سے ایک عورت ایک ہی برتن سے غسل کرتیں	مسلم اور وہب ابن جریر نے بروایت
عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ"	
شعبہ یہ زیادہ کیا کہ جنابت سے۔	

باب کے ثبوت کی صورت صرف یہ ہے کہ چونکہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاتھ برتن میں یکے بعد دیگرے پڑتے، اور چونکہ غسل جبتک پورا نہ ہو جنابت دور نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں، پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہماری عرض یہ ہے کہ اگر یہ ثابت نہ ہوتا کہ نہانے سے پہلے ہاتھ دھو لیتے تھے تو ضرور باب ثابت ہو جاتا مگر ابھی حدیث ۱۹۰ میں گذرا۔

اذا اغتسل من الجنابة غسل یدہ۔ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو اپنا ہاتھ دھو لیتے۔

اس مختصر حدیث کی جو تفصیل خود بخاری اور ابوداؤد کے حوالے سے ہم نے لکھی اس میں تصریح ہے کہ ابتداءً ہاتھ دھوتے جب یہ ثابت ہے کہ غسل کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لیتے تو ہاتھ پر جو جنابت ہوتی وہ دور ہو جاتی۔ اس کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس پر صاحب ایضاح البخاری کا یہ کہنا کہ غسل کے پہلے ہاتھ دھونے سے بھی ہاتھ کی جنابت نہیں دور ہوتی اسلئے کہ نجاست غیر متجزی ہے۔ طفل تسلی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جنابت میں تجزی نہیں، اس معنی کر کہ جب طاری ہوگی تو پورے جسم پر طاری ہوگی، ایسا نہیں کہ بعض اجزاء پر طاری ہو بعض پر نہ طاری ہو لیکن ازالے میں ضرور متجزی ہے۔ جنابت کے بعد جن جن اعضاء پر پانی بہہ جائے گا ان سب کی جنابت دور ہوتی جائے گی۔ اگر اس کو تسلیم نہ کریں تو لازم کہ جنابت دور ہونے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ جنبی پانی میں غوطہ لگائے۔ اس لئے کہ غوطہ لگانا ہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس سے پورے جسم پر بیک وقت پانی پہنچے، اور کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی سے جب غسل کریں گے تو پھر کوئی صورت نہیں کہ بیک وقت پورے جسم پر پانی پہنچ سکے۔ یقیناً بعض اعضاء پر پہلے اور بعض پر بعد میں پانی پہنچے گا۔ مثلاً آپ نے سر پر پانی ڈالا۔ آپ کتنا ہی پانی ڈالیں کسی طرح پورے جسم پر بیک وقت نہیں پہنچے گا۔ تو اگر یہ قول کیا جائے کہ ازالے کے اعتبار سے بھی جنابت میں تجزی نہیں تو اس صورت میں غسل ہی نہ ہوگا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ دور ہونے کے اعتبار سے جنابت میں تجزی ہے۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ اعضاء کی جنابت پہلے دور ہو اور کچھ کی بعد میں۔ بناءً علیہ جب ہاتھ دھو لیا تو ہاتھ کی جنابت دور ہو گئی، اب اسے برتن میں ڈالنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حدیث (۱۹۲) کی متابعت میں امام بخاری نے فرمایا:۔ وعن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیه عن عائشة مثله۔ یہ حدیث مذکور کی سند "عن ابی بکر بن حفص عن عروة" پر معطوف ہے۔ مراد یہ ہے کہ شعبہ نے اس حدیث کو حضرت ام المومنین سے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک عن ابی بکر بن حفص عن عروة" اور

(۵۷) وَيُذكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا، اَنَّهٗ غَسَلَ	
ت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل مذکور ہے کہ انھوں نے دوسرے اعضاء وضو	
قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهٗ	
کے سوکھ جانے کے بعد پاؤں دھویا۔	

دوسری عن عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابیہ کے ساتھ۔

حدیث (۱۹۳) کے بعد ہے زاد مسلم ووھب عن شعبة من الجنابة۔ یہ مسلم بن ابراہیم الازدی ہیں، امام مسلم صحیح مسلم کے مصنف نہیں۔ اور یہ وہب وہب بن جریر ہیں۔ وہب بن منبہ نہیں مطلب یہ ہے کہ شعبہ سے جو روایت بطریق ابوالولید ہے اس میں من الجنابۃ نہیں۔ مگر شعبہ ہی سے یہی حدیث بطریق مسلم اور وہب مروی ہے، اس میں "من الجنابۃ"، مذکور ہے۔

: پہلی حدیث میں صرف غسل کا ذکر ہے، یہ مذکور نہیں کہ یہ غسل جنابت تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ غسل تبرید یا تنظیف کے لئے رہا ہو۔ اس لئے اس سے باب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو امام بخاری نے تیسری حدیث ذکر کی جس میں "من الجنابۃ"، کی تصریح ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا غسل جنابت بھی ایک ہی برتن سے فرماتے،

تشریح (۵۷) علامہ عینی نے یہاں فرمایا کہ اس تعلیق کو صیغۂ تمریض یعنی مجہول کے ساتھ ذکر کیا جو ضعف کی جانب مشعر ہے۔ حالانکہ یہ تعلیق بسند متصل وصحیح بیہقی نے ذکر کی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اکثر جگہ صیغۂ تمریض سے ضعف کی طرف اشارہ ہے مگر اس پر کلیۃً التزام نہیں کہیں کہیں صحیح و متصل احادیث کو "تعلیقاً"، صیغۂ مجہول سے ذکر فرمایا جس کی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی۔ علاوہ ازیں امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ جو ذکر کیا ہے اس میں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں بلکہ موزوں پر مسح کا ذکر ہے۔

اس تعلیق کے ذکر سے امام بخاری قدس سرہ کا مقصود یہ ہے کہ وضو میں اور اسی کے مثل غسل میں موالاۃ فرض نہیں کہ یکے بعد دیگرے بلا تاخیر اور بلا فصل اعضاء کو دھویا جائے۔ اعضاء کے دھونے میں اگر تاخیر ہو جائے تو خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے وضو اور غسل میں کوئی خلل نہیں پڑے گا، البتہ امام مالک موالاۃ فرض مانتے ہیں۔

: بیہقی نے معرفت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے بازار میں وضو کیا اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اپنے سر پر مسح کیا اس کے بعد نماز جنازہ کے لئے بلائے گئے، تو مسجد میں گئے اس وقت اپنے موزوں پر مسح کیا اس کے بعد نماز پڑھی [۱]

مگر اصل مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے:۔

[۱] عینی جلد ثالث ص ۲۱۱

(۱۹۴) عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ
حدیث
محمد بن منتشر سے روایت ہے، انھوں نے کہا میں نے یہ بات

ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كُنْتُ
حضرت عائشہ سے کہی تو انھوں نے فرمایا اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے

"تفریق الوضوء والغسل:- وضو اور غسل کرنے میں اعضا دھونے میں فصل کرنا"
یعنی یہ ضروری نہیں کہ وضو کرنے میں یا غسل کرنے میں اعضا کو یکے بعد دیگرے بلا تاخیر دھویا جائے۔ اگر کچھ دیر کے بعد دھویا جائے تو بھی حرج نہیں، یہ تاخیر کتنی ہی زیادہ ہو بشرطیکہ حدث نہ ہو۔ یہ اب بھی ثابت اسلئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بازار میں منھ ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح مسجد میں آکر کیا تو وضو میں فصل ثابت ہوگیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ اثر وہ نہ رہا جو امام بخاری نے ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے بقیہ اعضاء وضو کے سوکھنے کے بعد پاؤں دھویا۔ اور بیہقی کی روایت میں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں موزوں پر مسح کا ہے۔

اس باب کی تائید میں امام بخاری نے وہی حضرت میمونہ والی حدیث ۱۸۲ ذکر فرمائی جس میں یہ ہے
ثم تنحی من مقامه فغسل قدمیه:- پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پاؤں دھویا۔
حضور نے وضو، "شروع غسل" میں کیا تھا مگر پاؤں نہیں دھویا تھا۔ غسل مکمل کرنے کے بعد پاؤں دھویا۔ وضو کی تکمیل میں اتنا فصل ہوگیا۔

یہی ہمارا بھی مسلک ہے کہ وضو میں موالاۃ فرض نہیں۔ اس حدیث میں ایک لفظ، مذاکیرہ آیا ہے، یہ "ذکر" کی خلاف قیاس جمع ہے۔ ذکر کے دو معنی ہیں۔ نر اور عضو تناسل۔ بمعنی اول کی جمع، ذکور، ہے اور بمعنی ثانی کی جمع، مذاکیر۔ جمع لانا تعمیم کے لئے ہے تاکہ انثیین کو بھی شامل ہو جائے۔

تشریحات (۱۹۴) سند میں یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد بن منتشر سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، اس کا نہایت واضح مطلب یہ ہے کہ ابراہیم اپنے باپ محمد بن منتشر سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ایضاح البخاری میں یہ ترجمہ کیا۔ محمد بن منتشر اپنے باپ، منتشر سے روایت کرتے ہیں۔
ایضاح البخاری کی تغلیط

تکمیل پوری حدیث اسی بخاری میں ایک باب کے بعد یوں ہے۔
میں نے حضرت عائشہ سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں احرام کی حالت میں رہوں اور میرے جسم یا کپڑے سے خوشبو اٹھتی ہو۔ اس پر ام المومنین نے یہ فرمایا۔ مسلم میں یہ ہے کہ انھوں نے یہاں تک کہدیا کہ احرام کی حالت میں میرے جسم پر قطران پوتا ہوا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت

أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوْفُ عَلٰى

میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اس کے بعد حضور اپنی ازواج کے پاس

نِسَائِهٖ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيْبًا ع۵

تشریف لے جاتے اور صبح کو احرام باندھتے حضور کے جسم سے خوشبو اٹھتی رہتی۔

اس کے کہ میرے جسم سے خوشبو اٹھ رہی ہو۔

اختلاف روایت یہاں ینضخ، خار معجمہ کے ساتھ بھی روایت ہے اور ینضح حار حطی کے ساتھ بھی۔ دونوں معنی کے اعتبار سے متقارب ہیں۔ مشہور روایت ینضخ، خار معجمہ ہی کے ساتھ ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے:۔

فيهما عينان نضاختان۔ ان دونوں میں دو اچھلتے ہوئے چشمے ہیں۔

یہ کیا خوشبو تھی بخاری کتاب الحج میں ہے کہ یہ خوشبو "ذریرہ" تھی لہ اس زمانے میں ہندوستان سے ایک گرہ دار خوشبودار لکڑی جاتی تھی۔ اسے بہت باریک پیس چھان کر ایک خوشبو تیار کرتے تھے اسے ذریرہ کہتے ہیں۔ یہ "ذرۃ" سے بنا ہے جس کے معنی چھوٹی چیونٹی کے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس میں مشک بھی ملاتے ہوں اس لئے کہ نسائی کی حدیث میں یہ ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام سے پہلے اور یوم نحر طواف سے پہلے ایسی خوشبو لگاتی جس میں مشک ہوتا ۲ھ

یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ چونکہ احرام کی حالت میں عورتوں سے قربت جائز نہیں، اس لئے احرام سے قبل حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب ازواج پر کرم فرمایا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام ازواج کے مابین عدل واجب تھا یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ واجب نہ تھا۔ مگر یہ کرم تھا کہ پھر بھی عدل فرماتے تھے۔ اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ پھر ایک ہی وقت میں تمام ازواج کے پاس کب تشریف لے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ "یہ موقع عمر میں صرف ایک بار حجۃ الوداع کے موقعہ پر پیش آیا۔ مگر حدیث کے یہ دو جملے۔ کان یدور اور من اللیل والنھار۔ اس حصر کو باطل کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ـــ کان یدور ـــ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور من اللیل والنھار ـ یہ بتا رہا ہے کہ دن میں بھی ایسا ہوتا تھا اور رات میں بھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اگر دن میں یہ واقعہ پیش آیا تو رات میں کب پیش آیا۔ اور اگر رات میں پیش آیا تو دن میں کب پیش آیا۔

ع۵ ایضاً جلد اول۔ باب الغسل۔ وباب من تطیب وبقی اثر الطیب ص ۴۱، مسلم جلد اول۔ حج باب استحباب الطیب قبیل الاحرام ص ۳۷۸، نسائی۔ جلد اول۔ غسل۔ باب اذا تطیب واغتسل وبقی اثر الطیب ص ۷۱، لہ بخاری جلد ثانی کتاب اللباس، باب الذریرۃ ص ۸۷۸،

۲ھ نسائی جلد ثانی۔ حج۔ باب اباحۃ الطیب ص ۹۔

حدیث (۱۹۵) کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ

حدثنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال کان النبی صلی
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا نبی صلے اللہ

اللہ تعالی علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ
تعالی علیہ وسلم ایک ہی وقت تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے

ومن اللیل والنہار وھن احدی عشرۃ، قال قلت لانس
خواہ رات کا وقت ہو خواہ دن کا یہ گیارہ تھیں قتادہ نے کہا میں نے حضرت انس

اوکان یطیقہ قال کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلثین وقال
سے پوچھا کیا حضور اس کی طاقت رکھتے تھے تو حضرت انس نے بتایا ہم یہ بات کیا کرتے تھے کہ حضور کو تیس

علامہ عینی نے یہ توجیہہ کی۔ کہ سفر سے واپسی پر ایسا موقع ملتا تھا۔ اسلئے کہ سفر سے قبل سفر کی باری ختم ہو جاتی اور حضور کی مرضی تھی جس سے چاہتے باری شروع فرماتے۔ نئی باری شروع فرمانے سے پہلے یہ موقع ملجاتا۔ دوسری توجیہہ یہ کہ جس کی باری ہوتی اس کی اجازت سے ایسا کرتے۔ تیسری توجیہہ، ابن مہلب کی نقل کی۔ کہ دو باریوں کے بیچ میں اس کا موقعہ تھا چوتھی توجیہہ ابن عربی کی یہ بیان کی کہ اللہ عز وجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایک ایسا وقت عطا فرمایا تھا کہ اس وقت کسی زوجہ کا حق نہیں تھا۔ اسی وقت تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔ کتاب مسلم میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ وقت عصر و مغرب کے مابین تھا۔

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا سنت ہے (۲) ایک جماع کے بعد غسل کئے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے اگرچہ دوسری عورت سے کرے (۳) ثابت ہوا کہ غسل کا سبب صرف جنابت نہیں جنابت کے ساتھ ارادۂ صلوٰۃ، دونوں ملکر سبب ہیں (۴) ثابت ہوا کہ غسل جنابت میں بدن ملنا ضروری نہیں صرف پانی بہانا کافی ہے۔ اس لئے کہ اگر ملنا ضروری ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ضرور ملتے پھر خوشبو کا اثر باقی نہ رہتا۔

تشریحات (۱۹۵) امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا۔ جماع کے بعد جماع کرے اور جو تمام عورتوں کے پاس ایک ہی غسل میں گیا۔

باب سے مطابقت باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ "فی الساعۃ الواحدۃ" ایک ہی وقت میں۔ ظاہر ہے کہ نو [9] بیویوں کے پاس ایک ہی وقت میں جانا اور پھر جماع کے بعد غسل کرنا بہت دشوار ہے تو ثابت ہوا کہ ایک بیوی سے فارغ ہو کر دوسری کے پاس غسل کئے بغیر تشریف لے جاتے۔ پہلی حدیث میں اگرچہ "فی الساعۃ الواحدۃ" کا لفظ

سَعِیدٌ عَنْ قَتَادَۃَ اِنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہُمْ تِسْعُ نِسْوَۃٍ ع۵

مردوں کی قوت دی گئی ہے۔ سعید نے بروایت قتادہ کہا کہ حضرت انس نے یہ بیان کیا تھا کہ "نو ازواج تھیں"

نہیں مگر وہاں بھی یہی مراد ہے۔

شبہہ اور ازالہ معاذ بن ھشام کی روایت میں ہے کہ گیارہ عورتیں تھیں۔ اس پر یہ شبہہ ہے کہ ایک وقت میں نو ازواج سے زیادہ کبھی اکٹھی نہ ہوئیں۔ اگرچہ کل تعداد گیارہ ہے۔ ان میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حیات مبارکہ ہی میں انتقال ہوچکا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ازواج بیکوقت صرف نو تھیں مگر دو باندیاں بھی تھیں، ایک ماریہ قبطیہ، دوسری ریحانہ، اس طرح گیارہ ہوگئیں۔ اور سعید کی روایت میں نو کی تعداد صرف ازواج کی ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ تیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ چالیس جنتی مردوں کی قوت دی گئی تھی اور ترمذی میں ہے کہ جنت کے ایک مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت ہوگی لہ اس حساب سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کے چار ہزار مردوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے مراد قوت جماع ہے اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداء میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اکتفا فرمایا، ان کے وصال کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اور ہجرت کے دوسرے سال تک صرف یہی کاشانۂ اقدس میں رہیں۔ ۲ھ میں حضرت عائشہ رخصت ہوکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں پھر ہجرت کے تیسرے یا چوتھے سال حضرت ام سلمہ، حضرت حفصہ حضرت زینب بنت خزیمہ خدمت مبارکہ میں آئیں۔ پھر پانچویں سال حضرت زینب بنت جحش، چھٹے سال حضرت جویریہ ساتویں سال حضرت صفیہ و حضرت میمونہ اور حضرت ام حبیبہ سے عقد فرمایا۔ ساتویں سال نو ازواج اکٹھی ہوئیں۔ اس عظیم قوت کے باوجود زیادہ سے زیادہ نو عورتوں پر اکتفا فرمانا اعجاز سے کم نہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جسے قوت ہو وہ جماع کی کثرت کرسکتا ہے۔ (۲) جسے قوت ہو اور یہ اعتماد ہو کہ وہ عورتوں کے ساتھ عدل کرسکے گا تو وہ ایک سے زیادہ چار تک شادیاں کرسکتا ہے (۳) کثرت جماع عیب نہیں بشرط قوت فضل و کمال ہے۔ (۴) عورتوں کی طرف میلان اگر دینی اور دنیوی فرائض کی انجام دہی میں حارج نہ ہو تو سنت ہے۔

ع۵ ایضا۔ جلد اول، غسل۔ باب الجنب یخرج ویمشی فی الاسواق وغیرہ ص ۴۲

〃 جلد ثانی نکاح باب کثرۃ النساء ص ۷۵۸

〃 〃 〃 باب من طاف علی نسائہ فی غسل واحد ص ۷۸۵

ترمذی 〃 طہارت باب ماجاء فی الرجل یطوف علی نسائہ بغسل واحد ص ۲۰

مسلم جلد اول حیض باب جواز النوم ص ۱۴۴

نسائی اول نکاح باب اول ص ۶۷

ابن ماجہ طہارت باب فی من یغتسل من جمیع نسائہ غسلا واحدًا ص ۴۴

لہ جلد ثانی۔ صفۃ الجنۃ۔ باب ماجاء فی صفۃ جماع اہل الجنۃ ص ۷۶

حدیث (۱۹۶) بقاء اثر الطیب بعد الاحرام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، قَالَتْ کَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ گویا میں خوشبو کی چمک نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فِیْ مَفْرِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ ع۵

کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں۔ حالانکہ حضور احرام باندھے ہوئے ہیں

حدیث (۱۹۷) اذا ذکر فی المسجد انہ جنب فلیخرج

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی اور لوگ کھڑے

تشریحات (۱۹۶) یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جس نے خوشبو لگا کر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا

باب سے مطابقت اس کے پہلے حدیث ۱۹۴ ذکر کی، جس میں یہ ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں: کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور حضور تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔ پھر صبح کو احرام باندھتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو ازواج مطہرات کے پاس جانے سے پہلے لگائی جاتی تھی۔ ازواج مطہرات سے فارغ ہونے کے بعد غسل فرماتے پھر احرام باندھتے احرام کے بعد بھی خوشبو کا اثر باقی رہتا تو ثابت ہو گیا کہ غسل سے پہلے جو خوشبو لگائی گئی اس کا اثر غسل کے بعد باقی رہے تو بھی غسل ہو گیا اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احرام سے پہلے جو، خوشبو لگائی گئی اگر اسکا اثر احرام کے بعد باقی رہے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ اثر رنگ نہ ہو۔

تشریحات (۱۹۷) تکمیل بخاری کتاب الصلوٰۃ میں یہ تشریح ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہی حضور کو یہ یاد آیا اور غسل کرنے تشریف لے گئے، مگر ابن ماجہ میں یہ ہے:۔

وہ کہ حضور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے اور تکبیر (تحریمہ) بھی کہہ چکے تھے، اس کے بعد یہ اشارہ فرمایا (کہ تم لوگ اپنی جگہ رہو) لوگ ٹھہرے رہے پھر تشریف لے گئے اور غسل فرمایا الخ،،

اور ابوداؤد میں مرسلاً یہ ہے:۔

پھر تکبیر پڑھی اور قوم کو اشارہ فرمایا کہ تم لوگ بیٹھو۔

ع۵ بخاری، جلد اول، مناسک، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸

مسلم، جلد اول، حج، باب استحباب الطیب قبیل الاحرام ص ۳۷۸

نسائی، جلد ثانی، مناسک، باب اباحۃ الطیب عند الاحرام ص ۱۰

مسند امام احمد بن حنبل۔

عُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا فَخَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
ہو چکے تھے صفیں سیدھی کی جا چکی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرف

وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ ذَكَرَ اَنَّهٗ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ، ثُمَّ
تشریف لائے۔ جب اپنے مصلے پر کھڑے ہو گئے تو یاد فرمایا کہ انھیں غسل کی ضرورت ہے۔ تو ہم سے فرمایا، تم لوگ اپنی

رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهٗ ؎٥
جگہ رہو پھر تشریف لیگئے اور غسل فرمایا پھر ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ حضور کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اسکے بعد تکبیر کہی ہم نے نماز پڑھائی

اشکال یہاں دو اشکال ہیں۔ ایک یہ کہ بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے یاد آیا اور غسل کے لئے تشریف لے گئے۔ ابن ماجہ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یاد آیا۔ دوسرا یہ کہ بخاری میں ہے کہ قال النبی زبان سے فرمایا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں یہ ہے کہ اشارہ فرمایا۔

پہلے اشکال کا جواب علامہ عینی نے دیا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں "کبر" معنی میں ارادۂ تکبیر کے ہے اور دوسرے کا جواب یہ دیا کہ دونوں کو جمع فرمایا۔ یعنی زبان سے فرمایا بھی اور اشارہ بھی فرمایا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔

توجیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسجد میں تشریف لاکر کھڑے ہو جانے کے بعد حجرہ مبارکہ میں غسل کے لئے جانے سے صحابۂ کرام نے قیاس فرمایا کہ حضور پر غسل تھا۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ کی حدیث میں یہ ہے کہ "نماز سے فارغ ہو کر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حالت جنابت میں آگیا تھا مجھے بھلا دیا گیا۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے۔ انبیاء کرام پر نسیان طاری ہونا جائز ہے۔ اگر جنبی بھول کر مسجد میں آجائے تو فوراً واپس ہو جائے، ایک سکنڈ بھی مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔ کوئی مسجد میں سو رہا تھا اور اسے غسل کی ضرورت پیش آگئی تو اٹھتے ہی تیمم کرے اور فوراً مسجد سے نکل جائے۔ ہمارے ائمہ نے تیمم کا حکم اس لئے دیا کہ جنبی کو مسجد میں گزرنا جائز نہیں۔ اور اس وقت مسجد میں وہ غسل کرنے پر قادر نہیں۔ اور ہر جنبی جو غسل پر قادر نہ ہو اس پر بجائے غسل کے تیمم ہے۔ اس وقت یہ تیمم بمنزلہ غسل کے ہو گیا۔ اب وہ مسجد سے گزرے گا تو یہ گزرنا حالت جنابت میں نہ ہوا۔ مسجد سے باہر ہوتے ہی وہ غسل پر قادر ہو گیا اس لئے وہ تیمم ختم ہو گیا۔

؎٥ ایضا۔ جلد اول، صلوۃ، باب هل يخرج من المسجد لعلة ص ۸۹
〃 〃 〃، باب اذا قال الامام مكانكم ص ۸۹
مسلم 〃 〃، باب متى يقوم الناس للصلوة ص ۲۲۰
ابوداؤد 〃 طهارت، باب فى الجنب يدخل المسجد ص ۳۱
نسائی 〃 صلوۃ، باب الامام تعرض له الحاجة بعد الاقامة ص ۱۲۸

حدیث (۱۹۸) اذا اصاب احدانا جنابۃ اخذت بیدیھا ثلثا

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا، قَالَتْ کُنَّا اِذَا اَصَابَ اِحْدَانَا
حضرت عائشہ نے فرمایا ہم عورتوں میں سے کسی کو جنابت لاحق ہوتی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے
جَنَابَۃٌ اَخَذَتْ بِیَدَیْھَا ثَلٰثًا فَوْقَ رَاْسِھَا ثُمَّ تَاْخُذُ بِیَدِھَا عَلٰی
اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتی اس کے بعد ایک ہاتھ سے داہنی طرف
شِقِّھَا الْاَیْمَنِ وَبِیَدِھَا الْاُخْرٰی عَلٰی شِقِّھَا الْاَیْسَرِ
اور ایک ہاتھ سے بائیں طرف

(۵۸) ت قَالَ بَھْزٌ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
بھز نے اپنے باپ حکیم سے انھوں نے بھز کے دادا معاویہ بن حیدہ سے

تشریحات (۱۹۸) اشکال حلاب والی حدیث ۱۸۹ میں گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل میں پہلے سر کی داہنی طرف پانی ڈالتے۔ اور اس حدیث میں یہ ہے کہ ازواج مطہرات سب سے پہلے اپنے سر پر پانی ڈالتیں۔ اس کے بعد داہنی طرف۔ اس سے ثابت کہ ازواج مطہرات غسل کی ابتدا، سر پر پانی ڈالنے سے کرتیں۔

جواب کسی انسان کے داہنے حصے میں، سر کا بھی داہنا داخل ہے۔ اس لئے داہنی طرف سے مراد سر کا بھی داہنا حصہ ہے۔ تو اب مطلب یہ ہوا کہ پہلے سر پر پانی اس لئے ڈالتیں کہ بال کی جڑوں میں اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔ یہ بطور تمہید غسل کے ہوتا اصل غسل اس کے بعد شروع ہوتا جسمیں پہلے داہنی طرف پانی ڈالتیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، جو سر کی داہنی طرف سے غسل کرے۔

تشریحات ت (۵۸) تکمیل یہ تعلیق ایک حدیث کا جزء ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم اپنی عورات یعنی جسم کے چھپانے والے اعضاء میں سے کس کس کو چھپائیں اور کس کس کو کھولیں۔ ارشاد فرمایا۔ اپنی بیوی اور باندی کے سوا سب سے سب کو چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اپنوں میں ہوں تو؟ فرمایا۔ اس کی کوشش کرو کہ تمھاری عورت کوئی نہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم تنہا ہوں تو؟ فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ عزوجل سے زیادہ حیا کرنا لائق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تنہائی میں اگرچہ کوئی نہیں جس سے شرم کرو مگر اللہ عزوجل تو دیکھ رہا ہے۔ آدمیوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ شرم کرنی لازم ہے۔ حدیث میں اصل لفظ "عورات یا عورت" ہے۔ عورت کے معنی، جسم کا ہر وہ عضو جس کے کھلنے پر شرم آئے۔ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں تک مرد کا، اور چہرے اور ہتھیلیوں اور پاؤں کو چھوڑ کر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ ع۵

انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ عزوجل زیادہ لائق ہے کہ اس سے حیا کیجائے

پورا جسم، عورت کا عورت ہے تنہائی میں بھی ان کا کھولنا جائز نہیں۔ البتہ اگر عورتیں گھر کے اندر اپنے محارم میں ہوں تو کچھ اعضاء کا استثناء ہے۔ مثلاً کان، گردن، شانہ، چہرہ وغیرہ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ عورت کا پورا ہاتھ، ہتھیلی اور اوپر کے حصے کے ساتھ عورت نہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث کو سنن اربعہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے۔ مگر بخاری نے اصل میں اسے نہیں لیا۔ تعلیقاً ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہز اگرچہ ثقہ ہیں مگر ان کی جو روایت عن ابیہ عن جدہٖ ہو وہ شاذ ہے اور اس کے لئے کوئی متابع نہیں۔ خطیب نے کہا کہ بہز سے زہری اور محمد بن عبد اللہ انصاری نے روایت کی حالانکہ انکی وفات کے مابین اکانوے ۹۱ سال کی مدت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب النکاح میں اس سند کے ساتھ جو تعلیق ذکر کی اس میں "یذکر" فرمایا جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ مگر یہاں قال کہا جس کی دلالت ضعف پر نہیں اسکی توجیہ یہ ہے کہ بہز تک سند متصل اور قوی ہے۔ جو ضعف ہے وہ اس کے بعد ہے۔ اس سند کے شذوذ کا علامہ ابن حجر نے اصابہ میں یہ جواب دیا کہ، معاویہ بن حیدہ سے صرف ان کے بیٹے حکیم ہی نے نہیں روایت کی ہے بلکہ ان سے میں نے عروہ بن رویم لخمی کی روایت پائی ہے۔ اور مزی نے کہا کہ حمید مزنی نے بھی معاویہ سے روایت کی ہے۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

جو تنہائی میں برہنہ نہائے اور جو پردہ کرکے نہائے اور پردے کے ساتھ نہانا افضل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں کوئی نہ ہو جیسے میدان۔ وہاں برہنہ نہانا جائز ہے یا نہیں؟ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء فرماتے ہیں:۔ جائز تو ہے مگر پردے کے ساتھ نہانا افضل ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا جائز نہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں (ننگے) نہاتے دیکھا تو منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا۔ اللہ عزوجل حیا فرمانے والا ہے حیاء اور پردے کو پسند فرماتا ہے۔ جب کوئی غسل کرے تو پردہ کرے۔ ۱؎

مراسیل ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جو رات کو میدان میں نہائے تو اپنی شرمگاہ کو بچائے۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اسے کوئی تکلیف پہنچی تو اپنے علاوہ

ع۵ ابوداؤد، جلد ثانی، حمام، باب فی التعری ص ۲۰۱
ترمذی، " استیذان باب فی حفظ العورۃ ص ۱۰۱
ابن ماجہ نکاح باب التستر عند الجماع ص ۱۳۹
۱؎ ابوداؤد جلد ثانی حمام باب النهی عن التعری ص ۲۰۱
نسائی جلد اول غسل باب الاستتار عند الغسل ص ۷۰

کسی کو ملامت نہ کرے۔

اسی طرح دریا، تالاب وغیرہ میں بغیر تہبند ننگے نہانے میں بھی تفصیل ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں کوئی نہ ہو تو کپڑے باہر اتار کر بغیر تہبند کے نہا سکتا ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ تہبند کے ساتھ نہائے۔ اور اگر وہاں اور لوگ بھی ہوں یا جگہ ایسی ہے جہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں تو جائز نہیں۔ اس لئے کہ آخر پانی میں ننگے جائے گا اور ننگے نکلے گا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا

پانی میں تہبند کے بغیر مت جاؤ اس لئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنکا مسکن پانی ہے۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر احتیاطاً اس پر عمل افضل ہے پھر اس کی تائید صحابۂ کرام کے فعل سے بھی موجود ہے۔ حضرت ابن عباس دریاؤں میں بھی بغیر تہبند نہیں نہاتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ اس میں بھی کچھ بسنے والے ہیں حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما چادر باندھ کر پانی میں گئے۔ پوچھا گیا تو فرمایا۔ پانی میں بھی کچھ بسنے والے ہیں۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ ان دونوں حضرات کا یہ واقعہ ایسی جگہ پیش آیا ہے جہاں اور لوگ بھی تھے۔ مگر وجہ جو بتائی ہے اس سے تنہائی میں بھی برہنہ نہانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

مگر امام بخاری نے اس تعلیق کے بعد حضرت موسیٰ و حضرت ایوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے جو واقعے تحریر کئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تنہائی میں جہاں کوئی نہ ہو برہنہ پانی میں بھی نہانا جائز ہے۔ اس لئے کہ اصول فقہ کا یہ قاعدہ مشہور ہے

شرائع من قبلنا شرائع لنا اذ قص اللہ ورسولہ من غیر انکار۔	پہلی شریعت ہماری بھی شریعت ہے جب اللہ اور رسول اسے بیان فرمائیں اور اس پر انکار نہ فرمائیں۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کے واقعے کو بیان فرمایا۔ اور اس پر کچھ نہیں فرمایا۔ تو ثابت کہ یہ ہماری شریعت میں بھی جائز ہے۔ اب تمام احادیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے۔ تنہائی میں برہنہ نہانا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ برہنہ نہ نہائے۔

تہبند باندھ کر نہانے میں خصوصیت سے دو باتوں کا خیال رکھے۔ اول جو تہبند باندھ کر نہائے وہ پاک ہو، اس میں نجاست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ران وغیرہ جسم کے کسی حصے پر نجاست لگی ہو تو اسے پہلے دھولے ورنہ جنابت تو دور ہو جائے گی مگر بدن یا تہبند کی نجاست کیا دور ہوگی۔ پھیل کر دوسری جگہوں پر بھی لگ جائیگی اس سے عوام تو عوام، خواص تک غافل ہیں۔

خلوت میں برہنہ نہانے کی مذکورہ بالا بحث میدان یا وسیع کشادہ جگہ کے بارے میں ہے لیکن اگر کوئی مکان کے اندر یا غسل خانے میں نہا رہا ہے تو برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات نہ مل سکے۔ صرف یہ ملا کہ بصرے میں سکونت اختیار کر لی تھی اور خراسان جہاد کرنے گئے وہیں واصل بحق ہوئے۔

حدیث (۱۹۹) فرار الحجر بثوب موسیٰ علیہ السلام

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ قَالَ، کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ یَغْتَسِلُوْنَ عُرَاۃً یَنْظُرُ بَعْضُھُمْ
بنی اسرائیل ننگے نہاتے، ایک دوسرے کو دیکھتے

اِلٰی بَعْضٍ وَکَانَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ وَحْدَہٗ، فَقَالُوْا وَاللّٰہِ
اور موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل فرماتے، اس پر بنی اسرائیل نے کہا

مَا یَمْنَعُ مُوْسٰی اَنْ یَّغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّہٗ اٰدَرُ فَذَھَبَ مَرَّۃً
بخدا موسیٰ کو ہمارے ساتھ نہانے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ انکے خصئے بڑے ہیں۔ حضرت موسیٰ ایک مرتبہ

تشریحات (۱۹۹)

لغات اٰدَرُ۔ ادرۃ سے صفت مشبہ ہے۔ اس کے معنی بڑے خصئے کے ہیں یا آنت اُترنے کے۔ آدر کے معنی ہوئے، بڑے خصیے والا یا جس کی آنت اُترتی ہو۔ جمح تیزی سے دوڑا، نَدَب، مار کا وہ نشان جو گال پر باقی رہے، سانٹھ۔ ثوبی یاحجر میں ثوبی فعل محذوف، اعطنی کا مفعول بہ ہے۔

تکمیل کتاب الانبیاء میں پوری حدیث یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا فرمانے والے تھے۔ اپنے جسم کو چھپائے رکھتے۔ جس جگہ کے کھلنے سے شرم آئے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کے موذیوں نے انھیں ایذا دی اور یہ کہا، اتنا پردہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں کوئی عیب ہے۔ یا تو برص ہے یا خصئے بڑے ہیں یا اور کوئی بیماری ہے۔ اللہ عزوجل نے چاہا کہ ان کی برأت ظاہر فرمادے تو یہ ہوا۔ ایک بار تنہائی میں اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھا پھر غسل فرمایا جب فارغ ہو کر کپڑے کی طرف چلے کہ اسے لے کر پہنیں تو پتھر کپڑا لے کر تیزی سے بھاگا۔ حضرت موسیٰ اپنا عصا لے کر پتھر کے پیچھے اسے پکڑنے کے لئے یہ کہتے ہوئے چلے میرا کپڑا اے پتھر! میرا کپڑا اے پتھر! یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے ایک اجتماع تک پہونچ گئے۔ اب انھوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کو اللہ عزوجل نے اعلیٰ درجے کا حسن عطا فرمایا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لگائے ہوئے عیب سے ان کی برأت ظاہر فرمادی۔ اب پتھر ٹھہر گیا حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے لے کر پہن لئے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے ان کی ضرب سے اس پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشانات ہیں۔ یہی واقعہ ہے جس کی طرف اللہ عزوجل نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ
اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے حضرت موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے انھیں اس سے بری فرمادیا جو

يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوْسٰى

غسل کرنے گئے تو اپنا کپڑا ایک پتھر پر رکھدیا پتھر ان کا کپڑا لے کر بھاگا حضرت موسیٰ پتھر

فِيْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ

کے پیچھے تیزی سے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرا کپڑا دے! اے پتھر میرا کپڑا دے!

اِسْرَائِيْلَ اِلٰى مُوْسٰى وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ وَاَخَذَ

یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور کہا بخدا موسیٰ کو کوئی عارضہ نہیں حضرت

وَجِيْهًا۔ (سورہ احزاب آیت ۶۹) انھوں نے کہی تھی اور موسیٰ اللہ کے ہاں عزت والے ہیں۔

مسلم شریف میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا فرمانے والے تھے۔ کسی نے ان کو ننگا نہیں دیکھا تھا، اس پر بنی اسرائیل نے وہ کہا۔ ایک بار تھوڑے سے پانی میں غسل فرمانے لگے کہ وہ پتھر کپڑا لے کر تیزی سے بھاگنے لگا۔ حضرت موسیٰ اپنا عصا لے کر اس کے پیچھے دوڑے کہ اسے ماریں۔ اخیر قصہ تک۔

امام نووی نے فرمایا کہ ہمارے بلاد کے تمام نسخوں میں "مُوَیْهٌ" ہے جو ماء کی تصغیر ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ دوسری جگہ کے اکثر نسخوں میں "مَشْرُبَةٌ" ہے۔ یہ اس گڑھے کو کہتے ہیں جو کھجور کی جڑ میں ہوتا ہے تاکہ اس سے باغ کو سینچا جائے مُوَیہ غلط ہے۔

توجیہات بنی اسرائیل کی شریعت میں نہانے کے وقت ستر عورت فرض نہ تھا۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انھیں ضرور منع فرماتے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اپنی فطری حیا کی وجہ سے، مجمع عام میں اس طرح غسل نہ فرماتے چونکہ ان بے وقوفوں نے اللہ عز وجل کے ایک اولوالعزم نبی کے ساتھ بدگمانی کی بنا پر عیب لگایا تھا جو اُن کے ایمان کے برباد ہونے کا سبب بن سکتا تھا۔ اللہ عز وجل نے ان پر کرم فرماتے ہوئے اس معجزے کو ظاہر فرما کر ان کی بدگمانی دور کردی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے اجتماع تک جانا اضطراراً تھا۔ جب پتھر کپڑے لے کر بھاگا تو خیال فرمایا کہ میں غسل سے فارغ ہو کر کیا پہنوں گا اس لئے پتھر سے کپڑے چھیننے کے لئے بے اختیار اس کے پیچھے دوڑے۔ ایسے عالم میں انسان کو کچھ یاد نہیں رہتا۔ یہی حال حضرت موسیٰ کا بھی ہوا۔ پتھر سے کپڑا چھیننے کی دھن میں خیال نہ رہا کہ میں کس حال میں ہوں، کہاں ہوں۔ اس لئے ان پر یہ الزام نہیں کہ وہ برہنہ اسرائیلی اجتماع میں کیسے گئے۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوتے ہیں خواہ وہ خُلُقی ہوں خواہ خَلْقی۔ نیز ایسی بیماریوں اور عوارض سے بھی منزہ ہوتے ہیں جو تنفر کا سبب بن سکیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین معجزے ظاہر ہوئے۔ ایک پتھر کا کپڑے کو لے کر بھاگنا، دوسرے بنی اسرائیل کے اجتماع میں جا کر پتھر کا رک جانا۔ تیسرے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب کے نشانات قبول کرنا۔ اس پتھر سے یہ تین معجزے ظاہر ہوئے

ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

موسیٰ نے اپنا کپڑا لے لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا

وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ ع

بخدا اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشانات ہیں۔

حدیث (۲۰۰) حدیث ایوب علیہ السلام ونزول الجراد من الذہب

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی

توحضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ میدان تیہ میں جب پانی کی ضرورت ہوئی تو اسی پتھر پر عصا مبارک مارتے جس سے بارہ چشمے جاری ہوجاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عند الضرورت شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔

تشریحات (۲۰۰)
یہ تعلیق نہیں مسند ہے

علامہ کرمانی نے کہا کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے وہ بھی صیغۂ تمریض کیساتھ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث، مسند ہے، یہ پہلے والی حدیث موسیٰ کی اسناد پر معطوف ہے یعنی اسی ایک سند سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں۔

بخاری کتاب الانبیاء اور کتاب التوحید میں رِجْلُ جَرَادٍ ہے۔ رجل ایسا جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ معنی میں جماعت اور دل کے ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ

"ان پرٹڈیوں کا دل گرا"

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ یہ سات سوٹڈیاں تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں، پانچویں یا چھٹی پیڑھی میں تھے، ان کی ماں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، ترانوے [۹۳] سال کی عمر پائی۔ یہ جہاں قیام پذیر تھے وہ جگہ اب دیر ایوب کے نام سے مشہور ہے وہیں مزار پاک بھی ہے۔ یہاں ایک پتھر ہے جس پر قدم کا نشان ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ حضرت ایوب ہی کے قدم پاک کا نشان ہے۔ وہاں ایک چشمہ ہے جس کا پانی متبرک سمجھا جاتا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ "ایوب" عجمی لفظ ہے۔ چونکہ یہ حضرت اسحٰق کی اولاد سے ہیں

ع۵ ایضًا، جلد اول، انبیاء، باب (بلاعنوان) ص ۴۸۳

مسلم، ” اول، حیض، ” جواز الغسل عریانا وحدہ ص ۱۵۴

” ” ثانی، انبیاء، ” فضائل موسیٰ علیہ السلام ص ۶۶۶

ترمذی ” ” تفسیر، سورۂ احزاب ص ۱۵۴۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ

کہ ایوب علیہ السلام برہنہ نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں ایوب انھیں دونوں

فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْتَشِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ

ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے اس پر انکے پروردگار نے انھیں پکارا اے ایوب

عَمَّا تَرٰى، قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ ع۵

کیا میں نے تمکو جو دیکھ رہے ہو اس سے بے نیاز نہیں کر دیا، ایوب نے عرض کیا ضرور تو نے بے نیاز کر دیا تیری عزت کی قسم! لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں۔

حدیث (۲۰۱) صلوٰۃ الضحیٰ

اِنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ

حضرت ام ہانی کے غلام ابو مرہ نے خبر دیا کہ انھوں نے ام ہانی سے

اور ان کا قیام بھی شام میں تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے۔ اس تقدیر پر یہ غیر منصرف ہوگا۔ قرآن مجید میں غیر منصرف ہی استعمال ہوا ہے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے سونے کی ٹڈیاں جمع کرنے پر باز پرس کی مگر برہنہ نہانے پر نہیں کی (۲) اللہ عزوجل کی صفات کی قسم کھانا جائز ہے (۳) مال حلال کی حرص محمود ہے۔ مالداری محمود ہے اس کو حضرت ایوب علیہ السلام نے برکت کہا ہے۔

تشریحات (۲۰۱) حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ مشہور یہ ہے کہ ان کا نام "فاختہ" تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ فاطمہ تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ھند تھا۔ یہ حضرت علی کی حقیقی بہن تھیں۔ قبل اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا پیغام "ابو طالب" کو دیا اور دوسری طرف سے ھبیرہ بن عمرو بن عائذ مخزومی نے بھی پیغام بھیجا۔ ابو طالب نے ھبیرہ سے ان کی شادی کر دی اس پر حضور نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ تو ابو طالب نے یہ معذرت کی۔ ہم نے ان سے یہ رشتہ کر لیا ہے۔ شریف انسان، شریف انسان سے اچھا سلوک کرتا ہے یوم فتح یہ ایمان لائیں۔ ھبیرہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ نجران بھاگ گیا وہیں کفر پر مرا۔ جس کی وجہ سے دونوں میں تفریق کر دی گئی اسکے بعد حضور نے ام ھانی کو پھر نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مصیبت زدہ ہوں آپ سے جاہلیت اور اسلام دونوں میں محبت کرتی رہی ہوں۔ آپ مجھے میری آنکھ اور کان سے زیادہ محبوب ہیں۔ مگر دیکھ لیجئے یہ ایک بچہ ابھی کتنا چھوٹا ہے اور یہ ایک دودھ پیتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ میں حق زوجیت ادا نہ کر پاؤں۔

ع۵ ایضاً، جلد اول، انبیاء، باب قول اللہ عزوجل وایوب اذ ناداہ ربہ ص ۴۸۰

〃 〃 ثانی، توحید، باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱٦

نسائی 〃 اول غسل، باب الاستتار عند الغسل ص ۷۰

مسند امام احمد بن حنبل۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اُمَّ ھَانِیٔ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ				
سُنا	کہہ رہی تھیں	کہ	میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	کی خدمت
ذَھَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ				
میں حاضر ہوئی	میں نے	حضور کو اس حال میں پایا	کہ	غسل فرما رہے تھے
فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ وَ فَاطِمَۃُ ابْنَتُہٗ تَسْتُرُہٗ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ				
اور انکی صاحبزادی حضرت فاطمہ پردہ کئے ہوئے تھیں	میں نے حضور کو سلام کیا	تو پوچھا		

جب ان کے دونوں بچے بڑے ہو گئے تو خود ام ہانی نے اپنے آپ کو پیش کیا تو حضور نے فرمایا، اب نہیں، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی ہے:۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَ بَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ (احزاب ـ ۵۰)

اے نبی ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں۔ تمہاری وہ بیبیاں جنکو تم مہر دے چکے ہو اور تمہاری کنیزیں جنھیں اللہ نے غنیمت میں تم کو دیں، اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی۔

چونکہ ام ہانی نے ہجرت نہیں کی تھی اس لئے وہ ان میں داخل نہ ہو سکیں۔ اکمال میں ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بھی زندہ رہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فوت ہوئیں۔

تکمیل ہم نے یہاں کتاب الغسل والی روایت کے بجائے کتاب الجہاد کی روایت لی۔ اس لئے کہ وہ زیادہ مفصل ہے۔ بخاری میں ہر جگہ یہ ہے کہ ام ہانی نے یہی عرض کیا کہ میں نے فلاں بن ھبیرہ کو پناہ دی مگر ترمذی میں ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ میں نے اپنے دیوروں کو پناہ دی [1] تمہید اور طبرانی معجم کبیر میں بھی یہی ہے، اسکی توجیہ یہ ہے کہ راوی نے اختصار کیا، اصل میں انھوں نے دو شخصوں کو پناہ دی تھی۔ قصہ یہ ہوا کہ اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان عام فرما دیا تھا کہ جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے امان۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے نہ دروازہ بند کیا اور نہ ہتھیار ڈالا۔ بلکہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے۔ ان میں یہ دونوں بھی تھے۔ جب مکہ پر مکمل قبضہ ہو گیا تو یہ دونوں بھاگ کر ام ہانی کے گھر آئے۔ حضرت علی ام ہانی کے گھر گئے اور فرمایا کہ میں ان دونوں کو قتل کروں گا۔ ام ہانی نے ان کو گھر کے اندر بند کر دیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

یہ دونوں کون تھے علامہ ابن حجر کا رجحان یہ ہے کہ ان دونوں میں ایک تو حارث بن ہشام تھے اور دوسرے یا تو عبداللہ بن ربیعہ تھے یا زہیر بن امیہ۔ بخاری میں اصل میں، ابن، کے بجائے "عم" یا قریب تھا جو ابن سے بدل گیا۔

---

[1] سیر ص ۱۹۱

مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِئٍ

کون ہے یہ۔ میں نے عرض کیا میں ابو طالب کی بیٹی ام ہانی ہوں۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا ام ہانی کو مرحبا ہو

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ

جب غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہوئے اور ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعت نماز پڑھی (جب نماز

وَاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّيْ عَلِيٌّ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ

پڑھ چکے) تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حقیقی بھائی علی نے کہا ہے کہ وہ اسے قتل کریں گے جسے میں نے

اَجَرْتُهٗ فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

پناہ دی ہے، یعنی فلاں بن ھبیرہ کو یہ سنکر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں ایک "ھبیرہ" کا بیٹا تھا خواہ وہ ام ہانی کے بطن سے ہو خواہ دوسرے کے بطن سے، اس پر بخاری کی روایت، فلاں بن ھبیرہ، نص ہے اور تبدیل کا قول بلا ضرورت ہے۔ رہ گئے دوسرے اور کون تھے اس کو انھوں نے بیان نہیں فرمایا۔

اقول:۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ ایک تو یہ جو بخاری میں مذکور ہے۔ جسمیں یہ تشریح ہے کہ ام ہانی نے یہ عرض کیا کہ میں نے فلاں بن ھبیرہ کو پناہ دی۔ اور دوبارہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ربیعہ کے لئے حاضر ہوئی ہوں گی۔ اس طرح فلاں بن ھبیرہ کی روایت بھی درست ہو جاتی ہے اور حموی یا رجلین من احمائی کی بھی روایت درست ہو جاتی ہے۔ یہ واقعہ مکرر ہوا۔ اس کی علامہ عبدالباقی زرقانی نے نشاندہی کی ہے، لکھتے ہیں:۔

وجمع بان ذلك مما تكرر منه بدليل ان في رواية ابن خزيمة عنها ان اباذر ستره لما اغتسل [1]

دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہ مکرر ہوا۔ دلیل یہ ہے کہ ابن خزیمہ کی روایت ام ہانی ہی سے یہ ہے کہ جب حضور نے غسل فرمایا تو ابوذر نے پردہ کیا تھا۔

یوم فتح مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام، خیف بنی کنانہ یعنی وادی المحصب میں تھا۔ یہاں بھیڑ بھاڑ زیادہ تھی اس لئے غسل فرمانے، ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے جو مکہ معظمہ کے اس محلے میں تھا جو "اعلیٰ مکہ" کہلاتا ہے۔

صحیح یہی ہے کہ یہ نماز، نماز چاشت تھی۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ فرمایا:۔

ثم صلى ثماني ركعات سبحة الضحى

اس کے بعد حضور نے آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ شکرانۂ فتح تھا، اسی لئے فاتحین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کسی بھی جگہ کے فتح کے بعد نماز شکر پڑھتے ہیں۔

---

[1] زرقانی علی المواہب، جلد ثانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم ص ۳۲۶

وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ وَذٰلِكَ ضُحًى عـه

وسلم نے فرمایا۔ اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی اسے میں نے بھی پناہ دی، ام ہانی فرماتی ہیں کہ واقعہ چاشت کے وقت ہوا تھا۔

کتاب التہجد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے یہ نماز بہت مختصر پڑھی تھی۔ البتہ رکوع اور سجدہ پورا پورا ادا فرمایا تھا۔

مسائل اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ (۱) نماز چاشت سنت ہے۔ (۲) جہاں لوگ ہوں وہاں پردہ کرکے برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی پر قیاس کرکے یہ کہا گیا کہ غسل خانے میں برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۳) عورت کی امان جائز ہے یا نہیں، یہ مختلف فیہ ہے۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آزاد عورت کی امان درست ہے۔ (۴) اگر کوئی گھر کے اندر ہو تو اسے سلام کرنا جائز ہے (۵) زائر جب آئے تو اسے مرحبا خوش آمدید کہنا سنت ہے۔

عـه ایضًا ، جلد اوّل ، جہاد ، باب امان النساء وجوارھن ص ۴۴۹
〃 ، الصلوٰۃ ، باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ ص ۵۲
〃 ، 〃 ، غسل ، باب التستر فی الغسل عند الناس ص ۴۲
〃 ، 〃 ، صلوٰۃ التھجد ، باب صلوٰۃ الضحیٰ فی السفر ص ۱۵۷
〃 ثانی ، مغازی ، باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفتح ص ۶۱۴
〃 ، 〃 ، ادب ، باب ماجاء فی زعموا ص ۹۰۹
مسلم اول ، حیض ، باب تستر المغتسل بثوب ونحوہ ص ۱۵۳
〃 ، 〃 ، مسافرین ، باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ ص ۲۴۹
ترمذی 〃 ، سیر ، باب ماجاء فی امان المرأۃ والعبد ص ۱۹۱
〃 ثانی ، استیذان ، باب ماجاء فی مرحبا ص ۹۸
نسائی اول ، طہارت ، باب ذکر الاستتار عند الاغتسال ص ۴۶
ابن ماجہ ، 〃 ، باب ماجاء فی الاستتار عند الغسل ص ۴۵
موطا امام مالک ، سفر ، باب صلوٰۃ الضحیٰ ص ۵۱
دارمی صلوٰۃ ۱۵۱

(۵۹) ت	وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ
	اور امام عطاء نے کہا جنبی نے اگر وضو نہیں بھی کیا ہے جب بھی سینگی لگوا سکتا ہے
	وَإِنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ عه
	ناخن ترشوا سکتا ہے سر منڈوا سکتا ہے

(۲۰۲) حدیث ان المومن لا ینجس	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا

قَالَ لَقِيَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ملے اور میں جنبی تھا

فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ

حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں حضور کے ساتھ چلا یہانتک کہ حضور بیٹھ گئے میں چپکے سے سرک آیا

تشریحات (۵۹) (۲۰۲) تکمیل

اس کے پہلے باب عرق الجنب میں ہے کہ یہ ملاقات مدینہ طیبہ میں سر راہ ہوئی تھی اس میں فانسللت کے بجائے فانجست منہ فذھبت ہے اسکے معنی یہ ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو نجس جانا اس لئے میں وہاں سے چلا گیا۔ یہ خرجت کے معنی کو متضمن ہے۔

سبحان فعل محذوف سبحت کا مفعول مطلق ہے۔

لفظ سبحان کے بارے میں علماء لغت کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ثلاثی مجرد کا مصدر ہے۔ دوسرے یہ کہ تسبیح کے معنی میں اسم مصدر ہے۔ تیسرا یہ کہ علم مصدر ہے۔ تفصیل استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی مجاہد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حاشیہ "قاضی مبارک" میں مذکور ہے۔

مسائل (۱) یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ مومن اگرچہ محدث ہو، اگرچہ جنبی ہو نجس نہیں۔ اسی طرح اس کا پسینہ اس کا لعاب اس کا آنسو سب پاک ہے۔ خواہ زندہ ہو خواہ مردہ۔

امام بخاری نے تعلیقاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:

المسلم لا ینجس حیا ولا میتا۔ مسلمان زندہ ہو یا مردہ ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

اسے امام حاکم نے مستدرک میں سند متصل کیساتھ مرفوعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عہ مصنف عبدالرزاق لہ جلد اول جنائز باب غسل المیت ووضوءہ ص ۱۶۷

49

فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ

اور اپنے ٹھکانے آیا اور غسل کیا پھر حاضر ہوا اور حضور ابھی بیٹھے ہی تھے مجھ سے پوچھا اے ابو ہریرہ

فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ ع٥

کہاں تھے میں نے حضور کو بتا دیا فرمایا سبحان اللہ ۔ مومن ناپاک نہیں ہوتا ۔

حدیث (٢٠٣) نوم الجنب قبل الغسل

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَكَانَ

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا

لا تنجسوا موتاكم فان المسلم لم ينجس حيا ولا ميتا — اپنے مردوں کو نجس نہ جانو مسلمان زندہ ہو یا مردہ نجس نہیں ہوتا ۔

علامہ عینی نے تحریر فرمایا حتیٰ کہ وہ نومولود بچہ جو ابھی پیدا ہوا جس کے جسم پر ابھی اندرونی رطوبت ہو ۔ یہ حکم صرف مسلمان ہی کے ساتھ خاص نہیں کافر کا بھی یہی حکم ہے ۔ اور آیہ کریمہ انما المشركون نجس ، مشرکین نجس ہیں ۔ اس سے مراد اعتقاد اور عمل کی نجاست ہے جو باطنی ہے اس لئے کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہے ۔ اگر وہ ناپاک ہوتی تو اس سے اختلاط کا مطلب ہوتا نجاست سے اختلاط ۔ اور نجاست سے اختلاط کی شریعت کبھی اجازت نہیں دیتی ۔ یہ ساری بحث نجاست حقیقی میں ہے ، رہ گیا غسل اور وضو کا واجب ہونا یہ بربنائے نجاست حکمیہ ہے ۔ (٢) اس سے ثابت ہوا کہ جس وقت غسل واجب ہوا اسی وقت فوراً بلا تاخیر غسل کرنا واجب نہیں البتہ اتنی تاخیر حرام ہے کہ نماز کا وقت نکل جائے ۔ (٣) جنبی ضروریات کیلئے باہر جا سکتا ہے (٤) اگر استاد یا پیر کو یہ اندازہ ہو کہ کوئی کسی غلط بات کا معتقد ہے تو اس سے پوچھکر اسکو صحیح بتادے (٥) مومنین کی تالیف قلوب فقراء کیساتھ عنایت و مہربانی سنت ہے ۔

تشریحات (٢٠٣، ٢٠٤، ٢٠٥)

حدیث (٢٠٣، ٢٠٤) ایک ہی ہے دوسری میں وغسل فرجہ زائد ہے اس لئے اس کو بھی لکھدیا ۔

جنبی ہونے کے بعد اگر سونا چاہے تو مستحب ہے کہ وضو کرے ، فوراً غسل کرنا واجب نہیں البتہ اتنی تاخیر نہ کرے کہ نماز کا وقت

ع٥ ایضا جلد اول	غسل ۔	باب عرق الجنب	ص ٤٢
مسلم	″ حیض ۔	باب الدليل على ان المسلم لا ينجس	ص ١٦٢
ابوداود	″ طهارت ۔	باب في الجنب يصافح	ص ٣٠
ترمذی	″ ″	باب ماجاء في مصافحة الجنب	ص ١٧
نسائی	″	باب مماسة الجنب ومجالسته	ص ٥٢
ابن ماجه	″	باب مصافحة الجنب	ص ٤٠

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْقُدُ وَھُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَیَتَوَضَّأُ

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں سوتے تھے انھوں نے بتایا ہاں اور وضو فرما لیتے تھے

حدیث ایضاً (۲۰۴)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ وَھُوَ جُنُبٌ غَسَلَ

جب جنبی ہوتے اور سونا چاہتے تو

فَرْجَہٗ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوۃِ

اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز کے لئے جیسا وضو ہے ویسا وضو فرماتے۔

حدیث ایضاً (۲۰۵)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

قَالَ ذَکَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا

اَنَّہٗ تُصِیْبُہُ الْجَنَابَۃُ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

رات میں کبھی جنابت ہو جاتی ہے (تو کیا کیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے

نکل جائے۔ یہی اس حدیث کا محمل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد نسائی وغیرہ میں مروی ہے کہ فرمایا:۔
لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب[۱] اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا یا جنبی ہو۔
اس حدیث سے مراد یہی ہے کہ اتنی دیر تک غسل نہ کرے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور وہ جنبی رہنے کا عادی ہو اور یہی مطلب بزرگوں کے اس ارشاد کا ہے کہ حالت جنابت میں کھانے پینے سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔

ع۵ مسلم جلد اول حیض باب جواز النوم واستحباب الوضوء ص ۱۴۴
ابوداود " طھارت باب الجنب یاکل ص ۲۹
ترمذی " " باب ماجاء فی الجنب ینام قبل ان یغتسل ص ۱۷
نسائی " " باب وضوء الجنب اذا اراد ان ینام ص ۵۰
ابن ماجہ " باب من قال لاینام الجنب حتی یتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ ص ۴۳
[۱] ابوداؤد جلد اول " باب الجنب یؤخر الغسل ص ۳۰

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَکَرَکَ ثُمَّ نَمْ ع۵

علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرلے اور اپنا عضو تناسل دھولے پھر سوئے۔

حدیث (۲۰۶) اذا جلس بین شعبہا الاربع الخ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تشریحات (۲۰۶)(۲۰۷)

اذا جلس بین شعبہا الاربع الخ مرد عورت کے چاروں اعضا کے درمیان بیٹھ گیا میں چاروں اعضاء سے یا تو عورت کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں مراد ہیں یا دونوں پنڈلیاں اور دونوں رانین مراد ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس سے عورت کی شرمگاہ کے دونوں بالائی اور دونوں زیریں لب مراد ہیں۔ کچھ حضرات نے اول کو اور کچھ حضرات نے اخیر کو ترجیح دی ہے۔

خادم کے نزدیک اغلب احوال کے لحاظ سے ثانی کو اور عموم کے لحاظ سے ثالث کو ترجیح ہے۔

جَھَدَھَا سے مراد یہ ہے کہ بقدر انتقار ختانین دخول ہوگیا ہو۔ اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ اس پر دلیل ابوداؤد کی یہ روایت ہے جسمیں جھدھا کے بجائے

والزق الختان الختان فقد وجب الغسل جب ختنہ سے ختنہ مل گیا تو غسل واجب ہوگیا۔

اور ابن ماجہ میں بطریق ابوموسیٰ اشعری یہ ہے۔

اذا مس الختان الختان جب ختنہ ختنہ سے مل جائے

اور ترمذی میں اذا جاوز الختان الختان۔ اور مسلم میں وان لم ینزل، اگرچہ انزال نہ ہو۔

ہمارے دیار میں عورتوں کا ختنہ نہیں ہوتا اس لئے فقہا نے اس کی مقدار یہ رکھی ہے کہ حشفہ غائب ہو جائے۔

عہد صحابہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان حضرت علی حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ بن عبیداللہ حضرت سعد بن وقاص حضرت ابن مسعود حضرت رافع بن خدیج حضرت ابوسعید خدری حضرت ابی بن کعب حضرت ابن عباس حضرت ابوایوب انصاری حضرت نعمان بن بشیر حضرت زید بن ثابت حضرت جمہرہ

ع۵ اس کے پہلے دو طریقوں سے

مسلم	جلد اول	حیض	باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء	ص ۴۴
ابوداؤد	〃	طہارت	باب فی الجنب ینام	ص ۲۹
ترمذی	〃	〃	باب فی الوضوء للجنب اذا اراد ان ینام	ص ۷۷
نسائی	〃	〃	باب وضوء الجنب وغسل ذکرہ اذا اراد ان ینام	ص ۵۰
ابن ماجہ	〃		باب من قال لاینام الجنب حتی یتوضا وضوءہ للصلوۃ	ص ۴۴

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِھَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَھَدَھَا فَقَدْ

علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا جب مرد عورت کے چاروں اعضا کے درمیان بیٹھ گیا اور کوشش

وَجَبَ الْغُسْلُ ع۵

کرلی تو ضرور غسل واجب ہوگیا۔

حدیث (۲۰۷) اذا جامع الرجل ولم ینزل الخ

اَخْبَرَنِیْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ

اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَۃَ فَلَمْ یُنْزِلْ قَالَ یَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَۃَ

جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو کیا کرے) فرمایا اس مقام کو دھولے جس سے عورت کو

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اور حضرت عطار ابوسلمہ ہشام بن عروہ امام اعمش کا مذہب یہ تھا کہ جبتک انزال نہ ہو جائے غسل واجب نہیں اگرچہ پورا دخول ہوچکا ہو اگرچہ بار بار ہوا ہو۔

ان حضرات کی دلیل یہاں مذکور بعد والی حدیث نمبر ۲۰۷ اور گذشتہ حدیث نمبر ۱۳۶ ہے اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں اور اکثر حضرات کا یہی مذہب تھا کہ صرف التقاء ختانین یا غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہوجاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ ان کی دلیل یہاں مذکور حدیث نمبر ۲۰۶ ہے۔

یہ صدر اول کا حال تھا اب اس پر اتفاق ہے کہ صرف غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں جب اس مسئلے پر اختلاف شدید ہوگیا تو انھوں نے تمام صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا۔ تم لوگ اصحاب بدر ہو اور اختلاف کر بیٹھے تو تمھارے بعد والے اور زیادہ اختلاف کریں گے۔ اسپر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس چیز کو ازواج مطہرات سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں، ان سے پوچھ لیجئے جب ازواج مطہرات سے دریافت کیا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب ختنہ ختنہ سے آگے بڑھ جائے تو غسل واجب ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا جو اس کے بعد اس سے اختلاف کریگا اسے سزا دونگا۔ دونوں قسم کی احادیث میں تعارض کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں۔ ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا

ع۵ مسلم جلد اول حیض باب ان الجماع کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الخ ص ۱۵۶

ابوداؤد ، طہارت باب فی الاکسال ص ۲۸

نسائی ، ” باب وجوب الغسل اذا التقی الختان الختان ص ۴۱

ابن ماجہ ، باب ماجاء فی وجوب الغسل اذا التقی الختانان ص ۴۵

مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ. الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذٰلِكَ الْآخِرُ

مس کیا ہے پھر وضو کرے۔ اور نماز پڑھے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا زیادہ احتیاط اسمیں ہے کہ غسل

إِنَّمَا بَيَّنَّاهُ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَاءُ أَنْقٰى۔

کرلے۔ اخیر حدیث اسلئے ذکر کی کہ اسمیں انکا اختلاف ہے۔ اور پانی صاف ستھرا کرنے والا ہے۔

پہلا حکم احتلام کے ساتھ خاص ہے۔ مگر احادیث میں جو تفصیل مذکور ہے وہ احتلام پر چسپاں نہیں ہوتی۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ وجوب غسل کے لئے انزال کی شرط ابتدا اسلام میں تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا جیساکہ ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ الماء من الماء کا حکم ابتدا اسلام میں بطور رخصت تھا بعد میں ہمیں (بغیر انزال) کے بھی غسل کا حکم دیا گیا۔

اخیر میں امام بخاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس لئے ہم نے دوسری حضرت عثمان والی حدیث بھی ذکر کردی مگر احوط غسل ہے۔ یہ جملہ دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے ایک تو یہ کہ انکا مذہب یہی ہے کہ انزال کے بغیر غسل واجب نہیں مگر غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ انکا مذہب یہ ہو کہ بربنائے احتیاط غسل واجب ہونے کا حکم ہے والعلم عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مناسبت غسل کے اسباب تین ہیں۔ جنابت، انقطاع حیض، انقطاع نفاس، پہلا سبب۔ اس میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ حیض و نفاس عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ سبب عام بیان کرنے کے بعد سبب خاص بیان فرمانا شروع کیا۔

حیض چونکہ بہ نسبت نفاس کے عام ہے اس لئے حیض کا بیان مقدم رکھا۔ عورت کے جسم میں قدرت نے فطری طور پر یہ قوت رکھی ہے کہ اس کے خون کا کچھ حصہ اس کے رحم میں جائے یہی زائد خون ایام حمل میں جنین کی غذا ہوتا ہے۔ اور ایام رضاعت میں دودھ بنتا ہے مگر جب عورت حمل و رضاعت کی حالت میں نہ ہو تو یہ خون ہر ماہ مقررہ تاریخوں میں اندام نہانی سے خارج ہوتا ہے۔ یہی حیض ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد رحم میں جمع شدہ خون جو زائد آتا ہے یہ نفاس ہے بیماری سے جو خون یا رطوبت نکلتی ہے وہ استحاضہ ہے ـــ حیض و نفاس کی حالت میں عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے، نہ روزہ رکھ سکتی ہے، نہ قرآن مجید چھو سکتی ہے نہ پڑھ سکتی ہے، نہ مسجد میں جا سکتی ہے۔ نمازیں معاف ہیں البتہ روزوں کی قضا ہے۔

استحاضے کی حالت میں یہ باتیں بھی ممنوع نہیں۔

حیض کے لغوی معنی سیلان کے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں۔ "حاضت السمرۃ" ببول کے درخت سے سرخ رنگ کا پانی نکلا۔ عرف عام میں اندام نہانی سے نکلنے والے خون کو کہتے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں "حاضت الارنب" خرگوش کی اندام نہانی سے خون نکلا، شریعت میں اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے عادۃً نکلے اور وہ بیماری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحیض

(۶۰) ت قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ

بعض حضرات نے فرمایا سب سے پہلے بنی اسرائیل پر حیض بھیجا گیا

حدیث ۲۰۸ ان هذا امر كتبه الله على بنات آدم

سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُوْلُ

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ فرما رہی تھیں

یا بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے نہ ہو۔

تشریح (۶۰) یہ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے اسے عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ ان دونوں نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کے مرد و عورت اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ عورتیں مردوں کو جھانکتی تھیں تو اللہ عزوجل نے انھیں حیض میں مبتلا کر دیا اور مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔

تشریحات (۲۰۸) قاسم بن محمد یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ اجلۂ تابعین کی صف اول کے بھی سرخیل ہیں۔ یحییٰ بن سعید نے کہا اس عہد میں مدینہ میں ان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ مدینے کے فقہائے سبعہ میں ہیں ۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وصال فرمایا۔

سرف مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اس میں اور مکہ کے مابین چھ سے لے کر دس میل کا فاصلہ ہے یہ علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اَنُفِسْتِ امام نووی نے فرمایا کہ نون کے فتحے اور ضمے کے ساتھ دونوں کے معنی حیض کے بھی ہیں اور نفاس کے بھی مگر اکثر یہ ہے کہ ضمے کے ساتھ ولادت کے معنیٰ میں ہے۔ اور فتح کے ساتھ حیض کے معنی میں۔ اسی سے نفساء، حائضہ کے معنی میں آتا ہے، نفساء کی جمع نفاس ہے۔ نفاس مصدر بھی ہے، جس کے معنی خون کے ہیں۔ مُغرب میں ہے نفاس نفستِ المرأۃ کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں بچہ جننا قضا کے معنی ادا کرنے کے بھی آتے ہیں ارشاد ہے فاذا قضيت الصلوٰة۔

تکمیل ۱۰ھ میں جب پورا عرب اسلام قبول کر چکا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج مطہرات کے ساتھ حج کے لئے نکلے، مدینہ طیبہ سے نکلتے وقت سب کا مقصود بالذات حج ہی تھا مگر میقات پر پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا، جس کا جی چاہے حج کا احرام باندھے اور جس کا جی چاہے عمرہ کا حضرت

خَرَجْنَا لَا نَرَى اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ

کہ ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے جب ''سرف'' میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا اسوقت

عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمرے کا احرام باندھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیچر کے دن بعد نماز ظہر ۲۶ ذوالقعدہ کو مدینے سے نکلے مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ذوالحلیفہ ہے جو مدینے کی میقات ہے۔ یہاں رات بھر قیام فرمایا صبح کو احرام باندھا۔ آٹھویں دن سنیچر کو سرف آپہنچے یہاں رات بسر فرمائی۔ صبح ۴ ذوالحجہ کو نویں دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

سرف پہنچکر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آگیا ان کو خیال ہوا کہ جسطرح حیض کی حالت میں نہ نماز کی اجازت ہے نہ روزے کی، شاید حج کی بھی نہ ہو، اور میں حج سے محروم رہ جاؤں، اس بنا پر رونے لگیں۔ حضور نے انھیں تسلی دی نہیں تم حج کے تمام ارکان ادا کر سکتی ہو۔ صرف طواف نہیں کر سکتی ہو۔ اس لئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی

تطبیق حضرت ام المومنین اور حضرت ابن مسعود کا جو قول تعلیقاً مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض بطور دنیوی سزا پہلے پہل بنی اسرائیل کی عورتوں کو آیا۔ اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حیض بنات آدم کے لئے مقرر ہے۔ بنات آدم اپنے عموم کے لحاظ سے بنی اسرائیل سے پہلے کی عورتوں پر بھی صادق ہے۔ اس سے ثابت کہ روز اول ہی سے تمام عورتوں کو حیض آتا تھا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں حضرت سارہ کے بارے میں ہے

وَامْرَأَتُهٗ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ (ھود آیت ۷۱) ان کی بیوی کھڑی تھی ہنسنے لگی۔

طبری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے فضحکت کی تفسیر حاضت کیساتھ نقل کی ہے یعنی انھیں حیض آگیا۔[1]

نیز حاکم اور ابن منذر نے سند صحیح کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت حوا جب جنت سے اتریں تو انھیں حیض آنے لگا۔[2]

اس پر امام بخاری نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اکثر ہے یعنی باعتبار روایت اسلئے اسے ترجیح حاصل ہے۔ ایک نسخے میں بجائے اکثر کے اکبر ہے۔ یعنی بہ نسبت صحابی کے قول کے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بڑا یعنی اجل واکبر ہے اس لئے اسے ترجیح ہے۔

علامہ عینی نے یہ تطبیق کی صورت نکالی کہ بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی کیوجہ سے یہ عذاب آیا کہ ان کی عورتوں کا حیض بند کر دیا گیا یہ عذاب اس طرح ہے کہ توالد و تناسل کے اسباب عادیہ میں حیض بھی ہے۔ جس عورت کو حیض نہیں آتا وہ لاولد رہتی ہے

[1] فتح الباری جلد اول ص ۳۴۱ [2] ایضا

مَالَكِ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ

حضور نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے کیا تجھے حیض آگیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، حضور نے فرمایا

اٰدَمَ فَاقْضِىْ مَا يَقْضِى الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِىْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ

یہ ایسی چیز ہے جو آدم کی بیٹیوں کے لئے خدا نے مقرر فرما دی ہے جو کچھ حج کرنیوالا کرے تم بھی کرو، البتہ بیت اللہ کا

ایک مدت تک یہی رہا پھر اللہ عزوجل نے جاری کر دیا۔

مگر تعلیق کا یہ لفظ اول ما ارسل اللہ الحیض اس توجیہ کے مطابق نہیں اس لئے راستہ یہی رہ گیا کہ امام بخاری نے جو فرمایا ہے اسی کو اختیار کیا جائے۔

ایک اشکال بقر بغیر تا کے جنس ہے جو واحد اور کثیر سب پر بولا جاتا ہے۔ البتہ بقرۃ تا مدورہ کیساتھ واحد ہے اس کے معنی ایک گائے کے ہیں جیسے تمر اور تمرۃ کلم اور کلمۃ وغیرہ۔ اب اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں تمام ازواج مطہرات تھیں اوران کی تعداد اس وقت نو تھی اس پر اجماع ہے کہ ایک گائے میں صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں پھر نو ازواج مطہرات کی طرف سے ایک ہی گائے کی قربانی کیسے درست ہوئی۔

اگر تمام روایات میں بالبقر یا بقر بغیر تا کے ہوتا تو تاویل ممکن تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک سے زائد قربانی کی تھی۔ مگر بعض روایات میں بالبقرۃ تا کیساتھ ہے یہ تا تانیث نہیں اسلئے کہ حیوانات کیلئے تا تانیث نہیں آتی اور اگر آتی بھی ہو تو ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ کی حدیث میں بقرۃ واحدۃ آیا ہے جو وحدت پر نص ہے۔

جواب اولاً ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ حیوانات میں تا تانیث نہیں آتی۔

امام لغت ابن السکیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ حیوانات کے اسماء پر بھی تا تانیث آتی ہے۔ اس لغت پر بالبقرۃ اور بالبقر کا مفاد ایک ہوا رہ گئی وہ روایت جسمیں بالبقرۃ الواحدۃ وارد ہے۔ وہ غالباً راوی کی اپنی زیادتی ہے۔ کسی راوی نے بالبقرۃ کی تا کو تا وحدت سمجھ لیا اور اپنی سمجھ کے مطابق الواحدۃ بڑھا دیا۔

اس جواب کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔

ذبح رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن عائشۃ بقرۃ یوم النحر[2] — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کیطرف سے یوم النحر میں ایک گائے کی قربانی کی۔

مگر اس پر یہ شبہہ رہ جاتا ہے کہ حضرت صدیقہ کی طرف سے ایک گائے ہوئی تو پھر بھی بقیہ آٹھ ازواج کیطرف سے ایک ہی گائے کی قربانی ہوئی۔

---

[1] ابو داود جلد اول — مناسک — باب فی ھدی البقر ص ۲۴۴

ابن ماجہ — اضاحی — باب کم تجزی البدنۃ والبقر ۲۳۳

[2] مسلم جلد اول — حج — باب جواز الاشتراک فی الھدی ص ۴۲۴

وَضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِہٖ بِالْبَقَرِ

طواف مت کرنا حضور نے اپنی عورتوں کی طرف سے گائے قربان کی

صحیح جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قربانی صرف انھیں ازواج کی طرف سے کی تھی جنھوں نے میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ذبح عمن اعتمر من نسائه بقرة بينهن [۱] حضور نے ان عورتوں کی طرف سے مشترکہ طور پر ایک گائے کی قربانی کی جنھوں نے عمرہ کیا۔

ہو سکتا ہے کچھ ازواج مطہرات نے عمرے کا احرام نہ باندھا ہو صرف حج کا احرام باندھا ہو۔

ایضاح البخاری ایضاح البخاری میں بالبقرۃ الواحدۃ کی روایت نسائی کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ مجھے نسائی میں نہیں ملی البتہ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے، حیوانات کے اسماء پر تاء تانیث داخل ہوتی ہے اس پر استدلال کرتے ہوئے انھوں نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

مشہور محدث حضرت قتادہ جب کوفہ پہونچے تو ان کے گرد بھیڑ لگ گئی تشنگان علم لوٹ پڑے، یہ زمانہ حضرت امام کی نوعمری کا تھا حضرت قتادہ کی شہرت سن کر حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا: جس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو دیکھکر یہ کہا تھا: اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہیں بے خبری میں سلیمان اور ان کے لشکری تمھیں کچل نہ ڈالیں، یہ نر تھی کہ مادہ؟ حضرت قتادہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ تو حضرت امام نے فرمایا کہ یہ چیونٹی مادہ تھی، اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے قَالَتْ نَمْلَةٌ۔

اس سے صاحب ایضاح البخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت امام کا بھی مذہب یہی تھا کہ تاء تانیث، حیوانات کے اسماء پر داخل ہوتی ہے اسلئے کہ حضرت امام نے "نملة" کی تاء سے اس کے مادہ ہونے پر استدلال فرمایا

اقول:۔ یہ زبردستی حضرت امام کے سر تھوپنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت امام کا استدلال بجائے تاء کے قالت صیغہ تانیث اور من قولها" کی ضمیر مونث سے ہو۔

---

۵ بخاری جلد ثانی	الاضاحی	باب الاضحية للمسافر والنساء	ص	۸۳۲
مسلم ، اول	حج	باب بيان وجوه الاحرام الخ	ص	۳۸۸
نسائی ، ،	طہارت	باب بدء الحيض	ص	۶۴
ابن ماجه	حج	باب الحائض تقضى المناسك الا الطواف	ص	۲۱۹
۱ ابوداؤد اول		مناسك باب فى هدى البقر	ص	۳۴۴
ابن ماجه		اضاحى باب كم تجزى البدنة والبقرة	ص	۲۳۳

حدیث ۲۰۹ ترجیل الحائض راس زوجھا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَاسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ ع۵

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کرتی اس حالت میں کہ میں حائضہ ہوتی۔

حدیث ۲۱۰ ایضا

اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّهٗ سُئِلَ

ہشام بن عروہ نے خبر دی کہ حضرت عروہ سے پوچھا گیا

تشریحات (۲۰۹) (۲۱۰) ہشام

ہشام بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے مشہور تابعین میں ہیں۔ ان سے بکثرت احادیث مروی ہیں اکابر اجلہ تابعین میں ہیں۔ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہیں۔ انھوں نے حدیث اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنی ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی زیارت کی مگر ان سے حدیث نہیں سُنی، حضرت جابر بن عبداللہ حضرت انس بن مالک اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے مشرف ہیں شہنشاہ منصور کے عہد میں کوفے تشریف لائے تو ان سے اہل کوفہ نے احادیث سُنیں۔

یہ اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، قتادہ اور اعمش عاشورہ ۶۱ھ کو ٹھیک اس دن پیدا ہوئے جس دن سید الشہداء حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوئے۔ اخیر عمر مبارک میں بغداد منصور کے پاس آگئے تھے وہیں ۱۴۵ھ یا ۱۴۶ یا ۱۴۷ میں وصال ہوا منصور نے انکی نماز جنازہ پڑھائی، مقبرہ خیزران کے جانب غربی بازار سے باہر خندق کے پیچھے باب قطربل کی جانب، باب حرب کے مقابر میں مزار ہے، مزار پر تختی لگی ہوئی ہے جس پر کندہ ہے "ہذا قبر ہشام بن عروۃ"۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ خیزران کے جانب شرقی میں دفن ہیں اور جانب غربی جو مزار ہے وہ ہشام بن عروہ مروزی کا ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارک کے اصحاب میں سے ہیں۔

ابو عبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام حواری رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں ہیں بہت زبردست عابد زاہد شب زندہ دار بزرگ تھے روزانہ بلاناغہ چوتھائی قرآن مصحف شریف دیکھکر تلاوت فرماتے، چوتھائی قرآن شریف رات کو تہجد میں پڑھتے۔

ع۵ ایضًا جلد اول اعتکاف باب المعتکف یدخل راسہ البیت للغسل ص ۲۷۴
ایضًا ” ثانی لباس باب ترجیل الحائض زوجھا ص ۸۷۹
ترمذی شمائل باب ترجیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴
نسائی جلد اول طہارت باب غسل الحائض راس زوجھا ص ۴۸

اَتَخْدِمُنِی الْحَائِضُ اَوْ تَدْنُو اِمِنِّی الْمَرْاَۃُ وَھِیَ جُنُبٌ ۔ فَقَالَ عُرْوَۃُ کُلُّ

کیا حائضہ میری خدمت کر سکتی ہے، جنبی عورت میرے قریب آسکتی ہے اس پر عروہ نے

ذَالِکَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَکُلُّ ذَالِکَ یَخْدِمُنِی وَلَیْسَ عَلٰی اَحَدٍ فِیْ ذَالِکَ بَأْسٌ

فرمایا یہ سب مجھ پر آسان ہے اور یہ سب میری خدمت کرتی ہیں اسمیں کسی پر کوئی حرج نہیں

امام زہری نے ان کے بارے میں فرمایا یہ وہ دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔
یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے حقیقی بھائی تھے دونوں حضرات اسمار بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بطن سے ہیں ۲۲ ؁ھ یا ۲۶ ؁ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۳ ؁ھ یا ۹۴ ؁ھ سنۃ الفقہاء میں وصال فرمایا مدینہ طیبہ سے چار رات کے فاصلہ پر رَبَذَہ کے نواحی میں ایک بہت سرسبز و شاداب مقام فُرع ہے یہی جائے وفات ہے یہیں دفن بھی ہوئے۔
ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام حکومت میں عبدالملک بن مروان اور یہ اور ان کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ اور مصعب مسجد حرام میں اکٹھا ہوئے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا آؤ ہم لوگ اپنی اپنی تمنا ظاہر کریں ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ حرمین طیبین کا مالک بنوں اور خلافت پاؤں ۔ مصعب نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ میں عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ کا حاکم بنوں اور قریش کی دو عاقل ترین خواتین کو اپنے نکاح میں جمع کروں، سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو۔ عبدالملک نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں پوری زمین کا مالک بنوں اور معاویہ کا جانشین ۔ عروہ نے کہا میری آرزو تم لوگوں جیسی نہیں میری تمنا یہ ہے کہ دنیا سے الگ رہوں آخرت میں جنت پاؤں اور مجھ سے یہ علم (حدیث) روایت کیا جائے ، خدا کی شان کہ ہر ایک کی تمنا پوری ہوئی اسی بنا پر ولید بن عبدالملک کہا کرتا تھا جسے یہ پسند ہو کہ کسی جنتی کو دیکھے وہ عروہ کو دیکھے۔
بہت ہی متحمل بردبار صابر و شاکر تھے ایک دفعہ ولید کے یہاں گئے تو پاؤں میں آکلہ ہو گیا ولید نے کہا پاؤں کٹوا لو پہلے انکار کیا مگر جب اس کا اثر پنڈلی تک پہونچ گیا تو ولید نے کہا اگر کٹوائیں گے نہیں تو یہ پورے جسم میں سرایت کر جائیگا ۔ پاؤں کاٹنے والا آیا اس نے عرض کی شراب پی لیں تاکہ احساس نہ ہو، فرمایا میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کے ذریعہ عافیت نہیں چاہتا، اس نے عرض کیا کوئی خواب آور دوا دیدوں تو فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرا کوئی عضو کاٹا جائے اور مجھے اس کی تکلیف کا احساس نہو اور اس کے ثواب سے محروم رہوں پھر کچھ لوگ آئے کہ پکڑے رہیں فرمایا کوئی ضرورت نہیں ۔
بالآخر پاؤں کا گوشت پہلے چھری سے پھر ہڈی آری سے کاٹی گئی اور آہ تک نہیں کی تکبیر و تہلیل میں مصروف رہے یہانتک کہ جب روغن زیتون لوہے کے چمچوں میں کھولا کر داغا گیا تو بیہوش ہو گئے، افاقے کے بعد چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے، کٹا ہوا پاؤں ہاتھ میں لے کر الٹنے پلٹنے لگے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے تجھ پر سوار فرمایا ۔ تیرے ذریعہ سے کسی گناہ کیطرف نہیں گیا ہوں یہ سب اسطرح ہوا کہ وہیں ولید باتیں کرتا رہا اسے خبر بھی نہیں ہوئی جب داغنے کی بو پھیلی تو معلوم ہوا۔
اسی سفر میں ان کے صاحبزادے محمد، ولید کے اصطبل میں گئے تو کسی چوپائے نے انھیں مار دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ جب مدینہ طیبہ

أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجھے حضرت عائشہ نے خبر دی کہ وہ حالت حیض میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنگھا کرتی تھیں۔

وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں (حالت اعتکاف) میں ہوتے ان کی طرف اپنا سر بڑھا

يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ ع۵

دیتے وہ اپنے حجرے میں ہوتیں وہ حضور کے سر میں کنگھا کرتیں حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں

آئے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمایا۔

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (کہف ۶۲) اپنے اس سفر سے ہم کو بہت تکلیف پہونچی۔

اتنے سخی اور جواد تھے کہ باغ میں جب پھل تیار ہو جاتے تو احاطے کی دیوار میں سوراخ کر دیتے لوگ باغ میں آکر کھاتے بھی اور باندھ کرلے بھی جاتے، جب باغ میں جاتے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمانے لگتے۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ۔ (کہف ۳۸) اور جب تو اپنے باغ میں گیا تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کیوں نہیں کہا؟

انھوں نے اپنے والدین اور اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور کبار صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

باب کا فائدہ یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے عنسل الحائض راس زوجھا و ترجیلہ حائضہ کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اسمیں کنگھا کرنا۔

چونکہ قرآن کریم میں ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (بقرہ) حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو! اس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ حائضہ عورت سے کوئی خدمت نہیں لی جا سکتی۔ یہ باب باندھ کر امام بخاری نے اس شبہے کا ازالہ فرمادیا کہ اس آیت میں اعتزال سے مراد جماع نہ کرنا ہے مطلقاً علیحدہ رہنا اس طرح کی شوہر کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے مراد نہیں البتہ ایک خدشہ رہ جاتا ہے کہ اس باب کے ضمن میں جو حدیث لائے اس سے کنگھا کرنا تو ثابت ہو گیا مگر سر دھونا ثابت نہیں ہوا۔

ع۵ ایضاً جلد اول	اعتکاف	باب الحائض ترجل المعتکف	ص ۲۷۱
مسلم "	حیض	باب جواز غسل الحائض راس زوجھا و ترجیلہ	ص ۱۴۲
ابوداؤد "	صیام	باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ	ص ۳۳۴
نسائی "	طھارت	بات ترجیل الحائض راس زوجھا وھو معتکف	ص ۴۸
ابن ماجہ	"	باب الحائض تناول الشئ من المسجد	ص ۴۶
"	اعتکاف	باب فی المعتکف یغسل راسہ و یرجلہ	ص ۱۲۸

دارمی وضوء ۱۰۸، موطاء امام مالک طھارت ۱۰۲، مسند امام احمد

(٦١) وَكَانَ اَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ اِلٰى اَبِي رَزِيْنٍ

ت | ابو وائل | اپنی خادمہ کو ابو رزین کے پاس بھیجتے

اقول بحث کنگھا کرنے اور دھونے کی نہیں بلکہ شوہر کو ہاتھ لگانے اور نہ لگانے کی ہے، حدیث سے جب ثابت کہ حائضہ شوہر کو کنگھا کر سکتی ہے جسمیں ہاتھ لگنا لازم ہے تو اسی پر قیاس کر کے سر دھونا بھی ثابت اس لئے کہ اسمیں بھی ہاتھ لگانے سے زائد اور کوئی بات نہیں۔

ہماری اس تقریر سے صاحب ایضاح البخاری کی کم فہمی ظاہر ہوئی انھوں نے لکھاہے کہ باب کا پہلا جز حدیث سے ثابت نہیں ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ باب کے ثبوت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ حدیث کی باب پر دلالت التزامی ہو جو یہاں موجود ہے ان بزرگ نے حضرت عروہ کے استدلال کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ ترجیل سے مطلقاً خدمت کے جواز پر دلیل لائے۔ حضرت عروہ سے دو سوال ہوا تھا ایک یہ کہ حائضہ مرد کی خدمت کر سکتی ہے کہ نہیں اور دوسرے یہ کہ جنبی عورت خدمت کر سکتی ہے کہ نہیں۔ حضرت عروہ نے فرمایا دونوں خدمت کر سکتی ہیں نیز یہ بھی کہا کسی کے نزدیک اسمیں کوئی حرج نہیں عروہ نے دلیل میں یہ حدیث پیش کی جس سے یہ ثابت ہوا کہ حائضہ اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے حدیث میں جنبی کا ذکر نہیں۔

مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ حائضہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس حالت میں اس کی نجاست جاری رہتی ہے پھر بھی اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے اور جنبی عورت جسکی یہ حالت نہیں۔ اس کے جسم سے جو نجاست نکلنی تھی نکل چکی اب کوئی نجاست نہیں نکلتی تو یہ بدرجۂ اولیٰ شوہر کی خدمت کر سکتی ہے لِمَ یہ ہے کہ حیض کی حالت میں گھن آنا زائد ہے برخلاف جنابت کے کہ اسمیں کوئی گھن نہیں اہل انصاف و دیانت غور کریں یہاں امام بخاری نے قیاس فرمایا حضرت عروہ نے قیاس فرمایا مگر یہ قیاس نہیں۔ اہل حدیث ہیں اور احناف قیاس کریں تو وہ غیر مقلدین کی بارگاہ سے "قیاسی" کا خطاب پائیں۔

مسائل (۱) معتکف اگر اپنا سر یا کوئی عضو مسجد سے باہر نکالدے تو اعتکاف باطل نہوگا (۲) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں گھر میں نہ جائیگا اگر سر یا ہاتھ گھر میں داخل کر دیا تو حانث نہ ہوگا (۳) بیوی کی رضامندی سے شوہر خدمت لے سکتا ہے مگر جبر نہیں کر سکتا (۴) حائضہ اور جنبی کا ظاہر جسم پاک ہے (۵) فاعتزلوا النساء فی المحیض اور ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسٰجد سے مراد جماع ہے اور آیت ثانیہ سے مراد جماع کے ساتھ دواعی بوس وکنار بھی ہے۔ مطلقاً چھونے ہاتھ لگانے کی ممانعت مراد نہیں (۶) حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں (۷) مرد اپنے بالوں کو کنگھا کر سکتا ہے اسی طرح زینت کر سکتا ہے

تشریحات (٦١) (٢١١) رزین کا نام مسعود بن مالک اسدی ہے۔ یہ ابو وائل کے غلام تھے۔ تابعی ہیں یہاں باب یہ ہے۔ مرد کا حائضہ کی گود میں سر رکھے قرآن پڑھنا۔ تعلیق کا باب سے کوئی علاقہ نہیں البتہ حدیث سے ہے اور یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔

فَتَاتِيهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ ع۵

وہ مصحف لاتی اور غلاف کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لئے رہتی حالانکہ وہ حائضہ ہوتی۔

حدیث (۲۱۱) قرأۃ القرآن متکئاً فی حجر الحائضۃ

عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ اَنَّ اُمَّهُ حَدَّثَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا اَنَّ النَّبِيَّ

منصور بن صفیہ سے روایت ہے کہ ان کی ماں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نے ان سے یہ حدیث

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ع۶

بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگائے ہوئے قرآن پڑھتے حالانکہ میں حیض کی حالت میں رہتی۔

حدیث (۲۱۲) مضاجعۃ الزوج مع الحائض فی لحاف واحد

عَنْ اَبِي سَلَمَةَ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ تعالٰی عنہا

ابو سلمہ نے روایت کی کہ زینب بنت ام سلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

تشریحات (۲۱۲)

بظاہر ایسا شبہہ ہوتا ہے کہ ابو سلمہ اور ام سلمہ میں جو اضافت ہے وہ ایک ہی شخص کی طرف ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی کنیت ام سلمہ ان کے صاحبزادے کیطرف نسبت کرکے ہے جو ان کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تھے۔ اور اس حدیث کے راوی ابو سلمہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضرت ابو سلمہ سے تھیں پہلے ان کا نام برّہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا۔ قبل ہجرت حبشہ یا مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں تھیں ان کا نکاح عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا یہ اپنے زمانے میں صف اول کی عابدہ فقیہہ تھیں ان سے ایک مخلوق نے حدیث روایت کی واقعہ حرہ کے بعد انتقال فرمایا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حائضہ کیساتھ ایک چادر میں سونا ناجائز نہیں بلکہ اس میں ادنی کراہت بھی نہیں البتہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ حائضہ کے بدن کی گرمی شوہر محسوس نہ کرے۔

ع۵ ابن ابی شیبہ

ع۶ ایضا جلد ثانی	توحید	باب الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة	ص ۱۱۲۶
مسلم ۔ اول	حیض	باب جواز غسل الحائض راس زوجها	ص ۱۴۳
ابوداود ۔ ۔	طہارت	باب مواكلة الحائض ومجامعتها	ص ۳۴
نسائی ۔ ۔		باب الرجل يقرأ القرآن وراسه فی حجر امرأته وهی حائض	ص ۶۷
ابن ماجہ		باب الحائض تتناول الشئ من المسجد	ص ۴۶

حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَ اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں سوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا

فِي خَمِيْصَةٍ اِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ قَالَ اَنُفِسْتِ

تو میں چپکے سے کھسک گئی اور میں نے حیض کے کپڑے لئے حضور نے

قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ ع۵

فرمایا کیا تجھے حیض آگیا، میں نے عرض کی، جی، پھر بھی حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کیساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی۔

حدیث (۲۱۳) عن عائشۃ قالت یباشرنی وانا حائض

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَاْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا

برتن سے غسل کرتے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔ جب مجھے حیض آتا تو مجھے حکم دیتے میں تہبند باندھ لیتی

حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ اِلَيَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ ع۶

اسکے بعد مجھسے مباشرت فرماتے اور اعتکاف کی حالت میں اپنے سر اقدس کو میری طرف مسجد سے باہر کر دیتے میں اسے دھو دیتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی

تشریحات (۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵)
باب کا مقصد

ان احادیث پر باب کا عنوان یہ ہے "مباشرۃ الحائض" حائضہ کے ساتھ مباشرۃ کا بیان۔ مباشرت کے معنی ہیں ظاہر جسم کو دوسرے کے ظاہر جسم سے ملانا۔

ع۵ ایضاً جلد اول الصیام باب القبلۃ لصائم ص ۲۵۸
مسلم " حیض باب الاضطجاع مع الحائض فی لحاف واحد ص ۱۴۲
نسائی " طہارت باب مضاجعۃ الحائض ص ۵۴
دارمی " وضو ۱۰۷
ع۶ مسلم " حیض باب مباشرۃ الحائض فوق الازار ص ۱۴۱
ابوداؤد " طہارت باب فی الرجل یصیب من المراۃ مادون الجماع ص ۳۶
ترمذی " " باب ماجاء فی مباشرۃ الحائض ص ۱۹
نسائی " " باب مباشرۃ الحائض ص ۵۴
ابن ماجہ " " باب ماللرجل من امراتہ اذا کانت حائضا ص ۴۶

(۲۱۴)
حدیث ایضا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ہم میں سے جب کوئی حائضہ

إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہوتی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مباشرت کرنے کا ارادہ فرماتے تو حیض کے

أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ
جوش کی حالت میں اسے حکم دیتے کہ تہبند باندھ لے پھر اس سے مباشرت فرماتے

چونکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ، حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔ اس کا ظاہر مفہوم یہ ہوتا ہے کہ نہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ نہ وہ تم کو ہاتھ لگائیں جسم کو جسم سے ملانا تو دور ہے۔ امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "اعتزال" الگ رہنے سے مراد یہ ہے کہ جماع نہ کرو اس پر کثیر احادیث کی نص صریح شاہد ہے جو معنًا مشہور ہیں۔

مسائل ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ جماع چھوڑ کر حیض کی حالت میں بھی عورت سے دوسرے قسم کے انتفاع جائز ہیں چنانچہ اس پر اتفاق ہے کہ ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کو چھوڑ کر پورے جسم سے انتفاع جائز ہے اگرچہ عبیدہ اسلمانی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ اس حالت میں عورت سے مطلقاً استمتاع جائز نہیں مگر وہ لوگ لایعبأ بہ کے درجے میں اقل قلیل ہیں۔

البتہ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے کے اوپر تک سے استمتاع میں اختلاف ہے امام اعظم امام شافعی امام ابویوسف امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے البتہ امام محمد اور امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ اور جگہوں سے استمتاع جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یہودی جب ان کی عورتوں کو حیض آتا ہے تو نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں نہ ان کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں کیسا ہے تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ "حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ پاک ہو جائیں" اور فرمایا:۔

اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ [1] ہمبستری کے علاوہ سب کچھ کرو۔

احناف اور جمہور کی دلیل یہ ہے جسے علامہ عینی نے ابوداؤد کے حوالے سے لکھی ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مایحل للرجل من امراته وهی حائض۔ جب عورت حائضہ ہو تو مرد کو کہاں تک حلال ہے فرمایا مافوق الازار (وفی حدیث معاذ) والتعفف عن ذالك اجمل۔ ازار کے اوپر تک اور اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔

---

[1] مسلم جلد اول حیض باب مباشرة الحائض فوق الازار ص ۱۴۳
ابوداود " طہارت باب مواکلة الحائض ومماسها ص ۳۴
ایضا ایضا نکاح باب اتیان الحائض ومباشرتها ص ۲۹۴

50

وَاَیُّکُمْ یَمْلِکُ اِرْبَہٗ کَمَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْلِکُ اِرْبَہٗ ع

حضرت عائشہ نے فرمایا جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت پر قابو رکھتے تھے تم میں کون قابو رکھتا ہے۔

(۲۱۵) حدیث ایضا

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا

تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ

انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور

اَنْ یُّبَاشِرَ اِمْرَاَۃً مِّنْ نِّسَائِہٖ اَمَرَھَا فَاتَّزَرَتْ وَھِیَ حَائِضٌ ع

وہ حیض کی حالت میں ہوتیں تو انھیں حکم دیتے وہ تہبند باندھ لیتیں۔

نیز ابویعلیٰ موصلی کی روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے فرمایا۔

لہ ما فوق الازار ولیس ما تحتہ۔ ازار کے اوپر تک جائز ہے نیچے نہیں۔

مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔

یباشرھن فوق الازار وھن حیضٌ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں سے ازار کے اوپر اوپر تک مباشرت فرماتے جب وہ حائضہ ہوتیں۔

مگر اس پر یہ ایراد ہے کہ ابوداؤد میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ ہے

اذا کان علیھا ازار الی انصاف الفخذین اوالرکبتین جب ان پر آدھی رانوں یا آدھی پنڈلیوں تک ازار ہوتا۔

نیز علامہ عینی نے بحوالہ ابوداؤد وابن ماجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث ذکر کی ہے وہ فرماتی ہیں

کانت احدانا فی فورھا اول ما تحیض تشد علیھا ازارا الی انصاف الفخذین ثم تضطجع معہ علیہ السلام۔ حیض کے شروع میں جب تیزی ہوتی ہم آدھی آدھی رانوں تک تہبند باندھ لیتیں اور حضور کے ساتھ سوتیں۔

ع مسلم جلد اول	حیض	باب مباشرۃ الحائض فوق الازار	ص	۱۴۱
ابوداود ۔	طھارت	باب فی الرجل یصیب المراۃ ما دون الجماع	ص	۳۵
ترمذی ؍	۔ ؍	باب مباشرۃ الحائض	ص	۵۴
نسائی	؍	باب مباشرۃ الحائض	ص	۵۴
ابن ماجہ	؍	باب ما للرجل من امراتہ اذا کان حائضا	ص	۴۶
ع مسلم ؍	حیض	باب مباشرۃ الحائض فوق الازار	ص	۱۴۱
ابوداؤد ؍	نکاح	باب فی اتیان الحائض ومباشرتھا	ص	۲۹۴

ابو داؤد کی پہلی روایت میں تردید تھی مگر ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں صرف انصاف الفخذین ہے تو جب ازواج مطہرات نے خود اس ازار کی تحدید فرمادی کہ وہ آدھی رانوں تک ہوتا تھا تو محض احتمال سے مدعیٰ ثابت نہیں ہوگا نیز فرمایا۔ اجتنب شعار الدم۔ خون کی جگہ سے پرہیز کر۔ نیز ابو داؤد میں عکرمہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔

کان اذا ارادمن الحائض شیئًا القی علی فرجھا شیئًا[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ کیساتھ کچھ کرنا چاہتے تو اسکی شرمگاہ پر کپڑا ڈال لیتے

ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ شرمگاہ کے علاوہ بقیہ پورے جسم سے انتفاع جائز ہے اس کے عموم میں مادون السرۃ الی الرکبۃ بھی داخل ہے اسی بناپر امام ابو جعفر طحاوی اور علامہ عینی نے حضرت امام محمد کے مذہب کو ترجیح دی۔

ان سب مباحث کے باوجود ایک خاص بات یہ ہے مادون السرۃ الی الرکبۃ سے استمتاع میں احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ حرمت اور حلت۔ ایسے موقع پر ترجیح حرمت کو ہی ہوتی ہے۔ اس لئے فقہاء کے اصول کے مطابق ترجیح قول امام ہی کو ہے ان مباحث سے ہٹ کر جب ہم ارشاد ربانی میں غور کرتے ہیں تو بھی قول امام ہی کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح اعتزال اور عدم قربت کا حکم اپنے اطلاق کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ حائضہ سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر فوق السرۃ و تحت الرکبۃ سے انتفاع ایسی احادیث سے ثابت جنکا کوئی معارض نہیں، اسلئے ان کی تخصیص ہوگئی رہ گیا مادون السرۃ الی الرکبۃ سے انتفاع اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس لئے ان سے انتفاع کی حرمت اصل حکم قرآنی کے مطابق باقی رہی مگر پھر بات لوٹ کر وہیں جاتی ہے کہ فوق الازار سے کیا مراد ہے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک یا صرف شعار دم یا زیادہ سے زیادہ انصاف الفخذین تک یہ محل نظر ہے۔ مگر یہ بحث صرف بحث کی حد تک ہے مفتی بہ قول امام اعظم و جمہور ہے اور بنا وہی ہے کہ معاملہ حلت و حرمت میں دائر ہے تو ترجیح حرمت کو ہوگی۔

(۲) حالت حیض میں جماع کرنے پر احادیث میں تصدق کا حکم آیا ہے۔ کسی حدیث میں ایک دینار ہے، کسی میں نصف دینار کسی میں دینار کا دو خمس ــــ مگر اس حدیث پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے اس لئے اس سے وجوب ثابت نہیں ہوسکتا، فیصلہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اگر ابتدا حیض میں جماع کرے تو پورا دینار اور ختم کے قریب کے ایام میں کرے تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونا ہوتا ہے۔

(۳) حائضہ کو چاہئے کہ ایام حیض کے لئے علیحدہ لباس رکھے۔

(۴) عورت کے قریب سونے پر جسے اندیشہ ہو کہ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پائے گا وہ عورت سے دور رہے۔

(۵) حدیث (۲۱۴) عن فور حیضتھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مافوق الازار مباشرت بہرحال جائز ہے ابتدا حیض ہو کہ انتہا حیض۔ مگر اس کے بالمقابل ابن ماجہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کان یتقی سورۃ الدم ثلثا ثم یباشرھا بعد ذالک، تین دن خون کی تیزی کے وقت بچتے تھے اس کے بعد مباشرت فرماتے تھے۔

اس حدیث میمونہ کا محمل حکم عام ہے اور ام المومنین حضرت صدیقہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ وہ حضور کے ساتھ خاص ہے۔

---

[1] فتح الباری جلد اول ص ۳۴۳

۲۱۶

حدیث خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فی اضحی او فطر فمر علے النساء

عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الاضحیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَاءِ فَقَالَ

یا عید الفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے (نماز سے فارغ ہوکر) آپ کا عورتوں پر گذر ہوا تو فرمایا

اخیر کا یہ جملہ "تم میں کون اپنی حالت پر اتنا قابو رکھتا ہے جتنا حضور رکھتے تھے اس کی طرف مشیر ہے اس حدیث میں، ارب، کا لفظ ہے یہ ہمزہ کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی "عضو تناسل" بھی ہے اور حاجت بھی۔ یہاں دونوں بن سکتے ہیں۔

حدیث ۲۱۳ میں تصریح ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ حضور اپنا سر میری جانب بڑھا دیتے اور میں اسے دھوتی تعجب انگیز بات یہ ہے کہ اس کے پہلے حدیث ۲۱۰ پر امام بخاری نے جو باب قائم کیا تھا وہ یہ تھا "غسل الحائض راس زوجہا، زیادہ مناسب یہ تھا کہ یہ حدیث اسی باب میں ذکر فرماتے مگر وہاں صرف ترجیل والی حدیث ذکر فرمائی جس سے یہ بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ یہ حدیث باب کے مطابق ہے یا نہیں۔ غالباً امام بخاری کا مقصود اس فقہی نکتہ کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ جو ہم نے حدیث ترجیل میں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۲۱۶ باب کا فائدہ اس حدیث پر باب کا عنوان یہ ہے ترک الحائض الصوم۔ حائضہ کا روزہ چھوڑنا۔ حالانکہ حدیث میں نماز چھوڑنے کا بھی ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کے لئے طہارت شرط نہیں اگر کوئی مرد یا عورت جنابت کی حالت میں روزہ رکھے بلکہ دن بھر جنبی رہے جب بھی روزہ ہو جائیگا اگرچہ وقت پر غسل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا پھر بھی حائضہ کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ تو نماز پڑھنے کی بدرجۂ اولیٰ اجازت نہ ہوگی اس لئے کہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے۔ جس کو یوں کہہ لیجئے کہ اگر حالت حیض میں نماز چھوڑنے کا کوئی خصوصی حکم نہ ہوتا تو بھی حائضہ کے لئے نماز کی اجازت نہ ہوتی۔ اس لئے کہ نماز کی ایک شرط یعنی طہارت مفقود تھی، لیکن روزے کیلئے اگر کوئی خصوصی حکم نہ ہوتا تو اس کی ممانعت معلوم نہ ہوتی اس لئے امام بخاری نے ضروری جانا کہ اس کے لئے ایک مستقل باب قائم کرکے بتادیں کہ حائضہ روزے بھی نہ رکھے گی اس کی رمز یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے خشکی کی وجہ سے کماحقہ خون حیض خارج نہ ہوگا جو مضر ہے۔ اسی لئے ان ایام میں عورتوں کو ایسی چیزیں استعمال کرائی جاتی ہیں جن سے اچھی طرح ادرار ہو جائے، روزہ اس میں حارج ہوگا لہذا روزہ رکھنا منع کر دیا گیا اس مانع خفی سے قطع نظر روزے کی صحت کے دوسرے شرائط موجود تھے اس لئے اس پر روزے کی قضا ہے مگر نماز کی نہیں کیونکہ نماز کی اہم شرط طہارت ان دنوں معدوم تھی اس کو یوں کہہ لیجئے کہ نماز کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کا خطاب ان دنوں عورتوں سے نہ ہوا اس لئے نمازوں کی قضا واجب نہ ہوئی اور روزے کی اہلیت کی وجہ سے ان دنوں بھی روزے کا خطاب ان سے رہا اس لئے ان دنوں کا روزہ ان کے ذمہ واجب ہوا اگر اندیشہ ضرر کی وجہ سے ادائیگی موخر کرنے کی اجازت دیدی گئی۔

وبم	فقلن	اکثر اهل النار	یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن
اس پر عورتوں نے		اسلئے کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنمی دیکھا ہے۔	اے عورتو! صدقہ کرو

ما رایت من ناقصات	وتکفرن العشیر	قال تکثرن اللعن	یا رسول الله	
عقل	طعن کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو	فرمایا تم بہت لعن	ایسا کیوں ہے یا رسول اللہ	کہا

قلن	من احدٰکن	اذھب للب الرجل الحازم	عقل ودین
نے نہیں	سے زیادہ کسی کو میں	ہوش مند مرد کی عقل کو لیجانے والا	اور دین میں ناقص ہوتے ہوئے

الیس شهادة المرأة	قال	یا رسول الله	ومانقصان دیننا وعقلنا
فرمایا کیا ایک عورت		یا رسول اللہ	دیکھا ۔ عورتوں نے عرض کیا ہمارے دین اور ہماری عقل کی کمی کیا ہے

لغات اضحیٰ کے معنی آفتاب کے بلند ہونے کے ہیں چونکہ قربانی کا وقت اسی سے شروع ہوتا ہے اس ادنیٰ مناسبت سے قربانی کو " اضحیٰ " کہتے ہیں اضحیہ اس بکری کو کہتے ہیں جس کی قربانی کی جائے " معشر " اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی ایک بات پر متفق ہو خواہ وہ سب مرد ہوں خواہ عورت یا مخلوط۔ "لعن" کے معنی ہیں دھتکارنا، دور کرنا یہاں یہ معنی ہیں لعنت کرتی ہیں۔ کفر کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یہاں ناشکری مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ احسان کے چھپانے کو مستلزم ہے۔ عقل اس جوہر لطیف کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے دماغ میں پیدا فرمایا۔ جس سے بذریعہ اسباب غائب چیزوں کا اور بذریعہ حس محسوسات کو جانا جاتا ہے۔ وَبِمَ میں واؤ عاطفہ ہے یہاں معطوف مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے وماذنبنا وبم بار حرف جر ہے یہ بھی محذوف کے متعلق ہے یعنی اِستحققنا الذم بِمَ ما استفہامیہ ہے جب ما استفہامیہ پر حرف جر داخل ہو تو اسکے الف کا حذف واجب ہے جیسے الام، علام، فیم وغیرہ۔

نقصان دین یہاں دین کے نقصان سے فی نفسہ دین کا نقصان مراد نہیں بلکہ اضافی مراد ہے یعنی بنسبت مردوں کے کم ہے جیسے ہر کامل میں بہ نسبت اکمل کے کچھ کمی رہتی ہے۔

مسائل (۱) عیدین کی نماز عیدگاہ میں جاکر پڑھنا مستحب ہے (۲) صدقہ ہمیشہ محمود ہے اگرچہ نافلہ ہو خصوصاً عیدین کو جبکہ مجمع عام میں یتیم، نادار مالداروں کے عمدہ عمدہ لباس اور تنعم کو دیکھکر حسرت زدہ ہوں صدقہ دینے سے ان کا احساس کم ہوگا۔
(۳) اس عہد میں عورتوں کو عیدین کے لئے نکلنا جائز تھا اب فتنہ وفساد کے اندیشہ سے منع ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

لوادرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد	اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ لیتے جو عورتوں نے نکال لیا تو انھیں مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل

مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى۔ قَالَ فَذَالِكَ مِنْ نُقْصَانِ

کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے برابر نہیں؟ عورتوں نے عرض کیا، ہاں ہے۔ فرمایا یہ عورت کے عقل کی کمی ہے

عَقْلِهَا اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى قَالَ

کیا جب اسے حیض آتا ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے انھوں نے عرض کیا

فَذَالِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا ؏

ہاں ایسا ہے فرمایا یہ عورت کے دین کی کمی ہے۔

کما منعت نساء بنی اسرائیل ؎ کی عورتوں کو منع کر دیا گیا۔

یہ عہد رسالت کے بالکل قریب کی بات ہے اور آج کیا حال ہے کسے معلوم نہیں۔ اس لئے عورتوں کو عیدگاہ تو بہت دور ہے محلے کی مسجدوں میں جانے کی اجازت نہیں (۴) وعظ میں اتنی سختی ہونی چاہئے کہ اصلاح ہو جائے (۵) بہتر یہ ہے کہ وعظ میں کسی شخص معین سے خطاب نہ کیا جائے خطاب عام ہو (۶) گالی گلوج لعن طعن حرام ہے (۷) کسی دینی ضرورت یا کسی محتاج فقیر کے لئے سوال کرنا بلا کراہت درست ہے (۸) ایسے گناہوں پر جو کفر نہیں کفر کا تغلیظاً اطلاق درست ہے (۹) اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اور متعلم واعظ اور استاذ سے پوچھ سکتا ہے۔ (۱۰) حیض کی حالت میں نہ نماز درست ہے نہ روزہ۔

فائدہ جو عورتیں نماز اور روزے کی پابند ہیں اللہ عزوجل کے فضل سے یہی امید ہے کہ ایام حیض میں چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزے کے ثواب سے انھیں محروم نہیں فرمائے گا۔

؏ بخاری	جلد اول	الحیض	باب لاتقضی الحائض الصلوۃ قطعۃ منہ	ص ۴۶
؍	؍	زکوۃ	باب الزکوۃ علی الاقارب	ص ۱۹۷
؍	؍	صوم	باب الحائض تترك الصوم والصلوۃ	ص ۲۶۱
مسلم	؍	ایمان	باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات	ص ۶۱
ابن ماجہ				

؎ بخاری	جلد اول	اذان	باب خروج النساء الی المسجد باللیل والغلس	ص ۲۰
مسلم	؍	صلوۃ	باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ	ص ۱۸۳
ترمذی	؍	عیدین	باب خروج النساء فی العیدین	ص ۷۱
موطا امام مالک		قبلہ	باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد	ص ۷۵

۶۲، ۶۳، ۶۴ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاسَ اَنْ تَقْرَءَ الْاٰيَةَ ؏

ت حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ حائضہ ایک آیت پڑھے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَاسًا ؏

اور حضرت ابن عباس جنبی کے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ ؎

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ عز و جل کا ذکر فرماتے تھے۔

تشریحات ۶۲، ۶۳، ۶۴ باب سے مناسبت

یہاں باب کا عنوان ہے

تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف

حائضہ طواف کے سوا حج کے تمام مناسک ادا کرے گی۔

اس کے تحت چھ تعلیقات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک تعلیق باب کے مطابق ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو حیض آگیا پھر بھی انھوں نے طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام مناسک ادا کئے البتہ نماز نہیں پڑھتی تھیں۔ بقیہ تعلیقات کی باب سے جو مناسبت ہوسکتی ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتی ہے کہ حیض اور جنابت کی حالت میں ذکر تسبیح حتی کہ ایک آیت تک کی تلاوت کی اجازت ان تعلیقات سے نکلتی ہے تو مناسک حج بھی درست اس لئے کہ ان میں بھی یہی ذکر تسبیح و تہلیل اور دعا ہوتی ہے اس لئے مناسک حج کی بھی ادائیگی جائز۔ البتہ طواف نہیں کرسکتی اسلئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور مسجد حرام بلکہ کسی بھی مسجد میں حائضہ کو جانا جائز نہیں۔ مگر اس قیاس میں یہ خلل ہے کہ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے جن اذکار یا ایک آیت تک کی تلاوت کا ذکر ان تعلیقات میں ہے وہ سب نوافل ہیں اور حج فرض ہے اسلئے اسے نوافل پر قیاس کرنا درست نہیں۔ مگر امام بخاری جو افادہ فرمانا چاہتے ہیں اس کے لئے یہی مناسبت کافی ہے —— ہمارا گمان تو یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصود ان آثار کے ذکر سے یہ ہے کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن مجید کی تلاوت کرنی جائز ہے۔

تلاوت قرآن کا مسئلہ

اس سلسلے میں مذاہب تین ہیں ایک یہ کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن مجید کی تلاوت مطلقا جائز ہے یہ امام بخاری اور ایک قول کی بنا پر حضرت امام مالک کا مذہب ہے امام مالک کا دوسرا قول یہ ہے کہ حائضہ کو قرآن مجید کے تلاوت کی اجازت ہے جنبی کو نہیں۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے مگر احناف اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ نہ حائضہ کو قرآن مجید کے تلاوت کی اجازت ہے نہ جنبی کو۔ شوافع کا مختار یہی قول ہے۔

امام بخاری کو چونکہ اس سلسلے میں کوئی حدیث اپنے معیار کے مطابق نہیں ملی۔ اس لئے انھوں نے جواز کا قول کیا۔ مگر اس سلسلے میں ایک نہیں متعدد احادیث وارد ہیں جن میں ہر ایک کی سند پر کچھ نہ کچھ کلام کیا گیا ہے۔ مگر وہ ایک دوسرے سے قوت پاکر درجۂ

؏ دارمی ؏ ابن منذر ابن ابی شیبہ

؎ مسلم جلد اول طہارت باب ذکر اللہ تعالی فی حال الجنابۃ وغیرھا ص ۱۶۲

حسن تک پہونچ چکی ہیں اور حدیث حسن احکام میں بھی بالاتفاق حجت ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بیت الخلاء سے باہر آئے اور وضو کئے بغیر تلاوت کرنے لگے یہ لوگوں کو ناگوار ہوا کہ بلا وضو قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اس پر حضرت علی نے فرمایا:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجیٔ من الخلاء فیقرء بنا القرآن ویاکل معنا اللحم ولا یحجزہ عن القرآن شیٔ لیس الجنابۃ [1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ قرآن پڑھتے۔ گوشت کھاتے۔ جنابت کے سوا حضور کو قرآن پڑھنے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح کی۔ اس کے ایک راوی عبداللہ بن سلمہ پر کلام کیا گیا ہے مگر اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ امام حاکم نے کہا یہ غیر مطعون ہے۔ عجلی نے کہا تابعی ثقہ ہے۔ ابن عدی نے کہا امید کرتا ہوں کہ لا باس بہ ہے۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یقرء الحائض، ولا الجنب شیئا من القرآن [2]

جنب اور حائضہ کچھ قرآن نہ پڑھے۔

اس کے ایک راوی اسمٰعیل بن عیاش ضعیف ہیں

(۳) اس حدیث کے ہم معنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دار قطنی نے اور ابن عدی نے کامل میں روایت کی ہے اسکے بھی ایک راوی محمد بن فضل ضعیف ہیں مگر دو طریقوں سے مروی ہے اس لئے حسن ہوگئی۔ مجوزین کا اصل تمسک اباحت اصلیہ ہے ویسے کچھ حضرات نے تعلیق (۶۵) سے استدلال کیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے اور ہر حالت کا عموم حالت جنابت کو بھی شامل ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت بلاشبہہ ذکر ہے۔ قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ حدیث میں ہے ھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم بلکہ ایک جگہ فرمایا خیر الاذکار القرآن۔ تو ثابت حالت جنابت میں تلاوت بھی کرتے ہوں گے۔

یہ استدلال جیسا ہے ظاہر ہے۔ ظاہر ہے علی کل احیانہ اپنے عموم کلی پر نہیں۔ کھانے، پینے، سونے، حوائج ضروریہ اس سے مستثنی ہیں

---

[1] ابوداود جلد اول طہارت باب ما فی الجنب یقرء القرآن ص ۳۰
نسائی 〃 〃 باب حجب الجنب من قراۃ القرآن ص ۵۲
ابن ماجہ 〃 باب ماجاء فی قراۃ القرآن علی غیر طھارۃ ص ۴۴
طحاوی 〃 باب ذکر الجنب والحائض والذی لیس علی وضو وقراتھم القرآن ص ۴۴
مسند امام احمد

[2] ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء ان الجنب والحائض لا یقران القرآن ص ۱۹
ابن ماجہ 〃 باب ماجاء فی قراۃ القرآن علی غیر طھارۃ ص ۴۴

اور جب یہ عموم کلی پر نہیں۔ تو اس میں حالت جنابت کا شمول یقینی نہیں۔ اسی طرح ذکر کا جب حصر تلاوت ہی میں نہیں تو اس کا ثبوت محتمل اور جب دوسرے احتمالات موجود تو استدلال فاسد۔ خصوصا جبکہ اس کے بالمقابل احادیث حسنہ موجود ہیں جن سے حالت جنابت اور حیض میں تلاوت کی تخصیص کی گئی ہے۔

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حالت میں اس حالت کے مناسب ذکر فرماتے رہتے تھے مثلا کھانے سے پہلے اس کے مناسب، سونے سے پہلے اس کے مناسب، کپڑا پہننے سے پہلے اس کے مناسب، سفر میں جاتے وقت اس کے مناسب، سفر سے واپسی کے وقت اس کے مناسب، سواری پر بیٹھنے کے وقت اس کے مناسب، وغیرہ وغیرہ۔

ہو سکتا ہے ان اذکار میں کہیں کہیں قرآن مجید کی کوئی آیت یا آیت کا جز آ جاتا رہا ہو تو اس سے ہمیں بھی انکار نہیں کہ کسی آیت کا جز یا پوری آیت بہ نیت دعا حائضہ اور جنبی بھی پڑھ سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی سے پانچ قول منقول ہیں۔ اول چار شخص قرآن نہ پڑھیں، جنب، حائض، بیت الخلاء اور حمام میں۔ دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ آیت کا ابتدائی حصہ پڑھ سکتے ہیں۔ پوری آیت نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جنب کو قرآن پڑھنا مکروہ ہے چوتھا قول یہ ہے کہ ایک سے کم پڑھ سکتے ہیں پوری آیت نہیں۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جنب قرآن نہ پڑھے حائضہ پڑھ سکتی ہے۔

ت (۶۲) حضرت ابن عباس سے دو طرح مروی ہے ابن منذر کے الفاظ یہ ہیں

ان ابن عباس یقرء وردہ وھو جنب	ابن عباس اپنا وظیفہ حالت جنابت میں بھی پڑھتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا

عن ابن عباس انہ کان لایری باسا ان یقرء الجنب آیۃ او آیتین۔	ابن عباس اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ جنب ایک یا دو آیتیں پڑھے۔

ابن منذر کے الفاظ سے ثبوت مدعا یوں ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سید المفسرین ہیں تو ان کے وظیفے میں تلاوت ضرور شامل رہی ہوگی۔ اور جب جنابت کی حالت میں "وظیفہ" پڑھتے تھے۔ تو ثابت کہ قرآن مجید بھی ضرور پڑھتے ہونگے۔

لیکن اس پر عرض یہ ہے کہ عرف میں ورد کا اطلاق تلاوت پر نہیں ہوتا، ورد سے تلاوت کے علاوہ دوسرے اذکار و ادعیہ مراد ہوتے ہیں اور اس قسم کے کلام میں معنی عرفی ہی مراد لینا ضروری ہے رہ گیا ابن ابی شیبہ والا اثر، تو ٹھیک ہے اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی تھا کہ ایک دو آیت کی تلاوت جائز ہے مگر اس کا بھی امکان ہے کہ مراد یہ ہو کہ بطور دعا ایک یا دو آیت پڑھنے میں حرج نہ ہو، اس میں ہمارے مذہب سے کوئی تخالف نہیں۔

اور اگر کسی کو ضد ہو کہ مطلقا جواز ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ گزارش کرونگا کہ ایک صحابی کے فعل کے مقابلے میں احادیث حسنہ بہر حال ہر طرح لائق ترجیح ہیں

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال فرمایا، وہ فرماتی ہیں۔

ہم حیض والیوں کو بھی حکم ہوتا کہ عیدگاہ میں چلیں، مسلمانوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور دعا مانگیں ۱؎

۱؎ بخاری جلد اول صلوۃ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص ۱۳۲

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے توصرف یہ کہ حائضہ تکبیر پڑھ سکتی ہے، دعا مانگ سکتی ہے، اگرچہ وہ دعا کلمات قرآن سے ہو مثلاً ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ الآیت وغیرہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عید کے بعد بھی دعا مسنون ہے جس کی پوری بحث "کتاب العیدین" میں آرہی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عیدگاہ میں حائضہ جاسکتی ہے۔ اور جو بعض روایتوں میں یعتزلن المصلی آیا ہے اس سے مراد خاص وہ جگہ ہے جہاں نماز ہوتی ہے یعنی نمازیوں کے قریب نہ رہیں۔

پھر امام بخاری نے حدیث ہرقل کو پیش کیا۔ اگر جنبی اور محدث کو قرآن مجید چھونا اور پڑھنا جائز نہ ہوتا۔ توحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو والا نامہ بھیجا تھا اس میں آیت کریمہ یا اھل الکتاب تعالوا تحریر نہ فرماتے اس لئے کہ والانامہ اسی لئے بھیجا تھا کہ ہرقل اسے ہاتھ میں لے اور پڑھے ظاہر ہے کہ ہرقل کافر تھا، نہ وضو جانتا تھا نہ غسل۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اولا۔ ہرقل اہل کتاب میں سے تھا دعوت اسلام پہنچنے سے پہلے اسے کافر کہنا درست نہیں۔ اور اہل کتاب اپنے مذہب کے مطابق وضو اور غسل بھی کرتے تھے۔ وہی ان کے حدث اور جنابت دور ہونے کے لئے کافی تھا۔

ثانیاً جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والانامے میں وہ دو آیتیں اپنے مضمون کے درمیان لکھیں تو وہ سب خط کا مضمون ہوگئیں۔ انھیں پڑھنا خط پڑھنا ہے قرآن مجید کی تلاوت کرنا نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے قرآنی دعاؤں کو بہ نیت دعا پڑھنا تلاوت نہیں۔ جنبی کو بھی پڑھنا پڑھانا جائز ویسے ہی یہاں بھی ہے، پھر حضرت عطا کا یہ قول پیش فرمایا کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عمرے کے احرام میں حیض آگیا تو انھوں نے طواف کے علاوہ تمام مناسک حج ادا فرمایا۔ دعائیں بھی پڑھیں اس استدلال پر کلام گذر چکا۔

سب سے اخیر میں امام بخاری نے حضرت حکم کا یہ قول نقل فرمایا۔

ت (۶۵) انی لاذبح وانا جنب وقال اللہ عزوجل ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ عہ

میں حالت جنابت میں ذبح کرتا ہوں اللہ عزوجل نے فرمایا جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا جائے مت کھاؤ۔

مقصد یہ ہے کہ جب یہ ارشاد خداوندی ہے تو میں اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتا ہوں اور یہ دونوں قرآن مجید کے اجزا ہیں۔

لیکن بتایا جاچکا ہے کہ قرآن مجید بہ نیت دعا پڑھنا جائز اور ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر بہ نیت دعا ہی پڑھا جاتا ہے۔ ثانیاً یہاں بحث اس میں ہے کہ قرآن کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بحث نہیں کہ قرآن مجید میں جتنے الفاظ آئے ہیں انھیں کوئی ادا ہی نہیں کرسکتا۔ مثلاً قال، جار، ذھب وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جیسے صرف قال، جار، ذھب کو ہم اپنے روزمرہ کے کلام میں بولیں تو یہ قرآن نہیں۔ اسیطرح اگر کوئی صرف اللہ اکبر، بسم اللہ، عادت کے مطابق یا دعا کی نیت سے پڑھے تو اسے تلاوت قرآن نہیں کہتے۔ ویسے ہی ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بھی ہے۔

عہ بغوی فی الھدیات۔

(۲۱۷) غسل الدم

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا قَالَتْ کَانَتْ إِحْدَانَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم میں سے

تَحِیْضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِھَا عِنْدَ طُھْرِھَا فَتَغْسِلُہٗ وَتَنْضَحُ

کسی کو جب حیض آتا تو پاکی کے وقت خون کو چٹکیوں سے کھرچ ڈالتی اس کے بعد اسے دھوتی

عَلیٰ سَائِرِہٖ ثُمَّ تُصَلِّیْ فِیْہِ عہ

اور اس کے پورے پر پانی بہاتی اس کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھتی۔

(۲۱۸) المستحاضۃ تعتکف

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا أَنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَکَفَ مَعَہٗ بَعْضُ نِسَائِہٖ وَھِیَ مُسْتَحَاضَةٌ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بعض عورتوں نے اعتکاف کیا اس حالت میں کہ اسے استحاضہ

تَرَی الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَھَا مِنَ الدَّمِ وَزَعَمَ

تھا۔ خون دیکھتی تھی۔ کبھی خون کی وجہ سے اپنے نیچے طشت رکھتی تھی۔ اور اس (عکرمہ)

تشریحات (۲۱۷) مراد یہ ہے کہ کپڑے پر جہاں خون لگا ہوتا اس جگہ کو چٹکی سے کھرچ کر خون دور کرتیں پھر اتنی جگہ خوب اچھی طرح دھوتیں اور بقیہ کپڑے کو بھی دھوتیں مگر اس مبالغے کے ساتھ نہیں جس مبالغے سے خون آلود جگہ کو دھوتیں۔ نضح غسل کے معنی میں آتا ہے وہ گزر چکا۔

تشریحات (۲۱۸) تکمیل

اس حدیث کے بعد ہی ہے کہ یہ خون اور زرد رنگ کا پانی دیکھتیں نماز پڑھتیں تو طشت ان کے نیچے رکھا رہتا۔

عصفر، کُسُم کے پھول کو کہتے ہیں جو پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ کون صاحبہ تھیں اس میں تین قول ہیں۔ حضرت سودہ حضرت ام حبیبہ حضرت زینب بنت جحش۔ صحیح یہ ہے کہ ان تینوں میں کوئی نہیں تھیں۔ بلکہ حضرت ام سلمہ تھیں، جیساکہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عکرمہ ہی سے مروی ہے کہ ام سلمہ اعتکاف میں تھیں اور انھیں استحاضہ تھا۔ کبھی اپنے نیچے طشت رکھ لیتی تھیں۔

وزعم کی ضمیر فاعل مستتر ھُوَ کا مرجع عکرمہ ہیں اور اس کا عطف معنی عنعنہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ حدثنی عکرمہ ہکذا وزعم۔ اب یہ سند متصل ہوگئی۔ مراد یہ ہے کہ ام المومنین نے اس پانی کو دیکھا جس میں کسم کا پھول بھگویا ہوا تھا تو یہ فرمایا۔ کہ مراد یہ ہے کہ انھیں پیلے رنگ کی رطوبت آتی تھی جیساکہ دوسرے طرق میں تصریح ہے۔

عہ ابن ماجہ طہارت باب ما جاء فی دم الحیض یصیب الثوب ص ۴۶

اَنَّ عَائِشَۃَ رَاَتْ مَاءَ العُصْفُرِ فَقَالَتْ کَاَنَّ ھٰذَا شَیْئٌ کَانَتْ فُلَانَۃُ تَجِدُہٗ ع۵

نے گمان کیا کہ حضرت عائشہ نے کُسُم کے پھول کا پانی دیکھا تو کہا یہ ایسا ہے جیسا فلاں پاتی تھی۔

حدیث (۲۱۹) ازالۃ الدم من الریق

عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ

مجاہد نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

تَعَالیٰ عَنْھَا مَا کَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ تَحِیْضُ فِیْہِ فَاِذَا اَصَابَہٗ شَیْئٌ

فرمایا ہم ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے سے زائد نہیں تھا جب کپڑے کو

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں بھی جاسکتی ہے اور اعتکاف بھی کرسکتی ہے اور نماز بھی پڑھے گی اگرچہ خون اتنا زیادہ آتا ہو کہ رکتا نہ ہو جس کی تفصیل گزر چکی۔

تشریحات (۲۱۹) امام مجاہد

امام مجاہد بن جبر۔ عبداللہ بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔ مکہ معظمہ کے مشہور و معروف ائمہ تابعین و اجلہ فقہاء و قراء میں سے ہیں انکی کنیت ابو حجاج ہے۔ یہ اس پائے کے بزرگ تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ کر یہ فرمایا، کاشکہ میرا بیٹا سالم اور میرا غلام نافع تمہاری طرح یاد رکھتے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اخص تلامذہ میں سے ہیں۔ تیس مرتبہ ان کو قرآن مجید سنایا اور دو بار ہر ہر آیت کو سبقاً سبقاً مع تفسیر پڑھا ہے۔ اسّی سال کی عمر میں اس حالت میں واصل بحق ہوئے کہ انکا سر سجدے میں تھا۔ ۵ل

باب کا فائدہ

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔ حیض سے ظاہر جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ نجاست حکمی ہے۔ نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ عورتیں ایام حیض میں جو کپڑا پہنے ہوتی ہیں پاک ہونے کے بعد اسے اتار دیتی ہیں۔ دھوئے بغیر نہیں پہنتیں۔ اسے دوبارہ پہننا بہت معیوب سمجھتی ہیں۔

تطبیق

ابھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گذری۔ انھوں نے فرمایا کہ جب مجھے حیض آیا تو میں نے حیض کے کپڑے لئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض ازواج مطہرات کے پاس ایک سے زائد کپڑے تھے۔ عام دنوں میں پہننے کے لئے الگ اور ایام حیض کے لئے الگ،،

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام المومنین جو فرما رہی ہیں یہ ابتدا کی بات ہے اور حضرت ام سلمہ جو فرما رہی ہیں وہ بعد کی بات ہے

ع۵ بخاری جلد اول حیض باب اعتکاف المستحاضۃ ص ۴۵

〃 〃 صوم باب اعتکاف المستحاضۃ ص ۲۷۳

ابوداؤد 〃 باب المستحاضۃ تعتکف ص ۳۳۵

ابن ماجہ صیام 〃 〃 ص ۱۲۸

۵ل بدایۃ نہایۃ جلد ۹ ص ۲۲۴

مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيْقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفُرِهَا ع۵

کچھ خون لگ جاتا تو اس کو اپنے تھوک سے تر کر دیتی اس کے بعد ناخن سے کھرچ دیتی۔

حدیث (۲۲۰) استعمال الطیب للحائضۃ اذا غسلت

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع

جب فتوحات ہوئیں اور وسعت ہوئی اس وقت کا قصہ ہے۔ نیز ان کے الفاظ میں اخذت ثیاب حیضتی ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد لباس نہو۔ وہ مخصوص کپڑا جو ایام حیض میں خاص کر عورتیں استعمال کرتی ہیں، مثلاً کرسف وغیرہ۔

مسائل اس حدیث کے اس طریقے میں خون کی مقدار نہیں مگر ابوداؤد میں بطریق عطاء جو روایت ہے اسمیں تصریح ہے خون کا ایک قطرہ دیکھیں تو ایسا کریں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں ثم تری فیہ قطرۃ من دم اور اگر بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو بھی ظاہر ہے کہ مراد یہی ہے کہ۔ اگر تھوڑا خون ہوتا تو ایسا کرتی تھیں اس لئے کہ اوپر گذر چکا کہ اگر کپڑے میں حیض کا خون لگا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ اسے کسی چیز سے رگڑ کر دور کرو پھر پانی ڈالکر چٹکی سے سے ملو پھر پانی سے دھوؤ۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کے بعد صرف تھوک سے بھگو نا ناخن سے کھرچنا کافی نہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسے "دم قلیل" پر محمول کریں۔ اب اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قلیل نجاست معاف ہے۔ اور اگر کسی صاحب کو یہ اصرار ہو کہ نہیں یہ خون قلیل نہیں ہوتا تھا یا قلیل معاف نہیں۔ تو پھر انھیں ماننا ہوگا کہ تھوک مزیل نجاست ہے اس تقدیر پر یہ ثابت ہو جائیگا کہ پانی کے علاوہ ہر بہنے والی رقیق چیز سے نجاست دور کی جاسکتی ہے۔ نجاست حقیقیہ کا ازالہ پانی کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ باعتبار ظاہر کے کلام تھا۔

بنظر دقیق یہ نجاست قلیل تھی جو معاف ہے مگر تھوڑی نجاست کا بھی ازالہ مستحب ہے اس لئے حضرات امہات المومنین اسے دور کرتی تھیں۔ قلیل ہونے کی وجہ سے تھوک سے بھی بالکلیہ ازالہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ اپنی جگہ محقق ہے کہ ہر رقیق سائل سے نجاست حقیقیہ کا ازالہ صحیح ہے۔ مختصر ہونے کی وجہ سے اس خون کا تھوک ہی سے ازالہ ہو جاتا تھا اسی لئے اس پر اکتفا کرتی تھیں۔

تشریحات (۲۲۰) ثوب عصب۔ عَصْب۔ یہ یمنی دھاری دار چادروں کی ایک مخصوص قسم ہے جس کے سوت کو پہلے رنگتے ہیں۔ پھر بنتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سوت کو جگہ جگہ باندھ کر رنگتے تھے پھر بنتے تھے اس سے چادر میں کہیں کہیں رنگین چتیاں پڑ جاتی تھیں۔ بعض نے کہا کہ ہلکے کالے رنگ کی یمنی چادر ہوتی تھی۔ یہاں یہی تیسرا معنی مناسب ہے۔ اسلئے کہ دھاری دار یمنی چادریں اعلیٰ لباس میں شمار ہوتی تھیں اسے رؤسا اور سلاطین استعمال کرتے تھے لہ

کست اظفار۔ کتاب الطلاق میں کست ظفار ہے مسلم اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں قسط واظفار ہے۔ کست کو بڑے قاف کے ساتھ قسط بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الطلاق میں لکھا۔ یقال الکست والقسط والکافور والقافور۔

ع۵ ابوداود جلد اول طہارت باب المرأۃ تغتسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ص ۵۲ ۔ لہ عینی

فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا

کیا جاتا تھا۔ البتہ شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کی اجازت تھی۔ اور ہم نہ سرمہ لگا سکتی تھیں اور نہ

نَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَّقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا

کوئی خوشبو اور نہ عصب کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا پہن سکتی تھیں اور حیض سے پاکی کے بعد غسل کے وقت

اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ وَّكُنَّا

ہمیں کست اظفار کے استعمال کی اجازت تھی

نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ ـ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ

اور ہمیں (عورتوں کو) جنازے سے روکا جاتا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے

کست یا قسط کو ہندی میں کُٹ کہتے ہیں۔ غالبًا یہ کٹ ہی کا معرب ہے۔

یہاں اظفار ہے۔ کتاب الطلاق میں ظفار ہے۔ ابن تین نے کہا یہی صحیح ہے۔ ظفار یمن کا ایک ساحلی شہر ہے جہاں ہندستان سے قسط جاتی تھی اور وہیں سے حجاز وغیرہ میں سپلائی ہوتی تھی ظفار قطام کی طرح مبنی علی الکسر ہے۔ مسلم وغیرہ میں قسط و اظفار واو کے ساتھ ہے یہ روایت احسن ہے اسلئے کہ قسط ایک الگ چیز ہے اور اظفار ایک الگ چیز۔ اظفار ایک خوشبودار لکڑی ہے جو غلاف دار اور ناخن کے مشابہ ہوتی ہے جس کی دھونی سے کپڑے بساتے تھے اس کو اظفار الطیب بھی کہتے ہیں۔

احسن ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قسط میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ حیض سے غسل کے وقت عورت کا خوشبو استعمال کرنا۔

حدیث کی باب سے مطابقت اسی وقت ہوگی جبکہ ''اظفار'' کو خوشبو مانیں۔

مسائل (۱) اس سے ثابت ہوا کہ عورت پر شوہر کا سوگ واجب ہے خواہ وہ مدخولہ ہو خواہ نہ ہو خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی، آزاد ہو یا باندی۔ البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چھوٹی بچی پر سوگ نہیں۔ پوری تفصیل کتاب الطلاق میں آئے گی (۲) زیب و زینت کی ہر چیز سے سوگوار عورت بچے (۳) حیض سے پاکی کے بعد مستحب ہے کہ عورتیں اندام نہانی میں کوئی مناسب خوشبو استعمال کرلیں حتی کہ سوگوار عورت کو بھی اجازت ہے (۴) عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا منع ہے۔

اخیر میں امام بخاری نے فرمایا۔ ورواہ ہشام بن حسان۔ اس کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اس دوسری سند سے جو روایت ہے اس میں عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح ہے۔ اب اس کا مرفوع ہونا قطعی ہوگیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بعض نسخوں میں پہلی سند میں تشکیک ہے۔ یعنی عن ایوب عن حفصۃ وقال ابو عبداللہ او ہشام بن حسان عن حفصۃ یہاں بلا تشکیک کے ہشام بن حسان عن حفصۃ ہے۔ اور یہی صحیح ہے بقیہ تمام محدثین نے بغیر تشکیک کے روایت کی ہے بلکہ خود امام بخاری نے کتاب الطلاق میں سند ثانی کو بلا تشکیک ذکر کی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اتنا ٹکڑا تعلیق ہے۔ حماد کا قول نہیں۔

اُمِّ عَطِیَّۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع۵

وہ ام عطیہ سے انھوں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

حدیث (۲۲۱) استعمال المسك للحائض اذا اغتسلت

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ اِمْرَاۃً سَالَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِہَا مِنَ الْمَحِیْضِ فَاَمَرَہَا کَیْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِیْ

سے حیض سے غسل کے بارے میں پوچھا حضور نے اسے بتایا کہ کیسے غسل کرے۔ فرمایا

تشریحات (۲۲۱) تکمیل

ایک انصاری خاتون جنکا نام ''اسماء'' بنت شَکَل تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور یہ سوال کیا کہ حیض سے غسل کا کیا طریقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پانی اور بیری کی پتی لے کر خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو پھر اپنے سر پر ڈالو اور سر خوب اچھی طرح ملو تاکہ پانی سر کے جڑ میں پہنچ جائے۔ پھر سر پہ پانی ڈالو۔ اس کے بعد مشک آلود پھایا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو۔ اسماء نے کہا کیسے پاکی حاصل کروں۔ تین بار یہی تکرار ہوئی تیسری بار فرمایا سبحان اللہ پاکی حاصل کر۔ حضور نے منھ پھیر لیا اور چھپا لیا۔ سفیان بن عیینہ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا اس طرح۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں حضور کے مقصد کو سمجھ گئی میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کے اسے بتایا اس کے بعد بخاری میں جو روایت ہے اسمیں یہ ہے توضی بھا یہاں توضای لغوی معنی میں ہے یعنی اسے پھاہے سے دھو۔ مسلم میں ان بیوی کا نام ''اسماء بنت شکل'' آیا ہے۔ مگر خطیب نے اسماء بنت یزید بن السکن روایت کیا ہے یہ وہی بیوی ہیں جو خطیبۃ النساء کے ساتھ مشہور ہیں۔ بعض متاخرین نے اسی کو صحیح کہا، اس لئے کہ شکل نام کے کوئی انصاری صحابی نہیں مگر زیادہ مستند روایات یہی آئی ہیں کہ یہ اسماء بنت شکل ہیں۔

باب سے مطابقت

یہاں باب یہ ہے۔ دلك المراۃ نفسھا اذا تطھرت من المحیض عورت کا اپنے جسم کو ملنا جب وہ حیض سے پاکی حاصل کرے۔ امام بخاری نے حدیث کا جو ٹکڑا نقل فرمایا ہے اس سے باب کی مطابقت نہیں ہوتی۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ ہاں مسلم کی روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ جس پر ہم بار بار کلام کر آئے ہیں۔

ع۵ بخاری جلد ثانی طلاق باب القسط للحادۃ۔ باب تلبس الحادۃ ثیاب العصب ص ۸۰۴
مسلم ″ اول ″ باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ ص ۴۸۸
ابوداؤد ″ ″ ″ باب فیما تجتنب المعتدۃ فی عدتها ص ۳۱۵
نسائی ″ ثانی ″ باب ما تجتنب الحادۃ من الثیاب المصبغۃ ص ۱۱۷
ابن ماجہ ″ باب ھل تحد المراۃ علی غیر زوجها ص ۱۵۲

فِرْصَةً مِّنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِي بِهَا۔ قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِي

مشک لگے ہوئے پھائے کو لے اور اس سے پاکی حاصل کر۔ اسنے عرض کیا اس سے کیسے پاکی حاصل کروں فرمایا

بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي۔ فَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ

اس سے پاکی حاصل کر۔ اسنے عرض کی کیسے فرمایا سبحان اللہ پاکی حاصل کر۔ اس پر میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور

تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ ؏

بتایا اسے خون کی جگہ لگا دے۔

صحیح یہ ہے کہ مشک یا کوئی بھی خوشبو استعمال کرنے کی حکمت خون کی وجہ سے جو بدبو اور گھناونا پن پیدا ہوگیا تھا اس کا ازالہ مقصود ہے خون کے آنے سے جلد میں سکڑن پیدا ہو جاتی ہے۔ مشک یا اس قسم کی چیزوں سے استعمال سے یہ سکڑن ختم ہو جاتی ہے۔ بعض علمار نے فرمایا مشک یا کسی بھی خوشبو کا استعمال غسل سے پہلے کرے گی۔ مگر یہ حدیث کے سیاق کے خلاف ہے۔ مسلم میں ''ثم'' موجود ہے جو تعقیب بلکہ تراخی پر دلالت کرتا ہے، بعض شارحین نے مشک کے استعمال کی حکمت یہ لکھی کہ یہ استقرار نطفہ میں معین ہوتا ہے مگر ان کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی کہ مشک کا استعمال ہر عورت کو مستحب ہے خواہ وہ شوہر والی ہو خواہ نہو۔

بعد والی روایت میں ہے۔ توضی ثلاثا۔ او قال توضی بھا اس کی توضیح میں شراح نے مختلف قول کئے ہیں۔ اس سلسلے کی روایات کو ذہن میں رکھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ثلاثا کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے تین بار فرمایا۔ شک راوی اسمیں ہے کہ بِھَا بھی فرمایا تھا یا نہیں۔

اثرالدم سے عام علمار نے شرمگاہ مراد لی ہے۔ البتہ محاملی نے ہر وہ جگہ مراد لی ہے جہاں خون لگا ہو۔ سوائے محاملی کے کسی اور نے یہ قول نہیں کیا ہے مگر اسمٰعیلی کی روایت اس کی مؤید ہے جسمیں مواضع الدم آیا ہے۔

مسائل (۱) تعجب کے وقت سبحان اللہ پڑھنا سنت ہے (۲) پوشیدہ عوارض کو کنایے سے ادا کیا جائے (۳) یہ بھی

؏ اس کے بعد متصلا — باب غسل المحیض ص ۴۵

ایضا	جلد ثانی	اعتصام	باب الاحکام اللتی تعرف بالدلائل	ص ۱۰۹۳
مسلم	〃 اول	طھارت	باب استحباب المغتسلة من الحیض فرصة من مسك موضع الدم	ص ۱۵۰
ابوداؤد	〃	〃	باب الاغتسال من الحیض	ص ۴۴
نسائی	〃	〃	باب ذکر العمل فی الغسل من الحیض	ص ۴۹
〃	〃	غسل	باب العمل فی الغسل من الحیض	ص ۷۲
ابن ماجہ		طھارت	باب فی الحائض کیف تغتسل	ص ۴۷
دارمی		وضوء ۸۴	مسند امام احمد	

حدیث (۲۲۲) ان عائشہ رضی اللہ عنہا اہلت بعمرۃ فی حجۃ الوداع

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم ذی الحجہ کے چاند ہونے کے قریب (مدینے سے حج کیلئے)

ذِي الْحِجَّةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ

نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف

درست ہے کہ عالم کے کلام کی تشریح اس کی موجودگی میں کوئی اور کردے اور عالم سنے (۴) عالم کے کلام کی تفسیر جب اسکے سامنے دوسرے نے کی اور عالم نے سن لی تو یہ عالم ہی کی تفسیر ہوگئی (۵) ثابت ہوگیا کہ شیخ کو تلمیذ پڑھ کر سنا سکتا ہے۔

تشریحات ۲۲۲

مطابقت باب

یہاں امام بخاری نے اس حدیث پر دو عنوان قائم کیا ہے۔

امتشاط المراۃ عند غسلہا من المحیض حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھا کرنا۔

نقض المراۃ شعر راسہا عند المحیض حیض سے غسل کیوقت عورت کا اپنے سر کے بال کا کھولنا

حدیث میں کہیں غسل کا ذکر نہیں۔ یہ امام بخاری کی اسی عادت مستمرہ کے مطابق ہے اگرچہ ان کی ذکر کردہ روایت میں غسل کا لفظ نہیں مگر ابو داؤد اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ فاغتسلی۔ پھر غسل کر۔ موافین کا مادہ وفاء آتا ہے جس کے معنی "پورا" کرنا۔ اس کے باب افعال کا صلہ جب علیٰ آتا ہے تو اس کے معنی "اشرف" کے ہیں بولتے ہیں۔ اوفا علی کذا ای اشرف یعنی جھانکا، یہاں مراد یہ ہے کہ ہم ذی الحجہ کے ہلال کو جھانک رہے تھے۔ یعنی اس کی رویت قریب تھی۔

ہم پہلے بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۶ر ذو القعدہ سنیچر کے دن بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور رات ذوالحلیفہ میں گزاری، ۲۷ر ذوالقعدہ اتوار کو وہاں سے چلے تھے اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔ مسلم شریف میں مدینہ طیبہ سے نکلنے کی تاریخ لخمس بقین من ذی القعدۃ[۱] ہے اور مکہ مکرمہ پہونچنے کی تاریخ تردید کے ساتھ لاربع خلون من ذی الحجۃ او خمس[۲] ہے اسی اختلاف کیوجہ سے یہ بھی اختلاف پیدا ہوگیا کہ راستے میں کتنے دن صرف ہوئے۔ ۹ دن یا۔ دس دن۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ یکشنبہ کو پہنچے تھے، بخاری کتاب التمنی میں لاربع خلون من ذی الحجۃ بلا تردید ہے[۳]۔ لیلۃ الحصبہ سے مراد تیرہ ذوالحجہ کے بعد آنے والی چودھویں رات۔ یہ منی اور مکہ کے مابین ایک میدان ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" کے موقع پر قیام فرمایا تھا۔ حج کے واپسی کے بعد رات کو پھر یہیں قیام فرمایا۔ مدینہ طیبہ والے حجاج جبتک اونٹوں کا سفر تھا یہیں اکٹھے ہوکر واپس ہوتے تھے۔ اس کو وادی محصب اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

---

[۱] جلد اول حج باب وجوہ الاحرام ص ۳۹۰

[۲] ایضا

[۳] جلد ثانی تمنی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۳

51

يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهَلَّ

عمرے کا احرام باندھنا چاہے وہ صرف عمرے کا باندھے۔ اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا تو عمرے ہی کا احرام باندھتا

بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ

اسپر بعضوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعضوں نے حج کا۔ اور میں نے عمرے کا احرام

بِعُمْرَةٍ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

باندھا تھا جب عرفہ کا دن آیا تو میں حائضہ تھی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت عائشہ کے حج کی تفصیل

اس حدیث کی ابحاث سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ناظرین حج کے اقسام ذہن نشین کرلیں۔ حج تین قسم کا ہوتا ہے۔ افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھیں۔ تمتع یعنی میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھیں، اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اپنے ساتھ "ھدی" یعنی قربانی کا جانور نہ لے جائے۔ ایسے لوگ عمرہ کرکے احرام سے باہر ہو جائیں گے۔ دوسرے وہ جو اپنے ساتھ "ہدی" لے جائیں۔ یہ لوگ مکہ پہونچکر عمرہ کرنے کے بعد بھی احرام سے باہر نہ ہوں گے جبتک قربانی کرنہ لیں۔ متمتع آٹھ ذوالحجہ کو حرم سے حج کا احرام باندھ کر حج کریگا۔ قران یعنی میقات سے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھیں۔

ہمارے اور شوافع کے درمیان یہاں ایک اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں قارن پر دو طواف دو سعی واجب ہے ایک طواف اور سعی عمرے کی۔ اور ایک حج کی۔ امام شافعی کے یہاں قارن کے لئے صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ، لیلۃ الحصبہ چودھویں ذوالحجہ کی رات میں ام المومنین حضرت عبدالرحمن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے گئیں۔ اور ظاہر ہے کہ عمرہ طواف اور سعی کا نام ہے تو حضرت ام المومنین نے طواف بھی کیا اور سعی بھی۔ اس طرح اس حدیث سے صرف ایک طواف اور ایک سعی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ ام المومنین قارنہ تھیں اور انھوں نے صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کی۔ تو شوافع کا مسلک ثابت کہ قارن کے لئے صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔ اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ عام طرق میں لیلۃ الحصبہ کے پہلے کسی طواف کا ذکر نہیں۔ مگر مسلم میں بطریق محمد بن عبداللہ بن نمیر حضرت قاسم سے جو روایت ہے اسمیں یہ تصریح ہے حتی نزلنا منی فتطہرت ثم طفنا بالبیت۔ جب ہم منیٰ میں اترے تو میں پاک ہوگئی پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کے بعد محصّب سے عمرہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں۔ میں یوم نحر کو پاک ہوگئی تھی تو ثابت ہوگیا کہ لیلۃ الحصبہ سے پہلے ہی ام المومنین نے طواف زیارت کرلیا تھا۔ اگر بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو بھی واقعات کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین نے طواف زیارت اپنے وقت پر یا کم از کم لیلۃ الحصبہ سے پہلے کرلیا تھا۔ لیلۃ الحصبہ میں ام المومنین نے یہ عرض کیا تھا۔ یرجع الناس بحجۃ وعمرۃ وارجع بحجۃ۔ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ لوٹ رہی ہوں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت ام المومنین نے حج کے لئے طواف اور سعی اس وقت تک نہیں کی تھی۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِیْ عُمْرَتَکِ وَانْقُضِیْ رَاْسَکِ وَامْتَشِطِیْ

اپنا حال بیان کیا تو فرمایا عمرہ رہنے دے، اور اپنے سر کو کھول ڈال کنگھا کر

وَاَهِلِّیْ بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتّٰی اِذَا کَانَ لَیْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِیَ اَخِیْ

اور حج کا احرام باندھ میں نے یہی کیا جب لیلۃ الحصبۃ آئی تو مجھے میرے

عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَخَرَجْتُ اِلَی التَّنْعِیْمِ

بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ تنعیم بھیجا

توان کا حج ہوا کہاں ــ کہ وہ فرما رہی ہے میں صرف حج کے ساتھ واپس ہو رہی ہوں۔ ام المومنین کی یہ عرض اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت تک انھوں نے طواف زیارت بھی کر لیا تھا۔ اور حج کے لئے سعی بھی کر چکی تھیں، اس طرح ان کا حج مکمل ہو چکا تیرہ ذوالحجہ تک ایام حج ہیں ان ایام میں عمرہ ہو نہیں سکتا، اس لئے عمرہ نہیں کر سکتی تھیں اب واپسی کا وقت آیا تو مذکورہ بالا عرضداشت پیش کی جس پر انھیں عمرہ کرنے کے لئے تنعیم بھجوا دیا گیا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ انھوں نے حج کا طواف اور اسکی سعی نہیں کی تھی تو ضروری تھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں حج کے طواف اور سعی کا حکم فرماتے۔ علاوہ ازیں حج کے طواف کا وقت بارہ ذوالحجہ تک ہے۔ یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کو وہ پاک ہو گئی تھیں۔ کس کے قیاس میں یہ بات آسکتی ہے؟ کہ بلا وجہ شرعی ان کے طواف کو قضا کرایا ہو۔ اور واپسی ہونے لگی پھر بھی طواف کے لئے نہیں فرمایا۔ بلکہ جب عمرے کی خواہش ظاہر کی تو عمرے کے بہانے طواف کے لئے بھیجا۔ اس لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ حقائق کی روشنی میں یہ مان لیا جائے کہ حضرت ام المومنین لیلۃ الحصبہ سے پہلے حج کا طواف اور اس کی سعی کر چکی تھیں۔ لیلۃ الحصبہ صرف عمرہ کرنے گئی تھیں۔

اس تقریر کے بعد اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ام المومنین نے قران کیا تھا تو بھی یہ حدیث شوافع کے لئے مفید نہیں۔ ہمارے ہی مسلک کی مؤید ہے۔

حضرت ام المومنین نے تمتع کیا تھا

ویسے اس حدیث کے تمام طرق پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے تو ثابت یہی ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین نے قران نہیں کیا تھا بلکہ تمتع کیا تھا، اس کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) ان کو حکم ہوا۔ اپنے سر کو کھول ڈالو کنگھا کرو۔ حج کا احرام باندھو۔ اگر انھوں نے قران کیا ہوتا تو میقات ہی پر حج کا بھی احرام باندھ لیا ہوتا۔ اب اس وقت یوم عرفہ احرام باندھنے کا کیا مطلب۔ پھر حالت احرام میں کنگھا کرنا منع ہے کنگھا کرنے میں ضرور بال ٹوٹتے ہیں (۲) اور فرمایا دعی عمرتك، کسی میں ہے وارفضی عمرتك اور کسی میں واترکی عمرتك ہے۔ اپنا عمرہ چھوڑ دے۔ یہ دلیل ہے کہ میقات سے جس عمرے کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ اس کا صاف مطلب، یہ ہوا کہ حضرت ام المومنین کو حکم دیا جا رہا ہے کہ عمرے کا جو احرام باندھا تھا اسے ختم کرو اور اب حج کا احرام باندھ کر حج کرو۔ (۳) حضرت ام المومنین اس وقت حالت حیض میں تھیں۔ اس حالت میں غسل کا حکم طہارت حاصل کرنے کیلئے تو ہو نہیں سکتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ احرام کے لئے غسل کا حکم تھا۔ (۴) صاف صاف حکم ہے واهلی بحج حج کے لئے تلبیہ کہو یعنی حج کا احرام

فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْئٍ

پس میں نے وہاں عمرے کا احرام باندھا ہشام نے کہا کہ اس میں

باندھو۔ اگر حج کا احرام پہلے باندھ چکی تھیں تو اب حج کا احرام باندھنے کا حکم دینے کا کیا مطلب ۔ خصوصاً مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابر کی حدیث کے یہ الفاظ فاغتسلی ثم اهلی بالحج غسل کرلو پھر حج کا احرام باندھو (۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد هذه مكان عمرتك وغیرہ کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہے کہ جو عمرہ احرام باندھنے کے بعد نہ کرسکی تھیں اور توڑنا پڑا تھا اس کی قضا میں یہ عمرہ کرلو۔ (۶) بخاری میں حدیث مذکور کے پہلے والی حدیث میں صاف تصریح ہے فکنت ممن تمتع میں تمتع کرنے والوں میں تھی۔ اور لیلۃ عرفہ میں عرض کیا انما کنت تمتعت بعمرة میں نے عمرہ کا احرام باندھ کر تمتع کیا تھا۔

منشا اختلاف

اختلاف کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں یعنی شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرے کو برا جانتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینے سے نکلے تو لوگوں کا خیال یہی تھا کہ صرف حج کرنے جارہے ہیں مگر ذوالحلیفہ پہنچکر حضور نے اعلان فرمادیا۔ جس کا جی چاہے صرف عمرے کا احرام باندھے جس کا جی چاہے صرف حج کا، یا دونوں کا۔ میں ھدی لے کر چل رہا ہوں اگر میں ھدی لے کر نہیں چلتا تو عمرے کا احرام باندھتا اس پر لوگوں نے اپنی اپنی صواب دید اور توفیق کے مطابق احرام باندھا۔ کسی نے صرف عمرے کا، کسی نے صرف حج کا، کسی نے دونوں کا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے عمرے کا احرام باندھا۔ چنانچہ عام طرق میں بالفاظ مختلفہ یہی ہے مگر بعض رواۃ نے اس اعتبار سے کہ ابتدا میں صرف حج کا ارادہ تھا۔ یہ الفاظ فرمادیئے کہ ام المومنین حج کے لئے نکلیں، حج کا احرام باندھا وغیرہ وغیرہ۔

یا یہ کہ حج فرض ہونے کی وجہ سے معظم مقصود ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کہدیا۔ جیسے ہمارے دیار کے حجاج تقریباً کل کے کل تمتع کرتے ہیں یعنی میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہوکر عمرے سے فراغت کے بعد احرام کھول دیتے ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ حج کرنے جارہے ہیں، کوئی نہیں کہتا کہ عمرہ کرنے جارہے ہیں۔ اسی عرف کے مطابق اس روایت کے بعض طرق میں یہ مذکور ہوگیا کہ ام المومنین نے حج کا احرام باندھا حج کے لئے نکلیں وغیرہ وغیرہ۔

قارن پر ایک طواف اور سعی ہے یاد رہے اس کی پوری بحث کتاب الحج میں آئے گی۔

غایت باب

غسل کرتے وقت عورتوں کی چوٹی اگر گندھی ہوئی ہو تو بالوں کو کھول کر ان کے درمیان بھی پانی کا پہنچانا ضروری ہے یا صرف بال کی جڑوں میں پانی بہہ جانا کافی ہے؟ ہمارا مذہب یہی اخیر ہے، عورت خواہ حیض و نفاس سے فراغت کے بعد غسل کرے خواہ جنابت کی حالت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف[1] میں ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ

---

[1] جلد اول طہارت ص ۱۵۰

مِنْ ذَالِكَ هَدْيٌ وَّلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ عہ

نہ قربانی کرنی پڑی نہ روزہ رکھنا پڑا نہ صدقہ دینا پڑا

افانقضہ للحیضۃ و الجنابۃ فقال لا کیا میں حیض اور جنابت کے غسل کیلئے چوٹی کھول دوں؟ فرمایا نہیں۔

ان دونوں بابوں سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ حائضہ پر ضروری ہے کہ وہ بال کھولکر ان کے درمیانی حصے میں بھی پانی پہنچائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا مذہب مطلقاً یہ تھا کہ ہر غسل فرض میں عورت جوڑا کھولکر بالوں میں پانی پہنچائے ام المومنین حضرت عائشہ کو جب یہ خبر پہونچی تو فرمایا۔

تعجب ہے ابن عمر عورتوں کو غسل کے وقت سروں کو کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ عورتیں اپنے سر مونڈ ڈالیں[1] رہ گیا اس حدیث میں بالوں کے کھولنے کا جو امر ہے وہ یا تو استحباب کے لئے ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ حضرت ام المومنین کے بال اتنے گھنے رہے ہوں یا چوٹی اتنی سخت گندھی رہی ہو یا سر پر کوئی لیپ لگا لیا تھا جس کی وجہ سے پانی بالوں کی جڑوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لئے کھولنے اور کنگھا کرنے کا حکم دیا۔

قال ھشام حضرت ہشام کا یہ کہنا کہ حضرت ام المومنین کے اس فعل پر نہ دم دینا پڑا نہ روزہ رکھنا پڑا اور نہ صدقہ دینا پڑا اپنے علم و دانست کے اعتبار سے ہے ورنہ حضرت ام المومنین پر بہرصورت دم واجب تھا۔ خواہ انھوں نے تمتع کیا ہو خواہ قران۔ اسلئے کہ ان دونوں صورتوں میں ان پر واجب تھا کہ وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کر لیتیں یا کم از کم عمرے کا چار پھیرے طواف کر لیتیں مگر عذر لاحق ہو جانیکی وجہ سے عمرہ نہ کر سکیں حتی کہ شب عرفہ میں احرام کھولنا پڑا تو دم جنایت لازم ہو گیا۔ ص۲۱۱ میں حضرت جابر کی حدیث گذری۔ کہ حضرت عائشہ کی طرف سے حضور نے یوم نحر ایک گائے قربانی کی تھی۔ اس کا امکان قوی ہے کہ یہی دم جنایت رہا ہو۔

حضرت ہشام کو اسکی خبر نہ ہوئی اسلئے انھوں نے یہ کہدیا، کہ اسمیں ھدی وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا۔

عہ ایضا	جلد اول	حیض	باب امتشاط المراۃ عند غسلھا من المحیض	ص ۴۵
ایضا	؍	؍	باب کیف تھلی الحائض بالحج والعمرۃ	ص ۴۶
ایضا	؍	مناسك	باب کیف تھلی الحائض والنفساء	ص ۲۱۱
ایضا	؍	عمرہ	باب العمرۃ لیلۃ الحصبۃ وغیرھا	ص ۲۳۹
ایضا	؍ ثانی	مغازی	باب حجۃ الوداع	ص ۶۳۱
مسلم	؍ اول	حج	باب وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران	ص ۳۸۹، ۸، ۷، ۶
ابوداؤد	؍	مناسك	باب فی افراد الحج	ص ۲۴۷
نسائی	؍	طھارت	باب ذکر الامر بذالك للحائض عند الاغتسال للاحرام	ص ۴۸
ایضا	؍	مناسك	باب فی المھلۃ بالعمرۃ تحیض وتخاف فوت الحج	ص ۱۹
ابن ماجہ		مناسك	باب العمرۃ من التنعیم	ص ۲۲۱
موطا امام مالك		حج	باب دخول الحائض مکۃ	ص ۱۶۸
مسند امام احمد				

[1] مسلم جلد اول طھارت ص ۱۵۰

حدیث (۲۲۳) ان اللہ وکل بالرحم ملکا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ تعالیٰ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے
يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ
جو کہتا ہے اے پروردگار رحم میں نطفہ آگیا اے پروردگار یہ منجمد خون ہوگیا اے پروردگار گوشت کا لوتھڑا بن گیا جب

تشریحات (۲۲۳)

اس حدیث پر مکمل کلام کتاب الانبیاء میں آئیگا۔ یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس حدیث کا حیض سے کیا تعلق۔ جس کا باب چل رہا ہے اس سے اس حدیث کا دو تعلق ہے (۱) ایک یہ کہ خون حیض ہی ایام حمل میں جنین کی غذا بنتا ہے جیساکہ احادیث سے بھی ثابت ہے اور اطبار کا بھی قول ہے، اس باب سے مقصود یہ ہے کہ حیض کے احوال میں ایک حالت یہ بھی ہے (۲) جمہور اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ ایام حمل میں جو خون آئے وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے البتہ قول جدید یہ ہے کہ وہ حیض ہے۔ امام مالک کا اصل مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے البتہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ ابتدا حمل میں جو خون دکھائی دے وہ حیض ہے اور اخیر ایام میں جو دکھائی دے وہ استحاضہ ہے امام بخاری یہ باب قول اللہ عز وجل مخلقۃ وغیر مخلقۃ باندھکر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ انکا مذہب بھی یہی ہے کہ ایام حمل میں جو خون عورت کو دکھائی دے وہ حیض نہیں۔ وہ جنین کی غذا کے کام آتا ہے باہر نہیں آتا یہ مذہب بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی زوجہ کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا، ابن عمر سے کہو رجعت کرے اسے اپنے نکاح میں رکھے یہانتک کہ پاک ہوجائے، پھر حیض آئے۔ اس حیض سے پاک ہونے کے بعد اسے اختیار ہے چاہے رکھے چاہے تو اسے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدے۔ [1]

(۲) اوطاس کے قیدیں کے بارے میں فرمایا۔ کسی حاملہ سے اسوقت تک وطی نہ کیجائے جبتک کہ وضع حمل نہوجائے اور نہ کسی غیر حاملہ سے وطی کیجائے جبتک کہ ایک حیض آکر یہ نہ ظاہر ہوجائے کہ اس کا رحم خالی ہے۔ [2]

(۳) حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ کسی کو یہ جائز نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سینچے یا کسی باندی سے وطی کرے جبتک کہ اسے حیض نہ آجائے یا اس کا حمل نہ ظاہر ہوجائے۔ [3]

---

[1] بخاری جلد اول طلاق ص ۷۹۰ مسلم جلد اول طلاق باب تحریم الطلاق الحائض ص ۴۷۶
[2] ابوداؤد جلد اول نکاح ص ۲۹۳
[3] مسند امام احمد۔ ابوداود جلد اول نکاح باب وطی السبایا ص ۲۹۳

اَنْ یَّقْضِیَ خَلْقَہٗ قَالَ اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی، شَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ فَمَا الرِّزْقُ

اللہ عزوجل یہ ارادہ فرمالیتا ہے کہ اس کی تخلیق مکمل فرمادے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے مرد کہ عورت، بدبخت

وَمَا الْاَجَلُ قَالَ فَیُکْتَبُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ ع

کہ نیک بخت، کتنی روزی ہو، کتنی عمر ہو، فرمایا سب کچھ اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

ان احادیث میں، حیض کو اس کی علامت بتایا گیا ہے کہ حمل نہیں۔ اگر حمل کے ساتھ حیض بھی آنا ممکن ہوتا تو حیض اسکی علامت نہیں ہوسکتا تھا تو ثابت کہ ایام حمل میں حیض نہیں آسکتا۔ اس بارے میں آثار بھی بکثرت وارد ہیں (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل نے حاملہ سے حیض اٹھالیا۔ اس خون کو بچے کی غذا کردیا، جو رحم پھینک دیتا تھا۔ ؁۱ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے حاملہ سے حیض اٹھالیا اور اس کو بچے کا رزق بنادیا ؁۲

(۳) ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حاملہ کے بارے میں فرمایا جو خون دیکھے۔ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ یہ غسل کرے اور نماز پڑھے ؁۳ یہ غسل کا حکم بطور استحباب ہے۔

مخلقہ غیر مخلقہ کی تفسیر یہ ہے کہ استقرار کے بعد چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر منجمد خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ گوشت بنتا ہے جیسیں ابتداءً اعضاء نہیں ہوتے پھر اعضاء کی کلیاں پھوٹتی ہیں پھر اعضاء بنتے۔ پھر چالیس دن یعنی استقرار کے ایکسو بیس دن کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

ہر نطفہ بچہ نہیں ہوتا، کچھ ساقط بھی ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب نطفہ رحم میں مستقر ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل ایک فرشتہ اس پر مقرر فرمادیتا ہے۔ یہ فرشتہ پوچھتا ہے۔ اے پروردگار یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ۔ اب اگر ارشاد یہ ہوتا ہے کہ غیر مخلقہ تو رحم اس کو باہر پھینک دیتا ہے اور اگر جواب یہ ملتا ہے کہ مخلقہ ہے، تو یہ فرشتہ پھر عرض کرتا ہے یہ مرد ہے یا عورت۔

دوسری حدیث میں انھیں سے یہ ہے کہ نطفہ جب رحم میں مستقر ہوجاتا ہے تو فرشتہ اسے ہتھیلی میں لے کر عرض کرتا ہے یہ مرد ہے کہ عورت اس کا معاملہ کیا ہے کہاں مرے گا تو حکم ہوتا ہے۔ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں دیکھ لو۔ اس کا قصہ تم کو اس میں ملیگا۔ فرشتہ لوح محفوظ میں جاکر دیکھ لیتا ہے ؁۵ (اسی کے مطابق اس کی تخلیق کرتا ہے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلقہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ نطفہ پیکر انسانی قبول کریگا اور غیر مخلقہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پیکر انسانی میں تبدیل نہ ہوگا، ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نطفے کے رحم میں جو مختلف احوال ہیں ان کو بیان فرمایا ہے۔ کہ نطفہ علقہ ہوا پھر مضغہ ہوا ــــ ابتداءً اس کے اعضاء نہیں تھے تو غیر مخلقہ رہا یعنی جس کے نقشے نہیں بنے۔ جب اعضاء بن گئے تو مخلقہ ہوگیا یعنی تمام الخلقت ہوگیا۔ قرآن کریم کے سیاق سے اسی دوسری تفسیر

ع ایضا جلد اول انبیاء باب خلق آدم وذریتہ ص ۶۴۹
ایضا جلد ثانی ایمان بالقدر دوسری حدیث ص ۹۷۶
مسلم ۰ قدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ ص ۳۳

؁۱ عینی جلد ثالث ص ۲۹۲ بحوالہ ابوحفص بن شاہین ؁۲ ایضا ؁۳ ایضا ؁۵ عینی جلد ثالث ص ۲۹۲ بحوالہ اثر و دار قطنی

حدیث (۲۲۴) حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا فی حجۃ الوداع

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ ہم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ

حجۃ الوداع میں نکلے ہم میں سے کچھ لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور

أَهَلَّ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کچھ لوگوں نے حج کا ہم مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ

جس نے عمرے کا احرام باندھا ہوا اور ھدی نہ لایا ہو وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرے کا احرام باندھا

وَأَهْدٰى فَلَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ - وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ

ہوا اور ھدی لایا ہو وہ احرام نہ کھولے جبتک اپنی ھدی کی قربانی نہ کرلے - اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ اپنا حج

قَالَ فَحِضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا

پورا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا مجھے حیض آگیا۔ اور میں حائضہ ہی رہی یہانتک کہ عرفہ کا دن آگیا اور میں نے عمرے

بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي

کا احرام باندھا تھا۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنا سر کھول ڈالوں

کی تائید ہوتی ہے فرمایا :-

فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة أو غير مخلقة ۔ (حج - ۸)

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر پانی کی بوند سے، پھر منجمد خون سے پھر ایک بوٹی گوشت سے جسمیں نقشہ بنا ہوا ہے یا نہیں بنا ہوا ہے۔

تشریحات ۲۲۴ توضیح باب

یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ کیف تھل الحائض بالحج والعمرۃ حائضہ حج اور عمرے کا احرام کیسے باندھے گی۔

علامہ ابن حجر علامہ عینی وغیرہ نے باب کی توضیح یہ کی کہ حائضہ کو حج اور عمرے کا احرام باندھنا درست ہے۔ خواہ پہلے احرام باندھے ہو پھر حیض آیا خواہ حالت حیض میں احرام باندھے۔ یعنی حیض نہ انعقاد احرام کے منافی ہے نہ بقائے احرام کے۔ مگر کیف یہ بتا رہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ احرام کیسے باندھے۔ مثلاً غسل کرے گی کہ نہیں اس لئے کہ حائضہ حالت حیض میں غسل کرنے سے پاک تو ہوگی نہیں۔ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ غسل کرے گی۔ ان انقض راسی وامتشط

وَامْتَشِطْ وَاَهِلَّ بِالْحَجِّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَضَيْتُ

اور کنگھا کروں اور حج کا احرام باندھوں اور عمرہ چھوڑ دوں میں نے یہی کیا یہاں تک کہ میں نے

حَجَّتِىْ فَبَعَثَ مَعِىْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ بَكْرٍ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اَعْتَمِرَ

حج پورا کرلیا اس کے بعد عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو میرے ساتھ کردیا اور مجھے حکم دیا کہ

مَكَانَ عُمْرَتِىْ مِنَ التَّنْعِيْمِ

اپنے عمرے کی جگہ تنعیم سے عمرہ کروں

(۶۶) وَكُنَّ نِسَاءٌ يَّبْعَثْنَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عورتیں

غسل سے کنایہ ہے بلکہ بعض طرق میں فاغتسلی کا لفظ صراحۃ مذکور ہے۔ احرام کے وقت جو غسل سنت ہے وہ ادا ہو جائیگا اس وقت غسل کرنا لغو نہ ہوگا۔ اسی روایت میں حتی قضیت حجتی کا جملہ اس کی دلیل ہے کہ لیلۃ الحصبہ سے پہلے پہلے حضرت ام المومنین نے حج پورا ادا کرلیا تھا۔ جس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ انھوں نے حج کا طواف بھی کرلیا تھا اس لئے ثابت کہ انھوں نے دو طواف کئے ایک حج کا دوسرا عمرے کا۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت ام المومنین نے میقات پر صرف عمرے کا احرام باندھا تھا جیسا کہ وہ فرماتی ہیں ولم اہلل الا بعمرۃ۔ میں نے عمرے ہی کا احرام باندھا تھا اور آگے ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ واترك العمرة۔ میں عمرہ چھوڑ دوں۔

تشریحات ۶۶، ۶۷ لغات

بالدِّرجة۔ دِرجَۃ۔ دال کے کسرے اور رار کے فتحہ کے ساتھ۔ اور دُرْجَہ۔ دال کے ضمے اور رار کے سکون کے ساتھ۔ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں دوا لت کر کے بیماری میں اونٹنی کی شرمگاہ میں رکھتے ہیں۔ اور چھوٹی ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جسمیں عورتیں خوشبو وغیرہ رکھتی ہیں۔ یعنی ڈبیا، اگرچہ وہ دھات وغیرہ کی نہ ہو۔ کُرْسُفْ کے اصل معنی روئی کے ہیں۔ یہاں خاص وہ روئی ٹکڑے ہے جو ایام حیض میں عورتیں خاص طریقے سے استعمال کرتی ہیں۔ القصہ۔ کے معنی چونے کے بھی ہیں اور روئی کے بھی۔ پہلی تقدیر پر معنی وہ ہوئے جو ہم نے لکھے ہیں یعنی چونے کے مثل سپیدی دیکھے، دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوئے کہ روئی کو سفید دیکھے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ روئی پر کوئی رنگ نہ دیکھے، دوسرے یہ کہ روئی سوکھی پائے۔ اس لئے کہ سفید رطوبت سے بھی بھیگنے کے بعد روئی پر دھبے پڑ جاتے ہیں۔ یہ حدیث احناف کی مستدل ہے۔ کہ ایام حیض میں جس رنگ کا بھی خون آئے وہ حیض ہے۔ سرخ، کالا، زرد، مٹیلا گدلا سبز۔ کسی بھی رنگ کا خون دس دن کے اندر اندر آئے تو حیض ہے۔ دس دن کے بعد بھی اگر رطوبت کا میلا پن باقی ہے تو جو عادت کے دن ہیں حیض ہے۔ اس کے بعد والے استحاضہ۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد حکماً مرفوع ہے اس لئے کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ عقل سے نہیں معلوم کیا جا سکتا، صحابہ کرام کے ایسے سارے ارشادات مرفوع کے حکم میں ہیں، اس کے برخلاف حضرات شوافع کہتے ہیں کہ حیض کا خون صرف کالا ہے، ان کے علاوہ دوسرے رنگ کی

بِالدُّرْجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ۔ فَتَقُولُ لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ

ڈبیہ میں کرسف رکھکر کے بھیجتیں جسمیں زردی ہوتی۔ اس پر ام المومنین فرماتیں جلدی نہ کرو

الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ تُرِيدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ عہ

جبتک چونے کی طرح سفیدی نہ دیکھ لو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہے۔

۶۷ ت

وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ نِسَاءً

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو یہ خبر ملی کہ عورتیں

يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ

رات میں چراغ منگاکر پاکی کو دیکھتی ہیں اس پر انھوں نے فرمایا

مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ عہ

عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں۔ اس کو انھوں نے معیوب جانا۔

رطوبت حیض نہیں ان کی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے۔[۱]

فانه دم اسود یعرف۔ حیض کا خون کالا ہے جو پہچانا جاتا ہے۔ حیض کا خون ہر عورت کا ہمیشہ کالا ہی ہو یہ واقعہ کے مطابق نہیں۔ جو عورت تندرست، معتدل مزاج کی ہو اور معتدل غذا استعمال کرے اس کے حیض کا خون سرخ ہوگا، جس کے مزاج میں حدت ہوگی گرم غذائیں کھائے گی یا موسم یا جگہ گرم ہوگی تو کالا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح غذا، عوارض، موسم کے لحاظ سے اور رنگ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ارشاد خاص حضرت فاطمہ بنت جبیش کے لئے تھا، یا زیادہ سے زیادہ وہاں کی عورتوں کے بارے میں، ورنہ اس کے معارض حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم طہر کے بعد گدلی اور پیلی رطوبت کو کچھ نہیں جانتی تھیں[۲] اس سے ظاہر کہ طہر کے قبل یعنی عادت کے دنوں میں اسے وہ حیض جانتی تھیں۔

بنت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی کونسی صاحبزادی مراد ہیں اس میں شراح کا اختلاف ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آٹھ صاحبزادیاں تھیں۔ ام اسحٰق، ام کلثوم، ام حسن، ام محمد، ام سعد حسنہ، قریبہ، عمرہ۔ صاحب توضیح نے کہا قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ام سعد ہیں۔ اسی طرح بعض شارحین کا یہ گمان ہے کہ یہ ام سعد ہی ہیں انھیں بھی علامہ ابن عبد البر نے صحابیات میں شمار کیا ہے۔ بعض دوسرے شارحین نے کہا یہ ام کلثوم ہیں۔ اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادیوں میں ام کلثوم کے علاوہ کسی اور کی روایت ثابت نہیں۔ علامہ عینی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں

عہ موطا امام مالک۔ باب طهر الحائض ص ۲۲ ۔ عہ ایضا

[۱] جلد اول طهارت باب من قال توضا لکل صلوة ص ۴۳

[۲] ابوداؤد جلد اول طهارت باب فی المراة ترى الكدرة والصفرة بعد الطهر ص ۳۳

۶۸ وَقَالَ جَابِرٌ وَّ اَبُوْسَعِيْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

ت حضرت جابر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ تَدَعُ الصَّلٰوةَ۔

روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضور نے فرمایا حائضہ نماز چھوڑ دے گی۔

ملے برابر ہیں۔ ام کلثوم کی روایت ثابت ہے اگرچہ اس مخصوص روایت کا ان سے ثبوت نہیں۔ مگر جب یہ صحابیہ ہیں تو اس کا امکان ہے کہ یہ انھیں کا واقعہ ہو۔ اسی طرح ام سعد جب صحابیہ ہیں تو اس کا امکان ہے کہ انھیں کا قصہ ہو۔
رات میں اٹھکر روشنی میں کرسف دیکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر حیض بند ہوگیا ہے تو غسل کرکے عشاء پڑھ لیں۔ اور یہ ایک مستحسن اقدام تھا۔ پھر ان کے اس فعل کو معیوب جاننے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ بات یہ ہے کہ دین میں تعمق پسندیدہ نہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔ لن یشاد الدین احد الا غلبہ۔ عورتیں اس کی مکلف ہیں کہ صبح کو اٹھنے کے بعد اگر یہ دیکھیں کہ حیض بند ہوگیا ہے تو عشاء کی قضاء پڑھ لیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ رات کو سوتے سے اٹھا اٹھاکر چراغ منگاکر دیکھنے میں حرج ہے اس لئے اس کو انھوں نے معیوب جانا۔ علاوہ اس کے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ چراغ کی روشنی میں دیکھکر یہ فیصلہ کرنا کہ کرسف پر خالص سپیدی ہے یا کچھ گدلاپن ہے دشوار ہے۔ اس کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ یہ سمجھ لیں کہ ہم پاک ہوگئیں اور نماز پڑھ لیں، اور حقیقت میں پاک نہ ہوئی ہوں تو یہ نماز حیض کی حالت میں ہوگی جو یقیناً قابل اعتراض بات ہے۔

باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ یہ عورتیں یہی نہ دیکھتیں تھیں کہ اگر کرسف بالکل سپید ہے تو حیض ختم اور اگر اسمیں کچھ گدلاپن ہے تو حیض باقی تو معلوم ہوا کہ عہد صحابہ میں یہ بات عام عورتوں کو معلوم تھی کہ نکلنے والی رطوبت جبتک خالص سفید نہ ہو حیض ختم نہ ہوا۔

تشریحات ۶۸ بلفظہ اس اثر کی کوئی سند نہیں ملی۔ مگر اس کا امکان ہے کہ امام بخاری کے علم میں کوئی سند رہی ہو۔ عدم وجدان۔ وجدان عدم نہیں البتہ معنًا یہ دونوں اثر دو حدیث مسند کے حصے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے خود امام بخاری نے "کتاب التمنی" میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجۃ الوداع کا واقعہ ذکر فرمایا، اسمیں یہ ہے کہ جب انھیں حیض آگیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ غیر انہا لا تطوف ولا تصلی [1] حج کے تمام مناسک ادا کرے البتہ نہ طواف کرے نہ نماز پڑھے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اسی بخاری باب ترک الحائض الصوم میں ان الفاظ کے ساتھ گزر چکا کہ فرمایا۔ الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم [2] کہ جب اسے حیض آتا ہے تو نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے۔

---

[1] بخاری جلد ثانی تمنی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۴

[2] ایضا " اول باب ترک الحائض الصوم ص ۴۴

۲۲۵ حدیث

کنا نحیض فلا یامرنا القضاء الصلوۃ حدثنی

مُعاذَۃُ اَنَّ اِمْرَاۃً قَالَتْ لِعَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا اَتَجْزِیْ

معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا ہم

باب سے مطابقت اس جگہ باب یہ ہے۔ لا تقضی الحائض الصلوۃ۔ حائضہ نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ ان دونوں اثر سے یہ تو ثابت ہوا کہ اس حالت میں نماز پڑھے گی نہیں۔ مگر قضا بھی نہیں کرے گی۔ یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے اس لئے کہ ان دونوں اثر کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ نماز نہ پڑھے، نماز نہیں پڑھتی۔ نماز نہ پڑھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں قضا بھی نہ کرے، اور اگر کسی طرح لازم آتا ہے تو حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ روزہ نہیں رکھتی تو لازم آئیگا کہ روزہ کی بھی قضا نہیں۔ اب اس سے تقضی کی دو صورت ہے ایک یہ کہ حائضہ نماز قضا نہیں پڑھیگی۔ کا دو جز ہے۔ ایک یہ کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے دوسرا یہ کہ بعد میں اس کی قضا بھی نہیں۔ ان دونوں اثر سے صرف پہلا جزر ثابت ہوا۔ دوسرا جز اس باب میں مذکور حدیث سے ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ شارحین کا قیاس ہے کہ امام بخاری کے ان دونوں اثر سے مراد مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ ورنہ امام بخاری نے جو یہاں لفظ ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہے۔ تدع الصلوۃ۔ حائضہ نماز چھوڑ دے گی۔ چھوڑنا اسی صورت میں صادق آئے گا کہ نہ اس وقت پڑھیگی نہ بعد میں قضا پڑھے گی۔

تشریحات (۲۲۵) معاذہ بنت عبداللہ عَدَوِیَّہ بڑی عابدہ زاہدہ شب زندہ دار، عالمہ، فاضلہ، حجت ثقہ تابعیہ خاتون تھیں۔ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں ان سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے ۸۳ھ میں وصال ہوا۔

حروریہ حروراء کوفہ کے قریب ایک بستی تھی۔ خوارج کا پہلا اجتماع یہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس بستی کی طرف نسبت کر کے خارجیوں کو، حروری، کہا جاتا ہے۔ خوارج یہ ایک باطل فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا ان کے حدوث کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب واقعہ صفین کے موقع پر حضرت علی نے اپنی مرضی کے خلاف اپنے ہی شیعوں کے دباؤ سے خلافت کے معاملے میں حکم بنانا قبول فرمالیا۔ تو یہ کہکر حضرت علی سے باغی ہوگئے کہ قرآن مجید میں ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اور تم نے غیر اللہ کو حکم مان لیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفین سے کوفہ واپس ہوئے تو بارہ ہزار خوارج ان سے الگ ہو کر "حروراء" میں جمع ہوئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی افہام تفہیم کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا انھوں نے ان کے شبہات کے تسلی بخش جوابات دئے جس پر بروایتے دو ہزار بروایتے چار ہزار کے سمجھ میں بات آ گئی اور وہ حضرت علی کی اطاعت میں آ گئے ۔۔۔ دومۃ الجندل کے واقعے کے بعد یہ بدبخت نھروان میں اکٹھے ہوئے، اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ حتی کہ حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اہلیہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ ذبح کر ڈالا۔

إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ . فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنَّا		
جب حیض سے پاک ہوں تو نماز کی قضا کریں ۔	فرمایا کیا تو حروریہ ہے؟	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ أَوْ قَالَتْ		
کے زمانے میں ہمیں حیض آتا تو	حضور ہمیں اس (قضا پڑھنے) کا حکم نہیں دیتے	یا یہ فرمایا

انکی اہلیہ حاملہ تھیں مگر اُن پر بھی ان ستمگروں کو ترس نہیں آیا، انھیں ذبح کرنے کے بعد ان کے شکم کو چاک کر دیا۔ تو حضرت علی ان سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے نھروان تشریف لے گئے۔ پہلے افہام و تفہیم کی کوشش فرمائی۔ اجلہ صحابہ کرام مثلاً قیس بن سعد بن عبادہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما نے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں پوری طرح سمجھانے کی کوشش کی انکی غلط فہمیاں دور کیں جس پر سب تقریباً راہ راست پر آگئے، تھوڑے سے اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ان سے قتال فرمایا یہاں تک کہ سب مارے گئے۔ قتال سے فارغ ہو کر فرمایا ذوالثدیہ کو تلاش کرو، اگر وہ مل گیا تو تم نے بدترین خلق کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا تو خود چند اصحاب کو لے کر تلاش میں نکلے تو ملا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کے مثل تھا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت علی نے فرمایا صدق اللہ و بلغ رسول اللہ اور بہت دیر تک سجدہ شکر ادا کرتے رہے اسی موقع پر حرقوص بن زہیر تمیمی جو ذوالخویصرہ کے ساتھ مشہور تھا مارا گیا تھا۔ جس نے مقام جعرانہ میں تقسیم غنائم کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی اور بہت بے باکی کے ساتھ کہا تھا۔ اعدل یا محمد اے محمد انصاف کر۔

مگر بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج علماء دیوبند اس ذوالخویصرہ کو صحابی کہتے ہیں۔

خوارج حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا کرتے ہیں۔ دین کے معاملہ میں بہت متشدد تھے۔ حتی کہ یہ کہتے تھے کہ حالت حیض میں جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں عورتوں پر اس کی قضا واجب ہے [۱]

حروراء کی نسبت میں قاعدے کے اعتبار سے حروراوی ہونا چاہئے لیکن زوائد کو حذف کر کے حروری مستعمل ہے۔

سائلہ کون تھیں بخاری کی اس روایت میں سائلہ کا نام نہیں۔ مگر حقیقت میں سوال کرنے والی "معاذہ" ہی تھیں جیسا کہ مسلم میں دوسرے طرق کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ مسلم میں یہ بھی ہے کہ جواب میں معاذہ نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں لیکن میں پوچھتی ہوں۔

شک راوی فلا یامرنا بہ او قالت فلا نفعلہ۔ کرمانی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ شک معاذہ کی طرف سے ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ فلا یامرنا بہ، اس بات میں قطعی نہیں کہ ان نمازوں کی قضا نہیں اس لئے کہ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اس بنا پر کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا پڑھنے کا حکم عام ہے۔ جو ان نمازوں کو بھی شامل ہے۔ اسی پر اکتفا کرتے ہوئے حکم نہیں فرماتے تھے۔ اقول یہ احتمال سیاق کے منافی ہونے کی وجہ سے ساقط ہے۔ اس لئے دونوں جملوں سے یکساں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حالت حیض میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں

---

[۱] عینی جلد ثالث ص ۳۰۱

فلا نفعلہ ع۵

ہم بےقضا نہیں کرتی تھیں۔

حدیث (۲۲۶) حضت وانا مع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الخمیلۃ

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا

قَالَتْ حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ

مجھے حیض آگیا اور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں (سوئی ہوئی تھی)

فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ

میں چپکے سے سرکی اور چادر سے نکلی اور میں نے حیض کا کپڑا لے کر پہن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ

غالبا علامہ نے بھی "اوضح" سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔

مسائل (۱) کسی فرقے کو اس جگہ کی طرف منسوب کرنا درست ہے جہاں سے وہ پیدا ہوا ہو (۲) اس پر امت کا اجماع ہے کہ حائضہ پر حیض کے ایام کی نمازوں کی قضا نہیں۔ سوائے خوارج کے اس کا کسی نے خلاف نہیں کیا ہے۔ البتہ ان ایام کے روزوں کی قضا ہے۔ اصل دلیل احادیث ہیں مگر اس میں لم یہ ہے کہ نماز روزانہ پانچ وقت کی فرض ہے۔ ان ایام کی نمازوں کی قضا کے حکم میں عورت پر حرج عظیم ہے، بخلاف روزے کے کہ وہ سال میں ایک مہینے کا فرض ہے پورے سال میں زیادہ سے زیادہ دس روزے رکھنے پڑیں گے اس میں کوئی دقت نہیں (۳) التزاما ثابت ہوا کہ گمراہ فرقوں کا اختلاف اجماع میں خارج نہیں (۴) حائضہ کے لئے مستحب ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے اتنی دیر جتنی دیر وہ نماز پڑھتی تھی مصلے پر بیٹھ کر تسبیح وتہلیل کر لیا کرے تاکہ عادت نہ چھوٹے[۱] امید ہے کہ اسے سب سے اچھی نماز کا ثواب ملے گا[۲]

تشریح (۲۲۶) یہ ایک حدیث تین باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور تیسرے حصہ پر کلام ہو چکا ہے صرف بیچ کے حصہ پر کلام باقی ہے وہ کتاب الصوم میں مفصل آئیگا۔

ع۵ مسلم جلد اول حیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰۃ ص ۱۵۳

ابوداؤد " طہارت باب فی الحائض لا تقضی الصلوٰۃ ص ۳۵

ترمذی " " باب ماجاء فی الحائض انہا لا تقضی الصلوٰۃ ص ۱۹

نسائی " حیض باب سقوط الصلوٰۃ عن الحائض ص ۶۸

ابن ماجہ طہارت باب الحائض لا تقضی الصلوٰۃ ص ۴۶

۱۵ عینی جلد ثالث ص ۳۰۱ بحوالہ منیۃ المفتی ۲۵ ایضا بحوالہ درایہ

لِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ

علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے حیض آگیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں

فَدَعَانِی وَاَدْخَلَنِی مَعَہٗ فِی الْخَمِیْلَۃِ قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِی اَنَّ النَّبِیَّ

پھر مجھے بلایا اور اپنے ساتھ چادر میں کرلیا۔ زینب نے کہا اور انھوں (ام سلمہ) نے یہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَبِّلُھَا وَھُوَ صَائِمٌ وَکُنْتُ اَغْتَسِلُ

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہوتے اور ان کا بوسہ لیتے اور میں اور

اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَۃِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے۔

حدیث (۲۲۷) ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین

عَنْ حَفْصَۃَ قَالَتْ کُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ یَّخْرُجْنَ فِی الْعِیْدَیْنِ

حفصہ (بنت سیرین) نے کہا ہم نوجوان غیر شادی شدہ عورتوں کو عیدگاہ جانے سے منع کرتی تھیں

فَقَدِمَتْ اِمْرَاَۃٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِیْ خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ اُخْتِھَا

اتفاقاً ایک عورت آئی اور قصر بنی خلف میں اتری اس نے اپنی بہن سے روایت کرتے ہوئے

وَکَانَ زَوْجُ اُخْتِھَا غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَیْ

یہ حدیث بیان کی کہ میرے بہنوئی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ

عَشْرَۃَ غَزْوَۃً وَکَانَتْ اُخْتِیْ مَعَہٗ فِیْ سِتٍّ، قَالَتْ فَکُنَّا نُدَاوِی

غزوہ کئے اور میری بہن اُن کے ساتھ چھ میں شریک رہی میری بہن نے کہا ہم زخمیوں کا علاج

الْکَلْمٰی وَنَقُوْمُ عَلَی الْمَرْضٰی، فَسَاَلَتْ اُخْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں میری بہن نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

تشریحات (۲۲۷)

لغات

عواتق، عاتق کی جمع ہے۔ عاتق اس نوعمر لڑکی کو کہتے ہیں جو بالغ ہو چکی ہو مگر ابھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو کلمی، یہ کلیم کی جمع ہے جیسے مریض کی مرضی، زخمی کے معنی میں ہے۔ جلباب وہ چادر جو کپڑوں کے اوپر سے عورتیں اوڑھتی ہیں جس سے سر اور سینہ ڈھکا رہے۔ نقاب۔ کرتا۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ الخدور، یہ خدر کی جمع ہے، خدر اس پردے کو کہتے ہیں جو گھر اور خیمے میں ایک کنارے تان دیا جاتا تھا تاکہ کنواری لڑکیاں اسمیں رہیں۔ یہاں مراد کنواری پردہ نشین عورتیں ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ

ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (اور عیدین) میں نہ نکلے تو کوئی حرج ہے فرمایا

لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَمَّا

اس کی ساتھی اپنی چادر میں سے اسے اڑھادے۔ اور خیر اور مومنوں کی دعا میں حاضر ہوں۔ جب

قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

ام عطیہ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سُنا ہے انھوں نے

بِاَبِيْ نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ

فرمایا انپر میرے ماں باپ قربان ہاں! یہ جب بھی حضور کا ذکر کرتیں تو کہتیں انپر میرے ماں باپ قربان میں نے سُنا ہے وہ

وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعْتَزِلُ

فرماتے تھے نوجوان غیر شادی شدہ اور پردہ نشین اور حیض والی بھی نکلیں۔ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں ——

یہ حفصہ، حضرت ابن سیرین کی بہن ہیں، ان کی کنیت ام الھذیل ہے۔ قصر بنی خلف۔ یہ بصرہ میں ہے جو طلحۃ الطلحات طلحہ بن عبداللہ بن خلف خزاعی کے دادا، خلف کی طرف منسوب ہے یہ بیوی جنھوں نے قصر بنی خلف میں اپنی بہن کی روایت سے یہ حدیث بیان کی حضرت ام عطیہ کی بہن تھیں۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل متخرج ہوئے (۱) حائضہ، نفساء اور انھیں کی طرح جنب ذکر و اذکار، اوراد و وظائف نہیں چھوڑے گا (۲) عیدین کی نماز کے بعد پنجگانہ نمازوں کی طرح دعا مانگنا مسنون ہے۔ فرمایا ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین۔ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔ عطف میں اصل تغایر ہے۔ خیر سے یہاں مراد نماز عیدین ہے، اور دعوۃ المسلمین سے دعا، اب اگر یہ مان لیا جائے کہ عیدین میں دعا نہیں تھی تو دعوۃ المسلمین کا کیا مفاد ہوگا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:۔

ولیکن ممن یدعوا ویومن رجاء برکۃ المشھد الکریم [۱] یہ عورتیں بھی دعا کریں یا دعا پر آمین کہیں۔ اس مبارک مجمع کی برکت کے حصول کی امید پر۔

(۳) عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں اگرچہ وہ غیر محرم ہوں اگرچہ انھیں ہاتھ لگانا پڑے حتی کہ مرہم پٹی بھی کر سکتی ہیں۔ مگر یہ شرط ضرور ہے کہ کوئی مرد یا محرم عورت معالج نہ مل سکے تو (۴) حائضہ وغیرہ کسی مسجد میں نہیں جا سکتیں (۵) انھیں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں (۶) منیٰ، عرفات، مزدلفہ جا سکتی ہیں۔

---

[۱] عینی جلد ثالث ص ۳۰۵

اَلْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى، قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ اَلْحُيَّضُ فَقَالَتْ اَلَيْسَتْ تَشْهَدُ

حیض والیاں مصلے سے الگ رہیں، حفصہ نے کہا، اس پر میں نے کہا کیا حیض والیاں بھی۔ فرمایا

عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا ☆

کیا وہ عرفہ اور فلاں فلاں جگہ نہیں حاضر ہوتیں۔

ت (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳)

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَّشُرَيْحٍ، اِنْ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ اَهْلِهَا مِمَّنْ

حضرت علی اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے مخصوص افراد میں سے کسی کو گواہ لائے

يُرْضٰى دِيْنُهُ اَنَّهَا حَاضَتْ ثَلٰثًا فِيْ شَهْرٍ صُدِّقَتْ ع‍ وَقَالَ عَطَاءٌ اَقْرَاؤُهَا

جس کے دین کو پسند کیا جاتا ہو (یعنی دیندار) کہ اسے ایک مہینے میں تین حیض آ گیا تو اسکی بات مان لیجائیگی اور امام

مَاكَانَتْ ع‍ وَبِهٖ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ س‍ وَقَالَ عَطَاءٌ، اَلْحَيْضُ يَوْمٌ اِلٰى خَمْسَةَ

عطانے کہا (عدت کے ایام میں) اسکے حیض کے دن وہی ہیں جو (عدت) سے پہلے تھے۔ یہی ابراہیم نے بھی کہا۔

تشریحات (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳)

قاضی شریح یمن میں جو فارسی النسل آباد ہو گئے تھے انھیں کی نسل سے تھے عہد نبوت انکو ملا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل نہیں۔ ایمان کب لائے معلوم نہیں۔ أئمہ تابعین کے صف اوّل میں سے ہیں۔

☆ بخاری	جلد اول	عیدین	باب خروج النساء والحیض المصلی	ص ۱۳۳
ایضا	ایضا	ایضا	باب اذالم یکن لھا جلباب فی العید	ص ۱۳۴
ایضا	″	″	باب اعتزال الحیض المصلی	ص ۱۳۴
″	″	المناسک	باب تقضی الحائض المناسک کلھا الاالطواف	ص ۱۲۴
مسلم	″	عیدین	فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور والحیض المصلی	ص ۱-۲۹۰
ابوداؤد	″	صلوٰۃ	باب خروج النساء فی العید	ص ۱۶۱
ترمذی	″	عیدین	باب فی خروج النساء فی العیدین	ص ۷۰
نسائی	″	″	باب خروج العواتق وذوات الخدور فی العیدین	ص ۲۳۱
″	″	″	باب اعتزال الحیض مصلی الناس	ص ۲۳۲
ابن ماجہ		عیدین	باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین	ص ۹۳

ع‍ دارمی ابن حزم ع‍ عبدالرزاق س‍ عبدالرزاق

عَشَرَ ع۵ وَقَالَ مُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ عَنِ الْمَرْأَةِ

اور عطار نے کہا حیض ایکدن سے پندرہ دن تک ہے معتمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انکے باپ نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں

تَرَى الدَّمَ بَعْدَ قُرْءِهَا بِخَمْسَةِ اَيَّامٍ قَالَ النِّسَاءُ اَعْلَمُ بِذَالِكَ ع۵

پوچھا جو حیض آنے کے پانچ دن بعد پھر خون دیکھے تو انھوں نے فرمایا عورتیں اسے اچھی طرح جانتی ہیں۔

عابد، زاہد، عالم، فاضل، شاعر سبھی خوبیاں ان میں جمع تھیں۔ عرب ہی نہیں دنیا کے عظیم قاضیوں میں سے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے انھیں کوفے کا قاضی بنایا تھا۔ اس زمانے سے لے کر حجاج کے عہد تک مسلسل کوفے کے قاضی رہے درمیان میں صرف تین سال حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں اس عہدے سے الگ رہے۔
بدایہ نہایہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں معزول کر دیا تھا پھر حضرت معاویہ نے انھیں اپنے عہد حکومت میں کوفے ہی کا قاضی بنایا۔ حجاج کے زمانے میں استعفا دے کر علیحدہ ہو گئے درمیانی تین سال چھوڑ کر پچہتر سال اس عہدے پر رہے ۹۸ھ میں یا اس سے کچھ پہلے ایک سو بیس سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ ان کا وصال کب ہوا اس میں کثیر اختلاف ہے علامہ عینی نے وہی لکھا ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا۔
تفویض قضا کا قصہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے ایک شخص سے ایک گھوڑا خریدا اس سے پوچھکر اس کو جانچنے کے لئے اس پر سوار ہوئے۔ کچھ دور جاکر گھوڑا مر گیا، حضرت فاروق اعظم نے گھوڑے کے مالک سے کہا اپنا گھوڑا لے اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا، چلو ہم دونوں کسی کو حکم مان لیں۔ اس نے انھیں قاضی شریح کا نام لیا حضرت فاروق اعظم نے تسلیم کر لیا۔ قاضی شریح نے طرفین کا بیان سُنکر حضرت فاروق اعظم سے فرمایا، امیرالمومنین یا تو جیسا اس کا گھوڑا تھا یعنی زندہ ویسے ہی واپس کیجئے یا پھر اس کی قیمت دیجئے۔ فاروق اعظم نے یہ فیصلہ سُنکر فرمایا۔ فیصلہ یہ ہے کوفے جاؤ میں نے تم کو وہاں کا قاضی بنایا۔ قدرت نے ایسا ملکہ دیا تھا کہ چہرہ دیکھکر پہچان لیتے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔
ایک بار ایک عورت روتی ہوئی آئی، اس حال میں اپنا دعویٰ پیش کیا کہ آنسوؤں کے تار بندھے ہوئے تھے۔ دیکھنے والے نے کہا یہ مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ ضروری نہیں۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے وَجَاءُوا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔ آخر کار فیصلہ اس عورت کے خلاف ہوا۔

بہت دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ زیاد بن ابیہ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے عراق بائیں ہاتھ سے قابو میں کر لیا ہے۔ داہنا ہاتھ آپ کی اطاعت کے لئے خالی ہے۔ مجھے حجاز کا بھی والی بنا دیں۔ یہ خبر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی، یہ اس وقت مکہ میں تھے، تو یہ دعا کی اے اللہ زیاد کے داہنے ہاتھ کو ہم سے دور رکھ۔ یہ دعا تیر قضا بن گئی۔ زیاد کے داہنے ہاتھ میں طاعون کی گلٹی نکل آئی معالجین نے کہا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ زیاد نے قاضی شریح سے مشورہ کیا فرمایا

ع۵ دارمی۔ دارقطنی ع۵ دارمی

رزق مقسوم ہے موت کا وقت مقرر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ تم دنیا میں رہو اور تمھارا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ یا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جاؤ اور پوچھے کہ یہ ہاتھ کیوں کٹوایا تو تم یہ کہو تیری ملاقات سے بچنے کے لئے۔ زیاد نے زن کا مشورہ قبول کر لیا اسی دن مرگیا۔ عوام کو زیاد سے جو عداوت تھی وہ یہی چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ لوگوں نے قاضی صاحب کو ملامت کی تو فرمایا۔ زیاد نے مجھ سے مشورہ کیا تھا، اور جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے ورنہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ روز اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔

اس عہد کے آپسی جھگڑوں میں ہمیشہ الگ تھلگ رہے حتیٰ کہ لڑائی جھگڑے کے واقعات بھی نہیں سنتے تھے۔ نہ کسی سے پوچھتے تھے اس پر ایک صاحب نے کہا اگر میں نہ پوچھوں تو مر جاؤں [۱]

اثر اوّل :۔ پورا یہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت اور مرد آئے۔ مرد نے اس عورت کو طلاق دیدی تھی۔ عورت کا یہ کہنا تھا کہ میری عدت ختم ہوگئی، حالانکہ ابھی طلاق دئے ایک ہی مہینے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی شریح سے کہا تم فیصلہ کردو، انھوں نے عرض کیا حضور موجود ہیں اور میں فیصلہ کروں۔ فرمایا فیصلہ کرو۔ قاضی شریح نے یہ فیصلہ کیا۔ اگر اپنے گھر کی عادل دیندار عورتوں میں سے کسی کو لائے جو یہ گواہی دے کہ اس مدت میں اسے تین حیض آچکے ہیں ہر حیض پر پاک ہو کر اس نے نماز پڑھی ہے تو عدت پوری ہوگئی ورنہ نہیں، حضرت علی نے فرمایا۔ قالون یعنی تم نے اچھا فیصلہ کیا یہ رومی لفظ ہے۔ دوسرا اور تیسرا اثر یعنی حضرت عطاء اور حضرت ابراہیم نخعی کا قول بھی عدت ہی کے بارے میں ہے ـــــ مراد یہی ہے کہ عدت کے پہلے اس کی جتنے دنوں حیض آنے کی عادت تھی عدت میں بھی اسی کا اعتبار ہوگا۔

حضرت عطاء کے دوسرے قول یعنی چوتھے اثر کا مفاد یہ ہے کہ حیض کی مدت کم از کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے۔ پانچویں اثر یعنی حضرت ابن سیرین کے قول کا مطلب یہی ہے کہ عورت کو جیسی عادت ہو اس کے مطابق اس کے حیض کے ایام ہوں گے۔

باب کی توضیح یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

اذا حاضت فی شھر ثلث حیض — جب عورت کو ایک مہینے میں تین حیض آئے۔ حیض و حمل کے

وما یصدق النساء فی الحیض والحمل فیما یمکن۔ — معاملے میں عورتوں کی بات مانی جائیگی اگر وہ جو کہیں ممکن ہو تو۔

باب کا دوسرا حصہ اجماعی ہے۔ البتہ پہلا حصہ اختلافی ہے۔ امام بخاری نے باب کی تائید میں جو آیت ذکر کی ہے۔ اس سے صرف دوسرا حصہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلا حصہ یعنی یہ کہ ایک مہینے میں تین آسکتے ہیں ثابت نہیں ہوتا۔ لامحالہ امام بخاری کو اقوال رجال کا سہارا لینا پڑا اور افسوس یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں ـــــ وہ بھی بعض ایسے اقوال رجال سے جو امام بخاری کے طریقے پر ضعیف ہیں۔ مثلاً حضرت علی اور قاضی شریح کے اثر کے راوی شعبی ہیں، شعبی کا حضرت علی سے سماع ثابت نہیں اگرچہ زمانہ ملتا ہے۔

حیض و طہر کی اقل مدت اس کی تفصیل یہ ہے ـــــ حیض و طہر کی اقل مدت اور اکثر مدت کے سلسلے میں چاروں ائمہ کے چار مذہب ہیں ـــــ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے ـــــ عدت کے معاملے میں حیض کی اقل مدت

[۱] عینی بدایہ نہایہ ـ ابن خلکان

تین دن ہے اور نماز روزے اور وطی کے معاملے میں ایک قطرہ تک ہے۔ یعنی ایک قطرہ خون آکر رک جائے تو حیض ختم۔ اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ حنبلی حضرات کا مذہب مختار یہ ہے کہ اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔ البتہ اقل طہر کی مدت تیرہ دن ہے۔ امام شافعی کے یہاں اقل حیض کی مدت ایک دن اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن۔ ہمارے یہاں اقل مدت حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہے۔
قاضی شریح کا فیصلہ امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے مطابق ہو سکتا ہے۔ امام مالک کے مذہب پر بالکل ظاہر ہے۔ جب ان کے یہاں عدت کے معاملے میں اقل حیض کی مدت تین دن ہے۔ اور اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ تو نو دن چند ساعت میں عدت پوری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امام احمد کے یہاں جب اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔ اور اقل طہر کی تیرہ دن ہے۔ تو ۲۶ دن اور چند ساعت میں عدت پوری ہو سکتی ہے۔ مثلاً شوہر نے طلاق دیا۔ فوراً خون کا ایک قطرہ آیا پھر تیرہ دن بند رہا۔ پھر ایک قطرہ آیا۔ پھر تیرہ دن بند رہا پھر ایک قطرہ آیا۔ اور بند ہو گیا۔ عدت پوری ہو گئی۔
البتہ ہمارے اور شوافع کے یہاں ایک مہینے میں عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی کے یہاں تو اس لئے کہ ان کے یہاں عدت تین طہر ہے اور جس طہر میں طلاق دیا وہ بھی عدت میں شمار ہوگا۔ فرض کیجئے کسی نے طہر میں طلاق دی۔ طلاق دینے کے بعد فوراً حیض جاری ہو گیا۔ اب اس کے بعد ایک دن حیض کا پندرہ دن طہر کا پھر ایک دن حیض پندرہ دن طہر کے، اب تین طہر ہو گئے۔ یہ کل بتیس ۳۲ دن ہو گئے، اس سے کم میں امام شافعی کے مذہب کی رو سے عدت پوری ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس سے ظاہر کہ ان کے مذہب میں بتیس دن سے کم میں عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ ہمارے یہاں عدت کے لئے کم از کم انتالیس دن ضروری ہیں۔ تین حیض کے لئے نو دن دو طہر کے لئے تیس دن۔
اب لامحالہ احناف اور شوافع کو، قاضی شریح کے اس فیصلے کی تاویل کرنی پڑے گی۔ مگر میرے خیال میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ اولاً اس کے الفاظ میں خود اضطراب ہے جو روایت دارمی میں، یعلی بن عبید کے طریقے سے ہے۔ اس میں "حاضت فی شہر،" ہے اور ابن حزم نے جو بطریق ھشیم روایت کی ہے۔ اس میں "فی شہر او خمس وثلثین لیلۃ،" ہے۔
ثانیاً جب احادیث مرفوعہ سے ثابت کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدۃ حیض دس دن ہے۔ اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن تو بہر حال احادیث مرفوعہ کو "قاضی شریح کے فیصلے کے مقابلے میں ترجیح ہوگی۔ ان احادیث پر اگرچہ باعتبار سند کلام کیا گیا ہے مگر تعدد طرق سے قوت پاکر درجہ حسن تک پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ اور شرح بخاری میں ثابت فرمایا ہے۔ حدیث حسن احکام میں بھی حجت ہیں۔
رہ گئے بقیہ آثار، ان سب کے جواب میں یہی گذارش ہے کہ ارشادات رسول کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں نیز ان کے بالمقابل انھیں حضرات کے درجے کے دوسرے حضرات کے اقوال ہمارے موافق ہیں، جن کی فہرست عینی شرح ہدایہ میں موجود ہے علاوہ ازیں استحاضے کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں اور خود امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں، قدر الایام اللتی،" ہے۔ حضرت امام رازی اگرچہ شافعی ہیں۔ مگر انھوں نے اس سے استدلال فرمایا کہ اقل حیض کی مدت تین ہی دن ہوگی اس سے کم نہیں اور اکثر مدت دس دن اس سے زیادہ نہیں۔ وہ اس طرح کہ "ایام" جمع ہے۔ اقل جمع تین ہے۔ اور اعداد کی تمیز میں عشرۃ (دس) تک جمع لاتے ہیں۔ بولتے ہیں تسعۃ ایام عشرۃ ایام۔ اسکے بعد

واحد لاتے ہیں کہتے ہیں۔ احد عشر یوما۔ لفظ ایام سے جہانتک اقل مدت پر استدلال ہے وہ سو فیصدی صحیح ہے۔ البتہ اکثر مدت پر استدلال میں خلجان ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے:

کلوا واشربوا هنیا بما اسلفتم فی الایام الخالیه (الحاقۃ ۲۴) گذشتہ دنوں جو کچھ آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو

اس آیت میں ایام سے تقریبًا پوری زندگی مراد ہے۔ ایضاح البخاری کے حاشیے میں خود مصنف کی جو تاویل نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جو آیہ کریمہ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ میں مذکور ہے۔ یعنی ہمارے دنوں سے ایک ہزار دن کا ایک دن ـــ اس کی تشریح مرتب صاحب نے یہ کی ہے، کہ حضرت آدم سے اب تک تقریبًا آٹھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ اگر ایام خالیہ سے دس دن مراد لئے جائیں تو وہ الف سنۃ کے حساب سے دس ہزار سال ہوتے ہیں اسطرح دنیا کی زندگی تین ہزار سال اور ہو سکتی ہے اور معلوم ہے کہ دنیا اب قیامت کے دہانے پر ہے۔ ج ۱۲، ص ۱۴۵

یہ تاویل بچند وجوہ باطل محض ہے۔ بلکہ قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ اولًا یہاں جمع کا مقابلہ جمع سے ہے اسلئے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوگی مطلب یہ ہوا کہ یہ ہر جنتی سے کہا جائیگا۔ تو کیا ہر جنتی دس ہزار سال تو بڑی بات ہے ایک ہزار سال بھی دنیا میں رہا ہے؟ ثانیًا آپنے کیسے جان لیا کہ دنیا قیامت کے دہانے پر آگئی ہے کہ تین ہزار سال کے بعد قیامت آجائے گی جبکہ آپلوگوں کے عقیدے کی رو سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت کا علم نہ تھا۔ ثالثًا آٹھ میں تین ملانے سے گیارہ ہوتے ہیں، دس نہیں ہوتے رابعًا گیارہ ہوگئے تو امام رازی کا استدلال رخصت۔ خامسًا آیت کا صریح منطوق یہ ہے کہ اس آیت میں "ایام خالیہ" سے مراد اس دنیا کے ایام ہیں۔ عند ربک والے ایام نہیں۔ سادسًا فرمایا

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ (بقرہ) اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم اللہ سے ڈرو گنتی کے چند دن

اسمیں کیا کہینگے۔ سابعًا آپ مستدل ہیں اور مستدل کیلئے احتمال کافی نہیں ـ مجھے کہنے دیجئے کوئی عجوبہ روزگار بات کہکر طلبہ سے داد وتحسین حاصل کرلینا اور بات ہے، اس کا فی الواقع صحیح ہونا اور بات ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ عدد کیساتھ جب تمیز آتی ہے تو دس کے بعد واحد اور اس سے پہلے جمع آتی ہے۔ اور جب عدد کیساتھ نہ ہو تو جمع بولکر ہزار ہا ہزار مراد ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین کے ارشاد میں آیا ہے۔ بعد قرئها۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس میں قرء سے مراد طہر ہے اسلئے کہ پہلے تری الدم اسی پر قرینہ ہے۔ خون کے بعد خون دیکھنے کا کیا معنی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ نہیں" قرء" سے مراد حیض ہی ہے۔ یہاں سوال کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو مخصوص دن خون آنے کی عادت تھی۔ اتنے دن خون آچکا پھر پانچ دن مزید آیا تو یہ پانچ دن حیض ہی میں شمار ہونگے یا نہیں۔ ابن سیرین نے جواب دیا، عورتیں اسے جانتی ہیں کہ عادت کے دنوں میں حیض ہے اور اس کے بعد استحاضہ۔ صاحب توضیح نے بھی یہی فرمایا کہ " قرء" سے مراد حیض ہے۔ خود ابن سیرین قرء سے مراد حیض لیتے تھے۔ اور ہر متکلم کے کلام کے وہی معنی متعین ہیں جو خود اس کا محاورہ ہو۔

حدیث کنا لا نعد الکدرۃ والصفرۃ شیأ (۲۲۸)

عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا، قَالَتْ، کُنَّا لَا نَعُدُّ الْکُدْرَۃَ وَالصُّفْرَۃَ شَیْئًا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم لوگ گدلی اور زرد رطوبت کو کچھ نہیں شمار کرتے تھے

حدیث المستحاضۃ تغتسل لکل صلوٰۃ (۲۲۹)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت

وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَۃَ اُسْتُحِیْضَتْ سَبْعَ سِنِیْنَ فَسَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ام حبیبہ کو سات سال استحاضہ رہا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَالِکَ فَاَمَرَھَا اَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ تو حضور نے انھیں غسل کا حکم دیا اور فرمایا

تشریحات (۲۲۸)

حیض کتنے رنگوں کا ہوتا ہے گذر چکا اور اس پر بقدر ضرورت کلام بھی ہوچکا۔ یہاں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد یہ ہے کہ ایام حیض کے بعد ہم گدلے اور پیلے رنگ کی رطوبت کو حیض نہیں جانتے تھے ۔ جیساکہ ابوداؤد کی روایت میں اس کی تصریح ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے باب میں یہ قید لگائی ہے ـــــ فی غیر ایام الحیض ایام حیض میں اگر ان دونوں رنگ کی رطوبت دکھائی دے تو وہ حیض ہی ہے۔

تشریحات (۲۲۹)

حضرت ام حبیبہ | رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضرت ام المومنین نہیں بلکہ جحش بن مطلب کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں ۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ہیں ـــ مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام زینب تھا ۔ عینی میں ہے کہ ام المومنین حضرت زینب کا نام پہلے برّہ تھا ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر "زینب" رکھا ۔ اس لئے کہ ان کی بہن اپنی کنیت ام حبیبہ کے ساتھ مشہور ہوگئی تھیں۔

مستحاضہ کا حکم | یہ ہے کہ اس عارضہ سے پہلے جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن حیض شمار کرے ۔ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے ۔ جب یہ دن پورے ہوجائیں تو غسل کرکے نماز پڑھے ۔ ہر نماز کے لئے غسل واجب نہیں ۔ البتہ ہر نماز کے لئے وقت نکلنے کے بعد وضو

ع ابوداؤد جلد اول، طہارت، باب فی المراۃ تری الکدرۃ والصفرۃ بعد الطھر ص۴۳۔ نسائی جلد اول حیض باب الصفرۃ والکدرۃ ص۶۱۔ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی الحائض تری بعد الطھر الصفرۃ والکدرۃ ص۴۷۔

هٰذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عہ

یہ رگ ہے۔ اس کے بعد وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

حدیث ۲۳۰ ان صفیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قد حاضت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے

أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ صَفِيَّةَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صفیہ

واجب ہے۔

تکمیل بخاری میں صرف یہ ہے۔ فامرھا تغتسل۔ مگر مسلم وغیرہ میں لکل صلوٰۃ زائد ہے۔ یعنی یہ حیض کے معتاد دن گذار کر ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ یہ حکم استحبابی ہے یعنی ہر نماز کے لئے غسل کرنا اسے مستحب ہے۔ استحاضے کا خون، جوف رحم سے نہیں آتا۔ بلکہ رحم کے منہ کے قریب ایک رگ ہے۔ جس کا نام "عاذل" ہے اس سے آتا ہے [1]

تشریحات ۲۳۰

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ مدینے کے باشندے یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنی نضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جب ۴ سنہ میں باوجود باہمی معاہدے کے انھوں نے بدعہدی کی حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہید کرنے کی سازش کی۔ تو انھیں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ جاکر خیبر میں آباد ہو گئے۔

یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ انکا باپ بنو قریظہ کے ساتھ قتل ہوا۔ انکا نکاح پہلے سلام بن مشکم سے ہوا تھا۔ پھر کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ کنانہ خیبر میں جب مارڈالا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو کرم فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔ اور صہبا پر زفاف فرمایا۔ کھجور اور ستو سے دعوت ولیمہ فرمائی۔ اس سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک چاند ان کی گود میں آگیا ہے۔ اس خواب کا تذکرہ اپنی ماں سے کیا۔ اس خبیثہ نے انھیں اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کا نشان رہ گیا۔ اور کہا تو اپنی گردن اٹھاتی ہے کہ شہنشاہ عرب کی ملکہ ہو۔ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت اس کا نشان باقی تھا انھوں نے حضور کو دکھایا بھی۔ یہ حسن و جمال میں یکتا علم و فضل میں یگانہ، تحمل و بردباری میں بے مثل تھیں۔ یہ جب مدینہ طیبہ آئیں تو انکا شہرہ سن کر عورتیں زیارت کے لئے گئیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ بھی گئیں۔ حضور نے انھیں دیکھ لیا۔ جب واپس آئیں

عہ بخاری جلد اول حیض باب عرق المستحاضۃ ص۴۸۔ مسلم جلد اول حیض باب المستحاضۃ وغسلها وصلوتها ص۱۵۱۔ ابو داؤد جلد اول طہارت باب ماروی ان المستحاضۃ تغتسل لکل صلوۃ ص۳۹۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی المستحاضۃ انها تغتسل عند کل صلوۃ ص۱۹۔ نسائی جلد اول حیض باب ذکر الاستحاضۃ واقبال الدم وادبارہ ص۴۸ مزید بعد کے دو باب میں۔ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی المستحاضۃ اذا اختلط علیها الدم فلم تقف علی ایام حیضها ص۴۶۔

[1] نووی شرح مسلم جلد اول کتاب الحیض باب المستحاضۃ ص۱۵۱

بِنْتَ حُيَيٍّ	قَدْ حَاضَتْ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	لَعَلَّهَا
بنت حیی کو	حیض آگیا۔		رسول اللہ	صلی اللہ	تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔	شاید وہ ہمیں

تو پوچھا کیسی ہے۔ انھوں نے کہا یہودیہ ہے۔ فرمایا یہودیہ مت کہو۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ معزز ہیں۔ ہم ان کی بیبیاں ہیں اور ان کے چچا کی بیٹیاں ہیں۔ اس کی خبر ان کو ملی تو رونے لگیں اسی حال میں حضور تشریف لائے۔ دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے انھوں نے حضور سے شکایت کی۔ حضور نے فرمایا۔ تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا۔ تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہوسکتی ہو حالانکہ میرے شوہر محمد ہیں اور میرے باپ ہارون اور میرے چچا موسیٰ علیہم السلام۔ مرض وصال میں تمام ازواج حاضر تھیں۔ حضور کا حال دیکھ کر حضرت صفیہ نے کہا۔ یا نبی اللہ کاش کہ حضور کی بیماری مجھے ہوتی۔ اس پر تمام ازواج نے آنکھ مارا۔ حضور نے فرمایا۔ تم سب کلی کرو۔ ازواج نے عرض کیا کاہے سے۔ فرمایا۔ صفیہ کو آنکھ مارنے سے۔ بخدا وہ سچی ہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کرلیا تو یہ اپنے غلام کنانہ کے ساتھ خچر پر سوار ہوکر چلیں کہ بلوائیوں کو واپس کریں۔ اُشتر نے ان کے خچر کے منھ پر مارا تو لوٹ پڑیں۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ کھانا پانی بھیجتی رہیں ۵۰ھ کے رمضان المبارک میں وصال ہوا جنت البقیع میں آسودہ ہیں ان سے دس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ایک بخاری نے لی ہے۔[1]

لغات یہاں لعل، ترجی کے لئے نہیں۔ استفہام کے لئے ہے۔ مقصد یہ ہوا کیا وہ ہمیں روک دے گی؟ اس حدیث کی بعض روایتوں میں، عقریٰ، حلقیٰ، آیا ہے۔ عقری کا مادہ عقر ہے۔ اس کے معنی ہیں زخمی کرنا ذبح کرنا۔ کونچیں کاٹنا۔ بانجھ ہونا۔ ہلاک کرنا۔ عقری کے معنی یہ ہیں۔ اللہ اسے زخمی کرے مار ڈالے۔ بانجھ کردے۔ یہ اپنی قوم کو ہلاک کردے۔ حلقی۔ کا مادہ حلق ہے اس کے معنی، سر مونڈنا، حلق میں بیماری ہونا ہے۔ حلقی کے معنی ہوئے اس کا سر مونڈ دیا جائے۔ اس کی حلق میں بیماری ہو۔ اس کی قوم مونڈی جائے یعنی برباد ہو۔ علامہ قرطبی نے نقل کیا کہ عورتوں کو جب حیض آتا تو یہود ان کو عقریٰ حلقیٰ، کہا کرتے تھے۔ یہ تو ان دونوں الفاظ کی اصل ہوئی۔ عرف میں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے۔ یہ بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قاتلہ اللہ، تربت یمینك وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی، زجر و خفگی کے اظہار کے لئے بولتے ہیں۔ کبھی کبھی پیار کے لئے بھی۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ اسے مار ڈالے۔ بانجھ بنا دے، اس کا سر مونڈ دے۔

---

[1] عینی، اصابہ، استیعاب، الاکمال بدایہ، نہایہ جلد ثامن۔ [2] بخاری جلد اول حیض باب المراۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۴۷۔ بخاری جلد اول مناسک باب اذا حاضت بعد الافاضۃ ص۲۳۷۔ بخاری جلد اول مناسک باب الادلاج من المحصب دو طریقے سے ص۲۳۸۔ بخاری جلد ثانی طلاق باب قول اللہ لایحل لهن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامهن ص۸۰۲۔ بخاری جلد ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۶۳۱ مسلم جلد اول حج باب وجوب طواف الوداع ص۴۲۶۔ ابوداؤد جلد اول مناسک باب الحائض بعد الافاضۃ ص۲۷۳۔ نسائی جلد اول حیض باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۶۸ ترمذی جلد اول حج باب المرأۃ۔ تحیض بعد الافاضۃ ص۱۱۳۔ ابن ماجہ مناسک باب الحائض تنفر قبل ان تنفر ص۲۲۷۔ دارمی مناسک ۷۳۔ موطا حج باب افاضۃ الحائض ص۱۶۹۔ مسند امام احمد۔

تَحْبِسُنَا۔ اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِي ؏

روک دے ۔ کیا تم لوگوں کے ساتھ اس نے طواف نہیں کیا تھا۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہاں کرلیا تھا۔ فرمایا تو چلو ۔

حدیث رخص للحائض ان تنفر اذا حاضت ۔ (۲۳۱)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حائضہ کو اجازت ہے کہ (طواف وداع) کے بغیر

اَنْ تَنْفِرَ اِذَا حَاضَتْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِي اَوَّلِ اَمْرِهٖ اَنَّهَا لَا تَنْفِرُ

کے سے واپس ہوسکتی ہے اور ابن عمر پہلے یہ کہتے تھے کہ (طواف وداع کے بغیر) واپس نہ ہو

مسائل ① طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ فرض ہے اس کا وقت دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے لیکر مدت العمر ہے۔ اس کے بغیر کوئی احرام سے پورے طور پر باہر نہیں ہوتا۔ دسویں کو قربانی کرکے سر منڈانے کے بعد عورت سے قربت کے علاوہ تمام ممنوعات احرام کی اجازت ہوجاتی ہے مگر جب تک طواف زیارت نہ کرلیں۔ قربت جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی مرد و عورت طواف زیارت کے بغیر گھر واپس آجائے تو بھی قربت جائز نہ ہوگی جبتک کہ طواف زیارت نہ کرلے۔ ② حائضہ کو حیض کی حالت میں طواف کی اجازت نہیں۔ حیض کی حالت میں طواف صدر یا طواف وداع کرے گی تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے اور اگر طواف زیارت کرے گی تو ایک اونٹ کی۔ ③ آج کل واپسی کے ٹکٹ کیوجہ سے بعض عورتوں کو یہ دشواری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس عارضہ کیوجہ سے ایام نحر میں بھی طواف زیارت نہیں کرپاتیں اور کبھی بعد میں بھی موقع نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں درخواست دیکر اگر واپسی کی تاریخ بدلی جاسکے تو بدلوالینا ضروری اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے۔ کہ کوئی شخص عورت کے سامنے یہ مسئلہ بیان کردے کہ جو عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت کرے گی وہ گنہگار ہوگی۔ اس پر ایک اونٹ کی قربانی واجب ہے۔ ؎ ⑤ حائضہ و نفسا سے طواف وداع ساقط ہے۔

تشریحات (۲۳۱)

وکان ابن عمر الخ۔ یہ امام طاؤس کا کلام ہے۔ عینی میں ہے ھو کلام طاوس قولہ ثم سمعتہ ای قال طاؤس سمعت ابن عمر الخ۔ مگر ایضاح البخاری میں اسے ابن عباس کا قول بتایا ہے۔ ترجمے میں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر میں نے انھیں فرماتے سنا۔ اللہ عزوجل اس قوم کو ہدایت دے۔ یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ تصنیف کے وقت شروح دیکھ لیں۔ اپنے جی سے جو آتا ہے۔ ہانک دیتے ہیں۔ ابتداءً اس مسئلہ میں اختلاف تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے

؏ بخاری جلد اول حیض باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۴۷ ؎ ردالمحتار جلد ثانی ص۲۶۵۔

ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَنْفِرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ

مگر بعد میں میں نے خود سنا کہ وہ فرماتے تھے جا سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس کی اجازت دی ہے

حدیث الحائض تغتسل وتصلی ولو ساعة من نهار (۲۳۲)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ مستحاضہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ تھوڑی دیر

اپنے اجتہاد سے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ فرائض حج سے فراغت کے بعد اگر کسی عورت کو حیض آجائے تو وہ پاک ہونے تک مکہ معظمہ ٹھہری رہے پاکی کے بعد طواف وداع کرکے اپنے گھر جائے۔ مگر جب انھیں حدیث مل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حائضہ کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ طواف وداع کئے بغیر واپس ہو سکتی ہے تو وہ بھی اس کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔

تشریحات (۲۳۲)

یہاں باب یہ ہے۔ اذا رأت المستحاضة الطهر۔ جب مستحاضہ طہر دیکھے۔ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ کہ واقعی حیض بند ہو جائے دوسرے یہ کہ حکماً طہر دیکھے مثلاً اس کی عادت کے دن پورے ہو گئے یا یہ کہ خالص سفید رطوبت آنے لگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ ایک ساعت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور اور ہمارا اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اقل طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔

مستحاضہ سے وطی جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں خود صحابہ کرام میں اختلاف تھا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ جائز نہیں۔ اور یہی زہری ابراہیم نخعی ابن سیرین اور حکم کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں ایسی ہی احادیث ملی ہیں جن میں صرف نماز کی اجازت ہے۔ ہمبستری کے بارے میں کوئی اجازت وارد نہیں۔

جمہور فرماتے ہیں جماع سے ممانعت صرف حیض کی حالت میں تھی اس لئے کہ وہ اذی ہے۔ جب حیض ختم۔ تو اباحت لوٹ آتی ہے۔ علاوہ ازیں۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استحاضے کی حالت میں ان کے شوہر ہمبستری کرتے تھے۔ نیز دار قطنی اور ابوداؤد[2] میں ہے۔ کہ حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر بھی اس حالت میں ان سے ہمبستری کرتے تھے۔ الصلوٰۃ اعظم کے بارے میں علامہ عینی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ یہ ان کا استخراج ہے یعنی حضرت ابن عباس کا قول نہیں۔

اس باب پر امام بخاری نے۔ حضرت فاطمہ بنت حُبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال فرمایا جس میں یہ ہے کہ حضور

[1] ابوداؤد جلد اول طہارت۔ باب المستحاضة یغشاہا زوجہا ص۴۳ [2] ایضاً ع بخاری جلد اول حیض باب المرأۃ تحیض بعد الافاضہ ص۴۷

مِنْ نَّھَارٍ وَّ یَاتِیْھَا زَوْجُھَا اِذَا صَلَّتْ ، اَلصَّلٰوۃُ اَعْظَمُ

کے لئے طہر دیکھے ۔ اگر یہ نماز پڑھ لے تو اس کے پاس اس کا شوہر آسکتا ہے۔ نماز بہت عظمت والی ہے۔

حدیث اِنَّ امراۃ ماتت فی بطن فصلی علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲۲۳)

عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ، اَنَّ امْرَأَۃً مَاتَتْ فِیْ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت پیٹ کی

نے یہ فرمایا۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دے جب ختم ہوجائے تو خون دھو کر نماز پڑھ ۔ مراد یہ ہے کہ غسل بھی کرے ۔ اس کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ یہ سب کو معلوم تھا کہ انقطاع حیض کے بعد غسل فرض ہے ۔

تشریحات (۲۲۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ بنی فزارہ کے چشم و چراغ تھے ۔ یہ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھیں لیکر ان کی والدہ مدینہ آئیں ۔ بہت خوبصورت خاتون تھیں ۔ بہت سے لوگوں نے پیغام دیا۔ ان کی ماں نے یہ شرط کی کہ میں اسی سے شادی کروں گی جو اس بچے کی بھی پرورش کا وعدہ کرے ایک انصاری نے اسے قبول کیا ان کے ساتھ انکا عقد ہو گیا ۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ انصار میں رہنے لگے ۔ انصار کرام کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے ۔ جو جہاد کے لائق ہوتا اسے قبول فرما لیتے ۔ ایک بار ایک صاحبزادے کو حضور نے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی ۔ اس کے بعد حضرت سمرہ پیش ہوئے تو انھیں مسترد فرما دیا انھوں نے کہا یا رسول اللہ حضور نے اسے اجازت دیدی اور مجھے واپس فرما دیا ۔ اگر ہم دونوں کشتی لڑیں تو اسے میں پچھاڑ دونگا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ پھر لڑکے دکھاؤ ۔ دونوں میں کشتی ہوئی حضرت سمرہ نے انھیں پچھاڑ دیا ۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بھی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی ۔

زیاد بن ابیہ انھیں چھ مہینہ بصرہ کا والی بناتا اور چھ مہینے کوفے کا ۔ جب زیاد مرا تو بصرہ کے والی تھے ۔ حضرت معاویہ نے انھیں سال بھر اس عہدے پر باقی رکھا پھر معزول کر دیا ۔ یہ خوارج کے معاملے میں بہت سخت تھے اسی لئے خوارج ان کو برا کہتے تھے ایک مرتبہ یہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک صاحب اور موجود تھے ۔ حضور نے ان تینوں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔ تم تینوں میں جو سب کے بعد مریگا وہ آگ میں مریگا ۔ اسی کے مطابق ہوا ۔ انھیں بہت سخت کزاز (پیچش) ہو گئی اس کے لئے وہ بھپارا لیتے ایک بار بھپارا لیتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں گر پڑے اور یہی پیام اجل ثابت ہوا ۔ بصرہ ہی میں وصال ہوا ۵۹ھ سنہ وصال ہے ۔ ان سے ایک سو تیئس احادیث مروی ہیں ۔ جن میں سے چار بخاری نے روایت کی ہے ۔ ایک حدیث انھیں سے

ع ۔ بخاری جلد اول حیض اذا رأت المستحاضۃ الطہر ص۴۸ ابن ابی شیبہ

بَطۡنٍ فَصَلّٰى عَلَيۡهَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسۡطَهَا۔ ع

کی تکلیف کیوجہ سے (زچگی کے دنوں میں) فوت ہوگئیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی نماز جنازہ پڑھی نماز کیلئے انکے بیچ کھڑے ہوئے

یہ مروی ہے۔ حضرت امام حسن بصری نے فرمایا۔ کہ حضرت سمرہ اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما علمی مذاکرہ کر رہے تھے۔ حضرت سمرہ نے کہا میں نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دوبار "سکتہ" یعنی "وقفہ" یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ، تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا وَلَا الضَّآلِّيۡنَ" کے بعد۔ حضرت عمران نے اسے نہیں مانا۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا۔ سمرہ نے سچ کہا اور یاد رکھا۔ لہ ان بیوی کا نام ام کعب تھا۔ یہ انصاری خاتون تھیں۔ فی بطن میں۔ فی تعلیلیہ ہے۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ دخلت امرأة فی هرة جست۔ اور جیسا کہ آیت کریمہ۔ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىۡ لُمۡتُنَّنِىۡ۔ میں ہے۔ فی بطن سے مراد بچے کی پیدائش کیوجہ سے موت واقع ہوئی جیسا خود بخاری کتاب الجنائز اور دوسری کتابوں میں ماتت فی نفاسها۔ ہے۔ وسط۔ میں دو روایت ہے۔ سین کو فتحہ اور سین کو سکون۔ جو سین کو فتحہ پڑھتے ہیں وہ اس کو اسم مانتے ہیں اور جو سکون پڑھتے ہیں وہ ظرف۔ منتشر اجزار کے لئے، سین کے سکون کے ساتھ ہے جیسے ناس ودواب وغیرہ اور مجتمع الاجزار کے لئے۔ سین کے فتحے کے ساتھ جیسے گھر وغیرہ۔ مگر یہ قاعدہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا۔ اور ظاہر ہے کہ امت متفرق الاجزار ہے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① جو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں مرجائے تو اس کی بھی نماز جنازہ جائز ہے ② اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا کہ میت اگر عورت ہے تو امام اس کی کمر کے پاس کھڑا ہوگا مگر ہمارا مذہب مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ میت مرد ہو یا عورت سینے کے برابر کھڑا ہوگا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کمر کے پاس کھڑے ہوئے۔ بلکہ۔ "وسطها" ہے اسے اگر "وَسَطُ" سین کے فتحے کیساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی بیچ کے ہوں گے۔ اب اگر ہاتھ پاؤں کو الگ مان کر دیکھیں تو بیچ سینہ ہی ہوگا اور اگر ہاتھ پاؤں کو ملاکر دیکھیں تو سینے سے اوپر دو عضو سر اور ہاتھ ہیں۔ اور سینے سے نیچے دو عضو یعنی پیٹ اور پاؤں ہیں بیچ کا عضو سینہ ہوگا۔ اور اگر وَسۡطُ" سین کے سکون کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہوئے درمیان کے۔ اور ظاہر ہے کہ درمیان سینے کو بھی شامل۔ جسم کے درمیانی اعضار میں یہ بھی ہے۔ وسط کی دلالت کمر پر قطعی نہیں۔ اس مسئلہ پر بقیہ گفتگو کتاب الجنائز میں ہوگی۔

ع۔ بخاری جلد اول حیض باب الصلوة عن النفساء وسنتها ص۴۸۔ بخاری جلد اول جنائز باب الصلوة علی النفساء ماتت فی نفاسها ص۱۷۷۔ بخاری جلد اول جنائز باب این یقوم من المرأة والرجل ص۱۷۷۔ مسلم جلد اول جنائز باب فی القیام وسط المرأة للصلوة علیها ص۳۱۱۔ ابوداؤد جلد ثانی جنائز باب این یقوم الامام من المیت اذا صلی علیه ص۱۰۰۔ ترمذی جلد اول جنائز باب ما جاء این یقوم الامام من الرجل والمرأة ص۱۲۳۔ نسائی جلد اول جنائز باب اجتماع جنائز الرجال والنساء ص۲۸۰۔ ابن ماجہ جنائز باب ماجاء این یقوم الامام اذا صلی علی جنازة ص۱۰۸۔ الاستیعاب اضافت۔ اکمال مسلم ص۳۱۱

حدیث اصابۃ ثوب المصلی علی الحائض ۲۲۴

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّيْ وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اپنی خالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ وہ حالت حیض میں ہوتیں۔ نماز نہیں پڑھتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے۔ اپنی چھوٹی چٹائی پر

تشریحات ۲۲۴

عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے ان کی والدہ سلمیٰ بنت عمیس تھیں۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس کی حقیقی بہن تھیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اخیافی بہن۔ ان دونوں کی ماں کا نام ہند بنت عوف ہے۔ ام المومنین حضرت میمونہ، حارث کی صاحبزادی ہیں اور سلمیٰ، عمیس بن معد کی۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن شداد نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی خالہ کہا۔ مسجد۔ سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ خود بخاری کتاب الصلوۃ میں بجائے مسجد کے یہ ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی وانا حذاءہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں حضور کے برابر ہوتی۔ مگر تعجب، صاحب ایضاح البخاری پر کہ اتنے بڑے شیخ الحدیث ہوتے ہوئے۔ یہاں۔ مسجد۔ کا ترجمہ سجدہ گاہ کر دیا ہے۔ کانت تکون۔ میں تین وجہ ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ دونوں میں سے ایک کو زائد مانیں۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ وجیران لنا کانوا کرام ،، میں کانوا ،، زائد ہے۔ کرام جیران کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ دوسرے یہ کہ ،، کانت ،، میں ضمیر قصہ اس کا اسم ہے اور۔ تکون حائضاً۔ اس کی خبر ہے۔ تیسرے یہ کہ ،، تکون ،، تصیر۔ کے معنی میں ہیں اور یہ کانت کی خبر ہو جائے اور۔ کانت۔ کی ضمیر مستتر اس کا اسم۔ یہاں امام بخاری نے باب کا کوئی عنوان نہیں قائم کیا ہے۔ اس کی توجیہات مقدمہ میں گذر گئی۔ یہاں ایضاح البخاری میں ایک لایعنی تقریر ہے جس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ طلبہ پر دھونس جمائیں۔ ان کو یہ نہیں سمجھ میں آیا کہ نفساء یا حائضہ کو جب موت کے بعد غسل دیدیا گیا۔ تو جس طرح ان کی نجاست حقیقی دور ہو گئی۔ اسی طرح حکمی بھی دور ہو گئی۔ اب اس سوال کی گنجائش ہی نہیں کہ ان کی وفات پاکی میں ہوئی یا ناپاکی میں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ موت سے ایک اور نجاست طاری ہو گئی۔ توارد نجاستین ہو گیا۔ مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دو نہیں اگر دس نجاستوں کا توارد ہو تو بھی ایک ہی غسل کافی ہے ایک عورت حیض

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيۡ عَلٰى خُمۡرَتِهٖ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيۡ بَعۡضُ ثَوۡبِهٖ۔ ع‍ه
میں اس کے برابر لیٹی رہتی جب سجدہ کرتے تو حضور کے کپڑے کا کچھ حصہ مجھ سے چھو جاتا۔

سے باہر ہوئی ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ جنبی بھی ہوگئی۔ اسے ایک ہی غسل کافی نہیں۔ ۲۔ ابوذر اور اصیلی وغیرہ کی روایت میں " باب " نہیں۔ اس سے پہلی والی اور اس حدیث میں مناسبت کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفاس سے ظاہر بدن ناپاک نہیں ہوتا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیض سے بھی ظاہر بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ اس خصوص میں حیض و نفاس ایک حکم میں ہیں۔

مسائل ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حیض سے عورت کا ظاہری جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ باطنی حکمی نجاست ہے ② نمازی کے برابر سونے میں کوئی حرج نہیں جبکہ نمازی ایسا ہو کہ اس کے دل بٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔ ورنہ سونے والے کے نزدیک نماز پڑھنا منع ہے۔ ③ کھجور وغیرہ کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے افضل یہ ہے کہ زمین پر پڑھے اسلئے کہ اس میں تذلل زیادہ ہے۔ چٹائی ہی کے حکم میں کپڑے وغیرہ کے مصلے بھی ہیں البتہ ایسی ریشمی جانماز پر نماز مکروہ تحریمی ہے جو خالص ریشم کی ہو یا جس کا بانا ریشم کا ہو اگرچہ تانا کسی اور چیز کا ہو۔

ع‍ه بخاری جلد اول حیض باب ص۴۷۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأتہ اذا سجد ص۵۵۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ ص۵۵۔ مسلم جلد اول مساجد باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ والصلوٰۃ علی الحصیر والخمرۃ ص۲۳۴ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ ص۹۴۔ نسائی اول مساجد باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ ص۱۱۲۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب من صلی و بینہ و بین القبلۃ شئ ص۶۹۔ دارمی صلوٰۃ ۔۱۱۰۔ مسند امام احمد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ التَّیَمُّمِ

حدیث انقطع عقد لی (۲۳۵)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ

کتاب التیمم

مناسبت اس کے پہلے وضو اور غسل کا بیان تھا جو پانی سے حدث اصغر اور اکبر کے دور کرنے کا نام ہے۔ اب تیمم کا بیان شروع فرمایا۔ جو بحالت مجبوری وضو اور غسل کا بدل ہے۔ جو مٹی وغیرہ سے دونوں حدثوں کے دور کرنے کا نام ہے۔ ازالہ حدث کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ چونکہ وضو اور غسل اصل ہیں اور یہ بدل۔ اس لئے پہلے ان کو بیان کیا پھر تیمم کا بیان شروع فرمایا۔

یہاں کتاب کو رفع بھی پڑھنا جائز ہے اس تقدیر پر کہ مبتدا ے محذوف ھذا کی خبر ہے۔ اور نصب بھی درست ہے اس طرح کہ اسے خُذْ یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا مفعول بہ بنائیں۔ تیمم کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں۔ اس کا مادہ اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کے ہیں۔ شرع میں تیمم کے معنی یہ ہیں زمین یا زمین کی جنس کو چہرے اور ہاتھوں پر ملنا، حقیقۃً یا حکماً۔ پاکی حاصل کرنے، نماز مباح ہونے کی نیت سے۔ اور زمین یا زمین کی جنس کا پاک کرنے والا ہونا شرط ہے۔[1]

تیمم اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً۔ میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی کر دی گئی۔

تشریحات (۲۳۵)

بیداء۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں، مزدلفہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ ذات الجیش مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے مابین مدینہ طیبہ سے نصف منزل دوری پر وادی عقیق سے سات میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ یطعننی۔ یہ جب نصر ینصر سے آتا ہے تو اس کے معنی کونچا دینے کے آتے ہیں یعنی محسوس طعن۔ اور جب فتح یفتح سے آتا ہے تو اس کے معنی معنوی طعن یا ملامت کرنے کے آتے ہیں۔

---

[1] البحر الرائق جلد اول باب التیمم و در المختار جلد اول باب التیمم۔

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش میں پہونچے

بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

تو میرا ایک ہار ٹوٹ کر (گرپڑا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ

تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے اور لوگ بھی رک گئے۔ نہ تو لوگ پانی پر تھے

آیت تیمم کس سفر میں نازل ہوئی علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں پیش آیا تھا جس کا دوسرا نام غزوہ مریسیع بھی ہے۔ یہ غزوہ ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا تھا اسی میں واقعہ افک بھی پیش آیا تھا۔ ان کی دلیل حدیث افک کا یہ حصہ ہے۔ فانقطع عقدٌ لها من جزع ظفار فحبس الناس ابتغاءہ۔ ظفار کے مہروں کا ان کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش کے لئے لوگ رک گئے۔

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے جو ۴ھ میں ہوا ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا۔ ان دونوں کے معارض طبرانی کی یہ روایت ہے۔ کہ ام المومنین فرماتی ہیں۔

لما كان من امر عقدي ما كان وقال اهل الافك ما قالوا خرجت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في غزوة اخرى فسقط ايضا عقدي حتى حبس الناس على التماسه وطلع الفجر فلقيت من ابي بكر ما شاء الله وقال يا بنية في كل سفر تكونين عناءً وبلاءً ليس مع الناس ماء فانزل الله الرخصة في التيمم فقال ابو بكر انكِ ما علمتِ لمباركة۔

جب میرے ہار کا جو قصہ ہونا تھا وہ ہو چکا اور اہل افک کو جو کہنا تھا کہہ چکے تو اس کے بعد میں ایک دوسرے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی تو پھر میرا ہار گر گیا اور لوگوں کو اس کے تلاش کے لئے رکنا پڑا اور فجر طلوع کر آئی۔ تو اللہ نے جو چاہا مجھے ابوبکر سے تکلیف پہنچی اور انھوں نے یہ بھی کہا اے بیٹی تم ہر سفر میں مصیبت اور بلا ہو جاتی ہو۔ لوگوں کے ساتھ پانی نہیں۔ اب اللہ عزوجل نے تیمم کی اجازت نازل فرمائی تو ابوبکر نے کہا تم نے جو کچھ کیا تم برکت والی ہو۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ " واقعہ افک " اس قصے سے پہلے کا ہے اور دونوں میں ہار ٹوٹ کر گرا تھا۔

اس خادم کی بھی یہی رائے ہے کہ جس سفر میں تیمم کی آیت نازل ہوئی یہ واقعہ افک کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس لئے کہ واقعہ افک میں یہ ہے۔ کہ ہار اس وقت گرا تھا جب حضرت ام المومنین قضاء حاجت کے لئے گئی تھیں۔ واپس آکر سینہ پر ہاتھ گیا تو ہار نہیں تھا۔ تو اسے تلاش کرنے کے لئے جہاں قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئی تھیں پھر گئیں۔ اتنے میں لشکر

(وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ) فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ لوگ ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور یہ شکایت کی کہ آپ دیکھتے نہیں

مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ، أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ

عائشہ نے کیا، کیا ؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روک لیا اور لوگوں کو بھی۔

وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ۔ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حالت یہ ہے کہ نہ تو لوگ پانی پر ہیں اور نہ لوگوں کیساتھ پانی ہے۔ یہ سنکر ابو بکر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ

روانہ ہوگیا۔ یہ اکیلی رہ گئیں اور ہار مل گیا۔ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہار کے گم ہونے کی اطلاع دی گئی اور نہ ہار کی تلاش کے لئے لشکر رکا اور نہ ہار تلاش کرنے کے لئے کسی کو مقرر کیا گیا تھا۔ مگر آیت تیمم کے شان نزول کے واقعے میں۔ یہ تفصیلات مذکور ہیں کہ ہار کے گم ہونے کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار تلاش کرنے کے لئے خود بھی قیام فرمایا اور پورا لشکر رکا۔ حتی کہ نماز فجر کے وقت تک رکا رہا۔ آیت تیمم نازل ہوئی۔ سب نے تیمم کرکے نماز پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو تلاش کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر جب حضرت ام المومنین کا اونٹ اٹھایا گیا تو اونٹ کے نیچے ہار ملا۔ حضرت ام المومنین اکیلی نہیں قافلے کے ساتھ ساتھ رہیں۔ قافلہ رات کے پچھلے پہر نہیں، نماز فجر کے بعد چلا۔ اس لئے اتنا تو طے ہے کہ واقعہ افک جس سفر میں پیش آیا تھا اس میں آیت تیمم نہیں نازل ہوئی تھی بلکہ کسی اور سفر میں نازل ہوئی تھی۔

اب بحث طلب بات یہ رہ جاتی ہے۔ کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے یا کسی اور غزوے کا۔ علامہ ابن جوزی کی رائے ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے جو ۶ھ میں ہوا۔ اور طبرانی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ افک کے بعد کا قصہ ہے۔ واقعہ افک کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابن سعد نے کہا کہ ۵ھ ۲ شعبان دوشنبہ کو حضور غزوہ مریسیع کے لئے نکلے تھے۔ امام بخاری نے ابن اسحاق سے نقل کیا یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا اور موسی بن عقبہ نے کہا ۴ھ میں۔ اگر غزوہ مریسیع اور ذات الرقاع دونوں کو ۶ھ میں مان لیا جائے جب تو معاملہ آسان ہے۔ لیکن اگر غزوہ ذات الرقاع کو ۶ھ میں اور غزوۂ بنی المصطلق کو ۵ھ یا ۴ھ میں مانیں تو معاملہ پھر مشکل ہوجاتا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق ۵ھ میں ہوا ہے۔ علامہ عسقلانی نے تحریر فرمایا کہ شاید یہ سبقت قلم ہے۔ اس لئے کہ مغازی ابن عقبہ میں متعدد طریقوں سے یہی ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔ علامہ سیوطی نے توشیح میں بھی یہی فرمایا کہ یہاں امام بخاری سے سبقت قلم ہوگیا ہے۔ ابن عقبہ کا قول ابن اسحق سے زیادہ صحیح ہے۔ یہ غزوہ ۶ھ میں نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ دلیل قائم فرمائی۔ کہ واقعہ افک کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیات تھے۔ اہل افک کے معاملے میں انھوں نے یہی عرض کیا تھا۔ حضور فرمائیں اگر وہ ہمارے قبیلے اوس کا ہے تو ہم اس کی

لہ بخاری جلد ثانی مغازی باب غزوہ بنی المصطلق ص ۵۹۳

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَہٗ عَلٰی فَخِذِیْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ ابو بکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَیْسُوْا عَلٰی مَاءٍ وَّلَیْسَ مَعَھُمْ مَاءٌ

علیہ وسلم اور لوگوں کو تو نے روک لیا؟ اور حال یہ ہے لوگ پانی پر نہیں اور نہ ان کے ساتھ پانی ہے

فَقَالَتْ عَائِشَۃُ فَعَاتَبَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ وَّقَالَ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّقُوْلَ وَجَعَلَ یَطْعَنُنِیْ

عائشہ نے بتایا۔ اس پر ابو بکر مجھے سرزنش کرنے لگے اللہ نے جو چاہا کہا۔ اور میری کوکھ میں اپنے ہاتھ

گردن اڑا دیں۔ اور اگر ہمارے بھائی خزرج کا ہے تو حکم دیں ہم تعمیل کریں۔ ان کی شہادت غزوہ خندق میں تیر لگنے سے بنی قریظہ کے معاملے میں فیصلہ کے بعد ہوئی تھی۔ اور یہ طے ہے کہ غزوہ خندق شوال ۵ھ میں ہوا ہے۔ غزوہ بنی مصطلق کے لئے طے ہے کہ یہ شعبان میں ہوا تو لازم کہ زیادہ سے زیادہ ۵ھ میں ہوا غزوہ مریسیع کے ۶ھ میں ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اتنا تو یقینی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعد ہوا ہے اس لئے کہ خندق کے موقع پر تین نمازیں قضا ہوگئیں۔ صلوٰۃ خوف نہیں پڑھی گئی تو معلوم ہوا کہ خندق کے وقت تک صلوٰۃ خوف مشروع نہیں تھی۔ اور یہ بھی طے ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف پڑھی گئی۔ نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے غزوہ نجد میں (یہ ذات الرقاع کا دوسرا نام ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی اور حضرت ابن عمر جس پہلے غزوہ میں شریک ہوئے تھے وہ خندق ہے۔ اور آگے بڑھئے۔ مسند امام احمد اور ابو داؤد و نسائی میں ہے۔ کہ حدیبیہ کے موقع پر ”عسفان“ میں عصر و ظہر کے درمیان صلوٰۃ خوف نازل ہوئی تھی[۲] پہلی صلوٰۃ خوف عسفان میں پڑھی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع حدیبیہ کے بعد ہوا۔ کتنے دن بعد ہوا۔ اس کا سراغ یہاں تک لگتا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔

اس لئے کہ اس میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب آیت تیمم نازل ہوئی تو مجھے یہ نہیں سمجھ میں آیا کہ تیمم کیسے کروں۔ اور یہ لوگ خیبر کے فتح کے بعد خدمت اقدس میں خیبر ہی میں حاضر ہوئے نیز بخاری مغازی میں ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غزوہ سابعہ کہا ہے اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ سن سات کا غزوہ۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ یہ ۷ھ میں ہوا۔ اس کا بھی لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ خیبر کے بعد ہوا۔ اس لئے کہ خیبر ۷ھ کے اوائل میں اور ۶ھ کے اخیر میں ہوا تھا۔

دوسرا اشکال اور حل اس حدیث میں۔ آیت تیمم۔ سے مراد کیا ہے۔ اس لئے کہ تیمم کا حکم دو آیتوں میں ہے ایک سورہ

---

[۱] بخاری جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۱۲۸ ایضاً جلد ثانی مغازی غزوہ ذات الرقاع ص۵۹۲ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۲۲۹ [۲] ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ الخوف ص۱۷۳۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۲۳۰ ایضاً ص۲۳۱۔ [۳] بخاری جلد ثانی مغازی غزوہ ذات الرقاع ص۵۹۲۔ [۴] بخاری جلد ثانی مغازی ذات الرقاع ص۵۹۲۔ ابوداؤد صلوٰۃ الخوف ص۱۷۵ ایضاً ص۱۷۶ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۲۲۹۔

بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ
سے کوچنے مارنے لگے۔ مجھے ہلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
کا سر اقدس میرے زانو پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کو
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ
اٹھے تو پانی نہیں تھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے تیمم کی آیت

نسا میں ہے۔ دوسری سورہ مائدہ میں ہے۔ دونوں آیتوں کے الفاظ ایک ہی ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت میں۔ وَاَیْدِیَکُمْ کے بعد مِنْهُ بھی ہے۔ سورہ نساء کی آیت یہ ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ﴿۴۳﴾

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ جب تک جو کہو اسے سمجھنے نہ لگو اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک غسل (نہ) کرلو۔ مگر یہ کہ راستہ چل رہے ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا قضاء حاجت کر کے آئے ہو یا عورتوں سے ہمبستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو ملو۔

سورہ مائدہ کی آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. ﴿۶﴾

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونا چاہو تو اپنے اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے اپنے پاؤں ٹخنے تک دھوؤ اور اگر جنبی ہو تو خوب اچھی طرح پاک ہو لو۔

اس کے بعد بعینہٖ وہی الفاظ کریمہ ہیں جو سورہ نساء کے ہیں صرف بعد میں منہ کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے سورہ نساء کی آیت کے ضمن میں بھی بالاختصار یہی حدیث ذکر کی ہے اور سورہ مائدہ والی آیت کی بھی تفسیر میں یہی حدیث ذکر کی ہے۔ جس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ ان دونوں آیتوں کا شان نزول ایک ہی واقعہ ہے۔ مگر ہر ذی علم پر واضح ہے کہ دونوں آیتوں کا شان نزول ایک ماننا بہت سطحی بات ہے۔ اگر دونوں جگہ کی روایتوں پر نظر دقیق ڈالیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ امام بخاری نے قریب قریب یہ تصریح فرما دی ہے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ

عَزَّوَجَلَّ اٰیَۃَ التَّیَمُّمِ ۔ فَتَیَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَیْدُ بْنُ الْحُضَیْرِ،
اتاری ۔ اس کے بعد لوگوں نے تیمم کیا ۔ اسید بن حضیر نے کہا اے آل

سورہ نساء میں صرف یہ ہے فانزل اللہ التیمم ۔ اور سورہ مائدہ میں ۔ فنزلت ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا ۔ الایۃ ۔ یہ اس پر نص ہے کہ اس موقع پر، سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی ۔

اس روایت کے مطابق خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد ہوا کہ اس واقعہ میں سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی ۔ نیز مسند حمیدی میں بھی یہ تصریح ہے ۔ اس لئے راجح یہی ہے کہ اس حدیث میں آیت تیمم سے مراد سورہ مائدہ کی آیت ہے ۔

علاوہ ازیں یہاں باب میں امام بخاری نے جو آیت نقل فرمائی ہے اس میں ۔ منہ ۔ ہے ۔ اس سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ اس حدیث میں ۔ آیت تیمم سے مراد، سورہ مائدہ کی آیت ہے ۔

تیسرا اشکال اور حل ابن عربی نے کہا کہ اس وقت کون سی آیت نازل ہوئی یہ ایسا اشکال ہے جس کا کوئی حل نہیں ۔ اللہ عزوجل نے ان اساطین ملت کو اسلام اور مسلمین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے ۔ انکا کفش بردار عرض کرتا ہے ۔ ہم بتا آئے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ والی آیت نازل ہوئی اس سے ظاہر ہوگیا کہ صحیح یہ ہے کہ سورہ نساء والی آیت بعد میں نازل ہوئی ۔ اس لئے کہ سورہ نساء کی آیت اگر پہلے نازل ہو چکی ہوتی تو اس وقت لوگوں کے پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی ۔ تیمم کرکے نماز پڑھ لیتے پریشان کیوں ہوتے ؟ رہ گیا یہ شبہ کہ پھر سورہ نساء میں تیمم کے دوبارہ ذکر کی ضرورت کیا تھی ؟ ۔ یہ شبہ اس وقت لائق لحاظ ہوتا جبکہ قرآن مجید میں کچھ احکام مکرر مذکور نہ ہوتے ۔ کتنے احکام مکرر مذکور ہیں ۔ اسی طرح تیمم بھی دوبارہ مذکور ہوا تو کیا اعتراض ۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں ایک خاص فائدہ بھی موجود ہے ۔ سورہ نساء کی آیت پر ایک بار پھر نظر بغور ڈالیں ارشاد ہے ۔

اے ایمان والو نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک جو کہو اسے سمجھنے نہ لگو اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک غسل نہ کرلو مگر یہ کہ راستہ طے کر رہے ہو ۔ اگر آیت یہیں تک ہوتی اور اس کے بعد تیمم کا ذکر نہ ہوتا تو دو شبہ ہو سکتا تھا ۔ ایک یہ کہ شاید اس نے آیت تیمم منسوخ کر دیا ۔ دوسرا یہ کہ مسافر پر غسل جنابت نہیں ۔ ان دونوں شبہوں کے دفعیہ کے لئے پھر تیمم کا ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہو جائے کہ تیمم کا حکم اب بھی ان لوگوں کے لئے باقی ہے جو پانی پر قدرت نہ رکھتے ہوں ۔ خواہ انھیں غسل کی حاجت ہو خواہ وضو کی ۔ خواہ مسافر ہوں خواہ مقیم ۔

ایضاح البخاری کی لایعنی تقریر یہاں پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ صاحب ایضاح البخاری نے اپنے جی حضوری کہنے والے طلبہ کو دھونس دینے کے لئے اس شق پر بھی نکتہ آفرینی کی ہے ۔ کہ اگر یہ مان لیا جائے ۔ سورہ نساء کی آیت پہلے نازل ہوئی ۔ اور سورہ مائدہ کی بعد میں تو حضرات صحابہ کی پریشانی کا باعث یہ بات ہو سکتی ہے ۔

کہ سورہ نساء کی آیت میں جنابت کا مسئلہ صراحت کے ساتھ نہیں ہے ۔ اس آیت کریمہ میں یہ تصریح نہیں ۔ کہ جنابت کی صورت میں بھی تیمم کیا جا سکتا ہے ۔ بلکہ ایک درجہ میں وہم یہی پیدا ہوتا ہے کہ جنبی کو بہرصورت غسل ہی کی ضرورت ہے ولا

مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ
ابو بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ عائشہ نے بتایا جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر

جُنُباً اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ مسافر کے علاوہ جنابت کی صورت میں غسل کے بغیر نماز کے قریب جانے کی اجازت نہیں۔ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا سے معلوم ہوتا ہے کہ اغتسال ضروری ہے صرف مسافر مستثنیٰ ہے۔ جلد ۱۲ ص ۱۶۳۔ اس پر گذارش یہ ہے۔ کہ جس طرح وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى، سے پہلے سورہ نسار میں وَلَا جُنُباً اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ہے جس سے بقول آپ کے یہ توہم ہوتا ہے کہ مسافر کے علاوہ کسی جنبی کو غسل کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح سورہ مائدہ میں۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا۔ ہے۔ اس سے آپ کی منطق سے یہ شبہ ہی نہیں یقین حاصل ہوتا ہے کہ کسی بھی جنبی کو غسل کئے بغیر نماز کی اجازت نہیں حتی کہ مسافر ہو جب بھی۔ پھر کوئی مجھے بتائے کہ سورہ مائدہ کی آیت کے نزول سے کیا فائدہ؟ بلکہ الٹے نقصان اس لئے کہ بقول آپ کے ،، سورہ نسار کی آیت میں مسافر مستثنیٰ تھا۔ اور سورہ مائدہ نے اسے بھی صاف کر دیا۔ یہ ذہن میں رہے کہ سورہ نسار میں حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا اور سورہ مائدہ میں فَاطَّهَّرُوْا کے بعد دونوں جگہ الفاظ ایک ہیں۔ ثانیاً۔ جب آپ کو یہ تسلیم ہے کہ سورہ نسار کی آیت سے وضو کے عوض تیمم اور مسافر کے لئے غسل کے عوض تیمم ثابت ہے۔ تو صحابہ کرام کی پریشانی کا باعث کیا تھا۔ وہ سب حضرات سفر میں تھے۔ اگر بالفرض کسی پر غسل واجب تھا تو وہ بھی تیمم کر لیتا۔ ثالثاً۔ آپ کو آپ کے اساتذہ نے بتایا ہی نہیں کہ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى سے لیکر وَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً تک جو کچھ مذکور ہے اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وضو کے عوض بھی تیمم کافی اور غسل کے عوض بھی۔ مسافر کے لئے بھی اور مقیم کے لئے بھی۔ یہ تو گستاخی ہوگی اگر میں یہ کہدوں کہ آپ کے اساتذہ یہ جانتے نہ تھے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر وہ جانتے تھے اور نہیں بتایا تو آپ کے ساتھ بخل سے کام لیا۔ اب آپ ہم سے سنئے۔ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ میں مُلَامَسَۃ سے مراد جماع ہے جس کی مفصل تقریر گذر چکی اور مخاطب مسافر کے ساتھ مقیم بھی ہے علاوہ ازیں مَرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ۔ جنبی اور محدث دونوں کو عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم۔ اس لئے اس افادے میں دونوں آیتیں مشترک ہیں۔ کہ محدث کی طرح جنبی کو بھی پانی پر قدرت نہ ہونے کے وقت تیمم کافی ہے مسافر ہو یا مقیم۔ مگر شیخ الحدیثی کا بھرم قائم رکھنے کے لئے بلا ضرورت شق نکال کر لایعنی تقریر سے دھونس جمانا ضروری ہے؟

چوتھا اشکال اور اس کا حل علم غیب کے منکرین اس واقعے سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اگر علم غیب ہوتا۔ تو ہار کے تلاش کے لئے ایسی جگہ قیام کر کے خود بھی پریشان نہ ہوتے اور صحابہ کرام کو بھی پریشان نہ کرتے۔

جواب یہ ہے۔ کہ ہم حدیث جبریل میں بتا آئے ہیں کہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے پہلے، جمیع ماکان ومایکون کا علم نہیں تھا۔ جمیع ماکان ومایکون کا علم نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا ہے۔ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے ،، قدر معتد بہ ،، علم غیب تھا۔ دو چار باتوں کا نہ جاننا قدر معتد بہ جاننے کے منافی نہیں۔ جیسے ائمہ مجتہدین نے

عَلَيۡهِ فَأَصَبۡنَا الۡعِقۡدَ تَحۡتَهٗ ؏
میں تھی تو ہار اس کے نیچے ملا ۔

بعض مسائل کے بارے میں فرمایا کہ ہم نہیں جانتے ۔ ان چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام بلکہ امام الائمہ ہونے کے منافی نہیں ۔ اس طرح اگر بغرض غلط یہ مان لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے ۔ تو یہ اس کے منافی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علم غیب جانتے تھے ۔ ویسے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ ہار کہاں ہے ۔ مگر بتایا کیوں نہیں وہاں قیام کیوں فرمایا ۔ اس لئے کہ حضور کو یہ معلوم تھا کہ تیمم کا حکم یہیں نازل ہوگا ۔ جس میں میری امت کے لئے آسانی ہے ۔

ناظرین غور کریں ۔ یہ ہار حضرت ام المومنین کا اپنا نہیں تھا ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا ان سے مانگ کر لائی تھیں ۔ جیسا کہ اسی بخاری ہی میں ایک حدیث کے بعد ہے ۔ انها استعارت من اسماء قلادة حضرت ام المومنین نے حضرت اسماء سے ہار منگنی لیا تھا ۔ عرب کے ریگستانی علاقے میں یہ ہار ٹوٹ کر گر پڑا ہے وہ بھی رات کے وقت وہ بھی ایک لشکر کے ہمراہ گرنے کے بعد اس پر اونٹوں کے پاؤں پڑنے کا اندیشہ ہے ۔ جس سے زمین میں دھنس کر غائب ہو سکتا ہے ۔ اپنی چیز کے گم ہونے کا اتنا غم نہیں ہوتا ۔ جتنا منگنی کی چیز کے غائب ہونے کا ہوتا ہے جس کی چیز ہے وہ کچھ بھی سوچ سکتا ہے ۔ ان سب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر خاص اثر ہونا ضروری تھا ۔ مگر روایت کے الفاظ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطمینان سے میٹھی نیند سو رہے ہیں ۔ حضرت صدیق اکبر حضرت ام المومنین کو کیا کیا کہتے ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں کوئی خلل نہیں ہوتا ۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہار کی طرف سے مطمئن تھے ۔ معلوم تھا کہ ہار خود حضرت عائشہ کے اونٹ کے نیچے بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے ۔ کہیں غائب نہیں ہے ۔ اس لئے پورے سکون کے ساتھ گہری نیند سوتے رہے اور چونکہ یہ معلوم تھا کہ ، آیت تیمم یہیں نازل ہوگی اس لئے قیام فرمایا ۔ غور کریں اس واقعے سے علم غیب کا ثبوت ہوتا ہے مگر کیا کیجئے گا ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است

مسائل ① شادی شدہ لڑکی کی شکایت اس کے باپ سے کرنی جائز ہے اگرچہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی ہو ② ایسی لڑکی کو بھی باپ تنبیہ و تادیب کر سکتا ہے ۔ اسی طرح بیٹے کو بھی ③ لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ جس گھر میں ہو ۔ باپ اس میں جا سکتا ہے بشرطیکہ میاں بیوی دونوں راضی ہوں ④ مذہب صحیح یہ ہے کہ تہجد کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی یہی جمہور کا بھی مذہب ہے ۔ ان کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے ۔

؏ ۔ بخاری جلد اول تیمم ۔ اول حدیث ص۴۸ ایضاً مناقب باب فضل ابی بکر ص۵۱۸ ایضاً جلد ثانی تفسیر سورہ مائدہ باب قولہ فلم تجدوا ماء فتیمموا ۔ دوطریقے ص۶۶۳ ایضاً جلد ثانی محاربین باب من ادب اھلہ او غیرہ دون السلطان ص۱۰۱۲ مسلم جلد اول طہارت باب التیمم ص۱۶۰ نسائی جلد اول طہارت باب بدء التیمم ص۵۹ موطا طہارت باب التیمم ص۲۰

حدیث اعطیت خمسا (۲۳۶)

أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں خبر دی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ط بنی اسرائیل ۷۹ رات میں، سونے کے بعد اٹھ کر نماز پڑھو خاص تمہارے لئے یہ زیادہ ہے۔

تَهَجَّدْ۔ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حالت سفر میں حضور پر تہجد فرض نہ تھا۔ ⑤ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کتنا احترام تھا، کتنی محبت تھی۔ کہ کوچے کھانے کے بعد بھی ذرا سی حرکت نہ کی مبادا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل پڑے۔ ⑥ بارگاہ الوہیت میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجاہت معلوم ہوئی کہ اللہ عزوجل نے اتنی بڑی نعمت ان کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ اور بقول حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسی برکتیں ان سے بار بار ظاہر ہوئیں۔ ⑦ اس ہار کی قیمت بارہ درہم تھی۔ مگر اس کی تلاش کے لئے پورا لشکر روکا گیا تو معلوم ہوا۔ معمولی قیمت کی بھی کوئی چیز ضائع نہیں ہونے دینی چاہیئے ⑧ سفر میں اگر ساتھیوں کا کوئی سامان غائب ہو جائے تو اس کی تلاش دوسرے رفقاء کو بھی کرنی چاہیئے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے دور کرنے کے لئے جد وجہد کرنی چاہیئے اگرچہ اس کے لئے رکنا پڑے۔ ⑨ عورتوں کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر امن و امان ہو اور اطمینان ہو ⑩ عورتوں کو زیب و زینت کے لئے زیور پہننا جائز ہے ⑪ عورت منگنی کا زیور پہن سکتی ہے اور مالک کی اجازت کے بعد سفر بھی کر سکتی ہے۔

تشریحات (۲۳۶)

تعداد خصائص یہاں پانچ کا عدد مذکور ہے۔ مسلم میں چھ کا اور تفصیل میں "اعطیت الشفاعة" نہیں ہے۔ دو مزید یہ ہیں۔ اعطیت بجوامع الکلم۔ وختم بی النبیون۔ مسلم ہی میں حضرت حذیفہ کی حدیث میں یہ ہے۔ فضلنا علی الناس بثلث۔ جعلت صفوفنا کصفوف الملائکہ۔ وجعلت لنا الارض الی آخرہ نسائی میں یہ زائد ہے۔ واوتیت ھؤلاء الآیات الاخر سورۃ البقرہ من کنز تحت العرش اور ابوداؤد میں ہے واوتیت الکوثر۔ بخاری، مسلم، نسائی میں ہے۔ واوتیت بمفاتیح خزائن الارض اور مسند امام احمد میں یہ اضافہ ہے واعطیت بمفاتیح الارض وسمیت احمد وجعل لی التراب طھورا وجعلت امتی خیر الامم۔ یہ بارہ خصائص ہوئے۔ مگر ان میں بھی حصر نہیں۔ ابوسعید نیشاپوری نے اپنی کتاب۔ شرف المصطفیٰ۔ میں ساٹھ شمار کرائے۔ مگر ساٹھ میں بھی انحصار نہیں۔ جو اس کی قدرے تفصیل دیکھنا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ، اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ، نُصِرْتُ

نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینے کی مسافت تک میرے مخالفوں

بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا فَاَیُّمَا

کے دل میں میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی میرے لئے پوری زمین نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی۔

چاہیے وہ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ کی کتاب۔ خصائص کبریٰ۔ کا مطالعہ کرے۔ مذہب صحیح و محقق یہ ہے کہ مفہوم عدد حجت نہیں۔ اس لئے تین یا پانچ یا چھ کے عدد کے مذکور ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زائد نہیں۔ بلکہ موقع و محل کے اعتبار سے جتنے کی ضرورت سمجھی ان کو بیان فرمایا۔ مسند امام احمد میں، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے غزوہ تبوک کے سال یہ فرمایا تھا۔

لم یعطھن احد داؤدی اور بعض دوسرے لوگوں نے اس کا مطلب یہ بتایا کہ مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں مجموعی طور پر کسی کو نہیں ملیں۔ ان میں سے بعض، بعض انبیاء کو عطا کی گئیں مثلاً نوح علیہ السلام تمام اہل ارض کے لیے رسول تھے۔ قبل طوفان بھی بعد طوفان بھی۔ قبل طوفان اس طرح کہ طوفان پوری دنیا کے کافروں پر آیا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم کسی پر عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج لیں۔ بنی اسرائیل ۱۵

اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کہیں اور کسی نبی کی بعثت نہیں ہوئی۔ تو ثابت ہے کہ پوری زمین کے انسانوں کی طرف مبعوث تھے۔ بعد طوفان تو سارے کافر ہلاک ہوگئے صرف اسّی افراد جو مومن تھے بچے جو سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے تھے۔ اس کے علاوہ حدیث شفاعت میں ہے۔ کہ اہل محشر حضرت نوح علیہ السلام سے عرض کریں گے۔ اَنْتَ اَوَّلُ رَسُوْلٍ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ سیاحت فرماتے رہتے۔ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا نماز پڑھ لیتے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک فضیلت کسی کو نہیں عطا ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کے بارے میں قرآن کی نص ہے کہ فرمایا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ۔ ھود ۲۵ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

رہ گیا پوری دنیا پر عذاب آنا ہوسکتا ہے یہ اس وجہ سے ہو کہ دوسری قوموں کی طرف دوسرے انبیاء بھیجے گئے ہوں اور ان قوموں نے انبیاء کو جھٹلایا ہو۔ عدم علم، علم عدم نہیں۔ اور اہل محشر کی عرض کا حاصل یہ ہے کہ آپ پہلے وہ رسول ہیں جو زمین والوں کی جانب بھیجے گئے ہیں یہ نہیں کہ تمام اہل زمین کی طرف بھیجے گئے ان کی قوم بھی تو اہل ارض

رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ
میری امت کے جس شخص پر جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے میرے لئے
وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ۔ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی
اموال غنیمت حلال کردئے گئے مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ اور مجھے شفاعت کبریٰ عطا کی گئی۔ اور پہلے نبی کو خاص انکی

ہی ہے۔ رہ گیا بعد طوفان کا معاملہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اصل بعثت تو ان کی قوم ہی کی طرف تھی۔ یہ اتفاق ہے کہ طوفان میں بقیہ قومیں ہلاک ہوگئیں اور صرف ان کی قوم کے اسّی افراد بچے۔

ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں صرف انھیں کی قوم موجود رہی ہو۔ دوسری قومیں نہ رہی ہوں تو اصل بعثت ان کی قوم کی طرف ہوئی۔ یہ اتفاق ہے کہ انسان انکی قوم ہی میں منحصر تھے۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اجازت تھی کہ وہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں۔ یہ بھی معارض نہیں۔ اس لئے کہ اس سلسلے میں خصوصیت دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک پوری زمین کا مسجد ہونا دوسرے زمین کا پاک کرنے والا ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین کے ہر حصے میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ مگر ان کے لئے زمین، طاہر کرنے والی نہیں بنائی گئی تھی۔

نصرت بالرعب سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں یہ تفصیل ہے۔ نصرت بالرعب شہراً امامی و شہراً خلفی۔ ایک مہینہ کی مسافت پر میرے آگے اور ایک ماہ کی مسافت پر میرے پیچھے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

یقذف فی قلوب اعدائی۔ یہ رعب میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے شارحین نے فرمایا۔ کہ ایک مہینے کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ مدینہ طیبہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس زمانے کے دشمنوں میں سے کوئی ایک مہینے کی دوری پر نہیں تھا۔ اس کا مفاد یہ ہوا کہ شہراً کی قید احترازی نہیں واقعی ہے۔ اس لئے ایک مہینے کی دوری کی تخصیص نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ میرا رعب میرے ہر دشمن کے دل میں ہے خواہ وہ کتنی ہی دوری پر کیوں نہ ہو۔

اُحلت لی الغنائم غنائم غنیمت کی جمع ہے۔ کشمیہنی کی روایت میں مغانم ہے۔ یہ مغنم کی جمع ہے۔ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی کوئی چیز مفت حاصل کرنا۔ شریعت میں غنیمت اس مال کو کہتے ہیں۔ جو لڑائی میں کافروں سے بطور قہر و غلبہ لیا جائے۔ گذشتہ انبیاء کرام میں کچھ وہ تھے جنھیں لڑائی کی اجازت نہ تھی۔ کچھ وہ تھے جنھیں لڑائی کی اجازت تھی مگر ان کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی۔

اعطیت الشفاعۃ شفاعت کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اور عرف میں کسی غیر سے کسی غیر کی حاجت کا

قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً ۔عہ

قوم کی جانب بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

سوال کرنا۔ الشفاعۃ پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد۔ شفاعتِ عظمیٰ ہے۔ مراد یہ ہیکہ میدان محشر میں جب کوئی کسی کا نہ ہوگا اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اس دن کی سختی سے ہر شخص جان سے عاجز ہوگا اس وقت سختیوں میں کمی کرانا اور حساب وکتاب شروع کرانا مراد ہے۔ یہ وہ شفاعت ہے جو ہر شخص کے لئے ہوگی خواہ وہ مومن ہو یا کافر نبی ہو یا ولی۔ اس شفاعت کبریٰ کے علاوہ اور بھی مخصوص شفاعت کی قسمیں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔ جو جلد اول میں مذکور ہو چکی ہیں۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی خصوصیت یہ ہے کہ جس کے بارے میں بھی شفاعت فرمائیں گے وہ ضرور قبول ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ قل تسمع سل تعطہ۔ اشفع تشفع۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ سوال کرو دیا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کیجائے گی۔

بعثت الی الناس عامۃ بعثت عامۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اگلے انبیاء کرام کی طرح قوم بستی، ملک یا زمانے کیساتھ خاص نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سارے جہان کے لئے ہے جو حیات ظاہری کے وقت دنیا میں موجود تھے۔ ان کے لئے بھی اور پہلے والوں کے لئے بھی اور قیامت تک جتنے پیدا ہوں گے سب کے لئے۔ خواہ وہ انسان ہوں خواہ جن، خواہ نبی و رسول ہوں خواہ ملائکہ۔ بلکہ اللہ عزوجل کے ماسوا تمام موجودات کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝۱ — برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے (محبوب) بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ سارے جہان کو ڈرائیں۔

فایما رجل ادرکتہ الصلوۃ جس کو جہاں نماز کا وقت ملے پڑھ لے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیز ہو اس سے تیمم جائز ہے۔ اس لئے کہ حدیث کا یہ جز۔ سابق پر تفریع ہے۔ یعنی جب پوری زمین نماز کی جگہ بنادی گئی۔ اور پوری زمین پاک کرنے والی کردی گئی۔ تو تم جہاں ہو وہیں نماز پڑھو پانی نہ ملے تو زمین تو ہے تیمم کرکے نماز پڑھو۔ زمین کا بہت سا حصہ ایسا ہے جہاں مٹی نہیں صرف پتھر ہے اگر تیمم کو مٹی کے ساتھ خاص کردیں گے۔ تو یہ تفریع درست نہ ہوگی۔ اس کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ یہ مانیں کہ اگر تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں مٹی نہ ہو پتھری پتھر ہو تو پتھری سے تیمم کرلو۔ اس لئے کہ یہ بھی زمین ہی کی جنس سے ہے۔ جب پتھر پر تیمم اس لئے جائز کہ زمین کی جنس سے

عہ بخاری جلد اول۔ تیمم ص۴۸۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب جعلت لی الارض مسجدا وطهورا ص۶۲۔ مسلم جلد اول مساجد باب اول بعض زیادۃ ونقصان ص۱۹۹۔ ترمذی جلد اول سیر باب ماجاء فی الغنیمۃ ص۱۸۸۔ نسائی جلد اول غسل باب التیمم بالصعید ص۷۴۔

حدیث۔ انھا استعارت من اسماء قلادۃ فھلکت (۲۳۷)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا اَنَّہَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اَسْمَاءَ قِلَادَۃً

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بہن حضرت اسماء سے ایک ہار منگنی لیا تھا

فَھَلَکَتْ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً فَوَجَدَھَا

وہ غائب ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا ہار تو انھیں

ہے تو ان تمام چیزوں سے جائز جو زمین کی جنس سے ہوں۔ ہر وہ چیز جو آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہو نہ اس کے اثر سے پگھلتی ہو نہ نرم ہوتی ہو وہ جنس ارض ہے جیسے ریت، چونا، سرمہ، ہڑتال، مردار سنگ، گیرو ہر قسم کے پتھر جیسے زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ۔

تشریحات (۲۳۷)

اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اوس کی مشہور شاخ بنی عبد الاشہل کے چشم وچراغ تھے۔ خاندانی رئیس تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے کچھ دن پہلے، انصار کے دونوں قبیلے، اوس، خزرج میں ایک اخیر بہت خطرناک لڑائی ہوئی تھی جو، بُعاث کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ان کے والد، حضیر فارس اوس اور اس کے رئیس تھے۔ عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تبلیغ اسلام کیلئے جب تشریف لائے تو ان کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوئے۔ انھیں کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن بارہ نقباء کو منتخب فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ بہت عاقل وفہیم صائب الرای بزرگ تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار افک کے سانحے پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کی پاکدامنی بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا۔ اس سلسلے میں میری کون مدد کرتا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ میں حضور کی مدد کرونگا۔ یہ مفتری اگر میرے قبیلے اوس کا ہے تو اس کی گردن میں اڑا دونگا اور اگر ہمارے بھائی خزرج کا ہے تو آپ حکم دیں تعمیل ارشاد کرونگا۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ دیا۔ اے اللہ کے دشمن تم نے جھوٹ کہا نہ تم اسے قتل کروگے اور نہ قتل کر سکتے ہو۔ یہ سن کر حضرت اُسید بن حضیر کو یارائے ضبط نہ رہا انھوں نے کہا تم نے جھوٹ کہا خدا کی قسم ہم اسے ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں لڑتے ہو۔ بدر میں شریک رہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے مگر اس کے بعد سارے "مشاہد" میں شریک رہے۔ غزوہ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں جبکہ انتشار عام کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چودہ جاں نثار

فَادْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

مل گیا مگر اسی اثناء میں نماز کا وقت آگیا۔ لوگوں کے ساتھ پانی نہیں تھا بغیر وضو کے نماز پڑھ لی لوگوں نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اس کے بعد آیت تیمم نازل ہوئی اس پر اسید بن حضیر نے

رہ گئے تھے۔ یہ بھی موجود تھے۔ اس غزوے میں انھیں سات زخم لگے تھے۔ انھیں خوبیوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسید اچھا آدمی ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ انصار میں تین ایسے بزرگ ہیں جن کے فضل وکمال یک کوئی انصاری نہیں پہنچا۔ اور یہ تینوں بنی عبد الاشہل کے فرد ہیں۔ سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکا کافی لحاظ رکھتے تھے۔ اور یہی حال حضرت فاروق اعظم کا بھی تھا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لئے گئے تو انھیں بھی ساتھ لیا تھا۔

۲۰ھ کے شعبان میں وصال ہوا۔ حضرت فاروق اعظم نے جنازے کو کاندھا دیا۔ ان پر چار ہزار دینار قرض تھا جس کی ادائیگی کے لئے حضرت فاروق اعظم کو وصیت کر گئے تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کے باغ کے پھلوں کو بیچ بیچ کر چار سال میں سب قرض ادا کر دیا۔ یہ ابھی مفصل گذری ہوئی حدیث (۲۳۵) کی تلخیص ہے مگر اس میں دو باتیں زائد ہیں ایک یہ کہ جو ہار غائب ہوا تھا وہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار تلاش کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر فرمایا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کو علحدہ ذکر کیا۔

باب کی توضیح اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جب کوئی پانی اور مٹی نہ پائے۔ ایسے شخص کو فاقد الطہورین کہتے ہیں۔ یہ شخص کیا کرے۔ وضو اور تیمم کے بغیر نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں تحریر کیا ہے جیسا کہ عام طور پر ان کی عادت ہے۔ اس سلسلے میں علماء کے مذاہب معتبرہ چار ہیں اول یہ کہ نہ اس حالت میں نماز پڑھے اور نہ اس نماز کی اس پر قضا ہے۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ دوم یہ کہ اس حالت میں بھی اس پر نماز پڑھنی واجب ہے۔ نماز پڑھے اور بعد قدرت اعادہ کرے یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ سوم یہ شخص بغیر تیمم اور وضو نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہوگئی۔ چہارم یہ کہ اس وقت بلا نیت نماز کے ارکان ادا کرے اور جب پانی یا مٹی ملے تو وضو یا تیمم کرکے نماز کی قضا پڑھے[1] یہ احناف کا مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔ لاصلوٰۃ الا بطھور[2]۔ پاکی کے بغیر نماز ہی نہیں۔ اس لئے فاقد الطھورین کا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا یکساں ہے۔ رہ گئی بلا نیت ارکان نماز کی ادائیگی یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے رمضان میں مسافر، دن میں گھر آیا یا نابالغ، بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنوں کو افاقہ ہوا یا حائضہ پاک ہوئی تو رمضان

---

[1] تنویر الابصار و در مختار۔ [2] رد المحتار جلد اول طہارت باب التیمم ص۱۴۱۔

حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ

حضرت عائشہ سے کہا۔ آپ کو اللہ عزوجل بہترین جزا دے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار حادثہ

إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا ع۔

پیش آتا ہے تو اللہ عزوجل اس میں آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بھلائی کر دیتا ہے

کے احترام میں بقیہ دن روزہ دار کی طرح رہیں گے نہ کچھ کھائیں گے اور نہ کچھ پئیں گے۔ یا جیسے حج کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو بھی تمام ارکان حاجیوں کی طرح ادا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کو دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ ان نظائر سے معلوم ہوا کہ جہاں مامور بہ پر حقیقۃً عمل ناممکن ہو وہاں ایسی صورت بنانا شرعًا مطلوب ہے گویا مامور بہ ادا کر رہا ہے۔

باب سے مطابقت باب یہ تھا۔ کہ پانی اور مٹی نہ پائے اور حدیث میں ہے کہ وہاں پانی نہیں تھا۔ مٹی موجود تھی۔ اس لئے شبہ ہو سکتا ہے کہ حدیث باب کے مطابق نہیں۔ مگر نظر دقیق سے مطابقت یوں ہے۔ کہ جب تیمم کا حکم نازل ہی نہیں ہوا تھا تو مٹی کا وجود کالعدم تھا۔ بظاہر مٹی تو تھی مگر حقیقت میں یوں کہئے کہ نہیں تھی۔ جب اس وقت اس سے طہارت کا حکم ہی نہیں تھا تو ہونا بیکار تھا۔ اس کو دوسری عبارت میں یوں کہہ لیجئے کہ باب کا مقصود یہ ہے کہ جب کوئی مُطہِّر نہ ہو تو کیا کرے اور حدیث میں ہے کہ مُطہِّر نہیں تھا لوگوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ یہ حدیث ہمارے معارض نہیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے بغیر حضور کے حکم کے یہ نماز پڑھی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو آرام فرما رہے تھے۔ اس لئے صریح ارشاد "لا صلوۃ الا بطهور" کے خلاف صحابہ کا یہ فعل جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن سے نہیں تھا، معارض نہیں ہو سکتا۔

تطبیق حدیث (۲۳۵) میں یہ ہے کہ ـــــ میں جس اونٹ پر تھی اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار ہم نے پایا ـــــ اور اس حدیث میں ہے ـــــ کہ جن صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلاش کے لئے بھیجا تھا انھوں نے پایا۔ بخاری فضل عائشہ اور مسلم میں ہے ـــــ صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو اسے تلاش کرنے کیلئے بھیجا ـــــ ان سب میں تطبیق یہ ہے واقعہ یہی ہے ـــــ کہ ہار تلاش کرنے کیلئے چند حضرات کو حضرت اسید بن حضیر کے ساتھ بھیجا تھا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ ان سب کے سردار یہی تھے اس لئے اس روایت میں صرف رَجُلًا مذکور ہے ـــــ جیسے کہا جاتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد بن ولید کو شام جہاد کیلئے بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید نے شام فتح کیا۔ اور اس حدیث میں ـــــ جمع متکلم ہے۔ ہم نے پایا۔ اس میں حضرت اسید بن حضیر بھی داخل ہیں۔ ان لوگوں کو ہار کہاں ملا یہ اس حدیث میں مذکور نہیں یہ حدیث (۲۳۵) میں ہے کہ اونٹ کے نیچے ملا۔

ع۔ بخاری جلد اول تیمم باب اذا لم یجد ماءً ولا ترابا ص۴۸۔ ایضا جلد ثانی تفسیر باب قولہ وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر ص۶۵۹۔ ایضا لباس باب استعارۃ القلائد ص۸۷۲۔ ایضا نکاح باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرہا ص۷۷۶۔ ایضا جلد اول فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب فضل عائشہ ص۵۳۲۔ مسلم جلد اول حیض باب التیمم ص۱۶۰۔ ابوداؤد جلد اول تیمم باب التیمم ص۴۵۔ نسائی جلد اول طہارت باب فیمن لم یجد الماء ولا الصعید ص۲۷۔ ابن ماجہ طہارت باب ما جاء فی التیمم ص۴۲۔ دارمی وضوء۔ مسند امام احمد۔

ت ﴿۷۴﴾ بَابُ التَّيَمُّمِ فِى الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ

جب کوئی آبادی میں پانی نہ پائے اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے تیمم کا بیان ہے۔ اور

وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ

یہی عطا نے کہا۔

ت ﴿۷۵﴾ قَالَ الْحَسَنُ فِى الْمَرِيْضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُّنَاوِلُهُ يَتَيَمَّمُ عـه

امام حسن بصری نے اس مریض کے بارے میں فرمایا جس کے قریب پانی ہو اور کوئی ایسا نہ ہو جو مریض کو دے سکے تو تیمم کرے

ت ﴿۷۶﴾ وَاَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ اَرْضِهٖ بِالْجُرُفِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی زمین سے واپس ہو رہے تھے جو جُرف میں تھی کہ

تشریحات ت ﴿۷۴﴾ ﴿۷۵﴾

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ الفاظ ہیں۔

اذا كنت فى الحضر وحضرت الصلوة وليس عندك ماء فانتظر الماء۔ فان خشيت فوت الصلوة فتيمم وصل۔

جب تم آبادی میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور تیرے پاس پانی نہ ہو تو پانی کا انتظار کرو جب نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔

دوسری تعلیق کے الفاظ اسی مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ ہیں۔

ولا يتيمم مادجى ان يقدر على الماء فى الوقت

نماز کے وقت میں پانی ملنے کی جب تک امید ہو تیمم نہ کرے۔

یہی احناف کا بھی مسلک ہے کہ جس کے پاس پانی نہ ہو یا اسے پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اگرچہ وہ مسافر نہ ہو مقیم ہو اگرچہ وہ آبادی میں ہو۔

تشریحات ت ﴿۷۶﴾

یہ اثر موطا امام مالک میں یوں ہے۔

عن نافع انه اقبل هو وعبد الله بن عُمَرَ مِنَ الْجُرُفِ حَتّٰى اِذَا كَانَا بِالْمِرْبَدِ نَزَلَ

نافع نے کہا کہ یہ اور ابن عمر، جُرف سے چلے جب مربد پہنچے۔ تو وہ اترے اور پاک زمین سے تیمم کیا اور اپنے چہرے اور کہنیوں

عـه مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک۔ طہارت باب العمل فی التیمم ص۲۱

فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمِرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلّٰی ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ فَلَمْ یُعِدْ

مربد النعم میں عصر کا وقت آگیا انھوں نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اس کے بعد مدینہ گئے اور ایسے وقت مدینہ پہنچ گئے تھے کہ آفتاب بلند تھا پھر بھی نماز لوٹائی نہیں

حدیث فمسح بوجهه ویدیه ثم رد السلام (۲۳۸)

قَالَ سَمِعْتُ عُمَیْرًا مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، قَالَ اَقْبَلْتُ

عبد الرحمٰن اعرج نے کہا میں نے حضرت ابن عباس کے غلام عمیر سے سنا۔ انھوں نے کہا۔ میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ

اَنَا وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَسَارٍ مَوْلٰی مَیْمُوْنَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام عبد اللہ بن یسار ابو جہیم بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَتَیَمَّمْ صَعِیْدًا طَیِّبًا فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی سمیت ہاتھوں کو ملا۔ پھر نماز پڑھی۔

جرف۔ مدینہ سے تین میل کی دوری پر شام کی طرف ایک گاؤں ہے۔ یہیں جہاد کے لئے جاتے وقت لشکر یہیں جمع ہوتا تھا۔ یہیں حضرت عمر اور دوسرے لوگوں کی آراضی تھی اس کا نام بیر جشم اور بیر جمل بھی ہے۔ مربد النعم کا فاصلہ مدینے سے ایک میل کا ہے [1]

یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر اس میں اور پانی میں ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور اگر وقت میں پانی مل جائے تو اعادہ کی حاجت نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے۔

غایت باب تیمم کی آیت حالت سفر میں نازل ہوئی تھی اور سفر میں ایسے مواقع اکثر پیش آتے رہتے ہیں کہ پانی نہ ملے۔ آبادی میں شاید باید ایسا حادثہ پیش آتا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو واضح کردیا جائے۔ اس باب سے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ ــــ فلم تجدوا ماء ـــ عام ہے۔ خواہ کوئی سفر میں ہو یا حضر میں یا میدان اور جنگل میں جہاں بھی پانی نہ ملے تیمم کرسکتا ہے۔ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے۔ خصوص مورد کا نہیں۔

تشریحات (۲۳۸)

ابو جہیم بن حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ خزرج کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد، حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی ہیں اور کبار صحابہ میں سے ہیں۔ انصار کرام میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان میں اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔

---

[1] فتح الباری جلد اول ص ۳۴۴

حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی اَبِی جُهَیْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِیِّ فَقَالَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو جہیم نے بتایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیر جمل کی طرف سے آرہے تھے۔ کہ ایک

اَبُوْ جُهَیْمٍ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ

شخص حضور سے ملے اور حضور کو سلام کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔

فَلَقِیَهٗ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یہاں تک کہ دیوار کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے چہرے اور

غزوہ بدر میں شرکت کیلئے جارہے تھے مگر روحا پہنچ کر بیمار ہوگئے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں واپس کردیا۔ مگر مال غنیمت سے حصہ دیا۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو انھوں نے ہی قتل کیا تھا اور یہ ان چودہ جاں نثاروں میں سے ہیں جو اس قیامت خیز گھڑی میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد حصار بنے رہے جب اور لوگ بدحواسی میں ادھرادھر منتشر ہوگئے تھے۔ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ صحابہ میں ابو جہیم ایک اور بزرگ ہیں۔ انبجانیہ والے۔ یہ قریشی ہیں انکا نام عامر یا عبیداللہ ہے اور باپ کا حذیفہ۔ ان انصاری کا نام عبداللہ ہے اور باپ کا نام حارث۔ بعض محدثین کو دونوں میں اشتباہ ہوگیا حتی کہ امام مسلم کو بھی۔ اسی لئے اس حدیث کی سند میں انھوں نے ابی جہیم کے بجائے ابی جہم ذکر کردیا ہے۔

بیر جمل۔ گزر چکا کہ جرف کا دوسرا نام بیر جمل بھی ہے۔ راستے میں جو صاحب ملے تھے اور سلام کیا تھا۔ یہ خود راوی حدیث ابو جہیم ہی تھے۔ جیساکہ امام شافعی نے جو تخریج کی ہے اس میں تصریح ہے۔ مررت علی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے (۱) آبادی میں تیمم جائز ہے (۲) اذکار مستحبہ کیلئے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بھی تیمم کرلینا بہتر ہے (۳) دوسرے کی دیوار پر تیمم جائز ہے جبکہ اس کی اجازت ہو یا معلوم ہو کہ اسے ناگوار نہ ہوگا۔ (۴) پتھر پر تیمم جائز ہے۔ اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے مکانات کالے پتھر کے تھے۔ (۵) نماز جنازہ و نماز عیدین کیلئے تیمم جائز ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیمم کرکے جواب اس لئے دیا کہ اگر پانی کا انتظار کرتے یا کسی سے منگاتے اور وضو کرتے تو سلام کا جواب رہ جاتا جس کا کوئی بدل نہیں تھا۔ اس لئے کہ ابو جہیم سلام کرکے آگے بڑھ گئے تھے۔ جب گلی کے موڑ پر پہنچے اور یہ اندیشہ ہوا کہ وہ چلے جائیں گے اور سلام کا جواب رہ جائے گا۔ تو تیمم کرکے جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وضو میں مشغولیت کی وجہ سے ایسے فرض اور واجب چھوٹنے کا اندیشہ ہو جس کا کوئی خلف نہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے نماز جنازہ اور عیدین کا کوئی بدل نہیں اس لئے اگر وضو میں مشغولیت کیوجہ سے ان کے فوت ہونیکا اندیشہ ہو تو تیمم کی اجازت

54

حتی اَقبَلَ علَی الجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجھِہٖ وَیَدَیہِ ثُمَّ رَدَّ عَلَیہِ السَّلَامَ۔

ہاتھوں پر	مسح فرمایا	(تیمم کیا)	پھر سلام	کا	جواب دیا۔

حدیث۔ عمار رضی اللہ تعالی عنہ فتمعکت (۲۳۹)

عَن سَعِیدِ بنِ عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ اَبزٰی عَن اَبِیہِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ

حضرت عبد الرحمٰن	بن ابزی	رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا۔	ایک شخص، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت ـــ یہ استدلال اس وقت تام ہوگا جبکہ یہ واقعہ ہو کہ سلام کا جواب یا کوئی بھی ذکر بلا وضو جائز نہ ہو مگر واقع میں ایسا نہیں۔ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ شروع میں یہی تھا مگر آیت وضو سے منسوخ ہوگیا۔ یا ام المومنین کی اس حدیث سے کہ فرماتی ہیں۔ کان یذکر اللہ علے کل احیانہ ـــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ یا حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے جس میں یہ فرمایا کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سویا تھا اور حضور وضو کرنے سے پہلے سورہ آل عمران کی دس آیتیں اور دعائیں پڑھیں۔ اس خادم کی بھی رائے یہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر حالت حدث میں سلام کا جواب دینا ممنوع نہ ہوتا تو تاخیر نہ فرماتے۔ اس وقت یہی حکم تھا اب منسوخ ہے۔ مگر افضلیت اب بھی باقی ہے۔ ہماری اس تقریر سے باب اور حدیث میں مطابقت بھی ظاہر ہوگئی۔ کہ آبادی اور حضر میں بھی اگر پانی نہ ملے حقیقۃً یا حکماً کی صورت یہ ہے کہ پانی موجود ہے مگر وضو کرنے میں وظیفہ الٰہیہ فوت ہوجائے گا تو تیمم کرلے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب سلام فوت ہوجانے کے اندیشے سے تیمم کرکے جواب دیا۔ واضح ہو کہ سلام کرنا سنت ہے مگر جواب دینا واجب ہے۔

تشریحات (۲۳۹)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے حلیف اور ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور نماز کی اقتدار کا بھی۔ ان کو ان کے آقا نافع بن حارث نے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں، مکہ معظمہ پر والی بنا دیا تھا۔ اسے جب حضرت عمر نے سنا تو غضبناک ہو کر کجاوے میں کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا۔ تو نے اللہ کی آل پر عبد الرحمٰن بن ابزی کو حاکم بنا دیا۔ نافع نے عرض کیا۔ یہ ان سب میں کتابوں کے سب سے زیادہ عالم اور فقیہ ہیں۔ تو حضرت عمر کا جلال ختم ہوگیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے ـــ کہ عزوجل اس قرآن کی بدولت ایک قوم کو بلند رتبہ فرمائے گا اور دوسری قوم کو پست ـــ ایک روایت کی بنا پر

عــہ بخاری جلد اول تیمم باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد ماءً وخاف فوت الوقت ص۴۸۔ مسلم جلد اول طہارت۔ باب التیمم ص۱۶۱۔ نسائی جلد اول طہارت باب التیمم فی الحضر ص۵۹۔ نسائی جلد اول طہارت باب فی من لم یجد الماء ولا الصعید ص۶۱۔

اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اِنِّیْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ۔ میں جنبی ہوگیا اور مجھے پانی نہیں ملا ۔ اس پر حضرت عمار بن یاسر

الْمَاءَ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب سے کہا ۔ کیا آپ کو یاد نہیں ۔

بیعت رضوان میں بھی شریک ہوئے ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں کوفے کا گورنر بنایا تھا ۔ اخیر عمر میں کوفے آ بسے تھے اور یہیں وصال ہوا[1] ۔ ان کے والد ماجد حضرت ابزی بھی صحابی ہیں ۔ امام بخاری نے انھیں کتاب الوحدان میں ذکر فرمایا[2] فتمعّکت ۔ اس کا مصدر ، تمعّکٌ ، ہے تقبّل کے وزن پر اور مادہ معك ہے اس کے معنی ذلیل کرنا اور بیوقوف بنانا ہے باب تفعل میں جانے کے بعد اس کے معنی آتے ہیں ، زمین پر لوٹنے کے اور باب تفعیل میں لٹانے ،، کے دوسری روایت میں ہے فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابۃ ،، میں زمین پر ایسے لوٹا جیسے چوپایہ لوٹتا ہے ۔ تمرغ کا مادہ روغ ہے ۔ اس کے صلہ اور متعلق کے اعتبار سے مختلف معانی آتے ہیں ۔ راغ الصید شکار کا ادھر ادھر کترانا ۔ الیہ کسی طرف کترا کر نکل جانا ۔ عن الطریق کسی کو دھوکہ دینے کیلئے کترا کر چلنا ۔ باب تفعل میں جانے کے بعد اس کا معنی لوٹنے کے ہے ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ ۔ نظر بچا کر ان کے معبودوں کے پاس گیا ۔ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ ۔ لوگوں کی نظر بچا کر اپنے ہاتھ سے مارنے لگا ۔

تکمیل بخاری میں یہ حدیث مختصر ہے بقیہ صحاح میں مفصل یوں ہے ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا ۔ ایک شخص آیا اور کہا ہم کبھی ایسی جگہ مہینے دو مہینے رہتے ہیں جہاں پانی (نہانے کیلئے) نہیں ملتا ۔ تو حضرت عمر نے فرمایا میں (اگر ایسی جگہ جنبی ہو جاؤں) تو جب تک پانی نہیں ملے گا نماز نہیں پڑھونگا اس پر حضرت عمار نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں ۔ ہم اور آپ اونٹوں میں تھے اور ہم دونوں کو جنابت لاحق ہوگئی ۔ میں زمین پر لوٹا (اور نماز پڑھ لی) پھر ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا ۔ تو فرمایا ۔ تمہیں یہی کافی تھا کہ اس طرح کر لیتے اور حضور نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں کو پھونکا پھر ان دونوں کو اپنے چہرے اور آدھی کلائی تک ہاتھوں پر ملا ۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا ۔ اے عمار اللہ سے ڈر ۔ اس پر حضرت عمار نے کہا ۔ اے امیر المومنین اگر آپ کی منشا ہو تو بخدا میں کبھی اس کو ذکر نہ کروں ۔ حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں ۔ تم جس حال پر ہو تم کو اس پر ہم چھوڑتے ہیں ۔

---

[1] الاستیعاب ، الاصابہ ، اسد الغابہ ۔ [2] اصابہ ۔

تَعَالٰی عَنْہُ اَمَا تَذْکُرُ اِنَّا کُنَّا فِیْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْنَا، فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ

میں اور آپ ایک سفر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہوگئے آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں

تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّکْتُ فَصَلَّیْتُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

مٹی میں لوٹا اور اس کے بعد نماز پڑھی پھر ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کو ذکر کیا۔

اختلاف علماء تیمم کے سلسلے میں تین اہم اختلافات ہیں۔ جنبی کو تیمم جائز ہے یا نہیں۔ تیمم کیلئے ایک ہی بار مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے یا دو بار یا تین بار یا چار بار۔ ہاتھ پر مسح کہاں تک کیا جائے گا۔ پہلے مسئلہ پر آئندہ گفتگو ہوگی۔ بقیہ دو مسائل کے متعلق یہ گذارش ہے۔ پہلا مسئلہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ تیمم کیلئے مٹی پر دو بار ہاتھ مارنا ضروری ہے۔ اگر ایک بار ہاتھ مار کر چہرے پر مل لیا تو اس سے ہاتھوں پر مسح درست نہیں۔ اس بارے میں حضرت عمار کی حدیث میں کافی اضطراب ہے۔ کسی میں ایک بار مذکور ہے کسی میں دو بار۔ اس لئے ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ ہم کو قرآن حکیم میں نظر دقیق ڈالنی چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیے کہ اس سے کیا مستفاد ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل نے پہلے وضو کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر تیمم کرو اور چہروں اور ہاتھوں پر ملو۔ جیسے وضو میں چہرہ دھونے کیلئے الگ اور ہاتھ دھونے کیلئے دوسرا پانی لینا ضروری ہے اسی طرح تیمم میں بھی۔ چہرے کیلئے الگ ہاتھ مارا جائے گا اور ہاتھوں کیلئے الگ۔ علاوہ ازیں اس بارے میں دوسری احادیث مروی ہیں جنہیں دو مرتبہ ہاتھ مارنے کا ذکر صراحتاً ہے۔

① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسلع بن شریک تمیمی سے فرمایا۔

قم فتیمم صعیدا طیبا ضربتین ضربۃ لوجھک وضربۃ لذراعیک۔ [1] اٹھ پاک مٹی پر تیمم کر دو مرتبہ مار کر ایک مرتبہ اپنے چہرے کے لئے اور ایک مرتبہ اپنی کلائی کے لیے۔

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین تیمم دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنا ہے ایک بار چہرے کیلئے ایک بار ہاتھوں کیلئے

دار قطنی نے کہا۔ علی بن ظبیان نے اسے مرفوعا روایت کیا۔ یحییٰ قطان اور ہشیم وغیرہ نے موقوفا اور یہی صحیح ہے امام طحاوی نے اسے موقوفا ہی روایت کیا ہے [2]۔

③ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔

---

[1] شرح معانی الآثار جلد اول باب التیمم ص۸۵ طبرانی دار قطنی بیہقی۔ [2] طحاوی جلد اول باب التیمم ص۸۵

وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا

تو نبی	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	نے فرمایا	تمہارے لئے	یہ کافی تھا۔	یہ فرما کر

التیمم ضربة للوجه، ضربة للذراعين الی المرفقين [1] — تیمم یہ ہے کہ (مٹی پر) ایک بار ہاتھ چہرے کیلئے اور ایک بار کہنیوں تک کلائیوں کے لئے مارنا ہے۔

امام حاکم اور امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے اسے موقوفا روایت کیا ہے اور حسب اصول حدیث یہ موقوف بھی مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

دوسرا مسئلہ ہاتھ پر مسح کہاں تک کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں بھی احادیث مختلف آئی ہیں اور حدیث عمار میں اضطراب ہے بہت سی احادیث میں مونڈھوں اور بغل تک مسح کا ذکر ہے۔ اس لئے احناف نے تیمم کی اصل وضو پر قیاس کرکے کہنیوں تک مسح کا حکم دیا۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ تیمم سے پہلے اللہ عزوجل نے وضو ذکر فرمایا جس میں تین اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کا حکم دیا۔ تیمم میں جن اعضاء کو ساقط کرنا تھا ساقط فرما دیا۔ اگر کہنیوں تک مسح مطلوب نہ ہوتا تو اسے بھی ساقط فرما دیتا۔ اسے ساقط نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے اصل پر باقی ہے۔ اسی سے ان احادیث کو بھی ترجیح حاصل ہو گئی جن میں کہنیوں تک مسح کرنے کا صراحۃً ذکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اگر مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں پر گرد ہو تو اسے جھاڑ لینا چاہیئے۔ تاکہ چہرے پر گرد نہ لگے۔ اس لئے کہ یہ صورت بگاڑنے کے مرادف ہوگا جو منع ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تیمم صحیح ہونے میں غبار کو دخل نہیں۔ کیونکہ اگر غبار کو دخل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھونک کر غبار کو اڑاتے نہیں۔ اس لئے ایسے پتھر پر بھی تیمم جائز ہے جس پر غبار نہ ہو۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کسی حادثے میں قرآن و حدیث کا حکم معلوم نہ ہو تو اجتہاد کی اجازت ہے اور اس پر عمل بھی درست ہے حضرت عمر نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور حضرت عمار نے اپنے اجتہاد پر۔

تیمم میں کہنیوں تک مسح ہے یہی مسلک احناف کا بھی ہے اور امام مالک کا بھی۔ امام شافعی کا قول مشہور بھی یہی ہے۔ اصحاب ظواہر اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ کہنیوں تک مسح کی حاجت نہیں صرف ہتھیلیوں کا مسح کافی ہے۔ امام بخاری کا بھی بظاہر یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی مستدل یہی حضرت عمار والی حدیث ہے۔ مگر اس میں اضطراب شدید ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ۔ مسح بهما وجهه وكفيه۔ زیادہ قوی ہے۔ یہ عنوان قائم کرکے۔ باب التيمم للوجه والكفين اس حدیث کی مزید چھ طریقوں سے تخریج کی۔

مگر ماہرین پر ظاہر ہے کہ اس سے اضطراب تو دور ہوا نہیں۔ اس لئے کہ اس کے برخلاف جو لوگ روایت کرتے ہیں

---

[1] بیہقی حاکم فی المستدرک۔

فَضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَفَّیْہِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِیْہِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِہِمَا وَجْہَہٗ وَکَفَّیْہِ عـہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان پر پھونکا اس کے بعد اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملا۔

ت (۷۷) وَقَالَ الْحَسَنُ یُجْزِیْہِ التَّیَمُّمُ مَالَمْ یُحْدِثْ عـہ

وہ بھی ثقہ ہیں۔ جب اضطراب باقی رہا۔ تولامحالہ ترجیح کیلئے قرآن مجید کی طرف اور دوسری احادیث کی طرف رجوع لازم ہوا۔ اور ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ اس لحاظ سے ترجیح احناف ہی کے مسلک کو حاصل ہے۔ ان روایات میں کچھ کچھ زیادتی ہے۔ بطریق حجاج میں یہ بھی زائد ہے۔ "ثم ادناھما من فیہ" پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ سے قریب کیا۔ بطریق سلیمان بن حرب یہ زائد ہے۔ کنا فی سریۃ۔ ہم ایک چھوٹے لشکر میں تھے۔ اور بجائے "نفخ" کے "تفل فیھما" ہے۔ ان دونوں میں تھوکا۔ یہاں حقیقۃ تھوکنا مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنے زور سے پھونکا کہ کچھ لعاب مبارک نکل پڑا محمد بن کثیر کے طریقہ میں بجائے کفیہ کے والکفین ہے یہ روایت ابوذر۔ اور کریمہ کی ہے اصیلی کی روایت میں۔ یکفیك الوجہ والکفان ہے۔ جو بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ یہ فاعل پر معطوف ہے۔ رہ گئی والکفین۔ کی روایت، نصب کے ساتھ۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہے اور۔ والکفین۔ مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح (۷۷) ہمارا اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا تیمم کے سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ ایک تیمم سے ایک سے زائد فرض پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور وقت سے پہلے تیمم کرلیا تو نماز کا وقت ہونے کے بعد اس تیمم سے کوئی بھی نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں درست ہے اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں درست نہیں۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے۔ کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے یا خلف ضروری۔ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ خلف ضروری ہے۔ اسلئے نماز کے وقت سے پہلے جو تیمم کیا، اس سے وقت ہونے کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنی صحیح نہیں اور جس فرض کے لئے تیمم کیا ہے اس کے علاوہ دوسرا فرض پڑھنا درست نہیں۔ اور ہمارے یہاں۔ تیمم، وضو کا خلف مطلق ہے۔ اس لئے جیسے وقت سے پہلے کئے ہوئے وضو سے وقت ہونے کے بعد وقتیہ فرض اور دیگر فرائض بلکہ ہر نماز پڑھنی صحیح ہے اور ایک وضو سے متعدد فرائض پڑھنا صحیح ہے۔ اسی طرح وقت کے پہلے کئے ہوئے تیمم سے بھی وقت آنے کے بعد وقتیہ اور دیگر متعدد فرائض پڑھنا درست ہے نیز ایک تیمم سے چند فرائض بھی درست ہیں۔ یہاں امام بخاری نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء۔ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ پانی کے بجائے اسے کافی ہے۔

عہ بخاری جلد اول طہارت باب التیمم ہل ینفخ فیھما ص۴۸۔ ایضا طہارت باب التیمم للوجہ والکفین ص۴۹،۵۰۔ مسلم جلد اول طہارت باب التیمم ص۱۶۱۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب التیمم ص۴۶۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی التیمم ص۲۱۔ نسائی جلد اول طہارت باب التیمم فی الحضر ص۵۹۔ ایضا جلد اول طہارت باب نوع آخر من التیمم النفخ فیہ ص۶۰۔ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی التیمم ضربۃ واحدۃ ص۴۳۔ عـہ مصنف ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق، وابو منصور باختلاف الالفاظ۔

ت ۷۸ وَاَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّھُوَ مُتَیَمِّمٌ ؏

ابن عباس نے تیمم کی حالت میں امامت کی

ت ۷۹ وَقَالَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ لَابَاسَ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی السَّبْخَۃِ وَالتَّیَمُّمِ بِھَا

اور یحییٰ بن سعید نے کہا، زمین شور (کھاری زمین) پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ افادہ فرمایا کہ اس خصوص میں وہ بھی احناف کے مسلک پر ہیں اور اسی کی تائید میں حضرت حسن بصری کا یہ ارشاد ذکر فرمایا۔ اور یہی ابراہیم، عطاء، ابن مسیب، زہری، لیث، حسن بن حیی اور داؤد بن علی کا مذہب ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے۔ اس کی پوری بحث اصول فقہ اور ہدایہ کی شروح میں مذکور ہے۔

تشریح ۷۸ اس اثر سے امام بخاری اس کی تائید فرمانا چاہتے ہیں کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے اس لئے کہ اگر خلف مطلق نہ ہوتا۔ خلف ضروری ہوتا۔ تو ضعیف ہوتا۔ پھر ابن عباس وضو کرنے والوں کی امامت نہ فرماتے۔ اس لئے کہ اگر امام مقتدیوں سے ضعیف حالت میں ہو تو امامت درست نہیں۔ جیسے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والوں کی امامت نہیں کرسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ تیمم کرنے والے کی امامت متوضی کے مثل ہے۔ اب ثابت کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے۔ حضرت ابن عباس نے یہ تیمم جنابت کی وجہ سے کیا تھا اور مقتدیوں میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے۔ اسی طرح حضرت عمرو بن عاص نے بھی جنابت سے تیمم کرکے امامت کی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے بیان کیا تو حضور مسکرائے۔ یہی ہمارا اور امام شافعی امام احمد کا بھی مسلک ہے۔ کہ متیمم متوضی کی امامت کرسکتا ہے۔

تشریح ۷۹ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تیمم صرف ایسی مٹی سے درست ہے جو مُنْبِت ہو۔ یعنی اس میں سبزہ اگانے کی قوت ہو۔ شور زمین میں یہ قوت نہیں اس لئے اس سے ان کے نزدیک تیمم درست نہیں ہمارے یہاں اس سے بھی درست ہے۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید میں۔ صعید طیب۔ سے تیمم کا حکم ہوا۔ صعید کے معنی "روئے زمین کے ہیں اور کھاری زمین بھی اس میں داخل ہے۔ امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ اطیب الصعید الحرث" سب سے عمدہ صعید کھیت ہے۔ مگر علامہ نووی نے فرمایا کہ تیمم کیلئے ارض مُنْبِت شرط نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے امام شافعی کا مسلک نہیں ثابت ہوتا کہ کھاری مٹی سے تیمم درست نہیں اسلئے کہ "اطیب الصعید الحرث" کہنا خود بتارہا ہے کہ "کھیت کے علاوہ بقیہ زمین بھی صعید ہے البتہ کھیت سب سے عمدہ ہے۔ نیز اگر بفرض غلط اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ کھیت کے علاوہ بقیہ زمین صعید نہیں تو لازم آئے گا کہ "کھیت کے علاوہ اور کہیں تیمم جائز نہ ہو۔

امام بخاری اس مسئلے میں بھی احناف کے ساتھ ہیں اس لئے یحییٰ بن سعید انصاری کا یہ ارشاد اپنی تائید میں نقل فرمایا۔ کہ کھاری زمین پر تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

؏ ابن ابی شیبہ و بیہقی۔

حدیث :۔ اشتکی الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العطش (۲۴۰)

عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (تبوک) میں تھے۔ اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّا اَسْرَيْنَا، حَتّٰى كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَّلَا وَقْعَةَ

ہم لوگ رات بھر چلے یہاں تک کہ رات کا آخر ہوگیا تو ہم نے قیام کیا ہم پر ایسی نیند طاری ہوئی کہ اس سے زیادہ میٹھی

اَحْلٰى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ

مسافر کے نزدیک کوئی اور نیند نہیں ہوتی (ہم سوتے رہے) ہمیں سورج کی گرمی ہی نے جگایا

تشریحات (۲۴۰)

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے فرد ہیں۔ فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ خیبر کے سال ایمان لائے۔ اور متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنی خزاعہ کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بصرہ اس مقصد سے بھیجا تھا کہ وہاں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔ یہ وہاں کے قاضی بھی تھے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ملئکہ حفظ کی زیارت کرتے تھے۔ فرشتے انھیں سلام کرتے تھے ۵۲ھ میں وصال ہوا۔ بصرہ جائے وصال ہے ان سے ایک سو اسی احادیث مروی ہیں بخاری نے بارہ احادیث لی ہیں[1]

لغات اسرینا۔ بعض روایتوں میں سرینا ہے اس کا مادہ سریٰ ہے۔ جس کے معنی رات میں چلنے کے ہیں۔ جلیداً۔ کرم یکرم سے ہے اس کا مصدر جلد اجلادۃ اور جلودۃ آتا ہے۔ اس کے معنی قوی ہونا ہے۔ مسلم میں اجوف جلیداً ہے۔ اجوف کے معنی ہیں جو پیٹ سے آواز نکالے۔ مراد یہ ہیکہ قوی اور بلند آواز تھے۔ مزادتین او سطیحتین مزادۃ۔ اس بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں جو دو کھالوں کو سی کر بنایا گیا ہو جسے پکھال کہتے ہیں اور یہی معنی سطیحۃ۔ کے بھی ہیں۔ مشک صرف ایک کھال کی ہوتی ہے جس میں گردن کی طرف جوں کا توں رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف سی دیتے ہیں۔ مشک چھوٹی ہوتی ہے اور پکھال بڑی اس کیلئے عربی میں دوسرا لفظ راویہ بھی ہے۔ مزادتین اور سطیحتین شک راوی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شیخ نے، مزادتین کہا تھا یا سطیحتین۔ کیا لفظ تھا اس میں راوی کو شک تھا معنی ایک ہی ہیں میں نے

---

[1] عینی جلد رابع تیمم۔ اصابہ ج ۳۔

فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيهِمْ اَبُورَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ

سب سے پہلے فلاں جاگا پھر فلاں پھر فلاں ابو رجاء انکا نام لیتے تھے، عوف بھول گئے۔ اس کے بعد چوتھے عمر بن

الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ لَمْ

خطاب اٹھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آرام فرما ہوتے تو ہم بیدار نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور خود ہی

نُوقِظْهُ حَتّٰى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَانَدْرِي مَا يَحْدُثُ لَهٗ فِي نَوْمِهٖ

بیدار ہوتے۔ اس لئے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ سونے کی حالت میں حضور پر کیا حالت درپیش ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاَى مَا اَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا فَكَبَّرَ

جب عمر جاگے اور لوگوں پر جو حالت طاری تھی دیکھا اور یہ نڈر اور جری انسان تھے تو انھوں نے

وَرَفَعَ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى

تکبیر کہنی شروع کی اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے لگے وہ مسلسل تکبیر کہنے لگے اور تکبیر کے ساتھ آواز بلند

صرف تفنن کیلئے مزادتین کا ترجمہ پکھالیں اور سطیحتیں کا بڑے مشکیزے، کیا ہے۔ اَمْسِ۔ کل گذشتہ یہ حجازیوں کے یہاں مبنی علی الکسر ہے اور تمیمیوں کے نزدیک معرب غیر منصرف ہے۔ عدل اور علمیت کیوجہ سے۔ نفر۔ تین سے لیکر دس سے کم مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ خُلوف۔ خالف بمعنی مسافر کی جمع ہے جیسے شاہد کی جمع شہود۔ اَوکأ۔ بندھن سے مضبوط باندھا۔ عزالی۔ عزلاء کی جمع ہے۔ پکھال اور مشک میں دو منھ ہوتے ہیں ایک اوپر بڑا جس سے پانی بھرتے ہیں ایک نیچے چھوٹا جس سے ضرورت کے مطابق پانی لیتے ہیں۔ عزلاء اسی نیچے والے منہ کو کہتے ہیں۔ وایم اللہ یہ اصل میں اَيْمُنُ اللهِ تھا۔ یہ ان الفاظ میں سے ہے جو قسم کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ کبھی نون حذف کرکے ایم اللہ کہتے ہیں۔ شروع کا ہمزہ ہمزۂ وصل ہے۔ ایک یہی ہمزہ وصل ایسا ہے جو مفتوح آتا ہے۔ ایمُ اللہ، مبتدا۔ اس کی خبر قسمی محذوف ہے۔ اور ہمیشہ محذوف رہتی ہے جیسے لعمرک میں۔ عَجْوَۃٌ۔ کھجور کی ایک قسم کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا نام لینہ، بھی ہے۔ اس کے، احادیث میں فضائل بھی آئے ہیں۔

مَا رَزِئْنَا۔ سَمِعَ يَسْمَعُ سے ہے ہم نے کم نہیں کیا۔ بعض روایتوں میں "زاء" کو فتحہ بھی آیا ہے۔ العجب فعل محذوف، حَسْبَنِيْ کا فاعل ہے۔ الصِّرْمُ۔ وہ چند گھر جو عام آبادی سے الگ اکٹھے بنے ہوں۔

اِسْتَیْقَظَ بِصَوْتِہٖ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ شَکَوْا

کرتے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہو گئے حضور جب بیدار ہو گئے تو لوگوں نے

اِلَیْہِ الَّذِیْ اَصَابَھُمْ، فَقَالَ لَاضَیْرَ اَوْلَا یَضِیْرُ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلَ فَسَارَ

حضور سے جو افتاد پڑی تھی اس کی شکایت کی۔ اس پر فرمایا۔ کوئی نقصان نہیں یا فرمایا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یہاں

غَیْرَ بَعِیْدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّأَ وَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ،

سے چلو۔ وہاں سے چلے تھوڑی دور چل کر اترے اور وضو کا پانی طلب فرمایا۔ پھر نماز کے لئے اذان دی گئی۔ حضور نے

فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٍ لَّمْ یُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ

لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا) ایک شخص الگ ہے سب کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اس سے فرمایا

مَامَنَعَکَ یَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّیَ مَعَ الْقَوْمِ، قَالَ اَصَابَتْنِیْ جَنَابَۃٌ وَّلَا مَاءَ،

اے فلاں سب کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس بات نے روک دیا انھوں نے عرض کیا مجھے جنابت لاحق

قَالَ عَلَیْکَ بِالصَّعِیْدِ فَاِنَّہٗ یَکْفِیْکَ، ثُمَّ سَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ہو گئی ہے۔ اور غسل کے لئے پانی نہیں۔ فرمایا مٹی سے تیمم کر یہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی

فی سفر یہ واقعہ کس سفر میں پیش آیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خیبر سے واپسی میں بعض حضرات نے کہا حدیبیہ سے واپسی میں۔ بعض ارباب تحقیق نے فرمایا کہ تبوک کے راستے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے جسے امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس واقعے میں تیمم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ہم پہلے حدیث (۲۳۵) میں تحقیق کر آئے کہ آیت تیمم غزوہ ذات الرقاع سے واپسی میں نازل ہوئی۔ جو خیبر کے بعد ہوا تھا صحیح اور محقق یہ ہے کہ سفر میں نماز فجر قضا ہونے کا واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ ایک دفعہ خیبر سے واپسی میں جس میں یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاگتے رہنے کا ذمہ لیا تھا مگر وہ بھی سو گئے۔ اور سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے مسلم اور ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[1]

---

[1] مسلم جلد اول مساجد باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ ص۲۳۸۔ ابو داؤد جلد اول صلوۃ۔ باب فی من نام عن صلوۃ او نسیہا ص۶۲۔

وَسَلَّمَ، فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيهِ

دور چلے۔ تو لوگوں نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ اس پر اتر پڑے اور فلاں کو بلایا۔ ابو رجار اس کا نام

أَبُو رَجَاءٍ، نَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا، فَقَالَ اِذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا

لیتے تھے۔ عوف بھول گئے اور علی کو بلایا اور فرمایا تم دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ یہ دونوں چلے تو

فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا فَقَالَا لَهَا

انھیں ایک عورت ملی جو پانی سے بھری ہوئی۔ دو پکھالوں یا دو بڑے مشکیزوں کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھی تھی۔ ان

أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسِ هَذِهِ السَّاعَةَ وَنَفَرُنَا خُلُوفًا

حضرات نے اس عورت سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ میں پانی کے پاس کل اسی وقت تھی اور ہمارے مرد پیچھے رہ گئے

قَالَا لَهَا انْطَلِقِي إِذًا قَالَتْ إِلَى أَيْنَ قَالَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

ان دونوں نے اس سے کہا ایسا ہے تو چل۔ اس نے پوچھا۔ کہاں دونوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِي

کی خدمت میں۔ اس نے کہا وہی جنھیں صابی کہا جاتا ہے ان دونوں نے کہا ہاں وہی جنھیں تو سمجھتی ہے

دوسرا حدیبیہ سے واپسی میں اس میں بھی حضرت بلال ہی نے سب کے جگانے کا ذمہ لیا تھا اور خود بھی سو گئے۔ اور فلاں فلاں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگے اسے ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے[1]۔ تیسری بار کسی اور سفر میں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستے سے ہٹ کر سوئے تھے۔ یہ مسلم اور ابو داؤد[2] میں حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے۔

کان اول من استیقظ بخاری علامات نبوت اور مسلم باب قضاء الصلوۃ الفائتہ " میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر اٹھے۔ دوسرا اور تیسرا کون تھا۔ ان کا نام یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ علامہ ابن حجر کا قیاس یہ ہے کہ دوسرے راوی حدیث عمران بن حصین تھے۔ اس لئے کہ وہ حدیث جس طرح بیان کر رہے ہیں وہ بتا رہا ہے کہ انھوں نے سب کچھ دیکھ کر

---

[1] ابو داؤد ص ۶۴ [2] ایضا مسلم ص ۲۳۹ ابو داؤد ص ۶۳۔

فَجَاءَ ابِهَا اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الحَدِيثَ۔ قَالَ

وہیں چل یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے لائے اور واقعہ بیان کیا۔ راوی نے

فَاسْتَنْزَلُوهَا عَنْ بَعِيرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ

کہا۔ اور اسے اس کے اونٹ سے آتارا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن منگایا اور اس میں دونوں

فِيهِ مِنْ اَفْوَاهِ المَزَادَتَيْنِ اَوِ السَّطِيحَتَيْنِ وَاَوْكَأَ اَفْوَاهَهُمَا وَاَطْلَقَ

پکھالوں یا مشکیزوں کے مونھوں سے کچھ پانی انڈیلا اور ان کے منہ باندھ دیئے۔ اور اس کے نیچے کا

العَزَالِيَ وَنُودِيَ فِي النَّاسِ، اَسْقُوا وَاسْتَقُوا، فَسَقَى مَنْ سَقَى وَاسْتَقَى مَنْ

تنگ منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان کردیا گیا۔ کہ پانی خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ جس کو پینا تھا پیا اور جس نے

شَاءَ وَكَانَ اٰخِرُ ذٰلِكَ اَنْ اَعْطَى الَّذِي اَصَابَتْهُ الجَنَابَةُ اِنَاءً مِّنْ مَّاءٍ

چاہا جانوروں کو پلایا۔ اور سب کے آخر میں ایک برتن پانی اسے دیا جسے جنابت لاحق ہوگئی تھی اور فرمایا جاؤ اسے اپنے

قَالَ اذْهَبْ فَاَفْرِغْهُ عَلَيْكَ۔ وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ اِلَى مَا يُفْعَلُ بِمَائِهَا

اوپر ڈال لو (نہالو)۔ اور وہ عورت کھڑی وہ سب دیکھتی رہی جو اس کے پانی کے ساتھ کیا جا رہا تھا

بیان کیا ہے۔ اور تیسرے صاحب ذو مخبر ہیں جو اس سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کر رہے تھے۔
علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ یہ قیاس اور اندازے سے حدیث میں تصرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تطبیق یہاں یہ ہے کہ حضرت عمر نے اٹھکر تکبیر کہنی شروع کی اور علامات نبوت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر اٹھے اور تکبیر کہنے لگے۔ مگر دونوں میں منافات نہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ صدیق اکبر نے بھی تکبیر کہی مگر ان کی آواز بلند نہ تھی اس سے حضور بیدار نہ ہوئے اور حضرت فاروق اعظم کی آواز بہت بلند تھی۔ اس سے بیدار ہوگئے۔ اس کا لحاظ کر کے یہاں اختصار کردیا۔ اور علامات نبوت میں پوری بات ذکر کردی۔

وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نام لم نوقظہ اس پر ایک شدید اشکال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ان عینی تنامان ولا ینام قلبی[۱] میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔
پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کیوں نہ ہوئی کہ نماز فجر کا وقت ہوگیا۔ سورج نکلنے والا ہے۔

---

[۱] عینی جلد رابع صفحہ ۲۵

وَايْمُ اللهِ لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلْأَةً مِّنْهَا حِيْنَ
اور خدا کی قسم جب ان مشکیزوں سے پانی لینا بند کیا گیا تو ہمیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت زیادہ بھرے
اُبْتُدِئَ فِيْهَا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْمَعُوْا لَهَا، فَجَمَعُوْا
ہیں بہ نسبت اُس وقت کے جب ان سے پانی لینا شروع کیا گیا تھا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَّدَقِيْقَةٍ وَّسَوِيْقَةٍ حَتّٰى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوْهُ فِيْ
اس عورت کے لئے کچھ جمع کرو تو لوگوں نے اس کے لئے عجوہ آٹا ستو کھانے کے سامان اکٹھا کر دیا اور ایک کپڑے
ثَوْبٍ وَّحَمَلُوْهَا عَلٰى بَعِيْرِهَا وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا فَقَالَ لَهَا
میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کرا دیا اور کھانے کا کپڑا اس کے آگے رکھ دیا اب حضور نے اس سے فرمایا

اس کا سب سے عمدہ اور نفیس جواب وہ ہے جو استاذی جلالۃ العلم حافظ ملت، حضرت علامہ حافظ ابوالفیض عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اگرچہ قلب محسوسات اور معقولات دونوں کا ادراک کرتا ہے۔ مگر محسوسات کے ادراک کے لئے حواس کا واسطہ ضروری ہے طلوع فجر محسوس مبصر ہے اس کے جاننے کیلئے آنکھ کا واسطہ ضروری ہے۔ چونکہ چشمان مبارک سو رہی تھیں۔ اس لئے قلب مبارک طلوع فجر کا ادراک نہ کر سکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ جیسے حالت بیداری میں کبھی کبھار سہو ہو گیا ہے اس مصلحت سے تاکہ سہو کی تلافی اور قضاء کے احکام کا بیان اور اس کی تشریع فعل رسول سے ہو جائے۔ اسی طرح سونے کی وجہ سے نماز کی قضا بھی اسی حکمت کی بنا پر ہے کہ احکام قضاء کا بیان اور اس کی تشریع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے ہو جائے۔

فارتحلوا وہاں سے کوچ کرنے کی وجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ۔

هٰذا منزل حضر فيه الشيطان اس جگہ شیطان آگیا۔[1]

فدعا فلان یہ خود راوی حدیث حضرت عمران تھے۔ جیسا کہ ابن زریر کی روایت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جو چند سوار تھے ان کے ساتھ مجھے پانی تلاش کرنے کے لیے بعجلت تمام بھیجا[2]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت عمران اور حضرت علی ہی نہیں گئے تھے بلکہ ایک جماعت گئی تھی۔ جن کے امیر

---

[1] مسلم ص ۲۳۸ [2] عینی جلد رابع ص ۲۹

تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَّائِكِ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِىْ اَسْقَانَا۔ فَاَتَتْ اَهْلَهَا

ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم نہیں کیا ہاں اللہ ہی وہ ہے جس نے ہمیں پانی پلا دیا۔ اس کے بعد عورت اپنے گھر

وَقَدِ احْتُبِسَتْ عَنْهُمْ۔ قَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ۔ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِىْ

والوں کے پاس گئی چونکہ اس کے پہنچنے میں تاخیر ہوگئی تھی۔ تو گھر والوں نے پوچھا اے فلانہ تجھے کس چیز نے روکا۔ اس نے کہا

رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِىْ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِىْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِىْ فَفَعَلَ بِىْ

تعجب انگیز بات ہے مجھے دو شخص ملے اور مجھے ان کی خدمت میں لے گئے جنھیں صابی کہا جاتا ہے۔ تو انھوں نے ایسا

كَذَا وَكَذَا فَوَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَاَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ وَقَالَتْ

ایسا کیا خدا کی قسم وہ شخص اس کے اور اس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے ہوں گے اور ممتاز افراد میں حضرت عمران۔ اس لئے بخاری کی اس روایت میں خصوصیت سے ان دونوں کا تذکرہ ہے۔

فـــرع مسلم میں ہے۔ فَمَجَّ فِى الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ۔ بیہقی اور طبرانی میں ہے فَمَضْمَضَ فِى الْمَاءِ وَاَعَادَهٗ فِىْ اَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ۔ پانی میں کلی کر کے مشکیزوں کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کی برکت سے پانی سب نے پیا۔ جانوروں کو پلایا مگر کم نہ ہوا۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل اخذ ہوئے ① بزرگوں کا ادب بہرحال لازم ہے۔ وہ سو رہے ہوں تو ان کو مخاطب کر کے پکارنا بھی نہیں چاہئے ② کسی طاعت کے فوت پر افسوس محمود ہے ③ اپنی تقصیر کے بغیر نماز قضا ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ④ سفر میں ساتھیوں کا خیال رکھنا لازم ہے ⑤ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی کو بھی تیمم کافی ہے ⑥ پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان بھی سنت ہے اور جماعت بھی ⑦ شدید پیاس دفع کرنے کیلئے دوسرے کا پانی بالجبر عوض سے لینا جائز ہے۔ ⑧ وضو اور غسل پر پیاس مقدم ہے ⑨ ہبہ وغیرہ اور اس کا عوض زبان سے کہے بغیر لینا دینا جائز ہے ⑩ کفار کے برتن اور پانی اور کھانے کا استعمال جائز ہے جب تک نجاست اور حرمت کا یقین نہ ہو ⑪ فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں بقدر ضرورت تاخیر درست ہے ⑫ حضرت فاروق اعظم دینی معاملے میں سب سے زیادہ قوی اور سخت تھے ⑬ استیلاء تام سے حربیوں کا مال مسلمانوں کیلئے حلال ہے۔ استیلاء تام سے مراد یہ ہے کہ وہ مال پورے طور سے قبضے میں آجائے۔ لشکر اسلام یا دارالاسلام میں پہنچ جائے۔

بِاِصْبَعَیْهَا الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا اِلَی السَّمَاءِ تَعْنِی السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ			
اپنی بیچ والی اور کلمے کی انگلیوں سے	اشارہ کیا ان دونوں کو	آسمان کی طرف اٹھایا	اس کی مراد زمین اور آسمان تھی۔
اَوْ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدُ یُغِیْرُوْنَ عَلٰی مَنْ حَوْلَهَا			
یا وہ یقیناً اللہ کے برحق رسول ہیں۔	اس کے بعد مسلمان اس عورت کے ارد گرد کے	مشرکین پر چھاپے	مارتے رہے
مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَلَا یُصِیْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِیْ هِیَ مِنْهُ۔ فَقَالَتْ یَوْمًا			
اور یہ عورت جس محلے میں تھی اسے چھوڑ دیتے۔	اس پر اس عورت نے	ایک دن	اپنی قوم سے کہا
لِقَوْمِهَا مَا اَرٰی اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ یَدَعُوْنَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَّكُمْ			
میں سمجھتی ہوں کہ	یہ لوگ تم کو بالقصد	چھوڑ دیتے ہیں	تو کیا اب تمہیں اسلام قبول کرنے کی رغبت ہے
فِی الْاِسْلَامِ فَاَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِی الْاِسْلَامِ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ،			
قوم نے	اس کی بات مان لی	اور سب اسلام میں داخل ہوگئے۔	ابو عبداللہ نے کہا

قال ابو عبد اللہ صابی کا لفظ دو مادوں سے بنا ہے ایک ,,صَبَا یَصْبُوْا,, سے ناقص واوی ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ مائل ہوا۔ قلبی رجحان ہوا۔ اور ایک صَبَأَ یَصْبَأُ یہ مہموز لام ہے اس کے معنی لغت میں ہے۔ ایک دین سے نکلا دوسرے دین میں داخل ہوا۔

اس حدیث میں صابی کا لفظ آیا ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری بتا رہے ہیں کہ اس کے معنی۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والے کے ہیں۔ عرب کے جاہل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ,,صابی,, اس بنا پر کہتے تھے۔ کہ حضور نے قریش کے مذہب کے بجائے دین ابراہیمی اختیار فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں ,,صائبین,, کا لفظ آیا ہے۔ لفظی مناسبت سے امام بخاری، ابو العالیہ کا قول نقل کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتا تھا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ,, صائبین,, اہل کتاب میں سے ہیں۔ اس کی پوری تحقیق اپنے موقع پر آئے گی۔

ع۔ بخاری جلد اول تیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم ص۴۹۔ بخاری جلد اول تیمم ص۵۰۔ بخاری جلد اول مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۴۔ مسلم جلد اول مساجد باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ ص۲۳۸۔ نسائی جلد اول طہارت باب التیمم بالصعید ص۶۱۔ دارمی وضوء ۶۵۔ مسند امام

صَبَاأَخْرَجَ مِنْ دِيْنٍ إِلٰى غَيْرِهٖ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ

امام بخاری نے کہا۔ صَبَا۔ کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا اور ابو العالیہ نے کہا۔

مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَؤُنَ الزَّبُوْرَ۔ اَصْبُ اَمِلْ۔

صائبین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں۔ اَصْبُ کے معنی ہیں میں مائل ہوں۔

ت (۸۰) وَيُذْكَرُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، اَجْنَبَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص کو ایک سرد رات میں جنابت لاحق ہوگئی

سورہ یوسف میں۔ اَصْبُ۔ کا لفظ آیا ہے۔ جو ناقص واوی ہے۔ اس کے معنی اَمِلْ کے ہیں یعنی میں مائل ہو جاؤنگا۔ علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں صابی کا جو لفظ ہے۔ یہ ناقص واوی ہے۔ اس لئے کہ اہل عرب جو شخص مسلمان ہو جاتا۔ اسے مصبوٌّ۔ اور عام مسلمان کو صُبَاةٌ کہتے تھے۔ جو صابی ناقص کی جمع ہے۔ جیسے غازی کی غزاۃ قاضی کی قضاۃ اگر یہ مہموز لام ہوتا تو اس کا اسم مفعول مصبوء ہمزے کیساتھ آتا جیسے مقروءٌ اور جمع صُبَّاءُ آتی جیسے قاری کی جمع قرّاء۔ حدیث میں صابی کی روایت دونوں طرح ہے ہمزے کیساتھ بھی اور بغیر ہمزے کے بھی۔

اس حدیث میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ ان صحابیہ بی بی نے حالت کفر میں بھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی گستاخی نہیں کی۔ بلکہ ادب کا لحاظ رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تو یہ کہا۔ وہ جنھیں صابی کہا جاتا ہے۔ خود انھوں نے صابی نہیں کہا۔ اس کا فائدہ ان کو یہ ملا کہ ایمان نصیب ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر بھی اگر محبوبان بارگاہ کا ادب کرتا ہے تو اسے فائدہ پہنچتا ہے۔

تشریحات ت (۸۰)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشہور صحابہ کرام میں سے ہیں۔ سیاست، حکمرانی، شجاعت جنگی مہارت اور مشکل سے مشکل معاملے کے حل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مشہور ہے۔ دُہاۃ عرب چار ہیں۔ معاویہ، مغیرہ، عمرو بن عاص زیاد بن ابیہ۔ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ مشکل اور لاینحل معاملات کو چٹکی بجاتے حل کر دیتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سات سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بیس سال باحیات رہے نوے سال کی عمر پائی۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ۸ھ صفر کو سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر خدمت

فَتَیَمَّمَ وَتَلَا وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا فَذُکِرَ ذٰلِکَ

تو انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ عزوجل تم پر مہربان ہے

ہو کر ایمان سے مشرف ہوئے ان کے ساتھ عثمان بن طلحہ بھی تھے۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔ انکا بیان ہے کہ میرے دل میں اسلام اسی وقت گھر کر گیا تھا جب میں نجاشی کے یہاں مسلمانوں کو واپس لانے گیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد بارگاہ اقدس کے مقربان خاص میں داخل ہو گئے۔ ان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتنا احترام اور اجلال تھا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بارگاہ میں ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ ان کی سرکردگی میں ۸ھ میں ذات السلاسل کی مہم گئی جسمیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ماتحت تھے۔ اسی غزوے میں وہ واقعہ رونما ہوا جو اس "تعلیق" میں مذکور ہے۔ اخیر عمر مبارک میں انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمان کا والی بنا دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اس عہدے پر باقی رہے۔ جب شام کی مہم شروع ہوئی، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں فلسطین کی مہم پر مقرر فرمایا۔ پھر فلسطین کی فتح کے بعد، ان کو اردن اور فلسطین کا والی بنا دیا اس کے بعد مصر کی فتح پر مامور فرمایا انھوں نے جب مصر فتح کر لیا تو وہاں کا والی بنایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی عہدے پر باقی رکھا۔ پھر چار سال کے بعد معزول کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات تک یہ فلسطین رہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یہ حضرت معاویہ کے پاس آگئے اور ان کے مشیر خاص اور قوت بازو رہے۔ یہاں تک کہ واقعہ صفین کے بعد جب تحکیم پر اتفاق ہوا تو حضرت معاویہ نے ان کو اپنی طرف سے حکم بنایا۔ دومۃ الجندل کے افسوسناک واقعے کے بعد حضرت معاویہ نے مصر پر ان کو والی بنا دیا۔ اسی حالت میں خاص عید الفطر کے دن ۴۳ھ کو مصر ہی میں وصال فرمایا۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر نماز عید پڑھائی۔ فضح کے علاقہ مقطم میں دفن کئے گئے۔ یہ وصیت فرما گئے تھے کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر اتنی دیر بیٹھے رہنا۔ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ مجھے انسیت حاصل ہو۔ ان سے سینتیس احادیث مروی ہیں جن میں سے تین بخاری میں ہیں۔[1]

سریہ ذات السلاسل

یہ واقعہ سریہ ذات السلاسل میں پیش آیا تھا۔ یہ سریہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوا تھا۔ اس کا نام ذات السلاسل اس لئے پڑا کہ یہ قبیلہ جذام کی سرزمین میں ہوا تھا جس کا نام

---

[1] عینی جلد رابع باب التیمم ص۲۴ الاستیعاب، اصابہ۔

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُعَنِّفْ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے ذکر کیا گیا تو حضور نے انکی سرزنش نہیں کی۔

حدیث۔ مناظرۃ ابن مسعود وابی موسیٰ الاشعری فی تیمم الجنب (۲۴۱)

عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَّعَ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ

شقیق بن سلمہ نے کہا میں، حضرت عبداللہ (بن مسعود) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیساتھ

سلسل ہے یہ مدینہ طیبہ سے دس دن کی دوری پر وادی القری کے آگے ہے۔

تکمیل پوری تفصیل یہ ہے جو خود حضرت عمرو بن عاص نے بیان کیا۔ کہ مجھے سریہ ذات السلاسل میں جنابت لاحق ہوگئی۔ سردی کی رات تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر نہاؤں تو کہیں مر نہ جاؤں تو تیمم کر کے میں نے صبح کی نماز پڑھائی واپسی پر لوگوں نے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے وجہ عرض کردی اور یہ آیت تلاوت کی۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا (نساء) (۲۹) اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کچھ نہیں کہا۔[1]

اس حدیث سے یہ مسائل اخذ ہوئے ① محدث ہو یا جنب اگر اسے یہ ظن غالب ہو کہ پانی کے استعمال سے جان چلی جائیگی یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا تو وہ تیمم کرلے ② جنبی بوجہ عذر شرعی اگر تیمم کر کے نماز پڑھے تو اس کا اعادہ نہیں جیسا کہ امام بخاری کے ذکر کردہ لفظ، لم یعنفہ اور ابوداؤد کے۔ ولم یقل شیئا۔ سے ظاہر ہے ③ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اجتہاد کی اجازت تھی۔

تشریحات (۲۴۱)

تکمیل۔ اس روایت میں قلب ہے۔ یعنی مکالمے کے نقل میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ اے ابو عبدالرحمٰن بتایئے اگر کوئی جنبی ہو جائے اور پانی نہ پائے تو کیا کرے یعنی تیمم کر کے نماز پڑھے۔ یا بلا تیمم کے یا نماز ہی نہ پڑھے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ، یہ

---

[1] ابو داؤد جلد اول طہارت باب اذا خاف الجنب البرد یتیمم ص۴۸

تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْمُوْسٰی لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا

بیٹھا تھا کہ ابو موسیٰ نے عبداللہ سے کہا اگر کوئی جنبی ہو جائے اور ایک مہینے تک پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمم

اَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي، قَالَ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ

کرے اور نماز پڑھے۔ راوی نے کہا۔ اس پر عبداللہ نے کہا تیمم نہ کرے اگرچہ ایک ماہ تک پانی نہ پائے۔

شَهْرًا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْمُوْسٰی فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ

ابو موسیٰ نے کہا۔ سورہ مائدہ کی اس آیت کو کیا کروگے (کہ فرمایا) اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے

نماز نہ پڑھے۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ عمار کی اس روایت کو کیا کروگے جو وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا۔ تمہیں یہ کافی ہے۔ (تیمم کی طرف اشارہ فرمایا)۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت عمر نے عمار کے قول پر اطمینان نہیں فرمایا۔ اب حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ چلو ہم عمار کے قول کو چھوڑتے ہیں اس آیت کو کیا کروگے۔ اس کا جواب حضرت عبداللہ نہ دے پائے۔ اور یہ کہا۔ اگر ہم جنبی کو تیمم کی اجازت دیدیں تو جب کسی کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو غسل نہ کریگا تیمم کرنے لگے گا۔ اعمش نے کہا میں نے شقیق سے کہا۔ حضرت عبداللہ نے اس وجہ سے اسے ناپسند کیا تو شقیق نے کہا۔ ہاں۔ اس میں تھوڑا اختصار بھی ہے پوری تفصیل وہ ہے جو حدیث (۲۳۹) میں گزر چکی ہے کہ حضرت عمار نے حضرت عمر سے یہ کہا مجھے اور آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں یا اونٹوں کی دیکھ بھال کیلئے بھیجا تھا۔ اور مجھے بھی جنابت لاحق ہوگئی اور آپ کو بھی۔ میں نے تو چوپائے کی طرح زمین پر لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ آپ نے نہیں پڑھی۔ جب واپس آکر خدمتِ اقدس میں واقعہ عرض کیا تو یہ فرمایا۔ تمہیں یہ کافی ہے۔ الخ

توضیح باب اس حدیث پر امام بخاری نے۔ دو باب قائم فرمایا ہے۔ پہلا یہ ہے۔

اذا خاف الجنب علی نفسه المرض او الموت او خاف العطش تیمم۔

غسل کرنے سے اگر جنبی کو مریض ہو جانے یا موت کا یا پیاس کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔ اس کی تائید میں امام بخاری نے، پہلے عمرو بن عاص کا، اثر، ذکر فرمایا جس میں یہ ہے کہ، حضرت عمرو بن عاص نے اپنے اجتہاد سے ضرر کے اندیشے سے بجائے غسل کے تیمم کرکے نماز پڑھی۔ پھر خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ نہ تو انھیں ملامت کی نہ اس پر انکار فرمایا یہ ان کے فعل کی تائید ہے۔ جسے اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔ اس طرح اس خصوص میں حضور کی بھی اجازت ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا جب جنبی غسل پر قادر نہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھے۔ یہی جمہور صحابہ اور امام اعظم امام

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ
تیمم کرو۔ اس پر عبداللہ نے کہا اگر اس صورت میں تیمم کی اجازت
فِيْ هٰذَا لَهُمْ لَأَوْشَكُوْا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَّتَيَمَّمُوْا الصَّعِيْدَ
دیدی جائے تو لوگوں کو جب بھی پانی ٹھنڈا لگے گا مٹی سے تیمم کرنے لگیں گے

مالک اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ پانی نہ پانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک حقیقی کہ واقعی حقیقت میں وہاں پانی نہ ہو۔ دوسرے حکمی کہ پانی ہے مگر پانی کے استعمال پر قدرت نہیں۔ مثلاً دشمن یا درندے کا خوف ہے یا پانی کنوئیں میں ہے اس کے پاس ڈول یا رسی یا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے پانی کھینچ سکے۔ یا پانی تھوڑا ہے اگر اسے غسل میں صرف کر دیگا تو اس کی یا ساتھیوں یا جانوروں کی پیاس کا اندیشہ ہے۔ یا پانی کے استعمال پر بظاہر قدرت ہے مگر چونکہ پانی کے استعمال کرنے سے جان جانے کا اندیشہ ہے یا بیمار پڑ جانے کا یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو یہ حقیقت میں پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہوئی۔ ان صورتوں میں پانی موجود تو ہے مگر اس کا وجود و عدم برابر ہے اس لئے حکماً گویا پانی موجود نہیں۔ اس لئے ان تمام صورتوں میں تیمم کی اجازت ہے۔ ان تمام صورتوں میں جنب کی تخصیص نہیں۔ بلکہ محدث کا بھی یہی حکم ہے۔

اس باب کی تائید میں امام بخاری نے دوسری دلیل، حضرت عمار کی وہ حدیث پیش کی جو زیر بحث ہے اس حدیث میں جو استدلال ہے وہ اصل میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ انھوں نے اس پر دو دلیلیں قائم کیں۔ ایک حضرت عمار کی حدیث میں یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت میں حضرت عمار کو تیمم کی اجازت دی۔ دوسری دلیل سورہ مائدہ کی آیت تیمم ہے۔ آیت سے استدلال کا حضرت عبداللہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ حضرت عمار کی حدیث پر یہ فرمایا۔ کہ حضرت عمار کے قول پر حضرت عمر کو اطمینان نہ ہوا۔ حضرت عمر کے اطمینان نہ ہونے کا سبب یہ نہیں کہ وہ حضرت عمار کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضرت عمار نے یہ بیان کیا تھا کہ آپ بھی ساتھ تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔ اس سے حضرت عمار، حضرت فاروق اعظم کی تائید حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر چونکہ حضرت فاروق اعظم کو یاد نہ تھا اس لئے فرمایا۔ اے عمار اللہ سے ڈرو۔ حضرت عمر عمار کو جھوٹا نہیں جانتے تھے۔ اس پر قرینہ یہ ہے جب حضرت عمار نے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں آئندہ اسے نہ بیان کروں تو فاروق اعظم نے فرمایا میرا مقصد یہ ہرگز نہیں تمھیں یاد ہے تو تم بیان کرو۔ اگر انھیں جھوٹا جانتے تو ضرور انھیں یہ حدیث بیان کرنے سے روک دیتے۔

قُلْتُ وَاِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ

میں نے کہا تم نے اس وجہ سے ناپسند کیا ہے انھوں نے کہا ہاں۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا

عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعَثَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ

جو عمار نے عمر بن خطاب سے کہا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کام کیلئے بھیجا

حضرت عمار نے ایکبار اس حدیث کو بیان فرمادیا۔ اس سے فرض تبلیغ ادا ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے کتمان علم کی اجازت مانگی تھی۔

حضرت عمر کس بنا پر جنبی کیلئے غسل کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ یہ کہیں منقول نہیں۔ مگر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غالباً۔ اس آیت میں۔ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ۔ سے مراد لمس بالید، صرف ہاتھ سے چھونا مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ملامست سے جماع مراد لیتے تو نص قرآنی کے خلاف کبھی فتویٰ نہ دیتے۔ اب حضرت عمر کا استدلال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ فرمایا گیا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو لو۔ فَاطَّهَّرُوْا۔ سے بالاجماع غسل مراد ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عورتوں کو چھوؤ اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرو۔

تو سیاق سے ظاہر ہو گیا کہ تیمم صرف محدث کیلئے ہے۔ اور جنب کیلئے صرف غسل ہے۔

رہ گئے حضرت ابن مسعود تو انھوں نے اپنے فتویٰ کی وجہ خود ہی ظاہر کر دی۔ کہ۔ اگر جنبی کو۔ بجائے غسل کے تیمم کی اجازت دیدی جائے۔ تو جسے بھی پانی ٹھنڈا لگے گا وہ تیمم کرنے لگے گا۔

یعنی یہ اندیشہ ہے کہ اگر جنبی کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دیدی گئی تو لوگ ذرا سی باتوں کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنے لگیں گے۔ اور ایسی باتوں کا سد باب ضروری ہے۔ اس لئے جنب کو تیمم کی اجازت نہ ملنی چاہئے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنب کو غسل کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مگر امام نووی[1] نے ایک قول نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر نے اس فتوے سے رجوع فرمالیا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نبیرہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہما نے اپنی شرح[2] میں فرمایا۔ کہ ابن ابی شیبہ میں بسند منقطع یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا۔ اس طرح اب اس پر اجماع ہو گیا کہ جنب کو اگر پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھے۔

---

[1] نووی شرح مسلم جلد اول باب تیمم ص۱۶۱ [2] جلد ثانی باب التیمم ص۳۵۴۔

حَاجَةٍ فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ

تھا تو میں جنبی ہوگیا اور پانی نہ پاسکا تو مٹی میں اس طرح لوٹا تھا جیسے چوپایا لوٹتا ہے۔ میں نے

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ تمہیں صرف یہ کافی تھا کہ ایسے کر لیتے

اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِكَفِّهٖ ضَرْبَةً عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ

اور حضور نے اپنی ہتھیلی ایک بار زمین پر ماری پھر اسے جھاڑا پھر اس مٹی کو

اس حدیث پر امام بخاری نے دوسرا باب یہ قائم فرمایا ہے۔ التیمم ضربۃ۔ تیمم صرف ایکبار ہاتھ مارنا ہے اس پر پوری بحث گذر چکی۔ اس باب کی تائید حدیث کے اس جملے سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت عمار نے فرمایا۔ ضرب بکفہ ضربۃ علی الارض۔ حضور نے اپنی ہتھیلی ایکبار زمین پر ماری۔ لیکن اسلوب کلام سمجھنے کی جو لوگ مہارت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیمم کا طریقہ نہیں بتا رہے تھے۔ بلکہ مقصود یہ تھا۔ کہ اے عمار جنابت کے لئے تیمم میں پورے جسم پر مٹی ملنا ضروری نہیں۔ کہ تم لوٹے۔ بلکہ صرف معہود تیمم کر لینا کافی تھا۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مٹی پر ہاتھ مار کر یوں کر لیتے یعنی جیسے تیمم کیا جاتا ہے ویسے کر لیتے۔ ورنہ اس میں یہ ہے پہلے ہاتھوں کی پشت کو ملا پھر چہرے کو ملا۔ یہ کسی کے یہاں نہیں کہ پہلے ہاتھ پر مٹی ملے پھر اس کے بعد چہرے پر ملے۔ جو جواب اور لوگ اس کا دیں گے وہی جواب ہم، ضربۃ کا دیں گے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① محدث کی طرح جنب بھی اگر پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب اللہ کے مقابلے میں حضرت عمار کی حدیث جو خبر واحد تھی، قبول نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر واحد مرجوح ہے۔ خطابی نے کہا۔ کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ، میں، ملامست، سے جماع مراد لیتے تھے۔ اور اگر وہ ملامست سے مس بالید، مراد لیتے۔ تو انھیں بہت آسان تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے جواب میں کہہ دیتے۔ کہ اس آیت سے استدلال درست نہیں۔ یہ جنب کے بارے میں وارد ہی نہیں۔ یہ صرف محدث کیلئے ہے۔ لیکن علامہ عینی نے اسے یہ فرما کر مسترد کر دیا۔ کہ اگر حضرت ابن مسعود۔ ملامست۔ سے جماع مراد لیتے۔ تو لازم آئے گا کہ وہ نص قرآنی کے خلاف فتویٰ دیتے تھے۔ یہ ان سے مستبعد ہے۔ ہو سکتا ہے وہ۔ ملامست۔ سے مس بالید ہی مراد لیتے ہوں۔ مگر بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ یا وہ مجمع اس لائق نہ تھا۔ اس لئے وہ جواب نہ دیا۔ دوسرا

بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ اَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ ، فَقَالَ

بائیں ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کی پشت پر ملا یا بائیں ہاتھ کی پشت کو اپنی دائیں ہتھیلی سے ملا پھر دونوں کو

عَبْدُ اللهِ اَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ عہ۔

اپنے چہرے پر ملا۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ عمر کو عمار کے قول پر اطمینان نہیں ہوا۔

سبب بیان کر دیا۔ (۴) دوران مناظرہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف منتقل ہونا جائز ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ دوسری دلیل ۔ بہ نسبت پہلے کے مقابل کو جلد ساکت کرنے والی ہو۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمرود کے مقابلے میں کیا تھا۔ پہلے فرمایا۔ میرا خدا وہ ہے جو جِلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اس پر اس نے جب دو قیدیوں کو بلا کر ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ تو حضرت خلیل اللہ نے بحث کو طول نہیں دیا۔ دوسری دلیل ایسی مسکت پیش فرمائی۔ کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ فرمایا اللہ وہ ہے جو سورج کو پورب سے نکالتا ہے تو اگر خدا ہے تو پچھم سے نکال دے۔

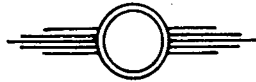

عہ۔ بخاری جلد اول تیمم باب التیمم ضربۃ ۔ مدہ بخاری جلد اول تیمم باب اذا خاف الجنب علیٰ نفسہ المرض او الموت او خاف العطش تیمم۔ ص۴۹ مسلم جلد اول طہارت باب التیمم ص۱۶۱ ۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب التیمم ص۳۵ ، ۴۸ نسائی جلد اول طہارت باب تیمم الجنب ص۱۱ ۔

نزهة القاري

شرح

صحیح البخاری

الجزء الثانی

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

نزہۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱٤۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱٤۲۸ھ/دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/ روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔٤۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳٤۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔٤۲۔۷۲۲٤۸۹۹
ای۔میل: ***info@faridbookstall.com***
ویب سائٹ: ***www.faridbookstall.com***

فہرس مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد دوئم)

56

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الصَّلٰوۃ

کِتَابُ الصَّلٰوۃ

صلوۃ۔ سے یہاں اس کے خاص شرعی معنی مراد ہیں۔ یعنی اسلام کا دوسرا رکن جو مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص افعال کی ادائیگی ہے۔ زمانۂ جاہلیت قبل از اسلام میں بھی یہ لفظ مستعمل تھا جس کے متعدد معانی تھے۔ انگاروں پر سینک کر لکڑی کو سیدھا کرنا۔ بولتے ہیں۔ صلیت العود علی النار۔ صلوۃ۔ صلا۔ سے ماخوذ ہے صلا۔ سرین کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اسی سے مُصَلِّی اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو گھڑدوڑ میں سب سے آگے نکل جانے والے کے پیچھے ہو۔ اس مناسبت سے کہ اس گھوڑے کا منہ اگلے گھوڑے کی سرین کے پاس ہوتا ہے۔ ان معانی میں اور معنی شرعی میں مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ عہد رسالت میں صلوۃ بمعنی دعا شائع وذائع تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کیلئے دعا کیجئے۔ حدیث میں ہے۔ من صام فلیصل۔ جو روزہ رکھے وہ دعا کرے۔ دعا اور نماز کی مناسبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سے بھی ہٹ کر آپ غور کریں۔ خود قریش کی زبان میں ایسے ارکان کی ادائیگی کو کہتے ہیں جو تقرب الی اللہ، کیلئے کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً۔ (انفال) ۳۵ — بیت اللہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹی اور تالی تھی۔

اس کے علاوہ نماز بمعنی رحمت، اظہار عظمت، استغفار یعنی طلب رحمت بھی مستعمل تھا۔ صلوٰۃ کی اسناد اگر اللہ عزوجل کی جانب ہو۔ تو اس کے معنی انزال رحمت کے آتے ہیں۔ اور اگر فرشتوں کی طرف ہو اور متعلق نبی ہو تو دعا رحمت، اور اگر متعلق غیر نبی ہو تو استغفار کے معنی میں اور اگر اس کی نسبت اللہ عزوجل اور فرشتوں کے علاوہ امتی کی جانب ہو تو، صلوٰۃ کے معنی طلب رحمت کے آتے ہیں۔ اور نماز پڑھنے کے معنی میں اس وقت آتا ہے جب اس کا متعلق اللہ عزوجل ہو۔

حدیث الاسراء (۲۴۲)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابوذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ

نے فرمایا۔ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکے میں تھا۔(اس سے) جبریل علیہ السلام اترے

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ

اور میرے سینے کو شق کیا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر حکمت و ایمان سے لبریز

تشریحات (۲۴۲)

لغات اسودۃ۔ یہ سواد کی جمع ہے۔ جیسے زمان کی جمع ازمنہ۔ سواد کے معنی شخص کے ہیں۔ متعدد اور عوام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ صالح۔ وہ شخص ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کما حقہ ادا کرتا ہو۔ یہ اپنے معنی کی جامعیت کے لحاظ سے تمام پسندیدہ قابل ستائش صفات کو شامل ہے۔ اسی لئے۔ ہر نبی نے "نبی صالح" کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ امین اور صادق نہیں کہا اس لیئے کہ صالح ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ نسمہ۔ کے معنی روح کے ہیں۔ ظہرت کے معنی ہیں۔ میں چڑھا۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ وَالشمس فی حجرتھا لم تظھر۔ دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی اور دیوار پر ابھی چڑھی نہ ہوتی۔ مُسْتَوٰی۔ استواء کا اسم ظرف ہے۔ صریف فعیل کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کے معنی آواز کرنا ہے یہاں یہ مراد ہے۔ کہ فرشتے حکم الٰہی کو لکھتے ہیں۔ اس لکھنے سے قلم میں جو آواز پیدا ہوتی ہے میں وہاں پہنچ کر ان کو سننے لگا تھا۔ ارجع الیٰ ربك۔ اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے۔ مکان سے منزہ ہے۔ اس لئے اس سے مراد یہ ہے کہ لوٹ کر وہاں جائیے جہاں آپ کلام الٰہی سے مشرف ہوئے۔ شَطْرٌ کے معنی۔ آدھے کے ہیں۔ اور مطلق بعض کے بھی۔ یہاں مطلق بعض ہی مراد ہے۔ اَلسِّدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی۔ بیری کے درخت کو سدرہ کہتے ہیں۔ المنتھی۔ انتہاء کا ظرف ہے۔ یعنی انتہائی حد۔ ساتویں آسمان پر بیر کا ایک درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں۔ جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے اور بڑے ہیں اور جس کے پھل ہجر کے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔ جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور جنت تک کو گھیرے ہوئے ہے۔

بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهُ فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهُ

سونے کا طشت لائے اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا اس کے بعد سینے کو درست کر دیا

ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جِئْتُ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ

پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چلے جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبریل نے

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

آسمان کے خازن سے کہا۔ کھولو۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں اس نے

جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ، قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ أَأُرْسِلَ

پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے جبریل نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں اس نے

اس کے آگے نہ کوئی فرشتہ جاسکتا ہے نہ کوئی نبی۔ یہ عام انبیاء کرام کیلئے ہے۔ رہ گئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے تشریف لیگئے۔ انشاء اللہ کتاب المناقب میں اسے مفصل بیان کیا جائے گا۔ اس کی شاخیں ساتویں آسمان کو گھیرے ہوئے ہیں بلندی ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے۔ جو کچھ اوپر جاتا ہے سب کی آخری حد یہی ہے۔ حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤ۔ حبائل۔ یہ یا، حبل۔ کی جمع ہے۔ جس کے معنی لمبائی میں پھیلی ہوئی ریت کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جنت میں موتی اتنے کثیر ووافر ہیں۔ جیسے ریگستان میں ریت ہوتی ہے۔ یا یہ۔ حبلۃ۔ کی جمع ہے۔ جس کے معنی گلے کے ہار۔ کے ہیں۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ لکھنے والوں کی غلطی ہے۔ صحیح۔ جنابذ۔ ہے۔ جیسا کہ کتاب الانبیاء وغیرہ میں ہے بلکہ یہاں بھی ابوذر کی روایت یہی ہے۔ جنابذ۔ جُنْبُذْ۔ کی جمع ہے۔ جس کے معنی۔ قُبّے کے ہیں۔ مگر تصحیف (لکھنے میں غلطی)، کے قول کی کوئی حاجت نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جیسے زینت و آرائش کیلئے کھڑکیوں اور مسہریوں کے اردگرد موتی کی لڑیاں لٹکادیتے ہیں۔ اسی طرح جنت میں بھی کھڑکیوں پر اور تخت کے اردگرد موتی کی لڑیاں ہیں۔ اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کتاب الانبیاء میں آئے گی۔ یہاں نماز سے متعلق چند ضروری باتیں معروض ہیں۔

قبل معراج نماز

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ نماز پنجگانہ معراج میں فرض ہوئی۔ اور یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ معراج سے پہلے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے۔ حدیث حراء کے بعض طرق میں یہ ہے۔ کہ نزول، اقرأ کے بعد جبریل امین نے پاؤں زمین پر مارا جس سے چشمہ جاری ہو گیا اور اس سے

اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا فَاِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰی
پھر پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے جبریل بولے ہاں جب دروازہ کھولا گیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے تو کیا
یَمِیْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَّعَلٰی یَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا
دیکھتے ہیں ایک صاحب بیٹھے ہیں ان کی داہنی طرف بہت سے لوگ ہیں اور بائیں طرف بھی جب داہنی طرف دیکھتے تو
نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَ الْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ
ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں انھوں نے مجھے دیکھکر فرمایا صالح نبی صالح فرزند کو خوش آمدید ہو۔ میں نے
لِجِبْرِئِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ
جبریل سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں انھوں نے بتایا یہ آدم ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو لوگ ہیں یہ انکی اولاد کی روحیں ہیں

وضو کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے رہے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ بھی وضو کرلیں۔ حضور نے بھی وضو فرمایا۔ پھر جبریل امین نے دو رکعت کعبے کی جانب منھ کرکے نماز پڑھی۔ ان کے ساتھ حضور نے بھی پڑھی۔ پھر دولت کدہ پر تشریف لائے۔ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا۔ انھوں نے بھی وضو کیا اور حضور کے ساتھ نماز پڑھی۔ امتیوں میں نماز پڑھنے کا شرف سب سے پہلے حضرت خدیجہ کو حاصل ہوا اور ان کے بعد اسد اللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبے کو اول روز میں نماز پڑھی۔ اور حضرت خدیجہ نے اسی روز آخری حصے میں۔ اور حضرت شیر خدا نے سہ شنبہ کو۔[1]

اب یہاں چند سوالات ہیں۔ (۱) معراج سے پہلے کتنے وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ (۲) اور یہ سب فرض تھیں یا ان میں کچھ فرض اور کچھ نفل یا سب نفل (۳) ان نمازوں کے شرائط اور ارکان علیحدہ تھے یا یہی تھے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے رسالے " جمان التاج فی بیان الصلوۃ قبل المعراج " میں ان سب پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بعض علماء نے فرمایا کہ معراج سے پہلے دو وقت کی نماز فرض تھی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب سے قبل۔[2] یا نماز چاشت اور نماز عصر۔ اصابہ میں ہے کہ نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان نماز چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے۔ عصر کے

---

[1] المواہب اللدنیہ و شرحہا للزرقانی جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۴۳۔۲۴۴ جمان التاج بحوالہ طبرانی [2] الدر المختار جلد اول کتاب الصلاۃ۔

نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِىْ عَنْ شِمَالِهٖ

اس لئے جب داہنے دیکھتے ہیں — جہنمی ہیں۔ — بائیں طرف کی پرچھائیاں — جنتی ہیں۔ — ان میں داہنی طرف والے

اَهْلُ النَّارِ، فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى۔ حَتّٰى

دوسرے آسمان پر لے گئے۔ — اس کے بعد مجھے — تو رو پڑتے ہیں — اور جب بائیں دیکھتے ہیں — تو ہنس پڑتے ہیں۔

عَرَجَ بِىْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ

جیسی پہلے والے نے — ویسی ہی گفتگو کی — اس کے خازن نے بھی — فرمایا کھولو۔ — اس کے خازن سے

مَا قَالَ الْاَوَّلُ فَفُتِحَ، قَالَ اَنَسٌ، فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِى السَّمٰوَاتِ اٰدَمَ

حضرت ابوذر نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — انس نے کہا۔ — کی بھی پھر کھولا گیا۔

وقت پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا جا کر الگ الگ پڑھتے تھے[۱] ان اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ چاشت بھی پڑھتے تھے۔ اور فجر بھی اور عصر بھی۔ صحیحین میں ہے کہ ابتداء بعثت میں جب جن حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے[۲] مگر اصح یہ ہے کہ قبل معراج صرف تہجد فرض تھا۔ وہ بھی بعد میں امت کے حق میں منسوخ ہو گیا[۳]۔ بر بنائے تحقیق قبل معراج کی نمازیں بھی ایسی تھیں جیسی اب پنجگانہ نمازیں ہیں۔ یعنی اس کے لئے وضو اور بدن اور کپڑے کی طہارت بھی تھی اور استقبال قبلہ اور تکبیر تحریمہ بھی تھی۔ قیام رکوع سجود، بلند آواز سے قرأت بھی تھی اور جماعت بھی۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی اور علامہ عبد الباقی زرقانی لکھتے ہیں۔

ثم ان الله تعالىٰ اقرها اى شرعها على هيئة ما كان يصلى قبل فى السفر كذلك ركعتين واتمها فى الحضر اربعا۔[۴]

معراج سے پہلے جس ہیئت پر نماز پڑھتے تھے اسی ہیئت کے ساتھ سفر میں دو رکعت اور حضر میں چار رکعت۔ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔

رکوع اس امت کے خصائص سے نہیں

عام طور پر علماء لکھتے ہیں کہ اگلی امتوں میں، رکوع نہیں تھا مگر

---

[۱] جلد رابع تذکرہ عزیزہ بنت نجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص۳۶۳۔ [۲] بخاری جلد ثانی تفسیر باب قل اوحی الی نفر من الجن ص۷۳۲، مسلم جلد اول صلوٰۃ باب الجہر بالقرآن ص۱۸۴۔ [۳] المواھب اللدنیہ جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۳۵۔ [۴] المواھب اللدنیہ و شرحہا للزرقانی جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۳۵۔

وَاِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يَثْبُتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ

نے آسمانوں میں آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ، اور ابراہیم کو پایا۔ انھوں نے ان حضرات کے مقامات نہیں بتائے۔

اَنَّهٗ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَاءِ

ہاں یہ بتایا کہ آدم کو آسمان دنیا میں اور ابراہیم کو چھٹے آسمان میں پایا۔

السَّادِسَةِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

انس نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیکر جبریل علیہ السلام جب ادریس کے پاس گذرے تو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ

انھوں نے کہا نبی صالح برادر صالح کو خوش آمدید ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں

یہ بظاہر متعدد نصوص قرآنیہ کے معارض ہے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا گیا۔

طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ بقرہ ⑫⑤ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں سجدہ کرنے والوں کے لئے میرا گھر پاک رکھنا۔

حضرت سیدنا ابراہیم سے خطاب ہے۔ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ حج ⑳ میرا گھر پاک رکھو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع وسجدہ کرنے والوں کیلئے۔ حضرت داؤد کے احوال میں ہے۔ خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۔ ص ⑳④۔ رکوع کرتے ہوئے جھک گیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت مریم سے فرمایا۔ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ آل عمران ④③۔ اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ ان آیات میں رکوع سے اس کا لغوی معنی مراد لینا قاعدے کے خلاف اور عدول عن الظاہر ہے۔ یہی علماء تصریح فرماتے ہیں۔ ان النص يحمل على حقيقة الشرعية مهما امكن۔ جہاں تک ممکن ہوگا قرآن وحدیث سے، شرعی معنی مراد لیا جائے گا۔ پھر دو پہلی والی اور چوتھی آیتوں میں رکوع اور سجود دونوں مذکور ہیں۔ سجدے سے شرعی معنی مراد لینا اور رکوع سے لغوی یقیناً خروج عن الظاہر ہے۔ علاوہ ازیں حدیث معراج میں یہ بھی ہے۔ ثم دخلت المسجد فعرفت النبيين ما بين قائم وراكع وساجد[1]

[1] جمان التاج۔ بحوالہ حسن بن عرفہ وابونعیم۔

الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسٰى

جبریل نے بتایا یہ ادریس علیہ السلام ہیں اس کے بعد میں موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے

فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

گذرا تو انھوں نے فرمایا نبی صالح برادر صالح کو مرحبا ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟

مُوسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ

تو جبریل نے بتایا کہ یہ موسیٰ ہیں اسکے بعد عیسیٰ کے قریب سے گذرا تو انھوں نے فرمایا نبی صالح اور برادر صالح کو مرحبا ہو

قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا

میں نے پوچھا کون ہیں یہ بزرگ تو جبریل نے بتایا یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس کے بعد میں حضرت ابراہیم

اس کے بعد میں مسجد اقصیٰ گیا میں نے انبیاء کو پہچانا کچھ قیام میں کچھ رکوع میں کچھ سجدے میں تھے۔

اس حدیث پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات انبیاء کرام کی ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ رکوع اگلی امتوں میں نہ تھا۔

مزید افادہ طبرانی اور بزار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ہے۔ سب سے پہلے ہم نے جس نماز میں رکوع کیا وہ عصر تھی۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ، یہ کیا ہے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا۔ خاتم الحفاظ علامہ سیوطی نے فرمایا۔ کہ عصر سے پہلے، ظہر پڑھی تھی۔ اور نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے، تہجد وغیرہ پڑھتے تھے۔ ان نمازوں کا رکوع سے خالی ہونا اس پر قرینہ ہے کہ امم ماضیہ کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ مگر اس کے معارض، حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں، میں بغرض تجارت مکہ آیا اور حضرت عباس کے یہاں ٹھہرا۔ ایک دن کعبے کے سامنے بیٹھا تھا دن خوب روشن ہوچکا اور سورج بلند ہوچکا تھا۔ ایک جوان آئے اور آسمان کو دیکھکر کعبے کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوگئے اس کے بعد ایک لڑکے تشریف لائے یہ انکی داہنی طرف کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خاتون آئیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر جوان نے رکوع کیا تو یہ دونوں رکوع میں چلے گئے۔ پھر جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا۔ جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔ پھر میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا۔ یہ جوان اور یہ لڑکے میرے بھتیجے ہیں۔ اور یہ خاتون خدیجہ بنت خویلد ان جوان کی زوجہ ہیں میرے بھتیجے فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انھیں اس دین کا حکم دیا ہے۔ ان کے ساتھ ابھی یہی دونوں مسلمان ہیں[1]

[1] جمع الجوامع بحوالہ کامل ابن عدی و ابن عساکر۔

بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ

کے قریب سے گذرا تو انھوں نے بھی فرمایا نبی صالح اور فرزند صالح کو مرحبا ہو میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ

فرمایا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبہ انصاری کہتے تھے کہ نبی

الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ میں مقام

اس حدیث کے ایک راوی معبد بن خیثم ازدی، قدرے متکلم فیہ، ہیں اور پہلی والی بزار وطرانی کا حال معلوم نہیں۔ اگر وہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔ تو اس سے استدلال درست ورنہ نہیں۔ اس تقدیر پر نصوص قرآنیہ کے معارض کوئی لائق استدلال حدیث نہ رہے گی۔ تو رکوع کا اس امت کے خصائص سے ہونا ثابت نہ ہو سکے گا۔

قال ابن شهاب اخبرني ابن حزم | ابو بکر بن محمد بن عمرو بن ابی حزم کو بھی ابن حزم کہتے تھے۔ اور ان کے والد محمد بن عمرو کو بھی۔ یہاں ابو بکر بن محمد، مراد ہیں۔ اس لئے کہ ان کے باپ محمد بن عمرو سے امام زہری کا سماع ثابت نہیں۔ کیونکہ امام زہری ۵۸ھ میں پیدا ہوئے یہ ۶۳ھ واقعہ حرہ میں شہید ہو چکے تھے۔ مگر ابو بکر بن حزم کی ملاقات ابو حبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں۔ حضرت ابو حبہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت ابو بکر بن حزم بلکہ ان کے والد محمد بن حزم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ ان ولادت ۱۰ھ ہے۔ اس لئے یہ حدیث منقطع ہوئی[1]

قال ابن حزم وانس بن مالك | قال ابن حزم میں یہ طے ہے کہ مراد یہ ہے کہ ابن حزم نے اپنے شیخ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ یہ شیخ حضرت ابن عباس بھی ہو سکتے ہیں اور حضرت ابو حبہ بھی۔ جیسا کہ اس کے قبل والی سند میں ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو۔ بہر تقدیر یہ مرسل ہوئی۔ اسی طرح حضرت انس کے بارے میں دو احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے یہ روایت بواسطہ ابوذر ہو یا کسی اور صاحب کے واسطے سے ہو اب بھی مرسل ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو اس تقدیر پر متصل ہوئی۔

فوضع شطرها | یہاں روایتیں تین طرح آئی ہیں۔ ایک یہ جس میں تین بار مراجعت کا تذکرہ ہے اور پہلی مراجعت

---

[1] فتح الباری جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص۳۹۱ عینی جلد رابع کتاب الصلوٰۃ ص۴۲ بدایہ نہایہ جلد تاسع ص۳۴۱۔

عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ ۔ قَالَ
مستوی ،، تک پہنچ گیا اور قلموں کی آواز سننے لگا۔ ابن حزم اور انس بن
ابْنُ حَزْمٍ وَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مالک نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے میری امت پر

میں جو بھی تخفیف ہوئی اس کو شطرھا سے تعبیر کی گئی۔ دوسری روایت جو مالک بن صعصعہ سے ہے۔ اور تیسری روایت جو بطریق شریک خود حضرت انس سے بلا واسطہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ بار مراجعت ہوئی۔ چار بار دس دس کی تخفیف ہوئی اور آخر میں پانچ کی۔ اس میں۔ فجعلھا اربعین ہے۔ اس سے قبل شریک کی بھی روایت میں ہے۔ اور ثابت کی روایت میں بھی فحط عنی خمسا ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ بقیہ تمام روایتوں کو، ثابت والی روایت پر حمل کرنا متعین ہے یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔ جو مقبول ہے۔ تو راجح اور محقق یہ ہوا۔ کہ نماز میں تخفیف کیلئے مراجعت نو بار ہوئی اور ہر بار، پانچ پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی۔

اِستَحیَیتُ من ربی ابن منیر نے کہا۔ یہ حیا فرمانا اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا تھا کہ ہر دفعہ پانچ پانچ کی تخفیف ہو رہی ہے۔ اس اسلوب کے مطابق اب مراجعت کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا یہ سوال ہوگا کہ نماز بالکلیہ معاف کر دی جائے اس لئے حیا فرمایا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی یہی تھی کہ معراج کا تحفہ امت کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور پہونچے۔ نیز اخیر دفعہ فرمایا۔ یہ پانچ عمل میں ہیں مگر ثواب میں پچاس ہیں۔ وَمَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ تعداد قطعی ہے۔ اس لئے اب تخفیف کی درخواست کیلئے واپس جانے سے حیا فرمایا۔

لا ادری ما ھی فرمایا۔ سدرۃ المنتہی پر نامعلوم طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ مسلم میں ہے فراش من ذھب۔ سونے کے پتنگے تھے[1] مسلم ہی میں ہے فلما غشیھا من امر اللہ ما غشی تغیرت فما احد من خلق اللہ یستطیع ان ینعتھا من حسنھا۔

---

[1] مسلم ج اول۔ ایمان صـ۹۷ [2] مسلم ج اول ایمان باب الاسراء صـ۹۷۔

فَفَرَضَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی اُمَّتِیْ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً فَرَجَعْتُ بِذَالِكَ

پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں یہ لیکر لوٹا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے دریافت

حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰہُ لَكَ عَلٰی اُمَّتِكَ قُلْتُ

فرمایا آپ کیلئے آپ کی امت پر اللہ عزوجل نے کیا فرض فرمایا۔ میں نے بتایا

جب سدرہ پر اللہ کے امر سے چھاگیا جو چھاگیا تو وہ اتنا حسین ہوگیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اسے بیان نہیں کرسکتا۔ تفسیر درمنثور میں ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ ملائکہ تھے[۱] اسی میں ہے کہ سلمہ بن وہرام نے کہا۔ فرشتوں نے اللہ عزوجل سے عرض کیا ہمیں اجازت مرحمت فرما کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھیں۔ انھیں اجازت ملی تو یہ پروانہ وار ٹوٹ پڑے۔ اور سدرہ پر چھاگئے[۲] تفسیر قرطبی میں ہے کہ امام حسن نے فرمایا۔ کہ سدرہ پر رب العلمین کا نور چھایا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سدرہ پر اللہ عزوجل کا نور چھایا ہوا تھا۔ کسی میں استطاعت نہیں کہ اسے دیکھ سکے۔ جس پر فرشتے نثار ہو رہے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے سدرے کے ہر پتے پر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے تسبیح میں مصروف تھے[۳]۔ درمنثور میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ آپ نے سدرے کے صحن میں کیا دیکھا۔ تو فرمایا۔ سونے کے پتنگے[۴]۔ تفسیر کبیر میں اس قول کو کہ سدرے پر انوار الٰہی محیط تھے، ظاہر فرمایا۔ اس قول کی بھی تائید کی کہ یہ فرشتے تھے[۵]۔ ان سب میں کوئی تخالف نہیں۔ یہ بظاہر مختلف اجزاء ایک سلسلے کی منظم کڑیاں ہیں۔ ہوا یہ کہ سدرۃ المنتہی پر اس خاص الخاص انوار ربانی کی تجلی ہوئی۔ حضور کی آمد آمد کی خبر سن کر فرشتوں نے زیارت کی درخواست پیش کی جو منظور ہوئی۔ فرشتے پروانوں کی طرح زیارت کے لئے امنڈ آئے۔ سونے کے پتنگوں کی طرح نظر آئے۔ سدرے پر اس وقت ایسے خاص الخاص انوار کی تجلیات محیط تھیں کہ انھیں حضور بھی نہ پہچان سکے۔ تو وہ فرمایا جو اس حدیث میں ہے۔ کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل کی صفات غیر متناہیہ میں سے کن صفات کے ہیں یا اس کی ذات کے۔ اس کو کبھی من امر اللہ۔ سے تعبیر فرمایا۔ اسی کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا۔

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی جب سدرے پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

---

[۱] جلد سادس ص۱۶۰ [۲] ایضاً۔ [۳] جلد سابع عشر ص۹۶۔ [۴] جلد سادس ص۱۶۱۔ [۵] تفسیر سورہ النجم جلد ثالث وعشرین ص۲۹۲۔

فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ

پچاس نمازیں۔ انھوں نے فرمایا اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے اس لئے کہ آپ کی امت اس کی طاقت

فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا

نہیں رکھتی۔ یہ سن کر میں لوٹ کر حاضر بارگاہ ہوا تو اللہ عزوجل نے اس کا ایک حصہ کم کر دیا میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا

ایضاح البخاری کا رد

ایضاح البخاری کے مصنف وہابی دیوبندی ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں [1] اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہیں [2] یہاں حدیث میں ان کو لا ادری مل گیا۔ بس کیا تھا طلبہ پر دھونس جمانے کی پرانی عادت رنگ لائی اور یہ فرما دیا۔

آپ طرح طرح کے رنگوں کا مشاہدہ فرمارہے ہیں لیکن یہ فرماتے ہیں۔ کہ ان رنگوں کی حقیقت معلوم نہ ہوسکی حیرت ہے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرنے والے ترمذی کی روایت۔ فتجلی لی کل شی۔ سے استدلال کرتے ہیں کہ خواب میں خداوند قدوس نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا اور آپ کے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی۔ یہ تو خواب کا معاملہ تھا۔ آپ بیداری میں مشاہدہ کے بعد بھی حقیقت کے ادراک سے انکار فرما رہے ہیں۔ اسی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ فتجلی لی کل شی سے علم غیب پر استدلال کی کیا حقیقت ہے جبکہ چیزوں کے سامنے آنے اور مشاہدہ ہوجانے کے بھی ان چیزوں کی حقیقت کا علم ضروری نہیں۔ جلد ۱۳ ص ۲۶

ان شیخ الحدیث صاحب کے ارشاد پر پورا کلام کرنے کے لئے تو دفتر چاہیئے۔ ہم ناظرین کے اطمینان کیلئے چند باتیں عرض کئے دیتے ہیں۔

اولاً۔ کسی مقابل پر اعتراض کرنے سے پہلے اس کے عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ جلد اول میں حدیث جبریل کے ضمن میں ہم نے واضح کر دیا ہے،، کہ علم غیب کے عقیدے میں ہمارے عقیدے کے دو جز ہیں۔ ایک نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے۔ اس درجے میں ہم جمیع ماکان ومایکون کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ اتنے کثیر اور وافر کا جو عالم کہنے کیلئے کافی ہو یعنی قدر معتدبہ۔ اس درجے میں دو چار چیزوں کا علم نہ ہونا غیب دانی کے منافی نہیں۔ جیسے آپ

---

[1] براہین قاطعہ ص ۵۱ مصنفہ خلیل احمد صاحب انبیٹھی مصدقہ رشید احمد گنگوہی [2] تقویۃ الایمان ص مصنفہ اسمٰعیل دہلوی۔

فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ

اورانھیں بتایا کہ ایک حصہ کم کردیا گیا انھوں نے پھر کہا اپنے رب کی طرف جائیے۔ آپ کی امت اس کی بھی قوت نہیں

شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ

رکھتی میں نے پھر رجوع کیا تو کچھ اور کم کردیں اب میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو پھر فرمایا پھر اپنے پروردگار کی

خود شیخ الحدیث ہیں کیا آپ تمام احادیث اس طرح جانتے ہیں کہ کوئی ایک حدیث آپ سے کسی وقت مخفی نہ ہو؟ یقیناً آپ تو آپ، آپ کے اساتذہ بھی اس کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ بلکہ آپ کے کفش بردار تلامذہ بھی یہ نہیں کہہ سکتے پھر آپ شیخ الحدیث کیسے ہیں؟ صرف اس ادعا کی وجہ سے نہ کہ آپ قدر معتد بہ احادیث کو جانتے ہیں۔ ہزاروں احادیث کی آپ کو ہوا بھی نہیں لگی۔ ہزاروں اشیاء سے جاہل رہتے ہوئے بھی آپ حدیث دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو دو ایک باتوں کا اگر بالفرض کسی وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا تو یہ ان کی غیب دانی کے منافی نہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔ اس وقت تک آدھا قرآن مجید بھی نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس وقت اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الوان کے بارے میں فرمادیا۔ لا ادری۔ تو یہ بھی حضور کے غیب داں ہونے کے منافی نہیں۔

ثانیاً۔ جمیع ما کان ومایکون کی تفصیل اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنی تصنیفات میں فرماچکے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہ ممکنات ہیں جو پہلے موجود ہوچکے یا اس وقت موجود ہیں یا آئندہ قیامت تک موجود ہوں گے۔ وہ ممکنات جو ابھی موجود نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے ازلاً ابداً معدوم ہیں وہ اس میں داخل نہیں۔ اور نہ ممتنعات داخل ہیں۔ اور نہ باری تعالیٰ کی ذات وصفات داخل ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی صفات بتمامہا جانتے ہیں۔ یا اللہ عزوجل کی حقیقت کماحقہ جانتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی ذات وصفات کا جتنا علم ہے۔ اس کے مقابلے میں تمام مخلوقات حتیٰ کہ انبیاء کرام کے مجموعی علم کو بھی وہ نسبت نہیں جو قطرے کو سمندر سے اور ذرے کو پوری دنیا کے ریگستان سے ہے۔ مگر اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ عزوجل کی ذات وصفات کو محیط نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کثیر در کثیر وسیع در وسیع ہونے کے باوجود متناہی ہے۔ اور اللہ عزوجل کی ذات اور صفات غیر متناہی۔ جس کا جی چاہے الدولۃ المکیہ اور خالص الاعتقاد وغیرہ دیکھ لے۔

سنیئے! ترمذی میں یہ حدیث دو صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ایک حضرت ابن عباس سے دوسرے حضرت معاذ بن جبل سے۔

۳؎ م مخلوقات سے زیادہ جانتے ہیں اور اتنا زیادہ جانتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذٰلِكَ ۔ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

جانب رجوع کیجئے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی ۔ چنانچہ میں نے رجوع کیا تو اب اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا یہ پانچ

لَدَيَّ ۔ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ ، فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ

ہیں اور حقیقت میں پچاس ہیں ہماری بارگاہ میں بات بدلی نہیں جاتی ۔ اب پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو فرمایا پھر اپنے

حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فعلمت مافی السمٰوٰت وما فی الارض — آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب میں نے جان لیا ۔

مشکوٰۃ میں حضرت عبدالرحمن بن عائش کی حدیث میں بھی یہی ہے ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔

فعلمت مابین المشرق والمغرب ۔ — مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب میں نے جان لیا ۔

مشکوٰۃ[1] میں بحوالہ امام احمد اور ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔

فتجلی لی کل شی و عرفت — مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا ۔

اب جبکہ اس حدیث میں فعلمت مافی السمٰوٰت ومافی الارض بھی ہے اور فعلمت مابین المشرق والمغرب اور فتجلی لی کل شی ۔ بھی اور عرفت بھی ہے ۔ اور فعلمت بھی ۔ یعنی فرمایا مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے ۔ ان سب کو میں نے جان لیا پہچان لیا ۔ تو آپ تو دنیا سے چلے گئے ۔ مگر آپ کے تلامذہ سے سوال ہے کہ بولیں وہ کیا بولتے ہیں ۔ کیا آپ لوگوں کے شیخ صاحب کے ارشاد کی اس حدیث میں کوئی گنجائش رہی ۔ جو فرمایا ۔

فتجلی لی کل شی سے استدلال کی کیا حقیقت ہے

حریف کی پوری بات اور پورا استدلال سنکر سمجھ کر الجھنا چاہئے ۔ اپنے حریف کے اصل استدلال میں کتربیونت کر کے اپنے جی سے نیا استدلال گڑھ کر حریف کے منہ لگنے والے کا یہی حال ہوتا ہے ۔ ناظرین کے اطمینان مزید کے لئے اس حدیث کے جو معنی علمائے اہل سنت نے بیان فرمائے اس کو بھی ملاحظہ کریں ۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں ۔

قال ابن حجر ای جمیع الکائنات — سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فرمایا ۔ مراد یہ ہے کہ میں نے

---

[1] باب المساجد و مواضع السجود ص۲

مِنْ رَّبِّیْ ثُمَّ انْطُلِقَ بِیْ حَتّٰی اُنْتُھِیَ بِیْ اِلَی السِّدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَغَشِیَھَا

رب کی طرف رجوع کیجئے میں نے کہا (اب) اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے اس کے بعد جبریل مجھے لیکر چلے یہاں تک کہ

اعنی فی السمٰوٰت بل وما فوقھا وجمیع مافی الارض السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا اھ۔

تمام کائنات کو جو کچھ آسمانوں میں بلکہ ان کو بھی جو اس کے اوپر ہیں اور ان تمام کائنات کو جو ساتوں زمین میں ہیں بلکہ ان کو بھی جو زمین کے اندر ہیں میں نے جان لیا اس بیل اور مچھلی سے حضور نے خبر دی جن کے اوپر ساتوں زمینیں ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری اپنی ایک توجیہ پیش کرتے ہیں۔

ویمکن ان یراد بالسمٰوٰت الجھۃ العلیا وبالارض الجھۃ السفلی فیشمل الجمیع[1]

یہ ہو سکتا ہے کہ، سمٰوٰت سے اوپر کی جہت اور ارض سے نیچے کی جہت مراد لی جائے۔ تو سب کو شامل ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمان وہرچہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمامۂ علوم جزئی وکلی واحاطۂ آں جلد اول ۳۳۳

جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو میں نے جان لیا۔ یہ تمام علوم کلی اور جزئی کے حاصل ہونے اور انھیں محیط ہونے کی تعبیر ہے

رابعاً — یہ سب گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ — لاادری — کے ظاہر معنی مراد ہوں۔ ورنہ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ یہ لاادری ماہی۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد — اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی (جب سدرہ پر چھا رہا تھا وہ جو چھا رہا تھا) کے مثل ایہام کے لئے ہے۔ اس سے مقصود اس کی عظمت کا بیان۔ اسے لازم نہیں کہ وہ معلوم نہ ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ھٰذا کقولہ اذ یغشی السدرۃ مایغشی فی ان الایھام للتفخیم والتھویل وان کان معلوما

یہ لاادری فرمانا ایسے ہی ہے جیسے، اذ یغشی السدرۃ ما یغشی، ہے یہ ایہام تفخیم وتہویل کے لئے ہے۔ اگرچہ معلوم ہو۔

ایک نکتہ مراجعت کا مشورہ دینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتخاب میں یہ حکمت تھی۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی درخواست پیش کی تھی۔ تو ابتداءً منع فرمادیا گیا اور چالیس دن روزہ رکھنے کے بعد جو دیدار کرایا گیا اس کا حال معلوم ہے۔ آج موسیٰ علیہ السلام سے بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات

---

[1] مرقاۃ جلد اول ص ۳۶۳

اَلْوَانٌ لَّا اَدْرِیْ مَاهِیَ ، ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِیْهَا حَبَائِلُ
سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا اس پر نا معلوم طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ

کرائی جاتی ہے کہ وہ دیکھ لیں۔ کہ ایک یہ ہیں انھوں نے جی بھر کر بقدر ظرف جلوہ دیکھا ہے آپ اس تجلی کی تاب نہ لاسکے۔ تو اس جلوے سے سرفراز ہونے والے کو دیکھیں اور ایک بار نہیں بار بار دیکھیں۔

لعلی اراھم اوارى من رأھم میں دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہا ہوں۔

مسائل امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا۔

کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء اسراء میں نماز کیسے فرض کی گئی۔

اور پھر یہ حدیث ذکر کی جس میں۔ فعرج بی الی السماء۔ مذکور ہے یعنی۔ پھر مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک۔ اسراء اور معراج ایک ہی ہے۔ اس پر پوری بحث مناقب میں آئے گی اور وہیں یہ ثابت کروں گا کہ یہ معراج جسمانی تھی اور بیداری کی حالت میں تھی۔ اور معراج متعدد بار ہوئی ہے۔ ② شوافع وغیرہ کہتے ہیں کہ وتر اور عیدین واجب نہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں تصریح ہے کہ نمازیں صرف پانچ ہی فرض ہوئیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اس وقت وتر اور عیدین کی نماز تھی ہی نہیں۔ یہ بعد میں واجب کی گئی۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ امدکم بصلوۃ ھی خیر لکم من حمر النعم الوتر[1] اللہ عزوجل نے ایک نماز زائد کر کے تمہاری مدد فرمائی یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بڑھکر ہے یہ وتر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا۔

الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ثلثا[2] وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ تین بار یہی فرمایا۔

ایک حدیث میں ہے۔ زادکم صلوۃ۔ اللہ عزوجل نے ایک نماز زیادہ فرمائی ہے۔ مگر چونکہ وتر کا وجوب خبر واحد سے ثابت ہے جو مفید قطعیت نہیں اس لئے ہم نے اسے واجب کہا فرض نہیں کہا۔ ③ ثابت ہوا کہ آسمان میں دروازے ہیں اور ان پر فرشتے مقرر ہیں۔ جو اس کے محافظ ہیں ④ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت

---

[1] ابوداؤد۔ جلد اول۔ صلوۃ، باب استحباب الوتر ص۲۰۱۔ ترمذی۔ جلد اول۔ صلوۃ، باب فی فضل الوتر۔ ص۶۰ [2] ابوداؤد۔ جلد اول۔ صلوۃ۔ باب استحباب الوتر ص۲۰۱ [3] عینی جلد رابع۔ صلوۃ۔ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء ص۴۲۔

اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ عـه
اس میں موتی کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے، ابن صالح، کہہ کے خوش آمدید کہا۔ ⑤ اپنی اولاد اور متعلقین کی اچھی حالت پر خوش ہونا انبیاء کرام کی سنت ہے ⑥ اگر اس کا اندیشہ نہ ہو کہ آدمی گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے منہ پر اس کی تعریف جائز ہے ⑦ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں ⑧ پہلے پچاس وقت کی نماز فرض کی گئیں۔ پھر تخفیف کے بعد پانچ وقت کی رہ گئیں۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ عبادت کا اس پر عمل سے پہلے بلکہ مامورین کے علم میں آنے سے پہلے منسوخ ہونا جائز ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نسخ ہے ہی نہیں بلکہ اپنے مقصود کو تھوڑا تھوڑا رفتہ رفتہ بیان کرنا ہے۔ جیساکہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو۔ اس پر، خوشی ہیں، ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا۔ کیا تم لوگ یہ پسند کرتے کی جنتیوں کی تہائی ہو۔ اس پر ہم نے تکبیر کہی۔ پھر فرمایا۔ کیا تم لوگ پسند کرتے کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہو۔ اس پر ہم نے تکبیر کہی[ع] اظہار محبت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ کسی سے مقصود ہوتا ہے ہلکا کام لینا مگر پہلے بڑے کام کو کہتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ یہ کچھ عذر کر رہا ہے تو اور ہلکا کر دیتے ہیں پھر اور ہلکا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ مقصود پر معاملہ رک جاتا ہے۔ اسی قبیل سے یہ بھی ہے۔ ⑨ ملاقات کرنے والے کا استقبال اس کے شایان شان کرنا چاہئے۔ اور اس کے اوصاف، کمال کا تذکرہ کر کے اس کا استقبال کرنا چاہئے ⑩ اللہ عزوجل کے احکام لکھے جاتے ہیں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ علمی باتوں کو قلمبند کر لیا کریں۔

عـه بخاری جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء ص۵۰۔ بخاری جلد اول بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۵۔ بخاری جلد اول الانبیاء ذکر ادریس ص۴۷۰۔ بخاری جلد اول الانبیاء قول اللہ عزوجل ہل اتاک حدیث موسیٰ ص۴۸۱۔ بخاری جلد اول مناقب باب کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص۵۰۴۔ بخاری جلد اول الانبیاء باب قول ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ص۴۸۴ جلد ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۲۰ مسلم جلد اول ایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۱ تا ص۹۲ ترمذی جلد ثانی تفسیر باب سورہ بنی اسرائیل ص۱۳۱ نسائی جلد اول صلوۃ باب فرض الصلوۃ ص۳۰ تا ص۳۷۔ ے مسلم جلد اول۔ ایمان باب کون ہذہ الامۃ شطر اہل الجنۃ ص۱۱۶۔ ترمذی۔ جلد ثانی۔ صفۃ الجنۃ، باب کم صف الجنۃ ص۷۹ ترمذی تفسیر سورہ حج ص۱۳۶۔ ابن ماجہ۔ زہد۔ باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۲۶ مسند امام احمد۔

حدیث ۔ فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضہا رکعتین (۲۴۳)

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ عزوجل نے جب نماز فرض کی

تشریحات (۲۴۳)

مناسبت ـــــ حدیث اسراء سے یہ بات ثابت ہوگئی، کہ نماز پانچ وقت فرض ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اب جو رکعتوں کی تعداد ہے وہی تعداد اسراء میں بھی تھی یا کم و بیش تھی۔ امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کر کے بتا دیا کہ۔ اسراء۔ میں تمام نمازیں صرف دو" رکعت تھیں جو اضافہ ہے وہ بعد کا ہے۔ البتہ بروایت مشہور مغرب پہلے بھی تین رکعت تھی اب بھی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ مغرب بھی پہلے دو ہی رکعت تھی۔ بعد میں ایک رکعت کا اضافہ ہوا۔ مگر راجح وہی ہے کہ مغرب ابتدا ہی سے تین رکعت ہے۔ سنن بیہقی میں ہے۔ کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ ابتداء میں نماز دو دو رکعت تھی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اطمینان ہوگیا تو مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا مغرب میں اس لئے نہیں اضافہ فرمایا کہ یہ دن کی نماز کا وتر ہے۔ اسی طرح مسند امام احمد میں بھی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا مغرب کے علاوہ بقیہ نمازوں میں اضافہ ہوا یہ شروع ہی سے تین ہے۔ یہ اضافہ ہجرت کے کم و بیش ایک سال کے بعد ہوا۔

احناف اور ائمہ ثلثہ کے مابین اس سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ سفر میں دو رکعت پڑھنی عزیمت ہے یا رخصت۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مسافر کو دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی چار پڑھے تو چاروں فرض ہونگی یا دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ عزیمت ہے۔ اس لئے مسافر کو چار رکعت فرض پڑھنا جائز نہیں۔ اگر پڑھے گا تو فرض دو ہی رکعت ہوں گی اور بقیہ دو نفل۔ احناف کی دلیل یہ حدیث زیر بحث ہے۔ اس طرح کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ فرض دو دو رکعتیں ہوئی تھیں۔ سفر میں یہی باقی رکھی گئیں۔ حضر میں دو کا اضافہ ہوا۔ تو ثابت کہ سفر میں فرض دو ہی رکعت ہے۔ اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہماری مستدل ہیں۔ مسلم[1]، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس

---

[1] جلد اول۔ صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۴۱ نسائی جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۷۹ نسائی جلد اول صلوۃ کتاب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۲۱۱ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ ص۷۶۔

الصَّلٰوۃَ حِیْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَیْنِ رَكْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ
نماز (دو رکعت) فرض کیں دونوں میں حضر اور سفر دو دو رکعتیں تو سفر کی باقی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

فرض اللہ الصلوٰۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربع رکعات وفی السفر رکعتین

اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر، حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائی ہیں۔

یہی حدیث طبرانی نے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

افترض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائیں جیسے حضر میں چار فرض فرمائیں۔

نیز نسائی اور ابن ماجہ[۳] نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔

صلوٰۃ السفر رکعتان وصلوٰۃ الاضحیٰ رکعتان وصلوٰۃ الفطر رکعتان وصلوٰۃ الجمعۃ رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سفر میں نماز دو رکعت ہے بقرعید کی نماز دو رکعت ہے عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے جمعہ کی نماز دو رکعت ہے کامل ناقص نہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر۔

ائمہ ثلثہ امام مالک امام شافعی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں جو یعلی بن مرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ آج بھی نمازیں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے۔

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نمازیں قصر کرو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر کہیں ایذا نہ دیں"

یہ اندیشہ آج نہیں رہا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔

صدقۃ تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقتہ[۴]

اللہ عزوجل کا عطیہ ہے جو اس نے تم کو دیا اسے قبول کرو۔

---

[۱] عینی جلد رابع ص۵۲ [۲] جلد اول عیدین باب عدد صلاۃ العیدین ص۱۳۲ [۳] اقامۃ الصلوٰۃ باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ص۷۶ [۴] مسلم جلد اول صلوٰۃ المسافرین باب فرضت الصلوٰۃ رکعتین ص۲۴۱ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ السفر ص۱۷۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ص۷۶ ترمذی جلد ثانی تفسیر باب سورۃ النساء ص۱۲۸ نسائی جلد اول کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ص۲۱۱۔

صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَزِیْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ

رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کر دی گئی۔

ت (۸۱) وَیُذْکَرُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

نیز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقصر فی الصلوۃ و یتم ویفطر ویصوم۔ ۱؎

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور رکھتے بھی تھے۔ (یعنی سفر میں)

ہمارا جواب پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اقبلوا صدقتہ ،، فرمایا۔ اللہ کا عطیہ قبول کرو۔ یہ صیغہ امر ہے۔ اور امر وجوب کیلئے ہے۔ اب بندے کو یہ اختیار نہ رہا کہ اسے قبول کرے یا نہ کرے بلکہ بندے پر واجب ہے کہ اسے ضرور قبول کرے۔ اس لئے اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سفر میں قصر واجب ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ ان حضرات کی۔

حضرت عائشہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض بخاری اور مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا۔ اور حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمر کے ساتھ حضرت عثمان کے ساتھ بھی رہا مگر کسی نے دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا ۲؎

تشریحات (۸۱)

توضیح باب یہاں باب کے پانچ عنوان ہیں۔ پہلا اور دوسرا عنوان یہ ہے۔ وجوب الصلوۃ فی الثیاب

عہ۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۵۱ بخاری ایضاً تقصیر الصلوۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص۱۴۸ بخاری ایضاً بنیان الکعبۃ باب بلا عنوان ص۵۶۰ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۴۱ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب صلوۃ المسافر ص۱۶۹ نسائی جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۷۹ موطا امام مالک صلوۃ باب قصر الصلوۃ فی السفر ص۵۵ دارمی صلوۃ ۔ ۱۷۹۔ ۱؎ عینی جلد رابع ص۵۲۷ بحوالہ دارقطنی۔ ۲؎ بخاری جلد اول تقصیر الصلوۃ باب ماجاء فی التقصیر ص۱۴۷ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۴۲۔ ترمذی جلد اول سفر باب التقصیر فی السفر ص۷۱۔ نسائی جلد اول کتاب تقصیر الصلوۃ ص۲۱۲ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۷۶۔

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهٗ وَلَوۡ بِشَوۡكَةٍ ؏ وَفِيۡ
کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وقول اللہ عز وجل، خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ۔ کپڑوں میں نماز کے واجب ہونے اور اللہ عز وجل کے اس قول کا بیان ۔ اے بنی آدم جب مسجد میں جاؤ تو اپنی زینت لو۔ یعنی کپڑے پہن لیا کرو یہ دونوں عنوان ایک ہی ہیں ۔ یہ اس آیت کریمہ کے شان نزول کی جانب اشارہ ہے جیساکہ مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ۔

(زمانہ جاہلیت میں) عورت ننگی ہو کر طواف کرتی اور کہتی مجھے کوئی طواف کا کپڑا دے۔ اگر کوئی دیدیتا تو اسے اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتی ۔ (اور کہتی) آج کچھ یا کل کھلا ہے اور جو کھلا ہے ۔ اسے کسی کے لئے حلال نہیں کرتی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [۱]

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس آیت میں زینت سے مراد، ستر عورت ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں زینت سے مراد، ستر عورت ہے ۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے ۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں فرض ہے یا سنت ۔ ہمارا اور امام شافعی اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ ستر عورت نماز میں بھی فرض ہے ۔ البتہ امام مالک کے نزدیک نماز میں سنت ہے ۔ اختلاف کا اثر یہ ہوگا کہ اگر کوئی گھر کے اندر تنہائی میں بغیر ستر عورت نماز پڑھے گا تو ہمارے اور جمہور کے نزدیک نماز نہ ہوگی ۔ اور امام مالک کے یہاں ہو جائے گی اگرچہ کراہت کے ساتھ ۔

تکمیل تعلیق (۸۱) پوری یہ ہے ۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکار کرتا ہوں تو کیا صرف کرتا پہنے پہنے نماز پڑھ لوں ۔ فرمایا پڑھ لے ۔ اور اس میں گھنڈی لگا لے اگرچہ ایک کانٹے ہی سے ۔ اس حدیث کو امام بخاری نے تعلیقا صیغہ تمریض یعنی ۔ یذکر ۔ سے ذکر کرنے کی وجہ خود ہی ظاہر فرما دی کہ ۔ اس کی اسناد میں نظر ہے ۔ نظر یہ ہے ۔ کہ اس حدیث کی ایک سند تو یہ ہے ۔ عن موسی بن ابراھیم عن سلمۃ بن الاکوع ۔ دوسری سند خود امام بخاری نے بطریق [۲] عطاف یہ ذکر کی ۔ حدثنا موسی بن ابراھیم قال حدثنا سلمۃ ۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم نے حضرت سلمہ سے خود براہ راست سنا ہے ۔ اب یہاں یا تو اسماعیل بن ابی ادریس کی سند میں ایک راوی کا اضافہ ، وہم ہے ۔ یا عطاف کی سند میں تحدیث کی تصریح

؏ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب الرجل یصلی فی قمیص واحد ص۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی قمیص واحد ص ۱۲۵ [۱] جلد ثانی تفسیر ص ۴۲۲

[۲] اسمٰعیل بن ابی ادریس یہ ذکر کی عن موسیٰ بن ابراہیم عن ابیہ عن سلمہ ۔ اسمٰعیل بن ابی ادریس کی سند میں ایک راوی ابراہیم کا اضافہ ہے ۔ تیسری سند خود امام بخاری نے بطریق ۔

اِسْنَادِہٖ نَظْرٌ

اس میں گھنڈی لگائے اگرچہ ایک ہی کانٹے سے۔

ت (۸۲) وَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یَطُوْفَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ کوئی برہنہ ہو کر،

وہم ہے۔ ایک الجھن یہ بھی ہے کہ امام طحاوی نے بطریق دراوردی جو سند ذکر کی اس میں۔ موسی بن محمد بن ابراہیم۔ ہیں اس نام سے دو راوی مشہور ہیں۔ ایک تیمی۔ دوسرے مخزومی۔ تیمی کا، سلسلۂ نسب یہ ہے۔ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث۔ اور مخزومی کا یہ ہے۔ موسیٰ بن ابراہیم ابن عبد الرحمٰن ابن ابی ربیعہ۔ شہرت دونوں کی ہے موسیٰ بن ابراہیم۔ ہی سے ہے۔ تیمی اپنے دادا کی طرف اور مخزومی اپنے باپ کی طرف منسوب ہیں موسی بن محمد بن ابراہیم یقیناً تیمی ہیں۔ امام بخاری اور ابن حبان نے بطریق دراوردی ہی۔ موسیٰ بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن ابی ربیعہ کہا۔ جس سے متعین ہو رہا ہے کہ یہ مخزومی ہیں اور امام طحاوی کی سند سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ تیمی ہیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم تیمی اور مخزومی دونوں نے حضرت سلمہ سے یہ حدیث اخذ کی ہے اور دراوردی نے دونوں سے روایت کیا۔ امام طحاوی کی روایت کو شاذ کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ امام طحاوی ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

چوتھا عنوان یہ ہے۔ ومن صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ مالم یر فیہ اذی۔ اور جو اس کپڑے میں نماز پڑھے جسمیں جماع کیا گیا اگر اس میں نجاست نہ دیکھے۔ یہ عنوان بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انھوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں جماع کرتے انھوں نے کہا اگر اس میں ناپاکی نہ دیکھتے تو اس میں نماز پڑھتے [1]

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ منی ناپاک ہے اور دوسرے یہ جب معلوم ہو کہ یہ کپڑا پاک ہے تو جب تک یہ ظن غالب نہ ہو جائے کہ اس میں نجاست لگ گئی ہے وہ پاک ہے۔ باب کے اس عنوان سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس زمانے کے غیر مقلدین اور حقیقت میں امام بخاری کے مقلدین ذرا اس جگہ دیکھ لیں۔

---

[1] ابو داؤد جلد اول طہارت باب الصلوٰۃ فی الثوب الذی یصیب اہلہ فیہ ص۵۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب المنی یصیب الثوب ص۵۶۔ ابن ماجہ طہارت باب الصلوٰۃ فی الثوب الذی یجامع فیہ ص۴۱۔

	بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ	
	بیت اللہ کا طواف نہ کرے	

حدیث ۔ صلی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ (۲۴۴)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ
محمد بن منکدر نے کہا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے ایک تہبند میں اس طرح نماز پڑھی کہ اسے گدی پر باندھ

قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّيْ
لیا تھا۔ حالانکہ ان کے کپڑے مشجب پر رکھے ہوتے۔ اس پر کسی نے ان سے کہا آپ صرف ایک تہبند میں نماز پڑھتے

فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ أَحْمَقُ مِثْلُكَ۔
ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ تمہارے جیسا احمق دیکھے۔

تشریح ۔ یہ عنوان بھی ایک حدیث کا جز ہے جسے خود امام بخاری نے اس کے بعد والے آٹھویں باب میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ مجھے منیٰ میں بھیجا کہ یہ اعلان کردیں اس سال کے بعد، کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ننگا طواف کرسکتا ہے۔[1]

اس حج سے مراد اسلام کا پہلا حج ہے جو ۹ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہوا تھا۔

تشریحات (۲۴۴) (۲۴۵)

مشجب کا ترجمہ کسی نے کھونٹی کیا ہے۔ کسی نے تپائی۔ کسی نے اسٹینڈ۔ مگر یہ سب غلط۔ اردو میں اس کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ فتح الباری اور عینی میں اس کے معنیٰ یہ لکھے ہیں۔ تین لکڑیوں کے سرے ملاکر کھڑی کردیتے تھے

[1] بخاری جلد اول صلوۃ باب ما یستر من العورۃ ص۵۳

وَاَیُّنَا کَانَ لَہٗ ثَوْبَانِ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے۔

حدیث (۲۴۵) ایضاً

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرًا یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَ

محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ

قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ عہ

رہے ہیں۔ اور کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

اور نیچے پھیلائے رکھتے۔ اسے مشجب کہتے یہ کپڑا رکھنے کے کام میں آتا تھا۔

وثیابہ موضوعۃ کپڑا ہوتے ہوئے صرف ایک کپڑے میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ اور حضرت جابر کا یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں لوگوں کے پاس کپڑے بہت کم تھے اس لئے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

فقال قائل یہ کہنے والے "عبادہ بن الولید بن عبادہ بن صامت تھے۔ جیساکہ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں تصریح ہے۔

مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ عقد الازار علی القفا فی الصلوۃ۔ نماز کی حالت میں تہبند کو "گدی" پر باندھنا۔

دوسری حدیث کو باب سے تعلق نہیں۔ امام بخاری اس حدیث کو اثبات باب کے لئے لائے ہی نہیں کہ مطابقت تلاش کی جائے اس کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی والی حدیث کا مرفوع ہونا صریح نہیں۔ اور یہ صراحۃً مرفوع ہے۔ یہ حدیث لاکر پہلی والی حدیث کے رفع کو موکد کر دیا۔ مگر ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے لئے یہ لازم نہیں کہ اسے گدی پر باندھ کر پڑھیں ہو سکتا ہے کہ اسے گدی پر باندھے بغیر لپیٹ کر نماز پڑھیں۔ مگر سائل کو حیرت اس

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب عقد الازار علی القفا فی الصلوۃ ص۵۱۔ عہ ایضاً۔

58

ت (۸۲) قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهِ اَلْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ ـ وَهُوَ

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا ۔ ملتحف ۔ متوشح ، ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو کپڑے کے دونوں

الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ـ

کنارے ان کے مخالف کندھوں پر ڈالے اور یہی کندھوں پر لپیٹنا بھی ہے۔

پر نہیں تھی کہ گدی پر کیوں باندھا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر تھی ۔ اس کا جواب ہو گیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔

تشریحات ت (۸۲)

مُلْتَحِفٌ ۔ مِلْحَفٌ ۔ مِلْحَفَةٌ سے اسم فاعل ہے ۔ ملحف اور ملحفہ چادر یا اوپر کے لباس کو کہتے ہیں۔ التحاف کے لغوی معنی چادر کو پورے جسم پر لپیٹنے کے ہیں ۔ المتوشح ۔ توشح کا اسم فاعل ہے ۔ اس کے معنی ہیں کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کاندھے پر ڈالنا اشتمال کے معنی لپیٹنے کے ہیں ۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چادر کے داہنے کنارے کو بائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر اور بائیں کنارے کو داہنی بغل سے نکال کر داہنے کندھے پر ڈال کر سینے پر لا کر باندھنا ۔ اور اگر کپڑا بڑا ہو تو اسے بغیر باندھے چھوڑ دینا۔[1]

تکمیل یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ اور طحاوی[2] میں پوری یوں ہے ۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے اپنی اس حدیث میں جسے التحاف کے بارے میں عن سالم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا ہے یہ کہا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ چادر میں لپٹ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس سے کہا ۔ تم لوگ چادر لپیٹ کر نماز نہ پڑھو ۔ اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو ۔ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد کپڑا نہ ہو تو اس کا تہبند بنا لے ۔ اسی کے مثل مسند امام احمد میں بھی امام زہری سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

---

[1] تیسیر القاری جلد ثانی ، ص۱۴۰ شیخ الاسلام جلد ثانی ص۳۶۳ ۔

[2] طحاوی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۸۳ ۔

حدیث :- رایت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یصلّی فی ثوب واحد (۲۴۶)

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ

عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلاً

ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں پیٹ کر نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کے

تشریحات (۲۴۶)

ابھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بطریق ابن شہاب گذری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک چادر میں لپیٹ کر، نماز پڑھنی ممنوع ہے۔ اس کا ایک محمل تو وہی ہے کہ جب دو کپڑے ہوں۔ اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو صرف ایک کپڑے کو اس طرح لپیٹ کر نماز مکروہ ہے جیسے یہود لپیٹتے تھے۔ بلکہ چاہئے کہ اسے ٹانک لے۔ اس کی تائید ابن عمر ہی کی دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ انھوں نے نافع کو دو کپڑے عطا فرمائے پھر دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اسے لپیٹے ہوئے ہیں۔ ان سے ابن عمر نے فرمایا۔ اگر تم گھر کے باہر کسی کام سے جاؤ گے تو دونوں کو پہنو گے یا نہیں۔ نافع نے عرض کیا دونوں کو پہنوں گا۔ تو فرمایا اللہ کے حضور زیب و زینت زیادہ ضروری ہے۔ یا لوگوں کے سامنے۔ نافع نے عرض کیا۔ اللہ کی بارگاہ میں زیب و زینت زیادہ لائق ہے اب حضرت ابن عمر نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہودیوں کیطرح کپڑا لپیٹ کر نماز نہ پڑھو جس کے پاس دو کپڑے

عہ. بخاری جلد اول	صلوٰۃ	باب الصلوۃ فی الثوب الواحد ملتحفابہ	ص۵۲
مسلم جلد اول	"	باب الصلوۃ فی ثوب واحد	ص۱۹۸
ترمذی	"	باب فی الصلوۃ فی الثوب الواحد	ص۴۵
ابن ماجہ	"	باب الصلوۃ فی الثوب الواحد	ص۷۴ مسند امام احمد

بِهٖ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ ؏

کناروں کو اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

حدیث ۲۴۷ لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد الخ

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ شَيْءٌ ؏

تم لوگ ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھو کہ کاندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ نہ ہو۔

حدیث ۲۴۸

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهٗ أَوْكُنْتُ سَأَلْتُهٗ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ

عکرمہ نے کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمارہے تھے۔

ہوں تو ایک کا تہبند بنالے اور ایک کو اوڑھ لے اور اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اس کا تہبند بنا کر نماز پڑھ لے

تشریحات ۲۴۷ ۲۴۸

یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کا کچھ حصہ اپنے کاندھے پر ڈال لے۔ پہلی حدیث کو باب سے صراحۃً مطابقت ہے اور دوسری کو لزوماً۔ اس طرح کہ کپڑے کے دونوں

لہ طحاوی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۲۴۳۔ عہ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا صلّی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ ۵۲۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۹۸۔ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب جماع الثوب ما یصلی فیہ ص۹۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۲۵۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۴۳۔ مسند امام احمد۔

ص ترمذی اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۴۵۔

اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْیُخَالِفْ بَیْنَ طَرَفَیْہِ ؏

جو بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھے وہ اس کا کنارہ مخالف سمت ڈال لے۔

حدیث ۔ فان کان واسعا فالتحف بہ وان کان ضیقا فاتزر بہ (۲۴۹)

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الصَّلٰوۃِ

سعید بن حارث نے کہا۔ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک

فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ

کپڑے میں نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فَجِئْتُ لَیْلَۃً لِّبَعْضِ اَمْرِیْ فَوَجَدْتُّہٗ یُصَلِّیْ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ

بعض سفر میں گیا تھا۔ ایک رات اپنی ضرورت کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور کو نماز

وَّاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِہٖ وَصَلَّیْتُ اِلیٰ جَانِبِہٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ مَا السُّرٰی

پڑھتے پایا اور میرے بدن پر ایک ہی کپڑا تھا۔ میں نے اسے لپیٹ لیا اور حضور کے پہلو میں نماز پڑھی

کناروں میں مخالفت اسی وقت ہوگی جبکہ اس کا ایک کنارہ کاندھے پر ضرور ہو۔

قال سمعتہ اوکنت سالتہ یہ یحییٰ بن ابی کثیر کا قول ہے۔ یہ شک انھیں کو ہوا کہ حضرت عکرمہ نے یہ حدیث بغیر پوچھے بیان کی تھی اور میں نے سنی یا میں نے پوچھا تو انھوں نے بیان کیا اور میں نے سنا ابو داؤد کی روایت میں بغیر شک بطریق عنعنہ مذکور ہے۔

تشریحات (۲۴۹)

یہ سفر غزوہ بُواط کا تھا۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ بواط جُہینہ کے پہاڑوں کو کہتے ہیں یہ ذی خشب کے اطراف

؏ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقہ ص۵۲۔ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب جماع الثوب ما یصلی فیہ ص۹۲

يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ

جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا اے جابر رات میں آنے کی وجہ کیا ہے میں نے اپنی ضرورت عرض کی جب میں ضرورت

قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ

عرض کر چکا تو فرمایا یہ جو میں نے دیکھا کہ تم لپیٹنا کیوں ہے میں نے عرض کیا کپڑا ایک ہی تھا۔ تو فرمایا اگر کپڑا چوڑا ہو تو اسے لپیٹا کرو اور تنگ ہو تو تہبند بنالو

حدیث۔ یصلون عاقدی ازرہم علی اعناقہم (۲۵۰)

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ بچوں کی طرح

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ

اپنے تہبند گردنوں پر باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ عورتوں سے کہا جاتا اپنے

میں مدینہ طیبہ سے چار منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہ غزوہ ۲ ؁ھ میں ہوا تھا ہجرت کے تیرہ مہینہ بعد ربیع الاول یا ربیع الاخر میں۔ [۱]

ماھذا الاشتمال اس سے مراد اشتمال الصما ہے یعنی کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ باہر نہ ہو اس طرح نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی کپڑا چادر تہبند کی قسم سے ہو تو اگر وہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ اسے اس طرح اوڑھا جا سکتا ہے کہ پورا بدن مع "عورت" کے چھپ جائے تو اسے اوڑھ لے اور اگر چھوٹا ہے تو تہبند باندھ لے تاکہ ستر عورت ہو جائے۔

تشریحات (۲۵۰)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جہاں تک ممکن ہو، عورت کے علاوہ اور جسم کو بھی چھپائے۔ دوسرا یہ کہ اگر

عہ۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۵۲۔ مسلم جلد ثانی زہد حدیث جابر الطویل ص۴۱۷۔ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۹۳۔ مسند امام احمد۔ [۱] زرقانی علی المواہب جلد اول ص۳۹۳

وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِى الرِّجَالُ جُلُوْساً ؏

سروں کو اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے بیٹھ نہ جائیں۔

ت (۸۴) وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسِجُهَا الْمَجُوْسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْساً

امام حسن بصری نے فرمایا مجوس جو کپڑے بنتے ہیں ان کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

ت (۸۵) وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ ؏

اور معمر نے کہا میں نے امام زہری کو دیکھا کہ وہ یمن کے وہ کپڑے پہنتے تھے جو پیشاب سے رنگے جاتے تھے

مصلی نے عورت، چھپالی ہے۔ مگر پھر بھی اس پر کسی دوسرے کی نظر پڑ جائے تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑیگا۔

یقال للنساء فتح الباری میں جو نسخہ ہے اس میں یقال کے بجائے قال ہے اس سے ظاہر ہوگیا کہ بعد والا جملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ وکیع کی روایت میں ہے۔ فقال قائل یا معشر النساء کسی کہنے والے نے کہا۔ اے عورتوں کی گروہ۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے۔ کہ ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس نے یہ اعلان کیا ہو۔ علامہ ابن حجر کا اندازہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے۔ یہ حضرت بلال ہوں

تشریح (۸۴) نعیم بن حماد نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کیا

لا باس بالصلوۃ فی الثوب الذی ینسجہ المجوس قبل ان یغسل۔

جس کپڑے کو مجوسی بنیں انھیں دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لم یرہا میں دونوں روایت ہے۔ معروف بھی اور مجہول بھی۔ معروف کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام حسن اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اور مجہول کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے زمانے میں کوئی حرج نہین جانا جاتا تھا۔ یعنی اس عہد کے فقہاء اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

تشریح (۸۵) امام زہری کا یہ فعل اس پر محمول ہے کہ اسے دھوکر پہنتے تھے یا یہ کہ یہ پیشاب حلال جانوروں کا ہوتا تھا۔ حلال جانوروں کا پیشاب انکے نزدیک پاک ہے۔

؏ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۵۱۔ بخاری جلد اول۔ اذان۔ باب عقد الثیاب وشدها ص۱۱۳۔ مسلم جلد اول صلوۃ باب امر النساء ان لا یرفعن رؤسهن حتی یرفع الرجال ص۱۸۲ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب الرجل یعقد الثوب فی قفاہ ص۹۲۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی قمیص واحد ص۱۲۳ مسند امام احمد ؏ مصنف عبد الرزاق

ت (۸۶) وَصَلَّی عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ ثَوْبٍ غَیْرِ مَقْصُوْرٍ للعہ

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

تشریح (۸۶) مراد یہ ہے کہ نیا کپڑا بغیر دھوئے پہنتے تھے۔

مطابقت امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ جبہ شامیہ میں نماز کا بیان۔ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلموں کے تیار کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ جبہ شامیہ اگرچہ مذکور ہے مگر نہ جبے کی تخصیص ہے نہ شامی کی۔ شام اس عہد میں دار الحرب تھا۔ اس لئے بطور لزوم ثابت کہ ہر کافر کے تیار کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ اب امام حسن بصری کا ارشاد باب کے مطابق ہوگیا۔ رہ گئے حضرت زہری اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر ان کو باب سے مطابقت نہیں۔ یہ دونوں اثر ضمناً استطراداً ذکر فرما دیئے۔ وہ بھی اس بنا پر کہ ان دونوں کو اس سے یک گونہ مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ حضرت حسن کے اثر سے ثابت ہوا کہ کپڑوں میں اصل طہارت ہے۔ اور یہی ان دونوں اثر کا بھی مفاد ہے۔

مسائل ان تعلیقات سے یہ ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جب تک دلیل سے نجس ہونا ثابت نہ ہو اسے پاک ہی مانا جائے گا۔ دلیل دو ہے۔ ایک اپنا مشاہدہ۔ دوسرے عادل ثقہ کی خبر۔ بغیر اس کے کسی چیز کو ناپاک کہنا شریعت پر زیادتی ہے۔

کفار کے تیار کئے ہوئے اور استعمال کردہ کپڑوں کے بارے میں ائمہ کے مابین اختلاف ہے ہمارا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب تک نجاست کا ثبوت شرعی نہ ملے ان کا پہننا بھی جائز اور ان میں نماز بھی بلا کراہت درست۔ امام مالک نے فرمایا کہ انھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ، واجب الاعادہ ہے۔

مولانا انور شاہ کا اجتہاد امام بخاری نے جو باب یہاں منعقد کیا ہے۔ اس پر فیض الباری میں ہے اس باب سے یہ ظاہر ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر عرب کے وضع کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ افسوس ہے کہ ان کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ اس عہد میں غیر عرب کفار تھے۔ اور کفار کی وضع کے کپڑے پہننا بحکم حدیث ممنوع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم وزی الاعاجم۔ عجمیوں کی وضع سے بچو! اور فرمایا۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ اس لئے امام بخاری سے یہ مستبعد ہے کہ وہ کفار

للعہ ابن سعد

حدیث ۔ فما رئی بعد ذالك عریانا (۲۵۱)

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ

علیہ وسلم، مکہ والوں کے ساتھ کعبے کے لئے پتھر ڈھوتے تھے اور حضور صرف تہبند پہنے تھے۔

کی وضع کے کپڑوں کو جائز کہدیں گے اور ان میں نماز کی اجازت دیدیں گے ۔ یہاں کشمیری صاحب کو دھوکا لگا۔ جبہ شامیہ شام میں بنتا تھا مگر اہل عرب میں بکثرت رائج تھا۔ اس لئے وہ کفار کی وضع نہ تھا۔

تشریحات (۲۵۱)

اس میں علمائے سیر کا اختلاف ہے کہ یہ کب کا واقعہ ہے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس وقت عمر مبارک پینتیس سال کی تھی محمد بن جبیر اور مجاہد کا قول ہے کہ پچیس سال تھی موسی بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اسی کو اختیار کیا۔ ایک قول ہے کہ پندرہ سال تھی۔ زیادہ مشہور قول اول ہے [1]

ہوا یہ کہ کعبے میں ایک عورت دھونی دے رہی تھی۔ چنگاری اڑکر کعبے کے کپڑوں پر جا پڑی جس سے کعبہ جل گیا۔ جلنے سے دیواریں کمزور ہوگئیں پھر سیلاب سے اور زیادہ خستہ ہوگئیں۔ اسی اثنا میں چوری ہوگئی۔ کعبے کی غزال زریں اور نذرانے کی کعبہ میں جمع شدہ رقوم کوئی چرالے گیا۔ تو قریش نے نئی عمارت بنائی۔

راجح اور مختار یہی ہے کہ انبیاء کرام خصوصا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل بعثت بھی ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں خواہ وہ صغائر ہوں خواہ کبائر۔ جیساکہ شفا اور اس کی شروح وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

اب یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ ستر عورت معصیت ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے تہبند کاندھے پر رکھ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وحی نہیں آتی تھی اس لئے اس وقت نہ اصول کی تشریع تھی نہ فروع کی نہ حلال کی نہ حرام کی۔ اس لئے اسے معصیت نہیں کہہ سکتے۔ شفا اور اس کی حضرت ملا علی کی شرح میں ہے۔

والصحیح ان شاء اللہ تنزیھھم من کل — صحیح یہ ہے کہ انبیاء کرام ہر عیب سابق اور لاحق سے منزہ ہیں

[1] زرقانی جلد اول ص۲۰۳

إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ

حضور سے حضرت عباس حضور کے چچا نے کہا اے بھتیجے کاش کہ تم تہبند کھول کر پتھر کے نیچے کاندھے

عَلٰى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا

پر رکھ لیتے۔ راوی نے کہا حضور نے تہبند کھول کر اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔ حضور فوراً بیہوش ہو کر

عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا[1]

گر پڑے۔ اس کے بعد کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔

عیب ای سابق ولاحق وعصمتهم من كل مايوجب الريب فكيف والمسئلة تصورها كالممتنع فان المعاصی كالكبائر والنواهی كالصغائر انما يكون بعد تقرير الشرع[2]

اور ہر اس چیز سے جبیں اللہ عزوجل کی نافرمانی کا شبہ ہو معصوم ہیں کیسے نہیں ہوں گے حالانکہ اس کا تصور محال کے مثل ہے اس لئے کہ گناہ کا حکم تقریر شریعت کے بعد ہی ہوگا خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

یہ ضرور ہے کہ یہ حضور کی شان ارفع واعلیٰ کے منافی ہے۔ اسی لئے من جانب اللہ فوراً بلا تاخیر غشی طاری ہوگئی جس سے تنبہ ہوگیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے حضور کو سرشت ہی میں اعلیٰ اخلاق کامل حیاء رکھی تھی۔ کنواری پردہ نشین سے زیادہ حیا فرماتے تھے۔ اسی لئے ستر کھلتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ پھر اس کے بعد کبھی بے پردہ نہیں دیکھے گئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا کوئی صورت ہوتی تو میں اپنے اندرونی کپڑوں سے بھی اپنی شرمگاہ چھپاتا[2]

مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ برہنہ رہنے کی کراہت کا بیان نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ یہاں شبہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ہے قبل نزول وحی کا۔ اور ابھی گذرا کہ اس وقت تقریر شریعت نہیں تھی پھر اس سے کسی حکم پر استدلال کیسے درست ہے۔ پھر اس حدیث کو باب سے کیا مطابقت ہے۔ جواب یہ ہے کہ۔ مطابقت اس جملے سے ہے۔ مارئی بعد ذٰلک عریانا اس کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔ یہ نزول وحی کے بعد کو بھی عام ہے اور حالت نماز وغیرہ حالت نماز دونوں کو

---

[1] بخاری جلد اول صلوۃ باب کراھۃ التعری ص۵۲۔ بخاری جلد اول مناسک باب قولہ تعالیٰ واذ جعلنا البیت ص۲۱۵۔ بخاری جلد اول باب بنیان الکعبہ ص۵۴۰۔ مسلم جلد اول طہارت باب الاعتناء بحفظ العورۃ ص۱۵۴۔ مسند امام احمد شرح شفا للملا علی قاری جلد ثانی ص۲۶۴۔ [2] عینی جلد رابع کتاب الصلوۃ ص۷

حدیث ۔ اولکلکم یجد ثوبین (۲۵۲)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک صاحب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

میں کھڑے ہوئے اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کیا تم میں

عام ہے۔

امام بخاری پر تطفل البتہ باب کے عنوان پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے باب میں صرف کراہت فرمایا ہے۔ حالانکہ برہنہ ہونا حرام ہے صرف مکروہ نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے صرف مکروہ ہی نہیں ہوتی جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کی مراد کراہیت سے، لغوی معنی ہے۔ یعنی ناپسند ہونا اور ناپسند ہونا حرام ومعصیت کو بھی عام ہے۔

تشریحات (۲۵۲)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس نے سوال کیا تھا اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے لکھا۔ میں ان کے نام سے واقف نہ ہو سکا۔ مگر قسطلانی میں ہے کہ امام سرخسی نے مبسوط میں فرمایا۔ یہ حضرت ثوبان تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کرنے والے کے بارے میں علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ اس پر قرینہ یہ ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت اُبَیّ بن کعب میں اختلاف ہوا۔ حضرت اُبَیّ نے کہا ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی کمی تھی۔ حضرت عمر نے سنا تو فرمایا بات وہی ہے جو اُبَیّ نے کہا وابن مسعود لم یقصر۔ ابن مسعود نے پوری بات کہی۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ سائل حضرت ابن مسعود ہی ہوں ہو سکتا ہے کہ حضرت اُبَیّ ہوں

اقول ۔ حدیث کا سباق اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ، ثم سَئَل۔ پھر ان صاحب نے حضرت عمر سے پوچھا۔ تو معلوم ہوا جن صاحب نے حضور سے پوچھا تھا انھوں نے ہی حضرت عمر سے بھی

فَقَالَ اَوَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ

سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔ اس کے بعد اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عَنْهُ فَقَالَ اِذَا وَسَّعَ اللهُ فَاَوْسِعُوْا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهٗ صَلَّى رَجُلٌ

پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ جب اللہ وسعت دے تو تم بھی وسعت کرو۔ آدمی اپنے جسم پر چند کپڑے جمع کرے

پوچھا تھا۔ حدیث میں سوال کرنے کا ذکر ہے جس پر حضرت عمر نے وہ جواب دیا۔ اور مصنف عبد الرزاق میں سوال کا تذکرہ نہیں پھر دونوں حدیثوں میں حضرت عمر کے ارشادات علیحدہ علیحدہ ہیں اس حدیث میں مذکور ارشاد سے حضرت ابن مسعود کی تائید ہوتی ہے اور مصنف عبد الرزاق کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت اُبَیّ کا قول صحیح ہے۔ اس لئے مصنف عبد الرزاق کی حدیث کو سامنے رکھ کر ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کو سائل متعین کرنا بلا دلیل ہے۔ حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ بدرجہ مجبوری ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت درست ہے اور اگر کسی کے پاس چند کپڑے ہوں تو کم از کم دو کپڑے نماز کیلئے ضرور استعمال کرے۔ بہتر تین ہیں۔ ایک عمامہ یا ٹوپی۔ دوسرے کرتا یا چادر ایسا لباس جس سے کمر کے اوپر کا حصہ چھپ جائے۔ تیسرے تہبند پائجامہ وغیرہ جس سے شرمگاہ اور کمر کے نیچے کا حصہ ڈھک جائے ابو داؤد میں ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یصلی فی لحاف ولا یتوشح بہ والاخر ان یصلی فی سراویل ولیس علیہ رداء[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر میں لپٹے بغیر نماز پڑھنے سے اور صرف پائجامے میں بغیر چادر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

پائجامہ انبیاء کا لباس ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں پائجامے پہنے جاتے تھے۔ پائجامہ بہت قدیمی لباس ہے جو حضرات انبیاء کرام پہنتے آئے ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ علامہ زین الدین بلقینی نے مرفوعاً یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ سب سے پہلے پائجامہ ابراہیم علیہ السلام نے پہنا اسے ابو نعیم اصبہانی نے بھی روایت کی ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انھیں لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے چونکہ انھوں نے اس لباس کو جو سب سے زیادہ عورت چھپانے والا ہے سب سے پہلے پہنا تو انھیں یہ انعام ملا[2]

---

[1] جلد اول صلوٰۃ باب من قال یتزر بہ اذا کان ضیقا ص۹۳ [2] عینی جلد ۱۲ کتاب اللباس باب السراویل ص۳۰۶

فِي سَرَاوِيلَ وَرِدَاءٍ	فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ	فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ ،	فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ ،
پاجامے اور	تہبند اور قبا ، پاجامے اور چادر	تہبند اور کرتے	تہبند اور چادر ،
فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ	فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ	فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ	فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ
جانگیہ اور قبا ،	جانگیہ اور قبا ،	پاجامے اور کرتے میں	اور کرتے

فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ فِي سَرَاوِيلَ وَقَبَاءٍ فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ فِي تُبَّانٍ
پاجامے اور کرتے پاجامے اور کرتے جانگیہ اور قبا جانگیہ اور قبا ، جانگیہ اور کرتے میں نماز پڑھے راوی نے کہا میں گمان کرتا
وَقَمِيصٍ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ ؏
ہوں کہ یہ بھی فرمایا جانگیے اور چادر میں ۔

ترمذی[1] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عز وجل سے کلام فرمایا تھا تو وہ اون کا کمبل اون کی چھوٹی ٹوپی اون کا جبہ اون کا پاجامہ اور مرے ہوئے گدھے کی کھال کی نعلین پہنے ہوئے تھے ۔

حضور نے پاجامہ پہنا یا نہیں

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پاجامہ پہنا یا نہیں ۔ اس بارے میں کوئی حدیث صریح نہیں ۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا ۔ حضور بزازوں کے پاس بیٹھے چار درم میں ایک پاجامہ خریدا یہ کہتے ہیں ۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پاجامہ پہنیں گے ۔ فرمایا ضرور سفر میں بھی پہنونگا اور حضر میں بھی رات میں بھی اور دن میں بھی ۔ اس لئے کہ مجھے ، عورت چھپانے کا حکم دیا گیا اور اس سے زیادہ ستر پوش کوئی لباس میں نے نہیں پایا[2] ۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے حتی کہ بعض لوگوں نے اسے موضوع بھی کہا ہے ۔ لیکن پاجامے کا خریدنا بروایت صحیح دو صحابہ کی حدیث سے ثابت ہے ۔ ایک حضرت سوید بن قیس کی حدیث سے دوسرے حضرت ابو صفوان بن عمیر کی حدیث سے ۔ حضرت سوید بن قیس کہتے ہیں کہ ، ہجر ، سے میں اور مخرفہ مکے میں کپڑا لائے ۔ منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو حضور نے ایک پاجامہ خریدا[3] ۔ حضرت ابو صفوان نے کہا کہ ہجرت سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پاجامہ بیچا تو مجھے قیمت

؏ بخاری جلد اول ۔ صلوٰۃ ۔ باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء ص۵۳-۵۲ [1] ترمذی جلد اول ۔ لباس ماجاء فی لبس الصوف ص۲۰۶
[2] سندی علی النسائی بحوالہ حاشیہ ابوداؤد للسیوطی ص۲۲۳ ۔ [3] ابوداؤد ۔ ثانی ۔ بیوع ۔ باب الرجحان فی الوزن ص۴۶۰ ۔ ترمذی ۔ اول ۔ بیوع ۔ باب ماجاء فی الرجحان فی الوزن ص۱۵۶
نسائی ۔ ثانی بیوع ۔ باب الرجحان فی الوزن ۔ ص۲۲۳ ۔

حدیث :۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اشتمال الصماء (۲۵۳)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ	
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے " اشتمال صماء	
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ	
سے منع فرمایا اور ایک کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا۔ اس صورت میں کہ	
فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَّیْسَ عَلٰی فَرْجِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ۔ [۱تا۹]	
شرم گاہ پر کچھ کپڑا نہ ہو۔	

کچھ زیادہ دئی۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خرید اتھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ تہبند کی بہ نسبت پائجامہ پہننا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔

تشریحات (۲۵۳) (۲۵۴)

اشتمال الصماء۔ اشتمال کے معنی ہیں پورے جسم پر کپڑا لپیٹنا۔ صماء اس چٹان کو کہتے ہیں جس میں کوئی سوراخ نہ ہو یہاں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ یعنی ایسے " اشتمال سے منع فرمایا جو صما ہو۔ امام بخاری نے کتاب اللباس میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں۔ صرف ایک کاندھے پر کپڑا ڈالے دوسرا کھلا رہے۔ صحاح میں جوہری نے اس کے معنی یہ بتائے۔ چادر یا کمبل پورے جسم پر اس طرح لپیٹنا کہ داہنی طرف سے بائیں ہاتھ اور کاندھے پر لے جا کر داہنے ہاتھ اور کاندھے پر لاکر پورے جسم کو چھپا لینا ابن عبید نے کہا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ" جسم پر صرف ایک کپڑا لپیٹنا پھر اس کے کسی کنارے کو شانے پر رکھ لینا۔ جس سے شرمگاہ کھل جائے۔ مگر کتب فقہ کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ فقہاء نے پہلے معنی بھی مراد لئے ہیں۔ اور دوسرا معنی یہ بتایا ہے۔ کہ بغیر تہبند کے صرف ایک چادر لپیٹ لے [۲] یہ نماز میں بھی مکروہ ہے اور نماز کے باہر بھی۔ پہلی صورت میں ہاتھ اندر رہیگا

---

[۱] ایضاً۔ ابوداؤد۔ ثانی۔ بیوع۔ باب الرجحان فی الوزن ص۱۱ [۲] ردالمحتار جلد اول۔ مکروہات ص۴۳۸۔ [۳] بخاری جلد اول صلوٰۃ باب ما یستر من العورۃ ص۵۳۔ بخاری جلد اول صوم باب صوم یوم الفطر ص۲۶۶ ایضاً بیوع باب بیع الملامسۃ ص۲۸۷ ایضاً باب بیع المنابذۃ ص۲۸۷ جلد ثانی لباس باب اشتمال الصماء ص۸۶۵ ایضاً باب الاحتباء فی ثوب واحد ص۸۶۶۔ ایضاً استیذان باب الجلوس کیف ما تیسر ص۹۳۰ مسلم بیوع باب ابطال بیع الملامسۃ والمنابذۃ ابو داؤد جلد اول صیام باب فی صوم العیدین ص۳۲۵۔ ابوداؤد جلد ثانی۔ بیوع باب فی بیع الغرر ص۱۲۳۔ نسائی جلد ثانی بیوع باب بیع المنابذۃ ص۲۱۶ نسائی جلد ثانی زینت باب النہی عن اشتمال الصماء ص۲۹۹۔

حدیث (۲۵۴) ایضاً

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ، قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بیع لماس اور

توکسی خطرے کے وقت نکالنے میں دشواری ہوگی اور بے ستری کا بھی اندیشہ ہے۔ دوسری صورت میں ذراسی غفلت میں بے ستری کا خطرہ ہے۔

احتبار ۔ یہ ہے کہ سرین پر بیٹھکر گھٹنے کھڑے کرکے ہاتھ یا کپڑے کو پنڈلی میں حمائل کردے ۔ اس طرح بیٹھنے کو "حبوۃ" کہتے ہیں۔ جب شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہوگا توشرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہوگا۔ اور یہ حرام ہے ۔ اس لئے یہ بھی اس صورت میں منع ہے جب شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ ورنہ نہیں۔

باب کی توضیح اس جگہ باب کا عنوان ہے۔ مایستر من العورۃ۔ عورت کا چھپانا ۔ جسم کا وہ حصہ جسے کھولنے سے شرم محسوس ہو "عورت" ہے۔ یہاں "من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ ۔ رضی نے تشریح کی ہے کہ من بیانیہ کے مدخول کے تمام افراد پر حکم عام ہوتا ہے۔ اور من تبعیضیہ کے صرف بعض افراد کو شامل ہوتا ہے اس لئے یہ متعین ہے کہ یہ من بیانیہ ہے۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عورت کی تعیین میں کچھ اختلاف ہے ۔ مگر جو صاحب جن جن اعضار کو عورت مانتے ہیں وہ ان سب کے چھپانے کو واجب کہتے ہیں۔ اب باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اشتمال صمار سے ممانعت کی خاص وجہ یہی ہے کہ کسی ناگہانی ضرورت کے وقت ہاتھ نکالنے میں اعضار عورت کے کھلنے کا قوی امکان ہے۔ جب ایسا لباس منع ہے جس میں ستر عورت کے کھلنے کا امکان ہے تو ثابت کہ کشف عورت ممنوع ہے اور عورت کا چھپانا ضروری۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ شرمگاہ ضرور ہی کھلے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف ران یا سرین ہی کھلے۔ توثابت ہوا کہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے۔ رہ گیا احتبار کا ذکر یہ یا تو اس لئے ہے کہ یہی حدیث کا جز ہے۔ اس لئے اسے ذکر کردیا۔ اس سے اثبات باب مقصود نہیں۔ یا اس لئے ہے کہ احتبار صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب شرمگاہ پر کپڑا نہ ہو جس سے شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہے۔ تو تقریر سابق کے مطابق ثابت کہ شرمگاہ کا چھپانا فرض۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ شرمگاہ "عورت" ہے۔ توجب عورت ہونے کی وجہ سے شرمگاہ کا چھپانا فرض ہوا تو ثابت کہ جو اعضار بھی عورت ہیں سب کا چھپانا فرض ہے۔ اس لئے کہ حکم علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ رہ گیا یہ کہنا کہ اس سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ وہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَاَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ

نباذ سے اور دو طرح کے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے اشتمال صماء سے

وَاَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ

اور ایک کپڑے میں احتباء کرنے سے۔

یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ عورت صرف سبیلین ہیں۔ میرے خیال میں درست نہیں۔ اگر بالفرض امام بخاری کا مذہب یہی مان لیا جائے کہ وہ صرف سبیلین ہی کو عورت مانتے ہیں پھر بھی۔ یہاں کی ذکر کردہ احادیث سے اس کا اثبات متعذر ہے۔ حدیث سے تو یہ صراحۃً ثابت ہے کہ سبیلین عورت ہیں۔ مگر ان کے علاوہ اور کوئی عضو عورت نہیں اس کا کہیں اشارہ تک نہیں۔

باب سے مطابقت ظاہر ہے کہ اشتمال صماء اور احتباء کی ممانعت نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نماز میں احتباء ہوتا بھی نہیں اور ان کی ممانعت کشف عورت کے مظنہ کی بناء پر ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ نماز کے باہر بھی کشف عورت ممنوع اور ستر عورت فرض۔

بیع ملامسہ و منابذہ ملامسہ اور لماس کا مادہ لمس ہے جس کے معنی چھونے کے ہیں۔ ملامست اور لماس دونوں باب مفاعلت کے مصدر ہیں۔ اسی طرح منابذہ اور نباذ کا مادہ "نبذ" ہے اس کے معنی پھینکنے کے ہیں اور یہ دونوں باب مفاعلت کے مصدر ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں خرید و فروخت کے یہ دو طریقے رائج تھے۔ ایک ملامست یا لماس کہ اندھیرے میں یا آنکھ بند کر کے یا لپیٹا ہوا یا تہ کیا ہوا کپڑا چھو دیتے اور بیع کو لازم مانتے۔ قبول و رد کا اختیار ختم ہو جاتا۔ دوسرے منابذت یا نباذ۔ اس کی صورت یہ تھی کہ بائع اور مشتری کپڑا اچھی طرح دیکھے بغیر ایک دوسرے کی طرف پھینک دیتے اور بیع لازم مانتے، قبول و رد کا اختیار نہ ہوتا۔ ان دونوں قسم کی خرید و فروخت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اس لئے کہ ان دونوں میں طرفین کی رضامندی کے بغیر بیع کو لازم قرار دینا تھا۔ حالانکہ بیع میں طرفین کی رضامندی جزء لاینفک ہے۔

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب مایستر من العورۃ ص۵۳ ایضاً مواقیت الصلوۃ باب الصلوۃ بعد الفجر ص۸۲۔ بخاری جلد اول صوم باب صوم یوم الفطر ص۲۶۷۔ بخاری جلد اول بیوع باب بیع الملامسۃ ص۲۸۷ ایضاً باب بیع المنابذہ ص۲۸۸۔ بخاری جلد ثانی لباس باب اشتمال الصماء ص۸۶۵ ایضاً باب الاحتباء فی ثوب واحد ص۸۶۶۔ ابوداؤد ثانی لباس باب فی لبسۃ الصماء ص۲۰۸ موطا امام مالک لباس ما جاء فی لبس الثیاب ص۳۶۷۔ مسلم شریف جلد ثانی کتاب البیوع ص۲ رد المحتار جلد رابع باب البیع الفاسد ص۱۰۹۔

حدیث ۔ بعثنی ابو بکر فی موذنین یوم النحر (۲۵۵)

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِىْ اَبُوْ بَكْرٍ فِىْ تِلْكَ الْحَجَّةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ابو بکر نے مجھے اس حج میں اعلان کرنیوالوں میں یوم النحر

فِىْ مُؤَذِّنِيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ

کو بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا

تشریحات (۲۵۵)

تکمیل بربنائے قول مختار، حج ۹ سنہ ھ میں فرض ہوا۔ اس وقت تک مکہ معظمہ فتح ہوچکا تھا۔ پورا عرب اس انتظار میں تھا کہ قریش کیا کرتے ہیں۔ جب قریش بھی دامن اسلام میں آگئے تو اب پورا عرب شمع رسالت پر، پروانہ وار نثار ہونے کیلئے ٹوٹ پڑا۔ پورے عرب سے فوج در فوج قبائل کے وفود خدمت اقدس میں آآکر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ اس مصروفیت کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس حج کے لئے نہ جاسکے۔ اور اخیر ذوقعدہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بناکر تین ہزار افراد کے ساتھ بھیجا قربانی کے بیس اونٹ ساتھ کردیے۔ پانچ اونٹ حضرت صدیق اکبر نے اپنا لیا۔ اکابر صحابہ مثلاً حضرت سعد بن وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہمراہ تھے۔ بعد میں سورہ برأت نازل ہوئی۔ اس میں خصوصی اعلانات تھے اور بعض معاہدوں کو اٹھانا تھا اور بعض کی تجدید تھی اور عرب کا دستور تھا کہ کوئی معاہدہ کرنا ہو یا اسے توڑنا ہو۔ یہ کام قوم کا سردار کرتا یا اس کا قریبی عزیز۔ حضور خود جا نہیں سکتے تھے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ناقہ مبارکہ عضباء پر سوار کرکے سورہ برأت کی چالیس یا اسّی آیتیں دے کر بعد میں بھیجا کہ اسے ایام حج میں پڑھ کر سنادیں اور ساتھ ہی ساتھ مزید ان باتوں کا بھی اعلان کردیں۔ جنت میں سوائے مومن کے اور کوئی نہیں جائیگا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرپائے گا کوئی ننگا طواف نہیں کرسکے گا۔ کافروں میں سے جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے وہ مدت معاہدہ تک باقی رہے گا اس کے بعد ختم۔ اسے مسلمان ہونا لازم ہے۔ اور جن سے معاہدہ نہیں انھیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ اس کے بعد انھیں اسلام قبول کرنا لازم ہوگا۔ یہ اس لئے کیا کہ مشرکین کو سرکشی اور حکم عدولی کا موقع نہ ملے۔ کہ یہ اعلان نہ خود حضور نے کیا اور نہ ان کے قریبی عزیز نے اس لئے اس کی پابندی ہم پر ضروری نہیں۔

حضرت صدیق اکبر عرج یا ضجنان مکہ معظمہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ صبح کی نماز کے لئے صدیق اکبر کھڑے ہوچکے تھے ابھی نماز نہیں شروع کی تھی کہ ناقہ مبارکہ کی آواز سنی۔ دیکھا تو حضرت شیر خدا تھے۔ دریافت فرمایا۔ امیر ہو یا مامور۔ شیر خدا نے

59

وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ ۔ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ اَرْدَفَ
ہو کر — بیت اللہ کا — طواف کرے ۔ — راوی حدیث — حمید بن عبد الرحمٰن نے کہا — اس کے بعد رسول اللہ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے — حضرت علی کو ان (ابوبکر) کے پیچھے بھیجا ۔ اور انھیں حکم دیا کہ سورہ برارت کی
قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِيْ اَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ، لَا يَحُجُّ
منادی کردیں ۔ ابوہریرہ نے کہا ۔ — ہمارے ساتھ حضرت علی نے بھی — منیٰ والوں میں ۔ یوم النحر کو اعلان فرمایا

فرمایا مامور ہوں مگر حکم یہ ہوا ہے کہ سورہ برارت میں خود پڑھ کر سناؤں ۔ اسی کے مطابق عمل درآمد ہوا ۔ دسویں ذوالحجہ یوم النحر کو حضرت علی نے سورہ برارت پڑھ کر سنائی ۔ اور دو چار احکام بھی، مزید براں کچھ حضرات کو مقرر کیا گیا کہ وہ گھوم گھوم کر پورے مجمع میں یہ احکام پہنچا دیں ۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں ۔ اعلان کرتے کرتے میری آواز پڑ گئی تھی ۔ سنہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش سے جو معاہدہ ہوا تھا ۔ اس کے دفعات میں یہ بھی تھا فریقین میں سے جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اس سے امان اٹھ جائے گا ۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا وہ فریقین میں سے جن کے ساتھ چاہیں رہیں ۔ اس کے مطابق بنو خزاعہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ ۔ سال بھر کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر شبخون مارا جسمیں قریش نے ہر طرح ان کی مدد کی ان کو اسلحہ دیئے ۔ بعض رؤسا بنو خزاعہ سے لڑے بھی ۔ جب قریش نے خود اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی تو مکہ پر حملہ ہوا اور مکہ فتح ہوا ۔ اس اعلان کے وقت قبائل عرب کے تین گروہ تھے ۔ ایک وہ جنھوں نے کسی مدت تک کیلئے معاہدہ کیا تھا اور وہ اس معاہدے پر قائم تھے ۔ اس اعلان کی رو سے اس مدت تک ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا ۔ البتہ مدت پوری ہونے کے بعد ضروری ہوگا کہ وہ اسلام قبول کریں ورنہ ان کی جان بخشی نہ ہوگی ۔ دوسرے وہ جو معاہدہ کر کے توڑ چکے تھے ۔ مثلاً قریش ۔ تیسرے وہ جن سے کوئی معاہدہ نہ تھا ۔ ان دونوں کو چار مہینے کی مہلت دی گئی ۔ اگر اس اثنا میں وہ مسلمان ہو جائیں تو بہتر ورنہ پھر ان کی جان انکے مال محفوظ نہ رہیں گے ۔ مشرکین عرب سے جزیہ نہیں قبول کیا جائے گا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لا يجتمع دينان فى جزيرة العرب[1] — جزیرہ عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے ۔

حج اکبر: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یوم الحج الاکبر سے کیا مراد ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد، یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ ہے ۔ جیسا کہ خود بخاری میں حمید بن عبد الرحمٰن کا قول کتاب الجہاد میں اور تفسیر میں اور ابوداؤد

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فى اجلاء اليهود من المدينة ص ۳۶۰

بَعۡدَ الْعَامِ مُشۡرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيۡتِ عُرۡيَانٌ ع٥

کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر طواف کرے۔

ت (۸۸) قَالَ أَبُو عَبۡدِ اللّٰهِ وَيُرۡوٰى عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ وَجَرۡهَدَ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ

وَمُحَمَّدِ بۡنِ جَحۡشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، اَلۡفَخِذُ عَوۡرَةٌ۔

عنہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ران عورت ہے۔ اور حضرت انس

میں مذکور ہے بلکہ ابوداؤد میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد، یوم عرفہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر سے حج مراد ہے۔ اس لئے کہ اہل عرب عمرے کو حج اصغر کہتے تھے اس کے بالمقابل حج کو حج اکبر کہتے۔ پہلے قول اور اسمیں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ حج کو حج اکبر کہتے تھے۔ اور دسویں ذوالحجہ یوم النحر، حج کے ایام میں سے سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے اس کو یوم الحج الاکبر کہا گیا۔

باب سے مطابقت لا یطوف بالبیت عریان سے ہے کہ طواف نماز نہیں تو ثابت کہ نماز کے باہر بھی ستر عورت فرض ہے۔

تشریحات (۸۷) (۸۸)

اعضاءِ عورت مرد کے کتنے اعضاء عورت ہیں اس بارے میں مذہب متعددین ہیں۔ اول داؤد ظاہری اور ابن حزم ظاہری کا۔ کہ صرف سبیلین عورت ہیں۔ بقیہ اعضاء میں کوئی عورت نہیں۔ ثانی۔ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک سب اعضاء عورت ہیں مگر ناف اور گھٹنے نہیں۔ یہ امام مالک، امام زفر، امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور یہی حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب صحیح ہے۔ ثالث ناف چھوڑ کر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک تمام اعضاء عورت ہیں اور گھٹنہ بھی عورت ہے۔ یہ احناف کا مذہب صحیح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ناف بھی عورت ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ ظاہریہ کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ ران عورت ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری

ع٥ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب مایستر من العورۃ ص۵۳ ایضا مناسک باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرک ص۲۲۰ ایضا جہاد باب کیف ینبذ الی اہل العہد ص۴۵۱ ایضا جلد ثانی مغازی باب حج ابی بکر بالناس سنۃ تسع ص۶۲۶ ایضا تفسیر سورہ براءت باب قولہ الا الذین عاہدتم من المشرکین ص۶۷۱ مسلم جلد اول باب لا یحج البیت مشرک ص۴۳۵ ابوداؤد جلد اول مناسک باب یوم الحج الاکبر ص۲۶۶ نسائی جلد ثانی مناسک باب خذوا زینتکم عند کل مسجد ص۳۸

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِہٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ران کھولی ۔ ابوعبداللہ ۔ امام بخاری)

وَحَدِیْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِیْثُ جَرْھَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰی نَخْرُجَ مِنْ اِخْتِلَافِھِمْ۔

نے کہا حضرت انس کی حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے اور جرہد کی حدیث میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ صحابہ کے اختلاف سے بچ جائیں

نے تعلیقاتین صحابہ سے ذکر فرمائی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الفخذ عورۃ۔ ران عورت ہے۔ یہ حدیث ان تینوں حضرات سے مختلف کتابوں میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ترمذی[1] میں یہ حدیث مذکور ہے۔ اس کے بارے میں امام ترمذی نے یہ فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس کے ایک راوی ابو یحییٰ قتات ضعیف ہیں حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام مالک نے موطا میں اسے ذکر فرمایا۔ نیز امام ترمذی[2] نے اسے تین طریقوں سے بیان فرمایا۔ ان میں سے ایک طریقے کے بارے میں فرمایا۔ یہ حدیث حسن ہے میں اس کی اسناد کو متصل نہیں جانتا۔ دوسرے طریقے کو فرمایا یہ حسن ہے۔ تیسرے طریقے کو فرمایا یہ حدیث اس طریقے سے حسن غریب ہے۔ اس کے علاوہ ابن عساکر ابن حبان اور امام شافعی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ ابن قطان نے اسے مضطرب بتایا اور جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنیوالے کی حالت نامعلوم ہونے کی وجہ سے اس پر طعن کیا۔ امام بخاری نے تاریخ میں کہا یہ صحیح نہیں[3] اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان کتابوں میں موجود ہے مسند امام احمد، طبرانی، مستدرک للحاکم، اس حدیث کے ایک راوی ابن کثیر، کو ابن حزم ظاہری نے مجہول کہا۔ امام بخاری نے تاریخ میں اس پر کلام فرمایا۔

فیصلہ اخیر میں امام بخاری یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث باعتبار سند کے قوی ہے۔ مگر حضرت جرہد کی روایت پر عمل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔ تاکہ اختلاف سے بچیں اس کی توضیح یہ ہے کہ محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ دو متعارض احادیث میں ترجیح اس کو دیتے ہیں۔ جو سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو۔ یہ قاعدہ اس کا مقتضی ہے کہ حضرت انس کی حدیث کو ترجیح دی جائے اور یہ کہا جائے کہ،، ران عورت نہیں۔ مگر اختلاف کے وقت اس صورت پر عمل کرنا جو متفق علیہ ہو زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ران کو عورت کہا جائے۔ اس لئے کہ اگر ران کو چھپائے رہیں تو فریقین میں کسی کے نزدیک گناہ نہیں اور نماز بالاتفاق ہو جائے گی۔ لیکن اگر ران کھلی رکھیں تو جو لوگ ران کو عورت مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ گناہ بھی ہے اور ران کھول کر نماز پڑھنے سے نماز بھی نہ ہوگی تو احتیاط اسی میں ہے کہ ران چھپائے رکھیں۔

---

[1] جلد ثانی ادب۔ باب الفخذ عورۃ ص۱۰۳ [2] ایضا [3] عینی جلد رابع باب ما ذکر فی الفخذ ص۸۰

(٦٧)

(٦٧)

ت (۹۰) وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ، أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَىٰ

اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلَىٰ فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ

پر وحی نازل فرمائی اس وقت حضور کی ران میری ران پر تھی۔ اس کا اتنا بوجھ مجھے محسوس ہوا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے یہ آیت کریمہ لکھوا رہے تھے۔ لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ۔ جہاد چھوڑ کر بیٹھنے والے مومن اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم آگئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اگر مجھے استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔ وہ نابینا تھے۔ اس پر پھر اللہ نے وحی نازل فرمائی اور حضور کی ران میری ران پر تھی۔ میں نے اس کا بوجھ اتنا محسوس کیا کہ میں ڈرا کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے پھر یہ کیفیت دور ہوگئی اور اللہ عزوجل نے غیر اولی الضرر نازل فرمایا۔

مطابقت اس حدیث میں استدلال اس جملے سے ہے۔ فخذہ علی فخذی۔ حضور کی ران میری ران پر تھی۔ مگر حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ دونوں حضرات یا ان میں سے کسی کی ران کھلی تھی۔ ہو سکتا ہے اور یہی ظاہر ہے کہ رانیں چھپی ہوئی ہوں۔ ہاں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کپڑا حائل ہوتے ہوئے بھی اعضاء عورت کا چھونا جائز نہیں۔ تو استدلال درست ہو سکتا ہے۔ مگر یہ مفروضہ ہی غلط ہے۔ اس عہد میں سواری پر لوگ آگے پیچھے ساتھ ساتھ بیٹھتے تھے اور آج ٹرین بس وغیرہ پر اس سے احتراز تقریباً ناممکن ہے۔

حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جرہد بن زراح بن عدی۔ یہ مدنی صحابی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے بھی ہیں۔ ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ۔ یہ بائیں ہاتھ سے کھا رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا۔ داہنے ہاتھ سے کھا۔
انھوں نے عرض کیا اس میں تکلیف ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پر دم فرمایا پھر اس ہاتھ میں زندگی بھر کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ یزید کے تسلط کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔[1]

محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ یہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بھتیجے تھے مگر منسوب اپنے دادا کی طرف ہیں۔ ان کے والد اور والدہ دونوں صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ابی جبیش تھا۔ ان کے والد ماجد، احد، میں شہید ہوئے۔ شہادت کے

---

[1] اصابہ جلد اول۔

عَلَىَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِىْ۔

کہ میں ڈرا کہیں ٹوٹ نہ جائے۔

حدیث ۔ ثم حسر الازار عن فخذہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲۵۶)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وقت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ حضور نے ان کے لئے خیبر میں زمین خریدی اور مدینہ طیبہ سوق الرقیق میں ایک گھر عطا فرمایا۔ بدر میں جو مہاجرین شریک تھے۔ ان کے صاحبزادگان کیلئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔ یہ بھی ان میں تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے لیے جب انکے والد ماجد ہجرت کر کے حبشہ گئے تو یہ بھی ساتھ تھے۔ پھر والد کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے[۲]

حضرت زید بن ثابت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری خزرجی ہیں بنی النجار کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد جنگ بعاث میں کام آگئے تھے جو ہجرت سے قبل اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو یہ گیارہ سال کے تھے۔ ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کو سترہ سورتیں یاد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن کر سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ سولہ سترہ دن میں سیکھ لی۔ اسے لکھنے اور پڑھنے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کتابت وحی کی خدمت سپرد فرمائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بھی اس جماعت میں شامل فرمایا جو قرآن جمع کرنے کیلئے مقرر فرمائی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب قرآن مجید کے نقل کی ضرورت ہوئی تو انھیں اس پر مامور کیا گیا۔ فقہاء صحابہ میں تھے۔ علم فرائض کے ماہر تھے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں فرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں۔ فرائض کے علاوہ فتوی قرأت قضا میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو انھیں اپنا نائب بناتے اور واپسی پر انھیں کھجور کا ایک باغ عطا فرماتے۔ اس درجے کے عالم تھے کہ جب سوار ہونے لگتے تو حضرت ابن عباس ان کی رکاب تھامتے۔ یہ فرماتے اے رسول اللہ کے چچا کے صاحبزادے کیا کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس کہتے ہم علماء اور بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ وصال پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حبر امت چل بسا۔ امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں گے۔ چھپن سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ میں وفات پائی ۴۵ھ سن وفات ہے[۳]

[۱] اصابہ جلد ثالث ص ۳۹۸۔ [۲] الاستیعاب جلد ثالث۔ [۳] اصابہ جلد اول ص ۵۶۴ اکمال۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا خَیْبَرَ فَصَلَّیْنَا عِنْدَھَا صَلوٰۃَ الْغَدَاۃِ بِغَلَسٍ

نے خیبر پر چڑھائی کی۔ ہم لوگوں نے خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ لی۔

فَرَکِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ اَبُوْطَلْحَۃَ وَاَنَا رَدِیْفُ

نماز کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے میں ابوطلحہ

اَبِیْ طَلْحَۃَ فَاَجْرٰی نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ زُقَاقِ خَیْبَرَ

ہی کی سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری کو دوڑایا۔ اس

وَاِنَّ رُکْبَتِیْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ الْاِزَارَ

وقت میرا گھٹنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ران سے چھو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد تہبند حضور کی

عَنْ فَخِذِہٖ حَتّٰی اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ فَخِذِ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

ران سے ہٹ گیا اور ران کھل گئی۔ اتنا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھ رہا ہوں

وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْیَۃَ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ

اور جب آبادی میں داخل ہو گئے تو تین بار فرمایا اللہ اکبر۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں

قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ قَالَھَا ثَلٰثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ اِلٰی اَعْمَالِھِمْ

اتر پڑیں تو ان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح اچھی نہیں ہوتی۔ راوی نے کہا خیبر والے اپنے کاموں

تشریحات (۲۵۶)

ثم حسر الازار اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ران پر سے تہبند ہٹایا۔ لیکن یہ ترجمہ اس حدیث کے دوسرے طرق کے خلاف ہے۔ مسلم میں ہے فانحسر۔ یعنی تہبند سرک گیا۔ اور یہی امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں طبرانی نے امام بخاری کے شیخ یعقوب بن ابراہیم ہی سے اور اسماعیلی نے بواسطہ قاسم بن زکریا انھیں یعقوب سے اس حدیث کی ان الفاظ میں تخریج کی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی تو ران سے تہبند گر گیا۔ اس لئے صحیح ترجمہ وہی ہے جو ہم نے کیا۔ تہبند ران سے سرک گیا۔ ان لوگوں کی غلطی کی بنیاد اس پر ہے کہ حسر۔ صرف

فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ يَعْنِي

کے لئے نکلے تو چیخے۔ محمد اور لشکر۔ حضرت انس نے کہا۔

الْجَيْشَ قَالَ فَاَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ،

ہم نے خیبر طاقت سے فتح کیا۔ فتح کے بعد قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ آئے اور عرض کیا یا

اَعْطِنِي جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ اِذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَاَخَذَ صَفِيَّةَ

نبی اللہ ان قیدیوں میں سے مجھے ایک کنیز عطا فرمائیں۔ فرمایا جاؤ اور ایک کنیز لے لو۔ انھوں نے صفیہ

بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ

بنت حیی کو لیا۔ اس کے بعد ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

اللهِ اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ لَا تَصْلُحُ

یا نبی اللہ صفیہ بنت حیی بنی قریظہ ونضیر کی سیدہ دحیہ کو دیدی۔ وہ صرف حضور ہی کے لائق ہے

اِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

فرمایا دحیہ کو اس کے ساتھ بلا لاؤ وہ انھیں لیکر آئے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَاَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

صفیہ کو دیکھا۔ تو دحیہ سے کہا۔ قیدیوں میں سے اس کے علاوہ اور کوئی کنیز لیلو۔ حضرت انس نے کہا

متعدی آتا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں قاموس میں ہے یہ لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ البتہ اس پر شبہ وارد ہوگا کہ پھر باب کے مطابق یہ حدیث نہ رہے گی۔ یہ کہنا قلت تدبر کی بنا پر ہوگا۔ اس لئے کہ امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ ران کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ قصہ ران ہی سے متعلق ہے اگر امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہوتا کہ ران عورت ہے یا عورت نہیں تو اس شبہے کی گنجائش تھی۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ اس سے ران کا عورت نہ ہونا۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ پھر حضور نے فوراً اسے ڈھانک کیوں نہ لیا۔ یا بعد میں اس پر تنبیہ کیوں نہ فرمادی اس پر عرض ہے کہ ذہن میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کو رکھنا ضروری ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمن کی آبادی کے اندر گلیوں میں چل رہے ہیں جہاد سر پر ہے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهٗ ثَابِتٌ یَا اَبَا حَمْزَةَ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ

انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کیا۔ اور ان سے شادی کرلی اس پر ثابت نے پوچھا اے ابوحمزہ

نَفْسَهَا اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالطَّرِیْقِ، جَهَّزَتْهَا لَهٗ اُمُّ سُلَیْمٍ

حضور نے مہر کیا عطا فرمایا تو کہا خود ان کی ذات کو، ان کو آزاد کیا اور ان سے شادی کرلی۔ راستے

فَاَهْدَتْهَا لَهٗ مِنَ اللَّیْلِ فَاَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرُوْسًا

ہی میں ام سلیم نے انھیں دلہن بنایا۔ اور رات میں حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ صبح کے وقت

فَقَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ شَیْءٌ فَلْیَجِیْءْ بِهٖ وَبَسَطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دولھا تھے۔ فرمایا جس کے پاس کچھ بھی ہو تو لے آئے۔ چمڑے کا دسترخوان

یَجِیْءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِالسَّمْنِ، قَالَ وَاَحْسِبُهٗ

بچھادیا۔ کوئی کھجور لایا۔ اور کوئی گھی لایا۔ راوی نے کہا میرا گمان ہے کہ انس نے

قَدْ ذَکَرَ السَّوِیْقَ قَالَ فَحَاسُوْا حَیْسًا فَکَانَتْ وَلِیْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

بھی ذکر فرمایا تھا۔ حضرت انس نے کہا اس کے بعد سب کو ملاکر لوگوں نے مالیدہ بنایا۔ یہی رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ؏

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ولیمہ ہوا۔

دل ودماغ کی پوری توجہ اس طرف ہے۔ اس وقت اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو تو کیا استبعاد۔

ہمارا جواب۔ اگر بالفرض اس سے کسی طرح یہ ثابت بھی ہوجائے کہ،، ران عورت نہیں،، تو عرض ہے کہ یہ ایک مخصوص ہنگامی حالت کا فعل خاص ہے اور ارشاد ،، الفخذ عورۃ ،، قول ہے اور یہ طے ہے کہ ارشاد رسول اور فعل رسول میں

؏ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب مایذکر فی الفخذ ص۵۳۔ ایضا صلوٰۃ الخوف باب التکبیر والغلس بالصبح والصلوٰۃ عند الاغارۃ ص۱۲۹۔ ایضا جہاد باب التکبیر عند الحرب ص۴۲۰ ایضا مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳۔ ایضا جلد ثانی نکاح باب من جعل عتق امتہ صداقہا ص۷۶۱۔ مسلم جلد اول نکاح باب فضیلۃ اعتاق امۃ ثم تزوجہا ص۴۵۸ ایضا جلد ثانی باب غزوۃ خیبر ص۱۱۱۔ ابوداؤد جلد ثانی خراج باب ما جاء فی سہم الصفی ص۶۵۔ ایضا خراج باب ما جاء فی حکم ارض خیبر ص۶۹۔ نسائی جلد ثانی نکاح باب التزویج علی العتق ص۷۶ ایضا باب البناء فی السفر ص۹۱

ت (۹۱) وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازَ ؎

اور عکرمہ نے کہا اگر عورت کا جسم ایک کپڑے میں چھپ جائے تو جائز ہے۔

تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوگی۔ علاوہ ازیں۔ یہ واقعہ حال ہے اور واقعہ حال کے لئے عموم نہیں۔ اور وہ ارشاد ایک حکم کلی ہے۔ اس لئے ترجیح اسی کو ہوگی۔ اس حدیث سے متعلق بقیہ ابحاث کتاب النکاح اور مغازی میں آئیں گی۔

تشریحات (۹۱)

عکرمہ ان کی کنیت ،، ابو عبد اللہ ہے تابعین کرام کے اجلہ فقہا، مفسرین میں سے ہیں۔ ان سے بکثرت احادیث بھی مروی ہیں۔ خود فرمایا میں نے اس مسجد میں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری سے احادیث روایت کیں۔ یہ افریقہ کے بربر قوم میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس کے غلام اور ان کے تلمیذ خاص تھے۔ حضرت ابن عباس نے اپنی حیات ہی میں ان کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی جس کے بعد یہ ان کی حیات ہی میں فتویٰ دینے لگے تھے۔ انھیں ہدایت تھی۔ جو شخص تم سے ایسا سوال کرے جو اسے مفید ہو تو جواب دینا ورنہ مت دینا۔ کچھ سائلین دماغی عیاشی یا امتحان کے لئے سوالات کرتے ہیں انھیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ جو حلال و حرام وغیرہ کے بارے میں سوال کرے جس کا وہ ضرورت مند ہو اسے جواب دینا۔ ایک دفعہ فرمایا۔ تم نے میرا دو تہائی کام اپنے سر لے لیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے تلامذہ میں، عطار، طاؤس، سعید بن جبیر شہید اور عکرمہ سب سے ممتاز ہیں۔ ایک مرتبہ، حضرت سعید اور مجاہد ان سے ایک ایک آیت کی تفسیر پوچھتے جاتے جتنی آیتوں کی تفسیر ان دونوں کو معلوم تھی پوچھ چکے تو پھر عکرمہ نے بتانا شروع کیا اس آیت کا شان نزول یہ ہے اور اس آیت کا شان نزول یہ۔ جابر بن زید نے کہا۔ اعلم الناس عکرمہ ہیں۔ امام شعبی نے کہا۔ کتاب اللہ کا ان سے زیادہ علم رکھنے والا اب کوئی نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ قتادہ نے کہا۔ تفسیر کے سب سے بڑے عالم عکرمہ ہیں۔ ان پر کچھ بزرگوں نے بہت سخت طعن بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ قاسم نے کہا۔ عکرمہ کذاب ہیں۔ مگر یہ طعن صحیح نہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ ہمارے تمام اساتذہ عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں۔ چالیس سال مسلسل علم حاصل کرتے رہے تمام بلاد اسلامیہ مثلاً افریقہ، مصر، شام، عراق، خراسان میں گشت کرکے علم دین پھیلایا۔ اسّی سال کی عمر پائی ۱۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

مصنف عبد الرزاق میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ اگر عورت کوئی کپڑا لیکر اس طرح اپنے جسم پر ڈال لے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تو اسے کافی ہے۔

ع مصنف عبد الرزاق لے ہدایہ نہایہ جلد ششم ص۲۳۳-۲۳۵ اکمال حاشیہ اکمال۔

حدیث۔ لقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الفجر (۲۵۷)

اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا، قَالَتْ لَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ الْفَجْرَ فَشَھِدَ مَعَہٗ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ

پڑھتے اور مومن عورتیں بھی حضور کے ساتھ حاضر ہوتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوتیں۔ نماز سے

غایت باب امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ چونکہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے ماسوا عورت کا پورا جسم عورت ہے۔ تو کیا عورت کے لئے نماز صحیح ہونے کے واسطے کچھ کپڑوں کی تعداد ضروری ہے یا صرف پورے جسم کا چھپ جانا ہی کافی ہے۔ اگرچہ ایک ہی کپڑا ہو۔ حضرت عکرمہ کا قول ذکر کرکے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ کہ کپڑوں کی گنتی ضروری نہیں۔ جسم کا چھپ جانا کافی ہے۔ ایک کپڑے سے عورت کا پورا جسم ڈھک جائے تو نماز ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مطلوب ستر عورت تھا اور وہ حاصل ہو گیا۔

اس بارے میں علماء کے مذاہب مختلف ہیں۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی نے فرمایا۔ کہ کم از کم دو کپڑا ضروری ہے۔ کرتا اور اوڑھنی۔ امام عطاء نے فرمایا تین ضروری ہیں۔ دو یہ اور ایک تہبند۔ امام ابن سیرین نے فرمایا چار چاہیئے تین یہ اور ایک بڑی چادر۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ دو یا تین یا چار کی تحدید استحباب کے لئے ہے۔ یہ خادم تھوڑی تفصیل ضروری جانتا ہے۔ اگر وسعت ہے تو عورت عادۃً جتنے کپڑے پہنتی ہے اتنے پہن کر نماز پڑھے۔ اور اگر وسعت نہیں تو ایک میں بھی نماز ہو جائے گی۔ جبکہ اس سے بدن چھپ جائے بلکہ بدرجہ مجبوری اس قید کی بھی حاجت نہیں۔ جیسا کہ مردوں کا حکم ہے۔

تشریحات (۲۵۷)

مطابقت یہاں باب ہے۔ کتنے کپڑوں میں عورت نماز پڑھے۔ اس حدیث سے باب کا اثبات ظاہر حال اور اس زمانے کی عادت کے اعتبار سے ہے کہ اگر یہ عورتیں پورے کپڑے پہنے ہوتیں تو اس طرح چادروں میں لپٹی نہ رہتیں۔ مایعرفھن احدٌ مراد یہ ہے کہ چادریں لپیٹے رہنے کی وجہ سے کوئی یہ نہیں پہچان سکتا تھا۔ کہ یہ کون عورت ہے۔

فجر کا وقت مستحب اس روایت کے علاوہ خود بخاری میں بھی اور دوسری کتابوں میں۔ من الغلس۔ یا بالغلس۔ کا اضافہ ہے۔ غلس۔ اخیر رات کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ اس سے امام مالک امام شافعی امام احمد نے یہ استدلال کیا کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ ہمارے یہاں اسفار یعنی جب اجالا ہو جائے اس وقت

مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ ؎

فارغ ہوکر اپنے گھروں کو لوٹتیں انھیں کوئی پہچان نہیں پاتا۔

حدیث ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلی فی خمیصة لها اعلام (۲۵۸)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں

فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوا

نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپ کی ایک نظر اس کے نقوش پر پڑی۔ جب نماز سے

بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي

فارغ ہوئے تو فرمایا میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لیجاؤ اور ابوجہم کی انبجانیہ لاؤ۔

پڑھنا مستحب ہے۔ یعنی اتنی تاخیر کہ بقدر مسنون قرأت کی جائے بطریق مسنون نماز ادا کی جائے۔ اور فراغت کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں کوئی نقص ظاہر ہو تو دوبارہ قرأت مسنونہ کے ساتھ بطریق مسنون پڑھی جا سکے۔

تشریحات (۲۵۸)

تکمیل یہ شامی چادر تھی۔ جسے حضرت ابوجہم نے نذر کی تھی۔ اسی لئے اسے واپس کردیا اور اس لئے کہ ان کی دلشکنی نہ ہو۔ انبجانیہ منگالیا۔ جیساکہ موطا امام مالک میں ہے۔ خمیصة۔ کا مادہ خمص ہے جس کے معنی پیٹ کا دبلا ہونا ہے۔ پتلی ریشمی یا اونی کالی منقش چادر کو کہتے ہیں۔ انبجانیہ۔ غیر منقش سادے موٹے اون کے کمبل کو کہتے ہیں۔ انبجان ایک بستی ہے۔ جس کی طرف یہ منسوب ہے۔

ع۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب فی کم تصلی المرأۃ فی الثیاب ص۵۴۔ ایضا مواقیت باب وقت الفجر ص۸۲۔ ایضا جلد اول اذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ص۱۲۰ ایضا باب سرعۃ انصراف النساء من الصبح ص۱۲۰۔ مسلم جلد اول مساجد باب استحباب التبکیر بالصبح باول وقتہا ص۲۳۰۔ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب وقت الصبح ص۶۱۔ ترمذی جلد اول صلوۃ باب ماجاء فی التغلیس بالفجر ص۲۲۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب وقت التغلیس فی الحضر ص۹۴۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب الوقت الذی ینصرف فیہ النساء ص۲۰۔ ابن ماجہ صلوۃ باب وقت صلوۃ الفجر ص۴۹۔ موطا امام مالک وقوت الصلوۃ ص۳۔ مسند امام احمد۔

أَنِفًا عَنْ صَلٰوتِي۔ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

اس نے ابھی مجھے اپنی نماز سے غافل کردیا تھا۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے توسط سے حضرت

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نماز

أَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلٰوةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي [ع]

کی حالت میں اس کے نقوش دیکھنے لگا۔ تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے فتنے میں نہ ڈال دے۔

مسائل (۱) منقش پھولدار کپڑے پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ (۲) تھوڑی بے توجہی سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ (۳) جو چیز بھی حضور قلب میں حارج ہو اس سے نماز میں بچنا افضل ہے۔ **قال ھشام** علامہ کرمانی نے فرمایا۔ ہوسکتا ہے کہ سند میں مذکور، ابن شہاب پر عطف ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم بن سعد نے یہ حدیث دو صاحبوں سے سنی ہے۔ ایک ابن شہاب سے دوسرے ہشام بن عروہ سے اس تقدیر پر یہ حدیث مسند ہوگی۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ تعلیق ہو۔

فانھا الھتنی آنفا عن الصلوۃ اس سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ مجھے غافل کردیتی۔ اسی کے افادے کیلئے امام بخاری، ہشام۔ والی روایت لائے ہیں جس میں یہ تصریح ہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے فتنے میں نہ ڈال دے۔ مطلب یہ ہوا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے نقش و نگار مجھے اس استغراق اور شہود سے جو نماز میں میری شان کے لائق ہے۔ ہٹا نہ دیں۔ یعنی حضور اس عالم سے نیچے نہیں آئے۔ اس کا صرف اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ خوبصورت نقش و نگار کی جانب انسانی رجحان فطری ہے۔ حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہ، تیسیر القاری میں فرماتے ہیں۔ کہ حضور کے درجات غیر متناہی ہیں۔ وہ مرتبہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اگر بالفرض اس سے کچھ تنزل بھی ہوجائے پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر رہیں گے کہ دوسرے مقربین ہزار کوشش وفنا کے بعد بھی وہاں تک رسائی نہیں کرسکتے مگر حضور نے یہ بھی پسند نہ فرمایا۔ کہ اس اپنے مخصوص درجے سے بھی تنزل فرمائیں۔

ع۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام فنظر الی اعلامہا ص۵۴۔ بخاری جلد اول اذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوۃ ص۱۰۳۔ جلد ثانی لباس باب الاکیسۃ والخمائص ص۸۶۲۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب کراھیتہ فی ثوب لہ اعلام ص۲۰۸۔
ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب النظر فی الصلوۃ ص۱۳۲۔ ابوداؤد جلد ثانی لباس باب الرخصۃ فی العلم و خط الحریر ص۲۰۵
نسائی جلد اول قبلہ باب الرخصۃ فی الصلوۃ فی قمیص لہا اعلام ص۱۲۵۔ ابن ماجہ لباس باب لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۶۲
موطا امام مالک صلوۃ باب النظر فی الصلوۃ الی ما یشغلک ص۳۶۔ مسند امام احمد

حدیث ۔ کان قرام لعائشۃ سترت بہ جانب بیتھا (۲۵۹)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ کَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَۃَ، سَتَرَتْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک (تصویردار) پردہ تھا۔ جسے

بِہٖ جَانِبَ بَیْتِھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمِیْطِیْ

انھوں نے گھر کے ایک گوشے میں لگالیا تھا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ان سے)

اس لئے یہ چادر واپس کردی ۔۔ شیخ الاسلام نبیرہ حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہٗ نے فرمایا۔ یہ امت کی تعلیم کیلئے تھا اور یہی اس خادم کے نزدیک بھی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت شارع کی بھی تھی۔ رہ گئی یہ بات کہ جب اپنے لئے نہیں پسند فرمایا تو حضرت ابوجہم کو کیوں دیا۔ گزرچکا کہ یہ انھیں کی نذر تھی اس لئے انھیں عطا فرمائی یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت ابوجہم اسے استعمال ہی کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے صرف میں لائے ہوں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی چشمان مبارک سفید ہوگئی تھیں اس لئے انھیں اندیشہ مذکور نہ تھا۔

تشریحات (۲۵۹)

قرام باریک رنگین اونی پردے کو کہتے ہیں۔ نسائی میں[1] ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے اس پردے کو روشندان پر لٹکا دیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس روشندان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ دیوار قبلہ میں تھا، مجھ سے فرمایا اے عائشہ اسے ہٹادے میں نے اسے اتار دیا اور اس کے تکیے بنادے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس پر میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تصویر اگر اہانت کی جگہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اتنی چھوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھی ہو تو کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دیتی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اس تصویر کا رکھنا حرام ہے۔ جو اتنی بڑی ہو کہ کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل دکھائی دیتی ہو اور اہانت کی جگہ نہ ہو۔ مثلاً دیوار میں ٹنگی ہو ۔۔ اہانت کی جگہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً فرش پر ہے کہ پاؤں سے روندی جائیگی اس پر بیٹھا جائے گا یا تکیے میں ہے کہ اس پر ٹیک لگایا جائے گا ۔۔ اس کی دلیل نسائی کی یہ حدیث ہے۔ رہ گیا تصویر کا بنانا وہ بلاشبہ حرام ہے خواہ ہاتھ سے بنائیں یا کیمرہ وغیرہ مشینوں سے۔ تفصیل اپنی جگہ آئے گی۔

---

[1] نسائی جلد ثانی تصاویر ص ۲۹۸

عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ عہ

فرمایا۔ ہمارے سامنے سے اپنا پردہ ہٹالو۔ اس لئے کہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہیں۔

حدیث ۔ صلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى فروج حرير فنزعه (۲۶۰)

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔ قَالَ اُهْدِىَ اِلَى النَّبِىِّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسا ریشمی

مناسبت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے ـــ ان صلے فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ينهى عن ذلك ـــ اگر ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں صلیب یا تصویر ہو توکیا نماز فاسد ہوجائے گی اور اس سے ممانعت کا بیان ـ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کپڑا انہیں پہنے تھے جس میں تصویریں تھیں بلکہ حضور کے سامنے جو پردہ تھا اس میں تصویریں تھیں ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے اگر تصویر ہو وہاں نماز پڑھنا منع ہے ۔ مناسبت یہ ہے کہ جب ایسے پردے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا منع ہے تو اگر کپڑے پر تصویریں ہوں تو بدرجہ اولی ممانعت ہوگی ۔ صلیب اور تصویر میں وجہ اشتراک یہ ہے ـــ صلیب کی بھی پوجا ہوتی ہے اور تصویر کی بھی ۔ اس لئے جیسے وہ کپڑا پہن کر نماز ممنوع ہے جس پر تصویریں بنی ہوں اوسیطرح وہ کپڑا بھی پہن کر نماز ممنوع ہے جس پر صلیب بنی ہو ۔ نیز جب اس کے ہٹائے جانے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ ایسے کپڑوں کا استعمال مطلقا منع ہے ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر نمازی کے آگے ایسی چیز ہو جس سے حضور قلب میں خلل کا اندیشہ ہو تو وہاں نماز ممنوع ہے ۔ اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ قبلے کی دیوار میں نقش ونگار بنانا ممنوع اور اسی کے حکم میں مقامات مقدسہ کے نقشے بھی ہیں ۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا کہ قیام کی حالت میں نظر موضع سجود پر رکھنی چاہئے ۔

تشریحات (۲۶۰)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مشہور صحابی ہیں ۔ عالم قاری اور فرائض کے ماہر نہایت ہی فصیح و بلیغ شاعر کاتب بزرگ تھے ۔ اپنے ہاتھ سے ایک مصحف انھوں نے بھی لکھا تھا ۔ یہ

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ينهى عنه ص۵۴ ۔

بخاری جلد ثانی لباس باب کراهية الصلوة فى التصاوير ص۸۸۱

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِیْرٍ فَلَبِسَہٗ فَصَلّٰی فِیْہِ ثُمَّ انْصَرَفَ

قبا نذر کیا گیا جس کا چاک پشت پر تھا حضور نے اسے پہنا اور اس میں نماز پڑھی پھر جب نماز سے فارغ

خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اسے چھوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بیعت کرلی۔ شام کے معرکوں میں شریک رہے۔ دمشق کے فتح کی خوشخبری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لائے تھے۔ واقعہ صفین میں حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ بعد میں حضرت معاویہ نے انھیں مصر کی ولایت مطلقہ تفویض کی۔ یہاں تک کہ امور مذہبی اور وصولی خراج دونوں انکے سپرد کردئے پھر ۴۴ھ میں انھیں معزول کردیا۔ ۵۸ھ میں وصال، مصر ہی میں ہوا۔ ان سے پچپن احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری نے آٹھ لی ہیں۔

فَرُّوج حریر یہاں روایت دو طرح ہے اضافت کیساتھ فَرُّوْجُ حَرِیْرٍ۔ اور صفت کے ساتھ فَرُّوْجٌ حَرِیْرٌ فروج کا مادہ فرج ہے یہ مصدر بھی ہے۔ کھولنے اور کشادہ کرنے کے معنی میں اور حاصل مصدر بھی، شگاف کے معنی میں۔ فروج۔ ایسی قبا کو کہتے ہیں جس کا چاک پیٹھ کی جانب ہو۔ ایسی قبا سب سے پہلے فرعون نے پہنی تھی[۱] یہ قبا، دومۃ الجندل کے رئیس، اکیدر بن مالک نے پیش کی تھی۔ جب غزوہ تبوک کے بعد حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گرفتار کرکے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے صلح کرلی تھی[۲]۔ دومۃ الجندل۔ شام اور عراق کا سرحدی مقام ہے۔ دمشق سے چھ منزل اور مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل ہے۔

تطبیق ریشمی کپڑا پہننا مردوں کو حرام ہے اور عورتوں کو جائز ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا، پھر فرمایا۔

ان ھذین حرام علی ذکور امتی وحل لاناثھم[۳] — یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کیلئے حلال۔

اور یہی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے۔

حرم لباس الحریر والذھب علی ذکور — ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام

---

۱ شرح تراجم للشاہ ولی اللہ دھلوی۔ ۲ نسائی جلد ثانی لباس باب لبس الدیباج المنسوج بالذھب ص۲۹۶۔ ۳ ابوداؤد جلد ثانی لباس باب فی الحریر للنساء ص۲۰۵ نسائی جلد ثانی لباس باب تحریم الذھب للرجال ص۲۸۳ ابن ماجہ لباس باب لبس الحریر والذھب للنساء ص۲۶۵

فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ عہ

ہوئے تو اسے جلدی سے اتار دیا جیسے اسے ناپسند فرماتے ہوں اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں۔

حدیث (۲۶۱) عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے بطحاء مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

امتی و احل لاناثهم لہ

کیا گیا اور عورتوں کے لئے حلال کیا گیا۔

رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنا۔ اور ناپسند فرما کر اتارا تو یہ ارشاد فرمایا کہ یہ متقیوں کے لائق نہیں۔ یہ اس پر محمول ہے۔ کہ اس وقت تک حرام نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ مسلم، میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، دیبا کی قبا میں نماز پڑھی۔ پھر اسے اتار دیا اور فرمایا ابھی جبریل نے مجھے اس سے منع کیا ہے۔

تصحیح مولانا کشمیری صاحب نے، فروج، کا ترجمہ،، کوٹ،، کیا ہے جبکہ تمام شارحین اور اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ فروج۔ اس قبا کو کہتے ہیں جس میں چاک پشت پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ المنجد کے ترجمے مصباح اللغات میں بھی یہی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ کوٹ آگے کی طرف کھلا رہتا ہے۔

اشکال وجواب اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروج کو ناپسند فرما کر اتار دیا۔ اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں۔ ابھی جو حضرت جابر کی حدیث بحوالہ مسلم گذری۔ اسمیں یہ ہے کہ مجھے جبریل نے ابھی اس سے منع کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں یا ایک۔ اگر دو ہیں تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے یہ پہلے کا ہے۔ جیسا کہ کشمیری صاحب کا خیال ہے۔ اب اشکال یہ ہیکہ جب ایکبار ریشمی کپڑا ناپسند فرما کر اتار دیا اور یہ فرمایا کہ یہ متقیوں یعنی ان مسلمانوں کے لائق نہیں جو گناہ سے بچتے ہیں تو دوبارہ کیوں پہنا۔ اس لئے کہ یہ ارشاد اس کی حرمت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گناہ سے بچنے والوں کے لائق کیوں نہیں۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ گناہ ہے اس لئے اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث ام المومنین اور مسلم کی حدیث جابر دونوں میں مذکور ایک ہی واقعہ ہے۔ مضامین میں اجمال و تفصیل ہے۔

تشریحات (۲۶۱)

تکمیل: اسی بخاری باب سترة الامام سترة من خلفه، میں ہے۔ یہ مکہ کے بیرونی حصہ بطحاء میں پیش آیا

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب من صلی فی فروج حریر ثم نزعه ص۵۴۔ بخاری جلد ثانی لباس باب القباء و فروج حریر ص۸۶۶۔ مسلم جلد ثانی لباس باب تحریم اناء الذهب والفضة ص۱۹۲۔ نسائی جلد اول قبلہ باب الصلوۃ فی الحریر ص۲۵۔ مسند امام احمد لہ ترمذی جلد اول لباس باب ص۳۰۔ نسائی جلد ثانی لباس باب تحریم الذهب للرجال ص۲۴۳ ۔ مسلم بطحاء

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَّرَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ
علیہ وسلم کو سرخ گول خیمے میں دیکھا۔ اور یہ دیکھا کہ بلال نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا
وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ
پانی لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں۔ اس پانی سے اگر
ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا
کسی کو کچھ مل جاتا تو اسے اپنے منہ پر ملتا اور جسے کچھ نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھ والے

تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر دو رکعت پڑھی۔ یعنی ظہر کے اخیر وقت میں ظہر اور عصر کے اول وقت میں عصر۔ اور۔ باب الصلوۃ الی العنزۃ۔ میں ہے کہ یہ واقعہ ہاجرہ یعنی دوپہر بعد ہوا تھا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہی تو اذان میں (دائیں بائیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کے وقت) گھومے تھے اور اپنے کانوں میں انگلیاں کرلی تھیں۔

باب کا فائدہ بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سرخ رنگ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔ مثلاً ابوداؤد[1] اور ترمذی[2] میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک شخص سرخ کپڑے پہنے ہوئے گذرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر حضور نے جواب نہ دیا۔ ابوداؤد[3] میں ہے کہ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہماری سواریوں اور اونٹوں پر ایسی چادریں ہیں جن کے دھاگے سرخ اون کے ہیں۔ اس پر فرمایا۔ کیا میں یہ نہیں دیکھتا کہ سرخ رنگ تم پر چھا گیا ہے۔ ہم نے حضور کے اس ارشاد کی وجہ سے اتنی تیزی سے ان چادروں کو اتارا کہ کچھ اونٹ بھڑک گئے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سرخ رنگ کے کپڑے ممنوع ہیں امام بخاری کا مذہب غالباً یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ جن کپڑوں کا استعمال جائز نہیں۔ انھیں پہن کر نماز مکروہ ہوتی ہے۔ یہی بتانے کیلئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ الصلوۃ فی الثوب الاحمر۔ سرخ کپڑے میں نماز کا بیان۔ اس کے ثبوت کیلئے جو حدیث لائے ہیں اس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرخ پوشاک پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ اس سے جواز ثابت ہوگیا۔ ہمارے یہاں اس مسئلے میں تفصیل ہے۔ کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے منع فرمایا۔ بخاری میں ہے کہ حضرت

---

[1] جلد ثانی۔ لباس باب فی الحمرۃ ص۲۰۹ [2] جلد ثانی ادب باب ماجاء فی لبس المعصفر ص۱۰۶ [3] لباس باب فی الحمرۃ ص۲۰۸۔

اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَةً لَهٗ فَرَكَزَهَا

کے ہاتھ کی تری لے لیتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بلال چھوٹا نیزہ لائے اور اسے گاڑا اور رسول اللہ

وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى اِلَى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ جوڑا پہنے تہبند اٹھائے برآمد ہوئے اس نیزے کی طرف

الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ[عه]

منہ کرکے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور میں نے انسانوں اور چوپایوں کو دیکھا کہ اس نیزے کے آگے سے گذرتے تھے

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد زعفران سے رنگے۔ دوسری کسی چیز سے اگر کپڑا سرخ رنگا گیا ہے اور شوخ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ نہیں۔ ناپسند ہونا ان احادیث سے ثابت ہوا جو ہم نے ابوداؤد اور ترمذی کی نقل کیں۔ اور اس باب میں امام بخاری جو حدیث لائے اس سے بلا کراہت جواز ثابت ہوتا ہے دونوں میں تطبیق کی ایک صورت یہی ہے کہ ناپسندیدگی شوخ سرخ رنگ سے تھی اور جو حلہ زیب تن فرمایا یہ ہلکے سرخ رنگ کا رہا ہوگا۔ بیان جواز کے لئے زیب تن فرما لیا۔ ویسے علامہ عینی وغیرہ احناف نے فرمایا۔ کہ یہ حلہ سرخ دھاری دار تھا اس کی زمین سفید تھی۔ جیسا کہ ابن عربی کی احکام القرآن میں تفصیل مذکور ہے۔

اَخَذَ وَضُوْءً اس سے مراد یہ ہے کہ وضو کے لئے پانی لائے۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ روایت ہے جسمیں اس کے بعد مذکور ہے۔ فتوضا۔ پھر حضور نے وضو فرمایا۔

ذٰلِكَ الْوَضُوْءِ اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضو فرماتے وقت گرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اولیائے عظام کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحراء میں نماز پڑھتے وقت سترہ گاڑ لینا چاہئے۔ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کا سترہ ہے۔ مقتدیوں کو اپنے اپنے آگے سترہ قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ سترہ کے آگے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب الطہارۃ میں گذر چکا ہے۔ سرخ کپڑے کی بحث کے لئے اس کو میں نے دوبارہ ذکر کیا۔

عه بخاری جلد اول صلوٰۃ باب فی الثوب الاحمر ص۵۳ ایضا وضوء باب استعمال فضل وضوء الناس ص۳۱۔ ایضا باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱۔ ایضا باب الصلوٰۃ الی العنزۃ ص۷۱۔ ایضا جلد ثانی لباس التشمر فی الثیاب ص۸۶۱۔ ایضا باب القبۃ الحمراء ص۸۶۱۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ المصلی ص۱۹۵-۶۔ ابوداؤد جلد اول باب مایستر المصلی ص۱۰۰۔ ترمذی جلد اول باب ماجاء فی ادخال الاصبع اذن عند الاذان ص۲۷۔ نسائی جلد اول قبلہ باب الصلوٰۃ فی الثیاب الحمر ص۱۲۵ ایضا جلد ثانی زینت۔ باب اتخاذ القباب الحمر ص۳۰۲۔ ابن ماجہ اذان۔ باب السنۃ فی الاذان ص۵۲۔

ت ۹۲ :- وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى الْجَمَدِ وَالْقَنَاطِيرِ وَإِنْ جَرَى

امام حسن بصری نے اس میں کوئی حرج نہیں جانا کہ جم کر برف ہوجانے والے پانی یا پلوں پر نماز پڑھی

تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ عه

اگرچہ ان کے نیچے یا اوپر یا آگے پیشاب (یا اور کوئی نجاست) بہ رہی ہو۔

ت ۹۳ :- وَصَلَّى أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام

بِصَلٰوةِ الْإِمَامِ عه۔

کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

ت ۹۴ :- وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الثَّلْجِ سه

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے برف پر نماز پڑھی۔

تشریح ۹۲-۹۳-۹۴ :- ثَلْج ۔ اس برف کو کہتے ہیں جو فضا سے گرتی ہے ۔ اگر یہ جم کر اتنی سخت ہوگئی ہے کہ سجدہ کرنے میں پیشانی اس پر ٹک جائے تو اس پر نماز صحیح ہے ۔ اور اگر اتنی سخت نہیں ہے ، تو جائز نہیں ۔ یہی حکم گدے قالین وغیرہ کا بھی ہے ۔

تشریحات ۲۶۲ :

إِلَى فُلَانَةَ ۔ یہ علم سے کنایہ ہے اس وجہ سے کہ یہ علمیت اور تانیث کیوجہ سے غیر منصرف ہے ۔ ان کا نام کیا تھا ۔ اس کی یقینی طور پر تعیین نہیں ہوسکی ۔ علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ ان کا نام عائشہ تھا ۔ جیسا کہ طبرانی کی معجم اوسط میں ہے ۔ جس بڑھئی نے بنایا تھا ان کا نام کسی نے ، قبیصہ مخزومی کسی نے میمون ، کسی نے صلاح کسی نے مینا ، کسی نے یاقوم بتایا ۔

مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ۔ کتاب الصلوٰۃ میں ہے من أثل الغابة ۔ طرفاء اور اثل ۔ دونوں ، جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں ۔ جیسا کہ خطابی نے کہا ۔ ابن سیدہ نے کہا کہ اثل ، طرفاء کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے بڑا ہوتا ہے ۔

عه بخاری جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب ص۵۴ عه ایضا ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور ۔
سه بخاری جلد اول باب الصلوٰۃ فی السطوح ص۵۵ ۔

حدیث ۲۶۲ صفۃ منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حَدَّثَنَا اَبُوحَازِمِ بْنِ دِیْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِیَّ

ابو حازم بن دینار نے یہ حدیث بیان کی ۔ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں

وَقَدِ امْتَرَوْا فِی الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُہٗ ، فَسَأَلُوْہُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ

حاضر ہوئے ان لوگوں کو یہ یقین سے معلوم نہیں تھا کہ منبر اقدس کس لکڑی کا تھا ۔ ان لوگوں نے حضرت سہل

لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَأَیْتُهٗ اَوَّلَ یَوْمٍ وُضِعَ وَاَوَّلَ یَوْمٍ جَلَسَ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سے اس کے بارے میں دریافت کیا ۔ اس پر انھوں نے فرمایا ۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی کا تھا ۔ اور

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ

میں نے اسے اسی دن دیکھا تھا جس دن رکھا گیا تھا ۔ اور جس دن رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے

سَلَّمَ اِلٰی فُلَانَةَ امْرَأَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا ، سَهْلٌ ، مُرِیْ

اس پر بیٹھے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت فلانہ کے پاس کہلایا ۔ حضرت سہل

غابہ ، مدینۂ طیبہ سے نو میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے ۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹ چرتے تھے ۔ عُکَل وعُرَینہ نے ڈاکہ ڈالا تھا ۔ یاقوت نے کہا یہ مدینہ سے چار میل دوری پر ہے ۔ زمخشری نے ایک برید کا فاصلہ بتایا ۔ ان سب میں تنافی نہیں ۔ مدینے سے اس کا ابتدائی حصہ کہیں چار میل کہیں ایک برید اور انتہائی حصہ نو میل ہے ۔ غابہ کے معنی جھاؤ کے بھی ہیں ۔ اس منبر کی تین سیڑھیاں تھیں[۵] اور ایک تراح بیٹھنے کے لئے تھا[۶] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے اونچے والے درجے پر قیام فرماتے ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے درجے اور حضرت فاروق اعظم سب سے نیچے والے تیسرے پر ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اب کوئی درجہ ہی نہ رہا تو اوپر والے درجہ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جب لوگوں نے دریافت کیا ، ایسا کیوں کیا ؟ تو فرمایا ۔ اگر دوسرے پر کھڑا ہوتا تو لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں ۔ تیسرے پر کھڑا ہوتا تو حضرت فاروق کے ساتھ برابری کا وہم ہوتا ، اس لئے وہاں کھڑا ہوا جہاں برابری کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہو سکتا ۔

فائدۂ باب :۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے "چھتوں اور منبر پر نماز کا بیان" اس کی ضرورت یہ پڑی کہ حدیث ، گذر چکی ۔ کہ فرمایا ۔ زمین میرے لئے ، مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہے ۔ اور چھت ، منبر ، تخت وغیرہ زمین نہیں ۔

---

[۵] مسلم ، ابن ماجہ ۔ مسند امام احمد [۶] رد المحتار جلد اول جمعہ ۵۵۲ ۔ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۔

غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَعْمَلَ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ

نے ان کا نام لیا تھا۔ کہ اپنے غلام کو جو بڑھئی ہے یہ حکم دے کہ میرے لئے ایسی لکڑیاں بنادے کہ جب مجھے لوگوں سے

فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ

کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھوں۔ ان عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ اس نے "غابہ کے جھاؤ" سے بنایا اور اسے لایا۔ ان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا

عورت نے منبر رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجدیا۔ حضور نے حکم دیا منبر یہاں رکھا گیا۔ اسکے بعد

ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلّٰى

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ اس پر نماز پڑھی۔ اسی پر

تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان پر نماز درست نہ ہو۔ اس کے ازالے کے لئے یہ باب قائم فرمایا ہے۔

مَسَائِل ۱۔ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہو، یہ جائز ہے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو کراہت بھی نہیں۔ مثلاً یہاں امت کی تعلیم مقصود تھی۔ بلا ضرورت مکروہ ہے۔ مگر میرا وجدان کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا یہ فعل، خصائص میں سے تھا۔ حضرات خلفائے راشدین کو بار بار تعلیم کی ضرورت پیش آئی مگر کبھی یہ منقول نہیں کہ ان حضرات نے منبر یا کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہو اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ ۲۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۳۔ عمل قلیل مفسد نماز نہیں۔ ۴۔ علماء، مشائخ کا اونچی جگہ بیٹھنا جائز ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام احمد نے علی بن مدینی سے فرمایا آپ کی روایت کردہ اس حدیث سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم، بلندی یعنی منبر پر تھے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ ہو۔ علی بن مدینی نے فرمایا۔ کیا آپ نے، سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ ان سے اکثر اس بارے میں سوالات ہوتے اور وہ یہی حدیث بیان کرتے۔ امام احمد نے فرمایا۔ نہیں۔ یعنی یہ حدیث پوری نہیں سنی ہے۔ میں نے پوری کی قید اس لئے لگائی کہ مسند امام احمد میں اس حدیث کا جز سفیان بن عیینہ ہی سے اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ بس اتنا۔ قال سھل کان المنبر من اثل الغابۃ۔

تشریحات ۲۶۳ :

فجحشت :۔ علامہ خطابی نے فرمایا۔ کہ جحش کے معنی کھال چھل جانے کے ہیں۔ لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ چوٹ بھی آئی تھی۔ اور تکلیف بھی تھی۔ جسکی وجہ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکے۔ امام احمد نے حضرت انس ہی سے سند مجھ کے ساتھ یہ روایت کی۔ انفکت قدمہ۔ قدم پاک اکھڑ گیا۔ اور یہی اسماعیلی کے یہاں، البشر بن المفضل

عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ

تشریف رکھتے ہوئے تکبیر پڑھی پھر اسی پر رہتے ہوئے رکوع فرمایا پھر الٹے قدم پھر کر منبر کی جڑ میں سجدہ کیا۔ پھر

ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ۔ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ

منبر پر تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہو چکے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! یہ میں نے

هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلٰوتِي ؎

اس لئے کیا ہے تاکہ تم لوگ میری اتباع کرو اور میری نماز سیکھ لو۔

حدیث ۲۶۳۔ فجلس في مشربة له۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے

عن حمید بھی ہے۔ بلکہ بخاری باب اذا رأیتم الهلال فصوموا۔ میں بھی ہے۔ دونوں روایتوں کو جمع کرنے سے حاصل یہ نکلا کہ شدید خراش بھی آئی تھی۔ اور پاؤں بھی اکھڑ گیا تھا۔ یہاں شک راوی ہے کہ یہ خراش پنڈلی میں تھی یا شانے میں۔ مگر دوسری روایتوں میں شقہ الایمن ہے، یعنی داہنی کروٹ میں۔ یہ پنڈلی اور شانہ دونوں کو شامل ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ اشمل ہے۔

یہ واقعہ کب ہوا تھا گھوڑے سے گر کر چوٹ لگنے کا واقعہ ۵ھ میں واقع ہوا۔ جیسا کہ عینی میں ہے۔ اور ابن حبان نے بھی لکھا ہے[۱] حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی ضرورت سے "غابہ" تشریف لے جا رہے تھے۔ کسی ناگہانی افتاد کی وجہ سے ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں گر پڑے[۲]۔ اور داہنا پاؤں اکھڑ گیا۔ اور داہنی جانب شدید خراش آئی۔ پنڈلی میں بھی اور شانے میں بھی۔

وآلی من نسائه ایلاء کا مادہ "الیۃ" ہے۔ اس کے معنی قسم کے ہیں۔ شریعت میں ایلاء اسے کہتے ہیں کہ کوئی یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینے

؎ بخاری جلد اول۔ جمعہ باب الخطبۃ علی المنبر ص۱۲۵ ایضاً صلوۃ۔ باب الصلوۃ علی السطوح والمنبر ص۵۵ ایضاً باب الاستعانۃ بالنجار والصناع فی اعواد المنبر ص۶۴ جلد ثانی ھبہ باب من استوھب من اصحابہ شیئاً ص۳۴۹ مسلم جلد اول مساجد باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلوۃ ص۲۰۶ ابوداؤد جلد اول جمعہ باب اتخاذ المنبر ص۱۵۵ نسائی جلد اول مساجد باب الصلوۃ علی المنبر ص۱۲۰ ابن ماجہ صلوۃ باب بدء شان المنبر ص۱۰۳۔ دارمی صلوۃ ص۲۰۵۔

[۱] فتح الباری جلد ثانی باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۱۴۹ [۲] ابن خزیمہ وابوداؤد۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِہٖ فَجُحِشَتْ سَاقُہٗ اَوْ کَتِفُہٗ وَآلٰی مِنْ نِسَائِہٖ

زمین آرہے۔ جس سے آپ کی پنڈلی یا کاندھا چھل گیا اور حضور نے قسم کھائی کہ ایک مہینے

یا اس سے زائد مدت تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا۔ یہاں حدیث میں اِیلاء سے فقہی معنی مراد نہیں۔ لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی صرف قسم کھانا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ ایک مہینے تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جاؤں گا۔ یہ قسم کس وجہ سے کھائی تھی اس کے مختلف اسباب، احادیث وکتب سیر میں مذکور ہیں۔ اس کی تفصیل کتاب النکاح میں آئے گی۔

یہ ایلاء کا واقعہ کب ہوا

اس حدیث کے ظاہر سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اس چوٹ لگنے اور ایلاء کا واقعہ ایک ہی ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ دھوکہ شبلی صاحب کو بھی ہو گیا[1]۔ چونکہ دونوں واقعے میں یہ دو بات مشترک ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایام میں بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے۔ اور یہ قیام ۲۹ دن رہا۔ اس لئے بعض رُواۃ نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دونوں ایک ہی واقعے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ دو الگ الگ واقعے ہیں اور الگ الگ سن میں رونما ہوئے۔ اس پر سب سے پہلے علامہ زیلعی کی نظر گئی۔ اس پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔ اس چوٹ کا واقعہ ۵ھ میں پیش آیا۔ اور واقعہ ایلاء ۹ھ میں۔ اس چوٹ والے واقعے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاخانہ سے نیچے تشریف نہیں لاتے تھے۔ نیچے تشریف لانا تو بہت دور ہے، ابتداء میں کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ بالاخانہ ہی پر نمازیں ادا فرماتے وہ بھی بیٹھ کر۔ صحابہ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ صحابہ کرام ازواج مطہرات میں کسی بےچینی کا کوئی ذکر نہیں۔ برخلاف واقعہ ایلاء کے، اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاخانہ سے نیچے اترتے، مسجد میں آکر نمازیں پڑھتے۔ دن میں ایک کنوئیں میں تشریف لیجاتے جسمیں ایک پیلو کا درخت تھا، اس کے سائے میں آرام فرماتے۔ صحابہ کرام میں شدید اضطراب تھا۔ ازواج مطہرات کا سکون رخصت تھا۔ آگے حدیث ایلاء کتاب النکاح میں مفصل آئیگی۔ جسمیں یہ ہے کہ حضرت عمر کے دوست نے ان سے کہا۔ ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے غسان کے حملے سے بھی بڑھ کر۔ حضرت عمر نے فجر کی نماز حضور کے پیچھے پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور بالاخانے پر تشریف لیگئے۔ صحابہ کرام مسجد میں بیٹھے رو رہے تھے۔ ازواج مطہرات الگ رو رہی تھیں۔ دروازے پر دربان تھا، کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت عمر کو بھی بمشکل اجازت ملی۔

فتح الباری میں ہے۔ کہ واقعہ ایلاء میں رات کے وقت بالاخانہ پر تشریف رکھتے اور دن میں قریب ہی کے ایک کنوئیں میں پیلو کے درخت کے نیچے تنہا قیلولہ فرماتے۔ اور یہی وفاء الوفاء میں بھی ہے۔ ان سب سے ظاہر ہو گیا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔

اس چوٹ کے وقت جب کہ حضور بالاخانے سے نیچے اترتے نہ تھے تو مسجد نبوی میں ان دنوں نماز کس نے پڑھائی، یہ اب تک کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۵۵۱۔

شَهْراً فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ ۔ فَأَتَاهُ

تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے اسکے بعد اپنے ایک بالاخانے میں قیام فرمایا جسکے زینے کھجور کی لکڑی کے تھے

أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِساً وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ

خدمت اقدس میں صحابۂ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے انہیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی اور صحابہ کھڑے تھے

ان صلی قائما فصلوا قیاما — بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے۔ واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا[1] اور جب امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ حالانکہ ہمارا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر کسی عذر کیوجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، تو مقتدی بیٹھیں گے نہیں کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ اس کا جواب خود امام بخاری نے یہ دیا ہے۔ کہ حمیدی نے کہا، کہ یہ ارشاد پہلے کا ہے۔ یعنی اس واقعے کے وقت ۵ھ کا اور مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور تمام صحابۂ کرام کھڑے تھے۔ اس وقت حضور نے صحابہ کو کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا۔ اور اعتبار آخر فالآخر کا ہوتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مرض وصال والی حدیث میں اضطراب ہے۔ بعض میں یہ ہے کہ امام حضرت صدیق اکبر تھے۔ اور حضور مقتدی۔ جیسا کہ ترمذی اور نسائی میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ نیز نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ اس لئے اس حدیث سے نسخ نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب علامہ عینی نے امام بیہقی سے یہ نقل کیا، کہ مرض وصال میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنانے کے بعد دوبار مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ پہلی بار سہ شنبہ یا اتوار کو نماز ظہر میں۔ اس میں حضور امام تھے اور حضرت صدیق سمیت تمام صحابہ مقتدی دوسری بار ٹھیک وصال کے روز دوشنبہ کے دن نماز فجر میں جبکہ ایک رکعت ہو چکی تھی دوسری رکعت میں شامل ہوئے۔ اس میں حضرت صدیق امام تھے اور حضور مقتدی۔ رہ گئی وہ روایت کہ یوم وصال پردہ اٹھا کر لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور پردہ چھوڑ دیا۔ یہ پہلی رکعت میں ہوا۔ بعد میں افاقہ اور کچھ طاقت محسوس ہوئی تو مسجد میں تشریف لائے اور دوسری رکعت میں شریک ہو گئے[4] علاوہ ازیں سقوط عن الفرس والی حدیث بھی اضطراب سے خالی نہیں۔ بخاری اور مسلم[5] دونوں میں ایک روایت یہ ہے فصلی بنا قاعدا فصلینا وراءہ قعودا۔ حضور نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی ہم لوگوں نے حضور کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

اقول باللہ التوفیق۔ یہ نماز فرض تھی جب تو ان ابحاث کی گنجائش ہے جو شارحین نے یہاں شرح و بسط کے ساتھ تحریر کی ہیں۔ اور اگر نفل تھی تو پھر بحث ہی ختم ہے۔ علامہ قرطبی کی رائے ہے کہ یہ نماز فرض تھی۔ علامہ ابن حجر کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ ایک روایت میں یہ ہے فحضرت الصلوٰۃ۔ اس کا صریح مفہوم یہ ہے

---

[1] بخاری جلد اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۹۶-۹۵ [2] جلد رابع باب الصلوٰۃ علی السطوح ص ۱۰۶ [3] موسیٰ بن عقبہ فی المغازی [3] اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۹۶ [4] جلد اول صلوٰۃ باب ائتمام المأموم الامام ص ۱۷۶ [5] فتح الباری جلد ثانی اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۱۵۱

قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا

سلام پھیرنے کے بعد حضور نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اسکی اقتداء کرو۔ جب تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو اور جب رکوع

رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِنْ صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَنَزَلَ لِتِسْعٍ

کرے تو رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھو اور حضور انتیس

وَعِشْرِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ اٰلَیْتَ شَهْرًا، فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ ۵ع

دن پر نیچے اترے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایک مہینے کیلئے قسم کھائی تھی۔ فرمایا یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔

کہ لوگ نماز کے لئے اکٹھے ہو گئے اور جماعت کا وقت ہو گیا۔ جسکی تعبیر ہمارے عرف میں یہ ہوتی ہے کہ جماعت تیار ہے۔ صحابہ کرام صرف فرض ہی کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔ اس لئے ثابت کہ یہ نماز فرض تھی۔ علاوہ ازیں ابو داؤد[۱] میں تصریح ہے کہ صحابہ کرام نے ان ایام میں دو بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک مرتبہ نفل اور دوبارہ فرض میں اقتدا کی۔ لیکن اس خادم کی نظر میں امام قاضی عیاض کا قول راجح ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔ کیونکہ ان ایام میں مسجد میں نماز ضرور ہوتی تھی۔ مسجد میں نماز پڑھنا صحابہ نے چھوڑ نہیں دیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام مسجد میں جماعت سے نماز فرض پڑھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہونگے۔ اور جب دیکھا کہ حضور نماز پڑھ رہے ہیں تو حصول برکت کے لئے بہ نیت نفل شریک ہو گئے۔ تو اگرچہ حضور فرض پڑھ رہے تھے مگر صحابہ کرام کی نماز نفل تھی۔ اور نفل قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔ اب حدیث کا مفاد یہ ہوا کہ جب امام کے پیچھے نفل پڑھو اور امام بیٹھا ہو تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ اور ہمارا دوسرے ائمہ سے جو اختلاف ہے وہ فرض کے بارے میں ہے۔ اسطرح دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ نسخ کے قول کی حاجت نہیں رہی۔

یہ نماز کون تھی

فیض الباری میں ادعا ہے کہ یہ نماز ظہر تھی۔ مگر اس پر کوئی سند نہیں پیش کی۔ اس لئے یہ محض ادعا ہی ادعا ہے۔ حضرت انس ہی کی ایک روایت میں فصلی بنا یومئذ، ہے۔ اس دن ہمیں نماز پڑھائی۔ علامہ ابن حجر[۲] نے اس سے استدلال فرمایا کہ یہ دن کی نماز تھی۔ خواہ ظہر ہو خواہ عصر۔ لیکن اگر نماز نفل تھی جیسا کہ اس خادم کا رجحان ہے۔ تو یہ استدلال تام نہیں۔

مرض وصال میں کتنی نمازیں مسجد میں پڑھیں

مرض وصال میں کتنی بار مسجد میں تشریف لا کر نمازیں پڑھیں؟ اس سلسلے میں علامہ عینی کی تحقیق گذری کہ دو بار۔ ایک مرتبہ ہفتہ یا اتوار کو نماز ظہر کے لئے۔ دوبارہ دو شنبہ کو نماز فجر میں۔ لیکن حدیث کے تمام طرق پر جب نظر دقیق ڈالی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ چار بار مسجد میں تشریف لائے۔ ایک تو جمعہ کے بعد ہفتہ کی رات میں عشا کی نماز کے وقت جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا۔ مسلم شریف[۳] میں ہے — فلما دخل فی الصلوٰۃ وجد من نفسہ خفۃ فقام یهادی بها الخ جب ابو بکر نے نماز شروع کر لی تو حضور نے اپنی طبیعت ہلکی پائی اور کھڑے ہو کر دو آدمیوں کے مابین، دوسری

---

[۱] جلد اول صلوٰۃ باب الامام یصلی من قعود ص ۸۹ — [۲] فتح الباری جلد ثانی اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۱۵۱

[۳] جلد اول صلوٰۃ باب استخلاف الامام ص ۱۹۰ — ع ۵ .... اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر آ رہا ہے۔

ت ۹۵ :- وَصَلّٰی جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبُوْسَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَۃِ قَائِمًا ع۵

حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی ۔

بار سنیچر یا اتوار کو نماز ظہر میں ۔ جیسا کہ گذر چکا ۔ تیسری بار دوشنبے کو نماز فجر میں ۔ جیسا کہ پہلے بھی اور ابھی عینی کے حوالے سے گذرا ۔ ان تینوں بار نماز میں شرکت فرمانے کی تصریح ہے ۔ چوتھی بار پیشانی اقدس پر پٹی باندھ کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے ۔ خطبہ دیا جیسا کہ بخاری ہی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے[۱] ۔ اس روایت میں صراحت کے ساتھ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی ۔ مگر قیاس یہی کہتا ہے کہ ایسے ہی وقت مسجد میں تشریف لائے ہوں گے کہ نماز کے لئے صحابہ کرام جمع رہے ہوں گے ۔ اس لئے اغلب یہ ہے کہ نماز بھی پڑھی ہوگی ۔ اس سے ان تمام روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی جن میں سہارا دینے والوں کے نام مختلف آئے ہیں ۔ جیسا کہ گذر چکا ۔

انما جعل الامام لیوتم بہ ہمارے یہاں اقتدا صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مساوی ہو یا اعلیٰ ، ادنیٰ نہ ہو ۔ اس لئے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے والا اقتدا کر سکتا ہے جیسا کہ ابھی ابو داؤد کی حدیث گذری کہ حضور فرض پڑھ رہے تھے اور صحابہ کرام نے حضور کے پیچھے نفل پڑھی ۔ مگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والا اقتدا نہیں کر سکتا ۔ اس لئے کہ ادون پر اعلیٰ کی بنا درست نہیں

تشریحات ۹۵-۹۶ :-

یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے ۔ باب الصلوٰۃ علی الحصیر ۔ چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان ــــ یہ باب قائم کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی ، کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا عفّر وجھک فی التراب ۔ اپنے چہرے کو دھول سے لتھیڑ [۲] اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اگر زمین اور نمازی کے مابین جنس زمین کے علاوہ کوئی چیز حائل ہو تو نماز درست نہ ہوگی ۔ باب قائم کر کے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا ۔ نماز صحیح ہونے کے لئے استقرار

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ع۵ بخاری جلد اول اذان باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص۹۵ ایضاً صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی السطوح والمنبر ص۵۵ ایضاً باب اذا کان بین الامام والقوم حائط ص۱۰۱ ایضاً باب یہوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۰ ایضاً باب تقصیر الصلوٰت باب صلوٰۃ القاعد ص۱۵۰ ایضاً صوم باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رایتم الہلال فصوموا ص۲۹۲ ایضاً مظالم باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ وغیر المشرفۃ ص۳۳۵ ۔ ع۳ ایضاً طلاق باب قولہ تعالیٰ للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر ص۷۹ ایضاً ایمان ونذور ۔ باب من حلف لا یدخل علی اہلہ شہرا ص۹۸۹ مسلم جلد اول باب ائتمام الماموم بالامام ص۱۷۶ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب الامام یصلی من قعود ص۸۸ ترمذی جلد اول صلوٰۃ ۔ باب اذا صلی الامام قعودا فصلوا قعودا ص۴۲ نسائی جلد اول امامۃ ۔ باب الائتمام بالامام یصلی قاعدا ص۱۳۳ ابن ماجہ باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص۸۸ موطا باب صلوٰۃ الامام وہو جالس ص۱۵ دارمی صلوٰۃ ۴۴ ۔ مسند امام احمد ۔

[۱] جلد اول علامات النبوۃ ص۵۱۳ ۔ ع۵ جلد اول باب الصلوٰۃ علی الحصیر ص۵۵ ابن ابی شیبہ ۔
[۲] ایضاً جلد ثانی نکاح باب قول اللہ تعالیٰ الرجال قوامون علی النساء ص۷۸۳

ت ۹۶ :- وَقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّيْ -

اور امام حسن بصری نے فرمایا (کشتی) میں کھڑے ہوکر -

عَلَی الارض شرط ہے اگرچہ نمازی اور زمین کے مابین کوئی چیز حائل ہو - جیسے چٹائی -

مطابقت دونوں اثر اور باب میں مطابقت یہ ہے - چٹائی کھجور کی تیلیوں یا کسی اور نباتات سے بنائی جاتی ہے - اور کشتی بھی لکڑی سے بنتی ہے - جب لکڑی کی کشتی پر نماز درست ہے ، حالانکہ کشتی اور زمین کے مابین پانی حائل ہے تو چٹائی پر بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی - کیونکہ یہ بھی لکڑی ہی کی جنس سے بنی ہے - اور اس کے اور زمین کے مابین کچھ حائل نہیں - **اقول** - کشتی پر نماز اس وقت جائز ہے کہ وہ بیچ دریا میں ہو ، اگر اتریں تو بھی پانی ہی ملے گا - یا کنارے ہے اور زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کنارے با آسانی اترنا ممکن ہے تو نماز نہ ہوگی - اس لئے کشتی پر چٹائی کا قیاس ، قیاس مع الفارق ہے - ان حضرات نے جو کشتی میں نماز پڑھی اس کا محمل یہی ہے کہ وہ کشتی بیچ دریا میں تھی - فرض و واجب اور ملحق بواجب سنت فجر کے لئے دو شرطیں ہیں - ایک استقرار علی الارض ، یعنی زمین پر ٹکا ہونا - دوسرے اتحاد مکان ، یعنی تمام ارکان ایک ہی جگہ ادا کئے جائیں - اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہوگئی نماز صحیح نہ ہوگی - مثلاً استقرار علی الارض نہیں تو اگرچہ مکان متحد ہو نماز نہ ہوگی - استقرار علی الارض ہے مگر مکان بدلتا رہتا ہے - تو بھی نماز نہ ہوگی - یہ اس وقت ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو - مثلاً درندے یا دشمن کا خوف - یا یہ کہ اگر سواری سے اترے تو بھی زمین نہ ملے - اور اگر موقع ایسا ہے کہ اترے اور آسانی سے زمین پر نماز پڑھ سکتا ہے تب بھی عذر نہیں - مثلاً کوئی ایسی گاڑی پر سوار ہے - اسکے چار پہیے ہیں دو آگے دو پیچھے یا تین ہیں دو آگے ایک پیچھے یا بالعکس - اب اگر یہ گاڑی کھڑی ہے ، چل نہیں رہی ہے تو اس پر نماز صحیح ہے - اس لئے کہ دونوں شرطیں یہاں پائی جا رہی ہیں - استقرار علی الارض بھی ، اتحاد مکان بھی - اور اگر چل رہی ہے تو صحیح نہیں - اس لئے کہ گاڑی مستقر علی الارض نہیں - یا گاڑی ایسی ہے کہ اگر اس کا جوا جانور کی گردن سے اتار دیا جائے تو گاڑی ٹکی نہ رہے تو ایسی گاڑی پر نماز درست نہیں - خواہ وہ کھڑی ہو خواہ چل رہی ہو - کھڑی ہونے کی صورت میں اس لئے کہ بالکلیہ استقرار علی الارض نہیں کہ اسکا جوا جانور کی گردن پر ہے جانور زمین کے تابع نہیں - دوسری صورت میں اس لئے کہ استقرار علی الارض قطعاً نہیں -

کوئی شخص کشتی پر سوار ہے یا بحری جہاز پر تو اس کی دو صورتیں ہیں - کشتی چل نہیں رہی ہے اور زمین پر ٹکی ہے ، تو اس پر نماز بلاشبہ درست - استقرار علی الارض بھی ہے اور اتحاد مکان بھی - کشتی چل رہی ہے اگرچہ زمین پر ٹکی ہے گھسٹتی ہوئی چلتی ہے - کشتی سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا آسان ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی - اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا - کشتی زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کھڑی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان بھی ہے تو بھی کشتی پر نماز صحیح نہیں - اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں - کشتی زمین سے ٹکی نہیں ہے اور چل رہی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان ہے یعنی کشتی اگر روک دی جائے تو با آسانی زمین پر اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بھی نماز درست نہیں ، اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں - کشتی بیچ دریا میں ہے کہ اگر روکی جائے تو بھی اترنے کے بعد زمین نہ ملے گی پانی ہی پانی ہے - اور پانی ڈو باؤ ہے اور یہ تیرنا نہیں جانتا تو کشتی پر نماز پڑھ لے اگرچہ کشتی زمین پر ٹکی نہ ہو اگرچہ چل رہی ہو - فتح القدیر[۵۵] اور شرح منیہ[۵۴] میں ہے -

[۱] جلد اول تعلیل سجدۃ التلاوۃ ص۱۳۴ اول کشوری ص۵۲ تعلیل والثالثۃ من الفرائض ص۲۷۶

قَائِمًا مَّالَمْ يَشُقَّ عَلَىٰ

نماز پڑھو اگر تمہارے ساتھیوں پر شاق

فی الایضاح فان کانت موقوفۃ فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما یجوز لانھا اذا استقرت علی الارض فحکمھا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویمکنہ الخروج لم یجز الصلوٰۃ فیھا لانھا اذا لم یستقر فھی کالدابۃ انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانھا حینئذ کالسریر (زاد فی الغنیۃ) وعلیٰ ھٰذا ینبغی ألّا تجوز الصلوٰۃ فیھا اذا کانت سائرۃ مع امکان الخروج الی البر وھٰذہ المسئلۃ الناس عنھا غافلون۔

ردالمحتار میں ہے ظاھر ما فی الھدایۃ وغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا — وصرح فی الایضاح بمنعہ فی الثانی حیث امکنہ الخروج الحاقالھا بالدابۃ (نھر) واختارہ فی المحیط والبدائع (بحر) وعزاہ فی الامداد ایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم بہ فی نور الایضاح وعلیٰ ھٰذا ینبغی ان لاتجوز الصلوٰۃ فیھا سائرۃ مع امکان الخروج الی البر، وھٰذہ المسئلۃ الناس عنھا غافلون [۱]،

تنویر الابصار میں اور الدر المختار میں ہے۔

ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوٰۃ علیھا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ واما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرھا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ

ایضاح میں ہے کشتی اگر کنارے کھڑی ہو اور وہ زمین پر ٹکی ہو اس پر نماز درست ہے اس لئے کہ وہ زمین پر ٹکی ہے تو اس کا حکم زمین کا ہے۔ اور اگر بندھی ہوئی ہے اور کشتی سے نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہیں اس لئے کہ جب وہ زمین پر ٹکی نہیں ہے تو چوپائے کے مثل ہے۔ اور جبکہ وہ زمین پر ٹکی ہو تو تخت کے مثل ہے ——— غنیہ میں زائد ہے۔ اس بنیاد پر کشتی اگر چل رہی ہو اور اس سے نکل کر خشکی پر آنا ممکن ہو تو کشتی میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں۔

ہدایہ وغیرہ کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کشتی اگر کھڑی ہو تو نماز مطلقا جائز ہے۔ یعنی زمین پر ٹکی ہو یا نہ ٹکی ہو۔ اور ایضاح میں یہ تصریح کی، کہ اگر زمین پر ٹکی نہ ہو تو جائز نہیں جبکہ خشکی پر نکلنا ممکن ہو۔ کشتی کو چوپائے کے حکم میں مانتے ہوئے (نہر) اسے بدائع اور محیط میں اختیار فرمایا (بحر) اسے امداد میں مجمع الروایات کی طرف منسوب کیا اس میں مصفی سے ہے۔ اس پر نور الایضاح میں جزم فرمایا۔ اس بنیاد پر کشتی اگر چل رہی ہو تو نماز جائز نہیں جبکہ خشکی پر نکلنا ممکن ہو۔ اس مسئلے سے لوگ غافل ہیں۔

اگر چوپائے پر کجاوہ کے ایک طرف نماز پڑھا اور وہ خود اتر سکتا ہے تو نماز نہ ہوگی جبکہ چوپایہ کھڑا ہو۔ مگر یہ کہ محمل کی لکڑیاں زمین پر ہوں۔ اس

[۱] جلد اول صلوٰۃ المریض ص۱۲ھ۔ نمانیہ۔

اَصْحَابُكَ تَدُوْرُ

نہ ہو - گھومتے رہو - اس کے

وذهاب الرفقاء وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز لو واقفة لتعليلهم بانها كالسرير هذا كله فى الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ايقافها للقبلة ان امكنه والافبقدر الامكان لئلا يختلف بسير المكان واما فى النفل فتجوز على المحمل والعجلة مطلقاً -

طرح کہ اس کے نیچے گاڑی گئی ہو گاڑی پر نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر گاڑی کا جوا چو پائے پر ہو تو عذر کی حالت میں صحیح ہے ورنہ نہیں۔ — اور بارش اور ایسا کیچڑ جس میں چہرہ دھنس جائے۔ اور ساتھیوں کا چلا جانا عذر ہے۔ اور اگر گاڑی کا جوا چو پائے پر نہیں تو نماز صحیح ہے۔ اگر گاڑی کھڑی ہو، اس لئے کہ یہ اب تخت کے مثل ہے۔ یہ حکم فرض اور واجب اور فجر کی سنت کا ہے۔ اگر قبلہ رخ کھڑی ہو جب۔ اگر ممکن ہو تو۔ ورنہ قبلہ رخ ہونا بقدر امکان ہے تاکہ جگہ نہ بدلے۔ نفل محمل اور گاڑی دونوں پر جائز ہے۔

رد المحتار میں ہے۔ والحاصل ان كلا من اتحاد المكان واستقبال القبلة شرط فى صلاة غير النافلة عند الامكان لا يسقط الا بعذر فلو امكنه ايقافها مستقبلا فعل[۲]

حاصل یہ ہے کہ نفل کے علاوہ اور نمازوں میں جگہ کا ایک ہونا اور قبلہ رو ہونا شرط ہے جبکہ ممکن ہو۔ عذر کی وجہ سے ساقط ہو سکتا ہے۔ اگر قبلہ رُخ کھڑا کرنا ممکن ہو تو ایسا ہی کرے۔

اسی میں غنیہ سے ہے۔

هذا بناء على ان اختلاف المكان مبطل ما لم يكن لاصلاحها[۳]

یہ حکم اس بنیاد پر ہے کہ جگہ بدلنا نماز کو باطل کرنے والا ہے۔ جبکہ نماز کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔

شامی میں بحر الرائق اور فتاویٰ ظہیریہ سے ہے۔

ان جذبته الدابة حتى ازالته عن موضع سجوده تفسد[۴]

اگر چوپائے نے کھینچ کر سجدہ کی جگہ سے ہٹا دیا تو نماز فاسد ہو گی۔

ان تمام ارشادات سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ سواری پر نماز صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ اتحاد مکان اور استقرار ارض۔ یعنی جہاں نماز شروع کی ہے وہیں پوری کرے۔ اور سواری پوری کی پوری زمین پر ٹکی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ چل رہی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ زمین کے علاوہ کسی ایسی چیز پر ہو جو زمین کے تابع نہ ہو، ہاں اگر یہ سواری ایسی جگہ ہو کہ اگر سواری سے باہر آئے تو بھی زمین نہ ملے یا ایسی زمین ملے کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو جیسے دلدل یا اتنی کیچڑ کہ سجدہ کرنے میں منہ کیچڑ میں دھنس جائے۔ تو ایسی صورت میں سواری پر نماز ہو جائے گی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک اور قاعدہ کلیہ ذہن نشین کر لیں۔ نماز کی شرائط و ارکان کی ادائیگی سے مانع اگر کوئی سماوی سبب ہو تو جس حال میں ہو نماز پڑھ لے اعادہ نہیں جیسے وہ بیمار جسے پانی نقصان کرتا ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔

---

[۱] علی ہامش رد المحتار آخر باب النوافل ص۴۷۶ نعمانیہ [۲] آخر باب النوافل ص۴۷۶ [۳] جلد اول مفسدات ص۴۲۲ [۴] مفسدات الصلوٰۃ ص۴۲۲ -

مَعَهَا وَ إِلَّا

ساتھ ورنہ

نماز ہوجائے گی۔ صحت کے بعد اعادہ نہیں۔ اور اگر یہ مانع بندوں کی طرف سے ہے تو بدرجہ مجبوری جتنی قدرت ہے اس کے مطابق نماز پڑھے۔ اور عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہے۔ مثلاً کسی کو قید کردیا گیا۔ اس کے لئے پانی نہیں وہ تیمم کرکے نماز پڑھے۔ اور جب پانی ملے اعادہ کرے۔ درمختار میں ہے۔

صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا

قیدی نے تیمم کرکے نماز پڑھی اگر شہر میں ہے تو لوٹائے ورنہ نہیں۔

اسی کے تحت شامی میں ہے

وعللوہ بان الغالب فی السفر عدم الماء فی الحلیة وهذا یشیر الی انه لوکان بحضرته یقرب منه ماء تجب الاعادة لتمحض کون المنع من العبد۔

فقہاء نے اس میں تفریق کی علت یہ بیان فرمائی کہ سفر میں غالب یہی ہے کہ پانی نہ ہو۔ حلیہ میں کہا کہ اگر سامنے یا قریب میں پانی ہو تو اعادہ واجب ہے اس لئے اب پانی پر قدرت نہ ہونا صرف بندے کی طرف سے ہے۔

اسی میں ہے۔ قوله ولا یعید فی سقوط الشرائط والارکان لعذر سماوی بخلاف مالوکان من قبل العبد [1]

اور اگر شرائط اور ارکان عذر سماوی کی وجہ سے ساقط ہوں تو نماز نہیں لوٹائے گا۔ بخلاف اس کے کہ جب بندے کی طرف سے ہو۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔

لزمه القضاء وان طالت لانه بصنع العباد کالنوم۔

اس پر قضاء لازم ہے کتنا ہی زمانہ گزر جائے۔ اس لئے کہ یہ بندوں کے فعل کی وجہ سے ہے۔

اسی کے تحت شامی میں ہے۔

وسقوط القضاء عرف بالاثر اذا حصل بآفة سماویة فلا یقاس علیه ماحصل بفعله [2]

حدیث سے قضاء کا ساقط ہونا اس وقت ثابت ہے کہ آفت سماوی سے ہو، اس پر خود اس کے فعل سے جو آفت آئے، اسے قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ریل وغیرہ میں نماز کا حکم

۱- ریل گاڑی، بس، اگر پلیٹ فارم پر یا کہیں کھڑی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے، اور اگر چل رہی ہے تو اس میں نماز درست نہیں۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضاء ہوجائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے۔ پھر اعادہ کرے۔ اس لئے کہ ٹرین سے اترنا بآسانی ممکن ہے اور اترے گا تو نماز پڑھنے کے لائق زمین ملے گی۔ مگر چلتی ٹرین سے اترنا ناممکن ہے۔ مگر یہ دشواری، سماوی نہیں۔ خود بندوں کی طرف سے ہے۔ اس لئے چلتی ٹرین میں جو نمازیں پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے۔

---

[1] جلد اول صلوۃ المریض ص۵۱۱
[2] ایضاً ص۵۱۲۔

فقاعدا

بیٹھ کر

ہوائی جہاز پر نماز کا حکم ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے۔ اس لئے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں، ہوا میں آئے گا۔ جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں۔ جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو، اگرچہ چل رہا ہے تو اس میں نماز درست ہے۔ اس لئے اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔

مسائل کشتی، ہوائی جہاز، ریل، بس، کسی بھی چلتی ہوئی سواری میں نماز پڑھے تو بھی استقبال قبلہ شرط ہے۔ افتتاح کے وقت بھی، اور درمیان میں بھی۔ جیسے قبلہ بدلتا جائے یہ اپنی نماز میں گھومتا جائے، جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

نماز خواہ فرض ہو خواہ نفل، اور اگر کوئی عذر ہو تو جدھر قدرت ہو اُدھر منہ کرکے نماز پڑھے۔ (درمختار، ردالمحتار)

اسی طرح قیام، رکوع، سجدہ بھی فرض ہے بشرطیکہ عاجز نہ ہو، ورنہ جیسے قدرت ہو پڑھے۔

61

حدیث ۲۶۴ :- قوموا فلاصلی لکم :-

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انکی دادی مُلیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيَ لَكُمْ

کو کھانے کیلئے بلایا جو خاص حضور ہی کیلئے انھوں نے بنایا تھا حضور نے اسمیں سے کچھ تناول فرمایا پھر فرمایا۔ اٹھو تمھارے لئے نماز

قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ فَقَامَ

پڑھدوں حضرت انس نے کہا میں اٹھا اور ایک چٹائی لی جو زمانہ دراز تک استعمال کرنیکی وجہ سے کالی ہوگئی تھی میں نے اسے پانی سے دھویا

تشریحات ۲۶۴ :-

مَا لُبِسَ۔ لبس کے معنی پہننے کے بھی ہیں اور مطلق استعمال کرنے کے بھی۔ اس کا مفعول ثوب (کپڑا) ہو تو پہننے کے معنی میں آتا ہے۔ اور اگر اس کا مفعول ثوب کے علاوہ کچھ اور ہو تو اس کے معنی مطلق استعمال اور نفع اٹھانے کے آتے ہیں۔ بولتے ہیں لَبِسْتُ اِمْرَأَةً تَمَتَّعْتُ بِهَا زَمَانًا، اس سے زمانہ تک نفع حاصل کیا۔

اَنَّ جَدَّتَهٗ بخاری کی مختلف روایتوں سے یہی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دعوت دینے والی ام سلیم ہی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے حضرت ام سلیم کا نام مُلیکہ تھا۔ اس تقدیر پر جَدَّتَهٗ کی ضمیر، سند میں مذکور اسحٰق بن عبداللہ بن طلحہ کی طرف لوٹے گی۔ اسی پر علامہ ابن عبد البر، عبدالحق قاضی عیاض نے جزم فرمایا۔ اور اسی کو نووی نے صحیح کہا۔ بخاری کی جملہ مرویات کو سامنے رکھ کر یہی زیادہ مناسب ہے تاکہ کم از کم بخاری کی مرویات میں تطابق رہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مُلیکہ حضرت ام سلیم کی والدہ کا نام ہو۔ اس تقدیر پر، جدتہ کی ضمیر حضرت انس کی طرف راجع ہے۔ اس پر ابن سعد، ابن مندہ، اور ابن الحصار نے جزم کیا۔ امام الحرمین کے کلام کا بھی یہی مقتضی ہے۔ یہاں متن کے سیاق سے یہی ظاہر ہے۔ وہ یتیم جنھوں نے اس وقت حضور کے پیچھے نماز پڑھی تھی ان کا نام ضمیرہ تھا۔ ان کے والد حضرت ابو ضمیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

مرد اور عورت کی محاذات کا حکم احناف کے یہاں اگر مرد عورت کے محاذات میں ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جبکہ ان میں سے ایک امام ہو یا دونوں ایک امام کے مقتدی ہوں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ کسی کے اکیلے صف میں کھڑے ہونے کی ممانعت احادیث میں وارد ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امام احمد فرماتے ہیں، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی پھر بھی کیا وجہ تھی کہ حضرت ام سلیم اگلی صف میں حضرت انس وغیرہ کے ساتھ نہیں کھڑی ہوئیں، پیچھے اکیلے کھڑی ہوئیں۔ حضور نے بھی انھیں اگلی صف میں نہیں کھڑا کیا۔ بچوں کے بارے میں تو ثابت ہے کہ جب کوئی نہ ہو تو مردوں کے ساتھ صف میں کھڑا فرمایا مگر عورتوں کو کبھی ایک بار بھی مردوں کے ساتھ کھڑا نہیں فرمایا جیسے اسی واقعہ میں حضرت ام سلیم اکیلی تھیں پھر بھی انھیں اکیلے کھڑا کیا اور بچے کو الگ نہیں کھڑا کیا۔ حضرت انس کے ساتھ کھڑا کیا۔ آخر ایسا کیوں ہوا۔ یہ اسی وجہ سے کہ عورت کی محاذات مرد کی نماز کو فاسد کر دیتی ہے۔ اس کے مزید دلائل اپنی جگہ پر آئیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر بھر کے لئے دنیا اور آخرت کی دعا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْیَتِیْمُ وَرَاءَہٗ وَالْعَجُوْزُ

اپ حضور کھڑے ہوئے ۔ میں نے اور یتیم نے حضور کے پیچھے اور بوڑھی ماں نے ہمارے

مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ عہ

پیچھے صف لگائی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری (برکت) کیلئے دو رکعت نماز پڑھی اسکے بعد تشریف لیگئے ۔

کی ۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا ، حضور آپ کا چھوٹا خادم (انس) تو حضور نے حضرت انس کے لئے ہر خیر کی دعا کی خصوصیت سے یہ دعا کی اللّٰھم کثر مالہٗ وولدہ وبارک لہ فیہ ۔ اے اللہ اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر اور اس کی ذات میں برکت عطا فرما۔ اس کی برکت یہ تھی ، ان کا باغ سال میں دو بار پھلتا تھا ۔ اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ خود ان کے صلب سے اسّی یا اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں صرف دو بیٹیاں بقیہ سب بیٹے تھے ۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ۱۰۸ اپنی نسل کو دفن کر چکا ہوں ۔ سو سال سے زائد کی عمر پائی ۔

جماعت سے نمازِ نفل جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ نفل نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے ان کا مستدل یہی حدیث ہے ۔ احناف کے یہاں تداعی کے ساتھ نفل نماز مکروہ ہے ۔ احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ تداعی کے ساتھ نہ تھی ۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے طریقے کی تعلیم کے لئے یہ نماز پڑھائی تھی ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دن کی نوافل دو رکعت پڑھ سکتے ہیں ۔ اگرچہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے ، کم از کم چار رکعت پڑھی جائے ۔ اگر مقتدی دو ہوں تو امام آگے کھڑا ہو ۔ عورتوں کی امامت صحیح نہیں اس لئے کہ امام کی جگہ سب سے آگے ہے ۔ اور عورتوں کی جگہ سب سے پیچھے ہے ۔

عہ جلد اول صلوٰۃ ۔ باب الصلوٰۃ علی الحصیر ص۵۵ ایضاً باب المرأۃ وحدہا تصف ص۱۰۱ ایضاً باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ص۱۲۰ تہجد باب التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص۱۵۶ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ ص۲۳۴ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون ص۹۰ ترمذی جلد اول مواقیت باب فی الرجل یصلی ومعہ رجال ونساء ص۳۲ نسائی جلد اول امامت باب اذا کانوا ثلثۃ وامرأۃ ص۲۹ ۔

سہ مسلم اول مسافرین باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ ص۲۳۴ ۔

ت ۹۷ - وَصَلّٰى اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَى الْفِرَاشِ عہ

حضرت انس بن مالک نے بچھونے پر نماز پڑھی۔

حدیث ۲۶۵ :- کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں رسول اللہ

بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سوئی رہتی - اور میرے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف ہوتے

تشریحات ۹۷-۲۶۵ :-

مطابقت :- امام بخاری نے یہاں باب کا عنوان یہ قائم کیا۔ باب الصلوٰۃ علی الفراش - بچھونے پر نماز کا بیان۔
ظاہر ہے کہ ام المؤمنین کا پاؤں اتنے قریب ہوتا کہ سجدے کے وقت اسے ہٹانا پڑتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بچھونے ہی پر نماز پڑھتے، جیساکہ یہیں اس حدیث کے دوسرے طریقے میں ہے علی فراش اھلہ۔ سونے والے کے پیچھے نماز ممنوع ہے۔ جیساکہ ایک حدیث میں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لاتصلوا خلف النائم والمتحدث سہ - سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ یہ ممانعت کراہت تنزیہہ کی حد تک ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بیان جواز کے لئے ہے۔
حدیث مذکور کے بارے میں خود امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے مگر سب واہی ہیں سہ، مگر جب متعدد طرق سے مروی ہے تو کم از کم حسن ضرور ہے۔ اس لئے احکام میں لائق احتجاج ہے۔ کم از کم کراہت تنزیہہ کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ بچھونے پر نماز پڑھنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ وہ اتنا دبیز اور نرم نہ ہو کہ اس پر پیشانی ٹک نہ سکے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی۔ گدا، قالین وغیرہ سب میں یہی تفصیل ہے۔

تشریح ۹۸ : پورا اثر یہ ہے۔ ان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ ، صحابہ کرام اس حالت میں سجدہ کرتے کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں کچھ لوگ اپنی ٹوپی اور عمامہ پر سجدہ کرتے۔ سخت سردی اور سخت گرمی میں اس کی اجازت ہے۔ اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

تشریحات ۲۶۶ :-

یہی احناف کا مذہب ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں۔ ان کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں۔ اول، ایک حدیث یہ

عہ ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور -

سہ ابوداؤد اول صلوٰۃ - باب الصلوٰۃ الی المتحدثین والنیام ص۱۰۰ سہ عینی جلد رابع ص۱۱۱

فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ

جب سجدہ فرمانا چاہتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پاؤں سکوڑ لیتی پھر جب کھڑے ہوتے پھیلا لیتی۔ گھروں میں اس وقت

لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ عہ

چراغ نہیں تھے۔

ت ۹۸ :- قَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ عہ

امام حسن بصری نے فرمایا۔ لوگ عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے اور انکا ہاتھ آستین میں ہوتا (اور نماز پڑھتے)

حدیث ۲۶۶ :- فيضع احدنا طرف ثوبه الخ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز

آیا ہے کہ ہم میں کوئی کنکریوں کو ہاتھ میں لے کر ٹھنڈا کرتا پھر سجدہ کرتا۔ اور اگر اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہوتا تو صحابہ یہ طول عمل کیوں کرتے۔ ہمارا جواب یہ ہے۔ ہوسکتا ہے ان صحابہ کے پاس اتنا کپڑا نہ رہا ہو کہ اگر اس پر سجدہ کرتے تو ستر عورت باقی رہتا۔ یا ایسا کپڑا نہ رہا ہو جسے بچھا کر سجدہ کر سکیں۔ ثانی، حضرت خباب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدمت اقدس میں کنکریوں کی گرمی کی شکایت کی تو حضور نے ہماری شکایت نہیں سنی۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ان دیار میں کیا خود ہمارے دیار میں بھی گرمیوں میں عصر کے وقت تک زمین تپتی رہتی ہے۔ اگر زمین کے ٹھنڈی ہونے تک ظہر مؤخر کر دیا جاتا۔ تو پھر ظہر کا وقت ہی نہ رہتا۔

تشریحات ۲۶۷ :-

ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خالفوا اليهود فانهم لا يصلون في نعالهم ولا في خفافهم[۱] یہود کی مخالفت کرو وہ اپنے نعل اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر حاضر ہوئے تو انھیں حکم ہوا

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ اپنے نعلین اتار دو تم طوی کی مقدس وادی میں ہو۔

اس سے یہود نے سمجھا کہ چپل جوتے پہن کر نماز جائز نہیں۔ یہود کا یہ گمان غلط تھا۔ اس کے ازالہ کیلئے فرمایا کہ یہود کے اس گمان فاسد کے علی الرغم تم لوگ جوتوں میں نماز پڑھو۔ یہ صرف جواز کی حد تک ہے۔ وہ بھی ان جوتوں میں جو اتنے نرم ہوں کہ سجدے میں بآسانی مڑ سکیں تاکہ انگلیوں کے پیٹ بچھ سکیں۔ ورنہ نماز نہ ہوگی، اس لئے کہ سجدے میں دونوں پاؤں کی کم از کم ایک ایک انگلی کا پیٹ

ع۵ جلد اول باب الصلوٰۃ علی الفراش تین طریقے سے ۵۶، ایضاً باب الصلوٰۃ خلف النائم و باب التطوع خلف المرأۃ ص۷۳، باب ہل یغمز امرأتہ عند السجود ص۷۴، تہمہ باب یابوز من العمل فی الصلوٰۃ ص۱۶۱، مسلم جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ المصلی ص۱۹۲، ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب المرأۃ لاتقطع الصلوٰۃ ص۱۰۱، نسائی جلد اول طہارت باب ترک الوضوء من مس الرجل امرأتہ ص۳۸، موطا امام مالک صلوٰۃ اللیل۔ ۲۔ مسند امام احمد۔

عہ ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق۔ ۱ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ص۹۵۔

تعالیٰ علیہ وسلم فیضع احدنا طرف الثوب من شدۃ الحر فی مکان السجود عہ

پڑھتے تو ہم میں سے کوئی گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ رکھ دیتا

حدیث ۲۶۷ :- کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ

سألت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

ابو سلمہ سعید بن یزید ازدی نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی

زمین لگنا فرض ہے۔ اور ہر پاؤں کی کم از کم تین انگلیوں کے پیٹ لگنے واجب اور سب کے لگنے سنت۔ جیساکہ فتاوی رضویہ جلد سوم ۴۴۲ لغایت ۴۴۳ میں انتہائی محققانہ طور پر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ثابت فرمایا ہے۔ اس عہد میں عرب کے نعل یا چپل بہت نرم تلے چمڑے کے ہوتے تو۔ وہ بھی اکہرے پرت کے زیادہ پسند کرتے تھے۔ رؤسا و ملوک اسی کو پہنتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے۔ ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بنعل فرد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے ایک انصاری کی شکایت کی تو یوں عرض کیا اے وہ ذات جو اکہری چپل پہن کر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ اسی کے تحت مجمع بحار الانوار میں ہے۔

الفرد وھی التی تخصف ولم تطارق وانما ھی طارق واحد والعرب یمدح برقۃ النعال ویجعلھا من لباس الملوک۔

فرد سے مراد وہ نعل ہے جو ہلکی ہو اور اس کے تلوے میں کئی پرت نہ ہو صرف ایک پرت ہو، عرب پتلی چپلوں کو پسند کرتے ہیں اور اسے بادشاہوں کا لباس جانتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مبارک چپل کی طرح تھیں۔ نیچے صرف تلا اور اوپر صرف دو تسمے لگے تھے۔ ایسے نرم ملائم جوتے اور چپل پہن کر نماز درست ہے جو باسانی مڑ جاتے ہوں جسکی وجہ سے انگلیاں بچھ جاتی ہیں۔ جبکہ ان میں کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ اور اگر نجاست لگی ہو تو نماز قطعاً نہ ہوگی۔ اس لئے کہ مصلّی کے بدن اور کپڑے کا نجاست قدر مانع سے پاک ہونا شرط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی عادت یہی تھی کہ نماز کے لئے چپل اتار لیا کرتے تھے۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون عن یسارہ احد ولیضعھما بین رجلیہ[1]

جب تم لوگ نماز پڑھو تو اپنی چپلیں نہ اپنے داہنے رکھو نہ اپنے بائیں کہ کسی کے داہنے ہوں گی۔ ہاں اس کے بائیں کوئی نہ ہو تو بائیں طرف رکھو۔ اپنی چپلیں اپنے پاؤں کے درمیان رکھو۔

مسجد میں جوتا چپل پہن کر جانا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ یہ خلاف ادب ہے۔ کیا چیز ادب ہے، کیا نہیں ہے۔ اس کا مدار عُرف ہے۔ اس زمانے میں کا عُرف یہی ہے کہ لوگ جس فرش پر بیٹھتے ہوں اس پر جوتا چپل پہن کر جانے کو بے ادبی جانتے ہیں۔

عہ اول صلوٰۃ باب السجود علی الثیاب فی شدۃ الحر ۵۶ مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال ۷۷ مسلم اول۔ مساجد۔ باب استحباب تقدیم الظہر فی اول الوقت ۲۲۵ ابو داؤد۔ اول صلوٰۃ باب الرجل یسجد علی ثوبہ ۹۶ ترمذی اول سفر باب الرخصۃ علی الثوب فی الحر والبرد ۸۱ نسائی اول۔ افتتاح باب السجود علی الثیاب ۱۲۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب السجود علی الثیاب فی الحر والبرد ۷۳۔

[1] جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ۹۶

سَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ۔ عہ۵

نعلین پہنے نماز پڑھتے تھے، تو انہوں نے بتایا۔ ہاں۔

حدیث ۲۶۸:- بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

عَنْ هَمَّامِ بْنِ حَارِثٍ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ۔ بَالَ ثُمَّ

ہمام بن حارث نے کہا۔ میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا

تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَسُئِلَ فَقَالَ رَأَيْتُ

انھوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اسکے بعد کھڑے ہوکر نماز پڑھی تو ان سے سوال کیا گیا

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا۔ قَالَ

تو فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ایسا ہی کیا حضرت ابراہیم نخعی

إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِأَنَّ جَرِيرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ۔ عہ

نے کہا یہ حدیث لوگوں کو بہت پسند تھی اس لئے کہ جریر آخر میں مسلمان ہونے والوں میں ہیں۔

تشریحات ۲۶۸:-

اس حدیث اور اس موضوع پر کلام ہو چکا ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ موزوں پر مسح، سورۂ مائدہ سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اس شبہے کے ازالے کے لئے یہ حدیث بہت محکم دلیل ہے۔ اس لئے کہ سورۂ مائدہ کا نزول، غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ہوا ہے جو ۶ھ میں پیش آیا تھا۔

اور حضرت جریر رضی اللہ تعالٰی عنہ، ایک قول کی بنا پر، حضور اقدس صلی اللہ

عہ۵ جلد اول صلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی الخفاف ص۵۶ مسلم اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۱۳۲ ترمذی جلد اول طہارت۔ باب المسح علی الخفین ص۱۶ نسائی اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۳۱ ابن ماجہ طہارت۔ باب المسح علی الخفین ص۱۴ عہ اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ص۵۶ ثانی لباس باب النعال السبتیہ وغیرہا ص۸ مسلم اول مساجد باب الصلوٰۃ فی النعلین ص۲۰۸ ترمذی اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ فی النعال ص۵۳ نسائی اول باب الصلوٰۃ فی النعلین ص۱۲۵۔

۴ ابوداؤد اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۲۱

حدیث ۲۶۹ ۔ رأی رجلا لا یتم رکوعہ ولا سجودہ

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا ۔ جب

فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مُتَّ

وہ نماز پوری کر چکا تو اس سے حضرت حذیفہ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی اور راوی ابو وائل نے کہا میرا گمان ہے

مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۔

کہ حضرت حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اگر اسی حال میں مر گیا تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے پر مرے گا

حدیث ۲۷۰ ۔ کان اذا صلی فرج بین یدیہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ ع۔

تو (سجدوں میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو جاتی ۔

علیہ وسلم کے وصال سے چالیس دن پہلے اور بر بنائے تحقیق رمضان ۱۰ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ اور وہ فرما رہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ۔ تو ثابت ہوا کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں ۔ ابو داؤد میں یوں ہے ۔ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو موزوں پر مسح کرنے سے مجھے کون چیز روک سکتی ہے ۔ کچھ لوگوں نے کہا حضور کا مسح کرنا مائدہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے ۔ حضرت جریر نے فرمایا میں مائدہ کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوا ہوں ۔ حضرت جریر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے حجۃ الوداع میں دیکھا۔ سلہ

تشریح ۲۶۹ کتاب الاذان باب ، اذا لم یتم الرکوع کے تحت زید بن وہب سے جو روایت ہے اس میں واحسبہ ، نہیں ہے ، اور اخیر میں یہ ہے لو مت مت علی غیر الفطرۃ فطر اللہ محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اسی پر مرے گا تو اس دین فطرت کے غیر پر مرے گا جس پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے ۔

سلہ فتح الباری بحوالہ طبرانی جلد اول ص۲۱۶

ع اول صلوٰۃ باب اذا لم یتم السجود ص۵۶ ایضاً اذان باب اذا لم یتم الرکوع ص۱۰۹ ایضاً باب اذا لم یتم السجود ص۱۱۲ ۔

ع اول صلوٰۃ باب یبدی ضبعیہ ص۵۶ اذان باب یبدی ضبعیہ ص۱۱۲ صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۰۳ ۔ مسلم اول صلوٰۃ باب الاعتدال فی السجود ص۱۹۴ ۔ نسائی اول صلوٰۃ باب صفۃ السجود ص۱۶۶ ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ت ۹۹ :- یَسۡتَقۡبِلُ بِاَطۡرَافِ رِجۡلَیۡہِ الۡقِبۡلَۃَ قَالَہٗ اَبُوۡحُمَیۡدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عہ

اپنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُو رکھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ ابوحمیدی نے کہا۔

حدیث ۲۷۱ :- مَنۡ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسۡتَقۡبَلَ قِبۡلَتَنَا

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح

لا یتم رکوعہ | اگر اس سے یہ مراد ہے کہ فرض ادا نہ کرتا تھا تو "ما صلیت" سے حقیقی معنی مراد ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ فرض تو ادا کرتا تھا واجب یا سنت کو چھوڑ دیتا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے کامل نماز نہیں پڑھی۔

علی غیر سنۃ | میں سنت سے فقہی اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی ہے۔ یعنی طریقہ جو فرض واجب اور سنت تینوں کو شامل ہے۔

تشریح ۲۷۰ :- | عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، یہاں مالک حضرت عبد اللہ کے باپ ہیں اور بحینہ عبد اللہ کی ماں۔ عام دستور سے ہٹ کر یہ اپنے ماں اور باپ دونوں کی طرف منسوب ہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ قرأت میں مالکٍ کو تنوین پڑھنی چاہئے۔ اور، ابن بحینہ، میں ابن کے الف کو لکھنا بھی چاہئے۔ حضرت عبد اللہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ عالم فاضل تھے۔ ہمیشہ روزہ سے رہتے۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں وصال فرمایا۔

فرج بین یدیہ | سے مراد یہ ہے کہ بازؤں کو کروٹ سے دور رکھتے۔ اتنا کہ بغل کی سپیدی نظر آتی۔ امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں تحریر کیا، کہ بغل کی سپیدی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

تشریحات ۹۹ :- | یہ ابوحمید رضی اللہ تعالٰی عنہ، صحابی ہیں۔ ان کا نام عبد الرحمٰن یا منذر ہے۔ ان کے باپ کا نام سعد ہے۔ بنی ساعدہ کے فرد صحابی انصاری ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد تک باحیات رہے۔ انھیں کے عہد میں وصال ہوا۔

یہ ایک طویل حدیث کا جزؤ ہے، جو باب سنۃ الجلوس میں مفصل مذکور ہے۔ ہم اوپر بتا آئے کہ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں میں سے کم از کم ایک کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے، اور ہر پاؤں کی کم از کم تین انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا

عہ اول صلوٰۃ فضل استقبال القبلۃ ص۵۶۔

مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ

نماز پڑھے (نماز میں) ہمارے قبلہ کو منہ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ وہ مسلمان ہے۔

الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ عہ

جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، اللہ کے ذمہ میں رخنہ اندازی مت کرو۔

حدیث ۲۷۲ :- ایضاً

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا وَ

کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ جب یہ لوگ کہدیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں

اسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَكَلُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ دِمَاءُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا

ہمارے قبلہ کی جانب (نماز) میں منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو ہم پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہوگئے مگر اسکے حق کی

وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عہ۔

بنا پر اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

واجب ہے اور دوسوں کا سنت۔ حضرت امام بخاری کا مقصود یہاں یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں جن جن اعضا کا قبلہ رو کرنا ممکن ہو سب کو قبلہ رو رکھنا ضروری ہے۔

تشریحات ۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳ :-

فلا تخفروا، کا مادہ خفر ہے، جس کے معنی امان دینے، پناہ دینے، امان کا معاہدہ کرنے کے ہیں۔ باب افعال میں جاکر اسکے معنی نقض امان کے ہوگئے۔ پہلی روایت میں کلمۂ طیبہ کے اقرار یا شہادت کا تذکرہ نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ایمان لائے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے کوئی نماز پڑھنے لگے، ہمارا ذبیحہ کھانے لگے تو وہ مسلمان ہے۔ ایک روایت دوسری روایت کی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد ہماری طرح اور ہمارے قبلہ کو منہ کرکے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے۔ چونکہ ہماری طرح ہمارے قبلہ کی جانب منہ کرکے نماز وہی پڑھتا تھا جو مسلمان ہوتا تھا۔ اور ہمارا ذبیحہ وہی کھاتا تھا جو مسلمان ہوتا تھا۔ اس لئے صرف اعمال ظاہرہ پر مسلمان ہونے کا حکم لگا یا گیا۔ اہل کتاب کا قبلہ بیت المقدس ہے۔ اور

(عہ) اول صلوٰۃ فصل استقبال القبلۃ ص۵۶ عہ ایضاً ص۵۷۔

حدیث ایضًا :- قَالَ سَأَلَ مَیْمُوْنُ بْنُ سِیَاہٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ یَا اَبَا حَمْزَۃَ وَمَا یُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ

:- میمون بن سیاہ نے حضرت انس سے پوچھا اور کہا اے ابوحمزہ! بندے کے خون اور مال کو کیا چیز حرام

فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا

کر دیتی ہے تو فرمایا جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور (نماز میں) ہمارے قبلے کی جانب منہ کرے

فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَیْهِ مَا عَلَی الْمُسْلِمِ ۔ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا

اور ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے اسکے وہی حقوق ہیں جو اور مسلمان کے ہیں

اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ ع ہ ۔

اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو دوسرے پر ہیں۔ حمید نے کہا ہم سے حضرت انس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔

حدیث ۲۷۴ :- سألنا ابن عمر عن رجل طاف بالبیت بالعمرۃ

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَیْتِ

عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کیا ایسے شخص کے بارے میں جس نے

یہود کی نماز میں رکوع نہیں۔ یہ ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ مشرکین اور مجوس نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ چیزیں مسلمانوں کی خاص علامت قرار دی گئیں۔ اسی سے اہل قبلہ کی اصطلاح استخراج ہوئی، اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں کو حق کہتے اور مانتے ہوں جو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اللہ عزوجل کی طرف سے لائے ہیں۔ اور ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار نہ کرتے ہوں۔ جو شخص اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے مگر ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے، وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لا نکفر اھل القبلۃ۔ ہم اہل سنت اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اس سے مراد اہل قبلہ بمعنی مذکور ہیں۔ اس لئے قادیانی، رافضی، نیچری، وہابی وغیرہ جو ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں، ان کو ضرور کافر کہا جائے گا۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور انھیں قطعاً نفع نہ دے گا۔ کتاب الایمان گذر چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم ہے، اس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے۔ وہیں اس حدیث پر مکمل گفتگو بھی ہو چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ اس متابعت کے ذکر کے دو فائدے ہیں۔ پہلی سند میں صرف یہ ہے کہ حمید نے یہ کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس سے پوچھا، اس میں یہ تصریح نہیں کہ حمید اس مجلس میں موجود تھے۔ اور انھوں نے خود اسکو سنا ہے۔ مگر دوسری سند میں اسکی تصریح ہے کہ حمید نے یہ کہا، ہم سے حضرت انس نے حدیث بیان کی۔ پہلی روایت حضرت انس پر موقوف ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت انس نے فرمایا۔ دوسری روایت میں یہ ہے عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو اس کے مرفوع ہونے پر نص ہے۔

تشریحات ۲۷۴ :-

مقام سے مراد مقام ابراہیم ہے۔ یعنی وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشان ہیں۔ آیت کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

لِلْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَيَاْتِي اِمْرَاَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عمرے کا طواف بیت اللہ کر لیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کی۔ کیا وہ اپنی عورت کے پاس آئے؟ تو انھوں نے جواب دیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا

نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان

وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ

سعی کی اور بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں بیروی ہے اور ہم نے جابر بن

اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عـه ۔

عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا، ہرگز قریب نہ جائے جبتک صفا اور مروہ کی سعی نہ کرلے۔

اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى، میں مقام سے کیا مراد ہے! اس میں ائمۂ مفسرین کے چند قول ہیں۔ حضرت ابن عباس امام مجاہد اور امام عطار کا قول یہ ہے کہ پورا حرم، مقام ابراہیم ہے۔ امام مجاہد کا دوسرا قول یہ ہے کہ عرفہ مزدلفہ منیٰ مراد ہے۔ امام عطا سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ مقام ابراہیم سے عرفات مزدلفہ منیٰ کے ساتھ ساتھ جمرات بھی لیتے ہیں۔ ان اقوال کی بنا پر مُصَلّٰی سے مراد، دعا کی جگہ ہوگی سدی نے کہا اس سے مراد وہ پتھر ہے جسے حضرت اسمٰعیل کی اہلیہ نے حضرت ابراہیم کے قدم کے نیچے رکھکر ان کا سر دھویا تھا۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں یہی امام حسن اور قتادہ سے روایت کیا۔ مگر صحیح اور راجح یہ ہے کہ مقام ابراہیم مراد وہ مقدس پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کی تھی جس پر نشان قدم پڑ گئے تھے۔ اور آج بھی باقی ہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ابراہیم سے گذرے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسے نماز کی جگہ بنالیں؟ اس پر آیۂ کریمہ نازل ہوئی ۱؎ اس قول کی بنا پر مُصَلّٰی سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے یعنی مقام ابراہیم پر نماز پڑھو رہ گئی اس حدیث کی بات تو اس میں متعین ہے کہ اس سے مراد وہی مشہور و معروف پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم ہیں۔ ازرقی نے اخبار مکہ میں صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جہاں اسوقت مقام ابراہیم ہے وہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رکھا ہوا تھا۔ اور یہیں حضرات صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بھی اسی طرح تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس پتھر کو بہالے گیا۔ تلاش کے بعد مکہ معظمہ کے نیچے ملا۔ لوگ اسے وہاں سے اٹھا لائے اور کعبے کے پردے میں باندھ دیا۔ جب حضرت عمر مکہ معظمہ آئے تو پہلے یہ تفتیش کی کہ یہ کہاں تھا۔ جب یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ وہ جگہ یہ ہے تو پھر وہیں رکھا اور اس کے اردگرد عمارت بنوادی وہیں آج تک ہے ۲؎ ۔

عـه اول صلوٰۃ باب قبلۃ اہل المدینہ ص۵۸ مناسک باب طاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصلی لاسبوعہ رکعتین ص۲۲۰ باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام ص۲۲۰ باب ما جاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص۲۲۱ عمرہ باب متی یحل المعتمر ص۲۴۱ مسلم اول حج باب بیان ان المحرم لا یحل بالطواف قبل السعی ص۴۰۵ نسائی ثانی مناسک باب این یصلی رکعتی الطواف ص۲۷ باب طواف من اہل بالعمرۃ ص۳۶ باب ذکر خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الصفا ص۴۰ ابن ماجہ مناسک باب الرکعتین بعد الطواف ص۲۱۸ ۔ ۱؎ اول صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ حیث کان ص۵۷ بخاری ثانی تفسیر باب قولہ وقالوا اتخذ اللہ ولدا ص۶۴۴ ۔ ۲؎ فتح الباری جلد اول باب قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی ص۴۱۹ ۔

حدیث ۲۷۵: صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی داخل البیت

سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجاہد نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس کوئی آیا اور اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا

کعبے کے اندر تشریف لیگئے ابن عمر نے کہا یہ سنتے ہی میں جب آگے بڑھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لاچکے تھے اور

بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ

میں نے بلال کو دونوں دروازوں کے درمیان کھڑا پایا۔ میں نے بلال سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز

قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى

پڑھی ہے انھوں نے کہا ہاں دو رکعت ان دونوں ستونوں کے درمیان۔ جب تم کعبے کے اندر جاؤ جو بائیں

فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ عہ۔

جانب ہیں۔ اس کے بعد باہر نکلے اور دو رکعت کعبے کے سامنے پڑھیں۔

مسائل:- اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ عمرے میں سعی واجب ہے۔ عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے ممنوعات احرام کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے۔ ہمارے یہاں مستحب ہے۔ آیت میں امر استحباب کے لئے ہے۔ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔ بعض کے نزدیک سنت۔ بعض نے کہا کہ طواف اگر واجب ہے تو یہ بھی واجب وہ سنت تو یہ بھی سنت۔

تشریحات ۲۷۵-۲۷۶-۱

تکمیل:- کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، میں اسکی تفصیل یہ ہے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی اونٹنی، قصواء پر سوار ہوکر مسجد حرام تشریف لائے۔ اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ حضور کے ساتھ بلال، عثمان بن طلحہ حجبی بھی تھے۔ اونٹنی بیت اللہ کے قریب بٹھائی اور عثمان سے کہا کنجی لاؤ۔ وہ کنجی لائے اور کعبے کا دروازہ کھولا۔ حضور، اسامہ، بلال اور عثمان اندر گئے۔ پھر دروازہ بند کرلیا گیا۔ بہت دیر تک یہ لوگ اندر رہے۔ پھر باہر نکلے۔ اس کے بعد لوگ بہت تیزی کے ساتھ کعبہ کے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ میں سب سے پہلے اندر گیا۔ دروازے کے پیچھے بلال کھڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے بتایا، ان دونوں اگلے ستونوں کے درمیان پڑھی ہے۔ کعبے کی چھت چھ ستون پر قائم تھی جنکی دو قطاریں تھیں۔ حضور نے اگلی قطار کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز

عہ اول صلوٰۃ باب قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ص۵۸ باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد ص۶۶ باب الصلوٰۃ بین السواری ص۷۲ ج باب اغلاق البیت ص۲۱۷ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۶۳۱ مسلم اول حج باب استحباب دخول الکعبۃ ص۴۲۹ ابوداؤد اول مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۲۷۶ نسائی اول مساجد باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۱۱۲ قبلہ باب مقدار ذلک ص۱۲۲ ثانی مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۳۳ موطا امام مالک حج باب الصلوٰۃ فی البیت ص۱۴۲ مسند امام احمد۔

حدیث ۲۷۶ :- ایضاً-

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِیُّ

عطاء نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے سنا انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ دَعَا فِی نَوَاحِیْہِ کُلِّہَا وَلَمْ یُصَلِّ حَتّٰی خَرَجَ

جب کعبے میں داخل ہوئے تو اس کے ہر طرف دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی - جب باہر تشریف

مِنْہُ فَلَمَّا خَرَجَ رَکَعَ رَکْعَتَیْنِ فِی قُبُلِ الْکَعْبَۃِ وَقَالَ ہٰذِہِ الْقِبْلَۃُ عہ

لائے تو کعبے کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں - اور فرمایا یہ قبلہ ہے -

پڑھی تھی - کعبے کے دروازے کو اپنے پیچھے کرلیا تھا - اور روئے انور اس سمت کیا تھا کہ جب تم کعبے میں داخل ہو تو وہ تمہارے سامنے ہوگی - دیوار اور حضور کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ تھا - ابن عمر نے کہا میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور نے کے رکعت نماز پڑھی تھی - جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ سنگ مرمر کا فرش ہے -

قریش کی تعمیر سے پہلے کعبے کی کوئی چھت نہیں تھی - دیواریں بھی بہت نیچی صرف قد آدم تھیں - حطیم کعبے کے اندر تھا - اس میں صرف دو رکن، یعنی کونے تھے - حطیم کی طرف گول دائرہ نما تھا - اس کی لمبائی ستائیس ہاتھ تھی - قریش نے اس کی دیواریں اونچی کردیں اور اس پر چھت ڈال دی - اخراجات کی کمی کی وجہ سے حطیم کو باہر کردیا - اور صرف اٹھارہ ہاتھ لمبائی رکھی - اور چوکور بنادیا - چھت چھ ستونوں پر تھی جن کی دو قطاریں تھیں - حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اگلی قطار کے ستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی - دو ستون داہنی طرف اور ایک ستون بائیں طرف تھا - بین الساریتین علی یسارہ اذا دخلت — جب تم کعبے میں داخل ہو تو بائیں ہاتھ والے دونوں ستونوں کے درمیان" کا یہی مطلب متعین ہے - نیز ابوداؤد اور مؤطا میں یہی تفصیل مذکور ہے کہ حضور نے ایک ستون بائیں طرف اور دو ستون داہنی طرف کرلیا تھا - بخاری باب الحج میں بین العمودین الیمانیین مذکور ہے، وہ بھی اسی کی نشان دہی کرتا ہے

حضور نے کعبے میں دو رکعت پڑھی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر کعبے میں، دو رکعت نماز پڑھی - اور یہی راجح ہے - رہگئی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث جس میں تصریح ہے، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز نہیں پڑھی - صرف دعائیں کیں - یہ یا تو اس بنا پر ہے کہ حضرت ابن عباس کو نماز پڑھنے کی روایت نہیں ملی - یا یہ کسی اور موقع کا ذکر ہے - ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث اصل میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے - یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ کعبے میں گئے تھے - ہوسکتا ہے کہ حضرت اسامہ حضور سے دور رہے ہوں - دروازہ بند تھا - اندھیرا تھا - حضور نے نماز بہت مختصر پڑھی تھی - انھوں نے نہیں دیکھا - حضرت بلال چونکہ قریب تھے اس لئے انھوں نے دیکھا - علاوہ ازیں علم حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے - حضرت ابن عباس کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں اثبات ہے - اس لئے اسے ترجیح ہوگی - علاوہ ازیں خود حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت ابوہریرہ، حضرت شیبہ بن عثمان، اور حضرت عبدالرحمٰن بن صفوان سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں دو رکعت نماز پڑھی -

---

عہ اول صلوٰۃ باب قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ص۵۰ مسلم اول حج باب استحباب دخول البیت ص۴۲۹ نسائی ثانی مناسک باب موضع الصلوٰۃ فی البیت ص۳۴

حدیث ۲۷۷ :- تحویل قبلہ -

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَاقَدِمَ

حضرت براء رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا، کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب پہلے پہل مدینہ

الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ اَوْقَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ

تشریف لائے۔ تو اپنی نانہال انصار میں اُترے اور بیت المقدس

وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْسَبْعَةَ

کی جانب منہ کرکے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی۔ اور حضور کی خواہش

عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ

یہ تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ) ہوتا۔ حضور نے کعبے کی

صَلٰوةٍ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلّٰى

طرف سب سے پہلی جو نماز پڑھی تھی وہ عصر تھی۔ حضور کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی۔ ان میں سے

اشکال اور جواب البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث پر یہ اشکال ہے کہ خود انھیں سے یہ روایت ہے کہ فرمایا، میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور نے کے رکعت پڑھی۔ جیسا کہ خود بخاری ہی میں ص۶۷ اور ص۶۳۱ پر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عمر بن ابی شیبہ نے کتاب مکہ میں بطریق عبد العزیز بن ابو داؤد خود ابن عمر ہی سے یہ روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ حضور نے کیا کیا۔ تو انھوں نے کلمے اور بیچ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھیں[۱]۔ اب ان روایتوں کا محمل "کہ میں پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں"، یہ ہوا کہ میں یہ بھول گیا کہ ان سے زبانی کہلوالیتا کہ دو رکعتیں پڑھیں۔ اشارہ کرکے تو انھوں نے بتایا کہ دو رکعتیں پڑھیں۔

مطابقت باب :- یہ تینوں حدیثیں امام بخاری اس باب کے ضمن میں لائے ہیں۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى — یعنی اللہ عز وجل کے اس ارشاد، مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ۔ کا بیان۔ بالکل سامنے کی بات ہے، اس باب کا مقصد یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھنا مامور ہے۔

پہلی حدیث تو باب کے صریح مطابق ہے، کہ اس میں بالتصریح مذکور ہے کہ حضور نے طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ بقیہ دو حدیثوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو باب کے مطابق ہوتا۔ اس لئے شراح نے بڑی عرق ریزی سے مناسبت نکالی ہے۔ لیکن ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ بادی النظر میں آیت مذکورہ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید حرم پاک میں صرف مقام ابراہیم کے پیچھے ہی نماز درست ہوگی اور کہیں نہیں ہوگی۔ اس شبہے کے ازالہ کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے اور یہ تین حدیث لاکر یہ افادہ فرمایا کہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنی مستحب ضرور ہے مگر حرم پاک میں کہیں بھی نماز پڑھو، درست ہے۔ حتیٰ کہ کعبے کے اندر بھی جائز ہے۔

---

[۱] عینی جلد رابع ص۱۳۳۔

مَعَهُ فَمَرَّ عَلٰى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَّهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ

ایک صاحب ایک مسجد کے قریب سے گذرے وہ لوگ رکوع میں تھے۔ انھوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ

وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّيْ قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلُ

الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهُ قِبَلَ الْبَيْتِ أَنْكَرُوْا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ

نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ جس حال میں تھے اسی حال میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور یہودیوں اور

حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ هٰذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ

اہل کتاب کو یہ بات پسند تھی کہ حضور بیت اللہ کیطرف منہ کر کے نماز پڑھتے، تو جب حضور نے بیت اللہ کیطرف منہ پھیر لیا تو یہ انھیں برا لگا۔ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ

تشریحات ۲۷۷:-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشہور انصاری صحابی ہیں۔ غزوۂ احد کے موقع پر کم سنی کیوجہ سے یہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شرکت سے روک دیئے گئے تھے۔ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے، اس کے بعد تمام مشاہد میں شریک رہے۔ ۲۴ھ میں ری، موجودہ طہران، انھوں نے کچھ صلح سے اور کچھ لڑ کر فتح کیا۔ جنگ تستر میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ مشاجرات میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے، ان کے ساتھ تمام لڑائیوں میں رہے۔ حضرت مصعب بن زبیر کے عہد ولایت میں کوفے میں جاں بحق ہوئے سن وصال ۷۲ھ ہے۔ ان کے والد ماجد حضرت عازب بھی صحابی ہیں۔ صحابہ میں عازب نام کا سوائے ان کے اور کوئی نہیں اور نہ براء بن عازب نام کا ان صاحبزادے کے علاوہ کوئی اور ہے۔ ان سے تین سو پانچ احادیث مروی ہیں جن میں بائیس متفق علیہ ہیں اور پندرہ افراد بخاری سے اور چھ افراد مسلم سے۔

نزل علی اجدادہ او اخوالہ:- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم نے انصار کے مشہور قبیلے بنی عدی بن نجار میں، سلمیٰ سے نکاح کیا تھا۔ جن سے حضرت عبد المطلب ہیں۔ اس قبیلے کے جو افراد تھے ان کو اس قرابت کیوجہ سے نانا یا ماموں کہدیا۔ اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کا ترجمہ ناننہال کیا ہے۔

اشکال:- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے قباء میں بنی عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن الہدم کے یہاں اترے تھے۔ چوبیس دن یہاں قیام فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ یہ مالک بن نجار کے قبیلے سے تھے۔ اور حضور کے جد امجد کی ننہال بنی عدی میں تھی۔ نہ بنی عمرو بن عوف میں تھی، نہ حضرت ابو ایوب کے قبیلے میں تھی۔ جواب ظاہر ہے کہ عدی اور مالک دونوں بھائی تھے۔ ایک بھائی کے رشتے کو دوسرے بھائی کی طرف منسوب کرنا پوری دنیا کا عرف ہے۔

قبل ہجرت قبلہ:- ہجرت سے قبل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ مگر یہ مرجوح ہے۔ اس

قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ

فوت ہو چکے تھے۔ اور کچھ شہید ہو گئے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان کے بارے میں کیا کہیں اس پر اللہ عزوجل

اِيْمَانَكُمْ ع۵ ۔

نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، اور اللہ عزوجل تمہارے ایمان (نماز) کو اکارت نہیں فرمائے گا۔

لئے کہ اس قول کی بنا پر تکرار نسخ لازم آئے گا۔ دوسرے یہ کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ یہ خلاف ظاہر ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کا ہے، کہ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ اور بیت المقدس، دونوں کی طرف منہ ہو۔ یعنی کعبے کے جنوب میں کھڑے ہو کر شمال کی طرف منہ کر کے اور یہی صحیح ہے۔ امام حاکم وغیرہ نے اس کی تصحیح کی۔ نیز اس میں اور قول ثانی میں منافات نہیں۔ یہ شارحین کی ترجمانی تھی اس خادم کو اس میں کلام ہے۔ اس لئے کہ اولاً امامت جبریل والی حدیث کے بعض طرق میں وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ بَابِ الْبَيْتِ سلہ حضور نے جبریل کے ساتھ بیت اللہ کے دروازے کے پاس نماز پڑھی اور دروازہ پورب جانب ہے۔ ثانیاً یہ خود ابن عباس کی اس روایت کے معارض ہے جو طبری نے بواسطہ علی بن طلحہ ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کریں[۲]۔ فاء تعقیب کیلئے آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کرنے کا حکم مدینہ منورہ آنے کے بعد ہوا ہے۔ ثالثاً، سیرت ابن اسحٰق، سیرت ابن ہشام، مواہب لدنیہ، افضل القری لقراء ام القری، حاشیہ کنز علامہ سید ابو السعود ازہری اور حاشیہ در مختار سید احمد طحطاوی میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مکہ یعنی جبل حراء پر تھے کہ جبریل، حضور کے سامنے عمدہ ترین خوشبو کے ساتھ بہترین شکل میں ظاہر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد! اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ سے فرماتا ہے کہ آپ تمام جن وانس کی جانب رسول ہیں۔ ان کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی طرف بلائیے۔ اس کے بعد اپنا پاؤں زمین پہ مارا جس سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ اس سے جبریل نے وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے، اس کے بعد حضور کو حکم دیا کہ وضو کرلیں۔ جبریل نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور حضور سے کہا کہ میرے ساتھ نماز پڑھیں۔ ابو نعیم کی روایت میں حضرت اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ زائد ہے۔ کہ کعبے کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ جبریل نے حضور کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا اور آسمان پر چلے گئے۔ حضور جب گھر واپس ہونے لگے تو شجر و حجر، دیوار و در عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! پھر حضرت خدیجہ کو حضور نے حکم دیا تو انھوں نے بھی وضو کر کے نماز پڑھی۔ یہ واقعہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ سب پر کچھ نہ کچھ کلام کیا گیا ہے۔ مگر تعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے قوی ہو گیا ہے[۳]۔

گذر چکا ہے کہ حراء مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں ہے، وہاں کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں بیت المقدس کی طرف کسی طرح منہ نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں ہے۔ نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے، اخیر دن (عصر) کی نماز کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں متفرق ہو جاتے۔ ان پہاڑی گھاٹیوں میں پابندی کسی طرح ممکن نہ تھی۔ حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گذر چکی ہے کہ انھوں نے ایک بار منیٰ میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ اور ظاہر ہے کہ منیٰ میں بھی یہ ممکن نہیں کہ کعبے کے ساتھ بیت المقدس کی طرف بھی منہ ہو سکے۔ اس لیے سب سے قوی اور راجح یہی قول ہے کہ ہجرت سے قبل قبلہ، کعبہ تھا۔ اس سلسلے میں علامہ طبری نے، ابن جریج سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابتدا میں حضور کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر مکے ہی میں بیت المقدس کی

ع۵ اول ایمان۔ باب الصلوٰۃ من الایمان ص۱۱۔ ایضاً صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ حیث کان ص۵۷ ثانی تفسیر باب قولہ سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ ص۶۴۳ ایضاً باب قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ص۶۴۵ اخبار الآحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ص۱۰۷۶ مسلم اول صلوٰۃ تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ ص۲۰۰ ترمذی۔ اول صلوٰۃ باب ماجاء فی ابتداء القبلۃ ص۴۵ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ ص۱۲۳ نسائی اول صلوٰۃ باب فرض القبلۃ ص۸۵ ایضاً باب استقبال القبلۃ ص۱۲۱ ابن ماجہ صلوٰۃ باب القبلۃ ص۷۲ سلہ فتح الباری ج۱ صلوٰۃ ص۱۹۰

ع۲ فتح الباری جلد اول صلوٰۃ ص۴۲۱ ۔ ع۳ جان التاج فی الصلوٰۃ قبل المعراج فتاوی رضویہ جلد دوم ص۱۵-۲۱۴ ۔

حدیث ۲۷۸: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی علیٰ راحلتہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا، قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی سواری ہی پر

وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ بِہٖ فَاِذَا اَرَادَ الْفَرِیْضَۃَ نَزَلَ

نماز (نفل) پڑھتے تھے۔ جدھر بھی وہ حضور کا منہ کئے ہو۔ جب فرض کا ارادہ فرماتے تو اُترتے

فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ۔ ع۵۔

اور قبلہ کو منہ کرکے نماز پڑھتے۔

طرف منہ کرنے کا حکم ہوگیا۔ مکے میں تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے [۱]

تکرار نسخ کا یہ جواب ہے کہ ابتداءً اس بنا پر کہ اہل عرب کا مرکز عقیدت ہے، اپنے اجتہاد سے کعبے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے پھر مکے ہی میں یا مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز کا حکم ہوا۔ یہ اس موقع پر منسوخ ہوگیا۔ علاوہ ازیں ابن عربی نے کہا تین چیزوں میں نسخ دو بار ہوا۔ تعیین قبلہ، متعہ، دیسی گدھوں کی حرمت۔ ابو العباس عزفی نے کہا، اس سلسلے کی چوتھی کڑی، آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو بھی ہے۔ یعنی عام قاعدے سے یہ تین یا چار چیزیں مستثنیٰ ہیں [۲]

سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَھْرًا تحویل قبلہ، ہجرت کے کتنے دنوں کے بعد ہوئی۔ اس بارے میں چھ اقوال ہیں۔ دو سال سترہ مہینے، سولہ مہینے، دس مہینے، نو مہینے دو مہینے کچھ مہینہ کون تھا، اس بارے میں چار اقوال ہیں۔ جمادی الآخرہ، رجب، شعبان، ذو قعدہ۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ ہجرت کے سولہ مہینے تین دن بعد ۱۵ رجب دو شنبے کو تحویل ہوئی۔ یہی امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا۔ امام واقدی نے فرمایا، یہی اثبت ہے۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر نے اسے صحیح کہا۔ اسی پر جمہور کا جزم ہے۔ بربنائے قول صحیح حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اٹھائیس صفر کو مکہ سے نکلے۔ تین دن غار ثور میں رہے۔ پندرہویں دن دوشنبے کے روز ۱۲ ربیع الاول کو دوپہر کے قریب مدینہ منورہ پہنچے۔ چوبیس دن قبا میں قیام فرمایا۔ چوبیس دن کے بعد جمعہ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ راستے میں بنی سالم کے محلے میں جمعہ کا وقت ہوگیا، وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی اور سال بھر کے بعد پندرہ رجب کو نماز ظہر میں عین حالت نماز میں جبکہ دو رکعت نماز ہوچکی تھی تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی۔ سولہ اور سترہ مہینے کی تردید حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض روایتوں میں ہے۔ یہ تردید انھیں کی طرف سے ہے، جیسا کہ عینی میں ہے۔ مگر نسائی میں ہے کہ یہ شک سفیان کو ہوا۔ شک سفیان ص۸۵، انھیں صحیح ابو عوانہ میں، مسلم میں ابو الاحوص کی روایت میں اور نسائی میں ابو زکریا بن زائدہ اور شریک کی روایت میں بغیر تردید کے "ستۃ عشر شھرا" ہے۔ بنظر دقیق ان دونوں میں تعارض بھی نہیں۔ ربیع الاول اور رجب دونوں کو جوڑیں تو سترہ مہینے ہوتے ہیں۔ اور ایک کو چھوڑ دیں جیسا کہ چاہئے تو سولہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ دونوں طریقے رائج ہیں۔ مؤطا میں ہے، بدر سے دو مہینے قبل تحویل قبلہ ہوئی تھی۔ غزوۂ بدر اٹھارہ رمضان کو ہوا تھا۔ اس حساب سے بھی تحویل قبلہ رجب ہی میں ہوئی۔ صرف دو دن کا فرق ہے۔ یہ فرق کوئی قابل لحاظ فرق نہیں۔ مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بحکم ربانی۔ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ جیسا کہ طبری [۵] وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی

---

[۱] زرقانی علی المواہب جلد اول ص۳۵۲ [۲] ایضاً
[۳] فتح الباری اول صلوٰۃ ص۴۲۱۔

ع۵ اول صلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان ص۵۸ تقصیر الصلوٰۃ، باب التطوع علی الدابۃ باب ینزل للمکتوبۃ ص۱۴۸ ثانی مغازی باب غزوۃ بنی المصطلق ص۵۹۳

حدیث ۲۷۹ :- أُنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ -

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے نماز پڑھی

إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَحَدَثَ

ابراہیم نخعی نے کہا مجھے نہیں معلوم کر زیادہ کیا تھا یا کم کیا تھا، جب سلام پھیر چکے تو عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ

فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ، قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا، فَثَنّٰى رِجْلَيْهِ وَ

کیا نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ فرمایا کیا بات ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا حضور نے ایسے ایسے نماز پڑھی ہے تو حضور نے

ہے۔ امرہ اللہ ان یستقبل بیت المقدس۔ اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کریں۔ اس میں یہود کی تالیف قلب بھی تھی۔ مگر چونکہ اسلام ملت ابراہیمی ہے اس لئے دلی آرزو یہ تھی کہ قبلہ کعبہ ہوتا۔ اس میں اہل عرب کے لئے ایک کشش بھی تھی۔ اکثر نماز کی حالت میں آسمان کی طرف ملتجیانہ نظر سے دیکھا کرتے۔ اللہ عزوجل کو خوب معلوم تھا کہ محبوب کی دلی خواہش کیا ہے۔ ایک بار جبرئیل آسمان کیطرف جاتے ہوئے بہ ادائے محبوبانہ دیکھ لی۔ اس پر یہ آیت کریمہ عین حالت نماز میں نازل ہوئی [1]

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (ربع) — تمہارے آسمان کی طرف بار بار دیکھنے کو ہم دیکھ رہے ہیں ہم ضرور تم کو اسی قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو تمھیں پسند ہے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام کیطرف کرلو۔

صلوۃ العصر یہ تحویل قبلہ کس نماز اور کس مسجد میں ہوئی۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر میں ہوئی۔ المواہب اللدنیہ اور اسکی شرح زرقانی میں ہے [2] کہ ابوسعید بن المعلی کی حدیث ہے کہ نماز ظہر میں ہوئی۔ اور یہی طبرانی اور بزار کی حدیث میں بھی ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے۔ لیکن خود بخاری، مسلم، نسائی میں حضرت ابن عمر سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن اُتارا گیا ہے۔ اور کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگ شام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی کعبے کی طرف پھر گئے۔ نیز مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت بھی یہی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ تطبیق دی کہ صحیح یہی ہے کہ تحویل قبلہ کی آیت بنی سلمہ کی مسجد میں نماز ظہر کی حالت میں اُتری تھی اسی لئے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین ہے۔ اور سب سے پہلے پوری پوری نماز کعبے کی طرف مسجد نبوی میں عصر کی پڑھی گئی۔ اور اندرون شہر کی مساجد میں یہ خبر عصر ہی کے وقت پہنچ گئی۔ قبا چونکہ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے وہاں دوسرے دن نماز فجر میں پہنچی۔

فخرج رجل :- یہ صاحب کون تھے، اس بارے میں تین نام آتے ہیں۔ عباد بن نہیک عباد بن بشر، عباد بن وہب۔

واھل الکتاب اہل کتاب میں نصاریٰ بھی داخل ہیں۔ مگر مراد یہود ہیں۔ اسلئے کہ نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس نہیں [3]

قتلوا :- شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت اور تحویل قبلہ کے مابین کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا ہے۔ یہ صرف زہیر کی روایت

---

[1] ابن ماجہ اقامۃ الصلوات باب القبلۃ ص۷۳ [2] جلد اول تحویل قبلہ ص۳۵۲ [3] فتح الباری جلد اول ص۱۹۰ [4] ایضاً۔

اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

اپنے دونوں پاؤں موڑے اور قبلے کو منہ کیا اور دو سجدے کیا اسکے بعد سلام پھیرا۔ اس کے بعد جب ہماری طرف منہ کیا

میں ہے بقیہ طرق میں صرف سات مذکور ہے۔

مسائل ۱۔ قرآن مجید سے حدیث کا منسوخ ہونا درست ہے۔ ۲۔ نماز میں قبلہ رو ہونا فرض ہے۔ ۳۔ قبلہ، کعبہ ہی ہے۔ ۴۔ خبر واحد کا قبول کرنا واجب ہے جب مخبر عادل ہو۔ ۵۔ ایک نماز چاروں سمت میں پڑھنی درست مثلاً تحرّی کر کے ایک سمت نماز پڑھ رہا تھا، نماز ہی میں دوسری سمت پر دل جما تو فرض ہے کہ بلا تاخیر اس سمت پھر جائے۔ اسی طرح چاروں طرف پھرا، پھر بھی نماز ہوگئی۔ ۶۔ تحرّی کر کے کسی سمت نماز پڑھ رہا تھا پھر دل کسی اور سمت پر جما اور اُدھر پھر گیا تو نماز کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ ۷۔ کہیں جائے تو بہتر یہ ہے کہ اگر وہاں اپنا کوئی عزیز ہو تو اس کے وہاں قیام کرے۔ ۸۔ اس سے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رب العلمین میں عظمت ظاہر ہوئی کہ اگلے حکم کے خلاف جب حضور کی مرضی ہوئی تو بغیر سوال کے اسی کے مطابق اجازت دے دی۔

تشریحات ۲۷۸ :-

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفل نماز سواری پر جائز ہے، اگرچہ قیام اور رکوع و سجدہ نہ ہو سکے۔ اور قبلے کو منہ نہ ہو۔ البتہ فرض اور اس کے مثل وتر اور فجر کی سنت درست نہیں۔ ان کے علاوہ تمام نمازیں درست ہیں۔

۲۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تحریمہ باندھتے وقت قبلہ کو منہ ہو۔

۳۔ یہ شرط ہے کہ مدتِ قصر پر سفر کے لئے نکلا ہو۔

۴۔ اس حالت میں جدھر سواری کا منہ ہے، اگر اُدھر رُخ نہیں ہوگا تو نماز نہ ہوگی

تشریحات ۲۷۹ :-

یہ واقعہ نماز ظہر میں ہوا تھا[۱] اور بجائے چار کے پانچ پڑھ لی تھی۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز میں کلام مطلقاً مفسد نماز ہے۔ خواہ وہ کلام دُنیوی ہو یا دینی۔ نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کچھ اور۔ جیسا کہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان هٰذه الصلوٰة لا يصلح فيها شئ من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن[۲]

نماز میں کسی قسم کا کلام درست نہیں۔ نماز صرف تسبیح تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے۔

اگر نماز میں سہو ہو جائے تو اس بارے میں فرمایا۔

ايها الناس مالكم حين نابكم شئ فی الصلوٰة اخذتم فی التصفيق انما التصفيق للنساء من نابه شئ فی صلوٰته فليقل سبحان الله فانه لا يسمعه احد حين يقول سبحان الله الا التفت[۳]

اے لوگو! جب نماز میں کچھ ہو جاتا ہے تو تم لوگ تالی کیوں بجاتے لگتے ہو۔ تالی صرف عورتوں کے لئے ہے۔ جب نماز میں کچھ ہو جائے تو سبحان اللہ کہو۔ جو بھی سبحان اللہ کہتے سنے گا، متوجہ ہوگا۔

امام طحاوی نے فرمایا، ابتداءً نماز میں کلام کی اجازت تھی۔ بعد میں منسوخ ہوگئی۔ اقول، یہاں خاص بات یہ ہے

[۱] بخاری جلد اول صلوٰہ، باب ماجاء فی القبلۃ ص۵۸

[۲] مسلم اول مساجد باب جواز الاقعاء علی العقبین ص۲۰۳ ابو داؤد۔ اول صلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ ص۱۳۲ نسائی اول صلوٰۃ۔ الکلام فی الصلوٰۃ ص۱۷۰۔

[۳] مسلم اول صلوٰۃ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بہم ص۱۷۹ ابو داؤد اول باب تصفیق فی الصلوٰۃ ص۱۳۶ نسائی اول امامت باب اذا تقدم الرجل من الرعیۃ ثم جاء الامام ص۱۲۷۔

قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تو فرمایا - اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوتی تو تمھیں ضرور بتاتا - میں بھی بشر ہوں جیسے تم لوگ بشر ہو

أُنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ

مجھے بھلا دیا جاتا جیسے تم لوگ بھولتے ہو - جب مجھے بھول جائے تو مجھے یاد دلا دیا کرو اور جب تمھیں نماز میں شک ہو جائے

فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ع۵ -

تو بس پر دل جمے اسی کے مطابق پوری کرو پھر سلام پھیرو پھر دو سجدے کر لو۔

ت ۱۰۰ :- وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ

اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا -

کہ کلام خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہوا تھا - حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ، سے کلام مفسدِ نماز نہیں - جیسے سلام کسی اور کو نماز میں سلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سلام کہنا مُکَمِّلِ نماز ہے - اسی طرح عامۂ مومنین کا آپس میں کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے - مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں -

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں بھی بشر ہوں جیسے تم لوگ بشر ہو - علامہ عینی نے فرمایا ، إِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے ، کبھی مطلق حصر کے لئے - کبھی خاص حصر کے لئے - قرائن اور سیاق سے اس کو معلوم کیا جاتا ہے - یہاں حصر مطلق بداہتہً باطل ہے - اس لئے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ایسے اوصاف کثیرہ ہیں جن میں کوئی بشر آپ کا ، شریک نہیں - مراد صرف بھولنے کے اعتبار سے ہے - یعنی بھولنا عوارض بشری میں سے ہے - جیسے تم کبھی بھول جاتے ہو - اسی طرح ، بتقاضائے بشری میں بھی بھول جاتا ہوں

أُنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ اس پر اَدَل دلیل ہے کہ یہاں تشبیہ صرف بھولنے میں ہے - صحیح ، راجح ، محقق یہ ہے کہ اقوال اور اخبار میں انبیاء کرام سے نسیان اور سہو محال ہے - افعال میں کسی وقت ، وہ بھی کسی دینی مصلحت کی بنا پر ممکن بلکہ واقع ہے - جیساکہ اس حدیث میں ہے - اس میں مصلحت ، سجدۂ سہو کی تشریع و تعلیم ہے -

وَإِذَا شَكَّ اگر کسی کو نماز میں یہ شبہ ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں ، تو وہ سوچے - جتنے پر دل جمے اس کے مطابق نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے - اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ سہو سے پہلے سلام پھیرے پھر سجدۂ سہو کرے -

یہ بھی ثابت ہوا کہ سلام کے بعد اگر ایسے سہو پر اطلاع ہوئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے اور سلام کے بعد کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی جو منافی نماز ہو تو سجدۂ سہو کرے - اور اگر نماز کے منافی کوئی فعل پایا جائے تو اعادہ واجب ہے

ع۵ اول صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ ص۵۸ باب ما جاء فی امر القبلۃ ص۵۸ ثانی الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم اول باب من شک فی صلوٰتہ فلم یدر کم صلی ص۲۱۲ ابو داؤد اول صلوٰۃ - باب اذا صلی خمسا ص۱۴۶ نسائی صلوٰۃ باب ما یفعل من صلی خمسا ص۱۸۵ ابن ماجہ - باب السہو فی الصلوٰۃ ص۸۵

وَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِيَ -

اور لوگوں کی جانب اپنا چہرۂ اقدس کرلیا تھا اس کے بعد مابقیہ پوری فرمائی۔

تشریحات ۱۰۰

یہ تعلیق مشہور و معروف حدیث ذوالیدین کا جزء ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی ابھی گذری ہوئی حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے۔ وہ اور ہے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ اور ہے۔ اس میں یہ ہے کہ پانچ رکعت پڑھ لی تھی۔ اور اس میں یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیرا تھا۔

توضیح باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، باب ما جاء فی القبلۃ و من لم یر الاعادۃ علی من سھی فصلی الی غیر القبلۃ۔ اس کا بیان کہ قبلے کے بارے میں کیا کیا وارد ہے۔ اور جس نے بھول کر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرکے نماز پڑھ لی۔ اس نماز کے اعادے کو جو واجب نہ جانے ــــ یعنی اگر کوئی شخص بھول کر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ اس نماز کے اعادے کی حاجت نہیں۔ امام بخاری نے اسے مطلق رکھا۔ احناف کے یہاں یہ حکم اس قید کے ساتھ ہے کہ قبلے کی صحیح سمت اسے معلوم نہ ہو اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو اور یہ تحری کرکے نماز پڑھے یعنی خوب سوچے غور کرے جس طرف دل جمے اس طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے۔

مطابقت علامہ عینی نے فرمایا۔ باب سے اس تعلیق کی مطابقت اس حصے سے ہے کہ سلام پھیر کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلے سے منہ پھیر کر مصلیوں کی جانب کیا تھا پھر اسی پر بنا کرکے بقیہ نماز پوری کرلی، جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی نماز ہی میں تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فعل سہواً ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ نماز میں سہواً قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ ہو جائے تو نماز ہو گئی اعادے کی حاجت نہیں۔

اقول ــــ اس واقعے میں قبلے سے انحراف، سہواً نہیں تھا قصداً تھا۔ اس بنیاد پر کہ نماز پوری ہو گئی۔ اس لئے باب سے مطابقت کی یہ تقریر درست نہیں۔ حقیقت میں اس تعلیق کو باب کے پہلے جزء سے مطابقت ہے۔

یعنی قبلے کے بارے میں کیا کیا منقول ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قبلے کے متعلقات کی ایک کڑی یہ بھی ہے۔ اس تعلیق سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں امام سلام کے بعد قبلہ سے انحراف کرے۔

کتنی بار سہو واقع ہوا

پوری حیاتِ طیبہ میں حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نماز میں پانچ بار سہو ہوا۔ اول، نماز ظہر یا بروایت بعض عصر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھیں۔

حدیث ۲۸۰ :- وافقت ربی ثلاثا -

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَافَقْتُ رَبِّی فِی ثَلَاثٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے تین باتوں میں

جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابھی گذری ۔ دوم نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا ۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ذوالیدین والی حدیث میں مذکور ہے ۔ اور زیر بحث حدیث میں ہے ۔ سوم ، قعدۂ اولی ترک ہوگیا ۔ جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبد اللہ بن بحینہ سے مروی ہے ۔ چہارم ، اثنائے قرأت آیت چھوٹ گئی ۔ نماز کے بعد حضرت ابن مسعود سے فرمایا ۔ کیا تم نماز میں نہیں تھے ۔ عرض کیا ۔ تھا ۔ فرمایا پھر یاد کیوں نہیں دلایا ۔ یہ علامہ تقی الدین بن دقیق العید نے جمع فرمایا ۔ ایک بار مغرب میں دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا تھا

تشریحات ۲۸۰ :-

مطابقت یہاں باب ہے ماجاء فی القبلۃ ۔ جو قبلے کے بارے میں منقول ہے ۔ یہاں مطابقت حدیث کے پہلے جزء سے ہے ۔ اب یہاں تین احتمال ہیں ۔ اگر مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہو تو مطابقت پوری اور صریح ہے ۔ اور اگر مقام سے مراد حرم ہو تو مطابقت کی تقریر کے لئے باب کی توضیح یہ ہوگی کہ قبلہ اور قبلے کے متعلقات کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا بیان اور ظاہر ہے کہ حرم کعبے کے متعلقات میں سے ہے ۔ اور یہی تقریر اس تقدیر پر ہوگی جب مقام ابراہیم سے مراد وہ مخصوص پتھر لیا جائے جس پر حضرت خلیل اللہ کے نشان قدم ہیں ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا مختار یہ ہو کہ مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہے ۔ اسکی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس باب میں یہ حدیث لائے ۔

وافقت ربی یہاں بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ پہلے حضرت عمر نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ۔ اس کے بعد اس کے مطابق آیت نازل ہوئی ۔ اب واقعے کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ میرے پروردگار نے میری موافقت کی ۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ از راہ ادب حضرت عمر نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے موافقت کی ۔ مگر بنظر دقیق دیکھیں تو واقعہ یہی ہے ۔ کہ حضرت عمر نے قرآن مجید کی موافقت کی ۔ وہ اس طرح کہ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو قدیم ہے ۔ جو نازل ہوا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ۔ نہ اس کی ابتدا ہے نہ اس کی انتہا ۔ حضرت عمر نے جو کچھ اپنی رائے دی یہ حقیقت میں واقعے کے اعتبار سے قرآن سے انھوں نے موافقت کی ۔

ثلاث اس حدیث میں تین ہے ، مگر کتب حدیث و تفسیر کے ادنی تتبع سے ان کی تعداد بیس تک ہے ۔ تین موافقت یہ ہوئی ۔ چوتھی بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر کی رائے یہ تھی ، ان سب کو قتل کر دیا جائے ۔ مگر حضرت صدیق اکبر کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ۔ رحمت عالم نے اسی کو پسند فرمایا ۔ قیدیوں سے چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا ۔ جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ نہیں دے سکتے تھے وہ یوں ہی چھوڑ دیے گئے ۔ ان میں جو لکھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں [۱] حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا [۲] ۔ اس پر حضرت عمر کی تائید میں یہ آیت کریمہ اتری [۳]

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ وَاللّٰهُ

نبی کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ کافروں کو قیدی بنائے جب تک زمین میں خوب خون نہ بہالے ۔ (اے مومنو) تم دنیا کا مال چاہتے

---

[۱] مسند امام ابن حنبل جلد اول ص ۲۴۷ ۔ [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۴ ۔ [۳] مسلم ثانی ، جہاد سیر باب امداد الملٰئکۃ فی غزوۃ بدر ص ۹۳ ۔ ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الانفال ص ۱۳۳ ۔

لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى " فَنَزَلَتْ " وَ اتَّخِذُوْا

موافقت کی - میں نے کہا اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیتے - اس پر یہ آیت نازل ہوئی ، اور مقام

مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ،، وَ اٰيَةُ الْحِجَابِ ،

ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو - اور آیت حجاب میں ، میں نے عرض کیا

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَ نِسَاءَكَ اَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَاِنَّهٗ ،

یارسول اللہ ! آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیدیتے

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ انفال ۔

ہو - اور اللہ آخرت چاہتا ہے - اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۔ اگر اللہ کی طرف سے یہ نوشتہ نہ ہو چکا ہوتا تو تم قیدیوں جو مال لیا اس پر بھاری عذاب آتا ۔

پانچویں ، شراب کی حرمت کے بارے میں ، حضرت عمر نے یہ عرض کی اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا اے اللہ شراب کے بارے میں شافی بیان فرمادے - اس پر اسکی حرمت نازل ہوئی [۱] چھٹی ، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک - ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا - اس کے بعد اس کو نئی صورت میں بنادیا - یہ سنتے ہی حضرت عمر نے بے ساختہ کہا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ (مومنون) اس کے بعد یہ حصہ [۲] نازل ہوا - تو اللہ بہت برکت والا ہے سب سے بہتر بنانے والا ہے ۔ ساتویں ، ایک یہودی نے حضرت عمر سے کہا جبریل جو تمہارے صاحب کو سکھاتے ہیں ہمارے دشمن ہیں - حضرت عمر نے فرمایا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دشمن ہو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے - انھیں الفاظ میں قرآن مجید نازل ہوا [۳] آٹھویں ، پہلی شریعتوں میں روزے کے دنوں میں بعد عشاء رات میں بھی کھانا پینا جماع ممنوع تھا - ابتداءً اسلام میں بھی یہ حکم باقی تھا - ایک بار حضرت عمر نے عشاء کے بعد جماع کیا ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی [۴]

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

روزے کی راتوں میں عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کردیا گیا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو - اللہ کو معلوم ہے کہ اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے - اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کردیا اب ان سے صحبت کرو - اور تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے اسے طلب کرو ۔

نویں ، ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا - یہودی نے کہا ، میں محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حکم مانتا ہوں - منافق نے کہا میں کعب بن اشرف کو مانتا ہوں ۔ پھر دونوں خدمت میں حاضر ہوئے - قصہ سنایا - اس معاملے میں حق یہودی کے ساتھ تھا - اس لئے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا - منافق نے کہا یہ فیصلہ تسلیم نہیں - ہم عمر سے فیصلہ کرائیں گے - دونوں حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں آئے - یہودی نے سب ماجرا سنایا - حضرت عمر نے اس منافق سے دریافت فرمایا ، کیا یہ سچ ہے ؟ منافق

[۱] ابوداؤد ثانی اشربہ باب تحریم الخمر ص ۵۱۷ نسائی ثانی اشربہ باب تحریم الخمر ص ۳۲۲ ترمذی ثانی تفسیر سورۂ مائدہ ص ۱۳۰ ۔
[۲] عینی رابع ص ۳۹۳ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ - تاریخ الخلفاء ص ۸۵ ۔
[۳] تاریخ الخلفاء بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم وابن جریر وغیرہ ص ۸۵ [۴] تاریخ الخلفاء بحوالہ مسند امام احمد ص ۸۵ ۔

يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

کیونکہ ان سے اچھے اور برے کلام کرتے ہیں ۔ اس پر آیت حجاب اُتری اور نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی بیویاں رشک کے جوش میں

نے کہا ۔ ہاں ۔ فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو ۔ اندر سے تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا جو رسول اللہ کا فیصلہ نہ مانے اس کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا ۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ عمر ایک مسلمان کے قتل کی جرأت کریں گے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ نساء ۔

کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا تم اور جو تم سے پہلے اتارا گیا ۔ پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو پنچ بنائیں حالانکہ شیطان کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے ۔

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے تاریخ الخلفاء میں اسی قسم کے ایک واقعہ پر اس آیت کریمہ کے نزول کی روایت کی ہے[۲]

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ نساء ۔

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہونگے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حکم نہ بنائیں اور تم جو کچھ حکم دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں ۔

مرقات کی روایت میں ایک فریق کو یہودی بتایا ، اور تاریخ الخلفاء میں اس میں سے کسی کے یہودی ہونے کی تصریح نہیں ۔ اگر یہ دونوں دو واقعے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو موافقات کی تعداد بجائے بیس کے اکیس ہو جائے گی ۔

دسویں ، راس المنافقین ابن ابی جب مرا ۔ اس کے فرزند مومن مخلص تھے ۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور التجا کی ، حضور! اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں ۔ حضور نے قبول فرمائی ۔ جب نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کے دشمن ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھیں گے ! اس نے ایسا ایسا کہا ہے !! یہ منافق ہے ۔ حضور نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[۳]

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ۔ سورہ توبہ ۔ آیت ۸۴ ۔

ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں ۔

گیارہویں ، حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم بعض منافقین کے لئے استغفار کرتے تھے ۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ۔ سب برابر ہے ۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[۴]

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔ منافقون ۔ آیت ۶ ۔

تم ان کے لئے مغفرت چاہو یا نہ چاہو ، یکساں ہے ۔ اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا ۔

بارہویں ، غزوۂ بدر کے موقع پر جب ابو سفیان اپنا کاروان تجارت بچا کر نکل گئے ۔ اور ابو جہل کی لشکر کے ساتھ آمد کی خبر ملی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو جہل کے مقابلے کے سلسلہ میں مشورہ فرمایا ۔ کچھ صحابہ نے

---

[۱] مرقاۃ جلد پنجم ص ۵۳۸ ۔ [۲] ص ۸۵ بحوالہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ ۔ [۳] بخاری اول جنائز باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ص ۱۸۱ ۔ [۴] تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی ص ۸۸ ۔

وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ

آکر حضور کے خلاف ایکا کرلیا، میں نے ان سے (ازواج مطہرات سے) کہا۔ اگر حضور تم کو طلاق دیدیں

یہ رائے دی کہ مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہم قافلے کے لئے آئے تھے۔ تیاری بھی نہیں ہے۔ تعداد بھی تھوڑی ہے۔ مگر حضرت ابو بکر و حضرت عمر نے مقابلے کے لئے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [۱]

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ الانفال ۵ ۔ جیسے تمہارے رب نے تم کو تمہارے گھر سے نکالا اور مومنوں کا ایک گروہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔

تیرہویں، واقعۂ افک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ، عائشہ کے ساتھ کس نے آپ کی شادی کی ہے۔ فرمایا۔ اللہ نے۔ عرض کیا، کیا حضور کا گمان یہ ہے کہ اللہ ان کے عیب کو پوشیدہ رکھے گا۔ سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ الٰہی تیرے لئے پاکی ہے، یہ بھاری بہتان ہے۔ اس کے بعد یہی کلمات نازل ہوئے [۲]

چودہویں، حضرت عمر اپنے مکان پر سو رہے تھے کہ ان کا غلام اندر آگیا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا اے اللہ، بلا اجازت اندر آنے کو حرام فرمادے۔ اس پر آیت استیذان نازل ہوئی۔

پندرہویں، ایک شخص نے ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے قاریو! تمہارا کیا حال ہے، جب تم سے سوال کیا جاتا ہے تو تم بزدلی اور بخل کرتے ہو اور جب کھانے بیٹھتے ہو تو بڑے بڑے لقمے اڑاتے ہو۔ حضرت ابو الدرداء تو خاموش رہے، مگر جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو اس کی گردن دبوچ کر خدمت اقدس میں لائے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یونہی مذاق میں کہدیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی [۳]

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۔ توبہ ۔ تم اگر ان سے بازپرس کروگے تو کہدیں گے، ہم تو ہنسی و دل لگی کرتے تھے۔

سولہویں، مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعۂ ایلاء میں جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر بالاخانے پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ اور ازواج مطہرات حضور کے اردگرد بیٹھی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی بنت خارجہ اگر مجھ سے نفقہ مانگے تو میں اس کی گردن پر ہاتھ ماروں۔ اس پر حضور ہنس پڑے اور فرمایا یہ سب میرے اردگرد اسی لئے جمع ہیں، مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر (جو پہلے سے حاضر تھے) اٹھے اور عائشہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ اور عمر اٹھے اور حفصہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ دونوں یہ کہتے جاتے تھے تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے وہ مانگتی ہو جو حضور کے پاس نہیں۔ اس پر ازواج مطہرات نے عرض کیا۔ بخدا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کبھی بھی ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضور کے پاس نہ ہو۔ اس کے بعد حضور انتیس دن ازواج مطہرات سے الگ رہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص۸۴
[۲] مینی رابع ص۱۴۳
[۳] تاریخ الخلفاء ص۸۴
[۴] ایضاً ص۸۹ ازالۃ الخفاء جلد اول ص۳۰۸
[۵] اول طلاق باب تخییرۃ امرأتہ لایکون طلاقاً الا بالنیۃ ص۴۸۰

اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ عہ -

تو ان کا رب انھیں تمھارے بدلے تم سے اچھی بیبیاں عطا فرمائے گا جو فرمانبردار ہونگی - تو یہ آیت نازل ہوئی -

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ــــ احزاب - ۲۸ - ۲۹ -

اے نبی ! اپنی بیویوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو میں تمھیں مال دوں اور تم کو اچھی طرح چھوڑ دوں - اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں نیکی والوں کے لئے بہت ثواب مہیا فرمایا ہے -

تیرہوں ، مسلم ہی[۱] میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں ، میں جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے روئے انور پر جلال دیکھا - میں نے عرض کیا - یارسولَ اللہ عورتوں کے معاملہ کیوجہ سے حضور پریشان نہ ہوں - اگر حضور نے انھیں طلاق دیدیا تو کیا ہوا ، اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے جبرئیل ، میکائیل میں اور ابوبکر اور تمام ایمان والے حضور کے ساتھ ہیں - میں اس پر اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے کوئی بات کہی تو اللہ سے یہی امید رہتی ہے کہ اللہ عزوجل میری تصدیق نازل فرمائے گا - اس پر یہ آیتِ تخییر یعنی عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اور یہ آیت[۲] نازل ہوئی -

وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ــــ تحریم - ۴ -

اور اگر ان پر زور باندھو تو یقیناً اللہ اس کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان بھی اور اس کے بعد فرشتے ان کے حامی ہیں -

اٹھارہویں ، اسی حدیث کے اخیر میں ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں - کہ - میں نے حضور سے دریافت کیا - کیا حضور نے انھیں (ازواج) کو طلاق دیدیا ہے - فرمایا - نہیں تو - میں نے عرض کیا - میں جب مسجد میں آیا تو دیکھا لوگ غم زدہ بیٹھے کنکریوں سے کھیل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدیا ہے - اگر اجازت ہو تو انھیں بتادوں - فرمایا اگر تم چاہو تو بتادو - میں اتر کر مسجد میں آیا اور حضور بھی نیچے اترے - میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر بلند آواز میں کہا - حضور نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی ہے - اور یہ آیت نازل ہوئی -

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ــــ نساء - ۸۳ -

جب انھیں اطمینان یا ڈر کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں اگر اسے رسول کے پاس یا اپنے سرداروں کے پاس لے جائیں تو معاملہ فہمی کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تحقیق کرلیتے -

اُنیسویں ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک موقع پر ایک شخص خدمت اقدس میں آیا اور دیر تک بیٹھا رہا - حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کئی مرتبہ اٹھے ، تاکہ وہ حضور کی اکتاہٹ کو سمجھ جائے

عہ اول صلوۃ باب ما جاء فی القبلۃ ص۵۸ ثانی تفسیر سورہ البقرہ باب قولہ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ ولدا ص۶۴۴ ثانی تفسیر سورہ احزاب باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی ص۰۰ ثانی تفسیر سورہ تحریم باب قولہ عسیٰ ربہ ان طلقکن ص۳۱ ، ترمذی ثانی تفسیر سورہ بقرہ ص۱۲ ابن ماجہ صلوۃ باب القبلۃ ص۷۲

[۱] مسلم اول طلاق باب تخییر امرأتہٗ لایکون طلاقا الا بالنیۃ ص۴۸۰ [۲] ایضاً ص۴۸۱

حدیث ۲۸۱ - بینا الناس بقباء اذ جاءھم آت فقال قد امر ان یستقبل الکعبۃ

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال بینا الناس بقباء فی صلوۃ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک

اور واپس ہوجائے، مگر وہ بیٹھا رہا۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کبیدگی کو محسوس کیا اور اس سے کہا۔ تم نے رسول اللہ کو تکلیف دی۔ اس پر وہ سمجھا اور اٹھ کر چلا گیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پردے کا حکم دیدیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت[1] نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ — احزاب - ۵۳ -

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ جاؤ جبتک تم کو اجازت نہ دی جائے۔ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ۔ نہ یہ کہ پکنے کا انتظار کرو۔ پس جب کھا چکو تو چل دو نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بیشک یہ نبی کو ایذا پہنچاتی ہے۔ وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق بات بیان فرمانے سے حیا نہیں فرماتا۔

بیسویں، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب سورۂ واقعہ کی یہ آیت نازل ہوئی ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۱۴) اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں تھوڑے یعنی جنت میں اگلی امت کے افراد زیادہ ہوں گے اور اس امت کے کم اور تھوڑے۔ یہ صحابۂ کرام کو بہت شاق ہوا۔ حضرت عمر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ، اگلے زیادہ اور ہم کم۔ یہ سن کر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے سال بھر کے بعد سورۂ واقعہ کے آخری اجزاء نازل ہوئے تو اس میں یہ آیت بھی اتری۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۴۰) اگلے سے ایک گروہ اور پچھلے سے ایک گروہ۔ جب یہ آیت اتری تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلایا اور فرمایا یہ بشارت سن لو۔ حضرت آدم سے لیکر مجھ تک ایک گروہ ہے اور میری امت ایک گروہ۔ ہمارا گروہ، پہلوں کے برابر اس وقت تک نہ ہوگا جب تک سوڈان کے حبشی اونٹ چرانے والوں کو بھی ہم اپنے گروہ میں شامل نہ کرلیں، کہ وہ بھی توحید کی شہادت دیں[2]۔

یہ بیس موافقتیں ہوئیں۔ مزید تتبع و تلاش کیا جائے تو یہ تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ میں نے ایک بار اس کی کوشش کی تو پچیس موافقتیں ملیں۔ مجھے وہ سب یاد نہ رہیں اور جو لکھا تھا وہ کہیں غائب ہے۔ یہ موافقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت عظیم فضیلت ہے اس سے ایک طرف ان کی فراست صادقہ اور جبلت سلیمہ کا پتہ چلتا ہے کہ وہ جو کچھ سوچتے حق ہوتا دوسری طرف ان کے اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ ہونے کا ثبوت ملتا ہے کہ جو کلمات انھوں نے عرض کئے بعینہ وہی قرآن مجید میں نازل ہوئے۔

یہ بیس یا اکیس موافقتیں تو وہ ہیں جو قرآن مجید کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ توراۃ کے ساتھ الگ ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ الگ۔ ان سب کو تلاش کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار کیجا سکتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم

---

[1] ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۵۵ [2] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ ص ۸۵ (حاشیہ اگلے والے صفحہ کا)

[1] بخاری اول مناقب، مناقب عمر ص ۵۲۱ عن ابی ھریرۃ مسلم ثانی فضائل باب فضائل عمر ص ۲۷۶ ترمذی ثانی مناقب مناقب عمر ص ۲۱۰ عن عائشۃ مسند امام احمد عن کلیھما۔

الصُّبْحِ اِذْ جَاءَ هُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آنے والے آئے اور یہ کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر رات قرآن

قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَ

نازل کیا گیا ہے اور حضور کو حکم دیا گیا ہے کہ (نماز میں) کعبے کی جانب منہ کریں اس لئے تم

رضی اللہ تعالے عنہ کا یہ وہ خصوصی فضل و کمال ہے جسے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ان کلمات طیبات میں بیان فرمایا ہے

لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر [۱]۔

پہلی امتوں میں کچھ لوگ ہوتے تھے جنھیں الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو عمر ہیں۔

بطریق زکریا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ ہی سے یہ روایت ہے۔

قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر [۲]

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیائے کرام کے علاوہ ایسے بزرگ ہوتے تھے جن سے فرشتے کلام کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا بزرگ ہے تو وہ عمر ہیں۔

محدثون کی تفسیر خود مسلم شریف میں مُلْھَمُوْن ہے۔ یعنی جنھیں من جانب اللہ الہام کیا جائے۔ یُکَلَّمُوْن مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی جن سے کلام کیا جاتا ہے، یعنی جن سے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ ورنہ کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ ان دونوں حدیثوں میں حرف شرط شک کے لئے نہیں بلکہ تاکید و تقریر کے لئے ہے۔ جیسے اپنے بہت گہرے اور سچے دوست کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر میرا کوئی دوست ہے تو فلاں ہے، یا کسی بڑے عالم کی عظمت بیان کرنا مقصود ہو تو کہتے ہیں اگر کوئی عالم ہے تو فلاں ہے۔

اسی من جانب اللہ الہام اور فرشتوں سے ہمکلامی کا یہ اثر تھا کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا۔ قرآن مجید میں حضرت عمر کی بہت سی رائے کے ساتھ تطابق ہے [۳]۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ حضرت عمر ایک رائے دیتے تھے قرآن اس کے مطابق اترتا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے حق عمر کی زبان اور دل پر کردیا ہے اور جب کبھی اور لوگ ایک رائے دیں اور حضرت عمر دوسری رائے دیں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوتا [۵]۔

تشریحات ۲۸۱ فی صلوۃ الصبح۔ حدیث ۲۷۷ میں تفصیلی بحث گذر چکی کہ تحویل قبلہ کا حکم نماز ظہر میں نازل ہوا تھا۔ اور یہ خبر قبا میں دوسرے دن نماز فجر میں پہنچی۔ اٰتٍ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ آنے والے عباد بن بشر تھے۔ اور یہی ابن طاہر وغیرہ نے بھی نقل کیا۔ مگر علامہ ابن حجر کو اس میں کلام ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عباد بن بشر نے بنی حارثہ کو نماز عصر میں اس کی خبر دی تھی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عباد بن بشر نے پہلے بنی حارثہ کو اس کی خبر دی پھر صبح کو اہل قبا کو نماز فجر کے وقت خبر دی۔ مگر مسلم کی جو حضرت انس سے روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر دینے والے دونوں جگہ دو ہیں۔ اس روایت میں ہے۔ بنی سلمہ میں سے ایک صاحب گذرے اور وہ لوگ نماز فجر کے رکوع میں تھے۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ دو الگ قبیلے ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ عباد بن بشر بنی حارثہ کے فرد ہیں۔ واللہ اعلم۔

اللیلۃ۔ گذر چکا کہ تحویل قبلہ کی آیت دن ہی میں ظہر کی نماز میں نازل ہوئی تھی۔ اس لئے علماء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اللیلۃ سے مراد مجازاً کل گذشتہ ہے۔ بعلاقہ مجاورت۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دینیات میں ایک عادل ثقہ کی

---

[۲] بخاری اول مناقب، مناقب عمر ص۵۲۱۔ [۳] تاریخ الخلفاء ص۸۰ بحوالہ ابن مردویہ [۴] ایضاً بحوالہ ابن عساکر [۵] ترمذی ثانی مناقب مناقب عمر ص۲۰۹ ۔ ([۱] اس کا حوالہ پچھلے صفحہ پر ہے)

كَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ عه

لوگ کعبے کی جانب منہ کرلو اور ان کے رخ شام کی طرف تھے وہ لوگ کعبے کی طرف پھر گئے ۔

حدیث ۲۸۲ ۔ رأی نخامۃ فی القبلۃ فشق علیہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے قبلے میں رینٹ

نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ إِنَّ

دیکھی ۔ یہ حضور کو شاق ہوا اتنا کہ اس کا اثر روئے انور پر دیکھا گیا ۔ حضور کھڑے ہوئے اور اسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا پھر

أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ

فرمایا جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہو تو اپنے رب سے مناجات کرتے ہو یا یہ فرمایا کہ بیشک اسکا رب اسکے اور قبلے کے مابین ہے، اس لئے

خبر معتبر ہے ۔ مثلاً نماز کا وقت ہوگیا ۔ نماز کا وقت ختم ہوگیا ۔ پانی پاک ہے یا ناپاک ہے ۔ قبلہ کدھر ہے ۔

تشریحات

۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ -

نخامۃ ، وہ بلغم جو ناک یا حلق کے ذریعہ باہر آئے ۔ بصاق ۔ تھوک ۔ مخاط ۔ ناک سے جو رطوبت نکلے ۔ مناجاۃ ، اس کا مادہ نجویٰ ہے جس کے معنی کان میں بات کہنے کے ہیں ۔ یعنی کسی سے رازدارانہ بات چیت کرنی ۔ امام نووی نے فرمایا ، یہاں مناجات سے اخلاص اور حضور قلب کے ساتھ ذکر الٰہی میں ہمہ تن مشغول ہونا مراد ہے ۔ علامہ عینی نے فرمایا ۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تشبیہ سے ہے ۔ نماز میں بندے کا خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف قرأت و ذکر کرتے ہوئے متوجہ ہونے کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دیگئی جو اپنے آقا سے سرگوشی کرتا ہے ، کہ اس حالت میں غلام پورے طور سے حسن ادب کا لحاظ کرتا ہے ۔ اسی طرح نمازی کو لازم ہے کہ نماز میں حسن ادب کو ملحوظ رکھے ۔

ان ربہ بینہ وبین القبلۃ اس سے مراد خصوصی تجلی ہے ، ورنہ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کہ وہ دو جگہوں کے درمیان محصور ہو ۔ یا کسی جگہ متمکن ہو ۔ اس لئے کہ اس کے لئے متناہی ہونا لازم ہے ، اور اللہ عزوجل کی ذات تناہی سے منزہ اور غیر متناہی بالفعل ہے ۔ خود ارشاد فرماتا ہے وكان الله بكل شئ محيطا ۔ اور فرمایا الا انه بكل شئ محيط ۔ اللہ عزوجل ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ۔ یہ اس کے منافی کہ اسے کوئی چیز گھیرے ۔ محیط ، محاط نہیں ہو سکتا ۔

بعض معتزلہ نے یہ کہکر اس حدیث کا انکار کیا ۔ کہ اللہ عزوجل ہر جگہ ہے ۔ پھر تخصیص کی کیا وجہ ۔ ان جہلا نے یہ نہیں جانا کہ یہ متشابہات میں سے ہے ۔ جیسے ارشاد ہے الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اور فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔ اور ارشاد ہوا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ جیسے یہ آیات اپنے ظاہری معنی پر نہیں اسی طرح اس حدیث کا ارشاد بھی ظاہر معنی سے مأول ہے ۔ جو تاویل ان آیات کی ہے وہی اس حدیث کی بھی ہوگی ۔ اسطرح انکا یہ کہنا کہ اللہ

عه اول صلوٰۃ باب ما جاء فی القبلۃ ص ۵۸ ثانی تفسیر سورۃ البقرہ باب قولہ وما جعلنا القبلۃ التی ص ۶۴۵ اخبار الاحاد باب ما جاء فی اجازۃ الخبر الواحد الصدوق ص ۱۰۷۴ مسلم اول مساجد باب تحویل القبلۃ ص ۲۰۰ نسائی اول صلوٰۃ باب الحالۃ التی یجوز علیہا استقبال القبلۃ

قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ

کوئی قبلے کی جانب ہرگز نہ تھوکے اپنے بائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے۔ اسکے بعد حضور نے اپنی چادر کا کنارہ

فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا ع۵ -

لیا اور اسمیں تھوکا پھر بعض کو بعض پر مل دیا پھر فرمایا، یا اس طرح کرلے۔

عز وجل ہر جگہ ہے۔ غلط ہے۔ کسی جگہ جو جسم ہوتی ہے جگہ اس چیز کو ہر طرف سے گھیرے رہتی ہے۔ ابھی گذرا کہ اللہ عز وجل کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی۔ اسی لئے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا، کہ جو یہ کہے "نہ تو در ہیچ مکانے و نہ ز تو خالی ست مکان" کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ عز وجل کے لئے مکان ثابت کیا۔ مگر اس کے حاشیے میں اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ اس قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ مگر خاطی ضرور ہے۔

فلا یبزق احناف کے نزدیک قبلے کی جانب تھوکنا مطلقاً منع ہے، خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔ نماز میں کراہت زیادہ سخت ہے۔ اسی طرح مسجد میں تھوکنا منع ہے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا البزاق فی المسجد خطیئة وكفارتها دفنها۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا۔ اور نماز میں کراہت زیادہ ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ آگے جو ارشاد ہے کہ اپنے بائیں طرف تھوکے یہ نماز کے علاوہ اور مسجد سے باہر کا حکم ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ یہ حدیث کے سیاق کے منافی ہے۔ **اقول** - نماز میں اگر بلغم آجائے یا ناک صاف کرنیکی حاجت پیش آجائے۔ تو اسے اپنے رومال یا کسی کپڑے میں لیکر مل ڈالے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔ لیکن اگر کوئی کپڑا نہ ہو تو نماز کو فساد سے بچانے کیلئے تھوکنے کی اجازت ہے اگر بائیں طرف کوئی نہ ہو تو بائیں طرف، ورنہ اپنے قدم کے نیچے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اسے یا تو وہیں دفن کر دیں یا صاف کر دیں۔ یہ محض جواز کی حد ہے بہتر یہ ہے کہ نگل لے۔

فحکہ بیدہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھ میں کنکری یا لکڑی لے کر اسے کھرچ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے، کہ حضور نے کنکری لی اور اس سے دور فرمایا۔ یا جیسا کہ ابو داؤد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری مسجد میں تشریف لائے اور حضور کے دست اقدس میں "ابن طاب" کے کھجور کی شاخ تھی۔ حضور نے مسجد میں نظر ڈالی تو مسجد کے قبلے میں، بلغم دیکھا تو اسے اس کھجور کی شاخ سے کھرچ دیا۔

ولا عن یمینہ داہنی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ اس کی داہنی جانب فرشتہ ہے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ ہے۔ اس کا ایک جواب علامہ عینی نے یہ دیا۔ بائیں طرف جو فرشتہ ہے وہ گناہ لکھتا ہے اور نماز کی حالت میں وہ علٰحدہ ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قضائے حاجت اور جماع کے علاوہ کبھی بھی کراماً کاتبین بندے سے علٰحدہ نہیں ہوتے۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لائق حجت نہیں۔ **اقول** - تطبیق بھی ممکن ہے۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ دونوں کبھی علٰحدہ نہیں ہوتے یہ ممکن ہے کہ ایک رہے دوسرا علٰحدہ ہو جائے۔
مگر اس پر بھی یہ ایراد ہے کہ نماز کے باہر بھی تھوکنے کا یہی ادب ہے کہ بائیں طرف تھوکے۔ پھر یہی علامہ عینی نے اپنے جواب مذکور کو ناپسند فرمایا۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے تحت جو دفن النخامة فی المسجد کے تحت لائے

ع۵ اول صلوٰۃ باب حک النخامة بالحصیٰ من المسجد ص۵۸ ایضاً باب لا یبصق عن یمینه فی الصلوٰۃ ص۵۹ مسلم اول مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۷ سلہ ابو داؤد اول صلوٰۃ باب فی کراہیة البزاق فی المسجد ص۶۸

حدیث ۲۸۳ ایضاً عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی بصاقاً فی جدار القبلۃ فحکہ ثم اقبل علی الناس فقال اذا کان احدکم یصلی فلا یبصق قبل وجہہ فان اللہ سبحانہ قبل وجہہ اذا صلی عہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں تھوک دیکھا تو اسے کھرچ دیا پھر لوگوں کی طرف رخ انور کرکے فرمایا جب تم نماز پڑھتے رہو تو اپنے سامنے مت تھوکو اس لئے کہ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اللہ سبحانہ تمہارے سامنے ہوتا ہے۔

حدیث ۲۸۴ ایضاً عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی فی جدار القبلۃ مخاطاً او بصاقاً او نخامۃ فحکہ عہ

حضرت عائشہ ام المؤمنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ دیا۔

ت وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان وطئت علی قذر رطب فاغسلہ وان کان یابساً فلا۔

حدیث ۲۸۵: رأی نخامۃ فی جدار المسجد۔

ان ابا ھریرۃ و ابا سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدثاہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی نخامۃ فی جدار المسجد فتناول حصاۃ فحتہا فقال اذا تنخم احدکم فلا یتنخمن قبل وجہہ ولا عن یمینہ ولیبصق عن یسارہ او تحت قدمہ الیسریٰ عہ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں کھنکھار دیکھا تو کنکری لی اور اسے کھرچ دیا اس کے بعد فرمایا جب تم کھنکھارو یا تھوکو تو اپنے سامنے یا اپنے داہنے طرف نہ تھوکو بلکہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکو۔

عہ اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد ص۵۸ ایضاً اذان باب ہل یلتفت لامر نزل بہ ص۱۰۴ ایضاً تہجد باب ما یجوز من البصاق والنفخ فی الصلوٰۃ ص۱۶۲ مسلم مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۷ نسائی اول باب البصاق فی المسجد ص۱۱۵ عہ اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد ص۵۸ مسلم اول مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۷ عہ اول صلوٰۃ باب حک المخاط بالحصیٰ من المسجد ص۵۸ ایضاً باب لا یبصق عن یمینہ فی الصلوٰۃ ص۵۸ مسلم باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۷۔

ت ترجمہ:- اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر گیلی نجاست تیرے پاؤں کے نیچے آجائے تو اسے دھو ڈال اور اگر سوکھی ہو تو [illegible]

حدیث ۲۸۶ :- البزاق فی المسجد خطیئۃ

قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ، مسجد

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا ؏

میں تھوکنا گناہ ہے۔ اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے۔

حدیث ۲۸۷ :- اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلا یبصق امامہ

عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهُ فَاِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ

جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو، تو اپنے آگے مت تھوکو اسلئے کہ وہ جبتک نماز پڑھنے کی جگہ ہے اپنے پروردگار

وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ فَاِنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ مَلَكًا وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا ؏

سے مناجات کررہا ہے اور نہ داہنی طرف تھوکے اسلئے کہ اسکے داہنی طرف بھی فرشتہ ہے۔ اپنے بائیں تھوکے یا قدم کے نیچے تھوکے۔ پھر دفن کردے۔

ہیں۔ فرمایا۔ کہ بہترین جواب یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہتے ہیں۔ اسکی جگہ بائیں طرف ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں وارد ہے۔ جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بائیں طرف تھوکنے میں تھوک اسی قرین پر پڑتا ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں بائیں طرف تھوک کر خنزب (شیطان) کو دفع کرنے کا حکم ہے۔

قبلے کی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت کیا ہے؟ اس سلسلے میں وارد احادیث پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل سے مناجاۃ۔ دوسرے احترام قبلہ۔ تیسرے احترام مسجد۔ چوتھے احترام فرشتہ۔ پانچویں ایذا۔
حدیث ۲۸۸ کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے۔ ابن عباس نے کہا اگر گیلی نجاست کو روندے تو اسے دھو او اور سوکھی ہو تو نہیں۔

تعلیق مذکور کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اخیر میں ہے، وان کان یابسا فلم یضرہ۔ اگر سوکھی ہے تو یہ کچھ ضرر نہیں دے گی۔ اس تعلیق کے لانے سے امام بخاری کا مقصد ان بعض ائمہ کرام کا رد ہے جو رینٹھ کو ناپاک کہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابن عباس کی تعلیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نجاست گیلی کسی چیز کو لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔ دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی۔ رینٹھ اگر ناپاک ہوتی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صرف کھرچنے پر اکتفا نہ کرتے، اسے دھوتے بھی فرور۔ تو معلوم ہوا یہ پاک ہے۔

تشریحات ۲۸۸-۲۸۹ :-

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی، دونوں نے فرمایا۔ اس حدیث سے یہاں یہ باتیں ثابت ہوئیں کہ آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھنا

؏ اول صلوٰۃ باب دفن النخامۃ فی المسجد ص ۵۹ ؏ ایضاً

حدیث ۲۸۸ :- انی لاراکم من وراء ظہری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ

کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے ۔ قسم خدا کی مجھ پر تمہارا خشوع ، تمہارا رکوع پوشیدہ نہیں

اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ ؏۱

میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں ۔

حدیث ۲۸۹ :- انی لاراکم من وراءکم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک

صَلٰوةً ثُمَّ رَقِیَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِی الصَّلٰوةِ وَفِی الرُّکُوْعِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ

نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا میں تم لوگوں کو پیچھے سے بھی

وَّرَاءِ کَمَا اَرَاکُمْ ؏۲

ویسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے سے ۔

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جو بطور اعجاز حاصل ہے ۔ یہاں حقیقی دیکھنا مراد ہے ۔ صرف علم نہیں ۔ یہ حدیث ہم اہل سنت کی دلیل ہے کہ دیکھنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شئ مرئی ، دیکھی جانے والی چیز مقابلے میں ہو ۔ نہ یہ ضروری ہے کہ شئ مرئی کا عکس آنکھ میں چھپے ۔ نہ اس کے لئے کسی ، عضو ، آنکھ وغیرہ کی احتیاج ہے ۔ چونکہ دنیا میں ہم اسی طرح دیکھتے ہیں اس لئے دیکھنے کے لئے ان چیزوں کو لازم جانتے ہیں ۔ ورنہ حقیقت میں ان میں کوئی چیز ضروری نہیں ۔ اس لئے حضرات انبیاء کرام نے دنیا میں اگر دیدار الٰہی کیا یا قیامت کے دن ہر مسلمان کرے گا ، اس پر کوئی استحالہ نہیں ۔

یہ حدیث روافض اور مجسمہ ، دونوں کی رد ہے ۔ روافض رؤیت باری تعالےٰ کے منکر ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لئے شئ مرئی کا دیکھنے والے کے سامنے اور قریب ہونا لازم ہے ۔ اور مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ دیدار الٰہی ہوگا مگر اس طرح کہ اللہ عزوجل ہمارے سامنے کسی جگہ ہوگا ۔ انھیں میں ابن تیمیہ بھی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے سورج ہمارے سروں پر ہے اور ہم دیکھتے ہیں ۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ عزوجل ہمارے اوپر ہوگا اور ہم دیکھیں گے ۔ ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے ، کہ اللہ عزوجل کے لئے جسم ہے ، اگرچہ

؏۱ اول صلوٰۃ باب عظۃ الامام الناس ص۵۹ اذان باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص۱۰۲ مسلم صلوٰۃ باب الامر بتحسین الصلوٰۃ ص۱۸۰

؏۲ اول صلوٰۃ باب عظۃ الامام الناس ص۵۹ اذان باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص۱۰۲

حدیث ۲۹۰ :- سابق بین الخیل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَابَقَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جو

بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْیَاءِ وَاَمَدُھَا ثَنِیَّۃُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ

تیار کیے گئے تھے حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک، دوڑ کرائی - اور جو تیار نہیں کرائے گئے ان کی ثنیۃ الوداع سے بنی زریق کی

الثَّنِیَّۃِ اِلٰی مَسْجِدِ بَنِیْ زُرَیْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ فِیْمَنْ سَابَقَ بِھَا ؏

مسجد تک دوڑ کرائی اور عبداللہ بن عمر نے بھی حصہ لیا تھا۔

نوع بشر جیسا نہیں۔ اس کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ معلوم کرنے کے لئے اس کی فتاویٰ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ آج کل غیر مقلدین ابن تیمیہ کو سر پر لئے گھوم رہے ہیں۔ ان پر تو زیادہ تعجب نہیں۔ تعجب ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ پر ہے کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب " دعوت وعزیمت " میں ابن تیمیہ کو آسمان پر اٹھایا ہے۔ افسوس، حنفیت کا دعویٰ اور غیر مقلدوں کے امام کی حمایت ..

دوسرے یہ کہ دیکھنا صرف نماز کے ساتھ خاص تھا کہ ہمیشہ تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ نماز میں بھی تھا اور نماز کے باہر ہمیشہ تھا۔ جیسا کہ امام مجاہد سے منقول ہے۔ اور امام تقی بن مخلد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے روشنی میں۔ تیسرے یہ کہ دیکھنا صرف پیچھے کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ شش جہت یکساں دیکھتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا "صواب آنست کہ چنانچہ قلب شریف آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ و سعت در درک وعلم معقولات دادند حواس لطیف او را نیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدہ اند وجہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند" ؂۱

"صحیح یہ ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قلب شریف کو معقولات پر احاطہ عطا فرمایا ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو علم محسوسات پر احاطہ بخشا ہے اور شش جہت کو ایک جہت کے حکم میں کر دیا ہے۔"

چوتھے یہ کہ اس ارشاد سے کہ فرمایا " تمہارا رکوع تمہارا خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ یہ افادہ فرمایا، کہ یہ شش جہت میں دیکھنا صرف ظاہر چیزوں کے ساتھ خاص نہیں۔ باطنی چیزیں، حتیٰ کہ دلوں کے احوال بھی ملاحظہ فرماتے تھے — پانچویں یہ کہ جو بعض حضرات نے کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی گردن میں سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ تھا جس سے دیکھتے تھے۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہیں کوئی ایسی روایت نہیں۔

چھٹے یہ کہ امام پر لازم ہے کہ اگر مقتدیوں کی نماز میں کوئی خامی دیکھے تو انہیں خبردار کردے۔ مسلم شریف میں پوری حدیث یہ ہے — کہ ہمیں نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف چہرہ اقدس کیا اور فرمایا صفیں سیدھی رکھو خوب مل کر گنجان ہو کر کھڑے ہو۔ میں تمہارا امام ہوں مجھ سے پہلے نہ رکوع کرو نہ سجدہ نہ سلام۔ میں تم کو آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی

؏ اول صلوٰۃ باب ہل یقال مسجد بنی فلان ص۵۹ جہاد - باب الفرس القطوف باب اضمار الفرس للسبق باب غایۃ السبق للفرس المضمر ص۴۰۲ ثانی اعتصام باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۹۰ مسلم امارۃ باب المسابقۃ بین الخیل ص۱۳۲ ابو داؤد جہاد باب فی السبق ص۳۴۸ ترمذی اول جہاد باب فی الدہان ص۲۰۳ نسائی - خیل باب غایۃ السبق التی لم تضمر باب اضمار الخیل للسبق ص۱۲۴ ابن ماجہ باب السبق والدہان ص۲۰۳ موطا مالک باب ماجاء فی الخیل والمسابقۃ ص۱۸۴ دارمی جہاد ۳۵ مسند امام احمد۔

؂۱ مدارج سائز خورد اول ص۹ ۔

حدیث ۲۹۱ :- اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمالٍ من البحرین۔

عن انسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اُتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمالٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین سے مال آیا

من البحرین فقال انثروہ فی المسجد وکان اکثر مالٍ اُتی بہٖ

فرمایا اسے مسجد میں پھیلا دو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس سے زیادہ مال کبھی نہیں آیا تھا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخرج رسول اللہ صلی اللہ

رسول اللہ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو اس کی

تعالیٰ علیہ وسلم الی الصلوٰۃ ولم یلتفت الیہ فلما قضی الصلوٰۃ جاء

طرف دیکھا بھی نہیں۔ جب نماز ادا فرما چکے تو تشریف لائے تو

فجلس الیہ فما کان یری احدا الا اعطاہ اذ جاءہ العباس فقال

مال کے پاس بیٹھے۔ جس کسی کو دیکھتے تو اسے دیتے، اتنے میں حضرت عباس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

اس کے بعد فرمایا۔ اس کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے جو کچھ میں نے دیکھا اگر تم لوگ دیکھ لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ حضور نے کیا دیکھا۔ فرمایا۔ جنت اور دوزخ۔

تشریحات ۲۹۰ :-

مُسَابَقَتْ، کا مادّہ سَبَقٌ ہے۔ اس کے معنی آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ مسابقت کے لغوی معنی" ایک دوسرے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا، یہاں گھوڑ دوڑ کا مقابلہ مراد ہے۔ اُضمرت کا مادہ ضَمُرٌ ہے، اس کے معنی دُبلا ہوا۔ چھریرے بدن کا ہوا۔ اِضمار اور تضمیر ایک عمل ہے۔ گھوڑوں کو پہلے خوب کھلاتے ہیں۔ جب خوب موٹا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی خوراک گھٹاتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پہلی مقدار دینے لگتے ہیں۔ اور گھر میں باندھ کر جُل پہنا کر رکھتے ہیں جس سے پسینہ کافی نکلتا ہے۔ اسکے نتیجے میں گھوڑا تیز رو ہو جاتا ہے۔ اور سینے کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے اس کا بدن چھریرا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل چالیس دن میں پورا کرتے ہیں۔ اس سے گھوڑا چاق چوبند اور تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ حفیاء عوالی مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ثنیۃ الوداع، مدینۂ طیبہ سے جانب شمال ایک گھاٹی کا نام ہے۔ اہل مدینہ کا طریقہ یہ تھا، کہیں جانے والے کو یہاں تک پہنچا کر رخصت ہوتے تھے۔ حفیاء اور ثنیۃ الوداع کا فاصلہ پانچ یا چھ یا سات میل کا ہے۔ بنی زریق انصار کا ایک قبیلہ، ابن عامر حارثہ بن غضیب بن جشم بن الخزرج ہے۔ ثنیۃ الوداع اور بنی زریق کی مسجد کا فاصلہ ایک میل ہے۔

ابن تین نے کہا کہ اس مسابقت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن سے آئے ہوئے حلّے انعام عطا فرمائے پہلے نمبر پہ تین، دوسرے نمبر پر دو، اور تیسرے نمبر پر ایک حلّے۔ چوتھے نمبر پر ایک دینار۔ پانچویں نمبر پر درہم۔ اور

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَ فَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ لَهُ

یا رسول اللہ! مجھے بھی دیجئے۔ اس لئے کہ میں نے اپنا بھی اور عقیل کا بھی فدیہ (جنگ بدر کے موقع پر) دیا ہے۔ رسول اللہ صلی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ خود لے لیں۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے کپڑے میں لے لیا

فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ قَالَ لَا

پھر اسے اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے تو عرض کیا یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیں یہ اٹھا دے۔ فرمایا۔ نہیں

قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَقَالَ

عرض کیا آپ ہی اٹھا دیں۔ فرمایا نہیں۔ تو اس میں سے کچھ گرا یا پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ پھر عرض کیا۔

چھٹے نمبر پر کچھ چاندی عطا فرمایا تھا۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم بھی اس مسابقت میں شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم جس گھوڑے پر سوار تھے یہ سب سے آگے نکل گیا تھا اس گھوڑے کا نام "سکب" تھا اسے بنی فزارہ کے ایک آدمی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ اس نے اس کا نام ضرس رکھا تھا۔ حضور نے بدل کر "سکب" رکھا۔ سکب کے معنی لگاتار بارش اور تیز دوڑنے والے گھوڑے کے ہیں اور ضرس کے معنی سخت مزاج، تجربہ کار جنگجو ہے۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جس پر حضور سوار ہوئے اور جسے خریدا اور جس پر مسابقت کی۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے سب سے آگے بڑھنے پر مسلمان بھی خوش ہوئے اور حضور بھی خوش ہوئے۔

مسائل (۱) اس پر اجماع ہے کہ گھوڑوں کی تضمیر اور مشق کے لئے اسے دوڑانا اور گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ امام شافعی نے فرمایا کہ سنت ہے (۲) صحیح یہ ہے کہ ضرورت کے لئے اور جانوروں کی بھی تضمیر یا ان کے مناسب ان میں چستی اور قوت لانے کے لئے کوئی عمل کرنا، جائز ہے (۳) گھڑ دوڑ یا کوئی بھی مقابلہ کسی اچھے مقصد کے لئے کرانا جائز ہے (۴) اس پر انعام بھی دینا جائز ہے۔ البتہ مقابلہ کرنے والوں کا آپس میں جیتنے والوں کو کچھ دینے کی شرط کے ساتھ ناجائز ہے۔ (۵) کسی مسجد کو مخلوق کی طرف منسوب کرنا، جائز ہے۔ مثلاً بانی کی طرف یا اہل محلہ کی طرف وغیرہ وغیرہ۔

تشریحات ۲۹۱ :-

مطابقت :- یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ تعلیق القنو والقسمۃ فی المسجد۔ مسجد میں کھجور کے گچھے لٹکانا اور تقسیم کرنا۔ اور جو حدیث ذکر کی ہے اس سے صرف تقسیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس میں گچھے لٹکانے کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ابو محمد بن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اس حدیث کے ابتدا میں یہ اضافہ کیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم جب (حجرے) سے نکلے تو دیکھا کہ مسجد میں کھجور کے گچھے لٹکائے ہوئے ہیں۔ حضور نے یہ حکم دیا تھا کہ ہر دو ڈنڈ کے درمیان کھجور کا گچھا لٹکا دیا جائے تاکہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ کھائے۔ حضور کے عہد میں اس پر حضرت معاذ مقرر تھے۔ یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ جس حدیث میں کوئی بات ہوتی ہے تو کبھی کبھی اس کے بعض حصے کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور جو جز باب کے مناسب ہوتا ہے اسے ترک کر دیتے ہیں، خواہ باب کو کسی جز سے مطابقت ہو رہی ہو۔ وہ ان کی شرط پر ہو یا نہ ہو۔ اس پر بارہا گذارش بار بار ہو چکی کہ یہ ایراد اپنی جگہ رہا ہے۔ کہ جو جز باب کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ وہ باب کے مناسب نہیں۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ۔ قَالَ

یارسول اللہ کسی کو حکم دیں اٹھادے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کیا تو آپ ہی اٹھادیں۔ فرمایا

لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهٗ فَأَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ

نہیں پھر کچھ نکال دیا پھر اسکے بعد اٹھایا اور اپنے کاندھے پر رکھا پھر تشریف لے گئے۔ جب تک

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهٗ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا

وہ نظر آتے رہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ان کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے دیکھتے رہے

مِنْ حِرْصِهٖ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ ع

رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وہاں سے اسوقت تک نہیں اٹھے جبتک کہ اسمیں کا ایک درہم بھی رہا۔

ہم مقدمے میں بتا آئے کہ، حدیث سے اثبات باب کبھی التزاما ہوتا ہے۔ یہی یہاں بھی ہے۔ اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں عارضی طور پر اس لئے مال جمع کرنا کہ اسے تقسیم کر دیا جائے، جائز ہے۔ اور کھجوروں کے گچھے اسی لئے رکھے تھے۔ کہ اسے حاجتمند کھائیں۔ یہ رکھنا بھی عارضی ہوا اور حقیقت میں ایک طرح تقسیم کرنے کے لئے ہوا۔ اسلئے یہ بھی جائز۔

بحرین:۔ بصرہ اور عمان کے مابین مشہور آبادی تھی۔ بصرے سے اس کا فاصلہ پورا اسی فرسخ یعنی دو سو چھبیس میل ہے۔ اس کا دوسرا نام ہجر بھی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جعرانہ میں حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد، حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے، علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالے عنہ کو بحرین منذر بن ساوی عبدی کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بخاری مغازی میں ہے کہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالے عنہ نے بیان کیا، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے جب اہل بحرین کے ساتھ صلح کر لی تو ان پر علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالے عنہ کو والی بنا کر بھیجا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح امین الامۃ رضی اللہ تعالے عنہ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ جب مال لے کر واپس ہوئے اور انصار نے سُنا تو صبح کی نماز حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی حضور جب نماز سے فارغ ہوئے، تو انصار سامنے حاضر ہوئے۔ یہ دیکھکر حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ شاید تم نے سُنا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ مال لائے ہیں۔ انصار نے عرض کیا۔ ایسا ہی ہے یا رسول اللہ! تو ارشاد فرمایا تمھیں بشارت ہو۔ اور خوشی ہی کی امید رکھو۔ میں اس کا اندیشہ نہیں کرتا کہ تم محتاج ہو جاؤگے، اندیشہ یہ ہے کہ دنیا تمھارے لئے پھیلا دیجائے گی اور تم آپس میں منافست کروگے جیسے تم سے پہلے والوں نے کیا اور ہلاک ہو جاؤگے جیسے وہ ہلاک ہوئے۔

یہ صلح ۹ھ میں ہوئی تھی۔ اور یہ پہلا جزیہ خدمت اقدس میں آیا تھا (اور میرا خیال ہے کہ آخر بھی) یہ ایک لاکھ کی رقم تھی ۲

ع اول صلوۃ باب القسمۃ و تعلیق القنو فی المسجد ص۶۱۔ جہاد باب فداء المشرکین ص۴۳۵ باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم من البحرین ص۴۴۷

۱ ثانی باب بلا عنوان ص۵۷۰ ۔ ۲ عینی جلد رابع ص۱۶۲

حدیث ۲۹۲ :- اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ

تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے ؟

اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا قَالَ وَجَدْتُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا - یعنی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو مسجد میں پایا

وَمَعَهٗ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِیْ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ

اور حضور کے ساتھ بہت سے لوگ تھے میں کھڑا ہوا تو مجھ سے فرمایا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے ؟ میں نے عرض کیا - جی - فرمایا کھانے کیلئے میں نے عرض

نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ عہ

کیا - جی - تو حضور نے تمام موجودین سے فرمایا چلو - اس کے بعد حضور بھی چلے اور میں بھی لوگوں کے آگے چلا -

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰے عنہ - یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا تھے - حضور سے دو سال پہلے پیدا ہوئے - ان کی والدہ کا نام نثلہ یا نثیلہ تھا - یہ بنی نمر کی چشم و چراغ تھیں - بڑے صاجزادے فضل کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کی کنیت اَبُو الفضل ہے - یہ صغر سن میں ایک بار غائب ہو گئے تھے ان کی ماں نے منت مانی - اگر میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر پردہ چڑھاؤں گی - جب مل گئے تو ریشمی پردہ چڑھایا - یہ پہلی عربی خاتون ہیں جنھوں نے کعبے پر ریشمی غلاف چڑھایا - یہ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے - مدینہ طیبہ حاضر ہونیکی اجازت چاہی تو حضور نے مکے ہی میں قیام کا حکم دیا - اہل مکہ کی خبریں حضور کو پہنچاتے رہتے تھے - نیز ان کی وجہ سے ان کمزور مسلمانوں کو جو ہجرت کی استطاعت نہ ہونیکی وجہ سے مکہ میں رہتے تھے ، تقویت تھی - اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا - بدر میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے - اور گرفتار ہوئے - حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبور کرکے شریک کئے گئے ہیں - گرفتاری کے بعد ان کی مشکیں حسب عادت دوسرے قیدیوں کی طرح سخت باندھی گئی تھیں جس سے کراہتے تھے - ان کی کراہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیند اچاٹ ہو گئی - ایک صاحب نے دریافت کیا یا رسول اللہ ! نیند کیوں اچاٹ ہو گئی ہے ؟ فرمایا - عباس کی کراہ سے ! ایک صاحب نے حضرت عباس کی بندش ڈھیلی کر دی جس سے انھوں نے کراہ بند کر دی - حضور کو جب معلوم ہوا تو فرمایا سارے قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کر دیجائیں - چنانچہ سب کی مشکیں ڈھیلی کر دی گئیں -

بہت قد آور بزرگ تھے - اس موقع پر ننگے تھے - کسی کا کرتا بدن پر نہ آیا - عبد اللہ بن ابی لمبا تھا - اس کا کرتا درست آیا - اس نے اپنا کرتا پہنایا - اسی کے مکافات میں اسکے مرنے کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنا مبارک پیرہن اسکے کفن میں شامل کرنے کے لئے دیا تھا - فتح مکہ سے کچھ پہلے ہجرت کی کو کبۂ نبوی مکہ کی تسخیر کے لئے جا رہا تھا راستے میں ملے - حضور نے انھیں ہمراہ لے لیا - اور فرمایا تم سب سے آخر مہاجر ہو - اس کے بعد تمام غزوات فتح مکہ ، حنین ، طائف ، تبوک میں ہمرکاب تھے - غزوۂ حنین کے ابتدائی مرحلے میں جب طلقاء بھاگے تو جو جاں نثار حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں یہ بھی تھے - جاہلیت اور اسلام دونوں میں بہت معزز اور محترم تھے - حجاج کو پانی پلانا - اور مسجد حرام کی خدمت انھیں کے ذمے تھی - جمعہ کے دن ۱۲ رجب ۳۲ھ میں وصال فرمایا - وصال کے وقت عمر مبارک ستاسی سال تھی - بقیع میں مزار پر انوار مشہور و معروف ہے -

---

عہ جلد اول صلوٰۃ باب من دعی للطعام فی المسجد ص۶۰ مناقب ، علامات النبوۃ ص۵۰۵ جلد ثانی نذور باب اذا حلف لا یاتدم ص۹۸۹ مسلم ثانی الاشربہ باب استتباعہ غیرہ الی دار من یثق بہ ص۱۷۹ موطا امام مالک جامع ماجاء فی الطعام والشراب ص۳۷۷ -

حدیث ۲۹۳ :- فتلاعنا فی المسجد وانا شاھد

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے

رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ عہ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا اسے قتل کردے۔ اسکے بعد دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں حاضر تھا۔

ت ۱۰۱ :- وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِ دَارِهِ جَمَاعَةً عہ

اور براء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی۔

تشریحات ۲۹۲ :-

تکمیل باب علامات النبوۃ میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں ایسی کمزوری محسوس کی جس سے اندازہ ہوا کہ حضور بھوکے ہیں تمہارے پاس کچھ ہے؟ ام سلیم نے کہا۔ ہے۔ انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور اوڑھنی لیا۔ اور اوڑھنی کے بعض حصے سے روٹیاں لپیٹ دیں۔ اور روٹیاں میرے ہاتھ میں چھپادیں۔ اور اوڑھنی کا جو حصہ روٹیوں کے لپیٹ سے بچ گیا تھا، اسے میرے جسم پر لپیٹ دیا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت میں مجھے بھیجا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور مسجد میں تھے۔ اور حضور کے ہمراہ کچھ لوگ تھے۔ میں حاضر ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا، تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی۔ پھر دریافت فرمایا۔ کھانا دیکر!؟ میں نے عرض کیا۔ جی۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا چلو۔ سب لوگ چلے۔ سب کے آگے آگے میں چلا۔ ابو طلحہ کے پاس جاکر انھیں قصہ سنایا۔ ابو طلحہ نے کہا۔ اے ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم لوگوں کو لیکر آگئے اور ہمارے پاس اتنا نہیں کہ سب لوگوں کو کھلا سکیں۔ ام سلیم نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ملاقات کی رسول اللہ اور ابو طلحہ ساتھ ساتھ آئے۔ تشریف لاکر رسول اللہ نے فرمایا۔ اے ام سلیم جو کچھ تیرے پاس ہے۔ لا۔ ام سلیم نے وہ روٹیاں حاضر کیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان روٹیوں کے بارے میں حکم دیا۔ تو ان کو توڑ دیا گیا اور ام سلیم نے گھی کا کپہ نچوڑا۔ جو کچھ نکلا اسے ان روٹیوں میں ملا لیا گیا۔ اسکے بعد جو اللہ نے چاہا رسول نے پڑھ کر دم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ دس آدمیوں کو اجازت ملی وہ آئے پیٹ بھر کھایا اور چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمیوں کو اجازت ملتی رہی اور باری باری دس دس آدمی آکر شکم سیر ہو کر کھا کھا کر جاتے رہے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھایا اور شکم سیر ہوگئے اور یہ لوگ اسی آدمی تھے۔

مسائل (۱) حاجب بنانا جائز ہے یعنی یہ جائز ہے کہ علماء مشائخ حکام کے آگے آگے کوئی خادم چلا کرے (۲) مسجد میں بیٹھنے والوں کو دنیا کی بات جائز نہیں۔ مگر انھیں کھانے کے لئے بلانا جائز ہے اور جو مسجد میں ہو اسے مسجد کے حاضرین سے یہ کہنا جائز کہ چلو کھانا کھا کر آئیں (۳) اگر مہمان معزز ہو اور دعوت ایسی جگہ ہو جہاں اعتماد ہو کہ اگر مہمان اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو مزید لے لیگا

عہ صلوٰۃ باب القضاء واللعان فی المسجد ص۶۱ جلد ثانی تفسیر باب قولہ والذین یرمون ازواجہم ص۶۹۵ طلاق۔ باب اللعان ومن طلق بعد اللعان ص۸۰۹ ایضا باب التلاعن فی المسجد ایضا اعتصام باب مایکرہ من التعمق والغلو فی الدین ص۱۰۸۱ ایضا محاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳ ایضا احکام باب من قضی ولاعن فی المسجد ص۱۰۶۲
عہ رواہ ابن ابی شیبۃ بمعناہ۔

حدیث ۲۹۴ خدمت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت محمود بن ربیع انصاری نے مجھے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رسول اللہ صلے

وَھُوَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان انصاری اصحاب میں سے تھے جو بدر میں شریک

مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّہٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ

ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ!

اَنْکَرْتُ بَصَرِیْ وَاَنَا اُصَلِّیْ لِقَوْمِیْ فَاِذَا کَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِی الَّذِیْ بَیْنِیْ

میری نظر کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور ان کے درمیان ہے

وَبَیْنَھُمْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِیَ مَسْجِدَھُمْ فَاُصَلِّیَ بِھِمْ وَوَدِدْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

بہنے لگتا ہے۔ تو میں ان کی مسجد تک نہیں جا سکتا کہ انھیں نماز پڑھاؤں۔ میں چاہتا ہوں یا رسول اللہ کہ آپ میرے

اَنَّکَ تَاْتِیْنِیْ فَتُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ فَاَتَّخِذَہٗ مُصَلًّی قَالَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

گھر چلیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا عَلَیَّ رَسُوْلُ

ان شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان نے بتایا کہ دوسرے دن صبح کو رسول اللہ

تو میزبان برا نہ مانے گا نیز یہ بھی معلوم ہو کہ کھانا با فراط ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مہمان کچھ ایسے لوگوں کو بھی لیتے جو مدعو نہ ہوں۔ وزر عام حالات میں فرمایا کہ بغیر دعوت کے کھانے کے لئے جانے والا چور ہے اور کھا کر واپس ہونے والا لٹیرا۔

تشریحات ۲۹۳

تکمیل:- پورا واقعہ یہ ہے کہ عویمر بن حارث عاصم بن عدی کے پاس آئے جو بنی عجلان کے سردار تھے۔ اور کہا۔ کیا فرماتے ہیں اس مسئلے میں کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پائے تو کیا قتل کر دے پھر تم لوگ اسے قتل کر دو۔ وہ کیا کرے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ سے پوچھ کر میرے لئے دریافت کر دو۔ حضرت عاصم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا، مگر حضور کو ناگوار ہوا۔ عویمر نے حضرت عاصم سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ حضور کو یہ سوال ناگوار رہا۔ اب عویمر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ضرور پوچھوں گا۔ اب عویمر حاضر ہوئے اور انھوں نے خود دریافت کیا۔ حضور نے جواب دیا۔ تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید نے جو طریقہ بتایا ہے اس طرح ان دونوں کو لعان کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق دونوں نے لعان کیا۔ اس کے بعد عویمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اسے نکاح میں روکے رکھوں تو اس پر ظلم کروں گا۔ انھوں نے اسے طلاق دیدیا۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ حِیْنَ ارْتَفَعَ النَّہَارُ فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دن چڑھنے کے بعد تشریف لائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَہٗ فَلَمْ یَجْلِسْ حِیْنَ دَخَلَ الْبَیْتَ

علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی میں نے حضور کو اجازت دی گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور بیٹھے نہیں

ثُمَّ قَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَہٗ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِّنَ

فرمایا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں تو میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا

الْبَیْتِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلّٰی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف لگائی ۔ حضور

رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاہُ عَلٰی خَزِیْرَۃٍ صَنَعْنَاھَا لَہٗ قَالَ فَثَابَ فِی الْبَیْتِ

نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا ہم نے حضور کے لئے خزیرہ تیار کیا تھا اسکے لئے روک لیا ۔ اب گھر میں محلے والوں

رِجَالٌ مِّنْ اَھْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْھُمْ اَیْنَ مَالِكُ بْنُ

میں سے کثیر تعداد جمع ہو گئے ۔ ان میں سے کسی نے کہا مالک بن دخیشن یا دخشن

الدُّخَیْشِنِ اَوِابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُھُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَّا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

کہاں ہے ؟ کسی نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اسکے رسول سے محبت نہیں رکھتا ۔

ان دونوں کے بعد لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہو گیا ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ عورت کالا ، آنکھوں کے سیاہ ڈھیلے والا بڑی سرین والا بڑی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو میرا گمان یہ ہے کہ عویمر نے اس پر صحیح الزام لگایا اور اگر سرخ بچہ جنے گو یا وہ "وحرہ" ہے تو میں گمان کروں گا کہ عویمر نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے ۔ اس عورت نے ویسا ہی بچہ جنا جیسا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عویمر کی تصدیق کے لئے فرمایا تھا ۔ یہ بچہ ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا ۔ وحرہ چھپکلی کی قسم کا زہریلا جانور ہے ۔

ان رجلا اس سے مراد یا تو عویمر بن حارث عجلانی ہیں یا ہلال بن امیہ ۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ ہلال بن امیہ کا واقعہ حضرت عویمر کے پہلے کا ہے ۔ اور آیت ملاعنت ہلال بن امیہ کے واقعے میں نازل ہوئی ہے ۔ جیسا کہ خود بخاری کی اس روایت سے ظاہر ہے جو شہادات اور تفسیر میں مذکور ہے ۔

لعان باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ اس کے لغوی معنی آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا ، یہاں مخصوص شرعی معنی مراد ہیں یعنی شوہر جب اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگائے ۔ اور زوجہ اس سے انکار کرے اور معاملہ قاضی کے یہاں جائے تو قاضی بشرائط مرد اور عورت دونوں کو حکم کرے کہ کہیں پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی ۔ اس میں خدا کی قسم میں سچا ہوں ، پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَالِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ

تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مت کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے اللہ عزوجل کی

إِلَّا اللّٰهُ يُرِيدُ بِذَالِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ

رضا کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں ہم اس کی توجہ اور اس کی

وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

خیر خواہی منافقین کی جانب دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کی رضا کی

قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذَالِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ؂

طلب کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرما دیا ہے۔

اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہوا اور ہر بار لفظ "اس" سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا کی قسم اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر خدا کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی۔ لعان میں شہادت شرط ہے۔ اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا۔ لعان کے بعد قاضی زوجین میں تفریق کردیگا اور جو اولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا۔ لعان کرنے والوں کے مابین تفریق کے لئے طلاق کی حاجت نہیں۔ لعان ہی تفریق کے لئے کافی ہے۔ بشرطیکہ قاضی تفریق کا حکم کرے۔ اور حضرت عویمر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ انھوں نے طلاق دیا۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا۔ جیسا کہ بخاری ہی کی دوسری روایتوں میں تصریح ہے کہ خود اپنی طبیعت سے دیا تھا۔ لعان کے بقیہ احکام اس کے باب میں آئیں گے۔

مسجد میں قضا مسجد میں مقدمات دیکھنا اور فیصلے کرنا سلف میں مختلف فیہ رہا ہے۔ قاضی شریح قاضی ابن ابی لیلی مسجد ہی میں مقدمات دیکھتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعی نے فرمایا اگر مسجد میں قضا کے لئے کوئی جگہ مقرر کردیجائے تو مکروہ ہے۔ اور اتفاقیہ کبھی ہوجائے تو حرج نہیں۔ حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا، یہ مکروہ ہے، اگر مجھے کوئی اختیار ہوتا لوگوں کو مسجد میں جھگڑنے نہ دیتا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ قاضی مسجد میں نہ بیٹھے، کافر مشرک بھی مسجد میں آئیں گے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ۔ مشرکین نجس ہیں۔ فی زمانہ مسجد میں مقدمات دیکھنے سے احتراز ہی چاہئے۔

؂ جلد اول صلوۃ باب المساجد فی البیوت ص۶۰ ایضا باب اذا دخل بیتاً یصلی حیث شاء ص۶۰ ایضا اذان باب من زار قوماً فأمّهم ص۹۵ ایضا اذان باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ ان یصلی فی رحلہ ص۹۲ ایضاً باب من لم یرد السلام علی الامام ص۱۱۶ تہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ ص۱۵۸ جلد ثانی اطعمہ باب الخزیرۃ ص۸۱۳ رقاق باب العمل الذی یبتغی بہ وجہ اللہ ص۹۵۰ استتابۃ المرتدین باب ما جاء فی المتأولین ص۱۰۲۵۔

ت ۱۰۲: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جب مسجد میں جاتے تو پہلے داہنا قدم مسجد میں رکھتے

بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى۔

اور جب نکلتے تو بایاں پاؤں نکالتے۔

ت ۱۰۳: وَرَأٰى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ، اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک قبر

فَقَالَ اَلْقَبْرَ اَلْقَبْرَ وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالْإِعَادَةِ عہ

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا قبر، قبر۔ انھیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

حدیث ۲۹۵: بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور ام المؤمنین

ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جسمیں تصویریں تھیں اسکا تذکرہ ان دونوں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا

نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیا۔ تو حضور نے فرمایا ان میں جب کوئی نیک آدمی ہوتا اور مر جاتا تو اسکی قبر پر مسجد بنانے

عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عہ

اور اس میں یہ تصویریں بناتے۔ قیامت کے دن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یہ لوگ بدترین خلق ہوں گے۔

تشریحات ۲۹۴:-

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ انصاری سالمی مدنی بدری صحابی ہیں۔ ان سے دس احادیث مروی ہیں۔ بخاری میں صرف ایک ہے۔ یہ عہد رسالت ہی سے اپنی قوم کے امام تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال

عہ وکیع بن جراح فی مصنفہ فیما حکاہ ابن حزم وابونعیم۔ عینی۔

عہ جلد اول صلوٰۃ باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ ص۶۱ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ ص۶۳ جنائز باب بناء المسجد علی القبر ص۱۷۹ باب ہجرۃ الحبشۃ ص۵۴۴۔

فرمایا۔ ان کی بینائی کمزور ہو گئی تھی۔ بلکہ بعض روایتوں سے ہے کہ بینائی بالکل جاتی رہی تھی۔

خَزِیْرَۃٌ:۔ اس کا ترجمہ بعض لوگوں نے حلیم (کھچڑا) کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کاٹ کر پانی میں پکاتے تھے پھر اس پر آٹا چھڑک دیتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حریرہ ہے۔ حائے حطی کے بعد زائے معجمہ کے بجائے رائے مہملہ۔ آٹے کو دودھ میں ڈال کر پکاتے تھے۔ اسے حریرہ کہتے تھے۔

اتی عام روایات یہی ہیں کہ وہ خود خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مگر مسلم[1] شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خدمت اقدس میں کوئی قاصد بھیجا تھا۔ شارحین نے یہ تطبیق دی۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے قاصد بھیجا ہو پھر خود بھی حاضر ہو کر عرض کی ہو۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت عتبان نے جمعہ کو درخواست پیش کی تھی اور ہفتے کے دن حضور ان کے گھر گئے تھے۔

قد انکرت بصری عام روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت عتبان کی نظر کمزور ہو گئی تھی۔ بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی۔ البتہ بخاری کی باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمود بن ربیع کہتے ہیں۔ یَؤُمُّ قَوْمَہٗ وَھُوَ اَعْمٰی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت محمود بن ربیع نے ان سے ملاقات کی تھی اس وقت ان کی یہ حالت تھی۔ ہاں مسلم[2] کی روایت میں تصریح ہے کہ وہ اسی وقت نابینا تھے۔ لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ قَدْ عَمِیَ (وہ نابینا ہو گئے تھے) سے مراد کہ قریب قریب نابینائی کو پہنچ گئے تھے۔

وابوبکر معہٗ حضرت ابن شہاب نے صرف ابوبکر کا ذکر کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر بھی ہمراہ تھے اور دوسرے صحابہ بھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں تصریح ہے۔ ابو اویس کی روایت میں حضرت عمر کا اضافہ ہے۔ مسلم[3] میں ہے کہ حضرت عتبان نے کہا حضور بھی تشریف لائے اور صحابہ میں سے جن جن کو اللہ نے چاہا وہ بھی آئے۔ طبرانی میں۔ فی نفر من اصحابہ۔ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداءً صرف حضرت ابوبکر رہے پھر حضرت عمر بھی آ گئے ہوں پھر مزید صحابہ شریک ہو گئے ہوں۔

مالک بن الدخیشن او ابن الدخشن یہ بدری صحابی ہیں۔ بدر کے موقع پر سہیل بن عمرو کو انھوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔ مسجد ضرار کو جلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی۔ جسے انھوں نے انجام دیا۔ جن صاحب نے ان کے بارے میں شک پیش کیا، ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت یا دینی ضرورت کے تحت منافقین سے خلط ملط رکھتے ہوں۔ اور یہ منافقین سے قطع تعلق و بیزاری کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا قصہ ہے۔

قد حرم علی النار اس سے مراد یہ ہے کہ جو سچے دل سے ایمان لایا اور کوئی عمل ایسا نہ کیا جو استحقاق جہنم کا موجب ہو۔

مسائل ۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عہد رسالت ہی میں مدینہ طیبہ میں متعدد ایسی مساجد تھیں جن میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی تھی۔ ۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جن متبرک مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے ان سے برکت حاصل کرنا بالقصد وہاں نماز پڑھنی صحابہ کرام کی سنت ہے۔ ظالم گمراہ نجدی دیکھے اس نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی بے شمار مسجدوں کو ویران کر ڈالا ہے۔ اور وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا کا مصداق ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روک دیا اور اسے ویران کرنے کی کوشش کی۔

---

[1] جلد اول ایمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ ص۴۶۔
[2] ایضاً۔
[3] ایضاً ص۲۳۳

۳ - اگر کسی عالم یا شیخ سے کوئی التماس کرے کہ برکت کے لئے ہمارے گھر چلیں تو قبول کرنا سنت ہے۔ ۴ - بارش کیچڑ راستے میں ہو، تیز دھوپ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو، اسی طرح سخت سردی، برف باری جس سے نقصان کا اندیشہ ہو، جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے ہیں۔ ۵ - بہتر یہ ہے کہ گھر میں نماز کے لئے کوئی خاص جگہ بنالی جائے۔ ۶ - جو ضروریات دین کا مقر ہو اسکی تکفیر جائز نہیں جب تک کہ اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہو۔ ۷ - اور محلے یا شہر میں کوئی عالم یا بزرگ تشریف لائے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اسکی زیارت کریں۔ اس سے برکت حاصل کریں۔

تشریح ۱۰۲ :-

اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس ارشاد سے بھی ہو رہی ہے جسے امام حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے رکھے اور جب باہر ہو تو بایاں پاؤں نکالے۔ عملی طور پر اس سنت پر عمل کرنے میں ایک دشواری ہے۔ جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پاؤں میں پہنا جائے اور اتارنے میں سنت یہ ہے کہ پہلے بائیں پاؤں سے نکالا جائے۔ ظاہر ہے کہ مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے جب بائیں پاؤں سے جوتا اتاریں گے تو دو صورت ہے، یا تو اسے مسجد میں رکھیں تو داخلہ مسجد کی سنت چھوٹتی ہے اور اگر زمین پر رکھیں تو پاؤں گندا ہو جاتا ہے اور یہی دشواری مسجد سے نکلتے وقت بھی ہوگی۔ اگر بایاں پاؤں نکال کر جوتا پہن لیتے ہیں تو سنت ترک ہوتی ہے۔ زمین پر رکھتے ہیں تو پاؤں گندا ہوتا ہے۔

اس کا حل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ نکالا، کہ مسجد میں داخلے کے وقت بائیں جوتے سے پاؤں نکال کر اسی جوتے پر رکھ لے۔ پھر داہنے جوتے سے داہنا پاؤں نکال کر مسجد میں رکھے۔ اور نکلتے وقت مسجد سے بایاں پاؤں نکال کر بائیں جوتے پر رکھ لے۔ پھر داہنا پاؤں نکال کر جوتے میں ڈالے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو گیا۔

تشریح ۱۰۳ فتح الباری میں ابونعیم شیخ بخاری کے حوالے سے یہ تصریح ہے کہ حضرت انس کے سامنے قبر تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تنبیہ پر قبر سے آگے بڑھ کر نماز پوری کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر نماز کی حالت میں کوئی قبر سامنے ہو تو نماز اس معنی کر ہو جاتی ہے کہ فرض ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر نماز مکروہ ہوتی ہے

تشریحات ۲۹۵ :-

اس گرجا کا نام ماریہ، تھا۔ جیسا کہ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ میں تصریح ہے۔ امہات المومنین نے یہ تذکرہ مرض وصال میں کیا تھا۔ جیسا کہ کتاب الجنائز کی روایتیں بصراحت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص قبر کو

حدیث (۲۹۶) فقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ، قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ اَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ آئے تو مدینے کے بالائی حصہ میں ایک قبیلے کے پاس اترے

بناجائے اس طرح کہ قبر ہی پر سجدہ ہو یا قبر کی طرف منہ ہو اور کوئی چیز سترہ نہ ہو اور اگر قبر داہنے بائیں یا پیچھے ہو یا سامنے ہو مگر کوئی چیز سترہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کسی نبی، ولی یا دینی پیشوا کے مزار کے قریب مسجد بنانا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے۔ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی قاضی بیضاوی سے ناقل، لکھتے ہیں۔

لما کانت الیھود والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لشانھم ویجعلونھا قبلۃ یتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا واتخذوھا اوثانا لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلك ــــ فامامن اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منھم لا التعظیم لھم ولا التوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلك الوعید

چونکہ یہود و نصاریٰ انبیاء کرام کے مزارات پر اُن کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے تھے اسے قبلہ بناتے تھے نماز میں اس کی جانب منہ کرتے تھے اور انکے مزارات کو بُت بنالیا تھا اس لئے ان پر لعنت ہوئی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا لیکن کسی بزرگ کے مزار کے قریب برکت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اس قبر کیطرف منہ کر کے نماز نہ پڑھے تو اس وعید میں داخل نہیں

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر مسجد بنانا یا قبر پر نماز پڑھنا منع ہے۔ (۲) جاندار کی تصویر بنانا خصوصًا بزرگان دین کی حرام ہے۔

تشریحات (۲۹۶) قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے مدارج[۱] میں تحریر فرمایا ہے ــــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے صفر کی ستائیسویں شب کو بہ نیت ہجرت نکلے تھے۔ تین دن غار میں رہے۔ پہلی ربیع الاول کو غار سے نکلے اور یوم دوشنبہ بارہ ربیع الاول کو قبا پہنچے۔ قبا میں کتنے دن رہے یہ مختلف فیہ ہے، چار دن، چودہ دن، بیس دن، چوبیس دن، یہی قرین قیاس ہے۔ کہ چوبیس دن قبا میں قیام فرمایا، اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ قبا سے روانگی جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اور بنی سالم کے محلے میں پہنچتے پہنچتے جمعہ کا وقت ہو گیا وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ قبا میں پہنچنے کا دن اور وہاں سے روانگی کا دن نکالیں تو چونکہ پہنچنے کا دن دوشنبہ اور روانگی کا دن جمعہ متعین ہے۔ اب درمیان کے چوبیس دن ہوئے۔ چار دن قیام کی بھی توجیہہ ہو سکتی ہے گر اسی اثنا میں مسجد قبا کی تعمیر بھی ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ تین چار دن میں مسجد کی تعمیر مکمل نہیں ہو

[۱] مدارج جلد دوم ص ۸۹

لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسے بنی عمرو بن عوف کہا جاتا تھا — ان میں چوبیس دن قیام فرمایا — پھر

فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا

بنی نجار کو بلوایا — تو وہ لوگ

مُتَقَلِّدِينَ السُّيُوفَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تلواریں لگائے ہوئے آئے — گویا میں — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى

اپنی سواری پر — اور ابو بکر کو آپ کے ساتھ پیچھے — اور بنی نجار کے لوگوں کو اردگرد

سکتی۔ علاوہ ازیں ابن جریر نے لکھا ہے کہ حضور کے قبا پہنچنے کے بعد حضرت اسماء مکہ سے چلیں اور حضور ابھی قبا ہی میں قیام پذیر تھے کہ وہ آگئیں۔ اور ظاہر ہے کہ صرف دو تین دن میں اتنی لمبی مسافت طے نہیں ہو سکتی۔ پھر قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت زبیر قبا کے قریب حضور سے ملے تھے اور کپڑے نذر کئے تھے۔ یہ مکہ معظمہ پہنچے ہوں گے پھر حضرت اسماء مکہ سے چلی ہوں گی اس لئے قبا میں چار دن قیام کی روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ ہاں خوارزمی[1] نے کہا ہے کہ قبا میں داخلہ پنجشنبہ کو ہوا تھا اب چودہ دن والی روایت کو ترجیح ہوگی۔

دیہات میں جمعہ قبا میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ دن یا چوبیس دن رہے۔ دو یا تین جمعہ قبا میں پڑا مگر حضور نے قبا میں نماز جمعہ نہ پڑھی۔ روانگی کے اثناء جب شہر میں داخل ہو گئے، تو پڑھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ حضور نے جمعہ بالقصد چھوڑا۔

بنی النجار یہ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ ہے۔ اسی قبیلے میں حضرت عبد المطلب کی ننہال تھی۔ زمانہ طفولیت میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ تو اسی قبیلے میں اسی رشتے کی بنا پر قیام فرمایا۔ انھیں خصوصیت سے بلوانے کا سبب بھی یہی رشتہ تھا۔ عرب کا دستور تھا کہ شرفاء کے استقبال میں ہتھیار سج کر جاتے۔ اسی کے مطابق بنی النجار تلواریں حمائل کرکے آئے تھے۔

حتی القی بفناء شہر میں داخلہ ہوتے ہی انصار کرام کے قبائل خدمت اقدس میں اپنے اپنے گھر قیام کی درخواست پیش کرنے لگے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو دعائے خیر دیتے اور فرماتے۔ میری اونٹنی مامور ہے۔ جہاں حکم خداوندی ہوگا وہیں بیٹھے گی۔ بالآخر اونٹنی حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے صحن میں جہاں اب مسجد ہے خود بخود بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھی اور کچھ دور جاکر پھر لوٹی اور وہیں آکر بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ

---

[1] عینی جلد چہارم صلوۃ باب هل ينبش قبور مشركي الجاهلية ص ۱۸۵

بِفِنَاءِ اَبِی اَیُّوبَ وَکَانَ یُحِبُّ اَنْ یُّصَلِّیَ حَیْثُ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ وَیُصَلِّیْ

دیکھ رہا ہوں — ابوایوب کے صحن میں اپنا سامان اتارا — حضور کو یہ بات پسند تھی کہ جہاں

فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاَنَّہٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاءِ بَنِیْ

نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھیں اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ حضور نے مسجد بنانے کا

النَّجَّارِ فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِکُمْ ھٰذَا قَالُوْا لَا وَاللہِ

حکم دیا — اور بنی نجار کے لوگوں کو بلوایا اور فرمایا — اس باغ کو میرے ہاتھ بیچ دو انھوں نے عرض کیا جی نہیں

لَا نَطْلُبُ ثَمَنَہٗ اِلَّا اِلَی اللہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَنَسٌ فَکَانَ فِیْہِ مَا

بخدا ہم اس کی قیمت صرف اللہ عزوجل سے لیں گے — انس نے کہا اس باغ میں یہ سب تھا

تعالیٰ عنہ اجازت لے کر سامان اپنے گھر لے گئے۔

شرف المصطفیٰ میں ہے کہ جب ناقہ مبارکہ حضرت ابوایوب کے مکان کے صحن میں بیٹھ گئی تو جبار بن صخر نے اپنے پاؤں سے اونٹنی کو ٹھوکا دیا تاکہ ناقہ مبارکہ وہاں سے اٹھ جائے۔ حضرت ابوایوب نے ان سے فرمایا میرے دروازے سے اونٹنی کو اٹھارہا ہے اگر اسلام کا رشتہ نہ ہوتا تو تلوار سے تیری خبر لیتا۔

امام مغازی محمد بن اسحاق نے کتاب المبتدا و قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ تبع اول تبع بن حسان ولادت اقدس سے ہزار سال پہلے مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا تو وہاں سے مدینہ طیبہ بھی آیا۔ اس کے ساتھ چار سو علماء تھے انھوں نے طے کر لیا تھا کہ اب ہم کو یہیں رہنا ہے یہاں سے جانا نہیں ہے۔ تبع نے وجہ دریافت کی تو ان لوگوں نے بتایا کہ ایک نبی تشریف لانے والے ہیں جن کا نام نامی محمد ہے، یہ ان کے ہجرت کی جگہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں ان کی زیارت نصیب ہو جائے۔ ہمیں نہیں تو ہماری نسل کو حاصل ہوگی۔ تبع نے ان سب علماء کے لئے مکان بنوادیا۔ ان کی شادیاں کردیں۔ انھیں گزارے کے لئے کثیر مال دیا، اور ایک خط لکھ کر ان علماء کے سردار کو دیدیا۔ کہ یہ ان نبی منتظر کو دیدیا جائے۔ جسمیں اس نے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے، اس کا ایک شعر یہ ہے۔

شہدت علی احمد انہ — رسول من اللہ باری النسم ؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد اللہ کے رسول ہیں — اور ایک مکان اس مقصد سے بنوادیا کہ وہ نبی جب یہاں تشریف لائیں تو اسی میں قیام کریں۔ وہی حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا[۱]

ثامنونی بحائطکم ایک روایت میں ہے کہ وہ کھجوروں کا کھلیان لگانے کی جگہ تھی۔ جہاں کھجوریں سکھائی جائیں مطلب یہ ہے کہ اس باغ میں یہ سب تھا۔ کچھ قبریں بھی تھیں۔ کچھ کھنڈر تھا کچھ درخت تھے کچھ میدان تھا جہاں کھلیان لگتا تھا۔ یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیموں کا تھا جو حضرت اسعد بن زرارہ یا حضرت معاذ بن عفراء کی پرورش میں تھے۔ ان کی پیشکش کے باوجود حضور نے حضرت صدیق اکبر سے اس کی قیمت دس دینار دلوائی۔

[۱] عینی جلد چہارم صلوٰۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاہلیہ ص ۱۷۶

64

اَقُولُ لَكُمْ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَفِيهِ خَرِبٌ وَفِيهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

جو بتاتا ہوں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں کچھ حصہ کھنڈر تھا کچھ میں کھجور کے درخت تھے نبی صلے اللہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو وہ ادھیڑ دی گئیں اور کھنڈر برابر کر دیا گیا

وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ

اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے درختوں کو مسجد کے قبلے میں گاڑ دیا گیا اور اس کے دونوں طرف

فنبشت :- یعنی ان قبروں کو کھود کر اس کی ہڈیاں تک اسمیں سے نکال کر پھینکوا دیں۔ اب وہ جگہ قبر ہی نہ رہی، اسلئے اس جگہ اور اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ قبر پر یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی مطلقاً ممنوع ہے۔ خواہ وہ قبر مومن کی ہو یا کافر کی۔ نبی کی یا امتی کی صالح کی یا فاسق کی۔

فصفوا النخل الخ :- اس کی توجیہہ یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کو دیوار قبلہ میں بطور ستون کھڑا کیا گیا اور بنیاد تک اسکی درمیانی جگہوں کو پتھروں سے بھرا گیا۔ اس لئے کہ صحیح روایات سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مسجد اقدس کی بنیاد تین ہاتھ گہری تھی اسے پتھروں سے بھرا گیا تھا۔ کھجور کے ستون تھے اور کچی اینٹوں کی دیواریں اور چھت کھجور کے پتوں کی تھی۔ تین دروازے تھے۔ ایک قبلہ کے مقابل جانب جنوب اور دوازر، ایک باب رحمت جسے باب عاتکہ کہتے تھے اور ایک وہ جس سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور لے جاتے۔ دیوار قد آدم اونچی تھی، اس کا قبلہ جانب شمال بیت المقدس تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نہ کچھ اضافہ کیا اور نہ ترمیم کی۔ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ زیادہ فرمایا مگر طرز تعمیر وہی رہی۔ لکڑی کے ستون کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے پتوں کی چھت پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت زیادہ توسیع فرمائی اور عمارت بھی بدل دی منقش پتھروں کی دیواریں بنوائیں۔ منقش پتھر کے ستون لگائے، ساکھو کی چھت ڈالی۔

پھر ولید بن عبدالملک کے زمانۂ تسلط میں مسجد مبارک کی کافی توسیع بھی ہوئی اور عمارت بھی بہت شاندار بنی اسی دور میں ازواج مطہرات کے حجرات برابر کر کے مسجد میں داخل کر لئے گئے۔ حجرات مبارکہ برابر کرنے میں ایک پاؤں ظاہر ہو گیا جو بالکل تر و تازہ تھا۔ کہرام مچ گیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پائے اقدس ہے۔ مگر حضرت عروہ بن زبیر تابعی نے پہچانا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں ہے تو لوگوں کے جان میں جان آئی۔ ولید کے بعد مہدی نے عمارت کی تجدید کی پھر مامون نے کچھ اضافہ کیا۔ ابتداءً مسجد اقدس چون ہاتھ اتر دکھن چوڑی اور پورب پچھم ساٹھ ہاتھ لمبی تھی پھر بعد میں خیبر کے بعد اس کی توسیع ہوئی اور سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی ہوئی[1] اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضور نے مسجد کے ایک پڑوسی انصاری سے فرمایا اپنی یہ زمین مسجد پر وقف کر دے انھوں نے عرض کیا میں عیالدار ہوں، پھر حضرت عثمان نے دس ہزار درہم میں اسے خرید کر

[1] مدارج جلد دوم ص ۹۷

الحجارۃ وجعلوا ینقلون الصخر وھم یرتجزون والنبی صلی اللہ تعالیٰ

پتھر لگادیئے۔ اور سب لوگ پتھر ڈھوتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم معھم وھو یقول اللھم لاخیر الاخیر الاخرۃ

علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضور فرماتے اے اللہ بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے

فاغفر الانصار والمھاجرۃ۔ ع

انصار اور مہاجر سب کو بخش دے۔

مسجد پر وقف کر دیا[۱] اور یہ طے ہے کہ وصال اقدس کے وقت مسجد اقدس سو ہاتھ لمبی سو ہاتھ چوڑی تھی تو ثابت کہ اس اضافے سے پہلے چھوٹی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وھو یقول:۔ تحقیق یہ ہے کہ رجز بھی شعر کی ایک قسم ہے۔ ایک دو شعر کبھی کبھار کہدینے سے کوئی شاعر نہیں ہو جاتا، اس لئے یہ آیت کریمہ وماعلمنہ الشعر وماینبغی لہ اور ہم نے انھیں شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے ـــ کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ آیت کریمہ میں مراد شعر گوئی کا ملکہ ہے علم کی نسبت جب کسی فن کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ملکہ ہوتا ہے، نفس علم نہیں۔

توضیح باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد زمانہ جاہلیت کے مشرکین کی قبروں کو ادھیڑ کر وہاں مسجد بنالی جائے۔ اس عبارت میں ھل تحقیق کیلئے بمعنی قد ہے۔ جیسے آیت کریمہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر میں۔ اس کے بعد فرمایا لقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ یہود پر لعنت فرمائے جنھوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دعوی اور دلیل میں مناسبت کیا ہے، اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے۔ انبیاء کرام اور جو ان کے ساتھ لاحق ہیں صلحاء امت کی قبروں کو مسجد بنانا موجب لعنت ہے، خواہ ان کی نعش قبر میں رہنے دیں یا نکال کر پھینک دیں مگر کفار کی قبروں پر مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ان کی ہڈیاں نکال کر پھینک دی گئی ہوں۔ یہ دونوں احکام تو اپنی جگہ درست ہیں مگر ایک مدعی دوسری دلیل نہیں بنا لقول ـــ میں لام تعلیلیہ بتاتا ہے کہ یہ علت ہے اور اس کا ماقبل اس کا مدعی ہے۔ **اقول۔** اس عاجز کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ اگر کہیں مشرکین کافرین کی قبریں ہوں اور ضرورت اس بات کی ہو کہ وہاں مسجد بنائی جائے

ع ـــ جلد اول ـ صلوٰۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ص ۶۱ فضائل مدینہ۔ باب حرم المدینۃ۔ ص ۲۵۱ بنیان الکعبۃ باب مقدم النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۸۔ بیوع۔ باب صاحب السلعۃ احق بالسوم ص ۲۸۳۔ وصایا۔ باب وقف الارض للمسجد ص ۳۸۹۔ ایضا باب اذا قال الواقف لانطلب ثمنہ الا الی اللہ ص ۳۸۹۔ [۱] مدارج جلد ۲ ص ۹۶

حدیث ۲۹۷ الصلوۃ الی البعیر

عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ إِلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ

نافع نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اونٹ کی طرف منہ کئے نماز پڑھتے دیکھا

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ ع۵

اور انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

تو ضروری ہے کہ قبروں کو اُدھیر کر ہڈیاں نکال کر کہیں پھینک دی جائیں تاکہ وہ جگہ قبر ہی نہ رہے۔ ایسا اس لئے کرنا ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انھوں نے اپنے انبیار کی قبروں کو مسجدیں بنائیں۔ تو جب انبیار کے مزارات کو مسجد بنانا موجب لعنت ہے تو مشرکین کی قبروں کو مسجد بنانا بدرجہ اولیٰ موجب لعنت ہوگا۔ اس لئے ان کی قبروں کو ادھیڑ کر ہڈیاں باہر نکال کر پھینک دو کہ وہ قبر ہی نہ رہے کہ وہاں نماز پڑھنا قبر پر نماز پڑھنا کہلائے۔ جب قبر ادھیڑ کر ہڈیاں پھینک دیں تو وہ عام زمین کی طرح ہوگئی وہاں نماز پڑھنا عام زمین پر نماز پڑھنے کے مثل ہوگیا۔

تشریحات ۲۹۷

بعض احادیث میں آیا ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔ اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے اور قطعی ہے۔ امام بخاری یہ باب باندھ کر " اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز کا بیان" یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ممانعت مطلقاً نہیں۔ بلکہ اس وقت ہے۔ جبکہ معلوم ہو کہ اونٹ شریر خطرناک ہے یا کچھ معلوم نہ ہو تو یہ کھٹکا رہے گا کہیں شریر نہ ہو کوئی خطرہ کر بیٹھے۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ اونٹ سیدھا سادھا شریف ہے تو اسکے قریب نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ اکیلا ہو یا کہیں باڑے میں ہو جیسا کہ حضور نے پڑھا اور حضور کی دیکھا دیکھی حضرت ابن عمر نے بھی پڑھا۔ ایک شبہہ یہ رہ جاتا ہے کہ باب ہے۔ اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز کا بیان۔ اور حدیث میں ایک اونٹ کیطرف منہ کرکے نماز کر ذکر ہے۔ اس سے اثبات باب نہیں ہوا۔ اقول: مواضع ابل، اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز سے ممانعت۔ صرف اونٹوں کے قرب کیوجہ سے ہے۔ جگہ یا زمین کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں۔ اور اس باب کی حدیث سے ثابت کہ ایک اونٹ کا قرب نماز میں مخل نہیں تو اسی پر قیاس کرکے یہ بھی ثابت کہ دس بیس اونٹوں کا بھی قرب مخل نہیں۔

یہ حدیث باب الصلوۃ الی الراحلۃ والبعیر۔ میں تھوڑے تغیر کے ساتھ ہے۔ وہاں یہ ہے۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں آڑے بیٹھاتے اور اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے۔ عبیداللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا۔ بتائیے سواریاں حرکت کرنے لگتیں تو کیا کرتے۔ نافع نے بتایا کہ پھر کجاوہ لے لیتے اور اسے سیدھا کرکے اس کی اس لکڑی کی جانب منہ کرکے نماز پڑھتے جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے۔ اور ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

ع۵ جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی مواضع الابل ص ۶۱۔ ایضا باب الصلوۃ الی الراحلۃ والبعیر ص ۷۲۔

حدیث ۲۹۸ فلا تسلونی عن شی الا اخبرتکم

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ
سورج ڈھل گیا تو باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد
عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ
منبر پر تشریف لے گئے اور قیامت کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کے دن بڑے بڑے حوادث ہونگے اسکے بعد فرمایا

تشریحات ۲۹۸

اس پر امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ باب باندھا ہے۔ من صلی وقدامہ تنور او نار او شی یعبد فاراد بہ وجہ اللہ عز وجل۔ جس نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے آگے تنور یا آگ یا کچھ اور ہو جس کی پوجا کی جاتی ہو مگر نمازی نے اللہ عزوجل کی عبادت کی نیت کی ـــ حسب عادت باب میں سوال کر کے چھوڑ دیا ہے۔ مراد ان کی یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں۔ اس کے تحت جو حدیثیں لائے ہیں ان سے بھی وہ یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ پہلی حدیث تو یہی اختصار کے ساتھ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ صرف اتنا حصہ کہ ارشاد فرمایا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے سامنے جہنم لائی گئی۔ دوسری حدیث صلوٰۃ کسوف کی ہے۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ جس کا ایک حصہ کتاب الایمان میں گذر چکا ہے اور پوری حدیث صلوٰۃ الکسوف میں آئے گی۔ یہاں صرف بقدر ضرورت یہ حصہ ذکر فرمایا۔ سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور مجھے جہنم دکھائی گئی اتنا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت کہ نماز کی حالت میں سامنے آگ تھی اور آگ کو مجوسی پوجتے ہیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ نمازی کے آگے کوئی ایسی چیز ہو جس کی پرستش ہوتی ہو مگر نمازی کی نیت خالص اللہ کی عبادت کی ہو تو کوئی حرج نہیں ـــ احناف فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کے آگے معبودان باطلہ میں سے کچھ ہوں تو نماز مکروہ ہے۔ اگرچہ نیت خالص اللہ عزوجل کی ہو۔ بلکہ اگر معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ معبود باطل کی نیت ہو تو نماز کی صحت تو الگ رہی سرے سے ایمان ہی رخصت۔ اور اس کراہت کی وجہ مشرکین کے ساتھ مشابہت اور عوام کو غلط فہمی میں ڈالنا ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا استدلال تام نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو جہنم کا پیش کیا جانا خرق عادت کے طور پر عالم غیب کی بات تھی۔ صحابہ کرام نے کہاں دیکھا عالم غیب کے جو احوال بطور خرق عادت ظاہر ہوں ان پر عالم شہادت کے معتاد احوال کا قیاس صحیح نہیں۔ مثلاً اسی واقعے میں لے لیجئے، نمازی کے آگے ایسی چیز ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے جس سے دل بٹے۔ یہ خود امام بخاری کو تسلیم[1] ہے۔ اور یہاں جنت اور دوزخ کے سامنے آنے سے

[1] بخاری صلوٰۃ باب استقبال الرجل الرجل ص ۷۳

أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ
کوئی کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھے۔ میں جتبک یہاں ہوں تملوگ جو بھی پوچھو گے بتاؤں گا
مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَأَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ
یہ سن کر لوگ زار و قطار رونے لگے اور حضور بار بار فرماتے رہے مجھسے پوچھو
فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ
تو عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا میرا باپ کون ہے ارشاد فرمایا حذافہ ہے
ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ
اسکے بعد بھی بار بار فرماتے رہے مجھسے پوچھو اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنے کے بل کھڑے
فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ
ہوئے اور عرض کیا ہم اللہ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے پر (دل وجان
قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ
سے) راضی ہیں اب حضور نے خاموشی اختیار فرمائی اس کے بعد فرمایا ابھی اس دیوار کے
كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ ه
گوشے میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی میں نے (کبھی اتنا) اچھا اور برا منظر نہیں دیکھا

حضور کا دل بٹا، ایک روایت[۵] میں ہے کہ حضور آگے بڑھے کہ جنت سے ایک خوشہ لے لوں۔ پھر پیچھے ہٹے نیز جنت میں جنتیوں کو اور جہنم میں جہنمیوں کو دیکھا جہنم کی خوفناکی سے متاثر بھی ہوئے۔ اس کا بھی امکان قوی ہے کہ جنتیوں میں سے اور جہنمیوں میں سے کسی کا منہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رہا ہو۔ حالانکہ نمازی کا کسی مرد یا عورت کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔ تو کیا۔ ان عالم غیب کے احوال پر قیاس کرکے یہ حکم دینا درست ہوگا کہ نمازی کے آگے کچھ بھی ہو اس سے اس کا کتنا ہی دل بٹے۔ لوگ نمازی کی طرف منہ کئے ہوں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔

ثانیاً حضرت انس والی حدیث میں یہ تصریح ہے فی عُرض ھذا الحائط۔ جنت اور دوزخ اس دیوار کے گوشے میں دکھائی گئی، اس دیوار سے مراد دیوار قبلہ ہے۔ تو جب جہنم دیوار قبلہ کے ایک گوشے میں تھی اور حضور بیچ مسجد میں تو جہنم حضور کے سامنے کہاں ہوئی؟ رہ گئی حضرت ابن عباس کی حدیث۔ اس میں صرف یہ ہے۔ واریت النار

ع جلد اول مواقیت باب وقت الظھر عند الزوال ص ۷۷ ایضا صلوۃ باب من صلی وقدامہ تنور او نار ص ۶۲ جلد ثانی اعتصام۔ باب مایکرہ من کثرۃ السوال ص ۱۰۸۳

۵ کتاب الکسوف باب صلوۃ الکسوف جماعۃ ص ۱۴۴

حدیث ۲۹۹	اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے

وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا ءہ

فرمایا اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز پڑھا کرو گھروں کو قبر نہ بنالو۔

۱۰۴ ت وَیُذْکَرُ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَرِہَ الصَّلٰوۃَ بِخَسْفِ بَابِلَ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بابل کے کھنڈر میں نماز پڑھنی مکروہ جانا۔

مجھے جہنم دکھائی گئی۔ یہ نہیں کہ میرے سامنے لائی گئی تھی۔ ہوسکتا ہے یہاں بھی کسی گوشے ہی میں دکھائی گئی ہو۔ ثالثاً جہنم کی آگ کسی کی معبود نہیں۔ آتش پرست اپنی بھڑکائی ہوئی آگ کو پوجتے ہیں جہنم کی آگ کو نہیں۔ جہنم مما یعبد میں داخل ہی نہیں۔ اسلئے جو بعض روایات میں آیا ہے فی قبلة هذ الجدار۔ اس سے بھی استدلال تام نہیں کہ اس سے استدلال میں بھی پہلا اور تیسرا سقم بہر حال باقی رہے گا۔

تشریحات ۲۹۹ اس پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے کراھیۃ الصلوٰۃ فی المقابر۔ قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کا بیان ۔ ظاہر ہے کہ حدیث سے باب کا اثبات نہیں ہورہا ہے۔

علامہ سفاقسی نے یہ توجیہ کی۔ یہی حدیث مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ، لاتجعلوابیوتکم مقابر ہے۔ اس سے باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ اس پر علامہ عینی نے بہت عمدہ بات کہی۔ کتنی عجیب بات ہو باب کا عنوان قائم کریں۔ امام بخاری اور مطابق ہو ان کے اس باب سے وہ حدیث جو کوئی اور صاحب روایت کریں۔

اقول۔ معمولی غور کے بعد مطابقت ظاہر ہے۔ اس حدیث کے اخیر کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ قبر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں۔ اور مقبرہ اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں قبریں ہوتی ہیں، اس لئے مقبرے میں نماز مکروہ ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ثابت یہ ہوا کہ قبرستان میں جہاں قبریں ہوں وہاں ممنوع ہے۔ اور جہاں قبریں نہیں وہاں ممنوع نہیں۔ یہ مطابقت میں حارج نہیں۔

تشریح ۱۰۴ ت اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عبد اللہ بن ابی المحلی العامری نے کہا ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اور بابل کے کھنڈرات پر گذرے تو انھوں نے وہاں نماز نہیں پڑھی، اس سے گذرنے کے بعد پڑھی۔ اسی کے ہم معنی ابو داؤد میں بھی ہے کہ حضرت علی سیر کرتے ہوئے بابل پر گذرے تو مؤذن نے آکر عصر کی اذان کہی۔ جب اس سے گذر گئے تو مؤذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا مجھے میرے حبیب نے مقبرے میں نماز پڑھنے سے اور سرزمین بابل پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ یہ زمین ملعون لعنت زدہ ہے۔

عـہ جلد اول صلوٰۃ باب کراھیۃ الصلوٰۃ فی المقابر ص ۶۲

حدیث ۳۰۰ لا تدخلوا علی ھولاء المعذبین الا ان تکونوا باکین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا

نے فرمایا ان لوگوں پر جن پر عذاب ہوا ہے مت داخل ہو مگر یہ کہ

بَاکِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْھِمْ لَا یُصِیْبُکُمْ مَا اَصَابَھُمْ۔

روتے ہوئے اور اگر رونہ سکو تومت داخل ہو کہیں تمھیں بھی وہی مصیبت نہ آئے جو ان پر آئی۔

۱۰۵ ت قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّا لَا نَدْخُلُ کَنَائِسَکُمْ مِّنْ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم تمھارے گرجاؤں میں نہیں جاتے ان مجسموں

اَجَلِ التَّمَاثِیْلِ الَّتِیْ فِیْھَا الصُّوَرُ۔

کی وجہ سے جو ان میں ہیں۔

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کئی طرح کلام کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح کے معارض ہے کہ فرمایا جعلت لی الارض مسجدًا۔ اسی لئے خطابی نے کہا کہ علماء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے بابل میں نماز کو حرام بتایا ہو۔ اقول ابھی حدیث آرہی ہے کہ جس جگہ عذاب ہوا ہے وہاں جانے سے منع فرمایا۔ جب جانا منع ہے تو نماز بدرجہ اولیٰ منع ہونی چاہئے۔

بابل بابل عراق میں ایک بستی کا نام ہے جہاں کا جادو اور شراب مشہور ہے۔ کبھی پورے عراق کو بابل کہدیتے ہیں۔ اسے نمرود نے بسایا تھا۔ اس نے یہاں ایک محل بنایا تھا جو پانچ ہزار ہاتھ اونچا تھا۔ اس نے یہ محل اسلئے بنوایا تھا کہ آسمان پر جاکر آسمان والوں سے لڑکر آسمان کی بھی حکومت حاصل کرلے۔ اللہ عزوجل نے یہ محل ڈھا دیا۔ اسی کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے

فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ ـــ سورۂ نحل (۲۶) تو اللہ نے انکی عمارت کو بنیاد سے ڈھادیا۔

یہاں کے باشندوں کی زبان سریانی تھی مگر ایک رات سوئے تو قدرت خداوندی سے یہ لوگ بہتر قسم کی زبانیں بولنے لگے۔ ہر شخص اپنی زبان میں بل بل کرتا۔ اسلئے اس کا نام بابل پڑ گیا۔ بلبلانے والے [۱]

تشریحات ۳۰۰ ھولاء المعذبین سے قوم ثمود کی بستی حجر کی طرف اشارہ ہے۔ جیساکہ مغازی اور تفسیر کی روایت میں تصریح ہے اس حدیث میں اگرچہ ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بصراحت ممانعت نہیں مگر سیاق حدیث بتارہا ہے کہ ایسی جگہ جانا ممنوع ہے۔ گر یہ طاری ہونا شاذ و نادر ہی ہے۔ شاذ و نادر پر احکام کی بنیاد نہیں ہوتی اور جب جانا ممنوع اور نماز

ع۔ اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب ص ۶۲ جلد ثانی مغازی باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحجر ص ۶۳۷ تفسیر سورہ حجر باب قولہ ولقد کذب اصحاب الحجر المرسلین ص ۶۸۲ [۱] عینی جلد رابع صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب ص ۱۸۹

۱۰۶	کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُصَلِّیْ فِی الْبِیْعَۃِ اِلَّا بِیْعَۃً فِیْہَا تَمَاثِیْلُ۔
ت	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرجا میں نماز پڑھتے تھے مگر اس گرجا میں نہیں پڑھتے تھے جس میں مجسمے ہوتے

حدیث ۳۰۱	لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد

اَنَّ عَائِشَۃَ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَفِقَ یَطْرَحُ خَمِیْصَۃً لَّہٗ عَلٰی وَجْہِہٖ فَاِذَا اغْتَمَّ

پر مرض (وصال) کی شدت ہوئی تو بار بار اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈالتے جب دم گھٹنے لگتا تو

بِہَا کَشَفَہَا عَنْ وَجْہِہٖ فَقَالَ وَھُوَ کَذٰلِکَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْیَہُوْدِ وَالنَّصَارٰی

چہرے سے ہٹا دیتے اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے

اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِہِمْ مَسَاجِدَ یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔ ع۵

اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ یہود و نصاریٰ نے جو کیا تھا اس سے لوگوں کو ڈرا رہے تھے۔

۳۰۲	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
حدیث	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جانے کی فرع ہے تو یہ بھی ممنوع ہے۔

تشریحات (۱۰۵) (۱۰۶) اثر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام عبدالرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے اثر کو بغوی نے جعدیات میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں کفار کے معابد میں مطلقاً جانا ممنوع ہے اولاً ان کے معابد بتوں مجسموں تصویروں سے خالی نہیں ہوتے۔ ثانیاً وہ محل لعنت ہیں۔ ثالثاً عوام الناس کو بدگمانی میں بتلا کرنا ہے۔ ہاں سلطان اسلام بضرورت جا سکتا ہے، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس فتح کرنے کے بعد اسکے گرجا میں گئے مگر نماز باہر آکر پڑھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو منقول ہے اسمیں بیعۃ سے مراد پادریوں کی رہائشگاہ ہے عبادت خانہ نہیں اسلئے کہ ہر گرجا میں حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کی فرضی تصویر ہوتی ہے۔

تشریحات (۳۰۱) (۳۰۲) یہود و نصاریٰ کو اپنے انبیاء کرام کے ساتھ جو محبت و عقیدت تھی۔ صحابہ کرام اور اس امت کو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس لئے یہ خطرہ تھا کہ میری امت بھی مزار پاک کو مسجد بنا کر اس کی پرستش کرنے لگے۔ اسی لئے دنیا سے جاتے جاتے اس اذیت ناک

ع۵ اول صلوٰۃ باب ص ۶۲ الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ جلد دوم مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹ دو طریقے سے لباس۔ باب الاکسیۃ والخمائص ص ۸۶۵

تعالیٰ علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد عہ

نے فرمایا یہود کو اللہ مار ڈالے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔

حدیث ۳۰۳ یوم الوشاح من تعاجیب ربنا

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان ولیدۃ کانت سوداء لحی من

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ لونڈی عرب کے ایک قبیلے

العرب فاعتقوھا فکانت معھم قالت فخرجت صبیۃ لھم علیھا وشاح

کی تھی ان لوگوں نے اسے آزاد کر دیا پھر بھی وہ انھیں کے ساتھ رہی ان کی ایک لڑکی نکلی

احمر من سیور قالت فوضعتہ او وقع منھا فمرت بہ حدیاۃ وھو

سرخ رنگ کا جڑاؤ حمائل پہنے ہوئے تھی اب یا تو لڑکی نے کہیں رکھدیا یا گر پڑا کہ ایک چیل گذری وہ

ملقی فحسبتہ لحما فخطفتہ قالت فالتمسوہ فلم یجدوہ، قالت، فاتھمونی

ہار پڑا ہوا تھا چیل نے اسے گوشت جانا اور اسے اچک لیا قبیلے والوں نے ہار تلاش کیا مگر انھیں نہیں ملا۔ اس لونڈی

بہ قالت فطفقوا یفتشونی حتی فتشوا قبلھا قالت، واللہ انی لقائمۃ معھم

نے بتایا پھر اسکے چرانے کا مجھپر الزام لگایا اور میری تلاشی لینے لگے حتی کہ اس کی شرمگاہ کی بھی تلاشی لی لونڈی

اذ مرت الحدیاۃ فالقتہ قالت فوقع بینھم قالت فقلت ھذا الذی اتھمتمونی

نے بتایا بخدا میں انکے ساتھ کھڑی تھی کہ وہ چیل گذری اور ہار کو پھینک دیا۔ انکے درمیان وہ ہار گرا۔ میں نے کہا یہی ہے تو وہ جسکے

حال میں بھی اس فعل شنیع سے روکا۔ اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ نکلا، آج چودہ سو برس ہو رہے ہیں مگر مزار اقدس مزار اقدس ہی ہے مسجد نہ ہوا

تشریحات ۳۰۳ ولیدہ۔ ولید، اس بچے اور بچی کو کہتے ہیں جو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ عرف میں چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں نیز لونڈی اور غلام کو بھی اگرچہ معمر ہوں۔ وشاح۔ اس حمائل کو کہتے ہیں جو مرصع اور جڑاؤ ہو۔ اگر مرصع نہ ہو تو وشاح نہیں کہلائیگا۔ کمربند کے بھی معنی میں آتا ہے۔ ثابت نے دلائل میں یہ اضافہ کیا، کہ یہ لڑکی دلہن تھی۔ غسلخانے میں نہانے گئی اور اسے اتار کر رکھدیا۔ اس تقدیر پر اب وشاح کے دونوں معانی درست ہو سکتے ہیں۔ حمائل اور کمربند۔ جب ان بیوی کا مسجد ہی میں خیمہ یا حجرہ تھا تو یہ مسجد ہی میں سوتی بھی تھیں۔ تو حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے مگر یہ قید ضروری ہے جبکہ وہ بے ٹھکانہ مسافر ہو اور حیض و نفاس کی حالت میں نہ ہو۔

عہ اول صلوٰۃ ص ۶۲

بِهٖ زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ وَّهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

چرانے کا تم لوگوں نے مجھپر الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے بری ہوں وہ یہ ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مشرف باسلام ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا اس لونڈی

اَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِيْنِيْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ

کا مسجد میں ایک خیمہ یا چھوٹا سا حجرہ تھا۔ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میرے پاس باتیں کرتی

مَجْلِسًا اِلَّا قَالَتْ — وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا اَلَا اِنَّهٗ مِنْ

جب کبھی آکر بیٹھتی تو یہ ضرور کہتی۔ اور حمائل کا دن میرے پروردگار کے عجائب میں سے ہے سنو

بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَاْنُكِ لَا تَقْعُدِيْنَ

اسی دن نے کفر کی بستی سے مجھے نجات دی۔ حضرت ام المومنین نے اس سے پوچھا کیا بات ہے تم

مَعِيْ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتِ هٰذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ع۵

جب بھی آکر بیٹھتی ہو تو یہ ضرور پڑھتی ہو اس پر اس نے یہ واقعہ بیان کیا۔

۱۰۷	عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ
ت	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "عکل" کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ۔

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ صفہ میں رہتے تھے۔

۱۰۸	وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ
ت	اور عبد الرحمٰن بن ابو بکر نے کہا۔ اصحاب صفہ محتاج تھے۔

تشریحات (۱۰۷) (۱۰۸)

یہاں باب کا عنوان ہے۔ مرد کا مسجد میں سونا۔ ان دونوں تعلیقوں سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی مرد یا چند مرد محتاج ہوں جن کے گھر بار نہ ہوں وہ مسجد میں سو سکتے ہیں پہلا اثر حدیث طویل کا حصہ ہے جو کتاب الطہارت میں گذر چکی ہے۔ یہاں جتنا مذکور ہے وہ محاربین کی روایت کا جز ہے، دوسرا اثر بھی ایک حدیث کا جز ہے جو آگے آئے گی۔ مسجد نبوی میں ایک طرف ایک چبوترہ تھا اس پر چھپر پڑی تھی اس کو صفہ کہتے تھے وہ مہاجرین جن کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا یہیں رہتے تھے۔

ع۵ اول صلوٰۃ باب نوم المراۃ فی المسجد ص ۶۳۔

حدیث ۳۰۴ ان ابن عمر ینام فی المسجد

اَخۡبَرَنِیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَنَامُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ وہ جوان غیر شادی شدہ تھے۔

وَھُوَ شَابٌّ اَعۡزَبُ لَا اَھۡلَ لَہٗ فِیۡ مَسۡجِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

حدیث ۳۰۵ قم یا اباتراب

عَنۡ سَھۡلِ بۡنِ سَعۡدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

جَاءَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بَیۡتَ فَاطِمَۃَ فَلَمۡ یَجِدۡ عَلِیًّا

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی

فِی الۡبَیۡتِ فَقَالَ اَیۡنَ ابۡنُ عَمِّكِ قَالَتۡ کَانَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَہٗ شَیۡءٌ فَغَاضَبَنِیۡ

کو گھر موجود نہیں پایا تو حضرت فاطمہ سے پوچھا تمہارے چچا کا فرزند کہاں ہے، انھوں نے عرض کیا

فَخَرَجَ فَلَمۡ یَقِلۡ عِنۡدِیۡ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا

لِاِنۡسَانٍ اُنۡظُرۡ اَیۡنَ ھُوَ فَجَاءَ فَقَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ھُوَ فِی الۡمَسۡجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا دیکھو وہ کہاں ہیں وہ صاحب آئے اور بتایا کہ

رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُضۡطَجِعٌ قَدۡ سَقَطَ رِدَاؤُہٗ

یا رسول اللہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے وہ

تشریحات ۳۰۴ تکمیل ۳۰۵ ۳۰۶

مناقب علی میں یہ زائد ہے ایک صاحب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ مدینے کا موجودہ حاکم حضرت علی کو برسر منبر برا کہتا ہے حضرت سہل نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ اس پر حضرت سہل ہنسے اور فرمایا۔ یہ نام تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے اور حضرت علی کو اس سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا میں نے حضرت سہل سے اس سلسلے کی حدیث سننے کی خواہش کی تو انھوں نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔

عـ۵ اول۔ صلوۃ نوم الرجل فی المسجد ص ۶۳۔

عَنْ شِقِّهٖ وَاَصَابَهٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهٗ

لیٹے ہوئے تھے، انکی چادر ان کے پہلو سے گر پڑی تھی اور انھیں دھول لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے

عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَا تُرَابٍ ع٥

جسم سے دھول پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے اٹھو اے ابو تراب اٹھو اے ابو تراب (مٹی والے)

۳۰۶ حدیث اصحاب الصفۃ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا میں نے ستر اصحاب صفہ

رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ

کو دیکھا۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کے پاس چادر ہو۔ یا صرف تہبند تھا یا صرف کمبل جسے وہ

وَاِمَّا كِسَاءٌ۔ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا

اپنی گردنوں میں باندھے رہتے کسی کے آدھی پنڈلی تک پہنچتا کسی کے ٹخنوں تک اسے

يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ ع٥

اپنے ہاتھ سے جمع رکھتا اس ڈر سے کہ اس کی شرمگاہ نہ دکھائی دے۔

ان تینوں حدیثوں سے ثابت کہ مردوں کو بھی مسجد میں سونا مطلقاً جائز ہے۔ عام اس سے کہ وہ معتکف ہوں یا نہ ہوں مسافر ہوں یا نہ ہوں محتاج ہوں یا نہ ہوں۔ مگر بنظر دقیق ایسا نہیں۔ اصحاب صفہ کی تنگدستی ظاہر ہے۔ رہ گئے حضرت ابن عمر تو یہ ابتدار کی بات ہے اور اس کا بھی امکان ہے کہ وہ اعتکاف کر لیتے ہوں۔ اور یہی توجیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ہے کہ انھوں نے اعتکاف کی نیت کر لی ہوگی۔ حکم یہی ہے کہ معتکف اور مسافر کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا جائز نہیں۔

این ابن عمک :۔ یہ عرب کے عرف کے لحاظ سے فرمایا کہ وہ ہمعمر میں سے ہر ایک کو ابن عم کہتے ہیں، ورنہ رشتہ کے لحاظ سے یہ صحیح نہیں۔ حضور نے حضرت علی کے غائب ہونے سے اندازہ کر لیا تھا کہ کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے اسلئے پیار دلانے کیلئے ابن عمک فرمایا

قم یا ابا تراب :۔ اس سے معلوم ہوا کہ کنیت کیلئے اولاد کیطرف نسبت ضروری نہیں۔ غیر اولاد کیطرف بھی نسبت کر کے کنیت رکھی جا سکتی ہے جیسے ابو جہل ابو لہب وغیرہ۔ اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی کیسا کتنی محبت تھی۔ اس سے ان کا فضل و کمال ظاہر ہوا۔

ع٥ اول صلوٰۃ باب نوم الرجال فی المسجد ص ۶۳ مناقب علی ص ۵۲۵ جلد ثانی الاستیذان باب القائلۃ فی المسجد ص ۹۲۹

ع٥ جلد اول صلوٰۃ باب نوم الرجل فی المسجد ص ۶۳

۱۰۹ ت

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ

جب کسی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اس میں نماز پڑھتے ۔

حدیث ۳۰۷ صلی رکعتین قبل ان یجلس

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ

حاضر ہوا حضور مسجد میں تھے مسعر نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ چاشت کے وقت تو

رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي ع٥

حضور نے فرمایا بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے اور حضور کے ذمہ میرے کچھ پیسے تھے ادا فرمایا اور کچھ زیادہ دیا۔

سبعین :۔ یہ ستر ان ستر حضرات کے علاوہ ہیں جنھیں سریہ "بیر معونہ" کے موقع پر تبلیغ کیلئے بھیجا تھا جو سب کے سب شہید ہو گئے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے کا قصہ ہے

تشریح ۱۰۹ یہ اثر ایک طویل حدیث کا جز ہے جو مغازی غزوہ تبوک اور کتاب التفسیر وغیرہ میں مذکور ہے ۔

تشریحات ۳۰۷ تکمیل پورا واقعہ یہ ہے کہ ایک غزوہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ حضور کیساتھ گئے تھے۔ انکا اونٹ کمزور اور سست رفتار تھا۔ حضور نے اسے ایک گھونسہ مارا جس سے تیز رو ہو گیا۔ پھر حضور نے فرمایا، اے جابر اسے اس شرط پر بیچو گے کہ مدینہ تک سوار ہو کر جاؤ۔ میں نے فروخت کر دیا۔ جب مدینہ طیبہ واپس ہوا تو اونٹ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے اونٹ کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی دیدیا اور مال غنیمت کا حصہ بھی دیا۔ قیمت بھی زیادہ دی۔ اس میں سے کچھ نقد میرے پاس تھا۔ یہاں تک کہ یوم حرہ کے موقع اہل شام اسے لوٹ لے گئے۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور نے حضرت جابر سے دریافت فرمایا، گھر لوٹنے کی جلدی کیا ہے تو انھوں نے بتایا کہ میں نے شادی کر لی ہے۔ دریافت فرمایا، کنواری سے کہ شادی شدہ سے۔ عرض کیا شادی شدہ سے۔ فرمایا کنواری سے کیوں نہیں کیا، تم اسکے

ع٥ جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ اذا قدم من سفر ص ۶۳ کتاب الاستقراض ۔ باب من اشتری بالدین ص ۳۲۱۔ ایضا باب حسن القضاء ص ۳۵۵ باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص ۳۲۴ ھبہ باب الھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص ۳۵۵ دو طریقے سے۔ الشروط۔ باب اذا اشترط البائع ظھر الدابۃ الی مکان ص ۳۷۵ ۔ الجھاد باب من ضرب دابۃ غیرہ ص ۴۱۴ باب استیذان الرجل الامام ص ۴۱۶ باب من غزا وھو حدیث عھد بعرس ص ۴۱۶ باب الصلوۃ اذا قدم من سفر ص ۴۳۴ جلد ثانی باب الثیبات ص ۷۶۰ دو طریقے سے باب طلب الولد ص ۷۸۹، تین طریقے سے نفقات باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ ص ۸۰۸ دعوات باب الدعاء للمتزوج ص ۹۴۵۔

۳۰۸ حدیث

عَنْ اَبِی قَتَادَۃَ السَّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ[عہ]

علیہ وسلم نے فرمایا جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔

۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ت ت ت

وَاَمَرَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَکِنَّ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد مبارک کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا

ساتھ کھیلتے وہ تمھارے ساتھ کھیلتی۔ تم اس سے ہنسی مذاق کرتے وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی۔ عرض کیا۔ میرے باپ نے ساتھ یا نو لڑکیاں چھوڑی ہیں، مجھے یہ پسند نہ ہوا کہ انھیں جیسی کوئی لڑکی لاؤں اس لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی ہے جوان کی دیکھ بھال اور تربیت کرے۔ فرمایا اللہ عزوجل تمہیں برکت دے۔ جب سفر سے آؤ تو اچانک گھر نہ جاؤ اتنا موقع دو کہ جس کا شوہر غائب ہے وہ استرہ استعمال کرے اور بال کو کنگھا کرلے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) سفر سے آنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے (۲) مسجد میں جاؤ تو پہلے نماز پڑھو پھر بیٹھو (۳) بہتر ہے کہ کنواری عورت سے شادی کی جائے مگر کسی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر ثیب سے بھی نکاح بہتر ہے۔ (۴) شادی کرنے والوں کو دعا دینا سنت ہے۔ کم از کم اتنا ضرور کہدے بارک اللہ علیک (۵) سفر سے گھر آئے تو پہلے اطلاع دیدے تاکہ گھر والی اپنے آپ کو درست کرلے۔

تشریحات ۳۰۸ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالی عنہ انکا نام حارث بن ربعی ہے۔ یہ فارس رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہیں۔ عبد الرحمن فزاری کے قاتل یہی ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انکے بارے میں فرمایا۔ خیر فرساننا ابو قتادۃ مدینہ طیبہ ہی میں وصال فرمایا۔ سنہ وصال ۵۴ھ ہے انسے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں تیرہ ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص مسجد میں جائے وہ کم از کم دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اور یہ مستحب ہے اسلئے کہ کبار صحابہ مسجد میں جاتے مگر یہ نماز نہیں پڑھتے تھے اگر واجب ہوتی تو صحابہ ترک نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا بیٹھ جا تونے ایذا پہنچائی۔ اسے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں دیا قبل ان یجلس سے کچھ لوگوں نے استدلال کیا کہ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد کا وقت جاتا رہا، مگر ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا، دو رکعتیں پڑھ لیں، عرض کیا، نہیں۔ فرمایا اٹھو اور انھیں پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر بیٹھنا مخل نہیں جبکہ کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرے۔

تشریحات ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کے اثر کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ مسجد کے آباد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اسمیں نمازیں پڑھی جائیں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے

عہ جلد اول صلوۃ۔ باب اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین ص ۶۳ تہجد باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی ص ۱۵۶

النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَاِیَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ ۔ قَالَ اَنَسٌ	
میں بارش سے لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں اور سرخ اور زرد رنگنے سے بچو! اس سے لوگ فتنے میں پڑجائیں گے	
یَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا یَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِیْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا	
حضرت انس نے فرمایا۔ مسجد کی عمدہ عمارت پر فخر کریں گے اور اسے آباد نہیں رکھیں گے مگر تھوڑے لوگ۔ حضرت ابن	
كَمَا زَخْرَفَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی ۔	
عباس نے تشیید المساجد کی تفسیر میں فرمایا اسے سنوارو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے سنوارا۔	
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی	۳۰۹ حدیث بناء المسجد النبوی
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبردی کہ	
عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی	
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد اقدس	

مراد یہ ہے کہ مسجدوں کی عمارتیں بہت عالیشان ہوں گی خوبصورت ہوں گی مگر نمازی اور ذاکر تھوڑے ہوں گے۔ اسی کو ایک حدیث میں فرمایا مساجد ھم عامرۃ ظاھرھا و باطنھا خراب۔ ان کا ظاہر بہت شاندار اور اندر ویران ہوگا۔

حضرت ابن عباس کا اثر ابوداؤد میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری۔ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ مسجدوں کو اونچی بناؤں اور انھیں پختہ کراؤں۔ ابن عباس نے اس کی شرح میں فرمایا یعنی مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ جیسے گرجاؤں کو یہود و نصاریٰ نے سنوار لیا ہے ویسے میں مسجدوں کو سنواروں حتی کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسجدیں منڈی بناؤ یعنی مینار اور کنگرے نہ بناؤ یہ حکم اس عہد مبارک کیلئے تھا جبکہ محض کسی جگہ کا مسجد ہونا اس کی تعظیم و تکریم کے لئے کافی تھا مگر اب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جبکہ عوام اپنے گھروں کو بہت عالیشان بناتے ہیں اگر مسجدیں عالیشان نہ بنائی جائیں تو انکی عظمت دلوں میں نہ ہوگی نیز غیر مسلم ہنسیں گے۔ اسلئے اب وسعت کے مطابق مساجد بھی جتنی عظیم الشان ہوسکیں بنوائی جائیں۔ فقہاء نے فرمایا کہ کم من احکام تختلف باختلاف الزمان والمکان۔ بہت سے احکام وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، انھیں میں ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔

تشریحات ۳۰۹ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک مسجد اقدس اسی حالت میں رہی جو عہد نبوی میں تھی جب عہد فاروق میں تنگی ہوگئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لمبائی اور چوڑائی میں بھی اضافہ کیا، ستون کھوکھلے ہوگئے تھے تو انھیں بدل دیئے۔ مگر طرز تعمیر وہی رہی۔ وہی کچی اینٹوں کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں کی چھت، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اضافہ بھی کافی فرمایا اور طرز تعمیر بھی بدل دیا۔ دیواریں منقش پتھر اور چونے سے بنوائیں، منقش پتھر کے ستون لگوائے، ساکھو کی لکڑی کی چھت ڈلوائی، مگر اس سے زائد زیب و زینت آرائش

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ

کچی اینٹ کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخ کی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے

يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ

اس میں ابوبکر نے کچھ اضافہ نہیں کیا اور عمر نے زیادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا

بنی تھی ویسے ہی کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی اور اس کے کھمبوں کو بدل دیا

ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ

پھر عثمان نے اس میں بہت زیادہ بدلا، اور بہت زیادہ بڑھایا اس کی دیواریں منقش پتھر اور گچ سے

وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ ع۵

بنوائیں اور منقش پتھر کے ستون لگائے اور ساکھو کی چھت ڈالی۔

حدیث ۳۱۰ ویح عمار تقتله الفئة الباغية

عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ

عکرمہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا اور اپنے بیٹے علی سے

نہیں کی۔ سب سے پہلے ولید بن عبد الملک نے مسجد اقدس کافی بڑھائی تھی اور زمانے کے لحاظ سے بہت خوبصورت اور عالیشان بنوایا چار مینارے بھی بنوائے۔ مگر پوری امت خاموش رہی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ناپسند سب نے کیا مگر فتنے کے اندیشے سے خاموش رہے۔ لیکن یہ بات نہیں۔ ناپسند فرماتے تو یہ لوگ چوکنے والے نہیں تھے۔ پھر یہ تعمیر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام ہوئی تھی۔ بات وہی ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ صحابہ کرام کا اخیر دور تھا تابعین کا دور شروع ہو چکا تھا۔ لوگوں نے اپنے رہائشی مکانات بہت شاندار بنوائے تھے۔ تو اب ضروری ہوا کہ مسجدیں بھی عالیشان بنوائی جائیں تاکہ عوام کی نظر میں ان کی تحقیر نہ ہو۔

تشریحات (۳۱۰) عکرمہ مشہور ائمہ تابعین میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ یہ ان کے غلام تھے جنھیں بعد میں آزاد کر دیا تھا۔ ان کی اصل بربر سے تھی۔ مکہ کے فقہا میں سے ہیں۔ یہ اس درجے کے عالم تھے کہ کسی نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے۔ فرمایا، ہاں عکرمہ۔ اسّی سال کی عمر پاکر ۱۰۷ھ میں واصل بحق ہوئے۔

علی بن عبد اللہ بن عباس ابو السلاطین، یہ مشہور زمانہ خونخوار درندے، سفاح کے دادا ہیں۔ جس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، اسی دن پیدا ہوئے۔ اسی تقریب سے ان کا نام علی رکھا گیا۔ بڑے عابد زاہد شب زندہ دار تھے۔

ع۵ جلد اول صلوۃ باب بنیان المسجد ص ۶۴

اِنْطَلِقَا اِلٰی اَبِی سَعِیْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِیْثِهٖ فَانْطَلَقْنَا فَاِذَا هُوَ فِیْ حَائِطٍ	
کہ ابوسعید خدری کے یہاں چلو ان کی حدیث سنو تو دونوں چلے وہ اپنے باغ میں ملے	
یُّصْلِحُهٗ فَاَخَذَ رِدَاءَهٗ فَاحْتَبٰی ثُمَّ اَنْشَاَ یُحَدِّثُنَا حَتّٰی اَتٰی عَلٰی ذِکْرِ بِنَاءِ	
جس میں کام کر رہے تھے انھوں نے اپنی چادر لی اور حبوہ مار کر بیٹھ گئے پھر حدیث بیان کرنے لگے جب	
الْمَسْجِدِ فَقَالَ کُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَیْنِ لَبِنَتَیْنِ فَرَاٰهُ النَّبِیُّ	
مسجد اقدس بنانے کی بات آئی تو فرمایا ہملوگ ایک ایک اینٹ ڈھوتے تھے اور عمار دو دو انھیں نبی	
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَیَقُوْلُ وَیْحَ	
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو ان کے جسم سے غبار صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے عمار پر افسوس ہے	
عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ یَدْعُوْهُمْ اِلَی الْجَنَّةِ وَیَدْعُوْنَهٗ اِلَی النَّارِ	
اسے باغی جماعت شہید کرے گی یہ انھیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ لوگ اسے جہنم کی طرف	
قَالَ یَقُوْلُ عَمَّارٌ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ عہ	
بلاتے ہوں گے۔ عمار یہ دعا مانگا کرتے میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔	

ان کا ایک باغ تھا جسمیں زیتون کے پانچسو درخت تھے۔ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز روزانہ پڑھتے تھے۔ اس طرح ایک ہزار رکعت روز پڑھتے تھے، اسی لئے ان کو سجاد بھی کہا جاتا تھا۔ اٹھہتر یا اناسی سال کی عمر میں ۱۱ھ لغایت ۲۰ھ میں دار فانی سے کوچ فرمایا

تقتله الفئة الباغیه اسی ارشاد کیوجہ سے حضرت عمار کی ذات مصیب و مخطی کے مابین معیار جلی بن گئی۔ جنگ صفین میں حضرت شیر خدا کی فوج میں تھے۔ انھیں شامیوں نے شہید کیا۔ حضرت علی نے ان کے شہید ہوتے ہی اعلان فرمادیا، صواب و خطا کا من جانب اللہ فیصلہ ہو چکا مگر شامی افواج کے کمانڈر انچیف نے تلوار نیام میں نہیں کی۔ حضرت عمار کی شہادت کے بعد حضرت علی کے مخالفین کا شک دور ہو گیا حتی کہ حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ معاویہ اب فیصلہ ہو گیا۔ تمھارے آدمیوں نے عمار کو شہید کیا ہے، یہ دلیل ہے کہ تم باغی ہو۔ مگر حضرت معاویہ نے یہ کہکر بات بدل دی کہ ان کا قاتل وہ ہے جو انھیں میدان جنگ میں لایا تھا۔ فسبحان الملک الصمد الذی غنی عن العلمین۔

مسائل (۱) مسجد کی تعمیر میں خود کام کرنا یا کسی قسم کا تعاون کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ (۲) ہر صاحب علم سے علم طلب کرنا چاہیے اگرچہ طالب علم ہو (۳) اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور اس میں تکبر اور نخوت کا ازالہ بھی ہے (۴) جب کوئی علم طلب کرنے آئے تو شیخ کو چاہیے کہ پوری توجہ و انہماک سے پڑھائے اسے بتائے (۵) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یہ بھی معلوم تھا کہ کون کب اور کہاں اور کیسے مریگا۔

عہ اول صلوٰۃ باب التعاون فی بناء المسجد ص ۶۴ جهاد باب مسح الغبار عن الراس فی سبیل اللہ ص ۳۹۴

حدیث ۳۱۱ من بنی للہ مسجدا

اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ

انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا اسوقت جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر کے

حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمْ وَاِنِّيْ

وقت لوگ انھیں جو جی میں آتا تھا کہہ رہے تھے۔ تم لوگ بہت کچھ کہہ چکے اور میں نے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جو شخص مسجد بنوائے اور اس سے صرف

قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ ع۵

اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کے مثل جنت میں گھر بنائے گا۔

حدیث ۳۱۲ امسك بنصالها

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ

سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عمرو بن دینار

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهٗ سِهَامٌ فَقَالَ لَهٗ

سے کہا کیا آپنے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ نہیں سُنا ہے؟ وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد

تشریحات ۳۱۱ یہ حدیث تھوڑے سے الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ تئیس صحابۂ کرام سے مروی ہے جنھیں چاروں خلفاء راشدین بھی ہیں۔ بعض میں یہ زائد ہے اگرچہ قطاۃ کے گھونسلے کے برابر بنائے۔ کسی میں یہ زائد ہے، جنت میں اس سے زیادہ وسیع مکان بنائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی چھوٹی سی بھی مسجد بنائے یا کسی مسجد میں تھوڑا سا بھی اضافہ کردے، اللہ عزوجل جنت میں اس کے لئے وسیع وکشادہ مکان بنائے گا۔

عند قول الناس فيه جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کو از سر نو منقش پتھروں اور چونے سے بنانا چاہا تو کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور چاہا کہ جیسے ہے ویسے ہی رہنے دیا جائے لہ اس موقع پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کی تھیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا جواب دیا۔

تشریحات (۳۱۲) (۳۱۳) حضرت عمرو بن دینار کا جواب مذکور نہیں مگر کتاب الفتن میں ہے کہ یہ سنکر انھوں نے فرمایا۔ ہاں۔ ان دو حدیثوں سے استخراج کرکے فقہاء یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر ایسی چیز مسجد میں لے جانا منع ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

ع۵ جلد اول صلوۃ باب من بنی مسجدا ص ۶۴ لہ مسلم ثانی زھد باب فضل بناء المساجد ص ۴۱۱

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا۔ ع۵

میں گذرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پھل پکڑے رہ۔

حدیث ۳۱۳ فلیاخذ بنصالها

سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

ابو بردہ اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْيَاخُذْ عَلٰی نِصَالِهَا

وسلم نے فرمایا جو ہماری مسجدوں ہمارے بازاروں کے کسی حصہ سے تیر لے کر گذرے تو ان کے

لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهٖ مُسْلِمًا ع۶ پھلوں کو پکڑے رہے، اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کردے۔

حدیث ۳۱۴ اللهم ايده بروح القدس

اَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ يَسْتَشْهِدُ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گواہی طلب کر

اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنْشُدُكَ اللّٰہَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّی

رہے تھے۔ کہہ رہے تھے میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

یہ فرماتے نہیں سنا ہے اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے

تشریحات ۳۱۴ تکمیل

اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ حضرت حسان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسجد نبوی میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت فاروق اعظم گذرے اور اس پر انکار فرمایا تو حضرت حسان نے حضرت ابوہریرہ سے گواہی دلوائی۔ یہاں بھی امام بخاری نے حسب عادت حدیث کا اتنا حصہ لائے جو باب کے مناسب نہیں۔ باب کا عنوان یہ ہے۔ باب الشعر فی المسجد، مسجد میں شعر پڑھنا۔ حدیث کا جتنا حصہ یہاں ذکر کیا ہے اس میں نہ شعر کا ذکر ہے نہ مسجد کا۔ مگر اسی حدیث کی تکمیل جو ہم نے ذکر کی اسمیں شعر کا بھی ذکر ہے اور مسجد میں پڑھنے کا بھی۔ اس لئے امام بخاری پر یہ اعتراض بہرحال قائم ہے کہ باب کے تحت جتنی حدیثیں لائے ہیں وہ باب کے مطابق نہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیر من ان یمتلی شعرًا کسی کا پیٹ

ع۵ جلد اول صلوٰۃ باب یاخذ بنصول النبل ص ۶۴ ثانی۔ فتن باب من حمل علینا السلاح ص ۱۰۴۷

ع۶ جلد اول صلوٰۃ باب المرور فی المسجد ص ۶۴ جلد ثانی فتن باب من حمل علینا السلاح ص ۱۰۴۷

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ نَعَمْ ع۵

جواب دے اے اللہ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔ ابو ہریرہ نے فرمایا۔ ہاں میں نے سنا ہے

حدیث ۳۱۵ والحبشۃ یلعبون فی المسجد

اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا قَالَتْ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عَلیٰ بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ

ایک دن اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا کہ مجھے اپنی چادر کا پردہ بنا کر آڑ کئے ہوئے ہیں اور حبشی

وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِہٖ اَنْظُرُ اِلیٰ لَعِبِھِمْ ع۶

مسجد میں نیزہ بازی کر رہے ہیں میں اسے دیکھ رہی تھی۔

پیپ سے بھر جائے یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے۔ اور پھر حضرت حسان کو اجازت بھی دی اہتمام بھی کیا کہ ان کے سر پہ ہاتھ رکھا اور دعائے خیر بھی دی۔ یہ سب شعر پڑھنے کی وجہ سے ہوا۔ اس کا جواب انتہائی واضح ہے کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے برا بھی ہوتا ہے۔ اچھے اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز مستحسن بلکہ سنت اور برے اشعار کا مسجد میں پڑھنا ممنوع برے اشعار کے لئے وہ وارد ہوا۔ ورنہ خود فرمایا اِنَّ من الشعر لحکمۃ بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ جو اشعار حمد، نعت منقبت، دین کی تائید، دینی باتوں پر مشتمل ہوں وہ اچھے ہیں۔ اور جھوٹ، فریب، لغو بیہودہ فرضی معشوقوں کے لب و رخسار وغیرہ خرافات پر مشتمل ہوں وہ برے ہیں۔ انھیں کہیں بھی پڑھنا جائز نہیں۔ مسجد میں خصوصیت سے منع ہے۔

تشریحات ۳۱۵ تکمیل کتاب العیدین میں ہے کہ یہ عید کا دن تھا اور حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے ام المومنین فرماتی ہیں اب یا تو میں نے خواہش ظاہر کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا۔ میرا رخسار حضور کے رخسار پر تھا۔ حضور حبشیوں کو للکارتے جاتے تھے۔ جب میرا جی بھر گیا تو مجھے فرمایا بس۔ میں نے عرض کیا بس۔ فرمایا جا۔ مناقب قریش میں ہے کہ یہ ایام منیٰ تھے۔ حضرت عمر تشریف لائے اور حبشیوں کو ڈانٹا تو حضور نے فرمایا۔ رہنے دو۔

مسائل (۱) مشق و تمرین کے لئے آپس میں ہتھیاروں سے مقابلہ جائز ہے بلکہ باعث اجر ہے اگرچہ مسجد میں ہو (۲) ایسے مقابلہ کو دیکھنا بھی جائز ہے (۳) جس طرح مردوں کو جائز ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی دیکھنا جائز ہے (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر خصوصی کرم اور بارگاہ نبوت میں انکی عظمت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

ع۵ جلد اول صلوۃ باب الشعر فی المسجد ص ۶۴ بدء الخلق باب ذکر الملئکۃ ص ۵۶ ۴ جلد ثانی ادب باب ھجو المشرکین ص ۹۰۹

ع۶ جلد اول۔ صلوۃ باب اصحاب الحراب فی المسجد ص ۶۵ عیدین باب الحراب والدرق یوم العید ص ۱۳۰ مناقب قریش باب قصۃ الحبشۃ ص ۵۰۰۔

حدیث ۳۱۶ انما الولاء لمن اعتق

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کے پاس بریرہ آئیں بدل کتابت ادا کرنے

فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ وَقَالَ اَهْلُهَا اِنْ شِئْتِ

کے سلسلے میں کچھ رقم کا سوال کیا اس پر ام المومنین نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری پوری قیمت تیرے مالک

اَعْطِيْتِهَا مَا بَقِيَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اِنْ شِئْتِ اَعْتَقْتِيْهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ

کو دے دوں اور حق ولاء میرے لئے رہے گا اور بریرہ کے مالک نے کہا (اے) ام المومنین بریرہ کو ما بقیہ

لَنَا۔ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَّرْتُهُ ذٰلِكَ فَقَالَ

قیمت دیجئے اور سفیان کبھی یہ کہتے کہ بریرہ کے مالک نے کہا اگر آپ چاہیں تو اسے آزاد کردیں اور حق ولاء ہمارے لئے رہیگا

تشریحات ۳۱۶ تکمیل

حضرت بریرہ، ام المومنین حضرت صدیقہ کی بارگاہ میں امداد حاصل کرنے حاضر ہوئیں۔ اس سلسلے میں کہ وہ کسی کی کنیز تھیں۔ اس نے ان سے نو اوقیہ چاندی کے عوض عقد کتابت کر لیا تھا کہ ایک ایک اوقیہ سال بسال نو سال میں ادا کرو تو تم آزاد ہو۔ بریرہ حضرت ام المومنین کو پسند آگئیں فرمایا اگر میں ایک مشت پوری رقم ادا کر دوں تو تمہارا مالک میرے ہاتھ تم کو بیچے گا؟ خرید کر پھر تمھیں آزاد کر دوں گی۔ اس پر بریرہ کے مالک نے کہا، منظور ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رشتہ ولاء ہم سے رہے گا۔ یہ سنکر حضرت ام المومنین خاموش ہو گئیں۔ جب حضور تشریف لائے تو سارا قصہ سنایا۔ اس پر حضور آخر دن میں منبر پر تشریف لے گئے اور وہ فرمایا۔ بریرہ شادی شدہ تھیں جب حضرت ام المومنین نے خرید کر انھیں آزاد کر دیا تو اپنے شوہر کے نکاح میں رہنے نہ رہنے کا اختیار انھیں مل گیا۔ انھوں نے کچھ مطالبہ کیا جو ان کے شوہر پورا نہ کر سکے اس لئے بریرہ نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور یہ ان کے نکاح سے باہر ہو گئیں۔ ان کے شوہر کا حال یہ تھا کہ وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے گلیوں میں روتے ہوئے چلتے، اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عباس سے کہا دیکھو بریرہ کے شوہر کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو کتنی نفرت ہے۔ حد یہ ہے کہ رحمت عالم نے حضرت عباس کی فہمائش پر حضرت بریرہ سے فرمایا، رجعت کرلے۔ حضرت بریرہ نے عرض کیا، کیا حضور حکم دیتے ہیں فرمایا نہیں سفارش کرتا ہوں۔ عرض کیا تو نہیں۔ ان کے شوہر کا نام مغیث تھا۔ یہ بھی حبشی غلام تھے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین کے گھر تشریف لائے۔ سوکھی روٹی پیش کی گئی۔ فرمایا کہ ہانڈی تو گوشت سے ابل رہی ہے۔ عرض کیا گیا یہ صدقے کا گوشت ہے جو بریرہ کو دیا گیا ہے۔ فرمایا یہ اس کے لئے صدقہ ہے میرے لئے ہدیہ ہے۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ بریرہ کی ذات سے تین احکام معلوم ہوئے وہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دیا گیا۔ حضور نے فرمایا ولاء صرف اس کے لئے ہے جو آزاد کرے۔ اور بریرہ کو جو صدقہ کا گوشت دیا گیا تھا اس پر فرمایا، اس کے لئے صدقہ ہے میرے لئے ہدیہ ہے۔ ایک اوقیہ میں دس دینار یا چالیس درم چاندی ہوتی ہے۔ انگریزی چہرہ دار

اِبْتَاعِيهَا فَاَعْتِقِيهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
اسے خرید لے پھر اسے آزاد کردے اسلئے کہ ولاء صرف اسکے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ
تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سفیان نے کبھی کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور ارشاد فرمایا
فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ
کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جو ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں
اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ عہ
تو اس شرط کا اسے حق نہیں اگرچہ سو مرتبہ شرطیں لگائے۔

روپے سے ایک اوقیہ گیارہ روپے سے کچھ زائد ہوتا ہے۔

مسائل اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔ (۱) مکاتبت جائز ہے (۲) لونڈی کا نکاح درست ہے (۳) ولاء کا حق آزاد کرنے والے کے لئے ہے مطلقاً۔ ولاء مثل ایک رشتے کے ہوتا ہے جو آقا اور آزاد شدہ غلام کے مابین قائم ہوتا ہے حتی کہ آقا، غلام میں سے کوئی مرجائے اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو آقا غلام کا غلام آقا کا وارث بھی ہوگا۔ مطلقاً شرط سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔ بیع ایسی شرط سے فاسد ہوتی ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف بھی ہو، اس کے مناسب بھی نہ ہو اور اس پر عرف بھی جاری نہ ہو۔ جیسے یہ غلام اس شرط پر بیچتا ہوں کہ نہ اسے ہبہ کرسکتا ہے نہ فروخت کرسکتا ہے۔ (۵) اپنی زوجہ کو جو باندی ہو بدل کتابت جمع کرنے سے نہیں روک سکتا (۶) لونڈی جب آزاد ہوجائے تو اس پر طلاق نہیں پڑتی۔ البتہ اسے خیار عتق حاصل ہوجاتا ہے وہ چاہے تو اسی شوہر کے نکاح میں رہے۔ چاہے اپنے نفس کو اختیار کرکے اسکے نکاح سے باہر ہوجائے (۷) بوقت ضرورت حیلہ کرکے صدقات واجبہ زکوٰۃ فطرہ وغیرہ غیر مستحق پر صرف کیا جاسکتا ہے مگر

عہ جلد اول صلوٰۃ باب ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد ص ۶۵ زکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ العتق باب بیع الولاء وھبۃ ص ۳۴۴ المکاتب۔ چھ طریقے سے ص ۳۴۸ ص ۳۴۹ ھبہ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰ بیوع باب الشراء والبیع مع النساء دو طریقے سے ص ۲۸۹ باب اذا اشترط فی البیع شروطًا ص ۲۹۰ کتاب الشروط تین طریقے سے ص ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷ جلد ثانی طلاق باب لایکون بیع الامۃ طلاقًا ص ۷۹۵ باب ص ۷۹۵ فرائض باب الولاء لمن اعتق ص ۹۹۹ اطعمہ باب الادم ص ۸۱۶ الایمان والنذور باب اذا اعتق عبدًا ص ۹۹۴۔

حدیث ۳۱۷ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان علیہ فی المسجد

عَنْ کَعْبٍ اَنَّهٗ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو حدرد سے اس قرض کا تقاضہ کیا جو حضرت

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کعب کا ان پر تھا۔ تو ان کی آوازیں بلند ہوگئیں یہاں تک کہ رسول اللہ نے سن لیا اور حضور اپنے گھر

وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ فَنَادٰى يَا كَعْبُ

کے اندر تھے۔ حضور باہر تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور پکارا اے کعب۔ انھوں نے

قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَا اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ

عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! تو فرمایا اپنے قرض سے اتنا معاف کردے، اشارہ فرمایا آدھے کی طرف۔ کعب نے کہا

قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ۔ ع۵

یا رسول اللہ! میں نے کردیا۔ اب حضور نے ابو حدرد سے فرمایا جاؤ ادا کردو۔

حدیث ۳۱۸ ان رجلا اسود کان یقم المسجد

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَسْوَدَ اَوِ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی مرد یا ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی

دو شرط ضروری ہے ایک ضرورت، ضرورت شرعیہ تک پہنچی ہو۔ دوسرے غیر مستحق پر صرف بھی کار خیر ہو اسلئے کہ حیلے کی اجازت بوجہ ضرورت دی گئی اور جو چیز ضرورۃً ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت رہے گی۔

تشریحات ۳۱۷ | مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم وخصوماتکم اور ایک روایت میں ہے ولا ترفع فیہا الاصوات، اپنی مسجدوں کو بچوں اور جھگڑوں سے بچاؤ۔ ان میں آواز بلند نہ کرو۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کیسے مسجد میں خصومت بھی کی اور آواز بھی اونچی کی۔ جواب یہ ہے کہ ممنوع وہ خصومت ہے جسمیں جھگڑے فحش کلامی کی نوبت آجائے ایسے ہی بلند آواز کرنا وہ منع ہے کہ بہت زیادہ چیخ و پکار ہو۔ یہاں رفع صوت سے مراد صرف یہ ہے کہ صحابہ کرام عام طور پر جتنی آواز سے بات چیت کرتے تھے آواز اس سے کچھ اونچی ہوگئی تھی۔ یہاں صرف اتنا ہی ہے اور باب میں والملازمۃ بھی ہے۔ یہاں حدیث میں فلزمہ نہیں مگر باب الصلح میں یوں ہے فلقیہ فلزمہ کہ ابو حدرد سے ملے اور اسکے ساتھ چپک گئے اس سے باب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

تشریحات ۳۱۸ | علامہ جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے۔ بعض احناف نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ

ع۵ صلوٰۃ باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد ص ۶۵ باب رفع الصوت فی المسجد ص ۶۷ الخصومات باب کلام الخصوم بعضھم بعضا ص ۳۲۶ باب الملازمۃ ص ۳۲۷ الصلح باب ھل یشیر الامام بالصلح ص ۳۷۳ باب الصلح بالدین والعین ص ۳۷۴۔

يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ

پھر وہ مرگیا (یا وہ عورت مرگئی) تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مر گئے

فَقَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِي بِهِ دُلُّوْنِي عَلَى قَبْرِهِ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا عہ

فرمایا مجھے تم لوگوں نے اس کی خبر کیوں نہیں کی مجھے اسکی قبر بتاؤ تو حضور اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

حدیث ۳۱۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا جب سود کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیتیں نازل ہوئیں تو

فِي الرِّبٰوا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ اور اسے پڑھ کر لوگوں کو سنایا

عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ عہ

اس کے بعد شراب کی تجارت حرام فرمادی۔

ت ۱۱۳

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدِمُهُ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (کہ آیۂ کریمہ) میں نے تیرے لئے منت مانی ہے کہ ★

علیہ وسلم پر ہر اس امتی کی نماز جنازہ پڑھنا فرض عین ہے جو ظاہری حیات میں فوت ہوا اور اسکی نماز جنازہ پڑھنی بے دشواری کے میسر ہوسکے یہ بات محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مگراتنی بات ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے اختتام میں یہ فرمایا ہے۔ ان هذه القبور مملوءة ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلوتي عليهم عہ قبریں تاریک رہتی ہیں میرے نماز پڑھنے سے اللہ عزوجل اسے روشن کر دیتا ہے۔

تشریحات ۳۱۹ سورہ بقرہ کی آیات ربوا سے مراد یہ آیات ہیں اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ سے لیکر لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ تک پانچ آیتیں ہیں علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ شراب کی حرمت، سود کی حرمت سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ البتہ شراب کی تجارت کے حرام ہونے کا اعلان مسجد میں ان آیات کے نزول کے بعد ہوا۔

تشریحات ۱۱۳ یہ منت عمران کی اہلیہ حنہ کی ہے۔ یہ ساٹھ سال کی عمر ہوگئی تھیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ایکدن انھوں نے ایک چڑیا کو دیکھا جو اپنے بچے کو دانہ بھرا رہی تھی۔ اس سے بچے کا شوق ہوا دعا کی جو قبول ہوئی اور حنہ حاملہ ہوئیں تو یہ منت مانی، اس تعلیق اور آیت کے لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد کی خدمت کرنا امم سابقہ میں بھی عبادت تھا۔

عہ جلد اول صلوۃ۔ باب کنس المسجد ص ۶۵ باب الخدم للمسجد ص ۶۵ جنائز باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن ص ۱۷۸
عہ جلد اول صلوۃ باب تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد ص ۶۵۔ بیوع باب آکل الربا و موکلہ ص ۲۷۹۔ باب تحریم تجارۃ الخمر ص ۲۹۷۔ جلد ثانی تفسیر سورۂ بقرۃ چار طریقے سے ص ۶۵۱ عہ مسلم اول جنائز باب الصلوۃ علی القبر ص ۳۱۰

★ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ محرر ہے یعنی مسجد کے لئے آزاد ہے کہ صرف مسجد کی خدمت کریگا۔

۳۲۰ حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَیَّ الْبَارِحَةَ اَوْ كَلِمَةً

کہ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آگیا یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا تاکہ

نَحْوَهَا لِیَقْطَعَ عَلَیَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰی سَارِیَةٍ

میری نماز میں خلل ڈال دے تو اللہ نے مجھے اس پر قابو دیدیا اور میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں

مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَیْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِیْ

سے کسی ستون میں باندھ دوں یہاں تک کہ صبح ہو اور تم سب لوگ اسے دیکھو پھر مجھے میرے بھائی سلیمان کی یہ دعا

سُلَیْمٰنَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا

یاد آئی جو انھوں نے کی تھی "اے پروردگار مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو" روح نے کہا کہ حضور نے اس شیطان کو نامراد واپس فرمادیا۔

تشریحات ۳۲۰

عفریت کے معنی سرکش کے ہیں۔ جن ابلیس کی اولاد کو کہتے ہیں جو اپنی فطرت میں ناری لطیف جسم رکھتے ہیں۔ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ قیدی اور مقروض کو مسجد میں باندھنا۔ قیدی کے باندھنے کا ثبوت ظاہر ہے رہ گیا غریم کے باندھنے کا ثبوت تو اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ یہ جائز ہے کہ مقروض قرض نہ ادا کرے تو اسے قید کر لیا جائے، اس منزل پر وہ بھی قیدی ہو جائے گا۔ (۲) جنات پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبضہ و اختیار حاصل ہے۔ حضور تو حضور صحابہ کرام کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدقہ والی حدیث سے ظاہر ہے (۳) جنات خواہ اپنی فطری شکل میں ہوں خواہ کسی اور شکل میں خواص ان کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ آیہ کریمہ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (اعراف ۲۷) وہ اور اس کا کنبہ تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ میں مراد عوام ہیں۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وہ بلی کی شکل میں آیا تھا جیسا کہ عبد الرزاق کی روایت میں ہے مگر مسلم میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا کہ روئے انور پر ڈال دے۔ یہی راجح ہے (۵) یہ حدیث اس کے منافی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین و مالک السموات والارض ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ عیاناً کھلے بند ظاہری طور پر کسی کو ایسی سلطنت نہ عطا فرما۔ تنبیہ — قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ مذکور ہیں۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا۔

ع جلد اول۔ صلوۃ۔ باب الاسیر والغریم یربط فی المسجد ص ۶۶ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل ووهبنا لداؤد سلیمٰن ص ۴۸۷ بدء الخلق۔ باب صفة ابلیس وجنوده ص ۴۶۴۔ جلد ثانی تفسیر سورہ ص۔ باب قوله رب هب لی ملكا لا ینبغی لاحد من بعدی ص ۷۱۰۔ تهجد۔ باب ما یجوز من العمل فی الصلوة ص ۱۶۱

۱۱۴ ت

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيمَ أَنْ يُحْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ

اور قاضی شریح اس کا حکم دیتے کہ مقروض کو مسجد کے ستون کے پاس قید کیا جائے۔

حدیث ۳۲۱ ثمامہ بن اثال

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي

نے نجد کی جانب کچھ سوار بھیجے تھے۔ یہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لائے اور انھیں مسجد کے

حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ

ایک ستون میں باندھ دیا ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ کو

فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ

کھول دو۔ کھلتے ہی

مگر بخاری شریف کے عام نسخوں میں ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ امام بخاری نے یہ آیت نہیں نقل کی ہے بلکہ یہ اقتباس ہے۔ صرف ابوذر۔ کی روایت میں۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا ہے۔

تشریح ت ۱۱۴ قاضی شریح جب کسی پر ثبوت حق کا حکم دیدیتے تو اسے مسجد میں (جس میں وہ فیصلہ کرتے تھے) قید رکھتے جب تک وہ ادا نہ کردے۔ اگر ادا نہ کر پاتا تو جیل خانے بھیجدیتے۔

تشریحات ۳۲۱ تکمیل ۵ھ یا ۶ھ میں دس محرم کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تیس ۳۰ آدمیوں کی ٹولی، قرطا بھیجی تھی جو نجد کی طرف ہے۔ مقصد ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرنا تھا۔ یہ اپنے علاقے کے بڑے ذی اثر سردار تھے۔ انیس دن میں یہ سریہ ثمامہ کو گرفتار کرکے کامیاب و کامراں مدینہ طیبہ واپس آگیا۔ ثمامہ کو مسجد کے ایک ستون میں باندھ دیا گیا۔ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس تشریف لائے۔ اور پوچھا اے ثمامہ تیرے جی میں کیا ہے۔ ثمامہ نے عرض کیا۔ بھلائی ہے۔ اے محمد! اگر تم مجھے قتل کردگے تو قاتل کو قتل کروگے۔ اگر احسان کروگے تو شکرگزار پر احسان کروگے اور اگر مال چاہتے ہو تو بتاؤ جتنا کہوگے پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام کی یہی رائے تھی کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس کو قتل کرنے سے کیا ملے گا۔ حضور نے انھیں نہیں چھوڑا۔ دوسرے دن پھر صبح کو وہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے دن بھی ہوئی۔ اب حکم دیا ثمامہ کو کھول دو۔ لوگوں نے کھول دیا۔ وہ قریب ہی حضرت ابو طلحہ کا باغ تھا وہاں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے اور عرض کیا۔ اے محمد آپ کی ذات سے زیادہ کوئی ذات مجھے مبغوض نہ تھی اور اب آپ کی ذات سب سے زیادہ محبوب ہوگئی۔ آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھے ناپسند نہ تھا مگر اب تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہوگیا۔ کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر اب سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہوگیا ہے

إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ

وہ قریب کے ایک کھجور کے باغ میں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں

أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ع۶

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلا شبہہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حدیث ۳۲۲ طوفی من وراء الناس

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَشْتَكِي

(حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی بیماری کا حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا۔ فرمایا

قَالَ طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو۔ فرماتی ہیں میں نے اسی طرح طواف کیا اور رسول اللہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ ع۷

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سورہ والطور وکتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

یا رسول اللہ! آپ کے سواروں نے پکڑلیا میں عمرہ کرنے جارہا تھا اب کیا حکم دیتے ہیں؟ انھیں عمرہ کرنے کی اجازت دیدی۔ جب مکہ آئے توکسی کہنے والے نے کہا۔ صابی ہوگئے ہو۔ تو ثمامہ نے فرمایا نہیں میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ سن لو، یمامہ سے ایک دانہ کہ نہیں آسکتا جبتک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے۔

قبل نجد جزیرہ عرب کے پانچ حصے یا صوبے ہیں۔ یمن، حجاز، تہامہ، عروض، نجد، جنوبی ساحلی علاقے کو یمن۔ اسکے بعد جانب شمال حجاز۔ حجاز کے پورب عراق تک نجد، عروض، یمامہ و بحرین کا علاقہ ہے۔ اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

تشریحات ۳۲۲ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بوجہ علالت طواف نہ کرسکی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہونے لگے۔ حضور نے ان کو یہ ترکیب بتائی کہ جب لوگ نماز فجر پڑھ رہے ہوں توتم اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوجہ علالت یا نقاہت طواف نہ کرسکے تو سواری پر طواف کرسکتا ہے۔ رہ گیا امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال کہ مسجد میں ضرورۃ اونٹ داخل کرنا جائز ہے۔ اسلئے ساقط ہے کہ عہد مبارک میں مسجد صرف مطاف تک تھی اور مسجد حرام کی کوئی چہار دیواری نہیں تھی، ہوسکتا ہے حضرت ام المومنین نے یہ طواف مسجد کے باہر کیا ہو۔

ع۶ جلد اول صلوۃ باب الاغتسال ص ۶۶ باب دخول المشرک فی المسجد ص ۶۷ خصومات باب التوثق ممن تخشی معرتہ ص ۳۲۶، باب الربط والحبس فی الحرم ص ۳۲۷۔ ع۷ جلد اول صلوۃ باب ادخال البعیر فی المسجد ص ۶۶۔ مناسک باب طواف النساء مع الرجال ص ۲۱۹۔ المریض یطوف راکبًا ص ۲۲۱۔ من صلی رکعتی الطواف خارجا من المسجد ص ۲۲۰ جلد ثانی تفسیر سورۃ والطور ص ۷۲۰

حدیث ۳۲۳

حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَّاَحْسِبُ الثَّانِیَ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ فِیْ لَیْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ یُضِیْئَانِ بَیْنَ اَیْدِیْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَهْلَهٗ عـــہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اندھیری رات میں چلے ایک عباد بن بشر اور گمان کرتا ہوں کہ دوسرے صاحب اُسید بن حضیر تھے اور ان دونوں کے ساتھ دو چراغوں کے مثل تھا جو انکے آگے روشنی کئے ہوئے تھے جب یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہوگیا یہانتک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

حدیث ۳۲۴

ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا۔ اس بندے نے آخرت اختیار کر لی۔

تشریحات ۳۲۳ مشکوٰۃ باب الکرامات میں بخاری کے حوالہ سے یہ تشریح ہے کہ ان دو حضرات میں سے ایک کا عصا روشن ہوگیا تھا اور جب ایک دوسرے سے جُدا ہونے لگے تو دوسرے صاحب کا عصا بھی روشن ہوگیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔

تشریحات ۳۲۴ اس حدیث سے حضرت صدیق اکبر کے مندرجہ ذیل فضائل ومناقب ثابت ہوئے:۔

(۱) یہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ ذہین وفطین ذکی اور سب سے زیادہ علم والے خاص رازدان نبوت تھے۔ (۲) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات خاص اور اسلام کی جان ومال سے جتنی مدد انھوں نے کی کسی نے نہیں کی۔ (۳) پوری امت میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ سب سے زیادہ محبوب تھے (۴) حضور اقدس

عـــہ جلد اول صلوٰۃ باب ص ۶۶ علامات النبوۃ باب ص ۵۱۴ مناقب اسید بن حضیر و عباد بن بشر ص ۵۳۷

مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هٰذَا

اس پر ابو بکر روئے میں نے اپنے جی میں کہا ان شیخ کو کس چیز نے رلایا

الشَّيْخَ إِنْ يَكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا

اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دے دیا اور اس بندے نے آخرت اختیار کر لی

عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ

(تو اس میں رونے کی کیا بات ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور ابو بکر ہم سب سے زیادہ

وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ

علم والے تھے۔ ابو بکر کے رونے پر حضور نے ان سے فرمایا مت رو۔ رفاقت اور مال کے اعتبار سے سب سے زیادہ

وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ

مجھ پر احسان ابو بکر کا ہے۔ اگر اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ مگر اسلام کا رشتہ

الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ ؏۵

اور محبت (کافی) مسجد میں جتنے دروازے نکلتے ہیں سب بند کر دئے جائیں مگر ابو بکر کا باقی رکھا جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔ دروازہ باقی رہنا اسی مقصد کے لئے تھا کہ نمازوں کے لئے اور کاروبار خلافت کو سرانجام دینے کے لئے بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت پڑے گی۔ مسجد میں دروازہ رہے گا تو آسانی ہوگی۔ حدیث سد والابواب الاباب علی۔ سوائے علی کے سب کے دروازے بند کر دو۔ بھی علمائے محققین کی تصریح کے بموجب "حسن" ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن جوزی نے تہوراً وجزافاً کہا ہے۔ اس کی توجیہہ علماء نے دو کی ہے ایک یہ کہ ابتداً پڑوسیوں کے بہت سے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ تو حضور نے فرمایا علی کے علاوہ سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس حکم میں حضرت صدیق اکبر کا دروازہ بھی آگیا وہ بھی بند کر دیا گیا، صرف ایک کھڑکی باقی رہ گئی پھر جب یہ فرمایا کہ سوائے ابو بکر کے سب کے دروازے بند کر دئے جائیں، تو حضرت علی کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اس توجیہہ میں کئی وجہ سے سقم ہے۔ دوسری توجیہہ یہ کی گئی کہ چونکہ حضرت علی کے گھر میں سوائے اس دروازے کے جو مسجد میں کھلتا تھا کوئی اور دروازہ نہیں تھا۔ اس لئے بدرجہ مجبوری ان کا دروازہ آمد و رفت کی آسائش کے لئے مسجد میں رہنے دیا گیا اور حضرت صدیق اکبر کا دروازہ امور خلافت کی انجام دہی کے لئے رکھا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر کے مکان کا دروازہ مسجد کے باہر بھی تھا۔ خاص مسجد میں کھڑکی کی اجازت صرف کاروبار خلافت میں آسانی کے لئے دی گئی تھی۔

؏۵ جلد اول صلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد ص ۶۶ مناقب باب سدوا الابواب الا باب ابی بکر ص ۵۱۶

حدیث ۳۲۵ سدو عنی کل خوخۃ فی ھذا المسجد الا خوخۃ ابی بکر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ عَاصِبًا رَّاسَہٗ بِخِرْقَۃٍ

مرض وصال میں سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اور منبر پر بیٹھے

فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ

اللہ کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد فرمایا کوئی بھی ابو بکر سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و

اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ مِنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا

مال کے اعتبار سے زیادہ احسان کرنے والا نہیں۔ اور اگر میں لوگوں میں کسی کو

مِنَ النَّاسِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ خُلَّۃُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام کا تعلق کافی ہے۔

سُدُّوْا عَنِّیْ کُلَّ خَوْخَۃٍ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرَ خَوْخَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ ع۵

مسجد میں جتنی بھی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔

حدیث ۳۲۶ قَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ یَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْرَأَیْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبْوَابَھَا ع۶

ابن ابی ملیکہ نے کہا اے عبد الملک اگر تم ابن عباس کی مسجدوں اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

تشریح ۳۲۵ پہلے میں "باب" وارد ہے۔ اور اس میں "خوخہ" ہے۔ خوخہ اس چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں جو ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانے کے لئے بنایا جائے۔ یہ حدیث پہلے والے کی تفسیر ہے یعنی اس حدیث میں باب سے مراد کھڑکی ہے۔

تشریح ۳۲۶ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ خصوصًا مسجد نبوی میں کہ وہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جس طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حضور کے سامنے آواز بلند کرنا حرام تھا۔ ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ اسی طرح بعد وصال بھی مواجہ اقدس میں آواز اونچی کرنی حرام ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد میں فی مسجد رسول اللہ کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے۔ ان کے فعل کی شناعت کو مزید واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

ع۵ جلد اول باب الخوخۃ والممر فی المسجد ص ۶۷ ع۶ باب الابواب والغلق للکعبۃ ص ۶۷

حدیث ۳۲۷

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں مسجد اقدس میں کھڑا تھا کہ مجھے

إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ

کسی صاحب نے کنکری ماری میں نے مڑ کر انھیں دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے۔ مجھ سے فرمایا جاؤ اور ان دونوں

فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا

کو بلالاؤ۔ میں ان کو لایا ان سے فرمایا کس قبیلے کے ہو یا یہ فرمایا کہاں رہتے ہو۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ طائف

مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

کے ہیں۔ فرمایا اگر تم لوگ اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تم لوگوں کو ضرور مارتا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۵

علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

حدیث ۳۲۸ صلوۃ اللیل مثنی مثنی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک صاحب نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرَى فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ

دریافت کیا اور حضور منبر پر تھے۔ کہ رات کی نماز نفل (تہجد) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا دو دو رکعت

مسائل

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے

(۱) تعلیم و تعلم اور ذکر کے لئے مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا سنت ہے۔ (۲) خطیب خطبہ پڑھتے وقت مسائل شرعیہ بتا سکتا ہے۔ (۳) جو تہجد کا عادی ہو یا اسے اعتماد ہو کہ پچھلے پہر جاگ جائیگا اسے بہتر یہی ہے کہ وتر بعد میں رات کے پچھلے پہر پڑھے (۴) وتر کی تین رکعتیں ہیں اس پر تھوڑی سی بحث گذر چکی اور بقیہ آئندہ آئے گی۔

تشریحات ۳۲۹

ایک حدیث میں آیا ہے کہ چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ حدیث باب اور اس حدیث کے مابین تطبیق میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک یہ کہتا ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اس طرح لیٹے جس سے ستر عورت کھلنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر اس کا اندیشہ نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نہی منسوخ ہے۔ علاوہ وسطین یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان کے اور

ع۵ باب رفع الصوت فی المسجد ص ۶۷

أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اِجْعَلُوا

جب تم کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو۔ جو کچھ پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے نیز ابن عمر

آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهِ ؎

فرماتے تھے کہ رات کی نمازوں میں سب سے آخر میں وتر پڑھو۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

حدیث ۳۲۹ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیا فی المسجد

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى ؎

وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اور ایک قدم کو دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا۔

۱۱۵ ت عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے۔

۱۱۶ ت صَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ

ابن عون نے ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جسمیں دروازہ تھا جو بند ہوتا تھا۔

دیگر صحابہ کرام سے بھی منقول ہے کہ وہ چت لیٹے لیٹے ایک پاؤں دوسرے پر رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ؎

تشریحات ۱۱۶ علامہ کرمانی نے کہا، چونکہ احناف گھر کے اندر مسجد بنانے کو ناجائز کہتے ہیں۔ یہ اثر ان پر تعریض کے لئے امام بخاری لائے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کرمانی نے صحیح سمجھا ہو اور کرمانی کی طرح امام بخاری کو بھی غلط فہمی ہوئی ہو جیسے کہ انھیں بہت سے مسائل میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ، ایک ہے نماز کا صحیح ہونا کسی جگہ بھی آدمی نماز پڑھے اگر وہاں نماز پڑھنے سے شرعاً ممانعت نہیں تو نماز ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی گھر کے اندر کوئی جگہ مخصوص بنام مسجد نامزد کر دے تو وہاں بھی نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی نیز اسے مسجد بیت کہنا بھی صحیح ہے ہے۔ وہ فقہی اصطلاح کے مطابق مسجد نہ ہوگی اور نہ اس میں نماز پڑھنے کا وہ ثواب ہے جو مسجد میں پڑھنے کا ہے۔ جب تک اسے برائے مسجد وقف کر کے اس کا راستہ گھر کے راستے سے الگ کر کے ایسا نہ کر دے کہ مسلمان جب چاہیں نماز پڑھیں۔ ہمارے اس مسلک کے خلاف یہ اثر نہیں۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ ابن عون مسجد دار مسجد بیت میں نماز پڑھتے تھے۔ وہ نماز بلاشبہہ ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے۔

؎ جلد اول صلوۃ باب الحلق والجلوس فی المسجد ص ۶۸ الوتر، باب ما جاء فی الوتر ص ۱۳۵ دو طریقے سے۔ تہجد باب کیف صلوۃ اللیل ص ۱۵۳ ۔

؎ جلد اول صلوۃ باب الاستلقاء فی المسجد ص ۶۸ جلد ثانی لباس باب الاستلقاء ووضع الرجل علی الاخری ص ۸۸۲ الاستیذان باب الاستلقاء ص ۹۳۰

؎ عینی جلد رابع کتاب الصلوۃ ص ۲۵۵

66

حدیث ۳۳۰ صلوٰۃ الجمع تزید علی صلوٰتہ فی بیتہ خمسا وعشرین درجۃ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ اپنے

قَالَ صَلٰوةُ الْجَمْعِ تَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَصَلٰوةٍ فِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ

گھر میں یا اپنے بازار میں تنہا نماز پڑھنے کے بہ نسبت جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس گنا

دَرَجَةً فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَاَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ

زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جب تم وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو اور مسجد آؤ۔ اور صرف نماز ہی

اِلَّا الصَّلٰوةَ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً اَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا

کے ارادے سے آؤ تو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ بلند فرمائے گا یا اس کا ایک گناہ مٹائے گا

خَطِیْئَةً حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَتْ

یہاں تک کہ وہ مسجد میں آجائے اور جب مسجد آگیا تو جب تک مسجد میں رہے گا نماز میں رہے گا

تَحْبِسُهٗ وَتُصَلِّی الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَیْهِ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِهِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْهِ

فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں گے جب تک وہاں بیٹھا رہے گا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ یُؤْذِ یُحْدِثْ فِیْهِ عـہ ۔

اے اللہ اسے بخش دے اے اللہ اس پر رحم فرما جب تک ایذا نہ دے حدث نہ کرے۔

تشریحات ۳۳۰

عام روایات میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بہ نسبت تنہا کے پچیس درجے زائد ہے۔ مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں چھتیس درجے بھی وارد ہے۔ بعض میں پچاس بھی۔ علماء نے اسکی مختلف توجیہات کی ہیں۔ سب میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ، یہ نمازی اور وقت اور حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

عـہ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مسجد السوق ص۶۹ باب الحدث فی الصلوٰۃ ص۶۳ اذان باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹ بیوع باب ذکر فی الاسواق ص۲۸۴

حدیث ۳۳۱ :- شبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصابعہ

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَوِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر یا ابن عمرو نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو آپس میں گتھ لیا۔

ت ۱۱۷ :- قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ

عبد اللہ بن عمر ! تیرا کیا حال ہوگا - جب تم خراب لوگوں میں رہ جاؤ گے

مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا

حدیث ۳۳۲ :- اِنَّ المؤمن للمؤمن کالبنیان -

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

اَنَّهُ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ - يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا

کہ حضور نے فرمایا مومن کے لئے مومن مثل عمارت کے ہے ۔ بعض بعض کو تقویت پہنچاتا

وَشَبَّكَ اَصَابِعَهُ ع‍ہ

ہے - اور انگلیاں آپس میں گتھ لیں -

حدیث ۳۳۳ :- حدیث ذی الیدین -

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ اِبْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ

نے دن کے پچھلے پہر کی دو نمازوں میں ایک پڑھائی - ابن سیرین نے فرمایا - حضرت

ع‍ہ صلوٰۃ باب تشبیک الاصابع ص ۶۹ المظالم باب نصر المظلوم ص ۳۳۱ جلد ثانی ادب، باب تعاون المؤمنین ص ۸۹۰

سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ

ابو ہریرہ نے اس کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا اور حضور نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا

فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ وَ

مسجد میں ایک لکڑی آڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے پاس تشریف لےگئے اور اس پر ٹیک لگا لیا۔ ایسا معلوم ہوتا

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ

تھا کہ حضور غضبناک ہیں اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو گتھ لیا۔ اور اپنا رخسار بائیں ہتھیلی

عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا

کی پیٹھ پر رکھا۔ جلد باز لوگ مسجد کے دروازے سے نکل گئے۔ لوگوں نے آپس میں کہا

أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ

نماز میں کمی کر دی گئی ہے اور قوم میں ابوبکر و عمر بھی تھے۔ ان پر ہیبت تھی۔ حضور سے بات نہ کر سکے

رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَسِيتَ أَمْ

قوم میں ایک صاحب تھے جنکے ہاتھ لمبے تھے انکو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور بھول گئے

قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا

یا نماز میں قصر کا حکم ہوگیا ہے۔ فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں قصر کا حکم آیا ہے۔ پھر حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ذوالیدین نے جو کچھ کہا

نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ

صحیح ہے۔ سب نے کہا۔ جی ہاں۔ اب حضور آگے بڑھے اور جتنا چھوٹ گیا تھا اسے پڑھا اس کے بعد سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پہلے سجدے کے برابر

أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ

یا اس سے بھی زیادہ لمبا اسکے بعد سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے سجدے کے برابر یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا

رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُولُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ

اور تکبیر کہی۔ کبھی کبھی ابن سیرین سے لوگ پوچھتے۔ اسکے بعد سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران

حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ ع ٥ -

بن حصین نے کہا اس کے بعد سلام پھیرا۔

ع ٥ جلد اول صلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ ص ۶۹ اذان باب ہل یاخذ الامام بقول الناس اذا شک ص ۹۹ تہجد، باب اذا سلم فی رکعتین ص ۱۶۳ باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ باب یکبر فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ جلد ثانی ادب ما یجوز من ذکر الناس نحو قولہم الطویل والقصیر ص ۸۹۴ احکام باب [illegible] ص ۱۰۸۰

حدیث ۴۳۳ انه رای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنة

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَتَحَرّٰى اَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا ـ

موسیٰ ابن عقبہ نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ (حرمین) کے راستے میں کچھ جگہوں کو ڈھونڈھتے تھے اور وہاں

وَيُحَدِّثُ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَاَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نماز پڑھا کرتے تھے ۔ اور یہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد بھی ان جگہوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی بیان کرتے

وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ قَالَ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ

کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے ۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا مجھ سے نافع نے حضرت

يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ وَسَاَلْتُ سَالِمًا فَلَا اَعْلَمُهُ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور سالم سے پوچھا تو شرف روحا

اِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي ـ

تشریحات ۴۳۳ :-

صحیح یہ ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین اور خرباق ایک ہی صاحب کے القاب ہیں ۔ ان کا نام عمیر تھا ان کے ہاتھ بہت لمبے لمبے تھے ۔ اس لئے ، یا اس وجہ سے کہ دونوں ہاتھوں سے یکساں کام کر لیا کرتے تھے ۔ ان کو ذوالشمالین کہا جاتا تھا ۔ حضور نے بدل کر ذوالیدین نام رکھا ۔ یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے بنی خزاعہ کی ایک شاخ سلیم بن ملکان ہے اسی قبیلے سے تھے ۔ اس طرح یہ سلمی بھی ہیں اور خزاعی بھی ۔

ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ | " نماز پوری کر کے سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا " اس سے شوافع یہ دلیل لاتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں تشہد نہیں ۔ ہم کہتے ہیں ثُمَّ ، تراخی کے لئے ہے ۔ فَصَلّٰی مَا تَرَكَ کے بعد اور سلام کے درمیان کیا حضور خاموش رہے ؟ اس حصے سے احناف یہ دلیل لاتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں سلام سجدے سے پہلے ہے ۔ حضور نے پہلے سلام پھیرا پھر سجدہ سہو کیا ۔

تنبیہ | یہاں جو حدیث مروی ہے وہ بواسطہ حضرت ابوہریرہ ہے ۔ اس روایت میں بعد والا جملہ ثُمَّ سَلَّمَ ۔ نہیں مگر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے ۔ کچھ لوگوں نے بلا وجہ کی یہ بحث کھڑی کر دی کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمران والی دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں یا دو واقعے ہے ۔ حالانکہ اس اختلاف کے تحت کوئی خاص فائدہ نہیں ۔ سجدہ سہو میں بعد سلام کے سبھی قائل ہیں ۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے ۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے

تشریحات ۴۳۴ :- شرف رُحا ، شرف کے معنی بلندی ۔ ٹیلہ ، روحا مدینہ طیبہ سے دو دن کی دوری پر ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے ۔ مشہور ہے مضر بن نزار کی قبر یہیں ہے ۔

الْاَمْكِنَةِ كُلِّهَا اِلَّا اَنَّهُمَا اخْتَلَفَ فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ

کی مسجد چھوڑ بقیہ تمام جگہوں میں انھوں نے نافع کی موافقت کی

حدیث ۳۳۴

(۱) اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمرے کیلئے

كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَجَّتِهٖ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ

جاتے اور جب حج کیا تھا تو حج کے لئے جاتے ہوئے اس ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا،

فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ

جو مسجد ذی الحلیفہ کی جگہ ہے۔ اور جب کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ یہی ہوتا یا حج یا عمرے سے

فِي تِلْكَ الطَّرِيْقِ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ بَطْنَ وَادٍ فَاِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ اَنَاخَ

واپس ہوتے تو وادی (عقیق) کے اندر اترتے، اور جب وادی کے نشیب سے اوپر آجاتے تو

بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلٰى شَفِيْرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتّٰى يُصْبِحَ

وادی کے مشرقی کنارے بطحا میں اونٹنی بٹھاتے اور پچھلی رات کو اتر کر وہیں صبح کرتے۔ اس

لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَّلَا عَلَى الْاَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ

مسجد کے پاس نہیں جو پتھر کی بنی ہے اور نہ ٹیلے والی مسجد کے پاس۔

كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهٗ فِي بَطْنِهٖ كُثُبٌ كَانَ رَسُوْلُ

وہاں ایک گہرا نالہ تھا عبداللہ وہاں نماز پڑھتے تھے اس کے نشیب میں بہت سے ٹیلے تھے۔ رسول اللہ صلی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّي فَدَحَا فِيْهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتّٰى

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے سیلاب کنکریاں وہاں بہا کر لایا اور وہ جگہ پٹ

دُفِنَ ذٰلِكَ الْمَكَانُ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي فِيْهِ۔

گئی جہاں عبداللہ نماز پڑھتے تھے۔

(۲) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن عمر نے نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روحا کے ٹیلے

صَلّٰى حَيْثُ الْمَسْجِدِ الصَّغِيْرِ الَّذِي دُوْنَ الْمَسْجِدِ

والی مسجد کے قریب چھوٹی مسجد میں نماز پڑھی

الَّذِیْ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِیْ

اور عبداللہ اس جگہ کے نشانات بتاتے تھے جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی

كَانَ صَلّٰى فِيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ

فرماتے تھے یہاں تیری داہنی

يَمِيْنِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِی الْمَسْجِدِ تُصَلِّیْ وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ

جانب جب تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور یہ مسجد راستے کے داہنے کنارے ہے جب تو مکہ جائے

الْيُمْنٰى وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ

اس میں اور بڑی مسجد میں پتھر پھینکنے کا یا اس سے قریب قریب فاصلہ ہے۔

اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ۔

(۳) وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّیْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِیْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ

اور ابن عمر اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے جو روحا کے اخیر کنارے پر ہے

وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتَهٰى طَرَفُهٗ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ

اور اس پہاڑی کا سرا راستے کے کنارے پر ختم ہوتا ہے۔ اس مسجد کے قریب جو روحا

بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِیَ ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ

کے آخری حصے کے درمیان ہے جبکہ تو مکہ جا رہا ہو وہاں مسجد بنا دی گئی ہے۔ عبداللہ

يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّیْ فِیْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ كَانَ يَتْرُكُهٗ عَنْ يَسَارِهٖ

ابن عمر اس میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور اسے بائیں ہاتھ اور اپنے پیچھے چھوڑ

وَوَرَاءَهٗ وَيُصَلِّیْ اَمَامَهٗ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهٖ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ

دیتے تھے۔ اس کے آگے پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبداللہ سورج ڈھلنے کے بعد

الرَّوْحَاءِ فَلَا يُصَلِّی الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِیَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّیْ فِيْهِ الظُّهْرَ

روحا سے کوچ کرتے مگر ظہر اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جاتے۔ یہاں

وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَاِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ

پہنچ کر ظہر پڑھتے۔ اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو اگر صبح سے کچھ پہلے یا آخر سحر میں پہنچتے تو اتر

عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّىَ بِهَا الصُّبْحَ۔

پڑتے یہاں تک کہ وہاں صبح کی نماز پڑھتے۔

(۴) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

اور عبد اللہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بڑے موٹے درخت کے نیچے

يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَ

اترتے جو رویثہ کے قریب ہے راستہ کے داہنے اور راستے کے سامنے

وِجَاهَ الطَّرِيْقِ فِىْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتّٰى يُفْضِىَ مِنْ اَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ

نرم کشادہ ہموار جگہ میں یہاں تک کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو

الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ اَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِىْ جَوْفِهَا وَهِىَ

ٹیلہ ہے اس سے گذر جاتے اس درخت کے اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے بیچ میں دوہرا ہو گیا

قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ وَفِىْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ۔

ہے اور وہ ایک جڑ پر کھڑا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

تشریحات ۳۳۴

لُغَاتْ:۔ ذوالحلیفہ، مدینۂ منورہ سے مکۂ معظمہ کی جانب چار میل کے فاصلے پر ایک قدیم مشہور بستی ہے، جو اہل مدینہ کی میقات ہے۔ اس کو اب بیر علی کہا جاتا ہے۔ میقاتوں میں سب سے دور یہی میقات ہے۔ سَمُرَہ، ببول کا درخت جو عرب میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ بطحاء، وہ کشادہ نالہ جس میں ریت اور کنکریاں ہوں۔ شفیر، کنارہ۔ تعریس، مسافر کا اخیر رات میں آرام کرنے کے لئے پڑاؤ کرنا۔ خَلِیْج، بڑے دریا یا سمندر سے جو پانی کی، چھوٹی سی چھیر نہر کسی بڑے نالے سے جو چھوٹا سا نالہ نکلے اسے خلیج کہتے ہیں۔ اَکَمَۃٌ، پہاڑی ٹیلہ۔ کثب کثیبۃ کی جمع ہے، ریت کا ٹیلہ

فَدَحَا، دَحْوٌ کا فعل ماضی۔ دَحَا پر فاء داخل ہے۔ بہالے گیا، برابر کر دیا۔ حَافَّۃٌ، کنارہ۔ عِرْقٌ، چھوٹا پہاڑ۔ سَرْحَۃٌ، بڑا گنجان درخت۔ ضَخْمَۃٌ، موٹا بڑا۔ رُوَیْثَۃٌ، مدینہ سے سترہ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک بستی کا نام۔ وِجَاہٌ سامنے۔ بَطْحٌ، کشادہ ریت کنکریلی زمین۔ سَهْلٌ، نرم ہموار زمین۔ یُفْضِیْ کا مصدر اِفْضَاء ہے۔ اِفْضَاء کے معنیٰ واپس ہونا، پلٹنا ہے۔ چلے جانے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ تَلْعَۃٌ، اونچی زمین۔ عرج، حرمین کے راستے میں ایک بستی ہے۔ رویثہ سے چودہ میل کے فاصلے پر۔ هَضْبَۃٌ زمین کے برابر ایک پہاڑی ہے۔ رَضْمٌ، بڑا پتھر یا اس کا کچھ حصہ۔ سَلَمَاتٌ، سَلَمَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ بڑے پتھر کے ہیں۔ رَوْحَاء۔ مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک بڑی آبادی ہے۔ هَرْشٰی،

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ٹیلے

صَلّٰى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى هَضْبَةٍ عِنْدَ

کے کنارے نماز پڑھی جو عرج کے پیچھے ہے جب تم ہضبہ کو جارہے ہو۔ اس مسجد کے

ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلٰثَةٌ عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِّنْ حِجَارَةٍ عَنْ

پاس دو یا تین قبریں ہیں۔ ان قبروں پر پتھر کے ٹکڑے پڑے ہیں۔

يَّمِيْنِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ بَيْنَ اُوْلٰئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ

راستے کے داہنی جانب، راستے کے پتھروں کے قریب۔ عبد اللہ بعد زوال

عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ اَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ

دوپہر میں "عرج" سے چلتے تو اسی مسجد میں ظہر پڑھتے۔

فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ۔

(۶) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى ذٰلِكَ

ان درختوں کے پاس اترے جو راستے کے بائیں ھرشیٰ کے قریب والے نالے میں ہیں جو نالہ

الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِّنْ غَلْوَةٍ وَّكَانَ

ھرشیٰ کے کنارے سے مل گیا ہے۔ راستے اور اس کے درمیان ایک تیر پھینکنے کے قریب کا فاصلہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ اِلٰى سَرْحَةٍ هِيَ اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَى الطَّرِيْقِ وَهِيَ

اور عبد اللہ اس درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو راستے میں سب سے قریب ہے اور سب سے

(گذشتہ سے پیوستہ) مدینہ طیبہ اور شام کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو جُحفہ کے قریب ہے۔ کراع، اطراف، غلوۃ، درمیانی قوت سے کمان سے تیر چلایا جائے تو جہاں جاکر گرے۔ صفراوات، مرالظہران کے بعد کچھ پہاڑیوں یا وادیوں کا نام ہے

أَطْوَلُهُنَّ۔

زیادہ لمبا ہے۔

(۷) وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، اس نالے میں

يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي فِي أَدْنَى مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ تَهْبِطُ

اترتے تھے جو مدینہ کی جانب سے مر الظہران کے قریب ہے۔ جب تو صفراوات سے نیچے آئے

مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِيلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ وَأَنْتَ

تو اس وادی کے نشیب میں اترے گا راستے کے بائیں جانب ۔ جب تو مکہ جائے

ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی منزل اور راستے کے درمیان

وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ۔

ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہے۔

(۸) وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَيَبِيتُ حَتَّى يُصْبِحَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ

ذی طویٰ میں اترے تھے وہیں صبح تک قیام فرماتے اور صبح کی نماز یہیں پڑھتے

يَقْدِمُ مَكَّةَ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلَى

مکہ جاتے ہوئے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ

أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّةَ وَلٰكِنْ أَسْفَلَ مِنْ

ذی طویٰ میں ایک بڑے ٹیلے پر ہے ۔ وہ مسجد نہیں جو وہاں بنائی گئی ہے

ذٰلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ۔

اس سے نیچے بڑے ٹیلے پر۔

(۹) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم

سَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ

نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کی طرف رُخ کیا جو آپ کے اور کعبے کی طرف والے لمبے

الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ الْيَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَكَمَةِ

پہاڑ کے درمیان ہے۔ جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے۔ اسے اس مسجد کے بائیں جانب کیا جو ٹیلے

وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْاَكَمَةِ

کے کنارے پر بنی ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے کالے

السَّوْدَاءِ تَدَعُ مِنَ الْاَكَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّيْ

ٹیلے پر ہے۔ ٹیلے سے دس ہاتھ کے قریب چھوڑ کر اس پہاڑ کے دونوں

مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ ع۵

کونوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

◆ - امام بخاری نے تناسب کی وجہ سے نو احادیث کو اکٹھا ذکر کر دیا ہے۔ ناظرین غور کریں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھنے کا کتنا اہتمام فرمایا کرتے تھے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں یہ سوائے حصول برکت کے اور کسی مقصد سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام، صحابۂ عظام و اولیائے امت و صالحین امت نے جہاں نماز پڑھی ہو، عبادت کی ہو، قیام کیا ہو، وہاں سے برکت حاصل کرنا صحابۂ کرام کی سنت اور کم از کم مستحب ضرور ہے۔ یہی تمام علماء سلف و خلف کا مذہب ہے۔ علامہ عینی و علامہ عسقلانی و علامہ قسطلانی نے یہی لکھا ہے۔ امام قاضی عیاض فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال شان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ حضور کے تمام متعلقات کی تعظیم کرے۔ حضور کی طرف منسوب ان تمام جگہوں کی اور مشاہد و معابد کی جو حرمین طیبین کے راستے میں ہیں اکرام کرے۔ بلکہ کہیں بھی ہوں سب کی تعظیم و تکریم کرے۔ بلکہ ان چیزوں کی بھی جن کو دست مبارک نے مَس کیا ہو۔ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نہیں مونڈاتے تھے، دریافت کیا گیا تو فرمایا، ان کو کس دل سے الگ کراؤں، ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے مَس کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر اقدس کے اس حصے پر ہاتھ رکھ کر چوم لیتے جہاں سرکار بیٹھتے تھے۔ تفصیل کے لئے شفاء قاضی عیاض کا مطالعہ کریں۔ ہم نے بخاری کی ان تمام احادیث پر تنبیہ کر دی ہے اور کرتے جائیں گے جن میں آثار صالحین سے تبرک کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ع۵ جلد اول صلوٰۃ باب المساجد التی علی طرق المدینۃ ص۶۹۔

حدیث ۵۵۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یصلی بمنی الی غیر جدار

اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے فرمایا کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اور

رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ

میں اس دن بلوغ کے قریب تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ

منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف

بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ

منہ کرکے۔ میں صف کے کچھ حصے سے گذرا اور اترا اور گدھی چھوڑ دیا وہ

فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ ؎

چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہوگیا۔ اس معاملہ کیوجہ سے کسی نے مجھے کچھ نہیں کہا۔

○ — علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان احادیث میں جن جن مساجد کا تذکرہ ہے ان میں سے اکثر کے جاننے والے نہیں رہے۔ صرف مسجد ذوالحلیفہ اور روحا کے جاننے والے ہیں، پوچھنے پر نشان بتا دیتے ہیں۔ یہ نویں ہجری کی بات ہے۔ اب کیا حال ہے خدا جانے۔ موٹر کا سفر اب کسے موقع دیتا ہے کہ تلاش کرے۔ کوئی تلاش بھی کرنا چاہے تو ظالم نجدی کیوں تلاش کرنے دیں گے۔ جن کے نشانات تھے بھی انھیں بھی ان درندوں نے مٹا دیا ہے۔ مساجد ڈھا دی ہیں۔ یا ان کو بند کرکے پہرہ بٹھا دیا ہے۔ کہ کوئی ان میں نماز نہ پڑھنے پائے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا۔ ان سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد کرنے سے روکے اور اسے ویران کرنے کی کوشش کرے۔

○ — علامہ عینی مراسیل ابوداؤد کے حوالے سے مدینہ طیبہ میں ایسی نو مساجد کا ذکر کیا ہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ مسجد قبا، مسجد بنی قریظہ، مسجد فضیح۔ یہ قبا کے مشرق میں واقع ہے۔ مسجد مشربہ، ام ابراہیم۔ مسجد بنی ظفر یہ، بقیع کے مشرق میں واقع ہے۔ مسجد بنی معاویہ، جسے مسجد اجابت بھی کہتے ہیں۔ مسجد فتح، جو سلع پہاڑ کے نزدیک ہے۔ مسجد قبلتین، جو بنی سلمہ کے محلے میں ہے۔ مسجد غمامہ، جو مسجد نبوی کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

ؔ۵۰ جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱ العلم باب متی یصح السماع الصغیر ص۱۷

حدیث ۳۳۶ :- اِذا خرج یوم العید امر بالحربۃ فتوضع بین یدیہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ

وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَۃِ فَتُوْضَعُ بَیْنَ یَدَیْہِ

وسلم جب عید کے دن نماز عید کے لئے (عیدگاہ) تشریف لیجاتے توحکم دیتے چھوٹا نیزہ حضور کے

فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا وَالنَّاسُ وَرَاءَہٗ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السَّفَرِ

سامنے کھڑا کیا جاتا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے بقیہ لوگ حضور کے پیچھے ہوتے

فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَھَا الْاُمَرَاءُ عہ

سفر میں بھی حضور ایسا ہی کرتے تھے اسی وجہ سے حکام نے نیزہ رکھنا شعار بنا لیا ہے۔

تشریحات ۳۳۵

مُطَابقت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، سُتْرَۃُ الْاِمَامِ سُتْرَۃُ مَنْ خَلْفَہٗ، امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔ بظاہر حدیث میں نہ سترے کا صراحۃً بیان ہے نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے سترے پر استدلال کیا جا سکے۔ اس لئے علامہ ابن حجر نے لکھا کہ حدیث سے باب کے اثبات میں نظر ہے۔ اسی وجہ سے امام بیہقی نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے، من صلی الی غیر سترۃ۔ مگر علامہ عینی کی دقیق نظر نے سراغ لگا لیا جہاں سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے، کہ حدیث میں "الی غیر جدار" ہے۔ غیر ہمیشہ صفت ہوتا ہے تو اب تقدیر عبارت یہ ہوئی، الی شئ غیر الجدار، دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہی چیز سترہ تھی۔ یہ لاٹھی ہو، نیزہ ہو، کچھ بھی ہو۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے ۱۔ نابالغ بچہ اگر کامل سمجھ رکھتا ہو تو اس کا سماع درست ہے۔ خصوصاً جو قریب بلوغ ہو۔ ۲۔ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے ہر مقتدی کو سترہ کی حاجت نہیں۔ ۳۔ گدھی یا کسی بھی چیز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

تشریحات ۳۳۶ فتوضع :- اس کا ترجمہ ہم نے یہ کیا کہ "کھڑا کیا جانا" اس لئے کہ ——

عہ جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱ باب الصلوٰۃ الی الحربۃ ص۷۱۔ عیدین باب الصلوٰۃ الی الحربۃ یوم العید ص۱۳۳ باب حمل العنزۃ او الحربۃ بین یدی الامام ص۱۳۳۔

حدیث ۳۳۷ - کان بین یدی المصلی والجدار ممر الشاۃ

حدیث (۳۳۷) عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان بین یدی مصلی
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین الجدار ممر الشاۃ عہ
مصلیٰ اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ بکری گذر جاتی -

حدیث ۳۳۸ کان جدار المسجد عند المنبر

عن سلمۃ قال کان جدار المسجد عند المنبر ما کادت الشاۃ تجوزھا عہ
حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار منبر کے بالکل قریب تھی دونوں کے درمیان بکری کا گذر مشکل تھا۔

ت ۱۱۸ - وقال عمر المصلون احق بالسواری من المتحدثین الیہا
ت ۱ - اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نماز پڑھنے والے بات کرنیوالوں کی بہ نسبت ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

ت ۱۱۹ - ورأی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رجلا یصلی بین الاسطوانتین
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص کو دوستوں کے بیچ میں نماز پڑھتے دیکھا
فادناہ الی ساریۃ فقال صل الیہا -
تو اسے ایک ستون کی طرف کر دیا اور فرمایا اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھ۔

"عیدین میں" حضرت ابن عمر کی جو روایت ہے اس میں یرکز وینصب کا لفظ آیا ہے، بلکہ ابھی حدیث آرہی ہے اسکی لکڑی میرکز ہے ۵ گھر سب کے اپنی حفاظت کا سامان رہتا ہی ہے، مگر گھر سے باہر نکلے تو بھی ضرور اپنے ساتھ رکھ لے۔
۵ میدان میں نماز پڑھے تو سترہ کھڑا کر لینا چاہئے۔ سترے کی موٹائی ایک انگل اور لمبائی کم از کم ایک ہاتھ ہونی ضروری ہے سترے کا کھڑا ہونا ضروری ہے۔ آڑھے ترچھے رکھنا غیر مفید ہے۔

تشریح :- (۳۳۷) اس حدیث میں "مصلی" سے مراد شارحین نے موضع قدم بھی لیا ہے اور موضع سجود بھی۔ میری رائے یہ ہے کہ موضع سجود مراد لینا ضروری ہے۔ اس لئے کہ موضع قدم سے ممر الشاۃ

عہ جلد اول صلوٰۃ باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ ص۷۱ عہ ایضا

حدیث ۳۳۹ :- یصلی عند الاسطوانۃ التی عند المصحف

قال کنت اٰتی مع سلمۃ بن الاکوع فیصلی عند الاسطوانۃ التی عند المصحف فقلت یا ابا مسلم اراک تتحری الصلوٰۃ عند ھٰذہٖ الاسطوانۃ قال فانی رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتحری الصلوٰۃ عندھا

یزید بن عبید نے کہا میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتا تھا وہ اس ستون کے پاس جہاں مصحف رکھا تھا نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابو مسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ کوشش کرکے بالقصد اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالقصد اس ستون کے پاس نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

حدیث ۳۴۰ :- یبتدرون السواری عند المغرب

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لقد رأیت کبار اصحاب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے بڑے بڑے صحابۂ کرام کو دیکھا

کے فاصلے میں رکوع اور سجدہ نہ ہو سکے گا۔ بکری کے گذرنے کے لئے ایک ہاتھ کی چوڑائی کافی ہے۔ موضع قدم سے دیوار تک ایک ہاتھ کے فاصلے میں نہ رکوع ہو پائے گا نہ سجدہ۔

تشریحات ۳۳۸ :- یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے دوسری ہے۔ پہلی کی طرح یہ بھی حضرت مکی بن ابراہیم، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ کے ذریعہ ملی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث سلمہ پر موقوف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ مرفوع ہے۔ اسماعیلی نے بطریق ابو عاصم عن یزید بن عبید جو روایت کی ہے اس میں یہ لفظ ہے۔ کان المنبر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مطابقت باب :- اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے، تو لازم کہ فاصلہ منبر اور دیوار قبلہ میں تھا وہی فاصلہ مصلائے نبوی اور دیوار قبلہ میں ہو۔ مصلے اور دیوار قبلہ میں جو فاصلہ ہوتا تھا وہی سترہ اور مصلے میں ہونا چاہئے۔ گذر چکا کہ منبر اقدس کی تین سیڑھیاں اور ایک منزل تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ منبر اقدس کی لمبائی ایک ہاتھ سے زیادہ تھی اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابتدائے منبر سے دیوار قبلہ تک کا فاصلہ اتنا تھا کہ بکری بمشکل گذر سکتی تھی، لامحالہ یہ مراد متعین ہے کہ منبر اقدس دیوار قبلہ سے بالکل متصل نہیں تھا بلکہ اتنے فاصلہ پر تھا کہ بکری بمشکل گذر لیتی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث اول میں مصلے سے موضع سجود مراد لینا متعین ہے۔

تشریحات ۱۱۸ و ۱۱۹ :- دونوں تعلیقوں کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ پہلی تعلیق کا مفاد یہ ہے، مسجد کی تعمیر کی غرض و غایت ذکر الٰہی اور نماز ہے۔ اس لئے جو نماز و ذکر الٰہی کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ

عہ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ۔ صـ۷۲

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ

کہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف تیزی سے (نماز پڑھنے کیلئے) لپکتے۔ یہاں تک کہ

شُعْبَۃُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسٍ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے

حدیث ۳۴۱ - ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کان اذا دخل الکعبۃ

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ کَانَ اِذَا دَخَلَ مَشٰی قِبَلَ وَجْھِہٖ حِیْنَ یَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ

نافع نے کہا کہ عبد اللہ (ابن عمر) جب کعبے کے اندر جاتے تو سامنے سیدھے چلتے اور دروازہ اپنی پیٹھ پر

قِبَلَ ظَھْرِہٖ فَمَشٰی حَتّٰی یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ الَّذِیْ قِبَلَ وَجْھِہٖ

کرلیتے اسی طرح اور آگے بڑھتے رہتے یہاں تک کہ جب سامنے والی دیوار اور ان میں

مسجد کے بات کرنے والوں کے بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں۔ نیز بات کرنے والے کہیں بھی بات کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر نمازی ستونوں کا آڑ لیکر نماز نہ پڑھیں تو مسجد میں رہنے والوں کو دشواری ہوگی۔ دوسری تعلیق کا حاصل یہی ہے کہ دو ستونوں کے مابین نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے اسے ستون کے پیچھے کھڑا کر دیا۔

تشریحات ۳۳۹

عِنْدَ الْمُصْحَفِ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی، دونوں نے اس ستون سے، اسطوانۂ مہاجرین مراد لیا ہے۔ مگر علامہ عسقلانی کے تلمیذ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے، کہ اسطوانہ مصلی الشریف ہے۔ ابتداءً مصلائے نبوی شمال کی جانب تھا جبکہ قبلہ بیت المقدس تھا۔ ۱۶ یا ۱۷ مہینے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہیں نمازیں پڑھائیں تحویل قبلہ کے بعد، چندروز اسطوانۂ عائشہ کے پاس کھڑے ہو کر نمازیں پڑھائیں پھر اسی کے متصل جانب غرب اسطوانہ علم مصلے الشریف کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے رہے۔ اور اخیر تک یہی مصلےٰ مبارک رہا۔ اسکے داہنی طرف صندوق میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مصحف کبیر رکھدیا تھا۔

تتحری الصلوٰۃ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اس جگہ کو تلاش کر کر کے صحابہ کرام نمازیں پڑھتے تھے۔ اگر اس میں کوئی خاص بات تھی جبھی تو ایسا کرتے تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام و صلحائے امت جہاں عبادت و ذکر الٰہی کریں وہاں تبرکاً نمازیں پڑھنی عبادت کرنی کم از کم مستحب ضرور ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھے تو ستون وغیرہ کی آڑ میں پڑھے۔

تشریحات ۳۴۰

اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہ رکھتے تو صحابہ کرام

ــــه جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ ص۳۔

قَرِیباً مِن ثَلٰثَۃِ اَذرُعٍ صَلّٰی یَتَوَخّٰی المَکَانَ الَّذِی اَخبَرَہٗ بِہٖ بِلَالٌ

تین ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا تو نماز پڑھتے، بالقصد وہیں نماز پڑھتے جہاں کے بارے میں حضرت

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیہِ قَالَ وَلَیسَ عَلٰی اَحَدِنَا

بلال نے انھیں بتایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں نماز پڑھی ہے اور فرمایا اس میں

بَاسٌ اَن صَلّٰی فِی اَیِّ نَوَاحِی البَیتِ شَاءَ ؏

بھی کوئی حرج نہیں کہ بیت اللہ کے جس گوشے میں چاہے نماز پڑھے۔

حدیث ۳۴۲ :- اِعتَدَلتُمُونَا بِالکَلبِ وَالحِمَارِ

عَن عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا قَالَت اِعتَدَلتُمُونَا بِالکَلبِ وَالحِمَارِ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا، تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے

لَقَد رَاَیتُنِی مُضطَجِعَۃً عَلَی السَّرِیرِ فَیَجِیئُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ

برابر کر دیا ہے میں چارپائی پر لیٹی رہتی اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لاتے ۔چارپائی

ستونوں کی آڑ میں جلدی سے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ اور اگر حضور مسجد میں تشریف رکھتے تو بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ احناف کے یہاں اذان مغرب اور فرض کے مابین نفل مکروہ ہے۔ البتہ امام ابن ہمام نے دو رکعت خفیف کی اجازت دی ہے۔ (دلائل مواقیت الصلوٰۃ میں آئیں گے)

تشریحات ۳۴۱

ان ذکی الحس موحدین سے پوچھے جنھیں ہر چیز میں شرک کا جھٹکا لگتا ہے کہ جب بیت اللہ میں ہر جگہ نماز کی اجازت ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنا یکساں ہے، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کیا ہو گیا تھا کہ تلاش کر کے قصداً وہیں نماز پڑھتے جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی تھی۔ ماننا پڑے گا کہ کم از کم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اس خاص جگہ کوئی خاص کشش محسوس ہوتی تھی، اسی خاص کشش کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جہاں جہاں انبیائے کرام، صلحائے امت نے عبادت کی ہے، قیام کیا ہے، وہاں سے برکت حاصل کرنی مستحب ہے

مطابقتِ باب اکثر کی روایت باب، بلاعنوان ہے۔ البتہ اُصیلی کی روایت میں باب بھی نہیں۔ اب یہ حدیث بھی پہلے باب کی ہوئی۔ اس تقدیر پر مطابقت کی تقریر یہ ہوگی، کہ جب حضرت ابن عمر اپنے سامنے دیوار سے تین ہاتھ کی دوری پر دروازے کے بالمقابل کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے تو لامحالہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

؏ جلد اوّل صلوٰۃ باب ص۲۷ ۔

فَیَتَوَسَّطُ السَّرِیْرَ فَیُصَلِّیْ فَاَکْرَہُ اَنْ اَسْنَحَہٗ فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَیِ

کے بیچ میں کھڑے نماز پڑھتے ۔ مجھے برا معلوم ہوتا کہ حضور کے سامنے لیٹی رہوں اس لئے چار پائی کی

السَّرِیْرِ حَتّٰی اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِیْ ۔ عہ

پائنتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر آجاتی ۔

ت ۱۲۰ :۔ وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَیْنَ یَدَیْہِ فِی التَّشَہُّدِ وَفِی الْکَعْبَۃِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے آگے گذرنے والے کو تشہد میں اور کعبہ میں

وَقَالَ اِنْ اَبٰی اِلَّا اَنْ یُقَاتِلَہٗ قَاتَلَہٗ ۔

لوٹایا اور فرمایا اگر وہ نہ مانے اور لڑنے پر آمادہ ہوجائے تو اس سے لڑے ۔

اور یہاں باب تھا ۔ بغیر جماعت کے دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھنی ۔ جماعت کے ساتھ ستونوں کے درمیان یا دروازہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔ اس لئے کہ اس سے قطع صف لازم آتا ہے ۔ منفرد کو کوئی حرج نہیں ۔

تشریحات ۳۴۲ :۔

تکمیل پوری حدیث یہ ہے کہ ام المومنین حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے یہ کہا کہ کتے گدھے عورت اگر نمازی کے آگے سے گذر جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ اس پر حضرت ام المومنین نے یہ محققانہ جواب ارشاد فرمایا ۔ تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے مشابہ کر دیا ۔ بعض روایات میں ہے کہ فرمایا ۔ ہم کو کتا اور گدھا بنا دیا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں اسی چار پائی پر حضور اور قبلے کے مابین لیٹی رہتی ۔ جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو یہ نہیں پسند کرتی کہ حضور کے سامنے بیٹھوں اور حضور کو ایذا پہنچاؤں ، میں پائنتی سے سرک لیتی ۔ بعض میں یہ بھی ہے کہ جب سجدہ کرنا چاہتے میرے پاؤں کو ہاتھ لگا دیتے ، میں سمیٹ لیتی ۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں تھے ۔

پس منظر :۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، اسے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ۔

اذا لم یکن بین یدیہ مثل اٰخرۃ الرحل فانہ یقطع صلٰوتہ الحمار والمرأۃ والکلب الاسود

جب نمازی کے آگے کجاوے کے پچھلے حصے کے مثل نہ ہو تو اس کی نماز گدھا عورت کالا کتا توڑ دے گا ۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے ، جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ الْکَلْبُ الاسود والمرأۃ الحائض

کالا کتا اور حائض عورت نماز کو توڑ دیتی ہے ۔

عہ جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ الی السریر ص۷۳ ، باب من لا یقطع الصلوۃ شئ ص۷۳ ، باب استقبال الرجل الرجل وھو یصلی ص۷۳ ، باب یغمز الرجل امرأتہ عند السجود ص۷۴ ، جلد ثانی ۔ الاستیذان باب السریر ص۹۲۸ ۔

حدیث ۳۴۳ ۔ اذا اراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ

قَالَ رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ
ابو صالح السمان نے کہا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن سترہ کی طرف

يُصَلِّي إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ
نماز پڑھتے دیکھا ۔ اتنے میں بنی ابی معیط کے ایک جوان نے چاہا کہ سترے اور حضرت ابو سعید کے

أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ أَبُو سَعِيدٍ فِي صَدْرِهِ فَنَظَرَ الشَّابُّ
درمیان میں گذر جائے تو حضرت ابو سعید نے اس کے سینے میں دھکا دیا ۔ اس جوان نے ادھر ادھر

فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ
نگاہ دوڑائی مگر سوائے ان کے سامنے کے اور کہیں راستہ نہیں پایا ۔ اس لئے پھر آیا کہ گذر جائے ۔ اب کی بار

أَشَدَّ مِنَ الْأُولَى فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ
حضرت ابو سعید نے پہلے سے سخت دھکا دیا ۔ اس (بدتمیز) نے حضرت ابو سعید کو گالی دی ۔ اسکے بعد مروان کے پاس

اسی بنا پر یہ شہرت تھی کہ ان تین چیزوں کے آگے گذرنے سے ، اگر سترہ نہ ہو ، نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ دونوں میں تطابق کی کوئی صورت نہیں ۔ لامحالہ ان احادیث کو منسوخ ماننا جائے گا ۔ حضرت ام المومنین کو یہ حدیثیں نہیں پہنچی ہوں گی ۔ اس لئے برہمی کا اظہار فرمایا ۔

تشریحات ۳۴۳ ۔

امام نووی نے فرمایا کہ فلیدفعہ میں امر ندب کے لئے ہے ۔ دفع بھی تسبیح اور اشارے سے کرے اس کو دفع کرنے کے لئے چلے نہیں بلکہ اگر نماز جہری ہے تو قرأت اور زیادہ بلند آواز سے کرے ۔ سری ہے تو ایک آیت بلند آواز سے پڑھے ۔ اور اگر قرأت کے علاوہ اور کوئی موقع ہے تو بلند آواز سے تسبیح پڑھے ۔ نماز میں لڑائی ہرگز نہ کرے ۔ اس میں نماز کے فاسد ہو جانے اندیشہ ہے اور حدیث میں جو فرمایا فلیقاتلہ ، یہ مبالغے کے لئے ہے ۔ اور اسے شیطان کہنا یا تو لغوی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی وہ متمرد و سرکش ہے ۔ یا جو قرآن میں فرمایا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ۔ اس لحاظ سے شیطان فرمایا گیا ۔ یا یہ کہ چونکہ اسے شیطان نے بہکایا تھا اس لئے اسے شیطان کہدیا گیا ۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ واقعی وہ شیطان ہے جو انسان کی شکل اختیار کرکے نمازی کے آگے گذر رہا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مَا لَقِیَ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِیْدٍ خَلْفَهٗ عَلٰی مَرْوَانَ فَقَالَ مَالَكَ

آیا اور حضرت ابو سعید سے اسے جو تکلیف پہنچی تھی اس کی شکایت کی۔ اور حضرت ابو سعید بھی اس کے پیچھے ہی

وَلِابْنِ اَخِیْكَ یَا اَبَا سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وہاں پہنچے۔ مروان نے کہا اے ابو سعید تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا کیا قصہ ہے۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میں نے نبی

یَقُوْلُ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی شَیْءٍ یَّسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے، جب تم سترے کی طرف نماز پڑھو اور کوئی اس کے سامنے سے گذرنا

یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلْیَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ عہ

چاہے تو اسے ہٹا دے، اگر نہ مانے تو اس سے لڑے ، اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

حدیث ٣٤٤:- لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ

عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهٗ اِلٰی اَبِیْ جُهَیْمٍ یَسْئَلُهٗ

بُسر بن سعید نے کہا کہ زید بن خالد نے انھیں ابو جہیم کے پاس یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ

مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَارِّ

انھوں نے نمازی کے آگے گذرنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے

بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ فَقَالَ اَبُوْ جُهَیْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

تو ابو جہیم نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر نمازی کے آگے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ

گذرنے والا جانتا کہ اس پر کیا وبال ہے، تو چالیس تک کھڑے رہنے کو

تشریحات ٣٤٤:-

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے گذرنا گناہ ہے۔ گذرنے والا ضرور گنہگار ہوتا ہے۔ آگے سے کیا مراد ہے اسمیں تفصیل ہے۔ اگر سامنے سترہ ہے تو سترے کے اندر اندر گزرنا۔ سترہ نہیں۔ میدان یا مسجد کبیر میں نماز پڑھ رہا ہے تو موضع سجود کے اندر اندر، اور مسجد صغیر ہے جیسے عام مساجد تو دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا ناجائز و گناہ ہے۔

تشریح (١٢١) - مصنف عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے اس پر ایک شخص کو زجر کیا تھا۔ احناف کا خلفاء راشدین کے مطابق یہی مذہب ہے کہ نمازی کو کسی کے

عہ جلد اول صلوٰۃ باب لیرد المصلی من مر بین یدیہ ص٧٣ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص٤٦٣۔

لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ـ قَالَ

گزرنے سے بہتر جانتا ۔

ابو النضر لَا اَدْرِیْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً ۔

ابو النضر نے کہا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن، کہا کہ مہینہ کہ سال ۔ ؟

ت ۱۲۱ :۔ وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّيْ ۔

اور حضرت عثمان نے اسے مکروہ جانا کہ نماز پڑھنے کیحالت میں کسی کیطرف منہ کیا جائے

ت ۱۲۲ :۔ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ ۔

مجھے کوئی پرواہ نہیں مرد، مرد کی نماز کو قطع نہیں کرتا ۔

حدیث ۳۴۵ :۔ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِیْ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے

يُصَلِّیْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُّعْتَرِضَةٌ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِیْ فَاَوْتَرْتُ

اور میں حضور کے سامنے آڑے حضور کے بچھونے پر سوتی رہتی جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگاتے تو میں وتر پڑھتی ۔

منہ کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے ۔ البتہ امام بخاری کا مذہب، اس میں تفصیل ہے ۔ وہ فرماتے ہیں، اگر کسی کے چہرے کی طرف منہ کرنے سے دل بٹے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں ۔ ان کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد ہے۔

تشریح ۱۲۲ :۔ گویا امام بخاری دونوں اثر میں تطبیق دے رہے ہیں مگر حقیقت میں یہ تطبیق کچھ نہیں اس لیے کہ دل کا بٹنا یہ مصلی کا فعل ہے وہ بھی خفی ہے ۔ دل چیر کے نہ حضرت عثمان نے دیکھا نہ حضرت عمر نے ۔ اس لئے ان حضرات کا حکم عام ہر حال میں ماننا لازم ہے ۔ اور یہ دونوں حضرات بہرحال حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بدرجہا لائق ترجیح ہیں ۔ ارشاد ہے ۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین — تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے ۔

تشریحات ۳۴۵ :۔

اس مضمون کی امام بخاری نے گیارہ احادیث ذکر کی ہیں کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

عـہ جلد اول صلوٰت ۔ باب الصلوٰۃ خلف النائم ص۲۳، وتر باب ایقاظ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اہلہ بالوتر ص۱۳۶ ۔
عـہ جلد اول صلوٰۃ باب اثم المار بین یدی المصلی ص۷۳

حدیث ۳۴۶ — کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَھُوَ حَامِلٌ اُمَامَۃَ بِنْتِ زَیْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ

نماز پڑھتے ہوئے اور امامہ بنت زینب، بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے آگے لیٹی رہتا، سوئی رہتی اور حضور نماز پڑھتے رہتے۔ کہیں یہ ہے کہ اس بچھونے پر ہوتی۔ کہیں ہے کہ اس چارپائی پر ہوتی۔ کہیں ہے کہ چارپائی کے نیچے حضور نماز پڑھتے۔ مگر اس کے برخلاف دوسری احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں وہ سب ضعیف، احکام میں ناقابل اعتماد ہیں۔ مگر بایں ہمہ سونے والے کے قریب نماز پڑھنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سونے کی حالت میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ یہ مجبوراً نماز توڑ بیٹھے۔ اسی طرح جب آگے کوئی بات کر رہا ہو تو بھی نماز نہ پڑھے۔ خشوع و خضوع نہ ہوگا۔ رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور اس سے مامون تھے، کہ اپنی نماز توڑ بیٹھیں۔ نیز ام المؤمنین سے ایسی کوئی بات صادر ہو جو نماز توڑنے کی طرف مفضی ہو، مستبعد ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ایک بار کا نہیں۔ تقریباً دس سال خدمت اقدس میں حاضر رہیں۔ ہمیشہ حضور کا یہی معمول تھا مگر کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو نماز توڑنے کا سبب بنے۔ یا خشوع و خضوع میں مخل ہو۔ حدیث گذر چکی کہ کسی ضرورت کے لئے اٹھنا ہوتا تو یہ حضور کے سامنے تخت پر بیٹھتیں۔ پائنتیں سے سرک لیتیں کہ حضور کو کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اسے بھی خصائص میں شمار کیا جائے۔

تشریحات ۳۴۶ :-

چھوٹے بچے کو گود میں لے کر نماز پڑھنے کے بارے میں یہی خیال ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔ اس واہمہ کو ختم کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا اور یہ حدیث ذکر فرمائی۔ اگر چھوٹے بچے کا جسم اور کپڑے پاک ہوں اور اتارنے اور گود لینے میں عمل کثیر نہ ہوتا ہو تو چھوٹے بچے کو گود میں لیکر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی رشتہ ہے جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔

روافض کو جانے دیں۔ انھیں اہل بیت سے کوئی غرض ہے نہ مطلب، ان کو تو اپنی ہزار سالہ مجوسی سلطنت کی پامالی کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

افسوس اہل سنت کے واعظین پر ہے کہ یہ لوگ واقعہ کربلا میں گرمی پیدا کرنے کے لئے یہ روایتیں آب و تاب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین سجدے میں پشت اقدس پر بیٹھے مگر حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِاَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ

وبنت ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کو گود میں اٹھائے رہتے - جب

عَبْدِ شَمْسٍ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا عہ -

سجدہ کرتے رکھدیتے ، جب کھڑے ہوتے اٹھا لیتے -

کے بارے میں یہ صحیح روایت کبھی کوئی سُنّی مقرر نہیں بیان کرتا - اس لئے کہ اس کا واقعۂ کربلا سے کوئی جوڑ نہیں -

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بے پناہ محبت تھی اس کا ایک اندازہ اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث سے ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے خدمت اقدس میں ہار پیش کیا - تو فرمایا - اپنے اہل میں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یہ ہار دونگا۔ عورتوں نے کہا اب یہ ہار ابن ابی قحافہ کی بیٹی (عائشہ) لیجائیگی۔ حضور نے حضرت امامہ کو بلایا اور انھیں پہنا دیا۔ ایک بار نجاشی نے کچھ زیور بھیجے جس میں سونے کی انگوٹھی تھی یہ بھی حضرت امامہ کو عطا کی۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد یہ حضرت شیر خدا کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ اور حضرت کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے پیغام اور ایک لاکھ دینار کی پیشکش کی۔ حضرت شیر خدا کی وصیت کے مطابق رد کر دیا اور مغیرہ بن نوفل بن حارث سے نکاح فرمایا اور انھیں کی زوجیت میں واصل بحق ہوئیں۔

قَدْ تَمَّ الْجُزْءُ الثَّانِي بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهِ يَوْمَ الْاَحَدِ
وَقَدْ خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ تِسْعَةَ
عَشَرَ يَوْمًا ، ۱۴۰۶ھ
۱۹ رمضان المبارک
۱۴۰۶ھ
۱۰ جون
۱۹۸۵ء

عہ جلد اول صلوٰۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ ص۷۴ - جلد ثانی ادب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ ص۸۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب مواقیت الصلوٰۃ

حدیث (۳۴۷) (۳۴۸)

اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَدَخَلَ

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک دن نماز میں تاخیر کر دی ۔ تو ان کے پاس

عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ

عروہ بن زبیر آئے اور انھیں بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز

يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ

میں تاخیر کر دی جب کہ وہ عراق میں تھے تو اُن کے پاس حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ

عنہ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا ہے؟ اے مغیرہ! کیا تم نہیں جانتے، کہ جبرئیل

السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ السلام اترے ۔ اور نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ثُمَّ صَلّٰى۔ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى

بھی نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر جبریل نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھی ۔ اس کے بعد پھر جبریل نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی۔ اسکے بعد پھر جبریل نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی ۔ اس کے بعد فرمایا مجھے اس کا

وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ ۔ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهٖ

حکم دیا گیا ہے ۔ اس پر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا تم جانو کیا بیان کرتے ہو کیا جبرئیل علیہ السلام نے

أَوَ اَنَّ جِبْرَئِيلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نماز کے اوقات مقرر فرمائے تھے

الصَّلوٰةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ

تو عروہ نے کہا کہ بشیر بن ابی مسعود اپنے والد سے اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے

قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

عروہ نے کہا مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ

علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب دھوپ ان کے حجرے میں رہتی

اَنْ تَظْهَرَ[ع]

ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی

تشریحات ۳۴۷-۳۴۸

اس حدیث میں یہاں اختصار ہے۔ ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نسائی میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تفصیل یہ ہے ـــــ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز کے اوقات بتانے کے لئے حاضر ہوئے ـــــ حضرت جبرئیل آگے کھڑے ہوئے ـــــ ان کے پیچھے حضور اقدس کھڑے ہوئے ـــــ حضور کے پیچھے صحابہ کرام صف بستہ کھڑے ہوئے ـــــ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے بعد پڑھی۔ اور جب سایہ ایک مثل ہو گیا تو آئے اور ویسے ہی کیا جیسے (پہلے) کیا تھا جبرئیل علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ حضور کے پیچھے ـــــ اس وقت عصر پڑھی پھر جب سورج چھپ گیا تو جبرئیل آئے وہ آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ـــــ اب مغرب پڑھی ـــــ پھر شفق ڈوبنے کے بعد آئے وہ آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے۔ اب انھوں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ فجر طلوع ہوتے وقت جبرئیل پھر آئے اور وہ آگے کھڑے

ع جلد اول مواقیت الصلوٰۃ ص۷۵ بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۷ جلد ثانی مغازی باب ص۱۷۵ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ

ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے ــــ اب انھوں نے صبح کی نماز پڑھی ــــ پھر دوسرے دن اس وقت آئے جب ہر شخص کا سایہ اس کے برابر ہوگیا ــــ کل کی طرح آج بھی کیا ــــ اور ظہر پڑھی۔ پھر اس وقت آئے جب مرد کا سایہ دو مثل ہوگیا اور ویسے ہی کیا اور عصر پڑھی اس کے بعد پھر اس وقت آئے جب سورج ڈوب گیا اور کل کی طرح کیا اور مغرب پڑھی ــــ اس کے بعد ہم سو گئے پھر اٹھے پھر سوئے پھر اُٹھے اس کے بعد جبرئیل آئے۔ اور کل کی طرح کیا اور عشا پڑھی اس کے بعد جب فجر پھیل گئی اور اجالا ہوگیا مگر ستارے ابھی گتھے ہوئے موجود تھے۔ کہ پھر آئے اور کل کی طرح کیا اور صبح کی نماز پڑھی پھر عرض کیا ان وقتوں کے درمیان نمازوں کے اوقات ہیں۔[۱]

ان عمر بن عبد العزیز یہ نماز عصر تھی جیسا کہ بخاری بدر الخلق میں ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ وہ ولید بن عبد الملک کی جانب سے مدینۂ منورہ کے والی تھے۔ اور یہ تاخیر بہت تھوڑی تھی جیسا کہ وہیں ہے اخر العصر شیئا عصر تھوڑی سی مؤخر کر دی۔ مراد یہ ہے کہ جس وقت مستحب پر نماز پڑھنے کی ان کی عادت تھی کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے اس وقت نہ پڑھی کچھ دیر کے بعد پڑھی ــــ اور طبرانی میں جو یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے شام ہوگئی تھی اس سے مراد یہ ہے کہ شام قریب ہوگئی تھی۔

یوما اس سے معلوم ہوا کہ اہم مصروفیت کی وجہ سے ایک دن یہ تاخیر ہوگئی تھی ــــ بنی امیہ کے دیگر افراد کی طرح ان کی یہ عادت نہ تھی ــــ حضرت عروہ کی تنبیہہ اس بنا پر تھی، کہ بنی امیہ نمازوں کو عموماً قضا کرکے پڑھتے تھے۔ جیسا کہ ولید نے ایک بار شام کے وقت جمعہ پڑھایا۔ اور حجاج کی بھی یہی عادت تھی جس پر حضرت ابن عمر نے اسے ایک بار ٹوکا بھی کہ سورج تیرا انتظار نہ کرے گا ــــ ولید بن عقبہ عصر ہمیشہ دیر کرکے پڑھتا تھا۔ جس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ٹوکا کرتے ــــ اس ماحول میں حضرت عمر بن عبد العزیز سے ایک بار ایسا ہوگیا جو ان کی شان کے مناسب نہ تھا اس لئے حضرت عروہ نے تنبیہ فرمائی۔

اخر الصلوٰۃ یوما یہ بھی نماز عصر ہی تھی جیسا کہ بخاری کی مغازی والی روایت میں ہے ــــ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے کوفے کے گورنر تھے ان سے اتفاقیہ ایک بار تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تھی ــــ

نزل فصلی امام ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کی صبح کو پیش آیا یعنی معراج کی شب گزرنے کے بعد جو دن تھا اس دن ــــ صبح سے مراد، بعد میں آنے والا دن ہے ــــ اس لئے کہ واقعہ صبح کو نہیں پیش آیا تھا بلکہ سورج ڈھلنے کے بعد ــــ ترمذی میں حضرت ابن عباس کی حدیث

---

[۱] نسائی جلد اول صلوٰۃ آخر وقت العصر صہ ۸۹

میں ہے کہ جبرئیل امین نے بیت اللہ شریف کے پاس امامت کی تھی ـــــ صحیح یہی ہے کہ ان نمازوں میں جبرئیل علیہ السلام امام تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مقتدی ـــــ جیسا کہ بخاری ہی کی بدر الخلق والی حدیث میں ہے ـــــ فامّنی جبرئیل ـــــ جبرئیل نے میری امامت کی ـــــ نیز ترمذی میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ نیز نسائی کی جو تفصیلی حدیث ہم نے ذکر کی اس سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مفضول اپنے سے افضل کی امامت کرے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ـــــ اور غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم امامت فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ اخیر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکٹھے ہوں گے تو امام حضرت امام مہدی ہوں گے ـــــ میں نے ـــــ فصلی ـــــ کا ترجمہ، اور نماز پڑھی، کیا ہے اس لئے کہ فاء واؤ کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ امرأ القیس کے پہلے شعر بین الدخول فحومل میں ہے اس لئے کہ تعقیب مراد لینا خلاف واقعہ ہے اور سببیت میں بُعد ہے ـــــ

بھٰذا اُمِرْتُ اس میں دونوں روایتیں ہیں ـــــ تاء کو ضمہ واحد متکلم کا صیغہ ـــــ مجھے اس کا حکم دیا گیا اور تاء کو فتحہ واحد مخاطب کا صیغہ آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے ـــــ یعنی نمازوں کے اوقات کی یہ تحدید من جانب اللہ ہے ـــــ

اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِہٖ حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ حضرت عروہ نے حدیث کی سند نہیں بیان کی تھی ـــــ اس لئے بعد میں حضرت عروہ نے سند بیان کر دی ـــــ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز تک اس سے پہلے یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور یہ کہنا کہ یہ ان کی جلالت شان کے مناسب نہیں۔ ایسی مشہور و معروف حدیث اور انھیں نہ پہنچی ہو صحیح نہیں ـــــ ہر ذی علم جانتا ہے کہ ایک دو حدیث سے ناواقف ہونا ان کی یا کسی کی عظمت کے منافی نہیں ـــــ

اقول ـــــ پہلا جواب بھی خلل سے خالی نہیں ہے ـــــ اس لئے کہ حضرت عروہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا تھا کہ وہ حضرت مغیرہ کے پاس گئے۔ حضرت عروہ ۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ حضرت معاویہ کے زمانے کا ہے۔ ان کی حکومت ۴۱ھ میں قائم ہوئی۔ اس وقت حضرت عروہ کم از کم بیس سال کے تھے ـــــ وہ اس واقعے کے چشم دید گواہ ہو سکتے ہیں اور اس حدیث کو براہ راست حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن سکتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ انہوں نے یہ حدیث بلا سند بیان کی تھی ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عروہ مدینہ طیبہ رہتے تھے اور حضرت ابو مسعود انصاری کوفے میں بس گئے تھے ـــــ اس وجہ سے حضرت عمر بن عبد العزیز کو یہ شبہ ہوا ـــــ کہ تم کس طرح یہ بیان کرتے ہو ـــــ جب کہ تم اس وقت موجود بھی نہ تھے ـــــ اور تمہاری ان سے ملاقات بھی

نہیں تو انھوں نے بیچ کا واسطہ بیان کر دیا کہ میں نے ان کے صاحبزادے بشیر سے سنا ہے وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں

کان بشیر بن ابی مسعود امامت جبرئیل والی حدیث جتنے بھی صحابہ کرام سے مروی ہے ان میں کسی کا بھی اس نماز میں شریک ہونا تو بڑی بات ہے اس وقت ان میں سے کوئی صاحب وہاں موجود بھی نہ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ حضرت انس حضرت جابر حضرت ابو مسعود انصاری حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت ابوسعید خدری حضرت برار حضرت عمرو بن حزم، ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوا تھا اور حضرت ابن عباس ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے ـــــ اس لئے یہ حدیث مرسل ہے ـــــ مگر صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق متصل کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ ان صحابی نے یا تو اسے خود حضور سے سنا ہے یا کسی صحابی سے سنا ہے جو شریک واقعہ تھے اس سے جناب شبلی صاحب نعمانی اور ان کے تلمیذ رشید سلیمان ندوی صاحب کی اس تحقیق کی حقیقت معلوم ہو گئی جو انھوں نے کثیر احادیث کو صرف اس بنا پر رد کر دیا ہے کہ اس کا راوی شریک واقعہ نہ تھا ـــــ

عصر کا وقت ہم نے نسائی کی جو مفصل روایت ذکر کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پہلے دن مثل اول میں پڑھی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مثل اول میں عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور ظہر کا وقت نکل جاتا ہے جب کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مفتی بہ جو ظاہر روایت ہے یہ ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک ہے اور عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے ـــــ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث، تین احادیث صحیحہ کے معارض ہے ـــــ ایک حدیث، ابردوا کے دوسرے حتی اذا ساوی ظل التلول کے تیسرے وہ حدیث جس میں اس امت کی اگلی امتوں سے تفضیل بیان کی گئی جو مفصلا بہت جلد مذکور ہو گی ـــــ اس تعارض کے دفع کی کوئی صورت نہیں ـــــ لامحالہ امامت جبرئیل والی حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے۔ اس لئے کہ امامت جبرئیل کی حدیث ان سب پر مقدم ہے

اشکال وجواب اس حدیث پر ایک اشکال یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن ظہر کی نماز مثل اول ہونے پر پڑھی یعنی مثل ثانی میں تو ثابت ہو گیا کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے اور پہلے دن عصر کی نماز مثل اول ختم ہونے کے بعد مثل ثانی میں پڑھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مثل ثانی کے شروع ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے ـــــ اسی لئے بہت سے ائمہ نے یہ قول کیا ہے کہ مثل ثانی ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے مگر ان کا یہ قول مسلم شریف کی اس حدیث کی بنا پر ناقابل قبول ہے کہ فرمایا وقت الظھر مالم تحضر العصر[1] جب تک عصر کا وقت نہ آجائے ظہر کا وقت ہے اسی حدیث سے

---

[1] جلد اول باب اوقات الصلوات الخمس ص ۲۲۲

حدیث ۳۴۹

حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَۃِ قُلْتُ اَنَا کَمَا قَالَہٗ - قَالَ اِنَّکَ عَلَیْہِ اَوْ عَلَیْھَا لَجَرِیٌّ - قُلْتُ فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَجَارِہٖ تُکَفِّرُھَا الصَّلٰوۃُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَۃُ وَالْاَمْرُ وَالنَّھْیُ ـــ قَالَ لَیْسَ ھٰذَا اُرِیْدُ وَلٰکِنَّ الْفِتْنَۃَ الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمَا یَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْھَا بَاْسٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ بَیْنَکَ وَبَیْنَھَا لَبَابًا مُّغْلَقًا قَالَ یُکْسَرُ اَمْ یُفْتَحُ ـــ قَالَ یُکْسَرُ ـــ قَالَ

شقیق نے کہا میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا انھوں نے بتایا کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ فتنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سب سے زیادہ تم میں سے کس نے یاد رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے اسی طرح یاد رکھا ہے جیسے حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ فرمایا تم اس پر جری ہو میں نے عرض کیا مرد کا فتنہ جو اس کے اہل اور اس کے مال اور اس کی اولاد میں ہوتا ہے، نماز روزہ صدقہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا میری مراد ایسا فتنہ نہیں میں اس فتنے کو پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا اس کے اور آپ کے درمیان بند دروازہ ہے فرمایا دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائیگا عرض کیا توڑا جائے گا

بعض شوافع اور داؤد ظاہری کا یہ قول بھی باطل ہو گیا۔ کہ ظہر اور عصر کے مابین کچھ وقفہ ہے جس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے ـــ حضرات شوافع اس کی تاویل کرتے ہیں ـــ کہ ـــ حین کان ظل الرجل مثل شخصہ، سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ سایہ ایک مثل ہو جاتا۔

دوسرا اشکال اور جواب فرشتوں پر نماز پنجگانہ فرض نہیں ـــ اس لئے حضرت جبرئیل کی نماز نفل تھی ـــ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ نمازیں فرض تھیں ـــ تو لازم آیا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہو ـــ اس کا جواب یہ ہے ـــ کہ ان دو دن کی نماز پنجگانہ حضرت جبرئیل پر فرض تھیں۔ جیسا کہ ان کے ارشاد۔ بھٰذا اُمِرْتُ ـــ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، سے ظاہر ہے ـــ اگرچہ فرضیت صرف اس لئے تھی کہ وہ حکم الٰہی کی تبلیغ کر دیں اور نماز پڑھ کے نماز کے اول و آخر اوقات کی تعیین کر دیں۔

والشمس فی حجرتھا کی تقریر حدیث ۳۶۱ میں آرہی ہے۔

تشریحات ۳۴۹-۳۵۰

الفتنۃ اس کے اصل معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ مگر اس کا استعمال کفر و شرک معاصی جنگ و جدال اور کبھی مطلق شر و فساد کے معنی میں ہوتا ہے ـــ اور اب اردو

إِذًا لَّا يُغْلَقُ أَبَدًا قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُونَ

فرمایا تو کبھی بند نہ کیا جا سکے گا۔ ہم نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا۔ کیا حضرت عمر دروازے کو جانتے تھے فرمایا ہاں ایسے جانتے

الْغَدِ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ

تھے جیسے کل سے پہلے رات ہے۔ میں نے ان سے وہ حدیث بیان کی جو غلط نہیں (دروازہ کون تھا) یہ دریافت کرنے

حُذَيْفَةَ فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ ؏

میں ہم حضرت حذیفہ سے مرعوب ہو گئے تو ہم نے مسروق سے کہا انھوں نے پوچھا: تو فرمایا دروازہ حضرت عمر تھے۔

حدیث ۵۰۳

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا

قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

اس کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی

أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِي هٰذَا قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ ؏

اس پر ان صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صرف خاص میرے لئے ہے؟ فرمایا میری تمام امت کے لئے۔

میں شر و فساد ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔

تکفرھا الصلوٰۃ مرجیہ نے اس قسم کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ طاعات و عبادات صغیرہ و کبیرہ ہر گناہ کا کفارہ ہیں۔ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ طاعات و عبادات صرف صغائر کے لئے کفارہ ہیں کبائر بغیر توبہ و ادائے حقوق کے معاف نہیں ہوں گے ــــــ ارشاد ہے

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ــــ نساء ۲۱

اگر ایسی منہیات سے بچو گے جو کبیرہ ہوں تو ہم تمہارے گناہ کا کفارہ (نیکیوں) کو بنا دیں گے۔

؏ جلد اول مواقیت باب الصلوٰۃ کفارۃ ص۷۵ جلد اول صیام باب الصوم کفارۃ ص۲۵۴ جلد اول زکوٰۃ باب الصدقہ تکفر الخطئیۃ ص۱۹۳ جلد ثانی فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص۱۰۵۱ مسلم۔ ترمذی ابن ماجہ۔

؏ جلد اول مواقیت باب الصلوٰۃ کفارۃ ص۷۵ جلد ثانی تفسیر سورہ ھود باب قولہ ان الحسنات یذھبن السیئات ص۶۷۸ ــــ مسلم توبہ ترمذی، تفسیر، نسائی، ابن ماجہ صلوٰۃ ــــ

حدیث ۳۵۱ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّیْبَانِیَّ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ ھٰذِہِ الدَّارِ

ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ اس گھر کے مالک نے مجھ سے حدیث بیان کی اور اشارہ

وَاَشَارَ اِلٰی دَارِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَیُّ الْعَمَلِ

کیا حضرت عبد اللہ کے گھر کی طرف انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ کو

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا۔

الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن اذا اجتنب الکبائر[1]

نمازِ پنجگانہ اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کبائر سے بچے۔

یکسر اس سے مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے اس کی تصدیق تاریخ کی ایک ایک سطر کر رہی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اسلام کا کلمہ متحد تھا، مسلمان شیر وشکر تھے نہ کوئی مذہبی اختلاف تھا نہ کوئی سیاسی، ان کی شہادت کے بعد ہی سے جو فتنے پیدا ہونے شروع ہوئے تو آج چودہ سو برس ہو گئے ختم نہیں ہوئے، ختم کیا ہوں گے ایک کچھ ٹھنڈا پڑتا ہے تو دوسرا سر اٹھاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

کما یموج البحر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی کے قابو کا نہ ہوگا اور جیسے سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں یہ بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے رہیں گے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بھی علم غیب رکھتے تھے حتیٰ کہ یہ بھی تفصیل جانتے تھے کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔

حدیث ۳۵۰ میں جو آیت کریمہ ہے اس میں طَرَفَیِ النَّھَارِ سے بر بنار قول راجح نماز فجر اور نماز عصر مراد ہے۔ یہی امام مجاہد اور امام ضحاک کا قول ہے۔ علامہ عینی نے اس سے استدلال فرمایا۔ کہ فجر میں اسفار اور عصر میں تاخیر مستحب ہے وہ اس طرح کہ دن کے دو کنارے طلوع اور غروب ہیں۔ طلوع آفتاب کے وقت یا اس کے بعد فوراً کوئی نماز نہیں۔ اس لئے مجازاً اس سے مراد قریب طلوع ہوگا۔ جب کہیں معنی حقیقی متعذر ہو تو معنی مجازی متعین ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ نماز فجر طلوع آفتاب کے قریب پڑھی جائے یعنی اسفار میں۔ اسی طرح وقت غروب سے مراد قریب غروب ہے۔ غروب سے قبل آفتاب میں زردی پیدا ہونے کے بعد وقت مکروہ ہے تو مراد یہ ہوگی کہ وقت مکروہ سے پہلے اس کے قریب پڑھو اسی طرح زلفا من اللیل سے نماز وتر کا بھی اثبات ہوتا ہے اس طرح کہ زلفا جمع ہے اور اقل جمع تین ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ رات کے تین حصوں میں نماز پڑھو۔ مغرب اور عشا سب کو معلوم ہے۔ تیسری نماز وتر ہے۔

تشریحات ۳۵۱ **الی دار عبد اللہ** یہاں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں جیسا کہ جہاد اور توحید میں تصریح ہے۔

---

[1] جلد اول طہارت ص ۱۲۲

أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ۔ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا۔ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ۔ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ۔ قَالَ

سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے فرمایا اپنے وقت پر نماز۔ انھوں نے پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا پھر ماں باپ کے ساتھ

ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهُ لَزَادَنِي عـه

بھلائی انھوں نے پوچھا پھر کون سا فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد۔ انھوں نے کہا انہیں حضور نے بیان فرمایا اگر میں مزید پوچھتا تو اور بھی بتاتے۔

حدیث ۳۵۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بتاؤ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا

اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا ہو جس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو اس کے میل میں

مَا تَقُولُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ قَالُوا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا۔ قَالَ فَذٰلِكَ

سے کچھ رہ جائے گا؟ لوگوں نے عرض کیا اس کے میل میں سے کچھ نہیں باقی رہے گا۔ فرمایا یہی پانچوں نمازوں

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهَا الْخَطَايَا عـه

کی مثال ہے ان کی وجہ سے اللہ عزوجل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

احب الی اللہ اکثر روایتوں میں افضل ہے۔ مراد ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ دونوں میں تلازم ہے۔ جو عمل اللہ عزو جل کو سب سے زیادہ پیارا ہوگا وہ فی نفسہ سب سے افضل ہوگا اور جو افضل ہوگا وہ سب سے زیادہ پیارا ہوگا احادیث میں مختلف اعمال کو افضل الاعمال فرمایا گیا ہے اس کی توجیہ جلد اول حدیث ۱۲ میں دیکھیں۔

الصلوٰۃ علی وقتہا مراد یہ ہے کہ نماز وقت کے اندر اندر ادا کرے قضا نہ کرے۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ وقت مستحب میں ادا کرنا مراد ہے۔ اور دلیل میں ترمذی کی یہ حدیث لائے۔

اَلْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الْآخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ۔ | نماز کا اول وقت اللہ کی رضا مندی ہے اور آخر وقت معافی ہے۔

ابن حبان نے کہا کہ اس کی روایت تنہا یعقوب بن ولید نے کی ہے اور یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ ابوحاتم رازی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ میمونی نے کہا اس مضمون کی کوئی حدیث ثابت نہیں۔

عـه جلد اول، صلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ ص۷۶۔ جلد اول، جہاد، باب فضل الجہاد ص۳۹۰۔ جلد ثانی، ادب، باب قولہ تعالیٰ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ص۸۸۲ جلد ثانی، توحید باب وسمی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوٰۃ عملا ص۱۱۲۴ مسلم، ایمان، ترمذی، صلوٰۃ، البر والصلۃ، نسائی، صلوٰۃ۔ لہ جلد اول ص۲۴ ۲ہ عینی جلد خامس ص۱۴۔

عـه جلد اول، مواقیت الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ للخطایا ص۷۶ مسلم، صلوٰۃ، ترمذی امثال، نسائی، صلوٰۃ۔

68

حدیث ۳۵۳ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ عہ

امام زہری کہتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ دمشق تشریف لائے تھے (تو دیکھا) وہ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے فرمایا میں نے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں) جو کچھ دیکھا تھا ان میں نماز کے سوا کچھ نہیں پاتا اور یہ نماز بھی ضائع کردی گئی ہے۔

حدیث ۳۵۴ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سجدوں میں اعتدال رکھو اور اپنی کلائیاں کتے کی طرح نہ بچھاؤ اور جب تھوکو تو سامنے اور داہنی طرف نہ تھوکو اس لئے کہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

تشریحات ۳۵۳ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق شہنشاہ وقت ولید بن عبد الملک کے پاس ظالم حجاج کی زیادتیوں سے تنگ آکر فریاد لے کر گئے تھے خصوصًا نماز کے بارے میں، مگر ولید نے بھی کچھ تدارک نہیں کیا۔ غالبًا اسی وجہ سے حضرت انس رو رہے تھے۔ ویسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ رہتے تھے وہیں مدفون بھی ہیں۔ دمشق حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر ایام خلافت میں فتح ہوا۔ جب سے آج تک وہ مسلمانوں ہی کے قبضے میں ہے اور شام کا صدر مقام رہا۔ حضرت معاویہ نے جب اپنی سلطنت قائم کی تو اسی کو دارالسلطنت بنایا۔ بنی امیہ کی جب تک حکومت رہی یہی ان کا دارالسلطنت رہا۔ آج کل بھی دمشق ہی دارالسلطنت ہے۔

تشریحات ۳۵۴ سجدے میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ زمین پر صرف ہتھیلیاں رکھے کلائیاں اٹھائے رکھے۔ انھیں بازؤں سے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھے۔ اسی طرح پنڈلیاں زمین سے اٹھائے رکھے اور انھیں زانوؤں سے اور رانوں کو پیٹ سے علٰحدہ کئے رہے۔ یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کو ضروری ہے کہ سمٹ کر سجدہ کریں یعنی بازو کروٹوں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملائے ہوئے سجدہ کریں لہ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ عورتوں کے لئے پاؤں کی انگلیوں

عہ جلد اول۔ مواقیت الصلوٰۃ باب فی تضییع الصلوٰۃ عن وقتہا ص ۷۶

لہ بہار شریعت جلد سوم ص ۸۲/۸۳

حدیث ۴۵۵

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ

حضور نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے

فَیْحِ جَھَنَّمَ وَاشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّھَا فَقَالَتْ یَا رَبِّ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ

جہنم نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میرے بعض نے بعض کو کھا لیا تو اسے دو سانسوں کی

لَھَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ وَھُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ

اجازت دے دی ایک سانس کی جاڑے میں اور ایک سانس کی گرمی میں اور یہی وہ سخت گرمی ہے جسے

الْحَرِّ وَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْھَرِیْرِ عہ

تم محسوس کرتے ہو اور وہ سخت سردی ہے جسے تم محسوس کرتے ہو۔

حدیث ۴۵۶

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَبْرِدُوْا بِالظُّھْرِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ عہ

وقت ٹھنڈا کرکے ظہر پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔

کے پیٹ زمین پر لگانا ضروری نہیں ورنہ پنڈلیاں مل نہ پائیں گی۔

فلا یبزقن اس پر جلد ثانی میں تفصیلی کلام ہو چکا ہے۔ یہاں اس نکتے پر روشنی ڈالنی ہے کہ فَاِنَّہٗ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ۔ آگے نہ تھوکنے کی علت بن سکتا ہے مگر داہنی طرف تھوکنے سے ممانعت کی علت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جلد ثانی میں حدیث گزر چکی کہ فرمایا وَاِنَّ رَبَّہٗ بَیْنَہٗ وبین القبلۃ۔ نیز حدیث گزری کہ داہنی طرف اس لئے نہ تھوکو کہ اس جانب فرشتہ ہے، اقول حل کے لئے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے جملوں میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ پہلے تھا جیسے کہ حدیث ۴۶۲ میں ہے۔ یہاں راوی نے بعد میں ذکر کر دیا۔ اگر حدیث ۴۶۲ میں فان ربہ بلینہ وبین القبلۃ نہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ حکم واحد کی دو ۲ علتیں ہو سکتی ہیں۔ داہنی جانب تھوکنے کی ممانعت مناجاۃ بھی ہے اور فرشتے کا ہونا بھی۔

عہ اول۔ مواقیت۔ باب الابراد بالظہر ص۷۶ عہ جلد اول مواقیت۔ باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر ص۷۷ اذان للمسافر ص۸۸ بدء الخلق باب صفۃ النار ص۴۶۲۔ جلد اول مواقیت باب الابراد بالظہر فی السفر ص۷۷ ایضاً۔

حدیث ۳۵۷

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُّؤَذِّنَ لِلظُّھْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ فَقَالَ

ٹھنڈا کر پھر کچھ دیر کے بعد اذان کا ارادہ کیا تو پھر اس سے فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ

ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے جب گرمی سخت ہو

فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ ؏ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَتَفَیَّؤُا یَتَمَیَّلُ ؏

تو وقت ٹھنڈا کر کے نماز پڑھو حضرت ابن عباس نے فرمایا یَتَفَیَّؤُا کے معنی یَتَمَیَّلُ کے ہیں یعنی جھکتی ہیں۔

تشریحات ۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷ **اذا اشتد الحر** یہاں رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ ہے اور باب اذان المسافر میں حتی ساوی ظل التلول ہے، یہ حدیث اس پر نص ہے کہ ظہر کا وقت مستحب مثل ثانی ہے، نیز اس پر نص ہے کہ مثل ثانی تک ظہر کا وقت رہتا ہے وہ اس طرح کہ اس میں صریح حکم موجود ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ کتنا ٹھنڈا کرنا چاہیئے وہ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مذکور ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہنی چاہی تو فرمایا ٹھنڈا کر تین بار یہی فرمایا جیسا کہ اذان المسافر[۱] میں ہے بلکہ حتّٰی سَاوَی ظِلُّ التُّلُوْلِ کا ظاہر یہ بتارہا ہے کہ یہ تین ہی بار میں منحصر نہیں اس سے زیادہ بھی ارادۂ اذان اور حکم ابراد ہوا ہوگا۔ اور یہی یہاں کی روایت اور اذان المسافر کی روایت میں وجہ تطبیق ہے۔ یہاں دو بار مذکور ہے بلکہ اس سے پہلی روایت میں ایک ہی بار مذکور ہے اور اذان المسافر میں تین بار ہے۔ وجہ تطبیق یہ ہے کہ ایک یا دو یا تین تحدید کے لئے نہیں۔ حضرت بلال اذان کا ارادہ بار بار فرماتے اور حضور بار بار اَبْرِدْ کا حکم دیتے جب ٹیلوں کے سائے نظر آنے لگے اور ٹیلوں کے برابر ہو گئے تو اذان ہوئی اور اگر سیاق حدیث سے صرف نظر کر کے تین ہی بار مانیں تو بھی کیا کم ہے اسی سے تاخیر کے مبالغہ کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ یقیناً تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور دوسرا وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے گا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے تعمیل حکم نہ کی۔ جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بعد میں ہوئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ ٹیلے

؏ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ۔

[۱] جلد اول اذان ص۸۵

عموماً پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ان کے سائے دوپہر کے بہت بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ امام احمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری[1] شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ ٹیلوں کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت نکل جاتا ہے یعنی اکثر مثل اول۔ اس لئے کہ امام شافعی کے یہاں ظہر کا وقت صرف مثل اول تک ہے۔ ظاہر ہے جب ٹیلوں کے سائے اکثر مثل اول گزرنے کے بعد شروع ہوں گے تو ٹیلوں کے برابر مثل ثانی کے اخیر حصے میں ہوں گے۔ اس وقت تک حضور نے اذان نہ ہونے دی۔ نماز تو یقیناً اس کے بھی بعد ہی ہوئی۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہے۔ اس حدیث کو جمع بین الصلوٰتین پر محمول کرنا خود اسی حدیث سے باطل۔ اولاً حضور یہاں ابراد کا حکم ارشاد فرمارہے ہیں یعنی یہ کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال کر دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے۔ ثانیاً یہاں ایک حکم عام ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو تو یونہیں ٹھنڈے وقت میں پڑھو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملاکر پڑھو۔

نانوتوی صاحب پر تعقب مطبوعہ ہند بخاری کے حاشیے پر (خ) کا رمز دیکر ہمارے استدلال مذکور پر یہ ریمارک ہے لیکن قد قیل مقدار الفئ کان باقیا بعد۔ غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ سایہ اصلی نکالنے کے بعد یہ وقت دو مثل نہ رہے گا اقول افسوس اس کا ہے کہ محشی صاحب اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ بلکہ دیوبندیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حاشیہ نانوتوی صاحب کا لکھا ہے جو اپنے استاذ کے نام سے انھوں نے از راہ انکساری چھپایا ہے اور مذہب حنفی کو مجروح کرنے کے لئے یہ رکیک بات — محشی صاحب نے اسے سہارنپور پر قیاس کیا ہے۔ وہ بھی اپنے گھر کی دیوار پر۔ حرمین طیبین اور ان کے بلاد میں گرمیوں میں سایۂ اصلی کبھی کبھی دو انگل سے زائد نہیں ہوتا اور مکہ مکرمہ میں کبھی کبھی بالکل نہیں ہوتا۔ بجائے شمال کے جانب جنوب ہوجاتا ہے ابوداؤد[2] اور ترمذی[3] میں امامت جبرئیل کی حدیث میں ہے فصلی بی الظھر حین زالت الشمس وکان قدر الشراک۔ سورج ڈھلنے کے بعد مجھے ظہر پڑھائی اور سایہ تسمہ کی مقدار تھا۔ البحر الرائق[4] میں مبسوط سے ہے۔

واعلم ان لکل شئ ظلا وقت الزوال الا بمکۃ والمدینۃ فی اطول ایام السنۃ۔

زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہے مگر سال کے سب سے لمبے دنوں میں حرمین میں نہیں۔

اس کے حاشیے پر اعلحضرت امام احمد رضا قدس نے فرمایا۔

کانہ رحمہ اللہ تعالیٰ اطلق العدم واراد القلۃ والا فالمدینۃ الطیبۃ عرضھا اللہ انہ علی لمیل

حضرت امام رحمہ اللہ بولے عدم ہیں اور مراد لیا ہے قلت (کالعدم) ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض اللہ ہے میل کلی پر ایک

---

[1] جلد اول مواقیت باب الابراد بالصلوٰۃ فی شدۃ الحر ص۳۹۷ [2] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ۔ باب المواقیت ص۵۶۔

[3] اول صلوٰۃ۔ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۲۱ [4] جلد اول صلوٰۃ ص۲۰۸۔

الکلی بدرجۃ وثلث وثلاثین دقیقۃ فکیف ینعدم فیھا الظل ومکۃ عرضھا۔ کام۔ اقل من المیل الاعظم بدرجۃ وسبع واربعین دقیقۃ فلا ینعدم فیھا الظل فی اطول الایام بل یکون جنوبیا وانما ینعدم حیث ماذکرنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

درجہ تینتیس ۳۳ دقیقہ زائد ہے تو وہاں سایہ اصلی کیسے معدوم ہوگا۔ اور مکہ مکرمہ کا عرض۔ کام ہے میل اعظم سے ایک درجہ سینتالیس ۴۷ دقیقے کم ہے۔ اس لئے یہاں سایہ اصلی سب سے بڑے دنوں میں بھی معدوم نہ ہوگا بلکہ جنوبی ہوگا معدوم اس وقت ہوگا جس وقت ہم نے ذکر کیا۔

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا یہ ارشاد اس پر ہے کہ فرمایا۔ اطول ایام میں سایہ نہیں ہوتا۔ ورنہ اس سے اتفاق ہے کہ بعض ایام میں مکہ معظمہ میں سایہ اصلی بالکل نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم[1] میں فرمایا۔
مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی جب آفتاب سمت الراس سے گزرے .... مطلقا (سایۂ اصلی) نہیں ہوتا۔ یہ بات وہاں اس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزا۔ یا بست ودوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۴ جولائی کو۔

مولوی محمود الحسن اور کشمیری صاحبان پر تعقب دیوبند کے شیخ الہند صاحب نے تقریر ترمذی میں کہا۔ بعض راسخ فی الحنفیت نے کہا۔ ساوی فیٔ التلول کے معنی یہ ہیں کہ سائے ٹیلوں کے طول وعرض میں برابر ہو گئے۔ مثلاً ٹیلہ اگر دس ہاتھ لمبا ہے تو سایہ بھی زمین پر دس ہاتھ لمبا ہو جائے۔ یہ درست نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز غروب کے قریب پڑھی۔ غالبا اپنے استاذ محترم کی تحقیق انیق کی بنا پر انور شاہ کشمیری نے فرمایا اگرچہ میرے نزدیک مساواۃ فیٔ التلول سے حنفیہ کو بھی استدلال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بظاہر راوی کا ارادہ حقیقی مساواۃ کا نہ ہوگا اور نہ مثل و مثلین ثابت کرنا تھا[2]

اس ترقی پسندانہ منطق کی بنیاد غالبا اس پر ہے کہ علماء نے فرمایا کہ سایہ زمین پر مثل اول کے اکثر حصہ کے گزرنے کے بعد نظر آئے گا۔ تو لازم کہ برابر ہوگا مثل ثانی کے بعد اس لئے کہ زمین پر نظر آنے کے لئے ایک دو انگل سائے کا زمین پر پڑنا کافی ہے۔ تو جب ایک دو انگل سایہ مثل اول کے اکثر حصے کے گزرنے کے بعد زمین پر پڑا تو ٹیلوں کے برابر ہوتے ہوتے ضرور آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جائے گا۔ بلکہ اس حساب سے غروب ہو جانا چاہیئے۔ اقول۔ سایہ کے زمین پر آتے آتے مثل اول کے اکثر حصے گزر جانے کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلوں کی ساخت ترچھی ہوتی ہے۔ مثلاً زمین پر اس کی چوڑائی دس ہاتھ ہے تو اس کی چوٹی پانچ ہاتھ یا اس سے بھی کم ہوگی۔ اب ایک ٹیلہ پانچ ہاتھ اونچا ہی مان لیجئے تو لامحالہ چوٹی کا سایہ پہلے ٹیلے کی ڈھال پر پڑے گا اسے طے کرکے زمین پر آئے گا ڈھال پر سایہ کے سرکنے کا وہ تناسب نہ ہوگا جو مسطح زمین پر ہوتا ہے بلکہ اس سے کم ہوگا۔ اس لئے زمین پر آتے آتے مثل اول کا اکثر حصہ گزر جائے گا مگر زمین پر آجانے کے

---

[1] ص ۴۴۳

[2] انوار الباری جلد دوازدہم ص ۱۷۱۔

بعد اس کا تناسب وہی ہوگا جو عمودی اشیاء کا ہوتا ہے۔ اس لئے مثل ثانی گزرنے سے پہلے پہلے ٹیلے کے برابر ہو جائے گا۔ اور جب حدیث میں صراحۃً ساوی ظل التلول۔ ہے۔ تو یہ کہنا کہ راوی کا ارادہ حقیقی مساوٰۃ کا نہ ہوگا۔ بلا وجہ نص صریح میں تشکیک پیدا کرنا ہے۔

دوسری دلیل ساوی ظل التلول۔ سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ابرد۔ یا ابردوا۔ پر انصاف کے ساتھ غور کریں تو اسی سے ثابت کہ مثل ثانی تک ظہر کا وقت ہے۔ گرمیوں میں تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ زوال کے وقت گرمی میں جو شدت ہوتی ہے۔ مثل اول تک اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگرچہ زوال کے بعد سورج کی کرنیں زمین پر آڑی ترچھی پڑنے لگتی ہیں۔ مگر چوں کہ زمین، پہاڑ، دیواریں تپتی رہتی ہیں اس لئے گرمی کا احساس دوپہر کے برابر ہوتا ہے۔ گرمی کی شدت مثل ثانی ہی میں کم ہونا شروع ہوتی ہے۔ اس لئے۔ اگر ساوی ظل التلول۔ نہ بھی ہوتا اور وقفہ وقفہ کے بعد تین بار۔ ابرد۔ ابرد۔ نہ ہوتا تو بھی ثابت تھا کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے۔ مگر اس میں معاند مجادل کے لئے گنجائش ہے لیکن حضرت ابوذر کی حدیث نے اس گنجائش کو بالکلیہ ختم کردیا۔ فالحمد علی ذالك۔

کشمیری صاحب پر تعقب ظاہر الروایہ یہی ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک ہے اور عصر کا وقت اس کے بعد شروع ہوتا ہے جیسا کہ تمام متون میں ہے اور اور متون ہی نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں۔ امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں یہی قول امام لکھا۔ نہایہ میں ہے۔ امام سے یہی۔ ظاہر الروایہ ہے۔ غایۃ البیان میں ہے۔ یہی امام کا مذہب مشہور ماخوذ ہے۔ محیط میں ہے مذہب امام یہی ہے۔ ینابیع میں ہے صحیح یہ ہے کہ یہی امام کا قول ہے[1] اس کے برخلاف۔ کشمیری صاحب فرماتے ہیں کہاں سے لوگوں نے اسے ظاہر الروایت کردیا حالانکہ آخر وقت ظہر کو نہ جامع کبیر میں ذکر کیا اور نہ صغیر میں اور نہ زیادات میں اور نہ مبسوط میں۔ سرخسی نے تصریح کی ہے کہ محمد نے آخر وقت ظہر کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس طرح سیر کبیر میں بھی اس کا ذکر نہیں اور میں نے سیر صغیر دیکھی نہیں ہے[2]

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاوی رضویہ جلد دوم میں تحقیق فرمائی کہ ہمارے بلاد میں فصول کی تقسیم یہ ہے۔ جب آفتاب بروج، حوت، حمل، ثور میں ہو تو موسم بہار ہوگا۔ اور جب جوزا، سرطان، اسد میں ہو تو گرمی اور جب سنبلہ، میزان، عقرب میں ہو تو خریف اور جب قوس، جدی، دلو میں ہو تو جاڑا۔ انگریزی مہینوں سے شدت گرمی کا وقت ۲۲ رمئی سے ۲۴ راگست تک ہے[3]

---

[1] البحرالرائق جلد اول۔ صلوٰۃ ص ۲۵۷
[2] فیض الباری جلد ثانی ص ۹۴
[3] ص ۲۷۶

دوسرا تعقب کشمیری صاحب نے اس پر بھی بہت زور دیا ہے کہ مثل ثانی ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے یہ اس حدیث صحیح سے باطل ہے جسے امام مسلم[1] اور ابوداؤد[2] ونسائی[3] نے اپنی اپنی سنن اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔ وقت الظھر مالم تحضر العصر۔ جب تک عصر کا وقت نہ آئے ظہر کا وقت ہے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ظہر اور عصر کے مابین کوئی وقت مشترک نہیں۔

دوسرے یہ کہ ظہر اور عصر کے مابین کوئی ایسا وقت نہیں جس میں نماز فرض کا وقت نہ ہو۔ رہ گئیں تاویلات بارده تو اس سے کون سی نص محفوظ رہ سکتی ہے اس لئے وہ مسموع نہیں۔

فاذن لھا بنفسین اس حدیث پر آج کل یہ بہت اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔ تو یہ ضروری ہونا چاہیئے تھا کہ گرمیوں میں دن رات چوبیس ۲۴ گھنٹے یکساں گرمی ہوتی اسی طرح جاڑوں میں جاڑا بھی۔ نیز پوری دنیا میں ایک ہی ساتھ گرمی اور ایک ہی ساتھ جاڑا رہتا۔ حالاں کہ خط استوار کے جانب شمال جب گرمی پڑتی ہے تو جانب جنوب جاڑا رہتا ہے اور جب اُدھر جاڑا رہتا ہے تو اِدھر گرمی۔ نیز خط استوار پر ہمیشہ موسم معتدل رہتا ہے۔ حالاں کہ وہاں بھی گرمی اور جاڑا دیگر بلاد کی طرح رہنا چاہیئے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اگر جہنم ایک ہی سانس لیتا تو خطِ استوار کے شمالی اور جنوبی بلاد میں موسم کے تضاد سے استحالہ درست تھا۔ حدیث میں ہے۔ دو سانس لیتا ہے۔ یعنی پوری دو سانس ایسا نہیں کہ سانس ایک ہی لیتا ہے۔ اندر باہر کرنے کو دو سے تعبیر کر دیا۔ پوری سانس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ باہر سے اندر کھینچے اور اندر سے باہر پھینکے۔ جو بلاد اندر کھینچتے وقت اس کی زد میں آتے ہیں وہاں جاڑا پڑتا ہے۔ جو باہر پھینکنے کی زد میں آتے ہیں وہاں گرمی۔ کبھی شمالی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے تو ادھر گرمی ہوتی ہے اور کبھی جنوبی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے تو ادھر گرمی اسی طرح جاڑا بھی۔

نفس فی الشتاء یہاں "الشتاء" اور "الصیف" سے مدینہ طیبہ اور اس کے نواح کا جاڑا اور گرمی مراد ہے یعنی وہ بلاد جو خط استواء کے شمال میں واقع ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نواح کے جاڑے میں ایک سانس لیتا ہے اس کی پوزیشن یہ ہوتی ہے۔ کہ اس نواح کے بلاد کے رخ سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد جنوبی

---

[1] جلد اول مساجد۔ اوقات الصلوات الخمس ص۲۲۳

[2] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ باب المواقیت ص۵۸

[3] جلد اول۔ صلوٰۃ۔ تعجیل المغرب ص۹۱۔

حدیث ۳۵۸

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

امام زہری نے فرمایا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لائے اور ظہر پڑھی۔ اس کے بعد

عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ

منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بیان فرمایا کہ اس میں بڑے بڑے حوادث ہونگے اس کے

يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي

بعد فرمایا۔ جو شخص بھی مجھ سے کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ لے جب تک میں یہاں ہوں اس وقت تک جو چیز بھی پوچھو گے

مَقَامِي هَذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ - وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَامَ

میں اُسے بتاؤں گا۔ اس پر لوگ بہت زیادہ رونے لگے اور حضور اقدس بار بار فرماتے مجھ سے پوچھو تو

کی جانب پھینکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بلاد شمالی میں جاڑا رہتا ہے۔ اور بلاد جنوبی میں گرمی۔ اسی طرح نواح مدینہ طیبہ یعنی بلاد شمالی کے گرمیوں کے دنوں میں بلاد جنوبی سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد شمالی کی طرف نکالتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بلاد جنوبی میں جاڑا اور بلاد شمالی میں گرمی رہتی ہے۔ هٰذا غاية ما قيل في هذا الباب والعلم بالحق جل مجده وعند رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم۔

يتفيؤا ايتميل قرآن مجید میں ہے۔ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ (النحل ۴۸) اس کی پرچھائیاں دائیں بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے يَتَفَيَّؤُا کا مادہ فیئ ہے۔ فیئ کا لفظ اس حدیث میں آیا ہے اس لئے حسب عادت امام بخاری نے اس سے مشتق يتفيؤا کی جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ تفسیر فرمائی۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ فیئ کے معنی جھکنے کے ہیں پرچھائیں کو فیئ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک طرف سے دوسری طرف جھکتی رہتی ہے یعنی معنی عرفی اور لغوی میں مناسبت بتائی۔

تشریحات ۳۵۸ تکمیل یہاں صرف اتنا ہی ہے کہ حضرت عبداللہ نے سوال کیا۔ لیکن کتاب العلم اور

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ ۔ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ ۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا میرا باپ کون ہے ؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے ۔

ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ

اس کے بعد بار بار فرماتے رہے مجھ سے پوچھو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھٹنوں پر کھڑے ہو کر

فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا فَسَکَتَ ثُمَّ

عرض کیا اللہ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد کے نبی ہونے پر ہم راضی ہیں

قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِیْ عُرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ

اب حضور نے سکوت فرمایا۔ پھر فرمایا۔ جنت اور دوزخ ابھی اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئی۔ ایسی

فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ عہ

عمدہ اور بری چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

کتاب الاعتصام میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک اور صاحب بھی جن کا نام "سعد بن سالم" تھا، کھڑے ہوئے اور یہی سوال کیا تو فرمایا۔ تمھارے باپ کا نام سالم مولیٰ شیبہ ہے نیز کتاب الاعتصام میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ کسی نے پوچھا۔ میں کہاں جاؤں گا (جنت یا دوزخ میں) تو فرمایا جہنم میں۔ دوسری روایت میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ (مائدہ ۱۰۱)

اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو بری لگیں۔

حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ اس سے ہمیں انکار نہیں۔ کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ اول وقت میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ نیز یہ کہ جاڑوں میں یہی مستحب ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت پڑھی جائے۔ اختلاف اس میں ہے کہ گرمیوں کے موسم میں ظہر کا مستحب وقت کیا ہے ہمارے نزدیک۔ ابراد۔ مستحب ہے۔ اس کی پوری بحث ابھی گزر چکی۔ ابن بطال نے کرخی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اول وقت میں نماز نفل ہوگی۔ علامہ عینی نے

عہ اول۔ مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال ص۷۷ ۔ العلم ۔ باب من برک علی رکبتیہ عند الامام او المحدث ص۱۹ الصلوٰۃ ۔ باب من صلی وقدامہ تنور او نار ص۶۲ جلد ثانی اعتصام باب مایکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۳ دو طریقے سے۔

حدیث ۳۵۹

عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصُّبْحَ

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت

وَاَحَدُنَا یَعْرِفُ جَلِیْسَہٗ وَیَقْرَأُ فِیْہَا مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَۃِ وَیُصَلِّی

پڑھتے کہ ہم اپنے برابر بیٹھنے والے کو پہچان لیتے اور اس میں ساٹھ سے لے کر سو آیت تک پڑھتے

الظُّہْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا یَذْہَبُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ

اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھتے اور عصر اس وقت پڑھتے کہ ہم سے کوئی لوٹ کر مدینے کے کنارے

رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَیَّۃٌ وَنَسِیْتُ مَا قَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَا یُبَالِیْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ

تک چلا جاتا۔ اور سورج متغیر نہیں ہوتا۔ (ابو المنہال نے کہا) میں بھول گیا کہ حضرت ابو برزہ نے مغرب کے بارے میں کیا کہا تھا اور تہائی

اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ ثُمَّ قَالَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَۃُ ثُمَّ

رات تک عشار کی تاخیر کی پرواہ نہیں کرتے تھے پھر فرمایا کہ آدھی رات تک کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ شعبہ نے کہا میں نے ایک بار

فرمایا امام اعظم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ امام سرخسی نے مبسوط میں فرمایا۔ کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ سایہ تسمے کی مقدار نہ ہو جائے اقول غالبًا اس قول کی بنیاد اس حدیث پر ہے جو ابو داؤد[۱] وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبرئیل امین نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ تسمے کے برابر ہو گیا۔ مگر ظاہر ہے یہ کچھ مخصوص ایام کی بات ہے پورے سال کی بات نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے کہ گرمی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز ظہر پڑھنے کے وقت سایہ کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تھی اور جاڑے میں پانچ قدم سے سات قدم تک[۲] اس لئے حدیث ابن عباس سے یہ استدلال کہ جب تک سایہ تسمے کے برابر نہ ہو جائے ظہر کا وقت نہیں ہوتا ساقط ہے۔

تشریحات ۳۵۹ تکمیل اس کے بعد وقت صلوٰۃ العصر اور اذان میں یہ زائد ہے کہ عشار سے پہلے سونے کو اور عشار کے بعد بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی روایت میں یہ ہے کہ ایسے وقت نماز فجر پڑھتے کہ ہم اپنے برابر والے کو پہچان لیتے اور ان دونوں جگہوں میں یہ ہے۔ کہ۔ نماز سے فارغ

---

[۱] اول۔ صلوٰۃ۔ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۵۵ ترمذی۔ اول صلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۲۱

[۲] ابوداؤد باب وقت صلوٰۃ الظہر ص۵۵ نسائی اول صلوٰۃ باب آخر وقت الظہر ص۸۸

لَقِيتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثُ اللَّيْلِ عه

ان سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا یا تہائی رات تک۔

ہوتے تو ہم اپنے برابر بیٹھنے والے کو پہچان لیتے۔ احناف کے یہاں نماز فجر میں اسفار مستحب ہے۔ اس کی بحث آگے آئے گی یہاں قابل بحث حدیث کا یہ حصہ ہے والعصر واحدنا یذھب الی اقصی المدینۃ رجع والشمس حیۃ۔ ہم عصر پڑھ کر مدینے کے کنارے لوٹ کر جاتے اور سورج متغیر نہیں ہوتا۔ بعض مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ ہم سے کوئی مدینے کے کنارے تک جاکر لوٹ آتے۔ مگر یہ ترجمہ اس حدیث کے دوسرے طرق کے معارض ہے۔ ثم یرجع احدنا الی رحلہ فی اقصی المدینۃ والشمس حیۃ کتاب الاذان میں بھی اسی طرح ہے البتہ رحلہ۔ نہیں۔ یعنی ہم مدینے کے کنارے اپنے گھر لوٹتے تو بھی سورج متغیر نہ ہوتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ رجع کا متعلق محذوف 'الی رحلہ' ہے نہ کہ 'مسجد نبوی' اس لئے صحیح ترجمہ وہی ہوا جو ہم نے کیا۔ لوٹ کر مدینے کے کنارے تک جاتے اور سورج متغیر نہ ہوتا۔

اس حدیث سے یہ استدلال باطل کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل ثانی کے شروع ہوتے ہی عصر کی نماز پڑھتے۔ اس لئے کہ ہمارے دیار میں مثل ثانی ختم ہونے کے بعد گرمی کے دنوں میں ۲ دو گھنٹے کبھی اس سے زائد بھی وقت رہتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث ابوداؤد لہ میں ہے اس میں اقصی المدینۃ کے بجائے العوالی۔ ہے اس میں وہیں امام زہری کا قول منقول ہے کہ عوالی مدینہ کا فاصلہ ۲ دو یا ۳ تین میل تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ ۴ چار میل۔ اوسط درجے کی رفتار سے ایک گھنٹے میں چار میل طے کیا جا سکتا ہے اس صورت میں مسجد نبوی میں نماز عصر پڑھ کر عوالیٔ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سورج متغیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ سورج میں تغیر ۲۰ بیس منٹ غروب سے پہلے ہوتا ہے فرض کیجئے ۱۵ پندرہ منٹ میں نماز ہوئی ایک گھنٹے میں عوالی پہونچ گئے۔ تو ابھی سورج ڈوبنے میں ۴۵ پینتالیس منٹ باقی رہتا ہے۔ ہمارے یہاں عصر میں تاخیر مستحب ہے ایسے وقت پڑھے کہ وقت کروہ آنے سے پہلے سنن و مستحبات کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد اگر نماز میں کسی وجہ سے فساد پیدا ہو جائے تو دوبارہ سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ پڑھی جا سکے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا

عه اول۔ مواقیت الصلوٰۃ۔ باب وقت الظہر الی الزوال ص۷۷ ایضا باب وقت العصر ص۷۸ ایضا۔ باب مایکرہ من النوم قبل العشاء ص۸۰ ایضا باب مایکرہ من السمر بعد العشاء ص۸۴ ایضا۔ اذان باب القرأۃ فی الفجر ص۱۰۶ مسلم۔ صلوٰۃ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔ ابن ماجہ۔ صلوٰۃ

لہ اول صلوٰۃ۔ باب وقت العصر ص۵۹۔

حدیث ۳۶۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَۃِ سَبْعًا وَّثَمَانِیًا اَلظُّہْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ اَیُّوْبُ لَعَلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ مَّطِیْرَۃٍ قَالَ عَسٰی[ع۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات رکعت اور آٹھ رکعت مدینے میں نماز پڑھی۔ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی۔ ایوب نے جابر سے پوچھا شاید بارش والی رات میں ہوا ہو انہوں نے کہا ہو سکتا ہے

حدیث ۳۶۱

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

کہ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد دنیوی باتیں کرنی ممنوع ہے۔ میزبان کا مہمان سے، زوجین کا آپس میں بات کرنا مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح دینی باتیں بھی۔ بلکہ بربنائے تحقیق مسلمانوں کے مفاد کے لئے دنیوی باتوں کی بھی اجازت ہے۔

تشریح ۳۶۰ مطلب یہ ہے ظہر اور عصر ایک ساتھ ملا کر آٹھ رکعت اور مغرب وعشاء ملا کر سات رکعت پڑھی۔ اس کے معارض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے بخاری[۱] اور مسلم[۲] نے روایت کیا کہ مزدلفہ کے علاوہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھی ہو۔ اس لئے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ یعنی ظہر کو مؤخر فرمایا اور اخیر وقت میں ادا فرمایا اور عصر اول وقت میں پڑھی۔ ظہر اپنے وقت میں۔ عصر اپنے وقت میں۔ اسی طرح مغرب کی نماز اخیر وقت میں اور عشاء اول وقت میں ادا فرمائی۔

تشریحات ۳۶۱ ابوذر، اور اصیلی اور کریمہ کی روایت میں باب کے عنوان میں یہ تعلیق بھی ہے۔ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ہِشَامٍ۔ عَنْ قَعْرِ حُجْرَتِہَا یعنی ابو اسامہ نے ہشام سے

ع۵ اول۔ مواقیت الصلوٰۃ۔ باب تاخیر الظہر الی العصر ص۷۷ مسلم۔ صلوٰۃ۔ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

[۱] اول مناسک باب متی یصلی الصبح بجمع ص۲۲۸

[۲] اول حج باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ ص۴۱۷

تعالٰی علیہ وسلم یصلی العصر والشمس لم تخرج من حجرتھا

تعالٰی علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ دھوپ (ابھی) ان کے حجرے

(وفی روایۃ اخریٰ) والشمس فی حجرتھا لم یظھر الفیئ من

سے باہر نہیں ہوتی۔ دھوپ ان کے حجرے میں رہتی اس کا سایہ حجرے (کی زمین سے)

حجرتھا (وفی اخریٰ) والشمس طالعۃ فی حجرتی ولم یظھر

اوپر نہ چڑھا ہوتا اور دھوپ ان کے حجرے میں چمکتی رہتی اور سایہ

الفیئ بعد (وفی اخریٰ) والشمس قبل ان تظھر۔

اس وقت تک اوپر نہ چڑھا ہوتا۔ دھوپ اوپر ہونے سے پہلے۔

جو روایت کی اس میں حُجرتھا سے پہلے قعر کا لفظ زائد ہے۔ اس پر شارحین کا اتفاق ہے کہ ان احادیث میں بھی شمس سے مراد دھوپ ہے۔ اور ان سب سے مراد یہ ہے کہ دھوپ حجرے کی زمین پر ہوتی دیوار پر چڑھی نہ ہوتی اور دھوپ کے بعد جو سایہ ہوتا وہ بھی زمین ہی پر ہوتا۔ اس لئے کہ دھوپ کے ساتھ ساتھ سایہ بھی آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے۔ جب دھوپ دیوار پر نہیں چڑھی تھی تو اس سے متصل جو سایہ ہوگا وہ بھی نہیں چڑھے گا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لم یظھر الفیئ بعد سے مراد مسجد اقدس کی دیوار کا سایہ ہو یا اگر حجرہ مبارکہ کے آگے کوئی آنگن رہا ہو۔ اس کی غربی دیوار کا سایہ مراد ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ فرماتی ہیں دھوپ میرے حجرے میں رہتی۔ بیرونی دیوار کا سایہ حجرے کی شرقی دیوار پر ابھی چڑھا نہ ہوتا۔ ہو سکتا ہے بیرونی دیوار اور دروازے کا تناسب یہ رہا ہو کہ جب بیرونی دیوار کا سایہ حجرے کی شرقی دیوار پر چڑھتا تو حجرہ مبارکہ سے دھوپ غائب ہو جاتی۔ میرے خیال میں یہ دوسرا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

شوافع کا استدلال

اس حدیث سے شوافع نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز مثل اول میں پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ حجرۂ مبارکہ بہت چھوٹا تھا مثل ثانی کے بعد دھوپ ضرور دیوار پر چڑھ جاتی۔

جواب

حضرات شوافع کے استدلال کے جواب سے پہلے چند تنقیح طلب امور کی تحقیق ضروری ہے (۱) حجرہ مبارکہ مسجد اقدس سے بالکل متصل تھا۔ حدیث گزر چکی ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اعتکاف کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس میری طرف بڑھا دیتے۔ میں اس میں کنگھا کر دیتی اور میں حالت حیض میں ہوتی۔ علاوہ ازیں مسجد اقدس کا نقشہ دیکھنے سے بھی یہی ظاہر ہے کہ مسجد مبارک حظیرہ اقدس کی مغربی دیوار تک ہے اور جانب مغرب جالیاں مسجد میں لگائی گئیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسطوانہ سریر اور اسطوانہ محرس تک جالیاں ہیں (۲) مسجد اقدس پر چھت تھی۔

③ حظیرۂ اقدس اور حجرہ مبارکہ کی غربی دیواریں بالکل متصل ہیں۔ درمیان میں کوئی خلا نہیں۔ جیسا کہ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں اپنا مشاہدہ تحریر کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حظیرہ مقدسہ کے بنائے جانے سے پہلے مسجد مبارک حجرۂ اقدس کی غربی دیوار تک تھی۔ ④ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حجرہ مبارک کے جانب غرب کوئی صحن نہیں تھا نہ اندرونی جسے آنگن کہتے ہیں نہ بیرونی۔ ⑤ حضرت عائشہ کے حجرہ مبارکہ کی جانب جنوب قبلے کی طرف دیگر ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ اسی طرف تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حجرہ مبارکہ میں دھوپ کدھر سے آتی تھی۔ اقول وباللہ التوفیق مسجد اقدس ابتداءً پورب پچھم ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ غزوۂ خیبر کے بعد اس میں اضافہ ہوا۔ اور سو ہاتھ چوڑی اور سو ہاتھ لمبی کی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورب پچھم چالیس ہاتھ کا اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ پورب بھی ہوا اور پچھم بھی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ غزوۂ خیبر سے پہلے مسجد اقدس اور حجرہ مبارکہ میں فصل تھا۔ ہو سکتا ہے یہ فصل بیس ہاتھ کے قریب ہو۔ ہو سکتا ہے اس سے کم ہو۔ ہو سکتا ہے ان ایام میں پچھم جانب کچھ آنگن بھی رہا ہو۔ اس سے حجرہ مبارکہ میں دھوپ آتی تھی۔ ہو سکتا ہے کوئی آنگن نہ رہا ہو۔ درمیانی فاصلے سے دھوپ آتی ہو۔ جو لوگ اسلوب کلام سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان پر ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد والشمس فی حجرتہا۔ لم یظھر اور لم یظھر الفئ بعد۔ سے یہ ظاہر ہے کہ دھوپ شرقی دیوار کے بہت قریب پہنچی ہوتی البتہ دیوار پر چڑھی نہ ہوتی۔ اگر حضرت ام المومنین کی مراد یہ نہ ہوتی تو یوں فرماتیں۔ دھوپ حجرے کے بیچ میں ہوتی۔ چوتھائی میں ہوتی۔ اس وقت سایہ دو مثل کے اندر اندر رہتا یا دو مثل سے زائد ہوتا۔ اس کا فیصلہ اس پر موقوف ہے کہ حجرہ مبارکہ کتنا چوڑا تھا دروازہ کتنا اونچا تھا اور اگر آنگن تھا تو اس کی دیوار کتنی اونچی تھی، آنگن کتنا چوڑا تھا۔ حجرہ مبارکہ کی پورب پچھم چوڑائی کا اندازہ حظیرہ مقدسہ سے لگانا مشکل ہے اس لئے کہ حظیرہ مقدسہ کے دیواروں کی چوڑائی حجرہ مبارکہ کی دیواروں کی چوڑائی اور ان کے درمیان کتنی دوری ہے اس میں مورخین کا اتنا اختلاف ہے کہ کسی ایک بات کا اب فیصلہ بہت مشکل ہے۔ پھر اسے مدار حکم ٹھہرانا کسی طرح صحیح نہیں اور قیاسات سے جو اندازہ ہوتا ہے وہ شوافع کے خلاف اور ہمارا مؤید ہے۔ ① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرقد مبارک میں پائنتی کی جانب سے اتارا گیا تھا[1] اس سے معلوم ہو گیا کہ مزار مبارک کے پورب جانب قد آدم جگہ تھی ② مرقد اقدس قد آدم سے کچھ زیادہ ضرور ہوگی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرقد اطہر کے سرہانے سے شرقی دیوار تک لگ بھگ دس فٹ کا فاصلہ ضرور رہا تھا ③ ذوق سلیم بتاتا ہے کہ مرقد اطہر غربی دیوار کے بالکل متصل ہی سے نہیں کھودی گئی ہوگی بلکہ حجرہ

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۶۸۔

مبارکہ کے بیچوں بیچ میں کھودی گئی ہوگی۔ مواجہہ اقدس کا نشان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جانب مغرب بھی قد آدم جگہ چھوٹی تھی۔ اس تقدیر پر حجرہ مبارکہ چودہ پندرہ فٹ شرقاً غرباً چوڑا تھا۔ ④ حجرہ مبارکہ کی چھت قد آدم سے ایک ہاتھ زائد تھی۔ لمبے قد کا آدمی پانچ فٹ ہوتا ہے تو چھت کی بلندی زیادہ سے زیادہ ساڑھے چھ ہاتھ تھی ⑤ اس عہد میں دروازے بہت نیچے ہوتے تھے حجرہ مبارکہ کی دیوار بھی اسی کی مقتضی ہے۔ ہوسکتا ہے چار فٹ رہا ہو۔ ہوسکتا ہے پانچ فٹ رہا ہو ⑥ اگر جانب غرب کوئی آنگن تھا تو اس کی بھی مغربی دیوار حجرے کی چھت سے اونچی نہ رہی ہوگی کچھ کم ہی رہی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ برابر رہی ہوگی۔

اب جب کہ حجرہ مبارکہ چودہ پندرہ فٹ چوڑا تھا اور دروازہ پانچ فٹ مان لیجئے تو مثل ثانی ہو جانے کے بعد بھی دھوپ شرقی دیوار سے دور رہے گی۔ شرقی دیوار پر مثل ثالث کے اختتام کے قریب پہنچے گی اسی طرح اگر کوئی آنگن تھا اور اس کی بلندی چھت کے برابر ساڑھے چھ فٹ مانیں تو اس کی دیوار کا سایہ مثل ثانی تک شرقی دیوار کے قریب نہیں پہنچے گا بلکہ بیچ حجرے کے قریب رہے گا۔ اس لئے کہ آخر آنگن بھی کچھ چوڑا رہا ہوگا۔ مدینہ طیبہ میں گرمیوں کے دنوں میں کبھی کبھی سایہ اصلی انگل دو انگل رہتا ہے۔

غرض کہ کسی تقدیر پر شوافع کا استدلال اس حدیث سے۔ دونوں مدعا میں سے کسی پر صحیح نہیں۔ نہ اس پر کہ مثل ثانی میں نماز پڑھی اور نہ اس پر کہ اول وقت پڑھی۔ اس لئے کہ ان کے یہاں اول وقت مثل ثانی کے شروع میں ہے۔ اور تقدیر مذکور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مثل ثالث میں نماز پڑھی۔ ہمارے مذہب کے مطابق بھی یہ نماز اول وقت میں نہ ہوئی اس لئے کہ حجرہ مبارکہ کے آگے آنگن نہ ہونے کی صورت میں مثل ثانی کے اختتام تک دھوپ تہائی حجرے سے کچھ آگے ہوگی۔ شرقی دیوار تک پہنچنے کے لئے ایک تہائی کے قریب حجرہ طے کرنا باقی ہے اور آگے آنگن مانئے تو آنگن جتنا چوڑا مانیں گے مثل ثانی کے بعد شرقی دیوار تک پہنچنے کے لئے اتنی اور مسافت طے کرنا باقی رہے گی۔ ہم اوپر بتا آئے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد کا اسلوب بتا رہا ہے کہ دھوپ شرقی دیوار تک پہنچی ہوتی البتہ ابھی دیوار پر چڑھی نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت کہ یہ نماز مثل ثالث کا معتد بہ حصہ گزرنے کے بعد پڑھی جاتی تھی نہ کہ اول وقت میں۔ اگرچہ ہمارے اس معروض میں کلام کی بہت گنجائش ہے مگر ہم مستدل نہیں مانع ہیں۔ مستدل امام شافعی ہیں۔ ایک مخالف احتمال بھی استدلال کی پوری عمارت ڈھا دیتا ہے۔

حدیث ۳۶۲

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ یَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَیَجِدُهُمْ یُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ۔ؑ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف میں جاتا تو انھیں نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

حدیث ۳۶۳

سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ یَقُوْلُ صَلَّیْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ یُصَلِّی الْعَصْرَ فَقُلْتُ یَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلَّیْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَهٗ۔عہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں نماز عصر پڑھتے پایا۔ میں نے عرض کیا اے چچا آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے فرمایا عصر۔ یہی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس نماز کے پڑھنے کا ہے ہم اسی وقت حضور کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

حدیث ۳۶۴

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ یَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰی قُبَاءَ فَیَاْتِیْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر جانے والا قبا تک جاتا اور وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند رہتا۔

حدیث ۳۶۵

حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَیَّةٌ فَیَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ لیتے تو بھی سورج بلند روشن رہتا اس کے بعد جانے والا

عہ اول مواقیت باب وقت صلوٰۃ العصر ص۷۸ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

عہ اول مواقیت الصلوٰۃ وقت العصر ص۷۸ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ۔ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ

عوالی تک جاتا وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند رہتا (امام زہری نے) کہا کہ مدینے سے بعض عوالی

عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ عہ

کا فاصلہ چار میل یا اس کے مثل ہے ۔

تشریحات (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵)

کنا نصلی یہ حدیث موقوف یا مرسل ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اس پر علامہ عینی نے لکھا ہے ۔ کہ صحابی کا یہ قول ہم ایسا کرتے تھے مرفوع کے حکم میں ہے .... بعض لوگوں نے کہا یہ حکما مرفوع ہے یہی امام حاکم کا مختار ہے۔ امام بخاری نے اسے جس طرح ذکر کیا ہے۔ وہ اس کی جانب مشعر ہے کہ یہ مسند ہے۔ اگرچہ صراحۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اضافت نہیں ۔ دار قطنی خطیب اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہ موقوف ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظا موقوف ہے مگر حکما مرفوع ہے۔ اس لئے کہ یہاں حضرت انس اسے استدلال کے لئے لائے ہیں۔ اس لئے اس پر محمول کرنا ضروری ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ اس مخصوص حدیث کے مرفوع ہونے پر یہ بھی دلیل ہے۔ کہ نسائی میں حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث یوں مروی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت پڑھ لیتے ۔ الخ

الیٰ بنی عمرو بن عوف یہ قبیلہ قبا میں رہتا تھا ۔ اس طرح اس حدیث اور حدیث ع۳۶۴ کا حاصل ایک ہوا ۔ فرق اس کے بعد ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد دیکھتے کہ وہ لوگ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور حدیث ع۳۶۴ میں ہے کہ سورج بلند رہتا۔ نسائی میں حضرت انس سے دو صاحبان نے روایت کی ہے۔ امام زہری نے اور امام اسحق بن عبداللہ نے دونوں "الی قباء"۔ تک متفق ہیں آگے یہ ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔ دوسرے نے کہا۔ اور سورج بلند رہتا۔ ان دونوں میں تعارض نہیں ۔ دونوں باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ۔ وہاں پہنچنے کے بعد انہیں نماز پڑھتے بھی پایا اور سورج بھی بلند تھا ۔ قبا شریف مسجد نبوی سے تین میل ہے ۔ ہم پہلے بتا آئے کہ متوسط رفتار سے تین میل پینتالیس منٹ میں طے کیا جا سکتا ہے۔ تو اگر فرض کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عہ اول مواقیت الصلوٰۃ باب وقت العصر ص۷۸ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ ۔

لہ جلد اول صلوٰۃ باب تعجیل العصر ص۸۸ ۔

مثل ثانی ختم ہونے کے بعد نماز پڑھی پھر کوئی قبا گیا تو بھی سورج بلند اور روشن ہو گا اور وہ وقت بھی عصر کا وقت غیر مکروہ ہے۔ اس وقت اگر اہل قبا عصر کی نماز پڑھتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر یہ بھی تصریح نہیں کہ جانے والا پیدل ہی جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے سواری سے جاتا ہو اور سواری کو دوڑا کر لے جاتا ہو۔ تو اور بھی کوئی الجھن نہیں رہتی۔

والشمس حیۃ اس کی تفسیر حضرت امام زہری سے ابو داؤد میں یہ مروی ہے کہ اس کی گرمی محسوس ہو۔ مراد یہی ہے کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوئی ہوتی۔

والعوالی عوالی، عالیہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی بلند کے ہیں۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ کے نواحی کا وہ حصہ ہے جو اپنے مقابل کے اعتبار سے بلند ہے۔ مدینہ طیبہ سے "نجد" کی جانب یعنی مشرقی حصے کو عالیہ کہتے ہیں اور اس کے مقابل تہامہ کی جانب جو مغربی حصے ہیں اسے "سافلہ" کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ امام زہری کا ارشاد ہے کہ "عوالی مدینہ طیبہ سے چار میل یا اس کے مثل ہے۔ یعنی کم و بیش چار میل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ انھوں نے دو یا تین بتایا۔ راوی نے یہ بھی کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی کہا۔ یا چار میل ہے۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ عوالی مدینہ طیبہ سے دو میل سے لے کر آٹھ میل تک ہے۔ قبا شریف بھی عوالی میں ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے اس لئے یہاں بولے تو العوالی ہیں مگر غالبًا مراد قبا شریف ہی ہے اس لئے ان روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہمارے مذہب کے معارض۔

کشمیری صاحب پر تعقب انوار الباری میں کشمیری صاحب کا یہ قول نقل کیا۔ مؤطا امام مالک میں سیر راکب کا ذکر آتا ہے اور بعض روایات میں سیر عنق بھی وارد ہے یعنی نماز عصر پڑھ کر سوار تیز رفتاری کے ساتھ دو تین فرسخ تک غروب سے قبل پہنچ سکتا تھا[۱] اتنی اونچی دوکان سے اتنا پھیکا پکوان۔

گفتگو ہو رہی ہے بخاری کی اس حدیث پر ـــ کہ عصر پڑھ کر جانے والا عوالی تک جاتا اور سورج بلند رہتا۔ آپ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ جانے والا پیدل نہ جاتا سوار ہو کر جاتا وہ بھی تیز رفتاری سے جاتا اور پیش کر رہے ہیں مؤطا کی وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ ایک سوار دو فرسنگ یا تین فرسنگ تک جاتا سورج ڈوبنے سے پہلے۔ کہاں عوالی کی بات اور کہاں فرسنگ دو فرسنگ چلنے کی بات کہاں یہ کہ سورج بلند چمکتا رہتا اور کہاں سورج ڈوبنے سے پہلے کی بات۔ اور سیر عنق والی حدیث میں نہ فرسنگ کا تذکرہ ہے اور نہ عوالی کا اور نہ سورج کے بلند اور روشن رہنے کا اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ عصر

---

[۱] حصہ دوازدہم ص۱۷۹

پڑھ کر سوار تیز رفتاری سے چلتا اور سورج ڈوبنے سے پہلے ذو الحلیفہ پہنچ جاتا[۱] مگر تحقیق شی دیگر ہے اور خام کار طلبہ پر دھونس جما لینا اور بات ہے۔

احناف کا مذہب

احناف کا مذہب یہ ہے کہ عصر میں تاخیر مستحب ہے اتنی کہ تمام سنن و مستحبات کے ساتھ ادا کی جا سکے پھر بھی وقت مکروہ کے علاوہ اتنا وقت بچے کہ اگر نماز میں کوئی فساد پیدا ہو جائے تو دوبارہ سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کی جا سکے ہماری مستدل یہ احادیث ہیں۔ (۱) حضرت علی بن شیبان کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (یہ دیکھا) کہ حضور عصر کی نماز دیر کر کے پڑھتے جب تک سورج سفید ستھرا رہتا[۲]

(۲) بیہقی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں عصر کے موخر کرنے کا حکم دیتے (۳) ترمذی[۳] میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں تم سے زیادہ جلدی کرتے تھے۔ اور تم عصر میں جلدی کرتے ہو۔

امام حاکم زیاد بن عبد اللہ نخعی سے راوی ہیں کہ ہم کوفے کی مسجد اعظم میں حضرت علی کے ساتھ بیٹھے تھے مؤذن آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین نماز عصر۔ فرمایا بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گیا پھر آیا اور وہی کہا۔ اس پر فرمایا یہ کتا ہم کو سنت سکھاتا ہے اس کے بعد ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ عصر سے فارغ ہو کر ہم اسی جگہ آئے جہاں پہلے بیٹھے تھے تو ہم گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے کہ شاید سورج ڈوب گیا ہے۔ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ عصر اس وقت پڑھ کہ سورج میں زردی نہ آئے وہ سفید چمکتا ہوا ہو[۴]

رہ گئیں وہ احادیث جن سے تعجیل مستفاد ہوتی ہے وہ عصر کا اول وقت بتانے کے لئے ہیں اور پھر ہمارے معارض بھی نہیں ہم نے کب یہ کہا ہے کہ اول وقت میں عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ یہی بتانے کے لئے کہ اول وقت میں عصر کی نماز مکروہ نہیں کبھی کبھی اول وقت میں عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔

۱؎ نسائی اول مواقیت الصلوٰۃ باب آخر وقت المغرب ص۹۱

۲؎ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ العصر ص۵۹

۳؎ ترمذی جلد اول صلوٰۃ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العصر ص۲۳

۴؎ وقت الصلوٰۃ ص۳

حدیث ۳۶۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ عـ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهُ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ مَالَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی ۔ گویا اس کے اہل، مال برباد ہوگئے ۔ ابوعبداللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا۔ قرآن مجید میں آیا ہے لن یترکم اعمالکم سورہ محمد ۴۷ اور اللہ تمہارے اعمال ہرگز ہرگز برباد نہ کرے گا۔ وترت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو اس کے کسی آدمی کو قتل کردے یا اس کے مال کو لیلے۔

حدیث ۳۶۷

عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ عـہ

ابوالملیح نے کہا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک جنگ میں بدلی والے دن میں تھے تو انھوں نے فرمایا۔ عصر کی نماز جلد پڑھ لو اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہوگیا۔

تشریح ۳۶۶

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیث میں جو لفظ (وُتِرَ) آیا ہے اس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانا یے دست و پا کرنا۔

تشریح ۳۶۷

ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ اگر بدلی ہو تو عصر کی نماز جلد پڑھنی مستحب ہے۔ بلکہ عشاء میں بھی تعجیل مستحب ہے۔

عـ اول مواقیت الصلوٰۃ باب اثم من فاتتہ العصر ص۷۸ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ۔ ترمذی مواقیت، نسائی مواقیت ابن ماجہ صلوٰۃ۔

عـہ اول صلوٰۃ مواقیت باب اثم من فاتتہ صلوٰۃ العصر ص۷۸ ایضا باب التبکیر بالصلوٰۃ فی یوم غیم ص۸۳ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۳۶۸ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ ؏

حضرت جریر بن عبداللہ (بجلی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور نے چاند کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا تم اپنے پروردگار کو یقیناً اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں ذرا بھی شک نہ کروگے پس اگر تم سے ہو سکے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے کی اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے کی نماز پر مغلوب نہ ہو تو ضرور انھیں ادا کرلو پھر حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی آفتاب نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح کرو اسکی حمد کے ساتھ۔ اسماعیل یعنی امام بخاری نے کہا افعلوا کا مطلب یہ ہے کہ تم سے یہ نمازیں فوت نہ ہوں۔

تشریحات ۳۶۸

تضامون اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک تا رکا ضمہ اور میم ساکن (اس کا مادہ ضیم ہے) جس کے معنی تعب زحمت، دقت، مشقت ہے۔ دوسرے تاء کے فتحہ کے ساتھ اور میم مشدد اس کا مادہ ضم ہے۔ ملا معنی یہ ہوئے کہ ایک دوسرے پر گرو پڑو گے نہیں۔

لیلۃ بخاری[1] ہی کی دوسری روایت میں یہ زائد ہے لیلۃ البدر، اور تفسیر میں لیلۃ اربع عشرۃ، زائد ہے۔ یعنی چودھویں رات کو۔ نیز مسلم[2] میں بھی اسی کے مثل ہے۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر میں ابن شہاب زہری سے اور کتاب التوحید میں ہے سترون ربکم عیانا۔ تم لوگ اپنے پروردگار کو کھلے بند دیکھو گے۔

سترون ربکم اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قیامت کے دن مومنین کو اللہ عزوجل

؏ جلد اول صلوٰۃ مواقیت باب فضل صلوٰۃ العصر ص۷۹ ایضا باب فضل صلوٰۃ الفجر ص۸۱ جلد ثانی تفسیر باب قولہ فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ص۷۱۹ توحید باب قولہ عزوجل وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ص۱۱۰۵ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد سنۃ نسائی ابن ماجہ سنۃ۔

[1] بخاری جلد اول مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الفجر ص۸۱۔

[2] مسلم جلد اول باب بیان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس ص۲۲۸۔

کا دیدار ہوگا۔ اور چشم سر سے ہوگا۔ روافض معتزلہ، بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رویت باری تعالیٰ کی احادیث بیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ جو لفظًا نہیں تو معنیً ضرور مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ بہت سے منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔

كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۝ ہاں یہ لوگ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

جب کفار دیدار خداوندی سے محروم ہوں گے تو ثابت کہ مومن سرفراز ہونگے۔

روافض کے مستدلات

۱: قرآن مجید میں ہے۔ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ یُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ

اس کا جواب یہ ہے کہ۔ اس سے مراد احاطہ بالبصر ہے۔ یعنی آنکھیں اللہ عزوجل کو اپنی شعاعوں سے مکمل طور پر گھیر نہیں سکتیں۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی تمنا پیش کی تو ارشاد ہوا۔ لَنۡ تَرٰىنِیۡ۔ اور لن دوامی نفی کے لئے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہی غلط ہے کہ لَنۡ دوامی نفی کے لئے آتا ہے۔ ارشاد ہے ولن یتمنوہ۔ بقرہ ۵ یہود موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے۔ حالانکہ قیامت کے دن دیگر کفار کی طرح یہ بھی تمنا کریں گے۔ عرض کریں گے۔ یٰلَیۡتَنِیۡ كُنۡتُ تُرٰبًا۔ اے کاش کہ میں مٹی ہو جاتا۔

۳: ارشاد ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡیًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا۔ شوریٰ ۵۱

کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اللہ عزوجل سے کلام کرے سوائے اس کے کہ بطور وحی ہو یا یہ کہ یہ بشر پردہ جلال کے ادھر ہو یا یہ کہ کوئی فرشتہ بھیجے۔ جب کلام کرنے کے وقت کوئی انسان اللہ عزوجل کو نہیں دیکھ سکتا تو دوسرے اوقات میں بدرجہ اولیٰ نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دُنیا کے ساتھ خاص ہے۔

۴: بنی اسرائیل نے جب یہ خواہش کی۔ اَرِنَا اللّٰهَ جَهۡرَةً۔ النساء ۵ اللہ عزوجل کو ہمیں کھلے بند دکھائیے ان پر عذاب آیا۔ اگر یہ ممکن تھا تو عذاب کیوں آیا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ ان کا یہ سوال سرکشی اور عناد کی بنیاد پر تھا اس لئے مبتلائے عذاب ہوئے۔ ان کا یہ سوال بالکل اسی طرح ہے جیسے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا تھا۔ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِیۡرًا۔ فرقان ۵ کیوں نہیں ہم پر فرشتے اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے۔ یہ اپنے جی میں بہت اونچی اڑان اڑے۔ حد درجہ سرکشی کی۔ کیا فرشتوں کا اترنا بھی ناممکن ہے۔

روافض وغیرہ اپنے اس عقیدے پر نقلی دلیلوں سے عاجز آکر یہ کہتے ہیں کہ عقلاً دیکھنے کے لئے آٹھ باتیں ضروری

حدیث ۳۶۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے

ہیں۔ نظر کا درست رہنا۔ دیکھی جانے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا دیکھنا صحیح ہو سکے۔ رائی مرئی آمنے سامنے ہوں یا آمنے سامنے کے حکم میں ہوں۔ جیسے اعراض کہ یہ جسم کے مقابل نہیں۔ اس لئے کہ عرض جسم کے مقابل نہیں ہو سکتا مگر چونکہ اعراض جسم میں حلول کئے ہوئے ہیں اور جسم رائی کے مقابل ہے تو اعراض پر یہ حکم کرنا کہ وہ بھی رائی کے مقابل میں ہیں صحیح ہے۔ مرئی چیز رائی کے بہت قریب نہ ہو۔ اور غایت دوری پر بھی نہ ہو۔ اور نہ بہت زیادہ چھوٹی ہو اور نہ بہت زیادہ باریک اور یہ کہ رائی اور مرئی کے مابین حجاب نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر کی چھ شرطیں جسم اور جو چیزیں جسم کے حکم میں ہوں۔ انھیں دیکھنے کے لئے شرط ہیں اور اللہ عز وجل نہ جسم ہے اور نہ جسم کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کے دیدار کے لئے ان شرائط کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ دو پہلی والی شرط ضروری ہے یعنی آنکھ کا صحیح وسالم ہونا اور مرئی کا ایسا ہونا کہ اس کا دیکھنا صحیح ہو۔ رویت باری تعالیٰ میں یہ دونوں شرطیں حاصل ہیں اس لئے باری عز اسمہٗ کی رویت کے امکان پر کوئی استحالہ نہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اس کا دیدار بلاکیف ہوگا۔ دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ دیکھنے والے سے کچھ فاصلے پر ہوتی ہے۔ وہاں یہ نہیں۔ نیز اس کا دیدار بلاجہت ہوگا۔ جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ دیکھنے والے کے آگے اوپر نیچے دائیں بائیں ہوتی ہے۔ رویت باری اس سے منزہ اور پاک ہے۔ رہا یہ کہ پھر کیسے دیکھیں گے۔ یہی تو کہا جا رہا ہے کہ اس کے دکھائی دینے میں کیسے کیوں کر کو کوئی دخل نہیں۔ انشاء اللہ جب دیکھیں گے تو بتا دیں گے۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ عز وجل تک عقل کی رسائی نہیں اسی طرح اس کے صفات تک رسائی نہیں۔

دنیا میں اللہ عز وجل کا دیدار بیداری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع ہوگا۔ قلبی دیدار یا خواب میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ اولیاء کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی[1] کافروں کو اللہ عز وجل کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ منافقین کو بھی نصیب نہ ہوگا اگرچہ اس امت کے منافق ہوں۔

ثم قرأ اس کے فاعل حضرت جریر ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، ثم قرأ جریر[2]

تشریحات ۳۶۹

یتعاقبون جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کی حفاظت اور ان کے نامۂ اعمال لکھنے کے لئے مقرر ہیں لیکن قاضی عیاض نے فرمایا

---

[1] بہار شریعت حصہ اول ص۸ [2] مسلم جلد اول ص۲۲۹

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ

علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فرشتے رات میں اور کچھ فرشتے دن میں یکے بعد دیگرے

وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا

آتے رہتے ہیں۔ اور نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے جو تم میں رات

فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ

بھر رہے اوپر جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حال کو خوب جانتا ہے تم نے میرے بندوں

تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ عـه

کو کس حال میں چھوڑا تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے پاس جب گئے تو بھی وہ نماز میں مشغول تھے

کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ محافظین اور کاتبین کے علاوہ اور فرشتے ہوں ان کا قیاس اس پر قائم ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے بنی آدم پر تعریض کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ۔ بقرہ ۳۰ کیا زمین میں ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد مچائیں گے اور خوں ریزیاں کریں گے۔ اسی پر توبیخ کے لئے اللہ عزوجل ان سے پوچھے گا کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا غایت کرم اور اس کی انتہائی مہربانی ہے کہ ان فرشتوں پر ہمارے معاصی کی اطلاع نہیں ہوتی اب یہ بات کراماً کاتبین پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کراماً کاتبین میں سے ایک برائیاں لکھتا ہے تو کم از کم ان میں سے ایک انسان کے معاصی پر ضرور مطلع ہوتا ہے رہ گئے محافظین تو کسی وقت انسان سے جدا نہیں ہوتے لامحالہ وہ بھی برائیوں پر مطلع ہوتے ہوں گے۔ اس لئے اس حدیث سے نہ تو مراد محافظین ہیں اور نہ کراماً کاتبین۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ اس حدیث کی اس پر قطعاً کوئی دلالت نہیں۔ کہ یہ فرشتے معاصی پر مطلع نہیں ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ہم پر شفقت کی وجہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض نہیں کرتے۔ حدیث میں اللہ عزوجل کا جو سوال مذکور ہے وہ یہ ہے "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ چوں کہ نمازیوں کو انھوں نے نماز پڑھتے چھوڑا تھا وہی عرض کردیں گے اگر اللہ عزوجل کا سوال یہ ہوتا کہ میرے بندوں نے دن بھر کیا کیا؟ یا رات بھر کیا کیا؟ پھر وہ اتنا ہی عرض کرتے تو امام قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کے استدلال کی گنجائش تھی ۔ پھر غور طلب بات یہ ہے کہ فرض

عـه اول صلوٰۃ مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ العصر ص۷۹ ذکر الملائکہ ص۴۵۷ ثانی توحید باب قول اللہ عزوجل تعرج الملائکۃ والروح الیہ ص۱۱۰۵ ایضاً باب کلام الرب مع جبرئیل ص۱۱۱۵ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

کیجئے کوئی بندہ اس وقت گناہ کر رہا ہو تو وہ فرشتے اس کے بارے میں کیا عرض کریں گے اور بے نمازیوں یا جس نے عصر کی نماز قضا کی اس کے بارے میں کیا عرض کریں گے اس لئے خادم کے نزدیک جمہور کی رائے صحیح ہے۔ اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔

لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (رعد ۱۱) — آدمی کے آگے اور پیچھے کچھ فرشتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ان کی تعداد کتنی ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں دو، چار، پانچ، دس، ایک سو ساٹھ، وغیرہ۔ حدیث میں ملائکہ جمع ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں معقبات بھی جمع وارد ہے۔ اقل جمع تین ہے اس لئے دو کا قول ساقط اگرچہ کبھی کبھی جمع کا اطلاق ما فوق الواحد پر بھی ہوتا ہے مگر یہ خلاف اصل ہے [۱]

مشہور یہ ہے کہ کاتب سیئات، جماع اور قضائے حاجت اور نماز کے وقت علیحدہ ہو جاتے ہیں بلکہ شرح جوہر کبیر میں علامہ لقانی نے لکھا ہے کہ اس حالت میں دونوں فرشتے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس حالت میں بندہ جو کچھ کرتا ہے اسے خاص علامتوں کے ذریعے لکھ لیتے ہیں۔ اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس پر انھوں نے کوئی دلیل نہیں پیش کی اور یہی حلیہ میں علامہ حلبی نے بھی لکھا ہے۔ اس پر کچھ لوگوں نے اس حدیث سے دلیل پیش کی تھی کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے اے مجھ پر مقرر کئے ہوئے فرشتو! یہاں بیٹھو میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ بیت الخلاء میں کوئی بات نہیں کروں گا اس کے جواب میں صاحب حلیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

بانو ۱ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر صرف وہی فرشتے جاتے ہیں جو رات کو بندوں کے ساتھ رہتے ہیں لیکن واقع میں ایسا نہیں کلام کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ دو متقابل باتوں میں سے ایک کو ذکر کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ ایک کے ذکر سے دوسرا مستفاد ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل آیت ۸۱) اور تمھارے لئے لباس بنائے جو تم کو گرمی سے بچائے۔ حالاں کہ لباس جاڑے سے بھی بچاتا ہے مگر صرف گرمی سے بچانے کو ذکر فرمایا جس سے بطور التزام جاڑے سے بچانا ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں صرف رات کے فرشتوں کے جانے کا ذکر فرمایا مگر جب کہ پہلے یہ مذکور ہو چکا ہے کہ دن کے فرشتے اور رات کے فرشتے باری باری آتے جاتے ہیں تو اس سے بھی بطور التزام یہ ثابت ہو گیا کہ دن کے فرشتے بھی عصر کے وقت بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

---

[۱] شامی جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۳۷۰

اس حدیث سے نماز فجر اور عصر کی یہ عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ ان دونوں نمازوں کے وقت رات اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ نیز اس سے بھی عظیم یہ فضیلت ثابت ہوئی کہ ان نمازوں کے وقت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نمازیوں کا ذکرِ خیر ہوتا ہے۔

وھو اعلم بھم اس سے معلوم ہوا کہ سوال اس کی دلیل نہیں ہے کہ سائل مسئول عنہ سے ناواقف ہے۔ واقف ہوتے ہوئے بھی کبھی کبھی کچھ مصلحتوں کی بنا پر سوال کیا جاتا ہے۔ اسی سے وہابیوں کی جہالت ظاہر ہوئی کہ احادیث میں اگر کہیں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی سوال کیا تو کہہ دیتے ہیں کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو کیوں پوچھتے۔ اس سوال میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے خیر کی شہادت دیں اور فرشتوں کو یہ تلقین بھی کرنا ہے کہ ان بندوں پر مہربانی کریں نیز یہ کہ جو انھوں نے کہا تھا۔ کیا تو زمین میں ایسے لوگوں کو اپنا نائب بنائے گا جو زمین میں فساد مچائیں گے اور خوں ریزیاں کریں گے حالاں کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس اور حمد کرتے ہیں اس کا فرشتوں کو جواب دینا مقصود ہے کہ تم علائق دنیوی سے منزہ ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہو اور میرے یہ بندے علائق دنیوی کے باوجود میری تسبیح و تقدیس اور حمد کرتے ہیں۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے فرمایا۔ جب فجر کی فضیلت کا باب قائم کیا تو وہاں بھی اس حدیث کو نہیں لائے اور صرف آیت کریمہ " اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا " ذکر کیا[1] آپ حضرات بخاری شریف مطالعہ کریں انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ اس باب میں اس آیت کا بھی ذکر نہیں۔ اور اگر کشمیری صاحب کی مراد، کتاب الاذان میں جو باب "فضل صلوٰۃ الفجر بالجماعۃ" ہے وہ ہے ــــ تو وہاں یہ حدیث بھی ہے اگرچہ بالاختصار ہے ــــ اور آیت امام بخاری نے نہیں ذکر کی ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ نے خود حدیث بیان کرکے فرمایا کہ ــــ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھو ــــ دیکھئے ص۹۱ کشمیری صاحب کی دونوں باتیں غلط ہوئیں ــــ انھوں نے کہا کہ امام بخاری یہ حدیث نہیں لائے حالانکہ لائے ــــ انھوں نے کہا کہ صرف آیت مذکورہ ذکر کی ــــ حالانکہ امام بخاری نے یہ آیت نہیں ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے بیان فرمایا ہے ــــ

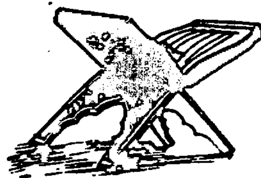

[1] انوار الباری دوازدہم ص۱۸۵

حدیث ۳۷۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے عصر کا ایک سجدہ پالو تو اپنی نماز پوری کرلو۔ اور جب تم سورج نکلنے سے پہلے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالو تو اپنی نماز پوری کرلو۔

تشریحات ۳۷۰

سجدۃ اس سے مراد رکعت ہے جیسا کہ بخاری لہ ہی میں خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے بجائے "سجدۃ" کے "رکعۃ" بھی مروی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کا کچھ بھی حصہ ملا تو اس کے لئے یہ حکم ہے۔ نماز عصر کے بارے میں اجماع ہے کہ اگر کسی نے سورج ڈوبنے سے پہلے شروع کی اور نماز پوری ہونے سے پہلے پہلے سورج ڈوب گیا تو وہ اپنی نماز پوری کرلے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس میں سر یہ ہے کہ اس نے نماز وقت مکروہ میں شروع کی تھی اور وقت مکروہ ہی میں پوری کی۔ ناقص شروع کی تھی ناقص ادا ہوئی۔ نماز صبح کے بارے میں بھی امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہ کا یہی مذہب ہے مگر ہمارے یہاں حکم یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔

اسی مسئلے کو لے کر آج کل کے غیر مقلدین احناف کے متعلق بہت کچھ زہر اگلتے ہیں۔ اس لئے ہم اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر رہے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان اوقات میں نماز سے ممانعت اتنی کثرت سے مروی ہے کہ اتنی کثرت ان اوقات میں نماز کے مباح ہونے کی روایات کی نہیں ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ان اوقات میں نماز کا مباح ہونا ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ممانعت وارد ہے وہ اس طرح کہ یہاں محرّم اور مبیح دونوں اکٹھے ہیں اور جب محرّم اور مبیح اکٹھے ہوں گے تو ترجیح محرّم کو ہوگی وہ اس طرح کہ ناسخ کا متاخر ہونا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حرمت اباحت سے متاخر ہے۔ اس لئے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور تحریم عارض ہے اس لئے تحریم متاخر ہوگی اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ مبیح اور محرّم میں اجتماع کے وقت مبیح محرّم سے متاخر ہو ورنہ دو مرتبہ نسخ لازم آئے گا

عہ اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر ص۷۹ من ادرک رکعۃ من الفجر ص۸۲ نسائی صلوٰۃ۔

لہ اول مواقیت باب من ادرک من الفجر رکعۃ ص۸۲

یہ اس طور پر کہ جب اصل اشیاء میں اباحت ہے تو وہ چیز پہلے مباح رہی ہوگی پھر تحریم کے حکم کے بعد اباحت منسوخ ہوگئی اب اس کے بعد پھر اگر کوئی اباحت کا حکم آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حرمت منسوخ ہوگئی اب ہوا یہ کہ ایک مرتبہ مُحَرِّم نے اباحت اصلیہ کو منسوخ کیا پھر مُحَرِّم کو بعد والے مُبیح نے منسوخ کیا اس طرح نسخ دو دفعہ لازم آیا۔

اقول و باللہ التوفیق ـــ یہی تقریر امام ابوجعفر طحاوی نے بھی شرح معانی الآثار میں کی ہے۔ مگر مجھے اس میں کلام ہے اوّلاً اباحت اصلیہ کا ارتفاع نسخ نہیں۔ کہ مُبیح کے بعد مُحَرِّم ہو تو نسخ مرتین لازم آئے گا جیسا کہ قبلہ کے بارے میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آنے سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اہل عرب کا دستور تھا۔ پھر جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ بنائیں پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ یہاں نسخ مرتین نہیں۔ صرف اس لئے کہ مکہ معظمہ میں کعبے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا بغیر حکم خداوندی کے تھا اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ مدینہ طیبہ میں جب بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم ہوا تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے من جانب اللہ کوئی قبلہ متعین نہیں تھا مدینہ طیبہ میں اس کا تصریحی حکم نازل ہوا پھر یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اس کو یوں سمجھئے کہ نسخ کے لئے کوئی سابق حکم ضروری ہے اور یہاں پہلے سے کوئی حکم تھا ہی نہیں کہ منسوخ ہو۔ ثانیاً جب یہ حدیث اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی حدیث سے منسوخ ہوگئی اور منسوخ پر عمل جائز نہیں تو چاہیئے کہ اس صورت میں عصر کی بھی نماز صحیح نہ ہو فاسد ہو جائے حالانکہ ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ نماز عصر اس صورت میں بھی صحیح ہے۔

صحیح توجیہ یہ ہے کہ یہ احادیث اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی حدیث کے معارض ہیں اور دونوں کی تطبیق کی کوئی صورت نہیں تو ہم نے قیاس پر عمل کیا جیسا کہ ہم احناف کا اصول ہے اور جس کی صحت دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ اصول فقہ میں مبرہن ہے قیاس اس کا مقتضی ہے کہ فجر کی نماز اس صورت میں فاسد ہو جائے اور عصر کی نماز صحیح ہو جائے وہ اس طرح کہ فجر کی نماز میں کوئی وقت مکروہ نہیں یعنی اس کا کوئی وقت ناقص نہیں۔ پورا کا پورا کامل ہے بخلاف عصر کے کہ اس کا اخیر وقت جبکہ سورج میں زردی پیدا ہو جائے مکروہ اور ناقص ہے اور نماز کا سبب وجوب وقت کا وہ جز ہے جو ادا کے مقارن ہو وہ اس طرح کہ اوقات نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہیں یعنی جیسے روزہ دن بھر رکھنا فرض ہے اس طرح نماز پورے اوقات میں پڑھنا فرض نہیں۔ بلکہ وقت کے کسی بھی جز میں پڑھیں نماز صحیح ہو جائے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر نماز کو اوقات کے لئے معیار مانیں تو ادا کی وقت سے تاخیر لازم آئے گی۔ اس لئے یہ متعین ہے کہ وقت کا کچھ جز سبب وجوب ہے اور یہ ابتداءً وقت کا پہلا جز ہے اب اگر ادا اسی جز سے متصل رہی تو سببیت جزء اول کی باقی رہی ورنہ یہ سببیت جزء اول سے

حدیث ۳۷۱

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاءُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ

تعالیٰ علیہ وسلم سے انھوں نے سنا فرماتے تھے۔ تمہارا دنیا میں رہنا اگلی امتوں کی بہ نسبت ایسے ہی ہے

كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ اُوْتِيَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ

جیسے عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی

التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِيْرَاطًا

انھوں نے عمل کیا یہاں تک کہ دو پہر کا وقت ہوا تو تھک گئے ان کو ایک ایک قیراط

جزء ثانی پھر جزء ثانی سے جزء ثالث حتی کہ درجہ بدرجہ وقت آخر تک منتقل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ وقت کا اتنا جزء باقی رہ جائے جسمیں تحریمہ باندھی جاسکے اب اگر یہ جزء اخیر کامل ہے ناقص اور مکروہ نہیں جیسا کہ فجر میں ہے تو مصلی پر نماز کا کامل طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ اب اگر سورج نکل آیا اور نماز پوری نہیں ہوئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ نماز واجب ہوئی تھی کامل۔ اور سورج نکلنے کے بعد وقت آگیا ناقص مکروہ۔ تو اب بقیہ نماز ادا ہوگی ناقص۔ جو چیز کامل واجب ہوتی ہے تو ناقص ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتی جیسے کسی نے روزے کی مطلق منت مانی یا اس کے ذمہ قضا کا روزہ تھا یہ روزہ عید کے دن یا ایام نحر و تشریق میں کوئی رکھے تو روزہ ادا نہ ہوگا۔ اور عصر میں چونکہ نماز وقت ناقص اور مکروہ میں شروع کی اور یہی اس کا سبب بنا تو ناقص واجب ہوئی اس لئے کہ نقصان سبب نقصان مسبب میں موثر ہے جب سورج ڈوب گیا تو وقت ناقص ختم ہوگیا وقت کامل آگیا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ واجب ہوئی تھی ناقص اور اس کا کچھ جزء وقت کامل میں ادا کیا گیا یہ فساد کا موجب نہیں جیسے کسی نے صوم نحر کی منت مانی اور اسے علاوہ ایام ممنوعہ کے کسی دن ادا کر لیا۔ یہ قیاس پر عمل نہیں بلکہ قیاس سے عصر کے بارے میں زیر بحث حدیث کو ترجیح دی گئی اور فجر کے بارے میں اُس حدیث کو جن میں اوقات ثلثہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے یہ ترک حدیث نہیں ہوا بلکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوگیا اپنے اپنے موقع کے اعتبار سے بخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ اس حدیث پر تو عمل کرتے ہیں اور اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی احادیث کو ترک کرتے ہیں۔

تشریحات ۳۷۱ ـ ۳۷۲

۱ انما بقاء کم فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کی بقاء امم سابقہ کے زمانہ میں واقع ہوئی حالانکہ ایسا نہیں۔ علامہ ابن حجر نے یہ توجیہ فرمائی کہ فی معنی میں الی کے ہے اور

قِيرَاطًا ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا

دیا گیا پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی۔ انھوں نے عصر کی نماز تک کام کیا پھر تھک گئے

فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوتِينَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ

تو ان کو بھی ایک ایک قیراط دیا گیا پھر ہم کو قرآن دیا گیا اور ہم نے سورج ڈوبنے تک

فَأُعْطِينَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ

کام کیا۔ تو ہمیں دو دو قیراط دیا گیا۔ اس پر اہل توریت و انجیل کہنے لگے اے ہمارے رب تو نے ان لوگوں کو دو دو

قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ

قیراط عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو (صرف) ایک ایک قیراط عطا فرمایا حالانکہ ہم نے ان لوگوں سے زیادہ

عَمَلًا۔ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا

کام کیا۔ اللہ عز وجل نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مزدوری میں کچھ کمی ہے انھوں نے عرض کیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

لَا قَالَ وَهُوَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ ؏

نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں۔

حدیث ۳۷۲ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ

کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو مزدوری پر رکھا کہ اس کے

عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ

لئے رات تک کام کریں انھوں نے دو پہر تک کام کیا پھر کہا ہمیں تیری مزدوری کی ضرورت نہیں۔ اب اس شخص نے

بقار اور کما سے پہلے نسبت محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ تمہاری بقار کی نسبت امم ماضیہ کے اعتبار سے وہی ہے جو عصر کے وقت کو پورے دن سے حاصل ہے یہ حدیث احناف کی مؤید ہے کہ عصر کا وقت

؏ جلد اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب ص۷۹ اجارہ باب الاجارۃ الی صلوۃ العصر ص۳۰۲ الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۱ ثانی۔ فضائل القرآن باب فضل القرآن علی سائر الکلام ص۷۵۱ توحید باب قولہ عزوجل قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ مسلم ترمذی۔

فَاسْتَاجَرَ آخَرِيْنَ فَقَالَ اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ فَعَمِلُوْا

دوسرے لوگوں کو مزدوری پر رکھا اور کہا جتنا دن باقی ہے تم اس میں کام کرو اور تمہارے لئے وہی مزدوری ہے جو میں نے

حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنُ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَاجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا

مقرر کی ہے۔ انھوں نے بھی کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو انھوں نے کہا۔ جو کچھ ہم نے کیا وہ تمہارا (ہمیں چھٹی دو)

بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ عــہ

پھر اس شخص نے دوسروں کو مزدوری پر رکھا انھوں نے باقی دن کام کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا انھوں نے دونوں فریقوں کے برابر مزدوری حاصل کی۔

دو مثل گزرنے کے بعد ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کی تین تقسیم فرمائی۔ ایک صبح سے دوپہر تک دوسرے دوپہر سے عصر تک اور تیسرے عصر سے لے کر مغرب تک۔ یہود نے دوپہر تک کام کیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کے وقت تک اور ان دونوں نے یہ شکایت کی کہ ہم نے اس امت کی بہ نسبت زیادہ کام کیا۔ یہ اسی وقت درست ہوگا جب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ مانا جائے اس کی صورت کی سبیل صرف یہی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد ہو ورنہ اگر ظہر کا وقت صرف مثل اول تک مانا جائے اور عصر کا وقت مثل ثانی سے غروب آفتاب تک تو بعض موسموں میں عصر کا وقت ظہر سے زیادہ ہو جائے گا یا کم از کم برابر ہوگا اور یہ تاویل کرنی کہ محض اکثر عملا اپنے مشترکہ وقت کے لحاظ سے کہا ہے یا یہ کہا کہ اکثر عملاً سے مراد تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنا ہے۔ سیاق حدیث کے خلاف ہے۔

التوراۃ بعض لوگوں نے کہا یہ الوراء سے مشتق ہے تفعلۃ کے وزن پر اور انجیل نجل سے مشتق ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ دونوں عجمی کلمے ہیں۔ عربی نہیں۔ امام حسن بصری کی قرارت اَنجیل ہے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ یہ اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اَفعیل کا وزن عرب کی زبان میں نہیں۔

عجزوا اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے طے یہ تھا کہ دن بھر کام کریں گے اور ان لوگوں نے دن بھر کام نہیں کیا۔ ایک فریق نے دوپہر تک کام کیا پھر انکار کر دیا دوسرے نے عصر کے وقت تک کام کیا اور انکار کر دیا۔

قیراط قیراط اصل میں قِرّاط تھا اس لئے کہ اس کی جمع قراریط آتی ہے جیسے دینار اصل میں دِنّار تھا اس کی جمع دنانیر آتی ہے۔ قیراط میں را اول کو، دینار میں نون اول کو خلاف قیاس یا سے بدل دیا۔ قاموس میں ہے کہ قیراط کا وزن مختلف بلا دمیں مختلف ہے۔ مکہ معظمہ میں دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے اور ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا تو قیراط ڈیڑھ رتی کا ہوا اور عراق میں قیراط دینار کا

عــہ اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب ص۷۹ اجارہ باب الاجارۃ الی صلوۃ العصر ص۳۰۲ -

بیسواں حصہ ہے اب قیراط پونے دو رتی سے کچھ زیادہ ہوگا۔ غیاث اللغات میں ہے کہ اکثر کا مختار یہ قول ہے کہ قیراط آدھے دانگ کا ہے اور ایک دانگ آٹھ جو کا، اس حساب سے قیراط چار جو کا ہوا۔ علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قیراط نصف دانگ ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ایک کام کرنے والے کو ایک ایک قیراط چاندی دی گئی۔

ایک شبہے کا ازالہ بعض محدثین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس امت کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہزار سال ہے وہ اس طرح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کے دو حصے کئے۔ نصف اول یہود کے لئے ان کی مدت ایک ہزار چھ سو سال اور کچھ زیادہ تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نصف آخر کو نصاریٰ اور مسلمانوں کیلئے کیا۔ نصاریٰ کی مدت چھ سو سال ہے اب مسلمانوں کیلئے ہزار سال بچا۔ علامہ عینی نے اس پر اعتراض فرمایا کہ مدت فترت میں اختلاف ہے امام حاکم نے اکلیل میں فرمایا کہ ایک سو پچیس سال ہے اور کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ چار سو سال۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ سو چالیس سال۔ امام ضحاک سے مروی ہے کہ چار سو تیس سے کچھ اوپر۔ جب فترت کا زمانہ ہی متعین نہیں تو نصاریٰ کے مدت کی تعیین مشکل ہے۔

اقول۔ اگر حدیث کا مذکورہ بالا مطلب لیا جائے تو قول مذکور اس حدیث کے معارض ہوگا اسلئے کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کر رہی ہے کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ سے کم ہے اور اس استدلال کی بنا پر لازم آئے گا کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ سے زیادہ ہو۔ نصاریٰ کا زمانہ صرف چھ سو سال اور مسلمانوں کا ایک ہزار سال۔ ویسے علامہ سہیلی نے حضرت ابن عباس سے ایک حدیث موقوف ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دنیا سات دن ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ ایک دوسری حدیث میں بھی ایسے ہی آیا ہے کہ دنیا سات ہزار سال کی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اسی بنا پر ایک ہزار سال پورے ہونے سے پہلے کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ۱۰۰۰ھ ہجری کے اختتام پر قیامت آجائے گی جس کے رد میں علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا تھا "الکشف بتجاوز الامۃ عن الالف" اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ عز وجل اپنے کرم سے میری امت کو نصف یوم اور عطا فرمائے گا۔ اس حساب سے پندرہویں صدی کے اختتام پر قیامت آنی چاہیئے۔ پندرہویں صدی شروع ہو بھی گئی لیکن اشراط کبریٰ میں سے کسی ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کرم سے بعید نہیں کہ وہ اس امت کو اور بھی مدت عطا فرمائے۔

عن ابی موسیٰ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اہل توراۃ نے دوپہر تک کام کیا اور عاجز ہو گئے اور اہل انجیل نے دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کیا

اور عاجز آگئے اس پر ہر ایک کو ایک ایک قیراط دیا گیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یہود نے یہ کہا کہ تمہاری مزدوری کی ہمیں حاجت نہیں اور نصاریٰ نے کہا جو ہم نے کیا وہ تیرے لئے ہے یعنی ہمیں مزدوری نہیں چاہیئے یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو حدیثیں الگ الگ ہیں یہی علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے ہے اور یہی ظاہر بھی ہے ابن رشد نے کہا کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ وہ کام کرنے سے عاجز آگئے تھے اس لئے ان کو کچھ اجرت ملی اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر عذر کی وجہ سے مامور بہ ادا نہ ہوسکے تو کوئی مواخذہ نہیں بلکہ تھوڑے بہت اجر کا بھی مستحق ہوگا۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ وہ کام کرنے سے عاجز نہیں ہوئے تھے کاہلی یا سستی کی وجہ سے کام سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے ان کو مزدوری نہیں ملی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرارت یا کاہلی کی وجہ سے جو مامور بہ ادا نہیں کرے گا وہ ثواب کا مستحق نہیں ۔۔۔ اقول وباللہ التوفیق۔ علامہ ابن حجر قدس سرہ کے اس ارشاد سے کہ یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ اصل اشکال دفع نہ ہوا کہ دونوں میں تعارض ہے۔ اس لئے اصل جواب یہ ہے کہ دونوں میں کچھ اختصار۔ اور کچھ تفصیل ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ ان دونوں کو کتنی مزدوری ملی مگر یہ مذکور نہیں کہ عاجز آنے کے بعد کیا کہہ کے کام چھوڑا۔ اور حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں مزدوری کا ذکر نہیں مگر یہ مذکور ہے کہ انھوں نے کام کیا کہہ کے چھوڑا تھا۔ دونوں کو ملائیے تو پوری حدیث یہ ہوئی۔ کہ یہود صبح سے دوپہر تک اور نصاریٰ دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کرکے تھک گئے اور یہ کہا کہ تمہاری مزدوری کی ہم کو حاجت نہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ تمہارا ہے۔ مستاجر نے از راہ کرم ان لوگوں کو ایک ایک قیراط دیا۔

باب سے مطابقت امام بخاری نے یہاں یہ باب باندھا ہے من ادرک رکعۃ من العصر قبل المغرب۔ جس نے مغرب سے پہلے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی (اس کا حکم کیا ہے) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے؟ علامہ ابن حجر نے یہ مناسبت بیان فرمائی کہ مھلب نے کہا۔ امام بخاری اس حدیث کو اس ترجمے میں اس لئے لائے ہیں کہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ کبھی تھوڑا کام کرنے پر پورا اجر ملتا ہے جیسے اس امت نے عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا اور مزدوری دن بھر کے کام کی ملی۔ اسی کی مثل یہ بھی ہے کہ کسی نے عصر کی ایک رکعت پائی اور سورج ڈوب گیا۔ تو بقیہ تین رکعتیں قضا ہوگئیں مگر اس کو ثواب پوری نماز کا ملا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس میں یہ بھی اضافہ کرلیا جائے کہ اللہ عزوجل کے جس فضل نے عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک کے کام کو پورے دن کے کام کے قائم مقام کیا وہی اس کا مقتضی ہے کہ عصر کی ایک رکعت پوری نماز کے قائم مقام کر دے۔ دونوں میں قدرے مشترک یہ ہے کہ بعض عمل پورے کے قائم مقام ہے۔

۱۲۲ ت وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ[ع]

امام عطار نے فرمایا۔ بیمار مغرب اور عشار کے مابین جمع کرے۔

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری[۱] میں ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ میری امت کے لئے نصف یوم ہے۔ میں نے ابن ماجہ کا ایک ایک ورق دیکھ ڈالا مگر ابن ماجہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں۔ ہاں ابو داؤد[۲] میں ہے صرف اتنا۔ کہ اللہ عزوجل اس امت کو نصف یوم سے عاجز نہیں فرمائے گا نیز یہ بھی ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے حضور اس سے عاجز نہیں ہوگی کہ اسے نصف یوم تک موخر فرمائے۔ راوی حدیث حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے؟ فرمایا۔ پانچ سو برس۔

اس کی معذرت کرتے ہوئے انوار الباری میں لکھا کہ میری یادداشت میں ابوداؤد کا حوالہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ ہوسکتا ہے فیض الباری کے کاتب سے یہ غلطی ہوئی ہو۔ مگر آپ نے ابوداؤد کا حوالہ دیا۔ وہ بھی تو صحیح نہیں۔ آپ کے حضرت نے تو حدیث یہ بتائی ہے ــ میری امت کے لئے نصف یوم ہے۔ یہ کہاں ابوداؤد میں ہے۔ ابوداؤد کی حدیث کا جو ترجمہ آپ نے کیا ہے وہ یہ ہے ــ حق تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مزدوری سے عاجز یا محروم نہ کرے گا۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ میری امت حق تعالیٰ کی جناب میں اتنی وجاہت پانے سے عاجز نہیں ہے کہ آدھے دن تک سربلندی کا موقع میسر کرے اس میں اور فیض الباری میں بنام حدیث منقول عبارت میں کتنا فرق ہے۔

تشریح ۱۲۲ اس سے مراد یہ ہے کہ مغرب کو مغرب کے اخیر وقت میں اتنی دیر میں پڑھے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی مغرب کا وقت ختم ہوجائے اور عشار کا شروع ہوجائے اب فوراً عشار کو اول وقت میں پڑھ لے۔ اسے جمع صوری کہتے ہیں۔ یہ بظاہر جمع ہے حقیقت میں جمع نہیں۔ مغرب اپنے وقت میں پڑھی ہے اور عشار کو اس کے وقت میں ــ یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ رکھا ہے ــ وقت المغرب ــ اس تعلیق میں اگر جمع سے حقیقی مراد لیا جائے تو نہ مغرب کے اول وقت کا پتہ چلتا ہے نہ آخر وقت کا۔ اس طرح تعلیق کو باب سے کوئی مناسبت نہ رہے گی ــ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ امام بخاری نے بھی یہاں جمع سے جمع صوری ہی سمجھا ہے۔ اسطرح اس تعلیق کو باب سے یہ مناسبت ہوجائے گی۔ کہ اس سے ثابت ہوگا کہ مغرب کا وقت عشا تک ہے۔ اس سے مغرب کے آخر وقت کا اثبات ہوگیا۔

---

[۱] ثانی ص۱۲۵ [۲] جلد ثانی فتن باب قیام الساعۃ ص۲۴۲ [ع] مصنف عبدالرزاق

حدیث ۳۷۳

قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ۔ [عـ]

ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے پھر لوٹتے تو اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔

حدیث ۳۷۴

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ

محمد بن عمرو بن حسن بن علی نے فرمایا۔ کہ حجاج (مدینہ طیبہ میں) آیا تو ہم نے

فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کو پڑھتے تھے اور عصر کی ایسے وقت کہ

وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَّأَحْيَانًا إِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوْا

سورج چمکتا ہوتا اور مغرب جب سورج ڈوب جاتا اور عشاء کی کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت جب حضور دیکھتے کہ لوگ جمع

تشریحات ۳۷۳ **فینصرف** اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ کہاں پلٹتے مگر دوسری احادیث میں ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم اپنے اہل میں، بنی سلمہ کے محلے میں جاتے۔ اور یہی حضرت جابر کی حدیث میں بھی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز مغرب میں تعجیل فرماتے تھے یعنی وقت ہوتے ہی بلا تاخیر پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریحات ۳۷۴ **قدم الحجاج** حجاج مشہور ظالم سفاک ہے جس کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ اگر قیامت کے دن حجاج کی مغفرت ہوگئی تو پھر کوئی مسلمان جہنم میں نہ جائے گا حجاج کی عادت تھی کہ وہ نماز بہت دیر میں پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کرنے کے بعد جب عبدالملک نے حرمین طیبین بھی اس کی ولایت میں دے دیا تو یہ مدینہ طیبہ آیا اور حسب عادت دیر میں نماز پڑھا کرتا اس بنا پر لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کیا تھی اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ

عـ اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ مسلم صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ

عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَأُوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ

ہو گئے ہیں تو جلد پڑھ لیتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کردی تو دیر میں پڑھتے اور صبح کی نماز لوگ" یا یہ کہا" کہ حضور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ عـه

اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

عنہ نے یہ ارشاد فرمایا۔

ھاجرہ یہ ہجرت سے مشتق ہے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں مراد زوال کے بعد کا وقت ہے۔ اس کو ہاجرہ اس لئے کہتے ہیں کہ گرمی کی شدت کیوجہ سے لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے تھے۔ یہ حدیث ابراد کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ وہ مخصوص وقت کے لئے ہے یعنی گرمی کے دنوں کے لئے ہے اور یہاں عام دنوں کی عادت کریمہ کا بیان مقصود ہے۔ علاوہ ازیں ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ ہاجرہ کے معنی یہ نہیں کہ زوال کے بعد فوراً بلکہ جب تک گرمی میں شدت ہو وہ سب وقت اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

واذا راھم ابطاؤا ہم پہلے بھی بتا آئے کہ عشاء یا کسی بھی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ اس کے افادے کے لئے کبھی کبھی عشاء بھی اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ عشاء کا مستحب وقت تہائی رات ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ظاہر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے نمازیوں کے اکٹھا ہونے کا انتظار نہیں فرماتے تھے۔ احناف کے یہاں مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اجالا ہونے پر پڑھی جائے جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔ ترمذی[1]، نسائی[2] میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر فجر کی نماز اجالے میں پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے

حضرات شوافع نے اس کی تاویل یہ کی کہ مراد یہ ہے کہ جب فجر کے طلوع ہونے کا یقین ہو جائے اس وقت فجر پڑھو لیکن یہ تاویل صحیح نہیں۔ اس لئے کہ" اعظم" اسم تفضیل ہے جو مفضل منہ چاہتا ہے تو بالمقابل کوئی ایسا وقت ہونا چاہئے جس میں اگر نماز پڑھی جائے تو وہ صحیح بھی ہو اور باعث اجر بھی ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب نماز کے وقت ہونے میں شک ہو تو نماز صحیح نہیں اگر شوافع کی تاویل درست مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ فجر کے طلوع میں اگر شک ہو تو بھی نماز فجر صحیح بھی ہو اور باعث اجر بھی ہو۔ اس لئے یہ حدیث اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے یعنی اگر تم نماز، فجر کے طلوع ہوتے ہی پڑھو گے تو بھی نماز صحیح ہوگی اور اس پر بھی اجر ملے گا۔

عـه اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ ایضا باب وقت العشاء ص۸۰ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ۔

[1] ترمذی جلد اول باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ص۲۲ [2] نسائی اول مواقیت باب الاسفار ص۹۴

حدیث ۳۷۵

عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلے اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ عہ

تعالے علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز جب سورج پردے میں چھپ جاتا تو پڑھتے۔

حدیث ۳۷۶

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ المزنی رضی اللہ تعالے عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْمَغْرِبِ

علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری نماز مغرب کے نام پر دیہاتی غالب نہ ہوجائیں راوی

قَالَ وَيَقُوْلُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ۔ عہ

نے کہا دیہاتی لوگ اسے عشاء کہتے تھے۔

لیکن اگر خوب اجالا ہونے پر پڑھو تو اس میں زیادہ ثواب ہے۔

تشریح ۳۷۵ یہ چوتھی ثلاثی حدیث ہے یہ بھی حضرت مکی بن ابراہیم سے امام بخاری کو ملی جو سیدنا امام الائمہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں۔

تشریحات ۳۷۶ عشاء کے لغوی معنی رات کی ابتدائی تاریکی کے ہیں۔ دیہاتی لوگ مغرب کو عشاء کہنے لگے تھے اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ مغرب کو مغرب ہی کہا کرو۔ دیہاتیوں سے متاثر ہوکر اسے عشاء نہ کہنے لگنا۔

هي العشاء اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم نے اپنے مستخرج میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ایسے ہی روایت کیا ہے۔ لیکن ابو مسعود رازی نے عبدالصمد سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔" دیہاتی تمہاری نماز کے نام پر غالب نہ ہوں دیہاتی اس کو عتمہ کہتے ہیں۔" ایسے ہی علی بن عبدالعزیز بغوی نے امام بخاری کے استاذ ابو معمر سے اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسماعیلی نے ابو مسعود رازی کی روایت کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی اس حدیث کے موافق ہے۔ جسے امام مسلم نے بطریق ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔" دیہاتی تمہارے نماز کے نام پر تم پر غالب نہ ہوجائیں۔ یہ اللہ کی کتاب میں عشاء ہے وہ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہے اونٹوں کے دودھ دوہنے تک۔ نیز

عہ جلد اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ۔

عہ اول مواقیت باب من کرہ ان یقال للمغرب العشاء ص۸۰ لہ مسلم اول مساجد باب وقت العشاء ص۲۲۹

ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث بھی اسی کے مثل ہے۔ اور ابویعلیٰ اور بیہقی میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی یوں ہی ہے ــــ یعنی بخاری کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے تھے۔ اس پر صحابہ کرام کو متنبہ کیا گیا۔ لیکن دوسری حدیثوں سے نیز اسی حدیث کا جو متن دوسری کتابوں میں ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی عشاء کو عتمہ کہتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام کو اس کی تاکید کی گئی کہ تم لوگ دیہاتیوں سے سن کر عشاء کو "عتمہ" مت کہنے لگنا۔ عشاء کو عشاء ہی کہنا ــــ عتمہ کے معنی سخت اندھیرے کے ہیں چونکہ دیہاتیوں کی عادت تھی کہ سورج ڈوبنے کے بعد جب اندھیرا پھیل جاتا تو وہ اونٹوں کو دوہتے تھے اس کے بعد عشاء پڑھتے تھے۔ اس لئے عشاء کو عتمہ کہتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس کو عشاء فرمایا گیا "ومن بعد صلوٰۃ العشاء"۔

بعض احادیث میں عتمہ کا اطلاق عشاء پر آیا ہے۔ اس کی توجیہ امام نووی نے یہ فرمائی کہ اس حدیث میں نہی تحریم کے لئے نہیں۔ تنزیہہ کے لئے ہے یا اس بنا پر ہے کہ اس وقت لوگ عشاء کو عتمہ ہی زیادہ تر کہتے تھے۔ ان کے بولنے کا لحاظ کرتے ہوئے عتمہ ارشاد فرمایا تاکہ وہ لوگ صحیح طور پر سمجھ لیں۔

کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری جلد ثانی ص ۱۲۹ پر اس باب کے تحت ہے ــــ والعرب یعکسون فی التسمیۃ فکانوا یسمون العشاء العتمۃ ــــ اور اہل عرب الٹا نام رکھتے تھے۔ عشاء کو عتمہ کہتے تھے یہاں باب تو یہ ہے ــــ جو مغرب کو عشاء کہنے کو مکروہ جانے ــــ پھر توضیح میں اس کے ذکر سے کیا فائدہ کہ۔ عشاء کو عتمہ کہتے تھے۔ ایک اور تک بندی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں ــــ ولذا یوجد اطلاق العتمۃ فی الاحادیث ۔الخ۔ اسی وجہ سے ــــ عتمہ ــــ کا اطلاق احادیث میں وارد ہے۔ اس سے اس باب کا کیا تعلق ؟ عتمہ کا اطلاق عشاء پر آیا ہے۔ نہ کہ مغرب پر ــــ اس حدیث میں تنبیہ اس پر ہے کہ دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے تھے۔ نہ اس پر ہے کہ عشاء کو عتمہ کہتے تھے ــــ اس قسم کے لطائف و ظرائف سے فیض الباری بھری ہوئی ہے ــــ اگر ہم تمام کو قلم بند کریں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی اس لئے صرف کہیں کہیں ذکر کر دیتے ہیں ــــ یہ اپنی جماعت کے وہ بزرگ ہیں جن کی تعریف میں زمین و آسمان ہی نہیں، تحت الثریٰ اور عرش کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ ایسی بے تکی بلکہ ان ملی بے جوڑ باتیں کرتے ہیں کہ معمولی طالب علم بھی متحیر ہو جاتا ہے۔ بات وہی ہے کہ ہنگام درس جو جی میں آئے زیادہ سے زیادہ بول کر دھونس جمانے کی ان بزرگوں کی عادت تھی ــــ جو بات سمجھ کی ہو تو ٹھیک اور بے تکی ہو تو یہ پروپیگنڈا کر دیا جاتا تھا کہ اتنی دقیق بات کرتے تھے کہ طلبہ کے فہم سے بالاتر تھی۔

حدیث ۳۷۷

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی وہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں

الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ
پھر حضور نے رخ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا کیا تم نے اس رات کو دیکھا اس رات

رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ عہ
سے سو برس گزرنے پر جتنے لوگ آج زمین پر ہیں ان میں کوئی باقی نہ رہے گا۔

تشریحات ۳۷۷ یہ حدیث کتاب العلم باب السمر بالعلم میں گزر چکی ہے وہاں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ یہاں چونکہ یہ زائد تھا کہ عشاء کی نماز پڑھی جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں اس لئے اس کو ذکر کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ عہد رسالت میں بہت سے لوگ عشاء کو عتمہ کہتے تھے۔ اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اعراب تمہاری نماز کے نام پر تم پر غالب نہ ہو جائیں۔ دیہاتی اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ غالبًا ممانعت سے قبل اس کو لوگ عتمہ کہتے ہوں گے۔ بلکہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کو عتمہ کہا۔ عتمہ کے معنی ہم نے پہلے ذکر کیا، رات کی سخت تاریکی کے ہیں۔ یہ امام نووی نے ارشاد فرمایا خلیل نے کہا کہ شفق ڈوبنے کے بعد کا وقت ہے نیز عتمہ کے معنی دیر کرنے کے ہیں نیز اس دودھ کو بھی کہتے ہیں، جو اونٹنی کے تھن میں چھوڑ دیا جاتا تھا کہ رات میں دوہا جائے، رات کی پہلی تہائی۔ ان سب کا حاصل ایک ہی ہوا چونکہ اونٹنی کا دودھ اسی وقت دوہا جاتا تھا اس لئے اس وقت کا نام عتمہ پڑ گیا اور اسی مناسبت سے اس وقت پڑھی جانے والی نماز کو دیہاتی عتمہ کہنے لگے اس وقت اندھیرا بھی خوب پھیل جاتا تھا اور رات کا ثلث اول بھی ہو جاتا تھا۔

عہ باب ذکر العشاء والعتمۃ ومن راٰہ واسعا۔ ص ۸۰

حدیث ۳۷۸

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی

الَّذِیْنَ قَدِمُوْا مَعِیَ فِی السَّفِیْنَۃِ نُزُوْلًا فِیْ بَقِیْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

میں میرے ساتھ تھے، بقیع بطحان میں اترے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَکَانَ یَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز عشاء کے وقت ان میں سے کچھ لوگ باری باری حاضر ہوتے تھے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ کُلَّ لَیْلَۃٍ نَفَرٌ مِّنْھُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

ایک بار میں اور میرے ساتھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اپنے کسی کام میں

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِیْ وَلَہٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِیْ بَعْضِ اَمْرِہٖ فَاَعْتَمَ

مصروف تھے اس لئے نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ رات نصف کے قریب ہو گئی

بِالصَّلٰوۃِ حَتّٰی اِبْھَارَّ اللَّیْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو لوگوں کو نماز

فَصَلّٰی بِھِمْ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَہٗ عَلٰی رِسْلِکُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ

پڑھائی جب نماز پڑھ چکے تو حاضرین سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو تمہیں بشارت ہو تم پر

مِنْ نِعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ یُصَلِّیْ ھٰذِہٖ

اللہ کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے سوا کوئی بھی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو

السَّاعَۃَ غَیْرُکُمْ اَوْ قَالَ مَا صَلّٰی ھٰذِہِ السَّاعَۃَ اَحَدٌ غَیْرُکُمْ لَا یَدْرِیْ

یا یہ فرمایا کہ تمہارے سوا کسی نے بھی اس وقت نماز نہ پڑھی معلوم نہیں

اَیَّ الْکَلِمَتَیْنِ قَالَ، قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَرَجَعْنَا فَرْحٰی بِمَا سَمِعْنَا مِنْ

ان دونوں جملوں میں کیا فرمایا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا ہم نے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع

سنا اس پر خوش خوش لوٹے۔

ع اول مواقیت باب فضل العشاء ص۸۰ مسلم صلوۃ

حدیث ۳۷۹

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ اَلصَّلٰوةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ

علیہ وسلم نے ایک بار عشار کی نماز میں تاخیر فرمائی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو آواز دی نماز۔

فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ

عورتیں اور بچے سو گئے اب حضور باہر تشریف لائے فرمایا تمہارے سوا کوئی بھی روئے زمین پر اس کا انتظار

اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ

نہیں کر رہا ہے۔ راوی نے کہا۔ اس وقت سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی راوی نے کہا لوگ شفق

اللَّيْلِ الْاَوَّلِ ؏

ڈوبنے اور رات کی پہلی تہائی تک نماز پڑھتے تھے۔

تشریحات ۳۷۸ **لغات** نزولا " یہ مصدر نہیں، نازل کی جمع ہے جیسے شاھد کی جمع شہود ہے ــ بقیع ــ لمبی چوڑی وسیع زمین کے معنی میں ہے۔ بُطحان مدینہ طیبہ کے متصل جنوب کی جانب ایک جگہ کا نام ہے جو اس وقت میدان تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے چل کر بحری راستے سے خیبر کے موقع پر خیبر ہی میں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذوالجناحین بھی ہمراہ تھے۔ حضرت ابو موسیٰ یمن کے باشندے تھے مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے جب یہ اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی ہے تو یہ یمن سے بذریعہ کشتی مدینہ طیبہ کے ارادے سے چلے مگر آندھی اور طوفان کی وجہ سے کشتی حبشہ پہنچ گئی، سات سال وہاں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی[1] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاخیر کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک لشکر کی تیاری فرما رہے تھے۔ جیسا کہ معجم طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔[2]

؏ جلد اول مواقیت باب النوم قبل العشاء لمن غلب ص۸۱ ایضا باب فضل العشاء ص۸۰ ایضا اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۹ مسلم۔ [1] الاستیعاب وغیرہ [2] عینی جلد خامس ص۶۵

حدیث ۳۸۰

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَیْلَةً فَاَخَّرَهَا حَتّٰی رَقَدْنَا فِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات عشاء کے وقت کسی کام میں مصروف ہو گئے اور اسے مؤخر کر

الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَیْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَیْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ

دیا یہاں تک کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر جاگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ یَنْتَظِرُ

علیہ وسلم باہر تشریف لائے پھر فرمایا اہل زمین میں سوائے تمہارے کوئی بھی (اس وقت)

الصَّلٰوةَ غَیْرُکُمْ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یُبَالِیْ اَقَدَّمَهَا اَمْ اَخَّرَهَا اِذَا کَانَ لَا

نماز کا انتظار نہیں کر رہا ہے اور ابن عمر اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اسے اول وقت میں پڑھ لیا یا دیر

یَخْشٰی اَنْ یَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَّقْتِهَا وَقَدْ کَانَ یَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ

کرکے پڑھی جب اس کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ نیند کی وجہ سے قضا ہو جائے اور عشاء کے پہلے سوتے تھے۔ ابن جریج

قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ اَعْتَمَ

نے کہا میں نے عطاء سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتّٰی رَقَدَ النَّاسُ

سنا وہ کہتے تھے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ لوگ سو

وَاسْتَیْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَیْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

گئے اور پھر جاگے اور پھر سو گئے پھر جاگے۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے (اور جاکر

عَنْهُ فَقَالَ اَلصَّلٰوةَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضور سے عرض کیا) نماز۔ عطاء نے کہا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ الْاٰنَ یَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً وَّاضِعًا یَدَهٗ عَلٰی

تشریف لائے گویا میں آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ اپنا ہاتھ سر پر

رَاْسِہٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّصَلُّوْھَا ھٰکَذَا
رکھے ہوئے ہیں پھر فرمایا اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ اپنی اُمت کو مشقت میں ڈالوں گا تو انھیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز

فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً کَیْفَ وَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی
اس طرح (یعنی اس وقت) پڑھا کریں (ابن جریج نے کہا) پھر میں نے عطاء سے تحقیق حال کے لئے پوچھا کہ نبی

رَاْسِہٖ یَدَہٗ کَمَا اَنْبَاَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِیْ عَطَاءٌ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ شَیْئًا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سر پر ہاتھ کس طرح رکھا تھا جیسے ان کو ابن عباس نے بتایا تھا تو عطاء نے (مجھے

مِّنْ تَبْدِیْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِہٖ عَلٰی قَرْنِ الرَّاْسِ ثُمَّ ضَمَّھَا
دکھانے کیلئے) اپنی انگلیوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا اس کے بعد انگلیوں کے سرے سر کے ایک جانب رکھ دیا

یُمِرُّھَا کَذٰلِکَ عَلَی الرَّاْسِ حَتّٰی مَسَّتْ اِبْھَامُہٗ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّا
پھر ان کو ملا کر اس طرح سر پہ کھینچا کہ حضور کا انگوٹھا حضور کے کان کی لو سے اور چہرہ کے قریب ڈاڑھی کا جو

یَلِی الْوَجْہَ عَلَی الصُّدْغِ وَنَاحِیَۃِ اللِّحْیَۃِ لَا یُقَصِّرُ وَلَا یَبْطِشُ اِلَّا کَذٰلِکَ
کنارا ہے اس سے مل گیا حضور جب بھی بالوں سے پانی نچوڑتے اور انھیں پکڑتے تو ایسے ہی کیا کرتے اور فرمایا اگر میری

وَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّصَلُّوْا ھٰکَذَا [عـہ]
امت پر شاق نہ ہوتا تو انھیں حکم دیدیتا کہ عشاء کی نماز اسی طرح (یعنی اسی وقت) پڑھا کریں۔

تشریحات ۳۷۹/۳۸۰ یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ النوم قبل العشاء لمن غُلِبَ۔ جو نیند سے مغلوب ہوجائے اسے عشا سے پہلے سونا۔ چونکہ عشاء کے پہلے سونے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی حالت میں سونے کی اجازت نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کی توضیح کر دی جائے۔ اس مقصد کے لئے یہ باب قائم کیا اور یہ بتایا کہ جو شخص نیند سے مغلوب ہوجائے اسے سونے کی اجازت ہے۔

حتی ناداہ عمر مسلم میں یہ زائد ہے۔ کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا [لہ] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے لئے اصرار کرنا تمہیں مناسب نہیں۔

عـہ جلد اول مواقیت باب النوم قبل العشاء لمن غلب ص۸۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد طہارت نسائی۔

لہ جلد اول مساجد باب وقت العشاء و تاخیرھا ص۲۲۸۔

ما ینتظرھا اس کی توجیہ خود اس حدیث کے راوی نے کردی۔ کہ اس وقت سوائے مدینے کے اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ یعنی علانیہ جماعت کے ساتھ۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں جو کمزور مسلمان تھے وہ تنہا تنہا چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے ۔ **اقول** ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ۷ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اس وقت مدینہ طیبہ میں کئی مسجدیں تھیں۔ دارقطنی نے فرمایا کہ نو مساجد تھیں جن میں باجماعت نماز ہوتی تھی اور مسجد قبا تو اول روز سے موجود تھی۔ مگر ان مساجد کے لوگ اس وقت تک نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اب اس توجیہ کی توضیح یہ ہے کہ ان دنوں مدینہ طیبہ کے علاوہ اور کہیں علانیہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ہوتی تھی اور مدینہ طیبہ کی دوسری مساجد میں اس وقت سے پہلے نماز ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ ارشاد اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے بھی درست ہے۔

ان یغیب الشفق امام مالک امام شافعی امام احمد امام محمد امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ شفق اس سرخی کا نام ہے جو غروب کے بعد افق پر رہتی ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ شفق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو سرخی کے بعد افق پر اتر دکھن پھیلی رہتی ہے۔ اور یہی حضرت سیدنا صدیق اکبر معاذ بن جبل ابو ہریرہ اُبی بن کعب، ام المومنین حضرت عائشہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایک روایت کی بنا پر ابن عباس کا بھی مذہب ہے۔ نیز عمر بن عبد العزیز، عبد اللہ بن مبارک امام زفر امام اوزاعی (فی روایۃ) مزی بن منذر، ابو ثور اور مبرد، فراء اور ثعلب کا بھی قول ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام ابن ہمام نے فتح القدیر[1] میں بحوالہ ترمذی بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

و ان آخر وقت المغرب حین یغیب	بے شک مغرب کا آخر وقت وہ ہے جب افق
الافق و ان اول وقت العشاء حین	غائب ہو جائے اور عشاء کا اول وقت وہ ہے جب
یغیب الافق ۔	افق غائب ہو جائے۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جب تک سفیدی رہے گی افق غائب نہ ہوگا۔ تو ثابت کہ سپیدی کے غروب ہونے تک مغرب کا وقت ہے ۔ ترمذی کے ہندوستانی مطبوعہ نسخے میں حدیث کے اول جز میں بجائے "افق" کے "شفق" ہے مگر اخیر کا حصہ بعینہٖ موجود ہے ۔ اس لئے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مغرب اور عشاء کے مابین نہ کسی اور نماز کا وقت ہے اور نہ کوئی وقت نماز سے خالی ہے ۔ تو جب یہ موجود ہے کہ عشاء کا اول وقت "افق" غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کا وقت افق غائب ہونے تک ہے۔ بلکہ اس نسخے نے واضح

---

[1] جلد اول باب الاوقات ص۸۷ نول کشور۔

کردیا کہ جن احادیث میں "شفق" آیا ہے۔ اس سے مراد "سپیدی" ہے سرخی نہیں۔

امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہٗ نے ہدایہ[1] میں اس پر اس حدیث سے استدلال فرمایا۔ وآخر وقت المغرب اذا اسود الافق مغرب کا وقت وہ ہے جب افق تاریک ہوجائے۔ اس پر درایہ میں فرمایا میں نے اس کو نہیں پایا۔ اقول۔ امام ابن ہمام نے ترمذی کے حوالے سے جو روایت مذکورہ ذکر فرمائی ہے وہ اسی کے ہم معنی ہے۔ اس لئے کہ افق کے غائب اور تاریک ہونے کا مطلب ایک ہی ہے اور روایت بالمعنی شائع ذائع ہے۔ ہوسکتا ہے امام مرغینانی کی مراد یہی حدیث ہو علاوہ ازیں ہم مقدمہ میں بتا آئے ہیں۔ کہ اس کا قوی امکان ہے کہ ہزارہا ہزار احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔ صاحب درایہ کا مطلب واضح ہے کہ انھوں نے اپنے عہد کی کتابوں میں اسے نہیں پایا۔ ان کے عہد میں کتنی کتب حدیث ناپید ہوگئی تھیں۔ اس لئے ان کے اس فرمانے سے "کہ میں نے نہیں پایا" یہ لازم نہیں کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ پھر ہم مقدمہ ہی میں بتا آئے کہ فقیہ جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حدیث اس کے نزدیک صحیح اور ثابت لائق استدلال ہے۔ اس کی مثال بخاری کی تعلیقات ہیں۔ کتنی تعلیقوں کا حدیث کی کتابوں میں کہیں پتہ نہیں۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ جب امام بخاری نے اسے اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمایا ہے تو ضرور اس کی اصل ہے۔ ہمارے نزدیک فقہا کا کسی حدیث سے استدلال اس کی دلیل ہے کہ وہ ضرور ضرور لائق استدلال ہے۔ یعنی صحیح ورنہ حسن ضرور ہے۔

کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری[2] میں ہے۔ کہ ہماری دلیل ترمذی کی یہ حدیث ہے۔ حتی یسود الافق۔ آج کل ایسے حوالے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعینہ یہ لفظ موجود ہے۔ گزر چکا کہ ترمذی میں یہ لفظ نہیں۔ ترمذی کیا کسی حدیث کی کتاب میں یہ لفظ نہیں۔

قیاس سے استدلال

احادیث میں تصریح ہے کہ مغرب کا آخری وقت غروب شفق ہے۔ اور شفق کا اطلاق، سرخی اور سپیدی دونوں پر ہوتا۔ سورج ڈوبتے ہی مغرب کا وقت یقینی طور پر شروع ہوگیا تھا۔ سرخی کے غروب سے وقت نکلا یا نہیں۔ یہ مشکوک ہے۔ اور شک یقین کو زائل نہیں کرتا۔

نماز مغرب، نماز فجر کے مماثل ہے اس معنی کر کہ وہ طلوع آفتاب سے پہلے کی نماز ہے اور یہ غروب کے بعد کی۔ فجر کا وقت سپیدی و سرخی دونوں کا مجموعہ ہے تو مغرب کا بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ شفق کے اصلی معنی رقت کے ہیں اسی لئے شفقت قلب بمعنی رقت قلب کے ہے۔ معنی منقول اور منقول عنہ میں مناسبت ضروری ہے۔ سرخی میں رقت نہیں غلظت ہوتی ہے۔ رقت سپیدی میں ہوتی ہے۔ اس لئے شفق سفیدی

---

[1] جلد اول ص۶۶ [2] جلد ثانی ص۱۳۱

کا نام ہے نہ کہ سرخی کا۔ امام شافعی وغیرہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شفق سرخی ہے۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا۔ مگر بیہقی اور نووی نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ جو حدیث مرفوع اور دیگر اجلہ صحابۂ عظام کے ارشاد کے معارض بھی ہے[1]۔

فاخرھا اس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت عموماً عشاء پڑھتے تھے اس سے موخر فرمایا۔

حتی رقدنا اس سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نیند ناقض وضو نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ نہیں کہ ان حضرات نے جاگنے کے بعد وضو فرمایا ہو۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے بیٹھے سوتے تھے کہ نہ ٹیک لگائی تھی۔ نہ ان کی بیٹھک ایک یا دونوں زمین سے جدا ہوئی تھی۔ کہ وضو ٹوٹتا۔ اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

کان ابن عمر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عشاء کی نماز کبھی ابتداء ہی میں پڑھ لیتے تھے کبھی تاخیر سے پڑھتے۔ اس لئے کہ آدھی رات تک عشاء کا وقت کراہت سے خالی ہے۔ کبھی عشاء سے پہلے سو بھی رہتے جب انھیں قضا ہو جانے کا خطرہ نہیں رہتا۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس لئے کہ عشاء سے پہلے سونا کروہ تنزیہی ہے وہ بھی اس کے لئے جسے عشاء قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور کوئی جگانے والا نہ ہو۔

قال ابن جریج چونکہ یہ بات مشہور تھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے کو ناپسندیدہ فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن عمر کی اس حدیث اور ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشاء کے پہلے سونے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے ابن جریج نے حضرت عطا سے اسے بیان کرکے اس کی تصدیق چاہی۔ تو امام عطاء نے حضرت ابن عباس کی حدیث بیان کرکے اس کی تائید کر دی۔

اعلم ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہر راوی واقعے کو اس طرح بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چشم دید بیان کر رہا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں اپنی حاضری کے ابتدائی دنوں کا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ ۷ھ میں مدینہ حاضر ہوئے تھے حضرت ابن عباس ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ البتہ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر ابتداء ہجرت ہی سے مدینہ طیبہ میں تھے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں کافی مماثلت ہے۔ دونوں میں تاخیر کی علت کسی اہم معاملے میں مشغولیت مذکور ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض کا ذکر نہیں۔ ہوسکتا ہے یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہو۔ مگر ام المومنین اور ابن عباس کی احادیث یقیناً دو واقعے ہیں۔ اس کا بھی

---

[1] فتح القدیر جلد اول باب الاوقات ص۸۷ نول کشور

امکان ہے کہ ابوموسیٰ اشعری ام المومنین اور ابن عمر کی احادیث ایک واقعے سے متعلق ہوں۔ روایت میں تفصیل واجمال ہوگیا۔ مگر ابن عباس کی حدیث یقیناً الگ واقعہ ہے۔

لولا ان اشق اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انھیں حکم دیتا کہ اسی طرح یعنی اس وقت عشار پڑھیں مراد یہ ہے کہ یہی عشار کا وقت مقرر کر دیتا۔ یہی ہماری دلیل ہے کہ عشار میں تاخیر مستحب ہے۔ اگر تقلیل جماعت کا اندیشہ نہ ہو۔

حضور شارع ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل تھا کہ نمازوں کے اوقات جو چاہیں مقرر فرمائیں۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ میں ترمیم وتبدیل کا حق عطا فرمایا۔ جسے اس کی پوری تفصیل دیکھنی ہو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منیۃ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کرے۔ یہ رسالہ "الامن والعلی" کے ساتھ اور علیحدہ بھی چھپ چکا ہے۔

عشار کا آخری وقت عشار کا وقت کب تک ہے۔ اس سلسلے کی تمام احادیث پر جب نظر کرتے ہیں تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ غروب شفق سے لے کر پوری رات عشار کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تہائی رات تک موخر فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ وحضرت انس رضی تعالیٰ عنہما نے یہ روایت کی کہ آدھی رات تک موخر فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ روایت کیا کہ رات کی دو تہائی تک موخر فرمایا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ روایت کی کہ اتنی تاخیر فرمائی کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا۔ ان سب کے مجموعے سے ظاہر ہوگیا کہ پوری رات عشار کا وقت ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ رات میں جس وقت چاہو عشار پڑھو البتہ اس سے غافل ہو کر قضا مت کر بیٹھنا۔ اوقات صلوٰۃ مالا یدرک الا بالسماع ہیں یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا اسی وقت فرمایا۔ کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ کہ پوری رات عشار کا وقت ہے۔ حدیث ہی سے ثابت ہے کہ فجر وظہر کے علاوہ بقیہ نمازوں کے اوقات میں ایسا تسلسل ہے کہ جب تک دوسری نماز کا وقت نہیں آجاتا۔ سابقہ نماز کا وقت باقی رہتا ہے۔ مسلم[1] میں ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لیلۃ التعریس کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند میں تفریط نہیں۔ تفریط اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت

---

[1] جلد اول مساجد باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ ص ۲۳۹۔

ت ۱۲۳

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ تَاخِیْرَھَا۔

اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم عشاء کی تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔

حدیث ۳۸۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَخَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ صَلّٰی ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلّٰی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر فرمائی۔ اس کے بعد پڑھی پھر فرمایا لوگ نماز پڑھ کر

آجائے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جب تک دوسری نماز کا وقت نہ آجائے پہلی نماز کا وقت باقی ہے صاحب ہدایہ اس پر اس حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر تک عشاء کا وقت ہے۔ یہ حدیث موجودہ کتب حدیث میں نہیں۔ مگر ہم بتا آئے ہیں کہ فقیہ جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس کے لائق استدلال ہونے کے لئے کافی ہے جیسے امام بخاری کی تعلیقات ہیں۔ عشاء کے وقت میں یہ تفصیل ہے کہ تہائی رات تک افضل ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک بلا کراہت صحیح، آدھی رات کے بعد مکروہ۔

تشریح ۱۲۳ یہ حدیث ۳۵۹ کے اخیر حصے کی ایک روایت ہے۔ گذشتہ روایت کے الفاظ یہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک اگر موخر ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو ذہن میں رکھنے کے بعد اس تعلیق کی باب سے مطابقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں باب کا عنوان ہے عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔

تشریحات ۳۸۱ الی نصف اللیل اس کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روز عشاء کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھی۔ مگر مسلم کی روایت اس پر نص ہے کہ اس سے مراد آدھی رات کا قرب ہے۔ اس میں بطریق قتادہ یہ الفاظ ہیں۔ حتی کان قریبا من نصف اللیل۔

النَّاسُ وَنَامُوْا اَمَا اِنَّكُمْ فِيْ صَلوٰةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ

سو گئے۔ سنو تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز ہی میں تھے۔ ابن ابی مریم نے یہ روایت کیا کہ حضرت

اَبِيْ مَرْيَمَ — كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ عـه

انس نے یہ بھی فرمایا تھا) گویا میں اس رات حضور کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں

حدیث ۳۸۲

عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ عـه

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دونوں ٹھنڈی نمازیں پڑھے گا جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث ۳۸۳

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهٗ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے

اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا

حدیث بیان فرمائی کہ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے

تشریحات ۳۸۲ بردین سے مراد نماز عصر و فجر ہے اور مراد پابندی کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ان دونوں نمازوں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا وقت سونے کا ہے اور عصر کے بعد لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں یا دوسرے کاموں میں۔ نیز گزر چکا کہ ملائکہ ان دونوں اوقات میں بدلتے ہیں جو ان نمازوں کا پابند ہوگا اس کا آخری عمل جو خدا کی بارگاہ میں پیش ہوگا وہ نماز ہوگی — علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ایک حدیث میں ہے — نماز صبح کے وقت منادی ندا دیتا ہے۔ اے بنی آدم! اٹھو اور اپنے اوپر جو جلا رہے ہو بجھاؤ — اسی طرح نماز عصر کے بعد بھی یہ ندا دیتا ہے اس پر جو لوگ طہارت کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں تو جب سوتے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں رہتا[۱]

تشریحات ۳۸۳ تسحّروا کا مادہ سَحَر ہے — جس کے معنی وہ کھانا اور مشروب ہے جو سحری کے وقت کھایا جائے۔ سُحُور سین کے ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ یہ مصدر بھی

عـه جلد اول مواقیت باب وقت العشاء الی نصف اللیل صـ۸۱ اذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ صـ۹۰ جلد ثانی لباس باب صـ۸۷۲ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ مسند امام احمد عـه جلد اول مواقیت باب فضل صلوٰۃ الفجر صـ۸۱ مسلم صلوٰۃ دارمی مسند احمد بن حنبل لـه عینی جلد خامس صـ۴۲ بحوالہ طبرانی و ابوالقاسم جزری۔

إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِيْ آيَةً ؏

ہوئے۔ حضرت انس نے فرمایا میں نے پوچھا دونوں کے مابین کتنا فصل تھا۔ فرمایا۔ پچاس یا ساٹھ آیت پڑھنے کا۔

ہے اور حاصل مصدر بھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحری دیر کرکے طلوع فجر کے وقت کھانی مستحب ہے احناف کے یہاں فجر میں اسفار اگرچہ رمضان میں بھی مستحب ہے۔ مگر یہ حدیث اس کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ اول وقت بھی فجر کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ سحری کھانے کے بعد سونے سے غفلت کی نیند آجاتی ہے۔ جس سے جماعت بلکہ بعض اوقات نماز کے چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ اور آج مسلمانوں کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اس لئے اس خادم نے اپنے یہاں اسی حدیث کے مطابق اول وقت میں نماز فجر پڑھنی رائج کی ہے۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اسے ہر طبقے نے پسند کیا اور اب اس پر عمل بہت دور تک ہو رہا ہے۔

اسی حدیث کو اس کے بعد امام بخاری نے حضرت انس ہی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زید بن ثابت نے سحری کھائی۔ سحری سے فارغ ہوکر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اخیر میں یہ ہے۔ کہ سحری اور نماز میں اتنا وقفہ تھا کہ کوئی پچاس آیت پڑھ لیتا۔ دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت کی بنا پر یہ حدیث مسانید زید بن ثابت سے ہے اور دوسری کی بنا پر مسانید انس سے۔ نیز پہلی میں تردید ہے کہ پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھنے کی مقدار کا وقفہ تھا۔ دوسری میں تعیین ہے کہ پچاس آیتوں کا وقفہ تھا۔ امام مسلم[1] نے صرف پہلی روایت ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ پہلی روایت راجح ہے۔ طحاوی[2] میں بطریق ہشام دستوائی حضرت انس اور حضرت زید بن ثابت دونوں سے یوں روایت ہے کہ ہم نے سحری کھائی۔

؏ جلد اول مواقیت باب وقت الفجر ص۸۱ صوم باب قدر کم بین السحور و صلوٰۃ الفجر ص۲۵۷ مسلم۔ صوم ترمذی صوم نسائی صوم ابن ماجہ۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔

[1] جلد اول صیام باب فضل السحور ص۳۵۰۔

[2] جلد اول الصلوٰۃ باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ص۱۰۴۔

حدیث ۳۸۴

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّہٗ سَمِعَ سَھْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

ابو حازم سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْہُ یَقُوْلُ کُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِیْ اَھْلِیْ ثُمَّ تَکُوْنُ سُرْعَۃٌ بِیْ اَنْ اُدْرِکَ

کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کھاتا پھر مجھ کو جلدی ہوتی کہ رسول اللہ

صَلٰوۃَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؂

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پالوں۔

تشریح ۳۸۴ یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ وقت الفجر۔ اس حدیث سے فجر کا اول وقت اس طرح سمجھ میں آتا ہے۔ کہ حضرت سہل کی جلدی اسی بنا پر تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی نماز فجر شروع فرمادیتے تھے تو معلوم ہوا کہ فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے۔ ان احادیث سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ اگرچہ باب سے یہ ظاہر نہیں اس کی توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رمضان المبارک میں یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔

اسفار کے استحباب پر ایک نیا استدلال

مگر ان سب کے معارض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے مناسک ؂ میں ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب فجر طلوع ہوگئی تو فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت (طلوع فجر کے وقت) کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر صرف یہ نماز اس جگہ اس دن یہ نمازیں اپنے وقت سے ہٹادی گئی ہیں۔ مغرب مزدلفہ میں آنے کے بعد اور فجر، فجر طلوع ہوتے ہی ـــ عن وقتھا سے مراد جس وقت عادۃً پڑھی جاتی تھیں ورنہ ظاہر ہے کہ طلوع فجر کے بعد فجر کا وقت ہوگیا تو وقت سے کہاں ہٹائی گئیں۔ نفی کا استغراق یہ چاہتا ہے۔ رمضان میں بھی فجر کی نماز اول وقت نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں نفی سے مراد عادت ہے یعنی اس وقت نماز پڑھنے کی عادت مستمرہ نہیں تھی نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں۔ اور ان احادیث کا محل یہ ہے کہ کبھی کبھار رمضان میں اول اوقت پڑھ لیا کرتے تھے یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس کی حدیث میں صرف ایک بار کا واقعہ

؂ جلد اول مواقیت باب وقت الفجر ص ۸۲ صوم باب تعجیل السحور ص ۲۵۷

؂ اول۔ باب من اذن واقام لکل واحدۃ منھما ص ۲۵۷۔

حدیث ۳۸۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ[ع]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔

حدیث ۳۸۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ مجھے پسندیدہ لوگوں نے یہ بتایا اور ان سب میں سب سے زیادہ میرے نزدیک پسندیدہ عمر ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ

مذکور ہے۔ البتہ حضرت سہل کی حدیث میں استمرار کا پہلو ظاہر ہے مگر وہ اس پر نص نہیں کہ نماز فجر اول وقت ہوتی تھی۔ ہوسکتا ہے ان کا گھر میل دو میل کی دوری پر رہا ہو۔ اس لئے وہ جلدی کرتے تھے امام نووی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کردیا کہ عرفہ میں عصر وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے پھر یہ حصر درست نہیں۔ اس وجہ سے یہ حدیث معنًا معلول ہے لائق اعتبار نہیں۔ اقول۔ موقع کے اعتبار سے روایت میں اختصار پسندی راویوں کی عام عادت ہے اسی کے مطابق یہاں بھی اختصار ہے ورنہ نسائی[لہ] میں یہی حدیث حضرت ابن مسعود ہی سے یوں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا فرماتے تھے مگر جمع (مزدلفہ) اور عرفات میں۔

تشریح ۳۸۵ یعنی اس نے جماعت پالی۔ اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔ رکعت سے پوری رکعت مراد نہیں۔ بلکہ مطلقًا نماز کا جزء مراد ہے۔ اس لئے اگر کوئی قعدہ اخیرہ میں سلام سے قبل شامل ہوا اور ایک تسبیح کی مقدار نماز مل گئی تو وہ بھی شامل جماعت ہوگیا اسے بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی رکوع میں شامل ہوا تو اسے وہ رکعت مل گئی۔

تشریح ۳۸۶ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض مثلاً قضا بلا کراہت درست ہے۔ عصر کے بعد غروب آفتاب تک بھی پورا وقت مکروہ ہے۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ غروب سے بیس[۲۰] منٹ پہلے تک صرف نوافل مکروہ ہیں فرائض نہیں اور

لہ نسائی۔ مناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفۃ صـ۴۴

ع باب من ادرك من الصلوٰۃ ركعۃ صـ۸۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج چمکے، اور عصر

الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ ع۱

کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث ۳۸۷ حَدَّثَنِیْ اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ

فرمایا بالقصد آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز نہ پڑھو۔

وَلَا غُرُوْبَھَا قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ

(عروہ نے کہا) اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب سورج کا کنارہ نکل جائے تو اس وقت

فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ

نماز نہ پڑھو جب تک کہ بلند نہ ہو جائے اور جب ڈوبنے لگے تو بھی نہ پڑھو یہاں

حَتّٰی تَغِیْبَ ع۲

تک کہ پورا غروب ہو جائے۔

بیس منٹ سے لے کر غروب تک نوافل، فرائض سبھی مکروہ ہیں۔ اور وہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بعد عصر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے ممانعت کی احادیث تیئیس ۲۳ صحابۂ کرام سے مروی ہیں جن کے مشہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس حدیث میں شَھِدَ کے معنی اخبر کے ہیں جیسے آیۂ کریمہ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں ہے جلالین میں ہے بین لخلقہ۔ اللہ نے اپنی مخلوق پر واضح کر دیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

تشریح ۳۸۷:۔ تکمیل۔ صفۃ جنود ابلیس میں بجائے تَحَرَّوْا ہے تَحَیَّنُوْا ہے یعنی وقت بنا لو یعنی

ع۱ اول۔ مواقیت باب الصلوۃ بعد الفجر ص۸۲ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

ع۲ اول۔ مواقیت۔ باب الصلوۃ بعد الفجر حتی ترتفع ص۸۲۔ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۳ مسلم۔ صلوۃ۔ نسائی۔ صلوۃ۔

حدیث ۳۸۸

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ عـہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سُنا کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد (بھی) کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث ۳۸۹

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاہُ یُصَلِّیْھِمَا وَلَقَدْ نَھٰی عَنْھُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عـہ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم لوگ ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، ہم نے حضور کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس سے منع بھی فرمایا ہے یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔

حدیث ۳۹۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اُصَلِّیْ کَمَا رَاَیْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جیسے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے

بلا عذر بالقصد نماز کو موخر نہ کرو۔ اور طلوع وغروب کے وقت پڑھو۔ اتنا زائد ہے اس لئے کہ سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے مابین نکلتا ہے۔ حاجب کے تین معنی ہیں۔ کنارہ۔ وہ کرنیں جو طلوع سے پہلے افق پر نظر آتی ہیں۔ اردگرد۔ یہاں مراد کنارہ ہے۔ طلوع سے مراد سورج کے بالائی کنارے کے چمکنے سے لے کر بیس منٹ تک ہے۔ اسی طرح غروب سے مراد سورج کے بالائی کنارے کے ڈوبنے کے وقت سے بیس منٹ پہلے تک ہے۔ ان دونوں اوقات میں نہ نفل کی اجازت ہے نہ فرض کی۔ بعض لوگوں نے یہ وقت پندرہ منٹ رکھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ بیس منٹ ہے۔ اس کی مکمل تحقیق فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

تشریحات ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰

تکمیل۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی ابتداء میں یہ زیادہ کیا۔

عـہ اول مواقیت۔ باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ص۸۲ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

عـہ اول مواقیت۔ باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ص۸۳۔

أَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّيْ بِلَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ مَّاشَاءَ غَيْرَ أَنْ لَّا

ہوئے دیکھا ہے میں بھی پڑھوں گا میں کسی کو رات یا دن میں جب چاہے کسی وقت بھی نماز سے منع نہیں کرتا۔ ہاں

تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا ؏

سورج کے طلوع اور غروب کے وقت بالقصد نماز نہ پڑھو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن کے ابتدائی حصے میں زوال کے وقت تک کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مطلب یہ ہوا کہ وہ زوال کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام مالک کے یہاں زوال کے وقت نماز مکروہ نہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔

احناف کی دلیل

احناف کے نزدیک زوال کے وقت بھی نماز مکروہ ہے۔ ان کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او ان نقبر فیھن موتانا، حین یطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مُردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب سورج چمکتا ہوا نکلے یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ اور ٹھیک دوپہر کو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے کے لئے جھکے یہاں تک کہ ڈوب جائے۔

حین یقوم قائم الظہیرۃ کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ جب دوپہر کو کھڑے ہونے والے کا سایہ سیدھا قائم ہو جائے نہ پورب جھکا ہو نہ پچھم۔ اس کا حاصل ٹھیک دوپہر ہے۔ ان نقبر فیھن موتانا ــــ سے مراد نماز جنازہ ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں یہ تفصیل ہے۔ ان نصلی فیھن او ان نقبر فیھن موتانا ــــ یعنی ان اوقات میں مردے پر نماز پڑھنے اور انھیں دفن کرنے سے منع فرمایا۔ یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور کسی وجہ سے دیر ہو گئی مثلاً کسی کے انتظار میں، اور زوال کا وقت آگیا۔ اور اگر جنازہ اسی وقت تیار ہوا۔ تو کراہت نہیں ــــ اب زوال کے وقت کے نکلنے کے وقت تک انتظار ممنوع ہے۔ اس لئے کہ جنازے کے تیار ہو جانے کے بعد دفن میں جلدی

؏ اول مواقیت۔ من لم یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر ص ۸۳

[۱] مسلم اول باب الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا ص ۲۷۶ ابوداؤد ثانی جنائز باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا ص ۹۸ ترمذی اول جنائز باب فی کراھیۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ عند طلوع الشمس وعند غروبھا ص ۱۲۴ نسائی اول صلوٰۃ باب النھی عن الصلوٰۃ نصف النھار ص ۹۶ ابن ماجہ دارمی صلوٰۃ ۱۴۲ مسند امام احمد۔

کرنے کا تاکیدی حکم احادیث میں آیا ہے اس لئے تاخیر ان احادیث کے معارض ہے۔

زوال سے مراد عوام اس وقت کو زوال کہتے ہیں حالانکہ اس کا صحیح نام نصف النہار ہے ہم نے عرف کا لحاظ کرتے ہوئے اسے زوال سے تعبیر کیا۔ ورنہ حقیقت میں زوال کے معنی ڈھلنا ہے۔ اس وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد ضحوۂ کبریٰ ہے یعنی نصف النہار شرعی اور نصف النہار حقیقی کے درمیان کا وقت شرعی دن صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے اور عرفی دن سورج نکلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک۔ صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کا جو وقت ہے اس کے نصف سے ضحوۂ کبریٰ شروع ہوتا ہے اور خط استواء سے سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ یہ پورا وقت نصف النہار ہے۔ اس وقت نماز مکروہ ہے ضحوۂ کبریٰ ہمارے بلاد میں کم از کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے[1] نصف النہار سے ضحوۂ کبریٰ مراد ہے۔ یہ قول ائمہ خوارزم کی جانب منسوب ہے۔ امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا۔ اس لئے کہ نصف النہار عرفی کے بعد بلا کسی فصل کے زوال ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی بھی نماز ممکن نہیں۔ اور اس وقت نماز کی ممانعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت نماز پڑھی جاسکتی ہے نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ظاہر منطوق بھی یہی ہے۔ کہ فرمایا۔

نھی عن الصلوٰۃ نصف النھار حتی تزول الشمس[2] — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصف النہار کے وقت نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث احناف کی مؤید ہیں۔ مثلاً حضرت عمرو بن عنبسہ اور حضرت عبداللہ بن الصنابحی حضرت ابوہریرہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث۔

یوم جمعہ وقت زوال نماز کا استثناء حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوقتادہ کی حدیث میں وقت استواء نماز کی ممانعت سے جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔ اسی کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ حاوی میں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ درمختار میں اشباہ سے نقل فرمایا کہ یہی صحیح اور معتمد ہے۔ مگر علامہ شامی نے اس پر یہ اعتراض نقل فرمایا کہ متون اور شروح اس کے خلاف ہیں۔ یعنی حکم ممانعت جمعہ کے دن کو بھی شامل ہے اور ان احادیث کا جواب علماء احناف سے یہ نقل فرمایا۔ کہ یہاں مبیح و محرم میں تعارض ہے اس لئے ترجیح محرم کو ہوگی۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص۴۱۶ [2] مشکوٰۃ ص۹۵

ت ۱۲۴

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا صَلَّى النَّبِيُّ

کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ

تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھی۔ اور فرمایا عبد القیس کے کچھ لوگوں نے

مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ؏

مجھے مشغول رکھا اور میں ظہر کے بعد کی دو رکعت نہیں پڑھ سکا تھا۔

مکہ معظمہ میں استثنار کا جواب

اسی طرح ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبد مناف! کوئی کسی وقت بھی کعبے کا طواف کرے یا نماز پڑھے تو اسے منع نہ کرو[1]۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکہ معظمہ میں کوئی نماز کسی وقت پڑھنی ممنوع نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سابقہ احادیث پر نظر کرتے ہوئے اس سے مراد یہ ہے کہ غیر اوقات مکروہہ میں جس وقت جس کا جی چاہے طواف کرے نماز پڑھے اسے نہ روکو۔ تاکہ احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جد الممتار میں فرمایا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اس قبیل سے ہو جو فرمایا گیا۔ کہ عوام اگر اوقات مکروہہ میں نماز پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔ عدم جواز اور ہے اور منع اور چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واقف کار خود ان اوقات میں مکہ معظمہ میں بھی نماز نہ پڑھیں لیکن اگر کوئی پڑھتا ہے تو اسے منع نہ کیا جائے۔ نماز ایسا فعل حسن ہے جس سے روکا نہ جائے[2]۔

تشریحات ۱۲۴

تکمیل۔ ابواب السہو اور مغازی میں یہ تعلیق امام بخاری نے پوری سند کے ساتھ مفصل تحریر فرمائی ہے۔ کریب کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن ازہر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ حاضر ہو کر ان کی خدمت میں ہم سب کا سلام عرض کرو پھر عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں ان سے سوال کرو اور عرض کرو کہ ہم لوگوں کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ابن عباس نے بتایا کہ حضرت عمر کے ساتھ

؏ اول مواقیت باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوھا ص۸۳ تہجد باب اذا کلّم وھو یصلی فاشار بیدہ واستمع ص۱۶۴ ثانی مغازی باب وفد عبد القیس ص۶۲۷ مسلم۔ ابوداؤد۔

[1] مشکوٰۃ ص۹۵ — [2] جد الممتار ص۲۴۹

میں لوگوں کو یہ نماز پڑھنے پر مارا کرتا تھا۔ کریب نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان لوگوں کا پیغام پہنچا دیا۔ انھوں نے فرمایا۔ ام سلمہ سے پوچھو! میں وہاں سے ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرت عائشہ کا ارشاد بتایا اب ان حضرات نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سن چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ عصر پڑھنے کے بعد جب میرے گھر میں تشریف لائے تو انھیں پڑھ رہے ہیں۔ میرے پاس بنی حرام کی کچھ انصار کی عورتیں تھیں اس لئے میں نے اپنی خادمہ کو حضور کے نزدیک بھیجا اور سکھایا کہ پہلو میں کھڑی ہو جا اور عرض کر، ام سلمہ خدمت اقدس میں عرض کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کو ان رکعتوں سے منع کرتے ہوئے میں نے سنا ہے اور دیکھ رہی ہوں کہ حضور انھیں پڑھ رہے ہیں اگر ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ جانا خادمہ نے ایسا ہی کیا۔ تو حضور نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ ہٹ آئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہو چکے تو فرمایا۔ اے ابو امیہ کی بیٹی! عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں تو نے پوچھا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ۔ عبد القیس کے کچھ لوگ میری خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے مشغول رکھا جس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا یہ وہی دونوں ہیں۔

شبہ اور جواب:۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوافل کی قضا ہے مگر آگے مفصل آرہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

مطابقت:۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ عصر کے بعد فوت شدہ نمازوں اور اس کے مثل کو پڑھنا۔ مگر جب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے تو اس سے باب ثابت نہ ہوگا۔ اس مسئلہ میں ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ غروب سے بیس منٹ پہلے تک صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض و واجبات بلا کراہت درست ہیں۔ پھر غروب آفتاب تک کوئی نماز جائز نہیں۔ سوائے اس دن کی عصر کے اور اس نماز جنازہ کے جو اسی وقت تیار ہوا ہو اور اس سجدۂ تلاوت کے جو اس وقت تلاوت سے واجب ہوا ہو۔

نحوھا:۔ باب میں نحوھا، تھا۔ ابن منیر نے فرمایا۔ اس میں نوافل راتبہ یعنی سنن موکدہ داخل ہیں۔ اور حدیث میں ممانعت ان نوافل سے ہے جن کے لئے کوئی سبب نہ ہو۔ یعنی جو اپنی مرضی سے پڑھی جائیں۔ اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ نحوھا۔ نوافل راتبہ کو داخل کرنے کے لئے بڑھایا۔ بلکہ اس سے مراد وہ نماز جنازہ ہے جو اس وقت تیار ہوا ہو اور سجدۂ تلاوت ہے جو اسی وقت واجب ہوا ہو۔ یعنی واجبات و فرائض۔ اور حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور دیگر احادیث سے اس وقت مطلقاً ہر نفل کی ممانعت ثابت ہے خواہ ان کا کوئی سبب ہو خواہ نہ ہو۔ وہ احادیث اپنے

حدیث ۳۹۱

انہ سمع عائشۃ قالت والذی ذھب بہ ماترکھما حتیٰ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جو حضور کو دنیا سے لے گئی عصر کے بعد کی دو رکعتیں

لقی اللہ وما لقی اللہ حتیٰ ثقل عن الصلوٰۃ وکان یصلی کثیرا من صلاتہ

حضور نے کبھی نہیں چھوڑی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی اور اللہ عزوجل سے ملاقات اس وقت کی جب آپ نمازیں پڑھنے سے

قاعدا تعنی الرکعتین بعد العصر وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلیھما ولا

تکان محسوس فرمانے لگے تھے اور حضور اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ یعنی عصر کے بعد کی دونوں رکعتیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں پڑھتے تھے

یصلیھما فی المسجد مخافۃ ان یثقل علیٰ امتہ وکان یحب مایخفف عنھم عہ

اور مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس اندیشے کی وجہ سے کہ امت پر گراں نہ ہو جائے اور یہ پسند فرماتے تھے کہ امت پر تخفیف رہے۔

حدیث ۳۹۲

قال قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابن اختی ماترک

عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اے بھانجے! نبی صلے اللہ

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدتین بعد العصر عندی قط۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں میرے پاس کبھی نہیں چھوڑیں۔

حدیث ۳۹۳

عن عائشۃ قالت رکعتان لم یکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا دو رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم یدعھما سرا ولا علانیۃ رکعتان قبل صلوٰۃ الصبح ورکعتان بعد العصر۔

کبھی نہیں چھوڑتے تھے نہ خفیہ نہ علانیہ۔ نماز صبح سے پہلے دو رکعت اور نماز عصر کے بعد دو رکعت۔

عموم کے لحاظ سے تمام نوافل کو شامل ہیں۔ اقول۔ علامہ عینی کے اس ارشاد کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ اس کو ابن منیر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ فوائت سے مراد فوت شدہ فرائض ہیں تو ان کے مثل وہی نمازیں ہوں گی جو فرض یا کم از کم واجب ہوں جیسے نماز جنازہ جو فرض ہے اور سجدۂ تلاوت جو واجب ہے اور نوافل کی قضا بالاتفاق نہ فرض نہ واجب۔ اس لئے وہ نحوھا میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

تشریحات ۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴

صحیح یہی ہے کہ عصر بعد نفل مطلقاً مکروہ ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑھنا

عہ اول مواقیت باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ص۸۳۔ مسلم۔

حدیث ۳۹۴

قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ

اسود اور مسروق نے حضرت عائشہ پر گواہی دی کہ انہوں نے فرمایا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ؏

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی عصر بعد میرے پاس تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

حضور کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابھی گزری ہوئی بخاری کی حدیث ۳۹۱ میں یہ تصریح ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں ان دو رکعتوں کو اس لئے نہیں پڑھتے تھے کہ امت پر بوجھ نہ پڑے اور یہ پسند فرماتے تھے کہ امت پر تخفیف رہے ۔ اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ امت اس نماز کو پڑھے۔ یہی دلیل تخصیص ہے۔

(۲) حضرت ذکوان مولی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ صوم وصال رکھتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔[۱]

(۳) ابھی حدیث گزری کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[۲] نے شرح معانی الآثار میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ ذکر فرمایا اور یہ تمام صحابہ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

(۴) نیز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعض روایتیں اس کے خلاف بھی آئی ہیں مثلاً ت ۱۲۴ ؏ کہ جب کریب نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ ام سلمہ سے پوچھو۔ اگر ام المومنین حضرت عائشہ کو اس بارے میں کچھ معلوم تھا تو خود کیوں نہیں بتایا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس کیوں بھیجا۔ بلکہ امام طحاوی[۳] نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت معاویہ نے انھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے بھیجا تو توفرمایا "لا ادری" میں نہیں جانتی۔ نیز حضرت معاویہ کی دوسری حدیث میں ہے۔ کہ فرمایا۔ لیس

؏ اول مواقیت باب مایصلی من الفوائت ص ۸۲ ابوداؤد نسائی۔

[۱] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من رخص فیہما ص ۱۸۱۔

[۲] شرح معانی الآثار اول باب الرکعتین بعد العصر ص ۱۸۰

[۳] شرح معانی الآثار اول باب الرکعتین بعد العصر ص ۱۴۷-۸

عندی صلاھما۔ میرے پاس ان دونوں رکعتوں کو نہیں پڑھا۔ غالبًا اسی معنوی سقم کی بنا پر امام ترمذی[1] نے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت صرف اس وجہ سے پڑھی تھی۔ کہ خدمت اقدس میں کچھ مال آگیا تھا اس میں مشغولیت کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعت نہیں پڑھی تھیں انھیں کو عصر کے بعد پڑھی۔ ثم لم یعد ھما۔ پھر کبھی نہیں پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا۔

وقد روی غیر واحد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ صلی بعد العصر رکعتین وھذا خلاف ما روی عنہ انہ نھی عن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وحدیث ابن عباس اصح حیث قال لم یعد ھما۔

متعدد حضرات نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھی ہے۔ یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو مروی ہے کہ حضور نے عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس کی حدیث زیادہ صحیح ہے کہ انھوں نے فرمایا پھر کبھی نہیں پڑھی۔

ایک اشکال کا حل

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ عصر کے بعد جو دو رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی وہ ظہر کے بعد کی سنت کی قضا تھی۔ نیز دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ عصر کے وقت بلال نے اقامت جلدی کہہ دی اور میں عصر کے پہلے کی سنت نہ پڑھ سکا تھا۔ یہ عصر کے بعد جو پڑھ رہا ہوں یہ اسی کی قضا ہے۔ حالانکہ سنتوں کی قضا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی دلیل دار قطنی کی یہ روایت ہے کہ حضرت ام المومنین نے جب دریافت فرمایا۔ کیا ہم لوگ بھی قضا کریں۔ تو فرمایا نہیں[2]۔

علامہ عسقلانی پر تطفل

حضرت علامہ ابن حجر نے بعد والی روایت کو ضعیف کہا ہے مگر تلخیص میں امام احمد سے روایت کرکے سکوت اختیار فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن حبان نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ الزوائد جلد ثانی صہ ۳۲۴ میں ہے۔ کہ امام احمد کی اس حدیث کے رجال رجال صحیح ہیں۔ اس لئے علامہ ابن حجر کی تضعیف ساقط۔ پھر یہ کہ علامہ کی جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم عند التحقیق لائق استناد ہونے میں حارج نہیں۔ غالبًا علامہ ابن حجر کا ضعیف کہنا یزید بن ہارون عن حماد بن سلمہ۔ کی وجہ سے ہے اگر یہی بات ہے۔ تو ان کا اس حدیث کو ضعیف کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں ثقہ رجال مسلم سے ہیں۔ امام بخاری پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ انھوں نے حماد بن سلمہ سے کم درجے کے لوگوں کی روایت لی اور ان کی نہیں لی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر صہ ۲۶ [2] عمدۃ القاری جلد خامس صہ ۸۴

کشمیری صاحب کا رد علامہ ابن حجر نے حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث پر یہ تنقید کی ــــ وفیہ جریر عن عطاء وسماعہ منہ بعد الاختلاط ــ مگر فیض الباری جلد ثانی ص۱۴۱ میں کشمیری صاحب نے اسے، حضرت عائشہ کی حدیث پر فٹ کر دیا ہے۔

کشمیری صاحب کا تہور انوار الباری جلد سیزدہم ص۳۴ پر حدیث ۳۹۱ کے بارے میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ اصل مضمون حدیث کا اس طرح تھا۔ ماترکھما حتی لقی اللہ، تعنی الرکعتین بعد العصر۔ وما لقی اللہ تعالیٰ حتی ثقل عن الصلوٰۃ وکان یصلی کثیرا من صلوتہ قاعدًا وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ۔ راوی نے، قاعدًا کے ساتھ 'تعنی' والے جملے کو جوڑ کر ترتیب و معنی بگاڑ دیا۔ اس پر بجنوری صاحب نے یہ عنوان قائم کیا۔ امام بخاری کا تسامح۔ اقول۔ اولا راوی نے ترتیب بگاڑی۔ تو یہ امام بخاری کا تسامح کیسے ہو گیا۔ یہ ان کی اعلی درجے کی دیانت ہے کہ جیسے سنا ویسے ہی یاد رکھا ویسے ہی تحریر فرمایا۔ ثانیًا راوی نے ترتیب بدل دی اس پر کیا دلیل ہے۔ صحیح ترتیب کا آپ کو علم کیسے ہوا۔ ثالثًا معنی بگاڑنے کا الزام بھی غلط ہے۔ آپ یہی نہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیر عمر مبارک میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے خواہ وہ بعد عصر کی ہوں خواہ کوئی اور۔ اور بخاری میں مذکورہ ترتیب سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ صرف عصر کے بعد والی نفل اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے حکم عام کو ایسے بیان کیا جاتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس خاص چیز کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔ دونا دون سود نہ کھاؤ۔ اور فرمایا۔ لَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامنی چاہیں حالانکہ سود مطلقًا حرام ہے اگرچہ دونا دون نہ ہو۔ زنا پر کسی کو مجبور کرنا بہرحال حرام ہے۔ اسی طرح حضرت ام المومنین عصر کے بعد کی نفل کی اہمیت بتانے کے لئے فرماتی ہیں کہ حضور کا جسم اقدس جب بھاری ہو گیا اور نوافل بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے ــ اس وقت بھی انھیں نہیں چھوڑا۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اثنار کلام میں کوئی مبہم بات کہہ دی جاتی ہے۔ اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے سلسلہ کلام آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر خیال آتا ہے کہ فلاں بات مبہم تھی۔ اب تفسیر کر دی جاتی ہے۔

تتمہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ وہ ایام حج میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ عصر بعد سورج میں گہن لگا مگر کسی نے بھی "نماز کسوف" نہیں پڑھی۔ دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ چونکہ اس وقت نماز مکروہ ہے۔ اس لئے نماز کسوف نہیں پڑھی گئی یہ صحابہ کا اخیر دور تھا تابعین کا اول، ہزاروں تابعین موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی نہیں پڑھی۔ اس سے

ثابت ہو گیا کہ جمہور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے کہ عصر کے بعد نماز نفل مطلقاً مکروہ ہے اسی سے حضرات شوافع کا یہ کہنا بھی ساقط ہو گیا۔ کہ عصر بعد صرف وہ نمازیں مکروہ ہیں جو ذوات الاسباب نہ ہوں۔ اور ذوات الاسباب مکروہ نہیں اس لئے نماز کسوف ذوات الاسباب میں سے ہے۔ یہ امام لیث بن سعد اس درجے کے مقتدا ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا۔ یہ امام مالک سے کم نہیں مگر ان کے تلامذہ نے انہیں ضائع کر دیا۔

تکملہ:۔ احناف کے یہاں طلوع۔ استوار، غروب کے وقت کوئی بھی نماز جائز نہیں۔ نہ فرائض نہ واجبات نہ نوافل۔ بقیہ اوقات مکروہہ میں صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض اور واجبات مثلاً نماز جنازہ و سجدہ تلاوت مکروہ نہیں۔ اس پر امام ابن ہمام نے فرمایا۔ نہی عام ہے۔ پھر ان تین کے علاوہ بقیہ اوقات میں فرائض اور واجبات کی تخصیص کس وجہ سے ہے۔ اقول۔ ان تینوں اوقات میں نماز کی ممانعت کی علت خود شارع علیہ السلام نے بیان فرمادی کہ طلوع و غروب کے وقت آفتاب شیطان کی سینگوں کے درمیان رہتا ہے۔ اور استوار کے وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں اوقات میں ممانعت ایسی وجہ سے ہے جو وقت میں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ اوقات نماز کے اوقات ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ اس لئے ان اوقات میں کسی نماز کی اجازت نہیں۔ بخلاف دیگر اوقات کے کہ ان میں ممانعت کی علت شارع نے نہیں بتائی۔ مگر احادیث ہی سے ثابت کہ دیگر اوقات نماز کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھی۔ اس لئے ان اوقات میں ہم نے تفصیل کی کہ فرائض و واجبات جائز اور نوافل ممنوع۔ اس میں ایک خاص لم ہے۔ فرائض و واجبات اللہ عزوجل کے فرض و واجب کرنے سے ہیں۔ اگر ادا نہ ہوئے تو ذمے رہ جائیں گے اور بندہ ماخوذ ہوگا۔ ان سے جلد از جلد بری الذمہ ہونا ضروری ہے۔ پہلے توفیق نہ ہوئی انہیں اوقات میں توفیق ہوئی تو دیر کیوں کرے بخلاف نوافل کے کہ وہ اختیاری ہیں۔ اور ان اوقات میں نماز سے جب ممانعت ہے تو اس کا مورد کوئی نہ کوئی نماز ضرور ہونی چاہیئے۔ ہم نے نوافل کو اس کا مورد بنانا زیادہ مناسب جانا۔ ثانیاً علاوہ ازیں طلوع و غروب اور استوار کے وقت ممانعت کی احادیث اتنی کثیر ہیں کہ معنیً متواتر ہیں۔ اور ان کے معارض کوئی حدیث نہیں یہ اپنی قوت کے اعتبار سے فرائض و واجبات کو بھی عام ہوئیں۔ بخلاف دوسرے اوقات میں ممانعت کی احادیث کے کہ وہ اتنی کثیر نہیں اور ان کے مزاحم دوسری احادیث بھی ہیں۔ اور فرائض و واجبات قوی اس لئے ان احادیث کو نوافل کے ساتھ ہی خاص رکھا گیا۔ ثالثاً دوسرے اوقات میں ممانعت کی احادیث میں تعارض ہے۔ ان میں تطبیق کی احناف نے یہ صورت پیدا کی کہ احادیث اجازت کو فرائض و واجبات کے ساتھ خاص کیا اور احادیث ممانعت کو نوافل کے ساتھ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی

حدیث ۳۹۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت قتادہ نے فرمایا ہم ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ کچھ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخَافُ

لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر رات کے اخیر میں ہم سب کے ساتھ قیام فرما لیتے (تو اچھا تھا)

اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ

فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم لوگ نماز سے غافل ہو کر سونہ جاؤ۔ بلال نے عرض کیا میں آپ سب کو جگا دونگا

ظَهْرَهٗ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اب سب لوگ لیٹ گئے اور بلال نے اپنے اونٹ پر پیٹھ لگا لیا ان کی آنکھیں ان پر غالب آگئیں اور سو گئے۔ سب سے

وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَا بِلَالُ اَیْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا اُلْقِیَتْ عَلَیَّ

پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے اس وقت کہ سورج کا کنارہ نکل چکا تھا حضور نے فرمایا اے بلال! کہاں ہے

نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِیْنَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَیْكُمْ

وہ جو تو نے کہا تھا۔ عرض کیا ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ فرمایا۔ بے شک جب اللہ نے چاہا تمہاری روحوں کو

حِیْنَ شَاءَ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ

قبض کر لیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔ اے بلال اٹھو اور نماز کے لئے اذان دو۔ اب حضور نے

الشَّمْسُ وَابْیَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی عه

وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہوا اور سفید ہو گیا تو حضور اٹھے اور نماز پڑھی۔

وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ ان اوقات میں طواف کے بعد کی نماز بھی صحیح نہیں حالانکہ وہ واجب ہے وجہ فرق یہ ہے کہ ان اوقات میں فرائض اور ان واجبات کی اجازت ہے جو فرائض کے مثل واجب لعینہ ہوں۔ اور طواف کے بعد کی نماز واجب لعینہ نہیں بلکہ طواف کی وجہ سے واجب ہوئیں۔

تشریحات ۳۹۵ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ۲۴۱ کی شرح میں ہم بتا آئے کہ اخیر رات میں قیام کر کے سو جانے کی وجہ سے نماز فجر تین بار قضا ہوئی ہے اگرچہ کشمیری صاحب اس کا انکار کرتے ہیں۔ صرف ایک بار مانتے ہیں۔ فیض الباری جلد ثانی ص ۱۴۳۔

عه اول مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذهاب الوقت ص ۸۲ ثانی توحید باب فی المشیئۃ والارادة ص ۱۱۱۲
ابوداؤد، نسائی۔

مگر یہ ان کا خیال خام ہے۔ واقعات میں اتنا تفاوت ہے کہ یہ سب واقعات ایک نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت عمران والی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر جاگے اور پھر فلاں اور فلاں پھر حضرت عمر جاگے۔ ان کی بلند آواز سے تکبیر سن کر حضور بیدار ہوئے اس حدیث میں یہ ہے کہ بیدار ہونے کے بعد وہاں سے کچھ دور جاکر نماز فجر پڑھی۔ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ وہیں نماز پڑھی اس حدیث میں ہے کہ ہمیں دھوپ کی گرمی نے جگایا۔ اس میں یہ ہے۔ جب حضور بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکلا تھا۔ اور نماز کا مکروہ وقت تھا۔ اس لئے حضور نے توقف فرمایا۔ جب سورج اتنا بلند ہو گیا کہ زردی ختم ہو گئی اور سورج سفید ہو گیا تو نماز پڑھی۔

مؤطا امام مالک میں حضرت زید بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مکہ معظمہ کے راستے میں فجر قضا ہوئی تھی۔ اور حضرت عمران والی حدیث کا قصہ خیبر سے واپسی پر ہوا تھا۔ حضرت قتادہ والی حدیث میں مذکور اور حضرت زید بن مسلم والی حدیث میں مذکور واقعہ بھی ایک نہیں۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ ارشاد فرمایا۔ یہاں سے چلو اس وادی میں شیطان ہے[1]

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے اذان بھی کہہ سکتے ہیں اور اسے باجماعت پڑھ بھی سکتے ہیں۔ اگر انسان نماز کا پابند ہے اور سو جانے کی وجہ سے نماز قضا ہو گئی تو کوئی گناہ نہیں۔ ایسے وقت سونے سے بچنا چاہیئے کہ نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ہاں اگر کوئی جگانے کا ذمہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ ان احادیث میں فجر کی سنت پڑھنے کا ذکر نہیں مگر دوسری احادیث میں ہے۔ مثلاً مسلم شریف[2] اور طحاوی[3] میں حضرت ابو قتادہ ہی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے دو رکعتیں پڑھی۔ پھر فجر کی نماز پڑھی۔ حضرت ابو مریم[4] اور حضرت ابو ہریرہ[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ پہلے حضور نے فجر کے پہلے والی دو رکعتیں پڑھیں۔ نیز طحاوی[6] ہی میں حضرت عمران والی حدیث میں ہے۔ اذان کے بعد ہم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر اقامت کہی گئی۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں صحیح و مختار یہ ہے کہ اگر زوال سے پہلے قضا پڑھے تو فجر کی سنت بھی پڑھ لے۔ آفتاب نکلنے کے بعد جب تک اسمیں زردی باقی رہے قضا نماز جائز نہیں جب تک کہ سفید نہ ہو جائے۔ گزر چکا اس کی مقدار بیس منٹ ہے۔

---

[1] باب النوم عن الصلوٰۃ ص۶۔
[2] اول باب قضاء الفائتۃ ص۲۳۹۔
[3] اول باب الرجل یدخل فی صلوٰۃ الغداۃ الخ ص۲۳۳۔
[4] اول باب کیف یقضی الفائت ص۱۰۲۔
[5] مسلم اول باب مذکور۔ نسائی اول باب مذکور۔
[6] طحاوی اول باب مذکور ص۲۳۳۔

حدیث ۳۹۶

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَاءَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورج ڈوبنے کے بعد غزوۂ خندق کے دن آئے۔ اور کفار قریش کو برا

یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کِدْتُّ اُصَلِّی الْعَصْرَ حَتّٰی

کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں عصر نہیں پڑھ سکا تھا کہ سورج ڈوبنے لگا (یعنی عصر نہیں پڑھ

کَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ

سکا)۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں نے بھی عصر نہیں

مَا صَلَّیْتُھَا فَقُمْنَا اِلٰی بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوۃِ وَتَوَضَّأْنَا لَھَا فَصَلَّی الْعَصْرَ

پڑھی ہے اس کے ہم سب بطحان پر گئے حضور نے بھی نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے

بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَھَا الْمَغْرِبَ [ع]

بھی سورج ڈوبنے کے بعد ہم نے عصر پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی۔

تشریحات ۳۹۶ اس حدیث میں دو اشکال ہیں۔ اول یہ کہ ـــ ماکدت ان اصلی العصر الخ کے کیا معنی ہیں۔ یعنی حضرت عمر نے عصر کی نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ پڑھ لی تھی۔ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ کادَ اثبات و نفی میں دوسرے افعال کی طرح ہے یا اس کی نفی اثبات اور اثبات نفی ہے۔ علامہ عینی کا مختار یہ مذہب ہے کہ یہ اثبات و نفی میں دوسرے افعال کی طرح ہے اسی کو علامہ ابن حاجب نے کافیہ میں اصح کہا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔
اِذَا اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا۔ نور ۵ جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے نہ دیکھ سکے۔
علامہ ابن حجر کا مختار یہ مذہب ہے کہ کاد کی نفی اثبات کے لئے اور اثبات نفی کے لئے ہوتا ہے۔ تو

ع اول مواقیت الصلوٰۃ باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت ص۸۳ ایضا باب قضاء الصلوات الاولیٰ فالاولیٰ ص۸۴ اذان باب قول الرجل ماصلینا ص۸۹ صلوۃ الخوف باب الصلوٰۃ عند مناھضۃ الحصون ص۱۲۹ مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۹۰ مسلم۔ ترمذی، نسائی، صلوٰۃ۔

حضرت عمر کے ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ میں نے نماز اس وقت پڑھی کہ سورج ڈوبنے کے قریب تھا مگر ابھی ڈوبا نہیں تھا۔ مگر چونکہ یہ مذہب قرآنی محاورے کے خلاف ہے اس لئے مرجوح ہے۔ اور صحیح مطلب وہی ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ ہے کہ میں نماز عصر نہ پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوگیا یعنی ڈوبنے لگا اور اس وقت چونکہ نماز ممنوع ہے اس لئے میں نے نہیں پڑھی اس کی دلیل اس کے بعد والی روایت ہے جس میں ہے حتی غربت الشمس۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر سے یہ بعید تھا کہ حضور نماز نہ پڑھیں اور تنہا حضرت عمر پڑھ لیں۔ جب کہ قرآن مجید میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ حجرات ① — اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہ کفار قریش کو برا کہہ رہے تھے۔ اگر نماز پڑھ لی تھی تو برا کہنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں کتنی نمازیں قضا ہوئی تھیں۔ اور قضا ہونے کا سبب کیا تھا۔ اس سلسلے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔

① ترمذی[1] اور نسائی[2] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ چار وقت کی نمازیں قضا ہوئی تھیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

② حضرت ابوسعید[3] خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے۔ ظہر، عصر، مغرب نہیں پڑھ سکے تھے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔

③ صرف عصر قضا ہوئی تھی جیسا کہ حدیث زیر بحث سے بظاہر متبادر ہوتا ہے۔ نیز بخاری[4] مسلم[5] نسائی[6] ابن ماجہ[7] ترمذی[8] مسند امام احمد[9] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ ان (کفار قریش) کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے انھوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ (عصر) نہیں پڑھنے دیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

توجیہ:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں عشاء کا بھی ذکر ہے۔ مگر عشاء کے قضا

---

[1] اول صلوٰۃ باب فی النوم عن الصلوٰۃ ص۲۵۔ [2] اول اذان الاجتزاء لذلک کلھا باذان واحد ص۱۰۷، ۱۰۸۔ [3] مسند امام احمد ثالث ص۴۹ نسائی ص۱۰۷۔ [4] اول جہاد، الاحزاب ص۵۹۰۔ [5] اول مساجد باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر ص۲۲۶، ۲۲۷۔ [6] اول صلوٰۃ باب المحافظۃ علی صلوٰۃ العصر ص۸۳۔ [7] باب المحافظۃ علی الصلوٰۃ الوسطیٰ ص۵۰۔ [8] ثانی تفسیر سورۂ بقرہ ص۱۲۳۔ [9] اول ص۷۹

ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ وہ رات میں کسی وقت بھی پڑھی جائے قضا نہ ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ وقت معہود پر نہیں پڑھ سکے۔ اس لئے اس حدیث کا بھی مفاد یہی ہوا کہ تین نمازیں قضا ہوئی تھیں۔ ظہر، عصر، مغرب جن روایتوں میں صرف عصر کا ذکر ہے جس میں دعاء ہلاکت مذکور ہے۔ اس کی توجیہ بعض حضرات نے یہ کی کہ اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کو ذکر فرمایا۔ اور دعاء ہلاکت کی وجہ اسے قرار دیا۔ مگر ہم بتا آئے کہ حدیث زیر بحث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف عصر قضا ہوئی تھی۔ اس لئے صحیح توجیہ یہی ہے۔ کہ حادثہ دو بار ہوا ایک دفعہ صرف عصر قضا ہوئی اور ایک بار۔ ظہر، عصر، مغرب تینوں۔

نماز قضا ہونے کا سبب مسند امام احمد میں ابن لُہَیعہ کی حدیث میں ہے۔ کہ۔ ابو جمعہ حبیب بن سباع نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مغرب پڑھی۔ پھر دریافت فرمایا کہ کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر پڑھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے نہیں پڑھی ہے۔ تو حضور نے پھر اقامت کہلائی اور عصر پڑھی پھر دوبارہ مغرب پڑھی۔ اس سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ نسیان کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ **اقول**۔ مگر اس نسیان کا سبب دشمنوں کا سخت ہجوم اور خطرناک یورش کی مدافعت میں مصروفیت تھی۔ اس لئے اصل سبب کفار کا ہجوم عام اور سخت حملہ تھا۔

مطابقت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس میں جماعت کا دور تک کہیں پتہ نہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ یہاں حدیث کے سیاق میں اختصار ہے۔ مفصل حدیث سے امام بخاری نے باب کا مضمون اخذ کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی تائید میں فرمایا کہ اسماعیلی کی روایت میں، فصلی بنا العصر۔ موجود ہے۔ **اقول**۔ صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز قضا جماعت سے پڑھی تھی جیسا کہ مسند[1] امام احمد اور نسائی[2] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مفصل یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے ظہر کے لئے اقامت کہی تو حضور نے ظہر ویسے ہی پڑھا جیسے وقت پر پڑھتے تھے۔ الخ۔ نیز نسائی[3] ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو حدیث ہے۔ اس میں اس طرح ہے فاقام لصلوٰۃ الظہر فصلینا۔ ظہر کی اقامت کہی تو ہم نے ظہر پڑھی۔ الخ اور حضرت ابو عبیدہ کی حدیث میں بھی قریب قریب یہی ہے۔ اور اقامت جماعت کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے اس سے بھی ثابت کہ قضا با جماعت ہوئی تھی۔ بلکہ مسند امام احمد[4] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے۔

---

[1] ثالث ص ۴۹۔ [2] اول صلوٰۃ۔ الاذان للفائتۃ من الصلوٰۃ ص ۱۰۷-۱۰۸
[3] ایضا بعدہ ص ۱۰۸۔ [4] اول ص ۴۲۳۔

ت ۱۲۵ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ۔

ابراہیم نے فرمایا جو ایک نماز بیس سال چھوڑے تو صرف اسی نماز کو لوٹائے۔

حدیث ۳۹۷ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ لَا كَفَّارَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آجائے اس وقت پڑھے۔ اس کا کفارہ

فصلی بنا الظہر۔ حضور نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔

مسائل ۱:۔ اگر جان و مال کی حفاظت میں نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ ۲:۔ اگر دشمن کا ہجوم اتنا زبردست ہو کہ نماز خوف پڑھنے میں بھی ان کے غالب آنے کا اندیشہ صحیح ہو تو نماز موخر کی جا سکتی ہے۔ ویسے غزوہ خندق کے وقت تک نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ گزر چکا کہ یہ سنہ میں نازل ہوئی۔ ۳:۔ اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان و اقامت اور جماعت کے ساتھ قضا کی جا سکتی ہے۔ ۴:۔ اگرچہ نمازیں اکٹھی پوری جماعت کے ساتھ فوت ہو جائیں تو پہلی کے لئے اذان کہے اور بقیہ کے لئے اقامت۔ یہ اختیار ہے کہ سب کے لئے الگ الگ اذان بھی کہے اور اقامت بھی۔ ۵:۔ اگر کسی کی چند نمازیں قضا ہو جائیں اور وہ صاحب ترتیب ہو تو ترتیب سے ادا کرنا فرض ہے۔ اگر قضا شدہ ادا کئے بغیر وقتیہ پڑھے تو وہ نہ ہوگی۔ مگر یہ کہ وقت میں تنگی ہو۔ اور اگر صاحب ترتیب نہیں تو قضا میں ترتیب ضروری نہیں۔ صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمے پانچ سے زائد نمازیں نہ ہوں۔

تشریح ۱۲۵ یہ اثر جامع ثوری میں منصور وغیرہ سے سند متصل کے ساتھ مذکور ہے اس اثر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے نزدیک فوت شدہ نمازوں میں ترتیب فرض نہیں۔ اس لئے کہ اگر ترتیب فرض ہوتی۔ تو مسلسل پانچ نمازیں صحیح نہ ہوتیں۔ تو کم از کم اس فوت شدہ کے علاوہ پانچ مزید نمازوں کی قضا فرض ہوتی صرف اسی ایک ہی کی فرض نہ ہوتی۔

تشریحات ۳۹۷ مسلم میں یہ زائد ہے۔ اونام عنھا۔ یعنی بھول گیا یا سو گیا اور نہیں پڑھی تو یہی حکم ہے۔

لہ اول مساجد۔ باب قضاء الفائتۃ صـ۲۴۱

لَهَا إِلَّا ذَالِكَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي عہ

سوائے اس کے کچھ نہیں (اللہ عزوجل نے فرمایا) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

انوار الباری کا رد:۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔ جو کوئی نماز بھول جائے۔ جب یاد آئے تو اسے پڑھ لے۔ اور صرف اس کے علاوہ کسی کا اعادہ نہ کرے یہ احناف پر کھلی ہوئی تعریض ہے اس پہ شاہ ولی اللہ صاحب نے شرح تراجم بخاری میں لکھا ہے۔ کہ۔ اس باب کا مقصود یہ ہے کہ وقتیہ اور فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب نہیں۔ اس کے خلاف جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ اس پر انوار الباری[1] میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد اس لئے صحیح نہیں کہ حنفیوں کے نزدیک ترتیب کا وجوب تین وجہوں سے ساقط ہے۔ بھولنے سے۔ تنگی وقت سے۔ اور پانچ سے زیادہ نمازوں کے قضا ہو جانے سے۔ جب ایسی بات ہے تو یہاں امام بخاری نسیان والی صورت ذکر کر کے امام صاحب کا رد کیسے کر سکتے تھے۔ ان بزرگ نے امام بخاری کے ارشاد کا مطلب یہ سمجھا ہے۔ کہ کوئی نماز پڑھنا بھول گیا اور یاد آنے سے پہلے اس نے دوسرے وقت کی نماز پڑھ لی۔ پھر فوت شدہ یاد آئی۔ تو اب اس پر صرف اسی فوت شدہ نماز کی قضا ہے۔ اس وقتیہ کی نہیں۔ امام بخاری کے ظاہر کلام سے یہی مستفاد ہوتا ہے مگر امام بخاری کی مراد تعمیم ہے۔ اور۔ من نسی کا تعلق صرف فائتہ سے ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی نماز پڑھنا بھول گیا اور اس کے بعد وقتیہ پڑھی تو وقتیہ ہو گئی۔ خواہ اسے فوت شدہ یاد ہو خواہ نہ یاد ہو۔ اس پہ قرینہ حضرت ابراہیم نخعی کا اثر ہے۔ کہ فرمایا۔ جس نے ایک نماز بیس سال تک چھوڑ دی تو صرف اسی ایک کی قضا کرے۔ اور ظاہر ہے بھولی ہوئی نماز بیس سال کے بعد یاد آئے بیس سال تک یاد نہ آئے۔ عادۃً قریب قریب محال ہے۔ پھر۔ ترک۔ کا مدلول یہ ہے کہ بالقصد چھوڑے اب اگر امام بخاری کے ارشاد کا وہ مطلب لیا جائے جو آپ نے سمجھا تو پھر اس اثر کو باب سے مناسبت نہیں رہے گی۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ۔ نسی۔ کی قید صرف تبعا للحدیث ہے۔ احترازی نہیں امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی قصداً بھی نماز چھوڑے اور اس کے بعد وقتیہ پڑھ لے تو بھی صرف اسی ایک فوت کردہ کی قضا واجب ہے۔ اور اگر یہ امام بخاری کی مراد کوئی نہ مانے تو سوال یہ ہوگا کہ جس کی سونے کی وجہ سے نماز قضا ہوئی یا بالقصد چھوڑی اور یاد آتے ہوئے وقتیہ پڑھ لی تو امام بخاری کا کیا فتویٰ ہے۔

عہ اول مواقیت باب من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکرھا ص۸۴ مسلم، ابو داؤد کلاھما فی الصلوٰۃ۔

[1] سیزدہم ص۴۲۔

ت ۱۲۶ قَالَ مُوسٰی قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهٗ يَقُولُ بَعْدُ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

موسیٰ بن اسمٰعیل نے کہا کہ ہمام نے کہا اس کے بعد میں نے سنا کہ حضرت قتادہ کہتے تھے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی۔

مسائل ۱۔ اس ارشاد سے۔ اس کا کفارہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز میں نیابت نہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ دے۔ ۲۔ قضا نماز کے عوض فدیہ نہیں کہ کچھ مال دے کر بری الذمہ ہو جائے۔ ہمارے فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی کے ذمہ نمازیں رہ گئیں ہیں اور وہ مرض الموت میں وصیت کر گیا کہ میری نمازوں کے عوض فدیہ دینا اور وارثین نے فدیہ دیدیا تو امید ہے کہ وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ بلکہ اگر بلا وصیت بھی وارث فدیہ دیدے تو امید قبول ہے۔

ہدایت خاص جو لوگ فاتحے میں خرچ کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ میت کی فوت شدہ نمازوں روزوں کے فدیے کی نیت سے مساکین کو کھلائیں تو یہ ایصال ثواب سے زیادہ ان کے لئے مفید ہو گا۔ ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کی مقدار ہے۔

تشریح ۱۲۶ پہلی روایت میں آیت کریمہ کا اخیر حصہ للذکری تھا۔ الف لام کے ساتھ یہ ابن شہاب زہری کی قرأت ہے۔ قرأت متواترہ 'لذکری' بغیر الف لام کے ہے۔
موسیٰ بن اسمٰعیل جو پہلی روایت کے بھی دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ قتادہ نے جو حضرت انس کے تلمیذ ہیں للذکری' روایت کیا۔ جیسا کہ ابن شہاب کی قرأت ہے۔ پھر کچھ دن کے بعد میں نے قتادہ ہی سے قرأت متواترہ کے مطابق لذکری سنا۔ اس کے بعد امام بخاری نے باب کا یہ عنوان قائم فرمایا۔ قضا نمازوں کو ترتیب سے پڑھنے کا بیان۔ اس کے ثبوت میں وہی حضرت جابر والی حدیث ۳۹۶ ذکر فرمائی ہے کہ حضور نے غزوہ خندق کے موقع پر پہلے فوت شدہ عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی۔ اقول۔ اس حدیث سے مختلف قضا شدہ نمازوں کے مابین ترتیب نہیں ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں صرف عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے بلکہ اس کے پہلے والے باب کے خلاف ثابت یہ ہوتا ہے کہ فائتہ اور وقتیہ میں ترتیب ضروری ہے۔
نیز فائتہ اور وقتیہ میں اور متعدد فوت شدہ نمازوں کے مابین ترتیب کا ضروری ہونا ان احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث ۳۹۶ کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزر چکی ہیں جن میں تصریح ہے کہ پہلے ظہر پڑھی پھر عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی پھر عشاء پڑھی۔ نیز مسند[1] امام احمد میں ابو جمعہ حبیب بن سباع کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب پڑھنے کے بعد دریافت فرمایا۔

[1] جلد رابع ص ۱۰۶

حدیث ۳۹۸

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ اَصْحَابَ

حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے

الصُّفَّۃِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

(ایکبار) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے

کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ

کو لے جائے۔ اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچویں کو پانچ کا ہو تو چھٹے کو۔ اور ابو بکر تین شخص

وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَۃٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَۃٍ

کو لے گئے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس کو ـــــ حضرت عبدالرحمن نے کہا

قَالَ فَھُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ وَلَا اَدْرِیْ ھَلْ قَالَ وَامْرَاَتِیْ وَخَادِمٌ بَیْنَ

(گھر میں) میں اور میرے باپ اور میری ماں تھیں (راوی حدیث ابو عثمان نہدی نے کہا) میں

بَیْتِنَا وَبَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نہیں جانتا کہ یہ بھی کہا تھا۔ یا نہیں۔ اور میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابو بکر کے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَیْثُ صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشّٰی

گھر میں مشترک تھا۔ اور ابو بکر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر شام کا کھانا کھا لیا پھر وہیں رہے یہاں تک

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ

کہ عشاء کی نماز بھی پڑھ لی گئی۔ اس کے بعد لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کا

تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ میں نے عصر پڑھ لی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور نے عصر نہیں پڑھی ہے۔ تو مؤذن کو اقامت کا حکم دیا۔ عصر پڑھی پھر مغرب لوٹائی۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی پر تعقب

مولانا موصوف نے التعلیق الممجد میں ترتیب کے مسئلے میں مذہب شوافع کو ترجیح دی ہے۔ شاید انھیں یہ احادیث نہیں ملیں۔

تشریحات ۳۹۸

تکمیل۔ اس حدیث کی دوسری روایتوں میں نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اختصار بھی ہے اور الٹ پھیر اور ادل بدل بھی ہے۔ مثلاً کتاب الادب میں ہے ـــ کہ ابو بکر صدیق نے کچھ لوگوں کو مہمان بنایا۔ اور عبدالرحمن سے کہا اپنے

قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ أَوْ

کھانا بھی تناول فرما لیا۔ اس کے بعد جب اتنی رات گزر گئی جتنی اللہ نے چاہا۔ تو گھر آئے اور اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے مہمانوں کی خبر گیری

مَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتَّى تَجِيءَ قَدْ عُرِضُوا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا

سے کس چیز نے تم کو روک لیا۔ ابو بکر نے کہا کیا ان کو شام کا کھانا نہیں کھلایا ہے۔ ان کی بیوی نے کہا۔ آپ کے آئے بغیر کھانے

فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوا لَا هَنِيئًا لَكُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ

سے انھوں نے انکار کر دیا۔ ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا مگر انھوں نے منع کر دیا۔ عبد الرحمٰن نے کہا میں وہاں سے ٹل گیا

لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ

اور چھپ گیا تو ابو بکر نے کہا او پاجی! جدعک اللہ انفک اللہ تیری ناک کاٹے اور سخت سست کہا اور کہا کھاؤ تمہیں گوارا نہ

مِنْهَا قَالَ شَبِعُوا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَالِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ

ہو اور کہا بخدا میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا اور بخدا ہم جو بھی لقمہ لیتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔

فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ

عبد الرحمٰن نے کہا مہمانوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا جتنا پہلے تھا اس سے زیادہ ہو گیا۔ اب ابو بکر نے اسے دیکھا تو جوں کا

لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَأَكَلَ مِنْهَا

توں یا زیادہ نظر آیا اب اپنی زوجہ سے کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یہ

أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِينَهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا

اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے اب ابو بکر نے اس میں سے کھایا۔ اور کہا وہ شیطان کے وسوسے سے تھی۔ یعنی ان کی

لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ

قسم۔ اس کے بعد ایک لقمہ اس سے کھایا پھر اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ وہاں صبح تک رہا۔

وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا

اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اس کی میعاد ختم ہو گئی تھی ہم نے بارہ آدمی الگ کر لئے اور ہر آدمی کے

مہمانوں کو دیکھنا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے ان کی مہمانداری سے فارغ ہو لینا۔ عبد الرحمٰن گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا مہمانوں کے سامنے لائے۔ اور کہا۔ آپ لوگ

مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا

ساتھ بہت سے لوگ تھے اللہ ہی کو معلوم ہے ایک آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ ان سب نے اس کھانے

أَجْمَعُونَ أَوْ كَمَا قَالَ ؏

میں سے کھایا (ابو عثمان نے کہا) حضرت عبدالرحمٰن نے ایسے ہی فرمایا تھا یا پھر اس کے مثل کچھ اور فرمایا تھا۔

کھائیے۔ مہمانوں نے کہا۔ گھر کے مالک کہاں ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا آپ لوگ کھالو۔ انھوں نے کہا جب تک گھر کے مالک نہیں آجائیں گے ہم لوگ نہیں کھائیں گے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ ہماری مہمانداری قبول کرلو۔ کیوں کہ اگر تم نے نہیں کھایا اور وہ آئے تو ہمیں بہت کچھ بھگتنا پڑے گا پھر بھی مہمان نہیں ملنے۔ اب میں جان گیا کہ والد صاحب مجھ پر خفا ہوں گے۔ جب ابوبکر گھر آئے تو میں وہاں سے ہٹ گیا۔ انھوں نے پوچھا تم نے کیا کیا تو ان کو لوگوں نے بتایا۔ اب فرمایا اے عبدالرحمٰن! میں چپ رہا۔ پھر پکارا اے عبدالرحمٰن! میں اب بھی چپ رہا تو فرمایا اے پاجی! میں تم کو قسم دیتا ہوں اگر تم میری آواز سن رہے ہو تو کیوں نہیں آتے۔ اب میں نکلا اور عرض کیا۔ اپنے مہمانوں سے دریافت فرمالیں۔ اس پر مہمانوں نے کہا انھوں نے سچ کہا وہ کھانا لائے تھے فرمایا تو تم لوگوں نے میرا انتظار کیا۔ قسم خدا کی آج رات میں نہیں کھاؤں گا۔ دوسروں نے بھی کہا۔ قسم خدا کی ہم بھی نہیں کھائیں گے جب تک آپ نہیں کھائیں گے۔ فرمایا۔ اس رات جیسی برائی کبھی نہیں دیکھی۔ تم لوگوں کے لئے خرابی ہو۔ کیا ہوا کہ تم لوگ ہماری مہمانداری نہیں قبول کرتے۔ (مجھ سے فرمایا) اپنا کھانا لا۔ تو میں کھانا لایا۔ اب اس میں ہاتھ رکھا اور پڑھا بسم اللہ۔ پہلی بات (قسم) شیطان کی وجہ سے تھی اب انھوں نے بھی کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہو گیا کہ زیر بحث روایت میں بہت اختصار ہے وہیں بہت سی الجھنیں بھی دور ہو گئیں۔ اب حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہوا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق مہمانوں کو لاکر حضرت عبدالرحمٰن کے حوالے کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلے گئے تھے۔ اور ان سے کہہ گئے تھے کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دینا۔ میرا انتظار نہ کرنا۔ خفگی کا سبب یہی تھا اور اسی لئے حضرت عبدالرحمٰن چھپ گئے تھے۔ اور سخت سست انھیں کو کہا تھا۔ نہ مہمانوں کو کہا تھا نہ اپنی زوجہ کو۔

اصحاب الصفہ:۔ مسجد نبوی کے شمال مشرق کے گوشے میں ایک چبوترہ تھا اور اب بھی ہے

؏ اول مواقیت باب السمر مع الاھل والضیف ص۸۴ علامات النبوۃ ص۵۰۶ ثانی ادب باب ما یکرہ من الغضب والجزع عند الضیف ص۹۰۶ باب قول الضیف لصاحبہ لا آکل حتی تاکل ص۹۰۷ مسلم۔ اطعمہ۔ ابوداؤد الایمان والنذور۔ مسند امام احمد اول ص۱۹۷۔

جس پر چھپر پڑی ہوئی تھی۔ اس میں وہ لوگ رہتے تھے جن کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اور نہ ذریعہ معاش ان کی کفالت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کرتے تھے۔ بخاری۔ رقاق، میں ہے واھل الصفۃ اضیاف الاسلام[1] عموماً ان کی تعداد ستر رہتی۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ[2] میں ہے۔ رایت سبعین من اصحاب الصفۃ۔ مگر یہ تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی۔ ابونعیم استاذ امام بخاری نے حلیہ میں سو سے زائد نام گنائے ہیں[3]

تعشی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ عرب کی عادت تھی کہ سورج ڈوبنے سے پہلے کھا لیتے اسے عشاء کہتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر مہمانوں کو اپنے گھر پہنچا کر پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہیں شام کا کھانا کھا لیا۔ کسی اہم معاملے میں تبادلہ خیال کرنا تھا اس لئے رک گئے۔ اور جب نماز عشاء کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو گھر واپس آئے۔

حتی تعشی لنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ مسلم شریف میں یہاں تعشی کے بجائے نعس ہے امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ اصوب ہے۔ یعنی زیادہ درست ہے۔ علامہ عسقلانی نے اسے اوجہ۔ فرمایا اس لئے کہ جب پہلے آچکا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شام کا کھانا کھا لیا تھا تو اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت حضور نے بھی تناول فرمالیا تھا۔ پھر اس کا کیا مطلب کہ نماز عشاء کے بعد رکے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کا کھانا کھا لیا اگرچہ علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کی تاویل کی ہے۔ کہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر خدمت اقدس میں اتنی دیر رکے کہ وہیں شام کا کھانا کھایا۔ اور عشاء کی نماز پڑھی۔ اور گھر رات گزرنے کے بعد واپس ہوئے مگر کلام کی سلاست ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے حتی نعس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایت کو اصوب کہنے کے بجائے صواب کہنا ہی صواب ہے۔

ماکنا ناخذ لقمۃ: یہاں تقدیم وتاخیر ہے۔ نیز حذف بھی۔ جیسا کہ کتاب الادب کی روایت سے ظاہر ہے۔ کہ جب حضرت صدیق اکبر نے اس رات کو کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی تو ان کی اہلیہ اور ان کے مہمانوں نے بھی قسم کھالی۔ تو حضرت صدیق اکبر نے کھانا منگایا۔ اور سب نے کھایا۔ اس کے بعد ہے کہ لوگ جو لقمہ بھی اٹھاتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔

یا اخت بنی فراس:۔ اس سے مراد حضرت عبدالرحمٰن اور ام المومنین حضرت صدیقہ کی ماں ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ بنی کنانہ کی چشم وچراغ تھیں۔ ان کا نام زینت تھا یا دعد۔

---

[1] باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ ص۹۵۵۔
[2] باب نوم الرجال فی المسجد ص۶۳۔ [3] عینی جلد خامس ص۹۹۔

یہ پہلے عبد الرحمن بن حارث ازدی کی زوجیت میں تھیں۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے نکاح کر لیا۔ انھیں کے بطن سے ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبد الرحمن ہیں۔ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔

جب مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو بھیجا کہ وہ حضور کے اہل و عیال کو لے آئیں تو حضرت صدیق اکبر نے بھی عبد اللہ بن اریقط کو بھیجا کہ وہ ان کے اہل و عیال کو لے آئے۔ چنانچہ دونوں حضرات کے اہل و عیال حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا جو حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے ان کے تاریخ و سن وصال کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ابو عمرو نے کہا کہ ذوالحجہ ۴ھ یا ۵ھ خندق کے سال ہوا۔ امام واقدی نے کہا ذوالحجہ ۶ھ میں ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حدیث زیر بحث سے ثابت کہ حضرت عبد الرحمن کے مدینہ طیبہ آنے کے بعد تک یہ زندہ تھیں۔ اور حضرت عبد الرحمن صلح حدیبیہ کے بعد قبل فتح مشرف باسلام ہو کر مدینہ طیبہ آئے ہیں۔ صلح حدیبیہ اول ذوقعدہ ۶ھ میں ہوئی تھی اور فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں۔ بلکہ یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ واقعہ تخییر کے وقت تک باحیات تھیں۔ اس لئے کہ مسند امام احمد[1] میں ہے — کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے فرمایا تھا۔ یہ معاملہ والدین ابوبکر اور ام رومان کے سامنے پیش کرو۔ جب حضور نے آیت تخییر سنائی تو ام المومنین نے عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ حضور کے معاملے میں ابوبکر اور ام رومان سے مشورہ نہیں کروں گی۔ اور واقعہ تخییر ۹ھ میں ہوا تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی زمانے تک زندہ رہیں۔ اس لئے کہ امام مسروق نے ان سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ — حدثتنی ام رومان — مجھ سے ام رومان نے حدیث بیان کی۔ ابراہیم حربی نے کہا۔ کہ جب امام مسروق نے ام رومان سے یہ حدیث سنی تو ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ حضرت عمر کے عہد تک زندہ رہیں۔ بہر حال اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں۔ اس لئے کہ امام مسروق وصال اقدس کے بعد مدینہ آئے ہیں خطیب وغیرہ نے اس پر اعتراضات کئے ہیں۔ مگر علامہ ابن حجر کی رائے یہی ہے۔ جو امام بخاری نے فرمایا وہی صحیح ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لا وقرۃ عینی: یہ لا، زائدہ ہے۔ جو قسم کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ فلا وربک

---

[1] جلد سادس ص ۲۱۲۔ [2] الاستیعاب۔ الاصابہ جلد رابع ص ۴۵۰ تا ۴۵۲۔

میں ہے۔ لا نافیہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا اسم محذوف ہے۔ یعنی لاشی غیر ما اقول۔ علامہ داؤدی نے فرمایا۔ کہ ام رومان کی قرۃ عینی سے مراد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ یہ فقہی قسم نہیں۔ اظہار محبت کے لئے ہے۔

کان بیننا وبین قوم عقد:۔ یعنی ہمارا مشرکین کی ایک قوم سے مدت معین تک کے لئے معاہدہ تھا وہ میعاد پوری ہوگئی تھی۔ اس قوم کے لوگ حاضر ہوئے تھے۔ ہم نے ان میں سے بارہ آدمی چن لئے تھے۔ علامات النبوۃ کی روایت میں تعرّفنا ہے۔ یعنی بارہ آدمی عریف بنادئے یعنی نگراں۔ جو ان کے احوال وضروریات کی خبر رکھے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان بارہ آدمیوں کو ان لوگوں کے حصے کا کھانا دے دیا گیا۔ جو ان کے ماتحت تھے جیسا کہ علامات النبوۃ وبعث معھم سے مستفاد ہوتا ہے۔

مسائل

① عشاء کے بعد مہمان اور اپنے گھر والوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
② مہمانوں کی خدمت بہت بڑی سعادت ہے۔
③ گھر کا مالک نہ موجود ہو تو جو لوگ گھر رہیں انھیں لازم ہے کہ مہمانوں کی خدمت کریں۔
④ جس قسم کا توڑنا بنسبت قسم پوری کرنے کے زیادہ اچھا ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔
⑤ اس حدیث سے حضرت صدیق اکبر کی کرامت معلوم ہوئی کہ کھانے سے وہ کم نہ ہوا نہ زیادہ ہوگیا۔ اور اسے کثیر آدمیوں نے کھایا۔

کتاب الاذان

حدیث ۳۹۹

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ذکروا النار والناقوس فذکروا الیہود

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو لوگوں نے یہود و نصاریٰ

والنصاری فامر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامۃ عہ

کا ذکر کیا اس کے بعد بلال کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار۔

حدیث ۴۰۰

ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یقول کان المسلمون

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ آئے تو

حین قدموا المدینۃ یجتمعون فیتحینون الصلوۃ لیس ینادی لہا

اندازہ کرکے نماز کے لئے اکٹھا ہو جاتے تھے۔ نماز کے لئے ندا نہیں ہوتی تھی۔ تو لوگوں نے آپس

فتکلموا یوما فی ذالک فقال بعضہم اتخذوا ناقوسا مثل ناقوس النصاری

میں اس بارے میں ایک دن گفتگو کی۔ بعض نے کہا۔ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنا لو۔ اور بعض

وقال بعضہم بل بوقا مثل قرن الیہود فقال عمر اولا تبعثون رجلا

نے کہا۔ یہودیوں کے سنکھ کی طرح ایک سنکھ بنا لو۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کیوں نہیں کسی آدمی کو بھیج دیتے

اذان کے معنی:۔ اذان۔ باب تفعیل کا مصدر قیاسی ہے کلام و سلام کے وزن پر اس کا مادہ اَذَنٌ ہے۔ سننے کے معنی میں۔ اس کے لغوی معنی۔ اعلام۔ یعنی خبر دینے کے ہیں۔ اور شریعت میں اعلام مخصوص کا نام ہے جو خاص الفاظ اور خاص ہیئت کے ساتھ کیا جائے۔ جو سب کو معلوم ہیں۔ اذان ۱ھ میں مشروع ہوئی

تشریحات ۳۹۹-۴۰۰ تکمیل۔ حدیث ۳۹۹ مختصر ہے پوری حدیث یوں ہے۔ لوگوں نے کہا اگر ہم ناقوس بنا لیں۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نصاریٰ

عہ اول اذان باب بدء الاذان ص۸۵ ذکر بنی اسرائیل ص۴۹۱ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ ترمذی صلوۃ ابن ماجہ صلوۃ۔

يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ۔ عہ

جو نماز کے لئے ندا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! اٹھ اور نماز کے لئے ندا دے۔

کے لئے ہے۔ تو لوگوں نے کہا اگر ہم سنکھ بنالیں تو فرمایا یہ یہودیوں کے لئے ہے۔ اب لوگوں نے کہا اگر ہم کسی اونچی جگہ آگ جلائیں تو فرمایا یہ مجوس کے لئے ہے[۱] دوسرا اختصار یہ ہے کہ اس میں یہود کے سنکھ کا ذکر نہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کا تذکرہ نہیں۔ اسی طرح حدیث ۴۰۰ میں۔ ناد بالصلوٰۃ۔ میں ابہام ہے یہ نہیں ہے۔ کن الفاظ میں ندا کریں۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ ابتدا میں حضرت بلال گلیوں میں پکارتے تھے۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مراسیل سعید بن مسیب سے ہے۔ اس کے بعد اذان مشروع ہوئی۔ مگر اسماعیلی نے اس حدیث کی جو تخریج کی ہے۔ اس میں فناد بالصلوٰۃ۔ کی جگہ۔ فاذن۔ ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فناد بالصلوٰۃ سے اذان مشروع مراد ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ یہاں اذان کے لغوی معنی مراد ہوں۔ اور یہی ظاہر ہے۔ احادیث میں باحسن وجوہ تطبیق کے لئے یہ ضروری ہے۔

اذان کیسے مشروع ہوئی اس بارے میں احادیث اتنی مختلف اور بظاہر متعارض ہیں کہ سب کو ذکر کرنا اور سب کی تنقیح اور سب میں تطبیق کے لئے دفتر چاہیئے۔ اس لئے میرے خیال میں جو راجح اور صحیح ہے اس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس خصوص میں سب سے صحیح وہ روایت ہے جسے ابوداؤد[۲] اور ترمذی و ابن ماجہ نے ذکر کیا۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناقوس بنائے جانے کا حکم دیا۔ تاکہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے بجایا جائے۔ تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے میرے پاس گھوم رہا ہے۔ انھوں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے! اسے بیچو گے؟ اس نے پوچھا تم اسے کیا کروگے انھوں نے کہا ہم اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا۔ کیا میں اس سے عمدہ بات نہ بتادوں۔ انھوں نے کہا ضرور بتاؤ۔ تو اس نے کہا یوں کہو۔ (اور اس نے پوری اذان بتائی)۔ حضرت زید کہتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے جو خواب دیکھا تھا۔ عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ یہ خواب حق ہے۔ بلال کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ

عہ اول اذان۔ باب بدء الاذان ص۸۵ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

۱ عینی جلد خامس ص۱۰۳ بحوالہ ابوالشیخ۔ مسلم اول صلوٰۃ باب بدء الاذان ص۱۶۴ باختصار۔

۲ اول صلوٰۃ باب بدء الاذان ص۷۱ ترمذی اول باب بدء الاذان ص۲۶ ابن ماجہ ایضاً ص۵۱۔

اور جو خواب میں دیکھا ہے انھیں بتاؤ۔ وہ اذان دیں اس لئے کہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ اب میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میں انھیں بتاتا وہ اذان دیتے۔ اسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر سنا تو اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے یہ کہتے ہوئے نکلے یا رسول اللہ! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو اس نے دیکھا ہے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فللہ الحمد۔ دوسری حدیث ابو داؤد[1] میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملے میں بہت متردد تھے کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے۔ عرض کیا گیا۔ نماز کا وقت ہو جانے کے بعد ایک جھنڈا نصب کیا جائے۔ کہ لوگ جب اسے دیکھیں تو ایک دوسرے کو بتا دیں۔ یہ حضور کو پسند نہیں آیا۔ لوگوں نے یہود کے سنکھ کا ذکر کیا۔ تو یہ بھی پسند نہ آیا۔ اور فرمایا۔ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اور لوگوں نے ناقوس کا تذکرہ کیا تو فرمایا یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ عبداللہ بن زید وہاں سے لوٹے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الجھن کی وجہ سے خود بھی پریشان تھے۔ تو خواب میں اذان دیکھی اور صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا۔ کہ ایک آنے والا آیا اور مجھے اذان بتائی۔ اور حضرت عمر بن خطاب نے بھی اس کے پہلے اسے دیکھا تھا۔ اور بیس دن چھپائے رہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ارشاد فرمایا۔ مجھے بتانے سے کس چیز نے روکا۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ بتانے میں عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت کر گئے تو مجھے حیا آئی۔ ان دونوں حدیثوں کا مضمون ایک ہی ہے۔

تنقیحات ① ابو داؤد کی پہلی حدیث کے ابتدائی حصے پر یہ اشکال ہے۔ کہ جب نصاریٰ کی وجہ سے ناقوس کو ناپسند فرمالیا تھا۔ تو اس کے بنانے کا حکم کیسے دیا۔ **اقول** ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ پھر یہ خیال فرما کر کہ کفار میں ہم سے سب سے زیادہ قریب نصاریٰ ہیں۔ اس کا حکم دے دیا ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب تک ممانعت نہ ہو اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ ② پہلی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ اذان سن کر حضرت عمر تیزی سے حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں نے بھی یہی خواب میں دیکھا۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے۔ کہ اسی رات خواب دیکھا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ بیس دن پہلے دیکھا تھا۔ اور حیا کی وجہ سے نہیں بتایا۔ کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں۔ عمر اتنے بڑے ہو گئے کہ خواب میں انھیں احکام کا القاء ہوتا ہے اور واقعہ بالکل ابتدا کا ہے لوگ حضرت عمر کی جلالت شان سے واقف نہ تھے۔ **اقول** ۔ کوئی تعارض نہیں۔ خواب بیس دن پہلے دیکھا تھا۔ مگر حیاء کی وجہ سے نہیں بتایا۔ جب اذان سنی تو تیزی سے حاضر ہوئے اور بتایا

---

[1] اول باب کیف الاذان ص ۷۱۔

فاستحییت میں تاخیر ہے۔ اس کا تعلق پہلے سے ہے یعنی جب حضور نے دریافت فرمایا کہ تجھے بتانے سے کیا چیز مانع ہوئی۔ تو عرض کیا۔ مجھے حیا آئی جب عبد اللہ بن زید نے بتایا تو اب میں بھی بتاتا ہوں۔ راویوں میں حذف، اختصار، تقدیم و تاخیر کی کثیر مثالیں ہیں۔ (۳) طبقات ابن سعد سے گزر چکا کہ ابتدا میں حضرت بلال۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ گلیوں میں پکارتے تھے۔ پھر ناقوس بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اقول۔ اس میں بہت زحمت تھی۔ پورے شہر میں پانچوں وقت ہر ہر محلے میں جاجا کر آواز لگانا بہت مشکل کام ہے۔ اس دشواری کو دور کرنے کے لئے یہ مشورہ ہوا تھا۔ اس پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا۔ کہ مشورہ دوبار ہوا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) غیر نبی کا خواب حجت شرعی نہیں۔ پھر حضرت عبد اللہ بن زید کے خواب پر کیوں عمل ہوا۔ اقول۔ صرف ان کے خواب پر بنا نہیں۔ بنا اس پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہا لرویا حق۔ یہ خواب حق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں حضور کا قول حجت ہے۔ اس کے علاوہ مصنف عبد الرزاق و مراسیل ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت عمر سے فرمایا سبقک بذالک الوحی تمہارے کہنے سے پہلے وحی آچکی ہے[۱] اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور کا یہ ارشاد۔ یہ خواب حق ہے۔ وحی تھا۔ اور وحی حجت ہے۔

فَأُمِرَ بلال:۔ صیغہ مجہول کے ساتھ یعنی بلال کو حکم دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دینے والے وہی ہو سکتے ہیں جنہیں یہ حق تھا۔ اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جیسا کہ نسائی[۲] میں تصریح ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بلالا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا۔

کشمیری صاحب کی نکتہ آفرینی: اسی سے کشمیری صاحب کا وہ نکتہ ہوا ہو گیا۔ جو برسہا برس کی عرق ریزی کے بعد ان کو ہاتھ آیا تھا۔ جسے فیض الباری جلد ثانی ص۱۵۹ پر درج کیا گیا ہے جس پر ان کے تلمیذ بدر عالم صاحب نے بہت فخریہ انداز میں تعلی کی ہے۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد اُمِرَ بلال۔ صیغہ مجہول پر تھی اور جب بر وایت صحیحہ صیغہ معروف موجود ہے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف صریح اسناد کے ساتھ تو اس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔ ویسے بھی وہ نکتہ صرف بے پڑھے لکھے لوگوں پر دھونس کے سوا اور کچھ نہیں۔

ان یوتر الاقامۃ:۔ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار۔ احناف کے یہاں اقامت بھی اذان کی طرح ہے۔ اس کے کلمات بھی دو بار کہے جائیں گے

---

[۱] عمدۃ القاری خامس ص۱۰۷

[۲] اول باب بدء الاذان ص۱۰۳۔

احناف کی مستدل یہ احادیث ہیں۔

(۱) امام ترمذی[1] بطریق عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کی۔ کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دو دو بار ہوتی تھی۔ اس پر امام ترمذی نے یہ جرح کی کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عبداللہ بن زید سے حدیث نہیں سُنی۔ اس جرح کا حاصل ہوا کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر ثقہ کا انقطاع ہمارے اور جمہور کے یہاں قادح نہیں جیسا کہ مقدمہ میں گزر چکا۔

(۲) یہی امام ترمذی[2] اور ابو داؤد[3] نسائی[4] ابن ماجہ[5] حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمے اور اقامت کے سترہ کلمے سکھائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔

(۳) بیہقی نے سنن کبریٰ میں ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کیا۔ کہ انھوں نے اذان کے کلمات بھی دو بار کہے اور اقامت کے بھی[6]

(۴) امام طحاوی[7] نے روایت کیا کہ حضرت سلمہ بن اکوع اذان کے کلمات بھی دو دو بار کہتے اور اقامت کے بھی۔

(۵) نیز اسی میں ہے امام اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال اذان کے بھی کلمات دو دو بار کہتے اور اقامت کے بھی۔

(۶) اسی میں ہے کہ حضرت محذورہ نے فرمایا۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اقامت کے کلمات دو دو بار سکھائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

(۷) اسی میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کے کلمات دو دو بار کہتے اقامت کے بھی۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک مؤذن پہ ہوا تو اسے حکم دیا کہ اقامت کے کلمات بھی دو دو بار کہہ۔ تیری ماں نہ رہے[8]

(۹) طحاوی میں ہے۔ امام مجاہد نے اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ اسے بعض بادشاہوں نے گڑھ لیا ہے اصل یہی ہے کہ دو دو بار کہی جائے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب فی افراد الاقامۃ ص۲۶ — [2] اول صلوٰۃ باب فی الترجیع ص۲۶ ۔

[3] باب کیف الاذان ص۷ ۔ — [4] نسائی باب کم للاذان کلمۃ ص۱۰۲ ۔

[5] ابن ماجہ باب الترجیع فی الاذان ص۵۲ ۔ — [6] عینی جلد خامس ص۱۰۳ ۔

[7] شرح معانی الآثار باب الاقامۃ کیف ہو ص۶۶ ۔ — [8] عینی جلد خامس ص۱۰۴ ۔

ان سب سے ظاہر ہوگیا کہ اذان کی طرح اقامت کے بھی کلمات دو دو بار کہے جائیں علامہ عینی نے فرمایا۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ حالانکہ وہاں پوری دنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حنین کے موقع پر ہوا تھا۔ اس لئے یہی ارجح ہے۔ یہاں تک کہ بعض احناف نے فرمایا کہ حضرت انس کی یہ حدیث حضرت ابو محذورہ کی حدیث سے منسوخ ہے۔ اس پر امام احمد نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے واپس ہوکر حضرت بلال کو یہ حکم دیتے کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہو۔ علامہ عینی نے اس پر فرمایا۔ کہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت عبداللہ بن زید نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دونوں شفعہ تھی یعنی ان کے کلمات دو دو بار تھے اس لئے نسخ کے دعوی میں کوئی قباحت نہیں۔

ترجیع کی بحث

امام شافعی کے یہاں اذان میں ترجیع ہے یعنی پہلے شہادتین پست آواز سے کہی جائے پھر دوبارہ بلند آواز سے۔ ہمارے یہاں ترجیع نہیں۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے۔ اس میں فرشتے نے جو اذان سکھائی اس میں ترجیع نہیں۔ اسی کے مطابق حضور نے حضرت بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ امام شافعی کی دلیل حضرت محذورہ کی حدیث ہے۔ جو پوری تفصیل سے نسائی اور ابن ماجہ میں یوں مذکور ہے۔ حضرت ابومحذورہ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے واپس ہو رہے تھے تو میں دس نفر[۱] کے ساتھ نکلا۔ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موذن کی آواز سنی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اذان دے رہا تھا۔ اور ہم اس سے بیزار تھے۔ اس لئے اس کی نقل اتارنے کے لئے چیخے۔ ہم اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا۔ اور ہمارے پاس کچھ لوگوں کو بھیجا ان لوگوں نے ہمیں پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بٹھا دیا حضور نے ارشاد فرمایا۔ تم میں کس کی آواز بلند ہے۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور انھوں نے صحیح اشارہ کیا تھا۔ حضور نے سبھوں کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا۔ اور فرمایا کھڑا ہو اور اذان کہہ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ جس کا مجھے حکم دے رہے تھے۔ اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز ناپسند نہ تھی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ حضور نے بنفس نفیس مجھے اذان سکھائی۔ فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ شہادتین تک کہلانے کے بعد فرمایا۔ اپنی آواز بلند کر اور پھر شہادتین دو دو بار کہلائی آخر اذان تک۔ اذان پوری ہونے

---

[۱] الاستیعاب جلد رابع ص۱۷۹۔

کے بعد مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک ابو محذورہ کے اگلے سر کے بالوں پر رکھا اور اسے چہرے اور سینے پر پھیرتے ہوئے ناف تک لے گئے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تیرے لئے اور تیرے اوپر برکت دے۔ اب میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مکے میں اذان کہنے پر مجھے مقرر فرما دیں۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے میں نے تم کو وہاں اذان دینے پر مقرر فرمایا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی بالکلیہ ختم ہوگئی اور اسکی جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکے کے عامل عتاب بن اُسید کے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے وہاں اذان دی۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ ابو محذورہ سر کے اگلے حصّے کے اس بال کو نہ کاٹتے تھے نہ اپنی جگہ سے کھسکاتے تھے جب تک یہ باحیات رہے اذان دیتے رہے ان کے بعد یہ منصب ان کے صاحبزادے عبداللہ کو ملا۔ ان کی آواز بہت ہی دل کش تھی اور اتنی بلند کہ ایک بار حضرت فاروق اعظم نے سنی تو ان سے فرمایا۔ ایسا لگتا ہے کہ تمہارا حلق پھٹ جائے گا[2]۔ اس کا جواب علمائے احناف نے یہ دیا۔ کہ شہادتین کی تکرار ان کی تعلیم کے لئے تھی۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے اذان کی نقل اتاری تھی۔ یقیناً ڈرتے رہے ہوں گے پھر وہ اس وقت حالت کفر میں تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اذان کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ تو اس کا قوی امکان ہے۔ کہ شہادتین کے وقت جھجکے ہوں گے جس کی وجہ سے آواز پست کردی ہوگی تو حضور نے انہیں تنبیہ فرمائی آواز بلند کرکے شہادتین ادا کرو۔ اگر واقعی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ترجیع کی تعلیم تھی تو بعد میں حضرت بلال کو کیوں حکم نہیں دیا کہ اب ترجیع کیا کرو۔ پس یہ قرینہ واضحہ ہے کہ وہ صرف ان کی تعلیم کے لئے تھا حضرت بلال نے برسہا برس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اذان دی اور اس میں ترجیع نہ تھی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اصل اذان میں ترجیع نہیں۔ بلکہ طبرانی[3] نے معجم اوسط میں خود حضرت ابو محذورہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اذان کا ایک ایک حرف سکھایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اس میں ترجیع نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اذان دی یا نہیں: سہیلی نے لکھا ہے کہ۔ ایک مرتبہ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان دی۔ اس حالت میں صحابہ کو نماز پڑھائی کہ وہ اپنی سواریوں ہی پر تھے۔ اوپر سے بارش ہو رہی تھی۔ اور نیچے کیچڑ تھا۔ اسے امام ترمذی[4] نے ایسے طریقے

---

[1] اول باب کیف الاذان ص۷۳۔ [2] الاستیعاب جلد رابع ص۱۷۵۔ [3] عینی جلد خامس ص۱۰۸۔

[4] اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر ص۵۵۔

حدیث ۴۰۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے یہاں

لَا یَسْمَعَ التَّاذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ

تک کہ اذان نہیں سنتا جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامت کہی جاتی ہے تو بھاگتا

اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ

ہے یہاں تک کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہتا

اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی ع

ہے یہ یاد کر یہ یاد کر جو باتیں اسے یاد نہیں تھیں یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ کتنی پڑھیں۔

سے تخریج کی ہے جو عمر بن رماح کے گرد گھومتا ہے۔ یہ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچاتے ہیں۔ امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی۔ اسے امام ترمذی کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی تقویت کی۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے نہیں بلکہ حضرت یعلیٰ بن مرہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسے مسند احمد میں اسی طریقے سے جس سے امام ترمذی نے تخریج کی ہے یوں پایا۔ فامر بلالا فاذن۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور حکم کرنے کی وجہ سے حضور کی طرف مجازاً اسناد ہے۔ جیسے اعطی الملک فلانا۔ میں ہے مسند امام احمد[۱] میں ہے۔ فامر المؤذن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تشریحات ۴۰۱ تکمیل۔ سہو اور بدء الخلق میں یہ زائد ہے فاذا لم یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیسجد سجدتین پس یہ نہ یاد رہے تین پڑھی کہ چار تو دو سجدے کرلے۔

حتی لا یسمع التاذین: مسلم میں حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ روحا تک بھاگتا ہے

ع اول اذان باب فضل التاذین ص ۸۵ العمل فی الصلوٰۃ باب یفکر الشی فی الصلوٰۃ ص ۱۶۳ السہو باب اذا لم یدرکم صلی ص ۱۶۴ بدء الخلق۔ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۴ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ موطا۔ مسند امام احمد۔

[۱] مسند امام احمد جلد رابع ص ۱۷۳۔ [۲] اول صلوٰۃ باب فضل الاذان ص ۱۶۷۔

حضرت جابر ہی نے بتایا کہ روحا مدینے سے چھتیس میل دور ہے۔ یہاں ایک اشکال ہے کہ اذان اور اقامت سنکر شیطان بھاگتا ہے۔ اور قرآن مجید و اذکار نماز کے وقت آجاتا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ بات یہ ہے کہ۔ اذان کے بارے میں ایک حدیث[1] میں آیا ہے کہ۔ جہاں تک اذان کی آواز جاتی جن و انس اور جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن موذن کے لئے گواہی دے گی۔ شیطان اس ڈر سے بھاگتا ہے کہ مجھے بھی گواہی نہ دینی پڑے۔ وہ اگرچہ شہادت کا اہل نہیں۔ مگر اپنے آپ کو شاید اہل سمجھتا ہے۔ پھر یہ شہادت بمنزلہ خبر متواتر ہوگی اور خبر متواتر میں مخبرین کا عادل ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔

حتی اذا ثوب: تثویب کے اصل معنی کسی چیز کے بتانے اور اس کے وقوع سے ڈرانے کے ہیں پھر اکثر اس کا استعمال بلند آواز سے بتانے کے معنی میں ہوگیا۔ نیز کسی چیز کو ایک بار بتلانے کے بعد دوبارہ بتانے کے معنی میں بھی ہے۔ یہاں اقامت مراد ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ کیوں کہ اذان بھی نماز کے بتلانے کے لئے ہے اور یہ بھی۔ تو اعلام بعد اعلام ہوگیا۔ ویسے اُس عہد میں تثویب الصلوٰۃ خیر من النوم کو کہتے تھے۔ اور اب اذان و اقامت کے مابین متعارف الفاظ کے ساتھ نماز کے وقت کے اعلان کو کہتے ہیں۔ جیسے بہت سی جگہ صلوٰۃ وسلام اس کے لئے مقرر ہے حتی کہ اس کو بہت سی جگہ صلوٰۃ کہتے بھی ہیں۔ یہ باتفاق متاخرین فقہاء احناف مستحسن ہے جیسا کہ ہدایہ سے لے کر شامی تک میں تصریح ہے۔

اذکر کذا وکذا: فتح الباری[2] میں ہے۔ کہ ایک شخص گھر میں مال دفن کر کے بھول گیا ہر چند سوچا مگر یاد نہیں آیا کہ کہاں ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا۔ گھر جا کر رات بھر نفل نماز پڑھ۔ اس کی پوری کوشش کرنا کہ حضور قلب رہے۔ ادھر ادھر دل نہ بٹے۔ اس نے گھر جا کر نفلیں پڑھنی شروع کیں۔ شیطان نے سوچا کہ یہ اس خشوع و خضوع کے ساتھ نفلیں پڑھ کر ایک رات میں اللہ کا مقرب بندہ بن جائے گا۔ اس لئے اس کو جلدی سے اس کے دفینے کی جگہ یاد دلادی۔ اس نے نماز ختم کر کے اس جگہ کھودا اور دفینہ نکل آیا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شیطان کو بھگانے کے لئے اذان بہت ہی موثر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اثر صرف اسی اذان کے لئے ہے جو نماز کے لئے کہی جاتی ہے یا جب بھی کہی جائے یہی اثر ہوگا۔ نیز یہ کہ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص ہے یا نماز کے علاوہ دوسرے وقت بھی مشروع ہے۔ ہم جب احادیث اور اقوال صحابہ و اسلاف پر نظر ڈالتے

---

[1] بخاری اول اذان باب رفع الصوت بالنداء ص ۸۶۔

[2] جلد ثانی ص ۶۰۔

ہیں تو ثابت یہ ہوتا ہے کہ اذان صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مواقع پر بھی مشروع ہے۔ مثلاً بچے کی پیدائش کے بعد۔ حدیث میں ہے۔ حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی جب پیدا ہوئے تو ان کے کان میں نماز والی اذان کہی[1]۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل ہے۔ اسد الغابہ[2] میں ہے۔ کہ جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے کان میں اذان کہی۔ مرقاۃ[3] میں شرح السنۃ سے ہے۔ کہ عمر بن عبد العزیز جب بچہ پیدا ہوتا تو داہنے کان میں اذان دیتے اور بائیں میں اقامت کہتے۔ مسند ابو یعلی موصلی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ جس کے بچہ پیدا ہو اور اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو ام الصبیان اسے ضرر نہیں پہنچائے گی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ جب بھوت پریشان کریں تو اذان[4] دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو فرمایا۔ اے ابن ابی طالب کیا بات ہے۔ کہ میں تم کو غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اپنے کسی اہل سے کہو تمہارے کان میں اذان دے یہ غم کو دور کرنے والی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ میں نے اس کا تجربہ کیا۔ تو ایسا ہی پایا۔ اس حدیث کے تمام راویوں نے کہا میں نے اس کا تجربہ کیا تو ویسا ہی پایا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی انسان یا جانور بدخلقی کرے تو اس کے کان میں اذان کہو۔

دیوبندی اکابر کی شہادت

اوجز المسالک جلد اول ص۱۸۳ میں ہے۔ حدیث نبوی سے بعض سلف نے اذان غیر وقت صلوٰۃ بھی دفع اثرات، شیاطین وجنات کے لئے ثابت کی ہے۔ مسلم شریف[5] میں سہیل بن ابی صالح کی روایت ہے۔ جس میں یہ ہے انھوں نے کسی نظر نہ آنے والے کی آواز سننے کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا تو فرمایا۔ جب کوئی ایسی آواز سنو تو اذان کہو۔ علامہ ابن عبد البر نے امام مالک سے نقل کیا۔ کہ زید[6] بن اسلم، معدن بنی سلیم پر عامل بنا کر بھیجے گئے جہاں لوگوں کو جن ستاتے تھے۔ جب ان لوگوں نے شکایت کی۔ تو حضرت زید نے انھیں بلند آواز سے اذان دینے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے ایسا کیا۔ تو پھر جنوں نے نہیں ستایا۔ حضرت عمر کی خدمت میں بھوت پریت کا ذکر کیا گیا۔ تو آپ نے بھی اذان کا حکم دیا۔ سعایہ میں ہے کہ اذان کی اصل وضع تو نماز ہی

---

[1] ابوداؤد ثانی۔ ادب باب فی المولود یوذن فی اذنہ ص۳۴۰ ترمذی اول اضاحی باب الاذان فی اذن المولود ص۱۸۳

[2] جلد ثانی ص۱۸ [3] جلد رابع الفصل الثالث ص۳۶ [4] مسند امام احمد جلد اول ص۱۵۰-۱۴۸۔

[5] اول باب الاذان وھرب الشیطان ص۱۶۷ [6] فتح الباری ثانی ص۷۲۔

ت ۱۲۷ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا عـه

حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا۔ سیدھی سادھی اذان کہہ ورنہ ہم سے دور ہو۔

کے لئے بھی پھر دوسرے مواضع میں مستعمل ہوئی۔ مثلاً ولادت مولود پر دائیں کان میں اذان بائیں میں اقامت مسنون ہوئی۔ جن بھوت پریت کا جہاں اثر ہو وہاں بھی اذان دی جاتی ہے۔ جب سواری کا جانور سرکشی کرے یا کسی بدکردار بداخلاق آدمی سے واسطہ پڑے تو اس کے کان میں اذان دی جائے غمزدہ، مرگی کے مریض، اور غضبناک آدمی کیلئے بھی اذان اس کے کان میں دینا مفید ہے۔ لڑائی کے میدان میں۔ جنگ کے وقت آگ لگ جانے پر اور جنگل میں راستہ گم ہو جانے پر بھی اذان دینی چاہیئے علامہ ابن عابدین شامی نے دس مواقع شمار کرائے ہیں[۱]

اذان قبر کا اثبات

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ نماز کے علاوہ بہت سے ایسے مواقع ہیں۔ جہاں اذان مشروع ہے۔ خصوصاً جہاں شیاطین کا دخل ہو۔ سہیل بن ابی صالح کی جو روایت مسلم شریف کے حوالے سے مذکور ہوئی۔ اس کے اخیر میں ہے ۔ میں نے اس وقت اذان کا حکم اس لئے دیا۔ کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شیطان جب اذان سنتا ہے۔ تو منھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کا گوز نکلتا رہتا ہے ۔ یہ اس پر نص جلی ہے کہ جہاں شیطان کا دخل ہو اسے بھگانے کے لئے اذان تیر بہدف ہے ۔ اب آئیے اذان قبر کے متعلق غور کیجئے۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں یہ حدیث ذکر کی ہے ۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس سے سوال ہوتا ہے ۔ تیرا پروردگار کون ہے؟ تو شیطان وہاں پہنچ کر اپنی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی مجھے بتا مجھے بتا ۔ جب قبر میں بھی شیطان کی مداخلت ہے تو اس کو بھگانے کے لئے اگر قبر پر اذان کہی جاتی ہے تو یہ جرم کیسے ہے؟ عقل میں آنے والی بات نہیں۔

تشریح ۱۲۷

مصنف ابن ابی شیبہ میں، پورا اثر یوں ہے ۔ کہ ایک موذن نے اذان دی اور اس نے اپنی اذان میں لے نکالی۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ سیدھی سادھی اذان دے ورنہ ہم سے علحدہ ہو جا اس سے ظاہر ہو گیا کہ ممانعت کی وجہ لے نکالنا ہے۔ یعنی وہ آواز لمبی کرتے اور بلند کرتے وقت گانے والوں کی طرح سے لے اور نغمہ پیدا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے کلمات کی فصاحت ختم ہو جاتی تھی۔ مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد کرتا تھا۔

عـه مواقیت باب رفع الصوت بالنداء ص۸۵۔ [۱] انوار الباری جلد ۱۳ ص۵۸۔

حدیث ۴۰۲

اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن صعصعہ نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

لَہٗ اِنِّیْ اَرَاکَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِیَۃَ فَاِذَا کُنْتَ فِیْ غَنَمِکَ اَوْ بَادِیَتِکَ

سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم بکری اور جنگل پسند کرتے ہو۔ جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں رہو۔

فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوۃِ فَارْفَعْ صَوْتَکَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّہٗ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ

اور اذان دو تو اپنی اذان کے ساتھ اپنی آواز بلند کرو۔ اس لئے کہ جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی

الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْئٌ اِلَّا شَھِدَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ اَبُوْ

ہے وہاں تک جو بھی جن اور انسان یا کوئی چیز بھی اذان سُنے گی وہ قیامت کے دن موذن کے لئے

سَعِیْدٍ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

گواہی دے گی۔ ابو سعید نے کہا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۴۰۲

مسائل ① اذان بلند آواز سے دی جائے ② اکیلا آدمی اگرچہ جنگل میں ہو اسے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے ③ جنگل میں بھی اذان پوری آواز سے دینی چاہیئے ④ جن ایک مخلوق ہے جو انسان کی آواز سنتے ہیں ⑤ ہر چیز میں ایک قسم کی زندگی ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کی آواز سنتے ہیں۔ ابو داؤد میں یہ حدیث ہے کہ جنگل میں ایک نماز پر پچاس نماز کا ثواب ملتا ہے۔ بلکہ دوسری روایت میں ہے کہ نماز باجماعت کا پچاس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور کسی ضرورت سے جنگل میں چلا گیا۔ یا وہ اپنی کسی دینی یا دنیاوی ضرورت سے جنگل میں رہتا ہو۔

عہ اول اذان باب رفع الصوت بالنداء ص۸۴ باب ذکر الجن وثوابھم وعقابھم ص۴۶۵ ثانی توحید باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۱۲۶ نسائی اذان۔ ابن ماجہ اذان۔ موطاء امام مالک نداء مسند امام احمد۔

لہ باب فضل المشی الی الصلوٰۃ ص۸۳۔

حدیث ۴۰۳

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ حضور ہمیں

اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ یَکُنْ یُغِیْرُ بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ

لیکر جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے اور انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو رک جاتے

عَنْھُمْ وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْھِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا خَیْبَرَ فَانْتَھَیْنَا

اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا ہم خیبر کے لئے نکلے اہل خیبر تک رات میں پہنچ گئے

اِلَیْھِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا رَکِبَ ؏ الحدیث

جب حضور نے صبح کی اذان نہیں سنی تو سوار ہوئے۔ اس کے بعد حدیث ۲۵۷ کا مضمون اختصار کے ساتھ ہے

تشریحات ۴۰۳

یغیر۔ قاعدے کے اعتبار سے یُغِرْ۔ حذف یاء اور رائے ساکن کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور ایک نسخہ یہ بھی ہے۔ اور مذکورہ بالا نسخہ اصیلی کا ہے۔ یہاں مزید تین اور نسخے ہیں۔ لَمْ یُغِزْ و لَمْ یَغْزُنَا ۔ لم یغد و۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے۔ خرجوا الینا بمکاتیلھم و مساحیھم۔ خیبر کے باشندے ہمارے سامنے اپنی ٹوکریاں اور پھاوڑے لے کر نکلے۔ خمیس کی طرح جیش بھی اس لشکر کو کہتے ہیں۔ جس کے یہ حصے ہوں۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ مقدمہ۔ ساقہ۔

مسائل

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان شعائر اسلام سے ہے جو قوم باوجود قدرت کے اذان چھوڑے اس سے قتال واجب ہے۔ اور جو قوم اذان کہے اس کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ بشرط کہ اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہوا ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ قوم اذان کہنے کے باوجود کفر کا ارتکاب کرتی ہے تو اذان کے بعد بھی اس سے قتال کیا جائے گا۔ جیسا کہ فتح الباری میں عیسویہ فرقہ کے بارے میں تصریح ہے۔ یہ یہودیوں کا ایک ایسا فرقہ ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے مگر صرف عرب کے لئے۔ اس کا بانی ابو عیسیٰ ہے جو بنی امیہ کے اخیر دور میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح باغیوں سے بھی قتال کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اذان کہیں جیسا کہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت تکبیر مستحب ہے۔

؏ اول اذان باب ما یحقن بالاذان من الدماء ص۸۶ جہاد باب دعوۃ الیہود والنصاریٰ علی ما یقاتلون ص۴۱۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد جہاد۔ ترمذی سیر دارمی سیر۔

حدیث ۴۰۴

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ عہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہے وہی کہو۔

حدیث ۴۰۵

حَدَّثَنِیْ عِیْسَی بْنُ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ مُعَاوِیَۃَ یَوْمًا فَقَالَ

عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی۔ انھوں نے ایک دن معاویہ کو سنا کہ جو

بِمِثْلِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ عہ

موذن کہتا تھا وہی یہ بھی کہتے تھے۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ تک۔

حدیث ۴۰۶

قَالَ یَحْیٰی وَحَدَّثَنِیْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَیَّ

یحییٰ نے کہا میرے بعض بھائیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب موذن نے حی علی الصلوٰۃ

عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَقَالَ ھٰکَذَا سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ

کہا تو معاویہ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہا۔ اور کہا میں نے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سہ

یہ پڑھتے ہوئے سنا۔

تشریحات ۴۰۴۔۴۰۵۔۴۰۶

فقولوا :۔ یہ امر کا صیغہ ہے۔ جس میں اصل وجوب ہے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کا اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ حتیٰ کہ اگر تلاوت یا وظیفے میں ہو تو اسے بند کرکے اذان سنے اور اسکا جواب دے۔

مثل مایقول :۔ یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ ورنہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہے۔ اور صبح کو۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت

عہ اول اذان باب مایقول اذا سمع المؤذن ص۸۶ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ الیوم واللیلۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ابن ماجہ۔ عہ اول باب مایقول اذا سمع المنادی ص۸۶ نسائی۔ الیوم واللیلۃ۔ سہ اول اذان باب مایقول اذا سمع المنادی ص۸۶۔

حدیث ۴۰۷

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؏

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی اذان سنے اور یہ کہے۔ اے اس دعوت تام اور نماز قائم کے مالک (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما۔ اور اس مقام محمود پر انہیں قائم فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

دبر رات۔ کہے۔

قال یحیٰی:۔ یہ تعلیق نہیں مسند ہے۔ اور اس کے قبل جو سند یحیٰی تک مذکور ہے۔ اسی سند کے ساتھ یہ بھی امام بخاری کو پہنچی ہے۔ یعنی حدثنا اسحق بن راھویہ۔ الخ اس میں بعض اخواننا سے مراد یا تو علقمہ بن وقاص لیثی ہیں۔ یا ان کے صاحبزادوں، عبد اللہ اور عمر میں سے کوئی ایک مراد ہے اس لئے کہ یہ حدیث طحاوی، نسائی، ابن خزیمہ، دارمی، طبرانی وغیرہ میں حضرت علقمہ سے ان کے دونوں صاحبزادوں کے ذریعہ مروی۔ اب اگر یحیٰی بن کثیر کی علقمہ سے ملاقات ہے۔ تو وہ مراد ہیں۔ ورنہ ان کے دونوں لڑکوں میں سے کوئی ایک۔

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری ص ۱۶۴ ج ۲ میں ہے کہ مسلم ص ۱۶۷ پر ہے کہ اذان میں شہادتین کے وقت حضور فرماتے۔ انا انا۔ حالانکہ یہ حدیث مسلم میں اس صفحے پر کیا کہیں نہیں ہے۔ البتہ ابو داؤد جلد اول ص ۷۷ پر ہے۔ بجنوری صاحب نے اس سے کشمیری صاحب کو بری بتایا ہے اور اسے بدر عالم صاحب کے پلے باندھا ہے بجنوری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جامع یعنی بدر عالم صاحب نے اپنی طرف سے یہ حوالہ حضرت کے سر تھوپ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو بدر عالم صاحب نے دو غلطی کی ایک حوالہ غلط دیا۔ دوسرے اسے اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے شیخ کی دھونس باقی رکھنے کیلئے بلکہ جمانے کیلئے اپنی وضع کردہ باتیں بھی اپنے مشائخ نامہ اعمال میں درج کر دیتے ہیں۔ ثابت یہ ہو گیا کہ فیض الباری تنہا کشمیری صاحب کی امالی نہیں انکے تلامذہ کی بھی تحقیقات کا مجموعہ ہے جو انکی طرف منسوب ہے۔

تشریحات ۴۰۷:۔ وسیلۃ۔ کے معنی یہ ہیں۔ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کسی کی قربت حاصل کی جائے

؏ اول اذان باب الدعاء عند النداء ص ۸۶ ثانی تفسیر سورہ بنی اسرائیل ص ۶۸۶ ابو داؤد صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔

بادشاہ کے حضور بلند منصب ۔ یہاں جنت کا خاص الخاص درجہ مراد ہے ۔ جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ۔ کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو ۔ پھر مجھ پر درود پڑھو ۔ اس لئے کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ عزوجل اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا ۔ پھر میرے لئے وسیلے کا سوال کرو ۔ یہ جنت میں ایک درجہ ہے ۔ اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک کے لئے ہے مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا جو میرے لئے وسیلے کا سوال کرے گا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا ۔

الفضیلۃ :۔ یعنی ایسا رتبہ جو سارے خلائق سے بڑھ کر ہو ۔

مقام محمود :۔ یعنی ایسا مقام جس پر فائز ہونے والے کی ہر شخص حمد کرے ۔ اسے ایسے ایسے فضائل و مناقب سے نوازا جائے جو موجب ستائش ہوں ۔ علامہ ابن جوزی نے کہا اکثر علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث سے بھی یہی ثابت ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ عرش پر جلوس مراد ہے ۔ ایک قول ہے کہ کرسی پر جلوس مراد ہے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین سب حضور کی حمد کریں گے جس کی وجہ سے تمام مخلوقات پر حضور کی برتری ظاہر ہوگی ۔ جو مانگیں گے دیا جائے گا ۔ جس کی شفاعت کریں گے قبول کی جائے گی سب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے[2] صحیح ابن حبان میں حضرت کعب بن مالک کی حدیث مرفوع ہے کہ فرمایا ۔ اللہ عزوجل مجھے سبز حلہ پہنائے گا تو اللہ جو چاہے گا میں کہوں گا ۔ یہی مقام محمود ہے[3]

ان اقوال میں تنافی نہیں ۔ ہو سکتا ہے ۔ عرش پر کرسی رکھی جائے جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف رکھیں اسی وقت اللہ عزوجل سبز حلہ پہنائے ۔ اور حضور اللہ عزوجل کی حمد وثنا کریں ۔ پھر اذن شفاعت ملے ۔ وہیں رونق افروز ہو کر شفاعت فرمائیں ۔ اور اسی موقع پر اولین و آخرین حضور کی حمد وثنا کریں ۔ اسی سے ظاہر ہو جائے گا کہ خدائی میں سب سے برتر و افضل یہی ہیں ۔

وعدتہ :۔ یہ آیت کریمہ ۔ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی تمہارا پروردگار جلد ہی تم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا ۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ عزوجل نے وعدہ فرمالیا ۔ تو دعا سے کیا فائدہ ۔ اس دعا کا فائدہ دعا کرنے والے کو ملے گا کہ وہ شفاعت کا حقدار ہو جائے گا ۔

حلت لہ :۔ اس کا ترجمہ امام نووی نے فرمایا ۔ وجبت ۔ طحاوی میں حضرت ابن مسعود

---

[1] اول صلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن ص۱۶۶ نیز ابوداؤد ۔ نسائی ۔ طحاوی ۔

[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۳ ۔ [3] فتح الباری جلد ثانی ۷۵ ۔

کی حدیث میں یہی ہے۔ اس کی شفاعت میرے ذمے واجب ہوگئی۔ اور علامہ عینی نے فرمایا۔ استحقت اس سے خاص شفاعت مراد ہے۔ مثلاً جنت میں بلاحساب وکتاب داخل کرانا۔ درجے بلند کرانا۔ ورنہ مطلق شفاعت کے لئے تو خود ارشاد فرما دیا ہے۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے میری شفاعت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اس خصوص میں صریح احادیث بھی وارد ہیں۔ فرمایا۔ ساعتان لایرد فیہما الدعاء حضرۃ النداء بالصلوۃ وحضرۃ الصف فی سبیل اللہ۔ دو وقت دعا رد نہیں ہوتی نماز کے لئے اذان کے وقت اور راہ خدا میں جہاد کے لئے صف بندی کے وقت[۱] اور فرمایا۔ لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ اذان واقامت کے مابین دعا رد نہیں کی جاتی[۲]

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ انسان کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اسے چاہیئے کہ مسلمانوں سے دعا کے لئے کہے خصوصاً صالحین سے خصوصاً اوقات اجابت میں۔

کشمیری صاحب کارد فیض الباری میں ہے کہ اذان کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔ اس لئے کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اور عمومات کا سہارا لینا لغو ہے۔ اس کے بعد ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص فعل وارد ہے۔ ہاں اگر اس میں حضور کا خاص فعل وارد نہ ہوتا تو عمومات کا سہارا مفید ہوتا۔ مگر جبکہ حضور کا خاص فعل منقول ہے تو وہی اسوۂ حسنہ ہے۔ جلد ثانی ص۱۶۷۔

مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ارشاد کشمیری صاحب ہی کا ہے۔ مگر جب ان کے تلامذہ نے ان کی طرف منسوب کیا ہے تو یقین ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شاید کشمیری صاحب کے نزدیک ایسی کوئی روایت ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذان کے بعد والی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس لئے عمومات سے استدلال صحیح نہیں۔ اقول۔ شاید کشمیری صاحب کے خزانہ عامرہ میں بند کسی صندوق میں ایسی کوئی حدیث ہو۔ جو اب دست برد زمانے سے برباد ہوگئی ہو۔ ورنہ احادیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں یہ تصریح ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور جب ایسی کوئی روایت نہیں تو بقول کشمیری صاحب عمومات سے استدلال حق۔ احادیث میں مطلقاً دعا کا طریقہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ ابوداؤد[۳] میں ہے کہ فرمایا

۱۔ عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۳۔ ۲۔ ابوداؤد اول اذان باب الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ ترمذی اول باب لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ ص۲۹ ثانی الدعوات باب ص۱۹۹۔

۳۔ جلد اول باب الدعاء ص۲۰۹۔

ت ۱۲۸ وَيُذْكَرُ اَنَّ قَوْمًا اِخْتَلَفُوْا فِى الْاَذَانِ فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ عه

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک قوم نے اذان دینے کے لئے اختلاف کیا تو ان میں حضرت سعد نے قرعہ ڈالا۔

اِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْا ببطون اكفكم ولا تَسْئَلُوْا بظهورها۔ — اللہ سے جب سوال کرو تو ہتھیلیوں سے مانگو پشت دست سے مت مانگو۔

اسی میں وہیں چند احادیث کے بعد ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اَنَّ النَّبِى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا دعا فرفع يديه مسح وجهه بيديه۔ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ان کو چہرے پر ملتے۔

مشکوٰۃ[۱] میں بیہقی کی دعوات کبیر کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِى الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرىٰ بياض ابطيه — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے اتنا کہ بغل کی سفیدی دکھائی دیتی۔

ابوداؤد میں وہیں ایک حدیث کے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد منقول ہے۔

المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك او نحوهما۔ — سوال یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں تک اٹھاؤ یا اس کے قریب قریب۔

حدیث فعلی اور قولی دونوں سے ثابت ہو گیا کہ مطلقاً دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں اوپر کر کے مونڈھوں تک اٹھائی جائیں اور بعد دعا منہ پر مل لی جائیں۔ اس میں نہ کسی دعا کی تخصیص ہے نہ دعا بعد اذان کا استثناء۔ اس لئے کشمیری صاحب کے علی الرغم یہ ثابت کہ بعد اذان والی دعا میں بھی سنت یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔ کوئی صاحب اس دعا کا استثناء کہیں دکھا دیں تو ہم ان کے مشکور رہیں گے۔

کلمات دعا:۔ اذان کے بعد کی دعا میں دوسرے بہت سے کلمات وارد ہیں۔ مگر امت کا معمول مذکورہ بالا دعا کا پڑھنا ہے۔ الدرجة الرفيعة۔ کا بھی علماء نے اضافہ فرمایا ہے۔ بیہقی[۲] کی روایت میں ــ انك لا تخلف الميعاد ـ زائد ہے ـ اس کا بھی اضافہ کرے دعا سے پہلے درود شریف پڑھے جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث گزری۔ شامی[۳] میں ہے۔

قوله يدعو اى بعد ما يصلى على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما رواه مسلم وغيره۔ — دعا کرے اس کے بعد کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھ لے۔ کیوں کہ مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۱۲۸:۔ یہ واقعہ ۱۵ھ ہجری میں فتح قادسیہ کے دن پیش آیا تھا۔ مؤذن اس جنگ میں

عه باب الاستہام فی الاذان ص ۸۶۔ [۱] کتاب الدعوات فصل ثالث ص ۱۹۶۔ [۲] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۲۳
[۳] جلد اول ص ۲۶۸۔

حدیث ۴۰۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ

نے فرمایا۔ اگر لوگ جانتے کہ اذان کہنے اور صف اول میں کتنا ثواب ہے

لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی

اور قرعہ اندازی کے بغیر نہ پاتے تو ضرور قرعہ ڈالتے۔ اگر لوگ جانتے کہ دوپہر کی نماز میں کتنا

التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔

ثواب ہے تو اس کی طرف دوڑ کے آتے اور اگر لوگ جانتے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے آتے۔

شہید ہوگئے تھے۔ دوپہر سے پہلے پہلے قادسیہ فتح ہوگیا۔ ظہر کے وقت چند حضرات اس منصب کے امیدوار ہوئے اور بات بڑھ گئی تو معاملہ حضرت سعد کی خدمت میں پیش ہوا تو انھوں نے قرعہ اندازی کر کے فیصلہ کیا۔ قادسیہ حاجیوں کے راستے پر کوفے سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہیں ۱۵ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایرانیوں سے مجاہدین اسلام کا سب سے بڑا اور فیصلہ کن معرکہ پیش آیا تھا۔ جو تین دن تک مسلسل جاری رہا۔ چوتھے دن اللہ عز وجل نے مجاہدین اسلام کو زبردست فتح عطا فرمائی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار رستم مارا گیا۔ اس اثر کو سعید بن منصور بیہقی اور سیف بن عمر نے الفتوح میں اور ابن جریر طبری نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۰۸ ابوالشیخ کی روایت میں۔ من الخیر والبرکۃ۔ زائد ہے۔ یہ ماکی تفسیر ہے۔ لایستھموا علیہ۔ استھام کا مادہ سھم ہے۔ اس کا ترجمہ ہوگا حصہ طلب کرنا۔ عرف میں اس کے معنی قرعہ ڈالنے کے ہیں۔ علیہ کا مرجع بتاویل مذکور نداء اور صف اول دونوں ہیں۔ جیسے آیت کریمہ۔ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ فرقان۔ اوپر شرک قتل ناحق، زنا، تین جرائم کا ذکر تھا۔ ان تینوں کی طرف۔ ذٰلِكَ۔ واحد کے صیغے سے اشارہ کیا گیا جو ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے وہ سزا پائے گا۔ تھجیر۔ کے معنی اول وقت آنا۔ اور ہاجرہ۔ میں آنا۔ پہلی تقدیر پر مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے اول میں آنا یا یہ کہ مسجد میں حاضر ہو کر

عہ اول اذان باب الاستھام فی الاذان ص۸۶۔ باب فضل التھجیر بالظہر ص۹۰۔ باب الصف الاول ص۹۰۔ شہادات باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۶۷۔ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

نماز کا انتظار کرنا۔ ورنہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہوگی جن میں فجر میں اسفار۔ ظہر میں ابراد۔ عشاء میں تاخیر کا حکم ہے۔ دوسری تقدیر پر چونکہ ہاجرہ کا اطلاق دوپہر سے لے کر قبل عصر تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے۔ تو یہ حدیث ابراد کے معارض نہیں۔ لاستبقوا سے واقعی دوڑنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ نماز کے لئے دوڑ کر چلنا ممنوع ہے۔ تیزی سے لپکنا مراد ہے۔ حبواً ـــ کے معنی ہیں بچے کا گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنا یا سرین پر گھسٹنا۔

فضائل صف اول

مسلم[1] میں ہے کہ فرمایا۔ مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی ہے طبرانی[2] کی معجم اوسط میں ہے کہ فرمایا ـــ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف اول کے لئے تین بار دعاء مغفرت فرمائی ـــ اور صف ثانی کے لئے دو بار ثالث کے لئے ایک بار۔ مسلم[3] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ صف اول سے پیچھے ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔ ابن ماجہ[4] میں حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ ابن حبان[5] نے بھی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ مسلم[6] میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم لوگ اس طرح کیوں نہیں صف لگاتے جیسے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور صف لگاتے ہیں۔ وہ پہلی صف پوری کرتے ہیں۔ اور خوب مل کے کھڑے ہوتے ہیں۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب امر النساء المصلیات ص ۱۸۲ ۔
[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۲۵ ۔
[3] اول صلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتہا ص ۱۸۲ ۔
[4] باب اقامۃ الصفوف ص ۷۱ ۔
[5] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۲۵
[6] اول صلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ص ۱۸۱ ۔

74

ت ۱۲۹

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ عہ۔

اور سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اذان میں کلام کیا۔

ت ۱۳۰

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ۔

اور حضرت حسن بصری نے کہا اذان دیتے اور اقامت کہتے وقت ہنسنے میں حرج نہیں۔

حدیث ۴۰۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزْغٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک

فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ، اَلصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ

کیچڑ والے دن ہم کو خطبہ دیا۔ جب موذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو اسے حکم دیا۔ یہ اعلان کرے۔ اپنے اپنے عہ

فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ

ٹھکانوں پر لوگ نماز پڑھ لیں۔ اس پر حاضرین نے ایک دوسرے کو دیکھا تو فرمایا یہ اس ہستی نے کیا ہے جو اس سے بہتر تھی۔ اور یہ یعنی جمعہ فرض ہے۔

تشریحات ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۴۰۹

اثر ۱۲۹ کو امام بخاری نے تاریخ میں، ان کے استاد ابونعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد لشکر میں تھے اور اذان کہتے تھے۔ اور اپنی ضروریات کے لئے اذان ہی کی حالت میں خادم کو حکم دیا کرتے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اثر ۱۳۰ کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ باب یہ ہے اذان میں کلام کا بیان۔ اور ضحک کلام نہیں۔ اس لئے کہ ضحک اس طرح ہنسنے کو کہتے ہیں کہ خود سنے اور بغل والا نہ سنے۔ اگر بجائے اس کے اس اثر کو ذکر کرتے تو باب کے زیادہ مطابق ہوتا کہ۔ ابن علیہ نے اذان و اقامت میں کلام کے بارے میں، یونس، سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ محمد سے عبید اللہ بن غلاب نے حضرت حسن بصری کے بارے میں بتایا۔ کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ **اقول** ۔ لیکن فقہاء نے ضحک کو مفسد صلوٰۃ اسی بنا پر ٹھہرایا کہ یہ ملحق بالکلام ہے اس لئے اس اثر کی بھی باب سے مطابقت ظاہر ہے۔

تکمیل :۔ باب ھل یصلی الامام لمن حضر۔ میں اتنا زائد ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ تم کو حرج میں ڈالوں۔ وہیں دوسری روایت میں ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تم کو گنہگار

عہ اول اذان باب الکلام فی الاذان ص۸۶ باب ھل یصلی الامام لمن حضر ص۹۲۔ جمعہ۔ باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ فی المطر ص۱۲۳ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

کروں۔ تم لوگ گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنستے ہوئے آؤ۔ کتاب الجمعہ میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنے موذن سے بارش والے دن میں کہا۔ جب تو' اشھد ان محمد رسول اللہ' کہہ چکے تو حی علی الصلوٰۃ مت کہنا۔ یہ کہنا۔ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ اخیر میں ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ تم کو حرج میں ڈالوں اور تم لوگ کیچڑ اور پھسلن میں آؤ۔

رزغ کے معنی۔ الغیم البارد۔ ٹھنڈک پیدا کرنے والے بادل کے بھی ہیں۔ اور کیچڑ کے بھی۔ عام طور پر اس کا ترجمہ' جاڑے اور بادل۔ کیا جاتا ہے۔ مگر........ دوسرے طریق میں جب یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے یہ نہیں پسند کیا کہ تم لوگ کیچڑ میں گھٹنوں تک دھنستے ہوئے آؤ۔ یہ اس پر نص ہے۔ کہ رزغ سے مراد کیچڑ ہی ہے۔ اس دن بارش ہوگئی تھی جس کی وجہ سے کیچڑ پیدا ہوگئی تھی۔ ایک روایت میں۔ اُؤَثّمکم بھی آیا ہے۔ یعنی میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تم کو گنہگار کروں۔ اس کی توجیہ یہ ہے۔ کہ کیچڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔ تو ناگواری کے ساتھ نماز کے لئے آؤ گے۔ یہ گناہ ہے۔ دوسرے یہ کہ کیچڑ سے سنے ہوئے پیروں کے ساتھ مسجد میں آؤ گے جس سے مسجد آلودہ ہوگی۔

الصلوٰۃ فی الرحال:۔ کتاب الجمعہ میں ہے۔ فی البیوت۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ قصہ کسی شہر میں پیش ہوا۔ وہیں یہ بھی ہے۔ کہ موذن کو حکم دیا حی علی الصلوٰۃ مت کہنا۔ صلوا فی بیوتکم۔ کہنا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نظم اذان میں تبدیلی کا حکم دیا۔ اور اثناء اذان میں یہ کہلایا آگے۔ باب الاذان للمسافر۔ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے بعد یہ اعلان کرایا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بلاشبہ لائق ترجیح ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں اضطراب بھی ہے۔ کتاب الصلوٰۃ کی دونوں روایتوں میں ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو فرمایا کہ الصلوٰۃ فی الرحال۔ پکار دو۔! اور کتاب الجمعہ کی جو روایت ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اذان شروع کرنے سے پہلے ہی مؤذن کو ہدایت کردی تھی۔ کہ حی علی الصلوٰۃ، مت کہنا۔ صلوا فی بیوتکم۔ کہنا۔ اگرچہ یہ اضطراب دور ہوسکتا ہے تو ترجیح کی اصل وجہ وہی ہوئی کہ ارشاد رسول فعل صحابی پر مقدم ہوگا۔

اثناء اذان میں کلام باب سے مطابقت ظاہر ہے۔ کہ موذن نے حضرت ابن عباس کے حکم کے مطابق۔ الصلوٰۃ فی الرحال۔ یا صلوا فی بیوتکم۔ ضرور پکارا ہوگا۔ یہ کلمات اذان سے نہیں۔ عوام سے خطاب ہے۔ تو ثابت کہ اثناء اذان میں کلام جائز ہے۔ ہمارے یہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ عہد نبوی میں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ موذنوں نے اثناء اذان میں کلام کیا ہو۔ رہ گیا حضرت ابن عباس اور حضرت سلیمان بن صرد کا ارشاد و

حدیث ۴۱۰	عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُّؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال رات میں اذان دیتا ہے اس کی اذان کے بعد کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ ابن

اِبْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَہٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ ؏

ام مکتوم اذان دینے لگے حضرت عبداللہ نے کہا اور وہ نابینا تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک ان سے یہ کہا جاتا تم نے صبح کرلی

عمل یہ مکروہ تنزیہی کے منافی نہیں۔ کتاب الصلوٰۃ کی دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ موذن اذان کے درمیان بات کرسکتا ہے اور ہمارے یہاں ممنوع ہے۔ اس کا جواب کتاب الجمعہ کی روایت ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اذان سے پہلے یہ ہدایت دی تھی۔ جب اس حدیث کی روایات متعارض تو اس سے استدلال ساقط۔

وانہا عزمۃ :۔ ضمیر منصوب کا مرجع جمعہ ہے۔ جو خطبنا سے مفہوم ہوتا ہے یہ دلیل ہے کہ جمعہ فرض ہے۔

تشریحات ۴۱۰

اذان قبل فجر — ائمہ ثلثہ وغیرہ اور امام ابو یوسف اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ فجر کی اذان قبل فجر درست ہے ہمارے یہاں درست نہیں۔ اگر کوئی وقت سے پہلے اذان کہے تو وقت ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ ایک بار بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی۔ تو انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جاؤ اور یہ پکارو — بندہ سوگیا تھا[1] اس حدیث پر امام ترمذی کی تنقید کا محققانہ جواب عمدۃ القاری میں ملاحظہ کریں۔[2] بعینہٖ یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے[3] ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موذن نے ایک بار طلوع فجر سے پہلے اذان دیدی تو اسے وہی حکم دیا۔ ابوداؤد ہی میں حضرت بلال رضی اللہ

ع اول اذان باب اذان الاعمیٰ ص۸۶ باب الاذان بعد الفجر ص۸۷ باب الاذان قبل الفجر ص۸۷ الصوم۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال ص۲۵۷ جلد ثانی۔ آحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم الصیام۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

[1] ابوداؤد باب فی الاذان قبل دخول الوقت ص۷۹ طحاوی اول باب التاذین ای وقت ھو ص۶۷

[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۳۱ [3] اول باب الاذان قبل دخول الوقت ص۷۹ [4] ایضاً

حدیث ۴۱۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حفصہ نے خبر دی

حَفْصَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ الْمُؤَذِّنُ

جب موذن صبح کی اذان کے لئے کھڑا ہو جاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوۃُ۔ عہ

ہلکی دو رکعت اقامت سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث ۴۱۲

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ عہ

صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان ہلکی دو رکعت پڑھتے تھے۔

تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس طرح فجر ظاہر نہ ہو جائے اذان نہ دے اور حضور نے ہاتھ کو چوڑائی میں پھیلایا۔ رہ گئی زیر بحث حدیث تو آگے حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث آرہی ہے۔ جس میں یہ فرمایا۔ کہ بلال اس لئے اذان دیتے ہیں تاکہ تمہارا تہجد پڑھنے والا لوٹے اور سونے والا جاگ جائے۔ اس سے ظاہر کہ حضرت بلال کی اذان نماز کے لئے نہ تھی بلکہ تہجد اور سحری کے لئے تھی۔ اس کی مکمل بحث شرح معانی الآثار اور عمدۃ القاری و فتح القدیر میں مطالعہ کریں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابینا کی اذان بلا کراہت درست ہے۔ اگر کوئی اسے وقت بتانے والا ہو۔ ہاں اگر کوئی وقت بتانے والا نہ ہو تو مکروہ ہے۔

تشریحات ۴۱۱-۴۱۲

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ فجر میں فرض سے پہلے دو رکعت سنت ہے اور یہ کہ اسے بہت مختصر پڑھنی چاہیئے۔

عہ باب الاذان بعد الفجر ص۸۷ تہجد۔ باب التطوع بعد المکتوبۃ ص۱۵۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ۔

عہ باب الاذان بعد الفجر ص۸۷ مسلم صلوٰۃ۔

حدیث ۴۱۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سُحُوْرِہٖ فَاِنَّہٗ

نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کو سحری سے بلال کی اذان نہ روکے۔ اس لئے کہ وہ رات میں

یُؤَذِّنُ اَوْ یُنَادِیْ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُمْ وَلِیَنْتَبِہَ نَائِمَکُمْ وَلَیْسَ اَنْ یَّقُوْلَ الْفَجْرُ

اذان دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والا لوٹے اور سونے والا جاگ جائے۔ یہ نہیں کہ کوئی کہے فجر یا صبح ہوگئی اور

اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِہٖ وَرَفَعَہُمَا اِلٰی فَوْقٍ وَطَأْطَأَ اِلٰی اَسْفَلَ حَتّٰی یَقُوْلَ ہٰکَذَا

حضور نے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ اور انھیں اوپر اٹھایا اور نیچے جھکایا۔ یہاں تک کہ ایسے ہوجاتے

وَقَالَ زُہَیْرٌ بِسَبَّابَتَیْہِ اِحْدٰہُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰی ثُمَّ مَدَّہُمَا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ [ع]

اور زہیر نے اپنی کلمے کی دونوں انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا۔ پھر ان کو دائیں بائیں کھینچا۔

حدیث ۴۱۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَنَّ بِلَالًا کَانَ

حضرت ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ بلال رات

تشریحات ۴۱۳-۴۱۴: پہلی حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت بلال طلوع فجر سے پہلے جو اذان کہتے تھے وہ نماز کے لئے نہ تھی بلکہ یہ بتانے کے لئے تھی کہ فجر کا وقت قریب آرہا ہے۔ جو لوگ تہجد پڑھ رہے ہوں وہ اب کچھ دیر آرام کرلیں۔ تاکہ فجر کی نماز نشاط کے ساتھ ادا کریں۔ وتر نہیں پڑھی ہے تو پڑھ لیں۔ سحری نہیں کھائی ہے تو کھالیں۔ سونے والے جاگ جائیں ضروریات سے فارغ ہولیں۔ نماز فجر کے لئے تیار ہوجائیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب رات کا جز ہے۔ مقابلتہً یہ ثابت ہوا کہ صبح صادق دن کا جز ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ صبح کاذب کی سفیدی لمبائی میں ہوتی ہے۔ یعنی افق سے اوپر کی جانب اور صبح صادق جنوباً و شمالاً پھیلی ہوتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ صبح کاذب کے نیچے افق تاریک ہوتا ہے۔ اور صبح صادق افق کی جڑ سے ابھرتی ہے۔ اور بلند ہونے کے ساتھ ساتھ کنارہ افق پر پھیلتی ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال اور حضرت

ع باب الاذان قبل الفجر ص۸۷ ثانی۔ طلاق باب الاشارۃ فی الطلاق والامور ص۷۹۵ الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم صوم نسائی صلوٰۃ۔ صوم۔ ابوداؤد صوم۔ ابن ماجہ۔

يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَاشْرَبُوا

میں اذان دیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ

حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلَعَ الْفَجْرُ قَالَ

ابن ام مکتوم اذان دیں۔ اس لئے کہ جب تک فجر طلوع نہیں ہو جاتی۔ یہ اذان نہیں دیتے۔

الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقٰى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا عه

امام قاسم نے فرمایا۔ ان دونوں کی اذان میں فرق اتنا ہی تھا کہ یہ چڑھتے اور وہ اترتے۔

حدیث ۴۱۵

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلٰثًا لِمَنْ شَاءَ عه

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ جو چاہے۔

ابن ام مکتوم کی اذانوں کے مابین بہت زیادہ فصل نہیں ہوتا تھا۔

قال لقاسم:- حضرت قاسم عہد رسالت کے بعد ۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے یہ روایت مرسل ہوئی۔ اقول۔ جمہور اور ہمارے یہاں ثقہ کی مرسل حدیث حجت ہے۔ علاوہ ازیں نسائی کی جو روایت ہے اس میں یہ ہے قالت عائشۃ فلم یکن بین اذانیہما الا ان ینزل هذا ویصعد هذا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ یہاں بخاری میں۔ قال لقاسم کا مطلب یہ ہے۔ عن عائشۃ۔

تشریحات ۴۱۵ اس عموم سے نماز مغرب مستثنیٰ ہے۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام خصوصاً خلفاء راشدین مغرب میں فرض سے پہلے نفل نہیں پڑھتے تھے۔ مگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد صحابہ تیزی سے مسجد کے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہتے۔ دو رکعت مغرب کے فرض سے پہلے پڑھتے۔ اذان اور اقامت کے درمیان بہت مختصر فصل رہتا۔

عه الصوم باب لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال ص۲۵۷ اذان باب الاذان قبل الفجر ص۸۷۔

عه باب کم بین الاذان والاقامۃ ص۸۷ باب بین کل اذانین صلوٰۃ ص۸۷ مسلم صلوٰۃ۔ ابو داؤد تطوع۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی اذان۔ ابن ماجہ اقامت۔

حدیث ۴۱۶

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ عـہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب فجر کی پہلی اذان کہہ کے مؤذن چپ ہو جاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے۔ اور نماز فجر سے پہلے فجر کے ظاہر ہو جانے کے بعد دو رکعت مختصر پڑھتے۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹتے یہاں تک کہ اقامت کی اجازت لینے کے لئے مؤذن حاضر ہوتا۔

حدیث ۴۱۷

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ فَأَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا بیس رات وہاں حاضر رہا

تشریح ۴۱۶: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنی بہتر ہیں۔ اور یہ کہ گھر میں رہ کر بھی نماز کا انتظار درست ہے خواہ وہ امام ہو خواہ مقتدی۔ لیکن گھر پر انتظار کرنے میں اگر صف اول میں جگہ ملنا مشتبہ ہو تو مسجد میں آکر انتظار کرے۔ جو شخص تہجد کا عادی ہو وہ فجر کی سنت پڑھ کر کچھ دیر لیٹ لے تو بہتر ہے مگر گھر میں۔ مسجد میں غیر مقلدین کی طرح نہ لیٹے کہ نمازی بیٹھے اوراد میں مشغول ہوتے ہیں سنتیں پڑھتے ہیں اور یہ ٹانگ پھیلا کر لیٹ جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ قرآن مجید ہاتھ میں لئے تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ قرآن مجید کی طرف پاؤں کر کے پھیل جاتے ہیں۔

تشریحات ۴۱۷ مالک بن الحویرث لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں ۹۴ھ میں وصال فرمایا۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں۔ جن کا زمانہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پایا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ زیارت بھی کی ہے۔

تکمیل: بخاری شریف کے متعدد ابواب میں اس حدیث کے اندر جو زیادتیاں ہیں

عـہ باب من انتظر الاقامۃ ص۸۷ نسائی صلوٰۃ۔

رَحِیْمًا رَّفِیْقًا فَلَمَّا رَأٰی شَوْقَنَا اِلٰی اَھْلِیْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَکُوْنُوْا فِیْھِمْ وَعَلِّمُوْھُمْ

اور حضور بہت مہربان مشفق تھے چنانچہ جب اپنے اہل کی جانب ہمارے اشتیاق کو محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا۔ اب

وَصَلُّوْا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْبَرُکُمْ ؏

جاؤ اور ان میں رہو اور انھیں تعلیم دو اور نماز پڑھتے رہنا جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے اور تم لوگوں میں جو سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے

سب کو ملانے کے بعد یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت مالک بن الحویرث کہتے ہیں۔ میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہم سب جوان ہم عمر تھے ہم وہاں بیس دن اور بیس رات رہے۔ اور حضور بہت مہربان مشفق تھے۔ ہمیں اپنے اہل کا اشتیاق ہوا جب حضور نے یہ محسوس فرمالیا تو ہم سے پوچھا۔ اپنے گھر کس کو چھوڑا ہے۔ ہم نے بتایا۔ تو فرمایا۔ اپنے اہل میں جاؤ۔ اور انھیں میں رہو اور انھیں حکم دو۔ حضور نے کچھ باتیں بیان فرمائی تھیں۔ جنھیں بھول گیا۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ویسے ہی نماز پڑھنا اور انھیں تعلیم دو اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھو۔ اور فلاں وقت فلاں نماز۔ جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے اور جو تم میں زیادہ عمر کا ہو وہ امامت کرے۔ یہ سب لوگ علم میں مساوی تھے۔ اس لئے کہ ساتھ ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ واپس ہوئے۔ اس لئے امامت کے لئے زیادہ عمر والے کو ترجیح کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامت اذان سے افضل ہے۔

مطابقت یہاں باب تھا۔ جس نے یہ کہا سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔ اس سے مطابقت یوں ہوئی کہ انھیں رخصت فرماتے ہوئے فرمایا۔ جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے۔ رخصتی کے بعد یہ حکم نافذ ہوگیا۔ اس لئے راستے کے لئے بھی حکم ہوگیا۔ اور جب تک گھر نہیں پہنچیں گے مسافر رہیں گے تو ثابت کہ مسافر بھی اذان کہے۔

؏ باب من قال لیوذن فی السفر موذن واحد ص۸۷ باب الاذان للمسافر ص۸۸ باب اثنان فما فوقہما جماعۃ ص۹۰ باب اذا استووا فی القرأۃ فلیومہم اکبرہم ص۹۴ الجہاد باب سفر الاثنین ص۳۹۹ ثانی الأدب باب رحمۃ الناس والبہائم ص۸۸۸ الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۱۸

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا ؏

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ دو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دونوں نکلو تو اذان دو پھر اقامت کہو اور تم میں جو زیادہ عمر کا ہو وہ امامت کرے۔

حدیث ۴۱۹

حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى أَثَرِهِ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ ؏

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ضجنان میں جاڑے کی حالت میں اذان دی پھر کہا تم لوگ اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو۔ اور ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی موذن کو اذان کا حکم دیتے پھر فرماتے۔ پڑاؤ میں نماز پڑھو۔ جاڑے یا بارش کی رات میں سفر کی حالت میں۔

تشریح ۴۱۸

یہ حدیث حقیقت میں پہلی والی ہی ہے ان دو شخصوں سے مراد مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ کتاب الجہاد میں ہے۔ مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو شخص ان کے علاوہ تھے۔ اس لئے ہم نے اسے مع متن کے لکھا۔ اذنا۔ اقیما۔ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ مگر مراد یہ ہے کہ تم دونوں میں سے ایک اذان کہے اور اقامت کہے۔ یہ مراد نہیں کہ تم دونوں ساتھ ساتھ یا باری باری اذان و اقامت کہو۔ اس لئے کہ ایک اذان و اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہے۔

تشریح ۴۱۹

ضجنان۔ مکہ معظمہ سے پچیس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنت یہی ہے کلمات اذان

؏ باب الاذان للمسافر ص۸۸۔ ؏ باب الاذان للمسافر ص۸۸ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

ت ۱۳۱	وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ۔
	حضرت بلال کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی انگلیاں کانوں میں کر لیتے تھے۔
ت ۱۳۲	وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ۔
	اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں نہیں کرتے تھے۔
ت ۱۳۳	قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ۔
	ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

میں کچھ داخل نہ کیا جائے۔ بعد میں۔ صلوا فی الرحال۔ پکارا جائے۔ فی السفر کی قید واقعی ہے احترازی نہیں۔ سخت جاڑا ۔ بارش کیچڑ ہو تو آبادی میں اور مقیم ہوتے ہوئے بھی مسجد میں حاضری اور جماعت معاف ہے۔

اثبات باب:۔ یہاں باب ہے۔ مسافر کے لئے اذان و اقامت جب جماعت ہو۔ ایسے ہی عرفہ اور جمع یعنی مزدلفہ میں بھی۔ اور بارش اور سردی کی رات میں موذن کا یہ کہنا کہ اپنے ٹھکانوں پر نماز پڑھ لو۔ جتنی حدیثیں اس باب میں مذکور ہیں۔ ان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر نہیں۔ یعنی کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں۔ کہ عرفہ اور مزدلفہ میں بھی اذان و اقامت سے نماز پڑھو۔ مگر چونکہ عرفات اور مزدلفہ میں حجاج حالت سفر ہی میں رہتے ہیں۔ اور مطلق سفر میں اذان و اقامت ثابت تو ان دونوں جگہوں میں بھی ثابت۔

تشریح ۱۳۱ اس تعلیق کو ابن ماجہ اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح ۱۳۲ اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نسُیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر بیٹھے اذان دے رہے تھے۔ سفیان نے پوچھا وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالے تھے یا نہیں؟ تو نسیر نے کہا نہیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حضرت بلال نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان کہی تو یہی سنت ہوئی۔ ہو سکتا ہے حضرت ابن عمر نے اس لئے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالیں کہ ان کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل رہی ہو۔

تشریح ۱۳۳ اس اثر کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ ہمارے یہاں بغیر وضو اذان دینا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی بغیر وضو اذان دیدے تو اذان ہو جائے گی۔

ت ۱۳۴

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ ۔

اور امام عطاء نے کہا کہ وضو ثابت ہے اور سنت ہے۔

ت ۱۳۵

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ اَحْيَانِهٖ ع

وسلم ہروقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حدیث ۴۲۰

عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِیْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاٰی بِلَالًا يُؤَذِّنُ

حضرت ابو جحیفہ نے کہا کہ انھوں نے بلال کو اذان کہتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر

فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ عہ

میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر منہ کرنے لگا۔

ت ۱۳۶

وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ وَلْيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ

ابن سیرین اس کو مکروہ جانتے تھے کہ کوئی یہ کہے ہماری نماز فوت ہوگئی یہ کہے ہم نے نہیں

وَقَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ ۔

پائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے۔

تشریح ۱۳۴: اس تعلیق کو عبدالرزاق نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عطاء نے کہا یہ ثابت اور سنت ہے کہ مؤذن باوضو ہی اذان دے۔ یہ نماز سے ہے یہ نماز کا فاتح ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت عطاء ہی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ بغیر وضو۔ اذان دینے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور یہ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ ابو الشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باوضو شخص ہی اذان دے۔

تشریح ۱۳۵ مناسبت باب: یہاں باب یہ ہے۔ کیا مؤذن اپنا منھ ادھر ادھر پھیرے کیا ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ ان چاروں تعلیقات کو باب سے

عہ باب ہل یتتبع المؤذن فاہ ھٰھنا وھٰھنا ص۸۸۔ مسلم۔ اول طہارت باب ذکر اللہ فی حال الجنابۃ وغیرہا ص۱۶۲۔ عہ باب ہل یتتبع المؤذن فاہ ھٰھنا وھٰھنا ص۸۸۔ عہ باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ ص ۸۸۔

حدیث ۴۲۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ مَا شَاْنُكُمْ قَالُوْا اسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا عـه

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور نے کچھ لوگوں کے دوڑنے کی آواز سنی جب نماز پڑھ چکے تو دریافت فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ نماز کے لئے ہم نے جلدی کی فرمایا ایسامت کرو۔ جب نماز کے لئے آؤ تو اطمینان وسکون کے ساتھ آؤ امام کے ساتھ جتنی پاؤ پڑھو اور جو فوت ہوجائے اسے بعد میں پوری کرو۔

حدیث ۴۲۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ وَعَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ وَالْوَقَارُ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا عـه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اقامت سنو تو نماز کے لئے سکون ووقار کے ساتھ چلو۔ دوڑو مت۔ جو امام کے ساتھ پاجاؤ اسے امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو فوت ہوجائے اسے بعد میں پوری کرو۔

کوئی تعلق نہیں قصہ صرف یہ ہے کہ اذان کے سلسلے میں چار باتوں میں اختلاف ہے (۱) موذن اپنی انگلیاں کانوں میں کرے گا یا نہیں (۲) حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے گا یا نہیں (۳) اذان میں ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے یا نہیں (۴) بلا وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ ان چاروں باتوں میں سے صرف ایک کا عنوان قائم کیا۔ اور بیان چاروں کو کر دیا۔ امام بخاری کا مسلک کیا ہے وہ معلوم نہیں ہوسکا ہمارا مذہب یہ ہے کہ صرف حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ کرے۔ بقیہ اوقات میں نہیں۔ کانوں میں انگلیاں دے کر اذان کہے اور باوضو کہے۔

تشریحات ۴۲۱۔۴۲۲:۔ یہاں ایک اختلاف یہ ہے کہ مسبوق نے امام کے ساتھ جو نماز

عـه باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ ص۸۸ مسلم صلوٰۃ۔ عـه باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا ص۸۸ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ مسلم۔ ترمذی نسائی جمعہ۔ ابن ماجہ مساجد۔

حدیث ۴۲۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اقامت

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ ؏

کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جاؤ جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ (میں حجرے سے باہر آگیا) اور سکون کے ساتھ رہو۔

پڑھی ہے۔ یہ مسبوق کی ابتدائی نماز ہے یا انتہائی۔ امام شافعی وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اس کی ابتدائی نماز ہے۔ احناف اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ انتہائی ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا استدلال اس حدیث کے ارشاد۔ فاتموا۔ سے ہے۔ اس لئے کہ اتمام کو لازم ہے کسی چیز کی سابقیت جو ناقص رہ گئی ہو۔ جسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ ہمارا استدلال اسی حدیث کے دوسرے طرق میں وارد۔ لفظ۔ فاقضوا سے ہے۔ جسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ نیز مسلم میں بھی یہ ہے۔ واقض ما سبقك۔ نیز ابوداؤد میں بھی ہے۔ نیز بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا۔ اور قضا چاہتا ہے فوت کو تو اس ارشاد کی صحت کے لئے لازم ہے کہ مسبوق کو جتنی نماز امام کے ساتھ نہیں ملی۔ وہ فوت ہو گئی۔ اس کی نماز اس وقت سے شروع ہو رہی ہے جس وقت وہ امام کے ساتھ شریک ہوا ہے۔ اس لئے مسبوق کی ابتدائی نماز وہ ہوئی جو اس نے امام کے ساتھ پائی۔ اور امام کے سلام کے بعد جو پڑھے گا وہ اخیر اور انتہائی نماز ہوگی۔ ما فاتکم نے بتا دیا ہے۔ کہ اسے جو نماز نہیں ملی ہے۔ وہ فوت ہوگئی تو امام کی فراغت کے بعد اسے جو پڑھنی ہے وہ بھی فوت شدہ پڑھنی ہے۔ اور وہ ابتدائی نماز ہے اور فاتموا کا جواب یہ ہے۔ اسی روایت کے لفظ ما فاتکم سے ثابت کہ اس کی نماز کا وہ حصہ جو اسے نہیں ملا۔ فوت ہو گیا ہے۔ اس لئے نماز ناقص ہے۔ اسے قضا پڑھ کر نماز پوری کر لو۔

تشریحات ۴۲۳ جب صحابہ کرام نماز کے لئے جمع ہو جاتے اور جماعت کا وقت ہو جاتا تو حضرت بلال اجازت لے کر اقامت شروع کر دیتے۔ ابتدا میں صحابہ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو جاتے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــ کہ

؏ لاتقوموا الی الصلوٰۃ مستعجلا ص۸۹ جمعہ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ مسلم مساجد ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی اذان۔ امامت۔ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد خامس۔

لہ اول باب استحباب ایتان الصلوٰۃ بوقار وسکینۃ ص۲۲۰

سہ اول باب السعی الی الصلوٰۃ ص۸۴-۸۵۔

حدیث ۴۲۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْ رَجُلًا فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ ؏

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اقامت کہی جا چکی تھی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص سے مسجد کے کنارے سرگوشی کرتے رہے۔ نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوئے جب لوگ سو گئے۔

جب تک یہ دیکھ نہ لو کہ میں حجرۂ مبارکہ سے باہر آگیا کھڑے نہ ہو اگرچہ اقامت ختم ہو جائے۔ اسی بنا پر علماء نے فرمایا۔ کہ اگر اقامت کے وقت امام مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام کو دیکھ نہ لیں کھڑے نہ ہوں اگرچہ اقامت پوری ہو جائے۔ اور جب امام و مقتدی مسجد ہی میں ہوں تو اقامت کے وقت سب بیٹھے رہیں۔ جب موذن حی علی الصلوٰۃ تک پہنچے تو کھڑے ہونا شروع کریں۔ حی علی الفلاح پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات، عالمگیری، شامی میں ہے۔

دیوبندیوں کا عناد دیوبندی عوام و خواص علماء جہلاء سبھی اہل سنت و جماعت کے ساتھ عناد کی وجہ سے کھڑے ہو کر اقامت سنتے ہیں جب کہ حنفی ہونے کے مدعی بھی ہیں یہاں تک کہ قریب قریب یہ مسئلہ اہل سنت کے شعار کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

؏ باب الامام تعرض لہ الحاجۃ بعد الاقامۃ و باب الکلام اذا اقیمت الصلوٰۃ ص۸۹ ثانی الاستیذان باب طول النجوی ص۹۳۱۔ مسلم حیض۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۰۱ ابوداؤد صلوٰۃ۔ نسائی۔ امامت۔

ت ۱۳۶ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَنَعَتْهُ اُمُّهٗ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا۔

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ اگر عشاء کی جماعت سے شفقت کی وجہ سے اس کی ماں روکے تو ماں کی یہ بات نہ مانے۔

حدیث ۴۲۵ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ [ع]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لئے اذان کہنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ امامت کرے اس کے بعد انہیں چھوڑ کر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ لوگ اگر یہ جانتے کہ فربہ ہڈی اور عمدہ گوشت بھری ہڈیاں پائیں گے تو ضرور عشاء میں شریک ہوتے۔

تشریح ۴۲۴ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ ہو سکتا ہے یہ شخص اپنی قوم کا رئیس رہا ہو۔ حضور نے اس کی تالیف قلب کے لئے دیر تک سرگوشی فرمائی علامہ عینی نے فرمایا ہو سکتا ہے فرشتہ رہا ہو۔ **اقول** ۔ ہو سکتا ہے وہ شخص کوئی اہم بات بتا رہا ہو جس کی تحقیق و تفتیش کیلئے سوالات و جوابات نیز آئندہ کے لئے ہدایات دینے میں تاخیر ہو گئی ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ کسی اہم دینی و قومی کام میں مجمع عام میں بھی کسی خاص آدمی سے سرگوشی کی جا سکتی ہے۔

تشریحات ۴۲۵:۔ **الی رجال** ۔ دوسری روایتوں میں ہے۔ پھر میں ان کو جو بلا کسی سبب کے

ع باب وجوب الجماعۃ ص ۸۹ خصومات باب اخراج اهل المعاصی والخصوم من البیوت ص ۳۲۶ ثانی الاحکام باب اخراج الخصوم واهل الریب من البیوت ص ۱۰۷۲ نسائی صلوۃ۔

ت ۱۳۸
وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ عــہ
اور اسود رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت جب چھوٹ جاتی تو دوسری مسجد میں جاتے۔

ت ۱۳۹
وَجَاءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً عــہ
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں نماز ہو چکی تھی تو اذان اور اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔

حدیث ۴۲۶
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ســہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے پر ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

گھروں میں نماز پڑھتے ہیں جلا دوں [۱]۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی اقامت کہلاتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ گھروں کو جلا دیں [۲]۔ اس سے ثابت ہوا کہ جماعت سے نماز واجب ہے۔ اور بلا عذر جماعت چھوڑنا گناہ ہے۔ اور جو جماعت چھوڑنے کا عادی ہو وہ فاسق معلن ہے۔

تشریحات ۱۳۸-۱۳۹ اپنی مسجد میں جماعت چھوٹ جائے تو دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری نہیں۔ چاہے تو جائے یہ بہتر ہے مگر مسجد حرام مسجد نبوی سے نہ جائے۔ اسی طرح بیت المقدس سے۔ اس لئے کہ ان مساجد میں جو ثواب ہے وہ دوسری مساجد میں نہیں جس مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو اس میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز با جماعت اس وقت جائز ہے جبکہ وہ بازار یا عام گزرگاہ کی مسجد ہو۔ جس میں کوئی امام اور موذن مقرر نہ ہو۔ جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اس میں ہیئت اولیٰ پر جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ ہیئت اولیٰ بدل کر بلا کراہت درست ہے۔ محراب سے ہٹنے کے بعد ہیئت اولیٰ بدل جاتی ہے۔ ردالمحتار۔ عالمگیری وغیرہ۔

تشریحات ۴۲۶-۴۲۷:۔ حدیث ۳۳۰ کے ضمن میں ہم بتا آئے کہ یہ پچیس، ستائیس، یا پچاس

عــہ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص ۸۹ ابن ابی شیبہ۔ عــہ ایضاً۔
ســہ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص ۸۹ مسلم، نسائی صلوٰۃ۔
[۱] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ ص ۸۱ [۲] مسند امام احمد

حدیث ۴۲۷

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً[ع]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز باجماعت تنہا کی نماز پر پچیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث ۴۲۸

سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَیَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَّهُمْ یُصَلُّوْنَ جَمِیْعًا[عہ]

سالم نے کہا میں نے ام الدرداء سے سنا وہ کہہ رہی تھیں کہ میرے پاس ابو الدرداء آئے اور وہ غضبناک تھے میں نے پوچھا غصے کا کیا سبب ہے۔ تو فرمایا خدا کی قسم میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی کوئی بات اب نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

درجے کا فرق نمازی کے اخلاص حضور قلب خشوع و خضوع کی بنا پر ہے۔

تشریحات ۴۲۸ ام الدرداء سے مراد، ام الدرداء صغریٰ ہیں۔ جن کا نام جُہَیمہ ہے۔ یہ تابعیہ ہیں۔ ام الدرداء کبریٰ جن کا نام خیرہ ہے وہ مراد نہیں۔ اس لئے کہ سالم بن ابی الجعد راوی کی ان سے ملاقات نہیں۔ ام الدرداء کبریٰ حضرت ابو الدرداء کی حیات ہی میں وفات پا چکی تھیں۔

من امر اکثر نسخوں میں امر کی جگہ، امۃ ہے۔ اسماعیلی اور ابونعیم کی روایت میں ما اعرف کے بعد فیھم کا اضافہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس شہر کے لوگوں میں اس سے مراد، دمشق ہے، جہاں حضرت ابوالدرداء رہتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی جو پابندی اور لحاظ عہد نبوی میں اور شیخین کے زمانے میں تھا وہ اب اس درجہ باقی نہ رہا۔

حضرت ابوالدرداء کا وصال حضرت عثمان غنی کے عہد میں ۳۲ھ میں ہوا ہے۔

عہ باب فضل صلوۃ الجماعۃ ص۸۹۔

عہ باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ ص۹۰۔

حدیث ۴۲۹

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ

ارشاد فرمایا نماز کا سب سے زیادہ ثواب اسے ہے جو مسجد سے سب سے زیادہ دور ہو

مَمْشًی وَّالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ

پھر اس کا جو اس سے بھی زیادہ دور ہو۔ اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے تاکہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کا

اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ ؏

ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

حدیث ۴۳۰

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ کانٹے کی شاخ راستے پر

عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ۔ ثُمَّ قَالَ الشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ

پائی تو اسے ہٹا دیا۔ اللہ نے اسے قبول فرما لیا اور اسے بخش دیا۔ پھر فرمایا شہید پانچ ہیں

اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْھَدْمِ وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؏

طاعون میں مرنے والا اور پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ اور ڈوب کر مرنے والا۔ اور کہیں دب کر مرنے والا۔ اور راہ خدا میں شہید

تشریحات ۴۲۹:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز یا کسی کار خیر کے لئے چلنا بھی باعث ثواب ہے۔ اسی وجہ سے مسجد جتنی زیادہ دور ہوگی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت تنہا پڑھنے کے۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب ہے فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت۔ اس حدیث کی باب سے مطابقت حدیث کے عموم سے ہے۔

تشریحات ۴۳۰. بینما یہ اصل میں بَیْنَ تھا اشباع کے لئے الف کا اضافہ کیا۔ پھر میم زائد

؏ باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ ص۹۰ مسلم صلوٰۃ۔ ؏ باب فضل التھجیر الی الظہر ص۹۰ اول جہاد۔ باب الشہادۃ سبع ص۳۹۷، مسلم۔ امارۃ۔ ابن ابو داؤد۔ ادب ترمذی البر موطا امام مالک جماعت مسند امام احمد۔

کی گئی اس طرح بینما ہو گیا۔ کبھی بغیر میم کے بینا بھی آتا ہے۔ یہ ظرف زمان ہے جو مفاجاۃ کے لئے آتا ہے۔

والشہداء:۔ یہ شہید کی جمع ہے۔ اس کا مصدر شہادۃ ہے۔ جس کے معنیٰ حاضر ہونے کے ہیں۔ یہ یا تو مشہود کے معنیٰ میں ہے۔ اس بنا پر کہ اس کی موت کے وقت مخصوص ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ اس کے لئے جنت کی گواہی دی جاتی ہے۔ یا شاہد کے معنیٰ میں ہے اس لئے کہ یہ زندہ ہے اور بارگاہ قدس میں حاضر ہے۔ یا اس بنا پر کہ اس کے لئے اللہ عزّ وجل نے جو مدارج مہیا فرمائے تھے وہاں پہنچ گیا۔

خمس:۔ اس روایت میں پانچ کی تعداد ہے مؤطا امام مالک[1] اور ابو داؤد، نسائی طبرانی ابن حبان کی حدیث میں شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ سات کی تعداد ہے۔ جاریہ۔ نمونیے میں فوت ہونے والا، جل کر فوت ہونے والا، جو عورت بچے کی پیدائش میں فوت ہو۔ ابن ماجہ[2] میں مسافرت میں فوت ہونے والے کا اضافہ ہے۔ حضرت ابن عباس[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے وہ عاشق جو پاک دامن رہا اور چھپائے رکھا اور اسی میں مرگیا۔ وہ بھی شہید ہے مسند امام[4] احمد میں جو پائے سے گر کر مرنے والے کو بھی شہید فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا شرق[7] اور جسے درندے نے پھاڑ ڈالا ہو وہ بھی شہید ہے۔ یہ کل چودہ ہوئے۔ مگر اس میں بھی حصر نہیں۔ بہار شریعت میں حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ نے چھتیس[11] گنایا مگر یہ بھی حصر کے لئے نہیں۔ مشہور حدیث ہے۔

من قتل دون مالہ فھو شھید[5] من قتل دون اھلہ او دون دمہ فھو شھید من قتل دون دینہ فھو شھید[6]

جو مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنے اہل کو بچانے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنا دین بچانے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

---

[1] جنائز باب النھی عن البکاء علی المیت ص۸۸۔ ابو داؤد۔ ثانی جنائز باب فی فضل من مات فی الطاعون ص۸۹۔ نسائی اول۔ جنائز باب النھی عن البکاء علی المیت ص۲۶۱۔ [2] جنائز باب فیمن مات غریبا۔ ص۱۱۷۔ [3] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۷۱ [4] جلد ثانی ص۴۴۱۔

[5] بخاری اول۔ مظالم باب من قتل دون مالہ ص۳۳۷ مسلم۔ ایمان۔ ابو داؤد سنت ترمذی دیات، نسائی تحریم، ابن ماجہ حدود، مسند امام احمد۔

[6] ابو داؤد۔ ثانی۔ سنت باب فی قتال اللصوص ص۳۰۲ ترمذی اول۔ دیات باب من قتل دون مالہ فھو شھید ص۱۷۰۔ [7] پانی وغیرہ پیتے وقت گلے میں پھنس جانے سے جو مر جائے

حدیث ۴۲۱ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِیْ سَلِمَۃَ اَرَادُوْا اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا عَنْ

حمید نے کہا۔ مجھ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنی سلمہ نے

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ علامہ اجہوری مالکی نے ساٹھ تک پہونچایا ہے۔
شہدار کے سلسلے میں جو احادیث وارد ہیں ان پر نظر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو کسی وبائی بیماری سے مرے جو کسی حادثے کی وجہ سے مرے جو سخت اذیت ناک بیماری سے مرے جو اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، آبرو بچانے میں مرے وہ شہید ہے۔

المبطون: صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد پیٹ کی ہر بیماری ہے خواہ وہ استسقا ہو، اسہال ہو یا قبض شدید یا درد شدید ہو۔

شہید کا حکم باعتبار احکام شہید کی دو قسمیں ہیں۔ اول شہید فقہی، یہ وہ شہید ہے جسے جنگ کے موقع پر کافروں نے مار ڈالا ہو، یا میدانِ جنگ میں مردہ ملا اور اس کے جسم پر زخم ہو۔ یا اسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو اور اس کے قتل سے قصاص یا دیت واجب نہ ہو۔ اسے بغیر غسل دیئے ہوئے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا۔ دوسرے شہید غیر فقہی۔ مذکورہ بالا شہدائے کے علاوہ بقیہ تمام شہدار کو غسل دینا فرض ہے۔ ان کے شہید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں شہدار کے مثل ثواب ملے گا۔

مطابقت باب یہاں باب ہے۔ ظہر کی نماز کے لئے جلد جانے کی فضیلت کا بیان۔ مذکورہ متن کے آگے وہ حصہ ہے جو حدیث ۸۰۵ ہے جس کے اخیر میں ہے اگر لوگ جانتے کہ اول وقت نماز کے لئے جانے میں کیا ثواب ہے تو لوگ سبقت کرتے۔
غالباً امام بخاری نے تہجیر کے معنی زوال کے فوراً بعد جانے کے سمجھ رکھا تھا اس لئے اسے اس باب میں بھی لائے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ ہاجرہ سے مشتق ہے جس کے معنی زوال کے بعد کا وقت ہے یہ دو وجہ سے صحیح نہیں اولا ہروی نے کہا کہ تہجیر کے معنی تبکیر ہے۔ یعنی اول وقت جانا۔ یا آنا۔ دوپہر کے وقت کی تخصیص نہیں۔ دوسرے ہم پہلے بتا آئے کہ ہاجرہ کے معنی تیز گرمی کے ہیں اس لحاظ سے یہ دوپہر سے لے کر عصر تک پر صادق۔ امام بخاری نے تہجیر کے جو معنی سمجھے ہیں اس سے مطابقت ظاہر ہے۔ اور معنی صحیح کے لحاظ سے مطابقت اس کی دلالت عام سے ہے۔ مگر اس حکم عام سے گرمیوں کی ظہر اور عصر عشا فجر دوسری احادیث سے خاص ہے۔

تشریحات ۴۲۱: تکمیل۔ مسلم[1] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ مسجد نبوی

---

[1] مساجد باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ فی الجماعۃ ص ۲۳۵۔

مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيبًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ

ارادہ کیا کہ اپنے محلے سے منتقل ہو جائیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں حضرت انس نے کہا نبی

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا۔ کہ مدینے کو کھلا ہوا چھوڑ دیں۔ اس لئے فرمایا۔ کیا

آثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ آثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ ع

چل کر آنے کو ثواب نہیں سمجھتے۔ امام مجاہد نے فرمایا ''خطاہم'' کے معنی وہ نشانات ہیں جو زمین پر پیدل چلنے سے پڑتے ہیں۔

کے ارد گرد کچھ زمینیں خالی ہوئیں تو بنو سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو ان سے دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا ہمارے گھر مسجد سے دور ہیں ہم نے یہ چاہا کہ انھیں بیچ کر مسجد کے قریب آجائیں تو حضور نے فرمایا تمہارے لئے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔ ابن ماجہ[1] میں ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ یٰس ۱۲ جو پہلے کر چکے اور ان کے نشان قدم ہم لکھ رہے ہیں۔ مسند السراج میں ہے کہ ان کے گھر ''سلع'' کے پاس تھے۔ سلع مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر ہے[2]۔

مسائل:۔ صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ نماز کے لئے چلنے پر ہر قدم پر نیکی ہے۔ اور لزوماً یہ ثابت ہوا کہ کسی بھی کار خیر کے لئے چلنے میں بھی یہی فضیلت ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور کی مسجد میں بہ نسبت قریب کے زیادہ ثواب ہے۔ مگر پڑوسی کا حق مقدم ہے۔ اس لحاظ سے قریب کی مسجد میں نماز افضل ہے۔ خصوصاً جب کہ مسجد کے ویران ہونے کا اندیشہ ہو مسجد کو ویران کرنا ممنوع ہے۔

قال مجاهد:۔ آیہ کریمہ۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ۔ میں آثارہم کی تفسیر میں امام مجاہد نے فرمایا خُطَاهُمْ۔ یعنی ان کے قدم کے نشانات۔

ع باب احتساب الآثار ص۹۰ اول۔ فضائل المدینہ باب کراهية ان يعرى المدينة ص۲۵۲ مسلم مساجد۔ ابن ماجہ۔ مساجد۔ مسند امام احمد ثالث۔

[1] مساجد باب الابعد فالابعد من المسجد ص۵۷۔

[2] عمدۃ القاری۔ خامس ص۱۷۳۔

حدیث ۴۳۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ صَلٰوۃٌ اَثْقَلُ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ

منافقین پر فجر اور عشاء سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر وہ یہ جانتے

مَا فِیْھِمَا لَاَتَوْھُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَیُقِیْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا یَؤُمُّ

کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو ان دونوں میں ضرور آتے۔ اگرچہ گھسٹتے ہوئے۔ میں نے ارادہ فرمالیا ہے کہ مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم

النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذُ شُعَلًا مِنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقُ عَلٰی مَنْ لَا یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ بَعْدُ۔[1]

دوں پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر آگ کے انگارے لیکر ان لوگوں کو جلا ڈالوں جو اسوقت تک نماز کیلئے گھر سے نہیں نکلے۔

حدیث ۴۳۳

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اَلْاِمَامُ

فرمایا سات آدمیوں کو اللہ عزوجل اس دن اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اس کے سائے کے

تشریح ۴۳۲ حدیث ۴۲۵ میں یہ تہدید عام ہے۔ اور یہاں خاص منافقین کے لئے ہے ہو سکتا ہے یہ ارشاد کسی ایسے موقع کا ہو جس میں منافقین غیر حاضر رہے ہوں۔ واقعہ یہی تھا کہ یہ دونوں نمازیں منافقین پر شاق تھیں اس وجہ سے وہ غائب رہتے۔ ہو سکتا ہے انھیں دیکھ کر بعض مخلصین مومنین میں بھی کچھ سستی ملاحظہ فرمائی ہو تو زجر و توبیخ کے لئے یہ فرمایا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حدیث ۴۲۵ میں بھی روئے سخن منافقین ہی کے لئے ہو جیسا کہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا الخ سے اس طرف خیال جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۴۳۳ "سبعۃ" سات ہی کی تخصیص نہیں، مفہوم عدد معتبر نہیں اس لئے کہیں بھی عدد کا ذکر حصر کا افادہ نہیں کرتا۔ جب تک حصر پر قرینہ نہ ہو۔ مسلم میں حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من انظر معسرا او وضع لہ اظلہ اللہ فی ظلہ۔[2]

جو کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے اسے اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جب اسکے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا

[1] باب فضل صلوۃ العشاء فی الجماعۃ صفحہ ۹۰۔ [2] ثانی الزھد باب حدیث جابر الطویل ص ۵۱۶۔

الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ

علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا سلطان۔ اور وہ جوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں بچپن سے جوان ہوا۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ

اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ کے لئے محبت کی۔ اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی

مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَاءً حَتّٰى لَا تَعْلَمَ

پر جدا ہوئے۔ اور وہ شخص جسے کسی معزز خوبصورت عورت نے بلایا تو اس نے کہدیا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جس نے پوشیدہ صدقہ

شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔ عہ

کیا یہاں تک کہ اسکے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں کہ اس کا داہنا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کی یاد کی تو اس کی آنکھیں بہ گئیں۔

یوم لا ظل:۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے نیز کتاب الحدود میں حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم واستاذ الاستاذ امام بخاری سے جو روایت ہے اس میں اس کی تصریح ہے۔ سایہ صرف جسم کثیف کا پڑتا ہے اللہ عزوجل کثافت اور جسم سے منزہ ہے اس لئے علماء نے اس کی تاویلیں کی ہیں یہ اضافت اظہار عظمت و شرافت کے لئے ہے جیسے بیت اللہ۔ مراد عرش کا سایہ ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

سبعة يظلهم الله في ظل عرشه۔	سات اشخاص کو اللہ عزوجل اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

یا جیسا کہ دعاء طواف میں ہے۔

اللهم اظلني تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك۔	اے اللہ مجھے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے جس دن تیرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

یا مراد پناہ اور رحمت ہے جیسے کہتے ہیں انا فی ظل فلان۔ میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ یا جنت کا سایہ مراد ہے یا طوبیٰ کا۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب یہ ہے۔ جو مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے اور مسجدوں کی

عہ باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلوٰة ص۹۱ اول۔ زکوٰۃ۔ باب الصدقۃ بالیمین ص۱۹۱ ثانی۔ رقاق۔ باب البکاء من خشیۃ اللہ ص۹۵۹ محاربین باب فضل من ترک الفواحش ص۱۰۰۵۔ مسلم زکوٰۃ۔ ترمذی۔ زھد۔ نسائی۔ قضا۔ رقاق۔

۱؎ عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۷۷۔

حدیث ۴۳۴

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صبح کو یا شام کو مسجد

قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ ؏

جائے۔ تو اللہ عزوجل جنت میں اس کی مہمانی کا سامان مہیا فرماتا ہے جب جب جائے۔

حدیث ۴۳۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ

حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فضیلت۔ اس حدیث کے اس جز۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ کو باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہے۔ اگر مسجد میں کوئی فضیلت نہ ہوتی تو مسجد سے دل لگائے رکھنے والا اتنی بڑی عزت کا مستحق کیوں ہوتا۔

افادہ:۔ اس کے بعد حدیث ۲۸۱ مذکور ہے۔ یہاں یہ زائد ہے۔ ثم اقبل علینا بوجهه بعد ما صلّی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے ہماری جانب رخ انور کیا۔ یہ نماز عشا رتھی جس کے بعد سنت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنن و نوافل ہیں ان کے بعد بھی امام سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف پیٹھ کئے نہ بیٹھا رہے۔ یہی سنت ہے۔

تشریح ۴۳۴ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ بعض روایتوں میں غدا اور راح۔ کے بجائے غدا و راح ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہوا کہ۔ او۔ والی روایت میں اعداد ان دونوں میں سے ایک پر بھی ہوگا اور۔ واو۔ کی روایت کی بنا پر دونوں کے مجموعے پر۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ غدا اور راح۔ صبح و شام گیا۔ کنایہ ہے بلا ناغہ پابندی کے ساتھ جانے سے۔ جیسا کہ آیت کریمہ۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔ ان کے لئے جنت میں صبح و شام کھانا ہے۔ میں دوام و ہمیشگی مراد ہے۔

تشریحات ۴۳۵ لغات۔ ازد۔ زائے معجمہ ساکن۔ ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔ ان کو اسد بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو ازد شنوءہ۔ بھی کہتے ہیں۔ لاث۔ کے معنی دار کے احاطے کے ہیں۔ یعنی انھیں گھیر لیا۔ بہ۔ کی ضمیر کا مرجع۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ یہاں کی روایت کا سیاق یہ بتا رہا ہے۔ کہ اس ضمیر کا مرجع رجل ہے۔ یعنی ان صاحب کو لوگوں نے گھیر لیا

؏ باب فضل من خرج الی المسجد ومن راح ص ۹۱ مسلم۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ يُقَالُ لَهٗ مَالِكُ ابْنُ

ایک صاحب کے قریب سے گزرے۔ بطریق حفص بن عاصم یوں روایت ہے کہ میں نے ازد کے ایک صاحب مالک ابن

بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

بحینہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں حالانکہ اقامت

يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ

ہو چکی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا۔ ان سے رسول اللہ

لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلصُّبْحَ اَرْبَعًا ؕ اٰلصُّبْحَ اَرْبَعًا ؏ ۵

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا صبح چار رہے؟ کیا صبح چار رہے؟

علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ صاحب خود مالک ابن بحینہ تھے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں انھیں کی روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے۔ **اقول**۔ مسند امام احمد کی جس روایت کا علامہ عینی نے حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے قریب سے گزرے یہ نماز فجر سے پہلے والی سنت پڑھ رہے تھے جسے لمبی پڑھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اس نماز کو ظہر سے پہلے اور بعد والی کے مثل نہ بنالو۔ ان دونوں کے مابین فصل رکھو۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ وہ نہیں جو زیر بحث حدیث میں ہے اس لئے اس سے یہ استدلال کہ اس حدیث میں 'رجل' سے مراد خود راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ہی ہیں صحیح نہیں۔ خود مسند امام احمد میں یہ حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ سب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اور کوئی صاحب تھے۔

۱ الصبح اربعا:۔ یہ الصبح۔ تصلی فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الصبح مرفوع ہو اور تصلی محذوف بعد میں ہو۔ یعنی الصبح مبتدا اور تصلی اربعا اس کی خبر۔ دونوں تقدیر پر معنی یہ ہوں گے۔ کیا صبح چار رکعت پڑھتا ہے؟ یہ استفہام توبیخ کے لئے ہے۔

اقامت کے بعد سنت:۔ اس پر اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ بقیہ نمازوں میں اقامت کے بعد سنتیں پڑھنی جائز نہیں۔ البتہ فجر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد کا مذہب یہ ہے۔ سنت فجر بھی اقامت کے بعد جائز نہیں۔ ان کی دلیل حدیث مذکور ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔

ع۵ باب اذا قیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ ص۹۱ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ مسند امام احمد جلد خامس ص۳۴۵ ۱ جلد خامس ص۳۴۵

کہ اگر اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت مل جائے گی تو مسجد کے باہر پڑھ لے جامع صغیر اور بدائع میں امام صاحب کا یہی مذہب مذکور ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔ البتہ اتنی توسیع کی۔ کہ مسجد کے دروازے پر پڑھ لے۔ امام محمد نے فرمایا۔ کہ اسے یہ یقین ہو کہ قعدہ اخیرہ میں امام کو پالے گا تو سنت پڑھ لے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ البتہ یہ وسعت دی کہ جس حصے میں جماعت ہو رہی ہو اس میں نہ پڑھے۔ اگر جماعت اندر ہو رہی ہو تو باہر پڑھے۔ باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھے۔ مزید یہ کہ اسے تینوں ائمہ امام اعظم امام ابو یوسف امام محمد کا مذہب بتایا[1] ذخیرہ میں اسی کو اختیار فرمایا[2] ہمارے دلائل یہ ہیں۔ اول وہ حدیث جسے امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر۔ — جب اقامت کہی جائے تو فرض کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں سوائے فجر کی دو رکعتوں کے۔

اس پر امام بیہقی نے یہ فرمایا۔ اس زیادتی یعنی سنت فجر کے استثناء کی کوئی اصل نہیں۔ اور حجاج اور عباد ضعیف ہیں۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ امام ابن معین نے فرمایا کہ حجاج بن نصیر صدوق ہیں۔ امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ اور عباد صالحین میں سے ہے[3]

دوم۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اقامت ہو چکی تھی۔ انھوں نے ایک ستون کے آڑ میں سنت پڑھی۔ حضرت ابو حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ موجود تھے[4]

سوم۔ ابو مجاز کہتے ہیں کہ میں ابن عمر اور ابن عباس کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ ابن عمر تو نماز میں شامل ہو گئے مگر ابن عباس نے دو رکعتیں (سنت فجر) مسجد کے اندر پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

چہارم۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ آیا ہے کہ مسجد میں جاتے اور لوگ نماز فجر پڑھتے ہوتے۔ یہ مسجد کے کسی گوشے میں فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے۔

پنجم۔ ابو عثمان نھدی کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمر کے پاس اگر فجر کی سنت پڑھے بغیر آتے وہ نماز میں ہوتے تو ہم لوگ مسجد کے آخری حصے میں سنت پڑھ کر نماز میں شریک ہوتے۔

ششم۔ حضرت ابن عمر ایک بار مسجد میں آئے جماعت ہو رہی تھی وہ حضرت حفصہ کے گھر میں

---

[1] شرح معانی الآثار اول باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوٰۃ الفجر ص ۱۸۴۔
[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۸۴۔ [3] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۸۴۔
[4] شرح معانی الآثار باب مذکور ص ۱۸۳۔

میں گئے اور سنت پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہوئے [۱]

سنت فجر کی خصوصیت دیگر سنتوں کے برخلاف سنت فجر کی یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اس کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے۔ ابو داؤد [۲] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تدعوهما وان طردتكم الخيل۔	ان دونوں کو مت چھوڑنا اگرچہ تم کو دشمن کے گھوڑے روند ڈالیں۔

اسی میں [۳] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا۔

لم تكن على شيء من النوافل اشد معاهدة منه على الركعتين قبل الفجر۔	کسی نفل کے حضور اتنے پابند نہ تھے جتنے زیادہ فجر کی سنت کے پابند تھے۔

نوافل کی قضا نہیں اور اگر ہے بھی تو جو بات ادا میں ہے وہ قضا میں کہاں۔ اب اگر فرض سے پہلے نہ پڑھے گا تو یہ قضا ہو جائیں گی۔ اس لئے ہمارے علماء نے اس کے پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اس کی فضیلت بھی پالے۔ اور جماعت کی بھی۔

اور اگر کسی کی فجر کی سنت قضا ہو جائے تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے جیسا کہ ابوداؤد [۴] ہی میں ہے کہ ایک صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب کے بعد اس کی قضا پڑھتے ہوئے دیکھا تو سکوت فرمایا۔

حدیث باب کی توجیہ رہ گئی حدیث باب تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ صف کے متصل پڑھ رہے تھے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صف میں داخل ہو کر پڑھ رہے ہوں۔ اس لئے انھیں منع فرمایا۔ اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے ــــ کہ جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ابھی بیہقی کی حدیث گزری کہ اس سے سنت فجر مستثنیٰ ہے۔

سند میں تسامح مقدمے میں بتا آئے ہیں۔ کہ اس حدیث کی سند میں تین تسامح ہیں۔ ایک یہ کہ اس حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ مالک ایمان سے محروم رہا۔ راوی بتانے سے گمان کیا یقین ہوتا ہے کہ صحابی تھا۔ دوسرے یہ راوی نہیں راوی اس کے

---

[۱] شرح معانی الآثار اول ص ۱۸۳
[۲] اول باب رکعتی الفجر ص ۱۷۹
[۳] اول باب رکعتی الفجر
[۴] اول باب من فاتته متی یقضیہا ص ۱۸۰

صاحبزادے عبداللہ ہیں جو صحابی تھے۔ تیسرے یہ کہ مالک بن بحینہ کہنے سے شبہ ہوتا ہے کہ مالک بحینہ کا بیٹا ہے حالانکہ وہ شوہر ہے۔ ابن بحینہ عبداللہ کی صفت ہے۔ بحینہ ان کی ماں ہیں۔ اسی لئے ابن بحینہ ہیں ابن کے ہمزے کو لکھا جاتا ہے جیسے محمد بن علی ابن حنفیہ۔

جواب اقول وباللہ التوفیق۔ اگر امام بخاری نے صرف ایک ہی سند ذکر کی ہوتی جس میں مالک بن بحینہ ہے تو قطعی تھا کہ ضرور امام بخاری سے لغزش ہوئی۔ مگر یہاں متابعات کو لے کر اس کی پانچ سندیں بیان فرمائی ہیں۔ دو صحیح ہیں جن میں عبداللہ بن مالک ابن بحینہ راوی ہیں۔ اور تین میں عبداللہ نہیں مالک بن بحینہ ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ تسامح امام بخاری سے نہیں ہوا۔ اوپر کے راویوں سے ہوا ہے۔ امام بخاری نے جیسا اپنے اساتذہ سے سنا نقل کر دیا۔ اب امام بخاری پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ پھر ایسی غلط سند اپنی صحیح میں ذکر کیوں کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس تسامح کی طرف ان کا ذہن نہ گیا ہو۔ یا اس بارے میں تحقیق نہ ہو کہ اصل راوی کون ہے عبداللہ یا مالک اور مالک مسلمان ہوا یا نہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ بحینہ عبداللہ کی ماں ہیں یا مالک کی۔ ابونعیم اصبہانی نے کہا کہ یہ مالک کی ماں ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے بھی اس میں اختلاف بتایا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ بحینہ مالک کی زوجہ اور عبداللہ کی ماں ہیں۔ حضرت بحینہ، حارث بن عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں اور قدیم الاسلام صحابیہ ہیں۔

تصحیح مقدمے کے ص۹۲ کی سترہویں اٹھارہویں سطروں میں کاتب صاحب سے یہ غلطی ہوگئی ہے کہ۔ اٹھارہویں سطر میں یہ لکھا۔ دوسرے یہ کہ تحویل سند کے بعد ہے۔ سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالک بن بحینہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلا۔ الحدیث۔ دوسرے یہ کہ۔ کو چھوڑ کر پوری عبارت سترہویں سطر کے ابتدا کی ہے کاتب صاحب نے اصلاح کر کے اسے اٹھارہویں سطر میں لکھ دیا۔ ایسی مہربانی کاتب صاحب نے کئی جگہ کی ہے ناظرین اس کی تصحیح کر لیں۔ صحیح عبارت یہ ہے۔

تحویل سند کے بعد ہے سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالک بن بحینۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلا الحدیث۔ اس میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا۔ ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں۔ حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں۔ دوسرے یہ کہ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا حالانکہ اس کے راوی مالک کے بیٹے عبداللہ ہیں۔ مالک کو تو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔

حدیث ۴۳۶

قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرْنَا

اسود نے کہا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز

الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

کی پابندی اور عظمت کا تذکرہ کیا تو حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ جب نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس مرض

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ

میں مبتلا ہوئے جس میں وصال فرمایا۔ (ایک دن ایسا ہوا) کہ نماز کا وقت ہوگیا اور اذان کہی جا چکی تو فرمایا

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ

ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر عرض کیا گیا کہ ابو بکر نرم دل انسان ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے

مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهُ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ

ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضور نے پھر وہی فرمایا تو حاضرین نے پھر اپنی بات دہرائی

فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ

تیسری بار حضور نے پھر اسی کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا تم یوسف کو گھیرے میں لینے والیوں کی مثل ہو۔ ابو بکر

يُصَلِّيْ فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ

کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں اب ابو بکر نکلے اور نماز پڑھانی شروع کی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مرض میں

يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ

کچھ افاقہ محسوس کیا۔ تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ حضور کے پاؤں بیماری کی

فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وجہ سے زمین پر لکیر بناتے ہیں۔ ابو بکر نے چاہا کہ پیچھے ہو جائیں تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ اپنی جگہ

وَسَلَّمَ اَنْ مَّكَانَكَ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ

رہو۔ پھر حضور کو ان کے قریب لایا گیا یہاں تک کہ حضور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اعمش سے پوچھا گیا کہ

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِصَلٰوتِهٖ

نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور ابو بکر حضور کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر کی

وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلوٰةِ اَبِىْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَاْسِهٖ نَعَمْ۔ زَادَ مُعَاوِيَةُ

اقتدار میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو انھوں نے سر سے اشارہ کیا۔ ہاں۔ معاویہ نے یہ زیادہ روایت

جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِىْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّىْ قَائِمًاعہ

کیا کہ حضور ابو بکر کے بائیں بیٹھے اور ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریحات ۴۳۶ تکمیل۔ مرض وصال کی ابتداء یوں ہوئی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع کسی جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر اقدس میں درد تھا۔ جب حضور جنازے سے واپس ہوئے تو ام المومنین کو دیکھا کہ وہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے۔ وارا ساہ۔ ہائے میرا سر۔ کہہ رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ بل انا وارا ساہ...... اور فرمایا تمہارا کیا نقصان ہے۔ اگر تم مجھ سے پہلے مرو اور میں تم کو غسل دوں اور کفن پہناؤں تمہارا جنازہ پڑھوں تم کو دفن کروں۔ ام المومنین نے ناز محبوبانہ کے ساتھ عرض کیا۔ پھر اس کے بعد حضور میرے گھر میں اپنی کسی زوجہ کے ساتھ رہیں۔ اس پر حضور مسکرا دیئے۔ اسی کے بعد وہ مرض شروع ہوا جس میں وصال فرمایا[۱] یہ بالکل ابتدائی بات ہے۔ ورنہ مرض مبارک کی شدت چہار شنبہ[۲] کے دن حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں ہوئی[۳] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدھی رات میں بقیع تشریف لے گئے۔ واپس ہوئے تو شدید بخار اور درد سر شروع ہو گیا۔ بعض جہلاء نے یہ لکھ دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نمونیہ ہو گیا تھا۔ یہ غلط ہے۔ ام المومنین حضرت سلمہ وحضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی یہی شبہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے اسی پر قسط ہندی دی تھی۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ نمونیہ شیطان کی جانب سے ہے اور اللہ تعالیٰ شیطان کو مجھ پر قابو نہ دے گا[۴] پانچ دن دیگر ازواج مطہرات کے گھر رہے۔ دوشنبہ کو ام المومنین حضرت صدیقہ کی باری تھی۔ دوسری ازواج کی اجازت سے آٹھ دن انھیں کے

عہ ۔ باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ ص۹۱ باب من اسمع الناس تکبیر الامام ص۹۸ باب الرجل یأتم بالامام ویاتم الناس بالماموم ص۹۹ مسلم، نسائی، ابن ماجہ۔ کلھم فی الصلوٰۃ۔

[۱] مسند امام احمد جلد سادس ص۲۲۸ ابن ماجہ جنائز باب فی غسل الرجل امرأتہ ص۱۰۶۔

[۲] زرقانی علی المواہب اول ص۱۰۸۔

[۳] مسلم اول باب استخلف الامام اذا عرض لہ عذر ص۱۷۸۔

[۴] مدارج اول خورد ص۵۴۱۔

گھر رہے۔ کل ایام علالت تیرہ دن ہوئے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ایام علالت کل پانچ دن ہوں۔ چہار شنبہ کو ابتدا ہوئی، پنجشنبہ کو حضرت صدیقہ کے گھر تشریف لائے اور دوشنبے کو وصال ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
یہ واقعہ پنجشنبہ کو رات میں عشاء کے وقت ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تین دن سترہ وقتوں کی نمازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائیں جن میں ایک جمعہ بھی تھا۔

فقیل: حدیث ۴۴۲ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ کہ ام المومنین حضرت صدیقہ کو یہ خیال ہوا۔ انھوں نے ام المومنین حضرت حفصہ سے کہا۔ حضرت حفصہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔

ان کن صواحب یوسف ۔ صواحب، صاحبۃ کی خلاف قیاس جمع ہے۔ اس سے مراد تنہا زلیخا ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر جمع بولتے ہیں اور مراد واحد ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ فلان یمیل الی النساء۔ حالانکہ اس کا میلان کسی ایک ہی کی طرف ہوتا ہے۔ خطاب بظاہر حضرت حفصہ سے ہے۔ مگر مراد حضرت صدیقہ ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے ہی حضرت حفصہ سے کہلایا تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت صدیقہ اور حضرت حفصہ دونوں مراد ہوں۔ حضرت زلیخا کے قصے اور اس قصے میں قدر مشترک یہ ہے کہ زلیخا نے مصری عورتوں کو ضیافت کے بہانے بلایا تھا۔ اور مقصود حضرت یوسف علیہ السلام کا جلوہ دکھانا اور اپنا عذر ظاہر کرنا تھا۔ ظاہر میں ضیافت کیا اور دل میں کچھ اور تھا۔ اسی طرح حضرت صدیقہ نے کہلایا تھا تو یہ کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں حضور کو مصلیٰ پر نہ دیکھیں گے تو ضبط نہ کرسکیں گے رونے لگیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے اور دل میں یہ تھا کہ لوگ کہیں حضرت ابوبکر کی امامت کی وجہ سے بدفالی نہ لیں۔ جیسا کہ بخاری ہی میں ہے کہ مجھے بار بار عرض پر اس خیال نے ابھارا کہ جو شخص حضور کی جگہ نماز پڑھائے گا اسے لوگ پسند نہیں کریں گے۔ اس سے لوگ فال بدلیں گے یعنی یہ کہ یہ کھڑا ہوا اور حضور کا وصال ہوگیا۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ نماز کوئی اور پڑھائے۔ ظاہر کچھ کیا اور دل میں کچھ اور تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ جیسے مصری عورتیں حضرت یوسف کو ان کی مرضی کے خلاف عمل کرنے کو کہتی تھیں ویسے تم مجھ سے میری مرضی کے خلاف حکم صادر کرانا چاہتی ہو۔ یا یہ کہ مصری ان عورتوں کی طرح تم بھی اپنی بات منوانا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مریض مسجد نہ جا سکے تو اس پر جماعت واجب نہیں۔

لہ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹۔

حدیث ۳۷۴

سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَبَسَطَ لَهٗ حَصِيْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الضُّحٰى قَالَ مَا رَاَيْتُهٗ صَلَّاهَا اِلَّا يَوْمَئِذٍ عہ

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حضور کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا وہ موٹے تھے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور حضور کو گھر بلایا۔ اور حضور کے لئے چٹائی بچھائی اور چٹائی کے کنارے کو دھویا۔ حضور نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آل جارود کے ایک شخص نے حضرت انس سے پوچھا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز چاشت پڑھتے تھے؟ تو حضرت انس نے بتایا اس روز کے علاوہ کبھی اسے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ت ۱۴۰

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهٗ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ عہ

اور حضرت ابو الدرداء نے فرمایا۔ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ اپنی حاجت پوری کرلے تاکہ جب نماز کی جانب متوجہ ہو تو اس کا دل مطمئن رہے۔

تشریحات ۳۷۴ نماز چاشت۔ صحیح یہی ہے کہ نماز چاشت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا پڑھی ہے۔ البتہ پابندی کے ساتھ نہیں پڑھی ہے۔ اور یہ مستحب ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر سے جو انکار مروی ہے وہ اس بنا پر کہ انھوں نے حضور کو پڑھتے ہوئے دیکھا نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ موٹاپا بھی جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے ہے۔ جبکہ اتنا ہو کہ مسجد میں جانا دشوار ہو۔

تشریح ۱۴۰ ایسے وقت نماز مکروہ ہے۔ کہ انسان کو ایسی کوئی حاجت درپیش ہو جس کے ساتھ دل کا شدید تعلق ہو جس سے نماز میں حضور نہ ہو سکے دل بٹے۔

عہ باب ہل یصلی الامام بمن حضر ص۹۲ باب صلوۃ الضحی فی الحضر ص۱۵۷ ثانی الادب باب لزیارۃ ص۸۹۵ ابوداؤد۔ عہ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوۃ ص۹۲۔

حدیث ۴۳۸

سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ عـه

حضرت عروہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رات کا کھانا رکھا جائے اور اقامت کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالو۔

حدیث ۴۳۹

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ عـه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا کھالو۔ کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جلدی مت کرو۔

حدیث ۴۴۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ سه

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے سامنے تمہارے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور اقامت کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالو۔ نماز کے لئے جلدی نہ کی جائے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہولے۔ اور ابن عمر کے آگے کھانا رکھا جاتا اور اقامت کہی جاتی پھر بھی وہ نماز کے لئے نہ آتے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہوجاتے حالاں کہ وہ امام کی قرارت سنتے رہتے۔

تشریحات ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱: ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا سامنے

عـه باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ ثانی الاطعمۃ باب اذا حضر العشاء فلا تعجل عن عشاءہ ص۸۲۱ مسلم مساجد ابوداؤد اطعمہ ترمذی صلوٰۃ نسائی امامت ابن ماجہ اقامت۔ مسند امام احمد ثالث۔

عـه باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ ثانی۔ الاطعمۃ باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائہ ص۸۲۱۔ سه باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ مسلم۔

حدیث ۱۴۱

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ عَلَی الطَّعَامِ فَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ وَاِنْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کھانے پر ہو تو جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کر لو۔ اگرچہ اقامت ہو گئی ہو۔

حدیث ۱۴۲

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا مَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِهٖ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِیْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ عـہ

امام اسود نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بتایا اپنے اہل کے کام میں رہتے۔ اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

رکھدیا گیا ہو یا وہ کھا رہا ہو کہ جماعت شروع ہو گئی۔ تو کھانا چھوڑ کر جماعت کے لئے جانا واجب نہیں۔ اوراسی کے حکم میں وہ صورت بھی ہے کہ بھوک شدت کی لگی ہو اور کھانا تیار ہو۔ سیدنا امام اعظم نے فرمایا۔ نماز کو کھانا بنا دوں کہ نماز کے وقت دل کھانے میں لگا رہے اس سے بہتر کہ کھانے کو نماز بنا دوں کہ کھاتے وقت دل نماز میں لگا رہے۔ یہ اس وقت ہے جب نماز کے وقت میں گنجائش ہو۔ اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ کھاتے کھاتے نماز کا وقت نکل جائے گا یا وقت مکروہ آجائے گا تو بہرحال نماز پہلے پڑھ لے

صلوٰۃ المغرب :۔ حدیث ۴۳۹ میں مغرب کے وقت کی قید ہے۔ مگر یہ حکم تمام نمازوں کے لئے عام ہے۔ مغرب کے وقت کی قید کی وجہ صرف یہ ہے کہ مغرب کا وقت غیر مکروہ بہت کم ہے۔ اس میں اسکا شدید خطرہ ہے کہ کھاتے کھاتے مکروہ وقت آجائے۔ یا اس وجہ سے کہ اس عہد میں اہل عرب سورج ڈوبتے ہی کھاتے تھے۔ اس لئے اس میں کھانے اور نماز کا تصادم اکثر ہوتا تھا۔

تشریح ۱۴۲ : مهنة ۔ کے معنی کام کاج کے ہیں۔ اس کی تفصیل شمائل ترمذی وغیرہ میں یہ ہے۔ بکری دوہ لینا۔ کپڑے سی لینا۔ نعلین درست کر لینا۔ ڈول میں پیوند لگانا۔ وغیرہ وغیرہ ۔

عہ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص ۹۲ مسلم ۔

عـہ باب من کان فی حاجۃ اہلہ فاقیمت الصلوٰۃ ص ۹۳ ثانی النفقات باب خدمۃ الرجل فی اہلہ ص ۸۰۵ الادب باب کیف یکون الرجل فی اہلہ ۔ ترمذی زھد ۔

حدیث ۴۴۲

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ۔ قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوئے

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُہٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

اور حضور کی بیماری سخت ہو گئی۔ تو فرمایا۔ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ نے

قَالَتْ عَائِشَۃُ اِنَّہٗ رَجُلٌ رَقِیْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّصَلِّیَ

کہا۔ یہ نرم دل انسان ہیں۔ جب حضور کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ فرمایا

بِالنَّاسِ قَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ

ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے پھر وہی لوٹایا تو فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ

فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ

لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف پر گھیرا ڈالنے والیوں کی طرح ہو اب حضرت ابو بکر کے پاس قاصد

فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

آیا اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں نماز پڑھائی۔

حدیث ۴۴۳

عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا اَنَّہَا قَالَتْ اِنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ یُّصَلِّیْ

نے اپنی بیماری میں فرمایا۔ ابو بکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ

عائشہ نے کہا میں نے کہا ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو

تشریحات ۴۴۲، ۴۴۳: ۔ مروا ابا بکر۔ اس سلسلے میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ اگر اس

عہ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ص ۹۳ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل لقد کان فی یوسف واخوتہ ص ۴۷۹ مسلم صلوٰۃ ۔

مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ

سنا نہیں پائیں گے۔ آپ عمر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو۔ ابو بکر جب

إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ

آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا

حفصہ نے ایسا کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو تم یوسف پر گھیرا ڈالنے والیوں کی طرح ہو۔ ابو بکر کو

أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا ؏

کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اب حفصہ نے عائشہ سے کہا تمہاری جانب سے مجھے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

وقت امامت کا حکم بغیر کسی خاص مقصد کے صرف اس لئے ہوتا کہ جماعت ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ حضرت عمر یا اور کوئی صاحب نماز پڑھا دیتے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے بار بار عرض و معروض کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی فرمانا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھائیں۔ پھر اپنی سب سے زیادہ چہیتی رفیقہ حیات کو جھڑک دینا وہ بھی اتنی سختی سے یہ بتا رہا ہے کہ اس وقت امامت کی تقرری اور اس کے لئے حضرت ابو بکر کا تعین کسی بہت اہم مقصد کے پیش نظر تھا۔ اور یہ مقصد اپنی مستقل اور مکمل جانشینی تھی۔ مصلیٰ پر کھڑا کرنا حقیقت میں اپنی جگہ قائم کرنا۔ اور یہ حکم اصل میں من جانب اللہ تھا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا۔

ادعی لی ابا بکر اباك واخاك حتی اكتب كتابا فانی اخاف ان يتمنی متمن ويقول قائل انا اولی ويابی الله والمومنون الا ابابكر ؎۱

میرے پاس اپنے باپ ابو بکر اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہے میں زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین سوائے ابو بکر کے کسی کو پسند نہیں کریں گے۔

بخاری کا مضمون یہ ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے (عبد الرحمٰن) کو بلاؤں اور ابو بکر کو ولی عہد کر دوں۔ کہ کہیں کوئی کہنے والا کہے یا آرزو کرنے والا آرزو کرے۔ پھر میں نے کہا۔

؏ باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ص ۹۳ ثانی الاعتصام باب ما يكره من التعمق والتنازع والغلو فی الدين والبدع ص ۱۰۸۵ ترمذی مناقب۔ موطأ۔

؎۱ مسلم ثانی فضائل صحابة باب من فضل ابی بکر ص ۲۷۳۔ مسند امام احمد۔

اللہ اور مومنین سوائے ابوبکر کے کسی اور کو نہیں پسند کریں گے۔ ان کے سوا کوئی بھی ہو دفع کردیں گے۔[1]
باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نکتے کو خوب سمجھا۔ ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حالانکہ میں موجود تھا کہیں گیا نہیں تھا۔ اور نہ مریض تھا۔ اس لئے اپنی دنیا کے لئے ہم نے اسے پسند کیا جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔[2]

یہ حدیث اس مسئلے میں مُستدَل ہے کہ امامت کا حق اسے ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو اور یہی امام بخاری کا بھی مذہب ہے۔ انھوں نے اس پر باب کا عنوان یہ قائم کیا۔ اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، صحابہ کرام میں سب سے زیادہ اعلم حضرت صدیق اکبر تھے۔ اس لئے حضور نے انھیں امام بنایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ماصب اللہ فی صدری الا صببت فی صدر ابی بکر۔ اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا میں نے وہ سب ابوبکر کے سینے میں انڈیل دیا۔ مسلم شریف وغیرہ کی حدیث میں جو اقرأ کی تقدیم آئی ہے اس سے مراد اعلم ہی ہے۔ اس لئے کہ اس عہد میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم ہوتا تھا۔

اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ بھی نوٹ کر لیجئے۔ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی کو مدینے میں چھوڑا اور انتظامی امور ان کے سپرد فرمایا۔ مگر امامت نہیں سپرد فرمائی امامت حضرت ابن ام مکتوم کو عطا فرمائی۔ کیوں اس لئے کہ یہ اخیر سفر تھا اس وقت امام بنانے سے ہو سکتا تھا کوئی ان کی خلافت بلافصل پر دلیل لائے۔

دوسرے یہ کہ پہلے حج اسلام کے لئے اپنا نائب حضرت ابوبکر کو بنایا۔ بعد میں سورۂ برأت کے اعلان کے لئے حضرت علی کو بھیجا مگر ان کو حضرت ابوبکر کے ماتحت رکھا۔ اس میں بھی اشارہ ہے۔ کہ ان دونوں میں سے منصب امامت و امارت کا حق حضرت ابوبکر ہی کو ہے۔

---

[1] بخاری ثانی احکام باب الاستخلاف ص۱۰۷۲۔
[2] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر ص۴۷۔

حدیث ۴۴۴

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلٰوتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابعدار اور خادم اور صحابی تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں حضور کا وصال ہوا۔ حضرت ابو بکر نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب دوشنبہ کا دن ہوا اور صحابہ صف باندھے نماز میں تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا اور ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اور حضور کھڑے تھے۔ حضور کا چہرہ انور ایسا لگتا تھا گویا وہ مصحف کا ورق ہے پھر حضور مسکراتے ہوئے ہنسے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہم قریب تھے کہ نماز چھوڑ بیٹھتے ابو بکر اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں آجائیں اور انھوں نے یہ سمجھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لا رہے ہیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ اپنی نماز پوری کرو، اور پردہ چھوڑ دیا۔ اسی دن وصال فرمایا۔

حدیث ۴۴۵

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن حجرے سے باہر

؏ باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ص۹۳ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاته ص۶۴۰ مسلم صلوٰۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَّتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ

تشریف نہیں لائے۔ اقامت کہی گئی اور ابو بکر آگے بڑھ رہے تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

پردہ اٹھایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور ظاہر ہوا۔ تو اسے دیکھا اور کوئی کبھی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

منظر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور سے اچھا ہم نے نہیں دیکھا

وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کی جانب اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا

يَّتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ[عہ]

کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ لٹکا دیا۔ اس کے بعد حضور کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک کہ وصال فرمایا

تشریحات ۴۴۴، ۴۴۵: یہ قصہ دوشنبے کو نماز فجر میں ہوا جیسا کہ یہاں بھی اور مغازی کی روایت میں یوم الاثنین ہے۔ بخاری میں۔ فهممنا ہے۔ اور مسلم میں فبُهتنا ہے۔ فهممنا کے معنی ہیں۔ ہم نے ارادہ کر لیا۔ اور فبُهتنا کے معنی ہیں ہم مبہوت ہو گئے۔ اَن نفتتن۔ فتنے کے معنی آزمائش کے ہیں۔ یہاں آزمائش یہ تھی کہ اقامت ہو چکی تھی امام مصلی پر کھڑا ہو چکا تھا۔ نماز شروع ہو رہی تھی اس وقت صحابۂ کرام کو نماز میں مشغول ہونا لازم تھا۔ ادھر صحابہ کرام کو تین دن ہو گیا تھا اس جمال جہاں آرا کی زیارت سے محروم تھے۔ جب پردہ ہٹا کر جان جانان عالم کھڑے ہو گئے تو دیدار کی پیاسی نظریں بے اختیار اس جانب اٹھ گئیں۔ دل کیا کہہ رہا تھا یہ تو صحابہ کرام ہی جانیں۔ وقت کا تقاضا تھا کہ نماز میں مشغول ہو جائیں کسی طرف نہ دیکھیں۔ اور جذبات کا تلاطم اس پر مجبور کر رہا تھا کہ جی بھر کر نظارہ کر لو۔ حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

صبح دم چوں رخ نمودی شد نماز من قضا ٭ سجدہ کے گردد روا چوں آفتاب آید بروں

فائدہ: اس سے رافضیوں کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں۔ کہ جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنانے کے بعد خود حضور نے تشریف لا کر نماز پڑھا دی تو استخلاف ختم ہو گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ یہ اشارہ

عہ باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ص۹۴ التهجد۔ باب من رجع القهقری فی صلوته ص۱۶۰ مسلم صلوٰۃ۔

حدیث ۴۴۶

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ أَنَّہُ أَخْبَرَہُ عَنْ أَبِیْہِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

حمزہ بن عبداللہ (ابن عمر) نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعُہٗ قِیْلَ لَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت سخت ہو گئی تو حضور سے نماز کے بارے میں عرض کیا گیا۔ فرمایا ابو بکر سے کہو نماز پڑھائیں

قَالَتْ عَائِشَۃُ إِنَّ أَبَا بَکْرٍ رَجُلٌ رَقِیْقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَہُ الْبُکَاءُ قَالَ مُرُوْہُ فَلْیُصَلِّ

عائشہ نے کہا ابو بکر نرم دل انسان ہیں جب قرأت کریں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہو جائے گا۔ فرمایا ان سے کہو نماز

فَعَاوَدَتْہُ فَقَالَ مُرُوْہُ فَلْیُصَلِّ إِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ عہ

پڑھائیں اب پھر حضرت صدیقہ نے وہی بات لوٹائی تو پھر فرمایا ان سے کہو نماز پڑھائیں۔ تم سب یوسف پر گھیرا ڈالنے والیاں ہو۔

وَقَالَ عُقَیْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ حَمْزَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اور عقیل اور معمر نے زہری سے وہ حمزہ سے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

بمنزلہ حکم کے ہے اور استخلاف ہے۔

فنکص:۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی امام کی جگہ پہنچے نہیں تھے۔ تطبیق یہ ہے کہ "ذھب یتقدم" کے معنی یہاں یہ ہیں کہ حضرت ابو بکر کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ اور "فنکص علی عقبیہ" کے معنی ہیں کہ جہاں تک پہنچے تھے وہاں سے پلٹے یہ مراد نہیں کہ امام کی جگہ سے پلٹے۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کے پیچھے نماز بھی پڑھی۔ ایک رکعت اخیر کی لی۔ پہلی رکعت میں مسبوق ہو گئے تھے لیکن صحاح کی روایتوں میں مسجد میں آنے کا ذکر نہیں۔ پردہ ہٹا کر دروازے پر کھڑے دیکھنے کا تذکرہ ہے تو دونوں روایتوں میں تطبیق کے لئے یہی کہا جائے گا کہ حجرہ مبارکہ میں اقتدار فرمائی۔

تشریحات ۴۴۶:۔ یہ حدیث بعض طرق میں متصل ہے بعض میں مرسل۔ اسی کو بتانے کے لئے امام بخاری نے یہ متابعت ذکر کی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں طریقوں سے یہ مرسل ہے۔ اس لئے کہ حمزہ کی ملاقات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی۔ ذھلی نے زہریات میں عقیل کے طریقے کو موصول ذکر کیا ہے اور معمر والے طریقے کو حضرت عبداللہ بن مبارک بن سعد اور ابو یعلیٰ نے مرسل ہی ذکر کیا ہے البتہ عبدالرزاق نے موصولا ذکر کیا ہے مگر بجائے ابن عمر کے حضرت عائشہ کے واسطے سے۔ اور مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔

عہ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۹۲ نسائی عشرۃ النساء۔

حدیث ۴۴۷

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ
حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی

اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
علالت میں ابو بکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ تو وہ نماز پڑھانے لگے۔ عروہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّ
علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا۔ اور مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا۔ ابو بکر امامت کر رہے ہیں جب

النَّاسَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ اِسْتَاْخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ
ابو بکر نے حضور کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے اس پر حضور نے اشارہ فرمایا جیسے ہو ویسے ہی رہو اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ تو ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ

بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ عـہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے۔ اور لوگ ابو بکر کی۔

تشریحات ۴۴۷

ان کما انت۔ اس میں ما اسم موصول اور انت مبتدا ہے جس کی خبر علیہ یا فیہ وغیرہ ہے۔ یعنی جس حال میں ہو اسی حال میں رہو جبکہ کاف کو زائدہ مانیں اور اگر تشبیہ کے لئے مانیں تو لفظی ترجمہ یہ ہوگا جس حال پر پہلے تھے اسی کے مثل یا اسی طرح اب بھی رہو۔ تشبیہ زیادہ انسب ہے اس لئے کہ اب کچھ تغیر ہوا بعینہٖ وہی حال نہیں رہا۔ پہلے امام مستقل تھے اور اب حضور کے مقتدی ہو گئے صرف قوم کے امام رہے۔

قال عروۃ:۔ اس سے علامہ کرمانی کو شبہ ہو گیا کہ یہ حصہ تعلیق ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ ابن ماجہ میں پورا متن اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ اس لئے پورا متن موصول ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عذر کی وجہ سے امام کے پہلو میں اس کے برابر کھڑا ہونا درست ہے۔ انھیں عذروں میں جگہ کی تنگی بھی ہے۔

مناسبت باب: یہاں عنوان ہے۔ جو کسی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کھڑے نہیں تھے بیٹھے تھے۔ علامہ عینی نے یہ توجیہ فرمائی کہ حضور ابتداءً میں

عـہ من قام الی جنب الامام لعلۃ۔ ص۹۲۔ مسلم صلوٰۃ، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۴۸

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ

علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے مابین صلح کرانے کے لئے (قبا) تشریف لے گئے تھے کہ نماز کا وقت

الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمُ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى

ہوگیا تو موذن ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں۔ ابوبکر

اَبُوْبَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ

نے فرمایا پڑھادوں گا نماز ہو ہی رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ اور صفوں میں

فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ

ہوکر آگے بڑھے یہاں تک کہ پہلی صف میں کھڑے ہوگئے یہ دیکھ کر لوگوں نے تالی بجائی اور ابوبکر نماز کی حالت میں کسی

صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

طرف نہیں دیکھتے تھے جب لوگوں نے کثرت سے تالی بجائی تو نظر گھمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو۔ اس پر ابوبکر

مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْبَكْرٍ حَتَّى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ

ارشاد پر اللہ کی حمد کی۔ اس کے بعد ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہوگئے اور

کھڑے ہوئے پھر بیٹھے۔ یا یہ کہا جائے کہ حضور اور ابوبکر میں امام حضور ہی تھے اور ابوبکر حضور کے مقتدی اور یہ کھڑے تھے۔ اقول۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیام سے مراد لیا جائے "کون" یعنی ہونا۔ یہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے دونوں کو عام ہے۔ یا یہ کہ قیام کو عام کردیا جائے حقیقی ہو یا حکمی اور ظاہر ہے۔ بیماری کی وجہ سے قیام کے وقت بیٹھنا قیام کے حکم میں ہے۔

وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہو گئے تو

یَا اَبَا بَکْرٍ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُکَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا کَانَ لِابْنِ

فرمایا اے ابوبکر جب میں نے حکم دیدیا تھا تو اپنی جگہ کیوں نہ رہے۔ اس پر ابوبکر نے عرض کیا ابو قحافہ کے

اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بیٹے کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔ اس

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ رَاَیْتُکُمْ اَکْثَرْتُمُ التَّصْفِیْقَ

کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجائیں۔ جب نماز میں کوئی

مَنْ نَابَہٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّہٗ اِذَا سَبَّحَ اُلْتُفِتَ اِلَیْہِ اِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ عہ

حادثہ ہو جائے تو سبحان اللہ پڑھو کیوں کہ جب سبحان اللہ پڑھے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ تالی صرف عورتوں کے لئے ہے

تشریحات ۴۴۸:۔ **تکمیل**۔ بنی عمرو بن عوف، اوس کی شاخ تھی جو قبا میں آباد تھی۔ ان کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ اس کی خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر کے بعد ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کو ساتھ لے کر ان کے محلے میں تشریف لے گئے تاکہ ان کے مابین صلح کرا دیں۔ جاتے وقت حضرت بلال سے کہہ گئے تھے اگر میں عصر کے وقت تک واپس نہ ہوں تو ابوبکر سے کہنا وہ نماز پڑھا دیں گے۔[۱]

فتخلص:۔ دوسرے ابواب میں یہ ہے یمشی فی الصفوف یشقھا شقا۔ صفوں کو چیرتے ہوئے چلے۔

لایلتفت:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خشوع میں مخل بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔ یہاں تک فرمایا۔ یہ شیطان کا حصہ ہے جو نماز سے اچک لیتا ہے۔

انما التصفیق للنساء:۔ عورتوں کو تالی کا حکم اس وجہ سے ہے کہ ان کی آواز بھی عورت ہے

عہ باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول ص۹۴ التھجد باب ما یجوز من التسبیح والحمد فی الصلوٰۃ للرجال ص۱۶۰ باب رفع الایدی فی الصلوٰۃ لامر ینزل ص۱۶۲ التھجد باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ ص۱۶۵ الصلح باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس ص۳۷۰ الاحکام باب الامام یاتی قوما فیصلح بینھم ص۱۰۶۶ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ ابوداؤد۔ [۱] بخاری ثانی الاحکام ص۱۰۶۶۔

ت ۱۴۲ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْاِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْاِمَامَ عہ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب امام کے پہلے سر اٹھالے تو لوٹ جائے اور جتنی دیر تک سر اٹھائے رہے رکا رہے پھر امام کی اتباع کرے۔

عورتوں کو یہ جائز نہیں کہ اتنی آواز نکالیں کہ غیر محرم سُن سکے اس وجہ سے وہ بلند آواز سے تسبیح نہیں پڑھ سکتیں تالی بھی اس طرح بجائیں گی کہ داہنے ہاتھ کی دو انگلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں گی۔

رفع اشتباہ:۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقررہ امام کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھا رہا ہو اور اثنار نماز میں امام مقرر آجائے تو یہ جائز ہے کہ یہ شخص پیچھے ہٹ آئے اور امام مقرر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے مگر اس پر اجماع امت ہے کہ بلا عذر یہ جائز نہیں۔ اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا[1] اب کسی کو یہ جائز نہیں۔

مسائل:۔ نماز میں ماثورہ اذکار کے علاوہ دوسرے اذکار بھی جائز ہیں ان سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذکر سے مقصود کچھ اور ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے چھینک کا جواب دینا۔ اچھی خبر سن کر الحمد للہ کہنا۔ بری خبر سُن کر انا للہ وانا الیہ راجعون، پڑھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ البتہ اگر کوئی نابینا ہے اور آگے کنواں ہے یا سانپ ہے یا درندہ ہے تو اس کو آگاہ کرنے کے لئے تسبیح پڑھ سکتا ہے۔

نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ کوئی ضرورت ہو جیسے ابو داؤد[2] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہرہ دینے کے لئے گھاٹی کی جانب سوار بھیجا تھا۔ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو گھاٹی کی جانب دیکھتے تھے۔ عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر مصلیٰ سے ہٹ کر اگلی صف میں آگئے۔ امام کو لقمہ دینا جائز ہے۔ بلکہ اگر غلطی ایسی ہے جس سے فساد نماز کا اندیشہ ہو تو واجب ہے۔ دینی منصب ملنے پر اللہ عزوجل کا شکر کرنا چاہیئے۔

تشریح ۱۴۲ اس تعلیق کو ابو بکر بن شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مرفوعًا روایت کیا ہے۔ اگرچہ اس سند میں ارسال ہے۔ مراد یہ ہے کہ امام رکوع یا سجدے میں تھا اور مقتدی نے سر اٹھا لیا تو اسے واجب ہے کہ پھر رکوع یا سجدے میں چلا جائے اور جتنی دیر تک رکوع یا سجدے سے سر اٹھائے رہا اتنی دیر تک رکوع یا سجدے میں رہے۔ ورنہ نماز مکروہ تحریمی

عہ باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص ۹۵۔

[1] عمدۃ القاری خامس ص ۲۱۰ [2] اول صلوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک ص ۱۳۲

ت ۱۴۳ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى

اور امام حسن بصری نے کہا اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور سجدہ نہ کر سکے تو اخیر

السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُوْلٰى بِسُجُوْدِهَا

رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد پہلی رکعت مع سجدے کے قضا پڑھے اور جو سجدہ بھول کر کھڑا ہو گیا

وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ يَسْجُدُ عہ

اس کے بارے میں فرمایا کہ فوراً سجدہ کرے۔

ہوگی۔ یہ حکم اس تقدیر پر ہے کہ بقدر فرض یعنی ایک تسبیح کی مقدار امام کے ساتھ رکوع یا سجدہ پا چکا تھا جب سر اٹھایا۔ ورنہ لوٹنا فرض ہوگا اگر نہیں لوٹے گا نماز نہیں ہوگی۔

تشریح ۱۴۳ اس اثر کے پہلے جز کو سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بھیڑ کی وجہ سے جمعہ کے دن اگر کوئی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کر سکا تو امام کی نماز پوری ہونے کے بعد پہلی رکعت مع سجدے کے پڑھے پھر دوسری بھی پڑھے۔

دوسرے جز کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ اگر کوئی پہلی رکعت کا ایک سجدہ بھول گیا۔ اور اخیر رکعت میں یاد آیا تو وہ تین سجدے کرے اور اگر سجدہ کرنے کے بعد سلام سے پہلے یاد آیا تو فوراً ایک اور سجدہ کرلے اور اگر سلام کے بعد یاد آیا تو نماز پھر سے پڑھے۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب یہ ہے ۔ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے ۔ اور امام حسن بصری کا ارشاد اس صورت میں ہے کہ مقتدی نے امام کی مخالفت کی ۔ مناسبت یہ ہے کہ اس اثر سے یہ ثابت ہوا کہ تھوڑی سی اس قسم کی مخالفت سے اقتدار باطل نہیں ہوتی۔

عہ باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص۹۵۔

حدیث ۴۹۴

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے گھر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ

میں علالت کی حالت میں نماز بیٹھ کر پڑھی اور حضور کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر تو حضور نے ان کی

اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا

جانب اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے جب وہ رکوع کرے

وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا

تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تم بھی اٹھاؤ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ اور جب وہ

صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ عہ

بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

تشریحات ۴۹۴

فی بیتہ:۔ اس سے مراد وہ بالاخانہ ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے اوپر تھا۔

وھو شاک:۔ حضرت ام المومنین نے اس علالت کی تشریح نہیں فرمائی۔ کہ کیا تھی۔ لیکن آگے ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پاؤں میں چوٹ لگنے کے وقت کا واقعہ ہے۔ جو حدیث ۲۶۳ میں مفصل مذکور ہو چکا ہے۔ کہ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے پاؤں اکھڑ گیا تھا اور داہنی طرف چوٹ بھی آئی تھی۔

اذا صلی جالسا الحدیث:۔ حدیث ۲۶۳ میں بتا آئے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ مرض وصال میں حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی۔

افادہ:۔ حدیث ۲۶۳ میں ہم نے بحث اٹھائی تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ تو نماز کون پڑھاتا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ قاضی عیاض نے کہا ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے ہی میں رہتے ہوئے امامت فرماتے ہوں۔ اور کچھ صحابہ حجرے میں ساتھ رہتے ہوں اور بقیہ مسجد میں رہتے ہوئے اقتدار کرتے ہوں

عہ باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۹۵ السھو باب الاشارۃ فی الصلوۃ ص ۱۶۵ ثانی المرض باب اذا عاد مریضا فحضرت الصلوۃ ص ۸۴۵ ابوداؤد صلوۃ۔

حدیث ۴۵۰

حَدَّثَنِی الْبَرَاءُ وَھُوَ غَیْرُ کَذُوْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ لَمْ یَحْنِ مِنَّا اَحَدٌ ظَھْرَہٗ حَتّٰی یَقَعَ النَّبِیُّ

جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم لوگ فوراً سجدے کے لئے اپنی پیٹھ نہیں موڑتے جب تک حضور سجدہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَہٗ ع

نہ کر لیتے اس کے بعد ہم لوگ سجدہ کرتے۔

تشریحات ۴۵۰

تکمیلے۔ عبداللہ بن یزید، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب سے کوفے کے والی تھے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق وہی نماز بھی پڑھاتے تھے۔ ان کے مقتدی ان سے پہلے سجدہ کر لیتے اور ان سے پہلے سجدے سے سر اٹھا لیتے۔ اس پر انھوں نے خطبہ دیا۔ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ذکر کی۔

غیر کذوب:۔ صحیح یہ ہے کہ غیر کذوب عبداللہ بن یزید کا قول ہے اور حضرت براء کی صفت ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابواسحاق سے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ کہ عبداللہ بن یزید خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے براء نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں اور یہی صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ عبداللہ بن یزید نے یہ اس لئے نہیں کہا ہے کہ کوئی حضرت براء کو متھم بالکذب مانتا تھا۔ بلکہ اپنی بات کی توثیق کے لئے کہا ہے تاکہ لوگ ان کی بات پر یقین کامل کریں جیسے ہمارے عرف میں بولتے ہیں کہ فلاں نے مجھ سے یہ بات کہی ہے اور وہ جھوٹے نہیں ہیں۔

ابوداؤد میں یہی حدیث یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رکوع کرتے ہم بھی رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہٗ کہتے تو جب تک حضور اپنی پیشانی زمین پر نہیں رکھتے ہم کھڑے رہتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع ساتھ ساتھ کرتے اسی طرح دوسرے افعال بھی۔ صرف سجدے کے لئے انتظار کرتے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس سجدے میں رکھتے تو یہ لوگ جھکنا شروع کرتے غالباً یہ اخیر عمر مبارک کا حال ہوگا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جسمانی ضعف طاری ہو گیا تھا۔ اور سجدے کے لئے جانے میں کچھ تکلف ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی تھی۔ اس کا اندیشہ تھا کہ اگر ساتھ ہی ساتھ سجدے میں جائیں گے تو حضور سے قبل سجدہ ہوگا جو ممنوع ہے۔

ع باب متی یسجد من خلف الامام ص۹۶ باب رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ ص۱۰۳ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی مسند امام احمد جلد رابع۔

حدیث ۴۵۱

قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اَوْ اَلَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ

جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے۔ کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ

رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ

اللہ عزوجل اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا یہ فرمایا کہ اللہ اس کی صورت گدھے

صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ ؏

کی صورت بنا دے۔

جیسا کہ مسند امام احمد[1] اور ابوداؤد[2] اور ابن ماجہ[3] میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا۔ مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کرو اگر بالفرض کبھی میں رکوع تم سے پہلے کرلوں گا تو میرے سر اٹھانے کے بعد تم اسے ادا کرلوگے۔ اس لئے کہ اب میرا جسم بھاری ہوگیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ اب میرا جسم بھاری ہوگیا ہے۔ جتنی تیزی سے تم لوگ ایک رکن سے دوسرے رکن کی جانب منتقل ہوتے ہو میں اتنی تیزی سے منتقل نہیں ہوسکتا اگر میرے ساتھ ساتھ منتقل ہونا شروع کروگے تو مجھ سے پہلے رکوع اور سجدے میں چلے جاؤگے اور مجھ پر سبقت ہوجائے گی۔ اس لئے تم لوگ میرے بعد انتقالات شروع کرو تاکہ مجھ پر سبقت نہ ہو۔ اس کی وضاحت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ میرا بدن بھاری ہوگیا ہے جب میں رکوع کرلوں تو رکوع کرو اور جب سر اٹھا لوں تو اٹھاؤ اور جب سجدہ کرلوں تو سجدہ کرو۔ کسی کو ایسا نہ پاؤ کہ مجھ سے پہلے رکوع سجدہ میں چلا جاتا ہو۔

کشمیری صاحب کا وہم:۔ اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فیض الباری میں ہے کہ مسلم میں ہے کہ حضور نے یہ حکم اس وقت دیا تھا جب جسم بھاری ہوگیا تھا۔ مسلم شریف میں اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں جو صاحب مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث دکھا دیں گے ہم ان کے مشکور ہوں گے۔ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن یزید باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔ اسی طرح حضرت براء بن عازب بھی صحابی کے صاحبزادے نے صحابی کے صاحبزادے سے روایت کی۔

تشریحات ۴۵۱:۔ اَمَا۔ اَلَا۔ حرف نفی پر ہمزہ استفہام داخل ہے یہ استفہام زجر و توبیخ کے لئے ہے

ع باب اثم من رفع راسہ قبل الامام ص۹۶ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔

[1] جلد رابع ص۹۸، ۹۲ [2] اول ص۹۱ [3] اقامۃ الصلوٰۃ باب النھی ان یسبق الامام بالرکوع والسجود ص۶۵ [4] ابن ماجہ ص۶۱

ت ۱۴۴ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ عہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام ذکوان ان کی امامت کرتے مصحف سے دیکھ کر پڑھتے۔

اذا رفع :۔ یہ عام ہے خواہ رکوع سے سر اٹھائے یا سجدے سے۔ مراد مطلق امام پر سبقت ہے۔ خواہ سر جھکانے میں ہو یا سر اٹھانے میں یہ باب اکتفار سے ہے۔ یعنی متقابلین میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کر دیا کہ اسی سے اس کے مقابل کو معلوم کر لیا جائے جیسے سرابیل تقیکم الحر حالانکہ لباس گرمی سے بھی محفوظ رکھتا ہے اور جاڑے سے بھی۔

راس حمار کر دینے سے یا تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے۔ کہ واقعی اس کا سر گدھے جیسا بنا دے یا معنی مجازی مراد ہے۔ یعنی بے وقوفی و کم عقلی۔ یہی علامہ کرمانی اور قاضی ابو بکر کی رائے ہے۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ معنی حقیقی مراد ہے۔ قاضی ابو بکر بن العربی نے معنی مجازی مراد ہونے پر یہ دلیل دی تھی کہ یہ امت مسخ کے عذاب سے مامون ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ بکثرت صحابہ مثلاً حضرت علی، حضرت عائشہ حضرت ابن عباس حضرت انس حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس امت کے آخر میں مسخ خسف اور قذف ہوگا۔ اقول :۔ قاضی ابو بکر کا یہ ارشاد بھی حق ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون ہے۔ اس سے مراد پوری امت کا مسخ ہے۔ یعنی یہ امت پوری کی پوری مسخ نہ ہوگی جیسے بنی اسرائیل میں اصحاب ایلہ کا مسخ ہوا۔ اور اخیر زمانے میں جو ہوگا جزئی طور پر ہوگا۔ رہ گیا یہ سوال کہ بہت لوگ امام سے پہلے انتقالات کرتے ہیں اور ان کی صورت نہیں بگڑتی اس کا جواب یہ ہے اس کی سزا یہ ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی شان کریمی ہے کہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبر یا آخرت میں یہ سزا دی جائے۔

تشریحات ۱۴۴ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہ میں ہے کہ حضرت ام المومنین وغیرہ کو ذکوان رمضان شریف میں تراویح مصحف سے دیکھ کر پڑھاتے تھے۔ اور یہ اس وقت آزاد نہیں ہوئے تھے[۱] غلام اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ اب اس تعلیق کی وجہ سے دو بحث اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک یہ کہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر یہ حافظ ہے اور صرف احتیاط کے لئے مصحف سامنے رکھے ہوئے ہے تو نماز ہو جائے گی اور یہی اس تعلیق کا محمل ہے کہ ذکوان حافظ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ اس نماز میں اور لوگ بھی شریک ہوئے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ کہ عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، عبید بن عمیر، مسور بن مخرمہ، اور بہت سے لوگ اس جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ پھر ذکوان میں کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر انھیں امام بنایا جاتا۔ جبکہ حضرت مسور بن مخرمہ صحابی بھی تھے۔ غالباً یہ خصوصیت حافظ قرآن ہونے کی تھی۔ دوسرے یہ کہ نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح

عہ باب امامۃ العبد والمولیٰ ص ۹۶

[۱] عینی جلد خامس ص ۲۲۵۔

ت ۱۴۵ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ ع

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ جو شخص سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ قوم کی امامت کرے۔

صحیح ہے اور اسی پر قیاس کرکے دوسری نوافل بھی جبکہ احناف کے یہاں مختار یہ ہے کہ نابالغ کی اقتدا میں بالغ کی نماز صحیح نہیں۔ ہماری دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ فرمایا لا یوم الغلام حتی تجب علیہ الحدود[1]۔ جب تک بچہ اس عمر کو نہ پہنچ جائے کہ اس پر حد جاری ہوسکے امامت نہ کرے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ لا یوم الغلام حتی یحتلم[2]۔ جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے امامت نہ کرے۔ تعلیق مذکور کا جواب یہ ہے کہ اکثر استعمال یہی ہے کہ غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی نوعمر ایسے بچے کو بھی غلام کہتے ہیں جو بالغ ہو گیا ہو۔ جیسا کہ ابھی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس کے ارشادات سے بھی ظاہر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے جب کنوئیں میں ڈالا تھا۔ تو ان کی عمر مبارک ایک روایت کے مطابق سترہ سال کی تھی۔ پھر بھی ان کو غلام کہا گیا۔

رہ گیا غلام کی امامت تو اس سلسلے میں ہمارا مسلک بہت واضح ہے کہ اگر غلام ہی اعلم اقرأ ہو تو ادنیٰ کراہت بھی نہیں۔

تشریحات ۱۴۵:۔ امام بخاری نے یہاں باب یہ قائم کیا ہے۔ غلام اور آزاد شدہ غلام اور مجہول النسب اور دیہاتی اور اس بچے کی امامت جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ دو پہلے والوں کے لئے حضرت ام المومنین کا وہ عمل نقل فرمایا۔ اور ان دونوں کے لئے بھی اور بقیہ کے لئے بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور پیش فرمایا کہ جو سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ قوم کی امامت کرے۔ اس میں آزاد شہری صحیح النسب کی تخصیص نہیں اس لئے یہ اپنے عموم کے لحاظ سے سب کو شامل۔ ہمارے یہاں اس میں تفصیل ہے۔ اگر قوم میں اور کوئی دوسرا اعلم ہو تو وہی امامت کے لئے قابل ترجیح ہے۔ اور ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اس لئے کہ ان کی امامت میں تقلیل جماعت ہے۔ اور اگر یہی اعلم القوم ہوں تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس تعلیق کو امام مسلم[3] نے اور اصحاب سنن نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امامت کا مستحق کون ہے:۔ یہ بحث حدیث ۴۲۲ میں گزر چکی۔ کہ ہمارے یہاں حق تقدیم اعلم اور افقہ کو ہے۔ چونکہ اس مبارک عہد میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بھی ضرور ہوتا تھا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ

ع باب امامۃ العبد والمولی ص۹۶ [1] عینی جلد خامس ص۲۲۶ [2] ایضا

[3] مساجد باب من احق بالامامۃ ص۲۳۶ ابوداؤد اول صلوۃ باب من احق بالامامۃ ص۸۶ نسائی اول۔ الامامۃ باب من احق بالامامۃ ص۱۲۶ ابن ماجہ۔ اقامۃ الصلوۃ باب من احق بالامامۃ ص۷۰۔

حدیث ۴۵۲

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُھَاجِرُوْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے

الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَۃَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سے پہلے جب مہاجرین اولین عصبہ میں آئے جو قباء میں ایک جگہ تھی تو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ان کی

کَانَ یَؤُمُّھُمْ سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَکَانَ اَکْثَرَھُمْ قُرْاٰنًا ؏

امامت کرتے تھے ان میں سب سے زیادہ یہی قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر حیات مبارکہ میں باصرار تمام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اور یہی ضروری بھی ہے اس لئے کہ قرآت کی احتیاج صرف ایک رکن قیام میں ہے۔ اور علم کی احتیاج اس رکن میں بھی ہے اور بقیہ ہر رکن میں ہر وقت ہے۔ فقیہ ہوگا تو نماز میں ایسا خلل نہ ہو پائے گا کہ نماز فاسد ہو جائے یا مکروہ ہو جائے۔ اور اگر سہواً کوئی ایسی بات ہوگی جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو تو وہ سجدہ سہو کرلے گا۔ نماز کے اعادے کی حاجت نہ ہوگی۔

علامہ نووی کی لغزش:۔ شرح مسلم میں علامہ نووی نے یہ تحریر فرمادیا کہ امامت کے لئے اقرأ کی افقہ پر تقدیم حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ افقہ اقرأ پر مقدم ہے۔ البتہ حضرت امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ اقرأ افقہ پر مقدم ہے ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے۔

تشریحات ۴۵۲ حضرت سالم مولی ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ فارسی النسل اصطخر یا کرمان کے تھے۔ یہ ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ اس نے جب آزاد کردیا تو یہ حضرت ابوحذیفہ کے ساتھ رہنے لگے۔ انھوں نے ان کو متبنیٰ کرلیا۔ جس کی وجہ سے ان کو سالم بن ابی حذیفہ کہنے لگے۔ جب آیت کریمہ۔ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَاۗئِھِمْ۔ نازل ہوئی۔ متبنیٰ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ تو ان کو مولیٰ ابی حذیفہ کہا جانے لگا یہ دونوں بزرگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کی لاش اس شان سے ملی کہ حضرت سالم کا سر حضرت ابوحذیفہ کے پاؤں کے پاس اور حضرت ابوحذیفہ کا سر حضرت سالم کے پاؤں کے پاس ملا۔ یہ دونوں سابقین اولین میں ہونے کے ساتھ ساتھ کبار مہاجرین و اصحاب بدر میں سے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد شدہ غلام اگر قوم سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

ث

؏ باب امامۃ العبد والمولیٰ ص۹۶ ابوداؤد صلوٰۃ۔

حدیث ۴۵۳ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ؎
کہ فرمایا۔ اگر تم پر ایسا کوئی حبشی حاکم بنا دیا جائے گویا اس کا سر منقی ہے پھر بھی اس کی بات سنو اور مانو۔

حدیث ۴۵۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (عنقریب کچھ حاکم
قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَؤُا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ ؎
ہوں گے) جو تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر صحیح نماز پڑھائیں گے تو بھی تم کو ثواب ملے گا اور اگر غلط طریقہ سے تو بھی تم کو ثواب ملے گا
اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔

تشریحات ۴۵۳:۔ ان استعمل:۔ اس کے بعد والے باب میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حضرت ابوذر سے فرمایا تھا۔ کتاب الاحکام میں علیکم۔ زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر تم پر عامل حاکم کسی بدصورت یا بے وقوف حبشی کو بنا دیا جائے تو اس کی بھی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ مخالفت میں فتنے اٹھیں گے قتل دغارت ہوگا اور بالکل وہی مثال ہوگی کہ ایک گھر بنانے کے لئے پورا شہر برباد کیا جائے۔ خلیفہ اسلام مراد نہیں اس لئے کہ اس کے لئے قریشی ہونا بالاجماع شرط ہے۔ اس لئے کسی حبشی کے خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں۔ ہاں اگر اپنی قوت سے غلبہ حاصل کرلے تو یہ دوسری بات ہے نیز مراد یہ ہے کہ اگر وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے۔ اطاعت صرف جائز امور کے ساتھ مشروط ہے۔ فرمایا۔ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت نہیں۔

کان راسہ:۔ زبیب سوکھے انگور یعنی منقی کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ بد وضع ہو۔ اس کے بال الجھے ہوں یا اس کا سر چھوٹا ہو جو کنایہ ہے بے وقوفی سے۔ یہ جملہ کنایہ ہے تحقیر سے یعنی کتنا ہی حقیر ہو۔ عامل کے محض حقیر ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت سے انکار نہ کرو۔

تشریحات ۴۵۴ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے

؎ باب امامۃ العبد والمولی ص۹۶۔ باب امامۃ المفتون والمبتدع ص۹۷ ثانی الاحکام۔ باب السمع والطاعۃ للامام ص۱۰۵۷ ابن ماجہ جہاد۔

؎ باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفہ ص۹۶۔

ت ۱۴۶ وَقَالَ الْحَسَنُ وَصَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهٗ عـــه

امام حسن بصری نے فرمایا اور نماز پڑھ اور اس کی بدعت کا وبال اس پر ہے۔

نزدیک اقتدار صرف متابعت کا نام ہے۔ اور ہمارے یہاں فاسد ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہے۔

ہمارا استدلال:۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الامام ضامن[1]۔ اس حدیث کو امام حاکم نے بشرط مسلم حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا۔ انما جعل الامام لیوتم بہ۔ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے۔ اور اقتدار متفرع ہے صحت صلوٰۃ پر۔ جب نماز ہی فاسد ہو جائے گی تو اقتدار کا ہے میں ہوگی۔

اس حدیث کی توجیہ:۔ اس حدیث میں فان اخطأوا، سے مراد وقت مسنون گزار کر وقت مکروہ میں نماز پڑھنا ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں روایت ہے۔

یکون علیکم امراء من بعدی یوخرون الصلوٰۃ فھی لکم وھی علیھم فصلوا معھم ماصلوا القبلۃ[2]

میرے بعد کچھ حکام ہوں گے جو نماز کو وقت سے ہٹا کر پڑھیں گے۔ یہ تمہارے لئے باعث ثواب اور ان کیلئے وبال ہے۔ انکے پیچھے نماز پڑھ جب تک قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔

علاوہ ازیں مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیف بك اذا کانت علیك امراء یوخرون الصلوٰۃ عن وقتھا او یمیتون الصلوٰۃ عن وقتھا قال قلت فما تامرنی قال صل الصلوٰۃ لوقتھا فان ادرکتھا معھم فصل فانھا لك نافلۃ[3]

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام ہوں گے جو نماز کو موخر کر کے پڑھیں گے یا وقت گذار کر پڑھیں گے انھوں نے عرض کیا پھر مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ فرمایا۔ نماز اپنے وقت پر پڑھ لے ان کے ساتھ نماز ملے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لے۔ یہ تیرے لئے نفل ہوگی۔

ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے اخطأوا سے یہی مراد ہے کہ وقت مسنون کے بعد پڑھیں۔

تشریح ۱۴۶ بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم اس تعلیق کو سعید بن منصور نے یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت حضرت حسن بصری سے بد مذہب کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا۔ نماز پڑھ لو اس کی بدعت اس پر ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ ورنہ ان کے پیچھے نماز قطعاً نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نماز کی صحت ایمان پر متفرع ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۲۹ بحوالہ الحاکم۔ [2] عمدۃ القاری خامس ص ۲۲۹۔ [3] مسلم اول مساجد باب کراھیۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتھا ص ۲۳۰۔ عـــه باب امامۃ المفتون والمبتدع ص ۹۶۔

حدیث ۴۵۵

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

عبیداللہ بن عدی بن الخیار سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان جب محصور تھے تو یہ ان کی

وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَّقَدْ نَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ

خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ امام کُل برحق ہیں اور آپ پر جو افتاد ہے وہ ملاحظہ فرما رہے ہیں اور

فِتْنَةٍ وَّنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ

ہمیں فسادیوں کا امام نماز پڑھا رہا ہے اس سے ہمیں انقباض ہوتا ہے ارشاد فرمایا یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان میں سب

مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ عہ

سے بہتر نماز ہے جب یہ لوگ اچھا کام کریں تو تو بھی ان کے ساتھ کر اور برا کام کریں تو اس سے دور رہ۔

جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اور جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدیوں کی کیسے ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام بصری کے عہد میں جو بدمذہب تھے ان کی بدمذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی تھی۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ ان کا یہ ارشاد خوارج کے بارے میں ہے جن کا تسلط کچھ دنوں کے لئے بصرے پر ہو گیا تھا۔ حالت امن واختیار میں ایسے بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے مگر جب ان کا تسلط ہو اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں عزت آبرو جان ومال کا خطرہ ہو تو کراہت نہیں نیز یہ حکم اس وقت ہے کہ حکام ہی امامت کرتے ہوں یا اپنے مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کرتے ہوں۔ ورنہ حالت اختیار میں بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز وگناہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اگرچہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہو۔

تشریحات ۴۵۵

قال لنا: عام دستور کے برخلاف یہاں بجائے حدثنا وغیرہ کے قال لنا۔ فرمایا صاحب تلویح نے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے یہ حدیث امام بخاری نے بطور مذاکرہ اخذ کی ہو۔ اس لئے حدثنا نہیں فرمایا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہ صیغہ یعنی قال لنا اسی وقت کہتے ہیں جبکہ حدیث موقوف ہو۔ یا اس کا کوئی راوی ان کی شرط پر نہ ہو علامہ عینی نے فرمایا۔ اگر کوئی راوی ان کی شرط پر نہ ہوگا تو اس کو اپنی صحیح میں کیسے ذکر فرمائیں گے۔

وهو محصور: یہ حادثہ ۳۵ھ میں پیش آیا۔ شوال میں بلوائی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ ذوقعدہ میں انھوں نے محاصرہ سخت کر دیا۔ غذا اور پانی اندر جانا بند کر دیا۔ چالیس دن محاصرہ رہا۔ اٹھارہ ذوالحجہ کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہید کر دئے گئے۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ایام تشریق یا المیہ پیش آیا

عہ باب امامة المفتون والمبتدع ص ۹۶۔

مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ شہادت سے ایک دن پہلے اور یوم شہادت میں بھی روزے سے تھے۔ اور ایام تشریق میں روزہ ممنوع ہے۔ اور اس روزے سے مراد محض فاقہ نہیں بلکہ بالقصد روزہ رکھنا ہے اس لئے کہ حضرت نائلہ کہتی ہیں کہ افطار کے وقت کوئی غذا اور پانی نہ مل سکا۔ صبح صادق کے قریب ایک پڑوسی نے ایک کوزہ پانی دیا۔ میں نے پیش کیا۔ مطلع کی طرف نظر کی دیکھا کہ صبح صادق چمک چکی ہے تو فرمایا میں روزے سے ہوں[1] نزہۃ القاری جلد اول ص۴۹ پر وقت شہادت بعد عصر لکھا ہے۔ مگر یہ سطور لکھتے وقت البدایہ والنہایہ جلد سادس ص۱۹ پر دیکھا کہ دونوں قول نقل کئے ہیں۔ اور چاشت کے وقت کو ذلک اشبہ لکھا ہے۔ اس لئے یہاں اسے اختیار کیا۔

امام فتنہ:۔ اس سے مراد عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی اور کنانہ بن بشر رئیس الخوارج ہے۔ اول الذکر وہ فتنہ گر ہے جو مصریوں کو بھڑکا کر لایا تھا۔ ابتداءً جب شورش میں کمی تھی۔ حضرت ذوالنورین مسجد میں تشریف لاکر خود نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن جمعہ کے بعد منبر اقدس پر تشریف لے گئے اور شورش برپا کرنے والوں کو افہام وتفہیم کر رہے تھے کہ ان ظالموں نے پتھر مارنا شروع کر دیا۔ سر اقدس زخمی ہو گیا۔ عصار رسول جو حضرت ذوالنورین کے دست مبارک میں تھا۔ جہین کر جہجاہ غفاری نے گھٹنے پر مارا عصا مبارک ٹوٹ گیا اور حضرت ذوالنورین غش کھاکر گر پڑے۔ لوگ اٹھاکر گھر لائے اس کے بعد پھر ظالموں نے مسجد میں نہیں آنے دیا۔ پہلے حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی مگر ان شورش پسندوں نے انھیں روک دیا۔ تو کبھی عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا دس دن تک یہی حال رہا۔ ایام محاصرہ میں کبھی کبھی حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ایوب انصاری، حضرت ابوہریرہ، حضرت سہل بن حنیف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ مگر یہ لوگ کسی طرح مراد نہیں ہوسکتے اس لئے کہ یہ لوگ حضرت عثمان کی اجازت سے نماز پڑھاتے تھے۔ پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں انقباض کا سوال ہی نہیں۔ اور نہ یہ حضرات فتنے میں شریک تھے[2]

تحرج:۔ حرج کے معنی۔ دل میں تنگی کھٹک محسوس کرنا۔ اور گناہ کے بھی معنی میں آتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بلوائی امام برحق پر خروج ناحق کرکے بدترین گناہ کے مرتکب فاسق معلن ہیں۔ ہمیں یہ گمان ہوتا ہے کہ انکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ ہے

فاسق معلن کی امامت:۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ صرف حضرت عثمان کا ارشاد ہے۔ عامہ صحابہ وتابعین مکروہ ہی جانتے تھے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ یوسف انصاری نے فرمایا۔ کہ اور لوگ محاصرہ کرنے والوں کے پیچھے نماز کو مکروہ جانتے تھے سوائے حضرت عثمان کے۔ اقول۔ فاسق معلن کے پیچھے نماز حالت امن میں مکروہ ہے۔ فتنے اور شورش کے وقت اجازت ہے اور یہی محل ہے۔ حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر، کا۔

---

[1] البدایۃ والنہایہ ص۱۸۳ ج۶ [2] عمدۃ القاری خامس ص۲۳۱ البدایہ والنہایہ سادس ص۱۷۶ لغایت ص۱۹۰۔

ت ۱۴۷ قَالَ الزُّہْرِیُّ لَا نَرٰی اَنْ یُّصَلّٰی خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَۃٍ لَا بُدَّ مِنْہَا۔ عہ

امام زہری نے فرمایا۔ ہجڑے کے پیچھے نماز ہم جائز نہیں جانتے مگر جبکہ مجبوری ہو۔

حدیث ۴۵۶ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَرْجِعُ فَیَؤُمُّ قَوْمَہٗ فَصَلَّی الْعِشَاءَ

کے ساتھ نماز پڑھ کر جاتے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ ایک دن عشاء پڑھی اور اس میں

فَقَرَأَ بِالْبَقَرَۃِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَکَانَ مُعَاذٌ یَنَالُ مِنْہُ فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

سورہ بقرہ پڑھی اس پر ایک شخص چلا گیا اس کی وجہ سے معاذ اس پر نکتہ چینی کرتے۔ یہ خبر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ اَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا فتان ہے فتان ہے فتان ہے یا فرمایا فاتن ہے فاتن ہے

فَاتِنًا وَاَمَرَہٗ بِسُوْرَتَیْنِ مِنْ اَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو وَلَا اَحْفَظُہُمَا۔ عسہ

فاتن ہے اور انھیں اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا۔ عمرو راوی نے کہا میں انھیں بھول گیا۔

تشریح ۱۴۷:۔ مخنث تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس میں عورتوں کی علامت غالب ہو۔ یہ عورت کے حکم میں ہے۔ دوسرے وہ جس میں مردانہ علامتیں غالب ہوں یہ بہت سے احکام میں مردوں کے مثل ہے تیسرے وہ جس میں مردانہ اور زنانہ علامتوں میں سے کوئی غالب نہ ہو۔ یہ خنثیٰ مشکل کہلاتا ہے۔ ان تینوں میں کسی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پہلی قسم عورتوں کے حکم میں ہے اور عورتوں کی امامت درست نہیں۔ دوسرے تیسرے قسم کے ہجڑوں میں اغلب واکثر بدکرداری کی خو ہوتی ہے۔ نیز انھیں امام بنانے میں تقلیل جماعت بھی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ایک مخنث خلقی ہوتا ہے جس کے اعضاء میں نسوانی لچک ہوتی ہے اسے بھی امام بنانا مکروہ ہے۔ دوسرے وہ جو بہ تکلف و تصنع زنانہ پن اختیار کرتا ہے۔ اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔ ابو عبدالملک نے کہا کہ امام زہری کی مراد مفعول بہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کیا شبہ۔

عہ باب امامۃ المفتون والمبتدع ص۹۷۔

عسہ باب اذا طول الامام ص۹۷ باب من شکا امامہ اذا طول ص۹۸ باب اذا صلی ثم ام قوما ص۹۸ ثانی الادب باب من لم یر اکفارا من قال متاولا ص۹۰۲ مسلم صلوۃ ابوداؤد نسائی صلوۃ ابن ماجہ ـــ

باب سے مطابقت یوں ہے کہ ہیجڑا اہل فتنہ ہے اور ہیجڑا مفتون ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس باب میں ذکر فرمایا۔ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے ان الفاظ میں روایت کیا۔ قلت فالمخنث قال لا کرامۃ لا تاتم بہ۔ میں نے عرض کیا ہیجڑے کا کیا حکم ہے تو انھوں نے فرمایا۔ کوئی عزت نہیں اس کی اقتدا مت کرو۔

تشریحات ۴۵۶ : تکمیل ۔ اس کے بعد والے صفحے پر یوں ہے کہ ایک صاحب پانی کھینچنے والے دو اونٹوں کے ساتھ آئے اور رات اتنی گزر چکی تھی کہ اندھیرا چھا چکا تھا۔ حضرت معاذ کو نماز پڑھتے پایا۔ انھوں نے اپنے اونٹ بٹھا دیئے اور حضرت معاذ کی طرف بڑھے حضرت معاذ نے سورہ بقرہ یا سورہ نساء شروع کر دی اور وہ صاحب چلے گئے اور تنہا مختصر نماز پڑھ لی۔ اس پر حضرت معاذ نے انہیں منافق کہہ دیا۔ انھیں خبر ملی کہ معاذ نے انھیں منافق کہا ہے تو وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے حضرت معاذ کی شکایت کی۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا فتان ہے تو۔ یا فرمایا کیا فاتن ہے تو۔ تین بار۔ کیوں نہیں تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اور والشمس وضحٰھا اور واللیل اذا یغشٰی پڑھتا۔ اس لئے کہ تیرے پیچھے بوڑھے کمزور، ضرورتمند (کبھی) نماز پڑھتے ہیں۔ مسلم میں یہ بھی ہے۔ کہ ایک صاحب الگ ہو گئے اور سلام پھیر دیا اور اکیلے نماز پڑھی۔

یصلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے تاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدار اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت حاصل کریں۔

فانصرف الرجل : ۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ان کا نام 'سلیم' تھا اور بنی سلمہ کے فرد تھے۔ انھوں نے یہ عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہم دن بھر کام کرتے ہیں شام کو گھر آتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ معاذ آپ کے یہاں سے آکر اذان کہلاتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی کر دیتے ہیں۔ اسی میں ہے کہ۔ ایک بار حضور نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی معاذ حضور کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی قوم میں آئے اور بقرہ پڑھی۔

مسند ابو داؤد طیالسی اور بزار میں ہے کہ ان کا نام حزم بن کعب تھا۔ مسند امام احمد میں حضرت انس کی روایت میں ہے کہ ان کا نام حرام بن ملحان تھا۔ یہ حضرت انس کے ماموں تھے۔ مسلم میں یہ ہے کہ۔ ایک صاحب تھے۔

فتان۔ فاتن : ۔ فتان مبالغے کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہوئے زیادہ فتنہ برپا کرنے والا۔ فاتن اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ فتنہ برپا کرنے والے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہاری وجہ سے لوگ جماعت چھوڑ بیٹھیں اور پھر آپس میں درشت کلامی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ جلال صرف نماز دراز کرنے پر نہیں تھا بلکہ ان صاحب کو منافق کہنے پر بھی تھا۔

اوساط مفصل:۔ سورہ حجرات سے لے کر آخر قرآن کو مفصل کہتے ہیں۔ اس کے تین حصے ہیں سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل۔ سورہ طارق سے لے کر سورہ لم یکن تک اوساط مفصل سورہ زلزال سے لے کر اخیر تک قصار مفصل۔

متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز:۔ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز درست ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ خصوصیت سے وہ زیادتی جو بطریق ابن جریج میں ہے۔ ھی لہ تطوع ولھم فریضۃ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ زیادتی صحیح نہیں ــ جیسا کہ امام طحاوی اور علامہ عینی نے بدلائل ثابت فرمایا ہے۔ ثانیاً یہ راوی کا اپنا گمان ہے۔ حضرت معاذ سے کہیں منقول نہیں۔ کہ انہوں نے یہ بتایا ہو کہ میں اپنی قوم کو جو نماز پڑھاتا تھا نفل کی نیت سے پڑھتا تھا۔ جب تک فاعل خود نہ بتائے نیت کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً یہ صلوۃ خوف سے منسوخ ہے۔ یہ واقعہ غزوہ احد[1] سے پہلے کا ہے اور صلوۃ خوف ۶ھ میں نازل ہوئی۔ اگر یہ جائز ہوتا کہ امام کچھ لوگوں کو فرض کی نیت سے پڑھادے اور کچھ لوگوں کو نفل کی نیت سے تو صلوۃ خوف کی کوئی حاجت نہ تھی۔ خصوصاً اس ہیئت کے ساتھ کہ دوسری صورتوں میں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نیز امام احمد[2] اور امام طحاوی[3] نے سلیم بن حارث کی حدیث میں یہ زیادتی نقل فرمائی ہے۔

لاتکن فتانا اما ان تصلی معی و اما ان تخفف عن قومک۔ — فتان مت بن یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ یا اپنی قوم کو مختصر نماز پڑھا

اس لئے کہ اس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کے ساتھ پڑھو تو مختصر پڑھو۔ دونوں کو جمع مت کرو۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور قوم کو مختصر نماز پڑھانے میں کوئی منافات نہیں پھر تردید لغو ہوگی۔ ابن جریج کی زیادتی سے قطع نظر کرتے ہوئے اصل حدیث سے یوں استدلال تام نہیں کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ فرض۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔

کشمیری صاحب پر تعقب:۔ فیض الباری میں کشمیری صاحب نے ص ۲۲۹-۳۰ پر یہ زور باندھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت یہ نہ تھی کہ وہ عشا حضور کے پیچھے پڑھ کر پھر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ صرف ایک بار ایسا ہوا۔ عادت یہ تھی کہ مغرب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے اور عشاء اپنے محلے بنی سلمہ میں آکر پڑھتے تھے۔ اس پر وہ ترمذی[4] کی اس حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ کہ حضرت جابر نے فرمایا۔ کہ معاذ مغرب حضور کے پیچھے پڑھتے پھر اپنی قوم میں آکر ان کی امامت کرتے۔ اقول۔ یہ تطویل لاطائل کے ساتھ اس سلسلے کی تمام احادیث پر نظر نہ رکھنے کا ثمرہ ہے۔ ترمذی کی اس حدیث کے خلاف مسند امام احمد[5] میں انہیں حضرت جابر سے بجائے مغرب کے عشاء ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] مسند امام احمد خامس ص ۷۴ [2] مسند امام احمد خامس ص ۷۴ [3] شرح معانی الآثار اول ص ۲۹۹ [4] اول جمعہ ص ۶۵ [5] ثالث ص ۳۰۲

حدیث ۵۷۰

أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ ایک صاحب نے عرض کیا بخدا یا رسول اللہ! میں

رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ

فلاں کی وجہ سے فجر کی نماز میں شریک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غضبناک میں نے نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے

قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ

ہیں۔ تم میں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے اس لئے کہ ان میں کمزور بوڑھے ضرورتمند

وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ ؏

سبھی ہوتے ہیں۔

علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھ کر اپنی قوم میں آکر امامت فرماتے۔ پھر جب آپ ایک بار مانتے ہیں کہ ایسا ہوا تو امام شافعی کا استدلال اپنی جگہ رہا اور ہمیں جواب کے لئے وہی کہنا پڑیگا جو ہم لکھ چکے تو کوہ کن کاہ بیار سے کیا حاصل سوائے اس کے کہ کچی سمجھ کے طالب علم یہ ہانکیں کہ شاہ صاحب نے اس حدیث پر اتنے گھنٹے تقریر کی۔

ہمارا استدلال:۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الامام ضامن والموذن موتمن [له] امام ضامن ہے اور موذن امین ہے۔

یعنی امام سب مقتدیوں کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ آسکتا ہے۔ مگر ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ نہیں آسکتا۔ فرض اعلیٰ ہے اس لئے کہ وہ دو باتوں پر مشتمل

؏ باب تخفیف الامام فی القیام ص۹۷ باب من شکا امامہ اذا طول ص۹۸ العلم باب الغضب فی الموعظۃ ص۱۹ ثانی ادب ما یجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۲ الاحکام باب ہل یقضی الحاکم او یفتی وھو غضبان ص۱۰۶۰ مسلم صلوٰۃ نسائی العلم۔

له ابوداؤد اول باب ما یجب علی الموذن تبعاھدا لوقت ص۷۶ ترمذی اول باب الامام ضامن والموذن موتمن ص۲۹

حدیث ۴۵۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ

جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو مختصر پڑھاؤ اس لئے کہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں۔ اور جب

وَالسَّقِیْمَ وَالْكَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَاءَ عہ

تنہا پڑھو تو جتنی چاہو لمبی پڑھو۔

ت ۱۴۷

وَقَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا یَا بُنَیَّ عہ

حضرت ابو اسید نے فرمایا اے بیٹے تو نے نماز لمبی کر دی۔

ہے۔ فرضیت اور تعبد۔ اور نفل اس سے ادنیٰ کیونکہ اس میں صرف تعبد ہے اس لئے فرض کے ضمن میں نفل آسکتی ہے مگر نفل کے ضمن میں فرض نہیں آسکتا۔ اسی طرح ضمن میں آنے کے لئے مماثلت ضروری ہے۔ مغایرت کے بعد تضمن صحیح نہ ہوگا اس لئے ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والا اقتدا، نہیں کرسکتا۔ مثلاً عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی قضا پڑھنے والا یا کل کی عصر ہی کی قضا پڑھنے والا اقتدا نہیں کرسکتا۔

تشریحات ۴۵۷، ۴۵۸ **فلاں**۔ اس سے مراد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ قبا میں امام تھے اختصار سے مراد یہ ہے۔ کہ قیام میں اتنی لمبی قرأت نہ کرے کہ مقتدیوں پر شاق ہو۔ رہ گیا رکوع وسجدہ انھیں بطریق مستحب ادا کرے البتہ انھیں بھی بہت لمبا نہ کرے۔ اور یہ ممانعت بھی کراہت تنزیہہ کی حد تک ہے۔ کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نمازوں میں بہت لمبی لمبی قرأت فرمایا کرتے۔ حتی کہ بخاری ہی میں ہے کہ مغرب میں حضور نے سورہ، والمرسلت پڑھی اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غصے کی حالت میں وعظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ غصے کی حالت میں قاضی کو فیصلہ کرنا یا مفتی کو فتویٰ دینا ممنوع ہے۔ کسی خاص آدمی کو بھی تنبیہ کرنی ہو تو بہتر یہ ہے کہ خطاب، عام کرے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی طور پر ہو اس میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ لوگوں پر شاق نہ ہو اگرچہ وہ کتنا ہی اہم اور دینی کام ہو۔

تشریحات ۱۴۸ اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت اسید کے صاحبزادے منذر کہتے ہیں کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے کبھی کبھی یہ فرماتے اے

عہ باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء ص ۹۷ ابوداؤد ابن ماجہ۔

عہ باب من شکا امامہ اذا طول ص ۹۸۔

حدیث ۴۵۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوجِزُ الصَّلٰوةَ وَيُكْمِلُهَا عہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نماز مختصر اور مکمل پڑھتے تھے۔

حدیث ۴۶۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ عہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ نے نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس میں (قرأت) لمبی کروں کہ بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کردیتا ہوں یہ پسند نہیں کہ اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں۔

بیٹے آج تو نے سورہ والصافات پڑھ کر نماز لمبی کردی۔

حضرت اسید بن حضیر ساعدی انصاری بہت مشہور و معروف صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ سے لے کر تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ اصحاب بدر میں سب کے بعد وصال فرمایا۔ غالباً ۶۰ھ میں۔

تشریحات ۴۵۹ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ اب جو، کچھ لوگ لمبی لمبی قرأت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اتنی لمبی قرأت نہیں کرتے تھے۔ البتہ ارکان بہت سکون و اطمینان کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ نسیان طاری ہوگیا اور جب دونوں سجدوں کے مابین بیٹھتے تو اتنی دیر بیٹھتے کہ شبہ ہوتا کہ نسیان طاری ہوگیا ہے۔ لہ

عہ باب الایجاز فی الصلوٰۃ واکمالھا ص۹۸ مسلم صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

لہ مسلم اعتدال ارکان الصلوٰۃ وتخفیفھا فی تمام ص۱۸۹۔

عہ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ص۹۸ باب خروج النساء الی المساجد ص۱۲۰ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ مسند امام احمد ثالث۔

حدیث ۴۶۱

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو مختصر کر دیتے اس اندیشے سے کہ کہیں اس کی ماں فتنے میں نہ پڑ جائے۔

تشریحات ۴۶۰، ۴۶۱

بخاری ہی میں مزید دو طریقوں سے حضرت انس والی حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مروی ہے۔ ان کی ابتدا میں یہ ہے۔ میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ اسے لمبی کروں کہ بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں الخ۔ اخیر میں یوں ہے۔ کیونکہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کی سخت بے چینی کو میں جانتا ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں مقتدی یا غیر مقتدی کی تکلیف یا ضرورت کے خیال سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ مگر ہمارے فقہاء لکھتے ہیں۔ کہ کسی آنے والے کے لئے رکوع کو لمبا کرنا ممنوع ہے جبکہ اس کی ریاست کی وجہ سے ہو۔ اور اگر اس میں اس کی ریاست کا خیال نہ ہو بلکہ نیت یہ ہو کہ وہ رکعت پالے تو کوئی حرج نہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں آنے والے کی عظمت کا لحاظ کیا گیا۔ اور دوسری صورت میں اعانت علی الطاعۃ ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اسی طرح اگر وہ شریر ہے کہ اگر رکوع کو دراز نہ کریگا تو وہ ایذا پہنچائے گا۔ تو بھی اپنے آپ کو ضرر سے بچانے کے لئے لمبا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس حدیث میں بھی اعانت علی الطاعۃ ہی ہے اور مصلی سے دفع ضرر بھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختصار فرمایا۔

کشمیری صاحب کا بخاری میں اضافہ

فیض الباری ج۲ ص۲۳۳ پر ہے۔ قولہ عن محمد اخشی علیہ عظیماً۔ میں نے اس جملے کو بخاری میں اسی جگہ نہیں۔ پوری بخاری میں تلاش کیا۔ کہیں نہیں ہے اور نہ شارحین نے کسی نسخے میں اس کا پتہ بتایا۔ ہو سکتا ہے کہ کشمیری صاحب کے مخصوص صندوق میں بخاری کا کوئی خاص نسخہ محفوظ ہو اس میں یہ جملہ ہو۔

؏ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ص۹۸ تین طریقے سے۔ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔

ت ۱۴۹

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ فرمایا تم لوگ میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد

اِئْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ ؏

والے تمہاری اقتدار کریں۔

تشریحات، ۱۴۹ اس تعلیق کو امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ صحابہ نماز میں پیچھے کھڑے ہوتے ہیں تو فرمایا آگے آؤ میری اقتدار کرو اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتدار کریں۔ کچھ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے کر دیگا۔

فائدہ باب امام شعبی کا مذہب ہے کہ اگلی صف والے امام کے مقتدی ہیں اور دوسری صف والے اگلی صف والے کے۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ بخاری کا بھی یہی مذہب تھا اس لئے یہ باب باندھا کہ مرد امام کی اقتدار کرے اور لوگ مقتدی کی۔

اس مذہب کی بنا پر اگر امام رکوع سے سر اٹھائے اور اگلی صف کے مقتدی رکوع میں ہوں اور ان کے پیچھے کوئی انھیں رکوع میں پالے تو اسے رکعت مل گئی۔ مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں دین میں پیروی کرنا مراد ہے۔ اور من بعدکم۔ سے بعد میں آنے والی نسل مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگلی صف میں کھڑے ہوکر میری نماز کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور اسی کے مطابق ادا کرو تاکہ تمہیں دیکھکر بعد والی نسلیں بھی ویسے ہی نماز پڑھیں۔

امام بخاری نے جزء القرأت میں یہ لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی امام کو رکوع میں پالے تو اسے وہ رکعت نہیں ملی صرف اقتدار صحیح ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری کا مسلک وہ نہیں جو امام شعبی کا ہے۔ ہوسکتا ہے امام بخاری نے حدیث کے لفظ کی رعایت سے یہ باب قائم کیا ہو۔

اس کے بعد باب کی تائید میں امام بخاری نے مرض وصال والی حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس کے اخیر میں ہے یقتدی ابوبکر بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم والناس یقتدون بصلوۃ ابی بکر۔ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اقتدار کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدار کرتے تھے۔ اسی سے باب کو مناسبت ہے۔ جمہور اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں حضرت ابوبکر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے رکوع وسجدہ کرنے پر رکوع وسجدہ وغیرہ کرتے تھے۔ اور بقیہ حضرات حضرت ابوبکر کی تکبیر سن کر انتقالات کرتے تھے۔ جیسا کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے۔ وابوبکر یسمع الناس التکبیر اور ابوبکر لوگوں کو تکبیر سناتے تھے۔

؏ باب الرجل یأتم بالامام ویأتم الناس بالماموم ص۹۹

ت ۱۵۰

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَ أَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ عـه

اور عبد اللہ بن شداد نے کہا میں نے حضرت عمر کے رونے کو سنا اور میں آخر صف میں تھا یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔ میں اپنے غم اور پریشانی کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔

تشریحات ۱۵۰

غایت باب۔ یہاں باب یہ ہے جب امام نماز میں روتے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی خشیت خداوندی میں یا جنت دوزخ کے ذکر کے وقت نماز میں روئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر کسی اور وجہ سے روئے مثلاً کسی تکلیف یا مصیبت کی وجہ سے روئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ رونا ملحق بالکلام ہوگا۔ ہو سکتا ہے امام بخاری احناف کے مسلک سے کما حقہ، واقف نہ ہوں۔ اور تعریضاً یہ باب باندھا ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر امام بخاری کا مقصد احناف پر تعریض ہے۔ تو ان کا نشانہ خطا کر گیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر کا رونا نہ کسی تکلیف کی وجہ سے تھا نہ کسی مصیبت کی وجہ سے۔ بلکہ خشیت خداوندی کی وجہ سے تھا۔ پھر ہمیں کیا مضر۔ اسی طرح اس ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے بھی باب کو کوئی علاقہ نہیں۔ نماز میں حضرت صدیق اکبر کے رونے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ صرف ام المومنین نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ جب حضور کو نہیں دیکھیں گے۔ تو اپنے اوپر قابو نہ پا سکیں گے۔ رقیق القلب ہیں۔ شدت گریہ کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ جب نماز میں رونے کا ذکر نہیں تو اس سے ثبوت باب کو کیا علاقہ؟۔ پھر حضرت صدیق اکبر کا رونا کسی جسمانی یا دنیوی تکلیف کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے جو دینی وجہ سے ہوتا۔

عـه باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ ص ۹۹۔

حدیث ۴۶۲

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا[ع]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا۔ میں نے عرض کیا کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں تو حضور نے فرمایا ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا اب میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حفصہ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس۔ تم سب یوسف پر گھیرا ڈالنے والی ہو ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حفصہ نے کہا تم سے کوئی بھلائی مجھے نصیب نہیں ہوئی۔

تشریح ۴۶۲

مرض وصال کی تفصیل حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف طرق سے مروی ہے اور حضرت ابو بکر کی امامت پر باصرار تقرری کی تفصیل تین طریقے سے ہے۔ بطریق اسود، بطریق ہشام بن عروہ، بطریق عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ہم نے اپنی عادت کے خلاف اس حدیث کو تینوں طریقے سے درج کیا ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ یہ حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی ایک بہت ہی مستحکم دستاویز ہے۔ جس طرح چند صحابی کی روایت سے حدیث کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے اسی طرح ایک ہی صحابی سے چند تابعی کی روایت سے بھی حدیث کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس حدیث پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔ اب مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔

ع باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ ص۱۰۰-۹۹۔

حدیث ۴۶۳ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ

تم لوگ اپنی صفوں کو سیدھی کرو ورنہ اللہ تمہارے اندر اختلاف پیدا فرما دے گا۔

حدیث ۴۶۴ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کے لئے اقامت

فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ

ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا۔ صفیں ٹھیک کرو

وَتَرَاصُّوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي [ع]

اور خوب مل کر کھڑے ہو میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

تشریحات ۴۶۳، ۴۶۴

صفوں کے بارے میں تین چیزوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اول اگلی صف پوری کرلی جائے۔ دوسرے خوب مل کر کھڑے ہوں۔ تیسرے صفیں بالکل سیدھی رہیں۔ اس سلسلے میں دو باتوں کا ثبوت اس حدیث سے ہے۔ بقیہ پہلی بات پر حدیث گزر چکی کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ صف اول میں کیا ہے پھر بغیر قرعہ کے صف اول میں جگہ نہ پاتے تو لوگ قرعہ اندازی کرتے۔ ایک حدیث[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلی صف پر تین بار دعا فرماتے اور دوسری پر ایک بار۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ عز وجل رحمت پہلے اگلی صفوں پر نازل فرماتا ہے[2]۔ خوب مل کر کھڑے ہونے کے بارے میں فرمایا۔ مَنْ وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله۔ جو صف ملائے گا اللہ عز وجل اسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اس کا رشتہ قطع کردے[3]۔
صفوں کی درستگی کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جتنا اہتمام تھا وہ ظاہر ہے۔ بعد میں خلفاء راشدین،

ع باب تسویۃ الصفوف ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ نسائی امامت مسند امام احمد رابع۔ عہ باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ نسائی امامت۔
[1] نسائی امامت باب فضل الصف الاول علی الثانی ص۱۳۱ [2] نسائی امامت باب کیف یقوم الامام الصفوف ص۱۳۰۔
[3] نسائی امامت۔ باب من وصل صفا ص۱۳۱ ابوداؤد صلوٰۃ۔ باب تسویۃ الصفوف ص۹۷ مسند امام احمد ثانی ص۹۸

حدیث ۴۶۵

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْہِ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا

حضور نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے۔ امام کے خلاف مت کرو جب وہ رکوع کرے

وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا

تو تم لوگ رکوع کرو اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو — اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔

بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو مقرر فرما دیا تھا۔ جب تک وہ لوگ یہ اطلاع نہیں دیدیتے کہ صفیں درست ہوگئیں۔ نماز نہیں شروع فرماتے۔ حضرت علی حضرت عثمان غنی بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے حضرت علی کی عادت یہ تھی کہ نام لے لے کر فرماتے اے فلاں آگے بڑھ اے فلاں پیچھے ہٹ[۱]۔ مسلم شریف میں حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں یہ تفصیل مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس طرح صفوں کو سیدھا فرماتے معلوم ہوتا تھا۔ گویا ان سے تیر سیدھے فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ حضور نے یقین فرما لیا۔ کہ ہم یہ خوب سمجھ گئے ایک دن ایسا ہوا کہ حضور باہر تشریف لائے۔ قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہدیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا سینہ آگے کئے ہوئے ہے۔ فرمایا اللہ کے بندو! صفیں سیدھی کرلو ورنہ اللہ تمہارے اندر اختلاف پیدا فرما دے گا۔

فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ اس سے مراد جاننا ہے حقیقۃً دیکھنا نہیں حضرت علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تاویل ہے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اور یہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں سے ہے۔ اسے علامہ قرطبی نے فرمایا۔ اور امام احمد اور جمہور علماء نے فرمایا۔ کہ مراد آنکھ کے دیکھنے کی طرح حقیقۃً دیکھنا ہے[۲]۔

ضروری تنبیہ ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے بعد بھی اگر صفیں درست نہ ہوں تو جب تک صفیں درست نہ ہوں تکبیر تحریمہ میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ اور یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا معمول تھا۔ یہ جو جاہل عوام میں مشہور ہے کہ جب تک امام مصلے پر نہ آجائے اور صفیں درست نہ ہو جائیں تکبیر کہنے کو جائز نہیں جانتے۔ شریعت پر افترا ر ہے۔

---

۱ عمدۃ القاری خامس ص۲۵۴۔ ۲ عمدۃ القاری ص۲۵۴ خامس۔

وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ وَاَقِيْمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلٰوةِ

اور جب بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو۔ اور صفوں کو سیدھی کرو۔ صفوں کا سیدھی کرنا

فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ عہ

نماز کے حسن میں سے ہے۔

حدیث ۴۶۶

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صفیں

قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ عسہ

سیدھی کرو اس لئے کہ صفوں کا سیدھی کرنا کما حقہ نماز کے قیام کا جز ہے۔

حدیث ۴۶۷

عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

بشیر بن یسار انصاری سے روایت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ

تشریحات ۴۶۵، ۴۶۶

حدیث اول کے مثل حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث گزر چکی ہے۔ اجمعون ۔تک اور اس پر بقدر ضرورت کلام بھی ہو چکا ہے صرف ۔اجمعون ۔ کے بعد کا حصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس حدیث میں زائد ہے۔

مطابقت باب

امام بخاری نے یہاں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ صف سیدھی کرنی نماز کے اتمام میں سے ہے۔ دو حدیثیں لائے ہیں دونوں میں تمامیت کا کوئی ذکر نہیں۔ امام بخاری کے ابواب کے دقائق کو سمجھنا کارے دارد حضرت انس کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تسویت صف، اقامت صلوۃ کا جز ہے۔ اس لئے کہ من تبعیضیہ کا ہی مدلول ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز ہی نہ ہو گی۔ اس شبہ کے ازالے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ افادہ یہ فرمایا کہ مراد کمال نماز سے ہونا ہے۔ اس کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث پہلے پیش کیا جس میں من حسن الصلوٰۃ ہے حسن شی شی کا جز نہیں ہوتا کمال ہوتا ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے معلوم ہو گیا کہ حضرت انس والی حدیث میں، من اقامۃ الصلوۃ سے مراد کمال اقامت ہے یعنی کما حقہ اقامت صلوۃ کا ایک جز تسویت صفوف بھی ہے۔

تشریحات ۴۶۷

تسویت صفوف کا حکم یہاں باب یہ ہے۔ جس نے صف پوری نہیں کی اسکا گناہ۔ مطابقت یوں ہے کہ حضرت انس نے اسے منکر جانا۔ اس لئے یہ گناہ ہے۔ ابن حزم ظاہری

عہ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ ص۱۰۰ باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوۃ ص۱۰۱ مسلم صلوٰۃ۔

عسہ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوۃ ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَ رَسُولَ اللهِ

تشریف لائے تو ان سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے خلاف ہم میں کون کون سی بات

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيمُونَ الصُّفُوفَ

آپ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے سوائے اس کے کہ تم لوگ صفیں سیدھی نہیں رکھتے اور

قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسٌ الْمَدِينَةَ عہ

کوئی بات خلاف نہیں دیکھی۔ اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار سے یوں روایت کیا کہ حضرت انس مدینے ہمارے یہاں آئے۔

نے کہا کہ صفوں کو سیدھی کرنا نماز کا جز ہے۔ اس لئے اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز باطل ہو گی۔ غیر مقلدین کے یہ امام بھی عجیب وغریب بزرگ ہیں۔ اس کا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ اگر پوری صف میں ایک شخص آگے یا پیچھے ہو گیا تو اس صف کے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گی۔ حالانکہ جرم صرف ایک کا ہے۔

یہ قول جمہور کے مذہب ہی کے نہیں احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اسی حدیث سے ثابت کہ لوگ اس وقت صفیں ٹیڑھی رکھتے مگر حضرت انس یا کسی صاحب نے نماز کے اعادے کا حکم نہیں دیا۔ نیز اس کے پہلے والی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ۔ من حسن الصلوٰۃ۔ آیا ہے یعنی جن چیزوں سے نماز میں حسن آتا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اسباب حسن میں سے ایک ہی نہیں سرے سے حسن ہی مفقود ہو تو کیا شی معدوم ہو جاتی ہے۔ کیا بدصورت انسان، انسان نہیں۔ جمہور اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صف سیدھی رکھنی سنت موکدہ ہے۔ اور ترک سنت موکدہ بھی منکر اور موجب اثم ہوتا ہے۔

ایک تطبیق بخاری ہی میں حضرت انس ہی سے دو اور باتیں منقول ہیں۔ پہلی صحیح پر باب وقت العصر میں ہے۔ کہ حضرت امامہ کہتے ہیں کہ ہم ظہر کی نماز پڑھکر حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون سی نماز ہے۔ فرمایا۔ عصر کی۔ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی وقت عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے حاکم حضرت عمر بن عبد العزیز تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ ناگوار ہوا کہ ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی جائے کہ عصر کے وقت سے متصل ہو جائے۔

دوسری صحیح پر باب تضییع الصلوٰۃ عن وقتہا۔ میں ہے کہ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق میں تشریف لائے۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی چیزوں میں صرف نماز رہ گئی تھی۔ اب وہ بھی ضائع کر دی گئی۔ یعنی وقت نکلنے کے بعد پڑھی جانے لگی۔

عہ باب اثم من لم یتم الصفوف ص۱۰۰۔

ت ۱۵۱

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ ۔

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا ٹخنہ اپنے برابر والے کے ٹخنے سے ملا دیتا تھا۔

حدیث ۴۶۸

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ اپنی صفیں سیدھی کرو میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے مونڈھے کو اپنے برابر والے کے مونڈھے سے اور اپنے قدم اس کے قدم سے ملائے رکھتا۔

اور ایک اس حدیث میں ہے۔ بظاہر ان تینوں میں تعارض ہے۔ مگر حقیقت میں نہیں۔ بصرہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسایا تھا۔ حضرت انس بصرہ میں آکر بس گئے تھے۔ یہ مختلف اوقات میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ایک بار حاضر ہوئے۔ تو صرف یہ خرابی دیکھی کہ صفیں ٹیڑھی رہتی ہیں۔ پھر کبھی آئے تو دیکھا کہ نماز دیر کرکے پڑھی جاتی ہے۔ اگرچہ وقت ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ دونوں باتیں خاص مدینہ طیبہ کی ہیں۔

اور ص۷۶ ج۱ پر جو مذکور ہے۔ وہ بصرہ اور دمشق کی بات ہے جبکہ بصرے میں حجاج حاکم تھا۔ اور پورے ملک کا فرما نروا ولید بن عبد الملک تھا۔ اس میں یہ ہے۔ وھذہ الصلوۃ قد ضیعت۔ اور اسی باب کی پہلی حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضور کے عہد مبارک کی کوئی بات نہیں دیکھتا لوگوں نے عرض کیا نماز تو ہے فرمایا الیس صنعتم فیھا ما صنعتم۔ اس میں تم نے کیا کیا کرلیا ہے۔ مہلب نے کہا کہ اس سے مراد وقت مستحب گزار کر پڑھنا ہے۔ مگر علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ وقت گزار کر پڑھنا مراد ہے۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس نے مطلقا فرمایا کہ عہد مبارک کی کوئی بات میں نہیں دیکھتا۔ یہ ارشاد خاص بصرے اور دمشق کے لئے ہے اور حجاج اور ولید کے لئے۔ یا ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی امارت سے پہلے مدینے کا بھی یہی حال رہا ہو۔ بہرصورت یہ مختلف ارشادات مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں۔ یا تیسرا خاص دمشق اور بصرے کے لئے ہے۔ اس مسئلے پر غور کرتے وقت یہ ذہن میں رہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ۸۳ھ تا نہایت ۹۳ھ مدینہ طیبہ کے والی رہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وصال بر بنائے مشہور ۹۳ھ میں ہوگیا تھا۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھیں

ع عہ باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف ص۱۰۰

کہ حجاج ۷۳ھ اور ۷۴ھ میں حرمین اور طائف کا والی بنایا گیا۔ اور ۷۵ھ میں کوفے اور بصرے کا۔

تشریحات ۱۵۱، ۴۶۸ تعلیق مذکور کو امام ابو داؤد[1] نے اپنی سنن میں یوں روایت کیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لوگوں کی جانب روئے انور فرمایا۔ اور تین بار ارشاد فرمایا۔ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ ورنہ بخدا اللہ عز وجل تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرمادے گا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے برابر والے کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملائے رکھتا۔

کعبہ بکعب صاحبہ غیر مقلدین اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ ہر نمازی اپنے پاؤں کے ٹخنے اپنے برابر والے کے ٹخنوں سے چپکا کر کھڑا ہو۔ اسی وجہ سے یہ نماز میں ٹانگوں کو اس طرح پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ کشتی لڑنے کے لئے کھڑے ہیں۔ اسی لئے جیسے پہلوان کشتی سے پہلے سینہ پر دونوں ہاتھ باندھتے ہیں یہ بھی سینے پر ہی باندھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ عمل پوری امت کے تعامل کے خلاف ہے۔ پوری امت نے، الزاق منکب بمنکب وکعب بکعب کے معنی یہ مراد لئے ہیں کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور یہ اتصال صفوف میں مبالغہ پر محمول ہے انسان کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ مونڈھوں سے مونڈھے اچھی طرح ملانے کے بعد بھی ٹخنوں سے ٹخنے ملانے میں کافی تکلف و مشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور کھڑے ہونے کی ہیئت بھی انتہائی بھونڈی ہو جائے گی۔ تکلف اور مشقت کیوجہ سے خشوع وخضوع میں بھی خلل واقع ہوگا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قدم کو قدم سے ملانے کا حکم دیا ہو۔ اور اس حدیث میں جو ہے یہ اصل میں راوی نے اتصال کا جو منظر دیکھا تھا اس کو مبالغے کے ساتھ بیان کیا۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا دونوں قدم ملائے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے۔ تو فرمایا اس نے سنت چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ مراوحہ کرتا تو مجھے اچھا لگتا۔ یعنی دونوں پاؤں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نماز میں ایسی ہیئت رکھنی چاہئے۔ جس میں تکلف اور مشقت نہ ہو۔ ہمارے فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ دونوں قدموں کے مابین تین یا چار انگل کا فاصلہ رکھے۔

علاوہ ازیں بارہا کبھی اتصال مجازی، بمعنی قرب مکانی کے بھی آتا ہے۔ جیسے مررت بزید۔ میں ہے اس تقدیر پر اتصال کا مطلب یہ ہوتا ہے اتنا قریب ہوا جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔ بالکل چپکنا مراد نہیں ہوتا ہے۔ تو اب الزاق کعب بکعب کا مطلب ہوا کہ ایک ٹخنے دوسرے سے اتنے قریب ہوتے جو نمازی کے حال کے مناسب ہے۔ جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔

یہاں یہ خاص بات قابل لحاظ ہے کہ تعامل سلف ایسی اہم چیز ہے کہ اس سے قطع نظر نہیں کیا جاسکتا۔ امام ترمذی بقول غیر مقلدین کے اہل حدیث ہیں۔ ان کی کتاب اٹھا کے دیکھو کتنی جگہ فرمایا۔ حدیث صحیح حسن ہے مگر عمل اس پر نہیں۔

---

[1] صلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ص ۹۷

ت ۱۵۲	وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ عہ اور امام حسن بصری نے فرمایا اس طرح نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کہ امام اور مقتدی یا دو صفوں کے درمیان (چھوٹی) نہر ہو۔
ت ۱۵۳	وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ ابو مجلز نے کہا امام اور قوم کے درمیان راستہ یا دیوار ہو جب بھی اقتدار کرے۔ جب کہ امام
	إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ عہ کی تکبیر سنے۔

کتنی جگہ فرمایا۔ یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس پر عمل ہے۔

اسی طرح یہاں تعامل امت اس پر ہے کہ وہ مونڈھوں کو مونڈھوں سے خوب ملا کر کھڑے ہوتے ہیں مگر قدم کو قدم سے بالکل چپکاتے نہیں۔ بلا تکلف فطری ہئیتوں پر قدموں میں جتنا فاصلہ ہونا چاہیے اتنا رکھتے ہیں۔

تشریح ۱۵۲، ۱۵۳

ابو مجلز کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ امام حسن بصری سے بعض روایتوں میں نہر صغیر بھی مروی ہے۔ ان دونوں اثر کا مطلب یہ ہوا کہ اگر امام اور مصلی یا دو صفوں کے مابین دریا دیوار یا راستہ حائل ہو تو اقتدار صحیح ہے۔ ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ راستہ بہت مختصر ہو۔ جس میں بیل گاڑی بھی نہ جا سکے۔ اسی طرح نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں کشتی نہ چل سکے تو درست ہے۔ ورنہ اگر صفیں متصل نہیں اور بیچ میں اتنا چوڑا راستہ ہے جس میں بیل گاڑی چل سکتی ہے۔ تین صفیں قائم ہو سکتی ہیں۔ تو اقتدار درست نہیں۔ اسی طرح اگر دیوار حائل ہو اور صفیں متصل ہیں اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا تو صحیح ہے ورنہ نہیں ان دونوں تعلیق کا محل یہی ہے یہ حکم میدان یا مسجد کبیر کا ہے۔ رہ گئی مسجد صغیر تو اس میں امام اور مقتدی کے درمیان کتنا ہی فاصلہ ہو اقتدار درست ہے جبکہ امام کا حال معلوم ہوتا ہو۔

عہ عہ باب اذا کان بین الامام والقوم حائط او سترۃ صلا۔

حدیث ۴۶۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذَالِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا حَتّٰى اِذَا كَانَ بَعْدَ ذَالِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ ؏

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ تعالے علیہ وسلم رات میں اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو کھڑے ہو گئے اور حضور کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے جب صبح ہوئی تو اس کو خوب بیان کیا۔ دوسری رات بھی حضور نے قیام کیا۔ تو کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور حضور کی اقتدار میں نماز پڑھنے لگے۔ دو تین رات لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم بیٹھے رہے اور باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ میں نے اندیشہ کیا کہیں رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔

حدیث ۴۷۰

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَاءَهٗ ؏

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی۔ جسے دن میں بچھاتے اور رات میں اسی کا حجرہ بنا لیتے تو حضور کے پاس لوگ جمع ہو گئے اور حضور کے پیچھے صف لگائی

؏ باب إذا كان بين الامام والقوم حائط اوسترة ص۱۰۱ التہجد۔ باب تحريض النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على قيام الليل ص۱۵۲ ثاني اللباس باب الجلوس على الحصير ونحوه ص۸۶۷ ابوداؤد صلوة۔

؏ باب صلوة الليل ص۱۰۱ ثاني اللباس باب الجلوس على الحصير ونحوه ص۸۶۷ مسلم صلوة ترمذی صلوۃ۔ نسائی صلوۃ۔ ابن ماجہ صلوۃ۔

حدیث ۴۷۱

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالے عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَۃً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ مِنْ حَصِیْرٍ فِیْ رَمَضَانَ

علیہ وسلم نے ایک حجرہ بنایا۔ میں نے گمان کیا۔ کہ چٹائی کا۔ رمضان میں اس حجرے میں

فَصَلّٰی فِیْہَا لَیَالِیَ فَصَلّٰی بِصَلٰوتِہٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَلَمَّا عَلِمَ بِہِمْ جَعَلَ یَقْعُدُ

چند راتیں نمازیں پڑھیں پھر حضور کی اقتداء میں کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی جب حضور کو علم ہوا تو حضور بیٹھے رہنے لگے

فَخَرَجَ اِلَیْہِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِیْ رَاَیْتُ مِنْ صَنِیْعِکُمْ فَصَلُّوْا اَیُّہَا النَّاسُ

پھر ایک دن ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگوں نے جو کچھ کیا میں نے جانا۔ اے لوگو! اپنے گھروں

فِیْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوۃِ صَلٰوۃُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ ؏

میں نماز پڑھو۔ گھر میں نماز افضل ہے۔ سوائے فرض کے۔

تشریحات ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱

پہلی حدیث میں یہاں یہ مذکور نہیں۔ کہ یہ واقعہ کب ہوا۔ مگر تہجد، میں تصریح ہے کہ یہ رمضان میں ہوا تھا۔ دوسری حدیث جو کتاب اللباس میں ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ جب لوگ زیادہ ہوگئے تو لوگوں کی طرف روئے انور کر کے فرمایا۔ اے لوگو! اتنا ہی عمل اختیار کرو جس کی طاقت رکھو۔ اللہ عزوجل ہرگز نہیں تھکے گا تم البتہ تھک جاؤ گے۔ اور اللہ عزوجل کو وہ عمل زیادہ پسند ہے جو ہمیشہ ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔ تیسری حدیث کے الفاظ کتاب الاعتصام میں یہ ہیں۔ ایک رات لوگ جمع ہوگئے اور آواز نہیں سنی تو کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ حضور سو گئے ہیں۔ کھنکھارنے لگے تاکہ حضور باہر تشریف لائیں۔ کتاب الادب میں یہ ہے کہ ایک رات لوگ حاضر ہوئے دیر ہوگئی۔ اور حضور باہر نہیں تشریف لائے تو کچھ لوگوں نے اپنی آوازیں بلند کیں اور دروازے پر کنکریاں ماریں تو حضور غضبناک حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے اگر فرض کردی جاتی تو اسے ادا نہ کر پاتے۔

یہ نماز کون تھی یہ نماز، نماز تراویح تھی۔ جسے حضور نے زیادہ سے زیادہ تین دن باجماعت پڑھا۔ کتنی رکعتیں پڑھیں یہ کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ مگر بیہقی میں حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بیس رکعت پڑھی جاتی تھی اور یہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی عہد مبارک میں ہوتا تھا۔ ؎

؏ باب صلوۃ اللیل ص۱۰۱ ثانی الادب باب ما یجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۳ الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۲ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ ؎ عمدۃ القاری خامس ص

فی حجرتہ بعد کی روایتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسجد اقدس میں چٹائی سے گھیر کر حجرہ بنا لیا تھا۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ کتاب اللباس میں ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے یہ تفصیل مذکور ہے۔ کہ رات میں چٹائی سے حجرہ بنا لیتے تھے۔ اور باب التہجد میں حضرت عروہ کی روایت میں فی المسجد، کی تصریح ہے۔ اس لئے کہ اسی حدیث میں ہے۔ کہ حضور نظر آ رہے تھے۔ حجرہ مبارکہ سے نظر آنے کا سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر حجرے سے مراد وہ حصہ ہے جس پر چھت تھی تو بالکل قطعی ہے کہ نظر نہیں آ سکتے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ حجرہ مبارکہ میں جانب غرب آنگن تھا۔ وہاں یہ نماز پڑھی۔ وہاں سے نظر آئے تو یہ بعید ہے کہ آنگن کی دیوار اتنی چھوٹی رہی ہو کہ کھڑے ہونے پر باہر سے دکھائی دے کیونکہ پھر دیوار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ قطعی ہے کہ صحابہ کرام مسجد میں تھے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور حجرہ عائشہ میں تھے۔ تو اقتدار کیسے درست ہوئی۔ حضور کے پیچھے صحابہ کرام نہ ہوئے بلکہ داہنی طرف۔ رہ گئی ابو نعیم کی وہ روایت جس میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کے حجروں میں سے کسی حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ غالباً روایت بالمعنی کا ثمرہ ہے۔ ترجیح صحاح کی روایت کو ہوگی۔ ابو داؤد[1] میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ میں نے یہ حجرہ اپنے گھر کے دروازے پر بنایا تھا تعدد واقعہ پر محمول کرنا بُعد سے خالی نہیں اس لئے کہ جب حضور نے ایک بار منع فرما دیا۔ تو پھر صحابہ کرام نے کیسے اس کی جرأت کی۔ یہ قول کہ دوبارہ پہلی جماعت کے علاوہ دوسرے لوگ رہے ہوں گے۔ ابعد ہے۔ فتحدثوا۔ ہو سکتا ہے کہ حضور نے خود بیان فرمایا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے حضرات نے بیان کیا ہو جیسا کہ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے بیان کیا تھا۔

افضل الصلوٰۃ یعنی نفل نماز گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد کے افضل ہے۔ حتی کہ ابو داؤد[2] میں حضرت زید والی حدیث میں بطریق احمد بن صالح یہ ہے کہ فرائض چھوڑ کر میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے کہ نوافل میں اخفار اور ستر زیادہ اچھا ہے تاکہ ریا و نمود کو دخل نہ ہو۔ نیز یہ کہ اس سے گھروں میں نزول رحمت و برکت ہوگی۔ شیطان کا اثر دور ہوگا۔ لیکن آج کل مساجد ہی میں نوافل کا عام رواج ہو گیا ہے اگر کوئی مسجد میں نفل نہ پڑھے تو عوام اسے متہم کر دیں گے اس لئے عوام کو بدگمانی سے بچانے کے لئے مسجد ہی میں پڑھنا ایک حد تک ضروری ہے۔

کچھ نوافل کا استثناء اس حکم عام سے کچھ نوافل مستثنیٰ ہیں۔ تحیۃ المسجد۔ نماز قبل احرام۔ جبکہ میقات کے قریب مسجد ہو۔ استسقاء۔ کسوف۔ اسی طرح تراویح بھی۔

ایک شبہے کا ازالہ احناف کے یہاں تداعی کے ساتھ نفل مکروہ ہے۔ تداعی کا مطلب یہ ہے کہ امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں۔ اور حضور نے پڑھا۔ جواب یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی۔ اور تراویح اسی

---

[1] اول باب قیام شہر رمضان ص ۱۹۵ فتح الباری ثانی ص ۱۷۶ [2] ابو داؤد باب الرجل یتطوع فی بیتہ ص ۱۴۹۔

حدیث ۴۷۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوْعِ وَیَفْعَلُ ذٰلِکَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَلَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ۔ ع

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابلے تک اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے اٹھتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی ایسا ہی کرتے تھے اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

حدیث کی وجہ سے باجماعت مسنون ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے فرمایا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں اسلئے کہ جدار الحجرہ سے چٹائی کی دیوار مراد لینا انکے نزدیک بہت بڑا مجاز ہے شاید حضرت کے نزدیک دیوار کیلئے مٹی پتھر اینٹ کا ہونا ضروری ہے ہم ثابت کر آئے کہ یہ سب ایک ہی واقعے کا بیان ہے۔

انوار الباری پر تعقب اس سلسلے میں انوار الباری میں ہے ــ ان کے پاس بھی روایتیں ہیں۔ اگلے باب میں ۲ ــ ۳ حدیث بعد بخاری میں بھی ہے ــ اب جس کا جی چاہے بخاری اٹھا کر دیکھلے اس مضمون کی حدیث اگلے باب میں ۲ ــ ۳ حدیث کے بعد کون سی حدیث ہے؟۔ دو حدیثیں ہیں۔ مگر دونوں ام المومنین کی حدیث سے متصل ہیں۔ ایک اسی باب میں دوسری حضرت زید بن ثابت والی حدیث باب صلوۃ اللیل۔ دو تین حدیث کے بعد حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث انما جعل الامام لیوتم بہ ہے نہ کہ مذکورہ بالا حدیث۔

تنبیہ باب صلوۃ اللیل ــ یہاں صرف ــ مستملی کی روایت میں ہے۔ بقیہ روایتوں میں نہیں۔ یہاں اس باب کا کوئی موقع بھی نہیں۔ اس لئے کہ بیان چل رہا تھا صفوں سے متعلق اور اس کے بعد صفتہ الصلوۃ ہے ــ نیز کتاب الصلوۃ کے اخیر میں یہ باب ہے بھی تو اس کی توجیہ وہی صحیح ہے جو علامہ ابن حجر نے فرمائی ہے کہ اس کے پہلے والی حضرت ام المومنین کی حدیث کا اخیر حصہ ــ صلوۃ اللیل تھا۔ غالباً لکھنے میں سہواً یہ جملہ مکرر رہ گیا تو راوی نے سمجھا کہ یہ عنوان باب ہے ــ لفظ باب لکھنے سے رہ گیا ہے۔ تو اس نے اسے باب صلوۃ اللیل کر دیا۔

تشریحات ۴۷۲ ــ ۴۷۳ ــ ۴۷۴ تحریمہ کے وقت کہاں تک ہاتھ اٹھائے ــ ہمارے اور شوافع کے مابین نماز کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں، ان میں سے دو اختلاف کی بنیاد مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں کی لو تک ــ

ع رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع ص ۱۰۲ باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی ص ۱۰۲ باب الی این یرفع یدیہ ص ۱۰۲ مسلم صلوۃ، ابوداؤد صلوۃ، ترمذی صلوۃ، نسائی صلوۃ، ابن ماجہ صلوۃ۔

حدیث ۴۷۳	عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی مَالِکَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَا صَلّٰی کَبَّرَ وَ
	ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ

جب وہ تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو اٹھاتے اور جب رکوع

رَفَعَ یَدَیْہِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَنَعَ ھٰکَذَا ع

سے سر اٹھاتے تو اٹھاتے، اور بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

حدیث ۴۷۴	عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا
	نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز میں داخل ہونا چاہتے تو تکبیر پڑھتے

رَکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ

اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے تو اٹھاتے اور جب

رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَفَعَ ذٰلِکَ ابْنُ عُمَرَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ حَمَّادُ

دو رکعتوں سے اٹھتے تو اٹھاتے، ابن عمر نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ اسے حماد

بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع

بن سلمہ نے عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کیا۔

اٹھایا جائے یا صرف مونڈھوں تک۔ امام شافعی، امام احمد کا قول یہ ہے کہ مونڈھوں تک اٹھائے، امام مالک کا اصح قول یہی ہے[۱] حضرات شوافع وغیرہ کی دلیل حدیث ۴۷۲ ہے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ انگوٹھے کانوں کی لَو تک پہنچ جائیں ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

اول امام مسلم[۲] نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

---

۱ عمدۃ القاری خامس ص ۲۷۳ ۔ ۲ باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین ص ۱۶۸ ۔

ع الاذان باب رفع الیدین اذا کبر ص ۱۰۲ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔

ع الاذان باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین ص ۱۰۲ ابوداؤد۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ کانوں کے برابر ہو جاتے۔ ایک روایت یہ ہے کہ کانوں کی فروع کے برابر ہو جاتے۔

ثانی: اسی کے مثل دار قطنی[1] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ثالث: امام طحاوی[2] نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ حضور کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔

تطبیق: امام ابو جعفر طحاوی نے ان دو متضاد احادیث میں تطبیق یہ دی کہ جب سردی کی وجہ سے گرم لباس اور چادر اوڑھے رہتے تو کاندھوں تک اٹھاتے ورنہ کانوں تک اس لئے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔ اور جب دوبارہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ لوگ اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور وہ گرم کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور کمبل اوڑھے ہوئے ہیں[3]۔

تحقیق یہ ہے کہ اس سلسلے میں روایتیں تین طرح آئی ہیں، مونڈھوں تک، کانوں کی لو تک کانوں کے اوپر تک، ہاتھ ہتھیلی سے لے کر انگلیوں کے سرے تک ہے۔ آپ جب ہاتھوں کو اتنا اٹھائیں کہ انگوٹھے کے سرے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔ تو ہتھیلیوں کی جڑیں مونڈھوں تک رہیں گی۔ اور بقیہ انگلیاں کانوں کے اوپر تک۔ اس لئے ان تمام احادیث کا ماحصل ایک ہوا۔ اس کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد[4] نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ مونڈھوں کی سیدھ میں ہو گئے۔ اور انگوٹھے کانوں کے، پھر تکبیر کہی۔

رفع یدین دوسرا اختلاف یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت مشروع ہے یا دوسرے مواقع پر بھی۔ امام شافعی، امام احمد وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے اٹھتے ہوئے اور سجدے میں جاتے وقت بھی رفع یدین مسنون ہے۔ ان کی دلیل یہ مذکورہ بالا احادیث اور اس کے مثل اور دوسری احادیث ہیں۔

---

[1] عمدۃ القاری خامس ص۲۷۴۔ [2] شرح معانی الآثار باب رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ ص۹۶۔ [3] اول صلوٰۃ باب رفع الیدین ص۱۰۵۔

[4] اول، صلوٰۃ باب رفع الیدین ص۱۰۵۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہے اس کے بعد نہیں، امام مالک کا مذہب معتمد یہی ہے۔ ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

اول۔ امام ابوداؤد[1]، امام ترمذی[2]، امام نسائی[3] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھا دوں؟ انھوں نے نماز پڑھی اور ہاتھ صرف ایک بار اٹھایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا اور فرمایا۔ صحابہ اور تابعین میں سے متعدد حضرات کا یہی قول ہے۔

ثانی :۔ امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[4] میں تین طریقوں سے اور ابوداؤد[5] نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے۔

ثالث :۔ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاتھ صرف سات جگہ اٹھائے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت، اور قبلہ کے سامنے ہونے کے وقت اور صفا و مروہ پر، عرفات اور جمع (مزدلفہ) میں، مقامین میں اور جمرتین کے قریب۔ اسے امام بخاری نے رسالہ رفع یدین میں حضرت ابن عمر سے بھی مرفوعاً روایت کیا۔

رابع :۔ امام بیہقی نے خلافیات[6] میں حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اول نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے۔ یہاں تک کہ فارغ ہو جاتے۔

خامس :۔ امام مسلم[7] اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کیا بات ہے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو یوں اٹھاتے ہو گویا وہ چنچل گھوڑوں کی دم ہیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔

اور بار بار ہاتھ اٹھانا بداہۃً سکون کے منافی ہے اور چنچل گھوڑوں کے دم اٹھانے اور گرانے کے مثل ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا۔ تو اس حدیث سے قطعی طور پر ثابت کہ بار بار رفع یدین ممنوع ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹۔ [2] اول صلوٰۃ باب رفع الیدین عند الرکوع ص۳۵۔ [3] اول صلوٰۃ باب ترک ذلک ص۱۵۸۔ [4] اول باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود ص۱۱۰۔ [5] اول باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹۔ [6] کشف الرین للشیخ محمد ہاشم السندی۔
[7] اول صلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ص۱۸۱۔

79

تنقیح و تمحیص اس سلسلے میں قول محقق وہ ہے جو امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ ابتدا اسلام میں رفع یدین کا حکم تھا۔ بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن بزرگوں سے رفع یدین مروی ہے خود انھیں کا فعل یہ مروی ہے کہ وہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں نہیں کرتے تھے۔ مثلاً اس سلسلے کی سب سے قوی حدیث جس پر مخالفین کو بہت غرّہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث زیر بحث ہے مگر خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فعل مروی ہے کہ وہ رفع یدین تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[1] میں روایت کیا کہ امام مجاہد کہتے ہیں — کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ تکبیر اوّل کے علاوہ وہ کہیں ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

اسی طرح حضرت علی سے بھی رفع یدین کی روایت آئی ہے — مگر ان کا عمل اس کے برخلاف تھا اُسی میں بطریق عاصم بن کلیب عن ابیہ مروی ہے — کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے تھے۔ امام طحاوی کے علاوہ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ[2] اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی رفع یدین کی حدیث مروی ہے۔ مگر ان کا عمل ترک رفع یدین تھا۔ امام طحاوی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے امام اسود سے روایت کیا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اُٹھاتے۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ ایک صحابی خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فعل روایت کریں اور خود اُس کے برخلاف عمل کریں۔ کیا صحابہ کے بارے میں ایسا سوچا جا سکتا ہے؟ — کہ سنت رسول کی مخالفت کریں گے جب کہ صحابہ کرام کا طریقہ معلوم ہے کہ وہ عبادات تو عبادات ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات میں بھی مکمل طور پر پیروی کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حال سب کو معلوم ہے۔ حدیث گذر چکی کہ مکہ معظمہ کے راستے میں جن جن مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں۔ یہ انھیں تلاش کر کر کے بالقصد ان مقامات پر نمازیں پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عبادت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی مخالفت کریں — اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ انھوں نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اس کا منسوخ ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے اسی لیے انھوں نے اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کیا۔ اس طرح تمام احادیث میں تعارض دور ہو جاتا ہے اور بات منقح ہو جاتی ہے۔

---

[1] اول باب التکبیر فی الرکوع والتکبیر فی السجود ص۱۱۰ [2] عمدۃ القاری خامس ص۲۷۴

شبہات و جوابات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر مندرجہ ذیل شبہات مختلف حضرات نے کیئے ہیں۔ جن کے علماء احناف نے تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔ ان شبہات و جوابات کو یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔

۱ امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا۔ رفع یدین کی حدیث بطریق زہری عن سالم عن ابیہ ثابت ہے۔ مگر حضرت ابن مسعود کی حدیث ثابت نہیں۔ اس کا جواب ابن دقیق العید مالکی شافعی نے اپنی کتاب الامام میں یہ دیا۔ حضرت ابن مبارک کے نزدیک ثابت نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حقیقت میں ثابت نہ ہو۔ اور اگر اس پر کسی نے کچھ کہا ہے تو اس کا جواب ممکن نہ ہو۔ اس حدیث کے ایک راوی عاصم بن کلیب ہیں۔ ان پر کچھ کلام کیا گیا مگر وہ حقیقت میں ثقہ ہیں۔ جیسا کہ ابھی مفصل آتا ہے۔

۲ ابن القطان نے کتاب الوہم والایہام میں یہ شبہ وارد کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ البتہ وکیع نے جو یہ کہا۔ ثم لا یعود۔ یہ منکر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کبھی اسے اپنی طرف سے کہتے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کے فعل کی حکایت کر رہے ہیں اور کبھی حدیث کے تابع بیان کرتے گویا وہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ اب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یہ حدیث امام وکیع ہی سے متعدد کتب میں متعدد طرق سے مروی ہے سب میں ثم لا یعود کا ہم معنی حضرت ابن مسعود کا ارشاد منقول ہے۔ نیز نسائی میں بطریق عبداللہ بن مبارک ہے۔ ثم لم یعد۔ ابوداؤد میں بطریق معاویہ و خالد بن عمرو و ابو حذیفہ ہے، فرفع یدیہ اول مرۃ و قال بعضھم مرۃ واحدۃ۔ یہ کہنا دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔ اور یہ کہنا کہ پہلی بار ہاتھ اٹھایا یا ایک بار اٹھایا سب کے معنی ایک ہی ہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ تنہا امام وکیع ہی کی روایت نہیں بلکہ سفیان ثوری کے دیگر تلامذہ حضرت ابن مبارک وغیرہ بھی روایت کرتے ہیں۔

۳ دارقطنی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے لم یعد نہیں روایت کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسند امام احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ مسند امام احمد نیز مصنف ابن ابی شیبہ اٹھا کر دیکھ لو اس میں صاف ہے۔

فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ   حضور نے صرف ایک ہی بار ہاتھ اٹھایا

یہ یعنی مرۃ واحدۃ ثم لم یعد کے ہم معنی اور ہمارے دعوے پر زیادہ قطعی ہے۔ اس میں اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں جو مخالفین کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ دوسری رکعت میں اٹھتے ہوئے تکبیر کے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ حالاں کہ یہ تاویل بھی جیسی ہے ظاہر ہے۔

۴ دارقطنی نے یہ شبہ کیا کہ وکیع کے تلامذہ نے یہ حدیث روایت کیا اور اس میں لم یعد۔ نہیں۔ اس کا

---

۱ اول صلوٰۃ باب ترک ذلک ص۱۵۸ ۲ اول صلوٰۃ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹ ۳ اول، ص۳۸۸

جواب یہ ہے کہ امام وکیع کے متعدد اصحاب نے اس کے ہم معنی روایت کیا۔ ابھی گذرا کہ امام احمد بن حنبل امام ابن ابی شیبہ نے فلم یرفع یدیہ الامرۃ روایت کیا۔ نیز طحاوی میں، نعیم بن حماد اور یحیی بن یحیی نے ابو داؤد میں عثمان بن شیبہ نے ترمذی میں ھناد نے نسائی میں محمود بن غیلان نے امام وکیع ہی سے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ امام وکیع کے تلامذہ نے یہ روایت نہیں کیا ہے۔

۵ امام بخاری اور ابو حاتم نے کہا کہ اس میں سفیان سے وہم ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ عاصم سے ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز شروع فرمائی۔ اور ہاتھوں کو اٹھایا دونوں ہتھیلیاں ملائیں اور دونوں گھٹنوں کے درمیان کر لیا۔ کسی نے بھی وہ نہیں کہا جو سفیان ثوری نے کہا۔ امام احمد نے فرمایا کہ مجھ سے یحیی بن آدم نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن ادریس عن عاصم والی کتاب دیکھی۔ اس میں۔ ثم لم یعد۔ نہیں۔ اور جو کتاب میں ہو وہ زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ اس کے تین جوابات ہیں۔ اول یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ جس پر دونوں حدیثوں کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ ثانی یہ کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ دونوں دو حدیثیں نہیں تو ابن ادریس کے بالمقابل ترجیح سفیان کی حدیث کو ہوگی، سفیان بہ نسبت ابن ادریس کے زیادہ ثقہ زیادہ معتمد ہیں۔ علامہ ابن حجر نے سفیان کو ثقہ حافظ امام حجت کہا ہے۔ ثالث۔ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں اس کا یہ جواب دیا کہ بخاری اور ابو حاتم نے کہا۔ سفیان سے وہم ہوا اور ابن قطان وغیرہ نے کہا۔ وکیع سے وہم ہوا۔ تعارض کی وجہ سے دونوں قول ساقط اور حدیث چونکہ ثقات سے مروی ہے اس لیے حجت ہے۔

۶ امام بیہقی نے اپنی سنن میں پھر ابن عبد الہادی نے تنقیح میں ابو بکر بن اسحاق کا یہ قول نقل کیا۔ ہو سکتا ہے حضرت ابن مسعود دیگر مواقع پر رفع یدین بھول گئے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر احادیث کے صریح مضامین یہ کہہ کر رد کرنے کی راہ کھول دی جائے۔ تو دین کا خدا حافظ۔ کوئی گستاخ دریدہ دہن رفع یدین کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ مکھی اڑانے کے لیے کیا تھا۔

۷ اس حدیث کے راوی عاصم بن کلیب غیر مقبول ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ان کو ابن معین، نسائی اور ابو صالح نے ثقہ کہا۔ البتہ ابن مدینی نے کہا اگر یہ تنہا کوئی حدیث بیان کریں تو وہ لائق حجت نہیں۔ مگر وہ یہاں منفرد نہیں۔ اس کی متابع روایت موجود ہے۔ دار قطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ، ان الفاظ میں روایت کیا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ یہ حضرات نماز شروع کرنے کے علاوہ اور کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس حدیث کے راوی محمد بن جابر کے بارے میں بھی کلام کیا گیا ہے۔ مگر راجح یہ ہے کہ ان کی حدیث معتبر ہے۔ پھر متابعت کے لیے ضعاف بھی کافی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی متابع سیدنا امام اعظم کی یہ حدیث ہے۔ جو امام نے[1] بطریق حماد عن ابراہیم

[1] فتح القدیر جلد اول ص ۱۳۵

عن علقمہ والاسود عن عبداللہ، روایت کیا۔ جس میں یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے۔

۸ عبدالرحمٰن نے علقمہ سے نہیں سنا ہے۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کا یہ جواب دیا۔ یہ قول باطل ہے کسی نامعلوم شخص کا قول ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ یہ ۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ بروایتے اسی سال حضرت ابراہیم نخعی کا بھی وصال ہوا۔ اور امام نخعی کا علقمہ سے سماع بالاتفاق ثابت تو علقمہ سے عبدالرحمٰن کے سماع سے کیا چیز مانع ہے۔ خطیب نے کتاب المتفق و المفترق میں عبدالرحمٰن کے حالات میں لکھا۔ انھوں نے اپنے باپ اور علقمہ سے سنا۔

حدیث براء پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ اس میں۔ ثم لم یعد۔ حضرت ابن مسعود کا قول نہیں۔ یہ یزید ابن ابی زیاد نے اپنی طرف سے بڑھا دیا جسے ادراج کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھیں سے امام شعبہ، امام ثوری وغیرہ حفاظ نے اس حدیث کو روایت کیا۔ مگر کسی نے۔ لم یعد۔ ذکر نہیں کیا۔ حمیدی نے کہا۔ یہ زیادتی صرف یزید روایت کرتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ صحیح نہیں۔ یوں ہی امام بخاری، یحییٰ، دارمی، حمیدی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ حدیث واہی ہے۔ یزید زمانے تک یہ حدیث روایت کرتے رہے۔ مگر ثم لم یعد روایت نہیں کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے انھیں تلقین کی تو اسے ذکر کرنے لگے۔ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی، میں ہے کہ امام بیہقی نے سفیان بن عیینہ کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ حضرت براء نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا۔ جب میں کوفے آیا تو یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سنا اور یہ زیادہ کیا ثم لا یعود میں نے گمان کیا کہ کوفے والوں نے انھیں سکھا دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ان بزرگوں پر رحم فرمائے۔ محض گمان سے اتنی بڑی بات کہنی جائز نہیں۔ من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ اگر یہ بات صحیح تھی تو طعن کے لیے ادراج کے قول کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یزید کے غیر معتبر ہونے کے لیے یہی کافی تھا کہ ایک غلط بات محض کوفے والوں کے کہنے سے حضور کی طرف منسوب کر دی۔ اب ان کی روایات کا کیا اعتبار؟۔ پھر یہ کہ یہی حدیث یزید بن ابی زیاد کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا۔ مثلاً امام طحاوی، امام ابو داؤد، امام بیہقی نے عیسیٰ بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ سے اور ان دونوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یہی حدیث۔ ثم لا یعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز یہ کہ خود یزید بن ابی زیاد سے سفیان بن عیینہ کے دوسرے بہت سے تلامذہ نے ثم لا یعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مثلاً۔ اسمٰعیل بن زکریا محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، شریک، ہشیم اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق وغیرہ ایک جماعت نے ــــ اب اس حدیث کی صحیح پوزیشن یہ ہوئی

کہ یزید بن ابی زیاد کی روایت کو عیسٰی اور حکم کی روایت سے قوت ملی اور محمد بن عبد الرحمٰن کی روایت کو محدثین کی ایک جماعت کی روایت سے تقویت ملی۔

امام احمد اور ابن عیینہ کا یہ فرمانا کہ پہلے ثم لا یعود کے بغیر روایت کرتے تھے۔ کوفہ آنے کے بعد اس اضافے کے ساتھ روایت کرنے لگے۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ کبھی صرف حدیث کا اتنا حصہ بیان کیا جتنے کی اس وقت ضرورت تھی۔ اور کبھی پوری مکمل حدیث روایت کی۔ اس قسم کے اختصار کی بے شمار مثالیں خود بخاری میں موجود ہیں۔

حدیث ابن عباس

اس پر پانچ شبہے وارد کئے گئے ہیں ۱ کہ اسے تنہا ابن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے اور وہ قابلِ احتجاج نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ عجلی نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ فقیہ صاحب سنت بہت سچے اور جائز الحدیث تھے۔ یعنی ان کی حدیث مقبول ہے۔ یعقوب بن ابی سفیان نے کہا یہ ثقہ عادل ہیں ان کی حدیث میں کچھ کلام ہے اور ذرا نرم تھے۔ ابو حاتم نے احمد بن یونس سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا یہ یعنی ابن ابی لیلیٰ پوری دنیا والوں سے زیادہ فقیہ تھے۔

۲ امام شعبہ نے فرمایا کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں ان میں یہ حدیث نہیں۔ اس کا یہ جواب ہے کہ امام شعبہ نے اپنی دانست کے مطابق کہا۔ ورنہ ترمذی نے۔ حکم عن مقسم کثیر احادیث روایت کی ہیں اور ان کے اکثر میں تحدیث اور سماع کی تصریح ہے۔ جیسا کہ مقدمہ تنسیق النظام میں ہے۔

۳ امام وکیع نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کبھی موقوفاً روایت کیا اور کبھی مرفوعاً جیسے خود حضرت ابن عمر کی حدیث بھی دونوں طرح مروی ہے۔ اس سے مرفوع ہونے کی نفی کیسے ثابت ہوئی ــــــ دوسرے یہ کہ یہ معاملہ عبادت کا ہے۔ اس میں قیاس کو دخل نہیں اس لئے یہ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

۴ اس حدیث کے ظاہر سے جو حصر متبادر ہے۔ وہ قطعی مراد نہیں اس لئے کہ ان سات جگہوں کے علاوہ اور دوسرے مواقع پر بھی رفع یدین ثابت ہے۔ مثلاً تکبیرات عیدین اور قنوت میں دعا کے وقت ــــ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو موقوف مانیں تو یہ حضرت ابن عباس کے اپنے علم کی بات ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے مواقع پر رفع یدین کا انھیں اس وقت تک علم نہ ہوا ہو مگر پنج وقتہ نمازوں میں رفع یدین کا علم ان صحابہ کو نہ ہونا جو دائم حاضر باش تھے بمنزلۂ عدم ضرور ہے۔ اس لئے کہ روزانہ پانچ پانچ بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھیں اور رفع یدین نہ دیکھیں قریب قریب محال ہے۔

اور اگر یہ حدیث مرفوع ہے جیسا کہ حقیقت میں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ نصوص میں ایسا بہت ہے کہ کچھ احکام صیغۂ حصر سے بیان ہوتے ہیں مگر دوسری نصوص سے وہ حکم انھیں میں منحصر نہیں رہتا۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴿۱۷۳﴾ بقرہ

اللہ نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے غیر کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حرام فرمایا ہے۔

کیا اس آیت کے حصر کو سامنے رکھ کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور کچھ حرام نہیں سب حلال ہیں۔

۵ - خود حضرت ابن عباس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رکوع میں رفع یدین کیا اور احناف کا یہ قاعدہ ہے کہ راوی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو وہ حدیث قابل استدلال نہیں رہتی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کا اجراء اسوقت ہے جب یہ معلوم ہو کہ راوی نے یہ عمل روایت کے بعد کیا ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب کیا ہے یا یہ معلوم ہو کہ روایت سے پہلے کیا ہے تو حدیث مجروح نہیں ہوتی لائق استدلال رہتی ہے۔ اور یہاں تاریخ معلوم نہیں اس لئے حدیث لائق احتجاج ہے۔

حدیث جابر بن سمرہ:- اس پر امام بخاری نے اپنی شان جلال کے ساتھ بہت ہی سخت لہجے میں یہ اعتراض کیا ہے۔ اس حدیث سے بے علم نے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قیام و رکوع کے بارے میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ یہ تو اس بارے میں ہے کہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ قعدہ اخیرہ میں سلام کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرتے اور ہاتھوں سے اشارہ کرتے۔ چنانچہ خود مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہ ہی سے بطریق عبید اللہ بن القبطیہ یہ تفصیل مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو کہتے —— السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور اپنے ہاتھوں سے دونوں جانب اشارہ کرتے تو حضور نے یہ فرمایا۔ اس کا جواب امام جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں یہ دیا۔ ہم نے جو حدیث ذکر کی وہ بطریق تمیم بن طرفہ الطائی ہے۔ وہ اور ہے۔ اور یہ جو بطریق عبید اللہ بن القبطیہ مروی ہے یہ دوسری حدیث ہے۔ دونوں میں دو الگ الگ مواقع کے الگ الگ واقع مذکور ہیں۔ اس کی دلیل دونوں کے سیاق ہیں۔ ہماری مستدل تمیم بن طرفہ والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر داخل ہوئے اور ہم اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے۔

جیسا کہ ابوداؤد اور مسند امام احمد میں ہے —— اور نسائی اور مسلم میں یوں ہے۔

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر نکل کر آئے۔

اور عبید اللہ بن القبطیہ کی حدیث بخاری میں یوں ہے۔

کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم۔

ہم جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو السلام علیکم کہتے۔ (الحدیث)

ابوداؤد میں یوں ہے۔

كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فسلم احدنا اشار بيده الى من عن يمينه وعن يساره - الحديث

ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے اور سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کرتے تو حضور نے وہ فرمایا۔

غور کیجیے تمیم کی روایت میں ہے کہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے ہم نماز پڑھ رہے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو فرمایا اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ صحابہ تنہا تنہا نماز پڑھ رہے تھے اور اثناء نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ اور یہ اٹھانا صرف رکوع میں جاتے اور اٹھتے اور سجدے میں جاتے ہوئے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ تمہارا کیا حال ہے تم ہاتھوں کو یوں اٹھاتے ہو جیسے چنچل گھوڑوں کی دم، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ارشاد خاص متنازع رفع یدین کے بارے میں ہے اس لیے یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ متنازع رفع یدین منسوخ ہو گیا۔ اور عبید اللہ کی روایت میں صاف صاف ہے۔ کہ ہم حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز سے باہر ہونے کے لیے سلام کے وقت ہم نے اشارہ کیا تو حضور نے وہ فرمایا۔ دونوں کے مضمون میں کتنا فرق ہے پھر یہ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ علم والا کون ہے ---؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ سلام کے وقت اشارہ کرنے والے کو اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز میں سکون کے ساتھ رہو) کہنا لغو ہے وہ اب نماز میں کہاں ہے وہ نماز سے باہر ہو گیا۔ اسکنوا فی الصلوٰۃ" دلیل ہے کہ نماز کے اندر سکون کے خلاف کوئی بات ہوتی تھی جس پر یہ فرمایا تو دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں دو الگ الگ واقعے مذکور ہیں۔ دوسرے یہ کہ طرفہ کی حدیث اور ہے اور عبید اللہ کی حدیث اور ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر جو یہ فرمایا۔ کہ اگر یہ نماز میں رفع یدین کے بارے میں ہو تو لازم آئے گا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اور قنوت میں اور تکبیرات عیدین میں بھی رفع یدین ممنوع ہو۔ اس کا جواب یہ ہے۔ یقیناً اگر دوسری حدیثوں سے ان مواقع پر رفع یدین ثابت نہ ہوتا تو مشروع نہ ہوتا۔ مگر دوسری احادیث کی وجہ سے مذکورہ بالا مواقع پر رفع یدین اس حکم عام سے مستثنیٰ ہو گیا۔ اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نماز میں ہے کہاں؟ تکبیر تحریمہ ہمارے یہاں نماز کی شرط ہے رکن نہیں۔ نیز عیدین کی تکبیرات زوائد میں رفع یدین احناف میں مختلف فیہ بھی ہے۔ امام ابو یوسف اس کے قائل نہیں۔

حدیث عباد بن زبیر

اس پر امام ابن دقیق العید نے یہ فرمایا کہ عباد تابعی ہیں۔ اس لیے یہ حدیث مرسل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احناف اور امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔ اس لیے یہ شبہ ساقط ہو گیا۔

دعویٰ نسخ پر شبہ اور جواب

امام طحاوی نے رفع یدین والی حدیث کو فرمایا کہ منسوخ ہے امام زیلعی نے اس پر نصب الرایہ میں فرمایا۔ شیخ نے "الامام" میں فرمایا۔ رفع یدین کی حدیث منسوخ ہونے کا دعویٰ اس لیے صحیح نہیں کہ بطریق موسیٰ بن عقبہ عن نافع، حضرت ابن

عمر ہی سے یہ بھی مروی ہے۔ فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملے۔ (اس زیادتی کو بیہقی نے ذکر کیا ہے) بیہقی نے یہ حدیث ذکر کر کے فرمایا اس سے ثابت ہو گیا کہ امام مجاہد کی وہ روایت خطا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر تکبیر افتتاح کے علاوہ اور کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کے ایک نہیں دو دو راوی متہم بوضع الحدیث ہیں۔ ایک عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی، میزان میں امام ذہبی نے لکھا کہ سلیمان نے انھیں منہم بوضع الحدیث کیا۔ دوسرے عصمہ بن محمد انصاری کے بارے میں کہا۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی نہیں۔ یحییٰ نے کہا۔ کذاب ہے حدیث گڑھا کرتا تھا۔ عقیلی نے کہا۔ ثقات سے باطل احادیث بیان کرتا تھا۔ دارقطنی وغیرہ نے کہا یہ متروک ہے۔

خلاصۂ ابحاث ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداءً رفع یدین کیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں منع فرمایا۔ اس لیے وہ منسوخ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر حضرت علی، حضرت ابن عمر حضور کے وصال کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا صحیح و محقق یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور مواقع پر رفع یدین ممنوع ہے۔

خاص نکتہ یہاں خاص امر یہ غور طلب ہے کہ رفع یدین کے سلسلے میں ہمارے مخالفین کو تسلیم ہے کہ سب سے صحیح حضرت ابن عمر کی حدیث ہے۔ بقیہ احادیث پر بوجوہ کلام کیا گیا ہے۔ جسے طول ممل ہونے کی وجہ سے میں نے بیان نہیں کیا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے جیسا کہ خود بخاری میں ہے۔ زیر بحث احادیث میں تیسرے نمبر کی حدیث ہے۔ نیز ابو داؤد میں حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت علی کی حدیث میں بھی ہے۔ نیز ابو وائل کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ کہ جب دوسری رکعت کیلئے سجدے سے سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے بلکہ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہر جھکنے اور اٹھنے کیوقت رفع یدین کرتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رفع یدین کے شائقین سجدوں سے اٹھتے وقت پہلی رکعت کے سجدہ اخیرہ سے اٹھتے ہوئے اور دو رکعت کے قعدہ سے اٹھتے ہوئے کیوں رفع یدین نہیں کرتے اگر آپ کہیں کہ یہ حصہ متکلم فیہ ہے تو گذارش ہے کہ آپلوگوں کی پسندیدہ جگہوں کے بارے میں جتنی بھی احادیث آئی ہیں وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ پھر آپلوگ سے بھی کیوں نہیں چھوڑتے۔ رفع یدین ان مسائل میں سے ہے جسے آج کل غیر مقلدین نے اپنے وقار کا مسئلہ بنا رکھا ہے اس لیے ہم نے اس پر کسی قدر تفصیل سے کلام کیا۔ اگرچہ ابھی اس کے بہت سے گوشے رہ گئے ہیں مگر انصاف پسند کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اور معاند و مجادل کے لیے دفتر کا دفتر بیکار ہے جو حضرات چاہیں وہ فتح القدیر عینی، شرح ہدایہ، عمدۃ القاری، شرح بخاری، انتصار الحق وغیرہ مطالعہ کریں۔ اخیر کتاب اردو میں ہے۔

لطیفہ رفع یدین کے سلسلے میں علامہ ابن حجر نے یہاں تک لکھا ہے کہ میرے شیخ حافظ ابو الفضل نے تلاش و جستجو کی تو اس کے راوی صحابہ کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی ہے علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادۃ میں لکھا کہ اس سلسلے کے اخبار و آثار چار سو تک ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ سب روایات

واخبار ان بزرگوں نے تحریر نہیں فرمائے ورنہ ہم بھی دیکھتے کہ ان کی حیثیت کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ رفع یدین کی احادیث صحیح وسقیم کل ملا کر پندرہ صحابہ سے مروی ہیں۔ مگر چونکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ رفع یدین ابتدا میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ تو کثرت رواۃ وقلت رواۃ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگر صراحۃً ترک رفع یدین کی احادیث میں ان صحابہ کرام کی احادیث شامل کر دی جائیں جنھوں نے نماز کے ارکان بتائے اور رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ذکر کیا۔ حالانکہ ضرورت اس کی داعی تھی کہ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع یدین ان کے نزدیک ثابت تھا تو اسے ضرور بیان کرتے۔ اور ضرورت کے وقت سکوت بیان ہے تو ترک رفع یدین کی احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد رفع یدین کی روایت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہو جائے گی۔

رفع یدین نہ کرنیوالے صحابہ

بدائع میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرات عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان دس حضرات کے علاوہ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر حضرت براء بن عازب، جابر بن سمرہ ابو سعید خدری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ پندرہ صحابہ ہیں جن کے بارے میں روایت موجود ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بقیہ صحابہ سے روایت نہیں آئی مگر سب کو معلوم ہے۔ عدم روایت، روایات عدم نہیں۔

رفع ذلك الى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

حدیث ۷۰۵ میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عمر جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ یعنی یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا۔ یہ حدیث موقوف ہے یا مرفوع اس بارے میں محدثین کے مابین اختلاف ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے حضرت ابن عمر کا قول ہے مرفوع نہیں۔ بیہقی نے۔ العلل۔ میں اختلاف ذکر کر کے کہا "اشبہ بالصواب" عبد الاعلیٰ کا قول ہے جو بخاری میں ہے۔ یعنی یہ حدیث مرفوع ہے بعض روایات میں۔ الرکعتین۔ کے بجائے۔ السجدتین آیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ ہر سجدہ کے بعد اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے" مگر سجدہ کے معنی رکعت بھی آتا ہے اسلئے حین یرفع رأسہ من السجود اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے" کیساتھ تطبیق کیلئے "والسجدتین" سے الرکعتین مراد لیا جاسکتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ بھی حدیث جابر بن سمرہ سے منسوخ ہے جس کی بحث ابھی گذری۔

ایک فریب کا ازالہ

آج کل غیر مقلدین رفع یدین کے سلسلے میں صرف احناف کو نشانہ بناتے ہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ صرف احناف ہی تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے انکے علاوہ ابو بکر بن عیاش نے فرمایا میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ امام ثوری امام عبد اللہ بن مبارک امام احمد کے استاد اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ نیز قیس، شعبی، ابن ابی لیلیٰ اسود، علقمہ، ابو اسحق وغیرہ کا بھی یہی مذہب تھا بلکہ امام مالک کے زمانے میں اہل مدینہ کا اس پر تعامل تھا۔

---

[1] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۷۲

حدیث ۴۷۵

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں اپنا

الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي ذٰلِكَ

داہنا ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے۔ ابو حازم نے کہا۔ میں یہی جانتا ہوں کہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِي [ع]

پہنچاتے تھے۔ اسماعیل نے کہا۔ اس کو پہنچایا جاتا تھا یہ نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

تشریحات ۴۷۵:۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے مگر ابوداؤد[۱] اور نسائی[۲] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور بایاں ہاتھ داہنے پر رکھے ہوئے تھے کہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو ان کے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر رکھا جائے گا کلائی پر نہیں۔ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے کہ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا۔ نسائی میں حضرت وائل سے مروی ہے کہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑے ہوئے تھے۔ احناف نے ان تمام احادیث کے مابین یوں جمع فرمایا ہے۔ کہ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑے، بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رکھے۔ اور داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔

ہاتھ کہاں باندھے:۔ امام مالک کا مذہب معروف اور مالکیہ کا مختار یہ ہے کہ قیام میں ہاتھ باندھا نہ جائے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ سینے کے نیچے ناف کے اوپر باندھا جائے۔ اور یہی امام شافعی کا بھی مذہب ہے۔ امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں۔ ایک مذہب یہ ہے کہ باندھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔ یہ امام اوزاعی اور ابن منذر کا مذہب ہے۔ اسلاف کا اس کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں۔ اس لئے غیر مقلدین کا یہ قول کہ ہاتھ سینے پر باندھا جائے۔ اسلاف کے مذہب سے خارج اور ان کے اجماع مرکب کے خلاف ہے۔ اس پر غیر مقلدین حضرت وائل بن حجر

ع اول اذان باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ ص۱۰۲۔

۱ اول صلوٰۃ باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ ص۱۱۰۔

۲ اول صلوٰۃ باب فی الامام اذا رأی الرجل قد وضع شمالہ علی یمینہ ص۱۴۱۔

کی حدیث سے سند لاتے ہیں جس میں یہ ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا پھر انھیں سینے پر رکھا۔ اسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں دو طریقے سے ذکر کیا۔ دونوں مجروح ہیں۔ اسی طرح یہ صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے مگر وہ بھی مطعون ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت جریر کی حدیث[1] سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ کے گٹے کو داہنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے۔ ناف کے اوپر۔ حضرت سعید بن جبیر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا[2] کہ ہاتھ ناف کے اوپر باندھے۔ مگر یہ دونوں حدیثیں لائق احتجاج نہیں۔ پہلی حدیث ابو بدر شجاع بن الولید عن ابی طالوت عبد السلام بن ابی حازم تنہا روایت کرتا ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے مقدمہ میں اور امام ذہبی نے میزان میں فرمایا۔ لین الحدیث ہے، متقن نہیں اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر کے اثر پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔ پھر وہ تابعی ہیں۔ اور حضرت امام اعظم بھی تابعی اس لئے دونوں قول مساوی ہو گئے۔ گزر چکا کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا تابعین سے ہم نزاع کرتے ہیں اور وہ ہم سے۔

ہماری دلیل ابو داؤد بروایت ابن الاعرابی اور مسند امام احمد[3] میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے اور اسی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے پکڑنا۔ ان دونوں حدیثوں کے ایک راوی عبد الرحمن بن اسحاق کوفی ضعیف ہیں۔

ابن حزم نے محلی میں تعلیقا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ اخلاق نبوت میں سے تین چیزیں ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا۔ سحری میں دیر کرنا۔ نماز میں ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھنا۔ اس پر کوئی کلام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ صحیح ہے۔ اسی پر احناف کا عمل ہے۔

---

[1] ابو داؤد اول باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ بروایت ابن الاعرابی

[2] ابو داؤد بروایت ابن الاعرابی ایضاً۔

[3] اول ص۱۱۰۔

حدیث ۴۷۶

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَ رُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ ۔ [ع۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرو! بخدا میں اپنے پیچھے اور کبھی وہ کہتے۔ پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

حدیث ۴۷۷

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ [ع۲]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر، الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع فرماتے تھے۔

تشریحات ۴۷۶:- مطابقت۔ یہاں باب یہ ہے۔ نماز میں خشوع کا بیان۔ خشوع کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ فروتنی و عاجزی کرنا۔ ڈرنا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مومن کے ساتھ نرم برتاؤ کرے اور ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ نظر نیچی رکھنا اور بازو جھکائے رکھنا۔ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا۔ رکوع اور سجدے کا نام خشوع نہیں۔ سکون اور عمدہ ہیئت کا نام ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ موضع سجود سے نظر نہ ہٹانا۔ ایک قول یہ ہے کہ نماز میں ہمہ تن متوجہ ہونا اور ماسوا سے اعراض کرنا۔ ابوبکر واسطی نے کہا۔ سچے دل سے اللہ کے لئے نماز پڑھنا بغیر کسی عوض کے۔ خشوع کے ان مختلف معانی میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت عمرو بن دینار نے بتایا کہ سکون اور عمدہ حالت کا نام ہے۔ جب نمازی صحیح طریقے سے رکوع اور سجدہ کرے گا تو اچھی ہیئت ہوگی اسی کا اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث کا اخیر حصہ گزر چکا ہے۔

تشریحات ۴۷۷ احناف کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت الحمد للہ سے شروع کرتے ہیں، بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں۔ بخلاف شوافع کے کہ وہ بسم اللہ ہی سے بلند آواز سے جہری نمازوں میں قرأت کرتے ہیں۔ شوافع کی دلیل دوسری

ع۱ اول اذان باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص۱۰۲ مسلم۔ صلوٰۃ۔

ع۲ اول اذان باب مایقرأ بعد التکبیر ص۱۰۳ مسلم۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

احادیث ہیں۔ جن میں یہ مذکور ہے کہ نماز شروع کی تو بسم اللہ پڑھا۔ یہ سب احادیث مجروح ہیں اور صحیح ہونے کی تقدیر پر ان کی تاویل یہ ہے کہ ہم بسم اللہ پڑھنے کا کب انکار کرتے ہیں ہمیں بلند آواز سے پڑھنے سے انکار ہے۔ رہ گیا یہ کہ اگر بسم اللہ آہستہ پڑھی تو راوی کو کیسے معلوم ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری دعائیں جو بالاتفاق آہستہ پڑھی جاتی ہیں اور راویان حدیث روایت کرتے ہیں ان کا کیسے علم ہوا۔ ہو سکتا ہے تعلیم سے معلوم ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بہت قریب رہے ہوں اور سن لیا ہو۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے۔ کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی۔ یہ روایتیں صحیح نہیں ــــ یہ اختلاف اس کی فرع ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔ اس لئے وہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ اسے بھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہاں سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اس لئے ہم اسے آہستہ پڑھتے ہیں۔ یہی حضرت سفیان ثوری امام احمد اور اسحاق کا بھی مذہب ہے ــــ اس پر ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی دوسری حدیث ہے۔ جسے امام مسلم[1] نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ میں نے نماز (سورۂ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھے آدھ تقسیم کردی ہے۔ اور میرا بندہ جو مانگے وہ اسے ملے گا۔ جب بندہ نے کہا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ تو اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری حمد کی ــ نیز مسلم[2] اور طحاوی[3] میں حضرت ابو ہریرہ ہی سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو الحمد للہ سے شروع فرماتے سکوت نہ فرماتے۔ نیز مسلم ہی[4] میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے اور قراءت کو الحمد للہ سے شروع فرماتے۔ بسم اللہ جس طرح سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اسی طرح کسی سورہ کا بھی جز نہیں۔ البتہ قرآن کا جز ہے جو سورتوں میں امتیاز کے لئے نازل ہوا ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں۔ فریقین کے دلائل اور جوابات کتب تفاسیر نیز شروح بخاری خصوصاً عمدۃ القاری میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص۱۷۰۔

[2] مساجد باب ما یقال بین تکبیرۃ للاحرام والقرأۃ ص۲۱۹۔

[3] اول باب قرأۃ بسم اللہ فی الصلوٰۃ ص۹۸۔

[4] اول صلوٰۃ باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ص۱۹۴۔

حدیث ۴۷۸ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان کچھ سکوت فرماتے۔ ابوزرعہ نے کہا

اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ

کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ بہت مختصر۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ تکبیر اور

اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ

قرأت کے درمیان سکوت کے وقت کیا پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ پڑھتا ہوں۔ اے اللہ میرے

بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ

اے اللہ مجھے خطاؤں سے یوں پاک کردے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے۔ اے اللہ

اِغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ؎

میری خطاؤں کو پانی برف اور اولے سے دھو دے۔

تشریحات ۴۷۸: هُنَيَّةً — یہ هُنَوَةٌ کی تصغیر هُنَيْوَةٌ۔ واؤ یا اکٹھا ہوئے ان میں پہلا ساکن تھا واؤ کو یا سے بدل کر ادغام کردیا۔ هُنَيَّةٌ ہوگیا — بابی انت وامی — باء کا متعلق محذوف ہے یا تو اسم یعنی مَفْدِيٌّ۔ یا فعل۔ اب تقدیر یہ ہوئی۔ فَدَيْتُكَ بابی وامی — احناف کے یہاں یہ جملہ ہر مومن کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ دعا پڑھنا یا تو امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ یا تواضعًا یا مراد وہ زلّات ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے مناسب نہ تھیں۔ جیسے کہا گیا ہے۔ حسنات الابرار سیّئاتُ الْمُقَرَّبِيْن —

؎ اول اذان باب ما یقرأ بعد التکبیر ص۱۰۳ مسلم، ابوداؤد، نسائی، کلھم فی الصلوٰۃ والاخیر فی الطھارۃ ایضًا۔ ابن ماجہ۔ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۷۹

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوۃَ الْکُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ

سورج گہن کی نماز پڑھی، حضور نے قیام فرمایا تو قیام کو طویل کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو

ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ

طویل کیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو طویل فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا

فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ

پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر قیام فرمایا تو

ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ

طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو طویل رکوع کیا پھر سر اٹھایا تو طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو

ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ

طویل کیا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر

انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّی الْجَنَّۃُ حَتّٰی لَوِ اجْتَرَاْتُ عَلَیْہَا لَجِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ

فارغ ہوئے اور فرمایا جنت مجھ سے قریب ہوئی اتنی کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں سے کوئی خوشہ

ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ اس دعا کے بجائے سبحانک اللّٰھم، پڑھے۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے۔ امام حاکم نے بھی ابوداؤد و ترمذی کی سند کے ساتھ اس کو روایت کر کے فرمایا۔ اس کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح اور کوئی حدیث مجھے یاد نہیں۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ اس کو پڑھتے تھے۔ نیز ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کے بعد سُبحانکَ اللّٰھم پڑھتے۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اس باب میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت جبیر بن مطعم اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حدیث آئی ہے۔ فرائض میں صرف اسی پر اکتفا کرے۔ اس لئے کہ فرائض کا مدار تخفیف پر ہے۔ نوافل میں اختیار ہے۔ چاہے تو سب دعائیں پڑھے۔

تشریحات ۴۷۹

کسوف۔ سورج گہن۔ خسوف۔ چاند گہن۔ کبھی ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر گہن چاند و سورج کے کچھ حصے میں ہو تو کسوف ہے

مِنْ قَطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ اِيْ رَبِّ اَوَ اَنَا مَعَهُمْ فَاِذَا امْرَأَةٌ

تمہارے پاس لاتا اور جہنم مجھ سے قریب ہوئی اتنی کہ میں کہہ اٹھا اے پروردگار! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟

حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَانُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ

اچانک ایک عورت پر نظر پڑی نافع نے کہا مجھے اس کا ظن ہے کہ (ابن ابی ملیکہ) نے یہ کہا کہ ایک بلی اس عورت کو پنجوں سے نوچ

جُوْعًا لَا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ

رہی ہے (حضور نے فرمایا) میں نے دریافت کیا اس عورت کا کیا حال ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے اس بلی کو باندھ لیا تھا

مِنْ خَشِيْشِ الْاَرْضِ اَوْ خِشَاشِ ع

یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی نہ اسے کھلاتی نہ اسے چھوڑتی کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔

حدیث ۴۸۰

عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ابو معمر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہم نے حضرت خباب سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اور پورا ہو تو خسوف ہے۔ لو اجترأت۔ اجتراء۔ کا مادہ جروت ہے۔ جس کے معنی جسارت کے ہیں۔ یہاں صرف ارادہ مراد ہے۔

مسائل گہن لگتے وقت استغفار ذکر و دعا مسنون ہے۔ اور نماز بھی۔ سورج گہن کی نماز باجماعت سری قرأت کے ساتھ دو رکعت ہے۔ اس کے شرائط وہی ہیں جو جمعہ اور عیدین کے ہیں چاند گہن کی نماز دو رکعت تنہا تنہا جہری قرأت کے ساتھ ہے۔ یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس حدیث کی تاویل اور اپنے مذہب کی دلیل کتاب الکسوف میں بیان کی جائے گی۔

تشریحات ۴۸۰ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہد جاہلیت میں قید ہو گئے۔ انھیں ایک خزاعی عورت نے خرید لیا۔ یہ اسلام لانے والوں میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان کا اسلام قبول کرنے میں چھٹا نمبر ہے۔ غلام اور بے سہارا ہونے کی وجہ سے انھیں مکہ کے ظالموں نے سخت سے سخت اذیتیں دیں۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جس سے ان کی پشت مبارک پر داغ پڑ گئے تھے۔ جو تا عمر استقامت و عزیمت کے نشان رہے۔ عام غزوات میں شریک ہوئے ۳۷ھ میں کوفہ میں وصال فرمایا۔ جنگ صفین سے واپسی کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنکی

ع اول اذان باب ص۱۰۳ اول مساقاۃ باب فضل سقی الماء ص۳۱۸ نسائی ابن ماجہ صلوٰۃ۔

وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ

وسلم ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے تو انھوں نے کہا ہاں پھر ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے

ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ۔ ؏

معلوم کرتے تھے تو فرمایا حضور کی داڑھی کے ہلنے سے۔

حدیث ۴۸۱

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ

نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے

الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ

مسجد کے قبلے کی جانب اشارہ فرمایا اور فرمایا ابھی جب میں تمہیں نماز پڑھا رہا تھا، جنت اور دوزخ کو ان

مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلٰثًا ؏

کی شکل مثالی کے ساتھ اس قبلے کی دیوار میں دیکھا میں نے جیسا خیر و شر آج دیکھا کبھی نہیں دیکھا۔ تین بار فرمایا۔

نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی۔ ان سے تبیس احادیث مروی ہیں۔ پانچ بخاری نے روایت کی ہیں۔

مسائل:۔ فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ساتھ مزید قرارت بھی واجب ہے کچھ لوگوں نے اسی حدیث سے اس پر استدلال کیا۔ انھیں میں امام بخاری بھی ہیں۔ جیسا کہ آگے وہ اس پر یہ باب قائم کریں گے۔ ظہر میں قرأت، عصر میں قرارت، مگر ریش مبارک کی حرکت سے قرارت پر استدلال تام نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ قرارت کے بجائے تسبیح ذکر و دعا پڑھتے رہے ہوں۔ اس کا اثبات دوسری احادیث سے ہے جو آگے آرہی ہیں۔

۴۸۱ تشریحات **مطابقت:۔** باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں جنت و دوزخ کو دیکھا۔ تو جب جنت و دوزخ کا دیکھنا جائز تو امام کو دیکھنا بدرجہ اولیٰ جائز۔ منذ صلیت سے ....

؏ اذان باب رفع البصر الی الامام ص۱۰۳ باب القرأۃ فی الظہر ص۱۰۵ باب القرأۃ فی العصر ص۱۰۵ باب من خافت القرأۃ فی الظہر والعصر ص۱۰۷۔ ابوداؤد، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

؏ اذان باب رفع البصر الی الامام ص۱۰۳ ثانی الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل ص۹۵۷

حدیث ۴۸۲ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذَالِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَالِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ عه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنی نمازوں میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ تو یہ ارشاد شاق ہوا۔ یہاں تک کہ فرمایا لوگ اس سے باز رہیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔

حدیث ۴۸۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ عه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ یہ شیطان کا حصہ ہے جو بندے کی نماز اچک لیتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب میں ابھی نماز پڑھا رہا تھا۔ یعنی جنت دوزخ کا دیکھنا نماز کی حالت میں تھا۔ ممثلتین اس سے مراد یہ ہے کہ جنت دوزخ اپنے مثالی وجود کے ساتھ میرے سامنے پیش کی گئیں۔ جیسے حضرت جبرئیل کبھی حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں کبھی اعرابی کی شکل میں حاضر ہوتے۔ تو جیسے اس شکل میں بھی حضرت جبرئیل حضرت جبرئیل ہی ہوتے۔ اسی طرح یہاں واقعی جنت و دوزخ ہی تھیں نہ کہ محض ان کی تصویر۔ اس پر دلیل، حضرت اسماء وحضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ ۔ اگر میں چاہتا تو جنت کا ایک خوشہ لے لیتا۔ اور اگر لے لیتا تو تم قیامت تک اس سے کھاتے۔ تصویر سے یہ بات کہاں حاصل ہوتی۔

تشریحات ۴۸۲ احکام۔ نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے۔ رہ گیا نماز کے باہر دعاؤں میں۔ تو قاضی شریح وغیرہ نے اسے بھی مکروہ فرمایا۔ مگر اکثر اسے بلا کراہت جائز لکھتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جیسے نماز کا قبلہ کعبہ ہے اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے نماز میں آنکھیں میچ لینا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ خلاف سنت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد صرف موضع سجود پر نظر مبارک رکھتے تھے۔

تشریحات ۴۸۳ اختلاس۔ زبردستی کسی چیز کو اچک لینا۔ یہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جبکہ صرف چہرہ ادھر ادھر مڑے۔ اور اگر پورا بدن مڑ گیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

عه اذان باب رفع البصر الی السماء ص۱۰۳ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ فی الصلوٰۃ۔

عه اذان باب الالتفات فی الصلوٰۃ ص۱۰۴ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۵ ابوداؤد نسائی صلوٰۃ

حدیث ۴۸۴

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَكَى اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کوفے والوں نے حضرت سعد بن وقاص کی حضرت

اِلٰى عُمَرَ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ فَاَرْسَلَ

عمر سے شکایت کی تو حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا پھر حضرت عمار کو والی بنایا اہل کوفہ نے شکایت کی یہاں تک کہ

اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ قَالَ اَمَّا

یہ بھی ذکر کیا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے حضرت عمر نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا اے ابو اسحٰق یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ

اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے انہوں نے جواب دیا۔ بخدا میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا تھا۔ اس میں کچھ بھی

مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ

کمی نہیں کرتا تھا میں نماز عشاء پڑھاتا تھا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبی کرتا تھا اور اخیر کی دو رکعتوں کو مختصر پڑھتا تھا۔ حضرت

قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ فَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْاَلُ

عمر نے فرمایا تمہارے بارے میں یہی گمان تھا اے ابو اسحٰق۔ اب ان کے ساتھ ایک شخص یا چند آدمی کو کوفے بھیجا۔ کہ حضرت سعد

عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا حَتّٰى دَخَلَ

کے بارے میں کوفے والوں سے پوچھیں۔ جانے والے نے کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں ان کے بارے میں نہ پوچھا ہو اور لوگ

مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ

ان کی خوبی ہی بیان کرتے۔ یہاں تک کہ بنی عبس کی مسجد میں گیا تو ان میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اسکی کنیت

فَقَالَ اَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ

ابوسعدہ تھی اس نے کہا سنو! جب تم نے قسم دلادی ہے تو سنو سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے تھے مال برابر تقسیم نہیں کرتے تھے اور فیصلے میں

فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلٰثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا

انصاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت سعد نے کہا سنو! بخدا میں تین دعائیں کروں گا اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور

كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَّسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمُرَهُ وَاَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ اِذَا

نام و نمود دکھاوے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی تنگدستی کو دراز کر اور اسے فتنوں میں مبتلا فرما۔ اس

سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ

کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا فتنہ زدہ بڈھا ہوں مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبد الملک نے کہا میں نے اسے اس کے بعد

قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ

دیکھا ہے بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں گر پڑی تھیں اور وہ راستے میں لونڈیوں کو چھیڑتا ان پر دست درازی کرتا۔

تشریحات ۴۸۴:- کوفہ۔ کے معنی ریت کے گول ٹیلے کے ہیں۔ یہ جہاں آباد ہے وہاں پہلے ایک گول ٹیلہ تھا۔ اس لئے اس کا نام کوفہ پڑا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ "کوہ سانید" اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لئے اس کو کوفہ کہا جانے لگا۔ اسے قادسیہ کی فتح کے بعد ۱۷ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ یہاں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام آکر آباد ہوئے جن میں تین سو اصحاب بیعت رضوان اور ستر بدری صحابہ تھے۔ محمد بن سعد نے کہا یہیں حضرت نوح علیہ السلام کی سکونت تھی اور اس کی مسجد انھیں کی تعمیر کردہ ہے۔ یعقوبی نے کہا۔ یہ عراق کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جو قبۃ الاسلام ہے۔ بغداد سے اس کا فاصلہ نوّے ۹۰ میل ہے۔ یہی وہ اہم مقام ہے۔ جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دار الخلافت بنایا۔ اور یہیں واصل بحق ہوئے۔ یہ شکایت کوفے کے چند گنواروں نے کی تھی۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا۔ گنوار مجھے نماز سکھائیں گے؟

سعدًا:- قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں کوفے کا والی بنایا جیسے مدینہ طیبہ میں ہمیشہ کچھ منافقین رہے اسی طرح کوفے میں بھی ہمیشہ کچھ شرپسند عناصر تھے۔ انھوں نے حضرت سعد کی دربار خلافت میں شکایت کی۔ جن کی تعداد چار پانچ اشرار سے زیادہ نہ تھی۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں معزول کر دیا اور مدینہ طیبہ طلب فرمایا۔ اور باز پرس کی کہ تمہاری ہر بات میں لوگوں نے شکایت کی حتیٰ کہ نماز میں بھی۔ مگر تحقیقات کے بعد تمام شکایات غلط ثابت ہوئیں تو حضرت فاروق اعظم نے ان سے فرمایا۔ میرا گمان تمہارے بارے میں یہی تھا اور اپنی وصیت میں فرمایا میں نے سعد کو نااہلی یا خیانت کی وجہ سے نہیں معزول کیا ہے۔ حضرت سعد کوفے کے گورنر ۱۷ھ میں بنائے گئے اور ۲۱ھ میں معزول کئے گئے۔

صلوۃ العشاء:- یہاں سوائے جرجانی کے سب کی روایتیں، صلوٰۃ، صیغہ واحد کے ساتھ اور العشاء کے ساتھ ہے۔ البتہ جرجانی کی روایت یہاں بھی العشاء کے بجائے۔ العشی۔ ہے البتہ اس کے بعد باب القرآۃ فی الظہر والعصر، میں صلوٰتی العشی، ہے یعنی صلوٰۃ، صیغہ تثنیہ کے ساتھ

ع اذان باب وجوب القرآۃ للامام والماموم ص۱۰۴ باب القرآۃ فی الظہر ص۱۰۵ باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین ص۱۰۶ مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ کلھم فی الصلوٰۃ ۔ لہ اول صلوٰۃ باب القرآۃ فی الظہر والعصر ص۱۸۶

اور بجائے العشاء کے العشی، ہے۔ اس کے معنی اخیر دن کی نمازیں، ہیں۔ یعنی ظہر اور عصر، اور یہی روایت ارجح ہے۔ البتہ کشمیہنی کی روایت یہاں بھی العشاء ہے۔ سب روایتوں کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت سعد نے ظہر اور عصر یا عشاء کی نماز کے بارے میں بتایا کہ میں اس طرح پڑھتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے خصوصیت سے ان نمازوں کے بارے میں اس لئے بتایا کہ ان جہلاء کا اعتراض انھیں نمازوں کے بارے میں رہا ہوگا۔ بعض لوگوں نے صلوٰتی العشاء، کی روایت کی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد مغرب اور عشاء ہے۔ مگر ان حضرات نے بعد کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ کہ وارد ہے۔ اخف فی الاخریین۔ مغرب میں اخریین کہاں ہے صرف ایک رکعت ہے صلاتی العشی والی روایت احناف کی اس بارے میں مؤید ہے۔ کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے ورنہ ظہر دوپہر کی نماز ہوگی۔ اخیر دن کی نہ ہوگی۔

اخف فی الاخریین یعنی بعد والی دو رکعتوں میں قرأت مختصر کرتا ہوں۔ اس کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ جیسا کہ احناف کا مسلک ہے کہ فرائض کی اخیر کی رکعتوں میں صرف فاتحہ کا پڑھنا کافی ہے یہاں کشمیہنی کی روایت۔ اُحْذِ فُ۔ ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اس حدیث کے ان تمام طرق میں، جن پر میں واقف ہوا، یہی ہے البتہ محمد بن کثیر کی روایت میں اسماعیل کے یہاں، احزم، ہے۔ احزم کے معنی اسرع ہے۔ یعنی جلدی کرتا ہوں احذف کا معنی یہ ہے کہ اخیر کی رکعتوں میں قرأت حذف کر دیتا ہوں۔ یعنی قرأت نہیں کرتا ہوں۔ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کہ فرائض کی اخیر رکعتوں میں قرأت فرض نہیں۔ اور یہ کہنا کہ احذف، کا مفعول محذوف الرکود ہے۔ خلاف ظاہر ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب یہاں فیض الباری جلد ثانی ص۲۸۱ پر ہے۔ کہ انصاف یہ ہے کہ احذف سے مراد تخفیف ہے۔ سبحان اللہ، حذف کا لفظ صریح ہے اس بارے میں حذف کر دیتا تھا رکود کے حذف کے کوئی معنی نہیں۔ اس لئے قرأت کا حذف متعین ہے۔ پھر بھی آپ لفظ کے معنی صریح کیخلاف کو انصاف بتا رہے ہیں۔؟

فارسل معہ رجلا او رجالا یہ محمد بن مسلمہ تھے جیسا کہ سیف اور طبری نے ذکر کیا ہے۔ عمال کے بارے میں شکایات کی تحقیق انھیں کے سپرد تھی۔ ابن تین نے نقل کیا کہ یہ صاحب عبد اللہ بن ارقم تھے۔ ابن سعد نے ملیح بن عوف سلمی سے روایت کی کہ حضرت عمر نے مجھے محمد بن مسلمہ کے ساتھ اس لئے بھیجا تھا کہ ان کو راستہ بتاؤں۔ ہو سکتا ہے ان تینوں کو ساتھ ساتھ بھیجا ہو۔ اس لئے روایت میں یہاں شک ہے

بالسریۃ اس کا مادہ، السری، ہے جس کے معنی نفیس کے ہیں۔ یہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوں چونکہ چھوٹے لشکر میں منتخب افراد ہوتے ہیں اس لئے اس کو سریہ کہتے ہیں۔

اصابتنی دعوۃ سعد حضرت سعد بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کب سے مستجاب الدعوات ہوئے تو فرمایا غزوۂ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔ اللھم استجب لسعد اے اللہ سعد کی دعا قبول فرما۔[1]

للجواری بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ بچیاں کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ مراد لونڈیاں ہیں۔ اس لئے کہ طبرانی اور ابویعلی کی روایت ہیں، للاماء ہے جو کنیزوں کے معنی میں متعین ہے۔

یغمزھن اس کا بھی ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا ہے کہ اشارہ کرتا تھا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ علامہ عینی نے اس کی شرح میں فرمایا۔ یعصر اعضاءھن بالاصابع ان کے اعضاء کی چٹکی لیتا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی دس بچیاں تھیں جب کسی عورت کو سنتا کہ وہ حسین ہے تو اسے پکڑتا۔ جب ڈانٹ پڑتی تو کہتا۔ سعد کی دعا کا نتیجہ ہے۔ یہ مختار ثقفی کذاب کے فتنے میں قتل ہوا۔

مطابقت یہاں باب کا عنوان چھ مسائل پر مشتمل ہے۔ ہر نماز میں۔ امام کی قرأت۔ مقتدی کی قرأت حضر میں بھی اور سفر میں بھی اور جہری نمازوں میں جہری اور سری میں سری قرأت۔ یہ حدیث صرف پہلے جزء پر صراحتہً دلالت کرتی ہے۔ نیز عنوان کے پانچویں جزء پر بھی۔ اس لئے کہ حضرت سعد نے اپنی جس نماز کو بیان فرمایا۔ وہ حضر کی حالت کی تھی۔ دوسرے جزء کو چھوڑ کر بقیہ پر یوں استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح پڑھاتا ہوں۔ اور یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ہوں یا حضر میں ہر نماز میں قرأت کرتے تھے۔ نیز جہری نمازوں میں جہر کے ساتھ اور سری نمازوں میں سر کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔ البتہ باب کا جزء ثانی یعنی۔ مقتدی کی قرأت۔ یہ اس حدیث کے کسی جزء سے ثابت نہیں

مسائل (۱) اس حدیث میں۔ اخذف فی الاخریین۔ والی روایت سے ثابت ہوا کہ فرائض کی پہلی رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ اخیر میں اختیار ہے خواہ قرأت کرے خواہ تسبیح پڑھے یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا پہلی رکعتوں میں قرآن پڑھو اور اخیر والی میں تسبیح جیسا کہ ابن منذر نے روایت کیا اور مصنف عبدالرزاق میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے۔[2] (۲) مستحب یہ ہے کہ بعد کی رکعت پہلی والی کی بہ نسبت مختصر پڑھے۔ احناف کے یہاں یہ فجر کے ساتھ خاص ہے۔ بقیہ نمازوں میں مساوی قرأت ہونی چاہئے (۳) صرف شکایات پر بلا تحقیق بھی عامل کو کسی مصلحت کی بنا پر معزول کرنا درست ہے۔ حضرت سعد کے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۸ [2] عمدۃ القاری سادس ص۹ [3] ایضاً ص۸

حدیث ۴۸۵

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ
رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی

معزول کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ فتنہ دب جائے۔ یا یہ مصلحت تھی کہ حضرت عمر انھیں مشورے کے لئے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وجہ اصل میں یہ تھی کہ حضرت عمر کسی عامل کو ایک جگہ چار سال سے زائد نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہ صحیح نہیں حضرت معاویہ ۱۷ھ سے شام کے والی تھے اور حضرت عمر کی زندگی بھر وہاں کے والی رہے مگر انھیں معزول نہیں فرمایا۔ کاشکہ اسی قاعدے پر عمل ہوتا تو وہ ناگوار حوادث جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پیش آئے، شاید پیش نہ آتے۔ (۴) صرف شکایت سن کر کسی کے بارے میں کوئی رائے نہیں قائم کرنی چاہئے۔ تحقیق کرنی ضروری ہے۔ (۵) اگر اپنے کسی اقدام سے کسی مسلمان خصوصاً صاحب حشمت کو تکلیف پہنچے تو معذرت کرنی چاہئے (۶) اگر کوئی بہتان باندھے اذیت پہنچائے تو اس کے لئے بددعا کی جاسکتی ہے (۷) اللہ عزوجل کے محبوب بندوں کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔

تشریحات ۴۸۵

اس حدیث سے متعلق دو اہم بحثیں ہیں ایک یہ کہ سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض ہے یا واجب۔ امام شافعی وغیرہ اسے نماز کا فرض اور رکن مانتے ہیں اگر کسی نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو فرض کے ترک سے اس کی نماز قطعاً نہیں ہوئی۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ یہ لوگ لا کو نفی جواز پر محمول کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا حقیقی معنی نفس ماہیت کا انتفاء ہے۔ اسے نفی جواز لازم ہے۔ ہمارے یہاں نماز میں مطلقاً قرآن مجید کا پڑھنا وہ کوئی بھی سورت کوئی بھی آیت ہو فرض اور نماز کا رکن ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اس میں ما کلمہ عموم ہے جو قرآن مجید کے چھوٹے سے چھوٹے اس حصے پر بھی صادق ہے جسے قرآن کہا جاسکے۔ اس کی مقدار فقہاء نے ایک چھوٹی آیت رکھی ہے۔ اب اس آیت کا مفاد یہ ہوا کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی آیت کا پڑھنا فرض ہے۔ خواہ وہ سورۂ فاتحہ کی آیت ہو یا کسی اور سورہ کی۔ اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ فرضیت کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ اور یہ حدیث خبر واحد ہے۔ اسے خبر مشہور کہنا ادعاء محض ہے۔ اس لئے کہ خبر مشہور وہ حدیث ہے جس کے رواۃ کی تعداد عہد تابعین ہی سے اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو عقل محال جانے۔ اس حدیث کا حال یہ ہے کہ عہد تابعین میں اس کے رواۃ کی اتنی کثرت نہیں اسی وجہ سے تابعین خود اس مسئلے میں مختلف ہیں۔ اس حدیث کی تاویل ہم یہ کرتے ہیں۔ کہ لائے نفی جنس نفی کمال میں شائع و ذائع ہے۔ حدیث میں ہے۔ لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ اور کہیں نہیں

بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ[۵]
اس کی نماز نہیں

اور وارد ہے۔ لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام۔ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں باتفاق فریقین لا، نفی کمال کے لئے ہے۔ اس حدیث میں لا، کو اگر نفی جواز کے لئے لیا جائے۔ تو یہ قرآن مجید اور دوسری احادیث کے معارض ہو جائے گی۔ قرآن و احادیث میں رفع تعارض اور تطبیق کے لئے ضروری ہے کہ لا، کو نفی کمال پر محمول کیا جائے۔

اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں۔ ما، عموم کے لئے قطعی ہے۔ اور حدیث میں۔ لا۔ محتمل ہے۔ نفی جواز اور نفی کمال دونوں میں قطعی کو محتمل پر بہر حال ترجیح ہوگی۔

علاوہ ازیں حدیث کی تفسیر جو حدیث ہی کرتی ہو دوسری تفاسیر پر راجح ہوگی۔ مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے جس نے کسی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی وہ ناقص ہے نیز انھیں سے بعض روایتوں میں غیر تمام وارد ہے۔ غیر تمام ناقص، کامل کے مقابلے کا لفظ ہے۔ اس لئے جن، احادیث میں لا ہے اسے نفی کمال پر محمول کرنا ضروری ہوا۔

قراۃ خلف الامام دوسرا مسئلہ اس حدیث سے متعلق قرات خلف الامام کا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ امام کی طرح مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خواہ نماز جہری ہو خواہ سری۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس طرح کہ اس میں مَنْ عموم کے لئے ہے جو امام کے ساتھ مقتدی کو بھی شامل ہے۔ اس لئے جیسے امام پر قرأت فرض ہے۔ مقتدی پر بھی فرض ہے۔

ہمارا مذہب مختار یہ ہے کہ مقتدی کو قرأت کی اجازت نہیں خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ بلکہ ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد سوم میں فرماتے ہیں۔ مذہب حنفیہ در بارہ قرأت مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریمہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے ___ محض ضعیف۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد رحمۃ اللہ علیہ نے شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں فرمایا۔ خود تصانیف امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح۔ آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور انھیں پر عامۂ حدیث و اخبار وارد۔ اور فرمایا ایک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرأت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے۔ اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت اسے شیخ محقق مولٰنا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے لمعات میں فرمایا۔ باایں ہمہ خلاف تصریحات امام

عہ اذان باب وجوب القرأۃ للام والماموم فی الصلوٰت کلہا ص۱۰۴ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی، ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔ ۵ اول صلوٰۃ باب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص۱۷۰

ایک روایت موجود ہے۔ نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم عاطل۔ ہمارے علماء باتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے۔[صـ۵۵]

احناف یہ کہتے ہیں۔ اولاً فرضیت خبر واحد سے ثابت نہ ہوگی اس کے لئے دلیل قطعی کی حاجت ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہے۔ اس سے اگر ثابت ہوتا۔ تو وجوب ثابت ہوتا۔ مگر چونکہ اس کا عموم دوسری احادیث سے خاص ہوگیا ہے اس لئے اب مقتدی کے لئے قرأت کی اجازت نہیں نہ سورہ فاتحہ کی۔ نہ قرآن مجید کے کسی اور جز کی۔ وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) امام احمد[۱] اپنی مسند میں امام مسلم[۲] اپنی صحیح میں، ابن ماجہ[۳] اپنی سنن میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا

جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اپنی صفوں کو درست کرو پھر کوئی تمہاری امامت کرے جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو چپ رہو۔

(۲) امام احمد[۴] اپنی مسند میں امام ابوداؤد[۵] اور امام نسائی[۶]، ابن ماجہ[۷] اپنی سنن میں امام طحاوی شرح معانی الآثار[۸] میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ اللفظ للنسائی۔

امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو خاموش رہو

امام مسلم[۹] نے اپنی صحیح میں فرمایا۔ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) امام ترمذی[۱۰] نے اپنی جامع میں اور امام مالک نے اپنی موطا[۱۱] میں موقوفاً اور امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[۱۲] میں مرفوعاً حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔

جس نے کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو سورہ فاتحہ نہ پڑھے)

---

۱ جلد رابع صـ۴۱۵ ۲ اول صلوٰۃ باب السہو صـ۱۷۴ ۳ اقامۃ الصلوات صـ۶۱ ۴ ثانی صـ۳۷۶ ۵ اول صلوٰۃ باب الامام یصلی قعودا صـ۸۹ ۶ اول الافتتاح باب قول اللہ عزوجل واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ صـ۱۴۶ ۷ اقامۃ الصلوٰت باب القراۃ خلف الامام صـ۶۱ ۸ اول صلوٰۃ باب القراۃ خلف الامام صـ۱۰۶، ۹ اول صلوٰۃ باب التشہد صـ۱۷۴ ۱۰ اول صلوٰۃ باب فی ترک القراۃ خلف الامام اذا جہر صـ۴۲ ۱۱ باب فی ام القرآن صـ۳۰ ۱۲ اول صلوٰۃ باب القرأۃ خلف الامام صـ۱۰۱۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔

(۴) موطا امام محمد[۵۱] میں ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمائی۔

حدثنا ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراۃ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس شخص کا بھی پڑھنا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے راوی سب کے سب صحاح ستہ کے ہیں۔ یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہے۔ خود امام محمد نے اس سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد دوسرے طریقے سے ذکر فرمایا۔ ابن ماجہ[۵۲] میں بطریق جابر اور ابوالزبیر مذکور ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ مَن کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ۔ نیز امام طحاوی نے شرح معانی الآثار[۵۳] میں اپنی سند کے ساتھ بطریق موسی بن ابی عائشہ الخ روایت فرمایا۔ علاوہ اس کے مختلف چار سندوں کے ساتھ روایت فرمایا۔ علاوہ ازیں مسند امام احمد[۵۴] بن حنبل میں بھی ان کی خاص سند کے ساتھ مذکور ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ادنیٰ تغیر کے ساتھ۔ نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں بھی روایت فرمایا۔ نیز دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یکفیك قراۃ الامام خافت او جہر

تجھے امام کی قرات کافی ہے آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے پڑھے۔

اس طرح یہ حدیث چھ صحابہ کرام سے معمولی الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ مروی ہے۔ ان سب پر دارقطنی نے طعن کیا ہے۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ سوائے اس طریقہ کے جو حضرت امام اعظم سے مروی ہے۔ سب میں کچھ نہ کچھ کلام ہے۔ مگر وہ ہمیں قطعاً مضر نہیں۔ اولاً حضرت امام اعظم نے جو روایت کی وہ ہر قسم کے طعن سے منزہ ہے۔ اور پلا،

---

۵۱ باب القراۃ خلف الامام ص۹۸ ۵۲ اقامۃ الصفوف باب اذا قرأ الامام فانصتوا ص۶۱
۵۳ اول باب القراۃ خلف الامام ص۱۴۸-۱۴۷ ۵۴ جلد ثالث ص۳۳۹

شک وشبہ صحیح ہے۔ گزرچکا کہ سب رجال صحاح ستہ کے ہیں۔ اگر کوئی حدیث متعدد طرق سے مروی ہو اور ان میں ایک طریقے سے بھی صحیح ہو تو وہ فی نفسہ صحیح ہی ہے۔ دوسرے طریقوں میں ضعف کی وجہ سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ثانیاً جب ایک حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ لائق احتجاج ہے۔ اگرچہ وہ سب طریقے ضعیف ہوں جس کی بحث مقدمے میں گزرچکی۔ ثالثاً دارقطنی کے جرح کے جوابات علامہ عینی نے عمدۃ القاری وغیرہ میں بہت شرح وبسط کے ساتھ دیئے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اب حقیقت میں یہ نو حدیثیں ہوئیں جن سے امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اور جو حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب، کی مخصّص ہیں۔ کہ اس سے مراد صرف امام ہے۔ مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے وہ بھی بنظر ظاہر ورنہ بنظر دقیق دونوں مضمون کی احادیث میں تعارض ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

تطبیق رہ گئیں وہ حدیثیں جن سے مطلقاً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھے نماز نہ ہوگی۔ ان کا سب سے عمدہ وہ جواب ہے جو سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۸۹ پر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جواب اس حدیث کا چند طور پر ہے یہاں اس قدر کافی۔ کہ یہ حدیث نہ تمہارے لئے مفید نہ ہمارے لئے مضر۔ ہم مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع وسجود بے فاتحہ کے تمام نہیں۔ امام کی ہو یا ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور امام کا پڑھنا اسکا پڑھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث گزرچکی۔ بس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا۔ کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہوجائے گی۔

اب انصاف پسند ناظرین غور کریں کہ احناف کا مذہب تمام احادیث پر منطبق ہے۔ بخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ اس سلسلے کی چند حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور اکثر کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور دعویٰ عمل بالحدیث کا۔ صحیح فرمایا حضرت سلیمان اعمش نے۔ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء۔

شبہات وجوابات اول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا۔ اذا قرأ فانصتوا،، کی زیادتی محفوظ نہیں۔ یہ ابوخالد سے وہم ہوگیا ہے

جواب علامہ عینی نے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا۔ اولا۔ ابوخالد، رجال صحاح ستہ سے ہیں امام وکیع استاذ امام شافعی نے فرمایا۔ ابوخالد کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ امام ابوہشام رافعی نے کہا۔ ہم نے ابوخالد احمر سے حدیث بیان کی جو ثقہ امین ہیں۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول۔ ثانیاً۔ اس زیادتی میں ابوخالد منفرد نہیں۔ اس کے متابع اور بھی روایتیں ہیں۔ مثلاً نسائی میں محمد بن سعد کے طریقے سے اور طبرانی میں بطریق اسماعیل بن ابان مروی ہے۔ ثالثاً امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس زیادتی کو فرمایا کہ صحیح ہے۔ نیز ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا۔

ثانی اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ یہ زیادتی محفوظ نہیں۔ یہ ابن عجلان کی تخلیقات سے ہے۔

جواب اس کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا۔ کہ صحیح یہ ہے کہ ابن عجلان ثقہ ہیں۔ جیساکہ عجلی نے کہا۔ اکمال میں کہا۔ یہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ دارقطنی نے کہا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت لی۔ بلکہ امام بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام اصحاب نے ان کی روایت بطور استشہاد دیا۔ غرضیکہ یہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول۔ ثانیا بیہقی کی سنن کبریٰ میں خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء سے اس کے متابع روایت موجود ہے۔ یعنی ایسا بھی نہیں کہ ابن عجلان اس زیادتی میں منفرد ہیں۔

ثالث مسلم شریف وغیرہ میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ جس نے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے تمام نہیں۔ تو کسی نے عرض کیا ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو فرمایا اے فارسی اپنے جی میں پڑھ لے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے۔ جیسے انھوں نے خود استخراج فرمایا ہے۔ ان کے اس فتویٰ کے بالمقابل ان سے بدرجہا افضل و اعلم وارفع دوسرے اکابر صحابہ کا فتویٰ ہے مثلاً خلفاء راشدین حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی فتوے کے مقابلے میں ان اکابر صحابہ کا فتویٰ بلاشبہ لائق ترجیح ہے۔
ثانیا۔ انھوں نے اقرأ بھا فی نفسک۔ فرمایا ہے۔ اسے اپنے جی میں پڑھ لے۔ یہ نہیں فرمایا۔ اقرأبھا مخافتۃ اسے چپکے سے پڑھ لے۔ اور جی میں قرأت نہیں ہوتی۔ غور و تدبر ہوتا ہے۔ اب ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ کے الفاظ و معانی کا تصور کر۔

رابع حدیث چہارم کے مختلف طرق میں اس طریقے کو ہم نے صحیح کہا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حالانکہ دارقطنی نے خود امام کو ضعیف کہا۔

جواب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف کہنا دارقطنی کا اتنا بڑا تعصب اور عناد ہے کہ حضرت علامہ عینی کو یہاں جلال آگیا۔ اور انھیں لکھنا پڑا۔ کہ امام اعظم کو ضعیف کہنے کی وجہ سے دارقطنی خود تضعیف کے مستحق ہو گئے۔ اگر دارقطنی ادب کرتے تو امام اعظم کے بارے میں یہ لفظ نہ نکالتے جن کا علم شرق و غرب پر چھا گیا ہے۔ امام النقد و التعدیل ابن معین سے جب امام اعظم کے بارے سوال ہوا تو فرمایا۔ وہ ثقہ مامون ہیں میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں سنا کہ اس نے انھیں ضعیف کہا ہو شعبہ جیسے امام حدیث نے ان کو لکھا کہ وہ حدیث بیان کریں شعبہ شعبہ ہی ہیں۔ انھوں نے ہی فرمایا۔ کہ امام ابوحنیفہ ثقہ دیندار سچے تھے۔ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں تھے۔ اللہ کے دین پر مامون اور حدیث میں اعلیٰ درجے کے سچے تھے۔ بڑے بڑے ائمہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ جیسے عبداللہ بن مبارک یہ ان کے تلمیذ تھے۔ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید عبدالرزاق اور امام وکیع۔ حتیٰ کہ بقیہ تینوں ائمہ مذہب امام مالک، امام شافعی

امام احمد اور لاتعداد لوگوں نے ۔ اس کی قدرے تفصیل مقدمے میں گزرچکی ہے ۔

یہ جرح اس قابل نہ تھی کہ اسے ذکر کیا جاتا مگر میں نے صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ ناظرین کے علم میں یہ بات آجائے کہ حضرت امام اعظم ہمیشہ محسود رہے اور آج بھی ہیں ۔ اسی کا ثمرہ زمانہ ماضی میں دارقطنی اور امام بخاری کے ارشادات ہیں اور آج کل بدمذہب ہوا پرست غیر مقلدین بھی اسی آگ میں جل بھن رہے ہیں ۔ کیا کریں ان کے مقدر میں دنیا و آخرت میں جلنا ہی ہے ۔

جمہور صحابہ کا مسلک مقتدی کو قرأت جائز نہیں یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مسلک ہے ۔ صحابہ کرام کی غالب اکثریت اس کی قائل ہے کہ مقتدی کو قرأت جائز نہیں ۔ حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام برہان الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اس پر اجماع صحابہ ہے ۔ جن میں سے اسّی صحابہ کرام سے بروایت صحیحہ ثابت کہ وہ مقتدی کے لئے قرأت خلف امام کو جائز نہیں جانتے تھے ۔ جن میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی ہیں ۔ نیز عبادلہ ثلثہ کا بھی یہی مذہب ہے ۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ارشادات اتنے کثیر ہیں ۔ کہ سب کو ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ۔ ان میں سے بعض حضرات کو اس بارے میں اتنا تشدد تھا کہ انھوں نے یہاں تک فرمادیا ۔ کاشکہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہوتا ہے ۔ جیسا کہ موطا امام محمد[۱] میں حضرت سعد بن وقاص اور حضرت فاروق اعظم کا ارشاد منقول ہے ۔ اور یہ شدت قرآن عظیم کے احترام کی وجہ سے ہے ۔ بدیہی بات ہے کہ اگر کسی بادشاہ کا فرمان کسی کے سامنے پڑھا جائے ۔ تو حاضرین پر لازم ہوگا کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر بغور سنیں ۔ اگر بالفرض کوئی نہ سنے تو یقیناً وہ بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا ۔ توجبکہ عام بادشاہوں کی یہ سطوت ہے تو اس جبار قہار مالک الملک والملکوت کے فرمان کی حیثیت کیا ہوگی ۔ کیا کسی بھی عقل والے کے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہوگی کہ وہ اسے بغور نہ سنے اور اپنے کو مشغول رکھے اور کیا اس میں سوء ادب کا پہلو نہیں ؟ اس پہلو کو سامنے رکھکر **اشدھم فی امر اللہ** سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا ۔ کہ کاشکہ اس کے منہ میں انگارہ ہوتا ۔

مخالفین کے عناد اور مکابرے کی وجہ سے یہ بحث ابھی بہت تفصیل چاہتی ہے ۔ مگر میں نے بقدر ضرورت ہی لکھا ۔ جو منصف دیندار کے لئے کافی ہے ۔ اس موضوع پر رفع یدین کی طرح بہت رسائل فریقین نے لکھے ہیں ۔ جو تفصیل چاہتا ہے ان کا مطالعہ کرے اس موضوع پر ہماری مستدل آیت کریمہ ۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۔ بھی ہے ۔ بیہقی نے حضرت امام احمد کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے نماز میں قرآن پڑھنے کو بھی شامل ہے اس لئے نماز میں مقتدی کے لئے قرأت کا ممنوع ہونا ضرور اس سے ثابت ۔ چونکہ ہم نے مقدمے میں یہ بحث ذکر کر دی ہے ۔ اس لئے یہاں دوبارہ نہیں لائے ۔ اخیر میں حدیث مع سے متعلق وہ تفصیل جو امام محمد نے موطا میں مرسلا اور کتاب الآثار میں متصلاً جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۔ ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں ۔

---

[۱] باب القرأۃ خلف الامام صد ۱۰۲/۱۰۱

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر میں امامت فرمائی۔ تو ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی۔ اس پر جو صاحب اُن کے متصل تھے۔ انھوں نے ان کی چٹکی لی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے پوچھا تم نے میری چٹکی کیوں لی تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے آگے امام تھے۔ میں نے اسے مکروہ جانا کہ تو حضور کے پیچھے پڑھے۔ اسے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا تو فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کے رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ اسے امام محمد کے علاوہ دارقطنی نے بھی روایت کیا۔ اور کہا اسے جریر بن سفیان، ابوالاحوص، شعبہ، زائدہ، زہیر، ابوعوانہ، ابن ابی لیلیٰ، قیس، شریک وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو امام کے پیچھے قرأت کا حکم نہیں دیا۔ (۲) جن بعض صحابہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے قرأت کی یہ ان کا اپنا فعل تھا جسے وہ اپنی صوابدید سے کرتے تھے (۳) صحابہ کرام کی غالب اکثریت مقتدی کے لئے قرأت کو ناپسند کرتی تھی۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔ (۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کا استثنار نہیں فرمایا۔ اور موقع ایسا تھا کہ اگر وہ حکم ممانعت سے مستثنیٰ ہوتی تو ضرور استثنار فرماتے تو ثابت کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی ممنوع ہے

کشمیری صاحب پر تعقب۔ فیض الباری جلد ثانی ص۲۷۲ پر ہے۔ کہ میرے نزدیک امام اعظم کا مسلک یہ ہے جہری نماز میں قرأت ممنوع ہے اور سری میں جائز ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ امام ابن ہمام نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اسے موطا اور کتاب الآثار میں نہیں پایا۔ **اقول۔** کاش کہ کشمیری صاحب اس مقام پر فتح القدیر[۱] دیکھ لیتے۔ تو امام ابن ہمام کے سر جھوٹ نہ باندھتے امام ابن ہمام نے کتاب الآثار اور موطا دونوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام محمد کا قول یہی ہے کہ کسی نماز میں مقتدی کو قرأت جائز نہیں نہ جہری میں نہ سری میں۔ فرماتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ امام محمد کا قول اس مسئلہ میں بھی شیخین کے قول کے مثل ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں ان کی عبارتیں اس بارے میں تصریح کر رہی ہیں کہ وہ شیخین سے اس مسئلہ میں الگ نہیں۔ جیسا کہ کتاب الآثار باب القراۃ خلف الامام میں پہلے علقمہ بن قیس کا یہ فعل سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ انھوں نے کبھی قرأت نہیں کی نہ جہری میں نہ سری میں۔ پھر فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ کسی نماز میں جہری ہو یا سری، قرأت کو جائز نہیں جانتے۔ پھر دوسرے آثار کو سندوں کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ کسی نماز میں امام کے پیچھے قرأت مناسب نہیں۔ اور موطا میں اس سلسلے کے آثار نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ امام کے پیچھے قرأت نہیں نہ جہری میں نہ سری میں۔ اسی کے مطابق عامہ اخبار وارد ہیں یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کشمیری صاحب نے کس طرح آنکھوں میں دھول جھونکی ہے۔ امام ابن ہمام تو صاف صاف لکھ رہے ہیں۔ کہ کتاب الآثار اور موطا دونوں میں انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں قرأت ہے نہ سری میں۔ اور یہ امام

---

[۱] اول فصل فی القراۃ ص۱۳۵ نول کشور۔

ابن ہمام کے سر منڈھ رہے ہیں کہ انھوں نے صرف اس بنا پر اسے امام محمد کا قول تسلیم نہیں کیا کہ انھیں کہیں نہیں ملا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ غیر مقلدین کے آگے سپر اندازی کا نتیجہ ہے یا آپ کے اعلیٰ درجے کے حافظے کی خوبی ہے۔

گنگوہی صاحب پر تعقب۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول صـ۹۲ پر گنگوہی صاحب کی جلالت علم کے ثبوت میں ان کے عاشق میرٹھی صاحب نے یہ قصہ بیان کیا ہے۔ کہ ان کے ایک شاگرد حج کے لئے گئے۔ تو شیخ الدلائل حضرت مولینا احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس ترمذی میں شریک ہوتے تھے۔ قرأت خلف امام کی بحث کے اثنا گنگوہی صاحب کے نیازمند نے گنگوہی صاحب کی اس نکتہ سنجی کا تذکرہ کیا۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث موقوفاً صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے۔ الا ان یکون وراء الامام۔ مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اور حضرت مولنا رشید احمد صاحب کو میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ یہ حدیث ہر چند کہ موقوف جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہے۔ مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ احکام کے متعلق ہے کہ صحابی اپنی طرف سے یہ استثنا نہیں کر سکتا۔ مولینا عبدالحق صاحب اس تقریر کو سن کر پھڑک اٹھے اور بڑے شوق کے ساتھ باصرار فرمایا۔ کہ ہند میں پہنچ کر جناب مولینا رشید احمد صاحب سے اس حدیث کا پتہ دریافت کر کے مجھے ضرور لکھنا کہ کس جگہ اور کس صفحہ پر ہے۔ چنانچہ میں نے واپس ہو کر گنگوہ کی حاضری میں حضرت سے اس حدیث کا پتہ دریافت کیا اور بقید صفحہ وسطر لکھ کر مولینا عبدالحق صاحب کو ۱۳۰۵ھ میں اطلاع دی۔

اقول۔ گنگوہی صاحب اور ان کے یہ شاگرد اور ان کے عاشق میرٹھی سب آنجہانی ہو گئے۔ اب ہم کس سے پوچھیں کہ یہ حدیث مسلم میں کہاں ہے۔ ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شیخ الدلائل اعظم علماء مکہ میں سے تھے اور نارہ ضلع الہ آباد ان کی جائے پیدائش ہے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ جا بسے تھے۔ یہ قصہ صرف ان کی شان گھٹانے کے لئے گڑھا گیا۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ انھوں نے حسام الحرمین کی تصدیق فرمادی تھی۔ مگر سنت الٰہی ابھی جاری ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

مثل مشہور ہے۔ چور بھاگتا جاتا ہے نشانِ قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ وہی حال یہاں ہوا۔ یہ حدیث مسلم میں نہیں ترمذی جلد اول ہی میں ہے۔ حضرت شیخ الدلائل بقول اس کذاب کے ترمذی جلد اول کا درس دے رہے تھے۔ تو ان سے یہ حدیث کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی جبکہ یہ ترمذی کے صـ۴۲ ہی پر ہے وہ بھی قرأت خلف الامام ہی کے باب میں پھر اس حدیث کا صفحہ سطر بلکہ پوچھنا کیا معنی؟ اور جو نکتہ آفرینی گنگوہی صاحب کی طرف منسوب ہے۔ وہ اصول حدیث کا ایسا مشہور و معروف قاعدہ ہے کہ اہل سنت کے مدارس کے سب طلبہ جانتے ہیں۔ پھر کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت شیخ الدلائل کس بات پر پھڑکے۔ یہ صرف حضرت شیخ الدلائل کی شان ارفع واعلیٰ کو گھٹانے کے لئے گڑھا گیا ہے۔ ورنہ ان کی جلالت علم کے سامنے گنگوہی صاحب جیسے لوگوں کی کیا حقیقت؟ اس ایک واقعہ میں اتنے جھوٹ ایک ساتھ ہیں (۱) یہ حدیث مسلم میں ہے (۲) اسے سن کر شیخ الدلائل پھڑک گئے (۳) اس کا پتہ پوچھا (۴) اور اس دیوبندی کو گنگوہی صاحب نے مسلم شریف کا صفحہ وسطر بتایا (۵) پھر اس دیوبندی نے شیخ الدلائل کو اس کی اطلاع دی۔

حدیث (۴۸۶)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَسَلَّمَ

مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پھر

عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا لوٹ اور پھر نماز پڑھ

فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی كَمَا صَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ

اس لئے کہ تونے نماز نہیں پڑھی وہ لوٹا اور اس نے پھر نماز پڑھی جیسا پہلے پڑھی تھی۔ پھر آیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

کو سلام کیا پھر حضور نے فرمایا لوٹ اور پھر نماز پڑھ اسلئے کہ تونے نماز نہیں پڑھی

تشریحات (۴۸۶)

مطابقت۔ گزر چکا کہ اس باب کے چھ اجزا ہیں چھٹا جزیہ ہے کہ سری نمازوں میں بھی قرأت ہے۔ اس حدیث میں جو واقعہ مشہور ہے وہ دن کی نماز کا ہے۔ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ سری قرأت کی ہے۔ یہ قصہ جن صاحب کا ہے ان کا نام خلاد بن رافع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک صاحب آئے جو دیہاتی کی طرح تھے۔ نماز پڑھی اور بہت ہلکی پڑھی۔

مسائل

(۱) سلام کا جواب دینا واجب ہے (۲) تعدیل ارکان واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں اخیر کا جملہ یہ ہے۔ اذا فعلت هٰذا فقد تمت صلٰوتك وما انتقصت من هٰذا انتقصت من صلٰوتك حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقصان کے باوجود اسے نماز قرار دیا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ لم تصل۔ میں نفی کمال مراد ہے علاوہ ازیں خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت نہیں ثابت ہوتی (۳) نماز کا افتتاح تکبیر سے ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ خاص لفظ اللہ اکبر ہونا فرض ہے۔ ہمارے یہاں ہر وہ صیغہ جو اللہ عزوجل کی عظمت و کبریائی پر دلالت کرے کافی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے۔ وذکر اسم ربه فصلی۔ اور اس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔ اور ذکر تمام ایسے صیغوں کو عام ہے جو جلالت و کبریائی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اللہ اکبر، اللہ اعظم، الرحمٰن اکبر، الرحمٰن اجل، سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ۔ مگر اس حدیث کی وجہ سے لفظ اللہ اکبر ہونا واجب ہے (۴) ثم اقرأ ماتیسر من القرآن۔ پھر تمہیں جتنا قرآن یاد ہو اس میں سے جتنا تمہیں آسان ہو اتنا پڑھو۔ ہماری دلیل ہے کہ بعینہ سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔ قرآن مجید کا جو بھی حصہ پڑھیں فرض

۱ـــ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۱۶

ثلثا فقال والذی بعثك بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی

تین بار ایسا ہی ہوا۔ اب اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا

فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن

حضور مجھے سکھا دیں تو ارشاد فرمایا۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر پڑھ۔ پھر جتنا قرآن تمہیں یاد ہو اس میں سے جو ہو سکے پڑھو

ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم

اس کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ باطمینان رکوع ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر

اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا

سجدہ کر یہاں تک کہ باطمینان سجدہ ہو جائے پھر سر اٹھا اور باطمینان بیٹھ جا اور ایسے

وافعل فی صلوٰتك کلها عه

ہی اپنی ہر نماز میں کر

ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ سورہ فاتحہ نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ موقع تعلیم کا تھا۔ اگر بعینہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ضرور تعلیم دیتے۔ (۵) البتہ سورہ فاتحہ اور تین چھوٹی آیتوں کا امام و منفرد کو پڑھنا واجب ہے (۶) حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے معارض ہوگی اگر اس میں لا کو نفی جواز کے لئے لیں گے۔ دفع تعارض کے لئے ضروری ہے کہ اس حدیث میں لا کو کمال کی نفی کے لئے لیا جائے (۷) اس حدیث سے ثابت کہ نماز سے باہر آنے کے لئے لفظ۔ السلام فرض نہیں۔ اس لئے کہ اگر فرض ہوتا تو حضور انھیں ضرور تعلیم دیتے تعلیم کے موقع پر ترک اس کی دلیل ہے کہ وہ فرض نہیں۔ اس پر نص صریح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا اخیر حصہ ہے۔ کہ فرمایا۔ اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوٰتك۔ جب تو نے اتنا پڑھ لیا یا اتنا کر لیا تو تیری نماز ہو گئی۔ اس میں بھی لفظ السلام کا ذکر نہیں۔ (۸) واجب کے ترک سے اعادہ واجب ہے (۹) نفل شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔

عه اذان باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلها ص۱۰۴ باب امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الذی لا یتم رکوعه بالاعادۃ ص۱۰۹ ثانی الاستیذان باب من رد فقال علیك السلام ص۹۲۴ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا ص۹۸۷ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی مواقیت، استیذان نسائی افتتاح تطبیق۔ سهو۔ دارمی صلوٰۃ مسند امام احمد۔ ثانی ص۱۲۷

حدیث (۴۸۷) عن عبد اللہ بن قتادۃ عن ابیہ قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلوۃ الظہر بفاتحۃ الکتاب وسورتین یطول فی الاولی ویقصر فی الثانیۃ ویسمع الآیۃ احیانا وکان یقرأ فی العصر بفاتحۃ الکتاب وسورتین وکان یطول فی الاولی وکان یطول فی الرکعۃ الاولی من صلوۃ الصبح ویقصر

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی میں لمبی قرأت کرتے تھے اور دوسری میں کم۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیتے اور عصر میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اور پہلی میں قرأت لمبی کرتے۔ اور صبح کی پہلی رکعت میں قرأت لمبی کرتے اور دوسری۔

تشریحات (۴۸۷) مسائل۔ (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظہر اور عصر اور فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری کے قرأت طویل ہونی سنت ہے۔ مگر چونکہ اس کے معارض دوسری احادیث بھی ہیں، مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلم شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی ہر رکعت میں تیس آیت کی مقدار پڑھتے تھے۔ اس لئے ہمارا مذہب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی دونوں رکعتوں میں قرأت برابر رہنی سنت ہے۔ اور اس حدیث میں جو وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ثنا، تعوذ، تسمیہ کی وجہ سے پہلی رکعت بہ نسبت دوسری کے طویل ہو جاتی تھی۔ یہ حدیث آگے باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب۔ میں اس زیادتی کے ساتھ وارد ہے۔ اور اخیر کی رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب پڑھتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اخیر کی رکعتوں میں سورۃ ملانا واجب نہیں ہماری یہاں اخیر کی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چاہے تو تسبیح پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن منذر نے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ کہ پہلی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھ اور اخیر والیوں میں تسبیح پڑھ۔ نیز مصنف عبد الرزاق میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کا عمل یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ پہلی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھتے اور اخیر والیوں میں تسبیح۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے۔ تابعین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ جن روایتوں ~~میں~~ اخیر کی رکعتوں میں

۱؎ اول صلوۃ باب القرأۃ فی الظہر والعصر ص۱۸۶۔

فی الثانیۃ عہ
میں کچھ کم کرتے۔

حدیث (۴۸۸) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا کہ
ان ام الفضل سمعتہ وھو یقرأ والمرسلت عرفا فقالت
ام الفضل نے سنا اور وہ (سورہ) والمرسلت عرفا پڑھ رہے تھے تو انھوں نے کہا
یا بنی لقد ذکرتنی بقراءتک ھذہ السورۃ انھا لآخر ما سمعت
اے بیٹے تو نے اپنی قرأت سے یہ سورہ مجھے یاد دلادی آخری قرآن جو میں نے

میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ استحباب پر محمول ہیں۔ اس لئے کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ کہ نماز میں قرأت کی سنت یہ ہے کہ پہلی رکعتوں میں ام القرآن اور سورۃ پڑھی جائے اور اخیر والی میں ام القرآن۔ رہ گیا یہ کہ حضرت ابو قتادہ کو اس کا علم کیسے ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھا کرتے تھے۔ اس کو وہ خود بیان کر چکے ہیں کبھی کبھی حضور ہمیں آیت سنا دیتے تھے یہ سنانا دو طرح ہو سکتا ہے ایک یوں کہ تعلیم کے لئے، کبھی کبھار یا ابتدا میں حضور نے بلند آواز سے قرأت کی ہو یا اس طرح کہ کبھی آہستہ پڑھنے میں قریب کے آدمی قرأت سن لیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابو قتادہ نے سنا ہو۔

تشریحات (۴۸۸) تکمیل۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے۔ پھر اس کے بعد حضور نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ نے اٹھا لیا۔ نسائی میں یہ تصریح ہے کہ یہ مغرب کی نماز تھی اور یہ کہ حضور نے اپنے کاشانہ اقدس میں پڑھائی تھی۔ ترمذی میں ہے کہ حضور ہماری طرف اپنی بیماری میں تشریف لائے اور حضور سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے اور مغرب پڑھی جس میں مرسلت پڑھا۔ اس کے بعد وصال کے وقت تک (مغرب کی) نماز نہیں پڑھائی ترمذی کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور مسجد اقدس میں تشریف لائے۔ اور مسجد ہی میں نماز پڑھائی۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ گھر کے اندر پڑھائی۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی۔ کہ ترمذی کی روایت خرج الینا۔ سے مراد یہ ہے کہ کاشانہ اقدس میں جہاں لیٹے تھے وہاں سے نکلے۔ یہ نہیں کہ حجرہ مبارکہ سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس حدیث کے کل طرق پر غور

عہ اذان۔ باب القرأۃ فی الظہر ص۱۰۵ باب القراۃ فی العصر ص۱۰۵ باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ص۱۰۷ باب اذا اسمع الامام الآیۃ ص۱۰۷ باب یطول فی الرکعۃ الاولیٰ ص۱۰۷

مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ یہی ہے۔ حضور اسے مغرب میں پڑھ رہے تھے

حدیث (۴۸۹) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ

عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان بن حکم سے روایت کی کہ اس نے کہا

قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَالَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ

مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو مغرب میں قصار پڑھتا ہے

بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ

اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ وہ دو بڑی سورتوں سے بھی بڑی

کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ غالبا حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لانے کے بعد یہ قصہ انھیں کے گھر ہوا ہوگا۔ اور چند افراد جو حجرہ مبارکہ میں تھے انھیں نماز پڑھائی۔ نیز بقیہ روایتوں کے اس حصہ سے کہ پھر ہمیں نماز نہیں پڑھائی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ یوم وصال سے ایک دن قبل اتوار کی مغرب تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات (۴۸۹) اس حدیث کا ایک راوی مروان بن حکم مشہور زمانہ عیار کھیاد فتنہ پرور ہے جس کی وجہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی جس کی وجہ سے اسلام کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ اور ہزارہا مسلمان قتل کئے گئے۔ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ امام بخاری جیسے متشدد محتاط محدث نے اپنی اصح الکتب میں اس کی روایت کیسے لی؟ اس کا باپ حکم بن العاص وہ بدطینت خبیث تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔ کاشانہ اقدس میں جھانکتا تھا۔ جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کنگھے سے تیری آنکھ پھوڑ دوں۔ انھیں خباثتوں کی وجہ سے حکم کو طائف جلا وطن کر دیا تھا۔ اسی کے ساتھ اس کا یہ فسادی بیٹا بھی طائف چلا گیا تھا۔ ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ مروان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے۔

طولی الطولیین۔ طولی۔ طویل سے اسم تفضیل مونث فعلی کے وزن پر ہے۔ اور الطولیین، اسی کا تثنیہ ہے۔ ان دو بڑی سورتوں میں سے ایک تو اعراف ہے۔ اور دوسری بر بنار قول محفوظ انعام ہے۔ قصار سے مراد قصار مفصل ہے جیسا کہ کشمیہنی کی روایت بھی ہے۔ سورہ، لم یکن الذین کفروا۔ سے لیکر آخر تک کو قصار مفصل کہتے ہیں۔

عــہ اذان باب القرأة فی المغرب ص۱۰۵ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۷ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ ـہ عمدۃ القاری جلد سادس ص۲۴۔

بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ ۔ ع

سورہ پڑھتے تھے

حدیث (۴۹۰) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ

کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ مغرب میں سورہ

بِالطُّورِ ۔ ع

طور پڑھی

تشریحات تکمیل۔ کتاب الجہاد اور المغازی میں اتنا زائد ہے۔ کہ یہ یعنی جبیر بن مطعم غزوۂ بدر کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے تاکہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سفارش کریں کہ حضور انھیں چھوڑ دیں۔ اسی وقت مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا تھا فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا کتاب التفسیر میں یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۔

کیا وہ کسی اصل سے نہیں بنائے گئے ہیں یا وہی بنانے والے ہیں۔ کیا آسمانوں اور زمین کو انھوں نے پیدا کئے۔ بلکہ انھیں یقین نہیں۔ کیا ان کے پاس تمہارے رب کی رحمت کے خزانے ہیں۔ یا وہ نگہبان ہیں۔

تو معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل اڑ جائے گا۔

ان کی سفارش پر فرمایا۔ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان ناپاکوں کے بارے میں سفارش کرتا تو چھوڑ دیتا۔

مطابقت چونکہ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے پھر بھی انھوں نے سنا تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت فرما رہے تھے۔

مسائل (۱) ان تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنی سنت ہیں یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

ع۵ اذان باب القراۃ فی المغرب ص۱۰۵ ابوداؤد۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ۔ ع۵ اذان باب الجہر فی المغرب ص۱۰۵ جہاد۔ باب فداء المشرکین ص۴۲۸ ثانی مغازی باب ص۵۷۳ تفسیر سورہ والطور ص۷۲۰ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی۔ مواقیت۔ نسائی افتتاح۔ دارمی۔ صلوٰۃ ۶۴۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۸۰ موطا۔ غدار

حدیث (۴۹۱) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ
ابو رافع نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
تَعَالیٰ عَنْهُ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهٗ
عشار کی نماز پڑھی اس میں انھوں نے اذا السماء انشقت، پڑھی۔ تو سجدہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا

ہمارے یہاں مستحب یہ ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھی جائیں۔ ہماری دلیل وہ احادیث ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت جابر، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ کہ ہم مغرب پڑھ کے اپنے گھر اقصی مدینہ تیر پھینکتے ہوئے جاتے تو اتنا اجالا رہتا کہ تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔ نیز ابن ماجہ[1] میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب میں قل یا ایہا الکفرون اور قل هو الله احد پڑھتے تھے۔ بزار نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب اور عشار میں۔ واللیل اذا یغشی اور والضحی۔ اور ظہر اور عصر میں۔ سبح اسم ربك الاعلی اور هل اتاك۔ پڑھتے تھے ابن مردویہ نے اپنی کتاب اولاد المحدثین میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب جمعہ کی مغرب میں قل یا ایہا الکفرون اور قل هو الله احد پڑھتے تھے۔ نیز اجلہ صحابہ کرام کا اسی پر عمل تھا مثلاً حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اسی لئے امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے یا صحابہ کرام کے نشاط کے وقت یہ سورتیں پڑھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت میں بھی زبان کا اعجاز رہا ہو کہ تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ قرأت فرماتے تھے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ سواری پر زین کسنے کا حکم دے کر زبور کی تلاوت شروع فرماتے اور زین کسنے سے پہلے پہلے پورے زبور شریف کی تلاوت فرما لیتے[2]۔ ورنہ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لمبی قرأت کی بنا پر حضرت معاذ پر عتاب فرمایا تو خود کیسے یہ پسند فرماتے کہ سورہ اعراف وانعام جیسی لمبی سورتیں مغرب میں پڑھتے (۲) حدیث ۴۹۰ بطولی الطولیین۔ اس کی دلیل ہے کہ مغرب کا وقت شفق احمر ہی تک نہیں شفق ابیض کے غروب تک ہے۔ اس لئے کہ شفق احمر اتنی دیر نہیں رہتی کہ سورہ اعراف یا انعام پڑھی جا سکے۔

تشریحات (۴۹۱) مطابقت باب۔ یہاں باب یہ ہے عشار کی نماز میں بلند آواز سے قرأت۔ اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورۃ میں سجدہ کیا۔ مقتدی پر سجدہ اسی وقت واجب ہے جبکہ امام آیت سجدہ بلند آواز سے پڑھے۔ تو ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشار میں بلند آواز سے قرأت کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورہ انشقاق میں سجدہ ہے۔ بخلاف امام مالک کے

---

[1] باب القراۃ فی المغرب صـ۶۰ [2] عمدۃ القاری سادس صـ۲۶

قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَزَالُ

تو بتایا کہ میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے میں اس پر ہمیشہ سجدہ کرتا

اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ ع۵

رہوں گا۔ یہاں تک کہ ان سے ملوں ۔

حدیث (۴۹۲) عَنْ عَدِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

عدی نے کہا میں نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِی الْعِشَاءِ فِیْ اِحْدَی الرَّکْعَتَیْنِ

علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں عشاء کی ایک رکعت میں

بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ع۵

تین و الزیتون پڑھا۔

ان کے نزدیک اس سورہ میں سجدہ نہیں۔ پھر علماء کرام کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ آیت سجدہ کیا ہے۔ ہمارے یہاں آیہ کریمہ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ۔ ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سورۃ کی آخر آیت۔ اس لئے بہتر یہی کہ سورہ پوری کرنے کے بعد سجدہ کرے۔

تشریحات (۴۹۲) ہمارے یہاں عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ابھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء میں سورہ انشقاق پڑھی۔ نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء میں سورہ والنجم، اور حضرت ابن عمر نے لم یکن الذین کفروا پڑھی اور اس حدیث میں جو مذکور ہے۔ وہ سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں تخفیف ہوتی ہی ہے اور باب سے مطابقت ظاہر ہے ہو رہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پڑھا تھا جبھی تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ سورہ پڑھی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی مستفاد ہوا۔ کہ سفر میں جہاں تک ہو معمولات میں تخفیف کرنی سنت ہے۔ اس کے بعد والی روایت میں یہ زائد ہے۔ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ

ع۵ اذان باب الجہر فی العشاء صـ۱۰۵ باب القرأۃ فی العشاء بالسجدۃ صـ۱۰۶ سجود القرآن باب سجدۃ اذا السماء انشقت صـ۱۳۶ باب من قرأ السجدۃ فی الصلوٰۃ فسجد صـ۱۴۷ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ ع۵ اذان باب الجہر فی العشاء صـ۱۰۵ باب القرأۃ فی العشاء صـ۱۰۶ ثانی تفسیر سورۃ تین صـ۷۳۹ التوحید باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الماهر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ صـ۱۱۲۶ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

حدیث (۴۹۳) اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عطاء نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے

عَنْہُ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ یُقْرَأُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ہوئے سنا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جن نمازوں میں

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاکُمْ وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَیْنَا عَنْکُمْ وَاِنْ

سنایا ہم نے تم کو سنایا اور جن میں آہستہ پڑھ کر ہم سے چھپایا ہم بھی ان میں آہستہ

لَمْ تَزِدْ عَلٰی اُمِّ الْقُرْآنِ اَجْزَأَتْ وَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ ؎۵

پڑھ کر چھپاتے ہیں۔ اگر سورہ فاتحہ سے زائد نہ پڑھا جائے تو بھی کافی ہے۔ اور اگر تم زیادہ کرو تو یہ بہتر ہے

صوتامنہ او قراءۃ ۔ اور میں نے حضور سے زیادہ اچھی آواز یا عمدہ قراءت کسی کی نہیں سنی ۔

تشریحات (۴۹۳) مسائل : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر نماز میں قراءت فرض ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے کہ نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ ضم سورہ واجب نہیں۔ مستحب ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ فرائض کی دو رکعتوں میں ضم سورہ واجب ہے۔ ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

ابن عدی کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ معہا ۔ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورہ ملائے بغیر نماز ہی نہیں

ترمذی اور ابن ماجہ میں انھیں سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او فی غیرھا ۔ جس نے سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں فرض ہو یا کوئی اور نماز ۔

امام احمد اور ابوداؤد نے انھیں سے ان الفاظ میں روایت کیا۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نقرأ الفاتحۃ وما تیسر ۔ واللفظ للامام احمد ۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سورہ فاتحہ اور جتنا آسان ہو اتنا پڑھیں ۔

نیز ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تجزئ المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلاث آیات فصاعدا ۔ فرض نماز سورہ فاتحہ اور تین یا اس سے زائد آیتیں پڑھے بغیر نہ ہوگی ۔

؎۵ اذان باب القراءۃ فی الفجر ص۱۰۶ مسلم ۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۔ مسند امام احمد ۔

حدیث (۴۹۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ انْطَلَقَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ عَامِدِیْنَ

اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کی جانب قصد

اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَّقَدْ حِیْلَ بَیْنَ الشَّیَاطِیْنِ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ

کرکے چلے اور اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک لگادی

اُرْسِلَتْ عَلَیْہِمُ الشُّہُبُ فَرَجَعَتِ الشَّیَاطِیْنُ اِلٰی قَوْمِہِمْ فَقَالُوْا

گئی تھی۔ اور ان پر شعلے پھینکے جاتے تھے۔ تو شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے انھوں نے پوچھا

مَا لَکُمْ قَالُوْا حِیْلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْنَا

تمھارا کیا حال ہے انھوں نے بتایا کہ ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک لگادی گئی ہے اور ہم پر

ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب وشئ معہا جس نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھا جائے وہ نہ ہوگی۔

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے۔ وان لم تزد علی ام القران الخ۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فتویٰ ہے۔

تشریحات (۴۹۴) عکاظ۔ اہل عرب اشہر حرم میں تین بازاروں میں اکٹھے ہوتے تھے جس میں سامانوں کے لین دین کے علاوہ آپس میں مفاخرت بھی کرتے۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز۔ پہلی ذوقعدہ کو عکاظ میں جمع ہوتے۔ بیس دن یہاں رہتے۔ پھر مجنہ آتے دس دن یہاں۔ اس کے بعد ذوالمجاز میں آتے اور پھر یہیں سے منیٰ جاتے۔ عکاظ کا بازار عام الفیل کے پندرہ سال بعد قائم ہوا اور ۱۲۹ھ تک رہا۔ عکاظ کا جائے وقوع کیا ہے یہ متعین نہ ہو سکا۔ صحاح میں ہے کہ مکے کے آس پاس تھا۔ کسی نے کہا عرفات کے قریب نجد جاتے ہوئے۔ کسی نے کہا کہ یہ طائف کے مضافات میں قرن المنازل کے پیچھے ایک منزل صنعار کے راستے میں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ طائف سے دس میل پہلے طائف اور نخلہ کے درمیان تھا۔ اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے۔ کہ عکاظ جاتے ہوئے نخلہ میں تھے۔

طائفۃ من اصحابہ جلد ثانی ص ۱۶۲/۳ میں جو حدیثیں گزری ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لیلۃ الجن میں حضور اقدس

الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا
انگارے پھینکے جارہے ہیں تو انھوں نے کہا تمھارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کسی نئی چیز نے رکاوٹ پیدا کی ہے۔ تو زمین
مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ
کے مشرق و مغرب میں گھومو اور دیکھو وہ کون سی چیز ہے جو تمھارے اور آسمان
بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى
کی خبر کے درمیان حائل ہے ان میں جو تہامہ کی جانب گئے تھے وہ نبی صلی اللہ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلَى سُوْقِ
تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آئے اور حضور نخلہ میں تھے بازار عکاظ جارہے تھے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ کوئی نہ تھا۔ اور یہاں اس حدیث کا صریح مدلول یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے اور انھیں نماز فجر پڑھا رہے تھے نیز ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف سے واپس آرہے تھے۔ تو یہ واقعہ پیش آیا۔ اور یہ متفق ہے کہ طائف حضور کے ساتھ صرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے

اقول وباللہ التوفیق ۔ علامہ عینی نے ارشاد فرمایا کہ متعدد بار جنوں کا وفد کے میں بھی اور مدینے بھی حاضر ہوا ہے۔ اس سے مذکورہ بالا سارے خدشات دور ہو گئے۔ نیز اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے۔ اس میں ملاقات کا ذکر نہیں۔ اور جلد ثانی میں جو مذکور ہے۔ اس میں ملاقات، گفتگو کا بھی ذکر ہے۔ امام واقدی نے ذکر کیا کہ طائف سے واپسی کے بعد تین ماہ پر جن خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ طائف سے واپسی کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ عکاظ جارہے تھے۔ اسی وقت یہ قصہ پیش آیا اس تقدیر پر۔ ابن اسحاق کی روایت مرجوح ہو گی۔ اور ظاہر ہے صحیح بخاری کے مقابلے میں ابن اسحٰق کی اس روایت کیا کا وزن۔

شیاطین ۔ شیطان کی جمع ہے۔ اس کا مادہ یا تو شطن ہے جس کے معنی ہیں۔ دور ہوا۔ چونکہ شیطان اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔ اس لئے شیطان کو شیطان کہتے ہیں۔ اس قول پر اس میں یا، اور الف زائد ہوں گے۔ اب یہ فیعال کے وزن پر ہوا۔ یا اس کا مادہ شیط ہے۔ اس کے معنی ہیں، غصے میں جل بھن گیا اب اس میں الف نون زائدتان ہے اور یہ فعلان کے وزن پر سکران کے مثل ہے۔ چونکہ راندہ درگاہ ہونے کی وجہ سے یہ ہمیشہ غصے میں جلا بھنا رہتا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں۔ عرف میں شیطان کے معنی خبیث بدطینت سرکش کے ہیں خواہ وہ جن ہو خواہ انسان خواہ چوپایہ۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ شیطان اور جن ایک ہی نوع ہیں ان میں سرکش بدطینت کو شیطان کہتے ہیں۔ اور جن عام ہے۔ نیک طینت و بدطینت دونوں کو۔ صحیح یہ ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں۔

عُکَاظٍ وَّھُوَ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اِسْتَمَعُوْا

اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انھوں نے قرآن سنا تو اسے بغور سنا

لَہٗ فَقَالُوْا ھٰذَا وَاللّٰہِ الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَھُنَالِکَ

اور کہا بخدا یہی ہے وہ جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہے۔ وہیں سے

حِیْنَ رَجَعُوْا اِلٰی قَوْمِھِمْ قَالُوْا یَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْ

اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے اور ان میں جاکر کہا اے ہماری قوم ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کا

الشھب یہ شہاب کی جمع ہے۔ اس کے معنی شعلہ انگارہ کے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے بھی شہاب گرتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت تک ان سے شیاطین کے بھگانے کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔ بعثت کے بعد انھیں شیاطین کو آسمان پر جانے سے روکنے کے کام میں لگا دیا گیا۔

صلوٰۃ الفجر یہ واقعہ ہجرت کے تین سال پہلے کا ہے۔ اور معراج سے قبل کا ہے۔ معراج سے پہلے نماز پنجگانہ فرض نہ تھیں۔ تو یہ نماز فجر کیسی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہی حدیث اس کی دلیل ہے کہ قبل معراج نماز فجر بھی فرض تھی۔ جیساکہ جلد ثانی میں جمان التاج کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

فانزل اللّٰہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنوں کی حاضری اور قرأت کی سماعت کی خبر نہ ہوئی۔ جب وحی نازل ہوئی تو معلوم ہوا۔ اس سے ثابت کہ جنوں کی ملاقات اور ہم کلامی سے مشرف ہونے کے واقعات اس کے علاوہ ہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنوں کا وجود ہے۔ جن مومن اور کافر بھی ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسانوں کی طرح جنوں کی جانب بھی مبعوث ہیں۔ قبل معراج بھی نماز باجماعت مشروع تھی۔ نماز فجر میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہیے

ازالۂ شبہات ہم بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی ستارے ٹوٹتے تھے۔ یعنی شہاب ثاقب گرتے تھے اس پر نص صریح، مسند امام احمد[۱]، مسلم[۲]، ترمذی[۳] کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ۔ یہ لوگ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا جس نے روشنی پھیلادی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم لوگ زمانہ جاہلیت میں جب ستارہ پھینکا جاتا تو کیا کہتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں ہم یہ کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کسی کے مرنے اور پیدا ہونے پر یہ نہیں پھینکا جاتا۔ الحدیث بطولہا۔

۱؎ اول ص۲۱۸۔ ۲؎ مسلم ثانی۔ السلام۔ باب تحریم الکہانۃ و ایتان الکاہن ص۲۳۳ ۳؎ ترمذی ثانی۔ تفسیر سورہ الملک ص۱۵۲

اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ

راستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کا ہرگز کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَاِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ۔ ع۵

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ نازل فرمایا۔ تم فرماؤ کہ میری طرف وحی کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور کی طرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

اس پر شبہہ یہ ہے کہ حدیث زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کی بعثت کے بعد شیاطین کو آسمان تک جانے سے روکنے کے لئے ان پر شہاب پھینکا جانے لگا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے پہلے ان کا وجود نہ تھا۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ یہ مخصوص شہاب جو شیاطین پر مارے جاتے ہیں۔ یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نہ تھے۔ اور جو شہاب کے پہلے نظر آتے تھے وہ حقیقت میں زمین و آسمان کے درمیان اسی طرح پیدا ہوتے تھے جیسے اہل طبعیات کہتے ہیں۔ اس کے انکار پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں اور نہ اس کے تسلیم کر لینے سے کوئی خرابی لازم آتی ہے۔

دوسرا شبہہ یہ کیا جاتا ہے کہ چودہ سو برس سے زائد ہو گئے ستاروں کو توڑ توڑ کے فرشتے شیاطین کو مارتے ہیں اگر یہ صحیح ہوتا تو ستارے ختم ہو گئے ہوتے **اقول وباللہ التوفیق** اولاً ان گنت ستاروں میں سے ہزار دو ہزار ختم بھی ہو گئے ہوں تو کیا پتہ۔ ثانیاً آپ ستاروں کو اتنا ہی بڑا سمجھتے ہیں جتنا بڑا دیکھتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہیں ان میں سب سے باریک تارہ صیدُق ہے جس کو سُہا بھی کہتے ہیں جو دُبِّ اکبر میں بنت وسطی کے پہلو پر ہے۔ جس سے آنکھ کی روشنی کا امتحان کرتے ہیں۔ یہ ہماری زمین سے تیئس گنا بڑا ہے۔ اب بتائیے اگر یہی مان لیا جائے کہ ستاروں کو توڑ توڑ کر شیاطین کو مارتے ہیں تو بھی ان میں کہاں کمی ہوگی۔ آپ جبلپور وغیرہ جاکر دیکھیں پہاڑ کاٹ کاٹ کر پورا شہر آباد ہو گیا مگر پہاڑ اپنی جگہ سے صرف چھوٹا سا ٹکڑا کٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پوری زمین کے مقابلے میں اس کٹاؤ کی کیا حیثیت۔ پھر زمین سے تیئس گنا بڑے کرہ میں سے چنگاریاں لیکر شیاطین کو مارا جائے تو اس میں کیا فرق پڑے گا۔ اس کے حسی کردی ہونے پر بھی کوئی اثر نہ ہوگا۔ پھر یہ تو ایک ننھا تارہ تھا۔ جدید تحقیقات کی رو سے بعض بعض تارے سورج سے بھی سیکڑوں گنا بڑے ہیں جبکہ سورج زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے نئی سائنسی تحقیقات کے مطابق سورج سے روزانہ کروڑوں ٹن گیس باہر آتی ہے۔ جس سے پوری دنیا کو گرمی اور روشنی ملتی ہے۔ نئی تحقیقات کے مطابق سورج کی عمر کا حساب لگاکر بتائیے کہ کتنے ان گنت مہاسنکھ ٹن سورج گیس پھینک چکا مگر سورج میں کیا کمی آئی۔ ثالثاً یہی بنیادی غلطی ہے کہ آپ نے اس حدیث کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے۔ ستاروں کو توڑ توڑ کر اس کے ٹکڑوں سے شیاطین کو مارا جاتا ہے؟ پوری تحقیق کتاب التفسیر میں آئے گی۔

ع۵۔ اذان باب الجہر بقرأۃ صلوٰۃ الفجر ص۱۰۶ ثانی تفسیر سورۃ جن ص۷۳۲ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی تفسیر۔

حدیث (۴۹۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اُمِرَ وَسَکَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا۔ وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ ع۵

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جن نمازوں میں نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو پڑھنے کا حکم ہوا ان میں پڑھا اور جن میں سکوت کا حکم ہوا سکوت فرمایا اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں اور بیشک رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

ت (۱۵۴) وَیُذْکَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِی الصُّبْحِ حَتّٰی اِذَا جَاءَ ذِکْرُ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ اَوْ ذِکْرُ عِیْسٰی اَخَذَتْہُ سَعْلَۃٌ فَرَکَعَ۔ ع۶

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورہ مومنون پڑھی۔ جب موسیٰ اور ہارون یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو حضور کو کھانسی آگئی اور رکوع فرمایا۔

تشریح (۴۹۵) اس حدیث میں قرأت سے مراد بلند آواز سے پڑھنا ہے۔ اور سکوت سے آہستہ پڑھنا سکوت سے بالکل نہ پڑھنا مراد نہیں۔ چونکہ یہ روایتیں حد شہرت تک پہونچی ہوئی ہیں۔ کہ عشاء اور مغرب کی دو پہلی رکعتوں میں اور صبح کی نماز میں بلند آواز سے قرأت فرماتے تھے اور یہ سب بحکم الٰہی تھا۔ اس لئے ہم پر اس کے مطابق عمل لازم تو ثابت کہ ہم پر لازم ہے کہ فجر میں بلند آواز سے قرأت کریں۔

تشریحات (۱۵۴) یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا اور اخیر کی آیتیں پڑھنا اور جو سورت پڑھ چکا ہے اس سے پہلے کی پڑھنا اور ابتدا کی سورہ پڑھنا۔ یہ چار عنوانات ہیں۔ ان سب پر مختلف آثار سے استدلال فرمایا ہے۔ مگر اس میں کامیاب ہوئے کہ نہیں۔ یہ آرہا ہے۔

اثر مذکور سے اخیر کا جز ثابت ہے۔ اس لئے کہ اس میں مذکور ہے کہ سورہ مومنون پڑھی۔ اس کا ظاہر مفاد یہی ہے۔ کہ شروع سے پڑھی اور موسیٰ وہارون یا عیسیٰ کے ذکر پر کھانسی اٹھی اور رکوع کر دیا تو ثابت ہوگیا کہ کسی نماز میں پوری سورہ پڑھنا

ع۵ اذان باب الجہر بالقراءۃ فی صلوٰۃ الفجر ص۱۰۶ ع۶ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۶ مسلم اول۔ صلوٰۃ باب القراءۃ فی الصبح ص۱۸۶۔

ت (۱۵۵) وَقَرَأَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی رکعت میں ایک سو بیس آیت سورہ

آيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ ع۵

بقرہ کی پڑھی اور دوسری میں مثانی کی ایک سورہ پڑھی

ت (۱۵۶) وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ أَوْ

اور حضرت احنف نے پہلی رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں یوسف یا

ضروری نہیں ہے۔ کچھ حصہ پڑھنا کافی ہے جو نماز کے لئے کافی ہو۔ اگرچہ وہ ابتدائی حصہ ہو۔

اذا جاء ذکر موسیٰ اس سے مراد اس سورہ کی پینتالیسویں یہ آیت ہے۔ ثم ارسلنا موسیٰ و اخاہ ھٰرون اور ذکر عیسیٰ سے مراد پچاسویں یہ آیت، وجعلنا ابن مریم و امہ آیۃ۔ اس سورہ میں حضرت عیسیٰ کا ذکر نام کے ساتھ نہیں۔ یہ شک محمد بن عباد سے ہوا۔ امام بخاری نے اس اثر کو صیغہ تمریض۔ ینذکر سے اس لئے ذکر کیا۔ کہ اس کی سند میں اختلاف ہے۔ ابن عیینہ نے یہ ذکر کی۔ عن ابن جریج عن بن ابی ملیکۃ عن عبد اللہ بن السائب۔ اور ابو عاصم نے کہا۔ عن محمد بن عباد عن ابی سلمۃ بن ثعبان او ثعبان بن ابی سلمۃ۔ اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ یہ حدیث جبکہ امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔ تو اس سے دلیل کیوں لائے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لائق عمل ہے۔

تشریحات (۱۵۵) مثانی سے مراد وہ سورتیں ہیں جو سو آیت سے کم ہوں۔ ویسے مثانی سورہ فاتحہ کو بھی اور قرآن عظیم کو بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سورہ بقرہ سے لیکر سورہ براۃ تک کو مثانی کہتے ہیں۔

مطابقت اس اثر کو بھی پہلے جز سے یوں مطابقت ہو سکتی ہے کہ سورہ بقرہ کی ان آیتوں کو ابتدائی آیات پر محمول کیا جائے ورنہ باب کے کسی جز سے اس اثر کو کوئی مطابقت نہیں۔ اس کے قریب قریب ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ایک اثر ذکر کیا ہے کہ ابو رافع کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز میں سورہ بقرہ کی سو آیتیں پڑھتے اور اس کے بعد مثانی یا ابتدائی مفصل کی کوئی سورہ پڑھتے اور سورہ آل عمران کی سو آیتیں پڑھتے اور اس کے بعد مثانی یا ابتدائی مفصل کی کوئی سورہ پڑھتے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی سو آیتوں کے ساتھ مثانی یا مفصل کی کوئی سورت پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران اور مثانی کی کوئی سورہ یا مفصل کی ابتدائی سورت پڑھتے۔ اس تقدیر پر یہ اثر باب کے دو جز کے مطابق ہو گیا پہلے کے بھی اور تیسرے سے بھی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ہر رکعت میں یہ سب پڑھتے۔ اب بھی دونوں مذکورہ بالا اجزاء سے مطابقت ہو گئی۔

تشریح (۱۵۶) اس اثر کو موصولاً ابو نعیم نے المستخرج میں ذکر کیا ہے۔ ہمارے یہاں یہ مکروہ ہے۔ کہ سورتوں کو معکوس پڑھا جائے

ع۵ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۷

یُوْنُسَ وَذَکَرَ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِہِمَا ع۵ ۔

یونس پڑھا اور ذکر کیا انھوں نے اسی طرح حضرت عمر کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی ۔

ت (۱۵۷) وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِاَرْبَعِیْنَ آیَۃً مِّنَ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انفال کی چالیس آیت

الْاَنْفَالِ وَفِی الثَّانِیَۃِ بِسُوْرَۃٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ ۔ ع۵

پڑھی اور دوسری میں مفصل کی ایک سورہ ۔

ت (۱۵۸) وَقَالَ قَتَادَۃُ فِیْمَنْ یَّقْرَأُ سُوْرَۃً وَّاحِدَۃً فِیْ رَکْعَتَیْنِ اَوْ

اور قتادہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو ایک ہی سورہ دونوں رکعتوں میں پڑھے

یُرَدِّدُ سُوْرَۃً وَّاحِدَۃً فِیْ رَکْعَتَیْنِ کُلٌّ کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ۔ للعہ

یا ایک سورت کو دوسری رکعت میں دہرائے ۔ سب کتاب اللہ ہے ۔

اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو قرآن کو الٹ کر پڑھتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا دل الٹ جائے ۔ اس پر اتفاق ہے کہ آیتوں کی ترتیب من جانب اللہ ہے ۔ سورتوں کے بارے اختلاف ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے یا صحابہ کرام کی صوابدید سے رکھا ہے ۔ باقلانی نے کہا ۔ صحیح یہی ہے اگرچہ وہ بھی احتمال ہے کہ من جانب اللہ ہو ۔

تشریح (۱۵۷) اس اثر کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے ۔ نیز عبدالرزاق نے بھی اس کے ایک طریقے میں یہ لفظ ہے فافتتح الانفال ۔ اور بخاری میں جو مذکور ہے ۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہے ۔ اس طرح اسے باب کے پہلے جزء سے مطابقت ہو گئی ۔

تشریح (۱۵۸) اس اثر کو باب کے چاروں اجزاء میں سے کسی سے تعلق نہیں ۔ غالباً تکثیر فائدہ کے لئے امام بخاری نے اس اثر کو ذکر فرمایا ہے ۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سورت کا کچھ حصہ پہلی میں اور کچھ دوسری میں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم وغیرہ سے مروی ہے ۔ دوسری صورت کہ ایک ہی سورہ پوری کی پوری دونوں رکعتوں میں پڑھے یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے ۔ معاذ بن عبید جہنی کہتے ہیں کہ جہینہ میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز صبح کی دونوں رکعتوں میں سورہ اذا زلزلت الارض کو پڑھتے ہوئے سنا ۔ میں نہیں جانتا کہ حضور کو نسیان لاحق ہوا کہ حضور نے بالقصد ایسا کیا

ع۵ ایضاً ع۵ اذان باب الجمع بین السورتین صنا للعہ اذان باب الجمع بین السورتین صنا

ت (۱۵۹) عَنْ اَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِىْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک صاحب مسجد قبا میں انصار کی

وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِى الصَّلٰوةِ مِمَّا يُقْرَأُ بِهٖ

امامت کرتے تھے۔ اور جن نمازوں میں قرات کی جاتی ہے۔ ان میں وہ سورہ فاتحہ کے بعد جب کبھی کوئی سورہ شروع کرتے

افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰى مَعَهَا

جسے نماز میں پڑھنی چاہتے تو قل ھو اللہ احد سے شروع کرتے یہاں تک کہ اسے پوری پڑھتے پھر اس کے ساتھ دوسری

وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا اِنَّكَ تَفْتَتِحُ

سورہ پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے تھے۔ اس پر ان کے ساتھیوں نے ان سے بات کی اور کہا آپ اس

بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰى اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَاِمَّا تَقْرَأُ

سورہ سے شروع کرتے ہیں پھر ہم یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آپ کو کافی ہے کہ دوسری پڑھتے ہیں۔ یا تو آپ صرف اسے پڑھیں

بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَقَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ

یا اسے چھوڑ دیں اور صرف دوسری پڑھیں تو اس نے کہا میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔ اگر تم لوگ اس طرح

اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ

امامت کو پسند کرتے ہو تو امامت کروں گا۔ اور اگر ناپسند کرتے ہو تو چھوڑ دوں گا۔ اور لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ

تشریحات (۱۵۹) اس تعلیق کو امام ترمذی[1] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ صاحب کلثوم بن عدم تھے۔ جو بنی عمرو بن عوف ساکنان قبار کے سردار تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں صرف یہی ایسا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر اماموں کی یہ عادت نہیں تھی اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اصل طریقہ یہی تھا کہ ایک رکعت میں ایک سورہ پڑھی جائے اور ایک ہی سورہ ہر رکعت میں دہرائی نہ جائے۔ ورنہ صحابہ کرام اس پر اعتراض کیوں کرتے۔ ویسے اس سے بھی نماز ہو جائے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ ہر رکعت میں قل ھو اللہ پڑھنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہر رکعت میں پڑھنے کی وجہ تو درست ہے۔ مگر یہی نماز مکمل ہونے کے لئے

---

[1] ثانی فضائل القرآن باب سورۃ الاخلاص ص ۱۱۳۔

82

أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى

یہ ان میں افضل ہیں اور انھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے۔ اس کے بعد جب نبی صلے

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ تو حضور کو لوگوں نے یہ واقعہ سنایا اس پر ارشاد فرمایا اے فلاں! تیرے ساتھی جو کہتے

تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هٰذِهِ

ہیں اس کے ماننے سے تجھے کیا مانع ہے اور کس چیز نے تمھیں ہر رکعت میں اس سورہ کے بالالتزام پڑھنے پر آمادہ کیا

السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ؎

تو انھوں نے عرض کیا میں اسے پسند کرتا ہوں تو ارشاد فرمایا۔ اس کی پسند یدگی تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

حدیث (۴۹۶)

سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ

ابو وائل نے کہا ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا

کافی ہے۔ مزید اور کوئی سورہ پڑھنے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دوسری سورت سنت کی اتباع میں پڑھتے تھے چونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں میں لمبی لمبی قرأت فرماتے ہیں اور یہ سورہ مبارکہ بہت مختصر ہے۔ تو اتباع سنت میں دوسری سورہ بھی ملا دیتے تھے۔ چونکہ دوسری سورتوں کا پڑھنا معہود و معتاد تھا۔ اس پر اعتراض نہیں تھا کہ اس کے بارے میں صفائی کی ضرورت تھی اعتراض تو صرف ہر رکعت میں بار بار ایک ہی سورہ پڑھنے پر تھا جو ایک نئی بات تھی اس لئے صفائی میں صرف اسی پہلو کو اختیار کیا۔ اس حدیث کو باب کے پہلے اور ایک تقدیر پر تیسرے جز سے مطابقت ہے۔ سورۂ اخلاص کے ساتھ جو سورہ ملاتے تھے۔ وہ اس کے پہلے کی ہوتی یا بعد کی۔ دونوں امکان ہے۔ اگر بعد کی ہوتی تو ثابت کہ نماز میں سورتوں کی ترتیب بدلنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امر مستحسن کا التزام دخول جنت کا سبب ہے۔

تشریحات (۴۹۶) یہ صاحب نھیک بن سنان تھے۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ ابو وائل کہتے ہیں کہ نھیک بن سنان حضرت ابن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا اے ابو عبدالرحمٰن آپ یہ آیت۔ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ الف کے ساتھ پڑھتے ہیں یا غیر یاسن۔ یا کے ساتھ، تو حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ اس کے علاوہ بقیہ پورے قرآن کی بھی سب قرأتیں یاد کرلی ہیں۔ تو اس نے بتایا کہ میں مفصل ایک رکعت میں پڑھتا ہوں۔ الخ

فقال هذا عام مترجمین نے اسے نھیک بن سنان ہی کا قول قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ مسلم میں تصریح ہے ۔۔۔

؎ اذان باب الجمع بین السورتین صـ۱۰۷

82

رضی اللہ تعالی عنہ فقال قرأت المفصل اللیلۃ فی رکعۃ فقال

تو انھوں نے آج کی رات مفصل ایک رکعت میں میں نے پڑھی ہے

ھذا کھذ الشعر لقد عرفت النظائر التی کان النبی صلی اللہ

فرمایا اس قدر جلدی جیسے شعر پڑھا جاتا ہے میں ان مماثل سورتوں کو جانتا ہوں جنھیں نماز میں ملا کر

تعالی علیہ وسلم یقرن بینھن فذکر عشرین سورۃ من

حضور پڑھا کرتے تھے انھوں نے مفصل کی بیس سورتیں ذکر کیں

المفصل سورتین فی کل رکعۃ ع۵

اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صرف دو سورتوں کو ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

فقال عبد اللہ ھذا کھذ الشعر ان اقواما یقرؤن القرآن و لا یجاوز تراقیھم۔ الحدیث۔ شعر کی طرح جلدی سے پڑھتا ہے کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ ہاں قرآن جب دل میں اتر جاتا ہے تو نفع دیتا ہے۔ نماز کا افضل رکن رکوع اور سجود ہے۔ الخ۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو باطمینان ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے۔ اور اس کے معانی پر غور و فکر کرنا چاہئے۔ تو قرآن مجید سے پورا نفع ہوتا ہے۔

عشرین سورۃ فضائل القرآن میں ہے۔ مفصل کی اٹھارہ سورتیں اور حٰمٓ والی دو سورتیں۔ گزر چکا کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک کو مفصل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سورہ محمد سے ایک قول کی بنا پر سورہ فتح سے ایک قول پر سورہ ق سے مفصل شروع ہوتی ہے۔ ان میں حٰمٓ والی سورتیں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کی تالیف پر یہ دو حٰمٓ والی مفصل میں داخل ہیں۔ جیسا کہ باب تالیف القرآن ص۷۴۷ میں ہے۔ عشرون سورۃ من اول المفصل علی تالیف ابن مسعود آخرھن حٰمٓ الدخان۔ اول مفصل کی بیس سورتیں جن کی اخیر حٰمٓ الدخان ہے حضرت ابن مسعود کی تالیف کے مطابق۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے جس ترتیب سے قرآن جمع فرمایا تھا وہ حضرت عثمان کی ترتیب کے علاوہ ہے۔ اس میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ پھر نساء پھر آل عمران ہے۔ اور فضائل القرآن میں راوی نے ترتیب عثمانی کے مطابق ذکر کیا ہے قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب میں صحابہ کرام کے مابین اختلاف اس کی دلیل ہے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام نے اپنی صوابدید پر رکھا ہے۔ یہ منزل من اللہ نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ مصحف عثمان میں سورتوں کی جو ترتیب ہے وہ صحابہ کرام کے اجماع سے ہے اور متواتر ہے۔ اس

ع۵ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۷ ثانی فضائل القرآن باب تالیف القرآن ص۷۴۷ باب الترتیل فی القرآن ص۷۵۴ مسلم مسافرین۔ ابو داؤد رمضان۔ نسائی صلوۃ۔ مسند امام احمد اول ص۳۸۰

ت (۱۶۰) وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِیْنُ دُعَاءٌ اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمَنْ وَّرَاءَہٗ حَتّٰی اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّۃً عہ

امام عطار نے فرمایا آمین دعا ہے۔ ابن زبیر اور ان کے پیچھے والوں نے آمین اتنی آواز سے کہی کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔

ت (۱۶۱) وَکَانَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُنَادِی الْاِمَامَ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام سے بلند آواز میں کہتے۔

لئے اس کی رعایت واجب ہے نماز میں اس کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مندرجہ ذیل تفصیل کے ساتھ سورتوں کو ملاتے تھے۔ سورۂ رحمٰن اور سورۂ النجم ایک رکعت میں۔ سورۂ اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں۔ سورہ والذاریات اور الطور ایک رکعت میں اور الواقعہ اور نون ایک رکعت میں۔ سأل سائل اور النازعات ایک رکعت میں اور ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں۔ المدثر اور المزمل ایک رکعت میں اور ھل اتی اور لا اقسم ایک رکعت میں، عم یتساءلون اور مرسلت ایک رکعت میں، اذا الشمس کورت اور الدخان ایک رکعت میں۔

تشریحات (۱۶۰) آمین، اسم فعل۔ استجب کے معنی میں ہے۔ یعنی میری دعا قبول فرما۔ اسے آمین بغیر مد کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور مد کے ساتھ بھی۔ مصنف عبدالرزاق میں ایک ضعیف روایت آئی ہے کہ اللہ عزوجل کے اسمار میں سے ہے۔ اور اسی کے مثل ہلال بن یساف تابعی سے بھی منقول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اس کا معنیٰ اللہ ہی جانتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو دعا آمین پر ختم کی جائے وہ ضرور قبول ہوگی۔ تامین باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کے معنی آمین کہنا۔ نماز میں امام مقتدی منفرد اور نماز کے باہر قاری کو سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ آمین قرآن مجید کا جز نہیں۔

امام عطار کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آمین دعا ہے اس لئے اسے امام اور مقتدی سبھی کہیں گے۔ قرآن مجید نہیں کہ صرف امام پڑھے مقتدی نہ پڑھیں۔ اپنے اس قول کی تائید میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ذکر فرمایا۔ اس اثر کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات (۱۶۱) تکمیل:۔ مصنف ابن ابی شیبہ محلی لابن حزم میں ہے بحرین میں علار بن حضرمی امام تھے اور حضرت ابوہریرہ موذن۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے یہ شرط کی تھی کہ مجھ سے پہلے آمین مت کہنا۔ بیہقی میں

عہ اذان باب الجہر بالتامین ص۱۰۷

لَا تَفُتْنِي بِآمِينَ ع۶

میری آمین مت فوت کرنا۔

ت (۱۶۲) وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ لَا يَدَعُهُ

اور نافع نے کہا حضرت ابن عمر اسے چھوڑتے نہیں تھے۔ اور لوگوں کو اس پر ابھارتے تھے

وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذٰلِكَ خَيْرًا ع۶

اور میں نے ان سے اس بارے میں بہت اچھی بات سنی ہے

حدیث (۴۹۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ

صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو

مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ للعہ

اس لئے کہ جس کا آمین کہنا ملائکہ کے آمین پڑھنے کے موافق ہوگا اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروان کے موذن تھے۔ مروان سے یہ شرط کر رکھی تھی کہ جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ یعنی ابوہریرہ صف میں داخل ہو گئے ولا الضالین نہ کہنا۔ ہوتا یہ کہ جب مروان آمین کہتا تو حضرت ابوہریرہ آمین کہتے اس پر اپنی آواز کھینچے اور فرماتے جب زمین والوں کا آمین کہنا آسمان والوں کے آمین کہنے کے موافق ہوگا۔ تو انھیں یعنی زمین والوں کو بخش دیا جائے گا۔ ان دونوں میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ بحرین میں حضرت علار کے بھی موذن رہے ہوں اور کبھی مدینے میں مروان کے بھی۔

ان آثار کے لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ آمین امام اور مقتدی دونوں کو کہنا ہے اور یہ کہ بلند آواز سے کہنا ہے

تشریحات (۱۶۲) امام عبدالرزاق نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ام القرآن (سورہ فاتحہ) ختم کرتے تو آمین کہتے جب بھی اسے ختم کرتے تو اسے نہیں چھوڑتے اور لوگوں کو اس پر ابھارتے۔ یہ امام مقتدی۔ منفرد سب کو عام ہے نماز و بیرون نماز سب کو شامل ہے۔

ع۵ ایضاً ص۱۰۸ ع۶ اذان باب الجہر بالتامین ص۱۰۸ للعہ اذان باب الجہر بالتامین ص۱۰۸ ثانی الدعوات باب التامین ص۹۴۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ، ملائکۃ۔ ابن ماجہ ابوداؤد صلوٰۃ۔

حدیث (۴۹۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ آمِیْنَ وَقَالَتِ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی آمین کہے۔ اور آسمان

تشریحات ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، آمین بالجہر۔ امام بخاری نے آمین بالجہر پر دو باب باندھے۔ ایک مطلق اس میں نہ امام کی تخصیص اور نہ مقتدی کی۔ دوسرا باب خاص مقتدی کے لئے۔ حیرت اس پر ہے کہ امام بخاری جیسے امیر المومنین فی الحدیث اور امام ائمۃ المحدثین کو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملی جس سے امام اور مقتدی یا ان میں سے کسی ایک کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے کا اثبات ہوتا۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ امام بخاری کی شرط پر کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس سے بلند آواز سے آمین کہنے کا ثبوت مل سکے۔ اس مسئلہ پر دو باب باندھ کر کوئی حدیث نہ لانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور جو حدیث لائے ہیں ان سے کسی طرح بلند آواز سے آمین کا ثبوت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہے۔

آج کل غیر مقلدین مسلمانوں میں فساد اور شورش مچانے کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے پر چھیڑ خانیاں کرتے رہتے ہیں آمین بالجہر زبردستی کہلاتے ہیں۔ اس میں اتنا تشدد برتتے ہیں کہ جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں احناف اگر رفع یدین نہیں کرتے یا آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تو انھیں مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ ایک غیر مقلد مجتہد نے اس حدیث سے آمین بالجہر یوں ثابت کیا ہے۔ کہ حدیث میں جب یہ ہے کہ امام جب آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اگر امام بلند آواز سے آمین نہیں کہے گا تو مقتدیوں کو پتہ کیسے چلے گا کہ امام نے آمین کہا۔ **اقول**۔ اولاً اس شان اجتہاد کی داد نہیں دی جا سکتی۔ جب ایک ہی حدیث کے بعد یہ حدیث موجود ہے۔ کہ امام جب ولا الضالین کہے تو آمین کہو۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ امام کب آمین کہے گا۔ اس حدیث سے سب کو معلوم ہو گیا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہے گا۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہتا ہے اسی وقت تم بھی آمین کہو۔ آپ کی اس مجتہدانہ اپج سے بقول آپ کے یہ تو ثابت ہو گیا۔ کہ امام بلند آواز سے آمین کہے مگر مقتدی کے لئے بلند آواز سے آمین کا اثبات اب بھی نہ ہوا۔

تطفل برابن حجر اس پر علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ مقتدی کو کسی وجہ سے یہ حکم نہ معلوم ہو تو ـــــ کیا عرض کروں بہت بڑے بزرگ کی بات ہے لگر ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ مقتدی دور ہو امام کی آواز نہ سنتا ہو تو۔ نیز یہی حکم نہ معلوم ہو کہ امام کے ساتھ آمین ہمیں بھی کہنا ہے تو۔ نیز سرّی نمازوں میں مقتدی آمین کب پڑھے گا آپ تو سرّی نمازوں میں بھی آمین پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

لطیفہ یہی حال ان تمام احادیث کا ہے جن سے بقول غیر مقلدین آمین بالجہر کا اثبات ہوتا ہے کہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف امام کیلئے مقتدیوں کو بھی بلند آواز کہنا چاہئے اس کا ثبوت کسی حدیث سے کسی طرح نہیں۔

لطیفہ ثانیہ بلکہ ان احادیث میں نظر دقیق ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں گے۔ اس لئے کہ فرشتے

الملائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدھما الاخری غفر لہ ما		
میں فرشتے بھی آمین کہیں اور ایک جماعت کا قول دوسرے کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے		
	تقدم من ذنبہ ۵	
	گناہ بخش دیئے جائیں گے	

آہستہ آمین کہتے ہیں اگر وہ بلند آواز سے کہتے تو ضرور سنائی دیتا۔ اور موافقت میں اصل کمال موافقت ہے۔ یعنی جہاں تک ہو سکے ہر طرح موافقت ہو یعنی وقت میں بھی موافقت ہو اور وصف میں بھی ہو۔ وصف میں موافقت یہ ہے کہ جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ویسے ہی نمازی بھی آمین کہیں۔ تو بخاری کی اس حدیث سے ثابت کہ آہستہ آمین کہنا سنت ہے۔

اس پر یہ شبہہ کیا جاسکتا ہے کہ بخاری ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ اور فرشتے آسمان میں آمین کہیں اور ظاہر ہے کہ آسمان کی آواز ہم کیسے سنیں گے۔ **اقول وباللہ التوفیق** ۔ یہ صحیح ہے کہ بعض روایتوں میں۔ فی السماء۔ ہے مگر بخاری کی یہاں مذکور تیسری حدیث میں۔ فی السماء نہیں۔ اس لئے ملائکہ سے صرف آسمان کے فرشتے مراد نہیں بلکہ وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں شریک ہیں خواہ وہ آسمان کے ہوں خواہ زمین کے جیسا کہ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا۔ اب اگر آسمان کے فرشتوں کی آواز نہیں سن سکتے تو اگر زمین والے بلند آواز سے آمین کہتے تو یہ ضرور سنائی دینا چاہئے تھا۔

فائدہ یہاں اس سلسلے کی مذکور تیسری حدیث میں جو جہر الماموم بالتامین کے تحت ہے، یہ ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے بظاہر امام کے آمین کہنے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ تقسیم سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام آمین نہیں کہے گا لیکن جب دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ امام بھی کہے گا تو وہ احادیث اس کی مبین ہوئیں۔

اس حدیث سے آمین بالجہر پر استدلال کرتے ہوئے ابن منیر نے کہا ہے۔ کہ جب قول کا حکم ہوتا ہے تو اصل یہ ہے کہ وہ جہری ہو اور اگر اس سے مراد سری ہوتا ہے تو سری کی قید ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے اصل کے لحاظ سے جہری قول مراد ہوگا۔ **اقول وباللہ التوفیق** یہ قاعدہ صحیح نہیں۔ بہت سی جگہ قول مطلق ہے اور مراد سری یا نفسی ہے۔ مثلاً حدیث ۷۹۵ میں گزر چکا کہ حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب امام **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا ولک الحمد** کہو۔ **ربنا ولک الحمد** بالاتفاق آہستہ کہا جاتا ہے

آمین بالسر کے دلائل ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین آہستہ کہیں گے۔ اور یہی امام مالک کا بھی ایک قول ہے۔ اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ غالباً احناف کے دلائل پر مطلع ہو کر رجوع فرمالیا۔ ورنہ قول قدیم ان کا یہ ہے کہ بلند آواز سے کہنی چاہئے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے ورنہ بالاتفاق دونوں جائز ہیں مگر ہمارے یہاں آہستہ افضل ہے اور امام شافعی کے قول قدیم میں بلند آواز سے ہمارے دلائل یہ ہیں۔

ع۵۔ باب فضل التامین ص۱۰۸ نسائی صلوٰۃ ملائکۃ۔ ۵ جلد ثانی ص۲۲

حدیث (۴۹۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے

اول ۔ امام احمد ابوداؤد طیالسی اور ابویعلیٰ اپنی اپنی مسانید میں اور طبرانی اپنی معجم میں دار قطنی اپنی سنن میں اور امام حاکم اپنی مستدرک میں شعبہ کی یہ حدیث روایت کی ۔

عن سلمۃ بن کہیل عن حجر بن العنبس عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ ۔ ولفظ الحاکم فی العزاءات وخفض بہا صوتہ ۔

علقمہ اپنے والد حضرت وائل سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہا اور اپنی آواز پست فرمائی

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ۔

شبہات امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت سفیان کے طریقے سے اپنی سند کے ساتھ باسقاط علقمہ اس حدیث کو روایت کیا اس میں فجہر بآمین ہے ۔ یعنی آمین بلند آواز سے کہا ۔ نیز نسائی نے اپنی سند کے ساتھ عبد الجبار بن وائل عن ابیہ روایت کیا اس میں ہے رفع بہا صوتہ ۔

علامہ بدر الدین محمود عینی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور ترمذی نے جو روایت کیا اس کے معارض خود امام ترمذی کی وہ حدیث ہے جو امام شعبہ سے اسی سند کے ساتھ تھوڑے تغیر کے ساتھ مروی ہے بجائے حجر بن عنبس کے حجر ابی العنبس ہے ۔ اس میں ہے ۔ و خفض بہا صوتہ ۔ اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے امام ترمذی نے کہا ۔

میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری سے سنا وہ کہتے تھے ۔ سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے ۔ شعبہ نے کئی جگہ خطاکی انھوں نے حجر ابی العنبس کہا حالانکہ حجر بن العنبس ہے ان کی کنیت ابو السکن ہے ۔ اور اس میں علقمہ کو بڑھا دیا حالانکہ علقمہ کے واسطے کے بغیر حجر ابو وائل راوی ہیں ، خفض بہا صوتہ ۔ کہا حالانکہ مد بہا صوتہ ہے ۔

اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا ۔ امام شعبہ جیسے جلیل القدر مسلم الثبوت محدث کے لئے یہ کہنا کہ انھوں نے خطاکی ، خطا ہے ۔ کیسے ان کی طرف خطاکی نسبت درست ہو سکتی ہے جبکہ وہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں ۔ اور یہ کہنا کہ حجر ابی العنبس نہیں ، غلط ہے ۔ یہ ابو العنبس بھی ہیں اور حجر بن عنبس بھی ۔ اس پر ابن حبان نے الثقات میں جزم کیا اور کہا ۔ ان کی کنیت ان کے باپ کے نام پر ہے یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی کنیت ابو السکن بھی ہو اور ابو العنبس بھی ہو ۔ ایک شخص کی دو کنیت ہو سکتی ہے ۔ نیز ابوداؤد میں حجر ابی العنبس ہے ۔ اور علقمہ کا

۵۱ صلوٰۃ باب التامین وراء الامام ص ۱۳۴

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَإِنَّ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ
تو تم لوگ آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا
الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ع۵
اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

زائد ہونا مضر نہیں ثقہ کی زیادتی مقبول ہے خصوصاً شعبہ جیسے امام کی۔ رہ گیا۔ خفض بھا صوتہ اور مد بھا صوتہ۔ کا معاملہ تو خفض بھا صوتہ۔ کی مؤید دارقطنی کی روایت ہے۔ جو انہیں حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے اس میں اخفی بھا صوتہ ہے اس روایت پر دارقطنی نے یہ طعن کیا کہ اس میں شعبہ سے وہم ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ سفیان ثوری اور محمد بن سلمہ بن کہیل وغیرہ نے انھیں سلمہ بن کہیل سے جو روایت کی ہے اس میں۔ رفع بھا صوتہ ہے۔ اسی طرح صاحب تنقیح نے اس پر یہ طعن کیا کہ بیہقی نے بطریق ابوالولید طیالسی خود شعبہ سے جو روایت کیا ہے۔ اس میں رافعا صوتہ ہے۔ یہ خود شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کے موافق ہے۔ بیہقی نے معرفت میں کہا۔ اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ شعبہ نے خود کہا کہ سفیان احفظ ہیں۔ یحییٰ قطان اور یحییٰ بن معین نے کہا جب شعبہ اور سفیان میں مخالفت ہو تو سفیان کی بات قبول کی جائے گی۔ یہ بھی کہا کہ امام بخاری وغیرہ نے اجماع کیا کہ اس روایت میں شعبہ سے خطا ہوئی۔ ان سب کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں۔

شعبہ اور سفیان دونوں امام عظیم ہیں اور دونوں ایک پائے کے ہیں۔ پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا ہو سکتا ہے سفیان سے وہم ہوا ہو۔ اگر شعبہ معصوم نہیں تو سفیان بھی معصوم نہیں۔ پھر اس پر اصرار کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا، مکابرہ ہے۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں اسناد صحیح ہوں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا کہ جہر کے ساتھ آمین کہنا بھی ثابت ہے اور پست آواز سے بھی کہنا ثابت ہے۔ اور ہر ایک پر ایک ایک جماعت نے عمل کیا ہے۔

اقول۔ امام شعبہ نے جو یہ کہا کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں۔ مگر خود سفیان ثوری نے کہا کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں ابوطالب نے امام احمد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ شعبہ حدیث میں سفیان سے احسن ہیں شعبہ کے زمانے میں شعبہ کے مثل یا ان سے اچھا حدیث میں کوئی نہیں تھا ان کو اس کا پورا پورا حصہ ملا تھا۔ امام نسائی نے کہا میں نے ابوعبداللہ بخاری سے پوچھا شعبہ اثبت ہیں یا سفیان، تو انھوں نے فرمایا کہ سفیان حافظ اور صالح شخص تھے۔ شعبہ ان سے زیادہ اثبت اور اتقی تھے۔ یہ سب تہذیب التہذیب میں ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ حدیث میں تعارض ہے تو ان میں کسی ایک کو کسی اور دلیل سے ترجیح دیں گے۔ حدیث کے بعد دلیل شرعی صرف قیاس ہے۔ اس لئے اس سے ترجیح دی جائے گی اور قیاس اس کا مقتضی ہے۔ کہ ترجیح سراً آمین کہنے کو ہے۔ اس لئے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل سر ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

ع۵۔ اذان باب الجہر بالتامین ص۱۰۸۔ ثانی تفسیر سورہ فاتحہ ص۶۴۲۔ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ الاعراف ۵۵ — اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

ابن قطان نے مذکورہ بالا جرحوں کے علاوہ ایک اور جرح کی تھی۔ کہ حجر کا حال معلوم نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ حجر کا حال اگر آپ کو نہیں معلوم تو نہ معلوم ہو مگر صرف آپ کے نہ جاننے سے وہ مجہول نہ ہو جائیں گے۔ ان کا حال کیسے نہیں معلوم۔ حالانکہ وہ صحابی ہیں۔ بغوی ابوالفرج ابن اثیر وغیرہ نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اگر کوئی صحابی نہ مانے تو تابعی یقیناً ہیں۔ ایک جماعت نے ان کی تعریف کی انھیں ثقہ کہا۔ انھیں میں خطیب بغدادی بھی ہیں۔ انھوں نے لکھا۔ کہ یہ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئے اور مدائن میں ان کے ساتھ رہے۔ یہ ثقہ ہیں ان کی حدیث سے متعدد ائمہ دلیل لائے ہیں۔ ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ ابن معین نے کہا کوفے کے رہنے والے ثقہ مشہور ہیں۔ رہ گیا حجر اور حضرت وائل کے بیچ میں علقمہ کا توسط ہو سکتا ہے یہ حدیث علقمہ سے بھی سنی ہو اور وائل سے بھی۔ کبھی علو سند کے لئے علقمہ کو ساقط کر کے براہ راست حضرت وائل سے روایت کیا۔ کبھی علقمہ کے واسطے سے یہ کیا اعتراض کی بات ہے

دوم | امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ حدیث روایت کی۔

حدثنا ابوحنیفۃ حدثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی قال اربع یخفیھن الامام التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و سبحانک اللھم و آمین

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا چار چیزوں کو امام آہستہ کہے گا، اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سبحانک اللھم اور آمین۔

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں سبحانک اللھم کے بجائے اللھم ربنا ولک الحمد ہے۔ پھر دوسری سند کے ساتھ اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے پانچ چیزوں کو امام آہستہ ادا کرے۔ اس میں سبحانک اللھم بھی ہے

سوم | طبرانی نے تہذیب الآثار میں روایت کیا کہ حضرت عمر اور حضرت علی بسم اللہ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں ادا کرتے تھے۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ آمین پست آواز سے کہتے تھے۔

چہارم | حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سکتہ یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ تکبیر کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بعد۔ عمران بن حصین نے اس سے انکار کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا گیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ نے سچ کہا۔[۱]

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ولا الضالین کے بعد جو سکتہ تھا وہ سانس درست کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ مقتدی پہلے آمین کہتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد میں۔ یہ حدیث صحیح کے معارض ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ اور فا تعقیب کے لئے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ سکتہ آمین کہنے کے لئے تھا۔

تنقیح | ابوداؤد میں بطریق ابومسعود جو روایت ہے وہ یہی ہے جو مذکور ہوئی اس کے بعد خود ابوداؤد میں اور ترمذی میں بطریق محمد بن مثنیٰ جو روایت ہے اس میں یہ ہے۔ سعید نے قتادہ سے پوچھا یہ دونوں سکتے کیا ہیں تو انھوں نے بتایا۔ نماز شروع کرنے کے بعد

---

[۱] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب ما یستفتح بہ الصلوٰۃ ص ۱۱۳ ترمذی اول صلوٰۃ باب ماجاء فی السکتتین ص ۳۴ ۔

حدیث (۵۰۰) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اور قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔ پھر اس کے بعد کہا جب ولاالضالین پڑھ لیتے۔

اقول و باللہ التوفیق۔ بظاہر اس حدیث میں اضطراب ہے۔ دوسرے سکتے کے بارے میں بعض روایتوں میں یہ ہے کہ پوری قرأت سے فارغ ہونے کے بعد یا سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھنے کے بعد۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ولاالضالین پڑھنے کے بعد۔ اس اضطراب کو یوں دور کیا جاسکتا ہے کہ اصل میں تین سکتے ہیں۔ ایک تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا ولاالضالین کے بعد تیسرا سورہ کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے۔ روایتوں میں اختصار ہو گیا ہے۔ سب کو جمع کیا جائے تو حاصل یہی نکلتا ہے۔ اس پر قرینہ۔ ترمذی کی روایت کی یہ زیادتی ہے۔ کہ حضور کو یہ پسند تھا کہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد کچھ سکوت فرمائیں تاکہ سانس درست ہو جائے۔ حالانکہ ترمذی میں یہ بھی ہے کہ ایک سکتہ ولاالضالین کے بعد تھا اگر اس وقت سانس درست کرنے کے لئے سکتہ مانا جائے تو احادیث صحیحہ پر کما حقہ عمل نہیں ہو پائے گا۔ اس لئے کہ ابھی حدیث گزری کہ جب امام ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو ف ارتعقیب بلاتراخی کے لئے ہے۔ تو اس حدیث کے مطابق امام کے ولاالضالین کہتے ہی مقتدی بلاتاخیر آمین کہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ امام جب آمین کہے تو آمین کہو۔ یہاں بھی فا ہے۔ اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ امام کے آمین کہنے کے بعد مقتدی آمین کہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اگر ترمذی کی اس زیادتی کو ولاالضالین کے بعد کیلئے مانیں تو امام پہلے سانس درست کرے گا پھر آمین کہے گا۔ اب مقتدی آمین کہیں گے۔ تو امام کے ولاالضالین کہنے اور مقتدی کے آمین کہنے کے مابین فصل ہو گیا اور ابھی گزرا کہ امام کے ولاالضالین کہتے ہی فوراً بلاتاخیر مقتدی آمین کہیں اس لئے جمعاً بین الاحادیث۔ ترمذی کی اس زیادتی۔ حتیٰ یتراد نفسہ۔ کو رکوع سے پہلے مانیں۔ اب ترمذی کی اس روایت سے تین سکتوں کا ثبوت ہو گیا اس طرح اس حدیث کا اضطراب دور ہو گیا۔ فللہ الحجۃ السامیہ

تشریحات ۵۰۰ ولاتعد۔ کی تین توجیہ ہے۔ ایک یہ کہ آئندہ ایسا مت کرنا کہ صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لینا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نماز کے لئے آؤ تو صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع مت کیا کرو۔ جب تک صف میں اپنی جگہ نہ لے لو۔ دوسرے یہ کہ نماز کے لئے دوڑ کر مت آنا کہ سانس پھول جائے۔ جیسا کہ انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز قائم ہو جائے تو دوڑ کر مت آؤ۔ اطمینان کے ساتھ آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو رہ جائے بعد میں پوری کر لو۔ تیسرے یہ بھی معنی بن سکتا ہے کہ آئندہ اتنی دیر مت کرنا۔

ایک شبہ اور جواب اس حدیث کی سند میں ہے عن الحسن عن ابی بکرۃ۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت حسن کا حضرت ابو بکرہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ بذریعہ احنف حضرت ابو بکرہ سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت حسن نے حضرت ابو بکرہ سے سنا ہے۔ اس پر اسی حدیث کی نسائی میں جو سند مذکور ہے وہ دلیل ہے۔ اس میں یہ ہے۔ اخبرنا الحسن ان ابا بکرۃ حدثہ۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَكَرَ
جانب آئے اور حضور رکوع میں تھے تو انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لیا۔ نبی صلے اللہ
ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّ
تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا اللہ تیرے شوق کو اور زیادہ کرے۔ دوبارہ
لَا تَعُدْ۔ ع٥
ایسا مت کرنا۔

حدیث ۵۰۱	عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ
	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے

صَلّٰی مَعَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو کہا ان صاحب نے وہ نماز یاد

مسائل صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر کے صف تک جانا مفسد صلوٰۃ نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ یہ مکروہ ہے۔ البتہ یہ فاصلہ اگر زائد ہو کہ چلنا عمل کثیر میں داخل ہو جائے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کوئی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مقتدی امام کو جس حال میں پائے شریک ہو جائے اس بارے میں حدیث میں صریح حکم بھی مذکور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھے حالت قیام یا حالت رکوع یا حالت سجود میں پائے تو اسی حالت میں میرے ساتھ ہو جائے۔ رواہ سعید بن منصور۔

تشریحات (۵۰۱) بصرہ۔ اس میں چھ لغات ہیں۔ بار کو فتحہ، کسرہ، ضمہ، اور صاد کو سکون اور فتحہ اور کسرہ۔ اس کی طرف نسبت میں بھی دو لغت ہے بَصری بار کو فتحہ اور کسرہ دونوں۔ بصرہ بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آباد کردہ ہے۔ جس کی بنیاد ان کے حکم سے عقبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ میں رکھی تھی۔ یہ اس وقت دو فرسنگ چوڑا اور تین فرسنگ لمبا تھا ایک فرسنگ تین میل کا ہوتا ہے۔ بصرہ کے لغوی معنی وہ نرم پتھر ہے جس میں سفیدی جھلکتی ہو چونکہ یہ

ع٥ اذان۔ باب اذا رکع دون الصف ص۱۰۸ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ۔ ے۵ عمدۃ القاری جلد سادس ص۵۶۔

الرجل صلوۃ کنا نصلیہا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دلادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے

فذکر انہ کان یکبر کلما رفع وکلما وضع۔ ع۵

حضرت عمران نے ذکر کیا کہ وہ جب کبھی سر اٹھاتے اور جھکاتے تو تکبیر کہتے تھے۔

حدیث ۵۰۲

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یصلی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو جب جھکتے اور اٹھتے تو

بہم فیکبر کلما خفض ورفع فاذا انصرف قال انی لاشبہکم

تکبیر کہتے اور جب فارغ ہوتے تو فرماتے ہیں نماز میں تم سب سے زیادہ

ایسے ہی سنگستان پر آباد ہے اس لئے اس کا نام بصرہ پڑ گیا۔ بصرہ میں کبھی بت کی پرستش نہیں ہوئی۔ یہ بھی قبۃ الاسلام اور خزانۃ العرب کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ جنگ جمل کے بعد کا ہے۔

تکمیل اس کے بعد والے باب میں تھوڑی تفصیل ہے کہ حضرت علی جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے تو کہتے اور جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو کہتے۔

فائدہ باب اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس وقت تکبیرات انتقالات کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے یا تو ہم بھول گئے تھے۔ یا ہم نے قصداً چھوڑ دیا تھا۔ جیسا کہ امام احمد اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں بعض صحابہ اور تابعین کے بارے میں مذکور ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ بعض دوسرے سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ بنی امیہ کے بہت سے افراد مثلاً زیاد، ولید بن عقبہ، حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز بلکہ حضرت معاویہ کے بارے میں بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ رکوع میں تکبیر پوری کرنے کا بیان اور بعد میں سجدے کے بارے میں بھی یہی باب قائم فرمایا۔ ظاہریہ اور امام احمد ان تکبیرات کو واجب کہتے ہیں۔ جمہور خصوصاً امام اعظم امام مالک امام شافعی وغیرہ سنت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع میں جانا شروع کرے تو تکبیر بھی ساتھ ہی کہنی شروع کرے اور جب مکمل رکوع کرے تو بند کرے۔ اور اسی طرح سارے انتقالات میں کرے اور تکبیر میں مد کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مد اسم جلالت پر کرے اور کہیں نہ کرے ورنہ معنی فاسد ہونے کی وجہ سے نماز بھی جائے گی۔ مثلاً اسم جلالت کے الف پر مد کرے گا تو جملہ سوالیہ ہو جائے گا یعنی کیا اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور اگر اکبر کی با پر مد کرے گا تو اکبار ہو جائے گا جس کے معنی

ع۵ اذان باب اتمام التکبیر فی الرکوع ص۱۰۸ باب اتمام التکبیر فی السجود ص۱۰۸ باب یکبر وھو ینھض من السجدتین ص۱۱۴۔

صَلٰوۃ برسُولِ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ ع۵

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہوں

حدیث ۵۰۳

عَنْ عِکْرِمَۃَ قَالَ رَأَیْتُ رَجُلاً عِنْدَ الْمَقَامِ یُکَبِّرُ

عکرمہ نے کہا میں نے مقام ابراہیم کے پاس ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ

فِیْ کُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَاِذَا قَامَ وَاِذَا وَضَعَ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

(نمازمیں) ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے اور جب کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے

فَقَالَ اَوَلَیْسَ تِلْكَ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اُمَّ لَكَ ع۵

حضرت ابن عباس کو یہ بتایا تو فرمایا کیا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نہیں۔ تیری ماں نہ رہے۔

حدیث ۵۰۴

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ

نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے۔

تشریحات ۵۰۲، ۵۰۳ تکمیل اس کے بعد والے باب میں یہی حدیث یوں ہے۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کے پیچھے مکے میں نماز پڑھی تو انھوں نے بائیس تکبیریں کہیں، میں نے ابن عباس سے کہا کہ وہ احمق ہے۔ اس پر ابن عباس نے کہا تیری ماں تجھے کھوئے۔ یہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ امام طحاوی اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں یہ روایت کیا کہ یہ بزرگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباس کو جلال آیا کہ ایک عظیم المرتبت صحابی کو جو سنت کی پابندی کرتے تھے، عکرمہ نے احمق کہہ دیا تھا۔ اور یہ نماز ظہر تھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیرات انتقالیہ سنت ہیں۔

تشریحات ۵۰۴ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ امام بھی ربنا ولك الحمد کہے گا یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور احناف کا بھی مختار ہے۔ تحمید میں کئی صیغے آئے ہیں۔ بہتر یہ کہ سب کو جمع کرے یوں کہے اللھم ربنا ولك الحمد

ع۵ اذان باب اتمام التکبیر فی الرکوع ص۱۰۸ ع۵ اذان باب اتمام التکبیر فی السجود ص۱۰۸
باب التکبیر اذا قام من السجود ص۱۰۸

تعالیٰ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ یکبر حین یقوم ثم یکبر حین
جب رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ
یرکع ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من
کہتے۔ پھر کھڑے کھڑے ربنا لک الحمد
الرکعۃ ثم یقول وھو قائم ربنا لک الحمد ثم یکبر حین یھوی
پھر جھکتے ہوئے تکبیر کہتے اور جب اپنا سر
ثم یکبر حین یرفع راسہ ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین یرفع راسہ
اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر
ثم یفعل ذالک فی الصلوٰۃ کلھا حتی یقضیھا ویکبر حین یقوم من
ایسے ہی اپنی پوری نماز میں کرتے یہاں تک کہ پوری فرما لیتے اور جب دو رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو
الثنتین بعد الجلوس قال عبد اللہ بن صالح عن اللیث ولک الحمد[ع]
تکبیر کہتے۔ اور عبد اللہ بن صالح نے لیث سے روایت کرتے ہوئے ولک الحمد کہا

حدیث ۵۰۵ سمعت مصعب بن سعد یقول صلیت الی
مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت سعد بن وقاص کے

راجح یہ ہے کہ اس میں واؤ زائد ہے۔ جیسے بولتے ہیں۔ بعنی ھذا الثوب اس کے جواب میں مخاطب کہتا ہے نعم وھو لک بدرھم۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واؤ عاطفہ ہو اور معطوف علیہ محذوف اب عبارت یہ ہوگی ربنا حمدناک ولک الحمد وہ حدیثیں جن میں یہ مذکور ہے کہ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ ان کی مخصص یہ حدیث ہے۔ اب ان احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ رکوع سے اٹھنے کو مستثنیٰ کر کے ہر جھکنے اور اٹھنے میں تکبیر کہتے تھے۔ اسی لئے اس سے پہلے والی حدیث میں تکبیروں کے عدد بائیس ہی ہیں۔ وہ اسی تقدیر پر ہے کہ تسمیع کو ان میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔

تشریحات ۵۰۵ کنا نفعلہ۔ فنھینا۔ وامرنا۔ جب کوئی صحابی فرمائیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے

ع۔ اذان باب التکبیر اذا قام من السجود ص۱۰۹ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

جَنْبِ اَبِیْ فَطَبَّقْتُ بَیْنَ کَفَّیَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَیْنَ فَخِذَیَّ فَنَهَانِیْ اَبِیْ وَ

پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملایا پھر ان کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھا تو

قَالَ کُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِیْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَیْدِیَنَا عَلَی الرُّکَبِ عـہ

میرے والد نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

حدیث ۵۰۶

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکوع اور

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاِذَا رَفَعَ

سجدہ اور دونوں سجدوں کا درمیانی وقفہ اور رکوع سے سر اٹھانے (اور سجدے میں جانے کا وقفہ)

مِنَ الرُّکُوْعِ مَاخَلَا الْقِیَامِ وَالْقُعُوْدِ قَرِیْبًا مِّنَ السَّوَاءِ ۔ للعـہ

علاوہ قیام وقعود کے قریب قریب برابر تھا۔

کہ حکم اور ممانعت اللہ عز وجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ کیونکہ صحابی کا مقصود اس سے شریعت کے حکم پر دلیل لانا ہوتا ہے۔ اسی لئے راجح یہ ہے کہ اس قسم کے صیغے مرفوع کے حکم میں ہیں۔ اب اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے کرتے تھے اور ہمیں حضور ہی نے منع فرما دیا۔ اور حضور ہی نے یہ حکم دیا کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں۔ اس کی تائید حضرت ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے سیف نے الفتوح میں ذکر کیا۔ کہ اس کے بارے میں مسروق نے حضرت ام المومنین سے پوچھا تو انھوں نے بیان فرمایا۔ کہ تطبیق یہود کا طریقہ تھا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرما دیا (ابتدا میں) اہل کتاب کی موافقت ان چیزوں میں پسند تھی جن میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو۔ پھر اخیر میں ان کی مخالفت کا حکم دے دیا گیا۔

تشریح (۵۰۶)

قریبا من السواء سے متبادر ہوتا ہے کہ قیام وقعود کے علاوہ مذکورہ افعال میں بھی تفاوت ہوتا تھا مگر کم نیز یہ بھی کہ ان میں وقفہ تھا جو ان افعال کے معنی حقیقی کے مصداق سے کچھ زائد تھا۔ اسی وقفہ کو ہم طمانیت اور اعتدال کہتے ہیں۔

عـہ اذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ص۱۰۹۔ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ للعـہ اذان حد اتمام الرکوع ص۱۰۹ باب الطمانیۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص۱۱۰ باب المکث بین السجدتین ص۱۱۳

۵ عمدۃ القاری جلد ثالث ص۶۲

حدیث ۵۰۷

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ سُبْحَانَکَ

اپنے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھتے تھے اے اللہ ہمارے پروردگار

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ ع ۵

ہم تیری تسبیح تیری حمد کے ساتھ کرتے ہیں اے اللہ ہمیں بخش دے۔

تشریحات ۵۰۷

کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے کہ سورہ اذا جاء کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بھی نماز پڑھی اس میں دعا مذکور پڑھی۔ وہیں دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے۔ قرآن پر عمل فرماتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع اور سجدے میں ذکر سنت ہے۔ مخصوص اس دعا کا پڑھنا ضروری نہیں۔ اور بھی متعدد دعائیں آئی ہیں۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا جائے۔ جیسا کہ طحاوی[۱] میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت فسبح بحمد ربک العظیم نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے رکوع میں کرلو اور جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اسے سجدے میں کرلو۔ اسے ابوداؤد[۲] اور ابن حبان[۳] نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک[۴] میں بھی روایت کیا ہے ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ فرائض جب باجماعت پڑھے تو اسی پر اکتفا کرے کیونکہ جماعت میں تخفیف کا حکم ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ضرور تمند، بوڑھے، بیمار سبھی رہتے ہیں۔ بقیہ دعائیں جب تنہا پڑھے تو پڑھا کرے خواہ فرائض ہوں خواہ نوافل سنت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو تین بار پڑھے جیسا کہ ابوداؤد[۵] ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رکوع کرو تو تین بار سبحان ربی العظیم اور جب سجدہ کرو تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھو

اللھم اغفرلی علامہ عینی نے فرمایا کہ دعائے مغفرت اللہ عزوجل کی طرف احتیاج اور اللہ پر یقین اور عبودیت کے اظہار اور بطور شکر ہے یا یہ ترک اولیٰ سے ہے۔ یا یہ کہ اللہ عزوجل کی شان ارفع واعلیٰ کے اعتبار سے عبادت میں جو تقصیر ہوئی اس سے ہے۔ علاوہ ازیں دعا کوئی بھی ہو وہ عبادت ہے۔

ع ۵ اذان باب الدعاء فی الرکوع ص ۱۰۹ ثانی مغازی باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۱۵ تفسیر سورۃ والفتح ص ۷۴۲ باب التسبیح والدعاء فی السجود ص ۱۱۳ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ ۱ شرح معانی الآثار صلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود ص ۱۱۵ ۲ اول صلوٰۃ باب مایقول الرجل فی الرکوع والسجود ص ۱۲۶ ۳ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۶۹ ۴ ایضاً ۵ اول صلوٰۃ باب مقدار الرکوع والسجود ص ۱۲۹

حدیث ۵۰۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ یُکَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ قَالَ اللّٰهُ اَکْبَرُ ۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہہ لیتے تو اللہم ربنا ولک الحمد کہتے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رکوع کرنے لگتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے لگتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔

حدیث ۵۰۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔

تشریحات ۵۰۸ یہاں باب ہے۔ امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کہے۔ اس حدیث سے صرف امام کا تسمیع و تحمید کہنا ثابت ہوتا ہے۔ مقتدی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ لزوماً اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو

اذا رفع راسه اس میں حذف ہے۔ مراد یہ ہے کہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ جیسا کہ طیالسی کی روایت میں ہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان تکبیر کہتے ورنہ رکوع سے اٹھتے ہوئے تکبیر نہیں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ تحمید کے لئے افضل یہی ہے کہ اللہم ربنا ولک الحمد کہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ مختلف روایتوں میں جو مختلف الفاظ آئے ہیں۔ یہ ان سب کا جامع ہے۔ معنوی حیثیت سے یہ افضل اس وجہ سے ہے کہ اس میں ندا دو بار ہے۔

تشریحات ۵۰۹ گزر چکا ہے کہ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ امام اور منفرد تسمیع و تحمید دونوں کہیں گے اور مقتدی صرف تحمید۔ اس پر یہ حدیث دلیل صریح ہے۔ رہ گیا امام اور منفرد کا تحمید کہنا وہ پہلے والی حدیث سے ثابت ہے۔

ع۵ اذان باب ما یقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الرکوع ص۱۰۹۔

فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا

تو تم لوگ ربنا لک الحمد کہو۔ اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اسے

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ؏

بخش دیا جائے گا ۔

حدیث ۵۱۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ میں نبی

صَلٰوةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَ یَقْنُتُ فِی

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قریب کردوں تو ابو ہریرہ ظہر

معارضہ جو لوگ حدیث ۴۹۹ سے یعنی اذا قال الامام آمین فقولوا آمین سے آمین بالجہر پر اس منطق سے استدلال کرتے ہیں کہ قول میں اصل بلند آواز ہے جبتک کہ اس کے خلاف قرینہ نہ ہو۔ وہ لوگ اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے یہاں بھی ہے فقولوا ربنا ولک الحمد۔ اور پست ہونے پر کوئی قرینہ نہیں۔ پھر وہ لوگ تحمید بھی آمین کی طرح بلند آواز سے کیوں نہیں کہتے۔

تشریحات ۵۱۰، ۵۱۱ یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ ظہر۔ عشار۔ فجر۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو نمازوں میں فجر اور مغرب میں۔

لیکن خود اسی بخاری کتاب التفسیر[۱] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی قوم پر بددعا یا کسی قوم کے لئے دعاء خیر کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔ یہاں کسی نماز کی تخصیص نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف کسی ایک نماز میں پڑھتے تھے اور اس کا بھی کہ سبھی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ یا صرف انھیں تین مذکورہ نمازوں میں۔ البتہ مسلم شریف[۲] میں ان کی جو حدیث ہے اس میں صلوٰۃ الفجر مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صبح کی نماز میں قنوت پڑھا۔ بخاری تفسیر[۳] سورہ نسار اور کتاب الدعوات[۴] میں ہے کہ عشار کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے اور سجدے سے پہلے قنوت پڑھی جس میں یہ دعا کی۔ اے اللہ عیاش بن ربیعہ اور ولید

؏ اذان باب فضل اللھم ربنا ولک الحمد۔ ص ۱۰۹ بدأ الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص ۴۵۸ ۔

[۱] باب لیس لک من الامر شئ ص ۶۵۵ [۲] باب استحباب القنوت ص ۲۳۷ [۳] باب قولہ فعسیٰ اللہ ان یعفوعنھم ص ۶۶۱ [۴] [۵] باب الدعا علی المشرکین ص ۹۴۶

الرکعۃ الآخرۃ من صلوۃ الظہر وصلوۃ العشاء وصلوۃ الصبح بعد

عشاء اور صبح کی نماز کی اخیر رکعت میں قنوت پڑھتے

ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ فیدعو للمومنین ویلعن الکفار ع۵

سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد مسلمانوں کے لئے دعا کرتے۔ اور کفار پر لعنت کرتے۔

حدیث ۵۱۱ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان القنوت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر اور

فی الفجر والمغرب ع۵

مغرب میں قنوت تھا۔

بن ولید اور سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ تمام کمزور مسلمانوں کو نجات دے اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ سخت کر اے اللہ ان پر یوسف علیہ السلام کی طرح قحط سالی کر۔ اس کے ایک باب کے بعد جو حدیث آرہی ہے۔ اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ ابو داؤد شریف میں یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مسلسل ایک مہینے تک ہر نماز کے بعد قنوت پڑھتے تھے جب اخیر رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ دعائے قنوت کے دو مواقع ہیں۔ ایک جبکہ مکہ معظمہ میں مجبور و بیکس مسلمان پھنسے ہوئے تھے۔ تو ان کی رہائی کے لئے اور مضر کی ہلاکت کے لئے دعا فرمائی۔ اس کا امکان ہے کہ یہ دعا تمام نمازوں میں کی ہو جس کی مدت ان کی رہائی ہے۔ اور ایک ماہ تک نماز فجر میں۔ جو قنوت پڑھا وہ بیر معونہ اور سریہ رجیع کے واقعے کے بعد پڑھا جس میں رعل، ذکوان، عصیہ وغیرہ کی بربادی کی دعا کی۔ اس لئے ان روایات میں تعارض نہیں۔

یلعن الکفار کسی شخص معین پر لعنت کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ کفر پر مرا ہے جیسے فرعون، ابولہب وغیرہ۔ رہ گئے وہ لوگ جن کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ کفر پر مرے ہیں ان پر لعنت جائز نہیں اگرچہ وہ زندگی بھر حالت کفر میں رہے ہوں۔ البتہ کسی جماعت پر لعنت جائز ہے جیسے کافروں پر لعنت جیسا کہ امام غزالی وغیرہ نے لکھا ہے۔

ع۵ اذان باب ص۱۱۰ مسلم ابو داؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔ ع۵ اذان باب ص۱۱۰ وتر باب القنوت قبل الرکوع بعدہ ص۱۳۶ ۵۵ اول۔ صلوٰۃ۔ باب القنوت فی الصلوٰت ص۲۰۴

حدیث ۵۱۲

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا

كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ

ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب حضور نے

رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ

رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ تو ایک صاحب نے حضور

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ

کے پیچھے کہا ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب حضور نماز سے فارغ

قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا

ہو گئے تو پوچھا ان کلمات کا کہنے والا کون ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ میں تو فرمایا میں نے تیس سے اوپر کچھ فرشتوں کو دیکھا کہ

أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ ؏۵

ان کی طرف تیزی سے بڑھے کہ ان کو پہلے لکھ لیں۔

تشریحات ۵۱۲

یہ صاحب خود حضرت رفاعہ ہی تھے۔ جیساکہ نسائی میں یوں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آئی اور میں نے یہ کہا۔ الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی۔ نماز کے بعد حضور نے پوچھا۔ تو کوئی نہیں بولا۔ دوبارہ دریافت فرمایا تو میں نے بتایا۔ اخیر میں لکھنے کے بجائے یہ ہے کہ اسے اوپر لے جائے۔ اور یہ نماز مغرب کی تھی۔ جیساکہ بشر بن عمر زہرانی کی روایت میں ہے۔ یہ فرشتے، مقررہ کراماً کاتبین کے علاوہ تھے۔

ان تینوں حدیثوں پر امام بخاری نے صرف «باب» بلاعنوان لکھا ہے۔ اصیلی کی روایت میں یہ بھی نہیں ہے۔ اس کے پہلے۔ ربنا ولک الحمد کا باب باندھا تھا۔ اس باب میں خاص ربنا ولک الحمد کی فضیلت مذکور نہیں۔ مگر اس کے متصل اذکار و ادعیہ کا ذکر ہے جن میں سے بعض کے فضائل بھی مذکور ہیں۔ تو اسے اگلے باب سے یک گونہ مناسبت ہوگئی۔ اور چونکہ یہاں نماز کی ترکیب کا تذکرہ چل رہا ہے اور ان احادیث میں جو دعائیں مذکور ہیں وہ عام نمازوں کی نہیں۔ بلکہ مخصوص نمازوں کی ہیں اس لئے ان احادیث

؏۵ اذان باب صـ۱۱۰ ابوداؤد نسائی۔

ت ۱۶۳

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَضَعُ

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سجدے میں جاتے تو)

يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ ۔ع۵

گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ رکھتے۔

حدیث ۵۱۳

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِّنَ الْمَكْتُوبَةِ

عبدالرحمن بن الحارث بن ھشام اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ

تعالیٰ عنہ ہر نماز میں فرض یا کچھ اور، رمضان میں ہو یا اور دنوں میں تکبیر کہتے تھے۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر

يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر سجدہ کرنے سے پہلے ربنا ولک الحمد کہتے۔

کو باب بلا عنوان قائم کر کے علیٰحدہ ذکر فرمایا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بلند آواز سے ذکر جائز ہے۔ اگرچہ وہاں لوگ نماز و اذکار میں مصروف ہوں مگر یہ ضروری ہے کہ اس سے ان لوگوں کو خلل نہ ہو۔

مطابقت ۱۶۳ یہاں باب یہ ہے۔ سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے ہوئے جھکے۔ اس اثر میں سجدے کے لئے جھکنے کی ایک کیفیت مذکور ہے۔ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔ اس اثر کو حاکم ابن خزیمہ دارقطنی بیہقی طحاوی نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام مالک کا اور بروایتے امام احمد کا یہی مذہب ہے کہ سجدے میں جاتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنے۔ ہمارا اور امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر سر۔ یعنی جو عضو زمین سے زیادہ قریب ہے اسے پہلے زمین پر رکھے اور جو جتنا دور ہو اسی ترتیب سے بعد میں۔ اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس سب سے پہلے سر پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اگر موزے پہنے ہو تو پہلے ہاتھ رکھے۔[۱]

تشریحات ۵۱۳ ان کانت۔ میں ان، اِنَّ مشددہ کا مخفف ہے اصل میں انّہ تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مروان نے انھیں مدینہ طیبہ پر اپنا نائب بنایا تھا۔ قالا۔ اس سے مراد۔ عبدالرحمن بن حارث اور سلمہ بن ہشام ہیں۔ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز میں یہ دعا کرتے تھے۔

ع۵ باب یھوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۰۔ ۱؎ عمدۃ القاری سادس ص۷۸

قبل ان یسجد ثم یقول اللہ اکبر حین یھوی ساجدا ثم یکبر

پھر جب سجدے کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب اپنا

حین یرفع راسہ من السجود ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین

سر سجدے سے اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے

یرفع راسہ من السجود ثم یکبر حین یقوم من الجلوس فی الاثنتین

سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر دو رکعت کے بعد بیٹھ کر کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ اور

ویفعل ذالک فی کل رکعۃ حتی یفرغ من الصلوۃ ثم یقول حین

یہ ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد کہتے۔ قسم ہے اس

ینصرف والذی نفسی بیدہ انی لاقربکم شبھا بصلوۃ رسول اللہ

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کانت ھذہ لصلوتہ حتی فارق

مشابہت میں تم سب سے زیادہ قریب ہوں۔ جب تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہی حضور کی

ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید کے بھائی تھے۔ غزوہ بدر میں قریش کے ساتھ آئے تھے۔ اور گرفتار ہو گئے۔ انھیں عبداللہ بن جحش نے گرفتار کیا تھا ان کے بھائی حضرت خالد اور سلمہ نے فدیہ دے کر انھیں چھوڑایا۔ قید سے آزاد ہونے کے بعد ذوالحلیفہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ فدیہ ادا کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ اسلام قبول کر لیا۔ فرمایا۔ اس لئے کہ کسی کو بدگمانی نہ ہو کہ قید کی مشقت سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس جرم میں ان کے بھائیوں نے مکہ معظمہ میں قید کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں کو مکہ معظمہ بھیجا کہ عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کو بھی رہا کریں۔ مکے میں ایک لوہار مسلمان ہو گئے تھے۔ ارشاد ہوا ان کے یہاں ٹھہرنا اور کسی تدبیر سے ان دونوں کو نکال لانا یہ گئے اور ان دونوں کو مدینہ لائے۔ خالد بن ولید نے کچھ آدمیوں کے ساتھ تعاقب بھی کیا مگر یہ بچ گئے۔ عمرۃ القضا میں ہمرکاب تھے۔ انھیں کے ذریعہ خالد بن ولید کے پاس پیغام بھجوایا۔ کہ اگر خالد آجائے تو میں اس کا شایان شان اکرام کروں گا۔ حیرت ہے خالد جیسا انسان اب تک کیسے اسلام سے دور ہے۔ حضرت خالد کو پیغام ملا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ ان کا حیات مبارکہ میں وصال ہو گیا۔

سلمہ بن ہشام اس امت کے فرعون ابوجہل کے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مکہ آئے اور چاہا کہ مدینہ ہجرت

الدُّنْيَا. قَالَا وَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نماز تھی۔ ان دونوں نے کہا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

علیہ وسلم جب اپنا سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد

حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِأَسْمَاءِهِمْ

کہہ لیتے۔ تو کچھ لوگوں کے لئے نام لے کر دعا خیر فرماتے۔

فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ

اور کہتے۔ اے اللہ! ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ

کریں تو انھیں قید کر دیا گیا۔ اور طرح طرح عذاب دیا گیا۔ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ آگئے۔ غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شامیوں سے لڑی جانے والی مشہور جنگ مرج الصفر یا اجنادین میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

عیاش بن ابی ربیعہ یہ حضرت خالد کے چچازاد بھائی ابو ربیعہ عمرو بن مغیرہ کے فرزند تھے اور ابو جہل کے اخیافی بھائی تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ ابو جہل نے انھیں مکے میں باندھ کر رکھا تھا۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شامیوں سے فیصلہ کن معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔ اصابہ میں حضرت عبد الرزاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ یہ تینوں صاحبان جب مکہ سے کسی طرح باہر نکل آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ان کے لئے دعا نذر کر کی۔

واشدد وطأتك وطأ کے معنی پاؤں سے روندنے کے ہیں۔ مراد معنی مجازی ہے۔ یعنی انھیں تباہ و برباد کر دے۔ انھیں اپنی سخت گرفت میں لے۔

مضر عدنان کے پڑپوتے کا نام ہے۔ یہ شجرہ نبویہ میں اٹھارھویں پیڑھی میں ہیں۔ مضر کے معنی کھٹے دودھ کے ہیں۔ ان کی نسل سے جو شاخیں نکلیں ان سب کو بنی مضر کہتے ہیں مثلاً قریش ہذیل۔ اسد۔ تمیم۔ ضبہ۔ مزینہ اور ضباب وغیرہ۔

اهل المشرق اس سے مراد مضر کی یہ شاخیں ہیں۔ بنو لحیان۔ رعل۔ ذکوان۔ عصیہ۔ عضل۔ قارہ۔ ان کا جرم یہ تھا کہ ان میں سے بنی لحیان نے مقام رجیع پر غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہیوں میں سے سات حضرات کو شہید کر ڈالا تھا۔ اور حضرت خبیب اور زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب کو گرفتار کر لیا اور مکہ لے جاکر بیچ دیا۔ اور رعل ذکوان عصیہ عضل قارہ نے بیر معونہ پر اوائل ۴ھ میں ستر قرا کو شہید کر ڈالا تھا۔ جن میں صرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو براء بن عامر نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے

بن ابی ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد

کو اور کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ سخت

وطأتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف و

کر اور انھیں یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح قحط سالی میں مبتلا فرما۔ اور اس

اھل المشرق یومئذ من مضر مخالفون لہ ؏۵

وقت اہل مشرق میں سے مضر حضور کے مخالف تھے۔

تم کو آزاد کرتا ہوں اور ان کے سر کے اگلے حصے کے بال کاٹ دیئے۔ انھوں نے آکر اطلاع دی۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ ان دونوں واقعوں کی اطلاع ایک ہی وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی۔ جس سے عظیم صدمہ ہوا اور حضور نے قنوت پڑھی۔

ایک تنقیح یہاں اور کتاب التفسیر کی روایت جو حضرت ابوہریرہ سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اسیران جفا کی رہائی اور قبائل مضر پر بربادی کی دعا ایک ساتھ کی۔ حضرت انس کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبائل کی بربادی کی دعا صرف ایک مہینے تھی۔ اور مسلم میں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک یہ مظلوم آ نہیں گئے دعا جاری رہی۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا ترک کر دی۔ پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ دیکھتے نہیں وہ لوگ آگئے۔ اور کتب سیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مظلوم غزوۂ خندق کے بعد آگئے تھے۔ اس لئے کہ ان میں سب سے پہلے حضرت ولید بن ولید کسی طرح رہا ہو کر آگئے پھر انھیں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تو ان دونوں کو چھڑا لائے۔ غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا۔ تو اب دو اشکال پیدا ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب سریہ رجیع ۳ھ اور بیر معونہ ۴ھ کے اوائل میں ہوا۔ اور حضور نے ایک ماہ تک دعائے قنوت پڑھ کر بند کر دیا۔ اور یہ مظلوم اس کے بہت بعد کم از کم ایک سال بعد آئے تو یہ دعا ان کے آنے تک کیسے جاری رہی اس کا جواب ظاہر ہے کہ حضرت انس کی اکثر روایات میں صرف فجر میں قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور صرف ان قبائل کی بربادی کی دعا کا۔ یہ مخصوص قنوت نماز فجر میں ایک مہینے تک رہا پھر بند کر دیا گیا۔ اور ان مظلوموں کی رہائی کی دعا اس وقت شروع فرمائی جب یہ اطلاع ملی کہ قید سے رہا ہو کر مکے سے نکل چکے ہیں اور اس وقت تک ہوتی رہی جب تک وہ آ نہیں گئے انھیں کی رہائی کی دعا کے ساتھ تبعاً ان ظالموں پر بددعا بھی فرمائی۔ یا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں مضر سے مراد خاص قریش ہوں۔ اور اخیر کا جملہ اھل المشرق من مضر مخالفون لہ۔ کسی راوی کا اضافہ ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ خیبر میں حاضر ہوئے جو ۷ھ میں ہوا اور یہ مظلوم اس سے بہت پہلے آچکے تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ واقعہ یوں بیان کر رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت موجود تھے۔ اس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوہریرہ نے کسی سے سن کر بیان

؏۵ اذان باب یھوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۱ ابوداؤد نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۱ اول باب استحباب القنوت ص۲۳۷

حدیث ۵۱۴

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ
سعید بن مسیب اور عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی

اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ
کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ کچھ لوگوں نے

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُونَ فِي
عرض کیا یا رسول اللہ۔ کیا قیامت کے دن ہم لوگ اپنے رب کو دیکھیں گے۔ تو فرمایا کیا چودھویں رات کے

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
چاند میں شک کرتے ہو جبکہ اس پر بادل نہ ہو لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا

هَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ
کیا سورج کے دیکھنے میں شبہ کرتے ہو جب اس کے اوپر بادل نہ ہو لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ

تَرَوْنَهُ كَذَٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ
تو فرمایا تم لوگ اللہ عزوجل کو اسی طرح ضرور دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا جو جس کو

شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ
پوجتا ہو اس کے پیچھے ہو جائے۔ تو کچھ لوگ سورج کے پیچھے ہو جائیں گے اور کچھ لوگ

کیا ہے۔ اور اخیر کا حصہ روایت بالمعنی کی وجہ سے بدل گیا ہے۔ اصل مضمون یہ رہا ہوگا کہ پھر حضور نے دعا ترک کردی دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ آگئے۔ مگر تبدیل ہو کر وہ ہو گیا کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حضور نے یہ دعا ترک کردی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۵۱۴ یہاں باب ہے سجدے کی فضیلت کا بیان۔ باب کو حدیث کے اس جز سے مناسبت ہے کہ فرمایا فرشتے سجدے کے نشانوں سے انھیں پہچانیں گے اور سجدے کے نشان کو آگ نہیں کھائے گی

لغات هَلْ نَرَى۔ یہاں نری، نبصر کے معنی میں متعین ہے کیونکہ اگر علم کے معنی میں ہوتا تو ایک اور مفعول ضروری ہوتا نیز یوم القیامۃ کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ هل تمارون۔ تاء کے فتح کے ساتھ جیساکہ، اصیلی کی روایت ہے۔ باب تفاعل سے اس کا مصدر تماری تھا۔ ایک تا تخفیفاً حذف کردی گئی۔ جیسے نارا تلظّٰی میں۔ اس کا مادہ مریٌ بمعنی شک

الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا

چاند کے اور کچھ لوگ بتوں کے اور یہ امت رہ جائے گی جس میں اس امت کے

فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا

منافقین بھی ہوں گے تو اللہ عزوجل اس تجلی کے ساتھ جسے وہ پہچانتے نہ ہوں گے جلوہ فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں

فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ

اس پر لوگ کہیں گے ہم یہیں ٹھہرے رہیں یہاں تک کہ ہمارا رب ہم پر جلوہ فرمائے پس جب ہمارا رب ہم پر جلوہ فرمائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے

فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ

اب اللہ عزوجل ان پر جلوہ فرمائے گا اس تجلی کے ساتھ جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں اب لوگ کہیں گے ہاں تو ہمارا رب ہے

جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ

اب اللہ عزوجل انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر صراط قائم کیا جائے گا۔ رسولوں میں سب سے پہلے میں اپنی امت کے ساتھ اسے پار کروں گا اور

أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ

اس دن رسولوں کے سوا کوئی کلام نہ کرے گا اور رسولوں کلام اس دن یہ ہوگا۔ اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ۔ اور جہنم میں

كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا

سعدان کے کانٹے کے مثل آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا

نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا

ہاں فرمایا وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کے مثل ہیں۔ مگر وہ کتنا بڑا ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہے۔ جمہور کی روایت تُمَارُوْنَ تا کے ضمہ کے ساتھ ہے باب مفاعلت سے۔ اس باب سے اس کے معنی ہوتے ہیں مشکوک بات پر بحث کرنا۔ الطواغیت۔ یہ طاغوت کی جمع ہے اس کا مادہ طغوٌ ہے۔ طاغوت کے معنی ہر وہ چیز جس کی اللہ عزوجل کے علاوہ عبادت کی جائے۔ کبھی صرف بت کے معنی میں آتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ معانی آتے ہیں۔ شیطان۔ کاہن۔ ہر گمراہ کا سربراہ۔ یہاں بت مراد ہے۔ کلالیب۔ کلوب کی جمع ہے آنکڑے۔ سعدان۔ اونٹ کی بہت مرغوب غذا ہے۔ یہ ایک کانٹے دار گھاس ہے جو نجد کے علاقہ میں بہت ہوتی ہے۔ امتحشوا۔ اس کا مادہ محش ہے۔ اس کا معنی یہ ہے آگ سے کھال کا اس طرح جل جانا کہ ہڈی،

إلا الله تخطف الناس بأعمالهم فمنهم من يوبق بعمله ومنهم

وہ آنکڑے اعمال (بد) کی وجہ سے لوگوں کو جھپٹ لیں گے کچھ اپنے عمل بد کی سزا میں ہلاک ہوں گے اور کچھ ریزہ ریزہ

من يخردل ثم ينجو حتى إذا أراد الله رحمة من أراد من أهل النار

ہو جائیں گے پھر نجات پا جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل جہنمیوں میں جس کے ساتھ مہربانی کا ارادہ فرمائے گا۔

أمر الله الملائكة أن يخرجوا من كان يعبد الله فيخرجونهم ويعرفونهم

تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی عبادت کرتے تھے ان کو نکالو۔ اب فرشتے انھیں نکالیں گے اور انھیں سجدے کے

بآثار السجود وحرم الله على النار أن تأكل أثر السجود فيخرجون من

نشانات سے فرشتے پہچانیں گے اور اللہ نے جہنم پر حرام فرمایا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے یہ لوگ جہنم سے نکالے

النار فكل ابن آدم تأكله النار إلا أثر السجود فيخرجون من النار

جائیں گے۔ ابن آدم کے پورے جسم کو آگ کھائے گی سوائے سجدے کے نشان کے۔ یہ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے

قد امتحشوا فيصب عليهم ماء الحياة فينبتون كما

تو سیاہ کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اب ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو ان کے اعضا ایسا اگیں گے جیسے دانے سیلاب

تنبت الحبة في حميل السيل ثم يفرغ الله من القضاء بين

کے بہاؤ میں پھوٹتا ہے اس کے بعد اللہ بندوں کے مابین فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور

العباد ويبقى رجل بين الجنة والنار وهو آخر أهل النار دخولا

ایک شخص جنت و دوزخ کے درمیان رہ جائے گا اور جہنمیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

دکھائی دینے لگے۔ جل کر کالا ہو جانا۔ مطلق جلنا۔ الحبۃ۔ جنگلی پودوں کا بیج حمیل السیل۔ سیلاب سے جو مٹی بہہ کر آئے اور کہیں جم جائے جس کو ہماری زبان میں بھاٹھ کہتے ہیں۔ قشبنی۔ ضرب یضرب سے آتا ہے۔ اس کے معنی زہر دینے کے ہیں۔ قشب کے معنی زہر کے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ قشب صرف اس زہر کا نام ہے جو جانوروں کا قاتل ہو۔ ایک زہریلی گھاس جس کے کھانے سے جانور مرجاتا ہے۔ دھوئیں سے دم گھٹنا۔ مطلقا دم گھٹنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تھے۔ کہ انھیں عطر کی خوشبو محسوس ہوئی تو فرمایا۔ کسی نے ہمارا دم گھونٹ دیا۔ معاویہ موجود تھے۔ عرض کیا۔ ام حبیبہ

الجنة مقبلا بوجهه قبل النار فيقول يا رب اصرف وجهي عن

اس کا چہرہ جہنم کی طرف ہوگا اب وہ عرض کرے گا اے رب میرا چہرہ جہنم سے پھیر دے

النار فقد قشبني ريحها واحرقني ذكاءها فيقول هل عسيت

اس کی بدبو نے میرا دم گھونٹ دیا ہے اور اس کی گرمی نے مجھے جھلس دیا ہے۔ اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا

ان فعل ذالك بك ان تسئل غير ذالك فيقول لا وعزتك فيعطي

اگر تیرے ساتھ یہ کردیا جائے تو کیا تو اس کے علاوہ اور کچھ مانگے گا؟ تو بندہ کہے گا تیری عزت کی قسم نہیں۔ اب

الله عزوجل ما يشاء من عهد و ميثاق فيصرف الله وجهه

اللہ عزوجل جتنا چاہے گا اس سے عہد و پیمان لے گا پھر اللہ اس کے چہرے کو جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔

عن النار فاذا اقبل به على الجنة رأى بهجتها سكت ما شاء

اب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اس کی تروتازگی دیکھے گا جب تک اللہ چاہے گا چپ رہے

الله ان يسكت ثم قال يا رب قدمني عند باب الجنة فيقول

گا پھر کہے گا اے رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس کردے تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے

الله له اليس قد اعطيت العهود والميثاق ان لا تسئل غير

گا کیا تم نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو مانگ چکا ہوں اس کے علاوہ

کے پاس گیا تھا تو اس نے عطر مل دیا۔[۱]

منافقوها جب یہ اعلان ہو جائے گا کہ جو جس کی پرستش کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہو جائے۔ منافقین نے غیر اللہ کی پرستش نہیں کی اور نہ اللہ ہی کی حقیقت میں کی ہے تو حیران کھڑے رہیں گے۔ چونکہ معبودان باطلہ کے پرستار چھٹ جائیں گے تو اب جو مجمع بچے گا وہ اس امت کا اور ان کے منافقین کا ہوگا۔ یا یہ کہ منافقین قصداً مومنین میں گھس آئیں گے اس گمان پر جیسے دنیا میں ہم نے اپنے کفر کو چھپا کر نفع حاصل کیے ہیں آج بھی اسی طرح نفع حاصل کرلیں۔ مسلم شریف[۲] میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل ہر مومن اور منافق کو ایک روشنی عطا فرمائے گا پھر بعد میں منافقین کی روشنی

۱۔ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۸۶ ۲۔ ایمان باب اثبات الشفاعۃ ص ۱۰۷

الَّذِیْ کُنْتَ سَئَلْتَ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ لَا اَکُوْنُ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ فَمَا

تو وہ عرض کرے گا اے رب تیری مخلوق میں سب سے زیادہ میں بد نصیب نہ رہوں۔ اور کچھ نہیں مانگوں گا

عَسَیْتَ اِنْ اُعْطِیْتَ ذٰلِکَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَہٗ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ

اب اللہ عزوجل فرمائے گا اگر تجھے یہ دے دیا جائے تو اس کے علاوہ اور کچھ تو نہیں مانگے گا۔ اس پر عرض کرے گا تیری

لَا اَسْئَلُکَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَیُعْطِیْ رَبَّہٗ مَاشَاءَ مِنْ عَھْدٍ وَّمِیْثَاقٍ

عزت کی قسم اس کے علاوہ اب اور کچھ نہیں مانگوں گا اب اس کا رب اس سے قول و قرار جتنا چاہے گا لے گا۔ پھر

فَیُقَدِّمُہٗ اِلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَھَا فَرَاٰی زَھْرَتَھَا وَمَا فِیْھَا مِنَ

اسے جنت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ پھر جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا اور اس کی شادابی اور اس میں

النَّضْرَۃِ وَالسُّرُوْرِ فَیَسْکُتُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّسْکُتَ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ

جو تر و تازگی اور خوشی ہے دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا چپ رہے گا۔ پھر عرض کرے گا۔ اے رب

اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَیْحَکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَکَ

مجھے جنت میں داخل فرمادے اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تیرے لئے خرابی ہو کس چیز نے تجھ کو

اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعَھْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ

عہد شکن بنادیا۔ کیا تو نے قول قرار نہیں کیا تھا کہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں

فَیَقُوْلُ یَارَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَیَضْحَکُ اللّٰہُ مِنْہُ ثُمَّ یَاْذَنُ

گا تو وہ عرض کرے گا اے رب مجھے اپنی مخلوق کا سب سے زیادہ بد نصیب نہ بنا اس پر اللہ عزوجل ہنسے گا جیسا ہنسنا اس کی شان کے لائق ہے پھر اجازت دے دے گا۔

فیاتیھم بدء الخلق میں یہ ہے۔ فی غیر الصورۃ التی یعرفون فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ باللہ منک۔ جس تجلی سے لوگ اللہ عزوجل کو پہچانتے ہوں گے اس کے علاوہ دوسری تجلی کے ساتھ جلوہ فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو لوگ کہیں گے ہم اللہ کی تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے بعد بدء الخلق اور توحید دونوں میں یہ ہے۔ فیاتیھم اللہ فی الصورۃ التی یعرفون۔ اس کے بعد اللہ عزوجل اپنی اس تجلی میں جلوہ دکھائے گا جسے وہ لوگ پہچانتے ہوں گے۔ پھر تینوں جگہ یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو لوگ عرض کریں گے ہاں

لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ

شان کے لائق ہے پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا اور فرمائے گا آرزو کر۔ یہاں تک کہ اس کی آرزو ختم ہو جائے گی

عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا أَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ

تو اللہ عزوجل فرمائے گا یہ بھی زیادہ کر دے یہ بھی زیادہ کر دے اسے یاد دلاتا جائے گا یہاں تک کہ سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ

تو اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تیرے لئے یہ ہے اور اس کے برابر اور۔ اور حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ

لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهٖ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْفَظْهُ مِنْ

تیرے لئے یہ ہے اور اس کا دس گنا۔ تو ابو ہریرہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ

یہ بھی ارشاد ہے۔ مجھے یاد نہیں۔ صرف یہ یاد ہے کہ تیرے لئے یہ ہے اور اس کے برابر اور۔

مَعَهٗ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ إِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهٖ [۵]

ابو سعید نے کہا میں نے حضور سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ یہ تیرے لئے ہے اور اس کا دس گنا اور۔

تو ہمارا رب ہے۔ یہاں اس کے بعد فیدعوھم ہے۔ پھر اللہ عزوجل انھیں پکارے گا۔ اور ان دونوں جگہ۔ فَيَتَّبِعُوْنَهٗ ہے۔ یعنی وہ اللہ عزوجل کی اس تجلی کے ساتھ ہو جائیں گے۔

اشکال اور جواب اللہ عزوجل آنے جانے اور صورت سے منزہ ہے۔ یہ سب متناہی اور اجسام کی صفات ہیں۔ اللہ عزوجل جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ لامحالہ علماء نے اس کی تاویل کی کہ آنے سے مراد، اس حجاب کو اٹھا دینا ہے جو ہماری نظروں اور اللہ عزوجل کی رویت میں حائل تھا۔ اور صورت سے تجلی مراد ہے۔ چونکہ جو غائب ہو اس کا دیکھنا بغیر آئے

---

[۵] اذان باب فضل السجود ص۱۱۱-۱۱۲ ثانی رقاق۔ باب الصراط جسر جہنم ص۹۷۲ التوحید۔ باب قول اللہ عزوجل وجوہ یومئذ ناضرۃ ص۱۱۰۶۔ مسلم ایمان۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۷۵

حدیث ۵۱۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اُمِرَ النَّبِیُّ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّسْجُدَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَعْضَاءٍ وَّلَا یَکُفُّ
علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا بال اور کپڑا

شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا اَلْجَبْہَۃِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ ؏۵
نہ سمیٹنے کا حکم دیا گیا۔ پیشانی۔ دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں۔

ممکن نہیں۔ اس لئے رویت کو آنے سے تعبیر فرمایا۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس لئے اسلم یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور معنی کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کیا جائے۔ خطابی نے کہا کہ یہ رویت اس کے علاوہ ہے جو جنت میں نصیب ہوگی۔

فیضرب الصراط صراط جہنم کے اوپر ایک پل ہوگا جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا جس سے سب کو گزرنا ہے۔ اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سات جگہ بندوں کو روکیں گے اور سات چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے۔ ایمان۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ رمضان کا روزہ۔ حج وعمرہ۔ وضو۔ جنابت سے غسل۔

ولا یتکلم مراد یہ ہے کہ اس وقت یعنی صراط سے گزرتے وقت۔ یا مراد یہ ہے کہ بلا اذن ورنہ قرآن واحادیث اس سے مملو ہیں کہ انسان وہاں بھی مجادلہ ومکابرہ کرے گا۔

آثار السجود ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سات اعضاء ہیں جو سجدے کے وقت زمین پر لگتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا اس سے صرف پیشانی مراد ہے۔ اس کی تائید بعد کے لفظ۔ الا اثر السجود۔ سے ہوتی ہے۔ نیز مسلم کی اس روایت سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں فرمایا لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے جو جلے ہوں گے مگر چہرہ کی گولائی۔ مگر امام نووی نے پہلے کو اختیار کیا اور اس کی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد مخصوص قوم ہے۔ رویت باری عزوجل کی مکمل بحث گزر چکی۔

تشریحات ۵۱۵ اس کے چند سطر بعد باب السجود علی الانف میں ہے۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور ہاتھ سے ناک پر اشارہ فرمایا۔ الحدیث۔ یعنی ناک پر بھی سجدے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر لگانی ضروری ہے۔ اگر صرف پیشانی لگی ناک نہ لگی

؏۵ باب السجود علی سبعۃ اعظم ص۱۱۲ باب یکف شعراً باب لا یکف ثوبہ فی الصلوٰۃ ص۱۱۳ باب السجود علی الانف ص۱۱۲ ص۱۵۴ ولی ایمان باب اخراج الموحدین من النار ص۱۰۷

حدیث ۵۱۶

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰی اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَی النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِیْ مَا سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ قَالَ اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَکَفْنَا مَعَہٗ فَاَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَکَ فَاعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَاعْتَکَفْنَا مَعَہٗ فَاَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَکَ

ابوسلمہ نے کہا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گیا۔ اور ان سے عرض کیا۔ کیا آپ کھجور کے باغ میں نہیں چلیں گے تاکہ ہم بات کریں تو وہ تشریف لے گئے میں نے ان سے عرض کیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں جو کچھ سنا ہے بیان کیجئے تو انھوں نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی حضور کے ساتھ اعتکاف کیا۔ تو حضور کی خدمت میں جبرئیل آئے اور بتایا کہ جسے آپ طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے۔ تو حضور نے بیچلے عشرہ میں اعتکاف کیا تو ہم نے بھی حضور کے ساتھ اعتکاف کیا پھر خدمت اقدس میں جبریل حاضر ہوئے اور عرض کیا جسے آپ

یا صرف ناک لگی پیشانی نہ لگی تو سجدہ صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ ہمارا مذہب مختار و مفتی بہ ہے۔

ولا یکف یعنی بال یا کپڑے کو غیر معتاد طریقے سے سمیٹنا۔ مثلاً بالوں کا جوڑا باندھنا یا ان کو سمیٹ کر عمامے کے اندر کر لینا یا آستین چڑھا لینا یا تہبند اور پائجامے کو گھرس لینا۔ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

تشریحات ۵۱۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ رمضان مبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ اور اکیسویں کی صبح کو ختم کر دیتے تھے۔ اس سال یہ ہوا کہ عشرہ اول میں بھی اعتکاف فرمایا اور اوسط میں بھی۔ اور اکیسویں کو حضور نے بھی اور اعتکاف کرنے والے صحابہ نے بھی اپنا اپنا سامان منتقل فرما دیا تو حضور نے وہ خطبہ دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اور حکم دیا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ سب لوٹ آئیں اور اعتکاف کریں۔ اس لئے کہ شب قدر انھیں دس راتوں میں سے کسی طاق رات میں ہے۔ اس کے بعد سے رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف فرمانے لگے شب قدر

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

طلب کر رہے ہیں وہ حضور کے آگے ہے اس کے بعد حضور کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹے یعنی پھر اعتکاف کرے۔

وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيتُهَا وَإِنَّهَا فِي

کیونکہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی اور میں بھول گیا ہوں وہ اخیر کے دس

الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ

دنوں کے وتر میں ہے اور میں نے دیکھا گویا کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور

وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا

مسجد کی چھت کھجور کے شاخ کی تھی۔ اور ہم آسمان میں کچھ نہیں دیکھ رہے تھے

فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کہ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آیا تو ہم پر بارش برسائی گئی اور ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی

وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُولِ اللّٰهِ

یہاں تک کہ میں نے کیچڑ اور پانی کا اثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهِ تَصْدِيقُ رُؤْيَاهُ ع۵

پیشانی اور ناک کے بانسے پر دیکھا۔ یہ حضور کے خواب کی تصدیق تھی۔

کی جو نشانی اس میں مذکور ہے وہ خاص اس رات کے لئے ہے۔ ویسے بعض عرفا نے لکھا ہے کہ اگر رمضان شریف کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں بارش ہو تو امید ہے کہ وہ شب قدر ہوگی۔

ع۵ اذان باب السجود علی الانف فی الطین ص ۱۱۲ الصوم باب تحری لیلۃ القدر ص ۲۷۰ باب الاعتکاف فی العشر الاواخر ص ۲۷۱ باب من خرج من اعتکافہ عند الصبح ص ۲۷۳ مسلم۔ صیام۔ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ موطا امام مالک ص ۱۰۸ مسند امام احمد ثالث ص ۲۴ ابن ماجۃ اعتکاف

حدیث ۵۱۷

عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّ مَالِکَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ رَضِیَ
حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی
ساتھیوں سے فرمایا۔ کیا میں تمھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَاکَ فِیْ غَیْرِ حِیْنِ صَلٰوۃٍ فَقَامَ
کی نماز نہ بتادوں۔ ابو قلابہ نے کہا وہ کسی نماز کے وقت میں نہ تھا۔ تو وہ کھڑے ہوئے

ثُمَّ رَکَعَ فَکَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَامَ ھُنَیَّۃً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ
پھر رکوع کیا پھر تکبیر کہی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدے سے سر

رَاْسَہٗ ھُنَیَّۃً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ ھُنَیَّۃً فَصَلّٰی صَلٰوۃَ عَمْرِو
اٹھایا تھوڑی دیر بیٹھے رہے پھر سجدہ کیا پھر اپنا سر سجدے سے اٹھا کر تھوڑی دیر رکے رہے۔ ہمارے

اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے۔ اعتکاف اور شب قدر کے بارے میں تفصیلی گفتگو اس کے باب میں آئے گی
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ناک پر سجدہ کرنا ضروری ہے وہ بھی اس طرح کہ ناک کا نرم حصہ دبائے تاکہ ہڈی زمین پر ٹک جائے کیچڑ میں بھی سجدہ درست ہے بشرطیکہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ پیشانی اور ناک ٹک نہ سکے۔

تشریحات ۵۱۷ فی الثالثۃ او الرابعۃ۔ یہ شک راوی ہے مراد یہ ہے کہ شک کرنے والے راوی کے شیخ نے فی الثالثہ کہا تھا۔ یا فی الرابعہ۔ مراد یہ ہے کہ تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد کہا تھا یا یہ کہا تھا کہ چوتھی رکعت کی ابتدا میں۔ اس سے مراد جلسہ استراحت ہے۔ یہاں تیسری اور چوتھی کے مابین مذکور ہے۔ اور باب۔ من صلی بالناس ھو لا یرید الا ان یعلم۔ الخ میں ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سجدے کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھتے تھے۔ دونوں سے ثابت ہوا کہ پہلی اور دوسری نیز تیسری اور چوتھی کے درمیان دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے تھے۔ اس کی تائید انھیں کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو اس کے بعد باب من استوی قاعدا فی وتر من صلوتہ۔ میں مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی طاق رکعت میں جب تک سیدھے بیٹھ نہ لیتے کھڑے نہیں ہوتے۔ اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ وہیں ابتدا میں یہ زائد ہے۔ کہ مالک بن حویرث ہماری اسی مسجد میں آئے اس سے مراد بصرے کی مسجد ہے۔

جلسہ استراحت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جلسہ استراحت سنت ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ ہمارے یہاں

بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهُ
شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھتی ایوب نے کہا۔ وہ ایک ایسا کام کرتے تھے کہ میں نے اور لوگوں کو وہ
كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
کرتے نہیں دیکھا۔ وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے مالک بن حویرث نے بتایا کہ ہم نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهَالِيْكُمْ صَلُّوْا
کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے وہاں قیام کیا تو فرمایا جب تم اپنے اہل وعیال میں جاؤ تو اس وقت یوں نماز پڑھنا اور اس
صَلٰوةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ
وقت میں یوں نماز پڑھنا۔ جب نماز کا وقت
الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ ؎٥
آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

اور امام مالک اور امام احمد کے یہاں جلسہ استراحت مشروع نہیں۔ اور یہی حضرت ابن مسعود اور ابن عمر بن عباس حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ نعمان بن ابو عیاش نے کہا میں نے ایک نہیں کئی صحابہ کو پایا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ عبدالملک نے کہا۔ جلسہ استراحت اہل مدینہ سے کیسے چھوٹ گیا حالانکہ انھیں دس سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابو بکر وعمر وعثمان اور دوسرے صحابہ نے پڑھائی اور یہ ان سے رہ گیا۔ خود اسی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ ایک کام ایسا کرتے تھے جو لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جلسہ استراحت وہاں یعنی بصرے میں اس وقت ان کے سوا کوئی نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ وہ صحابہ کرام کا عہد تھا۔ انھیں کی یہی حدیث باب کیف یعتمد علی الارض۔ میں بھی مذکور ہے جس کے اخیر میں ہے کہ زمین پر ٹیک لگاتے پھر کھڑے ہوتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھتے۔ مگر ہمارے یہاں سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے بغیر کھڑا ہو۔ اور اس مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

؎٥ اذان باب السکت بین السجدتین ص۱۱۳ اذان باب من صلی بالناس وھو لا یرید الا ان یعلمھم ص۹۳ باب من استوی قاعدا فی وتر ص۱۱۳ باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الرکعۃ ص۱۱۳ باب الطمانیۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص۱۱۰ ابو داود۔ نسائی۔ کلاھما فی الصلوۃ۔ ؎٦ عمدۃ القاری جلد خامس ص۲۰۸

حدیث ۵۱۸

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنِّيْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اس میں کمی

لَا آلُوْ اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں کروں گا کہ تمہیں ویسی نماز پڑھاؤں جیسے نبی صلی اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمیں پڑھائی۔

يُصَلِّيْ بِنَا۔ قَالَ ثَابِتٌ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

ثابت نے کہا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ ایسا کام کرتے تھے

يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ اَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهُ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

جو تم کو کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے

قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ

رہتے کہ کہنے والا کہتا وہ بھول گئے۔ اور دونوں سجدوں کے مابین بھی یہاں تک کہ کہنے والا

الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ ؎

کہتا وہ بھول گئے۔

کا جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ جب حضرت مالک بن حویرث نے دیکھا ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر جلسہ استراحت کیا ہو۔ یہ خدمت اقدس میں بیس دن رہے۔

اقول۔ اس مضمون کی متعدد احادیث وارد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر خفض اور ہر رفع کے وقت تکبیر کہتے۔ یعنی ہر جھکتے اور ہر اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے۔ جلسہ استراحت کے کرنے والوں کا بہر حال اس حدیث پر عمل نہ ہو گا اگر جلسہ استراحت سے پہلے تکبیر کہیں گے تو جلسہ استراحت سے اٹھتے وقت رہ جائے گی اور اگر جلسہ استراحت کے بعد کہیں گے تو سجدے سے اٹھاتے وقت رہ جائے گی تو ثابت ہو گیا۔ اس حدیث کے معارض ہونے کی وجہ سے جلسہ استراحت مسنون نہیں۔ اور حضرت مالک بن حویرث کی حدیث حالت عذر پر محمول ہے۔

تشریحات ۵۱۸ رکوع اور سجدے اور دونوں سجدوں کے مابین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیر تک ٹھہرنا

؎ اذان۔ باب المکث بین السجدتین ص۱۱۳ باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص۱۱۲

حدیث ۵۱۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَ

وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سجدے میں اعتدال کرو۔

لَا یَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ عـــه

تم میں کوئی کتے کی طرح اپنی کلائیاں نہ بچھائے

ت ۱۶۴

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُكَبِّرُ فِیْ

اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کھڑے ہونے کی حالت میں

نَهْضَتِهٖ عـــه۔

تکبیر کہتے تھے۔

ان دعاؤں کے پڑھنے کے لئے تھا جو بعض احادیث میں وارد ہیں۔ اسی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ دونوں سجدوں کے درمیان اللھم اغفرلی، بار بار پڑھے۔ گزر چکا کہ ہمارے یہاں یہ نوافل میں ہیں۔ یا منفرد کے لئے فرائض میں نہیں۔ جبکہ باجماعت ہوں اس لئے کہ فرائض میں تخفیف پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ تنہا پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔

تشریحات ۵۱۹ سجدے میں اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ نہ بہت پھیلو اور نہ بہت سکڑو۔ دونوں کی درمیانی حالت میں رہو۔ حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہاتھوں کو اتنا پھیلاتے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ مسلم شریف میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی رکھتے کہ اگر بکری کا چھوٹا بچہ درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا کتے کی طرح بچھانے کا مطلب یہ ہے کہ پوری کلائی زمین پر بچھا دی جائے یہ مکروہ ہے۔

عـــه اذان باب لایفترش ذراعیہ فی السجود ص۱۱۳ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ نسائی کلھم فی الصلوٰۃ

عـــه اذان یکبر وھو ینھض من السجدتین ص۱۱۴ لہ اول صلوٰۃ باب اعتدال فی السجود ص۱۹۴

حدیث ۵۲۰

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰی لَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ

حضرت سعید بن حارث نے کہا ہمیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ

عنہ نے نماز پڑھائی تو بلند آواز سے تکبیر کہی جب سجدے سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا

وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ

اور جب اٹھایا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے۔ اور بتایا کہ میں نے ایسے ہی نبی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ع۵

صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

تشریحات ۱۴۳-۵۲۰ اثر ابن زبیر کو ابن ابی شیبہ نے موصولا بیان کیا ہے۔ یہاں مراد حضرت عبد اللہ بن زبیر ہیں ابن زبیر جب مطلق بولتے ہیں تو یہی مراد ہوتے ہیں۔

غایت باب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشہد کے بعد جب تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ تو تکبیر کہے جمہور کہتے ہیں کھڑے ہونے کی ابتدا کرے تو تکبیر کہنا شروع کرے۔ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس کے لئے یہ عنوان قائم فرمایا۔ کہ جب دونوں سجدوں یعنی رکعتوں سے کھڑا ہونے لگے تو تکبیر کہے۔ اس باب میں سجدتین سے مراد رکعتین ہے۔ اب اثر ابن زبیر اور حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے۔ یہ علامہ عینی کی تقریر ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ سجدتین سے اس کا معنی حقیقی مراد لیا جائے۔ اور ابن رشید کا یہ شبہ کہ پھر ایک مضمون کے دو باب ہو جائیں گے اس لئے کہ پہلے یہ باب قائم کر چکے ہیں۔ جب سجدے سے کھڑا ہو تو تکبیر کہے۔ لائق التفات نہیں اس لئے کہ اگر صرف یہی ایک باب مکرر ہو تو تکرار باب سے ایراد درست تھی۔ بخاری میں متعدد ابواب مکرر ہیں مثلا یبدی ضبعیہ ویجافی جنبہ فی السجود۔ کتاب الصلوٰۃ ص۵۶ پر بھی ہے اور کتاب الاذان ص۱۱۲ پر بھی۔ اسی طرح اذا لم یتم السجود بھی۔ انھیں دونوں صفحات پر مکرر ہیں یہاں تو الفاظ بدلے ہیں۔ اور ان دونوں ابواب میں الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری نے یہ نماز مدینہ طیبہ میں مروان خبیث کی امارت کے ایام میں پڑھائی۔ گزر چکا کہ مروان نے امام حضرت ابو ہریرہ کو بنایا تھا۔ اتفاق سے وہ ایک نماز میں نہیں آئے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔ اور دیگر مواقع کی طرح دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی بلند آواز سے تکبیر پڑھی۔ نماز کے بعد لوگوں نے عرض کیا

ع۵ اذان باب یکبر وھو ینھض من السجدتین ص۱۱۴

ت ۱۶۵ وَكَانَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَجْلِسُ فِي
حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہا نماز میں

صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيهَةً ع۵
مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔

حدیث ۵۲۱ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ يَرَى
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے صاحبزادے عبداللہ نے خبر دی کہ

آپ کی نماز مختلف ہوئی تو فرمایا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میری یہ نماز تمہاری نماز سے مختلف ہوئی۔ یا نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مروان اور دوسرے بنی امیہ اس وقت تکبیر آہستہ کہتے تھے۔ اس پر کسی نے وہ کہا تھا۔ [1]

تشریحات ۱۶۵ ام الدرداء۔ دو ہیں ایک کبریٰ جن کا نام خیرہ تھا دوسری صغریٰ جن کا نام ھجیمہ تھا۔ کبریٰ صحابیہ ہیں اور صغریٰ تابعیہ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ یہاں مراد صغریٰ ہیں۔ کیونکہ کبریٰ کی مکحول سے ملاقات نہیں۔ اور یہ اثر حضرت مکحول ہی سے مروی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ وکانت فقیھۃ۔ دلیل ہے کہ مراد کبریٰ ہیں۔ مگر اس خادم کا خیال یہ ہے۔ کہ علامہ ابن حجر کی رائے زیادہ دقیع ہے۔ تابعیہ بھی فقیہ ہو سکتی ہیں۔ وکانت فقیھۃ امام مکحول کا قول ہے۔ اس لئے کہ مسند فریابی میں بھی وکانت فقیھۃ تک مروی [2] ہے۔ اگر یہ امام بخاری کا قول ہوتا تو مسند فریابی میں نہ ہوتا۔ اس اثر کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں اور ابن ابی شیبہ نے موصولا روایت کیا ہے۔ **اقول**۔ ہمارے یہاں عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنا مسنون نہیں۔ وہ اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف کرکے سرین پر بیٹھیں گی۔ اس اثر کا آخر حصہ "جلسۃ الرجل" سے ظاہر ہے کہ اس عہد میں بھی مردوں کی نشست الگ تھی اور عورتوں کی الگ۔

تنبیہ مردوں کو سجدے میں پیر کی دس انگلیوں میں سے ایک کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے اور ہر پیر کی تین تین انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور سب کے سنت۔ مگر عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ انھیں پنڈلیاں زمین پر لگانا ضروری ہے۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگانے میں پاؤں کا کھڑا رکھنا ضروری ہوگا۔ جس کی وجہ سے پنڈلیاں زمین سے چپک نہ پائیں گی۔

تشریحات ۵۲۱ انما سنۃ الصلوٰۃ۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ وتثنی الیسریٰ اس روایت میں یہ تصریح نہیں کہ پاؤں پر بیٹھے گا یا سرین پر۔ مگر موطا امام مالک [3] میں جو روایت ہے اس میں ہے کہ

ع۵ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد۔ [1] فتح الباری ثانی ص۲۵۱ [2] فتح الباری ثانی ص۲۵۲ [3] باب العمل فی الجلوس فی التشہد ص۳۳

عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَتَرَبَّعُ فِی الصَّلٰوۃِ اِذَا

انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ نماز میں بیٹھتے وقت پالتی مار کر بیٹھتے ہیں وہ

جَلَسَ فَفَعَلْتُہٗ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ حَدِیْثُ السِّنِّ فَنَہَانِیْ عَبْدُ اللّٰہِ

(کہتے ہیں) تو میں نے بھی ایسا ہی کیا اور میں اس وقت نو عمر تھا تو عبداللہ بن عمر نے مجھے اس

بْنُ عُمَرَ وَقَالَ اِنَّمَا سُنَّۃُ الصَّلٰوۃِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْیُمْنٰی

سے منع فرمایا اور بتایا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ داہنا پاؤں کھڑا رکھ اور بایاں

وَتَثْنِیَ الْیُسْرٰی فَقُلْتُ اِنَّکَ تَفْعَلُ ذٰلِکَ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَایَ لَاتَحْمِلَانِیْ[ع]

موڑدے میں نے عرض کیا آپ پالتی مار کر بیٹھتے ہیں تو فرمایا میرے پاؤں میرا بار برداشت نہیں کر پاتے۔

وہ اپنے بائیں سرین پر بیٹھے مگر نسائی میں بطریق عمرو بن حارث جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ نماز کی سنت داہنے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پر بیٹھنا ہے۔

ان رجلای اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اور رجلای اس کا اسم۔ تو چاہیے تھا رِجْلَیَّ۔ اور یہی اکثر روایت ہے۔ مگر ایک روایت میں جسے ابن تین نے بیان کیا۔ رجلای الف کے ساتھ ہے۔ اس کی دو توجیہ ہے۔ ایک یہ کہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نہیں ہے بلکہ حرف ایجاب ہے۔ معنی میں نعم کے۔ جیساکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد میں ہے۔ جب کہ ایک شاعر نے کہا۔ لعن اللّٰہ ناقۃ حملتنی الیک۔ اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھے تیرے پاس لائی۔ تو فرمایا۔ انّ وراکبہا۔ ہاں اور اس کے سوار پر بھی۔ دوسرے یہ کہ یہ بنی الحارث کی لغت پر ہے۔ یہ اِنَّ کے اسم کو نصب نہیں دیتے۔ انھیں کی لغت پر ان ھٰذان لساحران کی قرأت ہے۔

مسائل ہمارے یہاں دونوں قعدوں میں سنت یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا کھڑا رکھے۔ جیساکہ ابھی حدیث زیر بحث میں نسائی کی روایت گزری۔ نیز ہماری دلیل ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور داہنا کھڑا رکھتے تھے۔[ع۲]

ع اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ص۱۱۴ ابوداؤد۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۔ ۱ اول صلوٰۃ باب الاستقبال باطراف اصابع القدم ص۱۲۳ ۔ ۲ مسلم اول صلوٰۃ باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ص۱۹۵

حدیث ۵۲۲ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهٗ کَانَ
محمد بن عمرو بن عطار سے روایت ہے کہ — وہ صحابۂ کرام

جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے — وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی

فَذَکَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ
نماز کا تذکرہ کیا — تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا میں آپ

السَّاعِدِیُّ اَنَا کُنْتُ اَحْفَظَکُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں۔

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُهٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ وَاِذَا رَکَعَ
میں نے حضور کو دیکھا کہ جب تکبیر کہی تو اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل لے گئے اور جب رکوع

اَمْکَنَ یَدَیْهِ مِنْ رُّکْبَتَیْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ اِسْتَوٰی
کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جما دیا پھر اپنی پیٹھ جھکایا — اور جب اپنا سر اٹھایا تو اتنے سیدھے

تشریحات ۵۲۲ مع نفر۔ ابوداؤد میں ہے کہ میں نے ابوحمید کو دس صحابہ میں بیٹھے دیکھا۔ اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ دس صحابہ کے ساتھ دیکھا۔ یعنی حضرت ابوحمید ساعدی کے علاوہ دس صحابہ تھے ان میں مندرجہ ذیل حضرات کا نام معلوم ہو سکا[1]۔ حضرت ابو قتادہ۔ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت محمد بن مسلمہ۔ ابو العباس سہل بن سعد۔ ابو اسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوا اور فرمایا۔ کیسے بخدا تم نہ ہم سے زیادہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور نہ ہم سے پہلے تمہیں صحبت نصیب ہے[2]۔ لوگوں نے کہا بیان کرو تو انھوں نے بتایا میں نے اس کا تتبع کیا اور یاد رکھا ہے[3]
ابوداؤد میں ہے کہ امام احمد نے یہ زائد کیا کہ بعد میں سب نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ تم نے سچ کہا حضور اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسائل (۱) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ قعدہ اولیٰ میں داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ مگر قعدہ اخیرہ میں سرین پر بیٹھے۔ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر دائیں طرف کردے۔ مگر ہمارے

---

[1] فتح الباری ثانی ص۲۵۳ [2] ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ ص۱۰۶۔ ترمذی اول صلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ص۴۰ [3] فتح الباری ثانی ص۲۵۳ [4] باب من ذکر التورک ص۱۳۸

حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَہٗ وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَّ

ہو گئے کہ پیٹھ کا ہر مہرہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ وہ بچھے تھے

لَاقَابِضِھِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ فَاِذَا جَلَسَ فِی

اور نہ سمٹے ہوئے تھے۔ اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سرے کو قبلہ رخ کر لیا۔ پھر جب دو رکعت پر

الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا

بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کیا۔ اور جب

جَلَسَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ قَدَّمَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی

اخیر رکعت میں بیٹھے تو بایاں پاؤں آگے کر لیا۔ اور دوسرے کو کھڑا کر لیا

وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِہٖ وَسَمِعَ اللَّیْثُ یَزِیْدَ بْنَ اَبِیْ حَبِیْبٍ وَّیَزِیْدُ

اور اپنی بیٹھک پر بیٹھے۔ اور لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ

مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَۃَ وَابْنُ حَلْحَلَۃَ مِنِ ابْنِ عَطَاءٍ وَقَالَ

سے سنا ہے۔ اور ابن حلحلہ نے ابن عطاء سے اور ابو صالح

یہاں دونوں قعدوں میں ایک ہی طرح بیٹھے یعنی داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ ہمارے دلائل اس سے پہلے والی حدیث میں گزر چکے۔ امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اس حدیث سے دلیل لائے کہ حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو ضرور ضرور یاد رکھوں گا۔ جب حضور تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اس پر بیٹھے۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابو حمید ساعدی کی اس حدیث کا یہ جواب دیا کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث نہ تو حضرت ابو حمید ساعدی سے سنی ہے اور نہ اس مجمع میں موجود حضرات میں سے کسی سے۔ ان کے درمیان ایک مجہول شخص ہے۔ نیز محمد بن عمرو نے اپنی حدیث میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ اس مجمع میں تھے حالانکہ حضرت ابو قتادہ کی ملاقات محمد بن عمرو سے ممکن نہیں کیونکہ حضرت قتادہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت شیر خدا نے پڑھائی تھی یہی ہیثم بن عدی نے کہا اور علامہ ابن عبد البر نے فرمایا۔ یہی صحیح ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مونڈھوں

۱؎ باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ کیف ھو ص۱۲۶

اَبُوْ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى

نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ ہر مہرہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور ابن مبارک نے کہا۔ یحیٰی بن سعید

بْنِ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو

سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ نے

بْنِ حَلْحَلَةَ حَدَّثَهٗ كُلُّ فَقَارٍ ع۵

حدیث بیان کی۔ ہر مہرہ۔

حدیث ۵۲۳ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ اس کی بحث گزر چکی۔ ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب یہ حدیث ضعیف ہے تو صحاح کو اس پر ترجیح ہو گی جن میں یہ مذکور ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھایا (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی جانب ہونا چاہئے۔ یہ اسی وقت ہو گا کہ انگلیوں کے پیٹ زمین پر رہیں۔

وسمع اللیث یہ حدیث معنعن تھی۔ لیث سے لے کر محمد بن عمرو تک ہر جگہ عن عن تھا۔ اس کے لئے سماع لازم نہیں تو امام بخاری نے مناسب جانا کہ یہ واضح فرمادیں کہ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ سے اور ابن حلحلہ نے ابن عطاء سے سنا ہے۔

وقال ابو صالح یعنی بطریق ابو صالح بھی وہی لفظ ہے جو بطریق یحیٰی بن بکیر ابھی مذکور ہوا یعنی کل فقار مکانہ وقال ابن المبارک اس کا مطلب یہ ہے کہ بطریق عبداللہ بن مبارک جو روایت ہے اس میں صرف فقار ہے مکانہ نہیں۔ حتی یعود کل فقار مکانہ پر یہ اشکال ہے کہ۔ مکانہ کی ضمیر کا مرجع فقار ہے اور یہ جمع ہے اور جمع مونث کے حکم میں ہے اس کی طرف واحد مذکر کی ضمیر کا لوٹانا درست نہیں۔ اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا۔ کہ اس میں لفظ فقار کی رعایت کی گئی ہے یا مجموعہ فقار کو مجازاً واحد مان لیا گیا۔ فقار فقارۃ کی جمع ہے۔ ریڑھ کے مہرے کے معنی میں ہے۔ اور قفار قفر کی جمع ہے جس کے معنی جنگلی میدان کے ہیں۔ یہ یہاں درست نہیں۔[1]

تشریحات ۵۲۳ یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جو پہلے تشہد کو واجب نہ جانے۔ امام بخاری کے علاوہ امام شافعی امام مالک وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ پہلا قعدہ اور اس میں تشہد پڑھنا واجب نہیں۔ ان کی دلیل

ع۵ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ص ۱۱۴ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ [1] عمدۃ القاری سادس ص ۱۰۴

وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ مِنْ

اور یہ قبیلہ ازد شنوءہ سے تھے جو بنی عبد مناف کے حلیف تھے ۔ اور نبی صلے اللہ

اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے ۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ

نے انھیں ظہر پڑھائی تو دو پہلی رکعتوں میں بیٹھے نہیں کھڑے ہو گئے

فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهُ

اور حضور کے ساتھ سب لوگ کھڑے ہو گئے جب نماز پوری ہو گئی اور لوگ حضور کے سلام پھیرنے کا انتظار

كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ

کر رہے تھے کہ حضور نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور دو سجدے کئے سلام پھیرنے سے پہلے اس کے بعد سلام پھیرا ۔

حدیث ۵۲۴ قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ ہم جب نبی صلے اللہ

یہ ہے کہ اگر واجب ہوتا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہونے کے بعد یاد آتے ہی لوٹتے اور قعدہ کرتے اور تشہد پڑھتے ۔ مگر ہمارا مذہب مختار اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ قعدہ اولیٰ بھی واجب ہے اور اس میں تشہد بھی واجب ۔ ہماری دلیل یہ حدیث بھی ہے وہ اس طرح کہ اگر قعدہ اولیٰ اور تشہد واجب نہ ہوتا تو اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کیوں کرتے ۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مداومت اور ایسی پابندی فرمائی ہے کہ ایک بار بھی ترک نہیں فرمایا ۔ بالفرض اگر کبھی بھول گئے تو تلافی کے لئے سجدہ سہو کیا ۔ یہ وجوب کی دلیل ہے ۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث بھی ہیں ۔ حضرت ابن عباس کی تشہد والی حدیث میں قولوا ۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں فقولوا ہے ۔ یہ صیغہ امر ہے جو وجوب کی دلیل ہے ۔

تشریحات ۵۲۴ تکمیل ۔ اس کے بعد باب مایتخیر من الدعاء بعد السلام میں یہ ہے ۔ کہ ہم لوگ یہ کہتے تھے اللہ پر سلام ہو اس کے بندوں کی طرف سے ۔ اور الاستیذان باب الاخذ بالیدین میں ہے ۔ کہ مجھے

ع۵ اذان باب من لم یر التشہد الاول واجبا ص۱۱۴ باب التشہد فی الاولیٰ ص۱۱۵ التہجد باب ماجاء فی السہو اذا قام من رکعتی الفریضۃ ص۱۶۳ ثانی الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ ۔

خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰی جِبْرِئِیْلَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے جبرئیل اور میکائیل پر

وَمِیْکَائِیْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

سلام ہو فلاں اور فلاں پر سلام ہو تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی

علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ انور فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ بیشک اللہ سلام ہے جب تم نماز پڑھو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح تشہد سکھایا کہ میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے۔ ابو داؤد میں امام بخاری کے شیخ مسدد کی روایت سے یہ اضافہ ہے۔ جب ہم بیٹھتے۔ نیز دوسرے طرق میں ہے کہ اس (تشہد) کے پڑھنے کے بعد جو دعا اسے سب سے زیادہ پسند ہو پڑھے۔

السلام علی فلان ابن ماجہ میں ہے کہ فلاں اور فلاں سے مراد فرشتے لیتے۔ بخاری ہی میں التہجد باب من سمی قوما فی الصلوٰۃ میں یہ بھی ہے۔ کہ ہم میں سے بعض بعض کو سلام کرتے۔

فالتفت التہجد باب من سمی قوما فی الصلوٰۃ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا۔ تو فرمایا یہ کہو۔

فان اللہ ھو السلام اس روایت میں اختصار ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے کہ وہ یہ بھی کہتے تھے۔ السلام علی اللہ من عبادہ۔ یہ ارشاد اسی سے ممانعت کے لئے ہے۔ ممانعت کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ ہر نعمت ہر خیر کا عطا فرمانے والا اللہ عزوجل ہی ہے اگر بندے عیوب و نقائص سے پاک ہیں یا آفات و حوادث سے محفوظ رہتے ہیں تو اسی کے فضل سے رہتے ہیں۔ اب بندوں کا مذکورہ بالا باتوں کا کہنا الٹا ہے

فلیقل کب کہتے یہ اس روایت میں نہیں ہے۔ مگر الاستیذان باب السلام اسم من اسماء اللہ۔ میں اور الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ۔ میں ہے۔ کہ جب تم نماز میں بیٹھو تو کہو۔ نسائی میں ہے۔ جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو کہو۔ اسی میں بطریق اسود ہے۔ ہر جلسہ میں کہو۔ ہمارے یہاں ہر قعدہ میں تشہد واجب ہے۔ دلیل یہی امر ہے۔ علاوہ ازیں دار قطنی وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ کہ تشہد کے فرض ہونے سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے کہ کیا کہیں۔ مگر چونکہ یہ خبر واحد ہے۔ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

التحیات یہ تحیۃ کی جمع ہے۔ اس کے یہ معانی ہیں۔ سلام۔ بقاء عظمت۔ آفات و نقائص سے سالم رہنا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ملک بادشاہ بھی ہیں۔ ابو سعید ضریر نے کہا اس سے خود بادشاہ مراد نہیں۔ بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جن سے بادشاہ کو سلام کیا جاتا تھا۔ یہاں تعظیم مراد ہے۔

أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ
تو کہو تمام قولی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ
اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک
اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوْهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ
بندوں پر سلام ہو۔ جب تم یہ کہو گے تو آسمان وزمین میں جتنے اللہ کے نیک بندے ہیں

والصلوات یہاں نور محمد اور رشیدیہ کے مطبوعہ نسخے میں بغیر واؤ کے ہے مگر مطبع ہاشمی کے مطبوعہ میں واؤ ہے نیز فتح الباری اور عمدۃ القاری اور ارشاد الساری اور تیسیر القاری میں یہاں بھی واو ہے۔ نیز مصری مطبوعہ جو حاشیہ سندی کے ساتھ چھپی ہے۔ اس میں بھی واؤ ہے۔ اس کے علاوہ بخاری میں یہ روایت جتنی جگہ ہے ہر جگہ واؤ ہے۔ یعنی والصلوات۔ اس سے یا تو تمام نمازیں مراد ہیں خواہ وہ فرائض ہوں خواہ نوافل خواہ واجبات۔ یا تمام عبادات مراد ہیں یا تمام دعائیں یا رحمت۔

والطیبات اس سے اچھے اقوال مراد ہیں یا اقوال واعمال دونوں۔ شیخ حافظ الدین نسفی نے فرمایا۔ کہ تحیات سے عبادات قولیہ اور الصلوات سے عبادات بدنیہ اور الطیبات سے عبادات مالیہ مراد ہیں۔

السلام علیک ہم یہ پہلے ذوالیدین والی حدیث میں بتا آئے ہیں۔ کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے کہ نماز میں حضور سے کلام کرنا مفسد نماز نہیں۔ اسی طرح یہ بھی خصائص سے ہے کہ مخاطب کرکے سلام کرنا بھی نماز کو فاسد نہیں کرتا بلکہ مکمل کرتا ہے۔

نکتہ تشہد کا سیاق یہ چاہتا تھا کہ بجائے خطاب کے یوں ہوتا السلام علی النبی۔ کیونکہ ابتدا میں ہے التحیات للہ۔ اور اخیر میں ہے۔ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ تو مناسب ہی تھا کہ یوں ہوتا۔ السلام علی النبی علامہ طیبی نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم بعینہ ارشاد رسول کی اتباع کرتے ہیں جو حضور نے صحابہ کو تعلیم دی وہی پڑھنا لازم ہے اہل عرفان کے طریقے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ نمازی نے تحیات پیش کرکے جب باب ملکوت کھولنے کی درخواست پیش کی۔ تو انھیں حی الذی لا یموت کے حریم قدس میں حاضری کی اجازت ملی۔ مناجات سے مشرف ہو کر باغ باغ ہوئے تو انھیں خبردار کیا گیا کہ یہ شرف نبی رحمت کے واسطے اور ان کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ اب انھوں نے دیکھا کہ حبیب، حبیب کی حریم میں جلوہ فرما ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ عرض کرتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے نبی۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا۔

---

۵۷ جلد اول ص۱۵۱

فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

سب کو سلام پہونچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عـــہ

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں

واحضر فی قلبك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته لیصدق املك فی انه یبلغه ویرد علیك ما هو اوفی منه

حضور کی ذات مکرم کو اپنے دل میں حاضر کر اور کہہ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں تاکہ تیری یہ امید پوری ہو کہ تیرا سلام ان کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اور وہ تیرے اس سلام کا جواب عمدہ دیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیبوبت باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم میں حاضر و ناظر ہیں۔ شفاء شریف میں حضرت عمرو بن دینار کا یہ ارشاد منقول ہے۔ جب تم گھر میں داخل ہو اور کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

لان روحه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حاضر فی بیوت اهل الاسلام[۱]

اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح ہر مسلمان کے گھر میں حاضر ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ "سلوک اقرب السبل فی التوجہ الی الرسل" میں فرماتے ہیں۔ یہ رسالہ اخبار الاخیار کے حاشیے میں چھپا ہے۔ ص۱۵۵ سے ص۱۶۲ تک ہے۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلا شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی اند وبر احوال امت

علماء امت کے درمیان اتنے کثیر اختلافات اور مذاہب کے باوجود اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت حقیقی زندگی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ ہے نہ تاویل کا وہم

عـہ باب التشہد فی الآخرۃ ص۱۱۵۔ باب ما یتخیر من الدعا بعد التشہد ص۱۱۵ التہجد باب من سمی قوماً او سلم فی الصلوٰۃ۔ ص۱۶۰ ثانی الاستیذان باب السلام اسم من اسماء اللہ ص۹۲۰ باب الاخذ بالیدین ص۹۲۶ الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ ص۹۳۶ التوحید باب قول اللہ السلام المومن ص۱۰۹۸ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ و نکاح ونسائی تطبیق وسہو۔ ابن ماجہ اقامت نکاح دارمی صلوٰۃ۔ موطا امام مالک۔ مسند امام احمد اول ص۲۹۲ وغیرہ۔ [۱] ثانی فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلوٰۃ والسلام ص۱۱۷

حاضر و ناظر[۱] دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں۔

یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا۔ ہم نے تم کو حاضر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

اور بعینہ یہی کلمات طیبات سورہ فتح آٹھویں آیت میں بھی ہیں۔

شاہد کے حقیقی معنی حاضر ہی کے ہیں۔ حدیث میں نماز جنازہ کی دعا میں ہے۔

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا۔ اے اللہ ہمارے زندہ ہمارے مردہ ہمارے حاضر ہمارے غائب کو بخش دے

مشہور حدیث ہے۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ حاضر غائب کو میرا پیغام پہنچا دے۔

ان دونوں حدیثوں میں غائب سے تقابل نے متعین کر دیا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر ہے۔ اور وہ حاضر جو بینا ہو ناظر ضرور ہو گا تو حاضر کے لئے ناظر ہونا لازم۔ اسی لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان دونوں آیتوں کا ترجمہ فرمایا۔ اے محبوب ہم نے تم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

اور ارشاد ہے۔

اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان سے قریب ہیں۔

بانی مدرسہ دیوبند مولٰینا قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس[۲] میں لکھا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم۔ بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہوا اور اگر بمعنی احب یا اولی بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئے گی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔ قرب کے لئے حاضر ناظر ہونا لازم ہے۔ تو اس آیت سے بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو حضور کی غیبوبت باعتبار ظاہر ہوئی۔ ورنہ حقیقت میں حضوری ہے۔ اس لئے صیغہ خطاب کے ساتھ ندا اور سلام بلاکسی دغدغے کے درست۔ حضرت شیخ اپنے دوسرے رسالے میں فرماتے ہیں۔

بعضے عرفا از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت۔ باعتبار سریان حقیقت وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض عرفا اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت موجودات کے

---

[۱] ص۵۱ [۲] ص۱۶۱ ص۵۲ ص۱۰

در ذرائر موجودات و احاطہ ذات۔ بابرکات وے بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر و شاہد است درود بصیغہ خطاب در حقیقت ملاحظہ آں حضور و شہود است صلے اللہ علیک یارسول اللہ وسلم۔ ص۳۲۳

تمام ذروں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور حضور کی ذات تمام ممکنات کو محیط ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلی کی ذات میں حاضر و شاہد موجود ہیں اور درود بصیغہ خطاب حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے لحاظ سے ہے۔

الفاظ تشہد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ مزید گیارہ صحابہ کرام سے تشہد مروی ہے جن میں کچھ الفاظ کی کمی زیادتی رد و بدل ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عمر۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ابن عمر۔ حضرت عائشہ۔ حضرت ابن زبیر۔ حضرت جابر۔ حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ حضرت معاویہ حضرت سلمان۔ حضرت سمرہ۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ احناف کا مختار حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشہد ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس کی ترجیح کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں (۱) ترمذی[۱] نے فرمایا۔ تشہد کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے۔ اور صحابہ تابعین میں سے اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ خصیف[۲] سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ تشہد کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے تو فرمایا تم ابن مسعود کے تشہد کو اختیار کرو۔ طبرانی میں یہ ہے کہ ابو بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ تشہد کے بارے میں ابن مسعود کی حدیث سے زیادہ اچھی کوئی حدیث میں نے نہیں سنی۔ کیونکہ انھوں نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ ابن منذر اور ابو علی طوسی نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تشہد کے بارے میں مروی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ خطابی نے کہا کہ اس سلسلے کی تمام روایتوں سے صحیح ترین اور مشہور ترین حدیث ابن مسعود کے تشہد کی ہے۔ ابو عمرو نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کے تشہد کو اکثر اہل علم نے اختیار کیا۔ اس لئے کہ یہ ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پڑھا۔ امام نووی نے فرمایا۔ باتفاق محدثین سب سے زیادہ صحیح ابن مسعود کی حدیث ہے پھر ابن عباس کی۔ بزار نے کہا تشہد میں سب سے زیادہ صحیح ابن مسعود کی حدیث ہے یہ بیس سے زائد طریقوں سے ابن مسعود سے مروی ہے۔ میں تشہد میں اس سے زیادہ ثابت اور باعتبار سند کے زیادہ صحیح جس کے رواۃ سب سے زیادہ مشہور ہوں، کوئی حدیث نہیں جانتا ہوں۔ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اسے بارہ طریقے سے روایت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ دیگر دعاؤں کی طرح تشہد نہیں کہ جن الفاظ سے چاہیں پڑھ لیں۔ اس کے لئے ماثور الفاظ ضروری ہیں۔ اور تشہد کے دوسرے صیغے دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ ان کے الفاظ میں اختلافات ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود کے تشہد میں کسی روایت میں اختلاف نہیں۔ سب طرق ان الفاظ پر متفق ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مختلف کے بجائے متفق لینا زیادہ بہتر ہے۔ علاوہ ازیں

---

[۱] اول صلوٰۃ باب التشہد ص۳۵ [۲] عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۱۴۔

حدیث ۵۲۵ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ۔ میں نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے اخذ کیا ہے حضور نے ایک ایک کلمہ مجھے سکھایا ۔ بخاری کی روایتیں گزریں کہ اس طرح سکھایا کہ جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے ۔ اور میرا ہاتھ حضور کے دونوں دست مبارک میں تھا ۔ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اس تشہد کی ترجیح میں فرمایا ۔ کہ اس میں امر ہے ۔ جو اصل میں وجوب کے لئے اور کم از کم استحباب کے لئے ۔ اس میں الف لام استغراق کیلئے اس میں واؤ ہے جو تجدید کلام و تاکید تعلیم پر دلالت کرتا ہے ۔ ان الفاظ کی پابندی حضرت ابن مسعود کے نزدیک اتنی تھی کہ اگر کوئی کچھ زیادہ کر دیتا تو منع فرماتے ۔ طبرانی کی معجم اوسط میں ہے کہ حضرت ابن مسعود ایک شخص کو تشہد سکھا رہے تھے اس نے پہلی شہادت پر وحدہ لا شریک لہ ۔ کہہ دیا تو فرمایا کہ اللہ عزوجل ایسا ہی ہے مگر میں نے جو بتایا ہے اسی پر اکتفا کر ۔ بزار میں ہے کہ ایک شخص کو بتا رہے تھے ۔ اس نے اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۔ کہتے وقت ، اشہد ، چھوڑ دیا ۔ تو اسے ٹوکا ۔ بار بار یہی ہوا تو فرمایا ہم کو ایسے ہی سکھایا گیا ہے ۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک شخص کو سنا کہ وہ تشہد میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا ۔ بسم اللہ کھانے پر ہے ۔

ایک شبہ اور ازالہ بخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین میں ہے ۔ جب تک حضور ہماری نظروں کے سامنے تھے ہم یوں ہی تشہد پڑھتے رہے ۔ جب ہم سے اٹھا لئے گئے تو ہم السلام علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے لگے ۔ علاوہ بخاری کے متعدد محدثین نے اپنی اپنی کتب میں اسے ذکر کیا ہے ۔ مثلاً ابو عوانہ ، سراج ، جوزنی ۔ ابو نعیم ، بیہقی بلکہ مصنف عبدالرزاق میں تو یہاں تک ہے کہ صحابہ نے بعد وصال السلام علیک کہنا چھوڑ دیا تھا ۔ **اقول** ۔ ان روایات کے باوجود پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ تشہد میں صیغہ خطاب ہی کے ساتھ سلام عرض کیا جائے گا ۔

تشہد میں اخفار ابو داؤد[۱] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ فرمایا ۔ تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے ۔

تشہد دونوں قعدوں میں ہے نسائی میں ہے کہ فرمایا ۔ جب تم کسی بھی دو رکعت پر بیٹھو تو تشہد پڑھو ۔ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے ۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا ۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وسط نماز میں اور آخر نماز میں تشہد پڑھنے کی تعلیم[۲] دی ۔

تشریحات ۲۲۵ یہ دعا قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد مانگی جائے گی ۔ اس کے محل بتانے کے لئے امام بخاری نے اس پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے ۔ سلام سے قبل دعا اس پر قرینہ عقلیہ یہ قائم ہے کہ نماز کے بقیہ ارکان

---

۱ - اول صلوٰۃ باب اخفاء التشہد ص ۱۴۲ ۲ - عمدۃ القاری سادس ص ۱۱۱ ۔

اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا	
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے	
فِى الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ	
اے اللہ، میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کے	
مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ	
فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری	
فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ	
پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس پر ایک	
لَهٗ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا	
کہنے والے نے کہا۔ حضور اکثر قرض سے پناہ کیوں مانگتے رہتے ہیں۔ تو فرمایا انسان قرض لیتا ہے	

کے لئے اذکار مخصوص ہیں مثلاً قیام میں قرأت رکوع وسجود میں تسبیح۔ قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد اور ثانیہ میں تشہد اور درود۔ تو دعا کے لئے اس کے بعد ہی گنجائش ہے۔ اور قرینہ منقولہ یہ ہے ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے ابن ماجہ[1] میں ہے۔ جب تشہد سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے پناہ مانگو۔ جہنم کے عذاب سے قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے مسیح دجال کے فتنے سے۔ نیز اسی میں[2] حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے۔ جب قعدہ کا وقت آئے تو تمہارا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہئے علاوہ ازیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشہد والی احادیث کی بعض روایتوں میں ہے۔ اس کے بعد جو چاہے دعا اختیار کرلے۔

فتنۃ فتنہ کے معنی امتحان، آزمائش کے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کو مخاطب کرکے عرض کیا۔ ان ھی الا فتنتك۔ الاعراف (۱۵۵) یہ تیری ہی آزمائش ہے۔ مگر مطلقاً آزمائش کے معنی میں اس کا استعمال عرف میں کم ہے۔ اب اس کا اکثر استعمال ناگوار بات سے آزمانے میں ہوتا ہے۔ اور اب گناہ۔ کفر۔ قتال جلانے اور کسی چیز سے پھیرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

المحیا والممات یہ دونوں مصدر میمی ہیں بمعنی حیات وموت۔ ثلاثی معتل العین سے مصدر میمی اور ظرف ایک ہی

---

[1] اقامۃ الصلوات باب ما یقال بعد التشہد والصلوٰۃ ص۶۶ [2] اقامۃ الصلوات باب اذا قرأ الامام فانصتوا۔ ص۶۱۔

غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ عـ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ

تو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا ہے۔ اور محمد بن یوسف نے کہا

سَمِعْتُ خَلَفَ ابْنَ عَامِرٍ يَقُولُ فِي الْمَسِيحِ وَالْمَسِّيحِ لَيْسَ

میں نے خلف بن عامر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیح اور مسیّح میں فرق نہیں۔

بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ

ایک ہیں۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا

الدَّجَّالُ عـ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ

دجال ہے۔ زہری عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ عـ

سنا کہ اپنی نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ظرف مکان یا ظرف زمان ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ زندگی اور موت کی جگہ یا مدت کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں۔ زندگی کا فتنہ دنیا پر فریفتہ ہو کر اس میں پھنس جانا اور شہوات و جہالتوں میں گرفتار ہونا ہے ان میں سب سے سخت سوء خاتمہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ موت کے فتنے سے مراد یا تو جانکنی کی سختی ہے۔ یا قبر میں نکیرین کی آمد اور ان کے سوالات اور شیطان کی دخل اندازی ہے۔

المغرم غرم کا مصدر میمی ہے۔ بمعنی قرض۔ اس کا فتنہ یہ ہے کہ انسان بلا ضرورت شرعیہ قرض لے۔ یا مراد یہ ہے کہ قرض لے کر ہڑپ کر لینے کی نیت ہو یا ادائیگی کی استطاعت ہوتے ہوئے ادا میں تاخیر کرے ورنہ عند الضرورت قرض خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے لیا ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے۔ واللّٰہ یعصمک من الناس۔

عـ اذان باب الدعاء قبل السلام ص۱۱۵ الاستقراض باب من استفاد من الدین ص۳۲۲ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ عـ باب الدعاء قبل السلام ص۱۱۵ عـ ایضاً۔

حدیث ۵۲۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابوبکر صدیق

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

وَسَلَّمَ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِہٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ قُلِ اللّٰہُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ

مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیں۔ جسے میں نماز میں مانگا کروں تو فرمایا یہ دعا مانگو۔ اے اللہ میں نے

نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً

اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ گناہ صرف تو ہی بخشتا ہے۔ مجھے بخش دے ایسی بخشش جو

مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ع۵

تیری بارگاہ قدس سے ہو اور مجھ پر رحم فرما یقینا تو بخشش والا مہربان ہے۔

مائدہ آیت ۶۸۔ اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ پھر اس تعوذ کے کیا معنی۔ دجال کے بارے میں خود فرمایا کہ اخیر زمانے میں آئے گا۔ پھر اس سے تعوذ کی کیا حاجت؟ شراح حدیث نے فرمایا۔ کہ یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ اور اس کے شر کے بہت زیادہ خطرناک ہونے کو بتانے کے لئے ہے۔ نیز اظہار عبودیت اور تواضع کے لئے بھی۔

مسیح اور مسّیح لفظ مسیح کی تحقیق جلد اول میں گزر چکی۔ ابوالہیثم نے کہا تھا کہ دجال مسّیح سین کے تشدید کے ساتھ۔ سکیت کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی وہ ہیں جس کی خلقت بگاڑ دی گئی ہو۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے خلف بن عامر ہمدانی مشہور محدث کا قول نقل فرمایا۔ کہ لفظ مسیح اور مسّیح میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہوتا ہے اور دجال پر بھی۔ لیکن مطلق بول کر حضرت عیسیٰ ہی کو مراد لیتے ہیں۔ اور دجال کو صرف مسیح نہیں کہتے مسیح دجال کہتے ہیں۔ مسیح کا مادہ مسح ہے جس کے معنی پوچھنے کے ہیں۔ دجال کو مسیح کہتے ہیں بمعنی مفعول پونچھا ہوا چونکہ وہ کانا ہے اس کی ایک آنکھ غائب ہے۔ گویا پونچھی ہوئی ہے یا اس لئے کہ خیر سے وہ خالی ہے۔ گویا خیر بالکل پونچھ لیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح بمعنی فاعل بولتے ہیں۔ کیونکہ وہ بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تھے تو وہ اچھا ہو جاتا تھا۔ یا اس کا مادہ مساحت ہے۔ اب مسیح بمعنی فاعل کے معنی

ع۵ اذان باب الدعاء قبل السلام ص۱۱۵ ثانی دعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ ص۹۳۶ مسلم دعوات۔ ترمذی دعوات نسائی صلوٰۃ قنوت ابن ماجۃ دعاء۔

حدیث ۵۲۷	عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ
	ہند بنت الحارث سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیر کر فارغ

إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهُ وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ

ہو جاتے تو عورتیں اٹھ کھڑی ہوتیں اور حضور کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے

ہوئے سیاحت کرنیوالا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ کے لئے ہمیشہ چلتے رہے۔ اور کہیں مکان نہیں بنوایا۔ اس لئے ان کو مسیح کہا جاتا ہے اور دجال چالیس دن میں پوری دنیا میں گشت کرے گا۔ اس لئے اس کو بھی مسیح کہا جاتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ مسیح کو عربی مانیں۔ مگر یہ طے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مسیح کا اطلاق انجیل میں بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے البتہ انجیل میں بجائے چھوٹی سین کے بڑی شین ہے۔ معرب کر کے چھوٹی سین بولتے ہیں۔ عبرانی میں مشیح بمعنی صدیق ہے۔ البتہ یہ طے ہے کہ دجال کے ساتھ جو مسیح ہے وہ عربی ہے۔

وعن الزہری مراد یہ ہے کہ سند مذکور کے ساتھ یہ حدیث امام زہری سے مطول اور مختصر دونوں طرح مروی ہے مطول پہلے ذکر کی اور اب مختصر بیان فرمایا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح فرما رہی ہیں۔

مسائل نماز میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سنت ہے۔ احناف کے یہاں دعا ماثورہ کے علاوہ ایسی دعا بھی کر سکتا ہے جو ماثورہ دعاؤں اور قرآن مجید کے کلمات کے مشابہ ہو۔ ایسی دنیوی باتوں کی دعا جو انسان بھی پوری کر سکتا ہو نماز میں جائز نہیں۔ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ ملحق بالکلام ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہماری اس نماز میں کلام ناس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ صرف تسبیح تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے امام شافعی اور امام مالک ہر قسم کی دعا کی اجازت دیتے ہیں۔

تشریحات ۵۲۷ تکمیل۔ باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام۔ میں ہند بنت الحارث کا یہ تعارف مذکور ہے کہ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تلامذہ میں سے تھیں۔ نیز یہ بھی کہ یہ ازواج مطہرات کی خدمت میں آتی جاتی تھیں۔ اور معبد بن مقداد کی زوجہ تھیں۔ جو بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ ایک طریقے میں اخیر میں یہ ہے۔ کہ حضور سلام پھیرتے اور حضور کے لوٹنے سے پہلے عورتیں واپس ہو جاتیں اور اپنے گھر پہنچ جاتیں۔

ا اول مساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ صـ۲۰۳ـ۔

اَنْ یَقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِہَابٍ فَاُرٰی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَنَّ مُکْثَہٗ لِکَیْ

ابن شہاب نے کہا میرا گمان ہے واللہ اعلم کہ حضور کا ٹھہرنا اس لئے

یَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ یُدْرِکَھُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ ع۹

تھا کہ عورتیں چلی جائیں اس سے پہلے کہ نمازیوں میں سے واپس ہونے والے ان سے مل سکیں ۔

فِرَاسِیَّۃ یا قُرَشِیَّۃ اس باب میں تین طریقوں سے ان کی صفت الفراسیۃ آئی ہے اور دو طریقوں سے القرشیۃ اور ایک طریقے میں امرأۃ من قریش آیا ہے ۔ فراسیۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی فراس سے تھیں شجرہ نسب یہ ہے ۔ فراس بن غنم بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ ۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ اب ان کو قرشیہ کہنا درست نہیں ۔ اس لئے کہ قریش بر بنائے قول صحیح ، یا تو نضر بن کنانہ کا لقب ہے یا فہر بن مالک بن نضر کا ۔ ہم جلد اول میں بتا آئے ہیں کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے ۔ اس لئے کہ نضر کی نسل صرف مالک سے اور مالک کی صرف فہر سے چلی ۔ تو جو بھی نضر کی نسل سے ہوگا وہ فہر کی بھی نسل سے ضرور ہوگا ۔ اور فراس کے شجرہ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ فراس نضر کی اولاد نہیں ۔ پھر ہند بنت الحارث ، قرشیہ کیسے ہوئیں ؟ اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے ۔ کہ ایک قول یہ ہے کہ قریش کنانہ کا لقب ہے ۔ مگر یہ صحیح نہیں ۔ اس کے معارض صحیح حدیث موجود ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ اللہ عزوجل نے اولاد اسمٰعیل میں سے کنانہ کو ، اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا ۔ علامہ عینی نے ابن تین سے نقل فرمایا ۔ کہ ان کو قرشیہ اس لئے کہا گیا ۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ کہ ان کے شوہر معبد بن مقداد ، قریش کے حلیف ہو گئے تھے ۔ اس کی تائید امام بخاری کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے ۔ کہ ان کے شوہر بنی زہرہ کے حلیف تھے ۔ یہ تابعیہ خاتون ہیں ۔

ع۹ اذان باب التسلیم ص۱۱۶ باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص۱۱۷ ابوداؤد نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۔ ۱؎ ص۲۲۲ ۔ ۲؎ مسلم ۔ ثانی فضائل ۔ باب فضل نسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۴۵ ترمذی ۔ ثانی ۔ باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۰۱ مسند امام احمد ۔ جلد ۴ ص۱۰۷

باب ۱۶۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اسے پسند کرتے تھے کہ

اِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَنْ يُّسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهٗ

جب امام سلام پھیرے تو امام کے پیچھے والے بھی سلام پھیریں۔

تشریحات ۱۶۵

یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ امام کے ساتھ مقتدی سلام پھیرے مگر اثر میں "اذا" ہے جو بظاہر شرط کے لئے ہے اور مشروط کا تحقق شرط کے بعد ہوتا ہے۔ جس سے متبادر ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے بعد پھیرے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہاں اذا شرط کے لئے نہیں بلکہ اپنے اصلی معنیٰ ظرف کے لئے ہے۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جس وقت امام سلام پھیرے مقتدی بھی اسی وقت اس کے ساتھ سلام پھیریں۔ مقارنت مستحب ہے۔ اور نفس سلام یہاں واجب ہے۔ اور امام شافعی امام مالک امام احمد وغیرہ کے یہاں فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مفتاح الصلوٰۃ الطہور نماز کی کنجی پاکی ہے اور اس کا تحریمہ تکبیر

وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم اور اس کی تحلیل تسلیم ہے[۱]

ان کا استدلال یہ ہے کہ یہاں مصدر مضاف مبتدا ہے اور مصدر معرف باللام خبر یہ ترکیب مفید حصر ہے۔ اس سے ثابت کہ نماز سے باہر آنا منحصر ہے سلام کہنے میں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اوّلاً اس حدیث کے ایک راوی ابن عقیل ضعیف ہیں۔ ثانیاً یہ خبر واحد ہے۔ یہ ثبوت فرضیت کے لئے کافی نہیں۔ ثالثاً ان اعرابی کو جنہوں نے نماز صحیح نہیں پڑھی تھی انہیں صحیح نماز کی تعلیم دی مگر سلام کو ذکر نہیں فرمایا اگر سلام فرض ہوتا تو اسے بھی ضرور ذکر فرماتے۔ رابعاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تو نے یہ کہہ لیا یا کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی۔ اس میں بھی سلام کا ذکر نہیں۔ خامساً جلد ثانی میں حدیث ۲۷۹ گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا پھر جب عرض کیا گیا تو اپنے پائے اقدس کو موڑا اور قبلہ کو منہ کیا اور سجدہ سہو فرمایا۔ اگر سلام فرض ہوتا تو جبکہ چار رکعت پر سلام نہیں پھیرا تھا تو نماز فاسد ہو جانی چاہیئے تھی سجدۂ سہو سے کام نہ چلتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں۔ واجب ہے جس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہے نیز امام شافعی وغیرہ کی مستدل حضرت علی رضی اللہ عنہ والی حدیث مذکور تحلیلھا التسلیم بھی ہے وجوب ہی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ خبر واحد مفید وجوب ہے۔ نہ کہ مفید فرضیت۔

عہ اذان باب یسلم حین یسلم الامام ص۱۱۶

[۱] ابوداؤد اول۔ طہارت باب فرض الوضوء ص۹ ایضا صلوۃ باب تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص۹۱ ترمذی اول طہارت باب مفتاح الصلوۃ الطہور ص۳ ایضا باب مفتاح الصلوۃ الطہور ص۲۴ ابن ماجہ طہارت باب مفتاح الصلوۃ الطہور ص۲۴ دارمی وضوء ۲۲ مسند امام احمد اول ص۱۲۹

حدیث ۵۲۸

أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذٰلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں لوگوں کے نماز سے فارغ ہونے کو ذکر سے جانتا تھا جب اس کو سنتا۔

حدیث ۵۲۹

أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔

تشریحات ۵۲۸ ۵۲۹

پہلی حدیث میں "اَعْلَمُ" ہے اور دوسری حدیث میں "اَعْرِفُ" ہے۔ حالانکہ علم و معرفت میں فرق ہے۔ معرفت کا استعمال جزئیات میں ہے اور علم کا کلیات میں۔ یہاں واقعہ جزئیہ ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلی حدیث میں علم بمعنی معرفت ہے۔ پہلی حدیث میں ذکر اور دوسری میں تکبیر ہے۔ تکبیر ذکر ہی کا فرد ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقصود تکبیر میں انحصار نہیں مطلقاً ذکر مسنون ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا سب ذکر کے افراد ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ورنہ سلام سے نماز کے اختتام کو جان لیتے۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس لئے کہ وہ عہد نبوی میں بالغ نہ تھے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے ہوں اور سلام نہ سنتے ہوں مگر ذکر اور تکبیر بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سبھی مقتدی کرتے تھے اس لئے اس کو سن لیتے تھے۔

عہ اذان۔ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ مسلم ابوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ عہ ایضاً

حدیث ۱۶۶

قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو

علی بن مدینی نے عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ

قَالَ كَانَ أَبُو مَعْبَدٍ أَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ

انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس کے غلاموں ہیں سب سے سچے معبد ہیں اور

قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ عہ

علی بن مدینی نے کہا ان کا نام نافذ ہے۔

حدیث ۵۳۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تنگ دست

قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

افراد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور

فَقَالُوا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ

عرض کیا کہ دولت مند حضرات نے بڑے بڑے درجے

تشریحات ۱۶۶ اس کے ذکر کی ضرورت یہ آن پڑی کہ مسند امام احمد[۱] اور مسلم[۲] میں ہے کہ حضرت عمرو بن دینار نے بعد میں حضرت ابو معبد سے اس حدیث کو ذکر کیا تو انہوں نے اس سے انکار کیا۔ اس پر حضرت عمرو بن دینار نے کہا آپ نے اسے مجھ سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے اس حدیث کی صحت میں شبہ ہو گیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن مدینی سے مذکورہ بالا روایت ذکر کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ اس سے اس حدیث کی صحت میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ یعنی یہ حدیث امام بخاری کے نزدیک اس درجے کی اعلیٰ صحیح ہے کہ اس صحیح میں درج کے قابل ہے۔ اور یہی امام مسلم نے بھی افادہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ راوی حدیث ذکر کرنے کے بعد بھول جائے اور روایت کرنے والا عادل ہو تو اس کی روایت امام شافعی کی طرح ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مقبول ہے۔ مگر ہمارا مذہب مختار تفصیل ہے جو عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

تشریحات ۵۳۰ دثور۔ دثر کی جمع ہے۔ اس کے معنی مال کثیر کے ہیں۔ یعنی زیادہ مال والے۔ ابوداؤد[۳] میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں تھے۔ اور سوال کرنے والے بھی یہی تھے۔ ترمذی[۴] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث

عہ اذان۔ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ مسلم ابوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

[۱] مسند امام احمد جلد اول ص۲۲۳ [۲] مسلم مساجد باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۷ [۳] اول صلوٰۃ باب التسبیح بالحصا ص۲۱۱ [۴] اول صلوٰۃ باب للتسبیح فی ادبار الصلوٰۃ ص۵۵

اَلْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ
اور دوامی نعمت حاصل کرلی۔ جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں
کَمَا نَصُوْمُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ یَحُجُّوْنَ
اور جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں وہ لوگ بھی رکھتے ہیں اور انہیں مال کی وجہ سے برتری حاصل ہے
بِهَا وَیَعْتَمِرُوْنَ وَیُجَاهِدُوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ
وہ حج کرتے ہیں عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں
فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِمَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ
(جن سے ہم محروم ہیں) یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسا عمل نہ
اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ یُدْرِكْكُمْ
بتادوں کہ اگر اسے کرو تو جو لوگ تم سے آگے بڑھے ہیں انہیں پالو۔

ہیں ہے کہ اللہ اکبر چونتیس بار پڑھنے کو فرمایا اور لا الٰہ الا اللہ، دس مرتبہ۔ مسلم میں اس حدیث کا اخیر حصہ یہ ہے کہ اس کے بعد فقراء پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا اور انہوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا تو ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ بزار[۲] میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ زائد ہے۔ اے محتاجو! کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم لوگ مالداروں سے پانسو برس پہلے جنت میں جاؤ گے۔ ابو داؤد[۳] میں ہے کہ اسے اس دعا پر ختم کرے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ	سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی	اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے۔
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ	اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خلف کل صلوٰۃ یعنی فرائض کے بعد جیساکہ مسلم[۴] میں حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث میں مکتوبہ کی قید ہے۔ جن فرائض کے بعد نوافل ہیں ان میں نوافل کے بعد پڑھے۔

مسائل اس میں اختلاف ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ غنی شاکر۔ حضرات صوفیہ کا مختار یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے۔ اس لئے کہ وصول الی اللہ کا مدار تہذیب نفس اور ریاضت اور دل جمعی پر ہے اور یہ دولت فقراء کے حصے میں ہے۔ مگر یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ غنی شاکر اگر عبادات میں فقیر صابر کے برابر ہے اور

---

۱ اول مساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۹

۲ عمدۃ القاری سادس ص۱۲۸ ۔ ۳ اول صلوٰۃ باب التسبیح بالحصی ص۲۱۱

۴ اول مساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۹

أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ إِلَّا
اور تمہارے بعد والے تمہیں نہ پاسکیں اور موجودین میں سب سے بہتر ہو جاؤ، مگر وہ
مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ
جو اس کے مثل عمل کرے، سبحان اللہ اور الحمد للہ، اور اللہ اکبر ہر نماز
كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ
کے بعد تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ بار پڑھا کرو۔ اس کے بعد ہم نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ سبحان اللہ
ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَرَجَعْتُ
تینتیس ۳۳ بار اور الحمد للہ تینتیس ۳۳ بار اور اللہ اکبر چونتیس ۳۴ بار۔ تو میں نے حضور سے پھر پوچھا
إِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ
تو فرمایا سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو۔
حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ ؏
یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک تینتیس ۳۳ بار ہو جائے۔

حدیث ۵۳۱

عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ
حضرت مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے کہا کہ

صدقات و دیگر عبادات مالیہ کرتا ہے تو وہ افضل ہے۔ غبطہ، رشک اچھی باتوں میں مذموم نہیں۔ البتہ حسد مذموم ہے۔ رشک یہ ہے کہ کسی کے فضل و کمال، نعمت و عزت کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کاش کہ مجھے بھی یہ نعمت ملی ہوتی بغیر اس کے کہ اس کے زوال کی خواہش کرے۔ اور حسد یہ ہے کہ یہ تمنا ہو کہ وہ نعمت اس سے زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے۔ اعمال حسنہ میں مسابقت مستحسن ہے۔

تشریحات ۵۳۱

الجد۔ امام نووی نے فرمایا مشہور روایت جس پر جمہور ہیں۔ جیم کا فتح ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں: غنیٰ۔ حظ۔ بخت۔ عظمت۔ یہاں سب معنی درست ہیں۔ ظاہر ہے کہ مِن بدل کے لئے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ — آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے۔

؏ اذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ ثانی دعوات باب الدعا بعد الصلوٰۃ ص۹۳۷ الرقاق باب مایکرہ من قیل وقال ص۹۵۶ القدر، باب لا مانع لما اعطی ص۹۷۹ الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۳ مسلم صلوٰۃ مساجد۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ وتر، ترمذی مواقیت نسائی۔ سہو۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات۔ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۹۳

أَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ إِلٰى مُعَاوِيَةَ

مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ کے نام ایک خط میں مجھ سے لکھوایا — کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے — سوائے

كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ،

اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا

اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ

مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ

جو تو عطا فرمائے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو منع فرمادے کوئی دینے والا نہیں —

ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ عه وَقَالَ الْحَسَنُ جَدٌّ غِنًى۔

تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی۔ اور حسن نے کہا کہ جد کے معنیٰ غنیٰ ہے۔

اور فرمایا: وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُوْنَ۔ اگر ہم چاہیں تو تمہارے بدلے زمین میں فرشتے کردیں جو تمہاری جگہ لے لیں۔

اور مضاف محذوف ہے یعنی طاعت۔ اب یہ معنیٰ ہوئے۔ کسی دولت مند کو اس کی دولت تیری طاعت کے عوض نفع نہیں دے گی۔ جوہری نے کہا کہ، من، معنیٰ میں عند کے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوئے کہ کسی دولتمند کو اس کی دولت تیرے حضور نفع نہ دے گی۔ یعنی اگر اسے طاعت میں صرف نہیں کیا ہے۔ ابن تین نے کہا یہاں من نہ تو عند کے معنیٰ میں ہے اور نہ بدل ہے۔ بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے —— لا ینفعك منی شی ان انا اردت بك بسوء —— اگر میں تیرے ساتھ برائی کا ارادہ کروں تو تجھے کوئی چیز نفع نہ دے گی —— اب یہاں معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر اللہ عزوجل کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کسی کو اس کی دولت وعظمت وغیرہ نفع نہ دے گی — ترجمہ یہ ہوگا۔ تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی۔

مسند عبد بن حمید میں بروایت معمر بن عبد الملک بن عمر — ولا راد لما قضیت — ہے۔ اور ولا معطی لما منعت —، نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پڑھ لیا جائے۔

قال الحسن اس اثر کو ابن ابی حاتم اور عبد بن حمید نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

عه اذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۷

حدیث ۵۳۲

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی بھی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا روئے انور ہماری طرف فرماتے

حدیث ۵۳۳

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

أَنَّهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھی

بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَىٰ إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ

بارش کے بعد جو رات میں ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب

اللہ عزوجل کے ارشاد: وَ اَنَّهٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا۔ کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا کہ جد بمعنی غنیٰ ہے۔ ترجمہ یہ ہوا۔ اور بیشک ہمارے رب کی غنیٰ بلند ہے۔ اس نے نہ بیوی بنائی نہ اولاد یعنی قطعًا اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں۔ وہ ہر مستغنی سے بڑھ کر مستغنی ہے۔ اثر میں، جد بلا تنوین ضمہ کے ساتھ ہے بر سبیل حکایت۔

تشریحات ۵۳۲

یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے جو کتاب الجنائز میں مفصل مذکور ہے مفصل حدیث وہیں مذکور ہوگی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ عادت کریمہ یہی تھی کہ ہر نماز کے بعد سلام پھیر کر رخ انور صحابہ کرام کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ اذا صلی صلوۃً میں صلوۃ کی تنکیر بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ مگر یہ عموم کلی طور پر صحیح نہیں اس لئے کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ کبھی رخ انور داہنی طرف کرتے کبھی بائیں طرف۔

تشریحات ۵۳۳

حدیبیہ، مکہ معظمہ کے قریب ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ اسی کے نام پر وہاں کی بستی کو بھی حدیبیہ کہتے ہیں۔ یہ حرم کے حدود میں سب سے زیادہ دور ہے۔ اس کا بعض حصہ حل میں ہے۔ بعض حرم میں ہے۔ ۶ھ کے ذوقعدہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے تشریف لے جا رہے تھے۔ حدیبیہ پہنچے کہ مشرکین مکہ نے روک دیا۔ اور صلح کا معاہدہ کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو گئے۔ حسب قرارداد سال آئندہ ۷ھ

ع اذان۔ باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص۱۱۷ جنائز باب ص۱۸۵ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی کلھم فی الرویا۔

عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوْا

رخ انور فرمایا اور دریافت فرمایا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا

اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ

لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں (فرمایا) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ

میرے بندوں میں کچھ مومن ہوئے کچھ کافر۔ جن لوگوں نے یہ کہا اللہ کے فضل اور اس

بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

کی رحمت سے بارش ہوئی یہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں، ستاروں کے انکار کرنے والے ہیں۔ اور جن لوگوں

وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ ؏

نے یہ کہا کہ ہم پر بارش فلاں فلاں پچھتر سے ہوئی یہ میرے منکر ستاروں کے ماننے والے ہوئے۔

میں عمرہ فرمایا۔ یہیں بیعت رضوان ہوئی تھی۔ حدیبیہ۔ حدبا کی تصغیر ہے۔ جو ایک درخت کا نام ہے۔ اہل حجاز اسے بلا تشدید حُدَیْبِیَہ پڑھتے ہیں اور عراقی اخیر یا کی تشدید کے ساتھ۔ اور اکثر محدثین بھی مشدد ہی پڑھتے ہیں۔

مطرنا بنوء کذا نوء۔ ناء ینوءُ، نصر ینصر سے آتا ہے۔ اس کے معنی مشقت کے ساتھ اٹھنا ہے۔ نوء کی جمع انواء ہے۔ یہ اٹھائیس ستارے ہیں۔ تیرہ دن پر ان میں سے ایک مغرب میں ڈوبتا ہے اور اس کے مقابل مشرق میں ایک طلوع ہوتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ڈوبتا اور اس کا مقابل طلوع ہوتا تو زمانہ جاہلیت میں عرب کہتے کہ اب بارش ہوگی یا نفع ہوگا۔ جیسے ہمارے ہندوستان میں پچھتروں کے بارے میں بارش کے سلسلے میں اعتقاد ہے۔ اگر یہ اعتقاد ہو کہ ستارے ہی بارش برساتے ہیں تو یہ اعتقاد کفر ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ بارش باذن الٰہی برستی ہے مختلف ستاروں کا طلوع وغروب اس کی علامت ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ فلاں پچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی ممنوع ہے۔ اور یہ کہنا کہ فلاں پچھتر میں بارش ہوئی جائز ہے۔

کذا تین طرح آتا ہے۔ اول کاف تشبیہ ذا اسم اشارہ۔ جیسے زید فاضل وعمرو کذا۔ دوسرے یہ کہ دو کلموں سے مرکب ہو کر ایک کلمہ ہوگیا۔ اور یہ عدد کنایہ سے نہ ہو۔ جیسے حدیث میں ہے ــ کہ بندے سے قیامت کے دن کہا جائے گا اتذکر یوم کذا وکذا فعلت کذا وکذا۔ تیسرے

؏ اذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص۱۱۷ الاستسقاء باب قول اللہ عزوجل اتجعلون رزقکم انکم تکذبون ص۱۴۰ ثانی مغازی باب غزوۃ حدیبیہ ص۵۹۷ مسلم ایمان۔ ابوداؤد طب۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی استسقاء۔

دو کلمہ سے مرکب ہو کر کلمہ واحدہ ہے اور کنایہ عدد سے ہو۔ جیسے یہاں ہے۔ نسائی میں ہے مطرنابنوء المجدح۔ مجدح کا دوسرا نام دبران ہے۔ یہ ایک سرخ تارہ ہے جو ثریا کے پیچھے پیچھے رہتا ہے۔

کافر بی ومومن بالکوکب یہاں کفر اور ایمان کے معنی لغوی ہیں۔ یعنی میرا منکر اور نچھتر کا ماننے والا ہے۔ سودا کا ایک شعر ہے ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی نہ چھوٹے شیخ سے تسبیح زنار سلیمانی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا تو تحریر فرمایا:

"شعر کا ظاہر مطلب جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہو گا یہ ہے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد زہاد رکھتے ہیں شکل زنار موجود ہے۔ اس پر حمائلی لکیر ہوتی ہے اس کا رکھنا تمغائے فقر ہے شاعر نے اس سے زائد غالباً کچھ نہ سمجھا ہو گا یہ ایک بے ہودہ معنی ہے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک لفظ ایسا نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی و پرمغز کر دیا ــــ وہ لفظ ثابت ہے ــــ زنار کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں جو اس کی تصویر ہے وہ ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا قائم رہے گی ــــ یوں کفر دو قسم ہے ایک کفر زائل جو کفار کا کفر ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ قال تعالیٰ:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِہَۃً لِّیَکُوْنُوْا لَہُمْ عِزًّا ۝ کَلَّا سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِہِمْ وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِمْ ضِدًّا ۝ (سورہ مریم آیت ۸۲-۸۱)	"انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنایا تاکہ ان کی عزت ہو ــــ ہرگز نہیں عنقریب ان کی عبادت سے کفر کریں گے اور ان کے مخالف ہوں گے۔"

دوسرا کفر ثابت ہے جسے علمائے دین نے جزو ایمان فرمایا ہے یہ وہ ہے جسے قرآن عظیم فرماتا ہے:

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَہَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (سورہ بقرہ ۲۵۶)	"جو شیطان کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بلاشبہ مضبوط گرہ تھام لی جو کبھی نہ کھلے گی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے"

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا:

اِنَّا بُرَآءُ مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَفَرْنَا بِکُمْ۔ (سورہ ممتحنہ ۴۰)	"ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم نے تم سے کفر وانکار کیا۔"

اس کی پوری تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ مُؤمنٌ بی کافر بالکوکب ــــ پھر فرمایا کافر بی مومن بالکوکب۔

نماز کے بعد انحراف یہاں باب یہ باندھا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام لوگوں کی طرف رخ کرے

حدیث ۵۳۴

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ عه

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جہاں فرض پڑھتے وہیں نفل پڑھتے۔

ت ۱۶۷

وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ عه

اور یہی قاسم بن محمد نے بھی کیا

ت ۱۶۸

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْاِمَامُ فِيْ مَكَانِهِ وَلَمْ يَصِحَّ عه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ امام اپنی جگہ نفل نہ پڑھے انہوں نے اسے مرفوع کیا۔ اور صحیح نہیں

یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ فرض کے بعد نفل نہ ہو تو مڑے اور نفل ہو تو نہ مڑے جیسا کہ دیوبندی کہتے ہیں اولا احادیث مطلق ہیں ان میں تخصیص نہیں۔ ثانیاً اس باب میں تیسری حدیث انس جو مذکور ہے اس میں نماز عشاء کا واقعہ ہے۔ کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات نماز آدھی رات تک مؤخر فرمائی۔ پھر ہم میں تشریف لائے جب نماز پڑھ چکے تو ہماری جانب روئے انور فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی سلام کے بعد مصلیوں کی طرف رُخ کرنا سُنّت ہے۔ اور تخصیص اس حدیث کے خلاف ہے۔ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۱۶۷ / ۵۳۴

اس تعلیق کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کیا کہ قاسم اور سالم فرض پڑھ کر اسی جگہ نفل پڑھتے تھے۔

تشریحات ۱۶۸

احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جہاں فرائض پڑھے جائیں وہیں نوافل نہ پڑھیں وہاں سے دائیں بائیں ہٹ کر پڑھیں۔ ابن[۱] ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا سُنّت یہ ہے کہ امام جب تک اپنی جگہ سے ہٹ نہ لے نفل نہ پڑھے۔ ابو[۲] داؤد۔ ابن ماجہ[۳]، مسند امام احمد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

عه اذان باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص۱۱۷۔ عه ایضا۔ عه اذان باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص۱۱۷

۱ فتح الباری ثانی ص۲۹۵۔ ۲ اول صلوٰۃ باب الامام یتطوع فی مکانہ ص۹۱ ۳ باب ماجاء فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ ص۱۰۴

حدیث ۵۳۵

عَنْ عُقْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے

وَرَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینے میں عصر پڑھی، حضور

فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ اِلٰی بَعْضِ حُجَرِ نِسَاءِہٖ

سلام پھیرکر تیزی سے کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی بیبیوں کے بعض حجروں کی

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام نے جہاں نماز (فرض) پڑھی وہیں نفل نہ پڑھے یہاں تک کہ ہٹ جائے اس حدیث میں انقطاع ہے مگر انقطاع جمہور محدثین اور ہمارے یہاں مضر نہیں۔

ویذکر اسے ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ[2] نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کیا تم نماز میں آگے پیچھے دائیں بائیں ہونے سے عاجز ہو۔ یعنی نفل پڑھتے وقت۔

ولم یصح اس لئے کہ اس میں ابراہیم بن اسماعیل ہیں۔ جسے ابوحاتم نے مجہول کہا۔ نیز یہ حدیث تنہا لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ اس حدیث کو باختلاف الفاظ ابوداؤد نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ان کا سکوت اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ نیز مسلم میں اس کی مؤید دوسری حدیث موجود ہے۔ سائب بن یزید بن اخت نمر نے حضرت امیر معاویہ کے مقصورہ میں نماز پڑھی اور وہیں نفل بھی پڑھی تو حضرت معاویہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ آئندہ ایسا مت کرنا۔ جمعہ پڑھنے کے بعد وہیں نماز مت پڑھنا جب تک بات نہ کرلو یا وہاں سے نکل نہ جاؤ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

تشریحات ۵۳۵ کتاب الزکوٰۃ میں تبرا من الصدقۃ ہے۔ اخیر میں یہ ہے۔ کہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اسے رات بھر رکھوں۔ یہاں کی روایت میں یہ ہے۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ وہ مجھے روکے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کا مال روکنا اچھا نہیں۔ جس قدر جلد ہوسکے مستحق کو دیدیا جائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بضرورت گردن پھلانگنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ ضرورت واجب اور فرض نہ ہو۔ جمعہ کی اذانِ خطبہ مسجد کے باہر دینی سنت ہے۔ اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ لازم آئے گا کہ مؤذن اقامت کہنے کے لئے گردنیں پھلانگ کر آئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بضرورت ہے اور ضرورۃً گردن پھلانگنا جائز ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ ص۱۴۴۔

[2] باب فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ

فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأىٰ اَنَّهُمْ

جانب تشریف لے گئے حضور کے تیزی کے ساتھ جانے پر لوگ گھبرا گئے پھر حضور لوگوں کے پاس تشریف لائے

قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ

تو دیکھا کہ لوگ اس پر تعجب میں ہیں پھر ارشاد فرمایا میں نے یاد کیا کہ کچھ سونا ہمارے پاس ہے میں

عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ

نے اسے پسند نہیں کیا کہ وہ مجھے (قیامت کے دن) روکے اس لئے میں نے اس کے تقسیم کرنے کا حکم دیدیا۔

ت ۱۶۹

وَكَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نماز کے بعد)

يَنْفَتِلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَيَعِيْبُ عَلىٰ مَنْ

اپنی داہنی اور بائیں دونوں طرف مڑتے تھے اور اس پر عیب لگاتے تھے

يَتَوَخّٰى اَوْ تَعَمَّدَ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ عہ

جو بالقصد صرف داہنی طرف مڑتا تھا

حدیث ۵۳۶

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ لَا يَجْعَلُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ يَرىٰ اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ

تم اپنی نمازمیں سے کچھ شیطان کا حصہ مت کرو۔ یہ سمجھ کر کہ صرف داہنی طرف

تشریحات ۱۶۹ ۵۳۶

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اکثر یہی دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف روئے انور

عہ اذان باب من صلی بالناس فذکر حاجتہ فتخطاھم ص۱۱۷ باب تفکر الرجل الشی فی الصلوٰۃ ص۱۶۳ الزکاۃ ۔ باب من احب تعجیل الصدقۃ من یومہا ص۱۹۲ ثانی الاستیذان باب من اسرع فی مشیہ لحاجۃ اوقصد ص۹۲۶ ۔ نسائی ۔ فتح الباری ثانی ص۲۷۸ ۔ اول صلوٰۃ باب الامام یتطوع فی مکانہ ص۹۱ باب ما جاء فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ ص۱۰۲ اول صلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ ص۱۴۳ ۔ باب فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ ۔

عمہ اذان باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال ص۱۱۹

سلہ اول ۔صلوٰۃ المسافرین باب جواز الانصراف من الصلوٰۃ عن الیمین والشمال

اَنْ لَّا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَمِيْنِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
پھرنا واجب ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهٖ۔ ع
دیکھا ہے کہ بائیں جانب بھی رُوئے انور کرتے تھے۔

کرتے تھے اسی میں اسی کے متصل نیز ابوداؤد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ پسند کرتے تھے کہ داہنی طرف رہیں کہ حضور اپنا روئے انور ہماری طرف کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ تر داہنی طرف رُخِ انور پھیرا کرتے تھے۔ حضرت انس کی حدیث میں اکثر، اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں کثیرا۔ دونوں میں تطبیق ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہمیشہ داہنی ہی طرف نہیں مڑتے تھے، زیادہ تر داہنی طرف مڑتے تھے۔ اور بہت ایسا بھی ہوتا تھا کہ بائیں طرف مڑتے —— ان احادیث میں اس کی تخصیص نہیں کہ صرف انہیں نمازوں کے بعد مڑتے تھے جن کے بعد نوافل نہیں مطلق ہیں جس سے ظاہر کہ ہر نماز کے بعد مڑتے تھے خواہ اس کے بعد نوافل ہوں خواہ نہ ہوں۔ ابھی حدیث گزری کہ نمازِ عشاء کے بعد رُخِ انور صحابہ کی طرف پھیرا۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابورمثہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہی نماز یا اس جیسی کوئی اور نماز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ ابوبکر اور عمر پہلی صف میں حضور کے داہنے کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک صاحب تھے جو تکبیر اولیٰ کے وقت حاضر تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو دائیں بائیں سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے حضور کے رُخسارِ مبارک کی سفیدی دیکھی —— پھر ایسے ہی مڑے جیسے ابورمثہ یعنی خود وہ مڑے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب جو تکبیر اولیٰ کے وقت حاضر تھے نفل پڑھنے لگے تو عمر ان کی طرف تیزی سے جھپٹے اور ان کے مونڈھے کو پکڑ کر ہلایا۔ اور فرمایا بیٹھ جا۔ اس لئے کہ اہلِ کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چشم مبارک اُٹھائی اور فرمایا۔ اللہ نے تجھے حق کی طرف رہنمائی کی۔ یہ حدیث بھی اس پر نص ہے کہ جن نمازوں کے بعد نوافل ہیں ان کے بعد بھی انحراف مسنون ہے۔ اس میں لِم یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف بلاضرورت پیٹھ کرنا۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچانا اور ان کی بے ادبی ہے۔ یہ بات ہر نماز کے بعد پائی جاتی ہے۔ نماز میں تو بحکم شریعت اجازت ہے مگر نماز کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی طرف پیٹھ کی جائے۔

ع اذان باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال ص۱۱۸ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ ۔ لہ اول ۔ صلوٰۃ باب الامام ینحرف بعد التسلیم ص۹۰
۲ اول ۔ صلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ ص۱۴۴۔

حدیث ۵۳۷

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت یعنی لہسن سے

الشَّجَرَةِ یُرِیْدُ الثُّوْمَ فَلَا یَغْشَانَا فِیْ مَسْجِدِنَا قُلْتُ مَا یَعْنِیْ بِهٖ
کھائے تو وہ ہماری مسجد میں ہم سے نہ ملے عطاء نے کہا میں نے پوچھا اس

قَالَ مَا اُرَاهُ یَعْنِیْ اِلَّا نِیْئَهٗ وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ
سے کیا مراد تھی تو حضرت جابر نے بتایا کہ میرا گمان یہ ہے کچا لہسن مراد ہے۔ مخلد بن یزید نے ابن

ابْنِ جُرَیْجٍ اِلَّا نَتْنَهٗ[۱]
جریج سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کی بدبو مراد ہے —

حدیث ۵۳۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ غَزْوَةِ خَیْبَرَ مَنْ اَکَلَ مِنْ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا۔ جو اس درخت یعنی

هٰذِهِ الشَّجَرَةِ یَعْنِی الثُّوْمَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا[۲]
لہسن میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے —

تشریحات ۵۳۷، ۵۳۸

یہاں باب میں یہ بھی ہے۔ وقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو لہسن یا پیاز کھائے خواہ بھوک کی وجہ سے خواہ بغیر بھوک کے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث مروی نہیں —— یہ امام بخاری کے تصرفات میں سے ہے انہوں نے روایت بالمعنیٰ کیا ہے۔ حضرت جابر کی اس حدیث کے بعض طرق میں، البصل، پیاز، الکراث، گندنا کا بھی اضافہ ہے۔ اس لئے امام بخاری نے، عنوان باب میں البصل کا اضافہ فرمایا۔ کچے لہسن پیاز میں ایک تیز اور ناگوار بو ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد دیر تک منہ سے آتی رہتی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچی پیاز کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمادیا اسی پر قیاس کر کے فقہاء نے فرمایا۔ کہ لہسن و پیاز کی تخصیص نہیں ہر ایسی چیز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے جس سے

---

[۱] اذان باب ماجاء فی الثوم النیٔ ص۱۱۸ مسلم صلوٰۃ ترمذی اطعم نسائی صلوٰۃ ولیمہ

[۲] اذان باب ماجاء فی الثوم النیٔ ص۱۱۸ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد اطعم

حدیث ۵۳۹

زعم عطاء ان جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
عطاء نے گمان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی
تعالی عنہما زعم ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال من
عنہما نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لہسن یا پیاز کھائے
اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او فلیعتزل مسجدنا ولیقعد
تو ہم سے علیحدہ رہے۔ یا یہ فرمایا ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر بیٹھے اور
فی بیتہ وان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتی بقدر فیہ
نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی پیش کی گئی جس میں
خضرات من بقول فوجد لہا ریحا فسأل فاخبر بما فیہا
کچھ سبز ترکاریاں تھیں۔ حضور نے اس میں بو محسوس فرمائی تو دریافت فرمایا۔ اس میں
من البقول فقال قربوہا الی بعض اصحابہ کان معہ
جو ترکاری تھی بتائی گئی۔ اس پر فرمایا ان کے قریب کرو۔ اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا
فلما راٰہ کرہ اکلہا فقال کل فانی اناجی من لا تناجی قال
جو حضور کے ساتھ تھے۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس کے کھانے کو ناپسند کیا۔ اس پر حضور نے

منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے جیسے کراث، گندنا۔ یا بیڑی سگریٹ، حقہ وغیرہ پی کر بو دور ہونے سے پہلے پہلے مسجد میں آنا۔ بلکہ مطلقاً کوئی بھی بدبودار چیز مسجد میں لانا منع ہے۔ جیسے مٹی کا تیل وغیرہ۔ اسی کے حکم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے منہ میں بیماری کی وجہ سے بدبو ہو یا جس سے لوگوں کو گھن آتی ہو۔ جیسے مجذوم وغیرہ اور یہ حکم مسجد کے ساتھ خاص نہیں مسلمانوں کے ہر مجمع کا یہی حکم ہے۔ اس کی علت مسلمانوں کی ایذا رسانی بھی ہے اور فرشتوں کی بھی۔

تشریحات ۵۳۹

الی بعض اصحابہ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بعض اصحاب سے مراد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ اس لئے کہ مسلم[1] میں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہجرت کے بعد سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے یہاں مقیم تھے۔ اس وقت حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالی عنہ کی عادت یہ تھی کہ کھانا تیار کر کے کل کا کل خدمت اقدس میں بھیج دیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تناول فرما لینے کے بعد جو بچ رہتا خود وہ اور ان کے گھر والے کھاتے

۱؎ ثانی اشربہ۔ اباحۃ اکل الثوم ص۱۸۳ ترمذی ثانی اطعمہ باب فی الرخصۃ فی اکل الثوم مطبوعہ ص۳۔ مسند امام احمد ج ۵ ص۹۴

أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ

فرمایا تم کھاؤ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ احمد بن صالح نے ابن وہب سے روایت کرتے ہوئے

يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ ۔ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو

"قدر" کی جگہ "بدر" روایت کیا۔ ابن وہب نے کہا یعنی سینی جس میں سبزیاں تھیں۔ لیث اور

صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا أَدْرِي هُوَ

ابو صفوان نے یونس سے جو روایت کی ہے اس میں ہانڈی کا قصہ نہیں ۔

مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ ؏

اب میں نہیں جانتا یہ زہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے ۔

کھانا جب واپس آتا تو پوچھتے حضور کی انگلیاں کہاں پڑی تھیں۔ وہیں سے کھاتے۔ ایک دن کھانے میں لہسن ڈال دیا۔ حضور نے تناول فرمائے بغیر واپس فرمادیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا۔ کیا لہسن حرام ہے؟ ارشاد فرمایا: حرام تو نہیں مگر مجھے پسند نہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کچا لہسن کھانا جائز ہے اور پکا ہوا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ البتہ اگر بو ہو تو جب تک اس کی بو دور نہ ہو جائے تو مسجد یا مسلمانوں کے مجمع میں جانا منع ہے۔

قال احمد بن صالح یعنی ابن وہب ہی نے امام زہری کے دونوں لفظ قدر اور بدر روایت کئے ہیں۔ کتاب الاعتصام میں امام بخاری نے بدر والی روایت کو اختیار فرمایا۔ اختلاف لفظ بتانے کے لئے امام بخاری نے یہ ذکر فرمایا ہے۔

لا ادری یعنی یہ حدیث جابر بطریق یونس، لیث اور ابو صفوان دونوں نے روایت کی ہے۔ اس میں ہانڈی کا قصہ نہیں ۔ لا ادری۔ ہو سکتا ہے ابن وہب کا قول ہو۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا ہو۔ ہو سکتا ہے سعید بن عُفیر امام بخاری کے شیخ کا ہو ۔ مطلب یہ ہوا کہ جب بطریق یونس میں "اتی بقدر" نہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ امام زہری کے بلاغات میں سے ہو۔

؏ اذان باب ماجاء فی الثوم والبصل ص۱۱۸ ثانی الاطعمہ باب مایکرہ من اکل الثوم والبقول ص۸۲۰ ثانی الاعتصام باب الاحکام التی تعرف بالدلائل ص۱۰۹۲ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد۔ اطعمہ نسائی ولیمہ۔

حدیث ۵۴۰

عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِیَّ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا یَقْرَبْنَا وَلَا یُصَلِّیَنَّ مَعَنَا۔ عـه

عبد العزیز نے کہا ایک شخص نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس درخت سے کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

تشریح ۵۴۰

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی کچا لہسن وغیرہ کھا کر مجمع میں آنا منع ہے۔

حدیث ۵۴۱

سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَیْهِ فَقُلْتُ یَا اَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ عـه

امام شعبی نے فرمایا مجھے ان بزرگ نے خبر دی جو اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور ایک الگ تھلگ قبر پر گزرے تو ان لوگوں کی امامت کی لوگوں نے صف باندھی۔ میں نے پوچھا اے ابو عمرو کس نے یہ آپ سے بیان کیا تو بتایا کہ ابن عباس نے۔

تشریحات ۵۴۱

تکمیل — کتاب الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال، میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی قبر پر گزرے جسے رات میں دفن کیا گیا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا اسے کب دفن کیا گیا ہے؟

عـه اذان باب من اکل الثوم ص۱۱۸ ثانی الاطعمۃ باب مایکرہ من الثوم والبقول ص۸۲۰ مسلم صلوٰۃ

عـه اذان باب وضوء الصبیان ومتی یجب الخ ص۱۱۸ الجنائز۔ الصفوف علی الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال۔ باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ ص۱۷۶ باب صلوٰۃ الصبیان مع الناس علی الجنائز ص۱۷۷ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الجنائز۔

عرض کیا آج رات میں۔ فرمایا: مجھے کیوں نہیں بتایا۔ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا ہے۔ ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو بیدار کریں۔ تو حضور کھڑے ہوئے ہم نے حضور کے پیچھے صف بندی کی۔ ابن عباس نے کہا۔ میں نے بھی۔ اس کے بعد حضور نے نماز پڑھائی۔ اور باب الصفوف علی الجنائز میں یہ زائد ہے کہ حضور نے چار تکبیریں پڑھیں۔

مطابقت و توضیح یہاں باب یہ ہے۔ بچوں کو وضو کرنا۔ اور ان پر کب غسل اور طہارت واجب ہوتی ہے اور بچوں کی جماعت عیدین اور جنازوں میں شرکت اور ان کی صف کا حکم۔ اس باب میں چھ جزء ہیں بچوں کے وضو کا حکم۔ ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے۔ عیدین میں شرکت، جنازے میں شرکت انکا صف میں شامل ہونا اس حدیث سے صراحۃً دو جز ثابت ہوئیں جنازے میں شرکت اور صف میں شامل ہونا۔ اور بطور لزوم وضو اور طہارت ثابت ہوا۔ اور بطور قیاس عیدین میں شرکت کا حکم نکلتا ہے۔ یہ البتہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے۔ یہ دوسری حدیث سے ثابت کریں گے۔ امام بخاری نے یہ واضح نہیں فرمایا۔ کہ بچوں پر وضو واجب ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ اگر واجب کہتے تو لازم آتا کہ وضو چھوڑنے سے گنہگار ہوں گے اور بچے مکلف نہیں۔ اور اگر یہ کہتے کہ مستحب ہے تو لازم آتا کہ اگر بغیر وضو بھی نماز پڑھیں تو ان کی نماز درست ہو۔ اس لئے اس کو مبہم چھوڑ دیا۔ صحیح یہی ہے کہ نابالغ بچوں پر وضو یا غسل واجب نہیں مگر جیسے فرمایا گیا۔

مروا اولادكم بالصلوٰة وهم	"بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں
ابناء سبع سنين واضربوا هم	نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں
عليها وهم ابناء عشر سنين[1]	اور نہ پڑھیں تو انہیں مارو"

یہ حکم تعلیم و عادت ڈالنے کے لئے ہے۔ اسی طرح انہیں وضو، غسل اور طہارت کا بھی حکم دیں گے۔ اور اگر کوتاہی کریں گے تو ان کی تادیب بھی کی جائے گی۔ تاکہ وضو اور غسل کا طریقہ بھی سیکھ لیں اور عادت پڑ جائے۔ بر بنائے مذہب صحیح بعد دفن قبر پر اس وقت تک نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ جب تک کہ میت کا جسم پھٹے نہیں۔ یہ چونکہ رات ہی میں دفن ہوتے تھے اس لئے بہرحال ان کا جسم محفوظ ہی رہا ہوگا۔ اغلب یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ ہوچکی تھی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ انہیں خیر و برکت پہنچانے کیلئے پڑھی۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا کہ یہ قبریں تاریک رہتی ہیں۔ میری نماز سے اللہ عزوجل انہیں روشن فرماتا ہے۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا آٹھ سال کے بعد، شہداء اُحد پہ نماز پڑھنا بھی ہے۔ حالانکہ دفن سے پہلے بھی ان کی نماز جنازہ ہوچکی تھی۔ یہ آٹھ سال کے بعد نماز صرف ان پر اظہار شفقت و ترحم اور ایصال خیر و برکت کے لئے تھی۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع بھی ہیں تو اپنے اختیار خصوصی سے اس قسم کے اقدامات فرماسکتے ہیں

---

[1] ابوداؤد۔ اول صلوٰۃ۔ باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ ص۷۱

حدیث ۵۴۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ جمعہ کے دن
عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ عہ
ہر بالغ پر غسل واجب ہے

حدیث ۵۴۳ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَقَالَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا
لَہٗ رَجُلٌ شَہِدْتَّ الْخُرُوْجَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
(عید کی نماز کے لئے) جب حضور تشریف لے گئے تو آپ حضور کے ہمراہ تھے۔ انہوں

تشریحات ۵۴۲ اس حدیث میں واجب کا لغوی معنیٰ مراد ہے۔ اس پر قرینہ واضحہ یہ ہے کہ عہد مبارک میں وجوب کے وہ فقہی معنیٰ جو فقہاء نے بعد میں وضع کئے، رائج نہ تھے۔ نیز اس کے معارض وہ حدیث ہے۔ جسے امام احمد[1] نے اپنی مسند میں، ابن ابی شیبہ[2] نے اپنے مصنف میں، ابو داؤد[3] ترمذی[4] نسائی[5] ابن ماجہ[6] نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے وضو کیا تو وہ کافی ہے، اور اچھا ہے۔ اور جس نے غسل کر لیا تو اچھا ہے۔ یہ حدیث مختلف کتابوں میں سات صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ابو داؤد، ترمذی، نسائی میں حضرت سمرہ بن جندب سے، ابن ماجہ، طحاوی، بزار، طبرانی میں حضرت انس سے۔ بیہقی اور بزار میں حضرت ابو سعید خدری سے۔ مسند عبد بن حمید۔ مصنف عبد الرزاق اور مسند اسحٰق بن راہویہ کامل ابن عدی میں حضرت جابر سے۔ حضرت ابو ہریرہ سے بزار میں۔ اوسط طبرانی میں عبد الرحمٰن بن سمرہ سے اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم[7]۔ اس حدیث کو باب کے اس حصے سے تعلق ہے کہ بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے۔ مگر یہ اثبات اس پر موقوف ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے

تشریحات ۵۴۳ کتاب الاعتصام میں یہ زائد ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے نہ اذان کا تذکرہ کیا اور نہ اقامت کا۔ حضور نے صدقہ کا حکم دیا تو عورتیں کانوں اور ہاتھوں کے چھلے اتار نے

عہ اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۱ الجمعہ باب فضل الجمعۃ ص۱۲۱ باب ہل علیٰ من لا یشہد الجمعۃ غسل ص۱۲۳ الشہادات باب بلوغ الصبیان ص۳۶۶ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔

[1] عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۵۳ [2] ایضاً [3] اول طہارت باب الرخصۃ فی ترک الغسل ص۵۱ [4] اول جمعہ باب فی الوضوء یوم الجمعۃ ص۶۵ [5] اول جمعہ۔ باب الرخصۃ فی ترک الغسل ص۲۰۵ [6] الجمعۃ باب فی الرخصۃ فی ذلک ص۷۸ [7] عمدۃ القاری سادس ص۱۵۳-۱۶۵

قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِيْ مِنْ صِغَرِهٖ

نے فرمایا ہاں تھا۔ اور اگر میرا یہ قریبی رشتہ نہ ہوتا تو میں ہمراہ نہ رہ پاتا کیونکہ میں بچہ

اَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ

تھا۔ حضور اس نشانی کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے مکان کے پاس ہے۔ نماز کے

ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ

بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے انہیں وعظ فرمایا اور انہیں حکم دیا

اَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُهْوِيْ بِيَدِهَا اِلٰى

کہ صدقہ کریں۔ تو ہوا یہ کہ عورت اپنے چھلوں کی طرف ہاتھ لے جاتی اور

حَلْقِهَا تُلْقِيْ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ اَتَى هُوَ وَبِلَالٌ اِلَى الْبَيْتِ[ع]

بلال کے کپڑے میں پھینک دیتی۔ اس کے بعد حضور اور بلال گھر واپس آئے

لگیں تو حضور نے حضرت بلال کو حکم دیا وہ ان کے پاس گئے۔ الحدیث۔

اتی العلم علم کے معنی مینارہ۔ پہاڑ، جھنڈا، نشان علامت کے ہیں۔ یہاں مراد مطلق علامت ہے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین پڑھتے تھے وہاں کچھ نشانات بنالیے گئے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی سے ہزار ہاتھ کے فاصلے پر جانب مغرب کچھ شمال کو ہٹی ہوئی ہے۔ وہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے اس جگہ عہد مبارک میں کثیر بن صلت کندی کا مکان نہیں تھا۔ بعد میں اس جگہ کے جنوب میں بنا ہے۔ کثیر بن صلت تابعی ہیں۔ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ پھر مدینہ آئے اور بنی جموح کے حلیف بن گئے۔ ان کا اصلی نام قلیل تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "کثیر" رکھا۔ وہاں ان کا بہت بڑا گھر تھا۔ عہد اقدس میں وہاں کوئی عمارت نہیں تھی۔ بلکہ بعد میں بھی میدان ہی رہا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ عیدین صحرا میں پڑھنی مستحب ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سمجھدار بچہ مردوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اگر امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ بچوں کی مستقل صف لگانا اس سے ثابت ہے تو مشکل ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن عباس نابالغ ہوتے ہوئے جماعت میں شریک ہوئے۔ اور نابالغ بچوں کی مردوں کے پیچھے مستقل صف ہوتی تھی۔ تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس وقت بھی اسی ترتیب سے صف بندی ہوتی ہوگی۔ تو ثابت کہ نابالغ بچوں کو مستقل صف باندھنا جائز۔

ع اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۹ العیدین باب العلم بالمصلی ص۱۳۳ ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۸۹ ابوداؤد نسائی فی الصلوٰۃ

حدیث ۵۴۴ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا استاذنکم نساؤکم باللیل الی المساجد فاذنوا لھن عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورتیں تم سے رات میں مسجدوں میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔

حدیث ۵۴۵ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت لعمرۃ او منعن قالت نعم عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا عورتوں نے جو نیا ڈھنگ بنا رکھا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دیکھ لیتے تو انہیں مسجد سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا (یحییٰ بن سعید) نے عمرہ سے کہا انہیں روک دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔

حدیث ۵۴۶ عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا استاذنت امرأۃ احدکم فلا یمنعھا سہ

سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کی بیوی تم سے اجازت چاہے تو اسے منع نہ کرے۔

تشریحات ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی حدیث میں دو قید ہے۔ رات میں اجازت اور مسجد جانے کی اجازت۔ اور دوسری حدیث مطلق ہے۔ نہ مسجد کی قید ہے نہ رات کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کہیں بھی جانے کی اور کسی بھی وقت اجازت چاہیں تو اجازت دینی چاہیے مگر احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہوتی ہیں۔ مطلق کو مقید پر محمول کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے پہلی حدیث کی

عہ اذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل ص۱۱۹ مسلم صلوٰۃ عہ اذان باب خروج النساء الی المساجد ص۱۲۰ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ سہ اذان۔ استیذان المرأۃ زوجھا بالخروج الی المسجد ص۱۲۰

شرح میں فرمایا مگر میرے خیال میں دوسری حدیث کو پہلی حدیث کے ساتھ مقید کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ماں باپ سے ملنے کی اجازت مانگیں تو نہ دی جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دوسری حدیث پہلی حدیث سے مقید نہ کی جائے دوسری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کسی فرض یا واجب یا مستحب کی ادائیگی کی اجازت مانگیں تو دیدی جائے۔ اس کے عموم سے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے بھی اجازت داخل ہے۔ اگرچہ دن میں اجازت چاہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث سے دن میں مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت ممنوع ہو ــــ بقیہ امور کے لئے اجازت بدستور ہو ــــ

مسجد کی حاضری حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں حدیثوں سے اس کی اجازت نکلتی ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جاسکتی ہیں۔ خواہ وہ پنجگانہ ہوں خواہ جمعہ و عیدین ہوں۔

اور یہی اصل حکم ہے مگر یہ عہد رسالت کی بات ہے جو عہد سراپا خیر و برکت کا تھا۔ نور نبوت سے عورتوں کے بھی اور مردوں کے بھی سینے معمور تھے۔ اللہ عزوجل کا شہود دلوں میں جاگزیں تھا خشیت خداوندی غالب تھی، مگر آج جب کہ فتنہ و فساد، ہوا و ہوس کا تسلط ہے اس کی اجازت دینی ایسے فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ تباہ و برباد ہوسکتا ہے۔ ایک خوش مزاج صاحب نے ایک بار کہا تھا کہ اگر عورتوں کو مسجدوں میں حاضری کی اجازت دے دی جائے تو پھر سارے مرد پکے نمازی ہوجائیں گے۔ آج کی بات تو بہت دور پہنچ چکی ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے عہد کی بات بتائی ہے جو عہد صحابہ تھا کہ عورتوں نے جو ڈھنگ بنالئے ہیں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو مسجدوں میں انہیں آنے سے روک دیتے۔ یہ صرف ام المومنین ہی سے نہیں متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے اللہ عزوجل سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہوتی ہے۔ جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔ نیز انہوں نے بڑے مبالغے کے ساتھ قسم کھا کر فرمایا۔ عورت کی گھر کے اندر کی نماز سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں۔ ہاں حج و عمرہ کی بات اور ہے۔ ایک عورت نے ان سے مسجد میں جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ گھر کے اندرونی حصے میں تیری نماز گھر والی سے بہتر ہے اور گھر کے اندر تیری نماز بیرونی کمرے سے بہتر ہے۔ اور بیرونی کمرے میں نماز تیری قوم کی مسجد میں نماز سے بہتر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن جو عورتیں مسجد میں آتیں انہیں کنکری مارتے تھے۔ آج کے حالات کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے مطلقاً ممانعت ہے۔ دفع فتنہ اہم واجبات میں سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجمعۃ

حدیث ۵۴۷

انہ سمع اباھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ بید انھم اوتوا الکتاب من قبلنا ثم ھذا یومھم الذی فرض علیھم فاختلفوا فیہ فھدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع الیہود غدا والنصاری بعد غد

عبدالرحمن بن ہرمزاعرج نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا — ہم سب سے پچھلے قیامت کے دن سب سے آگے رہنے والے ہیں۔ ہاں ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ وہ دن ہے جس میں ان پر نماز فرض کی گئی۔ تو وہ آپس میں اس کے بارے میں لڑ پڑے۔ اللہ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔ تو یہ لوگ ہم سے پیچھے ہیں — یہود ایک دن اور نصاریٰ دو دن —

تشریحات ۵۴۷

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ جمعہ فرض ہے۔ اس کی فرضیت قرآن مجید اور احادیث اور قیاس سے ثابت ہے۔ (۱) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع (جمعہ - ۹)

”اے ایمان والو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی جانب تیزی سے بڑھو اور خریداری چھوڑ دو۔“

ع ـ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۱۲۰ باب ھل من لا یشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۳ مسلم۔ نسائی۔ جمعۃ

امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے۔ تو اس آیت سے ثابت کہ خطبہ سننا فرض ہے۔ اور خطبہ شرائط میں سے ہے جب شرط کے لئے حضور فرض تو مشروط کے لئے بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔ پھر ترک بیع کا حکم اس کو اور مؤکد کرتا ہے۔ اس لئے کہ بقاء حیات کے لئے خرید و فروخت فرض اور ترک فرض، فرض کی ادائیگی ہی کے لئے ہوسکتا ہے۔ کسی مستحب کے لئے نہیں۔

احادیث اس بارے میں کثیر وارد ہیں (۱) بیہقی نے حضرت جابر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَۃَ — جان لو! کہ اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے

ابوداؤد[۱] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلجمعۃ علیٰ من سمع النداء — جو اذان سنے اس پر جمعہ واجب ہے۔

نسائی[۲] نے سند صحیح علیٰ شرط مسلم کے ساتھ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رواح الجمعۃ واجب علیٰ کل محتلم — جمعہ کے لئے جانا ہر بالغ پر واجب ہے۔

قیاس سے اس طرح ثابت کہ ظہر کا بدل ہے۔ اور ظہر فرض ہے۔ فرض کا بدل فرض ہی ہوگا۔ مستحب سنت نہیں ہوسکتا۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرض عین ہے۔ فرض کفایہ نہیں۔ جمعہ کی فرضیت قطعی ہے۔ جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔

بَیْدَ بَیْدَ، غَیْرَ کا ہم وزن ہم معنیٰ اور ہم اعراب ہے۔ داؤدی نے کہا کہ یہ عَلیٰ اور مَعَ کے معنیٰ میں ہے۔ اس صورت میں ظرفیت کی بناپر منصوب ہوگا۔ اور غیر کے معنیٰ میں ہوگا تو استثناء کی بناپر۔

الذی فرض اس سے یہ مراد نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان پر جمعہ کی تعیین فرمادی تھی۔ اگر ہوتا تو مومن ہوتے ہوئے اسے ترک کیسے کرتے۔ ابن بطال نے کہا کہ اللہ عزوجل نے ان کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا مگر ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ اختیار دے دیا تھا کہ چاہیں تو بدل لیں تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور جمعہ کا دن اختیار کرنے کی انہیں توفیق نہ ہوئی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے لئے جمعہ کا دن بعینہٖ اللہ عزوجل نے متعین فرمایا۔ مگر وہ نہ مانے اور دوسرے دن کو اختیار کیا۔ تو اللہ عزوجل نے ان کے پسندیدہ دن کو مقرر فرمادیا۔ اس کی تائید امام سدی کے اس قول سے ہوتی ہے جسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ اللہ عزوجل نے یہود کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا مگر وہ نہ مانے اور عرض کیا۔ اے موسیٰ! اللہ عزوجل نے ہفتہ کے دن کچھ نہیں پیدا فرمایا۔ اسی کو ہمارے لئے مقرر فرمادیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہفتے کے دن کو مقرر فرمادیا۔ اور یہ ان سے مستبعد نہیں۔

۱؎ اول صلوٰۃ باب من تجب علیہ الجمعۃ ص۱۵۱ ۲؎ اول جمعۃ باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ ص۲۰۲

حدیث ۵۴۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے لئے آؤ تو غسل کرو۔

فھدانا اللہ اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل نے بالتصریح جمعے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں من جانب اللہ کوئی نص نہیں مگر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے دل میں القاء فرمایا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن سیرین نے فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے پہلے ہی اہل مدینہ جمعہ پڑھنے لگے تھے۔ ابوداؤد[۱] اور ابن ماجہ[۲] میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اسعد بن زرارہ نے پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس سے مراد خاص نماز جمعہ پڑھنا ہے۔ ورنہ جمعے کا دن عرب میں پہلے ہی سے مکرم تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد کرام میں، مُرّہ بن کعب کو یہ شرف حاصل ہوا کہ عروبہ کے دن لوگوں کو جمع کرتے اور انہیں خطبہ دیتے نصیحت فرماتے۔ خاص کر انہیں اس کی تاکید کرتے کہ میری اولاد سے پیغمبر آخر الزماں پیدا ہوں گے تم سب ان پر ایمان لانا۔ جمعہ ہی کو پہلے عروبہ کہتے تھے[۳]

الیھود غدا عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ یعظم الیھود غدا۔ یعظم النصاریٰ بعد غد۔ یہود نے ہفتے کا دن اس لئے اختیار کیا کہ اللہ عزوجل نے دنیا کی تخلیق جمعہ کو مکمل کرلی۔ ہفتے کو کچھ بنانا باقی نہ تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس دن ہم بھی کاروبار بند کریں گے۔ اور اللہ عزوجل کا شکر کریں گے۔ نصاریٰ نے کہا کہ چونکہ اتوار سے عالم کی تخلیق شروع فرمائی تھی اس لئے اس دن ہم اس کی عبادت کریں گے۔

تشریحات ۵۴۸ یہاں باب کے تین جز ہیں۔ جمعہ کے دن غسل کی فضیلت۔ بچوں کا جمعہ میں حاضر ہونا۔ عورتوں کا حاضر ہونا۔ حدیث کو پہلے جز کے ساتھ مناسبت ہے مگر دوسرے اجزاء کے ساتھ نہیں۔ اگرچہ احدکم کے عموم میں بچے اور عورتیں داخل ہیں۔ مگر چونکہ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا۔ جمعے کا غسل ہر بالغ پر ہے۔ تو بچے نکل گئے۔ اور ابھی حدیث گزری کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت صرف رات کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے وہ بھی نکل گئیں۔ اس لئے امام بخاری نے کوئی حکم نہیں بیان فرمایا اور سوال کر کے چھوڑ دیا۔ احدکم کے عموم کو سامنے رکھ کر سوال بہرحال قائم ہی ہے۔ اگر عورتیں اور بچے اس عموم میں داخل ہیں تو انہیں حاضری ضروری ہے اور اگر داخل نہیں تو انہیں جمعہ کی حاضری ضروری نہیں

عہ جمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ص۱۲۰ مسلم ترمذی ابن ماجۃ کلھم فی الجمعۃ۔

۱ صلوٰۃ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳ ۲ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۷۷ ۳ مدارج النبوۃ دوم ص۱۱

حدیث ۵۴۹

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن

الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَیْنَا ھُوَ قَائِمٌ فِی الْخُطْبَۃِ
خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ میں جمعہ کے دن کھڑے تھے — کہ

یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین اولین میں سے ایک

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَادَاہُ
صاحب آئے — عمر نے ان سے بلند آواز سے کہا یہ کون سا وقت

عُمَرُ اَیَّۃُ سَاعَۃٍ ھٰذِہٖ قَالَ اِنِّیْ شُغِلْتُ فَلَمْ اَنْقَلِبْ
ہے — انہوں نے فرمایا میں کام میں مشغول تھا اپنے اہل تک لوٹا

آگے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی کہ جمعے کا غسل ہر بالغ پر ہے۔ اس سے جواب ہوگیا کہ بچوں پر جمعہ کی حاضری ضروری نہیں۔ رہ گئیں عورتیں تو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں جو گزر چکی کہ رات میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو دیدو۔ رات کے ساتھ تخصیص دلیل ہے کہ دن میں اجازت نہ دی جائے تو ثابت کہ ان پر جمعہ نہیں۔

افادہ حدیث میں اِذَا، اسم شرط ہے۔ اور قضیہ شرطیہ کے صدق کے لئے مقدم وتالی کا صدق یا وجود ضروری نہیں۔ تو اس حدیث کی دلالت وقوع پر نہ ہوئی۔ اس سے ترشح ہوتا ہے کہ جمعہ فرض نہیں — اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ اذا، اسی پر داخل ہوتا ہے جس کا وقوع یقینی ہو۔

یہ غسل، جمعہ کے دن کی تعظیم کے لئے ہے یا نماز جمعہ کے لئے — امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ نماز جمعہ کے لئے ہے۔ اور یہی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ غسل کرنے کے بعد اگر اسی غسل سے نماز پڑھے گا تو غسل کا ثواب پائے گا۔ اور اگر غسل کے بعد کوئی ناقض وضو پایا گیا پھر وضو کیا اور نماز پڑھی تو غسل کا ثواب نہیں ملے گا۔ امام حسن بن زیاد نے فرمایا کہ یہ غسل جمعہ کے دن کی اظہار فضیلت کے لئے ہے۔ اس لئے صبح سے لے کر نماز سے پہلے پہلے جب بھی غسل کرے گا غسل کا ثواب پائے گا اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ مگر اس پر بہت بڑا نقض یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ کے بعد کوئی غسل کرے تو اسے غسل کا ثواب ملنا چاہیئے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔

تشریحات ۵۴۹

رجل — یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے المهاجرین الاولین — مہاجرین اولین سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ امام شعبی نے فرمایا یہ وہ حضرات ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور سعید بن مسیب نے فرمایا۔ وہ

87

إِلَىٰ أَهْلِي حَتَّىٰ سَمِعْتُ التَّأْذِينَ فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ
بھی نہ تھا کہ میں نے اذان سنی اور صرف وضو کیا، عمر نے کہا۔ صرف
قَالَ وَالْوُضُوءَ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
وضو ہی پر اکتفا ـ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ عہ
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ کشاف میں ہے۔ یہ شرکاء بدر ہیں۔

ایۃ ساعۃ مطلب یہ تھا کہ آپ کو اول وقت آنا چاہیئے تھا۔ اتنی دیر کیوں کردی۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ آپ نماز سے کیوں رُکے رہے والوضوء ایضا۔ واؤ عاطفہ ہے جس کا معطوف وہ جملہ ہے جو "ایۃ ساعۃ" کا مدلول ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ واؤ ہمزۂ استفہام کا عوض ہے جیسے اس آیت میں قَالَ فِرْعَوْنُ أَآمَنْتُمْ بِهٖ میں ایک قرأت وَآمَنْتُمْ بِهٖ بھی ہے۔ اس میں واؤ ہمزۂ استفہام کا عوض ہے۔

کان یامر بالغسل اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جمعہ کے لئے جائے اسے چاہئے کہ غسل کرے۔ جو لوگ جمعہ کے دن غسل واجب جانتے ہیں ان کی ایک دلیل اس حدیث کا یہ جملہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔ اور امر وجوب کے لئے ہے۔ مگر یہی حدیث ہماری بھی مستدل ہے۔ کہ اگر جمعہ کے دن غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمان بغیر غسل کے جمعہ کے لئے نہ آتے۔ اور اگر آگئے تھے تو حضرت عمر انہیں غسل کے لئے واپس کرتے یہ سب جمعہ کے دن صحابۂ کرام کی موجودگی میں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ غسل واجب نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جن احادیث میں فلیغتسل آیا ہے۔ ان میں امر وجوب کے لئے نہیں۔ نیز یہ بھی کہ واجب علی کل محتلم میں واجب کے لغوی معنیٰ مراد ہیں۔

ہمارا مذہب مختار یہ ہے کہ اذان اول ہی سے خرید و فروخت ممنوع ہے۔ کیونکہ اگر اذان ثانی تک خرید و فروخت کی اجازت دیجائے۔ تو بسا اوقات جمعہ فوت ہوجائے گا۔ چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ابھی اذان اول شروع ہی نہ ہوئی تھی۔ اسے تو حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں شروع فرمایا ہے۔ اس لئے اس عہد میں خرید و فروخت کی ممانعت میں اسی کا اعتبار تھا۔ ہمارے یہاں خرید و فروخت کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت خرید و فروخت کرنے والے گنہگار ہوں گے مگر عقد بیع درست ہوجائے گا۔ امام شافعی وغیرہ کے یہاں بیع ہی منعقد نہ ہوگی۔

عہ جمعۃ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ص۱۲۰ مسلم ترمذی

حدیث ۵۵۰

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ سُلَیْمِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ وَّاَنْ یَّسْتَنَّ وَاَنْ یَّمَسَّ طِیْبًا اِنْ وَّجَدَ قَالَ عَمْرٌو اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ وَ اَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّیْبُ فَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا ـــ وَلٰکِنْ هٰکَذَا فِی الْحَدِیْثِ ؏

عمرو بن سلیم انصاری نے کہا کہ میں ابو سعید خدری کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا۔ جمعے کے دن ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔ اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اگر پائے۔ راوی حدیث عمرو نے کہا غسل کے بارے میں تو گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن مسواک اور خوشبو تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ واجب ہے یا نہیں لیکن حدیث میں یوں ہی ہے

تشریحات ۵۵۰

قال عمرو۔ اس سے مراد راوی حدیث عمرو بن سلیم ہیں۔ یہ تشریک فی الذکر کے لئے تشریک فی الحکم ضروری نہیں جانتے تھے۔ اس لئے غسل کے واجب ہونے پر یقین کیا اور مسواک اور خوشبو کے بارے میں شک کیا۔ ہمارے یہاں اگرچہ یہ مسلم ہے کہ ذکر میں شرکت سے حکم میں شرکت لازم نہیں۔ مگر دوسرے دلائل سے غسل بھی مسواک اور خوشبو کی طرح واجب نہیں جیسا کہ گزر چکا ـــ صحابۂ کرام کو جمعہ کے دن خوشبو کا بڑا اہتمام تھا۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر جمعے کو کپڑوں کو خوشبو میں بساتے تھے۔ حضرت معاویہ بن قرہ نے کہا کہ میں نے اہل مدینہ میں تیس افراد کو دیکھا کہ وہ بھی یہی کرتے تھے۔

؏ جمعۃ باب فضل غسل یوم الجمعۃ ص۱۲۱ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ طہارت

حدیث ۵۵۱

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ
حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو جنابت
یَوْمَ الْجُمُعَۃِ غُسْلَ الْجَنَابَۃِ ثُمَّ رَاحَ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
کے غسل کی طرح غسل کرے پھر (جمعہ کے لئے) جائے تو گویا اس نے اونٹ صدقہ
بَدَنَۃً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الثَّانِیَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
کیا اور دوسری ساعت میں گیا تو اس نے گائے صدقہ کی اور
بَقَرَۃً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الثَّالِثَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے مینڈھا صدقہ کیا اور
کَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الرَّابِعَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
جو چوتھی ساعت میں گیا تو گویا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو
دُجَاجَۃً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الْخَامِسَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
پانچویں ساعت میں گیا تو گویا اس نے انڈا صدقہ کیا — پس جبکہ
بَیْضَۃً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰئِکَۃُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ [عہ]
امام (خطبے کے لئے) نکل آیا تو فرشتے (خطبہ سننے کے لئے) حاضر ہوجاتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں

تشریحات ۵۵۱

تکمیل — یہ حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ، باب الاستماع للخطبۃ اور بدء الخلق، میں بھی ہے۔ ان میں یہ زائد ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اوّل فالاول کی ترتیب سے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں — اخیر میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل آتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔

ابوالفضل[۱] جوزی کی کتاب الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ایک حدیث مرفوع مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتوں کو جھنڈے دے کر ہر اس مسجد میں بھیجا جاتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہے — اور جبرئیل مسجد حرام میں تشریف لے جاتے ہیں ہر فرشتے کے ساتھ لکھنے والے بھی رہتے ہیں جن کے چہرے

عہ جمعۃ۔ باب فضل الجمعۃ ص۱۲۰۔ باب الاستماع للخطبۃ ص۱۲۷۔ بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۶۔ مسلم جمعۃ۔ ابوداؤد۔ طہارت۔ ترمذی جمعۃ۔ نسائی جمعۃ۔ موطا امام جمعۃ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۲۴۶

[۱] عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۷۰۔

چودھویں کے چاند کی طرح ہوتے ہیں ان کے ساتھ چاندی کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ جو آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے ہیں۔ جو امام سے پہلے آیا اسے سابقین میں لکھتے ہیں۔ اور جو امام کے آنے کے بعد آیا تو لکھتے ہیں یہ خطبے میں شریک ہوا۔ اور جو نماز کے وقت آتے ہیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں، جمعے میں حاضر ہوا۔ اور جب امام سلام پھیر لیتا ہے تو فرشتے نمازیوں کے چہرے پر تجسس کی نگاہ ڈالتے ہیں اگر کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے ہیں جو پہلے سابقین ہیں سے تھا تو عرض کرتے ہیں اے رب ہم نے فلاں کو نہیں پایا۔ ہم نہیں جانتے آج کیوں نہیں آیا۔ اگر تو نے اسے اٹھا لیا ہے تو اس پر رحم فرمانا۔ اگر بیمار ہے تو اسے شفا دے اور اگر سفر میں گیا ہے تو اس کو اچھا ساتھی نصیب فرمانا اور لکھنے والے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

غسل الجنابۃ اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے جنابت کا غسل اچھی طرح کیا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق، اچھی طرح غسل کرے اور حقیقی معنیٰ کا بھی احتمال ہے یعنی وہ غسل جنابت ہی کرے۔ اس کی مؤید ابو داؤد[1] وغیرہ کی یہ حدیث ہے جو حضرت اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو جمعے کے دن غسل کرے اور کرائے اور سویرے لیجائے اور جائے خطبے کا اول حصہ پائے اور پیدل چلے سوار ہو کر نہ جائے اور امام کے قریب رہے۔ بغور خطبہ سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا۔

ثم راح رواح کے معنیٰ زوال کے بعد چلنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرش کے بارے میں ہے۔ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ــــــ صبح کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتا اور شام کو ایک مہینے کی۔ اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو بعد زوال فوراً جمعے کے لئے سب سے پہلے حاضر ہوا۔ اسے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جو اس کے بعد آیا تو اسے گائے صدقہ کرنے کا ثواب۔ تو جن روایتوں میں الساعۃ الاولی والثانیۃ، آیا ہے۔ اس سے مراد مطلق وقت ہے۔ یعنی جو سب سے پہلے آیا پھر جو اس کے بعد آیا۔ یہی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ کہ ساعات سے مراد لحظات خفیفہ ہیں مگر امام شافعی اور جمہور ساعت سے مراد اس کا عرفی معنیٰ لیتے ہیں یعنی دن کے بارہ حصوں میں سے ایک حصہ۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو دن کی پہلی ساعت میں پھر جو دن کی دوسری ساعت میں۔ عام روایتوں میں پانچ ہی کا ذکر ہے مگر ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو پانچویں ساعت میں آیا گویا اس نے ایک چڑیا صدقہ کی اور جو چھٹی ساعت میں آیا اس نے انڈا صدقہ کیا۔ چھٹی ساعت کے بعد زوال ہو جاتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال فوراً جمعہ کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اگر ان ساعات سے بعد زوال کی ساعتیں مراد لی جائیں تو پھر تفصیل مذکور کی گنجائش نہ

---

[1] اول طہارت باب غسل یوم الجمعۃ ص۵۰ نسائی اول جمعۃ باب فضل غسل یوم الجمعۃ ص۲۰۵ ابن ماجۃ اقامۃ الصلوٰۃ باب فی الغسل یوم الجمعۃ ص۷۷ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد ج۲ ص۲۰۹ ج ۴ ص۱۰

حدیث ۵۵۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ عُمَرَ
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر

بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَیْنَمَا ھُوَ یَخْطُبُ یَوْمَ
بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ

الْجُمُعَۃِ اِذْ دَخَلَ عَلَیْہِ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ
ایک صاحب (حضرت عثمان) داخل ہوئے تو حضرت عمر بن

الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ الرَّجُلُ
خطاب نے فرمایا آپ اول وقت نماز کے لئے آنے سے کیوں رکے رہے تو انہوں

مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّاْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی
نے بتایا ہوا یہ کہ میں نے اذان سنی اور وضو کیا — تو حضرت عمر نے فرمایا۔ کیا آپ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ[ع]
نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعے کے لئے آؤ تو غسل کرلیا کرو۔

رہے گی۔ صحابۂ کرام کی عادت تھی کہ نماز فجر کے بعد ہی مسجد اقدس میں حاضر رہتے اور جمعہ پڑھ کر گھر جاتے۔
اقول وباللہ التوفیق۔ اسی بخاری میں حدیث ۵۶۵ آرہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — کہ جب سخت جاڑا ہوتا تو جمعہ کی نماز اول وقت میں پڑھتے اور جب گرمی سخت ہوتی تو جمعہ ٹھنڈا کرکے پڑھتے۔ پھر مطلقاً یہ حکم لگانا کہ ہمیشہ بعد زوال فوراً پڑھتے، صحیح نہیں اور رَواح کے معنی مطلق جانے کے بھی آتے ہیں —— نیز زوال سے لے کر سورج ڈوبنے سے پہلے چلنے پر رَواح صادق ہے۔ اس لئے اس حدیث کی توجیہ وہی راجح ہے جو حضرت امام مالک نے فرمایا۔ گرمیوں میں جمعے میں بھی تاخیر مستحب ہے۔ اس کی مکمل بحث اس کے باب میں مذکور ہوگی۔

حضورت الملائکۃ صحیح یہی ہے کہ یہ فرشتے انسان پر مقرر فرمودہ فرشتوں کے علاوہ ہیں جو خاص اسی خدمت کے لئے آسمان سے آتے ہیں۔ جیسا کہ ابوالفضل کی کتاب الترغیب سے حدیث گزری کہ جبریل امین علیہ السلام مسجد حرام میں آتے ہیں۔ پھر اس کی یہ تشریح کہ ہر فرشتے کے کاتب ہوتے ہیں، یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ علاوہ ازیں دوسری روایتوں میں ہے کہ فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر رہتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں اور کراماً کاتبین اور حافظین علیحدہ نہیں ہوتے ہیں۔ جس پر مقرر ہیں اسی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اخیر میں یہ ہے کہ جب امام آجاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیتے ہیں۔ اور کراماً کاتبین کے صحیفے اس وقت بھی کھلے رہتے ہیں۔

ع جمعۃ باب ص۱۲۱ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد طہارت

حدیث ۵۵۳

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — کہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بھی جمعے کو غسل کرے اور

وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِہٖ اَوْ

جتنا ہوسکے خوب پاک ہولے اور تیل لگالے یا خوشبو مل لے، پھر

یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ

(جمعے کے لئے) نکلے اور دو کے درمیان تفریق نہ کرے پھر اس کے

ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ

مقدر میں جتنا لکھا ہو نماز پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو چپ رہے۔

اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَمَا بَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی [عہ]

تو اس دوسرے جمعہ کے مابین جو کچھ کرے سب بخش دیا جائے گا—

تشریحات ۵۵۳:

ہفتہ بھر کے گناہوں سے مغفرت حاصل کرنے کی سات شرطیں اس حدیث میں مذکور ہیں اوّل غسل۔ دوم استطاعت بھر طہارت۔ اس سے یا تو صفائی ستھرائی میں مبالغہ مراد ہے یا سر کو اچھی طرح دھونا مراد ہے۔ یا اچھے سے اچھا جو کپڑا میسر ہو اس کا پہننا مراد ہے۔ سوم سر اور داڑھی میں تیل لگا کر اس کی پراگندگی دور کرنا۔ یعنی تیل لگا کر کنگھا بھی کرے۔ چہارم۔ میسر ہو تو خوشبو ملنا۔ پنجم۔ مسجد میں حاضر ہو کر دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے۔ جس سے انہیں تنگی ہو جائے۔ ششم۔ جتنی ہوسکے نماز پڑھے۔ ہفتم۔ خطبہ کے وقت خاموش رہے — ان سات کے علاوہ سات اور دوسری احادیث میں مذکور ہیں — ہشتم۔ پیدل چل کر مسجد میں حاضر ہونا۔ لیکن اگر گھر دور ہے۔ کہ پیدل چل کر جانے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سواری سے جانا ضروری ہے۔ نہم۔ راستے میں یا مسجد میں کسی کو ایذا نہ دے۔ دہم۔ کسی کی گردن پھلانگ کر نہ جائے۔ جب کہ معلوم ہے کہ آگے جگہ نہیں ہے۔ اور اگر معلوم ہے کہ جگہ ہے تو ضرور آگے جائے۔ اگرچہ گردنیں پھلانگنی پڑے کہ اس نے آگے جگہ چھوڑ کر پیچھے بیٹھ کر خود ہی اپنی حرمت کھودی۔ یازدہم۔ وقار و اطمینان کے ساتھ چلے۔ دوازدہم۔ امام سے قریب رہے۔ سیزدہم۔ کوئی لغو کام نہ کرے۔ مثلاً کنکریوں سے کھیلنا۔ کپڑے سے کھیلنا۔ چہاردہم۔ بغور خطبہ کو سننا — الجمعۃ الاخری سے مراد، اگلا آنے والا جمعہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور پچھلا گذشتہ بھی۔

مسائل احناف کے یہاں امام جب اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے اٹھے یا حجرے میں ہو اور حجرے سے نکلے تو نماز، سلام، کلام، ذکر، تلاوت، سب ممنوع ہیں۔ یہاں تک کہ خطبہ پورا ہو جائے۔ پوری بحث آگے آتی ہے۔

عہ جمعۃ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ دارمی صلوٰۃ

حدیث ۵۵۴

قَالَ طَاؤُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوا اَنَّ
طاؤس نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ
سے پوچھا۔ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے

وَاغْسِلُوْا رُؤُسَكُمْ وَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَاَصِيْبُوْا
دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ اگرچہ جنب نہ ہو، اور خوشبو لگاؤ

مِنَ الطِّيْبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَاَمَّا الطِّيْبُ فَلَا اَدْرِيْ عہ
تو حضرت ابن عباس نے فرمایا غسل تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو تو میں نہیں جانتا۔

حدیث ۵۵۵

عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ ذَكَرَ
طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ
روایت کیا کہ ان کے سامنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جمعے

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَيَمَسُّ طِيْبًا
کے دن غسل کے بارے میں ذکر کیا گیا۔ تو میں نے ابن عباس سے پوچھا کیا خوشبو

اَوْ دُهْنًا اِنْ كَانَ عِنْدَ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا اَعْلَمُهٗ عہ
یا تیل اگر اس کے اہل کے پاس ہو تو استعمال کرے گا۔ تو فرمایا۔ میں نہیں جانتا۔

تشریحات ۵۵۴ ۵۵۵ یہاں باب ہے۔ جمعے کے دن تیل لگانا۔ دوسری روایت کو تو صریح مطابقت ہے البتہ پہلی حدیث میں تیل کا ذکر نہیں۔ اس کو باب سے مطابقت یوں ہے کہ نہانے کے بعد لوگ تیل ضرور لگاتے ہیں تو گویا نہانے کو تیل لگانا عادۃً لازم ہے۔

ذکروا [۱] صیغہ جمع ذکر کیا۔ مگر اس سے مراد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جیساکہ شرح معانی الآثار اور ابن خزیمہ اور ابن حبان[۲] میں بطریق عمرو بن دینار جو روایت ہے اس میں ان کے نام کی تصریح ہے۔

لا ادری، لا اعلمہ یعنی مجھے یہ نہیں معلوم کہ خوشبو یا تیل لگا لو۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ جمعے کے دن خوشبو لگانا سنت ہے یا نہیں یہ مجھے معلوم نہیں۔

عہ جمعۃ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ نسائی صلوٰۃ عہ جمعہ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ مسلم صلوٰۃ

۱ے اول طہارت باب الغسل یوم الجمعۃ ص۵۹ ۲ے عمدۃ القاری۔ سادس ص۱۷۷

حدیث ۵۵۶

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ان
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ رای حلۃ سیراء
ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی جوڑا دیکھا
عند باب المسجد فقال یا رسول اللہ لو اشتریت
تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر حضور اسے خرید لیتے اور جمعے کے دن اور
ھذہ فلبستھا یوم الجمعۃ و للوفد اذا قدموا علیک
جب وفد حاضر ہوتے اس وقت پہنتے ــــ اس پر رسول اللہ
فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انما یلبس ھذہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے وہی پہنتا ہے جس کا
من لا خلاق لہ فی الآخرۃ ثم جاءت رسول اللہ صلی
آخرت میں کوئی حصہ نہیں ــــ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
اللہ تعالی علیہ وسلم منھا حلل فاعطی عمر بن
تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں ویسے ہی جوڑے آئے تو اس میں
الخطاب منھا حلۃ فقال عمر یا رسول اللہ کسوتنیھا
سے ایک جوڑا عمر بن خطاب کو دیا۔ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے پہننے کے لئے عطا
وقد قلت فی حلۃ عطارد ما قلت فقال رسول اللہ
فرمارہے ہیں حالانکہ حلہ عطارد کے بارے میں وہ فرما چکے ہیں ــــ تو رسول اللہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انی لم اکسکھا لتلبسھا
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا ہے۔ تو حضرت
فکساھا عمر بن الخطاب اخا لہ بمکۃ مشرکا ع
عمر بن خطاب نے یہ جوڑا مکے کے باشندے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہننے کے لئے دے دیا۔

تشریحات ۵۵۶

لغات ــــ حلۃ چادر۔ تہبند ۔ سیراء۔ خالص ریشمی عطارد
ایک صاحب کا نام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ حلہ اپنے جس بھائی کو

ع جمعۃ باب ما یلبس احسن ما یجدہ ص ۱۲۱ ھبۃ باب ھدیۃ ما یکرہ لبسھا ص ۳۵۶ باب الھدیۃ للمشرکین ص ۳۵۷ ثانی لباس باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ ص ۸۶۸ لباس باب صلۃ الاخ المشرک ص ۸۸۵ مسلم لباس۔ ابوداؤد۔ لباس۔ نسائی زینت۔ ابن ماجۃ لباس۔ موطا امام مالک لبس۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۳

حدیث ۵۵۷

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ
حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا
عَلٰی اُمَّتِیْ، اَوْ، لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ
یا یہ فرمایا۔ اگر لوگوں پر شاق نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے
بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ ؏
ساتھ مسواک کا حکم دیتا

دیا تھا ان کا نام عثمان بن حکیم تھا۔ یہ ان کے اخیافی بھائی تھے یا رضاعی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی کی کتاب الصید اور کتاب الادب کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ فرمایا۔ اسلام لانے سے پہلے یہ ہدیہ دیا تھا۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جمعے کے دن سب سے عمدہ لباس پہنے۔ داؤدی نے کہا کہ اس حدیث کی باب سے مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر کی عرضداشت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد فرما دیا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ مطابقت اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عمر نے جو گزارش کی اس کو اس بنیاد پر نہیں رد فرمایا کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس کو ناپسند فرمایا۔ بلکہ خاص اس ریشمی حلے کے سلسلے میں انکار فرمایا۔ کہ وہ مردوں کو پہننا جائز نہ تھا۔ بقیہ حضرت عمر کی گزارش سے التزاماً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جمعے کے دن عمدہ لباس زیب تن فرمائیں۔ اسے رد نہیں فرمایا۔ اس پر سکوت فرمایا۔ جس سے اس کی تائید مفہوم ہوتی ہے۔ نیز اسی التماس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہی تھی کہ جمعے کے دن عمدہ سے عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔

تشریحات ۵۵۷ اس حدیث پر باب کا عنوان ہے۔ جمعے کے دن مسواک۔ اس کا اثبات "کُلِّ صَلٰوۃ" کے عموم سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ جو چیز چاہیں واجب کر دیں اور جسے چاہیں موقوف کر دیں۔ ظاہر حدیث سے متبادر ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک مستحب ہے مگر بعض روایات میں "مع کل وضوء"

؏ الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ ص۱۲۲ الصوم۔ باب السواک الرطب والیابس ص۲۵۹ ثانی التمنی باب ما یجوز من اللو ص۱۰۷۵ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی، طہارت نسائی طہارت۔ مواقیت ابن ماجۃ دارمی صلوٰۃ۔ موطا طہارت۔ مسند امام احمد ثانی ص۲۴۵

حدیث ۵۵۸ حدثنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثرت علیکم فی السواک عہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت کچھ فرمایا ہے۔

بھی آیا ہے۔ چونکہ عام طور پر ہر نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے تو باعتبار اغلب و اکثر دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا ہمارے اکثر اصحاب نے فرمایا کہ اس کا وقت وضو میں کلی کرنے کا وقت ہے۔ محیط میں ہے کہ عورت کے لئے منجن وغیرہ مسواک کے قائم مقام ہے کیونکہ ان کے مسوڑھے نازک ہوتے ہیں مسواک سے اس کا اندیشہ ہے کہ ان کے دانت جلد گر جائیں، مسواک کرتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیئے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ فَمِیْ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَطَھِّرْ بَدَنِیْ وَحَرِّمْ جَسَدِیْ عَلَی النَّارِ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ۔

"اے اللہ میرے منہ کو پاک فرما اور میرے دل کو روشن فرما اور میرے بدن کو پاک فرما اور میرے جسم کو جہنم پر حرام فرما اور اپنی مہربانی سے اپنے نیک بندوں میں مجھے شامل فرما۔

سب سے عمدہ پیلو کی مسواک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا۔ اسی طرح زیتون کی بھی۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بہترین مسواک زیتون ہے۔ برکت والے درخت کی، منہ کو صاف کرنے والی، بو لے جانے والی۔ یہ میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مسواک ہے۔[1] خوشبودار پھولوں والے درخت کی مسواک ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریحان کی مسواک سے منع فرمایا۔ اس سے جذام کی تحریک ہوتی ہے۔[2]

تشریحات ۵۵۸ یہاں بھی باب سے مطابقت عموم ہی سے ہے۔ جب عام طور پر مسواک کے بارے میں بکثرت ارشاد ہے تو اس میں جمعہ بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مجمع میں رہنا ہے تو منہ صاف رہنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔

عہ الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲ نسائی طہارت دارمی وضوء مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۴۳ ۔ ۱ ؎ عمدۃ القاری سادس ص ۱۸۱ ۲ ؎ ایضا

حدیث ۵۵۹

قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي۔ عـه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن ابو بکر اندر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی جسے وہ استعمال کر رہے تھے — اس کی جانب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اے عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دیدو انھوں نے مسواک مجھے دیدی تو میں نے اس کو توڑا اور چبا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا — تو حضور نے اسے استعمال فرمایا اس حال میں کہ میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تشریحات ۵۵۹

تکمیل — کتاب المغازی میں ہے۔ کہ جب عبدالرحمٰن اندر آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی — دوسری روایت میں ہے کہ کھجور کی تازہ ٹہنی تھی۔ حضور مسواک کی طرف دیکھنے لگے تو میں نے سمجھا مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے لئے اسے لے لوں۔ سر اقدس سے اشارہ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے مسواک پیش کر دی مگر حضور اسے چبا نہ سکے تو میں نے عرض کیا اسے نرم کردوں تو اشارہ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے اسے کوچ کر نرم کر دیا۔ مسواک کر کے مجھے دیا کہ دست اقدس ڈھلک گیا۔ — اخیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت مسواک کیا۔ میں نے اس سے زیادہ اچھی طرح مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ مسواک سے فارغ ہوتے ہی وصال ہو گیا۔ بس اتنا ہی ہوا کہ مسواک سے فارغ ہونے کے بعد اپنا دستِ مبارک یا انگشتِ مبارک آسمان کی طرف

عـه الجمعة باب من تسوك بسواك غيره ص۱۲۲ الجهاد باب بيوت ازواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص۴۳۷ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۸-۶۴۰ مسلم فضل عائشۃ مسند امام احمد۔

حدیث ۵۶۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر میں
یَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ وَهَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ [ع]
سورہ الٓمّٓ تنزیل اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔

اُٹھائی اور تین بار فرمایا۔ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں اور روح پرواز ہوگئی۔ وہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ حضور کا وصال اس حال میں ہوا کہ حضور میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تطبیق کتاب المغازی ہی میں خود حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ سر اقدس میرے زانو پر تھا[1]۔ مگر یہ حقیقت میں تعارض نہیں۔ ابتداء نزع اس حال میں ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین کے سینے کے سہارے بیٹھے تھے۔ اور سر اقدس ان کی ٹھوڑی اور پیٹ کے درمیان تھا یعنی سینے پر۔ جب حالت غیر ہوئی تو لٹا دیا اور فرط محبت میں سر اقدس اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور اسی حالت میں واصل بحق ہوئے۔ جانکنی کے وقت مریض کا بیٹھا رہنا موجب تکلیف ہوتا ہے اور لیٹنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے جب آثار نزع ام المومنین نے ملاحظہ فرمایا تو لٹا دیا۔

تشریحات ۵۶۰ کرمانی نے کہا کہ کَانَ جب مضارع پر داخل ہو تو اس سے استمرار و دوام سمجھا جاتا ہے مگر احادیث میں یہ کلیہ نہیں۔ اس لئے کہ احادیث پر نظر کرنے سے یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے مثلاً مسلم[2] میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ پڑھا کرتے تھے۔ اسی میں انہیں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ جمعے میں، سورہ جمعہ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ، پڑھتے تھے[3] نیز اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعے میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھتے تھے[4] الٓمّٓ تنزیل ــ سے مراد سورہ سجدہ ہے ــ اور هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ ــ سے سورہ دہر ہے ــ اتباع سنت کے خیال سے اس پر عمل بہتر ہے۔

ع الجمعۃ باب مایقرأ فی صلوٰۃ الفجر یوم الجمعۃ ص ۱۲۲ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ
[1] ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹ [2] اول۔ الجمعۃ فصل فی قرأۃ الٓمّٓ تنزیل وھل اتی ص ۲۸۸ [3] ایضاً [4] ایضاً۔ فصل فی قرأۃ سورۃ الجمعۃ والمنافقین۔

حدیث ۵۶۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

اَوَّلُ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَۃٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ بحرین

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثٰی مِنَ الْبَحْرَیْنِ۔

کے علاقہ جواثیٰ میں عبد القیس کی مسجد میں قائم کیا گیا

تشریحات ۵۶۱

تکمیل — ابوداؤد میں یہ حدیث یوں ہے — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اسلام میں، سب سے پہلا جمعہ جواثیٰ میں قائم ہوا جو بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے، امام شافعی، امام احمد وغیرہ اسی حدیث سے دلیل لاتے ہیں — کہ دیہات میں جمعہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ قریہ، کے معنی دیہات کے ہیں۔ امام شافعی جمعہ صحیح ہونے کے لئے یہ شرط کرتے ہیں کہ کم ازکم اس بستی میں چالیس آدمی ایسے ہوں جن پر جمعہ فرض ہو۔ چالیس کی قید وہ اس حدیث سے لگاتے ہیں — کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے "ہزم النبیت" مدینہ طیبہ کے ایک محلے کا نام ہے — میں جمعہ قائم کیا تھا — اس وقت کل چالیس مسلمان تھے[۱]

ہمارا جواب احناف یہ کہتے ہیں کہ قریہ، کے معنی دیہات متعین نہیں۔ اس کا اطلاق مکہ معظمہ، طائف شریف اور انطاکیہ پر خود قرآن عظیم میں ہے۔ ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا۔ — "مظلوم مسلمان یہ عرض کرتے اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں"

اس سے مراد مکہ معظمہ ہے — اور فرمایا:

لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔ — "کافروں نے کہا۔ دونوں بستیوں کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا"

ان سے مراد مکہ معظمہ اور طائف شریف ہے — اور ارشاد ہے:

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ — "ان کے سامنے اس بستی والوں کا حال بیان کرو"

ع الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن ص۱۲۲ ثانی المغازی باب وفد عبد القیس ص۶۲۷

[۱] اول الجمعۃ۔ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳

[۲] ابوداؤد اول۔ الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳ ابن ماجۃ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۷۷

اس سے مراد انطاکیہ ہے۔

اس لئے قریہ، سے دلیل لانا کہ، جواثی، دیہات تھا درست نہیں۔ جواثی حقیقت میں شہر تھا جس کی آبادی چار ہزار تھی۔ محدث ابن تین نے، شیخ ابو الحسن سے نقل کیا کہ جواثی شہر تھا۔ ابو عبید بکری نے کہا۔ یہ بحرین میں ایک شہر ہے۔ جوہری نے صحاح میں، زمخشری نے البلدان، میں کہا کہ جواثی، بحرین میں ایک قلعہ ہے۔ نیز یہ ثابت نہیں کہ یہ جمعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن سے قائم کیا گیا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضور کو اس کی خبر بھی ملی۔ لہٰذا جواثی میں جمعہ کے قائم ہونے سے دیہات میں جمعہ کے صحیح ہونے پر استدلال تام نہیں۔

رہ گیا مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری سے پہلے چالیس آدمیوں کا جمعہ قائم کرلینا بھی اس کی دلیل نہیں۔ مدینہ طیبہ بلا شبہ اس وقت شہر تھا۔ اور شہر میں چالیس تو بہت ہیں، صرف چار مسلمان ہوں تو قائم ہوسکتا ہے۔ پھر یہ ثابت نہیں کہ وہ حضور کے حکم سے تھا۔

ہماری دلیل شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے: لاجمعة ولا تشريق الا في مصر جامع (وفي رواية اخرى) لاجمعة ولا تشريق ولا صلوٰة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة (جمعہ۔ تکبیر تشریق، نماز عید الفطر و اضحیٰ صرف مصر جامع اور بڑے شہر میں ہے۔) اسے امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں بطریق حجاج عن ابی یوسف روایت کیا۔ نیز بطریق جریر عن منصور بھی مروی ہے[1]

اشکال و جواب امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث ایسی ضعیف ہے کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے۔ اور حضرت علی پر موقوف ہے۔ اس کی سند منقطع ہے۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ حجاج بن ارطاۃ ضرور ضعیف ہیں۔ مگر جو روایت بطریق جریر عن منصور ہے۔ اس میں کوئی ضعف نہیں۔ امام نووی صرف اسی طریقے پر مطلع ہوئے جو بطریق حجاج بن ارطاۃ مروی ہے۔ جریر عن منصور والے طریقے پر مطلع نہ ہوئے۔ امام نووی سے پہلے کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے، صحیح نہیں۔ موقوف ہونا یوں مضر نہیں کہ یہ حکم عقل سے معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مرفوع کے حکم میں ہے۔

مصر جامع مصر جامع وہ آبادی ہے جہاں متعدد کوچے گلیاں ہوں جہاں ایسا دائمی بازار ہو جس میں روزمرہ کی ضروریات بآسانی ملتی ہوں اس سے متعلق دیہات ہوں۔ اور وہاں کوئی ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اگرچہ بوجہ بد طینتی نہ لیتا ہو۔ یہی تعریف صحیح اور مختار ہے یہی ظاہر الروایت ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نادرہ یہ بھی آئی ہے کہ وہ آبادی مصر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص ۱۸۸

میں اگر وہ سب لوگ اکٹھے ہوں جن پر جمعہ فرض ہے تو سما نہ سکیں۔ یہ تعریف بوجوہ صحیح نہیں۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ حرمین طیبین پر صادق نہیں۔ مگر یہ تعریف بھی بہت سے فقہائے احناف کی مختار[۱] ہے۔ درمختار میں ہے۔ اسی پر اکثر فقہاء کا فتویٰ ہے۔ شامی میں ہے۔ ابوشجاع[۲] نے کہا۔ اس بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے سب سے اچھی بات یہی ہے۔ ولوالجیہ میں ہے یہی صحیح ہے۔ وقایہ اور مختار اور اس کی شرح میں اسی پر اقتصار کیا دُرَر کے متن میں اسی کو مقدم کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اسی کو ترجیح ہے۔ صدر الشریعہ نے شرح میں اس کو یہ کہہ کر مؤید کیا کہ احکام شرع میں سُستی ظاہر ہے۔ خصوصاً حدود قائم کرنے کے سلسلے میں۔

اور آج حال یہ ہے کہ پہلی مذکورہ بالا تعریف ہندوستان کی بہت سی بڑی آبادیوں پر صادق نہیں مثلاً ہمارے ضلع میں مبارک پور، مئو ناتھ بھنجن وغیرہ۔ تو اگر مدار کار پہلے قول پر رکھتے ہیں۔ فتنہ عظیمہ کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اگر دفع حرج و فتنے کے لئے اس روایت نادرہ پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں

اقول ۔۔۔ اس خادم کا گمان یہ ہے ۔۔۔ کہ مصر جامع کی جو بھی تعریف علماء نے کی ہے۔ وہ حد نہیں بلکہ اس زمانے کے لحاظ سے شہر کی جو خصوصیات تھیں ان کو سامنے رکھ کر فقہاء نے علامتیں بتائی ہیں۔ اُس عہد میں آمد و رفت و اطلاع و اخبار کے ذرائع بہت ہی محدود تھے۔ اس لئے دستور یہ تھا کہ ہر بڑی آبادی میں ایک ایسا حاکم رہتا تھا جسے مقدمات کے فیصلہ کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کا اختیار رہتا تھا تاکہ امن عامہ برقرار رہے اور آج موٹر، ریل گاڑی وغیرہ سے آمد و رفت اور تیز ہو گئی ہے۔ تار ٹیلیفون سے اخبار و اطلاع بہت آسان ہو گئی ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں رہا کہ ہر بڑی آبادی میں ضرور کوئی نہ کوئی حاکم رہے۔ کسی بھی فتنہ و فساد کے وقت آناً فاناً صدر مقام پر اطلاع ہو جاتی ہے اور حکام پہنچ جاتے ہیں۔۔۔ اس لئے کسی مناسب جگہ کو ضلع کا صدر مقام قرار دے کر وہیں پورے ضلع کے حکام رہتے ہیں۔۔۔ حتّٰی کہ حاکم پرگنہ، پرگنہ کے بجائے ضلع کے صدر مقام ہی پر رہتا ہے۔ اور یہی حال منصف کا بھی ہے۔ اب صحت جمعہ کے لئے حاکم کا وجود ضروری قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ بہت سی بڑی بڑی آبادیوں میں جمعہ صحیح نہ ہو۔ خود ہمارے ضلع اعظم گڈھ کا حال یہ ہے کہ ضلع کی سب سے بڑی آبادی مئو ناتھ بھنجن ہے۔ اس کے بعد مبارکپور۔ مگر ان دونوں جگہوں میں سے کسی میں کوئی حاکم نہیں رہتا حتّٰی کہ تحصیلدار بھی نہیں۔ اس سے دلچسپ حال جین پور کا ہے۔ جین پور میں کوئی حاکم نہیں اور اس کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں سگڑی تحصیل ہے وہاں تحصیلدار رہتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب حاکم کے وجود کی شرط ختم کر کے بقیہ باتوں پر مدار حکم رکھا جائے۔ یا پھر امام ابو یوسف کے اس قول پر جو روایت نادرہ ہے۔ فتویٰ دیا جائے۔ ھذا ما سنح لی، لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔۔۔

---

[۱] اول باب الجمعۃ ص۵۳۶ [۲] ایضاً [۳] ابوشجاع کے بجائے ابن شجاع زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ غنایہ وغیرہ میں ہے۔ ان کی کنیت ابوعبد اللہ ہے۔ یہ محمد ثلجی ہیں جد الممتار اول ص۲

88

حدیث ۵۶۲

قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى
یونس نے کہا۔ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا

ابْنِ شِهَابٍ وَ أَنَا يَوْمَئِذٍ بِوَادِ الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ
اور میں اس وقت وادی القری میں تھا کیا آپ یہ جائز جانتے ہیں

أُجَمِّعَ وَ رُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيهَا
کہ میں یہاں جمعہ قائم کرلوں۔ اور رزیق ایک زمین میں تھے جہاں کاشت

جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرُهُمْ وَ رُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ
کرتے تھے اور وہاں حبشیوں اور کچھ اور لوگوں کی ایک جماعت تھی اور رزیق ایلہ پر عامل تھے

فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَ أَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ
تو ان کو ابن شہاب نے لکھا اور میں سن رہا تھا کہ انہیں حکم دے رہے ہیں

يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ
کہ وہاں جمعہ قائم کرلیں اور یہ خبر دے رہے ہیں کہ سالم نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
تعالی علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ تم سب نگہبان ہو، اور سب سے اس

مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ أَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ
کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا امام (یعنی بادشاہ یا خلیفہ) نگہبان ہے اس

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ
سے اس کی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ مرد اپنے اہل کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت

تشریحات ۵۶۲

یہ حدیث یہاں بخاری میں امام زہری کے تلمیذ یونس بن یزید ایلی سے ان کے دو تلامذہ کے ذریعہ مروی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک اور لیث بن سعد۔ البتہ جو قصہ مذکور ہے وہ صرف تعلیقاً لیث سے مروی ہے۔ اس تعلیق کو ذہلی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے

رزیق یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی جانب سے ایلہ کے حاکم تھے۔ فتح الباری میں ہے کہ ایلہ، بحر قلزم کے کنارے مدینہ طیبہ اور مصر کے درمیان ایک شہر ہے۔ جہاں مصر، شام، غزہ کے حجاج اکٹھا ہوتے ہیں۔ اب یہ ویران ہے۔ کھنڈرات موجود ہیں مگر عمدۃ القاری میں یعقوبی کے حوالے سے ہے کہ سمندر کے کنارے یہ ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مغرب مصر شام کے حجاج کا راستہ ہے۔ قلزم سے سات منزل ہے۔ عہد رسالت میں یہاں

88

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

کے بارے میں باز پرس ہو گی اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ

بارے میں سوال کیا جائے گا۔ نوکر اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں

وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ اَبِيْهِ وَمَسْئُولٌ

باز پرس ہو گی۔ اور میں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے یہ بھی ضرور کہا ہے اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اس سے

عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ عـه

اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

کے حاکم نے خود ہی حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور جزیہ دینا منظور کر لیا تھا۔ رزیق نے جہاں کے لئے اجازت طلب کی تھی۔ وہ ایلہ کے نواحی کی کوئی بستی تھی جہاں وہ کاشت کرتے تھے۔

فکتب وانا اسمع علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ حکم بھی لکھا اور حدیث بھی اور یونس نے دونوں کو سنا۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے۔ دیہاتوں اور شہروں میں جمعہ — شہروں میں جمعہ کا صحیح ہونا متفق علیہ ہے۔ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں — تاہم پہلی حدیث کے اس لفظ — بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — سے اس کا ثبوت بھی ہو رہا ہے۔ رہ گیا دیہاتوں میں تو امام بخاری نے جواثی میں جمعہ کے قیام سے اس پر دلیل دی ہے — مگر آپ نے دیکھا کہ وہ تام نہیں۔ اس لئے کہ جواثی دیہات نہیں شہر تھا۔ اس حدیث سے اس پر کسی طرح دلیل نہیں قائم ہوتی۔ البتہ یہ جگہ اگر دیہات تھی تو ابن شہاب کے حکم سے یہ ثابت ہوتا کہ دیہات میں جمعہ درست ہے — مگر ابن شہاب تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول ہم پر حجت نہیں خصوصاً جبکہ حدیث کے معارض ہو۔ علاوہ ازیں اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ جگہ فنائے شہر میں رہی ہو۔ اور رزیق کو فنائے شہر کا حکم معلوم نہیں تھا تو ابن شہاب سے پوچھا۔

استدلال اس حدیث سے ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ جب حاکم پر بلکہ ہر شخص پر اپنی رعایا کی نگہبانی فرض ہے۔ نگہبانی میں یہ بھی داخل ہے کہ رعایا گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ جمعہ فرض ہے اور ترک فرض گناہ۔ اس لئے نگہبانی کی فرع یہ بھی ہے کہ جہاں جمعہ فرض ہو اور قائم نہ ہو وہاں قائم کیا جائے تاکہ لوگ گناہ سے محفوظ رہیں۔

رعیۃ یہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو کسی کی نگہبانی میں ہو۔ اس طرح عوام سلطان اور حاکم

عـه باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن ص۱۲۲ الوصایا باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین ص۳۸۴ ثانی النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجہا ص۷۸۳۔ مسلم مغازی۔ ترمذی۔

باب

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

اِنَّمَا الْغُسْلُ عَلٰی مَنْ یَجِبُ عَلَیْہِ الْجُمُعَۃُ ؏

فرمایا غسل اس پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

کے اولاد ماں باپ کے، تلامذہ اساتذہ کے، مریدین پیر کے رعایا ہوئے۔ یونہی جو مال زوجہ یا اولاد یا نوکر کی سپردگی میں ہو۔ اس کی نگہداشت ان پر واجب ہے۔

کلکم راع جس کے ماتحت کوئی نہ ہو وہ اپنے اعضاء وجوارح افعال واقوال، اپنے اوقات اپنے امور کا راعی ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ جوابدہ ہوگا۔ یہ ارشاد بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔

تشریحات اس اثر کو بیہقی نے موصولا روایت کیا ہے۔ یہاں باب یہ ہے۔ کیا جن پر جمعہ کے لئے حاضر ہونا نہیں، ان پر غسل ہے۔ مثلاً عورتیں، بچے۔ مسافر۔ یعنی جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ان پر بھی غسل ہے یا صرف ان لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ باب میں صرف سوال کرکے چھوڑ دیا مگر اس کے ضمن میں جو اثر اور حدیث لائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ غسل صرف انہیں لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔ اثر سے اس کا اثبات صراحۃً لفظ انما سے ہے جو کلمہ حصر ہے۔ اور حدیث سے بطریق مفہوم مخالف۔ کہ جب حضور نے یہ فرمایا کہ جو جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کرے تو مفہوم مخالف یہ نکلا کہ جو جمعہ کے لئے نہ آئے اس پر غسل نہیں۔ مگر ہمارے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ہمارے طور پر تقریر یہ ہوگی کہ اصل یہی ہے کہ غسل واجب نہ ہو۔ وجوب کے لئے دلیل درکار ہے۔ اور اس حدیث میں صرف انہیں لوگوں کے غسل کا حکم ہے جو جمعہ کے لئے آئیں۔ تو ثابت کہ جو نہ آئیں ان پر غسل نہیں۔ اصل کے اعتبار سے۔

فائدہ باب چونکہ اس سلسلے کی احادیث مختلف مضمون کی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ ہر مسلمان پر جمعے کا غسل ثابت واجب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں، عورتوں، اندھوں قیدیوں، مسافروں، سب پر واجب ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہر بالغ پر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کے علاوہ سب پر ہے۔ تو اس کی تنقیح ضروری ہوئی۔ اس کے لئے امام بخاری نے باب قائم فرمایا ہے۔

؏ الجمعۃ باب ھل علی من لا یشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۳

حدیث ۵۶۳

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان پر

اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ كُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْمًا یَغْتَسِلُ فِیْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ عہ

ضروری ہے کہ ہر ہفتے میں ایک دن غسل کرے جس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

حدیث ۵۶۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِئْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ عہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رات میں مسجد جانے کی عورتوں کو اجازت دیدیں۔

حدیث ۵۶۵

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت

تشریحات ۵۶۳

کتاب الجمعہ کی پہلی حدیث کا یہ بھی جز ہے۔ اس حدیث میں۔ کل مسلم۔ دوسری احادیث سے خاص ہے۔ بالغ کے ساتھ۔ اور قرائن عقلیہ سے صرف ان لوگوں کے ساتھ جن پر جمعہ ہے۔ اور یوماً سے مراد، یوم جمعہ ہے۔ حدیث کا اول حصہ اس پر قرینہ ہے۔ اور حق بمعنی ثابت ہے۔ مراد استحباب ہے۔

تشریحات ۵۶۴

یہ حدیث سند اور لفظ کے تغیر کے ساتھ گزر چکی ہے۔ وہیں اس سے متعلق ابحاث بھی مذکور ہیں۔ یہاں حدیث کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جمعہ کا غسل نہیں۔ اس لئے کہ عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت صرف رات میں ہے۔ اور جمعہ دن میں پڑھا جاتا ہے۔ تو ثابت کہ انہیں جمعہ کی اجازت نہیں۔

تشریحات ۵۶۵

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان زوجہ مبارکہ کا نام، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھا۔ جیسا کہ مسند امام احمد اور مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ یہ حضرت سعید بن زید کی بہن تھیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے خاندان کے

عہ الجمعۃ باب هل علی من لا یشهد الجمعة غسل ص۱۲۲ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص۶-۴۹۵ مسلم جمعہ۔ نسائی جمعہ۔

عہ الجمعۃ باب هل علی من لا یشهد الجمعة غسل ص۱۲۳

اِمْرَأَۃٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِی الْجَمَاعَۃِ

عمر کی ایک بیوی، صبح اور عشار کی جماعت کے لئے مسجد میں حاضر ہوتی تھیں۔

فِی الْمَسْجِدِ فَقِیْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِیْنَ وَقَدْ تَعْلَمِیْنَ اَنَّ عُمَرَ

ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ عمر اسے ناپسند

یَکْرَہُ ذٰلِکَ وَیَغَارُ قَالَتْ فَمَا یَمْنَعُہٗ اَنْ یَّنْهَانِیْ

کرتے ہیں اور اس پر ان کو غیرت آتی ہے۔ تو انہوں نے کہا پھر انہیں مجھے مسجد میں جانے سے

قَالَ یَمْنَعُہٗ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

روکنے پر کونسی چیز مانع ہے؟ اس نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ عہ

یہ ارشاد۔ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔

ت ۱۷۱ وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا کُنْتَ فِیْ قَرْیَۃٍ جَامِعَۃٍ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ

اور امام عطاء نے کہا کہ جب تو قریہ جامعہ میں ہوا اور جمعہ

مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَحَقٌّ عَلَیْکَ اَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ اَوْلَمْ تَسْمَعْہُ عہ

کے دن اذان دی جائے تو تجھ پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو، اذان سنے یا نہ سنے۔

دو افراد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عاتکہ سے کہنے والے حضرت عمر ہی تھے۔ باب سے مناسبت یوں ہے کہ وہ جب جماعت کی اتنی شوقین تھیں تو اگر جمعہ کی حاضری کی اجازت ہوتی تو جمعہ کے لئے بھی ضرور حاضر ہوتیں۔ اس سے ثابت کہ عورتوں کو جمعہ کی حاضری کی اجازت نہیں ــــ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال اطاعت ثابت ہو رہی ہے ــــ کہ اس کے باوجود کہ عورتوں پر جماعت واجب نہیں ــــ اور وہ اپنی زوجہ مبارکہ کے مسجد جانے کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے منع نہیں فرمایا۔

تشریحات ۱۷۱ اس اثر کو عبدالرزاق نے روایت کیا۔ اور اخیر میں یہ زیادہ کیا۔ ابن جریج نے کہا۔ میں نے، عطاء سے پوچھا۔ قریہ جامعہ کیا ہے۔ تو انہوں نے بتایا۔ جو بستی جماعت والی ہو جہاں امیر قاضی ہو، جس کے گھر ایک دوسرے سے ملے ہوئے اکٹھے ہوں جیسے جدہ ــ مصر جامع کی قریب قریب یہی تعریف حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ گزر چکا، قریہ کا اطلاق

عہ الجمعۃ باب ھل علی من لا یشھد الجمعۃ ص۱۲۳

عہ الجمعۃ من این توتی الجمعۃ ص۱۲۳ لہ عمدۃ القاری سادس ص۱۹۵

باب ۱۷۲

وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي قَصْرِهِ

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اپنے محل میں جمعہ پڑھتے اور کبھی

أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ عہ

محل میں نہ پڑھتے، بصرہ آتے وہ زاویہ میں رہتے تھے۔ جو بصرہ سے دو فرسنگ (چھ میل) کے فاصلے پر تھا۔

مکہ معظمہ، طائف، انطاکیہ پر قرآن کریم میں آیا ہے۔

سمعت النداء چونکہ ایک حدیث میں وارد ہے ۔ کہ جمعہ ہر اس شخص پر ہے جو اذان سنے[1]۔ اس سے بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ شہر میں رہتے ہوئے جو اذان نہ سنے تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے، امام عطاء کا یہ فتویٰ نقل فرمایا۔ کہ شہر کے باشندوں پر جمعہ فرض ہے۔ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ جمعہ کی فرضیت وعدم فرضیت میں اذان کو، کوئی دخل نہیں۔ حدیث مذکور صحیح نہیں۔ اس پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔

تشریحات ۱۷۲ اس تعلیق کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ زاویہ میں جمعہ پڑھتے۔ دوسرا یہ کہ وہاں نہیں پڑھتے، بصرہ آکر پڑھتے۔ جزء اخیر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ زاویہ بصرہ سے ملحق ایک بستی کا نام ہے۔ امام بخاری کا مقصود غالباً یہ ہے۔ کہ دیہاتیوں پر شہر میں آکر جمعہ پڑھنا فرض نہیں۔ لیکن اگر آکر پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

اشکال زاویہ دیہات تھا۔ وہاں حضرت انس کے جمعہ پڑھنے پر دو اشکال ہے۔ ایک یہ کہ وہ دیہات میں جمعہ کیسے پڑھتے تھے۔ دوسرے وہاں کوئی حاکم نہیں تھا۔ یہ از خود کیسے جمعہ قائم کر لیتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم کہ زاویہ دیہات تھا۔ ہو سکتا ہے قصبہ اور شہر رہا ہو۔ نیز یہ کیسے معلوم کہ وہ بلا اذن حاکم جمعہ پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے انہیں اس کا من جانب حاکم اذن رہا ہو ۔ اگر نہ بھی ہو تو جہاں حاکم نہیں وہاں کے باشندوں کو جمعہ قائم کرنے کا حق ہے ۔ نیز جہاں حاکم نہ ہو وہاں اعلم علماء بلد کو اقامت جمعہ کا حق ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں متعدد جگہ اس کی تصریح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت انس اس بستی میں اعلم علماء بلد تھے۔

عہ الجمعۃ باب من این توتی الجمعۃ ص۱۲۳

[1] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ۔ باب من تجب علیہ الجمعۃ ص۱۵۱

حدیث ۵۶۶

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ

رفیقہ حیات نے فرمایا۔ لوگ باری باری اپنے محلوں اور عوالی سے جمعہ کے لئے

وَالْعَوَالِي فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ

غبار میں آتے۔ ان پر غبار پڑجاتا اور انہیں پسینہ نکلتا۔ ان میں ایک صاحب (ایک دن)

مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور میرے

إِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

پاس تشریف فرما تھے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا ؏

فرمایا۔ آج کے دن کے لئے اگر تم غسل کرلیتے تو اچھا ہوتا۔

تشریحات ۵۶۶

گزرچکا کہ عوالی مدینہ طیبہ کے مشرقی بالائی حصّے کا نام ہے۔ جس کا فاصلہ مسجد نبوی سے دو میل سے لے کر آٹھ میل تک ہے۔ ایک حدیث میں[۱] وارد ہے۔ اس شخص پر جمعہ ہے جو رات کو گھر واپس ہوسکے۔ نیز یہ بھی مروی[۲] ہے کہ اہل قبا کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کا حکم دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہات کے باشندوں پر بھی جمعہ ہے۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ کہ کتنی دور سے جمعہ کے لئے آیا جائے۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں۔ لیکن اگر وہ شہر میں آکر پڑھ لیں تو بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگر دیہات والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو ہر مکلف حاضر ہوتا لوگ باری باری کیوں حاضر ہوتے۔ حدیث، الجمعة على من آواه الليل الى اهله صحیح نہیں۔ خود امام ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں اور بھی اس میں سقم ہے۔ اور اہل قبا کو حکم دینا حصول افضلیت کے لئے تھا۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ کہ جمعہ صرف شہر اور قصبے کے لوگوں پر فرض ہے دیہات والوں پر نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا شریف میں جمعہ قائم فرمادیتے۔ جبکہ وہاں مسجد بھی تھی جس میں پنجوقتہ جماعت ہوتی تھی۔

؏ الجمعة باب من این توتی الجمعة ص۱۲۳۔ مسلم۔ ابوداؤد فی الصلوٰۃ

۱؎ ترمذی۔ اول باب من کم توتی الجمعة ص۶۶ ۲؎ ایضاً

حدیث ۵۶۷

اَخْبَرَنَا یَحْیَ بْنُ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَاَلَ عَمْرَۃَ عَنِ الْغُسْلِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَتْ، قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَ النَّاسُ مَھَنَۃَ اَنْفُسِھِمْ وَکَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَی الْجُمُعَۃِ رَاحُوْا فِیْ ھَیْئَتِھِمْ فَقِیْلَ لَھُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ عہ

یحییٰ بن سعید نے خبر دی کہ انہوں نے "عمرہ" سے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ لوگ اپنے کام خود کرلیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لئے آتے تو اسی حالت میں چلے آتے تو ان سے کہا گیا اگر تم غسل کر لیتے تو اچھا ہوتا۔

حدیث ۵۶۸

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الْجُمُعَۃَ حِیْنَ تَمِیْلُ الشَّمْسُ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

حدیث ۵۶۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُبَکِّرُ بِالْجُمُعَۃِ وَنَقِیْلُ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ سہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم اوّل وقت جمعہ کے لئے جاتے اور جمعہ بعد قیلولہ کرتے۔

تشریحات ۵۶۷

عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعید مدینہ طیبہ کی باشندہ انصاری خاتون تھیں۔ جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی احادیث کی سب سے زیادہ روایت کرنے والی ہیں۔ یہاں باب ہے جمعے کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے۔ اس حدیث کو باب سے یوں مناسبت ہے کہ — رواح، زوال کے بعد چلنے کو کہتے ہیں۔

لواغتسلتم میں لو، تمنی کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ اب ترجمہ ہوگا کاشکہ تم لوگ غسل کرلیتے۔ اور حرف شرط بھی ہوسکتا ہے۔ اس تقدیر پر جزا، محذوف ہوگی یعنی لکان حسنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں بہتر ہے۔

تشریحات ۵۶۸ ۵۶۹

نبکر۔ کا مادہ بُکرۃ ہے۔ جس کے معنی صبح کے ہیں۔ اب نبکر کے معنی ہوئے۔ ہم صبح کو جاتے تھے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس حدیث کو باب سے

عہ الجمعۃ باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس ص۱۲۳ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد طہارت۔ عہ الجمعۃ باب وقت الجمعۃ ص۱۲۳ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ سہ الجمعۃ باب وقت الجمعۃ ص۱۲۳-۱۲۴ ایضاً باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض ص۱۲۸۔ ترمذی نسائی جمعۃ ابن ماجہ اقامت الصلوٰۃ

حدیث ۵۷۰

حدثنا ابو خلدة هو خالد بن دينار قال
ابو خلدہ نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سمعت انس بن مالك رضي الله تعالى عنه يقول كان
کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اشتد البرد بكر
سخت ٹھنڈک ہوتی تو نماز اول وقت میں پڑھتے ـــ اور جب
بالصلوة واذا اشتد الحر ابرد بالصلوة يعني الجمعة
گرمی کی شدت ہوتی تو ٹھنڈا کرتے یعنی جمعہ کو۔ اور یونس بن بکیر نے کہا
وقال يونس بن بكير اخبرنا ابو خلدة وقال بالصلوة
کہ ہمیں ابو خلدہ نے خبر دی اور بالصلوٰۃ کہا اور
ولم يذكر الجمعة وقال بشر بن ثابت حدثنا ابو خلدة
جمعے کا ذکر نہیں کیا۔ اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ
صلى بنا امير الجمعة ثم قال لانس كيف كان
نے حدیث بیان کی کہ ہمیں حاکم نے جمعہ پڑھایا پھر حضرت انس
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الظهر ؏
نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ظہر پڑھتے تھے۔

کوئی مناسبت نہ ہوگی۔ جوہری نے کہا۔ کہ بَکَّرَ کے معنی سبقت کرنے کے بھی ہیں۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم جمعہ کے لئے سبقت کرتے تھے یعنی اول وقت جاتے تھے۔ اب باب سے یک گونہ مناسبت ہوجائے گی باب یہ ہے۔ جمعے کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔ پہلی حدیث ۵۶۸ سے ثابت کہ زوال ہوتے ہی جمعہ کا وقت ہوجاتا ہے۔ اس سے ابتداء وقت معلوم ہوگیا۔ رہ گیا کب تک ہے۔ یہ دوسری حدیث سے معلوم ہوگا۔

تشریحات ۵۷۰

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعے کا اول وقت زوال کا وقت ہے۔ البتہ امام مجاہد کہتے ہیں کہ زوال کے پہلے بھی جمعہ صحیح ہے۔ اور امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ یوم عید ہے۔ اس کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو عیدین کی نمازوں کا ہے۔ اس لئے امام بخاری نے وقت جمعہ کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا کہ جمعہ کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے۔ اور

؏ الجمعة باب اذا اشتد الحر يوم الجمعة صـ ۱۲۴ نسائی

ت ۱۷۳	قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یحرم البیع حینئذ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا۔ اس وقت (یعنی اذان جمعہ کے وقت) خرید و فروخت حرام ہے
ت ۱۷۴	وقال عطاء تحرم الصناعات کلھا عہ
	امام عطاء نے کہا کہ اس وقت تمام کام حرام ہیں۔

حضرت انس کی حدیث ع ۵۶۹ لاکر بتا دیا کہ، اس حدیث میں نبکر سے مراد اول وقت میں نماز پڑھنا ہے جمعہ کا وقت بعینہ وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے یعنی زوال سے لے کر مثل ثانی تک ہمارے یہاں اور مثل اول تک امام شافعی وغیرہ کے یہاں۔ اور اس میں بھی وہی تفصیل ہے کہ جاڑوں میں جلد پڑھنی مستحب ہے۔ اور گرمیوں میں جب گرمی میں تخفیف ہو جائے اس وقت ۔ اس پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کررہی ہے۔

یعنی الجمعۃ یہ متعین نہیں ہوسکا کہ پہلی روایت میں، یعنی الجمعۃ ابو خلدہ کا قول ہے جو تابعی ہیں یا کسی اور کا ۔ اس لئے کہ بطریق یونس انہیں ابو خلدہ سے جو روایت ہے اس میں یعنی الجمعۃ کا لفظ نہیں۔ الصلوٰۃ کو اگر عام رکھا جائے تو یہ ظہر اور جمعہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر اس سے مراد جمعہ لیا جائے۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بعد کی تعلیقات اسی پر قرینہ ہیں کہ الصلوٰۃ سے مراد جمعہ ہی ہے۔

قال یونس اس تعلیق کو امام بخاری نے، الادب المفرد، میں سند متصل کے ساتھ بیان فرمایا ہے مکمل یوں ہے۔ (ابو خلدہ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا۔ وہ حاکم بصرہ حکم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ فرما رہے تھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جاڑا سخت ہوتا تو نماز جلد پڑھتے اور جب گرمی سخت ہوتی تو ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔

وقال بشر امیر الجمعۃ سے مراد، حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی حکم بن ابی عقیل ہے۔ یہ بھی حجاج کی طرح خطبہ طویل دیتا تھا۔

جمعہ پڑھا کر، حکم کا حضرت انس سے یہ سوال کرنا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیسے ظہر پڑھتے تھے ۔ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ بات اس عہد میں بھی سب کو مسلم تھی کہ ظہر اور جمعہ کا ایک ہی وقت ہے۔

تشریحات ۱۷۳، ۱۷۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والی تعلیق کو ابن حزم نے تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام عطاء والی تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے۔ ۔ جب جمعہ کی اذان ہو تو جمعہ کے لئے حاضر ہونا فرض ہے۔ اور اپنے

عہ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص ۱۲۴ عہ ایضاً

ت ۱۷۵

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اِذَا اَذَّنَ
امام زہری سے مروی ہے کہ جب موذن جمعہ کے دن اذان دے اور

الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّشْهَدَ ؏
مسافر ہو تو اس پر بھی جمعہ کے لئے حاضر ہونا لازم ہے۔

سارے کام کاج چھوڑ دینا واجب ہے۔ اس پر نص جلی، اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

وَاِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ — جب جمعہ کے دن اذان دیجائے تو خرید وفروخت

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ — چھوڑ دو اور اللہ عزوجل کے ذکر کی طرف تیزی سے بڑھو۔

آیت میں اگرچہ صرف خرید وفروخت کا ذکر ہے مگر فاسعوا الیٰ ذکر اللہ، سے ظاہر ہے کہ ہر وہ کام حرام ہے جو جمعہ کے لئے حاضری میں مخل ہو۔ اسی بنا پر امام عطا نے فرمایا کہ سارے کاروبار حرام ہیں، امام بخاری کو اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث نہ مل سکی، اس لئے انہوں نے پہلے آیت سے استدلال فرمایا پھر اقوال رجال سے۔

امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء حتیٰ کہ احناف میں سے امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا۔ کہ اس سے مراد خطبے کی اذان ہے۔ اس لئے کہ عہد رسالت میں یہی اذان تھی۔ اذان اول حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے۔ مگر احناف کے یہاں صحیح ومختار یہ ہے کہ اذان اول ہوتے ہی خرید وفروخت ممنوع ہے۔ یہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد سے ہے مگر اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا سب نے اسے پسند کیا۔ تو اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہوگیا۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین[۱] تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے جب یہ اذان مشروع ہے تو، اذا نودی للصلوٰۃ، کے اطلاق میں داخل ہوئی۔ اس لئے وجوب سعی میں اور دیگر مشاغل میں مصروفیت کی حرمت میں اسی کا اعتبار لازم ــــ نیز اذان خطبہ کے وقت گھر سے چلنے میں پہلے کی سُنت مؤکدہ بھی چھوٹے گی اور شروع سے خطبہ بھی نہ سن سکے گا ــ اور گھر دور ہوگا تو نماز بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

تشریحات ۱۷۵ مسافر پر جمعہ ہے یا نہیں۔ اس بارے میں تقریباً اجماع ہے کہ واجب نہیں۔ البتہ امام زہری سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ مگر اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ حاضر ہو جائے۔

؏ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ ۔ ۱؎ ابوداؤد ثانی۔ السنۃ باب فی لزوم السنۃ ص۲۷۹

ابن ماجہ مقدمۃ باب اتباع الخلفاء الراشدین ص۵ ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۲۶

حدیث ۵۷۱

حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔

عبایہ بن رفاعہ نے کہا۔ میں جمعہ کے لئے جارہا تھا کہ ابو عبس مجھے ملے اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ جس کے قدم اللہ کے راستے میں گرد آلود ہوں اللہ اسے جہنم پر حرام فرمادے گا۔

حدیث ۵۷۲

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةَ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا۔

نافع نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود بیٹھے (ابن جریج نے کہا) میں نے نافع سے پوچھا جمعہ کو؟ تو نافع نے کہا جمعہ ہو یا کوئی اور مجمع۔

تشریحات ۵۷۱

نسائی میں تھوڑے تغیر اور زیادتی کے ساتھ یوں ہے۔ کہ ابو مریم نے کہا۔ کہ میں جمعہ کے لئے جارہا تھا تو عبایہ بن رفاعہ ملے اور انہوں نے کہا۔ تمہیں بشارت ہو تمہارا یہ قدم اللہ کے راستے میں ہے۔ میں نے ابو عبس سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحدیث علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ ہو سکتا ہے کہ ابو مریم سے عبایہ نے وہ کہا ہو اور عبایہ سے حضرت ابو عبس نے یہ کہا ہو — فی سبیل اللہ — عام ہے ہر کار خیر کے لئے چلنے کو اور اس میں مشغولیت کو۔

تشریحات ۵۷۲

جمعہ میں یا کسی مجمع میں جس نے جو جگہ لے لی وہ اس کا حق ہو گئی۔ اسے اٹھا کر خود بیٹھنا یا کسی کو بٹھانا منع ہے۔ اس لئے کہ اس میں اٹھانے والے کا تکبر ہے اور جسے اٹھایا اس کی تحقیر بھی ہے اور اسے ایذا دینا بھی ہے۔ ہاں اگر کوئی خود اپنی جگہ کسی کو دیدے تو کوئی حرج نہیں۔

عــہ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ الجہاد باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ ص۳۹۴ ترمذی — نسائی، دارمی کلھم فی الجہاد مسند امام احمد جلد ثالث ص۴۷۹ عــہ الجمعۃ۔ باب لایفرق بین اثنین ص۱۲۴۔ مسلم الاستیذان۔

حدیث ۵۷۳

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا
قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهُ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى[۱]
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانے
الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ
میں جمعے کے دن صرف پہلی اذان تھی اور یہ اس وقت ہوتی جب امام منبر پر تشریف رکھتے۔
وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ
جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے تیسری ندا (اذان اول) زائد کی جو زوراء پر
عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ عہ
دی جاتی تھی۔ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے کہا۔ زوراء مدینہ طیبہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے

تشریحات ۵۷۳

تکمیل — ابو داؤد[۱] نیز طبرانی[۲] وغیرہ میں یہ زائد ہے۔ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ یعنی یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی — پہلی اذان کے اضافے کے بعد بھی اذان خطبہ وہیں دی جاتی رہی جہاں عہد نبوی سے ہوتی آرہی تھی۔ منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہیں ہوتی تھی جیسا کہ آجکل عامۂ مساجد میں مروج ہے۔ اس کے باوجود کہ شہنشاہ ہشام بن عبد الملک نے اذان اول زوراء سے منتقل کرکے مسجد اقدس کے مینارے پر کر دیا۔ مگر خطبے کی اذان وہیں ہوتی رہی جہاں عہد نبوی سے ہوتی آئی تھی۔ زرقانی علی المواہب میں علامہ محمد بن عبد الباقی لکھتے ہیں:

لما كان عثمان امر بالاذان الاول يفعل على الزوراء ثم نقله هشام الى المسجد اى امر بفعله فيه وجعل الآخر الذى بعد جلوس الخطيب على المنبر بين يديه يعنى انه ابقاه بالمكان الذى يفعله فيه فلم يغيره بخلاف ما كان بالزوراء فحولها الى المسجد على المنار۔	"جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ اذان خطبہ سے پہلے ایک اذان بازار میں زوراء میں دلوائی۔ پھر اس پہلی اذان کو ہشام نے مسجد کی طرف منتقل کر دیا یعنی مسجد میں ہونے کا حکم دیا۔ اور دوسری جو خطیب کے سامنے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی اسے خطیب کے مواجہہ میں رہنے دی۔ یعنی جہاں ہوتی تھی وہیں باقی رکھی۔"

عہ الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ ص۱۲۴ باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ ص۱۲۴ باب الجلوس علی المنبر عند التاذین ص۱۲۵ باب التاذین عند الخطبۃ ص۱۲۵ ابو داؤد۔ الجمعۃ۔ ترمذی الجمعۃ۔ ابن ماجۃ جمعۃ۔

[۱] اول باب النداء یوم الجمعۃ ص۱۵۵ [۲] فتح الباری جلد ثانی ص۳۲۷ [۳] جلد سابع ص۴۳۵

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبے کی اذان میں بھی سُنّت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔ مسجد کے اندر کہیں بھی دینا خصوصًا منبر کے متصل خطیب کے سر پر بدعت ہے۔ فقہاء احناف نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مطلقًا ممنوع اور مکروہ لکھا ہے۔ اس میں نہ اذان پنجگانہ کی تخصیص کی اور نہ اذان خطبہ کو مستثنیٰ فرمایا۔ اس لئے یہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی، عمدۃ الرعایہ[1] حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

قولہ مستقبل الامام ای بین یدیہ داخل المسجد او خارجہ والمسنون ھو الثانی۔

"مستقبل الامام کے معنی ہیں، سامنے کے اور سامنے ہونا داخل مسجد پر بھی صادق ہے اور خارج مسجد پر بھی۔ اذان میں سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔"

ہاں اگر قبل تمام مسجدیت اذان کے لئے کوئی جگہ متعین کر دی جائے یا کوئی جگہ متعین تھی پھر مسجد میں توسیع ہو گئی جس کی وجہ سے وہ جگہ اندرون مسجد آ گئی تو وہاں اذان دینے میں حرج نہیں۔ جیسا کہ زمانۂ اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذان خطبہ مسجد حرام میں مطاف کے کنارے ہوتی تھی۔ اس عہد میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی[2] بعد میں جب مسجد حرام کی توسیع ہوئی تو وہ جگہ اندرون مسجد آ گئی اب وہاں اذان دینے میں حرج نہیں چنانچہ مسجد حرام میں اذان خطبہ اب بھی وہیں ہوتی ہے۔ اگرچہ مسجد کی توسیع ہو گئی یا جیسے دہلی کی جامع مسجد میں یہ اذان صحن میں بنے ہوئے مکبرہ پر ہوتی ہے۔ یہ مکبرہ قبل تمام مسجدیت اس کے لئے خاص کر دیا گیا تھا۔

انبیٹھی صاحب پر رد خلیل احمد انبیٹھی خلیفہ گنگوہی صاحب نے بذل المجہود[3] میں اپنے دل کے پھپھولے یوں پھوڑے ہیں۔

وتمسك بہ رئیس اھل البدعۃ فی زماننا احمد رضا البریلوی واذاع الفتن والشرور فی ھذہ المسئلۃ وکتب فیھا الکتب والرسائل۔

"اسی ابوداؤد کی حدیث سے ہمارے زمانے میں بدعتیوں کے رئیس احمد رضا بریلوی اس مسئلے پر دلیل لایا ہے اور فتنے اور شر پھیلایا ہے اور اس مسئلے میں کتابیں اور رسالے لکھے ہیں۔"

ناظرین کرام! دیوبندیوں کا تیر ونشتر اور تہذیب ملاحظہ کریں۔ حدیث کی شرح لکھنے بیٹھے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تبرا کر رہے ہیں۔ دل کی دبی کہاں چین لینے دیتی ہے۔ حدیث میں نص صریح ہے کہ — اذان عہد رسالت اور خلفاء راشدین میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ جس کا نہایت واضح مفہوم یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہوتی تھی۔ جس سے ثابت کہ اس اذان میں بھی سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو — اب لامحالہ ثابت کہ مسجد کے اندر یہ اذان دلوانا بدعت وہ بھی بدعت سیئہ اس لئے کہ سنت کے

---

[1] اول باب الجمعۃ ص۲۰۲　[2] مسلك متقسط ص۲۸　[3] جلد ثانی ص۱۸۱

معارض و مزاحم ہے - آپ کو خود تسلیم ہے کہ فقہاء مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہت پر اسی حدیث سے دلیل لائے ہیں - چنانچہ اسی تیر و نشتر سے پہلے ہے:

هٰذَا الْحَدِيثُ اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى كَرَاهَةِ الْاَذَانِ فِى الْمَسْجِدِ وَ قَالُوْا اِنَّ بَابَ الْمَسْجِدِ كَانَ خَارِجَهٗ فَاُذِّنَ عَلَيْهِ فَيُكْرَهُ الْاَذَانُ فِى الدَّاخِلِ وَقَدْ صَرَّحَ بِهٖ صَاحِبُ الْعَوْنِ نَاقِلًا عَنْ شَيْخِهٖ صَاحِبِ غَايَةِ الْمَقْصُوْدِ	"مسجد کے اندر اذان کے مکروہ ہونے پر اسی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے لوگوں نے کہا کہ مسجد کا دروازہ خارج مسجد تھا اس لئے وہاں دی گئی مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے، .... صاحب عون نے اپنے استاذ صاحب غایۃ المقصود سے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے"

آپ کو جب اس کا اقرار ہے کہ مسجد میں اذان کے مکروہ ہونے پر یہ حدیث دلیل ہے۔ اور یہ حدیث خاص اذان جمعہ میں وارد ہے تو اذان جمعہ اندرون مسجد بدرجہ اولی مکروہ — اور کراہت سے عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب ناجائز و گناہ ہے۔

اب کوئی منصف بتائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک مردہ سنت کو زندہ کیا اور ایک بدعت کو ختم کیا تو یہ فعل عند الشرع بلا شبہ مستحسن اور باعث ستائش ہے یا باعث لعن وطعن؟ احیاء سنت پر لعن وطعن کس مسلمان کا کام ہے؟ مگر جو گروہ اہانت رسول کا خوگر ہو اس سے کیا شکایت —

کشمیری صاحب پر تعقب اس خصوص میں ناظرین ایک اور دلچسپ تحقیق اسی گروہ کے بہت بڑے بزرگ کی سن لیں۔ کشمیری صاحب فیض الباری[1] میں لکھتے ہیں:

ولم اجد علی کون هذا الاذان فی داخل المسجد دليلا عند المذاهب الاربعة الا ما قال صاحب الهداية انه جرى به التوارث ثم نقله الآخرون ايضا ففهمت منه انهم ليس عندهم دليل غير ما قاله صاحب الهداية لذا يلجئون الى التوارث	"اذان جمعہ مسجد کے اندر ہونے پر چاروں مذہب کے نزدیک میں نے کوئی دلیل نہیں پائی۔ سوائے اس کے جسے صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔ کہ اسی پر توارث ہے پھر اسی کو دوسروں نے بھی نقل کیا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ اذان کے مسجد کے اندر ہونے پر ان کے پاس دلیل نہیں سوائے اس کے جو صاحب ہدایہ نے کہا ہے اسی لئے یہ لوگ توارث کی آڑ لیتے ہیں"

یہ کشمیری صاحب کون ہیں آپ کی جماعت کے وہ نادر روزگار شخصیت ہیں کہ ان جیسا وسیع المطالعہ، ذہین فطین، قوی الحافظہ جمیع علوم و فنون کا ماہر کوئی بقول آپ لوگوں کے پیدا ہی نہیں ہوا — وہ فرما رہے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان خطبہ دیئے جانے پر میں نے کوئی دلیل نہیں پائی — اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں تو اس

---

[1] ثانی ص۳۳۵

پرعمل بلاشبہ حرام وگناہ ہوا۔ ایک فعل حرام کے بند کرنے کی کوشش انبیٹھی صاحب کو اتنی بُری لگی۔ کہ وہ آپے سے باہر ہیں۔ مگر ہونا بھی یہی چاہیئے اس لئے کہ گستاخ رسول سے سوائے اس کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟
رہ گیا صاحب ہدایہ کے اس ارشاد — بذلك جرى التوارث — سے یہ استدلال کہ اذان خطبہ کے اندرون مسجد پر توارث ہے۔ بہت بڑی جہالت ہے۔ یہاں کی پوری عبارت ملاحظہ کریں:

اذا صعد الامام المنبر واذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلك جرى التوارث [۱] "جب امام منبر پر آجائے تو مؤذن منبر کے سامنے اذان کہیں۔"

ظاہر ہے کہ ذلك کا مشارالیہ، اذان بین یدی المنبر ہے۔ اور بین یدی المنبر کے لئے مسجد کے اندر ہونا لازم نہیں۔ ابوداؤد کی حدیث میں، بین یدی بھی ہے۔ اور علی باب المسجد بھی ہے۔ تو یہ حدیث اس پر نص ہے۔ کہ بین یدی خارج مسجد پر بھی صادق۔ یہ خود کشمیری صاحب کو تسلیم ہے۔ العرف الشذی میں ہے۔

ولکن فی سنن ابی داؤد ص ۱۵۵، مایدل علی انہ یکون فی خارج المسجد علی الباب "لیکن سنن ابوداؤد ص ۱۵۵ پر جو مذکور ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اذان مسجد کے باہر دروازے پر ہونی چاہیئے۔"

اور انبیٹھی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولا منافاۃ بین قولہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین علی باب المسجد "سائب بن یزید کے اس قول بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علی باب المسجد، میں منافات نہیں۔"

عہد نبوی میں مسجد اقدس سو ہاتھ لمبی سو ہاتھ چوڑی تھی۔ منبر اقدس زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ رہا ہوگا۔ منبر اور دیوار کا فاصلہ ایک ہاتھ مان لیجئے۔ سو میں سے چار ہاتھ نکال دیجئے تو چھیانوے ہاتھ کا فاصلہ ہوا — چھیانوے ہاتھ کے فاصلے کے باوجود بین یدی صادق۔ تو صاحب ہدایہ کے بین یدی المنبر کا یہ مطلب لینا کہ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر اذان کہی جائے۔ دیوبندی مجتہدین کا کام ہوسکتا ہے۔ کسی علم والے کا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔
صاحب ہدایہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اور اذانوں کے بارے میں کوئی پابندی نہیں۔ مسجد کے باہر کہیں بھی دی جاسکتی ہے مگر اذان خطبہ کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔ اس اذان کے خطیب کے سامنے ہونے پر توارث ہے۔

ابن اسحٰق کی توثیق محمد بن اسحٰق کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ابوداؤد کی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ محمد بن اسحاق اس پائے کے راوی ہیں کہ امام بخاری نے تعلیقاً اپنی صحیح میں ان کی روایت لی۔ کتاب المغازی کے شروع میں ہے:

قال ابن اسحق اول ماغزا النبی "ابن اسحٰق نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[۱] اول جمعۃ ص۱۵۱ [۲] اول جمعۃ ص۱۱۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الابواء ثم بواط ثم العشیرۃ۔ نے سب سے پہلے جو غزوہ فرمایا وہ ابواء تھا پھر بواط پھر عشیرہ۔"

متابعات میں امام مسلم نے ان کی روایتیں بکثرت لی ہیں۔ اگر یہ ساقط الاعتبار ہوتے تو امام بخاری اور امام مسلم ان کی روایت کبھی نہ لیتے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر نے ان کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل نے جو کچھ کہا ہے سب کچھ جمع فرما دیا ہے۔ ان کی اعلیٰ درجے کی تعریف اور توثیق بھی ذکر کی ہے اور کچھ جرحیں بھی اور کچھ جرحوں کے جواب بھی نقل فرمائے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کا ان کی روایت کو کسی بھی درجے میں لینا اس کی دلیل ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ اسی میں امام بخاری کے ان کے بارے میں یہ ارشادات منقول ہیں ــــ کہ میں نے علی بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ ابن اسحٰق کی حدیث سے دلیل لاتے ہیں اور علی نے کہا۔ میں نے ابن اسحٰق کو متہم کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے ان کی کتابوں سے بہت زیادہ منتخب کیا ہے۔ امام مالک نے ان کے بارے میں جو کہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو کبھی ایک شخص کسی پر ایک طعن کرتا ہے تمام معاملات میں متہم نہیں جانتا۔ بہت سے لوگ بعض لوگوں کے نشانہ بنتے ہیں۔ جیسے ابراہیم نے شعبی کے بارے میں جو کہا اور جو شعبی نے عکرمہ کے بارے میں کہا مگر اہل علم نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ شعبہ نے انہیں ان کے حافظے کی بنا پر امیر المومنین کہا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام بخاری کے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔

رہ گیا انبیٹھی صاحب نے جو فرمایا۔ کہ شر اور فتنے پھیلائے۔ اگر احیاء سنّت کا نام شر و فتنہ پھیلانا ہے تو کیا آپ کے مذہب میں احیاء سنّت، شر و فتنہ پھیلانا ہے؟۔ پھر آپ بتائیے اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

من احی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فلہ مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا

"جس نے میری کسی ایسی سنّت کو زندہ کیا جو مردہ ہو چکی تھی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔"

کبھی آپ نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھا کہ آپ نے براہین قاطعہ میں یہ لکھ کر کتنا بڑا فتنہ پیدا کیا ہے:

"شیطان و ملک الموت کو یہ (علم کی وسعت) نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" ص۵۱

جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اور شیطان کے وسعت علم پر ایمان لانا واجب ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ شیطان لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد ہے۔ اس طرح صریح کفری عبارت کو جب مسلمانوں نے برداشت نہیں کیا تو کتنا شر و فساد پھیلا اور دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ وہ لوگوں پر مخفی نہیں۔

زاد النداء الثالث اس سے مراد جمعے کی پہلی اذان ہے۔ اس کو ثالث باعتبار مشروع ہونے کے کہا گیا ہے۔ پہلی اذان خطبہ، اور دوسری اقامت۔ ان دونوں کے بعد اس کا احداث ہوا اس لئے یہ ثالث ہوئی۔ اقامت پر اذان کا اطلاق خود حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ بین کل اذانین صلوٰۃ ۔ ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے۔ حضرت ابن عمر اور امام حسن بصری نے اسے بدعت کہا۔ مگر ان کی بدعت سے مراد لغوی معنیٰ ہے۔ یعنی یہ عہد نبوی میں نہ تھی۔ حضرت عثمان نے ایجاد فرمایا۔ جیسے حضرت فاروق اعظم نے خود جماعت کے ساتھ تراویح کا حکم دیا تو فرمایا نعمت البدعۃ ھذہٖ ۔ یہ اچھی بدعت ہے۔ ورنہ اگر یہ بدعت سیئہ مذمومہ ہوتی تو صحابہ کرام اس پر سکوت نہ فرماتے جب مکہ معظمہ میں تأھل کے بعد منیٰ میں حضرت عثمان نے قصر ترک کر کے پوری نمازیں پڑھیں تو لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ اس اذان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور اسی پر عمل درآمد آج تک ہوتا آیا۔

خلفائے راشدین اور تشریع اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین بھی مقام تشریع پر فائز تھے حضرت صدیق اکبر نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع فرمایا۔ حضرت فاروق اعظم نے تراویح کو با جماعت کیا۔ اور حضرت عثمان نے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا۔ یہ سب اس کی دلیل ہیں، اور یہی ارشاد کریم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین، سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کشمیری صاحب[1] کو بھی اتنا تسلیم ہے کہ خلفاء راشدین کا منصب، تشریع اور اجتہاد کے مابین ہے۔ اگرچہ تشریع اور اجتہاد کے مابین کا مطلب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے

علامہ ابن حجر پر تطفل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام پہلے منبر پر بیٹھے گا پھر اذان دی جائے گی۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ علامہ ابن حجر سے یہاں لغزش ہوگئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے۔ کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان پہلے ہوگی امام منبر پر بعد میں بیٹھے گا۔

یہ حدیث اسی باب میں دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔

لم یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد۔ "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک سے زائد مؤذن نہیں تھے"

اس سے مراد مسجد نبوی میں مستقل مؤذن صرف ایک تھے یعنی حضرت بلال بقیہ حضرات یا تو دوسری مساجد کے مؤذن تھے یا عارضی مثلاً، عبداللہ بن ام مکتوم۔ ان کا اذان دینا صرف صبح کے لئے وہ بھی صرف رمضان میں ثابت ہے۔ حضرت ابو محذورہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے مؤذن تھے۔ حضرت سعد القرظ قبا کے۔ اور حضرت ابن حارث صدائی کی اذان کا ثبوت صرف ایک بار ملتا ہے۔ جیسا کہ انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فجر کی اذان کا حکم دیا تو میں نے اذان کہی۔ بلال نے اقامت کہنی چاہی تو فرمایا ——

---

[1] فیض الباری ثانی ص ۳۳۶

حدیث ۵۶۷

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ بْنِ سَہْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ

امامہ بن سہل بن حنیف نے کہا میں نے معاویہ بن ابو سفیان سے سنا

بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَہُوَ جَالِسٌ عَلَی الْمِنْبَرِ اَذَّنَ

وہ منبر پر بیٹھے تھے مؤذن اذان دے رہا تھا۔ مؤذن نے کہا

الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ تو معاویہ نے بھی کہا، اللہ اکبر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ وَاَنَا

اللہ اکبر۔ پھر مؤذن نے کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ تو معاویہ نے کہا میں بھی

قَالَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ مُعَاوِیَۃُ وَاَنَا فَلَمَّا

یہی کہتا ہوں۔ مؤذن نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ تو معاویہ نے کہا میں بھی

اَنْ قَضَی التَّاذِیْنَ قَالَ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

یہی کہتا ہوں۔ جب اس نے اذان پوری کرلی تو معاویہ نے کہا اے لوگو! میں نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ہٰذَا الْمَجْلِسِ حِیْنَ اَذَّنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس جگہ سنا ہے کہ جب مؤذن اذان کہتا

الْمُؤَذِّنُ یَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّیْ مِنْ مَّقَالَتِیْ ؏

تو حضور بھی وہی کہتے جو تم نے مجھ سے میری بات سنی ہے

صدائی بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے[۱] ابن ماجہ میں یہ زائد ہے کہ ایک سفر میں یہ حکم دیا تھا۔ اس لئے یہ بھی مستقل نہ تھے۔ اور حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ جمعے کے لئے صرف ایک مؤذن تھے۔

تشریحات ۵۶۷

خطیب اذان خطبہ کا جواب دے گا۔ اس لئے کہ اس کے لئے چپ رہنے کا حکم نہیں البتہ حاضرین کو اذان خطبہ کا جواب دینا ممنوع ہے۔ جیسا کہ فرمایا اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام۔ جب امام (اپنے حجرے سے) نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام ہے۔ جب نماز کی اجازت نہیں تو اذان کے جواب کی کیسے اجازت ہوگی۔ تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

؏ الجمعۃ باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء ص۱۲۵ نسائی صلوٰۃ

[۱] ابوداؤد صلوٰۃ باب من اذن فہو یقیم ص۷۶ ترمذی اول صلوٰۃ باب من اذن فہو یقیم ص۲۸ ابن ماجۃ باب السنۃ فی الاذان ص۵۳

حدیث ۵۷۵

أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ عـه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ انہوں نے فرمایا۔ ایک کھجور کا تنہ تھا جس پر خطبے کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ جب منبر رکھا گیا تو ہم نے اس سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز کی طرح آواز سنی۔ یہاں تک کہ حضور منبر سے اُترے اور اس پر ہاتھ رکھا —

تشریحات ۵۷۵

تکمیل — بخاری علامات النبوۃ میں ہے۔ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر تھی — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو ان میں سے ایک پر ٹیک لگاتے۔ انصار کی ایک خاتون یا ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے منبر نہ بنا دوں۔ ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو بنا دو۔ انہوں نے منبر بنایا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور حضور منبر پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا درخت بچے کی طرح چیخا۔ تو حضور اُترے اور اسے چمٹا لیا۔ تو وہ اس بچے کی طرح سسکنے لگا جسے بہلایا جاتے۔ وہ اس لئے روتا تھا کہ ذکر سنتا تھا۔ ابن ماجہ[1] میں ہے کہ وہ چیخا یہاں تک کہ پھٹ گیا اس کے بعد حضور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ وہ وہیں رہا یہاں تک کہ مسجد شہید کی گئی۔ تو اسے کعب بن مالک اپنے گھر لے گئے وہ انہیں کے پاس رہا یہاں تک کہ اسے دیمک کھا گیا۔ ابن ماجہ ہی میں ہے کہ اس کے رونے کو تمام مسجد والوں نے سُنا۔ اگر حضور اسے سینے سے نہ لگاتے تو قیامت تک روتا — ام المومنین[2] حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ حضور نے اس پر ہاتھ رکھا۔ تو رونا بند کر دیا اور زمین میں دھنس گیا۔ مشہور یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا۔ اگر تو چاہے تو ہرا بھرا ہے لوگ قیامت تک تیرا پھل کھاتے رہیں اگر تو چاہے تو جنت میں جائے اور جنتی تیرا پھل کھائیں۔ اس نے دوسری صورت پسند کی۔ اور اسے وہیں حضور نے دفن فرما دیا۔

ابن انس ان کا نام حفص بن غیاث تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ منبر ۷ھ میں رکھا گیا تھا مگر

عـه الجمعۃ باب الخطبۃ على المنبر ص۱۲۵ علامات النبوۃ ص۵۰۶ نسائی۔ ابن ماجۃ

[1] باب بدء شان المنبر ص۱۰۳ — [2] عمدۃ القاری سادس ص۲۱۵

حدیث ۵۷۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ کَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ عہ

علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جیسے تم اس وقت کرتے ہو

ت ۱۷۶

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَسٌ الْاِمَامَ عہ

حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خطبہ کے وقت امام کی طرف منہ کیا۔

یہ صحیح نہیں۔ واقعہ افک میں حضرت ام المومنین کا قول مذکور ہے کہ اوس اور خزرج دونوں قبیلے بھڑ گئے۔ قریب تھا کہ لڑ پڑتے اور رسول اللہ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اترے اور انہیں ٹھنڈا فرمایا ــــــ گزر چکا کہ واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر رونما ہوا تھا اور یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ہم جلد دوم ص۲۶۷ میں ثابت کر آئے ہیں۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ۵ھ میں منبر بن چکا تھا۔

تشریحات ۵۷۶ خطبہ کے لئے قیام امام شافعی اور امام احمد کے یہاں شرط ہے۔ یعنی اگر بیٹھ کر خطبہ دیں گے تو صحیح نہ ہوگا۔ ان کی دلیل یہ حدیث اور آیت کریمہ وَ تَرَکُوْکَ قَائِمًا۔ اور تمہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔ احناف کے یہاں کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے۔ اگر کوئی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے۔ بیٹھ کر خطبہ دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اور صحابۂ کرام کا بنی امیہ پر اعتراض اس لئے تھا کہ انہوں نے سنت، قدرت کے باوجود ترک کر دی تھی۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت معاویہ پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتے اور دوسرا خطبہ کھڑے ہو کر۔ یہ انہوں نے اس وقت کیا جب ان کا جسم بھاری ہو گیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ عذر کی وجہ سے ایک خطبہ بیٹھ کر دیتے۔ اور مروان بلا عذر پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتا اسی وجہ سے حضرت ابن عمر نے فرمایا۔

تشریحات ۱۷۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر، کو بیہقی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر امام کے خطبے کے لئے نکلنے سے پہلے نفل سے فارغ ہو جاتے اور جب امام آجاتا تو وہ بیٹھنے بھی نہ پاتا کہ یہ اپنا رخ اس کی طرف کر لیتے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں ــــــ مستمر بن ریان نے کہا۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جب امام خطبہ شروع کرتا تو یہ اپنا رخ اس کی طرف کر لیتے۔ جب تک خطبے سے وہ فارغ نہیں ہوتا۔ اسی کی طرف رخ کئے رہتے۔

عہ الجمعۃ باب الخطبۃ قائما ص۱۲۵ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی جمعۃ۔

عہ الجمعۃ باب استقبال الناس الامام ص۱۲۵

حدیث ۵۷۷

حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ ؏

عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم لوگ حضور کے ارد گرد بیٹھے۔

حدیث ۵۷۸

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مال یا کچھ آیا۔ تو حضور نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا۔ اس کے بعد حضور کو یہ خبر ملی (کہ یہ کہا جا رہا ہے) جن

تشریحات ۵۷۷

یہ حدیث ایک طویل حدیث کا جز ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں ہے۔ وہیں پوری حدیث کی توضیح ہوگی۔ یہاں جو حصہ مذکور ہے۔ اس کے متعلق ضروری باتیں معروض ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر بھی خطبہ دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبے کے وقت کھڑا رہنا واجب یا فرض نہیں۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کا امام کی طرف منہ کرنا لازم ہے اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ خطبے کے وقت خطیب کی طرف رُخ کرنا مسنون ہے۔

آج تمام مسلمانوں نے یہ سُنّت چھوڑ رکھی ہے۔ خطبے کے وقت سبھی قبلہ رُخ بیٹھے رہتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس وقت امام کی طرف رُخ کر لیا کریں۔

تشریحات ۵۷۸

یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ یہاں یہ باب ہے۔ جس نے خطبے میں ثنا کے بعد "امّا بعد" کہا۔ اس کے ضمن میں ایک تعلیق ذکر کی۔ جو ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو تین حدیث کے بعد مذکور ہے۔ اور حدیث ۵۶۰ جو جلد اوّل کے صفحات ص۳۷۹ لغایت ص۳۸۳ پر ہے وہاں جو الفاظ ہیں ان میں امّا بعد نہیں۔ مگر یہاں ہے کہ سورج گہن کی نماز کے بعد حضور اقدس صلی اللہ

؏ الجمعۃ ۔ باب استقبال الناس الامام ص۱۲۵

فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ

لوگوں کو کچھ نہیں دیا وہ معتوب ہیں۔ یہ سن کر حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ حمد و ثنا

اُعْطِی الرَّجُلَ وَ اَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ

کے بعد کہنا یہ ہے کہ میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔ حالانکہ جسے نہیں دیتا

الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنْ اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِّمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِہِمْ مِنَ

وہ مجھے ان لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں جنہیں دیتا ہوں۔ لیکن میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کے

الْجَزَعِ وَالْہَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِہِمْ

دلوں میں بے صبری اور حرص دیکھتا ہوں۔ اور کچھ لوگوں کو اس کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان

مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ فِیْہِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ

کے دلوں میں سیر چشمی اور بھلائی پیدا فرما دی ہے۔ انہیں میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے

اَنَّ لِیْ بِکَلِمَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ ؏

ہیں۔ رسول اللہ کے اس ارشاد کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں —

تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی ان الفاظ کے ساتھ حمد کی جو اس کے لائق ہے۔ پھر فرمایا۔ اما بعد اس سے ثابت ہوا کہ خطبے میں حمد و ثنا، تشہد و درود کے بعد اما بعد کہنا سنت ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ امّا بعد سب سے پہلے کس نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سب سے پہلے امّا بعد یعرب بن قحطان نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سب سے پہلے، کعب بن لؤی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدّ امجد نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سحبان بن وائل نے۔ کسی نے کہا کہ قس بن ساعدہ نے کہا مگر طبرانی کی ایک ضعیف حدیث مرفوع میں ہے کہ سب سے پہلے داؤد علیہ السلام نے کہا۔ دار قطنی کی غرائب مالک میں سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت ہے کہ جب ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو ان سے حضرت یعقوب نے جو گفتگو کی اسمیں امّا بعد کہا تھا۔ خطبے میں اما بعد کے استعمال کو تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔

انی بمال اوبشی | بعض روایتوں میں بجائے بشیٔ کے، بسبیٍ ہے۔ اور بعض میں بغیر بار کے صرف سبیٍ ہے۔ اسماعیلی کی روایت میں بمال من البحرین ہے۔

عتبوا | یہ خیال اس بنا پر پیدا ہوا۔ کہ داد و دہش دلیل محبت ہے۔ اس لئے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جنہیں دیا ہے وہ لوگ محبوب ہیں اور جنہیں نہیں دیا وہ مبغوض ہیں۔ مگر واقعہ یہ نہیں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکا ازالہ فرمایا کہ داد و دہش دلیل محبت ہے مگر ہمیشہ نہیں کبھی معاملہ اسکے برعکس بھی ہوتا ہے کبھی کسی مصلحت کیوجہ سے کبھی احتیاط کیوجہ سے دوسرے لئے

؏ الجمعۃ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثنا اما بعد ص۱۲۶ الجہاد۔ باب من لم یخمس الاسلاب ص۴۴۵ ثانی التوحید۔ باب قولہ ان الانسان خلق ھلوعا ص۱۱۲۴

حدیث ۵۷۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی

صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ وَکَانَ آخِرَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور یہ حضور کی مسجد میں آخری

مَجْلِسٍ جَلَسَہٗ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَۃً عَلٰی مَنْکِبَیْہِ قَدْ عَصَبَ رَاْسَہٗ
مجلس تھی۔ اپنے کاندھے پر چادر لپیٹے ہوئے اور سر اقدس پر روغن آلود

بِعِصَابَۃٍ دَسِمَۃٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَیُّہَا النَّاسُ
پٹی باندھے ہوئے تھے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد فرمایا اے لوگو! میرے

اِلَیَّ فَثَابُوْا اِلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ ہٰذَا الْحَیَّ مِنَ الْاَنْصَارِ
قریب آؤ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے پھر فرمایا، اما بعد یہ انصار کا قبیلہ کم ہو جائے گا اور لوگ

یَقِلُّوْنَ وَیَکْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِیَ شَیْئًا مِّنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَطَاعَ
زیادہ ہوں گے۔ تو جو بھی اُمّت محمد کا والی ہو اور یہ استطاعت رکھے کہ جسے چاہے نقصان

اَنْ یَّضُرَّ فِیْہِ اَحَدًا اَوْ یَنْفَعَ فِیْہِ اَحَدًا فَلْیَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِہِمْ
پہنچائے اور جسے چاہے نفع۔ تو اسے لازم ہے کہ انکے احسان کرنے والوں کے احسان کو قبول کرے اور

وَیَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِیْئِہِمْ عـہ
ناپسندیدہ اقدام کرنے والوں کو معاف کرے۔

تشریحات ۵۷۹

علامات النبوۃ میں ہے کہ انصار کم ہوتے جائیں گے جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اس عہد میں انصار کی تعداد مدینہ طیبہ میں کافی تھی۔ مگر ارشاد رسول کی صداقت دیکھئے کہ سوائے معدودے چند ایوبی حضرات کے اور انصار کرام کی اولاد کا پتہ نہیں —— یہ تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی —— اس موقع پر نماز پڑھانے کا ذکر نہیں مگر اغلب یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے وقت مسجد اقدس میں تشریف لائے ہوں گے کہ نماز کے لئے صحابہ کرام مسجد اقدس میں جمع ہوئے ہوں۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ نماز بھی پڑھائی ہوگی۔ اگر یہ صحیح ہے تو مرض وصال میں چار بار صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ جیسا کہ جلد ثانی ص ۳۶۹-۳۷۰ پر ہم نے تفصیل سے لکھا ہے۔

عـہ الجمعۃ باب من قال فی خطبتہ بعد الثنا اما بعد ص ۱۲۷ علامات النبوۃ ص ۵۱۲
باب مناقب الانصار ص ۵۳۶ ترمذی

حدیث ۵۸۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا عـه
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو خطبہ پڑھتے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے۔

حدیث ۵۸۱

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ کہ ایک صاحب حاضر ہوئے

النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ عـه
تو ان سے پوچھا اے فلاں نماز پڑھی؟ تو انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو فرمایا اٹھ اور نماز پڑھ۔

تشریحات ۵۸۰

جمعہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ شرط ہے۔ خطبہ مطلق ذکر الٰہی کا نام ہے۔ اگرچہ طویل نہ ہو اس لئے ایک بار الحمد للہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا البتہ اتنا طویل ہونا جسے عرف عام میں خطبہ کہیں سُنّت ہے۔ اور دو خطبوں کا ہونا مسنون۔ اور دونوں کے درمیان تین آیت کی مقدار میں بیٹھنا بھی سُنّت ہے۔

تشریحات ۵۸۱

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ — اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ۔ یہ آنے والے بزرگ سلیک غطفانی تھے۔ جیسا کہ مسلم[۱] کی روایت میں تصریح ہے۔ اخیر میں یہ اضافہ ہے۔ اور مختصر پڑھ

امام شافعی وغیرہ کا مسلک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کہتے ہیں۔ خطبے کی حالت میں نماز کی اجازت ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

ہمارا مسلک اور دلائل ہمارا اور امام مالک وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اثنار خطبہ نہ کسی کلام کی اجازت ہے نہ کسی نماز کی۔ ہمارے دلائل یہ ہیں۔ خواہر زادہ نے اپنے مبسوط میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عـه الجمعة باب القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة ص۱۲۷ مسلم۔ ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ عـه الجمعة۔ باب اذا رأى الامام رجلا جاء وهو يخطب امره ان يصلي ركعتين ص ۱۲۷۔ باب من جاء والامام يخطب صلى ركعتين خفيفتين ص ۱۲۷۔ مسلم۔ ابوداود۔ ترمذی۔ نسائی۔

[۱] اول جمعة باب من دخل المسجد والامام يخطب او خرج للخطبة فليصل ركعتين ص۲۸۷۔

سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام — امام جب خطبہ کے لئے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام

(۱) عمدۃ القاری[۱] میں اسی حدیث کی کتاب الاسرار کے حوالے سے ان الفاظ میں تخریج کی۔

اذا جاء احدکم والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام — "جب تم میں سے کوئی آئے اور امام منبر پر ہو تو نہ نماز کی اجازت ہے نہ کلام کی"

دارقطنی نے اس حدیث پر یہ طعن کیا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا کھلا ہوا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ امام زہری پر موقوف ہے۔ جیسا کہ مؤطا امام[۲] مالک میں ہے۔

اقول۔ ہم نے مقدمے میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ فقہا جس حدیث سے استدلال فرمالیں وہ صحیح یا کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے۔ پھر سند دیکھنے کی حاجت نہیں۔ اس کی حیثیت امام بخاری کی تعلیقات کی ہے۔ جنہیں صیغۂ تمریض سے ذکر نہ فرمایا ہو

(۲) صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة والامام يخطب انصت فقد لغوت — "جمعے کے دن خطبے کی حالت میں اپنے ساتھی سے اگر تونے یہ کہا۔ چپ رہ، تو تونے لغو کام کیا۔"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔ اور اس وقت کی نماز، سنت یا نفل۔ خطبے کی حالت میں جب فرض ادا کرنے کی اجازت نہیں تو سنت اور نفل کی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی۔

(۳) ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر جب خطبے کے لئے نکلتے تو ہمیں چپ کرا دیتے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، خطبے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے[۳] ابن ابی شیبہ[۴] نے روایت کیا کہ حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خطبے کے لئے امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام سے منع فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابۂ کرام کا یہی مذہب تھا جیسے عقبہ بن عامر جہنی، ثعلبہ بن ابی مالک قرظی، عبداللہ بن صفوان بن امیہ۔

(۴) حدیث ۵۴۹ گزر چکی کہ حضرت عثمان جمعے کے لئے اس وقت آئے جب حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے۔ دیر سے آنے، غسل نہ کرنے پر مواخذہ فرمایا۔ مگر نفل پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

(۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

۱ سادس ص۲۳۲ ۲ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص۳۵

۳ عمدۃ القاری سادس ص۲۳۲ ۴ فتح القدیر اول ص۲۵۵ لکھنؤ

نے فرمایا:

لا تصلوا والامام یخطب[1] "امام خطبہ دے رہا ہو تو نماز نہ پڑھو۔"

شوافع کے استدلال کا جواب (۱) حضرت سلیک کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کے بعد حضور نے خطبہ بند کر دیا۔ جب نماز پوری کر چکے تو پھر خطبہ دیا۔ جیسا کہ دار قطنی نے حضرت انس سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے۔[2]

(۲) حضرت سلیک خطبہ شروع فرمانے سے پہلے حاضر ہوئے تھے۔ جب یہ نماز سے فارغ ہوئے تو خطبہ شروع فرمایا۔[3]

(۳) یہ واقعہ نماز میں کلام کی ممانعت سے پہلے کا ہے۔ جب نماز میں کلام منع فرما دیا گیا تو خطبہ میں بھی منع ہوا اس لئے کہ خطبہ نماز جمعہ کا جز یا شرط ہے۔

(۴) چونکہ حضرت سلیک پھٹے پرانے کپڑوں میں بہت خستہ حالت میں آئے تھے۔ تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کہ لوگ ان کی حالت دیکھ لیں اس کے بعد لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ جس پر بہت سے کپڑے آئے جن میں سے دو کپڑے انہیں عطا فرمائے۔[4]

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ حضور کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں جس وقت چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔

(۶) علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اس حدیث سے استدلال فرمایا۔ جس میں ہے کہ جب امام خطبے کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔ اگر اس وقت نماز یا کسی اور عمل کی اجازت ہوتی تو فرشتے اپنے صحیفے نہ لپیٹتے۔ اس لئے کہ ارشاد ہے:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ (ق - ۱۸) "وہ جو لفظ بھی اپنی زبان سے نکالتا ہے اس کا محافظ تیار رہے۔"

اقول: ۔ یہ استدلال اس وقت تام ہوتا جبکہ جمعہ کے دن آنے والے فرشتوں سے کراماً کاتبین مراد ہوتے۔ ہم اس حدیث کے ضمن میں بتا آئے ہیں کہ یہ مخصوص فرشتے کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں۔ اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی خطبے کے وقت نماز پڑھے یا کلام کرے یا کوئی ناجائز حرکت کرے تو وہ لکھا جائے گا۔ ہمارے یہاں صحیح وراجح مفتیٰ بہ حضرت امام اعظم کا قول ہے کہ جب امام خطبے کے لئے اپنے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۲۳۲ [2] ایضاً ص۲۳۳ [3] مسلم اول۔ جمعۃ۔ باب من دخل المسجد والامام یخطب ص۲۸۷ عمدۃ القاری سادس بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی ص۲۳۲
[4] نسائی اول۔ الجمعۃ باب حث الامام علی الصدقۃ یوم الجمعۃ فی خطبتہ ص۲۰۸

حدیث ۵۸۲

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ

اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط ہوگیا۔ ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ

فَبَيْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِیْ يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ

دے رہے تھے۔ کہ ایک دیہاتی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مال تباہ ہوگیا

الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرٰی فِی

اہل وعیال بھوکے ہیں۔ آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں تو حضور نے اپنے دونوں دست مبارک

السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ

اٹھائے۔ اور حالت یہ تھی کہ ہم آسمان میں بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا ابھی نہیں دیکھتے۔ قسم ہے اس

السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ حضور نے ابھی اپنے دست مبارک نیچے نہیں کئے تھے کہ پہاڑوں

رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ

کی طرح بادل اٹھا حضور منبر پر ہی تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش حضور کی ریش مبارک پر گر رہی ہے۔

وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِیْ يَلِيْهِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی

اس دن دن بھر بارش ہوئی اور اس کے بعد والے دن بھی اور اس کے بعد والے دن بھی دوسرے جمعہ تک مسلسل ہوتی رہی۔

حجرے سے نکلے یا اپنی جگہ سے اٹھے۔ اس وقت سے لے کر خطبہ ختم ہونے کے وقت تک نماز ذکر ہر قسم کا کلام ممنوع ہے۔ بلکہ ہر وہ فعل ممنوع ہے جو خطبے کے سننے میں خلل انداز ہو۔ مثلاً پنکھا جھلنا۔ کچھ لکھنا۔

حدیث[1] میں ہے۔ من مس الحصی فقد لغا۔ (امام جب خطبہ دے رہا ہو) کوئی کنکری چھوئے تو اس نے لغو کیا۔ یہ حکم دور و نزدیک والے سبھی کے لئے ہے۔ خواہ وہ خطبہ سنتا ہو خواہ نہ سنتا ہو اگر کوئی جمعے کی سنت یا اور کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور خطبے کی اذان ہونے لگے تو وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

تشریحات ۵۸۲

تکمیل — الاستسقاء میں ہے۔ کہ ایک صاحب اس دروازے سے حاضر ہوئے جو منبر کے سامنے تھا۔ یعنی مسجد کے شمالی دروازے سے۔ اس نے عرض یہ

[1] مسلم اول جمعۃ ص۲۸۳

فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ قَالَ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

دوسرے جمعہ کو وہی دیہاتی یا کوئی اور کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! گھر گر گئے،

تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ

مال ڈوب گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ اب حضور نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور عرض

حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ

کیا۔ اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر مت برسا۔ حضور اپنے ہاتھ سے جس طرف اشارہ فرماتے بادل

اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ

پھٹ جاتا۔ اور مدینہ گول حوض کے مثل ہوگیا اور وادی قناۃ ایک مہینہ

قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ ؏

تک بہتی رہی۔ جس طرف سے جو آیا اس نے بارش کی کثرت کی خبر دی۔

کیا ــــ کہ مال ہلاک ہوگئے۔ اور راستے بند ہوگئے۔ یعنی چارہ نہ ملنے کی وجہ سے سواریاں کمزور ہوگئیں۔ اس لائق نہیں کہ ان پر سفر کیا جاسکے۔ اتنا پانی نہیں کہ ساتھ لے جایا جائے۔ اور راستے میں ملنے کی امید نہیں ــــ چراگاہیں سوکھ گئیں۔ اتنا چارہ نہیں کہ ہمراہ لے لیا جائے۔ اور راستے میں چارہ ملنے کی امید نہیں۔ اس لئے لوگ کہیں سفر نہیں کرتے۔ آگے ہے۔ ہم آسمان میں نہ بادل دیکھ رہے تھے اور نہ بادل کا ٹکڑا اور نہ کچھ اور ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان کوئی گھر نہیں تھا۔ کہ اچانک کوہ سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل کا ٹکڑا اٹھا اور آسمان کے بیچ میں آکر پھیل گیا۔ پھر برسا۔ اتنا کہ ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ آئندہ جمعہ کو جو عرض تھی وہ یہ تھی۔ کہ مال ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔ دوسرے جمعہ کو بارش بند ہونے کی دعا میں یہ اضافہ ہے۔ اے اللہ ٹیلوں پر پہاڑوں پر نالیوں پر اور درخت اُگنے کی جگہوں پر برسا۔ یہ بھی ہے کہ بارش بند ہوگئی اور ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ میں چلے۔

رفع یدیہ | عام روایتوں میں یہی ہے کہ ہاتھ اُٹھایا۔ مگر یہیں اس سے پہلے والی مختصر روایت

؏ الجمعۃ باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ص۱۲۷ باب رفع الیدین فی الخطبۃ ص۱۲۷ الاستسقاء باب الاستسقاء فی المسجد ص۱۳۷ ایضا باب الاستسقاء فی الخطبۃ ص۱۳۸ باب الاستسقاء علی المنبر ص۱۳۸ ایضا باب من اکتفی بصلوٰۃ الجمعۃ فی الاستسقاء ص۱۳۸ ایضا باب الدعاء اذا انقطعت السبل ص۱۳۸ ایضا ما قیل ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما حول رداءہ ص۱۳۹ ایضا باب اذا استشفعوا الی الامام ص۱۳۹ باب الدعاء اذا کثر المطر ص۱۳۹ باب رفع الناس ایدیھم فی الاستسقاء ص۱۴۰ ایضا باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ ص۱۴۰ علامات النبوۃ ص۵۰۶ ثانی۔ الدعوات۔ باب الدعاء غیر مستقبل القبلۃ ص۹۳۹۔ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

حدیث ۵۸۳

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ[عہ]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعے کے دن امام خطبہ دے رہا ہو۔ اور تم نے اپنے ساتھی سے کہا۔ چپ رہ — تو تم نے لغو کیا —

میں ہے۔ فمد یدیہ — یعنی حضور نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ یعنی جیسے عام دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے ویسے اُٹھایا۔ جیسے نمازِ استسقاء میں وارد ہے۔ کہ ہاتھوں کو خوب بلند کرتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ یہ مراد نہیں۔ اور یہی ظاہر ہے۔

فما یشیر بیدیہ اپنے دستِ مبارک سے جس طرف اشارہ فرماتے بادل پھٹ جاتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم میں تصرف کی قوت عطا کی گئی ہے۔ اور آپ کا تصرف عالم میں نافذ ہے۔

مثل الجوبۃ جوبۃ۔ کے معنی گول حوض کے ہیں۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ مدینہ طیبہ تاج کے مثل ہو گیا۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کے اوپر بادل اس طرح پھٹ گیا۔ کہ تاج کے مثل گول دائرہ بن گیا۔

بالجود جود — کے معنی بہت زیادہ بارش کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بارش بہت زور کی ہوئی اور صرف مدینہ طیبہ ہی میں نہیں ہوئی بلکہ دُور دُور تک ہوئی۔

تطبیق عام روایتوں میں ہے کہ ایک صاحب دیہات کے رہنے والے حاضر ہوئے اور قحط کی شکایت مذکورہ بالا الفاظ میں کی مگر استسقاء میں بطریق ثابت یہ ہے کہ لوگ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یہ عرض کیا۔ بارش رک گئی درخت سوکھ کر سرخ ہو گئے۔ چوپائے ہلاک ہو گئے —— یا تو یہ دونوں دو واقعے ہیں یا یہ کہ چونکہ صحابۂ کرام رعب کی وجہ سے عرض نہیں کرتے تھے مگر جب ان دیہاتی نے عرض کر دیا تو ہمت بندھی اور دوسرے لوگوں نے بھی عرض کیا۔

توجیہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خطبہ جمعہ کے درمیان حاضرین اپنی ضرورت امام کے سامنے پیش کر سکتے ہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سامعین خاموشی کے ساتھ بغور خطبہ سنیں گے۔ امام سے بھی کلام کی اجازت نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس واقعے کو اس پر محمول کیا جائے۔ کہ ممانعت سے پہلے ہوا۔ یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کی اجازت ہے۔ جیسے نماز میں ہے کہ حضور کے ساتھ کلام کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

تشریحات ۵۸۳

لغو کے معنی وہ کام اور بات جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ بیہودہ بات۔ بیہودہ کام۔ چونکہ

عہ الجمعۃ۔ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص ۱۲۷ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔

حدیث ۵۸۴

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْهِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعے کے دن کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا
سَاعَةٌ لَا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ یَسْأَلُ اللّٰهَ
جمعے کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بھی بندۂ مومن جو کچھ بھی نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے
شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَاَشَارَ بِیَدِهٖ یُقَلِّلُهَا ؏
مانگے گا اللہ اسے عطا فرمائے گا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ یہ ساعت بہت کم ہے۔

جمعے کے دن خطبہ کے وقت تمام حاضرین پر خاموش رہنا اور خطبے کو بغور سننا واجب ہے۔ اور یہ کہنا کہ چپ رہ۔ اس میں مخل ہونے کی وجہ سے گناہ ہے۔ اور ہر گناہ بیہودہ۔ اس لئے خطبے کی حالت میں کسی سے اچھی بات بھی کہنی جائز نہیں۔ اور وہ بیہودہ بات میں داخل ہے۔ یہاں لغو، لاحاصل کلام کے معنی میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت بھی اس کلام میں فائدہ ہے۔ کہ جو بات کر رہے ہوں گے انہیں حکم شرعی بتایا — یہ حدیث احناف کی مستدل ہے۔ کہ خطبے کی حالت میں نہ دنیوی باتوں کی اجازت ہے نہ دینی۔

تشریحات ۵۸۴ یہ ساعت کون سی ہے؟ اس کی تعیین میں علامہ عینی نے چالیس اقوال ذکر فرمائے ہیں — مگر جس کو انہوں نے اصح الاحادیث سے ثابت مانا ہے۔ وہ دو ہیں:

اول جب امام خطبے کے لئے منبر پر بیٹھے اس وقت سے لے کر نماز پوری ہونے تک — ثانی۔ نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک — پہلے قول کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ساعت، امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز پوری ہونے کے درمیان ہے۔

دوسرے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جسے امام مالک نے مؤطا[۲] میں، امام احمد نے اپنی مسند میں۔ امام ابو داؤد[۳] اور امام نسائی[۴] اپنی سنن میں اور امام ترمذی[۵] نے اپنی جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ میں جانتا ہوں وہ ساعت کون سی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا۔ مجھے بتائیے بخل مت کیجئے

؏ الجمعۃ باب الساعۃ اللتی یوم الجمعۃ ص۱۲۸ مسلم جمعۃ نسائی العمل فی الیوم واللیلۃ۔
[۱] الجمعۃ ص۲۸۱ [۲] ص۱۰۴ [۳] اول صلوٰۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ ص۱۵۰ [۴] اول الجمعۃ باب ذکر الساعۃ اللتی یستجاب ص۲۱۰ [۵] اول جمعۃ باب فی الساعۃ اللتی ترجی یوم الجمعۃ ص۶۵

توانہوں نے کہا۔ یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اس پر حضرت ابوہریرہ نے یہ اشکال پیش کیا۔ کہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے — کہ جو مسلمان بندہ اسے پالے اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس وقت نماز پڑھی نہیں جاتی۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ جو نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو وہ نماز ہی میں ہے جب تک نماز نہ پڑھ لے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں یہ فرمایا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا۔ اس حدیث میں نماز سے یہی مراد ہے۔ نیز اس کی تائید حضرت جابر کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابوداؤد[1] نے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عصر کے بعد آخری ساعت میں تلاش کرو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھے۔ وہ یہ ساعت ہے[2]۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس ساعت کا وقت معین نہیں پورے دن میں کسی وقت ہے۔ جیسے شب قدر عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کسی میں ہے۔

فیض الباری پر تعقب فیض الباری[3] میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکالمہ مذکورہ کے حوالے میں، ابن ماجہ بھی تحریر ہے۔ حالانکہ ابن ماجہ میں مکالمہ مذکورہ کہیں نہیں۔ البتہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مضمون مذکور اس طرح مذکور ہے۔ کہ انہوں نے پوری تفصیل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے[4]۔ چند سطر بعد یہ لکھا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں اسے مرفوع بتایا یہ مدرج ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ حضرت عبداللہ بن سلام کا قول ہے۔ حضرت ابوہریرہ اور ان کا مذاکرہ تو پھر بھی مذکور نہ ہوا — اور اگر آپ کی بات صحیح ہے تو یہ حدیث مدرج کیسے ہوئی۔ موقوف ہوئی۔

وھو قائم یصلی حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے مکالمے سے ظاہر ہوگیا۔ بلکہ ابن ماجہ کی حدیث کے بموجب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہاں یصلی کے معنی مجازی مراد ہیں یعنی نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ قائما معنی میں دائما کے ہو جیسے آیت کریمہ "مادمت علیہ قائما" میں، مواظبا کے معنی میں ہے۔ اب معنی یہ ہوئے کہ اس مخصوص ساعت میں بھی دعا کا قبول ہونا اس شرط پر ہے کہ وہ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مجازاً، فاعلا کے معنی میں ہو۔ اور یصلی بمعنی دعا ذکر ہو۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب الاجابۃ ایۃ ساعۃ ھی ص۱۵۰

[2] عمدۃ القاری جلد سادس ص۲۴۳ [3] جلد ثانی ص۳۴۶

[4] باب فی الساعۃ ترجی یوم الجمعۃ ص۸۱

حدیث ۵۸۵

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، ہم لوگ

قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ غلے سے لدا ہوا

أَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ

ایک قافلہ آیا۔ سب لوگ قافلے کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ

وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی — اور جب ان لوگوں

هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ؏

نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں (خطبے میں) کھڑا چھوڑ دیا۔

صحیح یہ ہے کہ ساعت اجابت اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی اور یہ ہر جمعے کو ہوتی ہے۔

ساعۃ ساعت کے چھ معنی آتے ہیں۔ اوّل ایک گھنٹے کی۔ اس طرح دن رات میں برابر چوبیس ساعات ہوتیں۔ دوم۔ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب کا پورا وقت بارہ پر تقسیم کرنے کے بعد اس کا ایک حصہ اسی طرح طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب کے وقت کا بارھواں حصہ۔ اب بھی ساعات چوبیس ہوئیں مگر برابر نہ ہوئیں کم و بیش ہوتی رہیں گی۔ یہ نجومیوں اور اہل ہندسہ کی اصطلاح ہے۔ سوم زمانے کا وہ جز جو ذو مقدار نہ ہو۔ چہارم مطلق وقت۔ پنجم وقت حاضر۔ ششم قیامت۔ یہاں مطلق وقت مراد ہے۔

تشریحات ۵۸۵

ونحن نصلی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اور یہی ابو عوانہ، ترمذی اور دار قطنی کی بھی روایت میں ہے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ نصلی سے مراد یہ ہے کہ ہم نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ البتہ اس توجیہ پر یہ لازم آئے گا کہ اس حدیث کو باب سے مطابقت نہ رہے۔ اس لئے کہ یہاں یہ باب ہے۔ جب لوگ جمعے کی نماز میں امام کو چھوڑ کر چلے گئے تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز درست ہے۔

اذا اقبلت عیر عیر۔ ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن پر سامان لدا ہو۔ کبھی مطلق قافلے کے معنی میں بھی

ع الجمعۃ باب اذا نفر الناس عن الامام ص۱۲۸ البیوع باب قول اللہ واذا رأوا تجارۃ او لھوا نفضوا الیھا ص۲۷۶ باب قول اللہ واذا رأوا تجارۃ اولھوا نفضوا الیھا ص۲۷۷ ثانی التفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ واذا رأوا ص۷۲۷ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی تفسیر نسائی صلوٰۃ۔

لہ مسلم اول جمعۃ ص۲۸۴ ۲ہ ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الجمعۃ ص۱۶۴

90

حدیث ۵۸۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے

الظُّھْرِ رَکْعَتَیْنِ وَبَعْدَھَا رَکْعَتَیْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ

تھے۔ اور ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ اور

آتا ہے۔ یہ قافلہ شام سے دحیہ بن خلیفہ کلبی لے کر آئے تھے۔ جو غلہ لایا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا قافلہ تھا۔ ہوسکتا ہے کہ قافلہ عبدالرحمٰن بن عوف کی ملک ہو اور حضرت دحیہ اس کے کارپرداز رہے ہوں ۔ ہوسکتا ہے دونوں کا مشترک رہا ہو۔

فالتفتوا ۱ التفات ۔ کے اصلی معنی کنکھی سے کسی کو دیکھنا ہے ۔ مگر یہاں مراد چھوڑ کر چلا جانا ہے جیساکہ کتاب البیوع کی روایت میں فانفض الناس ، ہے۔ نیز اس معنی پر قرینہ بعد کے الفاظ کریمہ ہیں۔ کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے۔

تفسیر طبری اور ابن ابی حاتم میں قتادہ سے اسناد صحیح کے ساتھ یہ ہے کہ حاضرین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ کتنے رہ گئے۔ لوگوں نے گنا تو بارہ مرد اور ایک عورت تھی۔ حضرت جابر[1] اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر[2] باقی ماندہ حضرات میں یقیناً تھے۔ بقیہ ناموں میں اختلاف ہے۔ اسمٰعیل بن ابی زیاد شامی کی تفسیر میں ہے کہ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ بھی تھے۔ سہیلی نے کہا کہ اسد بن عمرو نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت کیا کہ دس عشرہ مبشرہ تھے اور بلال اور ابن مسعود یا عمار تھے۔ عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ چاروں خلفاء اور انصار کے لوگ تھے۔ یہ واقعہ ابتداء کا ہے۔ اس وقت تک جمعہ کے خطبے کی اہمیت صحابۂ کرام کو معلوم نہ تھی۔ اور شاید غلّے کی حاجت شدید تھی۔ اس لئے لوگ چلے گئے۔ مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ ابتداءً جمعے کا خطبہ بھی عیدین کی طرح نماز کے بعد تھا۔ اور عیدین کے خطبے میں حاضری واجب نہ تھی۔ نسائی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے بعد اعلان فرمادیتے تھے۔ جو ٹھہرنا چاہے ٹھہرے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔ اس پر صحابہ کرام نے جمعے کے خطبے کو قیاس کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو کنا نصلی سے مراد متعلقات صلوٰۃ میں مشغولیت ہوگی۔

تشریحات ۵۸۶

یہاں باب یہ ہے ۔ جمعے کے بعد اور اس سے پہلے نماز کا بیان ۔ حدیث میں صرف جمعے کے بعد کی نماز کا ذکر ہے پہلے کی نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عینی نے اس

---

[1] مسلم اول جمعہ ص۲۸۴ [2] ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الجمعۃ ص۱۶۴

وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

عشار کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ گھر واپس ہو کر دو رکعت پڑھتے تھے

کا دو جواب دیا۔ ایک یہ کہ یہی حدیث ابوداؤد اور ابن حبان میں اس زیادتی کے ساتھ مروی ہے —— کہ حضرت ابن عمر جمعہ سے پہلے لمبی نماز پڑھتے اور جمعے کے بعد دو رکعت پڑھتے۔ اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور اسی پر عمل کی عادت ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا۔ کہ چونکہ جمعہ ظہر کا بدل ہے تو ظہر کی سنتوں کے مثل جمعہ کی بھی سنتیں ہوں گی۔ مگر یہ توجیہ اس لئے درست نہیں کہ بدل ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جمعہ صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں اور ظہر کے لئے یہ شرائط نہیں۔ ظہر کی چار رکعتیں ہیں جمعے کی دو۔ ظہر میں قرأت سری ہے اور جمعے میں جہری پھر ظہر کا بدل ہونے کی وجہ سے جمعہ میں بھی انہیں سنتوں کا ہونا کیسے مستفاد ہوگا جو ظہر کی ہیں۔ بات وہی ہے کہ امام بخاری کو اپنے شرائط پر کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو جمعے کے قبل سنت کی دلیل ہو۔

جمعہ کے سنن طبرانی معجم اوسط میں عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے سے قبل بھی اور بعد بھی چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ نیز ابن حبان نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر فرض نماز سے پہلے (کم از کم) دو رکعتیں ہیں۔ ابن ماجہ[۱] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ ان کے درمیان فصل نہ فرماتے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں یہی حدیث اس زیادتی کے ساتھ ابن ماجہ ہی کے رواۃ سے روایت کی۔ اور جمعے کے بعد چار پڑھتے تھے۔

رہ گئی جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں ہیں —— تو اس سلسلے میں اس حدیث میں دو کا ذکر ہے۔ مگر ترمذی[۲] اور ابن ماجہ[۳] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص جمعے کے بعد نماز پڑھے تو چاہیئے کہ چار پڑھے۔ سنن سعید بن منصور میں ابو عبد الرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت ابن مسعود نے جمعے کے بعد چار رکعت کی تعلیم دی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں چھ رکعت کی تعلیم دی۔ اور اسی میں احتیاط ہے کہ چھ پڑھی جائیں۔ تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے یہی ہمارا مختار ہے۔

ع الجمعۃ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ وقبلہا ص۱۲۸ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ
۱ الجمعۃ باب فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ ص۸۰ ۲ اول الجمعۃ باب الصلوٰۃ قبل الجمعۃ وبعدھا
ص۶۹ ۳ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ ص۸۰

حدیث ۵۸۷

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ فِينَا
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم میں

اِمْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا
ایک (سن رسیدہ) خاتون تھیں۔ جو اپنے کھیت کی نالیوں میں چقندر بوتی تھیں۔ جب

كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ
جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑیں اکھاڑتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر

تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ
ایک مٹھی جو پیس کر اس میں ڈالتیں تو چقندر اس کی بوٹیاں ہو جاتیں۔ اور ہم لوگ

عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ
جمعہ پڑھ کے لوٹتے تو (ان کے پاس جاتے) انہیں سلام کرتے۔ وہ ہمارے قریب کھانا

ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ
لاتیں تو ہم اسے کھاتے۔ اس کھانے کی وجہ سے ہمیں جمعہ کا انتظار رہتا۔

حدیث ۵۸۸

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم

قَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدّٰى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ [عہ]
جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

تشریحات ۵۸۷ ۵۸۸

آیۂ کریمہ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
جب نماز ہو چکی تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

میں، فَضْلِ اللّٰهِ سے کیا مراد ہے۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فضل اللہ، سے مراد دنیا کی طلب نہیں بلکہ بیمار پرسی۔ جنازے میں شرکت۔ دینی بھائی کی ملاقات مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے نماز نفل مراد ہے۔ امام حسن بصری، سعید بن جبیر شہید، مکحول نے فرمایا کہ طلب علم مراد ہے۔ امام بخاری نے یہ حدیث اور بعد والی حدیث ذکر کر کے یہ افادہ فرمایا — کہ یہ اپنے عموم پر ہے۔ جو چیز بھی اللہ کے فضل کی مصداق

عہ الجمعۃ باب قول اللہ عز وجل فاذا قضیت الصلوٰۃ ص۱۲۸ الحرث باب ماجاء فی الغرس ص۳۱۶ ثانی الاطعمۃ باب السلق والشعیر ص۸۱۳ الاستیذان باب تسلیم الرجال علی النساء ص۹۲۳ عہ الجمعۃ باب قول اللہ عز وجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا ص۱۲۸

ہوسکتی ہے وہ سب مراد ہیں۔ مثلاً رزق کی تلاش کسی سے ملاقات وغیرہ بھی اس میں داخل ہے۔ آیت کا سباق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اس کے پہلے مذکور ہے۔ کہ جمعے کی اذان کے وقت خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اور جب کچھ لوگ خطبہ کے وقت خرید و فروخت میں مشغول ہوئے تو ان پر عتاب ہوا۔ اب فرمایا گیا جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو جہاں چاہو جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یعنی اذان جمعہ سے لے کر نماز کے اختتام تک جو چیز ممنوع تھی۔ اب اس کی اجازت ہے۔ اور ممنوع خصوصیت سے خرید و فروخت تھی۔ تو اس کا مراد ہونا یقینی ہے۔ اسی سے ظاہر ہوگیا۔ فانتشروا، اور وابتغوا کا امر وجوب کے لئے نہیں۔ اباحت کے لئے ہے۔ جیسے واذا حللتم فاصطادوا جب احرام کھول چکے تو شکار کرو۔ میں ہے۔

اَبْوَابُ صَلوٰۃِ الْخَوْفِ

حدیث ۵۸۹

اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَھُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَۃٌ مَّعَہٗ وَ اَقْبَلَتْ طَائِفَۃٌ عَلَی الْعَدُوِّ فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَہٗ وَ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَکَانَ الطَّائِفَۃِ الَّتِیْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نجد کی جانب ایک غزوہ میں شرکت کی۔ دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان کے مقابل صف بندی کی۔ (جب نماز کا وقت آگیا) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں (اس طرح) نماز پڑھائی کہ ایک گروہ حضور کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایک گروہ دشمن کے مقابل رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے۔ پھر یہ گروہ وہاں چلا گیا جہاں وہ گروہ تھا جس نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب وہ لوگ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۵۸۹

جلد ثانی ص۲۶۸ پر ہم بتا آئے ہیں کہ صلوٰۃ خوف، حدیبیہ کے موقع پر عسفان میں ظہر اور عصر کے مابین نازل ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہ غزوہ ذات الرقاع ۵ھ میں ہوا ہے۔ یہ نماز جو غزوہ

رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ

نے ایک رکوع کیا اور دو سجدے کئے۔ پھر سلام پھیرا۔ اس کے بعد ان میں

فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ عہ

سے ہر ایک نے تنہا تنہا ایک رکوع اور دو سجدے کئے

حدیث ۵۹۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَحْوًا مِّنْ قَوْلِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام مجاہد کے قول کے مثل مروی ہے کہ جب دو فریق

مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا وَّزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى

گتھم گتھا ہو جائیں تو کھڑے کھڑے (اشارے سے) نماز پڑھیں۔ اور حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَّرُكْبَانًا عہ

ہوتے یہ اضافہ کیا کہ اگر دشمن زیادہ ہوں تو کھڑے کھڑے اور سوار ہونیکی حالت میں اشارے سے پڑھیں۔

ذات الرقاع میں پڑھی گئی، عصر تھی۔ جیسا کہ ابوداؤد[1] اور نسائی[2] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ صلوٰۃ خوف کے مختلف طریقے احادیث میں مروی ہیں۔ مذکورہ بالا طریقہ احناف کا مختار ہے۔ یہ طریقہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی[3] ہے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلے گروہ والے جب اپنی پڑھیں گے تو اس میں قرأت نہیں کریں گے اس لئے کہ یہ لاحق ہیں۔ اور حکماً امام کے پیچھے ہیں۔ البتہ دوسرے گروہ والے قرأت کریں گے اس لئے کہ یہ ایک رکعت میں مسبوق ہیں۔ اور اگر چار رکعت پڑھنا ہے تو امام ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھائے۔ اور مغرب کی نماز ہے تو دو رکعت پہلی گروہ کو اور ایک رکعت دوسری گروہ کو۔

نماز خوف اس وقت ہے کہ دشمن بہت قریب ہو اور اس کا ظن غالب ہو کہ اگر سب لوگ نماز میں مشغول ہوں گے تو یک بیک حملہ کر دیں گے۔

تشریحات ۵۹۰

نسائی میں وان کانوا اکثر من ذلک کے بجائے۔ وان کان الخوف اکثر من ذلک ہے۔ اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ یعنی جب خوف اس سے زیادہ ہو یعنی اس کا ظن غالب ہو کہ دو ٹکڑے کر کے نماز پڑھنے کی حالت میں بھی حملہ کر دیں گے۔ تو جہاں ہوں وہیں اسی حال میں

عہ صلوٰۃ الخوف ص۱۲۸ ثانی المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع ص۵۹۲ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔

عہ صلوٰۃ الخوف باب صلوٰۃ الخوف رجالا ورکبانا ص۱۲۹ مسلم۔ نسائی۔ موطا امام مالک

[1] اول صلوٰۃ الخوف باب من قال یکبرون جمیعا ص۱۷۵ [2] اول صلوٰۃ الخوف ص۲۲۹

[3] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من قال یصلی لکل طائفۃ ثم یسلم فیقوم الذین خلفہ ص۱۷۷

حدیث ۵۹۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَامَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ۔ (خوف کے وقت) نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ فَکَبَّرَ وَکَبَّرُوْا مَعَہٗ وَرَکَعَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز کے لئے کھڑے ہوئے) اور کچھ لوگ حضور کے ساتھ کھڑے ہوئے حضور نے تکبیر کہی

خواہ قبلہ رُخ ہوں یا نہ ہوں اشارے سے نماز پڑھیں نسائی میں یہ زائد ہے۔ یو می ایماء۔ اشارے سے پڑھے۔ موطا امام مالک میں یہ زائد ہے۔ قبلہ رُخ ہو یا نہ ہو۔

نحوا من قول مجاهد امام مجاہد نے یہ فرمایا ہے کہ جب فریقین گتھم گتھا ہو جائیں تو کھڑے کھڑے اشارے سے نماز پڑھیں۔ یہی حضرت ابن عمر کا بھی ارشاد ہے۔ امام مجاہد نے جو فرمایا وہ ان کا اپنا ارشاد ہے لیکن حضرت ابن عمر نے جو فرمایا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اپنا فتویٰ ہے۔ مگر امام بخاری نے جو یہ کہا۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ اس پر نص ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یہی ہمارا مسلک ہے کہ جب خوف سخت ہو تو جہاں رہے وہیں جس حالت میں ہو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو نماز مؤخر کردے۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اقول: اس استدلال میں ایک شبہ یہ ہے کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مؤخر فرمائی۔ ثم اقول وباللہ التوفیق ـــــ نماز خوف مشروع نہ ہونے کے باوجود واقعہ خندق سے یہ مستفاد ہوا کہ دشمن کے ہجوم کی وجہ سے نماز کی مہلت نہ ہو تو نماز کا مؤخر کرنا فرض ہے۔ اور یہاں جبکہ نماز خوف کا بھی موقعہ نہ ہو تو یہ صادق ہے کہ نماز کی مہلت نہیں۔ دونوں میں علت مشترکہ نماز کی مہلت نہ ہونا ہے۔ اس لئے قیاس درست ہے۔ البتہ جلد ثانی ص۲۶۵ پر ہم نے جو یہ لکھا تھا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر نمازِ خوف نہیں پڑھی گئی تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ یعنی غزوۂ خندق میں نماز نہ پڑھنے سے یہ استدلال کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ درست نہیں۔ اگرچہ واقعہ یہی ہے کہ اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اس کے بعد حدیبیہ کے موقع پر مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد ابو داؤد و نسائی کے حوالے سے گزر چکا۔

تشریحات ۵۹۱

نسائی کی روایت میں بطریق ابو بکر بن ابی الجہم یہ زائد ہے۔ ولم یقضوا انہوں نے ایک رکعت اور نہیں پڑھی ـ نیز یہ بھی کہ یہ نماز ذو قرد میں پڑھی

۱؎ جلد رابع ص۵۹ ۲؎ اول۔ صلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ الخوف من ر ای ان یصلی بھم ص۱۳۴
۳؎ اول صلوٰۃ الخوف ص۲۳۳ ۴؎ ایضاً ص۲۲۸

وَرَكَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ
اور ان لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ تکبیر کہی اور حضور نے رکوع کیا تو ان لوگوں نے رکوع کیا پھر حضور نے سجدہ کیا
لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا إِخْوَانَهُمْ
تو ان لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ سجدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لئے حضور کھڑے ہوئے۔ تو جو لوگ سجدہ کر چکے
وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ
تھے وہ چلے گئے اور اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا گروہ آیا اور انہوں نے حضور کے ساتھ
وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا
رکوع اور سجدہ کیا اور سب لوگ نماز میں رہے لیکن بعض بعض کی حفاظت کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ دشمن مسلمانوں اور قبلے کے درمیان تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ کہ جب دشمن ہمارے اور قبلے کے مابین ہو تو نماز خوف کا یہی طریقہ ہے۔ کہ امام کے سلام پھیرتے ہی دونوں گروہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مزید ایک ایک رکعت پڑھنی نہیں۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ امام کے تحریمہ باندھنے کے بعد وہ گروہ جو دشمن کے مقابل ہے امام کے پیچھے نہیں۔ حکماً نماز میں شریک ہے یعنی نماز خوف حقیقت میں دو رکعت ہے اگرچہ ایک رکعت معلوم ہوتی ہے اور وہ جو بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ نماز خوف ایک رکعت ہے۔ اس سے مراد امام کے ساتھ ایک رکعت ہے۔ اور یہی امام شافعی سے بھی ابن قصار نے روایت کیا۔ حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا۔ کہ اس صورت میں یہی حکم ہے البتہ جب دشمن قبلے کی جانب نہ ہو تو دو رکعت اس طریقے سے پڑھیں گے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ نص قرآنی کے معارض ہے۔ ارشاد ہے:
وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ ــــ اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔ اس ارشاد میں تصریح ہے۔ کہ امام نے جب پہلی رکعت پڑھی تو جو گروہ دشمن کے مقابل تھا اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اور حضرت ابن عباس کے مذہب کا مفاد یہ ہے کہ وہ بھی ایک رکعت پڑھ چکا۔

عـہ صلوۃ الخوف باب یحرس بعضہم بعضا فی صلوۃ الخوف ص۱۲۹ نسائی

باب ۱۷۷

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنْ كَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ وَلَمْ
امام اوزاعی نے فرمایا اگر فتح قریب ہو اور نماز پر قادر
يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلوٰةِ صَلُّوا إِيمَاءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ فَإِنْ لَمْ
نہ ہوں تو اشارے سے ہر شخص اپنی نماز پڑھے ۔ اور اگر اشارے پر
يَقْدِرُوا عَلَى الْإِيمَاءِ أَخَّرُوا الصَّلوٰةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ
قادر نہ ہوں تو نماز مؤخر کردیں۔ جب جنگ ختم ہو جائے یا لوگ امن میں
أَوْ يَأْمَنُوا فَيُصَلُّوا رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا رَكْعَةً
ہوں تو دو رکعت پڑھیں ۔ اگر اس پر قادر نہ ہوں تو ایک رکعت
وَسَجْدَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيرُ
اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو صرف تکبیر کافی
وَيُؤَخِّرُونَهَا حَتَّى يَأْمَنُوا وَبِهِ قَالَ مَكْحُولٌ عہ
نہیں۔ نماز مؤخر کریں یہاں تک کہ خوف جاتا رہے۔ اور یہی مکحول نے بھی کہا۔

باب ۱۷۸

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

تشریحات ۱۷۷

امام ثوری امام مجاہد اور حکم کا مذہب یہ ہے کہ اگر لڑائی اس درجے پر ہے کہ اشارے سے بھی نماز پڑھنی ممکن نہیں تو تکبیر کافی ہے۔ بعد میں نماز پڑھنے کی حاجت نہیں اس کے برخلاف امام عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعی اور امام ابو عبد اللہ مکحول فقیہ اہل شام تابعی فرماتے ہیں کہ تکبیر کافی نہیں۔ اس وقت نماز مؤخر کرے۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو پڑھے۔ ان لوگوں کی دلیل غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے بجائے تکبیر نہیں کہی۔ بلکہ نماز مؤخر فرمائی اور بعد میں پڑھی۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ ہم ابھی بتا آئے کہ اس سے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

تشریحات ۱۷۸

تُستَر۔ فارس کے صوبہ خوزستان میں اہواز کے علاقہ میں مشہور شہر ہے۔ اسے اُس وقت وہاں شستر کہا جاتا تھا۔ یہ دو بار فتح ہوا ہے۔ ایک مرتبہ صلح سے دوبارہ جنگ سے ۔ امام واقدی نے فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوس کی فتح سے فارغ ہو کر

عہ صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناهضة الحصون ولقاء العدو ص ۱۲۹

حَضَرْتُ مُنَاهَضَةَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ
صبح چمکنے کے وقت تستر کے قلعے پر حملے کے وقت میں موجود تھا۔ اور جنگ کی

اِشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ
آگ سخت بھڑکی ہوئی تھی لوگ نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے اس لئے

ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسٰى فَفُتِحَ لَنَا
دن بلند ہونے کے بعد لوگوں نے نماز پڑھی اور ہم ابو موسی کے ساتھ تھے قلعہ فتح ہوگیا

قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا يَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ع
حضرت انس بن مالک نے فرمایا۔ اس نماز کے عوض دنیا و ما فیہا مجھے خوش نہیں کر سکتی

۲۰ھ میں تستر پر حملہ آور ہوئے۔ ان دنوں تستر کا حاکم ہرمزان تھا۔ تستر فتح ہوا۔ اور ہرمزان کو گرفتار کر کے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ جب وہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا تو اس سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا۔ تو نے بار بار غداری کی اس کا عذر تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ آپ بتانے سے پہلے مجھے قتل نہ کر دیں۔ ارشاد فرمایا۔ ڈرمت۔ اس نے پانی مانگا۔ جب پیالہ ہاتھ میں لیا۔ تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اور اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میں پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کر دیا جاؤں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ جب تک پانی نہیں پی لے گا۔ اس وقت تک کچھ نہ ہوگا اس نے پانی گرا دیا۔ حضرت عمر نے دوسرا پانی لانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا اس پر قتل اور پیاس جمع مت کرو۔ اس نے کہا مجھے پانی کی حاجت نہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے کہا۔ آپ مجھے امن دے چکے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے — جب تک بتائے گا نہیں جب تک پانی نہیں پیئے گا اس وقت تک کچھ نہ ہوگا۔ اس کی تائید سب موجودین نے بھی کی حتیٰ کہ حضرت انس نے بھی۔ تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ تو نے مجھے فریب دیدیا — اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت فاروق اعظم نے اسے مدینہ طیبہ ہی میں رکھا۔ اور دو ہزار وظیفہ پانے والوں میں اسے داخل فرمایا یہ ہمہ وقت حضرت فاروق اعظم کے ساتھ رہتا۔ فارس کی مہمات میں اس سے مشورہ بھی فرماتے۔ حضرت فاروق اعظم کے قاتل ابو لولو مجوسی سے اس کا ملنا جلنا تھا۔ اسی لئے جب ابو لولو نے حضرت فاروق اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا۔ تو سازش میں ملوث ہونے کے شبہ پر حضرت فاروق اعظم کے صاحبزادے عبید اللہ بن عمر نے اسے قتل کر دیا حضرت فاروق اعظم کے حکم سے "عبید اللہ" قید کر دیئے گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلا معاملہ یہی ان کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو ص۱۲۹

باب ۱۷۹

وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ صَلٰوةَ شُرَحْبِيْلِ

اور ولید نے کہا میں نے اوزاعی سے حضرت شرحبیل بن السمط اور

بْنِ السَّمْطِ وَاَصْحَابِهٖ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ كَذٰلِكَ الْاَمْرُ

ان کے ہمراہیوں کی نماز کا تذکرہ کیا کہ انہوں نے سواریوں پر پڑھی۔ تو انہوں نے کہا

عِنْدَنَا اِذَا تَخَوَّفَ الْفَوْتَ عہ

ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے جبکہ نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو

سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اس کو چھوڑنا انصاف نہیں۔ حضرت عثمان نے عبید اللہ کے قتل کا حکم دیا۔ اس پر بعض مہاجرین نے کہا۔ سبحان اللہ! کل اس کے باپ قتل کئے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے ہرمزان کا خوں بہا اپنے پاس سے ادا کر کے معاملہ رفع دفع کیا۔[له]

اس فوج میں کثیر صحابہ کرام تھے۔ ان کے عمل سے ثابت ہوا۔ کہ جب جنگ کی وجہ سے نماز کا موقع نہ ہو یا نماز میں مشغولیت کی وجہ سے یہ اندیشہ ہو کہ فتح میں دشواری پیدا ہو جائیگی۔ اور جنگ جاری رکھنے میں امید قوی ہو کہ فتح عنقریب ہو جائے گی۔ تو نماز کو مؤخر کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اس وقت بھی محض تکبیر یا ذکر نماز کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بعد میں نماز پڑھی جائے گی۔ اس اثر کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے موصول کیا ہے۔

تشریحات ۱۷۹

یہ ولید بن مسلم القرشی اموی دمشقی ہیں۔ انہیں ایک جماعت نے صحابہ میں شمار کیا ہے شرحبیل بن السمط کندی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکمال میں انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے انہیں طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔ یہ حضور کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوتے۔ اور مشرف با اسلام ہوئے۔ علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل فرمایا۔ کہ میں نے تلاش کیا کہ کس موقع پر شرحبیل نے اس طرح نماز پڑھی تھی مگر مجھے نہیں ملا۔ اگر یہ پتہ چل جاتا کہ یہ کس موقع سے ہوا تو یہ طے ہو جاتا کہ یہ لوگ کسی کا تعاقب کر رہے تھے۔ یا ان کا کفار تعاقب کر رہے تھے۔ جس شخص کا کوئی پیچھا کر رہا ہو اسے سواری پر اشارے سے نماز جائز ہے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی دشمن کا تعاقب کر رہے ہوں۔ ان کو ایسا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ طالب ہے یعنی کسی کا پیچھا کر رہا ہے تو اشارے سے نماز جائز نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے یہاں درست ہے۔ اگر پیدل چل رہے ہوں تو اشارے سے نماز درست نہیں۔ اگر سوار ہوں تو درست ہے۔ اور اگر مطلوب ہے کہ دشمن اس کا پیچھا کر رہا ہے تو سواری پر اشارے

عہ صلوۃ الخوف باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکبا وایماءً ص ۱۲۹

له البدایۃ والنہایۃ جلد سابع ص ۱۴۸-۱۴۹

حدیث ۵۹۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَاَدْرَکَ بَعْضُہُمُ الْعَصْرَ فِی الطَّرِیْقِ وَقَالَ بَعْضُہُمْ لَا نُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَہَا وَقَالَ بَعْضُہُمْ بَلْ نُصَلِّیْ لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذٰلِکَ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُعَنِّفْ اَحَدًا مِّنْہُمْ ؏

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب احزاب سے لوٹے تو ہم سے فرمایا۔ جب تک بنی قریظہ نہ پہنچ جاؤ کوئی عصر نہ پڑھے ۔ کچھ لوگ راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا جب تک ہم وہاں پہنچ نہیں جائیں گے عصر نہیں پڑھیں گے اور ان میں سے بعض لوگوں نے کہا ہم (یہیں) پڑھیں گے۔ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا۔ ان دونوں باتوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو حضور نے کسی کی سرزنش نہیں کی۔

تشریحات ۵۹۲

ولید نے اسی حدیث سے امام اوزاعی کے قول کی تائید کی۔ امام بخاری بھی اس کو باب کی تائید میں لائے ہیں۔ یہاں باب یہ ہے کہ طالب اور مطلوب کی نماز سوار سے ہمارے یہاں بھی نماز کی اجازت ہے ۔ اس وقت شرجبیل سوار تھے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام اوزاعی ہی سے ہے کہ شرجبیل نے کہا کوئی بھی اتر کر نماز نہ پڑھے سواری کی پیٹھ پر پڑھے مالک بن اشتر نخعی نے اُتر کر نماز پڑھی تو شرجبیل نے ان کے حق میں یہ کہا یہ مخالف ہے۔ اللہ کی مخالفت کی۔

کشمیری صاحب پر تعقب | کشمیری صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مطلوب تھے ۔ علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل فرمایا۔ کہ معلوم نہیں، ہوسکا کہ یہ واقعہ کس موقع کا ہے جس سے پتہ چلتا کہ یہ لوگ طالب تھے کہ مطلوب۔ اگر کشمیری صاحب نے کہیں اس کی تفصیل دیکھی تھی تو حوالہ ضرور تھا۔ یہ صرف رجماً بالغیب کہا ہے۔

؏ صلوۃ الخوف باب صلوۃ الطالب والمطلوب ص۱۲۹ ثانی المغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ ۔ مسلم مغازی۔

۱۰۵

ہونے کی حالت میں اشارے سے۔ ولید کا استدلال یہ ہے کہ جن لوگوں نے نماز راستے میں نہیں پڑھی۔ انہوں نے عصر کو وقت کے بعد پڑھا۔ تو جبکہ طالب کو نماز کا مؤخر کرنا جائز ہے تو اشارے سے پڑھ لینا بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ استدلال تام نہیں۔ اس لئے کہ وقت کے بعد پڑھنے میں صرف ایک شرط وقت فوت ہوگا۔ اور اشارے سے پڑھنے میں رکوع، سجدہ، قعدہ کئی ارکان چھوٹیں گے۔

لم نرد منا ذلك جن لوگوں نے راستے ہی میں نماز پڑھ لی۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ فرمایا جب تک بنی قریظہ نہ پہنچ لو کوئی نماز نہ پڑھے۔ یہ سمجھا کہ حضور بہت تیزی سے بنی قریظہ پہنچنے کی تاکید فرمارہے ہیں۔ اور تاکید کو مؤکد کرنے کے لئے یہ فرمایا ہے۔ اس حدیث سے اتنا بہرحال ثابت ہوا کہ اگر نماز پڑھیں گے تو اس کا اندیشہ ہو کہ دشمن ہاتھ سے نکل جائے گا یا اپنی قوت بڑھالے گا تو نماز مؤخر کرسکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العیدین

حدیث ۵۹۳

عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت دخل علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجہہ ودخل ابوبکر فانتھرنی وقال مزمارۃ الشیطان عند النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال دعھما فلما غفل غمزتھما خرجتا وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا۔ ایک دفعہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے پاس دو بچیاں بعاث کے حالات پر مشتمل گانا گا رہی تھیں۔ حضور بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور ابوبکر آئے تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا شیطان کا راگ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور ـــ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کی طرف رخ انور فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ جانے دو۔ آج عید کا دن ہے۔ جب ابوبکر نے ان سے توجہ ہٹالی تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں اور

تشریحات ۵۹۳

درق۔ چمڑے کی ڈھال کو کہتے ہیں۔ حراب حربۃ کی جمع ہے۔ چھوٹا نیزہ۔ السودان اسود کی جمع ہے۔ کالے رنگ والی کوئی چیز۔ یہاں حبشی مراد ہیں۔ مزمارۃ کا مادہ زمر۔ جس کے معنی وہ آواز ہے جس میں سیٹی ہو۔ نیز زمر کے معنی اچھی آواز کے ہیں۔ بانسری کو بھی مزمار کہتے

وَالحِرَابِ فَاِمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یہ عید کا دن تھا حبشی مسجد میں ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے — اب یا تو میں نے

وَاِمَّا قَالَ تَشْتَھِیْنَ تَنْظُرِیْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَقَامَنِیْ وَرَاءَہٗ خَدِّیْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا خود حضور ہی نے مجھ سے پوچھا دیکھنا

عَلٰی خَدِّہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ دُوْنَکُمْ یَا بَنِیْ اَرْفِدَۃَ حَتّٰی اِذَا

چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو حضور نے اپنے پیچھے مجھے کھڑا کر لیا میرا رخسار حضور کے رخسار پر تھا

مَلِلْتُ قَالَ لِیْ حَسْبُکِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْھَبِیْ عـہ

حضور یہ فرماتے۔ اے بنی ارفدہ اور یہاں تک کہ میں تھک گئی تو مجھ سے فرمایا۔ بس۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو فرمایا تو جاؤ۔

ہیں۔ یہاں مراد گانا ہے۔ ارفدہ یہ حبشیوں کے مورث اعلیٰ کا نام ہے۔ کتاب النکاح میں ہے۔ اور اندازہ لگاؤ کہ نوعمر بچی جو کھیل کی شوقین ہو کتنی دیر کھڑی رہی ہوگی۔ اس کے بعد والے باب میں ہے کہ انصار کی دو بچیاں گاتی تھیں۔ طبرانی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ ان میں سے ایک حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب العیدین میں تخریج کی ہے ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے۔ انصار نے یوم بعاث جو ایک دوسرے کو کہا تھا وہ گا رہی تھیں۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین، میں ہے کہ وہ دف بجا کر گا رہی تھیں۔ اور یہ ایام منیٰ میں واقع ہوا تھا۔ بعاث مدینہ طیبہ میں کسی جگہ کا نام ہے۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے انصار کرام کے دونوں قبیلے اوس و خزرج میں بہت ہی خونریز تباہ کن معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری تھا جو ایک سو بیس سال تک رہا۔ اخیر معرکہ جنگ بعاث تھی۔ اس میں حضرت اسید کے والد حضیر اوس کے سردار تھے۔ جو اس معرکے میں زخمی ہوئے اور انہیں زخموں کی وجہ سے مدت کے بعد جاں بحق ہوئے — اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان تھا۔ پہلے خزرج کا پلہ بھاری تھا مگر بعد میں وہ کمزور پڑ گئے۔ یہاں تک کہ عمرو بن نعمان کو ایک تیر لگا اور مر گیا۔ تو خزرج میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس جنگ میں انصار کے بڑے بڑے نامور مارڈالے گئے — اور انصار کی قوت فنا ہو گئی اس لئے خزرج کے کچھ حضرات مکہ معظمہ آئے تھے کہ قریش سے باہمی تعاون کا معاہدہ کریں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم جس کام کے لئے آئے ہیں یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ اسلام قبول کر لیا۔ جیسا کہ جلد اول ص ۲۶۷

عـہ العیدین باب ماجاء فی العیدین والتجمل ص۱۳۰ الصلوٰۃ باب اصحاب الحروب فی المسجد ص۶۵ باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام ص۱۳۰ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین ص۱۳۵ الجہاد باب الدرق ص۴۰۶ ثانی النکاح باب حسن المعاشرۃ ص۷۸۰ باب نظر المرأۃ الی الحبشۃ ص۷۸۷ مسلم صلوٰۃ نسائی العیدین

91

حدیث ۵۹۴	عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
	رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفطر کو (نماز کے لئے) اس وقت تک
	يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَقَالَ مُرَجًّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ
	تشریف نہ لے جاتے جب تک چند چھوہارے تناول نہ
	قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا
	فرما لیتے اور انہیں طاق عدد کھاتے۔

پر گزر چکا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ جنگ بعاث ہی نے انصار کو اسلام سے مشرف فرمایا۔ ہوتا ہے کہ سرداری اور بڑائی کا غرور قبول حق سے عموماً مانع ہوتا ہے۔ اس جنگ میں ایسے تمام سردار ختم ہو گئے تھے۔ اور جو بچے تھے وہ سہارے کے متلاشی تھے۔ جب رحمت عالم کا دامن کرم ملا تو اس میں پناہ لے لی باب اذا فاتتہ العید، میں یہ ہے کہ حضور نے اپنے کپڑے سے ڈھک لیا تھا۔ ہشام کی روایت میں یہ زائد ہے کہ حضور نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ ہر قوم کے لئے ایک عید ہے۔ اور یہ ہماری عید ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم چونکہ کپڑا اوڑھ کر لیٹے تھے۔ حضرت ابوبکر نے یہ خیال فرمایا۔ کہ حضور کی لاعلمی میں یہ گا رہی ہیں۔ اور عام طور پر یہ معلوم تھا کہ گانا بجانا اسلام میں ممنوع ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر نے ان بچیوں کو ڈانٹا۔ نسائی میں ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم نے شور اور بچوں کی آواز سنی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے دیکھا کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے ہیں اور بچے انہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ اے حمیرا دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ حضور بار بار پوچھتے کیا تو سیر نہیں ہوئی۔ کیا تو سیر نہیں ہوئی۔ میں عرض کرتی نہیں۔ تاکہ میری جو حیثیت حضور کے نزدیک ہے اسے دیکھوں[۲]۔ باب من فاتتہ العید ـ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حبشیوں کو منع فرمایا ایک روایت میں ہے کہ کنکری مارنے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر بنی ارفدہ کو امن دو ـــ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹی بچیوں کی آواز عورت نہیں۔ شادی عید وغیرہ کے موقع پر ایسا گانا جو فحش و خرافات نہ ہو، گانا اور سننا جائز ہے۔ دف جبکہ بغیر جھانجھ کے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تمرین و مشاقی کے لئے تلوار نیزہ وغیرہ آپس میں چلانا جائز ہے۔

تشریحات ۵۹۴ عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا کر عید گاہ جانا مستحب ہے۔ اگر چھوہارے یا کھجوریں ہوں تو اور بہتر ہے۔ آج کل عام رواج ہے کہ عید کے دن

---

[۱] العیدین باب الرخصۃ فی الاستماع الی الغناء ص ۲۳۶ [۲] عمدۃ القاری ص ۲۷۰

[۳] العیدین باب الاکل یوم الفطر قبل الصلوٰۃ ص ۱۳۰

حدیث ۵۹۵

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَلْیُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ یُشْتَھٰی فِیْہِ اللَّحْمُ وَذَکَرَ مِنْ جِیْرَانِہٖ فَکَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَّقَہٗ قَالَ وَعِنْدِیْ جَذَعَۃٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاتَیْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا اَدْرِیْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَۃُ مَنْ سِوَاہُ اَمْ لَا ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے وہ دوبارہ کرے۔ تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یہ ایسا دن ہے کہ اس میں گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کا تذکرہ کیا گویا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سچ جانا انہوں نے عرض کیا میرے پاس بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ ہے جو مجھے دو گوشت والی بکریوں سے زیادہ عزیز ہے۔ تو انہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی میں نہیں جانتا یہ اجازت ان کے علاوہ بھی کسی کو ہے یا نہیں

حدیث ۵۹۶

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَضْحٰی بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّہٗ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَلَا نُسُكَ لَہٗ فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ بْنُ نِیَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنِّیْ نَسَكْتُ شَاتِیْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم الاضحیٰ میں خطبہ دیا۔ یہ فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس کی قربانی درست ہوئی اور جسنے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ نماز سے پہلے ہے۔ اور اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ اس پر ابو بردہ بن نیار حضرت براء کے ماموں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی

سوئیاں لوگ کھاتے ہیں۔ اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ شارحین نے چھوہارے کھانے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اس میں مٹھاس ہوتی ہے جو آنکھ کی روشنی بڑھاتی ہے۔ اور سوئیاں بھی میٹھی ہی پکتی ہیں۔ اسے بدعت کہنا جہالت ہے۔

تشریحات ۵۹۵ ۵۹۶

جذعۃ — امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ جذعۃ بھیڑ یا بکری کے تندرست فربہ بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو۔ قاموس میں ہے کہ جس بچے

؏ العیدین باب الاکل یوم النحر ص۱۳۰ باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العیدین ص۱۳۴ (باقی اگلے صفحہ پر)

قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّاَحْبَبْتُ

نماز سے پہلے کر ڈالی۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے یہ پسند

اَنْ يَّكُوْنَ شَاتِيْ اَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ فَذَبَحْتُ شَاتِيْ

کیا کہ میری بکری سب سے پہلی ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے۔ اس لئے میں نے

وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الصَّلٰوۃَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ

اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز کے لئے آنے سے پہلے کھا بھی لیا ہے۔ ارشاد فرمایا تیری بکری

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَّنَا جَذَعَةً اَحَبُّ

گوشت کی بکری ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ ہے

اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ

جو ایک سال سے کم کا ہے وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے کافی ہو گا

تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ[ع]

ارشاد فرمایا ہاں۔ اور تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگا۔

کے ابھی دانت نہ جمے ہوں اسے جذعہ کہا جاتا ہے۔ عناق بکری کے چھوٹے بچّے کو کہتے ہیں۔ اس لئے اس کا یہ ترجمہ کرنا بھیڑ کا ایک سال کا بچہ۔ صحیح نہیں۔ یہاں جذعہ سے بکری کا بچہ مراد ہے۔ اس پر دوسری روایت نص ہے۔ الاضاحی میں باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی بردۃ۔ میں یہ تصریح ہے۔ وان لی داجنا من المعز۔ میرے لئے بکری کا ایک بچہ ہے۔ اور بچہ ایک سال سے کم کا تھا۔ اس پر دوسری روایتیں صراحۃً دال ہیں۔ باب التکبیر للعید اور الاضاحی باب الذبح بعد العید۔ میں ہے۔ وجذعۃ خیر من مسنۃ۔ اور میرے پاس ایک بچّہ ہے جو سال بھر والے سے اچھا ہے۔ علاوہ ازیں بعد کا یہ ارشاد۔ لن تجزی عن احد بعدک۔ تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہو گا۔ بھی اس پر قرینہ ہے کہ اس سے مراد بکری کا سال بھر سے کم کا بچّہ ہے۔ اس لئے کہ بھیڑ اور دنبے کا ششماہی بچّہ جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، بالاتفاق اس کی قربانی درست ہے۔

(بقیہ ص) ثانی الاضاحی باب ما یشتھی من اللحم یوم النحر ص۸۳۲ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادھا ص۸۳۴ مسلم الذبائح نسائی صلوٰۃ) ع العیدین باب الاکل یوم النحر ص۱۳۰ باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ باب التکبیر للعید ص۱۳۲ باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العید ص۱۳۴ باب سنۃ العید ین لاھل الاسلام ص۱۳۱ ثانی۔ الاضاحی۔ باب سنۃ الاضحیۃ ص۸۳۲ ثانی الاضاحی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی بردۃ ص۸۳۳ باب الذبح بعد الصلوٰۃ ص۸۳۴ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادھا ص۸۳۴ الایمان والنذور باب اذا حلف ناسیا ص۹۸۶ ابوداؤد ضحایا نسائی ضحایا

حدیث ۵۹۷

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ

وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَّبْدَأُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ

تشریف لے جاتے سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر رُخ بدلتے اور لوگوں

یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی

کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے تو انہیں

صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ فَاِنْ کَانَ

نصیحت فرماتے اور انہیں حکم دیتے۔ اب اگر کہیں لشکر بھیجنا

یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِہٖ

ہوتا تو اسے الگ کردیتے یا اگر کسی بات کا حکم دینا چاہتے تو اس کا

ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَلَمْ یَزَلِ النَّاسُ عَلٰی

حکم دیتے پھر لوٹتے۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا۔ لوگ اسی طریقے پر رہے —

مسائل ہمارے یہاں نماز عیدین واجب ہے۔ اس کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے پوری پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس طرح کہ کبھی ترک نہیں فرمایا۔ شیخ الاسلام نے اس پر اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا:

وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ۔ (البقرہ: ۱۸۵) "رمضان کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔"

اس آیت کریمہ میں تکبیر سے مراد نماز عید الفطر ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کا وجوب اس سے ثابت ہے کہ فرمایا

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ "اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

نماز عید کی صحت و فرضیت کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعے کے ہیں۔ عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سُنّت ہے — بکری کے ایک سال سے کم کے بچّے کی قربانی درست نہیں۔ اگرچہ بہت فربہ ہو دیکھنے میں سال بھر یا اس سے زائد کا معلوم ہوتا ہو — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے وہ جو چاہیں جس کے لئے چاہیں خاص کر سکتے ہیں جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر سکتے ہیں۔

شرحیات ۵۹۷ کثیر بن صلت بن معاویہ الکندی۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ اور عہد فاروقی میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں بس گئے اور بنی جمع

ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِي اَضْحٰى

یہاں تک کہ میں مروان کے ساتھ عید گاہ چلا اور وہ مدینے کا حاکم تھا۔ عید الاضحیٰ

اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ

یا عید الفطر میں۔ جب ہم عید گاہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک منبر ہے جسے کثیر بن صلت نے

فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَجَبَذْتُ

بنایا ہے اور مروان چاہتا ہے کہ منبر پر چڑھے تو میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر اس کو کھینچا

بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ

اس پر اس نے مجھے کھینچا اور منبر پر نماز سے پہلے چڑھ گیا۔ میں نے اس سے

غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ

کہا تم نے سنت بدل ڈالی خدا کی قسم تو اس نے کہا اے ابو سعید جو تم جانتے ہو

فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ

وہ چلا گیا تو میں نے کہا جو میں جانتا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ اس

يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ[ع]

پر اس نے کہا۔ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے بیٹھیں گے نہیں۔ اس لئے میں نے اسے نماز سے پہلے کر دیا ہے۔

کے حلیف بن گئے۔ اور ان کا نام قلیل تھا۔ حضرت عمر نے بدل کر کثیر رکھا۔ عید گاہ کے پاس قبلہ رخ انکا بہت بڑا مکان تھا۔ اسی لئے انہوں نے منبر بنایا تھا۔ یہ منبر کچی اینٹوں سے بنایا تھا[۱]

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے۔ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ عیدین سے قبل خطبے کی بدعت مروان نے ایجاد کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حتی الوسع فرض ہے۔ نماز عید عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے۔ عید گاہ میں منبر بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر بنانے پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔

ع العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر ص۱۳۱۔ مسلم العیدین۔

۱ مسلم العیدین ص۲۹۰

حدیث ۵۹۸ تا ۶۰۱

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی فی الاضحی والفطر ثم یخطب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر میں نماز پڑھتے پھر

بعد الصلوٰۃ ـــــ اخبرنی عطاء عن جابر بن عبد اللہ
نماز کے بعد خطبہ دیتے ـــــ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے

رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعتہ یقول ان النبی صلی اللہ تعالیٰ
تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علیہ وسلم خرج یوم الفطر فبدأ بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ ـ
عید الفطر کے دن نکلے تو نماز خطبے سے پہلے پڑھی۔

واخبرنی عطاء ان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارسل الی ابن
اور عطاء نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن زبیر کی

الزبیر فی اول ما بویع لہ انہ لم یکن یؤذن بالصلوٰۃ یوم
جب بیعت کی گئی تو اس کے شروع ہی میں یہ کہلا بھیجا کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں ہوتی

الفطر وانما الخطبۃ بعد الصلوٰۃ ـــ واخبرنی عطاء عن ابن
تھی۔ اور خطبہ نماز کے بعد ہی ہے۔ اور عطاء نے روایت کیا کہ حضرت

عباس وعن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالا لم یکن یؤذن
ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ عید الفطر اور عید الاضحی

یوم الفطر ولا یوم الاضحی وعن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
میں اذان نہیں ہوتی تھی ـــ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام فبدأ بالصلوٰۃ
یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو پہلے نماز

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا اور جب اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز)

وسلم نزل فاتی النساء فذکرھن وھو یتوکأ علی ید بلال
سے فارغ ہو گئے تو اترے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ اور انہیں نصیحت فرمائی اس وقت

وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرَى حَقًّا

حضور بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ ڈالتی

عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرُهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ قَالَ

تھیں۔ ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا آج بھی امام پر لازم ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے

إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوا ؏

پاس آئے اور انہیں وعظ کرے۔ عطاء نے کہا۔ ضرور یہ ان پر حق ہے۔ اور انہیں کیا ہو گیا کہ ایسا نہیں کرتے۔

تشریحات ۵۹۸ تا ۶۰۱

یہاں باب کا عنوان یہ ہے ۔ اذان واقامت کے بغیر عید کے لئے پیدل یا سوار ہو کر جانا ۔۔ اس کے چار جز ہیں۔ عید کے لئے پیدل چلنا۔ عید کے لئے سوار ہو کر چلنا۔ بغیر اذان کے جانا۔ بغیر اقامت کے نماز پڑھنا۔ ان میں تیسرے جز کا اثبات ان احادیث سے صراحۃً ہوتا ہے۔ اور چوتھے کا التزاماً کہ جہاں اذان نہیں وہاں اقامت بھی نہیں۔ اس بارے میں صریح احادیث بھی ہیں۔ مسلم[۱] وغیرہ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے بارہا حضور کے ساتھ عیدین پڑھی ان میں نہ اذان تھی نہ اقامت۔ ابو داؤد[۲] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر اور عثمان نے عیدین بغیر اذان واقامت کے پڑھی۔ عیدین میں اذان واقامت نہیں۔ صرف دوبارہ الصلوٰۃ جامعۃ ، کہنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اس بنا پر کہ امام زہری سے ایک حدیث مرسل میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے دن مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ یہ پکارے۔ الصلوٰۃ جامعۃ[۳]

البتہ پہلے اور دوسرے جز کا اثبات ظاہر نہیں ۔

اقول: ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے گئے ہوں گے۔ روایات میں تخصیص نہیں۔ اگر پیدل جانا یا سواری پر جانا فرض یا واجب ہوتا تو صحابۂ کرام ذکر فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جانا جائز ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ پیدل جائے نیز ابن ماجہ[۴] حضرت سعد قرظ اور حضرت ابن عمر سے یہ روایت ہے کہ پیدل جاتے بھی اور واپس بھی ہوتے۔ ترمذی[۵] میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ سنت یہ ہے کہ عید گاہ پیدل جائے اور جانے سے پہلے کچھ کھالے۔ اس لئے کہ طبرانی میں معجم کبیر میں بطریق محمد بن عبید اللہ بن رافع عن أبيه عن جده راوی ہیں ۔۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؏ العیدین۔ باب المشی والرکوب الی العید بغیر اذان ولا اقامۃ ص۱۳۱ مسلم العیدین ابوداؤد الصلوٰۃ

[۱] مسلم اول العیدین ص۲۹۰ ابوداؤد اول الصلوٰۃ باب ترک الاذان فی العید ص۱۶۳

[۲] اول الصلوٰۃ باب ترک الاذان فی العید ص۱۶۳ [۳] فتح الباری۔ ثانی۔ ص۳۷۷ [۴] العیدین ص۹۳

[۵] اول۔ العیدین۔ باب فی المشی یوم العید ص۶۹

عیدگاہ پیدل جاتے تھے۔ پیدل اس لئے تشریف لے جاتے تھے کہ عیدگاہ مسجد اقدس سے صرف ہزار ہاتھ کے فاصلے پر تھی[1] اب اگر عیدگاہ کافی فاصلہ پر ہو جیسا کہ ہندوستان میں عام طور پر عیدگاہیں شہر سے باہر میل دو میل بلکہ اس سے بھی زیادہ فاصلے پر ہوتی ہیں تو سواری پر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

فارسل الی ابن الزبیر اواخر ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید پلید ہلاک ہو گیا۔ اس کے ہلاک ہونے کی اطلاع اول ربیع الآخر میں ملی۔ جبکہ حصین بن نمیر مکہ معظمہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اور منجنیق سے پتھر اور آگ برسا رہا تھا۔ اس نے ام فروہ نامی منجنیق سے آگ پھینکا جس سے کعبے کا پردہ اور کچھ کڑیاں جل گئیں۔ رکن یمانی، رکن اسود کی درمیانی دیوار تین جگہ سے پھٹ گئی اور پوری دیوار کالی ہو گئی اسی اثنا میں یزید کے مرنے کی اطلاع ملی۔ جب اہل شام کو اس کی اطلاع ہوئی تو حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہا جس کے لئے ہم لڑ رہے تھے وہ مر گیا۔ دروازہ کھول دو کہ ہم طواف کر کے واپس جائیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے لڑائی بند کر کے دروازہ کھول دیا۔ طواف کرتے ہوئے حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ میرے ساتھ شام چلو میں تمہارے لئے بیعت کرا دوں گا۔ انہوں نے اس کی بات پر اعتبار نہیں کیا اور اسے سخت جواب دیا۔ اس نے کہا میں تم کو عرب کے دانشوروں میں جانتا تھا۔ میں تم کو خلافت کے لئے بلا رہا ہوں اور تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن زبیر کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ چونکہ بنی امیہ نے عیدین میں اذان و اقامت کی بدعت پھیلا دی تھی۔ اس لئے حضرت ابن عباس نے حضرت ابن زبیر کے پاس پیغام بھیجا تھا۔

ثم نزل اس حدیث اور دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ عیدگاہ میں منبر کثیر بن صلت نے بنایا تھا جو تابعی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منبر نہ تھا۔ مگر یہاں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خطبے سے فارغ ہو کر حضور اترے۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی نے یہ توجیہ کی۔ کہ نزل۔ انتقل کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی وہاں سے چل کر عورتوں کے پاس آئے۔

اقول۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مردوں نے جہاں نماز پڑھی ہو وہ جگہ اونچی تھی۔ عورتیں نشیب میں تھیں۔ اس تقدیر پر نَزَلَ، اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے درست ہے۔

نماز عید کہاں پڑھیں آج کل غیر مقلدین کے ایک طبقہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ آبادی میں عیدین صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آبادی میں مسجد نبوی ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ میدان میں پڑھی۔ اقول:۔ یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں عیدین نہیں پڑھی۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ کہ صحرا میں پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں عیدین پڑھتے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۲۷۹

حدیث ۶۰۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ

میں عید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر

وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ[ع]

اور عثمان کے ساتھ حاضر ہوا یہ سب حضرات خطبے سے پہلے نماز پڑھتے

حدیث ۶۰۳

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ[ع]

اور ابو بکر اور عمر عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث ۶۰۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی نہ اس سے

وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ اَتَی النِّسَاءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ

پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد۔ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس آئے

فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ تُلْقِی الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا[ع]

اور حضور کے ہمراہ بلال تھے حضور نے انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو صدقہ دینے لگیں بالی اور ہار بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

تھے۔ وہ جگہ مدینہ طیبہ کے بیچ میں تھی۔ عمدۃ القاری[۱] میں ہے کہ کثیر بن صلت کا گھر وادی بطحان کے کنارے وسط مدینہ میں تھا مسجد اقدس میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب لوگ آسکیں اس لئے وہاں میدان میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے فتح مکہ کے بعد جب مسجد حرام میں عیدین کی نماز قائم ہوئی تو انہیں میدان میں پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ وہ لوگ مسجد حرام ہی میں عیدین پڑھتے رہے۔ وہاں پڑھنے سے روکا نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ مسجد میں بھی عیدین کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ مگر عید گاہ میں جاکر پڑھنا افضل ہے۔

تشریحات ۶۰۲ تا ۶۰۴

یہی ہمارا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے کوئی بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ میں۔ اس پر اجماع ہے کہ عیدین کی نماز دو رکعت ہے۔

---

[۱] جلد سادس ص۲۸۰ ع العیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ ثانی تفسیر سورۃ الممتحنۃ ص۷۲۷ مسلم۔ ابوداؤد عہ عیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ العیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ (باقی اگلے صفحہ پر)

باب ۱۸۰

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوا اَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ
اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ عید کے دن ہتھیار لے جانے
يَوْمَ الْعِيدِ اِلَّا اَنْ يَّخَافُوا عَدُوًّا عہ
سے لوگوں کو منع کر دیا گیا۔ مگر یہ کہ کسی دشمن کا خطرہ ہو۔

حدیث ۶۰۵

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ
حضرت سعید بن جبیر شہید سے روایت ہے کہ میں
حِيْنَ اَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي اَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزِقَتْ
اس وقت ابن عمر کے ساتھ تھا جب ان کے پاؤں کے تلے میں نیزے کا
قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ
پھل لگا تھا اتنا کہ ان کا قدم رکاب سے چپک گیا۔ میں سواری سے اترا اور اسے نکالا۔ یہ منیٰ میں
فَجَاءَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ
ہوا تھا۔ جب اس کی خبر حجاج کو ملی تو وہ عیادت کے لئے آیا اور کہا کاش میں
عُمَرَ اَنْتَ اَصَبْتَنِيْ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ
جانتا کہ کس نے چبھایا ہے۔ تو ابن عمر نے فرمایا تو نے چبھایا ہے اس نے کہا
يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهَا وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ
کیسے؟ تو فرمایا تو اس دن ہتھیار لایا جس دن ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا تو نے حرم
وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ عــہ
میں ہتھیار داخل کیا۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیا جاتا تھا۔

(بقیہ ص ۳۹۲) باب خروج الصبیان الی المصلی ص ۱۳۳ باب الصلوٰۃ قبل العید ص ۱۳۵۔ الزکاۃ باب من احب تعجیل الصدقۃ من یومہا ص ۱۹۲ اللباس باب خاتم للنساء باب القلائد والسخاب للنساء ص ۸۷۳ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجۃ کلہم فی الصلوٰۃ

عہ العیدین باب ما یکرہ من حمل السلاح یوم العید ص ۱۳۲

عہ العیدین باب ما یکرہ من حمل السلاح فی العید ص ۱۳۲

حدیث ۶۰۶

حَدَّثَنِیْ إِسْحٰقُ بْنُ عَمْرِوبْنِ سَعِیْدِبْنِ الْعَاصِ

عمرو بن سعید اموی نے کہا۔ حجاج، ابن عمر کے پاس آیا۔

عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَی ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَهٗ قَالَ

اور کہا کیسے ہیں؟ فرمایا۔ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کس نے نیزہ مارا ہے

کَیْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ قَالَ اَصَابَنِیْ مَنْ

فرمایا۔ جس نے اس دن ہتھیار لانے کا حکم دیا جس دن

اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِیْ یَوْمٍ لَا یَحِلُّ فِیْهِ حَمْلُهٗ یَعْنِی الْحَجَّاجَ ؏

ہتھیار لانا حلال نہیں۔ ان کی مراد حجاج تھا۔

تشریحات ۶۰۵، ۶۰۶ ۱۸۰

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حجاج کی بدعنوانیوں پر ہمیشہ تنقید کرتے رہتے۔ حجاج نے، عبدالملک بن مروان سے شکایت کی تو اس نے حجاج کو حکم دیا کہ ابن عمر کی مخالفت مت کر۔ اس نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے مزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں بھیڑ کر کے زہر آلود نیزہ ان کے قدم میں چبھا دیا۔ اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہے اور وصال فرما گئے۔ حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی۔ فخ یا ذوطوی مہاجرین کے قبرستان میں دفن کیا گیا

عید کے دن ہتھیار عید میں پورا شہر اکٹھا ہوتا ہے۔ دوست دشمن سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہتھیار رکھنے میں خطرات ہیں۔ اس لئے عیدین کے موقعوں پر عیدگاہ میں ہتھیار لے جانا منع ہے۔ ابن ماجہ[۱] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاد اسلام میں عیدین میں ہتھیار لگا کر جانے سے منع فرمایا۔ مگر یہ کہ دشمن کے مقابل ہوں۔

ثبوت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ عید اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے امام حسن بصری کے ارشاد سے عیدین اور حضرت ابن عمر کے ارشاد سے حرم میں ہتھیار لے جانے کی صراحۃً ممانعت ثابت ہے۔ حضرت ابن عمر کے اس ارشاد سے کہ تو اس دن ہتھیار لایا جس دن ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔ صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ منیٰ میں ایام منیٰ میں ہتھیار لانا ممنوع ہے۔ علت، ہر قسم کے لوگوں کا اجتماع ہے۔ اور یہی بات عیدین میں بھی ہے۔ اس لئے عیدین میں ہتھیار لے جانے کی اس سے ممانعت ثابت ہوئی۔

؏ العیدین باب ما یکرہ من حمل السلاح یوم العید ص ۱۳۲۔

[۱] العیدین باب لبس السلاح فی یوم العید ص ۹۳

باب ۱۸۱

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اور حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم
اِنْ کُنَّا فَرَغْنَا فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ وَذٰلِکَ حِیْنَ التَّسْبِیْحِ ؏
اس وقت نماز عید سے فارغ ہو جاتے تھے — اور یہ نماز چاشت کا وقت تھا۔

باب ۱۸۲

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَاذْکُرُوا
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا — اور اللہ
اللّٰہَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ اَیَّامُ الْعَشْرِ وَالْاَیَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ ؏
کو یاد کرو چند معلوم دنوں میں۔ اس سے ایام العشر مراد ہیں اور الایام المعدودات ایام تشریق ہیں

باب ۱۸۳

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَخْرُجَانِ
اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذوالحجہ
فِی السُّوْقِ فِی الْاَیَّامِ الْعَشْرِ یُکَبِّرَانِ وَیُکَبِّرُ النَّاسُ بِتَکْبِیْرِھِمَا ؎
کے دس دنوں میں بازار جاتے اور تکبیر کہتے اور لوگ ان دونوں کی تکبیر پر تکبیر کہتے —

تشریحات ۱۸۱ یہاں باب یہ ہے۔ عید کے لئے سویرے جانا۔ اس حدیث میں تسبیح سے مراد نماز چاشت ہے۔ جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے۔ یعنی وقت کراہت گزر جانے کے بعد۔ اس تعلیق کو ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ[2] نے اس تفصیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے لئے گئے۔ امام کا دیر کرنا ناگوار ہوا تو فرمایا۔ ہم اس وقت تک فارغ ہو جاتے تھے۔ اور یہ تسبیح کا وقت تھا۔ اس باب میں حضرت براء بن عازب والی حدیث ؏۵۹۶ لائے ہیں باب پر استدلال یوں ہوا کہ یہاں اول مانبدأ فی یومنا ھٰذا ان نصلی — اس دن ہم سب سے پہلے کام یہ کرتے کہ نماز پڑھتے۔ زائد ہے۔ اس سے متبادر کہ دن نکلنے کے بعد وقت ہوتے ہی ہم لوگ نماز پڑھ لیتے۔

تشریحات ۱۸۲ اس تعلیق کو سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں یوں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے۔ اللہ کی یاد کرا ایام معلومات میں، اور اللہ کا ذکر کرا ایام معدودات میں۔ ایام معلومات سے ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں اور ایام معدودات سے ایام تشریق ہیں۔

؎ العیدین باب التکبیر للعید ص۱۳۲

؏ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص۱۳۲ ؎ ایضا

[1] اول الصلوٰۃ باب وقت الخروج الی العید ص۱۶۱ [2] العیدین باب وقت صلوٰۃ العیدین ص۹۴

باب ۱۸۴

وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ عہ

اور محمد بن علی (باقر) نفل نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

حدیث ۶۰۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هٰذِهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا ان دنوں میں کسی عمل سے افضل دوسرے دنوں کا عمل نہیں لوگوں نے عرض کیا۔ جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جو اپنے جان و مال کو خطرے میں ڈال کر دشمن سے مقابلہ کرے اور کچھ واپس نہ لائے

تشریحات ۶۰۷ / ۱۸۴/۱۸۳

هٰذِهٖ، سے ذوالحجہ کے عشرۂ اولی کی طرف اشارہ ہے۔ بلکہ ابوذر کی روایت میں فی هٰذہ کی جگہ فی هٰذا العشر ہے۔ اور اسی کی تائید حدیث کے دوسرے طرق کی روایات سے بھی ہوتی ہے۔ ترمذی، مسند امام احمد وغیرہ میں یہی لفظ ہے۔ بلکہ دارمی کی روایت میں من ایام عشر ذی الحجۃ۔ وارد ہے۔ اس تقدیر پر اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں رہے گی اس لئے کہ باب یہ ہے۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت ــ اور ایام تشریق دس تا تیرہ ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کو ایام عشر والی روایت نہ پہنچی ہو اور انہوں نے۔ فی هٰذہ۔ سے ایام تشریق سمجھ لیا ہو۔

العمل یہ اپنے عموم پر ہے۔ یعنی ذوالحجہ کے عشرۂ اولیٰ کے اعمال حسنہ دوسرے ایام کے اعمال حسنہ سے افضل ہیں حتیٰ کہ جہاد سے بھی مگر یہ کہ دشمن کے مقابلے میں شہادت نصیب ہو اور مال بھی جاتا رہے۔ مگر باب کے مناسب یہ توجیہ ہے کہ۔ ان دونوں میں تکبیر سے افضل کوئی عمل نہیں اب لامحالہ فرائض و واجبات کی تخصیص کرنی پڑے گی۔ اسی لئے ابن بطال نے اسے نوافل کے ساتھ خاص کیا۔

فلم یرجع بشی اس کا ترجمہ بظاہر یہ ہے۔ کہ کچھ لوٹا کر نہیں لایا۔ با تعدیہ کے لئے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خود لوٹا مگر مال جاتا رہا۔ مگر چونکہ شی نکرہ تحت نفی ہے جو عموم کا افادہ کرتی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اوپر جو مذکور ہے ان میں سے کچھ بھی نہیں لوٹا۔ تو یہ جان و مال دونوں کو شامل ہوا۔ اس معنی پر ابو عوانہ کی روایت نص ہے۔ اس میں یہ ہے: الا من لا یرجع بنفسہ ولا مالہ ــ دوسرے طریقے میں ہے۔ الا ان لا یرجع ـ تیسرے میں ہے ـ الا من عقر جوادہ واھریق دمہ۔

عہ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص۱۳۲ عہ ایضا۔ ابوداؤد ترمذی۔ ابن ماجہ

ت ۱۸۵ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُكَبِّرُ فِيْ قُبَّتِهٖ بِمِنًى[1]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ میں اپنے قبے میں تکبیر کہتے اسے

فَيَسْمَعُهٗ اَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُكَبِّرُ اَهْلُ الْاَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا

مسجد والے سنتے تو وہ بھی تکبیر کہتے۔ بازار والے بھی کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔

ت ۱۸۶ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُكَبِّرُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منیٰ میں ان دنوں تکبیر

بِمِنًى تِلْكَ الْاَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلٰى فِرَاشِهٖ

کہتے اور نمازوں کے بعد اپنے بچھونے پر اور اپنے خیمے میں بیٹھے

وَفِيْ فُسْطَاطِهٖ وَمَجْلِسِهٖ وَمَمْشَاهُ وَتِلْكَ الْاَيَّامَ جَمِيْعًا[2]

رہنے کی حالت میں چلنے کی حالت میں اور ان سب دنوں میں۔

ت ۱۸۷ وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ[3]

اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوم النحر میں تکبیر کہتی تھیں۔

ت ۱۸۸ وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ

ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے مردوں کے

بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ[4]

ساتھ عورتیں بھی مسجد میں ایام تشریق میں تکبیر کہتی تھیں۔

حدیث ۶۰۸ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَاَلْتُ

محمد بن ابو بکر ثقفی نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى

تعالیٰ عنہ سے منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کے بارے میں پوچھا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاد کے بھی مختلف درجات ہیں۔ سب سے افضل یہ ہے کہ شہادت نصیب ہوجائے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ ذوالحجہ کا عشرہ اولیٰ دوسرے ایام سے افضل ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جیسے ایک جگہ کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے ویسے ہی ایک وقت کو بھی دوسرے پر فوقیت ہے۔ ان ایام میں سب سے افضل عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کا دن ہے۔

---

[1] العیدین باب التکبیر ایام منی ص۱۳۲ [2] ایضاً

[3] ایضاً [4] ایضاً

إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ

کہ آپ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کرتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي

تو انہوں نے فرمایا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا اس پر کوئی انکار

لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَ يُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ؏

نہیں کرتا۔ اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا اور اس پر کوئی انکار نہیں کرتا۔

تشریحات ۶۰۸ ۱۸۵ تا ۱۸۸

تعلیق ع۱۸۵ کو سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔ اور تعلیق ع۱۸۶ کو ابن منذر نے اور فاکہی نے اخبار مکہ میں اور بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے۔ تعلیق ع۱۸۷ کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث اور آثار سے متعلق مندرجہ ذیل باتیں ہیں۔

(۱) ایام تشریق کتنے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ چار دن ہیں۔ ۱۰ تا ۱۳۔ مگر چونکہ دسویں ذوالحجہ کا مستقل نام یوم الاضحی اور یوم النحر ہے۔ اس لئے اسے یوم تشریق نہیں کہتے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جو امام شعبی سے مرسلاً مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ جس نے تشریق سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ کرے۔

(۲) ان ایام میں تکبیر تشریق واجب ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ یہ صرف فرائض کے بعد اس مقیم پر واجب ہے جس نے جماعت مستحبہ کے ساتھ فرائض ادا کئے ہوں اور وہ شہر میں ہو۔ اس لئے نہ مسافر پر واجب ہے نہ منفرد پر۔ نہ نماز وتر و عیدین و نوافل کے بعد اور نہ دیہات میں نماز پڑھنے والوں پر۔ یوں ہی اگر تنہا عورتوں نے جماعت کی تو ان پر بھی نہیں۔ یہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے ــ امام محمد اور امام ابو یوسف نے فرمایا۔ ہر فرض کے بعد ہے خواہ تنہا پڑھے خواہ جماعت سے۔ مقیم یا مسافر، شہر میں ہو یا دیہات میں۔ احناف کا عمل اسی پر ہے۔ اور یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے۔ امام شافعی نے فرمایا۔ کہ فرائض کے ساتھ نوافل کے بعد بھی ہے حتی کہ نماز جنازہ کے بعد بھی۔ البتہ اگر عورتوں نے ایسی جماعت سے نماز پڑھی جس میں کوئی مرد نہ ہو یا مسافروں نے پڑھی جس میں کوئی مقیم نہ ہو تو ان پر تکبیر واجب نہیں۔

(۳) تکبیر تشریق کب سے کب تک ہے۔ اس میں نو اقوال ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نویں کی فجر سے لے کر تیرھویں کی عصر تک ہے۔

(۴) اس تکبیر کے کلمات کیا ہیں۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہی حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور یہی امام احمد کا بھی مذہب ہے۔

ع۵ العیدین باب التکبیر ایام منی ص۱۳۲ ۔ المناسک باب التلبیۃ والتکبیر اذا غدا من منی الی عرفۃ ص۲۲۵ مسلم الحج۔ نسائی۔ ابن ماجۃ۔ مناسک ۔ لہ فتح الباری ثانی ص۳۸۰

حدیث ۶۰۹	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ-
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (عید کے خطبے
	خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ
	کے بعد) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدگاہ سے نکلے گویا میں دیکھ رہا ہوں - جب
	حِیْنَ یُجْلِسُ بِیَدِہٖ ثُمَّ اَقْبَلَ یَشُقُّہُمْ حَتّٰی جَاءَ النِّسَاءَ
	اپنے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے تھے۔ پھر لوگوں کے درمیان سے چلے
	مَعَہٗ بِلَالٌ فَقَالَ - یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ
	یہاں تک کہ عورتوں میں تشریف لائے۔ حضور کے ساتھ بلال تھے اور فرمایا اے نبی جب
	عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ
	تمہارے پاس عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو حاضر ہوں کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور چوری

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، اثر کا مطلب یہ ہے کہ ان کا خیمہ مسجد خیف میں لگتا۔ وہ نماز کے بعد تکبیر کہتے تو مسجد کے سبھی لوگ اور بازار والے جو نماز میں شریک ہوتے، تکبیر کہتے — یا یہ کہ تکبیر سے خاص یہ تکبیر مراد نہیں۔ اور یہی حضرت ابن عمر کے اثر کا بھی محمل ہے۔

اور حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں بھی تکبیر سے خاص یہ تکبیر مراد نہیں۔ بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جو تلبیہ میں اضافہ کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایام منیٰ میں تکبیر کا بیان۔ اس کے تحت علاوہ ان آثار اور حدیث مذکور کے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث ۲۲۰ بھی لائے ہیں جو جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ یہاں یہ زائد ہے، فیکن خلف الناس ویکبرن بتکبیرھم — عورتیں عیدگاہ میں مردوں کے پیچھے رہتیں اور ان کے ساتھ تکبیر بھی کہتیں۔ امام بخاری نے یہاں تکبیر سے مراد تکبیر تشریق لیا ہے۔ ورنہ باب سے تعلق نہ رہے گا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ اس سے مراد عیدین کی نماز ہے۔ اس لئے کہ دوسری روایتوں میں۔ ولیشھدن الخیر — ہے۔ اور خیر سے بالاتفاق نماز عیدین مراد ہے۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ خود قرآن مجید میں نماز عید کا حکم۔ لتکبروا سے آیا ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کے ساتھ دعا مانگیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نماز عیدین کے بعد دعا ہے۔

تشریحات ۶۰۹ یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث ۶۰۴ کا بقیہ حصہ ہے۔ جو کتاب التفسیر میں مکمل ہے۔ یہاں ابتدائی حصے میں یہ زائد ہے۔ ابن جریج نے امام عطاء سے پوچھا کہ عورتیں صدقہ فطر دیتی تھیں تو انہوں نے کہا۔ نہیں۔ یہ صدقہ تھا جو اس وقت دیتی تھیں یعنی

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور خود گڑھ کر بہتان

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

نہیں باندھیں گی اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لے لو

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا

اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ اللہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کی

اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ

تلاوت سے جب فارغ ہوئے تو فرمایا تم اسی روش پر ہو؟ تو ان میں سے ایک عورت نے کہا۔ جی حضور

غَيْرُهَا، نَعَمْ لَا يَدْرِيْ حَسَنٌ مَّنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ

اس کے علاوہ کوئی عورت نہیں بولی۔ حسن نہیں جانتے تھے کہ یہ کون تھی۔ اس کے بعد عورتوں نے

بِلَالٌ ثَوْبَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَيُلْقِيْنَ

صدقہ دینا شروع کیا تو بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ پھر کہا۔ لاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان

الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ [عہ]

تو عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

حدیث ۶۱۰ عَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر میں نماز پڑھی خطبہ دیا پھر قربانی کی اور

یہ صدقہ نافلہ تھا ھلم لکن فداء ابی و امی، حضرت بلال کا مقولہ ہے۔ اس میں فتخ کا لفظ آیا ہے۔ یہ فتخۃ کی جمع ہے۔ امام بخاری نے اخیر میں امام عبدالرزاق صاحب مصنف کا یہ قول نقل فرمایا کہ فتخ۔ بڑی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں مگر خلیل نے کہا کہ ایسی انگوٹھیاں ہیں جن میں نگ نہ ہوں۔ ثعلب نے کہا کہ یہ پاؤں کی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں۔ الخواتیم پر عطف سے بھی یہی متبادر ہے۔ اس لئے خاتم سے اطلاق کے وقت وہ انگوٹھیاں مراد ہوتی ہیں جو ہاتھ کی انگلیوں میں پہنی جاتی ہیں۔

عہ العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید ص۱۳۳ ثانی التفسیر سورہ ممتحنہ — اذا جاءك المؤمنات ص۷۲۶ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔

وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ
فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور

لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ؏
جس نے قربانی نہیں کی ہے وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

حدیث ۶۱۱

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — جب عید کا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ؏
دن ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ بدل کر آتے جاتے۔

باب ۱۸۹

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ
یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام —

تشریحات ۶۱۱

مطلب یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جاتے اس کے علاوہ دوسرے راستے سے واپس ہوتے۔ شارحین حدیث نے اس میں یہ اسرار لکھے ہیں۔ (۱) تاکہ دونوں راستے گواہ ہوجائیں (۲) دونوں طرف کے سکان گواہ ہوجائیں (۳) تاکہ دونوں راستے حضور کے قدم سے مشرف ہوں (۴) دونوں راستے کے باشندوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہو (۵) دونوں راستے والے حضور کی زیارت اور گزرنے سے برکت حاصل کریں (۶) اگر کوئی حاجتمند ہو تو اس کی حاجت پوری فرمائیں (۷) اگر کوئی دینی مسئلہ پوچھے تو بتادیں (۸) اسلام کی شوکت ظاہر ہوجائے (۹) اللہ عزوجل کے ذکر کا اعلان عام ہوجائے (۱۰) منافقین یہود جلیں (۱۱) ان پر رعب ہو (۱۲) بھیڑ میں کمی ہوجائے۔ اس قسم کے بہت سے اسرار نکل سکتے ہیں۔ بعض شراح نے بیس تک بیان کئے ہیں۔

تشریحات ۱۸۹

محدثین نے فرمایا کہ یہ ارشاد ہمیں کہیں نہیں ملا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ قیاس یہ ہے کہ یہ دو حدیثوں کے اجزاء ہیں جنہیں اکٹھا کردیا ہے۔ ھٰذا عیدنا — اس حدیث کا جز ہے جو بخاری صہ۱۳۰ پر بطریق ہشام عن ابیہ عن عائشہ مروی ہے۔ اور اھل الاسلام۔ اس حدیث کا جز ہے جسے اہل سنن نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں

عہ العیدین باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العید صہ۱۳۴۔ ثانی۔ الصید والذبائح۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیذبح باسم اللہ صہ۸۲۷۔ الاضاحی۔ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادہ صہ۸۳۴ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا صہ۹۸۷ نسائی۔ ضحایا عہ العیدین باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید صہ۱۳۴ عہ العیدین۔ باب اذا فاتتہ العید یصلی رکعتین۔ صہ۱۳۴

باب ۱۹۰

وَ اَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ

مَوْلَاهُ ابْنَ اَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ اَهْلَهُ وَ بَنِيْهِ وَصَلّٰى

نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے اہل

كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَ تَكْبِيْرِهِمْ ؏

اور بیٹوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح نماز پڑھی۔ اور تکبیر کہی

باب ۱۹۱

وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِي الْعِيْدِ

اور عکرمہ نے کہا۔ دیہات والے عید کے دن اکٹھے

وَ يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ ؏

ہوں اور امام کی طرح دو رکعت پڑھیں۔

یہ ہے۔ ایام منیٰ عیدنا اھل الاسلام۔

مطابقت باب یہاں یہ باب ہے۔ جب نماز عید فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے۔ اور ایسے ہی عورتیں اور جو لوگ گھروں اور دیہاتوں میں ہوں وہ بھی نماز عید پڑھیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام۔ اس ارشاد سے استدلال یوں ہے کہ نماز عید شکرانہ عید ہے اور حضور نے اس کا عید ہونا تمام اہل اسلام کے لئے عام فرمایا۔ اس میں مرد، عورت، شہری، دیہاتی، امام کے ساتھ والے، نہ ساتھ والے، کسی کی تخصیص، یا کسی کا استثنا نہیں۔ جب عید سب کے لئے ہے تو اس کے شکر کی ادائیگی بھی سب پر لازم۔

تشریحات ۱۹۰، ۱۹۱ حضرت انس والے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت انس کبھی کبھی اپنے اہل وعیال اور خدام کو جمع فرماتے انہیں عبد اللہ بن عتبہ نماز پڑھاتے۔ عکرمہ والے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ جو عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن دیہات میں ہوں یا سفر میں ہوں وہ بھی اکٹھے ہوں اور نماز پڑھیں ان میں سے کوئی امامت کرے۔ حضرت انس کے اثر میں وتکبیرھم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس اثر میں نماز سے مراد عیدین ہی کی نماز ہے جس میں زائد تکبیریں ہوتی ہیں مطلق نماز مراد نہیں۔ ان آثار سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نماز عید کے لئے نہ شہر شرط ہے نہ اذن امام۔ ہمارے یہاں یہ دونوں چیزیں شرط ہیں۔ دلائل کتاب الجمعہ میں گزر چکے۔ اور حضرت انس کے فعل کا جواب بھی وہیں مذکور ہے۔ رہ گیا عکرمہ کے قول کا جواب۔ تو وہ

ع العیدین۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین۔ ص ۱۳۴ ؏ ایضًا

وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عه	باب ۱۹۲
اور امام عطاء نے فرمایا جب نماز عید فوت ہوجائے تو دو رکعت پڑھے۔	
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا	باب ۱۹۳
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے	
كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ عه	
عید سے پہلے نماز مکروہ جانا۔	

یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول احناف پر حجت نہیں خصوصا جبکہ وہ حدیث کے معارض ہو۔

تشریحات ۱۹۲ گزر چکا کہ ہمارے یہاں عیدین کی قضا نہیں۔ اور حضرت عطاء تابعی ہیں ان کی رائے ہم پر حجت نہیں امام بخاری کے یہاں اقوال رجال حجت ہیں اس لئے ان کو دلیل میں پیش فرمایا امام بخاری کو اس باب کے ثبوت کے لئے کوئی حدیث صحیح نہیں ملی اس لئے اقوال رجال کی تقلید فرمائی۔ اس باب کے ضمن میں حدیث ۵۹۳ لائے جس میں دو بچیوں کے گانے کا تذکرہ ہے یہاں اخیر میں یہ اضافہ ہے۔ مسجد میں حبشی نیزے بازی کر رہے تھے تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈانٹا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ بنی ارفدہ کو امن دو مگر اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

تشریحات ۱۹۳ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز مطلقا مکروہ ہے خواہ گھر پڑھے خواہ مسجد میں خواہ عید گاہ میں۔ اسی طرح نماز عید کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہے۔ گھر یا محلہ کی مسجد میں مکروہ نہیں۔ اسی طرح جس مسجد میں نماز عیدین ہوتی ہو اس مسجد میں بھی عیدین کے بعد مکروہ ہے۔

عه العیدین۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین ص۱۳۵

عه العیدین۔ باب الصلوٰۃ قبل العید وبعدھا ص۱۳۵

ابوابُ الوِتْر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ت ۱۹۴	وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
	اور نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
	كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ
	وتر میں ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے . . یہانتک کہ اپنی بعض

تشریحات ۱۹۴، ۱۹۵

وتر ایک رکعت ہے یا تین۔ اس بارے میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر صرف ایک رکعت ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تین رکعت ہے۔ آج کل غیر مقلدین نے اسے بھی افتراق بین المسلمین کا ذریعہ بنالیا ہے، اس لئے اس پر کچھ تفصیلی کلام ضروری ہے۔ کچھ بحث ۱۳۸ کے تحت جلد ثانی ص۴۶ پر ہوچکی ہے۔ ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نسائی[۱] نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۲) اس میں ایک سطر بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی میں انا انزلنا دوسری میں قل یاایھا الکٰفرون تیسری میں قل ھواللہ احد

(۳) اسی میں اس کے بعد والے باب میں متعدد طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھا۔

(۴) امام[۲] حاکم مستدرک میں علی شرط الشیخین ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(۵) دار[۳] قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کا وتر تین رکعت ہے دن کے وتر مغرب کی طرح۔

(۶) امام ابو جعفر[۴] طحاوی نے ابو خالد سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے بتایا کہ وتر تین رکعت ہے۔

---

[۱] اول باب کیف الوتر بثلث ص ۲۴۸ [۲] عمدۃ القاری جلد سابع ص ۴ [۳] ایضاً [۴] ایضاً

حَاجَتہ ۵ع

حاجتوں کے لئے حکم فرماتے

۱۹۵ ث	قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُونَ بِثَلٰثٍ وَّ اِنَّ
	امام قاسم نے فرمایا ہیں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ہیں نے لوگوں کو تین رکعت وتر
	كُلًّا لَّوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَاسٌ۔ ع۵
	پڑھتے دیکھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سب (یعنی خواہ تین پڑھے خواہ ایک رکعت) جائز ہے اور مجھے امید ہے کہ اسمیں کوئی حرج نہیں

(۷) علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتیرا سے منع فرمایا۔ یعنی صرف ایک رکعت نماز پڑھنے سے۔

(۸) مسلم اور ابو داؤد نے بطریق علی بن عبداللہ بن عباس عن ابیہ روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں سویا۔ اس کے اخیر میں ہے کہ حضور نے وتر تین رکعت پڑھا۔

سردست یہ سات حدیثیں ہیں۔ صحابہ کرام میں، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابی ابن کعب، حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امام حسن بصری اور امام کرخی نے فرمایا کہ مسلمانوں نے اسی پر اجماع کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہے۔ آخر کے سوا کہیں سلام نہ پھیرے، تابعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہاء سبعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

جن روایتوں میں اوتر بواحدۃ یا یوتر بواحدۃ آیا ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ پہلی والی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملاکر وتر پڑھتے تھے یا اس کو وتر بنا دیتے۔ باء کا اصلی معنی الصاق ہے، اور سلام سے جب فصل ہو گیا تو الصاق نہ رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر کا جواب حضرت حسن بصری نے یہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عمر سے بدرجہا افقہ اعلم، اورع ہیں۔ وہ تین پڑھتے تھے۔

تعلیق ثانی میں قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ اور تابعین کرام کے صف اول کے بزرگوں میں ہیں۔ مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ یہ ہیں۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق عروہ بن زبیر حواری رسول اللہ سعید بن مسیب، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، عبیداللہ بن عبداللہ

ع۵ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵، ع۵ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵

صلی اللہ علیہ وسلم ودعائہ باللیل ص ۲۶۱ ۵ اول صلوۃ باب قیام اللیل ص ۱۹۲۔

۶۱۲ حدیث	حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ
	اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اِحْدٰی عَشْرَۃَ
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. گیارہ رکعت پڑھتے
	رَکْعَۃً کَانَتْ تِلْکَ صَلٰوتَہٗ تَعْنِیْ بِاللَّیْلِ فَیَسْجُدُ السَّجْدَۃَ مِنْ ذٰلِکَ
	یہ حضور کی رات میں نماز تھی اور اس میں سجدہ اتنا طویل فرماتے کہ اس میں تم میں
	قَدْرَ مَا یَقْرَأُ اَحَدُکُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَہٗ وَیَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ
	سے کوئی پچاس آیت پڑھ لیتا اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت (نفل) پڑھتے

۶۱۲ تشریحات

ان گیارہ رکعات کی تفصیل یہ ہے۔ چھ نفل تین وتر دو فجر کی سنت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں کے رکعت نماز پڑھتے تھے اس میں روایات مختلف آئی ہیں۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ تیرہ۔ سترہ یہ مختلف اوقات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی کبھی سات رکعت پڑھتے کبھی نو وغیرہ۔ اشکال یہ ہے کہ خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایتیں مختلف آئی ہیں۔ ابوداؤد[۱] میں حضرت امام مالک سے بطریق ہشام بن عروہ جو روایت ہے اس میں تیرہ رکعت مذکور ہے۔ مسلم[۲] ابوداؤد[۳] میں ابوسلمہ سے جو روایت ہے اس میں بھی تیرہ مذکور ہے۔ نیز ابوداؤد[۴] میں بطریق قاسم بن محمد بھی تیرہ کا ذکر ہے۔ نیز اسی میں[۵] اسود بن یزید کی جو حدیث ہے اس میں ہے کہ تیرہ پڑھتے تھے۔ پھر گیارہ پڑھا کرتے، دو رکعت چھوڑ دی۔ وصال کے وقت نو رکعت پڑھتے۔ رات کی اخیر نماز وتر ہوتی۔ نیز سعد بن ہشام سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ قیام لیل کے بارے میں بیان فرمائیے تو انھوں نے بیان فرمایا۔ پھر عرض کیا کہ وتر کے بارے میں بیان فرمائیے تو یہ بیان فرمایا، آٹھ رکعتوں کے ساتھ ملاکر وتر پڑھتے تھے۔ اور صرف آٹھویں اور نویں رکعت پر بیٹھتے اور صرف نویں رکعت پر سلام پھیرتے اس کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعت پڑھتے۔ یہ کل گیارہ رکعت ہوئیں۔ جب سن زیادہ ہوگیا اور بدن بھاری ہوگیا تو سات رکعتیں وتر پڑھتے صرف چھٹی اور ساتویں رکعت پر بیٹھتے اور صرف ساتویں پر سلام پھیرتے۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے، یہ نو رکعتیں ہوئیں اسے بیٹھے۔

ان سب میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں اسلئے علامہ عینی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ اختلاف راویوں سے ہوا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ قیام لیل کے رکعات کی تعداد معین نہیں تھی۔ ام المومنین نے کبھی اکثر احوال کو بیان فرمایا۔ کبھی دوسرے احوال کو۔ اس میں انکی کوئی خاص مصلحت ہوگی۔

---

[۱] اول صلوۃ باب فی صلوۃ اللیل ص ۱۸۹ [۲] صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل ص ۲۵۴

[۳] اول صلوۃ باب فی صلوۃ اللیل ص ۱۸۹ [۴] ایضا ص ۱۸۸ [۵] ص ۱۹۳

قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ ثُمَّ یَضْطَجِعُ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوۃِ

پھر داہنی کروٹ پر لیٹتے یہاں تک کہ موذن نماز کے لئے حاضر ہوتا

۶۱۴ حدیث

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ

انس بن سیرین نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تَعَالٰی عَنْہُمَا اَرَاَیْتَ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ اُطِیْلُ فِیْہِمَا الْقِرَاءَۃَ

سے پوچھا کیا آپ یہ بہتر جانتے ہیں کہ فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتوں میں قرأت لمبی کروں

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی

تو انھوں نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعت پڑھتے تھے اور

وَیُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ وَّیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ وَکَاَنَّ الْاَذَانَ

ایک رکعت ملاکر وتر پڑھتے تھے۔ نماز فجر سے پہلے والی دو رکعت ایسے پڑھتے گویا اذان

بِاُذُنَیْہِ قَالَ حَمَّادٌ اَیْ بِسُرْعَۃٍ عـ۵

حضور کے کانوں میں ہے۔ حماد نے کہا، یعنی تیزی سے۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب ہے۔ جو کچھ وتر میں آیا ہے۔ اس حدیث میں بظاہر وتر کا ذکر نہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر کی ہیں۔ اسلئے اس حدیث کو باب سے مطابقت ہوگئی۔

۶۱۴ تشریحات کان الاذان فی اذنیہ میں اذان سے مراد اقامت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے اقامت سننے والا نماز میں ہو تو مختصر پڑھے گا۔ اسی طرح حضور بھی فجر کی سنتیں مختصر پڑھتے تھے۔

وتر کا وقت:۔ ہمارے یہاں عشاء کے بعد صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اس کا وقت نہیں البتہ ساقط بھی نہیں قضا واجب ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد[۱]، ترمذی[۲]، ابن ماجہ[۳] اور حاکم نے خارجہ بن حذافہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائے اور فرمایا، اللہ عزوجل نے تم کو ایک ایسی نماز کا حکم دیا ہے جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اور یہ وتر ہے، اور اسے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابوسعید خدری حضرت خارجہ بن حذافہ، ابونضرہ غفاری اور عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، مسند ابن راہویہ، دارقطنی، طبرانی، مستدرک وغیرہ میں

عـ۴ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵ ۔ التہجد باب طول السجود فی قیام اللیل ص ۱۵۱ ۔ عـ۵ الوتر باب ساعات الوتر ص ۱۳۶ ۔ مسلم، ترمذی، ابن ماجۃ کلھم فی الصلوۃ [۱] باب استحباب الوتر ص ۲۰۱ [۲] اول وتر باب ماجاء فی فضل الوتر ص ۶۰ [۳] اقامۃ الصلوۃ باب ماجاء فی الوتر ص ۸۳

۶۱۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالی
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ عـ۵
علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھا صبح صادق ہونے تک۔

۶۱۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ
حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا عـ۵
نے فرمایا رات کی نماز کے آخر کو وتر بناؤ۔

تشریحات ۶۱۴، ۶۱۵ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ وتر کا وقت صبح صادق تک ہے۔ کل اللیل سے مراد عشاء کے بعد کا حصہ ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔ کہ اللہ عز وجل نے اسے عشاء اور فجر کے درمیان رکھا ہے۔ جس شخص کو اعتماد ہو کہ اخیر رات میں جاگ جائیگا اسے بہتر یہ ہے کہ وتر اخیر رات میں پڑھے ورنہ عشاء بعد پڑھ لے ابوداؤد[۴] نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تم کب وتر پڑھتے ہو۔ عرض کیا، سونے سے پہلے اور حضرت عمر سے پوچھا تم کب پڑھتے ہو تو انھوں نے عرض کیا، سوتا ہوں پھر اٹھ کر وتر پڑھتا ہوں تو حضور نے ابوبکر سے فرمایا تم نے احتیاط کو اختیار کیا اور حضرت عمر سے فرمایا تم نے قوت کو اختیار کیا۔ حضرت جابر[۵] بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کا اندیشہ ہو کہ رات کے اخیر پہر میں نہیں اٹھ سکے گا وہ اول لیل میں وتر پڑھ کر سو جائے۔ اور جس کو امید ہو کہ آخر رات میں جاگ جائیگا تو اخیر رات میں وتر پڑھے۔ اس لئے کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

مروی ہے۔ ان کے بعض رواۃ پر کلام کیا گیا ہے اگر وہ کلام صحیح بھی ہو تو تعدد طرق سے یہ حدیث حسن ہو کر لائق استدلال[۱] ہوگئی۔ امام مالک کا مذہب مشہور اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک فجر نہ پڑھے وتر پڑھ سکتا ہے۔

عـ۵ الوتر باب ساعات الوتر ص ۱۳۶، مسلم ابوداؤد صلوۃ۔

عـ۵ الوتر۔ باب ولیجعل آخر صلوتہ بالليل وترا ص ۱۳۶ مسلم ابوداؤد صلوۃ

[۱] فتح القدیر اول باب صلوۃ الوتر ص ۱۷۵ لکھنو۔ [۲] اول صلوۃ باب الوتر قبل النوم ص ۲۰۳

[۳] ترمذی اول وتر باب فی الوتر اول اللیل وآخرہ ص ۶۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات۔ باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل ص ۸۴

۶۱۶ **حدیث** عَنْ سَعِیْدِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّہٗ قَالَ کُنْتُ اَسِیْرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِیْقِ مَکَّۃَ فَقَالَ سَعِیْدٌ فَلَمَّا خَشِیْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُہٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ اَیْنَ کُنْتَ فَقُلْتُ خَشِیْتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ اَلَیْسَ لَکَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فَقُلْتُ بَلٰی وَاللّٰہِ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ عَلَی الْبَعِیْرِ ؎

سعید بن یسار نے کہا میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ مکے کے راستے میں سفر کر رہا تھا۔ جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو میں سواری سے اترا اور وتر پڑھی پھر ان سے جا ملا۔ تو عبداللہ بن عمر نے پوچھا کہاں تھے تم میں نے عرض کیا میں نے صبح ہو جانے کا اندیشہ کیا تو اترا اور میں نے وتر پڑھا اس پر عبداللہ نے کہا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اچھا نمونہ نہیں میں نے عرض کیا بخدا ہے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

۶۱۷ **حدیث** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّہَتْ بِہٖ یُوْمِیْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں فرائض کے علاوہ رات کی نماز اپنی سواری پر پڑھتے تھے سواری جس طرف بھی حضور

تشریحات ۶۱۶-۶۱۷ سواری پر وتر جائز ہے یا نہیں اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صحیح ہے اور یہی امام شافعی، امام مالک امام احمد کا مذہب ہے۔ البتہ امام مالک اس کے لئے مسافت قصر کی قید لگاتے ہیں مگر امام شافعی مطلقاً اسے جائز جانتے ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر کا یہی مذہب ہے کہ سفر کی حالت میں سواری پر جائز ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ بلا عذر سواری پر جائز نہیں اور یہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے۔ یہ اختلاف اس کی فرع ہے کہ وتر واجب ہے یا نفل۔ امام شافعی وغیرہ اسے نفل کہتے ہیں۔ اس لئے دیگر نوافل کی طرح اسے بھی سواری پر اشارے سے پڑھنے کو جائز کہتے ہیں۔ ہمارے یہاں چونکہ واجب ہے جیسا کہ

؎ باب الوتر علی الدابۃ ص ۱۳۶ مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوۃ۔

إِيمَاءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ عہ

کا رخ انور کر دیتی — اور اشارے سے پڑھتے تھے۔ — اور وتر سواری پر پڑھتے تھے۔

۶۱۸ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث محمد بن سیرین نے کہا — کہ — حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ — سے

تَعَالٰى عَنْهُ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ قَالَ

سوال ہوا کہ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے — نماز صبح میں قنوت پڑھا

نَعَمْ فَقِيلَ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا عہ

فرمایا ہاں تو عرض کیا گیا کہ — رکوع سے پہلے یا بعد — تو فرمایا رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

۶۱۹ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث عاصم نے کہا میں نے — انس بن مالک — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — سے

تشریحات ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰

حدیث ۶۱۶ میں ہے۔ سُئِلَ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا، سائل کا نام معلوم نہیں۔ مگر مسلم میں ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا۔ میں نے پوچھا۔ یسیرًا سے مراد تھوڑے زمانے تک ہے۔ جس کی میعاد ایک مہینہ تھی جیسا کہ حدیث ۶۱۷، ۶۱۸ میں تصریح ہے۔ حدیث ۶۱۷ دون اولئک میں اولئک کا مشار الیہ۔ اس کے قبل مذکور قوم من المشرکین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ اور لوگ تھے اور جن کی بربادی کی دعا کی یہ لوگ دوسرے تھے۔

سریہ بیر معونہ اس کی تفصیل یہ ہے۔ صفر ۴ھ میں قبیلہ کلاب کا رئیس ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا جسے حضور نے قبول نہیں فرمایا۔ حضور نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے قبول نہیں کیا اور عرض کیا کہ میرے ساتھ کچھ مبلغین کر دیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضور نے فرمایا مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ علاقہ نجد کے رئیس عامر بن طفیل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا میرے اور تیرے درمیان تین باتیں ہیں۔ دیہاتوں کے مالک تم ہو اور شہروں کا میں یا اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بناؤ یا میں غطفان کو لے کر حملہ کروں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کو نامنظور کر دیا۔ ابو براء نے جواب دیا کہ میں ضامن ہوں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر قاری کو ساتھ کر دیا۔ یہ لوگ انتہائی مرتاض بزرگ تھے۔ ان کے اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے۔ یہ دن بھر لکڑیاں جمع کرتے شام کو بیچ کر جو ملتا ان میں سے کچھ اصحاب صفہ کی نذر کرتے کچھ بچا لیتے

عہ باب الوتر فی السفر ص ۱۳۶۔ عہ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶ لہ بخاری ثانی مغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۶

تعالٰی عنہ عن القنوت فقال قد کان القنوت قلت قبل الرکوع

قنوت کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا قنوت ہے میں نے پوچھا رکوع سے پہلے

او بعدہ قال قبلہ قال فان فلانا اخبرنی عنک انک قلت بعد الرکوع

یا بعد تو فرمایا رکوع سے پہلے عاصم نے کہا فلاں نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع

فقال کذب انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد

کے بعد ہے تو فرمایا اس نے غلط کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک

الرکوع شہرا اراہ کان بعث قوما یقال لھم القراء زھاء سبعین رجلا

مہینہ قنوت پڑھا حضور نے کچھ لوگوں کو مشرکین کی ایک قوم کی جانب بھیجا تھا جنھیں قراء کہا جاتا تھا جو

الی قوم من المشرکین دون اولئک وکان بینھم وبین رسول اللہ عھد

ستر تھے ان لوگوں کے علاوہ ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مابین عہد تھا

فقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا یدعوا علیھم ع۵

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا انکی ہلاکت کی دعا فرماتے تھے۔

میٹھا پانی لاکر ازواج مطہرات کے دروازوں پر رکھ دیتے۔ ان لوگوں نے بیر معونہ پر پہنچکر قیام کیا۔ اور حرام بن ملحان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خط دیکر عامر بن طفیل مذکور کے پاس بھیجا اس عامر نے حضرت حرام بن ملحان کو شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل عصیہ رعل ذکوان کو جمع کرکے ان قراء کے مقابلے کے لئے نکلا، جب حضرت حرام بن ملحان کی واپسی میں دیر ہوئی تو یہ لوگ خود آگے بڑھے۔ راستے میں مڈبھیڑ ہوئی۔ عامر نے تمام حضرات کو شہید کر دیا۔ حضرت کعب بن زید کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا مگر ان میں کچھ رمق باقی تھی۔ کسی طرح مدینہ طیبہ واپس آئے غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو گرفتار کیا۔ پھر عامر نے ان کی چوٹی کاٹ کر یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے تجھ کو آزاد کرتا ہوں۔ اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہوئی تو اتنا رنج ہوا کہ زندگی میں کبھی نہ ہوا تھا اور مسلسل ایک مہینے تک نماز فجر میں ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی۔ اس ظالم عامر بن طفیل کا انجام یہ ہوا۔ ایک سلولی عورت کے گھر اسے طاعون ہو گیا۔ کان کے نیچے گردن میں بہت بڑی گلٹی نکل آئی جیسے اونٹ کے نکلتی ہے۔ اس حال میں اس نے یہ کہا۔ گلٹی اونٹ کی گلٹی کی طرح اور سلولیہ عورت کے گھر میں موت۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ گھوڑا آیا تو اس پر سوار ہوکر بھاگنا چاہا مگر گھوڑے کی پیٹھ پر موت نے کام تمام کر دیا۔

ع۵ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶ الجنائز من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن ص ۱۷۳ الجہاد باب دعاء الامام علی من نکث عہدا ص ۴۴۹ ثانی المغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۶ الدعوات باب الدعاء علی المشرکین۔ مسلم

۶۲۰ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ ع۵

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے قنوت پڑھا رعل اور ذکوان کی بربادی کی دعا فرماتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابواب الاستسقاء

۶۲۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قنوت قبل رکوع ہے یا بعد رکوع حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ ان کی دلیل حضرت محمد بن سیرین والی حدیث ہے۔ لیکن وہ وتر کے قنوت کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ اس لئے اس سے استدلال درست نہیں۔ وہ ایک ہنگامی صورت حال میں صرف ایک مہینے تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا۔ ابوداؤد[۱] میں تصریح ہے ثم ترکہ۔ اسکے بعد حضور نے اسے چھوڑ دیا۔ ہماری دلیل حضرت انس ہی کی حدیث ۶۱۷ ہے جو بطریق عاصم مروی ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے اسکے علاوہ مزید یہ احادیث ہیں۔ اول ابن ماجہ[۲] اور نسائی[۳] میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر پڑھتے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ ثانی ابن ابی شیبہ[۴] نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ ثالث محمد[۵] بن نصر مروزی نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور قنوت پڑھتے تھے۔ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

ان احادیث سے تین فائدے حاصل ہوئے، ایک یہ کہ صرف وتر میں قنوت ہے وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں نہیں۔ وتر پورے سال پڑھا جائے گا، قنوت رکوع سے پہلے ہے۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے۔ اور حضور یہ فرماتے اور عصیہ نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی۔ ابوداؤد[۶] میں اسکی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا پھر چھوڑ دیا۔ یہ قنوت خاص اس حادثے کی وجہ سے تھا اور عارضی تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی حادثے کے وقت قنوت پڑھنا سنت ہے۔ ہم حدیث ۱۴۳ کے ضمن میں اس پر تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ اعادے کی حاجت نہیں۔

ع۵ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶، مغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۷ مسلم۔ [۱] اول صلوۃ باب القنوت فی الصلوات ص ۲۰۴
[۲] اقامت الصلوات باب فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۸۴ [۳] اول ذکر اختلاف الناقلین بخبر ابی بن کعب ص ۲۴۴ [۴] عمدۃ القاری سابع ص ۱۹
[۵] ... [۶] اول صلوۃ باب القنوت فی الصلوات ص ۲۰۴

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَقَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ

نے (یہ بھی فرمایا) اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور اسلم کو سلامت رکھے اور ابن ابی زناد نے کہا

عَنْ اَبِيهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ ع۵

یہ دعا صبح کی نماز میں کرتے تھے

حدیث ۶۲۲ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ

مسروق نے کہا ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے

تشریحات ۶۲۱ یہ تعلیق نہیں سند متصل کیساتھ حدیث مرفوع ہے۔ غفار کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ جس کے فرد حضرت ابوذر غفاری تھے۔ اور قبیلہ اسلم خزاعہ کی شاخ ہے۔ اسی قبیلے کے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قبیلہ غفار چونکہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور قبیلہ اسلم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کرلی تھی اس لئے ان کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعائے خیر فرمائی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے نام سے فعل مشتق کرکے دعا کرنا سنت ہے۔ جیسے کسی کا نام احمد ہو تو یہ دعا کی جائے احمد الله عاقبتك، کسی کا نام علی ہو تو یہ دعا کی جائے اعلی الله درجاتك۔ اسے علم البدیع میں جناس الاشتقاق کہتے ہیں۔

حضرت انس والی حدیث میں جو دعا ہے اسی کا جز ہے۔ جیسا کہ خفاف بن ایما غفاری سے جو حدیث مروی ہے اسمیں یوں ہے ــ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نماز میں یہ دعا کی۔ اے اللہ! بنی لحیان، رعل، ذکوان، عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ مسلم میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا، اللہ نے مجھ سے کہلوایا ہے

تشریحات ۶۲۲ کتاب التفسیر میں یہ حدیث یوں ہے۔ کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو یہ دعا فرمائی۔ یوسف علیہ السلام کی طرح ان پر قحط نازل فرما تو ان پر قحط اور مشقت آن پڑی۔ یہاں تک کہ ہڈیاں تک کھا گئے۔ اگر کوئی آسمان کی طرف تاکتا تو بھوک کی وجہ سے آسمان اور اپنے مابین دھوئیں کی طرح دیکھتا، اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلا ہوا دھواں لائے گا، جو لوگوں کو ڈھانک لیگا۔ کھلا ہوا عذاب۔ اس حال کے بعد کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ مضر کے لئے دعا فرمائیں وہ ہلاک ہو گئے تو فرمایا مضر کے لئے؟ تم بہت بیباک ہو حضور نے بارش کی دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ اس پر یہ آیت اتری ـ تم پھر وہی کروگے۔ جب انھیں کشائش پہنچی تو اپنے پہلے حال پر لوٹ گئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ نازل فرمایا۔ جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کریں گے ہم مجرموں سے بدلہ لیں گے اس سے مراد واقعہ بدر ہے۔ اسی میں بطریق وکیع اور بطریق شعبہ جو روایت ہے اس کے شروع میں یہ ہے۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو تو یہ کہدے، اللہ خوب جانتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم فرما دو میں اس (تبلیغ دین) پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا میں

ع۵ الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم سنی کسنی یوسف ص ۱۳۷ - مسلم

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأٰی مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ

کہ انھوں نے فرمایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں (مکے والوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو یہ دعا کی

سَبْعًا کَسَبْعِ یُوْسُفَ فَاَخَذَتْھُمْ سَنَۃٌ حَصَّتْ کُلَّ شَیْءٍ حَتّٰی اَکَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَیْتَۃَ

اے اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ان پر سات سال کا قحط مسلط فرما تو انھیں قحط نے آلیا

وَالْجِیَفَ وَیَنْظُرُ اَحَدُکُمْ اِلَی السَّمَاءِ فَیَرَی الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَاَتَاہُ اَبُوْسُفْیَانَ

جس نے ہر چیز ختم کر دی یہاں تک کہ ان لوگوں نے چمڑے، مردار تک کھائے اور جب آسمان کی جانب

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ تَاْمُرُ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ وَبِصِلَۃِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَکَ قَدْ

تاکتے تو بھوک کی وجہ سے دھواں دکھائی دیتا، تو ابوسفیان خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد

تکلیف دینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ قریش جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غالب آگئے تو حضور نے یہ دعا فرمائی۔ مسلم[۱] میں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص تفسیر بالرائے کر رہا ہے۔ آیت کریمہ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ کے یہ معنی بیان کر رہا ہے کہ قیامت کے دن ایک دھواں اُٹھے گا اور سانس جکڑ دیگا جیسے زکام جکڑتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی تعالیٰ عنہ نے فرمایا انسان جو بات جانتا ہو اُسے بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو یہ کہے۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ سمجھداری کی بات ہے کہ جو نہ جانتا ہو اسکے بارے میں کہدے۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ یعنی دھواں کا عذاب جب قریش نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو حضور نے انکے حق میں یہ دعا کی الخ بخاری سورہ روم میں ہے کہ ایک شخص مقام کندہ پر یہ بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن دھواں اُٹھے گا اور منافقین کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مسلمانوں کو زکام کی طرح پکڑے گا۔ اس کی یہ بات سن کر ہم گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں آئے وہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا۔ انسان جو جانتا ہو اسے کہے۔ الخ

قد مضت یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ البطشۃ الکبری سے مراد بدر میں قریش کی شکست فاش ہے جس سے قریش کا غرور ملیا میٹ ہو گیا، ان کا رعب ختم ہو گیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت پورے عرب کے ظاہر بینوں پر بھی بیٹھ گئی۔ لزام سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابی بن کعب اور محمد بن کعب، امام مجاہد قتادہ ضحاک نے فرمایا کہ اس سے غزوہ بدر میں قریش کے طواغیت کا قتل مراد ہے۔ اس تقدیر پر، البطشۃ الکبری اور لزام ایک ہی ہوئے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ بھی گذر چکا۔ مگر امام حسن بصری نے فرمایا کہ لزام سے مراد قیامت ہے۔ انھیں سے ایک روایت ہے کہ موت مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ کوئی خاص عذاب مراد ہے۔ محکم میں ہے کہ اس سے حساب مراد ہے۔ اس تقدیر پر۔ لزام ابھی نہیں ہوا۔

---

[۱] ثانی۔ باب صفۃ المنافقین ص ۳۷۳

هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ

تم اللہ کی طاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو۔ اور تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے اللہ سے انکے لئے دعا کرو۔ اللہ عزوجل نے

مُّبِيْنٍ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ

فرمایا۔ تو تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائیگا اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب کھولے دیتے

بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّوْمِ ع۵

ہیں تم پھر وہی کروگے جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کریں گے۔ یہ گرفت واقعہ بدر ہے۔ دھواں اور یہ گرفت اور تسلط اور روم کی نشانی ظاہر ہو چکی۔

آیۃ الروم ابتداء بعثت میں فارس اور روم کے مابین جنگ چھڑی۔ ابتداءً فارس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس پر مشرکین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ جس طرح ہمارے بھائی مجوس نصاریٰ پر غالب آئے ہیں اسی طرح اگر ہم تم میں جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔ مجوس آتش پرست ہیں اور قریش بت پرست تھے۔ اس لئے ان کا رجحان مجوس کی طرف تھا۔ اور نصاریٰ چونکہ اہل کتاب ہیں اس لئے بہ نسبت مجوس نصاریٰ کی طرف مسلمانوں کا رجحان تھا۔ اس پر سورہ روم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں جنہیں فرمایا گیا۔ روم قریب ترین زمین میں ہار گئے یہ مغلوب ہونے کے بعد بہت جلد غالب ہوں گے چند سال میں۔ ان آیات کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ آئندہ روم فارس پر غالب آئیں گے۔ یہ سنکر ابوجہل یا ابی بن خلف نے کہا کہ میعاد مقرر کرکے شرط کر لو۔ پانچ چھ سال کی میعاد مقرر ہوئی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ بضع کا لفظ تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے۔ نو سال کی میعاد مقرر کرلو حضرت صدیق اکبر نے یہ میعاد نو سال کر دی۔

غزوہ بدر کے موقع پر روم کو فارس پر فتح حاصل ہوئی جس سے مسلمانوں کو دونی خوشی حاصل ہوئی۔ ابوجہل اور ابی بن خلف دونوں جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے ان کے وارثین سے شرط کا مال اونٹ وصول کیا۔ حضور نے فرمایا اسے صدقہ کر دو انھوں نے صدقہ کر دیا۔ اس عظیم غیب کی خبر کی سچائی پر بہت سے سعادت مندوں نے اسلام قبول کر لیا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں متفق ہیں کہ دخان قبل ہجرت واقع ہوا تھا۔ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ تھے اس لئے کہ یہاں دو باتیں قطعی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بدر سے پہلے واقع ہوا۔ ہجرت اور بدر کے درمیان ابوسفیان مدینہ طیبہ نہیں آئے ہیں اور حدیث میں تصریح ہے کہ ابوسفیان ہی نے دعائے خیر کی درخواست کی تھی۔ ان دونوں کا لازم نتیجہ ہے کہ دخان کا قصہ ہجرت سے پہلے پیش آیا ومیاطی نے کہا ہے کہ ان بدبختوں نے جب نماز کی حالت میں پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قحط کی دعا کی تھی۔ یہ واقعہ اور ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۵۱۳ جو مذکور ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔ جو مدینہ طیبہ میں اس وقت کا ہے جب حضرت عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ کی نجات کیسا تھ اہل مکہ کے لئے قحط سالی کی دعا فرمائی تھی جو نماز میں کی تھی۔

ع۵ الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم سنی کسنی یوسف ص ۱۳۷ باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط ص ۱۳۹ ثانی تفسیر سورہ یوسف باب قولہ وراودتہ التی ھو فی بیتھا ص ۲۸۰ ثانی تفسیر روم ص ۷۰۳ ثانی تفسیر سورہ ص باب قولہ وما انا من المتکلفین ص ۷۱۰ ثانی تفسیر سورہ دخان ص ۷۱۴-۷۱۵، چار ابواب میں مسلسل مسلم۔ توبہ۔ ترمذی تفسیر نسائی تفسیر۔

حدیث ۶۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ
عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے
اِبْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ اَبِيْ طَالِبٍ، وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا اور گورے رنگت والے جن کے
الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ÷ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ ع۵
روئے انور کے صدقے میں بادل سے بارش مانگی جاتی ہے یتیموں کے حامی اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔

ت ۱۹۶ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ وَرُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ
اور عمر بن حمزہ نے کہا ہم سے سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہوئے کہا اور کبھی شاعر کے
الشَّاعِرِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَمَا
اس قول کو یاد کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کو دیکھتا جو بارش کی دعا کرتے ہوئے

مطابقت باب یہاں استسقاء کے ابواب چل رہے ہیں اس حدیث میں استسقاء کا کوئی ذکر نہیں۔ اقول یہاں اختصار ہے آگے باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین میں اخیر میں ہے کہ اسباط نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ نیز اور بھی جگہ ہے۔ اس سے استسقاء سے مناسبت ہوگئی اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ کتنی جگہ باب کے تحت جو حدیث ضمنی بیان فرماتے ہیں اس کو باب سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا مگر وہی حدیث دوسری جگہ جس طرح بیان فرماتے ہیں اس سے باب کو مناسبت ہوتی ہے جس پر تنبیہ کئی بار ہو چکی۔

تشریحات ۶۲۳ ۱۹۶ یہاں یہ باب ہے۔ لوگوں کا امام سے استسقاء کا سوال کرنا جبکہ قحط ہو۔ اس کے ضمن میں جو حدیث اور اثر مذکور ہے کسی میں کسی کے سوال کا ذکر نہیں مگر حقیقت میں یہ دونوں مختصر ہیں۔ مفصل واقعہ وہ ہے جو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی اونٹ نہ رہا جو بولے اور نہ کوئی ایسا بچہ رہا جو خراٹا لے۔

اتیناک والعذراء یدمی لبانہا	ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں اور حال یہ ہے کہ کنواری
وقد شغلت ام الصبی عن الطفل	بچی کا سینہ کام کرتے کرتے زخمی ہو گیا ہے اور ماں نے بچے سے منہ موڑ لیا ہے۔
والقی بکفیہ الصبی استکانۃ	بھوک کی کمزوری کی وجہ سے بچے کو الگ کر دیا ہے، نہ میٹھی بات
من الجوع ضعفا ما یمر وما یحلی	منہ سے نکالتی ہے نہ کڑوی۔

ع۵ الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء ص ۱۳۷

يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيشَ كُلُّ مِيزَابٍ۔ وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

اس وقت تک منبر سے نہیں اترتے جبتک تمام پرنالے زوروں سے گرنے نہیں لگتے

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ۔ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ۔ عـ٥

اور یہ ابو طالب کا شعر ہے

ولا شی مما یاکل الناس عندنا
سوی الحنظل العاھی والعلھز الغسل

ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، سوائے کڑوے حنظل اور ردی علہز کے۔

ولیس لنا الا الیک فرارنا
واین فرار الناس الا الی الرسل

سوائے حضور کے کہیں پناہ نہیں اور لوگوں کو رسولوں کی بارگاہ کے علاوہ کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی پھر دعا کی اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ آخر حدیث تک۔ اخیر میں ہے کہ نشیبی علاقے کے لوگ آکر فریاد کرنے لگے، ہم ڈوب گئے ہم ڈوب گئے، تو رسول اللہ ہنس پڑے یہاں تک کہ نوکیلے دانت بھی ظاہر ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا اگر ابو طالب حاضر ہوتے تو انکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ کون ان کے شعر کو سنائیگا، اس پر حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ حضور کی مراد ان کا یہ قول ہے: وابیض یستسقی الغمام بوجھہ۔ اس قصیدے کے چند اشعار سنائے تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر بنی کنانہ کے ایک صاحب نے یہ اشعار پڑھے؛

لک الحمد والحمد ممن شکر
سقینا بوجہ النبی المطر

اے اللہ تیرے لئے حمد ہے اور شکر کرنے والے کی جانب سے حمد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کے صدقے ہمیں بارش ملی۔

فلم یلبث الا کالف الرداء
واسرع حتی راینا الدرر

چادر الٹتے بلکہ اس سے بھی کم وقفے میں ہم نے بادل دیکھا

اب باب سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

قصیدہ ابوطالب ابوطالب کا یہ قصیدہ لامیہ ایک سو دس اشعار کا ہے جو بحر طویل میں ہے۔ ابو طالب نے یہ قصیدہ کب کہا تھا اور کہنے کا سبب کیا ہوا۔ یہ تحقیقی طور پر معلوم نہیں۔ خطابی[۱] نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبد المطلب کے عہد میں مسلسل کئی سال قحط پڑا تو حضرت عبد المطلب قریش کے ساتھ کوہ ابو قبیس پر گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ حضور کو کاندھے پر بٹھا کر بارش کے لئے دعا کی تو فوراً بارش ہوئی۔ علامہ سہیلی[۲] نے فرمایا کہ اسی موقع پر ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اس قول سے قصیدے کے اشعار ابا کرتے ہیں جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ علامہ زرقانی[۳] نے

عـ٥ ایضا ابن ماجہ ۱؎ زرقانی علی المواہب اول ص ۱۹۱ ۲؎ عمدۃ القاری سابع ص ۳۰ ۳؎ علی المواہب اول ص ۹۰ - ۱۸۹

ابن عساکر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ کہ جلہمہ بن عرفطہ نے بیان کیا کہ میں مکہ آیا۔ اس وقت قحط کی وجہ سے اہل مکہ سخت تنگی میں تھے۔ کسی نے کہا۔ لات وعزی کے پاس چلیں، کسی نے کہا نہیں تیسرے بت مناۃ کے پاس چلو۔ ایک معمر خوبصورت صائب الرائے نے کہا، کہاں بہکے جاتے ہو، تم میں بقیۂ ابراہیم سلالۂ اسماعیل موجود ہیں لوگوں نے کہا تمھاری مراد ابو طالب ہیں انھوں نے کہا ہاں، سب لوگ ابو طالب کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر آئے، سب ان کی طرف لپکے اور کہا اے ابو طالب اس وادی میں قحط ہے، اہل عیال تنگی میں ہیں، چلو اور بارش کی دعا کرو۔ یہ سن کر ابو طالب نکلے۔ ان کے ساتھ ایک صاحبزادے تھے جو ایسے سورج معلوم ہوتے تھے جس پر سے ابھی کالی گھٹا چھٹی ہو۔ ان کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، ابو طالب نے ان صاحبزادے کو لیا اور ان کی پشت کعبے سے لگادی۔ ان صاحبزادے نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اس وقت آسمان میں بادل کا ٹکڑا نہیں تھا، اب ہر چہار طرف سے بادل اٹھا اور موسلادھار برسنے لگا کہ وادی بہ اٹھی اور شہر، دیہات والے سب کے سب سیراب ہو گئے، اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو طالب کہتے ہیں ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجهه	اور گوری رنگت والے جن کے روئے انور کے
ثمال الیتامی عصمة للارامل	صدقے میں بارش مانگی جاتی ہے۔ یتیموں کے ماوی بیواؤں کے پناہ۔
تلوذ به الهلاك من آل هاشم	آل ہاشم کے تباہ حال ان سے پناہ لیتے ہیں
فهم عنده فی نعمة وفواضل	یہ لوگ ان کی بارگاہ میں نعمت وفضل میں ہیں

مگر قصیدے کے اشعار یہ بتاتے ہیں کہ یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب قریش نے بنی ہاشم سے مقاطعے کا عہد کیا تھا اسکے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

لما رایت القوم لاود عندهم	جب میں نے دیکھا کہ اس قوم میں محبت نہیں
وقد قطعوا کل العرا والوسائل	انھوں نے ہر رشتہ وتعلق کاٹ ڈالا۔
وقد جاهرونا بالعداوة والاذی	اور ہماری عداوت وایذا رسانی کا اعلان کردیا
وقد طاوعوا امر العدو المزایل	اور علیحدہ پسند دشمن کی بات مان لی۔
وقد حالفوا قوما علینا اظنة	اور ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کرلیا
یعضون غیضا خلفنا بالانامل	جو متہم ہیں اور ہمارے پیچھے غصے سے انگلیاں چباتے ہیں
صبرت لهم نفسی بسمراء سمحة	میں نے گندمی نیزے اور بادشاہوں سے
وابیض عضب من تراث المقاول	ملی ہوئی تیغ براں کے ساتھ صبر کیا۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد المطلب کے بعد خود ابو طالب نے بھی بارش کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے توسل کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابو طالب نے دوبار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود با جود کے طفیل بارش

۶۲۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب

ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس سے متاثر ہو کر قصیدہ مذکورہ کہا ہے۔ مگر یہ سوال اب بھی تشنہ جواب ہے کہ۔ کہا کب۔
قصیدے کا یہ شعر

وقد حالفوا قوما علينا اظنة — ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کر لیا ہے جو ہماری
يعضون غيظا خلفنا بالانامل — عداوت میں متہم ہے اور ہمارے پیچھے غصے میں انگلیاں چباتے ہیں۔

یہ ظاہر کر رہا ہے۔ یہ قصیدہ کسی ایسے معاہدے کے بعد کہا گیا جو بنی ہاشم کے خلاف کیا گیا تھا۔ ایسا معاہدہ صرف ایک ہوا ہے جس کے نتیجے میں بنی ہاشم ،،شعب ابی طالب،، میں محصور ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ قصیدہ شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں ابو طالب نے کہا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت عام دینی شروع کی جس سے مشتعل ہو کر تمام قبائل دشمن ہو گئے اس وقت ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا تھا۔ یہ ہماری بات کے معارض نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

۶۲۴ تشریحات زبیر بن بکار نے انساب میں ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے یہ دعا، عام الرمادہ میں کی تھی۔ ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ عام الرمادہ کا مشہور قحط ۱۸ھ میں پڑا تھا۔ نو مہینے تک قطعاً بارش نہ ہوئی۔ بارش نہ ہونے سے پوری زمین گرد و غبار ہو گئی تھی۔ اس لئے اس کو عام الرمادہ کہتے ہیں۔ رماد کے معنی راکھ کے ہیں۔[1]

ابو صالح کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عباس منبر پر تشریف لے گئے تو حضرت عمر نے پہلے یہ دعا کی :۔
اللهم انا توجهنا اليك بعم نبيك وصنو ابيه فاسقنا الغيث ولا تجعلنا من القانطين۔
اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور ان کے والد کے برابر کو وسیلہ بنا کر تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ تو بارش سے سیراب کر اور ہمیں مایوس ہونے والوں میں مت کرنا۔ پھر حضرت عباس سے فرمایا۔ آپ دعا کریں تو انھوں نے یوں دعا کی۔ اے اللہ بغیر گناہ کے کوئی بلا نہیں اترتی اور توبہ کے بغیر کوئی بلا نہیں ٹلتی۔ میرا وسیلہ لے کر قوم تیری جناب میں متوجہ ہے تیرے نبی کے ساتھ میری قربت کی وجہ سے گناہوں سے آلودہ ہمارے ہاتھ تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ۔ ہمیں بارش سے سیراب کر۔ اس دعا کے بعد آسمان میں پہاڑوں کے مثل بادل نے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ زمین سرسبز ہو گئی اور لوگ جی گئے۔

[1] قسطلانی ثانی ص

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور یہ کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ ع

علیہ وسلم کا وسیلہ لے کر آتے تو ہمیں تو سیراب کرتا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لیکر آئے ہیں ہم پر مینھ برسا۔ تو مینھ برستا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالح اور دین دار لوگوں سے اور اہل بیت سے خدا کی بارگاہ میں سفارش طلب کرنا مستحب ہے۔

زبیر بن بکار نے انساب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن یہ خطبہ دیا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عباس کو باپ کی جگہ جانتے تھے۔ اے لوگو! اپنے چچا عباس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو برتاؤ تھا اس کی پیروی کرو اور انھیں اللہ کی طرف وسیلہ بناؤ۔ الحدیث اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ ذکر کیا ہے۔ نیز اسماعیلی نے بھی بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے نیز عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے نیز امام ابو القاسم ابن عساکر نے بھی کتاب الاستسقاء میں انھیں سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت اور بزرگان دین کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تصریح کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل تمام صحابہ کرام کے مجمع میں ہوا اور سب نے اس پر عمل کیا۔ تو توسل کا مستحب ہونا اجماع صحابہ سے ثابت ہوگیا۔

اس پر غیر مقلدین اور توسل کے منکرین یہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں توسل سے مراد، دعاء کی درخواست ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس سے دعا کی درخواست کی تھی۔ اقول۔ دوسری روایتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ لوگ صرف بخاری ہی کی روایت پر ایمان رکھتے تو ایسی بے تکی بات نہیں کرتے ـــ بخاری کے الفاظ پر ایک نظر ڈالیں۔ حضرت عمر عرض کرتے ہیں۔ انا کنا نتوسل۔ الحدیث۔ حضرت عمر بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہمیں سیراب فرما۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کی خدمت میں نہیں۔ اس میں صاف صاف تصریح ہے کہ اے اللہ ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہم کو سیراب فرما۔ یہ عرضداشت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کے وسیلے سے۔ پھر یہ کہنا کہ توسل سے یہاں مراد دعا کی درخواست ہے۔ ابلہ فریبی اور حدیث کی تحریف معنوی نہیں تو کیا ہے۔ دوسرے طرق میں جو دعا کے کلمات مروی ہیں ان میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔

کبھی ان میں سے کچھ کہہ دیتے ہیں کہ زندہ کا توسل درست ہے۔ مردے کا شرک۔ اقول۔ اولاً اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیوی جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو یوں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل درست ہوا

ع لاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء ص ۱۳۷، المناقب باب ذکر عباس بن عبد المطلب ص ۵۲۶

۱۹۷ وَزَادَ اَسْبَاطُ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ت اسباط نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور یہ کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل اب بھی جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ہی سے کیوں توسل نہیں کیا، حضرت عباس سے کیوں کیا۔ یہ پہلی سے بھی بڑی جہالت ہے۔ اگر کسی کام کے چند طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل نہیں کہ دوسرے طریقے غلط ہیں خصوصاً جبکہ اختیار کردہ طریقے میں کوئی خاص فائدہ ہو۔ یہاں بجائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرت عباس سے توسل میں ایک اہم افادہ مقصود تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کا استحباب سب کو معلوم تھا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی سے توسل حرام ہے۔ تو حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بتا دیا کہ غیر نبی سے توسل اسی طرح مستحب ہے جیسے انبیاء کرام سے ہے۔ ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری[۱] میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے خازن مالک داری کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیے۔ لوگ ہلاک ہو گئے۔ ایک صاحب کے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، عمر سے جاکر کہدو کہ عنقریب بارش آئے گی۔ سیف نے الفتوح میں لکھا ہے کہ یہ صاحب حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں صحیح کہا ہے، اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ جلد حادی عشر میں روایت کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین[ب] میں الاستیعاب کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت کہ کبھی کبھی صحابہ کرام مزار اقدس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور سے بھی استعانت کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ بارگاہ قدس کے خواص کے مزارات پر طلب حاجات کے لئے حاضری صحابہ کرام کی سنت ہے اور یہ تو ثابت ہی ہے کہ بعد وصال صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ حل مشکلات کے لئے درخواست کرتے۔ اس لئے یہ کہنا کہ بعد وصال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل حرام یا شرک ہے۔ اس حدیث صحیح کا رد ہے۔

۱۹۷ **تشریحات** اس تعلیق کو بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ داؤدی وغیرہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہاں امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی سند کو حضرت انس کی حدیث کے متن کے ساتھ جوڑ دیا ہے[۱] دمیاطی نے بھی اس کی تائید کی حتی کہ علامہ عینی نے بھی۔ مگر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مکے میں بھی قحط دور ہونے اور پھر بارش تھمنے کی دعا فرمائی ہے۔ جیسا کہ بخاری[۲] ہی میں سورہ دخان کی تفسیر میں ہے، اور دوسری میں بھی ہے اور مسند امام احمد[۳] اور ابن ماجہ[۴] میں حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھایا اور یہ کہا۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ اے اللہ ہم کو سیراب کر پوری بارش

---

[۲] ثانی تفسیر سورہ دخان ص ۷۱۴ـ۷۱۵ [۳] جلد رابع ص ۲۳۶ [۴] استسقاء باب الدعاء فی الاستسقاء ص ۹۱
[۵] ثانی ص ۷۱۲

فَسُقُوا الغَيْثَ فَاطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَّشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ

نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی اور سات دن تک مسلسل ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی تو کہا

حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَّأْسِهٖ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ ع۵

اے اللہ ہمارے اردگرد ہم پر نہیں۔ تو حضور کے سر سے بادل چھٹ گیا اور لوگوں کے اردگرد بارش ہوتی رہی۔

حدیث ۶۲۵ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهٗ

ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن یزید انصاری اور ان کے ساتھ

سے جو تازگی لانے والی ہو جلد ہو دیر میں نہ ہو نافع ہو نقصان دینے والی نہ ہو۔ دوسرا جمعہ نہیں آیا کہ دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد پھر لوگ آئے اور بارش کی زیادتی کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ گھر گر گئے اور حضور نے یہ دعا کی اے اللہ ہمارے اردگرد اور ہم پر نہیں تو بادل دائیں بائیں چھٹنے لگا۔

مسند امام احمد میں، انک جریٔ کے بعد یہ زائد ہے۔ یا رسول اللہ آپنے اللہ سے مدد مانگی تو اس نے آپ کی مدد کی، آپنے دعا کی تو اللہ نے قبول کی۔ تو حضور نے دعا کے لئے دست مبارک اٹھایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکے میں بھی بارش کی زیادتی کی وجہ سے بارش روکنے کے لئے درخواست کی گئی اور حضور نے دعا فرمائی۔ کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیث میں ہے کہ بارش کی دعا کی درخواست کرنے والے نے خاص مضر کے لئے دعا کی درخواست کی تھی جس پر حضور نے فرمایا، تم بہت جری ہو۔ مضر کیلئے؟ بارش دوسرا جمعہ آنے سے پہلے ہوئی۔ اور حضرت انس کی حدیث میں خاص مضر کے لئے دعا کی درخواست نہیں مطلق ہے۔ اور نہ یہ ہے کہ حضور نے درخواست پر کچھ فرمایا ہو۔ درخواست سنتے ہی دعا فرمائی۔ اور یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تھے کہ بارش تیزی سے ہونے لگی اس لئے حضرت انس اور حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیثوں میں دو واقعے ہوئے اور دو جگہ ہوئے۔ ایک مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت اور دوسرا مکہ معظمہ میں قبل ہجرت، اس لئے امام بخاری پر اعتراض مذکور درست نہیں۔

اسباط اسباط دو ہیں۔ ایک اسباط بن محمد قاص۔ دوسرے اسباط بن نصر ہمدانی ابو یوسف اور ان کو ابو نصر کو بھی کہتے ہیں۔ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا امام احمد نے توقف کیا۔ امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں۔ یہاں دوسرے اسباط مراد ہیں۔

تشریحات ۶۲۵ عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کی بنا پر حدیبیہ میں شریک تھے۔ ابو عمرو نے کہا کہ اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صفین، جمل، نہروان میں شریک ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی جانب سے کوفے کے امیر بھی رہے اور انھیں کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔

قال لنا ابتدائی سند میں تھا قال لنا۔ اس کی توجیہ علامہ کرمانی نے یہ کی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث بطور مذاکرہ سُنی ہے اور حدثنی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اثنائے تعلیم میں یہ حدیث سُنی ہے مگر بخاری کے یہاں یہ فرق نہیں کیونکہ بہت سی حدیثوں کو اپنی اس جامع میں قال لنا سے ذکر کیا اور دوسری تصنیف میں صیغہ تحدیث سے درج کیا ہے بلکہ وہ حدیث موقوف اور متابعات

ع۵ الاستسقاء باب اذا استشفع المشرکین المسلمین عند القحط ص ۱۳۹

اَلْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاسْتَسْقٰى فَقَامَ

حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شہر سے باہر نکلے اور بارش کیلئے

لَهُمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقٰى ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ

دعا کی۔ وہ اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور بارش کے لئے دعا کی۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرات بلند

يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آواز سے کی، نہ اذان دی نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا اور عبداللہ بن یزید نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔

خ ج مراد یہ ہے کہ میدان میں شہر سے باہر آئے۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ مختار بن عبید ثقفی کذاب کے کوفے پر غلبہ سے پہلے کا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے انھیں استسقاء کا حکم دیا تھا۔ سنن کبری سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نماز حضرت زید بن ارقم نے پڑھائی تھی۔

فاستسقی فقام فاستسقی، اجمال ہے۔ فقام الخ اس کی تفسیر ہے۔ یعنی بارش کی دعا کیسے کی۔ اسے فقام الخ سے بیان فرمایا۔ فاستسقی سے مراد خطبہ نہیں۔

صلی رکعتین حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ نماز استسقاء کا جز نہیں۔ استسقاء کے سلسلے میں جو عام روایات ہیں ان میں نماز کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء توبہ استغفار اور دعا کا نام ہے۔ ارشاد باری ہے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو بیشک وہ بخشنے والا ہے، تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ استسقاء صرف استغفار اور دعا ہے۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ استسقاء میں نماز سنت ہے، ہمارے یہاں قول مختار و مفتی بہ یہ ہے۔ کہ نماز سنت نہیں، چاہیں تو پڑھ لیں۔ صحیح یہ ہے کہ استسقاء کی نماز بھی عام نمازوں کی طرح ہے، اس میں زائد تکبیریں نہیں۔ اور یہ نماز صرف دو رکعت ہے۔ جیسا کہ طبرانی[1] نے اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز استسقاء دو رکعت پڑھی اور صرف ایک ہی تکبیر پڑھی۔ اور بعض روایتوں میں جو یہ آیا ہے کہ عید کے مثل پڑھی اس سے مراد یہ ہے کہ نماز عید کی طرح میدان میں بلند قرات کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، جیسا کہ اس حدیث میں تینوں باتیں مذکور ہیں۔ تشبیہ کے لئے تمام اوصاف میں مشارکت لازم نہیں

خطبہ نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ جیسا کہ مسند[2] امام احمد میں حضرت عبداللہ بن زبیر والی حدیث ۶۲۴ میں یہ تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی۔ نیز ابن ماجہ[3] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی نہ اذان دی نہ اقامت کہی، اس کے بعد خطبہ دیا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی جانب منھ کیا پھر چادر پلٹی تو داہنا سرا بائیں پر اور بایاں دائیں مونڈھے پر کر لیا۔

ع الاستسقاء باب الدعاء فی الاستسقاء قائما ص ۱۳۹ مغازی ص ۵۶۳۔ [1] عمدۃ القاری رابع ص ۳۵

[2] جلد رابع ص ۴۱ [3] صلوۃ صلوۃ الاستسقاء ص ۹۱

۶۲۶ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهٗ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ عـ۵

حدیث عباد بن تمیم اپنے چچا عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جس دن استسقاء کے لئے تشریف لے گئے حضور لوگوں کی طرف پشت مبارک اور قبلے کیجانب رخ انور کرکے دعا کرتے رہے، پھر اپنی چادر پلٹی اسکے بعد دو رکعت نماز پڑھائی جسمیں بلند آواز سے قرأت کی۔

۶۲۶ تشریحات باب تحویل الرداء میں۔ سند یوں ہے حدثنا سفیان عن عبد الله بن ابی بکر انه سمع عباد بن تمیم یحدث اباه عن عمه عبد الله بن زید۔ عبداللہ بن ابوبکر سے روایت کرتے ہوئے ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے عباد بن تمیم کو سنا کہ وہ اپنے چچا عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہوئے ان کے باپ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اسمیں۔ اباہ۔ کی ضمیر کا مرجع، عبداللہ ہیں اور راوی عبداللہ کے باپ ابوبکر ہیں۔

اخیر میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ یہ عبداللہ بن زید۔ اذان والے عبداللہ بن زید ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ان سے وہم ہوگیا ہے یہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں۔ انصار والے مازن سے ہیں بنی تمیم والے مازن سے نہیں۔

تحویل رداء امام اثنائے خطبہ میں اپنی چادر کو پلٹ دے اس طرح کہ نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہو جائے۔ یہ حالت بدلنے سے فال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ امام واقدی نے فرمایا کہ چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ اور تہبند چار ہاتھ ایک بالشت لمبا اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑا تھا۔

یہ نماز کس سنہ میں ہوئی یہ نماز استسقاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنہ ۶ھ رمضان المبارک میں پڑھی تھی[1] اس کی تفصیل ابوداؤد[2] اور ابن حبان میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو حضور نے عیدگاہ میں منبر رکھوایا اور ایک خاص دن کے لئے لوگوں سے وعدہ فرمایا اس دن جب سورج نکل آیا تو حضور تشریف لے گئے اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور تکبیر پڑھی اور اللہ عزوجل کی حمد کی۔ پھر فرمایا۔ تم نے اپنے دیار کے قحط اور وقت سے بارش کے موخر ہونے کی شکایت کی ہے اور تمھیں تمھارے رب عزوجل نے دعا کا حکم دیا ہے اور تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تمھاری دعا قبول فرمائے گا۔ اس کے بعد کہا۔ الحمد لله رب العلمين

عـ۵ الاستسقاء باب کیف حول النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ردائه ص ۱۳۹ باب خروج النبی صلی الله تعالی علیه فی الاستسقاء ص ۱۳۶ باب الجهر بالقراءة فی الاستسقاء ص ۱۳۹ باب الدعاء فی الاستسقاء قائما ص ۱۳۹ باب صلوة الاستسقاء رکعتین ص ۱۴۰ باب الاستسقاء فی المصلی ص ۱۴۰ باب استقبال القبلة فی الاستسقاء ص ۱۴۰ باب تحویل الرداء فی الاستسقاء ص ۱۳۷، دو طریقے سے ثانی الدعوات باب الدعاء مستقبل القبلة ص ۹۳۹ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه کلهم فی الصلوة۔ [1] فتح الباری ثانی ص ۴۱۵ [2] اول صلوة رفع الیدین فی الاستسقاء ص ۱۶۵،

۶۲۷ **حدیث** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ وَاِنَّهٗ
استسقاء کے علاوہ کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور اتنا اٹھاتے کہ بغل کی سپیدی
يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ع۵
دکھائی دیتی۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ تو ہی وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم تیرے محتاج ہیں ہم پر بارش برسا۔ اور جتنی بھی برسا اسے ہمارے لئے قوت اور موت کے وقت تک عمر گذارنے کا ذریعہ بنا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اوپر کرتے رہے یہاں تک کہ حضور کے بغل کی سپیدی ظاہر ہوگئی۔ اسکے بعد لوگوں کی طرف اپنی پشت مبارک کی اور اپنی چادر پلٹی اس حالت میں کہ اپنے دست مبارک اٹھائے رہے۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا فرما دیا، گرجا چمکا پھر اللہ کے اذن سے برسا۔ حضور اپنی مسجد میں نہیں پہنچے کہ نالے بہہ گئے، جب لوگوں کے چھپنے میں جلدی دیکھی تو اتنا ہنسے کہ نوکیلے دانت نظر آنے لگے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

بزار اور طبرانی میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ بارش رک گئی تو ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں تو دوسرے دن صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے۔ اصحاب سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرانے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی و انکساری کی حالت میں استسقاء کے لئے نکلے۔

۶۲۷ **تشریحات** اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کے علاوہ کسی اور موقع پر دعا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے حالانکہ گزر چکا کہ عام دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اتنا اونچا نہیں اٹھاتے کہ بغل کی سپیدی نظر آنے لگے، اتنا بلند کرنا استسقاء کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دعا کے آداب میں ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھایا جائے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

ع۵ الاستسقاء باب رفع الامام یدہ فی الاستسقاء ص ۱۴۰ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۰۳
مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الاستسقاء۔

۱۹۸ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَصَیِّبٍ اَلْمَطَرُ وَقَالَ غَیْرُہٗ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ صَیِّبٌ کے معنی بارش کے ہیں

صَابَ وَاَصَابَ یَصُوْبُ ع۵

اور کسی نے کہا صاب اصاب، یصوب۔

۶۲۸ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَأَی الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا ع۵

علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ اسے نفع دینے والی بارش بنا۔

۶۲۹ اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدٌ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب سخت ہوا چلتی تو

۱۹۸ تشریحات قرآن مجید میں ہے۔ اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ۔ یا جیسے آسمان کی بارش حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صیب کے معنی بارش کے ہیں۔ چونکہ اس باب کی حدیث میں صیبا نافعا آیا ہے۔ تو امام بخاری نے مناسب جانا کہ اس کی وہ تفسیر ذکر فرمادیں جو سید المفسرین نے کی ہے۔ اس اثر کو ابو جعفر طبری نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ قال غیرہ سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ صیب، صاب یصوب۔ باب نصر ینصر سے اجوف واوی ہے۔ صَیِّبٌ اصل میں صَیْوِبٌ تھا۔ سَیِّدٌ کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ تھی۔ صاب یصوب اصاب نا سخین نے بے توجہی میں اصاب کو یصوب پر مقدم کر دیا۔ اس قول کا ایک فائدہ یہ ہے۔ صاب۔ مجرد، اصاب مزید فیہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

۶۲۸ تشریحات ابن ماجہ میں ہے کہ جب آسمان کے کسی کنارے سے بادل آتا ہوا دیکھتے تو ہر کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور بادل کیطرف منھ کرکے یہ دعا کرتے۔ اے اللہ جو بھیجا جا رہا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اگر بارش ہونے لگتی تو یہ دعا کرتے۔ اے اللہ اسے نفع دینے والی بارش بنا۔ دو یا تین بار۔

اسمیں خاص سر یہ تھا کہ قوم عاد پر جب عذاب کیلئے آندھی کالے بادلوں کی شکل میں اٹھی تو انھوں نے اسے بادل سمجھا اور یہ کہا یہ ہمارے پاس آرہا ہی بارش برسائے گا، دوسرے یہ کہ بارش مضر بھی ہو سکتی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

۶۲۹ تشریحات کتاب التفسیر سورہ احقاف[۱] میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ حضور کے کوے دکھلائی دیتے ہوں۔ حضور صرف مسکراتے

ع۵ باب مایقال اذا مطرت ص۱۴۰۔ ع۵ باب مایقال اذا مطرت ص۱۴۰۔ نسائی الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔ دعا۔

[۱] ثانی ص ۷۱۵،

يَقُولُ كَانَتِ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

اس کا اثر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے میں پہچانا جاتا۔

حدیث ۶۳۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

تھے۔ اور جب بادل یا ہوا دیکھتے تو اس کا اثر چہرہ انور پر دکھائی دیتا۔ ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید پر کہ بارش ہوگی۔ اور حضور کو دیکھتی ہوں کہ جب یہ دیکھتے ہیں تو چہرے پر ناگواری ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا اے عائشہ مجھے اس سے امن نہیں کہ اس میں عذاب ہو۔ ایک قوم کو ہوا سے عذاب دیا گیا ہے۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو یہ کہا یہ آرہا ہے ہم پر برسے گا۔ بخاری بدء الخلق اور مسلم میں ہے کہ جب آسمان پر بادل چھا جاتا تو حضور کا رنگ بدل جاتا باہر نکلتے اندر آتے، آگے جاتے پیچھے آتے۔ جب بارش ہونے لگتی تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ ام المومنین نے وجہ دریافت کی تو مذکورہ بالا جواب عنایت فرمایا۔

تشریحات ۶۳۰

صحیح یہ ہے کہ صبا اس ہوا کو کہتے ہیں جو پورب سے پچھم کو خط استوا پر چلتی ہے۔ اور دبور اس کے بالمقابل پچھم سے پورب چلتی ہے، یہ غزوہ خندق کے موقع پر ہوا تھا۔ دس ہزار فوجوں نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور مسلسل بیس بائیس دن رہا، فاقہ، خوف، بے خوابی کی وجہ سے جو حال صحابہ کرام کا ہوا اس کی تصویر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا۔ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا۔ (سورہ احزاب ۱۱، ۱۲)

جب کافر تیرے بالائی طرف اور نشیبی طرف سے آپڑے اور آنکھیں ٹھٹک گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مسلمانوں کی آزمائش ہوئی اور شدت کے ساتھ جھنجھوڑے گئے۔ جبکہ منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے، ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے فریب دیا تھا۔

حال یہ تھا کہ حضرت جابر جیسے مخلص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کلیجے منہ کو آگئے کوئی دعا ارشاد فرمائیں۔ اس ہمت شکن صبر آزما حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ تین دن تک مسلسل یہ دعا کی:

يَا صَرِيخَ الْمَكْرُوبِينَ يَا مُجِيبَ الْمُضْطَرِّينَ اِكْشِفْ هَمِّي وَغَمِّي وَكَرْبِي تَرَىٰ مَا نَزَلَ بِي وَبِأَصْحَابِي۔

اے مصیبت زدہ کی فریاد سننے والے اے پریشان حالوں کی دعا قبول کرنیوالے میری پریشانی اور میرے غم کو دور فرما مجھ پر اور میرے صحابہ پر جو افتاد پڑی ہے تو اسے دیکھ رہا ہے۔

؏ باب اذا ہبت الریح ص ۱۴۱ ۵ اول بدء الخلق باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ وھو الذی ارسل الریاح ص ۵۵۴۔

(حاشیہ: ... عن ابن عباس ... ص ۲۹۴)

تعالیٰ علیہ وسلم قال نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور ؏
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پُروائی ہوا سے میری مدد کی گئی اور پچھوائی ہوا سے عاد کو ہلاک کیا گیا۔

تو اللہ عزوجل نے فرشتوں اور صبا، پروائی ہوا سے اپنے محبوب کی مدد فرمائی۔ اس زور کی ٹھنڈی ہوا چلی کہ چولہوں سے دیگیں الٹ گئیں خیمے اکھڑ گئے، طنابیں ٹوٹ گئیں، آدمی گر پڑے، گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے۔ اس لشکر الٰہی کی تاب نہ لاکر ابوسفیان نے واپسی کا طبل بجا دیا۔ اور پورا لشکر راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر یہ حال تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر میں چراغ تک جلتے رہے۔ جب قریش چلے گئے تو غطفان وغیرہ بھی واپس ہو گئے۔ بیس بائیس دن کے بعد مدینے کی فضا صاف ہو گئی۔ اسی کو اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمایا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ اے ایمان والو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر کئی لشکر آپڑے تو اس نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجا جسے تم دیکھ نہ پائے۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بزار وغیرہ نے رجال صحیح سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس رات باد صبا نے باد شمال سے کہا چلو رسول اللہ کی مدد کریں تو اس نے جواب دیا کہ الحرائر لاتھب باللیل شریف عورتیں رات میں نہیں چلتیں۔ مدارج میں یہ لفظ ہے الحرۃ لاتسیر باللیل شریف عورت رات میں نہیں نکلتی تو اس پر اللہ عزوجل نے غضب فرمایا اور اسے بانجھ کر دیا۔[۱]

اسی کو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے الملفوظ حصہ چہارم میں ذکر فرمایا ہے جس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ اس کا مفصل مکمل رد، تحقیقات میں ملاحظہ فرمائیں۔

واھلکت عاد قوم عاد پر حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے انھوں نے جب سرکشی کی اور تمسخر کے طور پر عذاب کا مطالبہ کیا تو ان پر انتہائی تند و تیز آندھی بھیجی گئی جو ان پر آٹھ دن اور سات رات مسلسل چلتی رہی، چہارشنبہ کی صبح کو شروع ہوئی اور دوسرے چہارشنبہ کو دن ڈوبنے پر بند ہوئی۔ اس آندھی کے دباؤ سے ان کے پھیپھڑے پھٹ گئے۔ اور یہ لوگ خون پھینک پھینک کر مر گئے۔ یہ بڑے قدآور تنومند تھے۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ یہ میدان میں یوں مرے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔ جب آندھی کے مرغولے کالے رنگ کے فضا میں اٹھے اور تیزی سے ان کی طرف بڑھے تو انھوں نے اسے بادل سمجھا اور بڑی بے پرواہی سے کہا، یہ بادل ہے جو ہم پر آکر برسے گا۔[۲]

؏ باب نصرت بالصبا ص ۱۴۱۔ بدء الخلق باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ وھو الذی ارسل الریاح ص ۴۵۵۔ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل والی عاد اخاھم ھودا ص ۴۷۱۔ ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۹ مسلم۔ صلوٰۃ۔

[۱] الزرقانی علی المواھب ثانی ص ۲-۱۲۱ مدارج النبوۃ ثانی ص ۲۳۷ [۲] قرآن مجید وعامہ تفاسیر۔

۶۳۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَّا یَعْلَمُہَا اِلَّا اللّٰہُ لَا یَعْلَمُ
نے فرمایا غیب کی کنجی پانچ ہیں جنھیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا
اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ وَّلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِی الْاَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ
کہ کل کیا ہوگا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی نہیں جانتا
نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَا یَدْرِیْ
کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اور کوئی

۶۳۱

تشریحات جلد اول میں ص۲۳۰ تا ۲۳۴ پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ وہیں ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ لایعلمہا الا اللہ سے مراد علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل ہے۔ یہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ رہ گیا عطائی وہ اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء کرام اولیاء عظام کو بھی حاصل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔

مراد آن است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل کس اینہاں نمی داند ازامور غیب اندکہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بدانا ند[۱] بوحی والہام۔

مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ امور غیبیہ میں سے ہیں جنکو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ کسی کو بتادے۔

ہر انصاف پسند کے لئے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ۔ لایعلمہا الا اللہ جنھیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا یہاں اس بات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ یہ جملہ اثبات اور نفی دونوں پر مشتمل ہے۔ اس میں باری تعالیٰ کیلئے اثبات ہے اور غیر باری تعالیٰ کے لئے نفی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس علم کا باری تعالیٰ کے لئے اثبات ہے اسی کی غیر سے نفی ہے اور یہ طے ہے کہ باری تعالیٰ کے لئے علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل کا اثبات ہے۔ تو اسی کی مخلوقات سے نفی ہوگی اور یہ اہل سنت کے عقیدے کے مضر نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مخلوقات کا علم عطائی حادث ممکن متناہی بالفعل ہے اس لئے یہ ارشاد ہمارے عقیدے کے مزاحم نہیں۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ بغیر اللہ عزوجل کی عطا کے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے ہے، جیسا کہ جلد اول میں ہم نے احادیث اور اقوال علماء سے ثابت کیا ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ[۲] میں فرماتے ہیں:

---

[۱] اشعۃ اللمعات اول ص ۴۴ [۲] ص ۸۴

اَحَدٌ مَّتٰی یَجِیئُ الْمَطَرُ ع۵

نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابواب الکسوف

حدیث ۶۳۲

عَنْ اَبِی بَکْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ نبی

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ بھذہ الامور الخمسۃ۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرمادیا تھا۔

علامہ صاوی سورہ لقمان کی تفسیر[۱] میں لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ اللہ علی تلک الخمس ولکنہ امر بکتمھا

علماء نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اللہ عزوجل نے انھیں ان پانچوں باتوں پر مطلع نہیں فرمادیا البتہ ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا۔

تشریحات ۶۳۲

تکمیل ــ صفحہ ۱۴۳ پر یہ حدیث یوں ہے۔ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے پر ان میں گہن نہیں لگتا۔ البتہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اور صفحہ ۱۴۵ پر یہ زائد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا وصال فرما گئے تھے تو لوگوں نے یہ کہا تھا۔ کسوف کے معنی ہیں حالت کا بدلنا۔ اور عرف میں گہن لگنے کے معنی میں ہے فقہاء زیادہ تر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا کہ یہ زیادہ فصیح ہے مگر ایک کا دوسرے میں بھی استعمال احادیث میں وارد ہے۔ اس لئے افصح کہنا درست نہیں۔

نماز گہن ہمارے یہاں سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنی مستحب ہے مگر جماعت کے لئے وہ تمام شرائط ضروری ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔ خطبے کے سوا۔ اگر وہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں تو لوگ تنہا تنہا پڑھیں

ع۵ باب لایدری متی یجیئ المطر الا اللہ عزوجل ص ۱۴۱ ۔ [۱] جلد ثالث ص ۱-۲۹۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَائَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا
تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (جلدی سے اٹھے) یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے
فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
اور دو رکعت نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ سورج کھل گیا اسکے بعد فرمایا۔ کہ سورج اور چاند

خواہ گھر میں خواہ مسجد میں۔ شرائط جمعہ پائے جانے کے وقت بھی اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ چاند گہن کی نماز مستحب ہے اسمیں جماعت مشروع نہیں لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ دو یا تین آدمی جماعت کر سکتے ہیں۔ گہن کی نماز کم از کم دو رکعت ہے۔ اور یہ بھی اور نمازوں کی طرح صرف ایک رکوع اور دو سجدے سے پڑھی جائے۔ یہی حضرت ابن عمر۔ حضرت ابوبکرہ۔ حضرت سمرہ بن جندب حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت قبیصۃ الہلالی اور حضرت نعمان بن بشیر حضرت عبد الرحمن بن سمرہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ دو رکعت سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز اتنی لمبی کی جائے کہ جب تک گہن رہے نماز میں مشغول رہے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی گہن رہے تو دوسرے اذکار و استغفار وغیرہ کرتے رہیں تا آنکہ گہن ختم ہو جائے۔ سورج گہن میں قرات آہستہ ہوگی۔ چاند گہن میں بلند۔ اگر اوقات مکروہا میں گہن لگے تو نماز نہ پڑھیں۔ استغفار و اذکار میں مشغول رہیں۔

گہن کب لگا تھا جس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا اس دن یہ گہن لگا تھا، ان کی ولادت کے بارے میں اصحاب سیر متفق ہیں کہ ۸ھ کے ذوالحجہ میں ہوئی تھی۔ البتہ وصال کی تاریخ کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ارباب سیر نے یہ اقوال ذکر کئے ہیں۔ سترون کے بعد سولہ مہینے آٹھ دن، سترہ مہینے آٹھ دن ایک سال دس مہینے چھ دن، بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سترہ مہینے یا اٹھارہ مہینے پر۔ مسند امام احمد میں ام المومنین اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ اٹھارہ ماہ پر وصال ہوا، عام طور پر اسی کو ترجیح دیجاتی ہے [۱] کس مہینے میں انتقال ہوا اس پر بھی روایات متفق نہیں، ابن حزم نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے تین ماہ قبل۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔ ایک اور قول صراحت کیساتھ یہ بھی ہے کہ رمضان میں۔ ایک قول ہے کہ ربیع الاول میں[۲]۔ مدارج میں ہے[۳]، محرم میں۔ تاریخ میں بھی یہی حال ہے۔ مدارج میں ہے کہ دس تاریخ تھی محرم کی یا ربیع الاول کی[۴]۔

علامہ ابن حجر[۵] اور علامہ عینی[۶] دونوں نے یہ لکھا کہ جمہور اہل سیر نے کہا کہ ان کی وفات سنہ ۱۰ھ میں ہوئی۔ ربیع الاول یا رمضان یا ذوالحجہ میں اور اکثر کا قول یہ ہے کہ چاند کی دس تاریخ کو ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ چار کو اور ایک قول یہ ہے کہ چودہ کو ۔۔۔،

---

[۱] زرقانی علی المواہب ثالث ص ۲۱۳ [۲] ایضا ص ۲۱۴ [۳] ثانی ص ۵۸۱ [۴] ایضا۔ [۵] جلد ثانی ص ۳۴۸ [۶] جلد سابع ص ۶۹

لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی یُنْشَفَ مَا بِکُمْ عہ

ہیں گہن کسی کی موت کیوجہ سے نہیں لگتا۔ اور جب اسے دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہانتک کہ گہن دور ہو جائے۔

زرقانی میں بھی تاریخ کے بارے میں یہی تفصیل ہے۔ ؎۱

یہ قول کہ سنہ ۱۰ھ ذوالحجہ کی ان تاریخوں میں وصال ہوا، بالکلیہ ساقط الاعتبار ہے۔ اس لئے کہ سنہ ۱۰ھ کے ذوالحجہ کی ان تاریخوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لئے مکے میں تھے یا راستے میں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود تھے اور دفن میں شرکت فرمائی۔ اب رمضان، ربیع الاول اور محرم کا قول باقی رہ جاتا ہے۔ مگر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک کے بارے میں جتنے اقوال ہیں ان میں کسی کیساتھ مطابقت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر محرم میں وصال مانیں تو ان کی عمر مبارک گیارہ مہینے کی ہوتی ہے۔ ربیع الاول مانیں تو پندرہ مہینے کی اور رمضان مانیں تو انیس مہینے کی ہوتی ہے۔ چونکہ ترجیح حضرت ام المومنین کے قول کو ہے کہ ان کی عمر اٹھارہ مہینے تھی۔ اور گنتی میں ذوالحجہ یا رمضان میں سے کسی کو پورا مہینہ نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیں تو ان دونوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اقول یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام المومنین کی بخاری کی روایت میں سترہ ۱۷ یا اٹھارہ ۱۸ شک کی بنا پر نہیں بلکہ انھوں نے اندازے سے ایک تخمینہ بتایا ہے۔ تو بات اور صاف ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی ؎۲ نے ایک جگہ اس پر جزم فرمایا ہے کہ ان کا وصال شنبہ کے دن دس ربیع الاول سنہ ۱۰ھ میں ہوا ہے۔

ایک شبہہ اور ازالہ سورج گہن کا سبب اہل ہیئت یہ بتاتے ہیں کہ چاند، سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ صرف چاند کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ کو ہو سکتا ہے۔ دوسری تاریخوں میں محال ہے اس لئے چاند کی دس یا چار یا چودہ کو سورج گہن ہونا محال ہے۔ اقول۔ اسباب عادیہ کی بنا پر یہی صحیح ہے۔ مگر اللہ عزوجل اس پر قادر ہے کہ وہ سورج گہن سبب عادی کے بغیر لگادے۔ بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ اس گہن کے لگنے پر لوگوں کا جو گمان ہوا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کیوجہ سے لگا ہے، اسی بنا پر تھا، کہ اٹھائیس یا انتیس کے بجائے دس کو لگا تھا۔ دس کو گہن لگنے کا کوئی سبب عادی نہیں تھا تو لوگوں نے وہ گمان کیا۔

نماز کسوف گزر چکا کہ یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ اس پر تفصیلی بحث علامہ عینی ؎۳ نے اس موقع پر فرمائی ہے۔ نیز امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسے احادیث صحاح سے ثابت فرمایا ہے جس کی طرف تھوڑا سا ہم نے اشارہ بھی کر دیا ہے کہ آٹھ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ خود اسی حدیث زیر بحث میں نسائی ؎۳ میں یوں ہے۔ فصلی رکعتین کما تصلون۔ حضور نے دو رکعت نماز پڑھی جیسے تم اور نمازیں پڑھتے ہو۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سے زائد رکوع کیا ہوتا تو اس کو ضرور بیان فرماتے اور کما تصلون نہیں فرماتے۔

عہ باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۱ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخوف اللہ عبادہ۔ بالکسوف ص ۱۴۳ باب الصلوٰۃ فی کسوف القمر ص ۱۴۵۔ ثانی لباس باب من جر ازارہ من غیر خیلاء ص ۸۶۱ نسائی صلوٰۃ

؎۱ ثالث ص ۱۷۸، ؎۲ عمدۃ القاری سابع ص ۶۴ ؎۳ اول۔ باب الکسوف الامر بالدعاء فی الکسوف ص ۲۲۳

۶۳۳ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حدیث قیس بن حازم بجلی سے روایت ہے کہ ہیں نے حضرت ابو مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا

یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں لوگوں میں سے کسی کی موت

آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا ع۵

کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب اسے دیکھو تو اٹھو اور نماز پڑھو۔

۶۳۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ

کرتے ہوئے خبر دیتے ہیں کہ سورج اور چاند میں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ لیکن

اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا ع۵

یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔

۶۳۵ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ

حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

تشریحات ۶۳۳-۶۳۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ولا لحیاتہ زائد ہے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو بدء الخلق میں ہے اس میں بھی ہے۔ چونکہ عرب کا اعتقاد یہ تھا کہ کسی عظیم بات کے ظہور کے وقت گہن لگتا ہے۔ اور عظیم بات جس طرح کسی کی موت ہو سکتی ہے اسی طرح کسی کی پیدائش بھی، اس لئے ولا لحیاتہ کا فرمانا موقع کے مناسب ہے۔

تشریحات ۶۳۵-۶۳۶ باب الجھر بالقراءۃ فی الکسوف۔ میں اسی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خسوف کی نماز میں بلند آواز سے قرآت کی۔ احناف۔ مالکیہ، شوافع سب اس کے قائل ہیں کہ سورج گہن کی نماز میں قرأت آہستہ پڑھی جائے گی۔ ہماری دلیل حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث[1] ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے سورج گہن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حرف نہیں سنا۔ نیز بیہقی نے تین طریقے سے حضرت ابن عباس

ع۵ باب الصلوۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲ باب لا تنکسف الشمس لموت احد ولا لحیاتہ ص ۱۴۴ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۵ مسلم نسائی ابن ماجہ خسوف۔ ع۵ باب الصلوۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۴ مسلم۔ نسائی۔ [1] ابو داؤد اول صلوۃ باب من قال اربع رکعات ص ۱۶۸ ترمذی اول صلوۃ باب کیف القراءۃ فی الکسوف ص ۷۳ نسائی کسوف باب ترک الجھر فیھا بالقراءۃ ص ۲۲۲ ابن ماجہ باب ماجاء فی صلوۃ الکسوف ص ۹۱۔

الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج میں گہن لگا جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ
تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج میں گہن لگا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ
اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں کسی کی

لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ ع ہ
موت یا پیدائش کی وجہ سے گہن نہیں لگتا ہے جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

حدیث ۶۳۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ
نماز پڑھائی۔ حضور نے اس نماز میں قیام کیا تو لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا تو رکوع بھی لمبا کیا اس کے بعد

ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ
پھر قیام کیا تو لمبا قیام کیا مگر پہلے والے قیام سے کم۔ اس کے بعد رکوع کیا تو رکوع کو طویل کیا مگر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ میں سورج گہن کی نماز میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا تھا میں نے ایک حرف نہیں سنا۔

باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابوداؤد[۵] میں

فاطال القیام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی حدیث میں ہے۔ کہ سورہ بقرہ کی مقدار قیام طویل فرمایا ابوداؤد[۵] میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دونوں رکعتوں میں کوئی لمبی سورۃ پڑھی نیز اسی میں ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا، میں نے اندازہ لگایا تو یہ اندازہ ہوا کہ پہلی میں سورہ بقرہ اور دوسری میں سورہ آل عمران پڑھی ہوگی

ع ۵ باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲۔ باب الدعاء فی الکسوف ص ۱۴۵ ثانی الادب باب من سمی باسماء الانبیاء ص ۹۱۵ مسلم [۱] عمدۃ القاری سابع ص ۹۲ [۲] اولی باب القرأۃ فی الکسوف ص ۱۶۸ [۳] ایضا

وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ

یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا۔ اس کے بعد پھر سجدہ کیا تو سجدہ بھی طویل کیا اس کے بعد دوسری رکعت

الْأُخْرَى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ

میں بھی اسی کے مثل عمل کیا جو پہلے میں کیا تھا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج کھل چکا تھا

الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ

اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ کی حمد کی اور ثنا کی اس کے بعد فرمایا سورج

وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ

اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت اور پیدائش کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا

فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ

جب گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو اس کے بعد فرمایا

يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ أَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهٗ

اے محمد کی امت! اللہ عزوجل سے بڑھکر کوئی غیرتمند نہیں کہ اسکا بندہ زنا کرے یا اسکی باندی زنا کرے

يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ ع ہ

اے محمد کی امت! جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ۔

فخطب الناس ہمارے یہاں گہن کی نماز میں خطبہ سنت نہیں اور اس وقت لوگوں کے عقیدے کی اصلاح کے لئے وہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آج بھی عند الضرورت وعظ کہا جا سکتا ہے۔

فادعوا الله نماز سے قبل جب تک نمازی نہ آجائیں۔ دعا، تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید میں مصروف رہیں۔ اسی طرح نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر معلوم ہو کہ ابھی گہن ہے تو دعا و ذکر میں مصروف رہے۔ چاہے تو مزید نماز پڑھے۔ گہن کے وقت صدقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت اسماء کی ایک حدیث میں ہے کہ غلام آزاد کرنے کا بھی حکم دیا۔

ان یزنی عبدہ جس طرح اپنا کوئی عزیز قریب بدکاری میں مبتلا ہوتا ہے تو ہمیں غیرت آتی ہے اور سارے مرد و عورت اللہ عزوجل کے بندے ہیں جب اس کا کوئی بندہ یا بندی بدکاری میں مبتلا ہوتی ہے تو وہ بھی غیرت فرماتا ہے اور بندوں سے بہت زیادہ۔

ع ہ باب الصدقة فی الکسوف ص ۱۴۲ باب خطبة الامام فی الکسوف ص ۱۴۲ باب هل کسفت او خسفت ص ۱۴۳ باب لا تنکسف الشمس لموت احد ولا لحیاته ص ۱۴۵ باب الجهر بالقراءة فی الکسوف ص ۱۴۵ بدء الخلق باب صفة الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۵ مسلم نسائی۔ ابوداؤد۔

حدیث ۶۳۷ وَکَانَ یُحَدِّثُ کَثِیْرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ
اور کثیر بن عباس یہ بیان کرتے تھے کہ عبد اللہ بن عباس بھی
کَانَ یُحَدِّثُ یَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ
امام زہری کہتے ہیں تھے کرتے بیان عروہ عن عائشہ کے مثل حدیث
فَقُلْتُ لِعُرْوَۃَ اِنَّ اَخَاکَ یَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِیْنَۃِ لَمْ یَزِدْ عَلٰی
میں نے عروہ سے کہا جب مدینے میں سورج گہن لگا تھا تو آپ کے بھائی نے صبح کے مثل
رَکْعَتَیْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ اَجَلْ لِاَنَّہٗ اَخْطَأَ السُّنَّۃَ ؎۵
دو رکعت پڑھی تھی اور کچھ اضافہ نہیں کیا تھا۔ تو انھوں نے کہا ہاں انھوں نے ایسا کیا تھا انھوں نے سنت کیخلاف کیا۔

تشریحات ۶۳۷ وکان یحدث امام زہری کا مقولہ ہے۔ اور اس کے پہلے والی حدیث کی سند میں مذکور حدثنی عروۃ پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے عروہ نے حضرت عائشہ سے حدیث مذکور روایت کی ہے اسی کے مثل کثیر بن عباس نے حضرت ابن عباس سے بھی حدیث روایت کی ہے۔ اس سے بظاہر یہ تبادر ہوتا ہے کہ پوری حدیث میں مماثلت ہے مثلا جیسے اس حدیث میں قرأت بالجہر مذکور ہے ویسے ہی حضرت ابن عباس کی حدیث میں بھی قرأت بالجہر مذکور ہے۔ مگر مسلم میں یہ حدیث مفصل یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صرف یہ حصہ ذکر فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت میں چار رکوع اور چار سجدے کئے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مماثلت صرف اس بات میں ہے کہ ہر دو رکعت میں دو رکوع کئے۔

اخطأ السنۃ کسی وقت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شام جانے کے ارادے سے مدینہ طیبہ آئے اور سورج میں گہن لگا تو انھوں نے نماز کسوف پڑھائی تھی۔ جو نماز فجر کی طرح دو رکعت ایک ایک رکوع سے تھی۔ اسی کو امام زہری نے حضرت عروہ سے کہا تو انھوں نے جواب دیا۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے نماز صبح کی طرح پڑھا۔ انھوں نے سنت کے خلاف کیا۔ اقول یہاں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ انھوں نے یہ نماز اہل مدینہ کے مجمع عام میں پڑھائی جس میں کثیر صحابہ کرام شریک ہوئے ہوں گے۔ کسی نے نہ ان کو ٹوکا اور نہ بعد میں اس پر تنقید کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ان کا عمل سنت کے مطابق تھا۔ سنت کے خلاف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ ضرور ٹوکتے اور تنقید کرتے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص نماز تھی۔ اگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس اس کی کوئی سند نہ ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے۔ صحابہ کرام سے دریافت کرتے۔ اپنی صوابدید پر وہ ایسا اقدام کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا کہ انھوں نے سنت کے خلاف کیا صحیح نہیں، خصوصًا ایسی صورت میں کہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں

؎۵ باب خطبۃ الامام فی الکسوف ص ۱۴۲ باب الجہر بالقراءۃ فی الکسوف ص ۱۴۵ ؎۵ اول کسوف باب اول ص ۲۹۶

۶۳۸ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حدیث عمرہ بنت عبد الرحمٰن نے ام المومنین حضرت عائشہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت میں مانگنے کے لئے آئی تو کہا اللہ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے اس پر حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا لوگوں پر قبر میں عذاب ہوتا ہے تو حضور نے ارشاد فرمایا اس سے اللہ کی پناہ اس کے بعد ایک دن صبح کو سوار ہو کر کہیں تشریف لے گئے

بھی ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا تھا۔ تو عبد اللہ بن زبیر کے عمل کو خلاف سنت کہنا اور زیادہ ساقط ہو جاتا ہے۔

تشریحات ۶۳۸ فرکب۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گہن لگنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ گہن لگنے کے بعد چاشت کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ یہ نہیں بتایا کہ کہاں تشریف لے گئے تھے اور حضرت مغیرہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ گہن اس دن لگا تھا جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا حضرت ابراہیم کے وصال کی تفصیل جن احادیث میں ہے ان میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی حالت کے غیر ہونے کی اطلاع ملی تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر عوالی مدینہ ابو سیف کے گھر تشریف لے گئے اور تشریف لے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد ان کا وصال ہو گیا۔ اب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ انکا وصال صبح ہی کے وقت ہوا۔ اور چاشت کے وقت تک ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ بھی ہو گئے تو حضرت ام المومنین کے علم میں یہ بات یقینا رہی ہو گی کہ حضور کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ پھر روایت میں اتنی اہم بات ام المومنین نے کیوں نہیں ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد مبارک میں گہن ایک بار سے زائد لگا ہے نیز آگے حدیث آ رہی ہے کہ گہن کی نماز کے لئے اعلان عام ہوا تھا مگر حضرت اسماء کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں آئیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو حضرت ام المومنین سے دریافت فرمایا، کیا بات ہے؟ منادی کے ذریعہ کیا جانے والا اعلان عام حضرت اسماء مدینے میں رہتے ہوئے نہ سنیں ممکن تو ہے مگر بہت مستبعد ہے۔ اس سے بھی متبادر ہوتا ہے کہ گہن کی نماز متعدد بار ہوئی۔ علاوہ ازیں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور جلدی سے چادر کھینچتے ہوئے اٹھے۔ مسلم[1] میں حضرت اسماء کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور اتنا گھبرا گئے کہ بجائے

---

[1] اول کسوف ص ۲۹۸

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ

اور سورج میں گہن لگ گیا حضور چاشت کے وقت لوٹے تو ازواج مطہرات

ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ

کے حجروں کے درمیان سے گزرے

ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ سَاقَ مِثْلَ

پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے اور لوگ حضور کے پیچھے کھڑے ہوئے حضور نے طویل

حَدِيْثِ عُرْوَةَ اِلٰى اَنْ قَالَ) وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ

قیام فرمایا (پھر عمرہ نے عروہ کی حدیث کے مثل بیان کیا۔ اخیر میں کہا) اور فارغ ہوکر جو اللہ نے چاہا کہا پھر

اَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ؏

لوگوں کو حکم دیا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کریں۔

حدیث ۶۳۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ لَمَّا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

چادر کے اپنے اہل بیت میں سے کسی کا کرتا پہن لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گہن لگنے کے وقت گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ نیز نسائی[۵] میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نے ایک گہن میں زمزم کے سائبان میں نماز پڑھی۔ یہ اس پر نص ہے کہ گہن کی نماز ایک بار مکہ معظمہ میں بھی پڑھی تھی۔ اور حدیث زیر بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت باہر تشریف لیگئے تھے اور مسجد میں تشریف لاکر حجروں میں گئے بغیر نماز شروع کردی اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ نماز کسوف ایک بار سے زائد ہوئی اور یہی علامہ ابن عبد البر[۲] کی بھی تحقیق ہے اور علامہ عینی نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔

اس سے ان تمام روایتوں میں تطبیق ہوجائے گی جو نماز کسوف کے بارے میں وارد ہیں۔ مثلاً یہی کہ عام روایتوں میں ہے کہ دو ہی رکعت پڑھیں اور عام نمازوں کی طرح ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کیا۔ اور بعض میں ہے کہ چھ رکعتیں پڑھیں ہر دو رکعت کے بعد دریافت فرماتے تھے کہ گہن ہے کہ ختم ہوگیا۔ یا یہ کہ ہر دو رکعت میں دو یا دو سے زائد رکوع فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فرجع ضحی ہمارے یہاں اس کا کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت گہن لگے نماز پڑھیں۔ سوائے اوقات مکروہہ کے۔ اگر ان اوقات میں گہن لگے تو دعا و استغفار کریں۔

تشریحات ۶۳۹ اس حدیث میں۔ نووی۔ ہے مگر چونکہ عہد مبارک کی بات ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ندا ہوئی تھی جیساکہ خود بخاری ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

؏ باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف ص ۱۴۳ باب صلوٰۃ الکسوف فی المسجد ص ۱۴۴ باب الرکعۃ الاولی فی الکسوف اطول ص ۱۴۵ مسلم نسائی۔ [۱] اول کسوف باب صلوٰۃ الکسوف ص ۲۱۷ [۲] عمدۃ القاری سابع ص ۶۴

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اَنَّ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جب سورج میں گہن لگا تو یہ ندا دی گئی تھی
الصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ
الصلوٰۃ جامعۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع
ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ
کئے تھے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں دو رکوع کئے اسکے بعد بیٹھے اسکے بعد گہن ختم ہوا
عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا سَجَدْتُّ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا عہ
ابو سلمہ نے کہا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں نے کبھی اس سے زیادہ لمبا سجدہ نہیں کیا

۱۹۹ وَصَلّٰى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ عہ
ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز کسوف زمزم کے سائبان میں پڑھائی۔

کی اس حدیث میں ہے جو ص۱۴۵ پر مذکور ہے۔ علاوہ ازیں نسائی وغیرہ میں بھی حضرت ام المومنین سے صراحت کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نے ایک صاحب کو حکم دیا کہ وہ پکار آئیں۔ نماز کسوف میں اذان واقامت نہیں۔ مگر۔ الصلوٰۃ جامعۃ کیساتھ ندا کی اجازت ہے بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سنت ہے۔ نودی ان الصلوٰۃ جامعۃ۔ دو روایت ہے۔ اَنِ الصلوٰۃ جامعۃ اس طرح کہ ان حرف تفسیر اور الصلوٰۃ۔ مبتدا جامعۃ اس کی خبر۔ دوسرے یہ کہ ان الصلوٰۃ جامعۃ۔ ان حرف مشبہ بالفعل الصلوٰۃ۔ اس کا اسم، حاضرۃ اس کی خبر محذوف اور جامعۃ حال۔

۱۹۹ تشریح اس اثر کو امام شافعی اور سعید بن منصور نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ کہ طاؤس نے کہا کہ سورج میں گہن لگا تو ہمیں حضرت ابن عباس نے چھ رکوع دو رکعت میں پڑھایا۔ ابن جریج نے سلیمان سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ دو رکعت پڑھائی ہر رکعت میں چار رکوع تھے۔ اور ابن حزم نے صفوان بن عبد اللہ بن صفوان سے یہ روایت کی کہ دو رکعت پڑھی اور ہر رکعت میں دو دو رکوع تھے۔

۲۰۰ وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّصَلَّى ابْنُ عُمَرَ سہ۔
ت اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابن عمر نے پڑھا۔

۲۰۰ تشریح علی بن عبد اللہ بن عباس، سلاطین عباسیہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ جس دن حضرت علی شہید ہوئے اسی دن یہ پیدا ہوئے اسی لئے ان کا نام علی اور کنیت ابو الحسن رکھی گئی۔ یہ ثقہ متدین عابد تابعی تھے۔ روزانہ ہزار سجدہ کرتے تھے۔ اسی وجہ

عہ باب طول السجود فی الکسوف ص ۱۴۳ ا باب النداء بالصلوٰۃ جامعۃ فی الکسوف ص ۱۴۲ مسلم۔ نسائی عہ باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ ص ۱۴۳ سہ ایضاً۔

۶۴۰ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
کے زمانے میں سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اسمیں
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَۃِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ
سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا
ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ
اس کے بعد سر اٹھایا اور طویل قیام فرمایا یہ پہلے قیام سے کم تھا
ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الرُّکُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِیَامًا
پھر لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا اس کے بعد سجدہ کیا پھر لمبا قیام
طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الرُّکُوْعِ
فرمایا اور یہ پہلے والے قیام سے کم تھا اس کے بعد لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا
الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا
پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا اور یہ پہلے والے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا

سے ان کا بھی لقب سجاد ہے۔ شام بلقا کے علاقے میں حمیمہ میں انتقال ہوا۔ سنہ وصال ۱۱۴ھ یا ۱۱۸ھ ہے۔ سلطنت عباسیہ کا بانی سفاح ابو العباس عبد اللہ بن محمد بن علی انھیں کا پوتا تھا۔

علی بن عبد اللہ کے اثر کی سند کوئی نہیں ملی۔ البتہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے۔ عاصم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ گہن میں تیزی سے جماعت کے لئے مسجد جا رہے ہیں۔ ان کی چپل ہاتھ میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ وصلی ابن عمس علی بن عبد اللہ کے اثر کا حصہ ہو۔

۶۴۰ تشریحات یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ وہاں اس کا صرف اخیر کا حصہ مذکور تھا۔ اُرِیتُ النَّارَ سے اخیر تک، یہاں مفصل مذکور ہے۔ ابوداؤد[1] میں اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر اور مزی نے کہا یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے۔

نحوا من قراءۃ سورۃ البقرۃ گزر چکا کہ اس نماز میں حضرت ابن عباس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے

[1] اول صلوۃ باب القراءۃ فی صلوۃ الکسوف ص ۱۶۸

طَوِيلًا وَّهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ

اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا پھر نماز سے فارغ ہوگئے اور گہن ختم ہو چکا تھا

فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّ

تو ارشاد فرمایا بیشک چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ

لَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ

سے ان میں گہن نہیں لگتا جب تم اسے دیکھو تو اللہ کی یاد کرو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے

تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَ

حضور کو دیکھا کہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے حضور نے کچھ لیا ہے پھر ہم نے دیکھا کہ حضور پیچھے ہٹ آئے تو فرمایا میں نے

تَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا وَّلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَأُرِيتُ النَّارَ

جنت دیکھا چاہا کہ ایک گچھا لے لوں اگر میں اسے لے لیے ہوتا تو جب تک دنیا رہتی تم لوگ اسے کھاتے اور میں نے

فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ رَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ

جہنم دیکھا اس سے زیادہ ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا جہنمیوں میں میں نے زیادہ عورتوں کو دیکھا۔ لوگوں

اللهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ

نے عرض کیا کیوں؟ یا رسول اللہ تو فرمایا ان کے کفر کرنے کی وجہ سے عرض کیا گیا کیا عورتیں اللہ کے ساتھ کفر کرتی

الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ

ہیں فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں اگر ان کے ساتھ زمانے بھر احسان کرو اور پھر کوئی ناگوار

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نماز میں قرأت بالجہر کی ہوتی تو وہ ضرور سنتے پھر وہ یہ ضرور بتلاتے۔ کہ کونسی سورۃ پڑھی اور کتنی پڑھی۔ اور وہ یہ نہ فرماتے کہ، سورہ بقرہ کے قریب قریب قرارت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں قرأت بالسر کی۔

بکفرھن کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، اور برأت و بیزاری ظاہر کرنے کے ہیں۔ یہاں مراد ناشکری ہے۔ چونکہ ناشکری کو احسان چھپانا اور محسن سے بیزاری لازم ہے۔ اس علاقے سے یہ ناشکری کے معنی میں ہے۔ کفر کے شرعی معنی۔ ضروریات دین میں سے کسی کا یا کل کا انکار کرنا ہے۔ چونکہ اسمیں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیزاری ہوتی ہے اس لئے اسے کفر کہتے ہیں۔ عرف عام میں کفر کا یہی معنی متعین ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام کو تعجب ہوا اور انھوں نے سوال کیا۔

مَارَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔ ع۹

بات دیکھیں گی تو کہیں گی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی ہے۔

حدیث ۶۴۱ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ۔ ع۱۰

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

حدیث ۶۴۲ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَاَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ۔ س۱۱

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سورج میں گہن لگا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے حضور کو اندیشہ ہوا کہ قیامت آگئی مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجود کیساتھ نماز پڑھی کہ میں نے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اور ارشاد فرمایا ان نشانیوں کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب ان میں کچھ دیکھو تو اللہ کے ذکر اور دعا اور اس سے معافی مانگنے کی طرف بڑھو۔

ع۹ باب الصلوٰۃ الکسوف جماعۃ ص ۲-۱۴۳ الایمان باب کفران العشیر ص ۹ الصلوٰۃ باب من صلی وقدامہ تنور او نار ص ۶۲ الاذان باب رفع البصر الی الامام ص ۱۰۳ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۴ ثانی نکاح باب کفران العشیر ص ۳-۷۸۲، ع۱۰ باب من احب العتاقۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۴ العتق باب ما یستحب من العتاقۃ فی الکسوف ص ۳۴۲۔ ابو داؤد استسقاء مسند امام احمد سادس ص ۳۴۵ س۱۱ باب الذکر فی الکسوف ص ۱۴۵ مسلم نسائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سجود القرآن

۶۴۳ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَکَّۃَ فَسَجَدَ فِیْھَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَہٗ غَیْرُ
نے مکے میں سورہ نجم پڑھی اور اسمیں سجدہ کیا اور حضور کیساتھ جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا

۶۴۳ تشریحات تفسیر میں ہے کہ پہلی سورت جسمیں سجدہ ہے، سورہ النجم نازل ہوئی حالانکہ یہ طے ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقراء نازل ہوئی ہے اس میں بھی سجدہ ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ کہ مراد یہ ہے کہ وہ سورہ جسمیں سجدہ ہے مکمل سب سے پہلے سورہ النجم نازل ہوئی ہے۔ اور سورہ اقراء کی ابتدائی آیات توضرور سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں مگر اس کے اخیر کا حصہ بعد میں نازل ہوا ہے۔ جنمیں ابوجہل کی شرارتوں کا ذکر ہے اور اس کا رد ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ اولیت اضافی ہے۔ اس طرح کہ ابن مردویہ نے یوں روایت کیا ہے کہ پہلی وہ سورہ جس کا اعلان عام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا وہ، النجم ہے۔ نیز اسی میں یہ ہے کہ سب سے پہلی سورہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین پر تلاوت فرمائی وہ النجم ہے

غیر شیخ تفسیر میں ہے کہ یہ امیہ بن خلف تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ عقبہ بن ربیعہ تھا۔ طبری میں ہے کہ یہ سعید بن عاص تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت قریش کے دو شخصوں کے سواسب نے سجدہ کیا۔ اس سے ان کا مقصود اپنی نام آوری تھی[1] نسائی[2] میں مطلب بن ابو وداعہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ النجم پڑھی تو سجدہ کیا اور حضور کے ساتھ سب نے سجدہ کیا۔ میں نے اپنا سر اٹھالیا اور سجدہ کرنے پر راضی نہیں ہوا۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف امیہ بن خلف کو دیکھا۔ جو دیکھا تھا اسے بیان فرمایا۔ ہوسکتا ہے کہ اور لوگوں نے بھی سجدہ نہ کیا ہو جنھیں یہ نہیں دیکھ سکے کیونکہ مجمع عام تھا اور یہ پستہ قد بزرگ تھے کہ کھڑے ہونے پر بیٹھنے والوں کے برابر ہوتے تھے۔ اس لئے ان روایات میں تنافی نہیں۔ جس نے جو دیکھا وہ بیان کیا۔

مسائل ہمارے یہاں قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدہ واجب ہے۔ تالی پر بھی اور سامع پر بھی خواہ وہ واقعی سن رہا ہو یا سننے والوں کے حکم میں ہو۔ مثلاً مقتدی ہے اور امام نے آیت سجدہ تلاوت کی۔ یہ دور ہے قرأت نہیں سن رہا ہے۔ مگر اقتداء کی وجہ سے سامع کے حکم میں ہے۔ اس لئے اس پر بھی واجب ہے۔ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اس پر حدیث سے استدلال فرمایا السجدۃ علی من سمعھا السجدۃ علی من تلاھا۔ جو سنے اس پر بھی سجدہ ہے اور جو تلاوت کرے اس پر بھی۔ اس پر یہ نقض کیا گیا کہ یہ

[1] فتح الباری ثانی ص ۴۵۶ [2] اول سجود القرآن باب السجود فی النجم ص ۱۵۲

شَیْخٍ اَخَذَ کَفًّا مِّنْ حَصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰی جَبْهَتِهٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ هٰذَا
علاوہ ایک بڈھے کے جس نے ایک مٹھی کنکری یا دھول لی اور اسے اپنی پیشانی تک اٹھایا اور کہا یہ مجھے کافی ہے

فَرَأَیْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا۔ عہ
اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ کافر رہنے کی حالت میں قتل کیا گیا۔

حدیث ۶۴۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ "ص" لَیْسَ مِنْ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ص حمی سجدوں

حدیث غریب ہے ثابت نہیں۔ اقول۔ ہم مقدمہ میں بھی اور کئی جگہ اثناء بحث میں بھی بتا آئے ہیں کہ فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس کے لائق استدلال ہونے کی دلیل ہے۔ اگرچہ کتب مصنفہ میں وہ نہ ملے۔ بخاری[۱] میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا السجود علی من استمع۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد مروی ہے۔ السجدة علی من سمعها جو سنے اس پر سجدہ ہے۔ رہ گیا تالی پر وجوب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں ہماری دلیل آیات سجود ہیں۔ جنمیں فاسجدوا۔ واسجد۔ صیغہ امر کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض آیات میں سجدہ نہ کرنے والوں پر زجر و توبیخ بھی کی گئی ہے۔ امر میں اصل وجوب ہے خصوصًا جب ترک پر زجر و توبیخ ہو۔ اسکا مقتضی تھا کہ سجدۂ تلاوت فرض ہوتا مگر چونکہ اسمیں اس کا بھی احتمال تھا کہ نماز کا سجدہ مراد ہو۔ اس احتمال کی وجہ سے سجدہ تلاوت کا مراد ہونا قطعی نہ رہا اس لئے فرض نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ ان آیات پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اس سے اس کو ترجیح حاصل ہو گئی کہ مراد سجدہ تلاوت ہے۔ مگر یہ ثبوت خبر احاد سے ہے اس لئے وجوب کا حکم دیا گیا ہے۔

آیات سجدہ ہمارے یہاں چودہ آیتیں ایسی ہیں جنمیں سجدہ تلاوت واجب ہے۔ اس سلسلے میں علامہ عینی نے گیارہ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ آج جن کے قائلین موجود ہیں وہ صرف چار ہیں۔ اوّل ہمارا مذہب، دوسرا امام شافعی کا، اصح مذہب یہ ہے کہ چودہ ہیں۔ انکے یہاں سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ سورہ ص میں سجدہ نہیں اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ تیسرے پندرہ ہیں۔ چودہ وہ جو ہمارے یہاں ہیں اور سورہ حج کا دوسرا سجدہ۔ مدنی حضرات نے امام مالک کا یہی مذہب روایت کیا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ چوتھے گیارہ۔ مفصل کے تین سجدے چھوڑ کر بقیہ سب یعنی باستثنائے سورہ نجم، سورہ انشقاق، سورہ اقرا۔ امام مالک سے ظاہر روایت یہی ہے۔ اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے ہمارے یہاں سورہ حج میں اٹھارہویں آیت پر سجدہ ہے یعنی الم تر ان الله یسجد له۔ اور ستہترویں یعنی یایها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا۔ اسمیں رکوع کے ذکر نے یہ متعین کر دیا کہ اس سجدے سے نماز کا سجدہ مراد ہے جیسے رکوع سے بالاتفاق نماز کا رکوع مراد ہے ورنہ لازم کہ اس آیت پر رکوع بھی کریں، اور اس کے قائل نہ امام مالک ہیں نہ امام شافعی نہ کوئی اور امام۔

تشریحات ۶۴۴ ہمارے یہاں سورہ ص میں آیہ کریمہ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ اب داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اسے آزمایا تھا تو معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا، پر سجدہ واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

عہ باب فی سجود القرآن ص ۱۴۶۔ باب سجدة النجم ص ۱۴۶۔ باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۴۳۔ ثانی مغازی باب فضل جہل ص ۵۶۶

[۱] التفسیر باب قوله فاسجدوا لله واعبدوا ص ۷۲۱۔ مسلم ابو داؤد سلہ سجود القرآن باب ازدحام الناس ص ۱۴۶

حدیث ۶۴۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَہُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ
نے سورہ والنجم میں سجدہ کیا تو حضور کے ساتھ مسلمانوں مشرکوں

کہ حضرت ابن عمر اپنی سواری سے اترتے اور پیشاب کرتے پھر سوار ہو کر آیت سجدہ پڑھتے، پھر سجدہ کرتے اور وضو نہیں کرتے۔

یہاں امام بخاری نے آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ذکر فرمایا ہے، اس سے کیا مقصود ہے، یہ غور طلب ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مشرکین نجس ہیں، اور انھوں نے سجدہ کیا تو ثابت کہ حالت نجاست میں سجدہ صحیح ہے۔ تو حالت حدث میں بدرجۂ اولیٰ صحیح ہوگا۔ اقول۔ اور یہ قریب قریب اجماع کے خلاف ہے سوائے ابن عمر اور شعبی کے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بلا وضو سجدہ تلاوت صحیح نہیں۔ ثانیاً مشرکین غسل جنابت نہیں جانتے تھے تو جنبی بھی تھے۔ تو کیا حالت جنابت میں سجدہ تلاوت درست ہے۔ ثالثاً سجدہ تلاوت عبادت ہے اور صحت عبادت کے لئے ایمان شرط پھر مشرکین کا یہ سجدہ کالعدم، پھر اس سے استدلال کیسے درست۔ مگر یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت جتنے مسلمان موجود تھے سب نے سجدہ کیا، اور ظاہر ہے کہ سب کے سب باوضو نہ رہے ہوں گے اسلئے کہ پہلے سے وہ سجدہ تلاوت کرنے یا نماز کے لئے جمع نہ تھے۔ تو ثابت کہ بلا وضو سجدہ درست ہے۔ لیکن یہ بالکل ابتدا کی بات ہے اسلئے اس میں کلام کی گنجائش ہے۔

تشریحات ۶۴۵ اس سلسلے میں تفسیر کی کتابوں میں ایک نہایت ہی لغو حکایت تحریر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں اور مشرکوں کے ملے جلے مجمع میں سورہ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے، جب اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز کے مثل آواز بنا کر یہ پڑھ دیا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ حاضرین نے سمجھا کہ یہ حضور ہی کی تلاوت ہے، اس پر مشرکین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے لگے ہیں اس لئے جب حضور نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے تلاوت کرتے تھے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں اور جو یاد کرنا چاہیں یاد کرلیں۔ اس لئے شیطان کو موقع مل گیا۔ یہ سب سے محفوظ روایت ہے ورنہ اس سے بھی زیادہ خطرناک روایتیں موجود ہیں مثلاً یہ کہ شیطان نے خود حضور کو یہ القا کیا اور حضور نے بھی تلاوت کی۔ پھر جبرئیل آئے اور عرض کیا تلاوت کیجئے تو حضور نے اس کلمہ کفر کی بھی تلاوت کی تو جبرئیل نے تصحیح کی کہ میں یوں نہیں لایا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطَانُ فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطَانُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ (الحج ۵۲)

تم سے پہلے والے ہر رسول اور ہر نبی کے پڑھنے میں شیطان نے اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ملا دیا۔ اللہ شیطان کی ملاوٹ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کر دیتا ہے۔

امام قاضی عیاض اور علامہ عینی وغیرہ نے اس کی صحت کا شد و مد کے ساتھ انکار فرمایا اور اسے باطل محض قرار دیا۔ اس لئے کہ اس پر اجماع

وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ ع۵

جنّ وانس نے سجدہ کیا

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبلیغ رسالت میں خطا وسہو بھی شرعاً محال ہے، چہ جائیکہ شیطان کی مداخلت۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وعدہ الٰہی ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان سے محفوظ نہ رکھے۔ وہ بھی تبلیغ احکام میں خود ارشاد فرمایا۔ ولکن اعاننی اللہ علیہ فاسلم۔ اللہ نے شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی تو میں اس سے سلامت رہتا ہوں۔ اور جب حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں بھی حضور کی شبیہ نہیں اختیار کر سکتا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بیداری میں وہ تلاوت وحی کے وقت شیطان آپ کی آواز کے شل آواز پیدا کر کے وحی میں خلط ملط کر سکے۔

اقول۔ اس قصے کی تغلیط خود بعد کی آیتیں کر رہی ہیں۔ ارشاد ہے:

أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ۔

کیا تمھارے لئے بیٹا اور اللہ کے لئے صرف بیٹی۔ یہ بہت ہی بھونڈی تقسیم ہے۔ یہ صرف چند نام ہیں جنھیں تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری ہے۔ یہ لوگ صرف گمان اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہیں حالانکہ انکے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

کیا یہ لات وعزیٰ اور مناۃ کی کھلم کھلا اس طرح دھجیاں بکھیرنے کے بعد بھی مشرکین اتنے بدھو تھے کہ وہ نہیں سمجھ پائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے معبودان باطل کو قلع قمع کرنے کے لئے تحریک چلا رہے ہیں۔ جس نے مکے کے ان مشرکین کو اتنا بڑا بدھو سمجھا اس سے بڑھکر بدھو کون ؟ یہ آیات صاف صاف بتا رہی ہیں کہ لات ومناۃ کی کوئی بنیاد نہیں اور جب ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تو بارگاہ خداوندی میں ان کی شفاعت کا سوال ہی نہیں، انھیں معبود جاننا نفس کی پیروی ہے۔ ان کے بالمقابل ہدایت آچکی ہے۔ پھر اس کلمہ کفر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جس پر پھول کر مشرکین نے سجدہ کر لیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مشرکین نے اس عداوت ومخالفت کے باوجود سجدہ کیسے کر لیا۔ اقول۔ اس قسم کا سوال صرف یہیں نہیں پیدا ہوتا بلکہ سیکڑوں جگہ پیدا ہوتا ہے جسکو آج تک حل نہیں کیا جا سکا۔ عہد مبارک کی ہزاروں باتیں پردۂ خفا میں ہیں۔ ایک یہی نہیں۔ کیا جہاں جہاں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں اور حل نہ ہو سکیں تو حل کے لئے فرضی قصہ بنا کر چسپاں کرنا دیانت ہے جس کی تکذیب قرآن مجید واحادیث اور امت کے مسلمہ اصول کر رہے ہوں۔ ہوئی ہوگی کوئی بات جس سے متاثر ہو کر مشرکین نے بھی سجدہ کر لیا، وہ بھی سب نے کہاں کیا، گز رگیا کچھ ایسے تھے جنھوں نے اس وقت بھی سجدہ نہیں کیا، رہ گئی سورہ حج کی آیت مذکورہ تو اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ کے امت میں پھیلنے کے بعد شیطان اس میں کچھ ملا دیتا ہے اور لوگ اسے کلام الٰہی جاننے لگتے ہیں تو رسول کی حیات ظاہری میں اللہ عزوجل اس پر تنبیہ فرما کر اسے مٹا دیتا ہے اور اپنے ارشادات کو محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں دوپہر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف

ع۵ باب سجود المسلمین والمشرکین ثانی تفسیر سورہ والنجم ص ۷۲۱۔ ترمذی۔ [1] ثانی العلم ص ۳۳۹۔

۶۴۶ حدیث عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے

قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا [۱]

کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس والنجم پڑھا اور حضور نے اس میں سجدہ نہیں فرمایا۔

۶۴۷ حدیث عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَرَأَ

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

کر رہے تھے۔ تو حضور ہم میں تشریف لائے اور غضب کے آثار چہرہ اقدس میں ظاہر تھے۔ ارشاد فرمایا تم سے پہلے والے کتاب اللہ میں اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ مسند امام احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سورۂ احقاف ایک شخص کو پڑھتے ہوئے سُنا۔ اس نے کچھ پڑھا اور دوسرے شخص نے کچھ اور میں نے کچھ اور، ہم سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ماجرا عرض کیا تو فرمایا۔ کتاب اللہ میں اختلاف مت کرو۔ تم سے پہلے والے کتاب اللہ میں اختلاف کیوجہ سے ہلاک ہوئے۔ تم میں سب سے بڑا جو قاری ہو اس کی قراءت اختیار کرو۔

۶۴۶ تشریحات اسکے قبل والی روایت میں ہے۔ انہ سال۔ یعنی عطاء بن یسار نے حضرت زید سے سوال کیا۔ کیا سوال کیا مسئول عنہ محذوف ہے۔ مگر مسلم میں یہی حدیث مفصل ہے اسمیں مسئول عنہ مذکور ہے کہ انھوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ امام کے ساتھ قراءت نہیں۔ اور انھوں نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ والنجم پڑھ کر سنایا اور اسمیں سجدہ نہیں فرمایا۔ اخیر کا ارشاد بطور مزید اضافہ تھا۔

اس حدیث سے چار فریق نے استدلال کیا ہے۔ ایک وہ جو یہ کہتا ہے کہ سورہ والنجم میں سجدہ نہیں۔ دوسرے وہ فریق جو سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے۔ تیسرے وہ جو صرف تالی پر واجب جانتے ہیں اور سامع پر نہیں۔ چوتھے وہ جو کہتے ہیں کہ اگر تالی سجدہ کرے تو سامع بھی کرے ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں سجدہ تلاوت واجب ہے، سورہ والنجم میں بھی سجدہ ہے۔ تالی پر بھی اور سامع پر بھی خواہ تالی سجدہ کرے خواہ نہ کرے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ فی الفور حضور نے سجدہ نہیں فرمایا۔ خواہ اس وجہ سے کہ وضو نہ رہا ہو خواہ اس وجہ سے کہ وہ وقت مکروہ رہا ہو، جبکہ دوسرے دلائل سے سجدہ تلاوت کا وجوب ثابت ہے۔ اور سورہ والنجم میں سجدہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت۔ تو ان حضرات کے استدلالات ساقط۔ اور پہلے ہم ثابت کر آئے کہ سجدہ تلاوت سامع اور تالی دونوں پر ہے۔ اگر تالی سجدہ نہ کرے تو بھی سامع پر ہے۔

۶۴۷ تشریحات اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورہ اذا السماء انشقت میں سجدہ ہے۔ یہی ہمارا اور امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے۔ اس کے برخلاف ابو داود [۲] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مدینہ آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مفصل کی کسی سورہ میں سجدہ نہیں کیا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے وجوہ ضعف کو علامہ عینی نے مفصل بیان فرمایا ہے۔ نیز اگر روایۃً ثابت بھی ہوتی تو معنیً فاسد ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] سجود القرآن باب من قرأ السجدة ولم يسجد ص ۱۴۶، مسلم ابو داود ترمذی نسائی۔ [۲] اول صلوٰة۔ باب من لم ير السجود في المفصل ص ۱۹۹ [۲] اول ص ۱۰۴

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ۔ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ

انھوں نے سورہ اذا السماء انشقت پڑھی تو اس میں سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا اے ابو ہریرہ کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے

لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ عہ

نہیں دیکھا، تو فرمایا اگر میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہیں کرتا۔

۲۰۲ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ لِتَمِيمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمیم بن حذلم سے فرمایا یہ نو عمر تھے

غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا۔ عہ

انھوں نے ان کے سامنے آیت سجدہ پڑھی کہ سجدہ کر اس لئے کہ تم اس میں ہمارے امام ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے تین سال پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ اذا السماء انشقت اور سورہ اقرأ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ لہ

تشریحات ۲۰۲

اس اثر کو سعید بن منصور نے موصولاً روایت کیا ہے۔ یہاں یہ باب ہے۔ جو قاری کے سجدہ کرنے کی وجہ سے سجدہ کرے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس باب میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سامع بھی نہ کرے۔ وہ یہ اشارہ بطور مفہوم مخالف نکال رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا یہی مقصد ہو لیکن صحیح یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت سامع اور قاری دونوں پر ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس لئے کہ سجدۂ تلاوت کا سبب، قاری کا سجدہ کرنا نہیں۔ اس کا تعلق آیت سجدہ کی تلاوت اور اس کے سننے سے ہے۔ سامع نے سنا ہے اسلئے اس پر مستقل سجدہ ہے امام کرے یا نہ کرے۔ رہ گیا حضرت ابن مسعود کا ارشاد یہ تمیم بن حذلم کی تعلیم کیلئے تھا وہ صاحبزادے تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ سجدۂ تلاوت بھی کوئی چیز ہے، تو انھیں تعلیم دی کہ یہ آیت سجدہ ہے اس پر سجدہ کرو۔ امام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تمھاری تلاوت کی وجہ سے ہم پر سجدہ واجب ہوا ہے تو ہم اس میں تمھارے تابع ہوئے تم متبوع۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر تم سجدہ نہ کروگے تو ہم پر بھی سجدہ نہیں۔ اس لئے کہ گزر چکا کہ سامع پر مستقل سجدہ واجب ہے، قاری کرے یا نہ کرے۔

امام ابن ہمام نے فرمایا، اگر کسی جماعت کے سامنے کوئی آیت سجدہ تلاوت کرے تو سنت یہ ہے کہ سب لوگ صف باندھیں اور تالی کو امام بنائیں۔ البتہ یہ امام قوم کے آگے نہیں رہے گا اسلئے کہ حقیقت میں جماعت نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ امام سے پہلے سر نہ اٹھائیں۔

کشمیری صاحب کا خبط فیض الباری میں ہے کہ اس موقع پر صف لگا کر سجدہ کرنے کو شیخ ابن ہمام نے مستحب لکھا ہے حالانکہ فتح القدیر میں یہ مسئلہ دو جگہ مذکور ہے، دونوں جگہ سنت لکھا ہے البتہ امام سے پہلے سر نہ اٹھانے کو مستحب لکھا ہے جسے کشمیری صاحب نے صف بندی کر کے سجدہ کرنے کے ساتھ فٹ کر دیا ہے حضرت ابن مسعود کے اس ارشاد کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔

عہ سجود القرآن باب سجدۃ اذا السماء انشقت ص ۱۴۶۔ مسلم۔ نسائی۔ ابو داود۔ ابن ماجہ۔ عہ سجود القرآن باب من سجد بسجود القاری ص ۱۴۱۔ لہ طحاوی باب المفصل هل فیہ سجود ام لا ص ۱۷۵ ۲ہ فتح القدیر اول ص ۲۳۱ لکھنؤ

۶۴۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ السَّجْدَۃَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَیَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَہٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰی

آیت سجدہ پڑھتے اور ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور سجدہ کرتے اور ہم بھی حضور کے ساتھ

مَا یَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْھَتِہٖ مَوْضِعًا یَسْجُدُ عَلَیْہِ ۔ ع۵

سجدہ کرتے، اتنی بھیڑ ہو جاتی کہ ہمیں کوئی جگہ پیشانی رکھنے کے لئے نہ ملتی کہ جس پر سجدہ کریں۔

۲۰۳ قِیْلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ الرَّجُلُ یَسْمَعُ

ت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ سنتا ہے اور اسکے لئے بیٹھا نہیں تو

السَّجْدَۃَ وَلَمْ یَجْلِسْ لَھَا قَالَ اَرَأَیْتَ لَوْ قَعَدَ لَھَا ۔ ع۶

فرمایا بتاؤ اگر وہ اسکے لئے بیٹھا ہوتا تو کیا ہوتا۔ (گویا وہ سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے تھے۔)

۶۴۸ تشریحات اگر باب مذکور کا مطلب یہ لیا جائے کہ قاری سجدہ کرے تو سامع بھی کرے ورنہ نہیں، تو حدیث سے باب کی مطابقت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت پر حضور نے بھی سجدہ کیا اور صحابہ نے بھی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سامع بھی نہ کرے۔ اس لئے باب کا مطلب یہی ہے کہ اگر بھیڑ اتنی ہو کہ سجدہ کرنے کی جگہ نہ ہو تو اپنے آگے والے کی پیٹھ پر سجدہ کرلے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت خارج صلوۃ تلاوت پر بھی ہے اسلئے کہ کہیں مروی نہیں کہ صحابہ کرام نے عہد رسالت میں اتنی بھیڑ میں نماز پڑھی ہو کہ سجدے کی جگہ نہ ملے۔ ہوا یہ ہوگا کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوں گے اور حضور نے آیت سجدہ تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا تو صحابہ کرام جیسے بیٹھے تھے سجدے میں جھک گئے، اور چونکہ مل جل کر بیٹھے تھے اسلئے سجدہ کی جگہ نہ ملی۔

۲۰۳ تشریحات اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ عز وجل نے سجدہ واجب نہیں فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اثر سے باب ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ لو قعد لھا کی جزاء محذوف ہے۔ غالباً امام بخاری نے اس کی جزاء محذوف۔ لم یجب علیہ السجدۃ۔ مانا ہے اسی لئے یہ اضافہ فرمایا۔ کانہ لا یوجبہ۔ گویا وہ اسے واجب نہیں جانتے تھے۔ ہم کہتے ہیں اس کی جزا محذوف۔ ما زاد شیئا۔ ہے، یعنی چلتے چلتے آیت سجدہ سن لی اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگیا۔ اور بیٹھ بھی جاتا تو یہی ہوتا کہ سجدہ تلاوت واجب تھا۔ واجب رہتا۔ مزید اور سجدہ واجب نہ ہوتا۔ اور سجدہ تلاوت علی الفور واجب نہیں کہ رک کر فوراً کرتا۔ کبھی کرلیگا۔ بیٹھتا تو بھی علی الفور واجب نہ ہوتا۔ پھر چلنے جانے اور بیٹھنے میں کیا فرق۔

ع۵ سجود القرآن باب من سجد لسجود القاری ص ۱۴۶، دو طریقے سے باب من لم یجد موضعا للسجود من الزحام ص ۱۴۷، مسلم ابوداود۔ ع۶ سجود القرآن باب ان اللہ عز وجل لم یوجب السجود ص ۱۴۶۔

۲۰۴ وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا عہ

ت اور حضرت سلمان نے کہا کہ ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔

۲۰۵ وَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا عہ

ت اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سجدہ صرف اس شخص پر ہے جو بالقصد آیت سجدہ سنے۔

۲۰۶ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ طَاهِرًا۔ فَإِذَا سَجَدْتَّ وَأَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ سہ

ت اور امام زہری نے فرمایا اگر تم پاک نہ ہو تو سجدہ مت کرنا۔ اگر مقیم ہو اور سجدہ کرو تو قبلہ کو منہ کرو اور جب سواری پر ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں جدھر بھی تمہارا منہ ہو۔

۲۰۷ وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ۔ للعہ

ت اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

۲۰۴ تشریحات اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کیساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی مسجد میں آئے اور مسجد میں کچھ لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے، ان لوگوں نے آیت سجدہ پڑھا اور سجدہ کیا تو ان کے ساتھی نے کہا اے ابو عبد اللہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم ان کے پاس چلتے تو فرمایا ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔ اور امام عبد الرزاق نے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بیٹھے تھے تو ان لوگوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سب نے سجدہ کیا۔ ان سے گزارش کی گئی تو فرمایا ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔

اس سے علی سبیل البدلیت دو بات ثابت ہو رہی ہے۔ یا تو حضرت سلمان سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے تھے یا یہ کہ وہ سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر واجب جانتے تھے جو بالقصد قرآن مجید سنے اور یہی دوسرا پہلو ظاہر ہے۔ اگرچہ اس تقدیر پر باب سے مناسبت نہیں رہیگی۔

۲۰۵ تشریحات اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے سند متصل کے ساتھ یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واعظ کے قریب سے گزرے تو اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ حضرت عثمان بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا سجدہ صرف اس پر ہے جو بالقصد اسے سنے۔ پھر آگے بڑھ گئے۔

مناسبت باب یہ تینوں آثار اس پر دلالت نہیں کرتے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں جبکہ باب کا عنوان یہی ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو بالقصد نہ سنے اس پر سجدہ نہیں بلکہ حضرت عثمان کے ارشاد سے بالقصد سننے والے پر سجدہ تلاوت کا وجوب صراحۃً ثابت ہوا اسلئے کہ علی۔ وجوب پر نص ہے۔ یہ باب کے معارض ہے۔

۲۰۶ تشریحات اس تعلیق کو عبد اللہ بن وہب نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ اس تعلیق کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کیلئے طہارت شرط ہے۔ یہ نہ سجدہ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نہ عدم وجوب پر۔ باب دوسرے جز سے ثابت ہے۔ اسلئے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض و واجب سواری پر اور بغیر استقبال قبلہ کے صحیح نہیں اور جب امام زہری نے سواری پر سجدہ تلاوت کی اجازت دی وہ بھی اس تعمیم کیساتھ کہ چاہے قبلہ کو منہ ہو چاہے نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت

۲۰۷ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس موقع پر سجدہ نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر ہو کہ وہ آیت سجدہ سنتے ہی نہوں یا یہ کہ اسوقت نہ کرتے ہوں بعد میں کر لیتے ہوں۔

عہ سجود القرآن باب ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۶ عہ ایضا سہ ایضا للعہ ایضا

حدیث ۶۴۹ اخبرنی ابو بکر بن ابی ملیکۃ عن عثمان بن عبد الرحمن التیمی

ابو بکر بن ابی ملیکہ نے عثمان بن عبد الرحمن تیمی سے روایت کرتے ہوئے

عن ربیعۃ بن عبد اللہ بن الھدیر التیمی قال ابو بکر وکان ربیعۃ من

وہ ربیعہ بن عبد اللہ بن ہدیر تیمی سے روایت کرتے ہوئے اس واقعے کی خبر دی جو اس وقت پیش آیا جب ربیعہ

خیار الناس عما حضر ربیعۃ من عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر بن خطاب کی مجلس میں حاضر تھے۔ ابو بکر نے کہا کہ ربیعہ اچھے لوگوں میں سے تھے کہ

قرأ یوم الجمعۃ علی المنبر بسورۃ النحل حتی اذا جاء السجدۃ نزل فسجد

حضرت عمر نے منبر پر سورہ نحل پڑھی جب آیت سجدہ آئی تو منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور

وسجد الناس حتی اذا کانت الجمعۃ القابلۃ قرأ بھا حتی اذا جاء السجدۃ قال

سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ جب آئندہ والا جمعہ آیا تو اسے پھر پڑھا جب سجدہ کی آیت

یا ایھا الناس انما نمر بالسجود فمن سجد فقد اصاب ومن لم یسجد فلا اثم علیہ ولم یسجد عمر[۵]

آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گزر جاتے ہیں جو سجدہ کرلے تو ٹھیک ہے نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا

ت ۲۰۸ وزاد نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان اللہ لم

اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا

تشریحات ۶۴۹ عما حضر ربیعۃ میں ۔ عما حضر ۔ اخبرنی سے متعلق ہے۔ اور عن عثمان بن عبد الرحمن میں راویًا، محذوف ہے، ما مصدریہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوئی، اخبرنی ابو بکر بن ابی ملیکۃ راویًا عن عثمان بن عبد الرحمن عن قصۃ حضور ربیعۃ مجلس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ یعنی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس کی خبر دی جسمیں وہ حاضر تھے۔

فقد اصاب اصاب کا مفعول بہ، السنۃ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے فوراً سجدہ کرلیا اس نے سنت پر عمل کیا اور جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا اس پر گناہ نہیں۔ سجدہ تلاوت فوراً واجب نہیں۔ یہی بتانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے جمعہ کو سجدہ نہیں کیا۔

تشریحات ۲۰۸ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ وزاد نافع الخ، ابن جریج کا قول ہے جو سند مذکور کے ساتھ مصنف عبد الرزاق میں مروی ہے۔ اور ان اللہ لم یفرض الخ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے۔ جیسا کہ کرمانی نے کہا۔ اور معلق ہے۔ جیسا کہ امام حمیدی اور امام مزی نے فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ع۵ سجود القرآن باب ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۷ ع۵ ایضاً

يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ ۵ـ

(حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا) کہ اللہ نے سجدۂ تلاوت فرض نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ ہم چاہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابواب تقصیر الصلوٰۃ

حدیث ۶۵۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مکے میں) انیس دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے اسلئے ہم لوگ جب انیس دن کیلئے کہیں جاتے تو

لم یفرض اسکا مطلب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت اس وقت واجب ہوتا ہے جب ہم آیت سجدہ تلاوت کریں۔ اور آیت سجدہ کی تلاوت ہمارے اختیار میں ہے ہم چاہیں تلاوت کریں چاہیں تو نہ کریں۔ ایسا نہیں کہ اللہ عزوجل نے ہم پر یہ فرض فرمایا ہے کہ ہم آیت سجدہ ضرور تلاوت کریں اور پھر سجدہ کریں۔ اگر آیت سجدہ تلاوت نہ کریں تو گنہگار ہو جائیں۔ ایسا نہیں۔

تشریحات ۶۵۰ توضیح باب: یہاں باب کے دو عنوان ہیں۔ تقصیر الصلوٰۃ۔ اور کم یقیم حتی یقصر۔ پہلا عنوان واضح ہے دوسرا عنوان توضیح طلب ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر کہیں چند دن رہنے کا ارادہ ہو تو کتنے دنوں تک رہنے پر قصر ہے اور کتنے دنوں کے بعد پوری نماز ہے۔ بظاہر یہ جملہ اس معنی کو ادا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کتنے دن ٹھہرے یہانتک کہ قصر کرے، بلکہ جملہ ہی مہمل ہو جاتا ہے اس لئے کہ حتی انتہائے غایت کیلئے آتا ہے اقامت قصر کا سبب نہیں اور نہ قصر اقامت کی غایت اسلئے شراح کو توجیہ میں بڑی عرق ریزی کرنی پڑی۔ سب سے عمدہ توجیہ علامہ عینی کی ہے۔ کہ یہاں کم استفہامیہ ہے۔ معنی میں۔ ای عدد کے۔ اور حتی۔ تعلیل کے لئے ہے۔ حتی تین معنی کیلئے آتا ہے۔ انتہائے غایت اور یہی اکثر ہے۔ تعلیل کے لئے اور الا کے معنی میں استثناء کیلئے یقیم، یمکث کے معنی میں ہے۔ ترجمہ یہ ہوا کہ کتنے دن کہیں ٹھہرے تو قصر کرے۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ مثلاً انیس دن یا پندرہ دن۔

تسعۃ عشر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے دن مکے میں رہے۔ اس بارے میں چار روایتیں ہیں۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ دس دن۔ اسے اصحاب ستہ نے روایت کیا۔[۱] ابو داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ سترہ دن انھیں کی دوسری حدیث میں ہے کہ پندرہ دن۔ جسے ابو داؤد۔[۲] نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابو داؤد[۳] ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عمران بن حصین کی ایک حدیث میں ہے کہ اٹھارہ دن۔ یہاں بخاری میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ انیس دن۔

---

۱ اول صلوٰۃ باب متی یتم المسافر ص ۱۷۳ ۲ ایضاً نسائی صلوٰۃ باب المقام الذی یقصر بمثلہ الصلوٰۃ ص ۲۱۲ ابن ماجہ صلوٰۃ باب کم یقصر الصلوٰۃ المسافر اذا اقام ببلدۃ ص ۷۶ ۳ اول صلوٰۃ باب متی یتم المسافر ص ۱۷۳
۵ سجود القرآن باب من رای ان اللہ عز وجل لم یوجب السجود ص ۱۴۷

قَصَّرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا ع٥

قصر کرتے۔ اور اس سے زیادہ کیلئے جاتے تو پوری پڑھتے۔

تطبیق یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دس دن کہا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر دس دن قیام فرمایا اسی میں منیٰ میں قیام بھی داخل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ یکشنبہ کی صبح کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور چودہ ذوالحجہ ہی کی صبح کو چہار شنبہ کو مدینے کے لئے چلے۔ اور بقیہ اختلافات فتح مکہ کے موقع پر قیام کے بارے میں ہے۔ ان روایتوں میں بیہقی نے یہ تطبیق دی ہے۔ مکہ معظمہ میں کل قیام سترہ دن تھا۔ جن لوگوں نے یوم خروج ویوم دخول کو لیا انھوں نے انیس کہا اور جن لوگوں نے ان میں سے ایک لیا انھوں نے اٹھارہ کہا اور جنھوں نے دونوں چھوڑ دیا سترہ کہا۔ اور پندرہ دن کی روایت ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بطریق ابن اسحاق اور نسائی نے بطریق عراک بن مالک روایت کیا اگر علامہ نووی نے، ابن اسحاق کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے تو درست نہیں۔ اولا، ابن اسحاق ثقہ ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ ثانیا جب دوسرے طریقے سے مروی ہے جس میں کوئی طعن نہیں تو اسے ضعیف کہنا درست نہیں۔ اب توجیہ یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اسلئے ترجیح سترہ ہی کی روایت کو ہوئی۔

وطن اقامت انسان کہیں جائے اور کچھ دن وہاں قیام کا ارادہ ہو تو اسے وطن اقامت کہتے ہیں۔ از روئے شرع کوئی جگہ کسی کی وطن اقامت کب ہوتی ہے۔ اسمیں بائیس اقوال ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آبادی میں پندرہ دن رہنے کا ارادہ ہو تو وہ جگہ وطن اقامت ہے۔ ابن ابی شیبہ[۱] نے اپنے مصنف میں امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب کہیں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لیتے تو چار رکعت پڑھتے۔ امام طحاوی[۲] نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ ان حضرات نے فرمایا۔ جب تو کسی شہر میں آئے اور مسافر ہو اور تیرے جی میں یہ ہے کہ وہاں پندرہ دن ٹھہرے گا تو نماز پوری کر۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ کب واپس ہوگا تو قصر کر۔ رہ گیا فتح مکہ کے موقع پر سترہ دن قیام کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصر کرنا، ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر ہو کہ ارادہ یہی رہا ہو کہ پندرہ دن سے کم میں وہاں سے کوچ فرما دیں گے مگر کسی وجہ سے قیام کی مدت بڑھ گئی۔ مکہ معظمہ ابھی فتح ہوا تھا۔ لوگوں کے جسم مغلوب ہو گئے تھے مگر دل میں اسلام جاں گزیں نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھکر جب پہلی اذان دی تو عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ پر مہربانی کی (کہ اُسے اٹھا لیا) تاکہ یہ (اذان نہ سُنے) سنتا تو کڑھتا[۳]۔ ایک اور سردار نے کہا، اب جینا بیکار ہے[۴]۔ ایسی صورت میں عین ممکن ہے کہ ایسی اطلاعات مل جاتی رہی ہوں کہ ان کے پیش نظر استحکام امن کے لئے لوٹنے کا ارادہ ہوتے ہوئے بھی مصلحتاً مدت بڑھا دی جاتی ہو۔ ایسی صورت میں جبکہ ارادہ ہو کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے واپس ہونا ہے مگر کسی وجہ سے برسوں لگ گیا، تو قصر ہی کرے گا۔ امام شافعی کے یہاں یہ مدت چار دن ہے مگر یہ حجۃ الوداع کے واقعے سے مرجوح ہے، کہ دس دن مکہ معظمہ میں قیام رہا مگر قصر فرمایا۔ اور یہ کہنا کہ چونکہ درمیان میں منیٰ اور عرفات تشریف لے گئے۔

ع٥ تقصیر الصلوٰۃ باب ماجاء فی التقصیر ص ۱۴۷، ثانی المغازی باب مقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح ص ۶۱۵ ابوداود ترمذی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ [۱] عمدۃ القاری سابع ص ۱۱۶ [۲] فتح القدیر اول ص ۲۴۰ لکھنؤ۔
[۳] سیرت ابن ہشام فتح مکہ [۴] اصابہ

۶۵۱ حدیث

حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ
یحییٰ بن اسحاق نے حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ فَکَانَ
فرماتے تھے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے سے مکے گئے

یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَکَّۃَ
تو حضور دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس ہوئے

شَیْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِھَا عَشْرًا ع۵
میں نے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے کچھ قیام کیا تو فرمایا ہم وہاں دس دن ٹھہرے تھے

تو مکہ معظمہ میں دس دن قیام کہاں رہا۔ اقول۔ مقدار مسافت سے کم سفر وطن اقامت کو باطل نہیں کرتا۔ جیسا کہ خود امام شافعی نے کتاب الام[۱] میں تصریح فرمائی ہے۔ اور منیٰ بلکہ عرفہ بالاتفاق مسافت سفر کی دوری پر نہیں۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ عرفہ تک جاتے میں قصر ہے۔ تو فرمایا نہیں[۲]۔

چار رکعتیں کب فرض ہوئیں امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ تحویل قبلہ سے پہلے ظہر، عصر، عشاء بھی دو رکعتیں تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ جبرئیل امین تحویل قبلہ کی آیت لیکر اترے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ کعبے کی طرف پھیرا اور اشارہ کیا کہ دو رکعت اور پڑھ لیں۔ اور حکم دیا کہ عصر اور عشاء بھی چار رکعتیں پڑھیں اور عرض کیا کہ پہلی مقدار آپ کی امت کے مسافروں اور غازیوں کیلئے ہے۔ اس کی تائید ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد سے بھی ہوئی ہے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جب نماز فرض فرمائی تھی تو سفر اور حضر دونوں میں دو دو رکعت مقرر فرمائی تھی۔ سفر کی نماز اسی مقدار پر باقی رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کردی گئی[۳]۔

۶۵۱ تشریحات

مسلم میں شعبہ عن یحیی بن اسحق کی روایت میں ہے۔ الی الحج۔ اس سے متعین ہوگیا کہ حضرت انس کا یہ ارشاد حجۃ الوداع کے موقع کے لئے ہے۔ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ یوم یکشنبہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور چودہ ذوالحجہ چہارشنبہ کو صبح کے وقت واپس ہوئے۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آبادی میں چار دن سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھے۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکے میں دس دن قیام فرمایا اور قصر کیا۔

ع۵ تقصیر الصلوۃ باب ما جاء فی التقصیر ص ۱۴۷ ثانی مغازی باب مقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح ص ۶۱۵ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ۔

[۱] جلد اول ص ۱۶۶ [۲] ایضاً ص ۱۶۲ [۳] بخاری اول صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء ص ۵۱۔

۶۵۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ اِمَارَتِہٖ ثُمَّ اَتَمَّھَا عـہ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور عثمان کے ساتھ بھی ان کی خلافت کے ابتدائی ایام میں پھر انھوں نے پوری پڑھی۔

۶۵۳ سَمِعْتُ حَارِثَۃَ بْنَ وَھْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا کَانَ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ عـہ

حدیث حارثہ بن وہب نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے طور پر امن کی حالت میں منیٰ میں دو رکعت پڑھائی۔

۶۵۴ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ زَیْدٍ یَّقُوْلُ صَلّٰی بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِمِنًی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فَقِیْلَ فِیْ ذٰلِکَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ

حدیث عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ ہمیں منیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار رکعتیں پڑھائیں۔ اسکا تذکرہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تشریحات ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴ امام المتصدقین امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم محرم ۲۴ھ کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ اور مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے۔ اپنی خلافت کے ابتدائی چھ یا آٹھ سال تک منی میں بھی قصر کرتے رہے پھر عرفات سے واپسی کے بعد ایام رمی میں منیٰ میں پوری پڑھنے لگے، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو دیگر صحابہ کرام کو اعتراض تھا۔ یہ لوگ جماعت سے پڑھتے تو چار پڑھتے اور تنہا پڑھتے تو دو۔ اس کی سب سے قوی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عثمان حالت سفر میں قصر فرض نہیں جانتے تھے بلکہ رخصت اور اختیاری جانتے تھے۔ ابتداءً قصر کرتے رہے اس لئے کہ یہی سنت متوارثہ تھی۔ پھر یہ بتانے کے لئے کہ قصر کرنا عزیمت نہیں، رخصت ہے، پوری پڑھنی بھی جائز ہے۔ عرفات سے واپسی کے بعد پوری پڑھنے لگے، جن حضرات کو اعتراض تھا وہ اس بنا پر تھا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کی روش کے خلاف تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک حالت سفر میں قصر عزیمت اور حتمی رہا ہو۔

منیٰ وغیرہ میں قصر ہے یا اتمام اس کو ہم جلد ثانی صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۳ میں ثابت کر آئے ہیں کہ حالت سفر میں قصر عزیمت اور حتمی ہے

عـہ تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنی ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوٰۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم، نسائی۔ عـہ تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنی ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوٰۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم نسائی -ابوداؤد- ترمذی

مَسْعُوْدٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا گیا تو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے منیٰ میں

بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ

دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور

مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ ؎

عمر بن خطاب کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ کاش ان چار رکعتوں کے بجائے میرا حصہ قبول کی ہوئی دو رکعتیں ہوتیں۔

حدیث ۶۵۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رخصت اور اختیاری نہیں۔ اس میں نہ منیٰ و عرفہ کی تخصیص ہے نہ کسی اور جگہ کی۔ اس لئے کہ قصر کا حکم کسی جگہ کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں سفر کی بنا پر ہے۔ تو جہاں سفر ہے وہاں قصر ہے اور جہاں سفر نہیں، وہاں قصر نہیں وہ کوئی بھی جگہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ منیٰ کے باشندے ایام حج میں پوری پڑھیں گے۔ اور جو مسافر نہیں اسے قصر جائز نہیں اسمیں بھی کوئی تخصیص نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں مسافر ہی تھے۔ اسی طرح حضرات شیخین بھی جب ادائیگی حج کے لئے حاضر ہوتے تو مسافر ہی ہوتے تھے۔ اس لئے یہ لوگ بالالتزام منیٰ وغیرہ میں قصر کرتے تھے۔ جو لوگ مکہ معظمہ میں بہ نیت حج حاضر ہوں اور مکہ معظمہ میں بشمول منیٰ و عرفات بلکہ قیام بعد حج کے بھی پندرہ دن سے کم قیام کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ لوگ مکہ معظمہ میں بھی قصر کریں گے اور منیٰ وغیرہ میں بھی اور جو حضرات مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کا ارادہ رکھتے ہوں اگرچہ منیٰ وغیرہ اور بعد کے قیام کے ایام شامل کر کے وہ لوگ مکہ معظمہ میں بھی پوری نماز پڑھیں گے اور منیٰ عرفات مزدلفہ ہر جگہ۔

حجاج کے لئے ضروری تنبیہ | آجکل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ بددین ہیں۔ بلکہ جمہور فقہاء کے طور پر کافر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ اس کے علاوہ ساری دنیا کے مسلمان کافر مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے۔ الشہاب الثاقب میں لکھا ہے۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو تو بہت بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ اور نماز صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی، اس لئے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہئے۔ علاوہ اس کے منیٰ اور عرفات میں نجدی امام مقیم ہوتے ہوئے قصر کرتا ہے۔ یوں بھی اس کی نماز صحیح نہیں۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ اس سے بدتر۔ مفضی الی الکفر ہے۔

تشریحات ۶۵۵ یلبون بالحج۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے علم کی بات بیان فرمائی۔ یہ جائز نہیں

؎ تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنیٰ ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوٰۃ بمنیٰ ص ۲۲۵ مسلم صلوٰۃ ابوداود الحج۔ نسائی الحج

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ لِصُبْحٍ رَّابِعَۃٍ یُّلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَھُمْ

اور صحابہ چوتھی (ذوالحجہ) کی صبح کو (مکے میں) آئے حج کی تلبیہ کہتے ہوئے۔ تو حضور نے انھیں حکم دیا

اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً اِلَّا مَنْ کَانَ مَعَہٗ ھَدْیٌ ع۵

کہ اسے عمرہ کر دیں مگر وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں۔

کہ جو لوگ میقات سے حج کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئیں وہ اسے عمرہ سے بدل دیں۔ اب یہ کہنا پڑے گا کہ یہ ان حضرات کیساتھ خاص تھا قربانی کا جانور ساتھ لانے والے حضرات اس لئے مستثنیٰ کر دیئے گئے کہ انھیں اس کی اجازت نہیں کہ قربانی کرنے سے پہلے احرام کھولیں۔ ارشاد ہے۔ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ

سفر حجۃ الوداع ۲۶ ذوقعدہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ظہر کی نماز پڑھ کر نکلے اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ رات وہاں گزاری[۱]۔ صبح کو احرام باندھا۔ یکشنبہ چار ذوالحجہ کی صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ صبح کی نماز ذوطوی میں پڑھی۔ آٹھ ذوالحجہ پنجشنبہ کو چاشت کے وقت منیٰ تشریف لے گئے۔ ۹ ذوالحجہ بروز جمعہ عرفات گئے۔ بعد مغرب مزدلفہ آئے۔ نماز فجر اور وقوف کے بعد سورج نکلنے سے کچھ پہلے مزدلفہ سے چلے اور چاشت کے وقت جمرۃ العقبہ کی رمی فرمائی پھر زوال سے پہلے مکہ معظمہ آئے طواف زیارت فرمایا اور اسی دن منیٰ واپس ہو گئے۔ تیرہ کو زوال سے قبل رمی کر کے ظہر کے وقت مکہ معظمہ تشریف لائے۔ اور محصب میں قیام فرمایا اور وہیں ظہر پڑھی اور رات بسر کی۔ اسی رات میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تنعیم سے عمرہ کیا۔ یہ چودھویں شب تھی۔ صبح کو نماز فجر سے پہلے طواف وداع فرمایا اور مدینہ واپس ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس سال ذوالحجہ کا چاند چہار شنبہ کا دن گزار کر پنجشنبہ کو رات میں ہوا تھا۔

یہ پوری تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ یہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع جمعہ کو تھا اور اسے لازم ہے کہ رویت ہلال چہار شنبہ کو ہو اب چار ذوالحجہ کو لامحالہ یکشنبہ ہوگا اور چودہ کو چہار شنبہ۔

عمرے سے حج کی تبدیل جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ میقات سے حج کا احرام باندھیں اور پھر اسے عمرے سے بدل دیں۔ البتہ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری اسے جائز جانتے ہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ان صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے جو حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ تخصیص کی دلیل ابوداؤد اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لئے بھی ہے۔ فرمایا۔ خاص تمہارے لئے[۲]۔ نیز ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوذر فرماتے تھے۔ حج فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف ان حضرات کے لئے تھا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا[۳]۔

ع۵ تقصیر الصلوٰۃ کم اقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ ص ۱۴۷ مسلم، نسائی، حج۔

۱ بخاری جلد اول۔ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ ۲ مناسک باب الرجل یھل بالحج ثم یجعلھا عمرۃ ص ۲۵۱ ابن ماجہ مناسک باب من قال کان فسخ الحج لھم خاصۃ ص ۲۲۰ ۳ ابوداؤد اول مناسک باب الرجل یھل بالحج ثم یجعلھا عمرۃ ص ۲۵۱۔

۲۰۹ سَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً عہ

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن اور رات کو سفر کہا۔

۲۱۰ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ عہ

ت اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار برید کے فاصلے پر جاتے تو قصر کرتے روزہ نہ رکھتے۔

۲۰۹ تشریحات یعنی ایک دن کا سفر بھی سفر ہے باعتبار لغت اور عرف سفر شرعی کا جز ہونے کی اعتبار سے۔

۲۱۰ تشریحات چار برید کی مقدار امام بخاری نے سولہ فرسخ بتائی ہے۔ اور فرسخ تین میل کا۔ تو سولہ فرسخ اڑتالیس میل ہوئے۔ اور ایک برید بارہ میل کا۔ یہ امام بخاری کا ارشاد ہے۔ اس میں اور اقوال بھی ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا۔ کہ برید دو فرسخ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو منزلوں کی درمیانی جگہ کو برید کہتے ہیں۔ صاحب الجامع نے کہا۔ برید چند میل معروف و مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چار فرسخ ہے، اور ایک فرسخ تین میل۔ الواعی میں ہے۔ راستے کے حصوں میں سے ایک حصہ جو بارہ میل ہوتا ہے یہی صحاح وغیرہ میں بھی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا، فرسخ تین یا چھ میل ہے۔ میل حد نظر کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ میل گھوڑے کے دس جست کو کہتے ہیں، یہ دو سو ہاتھ کا ہوتا ہے۔ مُطرزی کی مُغرب میں ہے، تین سو سے لے کر چار سو ہاتھ تک ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جتنی دور تیر گرے وہ فاصلہ میل ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ سب سے صحیح قول یہ ہے کہ میل تین ہزار پانچسو ہاتھ کا یا چار ہزار ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اونٹ کے قدم سے ہزار قدم۔ ایک قول یہ ہے کہ اتنی دوری کو میل کہتے ہیں کہ جہاں اگر کوئی ہو تو معلوم ہو سکے کہ آ رہا ہے یا جا رہا ہے۔ مرد ہے کہ عورت۔ عیاض نے کہا کہ بارہ ہزار قدم۔ علامہ عینی[لہ] نے تحریر فرمایا کہ میل چھ ہزار ہاتھ ہے اور ہر ہاتھ چوبیس انگل، اور انگل متوسط چھ جو کی چوڑائی کے برابر۔ ان سب اقوال میں کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوئی صورت نہیں اسلئے احناف نے مقدار مسافت کے لیے دوسرا معیار مقرر فرمایا جو ابھی آ رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں متفق ہے کہ وہ چار برید پر قصر کرتے تھے مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ نافع کہتے ہیں کہ سب سے کم وہ مسافت جس پر حضرت ابن عمر قصر کرتے تھے، وہ خیبر میں ان کی زمین تھی، اور خیبر مدینے سے اکیانوے میل ہے۔ امام وکیع کی روایت میں ہے کہ مدینے سے سویدا جاتے تو قصر کرتے۔ سویدا مدینے سے بہتر میل ہے۔ امام عبد الرزاق ہی نے سالم سے روایت کیا کہ ریم گئے تو قصر کیا۔ اور یہ تیس میل کی دوری پر ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا، اگر ایک گھنٹے کے لئے بھی سفر کروں تو قصر کروں گا۔ امام ثوری نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر ایک میل کیلئے بھی نکلوں تو قصر کروں گا۔ یہ سارے اختلافات اس بنیاد پر ہیں کہ سفر پر قصر کا حکم ہوا۔ اور اس کی مقدار شارع سے مروی نہیں۔ اب

عہ تقصیر الصلوٰۃ فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷، عہ ایضًا۔ لہ عمدۃ القاری سابع ص ۱۱۹

حدیث ۶۵۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ ؏۵
فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت پر محرم کے بغیر نہ جائے۔

ہر مجتہد نے اپنی صوابدید سے اس کے بارے میں رائے قائم کی۔ ہمارا صحیح مسلک اور اس کی تائید ابھی آرہی ہے۔

تشریحات ۶۵۶ اس حدیث کی سند میں ہے حدثنا اسحٰق۔ ابوعلی جبائی نے کہا کہ جب امام بخاری حدثنا اسحٰق کہیں تو اس سے مراد یہ تین حضرات ہوتے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ، ابونصر السوری، ابن منصور کوسج۔ علامہ کرمانی نے فرمایا، یہاں مراد اسحٰق بن راہویہ ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا، یہ صحیح ہے اس لئے کہ اسحٰق بن راہویہ کی مسند میں یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ کتنی مسافت کے سفر پر قصر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ مگر مقدمے میں صفحہ پر ہم بتا آئے کہ امام بخاری ایسا بھی کرتے ہیں کہ اگر دو مختلف احکام کی علت مشترک ہو۔ اور اس علت میں ابہام ہو، اب اگر ان دو احکام میں سے کسی حکم کی علت کسی حدیث میں مصرح ہو تو امام بخاری باب میں وہ حکم ذکر کرتے ہیں جسکی علت بالتصریح کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ اور اس کے تحت حدیث وہ لاتے ہیں جسمیں دوسرا حکم اور اس کی علت صراحۃً مذکور ہو، یہاں دو حکم ہے۔ ایک نماز میں قصر دوسرے عورت کا بغیر محرم کے سفر نہ کرنا۔ دونوں کی علت سفر شرعی ہے۔ اس حدیث میں دوسرے حکم کے ساتھ تین دن کے سفر کی قید ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سفر شرعی کم از کم تین دن کی مسافت ہے۔ اس لئے ثابت کہ تین دن یا اس سے زائد مسافت کے سفر پر گھر سے نکلے تو قصر کریگا اور اگر تین دن سے کم کی مسافت کے قصد سے نکلے تو قصر نہیں۔

مقدار سفر میلوں سے احناف نے اسی حدیث کو بنیاد بنا کر یہ فرمایا کہ مسافت سفر اتنی دوری کا نام ہے جہاں آدمی تین دن میں پہنچے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس سے دن رات چلنا مراد نہیں بلکہ لمبی مسافت کے لئے عادۃً جتنی دیر لوگ چلتے ہوں اتنی دیر روزانہ چلنا مراد ہے وہ بھی پیدل یا اونٹ کی سواری پر معتدل رفتار سے۔ اس لئے کہ یہی معتاد ہے۔ ہدایہ میں ہے:

وعن ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ التقدیر بالمراحل، وھو قریب من الاول ولا معتبر بالفراسخ ھو الصحیح۔	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ ہے کہ منزلوں سے اس کی تعیین ہے فرسخ کا اعتبار نہیں۔ یہی صحیح ہے۔

اس کے تحت امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا۔ یہ اس سے احتراز ہے جو لوگوں نے فرسخ سے اس کی مقدار مقرر کی تھی۔ کسی نے کہا اکیس فرسخ۔ کسی نے کہا اٹھارہ فرسخ۔ کسی نے کہا پندرہ فرسخ۔ جس نے جو مقدار بتائی اس بنا پر بتائی کہ اس نے اسی مقدار کو تین دن کی مسافت سمجھا۔ مراحل سے مسافت کی تعیین کو صحیح اس بنا پر کہا گیا کہ اگر راستہ دشوار گذار ہو مثلاً جنگل ہو پہاڑ ہو۔ تین دن میں فرسخ

؏۵ تقصیر الصلوٰۃ باب فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷۔ مسلم۔

بھی نہ طے ہو پائے تو جتنی دوری پر تین دن چل لے مسافر ہو گیا[1]

اس سے ظاہر ہو گیا کہ احناف کا مذہب صحیح یہ ہے کہ تین منزل کی دوری پر جانے کا قصد ہو تو وہ مسافر ہے۔ مگر اب منزلیں ختم ہو گئیں۔ ہوائی جہاز پر سفر ہونے لگا اس لئے اس زمانے میں میلوں سے اس کی تعیین ضروری ہوئی۔ اعلیحضرت[2] امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مختلف منازل کے فاصلوں کو سامنے رکھکر حساب لگایا تو اوسطاً تین منزل کی مسافت ساڑھے ستاون میل ہوئی جو موجودہ اعشاریہ پیمانے سے بانوے کیلو میٹر ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب | کشمیری[3] صاحب نے لکھا ہے۔ مسافت قصر مذہب میں تین دن اور رات کی مسافت ہے پھر لوگوں نے منازل سے اس کی مقدار معین کی۔ پھر اس میں اختلاف کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سولہ فرسخ ہے۔ اور ہر فرسخ تین میل کا تو یہ اڑتالیس میل ہوئے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے کہ یہ اخیر کے لوگوں کا مذہب ہے۔

اس تین سطر کی عبارت میں کشمیری صاحب نے مندرجہ ذیل غلطیاں کیں ہیں۔

(۱) پہلے کہا کہ ۔ اصل مذہب تین دن اور رات کی مسافت ہے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اعتبار دن و رات چلنے کا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ دن میں چلنے کا ہے وہ بھی بقدر معتاد پورے دن نہیں۔

(۲) پھر کہا کہ ۔ پھر لوگوں نے منازل سے اس کی مقدار معین کی۔ یہ بھی غلط۔ یہ خود امام مذہب امام اعظم کا قول ہے۔ جیسا کہ ہدایہ کی عبارت گزری۔

(۳) پھر کہا۔ کہ منازل کے بارے میں اختلاف کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سولہ فرسخ ہے۔ سولہ فرسخ کا کوئی قول نہیں، اکیس اٹھارہ۔ پندرہ کا قول ہے۔

(۴) پھر کہا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اوپر تین باتیں مذکور ہوئیں۔ تین منزل سولہ فرسخ ہے۔ ہر فرسخ تین میل کا۔ کل اڑتالیس میل ہوئے معلوم نہیں یہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ کسی کی طرف ہو ان تین باتوں میں سے کوئی بھی کسی حدیث میں نہیں۔ البتہ بخاری میں چار برید کی مقدار، اڑتالیس میل بتائی۔ مگر یہ حدیث نہیں امام بخاری کا ارشاد ہے۔

(۵) پھر کہا۔ اسی پر فتویٰ دیا گیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ ابھی فتح القدیر سے گزرا کہ فرسخ کا اعتبار نہیں۔ عالمگیری[4] میں ہے۔

ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح كذا في الهداية۔ درمختار میں[5] ہے۔ ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب۔ اصل مذہب کے لحاظ سے فرسخ کا اعتبار نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت و خرق اجماع ہے۔ درمختار میں ہے الفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع۔ ہمارے فقہائے احناف ایسا بے تکا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں۔ ہموار اور آسان راستے میں تو میل کی بات چل جائے گی۔ مگر پہاڑی جنگل اور دشوار گذار راستوں میں میل کی تعین کا مطلب ہوگا اصل مذہب سے عدول۔ اصل مذہب یہ ہے تین دن کی مسافت۔ بعض پہاڑی راستوں میں تین دن میں بیس میل بھی آدمی نہیں چل پائے گا۔ اگر آپ یہ کہتے کہ آج جب کہ پیدل کوئی نہیں چلتا سواریاں ایک سے ایک تیز رفتار ایجاد ہو گئی ہیں۔ تو ضرورۃً میلوں سے

---

[1] اول ص ۲۳۸ مطبوعہ لکھنؤ۔ [2] جد الممتار جلد اول [3] فیض الباری ثانی ص ۳۹۷

[4] اول ص ۱۷ مجیدی [5] اول نعمانیہ ص ۵۲۷ [6]

اس کی مقدار معین کرنا ضروری ہے اور وہ اتنے میل ہیں تو کچھ لگتی بات ہوتی۔

(۶) آپ نے لکھا۔ کہ فتویٰ اس پر ہے کہ سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل ہے۔ حالانکہ شامی[۱] میں ہے کہ کسی نے کہا اکیس فرسخ ہے کسی نے کہا اٹھارہ فرسخ ہے کسی نے کہا کہ پندرہ فرسخ ہے۔ اور فتویٰ ثانی قول پر ہے۔ اس لئے کہ یہ درمیانی بات ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ ائمہ خوارزم کا فتویٰ تیسرے قول پر ہے۔

اقول:۔ مگر قول ثانی یا ثالث پر بھی فتویٰ دینا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ فتویٰ اس پر ہے جو متون میں ہے۔ نیز صاحب ہدایہ کی تصحیح کے مقابلے میں فتویٰ دینا صحیح نہیں۔ اسی لئے عالمگیری اور در مختار میں اسی کو اختیار فرمایا۔ جیسے صاحب ہدایہ نے صحیح کہا ان حضرات کے فتوے کو ذکر بھی نہیں فرمایا۔ پھر فتویٰ ہے تو اٹھارہ یا پندرہ پر، سولہ کا کوئی قول ہی نہیں کہ اس پر کوئی فتویٰ دے۔ یہ قول آپ نے جی سے گڑھا اور خود تراشا کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا، جس سے دھوکہ ہو کہ فقہائے احناف نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ اگر آپ کہتے کہ میں فتویٰ دیتا ہوں تو کم از کم فریب دہی تو نہ ہوتی۔

پھر آپ نے میل کی مقدار نہیں بتائی۔ آپ کے نیاز مند اس سے وہ میل سمجھیں گے جو انگریزوں نے مقرر کیا ہے، جو آجکل پوری دنیا میں رائج ہے یعنی سترہ سو ساٹھ گز، اور ہر گز تین فٹ کا، یعنی تقریباً دو ہاتھ کا۔ اور فقہاء نے چار ہزار ہاتھ کا ایک میل مانا ہے۔ یعنی دو ہزار گز کا۔ اور ہر ہاتھ چوبیس انگل اور ہر انگل چھ جو اور ہر جو خچر کے چھ بال کے برابر۔ اب جوڑیئے۔ آپ کے یہ اڑتالیس میل ساڑھے چون میل سے بھی زائد ہوئے ۔ اب کشمیری صاحب کے نیاز مندوں کو سوچنا ہے کہ کشمیری صاحب نے اپنے جی سے ایک قول گڑھا پھر اس پر فتویٰ دیکر عوام مسلمین کو دھوکے میں ڈالا یا نہیں۔ اقول و باللہ التوفیق۔ ابھی گذرا کہ علامہ شامی نے فرمایا، کہ جو لوگ میلوں سے یہ مسافت متعین کرتے ہیں۔ وہ فتویٰ اس پر دیتے ہیں کہ یہ مسافت اٹھارہ فرسخ ہے۔ اور اٹھارہ فرسخ کا انگریزی میل سے اٹھاون میل سے بھی زائد ہوتا ہے۔

پھر اعلیحضرت قدس سرہ نے ساڑھے ستاون میل پر فتویٰ دیا۔ یہ بھی توضیح نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیحضرت نے ظاہر مذہب کو اختیار فرما کر تین منزل کی یہ مسافت بیان فرمائی ہے۔ جد الممتار میں لکھتے ہیں: المشهور المتعاد فی بلادنا ان کل مرحلة ۱۲ کوس ۔ وقد جربت مرارا کثیرة بمواضع شهيرة ان الميل الرائج فی بلادنا خمسة اثمان کوس المعتبر ههنا۔ فاذا ضربت الاکواس فی ۸ ۔ وقسم الحاصل علی ۵ کانت امیالا فاذن امیال مرحلة واحدة ۔ ۱۹ ۱/۵۔ وامیال مسیرة ثلاثة ایام ۵۷ ۔ ۳/۵ ۔ اعنی ۶ ۔ ۵۷ ۔ $\frac{۳۶۱}{۳۶۲}$ ۔ ہمارے بلاد میں متاد و معہود یہ ہے کہ ہر منزل بارہ ۔ کوس ۔ کی ہوتی ہے۔ میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے وہ ۵/۸ کوس ہے۔ جب کوسوں کو ۸ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا۔ اب ایک منزل ۱۹ ۱/۵ میل کی ہوئی۔ اور تین دن کی مسافت ۵۷ ۳/۵ میل یعنی ۵۷ ۔ ۶ میل۔

غیر محرم کے ساتھ حج اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کو اپنے شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زائد مسافت پر جانا جائز نہیں۔ یہ سفر عام ہے اس سے کہ حج کے لئے ہو یا اپنی نجی ضرورتوں کے لئے ہو۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج کیلئے شوہر اور محرم کے بغیر بھی جاسکتی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں حج کا استثناء نہیں۔ تو یہ اپنے عموم کے لحاظ سے سفر حج کو بھی شامل علاوہ ازیں خاص حج کے بارے میں حدیث وارد ہے۔ بخاری[۲] اور مسلم[۳] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

---

[۱] اول ص ۵۲۷ [۲] عمرة باب حج المرأة ص ۲۵۰ [۳] اول ۔ الحج ۔ باب سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره ص ۴۳۴

۶۵۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ کہ مرد و عورت تنہائی میں اکٹھے نہ ہوں۔ مگر یہ کہ اسکے ساتھ محرم ہو۔ اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس پر ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری عورت حج کرنے جارہی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوے میں نام لکھا دیا ہے۔ تو فرمایا۔ جا اپنی عورت کے ساتھ حج کر۔ اگر عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر حج کرنے کے لئے جانا جائز ہوتا تو حضور یہ فرما دیتے، کوئی حرج نہیں تم غزوے میں جاؤ، اور وہ مسلمانوں کے ساتھ حج کرے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے کہا۔ حنفیہ کی عام کتابوں میں ہے کہ عورت کا محرم کے بغیر سفر جائز نہیں اور میرے نزدیک جائز ہے۔ اعتماد اور امن کی شرط کے ساتھ۔ میں نے احادیث میں اس کی بہت سی نظیریں پائی ہیں۔ اور جو فقہ میں ہے وہ مسائل نقل سے ہے۔ اس پر ان کے تلمیذ بدر عالم صاحب میرٹھی نے لکھا۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے، حضرت ابوالعاص کو لکھا کہ سیدہ زینب کو ایک شخص کے ساتھ بھیجدیں جوان کا محرم نہیں تھا۔ اور واقعہ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ لشکر میں غیر محرم کے ساتھ واپس آئیں ۔ اس پر یہ گذارشات ہیں:

(۱) کشمیری صاحب کے ارشاد کا سیاق بتا رہا ہے کہ وہ یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ صرف احناف کا مذہب ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ نووی[۱] نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ باتفاق علما حرام ہے۔

(۲) حنفی ہونے کے دعویٰ کے بعد آپ کو یہ حق کہاں سے ملا۔ کہ ایک متفق علیہ مسئلے کے خلاف فتویٰ دیں۔ اعلان کر دیجئے کہ اب ہم مجتہد مطلق ہو گئے ہیں یا غیر مقلد ہو گئے۔ حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر غیر مقلدیت کی روش اچھی نہیں۔

(۳) اگر آپ نے وہ نظائر پیش کر دئیے ہوتے تو ہم بھی دیکھتے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ آپ کے تلمیذ نے غالباً آپسے سن کر دو مثالیں دیں تو ان سے گذارش ہے کہ دونوں اس ارشاد سے مقدم ہیں۔ بخاری و مسلم کی حضرت ابن عباس والی حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ یا تو ۹ھ کا ہے یا ۱۰ھ حجۃ الوداع کا۔ کیا آپ کے نزدیک موخر مقدم کا ناسخ نہیں۔

(۴) علاوہ اس کے مواقع ضرورت ہمیشہ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ معظمہ سے آنا تھا۔ جو دار الحرب تھا۔ کیا کوئی عورت دار الحرب میں پھنسی ہو اور اسے نکلنے کا موقع نہ ملے تو دار الحرب ہی میں رہے گی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہ آتیں تو اسی میدان میں اکیلی رہتیں۔ یہ جب تک لشکر میں آتے اور کوئی محرم لے کر جاتے وہ میدان میں تنہا رہتیں جسمیں خطرات تھے۔ مواقع ضرورت سے عمومی احوال پر استدلال کرنا کس مدینے آتا ہے وہ آپ کے نیازکیش بتائیں۔

تشریحات ۶۵۷ عورت کا محرم وہ مرد ہے جس سے اس کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ اور اگر کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو اور عارض دور ہونے کے بعد درست ہو جائے تو وہ محرم نہیں۔ مثلاً بہنوئی۔ دیور۔ شوہر کا چچا وغیرہ۔

[۱] اول باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۴

تعالیٰ علیہ وسلم لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تسافر
فرمایا جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ ایک دن اور رات

مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ عہ
کی دوری پر محرم کے بغیر سفر کرے۔

۲۱۱ وخرج علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقصر وھو یری
اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کوفے سے) نکلے اور ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے اور

البیوت فلما رجع قیل لہ ھذہ الکوفۃ قال لا حتی ندخلھا عہ
قصر کیا۔ اور جب لوٹے (اور قصر کیا)، تو ان سے عرض کیا گیا یہ کوفہ ہے تو فرمایا جبتک اسمیں داخل نہ ہولیں گے پوری نہیں پڑھیں گے۔

حدیث ۶۵۸ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلیت الظھر مع
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

اس حدیث کی بنا پر امام شعبی وغیرہ نے فرمایا کہ بغیر محرم کے عورت کو سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ مسافت تھوڑی ہو یا زیادہ۔ ہمارے یہاں ایک دن یا دو دن کی مسافت پر بغیر محرم کے بھی عورت سفر کرسکتی ہے۔ پہلی والی حدیث کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم سفر نہ کرے۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ وہ تفقہ میں حضرت ابوہریرہ سے بدرجہا بڑھ کر ہیں اسلئے ہم نے اسے ترجیح دی۔

تشریحات ۲۱۱ اس تعلیق کو امام حاکم نے اور بیہقی نے موصولا روایت کیا ہے۔ بیہقی میں مفصل یوں ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ادھر یعنی شام کی طرف چلے تو دو رکعت پڑھی اور جب واپس ہوئے اور کوفہ نظر آنے لگا اور نماز کا وقت ہوگیا تو لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین یہ کوفہ ہے۔ کیا نماز پوری پڑھیں گے؟ تو فرمایا نہیں۔ جبتک کوفے میں داخل نہ ہوجائیں۔ ابن ابی شیبہ نے اور امام عبدالرزاق نے حضرت علی ہی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بصرہ سے نکلے اور ایک چھپر دیکھی تو نماز پوری پڑھی۔ اور فرمایا اگر اس چھپر سے آگے بڑھ گیا ہوتا تو قصر کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دونوں عمل سے معلوم ہوا کہ جبتک آبادی سے پورے طور پر باہر نہ ہو قصر نہ کرے۔ یونہیں جبتک آبادی میں داخل نہ ہوجائے قصر کرتا رہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قصر کیلئے مسافت سفر پوری کرنا ضروری نہیں۔ جب سفر شروع ہوگیا قصر کرے یہی ہمارا بلکہ امام مالک امام شافعی امام احمد کا مذہب ہے۔

تشریحات ۶۵۸ کتاب المناسک میں یہ زائد ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہیں رات بسر فرمائی اور وہیں صبح کی۔ جب اپنی سواری پر تشریف لے گئے اور وہ سیدھی ہوگئی تو تلبیہ پڑھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت کہ آبادی میں رہتے ہوئے محض سفر کی نیت ہی کے بعد قصر نہیں جبتک آبادی سے باہر نہ ہوجائے نیز آبادی سے نکلنے کے بعد قصر لازم ہے ایسا نہیں کہ مسافت سفر پوری ہونے کے بعد قصر کیا جائے۔ ذوالحلیفہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ جیسے ابیار علی بھی کہتے ہیں

عہ تقصیر الصلوۃ باب فی کم یقصر الصلوۃ ص ۱۴۸، مسلم۔ عہ تقصیر الصلوۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ ع۱

مدینے میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت۔

۶۵۹ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتِ الصَّلٰوۃُ اَوَّلُ مَا فُرِضَتْ

حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا شروع میں جب نماز فرض کی گئی تو

رَکْعَتَانِ وَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلٰوۃُ الْحَضَرِ۔ قَالَ الزُّھْرِیُّ فَقُلْتُ

دو رکعتیں تھیں۔ سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر کی پوری کر دی گئی امام زہری نے کہا

یہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب نہیں۔ کوئی اور شخص علی نام کا تھا اس کی طرف نسبت ہے۔

جو لوگ قبل حج مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ہیں انھیں غیر اختیاری طور پر یہ سعادت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مسجد ذوالحلیفہ سے حج یا عمرے کا احرام باندھتے ہیں اور اس طرح اس مبارک مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس خادم اور اس کے ہمراہیوں کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی نیز یہ بھی کہ ظہر مسجد نبوی میں ادا کی اور عصر مسجد ذوالحلیفہ میں۔ فالحمد علیٰ ذٰلک۔ ہم جلد ثانی ص۲۱ اور ص۲۳۵ پر بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ کو بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے حج کے لئے نکلے۔ تاریخ پچیس ذوقعدہ تھی یا چھبیس اور چار ذوالحجہ یا پانچ کو مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ اگر چار کو پہنچے تھے تو یکشنبہ کا دن تھا اور اگر پانچ کو پہنچے تھے تو دوشنبہ کا دن تھا۔ سفر میں کل نو دن یا دس دن صرف ہوئے تھے۔ مسلم شریف میں تردید کے ساتھ ہے کہ چار کو یا پانچ کو پہنچے۔ اور بخاری میں بلا تردید یہ ہے کہ چار کو پہنچے۔ مسلم شریف میں جو تردید ہے وہ شک راوی بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ترجیح بخاری کی روایت کو ہے۔ اب حاصل یہ نکلا کہ شنبہ کو مدینہ طیبہ سے نکلے اور یکشنبہ کی رات میں سرف پہنچے اور صبح کو نویں دن مکہ معظمہ جلوہ فرما ہوگئے۔ اگر مدینہ طیبہ سے پچیس ذوقعدہ کو چلے تھے۔ تو اس سال ذوالحجہ کا چاند بروز دوشنبہ انتیس کا تھا۔ اور اگر چھبیس کو چلے تھے تو رویت ہلال تیس ذوقعدہ ہوئی، اسلئے کہ یہ طے ہے کہ حجۃ الوداع جمعے کو تھا۔ اس حساب سے پہلی ذوالحجہ پنجشنبہ کو ہوئی

۶۵۹ تشریحات یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے، مگر قال الزھری، والا حصہ وہاں نہیں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ سفر میں صرف دو ہی رکعت فرض ہے۔ یہ عزیمت ہے۔ جس پر فرضت اور اقرت بمنزلہ نص ہیں۔ حضرت امام زہری نے اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا کہ حالت سفر میں قصر عزیمت ہے۔ اور چار رکعت پڑھنا جائز نہیں۔ ورنہ ان کو حضرت ام المومنین کے قصر نہ کرنے پر حیرت کیوں ہوتی۔ اور وہ حضرت عروہ سے دریافت کیوں کرتے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر میں قصر نہیں کرتی تھیں۔ پوری پڑھتی تھیں۔ اور وہ کچھ تاویل کرتی تھیں۔ وہ تاویل کیا تھی۔ نہ ام المومنین نے بتایا۔ نہ ہمیں معلوم ہوئی۔ ہمیں کیا ضرورت کہ اپنی طرف سے کوئی تاویل گڑھیں۔

کچھ لوگوں نے یہ تاویل گڑھی ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ میں تمام مومنین کی ماں ہوں۔ اور بیٹے کا گھر ماں کا گھر ہے۔ تو ہر مسلمان کا گھر میرا گھر ہے۔ اس پر یہ کہا گیا کہ پھر ہر امتی کا گھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھر ہوا۔ پھر حضور نے کیسے قصر کیا۔ پھر ام المومنین کا ماں

ع۱ ایضا مناسک باب من بات بذی الحلیفۃ ص ۲۰۹ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ ع۲ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ ص ۵۱ بنیان الکعبۃ باب ص ۵۶۰ مسلم، ابوداؤد، نسائی، موطا امام مالک۔ دارمی۔

لِعُرْوَةَ فَمَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ ع۵

میں نے حضرت عروہ سے پوچھا پھر عائشہ کیوں پوری پڑھتی ہیں تو انھوں نے بتایا کہ تاویل کرلی جیسے حضرت عثمان نے تاویل کرلی تھی۔

حدیث ۶۶۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو دیر میں پڑھتے اتنی کہ مغرب اور عشار ساتھ پڑھتے۔ سالم نے کہا ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب سفر میں جلدی ہوتی اور لیث نے یہ زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے کہا

ہونا روحانی طور پر ہے۔ اور بیٹے کا گھر ماں کا گھر ہونا ظاہری احکام سے ہے۔ ظاہری احکام باطنی وجوہات سے ثابت نہیں ہوتے۔

تشریحات ۶۶۰ یہاں ایک حدیث مسند ہے اور تین تعلیقات ہیں۔ پہلی تعلیق کو چھوڑ کر ان سب کا حاصل ایک ہے، کہ سفر میں یہ جائز ہے کہ مغرب کو اتنی دیر میں پڑھا جائے کہ اس کا اخیر وقت ہو جائے، اور اتنا وقت ہو کہ نماز پڑھتے پڑھتے ختم ہو جائے۔ پھر چونکہ فوراً عشار کا وقت ہو جائے گا تو عشار پڑھ لے۔ یہ بظاہر دو نمازوں کا جمع ہے مگر حقیقت میں ہر نماز کو ان کے وقت پر پڑھنا ہے۔ یہاں تیسری تعلیق میں۔ فلما یلبث۔ اس پر قرینہ ہے۔ یہ تھوڑی دیر ٹھہرنا اس اطمینان کے لئے تھا کہ عشار کا وقت ہونے میں شبہہ نہ رہے۔ جیساکہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا عمل اور ارشاد دوسری احادیث میں یہ مروی ہے۔ کہ شفق غروب ہونے کے قریب ہوئی تو اترے اور مغرب پڑھی اور جب شفق ڈوب گئی تو عشار پڑھی۔ ابوداؤد[1] میں ہے حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل ما صنعت۔ یہانتک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اترے اور مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا جب شفق ڈوب گئی تو عشار پڑھا، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو جیسے میں نے کیا ہے ویسے ہی کرتے تھے۔ ابوداؤد[2] ہی میں دوسرے طریقے سے ہے۔ حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما۔ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی تو اترے اور مغرب اور عشار جمع کیں۔ نسائی[3] میں ہے۔ حتی اذا کان فی اخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد تواری الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ع۵ بخاری اول تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ مسلم صلوٰۃ المسافرین ص ۲۴۱ دارمی۔

[1] اول۔ صلوٰۃ باب الجمع بین الصلوتین ص ۱۷۱، [2] ایضا۔ [3] اول باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء ص ۹۹

عُمَرُ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ ۔ قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ

کہا کہ سالم نے فرمایا کہ ابن عمر ایام حج میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے مابین جمع فرماتے ۔

عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ

سالم نے کہا ابن عمر نے مغرب میں دیر کی ۔ اور انھیں یہ خبر ملی تھی کہ ان کی زوجہ صفیہ بنت ابو عبید کی حالت

فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ حَتّٰى سَارَ

نازک ہے ۔ تو میں نے عرض کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے تو فرمایا چلو پھر میں نے عرض کیا نماز پڑھ لیں تو فرمایا

مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

چلے چلو یہاں تک کہ دو یا تین میل چلے پھر اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو یونہی کیا کرتے تھے اور عبداللہ نے کہا میں نے دیکھا ہے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز تین رکعت پڑھتے پھر

ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ

سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی اقامت کہلاتے اور اسے دو رکعت پڑھتے پھر

علیہ وسلم کان اذا اعجل بہ السیر صنع ھکذا ۔ جب شفق کا آخر حصہ رہا تو اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی تھی ۔ اس وقت عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منھ کرکے فرمایا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے ۔ نسائی[1] اور امام ابو جعفر طحاوی[2] نے یہ الفاظ روایت فرمائے ہیں: حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی ۔ پھر ہماری طرف منھ کرکے کہا ۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے ۔

یہ روایتیں اس پر حجت قاطع ہیں کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ ایک نماز کو اس کے اخیر وقت میں پڑھا اور دوسری کو اس کے اول وقت میں ۔ اور یہ جمع صوری ہے حقیقی نہیں ۔ نیز ابو داؤد کی پہلی روایت جسمیں یہ ہے ثم انتظر حتی غاب الشفق ۔ مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہانتک کہ شفق ڈوب گئی ۔ تو عشاء پڑھی ۔ یہ بخاری میں وارد لفظ قلما یلبث ۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کی تفسیر ہے ۔ یہ صیغہ اپنے اصلی معنی کے لحاظ سے اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہمیشہ یہی عادت تھی ۔

---

[1] ایضاً ۔ [2] شرح معانی الآثار اول باب الجمع بین الصلوتین کیف ھو ص ۸۰

يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتّٰى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ - عہ

سلام پھیرتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے۔ جب رات میں اٹھتے تو پڑھتے۔

حدیث ۶۶۱

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر (نفل) نماز پڑھتے تھے اور وتر بھی اور

اس کی مکمل بحث اور اس میں غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی قدم قدم پر ٹھوکریں دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین" کا مطالعہ کریں، جو فتاوی رضویہ جلد دوم ص۲۸۱ تا ص۱۴ میں مطبوع ہے۔ اس کے مطالعے سے حق پسندوں کی آنکھیں روشن ہونگی دل مطمئن ہوں گے۔ احناف کے عمل بالحدیث کا اذعان کامل ہوگا۔ اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی حدیث دانی کے وہ جلوے نظر آئیں گے کہ کہنا پڑے گا یہ اپنے وقت کے بخاری و مسلم تھے۔ کاش کوئی جناب علی میاں ندوی کو ہدایت دے کہ وہ کم از کم اعلیٰحضرت قدس سرہ کا یہی ایک رسالہ دیکھ لیں تو انھیں بھی اپنے والد کی طرح کہنا پڑے گا۔ فاق اقرانہ[لے] اور جو انھوں نے قلیل البضاعۃ فی الحدیث۔ کی پھبتی کسی ہے اس سے توبہ کرنا پڑے گا۔ اگرچہ انھیں توبہ کی توفیق کہاں؟ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ جسے مکمل بحث دیکھنی ہو تو وہ۔ حاجز البحرین کا ضرور مطالعہ کریں۔

صفیہ بنت ابی عبید یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ، مشہور کذاب، مختار بن ابی عبید ثقفی کی بہن تھیں۔ ان کے والد حضرت ابو عبید صحابی ہیں۔ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں شہید ہوئے۔ حضرت صفیہ کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ انھیں زمانہ اقدس بھی ملا۔ اور انھوں نے حضور سے سنا بھی ہے۔ یہی قسطلانی میں ہے کہ صحابیہ، ثقفیہ ہیں، عابدہ بیبیوں میں تھیں۔ تقریب میں ہے۔ دار قطنی نے، عہد اقدس پانے کا انکار کیا ہے مگر اصابہ میں قرائن سے یہ تحقیق فرمائی کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ملا۔ مگر کچھ سنا نہیں، یہ بیمار ہوگئیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خط لکھا کہ میرا دم واپسیں ہے۔ یہ خط پاکر حضرت ابن عمر تیزی سے چلے یہاں تک کہ ایک دن میں تین دن کی راہ طے فرمائی۔

تشریحات ۶۶۱ تا ۶۶۵ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں نفل نماز سواری پر جائز ہے۔ بشرطیکہ سواری چل رہی ہو۔ اگر کھڑے ہونے پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے رکوع سجدے پر قدرت نہ ہو تو اشارے سے پڑھے۔ قبلہ کو منھ نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر سواری جانور ہے اور کھڑی ہو تو سواری پر نہ پڑھے۔ اس میں بلا ضرورت جانور کو ایذا پہنچانا ہے۔ ہاں اگر موٹر ریل گاڑی وغیرہ غیر جاندار سواری ہو تو کھڑی رہنے کی حالت میں بھی اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ فرائض چلتی ہوئی سواری پر صحیح نہیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے اشارے سے پڑھے۔ نیز فرائض میں یہ بھی ضروری ہے کہ قبلے کی جانب رخ ہو۔ موٹر ریل گاڑی وغیرہ کھڑی ہوں تو فرائض بھی اس پر ہو جائیں گے۔ چلتی ہوئی ٹرین اور موٹر میں فرائض درست نہیں۔ اگرچہ کھڑے ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھے۔ اس کی مفصل بحث گذر چکی۔

ہمارے یہاں وتر واجب ہے اس لئے یہ بھی سواری پر اور اشارے سے اور قبلے کی جانب رخ کئے بغیر صحیح نہیں۔ اور یہی حکم فجر کی سنت

عہ تقصیر۔ یصلی المغرب ثلثا فی السفر ص ۱۴۸۔ لے نزھۃ الخواطر جلد ثامن ص ۳۸

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُہٗ ۔ عہ

بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کرتے تھے۔

حدیث ۶۶۲ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں اپنی سواری پر (نفل) نماز اشارے سے

عَلٰی رَاحِلَتِہٖ اَیْنَمَا تَوَجَّہَتْ بِہٖ یُوْمِیْ وَذَکَرَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

پڑھتے تھے۔ سواری ان کا منھ کدھر بھی کئے ہو۔ اور عبداللہ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُہٗ ۔ عہ

ایسا کرتے تھے۔

حدیث ۶۶۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ اَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِیْعَۃَ اَخْبَرَہٗ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَلَی الرَّاحِلَۃِ یُسَبِّحُ

تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر سر کے اشارے سے نفل پڑھتے جدھر بھی

یُوْمِیْ بِرَاْسِہٖ قِبَلَ اَیِّ وَجْہٍ تَوَجَّہَ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

رخ انور ہوتا۔ اور فرض نماز میں

وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ ۔ سہ

ایسا نہیں کرتے تھے۔

کا بھی ہے۔ اس لئے کہ اس کا تاکد اور سنن کے بہ نسبت زیادہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ۶۵۹ میں ہے کہ وہ سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ ہماری دلیل وہ ہے جو امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور جب وتر پڑھنا ہوتا تو زمین پر پڑھتے، فرماتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یزید بن سنان۔ امام نسائی کے شیخ ہیں، اور ابو عاصم نبیل امام بخاری کے۔ اور حنظلہ سے پوری جماعت نے روایت کیا ہے۔ نفل سواری پر پڑھتے پڑھتے وتر اتر کر زمین پر پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ سواری پر وتر صحیح نہیں۔ ابھی حدیث ۶۵۹ مذکور سے ظاہر کہ وتر بھی سواری پر پڑھتے تھے۔ تو وتر سواری پر صحیح ہے یا نہیں۔ اس میں تردد پیدا ہوگیا اور ظاہر ہے کہ عبادات میں احتیاط

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب صلوۃ التطوع علی الدواب ص ۱۴۸ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ الوتر باب الوتر علی الدابۃ ص ۱۳۶

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب الایماء علی الدابۃ ص ۱۴۸ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوٰۃ و قبلہا ص ۱۴۹۔

سہ تقصیر الصلوٰۃ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ باب التطوع علی الدّآب ص ۱۴۸ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوات و قبلہا ص ۱۴۹ مسلم۔

حدیث ۶۶۴ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْمَکْتُوْبَۃَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ ع۵

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرق کی جانب منھ ہوتے ہوئے اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور جب فرض پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اترتے اور قبلے کی جانب منھ کرکے نماز پڑھتے۔

حدیث ۶۶۵ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِیْنَاہُ بِعَیْنِ التَّمْرِ فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حِمَارٍ وَّوَجْہُہٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ یَعْنِیْ عَنْ یَّسَارِ الْقِبْلَۃِ فَقُلْتُ رَاَیْتُکَ تُصَلِّیْ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ لَمْ اَفْعَلْہُ۔ رَوَاہُ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ طَھْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ

انس بن سیرین نے خبر دی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام سے آرہے تھے تو ہم نے ان کا استقبال کیا ہم نے عین التمر میں ان سے ملاقات کی۔ میں نے انکو دیکھا کہ گدھے پر سوار ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کا منھ اس طرف ہے یعنی قبلے کے بائیں تو میں نے ان سے عرض کیا میں آپ کو غیر قبلہ کی طرف منھ کئے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں تو فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ ابراہیم بن طہمان نے بطریق حجاج عن انس بن سیرین عن انس بن مالک، اسے

پر عمل واجب۔ اس لئے ہم نے کہا کہ سواری پر وتر درست نہیں۔ نیز دونوں احادیث میں تعارض ہے اور عند التعارض کسی ایک کو ترجیح قیاس سے ہوتی ہے۔ چونکہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ سواری پر وتر درست نہ ہو اس لئے ترجیح اسی کو ہے۔ قیاس یہ ہے کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ وتر واجب ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ فرائض کی طرح واجبات بھی سواری پر درست نہیں۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ صحت والی حدیث مقدم ہو اور عدم صحت ثابت کرنے والی مؤخر۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ معاملہ برعکس ہو، تو پہلی صورت میں صحت والی حدیث منسوخ ہوگی اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔ تو سواری پر وتر کی صحت مشتبہ ہوگئی، اس لئے اس پر عمل نامناسب۔ اور زمین پر بلاشبہہ بالاتفاق درست تو اس پر عمل ضروری ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۶۵۹ کی اس روایت میں جو باب ینزل للمکتوبۃ۔ میں ہے۔ یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عمر رات کی نماز مسافرت کی حالت میں سواری پر پڑھتے مگر رات کی تخصیص نہیں دن کے نوافل بھی سفر کی حالت میں پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض طرق میں سفر مذکور نہیں۔ یوں ہی بعض میں نفل کا ذکر نہیں۔ مگر دوسری روایتیں اس کی مخصص ہیں۔ مراد یہی ہے کہ سفر کی حالت میں صرف نفل کی سواری پر اجازت ہے۔

عین التمر عین التمر۔ عراق کا مشہور مقام ہے جسے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر

ع۵ تقصیر الصلوٰۃ۔ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ باب التطوع علی الدواب ص ۱۴۸۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

حدیث ۶۶۶ اَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَہٗ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَرَہٗ یُسَبِّحُ فِی السَّفَرِ وَقَالَ تَعَالٰی لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ عہ

حفص بن عاصم نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (سفر میں نفل کے بارے میں) پوچھا تو فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا مگر میں نے حضور کو سفر میں نفل پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ عمل ہے۔

حدیث ۶۶۷ عَنْ عِیْسٰی بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ لَا یَزِیْدُ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَذٰلِکَ سہ

عیسیٰ بن حفص نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا حضور سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے اور نہ ابوبکر و عمر و عثمان پڑھتے تھے۔

تعلیقات ۲۱۲ وَرَکَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السَّفَرِ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ لعہ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ایرانیوں کو شکست دیکر فتح کیا تھا۔ اسی میں حمران حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اور محمد بن سیرین کی والدہ سیرین قید کئے گئے تھے۔ یہ انبار کے قریب کوفے سے پچھم ہے۔

تشریحات ۶۶۶ ۶۶۷ اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر احوال میں سنن و نوافل نہیں پڑھتے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت فتح مکہ کے موقع پر سفر کی حالت میں پڑھی تھی۔ یا مراد یہ ہے کہ فرائض کے ساتھ زمین پر نہیں پڑھتے تھے۔ ورنہ ابھی حدیث گذری کہ سواری پر پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن موکدہ، موکدہ نہیں رہتے۔

تشریحات ۲۱۲ اس تعلیق کو امام مسلم[1] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے جس میں وہ واقعہ مذکور ہے کہ سو جانے کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوگئی تھی۔ نیز مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہ تقصیر الصلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ التطوع علی الحمار ص ۱۴۹، عہ تقصیر الصلوٰۃ باب من لم یتطوع فی السفر ص ۱۴۹۔ مسلم ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ سہ ایضا۔ لعہ تقصیر الصلوٰۃ۔ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوٰۃ و قبلھا۔ ص ۱۴۹۔

لہ اول المساجد باب قضاء الفائتۃ ص ۲۳۹۔

۲۱۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا کَانَ عَلٰی ظَھْرِ سَیْرٍ وَّ یَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔ عہ

ت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو ظہر اور عصر میں جمع فرماتے اور مغرب اور عشاء میں بھی۔

۶۶۸ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ ھَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ فِی السَّفَرِ یَعْنِی الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ۔ عہ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ان دونوں نمازوں مغرب اور عشاء میں جمع فرماتے۔

کی بھی حدیث میں ہے۔ ابوداؤد میں ہے۔ سب نے فجر کی سنت پڑھی پھر فجر پڑھی ۔ یہاں باب یہ ہے۔ نمازوں کے بعد اور پہلے کے سوا سفر میں نفل پڑھنا۔ یعنی فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں جو سنن رواتب ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نماز سفر کی حالت میں پڑھنی۔ اب اس اثر کو باب سے کوئی مناسبت نہیں، اس لئے کہ سنت فجر سنن رواتب میں ہے اور فجر سے پہلے ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ باب کے اس جزء غیر دبر الصلوٰۃ کے مناسب ہے۔ یہ بعد میں نہیں۔ فیہ ما فیہ۔ اسی کے ضمن میں چاشت والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اسے ضرور باب سے مناسبت ہے۔ نیز حدیث ۶۶۴ اور ۶۶۵ بھی لائے ہیں۔ ان دونوں سے باب ثابت ہے۔ ہوسکتا ہے اس تعلیق کے ذکر سے امام بخاری کا منشا یہ ہو کہ بقیہ سنن رواتب تو معاف ہیں مگر فجر کی سنت معاف نہیں۔ اسے سفر میں بھی ضرور پڑھنا لازم ہے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔

تشریح ۲۱۳ گزر چکا کہ اس سے مراد جمع صوری ہے، حقیقی نہیں۔

تشریحات ۶۶۸ اس حدیث پر عنوان یہ ہے۔ جب سفر میں مغرب اور عشا کو جمع کرے تو اذان اور اقامت کہے۔ پہلے حضرت ابن عمر والی حدیث ۶۵۸ لائے جس میں اقامت کی تصریح ہے کہ مغرب کی نماز کے لئے بھی اقامت کہی اور پھر عشاء کے لئے بھی۔ اس طرح اس حدیث سے باب کا ایک جز ثابت ہوگیا۔ مگر حضرت انس کی حدیث میں نہ اذان کا ذکر ہے نہ اقامت کا۔ علامہ کرمانی نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ۔ الصلوتین۔ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ دونوں نمازیں اپنے تمام ارکان و شرائط و سنن کے ساتھ پڑھیں جنہیں اذان و اقامت دونوں داخل ہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ حضرت انس کی حدیث کی تفسیر حضرت

عہ تقصیر الصلوٰۃ۔ باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ص ۱۴۹ عہ تقصیر الصلوٰۃ باب ھل یوذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء ص ۱۴۹۔ ۵؎ اول صلوٰۃ باب فی من نام عن صلوٰۃ او نسیہا ص ۶۲

۲۱۴ فِیْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عـ۵

ت اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

۶۶۹ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِیْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰی وَقْتِ

جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے

الْعَصْرِ ثُمَّ یَجْمَعُ بَیْنَهُمَا فَاِذَا زَاغَتْ صَلَّی الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ عـ۶

پھر دونوں کو جمع فرماتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔

ابن عمر کی حدیث ہے۔

رہ گئی یہ بحث کہ جمع صوری میں اذان اور اقامت کہی جائے گی یا نہیں۔ مجھے اس کی کہیں تصریح نہیں ملی۔ مگر جب فقہا تصریح فرماتے ہیں کہ مسافر کو اذان و اقامت دونوں کو چھوڑنا مکروہ ہے حتی کہ تنہا ہو جب بھی۔ البتہ اگر تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان نہ کہنا مکروہ نہیں مگر اقامت کا چھوڑنا اب بھی مکروہ ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ دونوں کے لئے اذان بھی کہے اور اقامت بھی، ورنہ کم از کم دونوں کے لئے اقامت ضرور کہے جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔

۲۱۴ تشریحات اس تعلیق سے قبل متصل یہ باب ہے۔ ظہر کو عصر تک مؤخر کرے جبکہ سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے ۔ اس تعلیق کو امام احمد[۱] نے اور امام ترمذی[۲] نے اپنی سند کے ساتھ جس میں حسین بن عبد اللہ بن عباس ہے۔ یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ ضرور بتائیے تو فرمایا، اگر منزل پر سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر ایک ساتھ سوار ہونے سے پہلے پڑھ لیتے اور جب سورج منزل پر نہیں ڈھلتا تو روانہ ہو جاتے یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہو جاتا تو اترتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے۔

اس حدیث کا ایک راوی حسین بن عبد اللہ بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن مدینی نے کہا، میں نے اس کی حدیث ترک کر دی ۔ حضرت امام احمد نے فرمایا۔ اس کے لئے منکر اشیا ہیں۔ ابن معین نے کہا ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا۔ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا سندیں بدل دیتا ہے اور مسانید کو مرفوع کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث لائق احتجاج نہیں۔

۶۶۹ تشریحات امام شافعی اور امام احمد سفر میں جمع حقیقی کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ان کے یہاں یہ تفصیل ہے۔ اگر پہلی نماز کے وقت منزل پر ہو تو افضل یہ ہے کہ پہلی ہی کے وقت میں دوسری کو بھی پڑھ لے۔ اور اگر پہلی نماز کے وقت میں سفر کر رہا ہو تو افضل یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر دے۔ اور دوسری نماز کے وقت میں پڑھے مگر شرط یہ ہے کہ پہلی کے وقت میں یہ

عـ۵ تقصیر الصلوۃ باب یوخر الظھر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس ص ۱۵۰ عـ۶ ایضا ص ۱۵۰ دو طریقے سے

۱ مسند جلد اول ص ۳۶۷، ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۱۵۴۔

نیت کرلے کہ اسے دوسری کے وقت میں پڑھونگا، اور دونوں کے وقت میں سفر ہی کررہا ہو تو اسے اختیار ہے۔ خواہ پہلی کو موخر کرکے دوسری کے وقت میں پڑھے خواہ دوسری کو پہلی کے وقت میں پڑھے۔ ان کے یہاں جمع صرف ظہر وعصر اور مغرب وعشاء میں ہے۔ عشاء اور فجر میں یا عصر ومغرب میں نہیں۔ جمع کے شرائط ان کے یہاں یہ ہیں۔ اگر عصر کو ظہر کے وقت میں یا عشاء کو مغرب کے وقت میں پڑھنا چاہتا ہے تو تین شرطیں ہیں۔ پہلی کو پہلے پڑھے اور پہلی سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے جمع کی نیت کرلے دونوں کے مابین کسی منافی صلوٰۃ کا فصل نہ ہو ___ اور اگر ظہر کو عصر کے وقت میں یا مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ظہر کا وقت نکلنے سے پہلے۔ یونہی مغرب کا وقت نکلنے سے پہلے جمع کی نیت کرکے [1]

جواب اس حدیث سے شوافع کا استدلال تام نہیں۔ نہ جمع تاخیر کا نہ جمع تقدیم کا۔ جمع تاخیر کا یوں نہیں کہ ۔ یہ جو فرمایا۔ کہ ظہر کو عصر تک موخر فرمایا۔ اولاً۔ اس میں اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہے کہ عصر کے وقت کے قریب تک موخر فرمایا۔ اور قریب وقت کو عین وقت سے تعبیر کرنا دنیا کے ہر عرف میں شائع اور ذائع ہے۔ حدیث ابن عمر ۶۵۸ کے پیش نظر دفع تعارض کے لئے یہ احتمال مراد لینا لازم۔ ثانیاً یہ فرمایا کہ ظہر کو عصر تک مُؤخر فرمایا۔ یعنی ظہر کو اس وقت پڑھا کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت آگیا۔ اب یہ کہنا بالکل درست کہ ظہر کو عصر تک مُؤخر فرمایا۔ اور جمع تقدیم کا اس میں پتہ نہیں۔ صرف یہ مذکور ہے کہ اگر بعد زوال کوچ فرماتے تو ظہر پڑھکر سوار ہوتے۔ یہ کہاں مذکور ہے کہ عصر بھی پڑھتے۔ بلکہ مقام کا اقتضاء یہ تھا کہ اگر واقعی ظہر ہی کے وقت میں عصر بھی پڑھتے تو ضرور مذکور ہوتا۔ یہاں باعتبار ظاہر عدم ذکر، ذکر عدم متبادر ہے۔

دوسری کتب حدیث میں یہ ضرور ہے کہ بعد زوال کوچ فرماتے تو ظہر وعصر پڑھتے۔ امام حاکم نے اربعین میں اپنی سند کے ساتھ ابن شہاب زہری سے روایت کیا۔ اور فریابی نے تنفرد اسحاق بن راہویہ، سے اور طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن الفضل سے روایت کیا ہے۔ اولاً یہ روایتیں ضعیف ساقط الاعتبار ہیں، جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حاجز البحرین میں بدلائل ثابت فرمایا۔ نیز غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل معیار، میں امام حاکم اور طبرانی کو ضعیف مان چکے ہیں۔ ثانیاً غیر مقلدین کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ صحیحین کے مقابلے میں غیر صحیحین کی روایت مرجوح۔ پھر غیر مقلدین کا اس سے استدلال ان کے طور پر فاسد۔ ثالثاً۔ ان روایتوں میں یہ کہاں ہے کہ عصر کو ظہر کے وقت پڑھتے تھے۔ ظہر اور عصر پڑھ کر کوچ فرماتے تھے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ ظہر پڑھکر قیام فرماتے جب عصر کا وقت ہوجاتا تو عصر کو اس کے وقت میں پڑھ کر سوار ہوتے۔ اسی وجہ سے امام ابو داؤد نے فرمایا کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث قائم نہیں۔

مسک الختام جمع حقیقی، نص قرآنی کے معارض ہے۔ ارشاد ہے۔

(۱) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔

جب ہر نماز کا وقت مقرر ہے تو ایک نماز بالقصد وقت گزار کر پڑھنا، یا وقت سے پہلے پڑھنا اس ارشاد کی خلاف ورزی ہے۔

(۲) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی تمام نمازوں کی محافظت کرو بیچ والی کی۔

---

[1] ردالمحتار اول باب الاوقات ص ۲۵۶

حدیث ۶۷۰ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عبداللہ بن بریدہ نے کہا مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی
عَنْہُ وَکَانَ مَبْسُوْرًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوۃِ
اور یہ بواسیر کے مریض تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیٹھکر نماز پڑھنے
الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ اِنْ صَلّٰی قَائِمًا فَھُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰی قَاعِدًا فَلَہٗ نِصْفُ
والے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کھڑے ہوکر نماز پڑھنی افضل ہے اور جو بیٹھکر پڑھے اسے کھڑے ہوکر پڑھنے
اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰی نَائِمًا فَلَہٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ ع
کا آدھا ثواب ہے اور جو سوکر پڑھے اسے بیٹھکر پڑھنے والے کا آدھا۔

محافظت کے معنی وقت پر ادا کرنا بھی ہے۔ بیضاوی میں ہے۔ ای بالاداء لوقتھا ولمداومتھا۔ ارشاد العقل السلیم میں ہے۔ ای داوموا علی ادائھا لاوقاتھا من غیر اخلال بشی۔ یعنی محافظت کے معنی یہ ہیں۔ کہ نماز کو ان کے وقتوں پر ادا کرو اور اس کی پابندی کرو۔

اس مضمون کی ایک ہی نہیں متعدد آیتیں ہیں۔

(۳) ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ پھر انکے پسماندہ وہ آئے جنھوں نے نماز ضائع کیں۔

اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمائی[۱] اخروھا عن مواقیتھا وصلوھا لغیر وقتھا۔ یہ لوگ نمازوں کو ان کے وقتوں سے ہٹاتے ہیں اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب نے یہ تفسیر کی۔ ھو ان لا یصلی الظھر حتی اتی العصر۔ نماز ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔

جب جمع حقیقی، خواہ جمع تقدیم ہو یا جمع تاخیر، نصوص قرآنیہ کے معارض ہے۔ تو اس کا اثبات احادیث آحاد وہ بھی محتمل الدلالت سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص درست نہیں۔ نیز اس تقدیر پر احادیث میں تعارض لازم آئیگا۔ اور جمع صوری مراد لینے میں تعارض بھی ختم ہوتا ہے۔ اور احادیث میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے اسلئے احناف نے جمع حقیقی کو ناجائز کہا اور اس باب میں وارد احادیث کو جمع صوری پر محمول فرمایا۔ ناظرین اس مسئلے کی تحقیق کے لئے حاجز البحرین کا ضرور مطالعہ کریں۔

تشریحات ۶۷۰-۲۱۵-۶۷۱ حضرت عطاء کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے متعلق دو خاص بحث ہے:۔

پہلی بحث:۔ یہ ہے کہ فرض نماز قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھکر پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ درست نہیں۔ اس لئے کہ قیام فرض ہے۔ اور بلا عذر فرض کے چھوڑنے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور حدیث میں بیٹھکر یا لیٹ کر پڑھنے کی اجازت اسوقت ہے کہ قیام کی یا قعود کی استطاعت نہ ہو۔ نائمًا سے مراد لیٹ کر ہے۔ حقیقی سونا مراد نہیں۔ اگر کوئی واقعی سو رہا ہو، نیند میں ہو تو وہ نماز کیسے پڑھ سکیگا۔

ع تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ القاعد بالایماء ص ۱۵۰، ابوداؤد ترمذی، نسائی۔ [۱] عمدۃ القاری ص ۱۶۲/۷ [۲] اثر کا محی السنہ حاجز البحرین فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۳۷۵۔

تعلیق ۲۱۵

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ ع۵

اور عطاء نے کہا۔ اگر قبلے کی جانب منہ کرنے پر قادر نہ ہو تو جدھر منہ ہو اسی طرف نماز پڑھے۔

حدیث ۶۷۱

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بواسیر تھی اس لئے میں نے

فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کھڑے

فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ ع۶

ہو کر پڑھ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھکر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کروٹ پر۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کی تین صورتیں ہیں۔ داہنی کروٹ پر لیٹے، یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منھ قبلے کو ہو۔ یا چت لیٹے اور پاؤں قبلے کی جانب ہو، مریض کی جیسی حالت ہو اس کے مطابق کرے اگر تینوں میں یکساں قدرت ہو تو افضل یہ ہے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھ مگر گھٹنے کھڑے رکھے اس لئے کہ قبلے کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ رکوع سجدے کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ رکوع کے لئے کم سجدے کے لئے زیادہ اور سر کے نیچے تکیہ رکھ لے اس سے منھ بھی قبلہ کی جانب ہوگا اور اشارے میں آسانی بھی ہوگی۔ اور اگر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو اس وقت نماز نہ پڑھے۔ اگر چھ سے زیادہ نمازوں کا وقت اسی طرح گزر گیا تو یہ نمازیں معاف ہیں۔ چھ سے کم میں افاقہ ہوا اگرچہ اتنا ہی کہ سر کے اشارے سے پڑھ سکتا تھا تو قضا لازم۔ نفل نماز قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے، البتہ بیٹھنے پر قدرت ہوتے ہوئے لیٹ کر پڑھنے کی اجازت نہیں۔ وجہ فرق یہ ہے کہ بیٹھنا بھی نماز کے ارکان میں ہے، مگر لیٹنا نہیں۔ اور اگر مریض نہ خود قبلے کی طرف منہ کر سکتا ہے نہ دوسرا کرا سکتا ہے۔ تو جدھر منہ ہو سکے اسی طرف منہ کر کے پڑھے۔

دوسری بحث:- یہ ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب آدھا ہے۔ تو اس سے فرائض مراد ہیں یا نوافل۔ قدرت کی حالت میں مراد ہے یا عذر کی حالت۔ امام نووی وغیرہ نے فرمایا اس سے مراد صرف نوافل ہیں، اور قدرت کی حالت بھی۔ یعنی قیام پر قدرت ہوتے ہوئے جو نفل نماز بیٹھکر پڑھے گا اسے آدھا ثواب ملے گا۔ لیکن جو شخص کھڑے ہو کر نفل پڑھنے کا عادی تھا۔ بوجہ عذر، بیماری، ضعف بیٹھکر نماز پڑھے گا اسے پورا ثواب ملے گا۔ فرائض مراد نہیں۔ اس لئے کہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھکر فرائض درست ہی نہیں۔ پھر اس میں آدھے ثواب کا سوال ہی نہیں۔

مطابقت باب:- یہاں تقصیر صلوٰۃ کے ابواب چل رہے ہیں۔ تقصیر کے شرعی معنی، بجائے چار کے دو رکعت پڑھنی ہے۔ مریض کیلئے یہ تخفیف نہیں۔ مگر قصر سفر میں ہوتا ہے۔ اور سفر میں کبھی ایسا سانحہ پیش آجاتا ہے کہ آدمی سواری سے اتر نہیں سکتا جیسے نیچے کیچڑ ہے جس پر سجدہ نہیں ہو پائے گا جس کی وجہ سے وہ سجدہ پر قادر نہیں، سواری پر اشارے سے نماز پڑھے۔ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔ یا یہ کہ تقصیر کے لغوی

ع۵ تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ القاعد بالایماء ص ۱۵۰۔ ع۶ باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب ص ۱۵۰ ابوداود۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔

۲۱۶ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ شَاءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا اَوْ رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا عہ

ت اور حضرت حسن بصری نے فرمایا مریض چاہے تو دو رکعت بیٹھکر پڑھے اور دو رکعت کھڑے ہوکر۔

۶۶۲ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا لَمْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے بتایا کہ انھوں نے

تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سن رسیدہ ہونے سے پہلے صلوۃ اللیل بیٹھکر پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا

اَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلٰثِيْنَ

حضور کا جب سن مبارک زیادہ ہوگیا تو بیٹھکر پڑھتے رہتے جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوتے اور تیس یا چالیس

اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً ثُمَّ رَكَعَ۔ عہ

آیت کے قریب پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

۶۶۳ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

معنی مراد لئے جائیں۔ یعنی کمی کرنا چونکہ اشارے سے نماز پڑھنے میں یا بیٹھکر پڑھنے میں قیام بالکلیہ اور رکوع وسجدہ بروجہ مسنون چھوٹ جاتا ہے اس اعتبار سے کمی ہوئی۔ اسی حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ بیٹھنے والے کی نماز اشارے سے۔ حدیث میں اشارے کا کوئی ذکر نہیں صراحۃ ذکر نہیں مگر لزوماً ہے۔ اس لئے کہ لیٹ کر جب نماز پڑھیں گے تو اشارے ہی سے پڑھیں گے۔ رکوع سجدے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اسماعیلی اور خطابی نے کہا کہ نائما تصحیف ہے۔ یہ۔ بالایماء۔ تھا۔ مگر ایسا نہیں۔ کریمہ وغیرہ کے نسخوں میں یہ زائد ہے۔ ابوعبداللہ یعنی امام بخاری نے کہا۔ نائما کے معنی میرے نزدیک لیٹنے والے کے ہیں۔ انلوگوں نے نائما کے معنی حقیقی سمجھ لیا، حالانکہ اس کا مجازی معنی لیٹنا مراد ہے۔

تشریح ۲۱۶ ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کے ہم معنی موصولا ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ مریض کی جو حالت ہو اسکے مطابق نماز پڑھے۔ الفاظ یہ ہیں۔ یصلی المریض علی الحالۃ اللتی ھو علیھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پوری نماز میں قیام پر قادر نہیں تو پوری نماز بیٹھکر پڑھے اور اگر کچھ حصے میں خواہ اول خواہ اوسط میں یا آخر میں قیام پر قدرت ہو تو اتنی دیر کھڑے ہوکر پڑھے۔ اسی کی فرع حضرت حسن کا ارشاد بھی ہے۔

تشریحات ۶۶۲-۶۶۳ یہ دونوں احادیث ایک ہی ہیں۔ ایک مختصر ہے دوسری مفصل۔ پہلی میں یہ مضمون زائد ہے۔ کہ سن رسیدہ ہونے سے پہلے میں نے تہجد بیٹھکر پڑھتے نہیں دیکھا، بقیہ مضمون ایک ہی ہے۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے، کہ نماز کا کچھ حصہ بیٹھکر ادا کیا جائے اور کچھ حصہ کھڑے ہوکر یہی ہمارا مسلک ہے۔ ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ اگر اتنی قدرت ہو کہ صرف تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہہ سکے تو فرض ہے کہ

عہ تقصیر الصلوۃ۔ باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم مابقی ص ۱۵۰ عہ تقصیر الصلوۃ باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم مابقی ص ۱۵۰۔ التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۴۔ ابوداؤد ترمذی، نسائی۔ مسلم۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَأُ وَھُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَائَتِہٖ

علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے قرآن مجید پڑھتے بیٹھے بیٹھے جب مقدار قرأت میں سے تیس یا چالیس

نَحْوٌ مِّنْ ثَلٰثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ اٰیَۃً قَامَ فَقَرَأَھَا وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ یَفْعَلُ

آیتوں کے قریب باقی رہتی تو کھڑے ہو جاتے اور انھیں کھڑے کھڑے پڑھتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ

فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ فَاِذَا قَضٰی صَلٰوتَہٗ نَظَرَ فَاِنْ کُنْتُ یَقْظٰی تَحَدَّثَ

دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے جب نماز پوری فرما لیتے تو دیکھتے اگر میں جاگتی رہتی تو مجھ سے

مَعِیَ وَاِنْ کُنْتُ نَائِمًا اِضْطَجَعَ۔ عہ

بات کرتے اور اگر میں سو جاتی تو لیٹ جاتے۔

تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے۔ پھر بیٹھ جائے اور اگر اتنی قدرت کے باوجود تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تو نماز نہ ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التہجد

حدیث ۶۷۴ عَنْ طَاؤُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

امام طاؤس سے روایت ہے کہ انھوں نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ قَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو یہ پڑھتے تھے اے اللہ تیرے لئے حمد ہے

تشریحات ۶۷۴ اللھم قیم السموات والارض۔ بعض نسخوں میں اللھم لک الحمد قیم الخ ابو الزبیر کی روایت مذکورہ میں انت قیّام السموات والارض ہے۔ اس روایت میں۔ قیم سے پہلے انت محذوف مبتدا ہے جس کی خبر قیم السموات ہے قیّم۔ قیّام ۔ قیّوم ہم معنی ہیں۔ البتہ لفظ قیوم۔ اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے۔ کسی مخلوق کو قیوم کہنا جائز نہیں۔ حتی کہ مجمع الانہر او شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ کسی مخلوق کو قیوم کہنا کفر ہے۔ اگرچہ صحیح یہ ہے کہ کفر اس وقت ہے جبکہ خاص اس معنی کو لے کر غیر خدا پر اس کا اطلاق کریں۔ مگر ممنوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ قیوم کے معنی ہیں الذی لایزول جس کے لئے زوال و فنا نہیں۔ قتادہ نے کہا القائم بنفسہ بتدبیر خلقہ المقیم لغیرہ جو اپنی مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قائم ہو اور دوسرے کو قائم کرنے والا ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے معنی ہیں الدائم القیام بتدبیر

عہ ایضا

أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ

تو آسمانوں اور زمین اور ان میں جتنے ہیں سب کو قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور

وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ

ان میں جتنے ہیں سب کا نور ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمان وزمین اور جتنے ان میں ہیں ان سب پر تیری ہی حکومت

فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَ

ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور تیرا ارشاد حق ہے اور

الْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ

جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور تمام انبیاء حق ہیں اور محمد حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ تیرا ہی تابع

أَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ

فرمان ہوا اور تجھی پر ایمان لایا اور تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع ہوا اور تجھی سے میں نے انصاف چاہا

حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ

اور تجھی کو حاکم مانا تو مجھے بخش دے جو لغزشیں مجھ سے پہلے ہوئیں یا جو بعد میں ہوں گی اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جن کو

الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ

میں نے علانیہ کیا تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں اور تیرے علاوہ اور کوئی پرستش

الخلق المعطی جو مخلوق کی تدبیر پر ہمیشہ قائم ہو اور ہر چیز کا عطا کرنے والا ہو۔ قاموس میں اس کے معنی یہ بتائے۔ الذی لا ند لہ جس کا کوئی مثل نہ ہو۔ یہ قیوم کے شرعی معنی ہیں۔ جن کے لحاظ سے وہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ باعتبار لغت، یہ قیام سے مبالغے کا صیغہ ہے اصل میں قَیْوِمٌ تھا۔ سیّد کے قاعدے سے واؤ کو یار سے بدلا اور یار کو یار میں ادغام کر دیا۔ لفظ قیم۔ باری تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں اسکا اطلاق احادیث میں بھی مخلوق پر آیا ہے۔ ارشاد ہے۔ حتی یکون لخمسین امراۃ القیم الواحد[1] یہانتک کہ پچاس عورت کیلئے ایک نگہبان ہوگا۔

انت الحق حق۔ مصدر ہے۔ معنی میں ثابت ہونے کے یہاں بمعنی مفعول ہے۔ یعنی وہ ہستی جو بلا شک وشبہہ موجود ہو یا جو بذاتہ موجود ہو اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو۔ یا وہ موجود جو مسبوق بالعدم نہ ہو اور قابل زوال نہ ہو۔ پہلا معنی عام ہے۔ اور اس معنی کے اعتبار سے جنت دوزخ وغیرہ پر حق کا حمل ہوا۔ بعد والے دونوں معنی باری عزاسمہ کے ساتھ خاص ہیں۔

فاغفرلی مراد یہ ہے کہ وہ امور جو اگر چہ فی نفسہ گناہ نہیں مگر میری شان ارفع و اعلیٰ کے مناسب نہیں تھے مجھ سے سہواً صادر ہوئے، انھیں درگزر فرما۔ جیسا کہ فرمایا گیا حسنات الابرار سیات المقربین خود ارشاد فرمایا انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ۔

[1] بخاری اول۔ العلم۔ باب رفع العلم وظھور الجھل ص ۱۸۔

اَبُوْ اُمَیَّۃَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ع۵

کے لائق نہیں۔ اور تیری توفیق کے بغیر گناہوں سے کوئی بچ سکتا ہے اور نہ نیکیاں کرسکتا ہے۔

حدیث ۶۷۵ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأٰی رُؤْیَا قَصَّھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّیْتُ اَنْ اَرٰی رُؤْیَا فَاَقُصُّھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَکُنْتُ اَنَامُ فِی الْمَسْجِدِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص کوئی خواب دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتا۔ مجھے بھی تمنا ہوئی کہ کوئی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کروں اور میں نوعمر جوان تھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں سوتا تھا میں نے

اس لئے اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام قبل نبوت بھی اور بعد نبوت بھی ہر قسم کے گناہوں سے خواہ صغائر ہوں خواہ کبائر معصوم ہیں۔

کتاب التوحید باب وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناضرۃ ۔ میں ۔ وما اعلنت ۔ کے بعد یہ زائد ہے وانت تعلم اور تو جانتا ہے۔ کتاب الدعوات میں لاالہ الا انت ۔ اور لاالہ غیرک کے درمیان الٰھی کا اضافہ ہے۔

تشریحات ۶۷۵ تکمیل:۔ باب اذا تعار اللیل میں یہ زائد ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں تنا وبرق (موٹا ریشم کا کپڑا) ہے۔ میں جنت میں جس جگہ چاہتا ہوں مجھے اڑا لے جاتا ہے۔ اخیر میں ہے کہ حفصہ نے صرف ایک خواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

کنت انام فی المسجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مٹی کا اپنے لئے گھر بنانا چاہا مگر کسی نے انکا تعاون نہیں کیا ان کا کوئی گھر نہیں تھا اس لئے وہ ابتدا میں مسجد میں سوتے تھے۔ ہوسکتا ہے وہ اعتکاف کی نیت کرلیتے ہوں۔ اس لئے کہ معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا جائز نہیں۔ بعض علماء نے اس مسافر کو بھی جس کا کوئی ٹھکانا نہ ہو، مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جلد ثانی ص ۴۳۵ پر اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

مطویۃ اس کا ترجمہ عام طور سے یہ کیا گیا ہے کہ دوزخ کنوئیں کی طرح پیچدار ہے۔ مگر علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے اس کے معنی مبنیۃ کبناء البیر کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کنوئیں کو پتھر یا اینٹ وغیرہ جوڑ کر باندھ دیتے ہیں کہ گرنے نہ پائے اسی طرح دوزخ بھی پختہ کنوئیں کی طرح تھی۔

ع۵ التھجد باب التھجد باللیل ص ۱۵۱ ثانی الدعوات۔ باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل ص ۹۳۵ التوحید باب قول اللہ عزوجل وھو الذی خلق السموات والارض ص ۱۰۹۸ باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناضرۃ ص ۱۱۰۵ باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۶ ۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا

خواب دیکھا گویا دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کے پاس لے گئے میں نے جہنم دیکھا وہ کنوئیں کی طرح پختہ بنی

هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ

ہوئی ہے اور اس کے دو گوشے ہیں اور اس میں کچھ لوگ ہیں جنھیں میں پہچانتا ہوں

أَقُولُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا

میں کہنے لگا جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے بعد ایک دوسرا فرشتہ ملا اور اس نے کہا مت ڈرو میں نے

عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اسے حفصہ سے بیان کیا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا تو فرمایا عبداللہ

نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا۔ ع

اچھا شخص ہے اگر یہ رات میں نماز پڑھتا (سالم) نے کہا اس کے بعد رات میں بہت کم سوتے تھے۔

حدیث ۶۷۶ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیل ہو گئے

قرنان قرن کے معنی سینگ یا سر کے گوشے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جیسے کنوؤں کے اوپر دو ستون گاڑ کر دونوں کے بیچ میں لکڑی یا لوہا لگا دیتے ہیں جسمیں چرخی ہوتی ہے جس پر رسی رکھکر پانی کھینچتے ہیں۔ اسی طرح دوزخ کے ارد گرد بھی دو کھمبے تھے۔

خواب اور تعبیر میں مناسبت خواب کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ جہنم دکھائی گئی اور پھر کہا گیا کہ ڈرو مت۔ دوسرا جز ان کے صالح ہونے کی دلیل ہے۔ اور پہلا جز اس کی کہ۔ کمال صلاح تک پہنچنے میں کچھ کمی ہے۔ جس پر آمادہ کرنے کیلئے جہنم دکھائی گئی۔ اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ وہ نماز تہجد نہ پڑھنا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد جہنم سے بچانے والا بھی ہے۔ اور درجات بلند کرنے والا بھی۔

تشریحات ۶۷۶ تفسیر سورہ والضحیٰ میں ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ آپکے ساتھی نے دیر کر دی، اس حدیث کے راوی حضرت جندب بن عبداللہ بن ابو سفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کو کبھی باپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن عبداللہ کہا جاتا ہے، کبھی دادا کی طرف منسوب کرکے ابن ابی سفیان۔ کتاب التفسیر میں جندب بن ابی سفیان کہا ہے۔ پہلی حدیث بطریق ابونعیم، سفیان بن عیینہ سے مروی ہے اور دوسری بطریق محمد بن کثیر۔ سفیان بن عیینہ سے آخر تک دونوں کی سند ایک ہے۔ اسی طرح فقالت امرأة من قریش سے اخیر تک دونوں کا متن بھی ایک ہے، ابتدائی حصہ مختلف ہے۔ پہلی میں یہ ہے کہ ناسازی مزاج اقدس کی وجہ سے ایک دو رات تہجد نہیں پڑھا تو اس بدبخت قریشیہ نے وہ کہا۔ دوسری میں ہے کہ جبرئیل کی حاضری میں دیر ہوئی تو اس نے وہ طعنہ دیا۔

ع۵ التہجد۔ باب فضل قیام اللیل ص ۱۵۱ باب فضل من تعار من اللیل فصلی ص ۱۵۵ مساجد باب نوم الرجال فی المسجد ص ۶۳ مناقب باب مناقب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۵۲۹ مسلم۔ فضائل۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ عـ وَعَنْهُ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ

تو ایک دو رات تہجد نہیں پڑھا اور انھیں سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل کچھ دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ

کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا اسکے شیطان نے اس کے پاس آنا بند کردیا

عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ، وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى عـ

تو سورہ والضحیٰ نازل ہوئی۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی قسم ہے رات کی جب تاریکی پھیلادے۔ تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا ہے

اشتکی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کیا تھی۔ یہ کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ البتہ ترمذی میں ہے کہ حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ انمار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور کی کوئی انگلی زخمی ہوگئی تو حضور نے فرمایا۔ ھل انت الا اصبع دمیت :. وفی سبیل اللہ مالقیت۔ توکیا ہے ایک انگلی جو زخمی ہوئی اور راہ خدا میں تجھے کسی بڑی افتاد سے سابقہ نہیں پڑا۔ اور جبرئیل نے حاضری میں دیر کردی تو مشرکین نے کہا۔ محمد کو چھوڑ دیا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تمھیں تمھارے رب نے نہ چھوڑا ہے نہ تم کو دشمن بنایا ہے۔ اس پر یہ عرض ہے کہ سورہ والضحیٰ اول بعثت میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت جندب بعد میں شرف صحبت سے بہرہ ور ہوئے ہیں جیسا کہ بغوی نے حضرت امام احمد سے معجم الصحابہ میں نقل کیا ہے۔ اب یا تو یہ کہا جائے کہ ترمذی کا یہ واقعہ اور ہے۔ اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ اور واقعہ ہے۔ اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث میں کہنے والی قریش کی کوئی عورت ہے۔ اور ترمذی میں ہے کہ مشرکین نے کہا۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ اس آیت کا نزول مکرر ہوا ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وحی کے رکنے کی وجہ سے جو قلق اور اضطراب تھا وہی خستگی سے مراد ہو۔

فقالت امراۃ من قریش امام حاکم کی روایت میں ہے۔ یہ ابولہب کی جورو، حمالۃ الحطب، ام جمیل عوراء بنت حرب بن امیہ حضرت ابوسفیان کی بہن ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیر میں اور ابوداؤد نے اعلام نبوت میں قاضی اسمٰعیل نے احکام میں روایت کیا کہ یہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا۔ یہ روایت اگرچہ باعتبار سند صحیح ہے مگر بالکلیہ غلط ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ جیسی کامل الایمان خاتون یہ کیسے کہہ سکتی ہیں جبکہ انھوں نے ابتداء نزول وحی ہی کے وقت جبکہ ان کو ابھی ایمان کی دعوت بھی نہیں دی گئی تھی۔ یہ عرض فرمایا تھا۔ کلا لایخزیک اللہ ابدًا۔ اور حضرت ورقہ سے سن چکی تھیں کہ غار حرا میں حاضر ہونے والے وہ ناموس اکبر ہیں جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل ہوئے تھے۔ سنید بن داؤد نے کہا کہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ تھیں۔ یہ دروغ کسی رافضی کا گڑھا ہوا ہے۔ حضرت صدیقہ اس وقت یا تو پیدا ہی نہ ہوئی ہوں گی اور پیدا ہوئی ہوں گی تو بہت چھوٹی شیر خوار رہی ہوں گی۔

البتہ اتنا طے ہے کہ جس نے یہ کہا تھا کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا۔ یہ کوئی بدباطن اور تھی اور جس نے یہ عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا، کوئی مومنہ تھیں۔ پہلا قول استہزاء اور ایذا رسانی کے لئے کہا گیا ہے۔ اور دوسرا قول اظہار افسوس و ہمدردی کا جملہ ہے۔ پہلی نے یا محمد کہا اور دوسری نے یارسول اللہ کہا۔ پہلی نے شیطانک کہا، اس نے صاحبک۔ اس نے کہا تھا۔ ترکک اور اس نے عرض کیا

عـ التہجد ترک القیام للمریض ص ۱۵۱ ثانی تفسیر سورہ والضحیٰ ص ۹-۷۳۸ دو طریقے سے فضائل القرآن باب کیف نزل الوحی ص ۷۴۵، مسلم مغازی۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر۔

۶۶۷ حدیث اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی کہ حضرت امام حسین بن علی نے خبر دی کہ حضرت علی بن

اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ بِنْتَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ایک رات ان کے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم دونوں

لَیْلَۃً فَقَالَ اَلَا تُصَلِّیَانِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَا شَاءَ اَنْ یَّبْعَثَنَا

نماز نہیں پڑھتے تو میں (حضرت علی) نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جان اللہ کے قبضے میں ہے

بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِیْنَ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًا ثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَھُوَ مُوَلٍّ یَضْرِبُ

جب چاہتا ہے کہ ہمیں اٹھا دے تو ہم اٹھ جاتے ہیں۔ جب میں نے یہ عرض کیا تو حضور واپس ہو گئے اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر

فَخِذَہٗ وَھُوَ یَقُوْلُ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ ؎

جب رخ انور موڑ لیا تو میں نے سنا کہ اپنے زانوئے اقدس پر ہاتھ مار رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے کہ انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

ابطاك یعنی آنے میں دیر کی۔

کتنے دن وحی رکی اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ چالیس دن۔ فراء کی کتاب المعانی میں ہے کہ پندرہ دن۔ ابن جریج سے منقول ہے کہ بارہ دن ایک قول یہ ہے کہ بیس دن۔ ان اقوال اور پہلی روایت میں تعارض نہیں کہ فرمایا: دو ایک رات تہجد نہیں پڑھا۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداء حسب عادت تہجد پڑھتے رہے ہوں، جب تاخیر بہت ہوئی، بےچینی اور گھبراہٹ زیادہ ہوئی، یا کوئی مرض لاحق ہو گیا تو دو ایک رات تہجد نہ پڑھا ہو۔

۶۶۷ تشریحات اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے۔ تہجد فرض نہیں نفل ہے مگر اتنا موکد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر تحریض کے لئے رات میں حضرت امیر المومنین شیر خدا کے دولتکدہ پر تشریف لے گئے۔ اسمیں حضرت اسد اللہ کا فضل و کمال ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ جسمیں ان کی کچھ خلاف شان بات تھی برملا بیان فرمایا۔ آیت کریمہ۔ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ میں الانسان اپنے عموم پر ہے، اسمیں مومن کافر سبھی داخل ہیں۔

۶۶۸ حدیث عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۶۶۸ یہاں یہ ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت نہیں پڑھی ــــ اور

ع۱ التہجد باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲ ثانی تفسیر سورۂ کہف ص ۶۸۷ الاعتصام باب قولہ وکان الانسان اکثر شیء جدلا ص ۱۰۹۱ باب المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۲ مسلم صلوۃ نسائی صلوۃ۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَدَعُ الْعَمَلَ وَھُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْمَلَ بِہٖ خَشْیَۃَ اَنْ یَّعْمَلَ بِہِ النَّاسُ فَیُفْرَضَ

ایک عمل چھوڑ دیتے تھے حالانکہ اسے کرنا پسند فرماتے تھے اس اندیشے کی وجہ سے کہ لوگ وہ عمل کریں گے

عَلَیْھِمْ وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَۃَ الضُّحٰی قَطُّ وَاِنِّیْ لَاُسَبِّحُھَا ع۵

تو ان پر فرض کردیا جائیگا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے نماز چاشت کبھی نہیں پڑھی اور میں اسے پڑھتی ہوں۔

حدیث ۶۷۹ سَمِعْتُ الْمُغِیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ یَقُوْلُ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باب من لم یصل الضحی میں ہے کہ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز چاشت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اسی پر یہاں کی روایت بھی محمول ہے۔ اس لئے کہ مسلم[۱] میں انھیں سے مروی ہے کہ اگر سفر سے آتے تو پڑھتے۔ نیز[۲] اسی میں انھیں سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ فرما دیتے۔ چونکہ نماز چاشت کا وقت وہ ہے کہ اس وقت حضور دولت خانے میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ عموماً باہر یا مسجد میں یا کسی صحابی کے گھر رہا کرتے تھے اور ام المومنین کے یہاں نو دن میں صرف ایکدن قیام رہتا اس لئے انھیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر دوسروں سے سن کر علم ہوا کہ چار رکعت یا اس سے زائد پڑھتے تھے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ اس طرح کہ کبھی نقصانہ ہو، نہیں پڑھتے تھے۔ جس پر حدیث میں اشارہ موجود ہے، فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑنا عمل کے بعد ہی ہوگا۔

نماز چاشت کے رکعت ہے ابھی گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ فرماتے۔ حضرت ام ہانی کی حدیث میں ہے۔ کہ آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ کم از کم دو رکعتیں بھی آئی ہیں۔ حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں دو ہی رکعت وارد ہے[۳]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے بدعت کہتے تھے۔ کبھی فرماتے اچھی بدعت ہے۔ کبھی فرماتے — ما ابتدع المسلمون بدعۃ افضل منہا[۴]۔ مسلمانوں نے اس سے افضل کوئی بدعت نہیں ایجاد کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مستحب کام کیلئے کوئی مخصوص طریقہ اور وقت مقرر کرلینے سے وہ بدعت سیئہ اور حرام نہیں ہوتا، مستحب ہی رہتا ہے۔

تشریحات ۶۷۹ قدماہ او ساقاہ ۔ یہ شک راوی ہے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے قدم میں بھی ورم آجاتا ہے اور پنڈلی میں بھی ـــ ویسے خلاد کی روایت میں بلاشک قدماہ ہے۔

فیقال بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفصیل یہ ہے۔ اس پر یہ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ یہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل کی طرف سے حضور کے بارے میں یہ آچکا ہے۔ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی ہر لغزش درگزر فرما دیا۔

افلا اکون مطلب یہ ہے کہ مجھ پر اللہ عزوجل کے جو بےشمار احسانات اور لامحدود انعامات ہیں انکا شکر ادا کرنے کے لئے اتنی عبادت کرتا ہوں۔

ع۵ التہجد باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲ باب من لم یصل صلوۃ الضحی ورآہ واسعا ص ۱۵۷ مسلم ابوداؤد نسائی۔ [۱] اول۔ صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحی ص ۲۴۸ [۲] ایضا ص ۲۴۹ [۳] مسلم اول صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحی ص ۲۵۰۔ [۴] عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۱۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقُوْمُ اَوْلِيُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْسَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا

اتنی نماز پڑھتے تھے کہ حضور کے قدم یا حضور کی پنڈلیاں ورم کر آتی تھیں خدمت

اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ع۵

اقدس میں عرض کیا جاتا تو فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حدیث ۶۸۰ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبردی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمام نمازوں سے زیادہ اللہ عزوجل کو

لَهٗ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاؤُدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاؤُدَ

محبوب داؤد کی نماز ہے اور سب روزوں سے بڑھکر اللہ کو پسند حضرت داؤد کا روزہ ہے۔ آدھی رات تک اور تہائی رات

وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا ع۶

تک قیام کرتے اور چھٹے حصے میں سوتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

حدیث ۶۸۱ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَيُّ الْعَمَلِ

امام مسروق نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا

تشریحات ۶۸۰ چونکہ انسان پر نماز اور روزے کے علاوہ اور بھی فرائض عائد ہیں۔ مثلاً اہل و عیال کی پرورش، جہاد، حج وغیرہ۔ اور ہمیشہ رات بھر جاگنے سے اور مسلسل روزے رکھنے سے ان چیزوں میں خلل واقع ہوگا اور کمزوری کے باعث ان کی ادائیگی نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے صلوٰۃ داؤد اور صوم داؤد زیادہ محبوب ہوا۔ نیز ابھی حدیث آرہی ہے کہ پابندی کے ساتھ اعمال زیادہ محبوب ہیں۔ بہ نسبت شروع کرکے چھوڑ دینے یا ناغے کے ساتھ کرنے سے، اور ہمیشہ رات بھر جاگنے، مسلسل روزے رکھنے میں مداومت نہیں ہو پائیگی اس لئے صوم داؤد اور صلوٰۃ داؤد افضل ہے۔

تشریحات ۶۸۱، ۶۸۲ محمد بن ناصر نے کہا۔ مرغ کی عادت یہ ہے کہ وہ آدھی رات کو بولتا ہے۔ اب یہ حضرت ابن عباس کی حدیث کے معارض نہیں ہوگا جسمیں مذکور ہے کہ جب آدھی رات ہوگئی یا آدھی سے کچھ کم ہوئی یا کچھ زیادہ۔ ابن بطال نے کہا۔ جب تہائی رات رہ جاتی ہے۔ جب بولتا ہے۔ تجربہ اسی کی شہادت دیتا ہے۔ اس تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا محمل یہ ہوگا کہ خاص اس رات اس وقت اٹھے اور ام المومنین کا ارشاد اکثر جو عادت کریمہ تھی اس کے مطابق ہے۔ دوسری حدیث میں نائمًا

ع۵ التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ ص ۱۵۲ ثانی تفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۶، الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ ص ۹۵۸ مسلم نسائی ابن ماجہ ترمذی کلھم فی الصلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۵۱-۲۵۵ ع۶ التہجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲، الانبیاء باب احب الصلوٰۃ الی اللہ صلوٰۃ داؤد ص ۴۸۶ مسلم ابو داؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصوم۔

كَانَ اَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا۔ فرمایا جو ہمیشہ کیا جائے

كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ ۔ عہ

میں نے عرض کیا کب تہجد پڑھتے تھے فرمایا جب مرغ کی آواز سنتے۔

حدیث ۶۸۲ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صبح

عِنْدِيْ اِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

میرے یہاں ہمیشہ سونے کی حالت میں ہوئی۔

حدیث ۶۸۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک رات میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

سے مراد لیٹے رہنا ہے، تاکہ دوسری احادیث کے معارض نہ ہو۔

تشریحات ۶۸۳ اس حدیث پر باب یہ ہے کہ تہجد میں نماز کولمبی پڑھنا۔ باب سے حدیث کومناسبت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تندرست قوی جوان تھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیوانے اور اتباع کے شوقین۔ پھر انھوں نے بیٹھنے کا ارادہ اسی وقت کیا ہوگا جبکہ وہ بہت تھک گئے ہوں گے، اتنا کہ کھڑا رہنا دشوار ہوگیا ہوگا۔ یہ اسی وقت ہوگا جبکہ قیام بہت طویل ہو۔ احناف کے یہاں قیام کا طویل کرنا بہ نسبت رکوع و سجود کی زیادتی کے افضل ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کونسی نماز افضل ہے؟ تو ارشاد فرمایا طول القنوت۔ اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ طول القیام اس حدیث نے قنوت کے معنی کی توضیح کردی کہ اس سے مراد قیام ہی ہے۔

اعتذار اس کے بعد امام بخاری حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے، ہیں جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف فرماتے۔ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ اسکا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری کا مقصود اس سے حضرت حذیفہ کی اس حدیث کی یاد دہانی ہے جو امام مسلم نے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور نے سورہ بقرہ شروع فرمادی، میں نے جی میں کہا کہ سو آیت پر رکوع فرمائیں گے۔ حضور آگے بڑھ گئے، میں نے کہا اس سورت کو ایک رکعت میں پڑھیں گے، حضور آگے بڑھ گئے، میں نے کہا اس پر رکوع فرمائینگے۔ آخر حدیث تک۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا۔ ایک حدیث سے کسی اجنبی حدیث کی یاد دہانی عجیب تر ہے۔ پھر خود یہ فرمایا۔ تھوڑی سی

عہ التهجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ ثانی الرقاق باب القصد والمداومة للعمل ص ۹۵۷ مسلم ابوداؤد نسائی کلهم فی الصلوٰة۔ عہ التهجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ مسلم ابوداؤد ابن ماجه کلهم فی الصلوٰة۔

فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا مَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ

ساتھ نماز پڑھی۔ حضور اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ میں نے ایک معیوب کام کا ارادہ کرلیا ہمنے پوچھا کیا ارادہ

وَاَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

کرلیا تھا تو فرمایا کہ میں نے قصد کرلیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔

حدیث ۶۸۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ عہ

تیرہ رکعت تھی یعنی رات میں

حدیث ۶۸۵ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ

امام مسروق نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا

عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ سہ

سات اور نو اور گیارہ فجر کی دو رکعت کے علاوہ۔

مناسبت یوں پیدا کی جاسکتی ہے کہ اس حدیث میں تہجد کے لئے اٹھنا مذکور ہے۔ اور عادت کریمہ تھی کہ تہجد میں قیام طویل فرماتے تھے۔ اور طول قیام کے لئے طول صلوٰۃ لازم۔ مگر یہ شخص پر ظاہر ہے کہ یہ تقریر بھی اثبات باب کیلئے کہاں تک کافی ہے۔

تشریحات ۶۸۴ تا ۶۸۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس خصوص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو مروی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ تیرہ۔ ان کی عام روایتوں میں یہی ہے۔ کتاب العلم، باب السمر بالعلم اور کتاب الاذان باب من یقوم عن یمین الامام میں ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھیں۔ کتاب التفسیر باب قولہ، ان فی خلق السموٰت والارض کی پہلی روایت میں ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔ ان میں سے تین وتر کی نکال دی جائیں تو تہجد کی دس۔ آٹھ۔ دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ۶۸۳ میں یہاں یہ ہے۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ ان میں سے تین وتر کی رکعتیں نکال دی جائیں تو علی الترتیب چار۔ چھ۔ آٹھ رکعتیں تہجد کی ہوتی ہیں۔ اور حدیث ۶۸۲ کا بھی حاصل یہی ہے کہ آٹھ ہیں لیکن اگر وتر کی ایک رکعت مانیں جیساکہ امام شافعی کا مذہب ہے تو اس حدیث سے بھی دس رکعت تہجد کی نماز ثابت ہوسکتی ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ام المومنین کی ان تمام احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی۔ صوفیائے کرام بارہ رکعت پڑھتے ہیں۔

عہ التہجد باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللیل ص ۳-۱۵۲ مسلم صلوٰۃ ترمذی شمائل۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔ عہ التہجد۔ باب کیف صلوٰۃ اللیل ص۱۵۳ مسند امام احمد اول ص ۳۳۸ سہ ایضاً

۶۸۶ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

حدیث امام قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے انھیں میں

الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ ع‍ه

وتر اور فجر کی دو رکعت سنت بھی ہوتیں۔

۲۱۷ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ ع‍ه

ت حضرت ابن عباس نے فرمایا نشأ کے معنی حبشی زبان میں قام ہے۔

غالباً ان کی بنیاد اس پر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وتر کی صرف ایک رکعت ہے۔ ایک رکعت وتر وضع کرنے کے بعد بارہ رکعتیں تہجد کی ہوگئیں۔ تیرہ رکعتوں میں وتر بھی داخل ہے۔ اس پر حدیث ۶۸۴ اور موطا[1] کی یہ حدیث دلیل ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ نیز مسند[2] امام احمد اور ابوداؤد[3] میں حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کبھی چار اور تین پڑھتے کبھی چھ اور تین کبھی آٹھ اور تین کبھی دس اور تین۔ تیرہ سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔

نسائی[4] میں حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو سات رکعتیں پڑھنے لگے تھے۔ ابھی باب قیام رمضان میں آرہا ہے کہ فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان ہو یا اور کوئی مہینہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان سب کے ذکر سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کے سلسلے میں روایات مختلف آئی ہیں۔ خود حضرت ام المومنین سے جو روایتیں آئی ہیں ان میں بھی اختلاف ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اس کی تعداد مقرر نہ تھی، مختلف احوال میں مختلف تعداد رہی۔ مرض، تکان، عمر وقت کے لحاظ سے تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ یہی بات رکعات کی تعداد میں اختلاف کی باعث بن گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے[5] سنت فجر کے علاوہ۔ ہوسکتا ہے بعض راویوں نے اسے جوڑ کر تیرہ کر دیا ہو۔

تشریح ۲۱۷ سورہ مزمل میں آیا ہے۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيلًا "بیشک رات کا اٹھنا بہت زیادہ زبان و دل میں موافقت پیدا کرتا ہے اور بات بہت صحیح نکالنے والا ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نَاشِئَةٌ کا مادہ۔ نشأ ہے۔ جس کے معنی اٹھنے کے بھی ہیں۔ اور یہ لفظ حبشہ میں بھی اٹھنے ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حبشیوں سے عرب نے لیا ہے۔ اور جو نشأ بمعنی قام ہے وہ حبشی الاصل ہے۔ اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کے تمام کلمات کریمہ عربی الاصل ہیں۔ کوئی کلمہ عجمی الاصل نہیں۔ اور جو چند کلمات کے بارے میں بعض

ع‍ه ایضا۔ ع‍سه التہجد۔ باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳۔ [1] باب صلوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الوتر ص ۴۵۔ [2] فتح القدیر جلد رابع ص ۱۵۳۔ [3] اول باب فی الصلوۃ اللیل ص ۱۹۳ [4] اول قیام اللیل باب کیف الوتر بتسع ص ۲۵۰۔ [5] ایضا۔

اسلاف نے فرمایا ہے کہ فلاں زبان کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان زبانوں میں بھی مستعمل ہیں۔ یہی جمہور امت کا مذہب ہے۔

قرآن مجید میں کوئی غیر عربی کلمہ نہیں۔ اس پر برہان قاطع یہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے منکرین کو چیلنج فرمایا کہ اگر تم اسے کلام الٰہی نہیں مانتے اور یہ کہتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا کلام ہے۔ تو تم لوگ بھی انھیں کی طرح عربی ہو۔ اس کی ایک چھوٹی سی سورہ کے مثل لاؤ۔ مگر وہ عاجز رہے اور نہ لا سکے۔ اب اگر قرآن مجید کے کچھ کلمات کو غیر عربی الاصل مان لیا جائے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ اسمیں عجمی کلمات ہیں۔ ہم عجمی زبان سے واقف نہیں، اس لئے اس کے مثل کلام پر قادر نہیں۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور وطا کے معنی یہ بتائے مواطاۃ للقران۔ یعنی قرآن کا کان آنکھ دل کے موافق ہونا۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر مصحف سے دیکھکر پڑھے گا تو نظر چوکے گی نہیں۔ جو لکھا ہے اس کو صحیح صحیح دیکھے گی اور زبان اس کو صحیح صحیح ادا کرے گی۔ اگر بے دیکھے پڑھے گا تو بھی دماغ حاضر ہوگا، صحیح پڑھے گا۔ اور قرأت کان کو بھلی معلوم ہو گی، بغور سنے گا اور اسکا مضمون دل میں جمے گا۔ اس کے معانی دل میں اتریں گے۔ یہ امام بخاری کی تفسیر ہے۔ علامہ عینی نے سمرقندی کے حوالے سے اس کے معنی ثقل نقل فرمائے ہیں یعنی نفس پر بھاری ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی فرمایا کہ لغت میں وطا کے معنی ثقل کے ہیں۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے امام مجاہد سے موصولاً ذکر کیا ہے ــــ

لیواطئوا لیوافقوا۔ یہ سورہ براءت کی آیت کریمہ یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ (۳۷) ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام تاکہ اللہ نے جتنے مہینوں کو حرام فرمایا ہے۔ اس کی تعداد پوری کریں۔ اور اللہ نے جسے حرام فرمایا اسے حلال بنالیں۔ اس آیت میں لِيُوَاطِئُوْا کے معنی لِيُوَافِقُوْا کے ہیں۔ یعنی برابر بنالیں۔ اس تعلیق کو طبری نے حضرت ابن عباس سے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ طبری میں لیوافقوا کے بجائے لیتنابھوا ہے

نماز تہجد کی فرضیت اور نسخ سورہ مزمل کے نزول کے بعد تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی اور صحابہ پر بھی واجب و فرض تھی ارشاد ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔

اپنے جسم پر کمبل لپیٹنے والے رات میں قیام کرو۔ مگر تھوڑی سی رات آدھی یا کچھ کم کرو یا زیادہ۔ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

سال بھر تک یہ حکم باقی رہا پھر اسی سورہ مبارکہ کی اخیر آیت سے فرضیت یا وجوب منسوخ ہوگیا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔

تمھارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات قیام کرتے ہو اور تمھارے ساتھ والے بھی۔ اور اللہ رات دن کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ رات کا حساب نہ لگا پاؤگے۔ تو وہ اپنی مہربانی سے تم پر متوجہ ہوا۔ اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے، اور کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کریں گے۔ تو قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو پڑھو، اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

امام مسلم[۱] نے سعد بن ہشام بن عامر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام لیل کے بارے میں سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا، کیا تو یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ نہیں پڑھتا۔ میں نے عرض کیا ہاں پڑھتا ہوں۔ تو فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل نے اس سورہ کے شروع میں قیام لیل کو فرض فرمایا۔ اللہ کے نبی اور ان کے صحابہ نے ایک سال قیام فرمایا۔ اور اس کے اخیر کا حصہ بارہ مہینے تک اللہ نے آسمان میں روک رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس سورہ کے اخیر میں تخفیف نازل فرمائی۔ تو قیام لیل فرض کے بعد نفل ہوگیا۔ نسائی[۲] اور مسند[۳] امام احمد میں یہ زائد ہے۔ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے قیام کیا یہاں تک کہ ان کے قدم سوج گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر میں ہے۔ قُمِ اللَّیْلَ۔ رات کو قیام کر یعنی پوری رات مگر کچھ کم۔ تو یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ پر شاق ہوا۔ اور وہ پوری رات قیام کرتے اور کچھ کم کی حد نہیں متعین کر سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے۔ نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا نازل فرمایا، یہ بھی ان پر سخت تھا۔ اب بھی پوری رات قیام کرتے اور ان کے قدم سوج گئے۔ اور یہ پنجگانہ نمازوں سے پہلے تھا۔ سال بھر وہ حضرات یہی کرتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسکا ناسخ نازل فرمایا۔ یعنی عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔ یعنی تم لوگ تہائی اور چوتھائی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ جب نماز پنجگانہ فرض کی گئی۔ تو قیام لیل کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ جیسے زکوٰۃ نے ہر صدقہ اور رمضان کے روزے نے ہر روزے کی فرضیت منسوخ کر دیا۔

علامہ ابن جوزی کی تفسیر میں ہے کہ اس اندیشے کی وجہ ہیں تہائی اور آدھی رات کے قیام کا حکم ہوا اور اس کا اندازہ نہیں ہو پاتا تھا، لوگ رات رات بھر قیام کرتے۔ یہ بہت شاق تھا تو اللہ عزوجل نے ایک سال کے بعد تہائی یا آدھی رات تک قیام کو اپنے اس ارشاد عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اندازہ نہیں کر پاؤ گے، تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اب جتنا آسان ہو قرآن پڑھو۔ جتنی دیر ہو سکے نماز پڑھو۔ اگر اتنی دیر جتنی دیر میں بکری دوہ لی جاتی ہے۔ مگر قیام لیل اب بھی واجب رہا پھر اس کے وجوب کو سال بھر بعد نماز پنجگانہ فرض کرکے منسوخ فرما دیا۔ تو وجوب اور تخفیف میں سال بھر کا فصل رہا۔ اور وجوب بالکلیہ منسوخ ہونے میں دو سال کا۔

خلاصہ کلام ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ سورہ مزمل میں تین ناسخ اور تین منسوخ ہیں۔ پہلے قُمِ اللَّیْلَ سے پوری رات کا قیام فرض ہوا پھر نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ۔ سے پوری رات کا قیام منسوخ ہوا۔ اور کم از کم تہائی رات کا فرض رہا۔ پھر فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ سے تہائی رات کا قیام منسوخ ہوا۔ اور بقدر وسعت فرض ہوا۔ پھر اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے قیام لیل کی فرضیت امت کے حق میں بالکلیہ منسوخ ہوگئی۔ اور یہ نفل ہوگیا۔ ھٰذَا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و علمہ جل مجدہ اتم و احکم صحیح یہ ہے۔ نماز تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز پنجگانہ کی فرضیت کے بعد بھی فرض رہی۔ حضرت[۴] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ قول مروی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل ۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے۔

علامہ[۵] محمد بن عبدالباقی، زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں۔

الذی علیہ الجمہور واکثر اصحاب الشافعی وغیرھم جمہور اور اکثر اصحاب شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے۔

---

[۱] اول مسافرین باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۵۶ - [۲] اول۔ الصلوۃ۔ باب قیام اللیل ص ۲۳۷ [۳] سادس ص ۵۴ [۴] عمدۃ القاری سابع ص ۱۸۹ [۵] اول ص ۲۳۶ -

حدیث ۶۸۷ عَنْ حُمَیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا یَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا یَصُوْمَ مِنْهُ وَیَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا یُفْطِرَ مِنْهُ شَیْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ ع۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینے میں روزہ نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ گمان کرتے کہ اب اس مہینے میں روزہ نہ رکھیں گے اور روزہ رکھتے تو اتنا کہ ہم گمان کرتے کہ اب روزہ نہ چھوڑیں گے اور حضور کا یہ حال تھا کہ اگر رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتے اور سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو سویا ہوا دیکھتے۔

حدیث ۶۸۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انه لم ینسخ لقوله تعالیٰ ومن اللیل فتهجد به نافلة لك کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں منسوخ نہیں ہوا۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد ای عبادة زائدة فی فرائضك۔ کی وجہ سے اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے یعنی آپکے فرائض میں زیادہ عبادت۔

تشریحات ۶۸۷ کتاب الصوم میں بطریق سلیمان بن حبان احمر شروع میں یہ زائد ہے۔ کہ حمید نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت انس نے وہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل پورے مہینے کا سوائے رمضان کے کسی مہینے روزے نہیں رکھتے اور نہ کوئی مہینہ روزے سے خالی رہتا۔ یہی قیام لیل کا حال تھا۔ نہ پوری رات قیام فرماتے اور نہ کوئی رات قیام سے خالی رہتی۔ اس کا وقت مقرر نہ تھا۔ اور وہ جو حدیث ۶۷۹ میں گزرا کہ ام المومنین نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے تو قیام لیل کے لئے اٹھتے۔ یہ اکثر احوال کے اعتبار سے ہے۔

تَابَعَهٗ سُلَیْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدِنِ الْاَحْمَرُ عَنْ حُمَیْدٍ سلیمان اور ابو خالد احمر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے اسکی متابعت کی۔

سلیمان سے مراد سلیمان بن بلال ابو ایوب ہیں۔ اور ابو خالد سے مراد سلیمان بن حبان احمر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حمید طویل سے اس حدیث کو محمد بن جعفر کے علاوہ سلیمان بن بلال ابو ایوب نے اور ابو خالد سلیمان بن حبان احمر نے بھی روایت کیا ہے۔ ان دونوں کی روایتیں کتاب الصوم باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور ہیں۔ ابو ایوب سلیمان بن بلال کی روایت اس کے بالکل مطابق ہے۔ مگر ابو خالد سلیمان بن حبان احمر کی روایت کے الفاظ بدلے ہیں، اور مضمون بھی زائد ہے جو کتاب الصوم میں مذکور ہوگی۔

تشریحات ۶۸۸ یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ شیطان کا سر کی گدی پر گرہ لگانا جبکہ رات میں نماز نہ پڑھے۔ اور حدیث عام ہے خواہ کوئی نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔ جب سوتا ہے تو شیطان گرہ لگاتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ جب نماز پڑھنے سے گرہ کھل گئی تو گویا لگی ہی نہیں، اس لئے باب کو حدیث سے مطابقت ہے۔ اقول ہو سکتا ہے امام بخاری اس حدیث کو اپنے عموم پر نہ رکھتے ہوں۔ اور صرف اسکے

ع۵ التہجد۔ باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳، الصوم۔ باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۶۴

قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ

تم میں کوئی سوتا رہے تو شیطان اسکی گدّی پر تین گرہ لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کے وقت تھپکی دیتا ہے

عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ

کہ ابھی لمبی رات باقی ہے سو یارہ۔ اب اگر وہ جاگ گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی

عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا

ہے پھر اگر وضو کرے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھ لے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے۔ تو وہ

طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ عہ

ہشاش وبشاش خوش وخرم صبح کرتا ہے ورنہ وہ افسردہ سست رہتا ہے۔

حدیث ۶۸۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَازَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَاقَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ

ایک شخص کا تذکرہ ہوا اور یہ کہا گیا کہ صبح تک سوتا رہا نماز کیلئے نہیں اٹھا

فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ عہ

تو فرمایا شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

ساتھ خاص مانتے ہوں جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سوئے۔ اسی افادے کے لئے باب میں واذا لم یصل کی قید لگائی مگر تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے بالفرض امام بخاری اسے خاص مانتے ہوں تو وہ صحیح نہیں۔

یعقد نصوص کو ظاہر معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔ جب تک ظاہر معنی سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔ اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں اس لئے ظاہر معنی مراد لینا ہی متعین۔ اگرچہ ہم اس گرہ کو محسوس نہ کریں۔ بلکہ اس کی تائید دوسری احادیث سے ہوتی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔ تمھاری گدّی پر رسی ہے جسمیں تین گرہیں ہیں۔ نیز ابن ماجہ میں بھی ہے کہ فرمایا۔ تمھاری گدی پر رات میں شیطان رسی سے تین گرہیں لگا دیتا ہے۔

تشریح ۶۸۹ صحیح یہی ہے کہ یہ اپنے معنی حقیقی پر ہے یعنی جب شیطان دیکھ لیتا ہے کہ میرا کام کر دیا تو اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، اس کی تذلیل وتحقیر کے لئے یا مقصد یہ ہے کہ پیشاب کرکے کان بند کر دیتا ہے کہ اذان نہیں سنتا کہ اٹھکر نماز پڑھتا۔ اور یہ نماز فرض چھوڑنے والے کے لئے ہے۔

عہ التہجد باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس ص ۱۵۳ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ مسلم صلوٰۃ المسافرین، ابوداؤد، تطوع۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات، مسند امام احمد ثانی ص ۲۴۳ عہ التہجد باب اذا نام ولم یصل بال الشیطان فی اذنہ ص ۱۵۳۔ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ۴۶۳ مسلم صلوٰۃ المسافرین، نسائی، ابن ماجہ صلوۃ۔ لہ ثانی ص ۲۵۳ لہ اقامۃ الصلوۃ باب فی قیام اللیل ص ۹۵۔

حدیث ۶۹۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات پہلے آسمان پر تجلی خاص فرماتا ہے

ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ

جبکہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے فرماتا ہے کون مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنونگا کون مجھ سے کچھ مانگتا ہے میں

یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ ع۵

اسے دونگا کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے اسے بخش دونگا۔

تشریحات ۶۹۰ مسند امام احمد[1] میں یہ زائد ہے۔ اسی وجہ سے آخری رات کی نماز اول رات سے افضل ہے۔ مسلم[2] میں یہ اور ہے۔ کون ایسی ذات کو قرض دیتا ہے جو نہ نادار ہے نہ ظالم۔ یہاں روایتیں تین طرح آئی ہیں۔ اول یہی جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رات کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ عزوجل الخ امام ترمذی[3] نے اس کو اصح کہا۔ ثانی یہ کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ عزوجل الخ۔ اسے بھی امام ترمذی نے روایت فرمایا، اور دوسرے محدثین نے بھی۔ ثالث یہ ہے کہ جب آدھی رات رہ جاتی ہے یا آدھی رات گزر جاتی ہے۔ یہ اسماعیل بن جعفر حماد بن سلمہ، ابن اسحاق کی روایت ہے۔ رابع۔ تردید کیساتھ، کہ جب آدھی رات ہوجاتی ہے یا اخیر تہائی رات۔ یہ امام اوزاعی کی روایت ہے۔ خامس جب آدھی یا تہائی رات گزرجاتی ہے یہ محمد بن جعفر[4] کی روایت ہے۔ سادس۔ یہ کہ جب آدھی یا دو تہائی رات گزرجاتی ہے، اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

تطبیق ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختلف اوقات میں وحی ہوئی ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف روایات میں بیان فرمایا، راوی نے جو سنا بیان کردیا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ہوسکتا ہے ابتداءً ثلث اول گزرتے ہی یہ تجلی خاص ہوتی ہو۔ اسکی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمادیا۔ پھر آدھی رات گزرنے پر یہ تجلی خاص ہونے لگی اور اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمایا۔ پھر تہائی رات رہ جانے پر تجلی ہونے لگی اور اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمایا۔ یا ترتیب اس کے برعکس ہو۔ ان سب کا قدر مشترک یہ ضرور نکلا کہ رات کی اخیر تہائی رات میں یہ تجلی خاص ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مسلم[5] کی بعض روایتوں میں ہے کہ صبح صادق تک یہ تجلی رہتی ہے۔

ینزل ربنا اللہ عزوجل، نزول عروج جگہ۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے آنے سے منزہ ہے۔ اس لئے کہ یہ سب جسم کے لوازم سے ہیں۔ اور اللہ عزوجل جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ اس لئے کہ وہ قدیم واجب بالذات ہے۔ اقول یہ بھی متشابہات سے ہے جسمیں مذہب سلم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے پر ایمان رکھا جائے۔ اور معنی اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کردیا جائے۔ بعض حضرات نے اسکی یہ تاویل کی ہے۔ کہ یہاں اَمْرٌ یا ملک، محذوف ہے، یعنی حکم الٰہی نازل ہوتا ہے۔ یا اللہ عزوجل کے حکم سے فرشتہ اترتا ہے۔ اس کی تائید ان احادیث سے بھی

ع۵ التہجد باب الدعاء والصلوٰۃ آخر اللیل ص ۱۵۳ ثانی الدعوات باب الدعا نصف اللیل ص ۹۳۶ التوحید باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۶ مسلم صلوٰۃ المسافرین ابو داؤد، سنت ترمذی صلوٰۃ دعوات۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ، دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد ثانی ۲۶۴

[1] جلد ثانی ص ۲۶۴ [2] اول صلواۃ المسافرین باب قیام اللیل ص ۲۵۸ [3] اول صلوٰۃ باب فی نزول الرب تبارک وتعالیٰ الی السماء الدنیا کل لیلۃ ص ۵۹ [4] یہ پوری تفصیل عمدۃ القاری جلد سابع ص ۱۹۷ سے ماخوذ ہے [5] اول صلواۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل ص ۲۵۸۔

حدیث ۶۹۱ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ

حضرت اسود نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا رات میں

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهُ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے تو فرمایا رات کے اول میں سوتے اور آخر میں

فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَاِنْ كَانَتْ بِهٖ حَاجَةٌ

اٹھتے اور نماز پڑھتے پھر اپنے بچھونے پر تشریف لے جاتے جب مؤذن اذان کہتا تو تیزی سے اٹھتے

اِغْتَسَلَ وَاِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ ع٥

اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرماتے اور نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

حدیث ۶۹۲ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے خبر دی کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہوتی ہے جنمیں یہ مذکور ہے۔ کہ پھر ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ وہ ندا کرے، جیسا کہ دار قطنی[1] نے بطریق اہل بیت اسداللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے۔ وجہ تائید یہ ہے کہ عام احادیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ عزوجل ندا فرماتا ہے۔ اور اس میں ہے کہ فرشتے کو ندا کرنیکا حکم دیتا ہے۔ مامور کا فعل حقیقت میں آمر کا ہی ہوتا ہے، چونکہ اللہ کے حکم سے فرشتہ اترتا ہے اسلئے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کردی گئی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اس سے رحم وکرم کی خاص تجلی مراد ہے۔

تشریحات ۶۹۱ مسلم[2] میں یہ حدیث یوں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا میں نے، اسود بن یزید سے اس حدیث کو پوچھا جو ام المومنین حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بیان فرمایا ہے، تو انھوں نے بیان کیا کہ ام المومنین نے یہ فرمایا کہ رات کے اول میں سوتے اور اخیر میں نماز پڑھتے۔ پھر اگر اپنے اہل کی طرف حاجت ہوتی تو حاجت پوری کرتے پھر سوتے۔ جب ندا اول یعنی اذان کا وقت ہوتا تو تیزی سے اٹھتے۔ بخدا انھوں نے یہ فرمایا کہ اپنے جسم پر پانی بہاتے اور بخدا انھوں نے یہ فرمایا کہ غسل کرتے۔ میں جانتا ہوں انکی مراد کیا ہے۔ اور اگر جنب نہ ہوتے تو مرد کی طرح نماز کے لئے وضو فرماتے اور دو رکعت پڑھتے۔

اسماعیلی نے کہا۔ اس حدیث میں غلطی ہے۔ اسلئے کہ احادیث میں یہ ہے کہ حضور اگر جنب ہوتے اور سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے اور جو کوئی اس کے بارے میں پوچھتا تو اسے بھی یہ بتاتے۔

تشریحات ۶۹۲ فی رمضان ولا فی غیرہ۔ اس پر نص ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔ اس پر پوری بحث گزر چکی۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بھی تہجد کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے ہمارے یہاں رمضان میں بھی تہجد کے علاوہ نماز تراویح بھی سنت ہے۔ اس کی دلیل حضرت عمر[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ فرمایا۔

ع٥ التهجد. باب من نام اول الليل واحيى آخره ص ۱۵۴ ترمذی شمائل۔ نسائی۔ [1] عمدة القاری سابع ص ۱۹۸۔ [2] اول صلوٰة المسافرين باب صلوٰة الليل ص ۲۵۵۔ [3] بخاری اول الصوم باب فضل قيام رمضان ص ۲۶۹ -

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ

فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا کسی اور مہینے میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں

رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ

کرتے تھے چار رکعت پڑھتے اسکی خوبی اور

وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا

درازی کو مت پوچھو پھر چار پڑھتے اس کی خوبی اور درازی کو مت پوچھو اسکے بعد تین رکعت (وتر)

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ

پڑھتے۔ عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں تو فرمایا

عَيْنَيَّ تَنَامُ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ ع۵

میری آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔

والّتی تنامون عنہا افضل من الّتی تقومون یرید آخر اللیل — جس سے تم لوگ سوجاتے ہو اور نہیں پڑھتے اس سے افضل ہے جسے تم ادا کرتے ہو۔ یعنی آخری رات میں

اللتی۔ سے وقت مراد نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے نماز ہی مراد ہے۔ ایک نماز کو افضل اور دوسری کو مفضول کہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو نمازیں ہیں۔ نیز اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے ضروری ہے کہ عشاء کے بعد سوئے پھر اٹھکر پڑھے۔ جیساکہ طبرانی[۱] نے کبیر اور اوسط میں حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ جب رات میں صبح تک نماز پڑھتے رہو تو تم نے تہجد پڑھ لیا۔ ایسا نہیں انما التھجد بعد رقدۃ۔ تہجد سونے کے بعد ہی ہے۔ یہ خود تہجد کے معنی ہی سے ظاہر ہے۔ ابو عبیدہ کی کتاب المجاز میں ہے۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ۔ ای اسھر بصلوۃ یقال تھجدت ای سھرت وھجدت ای نمت۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے جاگو۔ تھجدت کے معنی ہیں۔ میں جاگا اور ھجدت کے معنی ہیں میں سویا۔ ابن بنانی کی موعب میں صاحب العین سے ہے۔ ھجد القوم ھجودا ناموا۔ وتھجدوا ای استیقظوا للصلوۃ اولام قال تعالیٰ فتھجد بہٖ۔ ای انتبہ بعد النوم واقرأ القرآن۔ ھجد۔ کے معنی ہیں سویا۔ اور تھجد کے معنی ہیں، نماز یا کسی بھی کام کے لئے جاگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ فتھجد بہ۔ یعنی سونے کے بعد اٹھو اور قرآن پڑھو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجرد میں اسکا معنی۔ سونے کے ہیں اور باب تفعل میں، سوکر جاگنے کے۔ یا یہ کہا جائے کہ یہ اضداد میں سے ہے۔ مگر مجرد میں سونے کے معنی میں شائع وذائع ہے۔ اور باب تفعل میں

ع۵ التھجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۴ باب فضل قیام رمضان ص ۲۶۹ المناقب باب کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص ۵۰۴ مسلم صلوۃ المسافرین۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، [۱] عمدۃ القاری جلد سابع ص ۲۰۳۔

۶۹۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِی الْاِسْلَامِ

حضرت بلال سے نماز فجر کے وقت فرمایا اے بلال مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے

فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دُفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ

جس پر ثواب کی امید سب سے زیادہ ہو کیونکہ جنت میں میں نے تمہاری چپلوں کی آواز اپنے آگے سنی ہے انھوں نے

اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةِ لَیْلٍ وَّنَهَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ

عرض کیا میں نے اس کے علاوہ اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا ہے جس پر مجھے سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو

اَنْ اُصَلِّیَ ع

سوائے اس کے کہ میں دن رات میں جب بھی وضو کرتا تو اس وضو سے جتنی میرے مقدر میں ہوتی ہے نماز پڑھتا ہوں۔

سوکر اٹھنے کے معنی ہیں۔ اور سب کو معلوم ہے کہ تراویح عشاء کے بعد متصلاً پڑھی جاتی ہے۔ تراویح سے پہلے کوئی نہیں سوتا۔ اسلئے یہ کہنا کہ تراویح اصل میں نماز تہجد ہے، سراسر غلط ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔

۶۹۳ **تشریحات** کسی امتی کا موت سے پہلے جنت میں جانا ترعا ممکن نہیں۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے جنت میں چلے گئے اس لیے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ بعض نے فرمایا یہ بطور تمثیل ہے۔ اقول اس عموم سے کہ جنت میں کوئی موت سے پہلے نہیں جاسکتا۔ حضرت آدم و حوا مستثنیٰ ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت کی وجہ سے حضرت بلال بھی مستثنیٰ ہوں کیا بعید ہے۔

رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو شب معراج جنت میں تشریف لے گئے۔ علامہ عینی نے اس موقعہ پر بہت ہی ایمان افروز بات کہی ہے۔ لکھتے ہیں:-

والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما جاوز السموات السبع وبلغ الی سدرة المنتہی خرج من ان یکون من اہل ہذا العالم فلا یمتنع بعد ہذا دخولہ الجنة قبل الموت [1]

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ساتوں آسمانوں سے آگے تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہی پہنچ گئے تو اس عالم والوں میں سے نہ رہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ جنت میں وصال سے پہلے تشریف لے جائیں۔

اقول: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں آئندہ پیش آنے والے واقعے کو اس طرح دکھایا جاتا ہے جیسے ہوگیا ہے۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مبارک خواب ہے کہ فرمایا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں، اس سے پانی کھینچ رہا ہوں کہ ابوبکر

ع التہجد باب فضل الطہور باللیل والنہار ص ۱۵۴ - ثانی - التوحید - باب قول اللہ قل فاتوا بالتوراة فاتلوہا ص ۱۱۲۴ -
مسلم فضائل الصحابة - نسائی - مسند امام احمد جلد ثانی۔ [1] عمدة القاری سابع ص ۲۰۷ -

۶۹۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِّزَيْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ عہ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مسجد میں) تشریف لائے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے۔ دریافت فرمایا یہ کیسی رسی ہے تو لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسی ہے جب تھک جاتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے۔ حکم دیا اسے کھول دو جب تک نشاط ہو نماز پڑھو جب تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔

اور عمر آئے۔ ابو بکر نے ڈول لیا۔ ایک یا دو ڈول نکالا۔ اور ان کے ڈول کھینچنے میں کچھ سستی ہے، اللہ انھیں معاف فرمائے۔ پھر ابو بکر کے ہاتھ سے ڈول عمر نے لیا، تو وہ بڑھ کر مشک ہو گیا، میں نے کسی ماہر تجربہ کار کو انکی طرح کام کرتے نہ دیکھا، یہانتک کہ لوگوں کو آسودہ کر دیا لہ

رہ گیا یہ سوال کہ جبکہ یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر بلال کیسے پہلے چلے گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال خادم خاص تھے حیات مبارکہ میں آگے آگے چلتے تھے، اور کوئی عالیجاہ مخدوم کہیں بھی جاتا ہے تو اپنے خدم و حشم کے ساتھ جاتا ہے۔ خدم و حشم مخدوم کے تابع ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنت میں جائیں گے تو اسی شان سے جائیں گے کہ خادم خاص آگے آگے ہو۔ تابع حکم میں متبوع کے ہوتا ہے۔ اس کا داخلہ حقیقت میں متبوع کا داخل ہونا ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال کا حاصل یہ ہوا کہ تمھارا وہ کون سا عمل ہے جس کے صلے میں تم جنت میں بھی اپنے اس خصوصی منصب پر فائز ہو گے۔ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت اعمال حسنہ کا صلہ ہے حالانکہ یہ محض کرم ایزدی ہے جواب یہ ہے کہ اعمال حسنہ موجب کرم ہیں اور ذریعے کا ذریعہ بھی ذریعہ ہے۔

تشریح ۶۹۴ یہ زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ خطیب نے اپنے مبہمات میں ذکر کیا ہے اور علامہ کرمانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ لہ ابو داؤد میں بطریق زیاد بن ایوب صرف زینب مذکور ہے بغیر نسبت کے۔ مگر بطریق ہارون بن عباد ازدی ہے کہ یہ ان کی بہن حمنہ بنت جحش تھیں۔ اور یہی مسند امام احمد لہ۳ میں بھی ہے۔ اور اسی میں ص۱۰۱ پر صرف زینب بغیر نسبت کے ہے اور ص۲۰۴ پر فلانہ بغیر نام کے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شوق متعدد خواتین کو ہوا ہو۔

عہ التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ ص ۱۵۴۔ مسلم المسافرین۔ ابو داؤد صلوۃ۔ نسائی۔ قیام اللیل۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۰۱ ۔ لہ بخاری ثانی۔ الرؤیا۔ باب نزع الماء من البیر ص ۱۰۳۹ ۔ لہ۲ اول صلوۃ باب النعاس فی الصلوۃ ص ۱۸۶ لہ۳ جلد ثالث ص ۲۵۶، ۱۸۴ ۔

حدیث ۶۹۵ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ کَانَ

اے عبداللہ فلاں کے مثل نہ ہو جانا

یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ عہ

جو رات میں قیام کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

حدیث ۶۹۶ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ وَتَصُوْمُ النَّہَارَ قُلْتُ

علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن میں

اِنِّیْ اَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ فَاِنَّکَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ ہَجَمَتْ عَیْنُکَ وَنَفِہَتْ نَفْسُکَ

روزہ رکھتے ہو کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے عرض کیا حضور میں یہ کرتا ہوں تو فرمایا جب تم یہ کروگے تو تمہاری آنکھ

وَاِنَّ لِنَفْسِکَ حَقًّا وَّلِاَہْلِکَ حَقًّا فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ عہ

کمزور ہو جائے گی اور تم خود کمزور ہو جاؤ گے، تمہاری ذات کا تم پر حق ہے، تیرے اہل کا تم پر حق ہے، تو روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی اور قیام بھی کر سو بھی

حدیث ۶۹۷ حَدَّثَنِیْ عُبَادَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

تشریحات ۶۹۵۔ ۶۹۶ کتاب الصوم اور کتاب الانبیاء میں یوں ہے۔ مجھ سے یہ فرمایا۔ تم صوم دہر رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو۔ تو میں نے عرض کیا۔ جی حضور۔ تو فرمایا۔ تم جب یہ کروگے تو آنکھ کمزور ہو جائے گی اور جسم ناتواں ہو جائے گا۔ جس نے صوم دہر رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ دہر (ہر مہینے) تین دن کا روزہ صوم دہر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ تو صوم داؤد رکھو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمن کا مقابلہ ہوتا تو منہ نہیں پھیرتے۔

تشریحات ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹ ہمارے یہاں فجر کی سنت، سنت موکدہ قریب واجب کے ہے۔ یہ بہ نسبت اور سنتوں کے زیادہ موکد ہے۔ حتی کہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فجر کی سنت مت چھوڑو اگرچہ تم کو دشمن کے گھوڑے روند ڈالیں۔ اس کو ہمارے ائمہ نے واجب اس وجہ سے

عہ التہجد باب مایکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ ص ۱۵۴ مسلم الصوم۔ نسائی۔ ابن ماجہ صلوۃ۔ عہ التہجد باب ص ۱۵۴ الصوم باب صوم داود علیہ السلام ص ۲۲۶ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل آتینا داوٗد زبورا ص ۴۸۵۔ مسلم صوم، ترمذی صوم۔ نسائی صوم ابن ماجہ صوم۔ سے اول صلوۃ باب رکعتی الفجر ص ۱۷۹،

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

کہ فرمایا جس کی رات میں آنکھ کھلی اور یہ پڑھا اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے

اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اَوْ دَعَا اُسْتُجِيْبَ

اور اللہ پاک ہے اور اللہ بہت بڑا ہے گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی طاقت اللہ ہی کی عطا سے ہے۔ اسکے بعد کہے۔ اللہ بخش دے

لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ عہ

یا اور کوئی دعا کرے تو قبول ہوگی۔ پھر اگر وضو کرکے نماز پڑھے تو نماز بھی قبول ہوگی۔

۶۹۸ اَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ اَبِيْ سِنَانٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث ہیثم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انھوں نے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی

عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِيْ قِصَصِهٖ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عنہ اپنے وعظ میں بیان کر رہے تھے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تذکرہ کر رہے تھے

اِنَّ اَخًا لَّكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ رَوَاحَةَ ــ وَفِيْنَا

کہ فرمایا تمھارے بھائی (عبداللہ بن رواحہ) فحش بات (اشعار میں) نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ ــ اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ۔ اَرَانَا الْهُدٰى

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ جب مشہور و معروف فجر بلند ہوتی ہے۔ ہم کو گمراہی کے بعد

بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا۔ بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ۔ يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ

ہدایت دکھائی۔ ہمارے دل یہ یقین کر چکے ہیں کہ انھوں نے جو فرمایا صحیح ہے۔ رات میں اپنا پہلو اپنے بستر سے جدا

فِرَاشِهٖ۔ اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ عہ

رکھتے ہیں جب مشرکین بستر پر بھاری رہتے ہیں۔

نہیں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حدیث متابرہ میں اس کو بھی ذکر فرمایا۔ اور اسمیں کوئی نماز واجب نہیں اس لئے یہ بھی واجب نہیں۔

عہ التہجد۔ باب فضل من تعار من اللیل فصلی ص ۱۵۵۔ ابوداؤد ادب، ترمذی، دعوات، ابن ماجہ دعا۔

عہ " " " " " " " باب هجاء المشرکین ص ۹۰۹

حدیث ۶۹۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَّرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَّرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَائَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا اَبَدًا ۔ ع۱

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشا پڑھتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے۔ اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور دو رکعتیں دونوں نداکے درمیان پڑھتے اور ان دونوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

حدیث ۷۰۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ۔ ع۲

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

حدیث ۷۰۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلَّى فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ حَتّٰى يُؤْذَنَ بِالصَّلٰوةِ ۔ ع۳

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو اگر میں جاگتی رہتی تو مجھ سے بات کرتے ورنہ لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کے لئے اذان ہوتی۔

تشریحات ۷۰۰ ۷۰۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی سنت کے بعد جب تک جماعت کا وقت نہ ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹا کرتے تھے۔ مگر یہ عمل دوامی نہیں تھا۔ مسند امام احمد میں ہے۔[1] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ کر کبھی کبھی لیٹ جایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں خود بخاری[2] ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ تہجد سے فارغ ہو کر لیٹے اور جب مؤذن آیا تو دو رکعت پڑھی پھر باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی نیز یہاں مذکور دوسری حدیث سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ عمل پابندی کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ جب ام المومنین جاگتی رہتیں تو بیٹھے ان سے باتیں کرتے۔ حدیث کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آرہا ہے۔ اور یہی امام بخاری نے بھی سمجھا ہے۔ اسی لئے یہاں باب یہ قائم فرمایا۔ جس نے گفتگو کی اور لیٹا نہیں۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ فجر کی سنت کے بعد لیٹنا واجب نہیں، اور نہ سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کوئی تہجد کا عادی ہے تو وہ فجر کی سنت سے پہلے یا بعد میں لیٹ لے تاکہ تکان دور ہو جائے اور تازہ دم ہو کر انبساط کے ساتھ نماز فجر پڑھ سکے۔

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے بدعت کہتے تھے اور لوگوں کو سختی

ع۱ التہجد باب المداومۃ علی رکعتی الفجر ص ۱۵۵ - ابوداود - نسائی۔ ع۲ التہجد باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر ص ۱۵۵ ع۳ التہجد باب من تحدث ولم یضجع ص ۱۵۵ باب الحدیث بعد رکعتی الفجر ص ۱۵۶ مسلم۔ مسافرین۔ ابوداود۔ ترمذی۔

[1] جلد سادس ص ۱۲۱ [2] اول الوتر باب اول ص ۱۳۵۔

۲۱۸ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَّأَبِي ذَرٍّ وَّأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

ت نفل دو رکعت ہے۔ یہ حضرت عمار اور حضرت ابوذر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور

وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ عہ

جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری سے مروی ہے۔

۲۱۹ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ

ت اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء میں سے کسی کو ایسا نہ پایا جو

فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ عہ

دن میں ہر دو رکعت پر سلام نہ پھیر دیتے ہوں۔

۲۱۸ تشریحات ذالک کا اشارہ باب کی طرف ہے یعنی نفل دو دو رکعت ہے۔ باب کا اطلاق رات اور دن دونوں کی نوافل کو شامل ہے۔

چھ حضرات مذکور ہیں۔ ان میں سے تین پہلے والے صحابی ہیں اور تین بعد والے تابعی۔ حضرت عمار کی تعلیق کو طبرانی نے کبیر میں ان الفاظ میں روایت کیا۔ حضرت عمار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اور رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ مگر اس کے راویوں میں ربیع بن بدر ضعیف ہے۔ ہاں ابن ابی شیبہ نے حضرت عمار کے بارے میں روایت کیا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت مختصر پڑھی۔ اسی طرح اسی میں حضرت ابوذر کے بارے میں بھی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ستون کے پاس آئے اور دو رکعت پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق مفصل — باب ھل یصلی الامام بمن حضر میں گزر چکی ہے[۱]۔ جس کے آخر میں ہے — پھر حضور نے دو رکعتیں پڑھیں۔ رہ گئے جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری۔ تو علامہ عینی نے فرمایا۔ ان میں سے صرف عکرمہ کے بارے میں ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں یہ روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور دو رکعت پڑھی۔ ان تعلیقات سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ صرف دو رکعت نماز پڑھنا صحیح ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصد یہی ہے تو باب ثابت۔ لیکن اگر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نفل نماز دو رکعت سے زائد پڑھنا درست نہیں۔ تو یہ ان تعلیقات سے ثابت نہیں۔

۲۱۹ تشریح یحییٰ بن سعید انصاری۔ تابعین میں سے ہیں۔ یہ مدینے کے قاضی تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی اور ان سے کبار تابعین نے جن میں سب سے اقدم ابو جعفر منصور عراقی ہیں۔ ان کو ہاشمیہ کی قضا سپرد ہوئی ایک قول یہ ہے کہ بغداد کے بھی قاضی تھے ۱۴۳ھ میں وصال فرمایا۔

ہماری سرزمین سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ ان کے زمانے میں وہاں فقہاء یہ تھے۔ زہری، نافع، سعید بن مسیب، عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد ابوبکر صدیق، امام جعفر صادق، ربیعہ بن عبدالرحمٰن بن ہرمز وغیرہ، اس تعلیق میں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

عہ التہجد باب ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص ۱۵۵ | عہ التہجد۔ باب ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص ۱۵۵

[۱] بخاری اول اذان باب ھل یصلی الامام بمن حضر ص ۹۲

۷۰۲ حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَۃَ فِی الْاُمُوْرِ کُلِّہَا کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَۃَ

تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے فرماتے تھے

مِنَ الْقُرْآنِ۔ یَقُوْلُ اِذَا ہَمَّ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ الْفَرِیْضَۃِ

جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرلو تو دو رکعت نماز پڑھو فرض نہیں نفل

ثُمَّ لْیَقُلْ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَالُکَ

پھر یہ عرض کرو اے اللہ میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قوت چاہتا ہوں اور

مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اسلئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا تو جانتا ہے میں نہیں جانتا

اَللّٰہُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ہٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ

اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش اور میرے انجام میں بہتر ہے

اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَ

یا یہ فرمایا کہ ابھی یا آئندہ تو اسے میرے لئے مقدر فرما اور اسے میرے لئے آسان فرما پھر اس میں میرے لئے برکت عطا فرما

اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ہٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ

اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش اور میرے انجام میں برا ہے یا فرمایا

۷۰۲ تشریحات

مسند امام احمد میں ھذا الامر کے بعد ہے۔ کہ اپنی حاجت کا نام لے۔ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو استخارہ کی نماز مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ عبادات نہ ہوں یا منہیات نہ ہوں۔ اس لئے کہ عبادات کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب مطلقاً خیر ہے ہاں یہ جائز ہے کہ کسی عبادات غیر موقت کے وقت کے بارے میں استخارہ کیا جائے۔ مثلاً حج، جہاد کے بارے میں یہ کیا جائے کہ امسال کروں یا نہ کروں۔ یا کسی سرکش با اقتدار کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بارے میں استخارہ کیا جائے۔ چھوٹا کام ہو یا بڑا سب کیلئے استخارہ مستحب ہے۔ کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے حوادث ونقصانات کا سبب بن جاتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ استخارہ متعدد بار کرے۔ ایک حدیث ضعیف میں سات بار کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو تین بار دعا فرماتے[۱] اس سے تین بار پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ نماز استخارہ کی پہلی رکعت میں قل یایہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھے، امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں یہ لکھا ہے، اگرچہ یہ تعیین کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ نماز استخارہ دو رکعت سے زائد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

[۱] مسلم ثانی الجہاد باب ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذی المشرکین ص ۱۰۸

فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ

ابھی یا آئندہ تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور بھلائی جہاں کہیں ہو میرے لئے مقدر فرما۔

حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ. عه

پھر مجھے اس پر راضی کردے۔ اور اپنی حاجت بیان کرے۔

حدیث ۶۰۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عه

نفل پر فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ سخت پابندی نہیں فرماتے تھے۔

حدیث ۶۰۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ

وسلم رات میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے پھر جب اذان سنتے تو

النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ سه

مختصر دو رکعتیں پڑھتے۔

کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثم صل ماکتب اللہ لک پھر اللہ نے جتنا مقدر میں لکھا ہے اتنی نماز پڑھ۔ استخارہ کرنے کے بعد جس پر دل جمے وہ کرے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر خواب میں سپید یا سبز رنگ دیکھے تو کرے اور اگر سرخ یا سیاہ دیکھے تو نہ کرے۔

حدیث میں جو دعا آئی ہے اس میں ایک جگہ ان ھذا الامر ہے۔ یہاں اپنی ضرورت ذکر کرے۔ آگے ہے فی عاقبۃ امری او قال عاجل امری وآجلہ۔ یہاں کسی راوی سے شک ہو گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فی عاقبۃ امری فرمایا تھا یا اس کی جگہ عاجل امری وآجلہ فرمایا تھا۔ یہاں بہتر یہ ہے کہ دونوں پڑھے۔ یعنی فی عاقبۃ امری وعاجل امری وآجلہ۔

تشریح ۶۰۳ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فجر کی سنت کو نوافل میں شمار کیا۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں، سنت ہے۔

تشریحات ۶۰۴ یہاں یہ باب ہے مایقرأ فی رکعتی الفجر۔ فجر کی دو رکعتوں میں کیا پڑھے؟ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ما کبھی صفت کے بارے میں سوال کے لئے آتا ہے۔ اب باب کا مطلب یہ ہوا۔

عه التہجد۔ باب صلوۃ اللیل مثنی مثنی ص ۱۵۵۔ ثانی الدعوات۔ باب الدعاء عند الاستخارۃ ص ۹۴۴۔ التوحید باب قولہ ھو القادر ص ۱۰۹۹۔ ابو داؤد صلوۃ ترمذی وتر، نسائی نکاح۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ، مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۴۴۔

عه التہجد باب تعاھد رکعتی الفجر ص ۱۵۶ ابو داؤد، نسائی، مسلم۔ سه التہجد باب مایقرأ فی رکعتی الفجر ص ۱۵۶۔

۔ابو داؤد صلوۃ۔ ۔نسائی له بہار شریعت چہارم ص ۲۷

حدیث ۷۰۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ ؏۵

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح سے پہلی والی دو رکعتیں مختصر پڑھتے تھے اتنی کہ میں کہتی ام القرآن سورہ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں

حدیث ۷۰۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَحَدَّثَتْنِيْ أُخْتِيْ حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَّا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا ؏۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اور مجھ سے میری بہن ام المومنین حضرت حفصہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے کے بعد دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں جاتا نہیں تھا۔

ت ۲۲۰ وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ أَهْلِهٖ ؏۷

اور ابن ابی الزناد نے بروایت موسیٰ بن عقبہ عن نافع یہ کہا۔ عشاء کے بعد اپنے اہل میں

فجر کی رکعتوں میں قرأت کی صفت کیا ہے، طویل یا قصیر۔ ام المومنین نے فرمایا خفیف یعنی مختصر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مختصر قرأت کرے۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر حضرت انس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ اس کی پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ بعض اور آیتوں کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تہجد دس رکعت بھی پڑھی ہے۔

تشریحات ۷۰۵ تا ۷۰۶ یہ باب الجمعہ میں گزری ہوئی حدیث نمبر ۵۸۶ کا حصہ ہے۔ ابتدائی حصہ یہ ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے ظہر سے پہلے ظہر کے بعد اور مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد اور جمعے کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دو دو رکعتیں پڑھیں اس پر پورا کلام گزر چکا ہے ناظرین حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح ۲۲۰ اس تعلیق کی توجیہ میں شارحین کے تین قول ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث کے ابتدائی حصے میں ایک جگہ ہے۔ وسجدتین بعد العشاء یہاں اخیر میں اسی روایت میں فی اهله زائد ہے۔ اس کا دو مطلب ہے، ایک یہ کہ

؏۵ التہجد باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر ص ۱۵۶۔ مسلم صلوۃ المسافرین۔ ابوداؤد صلوۃ۔ ترمذی صلوۃ۔ نسائی افتتاح۔ قیام اللیل۔ موطا امام مالک صلوۃ اللیل۔ مسند امام احمد سادس ص ۵ - ۱۶۴۔ ؏۶ التہجد باب التطوع بعد المکتوبۃ ص ۱۵۷، باب الرکعتین قبل الظہر ص ۱۵۷۔ ؏۷ باب التطوع بعد المکتوبۃ ص ۱۵۶۔

حدیث ۷۰۷ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَتُصَلِّی الضُّحٰی قَالَ لَا۔ قُلْتُ

مورّق نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے نماز چاشت کے بارے میں پوچھا کہ آپ پڑھتے ہیں

فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

تو فرمایا نہیں میں نے پوچھا حضرت عمر پڑھتے تھے، فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت ابو بکر؟ تو فرمایا نہیں میں نے پوچھا

وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُهٗ۔ ع۵

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمایا میں نہیں گمان کرتا کہ وہ پڑھتے ہوں گے۔

حدیث ۷۰۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ لَا اَدَعُهُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ كُلِّ

تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے میں ان کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا ہر مہینے میں تین دن کا روزہ

بہ تمام سنتیں اپنے اہل میں آکر پڑھتے تھے۔ اور یہی ظاہر۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عشاء کے بعد والی دو رکعت اپنے اہل میں آکر پڑھتے تھے

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث کے ابتدائی جز کے اخیر میں ہے۔ فاما المغرب والعشاء ففی بیتہ۔ مغرب اور عشاء کی سنتیں گھر میں پڑھتے تھے۔ ففی بیتہ کے بعد ہے۔ بعد العشاء فی اہلہ، علامہ خطیب قسطلانی نے فرمایا۔ کہ ففی بیتہ کی جگہ فی اہلہ ہے۔

تشریحات ۷۰۷ یہاں عنوان ہے۔ سفر میں نماز چاشت۔ اور حدیث میں مطلقاً نفی مذکور ہے۔ سفر یا حضر کی تقیید نہیں۔ اس کے عموم سے سفر میں نفی پر استدلال ہو سکتا تھا کہ نہ سفر میں ہے نہ حضر میں۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ چونکہ نماز چاشت کے بارے میں روایات متعارض ہیں۔ امام بخاری نے ان سب میں تطبیق دینے کے لئے باب باندھا ہے کہ نفی کی روایات سفر پر محمول ہیں اور اثبات کی حضر پر۔ مگر اس کے بعد ہی حضرت ام ہانی کی حدیث آرہی ہے۔ جس میں نماز چاشت کا ذکر ہے۔ اور وہ فتح مکہ کے موقع پر بحالت سفر میں حضور نے پڑھی تھی۔ تطبیق کی صورت وہی ہے جو حدیث ۶۸۷ کے ضمن میں گزر چکی۔

تشریحات ۷۰۸ یہاں باب کا عنوان ہے۔ حضر میں نماز چاشت کا بیان۔ اس پر استدلال حدیث کے ان الفاظ سے ہو رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ان کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ اس میں حضر بھی داخل ہے۔ ہر مہینے میں تین دن سے مراد، ایام بیض کے روزے ہیں۔ یعنی تیرہ چودہ پندرہ۔ یہاں بخاری کی روایت میں نماز چاشت کی رکعتیں مذکور نہیں مگر مسلم[۵۱] میں ورکعتی الضحی ہے۔ یعنی چاشت کی دو رکعتیں۔ نیز مسلم[۵۲] ہی میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ کرتے، حضرت ام[۵۳] ہانی کی حدیث میں آٹھ رکعتیں مذکور ہیں۔ سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا خاص حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے حکم فرمایا۔ کیونکہ سونے میں اس کا اندیشہ

ع۵ التہجد باب صلوۃ الضحی فی السفر ص ۱۵۷۔ ۵۱ اول صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحی ص ۲۵۰

۵۲ اول صلوۃ المسافرین باب صلوۃ الضحی ص ۲۴۹ ۵۳ نزہۃ القاری جلد دوم ص ۱۹۹ تا ۲۰۲۔

شَہْرٍ وَصَلٰوۃِ الضُّحٰی وَنَوْمٍ عَلٰی وِتْرٍ ۔ ع۵

اور نماز چاشت اور وتر پڑھکر سونا۔

۷۰۹ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے کہ کہیں قضا نہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنھیں یہ اعتماد نہ ہو کہ اخیر شب میں اُٹھ سکیں گے انھیں ضروری ہے کہ وتر سونے سے پہلے پڑھ لیں، اور جنھیں اعتماد ہو کہ اٹھ سکیں گے انھیں افضل یہ ہے کہ رات میں تہجد کے بعد پڑھیں۔

کتاب الصوم میں امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا ہے۔ صیام بیض۔ تیرہ، چودہ، پندرہ کو ہے۔ اس حدیث میں کسی بھی تاریخ کی تعیین نہیں۔ پھر اس سے ایام بیض کے روزے مراد لینا اور ایام بیض سے مذکورہ بالا تواریخ متعین کرنا کیسے درست ہے۔

یہ بارہا گزر چکا کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ باب کے ضمن میں جو حدیث لاتے ہیں اس سے باب کی مطابقت نہیں ہوتی مگر وہی حدیث کسی اور طریقے سے کہیں مذکور ہوتی ہے اس میں باب کے مناسب کلمات ہوتے ہیں چنانچہ اسی حدیث کو امام ابو محمد بن عبداللہ بن عطا ابراہیمی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ سونے سے پہلے وتر کی۔ اور دو[۲] رکعت نماز چاشت پڑھنے کی اور ہر مہینے تین دن روزہ رکھنے کی، تیرہ، چودہ، پندرہ اور یہ بیض ہیں[۱] یعنی روشن دن۔ اسلئے کہ دوسرے دنوں کی طرح ان کے دنوں میں روشنی ہوتی ہی ہے۔ راتوں میں بھی رات بھر چاندنی رہتی ہے اسی لحاظ سے یہ ایام کی صفت ہیں[۲]۔ ایام سے مراد دن اور رات دونوں کا مجموعہ ہے۔

ان ایام کے علاوہ اور بھی تین دن ہر مہینے روزے کے فضائل آئے ہیں۔ ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے، اس سلسلے میں دس[۳] اقوال ہیں:۔

(۱) ہر مہینے میں غیر معین تین دن کے روزے۔ اور تعیین مکروہ ہے۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے (۲) ہر مہینے تیرہ چودہ پندرہ کے روزے یہ اکثر اہل علم کا قول ہے، اور یہی حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن مسعود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ نیز اکثر تابعین اور امام شافعی اور امام اعظم ان کے صاحبین امام احمد امام اسحٰق کا بھی (۳) بارہ تیرہ چودہ کے روزے (۴) ہر مہینے کے ابتدائی تین دنوں کے روزے جنھیں ایام غر کہتے ہیں۔ یہ امام حسن بصری کا مذہب ہے۔ (۵) ہر مہینے کے پہلے شنبہ یکشنبہ دوشنبہ پھر اس کے بعد والے مہینے میں پہلے سہ شنبہ چہارشنبہ پنجشنبہ کے روزے۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب ہے۔ (۶) ہر مہینے کے آخری تین دن کے روزے جنھیں ایام سود کہتے ہیں۔ یہ ابراہیم نخعی کا مختار ہے۔ (۷) پہلے دوشنبے پنجشنبے اور پھر دوسرے دوشنبے کے روزے (۸) ہر مہینے کی پہلی، دسویں، بیسویں کے روزے، یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (۹) ہر مہینے کی پہلی، گیارہویں، بیسویں کے روزے۔ یہ ابو اسحٰق بن شعبان مالکی کا مختار ہے۔ (۱۰) پہلے پنجشنبہ پھر اس کے بعد والے دوشنبہ پھر اس کے بعد والے دوشنبہ کے روزے[۳]۔

تشریحات ۷۰۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ چار رکعت۔ ترجیح اسی کو ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اکثر اقل کا منافی نہیں پھر اس کا بھی احتمال ہے کہ ظہر سے

ع۵ التہجد باب صلوۃ الضحی فی الحضر ص ۱۵۷، الصوم۔ باب صیام البیض ثلث عشرۃ واربع عشرۃ وخمس عشرۃ ص ۲۶۶ مسلم نسائی صلوۃ

[۱] عمدۃ القاری۔ الحادی عشر ص ۹ [۲] فتح الباری۔ رابع ص ۱۹۶، [۳] ایضاً ص ۱۹۸

كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ ؏۵

ظہر سے پہلے چار اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔

حدیث ۱۱۰۷ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ

مرثد بن عبداللہ یزنی نے کہا میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نِ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِي تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ

کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا آپ کو ابوتمیم کی یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ

قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

وہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں تو حضرت عقبہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلے چار رکعت گھر کے اندر پڑھتے ہوں جیسا کہ مسند امام احمد[۱] اور ابوداؤد میں ہے کہ چار رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ جنھیں ام المومنین ملاحظہ فرماتی ہوں، اور دو رکعت مسجد میں تشریف لاکر پڑھتے ہوں جنھیں حضرت ابن عمر نے دیکھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہو، پوری بحث ہوچکی ہے۔ اس حدیث پر باب ہے، ظہر سے پہلے دو رکعت اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ظہر سے پہلے چار رکعت مذکور ہے۔ اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔

تشریحات ۱۱۰۷ مغرب سے قبل نفل ہے یا نہیں اس کی پوری بحث گزرچکی ہے جو لوگ اسے مشروع مانتے ہیں وہ بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہی پڑھے جو طہارت وضو وغیرہ کے ساتھ ہو تاکہ مغرب کی نماز اول وقت پڑھ سکے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ احناف کے یہاں مغرب سے پہلے کوئی نفل نہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام طاؤس نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو نہیں دیکھا کہ اسے پڑھتا ہو[۲]۔ نیز طبرانی[۳] نے مسند شامیین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج سے دریافت کیا۔ آیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو سب نے فرمایا، ہم نے نہیں دیکھا۔ ہاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک بار میرے یہاں حضور نے پڑھا۔ جب میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا، عصر کے پہلے کی سنت نہیں پڑھ سکا تھا انھیں پڑھا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم نخعی[۴] نے فرمایا کہ یہ نماز نہ حضور نے پڑھی ہے نہ ابوبکر نے نہ عمر نے نہ عثمان نے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ کوفے میں خیار صحابہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت عمار حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ ان میں سے کوئی مغرب سے پہلے یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اور یہ کہنا کہ بخاری کی روایت کو ان روایات پر ترجیح ہے۔ درست نہیں۔ جیسا کہ ہمارے علما نے دلائل قاہرہ سے اسے ثابت فرمایا خصوصاً امام ابن ہمام نے اس مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

؏۵ التھجد باب الرکعتین قبل الظھر ص ۱۵۷۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ [۱] فتح الباری ثالث ص ۸۴ [۲] ابوداؤد اول باب الصلوٰۃ قبل المغرب ص ۱۸۲ [۳] فتح القدیر اول ص ۱۸۸ لکھنؤ [۴] ایضاً عمدۃ القاری سابع ص ۲۳۶

تعالی علیہ وسلم قلت فما یمنعک الآن قال الشغل عہ
کے زمانے میں ہم اسے پڑھتے تھے میں نے عرض کیا اب کیا چیز روکتی ہے تو فرمایا مشغولیت۔

اگر بخاری میں مروی حضرت انس کی یہ حدیث صحیح ہوتی کہ اذان ہوتے ہی لوگ تیزی سے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اتنی کثرت سے لوگ نماز پڑھتے کہ ایک اجنبی یہ خیال کرتا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ تو حضرت ابن عمر اور عامہ صحابہ کرام حتی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہم یہاں تک کہ ازواج مطہرات سے بات پوشیدہ رہتی۔ اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم اس پر عمل نہ کرتے بلکہ عامہ صحابہ سے چھوڑ بیٹھتے نیز دار قطنی اور بیہقی[۱] نے حبان بن عبیداللہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کے سوا ہر دو اذان یعنی اذان و اقامت کے مابین نماز ہے۔ ابن شاہین[۲] نے کہا کہ اس حدیث سے قبل مغرب کی نماز منسوخ ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس لئے کہ اس کا ایک راوی۔ حبان۔ کذاب ہے۔ مگر ان کا یہ کہنا اشتباہ کی بنا پر ہے، اس لئے کہ حبان دو ہیں۔ ایک ابن عبداللہ۔ دوسرے ابن عبیداللہ۔ کذاب ابن عبداللہ ہے۔ اور ابن عبیداللہ ثقہ ہیں۔ جیسا کہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے۔

نیز بخاری کی حضرت انس والی حدیث سے بھی اس کا استحباب ثابت نہیں ہوتا، اس میں یہ ہے: قام ناس من اصحاب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ صحابہ میں سے کچھ حضرات ستونوں کی طرف بڑھتے اور نماز پڑھتے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تمام صحابہ نہیں پڑھتے تھے، کچھ حضرات پڑھتے تھے۔ آگے ہے۔ حتی یخرج النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باہر تشریف لاتے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ اذان کے بعد صحابہ کرام میں سے کچھ حضرات نے یہ سوچا کہ بیکار رہنے سے بہتر یہ ہے کہ جب تک حضور باہر تشریف لائیں نماز ہی پڑھیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ نماز منجانب شرع مقرر نہیں تھی۔ ورنہ تمام صحابہ کرام پڑھتے جبکہ اس کا موقع تھا۔ جو لوگ پڑھتے تھے وہ وقت کو اہم عبادت میں مصروف کرنے کے لئے پڑھتے تھے۔ اور یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ اس وقت نفل مشروع نہیں۔ اگر کوئی مختصر پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ امام ابن ہمام[۳] نے فرمایا ہے۔

قبل عصر عصر کے قبل بھی چار رکعت نفل مشروع ہے۔ امام احمد[۴] نے اپنے مسند میں اور ترمذی[۵] نے اپنی جامع میں ابو داؤد[۶] نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ نیز امام ترمذی[۷] اور امام نسائی[۸] نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے مگر چونکہ یہ دونوں حدیثیں امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے انہیں ذکر نہیں فرمایا۔

عہ التہجد باب الصلوۃ قبل المغرب ص ۱۵۸ مسند امام احمد رابع ص ۱۵۵

۱ فتح القدیر ص ۱۸۸ لکھنؤ ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۶ ۳ فتح القدیر ص ۱۸۸ لکھنؤ

۴ جلد ثانی ص ۱۱۷ ۵ اول الصلوۃ باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۵۸

۶ اول صلوۃ باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۸۰ ۷ اول۔ صلوۃ، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۵۸

۸ اول۔ باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۴۰۔

۱۱۷ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيْهِمْ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ

حدیث: حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جنہیں

صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَتِهِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا

حضرت ابوایوب انصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی موجود تھے اس غزوہ میں جس میں انھوں نے

وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ فَاَنْكَرَهَا عَلَيَّ اَبُوْ اَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ

وفات پائی تھی اور ان پر یزید بن معاویہ امیر تھا سرزمین روم میں۔ تو حضرت ابوایوب نے اس کا انکار فرمایا اور کہا خدا

۱۱۷ **تشریحات** یہ جلد ثانی صفحہ ۷۔۶۔۱۵۴ پر گذری ہوئی حدیث ۲۹۴ کا تتمہ ہے۔ جسے یہاں بھی امام بخاری نے پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شک کی بنیاد یہ ہے۔ کہ اس کے آخر میں یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اسے جہنم پر حرام فرمایا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لئے لاالہ الا اللہ کہا۔ اس سے بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مومنین میں جو فساق و فجار ہیں وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ بہت سی آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمادیا حضرت محمود بن ربیع نے یہ خیال کر کے کہ شاید مجھسے سننے میں یا یاد رکھنے میں غلطی ہوگئی ہو۔ دوبارہ حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطمینان فرما لیا کہ میں نے جو یاد رکھا تھا وہ صحیح ہے۔

ويزيد بن معاوية عليهم عام طور پر مشہور ہے کہ یہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ تھا۔ اس کی وجہ سے ایک اشکال یہ پیدا ہوگیا کہ اس لشکر کا سپہ سالار یزید تھا یا کم از کم اس میں شریک ضرور تھا۔ اور خود بخاری کتاب الجہاد[1] میں یہ حدیث ہے۔ اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور له۔ میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا اسے بخشدیا جائے گا۔ اس لشکر میں یزید شریک تھا اس لئے ثابت کہ وہ بخشا بخشایا ہے۔ حتیٰ کہ مہلب جیسے عظیم محدث بھی اس رو میں بہ گئے۔ اگرچہ مہلب کی اس نکتہ آفرینی کا جملہ محدثین نے رد کیا ہے، جو فتح الباری، عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ دیکھنے والوں کو معلوم ہے۔ ہم نے اپنے مضامین میں اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ جو پاسبان کے مخصوص نمبر "کربلا کا مسافر" میں بھی مقالات امجدی میں چھپ چکا ہے۔

حضرت علامہ الحاج مبین الدین امروہوی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ شہید معظم میں اس پر بحث کا نیا رخ اختیار فرمایا ہے۔ اسی کی روشنی میں ہم اب ایک نئے سرے سے اس بحث کو ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

یہاں بنیادی طور پر دو باتیں غور طلب ہیں۔ اس حدیث میں قسطنطنیہ کا نام نہیں۔ مدینہ قیصر ہے یعنی قیصر کے شہر۔ مدینہ قیصر کا ترجمہ یا مطلب کسی لغت میں قسطنطنیہ نہیں۔ پھر محدثین نے اس سے قسطنطنیہ کیسے مراد لے لیا۔ یہ لاینحل معمہ ہے۔ قیصر کے حدود سلطنت کا کوئی بھی شہر مدینہ قیصر ہو سکتا ہے۔ اب آئیے دیکھئے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کب ہوا۔

تاریخ و سیر کا ادنیٰ واقف کار جانتا ہے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ۸ھ جمادی الاولیٰ میں ہوا جس کا نام غزوہ موتہ ہے۔ اب اس بشارت کے مستحق غزوہ موتہ کے شرکا ہیں۔ اور اگر "مدینہ قیصر"

---

[1] باب ما قيل في قتال الروم ص ۴۱۰

مَا اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَکَبُرَ ذٰلِکَ	
میں یہ گمان نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہوگا جو تم نے کہا۔ یہ بات مجھ پر بہت	
عَلَیَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰہِ عَلَیَّ اِنْ سَلَّمَنِیْ حَتّٰی اَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِیْ اَنْ اَسْئَلَ عَنْہَا	
گراں گزری اور میں نے اللہ کے لئے عہد کرلیا کہ اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا یہاں تک کہ میں اس جنگ سے	
عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍ اِنْ وَجَدْتُہٗ حَیًّا فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِہٖ فَقَفَلْتُ فَاَھْلَلْتُ بِحَجَّۃٍ اَوْ بِعُمْرَۃٍ	
لوٹوں تو حضرت عتبان سے ان کی قوم کی مسجد میں پوچھونگا اگر ان کو زندہ پاؤں گا تو۔ میں لوٹا اور حج یا عمرے کا	

سے اس کا دار السلطنت مراد لیا جائے تو جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت قیصر کا دار السلطنت حمص تھا۔ جو عہد فاروقی ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ اب اس بشارت کے مورد، فاتحین حمص ہیں۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر کسی کو ضد ہو کہ مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اگرچہ ضد کا کوئی علاج نہیں مگر حضرت امام عالیمقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ خاص اس ضد کا علاج موجود ہے۔ حدیث کی یہ بشارت اس لشکر کے لئے ہے جو سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا اور جس لشکر میں یزید شریک تھا۔ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالا پہلا لشکر نہیں تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یزید جس لشکر کا امیر تھا وہ ۵۰ھ یا اس کے بعد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر گیا تھا۔ اس کے پہلے قسطنطنیہ پر چار بار حملہ ہو چکا تھا۔ پہلی بار ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ حضرت معاویہ کی سربراہی میں حملہ ہوا تھا۔ البدایہ والنہایہ[1] میں ہے:

ثم دخلت سنۃ ثنتین وثلاثین و فیھا غزا معاویۃ بلاد الروم حتی بلغ المضیق، مضیق قسطنطنیۃ	۳۲ھ میں معاویہ نے بلاد روم میں جنگ کی یہاں تک قسطنطنیہ کی گھاٹی تک پہنچ گئے۔

دوسری بار ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ کی سرکردگی میں اور تیسری بار ۴۴ھ میں، چوتھی بار ۴۶ھ میں عبد الرحمن بن خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں، اسی میں ہے:

سنۃ ثلث واربعین فیھا غزا البسر بن ابی ارطاۃ بلاد الروم فوقع فیھا حتی بلغ مدینۃ قسطنطنیہ	۴۳ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم میں جنگ کی بڑھتے گئے یہاں تک کہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔
سنۃ اربع واربعین فیھا غزا عبد الرحمن بن خالد بن الولید بلاد الروم ومعہ المسلمون[3]	۴۴ھ میں عبد الرحمن بن خالد نے بلاد روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے۔
سنۃ ست واربعین فیھا شتی المسلمون ببلاد الروم مع امیرھم عبد الرحمن بن خالد۔ وقیل کان امیرھم غیرہ[4]	۴۶ھ میں مسلمانوں نے اپنے امیر عبد الرحمن بن خالد کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر کوئی اور تھا۔

۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ نے جو جنگ کی اس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ بدایہ نہایہ میں مذکور نہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ قسطنطنیہ تک پہنچے مگر بدایہ اور نہایہ سے بدرجہا راجح کتاب ابو داؤد[5] میں ہے کہ یہ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گئے

---

[1] جلد سابع ص ۱۵۹ [2] ایضاً ثامن ص ۲۴ [3] ایضاً ص ۲۷ [4] ایضاً ص ۳۰ [5] اول الجہاد باب فی قولہ عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ص ۳۴۰۔

ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَيْتُ بَنِيْ سَالِمٍ فَاِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ اَعْمٰى

احرام باندھا اور مدینہ آیا پھر بنی سالم کے محلے میں آیا تو دیکھا کہ عتبان بوڑھے نابینا ہیں اور

يُصَلِّيْ لِقَوْمِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَاَخْبَرْتُهٗ مَنْ اَنَا ثُمَّ سَاَلْتُهٗ

اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے ہیں جب انھوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے انھیں سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں،

اور اس کا محاصرہ کرلیا تھا، نیز یہ کہ اس میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ ابو داؤد میں یہ تفصیل ہے۔ اسلم بن ابو عمران نے کہا، ہم مدینہ سے قسطنطنیہ پر جہاد کے لئے نکلے اور امیر لشکر عبد الرحمن بن خالد بن ولید تھے۔ اور رومی اپنی پیٹھ شہر پناہ سے چپکائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا۔ ٹھہرو ٹھہرو۔ لا الہ الا اللہ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اس پر ابو ایوب انصاری نے فرمایا۔ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام غالب ہوگیا تو ہم نے کہا کہ اپنے کاروبار میں لگ جائیں۔ انھیں درست کریں۔ تو اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ ہلاکت میں مت پڑو۔ اپنے کام میں لگ جانا، جہاد چھوڑنا، اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ابو عمران نے کہا ابو ایوب جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔[1]

ترمذی[2] میں تھوڑی زیادتی اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ مصر پر عقبہ بن عامر اور ایک جماعت پر فضالہ بن عبید تھے۔ سپہ سالار کون تھا۔ یہ ترمذی میں نہیں۔ طبری میں البتہ پوری تفصیل ہے۔ ابو داؤد والی سند کے ساتھ ہے کہ۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر تھے۔ اور پوری جماعت پر عبد الرحمن بن خالد۔ طبری ہی میں دوسری روایت ہے، کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر فضالہ بن عبید تھے۔ ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ تھے۔ اور اہل مصر کے مجاہدین کے سردار حضرت عقبہ بن عامر اور اہل شام کے فضالہ بن عبید اس طرح ابو داؤد اور ترمذی کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی میں سن مذکور نہیں۔ مگر چونکہ حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ۴۶ھ میں زہر دے کر مار ڈالا گیا تھا۔[3] تو ضروری ہے کہ یہ جہاد ۴۶ھ میں یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یزید پلید جس لشکر میں شریک ہوا۔ خواہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے رہا ہو خواہ کسی ٹولی کے سردار کی حیثیت سے خواہ عام فوجی کی حیثیت سے وہ قسطنطنیہ پر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا اس کے بعد حملہ آور تھا

بدایہ و نہایہ میں ہے۔

سنة تسع واربعين فيها غزا يزيد بن معاوية بلاد الروم حتى بلغ قسطنطنية۔[4]

۴۹ھ میں یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

عمدۃ القاری[5] وغیرہ میں اسی حدیث کے تحت ہے کہ یہ جنگ ۵۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی تھی۔ خود بدایہ نہایہ میں ۵۲ھ کے واقعات میں ہے۔ کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اسی سال یعنی ۵۲ھ میں ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے ایک سال پہلے یا اس کے ایک سال بعد۔ بہر حال یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر نہیں گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر کم از کم تین بار ورنہ چار بار حملہ ہو چکا ہے۔ پہلے ۳۲ھ میں حضرت معاویہ نے کیا۔ ۴۳ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ

---

[1] ثانی تفسیر سورۃ بقرہ ص ۱۴۱ [2] بدایہ و نہایہ ثامن ط ۳۱ [3] ایضا ص ۳۲ [4] سابع ص ۲۴۹۔

99

عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ع٥

پھر اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی پھر بیان فرمایا۔

نے کیا۔ ۴۴ھ میں حضرت عبد الرحمن بن خالد بن ولید نے کیا۔ ۴۶ھ میں حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ یا کسی اور صاحب کی سربراہی میں ہوا۔ اب اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں۔ مدینہ قیصر۔ سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اول جیش من امتی۔ متعین کر رہا ہے کہ اس کے مصداق۔ حضرت معاویہ یا بسر بن ابو ارطاۃ۔ یا حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ۔ اور ان کے ہمراہی ہیں۔ جس لشکر میں یزید تھا وہ اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ پانچواں یا چوتھا تھا۔ اور بشارت صرف اس لشکر کے لئے ہے جو پہلی بار حملہ کریگا۔

ایک شبہے کا جواب کوئی اگر یہ کہے کہ چونکہ اس حدیث میں پہلے، جزیرہ قبرص (کریٹ) پر جہاد کا تذکرہ ہے۔ اور مدینہ قیصر پر حملے کا ذکر بعد میں ہے۔ نیز ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ میں ان میں سے ہوں۔ تو ارشاد فرمایا۔ تو پہلے والے میں ہے۔ ان دونوں سے متبادر ہوتا ہے کہ مراد وہ حملہ ہے جو قبرص کے بعد ہو۔ اقول۔ اولا یہ وہی کہہ سکتا ہے جو حدیث تو بہت اہم ہے عوام کے بھی کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ سب کو معلوم ہے تقدم فی الذکر تقدم فی الوقوع کو مستلزم نہیں۔ اور نہ ترتیب فی الذکر، ترتیب فی الوقوع کو مستلزم یعنی یہ ضروری نہیں کہ اگر چند واقعات مذکور ہوں تو جس ترتیب سے مذکور ہوں اسی ترتیب سے واقع بھی ہوں۔ کہ جس کا ذکر پہلے ہو وہ پہلے واقع ہوا اور جس کا ذکر بعد میں ہو اس کا وقوع بعد میں ہو۔ ایسا بہت ہوتا ہے، کہ واقعات کے رونما ہونے کی ترتیب کچھ اور ہوتی ہے۔ بیان کرنے والا اس کا لحاظ کئے بغیر پہلے رونما ہونے والے کو بعد میں اور بعد میں رونما ہونے والے کو پہلے ذکر کرتا ہے۔ ثانیاً، اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یزید پرستوں کو مفید نہیں۔ اس لئے کہ قبرص ۲۸ھ میں فتح ہو چکا تھا[1] یہی صحیح اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ابو معشر نے کہا کہ، قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس تقدیر پر حضرت معاویہ کا ۳۲ھ والا جہاد اسمیں داخل نہ ہوگا۔ مگر اس بشارت سے یزید پلید اب بھی خارج ہی رہا، کیونکہ اس کے حملے سے پہلے ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ یا ۴۴ھ میں حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ اس شرف کو حاصل کر چکے تھے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق۔ یہ سطور لکھ چکا تو اس حدیث کے سلسلے میں ایک نیا رخ ذہن میں آگیا۔ یہ حدیث بخاری اول، باب قتال الروم صفحہ ۴۱۰ پر بطریق عمیر بن اسود عنسی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، یہاں جو کلمات ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔

عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ حمص کے ساحل پر اپنی عمارت میں اترے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ تو ام حرام نے ان سے یہ حدیث بیان کی۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، میری امت کے اس لشکر نے جو سمندر پر پہلا حملہ کرے گا۔ واجب کر لیا۔ ام حرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں ان میں ہوں، فرمایا تو ان میں ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے اس لشکر کو جو سب سے پہلے۔ قیصر کے شہر۔ پر حملہ کرے گا اسے بخشدیا جائیگا۔ (ام حرام کہتی ہیں) کہ پھر میں نے عرض کیا، میں ان میں ہوں یا رسول اللہ؟ تو فرمایا نہیں۔

اس کے تحت علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری[2] میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ ام حرام۔ سے اس سے زیادہ تام (کامل) روایت کیا ہے۔ جو اوائل الجہاد باب الدعاء بالجہاد میں مذکور ہے۔ بخاری جلد اول ص ۳۹۱ پر یہ حدیث

ع٥ التہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ ص ۱۵۸، [1] بدایہ ونہایہ سابع ص ۱۵۳، [2] الجزء الرابع عشر ص ۱۹۸،

مفصل یوں مذکور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ خدمت اقدس میں کھانا پیش کرتیں، اور ام حرام، عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زوجیت میں تھیں۔ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے انھوں نے ماحضر پیش کیا جسے حضور نے تناول فرمایا۔ اور حضور کے سر اقدس سے جوئیں تلاش کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے، اور مسکرا رہے تھے، ام حرام نے بتایا کہ میں نے دریافت کیا کیوں مسکرائے یارسول اللہ، فرمایا میری امت کے کچھ لوگ فی سبیل اللہ غازی مجھ پر پیش کئے گئے جو اس (سبز) سمندر کے بیچ میں سوار ہیں جو تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں، یا تخت پر بیٹھے ہوئے، بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحٰق سے شک ہو گیا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کر دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی، اس کے بعد حضور نے سر اقدس رکھا اور پھر سو گئے پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے پھر عرض کیا حضور کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے جو فی سبیل اللہ اس (سبز) سمندر کے بیچ میں جہاد کرنے جا رہے ہیں، وہ تخت پر بادشاہ ہیں یا تخت پر بادشاہوں کے مثل ہیں، اسحٰق نے شک کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کر دے۔ فرمایا تو پہلے والوں میں ہے ۔ اس کے بعد ام حرام معاویہ بن ابو سفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں۔ سمندر پار کرنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔

اس تفصیل کے ساتھ امام بخاری نے اس حدیث کو مزید تین جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کتاب الجہاد، باب غزوۃ المرأۃ فی البحر ص ۴۰۳۔ کتاب الاستئذان۔ باب من زار قوماً فقال عندہم ص ۹۲۹۔ کتاب تعبیر الرؤیا۔ باب الرؤیا فی النہار ص ۱۰۰۲-۳، علاوہ ازیں بقیہ صحاح ستہ کے علاوہ دارمی، موطا امام مالک، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

اس حدیث کے دونوں طریقوں میں سے ہر ایک طریقے میں کچھ باتیں زائد ہیں جو دوسرے میں نہیں۔ عمیر بن اسود کے طریقے میں زائد ہے اول جیش من امتی یغزون البحر اوجبوا ۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے۔ جنت کا مستحق ہو گیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں نہ تو اول جیش ۔ ہے۔ اور نہ تو۔ اوجبوا ۔ ہے۔ اسی طرح عمیر کی روایت میں یہ زائد ہے اول جیش امتی امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔ میری امت کے اس پہلے لشکر کو جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا گیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں یہ نہیں۔ اسی طرح حضرت انس کی روایت میں دونوں جگہ یہ تفصیل ہے۔ یرکبون ثبج ھذا البحر۔ اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ مگر یہ عمیر کی روایت میں نہیں۔ مگر یہ راویوں کا عام طریقہ ہے کہ روایت میں کبھی پوری حدیث ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس میں اختصار کر دیتے ہیں جس کی نظیر اسی بخاری میں صدہا ہیں۔ اس اختصار کا مطلب یہ نہیں ہوتا یہ دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں اسلئے یہاں اسکی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے یہ دونوں دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ علامہ عینی کی تصریح گذر چکی کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں۔ حضرت انس کی روایت زیادہ تام ہے۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی کہ۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ اور میری امت کا وہ لشکر جو سب سے پہلے بحری سفر کرکے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا بخشدیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغفرت کی بشارت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اول وہ بحری سفر کرکے حملہ کرے۔ دوسرے وہ مدینہ قیصر پر حملہ کرے تیسرے یہ پہلا لشکر ہو۔ جس حملہ آور لشکر میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی وہ مغفرت کا مستحق ہے۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس بشارت کا مستحق نہیں۔ یزید میں ان باتوں میں سے دو مفقود ہیں۔ نہ تو یہ جس لشکر میں شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالا پہلا لشکر تھا اور نہ اس نے بحری راستے سے حملہ کیا تھا۔ وہ باپ کے جبر و دباؤ سے خشکی کے راستے قسطنطنیہ گیا تھا، اس لئے یزید اس

۷۱۲ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا

قَالَ لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ۔ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامِ وَمَسْجِدُ الرَّسُوْلِ

تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کے لئے کجاوہ نہ باندھا جائے یعنی سفر نہ کیا جائے، مسجد حرام مسجد رسول

بشارت کا کسی طرح مستحق نہیں۔ البتہ عقبہ بن عامر بحری راستے سے قسطنطنیہ گئے تھے وہ اس بشارت کے مستحق ہو سکتے ہیں، یزید پلید کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

۷۱۲ تشریحات وہابی یہ کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے مزارات، مشاہد آثر کی زیارت کے لئے سفر کرکے جانا حرام ہے، اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ استثنار مفرغ ہے۔ یعنی کلام غیر موجب میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے، تو لازم کہ مستثنیٰ اعم الاعم ہو۔ وہ یہاں موضع یا مکان ہوگا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کہیں سفر کرنا جائز نہیں۔ اس عموم میں اولیار عظام کے مزارات، مشاہد آثر داخل ہیں۔ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ محبوبان بارگاہ کے مزارات و مقابر و آثر پر سفر کرکے جانا جائز و مستحسن ہے۔ اقول اولا اس حدیث کا مطلب یہ بتانا ظاہر البطلان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر کہیں کا کوئی سفر کسی بھی مقصد کے لئے جائز نہ ہوگا۔ مثلاً جہاد، طلب علم، تبلیغ دین، تجارت، سیاحت، وغیرہ کسی کے لئے سفر جائز نہ ہو۔ اور یہ امت کے اجماع سے باطل بلکہ خود وہابیوں کے عمل سے بھی۔ ثانیاً استثنار مفرغ میں مستثنیٰ کے اعم الاعم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی قید ہی نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ مستثنیٰ منہ محذوف، مستثنیٰ کی جنس بلکہ نوع بلکہ صنف سے ہو۔ اور پوری صنف کو عام ہو۔ جیسے کہتے ہیں مارأیت الازیدا میں نے صرف زید کو دیکھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ قائل نے نہ زمین دیکھی نہ آسمان نہ در و دیوار بلکہ جانوروں کے دیکھنے کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ انسانوں کے دیکھنے کی بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ کو کسی مخصوص طبقے کے افراد کی تلاش ہے، آپ نے کسی سے پوچھا ان میں سے کسی کو دیکھا ہے، اس نے اس طبقے کے علاوہ سیکڑوں انسانوں کو دیکھا ہو مگر ان میں سے صرف زید کو دیکھا ہو بقیہ کسی کو نہ دیکھا ہو۔ تو کہے گا۔ مارأیت الازیدا میں نے صرف زید کو دیکھا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس طبقے کے افراد میں سے صرف زید کو دیکھا ہے۔ اب یہاں مستثنیٰ منہ محذوف۔ یہ ہوا کہ اس طبقہ کے افراد۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استثنار مفرغ میں مستثنیٰ منہ محذوف کا مستثنیٰ کی جنس بلکہ نوع بلکہ صنف کا ہونا لازم ہے۔ یہاں مستثنیٰ مساجد ثلثہ مخصوصہ ہے تو مستثنیٰ منہ محذوف ضمیمہ مسجد ہوگا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کا نماز پڑھنے کے لئے سفر جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان کے علاوہ بقیہ مساجد میں نماز کا ثواب برابر ہے۔ جو ثواب مقامی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ وہی ثواب دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ پھر نماز کے لئے سفر کرنا بے سود ہے۔ ان تینوں مسجدوں میں نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان کی جانب سفر نفع بخش ہے۔ اس کی تائید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسند امام احمد[۱] میں شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ میں نے کوہ طور میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا، تو حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سواری کا کجاوہ نہیں کسنا چاہئے سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علامہ ابن جوزی نے فرمایا۔ شہر حسن الحدیث ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے۔

---

[۱] جلد ثالث ص ۶۴۔

وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ؏

اور مسجد اقصیٰ

بالفرض اگر اس حدیث میں مستثنیٰ، مکان یا موضع مان لیا جائے تو بھی اس سے بزرگان دین کے مزارات کے لئے سفر کرنے کا عدم جواز ثابت نہ ہوگا اس لئے کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت سے مقصود صاحب مزار ہوتے ہیں عمارت نہیں ہوتی ہے۔

توضیح مزید :۔ مسند امام احمد کی اس حدیث کی روشنی میں ہم نے یہ قید بڑھائی کہ ۔ کسی مسجد کی جانب اس میں نماز پڑھ کر زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سفر جائز نہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ ان تین مساجد کا استثناء اسی وجہ سے ہے کہ ان میں نماز پڑھنے پر زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے تو مستثنیٰ منہ، مستثنیٰ کی صنف سے اسی وقت ہوگا کہ اس میں بھی یہ قید ملحوظ رہے۔ اس لئے کسی مسجد کی تعمیر کے لئے یا بنیاد رکھنے کے لئے یا کسی عالم یا شیخ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت سے سفر جائز بلکہ مستحسن ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔ من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف نبی۔ جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ بنظر غور دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ حضرت ابو سعید کی مذکورہ بالا حدیث نے واضح کر دیا کہ حدیث لاتشد الرحال، کا تعلق زیارت قبور وغیرہ کے سفر سے ہے ہی نہیں۔ یہ صرف مساجد کے ساتھ خاص ہے وہ بھی صرف نماز پڑھنے کی نیت سے سفر ہو تو۔ اگر کسی مسجد ہی کی جانب سفر ہو مگر نماز پڑھنے کے لئے نہ ہو اور مقاصد کے لئے تو اس کا بھی اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ جب اس حدیث میں مستثنیٰ مسجد ہے تو بقیہ سفر اپنے اصل اور مقصد کے لحاظ سے فرض یا واجب یا مستحب یا حرام ہوں گے مثلاً جب جہاد فرض ہو تو جہاد کے لئے سفر فرض، کسی واجب کی ادائیگی کے لئے واجب، مستحب کیلئے مستحب، مباح کیلئے مباح، حرام کیلئے حرام، زیارت قبور سنت ہے تو بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کیلئے سفر کم از کم مستحب ضرور ہوگا۔

ابن تیمیہ نے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ اس پر اس عہد کے اور بعد کے بھی علماء اہل سنت نے شدید رد فرمایا۔ اس لئے کہ مزار پر انوار کی زیارت بالاجماع مسنون بلکہ قریب بواجب۔ اور یہ اعظم قربات سے ہے۔ آج کل ابن تیمیہ کے مقلدین ہندوستان کے دیوبندی اور غیر مقلدین اور نجد کے نجدیوں کا یہی مذہب ہے یہی نہیں کہ اسے حرام جانتے ہیں بلکہ شرک تک کہتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا، کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا۔ اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا اور اس قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی شرک ہے ص۴۲ یہاں کسی کی قبر کہا۔ اس کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار بھی ضرور داخل ہے۔ مگر اس کے پہلے ص۱۰ پر تو صاف تعمیم ہے۔ لکھا۔ پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو، سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو، پیغمبر کہنے کے بعد اب کیا شبہہ رہ جاتا ہے کہ اس عموم میں مزار پر انوار بھی داخل ہے۔ اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ مزار پر انوار کی نیت سے سفر کرنا شرک ہے۔ یہی سارے دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کا مذہب ہے۔

؏ التہجد باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۸، مسلم الحج ابو داؤد مناسک نسائی مساجد ۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ موطا امام مالک، جمعہ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی و سادس۔

۱۳۱۷ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

۱۳۱۷ تشریحات مسند[۱] امام احمد اور ابن ماجہ[۲] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے۔ میری مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی لاکھ نماز سے افضل ہے۔

ابن ماجہ[۳] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ فرمایا۔ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز، پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں ایک نماز، پچاس ہزار نماز کے برابر اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت میمونہ مولاۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس میں نماز کے بارے میں ہے۔ اس میں نماز پڑھو۔ اسمیں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز کے مثل ہے۔ بزار[۴] میں ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز کی فضیلت دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز پر ہے اور میری مسجد میں ہزار نماز پر اور بیت المقدس میں پانچ سو پر۔ اسی کے مثل طبرانی میں[۵] حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ طبرانی[۶] کی حدیث میں ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز اس کی دس گنا۔ ایک لاکھ کے برابر۔

خلاصہ احادیث ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث اس پر متفق ہیں کہ مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نماز کے مثل یا اس سے افضل ہے۔ مسجد نبوی کے بارے میں تین روایتیں ہیں ایک ہزار کے مثل یا اس سے افضل۔ دس ہزار کے مثل۔ پچاس ہزار کے مثل۔ اور مسجد اقصیٰ کے بارے میں بھی تین قسم کی روایات ہیں۔ پانچ سو۔ ایک ہزار۔ پچاس ہزار۔

تطبیق یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف وحی ہوئی۔ ابتداءً وحی یہ ہوئی کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے مثل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ ہزار نماز سے افضل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ دس ہزار کے مثل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ پچاس ہزار کے برابر ہے۔ اور یہی حال مسجد اقصیٰ کے بارے میں بھی ہوا۔ ان مختلف وحی کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ منجانب اللہ، ان مساجد میں نماز کا ابتداءً یہی ثواب تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے اس امت پر کرم کرتے ہوئے بڑھا دیا۔ پھر مزید کرم فرمایا اور زیادہ کر دیا۔ اس کی احادیث میں متعدد نظیریں ہیں جو مذکور ہو چکی ہیں۔ اور آئندہ موقع با موقع مذکور ہوں گی۔

مسجدی ھٰذا صحیح یہ ہے کہ عہد مبارک کے بعد مسجد اقدس میں جو اضافہ ہوا ہے وہ بھی اس فضیلت کی حامل ہے جیسا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کریم میں اضافہ فرمایا تو ارشاد فرمایا، یہ مسجد اگر عیدگاہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ ذو الحلیفہ تک بڑھ جائے تو سب مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ بلکہ اس خصوص میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع بھی آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری اس مسجد میں کچھ زیادہ کیا جائے تو سب میری مسجد ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر صنعاء تک بڑھا دی جائے تو میری مسجد ہوگی۔[۷]

۱؎ جلد ثالث ص ۳۴۰۔ ۳۹۷ ۲؎ آخر کتاب الصلوۃ باب فضل الصلوۃ فی المسجد الحرام و مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۲ ۳؎ آخر کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی الصلوۃ فی المسجد الجامع ص ۱۰۳ ۴؎ مرقاۃ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۴ ۵؎ ایضاً ۶؎ عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۶ ۷؎ مرقاۃ اول۔ باب المساجد فصل اول ص ۴۴۴ ۔

وَسَلَّمَ قَالَ صَلوٰۃٌ فِی مَسْجِدِی ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلوٰۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ [۵۹]

فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ہزار نماز سے بہتر ہے۔

مکہ افضل ہے یا مدینہ | علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ مسجد نبوی افضل ہے یا مسجد حرام۔ احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اقول، اس حدیث سے مسجد حرام کے سوا مکہ معظمہ کے دوسرے حصوں کی افضلیت پر دلیل لانا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ خاص ہے مسجد حرام کے ساتھ۔ ہاں حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ[۱] میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔ کہ ثواب کی یہ زیادتی پورے حرم میں ہے۔ نیز حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ یہ زیادتی صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر طاعت پر یہ زیادتی ہے۔ اور فرمایا مکہ معظمہ میں ایک روزہ لاکھ روزہ کے برابر ہے۔ اور ایک درہم کا صدقہ لاکھ کے برابر بلکہ ہر نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث حسن بھی مروی ہے۔ کہ ارشاد فرمایا کہ حرم کی ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ[۲] نے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا۔ جس نے مکے میں رمضان پایا اور روزہ رکھا اور جتنا میسر آیا قیام کیا تو اس کے لئے دوسری جگہوں کے رمضان کی بہ نسبت لاکھ رمضان کا ثواب لکھا جائے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام مجاہد امام احمد بن حنبل اور دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے روبرو اس کے دربار میں اس کی حکم عدولی جتنی سنگین ہے اتنی بادشاہ کے دربار کے باہر سنگین نہیں۔

اور مکہ معظمہ کے جلال کا یہ عالم ہے کہ گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے اگرچہ ارتکاب نہ کرے[۳]۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے آیۂ کریمہ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ اور جو اس میں کجروی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔“ سے اخذ فرمایا ہے۔ اس تقدیر پر مکہ معظمہ کا مدینہ طیبہ سے افضل ہونا ظاہر۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مکہ معظمہ میں جس طرح ایک نیکی لاکھ نیکیاں ہیں۔ یوں ہی ایک گناہ لاکھ گناہ ہے۔ اور وہاں گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے جسطرح نیکی کے ارادے پر ثواب ہے۔ مدینہ طیبہ میں نیکی کے ارادے پر ثواب اور گناہ کے ارادے پر کچھ نہیں۔ اور گناہ کرے تو ایک ہی گناہ اور نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیاں۔ عجب نہیں کہ حدیث میں خیر لھم، کا اشارہ اسی طرف ہو کہ ان کے حق میں مدینہ ہی بہتر ہے۔[۴]

جمہور کے استدلال کے دو جوابات حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے جذب القلوب اور اشعۃ اللمعات میں دیئے ہیں۔ اول یہ کہ افضلیت کثرت ثواب ہی میں منحصر نہ یہ بنیاد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کثرت ثواب کے علاوہ دوسرے اسباب ایسے ہوں جو فضیلت کے مقتضی ہوں۔ ثواب کی یہ زیادتی مکہ معظمہ کے ساتھ خاص ہے مگر اس کا امکان ہے کہ دیگر کرامات برکات اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام اور اہل اسلام کی منفعت کے لحاظ سے مدینہ افضل ہو۔ جیسے ایام منیٰ، منیٰ میں یوم عرفہ، عرفات میں، شب مزدلفہ، مزدلفہ میں نماز پڑھنی، مسجد حرام میں پڑھنے سے افضل ہے۔ حالانکہ ان مقامات پر ان دنوں میں نماز پڑھنے پر اتنے ثواب کی کی بھی کوئی روایت نہیں۔ جو مسجد حرام میں پڑھنے پر آئی ہے۔ اسکی وجہ اتباع رسول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب ان برکات کا سبب بنے جو مکہ معظمہ میں حاصل نہ ہو سکیں۔ جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ کہ معظمہ سے افضل ہو۔ اس کو یوں سمجھئے

---

[۱] ایضا ص ۴۴۶ [۲] مناسک باب صوم شہر رمضان بمکۃ ص ۲۳۲، [۳] مرقاۃ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۷ [۴] الملفوظ حصہ دوم ص ۵۲ [۵۹] التہجد باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۹ مسلم الحج۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی الحج۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

کہ پچاس ہزار اشرفیاں ایک لاکھ درہم سے گنتی میں نصف ہیں مگر قیمت میں اس سے زائد۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے عبادات میں جو حضور قلب خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عبادات قیمت میں بڑھ جائیں کیا بعید ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اندرون کعبہ مسجد حرام سے افضل ہے تو چاہئے کہ اندرون کعبہ نماز، مسجد حرام سے افضل ہو حالانکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کعبے کے اندر نماز فرض صحیح بھی ہے یا نہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں، پھر ثواب کی زیادتی کا کیا سوال۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضلیت کی بنیاد کثرت ثواب میں منحصر نہیں بلکہ دوسرے اسباب بھی افضلیت کے موجب ہیں۔ جن کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں قبول اور جود لاتناہی کا حصول زیادہ اور بارگاہ احدیت میں تقرب زیادہ ہوتا ہے۔

دوم۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار ان تمام مقامات سے افضل ہے جہاں اللہ عزوجل کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اس کا کرم متوجہ ہوتا ہے۔ یہ مہبط ملائکہ ہے۔ تو ہو سکتا ہے اس کی برکت سے طاعت میں وہ نورانیت اور اخلاص پیدا ہو جائے جو ثواب کی گنتی کی زیادتی پر فوقیت لے جائے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے لئے شفاعت و استغفار فرماتے رہتے ہیں۔

دلیل دوم: مکہ معظمہ کی افضلیت پر دوسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرمانے لگے۔ تو حزورہ[ع] پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے مکہ تو مجھے سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہے اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں نہ نکلتا۔[1] نیز ترمذی[2] ابن ماجہ[3] دارمی[4] اور مسند امام احمد[5] میں حضرت عبداللہ بن عدی بن الحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ حضور حزورہ پر کھڑے ہو کر مکہ کے بارے میں فرماتے تھے۔ بخدا تو اللہ کی ساری زمینوں سے بہتر ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اگر میں نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ مسند امام احمد[6] میں حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔

اس کا جواب حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب[7] میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں یہ دیا کہ یہ ارشاد ہجرت کے وقت کا ہے، اس وقت تک مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف نہیں ہوا تھا، اس وقت تک مکہ پوری سرزمین سے افضل تھا مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ شرف اسے حاصل ہو گیا۔

حضرت عمر اور ابن عمر اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا متاخرین میں علامہ سمہودی علامہ سیوطی علامہ احمد خطیب قسطلانی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے اور مسجد نبوی مسجد حرام سے۔ موطاء امام مالک[8] میں ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومی سے فرمایا، تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اسمیں اللہ کا گھر ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا، میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا، تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے بہتر ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ وہ اللہ کا حرم ہے اسمیں اس کا گھر ہے حضرت عمر نے فرمایا، میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہتا اس کے بعد لوٹ گئے۔

ع مسجد حرام کے قریب یا شہر میں ایک چھوٹے سے ٹیلے کا نام تھا اب یہ حصہ مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے جس طرف یہ ٹیلہ تھا باب الحزورہ بنا ہوا ہے یہ مغربی دروازوں میں باب الہجرت کے متصل ہے۔

[1] ثانی مناقب باب فی فضل مکۃ ص ۲۳۲ [2] مناسک باب فضل مکۃ ص ۲۳۱ [3] سیر ۶۶ [4] جلد رابع ص ۳۰۵
[5] ایضاً [6] اول باب ہجرت ص ۳۲۸ [7] ص ۲۱

دلائل مدینہ طیبہ کے مکہ مکرمہ سے افضل ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں :۔

اول۔ بخاری[1] اور مسلم[2] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کیلئے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ مدینے میں مکہ کی دونی برکت عطا فرما۔

دوم :۔ بخاری[3] ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ مدینے کو ہمیں مکے کے مثل محبوب بنادے یا اس سے بھی زیادہ۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی۔ تو پہلی والی حدیث سے ثابت ہوگیا کہ مدینہ طیبہ میں مکہ معظمہ کی بہ نسبت دگنی دنیوی و دینی برکت ہے۔ اس لئے کہ تخصیص بلا مخصص جائز نہیں۔ لہذا۔ البرکۃ۔ اپنے عموم پر رہے گی جو دینی اور دنیوی دونوں کو عام ہے، اور دینی برکتوں کا مکہ معظمہ سے دونی ہونا مستلزم ہے افضلیت کو۔ یونہی دوسری حدیث سے ثابت کہ مدینہ طیبہ کی محبت محبوب خدا نے مکہ معظمہ سے زیادہ مانگی جو ضرور ملی۔ اور محبوب خدا کی محبت دلیل افضلیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ معظمہ کی فتح کے بعد بھی وہاں سکونت نہیں اختیار فرمائی۔ فتح مکہ کے بعد جب حالات قابل اطمینان ہو گئے تو فوراً مراجعت فرمائی۔ مدینہ طیبہ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ جب سفر سے واپس ہوتے اور مدینہ طیبہ کے قریب ہوتے تو مدینے کی محبت میں سواری کو تیز کر دیتے اور ہذہ طابۃ[4] فرماتے۔

سوم۔ امام مسلم[5] نے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینے کے دونوں سنگستانوں (شرقی غربی) کے درمیان درخت کاٹنے جانور مارنے کو حرام کرتا ہوں۔ مدینہ طیبہ ان کے لئے بہتر ہے اگر یہ لوگ جانتے۔

یہ حدیث مدینے کی افضلیت پر نص صریح ہے۔ اس لئے کہ خیر کا مفضل علیہ مذکور نہیں جس سے عموم مستفاد ہوتا ہے اور اس کے عموم میں مکہ معظمہ بھی داخل۔

چہارم :۔ حضرت ابوہریرہ[6] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دین مدینے کی طرف سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ آتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جیسے اللہ عزوجل نے مدینہ طیبہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ دین وہیں سے دنیا میں پھیلا ہے۔ اسی طرح اخیر زمانے میں بھی اللہ عزوجل مدینہ طیبہ ہی کو یہ شرف عطا فرمائے گا کہ دین کا مرجع وماوی ہوگا۔ سارے ثواب واکرام اور اعزاز دینی، دین ہی پر موقوف ہیں۔ جب دین نہ ہوگا تو کیسا ثواب اور کیسا اعزاز د اکرام۔ تو جو مبارک شہر دین کا منبع بھی ہو ماوی بھی ہو وہ ضرور دوسرے تمام شہروں سے افضل ہوگا۔

پنجم :۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابدی قیام گاہ کے لئے مدینہ طیبہ کو پسند فرمایا۔ اور ہر محب اپنے محبوب کو اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ رکھنا پسند کرتا ہے، تو لازم کہ مدینہ طیبہ پورے عالم بالا و پست سے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہو حتی کہ مکہ معظمہ سے بھی۔ اور اللہ عزوجل کا کسی چیز کو سب سے زیادہ پسند کرنا یقیناً اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ تو ثابت کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔

---

[1] بخاری اول فضائل مدینہ باب ص ۲۳۵ [2] الحج باب فضل المدینہ ص ۴۴۲ [3] اول فضائل مدینہ باب ص ۲۵۳
[4] بخاری اول فضائل مدینہ باب المدینہ طابۃ ص ۲۵۲ باب ص ۲۵۳ [5] اول الحج باب فضل المدینہ ص ۴۴۰
[6] بخاری اول فضائل المدینہ۔ باب الایمان یارزالی المدینۃ ص ۲۵۲ مسلم ایمان باب بیان ان الاسلام بدء غریبا۔
ص ۸۴ ابن ماجہ مناسک باب فضل المدینۃ ص ۲۳۱ مسند امام احمد اول ص ۸۳ ا۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی قدس سرہٗ شافعی ہیں۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مکہ افضل ہے۔ مگر انھوں نے یہ اختیار فرمایا کہ مدینہ افضل ہے۔ اور اپنے امام کے اس مذہب کے ترک کا عذر یہ بیان فرمایا۔

هوی کل نفس حیث حل حبیبها۔ ہر جان کا میلان اسی طرف ہوتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔

اسی کو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ۔۔ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ طیبہ کی افضلیت کے اور بھی دلائل اس خادم کے ذہن میں ہیں۔ مگر ہم بھی اس مبارک شعر پر بات بڑھانے کے بجائے ختم کر دیتے ہیں۔ لاعطر بعد العروس۔

افادہ جلیلہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی افضلیت کی جو بحث ہے۔ اس سے مزار پر انوار اور کعبہ مقدسہ مستثنیٰ ہیں۔ محدث جلیل ابن عساکر علامہ باجی اور امام قاضی عیاض قدست اسرارہم نے فرمایا۔ اس بارے میں تو اختلاف ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ، مگر اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ مزار پر انوار کا وہ حصہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے ملا ہوا ہے۔ وہ کل زمین سے افضل ہے، حتیٰ کہ کعبے سے بھی۔ اسے امام نووی نے شرح مسلم[۱] میں علامہ ابن حجر نے شرح بخاری[۲] میں علامہ بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری[۳] میں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی[۴] نے شرح مواہب میں۔ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء[۵] میں۔ حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ[۶] میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب[۷] میں علامہ محمد علاء الدین حصکفی نے درمختار میں علامہ محمد امین ابن عابدین شامی نے ردالمحتار[۸] میں اور دوسرے حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے، اور برقرار رکھا۔ بلکہ ابن عقیل حنبلی نے یہاں تک فرمایا کہ۔ عرش۔ سے بھی افضل[۹] ہے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں۔ اگرچہ قوم کی کتابوں میں آسمانوں اور عرش کا ذکر صریح نہیں۔ لیکن یہ بات اس قبیل سے ہے کہ جس سے بھی کہی جائے گی۔ اس پر توقف اور انکار کی مجال تنگ ہو جائے گی۔

اسی طرح یہ بھی متفق علیہ ہے کہ کعبہ مقدسہ مدینہ طیبہ حتیٰ کہ مسجد نبوی سے بھی افضل ہے۔ سوائے مزار پر انوار کے۔ اسلئے کہ مزار پر انوار کعبے سے بھی افضل ہے۔

زمین افضل ہے یا آسمان اسی ضمن میں یہ بحث بھی طے ہو جاتی ہے کہ زمین و آسمان میں کون افضل ہے۔ صحیح یہ ہے کہ زمین افضل ہے جیسا کہ علامہ فاکہانی[۱۰] نے تصریح کی ہے۔ اس لئے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن اور مدفن ہے اور انبیاء کرام حیات حقیقی جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو ان کے مزارات مبارکہ ان کے اجسام مبارکہ وارواح طیبہ کے مخزن ہوئے۔ اور مکین کے شرف سے مکان مشرف ہوتا ہے خصوصاً جبکہ زمین کا ایک حصہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار عرش سے بھی افضل ہے۔ اسی کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا:

خم ہو گئی ہے پشت فلک طعن زمیں سے ۔۔ سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یہ بحث گزر چکی کہ ان تینوں مساجد میں نماز پر ثواب کی زیادتی فرائض کے ساتھ خاص ہے۔

---

۱ اول الحج باب فضل مدینہ ص ۴۴۶ ۲ ثانی ص ۵۵ ۳ سابع ص ۲۵۷ ۴ علی المواہب اول ص ۳۲۴ ۵ جلد اول ص ۲۸ ۶ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۷ ۷ جذب القلوب ص ۱۸ ۸ ۔ مرقاۃ اول ص ۴۴۷ زرقانی علی المواہب ص ۳۲۴ ۹ زرقانی علی المواہب ص ۳۲۴ ۔ ۱۰ ثانی الحج ص ۲۵۷

۶۱۴ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ لَا یُصَلِّیْ مِنَ الضُّحٰی اِلَّا فِیْ یَوْمَیْنِ یَوْمَ یَقْدَمُ بِمَکَّۃَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَقْدَمُہَا ضُحًی فَیَطُوْفُ بِالْبَیْتِ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَیَوْمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَاِنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْہِ کُلَّ سَبْتٍ فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَرِہَ اَنْ یَّخْرُجَ مِنْہُ حَتّٰی یُصَلِّیَ فِیْہِ قَالَ وَکَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَزُوْرُہٗ رَاکِبًا وَّمَاشِیًا قَالَ وَکَانَ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَصْنَعُ کَمَا رَاَیْتُ اَصْحَابِیْ یَصْنَعُوْنَ وَلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اَنْ صَلّٰی فِیْ اَیِّ سَاعَۃٍ شَاءَ مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَہَارٍ غَیْرَ اَنْ لَّا

حدیث نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چاشت کے وقت صرف دو دن نماز پڑھتے جس دن مکہ آتے مکہ ہمیشہ چاشت ہی کے وقت آتے تھے۔ پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن مسجد قباء آتے وہاں ہر ہفتے کے دن آتے جب مسجد میں داخل ہو جاتے تو اسے ناپسند کرتے کہ بغیر نماز پڑھے مسجد سے نکلیں نافع نے کہا اور ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لئے پیدل اور سواری پر جاتے نافع نے کہا اور ابن عمر کہتے ہیں میں وہی کرتا ہوں جو میں نے اپنے ساتھیوں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے کسی کو منع نہیں کرتا رات اور دن کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنے سے

تشریحات ۶۱۴/۶۱۵ لفظ۔ قباء۔ میں اہل لغات نے دونوں قول اختیار کئے ہیں۔ مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ۔ یعنی۔ الف کے بعد ہمزہ بھی۔ اور بغیر ہمزہ کے بھی۔ جب ہمزہ کے ساتھ ہو اور یہ لفظ مذکر ہو اور الف ممدودہ الحاق کیلئے مانیں تو منصرف ہوگا اور اگر اس کو مونث مانیں تو الف تانیث کے لئے ہوگا۔ اور یہ غیر منصرف ہوگا۔ یہاں بخاری میں مذکر استعمال ہوا ہے۔ پہلی حدیث میں ہے۔ کان یاتیہ اس کے لئے مذکر کی ضمیر لائے ہیں۔ وفا الوفار میں ہے کہ اگر بقعہ کا نام مانیں تو مونث اور غیر منصرف۔ اور مکان کا نام مانیں تو مذکر اور منصرف۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی کی پیمائش کے مطابق اس کا فاصلہ باب جبرئیل سے سات ہزار دو سو ہاتھ سے کچھ زائد۔ اور ہاتھ چوبیس انگل اور ہر انگل چھ جو کے برابر۔ اور ایک میل ان کی تصریح کے بموجب تین ہزار پانسو ہاتھ کا۔ تو باب جبرئیل سے باب قبا کا فاصلہ اس حساب سے دو میل دو سو ہاتھ سے کچھ زائد ہوا۔ مشارق عیاض میں ہے کہ قبا تین میل ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ایک فرسخ اور فرسخ تین میل کا۔ دونوں کا حاصل ایک ہوا۔ یہ اختلاف میل کی مقدار کے اختلاف کیوجہ سے ہے۔ اس کی تفصیل باب تقصیر الصلوٰۃ میں گزر چکی۔ خود علامہ سمہودی نے جلد اول ص۱۰۳ پر میل کی مقدار تین ہزار پانچسو ہاتھ بتائی اور جلد رابع ص۲۸۵ پر صرف تین ہزار ہاتھ بتائی۔ مگر صحیح اول ہے۔ اس لئے کہ خود یہ لکھا وذلک میلان و خمسا سبع میل علی المعتمد۔ یہ حساب اسی وقت درست ہوگا۔ جبکہ میل ساڑھے تین ہزار ہاتھ کا مانیں۔ اسکے بعد والی روایت

يَتَحَرَّوا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا ۵

البتہ سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت بالقصد نہ پڑھو۔

حدیث ۷۱۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قباء

ہیں ابن نمیر کی بطریق عبید اللہ عن نافع یہ زیادتی مذکور ہے ویصلی فیہ رکعتین۔ اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔

فضائل مسجد قبا شریف کے دفتر فضائل کا زریں ورق یہ ہے کہ ہجرت کے بعد اسلام کی یہ پہلی مسجد ہے۔ اس سے بھی بدرجہا برتر واعلیٰ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعمیر اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ نیز جلیل القدر سابقین اولین مہاجرین وانصار نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کو دیکھا کہ پیٹ پر پتھر ڈھوتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی بنیاد رکھتے تھے۔ اگر یہ مسجد کہیں دور دراز اطراف میں ہوتی تو وہاں جانے کے لئے ہم اونٹوں کے جگر کو مارتے [۱]

متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مسجد قبا میں دو رکعت نماز، عمرے کے برابر ہے۔ طبرانی[۲] کی ایک روایت میں چار رکعت وارد ہے۔ احادیث سے یہی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شنبے (سنیچر) کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے اور یہ بالالتزام تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے۔ سبت سے ہفتہ مراد لیا ہے۔ یعنی ہر ہفتے میں کسی دن تشریف لے جاتے تھے، مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ۔ ابن حبان[۳] کی صحیح میں۔ کل یوم سبت آیا ہے۔ دوشنبے اور ستائیسویں رمضان کی صبح کو بھی قبا جانے کی روایات آئی ہیں۔ ابن شیبہ[۴] نے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر سے مرسلا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو بھی تشریف لے جاتے تھے۔ عمرو[۵] بن شبہ نے اخبار مدینے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستائیسویں رمضان کی صبح کو قبا جاتے تھے۔ اہل مدینہ کا آج بھی اس پر عمل ہے۔ ابن غزیہ[۶] سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوشنبے اور پنجشنبے کو جایا کرتے تھے۔

نکتہ ہر سنیچر کو جانے کی حکمت شراح نے یہ بیان کی ہے کہ قبا میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ وہاں سے لوگ مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے آتے تھے مگر کچھ لوگ نہیں آپاتے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرم فرماتے ہوئے سنیچر کو خود تشریف لے جاتے تاکہ سبھی لوگ جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہولیں۔ دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جمعے کا دن جمعے کی تیاری اور نماز جمعہ میں مصروفیت کا تھا۔ اور سنیچر کا دن خالی تھا اس لئے وہاں تشریف لے جاتے۔

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اہل قبا جمعہ پڑھنے مدینہ طیبہ آجاتے تھے۔ اور جمعے کو مسجد قبا خالی رہ جاتی، اسلئے سنیچر کو

---

۵ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۹ - [۱] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۴ [۲] عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۸ -

[۳] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۳ [۴] ایضاً ص ۸۰۳ [۵] عمدۃ القاری سابع ص ۳۵۹ [۶] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۳ -

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ کُلَّ سَبْتٍ مَّاشِیًا وَّرَاکِبًا وَّکَانَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یَفْعَلُہٗ ع۵

ہر شنبے کو پیدل اور سواری پر آتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حدیث ۷۱۶ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ زَیْدِنِ الْمَازِنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ ع۵

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تشریف لیجاتے کہ اس تعطل کی مکافات ہوجائے۔ مگر اس پر عرض یہ ہے کہ کبھی اہل قبا جمعے کے لئے نہیں حاضر ہوتے کچھ لوگ وہیں نماز ظہر باجماعت پڑھتے تھے۔ اس لئے مسجد قباء کے تعطل کا سوال ہی نہیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چونکہ اہل قبا جمعے کو حاضر خدمت ہوتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی مکافات میں سنیچر کو ان کے یہاں تشریف لیجاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی زیارت سنت ہے۔ اور سنیچر کو ہونا بہتر۔ نیز معلوم ہوا کسی کار خیر کے لئے دن کی تعیین اور اس پر پابندی سنت ہے۔ علامہ ابن حجر[1] نے فرمایا فی ھٰذا الحدیث دلالۃ علی جواز تخصیص بعض الایام ببعض الاعمال الصالحۃ والمداومۃ علی ذلک۔ اس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ بعض دنوں کو بعض اعمال صالحہ کے ساتھ خاص کرنا اور اس پر پابندی کرنا جائز ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اولیاء عظام کے مشاہد کی زیارت کے لئے جانا مستحسن ہے۔ مثلاً ان کے مولد و مسکن ان کی مسجد کی زیارت کیلئے۔

طبرانی[2] نے کبیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ جب اہل قبا نے مسجد بنانے کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی میری اونٹنی پر سوار ہو تو حضرت ابوبکر سوار ہوئے اونٹنی کو اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھی۔ پھر حضرت عمر سوار ہوئے تو بھی اونٹنی نہ اٹھی پھر حضرت علی سوار ہوئے، انکے سوار ہوتے ہی اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اسکی مہار ڈھیلی کردو۔ اسکی گردش کی جگہ بنیاد رکھو۔ یہ مامور ہے۔ اسکا ایک راوی یحییٰ بن علی ضعیف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی داغ بیل ڈالی تھی۔

تشریحات ۷۱۶/۷۱۷ اس پر اجماع ہے کہ حدیث میں بیتی سے مراد بیت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اس لئے کہ دوسری اسی معنی کی حدیث میں بجائے بیتی کے قبری[3] ہے۔ جمہور محدثین اس پر ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ مقدس حصہ بعینہ جنت میں جائے گا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اتنا حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ وہاں سے آیا ہے جیسے حجر اسود۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس حصے میں عبادت کرنی دخول جنت کا سبب ہے۔ یہ بھی بعض شراح نے فرمایا کہ یہ فی الحال جنت کا حصہ ہے۔ مگر دنیا میں رہنے کی وجہ سے اس میں وہ خواص ولوازم نہیں جو جنت کے ہیں۔ مثلاً گرمی سردی نہ ہونا بھوکا پیاسا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ع۵ ایضا مسلم اول۔ الحج ابوداود اول۔ مناسک نسائی اول الصلوۃ باب المساجد۔ موطا امام مالک۔ سفر مسند امام احمد ثانی۔ ع۶ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۳ مسلم۔ الحج باب فضل مابین قبرہ ومنبرہ ص ۴۴۶ نسائی مساجد۔ موطا امام مالک۔ قبلہ۔ [1] فتح الباری ثالث ص ۵۷، [2] عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۹ [3] مسند امام احمد ثالث ص ۶۴۔

حدیث ۷۱۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مِثْلَهٗ وَزَادَ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بلفظہٖ مروی ہے انھوں نے اتنا زائد کیا کہ فرمایا، میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

حدیث ۷۱۸ سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُحَدِّثُ بِاَرْبَعٍ عَنْ

قزعہ مولی زیاد نے کہا میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ وہ چار باتیں

منبری علی حوضی یہ بھی اپنے ظاہر پر ہے۔ یعنی بعینہٖ یہی مقدس منبر حوض کوثر پر نصب ہوگا۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے۔ کہ منبر اقدس کی زیارت وہاں نماز و عبادت حوض کوثر سے سیراب ہونے کا خاص سبب ہے۔ حوض سے مراد حوض کوثر ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں آج یہ منبر اقدس ہے یہیں قیامت کے دن حوض کوثر رہے گا۔ اسلئے کہ ایک حدیث میں ہے کہ محشر سرزمین شام پر قائم ہوگا۔ ظاہر ہے کہ شام جیسے چھوٹے سے ملک میں تمام اولین وآخرین سما نہیں سکتے۔ اسلئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ محشر کا مرکزی مقام شام ہوگا۔ خلائق کا پھیلاؤ جہاں تک ہو اس تقدیر پر اس کا امکان ہے کہ حوض کوثر کی جائے وقوع مدینہ طیبہ ہو۔

مسائل اس حدیث سے مسجد نبوی کی یہ خاص فضیلت ثابت ہوئی کہ اسکا ایک حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اگرچہ ہر مسجد کو ریاض الجنۃ بعض احادیث میں فرمایا گیا ہے۔ اسکے مطابق پوری مسجد نبوی شریف ریاض الجنت ہے۔ پھر بھی اس مخصوص حصے کو روضۃ من ریاض الجنۃ فرمانا یقیناً کسی خاص اہمیت اور خصوصیت کی بنا پر ہے۔ بعض مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسجد نبوی، مسجد حرام سے اور مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں فرمایا لموضع سوط من الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا جنت کی ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور شرف جز شرف کل کو مستلزم نیز اس حدیث سے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی، وہ اسطرح کہ تمام ازواج مطہرات کے حجرات مقدسہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی گھر تھے مگر اس حدیث میں خاص حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کو بیتی فرمایا تو جسطرح کعبہ مقدسہ کو بیت اللہ کہنے میں اسکی برتری وعظمت کا اظہار ہے۔ اسیطرح حجرۂ عائشہ کو بیتی کہنے میں اسکی دیگر بیوت پر افضلیت اور برتری ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور یہ مستلزم ہے حضرت ام المومنین کی عظمت وفضیلت کو۔ اس مضمون کی ایک حدیث میں بیتی، دوسرے میں قبری۔ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میں کہاں دفن ہونگا، اور یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، نیز منبری علی حوضی میں بھی غیب کی خبر ہے۔

تشریحات ۷۱۸ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ۔ کی ابتدا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اس حدیث کا اخیر حصہ مروی ہے۔ وہاں یہ زائد ہے کہ انھوں نے یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں بارہ غزوے کئے تھے۔ یہاں یہ حدیث مفصل مذکور ہے۔ اس میں چار احکام مذکور ہیں۔ اول کوئی عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ دوم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزے نہیں۔ سوم نماز فجر کے بعد سورج کے طلوع

ع۵ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۳ فضائل المدینۃ ص ۲۵۳ ثانی الرقاق باب الحوض ص ۹۷۵ الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم الحج۔ ترمذی مناقب۔ موطا امام مالک قبلہ۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۶

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِیْ وَاٰنَقْنَنِیْ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے تھے۔ یہ مجھے پسند آئیں اور انھوں نے مجھے خوش کردیا۔

یَوْمَیْنِ اِلَّا وَمَعَھَا زَوْجُھَا اَوْذُوْمَحْرَمٍ وَّلَا صَوْمَ فِیْ یَوْمَیْنِ الْفِطْرِ

فرمایا کہ کوئی عورت دودن کا سفر اسی وقت کرے کہ اس کے ساتھ اسکا شوہر یا کوئی محرم ہو۔ اور دودن فطر اور قربانی کے

وَالْاَضْحٰی وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ صَلَاتَیْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ

دن روزہ نہیں اور دو نمازوں کے بعد نماز نہیں۔ صبح کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج نکل آئے

وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ

اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ تین مسجدوں کے علاوہ کہیں کے لئے کجاوہ نہ باندھا جائے

مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ عہ

مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب استعانۃ الید فی الصلوۃ اذا کان من امر الصلوۃ

۲۲۱ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَسْتَعِیْنُ الرَّجُلُ فِیْ صَلَاتِہٖ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آدمی نماز میں اپنے جسم کے جس حصے سے

ہونے تک اور نماز عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہیں۔ چہارم، تین مساجد۔ مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد نبوی کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر جائز نہیں۔ ان میں تین پر مفصل کلام ہوچکا ہے۔ عیدین کے دن روزہ پر کلام کتاب الصوم میں مذکور ہوگا۔

لا تسافر المرأۃ یومین یہاں بخاری میں ہے کہ عورت دو دن کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہ کرے۔ مگر مسند امام احمد جلد ثالث کے ص، ص۵۳ ص۷۷ پر یہ ہے۔ کہ تین دن اور ص۴۵ پر فوق ثلثۃ ایام۔ یعنی تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے۔ اسکی پوری بحث گزرچکی۔

۲۲۱/۲۲۲/۲۲۳ بعض نسخوں میں یہاں یہ ہے۔ ابواب العمل فی الصلوۃ۔ یعنی نماز میں کام کا بیان۔ اس کے بعد۔

تشریحات باب استعانت الید الخ ہے۔ بعض میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ کا وضع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ علی راس ابن عباس وفتل اذنہ وادارہ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا کان اینٹھا اور انھیں گھمایا۔

عہ باب مسجد بیت المقدس ص ۱۵۹ باب فضل فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۸ مناسک باب جزاء الصید ص ۲۵۱ باب الصوم یوم النحر ص ۲۶۷-۸ ترمذی صلوۃ۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات باب ماجاء فی الصلوۃ فی مسجد بیت المقدس۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۴۔

مِنْ جَسَدِہٖ بِمَا شَاءَ عہ

چاہے مدد لے

۲۲۲ ت وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحٰق قَلَنْسُوَتَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ وَرَفَعَھَا عہ

اور ابو اسحٰق نے نماز میں اپنی ٹوپی رکھی اور اٹھالی

۲۲۳ ت وَوَضَعَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَفَّہٗ عَلٰی رُصْغِہِ الْاَیْسَرِ اِلَّا

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہتھیلی اپنے بائیں گٹے پر رکھتے مگر

اَنْ یَّحُکَّ جِلْدًا اَوْ یُصْلِحَ ثَوْبًا سہ

جبکہ جسم کھجلانا ہوتا یا کپڑا درست کرنا ہوتا۔

مقصد باب نماز میں خشوع و خضوع کا حکم ہے ـــــ ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ (مومنون-۱) ان ایمان والوں نے کامیابی حاصل کرلی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کے ایک معنی یہ بھی ہیں ـــ وقار و سکون کے ساتھ رہنا۔ کوئی لغو وبیہودہ کام نہ کرنا۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا۔ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا ساکن رہتے۔ سورہ بقرہ کی یہ آیۃ کریمہ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ کی تفسیر جلالین میں ہے۔ الساکنین الی طاعۃ اللہ۔ بیشک نماز بھاری ہے مگر سکون کے ساتھ اللہ کی طاعت کرنیوالوں پر۔ معالم میں ہے۔ اشار الی ان اصل الخشوع السکون اس طرف اشارہ کیا کہ خشوع کے اصل معنی سکون کے ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں ادائے ارکان کے علاوہ کسی قسم کی حرکت یا کوئی کام جائز ہے یا نہیں ـ یہ باب قائم کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ نماز کی تحسین وتکمیل کیلئے نماز میں کوئی بھی عمل کیا جاسکتا ہے، اور اگر اس عمل کا تعلق نماز سے نہیں تو ممنوع ہے۔

اس کی تائید کے لئے تین تعلیق اور حدیث ۶۰۸ بھی جو جلد اول ص ۴۴۹ اور جلد ثانی ص ۴۵ میں مذکور ہو چکی ہے۔ لائے ہیں۔ جسمیں یہ مذکور ہے۔ کہ نماز تہجد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں جانب آکر کھڑے ہوگئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا کان پکڑ کر داہنی طرف کردیا۔

باب میں۔ ہاتھ سے کام لینے کی قید ہے۔ ابو اسحٰق سبیعی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے تو یہ ثابت ہے۔ اس لئے کہ، ٹوپی کا رکھنا اور اٹھانا ہاتھ ہی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کھجلانا اور کپڑا درست کرنا۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر میں ہاتھ مذکور نہیں۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ہاتھ جسم ہی کا جزہے۔ جب جسم کے کسی حصے سے کام لیا جاسکتا ہے تو ہاتھ سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ ان آثار میں جو مذکور ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بضرورت ایک یا دو بار کی اجازت ہے

عہ عہ سہ باب استعانۃ الید فی الصلوۃ ص ۱۵۹

۷۱۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ فَیَرُدُّ عَلَیْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ

علیہ وسلم کو سلام کرتے حالانکہ حضور نماز میں ہوتے تو ہمارے سلام کا جواب دیتے۔ جب ہم نجاشی

سَلَّمْنَا عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْنَا وَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلاً عہ

کے یہاں سے لوٹے اور حضور کو سلام کیا تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا، اور فرمایا۔ نماز میں مشغولیت ہے۔

۷۲۰ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ اِنْ کُنَّا

حدیث ابوعمرو شیبانی نے کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ

لَنَتَکَلَّمُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَلِّمُ

تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم نماز کی حالت میں بات کیا کرتے تھے۔ ہم اپنے ساتھی

ایک رکن میں ایک ہی عمل، ایک ہی کام تین بار کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک رکن میں تین بار کہیں کھجلا یا تو نماز فاسد ہو جائے گی کھجلانا نماز کے کام سے یوں ہے کہ کھجلی اٹھنے سے دل بٹتا ہے جو خشوع خضوع کے منافی ہے۔ کھجلانے سے سکون پیدا ہو جائے گا۔ تو اطمینان ہو جائے گا۔ ابواسحٰق سبیعی کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ یہ کبار تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔ اڑتیس صحابہ کرام سے حدیثیں سنی ہیں۔ سیدنا امام اعظم کے مشائخ میں سے ہیں۔ ۹۶ سال کی عمر پائی۔ ۱۲۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔

تشریحات ۷۱۹۔۷۲۰ نجاشی۔ یہ حبشے کے بادشاہ کا لقب ہے۔ جیسے قیصر، روم کے۔ اور کسریٰ، ایران کے بادشاہ کا۔

زید بن ارقم۔ یہ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلہ خزرج کے فرد ہیں۔ ۶۸ھ میں وصال فرمایا۔[۱] غزوہ احد میں کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے تھے۔ پہلا غزوہ جس میں انھوں نے شرکت کی، خندق یا مریسیع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت کی۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے۔ جنگ صفین میں ان کے ساتھ رہے۔ مختار بن عبید ثقفی کذاب کے ایام میں، کوفے میں وصال فرمایا۔[۲]

یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے، راس المنافقین عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہ اگر ہم مدینے لوٹے تو عزت والا ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس پر سورہ منافقون نازل ہوئی جس میں ان کی تصدیق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زید اللہ نے تیری تصدیق فرمائی[۳] حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے مکان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداءً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے تک، خفیہ خفیہ اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ یہ مہاجرین اولین میں سے مخزومی صحابی ہیں۔ دس بزرگوں کے بعد

عہ مانہی من الکلام فی الصلوۃ ص ۱۶۰ باب لا یرد السلام فی الصلوۃ ص ۱۶۲ باب ھجرۃ الحبشہ ص ۵۴۷ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ نسائی صلوۃ۔ [۱] عمدۃ القاری سابع ص ۲۶۷ [۲] اصابہ اول ص ۵۶۰ [۳] بخاری ثانی تفسیر سورۃ منافقون ص ۷۲۷۔

اَحَدُنَا صَاحِبَہٗ بِحَاجَتِہٖ حَتّٰی نَزَلَتْ ۔ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ
سے اپنی حاجت بیان کر دیا کرتے تھے یہاں تک یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ۔ تمام نمازوں کی نگہداشت کرو
الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ ۔ ع۵
خصوصاً نماز وسطیٰ کی، اور اللہ کیلئے خاموشی کے ساتھ کھڑے رہو ۔ تو ہمیں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔

ایمان قبول فرمایا تھا۔ بلکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ ساتویں مسلمان ہیں۔ ان کا یہ مقدس مکان صفا کے قریب تھا۔ زید بن ارقم ان کے صاحبزادے نہیں۔ حضرت ارقم بن ابی ارقم یہ بدر وغیرہ تمام مشاہد میں شریک رہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہ کے عہد ۵۵ھ میں پچاسی سے زائد کی عمر میں وصال فرمایا۔ وصیت کے بموجب حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[۱]

حبشہ کی طرف ہجرت امام واقدی نے فرمایا۔ رجب ۵ھ نبوی میں حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تھی۔ اس ہجرت میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ابن جریر نے کہاکہ دوسرے لوگوں نے کہاکہ بیاسی مرد تھے۔ ان کی عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے جنہیں حضرت عثمان اور ان کی رفیقہ حیات سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی تھے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے تو واپس آئے۔ مگر یہ خبر غلط تھی۔ واپسی پر مکے کے جفاکاروں کی ستم رانیاں پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگیں تو دوبارہ پھر بہت سے لوگ حبشہ چلے گئے۔ اس مرتبہ پہلے کے بہ نسبت دونے مہاجر تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ بھی ہجرت فرمائی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو ان میں سے بہت حضرات مدینے آگئے انھیں میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں جب مدینہ واپس آیا تو حضور غزوہ بدر کی تیاری کر رہے تھے[۲] بقیہ حضرات کو ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلوالیا۔ یہ لوگ غزوہ خیبر کے موقع پر واپس آئے۔
شارحین حدیث میں اختلاف ہے کہ نماز میں سلام و کلام سے ممانعت مکہ معظمہ میں ہوئی جب حضرت عبد اللہ بن مسعود پہلی مرتبہ حبشہ سے واپس آئے تھے یا مدینہ طیبہ میں ہوئی جب یہ دوبارہ ہجرت کے بعد واپس ہوئے۔ صحیح یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں شروع شروع نماز میں سلام و کلام کی اجازت تھی۔ اور وہیں آیہ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد ممانعت ہوئی اور حدیث اول میں حبشے سے واپسی سے مراد دوبارہ واپسی ہے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں :
اول ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نماز میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کلام کرتے تھے۔ جب یہ آیہ مذکورہ نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں بات کرنے سے روک دیا گیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ انصاری ہیں، انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع مدینے ہی میں ملا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ حکم مدینے ہی میں ہوا۔ **دوم** : آیت مذکورہ سورہ بقرہ کی آیت ہے اور سورہ بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ **سوم** : طبرانی نے حضرت

ع۵ باب ماینھی من الکلام فی الصلوۃ ص ۱۶۰ ، ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ وقوموا للہ قانتین ص ۶۵۰ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ ۔ ترمذی صلوۃ تفسیر۔ نسائی صلوۃ۔ ۱ اصابہ اول ص ۲۸ -
۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۶۸ ۳ ایضا ص ۲۶۹ -

100

حدیث ۶۲۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ وَالتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ ع۵
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا تالی عورتوں کے لئے ہے اور تسبیح مردوں کے لئے۔

ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا۔ کہ اگر کوئی نماز میں ایسے وقت شامل ہوتا کہ کچھ ہو چکی ہوتی تو جو صاحب اسکے پہلو میں ہوتے ان سے پوچھتا وہ بتادیتے۔ یہانتک کہ ایک دن معاذ آئے۔ الحدیث بطولہ۔ حضرت ابوامامہ اور حضرت معاذ دونوں ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت کہ مدینہ میں بھی ابتداءً نماز میں کلام ممنوع نہیں تھا وہیں بعد میں ممنوع ہوا۔

شغلا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تلاوت قرآن، تسبیح تکبیر اذکار میں مشغولیت ہے۔ سلام وکلام اسمیں مزاحم ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ نماز میں نمازی اللہ عزوجل کی طرف توجہ اور حضور میں مشغول ہے۔ سلام وکلام اسمیں مخل ہوگا۔

والصلوٰۃ الوسطی صلوۃ وسطی سے کیا مراد ہے۔ علامہ بدرالدین عینی قدس سرہ نے بیس اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ اخیر میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ یہ نماز عصر ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ بقیہ اقوال میں کچھ ضعیف ہیں کچھ مردود ہیں۔

امرنا بالسکوت ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا۔ مسلم میں ہے۔ نھینا عن الکلام۔ اور بات کرنے سے ہمیں منع کردیا گیا۔ السکوت اور الکلام۔ پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔ مراد اس سے چپ رہنا اور وہ کلام ہے جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی دنیوی کلام۔ جیساکہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ اپنے پہلو والے سے بات کرتے۔ طبرانی کی حدیث گزری۔ کہ وہ پوچھنا کتنی نماز ہو چکی ہے۔

ہمارے یہاں کلام خواہ عمدًا ہو خواہ سہوًا، اختیار سے ہو یا بلا اختیار بہر حال مفسد نماز ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

باب ہجرت الحبشہ میں اس حدیث کے اخیر میں ہے۔ کہ سلیمان نے حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ اگر کوئی آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرے توکیا کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا، اپنے جی میں جواب دیدیتا ہوں۔ یہ حضرت ابراہیم کا اجتہاد تھا۔ ورنہ یہ حدیث کے ارشاد ان فی الصلوۃ شغلا کے منافی ہے اور بے فائدہ بھی ہے۔

تشریحات ۶۲۱ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۵۸۸ کی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے فاخذ الناس بالتصفیح قال سھل ھل تدرون ما التصفیح ھو التصفیق۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ تصفیح اور تصفیق ہم معنی ہیں۔ یہی جوہری خطابی ابوعلی قالی اور بہت سے لوگوں نے کہا ہے۔ حتی کہ ابن حزم نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر قاضی عیاض نے نقل فرمایا کہ تصفیح کے معنی ہیں، ایک ہاتھ کی پشت کو دوسرے پر مارنا۔ اور تصفیق کے معنی ہیں کہ ایک ہاتھ

ع۵ باب التصفیق للنساء ص ۱۶۰ مسلم الصلوۃ نسائی الصلوۃ ابن ماجۃ الصلوۃ ابوداود الصلوۃ ترمذی جلد اول۔ صلوۃ۔ باب فی نسخ الکلام فی الصلوۃ ص ۴۷ ۵ اول الصلوۃ باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ص ۲۰۴

حدیث ۷۲۲ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتْ اِمْرَاَةٌ اِبْنَهَا وَهُوَ فِيْ صَوْمَعَتِهِ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ
فرمایا ایک عورت نے اپنے لڑکے کو پکارا اور وہ اپنے عبادت خانے میں تھا، اس کی ماں نے کہا
اَللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ
اے جریج! جریج نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز۔ پھر آواز دی اے جریج، اس نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری
يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ اللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجُ حَتّٰى يَنْظُرَ
نماز، اسکی ماں نے پھر پکارا، اس نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز، اب اس کی ماں نے کہا اے اللہ جریج

کی ہتھیلی کو دوسرے کی ہتھیلی پر مارنا، ایک قول یہ بھی ہے کہ ڈرانے اور تنبیہ کے لئے دو انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی پیٹھ پر مارنا تصفیح ہے۔ اور لہو ولعب کے لئے سب کو بجانا تصفیق ہے۔

عورتوں کو تسبیح کے بجائے تصفیق کا حکم اس لئے ہے کہ ان کی آواز بھی عورت ہے اور نماز میں غیر محرم بھی شریک رہتے ہیں۔ یہاں مراد یہی ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے۔ تالی کا معہود طریقہ کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں بجائے۔ مراد نہیں۔ اور نہ نماز میں اس کی اجازت ہے۔ یہ لہو ولعب میں داخل ہے۔

تشریحات ۷۲۲ تکمیل۔ مسلم شریف میں ہے۔ جریج نام کا ایک راہب تھا اپنے عبادت خانے میں اللہ عز وجل کی عبادت کرتا تھا۔ ایک دن اس کی ماں آئی اور اس نے کہا، اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر اسوقت وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے ماں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور یہ کہا۔ اے اللہ میری ماں اور میری نماز۔ اس نے نماز کو اختیار کیا۔ دو بار یہی ہوا اب اسکی ماں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ یہ جریج میرا بیٹا ہے میں نے اس سے بات کرنی چاہی مگر اس نے نہیں کی۔ اے اللہ یہ اسوقت تک نہ مرے جبتک زانی عورتوں کا منھ نہ دیکھ لے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اس کی ماں یہ بد دعا دیتی کہ اسے فتنے میں ڈال تو وہ فتنے میں پڑ جاتا۔ ایک بھیڑ کا چرواہا اس کے دیر میں پناہ لیا کرتا تھا۔ ایکدن ایک عورت بستی سے اپنی ضرورت کے لئے نکلی تو اس چرواہے نے اس سے ہمبستری کی، اسے حمل رہ گیا، اس نے ایک بچہ جنا۔ اس سے پوچھا گیا، یہ کیا ہے؟ اس عورت نے بتایا، کہ اس دیر والے کا ہے۔ اب بستی والے کلہاڑیاں پھاوڑے لے کر آئے اور اسے پکارا، اس وقت وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس لئے نہیں بولا۔ اب یہ لوگ اس کے عبادت خانے کو گرانے لگے، اس نے جب یہ دیکھا تو اترا۔[1] دوسری روایت میں ہے کہ ایک آوارہ عورت جو اتنی حسین تھی کہ اس کے حسن کی مثال دیجاتی تھی اس نے کہا اگر تم لوگ چاہو تو جریج کو فتنے میں ڈالدوں، وہ جریج کے سامنے آئی مگر انھوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ایک چرواہے کے پاس آئی اور اس سے بدکاری کروایا جس سے بچہ پیدا ہوا، پوچھنے پر اس نے جریج کو بدنام کیا۔ اس پر ان لوگوں نے جریج کو اتارا اور اسے مارنے لگے اور اس کے عبادت خانے کو ڈھا دیا۔ اس نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تیرے نطفے سے اسے لڑکا ہوا ہے۔ جریج نے کہا، لڑکا کہاں ہے؟ لوگ

[1] بخاری۔ المظالم۔ باب اذا هدم حائطا ص ۳۳۲، مسلم۔ ثانی۔ بر الوالدین ص ۳۱۳۔

فِي وُجُوهِ الْمَيَامِيسِ وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ

جب تک زانیہ کا منھ نہ دیکھ لے نہ مرے، بکریاں چرانے والی ایک عورت اسکے عبادت خانے میں پناہ لیتی تھی، اس نے ایک

فَقِيلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ

لڑکا جنا۔ اس سے پوچھا گیا یہ لڑکا کس کا ہے؟ تو اس نے بتایا جریج کا ہے یہ اپنے عبادت خانے سے اترا تھا۔

جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي قَالَ يَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوكَ

جریج نے کہا کہاں ہے وہ جو گمان کرتی ہے کہ اس کا لڑکا مجھ سے ہے جریج نے اس لڑکے سے پوچھا اے بابوس

قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ [5]

تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے کہا بکریوں کا چرواہا۔

لڑکے کو لائے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھوں گا۔ نماز سے فارغ ہو کر لڑکے کے پاس آیا۔ اس کے پیٹ میں کونچا دیا اور پوچھا اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا، فلاں چرواہا۔ اب لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اسے بوسہ دینے لگے اس کو چھونے لگے۔ اور کہا ہم تیرے عبادت خانے کو سونے کا بنا دیں گے۔ اس نے کہا، نہیں۔ جیسا پہلے تھا ویسا ہی مٹی کا بنا دو۔ لوگوں نے بنا دیا۔

میامیس ۔ مؤمسۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں علانیہ زنا کرانے والی۔ یا بابوس ۔ یا حرف ندا ہے۔ بابوس کے کے بارے میں قزاز نے کہا۔ اس کے معنی چھوٹے بچے کے ہیں۔ یہ لفظ عربی ہے یا عجمی۔ دونوں قول ہیں۔ داؤدی نے کہا کہ یہ اس لڑکے کا نام تھا۔ ابن بطال نے کہا۔ کہ اس کے معنی دودھ پینے والے کے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگلی شریعتوں میں نماز کے اندر کلام جائز تھا۔ اسی لئے جریج کی ماں کی بد دعا اسے لگی۔ جیسا کہ ہماری شریعت میں بھی ابتداء جائز تھا۔ آیۂ کریمہ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ کے نازل ہونے کے بعد ممنوع ہوا۔ یہ باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ یہ ممکن ہے کہ نماز نفل رہی ہو اور ان کی والدہ کو اس کا علم نہ رہا ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اسکے والدین، دادا، دادی بلائیں تو وہ کیا کرے۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ اگر کسی بڑی مصیبت پڑنے پر بلا رہے ہوں تو فوراً نماز توڑ دے اگرچہ فرض ہو۔ مثلاً آگ لگ گئی، کوئی انھیں جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اور اگر معمولی تکلیف پر بلا رہے ہوں تو توڑنا جائز نہیں۔ اور اگر نفل نماز میں ہے اور انھیں معلوم ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو معمولی تکلیف پر نہ توڑے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ نماز پڑھ رہا ہے تو توڑ دے اگرچہ معمولی طور پر بلائیں۔[1] تلویح میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اگر حضور کسی کو بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس پر واجب ہے کہ فوراً جواب دے اور اس کی نماز باطل بھی نہ ہوگی۔ اس کا مفصل بیان اپنی جگہ آئے گا۔ قدرے ذوالیدین کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

اس حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ یعنی جس طرح وطی حلال سے

---

[1] الدر المختار و رد المحتار اول آخر مکروہات ص ۴۴۰ [2] عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۶

[5] باب اذا دعت الام ولدہا فی الصلوۃ ص ۱۶۱۔ المظالم۔ اذا ہدم حائطاً فلیبن مثلہ ص ۳۳۲۔ مسلم بر الوالدین و دعاء الوالدۃ علی الولد

زانی پر مزنیہ کے اصول وفروع اور مزنیہ پر زانی کے اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح زنا سے بھی۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث میں زانی کو باپ کہا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جیسے حلال وطی سے نسب ثابت ہوتا ہے ویسے ہی حرام سے بھی۔ اور نسب ہی حرمت مصاہرت کی بنیاد ہے۔ اور باپ ہونا حرمت نکاح کو مستلزم۔ وہ اس طرح کہ اگر یہ بجائے بچہ کے بچی ہوتی تو زانی چونکہ اس کا باپ ہے، اس پر حرام ہوتی۔ مگر یہ استدلال درست نہیں۔ اسے باپ مجازاً کہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کس کے نطفے سے ہے۔ اسی لئے باپ کے دوسرے احکام جاری نہیں ہوتے، مثلاً ایک دوسرے کی میراث پانا۔ یا ہو سکتا ہے ان کی شریعت میں یہ حکم رہا ہو کہ زانی سے نسب مانا جاتا ہو۔ اگرچہ ہمارے یہاں زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ جس کی دلیل کتب فقہ و اصول فقہ میں مذکور ہے۔ مگر اس حدیث سے ثابت نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامت حق ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ استاذی حافظ ملت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے نبی کی دعا امتی کے حق میں۔

لیث بن سعد نے یزید بن حوسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر جریج عالم فقیہ ہوتا تو جانتا کہ ماں کا جواب دینا اللہ کی عبادت سے افضل ہے۔[1]

طفولیت میں کلام کرنیوالے عادۃً بچے جس عمر میں کلام نہیں کرتے اس عمر میں کلام کرنے والے یہ حضرات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہ بچہ۔ اور اس عورت کا بچہ جس نے ایک شخص کو سج دھج کے ساتھ ایک عمدہ گھوڑے پر دیکھا۔ تو کہا اے اللہ میرے بچے کو اسکے مثل کردے تو بچے نے اس کی چھاتی چھوڑ کر کہا کہ اے اللہ مجھ جیسا مجھے مت کرنا۔ جیسا کہ بخاری[2] اور مسلم[3] میں ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ شاہد یوسف علیہ السلام بھی بچہ تھا۔ مشہور امام تفسیر حضرت ضحاک نے بھی بچپنے میں کلام کیا تھا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اصحاب اُخدود نے جب عورت کو آگ کی خندق میں ڈالنا چاہا اور وہ کچھ رکی تو اس کی گود کے بچے نے کہا، اے ماں صبر کر تو حق پر ہے[4]

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری[5] میں ہے۔ اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر ماں کو جواب دے۔ اقول۔ ابھی درمختار اور ردالمحتار کے حوالے سے گزرا کہ نفل نماز میں بھی یہ تفصیل ہے کہ ماں کے علم میں ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اور کسی بڑی مصیبت کے لئے نہیں بلا رہی ہے تو نماز توڑنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ماں کے علم میں نہ ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر ماں کو جواب دے۔

پھر آگے ہے۔ کہ نہ کہا جائے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ماں کے بلانے پر نماز توڑ دینی واجب ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل۔ اس لئے کہ یہ ماں کے پکارنے پر دلالت کرتی ہے۔ میں کہونگا کہ باب دعا باب تشریع کا غیر ہے۔ تو ایسی دعا کا بھی قبول ہو جانا ممکن ہے۔ جسے قبول نہ ہونا چاہئے۔ جیسا مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے فرمایا۔ اللہ تیرا ہاتھ کاٹ دے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ان کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ دعا فرمائی تو ٹھیک ہو گیا۔

اقول۔ یہ حدیث مسند کے جلد ششم ص ۵۲ پر ہے۔ اس میں قد اعوجت یدا ھا نہیں۔ پوری حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] عمدۃ القاری ص ۲۸۲ [2] بخاری اول ذکر بنی اسرائیل ص ۴۹۳ [3] مسلم ثانی بر الوالدین ص ۳۱۳ [4] مسلم قصۃ اصحاب الاخدود ص ۴۱۵ [5] جلد ثانی ص ۴۳۷

حدیث ۷۲۳ حَدَّثَنِی مُعَیْقِبُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معیقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ فِی الرَّجُلِ یُسَوِّی التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ قَالَ اِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً ع۵

اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ کرنے کی جگہ کی مٹی برابر کرتا تھا۔ اگر تجھے کرنا ہی ہے تو صرف ایک بار۔

تعالیٰ علیہ وسلم ایک قیدی کو ام المومنین کے حوالے کرکے باہر تشریف لے گئے۔ یہ غافل ہوگئیں اور قیدی بھاگ گیا۔ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے۔ اور پوچھا قیدی کیا ہوا۔ عرض کیا۔ میں غافل ہوگئی اور وہ بھاگ گیا۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے۔ اللہ تیرا ہاتھ کاٹے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ لوگوں کو بتایا لوگ تلاش کرکے اسے لائے۔ اب پھر حضور اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ یہ دونوں ہاتھ الٹ پلٹ رہی ہیں پوچھا پاگل ہوگئی ہو؟ عرض کیا حضور نے بد دعا کر دی تھی، اسی کا نتیجہ ہے۔ دیکھتی ہوں کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب حضور نے اللہ کی حمد کی اور ثنا کی اور ہاتھوں کو اٹھایا۔ اور عرض کیا، اے اللہ میں بشر ہوں جیسے اور انسانوں کو غصہ آتا ہے میں بھی غضب فرماتا ہوں جس مسلمان مرد وعورت کے لئے بد دعا کر دوں اسے اس کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے لئے سبب بنا۔

شاہ صاحب قبلہ سے دو غلطیاں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث ۔ اعوجت یداھا ۔ نہیں۔ وانا اقلب یدی ۔ ہے دوسرے یہ کہ قیدی حوالہ فرمایا۔ اس کی نگہداشت ضروری تھی۔ اس سے ام المومنین نے غفلت برتی۔ یہ غضب کا بہر حال سبب ہے۔ پھر یہ مسئلہ عدم الاجابتہ کے قبیل سے کیسے ہوگیا۔ ہاں یہ بات ضرور ثابت ہوئی کہ کبھی کبھی حالت غضب میں بطور عتاب انبیاء کرام و اولیاء عظام سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو بظاہر دعاء بد کے ہوتے ہیں ان کا مقصد بد دعا نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی ان کلمات کا ظاہر مدلول واقع ہوجاتا ہے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد بد دعا ہرگز نہیں تھا۔ اور جریج کی ماں کا مقصد بد دعا نہ تھا بلکہ اظہار خفگی تھا۔ مگر جو منہ سے نکلا ویسا ہی ہوگیا۔ اس سے محبوبان بارگاہ کی بارگاہ الٰہی میں عظمت ظاہر ہوئی۔

تشریحات ۷۲۳ امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے۔ نماز میں کنکری برابر کرنا ۔ اور حدیث میں کنکری کا لفظ نہیں۔ تراب دھول مذکور ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ مسلم میں اسی حدیث کے ایک طریقے میں ہے۔ یسوی یعنی الحصی دوسرے طریقے میں۔ یسوی التراب ۔ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حصی کنکری۔ تراب، دھول۔ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کہ صرف ایک مرتبہ برابر کرنے کی اجازت ہے۔ اس پر بار بار عرض گزر چکی کہ باب امام بخاری باندھیں اور مطابقت پیدا کی جائے مسلم کی حدیث سے ۔ مطابقت کی صحیح تقریر یہ ہے کہ حدیث میں اگرچہ تراب مذکور ہے۔ امام بخاری نے باب میں حصی ذکر کرکے یہ افادہ فرمایا۔ کہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا اثر نماز پر یکساں ہے۔

ع۵ باب مسح الحصی فی الصلوۃ ص ۱۶۱ مسلم الصلوۃ ابوداؤد الصلوۃ، ترمذی الصلوۃ، نسائی الصلوۃ ابن ماجۃ الصلوۃ۔

۲۲۴ وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ عـ

ت اور قتادہ نے فرمایا۔ اگر نمازی کا کپڑا کوئی لے کر بھاگے تو چور کا پیچھا کرے اور نماز چھوڑ دے۔

۲۲۵ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُوْدِهٖ فِي كُسُوْفٍ۔ عـ

ت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز کے سجدے میں پھونک ماری۔

۲۲۴ تشریحات اس اثر کو امام عبدالرزاق نے موصولا باختلاف الفاظ روایت کیا ہے۔ اخیر میں یہ زائد ہے۔ اگر لڑکے کو کنوئیں پر دیکھے اور اندیشہ ہو کہ کنوئیں میں گر پڑے گا۔ تو نماز توڑ دے۔

یہاں باب یہ ہے کہ اگر نماز کی حالت میں چوپایا بھاگے تو کیا کرے۔ اس کے تحت حدیث لائے ہیں۔ جسمیں مذکور ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں تھی۔ گھوڑا چھڑا کر بھاگنا چاہتا تھا اور یہ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ صحیح ہو تو نماز توڑنا جائز ہے۔ مال سے اہم جان ہے اگر جان جانے یا عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید یا لمبی قید کا اندیشہ ہو تو بھی اجازت ہے۔ تھوڑے سے مال کے لئے نماز توڑنا جائز نہیں۔ زیادہ ہو تو اجازت ہے۔ اگر ایک[۱] درہم یا اس سے زائد قیمت کا ہو تو زیادہ ہے ورنہ تھوڑا۔

۲۲۵ تشریحات اس تعلیق کو امام[۲] ابوداؤد۔ امام[۳] نسائی اور امام احمد[۴] اور امام حاکم نے، المستدرک میں موصولا روایت کیا ہے۔ ابوداؤد میں یہ ہے۔ پھر آخر سجدے میں پھونک ماری اور اُف اُف کہا۔ مسند امام احمد اور نسائی میں یوں ہے۔ آخری رکعت کے دوسرے سجدے میں رونے لگے اور پھونکنے لگے اور یہ عرض کرنے لگے۔ اے رب کیا تو نے یہ وعدہ نہیں فرمایا ہے جب تک میں ان میں ہوں ان پر عذاب نہیں فرمائے گا۔ اور کیا تو نے اس کا وعدہ نہیں فرمایا ہے کہ میں ان پر عذاب نہیں فرماؤنگا جبتک یہ استغفار کرتے رہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ کہ جنت میرے سامنے لائی گئی میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ کہ اس کے گچھوں میں سے لے لوں۔ اور جہنم میرے سامنے لائی گئی تو میں اسے پھونکنے لگا۔ اس ڈر سے کہ کہیں تم پر چھا نہ جائے۔ امام بخاری نے اسے صیغۂ تمریض سے اس لئے ذکر کیا کہ یہ عطا بن سائب عن ابیہ مروی ہے۔ ان کی حدیث کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف ہے۔ اور آخر عمر میں انھیں اختلاط بھی ہو گیا تھا۔ لیکن امام ابن خزیمہ نے سفیان ثوری سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور سفیان ثوری نے اختلاط سے پہلے عطا سے حدیث سنی ہے۔ عطا کے باپ سائب کی عجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ ابوداؤد میں پھونک مارنے کی تفسیر یہ ہے کہ اُف اُف کہا۔ اُف کلام اس وقت ہوگا جب فا کو مشدد پڑھیں۔ اور اگر فا کو ساکن پڑھیں تو کلام نہ ہوگا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ جو شخص پھونک مار رہا ہو وہ اسے تشدید کیسا تھ نہیں ادا کرتا۔ بلکہ شاید ہی اسے اپنے مخرج سے کما حقہ نکالتا ہو اس طرح کہ دونوں ہونٹ مل جاتے ہوں ـــ غالباً علامہ عینی یہ افادہ فرمانا

عـ باب اذا انفلتت الدابۃ فی الصلوٰۃ ص ۱۶۱ ـ عـ ما یجوز من البصاق والنفخ فی الصلوٰۃ ص ۱۶۲ [۱] الدر المختار ورد المحتار اول مکروہات ص ۴۴۴ [۲] اول صلوٰۃ۔ باب من قال یرکع رکعتین ص ۱۶۹ [۳] اول صلوٰۃ الکسوف ص ۲۱۸ [۴] مسند امام احمد ثانی ص ۱۸۸۔

چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اُف اُف فرمایا۔ یہ نماز میں کلام کرنا نہ ہوا۔ اسی لئے امام ابو یوسف نے فرمایا، کہ اگر نماز میں اُف اُح اُہ نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ اگر درد یا مصیبت کیوجہ سے اف تف آہ آہ نکلے تو نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر جنت یا دوزخ کے ذکر سے یہ الفاظ نکلے تو نماز نہ گئی۔ اسی طرح اللہ عزوجل کی عظمت اس کے جلال وکبریائی کے تصور سے نکلے تو بھی فاسد نہ ہوگی۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے جو اف نکلا یہ دوزخ دیکھکر نکلا تھا۔ اس لئے اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور یہ وہ نفخ نہیں جس سے ممانعت آئی ہے۔ ترمذی[۱] میں ہے۔ افلح نے نماز میں پھونک ماری، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ترب وجھك۔ تیرا چہرہ خاک آلود ہو۔

ایک باب کی تنقیح امام بخاری نے ایک باب قائم کیا۔ مردوں میں سے کوئی نماز میں تالی بجائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر وہ نہ جانتا ہو۔ اس کے ثبوت کے لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ نہ جانتا ہو، یہ مذکور نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ نماز میں تالی بجانا مفسد صلوۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ یہ جانتا ہے کہ نماز میں تالی بجانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بجائے تو فاسد ہو جائے گی۔ علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے، جاھلا کی توجیہ یہ کی کہ قصداً نہ ہو اس سے متبادر ہوا کہ عمداً ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مختار یہ ہے کہ اگر امام کو لقمہ دینے کے لئے تالی بجائے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ قصداً ہو یا بلا قصد۔ حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں یہی ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر کو یہ بتانے کے لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ تالیاں بجائی تھیں۔ اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ صحابہ کرام نے بلا قصد تالی بجایا تھا بلکہ ظاہر حدیث یہی ہے کہ انھوں نے قصداً تالی بجایا تھا۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو لقمہ دینے کیلئے تالی بجانے سے نماز فاسد نہ ہوئی۔ اور اگر کوئی لہو ولعب کے لئے تالی بجائے تو ضرور نماز فاسد ہو جائے گی خواہ قصداً بجائے خواہ بلا قصد۔ گزر چکا کہ یہاں تالی بجانے سے مراد یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کی پشت پر مارے۔

ایک اور باب کی تنقیح اس کے بعد باب ہے جب مصلی سے کہا جائے۔ آگے بڑھو یا انتظار کرو۔ اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں اس میں یہ تصریح نہیں کہ نماز کی حالت میں کہا جائے یا نماز شروع کرنے سے پہلے کہا جائے۔ چونکہ اس کے پہلے جو باب ہیں ان میں یہی بحث ہے کہ نماز کی حالت میں یہ افعال جائز ہیں یا نہیں۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں بھی یہی مراد ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۲۵۰ لائے ہیں۔ جسمیں یہ مذکور ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے گردنوں پر باندھے رہتے۔ تو عورتوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھائیں جبتک مرد سیدھے نہ بیٹھ جائیں۔ اس حدیث میں فقیل۔ ہے فاء کے ساتھ جو تعقیب کے لئے آتا ہے۔ اس کے پہلے۔ کانوا یصلون۔ ہے۔ اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ نماز کی حالت میں مردوں سے یہ کہا گیا۔ اس طرح باب کے ساتھ مطابقت ہو جاتی ہے۔ اقول۔ یہ کہنا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں یہ کہا گیا۔ قطعی نہیں۔ ایک اور احتمال بھی ہے جو پہلے والے سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔ کہ کانوا یصلون صحابہ کرام کی عام عادت کا بیان ہے کہ جن کے پاس تہبند چھوٹے تھے وہ اسے گردنوں پر باندھ کر نماز میں عام طور پر پڑھا کرتے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھی گئی تو کسی بھی موقع پر نماز کے باہر عورتوں سے وہ کہا گیا۔

---

[۱] اول الصلوۃ باب کراھیۃ النفخ فی الصلوۃ ص ۵۰

۷۲۴ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نُھِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوۃِ ع

حدیث حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ہشام

وَقَالَ ھِشَامٌ وَاَبُوْھِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور ابو ہلال نے ابن سیرین اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

اسی طرح امام بخاری نے اس کا التزام نہیں فرمایا ہے کہ مسلسل ایک روش کی پوری پوری پابندی کریں کہ اس کے پہلے والے ابواب سے یہ استدلال کیا جائے کہ نماز کی حالت میں یہ کرنے کا بیان ہے۔ جیسا کہ کتاب الوضو میں دیکھ لیں کہ درمیان میں استنجا کے ابواب داخل کر دیئے ہیں۔ اس تقریر پر باب اور حدیث میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے اور کوئی خلجان نہیں رہتا۔

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری[۱] میں ہے۔ حدیث، خارج صلوۃ مسئلہ کی تعلیم کے بارے میں ہے۔ اور ترجمہ درمیان نماز اصلاح کے بیان میں ہے۔ کہاں یہ کہاں وہ۔ مگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے ترجمے کو حدیث سے کسی قسم کے استنباط سے لیا ہو۔ **اقول**۔ اس کی بنیاد ایک تو وہی ہے کہ یہ نماز میں کچھ کرنے کے بیان کا سلسلہ چل رہا ہے۔ تو یہاں بھی وہی مراد ہے۔ یا یہ کہ حضرت نے للمصلی سے یہ سمجھا ہے کہ مصلی کسی کو اسی وقت سمجھا جائے گا جب تک وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کے پہلے یا بعد اس کو مصلی کہنا غلط ہے۔

تشریحات ۷۲۴ اس حدیث کے الفاظ مختلف آئے ہیں۔ خود بخاری ہی میں بعد والی حدیث میں، مختصراً ہے۔ کشمیہنی سے ابوذر کی روایت میں مختصراً اور نسائی کی روایت میں متخصراً اور ابو داؤد کی ایک روایت میں نہی عن الاختصار اور بیہقی کی ایک روایت میں نہی عن التخصر آیا ہے۔ ترمذی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ کوئی اپنا ہاتھ اپنے کولہے پر نماز میں رکھے۔ ابو داؤد نے بھی یہی تفسیر کی ہے فی الصلوۃ کے حذف کے ساتھ امام ترمذی نے جو تفسیر کی ہے وہی حضرت محمد بن سیرین نے بھی کی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ نیز ہشام بن حسان ابو عبد اللہ قردوسی نے بھی یہی تفسیر کی ہے، جیسا کہ بیہقی نے اپنے سنن میں ان سے روایت کیا ہے[۲]۔ اور یہی صحیح ہے۔ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کراہت کی اصل وجہ یہود کے ساتھ تشبہ ہے۔ جیسا کہ بخاری[۳] میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ وہ کولہے پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ جانتی تھیں۔ فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے یہ زائد کیا۔ یعنی نماز میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔ یہ بھی خود ام المومنین حضرت صدیقہ ہی سے مروی ہے۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ ہی میں ہے۔ کہ انھوں نے ایک شخص کو کولہے پر ہاتھ رکھے دیکھا تو فرمایا۔ جہنمی جہنم میں ایسے ہی رہیں گے۔ بلکہ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابلیس جب اتارا گیا تو کولہے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے موقوفاً روایت کیا نیز یہ طریقہ اترانے والے اور متکبرین کا ہے۔ نیز فاحشہ عورتیں ناچتے وقت زیادہ تر اسی ہیئت پر رہتی ہیں[۴]۔

ع۵ باب الخصر فی الصلوۃ ص ۱۶۳، مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی کلھم فی الصلوۃ۔

[۱] جلد ثانی ص ۴۳۸، [۲] عمدۃ القاری سابع ص ۲۹۷ [۳] اول الانبیاء باب ذکر بنی اسرائیل ص ۴۹۱

[۴] عمدۃ القاری سابع ص ۲۹۷۔

۷۲۴ تعلیقات وقال عمر رضی اللہ تعالی عنہ انی لاجھز جیشی وانا فی الصلوۃ ع۵

اور حضرت عمر نے فرمایا میں لشکر کو نماز میں درست کرتا ہوں

۷۲۵ حدیث قال ابوھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ یقول الناس اکثر ابوھریرۃ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے بکثرت روایت کیا ہے

فلقیت رجلا فقلت بم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم البارحۃ

تو ہم نے ایک صاحب سے ملاقات کی اور پوچھا کل رات رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عتمہ یعنی عشاء میں کیا

فی العتمۃ فقال لا ادری فقلت الم تشھدھا قال بلی قلت لکن انا ادری قرأ

پڑھا تھا تو انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا اب میں نے کہا کہ اس میں حاضر نہیں تھے انھوں نے فرمایا حاضر تو تھا

سورۃ کذا وکذا ع۶

میں نے کہا میں جانتا ہوں یہ یہ سورۃ پڑھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۲۶ حدیث قال سعد ورایت عروۃ بن الزبیر صلی من المغرب رکعتین

سعد نے کہا میں نے عروہ بن زبیر کو دیکھا کہ انھوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھی اور

۷۲۴ تشریح اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ چونکہ لشکر کی ترتیب و درستگی جہاد کے لئے ہے، جو دینی بات ہے۔ اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۷۲۵ تشریحات اکثر ابوھریرۃ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی احادیث بکثرت بیان کرتا ہے، جیساکہ مدخل میں ہے، اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ راوی کو یقین ہو کہ مجھے صحیح یاد ہے۔ اس کی کمل بحث گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے جتنی زیادہ احادیث مروی ہیں کسی اور صحابی سے نہیں۔ ان کی مرویات جو شمار میں آئی ہیں وہ پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔ ۵۳۷۴

۷۲۶ تشریحات یہ سعد بن ابراہیم اس حدیث کے راوی ہیں۔ اس کے قبل والی حدیث کے ساتھ جو سند مذکور ہے اسی سے یہ بھی مروی ہے۔ غالباً حضرت عروہ نے ھکذا فعل النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ذوالیدین والی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو بخاری میں ابھی اس سے پہلے مذکور ہے۔ اور نزہۃ القاری جلد ثانی ص۵۷۴، ص۵۸۴ پر گذر چکی ہے جسمیں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تھا۔ سلام پھیر کر ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر قبلہ کی طرف پیٹھ اور صحابہ کرام کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئے۔ ذوالیدین نے جب بتایا تو دوسرے حضرات سے دریافت فرمایا اور دو رکعت پوری

ع۵ باب تفکر الرجل الشئ فی الصلوۃ ص ۱۶۳ ع۶ باب تفکر الرجل الشئ فی الصلوۃ ص ۱۶۳

فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

سلام پھیر دیا اور بات کی اس کے بعد مابقیہ پڑھی اور دو سجدہ کیا اور کہا ایسے ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

فرمائی پھر سجدہ سہو کیا۔ اس سے حضرت عروہ نے یہ سمجھا کہ نماز کی اصلاح کے لئے کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اور انھوں نے اس کے مطابق عمل کیا۔ مگر ہم جلد ثانی ص۳۹ پر بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اور ابھی چند ورق پہلے تلویح سے گزرا۔ نیز علامہ نووی نے بھی لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب نہ ہمارے یہاں نماز کو باطل کرتا ہے اور نہ کسی اور کے یہاں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اس لئے حضرت عروہ کا اس حدیث کے مطابق عمل درست نہیں۔ عروہ کا یہ کہنا کہ هكذا فعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ ارسال ہے مگر یہ ثقہ ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ثقہ کی حدیث مرسل حجت ہے اس کا امکان ہے انھوں نے حدیث مذکور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی ہو۔ اس لئے کہ ان کے دوسرے رفقاء جیسے سعید بن مسیب، عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

اشکال ہم نے جلد ثانی ص۴۵۹ پر علامہ عینی وغیرہ کی متابعت میں یہ لکھا ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی صاحب ہیں جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں۔ مگر مسلم شریف[۲] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ذوالیدین والی اس حدیث میں ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ بينا انا اصلى مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الحديث۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ اس پر نص ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نماز میں شریک تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں غزوہ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ اب ثابت ہوا کہ یہ واقعہ ۷ھ کے بعد کا ہے۔ اس وقت ذوالشمالین موجود نہ تھے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ذوالیدین اور بزرگ ہیں اور ذوالشمالین اور ہیں۔ مگر نسائی[۳] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دو طریقے سے ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت پر سلام پھیرا۔ تو ذوالشمالین نے عرض کیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے۔ امام طحاوی[۴] نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ، ذوالشمالین اور ذوالیدین ایک ہی بزرگ ہیں۔ اس تقدیر پر احناف کی طرف سے یہ بھی جواب ہو گا کہ یہ منسوخ ہے مگر اب دو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ کہ جب ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی بزرگ ہیں اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ تو مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یہ کیسے مروی ہے کہ بینا انا اصلى مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الحديث۔ دوسرے یہ کہ نسخ کا

؏ باب اذا سلم فی رکعتین اوفی ثلث فسجد سجدتین ص ۱۶۳، ۱ شرح مسلم ص ۲۱۴ ۲ اول الصلوٰۃ باب من ترک الرکعتین اونحوهما فليتم ص ۲۱۴، ۳ اول الصلوٰۃ باب ما يفعل من سلم من ثنتين ناسيا و تكلم ص ۳ - ۱۸۲، ۴ شرح معانی الآثار باب الكلام فی الصلوٰۃ لما يحدث فيها من السهو ص ۲۱۵،

۲۲۶ وسلم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والحسن ولم یتشہد وقال قتادۃ لا یتشہد ع۵

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری نے سلام پھیر تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا تشہد نہ پڑھے۔

۲۲۷ حدیث عن سلمۃ بن علقمۃ قال قلت لمحمد فی سجدتی السھو تشھد قال

سلمہ بن علقمہ نے کہا میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا سجدہ سہو میں تشہد ہے فرمایا

دعویٰ غلط ہوگیا۔ یہ وہ اشکال ہے کہ علامہ ابن نجیم کو لکھنا پڑا لعل عنہ جواباً شافیاً لہ میں اس کا کوئی شافی جواب نہیں جانتا، اقول وباللہ التوفیق۔ ہوسکتا ہے یہ دونوں دو بزرگ ہوں۔ ان میں سے ایک صاحب کو صرف ذوالشمالین کہا جاتا ہو ان کی شہادت غزوہ بدر میں ہوگئی۔ اس حدیث میں یہ مراد نہیں۔ دوسرے وہ صاحب جنھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا ہو اور ذوالشمالین بھی، یہ بعد تک باحیات رہے ہوں۔ اور اس حدیث میں یہی مراد ہوں۔ رہ گئی نسخ کی بات تو ہم اسے منسوخ نہیں مانتے بلکہ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے مانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بار ایسا ہی سہو ہوا جیساکہ ذوالیدین کی حدیث میں مذکور ہے تو انھوں نے سجدہ سہو نہیں فرمایا بلکہ دوبارہ نماز پڑھی۔ اور یہ نماز باجماعت میں صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا تھا مگر کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ حالانکہ ذوالیدین والے قصے کے وقت حضرت عمر موجود تھے اور اس کا ظن غالب ہے کہ اور بھی ایسے حضرات اس وقت موجود رہے ہوں جو ذوالیدین والی حدیث کے واقعے میں بھی شریک تھے۔ مگر کسی نے نہیں ٹوکا۔ اسکی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ کلام کا مفسد نماز نہ ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

تشریحات ۲۲۶ یہاں امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ جو سجدہ سہو میں تشہد نہ پڑھے۔ اس کے ثبوت میں تین تعلیقیں اور ذوالیدین والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اخیر میں امام ابن سیرین کا ارشاد پیش فرمایا۔ امام بخاری نے جن الفاظ میں تعلیقات ذکر کی ہیں، ان سے تو ضرور باب ثابت ہے مگر حضرت انس اور امام حسن بصری کا جو ارشاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں، حضرت انس کے اثر کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت انس دوسری رکعت میں بیٹھے رہے۔ لوگوں نے تسبیح پڑھی تو کھڑے ہوئے اور چار رکعتیں پوری فرمائیں پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا اسکے بعد قوم کی طرف منہ کرکے فرمایا، ایسے ہی کیا کرو۔ اسی میں حضرت قتادہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت انس اور امام حسن بصری نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا اور سلام نہیں پھیرا۔ امام بخاری نے یہ تفصیل نہیں ذکر کی ہے۔ کہ سجدہ سہو سے پہلے تشہد نہ پڑھے یا سجدہ سہو کے بعد نہ پڑھے۔ ان تعلیقات سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں پڑھا اور ذوالیدین والی حدیث سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے رہ گیا سجدہ سہو سے پہلے تشہد نہ پڑھنا تو ثابت نہیں بلکہ یہ طے ہے کہ دو رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ جب کیا ہوگا تو ضرور تشہد پڑھا ہوگا۔ رہ گئے قتادہ تو ان سے مصنف عبدالرزاق میں یہ منقول ہے۔ کہ سجدہ سہو میں تشہد بھی پڑھا اور سلام بھی پھیرا۔

تشریحات ۲۲۷ یعنی ذوالیدین والی جو روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں تشہد مذکور نہیں۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں۔ اور روایت میں حذف و اختصار کی عام عادت سب کو معلوم ہے۔ اس لئے اس حدیث میں تشہد مذکور نہ ہونے سے یہ دلیل لانا کہ سجدہ سہو میں تشہد نہیں۔ درست نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں صراحت کے ساتھ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے

ع۵ باب من لم یتشہد فی سجدتی السھو ص ۱۶۴ - لہ البحرالرائق ثانی ص ۳ ۔ ۳ شرح معانی الآثار اول باب الکلام فی الصلوٰۃ لما یحدث ص ۲۱۲۔

لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ عـه

ابو ہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔

حدیث ۷۲۸ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ

کریب سے روایت ہے کہ ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن ازہر نے انھیں

أَزْهَرَ أَرْسَلُوْهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا ان کی خدمت میں ہم سب کا سلام عرض کرنا اور

جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَّهَا إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ

ان سے دریافت کرنا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ اور عرض کرنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ انھیں

تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا وَقَالَ

پڑھتی ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے اور

اور سلام کا ذکر موجود ہے۔ ابوداؤد[1]، ترمذی[2] میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں نماز پڑھائی اور سہو ہوگیا، تو دو سجدہ فرمایا پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام حاکم نے فرمایا شیخین کی شرط پر ہے، اسے ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کی تصحیح کی۔ نیز ابوداؤد[3] میں عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سجدے کے بعد تشہد پڑھ پھر سلام پھیر۔ بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کی روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ان دونوں احادیث کی اسناد میں ضعف ہے۔ مگر یہ تینوں احادیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔ علائی نے کہا یہ بعید نہیں۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود سے بھی یہ مروی ہے[4]۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[5] نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ نیز طبرانی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہ مروی ہے[6]۔

تشریحات ۷۲۸ اس حدیث پر بقدر ضرورت بحث گذر چکی ہے[7]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد: کنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنہا۔ اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ میں حضرت عمر کے ساتھ اس کے پڑھنے پر لوگوں کو مارتا تھا، اس ترجمہ کو صحیح تو کیا جاسکتا ہے۔ لیکن۔ عن۔ کا صحیح مدلول۔ مجاوزت و اعراض ہے۔ اسی لئے شیخ نورالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے۔ تیسیر القاری۔ میں یہ ترجمہ فرمایا۔ بودم من کہ دفع کردم مردم را با عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عـه باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ [1] اول۔ الصلوۃ۔ باب سجدتی السہو فیہما تشہد و تسلیم ص ۱۴۹،
[2] اول الصلوۃ باب فی التشہد فی سجدتی السہو ص ۵۲ [3] اول الصلوۃ باب یتم علی اکبر ظنہ ص ۱۴۷، [4] فتح الباری ثالث
ص ۹۷، [5] شرح معانی الآثار باب الرجل یشک فی صلوتہ ص ۲۱۰۔ [6]

ابن عباس وکنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنھا۔ قال کریب
ابن عباس نے کہا اور میں حضرت عمر کے ساتھ لوگوں کو اس سے روکتا تھا۔ کریب نے کہا
فدخلت علی عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا فبلغتھا ما ارسلونی فقالت سل
اب میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان لوگوں کا پیغام انھیں پہنچا دیا۔ تو انھوں نے فرمایا
ام سلمۃ فخرجت الیھم فاخبرتھم بقولھا فردونی الی ام سلمۃ بمثل
ام سلمہ سے پوچھو۔ میں ان لوگوں کے پاس واپس آیا ان کے ارشاد کو بتایا اب ان لوگوں نے مجھے حضرت ام سلمہ کی خدمت
ما ارسلونی بہ الی عائشۃ فقالت ام سلمۃ، سمعت النبی صلی اللہ تعالی علیہ
میں وہی پیغام دے کر بھیجا جو حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجا تھا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
وسلم ینھی عنھا۔ ثم رأیتہ یصلیھما حین صلی العصر ثم دخل علی
سے سنا تھا۔ کہ ان سے منع فرمایا تھا پھر میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد انھیں پڑھ رہے ہیں پھر میرے یہاں تشریف لائے
وعندی نسوۃ من بنی حرام من الانصار فارسلت الیہ الجاریۃ فقلت
اور میرے پاس انصار کے قبیلے بنی حرام کی کچھ عورتیں تھیں میں نے لونڈی کو حضور کے پاس بھیجا میں نے لونڈی کو سکھایا

از گزاردن ایں دو رکعت ۔ اس کی موید دوسری روایت میں[۱] ہے جس میں واصرف الناس۔ صاد اور فاء کے ساتھ ہے۔ اسی لئے میں نے یہاں یہ ترجمہ کیا ہے۔ میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ لوگوں کو اس سے روکتا تھا۔ ہاں ابو[۲] الوقت کے ایک نسخے میں۔ علیھا۔ ہے۔ اس نسخے کا یہ ترجمہ درست ہے۔

فارسلت الیہ الجاریۃ مغازی میں۔ الجاریۃ۔ کی جگہ۔ الخادم۔ ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ لونڈی کیا ہے۔ جو دونوں پر صادق ہے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے قیاس فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ اس سے مراد، حضرت ام سلمہ کی صاحبزادی زینب ہوں جو ان کے سابق شوہر حضرت ابو سلمہ سے تھیں۔ اگرچہ یہ صرف قیاس ہی ہے۔ کسی روایت سے ثابت نہیں۔

یا ابنت ابی امیۃ اس سے ام المومنین حضرت ام سلمہ مراد ہیں۔ یہ ان کے والد کی کنیت ہے۔ ان کا نام حذیفہ یا سہیل بن مغیرہ مخزومی تھا۔

اتانی آت مغازی میں ہے۔ میری خدمت میں عبد القیس کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے اور یہاں بھی۔ ابو الوقت کے نسخے میں۔ آت کے بجائے۔ ناس۔ ہے۔ اسی نسخے کو علامہ ابن حجر اور علامہ عینی علامہ قسطلانی نے لیا ہے۔ اب۔ فشغلونی۔ جمع کے ساتھ بلا تردد صحیح ہے۔

توجیہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت موکدہ کی قضا ہے۔ نیز یہ کہ نماز عصر کے بعد قضا پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ۔ سنن موکدہ کی قضا نہیں۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی دلیل اسی حدیث کی دوسری روایت ہے[۳]۔ کہ حضرت ام سلمہ نے دریافت کیا کیا ہم لوگ بھی اس کی قضا پڑھیں۔ ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ رہ گیا عصر کے بعد قضا پڑھنا۔

---

۱ عمدۃ القاری سابع ص ۳۱۶ ۲ ارشاد الساری ثانی ص ۳۰۵ ۳ عمدۃ القاری سابع ص ۳۱۷

قُوْمِی بِجَنْبِهٖ قُوْلِی لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰی عَنْ

کہ حضور کے پہلو میں کھڑی ہو جا اور کہہ حضور سے ام سلمہ کہتی ہے یا رسول اللہ میں نے حضور ہی سے سنا ہے کہ

هَاتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ

حضور ان دونوں رکعتوں سے منع فرماتے ہیں۔ اور میں دیکھ رہی ہوں کہ حضور انھیں پڑھ رہے ہیں اگر حضور

فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِیْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ

ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ آنا۔ اس لونڈی نے ایسے ہی کیا تو حضور نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا وہ

عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِیْ اُنَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِیْ عَنِ

پیچھے ہٹ آئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے ابوامیہ کی بیٹی تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ ہوا یہ کہ

الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ ع ه

عبد القیس کے کچھ افراد میری خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے مشغول کر لیا۔ میں ظہر کے بعد والی دو رکعتوں کو نہیں پڑھ سکا تھا یہ وہی ہیں۔

احناف کے یہاں عصر کے بعد جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے یعنی غروب سے بیس منٹ پہلے تک قضا پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ آفتاب میں زردی آجانے کے بعد غروب تک قضا کی بھی اجازت نہیں۔

تم تسويد الجزء الثالث من نزهة القاری باتمام شهر ربيع الاول وقد مضى من هجرة النبوية على صاحبها افضل السلام وازكى التحية اربع عشر سنة بعد الالف ومن الميلادية تسع وعشر سنة بعد الالف وكان شهر نومبر وكان مضى منه ثلثة وعشرون يوما ليلة يوم الاثنين۔

فالحمد لله على الانتهاء كماله الحمد على الابتداء والصلوة والسلام على اول خلقه وجودا و اخر انبيائه بعثا۔ وعلى آله وصحبه واوليائه۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجنائز

جنائز جنازۃ کی جمع ہے۔ جیم کے فتحے کے ساتھ وہ میت جو چارپائی پہ لاد کر دفن کے لئے لے جائی جاتی ہو۔ جیم کے کسرے کے ساتھ۔ وہ چارپائی جس پر مردہ دفن کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ برعکس ہے۔ اگر چارپائی پر مردہ نہ ہو تو اسے عربی میں سریر اور نعش کہتے ہیں۔ جنازہ کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ بولتے ہیں جنز بجنز اذا استتر۔

۲۲۸ قِيْلَ لِوَهَبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَلَيْسَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحَ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا لَهٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَاِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ

وہب بن منبہ سے کہا گیا کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں۔ فرمایا ہے۔ لیکن ہر کنجی کے دندانے ہوتے ہیں اگر دندانے والی کنجی لائے گا تو تیرے لئے کھولی جائے گی ورنہ نہیں۔

تشریحات ۲۲۸ حضرت وہب بن منبہ کی اس حدیث مقطوع کا مضمون، ایک حدیث مرفوع میں بھی آیا ہے جسے بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن بھیجا تو فرمایا۔ اہل کتاب تمہارے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے، جنت کی کنجی کیا ہے، تو انھیں بتا دینا، لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے۔ لیکن یہ کنجی بے دندانے کے ہے۔ اگر دندانے والی کنجی لاؤ گے تو کھلے گی ورنہ نہیں کھلے گی۔

دندانے سے مراد طاعات کی ادائیگی اور معاصی سے اجتناب ہے۔ اور مراد دخول اولی ہے۔ یعنی جو مومن ہوگا۔ اور کبائر کا مرتکب ہوگا وہ اپنے معاصی کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جائے گا۔ لیکن جو مومن معاصی کا مرتکب نہ ہوگا۔ وہ جہنم میں گئے بغیر جنت میں جائے گا۔

اقول — اس راقم الحروف کے ذہن میں آتا ہے کہ خطاب اہل کتاب سے ہے۔ اہل کتاب موحد تھے، لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے تھے مگر وہ جنت کے نہ دخول اولی کے مستحق ہیں نہ ثانوی کے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول مانتے تھے نہ اسلام کو حق مانتے تھے نہ قرآن کو کتاب اللہ۔ اگر صرف اتنا ہی جواب دے کر چھوڑ دیا جاتا کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے تو انھیں چار آنکھیں ہو جاتیں۔ کہ بقول مسلمانوں کے ہم بھی جنتی ہیں۔ ان کے وسوسے کو دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ

ع کتاب الجنائز باب ماجاء فی الجنائز ص ۱۶۵، لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۳

101

حدیث ۷۲۹ عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے

علیہ وسلم اتانی آت من ربی فاخبرنی او قال بشرنی انہ من مات من

پروردگار کی بارگاہ سے میری خدمت میں ایک آنے والے آئے اور مجھے یہ خبر دی یا یہ فرمایا کہ مجھے بشارت دی

امتی لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ فقلت وان زنی وان سرق قال وان

کہ میری امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے

زنی وان سرق عہ

عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے۔ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے۔

حدیث ۷۳۰ عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہر کنجی کے دندانے ہیں۔ بے دندانے کی کنجی بیکار ہے۔ اب ان دندانوں کی تفسیر میں کہا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی اور اسلام کی حقانیت کی اور قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کی تصدیق ہے۔ قابل غور یہ ہے کہ دندانے کنجی کی ماہیت میں داخل ہیں۔

تشریحات ۷۲۹-۷۳۰ آت من ربی۔ یہ جبرئیل امین تھے۔ جیسا کہ دوسرے ابواب کی روایتوں میں تصریح ہے۔ خواب میں حاضر ہوئے تھے۔ یا بیداری میں۔ کتاب اللباس[1] کی روایت میں تصریح ہے کہ خواب میں آئے تھے۔ دوسرے ابواب کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیداری میں حاضر ہوئے تھے۔ اس روایت میں وان زنی وان سرق ایک بار ہے۔ دوسری روایتوں میں تین بار۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ علی رغم انف ابی ذر۔

توجیہات اول۔ اللہ عزوجل کی ذات یا صفات یا عبادت یا تینوں میں یا دو میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں یہ کفر کی خاص قسم اور سب سے بدتر ہے۔ اس لئے شرک نہ کرنے سے کفر کی دوسری قسموں کی نفی نہیں ہوتی۔ اور جہنم میں ابد الآباد تک رہنے کا سبب ہر کفر ہے۔ اگرچہ شرک نہ ہو۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان احادیث میں شرک سے کفر مراد ہے۔ جیسے آیہ کریمہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۴۸-۱۱۶ النساء) اللہ شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دیگا۔ شرک سے تعبیر اس وجہ سے ہے کہ قرآن کے مخاطب اول مشرکین عرب تھے۔ وہ جب شرک

عہ الجنائز باب ماجاء فی الجنائز ص ۱۶۵ الاستقراض باب اداء الدیون ص ۳۲۱ بدء الخلق باب ذکر الملائکہ ص ۴۵۶ ثانی الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ص ۹۲۷ الرقاق باب المکثرون ہم المقلون ص ۹۵۳ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذہبا ص ۹۵۴ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵ مسلم الایمان نسائی فی الیوم واللیلۃ۔ ترمذی۔ [1] ثانی باب الثیاب البیض ص ۸۶۷۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰہِ دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ

جو مشرک ہو کر مرے گا جہنم میں جائے گا اور میں کہتا ہوں

مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ع۵

جو اس حال میں مرے کہ مشرک نہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

چھوڑتے تو مومن مخلص ہو جاتے گویا ترک شرک کو ایمان لازم تھا۔ تو بطور عموم مجاز مراد ایمان ہے۔

ثانی کتاب اللباس میں لایشرك باللہ شیا کی جگہ قال لاالہ الااللہ ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ صرف اقرار توحید نجات کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ صرف توحید کا اقرار اور تصدیق ایمان کے لئے کافی نہیں۔ رسالت کی تصدیق اور اقرار بھی جزء ایمان ہے۔ بلکہ تمام ضروریات کی تصدیق اور اقرار بھی۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ۔ لاالہ الااللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے۔ جیسے، الحمد، سورہ فاتحہ کا۔ قل ہو اللہ، سورہ اخلاص کا۔ کلمہ طیبہ کا علم۔ صرف لاالہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ خالص کفر ہے۔ اس لئے کہ اس کے معنی ہیں. کوئی معبود نہیں، اس لئے لاالہ الااللہ پورا نام ہوا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جس نے پورا کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور اسے پڑھنے کو لازم ہے جمیع ما جاء بہ الرسول کی تصدیق۔ تو اس کا حاصل یہ ہوا کہ جس نے مذہب اسلام کو حق مان لیا یا یہ کہ، لاالہ الااللہ اس مخصوص ترکیب اور عربی کلمات کے ساتھ پڑھنا اسلام کا شعار ہے۔ توحید کے دوسرے دعویدار اگرچہ اقرار توحید کرتے ہیں مگر اس اقرار کے الفاظ دوسری زبان کے ہوتے ہیں اور ترکیب اور ہوتی ہے۔ تو اب لاالہ الااللہ کہنا دلیل ہے اسلام قبول کرنے کی۔ تو حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جو مسلمان ہونے کی حالت میں مرا وہ جنت میں جائے گا۔

ثالث گزر چکا کہ جنت میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا اگرچہ اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے بعد یا مراد یہ ہے کہ یہ کلمہ پڑھنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ جس نے اسے پڑھا جنت کا مستحق ہو گیا۔ اگرچہ کچھ تاخیر کے ساتھ جائے یا مراد یہ ہے کہ جس نے موت کے وقت اخلاص کے ساتھ اس کو پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔ اس لئے کہ اخلاص کے ساتھ جب پڑھیگا تو اعمال سیئہ پر ندامت اور توبہ بھی ضرور کرے گا۔ جس کی وجہ سے وہ جنت میں جائے گا۔

قلت حضرت ابوذر والی حدیث میں ہے۔ قلت وان زنی وان سرق میں نے کہا اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے۔ اس میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ حضور نے جبریل امین سے ارشاد فرمایا ہو۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابوذر کی گزارش ہو۔ اس حدیث کے یہاں جو کلمات ہیں وہ دونوں احتمال رکھتے ہیں۔ مگر دوسری روایتوں میں تصریح ہے۔ قال ابوذر یارسول اللہ وان زنی وان سرق اور ایک روایت میں یہ زائد ہے۔ علی رغم انف ابی ذر اس سے متیقن ہے کہ یہ حضرت ابوذر ہی کا مقولہ ہے۔

وقلت انا کتاب التفسیر[۱] میں حضرت ابن مسعود ہی سے یوں روایت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بات کہی اور میں نے دوسری بات کہی۔ اور یہی کتاب[۲] الایمان میں بھی ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ صحیحین کی روایات اس پر متفق ہیں کہ مرفوع وعید ہے

ع۵ الجنائز باب ماجاء فی الجنائز ص ۱۶۵ ۔ [۱] سورہ بقرہ باب قولہ تعالیٰ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً ص ۶۴۶ ۔
[۲] باب اذا قال واللہ لا اکلم الیوم فصلی ص ۹۸۸ ۔

۷۳۱ **حدیث** عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اور موقوف وعدہ ہے۔ مگر امام حمیدی نے جمع بین الصحیحین اور مغلطائی نے اس کی شرح میں اور جن لوگوں نے اس سے لیا۔ یہ کہا ہے کہ وکیع اور ابن نمیر کی روایت بالعکس ہے۔ یعنی مرفوع وعدہ ہے اور موقوف وعید ہے۔ حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا وہ جنت میں جائے گا اور میں نے کہا جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ امام نووی[۱] نے فرمایا کہ صحیح مسلم کے بعض اصول معتمدہ میں ایسا پایا گیا ہے۔ جمع بین الصحیحین کے علاوہ ابو عوانہ کی کتاب المخرج علی صحیح مسلم میں بھی یہی ہے۔ اس کے دونوں حصے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد ہیں۔ جیسا کہ مسلم[۲] ہی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں جملے حضور سے سنے تھے۔ ایک وقت ایک حصہ یاد آیا تو اسے حضور کی طرف نسبت کرکے بیان کیا اور دوسرا اپنے استنباط سے اضافہ کیا اور دوسرے وقت دوسرا یاد آیا اسے حضور کا ارشاد بتایا، اور ایک کو اپنا استنباط بتایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطابقت باب وہب بن منبہ کے اثر اور ان احادیث پر امام بخاری نے باب کے دو عنوان قائم کئے ہیں۔ ایک یہ کہ جنائز کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔ دوسرے یہ۔ اور جس کا آخر کلام لاالٰہ الا اللہ ہو۔ بظاہر اس اثر اور احادیث کو باب کے کسی جز سے تعلق نہیں معلوم ہوتا۔

اقول۔ دونوں حدیثوں کے باب کے دوسرے جز سے مناسبت یہ ہے کہ فرمایا۔ من مات من امتی لایشرک باللہ شیئا اسمیں لایشرک الخ حال ہے۔ حال اور ذوالحال کے عامل میں اقتران بالزمان لازم ہے۔ کسی نے کہا۔ میرے پاس زید ہنستا ہوا آیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنے کے وقت ہنس رہا تھا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص مرتے وقت شرک سے ملوث نہ ہو۔ لاالٰہ الا اللہ کہتا ہوا مرے وہ جنت میں جائیگا۔ پوری عبارت یوں ہوئی جس کا آخر کلام لاالٰہ الا اللہ ہوگا وہ شرک سے ملوث نہ ہوگا اس لئے وہ جنت میں جائے گا۔

۷۳۲ **تشریحات** ابرار القسم۔ اور ایک روایت میں ہے وابرار المقسم یعنی قسم کھانے والے کی بات پوری کرنا۔ ابرار، حنث کی ضد ہے۔ اس کے معنی سچا کرنا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تم سے کوئی یہ کہے۔ خدا کی قسم تم کو یہ کرنا ہوگا۔ اور وہ کام جائز اور تمہاری وسعت میں ہو تو ضرور کردو۔

تشمیت کے معنی دعائے خیر کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ حریر، نرم ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ دیباج کے معنی۔ دیبا باریک ریشم کا مخصوص قسم کا کپڑا۔ قسی۔ سوت اور ریشم سے مخلوط ایک خاص کپڑا جو مصر سے آتا تھا۔ سمندر کے کنارے تنیس کے قریب ایک شہر قس تھا وہاں تیار ہوتا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ بحر دمیاط کے ساحل پر قس، تنیس اور فرما شہر تھے، جہاں سے عمدہ قسم کے کپڑے پوری دنیا میں جاتے تھے۔ استبرق۔ ریشم کا دبیز کپڑا۔

توجیہ حدیث میں مذکور ہے کہ سات چیزوں سے منع فرمایا، اور مذکور یہاں چھ ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ بخاری سے سہو ہوا یا ان کے کسی شیخ سے ہوا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ ابوالولید سے سہو ہوا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بخاری کے ناقلین سے چھوٹ گیا ہو۔ علامہ عینی نے فرمایا، امام بخاری یا ان کے شیخ کی طرف سہو کی نسبت سے بہتر یہ ہے کہ ناسخین کی غلطی مانی جائے اس لئے کہ

---

[۱] شرح مسلم اول ص ۶۷ [۲] الایمان باب الدلیل من یشرک باللہ دخل الجنۃ ص ۶۶

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَھَانَا عَنْ سَبْعٍ۔ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِیَادَۃِ

ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ جنازوں کے پیچھے چلنے

اَلْمَرِیْضِ وَاِجَابَۃِ الدَّاعِیْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَ

اور بیمار پرسی اور دعوت قبول کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے اور قسم پوری کرنے اور سلام اور

کتاب اللباس میں ساتویں کا ذکر ہے یعنی میثرۃ الحمراء۔ سرخ رنگ کے زین پوش سے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے۔ جنازے کے ساتھ جانا اور نماز و دفن میں شریک ہونا۔ جنازے کے ساتھ جاکر نماز پڑھ کر واپس آنے پر ایک قیراط ثواب ہے۔ اور دفن تک شریک رہنے پر دو قیراط اور تلقین تک رہنے پر تین قیراط[1]۔ جو شخص نماز جنازہ پڑھ لے اسے اولیا میت کی اجازت کے بغیر واپس نہیں ہونا چاہئے[2]۔ ہمارے یہاں جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ یہ اسی حدیث سے ثابت۔ اس لئے کہ۔ اتباع۔ کے معنی پیچھے چلنے کے ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کے یہاں آگے چلنا افضل ہے۔ بیمار کی عیادت مزاج پرسی سنت ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ واجب ہے۔ وجوب کی دلیل اس کے بعد والی حدیث ہے۔ بیمار پرسی کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ بیمار کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھے اور پوچھے وہ کیسا ہے[3]۔ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور ہو سکے تو دعا صحت کرے تسلی و تشفی دے۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ وہاں کوئی حرام کام نہ ہو۔ اگر کوئی ناجائز کام ہو۔ اور اس کو اطمینان ہو کہ میں جاؤنگا تو وہ کام بند ہو جائے گا۔ یا میں منع کروں گا تو وہ لوگ اس حرام سے باز آجائیں گے تو ضرور جائے ورنہ جانا جائز نہیں۔ جسے قدرت ہو اس پر مظلوم کی مدد واجب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو کرونگا یہ ارشاد فرمائیں ظالم کی کیسے مدد کروں؟ فرمایا، اسے ظلم سے روک دے یہ اس کی مدد ہے[4]۔ کسی کی قسم پوری کرنا بھی مکارم اخلاق سے ہے جبکہ وہ جائز ہو اور اسے پوری کرنے پر قادر ہو۔ نیز اس کا پوری کرنا مصلحت کے خلاف نہ ہو۔ جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایک خواب بیان کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ اجازت دیجئے کہ میں اسکی تعبیر بیان کروں۔ فرمایا۔ بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے تعبیر عرض کی اور پوچھا۔ یا رسول اللہ فرمائیے۔ میں نے صحیح تعبیر دی ہے یا غلط۔ فرمایا، کچھ صحیح ہے کچھ غلط عرض کیا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ میں قسم دیتا ہوں کہ بتائیے میں نے کیا غلطی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم نہ دو[5]۔

رد السلام سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے تو اس میں سے ایک کا جواب دینا کافی ہے۔ اگرچہ وہ بچہ ہو اگر وہ سمجھوال ہے تو۔ سلام کرنا سنت ہے۔ مگر سلام کہنے میں زیادہ ثواب ہے۔ اگر مرد کسی عورت کو سلام کرے تو عورت پر بھی سلام کا جواب دینا واجب ہے مگر وہ آہستہ جواب دے اور اگر عورت مرد کو سلام کرے تو مرد بھی آہستہ جواب دے۔ اسی طرح چھینک کا بھی جواب دینا واجب[6]

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۷ بحوالہ داؤدی [2] عالمگیری اول ص ۵ ۸ [3] مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۶۰۔
[4] بخاری اول مظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما ص ۳۳۱۔ [5] ترمذی۔ ثانی۔ الرؤیاء۔ باب رؤیاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۳۔

تَشْمِيتُ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ

چھینک کا جواب دینے کا حکم دیا اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سونے کی انگوٹھی اور حریر

وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ عہ

اور دیبا ، قسی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا ہے۔

تشمیت العاطس جب کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ الحمد للہ کہے۔ بہتر یہ ہے کہ، الحمد للہ رب العالمین کہے۔ اب سننے والے پر جواب دینا واجب۔ اس کے جواب میں سننے والا کہے یرحمک اللہ۔ اس پر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ولکم۔ یا یہ کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ ایک مجلس میں اگر بار بار چھینک آئے تو پہلی بار جواب دینا واجب ہے اور دوبارہ مستحب۔ اس کے بعد نہیں۔

جن سے منع فرمایا وہ سات چیزیں جن سے منع فرمایا، یہ ہیں۔ چاندی کا برتن، مرد کو بھی ناجائز ہے اور عورت کو بھی۔ حتی کہ چاندی کا آئینہ عورت کو بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح سونے کے برتن بھی، زیب وزینت کے لئے رکھ سکتے ہیں۔ سونے چاندی کے صرف زیور عورتوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔

سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام عورتوں کو جائز۔ بعض لوگوں نے سونے کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز کہی ہے۔ ان کی دلیل حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی اور پوچھا تو فرمایا کہ ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا اور مجھے یہ انگوٹھی عنایت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ البس ماکساک اللہ ورسولہ پہن جسے اللہ اور اس کے رسول نے تجھے پہنایا۔ تم لوگ کیسے مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اسے اتار دوں جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہن جسے اللہ اور اس کے رسول نے تجھے پہنایا لہ

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز فرما دی تھی۔ اور یہ طے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جو چیز چاہیں جسے چاہیں جائز فرما دیں۔ اس کے دلائل قاہرہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب مستطاب، الامن والعلی، میں اور اس خادم کے مجموعہ مضامین، مقالات امجدی، میں ملاحظہ کریں۔

چاندی کی ایک انگوٹھی وہ بھی ایک نگ کی وہ بھی جو ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو تو مردوں کے لئے جائز ہے۔ پورے ساڑھے چار ماشے کی یا اس سے زائد کی یا دو نگوں کی یا کئی انگوٹھیاں پہننا مردوں کو حرام ہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پا رہا ہوں انھوں نے اسے پھینک دیا۔ دوبارہ آئے تو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تجھ پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔

عہ الجنائز باب الامر باتباع الجنائز ص ۱۶۶ مظالم باب نصر المظلوم ص ۳۳۱ ثانی النکاح باب حق اجابۃ الولیمۃ ص ۷۷۵ الاشربۃ باب آنیۃ الفضۃ ص ۸۴۲ الطب باب وجوب عیادۃ المریض ص ۸۴۳ اللباس۔ باب لبس القسی ص ۸۶۸ باب خواتیم الذہب ص ۸۷۱ الادب باب تشمیت العاطس ص ۹۱۹۔ الاستیذان۔ باب افشاء السلام ص ۹۲۱۔ الایمان والنذور۔ باب قول اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جہد ایمانہم ص ۹۸۲۔ مسلم اطعمہ۔ ترمذی الاستیذان، نسائی جنائز الایمان والنذور۔ الزینۃ۔ ابن ماجہ الکفارات۔ لہ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۹۴ شرح معانی الآثار ثانی الکراہیۃ باب التختم بالذہب ص ۳۵۰۔

۳۴۲ ۷ حدیث أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے مسلمان کا مسلمان پر پانچ حق ہے

انھوں نے اسے بھی پھینک دیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ تو ارشاد فرمایا۔ چاندی کی۔ اور ایک مثقال پوری مت کر[۵] ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے جو موجودہ اعشاریہ اوزان سے ۵ ر ۳ گرام ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں۔ پوشیدن دو انگشتری و زیادہ بر آں مکروہ است یعنی دو یا دو سے زیادہ انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

بادشاہ، قاضی، مفتی جسے انگوٹھی کی ضرورت ہو اسے پہننا سنت ہے۔ جسے ضرورت نہیں اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ نہ پہنے۔

عن الحریر ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو یا بانا ریشم تانا سوت، اون وغیرہ ہو۔ اس کا پہننا مردوں کو حرام ہے عورتوں کے لئے حلال۔ اور جس کا بانا سوت وغیرہ ہو اور تانا ریشم ہو وہ مردوں کو بھی جائز۔ ریشم سے یہاں مراد وہ ریشم ہے جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ آجکل جو سلک کے بہت قسم کے کپڑے نکلے ہیں۔ یہ اس ریشم سے نہیں بنتے بلکہ وہ کسی درخت کی چھال یا گوند وغیرہ کے دھاگے سے بنتے ہیں۔ وہ مرد و عورت دونوں کو جائز ہیں۔ دیبا۔ استبرق۔ قسی، یہ سب ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ یہ سب حریر میں داخل ہیں۔ مگر ان کے نام علحدہ تھے۔ اس لئے ان کو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر علحدہ ذکر فرمایا۔

المیثرۃ الحمراء زین پر جو گدا رکھتے ہیں اسے المیثرہ کہتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے ہوتے تھے۔ درندوں کی کھال کے، ریشمین یہ دونوں ممنوع ہیں۔ یوں ہی سوت یا اون کا ہو اور وہ سرخ ہو تو بھی ممنوع ہے۔

ایک اشکال کا جواب ان میں بعض باتوں سے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً جنازے کے ساتھ جانے اور سونے کی انگوٹھی اور ریشمی لباس کے پہننے کی ممانعت سے۔ اور حکم عام ہے تخصیص نہیں۔ جواب یہ ہے کہ عورتوں کا استثنا دوسری احادیث سے معلوم ہوا۔ حدیث سے حدیث کی تخصیص بالاتفاق درست ہے۔

۳۴۲ ۷ تشریحات پہلے میں سات ہیں۔ اسمیں پانچ۔ مگر کم زیادہ کی نفی نہیں کرتا۔ اس لئے کوئی حرج نہیں۔ حصر نہ اس حدیث میں مقصود ہے نہ اس میں۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پانچوں واجب ہیں۔ حق المسلم علی المسلم کا یہی مفاد ہے۔ مگر گزر چکا کہ ایسا نہیں۔ ان میں سے کچھ واجب ہیں کچھ سنت کچھ مستحب۔ اور اس صیغے سے ارشاد زیادتی ترغیب کیلئے ہے۔ جیسے فرمایا حق علی المسلم ان یغتسل کل جمعۃ۔ مراد یہ ہے کہ اسلامی اخوت کا مقتضی یہی ہے۔ ہم نے کہا اسی میں حصر نہیں اسلئے کہ دوسری احادیث میں زائد اور چیزیں بھی وارد ہیں۔ مثلاً مسلم کی ایک حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ یہ چیزیں زائد ہیں جب ملاقات کرے تو اسے سلام کر۔ اور جب تجھ سے مشورہ طلب کرے، تو خیر خواہی کر۔[۷]

ع۵ باب الامر باتباع الجنازۃ ص ۱۶۶۔ نسائی عمل الیوم واللیلۃ ۔ [۵] ابوداؤد۔ ثانی۔ الخاتم۔ باب فی خاتم الحدید ص ۲۲۴۔ نسائی ثانی۔ الزینۃ باب مقدار ما یجعل فی الخاتم من الفضۃ ص ۲۸۰۔ [۶] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۶۲ [۷] ثانی السلام باب حق المسلم علی المسلم ص ۲۱۳ ۔

الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ
سلام کا جواب دینا بیمار پرسی کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور دعوت قبول کرنا

وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ عہ
اور چھینک کا جواب دینا۔

حدیث ۷۴۳ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْسَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ابو سلمہ نے خبر دی کہ انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ عَلٰى فَرَسِهٖ مِنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ
کی رفیقہ حیات نے خبر دی فرمایا کہ ابو بکر اپنے گھوڑے پر اپنے سنح والے گھر سے آئے اتر کر

فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ
مسجد میں گئے اور کسی سے نہیں بولے عائشہ کے پاس آئے اور نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد کیا اور حضور جبرہ کی چادر سے ڈھنکے ہوئے تھے انھوں

وَجْهِهٖ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِأَبِيْ أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ
نے حضور کے چہرے سے چادر ہٹایا پھر جھکے اور حضور کا بوسہ لیا اسکے بعد روئے پھر کہا اے اللہ کے نبی

تشریحات ۷۴۳ تکمیل۔ کتاب المناقب میں شروع میں یہ زائد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور ابو بکر سنح میں تھے۔ اسماعیلی نے کہا یعنی عالیہ میں مدینہ طیبہ کے بالائی حصے میں۔ عمر کھڑے ہوگئے اور یہ کہنے لگے۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا۔ بخدا میرے دل میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اٹھائے گا اور حضور کچھ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ کہ ابو بکر آئے۔ الخ۔ اخیر میں۔ آیت کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے پہلے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ کا اضافہ ہے۔ آخر میں ہے کہ روتے روتے لوگوں کی گھگی بندھ گئی۔ المغازی میں اخیر میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بخدا ابو بکر کو اس کی تلاوت کرتے سنا تو وحشت زدہ ہوگیا۔ اور میرے پاؤں نے مجھے اٹھائے رکھنے سے جواب دے دیا اور میں زمین پر گر پڑا۔ جب میں نے ابو بکر کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

بالسنح مدینہ طیبہ کے بالائی حصے میں جسے عوالی کہتے ہیں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں بنی حارث بن خزرج رہتے تھے۔ انھیں میں حضرت صدیق اکبر نے شادی کرلی تھی۔ اور وہاں ان کا ایک مکان تھا۔

عہ باب الامر باتباع الجنائز ص ۱۶۶ نسائی عمل الیوم و اللیلۃ۔

لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا

میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ عزوجل آپ پر دو موت جمع نہیں فرمائے گا، جو وفات اللہ نے آپ کیلئے لکھی تھی وہ آپ پا چکے

قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ

ابوسلمہ نے کہا ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ ابوبکر باہر نکلے اور عمر لوگوں سے کلام کر رہے

خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰى فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰى فَتَشَهَّدَ

تھے ابوبکر نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ مگر وہ نہ مانے پھر فرمایا بیٹھ جاؤ اب بھی وہ نہ مانے تو

اَبُوْ بَكْرٍ فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

ابوبکر نے کلمہ شہادت پڑھا اب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر کو چھوڑ دیا اس کے بعد ابوبکر نے شہادت کے بعد

يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

کہا (کہنا یہ ہے) کہ جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو وہ سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے

حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

اور جو اللہ عزوجل کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

ھو مسجّی اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد میت کو ڈھنک دینا چاہئے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ سوائے غسل دینے والوں اور خاص اعزہ کے اور کوئی نہ دیکھے۔ حِبَرہ۔ ایک قسم کی مخطط قیمتی چادر ہے۔ داؤدی نے کہا کہ سبز رنگ کے کپڑے کو کہتے ہیں۔

قبّل میت پر جھکنا اور اسے بوسہ دینا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور تشریف لے گئے اور ان کے اوپر جھکے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور روئے اتنا کہ آنسو رخساروں پر بہتے تھے [1] نسائی میں تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضور کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تھا [2]

لا یجمع اللہ علیک موتتین وصال کے بعد کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر زندہ ہوں گے اور کچھ لوگوں کو سزا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزر چکا اس کے ازالے کے لئے حضرت صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر دو موت جمع نہیں فرمائے گا۔ مغازی کی روایت میں ہے دو موت کا مزہ نہیں چکھائے گا [3]۔ یعنی اب حضور دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ کہ دوبارہ موت کا مزہ چکھنا پڑے۔ اس سے ظاہر کہ مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ نہ آپ زندہ ہو کر تشریف لائیں گے نہ دوبارہ اس دنیا میں موت آئے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ آپ پر موت نہیں آئے گی۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام اپنے مزارات میں دنیوی جسمانی حیات کیساتھ زندہ ہیں۔ مسند امام احمد، نسائی [4]، ابن ماجہ [5] اور دارمی میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ترمذی اول الجنائز باب تقبیل المیت ص ۱۱۸ [2] اول الجنائز باب تقبیل المیت ص ۲۶۰ [3] جلد رابع ص ۸ [4] اول جمعہ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعہ ص ۲۰۴ [5] اقامۃ الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ ص ۷۷، الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ص ۱۱۹۔

الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی
اور محمد رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ وصال فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو
عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَّسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ۔ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ
تم لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے اور جو بھی اپنی ایڑی پر پلٹے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑے گا۔ اور شکر کرنے والوں
لَمْ یَكُوْنُوْا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ حَتّٰی تَلَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ
کو اللہ جلد انعام دیگا۔ بخدا گویا لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ابو بکر نے
فَمَا یُسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا یَتْلُوْهَا۔ عہ
تلاوت کی تو لوگوں نے ان سے سن کر اسے یاد کر لیا۔ اب ہر شخص سے سنا جاتا کہ وہ اس کی تلاوت کر رہا ہے۔

ان اللہ قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وزاد ابن ماجہ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ فنبی اللہ حی یرزق۔

بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ سلوک اقرب السبل فی التوجہ الی سید الرسل[۱] میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در میان علماء امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت بحقیقت حیات بلا شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر احوال امت حاضر وناظر وطالبان حقیقت ومتوجہان آنحضرت را مفیض ومربی است۔

اتنے اختلافات وکثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت کے مابین ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جسمیں مجاز کا شائبہ اور تاویل کا توہم نہیں اور امت کے حالات پر حاضر وناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان آنحضرت کو فیض عطا فرمانے والے اور تربیت کرنیوالے ہیں

مسائل یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ تمام صحابہ کرام سے مطلقاً اعلم تھے۔ سب سے زیادہ صائب الرائے اور سب سے زیادہ با تدبیر اور وقت کے تقاضے کے مطابق مناسب تر اقدام کرنے میں سب سے زیادہ ماہر تھے اور سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ساحر البیان خطیب تھے۔ غور کریں، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اس کا صدمہ حضرت صدیق اکبر کو کتنا رہا ہوگا۔ صدمہ اور اتنے عظیم صدمے کے وقت جذبات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بیٹھ کے رویا جائے مگر وہ وقت ایسا تھا کہ اگر دیگر حضرات کی طرح حضرت صدیق اکبر بھی رونے دھونے میں رہتے تو دین کا خدا حافظ تھا۔ منافقین شر انگیزی کے لئے آمادہ بیٹھے تھے۔ دیہاتی اعراب

عہ باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۶ المناقب باب فضل ابی بکر ص ۵۱۷ ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ووفاتہ ص ۶۴۲ نسائی جنائز۔ ابن ماجہ جنائز۔ [۱] بو حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۶۱ ۔

حدیث ۷۳۴ حدثنی خارجۃ بن زید بن الانصاری ان ام العلاء امرأۃ من نساء

خارجہ بن زید انصاری نے خبر دی کہ ام العلاء نے جو ایک انصاری عورت تھیں جنھوں نے

کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ اگر لوگوں کی صحیح رہنمائی نہ کی جاتی تو کیا ہوتا اس کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے اس وقت رونے، پاؤں توڑ کے بیٹھنے کا وقت نہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں اب واپس نہ آئیں گے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کے لائے ہوئے دین و مذہب کو باقی رکھا جائے۔ اسے مضبوط و مستحکم کیا جائے۔ اور اس کی ترقی و اشاعت کی کوشش کی جائے اسے حضرت صدیق اکبر نے محسوس کیا اور اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھکر بلا دریغ آگے بڑھے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس فرمایا اور اسے کما حقہ ادا فرمایا۔ منبر رسول خالی تھا انتظار کر رہا تھا کہ رسول کے بعد جسے اس پر خطبہ دینے کا حق ہے، آئے اور رسول کی نیابت کا حق ادا کرے اور جو حقدار تھا وہ اس پر کھڑا ہو اور حسرت زدہ، شکستہ خاطر، الم رسیدہ امت کو صبر و تلقین بھی دے اور انھیں صحیح راہ پر چلائے۔ اس فرض کو صدیق اکبر نے جس خوبی سے ادا فرمایا اس کا دنیا کو اعتراف ہے۔ سب سے بڑا عظیم قائد وہ ہے جو وقت پر صحیح رہنمائی کرے۔ یہ دونوں آیتیں کس صحابی کو معلوم نہ تھیں، جو مضمون انھوں نے ارشاد فرمایا وہ سارے صحابہ کا ایمان تھا مگر وقتی غم و اندوہ نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر کا ظرف تھا کہ سب سے زیادہ غمگین و ملول ہوتے ہوئے بھی ان پر کوئی حجاب نہ پڑا اور انھیں وہ سب نظر آگیا جس کی اسوقت ضرورت تھی۔ قرآن مجید حفظ رکھنا یہ ایک کمال ہے مگر اس سے برمحل استشہاد اور استنباط وہ کمال ہے جہاں تک سب کی رسائی نہیں۔ صدیق اکبر کا یہ خطبہ وہ خطبہ ہے جس کا مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ اختصار کے ساتھ فصاحت، بلاغت، سلاست حکمت موعظت، زور بیان، قوت استدلال، تاثیر۔ وہ کون سی خوبی ہے جو اس خطبے میں نہیں اور وہ بھی اپنے اوج کمال پر۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے۔ اور انھیں راہ مل گئی ـــــ یہ حدیث اس کی بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت سب سے زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جب منبر پر کھڑے ہوئے تو سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے حتی کہ حضرت عمر کو چھوڑ دیا۔ نیز یہ حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی فضل و کمال کی دلیل ہے کہ اس عالم میں بھی انھوں نے اتنے اہم واقعے کی جزئیات تک محفوظ رکھیں۔

تشریحات ۷۳۴ چونکہ کتاب الجنائز کے بہ نسبت کتاب الشہادات کی روایت زیادہ مکمل تھی اس لئے ہم نے اسی کو لیا ہے یہ مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ مدینہ طیبہ میں منافقین بکثرت تھے جو بظاہر مومن مخلص بنے ہوئے تھے جن کا پتہ عام حضرات کو نہیں تھا۔ خصوصا عورتوں کو۔ حضرت ام العلاء نے عثمان بن مظعون کے اعمال صالحہ کو دیکھکر وہ کہا تھا۔ اگر اسکو روکا نہ جاتا تو رواج پڑنے کا اندیشہ تھا۔ جو بھی مرتا خواہ وہ حقیقت میں منافق ہی کیوں نہ ہوتا۔ جس سے لوگ واقف نہ ہوتے صرف اسکے ظاہری حالات کی بنا پر اس قسم کی گواہی دینے لگتے۔ اس کی روک تھام کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو یہ مناسب نہیں کہ ہر مرنے والے کے بارے میں اس کے قطعی طور پر جنتی ہونے کی شہادت دیں۔ ہاں وہ کہیں جو میں کہتا ہوں۔ کہ اس کے لئے خیر کی امید ہے۔ اور یہ بات صرف عوام کے لئے ہے۔ رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ جس کے بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ انھیں سب کا ظاہری و باطنی حال معلوم ہے اور اس کا انجام بھی۔ جیسا کہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ خبر دی کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کیلئے

طَارَ لَهُمْ سَهْمُهُ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ

قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون ان کے حصے میں آئے اور وہ ہمارے یہاں رہنے لگے۔ پھر بیمار پڑ گئے ہم نے

قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ فَسَكَنَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ حَتّٰى

ان کی تیمار داری کی۔ جب ان کی وفات ہو گئی۔ اور ہم نے

إِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ان کو ان کے کپڑے میں کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے

کے بارے میں بخاری[۱] ہی میں ہے۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ میں کیا کروں گی حضور ملاحظہ فرمائیں گے۔ ارشاد فرمایا۔ تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس کے بعد حدیث آرہی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کے لئے فرمایا جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے کہ جبتک تم نے ان کو اٹھایا نہیں تھا فرشتے اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے رہے، بلکہ تمام شرکا بدر کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل نے ان کی جانب خصوصی توجہ فرما کے ارشاد فرمایا ہے تمہارا جو جی چاہے کرو میں نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے یا یہ فرمایا کہ میں نے تم کو بخش دیا[۲] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام العلاء نے یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور کی تھی۔ یہ مناسب نہ تھا اس لئے تنبیہ فرمائی۔

مايفعل به شہادات کی روایت میں مایفعل بہ ہے۔ الرویا کی روایت میں، مایفعل بی ولا بکم۔ اور جنائز کی روایت میں مایفعل بی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اس کے باوجود کہ میں رسول اللہ ہوں۔ یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ عام شراح نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بھی اور صحابہ کرام کا بھی انجام سورہ فتح میں بتا دیا گیا جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حدیبیہ سے لوٹتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے ان سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو اللہ عزوجل نے آپ کو بتا دیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ـــ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ تک۔ اللہ عزوجل نے آپ کو اس لئے فتح مبین عطا فرمائی کہ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اس توجیہ پر حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ، تیسیر القاری[۳] میں فرماتے ہیں۔ پوشیدہ

۱؎ اول الجہاد باب من اتاہ سہم غرب ص ۳۹۴ ثانی المغازی باب فضل من شہد بدراً ص ۵۶۸ ۲؎ بخاری۔ مغازی۔ باب فضل من شہد بدراً ص ۵۶۷ ۳؎ ۱۵۳ اول ص ۴۱۶۔

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ

تو میں نے کہا اے ابوالسائب تم پر اللہ کی رحمت ہو آپ کے بارے میں میری گواہی یہ ہے کہ ضرور

اَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيكِ

اللہ نے آپ کو عزت دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا

اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ فَقُلْتُ لَا اَدْرِي بِاَبِي وَاُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ

کہ اللہ نے اسے عزت دی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِينُ

میں نہیں جانتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم عثمان کو موت آگئی اور

وَاِنِّي لَاَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِي وَاَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ قَالَتْ

میں اس کے لئے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ انکے ساتھ کیا کیا جائے گا

نہ رہے کہ یہ توجیہہ مسلمانوں کا عقیدہ تمند دل قبول نہیں کریگا کہ سورہ فتح کے نازل ہونے تک ان اکرام روزافزوں اور ترقیات بے نہایت کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عاقبت کے بالخیر ہونے میں متردد تھے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ مولیٰ عزوجل حضرت شیخ نورالحق قدس سرہ کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیطرف سے جزا خیر دے۔ اس توجیہہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ابتدار اسلام ہی میں سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں صاف صاف ارشاد ہے:۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

بلا شبہہ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور بہت جلد آپ کو آپ کا پروردگار اتنا دیگا کہ آپ خوش ہوجائیں گے۔

مکہ معظمہ ہی میں سورہ بنی اسرائیل نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ مکہ معظمہ ہی میں سورہ کوثر نازل ہوئی جسمیں فرمایا:۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمادیا۔ اب اس کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہجرت کے بعد دو سال تک حضور کو اپنے انجام کے بالخیر ہونے میں تردد تھا۔ صحیح توجیہہ یہ ہے۔

صحیح توجیہہ | مایفعل بی کی روایت صحیح نہیں۔ داودی نے کہا کہ یہ وہم ہے۔ صحیح مایفعل بہ ہے۔ خود امام بخاری نے اسکے بعد دوسری تعلیق ذکر فرمائی۔ وقال نافع بن زید عن عقیل مایفعل بہ۔ اس سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ لیث سے محفوظ یہی ہے۔ اور یہی درست ہے۔ مایفعل بی۔ درست نہیں۔ جیساکہ علامہ عینی علامہ ابن حجر عسقلانی علامہ احمد خطیب قسطلانی نے تصریح فرمائی ہے۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر[1] میں لکھتے ہیں۔ ہر نبی کو اس کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اور نبی ہونے کیوجہ سے گناہوں سے معصوم ہے۔ پھر اس کی کیا گنجائش کہ وہ اپنی عاقبت کے بارے میں متردد ہو۔ نیز اللہ عزوجل نے اولیا امت کے بارے میں فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر ثابت قدم رہے نہ انپر خوف ہے

[1] تفسیر سورہ احقاف جلد ۲۸ ص ۸

فَوَاللّٰہِ لَا اُزَکِّی بَعْدَہٗ اَبَدًا فَاَحْزَنَنِیْ ذٰلِكَ قَالَتْ فَنِمْتُ فَاُرِیْتُ
ام العلاء نے کہا اللہ کی قسم اب میں کسی کی صفائی نہیں بیان کروں گی اس نے مجھکو غمگین کردیا۔
لِعُثْمَانَ عَیْنًا تَجْرِیْ فَجِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
ام العلاء نے کہا پھر میں سوئی تو مجھے عثمان کے لئے ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہتا ہے اب میں رسول اللہ
فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُہٗ ع۵
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور خواب بیان کیا تو فرمایا یہ اس کا عمل ہے۔

وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط (احقاف ۱۲-۱۳) — نہ ان کو غم ہے۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

انبیاء کرام اولیاء امت سے بدرجہا افضل ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رئیس الاتقیا قدوۃ الانبیاء والاولیاء ہیں اپنی عاقبت کے بارے میں مطمئن نہ ہوں یہ کسی عقلمند کو باور ہو سکتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا:

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ (انعام ۱۲۴) — اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت رکھے۔

اس سے بارگاہ الوہیت میں انتہائی قرب اور اعلیٰ کمالات پر فائز ہونا مراد ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک نبی اپنے بارے میں یہ بھی نہ جانے کہ وہ مغفور ہے یا معذب، اس لئے یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا انجام نہ معلوم تھا۔ سخت جرأت اور بے باکی ہے۔

توضیح مزید اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب مالیفعل بہ کی روایت صحیح ہے تو آنا تو لازم آتا ہے کہ اسوقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون کے انجام سے واقف نہ تھے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اس کو صحیح ماننے کی صورت میں قرآن مجید کی نص صریح سے تعارض لازم آتا نیز خود اسی حدیث میں بھی۔ ابھی سورہ احقاف کی آیت گزری۔ کہ فرمایا۔ جن لوگوں نے یہ کہا، اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ نہ انھیں کوئی خوف ہے نہ غم۔ یہ لوگ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی مضمون سورہ حم السجدہ کی تیسویں آیت میں بھی ہے۔ سورہ احقاف اور حم السجدہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ ان سے ثابت کہ مکہ معظمہ ہی میں ہر مومن مخلص کے لئے بتایا جا چکا تھا کہ وہ یقینا جنتی ہے۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان واخلاص اور استقامت ہر شبہے سے بالا تر ہے، یہ ان سابقین اولین میں سے ہیں جو تیرہ حضرات کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ حبشہ کی بھی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ کی بھی اور اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلیں۔ ایک بار لبید مشہور شاعر نے حرم میں یہ شعر پڑھا۔

ع۵ الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات ص ۳۶۹ الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۷، باب مقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ ص ۵۵۹ ثانی الرویا باب العین الجاریۃ فی المنام ص ۱۰۳۹، مسند امام احمد جلد ۶ سادس ص ۴۳۶ نسائی الرویا۔

الاکل شی ما خلا اللہ باطل ۔ سنو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ حضرت عثمان نے خوش ہو کر داد دی۔ مگر جب اس نے دوسرا مصرع پڑھا۔ کل نعیم لا محالۃ زائل۔ ہر نعمت یقیناً زائل ہے۔ تو ضبط نہ ہو سکا، فرمایا تم جھوٹے ہو، جنت کی نعمت کبھی زائل نہ ہو گی۔ پورے مجمع میں آگ لگ گئی۔ لوگوں نے لبید سے اس شعر کو دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی لبید نے دوبارہ پڑھا تو پھر حضرت عثمان نے پہلے مصرعہ کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب، اب ولید بن مغیرہ کے اشتعال دلانے پر ایک شخص نے اس زور سے انھیں تھپڑ مارا کہ ایک آنکھ زرد پڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے اس پر ملامت کی تو فرمایا میری، دوسری آنکھ بھی اس کی متمنی ہے[۱]۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ اور تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے اصحاب بدر سے فرمادیا ہے، تم جو چاہو کرو جنت تمہارے لئے واجب ہے۔ پھر یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسوقت حضرت عثمان کے انجام سے واقف نہ تھے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر اسی حدیث میں ہے فرمایا۔ وانی لارجولہ الخیر میں بلاشبہہ یقینی طور پر اس کے لئے خیر کی امید رکھتا ہوں۔ اور یہ طے ہے کہ اللہ اور رسول کے ارشادات میں۔ ترجی۔ بھی تحقیق۔ کے لئے ہے۔ تو اب یہ ترجی بھی تحقیق ہوئی۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا۔ یقیناً بلاشبہہ ضرور ان کے لئے خیر ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا انجام نہیں جانتے تھے، تو خود اس حدیث ہی میں تعارض ہوا۔ اب صلاء عام ہے آئیں اور ان دونوں تعارض کو وہ بدعقیدہ لوگ دور کریں جو کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنا انجام جانتے تھے نہ کسی اور کا اقول وباللہ التوفیق۔ درایت کے ایک معنی یہ آتے ہیں۔ قرائن وعلامات وغیرہ دیکھکر کوئی حکم لگانا۔ قاموس میں ہے۔ دریتہ علمتہ ای بضرب من الحیلہ ۔ کسی حیلے سے میں نے اس کو جانا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان کے ظاہری حالات دیکھکر وہ کہا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس سے منع فرمایا اور مزید تاکید کے لئے فرمادیا کہ ان کے ظاہر حالات سے اندازہ کر کے میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا انجام کیا ہوگا ہاں بحیثیت رسول اپنی غیب دان قوت سے مجھے معلوم ہے کہ ان کا انجام بلاشبہہ یقیناً بخیر ہے۔ اس میں حکمت وہ تھی جو شروع تشریحات میں ہم بتا آئے۔ کہ مدینہ طیبہ میں منافقین بھی تھے جو کلمۂ شہادت بھی پڑھتے نمازیں بھی پڑھتے روزے رکھتے جہاد میں شریک ہوتے۔ اگر ظاہر حالت دیکھکر ہر کس وناکس کو اس کی اجازت دیدی جاتی کہ وہ یہ فیصلہ دیدے کہ یہ جنتی اور مرحوم ومغفور بخشا بخشایا ہوا ہے۔ تو منافقین کے بارے میں بھی لوگ ایسا ہی کہنے لگتے۔ اس کی پیش بندی کے لئے اس سے منع کر دیا گیا کہ عوام کو یہ جائز نہیں کہ کسی کے ظاہر حال کی بنا پر اس کے جنتی ہونے کا حکم لگائیں۔ یہ بات ایسی ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے بغیر نہیں جانی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک وریدہ دہنی کا رد تقویۃ الایمان[۲] میں، اسماعیل دہلوی صاحب نے اسی حدیث کے تحت لکھا۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا نہ دوسرے کا۔

مسلمان ظلم ملاحظہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکمال کو گھٹانے اور تحقیر کی نیت سے اس حصے

---

[۱] اسد الغابہ جلد ثالث ص ۳۸۵،۶ ۔ [۲] تقویۃ الایمان ص ۲۲

کو بھی دلیل بنایا جسے علماء نے لکھا ہے کہ یہ محفوظ نہیں۔ درست نہیں۔ یہ وہم ہے۔ پھر سارے علماء متفق ہیں کہ یہ ارشاد ابتدا کا ہے۔ بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے بھی انجام بخیر ہونے اور صحابہ کرام کے انجام بخیر ہونے کو بتا دیا گیا مگر سب کے علی الرغم یہ وہی گا رہا ہے۔ اگر تقویۃ الایمان کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو ان تمام احادیث و آیات کا انکار لازم آئے گا جن میں فرمایا گیا کہ اللہ نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ آپ کے غلاموں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ انھیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ زمین کا وارث بنائے گا۔ اور فرمایا میری امت ایران، شام، فلسطین فتح کرے گی۔ مجھے زمین کے تمام مشارق و مغارب دکھائے گئے۔ میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک مجھے دکھایا گیا ہے۔ میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سب سے پہلے میں جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ ستر ہزار میرے امتی ہوں گے تقویۃ الایمان کے مصنف کو احادیث کے دفتر میں صرف یہی حدیث نظر آئی اور یہ کثیر در کثیر آیات و احادیث نظر نہ آئیں۔ بات یہی ہے کہ تقویۃ الایمان، محبوبان بارگاہ کی عظمت و منزلت گھٹانے کی نیت سے لکھی گئی ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ اپنے امام کی پوری بات لکھ سکیں۔ بمجبوری یہ لکھنا پڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تو جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، مگر اجمالی طور پر جانتے تھے۔ تفصیل معلوم نہ تھی، اس لئے حضور کو سکون نصیب نہ ہوا ہمیشہ مضطرب غمگین آخرت کے معاملے میں متفکر غمزدہ رہتے تھے [۱]

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بات اس شخص کی ہے جسے اس کے نیازمند چودھویں صدی کا سب سے بڑا محدث مفسر مانتے ہیں۔ اسے شارحین حدیث کے ارشادات نظر نہ آئے تو کم شکایت کی بات ہے۔ اسے سورہ کوثر، سورہ والضحیٰ، سورہ فتح بھی نظر نہ آئی، احادیث کے وہ ارشادات نہیں دکھائی دیئے کہ فرمایا۔ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر و بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی۔ اول شافع واول مشفع یوم القیمۃ ولا فخر وانا اول من یحرك حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فید خلنیھا ومعی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر [۲]۔ اور فرمایا۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا۔ وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا أیسوا والکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون او لؤلؤ منثور [۳]۔ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہونگا اور یہ فخر نہیں۔ اور لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور یہ فخر نہیں آدم اور تمام انبیاء میرے لواء کے نیچے ہوں گے اور یہ فخر نہیں۔ میں پہلا شفاعت کرنیوالا ہونگا۔ پہلا وہ شخص ہونگا جسکی شفاعت قبول ہوگی۔ اور یہ فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہونگا جو جنت کی زنجیر ہلاؤنگا۔ تو میرے لئے جنت کھولی جائے گی تو میں اسمیں داخل ہونگا۔ اور میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے۔ اور یہ فخر نہیں۔ اور میں اللہ کے حضور سب اولین آخرین سے زیادہ معزز ہوں۔ اور یہ فخر نہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں اٹھونگا۔ اور جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو میں انکا قائد ہونگا

---

[۱] فیض الباری ثانی ص ۴۴۵ [۲] مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی و دارمی [۳] ایضاً۔

۷۳۵ حدیث سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِیْ جَعَلْتُ
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب (غزوۂ احد میں)
اَکْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْہِہٖ اَبْکِیْ وَیَنْہَوْنِیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
میرے والد شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر روتا تھا۔ اور لوگ مجھے منع کرتے تھے
لَا یَنْہَانِیْ فَجَعَلَتْ عَمَّتِیْ فَاطِمَۃُ تَبْکِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہیں فرماتے تھے۔ پھر میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ

اور جب سب چپ ہوں گے تو میں ان کا ترجمان ہونگا اور جب سب روکے جائیں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا۔ اور جب سب مایوس ہوں گے تو میں انھیں بشارت دونگا۔ عزت اور سب کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اپنے رب کے حضور تمام اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں۔ میرے ارد گرد ہزار خادم ہوں گے۔ گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی، ایمان ہوگا وہ کبھی یہ کہہ سکتا ہے کہ جس ذات گرامی صفات کے یہ ارشادات ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں متفکر غمزدہ اور بے قرار ہوگا۔ مگر وہابیت کے زہر سے اللہ بچائے۔

ایمان کی بات تو وہ ہے جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی[۵] نے فرمائی ہے۔

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نائب مالک یوم الدین ست روز روز اوست وحکم حکم اوست بحکم رب العالمین۔	اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک یوم الدین کے نائب ہیں، دن انکا دن ہے اور حکم انکا حکم ہے۔ رب العالمین کے حکم سے۔

۷۳۵ تشریحات حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ مشرکین نے ان کی ناک اور کان کاٹ کر صورت بگاڑ دی تھی۔ یہ غزوہ ۳ھ شوال میں ہوا تھا۔ تاریخ کے بارے میں شدید اختلاف ہے ۱۱، ۱۷، ۱۸، ۱۹، امام مالک نے فرمایا کہ نصف شوال میں۔ انھیں کا ایک قول ہے کہ ہجرت کے اکتیس مہینے کی ابتداء میں اس کا حاصل بھی ۳ھ کے شوال کا قریب قریب نصف ہے۔ البتہ اتنا طے ہے کہ بدھ کے دن قریش نے احد کے مقابل عینین کے دامن میں پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ جمعے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے تھے۔ سنیچر کو معرکہ ہوا تھا۔

کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ میرے والد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور حضور کے سامنے رکھا گیا، ان کی صورت بگاڑ دی گئی تھی۔ میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو میری قوم نے مجھے منع کیا کہ میں نے ایک عورت کی چیخ سنی، تو کہا گیا کہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے۔ عمرو حضرت جابر کے دادا کا نام تھا۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضرت جابر کی پھوپھی تھیں۔ یا ان کے والد کی۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت جابر کی پھوپھی ان کے والد کی حقیقی بہن تھیں۔ رودیا مت روؤ یہ شک راوی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ رونے یا نہ رونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

۵ مدارج النبوۃ منقول از الامن والعلی ص ۹۲

وَسَلَّمَ تَبْكِينَ اَوْلَا تَبْكِيْنَ فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ[عہ]

علیہ وسلم نے فرمایا، رو ؤ یا مت روؤ- فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کئے رہے یہاں تک کہ تم نے انھیں اٹھا لیا۔

حدیث ۳۶ ۷

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ اِلَی

علیہ وسلم نے نجاشی کے مرنے کی اسی دن خبر دی جس دن وہ فوت ہوئے اور عید گاہ

انھیں یہ اعزاز بہر حال ملا ہے کہ فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے ہوئے رہے۔

تشریحات ۳۶ ۷ باب الصفوف علی الجنازۃ[۱]۔ میں ہے کہ حضور آگے بڑھے اور لوگوں نے حضور کے پیچھے صف لگائی۔ اور کتاب المناقب میں ہے کہ نجاشی صاحب حبشہ مرگیا۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ انکا نام اَصْحَمَہ تھا[۲]۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کا نام صحمہ مذکور ہے۔ نجاشی۔ نون کے فتح اور کسرے سے دونوں کے ساتھ ہے۔ حبشہ کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ طبقات[۳] ابن سعد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی کے بعد محرم ۶ھ میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست دعوت اسلام کا والا نامہ بھیجا تھا۔ والا نامہ جب پہنچا تو اس نے اسے لیا آنکھوں سے لگایا اور اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھا۔ اور جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ اور غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ھ کے رجب میں وفات پائی۔ مسلم[۴] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت بطریق یوسف بن حماد المعنی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ جس نجاشی کو مفاوضہ عالیہ ارسال فرمایا تھا یہ وہ نہیں جس پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ شاید یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ **اقول۔** ہو سکتا ہے مفاوضہ عالیہ جنھیں مضافرمایا تھا ان کا وصال ہوگیا ہو۔ اور جو ان کے جانشین ہوئے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

الی المصلی ابن ماجہ میں بطریق عبد الاعلی عن معمر، یہ ہے کہ بقیع میں نماز پڑھی۔ علامہ ابن حجر نے یہ توجیہ کی کہ ابن ماجہ میں بقیع سے۔ بقیع بطحان مراد ہے جہاں عید گاہ تھی، بقیع غرقد نہیں۔ اس لئے کہ بقیع کے معنی میدان کے ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ بقیع میں کوئی جگہ نماز جنازہ کے لئے متعین ہو۔ وہ مراد ہو۔ اب مصلی اپنے لغوی معنی پر ہوگا۔ عید گاہ کے معنی میں نہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کے مرنے کا اعلان کرنا مستحسن ہے۔ جبکہ مقصود یہ ہو کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جنازے اور دفن میں شریک ہوں۔ میت کے لئے دعائے خیر اور استغفار کریں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے۔ خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی کے

عہ باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۶ باب ص ۱۷۲ الجہاد باب فضل قول اللہ ولا تحسبن الذین قتلوا الایۃ ص ۳۹۵۔ ثانی۔ المغازی۔ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴ مسلم۔ الفضائل۔ نسائی۔ جنائز مناقب۔

[۱] بخاری الجنائز باب الصفوف علی الجنازۃ ص ۱۷۶ [۲] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۹ [۳] ثانی الجہاد باب کتب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ملوک الکفار ص ۹۹۔

اَلْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔ عہ

تشریف لے گئے اور صحابہ کی صف لگائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

موت کی خبر مسجد میں دی۔ مگر وہاں نماز نہ پڑھی۔ عیدگاہ میں جاکر پڑھی۔ نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مسجد میں میت پر نماز پڑھی اس کیلئے کچھ نہیں۔ ابوداؤد[۱] میں۔ فلاشئی لہ ہے۔ ابن ماجہ[۲] میں۔ فلیس لہ شئی۔ ہے۔ مصنف[۳] ابن ابی شیبہ میں ہے۔ فلا صلوٰۃ لہ۔ اس حدیث پر جو جرحیں کی گئی ہیں۔ ان کے تحقیقی جواب علامہ عینی نے دئیے ہیں۔ نماز جنازہ صف لگاکر پڑھی جائے۔ ترمذی میں مالک[۴] بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر تین صفوں نے نماز پڑھی اس کے لئے واجب ہے یعنی جنت یا مغفرت۔ نسائی[۵] میں ابوالملیح نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر ایک امت نماز پڑھے گی اس میت کی شفاعت کرادے گی۔ لوگوں نے ابوالملیح سے پوچھا، امت کتنی ہوتی ہے تو بتایا کہ چالیس آدمی۔ اسی[۶] میں ام المومنین حضرت صدیقہ سے مروی ہے کہ امت سے مراد سو آدمی ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ امام شافعی امام احمد بن حنبل نے اس سے اور اس کے بعد آنے والی حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ صحیح ہے۔ مگر امام نووی نے فرمایا کہ اگر میت اسی شہر میں ہو تو جائز نہیں۔ امام رافعی نے فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ میت اور نمازیوں کے درمیان دو سو سے تین سو ہاتھ کا فاصلہ نہ ہو۔

ہمارے یہاں نماز غائبانہ جائز نہیں۔ نماز جنازہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت کا کل یا اکثر جسم سر کے ساتھ نمازی کے سامنے موجود ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی کمال رحمت و شفقت وعنایت کی بنا پر مسلمانوں کے نماز جنازہ میں شرکت کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ اگر رات میں یا دوپہر میں کوئی مرتا، اس خیال سے کہ رات کی تاریکی اور دھوپ کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ آرام میں خلل ہوگا، صحابہ کرام اطلاع نہ دیتے۔ اور دفن کر دیتے تو فرماتے۔ ایسا نہ کرو اپنے جنازے کیلئے مجھے[۷] بلالیا کرو۔ میری نماز مردے کے لئے رحمت[۸] ہے۔ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہیں۔ میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں[۹]۔ اس کے باوجود زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دوسری جگہوں میں وفات پائی۔ شہید ہوئے۔ مگر کسی حدیث میں وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ کیا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کے محتاج نہ تھے۔ کیا ان پر رحمت عالم کی شفقت نہ تھی۔ کیا ان کی قبور اپنی نماز سے پرنور فرمانا نہ چاہتے تھے کیا جو مدینہ طیبہ میں فوت ہوتے انھیں کی قبریں اس مبارک روشنی کی محتاج تھیں اور وہی لوگ قابل شفقت تھے اور جگہ فوت ہونے والے نہیں۔ مقتضی ہوتے ہوئے کوئی فعل نہ کرنا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ مشروع نہیں۔ یہی وجہ ہے مدینہ طیبہ

[۱] ثانی الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص ۹۸ [۲] الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص ۱۱۰، [۳] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۰ [۴] اول الجنائز باب کیف الصلوٰۃ علی المیت والشفاعۃ لہ ص ۱۲۲ [۵] اول الجنائز باب فضل من صلی علیہ ص ۲۸۲ [۶] ایضا [۷] بخاری اول الجنائز باب الاذن بالجنائز ص ۱۶۷ ابن ماجہ الجنائز باب فی الصلوٰۃ علی القبر ص ۱۱۱ [۸] ابن ماجہ ایضا [۹] فتاویٰ رضویہ جلد چہارم بحوالہ ابن حبان ص ۶۹۔

عہ باب الرجل ینعی الی اھل المیت بنفسہ ص ۱۶۷ باب الصفوف علی الجنازۃ ص ۱۷۶ باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ بالمصلی والمسجد ص ۱۷۷ باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص ۱۷۸۔ المناقب باب موت النجاشی ص ۵۴۸ مسلم الجنائز ابی داؤد الجنائز ترمذی جنائز نسائی الجنائز ابن ماجہ

کے علاوہ دوسری جگہوں کے مسلمانوں نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ وصال کے وقت پورا عرب مسلمان تھا۔ مگر کسی نے حضور کی نماز غائبانہ نہ پڑھی۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی۔ کون امتی ہوگا۔ کہ وہ اس کی تمنا نہ رکھتا ہوگا کہ خاتم الانبیا رحمت ہر دوسرا کی نماز جنازہ پڑھ کر سعادت حاصل کرے۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ مشروع ہوتی تو کیا صحابہ کرام باز رہتے۔ خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں ہزارہا ہزار صحابہ تابعین جہادوں میں شہید ہوئے۔ کیا کہیں مروی ہے کہ خلفائے راشدین نے کبھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔ اگر مشروع ہوتی تو کیوں نہیں پڑھتے۔

مخالف کے استدلال کا جواب

صرف تین واقعے ایسے ہیں جن سے غائبانہ نماز جنازہ کے مشروع ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ایک یہی حضرت اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کا۔ دوسرے حضرت معٰویہ بن معاویہ لیثی کا۔ تیسرے غزوہ موتہ کے امراء کا۔ یہ تینوں بظاہر غائبانہ نماز تھی مگر حقیقت میں تینوں کے واقعے میں جنازے روئے انور کے سامنے تھے۔

حضرت نجاشی کے جنازے کے بارے میں صحیح ابن حبان میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے۔

فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا۔ ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے ہے۔

پھر یہ کہ حضرت نجاشی کے نماز جنازہ پڑھنے میں مصالح تھے وہ حبشہ میں فوت ہوئے۔ وہاں ان کی نماز جنازہ نہ ہوئی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دور افتادہ غلام پر نماز جنازہ پڑھی نیز کچھ لوگوں کو ان کے مسلمان ہونے میں شک تھا۔ اعلان عام کے ساتھ عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھ کر یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مومن مخلص تھے۔

بھوپالی صاحب پر تعقب

شوہر ریاست بھوپال بہر بھوپالی رئیس نے عون الباری میں اس حدیث کے تحت لکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے۔ اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رو ہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ تعقب فرمایا۔ یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشے میں تھا۔ اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے۔ اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے۔ تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا۔ ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے۔ جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا۔ دوسرا جہل۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی۔ رواہ الطبرانی عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوسرا واقعہ

حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا ایک راوی نوح بن عمرو سکسکی ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا۔ ایک سخت ضعیف شخص اسے حضرت انس سے روایت کرتا تھا

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۲

اس نے اسے بقیہ بن ولید کے سر باندھا۔ یہ حدیث طبقات ابن سعد میں حضرت انس سے دو اور طریقوں سے مروی ہے۔ ایک میں محبوب بن ہلال مزنی اور دوسرے میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔ یہ دونوں ضعیف ناقابل احتجاج ہیں علاء کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث اسی کی گڑھی ہوئی ہے، اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا۔ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ در بارۂ احکام اصلا حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی صاحب معاویہ بن معاویہ نام کے معلوم نہیں[۵]۔ ابن حبان نے بھی کہا کہ اس نام کے صحابہ میں کوئی صاحب مجھے یاد نہیں۔

ثانیاً فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے بعض طرق سے ضعیف نہ رہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اختیار فرمایا۔ یا بفرض غلط، صحیح لذاتہ سہی۔ پھر بھی نہ ہمیں مضر نہ مخالف کو مفید۔ خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظر انور کے سامنے کر دیا گیا۔ تو یہ نماز حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ طبرانی کی حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جبرئیل نے عرض کیا۔ کیا حضور یہ پسند کرتے ہیں کہ میں حضور کے لئے زمین لپیٹ دوں۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں فرمایا۔ ضرور۔ تو انھوں نے اپنے پر زمین پر مارے۔

فرفع له سريره فصلى عليه۔ وخلفه صفان من الملائكة كل صف سبعون الفا۔

اب تو معاویہ کی چارپائی حضور کے سامنے ہوگئی۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی اور پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں۔ ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یہ الفاظ ہیں۔ جبرئیل امین نے اپنا داہنا بازو پہاڑوں پر رکھا۔ وہ پست ہوگئے۔ اور بایاں بازو زمین پر رکھا وہ برابر ہوگئیں۔ یہاں تک کہ مدینہ ہمیں نظر آنے لگا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبرئیل اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی۔

حضرت انس کی حدیث کے الفاظ بطریق محبوب یہ ہیں۔ جبرئیل امین نے عرض کیا۔ کیا حضور ان پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ پس جبرئیل نے زمین پر اپنا پر مارا۔ کوئی درخت کوئی ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا ہو۔ اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے لایا گیا۔ یہاں تک کہ نظر انور کے سامنے ہوگیا۔ اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی۔ بطریق علا کے الفاظ یہ ہیں جبرئیل نے عرض کیا حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں فرمایا ضرور جبرئیل نے ایسا کیا تب حضور نے ان پر نماز پڑھی[۲]۔ دونوں احادیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ درست ہوتی تو پھر زمین لپیٹ کر جنازہ سامنے کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

واقعہ سوم امام واقدی نے مغازی میں، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی۔ جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دیئے۔ کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور نے فرمایا۔ زید بن حارثہ نے

---

۱ اصابہ جلد ثالث ص ۷۳۴ ۲ فتاوی رضویہ جلد چہارم رسالہ۔ الھادی الحاجب۔

علم اٹھایا۔ وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہوا۔ حضور نے اپنی صلاۃ اور دعا سے نوازا۔ اور صحابہ سے فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے علم لیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ انھیں بھی اپنی صلاۃ اور دعا سے نوازا۔ اور ارشاد فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا اور اسمیں اپنے پروں سے جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے۔ اس پر گذارش ہے۔ **اولاً** یہ دونوں طریقوں سے مرسل ہے۔ عاصم بن عمر، قتادہ بن نعمان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اوساط تابعین میں سے ہیں۔ اور عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار تابعین سے ہیں۔ حدیث مرسل شوافع اور غیر مقلدین کے یہاں ناقابل احتجاج۔ ثانیاً امام واقدی کو شوافع اور غیر مقلدین سخت مجروح اور ناقابل اعتبار مانتے۔ پھر ان کی روایت ان کے نزدیک قابل احتجاج کیسے ہوئی۔ تعجب ہے۔ یہاں اپنے اصول کو خیرباد کہدیا۔ ثالثاً عبداللہ بن ابی بکر کے تلمیذ، امام واقدی کے شیخ عبدالجبار بن عمارہ، مجہول ہیں۔ تو یہ مرسل نامعتضد ہوئی۔ رابعاً الفاظ حدیث یہ ہیں۔ **فصلی علیہ ودعا لہ** اس کی کیا دلیل کہ یہاں صلوۃ بمعنی نماز جنازہ متعین۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ صلاۃ بمعنی مطلق دعا ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ تعمیم بعد تخصیص نہیں۔ بلکہ حدیث کا سیاق اسی کی تائید کررہا ہے کہ کیونکہ مذکور رہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں حضرات کی شہادت کے وقت ممبر پر تشریف فرما تھے۔ کہیں مذکور نہیں کہ منبر سے اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ پھر صحابہ کرام سے نماز پڑھنے کو نہیں فرمایا۔ اور نہ کہیں مذکور کہ صحابہ نے نماز پڑھی۔ اگر یہ نماز جنازہ تھی تو صحابہ نے کیوں نہیں پڑھی۔ بلکہ نماز غائبانہ جائز ماننے والوں کے طور پر یہاں صلاۃ بمعنی دعا متعین کیونکہ وہ شہداء پر نماز غائب نہیں مانتے۔ جیسے شہداء احد پر وارد صلاۃ کو بمعنی دعا۔ امام نووی، علامہ قسطلانی، علامہ سیوطی قدس اللہ اسرارہم مانتے ہیں۔ حالانکہ **فصلی علی احد صلاتہ علی المیت**[1]۔ مذکور ہے۔

شوکانی صاحب پر رد وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد جیسے شوکانی صاحب، نیل الاوطار، یہاں اپنی شان اجتہاد دکھانے کو یوں گلفشانی کرتے ہیں کہ صلوۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے۔ اور حقیقت سے بلا دلیل عدول جائز نہیں۔ سبحان اللہ۔ دعوی اجتہاد اور اتنی بھی خبر نہیں کہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ۔ حقیقت شرعیہ ہے نہ بمعنی نماز جنازہ نماز جنازہ میں رکوع سجود، قعود بالاجماع نہیں۔ اور قرأت ہمارے یہاں نہیں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ نماز جنازہ صلوۃ مطلقاً نہیں۔ اور تحقیق یہ کہ دعاء مطلق اور صلوۃ مطلقہ کے درمیان برزخ ہے۔ اسی لئے علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا کہ نماز جنازہ پر صلاۃ کا اطلاق مجازا ہے۔

اس کی مکمل محقق بحث دیکھنی ہو تو اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ الہادی الحاجب عن صلوۃ الجنازۃ علی الغائب کا مطالعہ کریں۔ ہم نے اسی کی چند سطروں کا اقتباس درج کر دیا ہے جو بحمدہ تبارک وتعالیٰ کافی شافی ہے۔

تکبیرات اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اخیر میں اسی پر عمل درآمد برقرار رہا۔ نماز جنازہ میں دیگر نمازوں کی طرح ہمارے یہاں دو سلام ہے۔ مگر جمہور کے یہاں ایک۔ اس حدیث میں سلام مذکور

---

[1] ابوداؤد ثانی الجنائز باب الصلوۃ علی القبر بعد حین ص ۱۰۳ ،

حدیث ۷۳۶ — عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا
خبر دی کہ علم زید نے لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے
عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَاِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نہیں، مگر سعید بن مسیب کی حدیث جو ابن جبیب عن مطرف عن مالک مروی ہے۔ اس میں ہے۔

تشریحات ۷۳۶ مناقب مغازی کی روایت میں ابتدائی کلمات یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید، جعفر عبداللہ بن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کے بارے میں بتا دیا کہ یہ لوگ شہید کر دیئے گئے۔ اخیر میں ہے کہ پھر علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا۔ اللہ نے اس کے ہاتھ فتح عطا فرمائی۔ الجہاد میں، درمیان میں ہے مجھے یاد ہے یہ فرمایا کہ انھیں ہمارے پاس رہنے میں خوشی نہیں۔ یعنی شہادت کے بعد انھیں جو اعزاز و اکرام ملا ہے اس کے بعد بہ نسبت یہاں کے وہیں خوش ہیں۔

غزوہ موتہ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلے پر بلقا کے ادھر موتہ نامی ایک مقام ہے۔ یہاں یہ جنگ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم یا قیصر کے پاس ایک مفاوضہ عالیہ ارسال فرمایا تھا۔ انھیں شرحبیل بن عمرو نے شہید کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ عربی نژاد تھا مگر قیصر کے ماتحت اس علاقے کا حکمراں تھا۔ اس دور میں بھی قاصدوں کا قتل کرنا بہت بڑا جرم تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرحبیل بن عمرو کی تادیب کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تین ہزار کی فوج ترتیب دیکر بھیجا، ہدایت فرمادی اگر زید شہید ہو جائیں تو علم جعفر بن ابی طالب لیلیں اور وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لے لیں۔ اسے ایک یہودی نے سنا تو کہا۔ اگر یہ نبی ہیں تو تم تینوں اس جنگ میں مارے جاؤ گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم نے جعفر بن ابی طالب کو شہیدوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے اور تیر کے نوے زخم تھے سب سامنے تھے پیچھے ایک بھی نہ تھا۔ جب داہنا ہاتھ کٹا تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی کٹ گیا تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھ سے علم تھاما۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں ایک یمنی تلوار رہ گئی۔

زید بن حارثہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے آزاد کردہ غلام تھے حضور نے ان کو اپنا متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اور انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ جب آیہ کریمہ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ۝ نازل ہوئی۔ تو بند ہوا۔ ان کے والد انھیں لینے کے لئے آئے۔ مگر حضور کو چھوڑ کر نہیں گئے۔ یہ حضور

وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ ع۵

کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے (اور فرمایا) پھر علم خالد بن ولید نے بغیر حکم کے لیا۔ انہیں فتح نصیب ہوئی۔

۷۳۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک صاحب وفات کر گئے۔

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے وہ رات میں فوت ہو گئے

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ اپنی پھوپھی کی صاحبزادی حضرت زینب سے پہلے ان کا نکاح کیا تھا۔ صحابہ کرام میں یہ فخر صرف انھیں کو حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان کا نام مذکور ہے۔ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا۔

جعفر بن ابی طالب یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی وہاں امیر المہاجرین رہے۔ پھر غزوہ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یہ قبیلہ خزرج کے ممتاز فرد اور لیلۃ العقبہ کے نقبا میں تھے۔ بہت خوش گو شاعر بھی تھے۔

اللهم لولا انت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ انھیں کا ہے

حضرت خالد بن ولید دنیا کے مانے ہوئے سپہ سالار جنھوں نے کسی معرکے میں کبھی شکست نہیں کھائی جنھیں خود رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیف اللہ فرمایا۔ جنکی شمشیر خارا شگاف نے روم جیسی عظیم طاقت کے پرزے اڑا دیئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ مسلمانوں کا اجتماعی یا انفرادی نقصان ہو رہا ہے اور اس میں صلاحیت ہے کہ وہ انکا کام سرانجام دے تو توقع نقصان نہ ہوگا تو اسے از خود بغیر کسی کی دعوت و سپردگی کے وہ کام انجام دینا چاہئے۔ بلکہ یہ ایک حد تک واجب ہے۔ یہ حدیث بخاری میں مختصر ہے۔ کتب سیر میں مفصل ہے۔ اسی سے شوافع اور آجکل کے غیر مقلدین غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر دلیل لاتے ہیں۔ اس کا جواب پہلے گزر چکا۔

۷۳۸ تشریحات علامہ عینی نے فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ یہ صاحب طلحہ بن براء بن عمیر بلوی انصار کرام کے حلیف تھے۔ جیسا کہ طبرانی نے حصین بن رحوح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ باب الرجل ینعی الی اہل المیت ص ۱۶۷ الجہاد باب من تامر فی الحرب من غیر امرۃ ص ۴۳۱ المناقب باب علامات النبوۃ ص ۵۱۲ باب خالد بن الولید ص ۵۳۱۔ ثانی المغازی۔ باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱ نسائی الجنائز۔

لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُونِي قَالُوا

اور لوگوں نے رات ہی میں دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو حضور کو باخبر کیا۔ فرمایا تمھیں کس چیز نے مجھے

كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ[۹]

بتانے سے روکا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ رات تھی اور اندھیرا تھا ہمنے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو مشقت میں ڈالیں تو حضور انکی قبر پر آئے اور نماز جنازہ

ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ مرنے والے ہیں۔ مجھے خبر کرنا اور جلدی کرنا۔ ابھی حضور بنی سالم بن عوف میں نہیں پہنچے ہوں گے کہ وہ وفات پا گئے۔ اور جب رات ہو گئی تو طلحہ نے اپنے گھر والوں سے کہدیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو دفن کر دینا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مت بلانا۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ حضور کو یہودیوں سے کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ تو تشریف لائے اور ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے بھی صف بندی کی۔ پھر حضور نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ وہ بھی ہنستا ہوا ہو اور تو بھی۔ یعنی تو اس سے خوش ہو۔ ابو داؤد[۱۰] میں بھی یہ حدیث اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں۔ انسان سے مراد یہی حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔

جب مردے کو نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ اور جہاں مذکور ہے اس سے مراد صلوٰۃ بمعنی دعا ہے۔ جیسا کہ ابھی طبرانی کی حدیث گذری جسمیں تشریح ہے کہ صف بندی بھی ہوئی مگر حضور نے نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ صرف دعا مانگی۔ طبرانی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد بھی قبر پر نماز پڑھنا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ دوسرے کو جائز نہیں۔ اور تخصیص کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا۔ یہ قبریں تاریکی سے پر رہتی ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔ جیسا کہ ابن حبان کی روایت گزر چکی۔ ظاہر ہے کہ اگر قبر پر نماز جائز ہوتی تو امت خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر اور صحابہ کرام اور اسلاف کے مزارات پر ضرور نماز پڑھتی۔ اس فضل سے کیوں محروم رہتی۔ ہاں اگر کسی کی نماز جنازہ نہ ہوئی ہو تو جب تک اس کا ظن غالب نہ ہو کہ میت پھول پھٹ گئی ہوگی پڑھ سکتے ہیں امام ابو یوسف نے تین دن تک اجازت دی ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ یہ میت اور موسم اور زمین کے لحاظ سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔

---

۹ باب الاذن بالجنازۃ ص ۱۶۷ باب ما قیل فی اولاد المسلمین ص ۱۸۴ مسلم الجنائز۔ ابوداؤد الجنائز۔ ترمذی الجنائز۔ نسائی الجنائز۔ ابن ماجہ الجنائز۔

۱۰ ثانی۔ الجنائز باب تعجیل الجنائز ص ۹۴

۷۳۹ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ یُّتَوَفّٰی لَہٗ ثَلٰثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمْ ع٥

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ اسے اپنی رحمت بے غایت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

تشریحات ۷۳۹ چھوٹے بچوں کی جدائی کا داغ ایسا ہے جس سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ یہ زخم ایسا سنگین ہے کہ زندگی بھر مندمل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سلسلے میں ۲۹ صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ ان سب کے مضمون متقارب ہیں۔ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہٗ نے ان سب احادیث کو بیان فرمایا ہے۔

امام بخاری نے یہاں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔ جو جلد اول ص۳۹۲ پر گزر چکی ہے۔ جس میں فرمایا کہ جس عورت کے تین بچے آگے چلے جائیں تو وہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ ایک بیوی نے عرض کیا اور دو یا رسول اللہ تو فرمایا اور دو بھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ زائد ہے۔ جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ ان دونوں حدیثوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حضرت ابو سعید کی حدیث میں مخاطب عورتیں ہیں جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ثواب انھیں کے لئے ہے۔ مگر اس تخصیص کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نے ختم کر دیا۔ کہ فرمایا۔ ما من الناس من مسلم کسی بھی مسلمان کے تین بچے۔ حضرت انس کی حدیث میں تین مذکور ہیں۔ مگر حضرت ابو سعید کی حدیث میں تین کی تحدید نہیں۔ دو کے لئے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابو سعید کی حدیث میں ولد مذکور ہے۔ جو بالغ اولاد کو بھی شامل ہے۔ اس تعمیم کو حضرت انس کی حدیث نے ختم کر دیا۔ کہ فرمایا۔ لم یبلغوا الحنث۔ جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ دو کی بھی تخصیص نہیں۔ ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تین نابالغ بچے کو آگے بھیجدے وہ اس کے لئے مضبوط قلعے ہونگے۔ اس پر حضرت ابوذر نے عرض کیا، میں دو بھیج چکا ہوں تو فرمایا، اور دو بھی۔ اب اُبَیّ بن کعب سید القراء نے عرض کیا میں ایک بھیج چکا ہوں تو فرمایا، ایک بھی۔[۱] اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس کے دو بچے پیشرو ہو چکے ہوں گے۔ وہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا، اور آپ کی امت میں سے جس کے ایک گیا ہو تو۔ فرمایا۔ اے خیر کی توفیق یافتہ جس کے ایک ہوں وہ بھی۔ پھر عرض کیا، اور جس کے ایک بھی نہ ہوں تو فرمایا۔ میں اپنی امت کا پیشرو ہوں

ع٥ باب فضل من مات لہ ولد ص ۱۶۷ نسائی الجنائز ابن ماجۃ الجنائز۔

[۱] اول الجنائز باب فی ثواب من قدم ولدا ص ۱۲۶ ابن ماجۃ الجنائز باب ما جاء فی ثواب من اصیب بولدہ ص ۱۱۶

حدیث ۴۰۷ — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی
حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَیَلِجَ النَّارَ اِلَّا
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی مسلمان کے تین بچے
تَحِلَّةَ الْقَسَمِ ۵
مریں اور وہ جہنم میں جائے۔ مگر قسم پوری ہونے کیلئے۔

اور محمد جیسا پیشرو ہرگز نہ پائیں گے[۱]

بلکہ ابن ماجہ میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ناتمام گرا ہوا بچہ اپنے نال سے اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائیگا، اگر وہ روکی گئی تو۔
نیز اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچے بچے کے ماں باپ اگر جہنم میں جائیں گے تو یہ اپنے رب سے جھگڑا کریگا تو اس سے کہا جائیگا، اے اپنے رب سے جھگڑنے والے کچے بچے اپنے والدین کو جنت میں داخل کر تو یہ اپنی نال سے انھیں گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا[۲]

تشریحات ۴۰۷ — حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث اور حضرت ابوسعید کی حدیث میں لم یبلغوا الحنث کی قید نہیں۔ اس لئے بعض علما رنے فرمایا کہ بالغ اولاد کو بھی شامل ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ جب دوسری احادیث میں یہ قید ہے تو وہ ضرور ملحوظ ہوگی۔ اس کے پہلی والی حدیث کے آخر اور کتاب العلم میں خود حضرت ابوہریرہ کا ارشاد مذکور ہے، لم یبلغوا الحنث۔ جو بچہ جنون کی حالت میں بالغ ہوا اور اسی حال میں مرگیا وہ بھی اس میں داخل ہے۔ رہ گئے پوتے اور نواسے، تو اس پر اتفاق ہے کہ نواسے اور نواسیاں داخل نہیں۔ اس لئے کہ ولد کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔ رہ گئے پوتے پوتیاں، تو ان میں کلام ہے۔ نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بطریق حفص بن عبید اللہ مروی ہے۔ اس میں یہ ہے:۔ من احتسب ثلثة من صلبه دخل الجنة۔ جو اپنی صلب کی تین اولاد کے مرنے پر ثواب کی امید رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسی طرح عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی حدیث میں ہے۔ من سلف بین یدیه ثلثة من صلبه فی الاسلام۔ جو اسلام میں تین اپنی صلب کی اولاد کو آگے بھیجدے۔ ان احادیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ پوتے پوتیاں ان میں داخل نہیں۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں اس تقدیر پر من صلبه کی قید اولاد بنات کے اخراج کے لئے ہوگی۔ بخاری کی حضرت انس والی حدیث نیز اور کثیر احادیث میں من مسلم فی الاسلام۔ مومن مومنه وغیرہ کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ ثواب صرف اس کے لئے ہے۔ جس کے اسلام کی حالت میں بچے

ع۵ باب فضل من مات له ولد فاحتسب ص ۱۶۷ مسلم ادب ابن ماجه الجنائز۔ [۱] اولی الجنائز باب فی ثواب من قدم ولدا ص ۱۲۶ [۲] الجنائز باب ما جاء فیمن اصیب بسقط ص ۱۱۶ [۳] اول الجنائز باب من احتسب ثلثة من صلبه [۴] عمدة القاری ثامن بحواله طبرانی ص ۲۸۔ ص ۲۶۴

۷۴۱ حدیث حَدَّثَنَا ثَابِتُ نِ الْبُنَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ

ثابت بنانی نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فوت ہوئے ہوں۔ اور اگر قبل اسلام ہوئے ہوں تو نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔ حتی کہ وہ کچا بچہ بھی۔ کفار کے بچوں کے بارے میں صحیح مذہب توقف ہے۔ جس کی بحث اپنے موقع پر آئے گی۔

تحلۃ القسم سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔

سورہ مریم (۷۱ - ۷۲)

اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر جہنم پر نہ ہو۔ یہ تمھارے رب پر (اس کی) لازم کردہ طے شدہ بات ہے۔ پھر (ہم) ڈرنے والوں کو ہم نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرتا ہوا چھوڑ دیں گے۔

تحلۃ القسم۔۔ قسم پوری ہونے سے مراد یہی ہے۔ یہاں حقیقی قسم مراد نہیں مگر جیسے قسم کھانے والا قسم کھا کر اپنے اوپر وہ بات لازم کر لیتا ہے جو اس پر لازم نہیں ہوتی۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہر شخص کو جہنم پر گزارے گا۔ حالانکہ اس پر کچھ لازم نہیں۔ اس لئے اسے "تحلۃ القسم" سے تعبیر کیا۔ یا تحلۃ القسم سے مراد تھوڑی دیر ہے۔ جتنی دیر میں قسم پوری ہوتی ہے۔ وہ محض ایک آن ہے۔ کسی نے قسم کھائی۔ میں آج فلاں کے گھر جاؤں گا تو جس آن گھر کے اندر داخل ہوا قسم پوری ہو گئی۔ اگرچہ گھر میں جاتے ہی فوراً واپس ہو جائے، چند سکنڈ بھی نہ ٹھہرے۔ مراد یہ ہے کہ ایک آن کے لئے۔ یہاں جہنم میں ورود سے کیا مراد ہے۔ اس میں صحیح اور راجح امام حسن بصری اور حضرت قتادہ کا قول ہے کہ پل صراط پر گزرنا مراد ہے۔ جس کی پوری تفصیل ۲۱۳ھ پر گزر چکی۔ اس کی دلیل حضرت عبدالرحمن بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جسے طبرانی[۱] نے کبیر میں روایت کیا کہ فرمایا کہ جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ جہنم میں ہرگز نہیں جائیگا مگر جیسے راہ چلتا انسان۔ مراد یہ ہے کہ۔ صرف گزر ہوگا۔ کچھ بزرگوں نے فرمایا کہ اس سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔ ان حضرات کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد[۲] امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا۔ الورود۔ داخل ہونا ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں خواہ نیک ہو خواہ بد ہو، جو جہنم میں نہ داخل ہو۔ اس وقت جہنم مومنین پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جائے گی۔ ترمذی[۳] میں امام سدی سے ہے کہ میں نے ہمدانی سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ جہنم میں جائیں گے پھر اس سے اپنے اپنے اعمال کے مطابق نکلیں گے پہلی جماعت بجلی کی لپک کی طرح، پھر ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کی دوڑ کی طرح، پھر سوار کی طرح پھر دوڑتے ہوئے، پھر چلتے ہوئے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ شعبہ نے بھی اسے سدی سے روایت کیا مگر اسے مرفوع نہیں کیا۔

تشریحات ۷۴۱ **عند القبر** مسلم کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قبر اس کے بچے کی تھی۔ اس میں ہے تبکی علی صبی لہا

[۱] عمدۃ القاری ثامن ص ۳۴ [۲] مسند جلد ثالث ص ۳۲۹ [۳] ثانی التفسیر سورۃ مریم ص ۱۴۵ [۴] جلد ثالث ص ۲۷۱

تعالیٰ عنہ یقول لِامرأۃٍ مِّن اھلہٖ تعرفین فلانۃ قالت نعم قال فان
سنا اپنی ایک اہلیہ سے فرماتے تھے تم فلانہ کو پہچانتی ہو انھوں نے عرض کیا ہاں
النبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرّبھا وھی تبکی عند قبرٍ فقال
فرمایا بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور یہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی
اِتّقی اللہ واصبری فقالت الیک عنی فانک خلوٌ مّن مصیبتی قال
تو فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر تو اس نے کہا میرے پاس سے جاؤ تم پر میری مصیبت نہیں پڑی ہے

یحییٰ بن کثیر کی مرسل میں جسے عبدالرزاق نے روایت کیا۔ اس کی تصریح ہے۔ اس میں ہے۔ قد اصیب بولدھا۔ غالباً اس عورت کا رونا زور زور سے یا چیخ چیخ کر تھا۔ یحییٰ بن کثیر کے مرسل میں ہے۔ تسمع فیھا ما یکرہ فوقف علیھا بغیر آواز کے رونے کی اجازت ہے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اگر بغیر آواز کے روتی ہوتیں تو منع نہ فرماتے۔

الیک عنی الیک اسم مصدر ہے معنی میں تنحّ کے ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے ما تبالی بمصیبتی تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ۔ مسند ابو یعلی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ انا الحری الثکلی ولو کنت مصابا عذرتنی۔ میں وہ عورت ہوں جس کا بچہ مرگیا ہے۔ اگر تمھیں میری مصیبت پہنچی ہوتی تو مجھے معذور رکھتے۔

فمر بھا رجل طبرانی کی اوسط میں بطریق عطیہ حضرت انس ہی سے ہے۔ کہ یہ صاحب فضل بن عباس تھے۔ مسند ابو یعلی میں ہے کہ انھوں نے اس سے پوچھا۔ کیا تو انھیں پہچانتی ہے؟ تو اس نے کہا نہیں۔ مسلم میں ہے کہ جب اس نے یہ جان لیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو شرمندگی اور ہیبت کی وجہ سے اس پر موت جیسی حالت طاری ہوگئی۔

فلم تجد بوابا عام حالات میں کوئی دربان نہیں رہتا تھا مگر کبھی کبھی خاص حالات میں رہا کرتا تھا جیسا کہ حدیث ایلاء میں بتصریح مذکور ہے۔

اول صدمہ جنائز کی روایت میں ہے۔ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ صدمہ کے معنی کسی چیز سے ٹکر لگنے کے ہیں۔ چونکہ مصیبت سے بھی دل کو ایک دھچکا لگتا ہے۔ اس لئے مصیبت کے اثر کو صدمہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں صبر سے مراد صبر کامل ہے۔ جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے ورنہ مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو رفتہ رفتہ صبر آہی جاتا ہے۔ کسی مصیبت پر اجر، صبر جمیل اور حسن نیت ہی پر ہے۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت سے یہ نہیں فرمایا کہ تو قبر پر کیوں آئی۔ رونے پر منع فرمایا۔ اگر عورتوں کو زیارت قبور منع ہوتی تو یہ بھی ضرور فرماتے کہ تو یہاں کیوں آئی۔ صحیح یہی ہے کہ ابتداءً مرد عورتوں دونوں کو منع فرما دیا تھا۔ اور الا فزوروھا۔ سے دونوں کو اجازت مل گئی۔ البتہ اس زمانے میں عورتوں کو زیارت قبور سے بالکلیہ روک دینا ضروری ہے۔ اعزہ کی قبرو

فجاوزها ومضى فمر بها رجل فقال ما قال لك رسول الله صلى
حضور نے اسے چھوڑ دیا اور تشریف لے گئے اس کے بعد اس عورت پر ایک صاحب
الله تعالى عليه وسلم قالت ما عرفته قال انه لرسول الله صلى الله
گزرے اور پوچھا تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تو اس عورت نے
تعالى عليه وسلم قال فجاءت الى بابه فلم تجد عليه بوابا فقالت
جواب دیا میں نے انھیں نہیں پہچانا اس مرد نے کہا وہ رسول اللہ تھے اب وہ عورت
يارسول الله والله ما عرفتك فقال النبى صلى الله تعالى عليه وسلم
حضور کے دروازے پر آئی وہاں اس نے دربان نہیں پایا اور عرض کیا یارسول اللہ بخدا
ان الصبر عند اول صدمة عہ
میں نے حضور کو پہچانا نہیں۔ اسپر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک صبر صدمے کی ابتدا کے وقت ہے۔

پر رونا دھونا آہ وزاری کریں گی اور محبوبان بارگاہ کے مزارات پر یا تو تعظیم میں غلو کریں گی یا پھر بے ادبی کر بیٹھیں گی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ[۱] میں فرمایا:

قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات۔ تجدید حزن لازم نساء ہے۔ اور مزارات اولیاء کرام حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے۔ لہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ اقول۔ مگر اب بات اس سے آگے بڑھ چکی ہے خصوصاً اعراس میں مردوں کے ساتھ عام مجمعوں میں دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ بے پردہ انتہائی بے باکی بے حیائی کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں۔ منہ کے علاوہ پورے جسم پر لفافہ لپیٹے دوکانوں پر سودا سلف کرتی پھرتی ہیں۔ ایسی صورت میں کبھی بھی ان کو عرسوں میں جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اس خصوص میں عورتوں سے زیادہ ان کے مردوں کے شوق کو دخل ہے۔ جو مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر اپنی مستورات کی نمائش پر فخر کرتے ہیں۔ اسی بنا پر اکبرالہ آبادی نے کہا ہے۔

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں انھیں غصہ نہیں آتا انھیں پردہ نہیں آتا

عرسوں ہی کی بات نہیں رہی اب تو مسلمان عورتوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وہ برقعے کے نام سے کالا لفافہ جسم پر منڈھے چہرہ کھولے عام طور پر رہتی ہیں۔ غالباً اس کالے لفافے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ یہ اعلان کریں کہ ہم مسلمان عورتیں ہیں۔ جو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف بے پردہ رہنے لگی ہیں۔

عہ ثانی الاحکام باب لم یکن لہ بواب ص ۱۰۵۹ اول الجنائز باب قول الرجل للمرأۃ عند القبر اصبری ص ۱۶۷ باب زیارۃ القبور ص ۱۷۱ باب الصبر عند الصدمۃ الاولی ص ۱۷۴ مسلم الجنائز ابوداؤد الجنائز ترمذی الجنائز نسائی الجنائز۔ [۱] جلد چہارم ص ۱۶۵۔

۲۲۸ وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ابْنًا لِسَعِیْدِ ابْنِ زَیْدٍ وَحَمَلَہٗ وَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ۔

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے ایک لڑکے کو خوشبو لگائی اور اسے اٹھایا اور اس پر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۲۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُسْلِمُ لَا یَنْجُسُ حَیًّا وَّلَا مَیِّتًا

ت اور مسلمان نجس نہیں ہوتا ہے نہ زندگی میں نہ مرنے کے بعد۔

۲۳۰ وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ کَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُہٗ ع۵

ت اگر ناپاک ہوتا تو میں اسے نہیں چھوتا۔

تشریحات ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰ پہلے اثر کو امام مالک نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ اور دوسرے کو عطا سے اور تیسرے اثر کو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

توضیح باب ان تعلیقات پر امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ مردے کو پانی اور بیری سے غسل دینا اور وضو کرانا اس باب میں چار مسائل مذکور ہیں۔ اول۔ میت پاک ہے یا ناپاک۔ دوم۔ میت کا غسل واجب ہے یا سنت۔ سوم وضو کا کیا حکم ہے۔ چہارم خالص پانی سے نہلانا کافی ہے یا بیری کا پانی واجب ہے۔ پہلا مسئلہ بعد والی تعلیقوں سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے اور پہلی تعلیق سے لزوماً۔ وہ اس طرح کہ وہ اگر ناپاک ہوتا تو غسل سے بھی پاک نہ ہوتا۔ جیسے اور جاندار کو مرنے کے بعد لاکھ نہلائیے پاک نہ ہوں گے۔ پھر حضرت ابن عمر حنوط کیوں ملتے۔ اس لئے کہ نجس کو چھونا جائز نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ اس پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ امام نووی نے تصریح کی ہے کہ میت کو غسل دینا کفن پہنانا اس پر نماز جنازہ پڑھنا اسے دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر ناپاک نہیں تو غسل کی کیا حاجت۔

ہمارے ائمہ احناف نے اس قدر پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف کیا۔ کہ یہ نجاست حقیقی ہے یا حکمی۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ حقیقی ہے۔ بدائع میں اسے اظہر فرمایا۔ کافی میں فرمایا یہی صحیح ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا یہی اقیس ہے۔ ان حضرات کی دلیل ہے کہ موت سے دم مسفوح جو ناپاک ہے۔ جسم میں رہ گیا۔ اس نے مردے کو نجس کر دیا۔ اسی وجہ سے اگر مسلمان مردہ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہے کل پانی نکالا جائے گا۔ اس کے منہ سے بہا ہوا پانی ناپاک ہے۔ اس پر یہ وارد ہوا کہ پھر غسل سے پاک نہ ہونا چاہئے۔ جیسے اور حیوانات پاک نہیں ہوتے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مسلمان کو کرامۃً غسل سے پاک مانا گیا۔ اس پر یہ گزارش ہے کہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے اسے مردار کی طرح ناپاک مانا پھر غسل سے پاک۔ مقتضائے کرامت یہ تھا کہ اسے مردار کی طرح ناپاک نہ مانتے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ المومن لا ینجس۔ مومن ناپاک نہیں ہوتا[۵۲]۔ اور

ع۵ الثلثۃ۔ باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر ص ۱۶۷ ۵۱ باب مالا یجب فیہ الوضوء ص ۹۔ ۵۲ رواہ السنۃ عن ابی ھریرۃ واحمد والجماعۃ الا الترمذی عن حذیفۃ والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲۳۱ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ أَنْ يُّنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْأَةِ ع۵

ت اور امام ابن سیرین نے فرمایا۔ عورت کا بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۳۲ وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ يُشَدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ ع۶

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ کفن کا پانچواں کپڑا وہ ہے جس سے ران اور سرین کرتے کے نیچے باندھا جائے۔

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ زیادہ کیا۔ لاحیا ولا میتا۔ نہ زندہ ناپاک ہوتا ہے نہ مردہ۔ حلبہ میں ہے کہ امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے مردے کو نجس مت جانو۔ اس لئے کہ مومن نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ۔ اور کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ ضیاء الدین نے اپنی کتاب میں کہا، یہ میرے نزدیک صحیح کی شرط پر ہے۔

دوسرے مشائخ نے فرمایا۔ مردے کی نجاست حکمی ہے۔ موت سے غفلت اور استرخاء مفاصل پیدا ہوا جو حدث ہے جیسے نیند اگرچہ بالعرض۔ اس لئے غسل واجب ہوا۔ زندے میں بھی قیاس یہی تھا کہ حدث سے غسل واجب ہوتا۔ مگر حدث بار بار ہوتا ہے اس سے غسل کرنے میں حرج تھا اور مردے میں حرج نہیں۔ علامہ ابن نجیم نے بحر[۵] میں افادہ فرمایا کہ یہ اصح ہے۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ دلیل افادہ فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں میت کیلئے تیمم کافی ہے اور تیمم صرف نجاست حکمیہ کے لئے مطہر ہے نہ کہ نجاست حقیقیہ کے لئے۔ ارشاد ہے:

أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔

یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا عورتوں کو چھوئے ہوئے ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی لو۔

مائدہ (۶)

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاوی رضویہ[۲] جلد اول کے حاشیے میں فرمایا۔ کہ حدیث اس کی نفی کرتی ہے کہ موت سے مردہ نجس ہوتا ہے۔ اسلئے دونوں محققین علامہ شامی، علامہ ابن نجیم نے جو فرمایا اسی کو ترجیح دینی واجب ہے کہ میت کا غسل حدث کی وجہ سے ہے۔ رہ گیا وہ حکم کہ قلیل پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ اس پر متفرع ہے کہ اسکی نجاست حقیقی ہے اور ہم بھی اس پر احتیاطاً عمل کرتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق اسی سے بحمدہ تعالیٰ۔ ان المومنین لا ینجس۔ سے استدلال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں نجاست سے مراد نجاست حقیقیہ ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت جنبی تھے تو اس حدیث میں نجاست حکمیہ کی نفی کسی طرح درست نہیں۔ دوم اس سے ظاہر ہو گیا کہ میت کا غسل واجب ہے۔ سوم وضو مسنون ہے چہارم بیری کے پانی سے غسل دینا بھی مسنون ہے تیسرا اور چوتھا مسئلہ اس حدیث سے ثابت ہے جو اس باب میں ذکر کی ہے۔

تشریحات ۲۳۱، ۲۳۲ پہلی تعلیق کو سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا۔ علامہ ابن حجر نے دوسری تعلیق کے لئے فرمایا کہ اسے ابن ابی شیبہ نے موصول کیا اس پر علامہ بدر الدین عینی نے فرمایا کہ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے اور کہاں اسے۔

ع۵ باب نقض شعر المرأۃ ص ۱۶۸ ع۶ باب کیف الاشعار ص ۱۶۸۔ ۵ باب الانجاس ص ۲۴۵
۶ احسن النعمم ص ۶۱۱۔

۷۴۲ اَنَّ اَیُّوْبَ اَخْبَرَہٗ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِیْرِیْنَ یَقُوْلُ جَاءَتْ اُمُّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اِمْرَاَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِیْ بَایَعْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَۃَ تُبَادِرُ ابْنًا لَّہَا فَلَمْ تُدْرِکْہُ

حدیث محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک انصاری خاتون جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی بصرہ اپنے ایک لڑکے کو تلاش کرنے آئیں۔ جو انھیں ملا نہیں۔ انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

موصول کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں پھر فرمایا کہ جوزنی نے بطریق ابراہیم بن حبیب بن شہید ہشام بن حسان عن حفصہ عن ام عطیہ روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے زینب کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا اور ان کو وہ خمار اوڑھایا جو زندگی میں اوڑھتی تھیں رہ گیا وہ پانچواں کپڑا جسے امام حسن بصری نے فرمایا وہ اصل میں سینہ بند ہے جو بیت کے بغل سے لے کر کم از کم گھٹنے تک ہوتا ہے۔

مطابقت یہاں باب ہے۔ اشعار کیسے ہے۔ اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں اسی کے اخیر میں حضرت ایوب کا قول ہے۔ کہ اشعار کے معنی یہ ہیں کہ اس تہبند کو ان کے جسم پر لپیٹ دو۔ امام حسن بصری کے قول کا یہ مطلب ہے کہ پانچواں کپڑا جسم پر کرتے کے نیچے لپٹا جائے صرف جسم پر لپیٹنے میں مناسبت ہے۔

ہمارے یہاں بھی عورت کو کفن میں پانچ کپڑے دینا مسنون ہے، کرتا، ازار، لفافہ، سینہ بند، خمار۔ البتہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ سینہ بند لفافے کے بھی اوپر ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ازار اور لفافے کے درمیان رہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ کرتے کے اوپر اور ازار کے نیچے ہو۔[۱]

تشریحات ۷۴۲ یہ حدیث جلد اول کتاب الاذان ص ۵۰۷،۸۰۹ پر گزر چکی ہے مگر وہاں اس کا صرف چھوٹا سا حصہ مذکور تھا، اس لئے یہاں اس کا جو سب سے زیادہ مفصل متن تھا اس کو درج کر دیا۔

یہ صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جیسا کہ مسلم[۲] میں تصریح ہے۔

من اللاتی بایعن اس بیعت کی تفصیل مسلم[۳] میں یوں ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یُبَایِعْنَکَ اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ۔ جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نیکی میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی۔ ان سے جن باتوں پر بیعت لی تھی اس میں یہ تھا کہ نوحہ نہیں کریں گی۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مگر آل فلاں پر۔ اس لئے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کیا تھا تو فرمایا مگر آل فلاں پر۔ ام عطیہ نے کہا۔ اس بیعت کو پانچ عورتوں کے علاوہ اور کسی نے پوری نہیں کی ان پانچ میں ام سُلیم بھی تھیں۔

---

[۱] رد المحتار اول ص ۵۸۰ [۲] مسلم اول الجنائز باب فی غسل المیت ثلاثا الخ ص ۳۰۵ [۳] اول الجنائز فصل فی نھی النساء عن النیاحۃ ص ۳۰۴۔

فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ

ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم ان کی ایک صاحبزادی کو

نَغْسِلُ اِبْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ

غسل دے رہی تھیں تو فرمایا اسے تین یا پانچ بار اگر ضرورت سمجھو تو اس سے بھی زیادہ

رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَاِذَا

مرتبہ پانی اور بیری سے غسل دو اور اخیر میں کافور ملالو اور جب

فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا

فارغ ہوجاؤ مجھے خبر دینا انھوں نے کہا جب ہم غسل دے چکیں تو حضور نے اپنا تہبند ہماری طرف

تبادر ابنا لها تیزی سے آئی تھیں۔ اپنے ایک بیٹے کے لئے جو گھر سے چلے آئے تھے مگر وہ جب بصرہ آئیں تو نہیں ملے۔ یا تو وہ کہیں چلے گئے یا ان کا وصال ہوگیا۔

اواکثر ذلك ہشام بن حسان کی جو روایت حضرت ابن سیرین کی بہن حفصہ سے ہے۔ اس میں یہ ہے۔ اسے طاق بار غسل دو۔ تین یا پانچ بار۔ ایوب عن حفصہ کی روایت میں یہ ہے۔ ثلثا او خمسا او سبعا۔ تین یا پانچ یا سات بار۔ سات بار سے زائد عام روایت میں نہیں۔ البتہ ابو داؤد[1] کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ سات بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کی ضرورت سمجھو۔

ان رأیتن ذلك یعنی اگر تین سے زائد پانچ یا سات مرتبہ دھونے کی حاجت تم سمجھو تو وہ عدد پورا کرو۔ یعنی اگر تین سے کما حقہ غسل نہ ہوسکے تو پانچ بار دھوؤ اور اگر اس سے بھی کما حقہ غسل نہ ہو تو سات مرتبہ اور اگر اس سے اچھی طرح غسل نہ ہوسکے تو اور عدد بڑھا دو۔

میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے۔ اور تین بار سنت ہے۔ اور بوقت ضرورت اس سے زائد میں بھی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ سات مرتبہ سے بھی زائد میں حرج نہیں۔ بلا ضرورت تین بار سے زائد غسل دینا مکروہ ہے۔ اسمیں پانی کی فضول خرچی ہے[2]۔

اشعرنها اشعار کے معنی ہیں، کپڑے کو بدن سے متصل بلا کسی حائل کپڑے کے لپیٹنا۔ حفصہ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ ہم نے کنگھی سے ان کے بال کے تین حصے کئے۔ دوسری روایت میں انھیں سے یوں ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بال کے تین حصے کئے۔ اسے کھولا پھر دھویا۔ پھر تین حصے کئے۔ یہ اس لئے کیا کہ پانی بال کی جڑوں میں پہونچ جائے۔ ہمارے یہاں میت کے بال کو کنگھی کرنا نہیں چاہئے کہ یہ زینت ہے۔ اور میت کی زینت کے کیا معنی۔ اور عورت کے بالوں کو دو حصے کرکے سینے پر ڈال دیا جائیگا۔

لا ادری ای بناته یہ حدیث کے راوی، ایوب کا قول ہے۔ گزر چکا کہ مسلم میں ہے کہ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ

---

[1] ثانی الجنائز باب کیف غسل المیت ص ۹۳ ؛ [2] رد المحتار اول ص ۵۷۵۔

اَبَاهُ وَلَمْ تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا اَدْرِىْ اَىُّ بَنَاتِهٖ وَزَعَمَ اَنَّ الْاِشْعَارَ الْفُفْنَهَا

پھینک دیا۔ اور فرمایا اسے جسم پر لپیٹ دینا انھوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ یہ کونسی صاحبزادی تھیں

فِیْهِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَاْمُرُ بِالْمَرْاَةِ اَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ عـ۵

اور گمان کیا کہ اشعار کا مطلب ہے کہ لپیٹ دو اور ابن سیرین یہی حکم دیتے تھے کہ عورت کو کپڑے میں لپیٹا جائے۔ تہبند نہ باندھا جائے۔

۲۳۳ قَالَ وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا۔ عـ۶

ت تین حصے یہ تھے سر کے اگلے حصے کے بال اور سر کے دونوں کناروں کے بال۔

تعالیٰ عنہا تھیں۔ مسلم کی روایت حفصہ ہی سے ہے مگر وہ عاصم احول سے ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ ابو داؤد[۵] میں لیلیٰ بنت قائف ثقفیہ سے مروی ہے کہ ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا تھا سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازار دیا پھر کرتا پھر لفافہ پھر وہ ایک اور کپڑے میں لپیٹی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ حضور کے پاس ان کے کفن تھے جنھیں یکے بعد دیگرے عطا فرماتے تھے مگر یہ خود حدیث کی راویہ حضرت حفصہ ہی نے تصریح کر دی کہ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ تو اب دوسری روایتوں کی بنا پر اس حدیث کی مراد کی تعیین درست نہیں۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ الگ ہے۔ دونوں میں واقعات کی تفصیل الگ الگ مذکور ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت سیدہ ام کلثوم کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ان کا وصال غزوہ بدر کے موقع پر ہوا تھا جبکہ حضور ابھی واپس نہیں ہوئے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اور بالکل صحیح فرمایا کہ اس موقع پر حضرت سیدہ رقیہ کا وصال ہوا تھا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم کا تو ابھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت ام کلثوم کا وصال ۹ سنہ ھ میں ہوا ہے۔ حضرت سیدہ زینب کا ۸ سنہ ھ میں اور حضرت سیدہ رقیہ کا ۲ سنہ ھ میں۔ بعض حضرات نے یہ کہا چونکہ ام عطیہ ہی نے سیدہ ام کلثوم کو بھی غسل دیا تھا اسلئے یہ سیدہ ام کلثوم ہی ہیں۔ گویا ان کے خیال میں ایک خاتون دو میت کو غسل نہیں دے سکتیں۔ بعض بزرگوں نے ابو داؤد والی حدیث کو ضعیف بتا کر مسلم کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دونوں میں تعارض ہے نہ ترجیح کی حاجت اور واقعات عامہ میں وہ ضعف جو انھوں نے بتایا ہے قابل احتجاج ہونے سے روایت کو ساقط نہیں کرتا۔ وہ ضعف میں یہ بتایا کہ اس کے ایک راوی نوح بن حکیم مجہول ہیں۔ اور ایسے راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ اور محمد بن اسحاق میں۔ گزر چکا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں اور جہالت راوی یہاں مضر نہیں۔

بعض روایتوں میں یہ زائد ہے کہ آخر میں کافور ملالیں۔ اور اخیر میں ہے کہ ہم نے ان کی تین چوٹیاں بنائیں۔ اور انھیں پیچھے

عـ۵ باب کیف الاشعار ص ۱۶۸، الوضوء باب التیمن فی الوضوء والغسل ص ۲۸ الجنائز باب غسل المیت والوضوء باب ما یستحب ان یغسل وترا باب یبدأ بمیامن المیت ص ۱۶۷ باب مواضع الوضوء۔ باب ھل تکفن المیت فی ازار الرجل باب یجعل الکافور فی الاخیرۃ باب نقض شعر المرأۃ باب ھل یجعل شعر المرأۃ ثلثۃ قرون باب یلقی شعر المرأۃ خلفها ثلثۃ قرون ص ۱۶۸ مسلم۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی کلهم فی الجنائز۔ ۵ ثانی الجنائز باب فی کفن المرأۃ ص ۹۴

عـ۶ باب ھل یجعل شعر المرأۃ ثلثۃ قرون ص ۱۶۸

۷۴۲ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَّةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ

کو تین یمنی سفید کپڑے میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے روئی کے

لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ [عہ]

تھے ان میں نہ کرتا تھا اور نہ عمامہ۔

کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت ام عطیہ کا اپنا فعل ہے۔ روایت کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو یا اسے ملاحظہ فرمایا ہو۔

ت ۲۳۳ (تشریحات) اس اثر کو اسماعیلی نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مسائل اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے لباس سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے۔ میت کو طاق بار غسل دینا اور کم از کم تین بار سنت ہے۔ میت کے غسل میں وضو مسنون ہے البتہ اس میں نہ تو پہلے گٹے تک ہاتھ دھویا جائے گا اور نہ کلی کرائی جائے گی اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے گا۔ البتہ اس میں حرج نہیں کہ کوئی باریک کپڑا انگلی میں لپیٹ کر دانتوں اور ناک میں پھیر دیا جائے۔ اس میں سر کا مسح ہے۔ بیری یا اس قسم کی کوئی بھی چیز پانی میں ابال کر غسل دیا جائے جس میں میل خوب صاف ہو جائے۔ اگر یہ نہ ملے تو صابون سے۔ اخیر میں کافور ملا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔

تشریحات ۷۴۲ یمانی۔ یمن کی طرف منسوب ہے۔ اس کی اصل یمنیة تھی۔ یائے نسبت کو حذف کر کے الف زیادہ کر دیا سحولیة سحول۔ یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں یہ کپڑے بنتے تھے۔

اس سلسلے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا اس سلسلے کی تمام روایتوں سے صحیح یہی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردوں کو کفن میں تین کپڑے دینے مسنون ہیں۔ امام شافعی امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ تین کپڑے، ازار، چادر، لفافہ ہے۔ کرتا نہیں۔ ہمارے یہاں بھی تین ہی کپڑے مسنون ہیں مگر یہ تین کپڑے۔ کرتا، ازار، چادر ہیں ایک چادر میت کے قد کے برابر، یہ ازار ہے۔ دوسری اتنی بڑی کہ دونوں طرف اتنی بڑھی ہوئی ہو کہ اسے باندھا جا سکے اور پکڑ کر اٹھایا جا سکے، یہ لفافہ ہے۔ کرتا گلے سے گھٹنوں کے نیچے اور ٹخنوں کے اوپر تک۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے جسے ابن عدی نے کامل[۱] میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ کرتا، ازار، لفافہ۔ کفن میں عمامہ نہیں ہمارے بعض مشائخ نے اسے مکروہ فرمایا۔ کیونکہ کفن چار ہو جائے گا جو جفت ہے۔ مگر بعض مشائخ نے اسے علماء و مشائخ کے لئے مستحسن بتایا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ[۱]

عہ باب الثیاب البیض للکفن۔ باب الکفن بغیر قمیص۔ باب الکفن بغیر عمامة ص ۱۶۹۔ مسلم، ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ۔ [۱] عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۰۔

۷۴۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب عرفہ میں وقوف کئے ہوئے

بِعَرَفَۃَ اِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِہٖ فَوَقَصَتْہُ اَوْ قَالَ فَاَوْقَصَتْہُ قَالَ النَّبِیُّ

تھے کہ اپنی سواری سے گر پڑے جس نے ان کی گردن توڑ دی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْہُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّکَفِّنُوْہُ فِیْ

فرمایا اسے پانی اور بیری سے نہلا دو اور دو کپڑوں میں کفن دو اور

ثَوْبَیْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْہُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُلَبِّیًا ع۵

اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانکو یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

۷۴۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن

عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ کرتا عمامہ اور تین لفافے اور عمامے کو ٹھوڑی کے نیچے سے لپیٹا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرد کے کفن میں تین سے زائد کپڑے دینا جائز ہے۔

تشریحات ۷۴۴ موت سے ہر عبادت ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ عبادت بنیت تقرب کے ساتھ مخصوص افعال کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور موت کے بعد نہ نیت ہے نہ کسی فعل کی ادائیگی حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ جب انسان مرگیا تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے موت سے احرام ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حالت احرام میں مرنے والے کے غسل و کفن میں ممنوعات احرام کی پابندی نہیں رہتی اسی لئے ان صاحب کو بیری سے غسل دینے کا حکم دیا حالانکہ حالت احرام میں بیری کے پانی سے غسل ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے محرم مر جائے تو اسے خوشبو بھی لگائیں گے۔ اور عام مردوں کی طرح اس کا سر بھی ڈھانکیں گے۔ اور ان صاحب کے لئے ممانعت ان پر خاص شفقت کی بنا پر تھی۔ دو کپڑوں میں کفن دینے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس وقت ان کے بدن پر صرف دو ہی کپڑے تھے۔ ہو سکتا ہے اس سے زائد کپڑے نہ رہے ہوں۔ کتاب العمرہ کی روایت میں ہے کہ اسے اس کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عذر کی وجہ سے تین کپڑوں سے کم کفن دینے میں حرج نہیں۔ البتہ بلا عذر مکروہ۔ دو کپڑے کفن کفایت ہے۔ اور ایک کفن ضرورت۔

تشریحات ۷۴۵ عبد اللہ بن ابی بن سلول۔ تمام منافقین کا سربراہ تھا۔ جنگ بُعاث کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ آمد سے پہلے انصار کرام نے طے کر لیا تھا کہ اسے مدینہ طیبہ کا بادشاہ بنائیں گے۔ ابھی

ع۵ باب الکفن فی ثوبین۔ باب الحنوط للمیت باب کیف یکفن المحرم ص ۱۶۹ العمرۃ باب المحرم یموت بعرفۃ۔ باب سنۃ المحرم اذا مات ص ۲۴۹ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ [illegible] ص ۵۰

اُبَیٌّ لَمَّا تُوُفِّیَ جَاءَ ابْنُہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
ابی (راس المنافقین) جب مر گیا تو اس کے فرزند نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اَعْطِنِیْ قَمِیْصَکَ اُکَفِّنْہُ فِیْہِ وَصَلِّ عَلَیْہِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ فَاَعْطَاہُ
اور عرض کیا مجھے اپنا کرتا عنایت فرمائیں تاکہ اس میں اسے کفن دوں۔ اور اس پر نماز پڑھ دیں اور اس کیلئے
قَمِیْصَہٗ فَقَالَ اٰذِنِّیْ اُصَلِّیْ عَلَیْہِ فَاٰذَنَہٗ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْہِ جَذَبَہٗ
بخشش کی دعا فرمائیں۔ حضور نے انھیں اپنا کرتا عنایت فرمایا ارشاد فرمایا مجھے اطلاع دینا اس پر نماز

اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اور یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ سکا اپنی اس ناکامی پر اسے جو رنج تھا اس کی بنا پر وہ ہمیشہ کڑھتا تھا جس کا اظہار متعدد موقعوں پر کیا جو جستہ جستہ اپنے موقع پر آئے گا۔ سلول اس کی ماں کا اور اُبَی صیغہ تصغیر کے ساتھ اس کے باپ کا نام ہے۔ اس کے صاحبزادے انتہائی مخلص اور جاں نثار صحابی تھے۔ ایک موقع پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے اسکو مدینے میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ ان کا نام قبل اسلام حباب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ رکھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ابن ابی ابن سلول ۹ سنہ میں بیس دن بیمار رہ کر مرا۔ اخیر شوال میں بیمار ہوا اور ابتدائی ذو قعدہ میں مرا۔ ایام مرض میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اس نے نہائش کی تھی کہ مجھے کفن کے لئے کرتا عنایت فرمائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔ اسی وعدے کی وجہ سے اسے قمیص مبارک بھی عطا فرمائی اور نماز جنازہ بھی پڑھی۔ نیز جنگ بدر میں، حضرت عباس کو اس نے اپنا کرتا دیا تھا اس کی تلافی بھی مقصود تھی۔ اس عنایت کا یہ اثر ہوا کہ بنو خزرج کے ہزار افراد مشرف باسلام ہو گئے[۵] تفسیر کی روایات میں ہے کہ آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ یہ منافق ہے۔ آگے یہ زائد ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔

اشکال اللہ عزوجل کا یہ ارشاد، اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللہُ لَھُمْ۔ توبہ (۸۰) اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بخشش چاہیں اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس بارے میں صریح ہے کہ منافقین کی مغفرت نہیں ہوگی اگرچہ کتنی ہی بار ان کے لئے استغفار کیا جائے اگرچہ حضور ہی کیوں نہ استغفار کریں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ کیسے درست ہے۔ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تلقی المخاطب المتکلم بغیر ما ارادہ لمصلحۃ کے قبیل سے ہے۔ یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کی مراد کے علاوہ مخاطب کسی مصلحت کی بنا پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ کلام کا مطلب یہ ہے۔ اس بنا پر کہ یہ دوسرا مطلب اسے پسند ہے اور اسے امید ہے کہ اسے متکلم مان لے گا۔

---

۵ عمدۃ القاری ثامن ص ۵۴

عُمَرُ فَقَالَ اَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ اَنَا

پڑھ دوں گا۔ انھوں نے اطلاع دی۔ جب حضور نے اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہی تو عمر نے حضور کا دامن پکڑ لیا

بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ

اور عرض کیا۔ حضور! کیا اللہ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تو ارشاد فرمایا مجھے دو باتوں

لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ۔ وَلَا

میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا ان کی بخشش چاہو یا نہ چاہو اگر ستر مرتبہ بخشش چاہو تو

تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ع۵

بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ حضور نے اس پر نماز پڑھی اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ منافقین میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس پر کبھی نماز مت پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے مگر خلق خدا پر حضور کو جو شفقت و رحمت ہے اس کی بنا پر چاہتے تھے کہ میرا ستر بار سے زائد استغفار کرنا قبول ہو جائے۔ اسی لئے یہاں سبعین کے لفظ کو جو تحدید کے لئے نہیں تھا تحدید پر محمول کرکے فرمایا کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا جیسا کہ کتاب التفسیر کی روایات میں ہے۔ اللہ عز وجل نے یہ آیہ کریمہ نازل فرما کر ظاہر فرما دیا کہ ان کی مغفرت کا نہ ہونا قطعی ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۔(توبہ ۸۵) ان میں سے کوئی مرے تو اس کے جنازے پر نماز پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کرتا اسے اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اس کے قبیلے والے مسلمان ہو جائیں گے ۔ ۱؎

توضیح باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ سلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا یا بغیر سلے ہوئے میں اور یکف کو دو طرح یاد رکھا گیا ہے۔ یکف اور لایکف۔ صیغہ مجہول کے ساتھ۔ یہ کف سے ہے جس کے معنی کپڑے کے کنارے کو سینے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسا کرتا جس کے دونوں کنارے سلے ہوئے ہوں۔ یا نہ سلے ہوئے ہوں۔ ایک روایت۔ یَكُفُّ ہے۔ صیغہ معروف کے ساتھ۔ یہ کفٌّ سے ہے۔ جس کے معنی روکنے کے ہیں۔ اسی سے ہے۔ کف ثوب نماز میں مکروہ ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوا کہ کرتے میں کفن دینا روکے یا نہ روکے۔ یعنی سرکنے سے۔ سلا ہوا ہوگا تو سرکنے سے روکے گا۔ بے سلا ہوا ہوگا تو نہ روکے گا تو اسکا بھی حاصل وہی ہوا۔ حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ عذاب سے روکے یا نہ روکے۔ مطلب یہ بیان فرمایا کہ صلحاء

ع۵ باب کفن فی القمیص الذی یکف او لایکف ص ۱۶۹ ثانی تفسیر۔ سورۃ البرأۃ باب قولہ استغفر لهم اولاتستغفرلهم ص ۶۷۳ باب قولہ ولاتصل علی احد منهم مات ابدا ص ۶۷۴ اللباس باب لبس القمیص ص ۸۶۲ مسلم اللباس۔ التوبہ۔ ترمذی تفسیر۔ الجنائز۔ ابن ماجہ الجنائز ۱؎ عمدۃ القاری ثامن ص ۵۸ ۔ تیسیر القاری خامس ص ۴۲۲۔

۲۳۴ بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَقَتَادَةُ عـہ

ت کفن پورے مال سے ہے۔ اور یہی عطا اور زہری اور عمرو بن دینار اور قتادہ نے کہا۔

ت وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الْحَنُوْطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ عـہ

۲۳۵ اور عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میت کو خوشبو بھی پورے مال سے دی جائے۔

ت وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ سـہ

۲۳۶ اور ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ سب سے پہلے کفن دیا جائے پھر دین پھر وصیت۔

۲۳۷ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ للعـہ

ت اور سفیان ثوری نے فرمایا قبر اور غسل کی اجرت کفن سے ہے۔

کے کرتے کو کفن بنانا خواہ مردے کو عذاب سے روکے یا نہ روکے۔

مسائل :۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفن میں کرتا دینا جائز ہے۔ خواہ اس کے کنارے سلے ہوئے ہوں خواہ بغیر سلے ہوئے۔ البتہ بلا سلا ہوا دینا بہتر ہے۔ کسی کافر کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ کفر ہے اسلئے کہ نماز جنازہ اصل میں استغفار ہے اور کافر کیلئے استغفار کا مطلب ہے اس ارشاد ربانی کی تکذیب إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ اللہ عزوجل مشرک کو نہیں بخشے گا۔ نیز نماز جنازہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ میت کو مسلمان جانا۔ اور کافر کو مسلمان جاننا کفر بلکہ اس کے کافر ہونے میں شک بھی کفر ہے۔ رہ گیا غسل کفن دفن تو اگر اس کافر کے متعلقین ہیں تو انھیں دیدیا جائے، اگر کوئی نہ ہو تو بلا رعایت سنت اس کے جسم پر پانی بہا کر کسی کپڑے میں لپیٹ کر اس نیت سے کسی گڑھے میں داب دیا جائے کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے آثار سے برکت حاصل کرنا سنت ہے۔ تبرک کیلئے سوال جائز ہے اگرچہ سائل مالدار و غنی ہو۔ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین فضیلت ثابت ہوئی۔ ایک تو کفار و منافقین پر شدت، دوسرے قرآن مجید کے معنی کو صحیح سمجھنے کی استعداد۔ تیسرے ان کی رائے کے مطابق قرآن کا نازل ہونا۔

تشریح ۲۳۴ یعنی میت کے ترکے میں سے سب سے پہلے کفن دیا جائے گا۔ پھر جو بچے گا اس سے دین پھر وصیت پھر ورثہ پر تقسیم ہوگا اور اگر ترکہ اتنا ہی ہے کہ اس سے صرف کفن ہی دیا جا سکے تو سب کفن ہی میں صرف کریں گے۔

تشریحات ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷ ان سب تعلیقات کا حاصل یہ ہوا کہ میت کے ترکے سے سب سے پہلے اسکے کفن دفن غسل خوشبو وغیرہ کا بطریق مسنون انتظام کیا جائے۔ اسکے بعد بچے تو دین ادا کی جائے اس سے بچے تو وصیت پوری کی جائے اس سے بچے تو وارثین پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر اتنا مال ہو کہ تجہیز و

عـہ باب الکفن من جمیع المال ص ۱۷۰ عـہ ایضا سـہ ایضا للعـہ ایضا باب الکفن من جمیع المال ص ۱۷۰

۶۴۶ ۔ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُتِیَ بِطَعَامٍ وَّکَانَ

حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھانا لایا گیا اور وہ

صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَھُوَ خَیْرٌ

روزے سے تھے تو فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (احد میں) شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے

مِّنِّیْ کُفِّنَ فِیْ بُرْدَۃٍ اِنْ غُطِّیَ رَاْسُہٗ بَدَتْ رِجْلَاہُ وَاِنْ غُطِّیَ رِجْلَاہُ بَدَا

انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانکا جاتا تو

رَاْسُہٗ وَاُرَاہُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَۃُ وَھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا

سر کھل جاتا میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ (احد میں) شہید کئے گئے اور وہ مجھسے

بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِیْنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا اُعْطِیْنَا وَقَدْ خَشِیْنَا اَنْ تَکُوْنَ حَسَنَاتُنَا

بہتر تھے۔ پھر ہمارے لئے دنیا کشادہ کردی گئی جتنی کشادہ کی گئی یا یہ فرمایا ہمیں دنیا میں سے دیا گیا جو دیا گیا

تکفین ہی میں سب صرف ہوجائے تو اسی میں صرف کیا جائے گا۔ پہلی تعلیق میں حضرت عطا کے قول کو دارمی نے اور زہری قتادہ اور عمرو بن دینار کے قول کو عبدالرزاق نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے نیز دوسری تعلیق کو بھی عبدالرزاق نے اور تیسری تعلیق کو دارمی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸ اَیْنَعَتْ۔ اس کا مادہ ینع ہے۔ یہ باب افعال سے ہے۔ اس کا مصدر ایناع ہے۔ پھل کا پک جانا۔ یَھْدِبُھَا۔ کا مصدر ھدبٌ ہے۔ چننے کے معنی میں پہلی حدیث کو امام بخاری نے یہاں دو طریقے سے تخریج کی ہے۔ پہلے احمد بن مکی سے پھر محمد بن مقاتل سے۔ پہلے پر باب کا عنوان یہ ہے۔ کفن پورے مال سے ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ فلم یوجد ما یکفن فیہ الا بردۃ انھیں کفنانے کے لئے سوائے ایک چھوٹی سی چادر کے اور کچھ نہیں پایا گیا یعنی ان کے متروکہ مال سے جیسا کہ مغازی میں حضرت خباب کی حدیث میں ہے۔ فلم یترک الا نمرۃ۔ تو انھوں نے ایک خط دار کمبل کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا تھا یہی ان کا کل سرمایہ تھا جس سے کفن دیا گیا۔ اسی سے باب ثابت ہے۔

پھر اسی حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ جبکہ صرف ایک کپڑا پایا جائے۔ اس کے تحت بطریق محمد بن مقاتل تخریج فرمائی۔ اس میں باب کے مناسب یہ جملہ ہے۔ کفن فی بردۃ۔ ایک چھوٹی سی چادر میں کفنائے گئے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس سے زائد کپڑا میسر ہوتا تو ضرور اسے کفن میں دیا جاتا۔ تو ثابت کہ صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اسی سے ثابت ہوا کہ کفن ضرورت ایک کپڑا ہے۔

حضرت خباب والی حدیث پر یہ عنوان ہے۔ جب صرف اتنا کفن پائے جو یا تو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو سر چھپا دیا جائے۔ یہ حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے پہلے طریقے میں۔ شک کے ساتھ ہے۔ اور حمزہ شہید ہوئے یا کوئی اور صاحب جن کے لئے بھی سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہیں ملا۔ مگر دوسرے طریقے میں بلا

عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ ۔ ع۹

مجھے ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی نہ دے دیا گیا ہو۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

حدیث ۶۸۷ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ

اللہ کی رضاجوئی کے لئے ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا۔ ہم میں سے بہت فوت ہو گئے اور

أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ

اپنے اجر میں سے کچھ نہیں کھایا انھیں میں مصعب بن عمیر بھی ہیں اور ہم میں وہ ہیں جن کا پھل پک گیا

فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا

اور وہ چن چن کر کھا رہے ہیں یہ احد کے دن شہید ہوئے تو ہمیں انھیں کفنانے کے لئے سوائے چھوٹی سی چادر کے

تردید حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے مگر بعد والا جملہ نہیں۔ البتہ اس روایت میں اراہ ہے یعنی ابراہیم یہ کہہ رہے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ کہا۔ اور حمزہ شہید کیے گئے۔ یہ تردید یا شک اس میں نہیں کہ حضرت حمزہ احد میں شہید ہوئے کہ نہیں۔ وہ تو قطعی ہے۔ تردید یا شک اس میں ہے کہ انھوں نے حضرت حمزہ کا نام لیا تھا یا کسی اور کا۔ اور دوسرے طریقے کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم راوی کا یہ گمان ہے کہ حضرت حمزہ ہی کا نام لیا تھا غزوہ احد کے مظلوم شہدا کی مفلسی و تنگدستی کا انتہا یہ ہے کہ سب کو ایک ایک کپڑا بھی نہ ملا۔ اور ایک ایک کپڑے میں دو دو حضرات لپیٹے گئے۔ ۵ے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باپ کا نام عوف اور ماں کا نام شفایہ دونوں بنی زہرہ کے فرد ہیں۔ ان کا نسب نسب نبوی سے کلاب بن مرّۃ پر جا کر مل جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جداعلیٰ قصیّ اور ان کے جداعلیٰ زہرہ کلاب کے فرزند تھے۔ قبل اسلام یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں تھے۔ انھیں کی طرح پاکباز سلیم الطبع بزرگ تھے۔ شراب نوشی سے توبہ کر لی تھی اور جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو حضرت صدیق اکبر کی رہنمائی کے بموجب اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے جبکہ ابھی حضور نے دار ارقم میں ارشاد و تبلیغ کی خفیہ مجلس قائم نہیں فرمائی تھی اور چند نفوس ہی اس دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ یہ ان دس منتخب سابقین اولین بزرگوں میں ہیں جنھیں نام بنام زندگی ہی میں جنت کا مژدہ ملا۔ جنھیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہ بلاتاخیر مدینہ حاضر ہوئے۔ تمام غزوات میں ساتھ رہے۔ جنگ احد میں اس بے جگری سے لڑے کہ بیس سے زائد زخم لگے۔ اور پاؤں میں ایسے کاری زخم لگے کہ زندگی بھر یادگار رہے۔ لنگڑا کر چلتے تھے۔ بہت ہی صائب الرائے بزرگ تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد

ع۹ باب اذا لم یوجد الا ثوب واحد باب الکفن من جمیع المال ص ۱۷۰، ثانی المغازی باب غزوۃ احد ص ۵۷۹

۵ے بخاری ثانی المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴

بِهَا رَاسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاسُهٗ فَامَرَنَا	
کچھ نہیں ملا جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں نکل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھانکتے تو انکا سر	
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاسَهٗ وَاَنْ نَجْعَلَ	
اس سے باہر آجاتا۔ تو ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے سر کو ڈھانک دیں	
عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ ع۵	
اور ان کے پاؤں پر اِذخِر ڈال دیں۔	

جن چھ بزرگوں کو خلیفۃ المسلمین چننے کا حق دیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس اہم کام کو بہت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروبار خلافت کے سرانجام دینے کے لئے جو مجلس شوریٰ منعقد کی تھی اس کے ایک اہم رکن یہ بھی تھے۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر جب ایرانیوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت اکٹھی کرکے یورش کی تھی۔ تو انھیں کی نگاہ حق بین حضرت سعد بن وقاص پر سپہ سالاری کے لئے پڑی تھی۔ حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بہتر سال کی عمر پاکر ۳۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت علی نے جنازے پر کھڑے ہوکر کہا، اے ابن عوف جاتو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑا۔ حضرت سعد بن وقاص جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے۔ یہ کہتے جاتے۔ واجبلاہ۔ ہائے یہ پہاڑ بھی چل بسا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی کنیت ابومحمد اور والد کا نام عمیر والدہ کا خناس بنت مالک ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر جاکر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ عبدالدار اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ عبد مناف بھائی ہیں۔ یہ انتہائی حسین وجمیل بزرگ تھے اور ظاہری شکل وشباہت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ ماں باپ کے بہت ہی چہیتے اور پیارے تھے۔ انھوں نے بہت ہی ناز ونعمت سے پالا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک سے سجے اور عمدہ سے عمدہ خوشبو سے معطر رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ان کا تذکرہ فرماتے تو ارشاد فرماتے میں نے مکے میں مصعب سے زیادہ حسین وخوش پوشاک پروردہ نعمت نہیں دیکھا۔ مگر اس ناز ونعمت میں پلے ہوئے پیکر جمیل نے شراب توحید ایسی پی کہ سرشاری کا عالم سن چکے تھے کہ شہادت کے بعد جسم پر صرف ایک چھوٹی سی کملی رہ گئی تھی۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

ظاہری حسن وجمال کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی فطرت میں ودیعت تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب حضور دار ارقم میں

ع۵ باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری راسہ ص ۱۷۰ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۱، ۵۵۶، ۵۵۷ ثنی المغازی باب غزوۃ احد ص ۵۷۹ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴ الرقاق باب فضل الفقر ص ۹۵۵

تشریف فرما تھے کہ یہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ ابتداءً اسلام کو چھپایا مگر ایک دن عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ تو ان کے باپ کو خبر کر دی اس جرم میں گھر کے اندر قید کر دیئے گئے۔ جب حبشہ کی طرف ہجرت شروع ہوئی تو موقعہ پاکر ایک دن حبشہ چلے گئے۔ کچھ دن کے بعد مکہ واپس ہوئے تو وہ ظاہری حسن وجمال و رعنائی رخصت تھی۔ ماں باپ نے دیکھا تو ترس آ گیا اور گھر پناہ ملی۔

جب انصار کرام نے بیعت عقبہ اولیٰ کی اور ایک مبلغ کی درخواست پیش کی تو نگاہ انتخاب ان پر پڑی اور یہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور سال بھر میں وہ انقلاب برپا کر دیا کہ سال آیندہ عازمین حج میں بہتر افراد حلقہ بگوش اسلام تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں لشکر نبوی کے علمبردار تھے۔ جنگ احد میں حق جاں نثاری ادا کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ جنگ احد میں جب صحابہ کرام انتشار عام کے شکار تھے۔ یہ بڑی پامردی سے لوا اسلام لئے اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ ابن قمیئہ نے بڑھکر تلوار سے داہنا ہاتھ قلم کر دیا۔ تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ اور آیۂ کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ کی تلاوت کی۔ اس نے اسے بھی قلم کر دیا۔ تو دونوں بازوؤں سے تھام کر سینے سے چمٹا کر علم اسلام بلند کئے رہے۔ اس ظالم نے جھلا کر سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی انی سینے ہی میں رہ گئی اور یہ داعی توحید آیت مذکورہ کی تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ اب علم بڑھکر ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر نے اٹھا لیا۔ جو اخیر دم تک لئے رہے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مبارک لاش کے قریب کھڑے ہو کر یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الآیہ سورہ محمد)

مومنین میں بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔

پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں نے تم کو مکے میں دیکھا تھا تم سے زیادہ حسین اور خوش پوشاک کوئی جوان نہ تھا اور آج دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن ضرور اللہ عز وجل کے حضور حاضر ہو گے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔

خوشا رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ قبیلہ تمیم کے چشم و چراغ تھے۔ غلام بنا کر مکے کے بازار میں بیچے گئے۔ ان کا اسلام لانے والوں میں چھٹا نمبر ہے اسی لئے یہ سادس الاسلام کہلاتے تھے۔ ان کا مکہ میں کوئی حامی و مددگار نہ تھا اسلئے ان پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ جنھیں سنکر کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ ستمگر انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھکر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جبتک انگارے زخم کے پانی سے بجھ نہ جاتے۔ رحمت عالم ان کو تسلی دیتے۔ ان کے ظالم آقا کو یہ بھی برداشت نہ ہوا اس نے لوہا تپا کر ان کے سر کو داغا۔ ان مصائب نے بھی انہیں

۷۴۸ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا تَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ

حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بنی ہوئی حاشیہ دار بردہ لائیں

کوئی تزلزل نہیں پیدا کیا۔ جبل استقامت بنے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ ایک بار خدمت اقدس میں عرض کیا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل مجھے اس عذاب سے نجات دے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ خباب کی مدد کر۔ ان کا عاص بن وائل کے اوپر قرض تھا۔ یہ تقاضا کرتے تو وہ یہ کہتا کہ میں اس وقت تک نہ دونگا جب تک محمد کا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ تیرہ سال تک مسلسل یہ آلام و مصائب برداشت کرتے رہے۔ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کی اور تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا اتنا احترام کرتے کہ اپنی سواری پر بٹھاتے اور فرماتے کہ اس سواری پر بیٹھنے کے لائق تمھارے سوا صرف ایک اور شخص ہے اور وہ بلال ہے۔ یہ فرماتے کہ بلال کیسے مستحق ہوگا اس کے بہت سے حامی تھے میرا کوئی مددگار نہ تھا۔ مجھ پہ یہ گذری۔

کوفے میں علیل ہوئے اور زمانہ دراز تک بیمار رہے۔ مرض کی درازی سے گھبرا کر فرمایا کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں موت کی دعا مانگتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین سے واپس ہو رہے تھے کہ وصال کی خبر سنی اور جنازے کی نماز پڑھائی۔ وصیت کے مطابق کوفے سے باہر سپرد خاک کئے گئے۔ اس تقدیر پر ان کا سن وصال ۳۷ھ ہے۔ ایک روایت ہے کہ عہد فاروقی میں ۱۹ھ میں وفات پائی۔

تشریحات ۷۴۸ کتاب اللباس میں یہ زائد ہے کہ اسے پہن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور کچھ دیر بیٹھے پھر اسے اتار کر تہ کر کے انھیں دیدیا۔ کتاب الادب میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو لوگوں نے ان سے کہا۔ اور جواب میں انھوں نے کہا میں برکت کے لئے لے رہا ہوں۔ کتاب اللباس میں ہے کہ جب حضرت سہل نے پوچھا۔ بردہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا۔ وہ چادر جسمیں حاشیہ ہو۔ اور کتاب الادب میں ہے لوگوں نے کہا۔ شملہ۔ تو فرمایا۔ وہ شملہ جسمیں حاشیہ بنا ہوا ہو۔

بردہ۔ خط دار کمبل۔ شملہ وہ کمبل جو جسم پر لپیٹا جائے۔ بردہ عام ہے اور شملہ خاص مگر ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ فلاں۔ کون صاحب تھے۔ محب طبری نے کہا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن وقاص تھے۔ اسی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی تھے۔ مگر اس کی سند میں زمعہ بن صالح ہے جو ضعیف ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنی زندگی میں کفن تیار کر کے رکھ سکتے ہیں۔ اس سے موت یاد آتی رہے گی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بيدي فجئت لاكسوكها فاخذها

تم لوگ جانتے ہو۔ بردہ کیا چیز ہے لوگوں نے بتایا چادر انھوں نے فرمایا ہاں اس نے عرض کیا اسے

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محتاجا اليها فخرج الينا وانها ازاره

میں نے اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور اس لئے لائی ہوں کہ حضور کو پہناؤں اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لے لیا

فحسنها فلان فقال اكسنيها ما احسنها فقال القوم ما احسنت لبسها

حضور کو اس وقت اس کی ضرورت تھی کاشانہ اقدس سے ہماری طرف تشریف لائے اور اس چادر

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محتاجا اليها ثم سألته وعلمت انه لا يرد

کا تہبند پہنے ہوئے تھے فلاں صاحب نے کہا بہت اچھی ہے اور عرض کیا مجھے عنایت فرمادیں بہت عمدہ ہے لوگوں نے کہا تو نے اچھا

قال اني والله ما سألته لالبسه وانما سألته لتكون كفني قال سهل وكانت

کام نہیں کیا اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال میں پہنا تھا کہ اس کی ضرورت تھی پھر تو نے مانگ لیا اور تجھے

كفنه عه

معلوم ہے کہ حضور کسی کو محروم نہیں فرماتے انھوں نے کہا بخدا میں نے اسلئے نہیں مانگا تھا کہ اسے پہنوں۔ میں نے اسلئے مانگا ہے کہ میرا کفن ہو ۲

۲ حضرت سہل نے فرمایا۔ یہ مبارک چادر انکی کفن ہوئی۔

افضل المومنين ايمانا اكثرهم للموت ذكرا واحسنهم استعدادا۔

مومنین میں ایمان کے اعتبار سے افضل وہ ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی سب سے اچھی تیاری کرتا ہو۔

اور اس کا جواز صحابہ کرام کے سکوت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ البتہ قبر کھود کر رکھنا ممنوع ہے۔ کیا معلوم کہاں موت آئے۔ کفن تو جہاں جائے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے پھر بھی بہت سے صالحین سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قبریں تیار کرلی تھیں۔ کسی نے اپنی زندگی میں قبر کھود کر بنا رکھنے کے ناجائز ہونے کی دلیل میں یہ کہا تھا کہ یہ صحابہ کرام سے منقول نہیں۔ تو علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ صحابہ کرام سے کسی چیز کا واقع نہ ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں اسلئے کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس فعل کو صلحاء اخیار کی ایک جماعت نے کیا ہو۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں یہ قید لگانی ضروری ہے کہ اس فعل کا کوئی مقتضی نہ ہو جب عدم فعل دلیل عدم جواز نہیں۔ اور مقتضی ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا کوئی فعل نہ کرنا اس کے مشروع نہ ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الھادی الحاجب میں اس کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سائل کو محروم نہیں فرماتے تھے اگرچہ خود تکلیف اٹھانی پڑے۔

عه باب من استعد الكفن في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص ۱۷۰ ثاني اللباس باب البردة والحبرة والشملة ص ۵-۸۶۴ الادب باب حسن الخلق والسخاء ص ۸۹۲ نسائی زینت ابن ماجہ لباس۔ مسند امام احمد خامس ص ۸-۳۳۳۔

۷۴۹ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ نُھِیْنَا عَنْ
حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہمیں جنازہ کے ساتھ
اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ یُعْزَمْ عَلَیْنَا عہ ۔
جانے سے منع کیا گیا اور قطعی طور پر نہیں منع کیا گیا۔

۷۴۹ تشریحات یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جلد ثانی میں ص۲۳۴ پر گذر چکی ہے۔ مگر وہاں جنازے کے ساتھ عورتوں کے جانے کی تشریح نہیں کی گئی ہے اس لئے اسے پھر تحریر کیا ہے۔ حدیث کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری نے۔ باب میں نہ جواز کی تصریح کی ہے نہ حرمت کی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اس سلسلے میں احادیث مختلف آئی ہیں۔
امام ابوبکر ابن ابی شیبہ استاد امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا۔ تو اس پر چیخے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو اے عمر اس لئے کہ آنکھ رو رہی ہے اور جان پر مصیبت آن پڑی ہے۔ جدائی کا زمانہ قریب ہے۔ اس حدیث سے اجازت نکلتی ہے مگر یہ حدیث متعدد وجوہ سے مجروح ہے۔ اس لئے قابل استناد نہیں۔ اس کے برخلاف امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے ایک صاحب کو دفن کیا۔ جب ہم لوٹے اور حضور اپنے دروازے کے برابر پہنچے تو سامنے ایک خاتون کو دیکھا۔ ہمارا گمان یہ نہیں تھا کہ حضور نے انھیں پہچان لیا ہے۔ انھیں دیکھکر حضور نے فرمایا اے فاطمہ کہاں سے آتی ہو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اہل میت کے یہاں سے۔ میں نے ان کی میت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اور انھیں تسلی دی۔ فرمایا شاید تم قبر تک گئی تھیں۔ عرض کیا معاذ اللہ میں ان کے ساتھ قبر تک جاتی حالانکہ میں حضور سے سن چکی ہوں کہ اس بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبر تک جاتیں تو اس وقت تک جنت نہ دیکھتیں جب تک تمہارے باپ کے دادا نہ دیکھتے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث شیخین امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہے۔ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔
امام مالک نے فرمایا کہ جنازے کے ساتھ عورتوں کو جانا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ عبدری نے امام مالک سے یہ نقل فرمایا۔ کہ اگر میت عورت کی اولاد یا شوہر یا ایسا رشتہ دار ہے جس سے ملاقات کے لئے زندگی میں جاتی تھی تو جا سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔ البتہ حرام نہیں۔ امام نووی شافعی نے فرمایا کہ بدعت ہے۔ یہ سب اس دور کے لئے تھا اور اب جبکہ مسجدوں میں جماعت کے لئے جانا ممنوع ہے تو جنازے کیساتھ

عہ باب اتباع النساء الجنائز ص۱۷۰ الحیض باب الطیب للمرأۃ عند غسلھا من المحیض ص۴۵ ثانی الطلاق باب القسط للحادۃ باب تلبس الحائض لباس العصب ص۸۰۴۔ ۔ لہ عمدۃ القاری ثامن ص۶۴ ۔ ۲ے ایضا۔

۷۵۰ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ
حدیث حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا ام عطیہ کے ایک صاحبزادے فوت ہو گئے پس جب
الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ
تیسرا دن ہوا تو انھوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگا کر ملا۔ اور فرمایا کہ شوہر کے علاوہ کسی
مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا لِزَوْجٍ عـه
اور کا تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا ہے۔
۷۵۱ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ
حدیث زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب شام سے

جانے کی کیسے اجازت ہوگی اسی لئے غنیہ میں فرمایا۔ یہ مت پوچھ کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ یہ پوچھ کہ اس عورت پر کتنی لعنت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور کتنی فرشتوں کی طرف سے اور کتنی صاحب قبر کی طرف سے۔

تشریحات ۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲ تُحِدُّ کا مصدر الاحداد ہے۔ اس کا مصدر ثلاثی مجرد سے حَدٌّ حِدَادٌ ہے۔ نصر ینصر اور ضرب یضرب۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس کا معنی کسی مرنے والے پر غمگین ہونا اور زینت چھوڑ دینا ہے۔ صفرۃ پیلا رنگ۔ اس کا اکثر استعمال پیلے رنگ کی خوشبو کے معنی میں ہے۔ کتاب الطلاق میں بصفرۃ کے بجائے بطیب ہے اور محمد بن یوسف سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے بطیب فیه صفرة خلوق اوغیرہ فدهنت منه جاریة۔ یعنی خوشبو منگائی جس میں صفرہ خلوق یا اور کچھ تھا۔ لونڈی کو حکم دیا۔ اس نے اس میں سے کچھ لے کر تیل ملایا۔ پھر ام المومنین نے اسے لے کر اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا۔ تیسری حدیث میں وہاں یہ زائد ہے کہ ام المومنین حضرت زینب نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔ خلوق اس عہد کی ایک مشہور خوشبو ہے جسے زعفران وغیرہ ملا کر بناتے تھے۔

نعی ابی سفیان نَعْيٌ۔ نَعِيٌّ۔ موت کی خبر۔ یہ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کے والد ماجد ہیں۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت ابو سفیان کا وصال شام میں ہوا تھا۔ اگرچہ تمام اہل سیر اس پر متفق ہیں کہ ان کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا حتی کہ خود علامہ بدر الدین عینی نے بھی حدیث ہرقل کے تحت یہی لکھا۔ اسی کی پیروی کرتے ہوئے جلد اول میں میں نے یہی لکھا۔ مگر یہاں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ۔ بالشام۔ کہنے میں نظر ہے۔ یہ اضافہ حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے اس روایت میں ابن چھوٹ گیا ہے اس لئے کہ شام میں یزید بن ابی سفیان کا وصال ہوا تھا۔ علامہ عینی نے اس کا حسب عادت بہت شدومد کے ساتھ رد فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ سفیان بن عیینہ کی شان یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم چلا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ علامہ عینی کی تحقیق یہی ہے کہ ان کا وصال شام میں ہوا۔

عـه باب احداد المرأة على غير زوجها ص ۱۷۰ ثانی الطلاق باب الكحل للحادة ص ۸۰۳

نَعْیُ اَبِیْ سُفْیَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ اُمُّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بِصُفْرَۃٍ

ابو سفیان کے وفات کی خبر آئی تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے

فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَیْھَا وَذِرَاعَیْھَا وَقَالَتْ اِنْ کُنْتُ عَنْ ھٰذَا

تیسرے دن پیلے رنگ کی خوشبو منگائی اور اسے اپنے دونوں رخساروں اور بازووں پر ملا اور فرمایا

لَغَنِیَّۃً لَوْلَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ

میں اس سے مستغنی ہوں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ

لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰی

جو عورت اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتی ہو اسے یہ جائز نہیں کہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر تین دن

زَوْجٍ فَاِنَّھَا تُحِدُّ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا ع۵

سے زیادہ سوگ منائے۔ ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔

۷۵۲ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّھَا اَخْبَرَتْہُ

حدیث حضرت زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ

اور ابن ابی شیبہ دارمی اور مسند امام احمد کی روایت میں جو آیا ہے کہ ان کے بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار کی موت کی خبر آئی تو ام المومنین نے خوشبو لگائی۔ اس کی توجیہ خود علامہ ابن حجر نے یہ فرمائی کہ ہو سکتا ہے۔ دونوں کے وصال کی خبر پر ایسا کیا ہو۔ اقول وباللہ التوفیق۔ مگر تیسری حدیث سے اس پر اشکال ہے اس لئے کہ اس میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے واقعے کے بعد ہے ثم دخلت علی زینب بنت جحش، اور کتاب الطلاق میں فدخلت ہے۔ ثم تراخی کے لئے ہے اور فا تعقیب کے لئے ہے۔ دونوں کی دلالت ترتیب پر ہے۔ اب ماحصل یہ نکلا کہ زینب بنت ابو سلمہ کہہ رہی ہیں کہ ام المومنین ام حبیبہ کے بعد میں ام المومنین حضرت زینب کے یہاں گئی، ام المومنین حضرت زینب کا وصال ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ہوگیا تھا۔ تو ماننا پڑے گا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا واقعہ ۲۰ھ یا ۲۱ھ سے پہلے کا ہے۔ اور حضرت ابو سفیان کا وصال ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ ثم اور فا ترتیب کے لئے ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اگر ترتیب کے لئے ہے بھی تو یہاں ترتیب ذکر کرنے میں ہے نہ کہ واقع ہونے میں۔ اگرچہ حدیث کا سیاق اس کے خلاف ہے مگر امام بخاری کی عظمت شان کے لحاظ سے اسے قبول ہی کرنا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

اخوھا ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے تین بھائی تھے۔ عبید اللہ۔ یہ حبشہ میں نصرانی ہوکر

ع۵ باب احداد المرأۃ علی غیر زوجھا ص ۱۷۰۔ ثانی الطلاق باب والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن ص ۸۰۴ مسلم الطلاق۔

قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں گئی تو انھوں

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ

نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے

تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ

دن پر ایمان رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں شوہر پر چار

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ

مہینے دس دن سوگ منائے اس کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے یہاں گئی جبکہ ان کے

مرا۔ دوسرے عبداللہ۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ اس وقت ام المومنین حبشہ میں تھیں اور ابھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ تیسرے ابو حمد۔ جن کا نام عبد۔ یا عبداللہ تھا۔ یہ ام المومنین کے بعد تک باحیات رہے۔ عبیداللہ کا انتقال ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔ پھر ام المومنین کے اس ارشاد کا کوئی محل نہیں۔ مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما تھے تو خوشبو کی کیوں حاجت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ یہ فوت ہونے والا ام المومنین کا کوئی سوتیلا بھائی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسائل عورت پر اپنے شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن فرض ہے۔ مگر یہ غیر حاملہ کے لئے ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر شوہر کی وفات کے بعد فوراً ہی بچہ پیدا ہو جائے تو عدت پوری ہو گئی۔ ارشاد ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔ (سورہ طلاق)

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ اور تم میں جو لوگ فوت ہوں اور بیبیاں چھوڑیں تو یہ بیبیاں چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں۔

یہ دونوں آیتیں جزئی طور پر متعارض ہیں، اگر کوئی مر گیا اور اس کی زوجہ حاملہ ہو تو سورہ بقرہ کی آیت کے مطابق اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اور سورہ طلاق کے مطابق وضع حمل ہے۔ یہ چند منٹ میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور چار مہینے دس دن سے زائد میں بھی۔ مگر چونکہ سورہ طلاق بعد میں نازل ہوئی ہے اس لئے یہ اس صورت خاص میں اس کی ناسخ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ سورہ نساء قصری سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری[1] نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا کہ

[1] ثانی الطلاق باب واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن ص ۸۰۲

104

اَخُوْھَا فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فَمَسَّتْ بِهٖ ثُمَّ قَالَتْ مَالِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ
بھائی فوت ہوئے تھے تو انھوں نے خوشبو منگائی اور اسے ملا اور فرمایا مجھے خوشبو کی حاجت نہیں سوائے
اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ
اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ
وَّعَشْرًا عہ
شوہر پر چار مہینے دس دن منائے ۔

سبیعہ اسلمیہ کے ان کے شوہر کی وفات کے چند رات بعد بچہ پیدا ہوا۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح کی اجازت طلب کی تو اجازت مرحمت فرمادی۔

شوہر کے علاوہ اور کسی میت پر سوگ واجب نہیں۔ تین دن تک منانے کی اجازت ہے۔ اور یہی حال مطلقہ کی عدت کا بھی ہے۔ یعنی۔ آیہ کریمہ۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ۔ اور جن عورتوں کو طلاق دیدیا گیا ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض روکے رکھیں۔ کے عموم سے غیر مدخولہ، حاملہ آئسہ صغیرہ خاص ہیں۔ غیر مدخولہ پر عدت نہیں۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور آئسہ صغیرہ کی عدت تین مہینہ ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام رملہ یہ حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی اور حضرت معاویہ کی بہن تھیں۔ یہ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ پہلے ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ یہ پہلے اسلام لایا اور حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گیا۔ اور وہاں جاکر نصرانی ہوگیا۔ ۵ھ یا ۶ھ میں مرگیا اس کی موت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائش پر نجاشی شاہ حبشہ نے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ چارسو دینار یا چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا جسے نجاشی نے خود ادا کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجکر مدینہ طیبہ بلوالیا۔ اس وقت تک غیر محرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنے کی ممانعت نہ تھی ان کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب حضرت ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ طیبہ آئے اور ان کے گھر گئے چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ جاؤں تو انھوں نے بستر سمیٹ لیا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے، میں اس بستر کے لائق نہیں یا یہ بستر میرے لائق نہیں۔ اس پر ام المومنین نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر ہے تم مشرک ہو تمھیں اس پر کیسے بیٹھنے دوں ۴۴ھ میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں بقیہ ازواج مطہرات کے ساتھ آرام فرما ہیں

عہ باب احداد المرأة علی غیر زوجها ص ۷۰، ثانی باب تحد المتوفی عنها زوجها اربعة اشهر وعشرا ص ۸۰۳ مسلم الطلاق۔ ابوداؤد الطلاق۔ نسائی الطلاق۔

باب کی توضیح اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت الخ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان۔ میت پر اس کے بعض اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ جبکہ میت پر چلانا اس کی عادت ہو۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سب نگہباں ہو اور تم سب سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا جنھیں تمھاری نگہبانی میں دیا گیا ہے۔ اور اگر میت پر چیخنا اس کا طریقہ نہیں تو وہ ایسے ہے جیسے حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ اور بوجھ سے لدی ہوئی کوئی جان بوجھ بٹانے کے لئے کسی کو بلائے تو وہ اس بوجھ میں سے کچھ نہ اٹھائے گی اور اس کا بیان کہ چلائے بغیر رونے کی اجازت ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی کسی کو ظلماً قتل کرے گا تو پہلے آدم کے بیٹے قابیل پر اس خون کا حصہ رہے گا۔ اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے قتل ایجاد کیا۔

اس میں بعض بعینہ حدیث کا جز ہے۔ ایک حدیث کے بعد وہ حدیث یہیں مذکور ہے۔ پھر بعد میں امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ بیشک میت کو اس کے اہل کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میت پر رونا مرنے والے کی عادت ہو۔ اسکی تائید میں پہلے سورہ تحریم کی یہ آیت پیش فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔ (۶)	اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ اپنے ماں باپ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہی کرتا ہے جب ماں باپ کی عادت نوحہ کرنے کی ہوگی تو ان کی دیکھا دیکھی اس کے اہل بھی نوحہ کریں گے۔ تو ماں باپ اہل و عیال کے نوحہ کرنے کے سبب ہوئے۔ اگر ان کی عادت نہ ہوتی تو اس کے اہل و عیال نوحہ نہ کرتے۔ تو نوحہ کرکے وہ بھی جہنم کے مستحق ہوئے اور ان سے سیکھ کر اہل و عیال بھی۔ نوحہ کرنے والوں نے نہ اپنے آپ کو جہنم سے بچایا نہ اپنے اہل و عیال کو بچایا۔ اب ثابت کہ جس کی عادت نوحہ کرنے کی ہو اس پر مرنے کے بعد نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کے بارے میں سوال ہوگا جسکی نگہبانی اس کے ذمے ہے۔

اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب کوئی گناہ میں مبتلا ہو اور اسے دیکھکر اس کے اہل و عیال گناہ کریں تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ اب اگر کوئی نوحہ کرنے کا عادی ہو اور اس سے سیکھ کر اس کے اہل و عیال نوحہ کریں تو وہ ضرور عذاب کا مستحق ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا۔ اور اگر اس کی نوحہ کرنے کی عادت نہیں تو وہ ایسا ہے جیسے ام المومنین حضرت

۷۵۲ حَدَّثَنِیْ اُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَرْسَلَتْ بِنْتُ

حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ اَنَّ اِبْنًا لِّیْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَاَرْسَلَ

کی صاحبزادی نے حضور کے پاس خبر بھیجا کہ حضور میرے یہاں تشریف لائیں میرا ایک بیٹا

عائشہ نے فرمایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ

سورہ فاطر - ۱۸

کسی پر دوسرے کا گناہ نہیں لادا جائے گا، اور ایسا ہے جیسا کہ فرمایا اگر بوجھ سے لدا ہوا کوئی اپنا بوجھ بٹانے کیلئے کسی کو بلائے تو وہ اس کے بوجھ سے کچھ نہیں اٹھائے گا۔

پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ منجانب اللہ ایسا نہ ہوگا کہ کسی کے گناہ پر دوسرے سے مواخذہ ہو۔ اور دوسری آیت کا یہ ہے کہ اگر کوئی گناہوں سے گراں بار کسی کو بلائے کہ میرا کچھ گناہ اپنے ذمہ لے لو تو کوئی تیار نہیں ہوگا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔ تو پھر پسماندگان کے نوحہ کرنے پر میت پر عذاب ہونے کا سوال ہی نہیں۔ پھر امام بخاری نے فرمایا۔

کہ چیخے چلائے بغیر میت پر رونے کی اجازت ہے۔ یہ باب کا دوسرا جز ہے۔ اس مضمون کی طبرانی نے معجم کبیر[1] میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت بغیر آواز کے رونے کی ہمیں رخصت دی گئی ہے۔ مگر چونکہ یہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے اسے اپنی صحیح میں درج نہیں فرمایا۔ اور اسے باب کا عنوان قرار دیا۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر فرمائی۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

کوئی بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا حصہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الانبیاء، باب خلق آدم اور کتاب الدیات باب من احیاھا اور کتاب الاعتصام اثم من دعا الی ضلالۃ میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ یہاں اس کی تائید میں لائے ہیں کہ میت پر نوحہ کرنے سے عذاب اس وقت ہوگا جبکہ میت کی عادت نوحہ کرنے کی ہو۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح گناہ کے موجد پر بعد کے سب عمل کرنے والوں کا وبال ہے۔ کیونکہ بعد والوں نے اسی سے سیکھا ہے۔ اسی طرح جب میت سے سیکھ کر اس کے گھر والے نوحہ کر رہے ہیں تو میت پر عذاب ہوگا۔

تشریحات ۷۵۳ بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور یہ صاحبزادے تھے جن کا نام علی تھا نہ کہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس لئے کہ حضرت امامہ حضور اقدس

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۷۱

یُقْرِئُ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ
قریب مرگ ہے حضور نے ان کے پاس کہلایا جاؤ کہدو وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں بیشک اللہ ہی کا
مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْہِ تُقْسِمُ عَلَیْہِ لَیَاْتِیَنَّہَا فَقَامَ وَمَعَہٗ
ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کی بارگاہ میں میعاد مقرر ہے اسے چاہئے کہ صبر کرے
سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ وَّزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّرِجَالٌ
اور ثواب کی امید رکھے پھر ان کی صاحبزادی نے حضور کے پاس کہلایا کہ وہ حضور کو قسم دیتی ہے کہ ضرور تشریف لائیں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اور اہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صرف دو ہی بچے ہوئے ایک حضرت امامہ دوسرے حضرت علی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت علی اتنے بڑے ہونے تک جئے کہ قریب بلوغ پہنچ چکے تھے۔ انھیں فتح مکہ کے موقع پر حضور نے اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھایا تھا۔ اتنے بڑے بچے کو صبی یعنی لڑکا نہیں کہا جاتا۔ علامہ عینی نے فرمایا ابن سیدہ نے کہا پیدائش کے وقت سے جب تک بڑا نہ ہو جائے صبی کہا جاتا ہے اور یہی ہمارے عرف میں لڑکے بچے کا حال ہے۔ اس لئے جن روایتوں میں بنت کا لفظ آیا ہے وہ کسی راوی کا وہم ہے حضرت علامہ ابن حجر کا رجحان یہ ہے کہ حضرت امامہ تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے اس مرض سے صحتیاب ہو گئیں کیونکہ بہت سی حدیثوں میں ان کے نام کی تصریح بھی آئی ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد[۱] بن حنبل میں اسی سند کے ساتھ اور طبرانی میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قبض یہ معنی میں اس کے ہے کہ قریب ہے کہ اس کی روح قبض کر لی جائے۔ اس لئے کہ کتاب القدر میں ہے: ان ابنہا یجود بنفسہ۔ کہ ان کے صاحبزادے دم توڑ رہے ہیں. کتاب التوحید میں ہے کہ ان کے صاحبزادے دم توڑ رہے ہیں۔ پھر اسی حدیث کا اخیر حصہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے فوت نہیں ہوئے تھے۔

فرفع الیہ کتاب الایمان میں ہے۔ اور انھیں اپنی گود میں بٹھایا۔

ونفسہ تتقعقع اس کا مصدر تقعقع ہے۔ اس کے معنی مضطرب ہونا بیقرار ہونا متحرک ہوتا۔ سوکھی چیز کی حرکت سے جو آواز نکلے۔ مراد یہ ہے کہ ان کی سانس اکھڑ چکی تھی۔ وہ دم توڑ رہے تھے۔

یہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ اور متعدد کتب حدیث میں مذکور ہے۔ کہیں ابنا ہے کہیں بنتا ہے کہیں امیمہ ہے۔ خود بخاری کتاب المرضی میں ابنتی ہے۔ اگرچہ یہیں ایک نسخہ ابنی قد حضر بھی ہے۔ مگر کسی میں انجام مذکور نہیں۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے یہ نکتہ پیدا فرمایا کہ یہ مریض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے صحتیاب ہو گیا۔ اس لئے وہ اسے

---

[۱] مسند امام احمد ص ۲۰۴ [۲] فتح الباری ثالث ص ۱۲۵۔

فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ وَنَفْسُہٗ تَتَقَعْقَعُ

اب حضور اٹھے اور حضور کے ساتھ سعد بن عبادہ معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت

قَالَ حَسِبْتُہٗ اَنَّہٗ قَالَ کَاَنَّہَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ فَقَالَ سَعْدٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

اور بہت سے لوگ تھے جب حضور وہاں پہنچے تو وہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے

مَاھٰذَا قَالَ ھٰذِہٖ رَحْمَۃٌ جَعَلَہَا اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِہٖ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ

پیش کیا گیا اور حضور نے اسے گود میں لے لیا۔ وہ دم توڑ رہا تھا گویا وہ مشک ہے۔ اسکے اثر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءُ ع۵

علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر سعد نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ شفقت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے

اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کرنیوالوں ہی پر رحم فرماتا ہے۔

ترجیح دیتے ہیں کہ یہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جبکہ بعض روایتوں میں صراحۃً انکا نام مذکور ہے۔ مگر حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ وہ مریض بچے نہیں۔ اس لئے علامہ عینی اسے راجح فرما رہے ہیں کہ وہ حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

کانہا شن شن پرانی سوکھی مشک کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ صاحبزادے بالکل سوکھ گئے تھے جیسے پرانا سوکھا مشک ہو۔ ضعف نقاہت سے صرف ہڈی چمڑا رہ گیا تھا۔ کتاب التوحید کی روایت میں ہے کانہا فی شن۔ گویا وہ مشک میں تھے۔ یعنی بدن سوکھے مشک کی طرح ہوگیا تھا۔ اور سانس یوں چل رہی تھی جیسے سوکھے مشک میں کنکری ڈال کر ہلائیں اور آواز ہو۔ جس کو ہمارے عرف میں کہتے ہیں کہ سانس اکھڑ چکی ہے۔

ففاضت عیناہ یعنی بچے کا یہ حال دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ازراہ شفقت یارائے ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا اس لئے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبر و ضبط کو بارہا ملاحظہ فرما چکے تھے۔ غزوہ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوجود زبان سے اف تک نہ نکلی غزوہ خندق کی اس شدت میں جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ دل حلقوم تک آگئے تھے۔ پہاڑ سے بھی زیادہ استقامت تھی۔ اور آج بچے کا یہ حال ملاحظہ فرما کر رو رہے ہیں۔ یا تعجب اس پر ہوا کہ میت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔ پھر یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شفقت کا مقتضیٰ ہے جو اختیاری نہیں۔ فطری ہے۔ اور یہ ممنوع نہیں۔ بلکہ محمود ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل اپنے انھیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو خود دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ ص ۱۷۱ ثانی المرضیٰ باب عیادۃ الصبیان ص ۸۴۴ القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۶ الایمان والنذور باب قول اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جہد ایمانہم ص ۹۸۴ التوحید باب قل ادعوا اللہ اوادعوا الرحمٰن ص ۱۰۹۷ باب ماجاء فی قول اللہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ص ۱۱۰۸ مسلم الجنائز نسائی الجنائز ابو داؤد الجنائز ابن ماجہ الجنائز۔

حدیث ۷۵۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کی قبر پر ہم حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیمار پرسی واجب نہیں ہے۔ سنت ہے۔ نیز یہ کہ میت کی تجہیز و تکفین واجب عین نہیں، کفایہ ہے۔ چھوٹے بچوں کی بیمار پرسی بھی مسنون ہے۔ اپنے بڑے کو یا چھوٹے کو کسی مسنون بلکہ مستحب بلکہ مباح کام کیلئے قسم دلانا جائز ہے۔ اور ایسی قسم کا پورا کرنا مستحب ہے۔ کوئی بزرگ کہیں جائیں تو ان کے اصحاب و تلامذہ کو ساتھ جانا چاہیے اگر کوئی حرج نہ ہو۔ چھوٹے بچوں کو گود میں لینا سنت ہے۔ کسی میت پر رونے میں حرج نہیں جبکہ بطور جزع فزع اور چیخ چلا کر نہ ہو بلکہ محمود ہے۔

تشریحات ۷۵۴ یہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کا وصال ۹ ھ میں ہوا تھا حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کا وصال اس وقت ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر میں تشریف فرما تھے۔ واپسی سے پہلے ہی دفن ہو چکی تھیں۔

جالس علی القبر مراد یہ ہے کہ قبر کے کنارے بیٹھے تھے۔ یہ مراد نہیں کہ قبر کے اوپر بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ ابھی حضرت سیدہ ام کلثوم دفن بھی نہیں ہوئی تھیں۔ نیز خود فرمایا۔ کہ کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے پھر وہ کھال تک پہونچ جائے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔[۱]

عینیہ تدمعان اس سے ثابت ہوا کہ بے جزع فزع بے آواز کے رونا ممنوع نہیں محمود ہے۔ اس حصے سے باب کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر مبارک کے کنارے رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ یا کپڑے سے ان کے آنسو پونچھنے لگے۔

لم یقارف اس کے معنی لم یقارب کے ہیں۔ اس کا مفعول محذوف المرأۃ ہے۔ یہی جمہور شراح کی توجیہ ہے مگر خطابی نے فرمایا کہ الذنب ہے۔ اور یہی اس حدیث کے ایک راوی فلیح کا بھی قول ہے۔ مگر یہ بعید ہے۔ اس لئے کہ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ سوائے حضرت ابوطلحہ کے تمام حاضرین نے اس رات گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ لہذا پہلی ہی توجیہ راجح ہوئی۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جسے امام بخاری نے تاریخ اوسط میں اور امام حاکم نے ذکر کیا ہے کہ فرمایا

[۱] مسلم اول۔ الجنائز۔ فصل فی النہی عن الجلوس علی القبر ص ۳۱۲

عہ

رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا فَقَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا

فرمایا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو آج رات عورت کے قریب نہیں گیا ہے تو ابو طلحہ نے عرض کیا میں۔ تو فرمایا اس کی قبر میں اترو تو وہ انکی قبر میں اترے

۷۵۵ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بِمَكَّةَ

حدیث عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا عثمان کی ایک صاحبزادی کا مکے میں

وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاِنِّيْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا

وصال ہوا اور ہم لوگ آئے تاکہ ان کے جنازے میں شرکت کریں۔ اور وہاں ابن عمر اور ابن عباس بھی موجود

قبر میں ایسا کوئی نہ اترے جو آج رات اپنے اہل کے قریب گیا ہو۔ تو حضرت عثمان ہٹ گئے۔ اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اس رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی باندی سے قربت کرلی تھی۔ یہ ان پر تعریض تھی۔ لیکن ان کی طرف سے یہ معذرت کی جاسکتی ہے کہ انھیں کیا معلوم تھا کہ آج ہی حضرت سیدہ ام کلثوم کا وصال ہو جائے گا۔ اور ان کی علالت طویلہ کی وجہ سے وہ مجبور رہے ہوں۔ بیوی کے مرتے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت عثمان بھی اجنبی ہوگئے تھے۔ اب ان کی اور حضرت ابو طلحہ کی حیثیت برابر ہوگئی تھی چونکہ میت کفن میں لپٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے قبر میں اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا ہے اس وقت حضرت سیدہ ام کلثوم کے محارم میں سے کوئی موجود نہ رہا ہو۔ ایسی صورت میں کوئی بھی عورت کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ البتہ صلحاء اتقیاء کو ترجیح ہے۔ حضرت ابو طلحہ کے صالح اور متقی ہونے میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں۔ وہ قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ نیز ان کی وجہ ترجیح یہ ہو سکتی ہے کہ وہ قبر کو اچھی طرح تیار کر سکتے تھے۔

تشریحات ۷۵۵

یہ صاحبزادی ام ابان بنت عثمان تھیں۔ جیسا کہ مسلم میں ہے[1]

حضرت صہیب بن سنان

ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ یہ موصل کے قریب دجلہ کے کنارے یا دجلہ و فرات کے دوآبے میں ایک گاؤں کے باشندے تھے۔ ان کے والد کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے۔ ان کے بچپنے میں رومیوں نے حملہ کیا اور مال و متاع کے ساتھ انھیں بھی اٹھالے گئے۔ ان کی نشو ونما رومیوں میں ہوئی جب جوان ہوگئے تو بنی کلب رومیوں سے خرید کر مکہ لائے اور عبداللہ بن الجدعان کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے ان کو آزاد کر دیا ایک روایت یہ ہے کہ یہ خود بھاگ کر مکے آئے اور عبداللہ کے حلیف بن گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دار ارقم میں تشریف فرما تھے کہ تیسویں نمبر پر یہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ یہ سب سے اخیر مہاجر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی قبا میں حضرت کلثوم بن ھدم کے گھر تھے کہ یہ بھی پہونچ گئے۔ سب لوگ کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ بھوکے تھے کھجوروں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی ایک آنکھ میں آشوب تھا۔ کھجوریں آشوب میں مضر ہیں۔ حضرت صہیب خوش طبع تھے۔ حضرت عمر نے چھیڑا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ ملاحظہ فرمائیں صہیب کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اور کھجوریں کھا رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ صہیب اس حال میں کھجوریں کھا رہے ہو۔ عرض کیا۔ جو آنکھ دکھ رہی ہے

عہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان المیت یعذب ببعض بکاء اھلہ ص ۱۷۱، باب من یدخل قبر المراۃ ص ۱۷۵، ترمذی الشمائل

[1] الجنائز فصل ان المیت یعذب ببکاء اھلہ ص ۳۰۲۔

أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

تھے میں دونوں کے بیچ میں بیٹھا تھا یا یہ کہ میں ایک کے پاس بیٹھا کہ دوسرے صاحب آئے اور

بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میرے پہلو میں بیٹھ گئے عبداللہ بن عمر نے عمرو بن عثمان سے فرمایا تم عورتوں کو رونے سے کیوں نہیں منع

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ

کرتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے سے

عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ

عذاب دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن عباس نے کہا عمر بھی ایسا ہی کچھ کہا کرتے تھے۔ اس کے بعد حدیث بیان

عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ

کی فرمایا کہ حضرت عمر کے ساتھ میں مکے سے لوٹ رہا تھا جب ہم بیداء پر پہنچے تو ایک قافلہ ایک ببول

اس طرف سے نہیں کھا رہا ہوں جو اچھی ہے اس طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور ہنس پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک شوریٰ کسی خلیفہ کا انتخاب نہ کرے۔ صہیب نماز پڑھائیں گے۔ اور امور خلافت کو انجام دیں۔ چنانچہ تین دن تک یہ اس منصب پر فائز رہے۔ ۳۸ھ میں جب عمر مبارک ۷۰ سال کی ہوئی تو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ اور دنیائے اسلام کی سب سے متبرک قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔

توجیہ حدیث

یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں شمار کی جاتی ہے۔ اس حدیث میں متعدد اشکال ہیں۔ پہلا حضرت ابن عمر کی روایت ہے۔ کہ میت پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث میں چار عموم ہیں۔ میت عام ہے اس سے کہ کافر ہو یا مسلمان۔ اس کے رونے کی عادت ہو یا نہ ہو۔ اس نے رونے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ دوسرا عموم عذاب میں ہے۔ جسمانی ہو یا روحانی۔ تیسرا عموم رونے میں ہے۔ یہ رونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ آواز سے ہو یا بلا آواز۔ جزع فزع وغیرہ کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔

اور حضرت ابن عباس سے حضرت عمر کی جو حدیث مروی ہے۔ اس میں بکاء کی بعض بکاء کے ساتھ تخصیص ہے اور یہ تخصیص مبہم ہے۔ وہ بعض رونا کیا ہے۔ یہ ظاہر نہیں۔ اس اشکال کو امام بخاری نے دو طرح عنوان میں حل فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت ابن عمر کے حدیث کا عموم حضرت ابن عباس کی حدیث سے خاص ہے۔ یعنی یہ اسکی مخصص ہے۔ اس میں بھی مراد بعض ہی بکاء ہے۔ پھر اس کے ابہام کو دو طرح واضح فرمایا۔ ایک یہ کہ میت پر عذاب اس وقت ہوگا جب میت کی خود بھی نوحہ کرنے کی عادت ہو۔ یہ تخصیص میت میں ہوئی پھر اس کے واسطے سے رونے والوں میں پھر رونے میں۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد آواز کے ساتھ بے صبری جزع فزع کے ساتھ رونا ہے۔ اب یہ رونے میں ہوئی۔ ہر ایک کو امام بخاری نے

اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ

کے درخت کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا مجھ سے فرمایا جاؤ دیکھو یہ کون لوگ ہیں میں نے نگاہ کی تو وہ صہیب

فَقَالَ ادْعُهُ لِي فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

تھے میں نے عمر کو خبر کی تو فرمایا انھیں بلاؤ میں لوٹ کر صہیب کے پاس گیا اور میں نے کہا امیرالمومنین

فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ

سے ملو اس کے بعد جب حضرت عمر کو زخمی کیا گیا تو صہیب ان کے پاس آکر رونے لگے ہائے بھائی ہائے دوست

لَهُ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اس پر حضرت عمر نے ان سے فرمایا اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

فرمایا ہے مردہ اپنے اہل خانہ کے بعض کے رونے پر مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے ابن عباس نے کہا

فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ

جب حضرت عمر کا وصال ہو گیا تو میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا اللہ

مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ

عمر پر رحم فرمائے بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے اللہ مومن پر اس کے اہل کے رونے

الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے عذاب فرماتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ فرمایا بیشک اللہ کافر پر عذاب

قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمْ

بڑھا دیتا ہے اس کے اہل کے رونے سے اور ام المومنین نے فرمایا

قرآن مجید اور حدیث سے مبرہن فرمایا، جیساکہ مفصل گزرا۔

ابن عمر کی حدیث کی تیسری تخصیص حضرت ام المومنین کی حدیث سے ہوئی کہ میت سے مراد کافر ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے۔ میت پر عذاب اس وقت ہوتا ہے جب اس نے نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو۔ پانچویں توجیہ یہ ہے کہ جب وہ نوحہ کرنے کو پسند کرتا ہو۔ چھٹی توجیہ یہ ہے کہ یہ عذاب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کیا تو ایسا تھا۔ کیا تو ایسا تھا۔ یہ تخصیص عذاب میں ہے۔ یعنی روحانی عذاب ہوگا۔ جیساکہ اسی مضمون کی حدیث آگے آرہی ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ اللہ مومن پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب فرماتا ہے اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر کی حدیث میں۔ مومن نہیں۔ میت ہے

اَلْقُرْآنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِکَ
تمھیں قرآن کافی ہے۔ کسی کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جائیگا۔ اس وقت ابن عباس نے کہا اور
وَاللّٰہُ ھُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ وَاللّٰہِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَیْئًا
اللہ ہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا اس پر ابن عمر کچھ نہیں بولے۔

اور میت کا لفظ کافر کو بھی شامل پھر اس شدت سے ام المومنین کے انکار کی کیا وجہ۔ حل یہ ہے کہ حضرت صہیب حضرت عمر پر روئے تھے۔ جس پر حضرت عمر نے وہ حدیث بیان فرمائی۔ اس سے ام المومنین نے یہ سمجھا کہ حضرت عمر اس ارشاد کو مومن کے حق میں سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کو ام المومنین فرما رہی ہیں کہ انکا یہ سمجھنا درست نہیں۔ اس ارشاد سے مراد صرف کافر ہے۔ مومن نہیں۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ ام المومنین نے اپنے مدعیٰ پر آیہ کریمہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائیگا۔ سے استدلال فرمایا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو حق ہے کہ ایک مومن پر دوسرے مومن کا گناہ نہیں لادا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایک کافر پر دوسرے کافر کا گناہ لادا جائے گا۔ جس کی بنا پر کافر پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوگا۔ ظاہر آیت یہی بتا رہی ہے کہ اس میں مومن کی تخصیص نہیں۔ کافر کا بھی یہی حال ہے اور یہی مقتضائے عدل ہے۔ یہ اشکال علامہ کرمانی کا ہے۔ علامہ عینی نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔ کہ چونکہ کافروں کی عادت تھی کہ وہ نوحہ کرنے کی وصیت کرجاتے تھے۔ جیسا کہ اہل جاہلیت کے اشعار سے ظاہر ہے۔ طرفہ بن عبد کہتا ہے:۔

اذا مت فانعنی بما انا اھلہ — وشقی علی الجیب یا ام معبد

میں جب مرجاؤں تو اے ام معبد میرے کمالات بیان کرکے رونا اور گریبان پھاڑنا۔

اس لئے کافر پر عذاب ہوتا ہے اور مومن پر نہیں۔ اس جواب کا ماحصل یہ ہوا کہ یہ آیت کریمہ ام المومنین نے اپنے مدعیٰ کے پہلے جز پر پیش فرمایا۔ کہ ایک کا گناہ دوسرے پر لادا نہیں جاتا۔ اور مومن نوحہ کرنے کی وصیت بھی نہیں کرتا پھر اس پر اہل خانہ کے نوحہ کرنے سے کیوں عذاب ہوگا۔ کافر پر ہوگا اس لئے کہ وہ وصیت کرجاتا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ اس عذاب سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو ایسا ہی تھا۔ کیا تو ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ اور حضرت ابن عمر کی حدیث ابھی آرہی ہے۔ یہ عذاب بھی کم نہیں۔ اس کی مثال وہ ہے جو قرآن کریم میں ابوجہل کے بارے میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جہنم میں اس سے کہا جائے گا۔ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ۔ چکھ تو تو بڑا عزت والا بہت شریف ہے۔ زیادتی عذاب سے مراد مقررہ عذاب پر مزید عذاب یہ طعن ہے۔

اقوال یہ شک ابن جریج سے ہے۔ مسلم میں ہے۔ کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ ام ابان

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ ص ۱۷۲، مسلم الجنائز، نسائی الجنائز۔

۷۵۶ عَنْ اَبِی بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ جَعَلَ صُہَیْبٌ

حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب حضرت عمر زخمی کئے گئے تو حضرت

یَقُوْلُ وَا اَخَاہُ فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صہیب کہنے لگے ہائے بھائی اس پر حضرت عمر نے کہا، کیا تم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ ع۵

نے فرمایا بیشک زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

بنت عثمان کے جنازے کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے۔ اور وہیں عمرو بن عثمان بھی تھے۔ اتنے میں ابن عباس آئے انھیں ایک رہبر لایا تھا۔ (ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں) اور ابن عمر کی جگہ بتائی تو وہ آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اب میں دونوں کے درمیان ہو گیا۔ کہ گھر میں سے آواز آئی تو ابن عمر نے وہ فرمایا۔

بیداء کے معنی میدان کے ہیں۔ یہاں وہ میدان مراد ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔

فلما اُصیب یہ ملاقات حضرت فاروق اعظم کے اخیر حج میں ہوئی تھی۔ جیساکہ ایوب کی روایت میں ہے جب ہم مدینہ آگئے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت عمر کو زخمی کر دیا گیا۔

قال ابن عباس اللہ ہی وہ ہے جس نے ہنسایا اور رُلایا۔ یعنی آنسو پر خود رونے والا اختیار نہیں رکھتا، پھر میت پر دوسر کے رونے سے کیوں عذاب ہوگا۔

ما قال ابن عمر شیئاً یعنی حضرت ابن عباس کی یہ حدیث سن کر ابن عمر کچھ نہیں بولے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر کا سکوت اس لئے تھا کہ انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ انھوں نے بحث و تکرار سے بچنے کیلئے سکوت فرمایا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ایک حدیث مرفوع بیان کر چکے ہیں۔

اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ اپنی بیان فرمودہ حدیث کی تاویل سوچ رہے ہوں۔ اور فوراً تاویل ذہن میں نہ آئی ہو۔ اسلئے سکوت فرمایا۔

تشریحات ۷۵۶ دونوں حدیثوں کے ایک حصے کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔ یہاں یہ۔ کیا تم نہیں جانتے۔ زائد ہے۔ اور وہاں بکاء مقید ہے۔ بعض کے ساتھ۔ اور یہاں مطلق ہے۔ وہاں اھل ہے۔ یہاں الحی ہے اس حدیث میں دو عموم ہوا۔ ایک بکاء میں اور ایک باکی رونے والے میں۔ مگر گزشتہ حدیث کی تشریح میں گزر چکا کہ جن احادیث میں ببعض بکاء۔ نہیں ہے۔ ان میں مراد یہی ہے اور چونکہ میت پر زیادہ اہل و عیال ہی روتے ہیں اسلئے اہل فرمایا۔ ورنہ اہل کی تخصیص نہیں کوئی بھی روئے۔ اس کا اثر وہی ہوگا جو اہل و عیال کے رونے کا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ الحی کے معنی قبیلہ ہو۔ اب دونوں کا مضمون ایک ہو گیا مگر پہلا راجح ہے ایک تو میت کا تقابل اس کا متقضی ہے دوسرے حضرت صہیب حضرت عمر کے قبیلے سے نہیں تھے۔

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المیت یعذب ص ۱۷۲

۷۵۷ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا ؏

حدیث عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک یہودی عورت پر گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو فرمایا یہ سب اس پر روتے ہیں اور اس کی قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

۲۳۸ وَقَالَ عُمَرُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى اَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ

ت اور حضرت عمر نے فرمایا انھیں چھوڑ دو ابو سلیمان پر روئیں جب تک سر پر

۷۵۷ تشریحات یہ ایک حدیث کا اخیر جز ہے جسے امام مالک نے موطا[۱] میں ذکر فرمایا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر یہ کہتے ہیں کہ میت کو زندہ کے رونے سے عذاب دیا جائے گا۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ ابو عبدالرحمن کو اللہ معاف فرمائے وہ جھوٹ ہرگز نہیں بولے ہیں مگر وہ یا تو بھول گئے یا چوک گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک یہودی عورت پر گزرے۔ الخ حدیث ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ۔ کی تاویل یہ بھی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ای عند بکاء اھلہ علیہ ب ظرف کے لئے معنی میں عند کے ہے۔ جیسے مطرنا بنوء کذا۔ ای عند نوء کذا۔ فلاں نچھتر کے وقت بارش ہوئی۔

۲۳۸ تشریحات اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔ تو بنی مغیرہ کی عورتوں نے اکٹھی ہوکر ان پر رونا شروع کر دیا تو حضرت عمر سے کہا گیا کہ کسی کو بھیجکر انھیں منع فرمادیں۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ یہ ابو سلیمان پر آنسو بہاتی ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بے آواز کے میت پر رونا ممنوع نہیں البتہ آواز کے ساتھ چلاکر رونا منع ہے۔ اسی سے باب سے مناسبت ہے۔

توضیح باب یہاں باب کے کلمات یہ ہیں۔ ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت۔ یہاں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ ما موصولہ ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ میت پر جو نوحہ کرنا مکروہ ہے اس کا بیان۔ دوسرے یہ کہ یہ ما مصدریہ ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ میت پر نوحہ کے مکروہ ہونے کا بیان۔ دونوں تقدیر پر من بیانیہ ہے۔ تبعیضیہ کا ہونا دونوں تقدیر میں سے کسی پر درست نہیں۔ اس لئے کہ نیاحت کے معنی آواز سے رونے کے ہیں۔ اور یہ قطعاً جائز نہیں یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی

؏ ایضاً [۱] الجنائز باب النہی البکاء علی المیت ص ۸۸

وَلْقَلْقَةُ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّاسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ۔ ع۵

دھول نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں اور نقع کے معنی سر پہ دھول ڈالنا اور لقلقہ کے معنی آواز ہیں۔

حدیث ۷۵۸ عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ، مَنْ

سُنا مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کے مثل نہیں جو مجھ پر قصداً

كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

ہے جونا جائز ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے فیض الباری میں فرمایا۔ یہاں من تبعیضیہ ہے۔ اور بعض نوحہ جائز ہے جیسا کہ حضرت جابر کے والد ماجد پر ان کی پھوپھی روئیں اور حضور نے منع نہیں فرمایا اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت کو باں حافظہ وہمہ دانی یہ خبر ہی نہیں کہ اس وقت نوحہ کرنا ممنوع ہی نہیں تھا۔ مسند امام احمد[۱]، ابن ماجہ[۵] میں ہے۔ غزوہ احد سے واپسی کے بعد بنو عبدالاشہل کی خواتین اپنے شہدا پر بین کرنے لگیں تو حضور نے فرمایا۔ (اما حمزۃ فلا بواکی لہ۔ حمزہ کے لئے رونے والیاں نہیں۔ انصار کرام کو خبر ہوئی تو ان کی خواتین کاشانہ اقدس میں جمع ہو کر بین کرنے لگیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے تھے۔ چیخنے چلانے کی آواز سنکر آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا، یہ کیا ہے عرض کیا گیا۔ انصار کی عورتیں حمزہ پر رو رہی ہیں۔ فرمایا۔ ان سے کہدو جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ کیا حدیث منسوخ پر عمل جائز ہے۔

تشریحات ۷۵۸، ۲۳۹۱ وقال آدم۔ سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسی سند کے ساتھ آدم بن ایاس نے شعبہ سے المیت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ کے بجائے المیت یعذب ببکاء الحی علیہ روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس سند کیساتھ ببکاء الحی تنہا آدم نے روایت کیا ہے۔ دوسرے رواۃ بما نیح علیہ روایت کرتے ہیں۔

بما نیح علیہ اس میں باء سببیہ ہے۔ اور ما مصدریہ۔ معنی یہ ہوئے۔ اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے۔ اب آدم بن ایاس کی روایت اور یہ دونوں ہم معنی ہوں گی۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بما نیح۔ حال ہو۔ اور۔ ما موصولہ۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ یعذب متلبسا بالذی نیح علیہ۔ یعنی جن الفاظ سے نوحہ کیا جائے گا انھیں سے عذاب دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اس سے کہا جائے گا کیا تو ایسا تھا۔ کیا تو ایسا تھا۔ جیسا کہ ابن ماجہ[۵] میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میت کو سختی کے ساتھ جھنجھوڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تو ایسا ہے؟ تو ایسا ہے؟

ع۵ باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت ص ۱۷۲ ۔ [۱] جلد ثانی ص ۹۲ ۔ [۵] الجنائز باب البکاء علی المیت ص ۱۱۵ الجنائز باب المیت یعذب بما نیح علیہ ص ۱۱۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ نِّیْحَ عَلَیْہِ یُعَذَّبُ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ ع۵

علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے جس پر نوحہ کیا جائیگا اس کو نوحہ کے سبب عذاب دیا جائیگا۔

حدیث ۷۵۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے والد ماجد حضرت عمر سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ الْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ ع۵

سے روایت کیا فرماتے میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتاہے۔

ت ۲۳۹ وَقَالَ اٰدَمُ عَنْ شُعْبَۃَ۔ اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ عَلَیْہِ س۵

اور آدم نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا میت کو زندہ کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتاہے۔

حدیث ۷۶۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی

فرمایا جو گالوں پر تھپیڑ مارے اور گریبانوں کو پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے

مسائل ان تمام احادیث کا ماحصل یہ نکلا کہ میت کی دائمی جدائی کے اثر سے اگر بے اختیار آنسو نکل پڑیں یا حالت اضطرار میں کچھ آواز نکل جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ محمود ہے لیکن بالقصد چیخ چیخ کر چلا کر رونا، سر پیٹنا، چہرے پر تھپڑ مارنا، سینہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا، سر پر خاک ڈالنا حرام وممنوع ہے۔ یہی نوحہ اور بین ہے۔ اگر میت کی خود نوحہ کرنے کی عادت ہو یا وصیت کر گیا ہو تو نوحہ کرنے کی وجہ سے اس پر عذاب ہوگا۔

تشریحات ۷۶۰ لیس منا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے طریقے پر چلنے والوں میں سے نہیں۔ اس لئے کہ اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ یہ ارشاد ان افعال کی قباحت وشناعت کو بتانے کے لئے تغلیظاً فرمایا۔

دعوی الجاھلیۃ جاہلیت سے مراد زمانہ فترت ہے۔ یعنی وہ زمانہ جس میں کوئی رسول تشریف نہ لایا ہو۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان کی مدت ہے جو تقریباً پانچسو برس ہے۔

دعوی جاہلیت سے مراد عام ہے۔ ہر وہ ندا اور قول جو اسلام کے خلاف اس عہد میں رائج ہو سب دعوی جاہلیت ہے۔ جیسے ذرا ذرا سی بات پر اپنے قبیلے کو پکارنا۔ اور مرنے والے کے ایسے اوصاف بیان کرکے چیخنا چلانا جو اس میں نہ ہوں۔ جیسے واجبلاہ، واعضداہ، واسنداہ۔ وغیرہ وغیرہ

ع۵ باب ما یکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲ مسلم الجنائز۔ ترمذی الجنائز۔ ع۵ باب ما یکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲ مسلم الجنائز نسائی الجنائز ابن ماجہ الجنائز۔ مسند امام احمد س۵ باب ما یکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲

الجاھلیۃ عہ

وہ ہم میں سے نہیں۔

۷۶۱ حدیث عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ
عامر بن سعد بن وقاص نے اپنے والد ماجد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ
روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سال میری بیمار پرسی کیلئے آئے
نِ اشْتَدَّ بِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ وَاَنَا ذُوْمَالٍ وَّلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا
میری اُس بیماری میں جو سخت ہو گئی تھی میں نے عرض کیا بیماری نے مجھے اس حد کو پہنچا دیا ہے
ابْنَۃٌ لِّیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ قَالَ لَا فَقُلْتُ فَالشَّطْرُ فَقَالَ لَا
اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے۔ کیا میں اپنے مال کی دو تہائی صدقہ کردوں
ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَبِیْرٌ اَوْ کَثِیْرٌ اِنَّکَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ
فرمایا نہیں تو میں نے عرض کیا آدھا تو فرمایا نہیں۔ پھر حضور نے خود ہی فرمایا۔ تہائی اور تہائی بڑا ہے یا یہ فرمایا بہت ہے

۷۶۱ تشریحات اس حدیث کا یہ جز۔ انک لن تنفق ۔ الی فی فی امرأتک۔ پہلی جلد کتاب الایمان میں ص ۳۴۴ پر گزر چکا ہے۔

الثلث کثیر اس سے ثابت ہوا کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہیں۔ اگر کوئی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر جائے تو بھی صرف تہائی ہی موصٰی لہ یعنی وہ پائے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ ہاں اگر وارث عاقل بالغ ہوں اور سب راضی ہوں تو نافذ ہوگی۔ اور اگر سب نابالغ ہوں یا سب مجنوں ہوں۔ یا کچھ نابالغ اور کچھ مجنوں تو نافذ نہ ہوگی اگرچہ سب راضی ہوں۔ اگر کچھ بالغ ہیں کچھ نابالغ یا کچھ مجنوں اور کچھ عاقل یا سب عاقل بالغ ہیں مگر کچھ راضی ہیں اور کچھ راضی نہیں تو جتنے عاقل بالغ راضی ہوں ان کے حصے میں نافذ اور جو لوگ راضی نہیں یا نابالغ یا مجنوں ہیں، ان کے حصے میں نافذ نہیں۔

انک ان تذر عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وارثین کے لئے مال چھوڑنے میں ثواب نہیں۔ یا بال بچوں کی پرورش میں ثواب نہیں۔ یہ حدیث ان کا رد ہے۔ اسمیں صراحت کے ساتھ ارشاد ہے کہ پسماندگان کے لئے مال چھوڑ جائے اسمیں زیادہ ثواب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کل مال مسجد وغیرہ میں دیدیا جائے اور وارثین کو بھک منگا چھوڑا جائے۔ اسی طرح اہل وعیال کی پرورش میں صرف کرنا بھی موجب اجر و ثواب ہے۔

اخلف بعد اصحابی اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا اسی مرض میں میری موت مقدر ہے کیا میں یہیں دفن ہونگا یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ یہ چیز ان کو پسند نہ تھی کہ ہجرت کے بعد مکے ہی میں دفن ہوں۔ جیساکہ دوسری روایتوں میں ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اسی سرزمین میں نہ مروں جہاں سے ہجرت کر چکا ہوں۔ حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ باب لیس منا من شق الجیوب ص ۱۷۲، باب لیس منا من ضرب الخدود ۔ باب ما ینھی من الویل ص ۱۷۳ ، مناقب قریش باب ما ینھی من دعوی الجاھلیۃ ص ۴۹۹ ۔ مسلم الایمان ۔ ترمذی الجنائز ۔ نسائی الجنائز ، ابن ماجہ الجنائز ۔

أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ
تم اپنے وارثین کو مالدار چھوڑو یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو تنگدست چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا تے
تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ
پھریں اور تو جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کریگا اس پر ثواب پائیگا۔ یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منھ
امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِيْ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ
میں ڈالیگا اس پر بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں اپنے اصحاب کے چلے جانے کے بعد مکے میں
فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ
پیچھے رہ جاؤں گا فرمایا تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے اس کے بعد تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس کے ذریعہ تم
حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ
اپنے درجے اور مرتبے کو بلند کرو گے۔ اس کے بعد تم زندہ رہو گے۔ یہاں تک کہ تم سے کچھ قوموں کو نفع پہنچے گا
هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ وَلٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ
اور دوسروں کو نقصان۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت پوری فرمانا اور انھیں ایڑیوں کے بل مت پلٹانا۔ لیکن

نے فرمایا۔ ایسا نہ ہوگا۔ تم اس مرض سے شفا پاؤگے اور اس کے بعد زندہ رہوگے اور اعمال صالحہ کروگے جس سے تمہارا درجہ اور بلند ہوگا۔ تم سے ایک قوم کو فائدہ پہنچے گا اور ایک کو نقصان پہنچے گا۔ کتاب المرضی میں ان کی دوسری صاحبزادی سے جن کا بھی نام عائشہ ہی ہے، مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیشانی پر رکھا پھر حضرت سعد کے چہرے اور پیٹ پر ملا اور یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور ان کی ہجرت کو پوری فرما۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ دست مبارک کی ٹھنڈک میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور غیب کی خبر سچی ہوئی۔ اس واقعے کے بعد حضرت سعد پنتالیس یا سینتالیس سال زندہ رہے۔ یہ واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔ اور ان کا وصال ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں ہوا۔ اللہ عزوجل نے انھیں کے ہاتھ ایران فتح فرمایا جس سے ایرانیوں کو نقصان پہنچا اور مسلمانوں کو نفع عظیم پہنچا۔ نیز جب یہ عراق کے والی تھے تو کچھ بدنصیب مرتد ہوگئے۔ یہ پکڑ کر ان کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ انھوں نے ان کو توبہ کا حکم دیا۔ کچھ نے توبہ کی انھوں نے دارین کا خیر حاصل کیا۔ کچھ اڑے رہے جنھیں قتل کرادیا۔ یہ بھی ایک قوم کو نفع پہنچانا اور ایک قوم کو نقصان پہنچانا ہے۔

سعد بن خولہ | یہ اپنے اصل کے اعتبار سے عجمی تھے اور یمن کے باشندے تھے۔ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے۔ اس لئے بعض لوگوں نے ان کو بنی عامر کا فرد کہدیا ہے۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ کے مشاہد میں شریک رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ معظمہ میں وفات پائی کہ اللہ کی

يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ ع۵

قابل رحم سعد بن خولہ انکے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دکھ کا اظہار فرما رہے تھے کہ وہ مکے میں فوت ہوئے۔

۲۴۰ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ

ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ

رضا کے لئے جس پیارے وطن کو ترک کیا تھا۔ وہاں پیوند خاک ہونا مہاجرین اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا۔ اسی لئے فرمایا لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہے۔

یرثی لہ رثیتہ جب بغیر صلہ کے ہو تو اس کے معنی ہیں۔ موت کے بعد کسی کی مدح بیان کی۔ اور جب لام کے صلے کے ساتھ بولا جائے۔ رثیت لہ۔ تو اس کے معنی مرنے والے پر غمگین ہوا۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ میں فوت ہونے پر اظہار غم فرما رہے ہیں۔ یہ مراثی ممنوعہ میں داخل نہیں۔ ممنوع وہ مرثیہ ہے جو تجدید حزن و غم کیلئے ہو۔ جیساکہ حدیث[۱] میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مراثی سے منع فرمایا ہے اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ یرثی لہ۔ سے آخر تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صرف ایک صاحبزادی حضرت عائشہ تھیں۔ یہ صحابیہ ہیں۔ اس کے بعد اور اولاد ہوئی۔ جن میں عامر اور عمر شقی بھی ہے۔ جو کربلا میں یزیدی فوج کا سپہ سالار تھا۔ حضرت سعد کے سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔ جنمیں دو کے نام عائشہ ہیں۔ ایک صحابیہ ہیں جن کا نام اس حدیث میں ذکر ہے۔ دوسری تابعیہ ہیں جن سے امام مالک روایت کرتے ہیں اور جن سے کتاب وصایا میں حدیث مذکور کا کچھ حصہ مروی ہے۔

تشریح امام بخاری نے اس حدیث کی سند کو یوں بیان فرمایا ہے۔ قال الحکم۔ یہ حکم بن موسیٰ ابو صالح قنطری ہیں۔ ان کا وصال ۲۳۲ھ میں ہوا ہے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کا زمانہ پایا ہے مگر ان سے حدیث نہیں سنی ہے اسی لئے قال الحکم کہا۔ حدثنی یا عن الحکم نہیں کہا اس لئے کہ جن لوگوں نے امام بخاری کے شیوخ کو جمع کیا ہے انھوں نے حکم کو نہیں ذکر کیا ہے۔ یہ علامہ ابن حجر کی رائے ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے ابن حکم سے حدیث سنی ہے اسکی دلیل ابو الوقت کی روایت ہے جس میں حدثنی الحکم۔ ہے۔ نیز دار قطنی نے حکم اور قاسم بن مخیمرہ کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن کی حدیث امام بخاری نے لی ہے۔ ابن تین نے کہا کہ اسے بطریق مسند اس لئے نہیں ذکر کیا کہ وہ قاسم بن مخیمرہ کی حدیث کی

ع۵ باب رثاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن خولہ ص ۱۷۳ الوصایا ان یترک ورثتہ اغنیاء ص ۳۸۳ باب الوصیۃ بالثلث ص ۳۸۴ ہجرۃ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم امض لاصحابی ہجرتھم ص ۵۶۰ ثانی المغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲[۳]

المغازی باب فضل النفقۃ علی الاھل ص ۸۰۶ المرضیٰ باب وضع الید علی المریض ص ۸۴۵ باب قول المریض انی وجع ص ۸۴۶ الدعوات باب الدعاء برفع الوباء ص ۹۴۳ الفرائض باب میراث البنات ص ۹۹۷ اول الایمان باب ماجاء الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ص ۱۳ مسلم الوصایا۔ ابوداؤد الوصایا۔ ترمذی الوصایا۔ ابن ماجہ الوصایا۔ للموطا الوصایا۔ دارمی الوصایا۔ مسند امام احمد۔ [۱] مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۶-۳۸۳ ابن ماجہ الجنائز باب فی البکاء علی المیت ص ۱۱۵۔

اَبُو مُوسیٰ وَجَعًا فَغُشِیَ عَلَیْہِ وَرَاسُہٗ فِی حِجْرِ امْرَأَۃٍ مِّنْ اَھْلِہٖ فَلَمْ
سخت بیمار ہوئے۔ یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہو گئی اور ان کا سر ان کی ایک اہلیہ کی گود میں تھا۔
یَسْتَطِعْ اَنْ یَرُدَّ عَلَیْھَا شَیْئًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّنْ بَرِئَ مِنْہُ
انھیں اتنی طاقت نہ تھی کہ کچھ کہہ سکیں جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں بیزار ہوں اس سے جس سے
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصیبت پر چیخنے والی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَۃِ وَالْحَالِقَۃِ وَالشَّاقَّۃِ عہ
اور سر مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔
۷۶۲ اَخْبَرَتْنِیْ عَمْرَۃُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب زید بن حارثہ
جَاءَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَۃَ وَجَعْفَرٍ
اور جعفر اور ابن رواحہ کے شہید ہونے کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

تخریج نہیں کرتے۔ اور بعض لوگوں (علامہ ابن حجر) نے کہا کہ یہی حال حکم کا بھی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مصیبت پر چیخنا چلانا۔ سر منڈانا۔ کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔ اسی کے حکم میں منھ نوچنا، بال نوچنا بکھیرنا، سینہ پیٹنا وغیرہ وغیرہ ہیں۔

۷۶۲ ان حضرات کی شہادت غزوہ موتہ میں ہوئی تھی جو ۸ھ کے جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا۔

تشریحات حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امرئ القیس کلبی قضاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنو قضاعہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ ابھی بہت کمسن تھے کہ ان کی والدہ، سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے میکے بنی معن میں گئیں جو بنی طے کی شاخ تھی۔ اتفاق کی بات بنو قیس نے اس پر حملہ کیا اور غارت گری میں حضرت زید کو بھی اٹھا لائے اور بازار حباشہ میں حکیم بن حزام کے ہاتھ چار سو درہم میں بیچ ڈالا انھوں نے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنا متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے عرب کے دستور کے مطابق زید بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے جاتے تھے۔ جب آیۂ کریمہ اُدْعُوْھُمْ لِآبَائِھِمْ انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارو۔ نازل ہوئی تو مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ ایک دفعہ ان کے والد تلاش کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچے اور انھیں پا لیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے بچے کو واپس مانگا۔ حضور نے فرمایا۔ ان سے پوچھ لو اگر یہ جانا

عہ باب ما ینھی من الحلق عند المصیبۃ ص ۱۷۳۔

وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ
آئی تو ایسے بیٹھے کہ حضور کا اندرونی غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی

شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ
تھی اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں تو اسے

أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ
حضور نے حکم دیا کہ انھیں روک دے وہ گیا پھر دوبارہ آیا (اور کہا) انھوں نے بات

الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ
نہیں مانی تو فرمایا انھیں منع کر دے پھر وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوا اور کہا بخدا وہ ہم پر غالب آ گئیں

چاہیں تو لے جاؤ۔ حضرت زید نے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضور کی غلامی قبول فرمائی۔

حضور نے ان کا نکاح حضرت ام ایمن سے کر دیا تھا۔ جن سے حضرت اُسامہ حِبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں۔ اُسامہ۔ زید بن زید۔ رقیہ۔ یہ دونوں صغر سن میں وفات پا گئے، صرف حضرت اسامہ زندہ رہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے یہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ طیبہ آ گئے۔ غزوۂ موتہ میں اس بہادری سے لڑے کہ دونوں بازو کٹ گئے مگر علم گرنے نہیں دیا۔ اللہ عزوجل نے ان کو کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض دو بازو عطا فرمائے جس سے وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ذوالجناحین اور جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ اس بہادری سے لڑے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد دیکھا گیا تو نوے سے زائد زخم لگے تھے۔ سب سامنے تھا پیٹھ پر ایک بھی نہ تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہتر زخم بیان کرنے والے واعظین سے درخواست ہے کہ وہ اسلام پر اس فدا ہونے والے کے نوے سے زائد زخموں کو بھی کبھی بیان کر دیا کریں۔

ان کی بیبیوں میں صرف حضرت اسماء بنت عمیس کا حال معلوم ہے ان کے بطن سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ عبداللہ، محمد، عوف۔ ان میں سے نسل، صرف حضرت عبداللہ سے چلی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بنی خزرج کے ممتاز افراد اور انصار کرام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ لیلۃ العقبہ کے نقبا میں یہ بھی ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان سے حضرت انس بن مالک حضرت اسامہ حضرت

لہ بخاری ثانی المغازی۔ باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱

التراب فقلت ارغم اللہ انفک لم تفعل ما امرک رسول اللہ صلی

یا رسول اللہ! ام المومنین کا گمان ہے کہ فرمایا ان کے منھ میں دھول ڈالدو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ رسول

اللہ تعالی علیہ وسلم ولم تترک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من العناء

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تو نے نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوفت پہنچانے سے بھی باز نہیں آیا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے۔ جب کہیں لشکر اسلام جاتا تو یہ سب سے پہلے جاتے اور سب سے آخر میں لوٹتے۔ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ۔ (شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں)، تو یہ بہت دلگیر ہوئے اور کہا میں انھیں میں سے ہوں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے۔ عرب کے ممتاز شعراء میں تھے۔ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد صرف نعت سے شغل رہ گیا:

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

انھیں کے مدحیہ قصیدے کا پہلا شعر ہے۔

ان نساء جعفر اس وقت حضرت جعفر کے عقد میں صرف حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت اسماء اور دوسری رشتہ دار عورتیں روتی تھیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ رونا آواز سے ہو جو ممنوع ہے اور حرام ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمانے کا حکم دیا۔ ان عورتوں نے رونا بند نہیں کیا کیونکہ مصیبت سخت تھی۔ اس لئے صبر نہ کرسکیں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ آواز سے نہیں رو رہی تھیں مگر اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں آواز سے نہ رونے لگیں اس لئے منع فرمایا۔ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی تھی۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی اور کو نہیں بھیجا۔

لم تفعل لم فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اب اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ تو نے نہیں کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ انھیں رونے سے منع کر دو۔ وہ انھوں نے کیا۔ اور منھ میں دھول ڈال دو۔ یہ دوسرا حکم ابھی دیا ہی تھا کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ تو نے نہیں کیا۔ ابھی دوسرے حکم پر عمل کرنے کا موقع ہی کہاں ملا تھا کہ یہ فرمانا درست ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المومنین نے قرینے سے جان لیا تھا کہ وہ یہ کریں گے نہیں۔ اور اس پر انھیں یقین تھا۔ اس لئے اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا مگر کتاب الجنائز کی دوسری روایت اور مغازی کی روایت میں ہے وما انت بفاعل۔ تم یہ نہیں کروگے۔ اس روایت پر کوئی اشکال نہیں۔ اور لم تفعل کی روایت کسی راوی کا تصرف ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ لم تفعل سے مراد یہ ہے کہ تو ان کو چپ نہیں کرا سکا تو منع کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے فرمایا تو نے نہیں کیا۔

فاحث تو ان کے منھ میں دھول بھر دو۔ بعض شراح نے اسے حقیقی معنی پر محمول کیا ہے۔ کہ واقعی یہی مطلب تھا

ع۵ باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن ص ۱۷۳ باب ما ینھی من النوح والبکاء ص ۱۷۴ ثانی المغازی باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱ مسلم الجنائز ابو داؤد الجنائز نسائی الجنائز۔

۲۴۱ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ اَلْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ ع۵

ت اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا ناپسندیدہ بات کہنا اور بدگمانی جزع ہے۔

۷۶۳ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ اَبِي طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حدیث اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكٰى ابْنٌ لِاَبِي طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ

یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو طلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار ہوئے اور مر گئے اور ابو طلحہ

خَارِجٌ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهُ اَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّاَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ

باہر تھے جب ان کی اہلیہ نے دیکھا کہ بچہ مرگیا تو کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کنارے

کہ ان کے منھ میں دھول بھر دو تاکہ رو نہ سکیں۔ مگر یہ مناسب نہیں۔ مصیبت زدہ کی غمخواری لازم ہے یا انھیں اور اذیت پہنچانا اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ زجر و توبیخ کے لئے ہے۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھنا کہ غم ظاہر ہو سنت ہے۔ طریقہ سنت اعتدال ہے مصیبت کے باوجود ہنسنا خوش و خرم رہنا سنگدلی اور قساوت ہے۔ اور چیخنا چلانا بے صبری دکھانا تنگ ظرفی ہے اور دونوں کے مابین رہنا کہ چہرے سے غم ظاہر ہو آنسو بہہ رہے ہوں اعتدال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو یہ جائز ہے کہ پردے میں رہ کر اجنبی مردوں کو بضرورت دیکھیں۔ اور اگر وہ کوئی قابل اعتراض کام کر رہے ہوں اور کوئی منع نہ کرے تو پردے میں رہ کر منع کر سکتی ہے۔ کسی خبر کی تاکید کے لئے قسم کھانا جائز ہے۔

تشریح ۲۴۱ قول سئی۔ ناپسندیدہ بات وہ جس سے غم برانگیختہ ہو۔ اور ظن سوء بدگمانی یہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جائے کہ اس کا بدل نہیں مل سکتا یا مصیبت پر جو ثواب کا وعدہ ہے اسے مستبعد جانے۔

تشریحات ۷۶۳ اِبْنٌ لِاَبِي طَلْحَةَ ۔ یہ صاحبزادے ابو عمیر تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے فرماتے۔ اے ابو عمیر، نغیر کیا ہوا۔ اس وقت وہ دودھ پیتے بچے تھے۔ ایک چھوٹی چڑیا ان سے بہت مانوس تھی۔ ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔

هيات شيئا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس دن حضرت ابو طلحہ روزے سے تھے۔ تو ان کے لئے کھانا پکایا اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچے کو نہلایا۔ حنوط لگایا کفن پہنایا جیسا کہ عمارۃ بن زاذان عن ثابت کی روایت میں ہے۔

قد هدأ نفسه هَدَأَ ۔ کا معنی۔ سکن۔ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیماری سے سانس میں جو اضطراب تھا وہ جاتا رہا۔ ام سلیم کی مراد یہ تھی کہ موت سے سانس ختم ہو گئی۔ مگر ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ مرض دور ہو گیا اور بچہ سو گیا یہ توریہ ہے۔ کہ ایسی بات کہی جائے جس کے دو معنی ہوں۔ یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔

ع۵ باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة ص ۱۷۳

فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْطَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَاَرْجُوْ

علیحدہ کر دیا۔ جب ابو طلحہ آئے تو پوچھا بچہ کیسا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ سکون کے ساتھ ہے

اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ

اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا گیا۔ اور ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ یہ سچ کہہ رہی ہے اور

فَلَمَّا اَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَعْلَمَتْهُ اَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلّٰى

وہ سوئے جب صبح ہوئی غسل کیا۔ جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو ان کی اہلیہ نے انھیں بتایا کہ وہ فوت

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہو گیا ہے اب ابو طلحہ نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ تعالی علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وسلم کو بتایا جو ان کی بیوی کی طرف سے پیش آیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّبَارِكَ لَهُمَا فِيْ لَيْلَتِهِمَا قَالَ سُفْيٰنُ فَقَالَ

اللہ عزوجل تم دونوں کو اس رات میں برکت دیگا۔ سفیان نے کہا

رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ع۵

انصار کے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کے نو بیٹے دیکھے۔ سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

فبات اس سے مراد یہ ہے کہ ابو طلحہ نے ام سلیم کے ساتھ ہمبستری بھی کی۔ جس کی جانب اغتسل سے اشارہ ہے کتاب العقیقہ میں ہے۔ ام سلیم نے ان کے سامنے کھانا رکھا اور انھوں نے کھایا۔ اور ان سے ہمبستری کی۔ دوسری روایتوں میں ہے، پھر بہترین بناؤ سنگھار کیا، ایسا کہ اس سے پہلے نہیں کرتی تھیں۔ پھر خوشبو ملی پھر ابو طلحہ کے سامنے آئیں اور انھوں نے ہمبستری کی۔

لعل اللہ علامہ عینی نے لکھا ہے ۱ے

لعل للترجي الااذا وردت عن الله ورسوله و اولياءه فان معناه التحقيق۔

لعل ترجی کیلئے ہے۔ مگر جب اللہ اور اس کے رسول یا اسکے اولیاء فرمائیں تو تحقیق کے لئے ہے۔

چنانچہ یہ ارشاد حرف بحرف پورا ہوا۔ کتاب العقیقہ کی ایک روایت میں ہے۔ کہ پھر ام سلیم کے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ حضرت ابو طلحہ نے ان سے کہا۔ بچے کو حفاظت سے رکھ، اسے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ پھر حضرت انس کے ذریعہ اس بچے کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ تیرے ساتھ کچھ ہے۔ انھوں نے

ع۵ باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة ص ۴ - ۱۷۳ ثاني العقيقة باب تسمية المولود غداة يولد ص ۸۲۲ الادب باب المعاريض مندوحة عن الكذب ص ۹۱۷ مسلم الادب فضائل الصحابة مسند امام احمد جلد ثالث ۱ے عمدة القاري ثامن ص ۹۰

۶۶۴ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَیْفٍ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاہِیْمَ فَاَخَذَ

ساتھ ابو سیف لوہار کے گھر گئے حضرت ابراہیم انھیں کے گھر پرورش پا رہے تھے رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْرَاہِیْمَ فَقَبَّلَہُ وَشَمَّہُ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا انھیں بوسہ دیا اور سونگھا اس کے بعد

دَخَلْنَا عَلَیْہِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاِبْرَاہِیْمُ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ

ہم لوگ پھر گئے تو ابراہیم آخری سانس لے رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عرض کیا، چند کھجوریں ہیں۔ حضور نے ان کھجوروں کو لے کر خوب اچھی طرح چبایا اور پھر بچے کے تالو میں چپکا دیا۔ اور ان کا نام عبد اللہ رکھا

قال رجل من الانصار | بیہقی کی دلائل النبوۃ وغیرہ میں ہے۔ کہ یہ صاحب عبایہ بن رفاعہ تھے۔ یہ نو اولاد حضرت عبد اللہ کے نسل کی تھیں۔ سب بلا واسطہ ان کی اولاد نہ تھیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عزیمت یہی ہے کہ مصیبت پر غم کا اظہار نہ کیا جائے۔ اور راضی بہ قضائے الٰہی رہا جائے۔ رضا بالقضا کا درجہ صبر سے اونچا ہے۔ یہی عزیمت ہے۔ اور اظہار غم رخصت۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان فطرۃً اتنا سنگدل ہے کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ مذموم ہے۔ اور محمود یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ بندے کا تعلق اتنا مضبوط ہو کہ اس تصور سے کہ ہر مصیبت اس کی عطا ہے۔ انسان مطمئن رہے جیسا کہ حضرت نظام الحق والدین محبوب الٰہی نے فرمایا

چوں درد بلا نشست بر جانم باد را

۶۶۴ تشریحات

حضرت ابراہیم کب پیدا ہوئے۔ کب وصال فرمایا۔ اس پر تفصیلی بحث کتاب الکسوف میں ہو چکی ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جنھیں شاہ نجاشی نے نذر کیا تھا۔ یہ جب پیدا ہوئے تو انصار کرام کی خواتین اس کی خواہشمند ہوئیں کہ دودھ پلانے کی خدمت انھیں سپرد کی جائے مگر قرعہ فال حضرت ام بردہ بنت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکلا۔ انھیں کے شوہر ابو سیف لوہار تھے۔ ان کا نام اوس بن براء تھا۔ یہ دونوں بنی نجار کے فرد تھے۔ جنھیں حضور کے جد کریم حضرت عبد المطلب کا ننھال تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو قبطیوں سے جزیہ معاف فرما دیتا [1]

اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ پڑھی گئی۔ امام عطا نے بواسطہ ابن عجلان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں، اس کی تائید اس سے بھی ہوئی ہے کہ دفن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۰۳۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ
وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا آپ یا رسول اللہ! تو فرمایا

وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّھَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی
اے ابن عوف یہ شفقت ہے پھر اس کے بعد دوبارہ آنسو نکلے

فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا
تو حضور نے فرمایا بیشک آنکھ روتی ہے دل غمزدہ ہے مگر زبان پر وہی ہے جسے ہمارا پروردگار

وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ع٥
پسند فرماتا ہے اور ہم اے ابراہیم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔

۷۶۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اشْتَکٰی سَعْدُ
حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سعد بن عبادہ اپنی ایک

بْنُ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شَکْوٰی لَہٗ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
بیماری میں مبتلا ہوئے تو ان کے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ
اور حضور کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص اور

نے فرمایا کہ کوئی ایک مشک لائے۔ ایک انصاری نے حکم کی تعمیل کی۔ انھیں سے فرمایا۔ ابراہیم کی قبر پر چھڑک دے۔ جب دفن میں حضور شریک تھے تو پھر یہ کیسے سمجھ میں آسکتا ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھی ہوگی۔ جبکہ نماز جنازہ اس سے پہلے مشروع ہو چکی تھی۔ جنت البقیع میں سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون دفن ہوئے۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت[۱] عثمان بن مظعون کے دفن کے وقت ہی حضور نے فرمایا ایک پتھر لاؤ کہ نشان کے لئے گاڑ دوں میرے اہل سے جو مریگا اسکے قریب دفن کر[illegible]ں گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مصیبت پر آنسو بہانا اور ایسے کلمات کہنا جن سے اندرونی غم ظاہر ہو اور وہ ناشائستہ نہ ہوں سنت ہے۔ اولاد کو گود میں لینا ان کا بوسہ لینا سونگھنا سنت ہے۔ اور اسی کے حکم میں اظہار محبت کے اور طریقے ہیں۔

تشریحات ۷۶۵ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ ان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ۔ میں رونے سے چلا کر بلند آواز سے رونا مراد ہے جو ممنوع ہے۔ اور صرف آنسو بہانا یا کلمات خیر کہنا سنت ہے۔

ع٥ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا بک لمحزون ص ۱۷۴ –

[۱] مگر یہ صحیح نہیں ـ اس درمیان بہت سے لوگ جنت البقیع میں دفن ہوئے ہیں – منہ

وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جب ان کے پاس پہنچے تو انھیں اپنے لوگوں کے

فِيْ غَاشِيَةِ اَهْلِهٖ فَقَالَ قَدْ قَضٰى فَقَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

جھرمٹ میں پایا دریافت فرمایا قضا کر گئے؟ تو لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! اس پر نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم رو پڑے۔ جب لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رونے کو دیکھا

بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ

تو سب رونے لگے اس پر ارشاد فرمایا کیا تم لوگ نہیں سنتے آنکھ کے آنسو، دل کے غم پر اللہ ہرگز

وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ

عذاب نہیں فرماتا ہاں اس پر عذاب فرماتا ہے اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا یا رحم فرماتا ہے اور بیشک

اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِيْ

میت کے اہل کے رونے سے اس پر عذاب ہوتا ہے اور حضرت عمر اس بارے میں

بِالتُّرَابِ ع۵

ڈنڈے سے مارتے پتھر پھینکتے اور مٹی ڈالتے۔

حدیث ۶۶۷ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم عورتوں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا

وسلم نے بیعت کے وقت یہ عہد لیا تھا۔ کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

یعذب بھٰذا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیخے گا یا زمانہ جاہلیت کی طرح بین کریگا تو عذاب کا مستحق ہے، اور اگر اچھی بات کہے گا، کلمات صبر و شکر ادا کریگا تو اس پر رحم ہوگا۔ یا مرادیہ ہے کہ چیخنے چلانے پر بھی اللہ عزوجل کو اختیار ہے۔ چاہے عذاب دے چاہے رحم فرمائے۔

تشریحات ۶۶۷ ام سلیم بنت ملحان۔ حضرت انس کی والدہ، حضرت ابو طلحہ انصاری کی زوجہ ہیں اور ام العلاء بنت حارث بن خارجہ انصاریہ، حضرت زید بن ثابت کی زوجہ۔

ع۵ باب البکاء عند المریض ص ۱۷۴ مسلم الجنائز

اِمْرَأَۃٌ غَیْرُ خَمْسٍ نِسْوَۃٍ اُمُّ سُلَیْمٍ وَاُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَۃُ اَبِیْ سَبْرَۃَ اِمْرَأَۃُ

پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے اس کو پورا نہیں کیا ام سلیم اور ام العلاء اور ابو سبرہ کی صاحبزادی

مُعَاذٍ وَّامْرَأَتَانِ اَوِ ابْنَۃُ اَبِیْ سَبْرَۃَ وَامْرَأَۃُ مُعَاذٍ وَّامْرَأَۃٌ اُخْرٰی عہ

معاذ کی اہلیہ اور دو عورتیں یا یہ کہا ابو سبرہ کی صاحبزادی اور معاذ کی اہلیہ اور ایک اور عورت نے۔

حدیث ۷۶۷ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ جَنَازَۃً فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَّاشِیًا

فرمایا جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے اگر وہ اس کے ساتھ جانا نہ چاہتا ہو تو کھڑا ہو جائے

مَعَھَا فَلْیَقُمْ حَتّٰی یُخَلِّفَھَا اَوْ تُخَلِّفَہٗ اَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُخَلِّفَہٗ عہ

یہاں تک کہ یہ جنازے کو پیچھے چھوڑ دے یا جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا پیچھے چھوڑنے سے پہلے زمین پر رکھ دیا جائے۔

اوابنۃ ابی سبرۃ یہ شک کسی راوی سے ہوا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ۔ او سے پہلے جو کچھ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ عورتیں یہ ہیں۔ ام سلیم، ام العلاء، ابنۃ ابی سبرۃ، حضرت معاذ کی زوجہ اور دو اور دوسری عورتیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ میں سے تین کا نام حضرت ام عطیہ نے لیا اور دو کا نہیں۔ اور ابنۃ ابی سبرۃ حضرت معاذ کی زوجہ ہیں اور۔ او۔ کے بعد کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ میں سے چار کو ذکر کیا۔ ام سلیم، ام العلاء، ابنۃ ابی سبرۃ اور حضرت معاذ کی اہلیہ صرف ایک کا نام نہیں لیا نیز یہ بھی کہ ام ابنۃ ابی سبرۃ اور ابی اور حضرت معاذ کی زوجہ دونوں دو اور دو ہیں۔

تشریحات ۷۶۷ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ان سابق الاسلام بزرگوں میں ہیں جنھوں نے اس وقت دولت ایمان حاصل کیا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے حلیف تھے۔ ان کے والد خطاب نے ان کو متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اسی لئے یہ۔ عامر بن خطاب کہے جاتے تھے۔ جب آیہ کریمہ۔ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَاءِھِمْ۔ انھیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ نازل ہوئی تو عامر بن ربیعہ کے نام سے پکارے جانے لگے انھوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ آگئے۔ ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ مدینہ طیبہ ہجرت کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ تمام غزوات میں ہم رکاب رسالت رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھا۔ حج کے سفر میں ساتھ رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جب سورش بپا ہوئی تو گوشہ نشین ہو گئے۔ گوشہ نشینی ہی کی حالت میں حضرت عثمان کی شہادت کے چند دنوں بعد واصل بحق ہو گئے۔

عہ باب ماینھی عن النوح والبکاء ص ۱۷۵، مسلم الجنائز، نسائی الجنائز۔

عہ باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ ص ۱۷۵، مسلم الجنائز نسائی الجنائز۔

۷۶۸ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَہَا فَلَا

وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور

یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ ع٥

جو جنازہ کے ساتھ جائے تو جب تک کہ زمین پر نہ رکھدیا جائے، نہ بیٹھے۔

۷۶۹ عَنْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ

حدیث سعید مقبری اپنے باپ کیسان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کو دیکھکر بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ کھڑے ہوجانا واجب ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مسلم[۱] ابوداؤد[۲] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے اس کے بعد پھر بیٹھے رہے (یعنی جنازہ دیکھکر کھڑے نہ ہوتے) ابن حبان کی صحیح میں ہے۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ ہمیں جنازے کیلئے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے بعد پھر بیٹھے رہتے اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ حازمی نے کہا کہ میرے پاس سے جنازہ گزرا تو میں کھڑا ہوگیا تو حضرت علی نے فرمایا، تمہیں یہ فتوی کس نے دیا ہے۔ میں نے عرض کیا، ابوموسیٰ اشعری نے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ صرف ایک بار حضور جنازے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ جب یہ منسوخ ہوگیا تو منع فرمادیا[۳]۔ احناف اور شوافع اور حنابلہ کا مذہب یہی ہے کہ جنازے کیلئے کھڑا ہونا ضروری نہیں۔

تشریحات ۷۶۸، ۷۶۹ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے دو باتیں مستفاد ہوئیں۔ ایک یہ کہ جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بارے میں گزرچکا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ دوسری یہ کہ جو لوگ جنازے کے ساتھ جائیں وہ لوگ اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک جنازہ زمین پر رکھ یا جائے۔ اور سعید مقبری والی حدیث سے صرف دوسری بات ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ حکم باقی ہے۔ حتی توضع۔ میں دو احتمال ہے زمین پر رکھا جائے یا لحد میں۔ صحیح یہی ہے کہ مراد زمین پر رکھنا ہے۔ امام ابوداؤد[۴] نے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا۔ اس حدیث کو سہل بن بیضانے اپنے والد کے توسط سے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا حتی توضع بالارض اور ابومعاویہ نے سہل ہی سے یہ روایت کی۔ حتی توضع فی اللحد۔ اور سفیان ثوری ابومعاویہ سے احفظ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ سفیان ہی کی روایت کو ترجیح ہے۔ اقول حضرت سفیان ثوری ابومعاویہ سے

ع٥ باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ ص ۱۷۵،

[۱] اول الجنائز فصل فی استحباب القیام للجنازۃ ص ۳۱۰ [۲] ثانی الجنازۃ باب القیام للجنازۃ ص ۹۶ — [۳] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۱۰ [۴] ثانی الجنائز باب القیام للجنازۃ ص ۹۶ -

كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُوهُرَيْرَةَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَ قَبْلَ أَنْ

کہا ہم ایک جنازے میں تھے تو ابو ہریرہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے

تُوضَعَ فَجَاءَ أَبُوسَعِيدٍ قَالَ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ

اور ابھی جنازہ زمین پر رکھا نہیں گیا تھا اتنے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ

آگئے اور مروان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کھڑا ہو بخدا انھیں معلوم

ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ صَدَقَ عہ

ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا۔

۷۷۰ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے قریب سے ایک جنازہ

افقہ بھی ہیں۔ اس لئے بھی ترجیح ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ یہ نہی تنزیہہ کیلئے تھی۔ خصوصًا ایسی صورت میں کہ انھیں یہ حدیث معلوم تھی۔

۷۷۰، ۷۷۱، ۲۷۲، ۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سفیان بن عیینہ سے سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریحات

سہل بن حنیف اوسی انصاری صحابی ہیں ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ قیس بن سعد بن عبادہ مشہور انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ کے خلف الرشید صحابی بن صحابی جواد بن جواد کریم بن کریم بزرگ ہیں۔ افاضل صحابہ اور عقلاء عرب میں سے ہیں اور دنیا کے مشہور بہادروں قدآوروں میں ایک دفعہ ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ میرے گھر کے چوہے لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں۔ فرمایا میں ایسا کردوں گا کہ شیر کی طرح کودیں گے، پھر اس کے گھر کو بھر دیا۔ بہت حسین وجمیل تھے مگر ان کے داڑھی میں ایک بال بھی نہ تھا۔ انصار کہتے تھے اگر داڑھی کہیں ملتی تو ہم اپنے مال سے ان کے لئے خرید دیتے۔ ۶۰ھ میں وصال ہوا۔ عبد الرحمٰن قاسم بن ابی لیلیٰ۔ ابولیلیٰ کا نام یسار تھا۔ یسار بن ابی لیلیٰ حضرت فاروق اعظم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ھ میں اور ۸۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ انکے صاحبزادے محمد بن عبد الرحمٰن تھے، انھیں بھی ابن ابی لیلیٰ کہا جاتا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر اور کوفے کے قاضی تھے۔ جلیل القدر تابعی محدث فقیہ صاحب مذہب تھے۔ محدثین جب ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں تو ان کے باپ عبد الرحمٰن مراد ہوتے ہیں۔ اور جب فقہا ابن ابی لیلیٰ بولتے ہیں تو، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قاضی کوفہ مراد ہوتے ہیں۔

قیام کا راز اس حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ کیا یہ جان نہیں۔ اور حضرت جابر ہی کی ایک حدیث میں ہے۔ موت گھبراہٹ

عہ باب من تبع جنازۃ فلا یقعد حتی توضع ص ۱۷۵۔ لہ حیات الحیوان ؍ ۔ سلہ نسائی اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک ص ۲۷۲۔

فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

گزرا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہوگئے اور ہم بھی کھڑے ہوگئے اور ہم نے

اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ فَاِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا ع۵

عرض کیا یارسول اللہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا جب جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

حدیث ۶۷۱ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ

وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا

عنہم قادسیہ میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو دونوں کھڑے

عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَيْ مِنْ اَهْلِ

ہوگئے ان سے عرض کیا گیا کہ یہ یہاں کا کاشتکار یعنی ذمی ہے توان دونوں حضرات

الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ

نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے

فَقَامَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا ع۵

عرض کیا گیا یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا کیا یہ جان نہیں

حدیث ۶۷۲ وَقَالَ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَّ

اور زکریا نے شعبی سے وہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا

کی چیز ہے۔ ان دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ کہ اس میں بھی جان تھی جس پر موت آئی۔ یہ تصور گھبرانے والا ہے۔ جنازہ دیکھکر موت یاد آگئی۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جنازے کے ساتھ جو فرشتے ہیں ان کے لئے کھڑے ہو یعنی ہر میت کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔ مومن کے ساتھ رحمت کے اور کافر کے ساتھ عذاب کے۔ بعض احادیث میں ہے کہ۔ جو روح قبض کرتا ہے اس کے لئے کھڑے ہو[۱] نسائی[۲] میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے کھڑے ہوئے کہ یہ ناپسند فرمایا کہ سر اقدس سے یہودی کا جنازہ بلند رہے۔ طحاوی[۳] میں ان سے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ کھڑے ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ اس کی بدبو نے مجھے ایذا پہنچائی

ع۵ باب من قام لجنازۃ یہودی ص ۱۷۵ مسلم الجنائز ابوداؤد الجنائز النسائی الجنائز۔ ع۵ باب من قام لجنازۃ یہودی ص ۱۷۵، مسلم الجنائز نسائی الجنائز۔ ۱۔ عمدۃ القاری ثامن ص ۱۰۸ ۲۔ اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اھل الشرک ص ۲۷۲ ۳۔ شرح معانی الآثار اول۔ الجنائز باب الجنازۃ مرت بالقوم ایقومون ام لا ص ۲۳۵

قَیْسٍ یَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَۃِ ؎

حضرت ابو مسعود اور قیس جنازے کیلئے کھڑے ہوتے تھے

اهل الارض اس کی تفسیر اہلِ ذمہ سے کی — اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے ممالک فتح کر کے آراضی وہاں کے مقامی باشندوں کو خراج پر دیدی تھی خود کاشتکاری نہیں کرتے تھے، اِس لئے اس زمانے کے کاشتکار کافر ہی تھے۔

تشریحات ۱۷۷ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سفیان بن عیینہ سے سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

؎ باب من قام لجنازۃ یہودی ص ۱۷۵ ؎ حیات الحیوان ص ؎ نسائی اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک ص ۲۷۲ ؎ عمدۃ القاری ثامن ص ۱۰۸ ؎ اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک ص ۲۷۲ —
؎ شرح معانی الآثار اول ـ الجنائز، باب الجنازۃ مرّت بالقوم أیقومون ام لا؟ ص ۲۳۵

حدیث ۷۷۲

عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ عه

سعید مقبری نے اپنے والد (کیسان) سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے۔ مجھے آگے لے چلو۔ اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو۔ اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ اور اگر انسان سُن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

تشریحات ۷۷۲

الجنازہ۔ گذر چکا کہ اس کا اطلاق میت اور چارپائی دونوں پر ہوتا ہے۔ یہاں میت کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ابو ذئب[۱] کی روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ ولو سمعہ کی ضمیر مفعول کا مرجع غیر صالح میت کا قول ہے۔ جس پر قالت دلالت کر رہا ہے۔ علی اعناقھم سے مراد کندھے ہیں۔ گردن پر جنازہ اٹھانے کا سوال ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ اتنے بھیانک انداز سے چیختا ہے کہ انسان اس کی تاب نہیں لا سکتا۔ سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد بھی ہر میت میں خواہ وہ مومن ہو خواہ کافر حیات ہوتی ہے جس سے وہ ادراک کرتا ہے حتیٰ کہ بولتا اور چیختا ہے، آنے والے خطرات کا احساس رکھتا ہے۔

باب سے مطابقت

یہاں باب یہ ہے۔ جنازے کو مرد اٹھائیں نہ عورتیں۔ حدیث میں یہ ہے۔ واحتملھا الرجال۔ یہ اگرچہ اخبار ہے مگر شارع علیہ السلام کا قول ہے اور شارع علیہ السلام کا قول جہاں تک ممکن ہو تشریع پر حمل کرنا ضروری ہے۔ اب اس سے ثابت ہو گیا کہ مشروع یہی ہے کہ مرد جنازہ اٹھائیں، عورتوں کے لئے جنازہ اٹھانا مشروع نہیں۔

گذر چکا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ہی منع ہے۔ پھر جنازہ اٹھانے کا سوال ہی نہیں۔ اس سلسلے میں اس سے زیادہ صریح حدیث مروی ہے۔ مگر وہ امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ ابو یعلی[۲] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازے میں عورتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ تو ارشاد فرمایا کیا یہ جنازے کو اٹھائیں گی۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا یہ دفن کریں گی۔ عرض کیا گیا نہیں۔ تو فرمایا لوٹ جائیں۔ مازورات غیر ماجورات۔ گناہ ٹورتے ہوئے نہ کہ ثواب حاصل کرتے ہوئے۔

عه باب حمل الرجال الجنازۃ دون النساء ص۱۷۵ باب قول المیت وھو علی الجنازہ ص۱۷۶ باب کلام المیت مع الجنازۃ ص۱۸۶ نسائی الجنائز مسند امام احمد جلد ثالث ص۴۱/۵۸ ۱ نسائی اول الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ ص۲۷۰ ۲ فتح الباری جلد ثالث ص

106

ت ۲۴۴

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنْتُمْ مُشَیِّعُوْنَ فَامْشُوْا بَیْنَ

اور حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا۔ تم میت کو رخصت کرنے والے ہو تو اس کے

یَدَیْھَا وَخَلْفَھَا وَعَنْ یَّمِیْنِھَا وَشِمَالِھَا وَقَالَ غَیْرُہٗ قَرِیْبًا۔ عـہ

آگے پیچھے داہنے بائیں چلو اور ایک دوسرے صاحب نے کہا۔ جنازے کے قریب چلو۔

حدیث ۷۷۳

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَھَا وَاِنْ

فرمایا۔ جنازے کو تیزی سے لے چلو، اگر وہ نیک ہے تو خیر ہے جسے آگے کر رہے ہو، اور اگر

تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِقَابِکُمْ۔ عـہ

اس کے سوا ہے تو شر کو اپنی گردنوں سے اتاروگے

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے لکھا ہے کہ میت قدموني غسل کے وقت کہتی ہے سبحان اللہ! حدیث میں صاف تصریح ہے۔ واحتملها الرجال علی اعناقهم فان كانت۔ اور مرد اپنی گردنوں پر اٹھالیتے ہیں تو میت اگر نیک ہے الخ فا تعقیب کے لئے ہے جس کی دلالت اس پر صریح ہے کہ اٹھانے کے بعد کہتی ہے۔ کیا اٹھانے کی حالت میں غسل دیا جاتا ہے۔ غالبا قبلہ کو نسائی کی اس حدیث سے دھوکہ ہوا جو ابن ابی ذئب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ جس میں یہ ہے۔ فاذا وضع الرجل الصالح علی سریرہ قال قدموني۔ مگر یہ خیال نہ آیا کہ اگر اس حدیث کو اپنے ظاہر پر حمل کریں گے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے تعارض لازم آئے گا جو دفع نہ ہو سکے گا اور جب حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالے عنہ کی حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھیں گے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آسانی سے تاویل ہو سکے گی جس سے تعارض اٹھ جائے گا۔ نیز ہر شخص سوچے کہ قدموني کہنا غسل کے وقت زیادہ مناسب ہے۔ یا کندھوں پر اٹھانے کے وقت۔

تشریحات ۲۴۴ اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔ یہاں باب یہ ہے کہ جنازے کو تیز لے چلنا، ظاہر ہے کہ اس اثر کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ابن منیر نے یوں مناسبت پیدا کی کہ ساتھ والوں کے لئے کوئی جہت اسی لئے معین نہیں کی کہ جنازہ تیزی کے ساتھ لے جایا جائے۔ اگر ساتھ والوں کے لئے جہت متعین کر دی جائے گی تو ان کا لحاظ ضروری ہوگا۔ اور وہ قوی بھی ہیں کمزور بھی ہیں۔ تیز رو بھی ہیں سست رو بھی۔ ساتھیوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تاکہ جنازہ کو تیز لے چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ لیکن اگر ساتھیوں کے لئے پیچھے کی جہت متعین کر دی جائے تو جنازے کے لے چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اس لئے مناسبت کی یہ تقریر تام نہیں۔ گذر چکا کہ افضل جنازے کے پیچھے چلنا ہے۔ دوسرے صاحب کا قول تو تیز لے چلنے کے منافی ہے۔ جب ساتھیوں پر یہ پابندی ہے کہ جنازے کے قریب رہیں تو کمزور سست رفتار قریب کیسے رہ پائیں گے۔ اس لئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ کہا جائے

عـہ باب السرعۃ بالجنازۃ ص ۱۷۵، لـه اول الجنائز، باب السرعۃ بالجنازۃ ص ۲۷

عـہ باب السرعۃ بالجنازۃ ص ۱۷۶ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الجنائز

106

حدیث ۶۷۴ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالے عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ[ع]
وسلم نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

حدیث ۶۷۵ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ
مجھے عطار نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالے عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمُّوْا فَصَلُّوْا
کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج حبشے کا ایک نیک شخص وفات پاگیا ہے آؤ اس پر نماز پڑھیں۔

کہ یہ تعلیق اس لئے لائے ہیں کہ آئندہ اس باب میں آنے والی حدیث میں تیز لے چلنے سے مراد معتدل رفتار سے چلنا ہے، تاکہ کمزور سست رفتار بھی ساتھ رہ سکیں۔

تشریحات ۶۷۳ اسرعوا بالجنازۃ۔ جنازہ تیز لے چلنے سے مراد ہے، متوسط رفتار۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہم جنازے میں اس رفتار سے چلتے جو رمل کے قریب ہوتی۔ اس سے واضح وہ حدیث ہے جسے امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان کے والد ماجد نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تم مجھے چارپائی پر اٹھانا تو دونوں چالوں کے درمیان چلنا اور جنازے کے پیچھے رہنا۔ اس لئے کہ اس کا اگلا حصہ فرشتوں کے لئے ہے، اور پچھلا بنی آدم کے لئے۔ نیز ابو داؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنازے کے ساتھ چلنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ دوڑنے سے کم۔ اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔ جیسا کہ ابو داؤد میں حضرت حصین بن وجوح سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جلدی کرو کہ یہ مناسب نہیں کہ مسلمان کی لاش اس کے اہل کے سامنے روکی رکھی رہے۔ نیز طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے روکو مت جلدی کرو۔ اس تقدیر پر تضعونہ عن رقابکم کے معنی مجازی ہوں گے۔ یعنی جو ذمہ داری تھی اسے پوری کرلو گے۔

تشریحات ۶۷۴، ۶۷۵ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس دن نجاشی کا وصال ہوا تھا اسی دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔

توضیح باب یہاں ایک باب کا عنوان ہے سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ۔ جنازے پر نماز کا طریقہ۔ یعنی مشروع طریقہ، مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے میں کیا شرائط و ارکان مقرر فرمائے ہیں۔ اسکے شرائط

ع باب من صف صفین او ثلثۃ ص۱۷۶ ھجرۃ الحبشۃ ص۵۴۷ ۱ نسائی اول الجنائز، باب السرعۃ بالجنازۃ ص۲۷۰ مسند امام احمد خامس ص۳۶ ۲ عمدۃ القاری ثامن ص۱۱۱ ۳ ثانی الجنائز، باب الاسراع بالجنازۃ ص۹۷ ۴ ثانی الجنائز باب تعجیل الجنازۃ ص۹۴ ۵ عمدۃ القاری ثامن ص۱۱۳

عَلَيْهِ قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ

تو ہم نے صف لگائی اور نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ہم لوگ کئی

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ ۔ عہ

صف میں تھے اور میں دوسری صف میں تھا ۔

ت ۲۴۵

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي اِلَّا طَاهِرًا وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

اور حضرت ابن عمر بغیر طہارت کے نہیں پڑھتے تھے اور طلوع آفتاب اور غروب

وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ۔ عہ

کے وقت بھی نہیں پڑھتے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے تھے

میں طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت، میت کے کل یا اکثر جسم کا آگے ہونا، اس کا پاک ہونا، ارکان میں تکبیریں ہیں، اس میں کلام جائز نہیں ۔ امام بخاری نے پہلے تین حدیث کے اجزا نقل فرمائے ۔ جن میں اس کی تعبیر صَلّٰی ہے یا صَلّوا ہے ۔ پھر فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے نماز فرمایا ۔ حالانکہ اس میں رکوع سجدہ نہیں ۔ پھر بھی یہ نماز اس لئے ہے کہ اس میں نماز کے احکام دار کان ہیں ۔ اس میں کلام جائز نہیں ۔ اس میں تکبیر ہے تسلیم ہے ۔

تشریحات ۲۴۵ یہ تعلیق اس کے ثبوت میں لائے کہ نماز جنازہ نماز ہے ۔ اس لئے کہ جیسے اور نماز بغیر طہارت صحیح نہیں، اور آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت جائز نہیں ۔ ویسے ہی یہ بھی ہے ۔ جیسے اور نمازوں میں رفع یدین ہے ویسے ہی اس میں بھی ہے ۔ اس تعلیق کے تین جزء ہیں ۔ پہلے جزء کو امام مالک نے موطا میں ذکر فرمایا ۔ اور دوسرے جزء کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ۔ اور تیسرے جزء کو امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔

احناف کے یہاں صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ہے، باقی تکبیروں میں نہیں ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر تکبیر میں رفع یدین ہے ۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی[1] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے پر تکبیر پڑھی ۔ اور پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا ۔ پھر داہنے کو بائیں پر رکھا ۔ دارقطنی میں یہ زائد ہے **ثم لا یعود** پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے ۔ دارقطنی ہی میں حضرت ابن عباس سے بھی اسی کے مثل مروی ہے ۔ مبسوط میں ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے فرمایا ۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کہیں ہاتھ نہ اٹھایا جائے ۔ ابن حزم نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر سے بھی یہی نقل کیا ۔ اور یہ بھی کہا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا اور کسی تکبیر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ۔ اور نہ اجماع ہے ۔ ابن منذر نے پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانے پر اجماع نقل کیا ہے ۔

نماز جنازہ میں دو بار سلام ہے بیہقی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں روایت کیا کہ نماز جنازہ میں دائیں بائیں سلام پھیرا ۔ اور فارغ ہوئے تو فرمایا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عہ باب الصفوف على الجنازة ص ۱۷۶ باب هجرة الحبشة ص ۵۴۷ مسلم الجنائز نسائی الجنائز

عہ باب سنة الصلوة على الجنازة ص ۱۷۶ [1] اول الجنائز، باب رفع اليدين على الجنازة ص ۱۲۷

ت ۲۴۶ وَقَالَ الْحَسَنُ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَاَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا میں نے لوگوں کو اسی طریقے پر پایا کہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے

لِفَرَائِضِهِمْ۔ وَاِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَوْعِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا

زیادہ مستحق وہ شخص ہے جسے لوگوں نے اپنے فرائض کی امامت کے لئے پسند کیا ہو، اور نماز عید اور نماز جنازہ میں وضو ٹوٹ جائے

يَتَيَمَّمُ وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ عہ

تو پانی تلاش کرے اور تیمم نہ کرے اور جب جنازے تک اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تکبیر کہہ کے شامل ہو جائے۔

علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ معرفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ تین باتیں وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے، لوگوں نے چھوڑ دی ہیں۔ ان میں ایک نماز جنازہ میں اور نمازوں کی طرح دو سلام ہے۔

تشریحات ۲۴۶ حضرت حسن بصری نے چار مسائل بیان فرمائے۔ اول یہ کہ نماز جنازہ کی امامت کا حق اسے ہے جو فرائض کا امام ہو، اور یہی اس وقت کے صحابہ و تابعین کا عمل تھا، چونکہ نماز کی امامت کا حق سب سے پہلے سلطان اسلام یا اس کے نائب کا ہے۔ اس لئے نماز جنازہ کا بھی سب سے زیادہ استحقاق والی ہی کو ہے۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ اس پر نص صریح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد ہے جو انہوں سعید بن العاص اموی حاکم مدینہ سے فرمایا۔ جبکہ وہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ آگے بڑھو اگر یہی طریقہ نہ ہوتا تو تجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا[۱]۔ یہ ارشاد صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی موجودگی میں ہوا۔ اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

دوسرا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز عیدین اور نماز جنازہ میں اگر حدث ہو جائے، تو بقیہ نماز تیمم کرکے نہ پڑھے بلکہ پانی تلاش کرکے وضو کرکے پھر پڑھے۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ اگر اسے اس کا اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرے گا تو امام فارغ ہو جائے گا تو تیمم کرکے نماز پڑھے۔ خواہ جب آیا تو وضو نہ تھا۔ یا اثنائے نماز میں وضو ٹوٹا ہو[۲]۔ اس لئے کہ نماز عیدین اور نماز جنازہ کی نہ قضا ہے نہ بدل، حضرت امام حسن بصری کا یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ اسے ظن غالب ہو کہ امام کے فارغ ہونے کے پہلے پہلے نماز میں شامل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سعید بن منصور نے انہیں کا یہ قول ذکر فرمایا ہے کہ اس صورت میں اگر نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کرے[۳]۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت پہونچا کہ نماز جنازہ ہو رہی تھی تو وہ بلا تاخیر تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے۔ اس کا انتظار نہ کرے کہ جب امام تکبیر کہے تو شامل ہو۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ اگر ایسے وقت آیا کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا ابھی دوسری تکبیر نہیں کہی تھی۔ تو تکبیر کہہ کے فوراً شامل ہو جائے، دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے۔ اور اگر دوسری یا تیسری تکبیر کے بعد آیا تو فوراً شامل نہ ہو، انتظار کرے جب امام تکبیر کہے تو اس وقت شامل ہو۔ امام حسن بصری کے اخیر والے دونوں ارشاد کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا۔

عہ باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ ص۱۷۶ [۱] عمدۃ القاری ثامن ص۱۲۲ [۲] بہار شریعت جلد دوم ص۶۳

[۳] عمدۃ القاری ثامن ص۱۲۳

ت	وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا عه
۲۴۷	اور امام سعید بن مسیب نے فرمایا رات ہو یا دن سفر ہو یا حضر چار تکبیریں کہے ۔
ت	وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ التَّكْبِيرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ عه
۲۴۸	اور حضرت انس نے فرمایا ایک تکبیر نماز شروع کرنے کی ہے ۔
ت	وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ
۲۴۹	اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تونے نماز جنازہ پڑھ لی تو میت کا جو حق تم پر تھا وہ ادا کر چکے ۔
ت	وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى
۲۵۰	اور حمید بن ہلال نے کہا ۔ جنازے پر ہم اجازت نہیں جانتے ہاں جو نماز پڑھ کر لوٹا
	ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ ۔ سه
	اس کے لئے ایک قیراط ہے ۔

تشریحات ۲۴۷ ۲۴۸ ان دونوں اثر کا حاصل ایک ہی ہے کہ نماز جنازہ میں کل چار تکبیریں ہیں ان میں ایک یعنی پہلی تکبیر تحریمہ ہے ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام سعید بن منصور نے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔

تشریحات ۲۴۹ یہاں باب ہے جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت کا بیان ، مطابقت یہ ہے کہ کسی کا حق ادا کرنا ثواب کا کام ہے ۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازے کے ساتھ جانا ضروری ہے ۔ **اقول** غالباً امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس نے نماز جنازہ میں شرکت کرلی وہ حکماً جنازے کے ساتھ گیا ۔

تشریحات ۲۵۰ حمید بن ہلال تابعی ہیں ۔ ان کے ارشاد کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ نماز جنازہ میت کا حق ہے ۔ جو حصول ثواب کیلئے پڑھی جاتی ہے ۔ اولیائے میت کا حق نہیں کہ لوٹنا ان کی اجازت پر موقوف ہو ۔ نماز پڑھ کر جس کا جی چاہے چلا جائے کوئی حرج نہیں ۔ حضرت زید بن ثابت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحابۂ کرام میں سے اور عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد امام حسن بصری، قتادہ ، ابو قلابہ کا یہی عمل تھا کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوٹ آتے اجازت نہیں لیتے تھے ۔ اس کے برخلاف حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت مسور بن مخرمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور امام نخعی اجازت لئے بغیر واپس نہ ہوتے ۔ امام مالک نے فرمایا کہ اجازت لئے بغیر واپس ہونا ناپسندیدہ بات نہیں ۔ مگر یہ کہ دفن میں دیر ہو، ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ بغیر اجازت واپس نہ ہو، اس لئے کہ جس طرح نماز جنازہ میت کا حق ہے اسی طرح دفن بھی حق ہے ۔ اور یہ اس سے اہم اور بہ نسبت اس کے کچھ محنت کا طالب ہے ۔ اگر سب چھوڑ کر چلے جائیں تو دفن کون کرے گا ۔ اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہیں ۔ اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر استحباب کے اثبات کے لئے کافی ہیں ۔ امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عه باب سنۃ علی الجنازۃ ص۱۷۶ عه ایضاً

سه باب فضل اتباع الجنازۃ ص۱۷۶ سه ایضاً

حدیث ۶۷۵ — سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيْرَاطٌ فَقَالَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا فَصَدَّقَتْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ عه

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کہتے ہیں کہ جو جنازے کے پیچھے گیا اس کے لئے ایک قیراط ہے تو انہوں نے کہا۔ ابو ہریرہ کثرت سے حدیث بیان کرنے کے عادی ہیں اس کی اطلاع جب ام المومنین حضرت عائشہ کو ہوئی تو انہوں نے ابو ہریرہ کی تصدیق کی اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تو ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے

حدیث ۶۷۶ — أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جو جنازے پر حاضر ہوا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط ہے اور جو دفن کے وقت

نے فرمایا۔ دو امیر ہیں حالانکہ امیر نہیں۔ وہ عورت جو قوم کے ساتھ حج کرے اور اسے حیض آجائے۔ اور وہ مرد جو جنازے کے ساتھ جائے اور نماز پڑھے تو اسے یہ حق نہیں کہ اہل جنازہ کی اجازت حاصل کئے بغیر لوٹے۔ امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے کاندھے سے اتارا، اور اس پر مٹی ڈال دی اور بیٹھا یہاں تک کہ اسے اجازت دی گئی تو دو قیراط لیکر لوٹا۔ امام عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا۔ دو امیر ہیں اور امیر نہیں۔ وہ شخص جو جنازے کے ساتھ رہے اور اس پر نماز پڑھے تو اسے میت کے ولی کی اجازت کے بغیر لوٹنا نہیں چاہئے لہ

تشریحات ۶۷۵ ۶۷۶ ترمذی میں یہ حدیث بطریق ابو سلمہ یوں ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جنازے پر صرف نماز پڑھے اس کے لئے ایک قیراط ہے۔ اور جو جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن کر دیا جائے اس کے لئے دو قیراط ۔۔۔ ان میں ایک، یا یہ فرمایا۔ ان دونوں میں سے چھوٹا اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ راوی نے کہا۔ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو ذکر کیا تو انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے دریافت کرے تو ام المومنین نے فرمایا کہ ابو ہریرہ نے سچ کہا، اس پر حضرت ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

قیراط اصل میں قِرّاط تھا، اسلئے کہ اس کی جمع قراریط آتی ہے۔ واحد میں را کو خلاف قیاس یا سے بدل دیا۔ جیسے دینار میں نون کو یا سے بدلا۔ کیونکہ دینار اصل میں دنّار تھا اس لئے اس کی جمع دنانیر آتی ہے۔

قیراط کے یہ معانی ہیں۔ املی کا بیج، دانگ کا آدھا، درہم کے چھٹے حصے کے برابر ایک سکہ ہوتا تھا۔ دینار کا بیسواں حصہ، ایک

عه باب فضل اتباع الجنائز ص۱۷۷ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الجنائز لہ عمدۃ القاری ثامن ص۱۳۶

حَتّٰى يُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ مَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ

تک موجود رہا اس کے لئے دو قیراط ہے عرض کیا گیا قیراط کیا ہیں تو فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

حدیث ۸۷۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ

ایک مرد اور ایک عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ ان سے حضور نے فرمایا تم میں جو زنا کرتا ہے اس کے ساتھ کیا

كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنٰى مِنْكُمْ قَالُوْا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُوْنَ

کرتے ہو، یہودیوں نے کہا ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ تو فرمایا توریت میں تم رجم نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا ہم

فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوْا لَا نَجِدُ فِيْهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

اس میں کچھ نہیں پاتے تو ان سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا

كَذَبْتُمْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا

تم جھوٹ بولے توریت لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم لوگ سچے ہو۔ (توریت لائی گئی) تو توریت کے معلم نے اپنی

الَّذِيْ يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلٰى آيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُوْنَ يَدِهٖ

ہتھیلی آیت رجم پر رکھدی اور اس کے قریب اور اس کے علاوہ اور

وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهُ عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا

جگہ سے پڑھنے لگا اور آیت رجم نہیں پڑھتا تو انہوں نے اس کا ہاتھ آیت رجم سے ہٹایا اور کہا یہ کیا ہے؟

دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے، کسی چیز کے چوبیس حصے میں سے ایک حصہ، کسی چیز کا ٹکڑا، جز، حصہ، یہاں حدیث میں حصہ ہی مراد ہے۔ مثل احد، یا مثل الجبلین العظیمین بطور تمثیل ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ ثواب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقی معنی مراد ہو۔

اکثر ابو ہریرہ یعنی بہت زیادہ ثواب ذکر کر دیا۔ یا یہ کہ روایت بکثرت کی، جو مجبر العقول ہے۔ کہیں انہیں اشتباہ تو نہیں ہوا۔ چونکہ بخاری کی اس روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس لئے حضرت ابن عمر نے وہ کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سنا تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے مجھے میدان میں درخت بیٹھانا، اور بازار میں خرید و فروخت نہیں روکتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے میری طلب صرف ایک لقمے کی تھی جو کھلا دیتے اور ارشاد کی تھی جو سکھا دیتے۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ ابو ہریرہ ہم سے زیادہ خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ اور ہم سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے [۱]

فرطت ضیعت من امر اللہ۔ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ اس حدیث میں بھی فرطت آیا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ایک جگہ فرمایا۔ يَا حَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ (زمر ۵۶) ہائے افسوس جو تقصیر میں نے اللہ کے حق میں کی۔ امام بخاری نے حسب

عہ ایضاً [۱] عمدۃ القاری جلد ثامن ص ۱۲۵

هٰذِهٖ فَلَمَّا رَاٰ ذٰلِكَ قَالُوا هِيَ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبَ

جب یہودیوں نے اسے دیکھا تو کہا یہ آیت رجم ہے تو ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور

مِنْ حَيْثُ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ صَاحِبَهَا يَحْنِيْ عَلَيْهَا

انہیں مسجد کے پاس جنائز کی جگہ کے قریب سنگسار کیا گیا میں نے اس عورت کے یار کو دیکھا

وَيَقِيْهَا الْحِجَارَةَ عہ

اس پر جھکا پڑتا اور اسے پتھر سے بچاتا۔

عادت اس کی تفسیر فرمادی کہ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ کے معنی میں ہے۔ یعنی میں نے ضائع کیا۔

تشریحات ۸

یہ حدیث کتاب الجنائز میں مختصر تھی۔ اس لئے ہم نے کتاب التفسیر کی روایت یہاں درج کی ہے۔ یہاں باب یہ ہے۔ عیدگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ، حسب عادت امام بخاری نے یہاں اپنا کوئی موقف نہیں ظاہر فرمایا۔ اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں صف لگائی اور نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور ایک حدیث مذکور۔ مگر دونوں میں سے کسی میں مسجد میں نماز پڑھنے کا تذکرہ نہیں۔ پہلی میں عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ دوسری میں یہ بھی نہیں۔ صرف یہ ہے کہ مسجد کے پاس جنازے کی جگہ۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے یہاں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ نہ ہو۔ ہماری دلیل ابوداؤد اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئ لہ وفی ابن ماجۃ فلیس لہ شئ۔ جس نے مسجد میں جنازے پر نماز پڑھی اس کے لئے کچھ نہیں یعنی اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ ابوداؤد کے صحیح نسخے میں فلا شئ علیہ ہے۔ مگر علامہ زیلعی نے فرمایا کہ صحیح نسخہ فلا شئ لہ ہے۔ اس کی تائید ابن ماجہ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں فلیس لہ شئ ہے۔ اس میں کتابت کی غلطی کا احتمال نہیں۔ نیز ابن ابی شیبہ میں فلا صلوٰۃ لہ ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی صالح مولی التوأمہ پر یہ جرح کی گئی ہے کہ اخیر عمر میں حافظ کمزور ہو جانے کی وجہ سے ان سے غلط ہو جاتا تھا۔ لیکن اس حدیث کو صالح سے ابن ابی ذئب نے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے اس اختلاط کا عارضہ ہونے سے پہلے سنا ہے۔ تفصیل، الجوہر النقی جلد اول ص۲۷۰ میں ہے۔ اس لئے یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے۔ امام محمد نے مؤطا میں یہ استدلال فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ مسجد کے پہلو میں تھی۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تھا تو مسجد کے باہر نماز جنازہ کے لئے جگہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز نجاشی کی نماز جنازہ عیدگاہ جاکر پڑھی۔ جبکہ ان کا جنازہ مدینہ طیبہ میں نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دو بار مسجد میں نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ رہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے حضور اعتکاف میں رہے ہوں، مزاج ناساز رہا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

عہ ثانی تفسیر باب قولہ تعالیٰ قل فاتوا بالتوراۃ ان کنتم صادقین ص۶۵۴، اول الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد ص۱۷۷ مناقب باب قول اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ص۵۱۳ ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۹۰ التوحید باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ ص۱۱۲۵ مسلم حدود، ابوداؤد حدود، دارمی حدود، موطا حدود، مسند امام احمد جلد ثانی ص۵ لہ ثانی باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص۹۶ لہ الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص۱۱۰۔

ت ۲۵۱ وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى الْقَبْرِ سَنَةً

اور جب حضرت حسن بن حسن حضرت علی کے پوتے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال ہو گیا تو ان کی اہلیہ نے ان کی

ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَأَجَابَهُ

قبر پر قبہ تانا جو ایک سال تک رہا پھر اٹھا لیا تو لوگوں نے سنا کوئی بلند آواز سے کہتا ہے۔ کیا جو چیز انہوں نے گم کی تھی اسے پایا

یہ واقعہ اول، اول کا ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے اس کے بعد سورۂ نور نازل ہوئی جس میں زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے نازل ہوئی۔ خواہ وہ محصن ہو خواہ غیر محصن، پھر آیت رجم سے محصن کے حق میں کوڑے کی سزا منسوخ ہو گئی، رجم مقرر ہوئی۔ محصن ہونے کے لئے یہ شرطیں ہیں۔ آزاد، عاقل، بالغ ہونا، اور نکاح صحیح کے ساتھ کسی عورت سے ہمبستر ہونا اگرچہ ایک بار سہی۔

تشریحات ۲۵۱ امام حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں، کربلا میں اپنے عم کرم کے ساتھ تھے۔ عورتوں بچوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اہل بیت میں سے ممتاز فرد ہیں۔ حجاج کے مظالم سے تنگ آکر عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی، اور حجاج کی تعدی سے بچایا۔ ایک دفعہ ایک رافضی نے ان سے کہا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ فرمایا۔ ضرور فرمایا ہے۔ اگر اس سے خلافت مراد ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیتے اور فرماتے۔ اے لوگو! میرے بعد یہ تمہارے کاموں کا ولی اور یہی تم پر قائم ہوگا۔ اس کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ بخدا اگر اللہ اور اس کے رسول نے علی کو خلافت کے لئے منتخب کیا تھا اور علی نے چھوڑ دیا۔ تو یہ پہلے وہ ہیں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو چھوڑا۔ ان کی والدہ کا نام خولہ بنت منظور فزاری ہے۔ ۹۹ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی اہلیہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا، حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بھی کربلا میں موجود تھیں۔ امام حسن مثنیٰ کے وصال کے بعد ان کا عقد حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ جن سے محمد دیباج پیدا ہوئے۔ یہ فاطمہ صغریٰ کے ساتھ مشہور ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کی ملاقات ان کی دادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ سے نہیں۔

قبہ گول خیمے کو کہتے ہیں۔ یہاں خاص بات یہ ہے کہ ۹۹ھ میں یہ ہوا۔ یہ زمانہ صحابۂ کرام کا اخیر تھا۔ اور تابعین کا دور اوسط تھا۔ سال بھر تک امام حسن مثنیٰ کے مزار پر قبہ رہا مگر کسی نے منع نہیں کیا۔ اور نہ کوئی ایسی روایت ملتی ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے اس پر اعتراض کیا ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ غرض صحیح کے لئے مزارات پر قبے بنانے جائز ہیں۔ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اور اسی پر جملہ اہلسنت کا عمل ہے۔ لا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ سے اس کی حرمت پر استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس سے مراد قبر پر ایسی عمارت بنانا ہے جیسے یہود و نصاریٰ ستون نما سادی بناتے ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ علیٰ کے حقیقی معنی استعلاء کے ہیں۔ اور استعلاء اس وقت ہوگا جبکہ میت کے محاذی اوپر عمارت بنائیں۔ اور اگر ارد گرد بنائیں گے تو استعلاء نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے بدل جاتے ہیں جیسے ارشاد ہے۔ وابنوا المساجد واتخذ وها جمًا۔ مسجدوں کو منڈی بناؤ۔ یعنی اس میں مینارے نہ بناؤ۔ مگر عہد تابعین ہی سے اس کے برخلاف مساجد میں مینارے بننے لگے تھے۔ وجہ یہی ہوئی کہ عہد صحابہ تک شعائر دین کی عظمت شعائر دین کی وجہ سے دلوں میں بھرپور تھی۔ نیز عام مکانات بھی بہت معمولی اور سادے ہوتے تھے۔ جب فتوحات ہوئیں اور دولت کی کثرت ہوئی اور مکانات عالیشان

آخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا عـه

تو دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ مایوس ہوئے اور لوٹ گئے ۔

بننے لگے۔ اب اگر مسجدیں اسی طرح منڈی اور معمولی حیثیت کی رہتیں تو عام نگاہوں میں ان کی وقعت نہ ہوتی۔ غیر ہنستے کہ مسلمانوں کی عبادتگاہ ایسی معمولی، تو مساجد کی عمارتیں عالیشان سے عالیشان بننے لگیں، مینارے گنبد بننے لگے۔ اس سے مقصود شعائر دین کی دلوں میں عظمت بٹھانا ہے۔ اسی طرح عہد سابق میں ہر مسلمان، مسلمان کی قبر کا احترام کرتا تھا۔ اور علما، صلحا، مشائخ کے مزارات کی ان کے شایان شان عظمت دلوں میں تھی۔ مگر اب جبکہ بصیرت باطنی کا فقدان ہے اور ظاہری شان و شوکت ہی عظمت کا نشان بن چکا ہے۔ علمائے کرام نے علما و مشائخ کے مزارات پر قبے بنانے کی اجازت دیدی ہے، بلکہ اسے مستحسن بتایا ہے۔ علامہ فتنی نے مجمع بحار الانوار میں، اور ملا علی قاری نے فرمایا۔ حتی کہ مولوی اعزاز علی مفتی دار العلوم دیوبند نے بھی شرح نقایہ ملا علی کے حاشیے[۱] میں بھی ذرا تغیر کے ساتھ لکھا۔

قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس ولیستریحون بالجلوس فیہ۔

مشائخ اور علما مشہورین کے مزارات پر عمارات بنانے کو علما سلف نے جائز بتایا تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھنے پر آرام پائیں۔

نیز اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ زائرین باطمینان و حضور قلب تلاوت ذکر اذکار کریں گے۔ جس سے دونوں کو فائدہ ہوگا، بارش، دھوپ سردی سے محفوظ رہیں گے۔ قبے سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ کسی محبوب بارگاہ کا مزار ہے، تو حاضر ہوں گے، اور فیض حاصل کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام متاخرین نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ حتی کہ علامہ علاء الدین حصکفی نے در مختار[۲] میں فرمایا۔

ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وهو المختار

قبر پر عمارت نہ بنائے ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہی مختار ہے۔

اور علامہ محمد امین بن عابدین شامی نے رد المحتار[۳] میں فرمایا۔

وفی الاحکام عن جامع الفتاوی وقیل لا یکرہ اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

احکام میں جامع فتاوی سے ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں جبکہ میت مشائخ اور علما اور سادات سے ہو۔

طحطاوی علی المراقی[۴] میں در مختار کا قول نقل کرکے برقرار رکھا۔ یہ دلیل ہے کہ ان کا بھی مختار یہی ہے۔

عـه باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ص۱۷۷

لہ ص۱۳۹ ۲ لہ در۳ اول ص۶۰۱ ۴ لہ ص۳۷۰ ،

حدیث ۹۷۷

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا

وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا

کہ اپنی اس بیماری میں جس میں وصال فرمایا، ارشاد فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے

قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِکَ لَاُبْرِزَ قَبْرُہٗ غَیْرَ اَنِّیْ اَخْشٰی

اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ ام المومنین نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور کا مزار ظاہر کردیتی

اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا ؏۵

مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مسجد نہ بنالیا جائے

تشریحات ۹۷۷

یہود و نصاریٰ انبیائے کرام کے مزارات ہی کو مسجد بناتے اور اس پر سجدہ کرتے۔ اس لئے ان پر لعنت فرمائی۔ لیکن انبیائے کرام یا اولیائے عظام کے مزارات کے قریب مسجد بنانا بالاجماع جائز ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا لیکن اگر کوئی کسی صالح کی قبر کے جوار میں مسجد بنائے اس طرح پر کہ قبر مسجد سے خارج ہو اور مقصود ان کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو، اور قبر کی طرف منہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس میں نفع کی امید ہے۔ کشمیری صاحب نے فیض الباری میں اسے نقل کرکے برقرار رکھا یہ دلیل ہے کہ وہ اس سے متفق ہیں۔

لابرز قبرہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزار اقدس اور اپنی قیام گاہ کے درمیان دیوار بنادی تھی۔ اسی کو فرمارہی ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے عہد میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کی جدید تعمیر کی تو حجرۂ مبارکہ کے اردگرد پانچ پہل کی دیوار قائم کرکے حجرہ مبارکہ کو محفوظ کردیا۔ شمالی دیوار کو مثلث کردیا۔ اس طرح تاکہ اس کا توہم بھی نہ ہو سکے کہ حجرہ مبارکہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جارہی ہے۔

قادیانی دجال کا رد قادیانی دجال نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوچکا ہے۔ وہ زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے ہیں۔ بلکہ اس نے یہ تک بندی کی ہے کہ کشمیر میں ان کا مزار ہے کشمیر سری نگر میں ایک قبر نوز آسف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دجال کہتا ہے کہ یہ لفظ یسوع کا محرف ہے۔ اور یہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر یوں نہیں کہ اگر ان کی قبر ہوتی تو بیت المقدس کی طرف ہوتی نہ کہ کعبے کی طرف نیز اس حدیث میں تصریح ہے کہ نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد بنالیا۔ اور اس پر کوئی مسجد نہیں۔ نہ اس پر کوئی سجدہ کرتا ہے۔ یہ دجال یوں بہکاتا ہے کہ نصاریٰ کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اگر ان کا وصال نہیں ہوا تو ان کی قبر کو نصاریٰ نے مسجد کیسے بنالیا۔ اس لعین نے یہ نہیں دیکھا کہ، حدیث میں قبور انبیاء ھم صیغۂ جمع کے ساتھ ہے۔ اس سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام

؏۵ باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ص۱۷۷۔ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۸۶، ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۹، مسلم مساجد، مسند امام احمد جلد سادس ص۸۰۔

ت ۲۵۲ وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ
اور حمید نے کہا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ہمیں جنازے کی نماز پڑھائی
سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ عہ
اور تین تکبیر پر سلام پھیر دیا۔ ان سے کہا گیا تو پھر قبلہ کو منہ کیا اور چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

ت ۲۵۳ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی
صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ
کی نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیر کہی۔ یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے سلیم سے
عَنْ سَلِيْمٍ اَصْحَمَةَ عہ
روایت کرتے ہوئے کہا۔ اصحمہ۔

ت ۲۵۴ وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ
اور امام حسن بصری نے فرمایا بچے کی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے

کیسے مراد ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ جیسے ہم اس کے مکلف ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے سابقین پر ایمان لائیں۔ اسی طرح نصاریٰ بھی اس کے مکلف تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے کرام پر ایمان لائیں ـــ اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام کو ان کا نبی کہا گیا ـــ ورنہ انبیاءہم فرمانا درست نہ ہوتا۔

تشریحات ۲۵۲ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے بطریق معمر عن قتادہ ذکر کیا ہے۔ یہ حمید، حمید الطویل کے ساتھ مشہور ہیں۔ تابعی رواۃ حدیث میں ہیں۔ یہی ہمارا مذہب بھی ہے کہ جنازے میں چار تکبیریں ہیں۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جنازے میں تین ہی تکبیریں ہیں، یا انہوں نے جنازے کی نماز پڑھائی اور اس میں تین ہی تکبیر کہی۔ اس سے مراد تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور تکبیریں ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا کہ فرمایا۔ چوتھی تکبیر، تکبیر افتتاح ہے۔

تشریحات ۲۵۳ حضرت نجاشی کے نام میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید ہی سے مروی ہے۔ صحمہ ہمزہ کے حذف کے ساتھ، اسماعیل نے بیان کیا کہ عبد الصمد کی روایت میں اصخمۃ خا معجمہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے امام بخاری نے محمد بن سنان کی روایت کے بعد یزید بن ہارون اور عبد الصمد کی روایت بھی ذکر فرمائی۔ کہ یہی صحیح ہے۔ ان کا نام اصحمہ تھا۔ اس کا معنی عربی میں، عطیہ ہے۔

عہ باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص۱۷۸۔ عہ باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص۱۷۸۔ باب الصفوف علی الجنازۃ ص۱۷۶، المناقب باب موت النجاشی ص۵۴۷،

لنا فرطا وسلفا واجراعہ

اللھم اجعلہ لنا فرطا وسلفا واجرا

حدیث ۷۸۰

عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس
طلحہ بن عبد اللہ بن عوف نے کہا ۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما کے پیچھے جنازے کی نماز
علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال لتعلموا انھا سنۃ ۔ عہ
پڑھی ۔ تو انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا ۔ (میں نے اس لئے پڑھا) کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے ۔

حدیث ۷۸۱

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بندہ جب
قال ۔ العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ لیسمع قرع
اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اسکے لوگ منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں ابھی اتنے قریب ہوتے ہیں کہ وہ ان کے
نعالھم اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ماکنت تقول فی ھذا الرجل
جوتوں کی چاپ سنتا رہتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ، اور اسے بٹھاتے ہیں ۔ اور دونوں اس سے پوچھتے ہیں
محمد ۔ فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال انظر الی مقعدک
تو اس مرد محمد کے بارے میں کیا کہتا تھا تو وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔ اس پر اس سے
من النار ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ
کہا جائے گا جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ اللہ نے اس کے بدلے جنت میں تیرا ٹھکانا بنا دیا ۔ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا

تشریحات ۲۵۴

اس تعلیق کو امام ابو نصر عبد الوہاب بن خفاف نے کتاب الجنائز میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔
فرط ، اسے کہتے ہیں جو قافلے سے آگے بڑھ کر منزل پر ضروری سامان مہیا کرے ۔ سلف ، اسے کہتے ہیں جو پہلے گھر پہونچ کر سامان مہیا کرے ۔

نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ

نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ کے بارے میں صحابۂ کرام کا عمل مختلف ہے ۔ حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اس سے انکار کرتے تھے ۔ مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے ۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ نماز جنازے میں قرآن مجید کی قرأت واجب نہیں ۔ اگر بہ نیت دعا پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں ۔ جن صحابۂ کرام سے سورۂ فاتحہ پڑھنا مروی ہے اس کا محمل یہی ہے کہ وہ دعا اور ثنا کی نیت سے پڑھتے تھے ۔

نماز جنازہ کی دعائیں

نماز جنازہ کے لئے کوئی دعا معین نہیں ۔ احادیث میں کثیر دعائیں آئی ہیں ، جو چاہے پڑھے ۔ ان سب کو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المنۃ الممتازۃ میں جمع فرما دیا ہے ۔ جو فتاوی رضویہ جلد چہارم

عہ باب قرأۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ ص۱۷۸ ، عہ ایضا ۔ ابو داؤد ، ترمذی ، نسائی کلھم فی الجنائز لہ ص۱۷۹

وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ
وہ دونوں کو دیکھے گا۔ لیکن کافر یا منافق تو وہ یہ کہے گا میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا

مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ
تو اس سے کہا جائے گا تو نے نہ اپنی عقل سے جانا نہ بتانے سے مانا اس کے بعد لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے

ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ ع
دونوں کانوں کے درمیان مارا جائے گا جس سے وہ چیخے گا اتنے زور سے کہ انسان اور جن کے علاوہ آس پاس کی سبھی چیزیں سنیں گی۔

میں چھپ چکا ہے۔ ان سب دعاؤں کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت حصہ چہارم میں درج فرما دیا ہے۔

تشریحات ۲۸۱ **حیات موتی:** یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مردہ کو خواہ وہ مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد بھی زندگی ملتی ہے۔ جو حیات برزخی ہے۔ یہ دنیوی حیات سے قوی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قبر کے باہر کی بھی باتیں دیکھتا اور آوازیں سنتا ہے، سمجھتا ہے۔ آرام و تکلیف محسوس کرتا ہے۔ دنیا کی باتیں یاد رکھتا ہے۔ جواب دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مومن صالح آزاد ہوتا ہے اور فاسق و کافر مقید، اس کی پوری تفصیل اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "حیات الموات" میں مطالعہ کریں۔ سماع موتی میں ہمارا موقف اتنا قوی ہے کہ مخالفین کے امام وقت کشمیری صاحب کو بھی کہنا پڑا۔

والاحاديث في سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفي حديث صححه ابو عمرو ان احدا اذا سلم على الميت فانه يرد عليه ويعرفه ان كان يعرفه في الدنيا (بالمعنى) واخرجه ابن كثير ايضا وتردد فيه فالانكار في غير محله سيما اذا لم ينقل من ائمتنا رحمهم الله تعالى فلا بد بالتزام السماع في الجملة ۱

مُردوں کے سننے کے بارے میں احادیث تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جسے ابو عمرو نے صحیح کہا کہ جب میت پر کوئی سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اگر اسے دنیا میں پہچانتا تھا تو پہچان لیتا ہے۔ ابن کثیر نے بھی اس کی تخریج کی اور تردد ظاہر کیا۔ سماع موتی سے انکار بے محل ہے خصوصاً جبکہ ہمارے ائمہ سے انکار منقول نہیں تو فی الجملہ سماع کا التزام ضروری ہے۔

یہ تو عام اموات کے بارے میں ہے۔ اپنے طبقے کے مردوں کے بارے میں تو اتنا کچھ ہے کہ تقویۃ الایمان کی رُو سے شرک ہے۔ ارواح ثلثہ میں ہے ـــــ ایک صاحب کشف حضرت حافظ (ضامن) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں۔ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھو۔ یہاں زندہ پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو۔ یہ کیا بات ہے جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں ۲ ـــــ اسی میں دیوبند کے ایک مدرس مولوی یعقوب کے بارے میں ان کے بیٹے کی زبانی یہ کہانی درج ہے ـــــ ایک مرتبہ نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا (یعقوب) کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم، کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جاکر کہا کہ آپ کی تو کرامت

ع باب المیت یسمع خفق النعال ص۱۷۸، مسلم صفۃ النار ابو داؤد السنۃ باب فی المسئلۃ فی القبر۔ نسائی الجنائز۔

۱ فیض الباری ثانی ص۴۶۷، ۲ ارواح ثلثہ ص۳۲۴

حدیث ۸۲ — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملک الموت بھیجے گئے

مُوْسٰی فَلَمَّا جَاءَ لَاصَكَّهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ

تو حضرت موسیٰ نے انہیں ایسا طمانچہ مارا کہ ان کی آنکھ پھوٹ گئی وہ اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گئے اور عرض کیا کہ تو نے ایسے بندے

ہوئی۔ اور ہماری مصیبت ہوگئی۔ یاد رکھو کہ اگر ایک کو بھی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو لوگ جو تم پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی۔ ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا[1] ——— فاعتبروا یا اولی الابصار

سوال نکیرین ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ منکر نکیر دونوں سوال کریں گے تاکہ مردے پر ہیبت ہو۔ اور سوال و جواب عربی ہی میں ہوگا۔ جیسا کہ مرقاۃ میں حضرت ملا علی قاری نے فرمایا۔ قبر میں جا کر عربی ہو جائیں گے اگرچہ عجمی رہے ہوں۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ سے نقل فرمایا کہ سُریانی زبان میں ہوں گے۔ اب یہ کہنا ضروری ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مخاطب سُریانی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے اُن کو عربی زبان میں فرمایا۔

لَادَرَيْتَ وَلَاتَلَيْتَ یعنی تجھے اللہ عزوجل نے عقل دی تھی۔ اس سے کام لیکر تو نے نہیں جانا کہ تیرا رب کون ہے، اور یہ کون ہیں، جبکہ اللہ عزوجل کی ربوبیت اور ان کی رسالت کی حقانیت کے دلائل و براہین آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ عقل سے نہیں جانا تھا تو اسلام کے مبلغین علماء و مشائخ سے سنکر ان کی پیروی کرنی چاہئے تھی۔ وہ بھی تو نے نہیں کی یا یہ کہ تو نے قرآن مجید تلاوت نہیں کی جس سے تجھ پر حق واضح ہو جاتا۔

تَلَيْتَ کے بارے میں خطابی نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں۔ اِئْتَلَيْتَ ہے۔ باب افتعال سے اس کا مادہ اَلْوٌ ہے۔ معنی میں طاقت کے یعنی اس کی تجھے استطاعت نہ ہوئی۔ مگر علامہ عینی وغیرہ عام محدثین فرماتے ہیں کہ محدثین کے سر غلط روایت کیوں منسوب کی جائے۔ یہ اصل میں تَلَوْتَ تھا۔ دَرَيْتَ کی مشاکلت کے لئے واؤ کو یا سے بدل دیا۔ اس کی نظیر عشایا غدایا، مازورات ماجورات ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِرْجِعْنَ مَازُوْرَاتٍ غَيْرَ مَاجُوْرَاتٍ۔

اِلَّا الثَّقَلَيْنِ ثقلین سے مراد جن و انس ہیں۔ یعنی انسان جن کے علاوہ قریب کی تمام چیزیں اس کی چیخ و پکار سنیں گے۔ مثلاً فرشتے حیوانات، یہ اللہ کا فضل ہے کہ انسان اور جن اس کو نہیں سُنتے۔ ورنہ معیشت تباہ ہو جاتی، اور پھر ایمان، ایمان بالغیب نہ رہتا۔

تشریحات ۸۳ اشکال، ظاہر ہے کہ حضرت ملک الموت اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں روح قبض کرنے کے لئے آئے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ کیسے جائز تھا کہ انہیں مارتے اور روح قبض نہ کرنے دیتے۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس پر کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔ اسی لئے کچھ بدمذہب اور جہمیہ اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔

[1] ارواح ثلثہ ص ۳۲۲۔

لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ اِرْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى

کے پاس بھیجا تھا جو موت نہیں چاہتے اب اللہ نے پھر ان کی آنکھ درست فرما دی اور فرمایا جاؤ اور ان سے عرض کرو۔ اپنا ہاتھ بیل کی

مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَىْ رَبِّ ثُمَّ

پیٹھ پر رکھیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے عوض ایک سال زندگی ملے گی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار

جواب: یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ بغیر ان کی اجازت کے ملک الموت قبض نہیں کرتے۔ یہاں ملک الموت انسانی شکل میں آئے اور بلا اذن لئے روح قبض کرنی چاہی۔ نیز انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا جاتا ہے، وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رفیق اعلیٰ میں رہیں۔ ابھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس بارے میں سوال ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے انہیں جلال آگیا۔ ان کا جلال تو مشہور ہی ہے۔ جب غضب طاری ہوتا تو کلاہ مبارک مشتعل ہو جاتی۔ سر مبارک سے گز بھر اوپر شعلے نکلنے لگتے۔ شب معراج رب تبارک وتعالے سے تیز تیز باتیں کرتے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُنی تو حضرت جبرئیل امین سے فرمایا۔ یوں اپنے رب سے کلام فرماتے ہیں۔ تو جبرئیل امین نے عرض کیا۔ ان کا رب ان کے مزاج کی حدت کو جانتا ہے۔ توریت لیکر جب طور سے بنی اسرائیل میں واپس تشریف لائے ــــ اور بنی اسرائیل کو گوسالہ پوجتے دیکھا تو ایسا جلال آیا کہ الواح توراۃ چھوڑ دیں۔ حضرت ہارون کے سر اقدس کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔ اور جب عذر خواہی کے لئے ستر افراد کو لیکر حاضر بارگاہ ہوئے اور زلزلے میں گرفتار ہوئے تو عرض کیا۔

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۔ اعراف ۔ ۱۵۵

کیا ہم میں کے چند بے عقلوں نے جو کیا ہے اس پر ہم کو ہلاک فرمائے گا یہ تیری ہی آزمائش ہے۔

پھر اس کی کیا شکایت کہ آداب نبوت کی خلاف ورزی پر حضرت ملک الموت کے ساتھ وہ کیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ محبوبانِ بارگاہ کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہے۔ اسے ہم کیا جانیں، خاص بات یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وقت موعود آپہنچا تھا تو پھر اتنی مہلت کیسے ملی۔ اور خود اللہ عز وجل حضرات انبیاء کرام کے وصال کے بارے میں جو سنت الٰہیہ تھی اس کے بغیر ملک الموت کو کیوں بھیجا اس رمز کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے محبوب ومحب کے ناز و نیاز کی چاشنی ملی ہو۔

رمیۃ بحجر اس میں دو احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما تھے وہاں سے پتھر پھینکنے کی مقدار ارض مقدس سے قریب فرمادے۔ دوسرے یہ کہ مجھے وہاں پہونچا دے جہاں سے ارض مقدس اتنے فاصلے پر ہو۔ یہاں یہ سوال ہے کہ ارض مقدس میں جانے کا سوال کیوں نہیں فرمایا۔ علماء نے فرمایا کہ پھر ان کی قبر معلوم ہو جاتی اور یہود اس کی پرستش کرنے لگتے۔ میرا ذوق یہ ہے کہ اس وقت وہاں جبارین کا تسلط تھا۔ اگر وہاں انہیں کوئی دفن کرتا تو اس کا اندیشہ تھا کہ بے حرمتی کرتے۔

وصال اور مزار مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال اس زمانے میں ہوا ہے جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ وصال مبارک کی کیفیت کے بارے میں دو روایتیں ہیں[1] ایک یہ کہ تشریف

---

[1] قسطلانی ثانی ص ۳۵۷

مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَئَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ

پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا موت تو عرض کیا ایسا ہے تو ابھی، اور اللہ سے سوال کیا کہ ایک پتھر پھینکنے بھر ارض مقدس سے انہیں

الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ

قریب فرما دے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کا

ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ ؏

مزار راستے کے کنارے سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس تم کو دکھاتا۔

لئے جا رہے تھے۔ دیکھا کچھ فرشتے ایک بہترین قبر کھود رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کس کے لئے کھود رہے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا، کیا آپ اس میں دفن ہونا پسند فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہاں فرشتوں نے کہا تو اس میں لیٹ جائیے اور اپنے رب کی طرف توجہ کیجئے حضرت موسیٰ لیٹ گئے اور ہلکی سی سانس لی اور روح پرواز کر گئی۔ دوسری روایت یہ ہے حضرت ملک الموت جنت سے ایک سیب لائے اسے سونگھا اور روح اعلیٰ علیین میں چلی گئی۔

علامہ محمود بدرالدین عینی نے مزار مبارک کے بارے میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اوّل تیہ میں، اور حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی مزار وہیں ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما کا قول ہے۔ دوّم بیت المقدس میں باب لُدّ پر، ابن جریر طبری نے کہا یہی صحیح ہے۔ سوّم حافظ ابوالقاسم نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ ان کا مزار پاک دمشق میں مسجد قدم کے قریب عالیہ عویلہ دو محلوں کے درمیان ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خواب میں یہ دیکھا بھی گیا ہے۔ مگر ان کا اپنا فیصلہ ہے کہ تیہ میں ہے۔ چہارم بصریٰ اور بلقا کے مابین مآب کے میدان میں ہے۔ پنجم دمشق میں ہے۔ حافظ ابوالقاسم نے اسے کعب احبار سے نقل کیا۔ ششم امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا کہ ان کا مزار پاک مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے درمیان مدین میں ہے۔ ہفتم اریحا میں ایک قبر ہے۔ جو سُرخ ٹیلے اور راستے کے قریب ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کا مزار پاک ہے، یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ راجح یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا مزار پاک تیہ میں ہے۔ یہی حضرت ابن عباس، وہب بن منبہ اور عام علماء کا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں ارض مقدس سے مراد بیت المقدس ہے۔ جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حاشیۂ بخاری میں فرمایا قرینہ بھی اسی کو چاہتا ہے۔ اس لئے کہ بیت المقدس سے جبارین کو نکالنے کے لئے مصر سے چلے تھے۔ مگر بنی اسرائیل نے بزدلی کی جس کے نتیجے میں تیہ میں پھنس گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوگیا۔ تو یہ بات سامنے کی ہے کہ دل میں اس ارض مقدس کی تڑپ رہی ہوگی۔ تو آخر وقت میں یہی تمنا فرمائی کہ قربت نصیب ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقامات متبرکہ میں دفن ہونا بہتر ہے۔ خواہ وہ انبیائے کرام کا مدفن ہو یا اولیائے عظام و مشائخ عظام کا یا کسی اور دینی وجہ سے متبرک ہو۔ تاکہ وہاں جس رحمت کا نزول ہوتا ہے اس سے اس کو بھی حصہ ملے۔ صحیح یہ ہے کہ دفن کے بعد میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا ممنوع ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی جسمانی قوت بھی رسل ملائکہ کی ملکوتی قوت

؏ باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ ص۱۷۸ الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۸۴، مسلم الانبیاء، نسائی الجنائز۔

حدیث ۷۸۳ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی أُحُدٍ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ یَقُوْلُ أَیُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِیْرَ لَهٗ إِلٰی أَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِیْدٌ عَلٰی هٰؤُلَاءِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِیْ دِمَائِهِمْ وَلَمْ یُغَسَّلُوْا وَلَمْ یُصَلَّ عَلَیْهِمْ ع ۵

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے دو دو حضرات کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے لحد میں پہلے رکھتے۔ اور فرمایا میں قیامت کے دن ان کا گواہ ہوں اور انہیں خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حدیث ۷۸۴ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے بڑھ کر ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ محبوبانِ بارگاہ کو مافوق الفطری قوت حاصل ہے۔

دجال قادیانی کا رد یہ دجال حیات مسیح پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ اتنی لمبی عمر انسان کو ملنی محال ہے۔ غور کیجئے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں رہنا مزید قبول فرمالیتے تو ان کی عمر مبارک کتنی ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک چالیس ہاتھ تھا تو دست مبارک اسی تناسب سے کتنا وسیع ہوگا۔ جب وہ بیل کی پیٹھ پر دست مبارک رکھتے تو کتنے بال اس کے نیچے آتے۔ علیٰ سبیل التنزل یہی مان لیجئے کہ ان کا دست مبارک عام انسانوں اتنا تھا تو بھی کبھی کسی بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر گنیں کتنے بال آتے ہیں۔ مشہور ہے ایک معتدل انسان کے سر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بال ہوتے ہیں۔ بیل کا بال انسان کے بال سے باریک ہوتا ہے۔ خود حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک ساڑھے نو سو سال سے زائد ہوئی۔

تشریحات ۷۸۳ اس غزوے میں ستر شہدا تھے۔ اور بقیہ مجاہدین یا زخمی تھے، یا تھک کر چور ہو چکے تھے۔ یا غم واندوہ سے نڈھال ہو چکے تھے۔ اس لئے انصار کرام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ہمیں زخم اور مشقت پہونچی ہے۔ ارشاد فرمایا قبر کھودو اور چوڑی بناؤ، دو دو تین ایک قبر میں رکھو۔ اسی پر عمل ہوا۔ عند الضرورت آج بھی یہ جائز ہے۔ البتہ دو میت کے درمیان کچھ مٹی رکھ دینی چاہیے۔ اسی طرح جب کفن کے لئے کپڑے نہ ہوں تو چند مُردوں کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جاسکتا ہے

ع ۵ باب الصلوٰۃ علی الشہید ص۱۷۹، باب دفن الرجلین والثلثۃ فی قبر واحد باب من لم یر غسل الشہداء باب من یقدم فی اللحد ص۱۷۹، ثانی مغازی باب من قتل من المسلمین یوم اُحد ص۵۸۴، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الجنائز

خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ

ایک دن تشریف لے گئے اور اہل احد پر نماز جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر کی طرف واپس ہوئے

فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَ

اور فرمایا میں تمہارا میر ساماں ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں بخدا اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور

اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا

مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں یا زمین کی سب کنجیاں دی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ اندیشہ

اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا ع

نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کروگے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان خزانوں کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کروگے۔

تشریحات ۷۸۴ علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ شہدا کی بھی نماز جنازہ ہے۔ ہمارے یہاں جب تک اس کا ظن غالب نہ حاصل ہو کہ میت پھٹ گئی ہوگی۔ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور شہدائے احد کے اجسام جوں کے توں تھے۔ اس لئے اتنی طویل مدت پر بھی نماز پڑھنی درست تھی۔ یہ نماز وہاں سے چند دن پہلے پڑھی تھی۔ سات سال پانچ ماہ بعد، **اقول** مگر اس حدیث سے استدلال اس وقت درست ہوگا۔ جبکہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ شہداء احد پر دفن کے وقت نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی، اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار ہمارے یہاں جائز نہیں۔ اس سے تفصّی کے لئے کہنا پڑے گا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شہداء اُحد پر خصوصی کرم تھا۔ پھر اس سے استدلال درست نہ ہوگا۔ صحیح استدلال وہی ہے جو امام طحاوی اور خود علامہ عینی نے فرمایا ہے، کہ دوسری متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ جیساکہ خود علامہ عینی نے اس سلسلے میں تین احادیث ذکر کی ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ بن عباس کی، دوسری حضرت عبداللہ بن زبیر کی، تیسری ابو مالک غفاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی۔ ابن ماجہ، طحاوی، بزار، مستدرک للحاکم، معجم طبرانی، بیہقی میں ابن ہشام نے اپنی سیر میں، دارقطنی نے، ابوداؤد نے مراسیل میں انکی تخریج کی ہے کہ سات سات یا دس دس شہدا لائے جاتے اور حضور ان پر نماز پڑھتے۔ اور حضرت حمزہ شروع سے اخیر تک اسی طرح رکھے رہے۔ یعنی اور شہدا پر ایک ایک بار نماز پڑھی اور حضرت حمزہ پر سات بار یا دس بار پڑھی۔ چونکہ اصل یہی ہے کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جب تک کسی دلیل سے کسی نوع کے لئے سقوط کا حکم نہ ہو، اصل کے اعتبار سے باقی رہے گی۔ اور شہداء سے نماز جنازہ کے ساقط ہونیکی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ باقی رہے گی، علاوہ ازیں خود حضرت جابر سے بھی ایک روایت آئی ہے کہ شہداء احد کی نماز جنازہ حضور نے پڑھی، جیساکہ اکلیل میں ابن عقیل سے روایت ہے لہ بخاری کی حضرت جابر والی حدیث میں ہے کہ ان کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی۔ یہ احتمال ہے کہ ان کے علم میں یہ بات نہ آئی ہو۔ جب وہ اپنے والد کو مدینہ لے جانے کے لئے سروسامان کرنے کے لئے شہر چلے گئے ہوں اس اثناء میں نماز پڑھی ہو، اور یہ بات ان کے علم میں نہ آسکی۔

ع باب الصلوٰۃ علی الشہید ص۱۷۹ علامات النبوۃ ص۵۰۸ ثانی مغازی باب احد یحبنا ص۵۸۵ کتاب الحوض باب قول اللہ انا اعطیناک الکوثر ص۹۷۵، مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوداؤد الجنائز، نسائی الجنائز لہ عمدۃ القاری ثامن ص۱۵۵

ت ۲۵۵ قَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ[عه]

حضرت جابر نے کہا میرے والد اور چچا ایک کمبل میں کفنائے گئے۔

حدیث ۷۸۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے

وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ

مکہ کو حرم بنایا میرے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور میرے بعد کسی کے لئے حلال نہ ہوگا میرے لئے

لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا

تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا اس کی گھاس نہ صاف کی جائے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے اس میں

تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ

پڑی ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے مگر تشہیر کرنے والا اس پر عباس نے کہا سوائے اذخر کے یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے ہے

شبلی صاحب پر تعقب شبلی صاحب نے سیرۃ النبی جلد اول میں لکھا ہے۔ ان شہدا پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی[۱] تفہیم ثانی میں ہے۔ غزوۂ احد کے بیان میں گذر چکا کہ شہداء احد کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی گئی تھی[۲] اس پر خود ان کے تلمیذ سلیمان ندوی صاحب نے جلد اول کے حاشیے میں تنبیہ کر دی ہے۔ اس لئے ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

تشریحات ۲۵۵ حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدفون تھے یہ حضرت جابر کے چچا زید کے صاحبزادے تھے، چچا نہ تھے۔ انہیں ان کی تعظیم و تکریم کے لئے چچا کہدیا۔ جیسا کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ احتراماً ہر اپنے سے بڑے کو چچا کہدیتے تھے۔ امام واقدی اور ان کے تلمیذ ابن سعد نے فرمایا کہ یہ دونوں دو کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ اب تطبیق یہ ہے کہ ایک کمبل کو پھاڑ کر دونوں کو کفن دیا گیا۔

تشریحات ۷۸۵ یہ خطبہ فتح مکہ کے موقع پر دیا۔ مغازی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ وہیں یہ بھی ہے کہ اللہ عز وجل نے جس دن آسمان و زمین پیدا فرمایا۔ اسی دن مکہ کو حرم بنایا۔

الا لمعرف یعنی حرم میں کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے وہی اٹھائے جو اس کی تشہیر کرے تاکہ جس کی ہو وہ لیجائے دوسری روایتوں میں لمنشد ہے۔ انشاد کے معنی آواز بلند کرنا ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ کہیں کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے وہی اٹھائے جو اس کی سال بھر تک تشہیر کرے۔ سال پورا ہونے پر بھی پتہ نہ چلے تو صدقہ کر دے۔ یہ حکم ہر جگہ کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے لئے خاص اس لئے یہ فرمایا کہ وہاں اس کا امکان بہت زیادہ ہے کہ گری پڑی چیزیں رہ جائیں۔ غالباً اس وقت یہ عادت رہی ہوگی کہ لوگ اسے اٹھا کر رکھ لیتے ہوں اس لئے اسے بھی خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا۔

لصاغتنا صاغۃ۔ صائغ کی جمع ہے سنار، بعض روایتوں میں لقیننا ہے۔ یعنی ہمارے لوہار کے لئے، بعض روایتوں میں لسقف بیوتنا ہے۔ یعنی ہمارے گھروں کی چھت کے لئے ہے۔ حضرت عباس کی عرض داشت کا مطلب یہ تھا کہ

[۱] جلد اول ص۳۸۵ [۲] جلد ثانی ص۱۰۱ [عه] باب من یقدم فی اللحد ص۱۷۹

الا الاذخر وقال ابو هريرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لقبورنا

تو فرمایا سوائے اذخر کے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ حضرت عباس نے کہا تھا کہ وہ ہماری قبروں اور ہمارے گھروں

وبيوتنا وقال مجاهد عن طاؤس عن ابن عباس لقينهم وبيوتهم ؏

کے لئے ہے اور مجاہد نے طاؤس سے روایت کرتے ہوئے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت عباس نے کہا تھا کہ وہ ہمارے لوہار اور ہمارے گھروں کیلئے ہے

حدیث ۷۸۶ قال عمرو سمعت جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما قال اتى

عمرو بن دینار نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عبد الله بن ابي بعد ما ادخل حفرته

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کے پاس تشریف لائے جب وہ اپنے گڑھے میں ڈالا جا چکا تھا تو حکم دیا

فامر به فاخرج فوضعه على ركبتيه ونفث فيه من ريقه والبسه قميصه

وہ نکالا گیا اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے اپنا کرتا پہنایا۔

فالله اعلم وكان كسا عباسا قميصا. وقال سفيان وقال ابو هارون وكان

اللہ خوب جانتا ہے اور اس نے حضرت عباس کو کرتا پہنایا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قميصان فقال له ابن عبد الله

دو کرتے پہنے ہوئے تھے عبد اللہ بن ابی کے فرزند نے حضور سے عرض کیا کہ میرے

يا رسول الله البس ابي قميصك الذي يلي جلدك قال سفيان فيرون ان النبي صلى

باپ کو وہ کرتا پہنائیں جو حضور کے جسم سے متصل ہے سفیان نے کہا لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الله تعالى عليه وسلم البس عبد الله قميصه مكافاة لما صنع. ؏

نے عبد اللہ کو اپنا کرتا اس کے بدلے میں پہنایا تھا جو اس نے حضرت عباس کے ساتھ کیا تھا۔

اذخر ہماری بھٹیوں، ہمارے مکانات کی چھتوں اور قبروں میں کام آتی ہے۔ اگر اس کا کاٹنا ممنوع رہے گا تو اہل مکہ کو سخت دشواری رہے گی۔ اس لئے اس کا استثنا فرما دیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال فرما دیں، جس چیز کو چاہیں حرام فرما دیں، اور جس حکم میں چاہیں تغیر فرما دیں۔ تفصیل کے لئے منبہ اللبیب کا مطالعہ کریں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ مکہ معظمہ بذریعہ جنگ فتح ہوا ہے۔ حرم میں جو درخت اور گھاس خودرو ہوں ان کا کاٹنا اور اکھاڑنا جائز نہیں۔

؏ الاذخر والحشيش في القبر ص۱۸۰ الحج باب فضل الحرم ص۲۱۶ الجهاد باب اثم الغادر للبر والفاجر ص۴۵۲، البيوع ما قيل في الصواغ ص۲۸۰، اللقطة باب كيف تعرف لقطة مكة ص۳۲۸، ثاني المغازي غزوة الفتح باب ص۶۱۱، مسلم الحج ابوداؤد مناسك نسائي المناسك مسند امام احمد جلد اول ص۲۵۳ ؏ باب هل يخرج الميت من القبر واللحد ص۱۸۰، باب الكفن في القميص الذي يكف ص۱۶۹ الجهاد باب كسوة الاسارى ص۴۲۳، ثاني اللباس باب لبس القميص ص۸۶۲، مسلم توبه. نسائي الجنائز۔

حدیث ۸۷ — عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِيْ أَبِيْ مِنَ
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب احد کا دن آیا تو مجھے میرے والد نے رات میں بلایا اور
اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرَانِيْ إِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
فرمایا میرا ظن غالب ہے کہ میں صحابہ کرام میں سب سے پہلے قتل کیا جاؤں گا اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّيْ لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ
علیہ وسلم کے سوا تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں اور مجھ پر
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ
قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا
خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ وَّدَفَنْتُ مَعَهٗ آخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ
سلوک کرنا صبح ہوئی تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور صاحب کو دفن کر دیا تھا پھر مجھے گوارا
أَنْ أَتْرُكَهٗ مَعَ آخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهٗ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهٖ
نہ ہوا کہ ان کے ساتھ دوسرے کو رہنے دوں تو میں نے چھ مہینے کے بعد نکالا تو وہ ویسے ہی تھے جیسے میں نے دفن کیا تھا سوائے کان کے۔

ہمارے یہاں جانوروں کو چرانا بھی جائز نہیں۔ کاٹنے اکھاڑنے چرانے پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور جو درخت لگائے جائیں اور جو سبزیاں بوئی جائیں وہ مستثنیٰ ہیں۔

قال ابوھریرۃ اس حدیث میں صرف لصاغتنا وقبورنا تھا تکمیل کے لئے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بطریق مجاہد عن طاؤس کو تعلیقاً ذکر فرمایا پہلے میں لبیوتنا زائد ہے اور دوسری میں لصاغتنا کی جگہ لقینھم ہے۔

تشریح ۸۶ اس حدیث پر مفصل بحث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

تشریحات ۸۷ اس کے متصل والی روایت میں ہے۔ میں نے اپنے والد کو علٰحدہ قبر میں کر دیا۔ حضرت جابر کے والد ماجد کو یہ گمان اس بنا پر تھا کہ انہوں نے خواب میں حضرت مبشر بن عبداللہ المنذر کو دیکھا۔ یہ بدر میں شہید ہوئے تھے، کہ وہ کہہ رہے ہیں۔ تم انہیں دنوں میں ہمارے پاس آنے والے ہو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خواب بیان فرمایا۔ تو فرمایا۔ یہ شہادت ہے۔ گذر چکا کہ یہ دوسرے صاحب حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام حضرت جابر کے چچازا د بھائی تھے۔ یہ حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے دوست بھی تھے، اور ان کے بہنوئی بھی تھے۔ ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا حکم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ چھ ماہ بعد شہداء کے جسموں کا جوں کا توں رہنا اسلام کی حقانیت کی دلیل قاطع ہے۔

مدینہ طیبہ کی تمام تواریخ وفاء الوفا، جذب القلوب وغیرہ نیز کتب حدیث و سیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ میں پانی لانے کے لئے نہر نکالی اور اس کے لئے کھدائی ہوئی تو حضرت جابر کے والد ماجد کی قبر کھل گئی تو اس وقت بھی تر و تازہ تھے۔ ہاتھ کے

ع ۵ باب ھل یخرج المیت من القبر ص ۱۸۰، ابو داؤد بادنی تغیر۔

ت ۲۵۶ وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ

اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو نابالغ بچہ مسلمان کیساتھ ہے

ت ۲۵۷ وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى ۔ عہ

اسلام خود بلند ہوتا ہے اسے بلند نہیں کیا جاتا ۔

ایک زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ۔ جب زخم سے ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہنے لگا ۔ پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو زخم سے خون نکلنا بند ہو گیا ۔ ان کے کفن اور پیروں پر جو گھاس ڈالی گئی تھی جوں کی توں تھی ۔ کھودتے وقت پھاوڑا حضرت حمزہ کے پاؤں پر لگا تو اس سے خون بہہ نکلا ، اسی طرح دوسرے شہدا ابھی تر و تازہ تھے ۔ یہ چالیس سال کے بعد کا واقعہ ہے ۔ پھر چھ سال کے بعد سیلاب سے قبریں کھلیں تو بھی شہدا ، تر و تازہ تھے ۔

تشریحات ۲۵۶ امام حسن بصری اور قاضی شریح کے اثر کو بیہقی نے اور حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت قتادہ کے اثر کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے ۔ یہاں باب کے دو جز ہیں ۔ نابالغ بچہ مسلمان ہو جائے اور مر جائے تو کیا اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے ؟ دوسرا جز یہ ہے ۔ اور کیا نابالغ بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا ؟ ۔ کافر کا بچہ اگر سمجھوال ہے اور اسلام لائے تو اس کا اسلام معتبر ہے ۔ ایسی صورت میں اگر مر جائے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی ۔ یوں ہی ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو تو اس بچے کی بھی نماز جنازہ ہے اگرچہ وہ ناسمجھ ہے ۔ اب اس تعلیق کو باب کے پہلے جز سے بھی مناسبت ہو گئی ۔ اور دوسرے جز سے یوں مطابقت ہے کہ جب ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے بچہ مسلمان ہے تو اس پر اسلام پیش کرنے کی حاجت نہیں ۔

تشریحات ۲۵۷ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ جسے دار قطنی نے حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ ایک روایت[1] میں ہے کہ جب حضرت عائذ بن عمرو اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو صحابہ نے خوش ہو کر کہا ۔ یہ عائذ بن عمرو اور ابو سفیان ، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ عائذ بن عمرو اور ابو سفیان ہیں ۔ اسلام ان سے بھی زیادہ معزز ہے ۔ اسلام بلند ہوتا ہے ، بلند نہیں کیا جاتا ۔ علامہ ابن[2] حجر نے فرمایا کہ واو عاطفہ سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے ۔ ابن حزم کے محلی میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ۔ یہودی یا نصرانی عورت مسلمان ہو تو ان کے شوہروں اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی ۔ اس لئے کہ اسلام بلند رہتا ہے ۔ اس پر کوئی چیز بلند نہیں ہوتی ۔ اس تعلیق کو باب سے صرف اتنی مناسبت ہے کہ نابالغ بچہ ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے مسلمان ہو گیا ۔ اس میں اس کے قصد و اختیار کو ، کوئی دخل نہیں ۔ یہ اسلام کے از خود بلند ہونے کی دلیل ہے کہ اس پر خود بخود بغیر اس کے قصد و ارادے کے غلبہ کر لیا ۔

عہ عہ باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ص۱۸۰

۱ فتح الباری جلد ثالث ص۱۷۵ ۲ ایضا

حدیث ۸۸۷

أَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی صلی اللہ

أَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَهْطٍ

تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت کے ہمراہ ابن صیاد کی جانب چلے یہاں تک

قِبَلَ ابْنِ صَیَّادٍ حَتّٰی وَجَدَهٗ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِیْ مُغَالَةَ وَقَدْ

کہ بنی مغالہ کے ٹیلوں کے پاس ابن صیاد کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا اور

قَارَبَ ابْنُ صَیَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ یَشْعُرْ حَتّٰی ضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ابن صیاد بالغ ہونے کے قریب تھا اسے خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا پھر ابن صیاد سے

تشریحات ۸۸۷

ابن صیاد یہودیوں میں یا یہودیوں کے حلیف بنی النجار میں صیاد نام کے ایک شخص کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام صافی یا عبداللہ تھا۔ اس میں کچھ عجیب وغریب باتیں تھیں۔ مثلاً وہ پیدا ہوا تو اس طرح رویا جیسے ایک مہینے کا بچہ روتا ہے۔ آئندہ کی باتیں بتاتا جن میں کچھ کبھی کبھی صحیح نکلتیں۔ مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کی ایک آنکھ غائب تھی اور دوسری ابھری ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دجال نہ ہو۔ مسند امام احمد میں حضرت ابوبکرہ کی حدیث میں ہے دجال کے ماں باپ کو تیس سال تک اولاد نہ ہوگی۔ پھر ایک کانا لڑکا ہوگا بہت زیادہ ضرررساں اور بہت کم نفع بخش۔ اس کی آنکھیں سوئیں گی اور دل جاگتا رہے گا۔ اور دجال کے ماں باپ کا یہ حلیہ بیان فرمایا اس کا باپ لمبا لحیم ہوگا، اس کی ناک چونچ کی طرح ہوگی اور اس کی ماں موٹی ہوگی۔ اس کے پستان لمبے ہوں گے۔ یہود میں اس قسم کے ایک لڑکے کی پیدائش کے بارے میں ہم نے سنا تو میں اور زبیر بن عوام گئے، اور دیکھا تو اس کے ماں باپ ویسے ہی تھے۔ نیز اسی میں اور بزار میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کی ماں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے پوچھو، یہ کتنے دن پیٹ میں رہا۔ تو اس کی ماں نے بتایا کہ بارہ مہینے، اور جب پیدا ہوا تو ہم اس کے قریب سے گذرے وہ دھوپ میں چادر میں لپٹا پڑا تھا۔ اس نے ہم سے پوچھا تم لوگ کس پھیر میں ہو ہم نے کہا تو نے سن لیا۔ اس نے کہا آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔

دجال کی بعض علامتیں ابن صیاد میں تھیں اس لئے اس کی تفتیش کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لگئے صحابۂ کرام میں بہت سے حضرات کو یقین تھا کہ یہی دجال ہے۔ جو آخر زمانے میں ظاہر ہوگا۔ ابو داؤد[1] میں ہے کہ یہ واقعۂ حرہ میں غائب ہوگیا۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عمر حضرت جابر حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو یقین تھا کہ یہی دجال ہے۔

مسلم[2] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور عمار اور ابن صیاد حج کے ارادے سے مکہ چلے ایک منزل پر لوگ متفرق ہوگئے میں اور ابن صیاد اکیلے رہ گئے۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا اس کی وجہ سے مجھے سخت وحشت ہوئی، اس نے اپنا سامان لاکر میرے پاس رکھنا چاہا تو میں نے کہا گرمی بہت ہے اس درخت کے سائے میں رکھ، اس نے ایسا ہی کیا۔ ہمارے سامنے بکریوں کا ایک ریوڑ آیا وہ گیا اور دودھ لایا مجھ سے کہا لو پی لو، میں نے کہا گرمی سخت ہے اور دودھ گرم ہے۔ حالانکہ میں اس کے ہاتھ

---

[1] ثانی ملاحم باب ابن صیاد ص۲۳۹ [2] ثانی الفتن باب ذکر ابن صیاد ص۳۹۸

بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ

فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے حضور کی جانب دیکھا

فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَرَفَضَهُ وَقَالَ آمَنْتُ بِاللهِ وَبِرُسُلِهِ فَقَالَ لَهُ

میں اللہ کا رسول ہوں تو حضور نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا

مَاذَا تَرَى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

پھر اس سے فرمایا تو کیا دیکھتا ہے ابن صیاد نے کہا میرے پاس سچا بھی آتا ہے اور جھوٹا بھی، تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

سے چھپنا نہیں چاہتا تھا۔ اب اس نے کہا اے ابو سعید! میرے بارے میں جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ کسی درخت میں رسی لٹکا کر گلا گھونٹ لوں۔ اے گروہ انصار لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پوشیدہ ہو تو ہو مگر تم پر پوشیدہ نہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ (مسیح دجال) کافر ہے اور میں مسلمان ہوں، کیا یہ نہیں فرمایا ہے کہ وہ بانجھ ہے اور میں نے مدینے میں اپنی اولاد چھوڑی ہے۔ کیا یہ نہیں فرمایا کہ وہ مدینے اور مکے میں داخل نہیں ہوگا۔ اور میں مدینے سے آرہا ہوں اور مکہ جارہا ہوں۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ میں اس سے معذرت کرنے والا ہی تھا کہ اس نے کہا میں اسے (دجال) کو پہچانتا ہوں، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کا مولد کہاں ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ میں اسکے ماں باپ کو پہچانتا ہوں۔ اس سے کہا گیا۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو وہ شخص ہو تو اس نے کہا۔ اگر یہ بات مجھ پر پیش کی جائے تو ناپسند نہ کروں گا۔ اس پر حضرت ابو سعید نے کہا تیرے لئے پورے دن بربادی ہو۔

سیف نے کتاب الفتوح میں لکھا ہے کہ جب نعمان نے سوس کا محاصرہ کیا اور اس کا فتح کرنا مشکل ہوگیا۔ تو سوس کے پادریوں نے کہا۔ اے اہل عرب ہمارے اگلے علماء نے کہا ہے کہ اسے صرف دجال فتح کرے گا۔ اگر تم میں دجال ہے تو تم لوگ فتح کر پاؤگے ورنہ نہیں۔ ابن صیاد اس لشکر میں تھا وہ دروازے پر غصہ ہو کر آیا اور اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہا کھل، تو زنجیریں ٹوٹ گئیں اور تالے ٹوٹ گئے اور دروازہ کھل گیا، مسلمان اندر داخل ہوگئے۔

بعد کے علماء میں بھی یہ اختلاف رہا۔ ابن تین نے کہا اصح یہ ہے کہ یہ دجال نہیں۔ علامہ قرطبی ابن تین سے متفق نہیں۔ ابن جریر وغیرہ نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ عمارہ حضرت امام مالک کے شیخ اسی کے فرزند تھے۔

ابن صیاد۔ اس بارے میں تین روایتیں ہیں۔ صیاد، صائد، سائد، الامیین، اُمّی کی جمع ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں یا اُمّۃ العرب سے ہے، یا اُمّ القریٰ سے ہے، جو مکہ معظمہ کا نام ہے۔ یا اُمّ سے ہے۔ یعنی جو لکھنے پڑھنے کے اعتبار سے اسی حالت پر ہے جیسے ماں نے جنا ہے۔ اُمّی اس زمانے میں اہل عرب کو کہا جاتا تھا۔

مَاذَا تَرَى یعنی خواب میں کیا دیکھتا ہے۔ جو دیکھتا ہے وہ سچ ہوتا ہے یا جھوٹ۔ یا مراد مطلقاً دیکھتا ہے یعنی پوشیدہ باتیں، اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ سچ بھی ہوتی ہیں اور جھوٹ بھی، آنے والا سچا ہوتا ہے جو سچی خبر دیتا ہے۔ اور جھوٹا بھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تجھ پر معاملہ خلط ملط ہے اس کے بعد نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔

إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ

میں نے تیرے لئے ایک بات دل میں رکھی ہے (وہ کیا ہے) تو ابن صیاد نے کہا وہ دُخ ہے اس پر فرمایا دور ہو تو اپنی بساط سے

قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

آگے ہرگز نہیں بڑھ پائے گا حضرت عمر نے عرض کیا اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑادوں تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ

نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہیں پاؤ گے اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی خاص فائدہ

لَكَ فِي قَتْلِهِ وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ ثُمَّ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نہیں اور سالم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے سنا فرماتے تھے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ

اور ابی ابن کعب کھجوروں کی طرف چلے جن میں ابن صیاد رہتا تھا حضور یہ چاہتے تھے کہ کسی حیلے سے ابن صیاد کی کچھ بات سنیں۔ قبل

آتا ہے۔ جس کی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

خلط علیك الامر یعنی تیرا شیطان تیرے پاس آکر جھوٹ ملا کر تجھے بتاتا ہے اور تجھے جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہیں ہو پاتا۔

قد خبئت لك خبيئا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آیۂ کریمہ۔ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ دل میں رکھا تھا۔ اس نے بتایا دُخ۔ اس سے صحابۂ کرام پر ظاہر ہو گیا کہ یہ کذاب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعی نبوت کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے اس سے معجزہ طلب کیا جا سکتا ہے۔

اخسأ فلن تعدو قدرك یعنی تو نبی نہیں۔ تو صرف کاہن ہے اس سے زیادہ تیری حیثیت نہیں۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ وہ اس آیۂ کریمہ میں سے ایک ہی لفظ کو کیسے جان گیا۔ علامہ عینی نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے صحابۂ کرام کو بتا دیا ہو۔ اسے اس کے شیطان نے کچھ سن لیا ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس قول سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دل میں آیت مذکور رکھا تھا۔ یہی ظاہر ہے۔ اسلئے کہ پہلے سے بتا دینے سے صحابۂ کرام کو اطمینان کلی ہو گیا۔ یا یہ کہ روزانہ کے امور کے لئے اللہ عز و جل فرشتوں کو حکم دیتا ہے پھر فرشتے اسے ایک دوسرے سے کہتے ہیں شیاطین ان میں سے استراق سمع کر کے کچھ سن لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کے شیطان نے صرف دخان سنا ہو اور اسے بتا دیا ہو۔

اقول ۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں میں فطری طور پر اس کی قوت ہوتی ہے کہ وہ تھوڑی بہت پوشیدہ باتیں جان لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ابن صیاد میں بھی یہ قوت رہی ہو۔ اس کی وجہ سے اس نے اتنا جان لیا۔

وقال سالم یہ حدیث سابق کا تتمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد پھر کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابی بن

يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

اس کے حضور کو دیکھے — نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے — اس کو دیکھا — کہ وہ اپنی چادر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ

میں لیٹا ہوا ہے — اس میں گنگناہٹ ہے — ابن صیاد کی ماں نے نبی

صَيَّادٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا — کہ کھجور کے درختوں میں چھپے ہوئے آرہے ہیں — تو اس نے ابن صیاد

کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ گئے تو یہ واقعہ پیش آیا۔ یہ اطلاع ملی ہوگی کہ ابن صیاد لیٹے لیٹے کچھ بدبداتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسے سنوں کیا بکتا ہے۔ اور صحابۂ کرام کو بتا دوں جس سے ان کو حق الیقین حاصل ہو جائے کہ یہ کاہن ہی ہے۔ مگر اس کی ماں کی مداخلت کی وجہ سے اسے سُن نہ سکے۔ اور جو مقصد تھا وہ پورا نہ ہوا۔

قال شعیب فیھا رمزۃ۔ میں چار روایتیں ہیں۔ رمزۃ، زمرۃ، زمزمۃ، رمرمۃ، ان سب کے معنی قریب ہیں منہ سے ایسی آواز نکالنی جو سننے والے کو سمجھ میں نہ آئے۔ بدبدانا، گنگنانا۔

قادیانی کارد قادیانی دجال نے اس حدیث کے اس جز سے۔ اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قدرت نہ پاؤگے سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دجال کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اس لعین نے اِنْ یَکُنْ میں اِنْ کو شک کے لئے سمجھ لیا ہے۔ اس دجال کو یہ معلوم نہیں کہ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا۔ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ۔ فرما دو اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہے تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرنے والا ہوں۔ ہمت ہے تو کہہ کے دیکھے یہاں بھی اِنْ شک کے لئے ہے۔ اس جاہل کو کیا پتہ کبھی موقع اور حال کا مقتضیٰ یہ ہوتا ہے کہ ایک یقینی اور قطعی بات کو شرط و جزا کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ اسلوب زیادہ مؤثر ہوتا ہے، اور شک و تردد کو بالکلیہ قطع کر دیتا ہے۔ مثلاً نصاریٰ کا اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کے رد کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ فرمایا گیا۔ مسیح، اللہ کے بیٹے نہیں۔ مگر آیت مذکورہ میں رد جتنا مؤثر اور قوی ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح یہاں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اس سے روکنے کے لئے اتنا ارشاد کافی تھا کہ قتل مت کرو۔ مگر حدیث کے جملہ مذکورہ میں ممانعت جس قوت کی ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قطعیت کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ یہ دجال نہیں۔ اس کی دلیل کتاب الجہاد[1] کی یہ حدیث ہے جو اسی حدیث کا تتمہ ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی ایسی جس کے وہ لائق ہے۔ اس کے بعد دجال کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرمایا میں تم لوگوں کو اس سے ڈراتا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ نوح نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ لیکن میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کانا ہے۔ اور اس سے اللہ عزوجل منزہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ بعض اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی پر ظاہر کرنے کی من جانب اللہ اجازت نہیں ہوتی۔ اگرچہ انبیاء کرام

---

[1] باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ص ۴۳۰

لِابْنِ صَیَّادٍ یَاصَافِ وَھُوَ اسْمُ ابْنِ صَیَّادٍ ھٰذَا مُحَمَّدٌ فَثَارَ ابْنُ صَیَّادٍ
سے کہا اے صاف! یہ ابن صیاد کا نام ہے یہ محمد تو ابن صیاد کود پڑا اس پر نبی
فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَکَتْہُ بَیَّنَ وَقَالَ شُعَیْبٌ زَمْزَمَۃٌ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسے چھوڑ دیتی تو کھل جاتا اور شعیب نے کہا زمزمۃ
فَرَفَصَہٗ وَقَالَ اِسْحٰقُ الْکَلْبِیُّ وَعُقَیْلٌ رَمْرَمَۃٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَۃٌ ع
اور اسحٰق کلبی اور عقیل نے کہا رمرمۃ اور معمر نے کہا رمزۃ ۔

اسے جانتے ہیں۔ جیسے قیام قیامت کا علم، تصریح گذر چکی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا مگر اس کے چھپانے کے مامور تھے۔ اسی طرح ابن صیاد کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں فرمایا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے۔ ہوسکتا ہے یہ بھی انہیں رموز خاصہ میں سے ہو جس کے اظہار کی اجازت نہ ہو۔

اشکال اور جواب ابن صیاد نے دعوائے نبوت کیا جس کی وجہ سے وہ واجب القتل تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو اسے قتل کرنے سے کیوں روک دیا؟ اس کے علما نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ یہودی تھا، اور یہ واقعہ مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بالکل ابتدا کا ہے اس وقت یہود سے معاہدہ تھا۔ اسے قتل کرنا اس معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ وہ نابالغ تھا اس لئے چھوڑ دیا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ امور دو قسم کے ہیں۔ تشریعی اور تکوینی، امت شریعت کے مطابق عمل کرنے کی مکلف ہے۔ اگرچہ یہ معلوم ہو کہ کامیابی نہ ہوگی۔ مگر انبیاء کرام کو یہ حق ہے کہ شریعت کے خلاف اور تکوینی کے بموجب عمل فرمائیں اور عمل کرنے کا حکم دیں۔ جیسے ذوالخویصرہ تمیمی نے شان اقدس میں گستاخی کی اور یہ کہدیا۔ اِعْدِلْ یَامُحَمَّدُ اور گستاخ رسول کی سزا شریعت میں قتل ہے، اس کے بموجب حضرت عمر یا حضرت خالد نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو فرمایا۔ رہنے دو۔ اس کی نسل سے ایسے لوگ نکلیں گے۔ جن کی نمازوں کے آگے تم اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں کو آگے اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے ٹیٹوؤں سے آگے نہیں بڑھے گا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے۔ حکم شریعت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ ذوالخویصرہ کو قتل کردیا جائے مگر منجانب اللہ یہ مقدر تھا کہ یہ زندہ رہے اور اس کی نسل سے یہ گمراہ پیدا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تکوین کے مطابق عمل کا حکم دیا۔ اسی طرح ابن صیاد واجب القتل تھا۔ مگر منجانب اللہ یہ مقدر تھا کہ یہ زندہ رہے۔ اس امر تکوینی کے مطابق حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو قتل کرنے سے روک دیا۔

مطابقت باب سے مطابقت حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے کہ فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ع اذا اسلم الصبی ثم مات ھل یصلی علیہ ص ۱۸۰، الشہادات باب شہادۃ المختبی ص ۳۵۹، الجہاد باب مایجوز من الاحتیال والحذر ص ۴۲۵، الجہاد باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ص ۴۲۹، ثانی الادب باب قول الرجل للرجل اخسأ ص ۹۱۲ القدر باب یحول بین المرء وقلبہ ص ۹۷۹، مسلم ابوداؤد ملاحم، مسند امام احمد ثانی ص ۱۴۸۔

حدیث ۷۸۹ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَہُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ ؏

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ایک یہودی بچہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا تو اس کی عیادت کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے فرمایا مسلمان ہوجا تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور وہ بھی اس کے پاس تھا اس کے باپ نے کہا ابوالقاسم کی بات مان لے اس پر وہ مسلمان ہوگیا اب نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہاں سے یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے اس اللہ کا شکر جس نے اسے جہنم سے نجات دی۔

حدیث ۷۹۰ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ کُنْتُ اَنَا وَاُمِّیْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَاُمِّیْ مِنَ النِّسَاءِ ؏

عبیداللہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ میں اور میری ماں مستضعفین میں سے تھے میں بچوں میں اور میری ماں عورتوں میں

تشریحات ۷۸۹ ان بچے کا نام عبدالقدوس تھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ کم سن بچے کا اسلام معتبر ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ جہنم میں رہیں گے۔ مگر یہ قطعی نہیں، مکمل بحث آگے آرہی ہے۔

تشریحات ۷۹۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی والدہ ماجدہ کا نام لُبَابہ بنت الحارث تھا۔ اور کنیت ام الفضل۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بہن تھیں، یہ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بعد خواتین میں انہیں کا نمبر ہے۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال قبل اس وقت پیدا ہوئے تھے جبکہ کفار مکہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تمام بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں محصور کر رکھا تھا۔ حضرت ابن عباس نے آغوش توحید میں ہوش سنبھالا۔ ابتدا ہوش ہی سے مسلمان رہے۔ ۸ھ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سے ہجرت کر کے مع اہل و عیال مدینہ طیبہ آئے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عباس غزوۂ بدر کے بعد ہی اسلام قبول فرما چکے تھے۔ مسند امام احمد[1] میں ہے کہ جب بدر میں حضرت عباس گرفتار ہوئے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں پہلے سے مسلمان ہوں۔ یہ لوگ جبریہ مجھے لائے ہیں۔ فرمایا آپ جو کہتے ہیں حق ہے تو اللہ آپ کو اجر دے گا۔ ظاہر حال یہ ہے کہ آپ ہم سے لڑنے

؏ اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ص۱۸۰، ثانی المرضی باب عیادۃ المشرک ص۸۴۵۔ ابوداؤد، الجنائز، نسائی، سیر۔

؏ باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ط۱۸۱، ثانی تفسیر سورۃ النساء باب قولہ مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین ص۶۶۰۔ ۔ [1] جلد اول ص۳۵۳۔

حدیث ۹۱ ۷	قَالَ ابْنُ شِهَابٍ يُصَلِّي عَلَى كُلِّ مَوْلُودٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ مِنْ
	حضرت ابن شہاب زہری نے فرمایا ہر فوت شدہ بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ زانیہ کا
	أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ يَدَّعِي أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوهُ
	ہو اس وجہ سے کہ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے اس کے والدین اسلام کا دعویٰ کرتے ہوں یا صرف اس کا باپ
	خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ
	کرتا ہو اگرچہ اس کی ماں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب پر ہو جبکہ پیدائش کے وقت آواز کے ساتھ رو دے تو اس پر نماز پڑھی

آئے تھے فدیہ دیجئے۔ تو عرض کیا، میرے پاس مال نہیں۔ ارشاد فرمایا آپ کا وہ مال کہاں ہے جو مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ کئی بار ہجرت کی اجازت چاہی مگر مصلحتاً اجازت نہیں ملی۔ انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فتح مکہ سے پہلے کیا تھا، ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملے۔ حضور نے انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ اور فرمایا آپ آخری مہاجر ہیں۔

مستضعفین سے مراد وہ مسلمان ہیں، جو مکہ معظمہ میں بوجہ مجبوری رہ گئے تھے، ہجرت نہ کر سکے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ میں اس وقت بالغ نہیں تھا۔ اور صرف والدہ مسلمان تھیں، مگر میں بھی مسلمانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نابالغ بچہ خیر الابوین دیناً کے تابع ہے۔ اگر اس کے ماں باپ میں کوئی مسلمان ہو تو مسلمان مانا جائے گا۔ اس طرح اس باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہوگئی۔ اور اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں نابالغ تھا، اور بحوال اس وقت میرا اسلام معتبر تھا، تو اسے باب کے پہلے جز سے مطابقت ہوگئی۔

تشریحات ۹۱ ۷ اس میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک حضرت ابن شہاب زُہری کا ارشاد، اس ارشاد میں دو فتوے ہیں۔ اوّل نابالغ بچے کے ماں باپ دونوں یا صرف باپ مسلمان ہو تو وہ بچہ مسلمان ہے۔ کافر اس وقت مانا جائے گا جبکہ ماں باپ دونوں کافر ہوں۔ ہمارے یہاں اس میں اور توسیع ہے۔ اگر باپ اہل کتاب ہو اور ماں مشرکہ یا برعکس ہو تو بچہ اہل کتاب ہوگا۔ یعنی بچہ خیر الابوین دیناً کے تابع ہوگا۔ ماں باپ میں جس کا دین بہتر ہوگا، بچہ اس دین کا مانا جائے گا۔ دوم نو مولود مسلمان کا بچہ اگر پیدائش کے بعد آواز سے روئے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے کہ جسم کے اکثر حصے کے باہر آنے کے بعد بچہ زندہ تھا تو اس کے جنازے کی نماز ہے ورنہ نہیں۔ آواز سے رونا زندگی کی علامت ہے۔ اور اکثر یہی ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ذکر کیا۔ زندگی کی خاص علامت نبض کی اور دل کی حرکت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبض محسوس نہیں ہوتی مگر دل حرکت کرتا ہے جسے تھامسکوپ سے بآسانی سنا جا سکتا ہے۔ اگر پیدائش کے بعد کوئی بچہ نہ چیخے مگر اس کی نبض چل رہی ہے یا دل حرکت کر رہا ہے تو وہ زندہ ہے، اس کو بطریق مسنون غسل دیا جائے، بطریق مسنون کفن پہنایا جائے، اور نماز جنازہ پڑھی جائے، عوام اس سے بہت غافل ہیں۔ اس پر پوری توجہ دینی ضروری ہے۔ بچہ خواہ زندہ پیدا ہو خواہ مُردہ اس کا نام رکھا جائے۔

لِغَيَّةٍ حضرت ابن شہاب زہری کے ارشاد میں لِغَيَّةٍ آیا ہے۔ غَيَّة۔ غَوَايَة سے ہے۔ جس کے معنی گمراہی کے ہیں۔ جس کا

وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ

جائے گی، اور اگر نہ روئے تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ کچا بچہ ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر

مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ

پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا

مطلب یہ ہوا کہ گمراہ عورت کا بچہ یعنی کافرہ کا، مگر عرف میں اس کا اطلاق زانیہ پر بھی ہوتا ہے۔ ولد الزنا کو ولد الغیہ، اور ثابت النسب کو ولد الرشدہ کہتے ہیں۔ اب اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زانیہ کا بیٹا۔ شارحین نے دونوں احتمال لئے ہیں۔ مگر ولد زنا کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس احتمال پر یہ اشکال ہے۔ کہ پھر آگے یہ کہنا درست نہیں ہوگا۔ اگر اس کے ماں باپ یا صرف باپ مسلمان ہو۔ اس لئے یہاں پہلا احتمال متعین ہے کہ یہ کافرہ کے معنی میں ہو۔ مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ یہ کہنا صحیح نہ ہوا کہ ماں باپ دونوں مسلمان ہوں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔ امام زہری اور امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ ولد الزنا اسلام کے معاملے میں اس کا تابع ہے جس نے اس کی ماں سے زنا کیا ہے۔ اب متعین ہو گیا کہ غیہ، زانیہ کے معنی میں ہے۔ آگے کی عبارت اس پر نص ہے کہ کافرہ مراد لینا صحیح نہیں۔ اسی لئے میں نے ترجمہ صرف زانیہ کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام زہری نے اپنے فتوے کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک حدیث میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔

حدیث منقطع حجت ہے امام زہری کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات نہیں۔ ان کی ولادت تقریباً ۵۲ھ میں ہوئی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۵۹ھ میں وصال ہوا۔ اس لئے یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر امام زہری نے اس سے استدلال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ثقہ کی روایت کردہ حدیث منقطع حجت ہے۔

علی الفطرۃ فطرۃ کے معنی خلقت کے ہیں۔ یہ وزن بیان نوع کے لئے ہے جیسے جلست جلسۃ القاری، اس سے مراد مخصوص نوع کی خلقت ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس بارے میں علامہ عینی نے سات اقوال [illegible] ئے ہیں۔

سب سے پہلے اس قول کو ذکر فرمایا کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد طبیعت سلیمہ خالیہ، سادہ مراد لینا زیادہ ظاہر ہے۔ جو موانع اور بواعث کے ارتفاع کے وقت خود بخود اسلام قبول کرلے۔ غالباً جو علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد اسلام ہے ان کی مراد بھی یہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اسلام اور ایمان شعور تام چاہتا ہے اور نومولود بچے میں شعور کہاں، نیز لازم کہ کم از کم جو بچے سن شعور کو نہ پہونچے ہوں وہ قطعی طور پر مسلمان ہوں اور ان کی نماز جنازہ لازم ہو اگرچہ ان کے ماں باپ دونوں کافر ہوں، پھر ان کا جنتی ہونا بھی یقینی ہو۔ اس میں توقف کی کوئی راہ نہ ہو۔

کما تنتج البھیمۃ صیغہ مجہول کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے چوپائے کا بچہ صحیح وسلامت پیدا ہوتا ہے، اگر اس کے اعضاء پر کوئی آفت نہ آئے تو وہ پورا کام کریں گے۔ مگر آفت آنے کے بعد بیکار یا عیب دار ہو جاتے ہیں ویسے

يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ

مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ چوپایہ صحیح و سالم بچہ جنتا ہے کیا تم ان میں کوئی کن کٹا دیکھتے ہو پھر ابو ہریرہ

ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا عـه الآیۃ روم ۳۰

یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

ہی انسان کے بچے پر ذہنی آفت نہ آئے تو اس کی فطرت صحیح کام کرے گی، اور وہ مسلمان ہوگا۔ مگر اس کے ماں باپ اپنی محبت شفقت احسان سے اثر ڈال کر یہودی، نصرانی، مجوسی بنا دیتے ہیں۔

یقول ابو ھریرۃ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اضافہ ہے۔ اس حدیث کے مضمون پر قرآن مجید سے استشہاد فرمارہے ہیں۔ اس آیت میں فطرت سے دین اسلام مراد ہونا متعین ہے۔ اس لئے کہ پوری آیت یہ ہے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ (روم ۳۰)

تو اپنے آپ کو دین کے لئے یکسو ہو کر مستعد رکھ جو اللہ کی ڈالی ہوئی بنا ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا، اللہ کی تخلیق کو بدلنا مت، یہی سیدھا دین ہے۔

پہلے فرمایا فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا۔ اور اسی کو فطرت فرمایا، بعد میں ارشاد ہوا ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ اس میں اشارہ علی اللہ کی طرف ہے، اور اس سے مراد فطرت ہے۔ تو متعین کہ آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ جب اس آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے، اور یہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ نے لوگوں کو اسی پر پیدا فرمایا ہے۔ تو اس سے لازم کہ حدیث میں بھی علی الفطرۃ سے دین اسلام ہی مراد ہو۔ یہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استشہاد کی بنیاد ہے۔ الملفوظ میں ہے[۱] — جو رکوع وسجود میں تعدیل نہ کرے اس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی — حدیث میں ہے[۲] — لَوْ مِتَّ عَلٰی ذٰلِكَ مِتَّ عَلٰی غَيْرِ الْفِطْرَةِ - أي غير دين محمد صلى الله تعالى عليه وسلم — یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے — غير الفطرة۔ کے بعد ہے — التي فطر الله محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم — یعنی اگر تو اسی پر مرا تو اس فطرت کے غیر پر مرے گا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اس سے ثابت کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد فطرۃ سے، دین اسلام ہے۔ اسی لئے اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی تفسیر فرمائی — ای غیر دین محمد صلى الله تعالى عليه وسلم۔

شرح فقہ اکبر[۳] میں فرمایا کہ فطرۃ سے مراد وہ میثاق ہے جو عالم ارواح میں ساری مخلوقات سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا تھا — سب اسی پر پیدا کئے جاتے ہیں۔ بعد میں جو کافر ہوتا ہے وہ بدل دیتا ہے، اور جو مومن رہ جاتا ہے وہ اس پر ثابت رہتا ہے۔

عـه باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه ص۱۸۱، ثانی تفسیر سورۃ روم باب قوله لا تبدیل لخلق الله ص۷۰۴، القدر باب والله اعلم بما کانوا عاملین ص۹۷۶، مسلم قدر، مسند امام احمد ثانی ص۲۷۵،۲۱۵، ۱ حصہ اول ص۱۲ ۲ بخاری اول الاذان باب اذا لم یتم الرکوع ص۱۰۹، نسائی اول السهو باب تطفیف الصلوٰۃ مسند امام احمد جلد خامس ص۳۸۴ ۳ ص۵۶،۵۷

حدیث ۷۹۲	أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ
	سعید بن مسیب نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ جب ابو طالب کی وفات کا
الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا	
وقت آپہونچا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو وہاں ابو جہل	
جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ	
بن ہشام اور عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ کو موجود پایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم	

تشریحات ۷۹۲

باب قصہ ابی طالب میں یہ زائد ہے۔ اور آیۂ کریمہ۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ بھی اسی موقع پر نازل ہوئی یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے، اسلئے کہ حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ تعالےٰ عنہما اس واقعے کے وقت موجود نہیں تھے اور ان کا نام نہیں لیا جن سے یہ واقعہ سُنا تھا۔ مگر یہ طے ہے کہ انہوں نے یا تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہوگا یا کسی صحابی سے، ہوسکتا ہے عبداللہ بن ابوامیہ ہی سے سنا ہو اس لئے کہ یہ بعد میں مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ اور صحابہ بلا استثنا ثقہ ہیں۔ اس لئے مراسیلِ صحابہ بالاجماع مقبول ہیں۔

مطابقت باب

یہاں باب یہ ہے کہ جب مشرک نے موت کے وقت لاالٰہ الا اللہ کہا۔ اس کا جواب امام بخاری نے نہیں دیا۔ کیونکہ اس میں تفصیل بھی ہے اور اختلاف بھی، ہمارے یہاں راجح یہ ہے کہ غرغرہ کے پہلے پہلے ایمان معتبر ہے اگرچہ مریض کو موت کا پورا یقین ہو لے اور یہ خود اس حدیث سے مستفاد، کہ ابو طالب کا حال یہی تھا کہ وہ ان کا آخری وقت تھا۔ انھیں بھی اور دوسروں کو بھی موت کا یقین تھا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ابو طالب پر اسلام پیش فرمایا۔ اگر قبول کر لیتے تو ضرور مسلمان بلکہ صحابی ہو جاتے۔

ابو طالب

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور ابو طالب حقیقی بھائی ایک ماں کے بطن سے تھے اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے وفات کے وقت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہیں سپرد فرمایا۔ انہوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش اور اعانت میں مرتے دم تک کوئی کمی نہیں کی۔ اسی لئے ان کے انتقال سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا۔ اتفاق سے اسی سال تین دن آگے پیچھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی وصال ہوا تھا۔ اس لئے یہ غم بالائے غم ہوگیا۔ اس سال کا نام عام الحزن خود حضور نے رکھا۔ ان دونوں کا انتقال ۱۰ھ میں ہوا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال رمضان میں ہوا ہے [۲]

اترغب عن ملۃ عبد المطلب

جو علما، یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آبا، کرام اور امہاتِ عظام میں کچھ مشرک بھی تھے۔ ان کے طور پر کوئی اشکال نہیں، لیکن جو علما، یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لیکر حضرت عبداللہ اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما تک تمام آباء کرام و امہات عظام کم ازکم ناجی مُوَحِّد تھے۔ ان میں کوئی مشرک نہیں تھا۔ اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ اس خادم نے اشرف السیر حصہ اول میں اسے ثابت کیا ہے

[۱] درمختار عن البزازیہ ص۵۷ [۲] طبقات ابن سعد۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ طَالِبٍ اَىْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ

نے ابو طالب سے کہا اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے میں اللہ کے حضور اس کی گواہی دوں گا

بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ

اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ نے کہا اے ابو طالب تم عبد المطلب کی ملت سے

مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَ

پھر و گے؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اس پر کلمۂ توحید مسلسل پیش فرماتے رہے اور

يَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ بِهٖ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ

وہ دونوں وہی لوٹاتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخر بات کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے

اور اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر ایک خاص رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام شمول الاسلام لآباء الرسول الکرام ہے نیز خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے سات رسالے لکھے ہیں۔ شمول الاسلام میں ان علما کے اسما شمار فرمائے ہیں جن کا یہ مذہب ہے۔ اس تقدیر پر حضرت عبد المطلب موحد اور ناجی ہیں۔ ان کی ملت پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ابو طالب موحد تھے۔ اور موحد ہی دنیا سے گئے پھر ان کی نجات میں شبہے کی کیا گنجائش۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت عبد المطلب زمانۂ فترت میں تھے۔ یعنی اس زمانے میں جب کوئی نبی اور رسول نہیں تھا۔ اس عہد میں نجات کے لئے توحید اور شرک سے اجتناب کافی تھا۔ لیکن جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اب صرف توحید کافی نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن جتنا نازل ہو چکا تھا ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ابو طالب نے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے انکار کیا، اس لئے وہ ناجی نہیں۔ گذر چکا کہ لا الٰہ الا اللہ پورے کلمۂ طیبہ کا علم ہے۔ اور اسے قبول اسلام لازم ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے اس ارشاد، کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیجئے، کا مطلب پورے کلمۂ طیبہ کا کہنا، اور اسلام کا قبول کرنا ہے۔

فانزل اللہ تعالیٰ امام واحدی نے کہا کہ ابو اسحاق زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی[1] یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے، اور سورۂ توبہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت مکی ہے۔ اگرچہ اس اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس آیۂ کریمہ کے شانِ نزول میں اور بھی روایات ہیں۔ لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ آیت مکرر نازل ہوئی۔

اشکال اور جواب اس آیت میں ہے کہ نبی اور مومنین کے شایان شان یہ نہیں کہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں، اور ابھی گذرا کہ بربنائے مذہب صحیح ابو طالب مشرک تو نہیں تھے مگر کافر ضرور تھے۔ جواب ظاہر ہے کہ اس آیت میں مشرک سے مراد کافر ہے۔ اس لئے کہ جیسے مشرک کے لئے دعائے مغفرت ممنوع ہے ویسے ہی کافر کے لئے بھی، اور قرآن کے عُرف میں مشرک بمعنی کافر شائع ذائع ہے۔

---

[1] ابتداء جنائز کتاب ھذا ص [2] عمدۃ القاری جلد ثامن ص ۱۸۱..

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا — تو حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الاٰیۃ [ع]

بخدا میں ضرور آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک روکا نہ جاؤں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی نبی اور

مسلمانوں کے شایاں نہیں کہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں اگرچہ وہ انکے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔ توبہ، ۱۱۳

ابو طالب کا حکم

اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو طالب کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ البتہ ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ مرتے وقت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے جو اس وقت ایمان سے مشرف نہ تھے کان لگا کر سنا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا۔ اے برادر زادے جس کلمے کے پڑھنے کے لئے تم نے ان سے کہا تھا وہ پڑھ رہے ہیں [له]

اس کے برخلاف خود حضرت عباس ہی کی روایت اسی بخاری کے باب قصہ ابی طالب میں ہے کہ حضرت عباس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ابو طالب کو آپ نے کیا فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے، آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھتے تھے۔ فرمایا وہ صرف ٹخنے تک دوزخ میں ہیں۔ جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ نیز حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباس کو ابو طالب کے مومن ہونے کی خبر نہ تھی۔ ورنہ وہ یہ سوال کیوں کرتے، اس لئے ابن اسحٰق کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بلکہ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں۔ ضعیف ہے۔ اور بر بنائے صحت، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انکار کے بعد اس وقت کلمۂ طیبہ پڑھا جبکہ بولنے کی قوت جواب دے چکی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ یاس کی حالت رہی ہو، اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا۔ غافر، ۸۳

جب ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں پہونچایا۔

اور فرمایا۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ

النساء، ۱۸

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو (عمر بھر) برائیاں کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی موت آپہونچی تو کہا میں اب توبہ کرتا ہوں۔

اس آیت میں سیئات، کفر اور معاصی دونوں کو عام ہے۔ جیسا کہ تفسیر رازی، قرطبی، بیضاوی، کشاف میں تصریح ہے [۲] در مختار میں ہے۔ المختار قبول توبۃ الیاس لا ایمانہ۔ مختار یہ ہے کہ زندگی سے مایوس کی توبہ مقبول ہے۔ ایمان مقبول نہیں۔ اس کے تحت شامی میں ہے۔ اما ایمان الیاس فلا یقبل اتفاقا۔ اس پر اتفاق ہے کہ زندگی سے مایوس کا ایمان قبول نہیں۔

[ع] باب اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ ص۱۸۱، بنیان الکعبۃ، قصۃ ابی طالب ص۵۴۸، ثانی تفسیر سورۃ البراۃ، ص۶۷۵، مسلم ایمان، نسائی جنائز، مسند امام احمد جلد خامس ص۴۲۵، [له] سیرت ابن ہشام ثانی ص۲۷، [۲] رد المحتار اول ص۵۷،

ت ۲۵۸ | وَاَوْصىٰ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ اَنْ يُّجْعَلَ فِىْ قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ عـه

اور حضرت بُریدہ بن حُصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں ۔

ت ۲۵۹ | وَرَاٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلىٰ قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر خیمہ دیکھا

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب ابو طالب مر گئے تو حضرت علی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے بوڑھے گمراہ چچا مر گئے۔ فرمایا جاؤ اسے چھپا دو۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا وہ مشرک مرے ہیں۔ فرمایا۔ جاؤ، چھپا آؤ۔ اور میں جب انہیں دفن کرکے واپس لوٹا تو فرمایا۔ نہا لو لے

شبلی صاحب پر تعقب اس موضوع پر شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔ لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابلِ حجت نہیں کہ اخیر راوی مُسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے، اور ابو طالب کے وقت موجود نہ تھے۔

اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ روایت مُرسل ہے ابن اسحٰق کے سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت ابن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں۔ لیکن بیچ کا راوی یہاں بھی رہ گیا ہے۔ اسی بنا پر دونوں روایتوں کے درجۂ استناد میں چنداں فرق نہیں ہے

اقول وباللہ التوفیق۔ علامہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابۂ کرام کی مرسل حدیث حجت ہے۔ اور بقول آپ کے ابن اسحٰق کی روایت میں اگر کوئی چھوٹا ہے تو عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت ابن عباس کے درمیان، اور عباس بن عبداللہ تابعی ہیں۔ اور تابعی سے جو روایت منقطع ہو، اس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے جمہور محدثین اسے حجت نہیں مانتے۔ پھر سعید بن مُسیب والا سُقم اس میں بھی ہے کہ راوی حضرت ابن عباس ہیں جو عبدالمطلب کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔ تو بقول آپ کے ایک سُقم میں دونوں شریک، اور ابن اسحٰق کی روایت میں مزید انقطاع پھر چنداں تفاوت کیوں نہیں؟۔

ویسے آپ کو دھوکہ لگا۔ ابن اسحٰق کی روایت میں انقطاع نہیں۔ بیچ کا راوی مجہول ہے، اس کا نام مذکور نہیں۔ صرف اتنا ہے، انہوں نے بعض اپنے خاندان والوں سے روایت کی جہالت راوی بھی موجب طعن تو بھی ایک سقم زائد رہا۔ علاوہ ازیں آپ نے خود مقدمہ میں ابن اسحٰق کے بارے میں لکھا ــــــــ ان کے ثقہ غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین کا اختلاف ہے ــــــــ امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں ــــــــ اور امام بخاری کا اعلیٰ درجے کا ثقہ ہونا اتفاقی ہے۔ پھر دونوں کی روایت میں چنداں فرق کیوں نہیں؟۔

تشریحات ۲۵۸ اِس تعلیق کو ابن سعد نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ــــــــ اکثر روایت فی قبرہٖ ہے۔ مگر مستملی کی روایت علیٰ قبرہٖ ہے۔ اس پر پوری بحث جلد ثانی ص ۱۰۴ تا ۱۸۱ میں ہو چکی ہے۔

عـه باب الجرید علی القبر ۱۸۱ لـه ابو داؤد ثانی الجنائز۔ باب الرجل یموت له قرابة مشرك ص۱۰۲۔ نسائی، اول الجنائز۔ باب مواراۃ المشرك ص۲۸۳، ۲ـه سیرۃ النبی اول ص۲۴۸، ۳ـه ایضاً ص۲۲۔

قَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ. عہ

تو فرمایا اے لڑکے اسے اکھاڑ دے اس پر اس کا عمل سایہ کئے ہوئے ہے۔

ت ۲۶۰ وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ وَ

اور خارجہ بن زید نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور ہم حضرت عثمان کے زمانے میں جوان تھے ہم میں سب سے

إِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ. عہ

لمبی چھلانگ لگانے والا وہ ہوتا جو عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

ت ۲۶۱ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرٍ وَ

اور عثمان بن حکیم نے کہا خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر بٹھایا اور اپنے چچا یزید

أَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ. سہ

بن ثابت سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے کہا ہے قبر پر اسے بیٹھنا مکروہ ہے جو اس پر بول و براز کرے

تشریحات ۲۵۹ اس اثر کو ابن سعد نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ یہ صاحبزادے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے غلام تھے: ابن سعد ہی میں ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے خیمہ اکھاڑنے کو کہا تو اس غلام نے عرض کیا۔ میری مالکہ ماریں گی۔ اسی میں بطریق عون ہے۔ لوگ ذوطوی میں جب حضرت عبدالرحمٰن کے دفن سے فارغ ہو گئے تو حضرت ام المومنین تشریف لائیں اور ان کی قبر پر خیمہ تنوایا اور ایک شخص کو وہاں مقرر فرمایا، اور چلی گئیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اسے جائز جانتی تھیں۔ ہو سکتا ہے حضرت ام المومنین نے یہ خیمہ اس لئے تنوایا ہو کہ اس میں لوگ آرام کے ساتھ ان کے لئے دعا و استغفار کریں۔ اس نیت سے قبروں پر خیمہ اور عمارتیں بنانا بلاشبہہ جائز ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔ حضرت ابن عمر اس سے آگاہ نہ رہے ہوں گے۔ اس لئے اکھاڑنے کا حکم دیا علامہ عینی نے بعض شارحین سے نقل فرمایا کہ قبر پر خیمہ کسی غرض صحیح کے لئے ہو مثلاً دھوپ سے بچنے کے لئے تو جائز ہے۔ اور میت پر پر سایہ کرنے کی نیت سے ہو تو ممنوع ہے۔

تشریحات ۲۶۰ اس تعلیق کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ خارجہ بن زید انصاری، ثقات تابعی، اور فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

تشریحات ۲۶۱ اسے مُسَدَّد نے مسند کبیر میں موصول کیا۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ عثمان بن حکیم نے حضرت خارجہ سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ مجھے انگارے پر بیٹھنا کہ وہ میرے گوشت کے سوا کو جلا کر مجھ تک پہونچ جائے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قبر پر بیٹھوں، تو خارجہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور قبر پر بٹھایا۔

عہ باب الجريد على القبر ص۱۸۱، عہ سہ باب الجريد على القبر ص۱۸۲۔

ت ۲۶۲ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقَبْرِ ع

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما قبر پر بیٹھتے تھے۔

تشریحات ۲۶۲ اس اثر کو امام طحاوی نے سند متصل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

توضیح باب: ان تعلیقات پر یہ باب ہے۔ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا، جائز ہے یا نہیں۔ اس کے ضمن میں پانچ آثار اور حدیث ۱۵۹ لائے ہیں۔ جو جلد ثانی میں گذر چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ایسی قبروں سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا تو کھجور کی شاخ منگا کر دونوں پر رکھا اور فرمایا جب تک یہ سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ حضرت بریدہ کی وصیت اور حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بقیہ آثار کا باب سے کیا تعلق۔

امام بخاری کا مقصود اس باب سے صرف کھجور کی شاخ کے رکھنے کے جواز تک منحصر نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ قبر پر مٹی کے علاوہ اور کوئی وزنی چیز رکھنی جائز ہے یا نہیں۔ کھجور کی شاخ رکھنے اور حضرت خارجہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کے عمل سے ثابت ہوگیا کہ جائز ہے۔ اسی طرح اسے پھلانگنا بھی جائز ہے البتہ قبر پر بول و براز کرنا ممنوع ہے۔ اور خیمہ تاننا بھی جبکہ اس سے کوئی غرض صحیح وابستہ نہ ہو۔ اس کو دوسری عبارت میں یوں ادا کریجے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ قبر کے اوپر کیا جائز ہے، کیا ناجائز۔

قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے رہ گیا یہ کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، تو احناف کا مذہب مختار یہ ہے کہ ناجائز ہے۔ مسلم[۱] شریف، ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے کو جلا کر کھال تک پہونچ جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔ نیز امام مسلم[۲]، ابو داؤد[۳]، اور امام ترمذی[۴]، امام طحاوی[۵] نے حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، قبر کی طرف نماز نہ پڑھو، اور نہ اس پر بیٹھو، امام احمد[۶] اور امام طحاوی نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ قبر سے اتر، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے، اور نہ وہ تجھے ایذا دے۔ فتح القدیر[۸] میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور اسے روندنا مکروہ ہے۔ رد المحتار میں ہے کہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ قبر کو روندا نہ جائے مگر بضرورت، اور دور سے زیارت کی جائے، نہ قبر پر بیٹھا جائے، اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ اور حلیہ سے نقل فرمایا کہ نوادر تحفہ بدائع محیط وغیرہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے قبر کو روندنے سے، اس پر بیٹھنے، اس پر سونے اور قضائے حاجت سے منع فرمایا ہے۔ در مختار میں ہے کہ قبرستان کے نئے راستے پر چلنا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر اپنے عزیز کی قبر تک قبر کو روندے بغیر نہ جا سکے، نہ جائے۔

ع باب الجريد على القبر ص۱۸۲۔ [۱] اول فصل النهي عن الجلوس على القبر ص۳۱۲۔ ابو داؤد ثانی الجنائز باب فی کراہیۃ القعود على القبر ص۱۰۲۔ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] اول الجنائز باب فی کراہیۃ الوطی علی القبور ص۱۲۵۔ [۵] شرح معانی الآثار، اول الجنائز باب الجلوس على القبر ص۲۴۸۔ [۶] عمدۃ القاری ثامن ص۱۵۷ [۷] شرح معانی الآثار اول الجنائز باب الجلوس على القبر ص۲۴۸

[۸] ثانی الجنائز ص۱۰۲، [۹] اول الجنائز ص۶۰۶۔

حدیث ۳۹۷

عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال کنا فی جنازۃ فی بقیع الغرقد

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا بقیع غرقد میں ہم ایک جنازے میں تھے کہ نبی

فاتانا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقعد وقعدنا حولہ ومعہ مخصرۃ

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھے اور ہم حضور کے ارد گرد بیٹھے اور حضور کے ساتھ

فنکس فجعل ینکت بمخصرتہ ثم قال ما منکم من احد او ما من نفس

ایک چھڑی تھی حضور نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص یا فرمایا ہر مخلوق

منفوسۃ الا کتب مکانھا من الجنۃ والنار والا قد کتبت شقیۃ او سعیدۃ

کی جگہ جنت اور دوزخ میں لکھی جا چکی ہے۔ اور یہ بھی کہ کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت،

فقال رجل یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا وندع العمل فمن کان

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیوں نہ اپنے نوشتہ پر بھروسہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں، جو سعادت مند

منا من اھل السعادۃ فسیصیر الی عمل اھل السعادۃ واما من کان منا

ہوگا وہ نیک بختوں جیسا عمل کرنے لگے گا اور جو بدبخت ہوگا وہ بدبختوں

من اھل الشقاوۃ فسیصیر الی عمل اھل الشقاوۃ قال اما اھل السعادۃ

جیسا عمل کرے گا فرمایا کہ نیک بختوں کو

فییسرون لعمل السعادۃ واما اھل الشقاوۃ فییسرون لعمل الشقاوۃ ثم

نیک بختوں کے عمل کرنے کی توفیق دی جائے گی اور بدبختوں کو بدبختوں کے عمل میسر ہوں گے پھر حضور نے یہ آیۂ کریمہ

قرأ فاما من اعطی واتقی۔ الایۃ ؏ہ

تلاوت فرمائی لیکن وہ جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کیا اور سب سے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی مہیا

کریں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا ہم اسے بہت جلد دشواری مہیا کریں گے۔

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک جیسا کہ فتح میں ہے۔ اقول حافظ نباشد والی بات یہاں بھی ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ فتح القدیر میں مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ فتح القدیر میں صرف مکروہ لکھا ہے۔ تحریمی یا تنزیہی کی تشریح نہیں۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ امام ابن ہمام کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عند الاطلاق کراہت سے تحریم مراد ہوتی ہے اور امام ابن ہمام نے مطلقاً مکروہ فرمایا ہے تو اس سے کراہت تحریم متبادر ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطلق کراہت سے تنزیہ بھی مراد ہوتی ہے'

؏ہ باب موعظۃ المحدث عند القبر ص۱۸۲ ثانی تفسیر سورۃ اللیل مسلسل پانچ باب ملیں، الادب باب الرجل ینکت الشی بیدہ فی الارض ص۹۱۸، القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص۹۷۷، مسلم قدر، ابوداؤد السنۃ، ترمذی قدر، نسائی تفسیر، ابن ماجہ السنۃ

حدیث ۷۹۴

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی مِلَّةٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ كَمَا قَالَ وَلَیْسَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ نَذْرٌ فِیْمَا لَا یَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا عُذِّبَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ ؏

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحاب شجرہ میں سے تھے ان سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسلام کے علاوہ کسی دین پر ہونے کی جھوٹی قسم کھائے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہا اور آدمی جس کا مالک نہیں اس میں نذر نہیں، اور جو جس چیز سے اپنے کو قتل کرے گا اسی سے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مثل ہے اور کسی مومن کو کافر کہنا اس کے مار ڈالنے کے مثل ہے۔

تشریحات ۷۹۳

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسئلہ تقدیر حق ہے بندے دنیا میں آنے کے بعد جو اعتقاد رکھنے والے تھے، جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم ازلی سے اسے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ دیا۔ اس کی پوری تفصیل حدیث جبرئیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ ناظرین اسے دیکھ لیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر کے پاس وعظ و نصیحت دینی باتیں مستحسن ہیں۔ اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ موت اور قبر و نشر و حشر امور آخرت کی باتیں کی جائیں۔

للیسریٰ

اس آیت میں یسریٰ، سے جنت اور عسریٰ سے دوزخ مراد ہے۔ جیسا کہ جلالین میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم مومن متقی کو ایسے اعمال کی توفیق دیں گے جو حصول جنت کے ذریعے ہیں۔ اور کافر بخیل بدکار کو ایسے اعمال بد کی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

تشریحات ۷۹۴

پہلی حدیث کتاب الادب کی روایت زیادہ مفصل اور جامع تھی۔ اس لئے ہم نے اسی کو یہاں لیا۔ یہاں کا ذبا متعمداً زائد ہے۔ من حلف علی ملة غیر الاسلام کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوں قسم کھائے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا ہندو ہوں۔ اس حدیث کے ظاہر سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ واقعی جھوٹا ہے تو یہودی یا نصرانی ہو جائے گا۔ اور یہی بہت سے علماء کا مذہب ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر حالف یعنی قسم کھانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اگر وہ جھوٹا ہے یا آئندہ اس قسم کے بعد قسم توڑے گا تو کافر ہو جائے گا، تو جھوٹی قسم کھانے یا آئندہ قسم توڑنے پر وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہے کافر نہ ہوگا تو کافر نہیں [۱]

؏ ثانی ادب باب ماینھی من السباب واللعن ص۸۹۳، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل ص۹۰۱، الایمان والنذور باب من حلف بغیر ملة الاسلام ص۹۸۴، اول الجنائز باب ماجاء فی قاتل النفس ص۱۸۲، مسلم ایمان، ترمذی نذور، نسائی ایمان، ابن ماجہ کفارات، مسند امام احمد رابع ص۳۳۔

[۱] در مختار ثالث ورد المحتار ص۵۵۔

حدیث ۷۹۵	عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
	عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَهُ یَخْنُقُهَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ یَطْعُنُهَا یَطْعُنُهَا
	جو اپنا گلا گھونٹ کر مرے گا وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو اپنے کو نیزہ بھونک کر مرے گا وہ جہنم
	فِی النَّارِ ؏
	میں بھی اپنے آپ کو نیزہ بھونکتا رہے گا ـــــ

لیس علی ابن آدم اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ منت مانے کہ اگر میرا بیٹا پردیس سے آجائے تو زید کا گھر مسجد پر وقف ہے یہ منت لغو ہے، یعنی اس چیز کی منت مانی جو دوسرے کے ملک میں ہو تو لغو ہے۔ لیکن اگر یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ہزار روپے خیرات کروں گا، تو یہ منت صحیح ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کی ملک میں ہزار روپے نہ ہوں۔ اس لئے کہ اس کا امکان ہے کہ وہ آئندہ ہزار روپے کا مالک ہو جائے۔

من لعن مومناً لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہونے کے ہیں۔ مومن کتنا ہی گنہگار ہو وہ کبھی نہ کبھی نجات پاکر جنت میں جائے گا۔ اس لئے کسی مومن پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہے یہ گویا اسے قتل کرنا ہے۔ جیسے مقتول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیوی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔

ومن قذف مومناً کسی پر زنا کا الزام لگانا اس کی عزت وآبرو برباد کرنا ہے، اور جس کی عزت وآبرو برباد ہو جائے وہ بظاہر زندہ تو رہتا ہے مگر مُردے کے مثل اس کا کوئی وقار نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی پر زنا جیسی بیحیائی کا الزام اس نے قتل کے مثل ہے۔

تشریحات ۷۹۵ کتاب الطب میں یہ حدیث بطریق ذکوان مزید تفصیل کے ساتھ یوں ہے۔ جو اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالے تو وہ جہنم کی آگ میں اپنے کو گراتا رہے گا ہمیشہ ہمیش، جو زہر چاٹ کر اپنے کو قتل کرے گا تو جہنم کی آگ میں اس کے ہاتھ میں وہ زہر رہے گا جسے ہمیشہ ہمیش چاٹتا رہے گا، اور جو شخص اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے گا تو یہ لوہا اس کے ہاتھ میں رہے گا جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اسے اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ خودکشی کرنے والا جس طرح اپنے کو ہلاک کرے گا اسی طرح جہنم میں وہ خود اپنے آپ کو سزا دیتا رہے گا۔ خودکشی حرام اور سخت حرام ہے۔ حتی کہ اس حدیث میں فرمایا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔ اگرچہ بربنائے تحقیق یہ مدت کی درازی کو بتانے کے لئے فرمایا ہے۔ آدمی کسی وجہ سے گھبرا کر خودکشی کر لیتا ہے مگر جب موت کے شکنجے میں جکڑ جاتا ہے تو ہزار جان سے آرزو کرتا ہے کہ کسی طرح بچ جاتا تو پھر یہ اقدام نہ کرتا۔ یہ دنیا کا سخت عذاب ہے۔ اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔

مطابقت: ان احادیث پر باب یہ ہے۔ قاتل نفس کے بارے میں جو آیا ہے۔ قاتل نفس شامل ہے اسے بھی جو اپنے آپ کو خود

؏ باب ماجاء فی قاتل النفس ص۱۸۲، ثانی الطب باب شرب السم ص۸۶۰۔

حدیث ۷۹۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ بْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرْ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ

حضرت ابن عباس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالے عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جب عبداللہ بن اُبی بن سلول مرا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو بلایا گیا کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں پس جب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں حضور کی طرف تیزی سے بڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا ہے اور میں اس کے قول کو گنانے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اے عمر رہنے دو جب میں نے بار بار عرض کیا تو فرمایا مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے ایک صورت اختیار کرلی اگر میں جانتا کہ اگر ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں زیادہ

قتل کرے یا کسی دوسرے کو قتل کرے۔ حدیث میں صرف پہلی قسم کا بیان ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ من کل الوجوہ مطابقت ضروری نہیں ایک جزء سے مطابقت ہے یہی کافی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ حدیث میں اپنے آپ کو قتل کرنے والے کا حکم صراحۃً مذکور ہے، اسی سے دوسرے کو قتل کرنے والے کا حکم بھی معلوم ہوگیا۔ اس لئے کہ خودکشی سے بڑھ کر دوسرے کو قتل کرنا ہے تو اس کا یہ حکم بدرجۂ اولیٰ ہوگا ——— اقول مگر یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کتاب الجنائز میں اس کے ذکر کی کیا حاجت، یہاں تو یہ مذکور ہونا چاہئے کہ اس کو غسل و کفن بطریق مسنون دیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟۔ اس حدیث سے ان امور کا دور سے بھی کسی طرح تعلق نہیں۔

تشریحات ۷۹۶ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی روایت سے گذر چکی ہے۔ اور اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے، یہاں چند کلمات کی تشریح ضروری ہے

اِنِّي خُيِّرْتُ: مطلب یہ ہے کہ منافقین کے بارے میں فرمایا گیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۔ ۸۰۔

ان کے لئے بخشش چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار بھی ان کی بخشش چاہو گے تو اللہ عزوجل ہرگز نہیں بخشے گا اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا

کرنا اب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر واپس ہوئے تھوڑی دیر کے بعد سورہ

حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا اِلٰى قَوْلِهٖ

براءت کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ ان کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں، اللہ عزوجل

وَهُمْ فَاسِقُوْنَ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

کے ارشاد وھم فاسقون تک اور نہ اس کی قبر پر تشریف رکھیں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمان ہونے کی

فَاسِقُوْنَ، قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حالت ہی میں مرے، حضرت عمر نے کہا اس کے بعد اس دن رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے حضور اپنی جرأت پر مجھے تعجب ہوا، اور

وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۵

اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

اگرچہ اس آیت کا مفاد ممانعت ہے، مگر چونکہ صراحۃً ممانعت کا صیغہ نہیں، اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمۃ للعالمینی کے مقتضی کے مطابق انسانوں پر جو کمال رحمت وشفقت تھی اس کی بنا پر اس کی نماز جنازہ پڑھی ——— اس سے اسے تو کوئی فائدہ نہ ہوا مگر اس شان کریمی کے نتیجے میں اس کی قوم کے ہزار افراد مشرف باسلام ہوئے۔

حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ ان دو آیتوں سے ایک تو وہی مراد ہے جو متن میں مذکور ہے، یعنی لَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ الآیۃ ——— دوسری کون سی آیت ہے معلوم نہ ہو سکی۔ علامہ عینی نے فرمایا، اس سے مراد اس کے پہلے والی آیہ کریمہ۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ مراد ہے۔

اقول۔ مگر حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ پہلے ہی نازل ہو چکی تھی۔ اسی سے تو حضور نے یہ استدلال فرمایا تھا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے ——— خود علامہ عینی نے بھی اِنِّیْ خُيِّرْتُ کے تحت اس آیت کو ذکر فرمایا ہے ——— پھر یہ کہنا کیسے درست ہے؟ ——— کہ دوسری آیت یہ ہے ——— اب یا تو آیتان سے اس آیت کے دونوں مضمون کو مراد لیا جائے۔ ایک نماز جنازہ نہ پڑھنا، دوسرے قبر پر کھڑا نہ ہونا ——— یا یہ کہا جائے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے فرمایا ——— کہ پہلی آیت کے آخر کا حصہ یعنی ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ آخر آیت تک پہلے نہیں نازل ہوا تھا، بعد میں نازل ہوا۔ اور الآیتان سے یہ۔ اور وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ۔ مراد ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

فَعَجِبْتُ یہ خوشی کا اظہار ہے اس لئے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور جرأت بظاہر اچھی بات نہیں۔ مگر اللہ عزوجل نے میری تائید فرما دی۔ ترمذی میں اتنا زائد ہے کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ وسلم نے کسی منافق کی نہ نماز جنازہ پڑھائی، اور نہ کسی منافق کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

ع۵ ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ص۱۸۲، ثانی تفسیر سورۃ البراءۃ ص۶۷۴، ترمذی تفسیر، نسائی، مسند امام احمد جلد اول ص۱۶

حدیث ۶۹۷

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ ایک جنازے کو لیکر گزر رہے تھے

فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ
تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی پھر

مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دوسرا جنازہ لیکر گذرے تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واجب

وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا وَجَبَتْ قَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا
ہو گئی اس پر عمر بن خطاب نے فرمایا کیا واجب ہو گئی فرمایا ایک کی اچھائی بیان کی تو اس کے لئے

فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ
جنت واجب ہو گئی، اور ایک کی تم نے برائی بیان کیا تو اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو

حدیث ۶۹۸

عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ
ابو الاسود نے کہا میں مدینہ آیا اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی میں

اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ
حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ لیکر لوگ گزرے تو اس کی تعریف کی گئی تو عمر نے فرمایا

عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰى فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ
واجب ہو گئی تو دوسرا گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی تو فرمایا واجب ہو گئی پھر تیسرا گزرا

بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ فَقُلْتُ وَ
تو اس کی برائی کی گئی، تو فرمایا واجب ہو گئی میں نے پوچھا

مَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کیا چیز واجب ہو گئی اے امیر المومنین فرمایا میں نے وہی کہا ہے جو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

کافر کی نماز جنازہ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنا یا اس کے لئے دعاء مغفرت کرنی جائز نہیں۔ بلکہ برنبائے مذہب مختار کفر ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ وقد علمت ان الصحیح خلافہ فالدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر بہ۔ عدم جوازہ عقلا ولا شرعا ولتکذیبہ النصوص القطعیۃ لہ

تشریحات ۶۹۷ ۶۹۸

ترمذی کی روایت میں اختصار ہے۔ اس میں بجائے چار کے تین ہے۔ بخاری کتاب الشہادات میں شروع میں یہ ہے کہ میں مدینہ آیا۔ اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی وہاں کے باشندے بہت تیزی سے مر رہے تھے۔

فاثنی علی صاحبہا خیرا۔ اکثر اصول میں خیرا، شرا۔ نصب کے ساتھ ہے۔ از روئے قواعد یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ

ع ۵ باب ثناء الناس علی المیت ص ۱۸۳، الشہادات باب تعدیل کم یجوز ص ۳۶۰، ترمذی الجنائز، نسائی الجنائز لہ جلد اول ص ۳۵۱

أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَثَلٰثَةٌ

جس مسلم کی بھلائی کی چار آدمی گواہی دیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا تو ہم نے عرض کیا اور تین تو فرمایا اور تین

فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔

پھر ہم نے عرض کیا اور دو تو فرمایا اور دو اس کے بعد ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔

حدیث ۷۹۹ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا

علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے بھیجے جاتے ہیں اس کے

إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا

بعد وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں یہی اللہ عزوجل کا قول ہے کہ اللہ ایمان والوں کو قول

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَزَادَ شُعْبَةُ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ۔ [۱]

ثابت پر ثابت رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، شعبہ نے یہ زیادہ کیا۔ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہ اُثْنِیَ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ شراح کو اس توجیہ میں بہت عرق ریزی کرنی پڑی۔ ابن بطال نے کہا کہ جار مجرور کو مفعول اول کا اور خیرا کو مفعول ثانی کا قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ منصوب بنزع خافض ہے اصل یہ تھا: بخیر۔

اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اللہ عزوجل کا اس امت پر یہ کرم خاص ہے کہ اپنے بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو قبول فرما لیتا ہے حتی کہ ایک حدیث میں ہے۔ جسے امام ابویعلی موصلی نے روایت کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی مرنے والے کے بارے میں ایسی ثنا کریں جو اس میں نہ ہو تو بھی مغفرت فرما دیتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ کبھی بندے کو عوام کی جانب سے تعریف، پردہ پوشی اور محبت ملتی ہے تو محافظ فرشتے یہ کہتے ہیں۔ اے رب تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی اس کے خلاف جانتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ تو فرماتا ہے تم گواہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ جو نہیں جانتے اسے میں نے بخش دیا اور ان کی شہادت قبول کر لی۔ [۱]

تشریحات ۷۹۹ **عذاب قبر۔** عذاب قبر حق ہے۔ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ البتہ روافض اور معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذاب قبر خبر آحاد سے تو ثابت ہے مگر قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ اسلئے امام بخاری نے پہلے قرآن مجید کی تین ایسی آیتیں ذکر فرمائیں جن سے عذاب قبر ثابت ہے پھر احادیث لائے۔ پہلی آیت سورۂ انعام کی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰئِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ۔ ۹۲

اور کاش تم ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختی میں ہوں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھوں کو بڑھائے ہوئے ہوں (اور کہتے ہوں) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

---

[۱] باب ماجاء فی عذاب القبر ص۱۸۳، ثانی۔ تفسیر سورۂ ابراہیم باب قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا ص۶۸۲، مسلم صفۃ النار، ابوداؤد ثانی سنۃ، ترمذی ثانی تفسیر، نسائی اول جنائز، ابن ماجہ زہد۔ [۱] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۹۷۔

استدلال آیت کے اس جز سے ہے۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔ آج تم لوگوں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ آج سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ اور عذاب قبر سے مراد یہی ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ مدفون نہ ہوں جلا دیے جائیں، درندے کھا لیں ان پر بھی عذاب ہوتا ہے اگرچہ ہم محسوس نہ کریں۔

دوسری آیت سورہ توبہ کی یہ ہے۔ فرمایا۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ آیت (۱۰۱)

بہت جلد ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے اس کے بعد وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

یسطے ہے کہ عذاب عظیم سے جہنم مراد ہے۔ اس کے پہلے دو مرتبہ عذاب سے مراد ایک مرتبہ دنیا میں ذلیل اور رسوا کرنا ہے اور دوبارہ عذاب قبر ہے۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعے کے دن خطبہ دیا اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے، اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اس طرح تمام منافقین کو مسجد سے نکال دیا۔ اور انھیں ذلیل کیا۔ ادھر سے منافقین مسجد سے نکل رہے تھے ادھر سے حضرت عمر آرہے تھے انھیں دیکھا تو سمجھے کہ نماز ہو چکی ہے۔ یہ نماز سے فارغ ہو کر نکل رہے ہیں نماز قضا ہونے کے احساس پر حیا آئی اور چھپ گئے اور منافقین نے حضرت عمر کو دیکھا تو مارے شرم کے چھپ گئے۔ پھر حضرت عمر مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی ہے ایک صاحب نے حضرت عمر سے کہا آپ کو بشارت ہو اللہ نے منافقین کو رسوا کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مسجد سے ذلیل کر کے نکالا جانا پہلا عذاب تھا۔ اور دوسرا عذاب قبر ہے۔ یہی حضرت امام سفیان ثوری اور حضرت امام سدی نے بھی فرمایا ہے۔

تیسری آیت سورہ مومن کی ہے۔ ارشاد ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۵ - ۴۶)

اور فرعون کے متبعین کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا جس سے صبح و شام جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعون کے تابعداروں کو سخت ترین عذاب میں ڈھکیل دو۔

اس آیت میں واضح طور پر عذاب قبر کا بیان ہے۔ اس طرح کہ اشد العذاب سے جہنم کا عذاب مراد ہے جو قیامت کے دن ہوگا۔ اس کے پہلے جو عذاب ہے وہ عذاب قبر ہے۔ ہم نے يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا کا ترجمہ یہ کیا جس سے جلائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا:۔

وعرضهم عليها احراقهم بها يقال عرض الاسارى على السيف اذا قتلتهم به

آگ پر پیش کرنے کا معنی آگ سے جلانا ہے کہا جاتا ہے عرض الاسارى على السيف جب تو انھیں تلوار سے قتل کردے

۸۰۰ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ قَالَ

حدیث نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انھیں خبر دی کہ

اِطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل قلیب پر جھانکے اور فرمایا تم سے

مَاوَعَدَکُمْ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَہٗ تَدْعُوْا اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ

تمھارے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے اس کو برحق پایا تو حضور سے عرض

یُثَبِّتُ اللّٰہُ اس آیہ کریمہ میں قول ثابت سے مراد شہادتین کی تصدیق ور اس کا اقرار ہے کہ اللہ عزوجل دنیا میں بھی مومنوں کو اس پر قائم رکھتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی۔ اس آیت میں آخرت سے قبر مراد ہے اس لیے کہ آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ کافر کا کفر پر ثبات قبر ہی تک محدود ہے۔ قیامت کے دن تو سبھی توحید و رسالت کی حقانیت تسلیم کریں گے۔

نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ اس آیت کا عذاب قبر سے تعلق یہ ہے کہ اخیر میں ہے وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ۔ اور ظالموں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکیرین کے سوالات کے جوابات نہیں دے پائیں گے اور عذاب قبر میں مبتلا ہوں گے یعنی اس آیت میں عذاب قبر کا سبب مذکور ہے۔ سبب سے مسبب کا تعلق سب کو معلوم ہے۔

تشریحات ۸۰۰، ۸۰۱ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کے متنوں کو کتاب المغازی میں ایک ہی سند کے ساتھ اکٹھے ایک متن میں جمع فرما دیا ہے۔

قلیب بغیر من کا کنواں۔ پرانا کنواں۔ مغازی میں حضرت ابوطلحہ کی حدیث میں یہ ہے۔ فی طی من اطواء بدر خبیث مخبث بدر کے کنوئیں میں سے ایک گندے گھنونے کنوئیں میں۔ طی۔ اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کا من بندھا ہو تطبیق یہ ہے کہ وہ پہلے من دالا تھا پھر ڈھ گیا تھا۔ ستر مقتولین میں سے چوبیس کو جو رؤسا قریش تھے اس ایک کنوئیں میں پھنکوایا تھا اور بقیہ کو دوسری جگہوں میں پھنکوایا امام واقدی نے فرمایا۔ یہ قلیب جس نے کھدوایا تھا اس کا نام۔ نادر۔ تھا۔ [1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قلیب کی کنگھر پر کھڑے ہوئے اور ان میں سے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ امیہ بن خلف اور ابوجہل کا نام لے کر پکارا اور وہ فرمایا [2] امیہ بن خلف اگرچہ قلیب میں نہیں تھا مگر اس کو بھی آواز دی ہو سکتا ہے قریب ہی دابا گیا ہو۔

فقیل لہ یہ عرض کرنے والے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی میں مغازی کی اس حدیث میں ہے جو حضرت ابوطلحہ سے ہے اور مسلم اور نسائی کی اس حدیث میں جو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

---

[1] زرقانی علی المواھب اول ص ۴۳۱ [2] مسلم۔ ثانی۔ الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار ص ۳۸۷۔ نسائی۔ اول۔ الجنائز۔ باب ارواح المومنین ص ۲۹۳۔

وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ عـ۵

کیا گیا حضور مردوں کو بلاتے ہیں فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں مگر وہ جواب نہیں دیتے۔

۸۰۱ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ

اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یہ لوگ اسوقت یہ ضرور جان لیں گے کہ جو میں فرماتا تھا

مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى عـ۶

وہ حق ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

فائدہ جلیلہ مسند امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا، یا رسول اللہ! حضور انھیں تین دن کے بعد پکارتے ہیں۔ کیا یہ سنتے ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ تمھارے سنائے مردے نہیں سنتے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ علامہ زرقانی نے یہ روایت مسلم[۱] کی بتائی ہے۔

آیت کریمہ انك لا تسمع الموتی۔ سے سماع موتی کی نفی پر دلیل لانے والوں کی شورش کو یہ حدیث جڑ سے کاٹ دیتی ہے۔ غور کریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظاہر الفاظ پر نظر کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت فرمائی اسکے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے یہ اس پر نص ہے کہ اس آیت کا سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں جیساکہ تفصیل کے ساتھ بحث آرہی ہے کہ موتی سے مراد کفار ہیں۔ یا لا تسمع سے مراد خلق سماع ہے۔

تعارض اور تطبیق حضرت ابن عمر اور حضرت ام المومنین کی حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔ اس واقعے کے وقت ان دونوں میں کوئی موجود نہ تھا اس لئے علامہ سہیلی کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت ام المومنین موقع پر موجود نہیں تھیں اس لئے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح ہے جو واقعے کے وقت موجود تھے صحیح نہیں کیونکہ حضرت ام المومنین نے کسی صحابی ہی سے سنا ہوگا۔ صحابی کی حدیث مرسل بالاتفاق مقبول ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں جملے ارشاد فرمائے جس نے حضرت ابن عمر کو بتایا اس نے اخیر کا چھوڑ دیا۔ جس نے ام المومنین کو سنایا اس نے اول چھوڑ دیا۔ اور بنظر دقیق ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں۔ علم سماع کے منافی نہیں۔ بلکہ ثبوت علم کو ثبوت حیات لازم اور حیات کو سماع لازم۔ اس واسطے سے علم کو سماع اور سماع کو علم لازم جیساکہ ابھی آرہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت دوسرے اور صحابہ سے بھی مروی ہے مثلاً حضرت عمر حضرت ابوطلحہ

عـ۵ باب ماجاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی۔ المغازی۔ باب قتل ابی جہل ص ۵۶۷۔ م۔ امر۔ جنائز۔ نسائی جنائز۔ مسند امام احمد ثانی ص ۳۱؛ عـ۶ باب ماجاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی المغازی باب قتل ابی جہل ص ۵۶۷

[۱] جلد ثالث ص ۲۸۷ [۲] اول ص ۲۳۳

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

سماع موتی اس حدیث سے سماع موتی کا ثبوت صراحۃً ہو رہا ہے اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے البتہ معتزلہ اور اس زمانے میں معتزلہ کے مقلد غیر مقلد اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا مستدل حضرت ام المومنین کا ارشاد مذکور ہے۔ لیکن ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل فرمایا ہے وہ خود مردوں کے لئے حیات برزخی پر نص ہے۔ اس لئے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّھُمْ لیعلمون الآن انّ ماکنت اقول لھم حق " اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ وہ اس وقت جانتے ہیں کہ میں جو کہتا تھا وہ ضرور حق ہے۔ اور علم حیات ہی کی فرع ہے اس لئے اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ کسی قسم کی حیات نہیں رکھتے تھے تو جانتے کیسے تھے۔ اور حیات ہی پر سماع بھی متفرع۔ جب حیات ہے تو سننا لازم۔ علاوہ ازیں حدیث گزر چکی کہ مردے دفن سے فارغ ہو کر واپس ہونے والوں کے جوتوں کی چاپ سنتے ہیں۔ نکیرین آکر جو سوالات کرتے ہیں انھیں سنتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ کہتے ہیں وہ سنتے ہیں۔ اگر سماع موتی کا انکار کیا جائے تو لازم کہ نکیرین کے سوالات لغو ہیں۔

آیت کریمہ کا جواب آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کا جواب تمام شراح حدیث نے یہ دیا ہے کہ موتی سے مراد کفار ہیں۔ اس پر اس آیت کا سیاق برہان قاطع ہے۔ یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ ہے۔ سورہ نمل اور سورہ روم میں دونوں جگہ سیاق ہی فاہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (۸۰ ـ ۸۱) سورہ نمل

بے شک تمہارا پیغام تمہارے سنائے نہ مردے سنتے ہیں اور نہ بہرے جب وہ منہ موڑ کر بھاگ لیں۔ اور نہ اندھوں کو منزل تک پہنچا سکتے ہو۔ تمہارے سنائے وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور بات مانتے ہیں۔

یہاں من یومن بایتنا سے تقابل متعین کر رہا ہے کہ اس کے قبل مذکور۔ موتی۔ مردے، صُم۔ بہرے۔ عُمْی اندھے۔ سے مراد کفار ہیں۔ اسی طرح دوسری آیت میں۔ ان تسمع۔ سے مراد سماع قبول ہے۔ یعنی کسی بات کو سنکر مان لینا۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارا پیغام سنکر قبول صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے لئے ایمان مقدر ہے۔ اور جنھیں حق بات ماننے کا جذبہ ہے تو اس کا مقابل۔ لا تسمع۔ سے مراد قبول نہ کرنا ہی متعین ہے نہ کہ حاسہ یعنی کان سے بطریق معہود سننا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا سماع موتی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

روح البیان میں ہے:۔

ھذہ الآیۃ واردۃ فی حق الکفار وقطع الطمع للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھدایتھم فان کونھم کالموتی موجب لقطع الطمع وانما

یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خواہش کو دور کرنے کیلئے کہ وہ ایمان اور ہدایت قبول کرلیں اس لئے کہ کافروں کا

شبھھم بالموتی لعدم انتفاعھم بما تتلی علیھم من الآیات والمراد المطبوعون علی قلوبھم فلایخرج مافیھا من الکفر ولایدخل مالم یکن فیھا من الایمان۔

مردوں کے مثل ہونا اس خواہش کو ختم ہونے کا موجب ہے ان کو مردوں سے اس لئے تشبیہ دی کہ یہ ان آیتوں سے جو ان پر تلاوت کی جا رہی ہے نفع نہیں حاصل کرتے۔ مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے تو اندر کا کفر نہ باہر نکل سکتا ہے نہ ایمان اندر جا سکتا ہے۔

اس مضمون کی سورہ فاطر میں بھی ایک آیت ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (۲۲)

بیشک اللہ جسے چاہے سنائے اور تمہارے سنائے وہ نہیں سنتے جو قبروں میں ہیں۔

اس آیت میں بھی، من فی القبور سے مراد کفار ہیں اور عدم اسماع سے مراد منوالینا ہے۔ یہاں بھی اس کے اوپر کی آیات قرینہ ہیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۔

(آیت ۱۸ تا ۲۳)

اے محبوب تمہارا ڈرانا انھیں کو نفع بخش ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو پاک و صاف ہوا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے ہوا۔ اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اندھا اور بینا، تاریکی اور روشنی سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں۔ زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ جسے چاہے سنائے۔ اور تم انھیں نہیں سنا سکتے ہو جو قبر میں ہیں۔ اور تم اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہو۔

ہر ذی فہم خود فیصلہ کرلے کہ کیا ابتدائی آیت اور اخیر کی آیت کے ہوتے ہوئے اس کی کوئی گنجائش ہے کہ من فی القبور سے قبر میں مدفون مردے مراد ہوں؟ اور یہ کہ اگر من فی القبور سے مردے مراد ہوں تو یہ کلام کتنا بے تکا ہوگا۔ اول میں ایمان سے بہرہ ور ہونے والے سعادت مندوں اور اس سے محروم ہونے والے بدنصیبوں کا ذکر ہے اور اخیر میں ان انت الانذیر فرماکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ وہ ایمان قبول نہیں کرتے تو تم رنجیدہ خاطر کیوں ہو تم نے اپنا کام کر دیا، تمہارا منصب ارشاد و تبلیغ ہے وہ تم نے پورا کر دیا۔ دل میں ایمان پیدا کرنا یہ میرا کام ہے۔ تم دل پر غبار نہ لاؤ۔ یہ بیچ میں سماع موتی اور عدم سماع موتی کا کیا تک ہے اب یہ کہنا کہ من فی القبور سے مردے مراد ہیں۔ حقیقت میں قرآن مجید میں دھبہ لگانا ہے، اسی لئے جلالین[1] میں فرمایا۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ الْمُؤْمِنُوْنَ مردے اور زندے برابر نہیں یعنی مومنین اور کفار

[1] پارہ بائیس رکوع ۳

والکفار وما انت بمسمع من فی القبور رای الکفار شبھھم بالموتی فلایجیبون۔ اور تمھارے سنائے وہ نہیں سنیں گے جو قبروں میں ہیں یعنی کفار، انھیں مردوں کے مشابہ بنایا۔ اس لئے وہ قبول نہیں کریں گے۔

اور اگر بالفرض کسی صاحب کو ضد ہو کہ ان آیات میں۔ موتی۔ اور من فی القبور۔ اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے اور مراد قبر میں پڑے، ہوئے مردے ہیں تو یہ آیۂ کریمہ

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اے مسلمانوں تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا

اور آیہ کریمہ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اور جب تم نے (خاک) پھینکی تھی تو تم نے نہیں پھینکی تھی ہاں اللہ نے پھینکی تھی۔ کے قبیل سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ جو مردہ اجسام تمھارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہیں سنایا بلکہ اللہ نے سنایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس درست ہو گئے اور وہ سننے لگے۔

حضرت ام المومنین کا مذہب

بعد موت میت کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ام المومنین کا مذہب اسی حدیث سے ثابت کہ وہ ادراک اور علم کی قائل ہیں۔ صاف صاف۔ ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے بیشک یہ اِسوقت ضرور جانتے ہیں کہ جو میں کہتا تھا حق ہے وہ بھی ایسا عظیم ادراک کہ ان کافروں نے دنیا میں جو کچھ سنا تھا وہ اب بھی ان کو یاد ہے۔ علاوہ ازیں مشکوۃ میں بحوالہ امام احمد و حاکم مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ اس مکان عرش آستان میں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دفن ہیں۔ میں بے لحاظ ستر وحجاب خصوصی چلی جاتی اور جی میں کہتی یہاں کون ہیں۔ میرے شوہر یا میرے باپ۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں پورا بدن بغیر چھپائے نہ گئی۔ عمر سے حیا کی وجہ سے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ میت کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس حیاء کے کیا معنی۔ اور جب نظر آنا ثابت تو سننا بدرجہ اولیٰ ثابت، اس لئے کہ جب حضرت ام المومنین دفن کے بعد: دیکھنے کی قائل ہیں اور اسے لازم کہ ادراک مانتی ہیں اور وہ ایسا ادراک جو قبر کے باہر امور دیدیہ کا ہے تو سننے سے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی اس لئے کہ اگر درمیان میں کوئی دبیز چیز حائل ہو تو دیکھنا ناممکن مگر سننا ثابت۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ حدیث روایت فرمائی کہ حضرت ام المومنین نے لاحظہ فرمایا کہ نہلانے وقت ایک عورت کے سر میں عورتیں زور زور سے کنگھی کر رہی ہیں تو فرمایا کیوں اپنی میت کے پیشانی کے بال کھینچتی ہو۔ یہ فرمانا اسی بنا پر تھا کہ اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے اور تکلیف کا احساس بھی ادراک وعلم ہے۔ یہ بات کس کے عقل میں آئے گی کہ خود ام المومنین دیکھنا مانیں لمس مانیں اور سماع کا انکار کریں۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حیات الموات میں فرمایا کہ ام المومنین کی مراد یہ ہے کہ یہ اجسام نہیں سنتے۔ اس لئے کہ حقیقت میں مردہ جسم ہی ہیں قبروں میں جسم ہی ہیں۔ رہ گئی روح وہ زندہ ہے اور وہ قبر میں مدفون

۸۰۲ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ

حدیث حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ

مدینہ سے باہر تشریف لے گئے اور سورج ڈوب چکا تھا تو ایک آواز سنی اس پر فرمایا

فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا ؏

یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

۸۰۳ حَدَّثَتْنِي بِنْتُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے

نہیں۔ وہ سنتی ہے دیکھتی ہے۔ راحت و تکلیف محسوس کرتی ہے علم و ادراک رکھتی ہے۔ جو اس موضوع پر کماحقہ اطلاع چاہتا ہوں وہ رسالہ مبارکہ ضرور مطالعہ کرے۔ جو علیحدہ بھی چھپا ہے اور فتاوی رضویہ جلد چہارم میں بھی چھپا ہے۔

تشریحات ۸۰۲ يَهُودُ اصل میں یہودی تھا۔ یا کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ جیسے زنجیین اور زنج۔ او نجبین اور وازنج اسی لحاظ سے اس پر الف لام کالا نا درست ہے ورنہ اصل میں یہ معرفہ مؤنث ہے، علم للقبیلۃ جیساکہ جوہری نے کہا۔ طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سورج ڈوبنے کے بعد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ پانی کا کوزہ تھا۔ حضور نے قضاء حاجت فرمائی اور وضو بنایا پھر فرمایا۔ جو میں سنتا ہوں وہ تم سن رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا میں ان یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جنھیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

تشریحات ۸۰۳ کتاب الدعوات میں یہ زائد ہے راوی حدیث موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ میں نے ام خالد سے سنا۔ ان کے علاوہ اور کسی سے یہ نہیں سنا کہ س نے (یہ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ ام خالد نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی راوی۔ بنت خالد کی کنیت ام خالد ہے یہ صحابیہ ہیں، یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں۔ ان سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا تھا جن سے خالد اور عمر پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں بعض روایات کے مطابق ان کا نمبر پانچواں ہے۔ ان کے اسلام لانے کا سبب ایک خواب ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں جس کے نیچے آگ ہے۔ ان کے باپ سعید بن عاص نے چاہا کہ انھیں اس میں پھینک دے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کمر پکڑ لی۔ صبح کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا۔ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ

؏ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۱۸۴۔ مسلم فی صفۃ اہل النار۔ نسائی الجنائز۔

عَنْهُمَا اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ع۵

حدیث ۸۰۴

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ

قبر کے عذاب سے جہنم کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے سے

فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ع۵

اور مسیح دجال کے فتنے سے۔

علیہ وسلم) کی پیروی کروں گا۔ وہ بلاشبہہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے باپ کو جب یہ خبر ملی تو اس نے ان کو کھانا دینا بند کر دیا۔ اور بھائیوں کو حکم دے دیا کہ ان سے بات نہ کریں۔ یہ اپنی اہلیہ بنت خالد بن اسعد خزاعیہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے انکے مشاہد میں پہلا عمرۃ القضاء ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے۔ ان کی صاحبزادی ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ سب سے پہلے تسمیہ میرے والد نے لکھا۔ یہ ساری تفصیلات اصابہ جلد اول سے لی گئی ہیں۔ یہ بنی امیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے دو بھائی ابان، عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔

عذاب قبر سے پناہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجماع امت معصوم ہیں دنیا اور آخرت کے ہر عذاب سے مامون بلکہ دوسروں کو بچانے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا امت کی تعلیم و ترغیب کے لئے تھا۔

تشریح ۸۰۴ یہی حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے جو گذر چکی وہیں مفصل کلام ہو چکا ہے۔

مسند امام احمد

ع۵ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۱۵۴۔ ثانی۔ الدعوات۔ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۹۴۲۔ نسائی الجنائز جلد ثالث ص ۲۸۰۔ ع۵ باب ماجاء فی عذاب القبر ص ۱۸۴۔ مسلم۔ الصلوۃ

۸۰۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس پر اسکا

عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ

ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنتیوں میں سے اور اگر جہنمی ہے

الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ فَیُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ

تو جہنمیوں میں سے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے

حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عہ

یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا کہ اللہ قیامت کے دن اسے قبر سے اٹھائے۔

۸۰۶ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّہٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب

تَعَالیٰ عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاھِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

حضرت ابراہیم کا وصال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ عہ

نے فرمایا ان کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

تشریحات ۸۰۵ قبر میں دن رات صبح وشام نہیں۔ مراد یہ ہے کہ دنیا کے صبح وشام کے وقت روزانہ دوبار دکھایا جائے گا۔ یہ بھی عذاب کی انتہائی سنگین صورت ہے جو قبر میں ہوگا۔

تشریحات ۸۰۶ گزرچکا کہ تقریباً اٹھارہ ماہ کے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرماگئے۔ چونکہ ایام رضاعت پورے نہیں ہوئے تھے۔ اللہ عزوجل نے انھیں یہ اعزاز عطا فرمایا کہ جنت میں انھیں دودھ پلانے والی دایہ عطا فرمایا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو فوت ہوجائیں وہ جنت میں ہیں۔ اس کے پہلے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں کہ جس کے تین نابالغ بچے فوت ہوجائیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے

عہ باب المیت یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ص ۱۸۴۔ مسلم۔ صفۃ اھل النار نسائی۔ الجنائز۔
عہ باب ما قیل فی اولاد المسلمین ص ۱۸۴۔ بدء الخلق باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ص ۴۶۱۔ ثانی۔ الادب۔ باب من سمی باسماء الانبیاء ص ۹۱۴۔ ابن ماجہ۔ الجنائز۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۸۴۔

۸۰۷ **حدیث** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ، اَللّٰہُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا
اِذْ خَلَقَھُمْ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ عہ
تو فرمایا اللہ نے جب ان کو پیدا کیا تھا تو وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا کریں گے۔

جنہیں ہے یہ بچے اس کے لئے جہنم سے آڑ ہو جائیں گے۔ ان دونوں احادیث سے بھی ثابت کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں رہیں گے۔

۸۰۷ **تشریحات** جو نابالغ بچے مرجاتے ہیں وہ کہاں رہیں گے۔ یہ بہت ہی معرکۃ الآرا مسئلہ ہے جو ہمیشہ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ اس بارے میں نو اقوال ہیں۔ اول۔ وہ اللہ عز و جل کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہے ان سے معاملہ کرے۔ یہ حماد بن سلمہ۔ حماد بن زید۔ عبداللہ بن مبارک اور اسحق کا مذہب ہے۔ بیہقی نے خاص کفار کے بچوں کے بارے میں امام شافعی کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ امام مالک سے اس بارے میں کوئی صریح قول منقول نہیں۔ مگر ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں رہیں گے۔ اور کافروں کے بچے مشیت ایزدی میں ہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے کہ فرمایا۔ اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنیوالے تھے۔ ثانی۔ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہیں۔ مسلمانوں کے بچے ان کے ساتھ جنت میں اور کافروں کے بچے جہنم میں۔ اسکی تائید بعض احادیث ضعاف سے بھی ہوتی ہے۔ یہ خوارج کے فرقہ ازارقہ کا مذہب ہے۔ ثالث۔ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان رہیں گے۔ کیوں کہ انھوں نے کوئی ایسا اعتقاد نہیں رکھا اور نہ کوئی ایسا عمل کیا جس کی جزا میں جنت یا دوزخ میں جائیں۔ رابع وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ اس بارے میں حضرت انس اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث ضعیف بھی مروی ہے۔ خامس۔ وہ مٹی ہو جائیں گے۔ یہ ثمامہ بن اشرس سے منقول ہے۔ سادس۔ جہنم میں رہیں گے سابع قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا، ان کے لئے آگ بلند کی جائے گی اور اس میں جانے کا حکم ہوگا۔ جو طاعت کریں گے اور اس میں داخل ہوں گے ان پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جائے گی۔ اور جو سرکشی کریں گے وہ عذاب دیئے جائینگے ثامن۔ توقف۔ تاسع۔ امساک۔ یہ دونوں مذہب قریب ہیں۔

یہ بیان مذاہب تھا۔ مگر علامہ نووی لہ نے فرمایا۔ معتمد علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں رہینگے اور کفار کے بچوں کے بارے میں تین مذہب ہیں۔ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے، اور ایک گروہ نے توقف کیا۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ یہی محققین کا مذہب ہے۔ اس کی دلیل ابھی آنے والی حدیث ہے۔

عہ باب ما قیل فی اولاد المشرکین ص ۱۸۵ - ثانی - القدر - باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین ص ۹۷۶ - مسلم القدر - ابو داود - سنۃ. نسائی. الجنائز۔ لہ شرح مسلم جلد ثانی ص ۳۳۷ -

حدیث ۸۰۸ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأٰى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأٰى مِنْكُمْ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدَيَّ فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کے فارغ ہوتے تو اپنا رُخ انور ہماری طرف کر کے متوجہ ہوتے اور فرماتے۔ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے اب اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کرتا۔ اس پر جو اللہ چاہتا فرماتے حضور نے ایک دن ہم سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ہمنے عرض کیا نہیں تو فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا کہ میرے پاس آئے اور میرے دونوں

امام بخاری نے یہاں باب کا عنوان یہ رکھا ہے۔ مشرکین کی اولاد کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی توقف ہے۔ مگر اس کے تحت جو احادیث لائے ہیں ان میں سے دو سے توقف ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث زیر بحث اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث اول سے توقف ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث دوم کل مولود یولد علی الفطرۃ اور حضرت سمرہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جنت میں رہیں گے۔ یہ اس جانب مشعر ہے کہ ان کا مذہب بھی توقف ہی ہے۔

تشریحات ۸۰۸ تکمیل یہ یہاں کے علاوہ دوسرے ابواب میں اختصار کے ساتھ ہے۔ البتہ کتاب التعبیر میں اس سے بھی زیادہ تفصیل اور زیادتی کے ساتھ ہے البتہ کچھ تقدیم وتاخیر ہے۔ وہاں عالم بے عمل کا قصہ پہلے ہے اور جھوٹے کا بعد میں اور یہ زیادتی ہے کہ اس کے منخر اور آنکھ کو بھی جبڑے کی طرح چیرتا ہے۔ اور زانیوں کے بارے میں یہ ہے۔ تنور کے مثل ایک عمارت کے پاس آئے۔ اس میں شور و شغب تھا۔ اس میں جھانک کر دیکھا تو ننگے مرد، عورت تھے۔ جب انھیں آگ کی لپٹ پہنچتی تو چیختے۔ اور سود خوار کے بارے میں ہے۔ کہ ہم ایک ندی کے پاس آئے۔ جو خون کی طرح سرخ تھی۔ اس میں ایک شخص تیر رہا ہے۔ وہ تیرتا ہوا نہر کے کنارے والے کے پاس آتا ہے جس نے بہت پتھر جمع کر رکھے ہیں تو یہ اس کا منھ کھول کر اس میں پتھر ڈال دیتا ہے۔ اور خازن نار کے بارے میں ہے کہ ہم ایک ایسے خوفناک صورت والے مرد کے پاس آئے کہ تم نے زیادہ سے زیادہ جو خوفناک صورت والا دیکھا ہوگا اس سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ آگے ہے۔ پھر ہم ایک گھنے باغ میں گئے جس کے بیچ میں

قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰی کَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ

ہاتھوں کو پکڑا۔ اور ارض مقدس تک لے گئے، وہاں ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا اسکے

حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَیَلْتَئِمُ

ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا جسے اس کے جبڑے میں داخل کر کے گدی تک لے جاتا پھر اسکے دوسرے

شِدْقُهٗ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَا

جبڑے کے ساتھ یہی کرتا اور اس کا پہلا والا جبڑا بھر جاتا پھر لوٹتا اور ویسے ہی کرتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے

نْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ

توان دونوں نے کہا چلئے۔ ہم چلے یہاں تک کہ چت لیٹے ہوئے ایک شخص کے پاس پہنچے ایک شخص اسکے

عَلٰی رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ فَیَشْدَخُ بِهَا رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ

سرپر لوہے کا موسل یا پتھر لئے کھڑا ہے اور اس سے اس کے سر کو مارتا ہے۔ جب مارتا تو پتھر لڑھک

تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ لِیَاْخُذَهٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی هٰذَا حَتّٰی

جاتا یہ شخص جاکر اس پتھر کو لے آتا۔ وہ جب تک لوٹتا اس کا سر ٹھیک ہو جاتا اور اسکا سر ویسے ہی ہو

یَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ وَعَادَ رَاْسُهٗ كَمَا هُوَ فَعَادَ اِلَیْهِ فَضَرَبَهٗ قُلْتُ مَنْ هٰذَا

جاتا جیسا پہلے تھا۔ وہ شخص پلٹ کر پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ ان دونوں نے کہا تشریف

قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا اِلٰی نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَاَسْفَلُهٗ

لے چلئے اب ہم تنور کے مثل ایک سوراخ پر پہنچے اس کے اوپر کا حصہ تنگ ہے اور نیچے کا

ایک اتنے دراز قد شخص ہیں کہ ان کا سر فضا میں اتنا اونچا ہے کہ میں اسے دیکھ نہیں سکا۔ اس کے بعد ہے۔ ہم ایسے بڑے باغ کے پاس پہنچے کہ اس سے بڑا اور اچھا باغ میں نے نہیں دیکھا۔ اوپر چڑھے تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے اور چاندی کے اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ دروازہ کھولوا کر اندر گئے تو ہم کو ایسے لوگ ملے۔ کہ ان کا آدھا دھڑ خوبصورت سے خوبصورتر ہے اور آدھا بدصورت سے بدصورت۔ میرے دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ اور اس نہر میں جاؤ۔ ایک چوڑی نہر بہ رہی تھی اس کا پانی سفید براق تھا۔ اس نہر میں وہ لوگ گئے۔ اور نکلے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور حسین تر ہو گئے۔ مجھے ان دونوں نے بتایا کہ یہ جنت عدن ہے۔ اور آپ کی یہ جگہ ہے۔ میں نے اوپر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ تہہ بہ تہہ جمے ہوئے بادل کی طرح ایک محل ہے۔ ان دونوں نے کہا یہ آپ کی جگہ ہے۔ اخیر میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اردگرد وہ بچے ہیں جو فطرت پر مرے ہیں۔ کچھ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ اور مشرکین کی اولاد بھی تو فرمایا اور مشرکین کی اولاد بھی۔

وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتّٰى كَادُوا يَخْرُجُونَ
چوڑا ہے اس کے نیچے آگ بھڑک رہی ہے پس جب وہ اوپر قریب ہوتے اتنا کہ معلوم ہوتا
فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا
کہ نکل پڑیں گے تو آگ ٹھنڈی ہو جاتی جب آگ دھیمی پڑ جاتی تو پھر اس میں لوٹ جاتے
قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ
اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ توان دونوں صاحبوں نے کہا آگے چلیں
وَعَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ۔ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ
ہم چلے یہاں تک کہ ایک خون کی ندی پر آئے اس میں ایک شخص کھڑا ہے اور ندی کے بیچ میں
جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ
یا ندی کے کنارے بھی ایک شخص کھڑا ہے جس کے آگے پتھر ہیں
فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ
جو شخص ندی میں ہے وہ آگے آتا ہے جب چاہتا ہے کہ نکل جائے وہ شخص پتھر سے
بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِي
اس کے منہ پر مارتا ہے تو اسے وہیں لوٹا دیتا ہے جہاں تھا جب کبھی وہ آتا ہے کہ نکل جائے
فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا
اس کے منہ پر وہ شخص دوسرا پتھر مارتا ہے تو جہاں تھا وہیں لوٹ جاتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے
حَتّٰى أَتَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ وَّفِي أَصْلِهَا
توان دونوں نے کہا چلئے۔ پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ تک پہنچے جسمیں

ارض مقدسہ اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ مسند امام احمد کی روایت میں یہ ہے۔ ایک کھلی ہوئی سرزمین پر لے گئے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں منافات نہیں۔

اثبات باب حدیث کا یہ حصہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس لوگوں کے بچے تھے، اس کی دلیل ہے کہ نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔ اس کے عموم میں کفار کے بچے بھی داخل ہیں بلکہ تعبیر الرویاء کی روایت اس پر نص ہے کہ کفار کے بچے بھی جنت ہی میں رہیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق ــــ اس کے معارض دوسری احادیث ہیں۔ مثلاً اسی باب کی پہلی حدیث ــــ کہ فرمایا ــــ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے ــــ

شَیْخٌ وَّصِبْیَانٌ وَّاِذَا رَجُلٌ قَرِیْبٌ مِّنَ الشَّجَرَۃِ بَیْنَ یَدَیْہِ نَارٌ

ایک بڑے درخت کی جڑ میں ایک بزرگ ہیں اور کچھ بچے ہیں اور اس درخت کے قریب ایک شخص

یُّوْقِدُھَا فَصَعِدَا بِیْ فِی الشَّجَرَۃِ فَاَدْخَلَانِیْ دَارًا لَّمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ

ہے جس کے آگے آگ ہے جسے بھڑکا رہا ہے وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے اور مجھے ایسے

وَاَفْضَلَ مِنْھَا فِیْھَا رِجَالٌ شُیُوْخٌ وَّشَبَابٌ وَّنِسَاءٌ وَّصِبْیَانٌ ثُمَّ

گھر میں لے گئے کہ اس سے اچھا عمدہ کوئی گھر میں نے نہیں دیکھا تھا اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان مرد

اَخْرَجَانِیْ مِنْھَا فَصَعِدَا بِیْ الشَّجَرَۃَ فَاَدْخَلَانِیْ دَارًا ھِیَ اَحْسَنُ وَ

ہیں اور کچھ عورتیں اور بچے ہیں پھر مجھے اس گھر سے باہر لائے اور اس درخت پر لے کر چڑھے اور مجھے

اَفْضَلُ فِیْھَا شُیُوْخٌ وَّشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِی اللَّیْلَۃَ فَاَخْبِرَانِیْ عَمَّا

ایک گھر کے اندر لے گئے جو پہلے سے بھی اچھا اور عمدہ تھا اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان تھے۔ میں نے کہا تم

رَاَیْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الَّذِیْ رَاَیْتَہٗ یُشَقُّ شِدْقُہٗ فَکَذَّابٌ یُحَدِّثُ

دونوں نے مجھے رات بھر گھمایا اب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے بتاؤ۔ دونوں نے کہا ضرور۔ وہ جسکا جبڑا چیرا

بِالْکِذْبَۃِ فَتُحْمَلُ عَنْہُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَیُصْنَعُ بِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

جاتا تھا جھوٹا ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور اس سے نقل کر کے دور دور پہونچ جاتا ہے اسکے ساتھ قیامت تک یہی

وَالَّذِیْ یُشْدَخُ رَاْسُہٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْہُ

کیا جائے گا۔ اور جسکے سر کو کچلا جاتا تھا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا اس سے غافل ہو کر رات

بِاللَّیْلِ وَلَمْ یَعْمَلْ فِیْہِ بِالنَّھَارِ یُفْعَلُ بِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَالَّذِیْ رَاَیْتَہٗ

کو سویا اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا۔ اسکے ساتھ قیامت تک یہی کیا جائے گا۔ اور جنھیں غار میں دیکھا زانی ہیں

فِی النَّقْبِ فَھُمُ الزُّنَاۃُ وَالَّذِیْ رَاَیْتَہٗ فِی النَّھْرِ اٰکِلُو الرِّبَاءِ وَالشَّیْخُ

اور جنھیں ندی میں دیکھا سود خوار ہیں اور اس درخت کی جڑ میں جو بزرگ تھے وہ ابراہیم ہیں اور انکے

الَّذِیْ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرَۃِ اِبْرَاھِیْمُ وَالصِّبْیَانُ حَوْلَہٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ

اردگرد لوگوں کے بچے ہیں

نیز مشکوٰۃ[۱] کی یہ حدیث کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ان دو بچوں کے بارے میں دریافت کیا

[۱] اول ص ۲۳ ۔ مسند امام احمد ۔ اول ص ۱۳۴

وَالَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلَی الَّتِیْ دَخَلْتَ
اور جو آگ بھڑکا رہے ہیں مالک جہنم کے خازن ہیں اور وہ پہلا گھر جس میں تشریف لے گئے
دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ وَهٰذَا
تھے عام مسلمانوں کا گھر ہے۔ اور یہ شہدا کا۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ
مِیْكَائِیْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ
میکائیل ہیں۔ اپنے سر کو اٹھائیے، میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میرے اوپر بادل کے مانند ہے
قَالَا ذٰلِكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ دَعَانِیْ اَدْخُلْ مَنْزِلِیْ قَالَا اِنَّهٗ بَقِیَ
انھوں نے بتایا یہ آپ کی جگہ ہے اب میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں جاؤں تو کہا آپ کی عمر ابھی باقی
لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ اَتَیْتَ مَنْزِلَكَ ع۵
ہے جسے پوری نہیں فرمایا ہے۔ جب اسے پوری فرمائیں گے تو اپنے گھر تشریف لے جائیں گے۔

جو پہلے شوہر سے تھے تو فرمایا۔ جہنم میں ہیں دریافت فرمایا کہ حضور سے جو بچے تھے وہ، تو فرمایا جنت میں۔ پھر ارشاد فرمایا مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہیں۔ اور مشرکین اور ان کی اولاد جہنم میں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ۔ سورہ طور۔ آیت ۲۱۔ ایمان والوں کی اولاد ان کے تابع ہے۔ نیز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مومنین کی اولاد کہاں ہوں گی تو فرمایا اپنے آبا کے ساتھ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔ پھر میں نے پوچھا اور مشرکین کی اولاد تو فرمایا اپنے آبا کے ساتھ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے تو فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنیوالے تھے۔ نیز ابھی حدیث گذری ہے کہ یہودی بچہ جب مسلمان ہوگیا تو فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچایا۔ اس سے ثابت کہ اگر مسلمان نہ ہوتا تو جہنم میں جاتا۔

مذہب احناف جب دلائل متعارض ہیں اور ترجیح کی کوئی صورت نہیں تو حق وہی ہے جو احناف کہتے ہیں کہ توقف کرنا چاہیئے۔ امام ابو البرکات نسفی نے کافی میں فرمایا۔ کہ توقف کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے تمام بچوں کے بارے میں ایک حکم نہیں لگا سکتے۔ ان میں کچھ نجات پائیں گے اور کچھ عذاب یہی امام مالک کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ عبد البر نے تمہید میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام شافعی کا بھی۔ اور امام احمد سے دو قول مروی ہے۔ البتہ ابن قیم نے۔ شفاء العلیل۔ میں یہ اختیار کیا کہ نجات پائیں گے۔ آجکل کے نجدیوں نے بھی اسی کی تقلید کی ہے۔ مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے مگر اس کے فتاویٰ میں توقف ہے۔

ع۵ باب ۰۰۰۰۰۰ ص ۱۸۵۔ البیوع۔ باب اکل الربا وشاهده ص ۲۷۹۔ الجهاد۔ باب درجات المجاهدين ص ۳۹۱۔ بدء الخلق باب اذا قال احدكم آمين ص ۴۵۷۔ ذكر الانبياء باب قول الله عز وجل، واتخذ الله ابراهيم خليلا ص ۴۷۳۔ صلوة الليل باب عقد الشيطان على قافية الراس ص ۱۵۳۔ الادب باب قول الله، واتقوا الله وكونوا مع الصادقين ص ۹۰۰ تعبير الرؤيا۔ باب تعبير الرؤيا بعد صلوة الصبح ص ۱۰۴۳۔ ابن ماجه تجارات مسند امام احمد خامس ص ۱۴۔ لہ مشکوۃ اول ص ۳۲ ابو داؤد ثانی السنة باب ذراری المشرکین ص ۲۹۲

۸۰۹	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ
حدیث	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں ابو بکر کے پاس گئی تو
	فَقَالَ فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِي ثَلٰثَةِ
	انھوں نے پوچھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا۔ میں نے بتایا کہ تین سفید
	أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِي
	سحولی کپڑے میں جسمیں (سلا ہوا) کرتا اور عمامہ نہ تھا اور انھوں نے ام المومنین سے پوچھا کس
	أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ
	دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات ہوئی تھی ام المومنین نے بتایا دو شنبے کو
	قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ أَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ
	انھوں نے پوچھا یہ کونسا دن ہے انھوں نے عرض کیا دوشنبہ تو فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میری وفات
	فَنَظَرَ إِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهٖ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ
	اس وقت اور رات کے درمیان ہے پھر اپنے اس کپڑے کو دیکھا جو ان کے بدن پر تھے جسمیں بیماری کے دن

تشریحات ۸۰۹ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہ شنبہ کی رات میں عشاء اور مغرب کے درمیان ۱۳ھ میں ۶۳ سال کے ہو کر واصل بحق ہوئے، رات ہی میں صبح صادق سے پہلے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں بر بنا ر قول صحیح اس طرح دفن ہیں کہ ان کا روئے انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے کے مقابل ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے سینے کے مقابل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں حجرہ مبارکہ کی شرقی دیوار کے متصل تھا۔ یہاں تک کہ جب ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے حجرہ مبارکہ کی دیوار گرا کر بنیاد کھدوائی تو ان کا پاؤں کھل گیا تھا جیسا کہ بخاری میں ابھی آرہا ہے۔

مرض وصال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال کس مرض میں ہوا۔ اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمے سے گھلتے گھلتے قویٰ نے جواب دیدیا۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے جیسا کہ سیف بن عمر نے کہا ہے۔ ابن سعد نے امام زہری سے نقل کیا کہ کھانے میں ایک سال کا میعادی زہر ملا کر کسی نے بھیجا تھا۔ اسے حضرت صدیق اکبر اور حارث بن کلدہ نے کھایا۔ اس کے بعد دونوں بیمار رہے اور ایک سال پر ایک دن دونوں نے انتقال کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دن ٹھنڈک تھی غسل فرمایا جس کے اثر سے بخار آیا پندرہ دن علیل رہ کر وصال فرمایا۔ ان اقوال میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے۔ تینوں اسباب جمع ہو گئے ہوں۔

ان الحی احق بالجدید یہ صدیق اکبر کی تواضع تھی ورنہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو

اِغْسِلُوْا ثَوْبِیْ ھٰذَا وَزِیْدُوْا عَلَیْهِ ثَوْبَیْنِ فَکَفِّنُوْنِیْ فِیْهِمَا قُلْتُ اِنَّ

گزار رہے تھے۔ جس پر زعفران کا دھبہ تھا تو فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولینا اور دو اور کپڑے بڑھا کر

ھٰذَا خَلَقٌ قَالَ اِنَّ الْحَیَّ اَحَقُّ بِالْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ اِنَّمَا ھُوَ لِلْمُهْلَةِ

ان میں مجھے کفنانا۔ میں نے کہا یہ پرانا ہے تو فرمایا زندہ بہ نسبت مردے کے نئے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ نیا

فَلَمْ یَتَوَفَّ حَتّٰی اَمْسٰی مِنْ لَیْلَةِ الثُّلٰثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ ع٥

کپڑا مہلت والے کیلئے ہے مگر اس دن وفات نہ ہوئی یہاں تک کہ سہ شنبہ کی رات آگئی تو وفات ہوئی اور صبح سے پہلے پہلے دفن کر دیئے گئے۔

حدیث ۸۱۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا۔ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی صلی

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَکَلَّمَتْ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری ماں اچانک انتقال کر گئیں میں گمان کرتا ہوں کہ اگر اس وقت

اور ایک روایت[۱] میں ہے کہ یہ فرمایا ۔ مجھے اسی کپڑے میں کفنانا میں اس میں نماز پڑھتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس لباس میں عبادت کی جائے وہ بھی متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اسے کفن بنانا صحابہ کی سنت ہے۔ علامہ عینی نے ایک احتمال یہ نکالا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کپڑا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہو۔

للمهلة انما ھو للمھلۃ ۔ مُھلۃ۔ کے کئی معنی آتے ہیں۔ پیپ اور پانی جو جسم سے نکلے۔ پگھلایا ہوا سیسہ۔ تیل کا سیاہ تلچھٹ۔ قطران کی ایک قسم معنی مشہور۔ یہاں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر کا مرجع ۔ جدید۔ ہو۔ اب معنی یہ ہونگے کہ نیا کپڑا اس کے لئے ہے کہ جسے مہلت ہے۔ یعنی زندہ رہنا ہے دوسرے یہ کہ اس کا مرجع کفن ہو جس پر۔ کفنونی۔ دلالت کر رہا ہے اور مُھلۃ کے معنی پیپ کے ہوں۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ کفن اس پانی اور پیپ میں آلودہ ہونے کے لئے ہے جو میت کے جسم سے نکلے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دوشنبے کے دن موت اچھی ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اسی دن ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جس دن اور جس وقت اللہ عزوجل کا کوئی محبوب بندہ واصل بحق ہوا ہو وہ دن اور وہ وقت موت کے لئے اچھا ہے۔ اسی طرح جس دن جس وقت جس چیز کو صلحا سے نسبت ہو وہ متبرک ہے۔

تشریحات ۸۱۰ یہ صاحب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے یہ حدیث ایصال ثواب کی اصل ہے جس پر تفصیلی بحث اثبات ایصال ثواب[۲] میں ہو چکی ہے اور آئندہ اس پر کلام ہوگا۔

ع٥ باب موت یوم الاثنین ص ۱۸۶ [۱] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۳۰ بحوالہ ابن سعد [۲] یہ رسالہ دائرۃ البرکات سے شائع ہو چکا ہے۔

تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ ع۵

بول پاتیں تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں انکی طرف سے صدقہ کروں تو انھیں ثواب ملے گا۔ فرمایا ضرور ملے گا۔

۸۱۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِيْ مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ أَيْنَ أَنَا غَدًا

اپنے مرض وصال میں عائشہ کی باری میں دیر کا احساس کر کے اس طرح کوفت کوظاہر فرماتے تھے

اِسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِيْ وَ

آج میں کہاں ہوں کل میں کہاں رہوں گا جب میری باری کا دن ہوا تو اللہ نے انھیں اس حال

نَحْرِيْ وَدُفِنَ فِيْ بَيْتِيْ ع۵

میں اٹھایا کہ میرے سینے اور گلے کے مابین تھے۔ اور میرے گھر میں دفن ہوئے۔

۸۱۲ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَىٰ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

حدیث سفیان تمار سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۸۱۱ یہ حدیث اختصار وتفصیل کے ساتھ بخاری ہیں۔ جہاد۔ فضائل صحابہ۔ مغازی۔ نکاح، میں بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی معلوم ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دیدی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جس کی قدرے تفصیل گذر چکی ہے بقیہ آئندہ آئے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ کتنی محبت تھی۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ وہ محبوب خدا کی محبوب ہیں اس لئے جو بدنصیب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عداوت رکھے حقیقت میں وہ محبوب خدا کا دشمن ہے۔ حضرت شیر خدا نے فرمایا تیرے دشمن تین ہیں۔ براہ راست تیرا دشمن۔ تیرے دوست کا دشمن، اور تیرے دشمن کا دوست۔

تشریح ۸۱۲ سفیان تمار کبار تابعین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام کا زمانہ پایا مگر کسی صحابی سے روایت نہیں کیا۔ یہ سفیان بن دینار عصفری کوفے کے باشندے تھے۔ امام بخاری نے ان کا صرف یہی ایک قول ذکر فرمایا ہے۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

ع۵ باب موت الفجاءۃ والبغتۃ ص ۱۸۶۔ الوصایا۔ باب ما یستحب لمن توفی فجاءۃ ان یتصدقوا عنہ ص ۳۸۶ مسلم۔ زکوۃ۔ وصیۃ۔ ابن ماجۃ وصایا مسند امام احمد جلد سادس ص ۵۱

ع۵ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶ مسلم فضائل الصحابہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا عہ

علیہ وسلم کے قبر انور کو دیکھا ہے کہ وہ کوہان نما ہے۔

حدیث ۸۱۳ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جب

فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ

حجرۂ عائشہ کی دیوار (شرقی) گر گئی لوگوں نے اس کی تعمیر شروع کی تو ایک قدم ظاہر

فَفَزِعُوا وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا

ہوا اس پر لوگ گھبرا گئے اور لوگوں نے گمان یہ کیا کہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم ہے کوئی

وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَالِكَ حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ

ایسا شخص نہیں ملا جو یہ جانتا ہو۔ یہاں تک کہ عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

تکمیل - امام ابن ابی شیبہ نے یہ زیادہ کیا ہے۔ ابوبکر اور عمر کی قبریں بھی مسنّم یعنی کوہان نما ہیں۔ حضرت امام ابراہیم نخعی نے فرمایا جس شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صاحبین کی قبریں دیکھی ہیں اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ سب مسنّم زمین سے ابھری ہوئی ہیں۔ ان پر سفید سنگ مرمر ہے۔ امام شعبی نے فرمایا میں نے خود شہداء احد کی قبریں مسنم دیکھی ہیں۔ اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی قبریں بھی ایسی ہی یعنی کوہان نما بنائی گئی تھیں۔ ان سب سے ثابت ہوا کہ قبر کو کوہان نما مسنم بنانا چاہئے نہ کہ ہموار چبوترے کے مثل۔

تشریحات ۸۱۳ ولید مشہور اموی سفاک عبد الملک کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ عبد الملک کی وصیت کے مطابق اسکے مرنے کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۹۶ھ وسط جمادی الآخرہ میں مرگیا۔ اسی کے عہد میں اسپین ترکستان کا اکثر حصہ اور سندھ فتح ہوا تھا۔ اس کے یادگار کارناموں میں دمشق کی جامع اموی ہے۔ اور مسجد نبوی کی توسیع۔ جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد اقدس تنگ ہوگئی تو اس نے ازواج مطہرات سے حجرات مبارکہ خریدے اور والی مدینہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو حکم دیا کہ حجرات مبارکہ ڈھاکر مسجد میں شامل کرلئے جائیں۔ اسی موقع پر جب حجرۂ عائشہ کی پورب والی دیوار ڈھاکر نیا دکھودی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم پاک ظاہر ہوگیا۔ جگہ کی تنگی کیوجہ سے انکی لحد مبارک کا کچھ حصہ پوربی دیوار کے اندر آگیا تھا۔ حجرہ مبارکہ کی تعمیر کے بعد حجرہ مبارکہ کے چاروں طرف ایک پنج پہل احاطہ بنوا دیا جسکا شمالی حصہ مثلث نما ہے۔

پھر متوکل عباسی شہنشاہ نے اس پر سنگ مرمر چڑھایا۔ اس کے بعد ۵۴۸ھ میں عباسی شہنشاہ مقتفی نے اس کی تجدید کی اور اس کے اردگرد صندل اور آبنوس کی چھت تک بلند جالیاں لگادیں۔

عہ باب فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶

قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ عہ

قدم نہیں یہ عمر کا قدم ہے۔

۸۱۴ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي

عنہما کو یہ وصیت کی کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ مت دفن کرنا دوسری ازواج کے ساتھ

بِالْبَقِيعِ لَا أُزَكَّى بِهِ أَبَدًا عہ

بقیع میں دفن کرنا میں یہاں دفن ہوکر ہرگز اپنا تقدس ظاہر کرنا نہیں چاہتی۔

۸۱۵ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حدیث عمرو بن میمون نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا

قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ فَقُلْ يَقْرَءُ

انھوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا اے عبداللہ بن عمر ام المومنین حضرت عائشہ کی

۸۱۴ **تشریح** اس کے بعد حدیث آرہی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلے یہی ارادہ تھا کہ اسی حجرے میں دفن کی جاؤں مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں دفن ہو گئے تو ارادہ بدل دیا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ام المومنین کی غیرت نے اسے پسند نہ کیا ہو۔ حجرۂ مبارکہ میں اب بھی ایک قبر کی جگہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعید بن مسیب نے فرمایا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔[۱]

۸۱۵ **تشریحات** یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جو مناقب عثمان میں مفصل آئے گی۔ معلوم نہیں وہاں تک شرح لکھنے کی توفیق ہو یا نہ ہو اس لئے جو حصہ یہاں مذکور ہے اسے تحریر کر دیا۔ کتاب الاعتصام میں حضرت عروہ کی حدیث میں ہے کہ بہت سے صحابہ نے حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت چاہی مگر کسی کو اجازت نہیں ملی۔ جب حضرت فاروق اعظم کا پیغام پہنچا تو بلا توقف اجازت مرحمت فرما دی اور وہ ارشاد فرمایا جو حدیث میں مذکور ہے، کہ انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ ام المومنین کے قلب میں حضرت عمر کی کتنی عظمت تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حضرت عمر ام المومنین کا کتنا ادب ملحوظ فرماتے تھے۔ ان کے قلب نازک پر ادنیٰ سا دباؤ بھی ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی لئے یہ بھی وصیت فرما دی کہ غسل و کفن کے بعد در اقدس پر حاضر ہوکر دوبارہ اجازت

عہ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶

عہ باب قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶۔ ثانی۔ الاعتصام۔ باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۹

[۱] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۲۵۔

110

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامُ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ

خدمت میں جاؤ۔ اور ان سے عرض کرو عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس کے بعد ان سے

قَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ

سوال کرو (کہ میں چاہتا ہوں) کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں (حضرت ابن عمر نے

قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ قَالَ أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ

ایسا ہی کیا) تو ام المومنین نے فرمایا اس جگہ اپنے لئے ارادہ رکھتی تھی آج انھیں اپنے اوپر ترجیح

أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَالِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ

دیتی ہوں جب وہ واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا تیرے پاس

قُلْ يَسْتَأْذِنُكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي وَإِلَّا

کیا خبر ہے؟ عرض کیا ام المومنین نے آپ کو اجازت دے دی۔ تو فرمایا اس آرامگاہ سے زیادہ

کی درخواست پیش کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حیات ظاہری میں رعب و دباؤ محسوس کرکے اجازت دی ہو۔ یہ اپنے حجرے میں دفن کی اجازت حضرت ام المومنین کا اتنا بڑا ایثار ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

فمن استخلفوا فهو الخليفة اس سے ظاہر ہوگیا کہ خلیفہ وقت اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لئے چند افراد کی کمیٹی بنا دے اور وہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں تو اس کی خلافت برحق ہے۔ اور اگر کسی کو نامزد کر دے تو وہ بھی خلیفہ برحق ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاروق اعظم کو نامزد کر دیا۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو انتخاب کا حق صرف ارباب حل و عقد اصحاب دین و دیانت عقل و فراست کو ہے۔ جیسے صدیق اکبر کا ہوا تھا۔

یزید کی نامزدگی صحیح نہیں تھی آجکل وہابیوں کے مختلف طبقات کے افراد اسکا بہت زور و شور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔ اس لئے سیدنا امام حسین کا خروج یقیناً بغاوت تھا اسلئے کہ جب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرمادی۔ تو وہ خلیفہ برحق ہوگئے۔ پھر جب انھوں نے یزید کو اپنا ولیعہد بنا دیا تو وہ بلاشبہہ خلیفہ برحق ہوگیا۔

اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے، اس خادم نے بھی اس پر، مقالات امجدی، میں سیر حاصل بحث کی ہے، جسے تفصیل کا شوق ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔ یہاں ایک اہم نکتے کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ کو غیر مشروط طور پر خلافت نہیں سپرد فرمائی تھی۔ کہ انھیں یہ حق حاصل ہوتا کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کریں۔ اس صلحنامے کی سب سے اہم اور بنیادی شرط یہ تھی۔ کہ تمھارے بعد خلافت کا حق مجھے ہوگا۔ اور میں خلیفہ ہوں گا۔ اس شرط کی رو سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی بھر خلافت کا حق تھا، اپنے

فَرُدُّوْنِیْ اِلٰی مَقَابِرِ الْمُسْلِمِیْنَ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ

میرے نزدیک کوئی چیز اہم نہ تھی۔ جب میری روح قبض کرلی جائے تو مجھے اٹھاکر (در دولت پر لے جانا)

النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ

پھر سب لوگ سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد اے عبداللہ تم عرض کرنا عمر بن خطاب آپ سے اجازت طلب

رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا فَسَمّٰى

کرتا ہے اگر پھر اجازت مرحمت فرمائیں تو وہاں مجھے دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لوٹا دینا

عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَّطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّسَعْدَ

میں خلافت کا زیادہ حقدار اس گروہ سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا

راضی رہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ میرے بعد یہ لوگ جسے خلیفہ بنادیں وہ خلیفہ ہے۔

اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ

اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد

بعد کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق ہی حاصل نہیں تھا اسلئے کہ وہ خلیفہ مطلق نہ تھے۔ ان کی خلافت مشروط و محدود تھی۔ اسلئے ان کا یزید کو ولیعہد بنانا صحیح نہ تھا۔ اور اس سے وہ کسی طرح خلیفہ نہ ہوا اس لئے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا یزید کے خلاف جد وجہد بغاوت نہیں تھی بلکہ خلافت علی منہاج النبوت کے احیاء کی سعی جمیل تھی۔

ثم الشہادۃ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ اس وقت اسلام کی شان وشوکت اوج ثریا سے ہمکنار تھی۔ غازیان اسلام ہند و چین، افریقہ کی سرحدیں پار کرچکے تھے۔ مدینہ طیبہ میں کسی جہاد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، بظاہر اس دعا کا قبول ہونا متعذر تھا۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ ایک اللہ کے محبوب بندے کی دعا کس طرح قبول ہوئی۔

واقعۂ شہادت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں عجمی غلام رہیں مگر حضرت عباس کا اصرار تھا کہ کوئی حرج نہیں۔ غالباً یہ اس بنا پر تھا کہ اہل عرب عموماً صنعت وحرفت سے ناآشنا تھے۔ اور عجمی اس کے ماہر تھے۔ حضرت عباس کا مقصود یہ رہا ہوگا کہ ان سے اہل عرب سیکھ لیں اور تمدن میں ترقی ہو۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک غلام تھا۔ ابولولؤ فیروز نام تھا۔ ایک دن وہ راستے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو ملا۔ اور درخواست کی کہ میرے اوپر میرے آقا نے ایک دینار یومیہ مقرر کر رکھا ہے، حضرت عمر

فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ

بن ابی وقاص کا نام لیا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں انصار کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے

بَعْدَ هٰذَا كُلِّهٖ فَقَالَ لَيْتَنِيْ يَا ابْنَ أَخِيْ وَذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا

امیر المومنین آپ کو اللہ عزوجل کی جانب سے بشارت ہو آپ قدیم الاسلام ہیں یا اسلام میں آپ کا جو مرتبہ ہے

لِيْ أُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ خَيْرًا

وہ جانتے ہیں پھر خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے عدل کیا پھر ان سب کے بعد شہادت نصیب ہوئی اس پر فرمایا کاش

أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوْصِيْهِ

اے بھتیجے یہ سب برابر سرابر ہوتا نہ مجھ پر عذاب ہو اور نہ ثواب ملے۔ اپنے بعد والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے

بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ

بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرے اور انصار کے لئے اچھائی کی وصیت

نے فرمایا۔ یہ کچھ زیادہ نہیں تو بڑھئی بھی ہے لوہار بھی ہے نقاش بھی ہے۔ پھر اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی چکی بنانا جانتا ہے جو ہوا سے چلے۔ اس نے کہا میں آپ کے لئے ایسی چکی بنا دوں گا جس کا غلغلہ پوری دنیا میں ہوگا حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ یہ سہ شنبہ کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن چہار شنبہ کو ابو لؤلؤ دو دھارا زہر آلود خنجر لئے ہوئے مسجد میں چھپا رہا۔ جب نماز فجر کی جماعت کا وقت ہوا تو فاروق اعظم نماز کے لئے مسجد آئے اور الصلوۃ الصلوۃ کہتے ہوئے مصلی پر کھڑے ہوئے کہ پیچھے سے ابو لؤلؤ نے آکر خنجر سے حملہ کر دیا۔ تین یا چھ زخم لگائے۔ ایک اتنا کاری تھا کہ ناف پار کر گیا تھا۔ حضرت عمر یہ فرماتے ہوئے، مجھے کتے نے مار ڈالا مجھے کتے نے مار ڈالا گر پڑے۔ ابو لؤلؤ دو طرفہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا، تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جنمیں چھ داصل بحق ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر چادر پھینک کر اسے دبوچ لیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب پھنس گیا ہوں تو اسی خنجر سے خودکشی کرلی حضرت عمر نے عبد الرحمن بن عوف کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور لوگ حضرت عمر کو اٹھا کر گھر لائے۔ گھر آکر دریافت فرمایا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ جب بتایا گیا کہ ابو لؤلؤ نے، تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ کسی مسلمان کا ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ ہوا۔ پھر طبیب کو بلایا۔ طبیب نے نبیذ پلائی جو بعینہ زخم سے باہر نکل آئی چونکہ نبیذ کا رنگ بھی سرخ ہوتا ہے اس لئے صحیح تشخیص نہ ہو سکی کہ نبیذ ہی نکلی ہے یا خون۔ پھر دودھ پلایا گیا۔ یہ بھی زخم سے باہر آگیا تو طبیب نے عرض کر دیا کہ اب امید زیست نہیں، جو کچھ کرنا ہے کر لیجئے، اس کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ مقرر فرمائی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب فرمایا۔ تین دن کے بعد وصال فرمایا اور یکشنبہ کو دفن ہوئے۔ تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۲۶ ذو الحجہ کو زخمی ہوئے اور یکم محرم کو دفن ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲۸ ذو الحجہ بروز دوشنبہ واصل بحق ہوئے۔ یہ حادثہ ۲۳ھ کا ہے۔ عمر مبارک

وَيُعْفِيَ عَنْ مُسِيئِهِمْ وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ أَنْ يُوفِيَ

کرتا ہوں جنھوں نے دار الہجرت کو مسکن بنایا اور سچے دل سے ایمان قبول کیا کہ انکے احسان کرنے والے کے احسان

لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا

کو قبول کرے اور لغزش کرنیوالوں کی لغزش سے درگزر کرے اور اللہ و رسول کے ذمے کی وصیت کرتا ہوں کہ انکے ساتھ کئے

فَوْقَ طَاقَتِهِمْ ع۵

گئے عہد کو پورا کرے۔ اور انکی حفاظت میں لڑے اور انھیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔

تریسٹھ سال ہوئی۔ مدت خلافت دس سال چھ مہینے کچھ دن ہے۔ اگر ۲۸ ذوالحجہ کو وصال ہوا تو چھ دن اور پہلی محرم کو ہوا تو دس یا گیارہ دن۔

لیتنی یہ ارشاد یا تو از راہ تواضع تھا یا اس بنا پر تھا کہ ایمان خوف و رجا کے مابین ہے ورنہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت کے بعد شبہے اور شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

بالمهاجرين الاولين مہاجرین اولین کے بارے میں تین قول ہیں، ایک یہ کہ وہ حضرات ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے خواہ حقیقۃً خواہ حکماً۔ یہ تفصیل ہم نے اس لئے کی کہ شرکا، بدر کی مجموعی تعداد تین سو تیرہ ہے مگر میدان کارزار میں تین سو پانچ حضرات ہی تھے۔ اسی مہاجرین اور بقیہ انصار کرام، آٹھ حضرات جنگ میں شریک نہ ہوئے مگر انھیں بدر کے مال غنیمت سے حصہ ملا۔ اور بالاتفاق وہ اصحاب بدر میں سے ہیں۔ ایک حضرت ذوالنورین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ طیبہ روک دیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو قریش کے کاروان تجارت کے تجسس میں بھیجے گئے تھے اور پانچ انصار کرام ہیں ان کے اسماء گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ مہاجرین اولین وہ حضرات ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہو اس کا حاصل یہ ہوا کہ جن حضرات نے تحویل قبلہ کے پہلے ہجرت فرمائی۔ تیسرے وہ حضرات جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے ہوں، جن کی تعداد چودہ سو ہے۔

الذین تبوؤا الدار والایمان الدار۔ سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ امام حسن بصری نے فرمایا، مدینہ طیبہ کے ناموں میں سے ایک۔ الایمان۔ بھی ہے۔ اور اگر یہاں ایمان کے معنیٰ شرعی مراد لیا جائے تو اس کا عامل محذوف ہے۔ یعنی۔ اجابوا الی الایمان۔ جنھوں نے صدق دل سے ایمان قبول کیا۔ انصار کرام اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ عمرو بن عامر نے جب سد مآرب۔ کما تباہی کے آثار دیکھے تو وہاں سے ترک سکونت کر کے باشارۂ غیبی مدینہ طیبہ آکر بس گئے۔ انھیں کی نسل میں حارثہ یا ثعلبہ العنقاء ہے۔ اوس۔ خزرج، اسی کے فرزند ہیں جن سے انصار کرام ہیں۔

ع۵ باب قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶، مناقب عثمان۔ باب قصۃ والبیعۃ والاتفاق علیٰ عثمان ص ۵۲۴

۸۱۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا عـ۵
فرمایا مردوں کو برا مت کہو۔ کیونکہ انھوں نے جو کچھ آگے بھیجا تھا اس کا بدلہ پا چکے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محبوبان بارگاہ کے قریب دفن ہونے کی تمنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ تاکہ ان پر نازل ہونے والی رحمتوں اور زائرین کی دعائے خیر سے انھیں بھی نفع ہو۔

تشریحات ۸۱۶ الاموات پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد مسلمان مردے ہیں۔ جو فاسق معلن نہ ہوں اسکی دلیل ابوداؤد[۱] اور ترمذی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم۔ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور انکی برائیوں سے منھ بند رکھو۔ فاسق معلن کے بارے میں عمدۃ القاری[۲] میں محدث ابن بطال کا یہ قول مذکور ہے وان کان فاسقاً معلناً فلا غیبۃ لہ فکذلک المیت۔ فاسق معلن کے فسق کو بیان کرنا غیبت نہیں۔ اسی طرح فاسق معلن میت کا بھی جیساکہ حدیث میں فرمایا اذکروا الفاسق بما فیہ متی یحذرہ الناس۔ فاسق کے فسق کو بیان کرو ورنہ لوگ اس سے کیسے بچیں گے۔ نیز اس حدیث میں۔ الاموات ۔ سے صرف مسلمان مراد ہونا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے بھی ظاہر جسے امام بخاری نے اس باب کے بعد، باب ذکر شرار الموتی۔ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے جسمیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا۔ تیرے لئے دن بھر بربادی ہو۔ تو سورہ تبت یدا، نازل ہوئی جس کی پہلی آیت یہ ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوگیا۔ یہاں دوسرے نسخے میں علیہ لعنۃ اللہ ہے۔ اسی کو علامہ عینی نے لیا ہے۔ اور ایک نسخے میں لعنہ اللہ ہے۔ اسے سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے لیا ہے۔ اسی سے باب کی مطابقت ہے۔ کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت ابن عباس اس پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ نیز یہ بتاتا ہے کہ ابولہب ہی کے بارے میں سورہ تبت یدا نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اس کی ہجو اور برائی ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ کفار کی برائی بیان کرنی جائز ہے اگرچہ وہ مرگئے ہوں۔
البتہ اگر مرنے والے کفار کے اہل وعیال مسلمان ہوں اور ان کے کافر ماں باپ اصول کی برائی کرنے سے انھیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے۔ کہ اب یہ ایذاء مسلم ہے اور ایذاء مسلم جائز نہیں۔ جیساکہ حضرت ابن عباس ہی سے امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ کسی انصاری نے حضرت عباس کے کسی ایسے رشتہ دار کو جو کہ عہد جاہلیت میں مرچکے تھے برا کہا تو مشتعل ہوکر حضرت عباس نے اس انصاری کو تھپڑ مار دیا۔ اس پر انصار بھڑک گئے کہنے لگے ہم

عـ۵ الجنائز۔ باب ماینھی من سب الاموات ص ۱۸۷۔ نسائی جنائز۔ [۱] ثانی۔ الادب۔ باب فی النھی عن سب الموتی ص ۳۱۵ [۲] اول۔ الجنائز۔ باب آخر ھ ۱۲۱ [۳] جلد ثامن ص ۲۳۰۔

انتقام لیں گے یہاں تک کہ ہتھیار لگا کر آگئے۔ اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو ممبر پر تشریف لے گئے اور انصار سے فرمایا۔ عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ ہمارے مردوں کو برا نہ کہو کہ ہمارے زندوں کو اذیت پہنچاؤ۔ انصار نے عرض کیا ہم حضور کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایک دفعہ ابولہب کی صاحبزادی حضرت سُبَیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے بنت حطب النار کہدیا۔ انھوں نے خدمت اقدس میں شکایت کی تو جلال آگیا ارشاد فرمایا ما بال اقوام یوذوننی فی قرابتی من اذانی فقد اذی اللہ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کیوجہ سے مجھے ایذا دیتے ہیں۔ جسنے مجھے ایذا دی اُسنے اللہ کو ایذا دی۔

ان سب کے باوجود ضرورت شرعیہ کے وقت مسلمانوں کے معائب بقدر ضرورت بیان کرنا کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہے اگرچہ وہ مرچکا ہو۔ مثلاً راویان احادیث پر جرح، گواہوں پر جرح وغیرہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے لغوی معنی یہ ہیں۔ پاک کرنا۔ درست کرنا۔ بڑھنا۔ مدح۔ شریعت میں زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں۔ مال کے ایک حصے کا جو شرع نے مقرر فرمایا ہے اللہ کے لئے کسی مسلمان فقیر وغیرہ کو مالک کردینا بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی نہ ہو۔ زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت قطعی اجماعی ہے۔ جو اس کا منکر ہو کافر ہے اور جو نہ دے مستحق قتل ہے۔ اور تاخیر کرنیوالا فاسق، مردود الشہادۃ ہے۔ اگر کسی بستی والے یا کوئی جماعت زکوٰۃ نہ دے تو سلطان اسلام کو اس سے قتال کا حکم ہے۔ یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی ہے [۱]

زکوٰۃ ہر مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر فرض ہے جو ایسے مال نامی کا مالک ہو جو بقدر نصاب ہو اور اس پر پورا سال گزرچکا ہو اور حوائج اصلیہ سے فاضل ہو۔ مال نامی تین چیزیں ہیں۔ سونا چاندی خواہ ان کی سلیں ہوں یا زیور، برتن یا سکے اگرچہ رکھے ہوئے ہوں۔ مال تجارت۔ کچھ بھی ہو۔ چرائی کے جانور۔

فرضیت کے دلائل اس کا فرض ہونا قرآن مجید کی کثیر آیتوں سے ثابت ہے۔ یہاں امام بخاری نے صرف ایک آیت۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ذکر فرمائی ہے یہ آیت چھ سورتوں میں مذکور ہے۔ سورۃ بقرہ میں تین جگہ آیت ۴۳۔ آیت ۸۲۔ آیت ۱۱۰۔ سورۃ نساء آیت ۷۷۔ سورہ نور آیت ۵۶۔ سورہ مزمل۔ آیت ۲۰۔ سورہ حج آیت ۷۷۔ اور سورہ مجادلہ آیت ۱۲۔ میں۔ یہاں ابتداء میں واؤ کے بجائے

---

[۱] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۳۰ [۲] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۵۵

۸۱۷ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اُدْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا
علیہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا (پہلے) ان کو اس کی دعوت دو
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ
کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ اسے قبول کرلیں

فا ہے۔ فاقیموا الصلوۃ۔ اب یہ حقیقت میں آٹھ آیتیں ہوئیں ان سب میں۔ آتوا الزکوۃ۔ میں امر ہے جو وجوب کے لئے ہے۔ جس سے فرضیت قطعی طور پر ثابت۔ مزید براں اس کی فرضیت کی دلیل میں چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ اول حدیث ہرقل۔ جو مفصل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اس میں ہے۔ یامرنا بالصلوۃ والزکوۃ والصلۃ والعفاف حضرت ابوسفیان نے ہرقل کو بتایا۔ کہ یہ (نبی) ہمیں نماز زکوۃ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں۔ یہ بھی فرضیت پر قطعی ہے۔ دوم حدیث معاذ۔ جسمیں نص صریح ہے۔ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم۔ اللہ عزوجل نے ان کے مال میں صدقہ فرض فرمایا۔ جو ان کے مالداروں سے لیا جائے اور ان کے فقیروں پر تقسیم کیا جائے۔ سوم یہ حدیث کہ ایک صاحب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ تو فرمایا۔ اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر۔ اور نماز قائم کر اور زکوۃ دے۔ اور صلہ رحمی کر۔ چہارم حدیث اعرابی جو قریب قریب اسی مضمون کی ہے۔ پنجم۔ حدیث عبدالقیس۔ ششم۔ مانعین زکوۃ کی حدیث۔ انھیں چھ احادیث پر انحصار نہیں۔ اس کی فرضیت کی کثیر احادیث ہیں۔ جن میں کچھ بہار شریعت حصہ پنجم کے شروع میں درج ہیں۔

۸۱۷ زکوۃ ہی میں ص۲۰۳ پر اور مغازی میں یہ زائد ہے۔

تشریحات فایاک وکرائم الاموال واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب۔ زکوۃ میں عمدہ مال لینے سے بچو اور مظلوم کی دعا سے ڈرو اسلئے کہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

مظالم میں صرف اخیر کا حصہ ہے۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ربیع الآخر ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن بھیجا تھا۔ یمن پر پانچ حضرات کا تقرر ہوا تھا۔ جندل پر حضرت معاذ کا۔ زبید عدن ساحل پر حضرت ابوموسیٰ کا۔ خالد بن سعید کا صنعا پر۔ مہاجر بن امیہ کا کندہ پر اور زیاد بن لبید کا حضرموت پر۔ حضرت معاذ کا والی اور قاضی کے عہدے پر تقرر ہوا تھا اور انھیں کے ذمہ یہ بھی تھا کہ عاملین سے زکوۃ وصول کریں۔

اَنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ فَاِنْ

تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ اگر یہ بھی مان لیں تو

ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً

انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان کے اموال میں صدقہ فرض فرمایا ہے جو ان کے

فِیْ اَمْوَالِھِمْ تُوْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَائِھِمْ ع۵

مالداروں سے لیا جائے اور ان کے محتاجوں پر لوٹا دیا جائے۔

یمن میں نصرانی بھی تھے۔ اس کی طرف دوسری روایتوں میں اشارہ بھی ہے کہ فرمایا۔

تم عنقریب ایسے لوگوں کی پاس جاؤگے جو اہل کتاب ہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار کو قتال سے پہلے اسلام کی دعوت دینی چاہیے (۲) مومن ہونے کے لئے زبان سے اقرار ضروری ہے (۳) بعض حضرات نے حدیث کے اس جزء سے کہ زکوٰۃ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے محتاجوں پر تقسیم کی جائے۔ یہ استدلال کیا ہے کہ ایک جگہ کی زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب تھا۔ خراسان سے زکوٰۃ آئی تو انھوں نے اسے خراسان لوٹا دیا۔ مگر اس پر امت کا اجماع ہے کہ دوسری جگہ کے فقراء کو اگر زکوٰۃ دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ اس حدیث میں فقرائھم میں ضمیر کا مرجع مسلمین ہیں۔ یا یہ کہ یہ ارشاد بطور استحباب خاص ان لوگوں کے لئے اس بنا پر تھا کہ وہاں کے فقراء زیادہ ضرورت مند رہے ہوں گے (۴) علامہ طیبی وغیرہ نے توخذ من اغنیائھم سے استدلال کیا کہ نابالغ بھی اگر مالک نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، ہمارے یہاں واجب نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یفیق[۱]

تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا جبتک جاگ نہ جائے۔ بچہ جبتک بالغ نہ ہو جائے اور پاگل جب تک صحتمند نہ ہو جائے۔

ترمذی وغیرہ میں جو یہ حدیث ہے کہ فرمایا جو کسی یتیم کا ولی ہو اسے چاہئے کہ تجارت کرے کہ اس کا مال صدقہ یا

ع۵ الزکوٰۃ۔ باب وجوب الزکوٰۃ ص ۱۸۷ باب لا توخذ کرائم اموال الناس ص ۱۹۶۔ باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء و ترد الی الفقراء ص ۲۰۲۔ المظالم الاتقاء الحذر عن دعوۃ المظلوم ص ۳۳۱۔ ثانی المغازی۔ باب بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن ص ۶۲۳۔ التوحید۔ باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ ص ۱۰۹۶۔ مسلم۔ ایمان ابوداؤد، زکوٰۃ۔ ترمذی۔ زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ۔ دارمی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ زکوٰۃ۔

[۱] ابن ماجہ۔ الطلاق۔ باب طلاق المعتوہ ص ۱۴۱۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۰۰ —

حدیث ۸۱۸ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ
حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِیْ عَنْ عَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ
نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں
قَالَ مَالَہٗ مَالَہٗ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَبٌ مَالَہٗ
داخل کردے۔ فرمایا۔ تو لوگوں نے کہا اسے کیا ہوگیا اسے کیا ہوگیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ
نے فرمایا اسے اس سوال کی حاجت ہے۔ اللہ کی عبادت کر اس حال میں کہ اسکا کسی کو شریک مت

زکوۃ نہ کھائے، ضعیف ہے۔ (۵) یہ حدیث اس پر نص ہے کہ زکوۃ کی ادائگی صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم میں مذکور آٹھوں اصناف کو دیا جائے۔ کسی ایک صنف کو دینا کافی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں صرف فقراء میں تقسیم کرنے کو فرمایا (۶) کسی پر ظلم حرام وگناہ ہونے کے ساتھ ظالم کی تباہی کا بھی باعث ہے اسلئے کہ مظلوم کی آہ رائگاں نہیں جاتی اگرچہ مظلوم فاسق وفاجر حتی کہ کافر ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے دعوۃ المظلوم مستجابۃ وان کان فاجرا ففجورہ علی نفسہ [۱] مظلوم کی دعا مقبول ہے اگر وہ فاجر ہے تو اسکا فجور اسکی ذات پر ہے۔ حدیث مذکور بعض طرق سے مسند امام احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس میں وان کان کافرا [۲] زائد ہے۔ واضح ہو کہ چوری ڈاکہ زنی کی سزا دینا ظلم نہیں بحکم شریعت تادیبی کاروائی ہے۔ بلا جرم ناحق ستانا یا شریعت کی مقرر کردہ سزا سے زائد دینا ظلم ہے۔

تشریحات ۸۱۸ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ عرض کرنے والے خود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دے۔ راوی کہتے ہیں گویا حضور سواری پر تھے۔ یعنی سائل نے یہ سوال ایسے وقت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر تھے۔ کہیں جانے کا قصد تھا یا کہیں جا رہے تھے اثناء راہ میں سائل نے سواری کی نکیل پکڑ کر روکی اور وہ سوال کیا۔ اسی وجہ سے لوگوں کو تعجب ہوا اور بول پڑے اسے کیا ہوگیا ہے اسے کیا ہوگیا ہے۔ اور حضور نے فرمایا ضرورت مند ہے پوچھنے دو۔ حضرت سیدنا ابوایوب جیسے سراپا ادب واخلاص سے یہ حرکت مستبعد ہے یہ شان کسی اعرابی ہی کی ہوسکتی ہے۔ اسلئے حضرت علامہ ابن حجر کی یہ رائے زیادہ وقیع ہے کہ یہ اور اس کے بعد والی حدیث ایک ہی ہے۔ اب باب کا اثبات بھی واضح ہو جائے گا اس لئے اس میں تؤدی الزکوۃ المفروضۃ ہے۔ اسکی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ ایک اعرابی

[۱] عمدۃ القاری سادس ص ۲۳۸ [۲] ایضا

حدیث ۸۱۹

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا ؏۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ فرمایا اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرا اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کا روزہ رکھ ان اعرابی نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے اس پر کچھ زیادہ نہ کرونگا۔ جب وہ چلے گئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو اس دیہاتی کو دیکھے۔

حدیث ۸۲۰

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۴ وَتَصِلُ الرَّحِمَ ؏۵

کرنا اللہ نماز قائم رکھنا زکوٰۃ دیتے رہنا اور صلہ رحمی کرتے رہنا۔

نے راستہ روکا اونٹنی کی نکیل تھام لی اور وہ سوال کیا۔

تشریحات ۸۱۹ جلد اول ص ۳۰۳ پر اسی مضمون کی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی توجیہات وہاں دیکھ لیں۔ صرف دو باتیں معروض ہیں۔ عقلاً عادۃً یہ ممکن تھا کہ یہ شخص اسکی خلاف ورزی کرتا۔ معاذ اللہ مرتد بھی ہو سکتا تھا اسکے باوجود اسے جنتی کہنا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کی دلیل ہے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قدرت تھی کہ یہ معلوم کر لیں کہ کس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور کس کا نہیں۔

تشریحات ۸۲۰ کفر من کفر من العرب۔ مرتدین کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے تابع ہو گئے۔ دوسرے وہ جو کسی دین کے پابند نہ تھے۔ دہریے ملحد ہو گئے۔

؏۵ الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ ص ۱۸۷۔ ثانی۔ الادب۔ باب فضل صلۃ الرحم ص ۸۸۵ مسلم ایمان۔ نسائی صلوٰۃ و علم۔

؏۵ ایضاً مسلم۔ ایمان۔ مسند امام احمد ثانی ص ۳۴۲۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ
وسلم کا وصال ہوگیا اور ابو بکر خلیفہ ہوئے اور اہل عرب میں سے
مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ
کچھ نے کفر کیا تو عمر نے فرمایا آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ
النَّاسَ حَتَّىٰ يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ
وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا
مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ وَاللهِ
اس نے اپنا مال اپنی جان محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور اسکا حساب اللہ پر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے یہی دونوں مراد ہیں۔ رہ گئے مانعین زکوٰۃ، ان پر اس عہد میں حکم کفر درست نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ عام اعراب دیہاتی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انہیں زکوٰۃ کی فرضیت کا علم نہ تھا۔ پھر کچھ ایسے بھی تھے جنھیں ان کے رؤسا نے بہکا کر زکوٰۃ وصول کرکے خود ہی تقسیم کرلیا تھا۔ یہ خلیفۂ اسلام کو زکوٰۃ دینے سے منکر تھے۔ ان کو باغی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے ان سے قتال کے بارے میں ابتدا میں اختلاف ہوا۔ آج جبکہ زکوٰۃ کی فرضیت ہر عام و خاص کو معلوم ہے اگر کوئی زکوٰۃ، فرض ہونے سے انکار کرے گا تو ضرور کافر ہو جائے گا۔

اس کی اطلاع جب مدینہ پہنچی تو بلا توقف حضرت ابو بکر نے ان سب سے لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

اب یہاں دو سوال پیدا ہوگیا۔ اول یہ کہ حالات قتال کے قطعاً مساعد نہ تھے۔ مدینہ طیبہ اور اطراف میں منافقین ابلے پڑے تھے۔ ذراسی غفلت اور کمزوری پر ان سے اندرونی خلفشار کا اندیشہ قوی تھا۔ دوسرے یہ کہ وصال کے قبل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کی جانب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا تھا جو جرف پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ مزاج اقدس کی بہت زیادہ ناسازی اور پھر وصال کی خبر سنکر رک گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے باوجود فہمائش کے اس لشکر کو روکا نہیں بلکہ روکنے کے لئے اصرار کرنے پر فرمایا، جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے اور جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھولا ہے۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی مجال نہیں کہ اسے روکے اور وہ جھنڈا باندھے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔

لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ

ابو بکر نے کہا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا اس سے ضرور ضرور لڑوں گا زکوۃ حق مال ہے

حَقُّ الْمَالِ - وَاللّٰہِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَھَا اِلٰی رَسُوْلِ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر بکری کا چھوٹا سا بچہ بھی زکوۃ میں دیتے تھے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا قَالَ

اگر اس کے بھی دینے سے انکار کریں گے تو ان سے اس پر ضرور لڑوں گا۔ اب حضرت عمر نے کہا

عُمَرُ فَوَاللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ ۱۴

بخدا اللہ نے ابو بکر کے سینے کو قتال کیلئے کھولدیا تھا۔ اب میں نے پہچانا کہ یہی حق ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ اندرونی دسیسہ کاروں سے اندیشہ ہے۔ اور چیدہ چیدہ افراد ایک مہم پر جا چکے ہیں ان مرتدین سے قتال کامیاب ہوگا یا نہیں یہ ایک بہت بنیادی سوال تھا مگر دوسری طرف اس سے بھی اہم سوال یہ تھا کہ اگر سستی برتی جاتی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو کیا ہوتا؟ جب یہ منظم ہو جاتے قوت پکڑ جاتے اور پھر انہیں دیکھکر اور مذبذبین ایسا کر دیتے تو اس سے جو نتیجہ نکلتا وہ اسلام کی بربادی تباہی ہوتی۔ اسی لئے جانشین رسول نے اسلام کی بقا و تحفظ کے لئے اعلان جہاد فرما دیا۔

فقال عمر حضرت فاروق اعظم کو تردد صرف مانعین زکوۃ سے جہاد کرنے میں تھا۔ بحث و تمحیص کے بعد حضرت فاروق اعظم کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ حق وہی ہے جو صدیق اکبر کہتے ہیں۔ اس طرح باتفاق صحابہ ان تینوں قسم کے لوگوں سے جہاد شروع ہوا۔ اللہ عزوجل نے اپنے دین کی مدد فرمائی اور سارے مرتدین کا قلع قمع ہو گیا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی مارے گئے اور مانعین زکوۃ راہ راست پر آگئے اور پورا عرب اسلام خالص سے مالامال ہو گیا۔ اسی سے متاثر ہو کر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا:

لقد قام ابو بکر یوم الردۃ مقام نبی من الانبیاء یوم ردت ابو بکر نے ایک نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

اصابت رائے بروقت ضروری اقدام اور اعلیٰ کامیابی کی اس سے بہتر نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے اس وقت کے حالات کے پیش نظر انسان اپنے تدبیر پر بھروسہ کر کے اتنا اہم اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جبتک کہ منجانب اللہ وہ مؤید نہ ہو۔ زکوۃ کی فرضیت حضرت صدیق اکبر کی اس ارشاد سے ثابت ہے کہ۔ جو نماز و زکوۃ کے مابین فرق کرے گا اس سے لڑوں گا۔

لو منعونی عناقا عَنَاق۔ بکری کے سال بھر سے کم عمر کے بچے کو کہتے ہیں اور بعض روایتوں میں عقالا ہے یعنی جانور باندھنے کی رسی یہ برسبیل مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی حقیر چیز بھی زکوۃ میں دیتے تھے اب نہ دیں گے تو ان سے جہاد کروں گا۔

۱؎ الزکوۃ۔ باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۸۔ ثانی۔ استتابۃ المعاندین والمرتدین۔ باب قتل من ابی قبول الفرائض ص ۱۰۲۳۔ الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۱۔ مسلم۔ الایمان۔ ابوداؤد۔ الزکوۃ۔ ترمذی الایمان۔ نسائی۔ المحاربۃ۔ الجہاد۔

۸۲۱ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْاَعْرَجِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاْتِي الْاِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ اِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَاُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَاْتِي الْغَنَمُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى

حدیث عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اونٹ میں سے اس کا حق نہ دیا جائے تو قیامت کے دن جیسا تھا اس سے بہتر ہوکر اپنے مالک کے پاس آئے گا اور اسے اپنے پاؤں سے کچلے گا اور

تشریحات ۸۲۱ مسلم شریف میں یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ یوں مذکور ہے، کہ فرمایا سونے اور چاندی کا مالک جو اس کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس سے سونے اور چاندی کی چادر بنائی جائے گی اور اسے جہنم کی آگ سے تپا کر اس کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ یہ چادر جب ٹھنڈی ہو جائے گی، تو پھر تپائی جائے گی اور پھر داغا جائے گا اسی طرح اس دن میں جو پچاس ہزار برس کا ہوگا، دن بھر یہی کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہوگا۔ اب یہ شخص اپنا راستہ دیکھے گا یا جنت کا یا دوزخ کا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور اونٹ تو فرمایا۔ جو اونٹ کا مالک اونٹ کا حق ادا نہ کرے اور اونٹ کا حق یہ بھی ہے کہ جس دن پانی پر اترے اسی دن دوہا جائے تو یہ اونٹ بہت تندرست ہوکر آئیں گے اور اس کے مالک کو برابر میدان میں لٹایا جائے گا وہ اونٹ اسے روندیں گے اور منھ سے کاٹیں گے۔ جب پچھلی جماعت گزر جائے گی تو پھر اگلی آئے گی اور اس دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا دن بھر یہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل بندوں کا فیصلہ فرما دیگا، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا، خواہ جنت کی خواہ جہنم کی اور گائے بکری کے بارے میں بھی فرمایا، اگر ان کا حق ادا نہ کیا تو ان کے مالک کو ہموار میدان میں لٹایا جائے گا اور وہ سب گائیں اور بکریاں آئیں گی نہ ان میں کوئی مڑے ہوئے سینگ کی ہوگی نہ بے سینگ کی نہ ٹوٹے ہوئے سینگ کی۔ یہ سب سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور کھروں سے کچلیں گی۔ جب ایک جماعت گزرے گی تو دوسری آئے گی۔ اس دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ دن بھر یہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل بندوں کے مابین فیصلہ فرما دیگا۔ اب یہ اپنا راستہ دیکھے گا، جنت کا یا دوزخ کا۔

ان تحلب علی الماء عرب کی عادت تھی جب چوپائے پانی پینے کیلئے تالاب یا چشمے یا کنوئیں پر جاتے تو انھیں دوہتے اس موقع پر محتاج تنگدست جمع ہو جاتے کہ انھیں بھی کچھ دودھ مل جائے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو جانور وہاں نہیں دوہتے تاکہ کسی کو کچھ دینا نہ پڑے، اسی پر یہ فرمایا۔ یہ ارشاد مکارم اخلاق سے ہے۔

لا املك لك شيئا یہ ارشاد یا اس بنا پر ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شفاعت سے روک دیا گیا ہے، یا یہ

خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَأُهُ بِأَظْلَافِهَا وَ تَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا

اور جب بکری میں اس کا حق نہ دیا جائے تو وہ قیامت کے دن جیسی تھی اس سے بہتر ہو کر اپنے

قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

مالک کے پاس آئے گی اور اسے اپنے پاؤں سے کچلے گی اور اپنے سینگوں سے مارے گی۔

بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ

فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اسے پانی پر دوہا جائے فرمایا تم میں کوئی قیامت کے دن اپنی گردن

لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُوْلُ

پر بکری لادے نہ آئے جو بول رہی ہو اور کہے یا محمد (فریاد ہے) اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے

يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ ع۵

پہنچا دیا تھا اور کوئی اپنی گردن پر اونٹ لادے نہ آئے جو بول رہا ہو اور کہے اے محمد (فریاد ہے) اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں نے پہنچا دیا تھا

حدیث ۸۲۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهُ مُثِّلَ لَهُ

جسے اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کا یہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا

مَالُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ

جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی یہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے میں لپٹ جائے گا پھر اس کے

ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ یہ افادہ مقصود ہے کہ ایسے لوگوں کی میں بھی کوئی مدد نہیں کروں گا۔ جب کہ سب کچھ میں نے بتا دیا تھا۔

تشریحات ۸۲۲ اقرع کے معنی گنجے کے ہیں۔ ہر سانپ گنجا ہوتا ہے کسی سانپ کے سر پر بال نہیں ہوتا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ زیادہ مدت تک زہر جمع رہنے سے اس کے سر سے کھال کی ایک آدھ تہ جھڑ جاتی ہے زبیبتان۔ زبیب کے معنی اصل میں جھاگ کے ہیں۔ یہاں مراد سیاہ نکتہ ہے جسے چتی کہتے ہیں یہ چتیاں یا تو دونوں آنکھوں کے اوپر ہوتی ہیں یا سر پر یا منہ کے دونوں کناروں پر یا حلق کے نیچے کچھ گوشت لٹکتا ہے وہ مراد ہے۔ ظاہر پہلا دو معنی ہے۔ چتی دار یہ سانپ سب سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ع۵ الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ص ۱۸۸ ۔ مسلم زکوٰۃ ابو داؤد نسائی کلاھما مختصراً فی الزکوٰۃ ۔

يَاخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ اَنَا مَالُكَ اَنَا

دونوں جبڑوں کو بھبوڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں

كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ بِمَا اٰتَاهُمُ

میں تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی اللہ عزوجل نے فرمایا جو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ

اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ اسے ہرگز اپنے

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عـه

لئے اچھا خیال نہ کریں بلکہ یہ انکے لئے برا ہے۔ جس مال میں بخل کیا جائے وہ قیامت میں انکے گلے کا طوق بنایا جائیگا۔

حدیث ۸۲۳ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

خالد بن اسلم نے کہا ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ نکلے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اَخْبِرْنِيْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

تو ایک دیہاتی نے کہا مجھے اللہ کے اس ارشاد کا مطلب بتائیے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کو

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ

جمع رکھتے ہیں۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا جس نے انھیں جمع کیا

كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا فَوَيْلٌ لَّهٗ اِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ

اور اس کی زکوۃ نہ دی اس کے لئے ہلاکت ہے یہ زکوۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا

تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِّلْاَمْوَالِ عـه

جب زکوۃ نازل ہوگئی تو اللہ نے اسے مالوں کو پاک کرنیوالا بنا دیا۔

تشریحا ۸۲۳ سورہ توبہ میں فرمایا گیا۔ آیت ۳۴

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ـ

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

عـه الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ص ۱۸۸ ثانی تفسیر سورۃ آل عمران باب قولہ ولا تحسبن الذین یبخلون ص ۶۵۵ نسائی زکوۃ۔ عـه الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز ص ۱۸۸ ثانی تفسیر سورہ توبہ باب قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ص ۲۷۲ نسائی زکوۃ۔

111

۸۲۴ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ يَّقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث یحییٰ بن عمارہ نے کہا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے

لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَّلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذُوْدٍ

ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹ سے

صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ ع۵

کم میں اور نہ پانچ وسق سے کم ہیں۔

اس آیت کا صریح مطلب یہ ہے کہ سونا چاندی جمع نہ کیا جائے جو آئے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ اس لئے ان اعرابی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا مطلب پوچھا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا۔ زکوٰۃ کے مشروع ہونے سے پہلے یہی حکم تھا۔ مگر زکوٰۃ کے حکم کے بعد بقدر زکوٰۃ مال دیدینے کے بعد جو بچے اس کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ اور اب بھی زکوٰۃ نہ دینے کی صورت میں یہی وعید ہے۔

تشریحات ۸۲۴ ص ۱۹۶ پر تھوڑی سی تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم کھجور میں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں۔ اواق۔ اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس طرح چاندی کی نصاب دو سو درہم ہوئی۔ اور ایک درہم تین ماشے ۱⅕ رتی کا۔ اس طرح چاندی کی نصاب ۵۲½ تولے ہوئی۔ انگریزوں کے عہد میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا وہ سوا گیارہ ماشے کا تھا۔ ان روپوں سے نصاب چھپن روپے بھر ہوئی۔ سونے کی نصاب بیس مثقال ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا۔ اس طرح سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہوئی۔ موجودہ رائج اعشاریہ وزن سے چاندی کی نصاب ۶۴۲ گرام ۹۶ ملی گرام ہے۔ اور سونے کی ۹۱ گرام ۲۸۰ ملی گرام۔ اونٹ کی نصاب پانچ اونٹ ہے۔ یہ متفق علیہ ہے غلے کی نصاب پانچ وسق ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کو وسق کہتے ہیں۔ مگر مختار یہ ہے۔ ساٹھ صاع کا ایک وسق ہے۔ اس طرح غلے کی نصاب تین سو صاع ہوئی۔ اس سے کم پیداوار میں عشر نہیں۔ یہی امام شافعی، امام ابو یوسف امام محمد کا مذہب ہے۔ مگر امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ زمین کی پیداوار کی کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب ہے۔ ان کی دلیل خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ ص ۲۰۱ والی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ فرمایا:

فيما سقت السماء والعيون اوكان عثريا العشر وما سقى بالنضح نصف العشر۔

جسے بارش یا چشمے سینچیں یا بے سینچے پیداوار ہو جائے اس میں عشر ہے اور جو چھڑک کر سینچی جائے اس میں

ع۵ الزکوٰۃ باب ما ادی زکوٰتہ فلیس بکنز۔ باب زکوٰۃ الورق ص ۱۹۴ باب لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ ص ۱۹۶ باب لیس فیما دون خمس اوسق صدقۃ ص ۲۰۱ مسلم زکوٰۃ ابوداؤد زکوٰۃ۔ ترمذی زکوٰۃ — نسائی زکوٰۃ۔ ابن ماجۃ زکوٰۃ۔

111

۸۲۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ

حدیث زید بن وہب نے کہا میں ربذہ سے گزرا تو میری ملاقات ابوذر سے ہوئی

قُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَ

میں نے ان سے کہا کس چیز نے آپ کو اس جگہ پہنچایا تو انھوں نے فرمایا میں شام میں تھا

مُعَاوِيَةُ فِي الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي

مجھ میں اور معاویہ میں اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں

سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِينَا

اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دو معاویہ نے کہا یہ

اس حدیث میں کلمہ ما عام ہے قلیل وکثیر سب پر صادق ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل واجب۔ اس لئے زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب۔ مفصل بحث عشر کے بیان میں اس حدیث کے تحت آرہی ہے۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے۔ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ کنز نہیں۔ یعنی وہ کنز نہیں جس پر وعید آئی ہے۔ جب یہ نص وارد ہوگئی کہ پانچ اوقیے سے کم چاندی اور پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ تو ثابت اس سے کم جمع کرنا بلاشبہہ جائز یا زکوٰۃ دیدینے کے بعد یہ مقدار بھی جمع کرنا بلاکراہت جائز۔ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد پانچ اوقیے چاندی بلکہ انتالیس درہم مزید رکھنا درست۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے کے بعد پانچ بلکہ نو اونٹ تک رکھنا درست تو اگر اس مقدار سے زیادہ بھی ہو اور زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ تو اس کا جمع کرنا بلاکراہت درست ہوگا اور یہ وہ کنز نہ ہوگا جو ممنوع ہے۔

تشریحات ۸۲۵ جلد اول میں گزر چکا کہ ربذہ مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ بنادی تھی۔ مسند ابو یعلی میں انھیں زید بن وہب سے مروی ہے کہ خود حضرت ابوذر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر جب مدینے کی آبادی کوہ سلع تک پہنچ جائے تو تم شام چلے جانا۔ اسی ہدایت کے بموجب جب مدینہ طیبہ کی آبادی کوہ سلع تک پہنچ گئی تو یہ شام دمشق چلے گئے، وہاں اسوقت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی تھے۔ حضرت ابوذر کا مذہب یہ تھا کہ جتنی آمدنی ہو حاجت سے جو بچے سب کا صدقہ کرنا فرض ہے۔ حاجت سے زائد جمع کرنا حرام ہے۔ آدمی بہت پر جوش اور جری تھے۔ اپنے اس مسلک کی علانیہ تبلیغ فرماتے تھے۔ اس سے وہاں ایک خلفشار مچا ہوا تھا۔ چونکہ سابقین اولین میں سے اور بہت معزز صحابی تھے۔ اس لئے عوام کا رجحان ان کی طرف زیادہ تھا۔ آخر حضرت معاویہ سے زوردار گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوذر نے آیت کریمہ مذکورہ تلاوت فرمائی۔ انکا اجتہاد یہ تھا کہ اس آیت میں ولا ینفقونہا سے مراد بقدر حاجت سے جو زائد ہو سب کا سب خرچ کرنا ہے۔ صرف بقدر زکوٰۃ صرف کرنا مراد نہیں۔ اور معاویہ

وَفِيهِمْ فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذٰلِكَ فَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ يَشْكُونِي فَكَتَبَ

اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے دونوں کے بارے میں نازل

إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنْ أَقْدِمِ الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ

ہوئی ہے اور اس سلسلے میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی انھوں نے حضرت عثمان کے

لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ

پاس میری شکایت لکھی اس پر حضرت عثمان نے مجھے لکھا کہ تم مدینے آجاؤ میں مدینے آگیا لوگ

تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هٰذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوا

میرے پاس بکثرت جمع ہوگئے گویا اس سے پہلے مجھے انھوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمان سے اسکا

عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ۔ ع۵

تذکرہ کیا تو فرمایا اگر تم چاہو تو کہیں قریب پاس میں گوشہ نشین ہوجاؤ۔ اسی وجہ سے میں یہاں ہوں اور اگر لوگ حبشی کو امیر بنادیں تو اسکا بھی

کا خیال تھا کہ یہ یہود و نصاریٰ احبار و رہبان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْآيَةَ۔

بہت سے احبار و رہبان لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں۔

حالانکہ دونوں حضرات سے خطا ہوئی۔ نہ یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے اور نہ ینفقونہا سے کل مال مراد ہے۔ بلکہ یہ آیت کریمہ عام ہے۔ اور ینفقونہا سے زکوٰۃ ادا کرنا مراد ہے۔ کل مال کا صرف کرنا نہیں۔ اس پر اجماع ہے اور یہ آیات و احادیث سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا

اور ہاتھ ایک دم مت پھیلا دے۔ پھر ملامت خوردہ حسرت زدہ ہوکر بیٹھا ہے۔

فکثر علی الناس حضرت ابوذر مشہور صحابی تھے اور انکا مذہب پوری امت سے الگ تھا۔ اس لئے لوگ جوق در جوق آتے ان سے طرح طرح کے سوال کرتے جس سے گھبرا کر حضرت عثمان کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عثمان نے دو باتیں پیش کیں۔ آپ چاہیں تو میرے گھر رہیں اونٹنیاں دروازے پر حاضر کی جائیں گی۔ یعنی نہ کہیں جائیں نہ کسی سے ملیں جلیں یا چاہیں تو مدینے کے قریب کہیں بود و باش اختیار کرلیں۔ حضرت ابوذر نے دوسری صورت اختیار کرلی اور ربذہ جاکر فروکش ہوگئے۔ یہ بہتان ہے کہ حضرت عثمان نے انھیں جلا وطن کر کے ربذہ بھیجا تھا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ جب انکے گھر رہنا پسند نہ فرمایا تو ربذہ رہنے کی رائے دی ہو جسے حضرت ابوذر نے قبول فرمالی۔

ع۵ الزکوٰۃ باب ما ادی زکوٰۃ فلیس بکنز ص ۱۸۹ ثانی تفسیر باب قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ص ۶۷۲ نسائی تفسیر۔

۸۲۶ اَنَّ الْاَحْنَفَ بْنَ قَیْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی مَلَاٍ مِّنْ

حدیث احنف بن قیس نے کہا میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک صاحب

قُرَیْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّیَابِ وَالْهَیْئَةِ حَتّٰی قَامَ

آئے جن کے بال پراگندہ کپڑے کھردرے ہیئت اوران کے سامنے

عَلَیْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْکَانِزِیْنَ بِرَضْفٍ یُّحْمٰی عَلَیْهِ فِیْ

کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا جوڑ جوڑ کر مال جمع کرنے والوں کو خوشخبری ہو کہ ایک

نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ یُوْضَعُ عَلٰی حَلَمَةِ ثَدْیِ اَحَدِهِمْ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ

پتھر جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا پھر انکے پستان کی گھنڈی پر رکھا جائے گا جو پار کرکے اس کے

نُغْضِ کَتِفِهٖ وَیُوْضَعُ عَلٰی نُغْضِ کَتِفِهٖ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْیِهٖ

مونڈھے کی پتلی ہڈی سے باہر ہو جائے گا اور اسکی شانے کی پتلی ہڈی پر رکھا جائے گا جسے چھید کر

یَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلّٰی فَجَلَسَ اِلٰی سَارِیَةٍ وَتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ اِلَیْهِ وَاَنَا

اسکی پستان کی گھنڈی کے پار ہو جائے گا وہ پتھر ہلتا رہے گا پھر وہ واپس ہو گئے اور ایک

لَا اَدْرِیْ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهٗ لَا اُرَی الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ کَرِهُوا الَّذِیْ

کھمبے کے پاس بیٹھ گئے میں انکے پیچھے ہولیا اور انکے پاس بیٹھا اور میں نہیں جانتا تھا یہ کون

تشریحات ۸۲۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنی شان ارفع واعلیٰ کے مطابق تھا۔ جو اللہ عزوجل پر توکل دنیا سے بے رغبتی خلق خدا پر رحمت، اور سخاوت کا مظہر تھا۔ یہ حکم تشریعی نہیں تھا۔ جس کیخلاف عمل پر مواخذہ ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے ذوق کے مطابق حکم تشریعی سمجھا۔ اور جو لوگ اسپر عمل پیرا نہ تھے۔ ان پر ناراض رہتے تھے۔ تین دینار بچانے کی حکمت علامہ قرطبی نے یہ بتائی کہ ایک اپنے اہل کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے لئے ایک قرض کے لئے۔ یہ انکا ذوق ہے۔ ہو سکتا ہے اس ارشاد کا وقت جن کا نان نفقہ حضور پر واجب تھا وہ تین دینار یومیہ رہا ہو۔ یا کسی کا قرض کچھ رہا ہو۔ ورنہ حدیث گزر چکی کہ یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رات بھر رہے۔

مطابقت باب حضرت ابوذر والی دونوں حدیثیں بظاہر باب کے معارض ہیں۔ مگر بنظر غائر یہ مناسبت ہے کہ حضرت امام بخاری اس بات کی ضرورت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ آیت مذکورہ کو سامنے رکھکر حضرت ابوذر کی طرح اور کوئی بھی اس کے ظاہر سے یہ اخذ کر سکتا ہے کہ حاجت سے زائد مال جمع کرنا جائز نہیں تو ضرورت ہوئی کہ آیت مذکورہ کی صحیح تفسیر پیش کر دی جائے کہ اسمیں ینفقونها سے مراد زکوٰۃ ہے

قُلْتُ وَمَنْ خَلِيْلُكَ قَالَ لِيْ خَلِيْلِيْ قَالَ قُلْتُ اِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا قَالَ قُلْتُ

بزرگ ہیں۔ میں نے ان سے کہا میرا اندازہ ہے کہ لوگوں نے آپ کی بات کو ناپسند کیا۔ تو فرمایا یہ لوگ

تَعْنِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَتُبْصِرُ اُحُدًا

نہیں سمجھتے مجھ سے میرے خلیل نے فرمایا۔ میں نے پوچھا خلیل سے آپ کی کیا مراد ہے تو بتایا کہ رسول اللہ

قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَاَنَا اَرٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اے ابوذر اُحد دیکھتا ہے؟ یہ سنکر میں نے سورج دیکھا کہ کتنا دن رہ گیا ہے۔ میں یہ سمجھ رہا تھا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَّهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا

کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کسی کام سے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں دیکھتا ہوں

اُحِبُّ اَنَّ لِيْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا اُنْفِقُهُ كُلَّهُ اِلَّا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ

فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو مگر یہ کہ کل کا کل بانٹ دوں سوائے تین دینار

لَا يَعْقِلُوْنَ اِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا وَلَا وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا اَسْتَفْتِيْهِمْ

کے۔ اور یہ لوگ سمجھتے نہیں۔ دنیا جمع کرتے ہیں بخدا ان سے دنیا کا کوئی سوال نہیں کروں گا اور

عَنْ دِيْنٍ حَتّٰى اَلْقَى اللّٰهَ ؏۵

نہ دین کے بارے میں کچھ پوچھونگا۔ یہاں تک کہ اللہ سے ملوں۔

۸۲۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نیز اشارے اشارے میں خود ان احادیث سے بھی یہ تخصیص سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابوذر کی رائے کو صحابہ کرام میں سے کسی نے حتی کہ حضرت عثمان غنی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ ان سب حضرات کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں۔ ینفقونہا۔ سے مراد زکوۃ ہے۔

تشریحات ۸۲۷ عِدل۔ عین کے کسرے کے ساتھ کسی چیز کا دوسری چیز کے ساتھ قیمت میں برابر ہونا۔ اور عین کے فتحے کے ساتھ اپنی ہم جنس کے ساتھ برابر ہونا۔ فَلُوّ۔ گھوڑے کا بچہ جب دودھ پینا چھوڑ دے۔ اس کی جمع اَفْلاءُ ہے جیسے عدو کی اعداء۔

بیمینہ اللہ عزوجل اعضاء وجوارح، جسم وجسمانیت سے منزہ ہے۔ یہاں بطور تمثیل حسن قبول کی یہ تعبیر ہے۔

؏۵ زکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز ص ۱۸۹ مسلم زکوۃ۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَۃٍ مِّنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَا
جو شخص پاک کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرے تو اللہ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے
یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتَقَبَّلُھَا بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یُرَبِّیْھَا لِصَا
اور اللہ صرف پاک ہی قبول فرماتا ہے پھر اس کو بڑھاتا ہے جیسے تم لوگ
حِبِہٖ کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ عہ
اپنے بچھڑے کو پالتے ہو کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

۸۲۸ حدیث سَمِعْتُ حَارِثَۃَ بْنَ وَھْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ یَّمْشِیْ
سے سُنا کہ فرمایا لوگو صدقہ کرو اسلئے کہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان صدقہ لے کر
الرَّجُلُ بِصَدَقَتِہٖ فَلَا یَجِدُ مَنْ یَّقْبَلُھَا یَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْجِئْتَ
گھومے گا مگر ایسے کو نہیں پائے گا جو اسے لے وہ کہے گا اگر کل لائے ہوتے
بِھَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُھَا فَاَمَّا الْیَوْمَ فَلَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْھَا عہ
تو لے لیتا آج مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

۸۲۹ حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہم اور آپ پسندیدہ چیزیں داہنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اسے حسن قبول عطا فرماتا ہے۔

۸۲۸ تشریحات حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک زوجہ ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ تھی جس کے بطن سے عبید اللہ بن عمر ہیں۔ حضرت فاروق اعظم مسلمان ہو گئے مگر یہ کفر پر اڑی رہی اسلئے دونوں میں تفریق ہو گئی پھر اسکا نکاح وہب سے ہوا اور حارثہ پیدا ہوئے۔ اس حدیث میں یہ غیب کی خبر ہے ایک وقت وہ آئیگا کہ مال کی اتنی کثرت ہو گی کوئی زکوۃ لینے کو آمادہ نہ ہو گا۔

۸۲۹ تشریحات یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ یہ قرب قیامت میں ہو گا۔ صحابہ میں جو واقعات زکوۃ قبول نہ کرنے کے ہوئے ہیں، وہ مال کی فراوانی کیوجہ سے نہیں بلکہ صحابہ کرام کی خودداری، زہد و قناعت کی وجہ سے رونما ہوئے۔

عہ الزکوۃ باب الصدقۃ من کسب طیب ص ۱۸۹ مسلم زکوۃ
عہ الزکوۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ باب الصدقۃ بالیمین ص ۱۹۱ ثانی الفتن باب ص ۱۰۵۴ ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتّٰى
قیامت قائم نہ ہوگی ... یہاں تک کہ مال کی بہتات ہو جائے گی اور وہ بہنے لگے گا
يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُولُ الَّذِي
.یہاں تک کہ مال والے کو یہ فکر رہے گی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا ..یہاں تک کہ
يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِي ع۵
وہ کسی کو دینا چاہے تو وہ یہ کہے گا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

حدیث ۸۳۰ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنْتُ
حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَشْكُو
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو شخص آئے ان میں سے ایک نے
الْعَيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
تنگدستی کی شکایت کی اور دوسرے نے ڈاکہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَاِنَّهُ لَا يَاْتِي عَلَيْكَ اِلَّا قَلِيلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ
نے فرمایا ڈاکہ؟ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ وقت آئے گا کہ قافلہ بغیر محافظ
الْعِيرُ اِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ اَمَّا الْعَيْلَةُ فَاِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتّٰى يَطُوفَ
کے مکہ جائے گا۔ اور تنگدستی تو قیامت قائم نہ ہوگی (جبتک اتنی دولت کی فراوانی
اَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ
نہ ہو جائے) کہ تم صدقہ لے کر گھوموگے اور کوئی لینے والا نہ پاؤگے۔ اس کے بعد تم اللہ کے
يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تُرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ ثُمَّ
حضور کھڑے ہوگے اس طرح کہ درمیان میں کوئی حجاب اور ترجمان نہ ہوگا جو ترجمانی کرے۔

تشریحات ۸۳۰ یہ حدیث المناقب علامات النبوۃ میں کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مذکور ہے۔ غیب کی پہلی خبر حرف بحرف پوری ہوئی۔ عہد صحابہ ہی میں راستے بالکل محفوظ ہوگئے اور آج جسکا جی چاہے خود مشاہدہ کرلے۔ دوسری خبر بھی انشاء اللہ تعالیٰ حرف بحرف پوری ہوگی۔

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ ثانی نسائی باب ص ۱۰۵۴ - مسلم زکوٰۃ - مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۱۲

لَيَقُولَنَّ لَهُ اَلَمْ اُوتِكَ مَالًا فَيَقُولَنَّ بَلٰى ثُمَّ لَيَقُولَنَّ اَلَمْ اُرْسِلْ اِلَيْكَ

اللہ عزوجل بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا۔ بندہ عرض کریگا ضرور دیا تھا۔

رَسُولًا فَيَقُولَنَّ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ

پھر فرمائیگا کیا تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا۔ بندہ عرض کریگا ضرور بھیجا تھا۔ اب داہنے دیکھے

عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ اَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ

گا تو آگ ہی آگ دکھائی دیگی۔ پھر بائیں نظر گھمائے گا تو صرف آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ تم آگ سے

تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ عـه

بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر اور اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر۔

۸۳۱ عَنْ اَبِىْ مُوسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ

ہیں کہ فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان سونے کا صدقہ لے کر گھومتا پھرے گا اور

بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَّاْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرٰى ١

کسی کو نہیں پائیگا جو اسے لے۔ اور ایک مرد کی ماتحتی اور پناہ میں چالیس عورتیں

الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهٗ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَّلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ

رہیں گی مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی کی وجہ سے

وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ عـه

تشریحات **۸۳۱** من الذھب۔ سونے کی تخصیص نہیں زکوٰۃ کی کوئی بھی چیز کوئی قبول نہیں کریگا۔ سونا سب سے عمدہ مال ہے۔ جب اس کا قبول کرنے والا نہیں ملے گا تو اس سے کمتر درجے کے اموال کو بدرجۂ اولیٰ کوئی نہیں لے گا۔

اربعون امراۃ کتاب العلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے پچاس عورتوں کا نگراں ایک مرد ہوگا۔ اقل اکثر کا نافی نہیں۔ یہ بھی ہوگا وہ بھی ہوگا۔

عـه الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ ثانی الرقاق باب من نوقش بالحساب عذب ص ۵۶۸

عـه الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ مسلم زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ

۸۳۲ عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَۃُ الصَّدَقَۃِ

حدیث حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم

کُنَّا نُحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ کَثِیْرٍ فَقَالُوْا مُرَاءٍ وَجَاءَ

بار برداری کرتے تھے ایک صاحب آئے اور بہت زیادہ صدقہ کیا تو منافقین نے

رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ ھٰذَا

کہا یہ ریاکار ہے اور ایک صاحب آئے اور ایک صاع صدقہ کیا تو

فَنَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی

منافقین نے کہا بیشک اللہ اس کے صاع سے غنی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی

الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ عہ

اور جو لوگ صدقہ کے بارے میں دل کھول کر خیرات کرنیوالے اور مزدوری کرکے پوری مزدوری خیرات کرنیوالے پر طعن کرتے ہیں اور انکا مذاق

۸۳۳ عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ

حدیث حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ہمیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَنَا بِالصَّدَقَۃِ انْطَلَقَ

صدقہ کا حکم دیا تو ہم بازار جاتے اور بار برداری کرتے ایک مُد ملتا اسے خیرات کرتے اور

اَحَدُنَا اِلَی السُّوْقِ فَیُحَامِلُ فَیُصِیْبُ الْمُدَّ وَاِنَّ لِبَعْضِھِمُ الْیَوْمَ لَمِائَۃَ اَلْفٍ عہ

آج کچھ لوگوں کے پاس ایک لاکھ ہے

تشریحات ۸۳۲، ۸۳۳ تفسیر میں ہے کہ عقیل آئے نصف صاع لائے اور ایک اور دوسرے صاحب اس سے زائد لائے تو منافقین نے وہ کہا۔

اٰیۃ الصدقۃ اس سے مراد آیت کریمہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ ۔ توبہ آیت (۱۰۳) انکے مالوں سے صدقہ لے کر انکو پاک و صاف کرو اور انکے لئے دعاء خیر کرو۔

فتصدق بشیء کثیر یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ چار ہزار یا آٹھ ہزار پیش فرمایا۔ واحدی کی اسباب نزول میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو حضرت عبدالرحمٰن

عہ الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ص ۱۹۰ ثانی تفسیر سورۃ البراءۃ باب قولہ والذین یلمزون المطوعین ص ۶۷۳ مسلم زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ ابن ماجہ زھد۔

عہ الزکوٰۃ ایضاً ص ۱۹۰ تفسیر سورۃ البراءۃ ص ۶۷۳

۸۳۴ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ دَخَلَتْ اِمْرَأَۃٌ مَّعَھَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت سوال کرنے کیلئے آئی

اِبْنَتَانِ لَھَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا غَیْرَ تَمْرَۃٍ فَاَعْطَیْتُھَا اِیَّاھَا

اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں پایا میں نے وہ کھجور

بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار نقد کل اثاثے کا آدھا لائے۔ اور حضرت عاصم بن عدی بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو وسق کھجور لائے۔ تو منافقین نے طعن کیا اسپر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ ابن جریر نے خود حضرت ابو عقیل سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

بت آجر الجرید علی ظھری علی صاعین من تمر فانقلبت باحدھما الی اھلی یبلغون بہ وجئت بالآخر اتقرب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرتہ قال انثرہ علی الصدقۃ قال فسخر القوم وقالوا لقد کان اللہ غنیا عن صدقۃ ھذا المسکین فانزل اللہ تعالیٰ الذین یلمزون المطوعین الآیۃ

کھجور کی شاخوں کا گھٹا اپنی پیٹھ پر دو صاع کھجور کے عوض میں نے ڈھویا تھا۔ ایک صاع گھر والوں کو دیدیا کہ وہ اس سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور دوسرا صاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لایا کہ اسکے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں۔ حضور نے فرمایا یہ صدقہ پر ڈالدے۔ اس پر ایک قوم نے مذاق اڑایا بیشک اللہ اس مسکین کے صدقے سے غنی ہے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جو لوگ دل کھول کر صدقہ کرنے والوں الخ۔

یہاں غور طلب بات حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے:

اتقرب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں وہابی، صحابی رسول کے اس ارشاد کو دیکھیں جو کہتے ہیں کہ کسی محبوب بارگاہ کے تقرب کیلئے کوئی عمل خیر کرنا شرک ہے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ عزوجل کی ذات یا صفات یا عبادت یا ان سب میں یا ان میں سے بعض میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔ کسی نبی یا ولی کا تقرب حاصل کرنے کیلئے کچھ کرنا، نہ اللہ عزوجل کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے نہ اسکی صفت میں نہ عبادت میں۔ پھر یہ شرک کیسے ہے۔

فقالوا | یہ طعن کرنیوالے معتب بن قشیر اور عبد الرحمن بن نبتل منافق تھے۔

وان لبعضھم لمائۃ الف | دونوں جگہ حضرت ابو مسعود انصاری ہی مراد ہیں جیساکہ تفسیر میں کانہ یعرض نفسہ ہے۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ایک وقت وہ تھا کہ مزدوری کرتا تھا اور آج کثرت فتوحات کیوجہ سے ایک لاکھ کا مالک ہوں۔

۸۳۴ تشریحات اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ ضرور تمند سائل کو حتی المقدور واپس نہیں کرنا چاہئے۔ جتنی توفیق ہو مدد کرنی چاہئے اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم ہو۔ دوسرے یہ کہ بچوں کی پرورش ان کی دل جوئی، خصوصاً بچیوں کی، بہترین نیکی ہے۔

فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَدَخَلَ

اسے دیدی اس نے اسے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے اس نے کچھ نہیں کھایا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

پھر اٹھی اور چلی گئی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے حضور کو یہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

واقعہ بتایا تو فرمایا جوان بچیوں سے آزمایا جائے تو یہ بچیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گی۔

حدیث ۸۳۵ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کونسا صدقہ ثواب میں سب سے

قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى وَلَا

زیادہ ہے فرمایا وہ صدقہ جو تو تندرستی اور مال کی حرص محتاجی کے اندیشے اور مالداری کی آرزو

تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ

کی حالت میں کرے اور اتنا نہ ٹھہر کہ جب جان حلق تک آجائے تو کہے کہ

كَانَ لِفُلَانٍ عـه

اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ وہ فلاں (وارث) کا ہوگیا۔

تشریحات ۸۳۵ جب تندرست ہوتا ہے اور یہ امید ہوتی ہے کہ ابھی زندہ رہے گا تو مال کو جمع رکھنے کی حرص ہوتی ہے کہ معلوم نہیں آئندہ کیا صورت حال ہو۔ ایسے وقت صدقہ کرنا نفس پر شاق ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت صدقہ کرنا موت کے وقت صدقہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے۔ حضرت ابوالدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے کے وقت جو غلام آزاد کرے وہ ایسا ہے جیسے جب پیٹ بھر جائے تو ہدیہ کرے۔ شہنشاہ ہشام بن عبدالملک کی بیوی رقیہ نے مرتے وقت اپنے سب غلام آزاد کر دیے، یہ خبر جب میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو فرمایا۔ یہ لوگ مالوں میں دو بار اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پہلے بخل کرتے ہیں پھر جب دوسرے کا ہو جاتا ہے تو اسراف کرتے ہیں۔

عـه الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ص ۱۹۰ ثانی الادب باب رحمۃ الولد ص ۸۸۷ مسلم الادب ترمذی البر

عـه الزکوٰۃ باب ای الصدقۃ افضل ص ۱۹۱ الوصایا باب الوصیۃ عند الموت ص ۳۸۳ مسلم الزکوٰۃ نسائی

۸۳۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ
تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ہم میں سب سے
بِكَ لُحُوقًا قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا۔ فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا فَكَانَتْ
جلد آپ سے کون ملے گی فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے وہ چھڑی لے کر ہاتھ ناپنے

وقد کان لفلان اس میں فلاں سے مراد وارث ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرض الموت میں مورث کے مال میں وارث کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تہائی سے زائد وصیت نافذ نہیں۔ اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے مگر یہ کہ وارث اسے نافذ کردیں۔

تشریحات ۸۳۶ بعض ازواج النبی۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج جمع ہوئیں اور ان میں کوئی رہ نہیں گئی تھیں۔ اینا۔ سیبویہ نے کہا کہ ای تانیث میں کل کی طرح ہے یعنی مونث کے لئے تا کے ساتھ استعمال کرنا فصیح نہیں۔ مگر یہ سیبویہ کی ذاتی رائے ہے۔ دونوں طرح فصیح ہے۔ نسائی کی روایت میں ایتنا ہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ بغیر تا کے زیادہ فصیح ہے۔
یہ سوال کرنے والی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان میں بطریق یحیی بن حماد اسی سند کے ساتھ ہے۔ فقلت۔

اطولکن یدا ید کی مناسبت سے طولاکن چاہئے تھا۔ مگر اضافت کے وقت افعل التفضیل میں مطابقت لازم نہیں۔

یذرعونها یہ بعض رواۃ کا تصرف ہے۔ یذرعنها جمع مونث کا صیغہ چاہئے تھا۔

اشکال حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ۔ وکانت اسرعنا لحوقا میں کانت کی ضمیر مستتر کا مرجع حضرت سودہ ہوں۔ اس لئے کہ اور کوئی زوجہ مذکور نہیں تو حدیث کا مفاد یہ ہوا کہ ام المومنین حضرت سودہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے واصل بحق ہوئیں۔ حالانکہ اہل سیر کا اجماع ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ او رصدقہ میں یہی ممتاز بھی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کو ام المساکین بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا وصال ۲۰ھ اخیر خلافت فاروق اعظم میں ہوا۔ اور ام المومنین حضرت سودہ کا وصال حضرت معاویہ کے عہد شوال ۵۴ھ میں ہوا۔ خود امام بخاری نے تاریخ صغیر میں حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اور ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سب سے پہلے حضور سے

سَوْدَۃُ اَطْوَلُهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ
تھیں تو سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا پھر ہم نے بعد میں جانا کہ ان کے ہاتھ کو صدقہ نے
وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُحِبُّ
لمبا کر دیا تھا اور یہ ہم سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملیں۔
الصَّدَقَةَ عہ
اور وہ صدقہ پسند کرتی تھیں۔

یہی ملیں۔ مسلم[1] میں عائشہ بنت طلحہ سے خود ام المومنین حضرت صدیقہ کا یہ ارشاد مروی ہے۔ زینب ہم سب میں لمبے ہاتھ والی تھی۔ وہ کام کرتی تھیں اور صدقہ کرتی تھیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں بطریق عمرہ ام المومنین حضرت صدیقہ سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم جب اکٹھی ہوتیں تو دیوار پر ہاتھ رکھ کر ناپتیں یہاں تک کہ زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تو ہم نے جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لمبا ہاتھ ہونے سے صدقہ کرنا مراد لیا ہے، اور یہی یونس بن بکیر نے زیادۃ المغازی میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بھی روایت کیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ ابن جوزی نے امام بخاری پر طعن کیا ہے اور شراح پر بھی حتی کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کے تحت یہ لکھا تھا۔ کہ ام المومنین حضرت سودہ کا سب سے پہلے وصال نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، تو ان کو بھی نہیں چھوڑا۔

جواب اولاً یہ قطعی نہیں کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ام المومنین حضرت سودہ سے پہلے واصل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئیں۔ بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ کا وصال ان سے پہلے حضرت فاروق اعظم کے اخیر عہد خلافت میں ہوا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ صغیر میں۔ امام بیہقی نے دلائل میں امام احمد[2] نے اپنی مسند میں امام ابن سعد نے عفان سے یہی روایت کیا۔ بلکہ نسائی[3] نے خود ام المومنین حضرت صدیقہ سے جو روایت کیا ہے اسمیں تصریح ہے۔ فكانت سودة اسرعهن لحوقا فكانت اطولهن يدا فكان ذالك من كثرة الصدقة۔ سودہ سب سے پہلے حضور سے لاحق ہوئیں اور وہ سب سے ہاتھ والی تھیں اور یہ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تھا۔ علامہ ذہبی نے تاریخ کبیر میں اس پر جزم فرمایا۔ ابن سید الناس نے فرمایا یہی مشہور ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا مختار یہی ہو۔ پھر طعن کسی طرح درست نہیں۔ اصحاب سیر کا اجماع ایسا قطعی نہیں کہ اس سے انکار کی گنجائش نہ ہو۔

ثانیاً۔ حضرت امام بخاری کبھی کبھی اپنی روایات میں ایسے دقیق رموز رکھتے ہیں جن کی طرف آسانی سے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی۔ ابن رشید نے یہاں ایک بہت ہی اہم بات کہی ہے۔ ام المومنین نے پہلے فرمایا کہ ہاتھ ناپنے لگیں

عہ الزکوٰۃ باب ص ۱۹۱ نسائی زکوٰۃ۔ [1] ثانی فضائل الصحابہ باب فضائل زینب ام المومنین ص ۲۹۱
[2] جلد سادس ص ۱۲۱ [3] اول زکوٰۃ باب فضل الصدقۃ ص ۳۵۲

۸۳۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

توام المومنین سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا۔ پھر فرماتی ہیں کہ فعلمنا بعد انما کانت طول یدہا الصدقۃ۔ پھر بعد میں ہم نے جانا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب سے پہلے لاحق ہونے والی کے ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے۔ یعنی پہلے ہم نے طول ید کے حقیقی معنی سمجھا۔ جب ان خوش نصیب خاتون کا وصال ہوا تو ہم نے جانا کہ طول ید سے مراد معنی مجازی صدقہ ہے۔ تو ظاہر ہوگیا کہ یہ ام المومنین حضرت سودہ نہیں۔ ورنہ معنی حقیقی سے عدول کی کوئی وجہ نہ تھی۔ واقعی ان کا سب سے لمبا ہاتھ تھا۔ یہ کوئی اور ہیں جن کا ہاتھ واقعی لمبا نہیں تھا مگر وہ صدقہ میں تمام ازواج مطہرات سے ممتاز ہیں۔ وہ کون ہیں۔ باخبر سامع جانتا ہے کہ وہ ام المساکین حضرت زینب تھیں۔ جو صدقہ میں بھی مشہور و معروف تھیں۔ اور سب سے پہلے واصل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئیں۔ اور کبھی کبھی جب سیاق سے مرجع کا متعین ہونا معلوم ہو یا مشہور ہو تو مرجع کے ذکر کے بغیر ضمیر لاتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۔ میں ہے۔ اب انما کانت طول یدہا الصدقۃ میں یدہا کی ضمیر اور بعد میں دو جگہ مذکور کانت کی ضمائر کا مرجع معہود فی الذہن حضرت زینب ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس توجیہ کو پسند فرمایا۔ علامہ عینی نے رد فرمایا۔ اس خادم کا رجحان یہ ہے کہ یہ توجیہ وجیہ قابل قبول ہے۔

نسائی کی روایت پر خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے زہر الربی میں کلام فرمایا اور اخیر میں یہ توجیہ کی، روایت میں تقدیم و تاخیر اور حذف ہوگیا۔ اصل عبارت یہ تھی:۔

فاخذن یذرعنها فکانت سودة اطولهن یدًا وکانت اسرعهن لحوقا زینب وکان ذلك من کثرة الصدقة ۔

ازواج مطہرات ہاتھ ناپنے لگیں اور سودہ ان میں سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں اور سب سے پہلے حضور سے لاحق ہونے والی زینب ہیں۔ اور یہ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تھا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ کون کب مرے گا نیز یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کب مرے گا۔ ازواج مطہرات کے عقیدے کے مطابق ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

تشریحات ۸۳۷ قال الرجل ۔ ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ مسند امام احمد میں ابن لہیعہ کے طریقے سے ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔

تصدق علی سارق۔ یہ تینوں جگہ تعجب اور انکار کے لئے ہے۔ لوگوں کو یہ پسند نہ آیا کہ چور یا زانیہ یا مالدار کو صدقہ دیا جائے۔ اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔

اللهم لك الحمد یہ اظہار شکر کے لئے بھی ہوسکتا ہے کہ چوری وغیرہ کو دیا اس سے بدتر کو نہ دیا۔ اظہار تعجب کیلئے بھی ہوسکتا ہے کہ میں تو صدقہ مستحق کو دینا چاہتا تھا۔ رات کی تاریکی میں کیا ہوگیا جیسے اس قسم کے مواقع پر سبحان اللہ بھی کہتے ہیں۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کہا میں صدقہ کروں گا وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے ایک

فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی سَارِقٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ

چور کے ہاتھ میں دیدیا۔ صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا (رات) چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس شخص نے کہا

لَکَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ زَانِیَۃٍ

اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ میں صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو دیدیا صبح کو

فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَۃَ عَلٰی زَانِیَۃٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ

لوگوں نے چرچا کیا کہ آج رات کو ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ زانیہ کو صدقہ

عَلٰی زَانِیَۃٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ

دینے پر تیرے لئے حمد ہے۔ میں صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کو دیدیا

فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی غَنِیٍّ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ

صبح کو چرچا ہوا مالدار کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ تیرے لئے حمد ہے چور اور

وَّعَلٰی زَانِیَۃٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ فَاُتِیَ فَقِیْلَ اَمَّا صَدَقَتُکَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّہٗ اَنْ

زانیہ اور مالدار کو صدقہ دینے پر تو اس کے پاس ایک آنیوالا آیا اور اس نے کہا چور کو صدقہ

یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِہٖ وَاَمَّا الزَّانِیَۃُ فَلَعَلَّھَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاھَا

دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ چوری چھوڑ دے اور زانیہ کو صدقہ دینے سے یہ ہے کہ وہ زنا سے آئندہ

وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّہٗ یَعْتَبِرُ فَیُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عہ

بچے گی اور مالدار کو دینے سے یہ ہے کہ وہ عبرت حاصل کریگا اللہ عزوجل کے دئیے ہوئے میں سے خرچ کریگا۔

فاتی فقیل اسے اس پر دکھ تھا کہ اس کا صدقہ غیر مستحق کو ملا۔ تو خواب میں اسے تسلی دی گئی اور حسن نیت کی بدولت قبول ہونے کی بشارت اور اس کا فائدہ بتایا گیا۔ جیسا کہ مستخرج ابی نعیم اور طبرانی کی مسند الشامیین میں ہے۔ ان دونوں نیز مسلم میں ہے کہ تیرا صدقہ قبول کرلیا گیا۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حسن نیت پر امید قبول ہے۔ اس لئے کہ یہ شخص یہی چاہتا تھا کہ کسی مستحق کو صدقہ دے مگر لاعلمی سے غیر مستحق کو دے بیٹھا پھر بھی قبول ہوا۔ اخلاص اور حسن نیت مدار قبول ہے۔ ثابت ہوا کہ لاعلمی میں

عہ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی غنی وھو لا یعلم ص ۱۹۱ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ۔

۸۳۸ اَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهٗ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِيْ وَجَدِّيْ وَخَطَبَ عَلَيَّ فَاَنْكَحَنِيْ وَخَاصَمْتُ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ

حدیث حضرت معن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اور میرے والد اور دادا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور حضور نے میری منگنی کی اور نکاح کر دیا اور حضور کی بارگاہ میں اپنے والد کے خلاف استغاثہ کیا۔ میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ

اگر غیر مستحق کو زکوۃ دیدیا یہ جانتے ہوئے کہ یہ مستحق ہے تو زکوۃ ادا ہوگئی۔ معلوم ہونے کے بعد اعادہ واجب نہیں، جیسا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ اعادہ کرے۔

تشریحات ۸۳۸ معن بن یزید بن اخنس بن جیب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بیٹے، باپ، دادا، تینوں صحابی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ تینوں بزرگ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت معن فتح دمشق میں بھی شریک تھے۔ حضرت معاویہ کے حامیوں میں تھے۔ جملہ لڑائیوں میں ان کے ساتھ رہے۔ ضحاک خارجی کے ساتھ مرج راہط میں جو خونی معرکہ ۵۴ھ میں پیش آیا تھا اس میں شہید ہوئے۔

وخطب علی خطب اور انکح کی ضمیروں کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ قریب ترین مذکور کو مرجع بنانا راجح ہے نیز حضرت معن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گوناگوں تعلقات بیان کر رہے ہیں۔ تبانا یہ چاہتے ہیں کہ میرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تعلقات تھے۔ میں نے اور میرے باپ دادا نے حضور کی بیعت کی حضور نے میری منگنی بھی کی اور نکاح بھی کیا۔ میں حضور کی خدمت میں معاملہ بھی لے گیا۔

مسائل جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ واجبہ مثلاً زکوۃ صدقہ فطر بیٹے کو دینے سے ادا نہ ہوگی اور اس حدیث میں مراد صدقہ نافلہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر بیٹا مقروض یا غازی ہو تو اسے باپ کی زکوۃ وغیرہ لینا جائز ہے، اور اس حدیث کا محمل یہی ہے۔ رہ گئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو انکا مذہب واضح نہیں۔ انھوں نے اس حدیث پر باب یہ باندھا ہے۔ اپنے بیٹے کو صدقہ دے اور یہ نہ جانے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ حکم کیا ہے واضح نہیں فرمایا۔ تائید میں حدیث مذکور لانے سے متبادر یہی ہے کہ۔ ان کے نزدیک یہ درست ہے۔ اگر ان کی صدقہ سے مراد عام ہے خواہ واجبہ ہو یا نافلہ۔ تو اسمیں کلام ہے جبکہ بعد میں معلوم ہو جائے کہ یہ بیٹا ہے۔ کہ اس صورت میں زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ اور اگر مدت العمر یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ بیٹے کو زکوۃ دی ہے۔ تو پھر یہ کہنا ہی صحیح نہیں۔ کہ بیٹے کو زکوۃ دی۔ اور اگر صدقہ نافلہ مراد ہے تو صحیح ہے۔ اور اگر امام بخاری کا مسلک امام شافعی کے مطابق تھا تو غارما او غازیا کا اضافہ لازم تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ باپ یا باپ کا وکیل بیٹے کو صدقہ عطیہ دے تو باپ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا۔ حضرت یزید نے اپنے وکیل کو مطلق اختیار

112

فِی الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكَ اَرَدْتُ

کے لئے نکالے تھے اور ایک شخص کے پاس مسجد میں رکھ دیا تھا میں آیا اور ان دیناروں کو لے لیا اور

فَخَاصَمْتُهُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ

لیکر والد کے پاس آیا تو انھوں نے کہا بخدا میں تجھے نہیں دینا چاہتا تھا تو ان کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

يَا يَزِيْدُ وَلَكَ مَا اَخَذْتَ يَا مَعْنُ عہ

علیہ وسلم کی خدمت میں استغاثہ کیا تو حضور نے فرمایا اے یزید تجھے تیری نیت کا اجر ہے اور معن جو تو نے لے لیا وہ تیرا ہے۔

حدیث ۸۳۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا

نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے کسی کو دے بشرطیکہ نقصان کی نیت نہ ہو تو

دیا تھا کہ جسے چاہیں یہ صدقہ دیں۔ اس اطلاق میں بیٹا بھی داخل تھا۔ اور جب انھوں نے بیٹے کو دیدیا تو ادا ہو گیا۔ حضرت یزید کو واپس لینے کا حق نہ رہا۔

تشریحات ۸۳۹ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ تقریباً تمام بلاد میں یہ دستور ہے کہ عورتیں سائلین اور حاجتمندوں کو پکے ہوئے کھانے میں سے تھوڑا بہت دیتی ہیں اور شوہر گھر کے مالک اس کو برا بھی نہیں مانتے۔ یہ عادۃً اجازت ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کی اجازت سے عورت کچھ صدقہ کر دے تو جائز ہے اسے بھی ثواب ملے گا اور اس کے شوہر کو بھی۔ رہ گیا شوہر کی بلا اجازت تو دینا جائز نہیں۔ اجازت عام ہے خواہ صریح ہو خواہ متعارف عمل سے معلوم ہو۔ اس میں کھانے کی بھی تخصیص نہیں۔ کپڑا نقد سب کو عام ہے۔

مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ جس نے خادم کو صدقہ کا حکم دیا۔ اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ مطابقت وللخازن مثل ذلک۔ سے ہے۔ اس لئے کہ خادم کے معنی ہیں جو دوسرے کا کام کرے۔ خواہ وہ اس کا مملوک ہو یا اجیر ہو یا بطور تبرع کام کرتا ہو۔ مال کی حفاظت بھی ایک کام ہے اس لحاظ سے خادم اس کو بھی شامل ہے۔

فائدہ اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عباس بن مدینی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ دو کام ایسے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں خود انجام دیتے کسی اہل سے نہیں لیتے۔ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دیتے اور طہارت کا پانی خود رکھتے۔ ابن جوزی کی ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طہارت کے لئے پانی اور صدقہ دینا کسی اور کو سپرد نہیں کرتے تھے۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید کسی دوسرے کے ہاتھ صدقہ دلانا ممنوع ہے۔ یہ باب باندھ کر امام

عہ الزکوٰۃ باب اذا تصدق علی ابنہ وھو لا یشعر ص ۱۹۱

112

أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ

اسے دینے کا ثواب ملیگا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو بھی اس کے برابر

لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا ع۵

ملے گا اور بعض کا ثواب بعض کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

حدیث ۸۴۰ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ

روایت کیا کہ فرمایا۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ پیدا ہو جائے اور سب سے پہلے

بِمَنْ تَعُولُ ع۵

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔

حدیث ۸۴۱ عَنِ الْحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَىٰ وَابْدَأْ

کرتے ہیں کہ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ

بِمَنْ تَعُولُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ

کرو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ ہو جو صدقہ لینے سے بچے گا اللہ اسے

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ افادہ فرمایا۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اپنے خادم یا کسی اور کے ہاتھ سے صدقہ دلایا جائے۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس دوسرے کو بھی ثواب ملے گا، اگرچہ اپنے ہاتھ سے دینا اس لئے زیادہ بہتر ہے کہ اسمیں مسکین کی دلداری زیادہ ہے۔

تشریحات ۸۴۱،۸۴۰ عن ظہر غنی۔ یعنی وہ صدقہ سب سے بہتر ہے کہ انسان اس کا محتاج نہ ہو۔ محتاج ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ وہ مقروض ہے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے قرض ادا کرے خود اپنی ذات کے لئے اسے حاجت ہے یا اپنے اہل وعیال کے لئے حاجت ہے۔ وہ صدقہ پسند نہیں کہ اس کے ذمے قرض رہے یا نان ونفقہ کی حاجت رہے

ع۵ الزکوٰۃ باب من امر خادمہ بالصدقۃ ص ۱۹۲ باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ ص ۱۹۳ باب اجر المرأۃ اذا تصدقت اواطعمت من بیت زوجها۔ تین طریقے سے۔ البیوع باب قول اللہ انفقوا من طیبات ما کسبتم ص ۲۷۷۔ مسلم زکوٰۃ ابوداؤد زکوٰۃ۔ نسائی عشرۃ النساء۔ ترمذی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ تجارات۔ ع۵ الزکوٰۃ باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲۔

يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ عه

بچا لیگا اور جو غنی رہنا چاہے اسے غنی کر دیگا۔

۸۴۲ **حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْاَلَةَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ عه

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرمایا اور صدقہ، سوال سے بچنے اور بھیک مانگنے کا تذکرہ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا بھیک مانگنے والا۔

۸۴۳ **حدیث** حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اور صدقہ کر کے مقروض رہ جائے۔ خود بھوکا رہے یا خود اس کے اہل و عیال بھوکے رہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں صدقہ نفل ہوگا اور قرض کی ادائیگی یا اپنا اور اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ واجب اور واجب کی ادائیگی مقدم ہے۔ اسی کو حضرت حکیم بن حزام کی حدیث میں واضح فرمایا۔ کہ اپنی آمدنی سب سے پہلے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ یہ عقلمندی نہیں کہ خود وہ اور اس کے اہل و عیال بھوکے مریں اور دوسروں کو کھلایا جائے۔ ہاں اگر کسی کا معاملہ اللہ عزوجل کے ساتھ اتنا مضبوط ہو کہ اپنی اور اہل و عیال کی حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کے ساتھ رابطہ ویسا ہی رہے تو اسے اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ بہت سے صحابہ کرام خود بھوکے رہ کے دوسروں کو کھلاتے تھے۔ مگر جو کمزور دل کا ہو کہ بھوک سے جزع فزع کرنے لگے جیسا کہ عام لوگ ہوتے ہیں تو یہ پسندیدہ نہیں۔

الید العلیا ید علیا سے دینے والا ہاتھ مراد ہے اور سفلی سے لینے والا۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے یہاں مزید اور اقوال بھی ہیں۔ علیا جو صدقہ لینے سے اجتناب کرے۔ علیا اللہ عزوجل کا ید قدرت ہے وسطی دینے والے کا سفلی لینے والے کا۔ سفلی سے مراد صدقہ نہ دینے والا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ید بمعنی نعمت ہے مطلب یہ ہے کہ زیادہ دینا بہ نسبت کم کے بہتر ہے۔

عه باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲ عه الزکوٰۃ باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲ مسلم زکوٰۃ ابو داؤد زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَہُ السَّائِلُ اَوْطُلِبَتْ اِلَیْہِ حَاجَۃٌ قَالَ اشْفَعُوْا

خدمت میں جب کوئی سائل آتا یا حضور کی خدمت میں کوئی حاجت پیش کی جاتی۔ تو فرماتے

تُوْجَرُوْا وَیَقْضِیْ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا شَاءَ عہ

سفارش کرو اجر پاؤگے اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

حدیث ۸۴۴ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُوْکِیْ فَیُوْکٰی عَلَیْكِ عہ

نے فرمایا راہ خدا میں خرچ کرنے سے مت رک ورنہ رزق روک دیا جائے گا۔

وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ عَبْدَۃَ قَالَ لَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْكِ۔

عثمان بن ابی شیبہ نے عبدہ ہی سے ان الفاظ میں روایت کی۔ گن مت ورنہ اللہ بھی گن کر دیگا۔

تشریح ۸۴۳ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے کام کی سفارش پر اجر ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ سفارش سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔

تشریحات ۸۴۴ کتاب الھبۃ میں تھوڑی تفصیل و اختلاف لفظ کے ساتھ یوں ہے۔ حضرت اسماء نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہیں۔ جو زبیر نے دیا ہے۔ کیا مجھے صدقہ کرنے کی اجازت ہے۔ فرمایا۔ صدقہ کر باندھ کر مت رکھ ورنہ تیرے لئے باندھ دیا جائے گا۔ عبید اللہ بن سعید کی روایت میں ہے۔ خرچ کر گن کر مت رکھ ورنہ اللہ گن کر دیگا۔ اور باندھ کر مت رکھ ورنہ اللہ تیرے اوپر بندش کر دیگا۔ تین جملے وارد ہیں ـــ لاتوکی فیوکی علیك ـ لا تحصی فیحصی اللہ علیك ـ لا توعی فیوعی اللہ علیك ـ سب کا حاصل معنی ایک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ راہ خدا میں خرچ کرنے سے ہاتھ مت روک اللہ تیرے اوپر رزق کھلا رکھے گا۔ یعنی صدقہ کرنے سے مال بڑھتا ہے اسمیں برکت ہوتی ہے اور بخل سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ توکی کا مادہ وکا ہے۔ وہ دھاگہ جس سے مشک کا منہ باندھتے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ برتن کا منہ باندھ کر مت رکھ۔ توعی کا مادہ وعاء ہے جس کے معنی برتن کے ہیں۔ ترجمہ یہ ہوا کہ برتن میں محفوظ مت رکھ۔ کہ اسمیں سے کچھ نہ نکال۔ احصاء کے معنی ہیں کسی چیز کی مقدار جاننا۔ گن کر یا تول کر یا وزن کر کے۔ مطلب یہ ہوا کہ صدقہ دے اور گن مت کہ کتنا دیا کتنا رہ گیا۔ اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔ فیوکی، فیحصی، فیوعی کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف بطور مشاکلہ ہے۔ اسی جگہ اس کے بعد والی روایت میں یہ زائد ہے۔ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ۔ تمسے جتنا ہوسکے دو۔

عہ الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ ص ۱۹۲ ثانی الادب باب من یشفع شفاعۃ حسنۃ ص ۸۹۱ التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۳ مسلم الادب ابوداؤد الادب الترمذی العلم نسائی زکوٰۃ عہ الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ ص ۱۹۲۔ الھبۃ باب ھبۃ المرأۃ بغیر زوجھا ص ۳۵۳۔ دو طریقے سے۔ مسلم زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ۔ عشرۃ النساء

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ۔ عہ

کی بدولت تمہیں اسلام نصیب ہوا ہے۔

حدیث ۸۴۶ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِىْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِىْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبٌ بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِىْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ عہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا وہ مسلمان امانتدار خازن جسے کسی کو کچھ دینے کا حکم دیا گیا۔ پورا پورا خوشدلی سے اسے دیتا ہے جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

حدیث ۸۴۷ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

نیت طاعت ضروری ہے، اور کافر نیت کا اہل نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض خصوصیات کی وجہ سے کسی خاص کافر کو کچھ اجر ملے جیسے ابو طالب اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ ہو سکتا ہے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اس باب میں یہ خصوصیت ہو کہ وہ زمانہ کفر کے افعال خیر پر اجر پائیں۔ زمانہ کفر میں انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت خدمت کی ہے۔ شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں غلہ بھیجا تھا ایک دفعہ بہت عمدہ حلہ خرید کر مدینہ لائے اور نذر کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کافر کا ہدیہ نہیں قبول کرتا۔ قیمت لے کر دو تو لونگا۔ مجبوراً قیمت لی۔ ہو سکتا ہے کہ انھیں بھی عہد جاہلیت کے افعال خیر پر کچھ اجر ملے۔ امام قاضی عیاض نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ انھیں افعال خیر کی برکت سے اللہ نے تجھے ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

تشریحات ۸۴۶، ۸۴۷ راہ خدا میں خرچ کرنے والے کیلئے عوض سے مراد دنیا میں بھی عوض ملنا مراد ہے اور آخرت میں بھی اسی طرح بخیل کے مال کی بربادی سے دنیا میں بربادی بھی مراد ہو سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ خرچ

عہ من تصدق فی الشرک ثم اسلم ص ۱۹۳ البیوع باب شری المملوک من الحربی ص ۱۹۵ العتق باب عتق المشرک ص ۳۴۴ ثانی الادب باب۔ من وصل رحمہ فی الشرک ص ۸۸۶ مسلم ایمان مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۰۲

عہ الزکوٰۃ باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ ص ۱۹۳ الاجارات باب استیجار الرجل الصالح ص ۳۰۱ الوکالۃ باب وکالۃ الامین فی الخزانۃ ص ۳۱۱ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الزکوٰۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ

فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ

خرچ کرنیوالے کو اس کا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو برباد

اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا ؏ہ

کردے۔

حدیث ۸۴۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا

نے فرمایا بخیل اور خیرات کرنے والے کی مثال ان دو انسانوں کی ہے جو لوہے

جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِّنْ ثُدِيِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِيْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا

کے جبّے پہنے ہوئے ہیں۔ چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ خرچ کرنیوالا جب خرچ کرتا ہے تو وہ

کرنا عام ہے۔ فرائض واجبات، مستحبات سب میں خرچ کرنا مراد ہے۔ البتہ از روئے قواعد بخیل سے یہاں مراد فرائض وواجبات میں خرچ نہ کرنے والا ہے۔ مگر یہ کہ وہ فطری بخیل کنجوس ہو۔ کما حقہ آل اولاد اور اپنی ذات اور عندالضرورت رشتہ داروں پر خرچ نہ کرتا ہو۔ مثلاً اس کے رشتہ دار پڑوسی بھوکے رہتے ہیں یہ خبر گیری نہیں کرتا۔

تشریحات ۸۴۸ ثُدِيِّهِمَا۔ ثَدْیٌ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں ثُدُوْیٌ تھا۔ سید کے قاعدے سے واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا ہے اور یاء کی مناسبت کیلئے دال کے ضمے کو کسرے سے بدل دیا ہے۔ تَرَاقِیْ۔ تَرْقُوَۃٌ۔ کی جمع ہے۔ سینے کے اوپر ٹیڑھی ہڈی کو کہتے ہیں جسے ہنسلی کہا جاتا ہے۔ حنظلہ نے امام طاؤس سے جو روایت کی ہے اسمیں الجبتان کے بجائے الجنتان ہے۔ جُنَّۃ کا تثنیہ۔ زرہ کے معنی میں۔ بعض شراح نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ کیونکہ آگے۔ من حدید اور کل حلقۃ۔ آرہا ہے کڑی زرہ میں ہوتی ہے۔ کرتے میں نہیں۔ مگر اس خادم کی رائے یہ ہے۔ الجبتان والی روایت بھی صحیح ہے زرہ کی تعبیر یہی ہوگی کہ کرتا جسمیں کڑیاں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فیاض اور سخی کا ہاتھ کشادہ ہوتا ہے۔ اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی اور بخیل کنجوس کا ہاتھ ایسے ہوتا ہے جیسے کسی چیز میں جکڑا ہوا ہو۔

؏ہ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ عزوجل فاما من اعطی واتقی ص ۱۹۳ مسلم زکوٰۃ نسائی عشرۃ النساء۔ الملئکۃ

يُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهٖ حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهٗ وَ تَعْفُوَ

کرتا اس کے پورے جسم پر بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور

اَثَرَهٗ وَ اَمَّا الْبَخِيْلُ فَلَا يُرِيْدُ اَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ

نشان قدم مٹانے لگتا ہے اور بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو

مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ عہ

ہر کڑی اپنی جگہ چپک جاتی ہے وہ پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہیں پاتی۔

۸۴۹ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ

حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی

اللّٰهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَقَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَ يَتَصَدَّقُ قَالُوْا

جو کچھ نہ پائے تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرے اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے

فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ

لوگوں نے عرض کیا جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو فرمایا محتاج مظلوم کی مدد کرے

فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ عہ

لوگوں نے عرض کیا۔ یہ بھی میسر نہ ہو تو؟ فرمایا۔ اچھا کام کرے اور برائی سے بچے یہی اسکے لئے صدقہ ہے۔

تشریحات ۸۴۹ یہاں علیٰ عام ہے۔ بطور وجوب و استحباب دونوں کو شامل ہے۔ صدقے سے مراد مطلقاً ثواب کا کام ہے۔ جس طرح صدقہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے اسی طرح مظلوم و مجبور کی مدد سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ تیسری صورت میں شر سے بچے گا تو کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بھی ایک طرح کا فائدہ پہنچانا ہے

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلق خدا پر شفقت انسان کا کمال ہے۔ یہ شفقت مال دے کر ہو یا کسی اور طرح نفع پہنچا کر خواہ دینی نفع پہنچا کر خواہ دنیوی۔ فرائض کا ثواب نوافل سے زیادہ ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

ماتقرب الیّ عبدی بشئ احب الیّ مما افترضت علیہ۔ بندہ جن جن چیزوں سے میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ مجھے پسند فرائض ہیں۔

عہ الزکوٰۃ باب مثل المتصدق والبخیل ص ۱۹۴۔ الجھاد باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ۔ عہ الزکوٰۃ باب علی کل مسلم صدقۃ ص ۱۹۴ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ

۸۵۰ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ بُعِثَ اِلٰى

حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا نسیبہ

نُسَيْبَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى عَائِشَةَ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی تھی انھوں نے اس میں سے کچھ عائشہ کے پاس بھیجا نبی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْئٌ فَقَالَتْ لَا اِلَّا مَا اَرْسَلَتْ بِهٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تمھارے پاس کچھ ہے تو فرمایا نہیں سوائے اس کے جو

نُسَيْبَةُ مِنْ ذٰلِكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا ۔ ع۵

نسیبہ نے اس بکری سے بھیجا ہے تو فرمایا لاؤ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی ۔

امام الحرمین نے بعض علما سے نقل کیا کہ فرائض کا ثواب نوافل سے ستر درجے زائد ہے۔ فرائض کے چھوڑنے پر گناہ اور نوافل کے چھوڑنے پر گناہ نہیں۔ جو صدقہ پر قادر ہو اسے صدقہ کرنا افضل ہے۔ اپنی کمائی کا پہلا مصرف اپنی ذات ہے۔

تشریحات ۸۵۰ یہ بکری صدقہ یعنی زکوٰۃ کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تھی۔ جیساکہ کتاب الہبہ میں تصریح ہے۔ ام عطیہ ہی کا نام نسیبہ ہے۔ ام عطیہ نے اس بکری کو لے لیا۔ زکوٰۃ ادا ہوگئی اور وہ اس کی مالک ہوگئیں انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا۔ یہ ہدیہ ہوا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ فقد بلغت محلها۔ کا مطلب یہی ہے، کہ مستحق نے لے لیا زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اب وہ مالک ہے جسے چاہے دے۔ دوسرے کے لئے ہدیہ اور عطیہ ہوگا۔ جیساکہ حضرت بریرہ والی حدیث میں گزر چکا کہ فرمایا۔

هو عليها صدقة وهو لنا هدية وہ بریرہ کیلئے صدقہ ہے اور بریرہ نے ہمیں دیا تو یہ اسکی طرف سے ہدیہ ہے

حیلہ شرعیہ کی یہ حدیث بھی اصل ہے۔ ضرورت شرعیہ کے وقت اس قسم کا حیلہ کرنے کی اجازت ہے۔

حیلہ شرعیہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھوکے تھے۔ اس لئے امت کی تعلیم اور آسانی کے لئے اس پر عمل فرمایا۔ بلا ضرورت شرعیہ زکوٰۃ و فطرے کی رقم مستحقین کے علاوہ میں صرف کرنا سخت مذموم ہے خصوصا غیر دینی کاموں میں۔ خصوصا جب خود اپنے ہی اوپر یا مال داروں پر خرچ ہو۔ دین کی بقا دینی مدارس سے ہے اور دینی مدارس کی بقا زکوٰۃ او فطرے پر ہے۔ میرے ابتدائی ایام تعلیم میں دینی مدارس کا حال بہت ابتر تھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مدرسین کی تنخواہ بیس پچیس روپئے تھی مگر مدارس وہ بھی نہیں دے پاتے تھے۔ سال دو سال کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں۔ دینی مدارس کا چلانا جوئے شیر لانے کے مرادف تھا۔ تو علما نے بدرجہ مجبوری حیلہ شرعیہ کرکے زکوٰۃ اور فطرے کی رقم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی۔ اور آج اسی کی بدولت سب سے آسان کام مدرسہ قائم کرنا اور چلانا

ع۵ الزكوٰة باب قدر كم يعطى من الزكوٰة ص ۱۹۴ باب اذا تحولت الصدقة ص ۲۰۲ الهبة باب قبول الهدية ص ۳۵۱ ۔ مسلم زکوٰۃ ۔

۲۶۳ وَقَالَ طَاؤُسٌ قَالَ مُعَاذٌ لِاَھْلِ الْیَمَنِ اِیْتُوْنِیْ بِعَرْضٍ ثِیَابٍ خَمِیْصٍ اَوْ لَبِیْسٍ فِی الصَّدَقَۃِ مَکَانَ الشَّعِیْرِ وَالذُّرَۃِ اَھْوَنُ عَلَیْکُمْ وَخَیْرٌ لِاَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عہ

ت اور طاوس نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن والوں سے فرمایا مجھے زکوۃ میں جو اور باجرے کے عوض چادر اور پہنے ہوئے کپڑے دو یہ تمھارے لئے آسان ہے اور مدینے میں صحابہ کے لئے بہتر ہے۔

۸۵۱ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَتَبَ لَہُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰہُ رَسُوْلَہٗ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُہٗ بِنْتَ مَخَاضٍ وَّلَیْسَتْ عِنْدَہٗ وَعِنْدَہٗ بِنْتُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیلئے وہ لکھا جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا اور

ہوگیا ہے۔

لیکن کچھ دنوں سے عوام میں یہ رجحان ہو چلا ہے کہ دنیوی مدارس اور سوسائٹیاں چلانے کے لئے زکوۃ اور فطرے کی رقم وصول کرنے لگے ہیں۔ اس کی اجازت کسی طرح شریعت نہیں دے سکتی۔ یہ شرعی ضرورت نہیں بلکہ دنیوی مدارس میں تو زکوۃ خود زکوۃ دینے والوں کے بچوں پر صرف ہوتی ہے۔ یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں بلکہ بہت سے ناخداترس حیلہ کرکے زکوۃ کی رقم خود رکھ لیتے ہیں۔ کیا زکوۃ اسی لئے مشروع ہوئی تھی۔ کیا زکوۃ کا منشا یہی ہے کہ حیلہ زکوۃ کی ادائیگی سے فرار نہیں۔ کیا یہ اصحاب سبت کے فعل سے مشابہ نہیں۔ انھوں نے یہی تو کیا تھا۔

تشریحات ۲۶۳ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل سے تھوڑے تغیر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے عرض۔ نقد، حیوانات زمین کے علاوہ اور سامان جیسے کپڑا، برتن وغیرہ۔ خمیص۔ یہ اصل میں خمیس سین کے ساتھ ہے۔ پانچ ہاتھ کی چادر تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں سین ہی ہے۔ یہ ایک قسم کا مخصوص کپڑا ہے جسے خمیس نامی کسی بادشاہ نے ایجاد کیا تھا۔ لبیس پہنا ہوا کپڑا۔ مطلب یہ ہے کہ غلے کی زکوۃ یعنی عشر میں بجائے غلے کے اتنی قیمت کا کپڑا دو۔ یہ تمھیں آسان ہے کہ تمھارے یہاں تیار ہوتا ہے اور مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کیلئے زیادہ بہتر ہے کہ وہاں کپڑے کی کمی تھی۔ یہ تعلیق احناف کی دلیل ہے کہ زکوۃ اور عشر میں قیمت لینی جائز ہے۔ اور یہی امام بخاری کا بھی مذہب ہے۔ یہ تعلیق اگرچہ مرسل ہے۔ مگر مرسل ہمارے اور جمہور کے یہاں حجت ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر دوسری جگہ کے مسلمان زیادہ ضرورتمند ہوں تو ایک جگہ کی زکوۃ دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہے۔

عہ الزکوۃ باب العرض فی الزکوۃ ص ۱۹۴

لبون فانھا تقبل منہ ویعطیہ المصدق عشرین درھما او

جس کی زکوٰۃ بنت مخاض تک پہنچے اور اس کے پاس نہ ہو اور بنت لبون ہو تو اس سے

شاتین فان لم یکن عندہ بنت مخاض علی وجھھا وعندہ

قبول کی جائے۔ اور زکوٰۃ کا محصل اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اور اگر اس کے پاس

ابن لبون فانہ یقبل منہ ولیس معہ شیئ عہ

بنت مخاض نہیں جیسا کہ واجب ہے اور اسکے پاس ابن لبون ہے تو یہی لے لیا جائے۔ اور اسکے ساتھ کچھ نہیں۔

تشریحات ۸۵۱ بنت مخاض۔ اونٹنی کی مادہ بچی جو پورے ایک سال کی ہوگئی ہو۔ دوسرا شروع ہو چکا ہو۔ مخاض کے معنی دردِ زہ کے ہیں۔ جب اونٹنی کا بچہ سال بھر کا ہو جاتا ہے تو حاملہ ہونے کے لائق ہو جاتی ہے۔ گویا اب وہ دردِ زہ کے لائق ہوگئی۔ اس لئے اس کی بچی کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ بچہ ہو تو ابن مخاض۔ بنت لبون۔ اونٹنی کی وہ بچی جو پورے دو سال کی ہوگئی ہو تیسرے میں قدم رکھا ہو۔ اونٹنی عام طور پر سال بھر حاملہ رہ کر بچہ دیتی ہے۔ جب ایک بچہ دو سال کا ہوگیا تو اس کی ماں دودھ والی ہوگئی۔ لبون معنی دودھ والی۔ حقہ۔ پورے تین سال کی بچی جو چوتھے میں قدم رکھے۔ چونکہ اس عمر میں جفتی کے لائق ہو جاتی ہے نیز بوجھ ڈھونے کے لائق، اس لئے اس کو حقہ کہتے ہیں۔ اس کا مادہ حق ہے۔ جذعۃ وہ بچی جو پورے چار سال کی ہوگئی ہو اور پانچواں شروع ہو چکا ہو۔ اور پورے پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو ثنی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے دانت جو رباعی کہلاتے ہیں جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب پورے چھ سال کا ہو جاتا ہے تو نر کو رباعی اور مادہ کو رباعیہ کہتے ہیں۔ اور جب پورے سات سال کا ہو جاتا ہے تو اسے سدیس اور سدس کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اب رباعی کے بغل والے دانت جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب پورے آٹھ سال کا ہو جاتا ہے اور اس کے کیلے یعنی نوکیلے دانت نکل آتے ہیں۔ تو اس کو بازل کہتے ہیں یعنی جس کے کیلے نکل آئے اور جب وہ پورے نو سال کا ہو جاتا ہے تو اسے مخلف کہتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی خاص نام نہیں۔ یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جسے امام بخاری نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی اس کتاب میں دس جگہ ذکر فرمایا ہے جو حاشئے میں مذکور ہے۔ زکوٰۃ سے متعلق جو احکامات ہیں انھیں یہیں متفرق ابواب میں ذکر فرما دیا ہے البتہ اس کا ابتدائی حصہ جس کا زکوٰۃ سے تعلق نہیں بلکہ جس سے اس والا نامے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے وہ کتاب الجہاد اور کتاب اللباس میں مذکور ہے۔ ابتدائی جزیہ ہے:

عہ باب العرض فی الزکوۃ ص ۱۹۴ باب لایجمع بین متفرق ص ۱۹۵ باب ماکان من خلیطین ص ۱۹۵۔ باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵ باب زکوۃ الغنم ص ۱۹۵ باب لایوخذ فی الصدقۃ ھرمۃ ص ۱۹۶ الشرکۃ باب ماکان من خلیطین ص ۳۳۸ الجہاد باب ماذکر فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۳۸ ثانی اللباس باب ھل یجعل نقش الخاتم ثلثۃ اسطر ص ۸۷۳ الحیل باب فی الزکوۃ لایفرق بین مجتمع ص ۱۰۲۹۔ ابو داؤد زکوۃ نسائی زکوۃ ابن ماجہ زکوۃ۔

۲۶۴ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَيُذْكَرُ عَنْ

ت متفرق کے درمیان نہ جمع کیا جائے اور نہ مجتمع کے درمیان تفریق کی جائے

سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۵

سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کی گئی۔

۸۵۲ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے انھیں یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا اور ان کو ایک والا نامہ لکھ کر دیا۔ جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہر سے مہر فرمایا۔ اور اس مبارک مہر کا نقش تین سطر تھا محمد۔ ایک سطر۔ رسول۔ ایک سطر۔ اور اللہ۔ ایک سطر۔ اس ترتیب سے۔ محمد رسول اللہ

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ میں جو جانور واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے بڑا لے اور دونوں کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ واپس کرے۔ یا اس سے چھوٹا لے اور جو کمی ہو اس کی قیمت لے۔ اس حدیث میں بنت مخاض کی جگہ بنت لبون لینے پر بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنے کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ تقدیر شرعی نہیں بلکہ اس عہد پاک میں بنت مخاض اور بنت لبون کی قیمتوں میں جو تفاوت تھا اس کے لحاظ سے وہ مقدار تحریر فرمائی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ میں شے واجب کی قیمت کا لینا درست ہے۔ اس لئے کہ تصریح ہے کہ جب بنت مخاض واجب ہے اور وہ موجود نہ ہو تو ابن لبون لیلے۔ اور کچھ نہ لوٹائے یہ اسی بنا پر ہے کہ اس عہد میں ایک بنت مخاض اور ایک ابن لبون کی قیمتیں برابر تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ احادیث کا لکھنا جائز ہے۔ ثابت ہوا کہ کوئی شیخ حدیث لکھکر کسی کو دیدے اور پڑھ کر نہ سنائے اور لینے والا شیخ کو پڑھ کر نہ سنائے تو بھی اس کی روایت درست ہے۔

تشریحات ۲۶۴ اس تعلیق کو امام احمد[۱] امام ترمذی[۲] امام ابو داؤد[۳] امام ابن ماجہ[۴] اور امام حاکم نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کے حساب کی تفصیل لکھی تھی مگر اس پر عمل کا موقع نہ ملا کہ وصال ہوگیا۔ اسے اپنی تلوار کے ساتھ رکھدیا تھا۔ اس پر ابو بکر نے عمل کیا۔ پھر عمر نے زندگی بھر عمل کیا۔ اس میں یہ تھا۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ درمیان کی تفصیل ابھی آرہی ہے۔ اخیر میں یہ حصہ تھا۔ اس کے ایک راوی سفیان بن حسین ہیں۔ جو زہری سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی زہری کی روایت ضعیف ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اسے صیغہ مجہول سے تحریر کیا ہے جو صیغہ تمریض ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے۔ کہ ترمذی نے کتاب العلل میں ذکر کیا ہے کہ میں نے محمد یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ یہ محفوظ ہوگی اور سفیان بن حسین صدوق یعنی بہت سچے ہیں۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یہاں حدیث انس کے لئے بطور

ع۵ الزکوٰۃ باب لا یجمع بین متفرق ص ۱۹۵ [۱] مسند امام احمد جلد اول ص ۱۵ [۲] الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ الابل والغنم ص ۷۹ [۳] اول زکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ ص ۲۲۰ [۴] زکوٰۃ باب صدقۃ الغنم ص ۱۲۱

كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا

عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوۃ کی جو مقدار لکھی تھی اس کو ان کے لئے لکھا

يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ ع۵

(اسمیں یہ بھی تھا) زکوٰۃ کی ڈر سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور نہ جمع کو متفرق کیا جائے ۔

شاید اسے ذکر کیا ہے ۔

لایجمع بین متفرق اس کی توجیہ میں علما کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ امام مالک نے فرمایا۔ اسکی صورت یہ ہے کہ تین شخصوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ اسمیں تین بکریاں واجب ہیں۔ یہ جائز نہیں کہ ان سب کو کوئی یہ کہے کہ سب میری ہیں۔ اس صورت میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔ یا دو شریک ہیں جنکی دو سو بکریاں ہیں مجموعے پر تین بکریاں واجب ہیں۔ اور اگر الگ کرلیں تو ہر ایک پر ایک بکری یعنی مجموعے پر دو بکریاں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ مالک اور عامل دونوں سے خطاب ہے۔ مالک کو یہ جائز نہیں کہ متفرق مال کو اکٹھا یا اکٹھے مال کو اسطرح متفرق کرے کہ زکوۃ کی مقدار گھٹ جائے اور محصل کو یہ جائز نہیں کہ ایسا اس لئے کرے کہ زکوۃ کی مقدار بڑھ جائے

حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ دو آدمیوں میں چالیس بکری مشترک ہے اس صورت میں کسی پر زکوۃ نہیں۔ اب عامل کو جائز نہیں کہ دونوں کو ملا کر ایک بکری وصول کرے۔ اسی طرح کسی ایک کی اکیس اکیس بکریاں ہیں۔ اسمیں صرف دو بکریاں ہیں لیکن اگر ان کو متفرق کردیا جائے تو تین بکریاں واجب ہوں گی یہ جائز نہیں۔

امام ابو یوسف نے اس کی صورت یہ بتائی کہ کسی شخص کی اسّی بکریاں ہیں جنمیں ایک بکری واجب ہے اور عامل کو یہ بتائے کہ ہم تین یا زائد بھائیوں میں مشترک ہیں۔ اب کچھ واجب نہ ہوگا۔ یا بھائیوں کے مابین چالیس بکریاں مشترک ہیں۔ اور عامل کہے۔ نہیں یہ سب ایک شخص کی ہیں اور زبردستی ایک بکری لے لے۔

حاصل یہ کہ یہ ایک قاعدہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہے۔ خشیۃ الصدقہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ خطاب مالک سے ہے کہ زکوۃ سے بچنے کے لئے ایسا نہ کرے۔ زکوۃ سے بچنے کے لئے جمع کی مثال یہ ہے کہ دو بھائیوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ اب دو بکریاں واجب ہیں۔ ان کو ملا دے تو صرف ایک بکری واجب ہوگی۔ اور تفریق کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کی چالیس بکریاں ہیں۔ اسمیں ایک بکری واجب ہے۔ وہ عامل کو یہ بتائے کہ ان میں بیس میری اور بیس میری بیوی کی ہیں۔ اب کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور ایک صورت اس سے بھی واضح یہ ہے کہ مثلاً مختلف جانور ہیں مگر ان میں کوئی نصاب تک نہیں پہنچتا مگر ایک جانور کو دوسرے کے ساتھ ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے مثلاً کسی کے پاس چار اونٹ اور آٹھ بکریاں ہیں۔ ان میں سے کسی کا نصاب کامل نہیں۔ مگر دونوں کو ملا دیں تو اونٹ کا نصاب پورا ہو جاتا ہے اسلئے کہ اونٹ کے نصاب میں خمس کی کمی ہے اور بکری کا خمس نصاب آٹھ ہے مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں لہ

ع۵ الزکوۃ باب لایجمع بین متفرق ص ۱۹۵ - لہ بہار شریعت پنجم بحوالہ درمختار وغیرہ ص ۳۱ - ۳۰

۲۶۵ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَّعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا

ت اور جب دو شریک کے اموال معلوم و متعین ہوں تو

يُجْمَعُ مَالُهُمَا عہ

جمع نہیں کئے جائیں گے۔

۲۶۶ وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يَتِمَّ لِهٰذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً وَلِهٰذَا

ت اور سفیان ثوری نے کہا ان پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہ ہوگی جب تک اِسکے

أَرْبَعُوْنَ شَاةً عہ

لئے بھی اور اُس کے لئے بھی چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔

تشریحات ۲۶۵ - ۲۶۶ پہلی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موصولا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری تعلیق کو امام عبدالرزاق نے۔ خلیط کا مادہ خلط ہے۔ اس کے معنی شریک کے ہیں۔ ہمارے یہاں اس سے مراد شریک فی الملک ہے۔ خواہ یہ شرکت ارث کی وجہ سے ہو یا ہبہ کی وجہ سے یا شراء یا کسب وغیرہ کی وجہ سے یا شرکت عقد ہو خواہ عنان ہو یا مفاوضہ ہو۔ مبسوط میں ہے۔ ہاں شرکت میں زکوٰۃ اس وقت ہے جبکہ کسی ایک شریک یا دونوں کا جتنا حصہ ہو وہ بقدر نصاب ہو۔ مثلاً اسی بکریاں دو شخصوں میں برابر برابر مشترک ہیں۔ تو دونوں پر ایک ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے۔ اور اگر ایسا ہے کہ ایک حصہ دو تہائی ہو اور ایک کا ایک تہائی۔ تو جس کا دو تہائی ہے اس پر ایک بکری واجب ہے۔ اور دوسرے پر کچھ نہیں۔

امام نووی نے فرمایا کہ یہاں یہ شرکت ملک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ خواہ شرکت فی الملک ہو بطریق شیوع یا اعیان میں ہو یا اوصاف میں ہو یا شرکت جوار ہو یعنی وہ سب ایک جگہ رہتے ہوں، اس کی نو شرطیں ہیں۔

(۱) یہ شرکت ان لوگوں کے مابین ہو جن پر زکوٰۃ واجب ہو (۲) شرکت کے بعد مال بقدر نصاب ہو (۳) شرکت کے بعد ان پر سال پورا ہو چکا ہو (۴) (۵) (۶) یہ جانور آرام کی جگہ۔ چراگاہ۔ پانی پینے کی جگہ میں ایک دوسرے سے متمیز نہ ہوں۔ (۷) (۸) (۹) ان سب کا چرواہا۔ اور نر۔ اور دودھ دوہنے کا برتن مشترک ہو۔ دوسرے علماء کے بھی اس طرح کے تھوڑے تغیر و تبدل کمی یا زیادتی کے ساتھ اقوال ہیں۔ ان کی دلیل حدیث باب ہے۔ اس بنیاد پر کہ لفظ خلیط مذکورہ بالا مفہوم پر صادق ہے۔ اس قول کی بناء پر اگر چند آدمیوں کے جانور مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ اکٹھے رہتے ہوں۔ تو مجموعے پر زکوٰۃ ہے۔ اور زکوٰۃ کی جو بھی مقدار ہے وہ سب شرکاء میں مشترک ہوگی۔ مثلاً چالیس بکریاں دو یا زائد آدمیوں کی اکٹھے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ رہتی ہوں اگرچہ ہر ایک کی بکریاں متعین ہوں تو بھی ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور یہ سب شرکاء میں بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگی۔ ہمارے یہاں کسی پر زکوٰۃ

عہ الزکوٰۃ باب ما کان من خلیطین ص ۱۹۵ عہ ایضا

حدیث ۸۵۳ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَۃُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَتَبَ لَہُ الَّتِیْ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ
فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا کَانَ مِنْ خَلِیْطَیْنِ
عنہ نے ان کے لئے وہ لکھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی مقدار مقرر فرمائی تھی۔
فَاِنَّھُمَا یَتَرَاجَعَانِ بَیْنَھُمَا بِالسَّوِیَّۃِ ؎۵
(اسمیں یہ بھی تھا) اور جو زکوٰۃ دو شریکوں پر واجب ہو وہ دونوں برابر برابر بانٹ لیں گے۔

حدیث ۸۵۴ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے
سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا تیرے لئے
وَیْحَکَ اِنَّ شَاْنَھَا شَدِیْدٌ فَھَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَھَا قَالَ
خرابی ہو بیشک ہجرت کا معاملہ سخت ہے کیا تیرے پاس اونٹ ہیں جنکی زکوٰۃ تو دیتا ہے

واجب نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ خلیط کا یہ معنی لے کر زکوٰۃ واجب کرنا دوسری صحیح احادیث کے معارض ہے، حدیث گذر چکی۔ کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ قول مذکور پر پانچ اونٹ سے کم پر بھی زکوٰۃ واجب ہونا لازم آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے تین اور دوسرے کے دو اونٹ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اکٹھے رہتے ہوں تو اس قول پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ تین اور دو اونٹ پر زکوٰۃ واجب کرنا ہوا، جو حدیث مذکور کے معارض ہے۔ احادیث میں دفع تعارض کے لئے خلیط سے شریک فی الملک مراد لینا ضروری ہوا۔ امام طاؤس امام عطار اور امام سفیان کا قول ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

بالسویۃ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ شرکت برابر برابر ہو۔

تشریحات ۸۵۴ سال عن الھجرۃ۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آنا چاہتے تھے۔

ویحک یہ کلمہ اصل میں زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ اس کا ترجمہ خرابی ہو تیرے لئے ہی مگر کبھی کبھی ترحم و شفقت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے حدیث میں۔ ویح لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ میں ہے۔ یہاں بھی ترحم ہی کے لئے ہے۔

؎۵ الزکوٰۃ۔ باب ما کان من خلیطین ص۱۹۵

نعم قال فاعمل من وراء البحار فان الله لن يترك من عملك شيئا
اس نے عرض کیا ہاں فرمایا دریاؤں کے پار رہ کر عمل کر اللہ تیرے عمل سے کچھ ضائع نہیں فرمائیگا۔
۸۵۵ حدثنی ثمامة ان انسا رضی اللہ تعالی عنه حدثه ان ابا بکر
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ
رضی اللہ تعالی عنه کتب له فریضة الصدقة التی امر اللہ رسوله
تعالی عنہ نے ان کے لئے زکوۃ کی وہ مقدار لکھی جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ
صلی اللہ تعالی علیه وسلم من بلغت عنده من الابل صدقة
تعالی علیہ وسلم کو حکم دیا تھا جس کی زکوۃ جذعہ تک پہنچے اور اس کے پاس جذعہ

ان شانها شدید ظاہر ہے یہ قصہ فتح مکہ کے پہلے کا ہے۔ ورنہ فرمادیتے کہ اب ہجرت نہیں۔ نیز قبل فتح مکہ بھی ہجرت صرف مکہ معظمہ سے کرنی فرض تھی۔ اور بلاد سے فرض نہ تھی۔ انھیں ہجرت سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کے بارے میں نور نبوت سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ اس کا تحمل نہ کر پائیں گے جیسا کہ ایک اعرابی کا قصہ مشہور ہے کہ ہجرت پر بیعت کر کے مدینہ آئے اور جب انھیں بخار آگیا تو بیعت توڑ دی۔

من وراء البحار یہ عرب ہی کے باشندے تھے۔ اس لئے کہ اعرابی عرب کے دیہاتی کو کہتے ہیں۔ سمندر پار کے باشندے نہیں تھے۔ پھر یہ ارشاد کیسے درست ہوا۔ بعض شارحین نے یہ توجیہ کی ہے کہ بحار اور بحر کبھی کبھی شہر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ ظهر الفساد فی البر والبحر۔ سورہ روم آیت ۴۱ - میں ایک قول یہ ہے کہ بر سے دیہات اور بحر سے شہر مراد ہے۔ خود حدیث میں مدینہ طیبہ پر بحیرہ کا اطلاق آیا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا۔

لقد اصطلح اهل هذه البحيرة ان يتوجوه[۱] اس شہر والوں نے طے کیا تھا کہ اسکے سر پر تاج باندھ دیں گے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد بطور مبالغہ علی سبیل الفرض ہے۔ یعنی مدینے سے کتنی ہی دور رہ کر عمل کرو گے اگرچہ سمندر پار رہ کر۔ ثواب پورا ملے گا۔

کتاب الھبہ میں اور باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں یہ زائد ہے۔ ان میں کچھ دوسروں کو دیتا بھی ہے تو اس نے کہا۔ ہاں فرمایا کیا گھاٹ پر جانے کے دن اسے دوہتا ہے۔ اس نے عرض کی ہاں۔

تشریحات ۸۵۵ سیاق سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد حدیث ۸۵۶ یعنی ومن بلغت صدقة بنت مخاض ہے اس کا معطوف علیہ۔ من بلغت عنده صدقة الجذعة الخ ہے۔ اس حدیث کا حاصل

ع۵ الزکوۃ باب زکوۃ الابل ص ۱۹۵ الھبة باب فضل المنیحة ص ۳۵۸ باب ھجرة النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص ۵۵ ثانی الادب باب فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۱ مسلم الامارۃ ابوداؤد الجھاد نسائی بیعۃ۔ مسند امام احمد ثالث ۶۴

[۱] بخاری ثانی تفسیر سورہ آل عمران باب قوله ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب ص ۶۵۶

بالجذعة وليست عنده جذعة وعنده حقة فانها تقبل منه

نہ ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ میسر ہوں تو

الحقة ويجعل معاشاتين ان استيسر تاله او عشرين درهما ومن

دو بکریاں ورنہ بیس درہم بھی لیا جائے۔ اور جس کی زکوۃ حقہ تک پہنچے اور اس کے پاس

بلغت عنده صدقة الحقة وليست عنده الحقة وعنده الجذعة

حقہ نہ ہو اور اس کے پاس جذعہ ہو تو اس سے جذعہ لے لیا جائے۔ اور محصل مالک کو بیس درہم

فانها تقبل منه الجذعة ويعطيه المصدق عشرين درهما او

یا دو بکریاں دے۔ اور جس کی زکوۃ حقہ تک پہنچے اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہو

شاتين ومن بلغت عنده صدقة الحقة وليست عنده الا

تو اسے قبول کرلے اور وہ یعنی مالک دو بکریاں

بنت لبون فانها تقبل منه بنت لبون ويعطي شاتين او عشرين

یا بیس درہم دے۔ اور جس کی زکوۃ بنت لبون تک پہنچے اور

وہی ہے جو حدیث ۸۵۱ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ جو جانور واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے بڑا یا چھوٹا لے لے۔ دونوں کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ محصل دیدے یا مالک سے لے لے۔

مطابقت باب | اس حدیث پر باب کا عنوان یہ ہے جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچے اور وہ اس کے پاس نہ ہو (تو وہ کیا کرے)، مگر اس باب میں جتنی حدیث مذکور ہے اس میں یہ جزئیہ مذکور نہیں اسی وجہ سے ابن بطال نے امام بخاری پر غفلت کا الزام لگایا۔ مگر یہ بے جا ہے۔ امام بخاری کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ باب کے تحت کسی طویل حدیث کا ایک جز ذکر فرماتے ہیں۔ جو باب سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا مگر اس حدیث کے دوسرے اجزا ر باب کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ اسی حدیث کا جز حدیث ۸۵۱ ہے جس میں یہ جزئیہ صراحۃً مذکور ہے۔ ویسے علامہ ابن حجر وغیرہ نے اتنے حصے سے بھی مطابقت ثابت کر دی ہے۔ جو درست بھی ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ جو جانور واجب ہو وہ مالک کے پاس نہ ہو تو اس سے ایک سال بڑا لے لے۔ اور دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے۔ یا ایک سال چھوٹا لے لے اور مالک سے دو بکریاں یا بیس درہم لے لے۔ اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ جو واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے ایک سال بڑا لے کر دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے یا اس سے ایک سال چھوٹا لے لے اور ساتھ ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم بھی لے لے۔ اس کے مطابق باب کا حکم معلوم ہو گیا کہ جب بنت مخاض واجب ہے اور وہ نہیں تو بنت لبون لے لے اور دو بکریاں یا بیس

13

دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ

اس کے پاس حقہ ہو تو یہی قبول کیا جائے اور محصل

مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ ۔ وَمَنْ

مالک کو بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اور جس کی زکوٰۃ

بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ

بنت لبون تک پہنچے اور اس کے پاس نہ ہو اور اسکے پاس بنت مخاض

فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ ؏

ہو تو یہی لے لی جائے اور مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

حدیث ۸۵۶ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ

درہم واپس کردے۔ اس کلیے سے ان صورتوں کا بھی حکم معلوم ہوگیا۔ جو اس حدیث میں مذکور نہیں۔ مگر واقع ہوسکتی ہیں۔ مثلاً اسی صورت میں جبکہ بنت مخاض واجب ہے اور وہ موجود نہیں۔ اور بنت لبون بھی نہیں بلکہ حقہ ہے تو کیا کرے۔ اس قاعدے سے معلوم ہوگیا کہ ایک سال کے سن کے تفاوت پر بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنا ہے تو جب دو سال کا تفاوت ہے تو چالیس درہم یا چار بکریاں واپس کرے۔ یوں ہی اس کے برعکس میں اتنا مزید لے۔ اور فائدہ اس وجہ سے حاصل ہوا کہ وہ حدیث نہیں ذکر کی جسمیں یہ حکم صراحتہً مذکور ہے۔ وہ حدیث ذکر فرما دیتے تو نہ کسی کو مزید غور کی حاجت تھی نہ کوئی غور کرتا اور نہ یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا اقول وباللہ التوفیق۔ یہ حدیث ذکر فرما دیتے تو بھی جنھیں نصوص میں غور کرنے کی عادت ہے وہ غور کرکے یہ قاعدہ استخراج کرلیتے۔ مگر حدیث ذکر نہ کرنے سے یہ شبہہ پیدا ہوسکتا ہے کہ شاید اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ لیکن حدیث ذکر کر دینے سے یہ فائدہ ہوتا کہ دوسرا حل بھی معلوم ہو جاتا کہ وہ شئی واجب کی قیمت لے لے۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی ہے اگر اس صورت میں ابن لبون ہو اور لے لے تو نہ کچھ دینا ہے اور نہ کچھ لینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی حل کی صورت ہے کہ قیمت لیلے خواہ اسی قیمت کا جانور یا نقد۔ اس لئے باب سے مطابقت کی وہی صورت بہتر ہے جو علامہ عینی نے بیان فرمایا جو ہم پہلے لکھ آئے۔

تشریحات ۸۵۶ یہ حدیث باب زکوٰۃ میں اصل عظیم ہے۔ اسی پر اس کی ساری تفصیلات مبنی ہیں اس حدیث سے چند بنیادی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول ہر قسم کے اموال زکوٰۃ کی ایک نصاب ہے کہ اس سے

؏ الزکوٰۃ باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵

حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَّضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جب بحرین بھیجا تھا

لَمَّا وَجَّهَهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ

تو یہ لکھ کر دیا تھا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ

یہ زکوٰۃ کی وہ مقدار ہے جو رسول اللہ

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِيْ اَمَرَ اللهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر فرمائی اور جس کا اللہ نے

کم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب بقدر نصاب مال ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اونٹ کی نصاب پانچ اور بکری کی چالیس اور چاندی کی دوسو درہم ہے۔ ان سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو نصابوں کے درمیان معاف ہے۔ اونٹوں کی زکوٰۃ میں جہاں اونٹ کا بچہ واجب ہے اس سے مراد مادہ ہے۔ اگر نر دیگا تو قیمت میں جو تفاوت ہو وہ بھی دے۔ اور جہاں بکری واجب ہے وہاں اختیار ہے خواہ نر دے خواہ مادہ۔ اور یہی حکم بھیڑوں کا ہے۔ بکری میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہیں۔

لما وجهه الى البحرين :۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت انس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں مشورہ فرمایا تو انھوں نے تائید کی اور کہا۔ وہ ہوشیار ہیں اور لکھنا جانتے ہیں۔

بحرین بصرہ کے قریب ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کا صدر مقام ہجر تھا۔ یہ بحر ہند اور خلیج فارس کے مابین ہے اسی لئے اس کو بحرین کہتے ہیں۔

بسم الله :۔ ماوردی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی والا نامے کا جز ہے۔ اس حدیث کی تعمیل میں کہ فرمایا۔ جو اہم کام، بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص ہے۔ انس والا نامے کی ابتدا میں۔ حمد۔ نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ۔ ابتدا بالحمد واجب نہیں۔ اور حدیث استحباب پر محمول ہے۔

فريضة الصدقة :۔ صدقہ بمعنی زکوٰۃ ہے۔ احناف پر علامہ ابن حجر نے یہ بے جا الزام لگایا ہے کہ وہ صدقہ کا اطلاق زکوٰۃ پر درست نہیں مانتے۔ احناف اس سے مطلقاً انکار نہیں کرتے کہ صدقہ بمعنی زکوٰۃ بھی آتا ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ ہر جگہ صدقہ بمعنی زکوٰۃ نہیں۔ بلکہ صدقہ عام ہے فرض واجب نفل کو۔ جہاں قرینہ جس کا مقتضی ہو وہ مراد ہوگا۔

فرض :۔ فرض[1] کے معنی کسی سخت چیز کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے۔ پھر اس کا استعمال تقدیر یعنی مقدار مقرر کرنے

[1] فتح الباری ثالث ص ۲۵۰

بِهِ رَسُولَهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ

اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔ جس مسلمان سے اس کے مطابق مانگا جائے وہ دے۔

سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ ۔ فِي أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا

اور جس سے اس سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے۔ چوبیس اور اس سے کم اونٹ میں ہر پانچ

مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ إِلَى خَمْسٍ

اونٹ پر ایک بکری ہے۔ پھر جب پچیس سے لے کر پینتیس تک ہو جائے تو ان میں ایک بنت

وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَّثَلٰثِيْنَ إِلَى

مخاض مادہ ہے۔ پھر جب چھتیس سے لے کر پینتالیس تک پہنچ جائے تو ان میں ایک

خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثَى ۔ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ

مادہ بنت لبون ہے۔ پھر جب چھیالیس سے لے کر ساٹھ تک پہنچ جائے

کے معنی میں ہونے لگا ہے۔ پھر الزام میں مستعمل ہوتے لگا۔ یعنی کسی چیز کا کسی پر لازم کرنا۔

مفردات امام راغب میں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں فرض علی فلاں آیا ہے۔ اس کے معنی واجب اور لازم کرنے کے ہیں اور جہاں فرض لہ آیا ہے تو اس معنی میں ہے کہ یہ اس پر حرام نہیں مباح ہے۔ فرض علیك القرآن کے معنی ہیں کہ قرآن پر عمل کرنا واجب ہے۔

یہاں فرض۔ اوجب۔ یعنی واجب فرمایا۔ کے بھی معنی میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ اور قدّر کے معنی میں بھی۔ یعنی مقدار مقرر فرمائی۔ اور بیّن وفصّل کے بھی معنی ہیں۔ یعنی بیان فرمایا تفصیل ذکر فرمائی۔

فی اربع وعشرین فما دونها من الغنم فی اربع وعشرین۔ یہ مبتدأ محذوف الواجب کی خبر ہے۔ الواجب میں جو الف لام الذی کے معنی میں ہے۔ من الغنم اس کا بیان ہے۔ یعنی چوبیس اور اس سے کم اونٹ میں بکری واجب ہے۔ اکثر نسخوں میں من آیا ہے۔ مگر ابن السکن کے نسخے میں من نہیں۔ اور یہ زیادہ واضح ہے۔ من کل خمس شاۃ ۔ یہ اس اجمال کی تفصیل ہے۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ اونٹ کی زکوٰۃ کو سب سے پہلے ذکر فرمایا اس لئے کہ یہ عرب کا سب سے اہم اور قیمتی مال تھا۔

فی سائمتها یہ دلیل ہے کہ زکوٰۃ صرف چرائی کے جانوروں پر ہے۔ یعنی وہ جو سال کے اکثر حصے میں چرائی پر گذر کرتے ہوں۔ جن جانوروں کو چھ مہینے چارہ دیتے ہوں، چھ مہینے چرائی پر رکھتے ہوں۔ وہ سائمہ نہیں۔ یہ بھی قید ضروری ہے کہ ان جانوروں سے مقصود نسل یا دودھ حاصل کرنا ہو۔ یا فربہ کرنا۔ ان جانوروں سے اور کوئی

اِلٰی سِتِّیْنَ فَفِیْہَا حِقَّۃٌ طَرُوْقَۃُ الْجَمَلِ ۔ فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَۃً وَّ
تو ان میں ایک حقہ ہے جو نر کی جفتی کے لائق ہو۔ پھر جب اکسٹھ سے لے کر پچھتر تک پہنچ
سِتِّیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ فَفِیْہَا جَذْعَۃٌ فَاِذَا بَلَغَتْ یَعْنِیْ سِتًّا وَّ
جائے تو ان میں ایک جذعہ ہے پھر جب چھہتر سے لے کر نوے تک پہنچ جائے
سَبْعِیْنَ اِلٰی تِسْعِیْنَ فَفِیْہَا بِنْتَا لَبُوْنٍ ۔ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰی وَتِسْعِیْنَ
تو ان میں دو بنت لبون ہے پھر جب اکانوے سے لے کر ایک سو بیس تک
اِلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃٍ فَفِیْہَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ ۔ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی
پہنچ جائے تو ان میں جفتی کے لائق دو مادہ حقے ہیں۔ اور جب ایک سو بیس سے
عِشْرِیْنَ وَمِائَۃٍ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّفِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّۃٌ وَّمَنْ
زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ

غرض نہ ہو۔ مثلاً سواری کرنا، بوجھ ڈھونا، ہل وغیرہ میں لگانا۔ اور اگر جانوروں سے مقصود کام لینا ہو تو ان پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ سال بھر تک چرائی پر رہتے ہوں۔ ابوداؤد[۵] میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ولیس علی العوامل شئ کام کرنے والی گایوں پر کچھ نہیں۔ اسی طرح اگر مقصود تجارت ہو تو ان پر سائمہ کی زکوٰۃ نہیں۔ البتہ مال تجارت کی زکوٰۃ ہے۔ یعنی بازار بھاؤ سے جو ان کی قیمت ہو اس کا چالیسواں حصہ۔ یہاں حدیث میں یہ قید صرف بکری کے ساتھ مذکور ہے مگر حقیقت میں اونٹ گائے میں بھی یہ شرط ملحوظ ہے۔ ابوداؤد[۲] میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فی کل سائمۃ ابل من الاربعین بنت لبون۔ ہر چرنے والے چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون ہے۔

یعنی ستاوسبعین علامہ کرمانی نے فرمایا۔ شاید۔ ستا وسبعین۔ مکتوب نہیں تھا۔ یا کسی راوی نے چھوڑ دیا تھا۔ اس بنا پر کہ یہ ظاہر تھا۔ پھر کسی اور راوی نے توضیح کے لئے اس کا اضافہ کر دیا۔

فاذا زادت علی مائۃ وعشرین اونٹ کی زکوٰۃ پر ایک سو بیس تک پر اتفاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے جتنے مکتوب مروی ہیں سب یہاں تک متفق ہیں۔ اس کے بعد اختلاف ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس کے بعد ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ۔ اس کے بعد ہر چالیس اور پچاس پر حساب دائر ہوگا۔ یعنی اگر چالیس اونٹ زائد ہوں گے تو مزید ایک بنت لبون اور اگر پچاس زائد ہوں گے تو مزید ایک اور حقہ۔ امام شافعی کی دلیل یہی حدیث ہے، کہ فرمایا فاذا زادت علی عشرین ومائۃ ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقۃ۔ جب ایک سو بیس سے زائد ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس

---

۵ اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمۃ ص ۲۲۱ ۔ ۲ ایضا

لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ
اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں توان میں زکوۃ واجب نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے
رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ۔ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ
تو دیدے۔ جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو ایک بکری ہے۔ اور چرنے والی بکری اگر
فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ۔ فَإِذَا زَادَتْ
چالیس ہوں توان میں ایکسو بیس تک ایک بکری ہے۔ اور جب ایک سو بیس سے
عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ۔ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ
زیادہ ہوں تو دو سو تک دو بکریاں۔ پھر جب دو سو سے زائد ہو کر تین سو ہو
إِلَى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلٰثُ شِيَاهٍ۔ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلٰثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ
جائیں تو تین بکریاں پھر جب تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو میں ایک بکری

میں ایک حقہ۔ مگر ہمارا مذہب یہ ہے کہ۔ ایک سو بیس کے بعد ہر پانچ اونٹ پر مزید ایک بکری۔ ایک سو پینتالیس تک۔ یعنی دو حقے کے ساتھ۔ مثلاً ایک سو پچیس ہوں تو دو حقے اور ایک بکری۔ ایک سو تیس ہوں تو دو حقے اور دو بکریاں علی ہذا القیاس۔ پھر ایک سو پچاس میں تین حقے۔ اب اگر اس سے زائد ہوں تو جیسے حساب چلا تھا وہ کریں۔ یعنی اب ہر پانچ پر ایک بکری۔ چوبیس تک پھر پچیس میں بنت مخاض۔ چھتیس میں بنت لبون پینتالیس تک میں۔ اور چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک حقہ۔ الخ۔ یہاں تک کہ ایک سو پچاس میں تین حقے اور ایک بنت لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو تک میں چار حقے یا پانچ بنت لبون۔ دو سو کے بعد پھر اسی طریقے سے حساب ہوگا۔ جو ایک سو پچاس کے بعد جاری ہوا ہے۔[1]

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے مراسیل میں اور امام اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں۔ حماد بن سلمہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا میں نے قیس بن سعد سے کہا۔ وہ محمد بن حزم کا صحیفہ لائے اور مجھے ایک صحیفہ دیا اور یہ بتایا کہ یہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے منقول ہے۔ یہ وہ صحیفہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے دادا کے لئے لکھا تھا۔ اس کو پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوۃ کی مقدار لکھی تھی۔ انھوں نے شروع سے پڑھا۔ یہاں تک کہ اونٹ ایک سو بیس تک پہنچ جائیں اور جب اس سے زائد ہوں تو ابتدائی مقدار کی طرف لوٹیں یعنی ایک سو پچیس سے کم میں ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔

ہمارا مذہب اس حدیث کے معارض نہیں۔ اس حدیث میں۔ ایک سو بیس اور ایکسو ساٹھ کی درمیانی

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۰

مِائَةٍ شَاةٌ - فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ

اور جب چرنے والی بکری چالیس سے ایک بھی کم ہو تو ان میں کچھ نہیں مگر یہ کہ

شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا - وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ

مالک بخوشی کچھ دیدے۔ اور چاندی میں ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ ہے۔ اور اگر چاندی

الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا عہ

ایک سو نوّے درہم ہو تو اس میں کچھ نہیں مگر یہ کہ مالک بخوشی کچھ دیدے۔

مقدار کا حکم مذکور نہیں۔ اور ابن حزم والی حدیث میں مذکور ہے تو یہ ایک زیادتی ہے جو ثقہ کی ہے۔ اسلئے مقبول ہے۔ ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہے۔ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن حزم والی حدیث پر عمل ترک فرمایا۔ رہ گئیں وہ جرحیں جو عمرو بن حزم کی اس حدیث پر کی گئی ہیں۔ ان سب کے جوابات علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ جسے شوق ہو مطالعہ کرے۔

لطیفہ امام بیہقی اور علامہ ابن جوزی نے عمرو بن حزم کی حدیث پر یہ جرح کی یہ منقطع ہے۔ اور حدیث زیر بحث کی سند یہ ہے - حدثنی محمد بن عبد اللہ بن المثنی الانصاری قال حدثنی ابی قال حدثنی ثمامۃ بن عبد اللہ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس پر امام دارقطنی نے۔ تتبع علی الصحیحین ۔ میں لکھا ہے۔ ثمامہ بن عبد اللہ نے حضرت انس سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔ اور نہ عبد اللہ بن مثنی نے ثمامہ سے سنی ہے۔ مقدسی کی اطراف میں ہے کہ امام ابن معین سے پوچھا گیا۔ صدقات کے بارے میں ثمامہ بن عبد اللہ بن انس کی حدیث کیسی ہے۔ تو فرمایا۔ صحیح نہیں اور کچھ نہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں عبد اللہ بن مثنی ہے۔ ساجی نے کہا کہ یہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا میں اس کی حدیث کی روایت نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا۔ لہ فیہ ما فیہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وفی الرقۃ اصل میں ورق تھا۔ وعدٌ۔ عِدَۃٌ کے قاعدے سے واو حذف کر کے آخر میں ھا بڑھا دیا۔ اس کے معنی، الفضۃ المضروبۃ۔ ہے۔ یعنی چاندی کا سکہ۔

الا تسعین ومائۃ گزر چکا کہ چاندی کی نصاب پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ یہ اسی کا بیان ہے۔ اور ایک سو نوے بطور تمثیل ہے۔ چونکہ سو کی تجزی دہائیوں میں کی جاتی ہے۔ سو کے نیچے نوے ہی ہے۔ اسی لئے اس کو ذکر فرمایا۔

عہ الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم ص ۱۹۵

لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۱

۸۵۷ حَدَّثَنِی ثُمَامَۃُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر
عَنْہُ کَتَبَ لَہٗ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰہُ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فرمان میں لکھا جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یُخْرَجُ فِی الصَّدَقَۃِ ہَرِمَۃٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَیْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ
کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیبی اور بوک نہ نکالا جائے مگر یہ کہ محصل چاہے

تشریحات ۸۵۷ احادیث ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷ اور یہ سب ایک ہی حدیث کے اجزار ہیں۔ ان کی ترتیب مشکوٰۃ میں یہ ہے۔ حدیث ۸۵۵ ھذہ فریضۃ الصدقۃ سے لیکر ومن بلغت صدقتہ بنت لبون ولیست عندہ سے او شاتین تک۔ ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد حدیث ۸۵۱ ومن بلغت صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ سے ولیس معہ شیئ۔ تک ہے۔ پھر اس کے بعد حدیث ۸۵۵ کا بقیہ حصہ۔ وفی صدقۃ الغنم سائمتھا۔ سے۔ الا ان یشاء ربھا۔ تک ہے۔ پھر یہ حدیث ۸۵۷ ولا یخرج۔ ماشاء المصدق۔ تک ہے۔ پھر حدیث ۸۵۲ ولا یجمع بین متفرق ہے۔ پھر حدیث ۸۵۳ وما کان من خلیطین۔ ہے۔ اس کے بعد حدیث ۸۵۵ کا بقیہ حصہ۔ وفی الرقۃ اخیر تک ہے۔

اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں عیبی اور از کار رفتہ بوڑھا۔ اور وہ نر جس سے جفتی کرائی جاتی ہو نہیں لیا جائیگا۔ ھرمۃ۔ وہ بوڑھا جانور جس کے دانت گر گئے ہوں۔ جو عمر کی آخری منزل میں ہو۔ ذات عوار عیبی۔ یعنی اسمیں ایسا عیب جس کی وجہ سے بیع میں واپس کرنیکا اختیار ہو۔ یا ایسا کہ اس کی وجہ سے قربانی صحیح نہ ہو۔ عوار۔ عین کے کسرے کے ساتھ۔ کانا پن۔ ذات عوار۔ کانا۔ تیس۔ بکرا جس سے جفتی کا کام لیا جاتا ہو۔ مصدَّق۔ دال کے فتحے کے ساتھ اسم مفعول یعنی جس سے صدقہ لیا جائے۔ دال کے کسرے کے ساتھ۔ اسم فاعل یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا۔

جس طرح زکوٰۃ میں عمدہ جانور لینا ممنوع ہے اسی طرح عیبی بھی لینا ممنوع ہے بلکہ بے عیب متوسط درجے کا لیا جائے گا۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ۔ الا ماشاء المصدّق۔ میں استثنار منقطع ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ بہت بوڑھی اور عیبی اور بوک نہ دے وہی دے جو مصدق چاہے۔ اور ظاہر ہے بحکم حدیث وہ متوسط درجے کا بے عیب جانور چاہے گا۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ مثلاً کل جانور عیبی ہیں تو عیبی لے گا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ عیبی نہ دے مگر جبکہ مصدق چاہے۔ اور وہ کب چاہے گا۔ جب سب جانور عیبی ہوں گے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ استثنار

۵۷ باب لا یوخذ فی الصدقۃ ھرمۃ ص ۱۹۶

۸۵۸ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنْتَهَيْتُ اِلَيْهِ يَعْنِي النَّبِيَّ
حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اَوْ وَالَّذِي لَا اِلٰهَ
میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یا قسم ہے
غَيْرُهٗ اَوْ كَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا اِلَّا
اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یا جیسے بھی قسم کھائی ہو۔ جس کسی کے پاس
اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ
اونٹ یا گائے یا بکری ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ جانور اور زیادہ فربہ
بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ عَلَيْهِ اُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلٰهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ ؏
لایا جائیگا۔ اور وہ اپنے مالک کو اپنی کھروں سے روندے گا اور اپنی سینگوں سے ماریگا جب پچھلی جماعت
آگے بڑھ جائے گی تو پہلی والی آئیگی دگنا تار ایسا ہی ہوتا رہیگا یہانتک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

صرف تیس سے ہو۔ مطلب یہ ہوا۔ یوک فقراء و مساکین کے کام کا نہیں۔ وہ بدبودار ہوتا ہے کھایا نہیں جاتا۔ فقراء اسے لیکر کیا کریں گے۔ مگر کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً صدقہ کے مویشیوں کو حفتی کرانی ہے۔ تو اگر مصدق کو کوئی مصلحت اور فائدہ اس کے لینے میں جانے تو لے سکتا ہے۔

تشریحات ۸۵۸ **انتھیت** ۔ اس کے قائل حضرت ابوذر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابوذر کہہ رہے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اوکما حلف یعنی یہ تو طے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھائی۔ الفاظ کیا تھے یہ راوی یاد نہ رکھ سکے۔

لا یؤدی حقھا حق سے مراد زکوۃ ہے۔ جیساکہ مسلم اور ترمذی کی روایت میں حقہا کے بجائے زکوتہا کی تصریح ہے یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ گائے میں بھی زکوۃ ہے البتہ اس کی تفصیل بخاری میں مذکور نہیں۔ یا تو اس وجہ سے کہ امام بخاری کو ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ یا اس وجہ سے کہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ تھی۔ زکوۃ صرف تین قسم کے جانوروں پر واجب ہے۔ اونٹ، گائے، اور بکری، گائے میں بھینس بھی داخل ہے۔ دونوں ایک نوع ہیں۔ جیساکہ علامہ دمیری نے حیات الحیوان میں تصریح کی ہے۔ اور بکری بھیڑ دنبہ زکوۃ کے معاملے میں ایک حکم میں ہیں۔

؏ الزکوٰۃ باب زکوٰۃ البقر ص ۱۹۶ مسلم زکوٰۃ۔ ترمذی زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ، ابن ماجہ زکوٰۃ۔

۸۵۹ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَۃَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِیْنَۃِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِہٖ اِلَیْہِ بَیْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَۃَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُھَا وَیَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِیْھَا طَیِّبٍ۔ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ مدینے میں تمام انصار سے زیادہ مالدار تھے ان کے پاس سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات تھے اور تمام مالوں میں انھیں سب سے زیادہ محبوب 'بیرحاء' تھا اور یہ مسجد کے سامنے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں جاتے تھے اور اسمیں بہت عمدہ پانی تھا اسے پیتے تھے۔ حضرت انس نے فرمایا۔ جب

تشریحات ۸۵۹ بیرحاء۔ میں مختلف لغات مروی ہیں۔ باجی نے کہا۔ کہ سب سے فصیح بار کو فتحہ یا کو سکون راء کو فتحہ بغیر مد ہے۔ اسی پر صغانی نے بھی جزم کیا۔ اور کہا کہ یہ فیعل کے وزن پر۔ براح سے بنا ہے۔ یہ کھجوروں کا ایک عظیم الشان باغ تھا۔ جسمیں ایک کنواں بھی تھا۔ باغ تو دست برد زمانہ سے ختم ہوگیا البتہ یہ مبارک کنواں اب بھی باقی ہے۔ باب مجیدی کے سامنے اتر جانب تھوڑے فاصلے پر ہے۔ حضرت انس کے اس ارشاد مستقبلۃ المسجد سے مراد یہی ہے کہ مسجد کے سامنے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ لفظ۔ بِیْرُ حَاء۔ ہے ترکیب اضافی کے ساتھ یعنی یہ ایک کنواں ہے جس کا نام حاء تھا۔ یہاں بخاری کے ایک نسخے میں بھی یہی ہے۔ ہوسکتا ہے اس باغ میں جو کنواں تھا۔ اس کا نام حاء رہا ہو اور اسی کے نام پر پورے باغ کا نام رکھ دیا گیا ہو۔ ورنہ یہ حقیقت میں ایک باغ تھا۔ جیسا کہ خود بخاری ہی میں کتاب الاشربہ کی ایک روایت میں خود حضرت انس کا قول مذکور ہے۔ وکانت حدیقۃ وہ ایک باغ تھا۔ خود اس روایت کا یہ لفظ۔ من ماء فیھا طیب۔ حضور اس عمدہ پانی کو پیتے تھے جو اس میں تھا۔ اس جانب مشعر ہے۔ حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے بنی عم حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا تھا[۱] حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ کا نسب تیسری پیڑھی حرام بن عمرو پر مل جاتا ہے اور حضرت ابی بن کعب کا چھٹی پیڑھی عمرو بن مالک بن نجار پر ملتا تھا۔ حضرت ابوطلحہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ ان کا نام زید تھا۔ زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار۔ اور حضرت حسان کا یہ ہے۔ حسان بن ثابت المنذر بن حرام بن عمرو۔ اور حضرت اُبی کا یہ ہے۔ ابی بن کعب

۱؎ بخاری اول۔ الوصایا۔ باب اذا وقف او اوصی لاقاربہ ص ۳۸۵

هٰذِهِ الْآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ
یہ آیت نازل ہوئی تم لوگ کبھی بھی نیکی نہیں حاصل کر سکو گے جبتک اپنی پسندیدہ چیزوں

إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ
میں سے خرچ نہ کرو۔ تو ابو طلحہ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ
اور عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم لوگ کبھی بھی نیکی نہیں حاصل کر پاؤ گے

وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحٰى وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا
جبتک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو گے۔ اور اپنے اموال میں مجھے سب سے زیادہ

عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ
پسندیدہ بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس کا ثواب ملیگا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا
اور اللہ کے حضور ذخیرہ ہوگا۔ یا رسول اللہ جہاں اللہ آپ کے جی میں ڈالے وہاں اسے صرف کیجئے

قُلْتَ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَفْعَلُ
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شاباش یہ نفع دینے والا مال ہے یہ نفع دینے والا مال ہے اور تم نے جو کچھ کہا میں نے

بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار۔

مسائل یہ آیہ کریمہ صدقات نافلہ کے بارے میں ہے۔ یہی تحقیق ہے۔ ویسے ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہی حکم تھا۔ زکوٰۃ سے منسوخ ہوگیا۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ زکوٰۃ مدینے میں فرض ہوئی اسلئے کہ سورہ آل عمران مدنی ہے۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے۔ اقارب پر زکوٰۃ۔ یعنی اقارب کو زکوٰۃ دینا۔ جائز ہے یا نہیں۔ بظاہر حضرت امام بخاری کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ معدودے چند اقارب کو چھوڑ کر مطابقت کی تقدیر جو زین بن المنیر نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔ صدقہ نافلہ اقارب کو دینے سے دونا ثواب ہے۔ تو صدقہ واجبہ میں بھی یہی ہوگا۔ اور حدیث میں صدقہ واجبہ کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں۔ اس لئے کہ مقصود دونوں سے ثواب ہے۔ جب صدقہ نافلہ اقارب کو دینے سے ثواب میں کمی نہیں آتی تو صدقہ واجبہ میں کمی آنے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ صدقہ واجبہ کے مستحق ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مطلق وقف صحیح ہے اگرچہ اس کی سبیل نہ بیان کرے۔ بعد میں متعین کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ خواہ نافلہ ہو خواہ واجبہ اگر اپنے اقرباء ضرورتمند ہوں تو

يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُو طَلْحَةَ فِي اَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ وَقَالَ يَحْيٰى

سن لیا اور میں یہ مناسب جانتا ہوں کہ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیدو، ابوطلحہ نے عرض کیا ایسا ہی کرتا ہوں اب ابوطلحہ نے اسے

بْنُ يَحْيٰى وَاِسْمٰعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ بِالْيَاءِ عـه

قریبی رشتہ دار اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ یحیی بن یحیی اور اسمٰعیل نے امام مالک ہی سے رابح کے بجائے رایح روایت کیا ہے۔

۸۶۰ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان پر اس کے گھوڑے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ عـه

اور غلام میں زکوٰۃ نہیں

ان کو دینا افضل ہے۔

وقال یحیی بن یحیی یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری اور اسماعیل بن اویس نے حضرت امام مالک ہی سے مالٌ رایح کے بجائے۔ مال رابح۔ یاء کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری کی روایت کتاب الوکالۃ میں اور اسماعیل بن ابی اویس کی روایت تفسیر میں ہے۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کی روایت کتاب الاشربہ میں شک کے ساتھ ہے رابح اور رایح۔ رابح کی روایت واضح ہے۔ حتیٰ کہ اسماعیلی نے یہ دعویٰ کیا کہ۔ رایح۔ یاء تحتانیہ کے ساتھ غلط ہے اس کے باوجود شارحین نے اس کی توجیہہ کی ہے۔

ابن بطال نے کہا یہ معنی ہیں کہ اس کی مسافت قریب ہے اور بہترین مالوں میں سے ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا ثواب صبح وشام ملے گا۔

تشریحات ۸۶۰ گھوڑے اگر سواری اور بوجھ ڈھونے کیلئے ہیں تو ان میں بالاجماع زکوٰۃ نہیں اور اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح غلام بھی اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ گھوڑے اگر چرائی پر ہوں توالد و تناسل کیلئے۔ تو جمہور ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں۔ حتیٰ کہ امام ابویوسف اور امام محمد بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں مفتی بہ ہے۔ ان حضرات کی دلیل حدیث زیر بحث ہے۔ جیساکہ قاضی خاں[۵] میں ہے۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمیں زکوٰۃ ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری[۱] امام مسلم[۲] امام طحاوی[۳] اور بزار[۴] نے انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

عـه الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب ص ۱۹۷ الوکالۃ باب اذا قال الرجل لوکیلہ ضعہا حیث اراک اللہ ص ۳۱۱ باب الوصایا باب اذا وقف او اوصیٰ لاقاربہ ص ۳۸۵۔ باب من تصدق الی وکیلہ ص ۳۸۶ ثانی تفسیر باب قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا ص ۶۵۴ الاشربہ باب استعذاب الماء ص ۸۳۹ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی تفسیر۔

عـه الزکوٰۃ باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ ص ۱۹۷ مسلم زکوٰۃ، ابوداؤد زکوٰۃ ترمذی نسائی زکوٰۃ ابن ماجہ زکوٰۃ ـ [۱] اول زکوٰۃ فصل فی الخیل [۲] ثانی تفسیر سورۃ زلزال ص ۷۴۲، مساقاۃ باب شرب الناس والدواب من الانہار ص ۳۱۹ [۳] اول الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ص ۳۱۹ [۴] شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخیل ھل فیہا صدقۃ ام لا ص ۲۶۰ [۵] عمدۃ القاری تاسع ص ۳۶۔

۸۶۱ حَدَّثَنَا عطاءُ بنُ یسارٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیدٍ الخُدرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ

واللفظ للاول۔

الخیل لرجلٍ اجرٌ ولرجل ستر وعلی رجلٍ وزر (الی ان قال) ورجلٌ ربطہا تغنیا وتعففا ثم لم ینس حق اللہ فی رقابہا وظہورہا فھی لذلک ستر۔

گھوڑا کسی کے لئے اجر ہے کسی کے لئے پردہ ہے اور کسی پر وبال ہے۔ اور جس نے گھوڑے کو غنا اور تعفف کیلئے باندھا پھر اس کی ذات اور اس کی پیٹھ میں جو اللہ کا حق ہے نہ بھولا اس کیلئے پردہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑے میں بھی اللہ کا حق ہے اور یہ صرف زکوۃ ہی ہے۔ اسی لئے اس حق کے ادا کرنے پر۔ ستر۔ کو مرتب فرمایا۔ یعنی وہ جہنم سے آڑ ہوگا۔ اس لئے کہ کلام شارع سے یہی متبادر ہے۔ نیز۔ ستر کا یہ معنی کہ اس سے نعمت کا ظہور ہو۔ وہ اگر حق ادا کرے جب بھی حاصل ہے۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[1] امام دار قطنی[2] اسماعیل بن اسحق قاضی اور ابو عمرو نے تمہید میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوۃ حضرت عمر بن خطاب کو دیتے۔ نیز ابو بکر بن شیبہ[3] نے سائب بن اخنت نمرہ سے روایت کیا کہ وہ گھوڑے کے صدقات حضرت عمر بن خطاب کے پاس لاتے تھے۔ اسے لعی بن مخلد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا۔ علامہ ابو عمرو نے فرمایا۔ یہ حدیث کہ حضرت عمر گھوڑوں کی زکوۃ لیتے تھے صحیح ہے۔ نیز انھوں نے ہی روایت کیا کہ حضرت عمر نے معلی بن مرہ سے فرمایا۔ ہر چالیس میں ایک ایک بکری لے اور گھوڑے میں کچھ نہ لے ہر گھوڑے میں ایک دینا ر لے۔

امام عبد الرزاق[4] نے بطریق ابن جریج ابن شہاب زہری سے روایت کیا کہ حضرت عثمان گھوڑے کی زکوۃ لیتے تھے۔

حدیث زیر بحث میں مراد وہ گھوڑا ہے جو جہاد یا سواری یا بوجھ ڈھونے کیلئے ہو۔ اس میں بالاتفاق زکوۃ نہیں۔ کیونکہ یہ حوائج اصلیہ میں سے ہے۔

اور ترمذی میں جو آیا ہے کہ فرمایا میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوۃ معاف فرمادی چاندی کی زکوٰۃ لاؤ۔ اس سے بھی جہاد یا سواری کا گھوڑا مراد ہے۔

تشریحات ۸۶۱ کتاب الرقاق میں ابتدائی حصہ یہ ہے۔ سب سے زیادہ تمہارے اور جس چیز کا مجھے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تمہارے لئے زمین کی برکتیں نکالے گا۔ عرض کیا گیا۔ زمین کی برکات کیا ہیں۔ تو فرمایا۔ دنیا کی تروتازگی۔ کتاب الجہاد میں یہ زائد ہے۔ جب ان صاحب نے سوال کیا، کیا خیر شر لائے گا۔

---

[1] شرح معانی الآثار اول الزکوۃ باب الخیل ہل فیہا صدقۃ ام لا ص ۲۶۰ [2] عمدۃ القاری تاسع ص ۳۷

[3] ایضا [4] فتح القدیر ثانی ص ۱۳۸

تَعَالٰی عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ	
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن منبر پر رونق افروز ہوئے اور	
يَوْمٍ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ اِنِّیْ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ	
ہم حضور کے اردگرد بیٹھے تو فرمایا میرے بعد تم لوگوں پر اس کا اندیشہ ہے	
بَعْدِیْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا	
کہ تم پر دنیا کی تر و تازگی اور زینت کھولدی جائے گی۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا	
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيَاْتِی الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی	
رسول اللہ کیا خیر شر لائے گا۔ یہ سن کر حضور خاموش رہے اس سے	
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ مَا شَانُكَ تُكَلِّمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ	
کہا گیا تیرا کیا حال ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرتا ہے اور	

تو ہم نے کہا کہ حضور کی جانب وحی کی جارہی ہے اور لوگ خاموش ہو گئے۔ گویا ان کے سروں پر چڑیاں ہیں۔
فراز نے کہا کہ امام بخاری نے اس حدیث میں حسب عادت اختصار اور حذف سے کام لیا ہے۔ انہ ینزل علیہ کے بعد۔ الوحی۔ محذوف ہے۔ اسی طرح۔ ان مما ینبت الربیع یقتل او یلمّ۔ میں یقتل سے پہلے۔ ما۔ اور یقتل کے بعد حبطا محذوف ہے۔ اس لئے کہ یقتل مفعول بہ ہے اور فعل مضارع مفعول بہ نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ۔ ما۔ محذوف ماننا پڑے گا۔ اسی طرح گھاس خود قاتل نہیں۔ زیادہ مقدار میں چرلینا کہ بدہضمی ہو جائے، قاتل ہے۔ حبطا کے معنی پیٹ پھولنا ہے۔ یہ ایک قسم کی بیماری ہے۔ جو مویشیوں کو ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درس دیا ہے کہ مال فی نفسہ خیر اور اچھی چیز ہے بشرطیکہ حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے اور اس میں جو حقوق اللہ و حقوق العباد ہیں ادا کیا جائے اور اگر مال ایسے ذریعے سے حاصل کیا جائے جو حرام ہو یا اس سے متعلق حقوق واجبہ ادا نہ کئے جائیں تو بوجہ خارجی خبث کے شر ہے۔
جیسے گھاس ہر قسم کی اگتی ہے۔ کچھ چارے کے لئے کچھ دوسرے کاموں کے لئے اور کچھ گھاس جانور کو مضر ہے۔ اللہ عزوجل نے چوپایوں کو یہ تمیز عطا فرمائی ہے کہ وہ سونگھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کون چارے کے کام کی ہے، کون نہیں۔ اور کتنی ہضم ہو گی۔ جو جانور اس خداداد قوت ممیزہ سے کام لے کر چگتا ہے وہ توانا و تندرست رہتا ہے۔ اور جو اندھادھند ہر سبزے پر منھ مارتا ہے یا وہ مقدار ہضم سے زیادہ چگ لیتا ہے وہ یا تو مرجاتا ہے

وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرُئِينَا اَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّ
وہ تجھ سے بات نہیں کرتے اب ہم کو دکھایا گیا کہ حضور پر وحی اتر رہی ہے حضور

حَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ اِنَّهُ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ
نے پسینہ پونچھا اور فرمایا سائل کہاں ہے اور گویا حضور نے اس کی تعریف

بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ
کی اب فرمایا خیر شر نہیں لاتا دیکھو بہار جو گھاس اگاتی ہے وہ مارڈالتی ہے

اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ
یا بیمار ڈال دیتی ہے سوائے اس جانور کے جو سبزہ کھائے اور جب اس کی کوکھیں بھر

فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ
جائیں تو سورج کی طرف منہ کرلے۔ لید کرے اور پیشاب کرے اور چرے۔ بے شک یہ مال

صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا اُعْطِيَ مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
سر سبز اور میٹھا ہے۔ اچھا مسلمان وہ ہے جو اس میں سے مسکین اور یتیم اور

اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ مَنْ يَاْخُذُهُ
مسافر کو دے۔ یا جیسا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو مال ناحق

یا بیمار پڑجاتا ہے۔
اسی طرح اللہ عزوجل نے مال پیدا فرمایا۔ اور انسان کی زندگی کی بنیاد اس پر رکھی۔ اپنے فضل وکرم سے انسان کو عقل دی تمیز دی۔ پھر رسول بھیجکر حرام و حلال بتادیا اور مال سے متعلق جملہ حقوق بیان فرمادیا۔ جو شخص خداداد قوت کاسبہ سے کام لے کر بطریق حلال مال حاصل کرتا ہے۔ پھر اس کے حقوق ادا کرتا ہے وہ دارین میں کامیاب ہے۔ اور جو نہ حلال کی پرواہ کرے نہ حرام کی اور اس سے متعلق حقوق بھی ادا نہیں کرتا وہ دونوں جگہ خائب وخاسر ہے۔
ویکون علیھم شھیدا۔ جو ناحق مال حاصل کرتا ہے۔ یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیگا یا تو اسے گویائی ملے گی اور وہ کلام کرے گا ورنہ اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ کراماً کاتبین نے جو لکھا ہے وہ پیش ہوگا اس میں سب کچھ مندرج ہے۔
فائدہ:۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ غنیٰ فقر سے افضل ہے۔ غالباً ان کا

بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَالَّذِىْ يَاكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ

لیتا ہے وہ ایسا ہے کہ کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور مال

الْقِيٰمَةِ ع۵

اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۔

۸۶۲ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ كُنْتُ فِى الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ

کہا میں مسجد میں تھی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا اور حضور نے

وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْتَامٍ فِىْ حَجْرِهَا فَقَالَتْ

ارشاد فرمایا اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیوروں سے اور زینب اپنے (شوہر)

استدلال حدیث کے اس جز سے ہے۔ ان ھذا المال خضرۃ حلوۃ فنعم صاحب المسلم بیشک یہ مال سرسبز شیریں ہے۔ مالدار مسلمان اچھا ہے۔ مگر علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقر غنی سے افضل ہے۔ ان کا استدلال غالباً حدیث کے ابتدائی ارشاد سے ہے کہ فرمایا۔ مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح اللہ علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتھا اپنے بعد میں تم لوگوں کے لئے جس چیز سے اندیشہ محسوس کرتا ہوں وہ دنیا کی تروتازگی اور زینت ہے جو تم پر کشادہ کردی جائے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندیشہ کسی افضل چیز سے نہیں ہوسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۸۶۲ یہاں یہ حدیث عمرو بن حارث ام المومنین حضرت جویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کر رہے ہیں اور قریب قریب یہی مضمون ایک صفحہ پہلے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باب الزکوٰۃ علی الاقارب میں ایک حدیث میں مذکور ہے۔ وہاں یہ ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو وعظ فرمایا، عورتوں پر گزرے تو فرمایا۔ اے عورتو! صدقہ کرو۔ میں نے جہنم میں تم کو سب سے زیادہ دیکھا ہے مثل حدیث

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی الیتمی ص ۱۹۷ کتاب الجمعۃ باب استقبال الناس الامام ص ۱۲۵ صرف جزء اول الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ ص ۳۹۸ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص ۹۵۱۔ مسلم زھد۔ نسائی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد جلد ثالث ص ۷

لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُجْزِيْ عَنِّيْ

عبداللہ اور کچھ یتیموں پر خرچ کرتی تھیں جوان کی پرورش میں تھے اب زینب

اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِيْ

نے عبداللہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پوچھو کیا صدقہ کی

اَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ

جگہ یہ کافی ہے کہ تم پر اور ان یتیموں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کرتی ہوں۔ تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ

انھوں نے کہا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پوچھو۔ اب میں رسول اللہ

ص۲۱۶ إحدیٰ کُنَّ تک[1] اس کے بعد ہے۔

پھر حضور واپس ہوئے جب اپنے دولت خانے تشریف لائے تو ابن مسعود کی بیوی زینب حاضر ہوئیں اور اجازت طلب کرنے لگیں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں۔ تو فرمایا۔ زینبوں میں سے کون سی۔ عرض کیا گیا۔ ابن مسعود کی زوجہ۔ فرمایا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ تو اسے اجازت دی گئی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور نے صدقہ کا حکم دیا ہے، اور میرے پاس زیور ہے۔ میں نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ابن مسعود نے گمان کیا کہ وہ اور اس کا بچہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مسعود نے سچ کہا۔ تیرا شوہر اور تیرا بچہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں اور یہی سند الحفاظ علامہ ابن حجر کی رائے ہے مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ جب ایکبار دریافت کر لیا تھا تو دوبارہ پوچھنے کی حاجت کیا تھی۔ اصل میں روایت بالمعنی اور روایات میں اختصار کی وجہ سے دونوں دو واقعے معلوم ہو رہے ہیں لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ دونوں دو واقعے ہوں۔ پہلے صرف شوہر اور اپنے بچے پر خرچ کرتی تھیں تو اس کو دریافت کیا۔ پھر جب کچھ یتیموں کی پرورش کرنے لگیں تو شبہہ ہوا کہ شاید یہ کافی نہ ہو تو دریافت کیا۔

زینب امرأۃ عبداللہ | ان کا نام رائطہ تھا۔ جیسا کہ امام طحاوی۔ کلاباذی اور ابن طاہر وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ تلویح میں ہے کہ اس کو اس سے ترجیح حاصل ہے کہ امام قاضی یوسف سے کتاب الزکوۃ میں خود ان کے بھائی عبداللہ بن عبداللہ ثقفی سے اور مسند امام احمد میں عبید اللہ بن عبداللہ عتبہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ یہ صناع تھیں۔ چیزیں بنا کر بیچتیں اور گھر کا خرچ چلاتی تھیں۔[2]

دوسری بیوی حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری کی زوجہ تھیں ان کا نام بھی زینب ہی تھا جیسا کہ نسائی اور مسند ابو داؤد طیالسی میں ہے۔ عمدۃ القاری میں مسند طیالسی کے حوالے سے ہے کہ یہ تیم۔ ان کے بھتیجے اور بھانجے

۱؎ یہ حدیث نزہۃ القاری جلد ثانی ص۲۳۲ پر مذکور ہے ۲؎ اول الزکوۃ باب الصدقۃ علی الاقارب ص ۲۶۱

114

عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب چلی تو دروازے پر ایک انصاری بیوی کو پایا وہ بھی یہی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُجْزِئُ عَنِّي أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلَى زَوْجِي وَ

دریافت کرنا چاہتی تھیں اتنے میں بلال ہمارے قریب سے گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

أَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا

علیہ وسلم سے دریافت کرو کیا یہ کافی ہے کہ اپنے شوہر اور اپنی پرورش میں رہنے والے یتیموں پر صدقہ

قَالَ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ لَهَا

کرتی ہوں اور ہمنے یہ بھی کہا کہ ہمیں بتانا مت وہ اندر گئے اور حضور سے پوچھا۔ حضور نے دریافت

تھے۔ نسائی میں علقمہ کی روایت میں ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک کے پاس فاضل مال تھا اور اسکی پرورش میں اس کے یتیم بھتیجے تھے۔ اور دوسری کے پاس بھی فاضل مال تھا اور شوہر خفیف الید یعنی تنگدست تھے۔ مگر نسائی کا جو نسخہ مجتبائی دہلی کا چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے اس میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ کے بارے میں یہ ہے۔ اور عبداللہ خفیف ذات الید تھے۔ تو اس نے ان سے کہا اس کی گنجائش ہے کہ میں اپنا صدقہ تجھ پر اور اپنے یتیم بھتیجوں پر صرف کروں۔ ہو سکتا ہے علامہ عینی کے پاس جو نسخہ ہو اسمیں وہی عبارت ہو۔

تصدقن ولو من حلیکن | صحیح اور راجح یہی ہے کہ یہ صدقہ نافلہ تھا۔ اس پر قرینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ فرمایا۔ زوجك وولدك احق من تصدقت به عليهم۔ تیرا شوہر اور تیرا بچہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ بچے کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اگرچہ اس استدلال میں کچھ کلام ہے اس لئے کہ بیٹے کا نفقہ ماں پر واجب نہیں مگر جبکہ باپ کمانے پر قادر نہ ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمانے پر قادر تھے۔ یہ صدقہ تطوع تھا۔ اس پر قوی دلیل شرح معانی الآثار کی روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ وَاللّٰهِ لَقَدْ شَغَلْتَنِي أَنْتَ وَوَلَدُكَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ۔ بخدا تم نے اور تمہارے بچے نے مجھے صدقہ سے روک رکھا ہے۔ تم لوگوں کے ہوتے ہوئے میں صدقہ کی استطاعت نہیں رکھتی۔ اخیر میں ہے کہ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ انی امرأۃ ذات صنع ابیع منها ولیس لولدی ولا لزوجی شیئ فشغلونی فلا اتصدق۔ میں ہنرمند عورت ہوں کچھ بنا کر بیچتی ہوں۔ اور میرے بچے اور میرے شوہر کے پاس کچھ نہیں۔ ان لوگوں نے صدقے سے مجھے روک رکھا ہے۔ جب ان کے پاس کچھ بچتا ہی نہ تھا تو اس پر

ل۱ اول الزکوٰۃ باب المرأۃ هل یجوز لها ان تعطی زوجها من زکوٰۃ مالها ام لا ص ۲۵۹

اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ عہ

فرمایا وہ دونوں کون ہیں انھوں نے بتایا زینب فرمایا کون زینب؟ بلال نے بتایا کہ عبداللہ کی زوجہ تو فرمایا اسکے لئے دو ثواب ہے صلہ رحمی کا اور صدقے کا۔

۸۶۳ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے

حولان حول کیسے ہوگا۔ اور زکوۃ کیسے واجب ہوگی۔ رہ گئی وہ حدیث جسمیں زیور کا ذکر ہے۔ اولاً یہ متفق علیہ نہیں۔ کہ زیور میں زکوۃ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں زیور میں زکوۃ نہیں۔ اور جو واجب مانتے ہیں وہ بھی صرف چالیسواں حصہ کل زیور زکوۃ میں نہیں دیا جاتا اور یہ تو کل صدقہ کرنے چلی تھیں جیساکہ شرح معانی الآثار کی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ گھر آئیں اور اپنا زیور لیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا۔ کہاں لے جارہی ہو تو انھوں نے بتایا کہ اس کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کا تقرب حاصل کروں گی اس امید پر کہ اللہ مجھے اہل نار میں سے نہ کرے۔ تو حضرت ابن مسعود نے کہا تیرے لئے خرابی ہو۔ اسے لا۔ اور مجھ پر اور میرے بچے پر صدقہ کردے۔ بقیہ مضمون وہی ہے جو اس حدیث میں ہے۔

اور جب یہ صدقہ نافلہ تھا تو اس سے یہ استدلال ساقط ہو گیا کہ بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے یا کم از کم اس کا احتمال ضرور ہے کہ یہ صدقہ نافلہ ہو۔ اور جب احتمال نکل آئے تو استدلال تام نہ ہوا۔

لاتخبر بنا سوال یہ ہے کہ جب ان بیویوں نے منع کر دیا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا۔ تو حضرت بلال نے کیوں بتادیا۔ وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تو حضرت بلال پر واجب ہو گیا کہ بتادیں۔ یہ اس کا وجوب ان کے منع کرنے سے زیادہ موکد ہے۔ اور جب ایک وقت دو فرض عائد ہوں تو جو اہم ہو اس کی ادائیگی مقدم ہے۔

امراۃ عبداللہ سائلہ دو صاحبہ تھیں صرف ایک کی تعیین حضرت بلال نے کی۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ان سے عمر میں فضل میں بڑھی ہوئی ہوں۔ یا یہ کہ حضرت بلال سے انھوں نے ہی کہا ہو۔ اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ رشتہ داروں پر الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے صدقہ کرنا دونے اجر کا موجب ہے۔ صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔

تشریح ۸۶۳ انما ھم بنی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سابق شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ کے بطن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں

عہ الزکوۃ باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحجر ص ۱۹۸ مسلم الزکوۃ۔ ترمذی زکوۃ۔ نسائی زکوۃ۔ ابن ماجہ زکوۃ

ھ اول الزکوۃ باب المرأۃ ھل یجوز لہا ان تعطی زوجہا من زکوۃ مالہا ام لا ص ۲۵۹

عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ
عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے لئے کچھ ثواب ہے۔ کہ میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کرتی
اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ عہ
ہوں وہ میرے ہی بیٹے ہیں۔ فرمایا ان پر خرچ کر۔ ان پر جو بھی خرچ کرے گی اس کا ثواب تم کو ملے گا۔

۲۶۷ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ عت
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام
مَالِهٖ وَيُعْطِيْ فِي الْحَجِّ
آزاد کرے اور حج میں دے۔

نفیس۔ عمر۔ محمد۔ زینب۔ دُرّہ۔ انھیں کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا تھا۔

تشریحات ۲۶۷ اس اثر کو امام ابوبکر بن شیبہ نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ مصارف زکوٰۃ کی آیۂ کریمہ میں یہ بھی ہے۔

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ اور گردن چھڑانے اور جس پر تاوان ہوا ور اللہ کے راستے میں اور مسافر کے لئے ہے۔

وفی الرقاب | رقاب۔ رقبۃ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی گردن کے ہیں۔ اور عرف میں اس کے معنی غلام کے ہیں۔ اس سے مراد مکاتب ہے۔ یعنی وہ غلام جس کے مالک نے مال کی ایک مقدار مقرر کرکے کہہ دیا ہو کہ اتنا مال ادا کردے تو تو آزاد ہے۔ اور غلام نے اسے قبول بھی کر لیا ہو۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت امام حسن بصری اور امام ابن شہاب زہری اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا کہ اس آیت میں رقاب سے مراد مکاتب ہیں رہ گئے وہ لونڈی اور غلام جو مکاتب نہیں ان کو زکوٰۃ کے پیسوں سے خرید کر آزاد کرنا۔ یا غلام کو دینا کہ مالک کو یہ روپے دیکر آزادی حاصل کرلے۔ جائز نہیں۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ پہلی صورت میں جب اس نے خریدا ہے تو خریداری کے بعد اس کا مالک ہوگا اور اس کی قیمت زکوٰۃ سے ادا کی ہو۔ تو ایسا ہوگیا کہ زکوٰۃ کے پیسے سے اپنے لئے کوئی سامان خریدا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ زکوٰۃ مستحق زکوٰۃ کو دینا نہ ہوا بلکہ اپنی ذات پر صرف کرنا ہوا۔ دوسری صورت میں اس نے زکوٰۃ غلام کو دی تو غلام کے قبضہ کرتے ہی اس کے آقا کی ملک ہوگئی اس لئے کہ غلام کسی چیز کے مالک ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس کی تمام آمدنی اس کے آقا کی ملک ہے تو لازم آیا کہ زکوٰۃ غنی کو دی اور یہ جائز نہیں۔ اور حضرت ابن عباس کا جو فتویٰ امام بخاری نے نقل فرمایا وہ ضعیف ہے ۲۵

عہ الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر ص ۱۹۸ ثانی النفقات باب علی الوارث مثل ذلک ص ۱۰۹ مسلم زکوٰۃ۔ ۱۵ فتح القدیر ثانی ص ۲۰۴ ۲۵ عمدۃ القاری تاسع ص ۴۵۔
عت باب قول اللہ تعالیٰ والغارمین وفی سبیل اللہ ص ۱۹۸

۲۶۸ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنِ اشْتَرٰی اَبَاہُ مِنَ الزَّکٰوۃِ جَازَ وَیُعْطِی فِی الْمُجَا

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اپنے باپ کو زکوٰۃ کے مال سے خریدے تو جائز ہے

هِدِیْنَ وَالَّذِیْ لَمْ یَحُجَّ ثُمَّ تَلَا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ

اور مجاہدین کو دے اور اسے جس نے حج نہیں کیا ہے پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی صدقات

وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ

صرف فقراء و مساکین کے لئے ہے اور ان کے لئے ہے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر ہیں اور

اللهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ فِیْ اَیِّهَا اَعْطَیْتَ

جنکی تالیف قلب مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کیلئے ہے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کیلئے

اَجْزَئَتْ عـ۵

ہے یہ منجانب اللہ مقرر کردہ ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دیدیا جائے کافی ہے۔

۲۶۹ وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی

ت اور حضرت ابولاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں

فی الحج اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی حج کیلئے جانا چاہتا ہے۔ مگر اس کے پاس زادِ راہ نہیں یا کچھ کمی ہے تو اسے بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ یہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

تشریحات ۲۶۸ اس تعلیق کے صرف جزء اول کو امام ابوبکر بن شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ حسن بصری سے سوال ہوا کہ کسی نے اپنے باپ کو زکوٰۃ کے مال سے خریدا اور اسے آزاد کردیا تو فرمایا کہ اس نے بہترین رقاب خریدا۔ مگر احناف کا مذہب ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ دلیل گزر چکی۔ ہمارے اوپر تابعی کا قول حجت نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا۔ یناز عونا و نناز عھم۔ وہ ہم سے اختلاف کرتے ہیں اور ہم ان سے وجہ یہ ہے کہ حضرت امام بھی تابعی ہیں۔ حتی کہ باپ اگر مکاتب ہو تو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ باپ غلام ہے اور بیٹا ذی استطاعت ہے۔ تو اسے خود ہی باپ کو آزاد کرانا چاہئے۔

ان آٹھ مصارف زکوٰۃ میں سے۔ مؤلفۃ قلوب۔ بالاجماع ساقط ہیں۔ کہ اب انھیں دینے کی حاجت نہ رہی اللہ عزوجل نے اسلام کو شوکت و قوت عطا کردی۔

تشریحات ۲۶۹ اس تعلیق کو طبرانی امام احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابولاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزاعی یا حارثی صحابی ہیں۔ ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے

عـ۵ الزکوٰۃ۔ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸

ابل الصدقۃ - عہ

نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سواری کیلئے زکوۃ کے اونٹ دیئے۔

حدیث ۸۶۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَّخَالِدُ
صدقہ کا حکم دیا تو عرض کیا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب
بْنُ وَلِیْدٍ وَّعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
نے دینے سے انکار کر دیا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل کو یہی نہ برا

کسی نے زیادہ بتایا کسی نے عبد اللہ بن عتمہ کسی نے محمد بن اسود۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ انھیں حج کرنے کے لئے عطا فرمایا تھا [۱]

تشریحات ۸۶۴ امر رسول اللہ۔ مسند امام احمد، مسلم اور ابو داؤد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ نسائی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مگر محفوظ یہ ہے کہ یہ مسند ابوہریرہ ہے۔ رُواۃ میں حضرت عمر نہیں۔

بصدقۃ جمہور محدثین نے فرمایا کہ یہ صدقہ واجبہ تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا۔ اسی لئے ان تینوں کے نہ دینے کی شکایت عرض کی۔ ابن جمیل پر غضب فرمایا۔ اور حضرت خالد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے معذرت بیان فرمائی مگر بعض علما نے فرمایا۔ یہ صدقہ نافلہ تھا۔ جیسا کہ امام عبد الرزاق کی روایت میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ندب الناس الی الصدقۃ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے پر ابھارا تھا۔ ابن قصار نے کہا یہی زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام سے مستبعد ہے کہ زکوۃ دینے سے انکار کریں۔

اقول وباللہ التوفیق امام عبد الرزاق کی روایت بھی صدقہ نافلہ پر نص نہیں ہے۔ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ زکوۃ دینے کی ترغیب فرمائی ہو علاوہ ازیں بخاری کی اس روایت کے بموجب یہ تصریح ہے امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم دینے کے بعد یہ صدقہ بھی واجب ہوگیا۔ نیز مسند امام احمد اور مسلم کی روایت سے کہ اس میں یہ ہے۔ بعث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الصدقۃ۔ صدقہ وصول کرنے کے لئے حضرت عمر کو بھیجا۔

---

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۴۶

عہ الزکوۃ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸

وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ وَرَسُولُهُ	
لگا کہ وہ محتاج تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے مالدار کر دیا۔ اور خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو	
وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ	
اس نے اپنی زرہیں اور ہتھیار وغیرہ اللہ کے راستے میں روک رکھی ہیں اور عباس بن	
فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى	
عبدالمطلب، تو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں یہ ان پر صدقہ ہے اور	
اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا عہ	
اس کے ساتھ اس کے برابر اور بھی۔	

صدقہ واجبہ ہی متبادر ہے۔

فقیل منع ابن جمیل یہ عرض کرنے والے حضرت عمر فاروق ہی تھے۔ ابن جمیل بہت ہی مفلس قلاش تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے فراخی رزق کی دعا کی۔ اس کی برکت سے دن بدن اس کے اموال میں برکت ہوتی گئی۔ جب تک اس کے مدینہ طیبہ والے گھر کے صحن میں اس کے جانور آجاتے مدینہ طیبہ رہا اور جماعت وجمعہ میں حاضر ہوتا رہا۔ جب اس کے صحن میں گنجائش نہ رہی تو دیہات میں رہنے لگا۔ جماعت میں حاضری چھوڑ دی، ابتداءً جمعہ میں حاضر ہوتا رہا پھر جمعہ کی بھی حاضری چھوڑ دی اور زکوٰۃ کے محصل کو جواب دیا کہ یہ جزیہ ہے میں نہیں دونگا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی تعرض نہ کیا اور یہی خلفائے راشدین کا بھی عمل رہا۔

اما خالد اَعْتُدُہٗ۔ یہ عَتَدٌ کی جمع ہے۔ اپنی ضروریات کے لئے انسان جو سامان جمع رکھے جیسے جانور، ہتھیار وغیرہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی گھوڑے کے ہیں۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ خالد کی زرہیں گھوڑے اونٹ ہتھیار جہاد کے لئے ہیں جو حوائج اصلیہ سے ہیں۔ اس لئے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں زکوٰۃ اس مال پر فرض ہے جو حوائج اصلیہ سے فاضل ہو۔

اما عباس یہاں دو اشکال ہیں۔ بنی ہاشم کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ نیز اپنی زکوٰۃ خود اپنے لینے سے ادا ہوگی محدثین نے فھی علیہ صدقۃ ومثلھا معھا کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ اس خادم کے نزدیک صحیح تاویل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے مستثنیٰ کر دیں اور جو چاہیں رد و بدل فرما دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اختیار کے بموجب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صدقے سے مستثنیٰ فرما دیا۔ یہی نہیں بلکہ انھیں عطا فرما دیا بلکہ اس کے برابر اور بھی۔

عہ الزکوٰۃ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸ مسلم زکوٰۃ، ابو داود زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ، مسند امام احمد جلد ثانی ص ۳۲۲

۲۷۰ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ ھِیَ عَلَیْہِ وَمِثْلُھَا مَعَھَا ع۵

ت اور امام مغازی محمد بن اسحٰق نے ابوالزناد سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ یہ اپنر ہے اور اسکے ساتھ اسکے برابر بھی

اس کی نظیر وہ واقعہ ہے۔ کہ ایک صاحب[۱] پر روزے کاکفارہ واجب ہوگیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کی کہ میں نہ غلام آزاد کرسکتا ہوں مسلسل ساٹھ روزے بھی نہیں رکھ سکتا اور نہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اسی اثنار میں ایک زنبیل آئی۔ وہ انھیں عطا فرمادی اور حکم دیا اسے صدقہ کردو، تو انھوں نے عرض کیا۔ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر۔ فرمایا۔ ہاں، عرض کیا۔ مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر میرے گھروالوں سے زیادہ محتاج نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب ہنسے اور فرمایا اپنے اہل کو کھلادے۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حوائج ضروریہ پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مجاہد کیلئے جہاد کے اسلحے سواری وغیرہ حوائج ضروری میں سے ہیں۔ حدیث کے اس حصے سے کہ فرمایا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ابن جمیل کو اللہ اور رسول نے غنی کردیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا دین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جسے چاہیں غنی بنادیں۔ فصدقتہ علیہ۔ سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسے چاہیں جس فرض سے چاہیں سبکدوش فرمادیں۔

تشریحات ۲۷۰ یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ ایک بطریق شعیب وعبدالرحمٰن بن ابی الزناد اس کے الفاظ وہی ہیں جو مذکور ہوئے۔ یعنی فھی علیہ صدقۃ ومثلھا معھا۔ دوسری امام المغازی محمد بن اسحاق کی وہ یہ ہے فھی علیہ ومثلھا معھا۔ وہ توان پر واجب ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل۔ اس کے ہم معنی بطریق ابن جریج بھی مروی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے فھی علی ومثلھا معھا۔ عباس پر جو صدقہ واجب ہے وہ میرے ذمے ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی۔

پہلی روایت یعنی فھی علیہ صدقۃ۔ کا ظاہر مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا شارحین نے دوسری تاویل یہ کی ہے کہ جو صدقہ ان پر واجب ہے وہ توان کے ذمے ہے ہی اس کے ساتھ اس کے مثل اور بھی ہے یعنی وہ یہ صدقہ تو دیں گے ہی اس کے برابر اور بھی دیں گے اس لئے کہ وہ بخیل نہیں۔

دوسری روایت یعنی ھی علیہ میں بھی دونوں احتمال جاری ہوسکتے ہیں۔ تیسری روایت یعنی فھی علی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ کرم اپنے چچا کے ذمے جو زکوٰۃ واجب تھی اپنے ذمے لے لی۔ وہ بھی ان کی تساہلی کی مکافات میں دونی۔

امام محمد بن اسحٰق امام بخاری نے امام المغازی محمد بن اسحٰق کا قول صیغہ تحقیق قال کے ساتھ ذکر کرکے اسے اپنی

ع۵ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ فی الرقاب ص ۱۹۸ — [۱] بخاری اول الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیئ ص ۶ - ۲۹۵

۸۶۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اُنَاسًا

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں

مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا تو انھیں عطا فرمایا پھر سوال کیا تو

عْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ

پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ حضور کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہوگیا تو فرمایا میرے

عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ

پاس کچھ بھی مال ہوگا تو تم سے بچاکر نہیں رکھوں گا اور جو مانگنے سے بچے گا اسے اللہ بچائے گا

یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ

اور جو مستغنی رہے گا اللہ اسے غنی کر دیگا اور جو صبر اختیار کرے گا اللہ اسے صبر دیگا اور کسی کو

عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔ عہ

کوئی بخشش صبر سے بہتر اور وسیع تر نہیں ملی۔

۸۶۶ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اس صحیح میں لیا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ اس سے دیوبندیوں اور ان لوگوں کو اپنی اصلاح کرلینی چاہئے جو مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی عداوت میں انھیں ضعیف کہتے ہیں۔ جلد ثالث باب الاذان میں یہ بحث مفصل گزرچکی ہے۔

تشریحات ۸۶۵ کتاب الرقاق میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یوں ہے۔ ان میں سے جس کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو اسے عطا فرمایا۔ یہاں کی بھی روایت کے یہی معنی ہیں البتہ یہ مزید ہے کہ ان انصار کرام نے ایک بار سوال کیا اور انھیں دیا۔ پھر دوبارہ سوال کیا تو بھی عطا فرمایا۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں۔ صبر سے بہتر اور وسیع تر بہتری کسی کو کبھی نہیں دی گئی۔

عہ الزکوٰۃ۔ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۸ ثانی الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ ص ۹۵۸ مسلم الزکوٰۃ ابو داؤد الزکوٰۃ نسائی الزکوٰۃ الرقاق۔

تعالیٰ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لان یاخذ احدکم
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ
حبلہ فیحتطب علی ظہرہ خیر لہ من ان یاتی رجلا فیسالہ
تمھارا اپنی رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں ڈھو کر لانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کے پاس
اعطاہ او منعہ عہ
جائے اور اس سے سوال کرے وہ دے یا منع کردے۔

حدیث ۸۶۷ عن الزبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی
حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لان یاخذ احدکم حبلہ فیاتی
سے روایت کیا کہ فرمایا کہ تم اپنی رسی لو اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھر لادکر لاؤ اور
بحزمۃ حطب علی ظہرہ فیبیعہا فیکف اللہ بہا وجہہ خیر لہ
اسے بیچو جس کی بدولت اللہ اس کی آبرو بچالے بہتر ہے اس سے کہ
من ان یسال الناس اعطوہ او منعوہ عہ
لوگوں سے مانگے اسے دیں یا نہ دیں۔

حدیث ۸۶۸ عن عروۃ بن الزبیر وسعید بن المسیب ان حکیم بن
حضرت عروہ اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت

تشریح ۸۶۷ خودداری عزت نفس انسان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان دونوں احادیث میں اس کی بلیغ ترین طریقے سے تعلیم دی گئی ہے۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر چن کر لانا پیٹھ یا سر پر لادکر بیچنا بظاہر ذلت کا کام ہے مگر سوال اس سے زیادہ ذلیل کام ہے۔ پہلی صورت میں کوئی یہ طعن نہیں دے سکتا کہ تم بھیک منگے تھے کہ میں یا میرے باپ نے تمھیں یہ دیا یہ دیا۔

تشریحات ۸۶۸ رزأ کے معنی حاصل کرنا۔ کم کرنا ہے۔ لا ارزاء کا معنی یہ ہے۔ میں کسی کا مال لے کر اس کے مال کو کم نہیں کروں گا یعنی قبول نہ کروں گا۔

عہ الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹ البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸ المساقاۃ باب بیع الحطب والکلاء ص ۳۱۹ نسائی زکوٰۃ۔
عہ الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹، البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸۔ المساقات باب بیع الحطب

حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ
حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيْمُ إِنَّ هٰذَا
سے مانگا تو مجھے عطا فرمایا پھر مانگا تو پھر دیا اس کے بعد پھر مانگا تو دیا اسکے بعد فرمایا
الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ
اے حکیم بیشک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جو اسے سیر چشمی کے ساتھ لے تو مبارک ہے اور جو
أَخَذَهٗ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا
لالچ کے ساتھ لے اسے مبارک نہیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں
يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ
ہوتا۔ اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔ حکیم نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ
قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جبتک جیتا رہونگا کسی کا دیا
الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدْعُوْ حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُ
قبول نہ کرونگا۔ ابو بکر حکیم کو دینے کے لئے بلاتے وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے
ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَأَبٰى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ
پھر عمر نے بلایا کہ انھیں کچھ دیں تو انکار کر دیا اس پر عمر نے کہا
إِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ
اے مسلمانوں کی جماعت میں حکیم پر تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ مال غنیمت سے انکا جو حق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان سے سوال عار نہیں۔ سائل جب مانگنے میں غلو کرے تو اسے منع کر دینا چاہیے۔ کسی نے ضرورت کے وقت سوال کیا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے بعد اسے نصیحت نہ کرے ورنہ وہ نصیحت کو اس پر محمول کریگا کہ یہ دینا نہیں چاہتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی کہ بغیر لالچ کے جو مال ملے وہ لے لیا جائے۔ مگر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عطا قبول نہ کی۔ یہ انکی اعلیٰ کمال درجے کی بے نیازی

حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْئِ فَيَأْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا

ہے ہیں ان پر پیش کرتا ہوں وہ لینے سے انکار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ عـه

کے بعد حکیم نے کسی کا کچھ دیا نہیں لیا یہانتک کہ وہ وفات پا گئے۔

حدیث ۸۶۹ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ

عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ

تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کچھ دیتے تو میں عرض کرتا

فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا

اسے عطا فرمائیں جو مجھ سے بھی زیادہ ضرورتمند ہے تو فرمایا۔ لے لو۔ اس مال میں سے اگر

الْمَالِ شَيْئٌ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ عـه

کچھ تمہارے پاس اسطرح آئے کہ تم اسکا لالچ نہ رکھو اور نہ مانگو تو لے لو۔ اور جو اسطرح نہ آئے تو اسکے پیچھے نہ پڑو۔

تھی۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ جب ان کا وصال ہوا تو سب سے زیادہ مالدار تھے۔

تشریح ۸۶۹ کتاب الاحکام میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کچھ دیا کرتے تھے تو میں عرض کرتا تھا کہ جو اس کا مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو اسے عطا فرمائیں یہاں تک کہ ایک بار مجھے کچھ مال عطا فرمایا۔ بعد میں میں نے وہی عرض کیا تو فرمایا۔ لے لو اپنے پاس رکھو اور صدقہ کرو۔ جب یہ مال تیرے پاس آئے۔ الخ

مشائخ عظام کا ارشاد ہے۔ طمع مت کر۔ منع مت کر۔ جمع مت کر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر لالچ اور سوال کے اگر کوئی کچھ دے تو یہ زہد کے منافی نہیں۔ مشائخ عظام کا دونوں طریقوں پر عمل رہا۔ بعض نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کو اپنایا اور بعض نے اس حدیث پر عمل فرمایا۔ بعض نے دونوں طریقوں پر اس طرح کہ سلاطین، حکام کی نذر رد کردی اور مخلصین فقراء کی قبول کی۔ میں نے سیدی سندی حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کبھی کبھی رؤساء کی نذریں

عـه الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹ الوصایا باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ص ۳۸۴ الجھاد باب ماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعطی المولفۃ قلوبھم ص ۴۴۴ ثانی الرقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا المال حلوۃ خضرۃ ص ۹۵۳ مسلم زکوٰۃ، ترمذی زھد نسائی زکوٰۃ۔ رقاق۔ عـه الزکوٰۃ باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ ص ۱۹۹ ثانی الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیھا ص ۱۰۶۱ مسلم نسائی زکوٰۃ۔

حدیث ۸۷۰

سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا

حمزہ بن عبد اللہ بن عمر نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان لوگوں سے بھیک مانگتا رہیگا یہاں تک کہ قیامت کے دن آئے گا اور اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں رہے گا اور کہا قیامت کے دن سورج نزدیک ہوگا یہانتک کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائیگا لوگ اسی حالت میں ہونگے

باوجود اصرار کے رد کردیں اور فقراء کی قلیل نذر حتی کہ چار آنے تک قبول فرمائی۔

تشریحات ۸۷۰ مُزعۃ لحم۔ اس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مزعت اللحم قطعۃً قطعۃ۔ میں نے گوشت کو بوٹی بوٹی کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن[1] اس کے چہرے پر بالکل گوشت نہ ہوگا صرف ہڈی ہوگی سورج کے قریب ہونیکی وجہ سے اسے سخت اذیت ہوگی اور یہ بلاضرورت سوال کرنیکی

حتی یبلغ العرق الخ مسلم[2] میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ سورج قریب کیا جائے گا یہانتک کہ ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ اس حدیث کے راوی سلیم بن عامر تابعی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میل سے میل مسافت مراد ہے، یا سرمے کی سلائی۔ اپنے اعمال کے مطابق لوگ پسینے میں ہوں گے۔ پسینہ کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک کسی کے کمر تک کسی کے سینے تک کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام ہو جائے گا۔ جسمیں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔

استغاثوا بآدم یہاں اختصار ہے، کتاب الرقاق[2] میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت آدم پھر حضرت نوح پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر حضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والتسلیم کے پاس آئیں گے پھر ان کی رہنمائی پر شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وغیر ذلک من التفاصیل۔

وزاد عبد اللہ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ حصہ تعلیق ہو کیونکہ امام بخاری نے صرف زاد عبد اللہ کہا ہے زادنی نہیں کہا۔ یہ عبد اللہ بن صالح امام لیث بن سعد کے کاتب ہیں۔ امام ابو عبد اللہ حاکم نے کہا کہ امام

---

[1] ثانی باب فی یوم القیمۃ ص ۳۸۴

[2] ثانی باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷۱

بِاٰدَمَ ثُمَّ بِمُوسٰی ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

اور حضرت آدم پھر حضرت موسیٰ پھر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد چاہیں گے۔ تو

وَزَادَ عَبْدُ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِی جَعْفَرٍ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے یہاں تک کہ جنت

فَیَشْفَعُ لِیُقْضٰی بَیْنَ الْخَلْقِ فَیَمْشِی حَتّٰی یَاْخُذَ بِحَلْقَۃِ الْبَابِ فَیَوْمَئِذٍ

کے دروازے کی زنجیر پکڑ لیں گے اس دن اللہ انھیں مقام محمود پر فائز فرمائے گا

یَّبْعَثُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّحْمَدُہٗ اَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ ع٥

کہ اس مجمع کے تمام لوگ ان کی حمد کریں گے۔

حدیث ۸۷۱ اَخْبَرَنِی مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

بخاری نے عبداللہ بن صالح کاتب لیث کی کوئی حدیث صحیح تام مستقل اپنی صحیح میں نہیں درج کی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ایسا نہیں ان کی تام مستقل حدیث لی ہے۔ مگر بوجہ تدلیس۔ نسبت چھوڑ کر صرف عبداللہ کہکر۔ انکے بارے میں کلام ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ سقیم الحدیث ہے

فیشفع لیقضی | قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ قیامت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا آدھے دن تک لوگ حیران وپریشان رہیں گے۔ پھر باہمی مشورے سے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے۔ اور بالآخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے۔ اور حضور بارگاہ اقدس میں عرض معروض کرکے حساب شروع کرائیں گے۔ یہ شفاعت عظمیٰ ہے، جو تمام اہل محشر کیلئے ہوگی حتی کہ کافر کے لئے بھی۔ جس سے متاثر ہوکر تمام اہل محشر آپ کی مدح وثنا کریں گے۔ یہی مقام محمود ہے۔

مطابقت باب | یہاں باب کا عنوان ہے۔ جو لوگوں سے مال زیادہ حاصل کرنے کیلئے سوال کرے۔ ظاہر ہے کہ عندالضرورۃ سوال کرنا جائز اور مباح ہے اس پر سزا کا کوئی سوال ہی نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو بلا ضرورت سوال کرتے ہیں۔ یعنی انکے پاس بقدر ضرورت مال ہے پھر بھی مانگتے ہیں تو یہ مانگنا مال زیادہ کرنے کے لئے ہے۔

تشریحات ۸۷۱ لیس المسکین۔ اس سے مراد پیشہ ور بھک منگے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی مسکین بھک منگا بھکاری نہیں۔ اسلئے کہ وہ مانگ مانگ کر مال جمع کرتا ہے۔ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس

ع٥ الزکوٰۃ باب من سأل الناس تکثرا ص ۱۹۹ مسلم زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مسکین وہ نہیں جسے لقمے دو لقمے در بدر پھرائیں۔ ہاں

الَّذِیْ تَرُدُّہُ الْاُکْلَۃُ وَالْاُکْلَتَانِ وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ غِنًی وَّ

مسکین وہ ہے جسے احتیاج ہو اور شرم کرے

یَسْتَحْیِیْ اَوْلَا یَسْاَلُ النَّاسَ اِلْحَافًا ع۵

اور لوگوں سے لپٹ کر مانگے نہیں۔

حدیث ۸۷۲ حَدَّثَنِیْ کَاتِبُ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ کَتَبَ مُعَاوِیَۃُ اِلَی الْمُغِیْرَۃِ بْنِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب نے کہا کہ معاویہ نے مغیرہ بن

شُعْبَۃَ اَنِ اکْتُبْ اِلَیَّ بِشَیْءٍ سَمِعْتَہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

شعبہ کو لکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو سنا ہے کچھ میرے پاس لکھو

کچھ بھی نہیں پھر بھی کسی سے سوال نہیں کرتا، یا بقدر ضرورت سوال کرتا بھی ہے تو ان بھکاریوں کی طرح ضد اور اصرار کے ساتھ نہیں کہ جب تک کچھ نہ ملے پیچھا نہ چھوڑیں۔

تشریحات ۸۷۲ قیل وقال۔ بظاہر یہ دونوں فعل ماضی ہیں اول مجہول ثانی معروف۔ مصدر بھی ہوسکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ قال قولا وقیلا وقالا۔ اور اسم بھی ہوسکتا ہے۔ ابن السکیت نے اسی کو ترجیح دی۔ اس سے مراد لایعنی غیر مفید باتیں کرنا ہے یا جن باتوں کا صحیح ہونا متیقن نہ ہوا نھیں پھیلانا مراد ہے۔

واضاعۃ المال مال کے ضائع کرنے کی بے شمار صورتیں ہیں۔ اس کی حفاظت نہ کرنا۔ مال بڑھانے کی کوشش نہ کرنا، جو موجود ہے اسی کو بیٹھے بیٹھے کھانا۔ فضول خرچی کرنا۔ معاصی میں صرف کرنا۔ حیثیت سے زیادہ داد و دہش پیش کرنا۔ قابل انتفاع چیزوں کو پھینک دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

وکثرۃ السؤال یہ عام ہے ہر قسم کے سوال کو مال کا سوال کرنا ہو یا علمی۔ علمی سوال کی دو صورتیں ہیں اول وہ باتیں جن پر اعتقاد رکھنا یا عمل کرنا فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہے یا ممنوع ہے۔ انکے بارے میں سوال بھی فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہوگا۔ دوسرے وہ باتیں جن کے جاننے کے ہم مکلف نہیں جیسے حضرت آدم نے جنت میں سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ دنیا میں آکر سب سے پہلے کیا کھایا۔ حضرت حوا سے ملاقات ہوئی تو پہلی گفتگو کیا ہوئی۔ حضرت اسماعیل کے فدیے کا گوشت کیا ہوا۔ ذوالقرنین نبی

ع۵ الزکوٰۃ باب قول اللہ لایسئلون الناس الحافا ص ۱۹۹ ابو داؤد۔ زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ، مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۵۴

فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

تو انھوں نے لکھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سُنا کر فرماتے تھے اللہ عزوجل

إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ

کو تین باتیں ناپسند ہیں۔ قیل وقال اور مال کا ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔

حدیث ۸۷۳ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ

یعقوب بن ابراہیم اپنے باپ ابراہیم سے وہ صالح سے وہ اسماعیل بن محمد بن

أَبِي يُحَدِّثُ هٰذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں (اسماعیل بن محمد) نے کہا میں نے اپنے باپ (محمد) سے سُنا

تھے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ممنوع ہیں۔ اور اسی کثرت سوال میں داخل ہیں۔

اسی طرح انسان کے نجی وکاروباری تفاصیل کے غیر ضروری سوالات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ واضح ہو کہ کبھی کبھی سوال واجب ہوتا ہے مثلاً کھانے کو کچھ نہیں اور جان جانے کا اندیشہ ہے تو جان بچانے کے لئے سوال واجب ہے، کیونکہ جان بچانی فرض ہے۔

تشریحات ۸۷۳ یہ جلد اول ص ۲۸۲ پر گزری ہوئی حدیث نمبر ۲۶ کا درمیانی جز ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دیا اور ایک ایسے شخص کو کچھ نہیں دیا جو میرے نزدیک سب سے اچھا تھا۔ میں نے تین بار خدمت میں عرض کیا تو فرمایا۔ ایک کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں اللہ اسے منہ کے بل جہنم میں نہ ڈالدے۔ یعنی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ابھی ایمان انکے دلوں میں راسخ نہیں ہوتا تو انھیں تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں۔ تاکہ وہ سچے مومن ہو جائیں۔ اور جسے نہیں دیتا وہ راسخ الایمان ہوتا ہے۔ اسے کچھ دیا جائے یا کچھ نہ دیا جائے وہ بہرحال ثابت قدم رہے گا۔

شبہہ وجواب محمد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ محمد بن سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ روایت مرسل ہوئی علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ اس روایت میں ھٰذا کا اشارہ اس کے پہلے مذکور حدیث سعد کی طرف ہے جسمیں تصریح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دیا۔ اب یہ مرسل نہ رہی متصل ہوگئی۔

ع۵ الزکوٰۃ باب قول اللہ لا یسئلون الناس الحافا ص ۱۹۹

115

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِيْ وَكَتِفِيْ ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ

وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے اپنی اس حدیث میں یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَیْ سَعْدُ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ عہ

نے اپنے دست مبارک سے میری گردن اور شانے کے درمیان مارا پھر فرمایا اے سعد توجہ دے۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔

قال ابوعبد اللہ فکبکبوا قلبوا ۔ مکبا اکب الرجل اذا کان فعلہ غیر واقع علیٰ احدٍ فاذا وقع الفعل قلت کبہ اللہ لوجھہ وکببتہٗ انا عـ۲

ابوعبداللہ نے کہا۔ فکبکبوا کے معنی قلبوا کے ہیں۔ مکبا (اکب) سے ہے۔ اکبّ الرجل اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اسکا فعل کسی پر واقع نہ ہو جب واقع ہو تو تم یہ کہو گے کبہ اللہ لوجھہ وکببتہ انا۔

تشریحات حدیث میں آیا تھا۔ ان یکبہ اللہ فی النار علی وجھہ۔ کہ کہیں اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈالدے۔ حسب عادت امام بخاری قدس سرہ اس کے مناسب قرآن مجید میں وارد دو الفاظ کی تفسیر کی ہے ایک کبکبوا ہے سورہ شعراء آیت ۹۴ میں فرمایا۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ۔ توجہنم میں وہ اور تمام گمراہ اوندھے منھ ڈالدیئے گئے۔ دوسرے مکبا ہے۔ سورہ ملک آیت ۲۲ میں فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کیا جو اوندھا منہ کے بل چلے زیادہ راہ پر ہے یا جو سیدھا راہ راست پر چلے۔ کبّ۔ ان چند افعال میں سے ہے جو مجرد میں متعدی ہیں اور باب افعال میں لازم۔ کبکبوا۔ مجرد ہے، اس کے معنی ہیں۔ منہ کے بل جہنم میں ڈالے گئے۔ مکبا۔ باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں اوندھے ہوکر۔

امام بخاری نے جب اس کا فعل کسی پر واقع نہ ہو۔ سے۔ لازم کی تعبیر کی ہے۔ اور جب کسی پر واقع ہو۔ سے متعدی کی۔

کبّ اکبّ کے مثل چند یہ افعال بھی ہیں۔ حَجَمَ۔ اَحْجَمَ۔ نَسَلَ۔ اَنْسَلَ۔ مَرَیٰ۔ اَمْرَیٰ نَزَفَ۔ اَنْزَفَ۔ نَشَقَ۔ اَنْشَقَ۔ قَشَعَ۔ اَقْشَعَ۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ اَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ اَدْرَكَ اِبْنَ عُمَرَ عـ۳

ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا۔ صالح بن کیسان زہری سے عمر میں بڑے ہیں۔ انھوں نے ابن عمر کو پایا یعنی سماع حدیث کی۔

تشریح :- امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صالح بن کیسان امام زہری سے عمر میں بڑے ہیں۔ صالح بن کیسان نے حضرت ابن عمر سے حدیث سنی ہے بخلاف امام زہری کے کہ انکے بارے میں جمہور کا قول یہ ہے کہ

عـ۱ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ عـ۲ الزکوٰۃ باب لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰

عـ۳ باب الزکوٰۃ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ ۔

115

۸۷۴ **حدیث** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ بِهٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْهِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْئَلُ النَّاسَ ؎۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مسکین نہیں جو لوگوں پر گھومتا رہتا ہے لقمہ دو لقمہ ایک دو کھجوریں اسے دروازے دروازے پھراتی ہیں ہاں مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر نہیں پاتا اور اسے جانا بھی نہیں جاتا کہ اسے کچھ دیا جائے اور لوگوں سے مانگتا بھی نہیں۔

۸۷۵ **حدیث** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

انھوں نے حضرت ابن عمر سے حدیث نہیں سُنی۔ امام احمد امام ابن مدینی امام ابن معین کا بھی یہی قول ہے امام زہری سے دو حدیثیں براہ راست حضرت ابن عمر سے مروی ہیں۔ مگر دوسروں کی روایت میں درمیان میں سالم ہیں۔ امام زہری کی پیدائش ۵۰ھ یا اس کے بعد کی ہے۔ اور سن ایکسو تیئس یا چوبیس میں ان کا وصال ہوا ہے۔ اور صالح بن کیسان کا وصال سن ایکسو چالیس یا اس سے کچھ پہلے ہوا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال ۷۳ھ میں ہوا ہے۔

۸۷۴ **تشریحات** اس حدیث کا یہ جز فلما اشرف علی المدینۃ فقال ھذہ طابۃ سے آخر تک کو مغازی میں اور طابۃ تک فضائل مدینہ میں۔ اور۔ خیر دور الانصار۔ سے فی کل دور الانصار خیر تک مناقب میں ذکر فرمایا ہے۔

تبوک مدینہ طیبہ سے شمال کی جانب چودہ منزل پر ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں سے دمشق گیارہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ ابن قتیبہ کا گمان ہے کہ یہ تفعل کے وزن پر بوک سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی۔ زمین کے دراڑ میں تیر وغیرہ ڈال کر پانی نکالنا ہے۔ یہاں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے

؎۵ ایضا۔ ثانی تفسیر سورۃ بقرہ۔ باب قول اللہ لا یسئلون الناس الحافا ص ۶۵۱ - ابو داود زکوۃ نسائی زکوۃ دارمی زکوۃ موطا امام مالک صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۶۱ -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُوَ وَاحْسِبُهُ قَالَ
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کوئی صبح کو رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور
إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيعَ وَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ
لکڑی جمع کرے پھر اسے بیچے اور کھائے صدقہ کرے
يَّسْأَلَ النَّاسَ ع۵
یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے۔

حدیث ۸۷۶ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا
حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نبی صلے اللہ
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ فَلَمَّا جَاءَ
تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ جب حضور وادی القریٰ پہنچے تو
وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
ایک عورت ملی جو اپنے باغ میں تھی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو دیکھا کہ لوگ ایک دراڑ میں سے پیالے سے پانی نکال رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ ایسے ہی کرتے رہو گے۔ اس وجہ سے اس کا نام غزوہ تبوک پڑا۔ یہ رجب سنہ ۹ھ میں ہوا تھا۔ بیس دن وہاں قیام رہا۔ رمضان یا شوال کے آخر میں واپسی ہوئی۔ وادی القریٰ۔ حجاز کے قدیمی شہروں میں سے ہے۔

اخرصوا :۔ خرص۔ اندازے سے کسی چیز کی مقدار بتانا۔ سلاطین و ملوک کی عادت تھی کہ جب کھجور انگور وغیرہ کے پھل ظاہر ہو جاتے تو کسی ماہر کو بھیجتے جو یہ اندازہ لگاتا کہ تیار ہونے پر یہ پھل کتنے ہوں گے۔ پھر پھل اترنے کے بعد اسی کے مطابق اس سے عشر وصول کرتے اس میں یہ فائدہ تھا کہ خرص کے بعد مالک کو اس میں پھل کھانا بیچنا جائز ہو جاتا۔ اور بیت المال کا نقصان بھی نہیں ہوتا۔ خرص کے مطابق عمل لازم ہے یا نہیں اور خرص جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ائمہ میں کئی اختلافات ہیں ہمارے یہاں یہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا [۱] نهى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عن الخرص وقال ارأيتم ان هلك الثمر ۔ ايحب ان ياكل مال اخيه بالباطل ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرص سے منع فرمایا۔ اور فرمایا بتاؤ اگر پھل ہلاک ہو جائے۔ کیا تم پسند

ع۵ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ لایسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ باب کسب الرجل وعملہ ص ۲۷۸ المساقاۃ باب بیع الحطب والکلأ ص ۳۱۹ نسائی زکوٰۃ۔

[۱] شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخرص ص ۲۶۷۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِہٖ اُخْرُصُوْا وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی		
نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس کی کھجوروں کا اندازہ لگاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ		
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ فَقَالَ لَہَا اَحْصِیْ مَا یَخْرُجُ		
تعالیٰ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا اور اس عورت سے کہا اس سے جو نکلے		
مِنْہَا فَلَمَّا اَتَیْنَا تَبُوْکَ قَالَ اَمَا اِنَّہَا سَتَہُبُّ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ		
اس کا حساب رکھنا ہم جب تبوک پہنچے تو فرمایا سنو آج رات میں سخت آندھی آئے گی		
وَلَا یَقُوْمَنَّ اَحَدٌ وَّمَنْ کَانَ مَعَہٗ بَعِیْرٌ فَلْیَعْقِلْہُ فَعَقَلْنَاہَا وَہَبَّتْ		
کوئی کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی عقال باندھ دے۔ ہم نے باندھ دیا		
رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَاَلْقَتْہُ بِجَبَلَیْ طَیِّئٍ ۔ وَاَہْدٰی مَلِکُ		
اور سخت آندھی آئی اور ایک شخص کھڑا ہو گیا تو اسے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔		

کرتے ہو کہ اپنے بھائی کا مال باطل طریقے پر کھاؤ۔ ممانعت کا صریح مفاد یہ ہے کہ پہلے اجازت تھی پھر ممانعت ہو گئی۔ یہ دلیل نسخ ہے۔ اور نسخ پر عمل ناجائز۔ اسی لئے علامہ عینی نے اسے مکروہ بتایا۔ اور یہی امام طحاوی[1] نے بھی فرمایا۔

تنقیح مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ خرص کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حکومت کے مقرر کردہ خارص نے جو مقدار بتا دی اسی کے مطابق عشر وصول کرنا لازم ہے۔ اور ہمارے یہاں ایسا کرنا منع ہے۔ اس کی مؤید اور بھی حدیثیں ہیں۔ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم تخمینہ لگالو تو اسی کے مطابق لو اور ایک تہائی چھوڑ دو۔ اور اگر ایک تہائی نہ چھوڑ سکو تو چوتھائی چھوڑ دو[2] اگر تخمینے کے مطابق لینا واجب ہوتا تو تہائی چوتھائی چھوڑنے کا کیا مطلب۔ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر تخمینہ لگانے کے لئے اس لئے بھیجتے تھے کہ یہودی بد دیانت قوم ہے اس لئے خاص ان کے لئے بطور احتیاط بھیجتے تھے۔ اور بخاری کی حدیث زیر بحث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ عمل دائمی اور وجوبی تھا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ وقتی رہا ہو۔ پھر یہاں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اندازہ لگایا تھا جسمیں غلطی کا احتمال ہی نہیں۔ جیسا کہ واقع ہوا۔ دوسروں کے تخمینے میں یہ بات کہاں یہ حکم اجماعی مسئلے کے خلاف ہے۔ عشر اسی میں واجب ہے جو پیداوار ہو۔ پیداوار سے مراد ایسی پیداوار جو قابل انتفاع ہو۔ پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد تجربہ شاہد ہے کہ کتنے پھل ضائع ہو جاتے ہیں پھر موسم کے

---

[1] شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخرص ص ۲۶۶۔ [2] ایضاً صفحہ ۲۶۷

اَیْلَۃَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَغْلَۃً بَیْضَاءَ وَکَسَاہُ بُرْدًا۔
اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سفید خچر نذر کی اور حضور
وَکَتَبَ لَہٗ بِبَحْرِھِمْ۔ فَلَمَّا اَتٰی وَادِیَ الْقُرٰی قَالَ لِلْمَرْاَۃِ کَمْ جَاءَتْ
نے اسے چادر عطا فرمائی اور ان کے لئے انکا سمندر لکھدیا پھر جب وادی القریٰ واپس
حَدِیْقَتُکِ قَالَتْ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
تشریف لائے تو اس عورت سے پوچھا تیرے باغ میں کتنی کھجوریں آئیں تو اس نے بتایا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ مُتَعَجِّلٌ
کہ دس وسق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندازے کے مطابق اب نبی صلی اللہ
اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَمَنْ اَرَادَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَعَجَّلَ مَعِیَ فَلْیَتَعَجَّلْ فَلَمَّا
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ جلد پہنچنا چاہتا ہوں تم میں سے جو میرے ساتھ جلد مدینہ پہنچنا چاہے
(قَالَ ابْنُ بَکَّارٍ کَلِمَۃً مَّعْنَاہُ) اَشْرَفَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ قَالَ ھٰذِہٖ طَابَۃٌ
تو تیز چلے۔ جب مدینہ نظر آنے لگا تو فرمایا یہ طابہ ہے

بدلنے سے اس کی مقدار میں کافی فرق ہو جاتا ہے۔ اندازہ لگایا کہ دس من کھجوریں اتریں گی۔ مگر موسم ناموافق ہو گیا تو کم آسکتی ہیں۔ سازگار رہو گیا تو زیادہ بھی۔ پہلی صورت میں تخمینے کے مطابق لینے میں حق سے زیادہ لینا ہوا جو ناجائز اور دوسری صورت میں حق سے کم لیا یہ بھی حق اللہ میں خیانت۔
اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس اندیشے کی بنا پر کہ کاشتکار چوری نہ کریں۔ ان پر دھونس کے لئے تخمینہ لگوا لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں۔ احناف مکروہ اسے کہتے ہیں کہ تخمینے کے مطابق ہی وصول کیا جائے۔
سَتَھُبُّ ۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی کی دلیل ہے۔ یہ اور اس قسم کی متعدد احادیث دلیل ہیں کہ سورۂ لقمان کی اخیر آیہ کریمہ وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔ میں علم سے علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل مراد ہے۔
فلیعقلہ :۔ مغازی امام ابن اسحٰق میں ہے۔ کہ یہ بھی فرمایا۔ کوئی باہر نکلے تو کسی کو ساتھ ضرور لے لے۔ بنی ساعدہ کے دو صاحب باہر نکلے۔ ایک صاحب قضاء حاجت کے لئے نکلے تو وہیں گلا گھٹ گیا دوسرے صاحب کا اونٹ بدک گیا۔ تو اس کے پیچھے نکلے تو آندھی نے اڑا کر انھیں اجا اور سلمی بنی طی کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ڈال دیا۔ جن کا گلا گھٹ گیا تھا انھیں خدمت اقدس میں لوگ لائے ان کو شفا حاصل ہو گئی اور دوسرے صاحب جب حضور تبوک سے واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ لوٹے۔

فَلَمَّا رَأٰى اُحُدًا قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ

اور جب احد کو دیکھا تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

دُوْرِ الْاَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ عَبْدِ

کیا تمھیں میں انصار کے سب سے بہتر گھر کو نہ بتادوں لوگوں نے عرض کیا ضرور بتائیے تو فرمایا بنی نجار

الْاَشْهَلِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ سَاعِدَةَ اَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ

کے گھر ہیں پھر بنی عبد الاشہل کے پھر بنی ساعدہ کے یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور

وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ يَعْنِيْ خَيْرًا - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ

انصار کے ہر گھر میں خیر ہے ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا جس باغ

عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَا يُقَالُ حَدِيْقَةٌ ؎

کے اردگرد دیوار ہو وہ حدیقہ ہے، اور دیوار نہ ہو تو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ

اور سلیمان بن بلال نے کہا مجھ سے عمرو نے حدیث بیان کی کہ فرمایا ۔ پھر بنی حارث بن

ملك ايله ایلہ مکہ معظمہ اور مصر کے درمیان نصف مسافت پر ایک شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے قرآن کریم میں جو مذکور ہے وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اس سے یہی ایلہ مراد ہے۔ اس وقت اس کا بادشاہ یوحنا تھا۔ اس نے خدمت اقدس میں سفید خچر پیش کیا جس کا نام دُلدُل تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چادر عطا فرمائی۔ اور اس کا ملک اسکے لئے برقرار رکھا۔ چونکہ اس کا ملک سمندر کے کنارے تھا اس لئے بحرھم سے تعبیر فرمایا۔

هذا جبل يحبنا یہ اپنے اصلی معنی پر ہے۔ ہر مخلوق میں یک گونہ حیات ہے اور شعور بھی ہے اور اسی کی بدولت وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ عز وجل کو جانتی اور مانتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (پ۲۲) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو ان سبھی نے اسکے اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے۔

اگر پہاڑوں میں حیات وشعور وادراک نہیں تو پھر امانت کے تحمّل سے انکار اور ڈرنے کا سبب کیا تھا انھیں کیا پتہ چلتا کہ یہ امانت کیا چیز ہے۔

مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی احد پر

الخزرج ثم بنی ساعدۃ ۔ وقال سلیمان عن سعد بن سعید
خزرج کے گھر پھر بنی ساعدہ کے اور سلیمان بن بلال نے کہا سعد بن سعید عمارہ
عن عمارۃ بن غزیۃ عن عباس عن ابیہ عن النبی صلی اللہ
بن غزیہ سے وہ عباس بن ابوحمید ساعدی سے وہ اپنے باپ سے وہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قال احد جبل یحبنا و نحبہ ع٥
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اُحد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔
۲۷۱ ولم یر عمر بن عبد العزیز فی العسل شیئا
ت اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کچھ واجب نہیں جانتے تھے۔

چڑھے۔ وہ ہلنے لگا۔ فرمایا۔ ساکن ہو جا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ اُحد میں حیات ہے شعور و ادراک ہے، اور محبت کا جذبہ بھی ہے۔

اسلئے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہو یعنی اُحد پہاڑ واقعی ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ سے احد کے محبت کرنے کی وجہ ظاہر ہے مگر اُحد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں محبت کرتے تھے۔ یہ سربستہ راز ہے۔ بظاہر اسلئے بھی ہو سکتا ہے کہ یوم احد اسی پر چڑھ کر دشمن کو بے قابو فرمایا تھا۔ اور اسی کے دامن میں ان وفا شعاروں کے مزارات ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اسلام پر قربان کر دیا مگر محبوب خدا پر آنچ نہیں آنے دی۔

یہ حدیث جو بطریق وہیب مروی ہے۔ اس میں یہ شک ہے کہ عبد الاشہل کے بعد دوُر بنی ساعدہ کہا تھا کہ بنی الحارث بن الخزرج۔ مگر جو بطریق سلیمان بن بلال ہے۔ اس میں بلا شک پہلے۔ دور بنی الحارث بن الخزرج ہے۔ اور اخیر میں۔ دور بنی ساعدہ ہے اور یہی کتاب المناقب کی روایت میں بھی ہے وہاں یہ زائد ہے۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اس کے بعد ہم حضرت سعد بن عبادہ سے ملے تو ان سے ابو اسید نے کہا کہ اللہ کے نبی نے انصار کے گھروں کو ایک کو دوسرے سے بہتر بتایا اور ہمیں آخر میں کر دیا۔ یہ سنکر سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ اور عرض کیا۔ انصار کے گھروں کو ایک دوسرے سے بہتر بتایا گیا اور ہمیں آخر میں کر دیا گیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کیا تمھیں یہ کافی نہیں کہ تم بہترین گھروں میں سے ہو۔

تشریحات یہاں باب یہ ہے۔ عشر ان چیزوں میں ہے جو بارش اور انہار جاری سے سینچی جائیں۔ اور شہد کسی بھی پانی سے سینچا نہیں جاتا۔ باب سے مناسبت یہ ہے۔ کہ باب سے سمجھ میں آیا کہ جو چیزیں

ع٥ الزکوٰۃ باب خرص التمرۃ ص ۲۰۰ فضائل المدینۃ ص ۲۵۲ المناقب باب فضل دور الانصار ص ۵۳۵ ثانی مغازی باب غزوۃ تبوک ص ۶۳۵ مسلم فضائل ابو داؤد امارۃ۔ مسند امام احمد خامس ص ۴۲۴ ۔

۸۷۷ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْ کَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ عہ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جسے بارش اور چشمے سینچیں یا وہ نمناک ہو تو اس میں عشر ہے۔ اور جو پانی چھڑک کر پہنچی جائے اس میں نصف عشر ہے۔ بیسواں حصہ۔

ان دونوں پانیوں سے سینچی نہ جائیں ان میں عشر نہیں۔ شہد بھی اسی میں داخل ہے۔ چونکہ شہد میں عشر کا وجوب اور عدم وجوب مختلف فیہ ہے۔ اور غالباً امام بخاری کا مسلک ہے کہ اسمیں عشر نہیں۔ اس لئے اسکو ذکر فرمایا بقیہ چیزوں میں عشر نہ ہونا متفق علیہ ہے۔ اس لئے اس سے تعرض نہ فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہد میں عشر ہے۔ خواہ تھوڑی ہو خواہ زیادہ۔ عشری زمین میں پیدا ہو یا خراجی یا ایسی زمین میں جو نہ عشری ہو نہ خراجی۔ ہماری تائید میں بکثرت احادیث ہیں جو عمدۃ القاری اور فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں۔

عبرت خود امام بخاری اور ان کے مقلدین، زمانۂ حال کے غیر مقلدین، احناف کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث چھوڑ کر اقوال رجال کو مذہب بنائے ہوئے ہیں۔ منصف حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ بہت سے مسائل کی طرح یہاں بھی حدیث صحیح کے خلاف ایک تابعی کے قول کو امام بخاری مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

تشریحات ۸۷۷ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں عُشر ہے عُشر واجب ہونے کے لئے نصاب شرط نہیں اس لئے کہ اسمیں کلمہ ما عام ہے جو قلیل و کثیر سب کو شامل ہے۔

امام بخاری کی تنقید ہمارے اس استدلال پر امام بخاری نے یہ تنقید کی ہے کہ اگرچہ یہ حدیث عام ہے مگر حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں۔ اس کی مخصص ہے۔ اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

جواب علامہ بدر الدین محمود عینی نے یہ جواب دیا۔ کہ عام سے کسی خاص کی تخصیص اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ خاص بعد میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ورنہ نہیں۔ مثلاً زید نے اپنے غلام سے کہا۔ فلاں کو جتنا چاہو دیدو۔ پھر حکم دیا کہ دس روپئے دینا۔ تو اب غلام کو دس سے زیادہ دینا جائز نہیں۔ اور اگر پہلے کہا تھا کہ دس دیدو پھر کہا جو جی چاہے دیدو تو اس سے زیادہ دینا جائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون سا جملہ کہا تھا اور بعد میں کون تو توقف لازم اور زید سے دوبارہ پوچھنا لازم۔ شرائع میں شارع سے دریافت اب ممکن نہیں

عہ الزکوٰۃ باب العشر فیما یسقی بماء السماء ص ۲۰۱ ابو داود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ زکوٰۃ۔

۸۷۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَیَجِیْئُ هٰذَا بِتَمْرِهٖ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهٖ حَتّٰی یَصِیْرَ عِنْدَهٗ كَوْمًا مِّنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ یَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَاَخَذَ اَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهٗ فِیْ فِیْهِ فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجَهَا مِنْ فِیْهِ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ لَا یَاْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ ؏

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کھجور اترنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں لائی جاتیں یہ اپنی کھجوریں لاتا اور یہ اپنی یہاں تک کہ بارگاہ اقدس میں کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا (ایک بار) حسن و حسین ان کھجوروں سے کھیلنے لگے ان میں سے ایک صاحب نے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں کرلی اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو اس کھجور کو ان کے منہ سے نکالا اور فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد صدقہ نہیں کھاتے۔

اس لئے دوسری دلیل کی طرف رجوع لازم اور دوسری دلیل اول کی مؤید۔ اس لئے ہم نے اول کو اختیار کیا۔ باب عبادت میں یہی مناسب ہے۔ کہ اسی میں احتیاط ہے۔ اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے۔

تشریحات ۸۷۸ اس حدیث کا اخیر جز اسی کتاب الزکوۃ باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب الجہاد میں بھی ہے۔ یہاں ابہام ہے یہ مذکور نہیں کہ ان دونوں صاحبوں میں سے کس نے کھجور منہ میں ڈالی تھی۔ مگر ان دونوں جگہوں میں تصریح ہے کہ یہ سبط اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان دونوں جگہوں میں یہ زائد ہے۔ کخ کخ۔ اس میں چھ لغات ہیں۔ کاف کو فتحہ اور کسرہ خا، ساکن اور مکسور بلا تنوین اور با تنوین۔ یہ وہ کلمہ ہے جو بچوں کو نامناسب باتوں سے روکنے کے لئے بولتے ہیں۔ جیسے اردو میں کسی گندی چیز یا مضر چیز کے کھانے پر، تھو تھو، کہتے ہیں یا عام غلط حرکتوں پر، ہاں ہاں، کہتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے[۵]۔ ان کے منہ میں انگلی ڈال کر یہ کھجور نکال کر پھینک دی۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ زکوۃ اور اس کے مثل تمام صدقات واجبہ جیسے صدقۂ فطر کفارات، نذور، آل رسول کو لینا جائز نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ زکوۃ سلطان یا اسکے

؏ الزکوۃ باب اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل ص ۲۰۱ باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ ص ۴۳۲ مسلم الجہاد۔ نسائی سیر

[۵] شرح معانی الآثار اول۔ الزکوۃ ص ۱۲۱۔ باب الصدقۃ علی بن ہاشم ص ۲۵۲

حدیث ۸۷۹ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا
وسلم نے اس وقت تک کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک اس کی صلاح نہ ظاہر ہو
وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ عـہ
جائے اور جب صلاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اسکے تباہ ہونے کا اندیشہ نہ رہے

حدیث ۸۸۰ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا
وسلم نے اس وقت تک پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا جبتک اس کی صلاح ظاہر نہ ہو جائے۔

حدیث ۸۸۱ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

نائب کے یہاں لاکر جمع کردی جائے اور وہ مستحقین پر تقسیم کرے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پھلوں کی زکوٰۃ اسوقت لیجائے جب پھل درخت سے اتر جائیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ بچے اگرچہ غیر مکلف ہیں مگر انھیں بھی ممنوعات کے ارتکاب سے روکا جائے اور یہ بھی بتادیا جائے کہ یہ چیز کیوں ممنوع ہے۔

تشریحات ۸۷۹ صلاحها۔ صلاح کے معنی لائق ہونا۔ درست ہونا۔ فساد کا زائل ہونا یہاں اخیر معنی مراد ہے جیساکہ خود حضرت ابن عمر کی حدیث کے اخیر میں اس کی تفسیر ہے۔ کہ اس کے تباہ وبرباد ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ عرب میں عام طور پر دو ہی پھل پائے جاتے تھے۔ کھجور اور انگور۔ ان دونوں میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ سرخ ہو جائیں۔ اسی لئے حضرت انس کی حدیث میں حتی یبدو صلاحها کے بجائے حتی تزھی تحمار ہے۔ دوسرے پھلوں میں سرخ یا رنگین ہونا اس کی حد نہیں۔ بعض پھل پکنے کے بعد بھی ہرے ہی رہتے ہیں۔ یبدو صلاحها سے مراد یہ ہے کہ کھانے کے لائق ہو جائیں۔

توضیح باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ جس نے اپنے پھلوں یا کھجوروں کے درخت یا کھیتی کو اس وقت بیچا جب اسمیں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا۔ اور زکوٰۃ کسی اور چیز سے ادا کی۔ یا اپنے پھلوں

عـہ زکوٰۃ باب من باع ثمارہ اونخلہ الی آخرہ ص ۱۹۷۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی تَزْھٰی قَالَ حَتّٰی تَحْمَارَّ۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے جبتک نگین نہ ہو جائیں پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا۔ فرمایا جبتک سرخ نہ ہو جائیں۔

حدیث ۸۸۲ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَ یُحَدِّثُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ عمر بن

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَوَجَدَہٗ یُبَاعُ

خطاب نے ایک گھوڑے کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا پھر اسے اس حال میں

فَاَرَادَ اَنْ یَّشْتَرِیَہٗ ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَامَرَہٗ

پایا کہ بیچا جائے تو انھوں نے خریدنے کا ارادہ کر لیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

کو ایسے وقت بیچا کہ ابھی اس میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا۔ اس قول میں نخل سے مراد کھجور کے وہ درخت ہیں جن پر کھجوریں ہوں اسی طرح زمین سے مراد وہ زمین ہے جسمیں کھیتی ہو۔ اس لئے کہ صرف زمین پر اور درخت پر بالاجماع زکوٰۃ واجب نہیں۔

اس باب میں صرف سوال ہے اور جواب محذوف ہے۔ جو۔ جائز۔ ہے۔ یعنی یہ جائز ہے اس پر قرینہ امام بخاری کا استدلال ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ پھلوں کے قابل انتفاع ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کئے بغیر پھلوں کی بیع جائز نہیں۔

امام بخاری کا استدلال امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیچنے کی ممانعت کی غایت قابل انتفاع ہونے کو قرار دیا ہے تو اس سے ظاہر کہ قابل انتفاع ہونے کے بعد بیچنا مطلق جائز ہے۔ خواہ اس کی زکوٰۃ دی گئی ہو خواہ نہ دی گئی ہو۔ اس میں زکوٰۃ واجب ہو خواہ نہ واجب ہو۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اباحت کے خلاف حکم دیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ جب پھل میں زکوٰۃ واجب ہوگئی تو کل پیداوار بائع کی ملک نہ رہی اس میں مساکین کا حق ثابت ہوگیا۔ تو بیچنے کا مطلب یہ ہوا کہ بائع نے اس چیز کو بھی بیچا جو اس کی ملک نہیں۔

ہمارا مذہب احناف کا مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار ہے خواہ بیع نافذ کرے خواہ فسخ کردے۔ عشر کل پیداوار سے لیا جائے گا، یہ دوسری بات ہے کہ محصل اس کے عوض اس کی قیمت میں دوسری چیز لیلے۔ اس طرح امام بخاری کا مذہب ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَتْرُكُ اَنْ
خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا تو فرمایا اپنے صدقہ کو مت لوٹا اسی وجہ سے

يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا جَعَلَهٗ صَدَقَةً عہ
حضرت ابن عمر صدقہ کی ہوئی چیز خریدتے تو اسے دوبارہ پھر صدقہ کر دیتے۔

۸۸۳ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ حَمَلْتُ
حدیث اسلم نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے میں نے

عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ
فی سبیل اللہ ایک شخص کو سواری کے لئے گھوڑا دیا اس نے اسے برباد کر ڈالا تو میں نے

اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
چاہا کہ اسے خرید لوں اور میرا گمان تھا کہ وہ سستا بیچ دیگا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تشریحات ۸۸۳ کتاب الھبۃ میں یوں ہے۔ فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ — صدقہ واپس لینے والا کتے کے مثل ہے جو قے کرکے پھر کھاتا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں صدقتہ کے بجائے ھبتہ ہے۔

فی سبیل اللہ مراد یہ ہے کہ کسی کو دیا کہ وہ اس پر کسی کار خیر کے لئے سفر کرے۔ مثلاً حج کرے یا جہاد کرے۔

فاضاعہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے پیٹ بھر چارہ نہ دیا اور اس کی خدمت نہیں کی۔ جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا۔ سواری کے لائق نہ رہا۔

فوجدہ یباع اس کا ترجمہ عام مترجمین نے یہ کیا ہے۔ تو دیکھا کہ وہ بیچا جا رہا ہے۔ مگر یہ ترجمہ حضرت اسلم والی حدیث کے معارض ہے۔ اس لئے میں نے یہ ترجمہ کیا۔ اسے اس حال میں پایا کہ بیچا جائے۔ یعنی جسے دیا تھا وہ اسے پیٹ بھر چارہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ اسے بیچنا چاہتا تھا۔

لا تعد فی صدقتک صدقہ کا لوٹانا تو یہ ہے کہ بعینہ وہی چیز بلا عوض واپس لی جائے اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیمت دیکر واپس لینا چاہتے تھے۔ یہ حقیقت میں لوٹانا نہ ہوا۔ مگر جیسا کہ حضرت اسلم والی حدیث میں تصریح ہے۔ کہ خود حضرت عمر کا اندازہ تھا کہ وہ بہت کم قیمت پر بیچ دیگا تو یہ حکم میں لوٹانے کے ہو گیا۔ اس لئے منع ہے۔ اور یہ ممانعت کراہت کی حد تک ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ صدقہ کرنیوالے کو کم قیمت پر دیگا تو حقیقۃً بعض صدقہ کا لوٹانا پایا گیا۔

عہ الزکوٰۃ باب ھل یشتری صدقتہ ص ۲۰۱ جلد اول باب الجعائل والحملان فی سبیل اللہ ص ۴۱۲ الجہاد باب اذا حمل فرسا فرآھا تباع ص ۴۲۱ ، نسائی زکوٰۃ —

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ
وسلم سے سوال کیا۔ تو فرمایا اسے مت خرید اور اپنا صدقہ مت لوٹا۔ اگرچہ وہ
بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ عه
تجھے ایک درہم میں دے۔ کیونکہ صدقہ لوٹانیوالا ایسا ہے جیسے قے لوٹانیوالا۔

حدیث ۸۸۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالی علیہ
صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ
وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو صدقہ سے ام المومنین حضرت میمونہ کی باندی

صدقہ جب فقیر قبضہ کرلے تو صدقہ دینے والے کو لوٹانے کا حق نہیں رہتا۔ مگر ہبہ میں جب موانع رجوع نہ پائے جائیں تو لوٹا سکتا ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ موانع دو چیزیں ہیں۔ زیادۃ متصلہ۔ جیسے زمین ہبہ کی تھی اس میں مکان بنالیا۔ درخت بو دیا۔ واہب یا موہوب لہ دونوں یا کسی ایک کی موت۔ ہبہ کا عوض لے چکا ہو۔ شی موہوب موہوب لہ کی ملک سے نکل گئی ہو۔ ہبہ کے وقت عاقدین میں رشتہ زوجیت قائم تھا اگرچہ بعد میں ختم ہوگیا ہو۔ عاقدین میں نسبی قرابت ہو۔ یعنی ایک دوسرے کے ذو رحم محرم ہوں۔

تشریحات ۸۸۴ توضیح باب۔ یہاں باب یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ازواج کے موالی کو صدقہ دینا۔ حسب عادت امام بخاری نے حکم بیان نہیں فرمایا۔ مگر اس کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں۔ ان سے یہی ظاہر ہے کہ جائز ہے۔ اس لئے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کی آزاد کردہ باندی کو صدقے کی بکری اور دوسری حدیث میں ہے کہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی باندی حضرت بریرہ کو صدقے کا گوشت دیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ یہ دلیل جواز ہے۔

مگر ان دونوں احادیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ صدقہ، صدقہ نافلہ رہا ہوگا۔ بناءً علیہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ازواج مطہرات اور ان کے موالی کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ خلال نے بطریق ابن ابی ملیکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة۔ ہم آل محمد ہیں، ہمیں صدقہ حلال نہیں۔
ابن ابی شیبہ نے انھیں کے طریقے سے روایت کیا کہ خالد بن سعید بن العاص نے ام المومنین حضرت

عه الزکوۃ باب هل یشتری صدقته ص ۲۰۱ الهبة باب لا یحل لاحد ان یرجع فی صدقته وهبته ص ۳۵۷ باب اذا حمل رجلا علی فرس فهو کالعمری ص ۵۹ الجهاد باب الحمائل والحملان فی سبیل الله ص ۴۱۷ باب اذا حمل فرسا فرآها تباع ص ۴۲۱ مسلم فرائض نسائی زکوۃ - ابن ماجه احکام

مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ
کو دی گئی تھی تو فرمایا اس کی کھال سے کیوں نہ نفع حاصل کیا لوگوں
بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا
نے عرض کیا یہ مردار ہے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

عائشہ کی خدمت میں صدقہ میں سے کچھ بھیجا تو فرمایا۔ ہم آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں[1]۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ جسے صدقہ لینا جائز نہیں اس کے موالی کے لئے بھی جائز نہیں۔ اہلسنت کے اصول کے یہی مطابق بھی ہے۔ اس لئے کہ ازواج مطہرات اہل بیت اور آل نبی بلا شبہہ ہیں۔ اور نص صریح ہے۔ کہ ارشاد فرمایا انا لا تحل لنا الصدقۃ وان موالی القوم منھم۔ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں اور ہر قوم کے موالی انھیں میں سے ہیں۔ اب ضرور ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں صدقہ کو صدقہ نافلہ پر محمول کیا جائے

انتفعتم بجلدھا اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا۔ اس میں قبل دباغت کی قید نہیں اس لئے اس کے عموم سے اور اس حدیث کے اخیر جملے انما حرم اکلھا سے دلیل لاتے ہوئے کچھ لوگوں نے فرمایا کہ مردار کی کھال سے دباغت کے بغیر بھی انتفاع جائز ہے۔ جیسا کہ امام ابن شہاب امام لیث بن سعد کا قول مشہور یہی ہے۔ مگر ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے۔ کہ دباغت کے بغیر کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں حتی کہ بیچنا بھی۔ یہی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث[2] ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک بکری گھسیٹتے لئے جارہے ہیں تو فرمایا، اگر اس کی کھال لے لیتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یہ مردہ ہے۔ فرمایا، اس کو پانی اور سَلَم کے پتے پاک کر دیں گے۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ سلم کے پتے پانی میں ڈال کر کچی کھال پکاتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبل دباغت ناپاک ہے۔ اور ناپاک سے انتفاع بالاتفاق حرام اور بعد دباغت پاک اور اس سے انتفاع جائز۔ اور یہی توجیہ ان احادیث کی بھی ہے جن میں مردار کی کھال یا پٹھے یا کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کو منع فرمایا ہے۔

امام مسلم[3] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دبغ الاھاب فقد طھر۔ جب کچی کھال کی دباغت کر لی جائے تو وہ پاک ہو گئی۔ اور ایک حدیث مرفوع میں[4][5] ہے۔

عـہ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ البیوع باب جلود المیتۃ قبل ان تدبغ ص ۲۹۶ ثانی الذبائح باب جلود المیتۃ ص ۸۳۰ مسلم الطہارۃ۔ ابوداؤد اللباس نسائی ذبائح

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۸۷ [2] نسائی ثانی الفرع باب جلود المیتۃ ص ۹۰ ابوداؤد ثانی اللباس باب اھب المیتۃ ص ۲۱۳ [3] مسلم اول حیض باب طھور جلود المیتۃ بالدباغ ص ۱۵۹ ابوداؤد ثانی اللباس باب فی اھب المیتۃ ص ۲۱۳ [4] عمدۃ القاری تاسع ص ۸۸

۸۸۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ وَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ ؎۵

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو میں نے عرض کیا یہ بریرہ پر صدقہ کیا ہوا ہے۔ تو فرمایا اسکے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

استمتعوا بجلود المیتة اذا دبغت ترابا کان اورمادا او ملحا او ما کان بعد ان یزید صلاحہ۔ مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسکی دباغت ہو جائے۔ مٹی سے ہو یا راکھ سے یا نمک سے یا کسی چیز سے بھی ہو جو اسکی اصلاح زیادہ کرے۔

یہ سب احادیث اس کی دلیل ہیں کہ قبل دباغت مردار کی کھال ناپاک ہے۔ اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اور دباغت کے بعد وہ پاک ہے اس سے انتفاع جائز ہے۔ اخیر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ دباغت کے لئے پکانا لازم نہیں۔ کسی طرح اس کی خلقی رطوبت دور کر دی جائے۔ دباغت ہو گئی۔ مثلاً دھوپ میں سکھادیا۔

ان احادیث سے ان حضرات کا بھی قول باطل ہو گیا جو بعد دباغت بھی مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔

ہمارے یہاں انسان اور سانپ اور خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ انسان کی کھال اس وجہ سے کہ انسان مکرم و محترم ہے اگر دباغت سے اس کی کھال کو قابل انتفاع ہونے کا فتوی دیدیا جائے تو انسان کا ناموس خطرے میں پڑ جائے گا۔ سانپ کی کھال اتنی سخت ہوتی ہے کہ وہ دباغت قبول ہی نہیں کرتی اور خنزیر نجس لعین ہے۔ اس کی کھال کے پاک ہونے کا سوال ہی نہیں۔

تشریحات ۸۸۵ یہ ایک حدیث کا جز ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ جلد ثانی ص۴۴۴ پر گزر چکا ہے۔ کتاب الطلاق میں بالاختصار یہ حدیث یوں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بریرہ کی ذات سے تین سنتیں معلوم ہوئیں۔ پہلی یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انھیں اپنے شوہر کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ولاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

ؐ۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ ہبہ باب قبول الهدیۃ ص ۳۵۰ ثانی الطلاق باب لایکون بیع الامۃ طلاقا ص ۷۹۵ باب ص ۷۹۶ اطعمہ باب الادم ص ۸۱۶ نسائی زکوٰۃ فرائض۔

۸۸۶ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِہٖ عَلٰی بَرِیْرَۃَ فَقَالَ ھُوَ عَلَیْھَا

وسلم کی خدمت میں صدقے کا گوشت پیش کیا گیا۔ جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا تو فرمایا

صَدَقَۃٌ وَھُوَ لَنَا ھَدِیَّۃٌ عہ

وہ بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ اور ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی تو حضور کی خدمت میں روٹی اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کیا میں نے ہانڈی نہیں دیکھی ہے جسمیں گوشت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور لیکن یہ گوشت صدقہ کا ہے جو بریرہ کو دیا گیا ہے اور حضور صدقہ نہیں کھاتے۔ تو فرمایا، اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ھدیہ ہے۔

تشریحات ۸۸۶ حیلہ شرعیہ کی یہی اصل ہے۔ عندالضرورۃ زکوۃ فطرے اور دوسرے صدقات واجبہ کسی مستحق کو دے کر مالک بنا دیں اور وہ اس پر قبضہ بھی کرلے۔ پھر وہ کسی دینی کام کے لئے یا کسی بھی کار خیر کے لئے دیدے۔ آج دین کی بقا دینی مدارس کی وجہ سے اور دینی مدارس کی بقا زکوۃ اور فطرے کی رقوم سے ہے۔ مسلمان ایسا بے حس ہوگیا ہے کہ دینی مدارس کے لئے بمشکل عطیہ دیتا ہے۔ اس لئے علماء نے حیلہ کے بعد زکوۃ اور فطرے کی رقوم مدرسوں میں صرف کرنے کی اجازت دیدی۔ اگر یہ نہ ہو تو دینی مدارس بند ہو جائیں۔ اب کچھ علما دشمن دین سے آزاد منش افراد نے زکوۃ و فطرے کی رقوم کو ہندی انگریزی حساب جغرافیہ اقلیدس دنیوی تعلیمات دینے والے اسکولوں میں بلکہ ہسپتالوں میں صرف کرنا شروع کر دیا ہے اس کی کسی طرح اجازت نہیں ہوسکتی۔ اولا حیلہ کی اجازت ضرورت شرعیہ کے وقت ہے اور اسکولوں ہسپتالوں میں صرف کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ گورنمنٹ کے اسکول بکثرت قائم ہیں اور بوقت ضرورت قائم کرائے جا سکتے ہیں۔ ہسپتال بھی بہت ہیں، ڈاکٹروں کی کمی نہیں۔ اگر واقعی کوئی مریض مستحق زکوۃ ہے تو اسے نقد دیا جا سکتا ہے۔ ثانیاً زکوۃ اور فطرے کے مصارف کار خیر ہیں اور دینی مدارس بھی کار خیر ہیں بخلاف دنیوی مدارس کے کہ وہ محض دنیوی ہیں۔ دینی مدارس میں صرف کرنا زکوۃ و فطرے کے مصارف سے قریب تر ہے بخلاف دنیوی اسکولوں کے کہ اس میں اور زکوۃ کے مصارف میں کوئی لگاؤ نہیں۔

ظاہر یہی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو صدقہ کا گوشت دیا گیا تھا وہ صدقہ نافلہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدقہ نافلہ بھی نہیں تناول فرماتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہ الزکوۃ باب اذا تحولت الصدقۃ ص ۲۰۲، الھبۃ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰ مسلم۔ ابو داود۔ الزکوۃ نسائی العمرۃ

حدیث ۸۸۷ — عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاہُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِھِمْ قَالَ
علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر آتی تو فرماتے اے اللہ آل فلاں
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاہُ اَبِیْ بِصَدَقَتِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی
پر رحمت نازل فرما۔ میرے والد اپنا صدقہ لیکر آئے تو فرمایا اے اللہ آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما۔

ت ۲۷۳ — قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَیْسَ الْعَنْبَرُ بِرِکَازٍ ھُوَ شَیْءٌ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا عنبر رکاز نہیں یہ ایک چیز ہے
دَسَرَہُ الْبَحْرُ عہ
جسے سمندر نے پھینکی ہے۔

قبل اسلام صدقہ لیکر آئے تو واپس فرما دیا۔ ظاہر ہے کہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی۔ تو یہ صدقہ نافلہ ہی تھا۔

صدقہ اور ہدیہ جو چیز کسی محتاج کو صرف ثواب کی نیت سے دیجائے وہ صدقہ ہے اور جو چیز کسی کو رشتہ یا دوستی کی بنا پر دیجائے ہدیہ ہے

علامہ عینی نے فرمایا فقیر کو جو کچھ دیا جائے صدقہ ہے اگرچہ ہدیہ کہکر دیا جائے اور مالدار کو جو کچھ دیا جائے ہدیہ ہے اگرچہ صدقہ کہکر دیا جائے۔

تشریحات ۸۸۷ صَلِّ۔ الصلوٰۃ۔ کا امر ہے۔ خطابی نے کہا۔ کہ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اور یہی یہاں متعین ہے۔ لفظ صلوٰۃ ہی کی تخصیص نہیں کوئی بھی دعائے خیر کی جا سکتی ہے۔ مثلاً جزاک اللہ، آجرک اللہ، اللہم اغفرلہ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے بہت عمدہ اونٹنی زکوٰۃ میں دی تو یہ دعا کی۔ اے اللہ اس میں برکت دے اور اس کے اونٹوں میں بھی۔ اور یہ دعا مستحب ہے واجب نہیں۔ اسلئے خلفائے راشدین نے محصلین زکوٰۃ کو دعا کرنے کا حکم نہیں دیا اگر واجب ہوتی تو ضرور ہدایت فرماتے۔ بلکہ خود حضور نے بھی تلقین نہیں فرمائی۔ بنا بر علیہ آیہ کریمہ وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ۔ اور انکے لئے دعا کرو بیشک تمہاری دعا انکے لئے اطمینان بخش ہے۔ میں صَلِّ امر وجوب کے لئے نہیں استحباب کے لئے ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ — مدنی سلمی صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک ہوئے کوفے کے ساکنین صحابہ کرام میں سب کے بعد وفات پائی ۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وصال کیوقت ستر سال کی عمر مبارک تھی۔ یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مشرف ہوئے۔ باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔

عہ الزکوٰۃ باب صلوٰۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ ص ۲۰۳ ثانی المغازی غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۹ الدعوات باب قول اللہ تعالیٰ وصل علیھم ص ۹۳۷ مسلم الزکوٰۃ ابوداؤد الزکوٰۃ نسائی الزکوٰۃ ابن ماجہ الزکوٰۃ عہ الزکوٰۃ ما یستخرج من البحر ص ۲۰۳

116

۲۷۳ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ عہ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا عنبر اور موتی میں خمس ہے۔

۸۸۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

ہیں کہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے سے ہزار دینار قرض

۲۷۲-۱-۲۷۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو بیہقی نے اور امام عبد الرزاق نے مصنف میں

تشریحات موصولا ذکر کیا ہے۔ اور امام حسن بصری کے اثر کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ سمندر سے جو کچھ نکلتا ہے جیسے موتی مونگا عنبر اس میں زکوٰۃ نہیں۔ یہی حضرت ابن عباس حضرت عمر بن عبد العزیز، امام عطا، امام اعظم امام مالک امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہی ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ اس کے بعد والے ارشاد سے ظاہر ہے۔ اور یہی امام ابو یوسف کا بھی مذہب ہے۔

۸۸۸ تکمیل۔ کتاب الکفالۃ میں یہ حدیث مفصل یوں ہے ـــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ کیا۔ کہ اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ہزار دینار قرض مانگا اس نے کہا گواہوں کو لاؤ جنھیں گواہ بنادوں تو اس نے کہا اللہ کافی گواہ ہے۔ پھر اس نے کہا کوئی کفیل (ضامن لاؤ) تو اس نے کہا۔ اللہ کافی کفیل ہے۔ تو اس نے کہا تو نے سچ کہا۔ اور اسے میعاد معین تک کے لئے دیدیا۔ وہ قرض لے کر سمندر میں چلا گیا۔ اور اپنی حاجت پوری کی اس کے بعد سواری (کشتی) تلاش کی جس پر سوار ہو کر جائے اور مقررہ میعاد پر ادا کرے۔ تو اس نے کوئی سواری نہیں پائی۔ تو ایک لکڑی لی اسمیں سوراخ کیا اور اس سوراخ میں ہزار دینار اور ایک خط قرضخواہ کے نام رکھدیا۔ اور سوراخ کا منہ اچھی طرح بند کر کے وہ لکڑی سمندر کے پاس لایا۔ اور کہا۔ اے اللہ تو جانتا ہے میں نے فلاں سے ہزار دینار قرض مانگا تو اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا اللہ کافی ضامن ہے وہ اس پر راضی ہو گیا پھر اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا اللہ کافی گواہ ہے وہ اس پر راضی ہو گیا۔ (اور مجھے قرض دیدیا) میں نے کوشش کی کہ سواری مل جائے جس کے ذریعہ میں اس کا حق اسے پہنچا دوں تو نہیں ملی اور میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں اس کے بعد اسے سمندر میں پھینک دیا وہ سمندر کے اندر چلی گئی۔ اس کے بعد یہ شخص لوٹ آیا۔ اور اسی کوشش میں رہا، سواری تلاش کرتا رہا کہ اپنے وطن لوٹے۔ اب قرضخواہ نکلا یہ دیکھنے کیلئے

عہ الزکوٰۃ ما یستخرج من البحر ص ۲۰۳

اَنْ یُّسْلِفَہٗ اَلْفَ دِیْنَارٍ فَدَفَعَھَا اِلَیْہِ فَخَرَجَ فِی الْبَحْرِ فَلَمْ یَجِدْ مَرْکَبًا
مانگا تو اس کو دیدیا وہ سمندر میں سفر کے ارادے سے نکلا مگر اس نے کوئی سواری نہیں پائی

فَاَخَذَ خَشَبَۃً فَنَقَرَھَا فَاَدْخَلَ فِیْھَا اَلْفَ دِیْنَارٍ فَرَمٰی بِھَا فِی الْبَحْرِ
تو ایک لکڑی لی اور اسمیں سوراخ کیا اسمیں ہزار دینار رکھا اور اس لکڑی کو سمندر میں پھینک

فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ اَسْلَفَہٗ فَاِذَا بِالْخَشَبَۃِ فَاَخَذَھَا لِاَھْلِہٖ
دیا اتفاق کی بات کہ جس شخص نے قرض دیا تھا وہ نکلا اور لکڑی دیکھی تو اپنے اہل

حَطَبًا فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ فَلَمَّا نَشَرَھَا وَجَدَ الْمَالَ عہ
کے ایندھن کے لئے لے لیا۔ جب اسے چیرا تو مال پایا۔

کر شاید کوئی سواری اس کا مال لے کر آئی ہو۔ اتفاق کی بات کہ اس نے وہ لکڑی دیکھی جسمیں وہ مال تھا اس نے اسے لے لیا کہ اس کے اہل کے لئے ایندھن ہو جب اسے چیرا تو اس میں مال اور وہ خط پایا۔ پھر قرضدار آیا۔ اور ہزار دینار لایا اور کہا میں برابر کوشش کرتا رہا کہ سواری مل جائے تو تیرا مال تجھ تک پہنچا دوں مگر کوئی سواری نہیں ملی۔ جو لایا ہوں اسے قبول کرلے۔ قرضخواہ نے کہا۔ کیا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا۔ قرضدار نے کہا۔ کیا میں نے تجھے نہیں بتایا کہ تیرے پاس آنے سے پہلے میں نے کوئی سواری نہیں پائی۔ قرضخواہ نے کہا۔ بیشک اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا جو تو نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ یہ شخص ہزار دینار کے ساتھ خوشی خوشی واپس ہوا۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے۔ سمندر سے جو چیز نکالی جائے۔ یعنی اس میں خمس ہے یا نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اسمیں خمس نہیں اور یہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سمندر سے نکالی گئی چیزوں میں خمس نہیں۔ لکڑی اگرچہ سمندر میں نہیں پیدا ہوئی مگر کنارے کے خود رو درخت کبھی گر کر سمندر میں آجاتے ہیں جو کسی کی ملک نہیں ہوتے ہیں وہ جوف سمندر میں پیدا ہونیوالی چیزوں کے حکم میں داخل ہیں۔ جو حکم ان چیزوں کا ہے وہی ان درختوں کا بھی ہے۔

حسن نیت، ایفاء وعدہ توکل علی اللہ کے اچھے ثمرات دنیا میں بھی ملتے ہیں۔ اس کی یہ حدیث بہترین مثال ہے۔ اللہ عزوجل اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کی جان و مال کو ضائع نہیں فرماتا۔

بالالف دینار: ۔ کتاب الکفالۃ کی حدیث کے آخر میں ہے۔ انصرف بالالف دینار راشدا۔ ہزار دینار کے ساتھ خوشی خوشی واپس ہوا۔ الالف دینار کی طرف مضاف ہے۔ اور مضاف پر الف لام کا لانا درست نہیں مگر کوفیوں کے نزدیک۔

مسائل: ۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ سمندر میں پیدا ہونے والی چیزیں جسے ملیں وہ اس کی ہیں

عہ الزکوٰۃ باب مایستخرج من البحر ص ۲۰۳ البیوع باب التجارۃ فی البحر ص ۲۷۷ الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض والدیون ص ۳۰۶ الاستقراض باب اذا اقرضہ الی اجل مسمی ص ۳۲۴ اللقطۃ باب اذا وجد خشبۃ فی البحر ص ۳۲۸ الشروط باب الشروط فی القرض ص ۳۸۱ ثانی الاستیذان باب بمن یبدأ فی الکتاب ص ۹۲۶ نسائی اللقطۃ

۲۷۴ وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دَفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ

ت اور مالک اور ابن ادریس نے کہا۔ رکاز جاہلیت کا دفینہ ہے اس کے

وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ عہ

تھوڑے اور کثیر میں خمس ہے اور معدن رکاز نہیں۔

۲۷۵ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً عہ

ت اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے معدن میں ہر دو سو سے پانچ لیا۔

اور اسمیں خمس نہیں۔ کیونکہ یہ صاحب لکڑی ایندھن بنانے کے لئے لائے تھے اور اس کا خمس ادا نہیں کیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی تنبیہ ذکر نہیں فرمائی۔ رہ گیا یہ شبہہ کہ یہ لکڑی قرضدار نے باہر سے لے کر سمندر میں پھینکا تھا، تو یہ توچیڑنے کے بعد خط دیکھنے کے بعد علم میں آیا جسوقت لائے تھے اسوقت تو یہی سمجھ کے لائے تھے کہ یہ لکڑی سمندر کے اردگرد یا بیچ سمندر کے کسی ٹاپو سے سمندر میں آگئی ہے۔ اس لئے ہمارا استدلال تام ہے۔ رہ گئیں وہ چیزیں جو سمندر کی پیداوار نہیں مگر سمندر میں ملیں جیسے سونا چاندی سکے کپڑے وغیرہ ان میں بھی خمس نہیں۔ اور جب مالک معلوم نہ ہو تو پانیوالے کی ملک ہیں۔

تشریحات ۲۷۴ اس تعلیق کو موصولاً امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے۔ ابن ادریس سے کون صاحب مراد ہیں اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن ادریس اودی ہیں۔ امام فربری کے راویوں میں ایک بزرگ ابو زید مروزی ہیں۔ انھوں نے اسپر جزم فرمایا کہ یہ حضرت امام شافعی ہیں۔ امام بیہقی اور جمہور ائمہ نے ان کی متابعت کی۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام شافعی کا مذکورہ بالا ارشاد ملتا ہے جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں نقل فرمایا ہے۔ اودی کا نہیں ملتا ہے۔ حضرت امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے۔ جسے ابن منذر نے نقل کیا اور اختیار بھی کیا۔ مگر قول جدید یہ ہے کہ جب تک بقدر نصاب نہ ہو اس میں کچھ واجب نہیں۔ اس تعلیق میں قلیل سے مراد یہ ہے کہ مقدار نصاب سے کم ہو اور کثیر سے مراد یہ ہے کہ بقدر نصاب ہو یا اس سے زائد۔ معدن رکاز نہیں کا مطلب صرف یہ ہے کہ معدن میں خمس واجب نہیں بلکہ ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے۔ شریعت کے اصول میں سے ہے کہ جسمیں محنت کم ہے واجب کی مقدار زیادہ ہے۔ اور محنت اگر زیادہ ہے تو واجب کم۔ معدن اور رکاز دو الگ الگ چیزیں ہیں اس پر یہ حضرات اس باب میں مذکور حدیث سے دلیل لائے ہیں کہ ارشاد ہوا۔ معدن میں ہلاک ہو جانے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ اس استدلال پر مفصل کلام ابھی آرہا ہے۔

تشریحات ۲۷۵ اس اثر کو امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے امام بیہقی نے بطریق سعید بن ابی عروبہ قتادہ سے روایت کیا کہ عمر بن عبد العزیز نے معدن کو بمنزلہ رکاز قرار

عہ الرکاز باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳ عہ الزکوٰۃ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

۱۴۷۶ وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكٰوةُ وَإِنْ وَّجَدْتَّ لُقَطَةً فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا فَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا دار الحرب میں جو دفینہ ملے اس میں خمس ہے اور اگر دار الصلح میں ملے تو اس میں زکوۃ ہے اور اگر دشمن کی سرزمین میں لقطہ پائے تو اس کی تشہیر کرے۔ پس اگر دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

بعض الناس: وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ

اور بعض الناس نے کہا معدن رکاز ہے جاہلیت کے دفینے کے مثل

دیا کہ اس میں سے بھی خمس لیا جائے۔ پھر بعد میں دوسری تحریر بھیجی کہ اس میں زکوۃ ہے۔ نیز کہا کہ عبد اللہ بن ابو بکر سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے معادن میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم لئے ابو زناد سے بھی مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیز معدن میں ربع عشر لیتے تھے۔

تشریحات اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں — جب دشمن کی زمین میں خزانہ پایا جائے تو اس میں خمس ہے اور اگر عرب میں پایا جائے تو اس میں زکوۃ ہے۔ دفینے کے بارے میں یہ فرق سوائے امام حسن بصری کے اور کسی سے منقول نہیں اور لقطے کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کا احتمال ہو کہ یہ مسلمان کی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ مثلاً لشکر دار الحرب میں ہے۔ یا کوئی قافلہ امان لیکر دار الحرب میں گیا ہے۔ اور اگر اس کا احتمال نہ ہو تو تشہیر کی حاجت نہیں۔

تشریحات امام بخاری کی بعض الناس سے کیا مراد لئی یہ دی جائیں۔ علامہ ابن تین وغیرہ کا گمان یہ ہے کہ اس سے امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بعض حنفیہ مراد ہیں۔ یہاں جس مسئلہ پر تعریض کی ہے وہ صرف حضرت امام اعظم ہی کا مذہب نہیں۔ امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ مگر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں جس بے ڈھنگے انداز میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے علامہ موصوف کے قیاس کی تائید ہوتی ہے مگر تتبع سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ ایسا نہیں۔ کہیں اس سے عیسیٰ بن ابان مراد ہیں۔ کہیں امام شافعی۔ اور نہ ہر جگہ ان کا مقصود تعریض ہی ہے۔ کہیں کہیں وہ خود متردد ہیں اور کہیں وہی ان کا بھی مختار ہے۔

توضیح امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ معدن سونے چاندی وغیرہ کی کان کو کہتے ہیں اور رکاز کفار کے دفینے کو۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابھی مذکور ہو گی کہ فرمایا المعدن جبار وفی الرکاز الخمس کان

يُقَالُ اَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا أُخْرِجَ مِنْهُ شَيْئٌ - قِيلَ لَهُ فَقَدْ يُقَالُ لِمَنْ
کیونکہ جب معدن سے کچھ نکالا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے ارکز المعدن اس سے کہا گیا جب کسی کو کچھ
وُّهِبَ لَهُ الشَّيْئُ وَرَبِحَ رِبْحًا كَثِيرًا اَوْكَثُرَ ثَمَرُهُ اَرْكَزْتَ - ثُمَّ
ہبہ کیا جائے اور اسے بہت نفع ہو اور اسکا پھل بہت ہو تو اس سے بھی کہا جاتا ہے ارکزت ۔ پھر

میں ہلاک ہونے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ اس حدیث میں رکاز معدن پر معطوف ہے اور عطف تغایر چاہتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ معدن اور ہے اور رکاز شئی دیگر ہے۔ علامہ محمود بدر الدین عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا۔ کہ پوری حدیث یوں ہے۔ العجماء جبار والبیر جبار والمعدن جبار وفی الرکاز الخمس۔ چوپایہ کسی کو مار ڈالے تو تاوان نہیں۔ کنوئیں میں گر کر کوئی مر جائے تو تاوان نہیں، کان میں کوئی مر جائے تو تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والمعدن جبار۔ تک ایک الگ حکم فرمایا۔ اور۔ وفی الرکاز الخمس۔ میں دوسرا حکم۔ احکام کا تغایر صحت عطف کے لئے کافی ہے۔ اب اگر یہ فرماتے۔ وفیہ الخمس۔ تو التباس کا احتمال تھا۔ کہ شاید ضمیر بیر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس التباس کو دور کرنے کے لئے وفی الرکاز الخمس فرمایا۔ اقول۔ اگر علامہ عینی کی یہ توجیہ نہ مانی جائے تو احادیث میں تعارض لازم آئے گا، جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

اور ہمارے یہاں۔ رکاز۔ معدن کان اور دفینے دونوں کو عام ہے۔ معدن صرف کان کو کہتے ہیں۔ اور کنز صرف دفینے کو۔ رکاز دونوں کو۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام محمد محرر مذہب حنفیہ نے اپنے موطا[1] میں ذکر فرمائی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے۔ عرض کیا گیا۔ رکاز کیا ہے تو فرمایا وہ مال جسے زمین میں اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدا فرمایا جس دن زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ ان کانوں میں خمس ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں بطریق امام ابو یوسف تھوڑے اختصار کے ساتھ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے نیز امام بیہقی نے اسی میں بطریق حبان بن علی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے عرض کیا گیا۔ رکاز کیا چیز ہے تو فرمایا۔ وہ سونا جسے اللہ نے زمین میں پیدا فرمایا۔ اس سے بھی واضح وہ حدیث ہے جسے امام بیہقی نے کتاب العلل میں بطریق ابو صالح عن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز وہ ہے جو زمین میں پیدا ہو۔ امام حمید بن زنجویہ نسائی نے کتاب الاموال میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ انھوں نے معدن کو رکاز قرار دیا اور اس میں خمس واجب کیا۔ امام بیہقی ہی نے مکحول سے روایت کیا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معدن کو بمنزلہ رکاز قرار دیا کہ ہمیں

[1] زکوۃ باب الرکاز ص ۱۷۸،

نَاقَضَہٗ قَالَ لَا بَاْسَ اَنْ یَّکْتُمَہٗ وَلَا یُوَدِّیَ الْخُمُسَ ؏۵
اس کے خلاف کہا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ اسے چھپائے اور خمس ادا نہ کرے۔

خمس ہے۔

پہلی تعریض

احناف کے ان دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت امام بخاری نے اس مسئلہ پر تعریض کرتے کے لئے اپنے جی سے احناف کی طرف ایک دلیل منسوب کی اور اس پر تنقید فرمادی وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض الناس نے کہا۔ معدن رکاز ہے۔ جاہلیت کے دفینے کے مثل اس لئے کہ کہا جاتا ہے۔ ارکز المعدن۔ جب اس سے کچھ نکلے۔ اس طبعزاد دلیل کو امام بخاری یوں رد کرتے ہیں کہ جب کسی کو کچھ ہبہ کیا جائے یا کسی کو بہت نفع ہو یا کسی کے باغ میں پھل بہت آئیں تو اس سے کہا جاتا ہے۔ ارکزت۔ تو لازم کہ ان چیزوں کو بھی۔ رکاز کہا جائے اور ہبہ میں اور نفع میں اور پھل میں بھی خمس ہو۔ حالانکہ ہبہ اور نفع میں نہ خمس ہے نہ زکوۃ جبکہ وہ نصاب سے کم ہو۔ یا جب تک کہ ان پر سال پورا نہ ہو اور پھل میں عشر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود عینی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر بھرپور گرفت کی ہے اور کچھ جلال بھی آگیا ہے۔ جس کے لئے وہ معذور بھی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ معدن کو رکاز کہنے والوں میں سے کسی نے بھی یہ دلیل نہیں دی اور اہل عرب میں سے کسی کا یہ مقولہ نہیں۔ البتہ جب کسی کان میں سونا ملتا ہے تو ضرور اہل عرب بولتے ہیں۔ ارکز الرجل۔ اس شخص نے سونا پایا۔ ارکز المعدن۔ نہیں بولتے۔ کہ لازم آئے کہ ہبہ اور نفع پانے والے اور جس کے باغ میں پھل زیادہ آئے اسے بھی ارکزت کہا جائے۔ اس لئے کہ رکاز کے معنی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ باب افعال میں جاکر صیرورت کا افادہ ہوا۔ یعنی صاحب ماخذ ہونا جیسے کہتے ہیں اغد البعیر یعنی اونٹ کو غدہ کی بیماری ہوئی۔ اونٹ غدہ والا ہوا۔ جب رکاز کے معنی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ تو جسے سونا ملے اسے ارکز الرجل کہنا درست ہے مگر ہبہ پانے والے کو زیادہ نفع حاصل کرنے والے کو جس کے باغ میں پھل بہت آیا ہو اسے ارکز الرجل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ رکاز کے معنی ہبہ یا نفع یا پھل کے نہیں۔ امام بخاری سے یہاں لغزش اس لئے ہوئی کہ انھوں نے ارکز کے معنی پر غور نہیں فرمایا۔

دوسری تعریض

دوسری تعریض یہ فرمائی کہ اس کے بعد اس بعض الناس نے اس کے خلاف قول کیا اور کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے یعنی دفینے کو چھپالے اور خمس نہ دے۔ یعنی اس بعض الناس نے پہلے یہ کہا کہ معدن میں خمس ہے اور معدن رکاز ہے۔ پھر کہا کہ اسے یہ جائز ہے کہ رکاز کو خواہ معدن ہو یا دفینہ

؏۵ الزکوٰۃ۔ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

۸۸۹ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِیْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ

علیہ وسلم نے فرمایا جانور سے گھائل کا تاوان نہیں کنوئیں میں گرنے والے کا تاوان نہیں کان

وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ عہ

میں گھائل اور ہلاک ہونے والے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔

زکوۃ کے محصل سے چھپالے اور سب اپنے پاس رکھ لے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی حضرت امام اعظم کے قول کو کماحقہ نہ سمجھنے کی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا ہے۔ امام طحاوی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کان اور دفینے کا خمس ازخود اس کے مستحقین کو ادا کردے یا وہ خود محتاج ہو تو اپنے صرف میں لائے۔ اس کے عوض جو بیت المال میں اس کا حق ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محصل خمس لے جاکر بیت المال میں جمع کریگا اور بیت المال پر قبضہ حکام کا ہے۔ حضرت امام اعظم کے عہد کے اموی اور عباسی حکام بیت المال کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے۔ مستحقین کے بجائے اپنے خوشامدی شاعروں درباریوں کو دیتے تھے۔ ایسی صورت میں جس نے دفینہ پایا وہ ازخود مستحقین میں تقسیم کردے یا خود ضرورتمند ہے تو رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ خمس حکام کی ذاتی ملک نہیں بلکہ انکے پاس امانت ہے۔ اس کے مستحق فقراء ومساکین ہیں۔ جب یہ معلوم ہے کہ حق حقدار کو نہیں ملے گا، تو حقدار تک پہنچانا مناسب اقدام ہے۔

تشریحات ۸۸۹ **عجماء**۔ کے معنی چوپائے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چوپایہ کسی کو گھائل کردے یا مار ڈالے تو اس چوپائے کے مالک سے نہ قصاص لیا جائے گا نہ دیت۔ اس میں تفصیل ہے جو فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ اسی طرح کنوئیں میں یا کان میں کوئی گر کر مرجائے یا کنواں اور کان کی کھدائی میں کوئی دب کے مرجائے تو بھی کنوئیں اور کان کے مالک پر قصاص یا دیت وغیرہ کچھ نہیں۔

وفی الرکاز الخمس مسلمان یا ذمی کو اپنے مکان یا دوکان میں کان ملی تو وہ اس کی ملک ہے اور اسمیں نہ خمس ہے نہ زکوۃ۔ اور اگر افتادہ غیر مملوکہ زمین یا جنگل یا پہاڑ میں ملی تو اسمیں خمس ہے۔ اس کے لئے کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑا ہو یا زیادہ بہرحال خمس واجب ہے۔ خمس صرف سونا چاندی تانبا پیتل سیسہ وغیرہ دھاتوں میں ہے۔ جواہر مثلاً لعل یاقوت فیروزہ عقیق اور موتی چونا سرمہ

عہ الزکوۃ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳ المساقاۃ باب من حفر بیرا فی ملکہ لم یضمن ص ۳۱۷ الدیات باب المعدن جبار والبیر جبار باب العجماء جبار ص ۱۰۲۱ مسلم حدود۔ ابوداود دیات۔ ترمذی زکوۃ احکام ابن ماجہ دیات۔ دارمی زکوۃ دیات موطا امام مالک عقول۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۲۸

۸۹۰ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اسْتَعْمَلَ

حدیث حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَسْدِ عَلٰی صَدَقَاتِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص کو بنی سُلیم کے صدقات وصول کرنے کے لئے

بَنِیْ سُلَیْمٍ یُدْعٰی ابْنَ اللُّتْبِیَّۃِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَہٗ عہ

عامل بنایا جن کو ابن لُتبیہ کہا جاتا تھا جب وہ واپس آئے تو ان سے حساب لیا۔

۸۹۱ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ غَدَوْتُ اِلٰی

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی میں صبح کے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ لِیُحَنِّکَہٗ

وقت عبداللہ بن ابو طلحہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

فَوَافَیْتُہٗ فِیْ یَدِہِ الْمِیْسَمُ یَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَۃِ عہ

ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ دست مبارک میں میسم تھا جس سے صدقے کے اونٹوں کو داغ رہے تھے

اور پھٹکری نمک بہنے والی چیزوں میں وہ نہیں۔
جس دفینے میں اسلامی علامتیں پائی جائیں وہ لقطے کے حکم میں ہے۔ اور جسمیں کافروں کی علامتیں ہوں مثلاً اس میں بت وغیرہ کی تصویریں ہوں تو اس میں سے خمس لیا جائے گا۔ خواہ اپنی زمین میں ملے یا دوسرے کی یا غیر مملوکہ زمین میں ملے۔

تشریح ۸۹۰ یہ ایک طویل حدیث کا ابتدائی حصہ ہے جس کا کچھ جز کتاب الجمعہ میں گزر چکا ہے اور پوری حدیث کتاب الہبہ میں آئے گی۔

تشریح ۸۹۱ علامت کے لئے اہل عرب اونٹوں پر داغتے تھے یا کان کا کچھ حصہ کاٹ دیتے یا پھاڑ دیتے تھے۔ چونکہ کان کو کاٹنا یا پھاڑنا مثلہ کرنا ہے۔ اس لئے اسلام نے اس سے روک دیا۔ بضرورت داغنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

عہ الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ والعاملین علیہا ص ۲۰۳ ثانی الحیل باب احتیال العامل لیہدی لہ ص ۱۰۳۳

عہ الزکوۃ باب وسم الامام ابل الصدقۃ بیدہ ص ۲۰۴ مسلم اللباس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب فرض صدقۃ الفطر

صدقۂ فطر واجب ہے، حدیث میں اس کے لیے فَرَضَ، کا لفظ آیا ہے، مگر خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی نیز فرض کے فقہی معنی بعد کی اصطلاح ہے۔ اس کے لغوی معنی مقرر کرنے کے ہیں۔ حدیث میں یہی مراد ہے۔

صدقۂ فطر روزوں کے اتمام کا شکرانہ ہے، اور روزوں میں بتقاضائے بشریت جو کوتاہی ہو گئی ہو اس کا کفارہ۔ صدقۂ فطر ہر ایسے آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مالک نصاب ہو اور یہ نصاب دَین اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔ اس کے لیے مال نامی اور حولان حول شرط نہیں۔ اس کے وجوب کا سبب یوم فطر کی صبح صادق ہے۔ اس لیے جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے مرگیا، یا غنی تھا فقیر ہوگیا تو اس پر واجب نہیں، یا صبح صادق طلوع ہونیکے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر غنی ہوگیا تو ان پر واجب نہیں، اور اگر کوئی صبح صادق ہونے کے بعد مرا یا صبح صادق سے پہلے بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا فقیر غنی ہوگیا تو واجب ہے۔

جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے اور اپنی ان نابالغ اور مجنون اولاد کی طرف سے بھی جو خود مالک نصاب نہ ہوں۔ اور اگر نابالغ یا مجنون مالک نصاب ہیں تو ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اور عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردے۔ اور اس کے پہلے اور بعد میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔ اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، اس کی ادائیگی کے لیے بھی تملیک فقیر شرط ہے۔ جو مالک نصاب نہ ہو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں لیکن اگر ادا کردے تو ثواب کا بہرحال مستحق ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لاصدقة الاعن ظهر غنى واليد العليا خير من اليد السفلى وابدأ بمن تعول، — مالداری کے بغیر صدقہ نہیں، پہلے اس پر خرچ کر جو تیری پرورش میں ہے،

غنی اور مالداری کا معیار شریعت نے نصاب کو رکھا ہے، علاوہ ازیں جو مالک نصاب نہ ہو، اس پر صدقۂ فطر واجب کرنے میں حرج بھی ہے۔

ت ۲۲۷ وَرَاٰى اَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَّابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً ؏ — ابوالعالیہ، عطار اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ صدقۂ فطر فرض ہے،

تشریح ۲۲۷ ابوالعالیہ اور ابن سیرین کے اثر کو امام ابوبکر بن شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے، اور امام عطار کے اثر کو امام عبدالرزاق نے۔ ان حضرات کی اگر فرض سے مراد فقہی فرض ہے تو یہ صحیح نہیں۔ فرضیت کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی درکار ہے، اور صدقۂ فطر کا ثبوت خبر احاد سے ہے، اس کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل قطعی نہیں، نیز یہ تینوں حضرات

؏ باب فرض صدقة الفطر ص ۲۰۴، ؎۱ ثانی ص ۲۳۰، ؎۲ بخاری اول وصایا باب تاویل قوله عزوجل من بعد وصية يوصى بها او دين تعليقا ص ۳۸۴،

حدیث ۸۹۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ ؏

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا، غلام اور آزاد اور مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے مسلمان پر۔ اور یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کے لیے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے،

حدیث ۸۹۳

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُعْطِیْھَا فِیْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم

تابعین میں سے ہیں۔ ان کے عہد میں احکام کی فرض واجب وغیرہ کی طرف نہ تقسیم ہوئی تھی، اور نہ ان کے اصطلاحی معنی مقرر ہوئے تھے، اس لیے یہ متعین ہے کہ ان کی مراد فریضۃ سے لغوی معنی ہے یعنی من جانب شرع مقرر کردہ وظیفہ،

تشریحات ۸۹۲

باب صدقۃ الفطر من التمر کے تحت جو روایت ہے، اس کے اخیر میں ہے، عبد اللہ (ابن عمر) نے فرمایا، اس کے بعد لوگوں نے اس کے برابر دو مُد گیہوں کر دیا،

علی العبد اس سے مراد یہ ہے کہ غلام اور باندی کی طرف سے ان کا مالک ادا کرے، کیونکہ غلام اور باندی اگر کچھ کمائیں بھی تو وہ آقا کی ملک ہو جاتا ہے۔ ان کی ملک نہیں رہتا، پھر وہ کہاں سے ادا کریں گے، مُدبَّر اور اُمِّ وَلَد کا صدقۂ فطر بھی ان کے مالک پر واجب ہے۔ البتہ ہمارے یہاں مُکاتَب کی طرف سے واجب نہیں۔ یوہیں تجارت کے غلام اور باندی کی طرف سے بھی نہیں،

علی الصغیر اگر نابالغ خود مالک نصاب ہے، تو اس کا ولی اس کے مال سے ادا کرے، اسی طرح مجنون کی طرف سے بھی، اور اگر مالک نصاب نہیں۔ تو ان کا صدقۂ فطر ان کے والد کے ذمے ہے۔

ان تؤدی یہ افضلیت کا بیان ہے، ورنہ تقدیم و تاخیر جائز ہے۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے، اس میں فائدہ یہ ہے کہ وہ فقراء جن کے پاس کچھ نہیں، وہ آج بھوکے نہ رہیں۔

؏ باب فرض صدقۃ الفطر ص ۲۰۴، یہیں مزید پانچ طریقے سے، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ،

زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ

ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع منقّٰی صدقۂ فطر دیتے

صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ

تھے۔ جب معاویہ کا زمانہ آیا اور گیہوں آیا تو انھوں نے کہا، میرا خیال ہے

السَّمْرَاءُ قَالَ اُرٰى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ۔

کہ (گیہوں) ایک مُد دو مُد کے برابر ہے،

تشریحات ۸۹۳

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کہ اس حدیث میں طعام سے مراد، گیہوں ہے، اس لیے کہ عرف میں طعام گیہوں ہی کو کہتے ہیں، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک کا یہی عرف تھا، مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت کی بات کرتے ہیں۔ اس زمانے کا عرف یہ تھا کہ طعام جو اور کھجور کو کہتے تھے۔ مسند امام احمد اور مسلم میں حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد موجود ہے، فرماتے ہیں،

طعامنا یومئذ الشعیر عہد رسالت میں ہمارا طعام جو تھا،

ترمذی میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا

طعامھم بالمدینۃ التمر والشعیر، عہد نبوی میں اہل مدینہ کا طعام کھجور اور جو تھا۔

علاوہ ازیں خود اسی بخاری میں اسی باب میں ہے، کہ خود حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

وکان طعامنا الشعیر والزبیب والاقط والتمر اور ہمارا طعام جو منقّٰی، پنیر اور کھجور تھا،

اس روایت نے واضح کر دیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد طعام سے گیہوں نہیں۔ بلکہ تمام وہ غذائیں ہیں، جو مدینہ طیبہ میں اس وقت رائج تھیں، گیہوں اس عہد میں اس مبارک شہر میں بہت نایاب تھا،

نیز صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،

لم یکن الصدقۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا التمر والزبیب والشعیر ولم یکن الحنطۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صدقۂ فطر صرف کھجور، منقّٰی اور جو تھا، گیہوں نہ تھا۔

پھر اگر اس حدیث میں طعام سے گیہوں مراد لیں گے، تو دو لاینحل اشکال وارد ہوں گے، ایک یہ کہ اس حدیث کے اخیر حصے

---

۱ جلد سادس ص ۳۰۰، ۲ ثانی باب الربوٰ ص ۲۶، ۳ ثانی تفسیر سورۂ نساء ص ۱۲۸، ۴ فتاویٰ رضویہ اول ص ۴۵، ۱۴۴،

۵ اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ص ۲۱۸، ابو داؤد اول زکوٰۃ کم یؤدی فی صدقۃ الفطر ص ۲۲۸، ۶ باب صاع من زبیب ص ۲۰۴، یہیں مزید تین اور طریقے سے مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ زکوٰۃ۔

حدیث ۸۹۴

فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ فَاعْوَزَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھجور دیتے تھے۔ ایک سال اہل مدینہ کھجور سے محروم ہوگئے۔

مِنَ التَّمْرِ فَاَعْطٰى شَعِيْرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتّٰى اَنْ كَانَ لَيُعْطِي

تو انھوں نے جَو دیا اور حضرت ابن عمر ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے دیتے تھے، حتیٰ کہ میرے بچوں طرف سے

عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ

بھی دیتے تھے، اور انھیں کو دیتے تھے جو اسے قبول کرتے اور عید سے ایک دو دن پہلے دیدیتے تھے، اور ابو

سے تعارض لازم آئے گا کہ انھوں نے فرمایا، جب معاویہ کا دور آیا اور گیہوں آیا، تو انھوں نے یہ کہا، میرا خیال ہے کہ یہ ایک مد ان کے دو مد کے برابر ہے، دوسرے یہ کہ لازم آئے گا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر کی جو مقدار عہد نبوی میں رائج تھی، حضرت امیر معاویہ نے اسے گھٹا کر آدھی کر دی، اور ستم یہ کہ تمام صحابۂ کرام اس پر خاموش رہے، بلکہ اسے اختیار فرمالیا،

اس لیے ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد، اس حدیث میں طعام سے گیہوں نہیں، بلکہ دوسری اور کوئی چیز ہے، جو اس وقت اہل مدینہ کی غذا تھی۔

ہمارے یہاں گیہوں سے صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع ہے، اس لیے کہ اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے، جیسا کہ مسلم میں خود حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اسی حدیث میں یہ ہے،

فاخذ الناس بذالك[1]، سب لوگوں نے اسے اختیار کرلیا،

رہ گیا حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس سے اختلاف، تو ایک دو صاحبان کا اختلاف اجماع میں خارج نہیں، عمدۃ القاری[2] میں ہے کہ حضرات خلفائے اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ گیہوں نصف صاع ہے، ان کے علاوہ اجلہ صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی یہی ثابت ہے،

ت ۲۷۸

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ، [3]

اور امام زہری نے تجارت کے غلاموں کے بارے میں فرمایا تجارت کی بھی زکوٰۃ دے اور صدقۂ فطر بھی دے،

تشریح: اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ تجارت کے غلام اور کنیز پر دو صدقے ہیں، ایک زکوٰۃ دوسرے صدقۂ فطر، احناف کے یہاں صرف زکوٰۃ ہے، صدقۂ فطر واجب نہیں، اس لیے کہ صدقۂ فطر مالک نصاب پر ان لوگوں کی طرف سے واجب ہوتا ہے جو اس کے عیال میں ہوں، اور ظاہر ہے کہ تجارت کے غلام اور کنیز اس کے عیال نہیں۔

---

[1] اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ص ۳۱۸، ابوداؤد اول زکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر ص ۲۲۸، عہ النسائی کوٰۃ باب صدقۃ الفطر علی المملوک والحر ص ۲۰۵، [2] جلد تاسع ص ۱۱۳،

یومین ۔ قال ابو عبد اللہ بنی یعنی بنی نافع قال کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء۔

عبد اللہ امام بخاری نے فرمایا ہے۔ بنی سے مراد نافع کے بچے ہیں، عید سے ایک دو دن پہلے دینے کا مطلب یہ ہے کہ اکٹھا کر لیتے، یہ نہیں کہ فقراء کو دیتے

حدیث ۸۹۵ قال ابو عمرو ورأی عمر وعلی وابن عمر وجابر وعائشۃ وطاؤس

ابو عمرو نے کہا کہ حضرت عمر حضرت علی، حضرت ابن عمر حضرت جابر، حضرت عائشہ اور طاؤس اور عطاء اور

وعطاء وابن سیرین ان یزکی مال الیتیم۔

ابن سیرین یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب جانتے تھے۔

ت ۲۷۹ وقال الزھری یزکی مال المجنون۔

اور امام زہری نے فرمایا، مجنون کے مال کی زکوٰۃ دیدی جائے۔

تشریحات ۸۹۴ باپ پر اپنی بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں، اور نہ پوتے اور پوتیوں کی طرف سے واجب ہے، لیکن اگر کوئی دے دے تو ادا ہو جائے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس عمل سے یہ ثابت ہو گیا کہ صدقۂ فطر عید کے پہلے ادا کر دینا درست ہے، اور اسی پر قیاس کر کے یہ بھی درست ہے کہ بعد میں ادا کیا جائے، اور امام بخاری کی تاویل یوں صحیح نہیں کہ صریح لفظ یعطون ہے، اعطاء کے معنی ہیں کسی اور کو دینا، جمع کرنا، دینا نہیں۔

تشریح ۸۹۵-۲۷۹ یتیم اور مجنون اگر مالک نصاب ہوں، توان کے ولی پر واجب ہے، کہ ان کے مال سے ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے، یتیم اگر مالک نصاب نہیں تو اس کے ولی پر اس کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں، مجنون اگر مالک نصاب نہیں تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دینا واجب ہے، یزکی سے مراد یہاں صدقۂ فطر ہے۔ زکوٰۃ مراد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے بالغ، عاقل ہونا شرط ہے، جیسا کہ تمام فرائض وواجبات کے لیے ہے، صدقۂ فطر کے لیے چونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ یہ صغیر وکبیر سب پر ہے، اس لیے اس کے لیے عاقل بالغ ہونے کی شرط نہیں۔

ع باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک ص۲۰۵۔ ع باب صدقۃ الفطر علی الصغیر والکبیر ص۲۰۵۔ ع ایضا۔

لہ جلد تاسع ص ۱۱۳۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (القرآن)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو

تحفظ عقائد اہل سنت

نعبدہ

مع

ایمانی آیات

بجواب

شیطانی خرافات

مرتب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی

ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

نزهة القاری

شرح

صحیح البخاری

الجزء الثالث

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

نزہۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

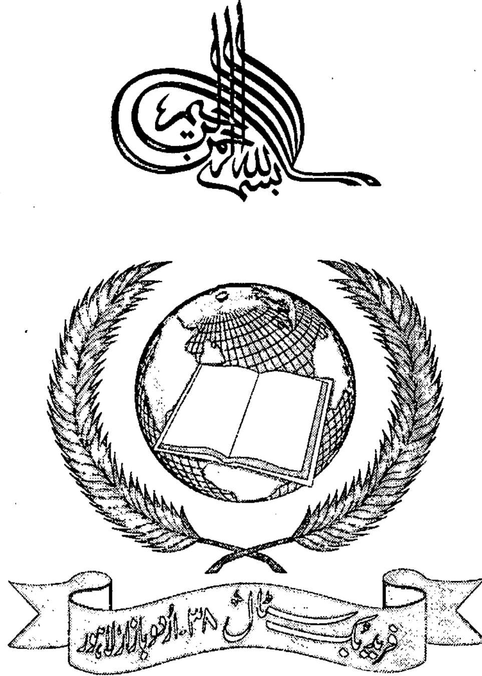

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ / دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/ روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.fafidbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المناسک

حدیث ۸۹۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ فضل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ

سوار تھے، کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی، فضل اسے دیکھنے لگے، اور وہ فضل کو دیکھنے لگی، اور نبی

الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ

صلی اللہ علیہ وسلم فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیتے تھے، اس نے عرض کیا، اللہ کا اس کے

الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ

بندوں پر فریضہ حج ایسے وقت میں آیا کہ میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، سواری پر بیٹھ نہیں سکتے،

اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔[1]

کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں۔ فرمایا کر سکتی ہو، اور یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

تشریحات ۸۹۶

کتاب المناسک اصیلی کی روایت ہے، دوسری روایتوں میں کتاب الحج ہے، اسی کو علامہ عینی نے لیا ہے۔ مناسک، منسک کی جمع ہے، یہ مصدر میمی بھی ہے، اور ظرف مکان و زمان بھی، معنی میں متعبد کے، اس سے مراد حج میں تمام ادا کیے جانے والے امور ہیں، منسک مذبح کے معنی میں بھی آتا ہے، اسی سے نسیکہ ذبیحہ کے معنی میں ہے، نیز نسک کے معنی طاعت و عبادت اور اس کام کے ہیں، جو اللہ عز و جل کے تقرب کے لیے کیا جائے، نیز ہر وہ کام جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہو۔ اس کے مقابل ورع ہے جس کے معنی ہیں، ہر اس چیز سے بچنا جس سے شریعت نے منع کیا ہو۔ ناسک بمعنی عابد بھی آتا ہے، نیز نسیکہ کے اصلی معنی پگھلا کر صاف کی ہوئی چاندی کے ہیں، حج کے لغوی معنی قصد، ارادہ کرنے کے ہیں، اور شرعی معنی یہ ہے، بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لیے مخصوص افعال کے ساتھ اس کی تعظیم کا قصد کرنا، اس کا سبب کعبہ شریف ہے، اور وقت ۹ ذو الحجہ سے لے کر بارہ ذو الحجہ تک ہے، اس کا لفظ حَج حا کے فتحے اور حِج حا کے کسرے کے ساتھ دونوں طرح ہے، عرف عام فتحے کے ساتھ ہے، بر بنائے قول صحیح حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ ویسے اقوال یہ ہیں، ہجرت سے پہلے ہی فرض ہو چکا تھا، ۵ھ، ۶ھ، ۷ھ، ۸ھ، ۱۰ھ، امام قرطبی نے پہلے قول کو صحیح کہا ہے۔

---

[1] مناسک باب وجوب الحج و فضلہ ص ۲۰۵، ثانی المغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱، الاستیذان باب یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم ص ۹۲۰، مسلم ابو داؤد، ترمذی، نسائی، فی الحج، ابن ماجہ مناسک۔

مناسب تو یہ تھا کہ حج سے پہلے روزے کو ذکر فرماتے، جیسا کہ حدیث بنی الاسلام علی خمس، میں ہے۔ مگر غالباً امام بخاری نے یہ لحاظ کر کے کہ حج اگرچہ عبادت بدنی بھی ہے، مگر زکوٰۃ کے ساتھ عبادت مالیہ ہونے اور نفس پر شاق ہونے میں شریک ہے، اس لیے حج کو روزے پر مقدم کیا، روزہ بھی نفس پر شاق ہے، مگر اتنا نہیں، جتنا زکوٰۃ اور حج ہے۔

تکمیل یوم نحر یعنی دسویں ذوالحجہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ سے واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا۔ راستے میں ایک جگہ رک گئے تاکہ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے، فضل خوبصورت تھے، اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک خاتون پوچھنے کے لیے حاضر ہوئیں، یہ بھی خوبصورت تھیں، فضل انھیں دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگیں، ان کا حسن انھیں بھا گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رخ انور موڑ کر ملاحظہ فرمایا کہ فضل ان خاتون کو دیکھ رہے ہیں، تو حضور نے اپنا دست مبارک پیچھے بڑھا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ موڑ دیا، کہ انھیں دیکھیں نہیں۔ حضرت ابن عباس اس وقت موجود نہ تھے، انھیں تو رات ہی میں حضور نے منیٰ بھیج دیا تھا، حضرت فضل بن عباس سے سن کر وہ یہ حدیث بیان کر رہے ہیں، اس لیے یہ حدیث حضرت فضل کی ہوئی۔

مطابقت باب اس حدیث پر باب کا عنوان ہے، حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت، اس حدیث میں حج کی کوئی فضیلت مذکور نہیں، البتہ حج کا وجوب ثابت ہے، اور ہر واجب پر ثواب کا وعدہ ہے، تو ضمناً فضیلت بھی ثابت ہو گئی، پہلے جزء سے صراحۃً اور دوسرے جزء سے ضمناً مطابقت ہوئی۔

مسائل اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے۔ حج میں عورت اپنا منہ کھولے رہے گی، عورت کے چہرے کو بالقصد دیکھنا ممنوع ہے، جو آزاد مسلمان زاد و راحلہ پر قادر ہے، مگر بوجہ مرض یا ضعف سفر پر قدرت نہیں، مثلاً فالج زدہ، اپاہج، نابینا، اتنا بوڑھا کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا ہے، اس پر حج فرض ہے، خود نہیں جا سکتا ہے تو اسے فرض ہے کہ اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے کسی کو بھیجے اور مرتے وقت اس کی وصیت کر جائے۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے، اسے بھی بہت سے ہم نے اختیار فرمایا، مثلاً امام اسبیجابی، امام ابن ہمام وغیرہ، امام قاضی خان نے اسے صحیح کہا۔[۱]

اگرچہ حنفی یہ قول امام ہے کہ اتنی صحت اور قوت کہ سفر کر سکے، وجوب کے شرائط میں سے ہے۔ اور ایسے بیمار اور کمزور پر حج فرض نہیں جو سفر نہ کر سکے۔ اور آیہ کریمہ، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا، سے یہی ظاہر ہے، اور اس حدیث میں ان خاتون کو اپنے بوڑھے کمزور باپ کی طرف سے حج کی اجازت بطور وجوب نہیں بطور تطوع ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی معذور ہو تو دوسرا اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔ یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہے۔ حضرت امام مالک اور امام لیث وغیرہ نے فرمایا کہ صحیح نہیں، امام مالک کا مذہب مشہور یہی ہے، دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ بیٹا باپ کی طرف سے کر سکتا ہے۔ دوسرے کو جائز نہیں، تیسرا یہ کہ اگر مر گیا اور وصیت کر گیا تو صحیح ہے۔ ہمارے یہاں مطلقاً جائز ہے، زندہ ہو یا مر گیا ہو، وصیت کر گیا ہو یا نہ کر گیا ہو حتی کہ تندرست تھا اور حج نہیں کر سکا اور وصیت کے بغیر مر گیا تو بھی درست ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حج بدل میں یہ ضروری نہیں، جو حج بدل کرے وہ پہلے حج کر چکا ہو، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خثعمیہ خاتون سے یہ نہیں دریافت فرمایا،

---

[۱] رد المحتار ثانی ص ۱۴۲،

حدیث ۸۹۷

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْکَبُ رَاحِلَتَہٗ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ ثُمَّ یُھِلُّ حِیْنَ تَسْتَوِیْ بِہٖ قَائِمَۃً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں اپنی سواری پر سوار ہوتے دیکھا جب اونٹنی حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو تلبیہ پڑھا۔

حدیث ۸۹۸

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اِھْلَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَۃِ حِیْنَ اسْتَوَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوالحلیفہ سے تلبیہ کہتے، جب سواری حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی۔

کہ تو اپنا حج کر چکی ہے یا نہیں، اگر حج بدل کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہوتا کہ وہ حج کر چکا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے ان سے دریافت فرماتے پھر اجازت دیتے یا نہ دیتے۔ اقول، اس میں کلام ہے کیونکہ یہ واقعہ مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے راستے میں پیش آیا تھا۔ یہ دلیل ہے کہ یہ خاتون اس وقت حج کرنے حاضر ہوئی تھیں، ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے دریافت نہ فرمایا ہو۔ یہ تو اس حدیث سے استدلال پر کلام تھا۔ حکم یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خود حج کر چکا ہو۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو کیا وہ دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے تو فرمایا، اللہ کا قرض زیادہ لائق ہے کہ اسے ادا کیا جائے[1]۔ البتہ جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور اب تک نہ کیا ہو اسے حج بدل کے لیے بھیجنا مکروہ ہے، آمر کے لیے مکروہ تنزیہی اور مامور کے لیے تحریمی[2]۔ اور حدیث لاصرورۃ فی الاسلام کا بھی یہی مطلب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو۔ اسے حج بدل کرنا درست نہیں، خواہ اس پر حج فرض ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ جب یہ حدود حرم میں داخل ہوگا تو مکی کے حکم میں ہو جائے گا، اگر اسے اتنی قوت ہے، کہ عرفات جا سکتا ہے تو اس پر خود اپنی طرف سے حج فرض ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اسے جو قدرت حاصل ہوئی وہ دوسرے کے مال کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اس لیے اس پر لازم ہے کہ اسی کی طرف سے حج کرے۔ حج علی الفور واجب ہے، اور تاخیر گناہ ہے، یہی صحیح ہے، یہاں تک کہ باوجود قدرت کے کئی سال تاخیر کرے گا تو فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے گا[3]۔

فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، یہ حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، یہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے یا عمواس کے طاعون میں داخل بحق ہوئے، سنہ وصال ۱۸ھ ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۲۷، [2] رد المحتار ص ۲۴۱، ۲، [3] در مختار ص ۱۴۰، [4] مناسک باب قول اللہ تعالیٰ یاتوک رجالا وعلی کل ضامر ص ۲۰۵، [5] ایضاً۔

حدیث ۸۹۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی

مَعَهَا اَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِیْمِ وَحَمَلَهَا عَلٰی قَتَبٍ۔[1]

عبدالرحمن کو بھیجا تو انھوں نے ام المومنین کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور انھیں ایک چھوٹے کجاوہ پر سوار کرایا،

ت ۲۸۰

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِی الْحَجِّ فَاِنَّهُ اَحَدُ الْجِهَادَیْنِ۔[2]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حج میں کجاوہ کسو اس لیے کہ وہ دو جہادوں میں سے ایک ہے۔

حدیث ۹۰۰

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ حَجَّ اَنَسٌ عَلٰی رَحْلٍ وَلَمْ یَكُنْ شَحِیْحًا

ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کجاوے پر حج کیا اور وہ بخیل نہیں تھے اور یہ

وَحَدَّثَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ وَّكَانَتْ زَامِلَتَهٗ۔[3]

حدیث بیان فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کجاوے پر حج فرمایا، اور اسی میں سامان اور زاد راہ بھی تھا،

تشریحات ۸۹۸، ۸۹۷

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مُحرِم اگر سواری سے سفر کر رہا ہے۔ تو جب سواری سیدھی کھڑی ہو جائے تو تلبیہ شروع کرے، یہی امام مالک اور اکثر فقہاء کا مذہب ہے، اور اگر پیدل ہے تو جب چلنا شروع کرے تو تلبیہ کہے، امام شافعی فرماتے ہیں، کہ جب سواری چلنا شروع کرے تب تلبیہ کہے، اسی طرح پیدل چلنے والا بھی جب چلنا شروع کرے، مگر ہمارے یہاں یہ ہے کہ نمازِ احرام سے فارغ ہوتے ہی تلبیہ کہے، پوری بحث آگے آ رہی ہے،

تشریحات ۸۹۹

امام عمرو بن دینار اور کچھ اور حضرات نے فرمایا کہ اہل مکہ اور جو لوگ مکے میں ہوں اگرچہ عارضی طور پر، ان کے عمرے کی میقات تنعیم ہی ہے، کہیں اور سے احرام باندھیں گے تو عمرہ صحیح نہ ہوگا، مگر جمہور فقہاء حتیٰ کہ چاروں ائمہ مجتہدین کا مذہب یہ ہے، کہ جو لوگ مکے میں ہوں ان کی میقات حِل ہے، وہ حرم کے باہر کہیں سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں، خواہ تنعیم ہو خواہ جعرانہ یا اور کوئی جگہ، خاص تنعیم کی تخصیص نہیں، حضرت ام المومنین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص تنعیم سے عمرہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، چونکہ وہی سب سے قریب جگہ تھی اس لیے آسانی کے لیے وہیں سے عمرہ کر لیا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سواری پر حج کرنا جائز ہے، بلکہ بہت سے علماء نے فرمایا کہ یہی افضل ہے،

تشریح ۲۸۰

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے،

---

[1] باب الحج علی الرحل ص ۲۰۵، [2] ایضا، [3] مناسک باب الحج علی رحل ص ۲۰۵،

حدیث ۹۰۱

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ہم جہاد کو بہترین عمل جانتی ہیں،

الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔[۱]

کیا ہم جہاد نہ کریں، فرمایا تمھارے لیے بہترین جہاد حج مبرور ہے،

حدیث ۹۰۲

سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا،

سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ

جس نے اللہ کے لیے حج کیا، اور فحش اور گناہ نہیں کیا، وہ یوں لوٹے گا جیسے آج ہی اس کی

كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ۔[۲]

ماں نے جنا ہے،

تشریحات ۹۰۰

رحل، یہ اونٹ کے لیے ویسے ہی ہے جیسے گھوڑے کے لیے زین، زاملہ، وہ اونٹ جس پر سامان لادا جائے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ حج واجب ہونے کے لیے عالیشان آرام دہ سواری شرط نہیں، بلکہ معمولی سواری کافی ہے، نیز حج عبادت ہے، اس کی ادائگی میں اظہار شان وشوکت اور تجمل وزینت نہیں چاہیے، اونٹ کی سواری میں آرام دہ اور شاندار ہودج ہوتا ہے، اسے نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا نہ عام صحابہ نے، حدیث کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہودج پر سفر کر سکتے تھے، مگر انھوں نے معمولی کجاوے پر سفر فرمایا، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے کیا، بخل کی وجہ سے نہیں،

تشریحات ۹۰۱

خطاب حضرت ام المومنین سے ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، مگر ایسا نہیں، یہ تمام عورتوں کے لیے ہے، افضل الجہاد سے ظاہر ہے کہ عورتوں کو بھی جہاد کی اجازت ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خود یہی ام المومنین غزوۂ اُحد میں شریک ہوئی تھیں، حضرت ام عطیہ برابر شریک ہوتی تھیں، مطلب یہی ہے کہ تمھارے لیے جہاد سے بہتر یہی ہے کہ حج کرو، یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو جہاد کرنا جائز ہی نہیں، یہ کیسے کہا جا سکتا ہے، جب کہ ہجوم عام کے وقت عورتوں پر بھی فرض ہے کہ وہ گھروں سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

---

۱ باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶، الجہاد باب فضل الجہاد والسیر ص ۳۹۰، مسلم امارۃ نسائی حج جہاد،

۲ مناسک باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶، ابواب العمرۃ باب قول اللہ عز وجل فلا رفث، وباب قول اللہ ولا فسوق ولا جدال ص ۲۴۵، مسلم، ترمذی، نسائی الحج ابن ماجہ، مناسک دارمی مناسک، مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۴۵،

حدیث ۹۰۳

حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ اَنَّہٗ اَتٰی عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ فِیْ مَنْزِلِہٖ وَلَہٗ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَئَلْتُہٗ مِنْ اَیْنَ یَجُوْزُ اَنْ اَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَھْلِ نَجْدٍ قَرْنٍ وَلِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذَا الْحُلَیْفَۃِ وَلِاَھْلِ الشَّامِ الْجُحْفَۃَ۔[1]

زید بن جبیر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، ان کے لیے خیمہ لگا تھا اور قناتیں تنی تھیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا ہیں کہاں سے عمرے کا احرام باندھوں، تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کے لیے نجد والوں کے واسطے قرن، اور مدینے والوں کے لیے ذو الحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ مقرر فرمایا۔

حدیث ۹۰۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ اَھْلُ الْیَمَنِ یَحُجُّوْنَ وَلَا یَتَزَوَّدُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوْا مَکَّۃَ سَاَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اہل یمن حج کرتے اور زادِ راہ ساتھ نہیں رکھتے اور کہتے ہم متوکل لوگ ہیں، اور جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگتے پھرتے، اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور توشہ ساتھ رکھو اور اچھا توشہ پرہیزگاری ہے۔

تشریحات ۹۰۲

رَفَثٌ۔ نَصَرَ یَنْصُرُ، اور ضَرَبَ یَضْرِبُ، دونوں سے آتا ہے۔ پہلا افصح ہے۔ جماع اور دواعی کا ارتکاب۔ فِسْقٌ وفُسُوْقٌ، اللہ عز وجل اور رسول کی نافرمانی کرنا، ہر گناہ۔ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ دورانِ حج حاجی کسی سے جھگڑا لڑائی نہ کرے اور نہ کسی کو گالی دے اور نہ کسی گناہ کا ارتکاب کرے۔ اور نہ اپنی بیوی ہی سے جنسیات کی بات کرے۔

تشریح ۹۰۳

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آفاقی کو یہ جائز نہیں کہ میقات سے احرام باندھے بغیر آگے بڑھے۔ اگر میقات پر احرام نہیں باندھا اور آگے بڑھ گیا تو اس پر واجب ہے کہ پھر میقات پر لوٹے اور وہاں سے احرام باندھے اور تلبیہ کہے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا۔

تشریح ۹۰۴

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توکل یہ نہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے اور باوجود قدرت اور اسباب مہیا ہونے کے کچھ نہ کرے، اور ضرورت پر لوگوں سے سوال کرے، بلکہ یہ تقویٰ کے بھی منافی ہے۔ توکل یہ ہے کہ اپنی قوت اور طاقت بھر اسباب سے کام لے مگر اپنی کوشش اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے، بھروسہ صرف اللہ عز وجل پر کرے۔

---

[1] مناسک باب فرض مواقیت الحج والاحرام ص ۲۰۶۔ [2] مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، وَتَزَوَّدُوْا، ص ۲۰۶ ابوداؤد الحج نسائی سیر۔

حدیث ۹۰۵

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ، [۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم میقات مقرر فرمائی ہے، یہ میقاتیں ان لوگوں کے لیے بھی ہیں اور دوسرے لوگ جو اس پر گزریں، ان کے لیے بھی جو بھی حج اور عمرے کا ارادہ کرے اور جو ان سے مکے کی طرف قریب ہو تو جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتی کہ مکہ والے مکہ سے،

حدیث ۹۰۶

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ زَعَمُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ، [۲]

سالم نے اپنے باپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے، اور اہل شام کی مَہیعَہ یعنی جحفہ اور اہل نجد کی قرن، ابن عمر نے کہا لوگوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور میں نے نہیں سنا کہ اہل یمن کی یلملم ہے۔

۴ رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا، — اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار عن عکرمہ مرسلاً روایت کیا ہے،

یعنی پہلی والی روایت وَرقاء عن عمرو بن دینار عن عکرمہ، ہے، انھوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتایا ہے، مگر اسی حدیث کو سفیان بن عیینہ نے انھیں عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے اور اسے عکرمہ کا قول کہا ہے، امام سعید بن منصور اور طبری اور ابن ابی حاتم نے بھی ابن عیینہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، مگر نسائی میں انھیں ابن عیینہ سے ابن عباس کا قول مروی ہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ عکرمہ ہی کا قول ہے۔

---

۱ باب مهل اهل مكة للحج والعمرة ص ۲۰۶، باب مهل اهل الشام ص ۲۰۶، باب مهل من كان دون ذالك ص ۲۰۶، باب مهل اهل اليمن ص ۲۰۷، مسلم، نسائی، الحج۔ ۲ مناسک باب مهل اهل نجد ص ۲۰۷، العلم باب ذكر العلم... ص ۲۵، ثانی الاعتصام باب ما ذكر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ... مسلم ص ۱۰۹۱

حدیث ۹۰۷ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال لما فتح ھذان المصران
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تو یہاں کے باشندے عمر کے پاس
اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حد لاھل
آئے اور عرض کیا، اے امیر المومنین رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن میقات مقرر فرمائی اور وہ ہمارے
نجد قرنا وھو جور عن طریقنا وان ان اردنا قرن شق علینا قال فانظروا
راستے سے ہٹا ہوا ہے، اگر ہم قرن جائیں تو ہم پر شاق ہے، ارشاد فرمایا، تمہارے راستے میں جو جگہ اس کے برابر
حذوھا من طریقکم فحد لھم ذات عرق۔[1]
ہو بتاؤ چنانچہ حضرت عمر نے ان کے لیے ذات عرق کو مقرر فرمایا۔

تشریحات ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷ ان تینوں احادیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے، مکہ معظمہ حاضری کے لیے آنے والوں کے واسطے ہر چہار طرف سے میقات ہے، اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ ہے، یہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر مکہ معظمہ کے راستے پر جانب جنوب ہے، اسے ابیار علی بھی کہتے ہیں، یہاں دو مسجدیں ہیں، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی ہیں، ایک بڑی جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر پڑھی تھی، جہاں سے آج بھی حجاج حج اور عمرے کا احرام باندھتے ہیں، دوسری چھوٹی موتس میں جہاں واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور قیام فرمایا تھا۔

اہل شام کی میقات جحفہ ہے، جس کا نام مہیعہ بھی ہے، اور یہی مصریوں اور بلاد مغرب سے آنے والوں کی بھی میقات ہے۔ یمن والوں کی میقات یلملم ہے، یہ ایک پہاڑ ہے، جو مکہ معظمہ سے تیس میل جانب جنوب ہے، اہل نجد کے لیے قرن المنازل ہے۔ یہ طائف اور عرفات کے درمیان ہے، اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے، یہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے، جو مکہ معظمہ سے دو دن کی مسافت کے فاصلے پر ہے،

دوسرے بلاد والے جس میقات سے گزریں وہی ان کی میقات ہے، اور اگر کسی کا راستہ دو میقاتوں کے درمیان ہو، تو قریب ترین میقات کی محاذات اس کی میقات ہے جیسے ہندوستانی حاجی جدہ ہو کر مکہ معظمہ جاتے ہیں، جو جحفہ اور یلملم کے درمیان ہے، یلملم جدہ سے قریب ہے اور جحفہ دور ہے، اس لیے ہندوستانیوں کے لیے میقات یلملم کی محاذات ہے، محاذات کا مطلب یہ نہیں کہ جب جہاز سمندر میں یلملم کی سیدھ میں پہنچ جائے تو میقات آگئی، کیونکہ مکہ معظمہ یلملم سے جانب شمال ہے اور سمندر جانب جنوب۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب جہاز جدہ جاتے ہوئے مکہ معظمہ کی سمت میں یلملم کی محاذات میں پہنچ جائے تو یہ میقات ہے، مثلاً علامہ بدر الدین محمود عینی نے لکھا ہے کہ یلملم مکہ معظمہ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے، جو تقریباً پچاس کلو میٹر ہے، تو جب جہاز اس جگہ پہنچ جائے جہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ پچاس کلو میٹر رہ جائے تو یہ ہندیوں کی میقات ہے، اور جو لوگ میقات اور حرم کے درمیان رہتے ہیں، ان کی میقات حل کی کوئی بھی جگہ ہے، ان پر واجب ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لیں، اور جو لوگ حدود حرم میں ہیں، ان کی میقات حج کے

---

[1] مناسک باب ذات عرق لاھل العراق ص ۲۰۷۔

لیے حرم ہے، اور عمرے کیلئے حل کی کوئی بھی جگہ ہے، اور افضل تنعیم ہے، حدیث میں تو یہ ہے کہ، حتیٰ اھل مکة من مکة، حتیٰ کہ مکے والے مکے سے احرام باندھیں، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرے کے لیے بھی احرام مکے والے مکے ہی سے باندھیں گے، مگر یہ ام المومنین حضرت عائشہ والی حدیث سے ثابت ہے کہ مکے والے مکے کے بجائے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں یا کسی اور جگہ سے جو حدود حرم سے باہر ہو، اس پر اتفاق ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا صحیح ہے، اور ہمارے یہاں یہی افضل بھی ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ مروی ہے، امام مالک، امام احمد وغیرہ میقات سے احرام افضل کہتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا کہ گھر سے احرام باندھ کر آئیں، ہمارے یہاں یہ ممانعت اس پر محمول ہے کہ احرام کی قیود کی پابندی ذرا دشوار ہے، سفر میں وہ بھی اُس زمانے میں اس کا نباہنا بہت مشکل ہے۔

عراق والوں کے لیے ذات عرق خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمائی ہے، علامہ عینی نے متعدد احادیث سے اسے ثابت فرمایا ہے اور یہاں جو مذکور ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ حدیث نہیں پہنچی تھی، اس لیے اجتہاد فرمایا، اور ان کا یہ اجتہاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہوا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پہلا کمال نہیں جلد ثانی میں قرآن مجید کے ساتھ بیس موافقات مذکور ہو چکے ہیں،

شبہ اور جواب یہاں مصران سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں، کوفہ اور بصرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ تھے، کوفہ ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا، اور بصرہ ۱۴ھ میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہ کہنا کیسے درست ہے، کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ ان شہروں کے فتح ہونے سے مراد ان زمینوں کا فتح ہونا ہے جن پر یہ آباد ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ سب علاقے میری امت فتح کرے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے،

زویت لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها سیبلغ ملك امتی مازوی لی منها[1]

زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تو میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب کو دیکھا، اور بہت جلد میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا جتنی میرے لیے سمیٹی گئی ہے

جیسے اس وقت تک شام بھی فتح نہیں ہوا تھا، مگر اس کی بھی میقات مقرر فرما دی تھی

هنّ لهنّ علامہ قرطبی نے فرمایا، هنّ جمع مؤنث غائب کی ضمیر ہے، جو ذوی العقول کے لیے آتی ہے، مگر کبھی غیر ذوی العقول میں بھی استعمال ہوتی ہے، اور یہ دس اور اس سے کم کے لیے استعمال ہوتی ہے، دس سے زیادہ کے لیے ھا آتی ہے، جیسے ارشاد ہے،

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ،

بیشک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہے، ان میں سے چار حرام ہیں، ان میں رَکْھَم، اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔

---

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۴۲، مسلم ثانی الفتن ص ۳۹۰ ۔ ابوداؤد فتن ص ۲۲۸ ۔ ترمذی ثانی ۔ فتن ص ۴۰ ابن ماجہ فتن ص ۲۹۲ ۔ مسند امام احمد رابع ص ۱۲۳ ۔ مسند امام احمد خامس ص ۲۷۸ ۔ ص ۲۸۴

حدیث ۹۰۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِی الْحُلَیْفَةِ فَصَلّٰی بِهَا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ، عـہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے سنگستان میں اونٹنی بٹھائی اور وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حدیث ۹۰۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ طَرِیْقِ الشَّجَرَةِ وَیَدْخُلُ مِنْ طَرِیْقِ الْمُعَرَّسِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّةَ یُصَلِّیْ فِیْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰی بِذِی الْحُلَیْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِیْ وَبَاتَ حَتّٰی یُصْبِحَ، عـہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مدینے سے) شجرہ کے راستے سے باہر تشریف لے جاتے اور معرس کے راستے سے مدینے آتے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے تھے، اور جب لوٹتے تو ذوالحلیفہ میں نالے کے بیچ میں نماز پڑھتے تھے، وہیں رات بھر رہتے یہاں تک کہ صبح کرتے،

حدیث ۹۱۰

حَدَّثَنِیْ عِکْرِمَةُ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِنَّهٗ

عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا

منہا کی ھا، کا مرجع، الشهور، ہے، جو بارہ ہیں، اور فیہن کا مرجع، اربعۃ ہے، جو دس سے کم ہے، یہ بھی غیر ذوی العقول ہے، اسی کے مطابق ھنّ اور لھنّ کا مرجع پہلے ذکر شدہ بلاد ذوالحلیفہ، جحفہ وغیرہ ہیں، اگرچہ غیر ذوی العقول ہیں، لھنّ سے مراد ان بستیوں کے باشندے ہیں، اسی کے مطابق ایک روایت لھم بھی ہے،

تشریح ۹۰۸

مدینہ طیبہ سے واپسی میں یہاں رات کو قیام فرمایا، اسے معرّس کہتے ہیں، یہاں بھی مسجد بنی ہوئی ہے اور یہ نماز نفل تھی،

عـہ مناسك باب ص ۲۰۷، مسلم، ابوداؤد، نسائی الحج، عـہ مناسك باب خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی طریق الشجرة ص ۲۰۷

120

سَمِعَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ اَتَانِي

انھوں نے کہا، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وادی عقیق میں یہ فرماتے

اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّي فَقَالَ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ ۔عہ

ہوئے سنا، آج رات میرے پروردگار کی جانب سے ایک آنیوالا میرے پاس آیا اور کہا اس وادی میں نماز پڑھو اور کہو عمرہ حج میں ہے۔

حدیث ۹۱۱ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله تعالىٰ عليه

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور جب

وسلم اَنَّهٗ اُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ

ذوالحلیفہ کے قریب بطن وادی میں معرس میں تھے، تو دکھایا گیا، کہا گیا، آپ برکت والے سنگستان میں ہیں

مُبَارَكَةٍ وَقَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى الْمُنَاخَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ

ہمارے ساتھ سالم نے تلاش کر کے اس جگہ اونٹ بٹھایا جہاں ان کے والد عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تشریح ۹۰۹ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جاتے تو ذوالحلیفہ میں جہاں درخت ہے، وہاں قیام فرماتے اور نماز پڑھتے، پھر آگے بڑھتے۔ اور واپسی میں اس سے نیچے نالے کے پیٹ میں اترتے اور وہاں رات گزارتے اور صبح کو مدینہ طیبہ واپس تشریف لاتے۔ دونوں جگہ مسجدیں بنی ہوئی ہیں، پہلی جگہ سے آج بھی عموماً حجاج احرام باندھتے ہیں، دوسری جگہ کو معرس کہتے ہیں، یہ تعریس کا اسم ظرف ہے، تعریس کے معنی رات کے پچھلے حصے میں اترنے، پڑاؤ کرنے کے ہیں، اور یہ اس جگہ کا نام ہے،

تشریحات ۹۱۰ یہ آنے والے جبرئیل امین تھے، جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے، نماز سے مراد احرام کی نماز ہے، عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ حج کے ساتھ ہے، فی معنی میں مع کے ہے، یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، وادی عقیق، اس میدان کا نام ہے، جس میں ذوالحلیفہ بھی ہے، اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی تھی، اور یہیں سے احرام باندھا تھا، تو اگر وادی عقیق ذوالحلیفہ کے علاوہ کوئی اور میدان ہو تو تعارض رکھا ہوا ہے۔ بات یہ ہے کہ ”عقیق“ اس بڑے میدان کو کہتے ہیں، جو سیلاب کے پانی سے خود بخود بن جائے، ذوالحلیفہ جہاں ہے، وہ اس عہد میں اسی قسم کا میدان تھا، جسے اہل مدینہ وادی عقیق کہتے تھے،

عہ مناسک باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العقیق واد مبارک ص ۲۰۷، المزارعۃ باب ص ۳۱۴
ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، ابوداؤد ابن ماجہ مناسک۔

120

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِبَطْنِ

علیہ وسلم کے پڑاؤ کو ڈھونڈ کر اونٹ بٹھاتے تھے، اور یہ جگہ وادی میں جو مسجد ہے، اس سے نیچے ہے، اترنے

الْوَادِیْ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ وَسْطٌ مِنْ ذٰلِکَ، عہ

والوں اور راستے کے درمیان بیچوں بیچ،

حدیث ۹۱۲ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ یَعْلٰی اَخْبَرَہٗ اَنَّ یَعْلٰی قَالَ لِعُمَرَ اَرِنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

صفوان بن یعلیٰ نے خبر دی کہ یعلیٰ نے حضرت عمر سے کہا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یُوْحٰی اِلَیْہِ قَالَ فَبَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَۃِ

وحی آتی ہو تو مجھے دکھایئے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے اور حضور

وَمَعَہٗ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَرٰی فِیْ رَجُلٍ اَحْرَمَ

کے ساتھ صحابہ تھے، کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اس کے بارے میں کیا رائے عالی ہے، جس نے

بِعُمْرَۃٍ وَھُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِیْبٍ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاعَۃً فَجَاءَہُ الْوَحْیُ

عمرے کا احرام باندھا ہو اور وہ خوشبو میں لت پت ہو، اس سوال پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی

فَاَشَارَ عُمَرُ اِلٰی یَعْلٰی فَجَاءَ یَعْلٰی وَعَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ

دیر خاموش رہے، اتنے میں حضور پر وحی آنے لگی، حضرت عمر نے یعلیٰ کو اشارہ کیا، تو یعلیٰ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

بِہٖ فَاَدْخَلَ رَاْسَہٗ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْہِ وَھُوَ یَغِطُّ

علیہ وسلم پر کپڑا تانا ہوا تھا، جس سے سایہ کیا گیا تھا، یعلیٰ نے اپنا سر کپڑے کے اندر کیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تشریحات ۹۱۱ اُرِیَ، یعنی خواب میں دکھایا گیا، بینھم وبین الطریق، علامہ عینی نے فرمایا کہ بینھم کی ضمیر کا مرجع معرسین ہے، یعنی قیام کے لیے اترنے والے، مطلب یہ ہے کہ جہاں عام طور پر لوگ اب قیام کرتے ہیں، اس جگہ اور راستے کے بیچ میں وہ جگہ ہے، جہاں سالم اور ان کے والد قیام کرتے تھے، ان کے بیان کے مطابق یہی وہ جگہ ہے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ واپس ہوتے ہوئے رات بسر فرمائی تھی، چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کا ذوق تھا، کہ خاص وہ جگہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہے، محفوظ رکھیں اس لیے انھوں نے اس پر خصوصی توجہ دی اور یاد رکھا، صرف اسی جگہ نہیں پورے سفر میں ایسی تمام مخصوص جگہوں کو انھوں نے خاص توجہ دیکر یاد رکھا، اور مدۃ العمر ان جگہوں کو تلاش کر کے وہیں قیام فرماتے جیسا کہ مفصل جلد ثانی میں از صفحہ ۵۹ ھ لغایت ۶۰ ھ مذکور ہو چکا ہے،

عہ المناسک باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العقیق واد مبارک ص ۲۰۸، مزارعۃ باب ص ۳۱۴، ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، مسلم، نسائی الحج،

ثُمَّ سُرِّیَ عَنْهُ فَقَالَ أَیْنَ الَّذِیْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَأُتِیَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ

تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور سرخ ہوگیا ہے، اور خراٹے جیسی آواز نکل رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت فرو ہوئی

الطِّیْبَ الَّذِیْ بِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِیْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ

تو فرمایا جس نے عمرے کے بارے میں سوال کیا تھا، کہاں ہے؟ اب اس شخص کو لایا گیا۔ تو فرمایا، تیرے بدن یا کپڑے پر جو خوشبو

فِیْ حَجِّكَ فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِیْنَ أَمَرَهُ أَنْ یَغْسِلَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ نَعَمْ۔ عہ

ہے اس کو تین مرتبہ دھو دے اور جبہ اتار ڈال۔ اور عمرے میں وہ کر جو حج میں کرتا ہے۔ (ابن جریج نے) عطاء سے پوچھا کہ تین بار دھونے سے خوب اچھی طرح صاف کرنا ہی مراد ہے نہ؟ فرمایا ہاں۔

ت ۲۸۱

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَشُمُّ الْمُحْرِمُ الرَّیْحَانَ وَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے، اور آئینہ دیکھ

یَنْظُرُ فِی الْمِرْاٰةِ وَیَتَدَاوٰی بِمَا یَاْكُلُ الزَّیْتَ وَالسَّمْنَ۔ عہ

سکتا ہے اور جو روغن مثلاً زیتون کا تیل اور گھی کھاتے ہیں، اس سے علاج کر سکتا ہے۔

ت ۲۸۲

وَقَالَ عَطَاءٌ یَتَخَتَّمُ وَیَلْبَسُ الْهِمْیَانَ۔ عہ

اور امام عطاء نے فرمایا، محرم انگوٹھی پہنے اور ہمیان باندھے۔

تشریحات ۹۱۲

جعرانہ، یہ طائف اور مکہ معظمہ کے درمیان مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ۸ھ میں غزوۂ حنین کے اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے تھے اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ یہ حل میں ہے، یہاں سے تین سو انبیاء کرام نے عمرہ کیا ہے، بحمدہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ اس متبرک مقام سے بھی عمرہ کرتے ہیں، اور اسے بڑا عمرہ کہتے ہیں۔

واصنع فی عمرتک اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ حج میں جیسے طواف اور طواف کے بعد نماز اور سعی ہے، اور جو دعائیں اس موقع پر پڑھی جاتی ہیں، ویسے ہی عمرے میں بھی ہے، مگر اس میں کوئی جدید افادہ نہیں یہ تو سارا عرب جانتا تھا۔ اس موقع کے مناسب مطلب یہ ہے، کہ جیسے حج کے احرام میں خوشبو لگانا اور سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، جیسا کہ قبل اسلام سارا عرب کرتا تھا۔ ویسے ہی عمرے کے احرام میں بھی یہ چیزیں ممنوع ہیں، کیونکہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں عمرے میں خوشبو لگانے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کو ممنوع نہیں جانتے تھے۔ اس پر دلیل مسلم کی وہ روایت ہے، جو بطریق سفیان عن عمرو بن دینار مروی ہے،

عہ المناسک باب غسل الخلوق ص ۲۰۸، ابواب العمرة باب یفعل فی العمرة ما یفعل فی الحج ص ۲۴۱، ثانی فضائل القرآن باب نزل القرآن بلسان قریش ص ۷۴۵، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی الحج۔ عہ عہ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، لہ اول الحج ص ۳۷۳۔

ت	وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ. عـه
۲۸۳	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے احرام کی حالت میں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھے ہوئے طواف کیا،
ت	وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ
۲۸۴	اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانگیہ پہننے میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری)
	لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا، عـه
	نے کہا، یعنی ان لوگوں کے لیے جوان کے ہودج کو کستے تھے۔

جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا، حج میں کیا کرتے تھے؟ تو اس نے عرض کیا، ان کپڑوں کو اتار دیتا تھا اور خوشبو دھو دیتا تھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو حج میں کرتے تھے عمرے میں بھی کرو،

تشریحات ۲۸۱ محرم خوشبو دار پھول سونگھ سکتا ہے، اتنے حصے کو امام بیہقی اور امام دار قطنی نے موصولاً روایت کیا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عمر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ یہ ہے کہ ممنوع ہے، یہی احناف کا مذہب ہے کہ مکروہ ہے، محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے، اسے امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جامع میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا، اور علاج والے حصے کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا،

جس روغن یا تیل میں خوشبو نہ ہو اسے احرام کی حالت میں بطور دوا استعمال کر سکتے ہیں، داخلی طور پر بھی اور خارجی طور پر بھی،

تشریح ۲۸۲ اس تعلیق کے پہلے جز کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، اور دوسرے جز کو امام دار قطنی نے، اس پر اتفاق ہے کہ احرام کی حالت میں انگوٹھی پہننا اور ہمیانی کمر پر باندھنا جائز ہے،

تشریح ۲۸۳ اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصولاً روایت فرمایا۔ نافع سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے کپڑا باندھا نہیں تھا، بلکہ اسے تہبند کے نیچے گھرس لیا تھا، امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے عطاء اور طاؤس سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی کمر عمامے سے باندھے ہوئے ہیں، اسی میں ہے کہ ابن عُلیہ نے مسلم بن جندب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ احرام کی حالت میں اپنے اوپر کپڑا مت باندھ، اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے پاپیادہ حج کیا، اور حضور نے ارشاد فرمایا، اپنی کمر پر تہبند باندھ لو، اور اس طرح چلو کہ دوڑنے سے کم ہو، ان سب روایات کی روشنی میں احکام یہ منقح ہوئے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ چادر کے کنارے تہبند میں گھرس لیے جائیں، مگر چادر کے کناروں کو گرہ دینا یا تہبند ہی میں گرہ دینا ممنوع ہے، اس میں بظاہر حرج نہیں کہ کمر پر کوئی کپڑا باندھ لیا جائے، البتہ تہبند کو کمر بند یا رسی سے کسنا مکروہ ہے،

عـه مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، عـه ایضاً ص ۲۰۸، الغسل باب من تطیب ثم اغتسل ص ۴۱، مسلم، ابو داؤد، نسائی الحج۔

حدیث ۹۱۳

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

سعید بن جبیر (شہید) نے فرمایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے،

يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ

میں نے ابراہیم نخعی سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا، ان کی بات کو کیا کرے گا، مجھ سے اسود نے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ سے یہ حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتی ہیں، میں مشک کی چمک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ؏

وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں، حالانکہ حضور احرام کی حالت میں تھے،

حدیث ۹۱۴

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ

تشریح ۴۸۲ اس اثر کو امام سعید بن منصور نے قاسم بن محمد سے موصولاً روایت کیا ہے، کہ ام المومنین نے حج کیا، اور ان کے ساتھ کچھ خادم تھے، جو ان کے ہودج کریم کو اونٹ کی پیٹھ پر باندھتے، کھولتے اور اتارتے اس میں کبھی کبھی ان کے جسم کا وہ حصہ کھل جاتا جس کا دیکھنا ناپسندیدہ ہے تو انھیں حکم دیا کہ جانگیہ پہنا کریں، یہ ام المومنین کا اجتہاد تھا، ورنہ احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننا مطلقاً منع ہے، اس میں جانگیہ بھی داخل ہے، یہی اکثر کا مذہب ہے،

تشریحات ۹۱۳ یہ حدیث جلد ثانی باب الغسل میں گذر چکی ہے، یہ حدیث ام المومنین سے متعدد طریقوں سے مروی ہے، امام ابوجعفر طحاوی نے آٹھ طریقوں سے اس کی تخریج فرمائی ہے، حضرت ابن عمر نے یہ فرمایا تھا، کہ مجھے پسند نہیں کہ احرام کی حالت میں میرے جسم یا کپڑے سے خوشبو اٹھ رہی ہو، اس پر حضرت ابراہیم نخعی نے وہ فرمایا،

ما تصنع اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع حضرت ابن عمر ہوں، اب مطلب یہ ہوا کہ ابن عمر کی بات کو لے کر کیا کروگے، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل یہ ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ "بقولہ" کی ضمیر مجرور کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں، جو معہود فی الذہن ہیں، اب مطلب یہ ہوا کہ ابن عمر کی بات تم نے بتائی، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کو کیا کروگے، کہ احرام کی حالت میں مشک چمک رہا تھا، حضور کا عمل لائق اتباع ہے، نہ کہ اس کے مخالف ابن عمر کا قول،

رہ گیا یہ شبہ کہ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد مذکور نہیں، صرف عمل مذکور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بمنزلہ قول ہی ہے، دوسرا جواب یہ ہے، کہ یہاں قول ویسے ہی ہے، جیسے اردو میں بات ہے، اس کا اطلاق بکثرت عمل پر بھی ہوتا ہے،

؏ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، الغسل باب من تطیب ثم اغتسل ص ۴۱، مسلم، ابوداؤد، نسائی الحج۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِہٖ حِیْنَ یُحْرِمُ وَلِحِلِّہٖ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ بِالْبَیْتِ ۔ عہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب احرام باندھتے، تو حضور کو خوشبو لگاتی اور طواف سے پہلے احرام کھولتے وقت خوشبو لگاتی۔

حدیث ۹۱۵ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُہِلُّ مُلَبِّدًا ۔ عہ

سالم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لبیک کہتے ہوئے اس حالت میں سنا کہ حضور کے بال کسی چیز کی آمیزش سے جمائے ہوئے تھے۔

کہ جیسے کسی کے رہنے سہنے، کھانے پینے کے ٹھاٹھ باٹھ کا تذکرہ ہو تو کہا جاتا ہے، اس کی کیا بات ہے۔

مسائل اس حدیث سے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہ نے استدلال فرمایا کہ احرام کے وقت خوشبو بدن اور کپڑوں میں لگانا مسنون ہے۔ احرام کے پہلے والی خوشبو اگر باقی رہے اور اس کی لپٹیں اٹھ رہی ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ ایسی خوشبو نہ ہو کہ اس کا رنگ کپڑے پر ظاہر ہو۔

تشریحات ۹۱۴ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو رمی جمار اور قربانی کر کے بال اتروانے کے بعد جماع کے علاوہ تمام ممنوعات احرام جائز ہو جاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت سے پہلے احرام کھول دیا۔

کنت اطیب علامہ ابن حاجب نے فرمایا، کان، تکرار چاہتا ہے، اور یہاں حضرت ام المومنین نے صرف ایک بار حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کان اگرچہ اصل وضع کے لحاظ سے تکرار چاہتا ہے، مگر جب کہ کوئی قرینہ عدم تکرار پر ہو جیسا کہ بعض محققین[1] نے تصریح کی ہے۔

تشریحات ۹۱۵ اِھْلَال، کا مادہ "ھَلَّ" ہے، چلانے کے معنی میں، اھلال، کے لغوی معنی آواز بلند کرنے کے ہیں، یہاں اس کے معنی بلند آواز سے تلبیہ کہنے کے ہیں، تلبید کا مصدر مجرد سے "لُبُوْدٌ" آتا ہے، چمٹنے کے معنی میں، تلبید کے معنی کسی لیسدار چیز سے چپکانا، یہاں مراد یہ ہے کہ بالوں میں کوئی لیسدار چیز ڈال کر جما دینا تاکہ منتشر نہ ہوں، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ احرام کے وقت تلبید مستحب ہے، ابن بطال نے کہا کہ جمہور علماء نے فرمایا کہ اگر کوئی تلبید کرے تو اس پر واجب ہے کہ احرام کھولتے وقت سر کو مونڈھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی کیا تھا، اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عہ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، عہ مناسک باب من اہل ملبدا ص ۲۰۸، ثانی اللباس باب التلبید ص ۸۷۷ مسلم الحج، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مناسک مسند امام احمد جلد ثانی ص ۱۲۱۔ [1] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۵۷۔

حدیث ۹۱۶

سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ مَا اَھَلَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ یَعْنِیْ مَسْجِدَ ذِی الْحُلَیْفَۃِ۔ؑ

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد یعنی ذوالحلیفہ ہی کی مسجد سے احرام باندھا تھا۔

یہی حکم دیتے تھے، ہمارے یہاں تلبید ممنوع ہے۔ اس لیے کہ امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک صاحب نے دریافت کیا، یارسول اللہ حاجی کون ہے، تو فرمایا، الشعث التفل۔ جس کا بال پراگندہ ہو اور بدن بے خوشبو۔ تلبید کے بعد بال جمے رہنے کی وجہ سے پراگندہ نہ ہو پائیں گے۔ البتہ عورتوں کو تلبید کی اجازت ہے۔ جیسے سر چھپانے کی اجازت ہے۔

تشریحات ۹۱۶

امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ابن ماجہؒ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں یہ بیان کیا ہے، کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا، تو اعلان عام فرمایا، جس پر لوگ اکٹھے ہوگئے، جب بیدا پر آئے تو احرام باندھا، نیز ابوداؤدؒ اور نسائیؒ میں حضرت انس کی جو حدیث بطریق حضرت حسن بصری ہے، اس میں بھی یہ ہے کہ جب کوہ بیدا پر آئے تو لبیک پکارا، اس کے علاوہ اور احادیث میں بھی ہے۔ اسی کے ازالے کے لیے حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ بیدا پر احرام باندھنے کا جو لوگ دعوی کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں، حضور نے ذوالحلیفہ ہی میں احرام باندھا تھا، جب سواری سیدھی کھڑی ہوگئی اس وقت ۔

احرام کا وقت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں سے احرام باندھا تھا، اس بارے میں تین اقوال ہیں، اول، نماز احرام سے فارغ ہوتے ہی فوراً بلاتاخیر اسی جگہ جہاں نماز پڑھی تھی، دوم یہاں سے اٹھ کر جب سوار ہوئے اور جب سواری حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی اس وقت، سوم، آگے بڑھ کر جب بیدا پر پہنچے اس وقت، ان تینوں اقوال میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تطبیق دی ہے، ابوداؤدؒ اور شرح معانی الآثار میں ہے،

کہ حضرت سعید بن جبیر شہید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ؑ مناسک باب الاہلال عند مسجد ذی الحلیفۃ ص ۲۰۸، مسلم الحج، ابوداؤد مناسک، ترمذی الحج نسائی ثانی تفسیر سورۂ آل عمران ص ۱۲۴، مناسک باب مایوجب الحج ص ۲۱۴، اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۴، مناسک باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۶۲، باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۲۲، اول مناسک باب وقت الاحرام ص ۲۴۷، ثانی المناسک باب العمل فی الاہلال ص ۱۷، اول مناسک باب وقت الاحرام ص ۲۴۶، مناسک الحج باب الاہلال من این ینبغی ان یکون ص ۳۰۶،

حدیث ۹۱۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ

اللّٰہِ مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّیَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَلْبَسُ الْقُمُصَ

محرم کون کون سا کپڑا پہنے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرتا، پائجامے، عمامے، ٹوپیاں اور موزے نہ

احرام کے بارے میں صحابہ کے درمیان جو اختلاف ہے، اس پر مجھے تعجب ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا، میں سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے، جب مسجد ذوالحلیفہ میں احرام کی دو رکعتیں پڑھ چکے تو اسی مجلس میں حج اپنے اوپر واجب فرمایا۔ یعنی حج کی نیت کر لی اور ان دو رکعتوں سے فارغ ہوتے ہی بلند آواز سے تلبیہ کہا، اسے بہت سے لوگوں نے سنا اور یاد رکھا، اس کے بعد سوار ہوئے، جب ناقہ مبارکہ حضور کو لے کر کھڑی ہو گئی تو تلبیہ کہا، اسے کچھ لوگوں نے جانا، وجہ یہ ہے کہ لوگ خدمت اقدس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، کچھ لوگوں نے تلبیہ اس وقت سنا، جب سواری کھڑی ہو چکی تھی، تو ان لوگوں نے کہا کہ جب سواری سیدھی کھڑی ہو گئی اس وقت حضور نے احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے، جب بیداء کی بلندی پر چڑھے تو پھر تلبیہ کہا، اس وقت کچھ لوگ آکر ملے تو انھوں نے کہا کہ بیداء پر احرام باندھا، اور خدا کی قسم حضور نے اپنے نماز کی جگہ ہی احرام باندھ لیا تھا، پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو تلبیہ پڑھا، اور جب بیداء پر چڑھے تو بھی تلبیہ کہا،

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں جہاں احرام کا دوگانہ پڑھا تھا، وہیں احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا تھا، مگر وہاں پورا مجمع موجود نہ تھا، چند افراد تھے، جنھوں نے سنا، پھر سواری کے کھڑی ہونے کے بعد بھی تلبیہ کہا، اسے ان لوگوں نے سنا، جو بعد میں حاضر ہوئے اور یہ سمجھا کہ اب احرام باندھا تھا، مگر اس وقت بھی سب لوگ حاضر نہ تھے، مجمع اتنا کثیر تھا کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے بیداء پر چڑھنے کے بعد دیکھا تو حضور کے آگے پیچھے، دائیں بائیں حد نظر تک آدمی ہی آدمی تھے، جب حضور نے بیداء پر چڑھنے کے بعد تلبیہ کہا تو اب ان لوگوں نے سنا جو پہلے موجود نہ تھے، اس وقت قریب تھے، تو انھوں نے یہ بیان کیا کہ بیداء پر احرام باندھا، اسی کے مطابق ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ احرام دوگانے کے بعد فوراً باندھا جائے۔ البتہ امام اوزاعی، عطاء، قتادہ کا قول یہ ہے کہ بیداء پر چڑھنے کے بعد مستحب ہے،

بیداء، ذوالحلیفہ کے متصل ایک پہاڑ ہے، یہ بھی ذوالحلیفہ ہی کا ایک حصہ ہے،

تشریحات ۹۱۷

لا یلبس ۔ سوال یہ تھا کہ محرم کیا پہنے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں نہ پہنے، اس جواب میں اختصار بھی ہے، اور مخاطب کے سمجھنے میں آسانی بھی۔ اس لیے اسی کو ارشاد فرمایا،

القمیص اس سے مراد ہر سلا ہوا کپڑا ہے، خواہ کرتا ہو، خواہ جبہ یا کچھ اور، اس معنی کے لحاظ سے پائجامہ اس میں داخل ہے، مگر کرتے سے مقصود بدن کے اوپر کے حصے کا چھپانا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا وہم ہو سکتا تھا کہ پائجامہ اس سے مستثنیٰ ہو۔ اس لیے اسے علیحدہ بیان فرمایا۔ عمامے اور ٹوپیوں کی ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ سر کھلا رہے۔ اس لیے سر پہ رومال یا چادر بھی ڈالنا ممنوع ہے، نعل چپل

وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ

پہنے، ہاں اگر کسی کے پاس چپل نہیں، تو موزے پہن لے۔ اور انھیں کعب

فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ

کے نیچے سے کاٹ لے۔ اور ایسے کپڑے بھی مت پہنو جسے زعفران یا ورس لگا ہوا ہو،

زَعْفَرَانٌ أَوْ وَرْسٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهُ

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا، محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور کنگھی نہیں کر سکتا، اور نہ اپنا بدن کھجلا سکتا ہے، اور

وَيُلْقِي الْقَمْلَ مِنْ رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ۔ ؏

جوئیں اپنے سر اور بدن سے زمین پر پھینک سکتا ہے۔

کی طرح ہوتا تھا، جس میں نیچے تلوا ہوتا تھا اور اوپر صرف تسمہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے پاؤں کا اوپر والا حصہ کھلا رہتا تھا موزوں کی ممانعت سے مقصود یہی ہے کہ پاؤں کا اوپری حصہ کھلا رہے، اسی لیے بدرجہ مجبوری موزوں کی اجازت دی تو یہ شرط کر دی کہ، کعب کے نیچے کاٹ دے، کعب پاؤں کے ٹخنے کو بھی کہتے ہیں، اور بیچ قدم کے اس جوڑ کو بھی کہتے ہیں، جہاں چپل کا تسمہ ہوتا ہے، یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے، کیونکہ یہاں احتیاط اسی میں ہے، اور وضو میں ٹخنے مراد ہیں، کیونکہ وہاں احتیاط کا تقاضا یہی ہے، مراد یہ ہے، کہ موزہ وسط قدم سے لے کر ایڑیوں کی دیواروں سمیت کاٹ کر پہنے، اس کو اسفل اس اعتبار سے فرمایا، کہ موزوں کا اگلا حصہ وہ ہے، جو انگلیوں پر رہتا ہے، تو وہی اعلیٰ ہوا، اور اس کا متقابل اسفل،

ورس تل کے مانند ایک گھاس ہے، جس سے کپڑے رنگتے تھے، یہ یمن سے آتی تھی، زعفران کی طرح ورس میں بھی خوشبو ہوتی ہے، اس لیے ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا احرام کی حالت میں ممنوع ہے، ہاں اگر دھو دیا گیا کہ خوشبو زائل ہو گئی ہو، تو عورتیں احرام کی حالت میں بھی پہن سکتی ہیں، جیسا کہ شرح معانی الآثار میں بعض طرق سے خود ابن عمر ہی کی حدیث میں آیا ہے۔

إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا۔ مگر یہ کہ دھویا ہوا ہو،

رہ گئے مرد تو انھیں زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً ممنوع ہے، اگرچہ احرام کی حالت میں نہ ہو، اس لیے احرام کی حالت میں بھی ممنوع ہوگا، زعفران اور ورس کی طرح کسی خوشبودار رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہننا احرام میں منع ہے، جیسے مالا گیری رنگ،

؏ المناسک باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹، العلم باب من اجاب السائل اکثر مما سئلہ ص ۲۵، الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی القمیص الخ ص ۵۳، العمرۃ باب ما ینھی من الطیب للمحرم ص ۲۴۸، باب لبس الخفین اذا لم یجد نعلین ص ۲۴۸، ثانی اللباس باب لبس القمیص ص ۸۶۲، باب البرانس ص ۸۶۲، باب السراویل ص ۸۶۳، باب العمائم ص ۸۶۳، باب التزعفر للرجال ص ۸۶۹، باب النعال السبتیۃ ص ۸۷۰، مسلم الحج، ابوداؤد مناسک ترمذی الحج نسائی مناسک ابن ماجہ مناسک، دارمی مناسک، مؤطا حج، مسند امام احمد ثانی ص ۳۔ ۵ اوائل الحج باب ما یلبس الثوب الذی مسہ ورس الخ ص ۳۱۳،

حدیث ۹۱۸	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ اُسَامَۃَ کَانَ رِدْفَ النَّبِیِّ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ اسامہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
	صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَۃَ اِلَی الْمُزْدَلِفَۃِ ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَۃِ
	ساتھ عرفہ سے مزدلفہ تک سوار رہے، اس کے بعد مزدلفہ سے منیٰ تک فضل رہے، ان دونوں
	اِلٰی مِنًی قَالَ فَکِلَاھُمَا قَالَ لَمْ یَزَلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُلَبِّیْ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَۃَ
	نے بتایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ
	الْعَقَبَۃِ ؎
	پر کنکری ماری،
ت ۲۸۵	وَلَبِسَتْ عَائِشَۃُ الثِّیَابَ الْمُعَصْفَرَۃَ وَھِیَ مُحْرِمَۃٌ وَقَالَتْ وَلَا تَلَثَّمُ وَ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احرام کی حالت میں کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہنا، اور فرمایا عورت احرام کی
	وَلَا تَبَرْقَعُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ ؎
	حالت میں منہ کپڑے سے نہ چھپائے اور نہ برقعہ اوڑھے، نہ ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے،

تکمیل ابواب العمرۃ میں یہ زائد ہے،

وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَۃُ الْمُحْرِمَۃُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَیْنِ، اور احرام والی عورت نہ منہ پر نقاب ڈالے اور نہ دستانے پہنے

عورت کی تخصیص اس وجہ سے فرمائی، کہ چہرے پر نقاب عورتیں ڈالتی تھیں اور دستانے پہنتی تھیں، ورنہ مردوں کو بھی یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں،

حضرت امام بخاری نے جو فرمایا، کہ محرم سر دھو سکتا ہے، البتہ کنگھا نہیں کر سکتا، یہ درست ہے، مگر بدن کھجلا سکتا ہے، مگر اس طرح کہ بال ٹوٹنے کا اندیشہ نہ رہے، ظاہر ہے کہ بدن کے اکثر حصے پر بال نہیں، وہاں کھجلانے میں کوئی خدشہ نہیں، اور جہاں بال ہیں، وہاں احتیاط سے کھجلائے، یوں ہی جوئیں کو بدن سے جدا کر کے زمین پر پھینکنا ممنوع ہے، اس پر صدقہ واجب ہے، البتہ پھینکنے میں گناہ نہیں،

تشریح ۹۱۸ اس پر ہمارا اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق ہے، حاجی احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہتا رہے جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری مارتے ہی بند کر دے، مگر امام احمد فرماتے ہیں کہ جب تک کل کنکریاں نہ مار لے نہ بند کرے، اس حدیث

؎ مناسک باب الرکوب والارتداف فی الحج ص ۲۰۹، باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸، ؎ باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹،

ت ۲۸۶
وَقَالَ جَابِرٌ فَلَا اَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا ۔ عہ
اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو خوشبو دار نہیں جانتا۔

ت ۲۸۷
وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْاَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ ۔ عہ
اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احرام کی حالت میں عورت کو زیور اور کالا اور گلابی کپڑا اور موزہ پہننے میں حرج نہیں جانتی تھیں۔

ت ۲۸۸
وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ اَنْ يُّبْدِلَ ثِيَابَهُ ۔ سہ
اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا، اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنے کپڑے تبدیل کرے۔

حدیث ۹۱۹
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ اِزَارَهٗ وَرِدَاءَهٗ هُوَ وَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالوں میں کنگھا کرنے اور تیل لگانے کے بعد مدینہ سے چلے، اور اپنا تہبند پہنا اور چادر اوڑھی حضور نے بھی

کے الفاظ دونوں کے محتمل ہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں، میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بغور دیکھتا رہا، حضور مسلسل تلبیہ کہتے رہے، یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری ماری،

تشریحات ۲۸۶، ۲۸۷
پہلی تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ بیہقی میں یہ ہے، کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسم سے ہلکا گلابی رنگا کپڑا پہنتی تھیں،

دوسری تعلیق کو امام شافعی اور امام مسدد نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

تَلَثُّمْ، باب تفعل سے ہے اس کا مادہ لثام ہے، صرف منہ کو کپڑے سے چھپانے کو کہتے ہیں، اس طرح کہ آنکھیں اور پیشانی کھلی رہے، اصل میں تتلثم، تھا، ایک تا، کو تخفیفاً حذف کر دیا، احرام کی حالت میں عورت کو منہ چھپانا منع ہے، جیسا کہ حدیث گذر چکی ہے، حضرت ام المومنین کا کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہننا اس بنیاد پر تھا کہ وہ کسم کو خوشبو نہیں شمار کرتی تھیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا، یا اس بنا پر تھا کہ ہلکا رنگ ہونے کی وجہ سے کپڑے میں خوشبو نہیں رہتی تھی، کسم میں خوشبو ہے، اسی لیے کسم سے رنگا ہوا کپڑا احرام میں پہننا ممنوع ہے۔

تشریح ۲۸۸
اسے امام ابوبکر نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا، نیز یہ بھی کہ عکرمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تنعیم میں اپنا لباس تبدیل فرمایا۔

عہ عہ سہ مناسک باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹، لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۱۶۵،

اَصْحَابُہٗ فَلَمْ یَنْہَ عَنْ شَیْئٍ مِّنَ الْاَرْدِیَۃِ وَالْاُزُرِ اَنْ تُلْبَسَ اِلَّا الْمُزَعْفَرَۃَ الَّتِی

اور حضور کے اصحاب نے بھی، سوائے اس زعفرانی رنگ کی چادر کے جس سے بدن رنگین ہو،

تَرْدَعُ عَلَی الْجِلْدِ فَاَصْبَحَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ حَتّٰی اسْتَوٰی عَلَی الْبَیْدَاءِ

کسی چادر اور تہبند سے منع نہیں فرمایا۔ صبح تک ذوالحلیفہ میں رہے اپنی سواری پر سوار ہوئے،

اَھَلَّ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ وَقَلَّدَ بُدْنَہٗ وَذٰلِکَ لِخَمْسٍ بَقِیْنَ مِنْ ذِی الْقَعْدَۃِ فَقَدِمَ

جب بیداء پر چڑھے، تو تلبیہ پکارا، حضور نے بھی اور صحابہ نے بھی اور حضور نے اپنے اونٹ کو قلادہ پہنایا، اور یہ

مَکَّۃَ لِاَرْبَعِ لَیَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِی الْحِجَّۃِ فَطَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ

چھبیس ذوقعدہ کو ہوا، اور چار ذوالحجہ کو مکہ آ گئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے

وَلَمْ یَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِہٖ لِاَنَّہٗ قَلَّدَھَا ثُمَّ نَزَلَ بِاَعْلٰی مَکَّۃَ عِنْدَ الْحُجُوْنِ وَھُوَ مُھِلٌّ

درمیان سعی کی، اپنے اونٹ کو چونکہ قلادہ پہنایا تھا اس لیے احرام نہیں کھولا، اس کے بعد مکے کے بالائی

بِالْحَجِّ وَلَمْ یَقْرَبِ الْکَعْبَۃَ بَعْدَ طَوَافِہٖ بِھَا حَتّٰی رَجَعَ مِنْ عَرَفَۃَ وَاَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ

حصے میں حجون کے قریب قیام فرمایا، اور حضور حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور طواف کے بعد کعبے کے قریب نہیں گئے، جب عرفہ سے

یَّطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ یُقَصِّرُوْا مِنْ رُّءُوْسِھِنَّ ثُمَّ یَحِلُّوْا وَذٰلِکَ لِمَنْ

واپس ہوئے تو گئے اور اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کریں، اس کے بعد اپنے سروں کے بال کتر دیں، پھر

لَّمْ یَکُنْ مَّعَہٗ بُدْنَۃٌ قَلَّدَھَا وَمَنْ کَانَتْ مَعَہٗ اِمْرَاَتُہٗ فَھِیَ لَہٗ حَلَالٌ وَّالطِّیْبُ وَالثِّیَابُ۔ [عہ]

احرام کھول دیں مگر وہی لوگ جن کے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوں، اور جسکے ہمراہ اس کی زوجہ ہو وہ اسکے لیے حلال ہے اور خوشبو اور کپڑے بھی،

تشریحات ۹۱۹

تَرْدَعُ اس کے معنی ہیں، رنگ بدن کو لگے، کسی خوشبودار چیز سے رنگا ہو اکپڑا اس حالت میں کہ اس سے خوشبو کی لپٹ اٹھ رہی ہو یا وہ رنگ جسم کو رنگین کر دے پہننا منع ہے، اگر اسے دھو دیں، کہ نہ خوشبو باقی رہے، نہ رنگ بدن کو رنگین کرے، تو جائز ہے، مگر زعفران کسم کا رنگ مردوں کو ممنوع ہے، اس لیے مرد احرام میں بھی نہ پہنے، عورتیں پہن سکتی ہیں،

بذی الحلیفۃ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ کو بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے، رات ذوالحلیفہ میں گذاری، اور وہیں دوسرے دن احرام باندھا، اور وہاں سے چلے اس روایت میں اجمال اور اختصار ہے،

علی البیداء ابھی ابوداؤد اور شرح معانی الآثار کے حوالے سے خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد گزر ا کہ حضور

عہ مناسک باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹۔

حدیث ۹۲۰

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّ الْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَكْعَتَیْنِ وَ سَمِعْتُهُمْ

مدینے میں چار رکعت ظہر پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت، اور میں نے ان کو سنا کہ حج اور

یَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِیْعًا عـہ

عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ بلند آواز سے کہتے تھے۔

حدیث ۹۲۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ تَلْبِیَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ

تلبیہ یہ تھی، حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں، بیشک تمام حمد

النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ عـہ

اور کل نعمت تیرے ہی لیے ہے، اور ملک تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں،

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں احرام کے دوگانے کے بعد احرام باندھ لیا تھا،

وھو مھل بالحج تحقیق یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، جیساکہ علامہ عینی اور امام ابن ہمام نے بدلائل قاہرہ ثابت فرمایا ہے، اس لیے حضرت ابن عباس کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے سے فارغ ہو چکے تھے اور اب حج کا احرام باندھے ہوئے وہاں مقیم تھے۔

تشریحات ۹۲۰ یعنی یوں تلبیہ کہتے تھے۔ اللھم لبیك بحجۃ وعمرۃ الخ۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام صحابہ نے قران کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ تلبیہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ قران افضل ہے۔

تشریحات ۹۲۱ تلبیہ، باب تفعیل کا مصدر ہے، لبیک لبیک پڑھنے کے معنی میں، جیسے هلّل کے معنی، لاالہ الااللہ پڑھا، سبّح کے معنی سبحان اللہ پڑھا۔ لَبَّیْكَ۔ سیبویہ نے کہا، یہ تثنیہ ہے، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اور فراء نے کہا، یہ مفعول مطلق ہے، جس کے فعل کا حذف کرنا تخفیف کی بنا پر واجب ہے، اس کی اصل تھی اَلَبَّ لَبَّیْنِ لَكَ اَیْ اِلْبَابًا بَعْدَ اِلْبَابٍ۔ اور یہ تثنیہ اپنے حقیقی معنوں میں نہیں تکثیر اور مبالغہ پر دلالت کرنے کے لیے ہے، مطلب یہ ہوا، بار بار حاضر ہوں، اب

عـہ مناسک باب رفع الصوت بالاہلال ص ۲۱۰، الجہاد باب الارتداف فی الغزو والحج ص ۴۱۹، باب الخروج بعد الظہر ص ۲۱۴، عـہ مناسک باب التلبیۃ ص ۲۱۰ مسلم ابو داؤد نسائی الحج،

حدیث ۹۲۲

عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَأَعْلَمُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، میں جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ

کیسے تلبیہ پڑھتے تھے، لبیک اللھم لبیک الخ

لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ ع‍ہ

عرف میں کسی بلانے والے کے جواب میں بولا جاتا ہے، یعنی حاضر ہوں، حاضر ہوں،

علامہ عبدالبر نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انھیں حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لیے پکارو، عرض کیا، اے رب میری آواز پوری دنیا میں نہیں پہنچے گی، فرمایا تم پکارو اور سب تک پہنچانا میرے ذمے ہے، تو حضرت ابراہیم نے پکارا، اے لوگو! تم پر بیت عتیق کا حج فرض کیا گیا، اسے آسمان و زمین کے مابین جو بھی تھے، سب نے سنا کیا نہیں دیکھتے کہ انتہائی دور کے لوگ بھی لبیک کہتے ہیں، اسے عبد بن حمید ابن جریر وابن ابی حاتم اپنی اپنی تفسیروں میں اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد اور عطاء، عکرمہ اور قتادہ سے اور احمد بن منیع نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ بطریق ابن جریج حضرت ابن عباس سے یہ بھی ہے کہ لوگوں نے اپنے آباء و اجداد کی پیٹھ اور ماؤں کے پیٹ میں لبیک کہا۔ سب سے پہلے اہل یمن نے لبیک کہا، اس دن سے قیامت تک جو بھی حج کی سعادت حاصل کرے گا، اس نے اس دن حضرت ابراہیم کی پکار کو قبول کیا تھا۔ع‍ہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ عز وجل کے حکم سے پکارا تھا، تو ان کی پکار حقیقت میں اللہ عز وجل ہی کی منادی تھی، اس لیے حاجی لبیک اللھم الخ کہتا ہے، علامہ ابن منیر نے لکھا کہ تلبیہ سے یہ اظہار مقصود ہے کہ اللہ عز وجل نے بندوں کو اپنے خصوصی کرم سے نوازا ہے کہ انھیں اپنی بارگاہ میں بلایا ہے، حجاج وفد کی صورت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں، احرام کے لیے حج یا عمرے یا دونوں کی نیت کے ساتھ ذکر الٰہی رکن ہے، خواہ لبیک کہے، خواہ الحمد للہ، سبحان اللہ، الحمد للہ خاص لبیک کے کلمات مسنون ہیں، اس میں کمی نہ کرے، زیادتی مستحسن ہے، مگر جو زیادتی ہو ان کلمات کے بعد ہو،

حضرت عمر اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے زائد یہ کلمات منقول ہیں،

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔ع‍ہ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ زیادتی منقول ہے، لَبَّيْكَ مَرْغُوبًا وَمَرْهُوبًا إِلَيْكَ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ الْحَسَنُ،

تشریحات ۹۲۲

اس حدیث کے کچھ اجزا پہلے مذکور ہو چکے ہیں، یہ حدیث ہماری دلیل ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ احرام کے لیے خاص تلبیہ کے کلمات ضروری نہیں تحمید، تسبیح، تکبیر بھی کافی ہے، دوسرے ابواب میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے نحر فرمایا تھا،

ع‍ہ مناسک باب الاھلال، ص ۲۱۰، ع‍ہ فتح الباری ثالث ص ۳۲۵، ع‍ہ مسلم اول الحج باب التلبیہ وصفتہا ص ۳۷۶، ع‍ہ فتح الباری ثالث ص ۳۲۵

حدیث ۹۲۳

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَہٗ بِالْمَدِیْنَۃِ الظُّھْرَ اَرْبَعًا وَّ الْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ

ظہر چار رکعت پڑھی اور ہم حضور کے ساتھ تھے، اور عصر دو رکعت ذو الحلیفہ میں پڑھی، یہیں رات بھر رہے،

بَاتَ بِھَا حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ رَکِبَ حَتَّی اسْتَوَتْ بِہٖ عَلَی الْبَیْدَاءِ حَمِدَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ وَکَبَّرَ ثُمَّ

جب صبح ہوئی تو سوار ہوئے، جب بیدا پر چڑھے تو اللہ کی حمد کی تسبیح کی اور تکبیر پڑھی، اس کے بعد حج اور

اَھَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَۃٍ وَّ اَھَلَّ النَّاسُ بِھِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا اَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتّٰی کَانَ

عمرے کے ساتھ لبیک پڑھا اور سب لوگوں نے دونوں کے لیے لبیک کہا، جب ہم (مکہ) آئے تو لوگوں کو حکم دیا کہ احرام

یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ اَھَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِیَدِہٖ

کھول دیں، جب یوم ترویہ آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اونٹوں

قِیَامًا وَّ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ کَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ قَالَ

کو نحر کیا اس حال میں کہ اونٹ کھڑے تھے، اور مدینے میں دو سانولے مینڈھے ذبح کیے، ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا، بعضوں نے کہا یہ ایوب

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَعْضُھُمْ ھٰذَا عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عہ

نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ابو داؤد میں ہے کہ یہ اونٹ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے، کہ پہلے مجھے نحر فرمائیں۔ اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیس اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے، پھر مجھے حکم دیا، اور میں نے نحر کیا، محدث ابن بطال نے کہا، کہ کل ستر اونٹ تھے، ایک قول یہ ہے کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو قربانی کے اونٹ لے گئے تھے، اور تریسٹھ اپنے ہاتھوں سے نحر فرمایا، اپنی عمر مبارک کی مقدار، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں افضل بلکہ سنت نحر ہے اور اسے ذبح کرنا مکروہ ہے، نیز یہ بھی سنت ہے، کہ بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کریں، اسی میں آسانی ہے،

قال بعضھم علامہ عینی نے فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ اس بعض سے، اسماعیل بن علیہ مراد ہیں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ حماد بن سلمہ ہوں،

عہ مناسک باب التحمید والتسبیح والتکبیر ص ۲۱۰، باب من نحر بیدہ ص ۲۳۱، باب نحر البدن قائما ص ۲۳۱،
دو طریقے سے، مسلم الصلوۃ، ابو داؤد الحج الضحایا، نسائی الصلوۃ، ثہ مناسک باب الھدی اذا عطب قبل ان یبلغ محلہ ص ۲۴۵، ج ایضا

ف ۲۸۹	عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ بِذِي
	نافع نے کہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی

الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا

سواری کو تیار کرنے کا حکم دیتے۔ اور جب وہ تیار ہوتی تو اس پر سوار ہوتے، جب وہ سیدھی کھڑی ہو جاتی تو سیدھے ہو کر

ثُمَّ يُلَبِّي حَتّٰى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتّٰى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى

قبلہ کی طرف منھ کرتے پھر لبیک پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ حرم پہنچ جاتے جب ذوطویٰ میں پہنچے تو بند کر دیتے یہیں رات گذارتے صبح کو نماز فجر کے

الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ۔ عہ

بعد غسل کرتے۔ اور ابن عمر کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

حدیث ۹۲۴	عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلٰى
	نافع نے کہا، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تو بے خوشبو کا تیل لگاتے

مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي

پھر مسجد ذوالحلیفہ میں آکر نماز پڑھتے۔ اس کے بعد سوار ہوتے۔ جب ان کی سواری کھڑی ہو جاتی تو احرام

ثُمَّ يَرْكَبُ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

باندھتے، پھر فرماتے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔ عہ

کرتے دیکھا ہے۔

تشریح ۲۸۹ اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بطریق ابوالربیع عن حماد عن ایوب ذکر کیا ہے، اور ابونعیم نے مستخرج میں بطریق عباس الدوری عن معمر موصولاً روایت کیا ہے۔

قائما سے مراد یہ ہے کہ سواری پر سیدھے بیٹھ کر تلبیہ کہتے، یہ مراد نہیں کہ سواری پر کھڑے ہو کر تلبیہ پڑھتے، کیونکہ اونٹ کی پیٹھ پر چڑھنے کے بعد کھڑا ہونا دشوار ہے، اور نہ یہ کہیں مروی کہ احرام کے لیے لبیک کھڑے ہو کر کہتے۔

ثم یمسک لبیک بند کرنے سے یہ مراد نہیں کہ وہ اب تلبیہ کہنے کو ناجائز جانتے تھے، بلکہ مراد یہ ہے کہ پڑاؤ کے بعد دوسرے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے تلبیہ موقوف کر دیتے تھے، اس لیے کہ عمرے میں تلبیہ طواف شروع کرنے کے پہلے تک کہی جائے گی، اور حج میں جمرۃ العقبہ کی رمی کے پہلے پہلے تک۔ ذوطویٰ باب مکہ کے پاس اس کے نیچے تنعیم کے راستے میں ایک جگہ ہے، یہاں

عہ مناسک باب الاہلال مستقبل القبلۃ ص ۲۱۰۔ عہ ایضاً۔

حدیث ۹۲۵

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

امام مجاہد نے کہا، ہم لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے،

فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

لوگوں نے دجال کا ذکر چھیڑ دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا،

لَمْ أَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

اس پر ابن عباس نے کہا میں نے اسے نہیں سنا ہے، مگر حضور نے یہ فرمایا ہے، گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں،

يُلَبِّيْ ۔ عــه ،

جب وہ نالے میں اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں،

کچھ کنوئیں ہیں، ان سے غسل کرنا مستحب ہے،

تشریح ۹۲۴ احرام سے پہلے بدن یا بالوں میں تیل لگانا سنت ہے، اگرچہ تیل خوشبودار ہو کپڑے میں بھی خوشبو مل لیں، مگر ایسی خوشبو نہ ہو جس کا جرم باقی رہے، ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کا ارادہ فرماتے تو بہترین خوشبودار تیل لگاتے،

تشریحات ۹۲۵ تکمیل، کتاب الانبیاء میں ہے، اس کی آنکھوں کے درمیان کافر ک، ف، ر، لکھا ہوگا، اس میں اور کتاب اللباس میں یہ ہے، ہاں میں نے یہ سنا ہے، لیکن ابراہیم تو اپنے صاحب (یعنی خود حضور) کو دیکھو لیکن موسیٰ علیہ السلام تو گندم گوں گھونگھریالے بال والے انسان ہیں، جو سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل درخت کے چھال کی ہے، گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں جب وہ نالے میں لبیک کہتے ہوئے اتر رہے ہیں، علامہ مہلّب محدث نے کہا، اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بعض راویوں کا وہم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے، اب ان کے حج کرنے کا کیا سوال، یہ اصل میں عیسیٰ تھا، جسے کسی راوی نے موسیٰ سے بدل دیا، علامہ عینی نے اس کے رد میں فرمایا، کتاب الانبیا اور کتاب اللباس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، کیا یہ بھی وہم ہے، تمام انبیائے کرام زندہ ہیں، حدیث معراج میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں، پھر حج کرنے میں کیا اشکال ہے، اس عالم میں کوئی مکلف نہیں، مگر پھر بھی انبیائے کرام اور انھیں کی طرح اولیائے عظام نماز، حج، ذکر کرتے ہیں، یہ تشکر و امتنان ہے،

أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهِ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَهُوَ مِنْ

أَهَلَّ کے معنی ہے کلام کیا اور استہللنا اور اہللنا الہلال یہ سب ظہور سے ہے، اور استہل المطر کے معنی ہیں، بادل سے بارش نکلی، اور آیہ کریمہ ما اہل بہ لغیر اللہ ماخوذ

عــه مناسک باب التلبیۃ اذا انحدر فی الوادی ص ۲۱۰، ذکر الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، ص ۴۷۳، ثانی اللباس باب الجعد ص ۸۷۶، مسلم الایمان، مسند امام احمد جلد اول ص ۲۷۷، ۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۳۶،

اِسْتِھْلَالِ الصَّبِیِّ، ہے، پیدائش کے وقت بچے کے رونے سے،

تشریحات

اھلال کا لفظ احادیث میں بار بار آتا ہے، حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے لغوی معنی بیان فرمارہے ہیں، کہ اھل، استھل کا مادہ ھلال ہے، اس سے جتنے الفاظ بنتے ہیں، سب کے معنی میں ظہور ضرور ہوتا ہے، اھل بمعنی تکلم میں دل کی بات ظاہر ہوتی ہے، جب اس کا معنی تلبیہ کہنا ہوتا ہے تو احرام ظاہر ہوتا ہے، استھل المطر میں بادل سے پانی ظاہر ہوتا ہے، مَا اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہ، میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذبح کرنے والے مشرک ہیں، استھل الصبی، نومولود بچہ رویا، اس سے اس کا زندہ پیدا ہونا ظاہر ہوتا ہے، علامہ عینی نے فرمایا، کلمہ مِنَ الظھور، کو بعد میں ذکر کرنا مناسب تھا،

توضیح باب

یہاں باب کا عنوان ہے، حائضہ اور نفاس والی عورت کیسے احرام باندھے، بعینہٖ یہی باب ص ۲۰۸ پر امام بخاری قائم کر چکے ہیں، لیکن وہاں نفساء نہیں، اور باب الحج والعمرۃ، زائد ہے، حاصل دونوں بابوں کا ایک ہی ہے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ احرام کے وقت غسل مسنون ہے، غسل سے حائضہ یا نفاس والی پاک ہوگی نہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل کرے گی یا نہیں، حدیث سے ثابت ہوا کہ غسل کرے گی، اس غسل سے پاک تو نہ ہوگی، مگر سنت ادا ہو جائے گی،

اس باب کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ۶۲۴ لائے ہیں، جو کتاب الحیض جلد ثانی پر درج کی جا چکی ہے، یہ حدیث امام بخاری الفاظ مختلفہ کے ساتھ بارہ جگہ لائے ہیں، جن کی تفصیل جلد ثانی ص ۲۲۹ پر کی جا چکی ہے، کتاب الحیض اور یہاں کے متن میں تھوڑا سا فرق ہے، وہاں ہے، فمنا من اھل بعمرۃ ومنا من اھل بحج، ہم میں سے بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا، یہاں یہ ہے، فاھللنا بعمرۃ، ہم نے عمرے کا احرام باندھا، وہاں شرکا کے بارے میں تفصیل تھی، مگر اپنے بارے میں ابتداء میں کچھ ذکر نہیں فرمایا تھا، مگر درمیان میں ہے، لَمْ اُھْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَۃٍ، میں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، وہاں کے سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ مکہ معظمہ حاضری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہے اور قربانی کے جانور نہیں لایا ہے، وہ احرام کھول دے اور جو قربانی کا جانور لایا ہے وہ قربانی کرنے سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج ادا کرے، اور یہاں کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے ہی غالباً احرام باندھنے کے فوراً بعد فرمایا تھا، وہاں ارشاد کی تین شقیں ہیں، اور یہاں صرف ایک ہے، کہ جس کے ساتھ ہدی ہو وہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے، یہاں یہ زاید ہے،

قالت فطاف الذین کانوا اھلوا بالعمرۃ بالبیت وبین الصفا والمروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا اٰخر بعد ان رجعوا من منیٰ واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ فانما طافوا طوافا واحدا۔

ام المومنین نے فرمایا، جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، انھوں نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کیا اس کے بعد احرام کھول دیا، پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد ایک اور طواف کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرے کو جمع کیا تھا، انھوں نے صرف ایک طواف کیا،

عہ مناسک باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱،

ت ۲۹۰ قَالَہٗ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عہ

ابن عمر نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ

حدیث ۹۲۶ قَالَ جَابِرٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا اَنْ یُّقِیْمَ عَلٰی اِحْرَامِہٖ وَذَکَرَ قَوْلَ سُرَاقَۃَ، عہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو حکم دیا کہ اپنے احرام پر رہیں، اور سراقہ کا قول ذکر کیا۔

تشریحات

وانا حائض۔ اس سے ان حضرات نے استدلال فرمایا ہے، جو کہتے ہیں کہ طواف صحیح ہونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ کیوں کہ ام المومنین نے فرمایا، وانا حائض، یہ نہیں فرمایا کہ میں مسجد میں نہیں جاسکتی تھی۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ طواف صحیح ہونے کیلئے یعنی فرض اور وجوب ادا ہونے کے لیے طہارت شرط نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں مطلق فرمایا گیا۔ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ اور بیت عتیق کا طواف کرو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ اور مطلق کی تقیید خبر واحد سے جائز نہیں، البتہ حدیث کی وجہ سے حکم یہ ہے کہ اگر بغیر طہارت کے طواف کرے گا تو دم واجب ہوگا۔ اگر بغیر وضو طواف کرے گا تو بکری وغیرہ۔ اور اگر حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں طواف کیا تو اونٹ اور اگر پاک ہونے تک مکہ معظمہ میں رہا تو دوبارہ طواف کرنا واجب ہے۔

الا طوافا واحدا جو لوگ کہتے ہیں کہ قارن پر صرف ایک طواف اور سعی ہے۔ ان کی دلیل یہی ہے، مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کیا، اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کی۔ اور حضرت ابن عمر سے ایسا ہی مروی ہے، اور ان دونوں نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمرے اور حج کے لیے دو طواف کیے، نیز حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت علی کے بارے میں یہی مروی ہے، یہی احناف کا مذہب ہے۔

تشریحات ۲۹۰، ۹۲۶

توضیح باب، یہاں باب یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احرام کے مثل احرام باندھا، تعلیق میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس طرح احرام باندھا ہے، اور اب اس طرح احرام باندھنا صحیح ہے یا نہیں، اس سے امام بخاری بالکل خاموش ہیں، احادیث جو ذکر کی ہیں، ان سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صحیح ہے، مگر جمہور علما اور احناف کے یہاں صحیح نہیں، اور یہ اس سال کے ساتھ خاص تھا۔

عہ مناسک باب من اہل کاہلال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۱، عہ ایضًا، باب عمرۃ التنعیم ص ۲۳۹ و ۲۴۰، التمنی باب الاشتراک فی الہدی ص ۱-۳۴۰، ثانی مغازی باب بعث علی الی الیمن ص ۶۲۴، التمنی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۳، مسلم نسائی الحج ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد ۳ ایج ص ۱۷۵،

ت ۲۹۱

وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا، (ان دعلی) سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاهْدِ

نے پوچھا۔ کاہے کا احرام باندھا ہے۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قربانی کے جانور

وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ۔ عہ

ساتھ رکھو اور جیسے ہو ویسے ہی احرام میں رہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تعلیق کو خود امام بخاری نے مغازی[۱] میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت علی یمن سے حج کرنے کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، کاہے کا احرام باندھا ہے، میرے ساتھ تمھاری اہلیہ بھی ہیں، تو عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے تو ارشاد فرمایا، احرام باقی رکھو۔ اس لیے کہ ہمارے ساتھ ہدی ہے۔

تشریح ۹۲۶ یہ حدیث باب عمرۃ التنعیم میں مفصل یوں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا کسی کے ساتھ ہدی نہیں تھی۔ اور علی یمن سے آئے ان کے ساتھ ہدی تھی، علی نے کہا، میں نے اس کا احرام باندھا ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اجازت دیدی، کہ اسے عمرہ کر دیں، طواف کریں، پھر بال کتروائیں اور احرام کھول دیں مگر جس کے ساتھ ہدی ہو وہ احرام نہ کھولے، اس پر لوگوں نے کہا، ہم اس حالت میں منیٰ جائیں گے، کہ ہمارے ذکر منی سے ٹپک رہے ہوں، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی، تو فرمایا، اب جو بات ہوئی ہے، اگر پہلے سامنے آئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور نہ لاتا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا، اور عائشہ کو حیض آگیا، انھوں نے حج کے سارے ارکان ادا کیے، البتہ طواف نہیں کیا، جب وہ پاک ہوگئیں اور طواف زیارت بھی کر لیا تو عرض کیا، یا رسول اللہ سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے، تو عبد الرحمٰن بن ابوبکر کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ تنعیم جائیں، اب ام المومنین نے حج کے بعد ذوالحجہ میں عمرہ کیا، اور سراقہ بن مالک بن جعشم نے عقبہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات کی جب حضور رمی کر رہے تھے، اور عرض کیا، کیا یہ آپ حضرات کے لیے خاص ہے یا رسول اللہ! فرمایا، نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

تشریح ۲۹۱ پہلی روایت مکی بن ابراہیم، تلمیذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج عن عطاء عن جابر کی ہے، انھیں ابن جریج ہی سے عن عطاء عن جابر جو روایت اس حدیث کی محمد بن بکر نے کی ہے۔ اس میں یہ سوال وجواب زائد ہے، یعنی مکی بن ابراہیم کی روایت میں اختصار ہے، اور محمد بن بکر کی روایت میں تفصیل ہے، اس تفصیل کے مطابق یہ حدیث مسند ہے، مگر امام بخاری نے جس طرح ذکر فرمایا ہے، وہ بہر حال تعلیق ہے، اسے اسماعیلی اور ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

عہ مناسک باب من اهل بما اهل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۱۱۔ [۱] مغازی باب بعث علی الی الیمن۔ ص ۶۲۴

حدیث ۹۲۷

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَدِمَ عَلِیٌّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْیَمَنِ فَقَالَ بِمَا اَھْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَھَلَّ بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا اَنَّ مَعِیَ الْھَدْیَ لَاَحْلَلْتُ۔ ع۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا کس کا احرام باندھا ہے، عرض کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کا باندھا ہے، تو ارشاد فرمایا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا۔

حدیث ۹۲۸

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَعَثَنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی قَوْمِیْ بِالْیَمَنِ فَجِئْتُ وَھُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا اَھْلَلْتَ فَقُلْتُ اَھْلَلْتُ کَاِھْلَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ مَعَکَ مِنْ ھَدْیٍ قُلْتُ لَا فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَیْتِ فَطُفْتُ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ اَمَرَنِیْ فَاَحْلَلْتُ فَاَتَیْتُ امْرَاَۃً مِنْ قَوْمِیْ فَمَشَطَتْنِیْ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے یمن میری قوم میں بھیجا، اس کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حضور بطحاء میں فروکش تھے، مجھ سے فرمایا، کس کا احرام باندھا ہے، میں نے عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے، پوچھا کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے، میں نے عرض کیا، نہیں، تو فرمایا ہیں بیت اللہ کا طواف کروں، میں نے بیت اللہ اور صفا او مروہ کا طواف کر لیا، پھر مجھے حکم دیا، تو میں نے احرام کھول دیا اور اپنی قوم کی ایک عورت

تشریحات ۹۲۸

وَھُوَ بِالْبَطْحَاءِ ، بارش کے پانی بہنے کا راستہ، بطحاء الوادی، نالے میں جو سنگریزے رہ جاتے ہیں، یہاں مراد وادی مُحَصَّب ہے، جسے حَصْبَہ بھی کہتے ہیں، خیف بنی کنانہ کا حصہ ہے، یہ حرم شریف سے پورب منی کے راستے میں حجون جنت المعلی سے پہلے اسی سے متصل دونوں پہاڑوں کے بیچ کی جگہ ہے، مسجد حرام سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔

اِلٰی امْرَاَۃٍ مِنْ قَوْمِیْ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ خاتون ان کی بھتیجی تھیں، ایوب بن عائذ کی روایت میں، امراۃ من قیس، ہے، اور قیس ان کے والد کا نام ہے، مراد یہ ہے کہ قیس یعنی اپنے والد کی نسل سے کسی عورت نے ان کے بالوں میں کنگھا کیا تھا، یا دھویا تھا،

فقدم عمر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی سال کا واقعہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں، مسلم اور نسائی میں تفصیل ہے میں اسی

ع۵ مناسک باب من اھل کاھلال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مسلم، ترمذی، حج، ۲۱۱ ۱۔ اول حج باب جواز تعلیق الاحرام ص ۴۰۱، ۲۔ ثانی الحج باب التمتع ص ۱۵،

اَوْ غَسَلَتْ رَاْسِیْ. فَقَدِمَ عُمَرُ فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ	
کے پاس آیا، اس نے مجھے کنگھا کیا یا میرے سر کو دھویا، جب عمر کا زمانہ آیا اور وہ حج کے لیے آئے تو فرمایا اگر ہم	
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ	
کتاب اللہ کو لیں تو اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، پورا کرنے کا، ارشاد ہے، حج اور عمرے کو پورا کرو، اور اگر ہم نبی صلی اللہ	
وَسَلَّمَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی نَحَرَ الْھَدْیَ، عـہ	
تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو حضور نے جب تک قربانی نہیں کر لی تھی، احرام نہیں کھولا تھا،	

کے مطابق فتویٰ دیتا تھا، جب عمر کی خلافت کا دور آیا، تو ایک صاحب نے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، اپنا بعض فتویٰ رہنے دو، آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے حج میں کیا نئی بات پیدا کی ہے، یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ نے کہا، اے لوگو! میں نے ایک مسئلہ بتایا تھا، اب رک جاؤ، امیر المومنین تشریف لانے والے ہیں، وہ جو فرمائیں وہی مانا، جب حضرت عمر آئے تو میں نے ان سے ذکر کیا، تو فرمایا، ہم اللہ کی کتاب پر عمل کرتے ہیں، اللہ عز وجل نے ہمیں پورا کرنے کا حکم دیا ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اختیار کرتے ہیں، حضور نے جب تک حج نہیں کر لیا احرام نہیں کھولا،

نسائی میں یہ زیادہ ہے، میں حضرت ابو بکر کی خلافت میں یہ فتویٰ دیتا تھا، کہ (ایک سال) میں موسم حج میں کھڑا تھا، کہ ایک صاحب آئے اور یہ بتایا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے حج میں کیا نئی بات ایجاد کی ہے، خود بخاری ہی میں باب الذبح قبل الحلق، میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے،

اس کی توجیہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق توجیہیں کی ہیں، اس خادم کے نزدیک جو توجیہ سب سے قوی اور عمدہ ہے، وہ یہ ہے، کہ حضرت فاروق اعظم حج کو فسخ کرکے عمرہ کرنے سے منع فرماتے تھے، کیونکہ حج فسخ کرکے عمرے کی اجازت صرف حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھی، اس خصوصیت کا علم عام لوگوں کو نہیں تھا، اس لیے لوگ ان کے عہد میں بھی کیا کرتے تھے، مسلم و نسائی کی روایت کے ظاہر الفاظ اسی کو بتاتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

فکنت افتی الناس بذالک، میں لوگوں کو یہی بتاتا تھا،

ذالک، کا اشارہ مذکور کی جانب ہے، اور مذکور یہی ہے کہ انھوں نے حج فسخ کرکے عمرہ کیا اور احرام کھول دیا، اسی کو فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے، کیونکہ ارشاد یہ ہے، وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ، اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو، یعنی جب حج کا احرام باندھ لیا ہے، تو اسے فسخ نہ کرو پورا کرو،

دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ بے اعتدالیاں ملاحظہ کیں جس کی وجہ سے

عـہ المناسک باب من اھل بما اھل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۱، باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، باب الذبح قبل الحلق ص ۲۳۳، مغازی باب بعث موسیٰ الی الیمن ص ۶۲۲، باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱، مسلم، نسائی حج، مسند امام احمد اول ص ۳۹ رابع ص ۴۱۰،

ت ۲۹۲ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ. عـه

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، حج کے مہینے شوال اور ذو قعدہ اور دس ذوالحجہ ہیں.

اس کو سختی سے روکا. جیسا کہ شعبی کی روایت دوسرے طریقے سے یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

کرهت ان يظلوا معرسين بهن في الاراك ثم يروحون في الحج تقطر رؤسهم. — مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ لوگ عورتوں کے ساتھ جھاڑی میں ہمبستری کریں اور پھر حج کے لیے اس حال میں چلیں کہ سر ٹپک رہے ہوں،

غالباً انھیں وجوہ کی بنا پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمتع سے منع فرماتے تھے، علامہ نووی نے فرمایا کہ دونوں حضرات تمتع کو مکروہ تنزیہی جانتے تھے. مگر پھر مکروہ تنزیہی کے ارتکاب پر اتنی سختی کا مار کرتے تھے. سمجھ میں نہیں آتی،

احرام معلق ان احادیث سے ثابت ہوا کہ احرام معلق اور اسی کے مثل احرام مطلق درست ہے، یعنی یوں احرام باندھنا کہ مثلاً زید نے جس کا احرام باندھا ہے. اسی کا میں نے بھی باندھا ہے، اب زید نے جس کا احرام باندھا ہوا ہی کا یہ بھی پابند ہوگیا، اور اگر زید نے مطلق احرام باندھا تھا، نہ عمرے کی تعیین کی تھی نہ حج کی، تو اسے اختیار ہے کہ اس احرام کو جس کا چاہے کردے، زید کی پابندی لازم نہیں، یہ حضرت امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب ہے، جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا، علامہ رافعی نے یہ نقل کیا کہ اس پر احرام مطلق کی بھی صورت میں زید کی پابندی لازم ہے، اس کے خلاف جائز نہیں، یہی احناف کا بھی مذہب ہے، اور احادیث میں جو وارد ہے، وہ اس سال کے لیے خاص تھا، ہماری اور جمہور کی دلیل یہ ہے، کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے،

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ، — اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو،

تشریحات ۲۹۲ اس اثر کو ابن جریر اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے، نیز امام حاکم نے بھی اور یہ بھی فرمایا، کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے. قرآن مجید میں فرمایا گیا،

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ، — حج کے چند معلوم مہینے ہیں،

یہ اثر اس کی تفسیر ہے کہ یہ چند مہینے کیا ہیں، ذوالحجہ پورا ہے یا صرف اس کے دس دن، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد وغیرہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ صرف دس ذوالحجہ تک اشہر حج ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر سے ثابت ہے، امام مالک وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ پورا ذوالحجہ ہے، اگرچہ حج پورے مہینے میں نہیں ہوتا، اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جو لوگ اشہر حج میں عمرہ جائز نہیں جانتے وہ پورے ذوالحجہ کو اشہر الحج میں داخل مانتے ہیں، وہ پورے ذوالحجہ میں عمرہ کو ممنوع کہتے ہیں، ان میں سے جو لوگ دس ذوالحجہ تک مانتے ہیں، وہ دس ذوالحجہ کے بعد عمرہ جائز مانتے ہیں،

عـه مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ص ۲۱۱، ـلـه مسلم اول، حج، باب جواز تعلیق الاحرام ص ۴۰۰،

ت ۲۹۳ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا يُحْرِمَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، سنت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ہی

بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔ عہ

احرام باندھا جائے۔

ت ۲۹۴ وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ اَوْ كِرْمَانَ عہ

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان یا کرمان سے احرام باندھنے کو مکروہ جانا۔

حدیث ۹۲۹ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا

قاسم بن محمد نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا، انھوں نے فرمایا، ہم

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں۔ حج کے دنوں۔ حج کی پابندیوں کے ساتھ (مدینے سے)

بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهٗ هَدْيٌ فَاَحَبَّ

نکلے، اور سرف میں ٹھہرے، یہاں پہنچ کر حضور اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جس کے ساتھ قربانی کے جانور

امام شافعی وغیرہ اشہر الحج کا مطلب یہ بتاتے ہیں، کہ ان مہینوں سے پہلے اگر کوئی حج کا احرام باندھے تو حج صحیح نہ ہوگا، اسی وقت صحیح ہوگا، جب انھیں مہینوں میں احرام باندھے، احناف اور امام مالک، امام احمد فرماتے ہیں، کہ شوال سے پہلے بھی حج کا احرام درست ہے، اور اس احرام سے حج صحیح ہے، ان مہینوں کے حج کے لیے ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ حج قران اور تمتع صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عمرہ بھی اشہر حج میں ہو یعنی شوال سے پہلے نہ ادا کیے ہوں، اور اگر عمرہ پہلے ادا کر لیا تو نہ قران ہوا نہ تمتع۔

تشریحات ۲۹۳ اس اثر کو امام الائمہ ابن خزیمہ حاکم اور دارقطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، امام حاکم نے فرمایا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اشہر حج سے پہلے احرام صحیح نہیں، ان کے نزدیک سنت سے مراد مشروعیت ہے، جمہور اور احناف کے نزدیک حج کا احرام ان مہینوں سے پہلے بھی درست ہے، اور سنت سے مراد اس کا معنی متعارف ہے، کہ اس میں اجر ہے، یعنی حج کا جو ثواب ہے، وہ تو بہر حال حاصل ہوگا، خواہ ان مہینوں سے پہلے احرام باندھے، مگر ان مہینوں میں باندھنے پر مزید ثواب ہے، کہ ان مہینوں میں احرام باندھنے کی سنت ادا کی۔

تشریحات ۲۹۴ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے، احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں روایت کیا، کہ جب عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان فتح کر لیا، تو اس کے شکریہ میں نیشاپور سے احرام باندھ کر حج کے لیے گئے، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہوئے تو انھوں نے ملامت کی، یہ ملامت اس بنا پر تھی کہ اتنے دور دراز مقام سے احرام باندھ کر سفر کرنے میں بہت دشواری ہے، اور احرام کی پابندیاں نبھانا مشکل۔

عہ عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۵ ص ۲۱۱،

اَنْ یَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ کَانَ مَعَهُ الْهَدْیُ فَلَا. قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِکُ

نہ ہوں، اور وہ پسند کرتا ہے کہ اسے عمرہ کردے تو وہ ایسا کرلے اور فرمایا، جس کے ساتھ ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے

لَهَا مِنْ اَصْحَابِهِ قَالَتْ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ

ام المومنین نے فرمایا، صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے ایسا کیا۔ اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

فَکَانُوْا اَهْلَ قُوَّةٍ وَّکَانَ مَعَهُمُ الْهَدْیُ فَلَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ

علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ قوی تھے۔ اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، یہ لوگ صرف عمرہ نہیں کر سکتے تھے۔

عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقَالَ مَا یُبْکِیْکِ یَا هَنْتَاهُ قُلْتُ

ام المومنین نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد میرے پاس تشریف لائے، اور میں رو رہی تھی تو پوچھا، اسے

سَمِعْتُ قَوْلَکَ لِاَصْحَابِکَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَاْنُکِ قُلْتُ لَا اُصَلِّیْ قَالَ فَلَا

پگلی کیوں رو رہی ہے، میں نے عرض کیا، صحابہ سے حضور نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ میں نے سنا۔ مگر میں عمرے سے روک دی گئی

یَضُرُّکِ اِنَّمَا اَنْتِ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنَاتِ اٰدَمَ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْکِ مَا کَتَبَ عَلَیْهِنَّ فَکُوْنِیْ فِیْ

ہوں، دریافت فرمایا کیا بات ہے، میں نے عرض کیا، میں اس حالت میں ہوں، کہ نماز نہیں پڑھتی، فرمایا، کوئی

حَجَّتِکِ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّرْزُقَکِیْهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِیْ حَجَّتِهِ حَتّٰی قَدِمْنَا مِنًی فَطَهُرْتُ ثُمَّ

حرج نہیں، تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے، جو سب کے لیے مقدر ہے، وہ تیرے لیے بھی ہے، تم

خَرَجْتُ مِنْ مِّنًی فَاَفَضْتُ بِالْبَیْتِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِی النَّفْرِ الْاٰخِرِ حَتّٰی نَزَلَ

حج کرو، اللہ عزوجل جلد ہی تمھیں عمرہ بھی عطا فرمائے گا، ام المومنین نے فرمایا، ہم حضور کے ساتھ حضور کے حج میں

الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهُ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِاُخْتِکَ مِنَ

نکلے، جب میں منیٰ پہنچی تو پاک ہوگئی، اور منیٰ سے آکر بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد اخیر گروہ میں منیٰ سے ہم چلے، حضور

تشریحات ۹۲۹

یہ حدیث جلد ثانی ص ۳۰۹ تا ص ۳۱۲ پر مذکور ہو چکی ہے، یہاں کچھ مزید ابحاث کے لیے ہم نے ذکر کیا ہے، جلد ثانی میں مفصل گذر چکا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمتع کیا تھا، اس حدیث میں یہاں یہ ہے، کہ ام المومنین نے عرض کیا، فمنعت العمرۃ، میں عمرے سے معذور ہو گئی ہوں، اگر ام المومنین نے قران کیا ہوتا تو اس موقع پر عمرے کے ساتھ حج کو بھی ضرور ذکر فرماتیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی حج کا احرام نہیں باندھا تھا۔ ام المومنین کا ارشاد، فافضت بالبیت، میں منیٰ واپس ہو کر پاک ہو گئی اور منیٰ سے چل کر بیت اللہ آئی، اس کی دلیل یہ ہے، کہ حضرت ام المومنین نے طواف زیارت اپنے وقت پر کر لیا تھا، جیساکہ مسلم[1] میں بھی ہے۔

---

[1] اول الحج باب بیان وجوہ الاحرام ص ۳۸۷۔

الحرم فلتھل بعمرۃ ثم افرغا ثم ائتیا ھاھنا فانی انظرکما حتی تاتیانی قالت

محصب میں آکر اترے ہم بھی حضور کے ساتھ وہیں اترے۔ اب عبد الرحمن بن ابو بکر کو بلایا، اور فرمایا، اپنی بہن کو حرم سے

فخرجنا حتی اذا فرغت وفرغ من الطواف ثم جئتہ بسحر فقال ھل فرغتم قلت

باہر لے جاؤ تاکہ عمرے کا احرام باندھے، دونوں عمرے سے فارغ ہو کر یہاں آؤ، میں تمہارا انتظار کروں گا۔ ام المومنین نے

نعم فاذن بالرحیل فی اصحابہ فارتحل الناس فمر متوجھا الی المدینۃ۔ قال ابو

فرمایا، ہم گئے۔ جب میں اور وہ یعنی عبد الرحمن طواف سے فارغ ہو گئے، تو صبح کے وقت خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو پوچھا، تم لوگ فارغ

عبد اللہ یضر من ضار یضیر ضیرا ویقال ضار یضور ضورا او ضر یضر ضرا ؎

ہو گئے، میں نے عرض کیا، جی، تو اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان فرمایا، لوگوں نے کوچ کیا، اور مدینے کی طرف چلے،

حتی اذا فرغت وفرغ یہاں تک کہ جب میں اور عبد الرحمن طواف سے فارغ ہو گئے۔ پھر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، تم دونوں فارغ ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اس وقت عمرہ کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حج سے فراغت کے بعد ذوالحجہ میں عمرہ کرنا صحیح ہے۔

قبل حج عمرہ

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متمتع اپنے عمرے سے فارغ ہو کر حج سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے انوار البشارۃ میں فرمایا، اب یہ سب حجاج (قارن متمتع، مفرد) کوئی بھی ہو کہ منیٰ جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں، ایام اقامت میں جس قدر ہو سکے، نرا طواف بے اضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں، باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے، اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں دو رکعت نماز پڑھیں،

مقام اس کا مقتضی تھا کہ اگر اس وقت عمرے کی اجازت ہوتی تو اسے بھی ضرور ذکر فرماتے، جیسا کہ حج سے فراغت کے بعد خصوصی ہدایت فرمائی۔[۲] لباب میں یہی ہے، کہ متمتع کو ان ایام میں عمرہ ممنوع ہے، اگر کرے گا، دم واجب ہوگا، مگر اسے نقل کر کے علامہ شامی منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں۔[۳]

قال شارحہ والظاھر انہ یجوز لہ الاتیان بالعمرۃ حینئذ لانہ غیر ممنوع منھا الکراھتھا فی الازمنۃ المخصوصۃ وانما کرھت العمرۃ للمکی فی اشھر الحج لان الغالب انہ یحج فیبقی	لباب کے شارح نے کہا، ظاہر یہ ہے کہ ان دنوں اسے عمرہ کرنا جائز ہے، کیونکہ عمرہ مخصوص دنوں میں ممنوع ہے، اور یہ ایام ان میں نہیں، مکی کو اشہر حج میں عمرہ اس لیے ممنوع ہے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج کرے گا، اگر اشہر حج میں

ع المناسک باب قول اللہ تعالیٰ الحج اشھر معلومات ص ۲۱۱-۲۱۲۔ مناسک باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، ثانی اضاحی باب الاضحی۔ للمسافر والاضحیۃ ص ۸۳۲، مسلم الحج نسائی طہارت۔ ابن ماجہ مناسک ۔ ؎ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۶۶۰۔ ۲ ایضاً ص ۷۰۴۔ ۳ علی ہامش البحر جلد ثانی ص ۶۰-۳۵۹۔

حدیث ۹۳۰

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ

اسود نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، انھوں نے فرمایا، ہم نبی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰی اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَیْتِ فَاَمَرَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم یہی جانتے تھے کہ یہ حج ہے جب مکہ آئے تو ہم لوگوں نے طواف کیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یَکُنْ سَاقَ الْهَدْیَ اَنْ یَحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَمْ یَکُنْ

علیہ وسلم نے حکم دیا، جو قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو، وہ احرام کھول دے، ایسے لوگوں نے احرام کھول دیا، ازواج مطہرات

سَاقَ الْهَدْیَ وَنِسَاءُهُ لَمْ یَسُقْنَ فَاَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ

قربانی کے جانور نہیں لائی تھیں، اس لیے انھوں نے بھی احرام کھول دیا، حضرت عائشہ نے کہا، مجھے حیض آگیا تھا، اس لیے میں نے

فَلَمَّا کَانَتْ لَیْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَّاَرْجِعُ اَنَا

بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، جب لیلۃ الحصبہ آئی تو میں نے عرض کیا، سب لوگ حج اور عمرے کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں

بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَیَالِیَ قَدِمْنَا مَکَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِیْ مَعَ اَخِیْكِ اِلَی التَّنْعِیْمِ

صرف حج کے ساتھ، تو فرمایا جب ہم مکہ آئے تھے، تو تم نے طواف نہیں کیا تھا، میں نے عرض کیا، نہیں، فرمایا اپنے بھائی کے ساتھ

متمتعا مسیئا، عمرہ کرے گا تو گھر جانے کی وجہ سے اسارت کا مرتکب ہوگا،

اور اس خادم کے نزدیک بھی یہی ظاہر ہے۔ مگر اختلاف علماء سے بچنا اولیٰ ہے، غالباً اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سکوت فرمایا، سرف پہنچ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان مذکور فرمایا، تو بہت سے صحابہ کرام نے اس حج کے احرام کو عمرے سے بدل دیا، اس سے ایک نئی بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ عمرے کا احرام باندھ کر اسے حج سے یا حج کا باندھ کر عمرے سے بدلنا درست ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کے سامنے صحابہ نے ایسا کیا۔

جواب یہ ہے کہ یہ اس مبارک عہد میں صرف حجۃ الوداع کے شرکاء کے لیے خاص تھا۔ ابو داؤد[1]، نسائی[2]، ابن ماجہ[3] میں ہے۔ بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے، یا ہمیشہ کے لیے ہے، فرمایا۔ صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے، نیز انھیں میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا، حج فسخ کرکے عمرہ کرنا انھیں لوگوں کے خاص تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،

---

[1] ابوداؤد مناسک باب فسخ الحج ص ۲۵۲، [2] الحج ثانی باب اباحۃ فسخ العمرۃ ص ۲۲، [3] مناسک باب من قال کان فسخ الحج لهم خاصۃ ص ۲۲۰،

فَاَهِلِّيْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا اَوْ كَذَا وَقَالَتْ صَفِيَّةُ مَا اُرَانِيْ اِلَّا حَابِسَتَكُمْ فَقَالَ عَقْرٰى

تنعیم جاکر عمرے کا احرام باندھ پھر فلاں فلاں جگہ ملنا۔ اور صفیہ نے کہا، میں اس حال میں ہوں کہ آپ لوگوں کو

حَلْقٰى اَوْ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ لَا بَاْسَ انْفِرِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَقِيَنِيْ

روکنے والی ہوں۔ فرمایا عقریٰ حلقیٰ، کیا یوم نحر کو طواف نہیں کیا تھا، انھوں نے عرض کیا کر لیا تھا، تو فرمایا کوئی حرج نہیں کوچ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَاَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا اَوْ اَنَا

کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات اس حالت میں ہوئی کہ حضور مکہ سے اوپر چڑھ

مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا۔ عہ

رہے تھے، اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور حضور اتر رہے تھے۔

توضیح باب

یہاں باب کا عنوان یہ ہے، تمتع، قران، اور تنہا حج کرنے اور جس کے ساتھ قربانی کے جانور نہ نہ ہوں، ان کو حج فسخ کرنے کا بیان۔ حج کرنے کی چار صورتیں ہیں۔ اول، افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھا جائے، اس طرح حج کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں، مفرد مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے لیے طواف قدوم اور سعی کریگا، اور احرام کے ساتھ رہے گا، حتیٰ کہ دس کو رمی کرے، اس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں یا نہ ہوں، بہر صورت حکم ایک ہے۔ دوم قران یعنی میقات سے حج کے ساتھ عمرے کا بھی احرام باندھے، اس طریقے سے حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔ قارن مکہ معظمہ حاضر ہو کر پہلے عمرہ کرے گا، پھر حج کے لیے طواف قدوم اور سعی کرے گا۔ اس کا عمرہ ادا ہو گیا، مگر چونکہ حج باقی ہے، اس لیے یہ بھی احرام کے ساتھ رہے گا، اور ایام نحر میں قربانی کے بعد احرام سے باہر ہوگا۔ خواہ اس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں خواہ نہ ہوں، مفرد پر قربانی واجب نہیں۔ مگر قارن پر واجب ہے۔ سوم تمتع یعنی حج کے مہینوں میں میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھنا اور اسی سال حج کرنا۔ حج کے لیے آٹھویں ذوالحجہ کو حرم سے احرام باندھنا۔ ایسے حاجی کو متمتع کہتے ہیں، اور اگر اس کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تو عمرے سے فارغ ہوتے ہی احرام کھول دے اور آٹھ تک بے احرام کے رہے۔ آٹھ کو حج کا احرام باندھے۔ اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ چہارم۔ وہ متمتع جس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں، یہ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد بھی احرام کے ساتھ رہے گا، اور قربانی کرنے کے بعد احرام سے فارغ ہوگا۔

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حج کی یہ چاروں صورتیں جائز ہیں یا نہیں۔ یا کچھ جائز ہیں اور کچھ ممنوع۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنی کوئی رائے نہیں ظاہر فرمائی۔ اس کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں، ان سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ وہ ان چاروں صورتوں کو جائز مانتے ہیں۔ ان چاروں طریقوں کے جواز پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے۔ البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قران، تمتع اور افراد سے افضل ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ثابت فرمایا ہے۔ نیز اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افراد کو دونوں سے افضل مانتے ہیں، بعض احادیث سے

عہ مناسک باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، باب اذا حاضت المراۃ بعد ما افاضت ص ۲۳۷
مسلم الحج ابوداؤد نسائی الحج، مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۲۲،

یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افراد ہی کیا تھا، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمتع افضل ہے، اس لیے کہ تمتع کا ذکر قرآن مجید میں ہے، ارشاد ہے،

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ تو جو شخص حج کرنے تک عمرے سے فائدہ حاصل کرے،

باب کا دوسرا جز یہ ہے، جس کے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوں، اس کا حج کو فسخ کرنا، یعنی حج کو عمرے سے بدلنا، یہ صرف حجۃ الوداع کے شرکا کے لیے تھا، جیسا کہ گزر چکا اب جائز نہیں، مگر چونکہ احادیث میں اس کا ذکر ہے، تو امام بخاری نے اس کے مناسب باب قائم فرمایا ہے،

تشریحات ۹۳۰ لانری الا انہ الحج، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذو الحلیفہ میں صرف حج کا احرام باندھا تھا، سرف پہنچ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ اسے عمرہ کر دے، اور طواف وسعی کے بعد احرام کھول دے، اور جس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں وہ احرام نہ کھولے، امہات المومنین کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے، اس لیے انھوں نے بھی عمرے کر لیے، اس سے ظاہر کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی عمرے کی نیت کر لی مگر حیض آجانے کی وجہ سے اسے فسخ کرنا پڑا،

جلد ثانی صفحہ ۲۲۸ پر ہم نے جو لکھا ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ ام المومنین نے ذو الحلیفہ ہی سے عمرے کا احرام باندھا تھا مگر جیسا کہ ہم ابھی قاسم بن محمد کی روایت کے تحت بتائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرف پہنچ کر وہ اعلان فرمایا،

اس اعلان سے پہلے سب کا احرام حج کا تھا، اس اعلان کے بعد جن کے ساتھ ہدی نہ تھی، انھوں نے عمرے کی نیت کر لی، اور ام المومنین نے بھی یہی کیا، کہ صرف عمرے کا احرام باندھا، جسے عذر کی وجہ سے ادا نہ کر پائیں اور اسے کھول کر پھر حج کا احرام باندھا، اب بھی حضرت ام المومنین متمتع ہی رہیں،

تطبیق حضرت عروہ سے حضرت ام المومنین کی جو حدیث مروی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں، فمنا من اہل بعمرۃ و منا من اہل بحج وعمرۃ ومنا من اہل بالحج، ہم میں سے کچھ لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا، اور کچھ لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا اور کچھ لوگوں نے صرف حج کا، بعض میں ہے، فاھللنا بعمرۃ، ہم نے عمرے کا احرام باندھا، بعض میں ہے، اھللت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فکنت ممن تمتع، حجۃ الوداع میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا، میں نے تمتع کیا تھا، اور حضرت قاسم کی روایت میں ہے، لانری الا انہ الحج، ہم یہی جانتے تھے کہ یہ حج ہے، اور یہی اسود کی بھی روایت میں ہے، حضرت قاسم کی روایت میں بعد میں ہے، کہ سرف پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ پسند کرے تو اسے عمرہ کر دے اور جس کے ساتھ ہدی ہو وہ نہ کرے، حضرت عروہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذو الحلیفہ ہی سے کچھ لوگوں نے عمرے کا بھی احرام باندھ لیا تھا، اور حضرت قاسم اور حضرت اسود کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ ذو الحلیفہ میں سب نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، سرف پہنچ کر حضور نے اسے عمرے سے بدلنے کا حکم دیا،

اس تعارض کی دو توجیہ ہے، ایک یہ کہ ہوا یہی ذو الحلیفہ میں سب نے صرف حج کا احرام باندھا، اور سرف پہنچنے کے بعد حضور کے حکم سے بعد اسے کچھ لوگوں نے عمرے بدیل کر دیا، انھیں میں ام المومنین بھی تھیں، اخیر میں چونکہ کچھ لوگوں نے حج کو عمرے سے بدل دیا کچھ لوگوں نے

حدیث ۹۳۱

عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَ

علی بن حسین مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا، میں عثمان اور علی کے پاس حاضر ہوا اور

عَلِیًّا وَّ عُثْمَانُ یَنْهٰی عَنِ الْمُتْعَةِ وَاَنْ یُّجْمَعَ بَیْنَهُمَا فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ اَهَلَّ بِهِمَا لَبَّیْكَ

عثمان متعہ سے اور حج اور عمرہ کو ایک ساتھ جمع کرنے سے منع فرماتے تھے، جب علی نے یہ دیکھا، تو دونوں کا ساتھ ساتھ

بِعُمْرَةٍ وَّ حَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اَحَدٍ۔ [ع]

احرام باندھا۔ اور کہا۔ لبیك بعمرۃ و حجۃ۔ اور کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے نہیں چھوڑوں گا۔

حج کے ساتھ عمرے کو شامل کر لیا۔ کچھ لوگوں نے حج ہی باقی رکھا۔ اور ام المومنین نے بھی عمرے سے بدل دیا تھا، تو انجام کار کی حکایت کرتے ہوئے وہ فرمایا، جو حضرت عروہ کی حدیث میں ہے۔ اس روایت میں کہیں مذکور نہیں، کہ ذوالحلیفہ ہی سے ہم نے ایسا کیا تھا، اس لیے اب یہ حضرت قاسم کی روایت کے معارض نہیں، کہ ہم جب مدینہ سے نکلے تو صرف حج جانتے تھے، دوسرے یہ کہ جب مدینے سے نکلے تھے تو صرف حج جانتے تھے۔ اور صرف حج ہی کا ارادہ تھا، کیونکہ ایام جاہلیت میں اشہر حج میں عمرے کو سخت برا جانتے تھے۔ مگر جب ذوالحلیفہ پہنچے اور حضور نے وہ اعلان فرمایا تو ذوالحلیفہ ہی سے یہ حال تھا، کہ کچھ لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا اور کچھ لوگوں نے صرف حج کا۔ اور کچھ لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس میں یہ مذکور ہے، کہ وادی عقیق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا، کہ فرماؤ حجۃ فی عمرۃ۔ مابعد سرف پہنچ کر فرمایا، کہ جس نے صرف حج کا احرام باندھا، اور اس کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں، وہ اسے عمرے سے بدل دے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے تھا، جنھوں نے میقات سے فقط حج کا احرام باندھا تھا۔ وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام و انی لست بصدد طول الکلام۔ والعلم بالحق عند الملک المنعام العلام جل مجدہ۔

تطوفنا اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہیں، خود ام المومنین مراد نہیں، کیونکہ وہ حیض کی وجہ سے طواف نہیں کر سکتی تھیں، جیسا کہ آگے خود ہی فرمایا، فحضت ولم اطف بالبیت، مجھے حیض آگیا تھا اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔

الی التنعیم جو لوگ مکہ معظمہ کے باشندے ہوں یا مکہ معظمہ میں مقیم ہوں، ان کے لیے افضل یہ ہے کہ تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کو اس کا حکم دیا اور اس میں آسانی بھی ہے کیونکہ یہ حرم کی سب سے قریب حد ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ فرمایا ہے، یہاں سے کرے تو بھی بہتر ہے۔

ما اری الا حابستکم حج سے فراغت کے بعد طواف وداع کرنے سے پہلے حضرت صفیہ کو حیض آگیا، اس پر انھوں نے یہ کہا، میں اس حال میں ہوں جس سے میرا گمان ہے کہ آپ حضرات کو کچھ دنوں کے لیے روک دوں گی، میں نے طواف وداع نہیں کیا ہے، تو جب تک پاک ہو کر طواف وداع نہ کر لوں گی، آپ لوگوں کو میری وجہ سے رکنا پڑے گا، دوسری روایات میں یہ ہے کہ حضور اقدس

ع۔ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۲، مسلم نسائی، الحج، دارمی، مناسک، مسند امام احمد اول ص ۱۲۶۔

حدیث ۹۳۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانُوْا یَرَوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اہل جاہلیت یہ عقیدہ رکھتے تھے، حج کے مہینوں

اَنَّ الْعُمْرَۃَ فِیْ اَشْہُرِ الْحَجِّ اَفْجَرُ الْفُجُوْرِ فِی الْاَرْضِ وَیَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَیَقُوْلُوْنَ

میں عمرہ زمین کی برائیوں میں سب سے بڑی برائی ہے، اور محرم کو بھی صفر بنا لیتے تھے، اور کہتے تھے، جب اونٹ کے

اِذَا بَرَءَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْاَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرٌ حَلَّتِ الْعُمْرَۃُ لِمَنِ اعْتَمَرَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی

پیٹھ کا زخم اچھا ہو جائے اور نشان مٹ جائے اور صفر ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہوگا،

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، انک حابستنا، تو ہمیں روکنا چاہتی ہے،

اس سے ثابت ہوا کہ طواف وداع واجب ہے، اگر واجب نہ ہوتا، تو یہ گمان صحیح نہ ہوتا کہ اس طواف کے لیے رکنا پڑے گا، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور حرام قطعی میں تعارض ہو تو حرام قطعی کو ترجیح ہوگی کیونکہ جلب منافع پر دفع ضرر مقدم ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مامور و ممنوع میں اگر تعارض ہو تو ان میں جو اقوی ہوگا اسے ترجیح ہوگی، اور اگر مساوی ہوں تو ممنوع کو۔

تشریحات ۹۳۱

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے، ان کی رائے یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمتع کی اجازت اس لیے تھی، کہ ابھی اعراب کی طرف سے پورا اطمینان نہ تھا، اس کا اندیشہ تھا کہ وہ اکیلے دوکیلے یا مختصر قافلے پر حملہ نہ کر دیں، اس اندیشے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی کتنے اعراب مرتد ہو گئے، حج کے لیے بڑے بڑے قافلے چلتے ہیں، وہ بھی ایام حج میں جو اشہر حج ہیں، اس لیے حج کے سفر میں خطرات نہیں، عمرہ اگر حج کے ساتھ نہ کرتے تو اس کے لیے دوسرے دنوں میں سفر کرنا پڑتا جو خطرے سے خالی نہیں تھا یہ حضرت عثمان کا اجتہاد تھا، ورنہ حقیقت میں یہ بات نہ تھی، ابن ماجہ[1] میں ہے، کہ حضرت سراقہ نے جب پوچھا کہ ہمارا متعہ یعنی تمتع اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے، تو فرمایا نہیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے، نیز مسلم[2] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

دخلت العمرۃ فی الحج مرتین لا بل لابد الابد، — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا، عمرہ حج میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو گیا۔

تشریحات ۹۳۲

المحرم صفرا، اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ کبھی کبھی محرم کے بجائے صفر کو شہر حرام کر دیتے، چونکہ ان کی عام گزر بسر لوٹ مار پر تھی، اس لیے انھیں یہ گراں گزرتا کہ مسلسل تین مہینے بیٹھے رہیں، اسی کو قرآن مجید نے نسیئ کہا ہے، ارشاد ہے، اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ، نسیئ کفر میں زیادتی ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جیسے ہندوستان کے جیوتشی ہر تین سال کے بعد لوند لگاتے ہیں، اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں بھی ہر چوتھے سال تیرہ مہینے کا کر دیتے تھے، اور اس زائد مہینے کا نام صفر الثانی رکھتے تھے، یہی نسیئ تھی، اس کی وجہ سے قمری اور شمسی سال میں تطابق ہو جاتا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ قمری سال ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے، اور شمسی سال تقریباً ۳۶۵ دن کا، ہر سال قمری مہینے میں دس دن

---

[1] مناسک باب التمتع بالعمرۃ بالحج ص ۲۲۰۔ [2] الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۶۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ صبیحۃ رابعۃ مھلین بالحج فامرھم ان یجعلوھا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ چار ذوالحجہ کی صبح کو مکہ معظمہ حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے

عمرۃ فتعاظم ذالک عندھم فقالوا یارسول اللہ ای الحل قال حل کلہ۔ عہ

عمرہ کر دیں، یہ ان لوگوں پر گراں گزرا۔ اور کہا یارسول اللہ! کتنی چیزیں حلال ہیں، فرمایا سبھی چیزیں حلال ہیں،

تقریباً گھٹتا ہے، تین سال میں ایک مہینہ کم ہو جاتا ہے، چوتھا سال جب تیرہ مہینے کا کر دیا جائے گا تو دونوں سال مطابق ہو جاتے ہیں، مثلاً قمری ۱۴۰۷ھ کے شعبان اور ۱۹۸۷ء کے اپریل کی پہلی تاریخ ایک ہی دن بروز چہارشنبہ تھی، اور ۱۴۰۸ھ کے شعبان کی پہلی تاریخ دس دن پہلے ۲۱ رمارچ ۱۹۸۸ء کو ہوئی اور امسال پہلی شعبان دس مارچ کو ہے، اور سال آئندہ ۱۴۱۰ھ کی پہلی شعبان ۲۸ ریا ۲۷ رفروری کو ہوگی، یہ تین سال ہوئے، ان تین سالوں میں قمری سال شمسی سال سے ایک ماہ گھٹ جائے گا، اب اگر کسی قمری مہینے کو مثلاً شعبان کو دو کر دیا جائے تو پھر پہلی شعبان پہلی اپریل کو پڑ جائے گی، اور دونوں میں تطابق ہو جائے گا، بعض علماء نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں جو نسیئ رائج تھی، وہ یہی تھی، جیسے ہندوستان میں لوند ہے، واللہ تعالیٰ اعلم،

نسیئ کا ضرر

چونکہ پورے عرب کا دستور تھا کہ شہر حرام میں لڑائی اور غارت گری بند رکھتے، شہر حرام میں لڑائی غارت گری سخت معیوب تھی، یہاں تک کہ جب حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ نخلہ میں قریش کے قافلے پر حملہ کر کے ان کے اموال کو غنیمت بنایا اور عمرو بن حضرمی کو قتل اور مغیرہ کے پوتے عثمان و نوفل کو گرفتار کر لیا، چونکہ یہ واقعہ ۳ ررجب ۲ھ کو ہوا تھا، اس سال ۲۹ رکی رویت ہو گئی تھی، جس کا علم حضرت عبد اللہ بن جحش کو نہیں تھا، رجب شہر حرام میں سے ہے، تو قریش نے آسمان سر پر اٹھالیا، کہ شہر حرام کی بے حرمتی کی، قریش تو قریش مدینہ طیبہ میں مسلمانوں نے حضرت عبد اللہ بن جحش سے کہا تم نے شہر حرام میں لڑائی کی، اس کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل۔ (البقرہ ۲۱۷)	تم سے شہر حرام میں لڑائی کے بارے میں لوگ پوچھتے ہیں، فرمادو، اس میں لڑائی بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکنا ہے اور اللہ کے ساتھ کفر ہے، (مگر) مسجد حرام کے باشندوں کو مسجد حرام سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے، اور فتنہ قتل سے بڑا ہے،

ایام حج میں ذوقعدہ، ذوالحجہ، محرم تین مہینے، شہر حرام پڑتے تھے، پورا عرب ان تین مہینوں میں بے خوف ہو کر اطمینان سے گھروں میں رہتا، اگر کہیں آنا جانا ہوتا تو جاتا آتا، لیکن ان غارت گری کے خوگروں کو مسلسل تین مہینے بخفت بیٹھے رہنا گراں گزرتا

عہ مناسک باب الاقران والتمتع والافراد ص ۲۱۲، ایام الجاھلیۃ ص ۵۴۰، مسلم، نسائی الحج، ابوداؤد مناسک، مسند امام احمد اول ص ۲۵۲، طبری ص ۱۲۷۵،

12

حدیث ۹۳۳

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَأْنُ

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کی کیا بات ہے، کہ لوگوں نے عمرہ

النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّيْ لَبَّدْتُّ رَأْسِيْ وَقَلَّدْتُّ

کرکے احرام کھول دیا اور حضور نے اپنے عمرے کا احرام نہیں کھولا، فرمایا، میں نے اپنے بال جمالیے ہیں، اور قربانی کے جانوروں کے

هَدْيِيْ فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ۔ عـہ

گلے میں پٹہ ڈال دیا ہے، اس لیے میں جب تک قربانی نہ کرلوں گا، احرام نہیں کھولوں گا۔

توجب جی میں آتا محرم کے بجائے صفر کو شہر حرام کر دیتے۔ اور محرم میں غارت گری کرنے لگتے، ایسا بھی ہوتا کہ بہت سے لوگوں کو نسیئ کی اطلاع نہ ہوتی اور وہ حفاظتی اقدام کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے غافل رہتے اور غارت گری کا نشانہ بنتے، بہت سے لوگ پہلے سے پروگرام بنائے رہتے کہ محرم میں فلاں جگہ جائیں گے، یا کہیں جائیں گے تو محرم میں واپسی کا ارادہ رکھتے، یہ لوگ ان غارتگروں کی زد میں آجاتے۔ اس لیے قرآن مجید نے بہت سختی کے ساتھ نسیئ کی تردید فرمائی، اور اسے کفر میں زیادتی اور گمراہ گردی ٹھہرائی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو، باب عمرۃ التنعیم، میں مفصل مذکور ہے، اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، کیونکہ اس میں یہ ارشاد مذکور ہے، لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت ولو لا معی الھدی لاحللت، جو بات بعد میں میرے سامنے آئی، اگر پہلے آئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور احرام کھول دیتا۔ اس ارشاد سے یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پہنچ کر جو طواف اور سعی کی تھی، وہ عمرے کی کی تھی، حج کی نہ تھی، ورنہ احرام کھولنا کیسے درست ہوتا، اسے لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے قبل عمرے کی نیت کرلی تھی، اور تمام روایتیں اس پر متفق کہ ذوالحلیفہ میں حج کا احرام ضرور باندھا تھا، نیز اس سے بھی ظاہر کہ کسی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام باندھا ہو، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ فرشتے نے وادی عقیق میں آکر یہ عرض کیا، قل عمرۃ فی حجۃ، سے قطعی طور پر ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا، یہی قران ہے، اور صحابہ کرام کو عمرہ کرکے فراغت کا جو حکم دیا تھا۔ اس سے ظاہر کہ عامۂ صحابۂ کرام نے تمتع کیا تھا، اور فراغت کا حکم اصلاح کے قصد سے تھا کہ زمانۂ جاہلیت کا جو اعتقاد تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بد ترین برائی ہے، اس کا خوب واضح طور پر ازالہ ہو جائے۔

صبیحۃ رابعۃ یہ مکہ معظمہ پہنچنے کی تاریخ ہے، ابن سعد نے اپنے طبقات میں اور امام حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیچر کے دن جب کہ ذوالحجہ میں پانچ دن رہ گیا تھا، مدینے سے حج کے لیے نکلے، امام واقدی نے فرمایا کہ اتوار کی صبح کو مکہ

عـہ مناسک باب التمتع والقران ص ۲۱۳، باب فتل القلائد للبدن والبقر ص ۲۳۰، باب من لبد راسہ عند الاحرام ص ۲۳۳، ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱، لباس باب التلبید ص ۸۷۷، مسلم حج، ابوداؤد مناسک نسائی مناسک ابن ماجہ مناسک، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۸۳۔

حدیث ۹۳۴

حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَۃَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِیُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِیْ

ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے کہا، میں نے تمتع کیا، تو کچھ لوگوں نے منع کیا، اب میں نے ابن عباس سے پوچھا

نَاسٌ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَمَرَنِیْ فَرَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَأَنَّ رَجُلاً یَقُوْلُ لِیْ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

تو مجھے حکم دیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص کہہ رہا ہے، حج مبرور اور عمرہ مقبول. میں نے ابن عباس کو یہ بتایا تو فرمایا،

وَعُمْرَۃٌ مُتَقَبَّلَۃٌ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت، پھر فرمایا، میرے یہاں رک، میں اپنے مال میں سے ایک حصہ دوں گا، شعبہ

ثُمَّ قَالَ لِیْ اَقِمْ عِنْدِیْ وَاَجْعَلُ لَکَ سَھْمًا مِنْ مَّالِیْ قَالَ شُعْبَۃُ فَقُلْتُ لِمَ قَالَ

نے پوچھا یہ نوازش کس بنا پر تھی، تو بتایا

لِلرُّؤْیَا الَّتِیْ رَأَیْتُ، عـه

اس خواب کی وجہ سے،

پہنچے. اتنی بات طے ہے کہ اس سال یکم ذوالحجہ جمعرات کو ہوئی، تو لامحالہ رویت چہارشنبہ کو ہوئی، اب اگر یہ رویت تیس کی تھی، تو اس سنیچر کو ۲۶ ذوقعدہ تھی. اور اگر رویت ۲۹ کی تھی تو ۲۵ ذوقعدہ،

ضروری تصحیح نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۴۶۵ پر اس سال کے ذوالحجہ کی رویت کا دن دوشنبہ چھپ گیا ہے، صحیح چہار شنبہ ہے.

تشریحات ۹۳۴ باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج، میں یہ حدیث یوں ہے، ابو جمرہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور ہدی کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا، اس میں اونٹ ہے یا گائے ہے، یا بکری ہے یا شرکت ہے، (یعنی اونٹ اور گائے میں سات آدمی قربانی کر سکتے ہیں) ابو جمرہ نے کہا، گویا کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا، تو میں سویا. الحدیث.

مسند امام احمد اور مسلم میں ہے، کہ میں بیت اللہ کے پاس گیا تو سو گیا، اور ایک آنے والے نے کہا، عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے، اس کے بعد حضرت ابن عباس کے پاس حاضر ہوا تو جو کچھ دیکھا تھا بتایا، تو حضرت ابن عباس نے اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت،

یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کا ہے، جیسا کہ امام مسلم نے ان سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے. ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع جائز نہیں جانتے تھے، صرف محصر کے لیے جائز جانتے تھے، اور یہی تابعین میں علقمہ اور ابراہیم نخعی کا بھی مذہب ہے، جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ محصر اور غیر محصر سب کے لیے جائز ہے، اور

عـه مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۸، مسلم، حج، مسند امام احمد جلد اول ص ۲۴۱،

حدیث ۹۳۵ حَدَّثَنَا اَبُو شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ

ابو شہاب نے کہا، میں تمتع کا احرام باندھ کر مکہ آیا، اور ہم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ)

فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَقَالَ لِي اُنَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ تَصِيرُ الْآنَ

سے تین دن قبل مکہ پہنچ گئے، تو مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا، اب تمہارا حج مکی ہوگا، اب میں امام

حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلٰى عَطَاءٍ اَسْتَفْتِيهِ فَقَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ

عطا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے فتویٰ پوچھوں، تو انھوں نے کہا، مجھ سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس دن حج کیا، جب قربانی

وَقَدْ اَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ اَحِلُّوا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا

کے جانور ہانک کر لائے تھے، اور لوگوں نے تنہا حج کا احرام باندھا تھا، ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا ثُمَّ اَقِيمُوا حَلَالًا حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَاَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا

فرمایا، بیت اللہ اور صفا اور مروہ کا طواف کر کے احرام سے باہر آجاؤ اور بال ترشوالو، اس کے بعد بغیر احرام کے

الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً فَقَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ فَقَالَ افْعَلُوا مَا

ٹھہرے رہو، جب یوم الترویہ آجائے تو تم لوگ حج کا احرام باندھو، اور جو پہلے کر چکے ہو اسے تمتع بنالو، اس پر لوگوں نے

اَمَرْتُكُمْ فَلَوْلَا اَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي اَمَرْتُكُمْ وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ

عرض کیا اسے کیسے تمتع بنالیں اور ہم نے حج کا نام لیا ہے تو ارشاد فرمایا جو میں حکم دیتا ہوں کرو، اگر میں نے قربانی کا جانور نہ ہانکا

ہمارا مذہب یہ ہے کہ افراد سے تمتع افضل ہے۔

تشریحات ۹۳۵ یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس طویل حدیث کے چند اجزا ہیں، جسے امام مسلم[1] نے اپنی صحیح میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جو صفحہ ۳۹۴ تا صفحہ ۴۰۰ پر پھیلی ہے، یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ امام مسلم کے افراد میں سے ہے، یعنی اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے اہم مضامین کو متفرق طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے روایت کیا، اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ متمتع کو عمرے سے فارغ ہونے کے بعد بال ترشوانے کا حکم دیا، اس میں دو فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ بال جس نے انسان کے سر کی حفاظت کی اسے آرام پہنچایا، حج سے محروم نہ رہے، دوسرے حج کے احرام میں ان بالوں کی وجہ سے دھوپ کی تمازت سے کچھ بچاؤ رہے گا۔

[1] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۴۔

حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ فَفَعَلُوْا، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ اَبُوْ شِھَابٍ لَیْسَ

ہوتا تو وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے، لیکن ممنوعات احرام میرے لیے حلال نہیں. جب تک قربانی کے جانور اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائیں.

لَہٗ مُسْنَدٌ اِلَّا ھٰذَا، عہ

اب لوگوں نے یہی کیا. ابوعبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا، اس حدیث کے علاوہ ابوشہاب کی اور کوئی مسند نہیں،

حدیث ۹۳۶ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِیٌّ وَّ عُثْمَانُ وَ ھُمَا بِعُسْفَانَ

سعید بن مسیب نے کہا، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما عسفان میں تھے. یہیں دونوں نے

فِی الْمُتْعَۃِ فَقَالَ عَلِیٌّ مَا تُرِیْدُ اِلٰی اَنْ تَنْھٰی عَنْ اَمْرٍ فَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

تمتع کے بارے میں اختلاف کیا، حضرت علی نے ان سے کہا. کیا ارادہ ہے؟ کب تک اس کام سے منع کرو گے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَسَلَّمَ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنِیْ عَنْکَ قَالَ فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ عَلِیٌّ اَھَلَّ بِھِمَا جَمِیْعًا، عہ

علیہ وسلم نے کیا ہے، تو حضرت عثمان نے کہا، مجھے چھوڑ دو. جب حضرت علی نے یہ دیکھا. تو حج اور عمرہ دونوں کی تلبیہ کہی ،

تشریحات ۹۳۶

عُسفان مکہ معظمہ کے قریب چھتیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے. اس حدیث میں متعہ سے مراد قران ہے، جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل دلیل ہے. کہ انھوں نے حج اور عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ کہی. فقہی تمتع میں پہلے صرف عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے. اور صرف اسی کے لیے لبیک کہا جاتا ہے حج اور عمرہ دونوں کا نہیں. اس عہد میں لغوی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے قران پر تمتع کا اطلاق کر دیتے تھے، تمتع کے معنی فائدہ حاصل کرنا ہے، چونکہ ایک ہی سفر میں ساتھ ساتھ دونوں ادا کرکے دو سفر کی صعوبت اٹھانے سے بچ جاتے ہیں. اس لیے قران کو بھی تمتع کہدیا کرتے تھے، یہ حدیث بھی ہماری دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا.

احادیث حج میں تطبیق

حجۃ الوداع کی احادیث ان صحابۂ کرام سے مروی ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعید بن وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، ام المومنین حضرت عائشہ، ام المومنین حضرت حفصہ، حضرت ابن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اسماء بنت الصدیق، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت برا ابن عازب، حضرت بلال بن حارث، حضرت ابوذر، حضرت مطلب بن ابی وداعہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت ضباعہ بنت عبدالمطلب، حضرت ابوہریرہ، حضرت اسامہ، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت سہل بن سعد ساعدی، حضرت ابوالفضل. عامر بن واثلہ، حضرت زید بن خالد جہنی، حضرت سائب بن خلاد، حضرت یعلیٰ بن امیہ، حضرت سراقہ بن جعشم، حضرت ام ولد شیبہ ایک صحابیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، مسلم اول الحج باب جواز التمتع ص ۴۰۲،

مگر ان میں تقریباً دس صحابہ کرام نے یہ تفصیل کہ یہ افراد تھا یا تمتع یا قران بیان فرمایا، اور یہ روایتیں بظاہر متعارض ہیں کسی میں افراد ہے، کسی میں تمتع کسی میں قران، ان سب پر سیر حاصل بحث امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمائی ہے۔ اور ناقابل انکار دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران فرمایا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چونکہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اس لیے ابتدا میں لبیک بالحج والعمرہ فرمایا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ درخت ذوالحلیفہ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بیٹھنے کے نشان کے قریب تھا۔ جب وہ حضور کو لے کر کھڑی ہوگئی، تو حضور نے لبیک بحجۃ وعمرۃ کہا، مگر کبھی صرف لبیک بعمرۃ کہا، کبھی فقط لبیک بحجۃ کہا، جیساکہ قارن کو اجازت ہے۔ بزار بابزار کا مجمع تھا۔

مسلم[1] میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں جدھر بھی نظر کرتا تھا۔ حد نظر تک سوار اور پیادے ہی نظر آتے تھے۔ انسانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں جس نے جو سنا روایت کر دیا۔ اس کے باوجود جس نے افراد یا تمتع کی روایت کی ہے، وہ بھی اخیر میں جاکر قران ہی کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ قطعی ہے۔ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ بھی کیا اور حج بھی۔ اور سب روایتیں اس پر متفق ہیں کہ احرام صرف ایک بار ذوالحلیفہ میں باندھا تھا۔ اور حج سے فراغت سے پہلے احرام نہیں کھولا۔ حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ ایک حدیبیہ کے سال۔ دوسرا عمرۃ القضا، تیسرا جعرانہ سے، چوتھا حج کے ساتھ[3]۔ نیز حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک عمرہ حج میں قیامت تک کے لیے داخل ہو گیا[4]۔ اس ارشاد کے بعد کس کی سمجھ میں بات آسکتی ہے کہ پھر حضور نے خود عمرہ نہ کیا ہوگا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد کو ختم کرنا تھا، کہ اشہر حج میں عمرہ بدترین برائی ہے۔ مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا۔ جب بیداء پر چڑھے تو فرمایا، میں نے حج کو عمرے کے ساتھ واجب کر دیا[5]۔

اسی سے ان روایات کی تشریح ہو جاتی ہے، جن میں یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ حضرت انس کا حال یہ تھا کہ ایک بار ان سے بکیر نے کہا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ تو حضرت انس نے فرمایا، مجھ کو تم لوگ بچے جانتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ لبیک بعمرۃ وحجۃ[6]۔

قارن پر دو طواف ہیں

احناف کے یہاں قارن پر دو طواف ہیں اور دو سعی، ایک عمرے کی اور ایک حج کی، عام احادیث میں اس کی تفصیل نہیں۔ صحابہ کرام نے جستہ جستہ واقعات کو اپنی اپنی روایات میں بیان فرمایا ہے، اس سلسلے میں سب سے مفصل اور طویل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح باب حجۃ النبی صلی اللہ

---

[1] مناسک باب الاحرام ص ۲۱۵۔ [2] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۵۔ [3] بخاری اول العمرۃ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۹۔ مسلم اول مناسک باب عدد عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹۔ ابن ماجہ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۲۲۔ [4] بخاری مناسک باب التمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۰۔ [5] مسلم اول مناسک باب بیان القارن لا تتحلل الخ ص ۴۰۴۔ [6] ایضاً باب فی الافراد والقران ص ۴۰۵۔ [7] اول۔ الحج ص ۲۹۵

تعالیٰ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے، مگر اس میں بھی بہت سی تفصیلات رہ گئی ہیں، اسی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوگیا کہ قارن پر دو طواف اور سعی ہے یا ایک ہی کافی ہے، اسلام کا پہلا حج ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانوں کا ہجوم عام نیا ولولہ، نیا جوش، جذبات کا تلاطم، اور سب کے مرکز عقیدت ایک ذات قدسی صفات، کس کو اس کے دربار عام میں باریابی کی آرزو نہ ہوگی، کون ایسا ہوگا جو اس کا کوشاں نہ ہوگا، عالم تصور میں دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے ہیں، اس عالم میں اس کی کہاں گنجائش کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال پر کوئی صاحب نظر رکھیں اور محفوظ کرلیں، جس نے جو دیکھا بیان کیا، اسی لیے اس سلسلے میں جس صحابی نے جو زائد بات کہی وہ مقبول ہے، نسائی[۱] میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

ان الناس غشوہ، لوگوں نے حضور کو گھیر لیا تھا،

جہاں عام روایتوں میں یہ ہے کہ صرف ایک طواف کیا وہیں دوسری احادیث میں عمرہ اور حج دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی مذکور ہے۔

امام نسائی[۲] نے اپنی سنن کبریٰ میں، ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے روایت کی، کہ میں نے اپنے باپ محمد بن حنفیہ کے ساتھ حج کیا۔ تو انھوں نے حج اور عمرہ جمع کیا، اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کی، اور مجھ سے حدیث بیان کی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا، اس حدیث کے ایک راوی حماد بن عبدالرحمن انصاری کو ازدی نے اگرچہ ضعیف کہا ہے، مگر ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے، اس لیے یہ حدیث حسن ضرور ہوئی،

امام محمد نے کتاب الآثار میں بطریق سیدنا امام اعظم، سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا، جب حج اور عمرے کا ساتھ ساتھ احرام باندھو، تو ان دونوں کے لیے دو طواف اور صفا و مروہ کے مابین دو سعی کرو،

راوی حدیث منصور نے کہا، میں نے مجاہد سے ملاقات کی، وہ قارن کے لیے ایک ہی طواف کا فتویٰ دیتے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو فرمایا، اگر میں نے یہ سنا ہوتا تو دو ہی طواف کا فتویٰ دیتا، اس کے بعد دو ہی طواف کا فتویٰ دونگا،

نیز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی نے روایت کیا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو طواف فرمایا اور دو سعی کی، نیز امام مذہب امام اعظم نے حماد بن ابوسلیمان عن ابراہیم عن الصبی بن معبد روایت فرمایا، صبی بن معبد نے کہا، میں جزیرے سے قران کرکے چلا، سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے قریب سے گذرا، یہ عذیب میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، انھوں نے سنا کہ میں لبیک بحجۃ وعمرۃ معا کہتا ہوں، تو ایک نے کہا، یہ اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بے راہ رو ہے، دوسرے نے کہا، فلاں فلاں سے بھی زیادہ، میں گزر گیا اور جب حج ادا کرچکا، تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو میں نے سارا قصہ سنایا، انھوں نے دریافت فرمایا، پھر تو نے کیا کیا، میں نے عرض کیا، میں نے اپنے عمرے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کی، پھر لوٹ کر میں نے اپنے حج کے لیے ایسا ہی کیا اور احرام کی حالت میں رہا، اور حاجی جو کچھ کرتے ہیں میں نے بھی کیا، یہاں تک کہ حج کا آخری رکن بھی ادا کیا، یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تو نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی ہدایت پائی،

---

[۱] ثانی الحج باب الطواف بین الصفا والمروۃ علی الراحلۃ ص ۴۱ ۔ [۲] یہ سب احادیث فتح القدیر باب القران سے لی گئی ہیں۔

حدیث ۹۳۷

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهٖ مَا شَاءَ. عـہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تمتع کیا، اور قرآن نازل ہوا، (لیکن اب) ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

علاوہ ازیں امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں زیاد بن مالک سے روایت کیا، کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قارن کے بارے میں فرمایا، دو طواف اور دو سعی کرے گا، یہ اگرچہ ان حضرات کا ارشاد ہے، مگر اس کا تعلق عبادت سے ہے، جو شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنے بغیر عقل سے نہیں مانا جاسکتا۔ اس لیے یہ حکم میں مرفوع کے ہے، اب جب کہ ایک نہیں تین تین صحابہ کرام سے یہ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی کی، وہ بھی حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی مرتضیٰ اسد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اخص الخواص سے تو اسے ان احادیث پر ترجیح ہوگی جن میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک طواف کیا، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ اس انبوہ کثیر میں انھیں معلوم نہ ہوسکا ہو اور ان حضرات کے علم میں یہ بات آئی اس لیے اسے روایت کیا۔

تشریحات ۹۳۷

تمتعنا۔ اس میں دونوں احتمال ہیں کہ تمتع سے مراد فقہ کا مصطلح ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد قران ہو، دوسرے پر قرینہ یہ ہے کہ مسلم میں انھیں سے اسی حدیث کی روایتیں بطریق عبید اللہ بن معاذ اور محمد بن مثنیٰ اور اسحٰق بن ابراہیم آئی ہیں، ان میں یہ ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین حج وعمرۃ۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج اور عمرے کو جمع فرمایا۔

یہ اپنے ظاہر مفہوم کے اعتبار سے قران پر دلالت کرتا ہے، اس تقدیر پر اس رجل سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے اور پہلی تقدیر پر رجل سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ وہ بھی اس تقدیر پر کہ ان کی ممانعت کی توجیہ وہ ہو جو ہم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے تحت ذکر کی ہے۔

تشریحات ۹۳۸

من قلد الھدی۔ ھدی۔ اس جانور کو کہتے ہیں، جو حرم میں قربانی کرنے کے لیے لے جائیں، یہ مندرجہ ذیل مخصوص جانور ہیں، اونٹ جو پانچ سال سے کم کا نہ ہو، گائے بھینس جو دو سال سے کم کے نہ ہوں، بھیڑ، بکری، دنبہ جو سال بھر سے کم کے نہ ہوں، البتہ بھیڑ اور دنبے کا وہ بچہ جو چھ مہینے کا ہو، مگر سال بھر والوں میں مل جائے وہ ہدی ہوسکتا ہے۔ مسنون یہ ہے کہ ہدی کے گلے میں رسی وغیرہ بٹ کر ہار ڈال دیا جائے تاکہ یہ شناخت رہے کہ یہ جانور ہدی ہیں، یہ بھی سنت ہے کہ اس جانور کے کوہان میں داہنی یا بائیں جانب اتنا ہلکا شگاف کر دے جو گوشت تک نہ پہنچے۔

اگر احرام کی نیت کے ساتھ جانور ساتھ لیا تو وہ ہدی ہوگیا اور اگر اس کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اگرچہ احرام کی نیت نہ ہو ہدی ہوگیا۔

عـہ مناسک باب التمتع علی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ص ۲۱۳۔ مسلم الحج۔

حدیث ۹۳۸

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے تمتع کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا۔

فَقَالَ اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ

مہاجرین اور انصار اور ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا، اور ہم نے

الْوَدَاعِ وَاَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا

بھی باندھا، جب مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے حج کے اس

اِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً اِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَتَيْنَا

احرام کو عمرہ کر دو، مگر وہ جس نے قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالا ہو، ہم نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ

النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ

کا طواف کیا، اور عورتوں کے پاس آئے اور کپڑے پہنے، اور فرمایا جن لوگوں نے ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہو، وہ احرام سے

ثُمَّ اَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ اَنْ نُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ

باہر نہ ہوں، جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ اس کے بعد ترویہ کو دوپہر بعد ہمیں حکم دیا کہ حج کا احرام باندھیں، جب ہم

وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ

مناسک سے فارغ ہوئے تو مکہ آئے، اور بیت اللہ کا اور صفا اور مروہ کا طواف کیا، اب ہمارا حج پورا ہو گیا اور ہم پر قربانی

الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلٰى اَمْصَارِكُمْ

کرنا ہے، جیسا کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ہے، (جو حج کو عمرہ سے ملانے کا فائدہ حاصل کرے) تو اس پر قربانی کا جانور ہے، جو

الشَّاةُ تَجْزِيْ فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِيْ عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ وَسُنَّةِ

میسر آئے۔ اور جو نہ پائے وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے اور سات جب اپنے شہر لوٹے۔ بکری بھی کافی ہے، صحابہ نے دو

نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَاحَهٗ لِلنَّاسِ غَيْرَ اَهْلِ مَكَّةَ قَالَ تَعَالٰی ذٰلِكَ لِمَنْ

نسک حج اور عمرے کو ایک سال میں جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے اتارا۔ اور اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لَمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاَشْهُرُ الْحَجِّ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِيْ كِتَابِهٖ

اسے مسنون فرمایا، اور اہل مکہ کے علاوہ اور لوگوں کے لیے جائز قرار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ اس کے لیے ہے، جو مسجد حرام یعنی

اَنْ نُّهِلَّ بِالْحَجِّ تمتع کرنے والا نویں ذوالحجہ تک حج کا احرام باندھ سکتا ہے، افضل یہ ہے، کہ جتنے پہلے ہو سکے باندھے، اگرچہ آٹھویں

شَوَّالٌ وَ ذُو الْقَعْدَۃِ وَ ذُو الْحِجَّۃِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِیْ هٰذِهِ الْاَشْهُرِ فَعَلَیْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ وَ

مکے کا رہنے والا نہ ہو، اور حج کے مہینے جیسے اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا، شوال اور ذو قعدہ اور ذوالحجہ ہیں، ان مہینوں میں جو تمتع

الرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِیْ وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ۔ عہ

کرے اس پر دم یا روزہ ہے۔ رفث کے معنی جماع کے اور فسوق کے معنی گناہ اور جدال کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں،

حدیث ۹۳۹

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں کداء والی گھاٹی

وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ مِنْ کَدَاءٍ مِنَ الثَّنِیَّۃِ الْعُلْیَا الَّتِیْ بِالْبَطْحَاءِ وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِیَّۃِ السُّفْلٰی۔ عہ

سے داخل ہوئے جو بطحا میں ہے، اور نچلی گھاٹی سے واپس ہوئے،

ذوالحجہ سے پہلے ہو۔ اگر مکہ معظمہ میں ہے تو حرم میں احرام باندھے۔ بہتر یہ کہ مسجد حرام میں، اس سے بھی افضل یہ ہے کہ حطیم میں۔ البتہ یہ سنت ہے کہ آٹھویں کو آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ کے لیے چلے تاکہ عرفات کی حاضری سے پہلے منیٰ میں پانچ وقت کی نمازیں میسر آجائیں۔ اگر آفتاب نکلنے سے پہلے ہی بلکہ رات ہی کو چلا گیا تو بھی جائز ہے۔ اور اب موٹروں کے سفر کی وجہ سے اکثر رات میں جانا ہوتا ہے،

علیہ الهدی تمتع اور قران کرنے والے پر شکرانے میں قربانی واجب ہے۔ اگرچہ ایک بکری یا گائے اونٹ کا ساتواں حصہ اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے واجب ہیں۔ تین ایام حج میں یعنی احرام باندھنے کے بعد پہلی شوال سے نویں تک اور سات بعد میں، احناف کے یہاں افضل یہ ہے کہ نویں سے پہلے پورے کرلے۔ پے در پے رکھنا ضروری نہیں، ناغہ کے ساتھ بھی رکھ سکتا ہے سات ایام تشریق کے بعد حج سے فارغ ہوکر خواہ مکہ معظمہ ہی میں رکھے، خواہ راستے میں خواہ گھر آکر اور بہتر یہ ہے کہ گھر آکر رکھے، اور اگر نویں تک تین روزے پورے نہیں کئے، تو اب قربانی ہی واجب ہے، اور اگر ناداری یا جانور نہ ملنے کی وجہ سے قربانی نہ کی تو اب دو دم واجب ہوگئے، ایک تمتع کا دوسرے وقت پر قربانی نہ کرنے کا جرمانہ،

سنۃ نبیہ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا اعتقاد یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ وہ جو چیز چاہیں مشروع فرمادیں، جو چیز چاہیں جس کے لیے چاہیں جائز فرمادیں یا حرام فرمادیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سَنَّ اور اباح کی اسناد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کر رہے ہیں،

غیر اهل مکۃ یہاں اہل مکہ سے مراد میقات میں رہنے والے ہیں، ان کے لیے صرف افراد ہے، قران اور تمتع نہیں، یہ صرف میقات سے باہر والوں کے لیے ہے،

عہ المناسک باب قول اللہ عزوجل، فما استیسر من الهدی ص ۲۱۳-۲۱۳، عہ مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، مسلم الحج ابوداؤد، نسائی مناسک،

حدیث ۹۴۰

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰی مَکَّةَ دَخَلَہَا مِنْ اَعْلَاھَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِہَا، عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے تو اس کے بالائی حصے سے داخل ہوئے اور نشیبی حصے سے باہر ہوئے۔

حدیث ۹۴۱

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ کُدًی مِنْ اَعْلٰی مَکَّةَ، قَالَ ھِشَامٌ وَکَانَ عُرْوَةُ یَدْخُلُ عَلٰی کِلَیْہِمَا مِنْ کَدَاءٍ وَکُدًی وَاَکْثَرُ مَا یَدْخُلُ مِنْ کُدًی وَکَانَ اَقْرَبُہُمَا اِلٰی مَنْزِلِہٖ، عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کدا، سے داخل ہوئے اور کُدیٰ مکے کے بالائی حصے سے واپس ہوئے۔ ہشام نے کہا اور عروہ کدا، اور کُدیٰ دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر کُدیٰ سے داخل ہوتے اور یہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

حدیث ۹۴۲

حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَاءٍ وَکَانَ عُرْوَةُ یَدْخُلُ مِنْہُمَا کِلَیْہِمَا وَکَانَ اَکْثَرُ مَا یَدْخُلُ مِنْ کُدًی اَقْرَبُہُمَا اِلٰی مَنْزِلِہٖ، قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ کَدَاءٌ وَکُدًی مَوْضِعَانِ، سہ

عروہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کدا، سے داخل ہوئے، اور عروہ کدا اور کُدیٰ دونوں سے داخل ہوتے اور زیادہ تر کُدیٰ سے داخل ہوتے۔ جو ان کے گھر سے زیادہ نزدیک تھا اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا، کدا، اور کُدیٰ دو جگہیں ہیں۔

تشریحات ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲

کدا، مکہ معظمہ کے پورب ایک گھاٹی ہے، جس سے اترنے کے بعد جنت المعلیٰ قبرستان پڑتا ہے، اور کُدیٰ مکہ معظمہ کے نچلے حصے میں باب شُبیکہ کے پاس ایک گھاٹی ہے، علامہ قرطبی نے کہا، ان دونوں کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ علیا کدا، فتح اور مد کے ساتھ ہے اور سفلیٰ کُدیٰ ضمے اور قصر کے ساتھ،

کَانَ عُرْوَةُ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام احوال میں پیروی مستحسن ہے، بلکہ باعث اجر و ثواب ہے، مگر عروہ اپنی آسانی کے لیے اس کے خلاف کرتے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں، یوں بھی یہ سنن زوائد میں سے ہے، اس کا چھوڑنا گناہ

عہ باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔ عہ مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴ مسلم ابوداؤد۔ نسائی مناسک۔ سہ مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔

حدیث ۹۴۳

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دریافت کیا، یا رسول اللہ، حضور مکے میں اپنے گھر

اَيْنَ تَنْزِلُ فِيْ دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ هَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ اَوْ دُوْرٍ وَكَانَ عَقِيْلٌ

پر کہاں قیام فرمائیں گے۔ فرمایا، کیا عقیل نے کچھ جائداد اور گھر چھوڑا؟ ابو طالب کی میراث عقیل اور طالب کو ملی ،

وَرِثَ اَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ شَيْئًا لِاَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ

جعفر اور علی کو ان کی میراث نہیں ملی، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے، اور عقیل اور طالب کافر تھے، حضرت عمر بن خطاب

وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ

فرماتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوگا، ابن شہاب زہری نے کہا۔ اللہ عزوجل کے

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَاَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

اس ارشاد کے معنی لوگ یہی بتاتے تھے، کہ فرمایا، بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ

اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی،

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ الآیۃ

یہی ایک دوسرے کے اولیاء ہیں،

نہیں۔ اس پر عمل موجب ثواب،

حکمت

مکہ معظمہ کے بالائی حصے کدا سے داخل ہونے میں حکمت یہ تھی کہ اس کے سامنے ہی بیت اللہ ہے، اس پر نظر پڑتے ہی نیچے اترنے میں یک گونہ اس کی تعظیم کا اظہار ہے، راستہ بدلنے میں یہ فائدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ دونوں راستے برکت حاصل کریں اور شاہد ہوجائیں،

تشریحات ۹۴۳

ابو طالب کے چار بیٹے تھے، سب سے بڑا طالب، پھر عقیل، پھر جعفر پھر علی، یہ عجیب بات ہے کہ یہ سب ایک دوسرے سے دس سال بڑے تھے، جب ابو طالب مرے تو حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمان تھے مگر طالب اور حضرت عقیل ابھی کافر تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضور کے گھر بار

عہ مناسک باب توریث دور مکۃ و بیعھا ص ۲۱۶، الجہاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولھم مال ص ۴۳۰۔ ثانی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۰۲-۲۰۱،

پر حضرت عقیل نے قبضہ کر لیا، اسی طرح بنی عبد المطلب میں جن حضرات نے ہجرت کی سب کی جائداد اور گھر بار پر انھیں کا قبضہ ہوا جیسا کہ دوسرے ہجرت کرنے والوں کی جائداد کا حشر ہوا، حضرت عقیل حدیبیہ کے کچھ پہلے یا بعد میں مسلمان ہوئے، ۸ھ میں ہجرت کی اور غالباً جب حضرت عقیل ہجرت کر کے مدینہ آنے لگے تو سب کچھ بیچ دیا، مگر علامہ عینی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ یہ گھر حضرت عقیل کی اولاد کے پاس رہا، انھوں نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ ایک لاکھ دینار میں بیچا، اس پر حضرت امام زین العابدین یہ فرماتے تھے کہ اسی وجہ سے شعب ابی طالب میں سے اپنا حصہ ہم نے چھوڑ دیا، اس تقدیر پر، ھل ترک عقیل من رباع او دور، کا مطلب یہ ہوگا کہ ہماری ہجرت کے بعد سب پر قبضہ کر کے اپنی ملک بنالیا ہے اب ہمارا کچھ نہ رہا،

فاکہی نے کہا، کہ یہ گھر ہاشم کا تھا، ان کے بعد عبد المطلب کو وراثت میں ملا، پھر عبد المطلب نے اسے اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا، حضرت عبد اللہ کے حصے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے تھے، اسی میں ولادت پاک ہوئی، اس پر عقیل نے قبضہ کر لیا۔

اثبات باب یہاں باب یہ ہے مکہ کے گھروں میں میراث جاری ہونا اور ان کی خرید و فروخت ہونا، اور خاص مسجد حرام میں سب لوگوں کا حق برابر ہے، حسب عادت یہاں بھی امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں فرمایا ہے، مگر اس کے بعد والے باب میں انھوں نے فرمایا، گھروں کو عقیل کی طرف منسوب کیا گیا، یعنی اس سے معلوم ہوا، یہ گھر اب عقیل کی ملک تھے، اور فرمایا، مکہ کے گھروں میں میراث جاری ہوگی، ان کی خرید و فروخت ہوگی، یہ اس پر نص ہے کہ امام بخاری مکہ معظمہ کے گھروں میں مالکانہ تصرف جائز جانتے تھے،

علماء کا اس میں اختلاف ہے، کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں مالکانہ تصرف درست ہے یا نہیں، امام عطاء، امام مجاہد، امام مالک اسحٰق ابو عبید اور امام اعظم اور امام محمد کا یہی قول ہے، کہ مکہ معظمہ کی اراضی اور مکانات نہ بیچنا جائز ہے نہ کرایہ پر دینا جائز، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مکے کے گھروں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز نہیں۔[۱] بیہقی کی روایت یہ ہے، مکۃ مناخ لا تباع رباعھا ولا تواجر بیوتھا، مکہ معظمہ حاجیوں کے پڑاؤ کے لیے ہے، اس کی زمین اور گھر نہ بیچا جائے نہ کرایہ پر دیا جائے، شرح معانی الآثار[۲] ہی میں ہے کہ علقمہ بن نضلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر و عثمان کے زمانے میں مکے کے گھر نہ بیچے جاتے نہ کرائے پر دیئے جاتے۔ انھیں کھلا چھوڑ دیا جاتا، جو ضرورت مند ہوتا ٹھہرتا، اور جسے ضرورت نہ ہوتی دوسرے کو ٹھہراتا، مگر ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام شافعی اور دوسرے بہت سے ائمہ اعلام کا مذہب یہ ہے، کہ مکے کے گھروں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز ہے، ان کی مستدل یہ حدیث زیر بحث ہے، کہ حضرت عقیل نے جب ان گھروں پر قبضہ کر لیا تو ان کی ملک ہو گیا، حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ھل ترک لنا عقیل من رباع او دور، کیا عقیل نے ہمارے لیے کچھ جائداد یا گھر چھوڑا؟ یہ دلیل ہے کہ ان مکانات پر حضرت عقیل کی ملکیت صحیح ہے، امام طحاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے،

---

[۱] شرح معانی الآثار باب بیع ارض مکۃ و اجارتھا ص ۲۲۳، [۲] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۲۹، [۳] باب بیع دور مکۃ و اجارتھا ص ۲۲۳،

حدیث ۹۴۴

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ یَوْمَ النَّحْرِ وَھُوَ بِمِنًی نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَیْفِ بَنِیْ کِنَانَۃَ حَیْثُ

یوم النحر کی صبح کو فرمایا، ہم کل خیف بنی کنانہ میں اتریں گے، جہاں لوگوں نے کفر پر جمے رہنے

تَقَاسَمُوْا عَلَی الْکُفْرِ یَعْنِیْ بِذٰلِکَ الْمُحَصَّبَ وَذٰلِکَ اَنَّ قُرَیْشًا وَکِنَانَۃَ تَحَالَفَتْ عَلٰی بَنِیْ ھَاشِمٍ

کی قسم کھائی تھی۔ یعنی محصب میں۔ اس کا واقعہ یہ ہے، کہ قریش اور کنانہ نے آپس میں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب

وَبَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَوْبَنِی الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ حَتّٰی یُسْلِمُوْا اِلَیْھِمُ النَّبِیَّ

یا بنی مطلب کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ ان سے شادی بیاہ نہیں کریں گے اور خرید و فروخت نہیں کریں گے جب تک یہ لوگ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ عہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کر دیں،

فکان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں یہ ہے اور مغازی اور مسند امام احمد میں ہے،

ثم قال لا یرث المومن الکافر و لا یرث الکافر المومن، اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کافر اور کافر مومن کا وارث نہ ہوگا،

حضرت اسامہ نے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی سنا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کہیں یہ روایت کیا کہیں وہ، خود کتاب[1] الفرائض میں انھیں سے اتنا حصہ مروی ہے اور وہاں بھی یہ ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔ البتہ بجائے مومن کے دونوں جگہ مسلم ہے۔

قال ابن شہاب یعنی سورہ انفال کی بہترویں آیت جو متن کے ساتھ مذکور ہے۔ امام زہری نے فرمایا کہ یہ حضرات اس کا معنی یہی بتاتے تھے، کہ مہاجر انصار کے وارث ہیں اور وہ رشتہ دار جو ایمان نہیں لائے یا ہجرت نہیں کی وہ مہاجرین کے وارث نہیں۔ آگے فرمایا۔ اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی، ان کی ولایت تمھیں حاصل نہیں، مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں رشتہ مواخاۃ (بھائی ہونے کا) قائم فرمایا تھا۔ اسی بنیاد پر ایک مہاجر انصار کی اور ایک انصار مہاجر کی میراث پاتا تھا، جب آیہ کریمہ "وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ" نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا، اور اب وراثت رشتہ پر الاقرب فالاقرب، کی ترتیب پر مبنی ہے۔ مگر وہ حکم باقی رہا کہ مومن

عہ مناسک باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکۃ ص ۲۱۶، دو طریقے سے، بنیان الکعبۃ تقاسم المشرکین ص ۵۴۵، مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، توحید باب فی المشیۃ والارادۃ ص ۱۱۱۴ مسلم الحج، مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۳۷، [1] ثانی باب لا یرث المسلم الکافر ص ۱۰۰۱،

کافر کا اور کافر مومن کا وارث نہیں ہو سکتا،

تشریحات ۹۴۴ بخاری کی یہاں کی روایت میں نیز مسند امام احمد میں، من الغد یوم النحر ہے۔ یعنی یوم النحر کی صبح کو فرمایا۔ اور مغازی میں بطریق معمر حضرت اسامہ والی روایتوں میں فی حجتہ ہے۔ مگر جہاد اور مغازی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں، حین اراد حنینا۔ ہے۔ کہ جب حنین کا ارادہ فرمایا، مگر حنین جاتے ہوئے اس سوال کا کوئی محل نہیں، ہاں حضرت اسامہ کی حدیث مغازی میں جو بطریق محمد بن ابو حفصہ ہے۔ اس میں، زمن الفتح، ہے۔ فتح مکہ کے وقت اس سوال کا موقع تھا، ہو سکتا ہے۔ دونوں موقعوں پر یہ سوال ہوا ہو۔ وہ جواب ارشاد فرمایا ہو،

خیف بنی کنانہ خیف نشیبی چھوٹے میدان کو کہتے ہیں، جہاں سے برسات کا پانی بہے۔ اس کا دوسرا نام محصّب اور ابطح بطحا بھی ہے۔ کنانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد میں پندرہویں پشت میں ہیں، ان کے صاحبزادے نضر ہیں۔ اور ان کے مالک اور ان کے فہر۔ گزر چکا کہ صحیح یہ ہے کہ قریش فہر ہی کا لقب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے۔ کہ نضر کا، مگر نضر کی نسل صرف مالک سے اور مالک کی صرف فہر سے چلی۔ اس لیے دونوں کا مآل ایک ہی نکلا،[۱] کہ جو فہر کی نسل سے ہے۔ وہی قریشی ہے۔ اور جو ان کی نسل سے نہیں کنانی ہے یعنی نضر کے بھائیوں کی اولاد بنی کنانہ ہے۔

تقاسموا اہل مکہ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری پوری مزاحمت کے باوجود دن بدن لوگ داخل اسلام ہوتے جارہے ہیں، عمر اور حمزہ جیسے لوگ بھی مسلمان ہو گئے، حبشہ میں انھیں پناہ مل گئی اور ہمارے نمائندے وہاں سے ناکام واپس ہوئے تو سنہ نبوی میں قریش اور کنانہ نے خیف بنی کنانہ میں جمع ہو کر یہ معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی بیاہ خرید و فروخت میل جول بند کر دیا جائے۔ کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے، جب تک یہ لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کردیں۔ منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ لکھا، جسے کعبے پر آویزاں کر دیا گیا، منصور کا ہاتھ شل ہو گیا، اس کے بعد مجبور ہو کر ابو طالب بنی ہاشم اور بنی مطلب کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے آئے، تین سال تک یہ ظالمانہ بائیکاٹ جاری رہا، یہ لوگ صرف ایام حج میں باہر نکلتے۔ یہ تین سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محصورین نے انتہائی سختی اور اذیت میں گزارا، حکم خداوندی سے دیمک نے پورے معاہدے کو چاٹ لیا، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کو بتایا، یہ مکے کے رؤسا سے ملے اور کہا۔ اگر یہ غلط ہو گا، تو ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمھیں دیدیں گے، تمھیں اختیار ہو گا، چاہو گے تو قتل کر دو گے۔ جب دیکھا گیا تو جو کچھ ابو طالب نے کہا تھا صحیح نکلا، انھیں جفا پیشہ میں کچھ ایسے بھی انسانیت دوست تھے جو ابتدا ہی سے اسے ناپسند کرتے تھے۔ جیسے مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابو البختری بن ہاشم اور زہیر بن ابو امیہ، انھوں نے ابو طالب کا ساتھ دیا اور ظالموں کو لعنت و ملامت کی پھر ہتھیار لگا کر شعب ابی طالب میں گئے، اور ان مظلوموں کو نکال لائے،

پہلی محرم سنہ نبوی سے یہ مقاطعہ سنہ نبوی تک رہا۔[۲] آج جب کہ پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار دیوانے ہمرکاب ہیں، خیف بنی کنانہ کے اس میدان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نزول اجلال فرمانا اس کا اعلان تھا کہ باطل مٹ کے رہتا ہے اور حق غالب ہو کر رہتا ہے،

---

[۱] زرقانی علی المواہب اول ص ۷۶۔ [۲] عمدۃ القاری تاسع بحوالہ ابن سعد ص ۲۲۰،

حدیث ۹۴۵ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ، عـه
فرمایا کعبے کو دو چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی پنڈلیوں والا حبشی برباد کرے گا۔

بنی عبد المطلب امام بخاری نے بطریق ابو الیمان شعیب سے جو روایت کی ہے، اس میں شک راوی ہے، حضرت ابوہریرہ نے بنی عبد المطلب کہا تھا یا بنی المطلب، بعد میں بطور استدراک سلامہ کی روایت ذکر کی جو عقیل اور یحییٰ بن الضحاک عن الاوزاعی ہے، اس میں دونوں نے بنی المطلب بلا شک کہا ہے، امام بخاری نے فرمایا یہی اشبہ ہے یعنی بالصواب، کیونکہ حضرت عبد المطلب حضرت ہاشم کے صاحبزادے ہیں، تو جو بنی عبد المطلب ہوں گے، وہ بنی ہاشم ضرور ہوں گے، اب بنی ہاشم کے بعد بنی عبد المطلب کہنا توضیح کے سوا اور کچھ نہیں، مطلب، ہاشم کے بھائی تھے، ان سے بھی نسل تھی، یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی تھے، ان سے بھی مقاطعہ تھا، اس لیے بنی مطلب ہی زیادہ موزوں ہے۔

تشریحات ۹۴۵ سویقتین، سُوَيْقَةٌ کا تثنیہ ہے، یہ ساق کی تصغیر ہے، اس میں تا، تحقیر کے لیے ہے، تانیث کی نہیں، اسلیے کہ ساق خود مؤنث ہے، انسان کے اعضا میں جو دو دو ہیں سب مؤنث ہیں، سوائے صدغ، حاجب، مرفق، خد کے، اسی وجہ سے میں نے اس کا ترجمہ چھوٹی چھوٹی، پتلی پتلی پنڈلیوں والا کیا ہے تاکہ صیغے کی تصغیر اور تا، کی تحقیر ظاہر ہو جائے، حبشیوں کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوتی ہیں، یہاں یہ بتانا ہے کہ یہ شخص کمزور وحقیر ہوگا، کعبے کی تخریب اور بربادی کی احادیث بکثرت ہیں، جو متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے، کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے مقابلے کے لیے فوج بھیجیں گے، جو انھیں پسپا کرے گی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، علامہ قرطبی نے فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد جب قرآن سینوں اور مصاحف سے اٹھا لیا جائے گا، جب یہ ہوگا،

مِنَ الْحَبَشَةِ یہ حبش کی جمع ہے، اہل لغت نے کہا کہ حبشۃ صحیح نہیں، احبش، حبشان صحیح ہے کیونکہ حبشةٌ، فعلة کے وزن پر ہے، اور اس وزن پر فاعل کی جمع آتی ہے، حابش کوئی کلمہ نہیں، علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے، کیونکہ جب افصح العرب کے کلام میں وارد ہے، تو اس کے صحیح ہونے بلکہ فصیح ہونے میں کیا کلام، حبشی، کوش بن حام بن نوح کی اولاد ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حبشیوں میں خیر نہیں، بھوکے ہوں تو چوری کریں گے، اور پیٹ بھرے ہوں گے تو بدکاری کریں گے۔ ان میں دو خوبیاں ہیں، کھانا کھلانا اور لڑائی میں جی جان سے لڑنا۔ لـه

عـه مناسک باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۶، باب ھدم الکعبۃ ص ۲۱۷، مسلم فتن نسائی حج، مسند امام احمد ثانی ص ۴۱۷، .... لـه عمدۃ القاری تاسع ص ۲۳۲،

حدیث ۹۴۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا قَالَتْ کَانُوْا یَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رمضان کے روزے کے فرض ہونے سے
قَبْلَ اَنْ یُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَکَانَ یَوْمًا تُسْتَرُ فِیْہِ الْکَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰہُ رَمَضَانَ قَالَ
پہلے لوگ عاشورا کا روزہ رکھتے اور یہ وہ دن تھا کہ کعبے کا پردہ بدلا جاتا تھا، جب اللہ نے رمضان کو
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ اَنْ یَّصُوْمَہٗ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ شَاءَ اَنْ
فرض فرمایا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس دن روزہ رکھنا چاہے رکھے، اور جو اسے چھوڑنا چاہے
یَّتْرُکَہٗ فَلْیَتْرُکْہُ، عہ
چھوڑ دے،

مطابقت یہاں باب کا عنوان یہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، اللہ نے عزت والے گھر کعبے کو لوگوں کے لئے بقا کا سبب بنایا ہے، اور عزت والے مہینے اور ہدی کو اور ان کے گلے کے ہار کو اور یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اللہ سب کو جانتا ہے، اور بلاشبہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ (مائدہ، ۹۷)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت آئے گا کہ کعبہ جو بقا کا سبب ہے برباد ہوگا، اور زوال سبب مستلزم ہے زوال مسبب کو تو جب کعبہ نہ رہے گا تو پھر عالم بھی باقی نہ رہے گا، اس کے بعد بہت جلد قیامت آجائے گی،

تشریحات ۹۴۶ مطابقت باب میں جو آیۂ کریمہ مذکور ہے اس میں کعبے کو، البیت الحرام، عزت والا گھر، فرمایا ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا، جو اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے،

یوم عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ قبل اسلام ہی سے ایک متبرک دن تھا، کیونکہ ایام جاہلیت میں بھی لوگ اس دن روزہ رکھتے تھے، جب اسلام آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہ روزہ فرض تھا یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سنت تھا، رمضان کا روزہ فرض ہونے کے بعد اب اس پر اجماع ہے کہ مستحب ہے،

تستر فیہ الکعبة کعبہ مقدسہ کی عظمت و جلالت کے اظہار کے لیے قدیم دستور ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا، سب سے پہلے کس نے چڑھایا، اس بارے میں اتنے اقوال ہیں کہ کسی ایک کی ترجیح سب میں تطبیق طول عمل ہے، ۱۔ امام محمد بن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے، تبع آخر تبان اسعد ابوکرب یمن کے بادشاہ نے سب سے پہلے چڑھایا، جو بت پرست تھا، یہ مکہ کی طرف چلا عسفان اور امج کے درمیان ہذیل بن مدرکہ کے کچھ آدمی ملے اور انھوں نے کہا، مکہ دولت کی کان ہے، اس کے

عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبة البیت الحرام ص ۲۱۷، الصوم باب صیام یوم عاشوراء ص ۲۶۸،
مسلم الصوم، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۴۴، لہ بخاری باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴،

ساتھ دو حبر تھے، انھوں نے تبع کو بتایا کہ یہ لوگ تمھیں تباہ کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ مکے پر جس نے بھی چڑھائی کی وہ ہلاک ہوگیا ہے، اس نے پوچھا، پھر میں کیا کروں، ان دونوں نے کہا، وہاں کے لوگ جو کرتے ہیں، تم بھی کرو۔ تبع مکہ معظمہ حاضر ہوا اور طواف کیا، سر منڈایا، اور خوب قربانی کی، لوگوں کو کھلایا، چھ دن وہاں رہا، اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ کعبے پر غلاف چڑھائے، اس نے چمڑے کا غلاف ڈالا، پھر دکھایا گیا کہ اس سے بھی اچھا تو اس نے معافر کا غلاف ڈالا، پھر دکھایا گیا کہ اس سے بھی اچھا تو اس نے ملاء اور وصائل کا غلاف ڈالا (یہ سب اس زمانے کے کپڑوں کی قسمیں تھیں) دبیز ملاء دوہری چادر کو اور وصیلہ یمن کی ایک قسم کی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں، ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ قصہ نو سو سال قبل اسلام کا ہے، ایک حدیث میں ہے جو اگرچہ ضعیف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تبع کو بُرا مت کہو، وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ مغایص الجوھر فی انساب حمایر ۔ میں ہے کہ تبع زبور کے مذہب تھا،

۲ ـ امام ابو بکر بن ابو شیبہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبے پر غلاف عدنان بن اُدو نے چڑھایا، بلاذری نے کہا کہ انھوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا تھا،

۳ ـ محدث ابن بطال نے امام ابن جریج سے نقل کیا، بعض علما کا گمان ہے کہ سب سے پہلے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چڑھایا،

امام واقدی نے فرمایا، کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبے پر چمڑے کے غلاف چڑھائے جاتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمنی کپڑوں کا غلاف چڑھایا، پھر حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مصری قسم کے ریشمیں کپڑے کا چڑھایا، جسے قبطیہ کہا جاتا ہے، پھر حجاج نے دیبا کا چڑھایا، امام عبد الرزاق نے کہا، کہ ابن جریج سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قباطی کا غلاف چڑھایا کرتے تھے، اور بہت سے لوگوں نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء ثلٰثہ قباطی اور یمنی سفید چادروں کا غلاف چڑھاتے تھے۔ اور سب سے پہلے دیبا کا غلاف عبد الملک بن مروان نے چڑھایا، اس وقت کے فقہا نے اسے پسند فرمایا اور فرمایا، اس سے زیادہ مناسب اور کوئی غلاف نہیں، زبیر بن بکار نے کہا، سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن زبیر نے دیبا کا غلاف چڑھایا، امام دارقطنی نے مؤتلف میں لکھا ہے، کہ حضرت عباس بن عبد المطلب بچپنے میں غائب ہو گئے تھے، تو ان کی والدہ نتیلہ بنت حبان نے منت مانی کہ میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر دیبا کا غلاف چڑھاؤں گی، ان کے ملنے پر انھوں نے سب سے پہلے دیبا کا غلاف چڑھایا، مگر یہ وقتی اور انفرادی بات تھی، دیبا کے غلاف چڑھانے کا سلسلہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شروع کیا، پھر عبد الملک بن مروان نے اسے باقی رکھا اور یہی سلسلہ اب تک چلا آرہا ہے، مصر کے عبیدیین رفاض سفید دیبا کا چڑھاتے تھے، پھر سلطان محمود بن سبکتگین نے زرد دیبا کا چڑھایا، پھر ناصر عباسی نے ہرے دیبا کا پھر سیاہ دیبا کا چڑھایا، اور اب یہی رنگ باقی ہے، سلطان صالح اسماعیل بن ناصر نے ۷۵۰ھ میں قاہرہ کے قریب ایک گاؤں غلاف کعبہ کے لیے وقف کیا، جس کی آمدنی سے غلاف تیار ہوتا رہا، اور اب نجدی اپنی حکومت کے صرفے سے تیار کرتے ہیں،

تشریحات ۹۴ **مطابقت**، گزر چکا کہ یہاں باب کا عنوان آیۂ کریمہ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ الآیہ۔ ہے۔ اللہ نے عزت والے گھر کعبے کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا، اسے لازم کہ جب تک

لہ مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۴۰۔

۹۴۷ حدیث عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج و

قَالَ لَیُحَجَّنَّ الْبَیْتُ وَلَیُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا اور عبد الرحمٰن نے شعبہ سے جو روایت کی ہے

عَنْ شُعْبَۃَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُحَجَّ الْبَیْتُ وَالْاَوَّلُ الْاَکْثَرُ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ سَمِعَ

اس میں یہ ہے، جب تک بیت اللہ کا حج نہیں چھوڑا جائے گا قیامت نہیں آئے گی۔ (امام بخاری نے کہا) پہلی

قَتَادَۃُ عَبْدَ اللّٰہِ وَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰہِ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

روایت اکثر ہے، اور حضرت امام بخاری نے کہا، قتادہ نے عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی ہے

حدیث ۹۴۸ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَیْبَۃَ عَلَی الْکُرْسِیِّ فِی الْکَعْبَۃِ فَقَالَ لَقَدْ

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں شیبہ کے ساتھ کرسی پر کعبے میں بیٹھا، تو شیبہ نے کہا،

جَلَسَ ھٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ فَقَالَ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ لَّا اَدَعَ فِیْھَا صَفْرَاءَ وَلَا بَیْضَاءَ اِلَّا

یہاں عمر بیٹھے اور فرمایا، میں نے ارادہ کر لیا ہے، کہ اس میں جتنا زرد اور سفید ہے، سب کو بانٹ دوں، میں نے کہا، آپ کے

قَسَمْتُہٗ قُلْتُ اِنَّ صَاحِبَیْکَ لَمْ یَفْعَلَا قَالَ ھُمَا الْمَرْءَانِ اَقْتَدِیْ بِھِمَا۔ عــہ،

دو ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا، تو فرمایا، ان دونوں کی میں بھی اقتدا کروں گا۔

کعبہ اور انسان رہیں گے، حج ہوتا رہے گا، اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے، کہ قیامت تک حج ہوتا رہے گا، قیامت اس وقت آئے گی جب حج بند ہو جائے گا،

والاول الاکثر امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج و عمرہ ہوتے رہیں گے۔ اس کا مفاد بھی یہی ہے، کہ قیامت تک حج و عمرہ بند نہ ہوں گے۔ مگر پہلی روایت اکثر راویوں سے مروی ہے۔ دونوں روایتیں قتادہ سے مروی ہیں، مگر دوسری صرف شعبہ نے روایت کیا ہے۔ قتادہ کے دوسرے تلامذہ نے یہ الفاظ نہیں روایت کئے، اور پہلی قتادہ کے متعدد تلامذہ سے مروی ہے،

تشریح قتادہ مدلس ہیں، اور مدلس کا عنعنہ امام بخاری کے یہاں مقبول نہیں، جب تک کہ سماع ثابت نہ ہو، اور اس حدیث کی سند میں عنعنہ ہے، اس کے لیے امام بخاری نے فرمایا کہ قتادہ نے اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عتبہ سے حدیث سنی ہے اور انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

عــہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ وَجَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ ص ۲۱۷، عــہ المناسک باب کسوۃ الکعبۃ ص ۲۱۷ ثانی الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۰، مسلم الحج ابو داؤد ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۱۰۔

۹۴۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ كَاَنِّیْ بِهٖ اَسْوَدُ اَفْحَجُ یَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا عه

ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا۔

تشریحات ۹۴۸ زمانہ جاہلیت میں نقد سونا چاندی کعبے پر نذر کرتے تھے جو کعبے میں جمع رہتی تھی۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ جمع ہے اس کو تقسیم کردوں تو حضرت شیبہ نے وہ کہا۔

مطابقت: اس حدیث پر یہ باب ہے۔ کعبے کے لباس کا بیان۔ اسکے کئی معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کعبے پر غلاف چڑھانے کا حکم کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس غلاف کا کیا حکم ہے، آیا اسے کعبے پر رہنے دیا جائے یا اسے اتار کر فقراء اور مساکین پر تقسیم کردیا جائے ان دونوں معنوں میں سے کسی کے ساتھ حدیث کو مطابقت نہیں۔ علامہ عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا۔ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لا اخرج حتی اقسم مال الکعبۃ۔ میں اس وقت تک باہر نہیں جاؤنگا جب تک کعبے کا مال تقسیم نہ کرلونگا۔ اور مال کا اطلاق لباس پر خود حدیث میں آیا ہے۔ ارشاد ہے هل لك من مالك الا ما لبست فابلیت او تصدقت فامضیت۔ تیرے لئے صرف وہ ہے جو تو نے پہنا اور پرانا کرلیا۔ آخر حدیث تک اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک اندر جو جمع ہے وہ اور باہر جو غلاف ہے سب کو تقسیم نہ کرلوں گا۔ یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اب باب کے دونوں اجزا سے مطابقت ہوگئی۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کعبے پر غلاف ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا تو وہ کعبے کا مال نہ ہوتا۔ ڈالنے والے کی ملک رہتا۔ اور یہ بھی کہ خلیفۃ المسلمین سلطان اسلام کو یہ حق حاصل ہے کہ کعبے کے پرانے غلاف فقراء و مساکین کو دیدے اور یہ امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت ایسا کرتے ہیں۔ کہ باب کے ضمن میں جن الفاظ سے حدیث درج کرتے ہیں وہ باب کے مناسب نہیں ہوتی مگر دوسرے طرق سے جو الفاظ مروی ہوتے ہیں ان سے مطابقت ہوجاتی ہے۔

۹۴۹ تشریحات

بہ۔ اس ضمیر کا مرجع یا تو بیت اللہ ہے۔ اور قرینہ حالیہ ہے اور متعلق ہے ملتبس محذوف کے۔ یا اس کا مرجع قلع ہے اس پر بھی قرینہ حالیہ ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ ضمیر مبہم ہے۔ بعد کا جملہ اس کی تفسیر اور تمیز ہے جیسے آیۃ کریمہ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ میں هُنَّ ہے۔ اس حدیث کا اگلا حصہ محذوف ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ جسے ابو عبیدہ نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ فرمایا۔ کعبے کا زیادہ سے زیادہ طواف کرو قبل اس کے کہ تمہارے اور کعبے کے مابین کچھ حائل ہوجائے۔ گویا میں اس حبشی گنجے یا چپٹے سر، کھرچی ہوئی پنڈلیوں والے کو دیکھ رہا ہوں جو اس پر بیٹھا ہے اور اسے ڈھا رہا ہے[2]۔

عه مناسك باب هدم الكعبة ص ۲۱۷ [1] مسلم جلد ثانی ص ۷۰ کتاب الزهد۔ [2] عمدة القاری ص ۲۳۸۔

حدیث ۹۵۰ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِیْعَۃَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تشریحات ۹۵۰ یہ حدیث مختلف الفاظ اور کچھ زیادتی اور کمی کے ساتھ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت عروہ حضرت اسلم حضرت عبداللہ بن سرجس، سوید بن غفلہ، عابس بن ربیعہ، سے مروی ہے۔ امام حاکم[1] نے اپنے مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ انھوں نے جب طواف کرنا چاہا تو حجر اسود کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ میں قطعی طور پر جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہے نہ فائدہ۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھے ہوتا تو تیرا بوسہ نہیں لیتا۔ یہ کہہ کر اس کا بوسہ لیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین بلاشبہ یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی پہنچاتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا۔ کیسے؟ تو فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کو شستہ زبان ہوگی۔ جس نے اس کا توحید کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کے بارے میں گواہی دے گا۔ اس لئے امیر المومنین وہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی۔ اب حضرت عمر نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی قوم سے جس میں ابوالحسن تم نہ ہو۔

اسے ازرقی نے تاریخ مکہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے اخیر کے الفاظ یہ ہیں

اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم۔ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی قوم میں زندگی گزاروں جس میں تم نہ ہو۔

اس حدیث کے ایک راوی۔ ابوہارون عمارہ بن جوین ضعیف ہیں۔ مگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کے نافع اور ضار ہونے کی دلیل میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ امام احمد[2] امام ابن ماجہ[3]، امام دارمی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ قیامت کے دن اللہ عزوجل حجر اسود کو اس طرح اٹھائے گا کہ اس کو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہے اس کے لئے گواہی دے گا۔

امام احمد[4] امام ترمذی[5] نے انھیں سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حجر اسود جب جنت سے آیا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کی گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ مسند امام احمد میں ہے کہ اہل شرک کی گناہوں نے۔ مسند امام احمد[6] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان دونوں رکن (رکن یمانی ورکن حجر اسود) کا چومنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۱؎ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۴۰ ۲؎ مسند امام احمد اول ص ۳۰۷ ۳؎ مناسک باب استلام الحجر ص ۲۱۷ ۴؎ مسند امام احمد جلد اول ص ۳۰۷/۳۲۹

۵؎ الحج باب فی فضل الحجر الاسود ص ۱۰۷ ۶؎ ثانی ص ۳ ص ۱۱

أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ

حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا پھر کہا میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ حجر اسود نفع دیتا ہے جس نے ایمان کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہے۔ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ کیا یہ معمولی نفع ہے؟ بوسہ دینے والوں کی گناہوں کو مٹاتا ہے۔ کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟۔

ابن ماجہ[1] میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا۔

مَنْ فَاوَضَهُ فَإِنَّمَا يُفَاوِضُ يَدَ الرَّحْمٰنِ ۔ جس نے اس کا بوسہ لیا وہ رحمٰن کے ید قدرت کا بوسہ لیتا ہے

امام ابو عبید[2] غریب الحدیث میں اور رجندی فضائل مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رکن اسود یقیناً زمین میں اللہ عزوجل کا ید رحمت ہے (اس کے ذریعہ) اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے جیسے ایک شخص اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔

نیز حکم بن ابان[3] عن عکرمہ عن ابن عباس کی حدیث میں ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں پائی۔ اور حجر اسود کا بوسہ لے لیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بیعت کی۔

کیا ایک بندے کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کچھ ہو سکتی ہے اور کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟ رہ گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ انھیں یہ حدیثیں نہیں پہنچی تھیں۔ اور ابھی لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے بت پرستی سے قریب العہد تھے۔ عہد جاہلیت میں بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ مستقل بالذات نافع اور ضار ہیں اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں یہی اعتقاد بد حجر اسود کے بارے میں مسلمانوں میں نہ پیدا ہو جائے۔ اس کے ازالے کیلئے وہ فرمایا۔ مگر جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بتایا تو تسلیم فرما لیا۔ اس لئے اب ان کے اس ارشاد کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ حجر اسود نفع ضرر نہیں پہنچاتا، درست نہیں۔

افادہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ امتی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا اتباع لازم ہے۔ اگرچہ اس کی علت اور سبب معلوم نہ ہو۔ اسی میں سلامتی ہے۔ بلکہ ہر حکم شرعی کی علت معلوم کرنے کی کوشش آدمی کو گمراہ بھی کر سکتی ہے جب انسان اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ارشاد اور عمل کی کنہ جاننے کی عادت ڈال لے گا تو اگر کچھ ارشادات و اعمال کی کنہ نہ جان سکے گا۔ تو اس میں اسے شک اور تردد ہو سکتا ہے۔ اور یہی گمراہی کی بنیاد ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کی باتوں کی کنہ جاننے سے عاجز ہے۔ پھر وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کی کنہ بھی ضرور جان لے۔ یہ ممکن نہیں۔ ہمارا کام صرف اطاعت اور اتباع ہے اسباب اور کنہ

---

[1] المناسک باب فضل الطواف ص۲۱۸ [2] عمدۃ القاری تاسع ص۲۴۰ [3] ایضاً۔

وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ

پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ وہ تیرا بوسہ لیتے تھے تو میں بھی

مَا قَبَّلْتُکَ [ع۵]

تیرا بوسہ نہ لیتا

جاننے کے نہ ہم مکلف اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔

احکام | اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے۔ تو اس پر ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کعبہ مقدسہ کے دوسرے حصوں کا بھی بوسہ دینا حسن ہے۔ علامہ زین الدین استاذ علامہ عینی نے فرمایا۔ اماکن شریفہ اور صلحا مشائخ کے ہاتھ اور پاؤں بہ نیت تبرک چومنا بھی حسن ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی مبارک ناف پر بوسہ دیا تھا۔ لائیے میں اسے بوسہ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار اور ان کی آل سے برکت حاصل کرنے کیلئے حضرت ابوہریرہ نے ان کی مبارک ناف کا بوسہ لیا۔

حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک پکڑ کر چھوڑتے نہیں تھے جب تک اسے بوسہ نہ دے لیتے۔ کہتے یہ وہ ہاتھ ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک چھوا ہے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار اور منبر اقدس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام احمد نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتا دھو کر اس کا پانی پیا جب اہل علم کی تعظیم کا یہ حال ہے تو صحابہ کرام کے مزارات[۱] اور انبیاء کرام کے آثار کی تعظیم و تکریم کیوں ممنوع ہوگی۔ مجنوں نے لیلیٰ کے بارے میں کتنا اچھا کہا ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ	میں لیلیٰ کے دیار میں گزرتا ہوں
اقبل ذا الجدار و ذا الجدار	تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں
وما حب الدیار شغفن قلبی	ان دیار کی عمارتوں نے میرا دل نہیں لبھایا ہے
ولکن حب من سکن الدیار	میرے دل کو اس نے لبھایا ہے جو ان دیار میں رہتا ہے

امام محب الطبری نے فرمایا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے بوسے سے مستنبط کیا جاتا ہے کہ جس کے بوسہ دینے میں اللہ کی

ع۵ مناسک باب ما ذکر فی الحجر الاسود ص۲۱۷ باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص۲۱۸ مسلم الحج ابوداؤد مناسک ترمذی، الحج نسائی ابن ماجہ دارمی مناسک۔ موطا امام مالک الحج مسند امام احمد جلد اول ص۲۶

[۱] ہمارے یہاں جو عینی کا نسخہ ہے۔ اس میں۔ مقادیر الصحابہ ہے غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے۔ اس کے کوئی معنی نہیں۔ صحیح مقابر ہے۔ منہ۔

تعظیم ہے۔ اس کا بوسہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر اس کے مندوب ہونے پر کوئی حدیث نہیں آئی ہے تو کراہت کی بھی کوئی حدیث نہیں میں نے اپنے جد کریم محمد بن ابوبکر کی بعض تعلیقات میں دیکھا ہے کہ انھوں نے امام ابوعبداللہ محمد بن ابوالصیف سے نقل کیا کہ انھوں نے بعض بزرگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ جب قرآن مجید دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے۔ جب حدیث کے اجزاء دیکھتے تو بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبریں دیکھتے تو بوسہ دیتے۔ جس میں اللہ کی تعظیم ہو اسے بوسہ دینے میں کچھ بعد نہیں[۱] واللہ اعلم۔

اقول وباللہ التوفیق۔ ایسے افراد ایسے مقامات ایسی چیزوں کی تعظیم و تکریم جو اللہ عزوجل کے محبوب اور اس کی پسندیدہ منتخب ہیں۔ حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے کیونکہ ان کی تعظیم و تکریم صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے محبوب اور اس کے منتخب ہیں تو یہ تعظیم اللہ عزوجل کے حسن انتخاب کی ہوئی۔ اور یہ بلاشبہ اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ ح ۳۱

اللہ نے جن چیزوں کو محترم کیا ہے جو ان کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کے حضور بہتر ہے۔

۲ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ ح ۳۲

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری ہے۔

بزرگان دین کے مزارات طیبہ سے جو روحانی و جسمانی فیوض لوگوں کو پہنچتے ہیں۔ وہ اس کی دلیل ہیں کہ یہ کسی اللہ عزوجل کے محبوب بندے کا مزار ہے اور اس کی دلیل ہے کہ جب بندے میں محیر العقول تصرف ہے۔ تو جس معبود برحق کے یہ محبوب ہیں جس کی عطا و دین سے انھیں یہ قوت حاصل ہے۔ وہ کتنی عظیم قدرت والا ہوگا۔ اسی علاقے سے بزرگان دین اور ان کے مزارات طیبہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے شعائر سے ہیں۔

بوسۂ قبر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔ قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہئے[۲] بعض علماء اجازت دیتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطا میں ہے۔ در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ قبر والدین را نقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس بہ است۔ وشیخ اجل در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں۔ (کفایۃ الشعبی میں،، ایک اثر،، والدین کی قبر کے بوسہ دینے کے جائز ہونے کے بارے میں نقل کیا ہے اور کہا ہے۔ کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ اجل نے شرح مشکوٰۃ میں ان بعض کے ورود کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اس پر جرح کے تعرض کے بغیر) مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں۔ تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را (قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور بوسہ نہ دے) کشف الغطا میں ہے۔ کذلک فی عامۃ الکتب مدارج النبوۃ میں ہے۔ در بوسہ قبر والدین روایت فقہی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است[۳] (والدین کی قبر کو بوسہ دینے کے بارے میں فقہی روایت نقل کرتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔)

---

۱ عمدۃ القاری تاسع صـ ۲۴۱ ۲ فتاوی رضویہ جلد چہارم صـ ۱۶۳ ۳ ایضاً صـ ۱۸۰

ت ۲۹۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحُجُّ كَثِيرًا وَّلَا يَدْخُلُ عہ

اور حضرت ابن عمر حج بہت کرتے تھے اور کعبے کے اندر نہیں جاتے تھے۔

حدیث ۹۵۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا۔ تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم

خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ

کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور حضور کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو حضور کو لوگوں سے چھپائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے

اور عوام کے سامنے تو ہرگز ہرگز نہ چاہئے۔ کیونکہ وہ اپنی کم عقلی سے کہیں سجدہ نہ سمجھنے لگیں یا سجدہ کرنے لگیں۔ یا غلط پروپیگنڈہ کریں کہ فلاں قبر کو سجدہ کرتا تھا۔

تشریح ۲۹۵ اس اثر کو حضرت سفیان ثوری نے اپنی جامع میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ یہ اس کے معارض نہیں جو کتاب الصلوٰۃ میں گزرا کہ حضرت ابن عمر جب کعبے میں داخل ہوتے۔ الحدیث۔ اکثر یہی ہوتا کہ اندر نہ جاتے۔ کبھی کبھار جاتے بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر اندر تشریف لے گئے۔ مگر حجۃ الوداع میں جانے کی کوئی روایت نہیں۔ علماء نے یہی لکھا ہے۔ مگر ابوداؤد[۱] اور ترمذی[۲] اور ابن خزیمہ اور حاکم نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش و خرم باہر تشریف لے گئے، اور جب لوٹے تو غمگین تھے۔ اور فرمایا میں کعبے کے اندر گیا مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا۔ اور ام المومنین صرف حجۃ الوداع میں ساتھ تھیں۔ فتح مکہ میں ساتھ نہ تھیں۔ امام بیہقی نے اس پر جزم فرمایا اور یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ قصہ وہی فتح مکہ کا ہو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مدینہ طیبہ آکر بیان فرمایا ہو۔ ظاہر کے خلاف ہے۔ اور اب تو نجدی حکومت نے عوام پر کعبہ بند ہی کر دیا۔

تشریحات ۹۵۱ یہ واقعہ عمرۃ القضاء کا ہے جو سنہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا تھا۔ اور یہ صاحب خود حضرت عبداللہ بن ابو اوفی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ رہنے والوں میں خود حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس روایت میں سعی کا ذکر نہیں

عہ مناسک باب من لم یدخل الکعبۃ ص۲۱۷ ۱؎ مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۲۷۷ ۲؎ باب فی دخول الکعبۃ ص۱۰۶۔

اَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْکَعْبَۃَ قَالَ لَا۔

پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو بتایا کہ نہیں۔

حدیث ۹۵۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ اَبٰی اَنْ یَّدْخُلَ الْبَیْتَ وَ

جب مکہ تشریف لائے تو بیت اللہ کے اندر اس حالت میں جانے سے انکار کر دیا کہ

فِیْہِ الْاٰلِھَۃُ فَاَمَرَ بِھَا فَاُخْرِجَتْ فَاَخْرَجُوْا صُوْرَۃَ اِبْرَاھِیْمَ وَ

اس میں معبودان باطل موجود ہیں ان کے نکالے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم

اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فِیْ اَیْدِیْھِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ

اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں نکالیں ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے اس پر

مگر ابواب العمرہ کی روایت میں ہے۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبے میں نہیں گئے۔ کیونکہ اس میں تصویریں تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تمام تصویروں کو مٹا دو۔ انھوں نے کپڑا بھگو کر سب کو مٹا دیا اس کے بعد اندر تشریف لے گئے[۱]

تشریحات ۹۵۲ کتاب الانبیا کی ایک روایت میں یہ ہے۔ ان تصویروں کے مٹائے جانے کا حکم دیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویر پائی۔ تو فرمایا۔ سنو! یہ مشرکین سن چکے ہیں کہ فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو۔ یہ ابراہیم کی تصویر بنی ہوئی ہے اور انھیں پانسے سے کیا غرض۔

ازلام زلم کی جمع ہے۔ تیر۔ مشرکین نے فال کے سات تیر بنالئے تھے۔ ایک پر لکھا تھا۔ نعم۔ دوسرے پر لا۔ تیسرے پر منھم۔ چوتھے پر من غیرھم۔ پانچویں پر مُلصَق۔ چھٹے پر العَقل۔ ساتویں پر فضل العقل۔ یہ تیر کعبے کے خادم کے پاس رہتے تھے۔ مشرکین جب کہیں جانے کا یا بیاہ کرنے کا ارادہ کرتے۔ یا انھیں اور بھی کوئی ضرورت ہوتی تو یہ خادم پانسہ پھینکتا۔ اگر نعم نکلتا تو وہ کام کرتے اگر لا۔ نکلتا تو نہیں کرتے۔ اور اگر کسی کے نسب میں شک ہوتا تو ان تین تیر کا پانسہ پھینکتے جن پر منھم۔ من غیرھم۔ مُلصَق۔ ہوتا۔ اگر

ع باب من لم یدخل الکعبۃ ص۲۱۷

[۱] ابواب العمرۃ باب متی یحل المعتمر۔ ثانی مغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۱ ابو داؤد مناسک نسائی۔ ابن ماجۃ مناسک۔ مسند امام اعظم جزء رابع ص۲۵۳ [۲] مسند امام احمد جلد ثالث ص۳۵۶

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَمَا وَاللّٰهِ قَدْ عَلِمُوا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مشرکین کو مارڈالے سنو بخدا یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں حضرات

أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَ

نے ان تیروں سے کبھی فال نہیں نکالی ہے اس کے بعد بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں

لَمْ يُصَلِّ فِيهِ ع۵

میں تکبیر پڑھی اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔

حدیث ۹۵۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ

منہم نکلتا تو کہتے اس کا نسب درست ہے اور اگر من غیرھم نکلتا تو کہتے یہ اس قوم کا نہیں اس کا حلیف ہے۔ اور اگر ملصق نکلتا تو کہتے کہ اس کا اس قوم سے نہ نسب ہے نہ اس کا حلیف ہے۔ اور اگر کوئی جرم کرتا اور اس میں اختلاف ہوتا کہ اس کی دیت (مالی تاوان) کس پر ہے تو بقیہ دونوں تیر سے کام لیتے۔ ایک فریق کو متعین کرکے پانسہ ڈالتے اگر اس کے نام پر عقل والا تیر آجاتا تو اس پر دیت لازم کر دیتے اور دوسرے فریق کو بری۔ اور اگر ان سے دیت کی پوری رقم وصول نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا کہ کون ادا کرے تو پھر فضل العقل والا تیر پھینکتے جس کے نام پر گرتا وہ ادا کرتا۔ اس کی تفصیل میں اور بھی اقوال ہیں۔ میں نے تعارف کیلئے یہ ایک ذکر کر دیا ہے۔ یہ توہم پرستی تھی جہالت تھی بلکہ نسب اور دیت کے معاملے میں ظلم۔ اس لئے اسلام نے اسے سختی سے منع فرما دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ۔ مائدہ ۳ ۔ تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پانسوں سے قسمت کا حال معلوم کرنا۔

قَدْ عَلِمُوا یعنی مشرکین کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام پانسے کے تیروں سے قسمت کا حال نہیں معلوم کیا کرتے یہ انھیں متوارث روایات کے ذریعہ معلوم تھا جو ان کے آباء و اجداد سے چلی آرہی تھی۔ یا جو لوگ دین ابراہیمی پر تھے ان کے ذریعہ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے علم میں یہ بات نہیں آئی اس لئے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی

تشریحات ۹۵۳ یثرب۔ زمانۂ جاہلیت میں مدینہ طیبہ کا نام یثرب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر طیبہ رکھا۔ اب مدینہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ بعض شعراء اب بھی یثرب کہدیتے ہیں۔ اگر کسی شعر

ع۵ مناسک باب من کبر فی نواحی الکعبۃ ص۲۱۸ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل و اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ص۴۷۳ ثانی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص۶۱۴ مسند امام احمد اول ص۳۶۵ عمدۃ القاری تاسع ص۲۴۷

قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ فقال

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ (مکہ) آئے۔ تو مشرکین نے

المشرکون انہ یقدم علیکم وفد وھنتھم حمی یثرب

کہا۔ تمہارے یہاں ایک وفد آرہا ہے۔ جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کردیا ہے۔

فامرھم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یرملوا الاشواط

اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین پھیروں میں رمل

الثلثۃ وان یمشوا ما بین الرکنین ولم یمنعہ ان یامرھم

کریں اور دونوں رکن کے درمیان معمول کے مطابق چلیں۔ لوگوں کی آسانی کے

ان یرملوا الاشواط کلھا الا الابقاء علیھم ؏

خیال سے تمام پھیروں میں رمل کا حکم نہیں فرمایا۔

میں ہو تو اسے۔ طیبہ۔ پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے قبل یہ شہر وبائی تھا جب مہاجرین بیمار پڑ گئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اس کا بخار جحفہ منتقل کردے تو یہ دارالشفاء بن گیا۔

ان یرملوا رمل کے معنی ہیں۔ اکڑ کر سینہ تان کر معتاد رفتار اور دوڑنے کے درمیان شانہ ہلاتے ہوئے چلنا۔ اور یہ ہر اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو خواہ عمرے کا طواف ہو خواہ حج کا۔ اور یہ صرف تین ابتدائی پھیروں میں ہے طواف کے بقیہ چار پھیروں میں نہیں۔

ابوداؤد[1] میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں جعرانہ سے عمرہ کیا تو بیت اللہ کے طواف میں لوگوں نے رمل کیا۔ اور چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے کر کے بائیں مونڈھوں پر ڈال لیا۔ اسے اضطباع کہتے ہیں۔ اس کا مادہ ضبع ہے۔ باب افتعال میں جاکر اضطباع ہو گیا۔ افتعال کی تا کو فاکلمے کے ضاد ہونے کی وجہ سے طا سے بدل دیا۔ چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالی جائے گی۔ جس طواف میں رمل ہے اس میں اضطباع بھی مسنون ہے۔ قریش حطیم میں کعبے کے شمال میں تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رکن یمانی سے آگے بڑھے

؏ مناسک باب کیف کان بدء الرمل ص۲۱۸ ثانی مغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۱ مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔

[1] ابوداؤد مناسک۔ باب الاضطباع فی الطواف ص۲۵۹۔

حدیث ۹۵۴ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَقْدَمُ مَکَّةَ اِذَا اسْتَلَمَ الرُّکْنَ الْاَسْوَدَ
جب مکہ آئے اور رکن اسود کا بوسہ لیا۔ تو میں نے حضور کو دیکھا
اَوَّلَ مَا یَطُوْفُ یَخُبُّ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ مِّنَ السَّبْعِ ؏
شروع طواف میں سات پھیروں میں سے تین پھیروں میں ڈلکی دوڑے۔

حدیث ۹۵۵ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور ان کی نظروں سے اوجھل ہوئے تو انھوں نے یہ پھبتی کسی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہرن ہیں۔ رکنین سے کعبے کے دونوں جنوبی گوشے مراد ہیں۔ غربی اور شرقی۔ پہلا رکن یمانی ہے۔ اور دوسرا رکن اسود ہے۔ کبھی تغلیباً دونوں کو یمانیین بھی کہا جاتا ہے۔

تشریحات ۹۵۴ یخب کا مصدر خبث ہے۔ دوڑتے وقت گھوڑے کا کبھی اگلی ٹانگوں پر کھڑا ہونا کبھی پچھلی پر جسے ڈلکی چال کہتے ہیں سنت یہی ہے کہ مسجد حرام میں جاتے ہی سب سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لے اور طواف کرے اور اگر اس طواف کے بعد سعی بھی کرنی ہے۔ تو اضطباع کے ساتھ طواف کرے اور تین پہلے پھیروں میں رمل بھی کرے۔ بعد کے چار پھیروں میں رمل نہ کرے اس کے پہلے والی حدیث میں جو ہے کہ جب رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان ہوتے تو معمول کے مطابق چلتے۔ یہ عمرۃ القضا کا قصہ ہے اور منسوخ ہے۔ حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے پھیرے میں رمل کیا اضطباع اور رمل صرف تین طواف میں ہے۔ عمرے کے طواف میں اور طواف قدوم میں جبکہ اس کے بعد سعی کی نیت ہو۔ اگر اس طواف کے بعد سعی کرے گا۔ تو طواف افاضہ میں سعی ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر اس وقت سعی نہ کی تو طواف افاضہ کے بعد سعی کرے۔ اب اس طواف میں بھی اضطباع اور رمل ہے۔

تشریح ۹۵۵ اس حدیث کی سند میں ابتدا میں محمد بلا نسبت ہے۔ امام بخاری کے شیوخ میں محمد نام کے چار چار افراد ہیں۔ ایک محمد بن یحییٰ ذہلی۔ امام حاکم نے فرمایا۔ یہی مراد ہیں۔ دوسرے محمد بن رافع جبانی نے یہ حکایت کی کہ یہ مراد ہیں تیسرے محمد بن سلام۔ ابو علی۔ ابن السکن نے حکایت کی کہ یہ مراد ہیں چوتھے محمد بن عبد اللہ

؏ مناسک باب استلام الحجر الاسود ص۲۱۸ مسلم حج۔ نسائی مناسک۔

سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً

نے (طواف کے) تین پھیروں میں سعی اور رمل فرمایا۔ اور چار میں معمول کے

فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ؎

مطابق چلے۔ حج میں بھی اور عمرے میں بھی۔

حدیث ۹۵۶

أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

اسلم نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکن کو

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ

مخاطب کرکے فرمایا۔ سن واللہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے

لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

نہ نفع دیتا ہے نہ ضرر۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ

بن نمیر۔ ابونعیم نے مستخرج میں نقل کیا کہ یہ مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ محمد بن سلام ہیں۔ ابوذر کے نسخے میں نسبت کے ساتھ ہے۔ اور ابن السکن نے اسے نقل کیا ہے۔ سند میں اس قسم کا ابہام بھی عیب ہے جسے، تدلیس کہتے ہیں۔ مگر یہاں اس کا امکان ہے کہ یہ حدیث ان چاروں سے سنی ہو اس لئے کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۹۵۶

۲ أینا۔ باب مفاعلت سے ماضی مطلق کا صیغہ جمع متکلم ہے اس کا مصدر ارا ءۃ ہے جس کا مادہ رویت ہے۔ اس کا ترجمہ ہے۔ ہم نے دکھایا۔ یعنی ہم مشرکین کو دکھا رہے تھے کہ ہم قوی اور طاقت ور ہیں۔ کمزور نہیں۔ یہ امام قاضی عیاض کی رائے ہے۔ ابن مالک نے کہا کہ یہ ریاء سے ہے۔ یعنی ہم کمزور تھے مگر مشرکین کو رمل کرکے یہ دکھا رہے تھے۔ کہ طاقتور ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہی طریق صواب پر ہے۔ اور اس خادم کی رائے یہ ہے کہ امام قاضی عیاض کی رائے اقرب الی الصواب ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام حقیقت میں کمزور نہیں تھے اگر واقعی کمزور ہوتے تو قریش انھیں مکے میں آنے دیتے۔ ۹ اور یہ حقیقت میں ریا نہیں جو ممنوع ہے۔ کیونکہ ریا کے معنی یہ ہیں کہ بجائے رضائے الٰہی کے لوگوں کو دکھانے کیلئے کثرت سے عبادت کی جائے اور تنہائی میں کم یا خوب بنا سنوار کر کی جائے اور تنہائی میں بے پرواہی سے۔ تاکہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ بڑا عبادت گزار ہے۔ اور یہاں یہ نہیں۔ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اللہ کی رضا کے لئے اپنی قوت دکھا رہے تھے۔

؎ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ ۲۱۸ ص

وَسَلَّمَ اِسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ قَالَ وَمَالَنَا وَلِلرَّمَلِ

وہ تجھے بوسہ دیتے ہیں تو میں تجھ کو بوسہ نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر اسے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا

اِنَّمَا كُنَّا رَاۤئَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ

ہمیں رمل کی کیا ضرورت ہم نے مشرکین کو دکھایا تھا اور اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اس کے

صَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ

بعد فرمایا۔ جو کام رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کے چھوڑنے کو

اَنْ نَّتْرُكَهٗ ع

ہم پسند نہیں کرتے۔

حدیث ۹۵۷ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے سختی اور آسانی

قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِيْ شِدَّةٍ وَّلَا رَخَاءٍ مُنْذُ

کی حالت میں ان دونوں رکنوں کا بوسہ لینا نہیں چھوڑا۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ

ان کا بوسہ لیتے دیکھا ہے (عبید اللہ کہتے ہیں) کہ میں نے نافع سے پوچھا۔ کیا ابن عمر دونوں رکنوں

لِنَافِعٍ اَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِيْ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ اِنَّمَا كَانَ يَمْشِيْ

کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے تو انھوں نے بتایا۔ ہاں دونوں رکنوں کے درمیان

لِيَكُوْنَ اَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهٖ ع

معمول کے مطابق چلتے تھے تاکہ بوسہ لینے میں آسانی ہو۔

تشریحات ۹۵۷

مطابقت۔ یہاں باب یہ ہے۔ حج اور عمرے دونوں میں رمل۔ اور حدیث میں رمل کا کوئی تذکرہ نہیں۔
اقول۔ اس حدیث کے اس جملے سے۔ کہ ان دونوں رکنوں کے مابین معمول کے مطابق چلتے تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ بقیہ حصوں میں معمول کے مطابق نہیں چلتے تھے۔ یہی رمل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک یہی تھا کہ رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان رمل نہیں۔

ع۹ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ صـ۲۱۸ عـہ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ صـ۲۱۸ مسلم نسائی الحج۔

حدیث ۹۵۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے طواف فرمایا۔ اور

يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ

رکن کا اپنے عصا سے بوسہ لیتے تھے

ت ۲۹۶ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ مَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ الْبَيْتِ

ابوالشعثاء نے کہا۔ کون ہے ؟ جو بیت اللہ کے کسی حصہ سے پرہیز کرے

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّهُ

اور معاویہ سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے۔ اس پر ان سے ابن عباس نے کہا کہ

تشریحات ۹۵۸ محجن۔ اس لاٹھی کو کہتے ہیں۔ جس کا سرا ٹیڑھا ہو۔ یا وہ خود ٹیڑھی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر طواف فرمایا۔ اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے علیل رہے ہوں۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ اور یہی وجہ وجیہ ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ سب لوگ دیکھیں اور جو پوچھنا چاہیں پوچھیں۔ جیسا کہ اسی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ لوگ حضور پر ٹوٹے پڑ رہے تھے اگر سواری پر نہ ہوتے تو طواف دشوار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر ہو تو سواری پر طواف درست ہے۔ یوں ہی بھیڑ کی وجہ سے اگر ہاتھ بھی حجر اسود تک نہ پہنچتا ہو تو لکڑی وغیرہ سے اسے مس کر کے لکڑی کو بوسہ دے۔ اسی میں حضرت ابن عباس ہی سے دوسری روایت میں ہے۔ کہ پھر عصا کو بوسہ دیتے۔ بلا عذر سواری پر طواف مکروہ ہے۔

تشریحات ۲۹۶ استلام کے معنی پتھر چھونے اور اسے بوسہ دینے کے ہیں۔ اس کا مادہ سَلِمَۃٌ ہے۔ جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ استلام عام ہے اور تقبیل خاص ہے۔ استلام لکڑی یا ہاتھ سے چھونے کو بھی کہتے ہیں۔ کعبے کے چار رکن یعنی کونے ہیں۔ شرقی جنوبی کو رکن اسود کہتے ہیں اسی میں حجر اسود ہے۔ غربی جنوبی کو یمانی کبھی تغلیبا دونوں کو یمانیین کہا جاتا ہے۔ غربی شمالی کو شامی۔ شرقی شمالی کو عراقی۔ کبھی تغلیبا ان دونوں کو شامیین بھی کہہ دیتے ہیں۔ رکن اسود میں دو فضیلت ہے۔ یہ قواعد ابراہیم پر بھی ہے اور اس میں حجر اسود بھی ہے۔ اس لئے

ع ۵ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ باب من اشار الی الرکن ص ۲۱۹ باب التکبیر عند الرکن ص ۲۱۹ مسلم الحج ابوداؤد ابن ماجہ مناسک۔ ۵ مناسک باب الطواف الواجب ص ۲۵۹

لَا نَسْتَلِمُ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فَقَالَ لَهٗ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا

ہم ان دونوں رکنوں (عراقی شامی) کو بوسہ نہیں دیتے۔ تو معاویہ نے ان سے کہا بیت اللہ کا

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ ؏

کوئی حصہ چھوڑنے کے لائق نہیں۔ اور ابن زبیر سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے۔

حدیث ۹۵۹ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ

زبیر بن عربی نے کہا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ میں نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ وَقَالَ أَرَأَيْتَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے

اِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ

اور اس شخص نے کہا۔ فرمائیے اگر میں بھیڑ میں پڑ جاؤں۔ فرمایئے اگر میں دبا دیا جاؤں تو فرمایا۔

اس کی تقبیل ہے۔ اور ممکن نہ ہو تو استلام۔ رکن یمانی قواعد ابراہیم پر ہے۔ اس میں صرف ایک فضیلت ہے۔ اس لئے اس کا صرف استلام ہے۔ ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ تقبیل یا لکڑی سے چھونا نہیں۔ رکن عراقی اور شامی چونکہ حقیقت میں رکن نہیں بلکہ درمیان بیت اللہ پر ہیں اس لئے نہ ان کا بوسہ لینا ہے اور نہ چھونا ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔

حضرت معاویہ کا مذہب یہی تھا کہ سب کو بوسہ دینا چاہئے۔ رہ گئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو چونکہ انھوں نے کعبے کا وہ حصہ جو قریش نے حطیم میں چھ یا سات ہاتھ چھوڑ دیا تھا کعبے کی جدید تعمیر میں شامل کر کے رکن عراقی اور شامی کو بھی قواعد ابراہیم پر بنایا تھا۔ اس لئے اسے بھی وہ فضیلت مل گئی جو رکن یمانی کو حاصل تھی اس لئے وہ ان دونوں ارکان کا بھی استلام کیا کرتے تھے۔

یہ دو تعلیقیں ہیں۔ پہلی مھجورا تک۔ اسے امام احمد اور امام ترمذی امام حاکم نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور بعد والی کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۹۵۹ یہ سائل راوی حدیث زبیر بن عربی ہی تھے۔ جیسا کہ مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ سالت ابن عمر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ بہر حال حجر اسود کا بوسہ لیا جائے۔ یہ بوسہ لینے

؏ مناسک باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین ص ۲۱۸

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ عـــہ

ار اٰیت کو یمین میں رکھ - میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے ہوئے اسے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث ۹۶۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ طَافَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَیْتِ عَلٰی بَعِیْرٍ کُلَّمَا اَتَی

نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا - جب کبھی رکن (اسود) کے پاس

الرُّکْنَ اَشَارَ اِلَیْہِ بِشَیْءٍ عِنْدَہٗ وَکَبَّرَ عـــہ

آتے تو حضور کے ہاتھ میں کچھ ہوتا اس سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے

حدیث ۹۶۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ ذَکَرْتُ لِعُرْوَۃَ

محمد بن عبد الرحمن نے کہا میں نے عروہ سے اس کا تذکرہ کیا -

قَالَ فَاَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَۃُ اَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَءَ بِہٖ حِیْنَ قَدِمَ النَّبِیُّ

تو انھوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ تَوَضَّاَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَکُنْ عُمْرَۃً

توسب سے پہلے وضو کیا پھر طواف فرمایا پھر یہ عمرہ نہ ہوا

میں کبھی کبھی زخمی ہو جاتے مگر چھوڑتے نہ تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ بھیڑ ہو تو بوسہ نہ لے۔ اس کے لئے نہ کسی اور کو ایذا دے اور نہ خود ایذا اٹھائے۔

تشریحات ۹۶۰ یہ حدیث ابھی گزری ہے۔ وہاں عبیداللہ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ یہاں عکرمہ سے۔ وہاں محجن کی تصریح ہے۔ یہاں بشی ابہام ہے۔ یہاں کبّر زائد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر طواف کے پھیرے پر تکبیر مستحب ہے۔

تشریحات ۹۶۱ ذکرت لعروۃ۔ عروہ سے کیا ذکر کیا۔ وہ بخاری میں نہیں۔ مگر مسلم میں مفصل مذکور ہے۔ محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے ایک عراقی نے یہ کہا کہ عروہ سے یہ پوچھو کہ ایک شخص نے حج کا احرام باندھا اور وہ

عـــہ مناسک باب تقبیل الحجر ط ۲۱۸-۲۱۹ ترمذی الحج۔ نسائی مناسک۔

عـــہ مناسک باب التکبیر عند الرکن ص ۲۱۹

ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِی الزُّبَيْرِ فَاَوَّلُ

اس کے بعد ابوبکر اور عمر نے حج کیا اسی طرح۔ پھر میں نے اپنے باپ زبیر کے ساتھ حج کیا تو انھوں

شَیْءٍ بَدَءَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ

نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ پھر مہاجرین اور انصار ایسا ہی کرتے تھے۔

يَفْعَلُوْنَهٗ وَقَدْ اَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِیَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ

میری ماں (حضرت اسمار) نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے اور ان کی بہن (عائشہ) اور زبیر

وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ وَّكُلَّمَا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا ؏

اور فلاں اور فلاں نے عمرے کا احرام باندھا۔ توجب رکن چھولیا تو احرام سے باہر ہو گئے

حدیث ۹۶۲ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے.. کہ

طواف کرچکا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ۔ باہر نہیں ہوا۔ تو ان سے کہو ایک شخص یہ کہتا ہے میں نے عروہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ جو شخص حج کا احرام باندھے وہ پورا حج ادا کئے بغیر احرام سے باہر نہ ہوگا میں نے کہا ایک شخص یہ کہتا ہے تو انھوں نے فرمایا۔ اس نے غلط کہا۔ وہ عراقی میرے سامنے آیا اور پوچھا کہ انھوں نے کیا فرمایا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ فرماتے ہیں کہ احرام سے باہر نہیں ہوا۔ تو اس نے کہا ان سے کہو۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دیتا ہے کہ حضور نے یہ کیا اور اسمار اور عائشہ کا کیا حال ہے کہ انھوں نے ایسا کیا۔ اب میں عروہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو بتایا انھوں نے پوچھا کون ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا وہ میرے پاس آکر کیوں نہیں پوچھتا۔ میرا گمان یہ ہے کہ وہ عراقی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ اس نے جھوٹ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کیا۔ حضرت عائشہ نے خبر دی (پوری حدیث)۔ مسلم میں حضرت عثمان اور حضرت معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اضافہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا اور جب تک پورا حج نہیں کر لیا احرام نہیں کھولا۔ اخیر میں یہ ہے۔ پھر میں نے اخیر میں جسے ایسا کرتے دیکھا ہے ابن عمر ہیں۔ ابن عمر ان کے پاس ہیں ان سے یا اور ان لوگوں سے جو پہلے کے ہیں۔ یہ کیوں نہیں پوچھتا۔ یہ سب لوگ جب مکہ میں قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور احرام نہیں کھولتے۔

وقد اخبرتنی امی | اس حصے کا مطلب یہ ہے کہ ہاں جب صرف عمرے کا احرام باندھتے تو رکن کے مس کے بعد احرام سے باہر ہو جاتے۔ یہاں مس رکن۔ سے مراد طواف سعی اور حلق سب ہے۔ کیونکہ یہ عادت مستمرہ تھی۔ کہ یہ سب مسلسل کرتے وقفہ نہ ہوتا۔ اسلئے یہ عمرے سے فراغ سے کنایہ ہے

تشریحات ۹۶۲ | اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز واجب ہے۔ یہ نماز مقام ابراہیم

؏ مناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ص ۲۱۹

اللہِ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان اذا طاف فی الحج او العمرۃ

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جو پہلا طواف کرتے اس میں مکہ آکر حج یا عمرے میں

اول مایقدم سعی ثلثۃ اطواف ومشی اربعۃ ثم سجد سجدتین

تین طواف میں سعی کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے اس کے بعد دو رکعت نماز

ثم یطوف بین الصفا والمروۃ ع۱

پڑھتے ۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے ۔

حدیث ۹۶۳

اخبرنی عطاء اذ منع ابن ھشام النساء الطواف

ابن جریج نے کہا مجھے عطار نے خبر دی کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں

کے پاس پورب جانب پڑھے ۔ نماز سے پہلے آیہ کریمہ ،، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ۔ اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ ۔ پڑھے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے ۔ اگر طواف کے بعد سعی ہے تو ملتزم سے پلٹنے سے پہلے پڑھے ۔ ورنہ ملتزم سے پلٹنے کے بعد ۔ اگر مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں کہیں بھی پڑھ سکتا ہے مقام ابراہیم کے بعد اس نماز کے لئے سب سے افضل جگہ کعبہ کے اندر ہے ۔ پھر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے پھر حطیم میں کسی بھی جگہ ۔ پھر کعبے کے قریب تر پھر مسجد حرام پھر حدود حرم ۔ سنت یہ ہے کہ اگر وقت کراہت نہ ہو تو طواف کے بعد بلا تاخیر بلا فصل پڑھے ۔ اس کے بعد یہی حدیث ہے جس میں سعی کے بجائے یخبّ ہے ۔ سعی کے معنی دوڑنے کے ہیں اور خبب کے معنی دلکی دوڑ لگانا ہے ۔ دونوں کا حاصل ایک ہے ۔ یعنی رمل کرتے تھے ۔ اخیر میں یہ زائد ہے ۔

انہ کان یسعی بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروۃ ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب صفا اور مروہ کا طواف کرتے تو نالے کے پیٹ میں دوڑتے ۔

صفا سفید رنگ کی ایک چھوٹی پہاڑی تھی ۔ اور مروہ سیاہ رنگ کی ۔ ان دونوں کے بیچ میں نشیب تھا ۔ اس نشیب میں بارش کا پانی بہتا تھا ۔ اس کے دونوں کناروں کے اوپر سبز نشان لگائے ہوئے ہیں جنھیں میلین اخضرین کہتے ہیں ۔ ان میں مروہ کی جانب جو بازار کی سمت ہے یہاں پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا گھر تھا ۔

تشریحات ۹۶۳ اس ابن ہشام سے مراد ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے ۔ جو ہشام بن عبد الملک بادشاہ وقت کا ماموں تھا ۔ جیسا کہ کلبی نے کہا ہے ۔ اسے ہشام بادشاہ نے مدینہ طیبہ کا والی بنایا تھا ۔ ہشام نے اسے امیر الحاج بنا دیا تھا ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ابن ہشام سے اس کا بھائی محمد بن ہشام مراد ہے جو مکہ معظمہ کا والی تھا ۔

ع۱ مناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ص ۲۱۹

مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تو انھوں (عطار) نے کہا۔ تو کیسے عورتوں کو روکتا ہے حالانکہ ازواج

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ بَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے۔ میں نے پوچھا حجاب کے بعد یا پہلے؟

إِيْ لَعَمْرِيْ لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطُهُنَّ الرِّجَالُ

فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم میں نے حجاب، کے بعد ہی کا زمانہ پایا ہے۔ میں نے کہا مرد ان کے

قَالَ لَمْ يَكُنْ يُخَالِطُهُنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ

ساتھ کیسے ملے جلے رہتے۔ فرمایا مرد ان کے ساتھ ملے جلے نہیں رہتے۔ حضرت عائشہ مردوں سے

لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِيْ نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ

الگ رہ کر طواف کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک عورت نے عرض کیا۔ اے ام المومنین چلئے حجر اسود کا بوسہ

قَالَتِ انْطَلِقِيْ عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ

لیں۔ تو فرمایا تم جاؤ۔ ام المومنین نے انکار کر دیا۔ ازواج مطہرات رات میں طواف کیلئے اس طرح

الرِّجَالِ وَلٰكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِيْنَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ

جاتیں کہ پہچانی نہیں جاتیں۔ اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں۔ ہاں جب کعبے کے اندر جانا چاہتیں

الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِيْ عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ

تو باہر کھڑی رہتیں اور مرد نکال دیئے جاتے۔ اور میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس وقت میں

فائدہ: نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے روکا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ عورتوں کے ساتھ طواف کر رہا ہے تو اسے کوڑا مارا۔ ابن عیینہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے عورتوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ طواف کا حکم دیا وہ خالد بن عبداللہ قسری تھا جو عبدالملک بن مروان سفاک کے عہد میں مکہ کا حاکم تھا۔ کاشکہ اسی پر عمل درآمد رہا ہوتا تو بہت اچھا رہتا۔ طواف میں خصوصاً طواف زیارت میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ جانے کتنے کے حج کے مردود ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں اتنی بھیڑ نہ تھی تو یہ آسان تھا کہ عورتیں مردوں کے گھیرے سے باہر رہ کر طواف کر سکیں اب طواف زیارت میں تو وہ حال ہوتا ہے کہ مسجد حرام کے نیچے اوپر کے دونوں برآمدوں میں لوگ طواف کرتے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ہند سیدی و سندی مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہ جب پہلی بار ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۶ء میں

فِی جَوفِ ثَبِیرٍ قُلتُ مَا حِجَابُہَا قَالَ ہِیَ فِی قُبَّۃٍ تُرکِیَّۃٍ لَہَا غِشَاءٌ

عبید بن عمیر بھی ہوتے تھے۔ اور وہ ثبیر پہاڑ کے اندر قیام پذیر تھیں۔ میں نے پوچھا ان کا پردہ کیا تھا۔ فرمایا۔ وہ ترکی

وَمَا بَینَنَا وَبَینَہَا غَیرُ ذٰلِکَ وَرَأَیتُ عَلَیہَا دِرعًا مُوَرَّدًا۔ ع۵

گول خیمے میں تھیں جس پر پردہ ٹنگا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گلابی رنگ کا کرتا پہنے ہوئے تھیں

حدیث ۹۶۴ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَہُوَ یَطُوفُ بِالکَعبَۃِ بِاِنسَانٍ رَبَطَ یَدَہٗ

طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص پر گذرے جو چمڑے کے تسمے یا دھاگے یا کسی اور چیز سے

اِلٰی اِنسَانٍ بِسَیرٍ اَو بِخَیطٍ اَو بِشَیءٍ غَیرِ ذٰلِکَ فَقَطَعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی

اپنا ہاتھ دوسرے شخص کے ساتھ باندھے ہوئے (طواف کر رہا تھا۔ تو حضور نے اسے کاٹ دیا پھر

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَالَ قُدہُ بِیَدِہٖ ع۵

فرمایا۔ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لے چل۔

حج کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ تو علماء مکہ معظمہ سے مشورہ کے بعد نجدی حکومت کے سامنے یہ تجویز رکھی مگر منظور نہ ہوئی
اس وقت دستور یہی تھا کہ جب عورتیں کعبہ مقدسہ کے اندر جانا چاہتیں تو مردوں کو باہر کر دیا جاتا مگر بعد
میں یہ پابندی ختم ہو گئی اور اب تو ایام حج میں سوائے نجدی حکومت کے افراد اور ان کے خصوصی مہمانوں کے کسی کو داخلہ
نصیب ہی نہیں۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

تشریحات ۹۶۴ اس کے بعد والے باب میں اور کتاب ایمان والنذور کی پہلی روایت میں، بزمام او غیرہ۔ ہے
اور دوسری روایت میں بخزامۃ فی انفہ۔ خزامہ اونٹ کی نکیل کو کہتے ہیں۔ سب روایات کا حاصل
یہ نکلا کہ ایک اپنی ناک میں اونٹ کی نکیل کی طرح رسی وغیرہ لگائے ہوئے تھا۔ اور دوسرا اسے ہاتھ میں لئے ہوئے آگے
آگے چل رہا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رائج تھا کہ وہ یہ منت مانا کرتے کہ اگر یہ کام ہو جائے گا تو اس طرح حج کریں گے۔

ع۵ مناسک باب طواف النساء مع الرجال ص۲۱۹ ع۵ مناسک باب الکلام فی الطواف ص۲۱۹ باب اذا رأی
سیرا او شیئا یکرہ فی الطواف ص۲۲۰ ثانی ایمان و النذور باب النذر فیما لا یملک ص۹۹۱ ۔ دو طریقے سے ابو داؤد
الایمان والنذور نسائی، الایمان والنذور، والحج۔

۲۹۷ وَقَالَ عَطَاءٌ فِي مَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ

اور امام عطار نے کہا۔ کوئی طواف کر رہا ہے اور نماز ہونے لگی یا اپنی جگہ سے ڈھکیل

مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِي وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ

دیا گیا۔ تو سلام پھیرنے کے بعد لوٹے تو جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے کرے اور اسی کے مثل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عہ

ابن عمر اور عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۲۹۸ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّي

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر سات پھیرے ہر دو رکعت

لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ عہ

پڑھتے تھے۔

مسند امام احمد[۱] میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو دیکھا۔ کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ ہم نے یہ منت مانی تھی کہ اسی طرح جڑے ہوئے کعبہ جائیں گے۔ فرمایا الگ ہو جاؤ یہ نذر نہیں۔ نذر وہ کام ہے جس سے اللہ کی رضا طلب کی جائے۔ طبرانی[۲] میں ہے کہ بشر کہتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا مال اور اولاد واپس کر دیا پھر دیکھا کہ یہ اور ان کے صاحبزادے طلق ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے تو بتایا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ میرے مال اور اولاد کو واپس کر دے گا تو اسی طرح حج کروں گا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رسی کاٹ دی اور فرمایا تم دونوں حج کرو۔ یہ شیطان کا کام ہے۔

احکام۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کرنے کی حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سنت ہے۔ ممنوع نہیں دنیوی بات طواف میں ممنوع ہے۔ ہاں بضرورت بقدر ضرورت اجازت ہے۔ منت صرف طاعات کی ہوتی ہے۔ جو چیز شرعاً ممنوع ہو یا مباح ہو اس کی منت صحیح نہیں۔

تشریحات ۲۹۷ یہاں باب یہ ہے۔ جب طواف میں رک جائے۔ یعنی مسلسل نہ کر سکے اور کچھ دیر رکنا پڑے خواہ شرعی ضرورت سے خواہ دنیوی ضرورت سے تو کیا کرے اس باب کے مناسب امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے اقوال رجال سے کام لیا۔ امام عطار کا قول ذکر فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اثنار طواف اگر کوئی دینی یا دنیوی ضرورت

عہ مناسک باب اذا وقف فی الطواف ص ۲۲۰ عہ مناسک باب صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لسبوعہ رکعتین ص ۲۲۰ [۱] جلد ثانی ص ۱۸۳ [۲] عمدۃ القاری تاسع ص ۳۹۴

ت ۲۹۹ وَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ اِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهُ

اور اسماعیل بن امیہ نے کہا میں نے امام زہری سے کہا کہ عطار کہتے ہیں کہ طواف کے

الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّةُ اَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ

دوگانے کے قائم مقام فرض نماز ہو جائے گی۔ تو امام زہری نے فرمایا۔ سنت پر عمل کرنا افضل ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ع۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات پھیرے پورے کئے تو دو رکعت پڑھی ہے۔

در پیش ہو جو ناگزیر ہو تو طواف چھوڑ کر اسے پوری کرے پھر جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے کرے ابتدا سے نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طواف فاسد نہ ہوا۔ مثلاً نماز باجماعت شروع ہوئی یا کسی نے اسے ہٹا دیا۔ اسی کے مثل نماز جنازہ ہے اور فطری حوائج مثلاً پیشاب پائخانہ یا وضو ٹوٹ گیا۔ امام عطار کے ارشاد کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کو امام سعید بن منصور نے اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر کے اس ارشاد کو امام عبد الرزاق استاذ الاستاذ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

تشریح ۲۹۸ اس اثر کو امام عبد الرزاق نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک طواف کو دوسرے کے ساتھ ملانے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور ہر سات پھیرے پر دو رکعت پڑھتے تھے دو طواف کو ملاتے نہیں تھے۔

تشریحات ۲۹۹ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق اور امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے صحیح یہ ہے کہ طواف کی دوگانہ کے عوض فرائض کافی نہیں۔ امام زہری کے ارشاد سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اور مواظبت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے امام ابو القاسم تمام بن محمد رازی نے اپنے فوائد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر طواف کے سات پھیروں پر دو رکعت مسنون فرمائی ہے۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ سنت یہی جاری رہی کہ طواف کے ہر سات پھیرے پر دو رکعت ہے۔ ان کے عوض دوسری نفل نماز اور فرض کافی نہیں۔ نیز اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد[۱] امام مسلم[۲] نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام ابراہیم پر پہنچے تو۔ آیہ کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى تلاوت فرمائی۔ یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور دو رکعت پڑھی۔ پہلی رکعت میں۔ قل یاایہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد۔ پڑھی۔ اس کے بعد رکن اسود کے پاس آئے اس کا استلام کیا اور صفا کی جانب گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ نماز حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے تھی اس آیت میں امر ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی

ع۵ ایضاً [۱] مسند جلد ثالث صفحہ ۳۲۰ [۲] اول، باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفحہ ۳۹۵

ث ۳۰	وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ
	اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف کا دوگانہ سورج نکلنے سے پہلے
	مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتّٰى
	پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز صبح کے بعد طواف کیا اور سوار ہو گئے
	صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى ؏۵
	ذو طوی میں جاکر دو رکعتیں پڑھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ایک یہی ہے۔ کہ واجب ہے۔ مگر ان کا اصح قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ علامہ زین الدین نے فرمایا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ طواف فرض میں واجب اور نفل میں سنت ہے۔

تشریحات ۳۰ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جن اوقات میں نفل نمازیں مکروہ ہیں۔ ان میں طواف کا دوگانہ بھی مکروہ ہے۔ مثلاً صبح صادق سے سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد تک۔ دوپہر میں ضحوۂ کبری سے زوال تک نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں جو منقول ہے۔ اس کے معارض انھیں سے دوسری روایت بھی ہے۔ ابن منذر نے نافع سے تخریج کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صبح صادق کے بعد طواف کرتے تو جب تک آفتاب طلوع نہ ہو جاتا طواف کا دوگانہ نہیں پڑھتے۔ اور جب عصر بعد طواف کرتے تو جب تک سورج ڈوب نہیں جاتا دوگانۂ طواف نہ پڑھتے شرح معانی الآثار[۲] میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز صبح کے وقت آئے تو طواف کیا اور نماز نہیں پڑھی۔ مگر سورج نکلنے کے بعد۔ پھر ان سے بدرجہا اعلم وافقہ ان کے والد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انھوں نے سورج نکلنے کے بعد ذو طوی میں جاکر پڑھی۔ اور کثیر صحابہ کرام کے ساتھ یہ ہوا۔ کسی نے اس پر انھیں ٹوکا نہیں۔ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں اور امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں تخریج کی ہے مسند امام احمد[۳] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں ہم نماز صبح کے بعد طواف نہیں کرتے جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا اور نہ عصر کے بعد کرتے جب تک سورج غروب نہ ہو جاتا فرماتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سورج شیطان کی سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے۔ سنن سعید بن منصور میں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے صبح کے بعد طواف کیا اور فارغ ہو کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔

؏۵ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۰

۱؎ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۷۹ ۲؎ اول مناسک باب الصلوٰۃ للطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۳۶

۳؎ جلد ثالث ص ۳۹۳ ۔

حدیث ۹۶۵

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نَاسًا

عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ کچھ لوگوں نے

طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا اِلَى الْمُذَكِّرِ حَتّٰى

نماز صبح کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا پھر واعظ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب سورج

اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَعَدُوْا حَتّٰى

نکل آیا تو کھڑے ہوئے نماز پڑھنے لگے اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا بیٹھے رہے۔ جب وہ

اِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ يُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ ؏ـہ

وقت آیا جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز پڑھنے کھڑے ہوئے

حدیث ۹۶۶

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے نبی صلی اللہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نماز ذوطوی میں آکر پڑھی اور کثیر ہمراہ رہنے والے صحابہ نے اس پر سکوت فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نماز مسجد حرام کے باہر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

تشریحات ۹۶۵ یہاں باب یہ ہے۔ نماز صبح اور نماز عصر کے بعد طواف۔ اور اس باب میں جتنے آثار اور احادیث لائے ہیں ان میں کسی میں طواف کے بارے میں کوئی حکم نہیں۔ سب میں نماز طواف یا مطلق نماز کے بارے میں احکام ہیں۔ اور چونکہ نماز کا طواف کے بعد فوراً بلا تاخیر پڑھنا لازم بھی نہیں۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ جب نماز کا حکم معلوم ہوگیا تو طواف کا بھی معلوم ہوگیا۔ اسی لئے علامہ عینی کو باب میں عبارت یہ بنانی پڑی۔ حکم الصلٰوۃ عقیب الطواف بعد صلٰوۃ الصبح والعصر۔ نماز صبح اور عصر کے بعد طواف کے بعد والی نماز کا حکم۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی مختار یہی تھا کہ اوقات مکروہہ میں نماز طواف ممنوع ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ کہ انھوں نے فرمایا۔ نماز فجر اور عصر کے بعد اگر طواف کرنا چاہے تو کرے۔ البتہ نماز کو موخر کرے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ یا نکل آئے۔ تو ہر سات پھیرے پر دو رکعت پڑھے۔ ان لوگوں پر انکار اس وجہ سے فرمایا کہ انھوں نے سورج طلوع ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ اتنے بلند ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ کہ وقت کراہت جاتا رہے۔ حضرت ام المومنین کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو کچھ دیر اور ٹھہرنا چاہئے تھا۔ یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔

تشریح ۹۶۶ یہ ارشاد اپنے اطلاق سے نماز طواف کو بھی شامل۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت کہ نماز طواف بھی ان اوقات میں ممنوع ہے۔

؏ـہ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص۲۲۰

تعالیٰ علیہ وسلم ینھی عن الصلوٰۃ عند طلوع الشمس وعند

تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور آفتاب نکلتے وقت اور ڈوبتے وقت نماز سے منع

غروبھا عہ

فرماتے تھے۔

حدیث ۹۶۷ حدثنی عبد العزیز بن رفیع قال رأیت عبد اللہ بن

حضرت عبد العزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن

الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یطوف بعد الفجر ویصلی رکعتین

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ فجر کے بعد طواف کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے

قال عبد العزیز رأیت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اور عبد العزیز نے کہا میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ

یصلی رکعتین بعد العصر ویخبر ان عائشۃ حدثتہ ان النبی

عصر بعد دو رکعتیں پڑھتے اور یہ خبر دیتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یدخل بیتھا الا صلاھما عہ

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کبھی ان کے گھر میں آئے تو انھیں پڑھا۔

تشریح ۹۶۷ اس کی پوری بحث جلد ثالث مواقیت الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری کا مقصود یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عصر کے بعد نفل پڑھا کرتے تھے۔ اسے ممنوع نہیں جانتے تھے تو نماز طواف بھی بدرجہ اولیٰ جائز جانتے تھے۔ اور فجر کے بعد طواف کا جواز تو ان کے عمل سے بصراحت ظاہر ہے۔ غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اوقات مکروہہ میں نماز طواف کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ کوئی رائے نہیں ظاہر کر سکے۔ مگر جو اصول شرع سے واقف ہیں۔ ان پر ظاہر ہے کہ اب بھی ترجیح ممانعت کو ہوگی۔ کیونکہ مبیح اور محرم دونوں جمع ہوں۔ تو ترجیح محرم ہی کو ہوتی ہے۔

عہ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۱

عہ

حدیث ۹۶۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اسْتَاذَنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب

الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے

اَنْ یَّبِیْتَ بِمَکَّۃَ لَیَالِیَ مِنًی مِنْ اَجْلِ سِقَایَتِہٖ فَاَذِنَ لَہٗ ع۔

مکے میں رات گذارنے کی اجازت طلب کی تو حضور نے اجازت دے دی۔

تشریحات ۹۶۸ اس حدیث پر یہ باب ہے۔ سقایۃ الحاج۔ حاجیوں کو پانی پلانے کا بیان۔ سقایۃ۔ سقی یسقی کا مصدر بھی ہے۔ اور اس برتن کو بھی کہتے ہیں جس میں پانی جمع کیا جائے۔ آیہ کریمہ۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ۔ میں مصدر ہے۔ اور۔ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ۔ میں پانی پینے کا یا غلہ ناپنے کا برتن مراد ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد کریم قصی بن کلاب کو جب ان کے خسر حُلَیل سے حرم کی تولیت ملی تو انھوں نے دار الندوہ قائم کیا۔ جہاں باہمی مشورہ ہوتا تھا۔ شادی بیاہ کی تقریبات اسی میں سرانجام پاتیں یہیں سے جمع ہو کر قافلے باہر جاتے تھے۔ انھوں نے رفادہ کی ابتدا کی یعنی حجاج کی میزبانی، منیٰ اور عرفات میں حجاج کو مفت کھانا تقسیم کرنا سقایہ یعنی ان کے لئے پانی مہیا کرنا۔ علاوہ ازیں حجابت۔ کعبے کی کلید برداری۔ لواء یعنی لڑائیوں میں علمبرداری پہلے ہی سے تھی۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اس زمانے کے دستور کے مطابق یہ سارے عہدے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دیدیئے۔ اور اپنی بقیہ پانچ اولاد۔ عبدمناف عبدالعزیٰ عبد بن قصی، تحمز اور برہ کو کچھ نہیں دیا۔ عبدالدار نااہل تھا۔ جب عبدمناف کے صاحبزادے ہاشم جوان ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائیوں کو اس پر آمادہ کیا۔ کہ عبدالدار کی اولاد سے حرم کے یہ سارے مناصب لے لئے جائیں۔ بنی عبدالدار نے انکار کیا جس کے نتیجے میں دونوں طرف جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بالآخر اس پر صلح ہوئی کہ عبدالدار سے سقایہ اور رفادہ لیکر بنی عبدمناف کو دے دیا جائے۔ جب تک چاہ زمزم حضرت عبدالمطلب نے کھودا نہیں تھا۔ سقایہ کا یہ انتظام تھا کہ چرمی حوضوں میں پانی بھر کر کعبے کے صحن میں رکھدیا جاتا جسے حجاج استعمال کرتے۔ اور جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھود لیا تو منقیٰ خرید کر زمزم میں بھگو کر حاجیوں کو پلاتے تھے حضرت عبدالمطلب کے بعد سقایہ کا منصب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی انھیں کے پاس باقی رکھا۔

نویں گیارہویں بارہویں راتیں منیٰ میں گزارنی سنت ہے۔ ان راتوں کو منیٰ کے علاوہ کہیں اور گزارنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ

ع۔ مناسک باب سقایۃ الحاج ص ۲۲۱ باب ھل یبیت اصحاب السقایۃ بمکۃ لیالی منیٰ ص ۲۳۵

حدیث ۹۶۹ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ

علیہ وسلم سقایہ کے پاس آئے اور پینے کے لئے مانگا تو عباس نے

فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ فَاْتِ رَسُوْلَ

کہا اے فضل اپنی ماں کے پاس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے پاس سے شربت لاؤ تو فرمایا مجھے (یہی) پلاؤ

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ

انھوں نے عرض کیا اس میں لوگ اپنا ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ فرمایا (یہی) پلاؤ۔ تو حضور نے اسی

مکہ میں بھی۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے ان دنوں مکہ معظمہ رہنے کی اجازت دے دی۔ آج بھی جن کے سپرد یہ کام ہو وہ جاسکتا ہے۔ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

تشریحات ۹۶۹ گزر چکا کہ قصی بن کلاب کے عہد سے یہ دستور تھا کہ چرمی حوضوں میں پانی بھر کر منقی ڈال دیا جاتا اور یہ حوض کعبے کے صحن میں رکھے رہتے حجاج اسے پیتے۔ سقایہ سے یہی چرمی حوض مراد ہے۔ حجاج اس حوض میں ہاتھ ڈال ڈال کر پیتے تھے۔ اس لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور پینے کے لئے طلب فرمایا۔ تو حضرت عباس نے یہ پسند نہ فرمایا کہ حضور یہ پیئیں۔ اپنے بڑے صاحبزادے حضرت فضل کو حکم دیا۔ کہ گھر جاکر صاف ستھرا شربت اپنی والدہ سے مانگ کر لاؤ۔ مگر رحمت عالم نے اپنے لئے امتیاز پسند نہ فرمایا۔ اور جو سارے حجاج پیتے تھے وہی پیا۔

لولا ان تغلبوا یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اگر میں نیچے اتر کر خود اپنے ہاتھ سے پانی کھینچ کر پیوں تو میری اتباع میں تمام حجاج یہی کرنے لگیں گے۔ جس کے نتیجے میں تم کو مغلوب ہو کر ہٹنا پڑے گا۔ تو میں خود پانی کھینچ کر پیتا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میرے اس عمل کو بہانہ بنا کر ظالم حکام تم سے اس منصب جلیل کو چھین نہ لیں۔ یہ مخصوص سقایہ، سقایہ عباس کے نام سے مشہور تھا اور عرصے تک باقی رہا۔ امام طاؤس نے کہا۔ سقایۃ العباس سے پینا تمام حج سے ہے۔ امام عطار نے کہا۔ یہ اتنا میٹھا ہوتا کہ ہونٹ چپک جاتا۔ سائب بن عبداللہ نے امام مجاہد سے کہا۔ کہ سقایۃ العباس سے پیو۔ یہ سنت ہے۔ اگر سقایہ آج بھی ہوتا تو اس سے پینا ضرور سنت ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عباس نے خود ایک ڈول کھینچ کر دیا جسے حضور نے پیا اور جو بچا اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ حدیث میں ہے۔ کہ چاہ زمزم میں جھانکنا اس میں جھانکنا نفاق دور کرتا ہے۔ مگر اب چاہ زمزم نیچے کر دیا گیا ہے۔ مشینوں سے زمزم نکال کر ٹینکوں میں ٹھنڈا کر کے نلوں تک پہنچتا ہے۔ اور اب انھیں نلوں سے میسر ہوتا ہے۔ حجاج کی خواب

مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا فَقَالَ اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ

کو پیا۔ پھر زمزم کے پاس آئے اور آل مطلب پانی کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلار ہے تھے تو فرمایا اسے جاری رکھو

عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ

تم لوگوں کا یہ کام اچھا ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں اترتا اور رسی

عَلَى هٰذِهٖ يَعْنِي عَاتِقَهٗ وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهٖ [۵]

اس پر رکھتا۔ کاندھے کی طرف اشارہ فرمایا

حدیث ۹

عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام ابو عامر شعبی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں

قَالَ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پینے کے لئے زمزم دیا۔ تو حضور نے اسے

کثرت ہونے لگی ہے اس کے پیش نظر یہ ضروری بھی تھا۔

تشریحات ۹ کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے سے احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ مسلم اور ترمذی میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا قتادہ نے کہا۔ اور کھانا۔ تو فرمایا یہ اور برا ہے۔ نیز مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے زجر فرمایا۔ نیز اسی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے اور جو بھول جائے تو جو پیا ہوا سے قے کرے۔ ترمذی میں سیدنا جارود بن ابو المعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔

اس کے برخلاف بعض احادیث سے اجازت ثابت ہوتی ہے۔ مگر وہ یا تو عذر پر محمول ہے یا کسی خاص پانی کے بارے میں وارد ہے جیسے زمزم شریف یا وضو کا بچا ہوا پانی۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زمزم شریف کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ لیکن اگر عکرمہ کی روایت صحیح ہے تو ثبوت مشکل ہے کیونکہ ان کا بیان ہے کہ حضور اس وقت اونٹ پر تھے تو اب کھڑے ہو کر پینے کا سوال ہی نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے کھڑے ہو کر زمزم شریف پینے کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ چونکہ بیر زمزم کے ارد گرد منڈیر بنا دی گئی تھی۔ اور پانی پلانے والے اندر سے پلاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بیٹھ کر پینا ممکن نہ تھا۔ مگر ان تعلیلات سے قطع نظر مطلقاً زمزم شریف کھڑے ہو کر پینے کی روایا

---

[۵] مناسک باب سقایۃ الحاج ص ۲۲۱ [۱] ثانی الاشربۃ۔ باب الشرب قائما ص ۱۲۳ [۲] ثانی الاشربۃ۔ باب النہی عن الشرب قائما ص ۱۰۱

فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ	
کھڑے کھڑے پیا۔ عاصم نے کہا عکرمہ نے قسم کھائی ہے کہ حضور اس دن	
اِلَّا عَلٰى بَعِيْرٍ	
اونٹ پر تھے	

حدیث ۹۷۱	عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَادَ
	نافع سے روایت ہے کہ جس سال حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقِيْلَ
کا محاصرہ کیا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حج کا ارادہ کیا تو ان سے عرض کیا گیا۔ کہ ان
لَهٗ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ فَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ ـ
لوگوں میں لڑائی ہونے والی ہے۔ اور ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کو روک دیں۔ تو فرمایا
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ـ اِذَنْ اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ
تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں ویسے ہی
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ
کروں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حدیبیہ کے سال) کیا تھا۔ میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں

بکثرت ہیں اس لئے یہ مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔

علامہ نووی نے یہ فرمایا کہ ممانعت کی احادیث کراہت تنزیہہ پر محمول ہیں۔ اس کے برعکس جن احادیث سے جواز ثابت ہوتا ہے وہ بیان جواز پر۔ صحابہ کرام میں حضرت فاروق اعظم اور ان کے صاحبزادے اور حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ تھا کہ کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۹۷۱ عام نزل الحجاج۔ مشہور مروانی سفاک عبدالملک بن مروان کے حکم سے مشہور زمانہ خونخوار حجاج بن یوسف ثقفی نے ذوالحجہ ۷۲ھ کی چاند رات نور دیدہ حواری رسول اللہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکہ معظمہ میں محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ مسلسل پانچ ماہ سترہ دن رہا۔ بالآخر ستر ہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کو انہیں شہید کر ڈالا۔

ع مناسک باب سقایۃ الحاج ص۲۲۱ ثانی الاشربۃ باب الشرب قائماً ص۸۴۰ مسلم ترمذی الاشربۃ ـ نسائی الحج۔ ابن ماجۃ الاشربۃ۔

اوجبت عمرۃ ثم خرج حتی اذا کان بظاہر البیداء قال ما
کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا۔ اس کے بعد نکلے جب بیداء پہنچے تو کہا ۔ حج اور عمرہ دونوں
شان الحج والعمرۃ الا واحد اشہدکم انی قد اوجبت حجۃ مع
کا حال یکساں ہے میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ حج واجب کرلیا
عمرتی واہدی ہدیا اشتراہ بقدید ولم یزد علی ذلک فلم
اور قربانی کے جانور ساتھ لئے جنھیں قدید سے خریدا تھا۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ نہ
ینحر ولم یحل من شئ حرم منہ ولم یحلق ولم یقصر حتی
قربانی کی نہ بال مونڈا نہ ترشوایا اور نہ احرام سے باہر ہوئے۔ جب

سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیجا اور نعش مبارک الٹی سولی پر چڑھا دیا[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ واقعہ اسی سال کا ہے۔ حجاج نے اپنی فوج کے ساتھ حرم کے باہر حج کے ارکان ادا کئے۔ البتہ وہ اور اس کے فوجی طواف زیارت نہیں کر سکے۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ حج کی ادائیگی میں عبداللہ بن عمر کی اقتدا کرنا[2]

باب من اشتری ہدیہ من الطریق وقلدھا۔ میں عام نزل الحجاج۔ کے بجائے۔ عام حج الحروریۃ ہے۔

گزر چکا کہ حروریہ خوارج کو کہتے ہیں۔ یہ کوفے کے قریب ایک گاؤں حرورار کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف خوارج کا اجتماع اسی گاؤں میں ہوا تھا۔ اسی لئے خوارج کو حروریہ کہتے ہیں۔ حج حروریہ ۶۴ھ کے حج کو کہتے ہیں۔ جس سال یزید مرا ہے۔ اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت قائم بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے عام حج الحروریہ کے ساتھ۔ فی عھد ابن الزبیر۔ کہنا درست نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ ہوسکتا ہے کہ۔ حروریۃ سے۔ راوی کی مراد۔ حجاج ہی ہو۔ کیونکہ خلیفہ برحق پر خروج کئے ہوئے تھا۔ ہوسکتا ہے کہ واقعہ دوبار ہوا ہو۔ اس پر ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے حاشیہ پر یہ اعتراض کردیا کہ پھر۔ فی عھد ابن الزبیر۔ کہنا درست نہیں۔ اقول۔ یہاں تمام شارحین سے تسامح ہوا ہے۔ ۶۴ھ کے ایام حج سے بہت پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت قائم ہو چکی تھی۔ یزید ربیع الاول ۶۴ھ میں مرا ہے۔ اس کے بعد شام کو چھوڑ کر تمام بلاد اسلامیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت قبول کرلی تھی اور ۶۴ھ کے حج کے موقع پر کوئی خطرہ نہ تھا اور اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر کی امارت میں امن وامان کے ساتھ حج ہوا۔ اسی طرح ۶۳ھ کے

---

[1] بدایہ نہایہ جلد ثامن ص ۳۲۹ و ص ۲۳۲ [2] ایضاً ص ۳۲۹

كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

یوم نحر ہوا تو قربانی کی اور سر مونڈا۔ ان کی رائے یہ تھی حج اور عمرے دونوں کے طواف، طواف اول

بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

سے ادا ہو گئے۔ اور ابن عمر نے فرمایا۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کیا۔

حدیث ۹۶۲ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا

عروہ نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ میں نے

حج میں بھی کوئی اندیشہ نہ تھا کیونکہ مسلم بن عقبہ نے اواخر ذوالحجہ ۶۲ھ میں مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیا اور ۲۷ ذوالحجہ کو جنگ ہوئی۔ پھر یہ لشکر اوائل محرم میں مکہ معظمہ گیا کہنا یہ ہے کہ ۶۳ھ اور ۶۴ھ کے ایام حج میں مکہ معظمہ پر کوئی لشکر حملہ آور نہ ہوا تھا۔ جو شورش تھی وہ دوسرے شہروں کے لئے تھیں۔ غالبا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو عرض کی گئی وہ دوسرے بلاد کی شورشوں اور لشکروں کے کوچ کی خبروں کی بنا پر کی گئی خلاصہ یہ ہوا کہ اگر عام حج الحروریہ سے مراد ۶۴ھ ہے تو اس سال ایام حج تک حضرت عبداللہ بن زبیر کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اس لئے عام حج الحروریہ اور۔ فی زمن ابن الزبیر۔ میں کوئی تخالف نہیں۔ اور اگر اس سے ۶۳ھ مراد ہو تو بھی مکہ معظمہ پر حضرت عبداللہ بن زبیر کا تسلط تام تھا تو اسے زمن الزبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر باب اذا احصر المعتمر۔ کی روایت کی یہ تصریح۔ لیالی نزل الجیش بابن الزبیر۔ متعین کر رہا ہے کہ یہ واقعہ ۷۳ھ ہی کا ہے۔

فقیل لہ یہ عرض کرنے والے ان کے دونوں صاحبزادے سالم اور عبداللہ تھے۔ جیسا کہ باب اذا احصر المعتمر میں تصریح ہے۔

کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ صلح کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نے وہیں حدیبیہ میں قربانیاں کیں اور احرام کھول دیا اور اس عمرے کی قضا میں سال آئندہ عمرہ ادا فرمایا۔

تشریحات ۹۶۲ سورہ بقرہ آیت (۱۵۸) میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں

ے مناسک باب طواف القارن ص۲۲۲ من اشتری الهدی من الطریق ص۲۲۹ ایضا ص۲۳۱ باب المحصر ص۲۴۳ باب من قال لیس علی المحصر بدل ص۲۴۴

أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ

عرض کیا۔ اللہ کے اس ارشاد کے بارے میں کیا فرماتی ہیں۔ کہ صفا اور مروۃ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو

حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ فَوَاللهِ مَا عَلَى

بھی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر ان دونوں کا طواف کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ کیا بخدا ایسا ہی ہے

أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ

کہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ فرمایا اے بھتیجے تو نے غلط بات کہی۔

أُخْتِي إِنَّ هٰذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ

اگر اس آیت کا معنی وہی ہوتا جو تو نے بیان کیا ہے۔ تو ارشاد خداوندی یہ ہوتا۔ کہ ان دونوں کا طواف نہ

لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَلٰكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ

کرنے پر کوئی گناہ نہیں یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مسلمان ہونے سے پہلے یہ لوگ

لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ

مناۃ طاغیہ کے پاس احرام باندھتے جس کی وہ پرستش کرتے تھے جو مشلل کے پاس تھا۔ جو یہاں سے

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرنے والے پر ان دونوں کا طواف کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے۔ کہ صفا اور مروہ کی سعی کرنا مباح ہے۔ فرض و واجب تو دور ہے مستحب بھی نہیں۔ اس لئے یہ کہنے سے کہ فلاں کام کرنے میں گناہ نہیں۔ عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے حضرت عروہ نے اسی کے مطابق یہی سمجھا تھا حالانکہ حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی۔ سعی کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض فرمائی ہے۔ اس سے سعی کی فرضیت یا کم از کم وجوب ضرور ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عروہ نے اپنا یہ شبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے جواب یہ ارشاد فرمایا۔ کہ انصار زمانۂ جاہلیت میں مناۃ مشہور بت کے پاس جو قُدَید کے قریب مُشَلَّل میں ہے۔ حج کا احرام باندھتے تھے۔ اور صفا اور مروہ کی سعی کو گناہ جانتے تھے۔ انصار کرام جب اسلام سے مشرف ہو گئے تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ ہمارا یہ طریقہ تھا۔ اب کیا ارشاد ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ چونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صفا اور مروہ کی سعی ہمارے لئے گناہ ہے۔ ان کے اس عقیدے کے ازالے کے لئے فرمایا گیا۔ کہ صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی گناہ نہیں جیسا کہ تم اعتقاد رکھتے تھے۔ ام المومنین یہ افادہ فرمانا چاہتی ہیں۔ کہ یہ تعریض ہے اور تعریض میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے اباحت

25

يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ

احرام باندھ لیتا وہ صفا اور مروہ کا طواف کرنے میں حرج جانتا۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ۔ ہم صفا اور مروہ

نَتَحَرَّجُ اَنْ نَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

کا طواف کرنے میں حرج جانتے تھے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی

مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ الْاٰيَة۔ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نشانیوں میں سے ہیں۔ پوری آیت۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ

نے ان دونوں کے مابین طواف کو مسنون فرمایا ہے تو اب کسی کو جائز نہیں کہ ان دونوں کا طواف چھوڑے

پر استدلال درست نہیں۔ مزید توضیح کے لئے ام المومنین نے فرمایا۔ کہ اگر اباحت مقصود ہوتی تو یہ ارشاد ہوتا۔ کہ طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ نہیں ارشاد ہوتا کہ۔ طواف کرنے میں گناہ نہیں۔ عرف کا محاورہ یہی ہے کہ اگر کسی فرض یا واجب کے کرنے کو کوئی گناہ سمجھے تو یہی کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ جیسے کسی کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور وہ صاحب ترتیب ہے اس پر فرض ہے کہ عصر سے پہلے پہلے ظہر کی قضا پڑھ لے مگر وہ اپنی بے علمی سے یہ خیال کرتا ہے۔ یہ جائز نہیں۔ اس نے کسی عالم سے دریافت کیا تو عالم نے جواب دیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا اس ماحول میں یہ مطلب نہیں کہ اس شخص پر عصر سے پہلے ظہر پڑھ لینا فرض نہیں۔ بلکہ حرج نہیں اس کے خیال کو زائل کرنے کے لئے ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص جو صاحب ترتیب نہ ہو اور اس کی نماز ظہر قضا ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ عصر سے پہلے پہلے ظہر پڑھ لینا مجھ پر فرض ہے۔ اگر نہیں پڑھوں گا تو گنہگار ہوں گا۔ اس نے کسی عالم سے پوچھا تو عالم نے فرمایا۔ اگر نہ پڑھو تو کوئی گناہ نہیں اس کا مطلب ضرور یہ ہوا کہ اس پر عصر سے پہلے پہلے ظہر پڑھنا فرض یا واجب نہیں۔ اس کو حضرت ام المومنین یہ فرماتی ہیں۔ کہ اگر صفا مروہ کے مابین سعی فرض یا واجب نہ ہوتی تو یہ فرمایا جاتا۔ کہ ان دونوں کی سعی نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ مگر چونکہ انصار کرام کے زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد فاسد کا ازالہ مقصود ہے۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ جو ان کی سعی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں جیسا کہ تمہارا زمانہ جاہلیت میں گمان تھا۔

لمناۃ الطاغیۃ مناۃ۔ یہ مشہور بت کا نام ہے۔ یہ ایک چٹان تھی۔ جسے بانی بت پرستی عمرو بن لحی خزاعی نے مشلل میں سمندر کی جانب نصب کیا تھا۔ یہ انصار بنی غطفان اور ہذیل کا خاص بت تھا۔ جو مدینہ طیبہ سے سات میل کے فاصلے پر قدید کے قریب تھا۔ طاغیہ۔ طغیان سے ہے۔ اس کے معنی سرکشی کرنے والے کے ہیں۔ اور عرف میں بت کو بھی کہتے ہیں۔ قدید۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک شہر تھا۔ مشلل۔ قدید کے قریب سمندر کی جانب ایک گاؤں کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جس سے

بَيْنَهُمَا ثُمَّ اَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ

امام زہری نے کہا۔ اس کے بعد میں نے ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو اس کی خبر دی تو انھوں

مَا كُنْتُ سَمِعْتُهٗ لَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ

نے کہا۔ یہ بات میں نے نہیں سنی میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ جو لوگ مناۃ کے پا

اَنَّ النَّاسَ اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ كَانُوْا

احرام باندھتے تھے۔ جن کا تذکرہ حضرت عائشہ نے کیا ہے ان کے علاوہ سب صفا اور مروہ کا طواف

يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَ

کرتے تھے۔ جب اللہ عز وجل نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور

لَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْاٰنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوْفُ

صفا اور مروہ کے طواف کا ذکر نہیں کیا۔ تو لوگوں نے عرض کیا۔ ہم صفا اور مروہ کا طواف

اتر کر قدید جاتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ وہ گھاٹی ہے جو قدید کے اوپر ہے۔ ان سب اقوال میں تنافی نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ مشلل کی آبادی اسی گھاٹی میں رہی ہو جو اس پہاڑ میں ہے جس سے اتر کر قدید جاتے تھے۔

ثم اخبرت اس کے قائل امام زہری ہیں۔ ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام یہ بڑے عابد و زاہد تابعی بزرگ تھے۔ ان کا راہب قریش خطاب تھا۔ یہ عہد فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔

ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو کچھ حضرت ام المومنین سے سنا وہ صحیح ہے۔ مگر میں نے نہیں سنا۔ میں نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں ام المومنین کے علاوہ دوسرے اہل علم سے جو سنا ہے وہ یہ ہے۔ جو لوگ مناۃ کے پاس احرام باندھتے تھے وہ لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ کی سعی کرتے تھے۔ مگر جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ حج (۲۹) اور بیت عتیق کا طواف کریں۔

جس سے معلوم ہوا کہ حج میں بیت اللہ کا طواف فرض ہے۔ اور صفا و مروہ کی سعی کا حکم نہیں دیا۔ تو ان لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا بات ہے۔ صفا و مروہ کی سعی کا تذکرہ نہیں فرمایا کیا یہ گناہ ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا گیا انکی شبہ کے ازالے کیلئے فرمایا گیا۔ یہ گناہ نہیں۔ اس کے ازالے کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ سعی فرض یا واجب نہیں۔ جس کا کرنے والا گنہگار نہ ہو۔ آخر میں ابو بکر بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ دونوں فریقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو۔

ان ھذا العلم یہاں العلم معرف باللام اکثر کی روایت ہے۔ کشمیہنی کی روایت اِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ۔ ہے۔ علم پر لام تاکید اور علم نکرہ۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ بیشک یہ علم ہے جسے میں نے نہیں سنا۔ یعنی یہ اپنے اپنے علم کی بات ہے۔ حضرت ام المومنین کو اس کا علم تھا انھوں نے بیان فرمایا۔ مگر میں نے کسی سے اب تک نہیں سنا۔ حاصل دونوں روایتوں کا ایک ہی ہے۔

بالصفا والمروۃ وان اللہ انزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل

کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کو نازل فرمایا اور صفا اور مروہ کا ذکر نہیں کیا

علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ۔ ان

تو کیا اگر ہم صفا اور مروہ کا طواف کریں تو کوئی حرج ہے؟ اب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا۔ صفا اور

الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ الآیۃ۔ قال ابوبکر فاسمع ھذہ

مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (پوری آیت) ابوبکر نے کہا۔ سن یہ آیت دونوں

الآیۃ نزلت فی الفریقین کلیھما فی الذین کانوا یتحرجون ان یطوفوا

فریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں بھی جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ

شبہ اور حل | اگر یہاں یہ شبہ وارد ہے کہ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن کی تقریر کے مطابق دو فریق کہاں ہوئے۔ ایک ہی فریق رہے۔ اقول و باللہ التوفیق۔ یہاں بخاری میں اجمال ہے اور وہ بھی درجہ ابہام تک ہے مسلم میں ہے۔ کہ ابوبکر بن عبدالرحمن نے کہا۔ میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے۔ کہ اہل عرب میں سے جو لوگ صفا و مروہ کے مابین طواف نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان دونوں پتھروں کے مابین طواف جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔ اور دوسرے لوگ جو انصار میں سے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو صرف بیت اللہ کے طواف کا حکم ہوا ہے اور صفا مروہ کی سعی کا حکم نہیں ہوا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ان دونوں گروہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس سے قطع نظر خود بخاری کی روایت میں بنظر دقیق دیکھنے سے دو فریق صاف صاف معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ۔ ان الناس الا ماذکرت عائشۃ۔ کی تقریر عام شراح کی روش سے ہٹ کر ہوگی۔ وہ یہ کہ۔ ان الناس الا ماذکرت عائشۃ ممن کان یھل لمناۃ۔ میں۔ ممن کان یھل لمناۃ، ماذکرت۔ میں مذکور ما کا بیان ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ ام المومنین نے جن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے یعنی وہ لوگ جو مناۃ کے پاس سے احرام باندھتے تھے۔ ان کے ماسوا سب لوگ صفا مروہ کی سعی کرتے تھے۔ مگر جب بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل ہوا۔ تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا صفا مروہ کی سعی میں کوئی گناہ ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اب ابوبکر بن عبدالرحمن کا یہ فرمانا کہ دونوں فریق کے بارے میں نازل ہوئی صحیح ہے۔ جیسا کہ بعد میں خود انھوں نے تفصیل فرمائی ہے۔

اشکال اور جواب | اس توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ۔ ما۔ غیر ذوی العقول کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا بیان ممن نہیں ہوسکتا۔

جواب | ما کبھی ذوی العقول کے لئے بھی آتا ہے۔ اگرچہ مجازاً ہی سہی۔ قرآن مجید میں بھی اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ ارشاد ہے والسماء وما بنٰھا۔ قسم ہے آسمان کی اور جس نے اسے بنایا۔ اور ارشاد ہے۔ ونفس وما سوّٰھا۔ اور جان کی قسم اور جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ اس کے بعد حدیث آرہی ہے جس میں ہے۔ الحمس قریش وما ولدت۔ حمس قریش

فِی الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ

کے طواف کو گناہ جانتے تھے اور ان لوگوں کے بارے میں بھی جو زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔ مگر ان کے

يَّطَّوَّفُوْا بِهِمَا فِی الْاِسْلَامِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ

طواف کو عہد اسلام میں حرج جاننے لگے تھے۔ اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا تذکرہ کیا

وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ ؏

اور صفا کا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بعد میں ان دونوں کے طواف کا بھی تذکرہ فرمایا۔

اور ان کی اولاد ہے۔

احکام | احناف کے یہاں صفا مروہ کی سعی واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس کے ترک سے دم واجب ہے۔ اور دم سے انجبار ہوجاتا ہے۔ حضرت امام مالک امام شافعی، امام احمد وغیرہ کے یہاں فرض ہے۔ اس کو اگر کسی نے ترک کیا تو جب تک ادا نہیں کرے گا۔ بری الذمہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر سعی نہ کی اور گھر لوٹ آیا تو بھی فرض ہے کہ مکہ معظمہ جاکر اسے ادا کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم دے۔ اور اگر سعی کے بغیر جماع کرلیا۔ تو حج فاسد ہوگیا۔ اس پر اس حج کی قضا واجب ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد[۱]، دار قطنی[۲] اور بیہقی[۳] نے صفیہ بنت شیبہ سے اور حبیبہ بنت تجزئہ سے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے ہیں کچھ لوگ حضور کے آگے ہیں اور حضور ان کے پیچھے اس طرح سعی فرما رہے ہیں۔ کہ تیزی سے دوڑنے کی وجہ سے تہبند گھٹنوں کے گرد چکر کھا رہا ہے اور فرما رہے ہیں اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی۔ سعی کرو اس لئے کہ اللہ نے تم پر سعی فرض فرمائی۔ یہ حدیث فرضیت پر نص ہے احناف یہ کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سعی نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت یا مستحب ہے۔ یہ حضرت ابن عباس اور ابن سیرین اور عطار کا قول ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ ان کی دلیل آیۂ کریمہ کا اگلا حصہ ہے کہ فرمایا۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔ اور اگر کوئی شخص کوئی نیکی اپنی طرف سے کرے تو اللہ بہترین صلہ دینے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس کا تعلق صفا مروہ کی سعی سے ہے۔ اس لئے یہ اس کے نفل ہونے پر دلیل ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ کہ اس کا تعلق حج اور عمرے سے ہے۔ سعی سے نہیں۔ کیونکہ اگر اس کا تعلق سعی سے مانیں گے تو لازم آئے گا کہ حج اور عمرے کے بغیر صرف صفا مروہ کی سعی بطور نفل مشروع ہو۔ حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرے کے بغیر تنہا سعی مشروع نہیں۔

؏ مناسک باب وجوب الصفا والمروۃ ص۳-۲۲۲ نسائی الحج۔

[۱] جلد سادس ص۴۲۲ [۲] عمدۃ القاری تاسع ص۲۸۸ [۳] ایضا۔

تعلیق ۳۰۱ — وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ ع٥

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ سعی، بنی عباد کے گھر سے بنی ابو حسین کی گلی تک ہے۔

حدیث ۹۷۳ — عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ۔ ع٥

عبید اللہ بن عمر سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب رکن یمانی تک پہنچتے تو معمول کے مطابق چلتے۔ نافع نے کہا۔ نہیں (رمل کرتے تھے) مگر یہ کہ رکن پر بھیڑ ہو تو معمول کے مطابق چلتے۔ وہ کسی حال رکن یمانی کا استلام نہیں چھوڑتے تھے

حدیث ۹۷۴ — أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

عاصم نے کہا۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

تشریح ۳۰۱ اس تعلیق کے ہم معنی امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے بنی عباد کا دروازہ جانب صفا پہلی میل کے پاس تھا۔ اور بنی ابو حسین کی گلی دوسرے میل کے پاس۔ اس لئے اس کا حاصل وہی ہوا کہ صفا مروہ کے درمیانی نشیب کے دونوں کناروں پر جو سبز میل نصب ہیں وہاں سعی کریں۔ یعنی ذرا تیز چلیں۔ پوری سعی میں دوڑنا ممنوع ہے۔

تشریحات ۹۷۳ باب من طاف بالبيت إذا قدم مكة۔ میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ گزر چکا۔ یہ حصہ وہاں مذکور نہیں تھا۔ اس حصہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی مذہب یہی ہے کہ رمل طواف کے پورے پھیروں میں ہے۔ رکن یمانی اور رکن اسود کا مابین مستثنیٰ نہیں۔ مگر وہ چونکہ رکن یمانی کے استلام کو ضروری جانتے تھے۔ اس لئے اگر بھیڑ ہوتی تو استلام کے لئے تھوڑی رمل ترک کر دیتے۔ اور یہی محمل ہے اس روایت کا۔ جو باب الرمل فی الحج والعمرۃ۔ میں گزری۔ کہ نافع نے بتایا کہ وہ رکن یمانی اور رکن اسود کے مابین معمول کے مطابق اس لئے چلتے تھے کہ استلام کے لئے اس میں آسانی ہو۔

تشریحات ۹۷۴ باب بدء الرمل۔ میں اس کی تفصیل گزر چکی۔ سعی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کے عہد سے

ع٥ السناسك باب ماجاء في السعي بين الصفا والمروة ص۲۲۳ ۔ ع٥ ایضاً

اللہ تعالیٰ عنہ أکنتم تکرھون السعی بین الصفا والمروۃ فقال

کیا آپ لوگ صفا مروہ کی سعی کو برا جانتے تھے۔ تو فرمایا۔

نعم لأنھا کانت من شعائر الجاھلیۃ حتی أنزل اللہ تعالیٰ۔ إن الصفا

ہاں اس لئے کہ وہ جاہلیت کے شعار سے تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت أو اعتمر فلا جناح علیہ

صفا مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لئے جو حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ

أن یطوف بھما[ع]

ان دونوں کا طواف کرے۔

حدیث ۹۷۵ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال إنما سعی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبیت وبین الصفا والمروۃ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت اللہ اور صفا مروہ کے درمیان سعی اس لئے کی تاکہ مشرکین

لیری المشرکین قوتہ[ع]

کو اپنی قوت دکھائیں۔

مشروع ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مناسک ادا کرنے کا حکم ہوا تو شیطان سعی کے وقت آیا۔ اور حضرت ابراہیم سے آگے بڑھنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیم نے (دوڑ لگائی) اور اس سے آگے ہوگئے۔ نیز یہ اصل میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے۔ خود بخاری ہی میں ہے کہ جب مشک کا پانی ختم ہوگیا تو حضرت ہاجرہ سب سے زیادہ قریب پہاڑ صفا پر چڑھیں۔ اور میدان میں نظر ڈالی کہ کوئی ہے؟ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ تو اتریں اور جب نالے کے پیٹ میں پہنچیں تو کرتے کا دامن اٹھالیا۔ پوری قوت سے دوڑنے لگیں۔ اس طرح نالہ پار کیا اور مروہ پر آئیں۔ سات بار ایسا ہی کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے لوگ صفا مروہ کے درمیان

ع مناسک باب ما جاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص ۲۲۳ ثانی تفسیر سورۂ بقرۃ باب قولہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ص ۶۴۶ مسلم الحج۔ ترمذی تفسیر نسائی مناسک۔ ع ایضا۔ ل اول ص ۲۹۷

ل اول الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی ص ۴۷۵

حدیث ۹۷۶

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ نبی

أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا نبی صلی اللہ

لَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا ان میں سے کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔ اور

وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا

علی یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اور انھوں نے

أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

کہا تھا میں نے اس کا احرام باندھا ہے۔ جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ اور نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے عمرہ کرلیں اس کے بعد بال ترشوالیں اور احرام کھول لیں

وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا

مگر وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں۔ اس پر لوگوں نے کہا ہم اس حالت میں منی جائیں

يَقْطُرُ مَنِيًّا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ

گے کہ ہمارے ذکر منی ٹپکاتے ہوں؟ اس کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا جو میں نے بعد میں جانا

سعی کرتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں دو باتیں ہیں۔ ایک طواف میں رمل یہ تو مشرکین کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا، دوسرے صفا اور مروہ کے مابین سعی یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے۔

تشریحات ۳۰۲ تا ۳۰۵ پہلی تعلیق کو امام سعید بن منصور نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ دوسری کو امام مسلم نے۔ اس تعلیق کے راوی عبدالملک کون ہیں علامہ کرمانی نے کہا۔ کہ یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا۔ یہ عبدالملک بن ابوسلیمان ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ دونوں احتمال یکساں ہے۔ مگر مسلم میں یہ حدیث عبدالملک بن ابوسلیمان العرزمی سے مروی ہے۔ تیسری تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور چوتھی تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الوضو باب غسل الرجلین فی النعلین ص۲۸ میں ذکر کیا ہے۔ اور نزہۃ القاری جلد اول ص۵۰۸ پر مذکور ہے۔

مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ وَلَوْلَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ وَ

اگر پہلے جانتا تو قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا۔ اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا۔ اور عائشہ

حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَیْرَ اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَیْتِ

کو حیض آگیا انھوں نے حج کے تمام ارکان ادا کیے سوا بیت اللہ کے طواف

فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَیْتِ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللهِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَّ

کے۔ جب پاک ہوگئیں تو طواف کیا۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے

عُمْرَةٍ وَّ اَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَكْرٍ اَنْ یَّخْرُجَ مَعَهَا

ساتھ جارہے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ جاؤں۔ تو عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ

اِلَى التَّنْعِیْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ ؎

انہیں تنعیم تک لے جاؤ۔ انھوں نے حج کے بعد عمرہ کیا

ت ۳۰۲ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ یُلَبِّیْ بِالْحَجِّ فَقَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ

امام عطار سے پوچھا گیا جو مکہ میں مقیم ہو وہ حج کا احرام کب باندھے۔ تو فرمایا۔ ابن عمر

رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُلَبِّیْ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ اِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوٰى

رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوم ترویہ کو جب ظہر پڑھ لیتے۔ اور سواری پر بیٹھ جاتے

عَلٰى رَاحِلَتِهٖ ؏

تو لبیک پڑھتے۔

ثبوت باب | امام بخاری نے ان تعلیقات پر یہ باب باندھا ہے۔ کی حاجی جب منی جانے لگے تو بطحا یا کہیں اور سے احرام باندھے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ کی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خاص مسجد حرام سے احرام باندھے۔ پہلی تعلیق میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سواری پر سیدھے بیٹھ جاتے تو تلبیہ پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سواری پر مسجد حرام میں نہیں بیٹھے ہوں گے کہیں باہر سوار ہوتے ہوں گے۔ اس لئے ثابت کہ مسجد حرام کے باہر سے تلبیہ پڑھنا شروع کرتے۔ دوسری تعلیق میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ

؎ المناسک باب تقضی الحائض المناسک کلہا ص ۲۲۲-۳ ؏ مناسک باب الاہلال من البطحاء و غیرہا للمکی ص ۲۲۴

۳۰۳ ت وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ ؏

اور عبدالملک نے عطا سے اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آئے اور ہم نے احرام کھول دیا۔ یہاں تک کہ یوم ترویہ آیا اور ہم نے مکے کو پیٹھ پیچھے کردیا تو حج کیلئے لبیک کہا

۳۰۴ ت وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ ؏

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے بطحا سے (حج) کیلئے تلبیہ کہا۔

۳۰۵ ت وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَأَيْتُكَ إِذْ كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ ؏ ۔

اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا۔ اور لوگ تو چاند دیکھتے ہی لبیک کہنے لگتے ہیں اور آپ جب مکہ میں رہتے ہیں تو لبیک نہیں کہتے جب تک یوم ترویہ نہ آجائے تو فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلبیہ کہتے نہیں دیکھا جب تک کہ سواری حضور کو لیکر کھڑی نہ ہو جائے

تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہم جب مکے کو پیٹھ پیچھے کر لیتے تو تلبیہ پڑھتے۔ یہ اس پر نص ہے کہ مسجد حرام بلکہ مکہ معظمہ کے بھی باہر جاکر احرام باندھتے۔ تیسری تعلیق میں تصریح ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نے بطحا سے تلبیہ کہا اور چوتھی تعلیق کو بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے مطابقت ہے۔ جیساکہ گزر چکا۔ البتہ ان کے استدلال میں خفا ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ترویہ لبیک پڑھنے سے اس پر استدلال کیا ہے۔ کہ یوم ترویہ حج کا احرام باندھنا مسنون ہے۔

؏ ؏ ؏ مناسک باب الاہلال من البطحاء وغیرھا للمکی ص ۲۲۴

حدیث ۹۷۷

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ وَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ ؎

عبدالعزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا آپ کو حضور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ یاد ہو تو مجھے بتائیے کہ حضور نے ترویہ کے دن ظہر اور عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا۔ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا یوم نفر عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا ابطح میں۔ اس کے بعد حضرت انس نے فرمایا۔ تیرے حکام جیسا کرتے ہیں ویسا کر۔

حدیث ۹۷۸

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ

عبدالعزیز نے کہا۔ ترویہ کے دن میں منیٰ چلا۔ تو حضرت انس سے ملاقات ہوئی

حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۷ ذوقعدہ کو ذوالحلیفہ میں احرام باندھا تھا۔ علامہ ابن بطال محدث نے اس کی تقریر یہ کی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات پر احرام باندھ کر حج کے افعال شروع فرما دیئے۔ افعال حج کے افتتاح اور تلبیہ میں کوئی فصل نہیں فرمایا نہ تاخیر فرمائی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ افعال حج کے افتتاح اور تلبیہ میں فصل نہیں چاہیئے مکی اگر منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام باندھے گا تو فصل لابدی ہوگا۔ اس لئے اسے چاہیئے کہ یوم ترویہ جب حج کیلئے سفر شروع کرے تو احرام باندھے۔

گزر چکا کہ ہمارے یہاں یوم ترویہ سے پہلے بھی حج کا احرام باندھ سکتے ہیں۔ اور محدث ابن بطال نے جو کچھ فرمایا اس میں کلام کی بہت گنجائش ہے۔

تشریحات ۹۷۷-۹۷۸ ان احادیث کے بموجب احناف کا مذہب یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ کو آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ چلیں۔ ظہر عصر مغرب عشا فجر منیٰ میں پڑھیں اور افضل یہ ہے کہ مسجد خیف میں ادا کریں۔ اگر امام صحیح العقیدہ سنی ہو تو اس کی اقتدا میں باجماعت پڑھیں۔ ورنہ اکیلے یا اپنے احباب کے ساتھ اپنی جماعت کریں۔ اس وقت دونوں حرم کی مساجد اور مسجد خیف اور مسجد نمرہ اور مشعر حرام کے امام نجدی بدمذہب ہیں۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ ان کے

؎ مناسک باب این یصلی الظہر یوم الترویۃ ص ۲۲۳ باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح ص ۲۳۷ مسلم الحج ابوداؤد مناسک ترمذی نسائی الحج۔

أَنَسًا ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ گدھے پر جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج کہاں ظہر پڑھی

هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ قَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاءُكَ فَصَلِّ ؏

تھی۔ فرمایا۔ دیکھو تیرے حکام جہاں پڑھیں وہاں تو بھی پڑھ

حدیث ۹۷۹ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ

سالم نے کہا میں نے عمیر ام الفضل کے غلام سے سنا کہ ام الفضل

أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

نے کہا کہ عرفہ کے دن لوگوں کو شک ہو گیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ ؏

ہیں یا نہیں۔ تو میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شربت بھیجا تو حضور نے اسے پی لیا۔

پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ اگر نجدی اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھو گے تو جماعت کا ثواب کیا ملے گا۔ نماز قضا کرنے کا وبال ہوگا۔ تم گئے تھے جماعت کا ثواب حاصل کرنے اور ہوا یہ کہ نماز بھی گئی۔

کما یفعل امراءک | اس وقت کے حکام یہی کرتے تھے کہ یوم ترویہ کی ظہر منیٰ میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ہدایت فرمائی۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ منیٰ زوال کے بعد جائیں یا رات میں جائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہائی رات کو جاتی تھیں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اہل مکہ کی عادت یہ ہے کہ عشا پڑھ کر جاتے ہیں۔ آجکل بہت سے حجاج سات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔ اور آٹھویں کی شب میں جانے کا تو رواج عام پڑ گیا ہے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۹۷۹ دوسرے ابواب میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ کچھ لوگوں نے میرے پاس اس میں اختلاف کیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج یوم عرفہ روزے سے ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ روزے سے ہیں کچھ لوگوں نے کہا روزے سے نہیں۔ تو میں نے ایک پیالہ دودھ بھیجا اور حضور اپنے اونٹ پر سوار تھے

؏ مناسک باب این یصلی الظہر یوم الترویۃ ص ۲۲۴۔ ؏ مناسک باب صوم یوم عرفہ ص ۲۲۵ باب الوقوف علی الدابۃ بعرفۃ ص ۲۲۵ الصوم باب صوم یوم عرفۃ ص ۲۶۷ ثانی الاشربۃ باب من شرب وھو واقف علی بعیرہ ص ۸۴۰۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ الصوم۔

حدیث ۹۸۰ عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَا يُخَالِفَ
سالم نے کہا۔ عبد الملک نے حجاج کو لکھا۔ کہ حج کے معاملے میں ابن عمر کی مخالفت

ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ
مت کرنا۔ عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی ابن عمر آئے اور حجاج کے خیمے کے

زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ
پردوں کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ اس پر حجاج نکلا اور وہ کسُم سے رنگی ہوئی چادر

تو حضور نے پی لیا۔
یہاں عمیر کو حضرت ام الفضل کا غلام بتایا ہے۔ مگر دوسری روایتوں میں عبد اللہ بن عباس کا غلام بتایا گیا۔ اس کا امکان ہے کہ یہ دونوں کے غلام رہے ہوں۔ یا ہوسکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے تھے۔ مگر چونکہ ماں اور بیٹے کا معاملہ ایک ہی ہے اس لئے دوسرے کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

یوم عرفہ کا روزہ مسلم[1]، ابوداؤد[2]، ترمذی[3] اور ابن ماجہ[4] میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے گمان ہے کہ عرفے کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ بیہقی میں ام المومنین حضرت صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفے کے روزے کو ہزاروں کے برابر بتاتے اس سے کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ آج حج کے موقع پر عرفات میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوگا۔ مگر سفر میں چونکہ روزہ رکھنا دشوار ہے۔ اور خود حضور نے ارشاد فرمایا ہے[5] لیس من البر الصیام فی السفر۔ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ تو دوسرے حضرات کو خیال ہوا کہ روزے سے نہیں۔ ہمارے یہاں مستحب یہ ہے کہ حاجی عرفات میں یوم عرفہ روزہ نہ رکھے۔ اسی میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا ہے۔ نیز وقوف اور دعا وغیرہ میں آسانی۔

امام عطار نے فرمایا کہ جو اس دن روزہ نہ رکھے تا کہ کما حقہ اعمال حج ادا کر سکے تو اسے روزے کا ثواب ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے مکروہ کہتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[6] کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس کے باوجود ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عرفات میں روزہ رکھتے تھے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی ایک روایت ہے[7]۔

تشریحات ۹۸۰ اس سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن نماز ظہر میں تعجیل سنت ہے۔ سورج ڈھلتے ہی فوراً بلا تاخیر امام پہلے جمعہ

---

[1] اول الصیام باب النہی عن صوم الدھر ص ۲۳۶ [2] اول الصیام باب فی صوم الدھر ص ۳۲۹ [3] اول الصوم باب فی فضل صوم یوم عرفۃ ص ۹۳ [4] الصیام باب صیام یوم عرفۃ ص ۱۲۵ [5] بخاری اول الصوم باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ظلل علیہ واشتد الحر ص ۲۶۱ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجۃ۔ موطا امام مالک۔ دارمی۔ الصوم۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۲ [6] ابوداؤد باب فی صوم یوم عرفۃ بعرفۃ ص ۳۳۰ [7] عمدۃ القاری تاسع ص ۳

مُعَصْفَرَةٌ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ الرَّوَاحَ اِنْ كُنْتَ

اوڑھے ہوئے تھا۔ اور کہا کیا بات ہے اے ابو عبد الرحمن! تو ابن عمر نے فرمایا۔ چلنا ہے۔ اگر تو سنت پر

تُرِيْدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَانْظِرْنِيْ حَتّٰى

عمل کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا ابھی۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا تھوڑی دیر انتظار کرو کہ میں اپنے

اُفِيْضَ عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ اَخْرُجَ فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ

سر پر پانی بہالوں پھر آتا ہوں۔ ابن عمر اتر گئے۔ یہاں تک کہ حجاج نکلا اور میرے اور

بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَبِيْ فَقُلْتُ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَ

میرے والد ماجد کے درمیان چلا۔ میں نے اس سے کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو خطبہ مختصر

عَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ

کر اور وقوف میں جلدی کر۔ یہ سن کر وہ عبد اللہ کی جانب دیکھنے لگا۔ جب عبد اللہ نے یہ دیکھا تو فرمایا

قَالَ صَدَقَ ؏

اس نے سچ کہا۔

کی طرح دو خطبہ پڑھے پھر ظہر کی نماز۔ اور سنتیں پڑھے بغیر متصلاً عصر کی نماز۔ اس کے بعد وقوف کرے۔ ہمارے یہاں حج میں تین خطبے ہیں۔ ایک ساتویں ذوالحجہ کو مسجد حرام میں۔ جس میں منی جانے اور منی سے عرفات جانے کی تعلیم ہو دوسرا یوم عرفہ قبل نماز ظہر۔ اس میں وقوف عرفہ اور مزدلفہ جانے وہاں وقوف کرنے رمی جمرات قربانی، حلق یا قصر اور طواف زیارت کے احکام بیان ہونے چاہیئے۔ تیسرا گیارہ ذوالحجہ کو منی میں جس میں اللہ عزوجل کی حمد اور شکر ہو کہ اس نے حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور شریعت کے اتباع اور امر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب کا بیان ہونا چاہیئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں چار خطبے مسنون ہیں۔ ساتویں کو حرم میں۔ نویں کو عرفہ میں۔ دسویں کو منی میں۔ بارہویں کو بھی منی میں۔ امام مالک کے یہاں بھی تین خطبے ہیں اس تفصیل کے ساتھ۔ ساتویں کو حرم میں صرف ایک خطبہ نماز ظہر کے بعد دوسرا عرفات میں بعد زوال اس کے درمیان خطیب بیٹھے گا۔ تیسرا گیارہ کو۔ امام احمد سے بھی اصح روایت یہی ہے۔ کہ تین خطبے ہیں مگر تفصیل یہ ہے۔ ساتویں ذوالحجہ کو ان کے یہاں کوئی خطبہ نہیں۔ بلکہ پہلا عرفات میں بعد زوال۔ پھر دس اور گیارہ کو منی میں۔

ابن حزم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یوم نحر کے دوسرے دن یکشنبہ کو خطبہ دیا۔ ابو داؤد میں ہے۔ کہ حضور اقدس

؏ مناسک باب التجہیر بالرواح یوم عرفۃ ص۲۲۵ باب قصر الخطبۃ بعرفۃ ص۲۲۵ نسائی۔ ۲ اول مناسک باب ای یوم یخطب بمعنی ص۳۶۹۔

ت ۳۰۶

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا ع

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر امام کے ساتھ نماز نہ پاتے تو بھی جمع فرماتے۔

حدیث ۹۰۸

أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ نَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ

مجھے سالم نے خبر دی جس سال حجاج نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا محاصرہ کیا تھا حجاج نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا یوم عرفہ موقف

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دیا ابن حزم نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ یوم الاکارع کو بھی خطبہ دیا جس میں رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ ابن قدامہ نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ پورے عشرہ میں خطبہ دیتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ابن عبد الزبیر سے یہ مروی ہے۔

علیہ ملحفۃ معصفرۃ ملحفۃ۔ بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ معصفرۃ۔ کسم سے رنگی ہوئی چونکہ کچھ صحابہ کسم کو خوشبو نہیں مانتے ان کی بنا پر احرام کی حالت میں کسم سے رنگین کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ کسم سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کو پہننا جائز مانتے ہیں۔ یہ ان کے لئے مؤید ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمر نے اس پر حجاج کو ٹوکا نہیں۔

تشریحات ۳۰۶ اس تعلیق کو امام ابراہیم حربی نے مناسک میں اور ابن منذر نے موصولاً ذکر کیا ہے احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ عرفات میں حاجی اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھے اور اگر امام کے ساتھ نماز نہ پائے تو ظہر اپنے وقت میں اور عصر اپنے وقت میں پڑھے۔ اور مزدلفہ میں بہر صورت مغرب اور عشاء ایک ساتھ عشاء کے وقت میں پڑھے۔ خواہ امام کے ساتھ پڑھے یا علیحدہ۔

تشریحات ۹۰۸ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ قصہ ۷۳ھ کا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ یہ واقعہ ۷۲ھ کا ہے۔ جبکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر مکہ معظمہ میں محصور تھے۔ جمادی الآخرہ ۷۳ھ میں وہ شہید ہو چکے تھے[1] حجاج نے طواف زیارت کے علاوہ وہ تمام ارکان ادا کئے جو بیرون حرم ادا کئے جاتے ہیں۔ طواف زیارت سے محروم رہا۔ یہ پہلا منحوس سال تھا۔ کہ اجتماعی طور پر حج نہ کیا جا سکا۔ صرف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ذاتی وجاہت کی بنا پر

ع مناسک باب الجمع بین الصلوٰتین بعرفۃ ص ۲۲۵ [1] بدایہ نہایہ جلد سابع ص ۳۲۹

اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ	
میں کیا کروں۔ تو سالم نے کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو سورج ڈھلتے ہی نماز پڑھ لے	
عُمَرَ صَدَقَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ	
تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ صحابہ مسنون طریقے کے مطابق ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے	
فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ	
تھے (زہری) نے سالم سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ تو سالم نے کہا تم لوگ	
فَهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ ؏	
اس معاملے میں حضور ہی کی سنت کی پیروی کرتے ہو۔	
بَابُ التَّعْجِيْلِ اِلَى الْمَوْقِفِ۔	قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُزَادُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ هَمْ
موقف کی طرف جلدی جانے کا بیان۔	ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا اور اس باب میں یہی مالک عن
هٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثُ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ	
ابن شہاب والی حدیث زیادہ کی جا سکتی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس میں غیر مکرر حدیث	
اُدْخِلَ فِيْهِ غَيْرَ مُعَادٍ۔	
ذکر کروں۔	

اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پورا حج کیا۔ مشرکین تک ایام حج میں لڑائی بند کر دیتے اور اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ دوش بدوش مناسک حج ادا کرتے۔ مگر سفاک عبدالملک اور اس کے درندہ صفت سالار حجاج نے مسلمان ہوتے ہوئے نہ حرم کی حرمت کا پاس کیا نہ شہر حرام کا نہ حج کا۔

انتباہ ابوذر کے علاوہ اکثر نسخوں میں یہ زائد ہے

تشریح اس عبارت میں ھَمْ۔ فارسی لفظ ہے یا عربی ہی ہے۔ اس کے معنی ایضاً۔ نیز بھی۔ کے قریب قریب ہے۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ابھی حضرت ابن عمر اور حجاج والی مذکور حدیث سے ثابت ہے کہ وقوف میں جلدی ہونی چاہیے۔ اسے اس باب میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی حدیث ذکر کروں جو پہلے

؏ ایضاً۔

حدیث ۹۸۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ
حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عرفہ کے دن میرا
اَضْلَلْتُ بَعِیْرًا لِّیْ فَذَھَبْتُ اَطْلُبُہٗ یَوْمَ عَرَفَۃَ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی
ایک اونٹ غائب ہو گیا میں اسے تلاش کرنے کے لئے گیا تو میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَۃَ فَقُلْتُ ھٰذَا وَاللّٰہِ مِنَ
دیکھا کہ عرفہ میں وقوف کئے ہوئے ہیں تو میں نے کہا یہ تو واللہ حمس میں سے
الْحُمُسِ فَمَا شَانُہٗ ھٰھُنَا ع۵
ہیں۔ یہاں کیوں ہیں۔؟

کہیں مذکور نہ ہو۔ لیکن انھیں ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ جو ان کے شرط پر اس مدعا کی مثبت ہو۔ اس لئے یہ باب حدیث سے خالی رہ گیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت امام بخاری احادیث کو مکرر لاتے ہیں۔ تو اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً تبدیل سند زیادتی معنی وغیرہ اور جو تکرار ان فوائد سے بھی خالی ہو وہ بہت کم اور بلا قصد ہے۔

تشریحات ۹۸۲-۹۸۳ ؎ الحُمُس۔ احمس کی جمع ہے۔ اس کا مادہ حمس ہے اور حماسہ ہے۔ کسی معاملہ میں سخت ہونا۔ احمس کے معنی ہوئے۔ دین میں سخت۔ حمس ان مخصوص قبائل کا نام ہے جو اپنے آپ کو مناسک حج میں دوسروں سے ممتاز اور مستثنیٰ سمجھتے تھے۔ یہ عرفات نہیں جاتے۔ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے۔ یہ لوگ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے۔ دوسرے لوگ اپنے کپڑوں میں پہلا طواف نہیں کر سکتے تھے یا تو حمس انھیں کپڑے دیں۔ یا ننگے کریں اور نہ حرم کے باہر والے حرم میں وہ کھانا کھا سکتے تھے جو حرم کے باہر سے لائے ہیں۔ حالت احرام میں گوشت نہیں کھاتے اور نہ کمبل کے خیمے میں رہتے۔ جب مکہ واپس آتے تو اپنے کپڑے اتار دیتے۔ حمس میں کون کون قبائل داخل تھے۔ تتبع کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قریش اور قریش کے حلفاء اور بنو خزاعہ۔ بنو کنانہ، بنو عامر بن صعصعہ ثقیف۔ لیث بن بکر۔ اور جدیلہ قریش۔

موقف سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لوگوں کو عرفات میں وقوف فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ جاری رہا۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے اپنی امتیازی شان باقی رکھنے کے لئے عرفات جانا چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ کہا۔ ہم اہل حرم ہیں۔ ہم حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ مزدلفہ حدود حرم میں ہے۔ اور عرفات حدود حرم کے باہر۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ قیام کے ایام میں حج فرمایا کرتے تھے۔ اور بالہام خداوندی، حمس کی عادت کے خلاف عرفہ جاکر موقف ابراہیم میں وقوف فرمایا کرتے۔ اسی کو جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ یہ واقعہ قبل ہجرت کا ہے۔

ع۵ المناسک باب الوقوف بعرفۃ ص۲۲۶ مسلم۔ نسائی۔ الخ

126

حدیث ۹۸۳

قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا

حضرت عروہ نے کہا۔ زمانۂ جاہلیت میں حمس کے علاوہ بقیہ لوگ ننگے طواف

الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ

کرتے تھے۔ اور حمس قریش اور ان کی اولاد ہیں۔ اور حمس کے مرد دوسرے مردوں کو حمس

عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطِي

کی عورت دوسری عورتوں کو ثواب کا کام سمجھ کر کپڑے دیتی تو دوسرے مرد اور عورت

الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا فَمَنْ لَمْ تُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ

ان کپڑوں میں طواف کرتے۔ اور جسے حمس کپڑے نہیں دیتے وہ ننگا طواف کرتا

امام المغازی ابن اسحاق امام الائمہ ابن خزیمہ اسحٰق بن راہویہ استاذ امام بخاری نے قدرے اختلاف اور زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کہ قریش نے وقوف عرفات چھوڑ دیا تھا۔ اور مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے اور کہتے ہم حمس ہیں۔ حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ زمانہ جاہلیت میں میرا ایک جانور غائب ہو گیا۔ ڈھونڈھا تو عرفات میں ملا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگوں کے ساتھ اونٹ پر عرفات میں وقوف کئے ہوئے ہیں۔ جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے جانا کہ حضور کا یہ وقوف بتوفیق ایزدی تھا۔

وما ولدت قریش کی کسی عورت کو اگر دوسرے قبیلے والا پیغام دیتا تو قریش یہ شرط کرتے کہ اس عورت سے جو اولاد ہوگی وہ ہمارے دین پر ہوگی۔ اس طرح قریشی عورتوں سے جو بچے پیدا ہوتے وہ بھی حمس میں داخل ہو جاتے اگرچہ ان کے باپ غیر قریشی ہوں۔ اس دستور کے مطابق بنو کنانہ ثقیف۔ بنو خزاعہ۔ لیث بن ابو بکر۔ بنو عامر بن صعصعہ، غزوان وغیرہ کے وہ افراد جو قریشی ماؤں کے بطن سے تھے۔ حمس میں داخل ہو گئے۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ بنیادی طور پر حمس قریش ہی تھے۔ بقیہ مذکورہ بالا قانون کی وجہ سے داخل ہوئے۔

عرفات یہ جمع مونث سالم کے وزن پر ضرور ہے۔ مگر جمع نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی واحد نہیں۔ اور نہ اس کا صدق متعدد پر ہے۔ جیسے اذرعات ہے۔ یہ شام میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کی شراب مشہور تھی۔ عرفہ اس کا واحد نہیں۔ کیونکہ یہ اور عرفات دونوں ہم معنی ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہاں کے چند ٹکڑوں کا نام الگ الگ عرفہ ہوں اور ان سب کے مجموع کا نام عرفات ہو۔ قرآن مجید میں اسے کسرہ اور تنوین کے ساتھ استعمال فرمایا ہے۔ اس کے باوجود اس کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے۔ قاضی بیضاوی وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ غیر منصرف ہے۔ علمیت اور تانیث کی وجہ سے۔ اور اس پر جو تنوین ہے وہ تمکن کے لئے نہیں۔ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے کیلئے ہے اور غیر منصرف پر کسرہ اس وقت نہیں آتا۔ جبکہ تنوین تمکن کا آنا غیر منصرف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو اور اس کے عوض کچھ نہ ہو۔ جیسے اضافت اور الف لام۔ یہی وجہ ہے کہ الف لام

بِالْبَیْتِ عُرْیَانًا وَکَانَ یُفِیْضُ جَمَاعَۃُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَّیُفِیْضُ

اور لوگ عرفات جاکر لوٹتے مگر حمس (عرفات نہیں جاتے) مزدلفہ جاتے اور وہیں

الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ۔ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ ھٰذِہٖ

سے لوٹتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیت

الْآیَۃَ نَزَلَتْ فِی الْحُمْسِ۔ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

حمس ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد تم لوگ بھی وہیں سے واپس

قَالَ کَانُوْا یُفِیْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوْا اِلٰی عَرَفَاتٍ ؏

لوٹو جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں۔ عروہ نے کہا یہ جمع ہی سے لوٹتے تھے تو ان کو عرفات بھیجا گیا

اور اضافت کے ساتھ کسرہ آتا ہے۔ جیسے حسرت بالاحسد وباحسد کم۔ عرفات کی تنوین تمکن اگرچہ بغیر عوض ہے مگر غیر منصرف ہونے کی وجہ سے نہیں گئی ہے۔ بلکہ تنوین مقابلہ کی موجودگی کی وجہ سے گئی ہے تاکہ دو تنوینوں کا اجتماع لازم نہ آئے زمخشری وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب نہیں۔ علمیت تو ہے مگر اور کوئی دوسرا سبب نہیں۔ اگر ہوتی تو تانیث ہوتی وہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی تا رمطولہ جمع مونث سالم کی علامت ہے۔ تار تانیث نہیں۔ اور تار کو مقدر یوں نہیں مانا جاسکتا کہ جمع مونث سالم کا صیغہ مونث کے ساتھ خاص ہے۔ اگر اس میں تار تانیث مقدر مانیں گے تو دو علامت تانیث کا اجتماع لازم آئے گا یہی وجہ ہے کہ اگر مومنات صالحات، کسی عورت کا نام رکھ دیا جائے تو بھی وہ منصرف ہی رہیں گے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ کسی کا نام رکھ دیا گیا تو اب یہ جمع کہاں رہ گئے کہ اس کی تا جمع مونث سالم کی ہو۔ اور تار کی تقدیر پر دو علامت تانیث کا اجتماع لازم آئے گا۔ یہ سب بحث اس صورت میں ہے کہ عرفات کو جمع مانا جائے مگر حقیقت میں یہ جمع نہیں۔ واحد ہے۔ اور جب یہ واحد ہے۔ تو نہ اس کی تار جمع مونث سالم کی تار ہوئی اور نہ اس کی تنوین تنوین مقابلہ اس لئے دونوں فریق کی اپنی اپنی نکتہ آفرینی ساقط۔ اب اگر اسے مکان کا نام مانیں تو منصرف اور بقعہ کا نام مانیں تو غیر منصرف علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے قرآن مجید میں بتاویل اسم مکان منصرف ہے۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم بالحق عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ یہ اسم مرتجل ہے منقول نہیں۔ اس لئے کہ منقول کے لئے منقول عنہ لازم ہے۔ اور اس کا سوائے اس مبارک خطے کے نام کا اور کوئی استعمال نہیں۔ اس کا مرتجل ہونا اسی کا موید ہے جو ہم نے لکھا۔ کیونکہ اب یہ لفظاً بھی واحد ہوا۔ اور معنیً بھی۔ زیادہ سے زیادہ جمع کے وزن پر ہوا۔ مگر جمع ہونے کے لئے صرف وزن کافی نہیں۔ اس کے لئے واحد ہونا بھی لازم اور کثیر پر صدق بھی یہاں دونوں منتفی۔

؏ المناسک باب الوقوف بعرفۃ ص ۲۲۶

حدیث ۹۸۴ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ

عروہ بن زبیر نے کہا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا

وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ

اور میں وہاں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عرفات سے چلے تو کس رفتار

فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ

سے چلے فرمایا۔ معمول کے مطابق چلتے اور جب کشادگی ملتی تو اونٹنی کچھ دوڑاتے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت آدم اور حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں نزول کے بعد یہیں ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو پہچانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس کی شناخت کرائی گئی جب عرفات پہنچے تو وحی کے مطابق پاکر اسے پہچان لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں ساتھ لے کر حج کے مشاعر دکھاتے دکھاتے جب یہاں پہنچے اور اسے دکھایا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا میں نے پہچان لیا۔ عرف بلندی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے پہاڑوں کو اعراف کہا جاتا ہے یہاں متعدد پہاڑ ہیں اس لئے اسے عرفات کہتے ہیں۔

وقوف عرفہ وقوف عرفہ ہی حج کا سب سے اہم رکن اور فرض ہے۔ وقوف کا وقت نویں ذوالحجہ کے زوال کے وقت سے لے کر دسویں کی فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔ ان اوقات میں کسی وقت بھی عرفات پہنچ گیا۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے فرض ادا ہو گیا۔

غروب آفتاب تک وقوف واجب ہے اگر سورج ڈوبنے سے پہلے حدود عرفات سے نکل گیا تو دم واجب ہے عرنہ کا نشیب چھوڑ کر پورا عرفات موقف ہے جہاں تک ہو سکے جبل رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کے فرش لگے ہیں۔ وقوف کرے۔ امام کے داہنے بائیں۔ سامنے سے افضل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ موقف اعظم میں جاکر شریک ہو۔ مسجد نمرہ شریف میں امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں اگرچہ امام فاسق ظالم ہو۔ بشرطیکہ ایسا بدمذہب نہ ہو جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو۔ علامہ عینی[۱] نے لکھا۔

فیہ الصلوٰۃ خلف الفاجر من الولاۃ مالم تخرجہ بدعتہ عن الاسلام۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ والی فاجر فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جائے جب تک اس کی بدمذہبی اسے اسلام سے خارج نہ کر دے

تشریحات ۹۸۴

حجۃ الوداع۔ یہ اسلام کا دوسرا حج ہے ۹ھ میں پہلا حج حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہوا تھا۔ دوسرا حج ۱۰ھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ وداع۔ کے معنی رخصت کرنے کے ہیں۔ اس حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے امت کو رخصت فرمایا تھا۔ اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع پڑا۔ صاف صاف

---

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۰۲

فَجْوَۃً نَصَّ قَالَ ھِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ ع۵

ہشام نے کہا۔ نص، عنق، سے اوپر ہے

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ فَجْوَۃٌ مُتَّسَعٌ وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَکَذٰلِکَ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ فجوۃ کے معنی کشادہ جگہ کے ہیں۔ اس کی جمع فجوات اور فجاء آتی ہے ایسے ہی

رَکُوَۃٌ وَرِکَاءٌ وَمَنَاصٍ لَیْسَ حِیْنَ فِرَارٍ۔

رکوۃ کی رکاء اور قرآن مجید میں جو فرمایا۔ ولات حین مناص۔ اس کے معنی ہیں کہ فرار کا وقت نہیں۔

فرمایا تھا۔ لعلی لا القاکم بعد عامی ھٰذا۔ اس سال کے بعد تم سے میری ملاقات نہ ہوگی۔ اس کا دوسرا نام حجۃ البلاغ ہے۔ اس حج کے خطبات میں امت کو بہت اہم اور بنیادی پیغامات پہنچائے تھے۔ ارشاد فرمایا تھا۔ ھل بلغت۔ اس کا تیسرا نام حجۃ الاسلام بھی ہے۔ اسلام کے بعد یہ پہلا حج تھا۔ جس میں کوئی مشرک شریک نہ ہوا تھا۔ عنقؔ۔ معمول کے مطابق چلنے کو کہتے ہیں نص۔ پوری قوت سے دوڑنا۔ چونکہ سورج ڈوبنے کے بعد عرفہ سے چلتے ہیں۔ اور مزدلفہ وہاں سے تین میل ہے۔ عرفات کا سارا مجمع ساتھ تھا۔ جلد وہاں پہنچ کر مغرب اور عشا ساتھ ساتھ پڑھنی ہے۔ اس لئے جب موقع ملتا تو اونٹنی کو دوڑا دیتے۔ ورنہ جیسے ممکن ہوتا چلتے۔ مزدلفہ سے منی کی واپسی میں سکون ووقار کے ساتھ راستہ طے فرمایا۔ البتہ وادی محسّر میں پوری قوت سے جانور کو دوڑاتے۔ جیساکہ ترمذی میں ہے۔ وادی محسّر ہی وہ جگہ ہے جہاں ابرہہ کی فوج کے ہاتھی رک گئے تھے۔ مہاوتوں نے بہت کوشش کی مگر آگے نہ بڑھے۔ یہیں کنکریوں سے ابرہہ کا پورا لشکر تباہ و برباد ہوا تھا۔ چونکہ یہ جگہ نزول عذاب کی تھی اس لئے وہاں تیزی سے گزر گئے۔

ہدایت عام حجاج نہ ان دل آویز باتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ نہ انھیں اس سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اور جنھیں واقفیت بھی ہے۔ وہ تن آسانی کے لئے موٹروں سے سفر کرتے ہیں۔ حالانکہ بہ نسبت موٹر کے پیدل منی آنے میں آسانی بھی ہے۔ اور وقت کی بچت بھی۔ صبح کا سہانا ٹھنڈا وقت ہوتا ہے۔ بہت آرام کے ساتھ راستہ طے ہو جاتا ہے۔ اس میں دو اہم فائدے ہیں۔ ایک وادی محسر میں دوڑ کی سنت نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے مسنون وقت پر رمی ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھیڑ بھی کم ہوتی ہے۔ پھر آدمی ہمت کرے تو اسی دن قربانی کر کے احرام کھول کر طواف زیارت بھی کر سکتا ہے۔ اس [illegible] لو اس کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ مزدلفہ سے منی پیدل آیا۔ فالحمد علی ذٰلک

مناص اس حدیث میں۔ نصّ۔ آیا ہے۔ اس کے مناسب قرآن مجید میں۔ لات حین مناص ہے اس لئے

ع۵ مناسک باب السیر اذا دفع من عرفۃ ص۲۲۶ الجہاد باب السرعۃ فی السیر ص۴۲۱ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۶۳۳ مسلم الحج ابوداؤد نسائی ابن ماجۃ۔ مناسک موطا امام مالک۔

۱ے الحج باب فی الافاضۃ من عرفات ص۱۰۸

حدیث ۹۸۵

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

نافع نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمع (مزدلفہ) میں مغرب اور عشاء

عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ

ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اور وہ اس گھاٹی میں بھی جاتے جس سے

الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فِيهِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں قضاء حاجت کرتے اور

فَيَنْتَقِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتّٰى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ [۱]

وضو کرتے اور نماز نہیں پڑھتے۔ جمع میں آکر پڑھتے۔

حدیث ۹۸۶

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَدِفَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اس کے بعد

حسب عادت امام بخاری نے لفظ مناص کی تفسیر فرمادی کہ مناص کے معنی فرار کے ہیں۔ اگرچہ نقض اور مناص۔ کے مادے الگ الگ ہیں۔ نقض۔ مضاعف ہے۔ اور مناص اجوف واوی اس کا مصدر نوص ہے۔ مناص۔ مصدر میمی بھی ہے۔ اور اسم ظرف بھی۔ مصدر کے معنی فرار کے ہیں۔ اور اسم ظرف کے معنی فرار کی جگہ۔ کے ہیں۔

بعض لوگوں نے حضرت امام بخاری پر یہ بدگمانی کی ہے کہ انھیں وہم ہوگیا ہے۔ کہ مناص اور نقض کا مادہ ایک ہی ہے اس لئے اسے ذکر کیا ہے۔ یہ۔ ان بعض الظن اثم۔ کی قبیل سے ہے۔ حضرت امام بخاری کی جلالت شان اس سے منزہ ہے کہ وہ ایسا رکیک وہم کریں۔

تشریحات ۹۸۵ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہ ہے کہ مزدلفہ پہونچنے سے پہلے راستے میں کہیں رک کر ضروریات سے فارغ ہولے۔ مگر راستے میں کہیں مغرب کی نماز نہ پڑھے۔ افضل یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان راستے میں باوضو رہے۔ حتی کہ اگر وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کرلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع تمام امور میں موجب خیر ہے۔ حتی کہ فطری عادات وضروریات میں بھی۔

تشریحات ۹۸۶ جلد اول کتاب الوضو ص۴۵۲ پر اس حدیث کا ابتدائی حصہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ کہ عرفات سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت اسامہ سوار تھے۔ جب اس بائیں گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے قریب

---

[۱] مناسک باب النزول بین عرفۃ وجمع ص۲۲۶ مسلم الحج۔

اَلْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَدَاۃَ جَمْعٍ قَالَ

فضل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوئے۔ جمع کی صبح کو فضل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کُرَیْبٌ فَاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک جمرہ نہیں پہونچے۔

اَلْفَضْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَزَلْ یُلَبِّیْ

برابر لبیک پکارتے رہے

حَتّٰی بَلَغَ الْجَمْرَۃَ عہ

حدیث ۹۸۷

اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ مَوْلٰی وَالِبَۃَ الْکُوْفِیِّ قَالَ

والبہ کوفی کے مولیٰ حضرت سعید بن جبیر (شہید) نے خبر دی کہ مجھ سے حضرت ابن عباس

حَدَّثَنِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِیِّ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے تو اونٹ بٹھایا۔ اور پیشاب فرمایا۔ پھر تشریف لائے تو میں نے وضو کا پانی ڈالا۔ ہلکا وضو فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ نماز تو فرمایا۔ نماز تیرے آگے ہے۔ اس کے بعد سوار ہوئے یہاں تک کہ مزدلفہ آئے۔ اور پورا وضو کیا۔ اس کے بعد اقامت ہوئی۔ تو مغرب پڑھی۔ پھر سب نے اپنی اپنی جگہ اونٹ بٹھایا اس کے بعد عشار کی نماز ہوئی۔ ان دونوں نمازوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی اس کے بعد یہ حصہ ہے۔ جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۹۸۷ والبہ۔ بنی اسد کی ایک شاخ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اس قبیلے کے غلام تھے۔ انھیں حجاج نے ۹۵ھ میں شہید کر ڈالا۔ لوگوں کو مزدلفہ پہنچنے کی جلدی مچی تھی۔ اس لئے اونٹوں کو ڈانٹ ڈپٹ رہے تھے ان پر کوڑے برسا رہے تھے۔ رحمت عالم کو گوارا نہ ہوا۔ لوگوں کو تنبیہ فرمائی جلدی نہ مچاؤ جانوروں کو نہ ستاؤ۔ جانوروں کو دوڑانا نیکی نہیں۔ بھیڑ میں جانوروں کو دوڑانا خطرناک بھی ہے۔

اس حدیث میں بالایضاع۔ آیا ہے۔ اس کے معنی دوڑانے کے ہیں۔ اور قرآن کریم میں اسی کا صیغہ جمع مذکر۔ لَاَوْضَعُوْا آیا ہے۔ ارشاد ہے۔

عہ مناسک باب النزول بین عرفۃ وجمع ص ۲۲۶۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم عرفۃ فسمع النبی صلی اللہ

کے ساتھ (عرفات سے) یوم عرفہ چلے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے

تعالیٰ علیہ وسلم وراءہ زجرا شدیدا وضربا للابل فاشار

سخت ڈانٹ ڈپٹ اور اونٹوں پر مارسنی تو اپنے کوڑے سے اشارہ فرمایا

بسوطہ الیہم وقال ایہا الناس علیکم بالسکینۃ فان البر

اے لوگو! سکون کے ساتھ چلو دوڑنا نیکی

لیس بالایضاع ۔ اوضعوا اسرعوا ۔ خلالکم من التخلل

نہیں۔ اوضعوا کے معنی اسرعوا ہے خلالکم تخلل بینکم سے ہے اور

بینکم وفجرنا خلالہما بینہما۔

فجرنا خلالہما میں خلالہما کے معنی بینہما کے ہے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان

حدیث ۹۸۸ عن سالم بن عبد اللہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا و لا اوضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ
توبہ ۴۷

اگر وہ تم میں نکلتے تو سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوتا کہ تمہیں نقصان زیادہ ہوتا اور تمہارے مابین فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے۔

اس لئے امام بخاری نے حسب عادت کریمہ اوضعوا اور خلالکم کی تفسیر فرمائی۔ کہ اوضعوا کے معنی اسرعوا ہے یعنی دوڑتے اور خلال کے معنی درمیان ہے۔ جیسے تخلل کے معنی درمیان کی خالی جگہ ہے۔ ایک اور آیت میں ہے۔

وفجرنا خلالہما نہرا ۔ کہف ۳۲ اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بہائی۔

اس آیت میں بھی خلال کے معنی درمیان کے ہیں اسے بھی امام بخاری نے واضح فرمادیا۔

تشریحات ۹۸۸ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوا کہ مزدلفہ میں ایک اذان ایک اقامت سے مغرب اور عشاء اس طرح ملا کر پڑھی جائے کہ دونوں کے مابین مغرب کی سنت موکدہ بھی نہ پڑھی جائے یہی ہمارا مذہب ہے۔ سنتوں کے بارے میں البتہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عشاء کے فرض کے بعد پڑھے۔ اور اس حدیث میں یہ ہے کہ نہ ان

ع مناسک امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالسکینۃ عند الافاضۃ ص ۲۲۷

عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمع میں مغرب اور عشار ملاکر پڑھا۔ ہر ایک ایک اقامت

وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِاِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا

سے اور ان دونوں کے درمیان نفل نہیں پڑھی اور نہ ان دونوں میں سے کسی کے

عَلٰى اِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا ؏

بعد

حدیث ۹۸۹

حَدَّثَنِي اَبُو اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث بیان فرمائی

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ ؏

مغرب اور عشار ملاکر پڑھی۔

دونوں کے درمیان نفل پڑھی اور نہ ان کے بعد۔ دونوں کے درمیان نہ پڑھنے کی بات تو قطعی ہے کیونکہ راوی موجود تھے انھوں نے خود دیکھا۔ اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ عشار کے بعد بھی وہاں فوراً نہیں پڑھی۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ رات میں کسی وقت پڑھی ہو۔ اس لئے یہ ہمارے مذہب کے معارض نہیں۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں نہ اذان کا ذکر ہے نہ اقامت کا اور نہ نفل پڑھنے اور نہ پڑھنے کا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے کہ مغرب کے لئے بھی اذان واقامت کہلائی۔ اور عشار کے لئے بھی۔ نیز یہ کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ نیز یہ کہ دونوں نمازوں کو ملاکر نہیں پڑھا۔ بلکہ ان کے درمیان کھانا تناول فرمایا۔ اس کے برخلاف حضرت جابر کی حدیث طویل جو مسلم[۱] اور ابن ماجہ[۲] میں ہے۔ اس میں یہ ہے۔ ولم یسبح بینھما۔ مغرب اور عشا کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔ اسی طرح خود حضرت جابر سے مصنف ابن ابی شیبہ[۳] میں جو روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمع

؏ مناسک باب من جمع بینھما ولم یتطوع ص۲۲۷ ابوداؤد الحج نسائی الحج الصلوٰۃ۔ ؏ مناسک باب من جمع بینھما ولم یتطوع ص۲۲۷ ۱ اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ص۳۹۸۔ ۲ مناسک باب حجۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ص۲۲۸ ۳ فتح القدیر ثانی ص۳۷۷ ۔

حدیث ۹۹۰-

سمعت عبد الرحمن بن یزید یقول حج عبد اللہ فاتینا المزدلفۃ حین الاذان بالعتمۃ او قریبا من ذلک فامر رجلا فاذن واقام ثم صلی المغرب وصلی بعدہا رکعتین ثم دعا بعشائہ فتعشی ثم امر اری فاذن واقام قال عمرو ولا اعلم الشک

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا اور مزدلفہ عشاء کی اذان کے وقت پہنچے یا اس کے قریب تو ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان اور اقامت کہی پھر مغرب پڑھی۔ اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر کھانا منگایا اور تناول فرمایا پھر حکم دیا۔ میں گمان کرتا ہوں تو اس نے اذان اور اقامت کہی۔ عمرو بن خالد نے کہا یہ شک

میں مغرب اور عشا ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی۔ اسی طرح مسلم[۱] میں ہے۔ کہ حضرت سعید بن جبیر شہید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جمع پہنچے تو انھوں نے ہمیں مغرب اور عشا ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھائی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ ہمیں ایسے ہی نماز پڑھائی تھی۔ اور امام ابوالشیخ[۲] نے انھیں حضرت سعید بن جبیر شہید ہی سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشا ایک اقامت سے پڑھی۔ ابوداؤد[۳] میں اشعث بن سلیم عن ابیہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر مزدلفہ پہنچنے کے بعد کسی کو اذان اور اقامت کا حکم دیا۔ اور تین رکعت مغرب پڑھی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ نماز۔ پھر عشا پڑھی۔ اس سے فارغ ہو کر کھانا طلب فرمایا اور کھایا۔ اشعث بن سلیم نے یہ بھی کہا۔ کہ میرے باپ کے مثل علاج بن عمرو نے بھی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے ہی پڑھا ہے۔ ان سب کے معارض مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے۔ مغرب اور عشاء دو اذان اور دو اقامت سے پڑھی۔ اب جبکہ احادیث میں تعارض ہے تو احناف نے فرمایا۔ کہ عرفات میں تقاضائے مصلحت یہی ہے کہ ظہر و عصر ایک اقامت سے پڑھی جائے۔ اس لئے کہ وہاں عصر وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا خدشہ ہے کہ عوام ظہر پڑھتے ہی منتشر ہو جائیں تو اس لئے عصر کے لئے اقامت کہلائی جائے۔ اور یہاں مزدلفہ میں جمع تاخیر ہے یعنی مغرب عشا کے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا ذرہ برابر تو ہم بھی نہیں کہ لوگ یہ تصور کریں کہ ابھی عشا نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لئے ہم نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ان روایات کی ترجیح دی۔

---

[۱] اول الحج باب الافاضہ من عرفات الی المزدلفۃ ص۴۱۲ [۲] فتح القدیر ص۳۷۷ ج۳ [۳] اول المناسک باب الصلوٰۃ بجمع ص۲۶۷

الا من زهير ثم صلى العشاء ركعتين فلما طلع الفجر قال ان
زہیر کو ہوا۔ اس کے بعد عشار کی دو رکعت پڑھی۔ اور جب فجر چمکی تو فرمایا۔ کہ نبی
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان لا يصلي هذه الساعة الا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوائے اس نماز کے اور وہ بھی اس جگہ کے اور اس
هذه الصلوٰة في هذا المكان من هذا اليوم قال عبد الله هما
دن کے اور کوئی نماز اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ عبداللہ نے فرمایا۔ یہ دونوں
صلوتان تحولان عن وقتهما صلوة المغرب بعد ما يأتي الناس
نمازیں اپنے وقتوں سے ہٹادی گئی ہیں۔ مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ پہنچنے
المزدلفة والفجر حين يبزغ الفجر قال رأيت النبي صلى الله
کے بعد اور فجر جب صبح صادق چمکے۔ فرمایا میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
تعالى عليه وسلم يفعله ؏
ایسا کرتے دیکھا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے۔ اس پر بھی ہمارا عمل ہے۔ اگر کوئی مغرب اور عشا ملاکر نہ پڑھے اور درمیان میں کھائے پیئے تو وہ دونوں کو دو اذان اور دو اقامت سے پڑھے۔ اور مغرب کی سنتیں مغرب کے بعد اور عشا کی سنتیں عشا کے بعد پڑھے۔

تحولان عن وقتہما آج مغرب کا وقت بدل دیا گیا ہے۔ بجائے غروب شفق سے پہلے کے غروب شفق کے بعد کردیا گیا ہے۔ اور فجر وقت معتاد کے بجائے اول وقت میں پڑھی جائے گی۔ یعنی ہمیشہ اسفار میں پڑھی جاتی تھی اب ابتدا وقت تغلیس میں پڑھی جائے گی۔ تاکہ وقوف کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے۔ اس کے بعد باب متی یصلی الفجر بجمع میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اتنی جلد نماز پڑھی کہ کوئی کہتا فجر طلوع ہوئی کوئی کہتا نہیں ہوئی۔

وقوف مزدلفۃ اس کا وقت طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے مابین ہے۔ اور یہ ہمارے یہاں واجب ہے فرض نہیں۔ اس لئے کہ اس کا ثبوت خبر احاد سے ہے۔ کسی قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے نہیں۔ نیز ابھی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کمزور اہل کو رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔ اگر فرض ہوتا تو یہ کبھی نہ کرتے۔ وجوب کی دلیل

؏ المناسک باب من اذن واقام لكل واحدة منهما ص۲۲۷ باب متی یصلی الفجر بجمع ص۲۲۸ نسائی

حدیث ۹۹۱

قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

سالم نے کہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے

يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ

کمزور اہل و عیال کو پہلے بھیج دیتے جو مشعر حرام کے پاس مزدلفہ میں رات میں

فَيَذْكُرُوْنَ اللهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ وَ

وقوف کرتے اور جتنا ان کا جی چاہتا اللہ کا ذکر کرتے۔ پھر امام کے وقوف اور امام کی واپسی سے

قَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ

پہلے لوٹتے۔ کچھ تو منیٰ آجاتے نماز فجر کے لئے اور کچھ اس کے

مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ

بعد اور جس وقت منیٰ آتے تو جمرہ پر کنکری مارتے اور ابن عمر

يَقُوْلُ أَرْخَصَ فِيْ أُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس بارے میں اجازت

وَسَلَّمَ

دی ہے

حدیث ۹۹۲

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

یہ حدیث ہے۔ عروہ بن مضرس کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں (مزدلفہ) کے موقف میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں جبل طی سے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اپنی سواری کو بے دم کر دیا اپنے آپ کو تھکا دیا۔ ان پہاڑوں میں سے کوئی پہاڑ ایسا نہیں۔ جہاں میں نے وقوف نہ کیا ہو۔ تو فرمایا۔ جو ہمارے ساتھ یہ نماز پالے۔ یعنی نماز فجر مزدلفہ میں اور اس کے پہلے عرفہ ہو آیا ہو خواہ رات میں خواہ دن میں۔ تو اس کا حج پورا ہو گیا[۱] حج کی تکمیل کو وقوف مزدلفہ پر بھی موقوف فرمایا۔ یہ دلیل وجوب ہے۔ مگر چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے مفید فرضیت نہیں۔

ع مناسک باب من قدم ضعفة أهله بليل ص ۲۲۸ مسلم۔ الحج۔ [۱] ص ۷۶۱ بعة فی الحج۔

قَالَ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَیْلٍ عہ

مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع سے رات ہی میں بھیج دیا تھا۔

حدیث ۹۹۳ أَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ أَبِیْ یَزِیْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمُزْدَلِفَۃِ فِیْ ضَعَفَۃِ أَھْلِہٖ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جنھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات میں اپنے اہل خانہ کے کمزور لوگوں میں (منی) پہلے بھیج دیا تھا۔

حدیث ۹۹۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ مَوْلٰی أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّھَا نَزَلَتْ لَیْلَۃَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَۃِ فَقَامَتْ تُصَلِّیْ فَصَلَّتْ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَتْ یَا بُنَیَّ ھَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَتْ یَا بُنَیَّ ھَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا فَمَضَیْنَا

حضرت اسماء کے غلام عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ وہ جمع کی رات میں مزدلفہ کے قریب اتریں اور کھڑی ہوگئیں اور دیر تک نماز پڑھتی رہیں پھر فرمایا۔ اے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا میں نے عرض کیا نہیں پھر دیر تک نماز پڑھی اور فرمایا اے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا میں نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا کوچ کرو تو ہم نے کوچ کیا اور

تشریحات ۹۹۳ یہ حدیث صحاح ستہ میں پانچ طریقے سے مروی ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ بھیڑ سے بچانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کے کچھ چھوٹے بچوں اور اپنی بعض ازواج مطہرات اور سامان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بھی صبح کے وقت مزدلفہ سے منی بھیج دیا تھا اور یہ ہدایت فرمادی تھی کہ جب تک سورج نہ نکل آئے کنکری مت مارنا۔

عہ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص ۲۲۸

عہ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص ۲۲۸۔ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ کلھم فی الحج۔

حتی رمت الجمرۃ ثم رجعت فصلت الصبح فی منزلھا

چلے یہاں تک کہ انھوں نے جمرہ پر کنکری ماری۔ اس کے بعد لوٹیں اور صبح کی نماز اپنی قیام گاہ پر پڑھی۔ میں نے

فقلت لھا یا ھنتاہ ما اُرانا الا قد غلسنا قالت یا بنی ان رسول

ان سے عرض کیا۔ اے حضور میرا گمان ایسا ہے کہ ہم بہت بھور میں چل دیئے تو فرمایا اے بیٹے رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذن للظعن ؎

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

حدیث ۹۹۵

عن القاسم بن محمد عن عائشۃ رضی اللہ

قاسم بن محمد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں

تعالیٰ عنھا قالت نزلنا المزدلفۃ فاستاذنت النبی صلی اللہ تعالیٰ

کہ انھوں نے فرمایا۔ ہم مزدلفہ میں اترے تو سودہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت

علیہ وسلم سودۃ ان تدفع قبل حطمۃ الناس وکانت

طلب کی کہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے چلدیں اور وہ سست عورت تھیں۔ حضور

امرأۃ بطیئۃ فاذن لھا فدفعت قبل حطمۃ الناس واقمنا حتی

نے انھیں اجازت دے دی اور وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے ہی چلدیں اور ہم صبح تک

اصبحنا نحن ثم دفعنا بدفعہ فلان اکون استاذنت رسول اللہ

رکے رہے۔ پھر حضور کے ساتھ چلے۔ کاشکہ میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۹۹۴

ظُعُن۔ ظعینہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی عورت کے ہیں۔ اس ہودج کو بھی کہتے ہیں جس میں عورت ہو اسی طرح اس اونٹ کو بھی جس پر عورت سوار ہو۔ ظَعُن اونٹ کے معنی میں ہے۔ بَطِیْئَۃٌ۔ بدن بھاری ہو جانے کی وجہ سے چلنے پھرنے میں سست ہو جانے والی عورت کے ہیں۔ اس کے پہلے جو روایت ہے اس میں ہے ثقیلۃً ثَبِطَۃً۔ بھاری بدن سست تھیں۔

یہ احادیث ہماری دلیل ہیں کہ وقوف مزدلفہ فرض نہیں واجب ہے۔ ورنہ عورتوں اور کمزوروں کو وقوف سے پہلے منیٰ ہرگز نہ بھیجتے۔ فرض ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا مثلاً وقوف عرفہ طواف زیارت فرض ہے۔ بھیڑ ہو بیمار ہو کچھ بھی ہو ادا کئے بغیر ادا

؎ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص۲۲۸۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد مناسک موطا امام مالک الحج مسند امام احمد۔

كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبَّ إِلَىَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ ؏

سے سودہ کی طرح اجازت لے لی ہوتی تو مجھے ہر خوشی سے زیادہ خوشی ہوتی۔

حدیث ۹۹۶

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً بِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلٰوتَيْنِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کوئی بھی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھتے ہوں سوائے

جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا ؏

دو نمازوں کے مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور فجر وقت معتاد سے پہلے پڑھی

حدیث ۹۹۷

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ

عبد الرحمٰن بن یزید نے کہا۔ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

إِلَى مَكَّةَ (إِلَى أَنْ قَالَ) ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيرَ

کے ساتھ مکہ گیا۔ حضرت ابن مسعود نے مزدلفہ میں فجر پڑھ کر وقوف کیا۔ جب خوب اجالا ہو گیا

نہیں ہوں گے۔ اور کوئی کتنا ہی کمزور ہو اس پر ان دونوں کا ادا کرنا لازم ہے۔

تشریحات ۹۹۶ قبل میقاتھا سے یہ مراد نہیں کہ فجر کو صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پڑھی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عادت کریمہ تھی کہ اذان کے بعد سنتیں پڑھ کر کچھ دیر لیٹتے یا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات چیت کرتے رہتے جب بلال حاضر ہو کر عرض کرتے تو مسجد میں تشریف لے جاتے۔ اور آج مزدلفہ میں صبح صادق ہوتے ہی فوراً بلا تاخیر پڑھی۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ مزدلفہ میں بھی فجر کی نماز وقت سے پہلے صحیح نہیں خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہی حدیث انھیں عبد الرحمٰن بن یزید سے دوسرے طریقے سے خود بخاری ہی میں ہے کہ فرمایا۔ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَقُولُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعْ۔ پھر حضرت عبد اللہ نے فجر پڑھی جب فجر طلوع ہو گئی۔ کوئی کہتا فجر طلوع ہو گئی ہے کوئی کہتا نہیں ہوئی۔

تشریحات ۹۹۷ ابھی گزری ہوئی حدیث ۹۹۶ کا یہ تتمہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لیکر طلوع آفتاب تک ہے۔ سنت یہ ہے کہ جب آفتاب نکلنے میں دو رکعت پڑھنے کی مقدار رہ جائے تو مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ دس ذوالحجہ کو صرف جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنا ہے

؏ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص ۲۲۸ مسلم الحج۔ ابوداؤد مناسک۔ نسائی الصلوٰۃ۔ الحج ؏ مناسک باب متی یصلی الفجر بجمع ص ۲۲۸

المؤمنین افاض الآن اصاب السنۃ فما ادری اقولہ کان

تو فرمایا کاش امیر المومنین اسی وقت چل دیتے تو سنت کے مطابق کرتے۔ عبد الرحمن نے کہا میں نہیں جانتا

اسرع ام دفع عثمان فلم یزل یلبی حتی رمی جمرۃ العقبۃ

کہ ان کا یہ ارشاد پہلے ہوا یا حضرت عثمان کا کوچ کرنا۔ حضرت ابن مسعود مسلسل لبیک پڑھتے رہے یہاں تک کے

یوم النحر عہ

یوم النحر جمرۃ العقبہ پر کنکری ماری

حدیث ۹۹۸

سمعت عمرو بن میمون یقول شھدت عمر صلی

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا

بجمع الصبح ثم وقف فقال ان المشرکین کانوا لا یفیضون حتی

انھوں نے جمع میں صبح کی نماز پڑھی اس کے بعد وقوف فرمایا۔ پھر فرمایا۔ مشرکین سورج نکلنے سے پہلے

تطلع الشمس ویقولون اشرق ثبیر وان النبی صلی اللہ تعالیٰ

مزدلفہ سے نہیں چلتے تھے اور کہتے تھے ثبیر چمک اٹھ اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت

علیہ وسلم خالفھم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس عہ

فرمائی پھر حضرت عمر آفتاب نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے چلے

اور یہ بھی کہ جب تک کنکری نہ ماری جائے تلبیہ پڑھتے رہیں۔ پہلی کنکری پر بند کر دیں۔

تشریحات ۹۹۸ ثبیر۔ یہ مزدلفہ کا وہ پہاڑ ہے جو منی جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پڑتا ہے۔ یہ مکہ معظمہ کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہے محمود بن حسن نے کہا عرب میں خاص حجاز میں چار پہاڑوں کا نام ثبیر ہے۔ یہ منصرف ہے مگر یہاں چونکہ منادی معرفہ مفرد ہے اس لئے ضمہ پر مبنی ہے۔ ابن ماجہ میں یوں ہے۔ اَشْرِقْ ثَبِیْرُ کَیْ مَا نُغِیْرُ اے ثبیر چمک اٹھ تاکہ ہم چلیں۔ یہ أغار الفرس إغارۃ الثعلب سے ہے گھوڑا لومڑی کی طرح بھاگا۔ محدث ابن تین نے کہا کہ بعض لوگوں نے دونوں را کے سکون کے ساتھ یاد رکھا ہے۔ سجع کے لئے۔

ثم افاض اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی ضمیر مستتر فاعل کا مرجع حضرت عمر ہوں۔ اب یہ عطف ہوگا۔ ان المشرکین لا یفیضون حتی تطلع الشمس پر۔ مگر اس میں بُعد ہے۔ ترکیب کا مقتضی یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضور اقدس

عہ مناسک باب متی یصلی الفجر بجمع ص ۲۲۸ عہ مناسک باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔

حدیث ۹۹۹

اَخْبَرَنَا اَبُوْ جَمْرَۃَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ الْمُتْعَۃِ فَاَمَرَنِیْ بِہَا وَسَاَلْتُہٗ عَنِ الْہَدْیِ فَقَالَ فِیْہَا جَزُوْرٌ اَوْ بَقَرَۃٌ اَوْ شَاۃٌ اَوْ شِرْکٌ فِیْ دَمٍ ؎

ابو جمرہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمتع کے بارے پوچھا تو انہوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور ان سے ہدی کے بارے پوچھا تو فرمایا اونٹ یا گائے یا بکری یا جانور میں شرکت۔

حدیث

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بَدَنَۃً فَقَالَ ارْکَبْہَا فَقَالَ لَہَا بَدَنَۃٌ فَقَالَ ارْکَبْہَا فَقَالَ اِنَّہَا بَدَنَۃٌ فَقَالَ ارْکَبْہَا وَیْلَکَ فِی الثَّانِیَۃِ اَوْ فِی الثَّالِثَۃِ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ ہانک رہا ہے تو فرمایا اس پر سوار ہو جا تو اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے پھر فرمایا سوار ہو جا تو اس نے عرض کیا یہ قربانی کا اونٹ ہے پھر فرمایا اس پر سوار ہو جا تیرے لئے خرابی ہو دوسری یا تیسری بار۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ اب یہ دخالفہم پر معطوف ہوگا۔ دوسری روایتوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ ترمذی میں فافاض ہے۔ امام ثوری کی روایت میں۔ فخالفہم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وافاض ہے۔ طبرانی کی روایت میں دان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرہ ذالک فنفر قبل طلوع الشمس۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج نکلنے سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلے تھے۔ اس پر سب سے واضح دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل ہے جو مسلم وغیرہ میں مذکور ہے اس میں غیر مبہم طور سے ہے فدفع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اسفر کل شیٔ قبل طلوع الشمس۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہر چیز روشن ہو گئی تو طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے چلے۔

تشریح ۹۹۹ حدیث ۱۲۳۸ کا ایک جز ہے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اسے (تمتع) کو ناپسند جانا۔ اس کے بعد میں سویا تو دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے۔ یہ حج مبرور ہے اور عمرہ مقبول ہے۔ میں نے حاضر ہو کر حضرت ابن عباس کو سنایا تو فرمایا۔ اللہ اکبر حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے

تشریحات مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بطریق ہمام بن منبہ میں ہے بَدَنَۃٌ مُقَلَّدَۃٌ یعنی اس کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ شخص سوار ہو گیا۔ مسند امام احمد میں اور بخاری میں ہے کہ

؎ مناسک باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۸ ؎ مناسک باب رکوب البدن ص ۲۲۹ باب تقلید النعل ص ۲۳۰ الوصایا باب هل ینتفع الواقف بوقفہ ص ۳۸۵ ثانی الادب باب قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ مسلم الحج۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۰۷ ص ۲۵۴ جلد ثانی ص ۲۷۸

حدیث ۱۰۰۱ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بَدَنَۃً فَقَالَ ارْکَبْھَا قَالَ اِنَّھَا بَدَنَۃٌ

کہ قربانی کا اونٹ ہانک رہا ہے تو فرمایا اس پر بیٹھ جا۔ اس نے کہا کہ قربانی کا اونٹ

فَقَالَ ارْکَبْھَا قَالَ اِنَّھَا بَدَنَۃٌ قَالَ ارْکَبْھَا ثَلٰثًا ؎

ہے فرمایا اس پر بیٹھ جا اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے تو فرمایا اس پہ بیٹھ جا تین بار۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا ہے اور اس اونٹ کی گردن میں چپل ہے۔

۱۰۰ **بدنۃ** کا مادہ بَدَنٌ ہے۔ موٹے بدن والا ہونا ڈیل والا ہونا۔ بَدَنَۃٌ موٹے جسم والا جانور۔ اور عرف میں وہ اونٹ اور گائے جو مکہ معظمہ میں قربانی کے لئے لے جائیں۔ اس کی جمع بُدُنٌ ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ۔ حج۔ اور موٹے جسم والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف اونٹ ہی بدنہ ہے اور ہمارے یہاں اونٹ اور گائے دونوں ہیں۔

ویلک اور دوسری روایتوں میں ویحک ہے۔ یہ دونوں کلمے زجر و توبیخ کے لئے ہیں۔ مگر کبھی کبھی شفقت و رحم کے لئے بولتے ہیں۔ جیسے۔ لا اُمَّ لکَ لا اَبَ لکَ قاتلکَ اللّٰہ وغیرہ۔ زمانۂ جاہلیت میں حرم میں قربانی کے لئے جو اونٹ لے جاتے اس پر سوار ہونے کو از راہ احترام حرام جانتے تھے جیسے بَحِیْرَہ اور سائبہ سے کسی قسم کے نفع کو حرام جانتے تھے۔ اور یہ شخص تھک گئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر شفقت اور زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد اور رسم کو ختم کرنے کیلئے انھیں حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ مگر پشتہا پشت سے رائج اور بچپن سے دل میں راسخ بات آسانی سے نہیں نکلتی۔ اس لئے انھوں نے جواب میں وہ عرض کیا۔ مگر جب حضور نے زجر فرمایا تو سوار ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا تیر بے خطا کا اثر رکھتی ہے انھیں تو برباد ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ عہد کرا لیا کہ میں غضب و جلال میں اگر کسی مسلمان کو کوئی سخت بات کہدوں تو اسے اس کے لئے رحمت بنا دینا۔ اس لئے یہ کلمات سبب رحمت ہوتے ہیں۔ مسند امام احمد[1] میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔

؎ مناسک باب رکوب البدن ص ۲۲۹۔ الوصایا۔ باب الواقف ینتفع بوقفہ ص ۳۸۳ ثانی۔ الادب۔ باب فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ مسلم۔ ترمذی۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۲۳۶

[1] جلد ثانی ص ۳۱۶-۳۱۷

حدیث ۱۰۰۲

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی[۱]
سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

عَنْہُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ
کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کا تمتع کیا اور قربانی

الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ وَاَھْدٰی فَسَاقَ مَعَہُ الْھَدْیَ مِنْ ذِی
کا جانور ساتھ لیا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور ذوالحلیفہ سے لیا۔ ابتدا میں رسول اللہ

الْحُلَیْفَۃِ وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَھَلَّ بِالْعُمْرَۃِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

ثُمَّ اَھَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے ساتھ عمرے کا تمتع کیا۔ لوگوں میں کچھ وہ تھے

اللھم انی اتخذ عندک عھدا لن تخلفنیہ — اے اللہ میں تجھ سے عہد لیتا ہوں اس کے خلاف نہ کرنا
انما انا بشر فای المومنین اذیتہ او شتمتہ — میں انسان ہوں جس مسلمان کو ایذا دوں یا برا کہوں یا کوڑا
او جلدتہ او لعنتہ فاجعلھا لہ صلوۃ وزکوۃ — ماروں یا اس پر لعنت کروں اسے اس کے لئے رحمت
وقربۃ تقرب بھا یوم القیمۃ۔ — تزکیہ اور ذریعہ قربت کردے قیامت کے دن۔

یہ عام شراح کا جواب ہے اور اپنی جگہ درست بھی ہے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جب انھوں نے تعمیل حکم فرمالیا تو غضب کے مورد ہی نہ رہے۔ اس سے بھی واضح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ویلک یا ویحک دعاء ہلاکت کے طور پر نہیں فرمایا بلکہ محبت آمیز زجر و عتاب کے طور پر ازراہ ترحم کہا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے موقعہ پر قربانی کے لئے جو جانور لے جاتے ہیں۔ ان سے بضرورت انتفاع جائز ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ ہمارے یہاں اگر حالت اضطرار کی حد تک پہنچ جائے تو سوار ہونے کی اجازت ہے۔ مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بطریق معروف اس پر سوار ہو جا۔ اگر تو مضطر ہے تو وہ بھی اس وقت تک کہ دوسری سواری نہ ملے۔

تشریحات

تمتع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تمتع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میقات پر صرف عمرے کا احرام باندھا جائے اور مکہ معظمہ پہونچ کر عمرہ کرکے احرام کھول دیا جائے۔ پھر حج کا احرام باندھا

---

[۱] اول۔ الحج۔ باب رکوب البدن ص ۲۲۶

بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ

جنھوں نے قربانی کا جانور ساتھ لیا تھا اور کچھ وہ تھے جنھوں نے نہیں لیا تھا۔ جب نبی صلی اللہ

مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آ گئے تو لوگوں سے فرمایا۔ جو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے وہ احرام سے باہر

لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى

نہیں ہوگا جب تک حج ادا نہ کرلے اور جس نے قربانی کا جانور ساتھ نہیں لیا ہے

يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا

وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کا بھی۔ اور بال

وَالْمَرْوَةِ وَيُقَصِّرْ وَيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ

کترے اور احرام کھول دے اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور جو

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِينَ قَدِمَ

قربانی کا جانور نہ پائے وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات جب اپنے اہل میں واپس آ

جائے۔

حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات ہی سے حج کا احرام باندھا تھا۔ بعد میں عمرے کا ارادہ فرمایا۔ نیز اس حدیث سے متبادر ہوتا ہے کہ پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے اس کی شارحین نے کئی توجیہیں کی ہیں۔ سب سے عمدہ توجیہ وہ ہے جو علامہ نوہانے کی ہے۔ انھوں نے لکھا۔ کہ اس حدیث میں تمتع کے معنی لغوی ہیں۔ یعنی فائدہ حاصل کیا۔ مراد یہ ہے کہ پہلے صرف حج کا احرام باندھا۔ پھر عمرے کا۔ یعنی بعد میں قران کرلیا۔ اس طرح حج اور عمرے کو ایک ساتھ ایک سفر میں کرکے یہ فائدہ حاصل فرمایا۔ کہ دو سفر اور دونوں کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ مناسک ادا کرنے کی مشقت سے بچ گئے۔ ایک ہی سفر میں حج اور عمرے دونوں ادا ہو گئے۔ اور بہت سے اعمال مشترک ادا ہو گئے۔ اور بعد میں جو ہے۔ فاھل بالعمرۃ ثم اھل بالحج۔ یہاں اَھَلَّ کے معنی احرام باندھنے کے نہیں۔ بلکہ بآواز بلند تلبیہ کہنے کے ہیں۔ سب کو معلوم تھا کہ صرف حج کا احرام باندھا ہے تو بلند آواز سے عمرے کے ساتھ لبیک کہا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ عمرے کا بھی ارادہ فرمایا ہے۔ اس توہم کی گنجائش تھی کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب صرف عمرے ہی کا ارادہ ہے حج کا احرام فسخ کر دیا تو حج کے ساتھ لبیک کہہ کر اسے رفع فرما دیا۔

دوسرا اشکال اور حل اب یہ اشکال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انکار فرمایا اور کہا کہ نہیں حضور مفرد تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت

مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلٰثَةَ أَطْوَافٍ

ابن عمر جب مکہ آئے تو طواف کیا۔ سب سے پہلے رکن کا بوسہ لیا پھر تین پھیروں میں دوڑے اور

وَمَشٰى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ

چار میں معمول کے مطابق چلے اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو مقام کے پاس دو

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ

رکعت نماز پڑھی۔ اور سلام پھیرا۔ پھر وہاں سے چلے اور صفا مروہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد بھی احرام

لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ

نہیں کھولا۔ جب تک حج پورا ادا نہیں کر لیا اور یوم نحر میں قربانی نہیں کر لی اور منی

النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ

سے چل کر مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اب احرام میں جتنی چیزیں حرام تھیں سب حلال ہو گئیں

مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدٰى

اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور ان لوگوں نے جنہوں نے ہدی ساتھ رکھی

وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ — وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ

تھی انھوں نے بھی کیا۔ عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے انکار فرمایا ہے۔ کہ ابتدا میں ذوالحلیفہ میں قران نہیں کیا تھا۔ صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ان توجیہات سے۔ اس حدیث میں خود جو خلجان ہے اور دوسری احادیث سے جو تعارض ہے وہ تو دور ہو گیا مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور جو احادیث مروی ہیں کہ حضور نے تمتع کیا تھا اس سے اب بھی تعارض رہا۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابن عمر سے اس قسم کی تمام مرویات میں۔ تمتع۔ لغوی معنی میں ہے۔ جیساکہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں تحقیق فرمائی ہے۔

فتمتع الناس دوسری احادیث میں جو تفصیلات مذکور ہو چکیں ان کو سامنے رکھ کر اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو قران فرمایا مگر صحابہ نے تمتع کیا۔ وہ اس تفصیل کے ساتھ کہ پہلے میقات سے صرف حج کا احرام باندھا پھر مقام سرف پر پہنچنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے حج کو فسخ کرکے عمرے سے بدل دیا تھا۔ اس طرح صحابہ کرام متمتع ہو گئے۔

وعن عروۃ عن عروۃ معطوف ہے۔ عن سالم بن عبداللہ پر اور یہ امام زہری کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَمَتُّعِہٖ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ ۱

وہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمتع کے بارے میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں جیسی مجھے سالم عن ابن عمر

فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَہٗ بِمِثْلِ الَّذِیْ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگوں نے حضور کے ساتھ تمتع کیا۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

ت ۳۰۷ وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِذَا اَہْدٰی

اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مدینے سے قربانی

مِنَ الْمَدِیْنَۃِ قَلَّدَہٗ وَاَشْعَرَہٗ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ یَطْعَنُ فِیْ شِقِّ سَنَامِہٖ

کا جانور ساتھ لیتے تو ذوالحلیفہ میں اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور اشعار کرتے اس کے بائیں کوہان

حضرت سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ صحابہ کرام میں سے جو حضرات قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے انھوں نے بھی ویسا ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ یعنی عمرہ کرنے کے بعد بھی احرام نہیں کھولا۔ اور طواف زیارت کرنے کے بعد ہی مکمل طور سے احرام سے باہر ہوئے۔ اسی کے مثل عروہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

یہاں بعض نسخوں میں فعل مثل مافعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد۔ یوں ہے۔ باب من اہدی و ساق الهدی من الناس وعن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ الخ یہ نسخہ ابن الوقت کی طرف منسوب ہے۔ مگر یہ نسخہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ۔ من اہدی۔ فعل مثل مافعل۔ میں پہلے فعل کا فاعل ہے۔ فعل اور فاعل کے درمیان۔ لفظ باب کا فصل۔ کیا معنی اس صورت میں لازم آئے گا کہ اس فعل کا فاعل محذوف ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام مسلم نے بھی اسی طرح اس کی تخریج کی ہے جیسے ہم نے یہاں نقل کیا ہے کہ درمیان میں باب نہیں

تشریحات ۳۰۷ اس تعلیق کو امام مالک نے مؤطا میں مسند ذکر فرمایا ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ دو چپلوں کا ہار پہناتے پھر بائیں کوہان میں اِشعار کرتے دائیں بائیں کوہان کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی ایک طرف کے کوہان کو اشعار کے لئے مخصوص نہیں جانتے تھے۔ کبھی داہنے میں اشعار کرتے کبھی بائیں میں۔ اسی وجہ سے روایتوں میں اختلاف ہے۔ اشعار کے معنی علامت بنانے کے ہیں۔ یہ شعور سے بنا ہے۔ شَعَرَ یَشْعُرُ سے جس کے معنی جاننے کے ہیں شرعاً

؎ مناسک باب من ساق البدن معه ص ۲۲۹ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی مناسک

الاَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ وَوَجَّهَهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً ؎

میں چھری سے زخم لگاتے اور اسے بیٹھا کر قبلہ رو کرتے۔

حدیث ۱۰۰۲ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالاَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اشعار کے معنی ہیں۔ قربانی کے لئے حرم میں جو جانور لے جایا جائے۔ اس کی کوہان پر ہلکا زخم لگا دینا کہ خون نکل آئے۔ اس میں جانور کو ایذا پہنچانا ضرور ہے مگر جب شریعت نے اس کا حکم دیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ بائیں کوہان میں زخم لگائے۔ داہنے میں بھی جائز ہے۔ اور دونوں مروی ہے۔ زخم بہت ہلکا لگائے۔ اتنا کہ چمڑے سے بیر کر گوشت تک نہ پہونچے۔ کوہان کی لمبائی میں زخم لگائے۔ اور خون کو کوہان پر مل دے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کو مکروہ فرمایا۔ یہ اس بنا پر ہے کہ عوام جب مذہبی امور کو انجام دینے پر آتے ہیں تو جوش میں بے اعتدالیاں کرنے لگتے ہیں جمرو ں پر صرف کنکری مارنے کا حکم ہے۔ مگر میں نے خود دیکھا ہے کہ جوش میں آکر لوگ چھتری تک پھینک دیتے ہیں۔ کچھ نہیں ملتا تو چپلیں مارتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام کے عہد میں لوگ اشعار میں حد سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اجازت تو صرف اتنی تھی کہ چمڑے میں ہلکا سا زخم لگائیں اتنا گہرا ہرگز نہ لگائیں کہ گوشت تک پہونچ جائے۔ مگر لوگ گہرا گہرا زخم لگانے لگے جو جانور کو بلا وجہ ایذا پہونچانی تھی۔ اس کو حضرت امام نے مکروہ فرمایا جیسا کہ مقدمہ میں مفصل ہم نے بیان کیا ہے۔ ان جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈالنے اور اشعار کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہچانا جائے کہ یہ جانور حرم کی قربانی کے ہیں۔ اگر بھیڑ میں مل جائیں تو آسانی سے شناخت ہو سکے۔ کوئی چوری نہ کرے۔ پانی اور چراگاہ سے نہ ہانکے۔ گم ہو جائے تو کوئی اسے اپنی ملکیت نہ بنائے۔ ہار اور پٹہ ٹوٹ کر گر بھی سکتا ہے مگر اشعار باقی رہے گا۔

اونٹ میں بالاتفاق اشعار سنت یا مستحب ہے۔ اسی طرح اس گائے میں جس کے کوہان ہو۔ وہ گائیں جن میں کوہان نہ ہو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں اشعار نہیں۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم گائے میں بھی اشعار کرتے تھے بکری میں بالاتفاق اشعار نہیں۔ بکری کمزور بھی ہوتی ہے دوسرے اس کے بال اشعار کو چھپا لیں گے

توضیح باب یہاں عنوان ہے کہ جو ہدی کو ذوالحلیفہ میں اشعار کرے اور پٹہ ڈالے پھر احرام باندھے۔ اس سے امام بخاری دو افادے کرنا چاہتے ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے ہدی کو اشعار اور پٹہ ڈال لے۔ پھر احرام باندھے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہدی ساتھ ہے تو میقات ہی سے اشعار بھی کرے اور پٹہ بھی ڈال دے۔ امام مجاہد کا قول یہ ہے کہ پہلے احرام باندھے پھر اشعار کرے

تشریحات ۱۰۰۲ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن نوفل بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ ان کا نسب کلاب پر جا کر نسب نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاروق اعظم اور عمرو بن عوف۔ مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ سے احادیث سنی ہیں۔ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔

؎ مناسک۔ باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ص۲۲۹

اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمن الحدیبیۃ فی بضع عشرۃ مائۃ من

ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام کے ساتھ حدیبیہ کے زمانے میں مدینے سے نکلے جب

اصحابہ حتی اذا کانوا بذی الحلیفۃ قلد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

ذوالحلیفہ پہونچے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹوں کو پٹہ

وسلم الھدی واشعرہ واحرم بالعمرۃ عـہ

پہنایا اور اشعار فرمایا اور عمرے کا احرام باندھا۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ ۶۴ھ میں جبکہ یزید پلید کے حکم سے حصین بن نمیر نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ٹھیک اس دن جس دن یزید پلید کے مرنے کی خبر مکہ معظمہ پہونچی۔ یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ منجنیق کا پتھر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے پڑھائی۔

مروان بن حکم | اس کا باپ حکم بن ابی العاص بن امیہ، حضرت عثمان ذوالنورین کا چچا تھا۔ حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدترین اعدا میں ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اس نے کلمہ ضرور پڑھا اور پھر مدینہ طیبہ آیا۔ مگر اس کے دل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عداوت نہیں نکل سکی۔ یہ کبھی حجرۂ مبارک میں جھانکتا[۱] کبھی حضور کی رفتار کی نقل کرتا۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا تھا حضور کے اثنائے تکلم میں ہکلانے لگا۔ حضور کو جلال آگیا فرمایا۔ ایسا ہی ہو جا۔ جس کے نتیجے میں وہ زندگی بھر ہکلاتا رہا[۲]۔ ان شرارتوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے طائف جلا وطن کر دیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق مروان کی پیدائش ۲ھ میں ہوئی ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا ہوگا اس روایت کے مطابق یہ خیال ہوتا ہے کہ اسے صحبت نصیب ہوئی۔ مگر سیر و مغازی کے مسلم الثبوت ثقہ مستند امام ابن سعد نے اسے تابعین کے طبقہ اولیٰ[۳] میں رکھا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے الاکمال میں صاف فرمایا۔ فلم یر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ مروان ۲ھ میں پیدا ہوا تھا تو ابن سعد اور صاحب مشکوٰۃ کی تحقیق کے بموجب حکم جب مدینہ آیا تھا تو مروان کو مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا تھا۔ مدینہ نہیں لایا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مروان کی ماں نے ہجرت نہیں کی تھی[۴]۔ بلکہ ایک قول یہ ہے کہ جب مروان پیدا ہوا تو اس کی ماں نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ تحنیک فرما دیں[۵]۔ اس قول کی بنا پر اس کی ولادت زیادہ سے زیادہ فتح مکہ کے موقع پر ہوئی۔ یعنی رمضان ۹ھ میں۔ اسی لئے

عـہ مناسک باب من اشعر وقلد الھدی بذی الحلیفۃ ثم احرم ص ۲۲۹۔ باب اشعار البدن ص ۲۳۰۔ تعلیقا ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸۔ ابوداؤد۔ جہاد۔ نسائی۔ الحج۔ موطا امام مالک۔ حج۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۲۳ ۔ [۱] بخاری ثانی۔ اللباس باب الترجل ص ۸۸۰ [۲] اصابہ اول ص ۳۴۳ [۳] البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص ۲۵۷

[۴] اصابہ جلد ثالث ص ۴۷۷ [۵] اصابہ جلد ثالث ص ۴۷۷

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کسی نے بھی اس کے صحابی ہونے پر جزم نہیں فرمایا[۱] اگر اس کی ولادت سنہ ۲ھ یا سنہ ۴ھ میں ہوئی ہوتی۔ اور فتح مکہ کے بعد اپنے باپ کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا ہوتا تو اس کے صحابی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ استیعاب میں ایک قول یہ بھی مذکور ہے کہ یہ طائف میں پیدا ہوا[۲] اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اس کا باپ جلا وطن کر کے طائف بھیجا گیا تھا اسی وقت پیدا ہوا۔ اس لئے اب رویت کا سوال ہی نہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ یہ نعمان ہر جمعے کو منبر پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا تھا۔ اس پر امام حسن مجتبیٰ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے تیرے باپ حکم پر اس وقت لعنت کی جب تو اس کے صلب میں تھا[۳] اس پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے۔ کہ مروان نے سن تمیز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا[۴]

مروان انتہائی ذہین فطین چالاک مکار، سیاست و تدبیر کا ماہر، جنگ و جدال میں یکتا تھا۔ واقعہ حرہ میں مسلم بن عقبہ اسی کی تدبیر کی بدولت اہل مدینہ پر غالب آیا۔ اس نے خفیہ کہلا دیا۔ کہ تم مدینہ طیبہ کے مشرقی سمت اترو۔ اور صبح ہی کو پوری قوت سے حملہ کر دو۔ سورج تمہاری پشت پر ہوگا اور اہل مدینہ کی آنکھوں کے مقابل یہی وہ بدذات ہے جو حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا باعث ہے۔ جو اسلام میں سیکڑوں قیامتوں کی بنیاد ہے اسی بد باطن نے حضرت طلحہ کو تیر سے شہید کیا جبکہ یہ ان کے ساتھیوں میں شامل تھا۔ یہی وہ مبتدع ہے جس نے عید کی نماز سے پہلے خطبے کی بدعت ایجاد کی[۵]

گذر چکا کہ مکہ معظمہ کا محاصرہ اٹھا لینے کے بعد حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا تھا کہ یہاں کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ شام چلو تمہاری بیعت کرا دوں گا مگر حضرت عبداللہ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور اسے تہدید آمیز بہت سخت جواب دیا[۶] دوسری طرف حضرت عبداللہ بن زبیر نے مروان اور تمام بنی امیہ کو مدینے سے نکال دیا۔ مروان سب کو لیکر دمشق پہونچا اور جب یزید کے بیٹے نے اپنے آپ کو امور سلطنت سے علیحدہ کر لیا۔ تو اہل شام نے مروان کو تخت پر بٹھایا اس شرط کے ساتھ کہ تیرے بعد بادشاہ یزید کا دوسرا لڑکا ابو خالد ہوگا۔ مروان نے اپنی مکاری اور جنگجوئی سے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور جب دیکھ لیا کہ اب شام اور مصر مطیع ہو گیا ہے۔ تو اس نے بجائے ابو خالد کے اپنے بیٹے عبدالملک کو ولیعہد بنا دیا۔ مروان نے ابو خالد کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ اور طرح طرح ابو خالد کی تذلیل کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے ابو خالد کو۔ ابن الاست الرطبۃ۔ کہد دیا۔ اے بھیگے چوتڑ والی عورت کے بیٹے۔ ابو خالد نے اپنی ماں سے شکایت کی۔ اس کی ماں نے اس سے کہا۔ دیکھو کسی سے مت کہنا۔ مروان جب اندر آیا تو ابو خالد کی ماں سے پوچھا کہ ابو خالد نے کچھ کہا ہے تو اس نے انکار کیا۔ رات میں جب مروان سو گیا تو ابو خالد کی ماں نے اس کی گردن پر تکیہ رکھ کر اپنی کنیزوں کی مدد سے اس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ جب یہ مر گیا تو سب چیخنے چلانے لگیں کہ امیر المومنین اچانک مر گئے۔ تین رمضان سنہ ۶۵ھ میں یہ واقعہ ہوا مروان کی بیعت بروز دوشنبہ نصف ذو قعدہ سنہ ۶۴ھ میں ہوئی تھی۔ کل نو مہینے اٹھارہ دن اس کی بادشاہت رہی[۷]

ان سب کے باوجود محدثین اسے حدیث میں متہم نہیں جانتے۔ اسی لئے امام بخاری نے بھی اس کی روایت لی ہے۔ اس نے بہت

---

۱ اصابہ جلد ثالث صـ۴۷۷ ۲ جلد ثالث صـ۴۲۵ ۳ بدایہ نہایہ ثامن صـ۲۵۸ ۴ الاستیعاب جلد ثالث صـ۴۲۵ اصابہ جلد ثالث صـ۴۷۷ ۵ بخاری اول باب الخروج الی المصلی صـ۱۳۱ ۶ بدایہ نہایہ جلد ثامن صـ۲۲۶ ۷ یہ ساری تفصیل بدایہ نہایہ جلد ثالث سے لی گئی ہے۔

حدیث ۱۰۰۴ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

سے صحابۂ کرام سے روایت کی ہے مثلاً حضرت عمر حضرت عثمان غنی حضرت علی حضرت زید بن ثابت حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود اور بُسرہ بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور اس سے حضرت امام زین العابدین، عبدالملک عروہ بن زبیر سعید بن مسیب ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اسے حضرت معاویہ نے دوبار مدینہ طیبہ کا والی بنایا اور معزول کیا۔[1]

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے۔ یہاں بضع عشر مِأَة ہے۔ یعنی ایک سو دس سے کچھ اوپر بضع۔ تین سے لے کر نو تک پر بولا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ ایک سو پندرہ تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک سو چودہ تھے۔ اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر اونٹ ستر آدمیوں کی طرف سے قربانی کے لئے ساتھ لئے تھے ایک روایت کی بنا پر مروان صلح حدیبیہ کے وقت تک پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض پیدا بھی ہوا تھا تو اس پر اتفاق ہے کہ صلح حدیبیہ کے لشکر میں شامل نہیں تھا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس نے کسی اور سے سن کر بیان کیا ہے اس لئے یہ حدیث بروایت مروان مرسل ہوئی۔ وہ بھی تابعی کی جس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مروان نے کسی تابعی سے سنا ہے اسی وجہ سے تابعی کی حدیث مرسل بہت سے محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث حضرت مسورہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جو صحابی ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح متصل ہوئی۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص حج یا عمرے کا قصد کرے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی رکھے وہ اپنی میقات پر جانور کو قلادہ پہنا دے یا اشعار کر دے اور احرام باندھ لے۔ اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو یونہی حرم میں ذبح کے لئے جانور بھیجے تو جانور کو قلادہ وغیرہ پہنا دے۔ مگر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ جبتک جانور ذبح نہ ہو لیں گھر پر احرام باندھے رہے جیسا کہ ۹ھ میں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بناکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تو ان کے ساتھ اپنی قربانی کے جانور بھیجے مگر احرام نہیں باندھا۔

تشریحات ۱۰۰۴ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ۔ تابعیہ خاتون ہیں۔ بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثیر احادیث کی راویہ ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ام المومنین کی خاص پروردہ اور ان کی ربیبہ ہیں۔ ۱۰۳ھ میں واصل بحق ہوئیں۔[2]

زیاد بن ابی سفیان حارث بن کلدہ ثقفی کی باندی سُمیّہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ سُمیّہ عبید کی زوجہ تھیں۔ اسی کے فراش میں زیاد پیدا ہوا۔ اسی لئے اس کو پہلے زیاد بن عبید کہتے تھے۔ یہ عرب کے مشہور دانشوروں میں ایک ہے مشہور ہے۔ دُھاۃ عرب چار ہیں۔ معاویہ، عمرو بن عاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن ابیہ۔ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے فارس کا گورنر تھا اور حضرت امام

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص۴۷۷ [2] الکمال

قلائد بدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بیدی ثم قلدها و أشعرها

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کے قلادے میں نے اپنے ہاتھوں سے بٹے تھے۔ پھر حضور نے انھیں اونٹوں کی گردنوں

واهداها وما حرم علیه شیٔ کان أحل له عہ

میں ڈالا اور انھیں اشعار کیا اور حرم کی جانب بھیجا۔ اور جو چیزیں حلال تھیں کوئی بھی حضور پر حرام نہیں ہوئیں۔

حدیث ۱۰۰۵
عن عروة وعن عمرة بنت عبد الرحمٰن ان عائشة قالت

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے قربانی

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یهدی من المدینة فافتل

کے جانور (حرم) میں بھیجتے تو میں ان کی ہدی کے قلادے بٹتی۔ اس کے بعد حضور ان چیزوں سے نہیں بچتے

قلائد هدیه ثم لا یجتنب شیئا مما یجتنب المحرم عہ

جن سے محرم بچتا ہے۔

حدیث ۱۰۰۶
عن عمرة بنت عبد الرحمٰن انها اخبرته ان زیاد بن ابی

عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبردی کہ زیاد بن ابوسفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سفیان کتب الی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها ان عبد اللہ بن عباس

کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالحت کے بعد بھی اس نے حضرت معاویہ کی حکومت تسلیم نہیں کی مگر حضرت معاویہ نے بالآخر اسے رام کرلیا۔ اور اسے اپنا بھائی بنالیا۔ بہت سے لوگوں نے یہ گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے یہ اقرار کیا ہے کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اس کے بعد جب تک بنی امیہ کی حکومت تھی اسے زیاد بن سفیان کہا جاتا تھا۔ جب بنی امیہ کا زوال ہوگیا تو زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا۔ اسی پر طنز کرتے ہوئے یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا ہے لہ

الا ابلغ معاویة بن صخر ... مغلغلة من الرجل الیمانی
اتغضب ان یقال ابوك عف ... وترضی ان یقال ابوك زان
فاشهد ان رحمك من زیاد ... کرحم الفیل من ولد الاتان

معاویہ بن صخر کو ایک یمنی شخص کی جانب سے یہ بات پہنچا دو
اگر یہ کہا جائے کہ تیرا باپ پاکدامن ہے تو تو ناراض ہوتا ہے
اور اگر کہا جائے کہ بدکار ہے تو تو خوش ہوتا ہے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا رشتہ زیاد سے ایسا ہی ہے جیسے ہاتھی کا

عہ مناسك۔ باب من اشعر وقلد بذی الحلیفة ص۲۳۰ باب اشعار البدن ص۲۳۰ مسلم۔ ابوداؤ۔ نسائی۔ ابن ماجه کلهم فی الحج عہ مناسك باب فتل القلائد للبدن ص۲۳۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجه کلهم فی المناسك لہ البدایة والنهایة جلد ثامن ص۹۵

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ

جو حرم میں قربانی کا جانور بھیجے اس پر وہ سب چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی پر حرام ہیں۔ جب تک کہ

حَتّٰى يُنْحَرَ هَدْيُهٗ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ہدی کو نحر کر دیا جائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابن عباس

لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نے جو کہا ہے ویسا نہیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کے قلادے بٹے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے انھیں ان کی گردن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِيْ فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

میں ڈالا۔ پھر انھیں میرے والد کے ساتھ بھیجا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهٗ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ ؏

ایسی چیز حرام نہ ہوئی جو اللہ نے ان کے لئے حلال کی ہو۔ یہاں تک کہ ہدی کو نحر کیا گیا۔

رشتہ گدھی کے پیچے سے۔

یہی وہ ستمگر ہے جس نے حضرت حجر بن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل پر حضرت معاویہ کو اکسایا اسی کا بیٹا عبید اللہ وہ رسوائے زمانہ ظالم ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا۔

اسی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے زیاد سے یزید کو ولی عہد بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو اس نے اسے قبول نہیں کیا اور عبید بن کعب نمیری کو بھیجا کہ وہ حضرت معاویہ کو سمجھا دیں کہ اس سے باز رہیں جس کی وجہ سے امیر معاویہ نے اس تحریک کو اس وقت روک دیا جب ۵۳ھ میں زیاد مرگیا تو یہ تحریک شروع کی[۱]۔

مشہور صحابی حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی سمیہ کے بطن سے تھے۔ اس طرح یہ زیاد کے اخیافی بھائی ہوئے سمیہ کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو مگر علامہ عبد البر[۲] نے فرمایا کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ قریش اور ثقیف کا ہر ہر فرد حجۃ الوداع کے وقت تک مسلمان ہو چکا تھا اور سب حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ اس کے

؏ مناسک باب من قلد القلائد بیدہ ص ۲۳۰۔ الوکالۃ باب الوکالۃ فی البدن ص ۳۱۱ مسلم۔ نسائی۔ الخ۔

۱؎ ایضاً ص ۹۰ ۲؎ الاستیعاب جلد رابع ص ۳۳۰

حدیث ۱۰۰۷ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کُنْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں

اُفَتِّلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَبْعَثُ بِہَا ثُمَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بکری کے ہار بٹتی تھی۔ حضور اسے بھیجتے اور پھر بغیر احرام

یَمْکُثُ حَلَالًا ؎

کے رہتے۔

حدیث ۱۰۰۸ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں

فَتَلْتُ لِہَدْیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْنِی الْقَلَائِدَ قَبْلَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدی کے لئے ہار بٹتی تھی قبل

اَنْ یُّحْرِمَ ؏

اس کے کہ حضور محرم ہوں۔

حدیث ۱۰۰۹ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَھَا مِنْ عِہْنٍ کَانَ عِنْدِیْ ؎

اپنے اون سے ہدی کے ہار میں بٹتی تھی

عموم میں اسے بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔

تشریحات ۹/۸/۱۰۰۷ ان سب احادیث کا حاصل یہ نکلا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی مدینہ طیبہ سے حرم میں قربانی کیلئے جانور بھیجتے تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے گلے میں ہار ڈالنے کے لئے خود ہار بٹتی تھیں۔ ان ہاروں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان جانوروں کے گلے میں ڈالتے تھے۔ اور انھیں مکہ معظمہ بھیجتے۔ مگر ہدی۔ بھیجنے کے بعد احرام کی حالت میں نہیں رہتے۔ یہ ہدی بکری بھی تھی اور ہار اون سے بنا تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہدی کے لئے اونٹ ہی ضروری نہیں۔ اونٹ

؎ مناسک باب تقلید الغنم صفحہ ۲۳۰۔ دو طریقے سے ؏ ایضاً۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ مناسک۔ ؎ مناسک باب القلائد من عہن صفحہ ۲۳۰۔ مسلم۔ نسائی۔

ث ۳۰۸ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ اِلَّا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوہان کی جگہ کے سوا اور کہیں سے جُل نہیں پھاڑتے تھے۔ اور

مَوْضِعَ السَّنَامِ وَاِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ اَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ

جب اسے نحر کرتے تو جُل اتار لیتے تاکہ خون سے خراب نہ ہو جائے۔

ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا عـــه

پھر صدقہ کر دیتے

حدیث ۱۰۱ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

عمرہ بنت عبد الرحمٰن نے کہا۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا فرماتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ

جب ذوقعدہ میں پانچ دن رہ گئے تھے نکلا ہم صرف حج جانتے تھے

گائے بکری کوئی بھی قربانی کا جانور ہوسکتا ہے۔ اور ہار کے لئے کوئی تخصیص نہیں کہ فلاں چیز کا ہو۔ کسی بھی چیز کا ہوسکتا ہے بعض حضرات نے فرمایا تھا کہ ہدی کا ہار صرف نباتات کا ہونا ضروری ہے۔ اون کا نہیں ہوسکتا۔ اس حدیث سے ان کا قول ساقط ہوگیا

تشریحات ۳۰۸ اس اثر کو امام مالک نے دو حصے کر کے اپنی مؤطا میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے نیز امام بیہقی نے بھی۔ جِلال۔ جُل۔ کی جمع ہے۔ وہ کپڑا جو جانور کی پیٹھ پر ڈالا جائے تاکہ وہ سردی اور گرمی سے محفوظ رہے موضع سنام پر جُل کے پھاڑنے کا فائدہ یہ تھا کہ اشعار دکھائی دے اس سے ثابت ہوا کہ جل کی طرح رسی وغیرہ کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔

تشریحات ۱۰۱ لخمس بقین من ذی القعدۃ۔ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہفتے کے دن نماز ظہر پڑھ کر مدینہ طیبہ سے نہضت فرمائی تھی۔ اس روایت کی بنا پر ۲۶ ذوقعدہ تھی۔ اسے لازم ہے کہ رویت تیس کی ہوئی۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ اس سال جمعرات کو پہلی تھی۔ حضرت ام المومنین نے یہ حدیث مہینہ گزرنے کے بعد بیان فرمائی ہے۔ اس لئے تیقن کے ساتھ یہ فرما رہی ہیں کہ ذوقعدہ میں پانچ دن رہ گئے تھے۔

عـــه مناسک باب الجلال للبدن صـ۲۳۰

فلما دنونا من مكة أمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من لم يكن
جب مکہ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ
معه هدي إذا طاف وسعى بين الصفا والمروة أن يحل قالت فدخل
قربانی کے جانور نہ ہوں وہ جب طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرلے تو احرام کھول دے۔ ام المومنین
علينا يوم النحر بلحم بقر فقلت ما هذا قال نحر رسول الله صلى الله
نے فرمایا۔ یوم نحر ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ تو میں نے پوچھا کیا ہے یہ؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالى عليه وسلم عن أزواجه ع
تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔

لا نری الا الحج اس سے مراد یہ ہے کہ جب مدینے سے نکلے تھے اور جب تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کے احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس وقت تک ہمارا یہی گمان تھا کہ صرف حج کرنا ہے۔ ورنہ دوسری روایتیں خود عمرہ ہی سے ہیں۔ کہ ام المومنین نے فرمایا۔ فمنا من اھل بالحج ومنا من اھل بالعمرۃ ومنا من اھل بھما۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا۔ کچھ نے صرف عمرے کا۔ کچھ نے دونوں کا۔ جلد ثانی میں مفصل بحث گزر چکی کہ ام المومنین نے تمتع کیا تھا جسے لازم کہ عمرے کا احرام باندھا تھا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دم قران اور تمتع میں بھی گائے کے اندر سات کی شرکت جائز ہے۔ اس روایت میں نحر وارد ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ گائے کو بھی نحر کرنا درست ہے۔ اس قدر تو درست ہے کہ اگر گائے کو نحر کیا تو وہ حلال ہو جائے گی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اونٹ میں نحر مستحب ہے اور ذبح کرنا مکروہ۔ گائے وغیرہ دوسرے جانوروں میں ذبح مستحب ہے اور نحر مکروہ۔ اس حدیث کے دوسرے طرق میں ذبح وارد ہے[۱] بعض میں ضحی بھی ہے[۲] اس لئے تمام طرق میں تطبیق کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس روایت میں نحر کے معنی ذبح کرنے کے ہیں۔ یا قربانی کرنے۔ نحر قربانی کے معنی میں قرآن مجید میں وارد ہے فصل لربك وانحر اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

ع مناسک باب ذبح الرجل البقر صـ۲۳۱۔ باب۔ واذ بوأنا لابراهيم مكان البيت صـ۲۳۱۔ ۲ الجهاد۔ باب الخروج آخر الشهر صـ۲۱۲۔ مسلم۔ نسائی۔ الحج۔ [۱] باب واذ بوأنا لابراهيم صـ۲۳۲ [۲] باب كيف كان بدء الحيض۔ صـ۴۳

حدیث ۱۰۱۱

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یَنْحَرُ فِی الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ مَنْحَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منحر میں نحر کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منحر میں۔

حدیث ۱۰۱۲

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یَبْعَثُ بِھَدْیِہٖ مِنْ جَمْعٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ حَتّٰی یُدْخَلَ بِہٖ مَنْحَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِیْہِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْکُ عہ

نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی قربانی کے جانوروں کو آخر ہی میں مزدلفہ سے حاجیوں کے ساتھ جن میں آزاد اور غلام سبھی ہوتے بھیج دیتے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربان گاہ میں داخل کر دیے جائیں۔

حدیث ۱۰۱۳

عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ. قَالَ وَنَحَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ سَبْعَۃً

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سات اونٹوں کو نحر فرمایا۔ اس حالت میں کہ

تشریح ۱۰۱۱/۱۲ اس حدیث میں منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر فاروق کا قول اور نافع نے جو کہا تھا۔ فی المنحر۔ اس کی تفسیر ہے۔ نافع کا قول نہیں۔ اس کی دلیل کتاب الاضاحی کی روایت ہے۔ اس میں ہے یعنی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریح ۱۰۱۳ یہ حدیث گزر چکی ہے۔ وہاں مبہم تھا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے

عہ مناسک، باب النحر فی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۳۱۔ ثانی۔ الاضاحی۔ باب الاضحیٰ بالمنحر والمصلی ص ۸۳۲

عہ مناسک باب النحر فی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۳۱

بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحّٰى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مُخْتَصَرًا عہ

وہ کھڑے تھے۔ اور مدینے میں چتکبرے سینگ والے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

حدیث ۱۰۱۴

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا أَخْبَرَهُ أَنَّ

عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ نے خبر دی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خبر دی کہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلٰى بُدْنِهِ وَأَنْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضور کے اونٹوں کے پاس رہیں اور ان سب کے گوشت اور

يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا يُعْطِي فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا عہ

کھالیں اور جھل تقسیم کر دیں۔ اور اس کے ٹکڑے اور بوٹی کرنے کی اجرت میں اس میں سے کچھ نہ دیں۔

ت ۳۰۹

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ شکار کی جزا اور نذر کی قربانی سے نہ کھایا جائے۔

لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ سہ

اس کے علاوہ بقیہ قربانیوں سے کھایا جائے۔

ت ۳۱۰

وَقَالَ عَطَاءٌ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ للعہ

اور عطا نے کہا۔ تمتع کی قربانی سے کھائے بھی اور کھلائے بھی۔

اور یہاں سات کی تعیین ہے اس کی پوری بحث وہیں مذکور ہے۔

تشریح ۱۰۱۴ اس کے بعد والی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ حرم میں قربانی کے لئے پیش فرمایا تھا۔

تشریح ۳۰۹/۳۱۰ پہلی تعلیق کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور دوسری تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جرمانے اور فدیے اور کفارے میں جو جانور ذبح کئے جائیں ان کا گوشت مالک کو کھانا جائز نہیں۔ اسی طرح منت کا بھی۔ بقیہ کا کھانا جائز ہے۔

عہ مناسک باب من نحر بیدہ ص ۲۳۱۔ باب التحمید والتسبیح والتکبیر قبل الاھلال ص ۲۱۰۔ باب النحر قائمۃ ص ۲۳۱
ابوداؤد۔ مناسک۔ عہ مناسک باب لا یعطی الجزار من الھدی شیئاً ص ۲۳۲۔ باب یتصدق بجلال البدن ص ۲۳۲۔ باب الجلال للبدن ص ۲۳۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ مناسک۔ ابن ماجہ۔ اضاحی۔ سہ مناسک باب واذ بوأنا لابراھیم ص ۲۳۲۔
للعہ ایضاً

حدیث ۱۰۱۵

حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم قربانی

يَقُوْلُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلٰثِ مِنًى فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى

کا گوشت منیٰ کے تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ پھر نبی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قَالَ قُلْتُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اجازت دی اور ارشاد فرمایا۔ کھاؤ اور زاد راہ بناؤ تو ہم نے کھایا اور زاد راہ بنایا

لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتّٰى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَا ؏

ابن جریج نے امام عطار سے پوچھا کیا حضرت جابر نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مدینے آئے۔ کہا۔ نہیں۔

حدیث ۱۰۱۶

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب نے

رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے رمی سے پہلے طواف زیارت کرلیا ہے۔ فرمایا

تشریحات ۱۰۱۵ ابتدا میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ جمع رکھنا ممنوع تھا۔ بعد میں اس کی اجازت ہوگئی کہ جتنے دنوں چاہیں قربانی کا گوشت رکھیں۔ یہ قربانیاں گھر پر ہوں یا ایام حج میں منیٰ میں ہوں سب کے لئے اجازت ہے۔ ایام حج کی قربانی کے لئے یہ حدیث نص ہے اور گھروں پر کی جانے والی قربانیوں کے بارے میں بھی نص صریح ہے۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن بُریدہ عن ابیہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا اب زیارت کیا کرو۔ میں نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا۔ اب جب تک چاہو رکھو۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے۔ ایک حصہ اپنے اعزہ و اقربا کے لئے۔ ایک حصہ فقرار کے لئے۔ جیساکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

تشریحات ۱۰۱۶ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کے چار تلامذہ حضرت عطار حضرت عکرمہ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت طاؤس سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عطار مروی ہے۔ چند ابواب کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث آرہی ہے اس میں یہ زائد ہے کہ سائل نے یہ عرض کیا لم أشعر۔ مجھے معلوم نہیں

؏ مناسک باب و اذ بوّأنا لابراھیم صـ ۲۳۲۔ مسلم۔ اضاحی۔ نسائی۔ الحج۔

لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ

کوئی حرج نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اس نے عرض کیا میں نے

اَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ ع

رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۱۰۱۸ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تھا۔ طحاوی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں ارشاد فرمایا۔ تعلموا مناسککم فانھا من دینکم۔ حج کے ارکان سیکھو اس لئے کہ یہ تمہارے دین سے ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمی، قربانی، حلق، طواف زیارت میں ترتیب ضروری نہیں۔ تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا لازم کہ اس پر دم بھی واجب نہیں۔ اس کے برخلاف خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا[۱] جس نے اپنے حج کے ارکان میں کچھ آگے یا پیچھے کیا تو وہ اس کے لئے خون بہائے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ اور کوئی اس حدیث کے صحیح معنی کو نہیں جان سکتا۔ اس لئے علماء نے لا حرج کو رفع اثم پر محمول کیا۔ چونکہ اسلام کا پہلا حج تھا۔ لوگ مناسک اور ان کی ترتیب کو کما حقہ جانتے نہ تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر تنگی نہیں فرمائی اور ارشاد فرما دیا کہ چونکہ تم نے جو کچھ کیا لاعلمی میں کیا اس لئے تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یا لا حرج سے مراد یہ ہے کہ تمہارا حج فاسد نہیں ہوا فرض ادا ہو گیا۔ اور ترتیب بدلنے سے جو نقصان پیدا ہوا وہ لاعلمی کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ اسی لئے اخیر میں فرمایا کہ مناسک سیکھو۔

نیز سائل کے سوال سے ظاہر ہے کہ اسے اس کا احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ اسی لئے اس نے سوال کیا۔ اگر غلطی کا احساس نہ ہوتا تو سوال کیوں کرتا۔ اور یہ احساس اس بنا پر ہوا ہوگا کہ اس کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ترتیب سے یہ افعال ادا کئے ہیں میں نے اس کے خلاف کیا۔ مگر چونکہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے درگزر فرما دیا۔

امام ابن ہمام نے یہاں یہ بھی افادہ فرمایا کہ محصر کے لئے ارشاد ہے۔ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہونچ جائے تو جب محصر کو جو حج یا عمرے کا ارادہ فسخ کر چکا۔ قربانی سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں تو جو حج یا عمرہ کر رہا ہے اسے قربانی سے پہلے بدرجہ اولیٰ قصر یا حلق جائز نہ ہوگا۔

تشریحات ۱۰۱۸ یہ یوم نحر کی رمی کے بارے میں سوال تھا۔ یوم نحر صرف جمرۃ العقبہ کی رمی ہے اس کا وقت دسویں کی صبح صادق سے لیکر گیارہویں کی صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ مگر آفتاب نکلنے کے بعد سے زوال تک مسنون ہے اور

ع مناسک باب الذبح قبل الحلق ص ۲۳۲ [۱] عمدۃ القاری جلد عاشر ص ۵۹ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ۔ شرح معانی الآثار اول۔ مناسک باب من قدم من حجہ نسکا ص ۳۶۰۔

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ

سے سوال کیا گیا۔ سائل نے عرض کیا۔ کہ میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی ہے۔ فرمایا کوئی

فَقَالَ لَا حَرَجَ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ لَا حَرَجَ ع

حرج نہیں۔ اب اس نے عرض کیا میں نے قربانی سے پہلے سر مونڈا لیا فرمایا کوئی حرج نہیں

حدیث ۱۰۱۸ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ حَلَقَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ ع

علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر اقدس منڈایا۔

زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک مباح۔ گیارہویں شب غروب آفتاب سے لیکر طلوع فجر تک اور دسویں کو طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک مکروہ ہے۔

تشریحات ۱۰۱۸ فی حجتہ سے حجۃ الوداع مراد ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سر اقدس منڈایا تھا۔ اور یہ شرف حضرت معمر بن عبد اللہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تھا۔ علامہ نووی نے فرمایا یہی صحیح اور مشہور ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر[۱] میں روایت کیا۔ حضرت معمر کہتے ہیں کہ یوم نحر وہ بیٹھ کر سر اقدس کے بال صاف کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چہرے میں نظر ڈالی۔ اور فرمایا اے معمر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کان کی لو پر تجھے قابو دے دیا ہے اور تیرے ہاتھ میں استرہ ہے۔ انھوں نے عرض کیا یہ مجھ پر اللہ کا فضل اور احسان ہے بعض لوگوں نے کہا کہ اس موقعہ پر حضرت خراش بن امیہ بن ربیعہ نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے موقعہ پر یہ خدمت انجام دی تھی جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب[۲] میں تحریر فرمایا ہے

ترمذی[۳] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قربانی کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلاق کو اپنے سر اقدس کا داہنا حصہ دیا انھوں نے اسے صاف کیا۔ تو اسے ابوطلحہ کو دیا۔ پھر بایاں حصہ دیا انھوں نے اسے صاف کیا۔ تو حکم دیا کہ اسے تقسیم کر دے۔ اور یہی مسلم[۴] میں بھی بطریق سفیان بن عیینہ ہے مگر مسلم ہی میں بطریق حفص بن غیاث اور عبد الاعلیٰ جو روایت ہے

ع مناسک باب الذبح قبل الحلق ص۲۳۳۔ باب اذا رمی بعد ما امسی ص۲۳۴ ابوداؤد۔ نسائی ابن ماجہ۔ مناسک۔ ع مناسک باب الحلق و التقصیر۔ ص۲۳۳ ثانی البخاری ص۲۳۳۔

۱؎ عمدۃ القاری عاشر ص۶۳ ۲؎ جلد اول ص۴۲۸ ۳؎ اول۔ الحج۔ باب ما جاء بای جانب الراس یبدأ فی الحلق ص۱۱۱ ۴؎ اول الحج باب بیان ان السنۃ یوم النحر ان یرمی ص۴۲۱ ۵؎ ایضاً

حدیث ۱۰۱۹ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰہُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ تو لوگوں نے

وَالْمُقَصِّرِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَللّٰہُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِیْنَ

عرض کیا اور ترشوانے والوں پر یا رسول اللہ۔ فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے عرض کیا اور

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰہُ

ترشوانے والوں پر بھی یا رسول اللہ۔ تو فرمایا اور ترشوانے والوں پر بھی۔ اور لیث نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا۔ رحم اللہ

الْمُحَلِّقِیْنَ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ قَالَ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ قَالَ فِی الرَّابِعَۃِ

المحلقین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ لیث نے کہا عبید اللہ نے کہا کہ نافع نے بیان کیا کہ چوتھی بار

وَالْمُقَصِّرِیْنَ[ع]

والمقصرین فرمایا۔

حدیث ۱۰۲۰ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس میں یہ ہے کہ تقسیم کرنے کے لئے داہنی طرف کے موئے اقدس عطا فرمائے تھے صاحب منعم اور محب طبری نے اسے ترجیح دی کہ داہنی جانب کے موئے مبارک تقسیم فرمائے اور بائیں طرف کے حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

تبرک بنانا حجۃ الوداع کے موقعہ پر موئے مبارک تقسیم فرمانا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینا اشارۃً حکم دینا تھا کہ اسے رکھو اور اس سے برکت حاصل کرو۔ اللہ عزوجل کا فضل وکرم ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود موئے مبارک اب تک ہزاروں محفوظ ہیں جس کی زیارت سے مسلمان شرف اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ایک موئے مبارک ایسا بھی ہے جس کے اخذ ومناولت کی متصل سند حضرت ابو طلحہ تک موجود ہے۔

تشریحات ۱۰۱۹ صحیح یہی ہے کہ یہ ارشاد صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بھی فرمایا تھا اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی۔ حضرت ابن عباس[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کچھ صحابہ نے سر منڈایا اور کچھ حضرات نے ترشوایا۔ تو وہ فرمایا

ع مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص۲۳۳ مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ مناسک۔ ۱؎ عمدۃ القاری عاشر ص۶۳

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا

نے کہا اے اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے تو لوگوں نے عرض کیا

وَالْمُقَصِّرِیْنَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِیْنَ قَالَھَا

اور ترشوانے والوں کو بھی۔ فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے لوگوں نے عرض کیا اور ترشوانے والوں کو بھی۔

ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ عہ

اسے تین بار کہا۔ اور ترشوانے والوں کو بھی۔

حدیث ۱۰۲۱ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

قَالَ حَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ وَقَصَّرَ

تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں سے کچھ افراد نے سر منڈایا اور

بَعْضُھُمْ عہ

کچھ افراد نے ترشوایا۔

حدیث ۱۰۲۲ عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

مسلم میں حضرت ام الحصین کی حدیث میں ہے کہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ احرام کھولتے وقت سر منڈانا افضل ہے۔ اور ترشوانا بھی جائز ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ بال رکھنے کو پسند کرتے تھے اور سر منڈانے کو ناپسند۔ چونکہ منڈانے میں تذلل زیادہ ہے۔ اس لئے یہ افضل ہوا۔ یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ رہ گئیں عورتیں تو انھیں سر منڈانا جائز نہیں۔ یہ ان کے لئے بمنزلہ مثلہ کے ہے۔ احادیث میں ممانعت بھی آئی ہے۔ وہ صرف بال ترشوائیں گی۔ پورے سر کے بالوں میں سے ایک ایک پورا یعنی انگلی کی ایک گرہ کے برابر کتروائیں۔ مرد بھی اگر بال کتروائیں تو وہ بھی اتنا ہی کتروائیں۔

تشریحات ۱۰۲۲ مسلم میں یہ زائد ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مروہ پر تھے۔ امام نووی نے فرمایا۔ یہ اس عمرے میں ہوا تھا جو حضور نے جعرانہ سے کیا تھا۔ اس لئے کہ عمرۃ القضاء میں ابھی حضرت معاویہ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے اور حجۃ الوداع

عہ مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص۲۳۳۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔ عہ مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص۲۳۳۔ ترمذی۔ الحج۔ مسلم۔ الحج

مُعَاوِیَةَ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک چوڑے تیر کے پھل

بِمِشْقَصٍ عہ

سے تراشا

حدیث ۱۰۲۳ — أَخْبَرَنِیْ کُرَیْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَہٗ

وسلم مکہ آئے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ

أَنْ یَطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ یَحِلُّوْا وَیَحْلِقُوْا أَوْ یُقَصِّرُوْا عہ

بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرلیں پھر احرام کھول دیں سر منڈالیں یا ترشوالیں

ت ۳۱۱ — قَالَ أَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۱

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ

عَنْهُمْ أَخَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الزِّیَارَةَ إِلَی اللَّیْلِ سہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو رات تک مؤخر فرمایا۔

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں بال صاف کرائے تھے۔

تشریحات ۳۱۱ اس تعلیق کو امام ابوداؤد، امام ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث پر شدید اشکال یہ ہے کہ خود ام المومنین سے ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن کے آخری حصہ میں (طواف زیارت) کے لئے یوم نحر ظہر پڑھ کر گئے پھر منیٰ لوٹ آئے۔ علاوہ ازیں مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یوم نحر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف زیارت کے لئے گئے اور منیٰ آکر ظہر پڑھی مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کی طرف گئے اور ظہر مکہ میں پڑھی۔ اگرچہ ان تینوں احادیث میں جزئی تعارض

عہ مناسک باب التقصیر الحلق و عند الاحلال ص۲۳۲۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ مناسک مسند امام احمد جلد۱ رابع عہ مناسک باب تقصیر المتمتع بعد العمرة ص۲۳۳۔ سہ مناسک باب الزیارۃ یوم النحر ص۲۳۳

لہ عمدۃ القاری عاشر ص۶۹ سہ اول الحج۔ باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ص۲۲۴

ت ۳۱۲ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ

حضرت ابن عباس سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ الْبَيْتَ أَيَّامَ

منیٰ کے دنوں میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے

مِنًى عہ

تھے

ت ۳۱۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک طواف

طَوَافًا وَاحِدًا ثُمَّ يَقِيلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ وَرَفَعَهُ

کیا پھر قیلولہ کرتے پھر منیٰ آتے یعنی یوم النحر۔ اور عبدالرزاق

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عہ

نے اسے مرفوع کیا۔ انہوں نے کہا۔ ہم سے عبید اللہ نے یوں حدیث بیان کی۔

ہے۔ مگر اس سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے طواف سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آگئے تھے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم نحر قربانی کے بعد طواف زیارت کے لئے گئے اور واپس آکر ظہر عصر مغرب عشاء منیٰ میں پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر سوئے اور دوبارہ طواف کے لئے گئے۔ نیز اوسی میں ہے کہ ایام منیٰ میں روزانہ رات میں طواف کرتے تھے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دنوں متعدد طواف کئے مگر اَخَّرَ الزِّيَارَةَ کا ظاہر معنی اس کے مساعد نہیں اس لئے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ دن کے اخیر حصے میں طواف فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۳۱۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث پر محدثین نے کچھ کلام کیا مگر اس کی شاہد مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ایک حدیث مرسل ہے کہ امام طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ کے دنوں میں ہر رات طواف کے لئے جاتے تھے۔

تشریح ۳۱۳ تعلیق مذکور کے راوی ابو نعیم فضل بن دکین نے یہ کہا ہے کہ امام عبدالرزاق نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم نحر منیٰ سے مکہ معظمہ گئے۔ پھر لوٹے اور

عہ مناسک باب الزیارۃ یوم النحر ص۲۳۳ عہ مناسک باب الزیارۃ یوم النحر ص۲۳۳

ظہر منیٰ میں پڑھی ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

تطبیق ابھی گزرا کہ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر ظہر مکے میں پڑھی علامہ نووی نے ان دونوں میں یہ تطبیق دی کہ مکہ معظمہ میں ظہر پڑھ کر منیٰ واپس ہوئے تو دوبارہ صحابۂ کرام کی درخواست پر ظہر پڑھائی۔ یہ دوسری ظہر نفل ہوئی۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور اگر متنفل ہوں تو بھی مفترض کو اقتدار کرنی صحیح ہے جیسا کہ بطن نخلہ میں صلوٰۃ خوف میں ایک روایت ہے کہ دونوں گروہ کو پوری پوری نماز پڑھائی۔

البتہ حضرت ام المومنین کی اس حدیث سے جو ابوداؤد میں ہے۔ اب بھی تعارض ہے اور تعدد سے دور بھی نہیں ہو سکتا۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ منیٰ میں ظہر پڑھنے کے بعد آخر دن میں (طواف) کے لئے گئے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت خود پہلے کیا کہ پھر بعد ظہر آخر دن میں ازواج مطہرات کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ گئے کہ یہ بھی طواف زیارت کرلیں۔ مکہ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی۔ رات ہی میں ازواج مطہرات نے طواف کیا۔ اسی کو تعلیق ملا میں فرمایا کہ طواف زیارت کو رات تک مؤخر فرمایا یعنی ازواج مطہرات کے طواف کو۔

طواف زیارت اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ حج کا دوسرا رکن ہے بغیر اس کو کئے حج ادا نہ ہوگا۔ اور نہ عورت سے قربت حلال ہوگی۔ اس کا وقت وقوف عرفہ کے بعد دسویں ذوالحجہ کو طلوع فجر سے لے کر عمر بھر ہے۔ واجب یہ ہے کہ جمرۃ العقبہ کو کنکری مارنے کے بعد جن پر قربانی واجب ہے وہ قربانی کرکے بال اتروا کر طواف کریں اور یہ طواف ایام تشریق میں کریں یعنی کم از کم چار پھیرے اور مسجد حرام میں حطیم کے باہر سے کریں اس طرح کہ کعبہ بائیں طرف ہو۔ ان واجبات میں سے کسی کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ اگرچہ بھول کر چھوڑا ہو اگرچہ لاعلمی کی وجہ سے چھوڑا ہو۔ البتہ بلا قصد چھوڑنے پر گناہ نہیں اور بالقصد چھوڑنے پر گناہ بھی ہے سنت یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو کرے مگر گیارہویں بارہویں تک موخر کرنے میں حرج نہیں۔

۱۰۲۴ عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَۃَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ شَہِدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَقَالَ کُنْتُ اَحْسِبُ اَنَّ کَذَا قَبْلَ کَذَا ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ کُنْتُ اَحْسِبُ اَنَّ کَذَا قَبْلَ کَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ وَاَشْبَاہُ ذٰلِکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ قَالَ لَہُنَّ

حدیث عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ وہ اسوقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے جب حضور یوم نحر خطبہ دے رہے تھے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں گمان کرتا تھا کہ ایسا ایسے کے پہلے ہے پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں گمان کرتا تھا کہ یہ کام اس کام سے پہلے ہے میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا ہے اور رمی سے پہلے قربانی کرلی ہے اور اس کے مثل اسپر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کرو اور کوئی حرج

تشریحات ۱۰۲۴ اس کے پہلے والی روایت میں یہ زائد ہے وقف فی حجۃ الوداع اور بعد والی روایت میں علی ناقتہ۔ اور کتاب العلم میں عند الجمرۃ زائد ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمرہ (عقبہ) کے پاس اپنی اونٹنی پر سوار تشریف فرما تھے۔

یَخْطُبُ یَوْمَ النَّحْرِ یوم النحر کوئی خطبہ اعمال حج میں ہمارے یہاں مشروع نہیں۔ یوم النحر کے بارے میں جو احادیث میں خطب یا یخطب وارد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں نے مختلف سوالات کئے جنکے جوابات ارشاد فرمائے یا کوئی اہم بات بیان فرمادی۔ آگے آرہا ہے کہ جمرات کے درمیان چاشت کے وقت خطبہ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گزری کہ ایک صاحب نے یہ دریافت کیا کہ میں نے شام کے بعد رمی کی ہے۔ اور جو لوگ یوم نحر خطبے کے مشروع ہونے کے قائل ہیں وہ بعد ظہر خطبہ کو مسنون بتاتے ہیں۔ پھر اس سوال کا کیا محل رہا۔ اگرچہ علامہ عینی نے توجیہ کی ہے کہ مسا کا اطلاق بعد زوال پر بھی ہوتا ہے۔ مگر ظاہر کے خلاف ضرور ہے۔ اس لئے اسلم یہی ہے کہ کہا جائے۔ یوم نحر کوئی خاص خطبہ اعمال حج میں سے نہیں۔ بضرورت سلطان امیر الحاج کسی دن بھی کسی وقت بھی عوام کو ارشاد و تلقین کرسکتا ہے۔

اشباہ ذلک مثلاً رمی سے پہلے طواف زیارت کرلیا۔ یا سعی طواف سے پہلے کرلی، وغیرہ وغیرہ۔

كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ ع۵

نہیں۔ سب کے لئے یہی فرمایا اُس دن جو بھی سوال ہوا سب کے جواب میں یہی فرمایا۔ کرلو اور کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۱۰۲۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَيُّ

وسلم نے یوم نحر کو خطبہ دیا فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض

يَوْمٍ هٰذَا قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ فَقَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ

کیا یوم حرام ہے پھر دریافت فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا شہر حرام ہے۔

فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَ

پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ماہ حرام ہے اس کے بعد فرمایا

ترتیب یہ ہے کہ مزدلفہ سے واپسی کے بعد سب سے پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی کرے، پھر قربانی پھر حلق پھر طواف زیارت پھر سعی۔ اب ترتیب بدلنے کی عقلا متعدد صورتیں ہیں۔ مگر احادیث میں جو صورتیں وارد ہیں وہ یہ ہیں۔ اول۔ حلق قبل ذبح۔ ثانی حلق قبل رمی۔ ثالث قربانی قبل رمی۔ رابع طواف زیارت قبل رمی۔ خامس سعی قبل طواف۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ شام کے بعد رمی کی۔ اس میں ہو سکتا ہے کہ اس رمی سے پہلے قربانی حلق طواف زیارت کر چکا ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کچھ بھی نہ کیا ہو۔ یا کچھ کیا ہو اور کچھ نہ کیا ہو۔ ہمارے یہاں ترتیب بدلنے پر دم ہے۔ اس پر مفصل بحث گزر چکی۔

تشریحات ۱۰۲۵ توجیہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی اس حدیث میں یہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کونسا دن ہے؟ کونسا شہر ہے کونسا مہینہ ہے؟ تو صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا کہ یوم حرام شہر حرام ماہ حرام ہے۔ مگر کتاب العلم میں حضرت ابو بکرہ کی جو حدیث گزری ہے اور یہاں بھی اس کے بعد مذکور ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ ان تینوں سوالوں کے جواب میں حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ و رسولہ اعلم۔ اس کے بعد حضور نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ حاضرین کو گمان ہوا کہ ان کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کیا یہ یوم النحر نہیں کیا یہ شہر حرام نہیں کیا یہ بلد حرام نہیں تو حاضرین نے عرض کیا بلی

ع۵ المناسک۔ باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ ص ۲۳۴۔ مزید دو طریقے سے۔ العلم۔ باب السوال والفتیا عند رمی الجمار ص ۲۳۔

اَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا

یقین جانو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبرو تم میں سے ہر ایک پر اسی طرح حرام ہے جیسے

فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فَاَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر تمہارے اس مہینے میں حرام ہے۔ اسے کئی مرتبہ دہرایا

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ

پھر سر اقدس اٹھایا اور کہا اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا ابن عباس نے

اِلٰى اُمَّتِهٖ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ

کہا اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ اُمت کیلئے وصیت ہے (اس خطبے میں یہ بھی فرمایا) حاضر

بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ عہ

غائب کو پہنچادے۔ میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ تم میں بعض بعض کی گردن مارے۔

۱۰۲۶ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث جابر بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا

جی حضور ہے۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں اختصار ہے۔ یا یہ کہ اخیر میں جو بلی ہے اس کی تفسیر فرمادی۔

یوم حرام یہ ارشاد بطور مجاز مرسل ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جسمیں قتال غارتگری حرام ہے یا مبالغہ ہے، حرام بمعنی قابل احترام ہے۔ یعنی یہ دن ایسا قابل احترام ہے کہ اس میں قتال وغیرہ اس کی بے ادبی ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ حدیث کے بقیہ حصوں کی تفسیر جلد اول حدیث ۵۷ اور حدیث ۷۹ کے تحت ہوچکی ہے

تشریحات ۱۰۲۶ ابواب العمرۃ میں اس خطبے کے کچھ الفاظ کریمہ مذکور ہیں۔ محرم کیلئے فرمایا جو شخص چپل نہ پائے وہ موزے پہن لے۔ اور جو تہبند نہ پائے وہ پائجامہ پہن لے۔ احناف کے یہاں حج کے موقع پر تین خطبے ہیں۔ اول ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ کو بعد نماز ظہر مسجد حرام میں۔ دوسرے عرفات میں بعد زوال نماز ظہر سے پہلے۔ تیسرے گیارہ ذوالحجہ کو بعد نماز ظہر۔

احادیث میں ان تاریخوں کے علاوہ اور دنوں میں بھی خطبے مذکور ہیں۔ یہ خطبے اعمال حج میں سے نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً جن پیغامات کو ضروری جانا امت کو پہنچا دیا۔ تیئیس ۲۳ سال کی کدوکاوش کا ثمرہ نظروں کے سامنے تھا

عہ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۴۔ ثانی۔ الفتن۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفارا ص ۱۰۴۸ اخیر کا جز ترمذی فتن۔

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ عہ

انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے سُنا۔

حدیث ۱۰۲۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِنًی اَتَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ حَرَامٌ اَفَتَدْرُوْنَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا یہ یوم حرام ہے کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا شہر حرام ہے فرمایا کیا جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا ماہ حرام ہے بیشک اللہ نے تمھارے خون تمھارے مال تمھاری آبرو تم پر

حد نظر تک پھیلے ہوئے انسانوں کا جم غفیر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موجود تھا۔ جو سراپا تسلیم و انقیاد تھا۔ اور معلوم ہو چکا تھا کہ اب پھر ان سے ملاقات نہ ہوگی۔ اس لئے وقفہ وقفہ کیساتھ ہدایت و ارشاد تبلیغ و تہذیب کا کام جاری تھا۔ احادیث میں ان خطبوں کے جو الفاظ منقول ہیں انھیں دیکھ لیجئے ان میں اعمال حج کا کوئی ذکر نہیں۔ مثلا یوم نحر کا یہی خطبہ دیکھ لیں اس میں حج کے کسی عمل کا تذکرہ نہیں۔ بخلاف ان تینوں خطبوں کے ان میں اعمال حج کی تعلیم و تلقین ہے۔

تشریحات ۱۰۲۷ ان تمام احادیث سے اس خطبے کے دن اور جگہ کی تعیین ہوگئی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر جمرات کے درمیان جمرۃ العقبہ کے قریب وہ فرمایا تھا۔ رافع بن عمرو مزنی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منیٰ میں جب چاشت کا وقت خوب ہوگیا تھا۔ تو خطبہ دے رہے تھے۔

عہ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منیٰ ص ۲۳۴۔ ابواب العمرۃ۔ باب لبس الخفین للمحرم ص ۲۴۸ باب اذا لم یجد الازار فلیلبس السراویل ص ۲۴۹۔ ثانی۔ اللباس۔ باب السراویل ص ۸۶۳۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ الحج نسائی۔ الحج۔ الزینۃ۔ ابن ماجہ۔ الحج۔

شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ أَنَا نَافِعٌ عَنِ

ایسے ہی حرام فرمائی ہے جیسے اس دن کی حرمت اس مہینے کی اور اس شہر میں ہے ۔ ہشام بن غاز

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے کہا ہم کو نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهٰذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حج کیا اسمیں یوم نحر جمرات کے مابین کھڑے ہوئے اور فرمایا

وَقَالَ هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ

یہ حج اکبر کا دن ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمانے لگے اے اللہ گواہ رہ

سَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوا هٰذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ عہ

اور لوگوں کو رخصت فرمایا اس پر لوگوں نے کہا یہ حجۃ الوداع ہے۔

یوم الحج الاکبر | حج اکبر سے کیا مراد ہے اسمیں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول حج اکبر سے مراد حج ہے اس کے بالمقابل عمرہ حج اصغر ہے۔ اور یوم نحر سے مراد دسویں ذوالحجہ ہے۔ ثانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا صرف اسی حج کا نام حج اکبر ہے۔ ثالث۔ یوم عرفہ ہے۔ رابع حج کے کل ایام مراد ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اہم بات متعدد دنوں تک ہوتی ہے مگر اس کو یوم فلاں سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے یوم یمامہ یوم قادسیہ، یوم یرموک، خامس۔ قران حج اکبر ہے۔ اور افراد حج اصغر۔ ان سب میں راجح اور صحیح پہلا قول ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تو یہ سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ ۳)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ یہ منادی اسلام کے پہلے حج کے موقعہ پر یوم نحر کو ہوئی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ۹ھ میں ہوا تھا۔ نیز اس حدیث کا ظاہر بھی اسکا مؤید ہے۔

وقال هشام بن الغاز | یہ تعلیق ہے جسے ابوداؤد نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔

عہ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۵۔ ثانی۔ المغازی۔ باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲۔ الادب۔ باب قول الرجل ویلک ص ۹۱۱ الحدود۔ باب ظہر المؤمن حمی ص ۱۰۰۳۔ الدیات۔ باب قول اللہ ومن احیاھا ص ۱۰۱۴ الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ترجعوا کفارا ص ۱۰۴۸ مسلم۔ ایمان۔ ابوداؤد۔ السنۃ۔ نسائی۔ محاربۃ۔ ابن ماجہ۔ فتن۔ لہ اول مناسک باب یوم الحج الاکبر ص ۲۶۸

۳۱۴ وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ت اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا . نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَّرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ عہ

یوم نحر کو چاشت کے وقت رمی کی اور اس کے بعد زوال کے بعد۔

۱۰۲۸ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَتٰى

حدیث وبرہ نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا میں کب رمی

أَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ إِذَا رَمٰى إِمَامُكَ فَارْمِهْ فَأَعَدْتُّ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ قَالَ

جمار کروں تو انھوں نے فرمایا جب تیرا امام رمی کرے اسوقت تو بھی کر۔ میں نے دوبارہ سوال

كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا عہ

کیا تو فرمایا ہم انتظار کرتے رہتے جب سورج ڈھل جاتا تو رمی کرتے۔

۱۰۲۹ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حدیث عبد الرحمان بن یزید سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت (عبد اللہ) بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

فَرَاٰهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَّجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ

عنہ کے ساتھ حج کیا تو انھیں دیکھا کہ بڑے جمرہ پر سات کنکری سے رمی کر رہے ہیں اور انھوں نے

يَّسَارِهٖ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

بیت اللہ کو بائیں اور منیٰ کو دائیں کیا پھر فرمایا یہ انکے رمی کرنیکی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے سے

تشریحات ۳۱۴ اس تعلیق کو امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۰۲۸ ۲۹ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ کہ یوم نحر رمی کا مسنون وقت چاشت ہے۔ اور ایام تشریق میں رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔ آجکل بعض ناخدا ترس جاہلوں کے فتویٰ دینے سے کچھ حجاج بارھویں کو بھی قبل زوال رمی کر کے مکہ معظمہ چلدیتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ اور ہمارے اصل مذہب مفتی بہ راجح کے بھی۔ اس دن قبل زوال رمی کی روایت ضعیف ہے۔ اور روایت ضعیف پر فتویٰ دینا عمل کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے اگر تیرہویں کو بھی منی میں رہا اور یہی افضل ہے تو تیرہویں کی بھی رمی واجب ہے آجکی رمی کا وقت صبح سے لے کر آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ مگر قبل زوال مکروہ ہے۔

عہ مناسک۔ باب رمی الجمار ص ۲۳۵۔ عہ مناسک باب رمی الجمار ص ۲۳۵۔ ابوداؤد۔ مناسک
سے مناسک۔ باب رمی الجمار بسبع حصیات ص ۲۳۵۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسک۔ ترمذی
الحج۔ نسائی۔ المناسک۔ ابن ماجہ المناسک اول الحج باب مستحبات وقت الرمی ص ۲۰۰۔

۱۰۳۰ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ

حدیث سلیمان اعمش نے کہا۔ میں نے حجاج کو سنا وہ منبر پر کہہ رہا تھا وہ سورۃ جسمیں

السُّوْرَةُ الَّتِيْ تُذْكَرُ فِيْهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ

بقرہ کا ذکر ہے۔ اور وہ سورۃ جسمیں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورۃ جسمیں نساء کا ذکر ہے

عِمْرَانَ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ تُذْكَرُ فِيْهَا النِّسَاءُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ

تو میں نے ابراہیم (نخعی) سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن

لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ

یزید نے حدیث بیان کی کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمرۃ العقبہ

مَسْعُوْدٍ حِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيْ حَتّٰى اِذَا

کی رمی کی تو یہ ان کے ساتھ تھے وہ وادی کے پیٹ میں آئے جب

تشریحات ۱۰۳۰ اس حدیث کی امام بخاری نے اکٹھے چار طریقوں سے تخریج کی ہے۔ پہلے بطریق محمد بن کثیر کہ لوگ وادی کے اوپر سے رمی کرتے ہیں۔ بقیہ طرق کے مضامین ان دونوں طریقوں میں آگئے ہیں۔ جمرۃ اس ستون کو کہتے ہیں جس کو کنکری ماری جاتی ہے۔ یہ تین ہیں۔ مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے ہوئے سب سے پہلے جمرۃ العقبہ ہے۔ یہ سب سے بڑا بنا ہوا ہے۔ اس لئے اسے جمرۃ الکبریٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر بیچ کا ہے۔ اسکا طول بھی درمیانی ہے۔ اور دونوں کے بیچ میں پڑتا بھی ہے۔ اس لئے اسے الجمرۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔ تیسرا اخیر کا مسجد خیف کے قریب یہ ان دونوں سے چھوٹا بنا ہوا ہے۔ اسے الجمرۃ الصغریٰ بھی کہتے ہیں۔

فاستبطن الوادی یعنی وہ اس جمرے کے قریب جو نالہ ہے اس کے نشیب میں اترے۔ اس زمانے میں وہاں ایک درخت تھا اس کے مقابل ہو کر رمی کی۔ اس رمی میں یہی سنت ہے کہ جمرہ سے پانچ ہاتھ کے فاصلے پر وادی میں کھڑے ہو کر رمی کریں۔ البتہ جمرہ صغریٰ میں یہ ہے کہ اوپر چڑھ کر رمی کریں۔ یہ بہ نسبت جمرۃ عقبہ کے اونچی جگہ پر ہے۔ اب نہ وہ نالہ ہے نہ درخت۔ اب ہموار راستہ اور سڑک بن گئی ہے۔ اب یہ کرے کہ پانچ ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر رمی کرے۔ اور اگر بھیڑ کی وجہ سے یہ نہ ہو سکے تو جتنی دور سے ہو سکے مارے مگر یہ خیال رکھے کہ کوئی کنکری تین ہاتھ سے زائد دوری پر نہ گرے۔

فذکرت ذٰلک بعض تابعین کا قول ہے کہ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء نہیں کہنا چاہئے بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ سورۃ التی تذکر فیہا البقرۃ مثلاً حجاج نے اسی کو بیان کیا تو حضرت سلیمان اعمش نے حضرت ابراہیم نخعی اوستاذ سیدنا امام اعظم سے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرہ فرمایا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حج کے اہم مناسک سورۃ بقرہ

حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اِعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ
درخت کے مقابل ہو گئے تو اس کے سامنے ہوئے اور سات کنکری ماری ہر کنکری
حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِي لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي اُنْزِلَتْ
پر تکبیر کہتے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ کھڑے
عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ ع۵
ہوئے تھے جن پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

حدیث ۱۰۳۱ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ
سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (مسجد خیف سے) قریب
يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ
والے جمرے پر سات کنکری مارتے اور ہر کنکری کے پیچھے تکبیر پڑھتے پھر آگے بڑھ جاتے یہاں
يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يُسْهِلَ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا وَّيَدْعُوْ
تک کہ ہموار زمین پر پہونچ جاتے تو قبلہ رو دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے
وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطٰى ثُمَّ يَاْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَ
اس کے بعد وسطیٰ پر رمی کرتے پھر بائیں ہاتھ چلتے اور ہموار زمین پر پہنچتے تو قبلہ رو

میں مذکور ہیں اس لئے اس موقعہ پر سورہ بقرہ ذکر فرمایا۔

تشریحات ۱۰۳۱ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ اسے امام بخاری نے اکٹھے ہی تین طریقوں سے روایت کیا ہے اسی حدیث کے مطابق عمل ہے کہ گیارہ بارہ کو رمی کی۔ ابتدا اس جمرے سے کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ رمی کرنے کے بعد جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دعا میں ہاتھ یوں اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں حضور قلب سے حمد، درود و دعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول رہو۔ ہو سکے تو پون پارہ یا سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار۔ اس کے بعد ہی جمرہ وسطی پر کریں۔ پھر جمرہ عقبہ پر مگر جمرہ عقبہ پر رمی کے بعد فوراً واپس ہو جائیں ٹھہریں نہیں۔ اسی طرح بارہ کو جسے یوم النفر الاول اور یوم الرؤس بھی کہتے ہیں۔ رمی کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ معظمہ واپس ہو سکتا ہے اور افضل یہ ہے کہ تیرہویں کو بھی بعد زوال رمی کر کے واپس ہو۔ مگر عام طور پر لوگ بارہ ہی کو واپس ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی جماعت کا منی میں رہنا مشکل ہے۔

جمرة الدنيا	دنیا دُنُوٌّ سے اسم تفضیل مونث فُعْلٰی کے وزن پر ہے۔ یعنی جو مسجد خیف سے بہ نسبت

ع۵ مناسک۔ باب یکبر مع کل حصاۃ ص ۲۳۵۔

يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُومُ طَوِيلًا ثُمَّ

ہو کر دعا کرتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور دیر تک کھڑے رہتے اس کے بعد جمرۃ العقبہ وادی

يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ

کے نشیب سے رمی کرتے اور یہاں ٹھہرتے نہیں رمی کرتے ہی پلٹ جاتے اور کہتے

يَنْصَرِفُ وَيَقُولُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ایسے ہی کرتے تھے۔

حدیث ۱۰۳۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ مکہ معظمہ سے

أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ عہ

واپسی کے وقت اخیر کام بیت اللہ کا طواف ہو البتہ حیض والی پر تخفیف کی گئی ہے۔

حدیث ۱۰۳۳ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے حدیث

دوسرے جمرات کے زیادہ قریب ہے، اس کو جمرہ اولی بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا جمرہ ہے، یہ مسجد خیف سے ۱۲۵۴ ذراع ہے۔ اس سے دوسرا ۸۷۵۔ اور اس سے جمرہ عقبہ ۲۰۸ ذراع ہے۔ جمرۃ کے معنی وہ جگہ جہاں کنکریاں اکٹھی ہوں۔

فیسھل :۔ اس کا مادہ سہل ہے جس کے معنی نرم برابر زمین کے ہیں فیسھل کے معنی یہ ہوئے نرم اور برابر زمین پر آئے۔

جمرۃ العقبۃ :۔ عقبہ کے معنی پہاڑ کی گھاٹی کے ہیں۔ یہاں ایک پہاڑ کی گھاٹی ہے جہاں انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اس لئے اسے جمرۃ العقبہ کہتے ہیں۔ جس جگہ انصار نے بیعت کی تھی وہاں مسجد بنی ہوئی ہے۔ یہ جمرہ منی کے حدود سے باہر مکہ معظمہ کی اخیر سرحد پر ہے۔ اس کا نام جمرہ کبری جمرہ قصوی جمرہ اخیرہ بھی ہے۔

۱۰۳۲ تشریحات یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر اور اختصار کیساتھ کتاب الحیض میں گزر چکی ہے۔ اور آگے چند حدیث کے بعد آرہی ہے۔ اس پر مفصل گفتگو جلد ثانی ص ۲۵۹-۶۰ پر ہو چکی ہے۔ ہمارے یہاں میقات سے باہر والے پر طواف وداع واجب ہے جس پر طواف وداع واجب ہے اگر چھوڑ دیگا تو اس پر دم واجب ہے، حائضہ اور نفاس والی کو طواف وداع معاف ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما پہلے یہ فتوی دیتے تھے کہ یہ طواف حائضہ اور نفاس والی پر بھی واجب ہے وہ رکی رہیں جب پاک ہو جائیں تو طواف کرکے واپس ہوں مگر جب انھیں یہ حدیث ملی تو رجوع فرمالیا۔

۱۰۳۳ تشریحات محصب۔ منی اور مکہ معظمہ کے درمیان جنت المعلی قبرستان کے قریب مکہ معظمہ کی طرف ایک میدان ہے جسے البطح، بطحاء اور خیف بھی کہتے ہیں۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ حصباء کنکری کو کہتے ہیں

عہ المناسک۔ باب اذا رمی الجمرتین یقوم ص ۲۳۶ عہ المناسک۔ باب طواف الوداع ص ۲۳۶ لے ردالمحتار ثانی ص ۱۸۵ ثمانیہ

عہ ایضا

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ وَ

بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَۃً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَکِبَ اِلَی الْبَیْتِ

محصب میں پڑھی پھر تھوڑی دیر سوئے اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ

فَطَافَ بِہٖ عہ

گئے اور اس کا طواف کیا۔

حدیث ۱۰۳۴ عَنْ عِکْرَمَۃَ اَنَّ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ

عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ امْرَأَۃٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَھُمْ تَنْفِرُ

اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس نے طواف زیارت کر لیا پھر اس کو حیض آ گیا فرمایا وہ

قَالُوْا لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ قَالَ اِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِیْنَۃَ

گھر واپس جا سکتی ہے اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے اور زید کی بات

سیلاب میں کنکریاں بہ کر یہاں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے اسے محصب کہتے ہیں۔ زوال کے بعد رمی کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منی سے نہضت فرمائی اور ظہر سے لیکر عشاء تک کی نمازیں محصب میں آکر پڑھیں۔ پھر تھوڑی دیر سوئے اور طواف وداع فرمایا۔ اور یہی سنت ہے۔ مگر اب محصب میں سڑکیں بن گئی ہیں تھوڑا سا میدان باقی ہے، موٹروں کی وجہ سے لوگ سیدھے مکہ معظمہ چلے آتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی دشوار بات نہیں۔ محصب میں موٹر کو اکر اتر لیں۔ اور پھر عشا بعد ایک ہلکی نیند لے کر پیدل مکہ معظمہ آئیں تو بیشمار برکات حاصل ہونگی۔

عام حجاج کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ کے برابر ہے اسے کیوں چھوڑیں ان غریبوں کو یہ نہیں معلوم کہ سنت نبوی کی پیروی میں جو اجر و برکت ہے وہ چھوڑنے میں نہیں۔ آخر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نمازیں مسجد حرام میں کیوں نہیں پڑھیں۔

تشریحات ۱۰۳۴ حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہلے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ اور نفاس والی پر بھی طواف وداع واجب ہے۔ اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ اسے مکہ معظمہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔ وہ پاکی کے بعد طواف وداع کر کے واپس ہوگی۔ مگر جب ان لوگوں کو حضرت صفیہ والی حدیث پہنچی تو رجوع فرمالیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخیر وقت تک یہی مذہب رہا کہ حائضہ طواف وداع

عہ المناسک۔ طواف الوداع ص ۲۳۶۔ باب من صلی العصر بالابطح ص ۲۳۷

نفسلوا فقدموا المدينة فسئلوا فكان في من سالوا ام سليم رضي

نہیں چھوڑیں گے حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مدینہ جانا تو پوچھنا یہ لوگ عہ

الله تعالى عنها فذكرت حديث صفية رضي الله تعالى عنها

مدینہ آئے تو جنلوگوں سے پوچھا تھا انہیں حضرت ام سلیم بھی تھیں انھوں نے ام المومنین حضرت صفیہ کی حدیث ذکر کی

حدیث ۱۰۳۵ عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت انما كان منزلا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ابطح کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ينزله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليكون اسمح لخروجه

نے اس لئے منزل بنایا تھا کہ واپسی میں

تعني الابطح عہ

آسانی ہو۔

حدیث ۱۰۳۶ عن ابن عباس قال ليس التحصيب بشئ انما

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا محصب میں اترنا سہ

هو منزل نزله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

کچھ نہیں یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اترتے تھے۔

کئے بغیر واپس نہ ہوگی۔ ان کی دلیل وہی حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امر الناس ان یکون آخر عهدهم بالبیت۔ غالبا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صفیہ والی حدیث نہیں پہنچی۔

حدیث صفیہ اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ یوم نفر ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آگیا۔ مگر چونکہ وہ طواف افاضہ کر چکی تھیں اس لئے انھیں طواف وداع کئے بغیر واپسی کی اجازت مل گئی۔

تشریحات ۱۰۳۵، ۳۶ اس پر تو اتفاق ہے کہ محصب میں اترنا مناسک حج سے نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب بھی ہے یا نہیں صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے۔ اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ مناسک میں داخل نہیں۔

عہ المناسک۔ باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ص ۲۳۷۔ عہ المناسک۔ باب المحصب مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ الحج۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۹۰
سہ المناسک۔ باب المحصب ص ۲۳۶۔ مسلم، ترمذی۔ نسائی۔ الحج۔

۱۰۳۷ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَبِيتُ
حدیث نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ذو طوی میں
بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِاَعْلٰى
دونوں گھاٹیوں کے درمیان رات بسر کرتے پھر مکے میں اس گھاٹی سے داخل ہوتے
مَكَّةَ وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ اِلَّا عِنْدَ
جو مکے کے بالائی حصے میں ہے اور جب مکہ حج و عمرہ کے لئے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے
بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَاْتِي الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ فَيَبْدَاُ بِهِ ثُمَّ يَطُوفُ
دروازے ہی پر بٹھاتے اس کے بعد مسجد کے اندر آتے اور رکن اسود کے پاس آتے
سَبْعًا ثَلٰثًا سَعْيًا وَاَرْبَعًا مَشْيًا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ
پھر سات طواف کرتے تین سعی کے ساتھ اور چار معتاد رفتار سے پھر لوٹتے اور دو رکعت
ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى مَنْزِلِهِ فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
نماز پڑھتے پھر پڑاؤ پر واپس ہونے سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے
وَكَانَ اِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي
اور جب حج یا عمرے سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کے اس میدان میں اونٹنی بیٹھاتے
الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا ء
جہاں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیٹھایا کرتے تھے۔

۱۰۳۸ سُئِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ
حدیث عبید اللہ سے محصب کے بارے میں پوچھا گیا تو عبید اللہ نے ہم سے
نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَرُ وَ
حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضرت عمر

۱۰۳۷
تشریحات :۔ اس حدیث کے اجزا متفرق طور پر گزر چکے ہیں اور سب کی تشریح ہو چکی ہے۔

۱۰۳۸
تشریحات امام ترمذی[۵] نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے یوں روایت کیا۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ابطح میں منزل کرتے تھے۔ حضرت ابورافع مولی رسول اللہ

ع۵ المناسک ۔ باب النزول بذی طوی ص ۲۳۷ [۵] اول حج باب نزول الابطح ص ۱۱۲

اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ

اور ابن عمر یہاں منزل کرتے تھے۔ اور نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر محصب میں

کَانَ یُصَلِّیْ بِھَا یَعْنِیْ الْمُحَصَّبَ الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ اَحْسِبُہٗ قَالَ

ظہر اور عصر پڑھتے تھے اور میں گمان کرتا ہوں کہ مغرب بھی۔ خالد نے کہا

وَالْمَغْرِبَ قَالَ خَالِدٌ لَا اَشُکُّ فِی الْعِشَاءِ وَیَھْجَعُ ھَجْعَۃً وَّیَذْکُرُ

عشاء میں مجھے کوئی شک نہیں اور ایک نیند لیتے اور بیان کرتے

ذٰلِکَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

حدیث ۱۰۳۹ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَانَ

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ

اِذَا اَقْبَلَ بَاتَ بِذِیْ طُوًی حَتّٰی اِذَا اَصْبَحَ دَخَلَ وَاِذَا نَفَرَ مَرَّ

جب وہ مکہ معظمہ آتے تو ذو طوی میں رات بسر کرتے جب صبح ہوتی تو داخل ہوتے اور

بِذِیْ طُوًی وَّبَاتَ بِھَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ یَذْکُرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

جب واپس ہوتے تو ذوطوی میں سے گزرتے اور وہاں رات بھر رہتے اور ذکر کرتے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ عہ

تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

حدیث ۱۰۴۰ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منی سے چلتے وقت یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ابطح میں منزل کروں گا۔ میں آیا اور میں نے وہاں خیمہ تان دیا۔ حضور تشریف لائے اور اسمیں جلوہ فرما ہوئے۔

تشریحات ۱۰۳۹ ذوطوی مکہ معظمہ کے زیریں حصے میں مکہ معظمہ اور تنعیم کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث کا جز پہلے گزر چکا۔

تشریحات ۱۰۴۰ کتاب البیوع اور التفسیر میں مجنہ کا اضافہ ہے اور کرھوا کی جگہ تاثموا ہے۔ البیوع میں ذلک کی جگہ من التجارۃ بنھا ہے۔ یعنی ان بازاروں میں تجارت کو گناہ جانا۔ اور التفسیر میں

عہ المناسک۔ باب النزول بذی طوی ص ۲۳۷ ۔ عہ المناسک۔ باب من نزل بذی طوی اذا رجع من مکۃ ص ۲۳۸ عہ عمدۃ القاری جلد عاشر ص ۱۰۱

عَنْهُمَا كَانَ ذُوْالْمَجَازِ وَعُكَاظُ مَتْجَرُ النَّاسِ فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِ

ذوالمجاز اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہیں تھیں جب اسلام آیا تو لوگوں نے اسے برا

سْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوْا ذٰلِكَ حَتّٰى نَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا

جانا یہانتک کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (ایام حج میں)

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِىْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ ع٥

اللہ کا فضل تلاش کرو۔

فی المواسم ۔ ہے یعنی ایام حج میں تجارت کو برا جانا۔ بیوع میں اخیر کا حصہ یہ ہے۔ قرأ ابن عباس کذا۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت ۔ فی مواسم الحج کی زیادتی کیساتھ ہے۔ ابن عیینہ کی روایت میں اسواقا فی الجاھلیۃ ہے۔ ایام جاہلیت میں اہل عرب شہر حرام میں چار میلے یا بازار لگاتے تھے۔ عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ، حباشہ۔

عکاظ :۔ ایک ہموار سطح میدان تھا جسمیں نہ کوئی پہاڑ تھا اور نہ کوئی نشان ٹیلہ وغیرہ۔ اسمیں بڑی بڑی چکیوں کے پاٹ کیطرح انصاب تھے۔ جو اونٹ کے خون سے لت پت رہتے تھے۔ اسکے جائے وقوع میں تین قول ہیں۔ محمد بن حبیب نے کہا کہ نجد کے بالائی حصے میں عرفات کے قریب تھا، دوسروں نے کہا کہ یہ صنعا کے راستے میں قرن المنازل سے ایک منزل اور طائف سے ایک برید کے فاصلے پر طائف کے ملحقات میں تھا۔ ابوعبید نے کہا کہ یہ نخلہ اور طائف کے درمیان تھا۔ اسکے قریب ایک گاؤں ملتق نامی تھا۔ یہ بازار عام فیل کے پندرہ سال بعد لگنا شروع ہوا۔ اور ۱۲۹ھ میں جب مختار بن عوف کی سرکردگی میں خارجیوں کی سورش شروع ہوئی تو بند ہوگیا۔ یہ بازار ذوقعدہ کی پہلی تاریخ سے بیس تک رہتا۔ عکاظ میں اہل عرب اکٹھے ہوکر مفاخرت کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس بازار میں شریک ہوئے ہیں اور یہیں قیس بن ساعدہ کا کلام سنا۔

ذوالمجاز :۔ عرفات سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر موقف کی داہنی طرف لگتا تھا۔ عکاظ کے بعد ۲۱؍ ذوقعدہ سے اخیر ماہ تک لگتا تھا۔

مجنّۃ :۔ مکہ معظمہ سے ایک برید کے فاصلے پر مر الظہران کے اطراف میں لگتا تھا۔ یہ شامہ وطفیل دو پہاڑوں کے درمیان ہے بہت پر فضا باغوں سے بھری ہوئی جگہ ہے۔ یہ پہلی ذوالحجہ سے آٹھ تک لگتا اس کے بعد لوگ حج کیلئے چلے جاتے۔

حُبَاشَہ :۔ مکہ معظمہ سے چھ منزل کے فاصلے پر یمن کیطرف رجب کے مہینے میں آٹھ دن لگتا تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس بازار میں تشریف لے گئے اور کپڑا خریدا۔ یہ تہامہ کے بازاروں میں سب سے بڑا بازار تھا۔

کرھوا ذلك :۔ گزرچکا کہ دوسری روایتوں میں تاثموا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ کراہت اس حد تک تھی کہ اسے لوگوں نے گناہ گمان کیا، اسکا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ ایام حج صرف عبادت کیلئے ہے، ان ایام میں عرفات اور مکہ معظمہ کے قریب سوائے عبادت کے تجارت وغیرہ نہیں کرنی چاہئے۔ یہ رہبانیت تھی اسلئے ارشاد فرمایا گیا کہ مال اور ضروریات زندگی اللہ کا فضل ہے۔ ان ایام میں اور ان مقامات میں بھی اللہ کا فضل حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔

عـہ المناسك ۔ باب التجارۃ ایام الموسم صـ ۲۳۸۔ البیوع ۔ باب الاسواق التی کانت فی الجاھلیۃ ص ۲۸۴۔ ثانی ۔ التفسیر سورۃ البقرۃ ۔ باب قولہ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ص ۶۴۸

۱۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا

عمرے کا واجب ہونا اور اسکی فضیلت

۳۱۵	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ
ت	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہر شخص پر ایک حج اور ایک عمرہ ہے
۳۱۶	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا إِنَّهَا لَقَرِينَتُهَا فِي كِتَابِ
ت	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عمرہ کتاب اللہ میں

عُمْرَۃ : واجب ہے یا سنت مؤکدہ، دونوں قول ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ عمرے کی نیت سے احرام اسکے لئے شرط ہے۔ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی اسکے رکن ہیں۔ اور احرام کھولنے کے لئے حلق یا تقصیر فرض ہے عمرہ کرنیوالے کے ساتھ اگر قربانی کے جانور نہیں تو سعی کے بعد سر منڈا کر یا بال کترواکر احرام کھولدے۔ اور اگر اسکے ساتھ قربانی کے جانور بھی ہیں تو احرام نہ کھولے۔ دسویں ذوالحجہ کو قربانی کرکے احرام کھولے۔ یوم عرفہ، یوم نحر، ایام تشریق کے علاوہ پورے سال میں عمرہ ہو سکتا ہے۔ رمضان میں افضل ہے۔ حدیث میں ہے۔ عمرة فی رمضان تعدل حجة رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حجة معی یعنی میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ ملا علی قاری اپنے رسالہ "الادب فی رجب" میں لکھا ہے کہ۔ رجب میں عمرہ سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تجدید کعبہ سے ستائیس رجب کو فارغ ہوئے تو شکرانے میں اونٹ ذبح کئے اور اہل مکہ کو حکم دیا کہ عمرہ کریں اسی وقت سے رجب میں عمرہ کرنے کی رسم چلی آرہی ہے۔ ردالمحتار[1] میں فتح القدیر سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے ہیں۔

تشریحات ۳۱۵، ۱۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ دار قطنی اور حاکم نے بھی اخیر میں اس زیادت کے ساتھ۔ من استطاع الی ذٰلك سبيلا فمن زاد على ذٰلك فهو تطوع وخير۔ جو ان کے راستے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو ایک سے زیادہ کرلے وہ اس کے لئے نفل اور بہتر ہے۔ امام بخاری نے جب عمرے کی فرضیت اور وجوب کے لئے کوئی روایت نہیں پائی یا اپنی شرط کے مطابق نہیں پائی تو وجوب کی دلیل میں ان دو تعلیقوں کو پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ان حضرات

[1] ثانی ص ۱۵۱ -

اللّٰہِ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔

حج کے ساتھ مذکور ہے فرمایا حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔

حدیث ۱۰۴۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَجُّ

وسلم نے فرمایا ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ

کا اجتہاد اور اپنا اپنا فتویٰ ہے۔

ہمارے یہاں سنت ہے۔ ہماری دلیل ترمذی[1] کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرے کے بارے میں سوال کیا گیا، کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا نہیں۔ تم لوگ عمرہ کرو افضل ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ منذری نے اس پر یہ جرح کی کہ اسمیں حجاج بن ارطاۃ ہے۔ جو قابل احتجاج نہیں علامہ عینی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے جس سے اس کا ضعف منجبر ہو گیا اور یہ حدیث لائق احتجاج ہو گئی۔

نیز حضرت[2] طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابوہریرہ[3] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل۔

حضرت ابن عباس کے استدلال کا ہمارے علماء نے یہ جواب دیا۔ کہ ارشاد یہ ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔ اللہ کیلئے حج اور عمرہ پورا کرو۔ اتمام پورا کرنا یہ بتا رہا ہے کہ شروع کر چکا ہے۔ اسلئے اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ شروع کرنے کے بعد حج اور عمرے کو ضرور پورا کرو۔ یہ ہمارے مذہب کے کب منافی ہے۔ جس طرح حج نفل کے احرام باندھ لینے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح عمرہ اگرچہ سنت ہے مگر جب کوئی اس کا احرام باندھ لے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ابتدا ہی سے واجب ہے۔

تشریحات ۱۰۴۱ کفارۃ لما بینھما بار بار گزر چکا کہ اس قسم کے ارشادات سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔

حج مبرور حج مبرور کی متعدد تفسیریں منقول ہیں۔ اول۔ وہ حج ہے جسمیں احرام باندھنے کے بعد سے اتمام تک کوئی گناہ نہ ہوا ہو۔ دوم۔ وہ حج ہے جسمیں نہ ریا ہو نہ سمعہ نہ رفث ہو نہ فسوق نہ جدال۔ سوم وہ حج ہے جس کے بعد حاجی گناہوں سے آلودہ نہ ہو۔ چہارم مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا حج مبرور کیا ہے تو فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ سلام کرنا۔ کھانا کھلانا۔ اچھی بات کرنی۔

---

[1] اول۔ الحج۔ باب العمرۃ واجبۃ ھی ام لا ص ۱۱۲ ۔ [2] ابن ماجہ۔ المناسک۔ باب العمرۃ ص ۲۲۱

[3] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۰۸

الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ عہ

اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

حدیث ۱۰۴۲ اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ

عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حج کرنے سے پہلے عمرے کے بارے

الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

میں دریافت کیا تو فرمایا کوئی حرج نہیں عکرمہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

تَعَالٰى عَنْهُمَا اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَحُجَّ عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا۔

بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۲۳۸ ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے۔

حدیث ۱۰۴۳ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا

امام مجاہد نے کہا میں اور عروہ بن زبیر مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے تو دیکھا

نرم لہجہ میں کلام کرنا، تجھم۔ وہ حج جو مقبول ہو۔ اس خادم کے نزدیک پانچواں قول راجح ہے۔ اسلئے کہ۔ مبرور۔ برّ کا اسم مفعول ہے۔ کہا جاتا ہے۔ برّہٗ۔ جب کسی کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اسی سے برّاً بوالدیہ ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ بَرَّ اللّٰهُ عَمَلَهٗ تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے اس کے عمل کو قبول کرلیا۔ حج کا قبول فرمالینا بندے کے ساتھ اللہ عزوجل کا احسان ہے۔ بقیہ اقوال کا حاصل یہ ہے کہ ان میں کچھ حج کے مبرور ہونے کے اسباب ہیں اور کچھ علامتیں۔

تشریحات ۱۰۴۲ عمرہ سنت ہے اور حج فرض۔ اور دونوں کی ادائیگی کی جگہ مکہ معظمہ۔ فرض کی ادائیگی اہم، تو اب بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسے مکہ معظمہ جانے کی استطاعت ہے وہ پہلے حج ادا کرے۔ حج ادا کئے بغیر عمرہ نہ کرے۔ اسی نکتے کو سامنے رکھکر حضرت عکرمہ نے سوال کیا تھا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج ادا کرنے سے پہلے عمرہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کبھی بعض موانع کیوجہ سے ایام حج میں سفر نہیں ہو پاتا اور دوسرے ایام میں ہو جاتا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ جسے توفیق ہو وہ حج سے پہلے عمرہ کرلے۔

تشریحات ۱۰۴۳ ان احادیث سے اور حدیث و سیر کی دوسری کتابوں پر نظر کرنے سے یہی ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ ایک حدیبیہ کے سال۔ دوسرا سال آئندہ عمرۃ القضاء

عہ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ کلھم فی الحج۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۴۶۔

عہ ابوداود۔ مناسک۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جَالِسٌ اِلٰی حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ

کہ عبد اللہ بن عمر حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب بیٹھے تھے۔ اور کچھ لوگ مسجد میں

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا وَاِذَا اُنَاسٌ یُّصَلُّوْنَ فِی الْمَسْجِدِ صَلٰوۃَ الضُّحٰی

نماز چاشت پڑھ رہے تھے امام مجاہد نے کہا ہم نے عبد اللہ بن عمر سے ان

قَالَ فَسَأَلْنَاہُ عَنْ صَلَاتِہِمْ فَقَالَ بِدْعَۃٌ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کَمِ اعْتَمَرَ

لوگوں کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بدعت ہے۔ پھر ان سے پوچھا نبی صلی اللہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِحْدٰھُنَّ فِیْ رَجَبٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ہیں تو فرمایا چار۔ ان میں سے ایک رجب میں

فَکَرِہْنَا اَنْ نَّرُدَّ عَلَیْہِ قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ

ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کی بات رد کردیں۔ اور ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ کے مسواک

فِی الْحُجْرَۃِ فَقَالَ عُرْوَۃُ یَا اُمَّاہُ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَا تَسْمَعِیْنَ مَا یَقُوْلُ

کرنے کو سنا تو عروہ نے عرض کیا اے ماں، اے ام المومنین! آپ سنتی نہیں ابو عبد الرحمٰن

اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ مَا یَقُوْلُ قَالَ یَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

کیا کہتے ہیں دریافت فرمایا کیا کہتے ہیں عرض کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمُرَاتٍ اِحْدٰھُنَّ فِیْ رَجَبٍ قَالَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے ہیں۔ ان میں سے ایک رجب میں کیا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا

یَرْحَمُ اللّٰہُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَۃً اِلَّا وَھُوَ شَاھِدُہٗ

ابو عبد الرحمٰن پر اللہ رحم کرے حضور نے جو بھی عمرہ کیا ہے اس میں وہ حاضر تھے

وَمَا اعْتَمَرَ فِیْ رَجَبٍ قَطُّ عہ

اور حضور نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

تیسرا حنین کے غنائم تقسیم کرتے وقت جعرانہ سے۔ چوتھا حج کے ساتھ، اور ایک حج کیا ہے۔ ان چار عمروں میں سے تین حج سے پہلے اور ایک حج کے ساتھ۔ اور صحیح یہ ہے کہ حج کے پہلے والے تینوں عمرے ذو قعدہ میں کئے ہیں۔ رجب اور شوال میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔ رجب میں عمرے کرنے کا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ

عہ ایضا ثانی۔ المغازی۔ باب عمرۃ القضاص ص ۶۱۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداود۔ صلوۃ۔ موطا امام مالک۔ حج۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۱۵۵۔

حدیث ۱۰۴۴ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَجَبٍ

عروہ بن زبیر نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

حدیث ۱۰۴۵ عَنْ قَتَادَۃَ سَأَلْتُ اَنَسًا کَمِ اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا عُمْرَۃُ الْحُدَیْبِیَّۃِ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ حَیْثُ صَدَّہُ الْمُشْرِکُوْنَ وَعُمْرَۃٌ فِی الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ حَیْثُ صَالَحَھُمْ وَعُمْرَۃُ الْجِعِرَّانَۃِ اِذْ قَسَمَ غَنِیْمَۃَ اُرَاہُ حُنَیْنٍ قُلْتُ کَمْ حَجَّ قَالَ وَاحِدَۃً عہ

قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تو فرمایا چار ایک عمرۃ الحدیبیہ ذوقعدہ میں جب مشرکین نے روکا تھا اور ایک عمرہ سال آئندہ ذوقعدہ میں جبکہ مشرکین سے صلح ہوئی تھی اور عمرہ جعرانہ جب حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی میں نے کہا اور حج کتنے کئے تو فرمایا ایک۔

حدیث ۱۰۴۶ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا وَّعَطَاءً وَّمُجَاھِدًا فَقَالُوْا اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَّحُجَّ

ابواسحٰق نے کہا میں نے مسروق اور عطاء اور مجاہد سے پوچھا تو ان تینوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا ہے۔

تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ مگر یہ ان کا نسیان ہے۔ مسلم میں ہے کہ جب حضرت ام المومنین نے ابن عمر کی تردید کی تو وہ چپ رہے اور نہ ہاں کہا نہ نہیں۔ اسی طرح جس نے شوال کا قول کیا ہے اسے بھی شبہہ ہوگیا۔ جعرانہ کا عمرہ اوائل ذوقعدہ میں کیا تھا۔ اسی کو بعض حضرات نے شوال میں کہدیا۔ حدیبیہ کے موقع پر اگرچہ عمرہ نہیں کر سکے تھے حدیبیہ ہی سے واپس آگئے تھے۔ مگر عمرہ کی نیت سے نکلے تھے۔ اس لئے اسے بھی ایک شمار کرلیا۔

عہ ایضاً ص ۲۳۹۔ ثانی۔ المغازی۔ باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۷ مسلم الحج۔ ابوداود مناسک ترمذی الحج ص اول۔ الحج۔ باب بیان عدد عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹

قَالَ وَسَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

اس نے کہا اور میں نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ

علیہ وسلم نے حج سے پہلے دو بار ذوقعدہ میں عمرہ کیا۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ ص ۲۳۹

رمضان میں عمرہ

حدیث ۱۰۴۷ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا

عطا سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا وہ ہمیں خبر

بدعة لوگ مسجد میں اجتماع کے ساتھ نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ اس طرح نماز چاشت پڑھنے کو انھوں نے بدعت کہا، ورنہ گزر چکا کہ نماز چاشت فتح مکہ کے موقعہ پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی اور صحابہ کو پڑھنے کا حکم بھی دیا۔

وھوشاھدہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا۔ ابن عمر اسوقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر وہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ رجب میں عمرہ فرمایا۔

حیث صالحھم یعنی صلح حدیبیہ کے مطابق سال آئندہ عمرہ کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ اسوقت صلح فرمائی تھی۔

اربعا مغازی میں یہ زائد ہے۔ سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا تھا۔ سب کے سب ذوقعدہ میں کئے۔ اخیر میں یہ ہے۔ اور ایک اپنے حج کے ساتھ۔

مرتین حضرت براء نے جو فرمایا کہ دو عمرے کئے ان سے یا تو حدیبیہ والا عمرۃ القضا مراد ہے۔ اسلئے کہ جعرانہ والا رات میں چپکے سے کیا تھا۔ جس کا علم سب کو نہیں تھا۔ یا یہ کہ ان کی مراد عمرۃ القضا اور جعرانہ والا ہے اسلئے کہ حدیبیہ والے سال میں عمرہ نہیں کر پائے تھے۔ حدیبیہ ہی سے قربانی کر کے احرام کھول کر چلے آئے تھے، اور حج والا عمرہ حج کیساتھ تھا اسلئے اسے علٰحدہ شمار نہیں کیا۔ حضرت براء کی مراد یہ ہے کہ صرف عمرہ دو کئے۔

تشریحات ۱۰۴۷ باب حج النساء میں ہے کہ یہ خاتون ام سنان تھیں۔ اور اخیر میں کچھ زیادتی کے ساتھ یہ ہے: رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ ابوطلحہ اور انکے بیٹے نے حج کر لیا، اور مجھے چھوڑ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلیم رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ

دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی ایک خاتون سے فرمایا ابن عباس

سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَنَسِيتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ

نے ان کا نام لیا تھا میں بھول گیا کیا وجہ ہے کہ تونے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا۔ انھوں نے عرض

أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلَانٍ وَّابْنُهُ لِزَوْجِهَا

کیا ہمارے پاس ایک پانی بھرنے والا اونٹ تھا اسپر ابو فلاں اور اس کا لڑکا سوار ہوکر

وَابْنِهَا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَّنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ

حج کے لئے گئے (اپنے شوہر اور اپنے لڑکے کیلئے کہا) اور ایک آب کش اونٹ چھوڑ دیا جسپر ہم پانی لاتے یہ سنکر ارشاد

فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ أَوْ نَحْوًا مِّمَّا قَالَ عه

فرمایا جب رمضان آئے تو عمرہ کرلینا کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے۔ یا اسکے ہم معنی اور کوئی لفظ فرمایا۔

حدیث ۱۰۴۸ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ

حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُّرْدِفَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ عائشہ کو اپنے ساتھ

مِنَ التَّنْعِيمِ عه

سوار کریں اور تنعیم سے عمرہ کرادیں۔

لغۃ حجۃ یہ ارشاد رمضان میں عمرہ کرنے کی ترغیب کے لئے ہے۔ جیسے سورۂ اخلاص کے بارے میں فرمایا کہ وہ تہائی قرآن کے برابر ہے، اور یہی ظاہر ہے۔

تشریحات ۱۰۴۸ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ جو مکے کا باشندہ ہو یا مکے میں مقیم ہو اور عمرہ کرنا چاہے تو اسے واجب ہے کہ حرم سے باہر جاکر احرام باندھے تاکہ ایک گونہ سفر پایا جائے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لئے سب سے موزوں جگہ تنعیم ہے، بلکہ بہت سے حضرات نے فرمایا کہ اس صورت میں تنعیم سب سے افضل ہے۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حل یکساں ہے۔ اولاً یہ قطعی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

عه ایضا۔ باب حج النساء ص ۲۵۰ ۔ مسلم الحج ۔ نسائی الحج ، الصوم ،

عه ایضا ۔ الجهاد ۔ باب ارداف المرأۃ خلف اخیها ص ۴۱۹ ۔ مسلم الحج ۔ ترمذی الحج ، نسائی الحج ۔ ابن ماجه ۔ مناسک ۔

بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلٰى قَدْرِ النَّصَبِ[ص ۲۴۰]

مشقت کی مقدار عمرے کا اجر ہے

۱۰۴۹ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ
حدیث قاسم بن محمد اور اسود نے کہا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
الْاَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ
عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ سب لوگ دو عبادت کرکے جا رہے ہیں اور میں صرف
النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيْلَ لَهَا انْتَظِرِيْ فَاِذَا طَهُرْتِ
ایک عبادت کرکے لوٹونگی تو ان سے فرمایا گیا انتظار کرو جب پاک ہو جاؤ
فَاخْرُجِيْ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّيْ ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَلٰكِنَّهَا عَلٰى قَدْرِ
تو تنعیم جاؤ اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھو پھر فلاں جگہ آنا لیکن اس کا

تعالیٰ علیہ وسلم نے تنعیم سے عمرہ کرنیکا حکم دیا تھا۔ کیونکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن سے یہ فرمایا تھا کہ اپنی بہن کو سوار کراؤ اور حرم سے باہر لے جاؤ۔ فرماتی ہیں کہ حضور نے نہ جعرانہ کا نام لیا تھا نہ تنعیم کا۔ مگر چونکہ حل کی سب سے قریب جگہ تنعیم تھی۔ اس لئے میں نے تنعیم سے احرام باندھا۔ یہی ہماری دلیل ہے۔ کہ مکی کے عمرے کے لئے احرام کی جگہ پورا حل ہے۔ تنعیم یا جعرانہ کی تخصیص نہیں۔ مگر تنعیم سے عمرہ کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت ام المومنین نے یہاں سے عمرہ کیا تھا۔

تشریحات ۱۰۴۹ فقیل لھا۔ دوسری روایتوں میں ہے۔ فقال لھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتظری۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت ام المومنین نے یہ عرض طہارت سے پہلے کی تھی۔ گزر چکا کہ وہ یوم نحر کو پاک ہوگئی تھیں۔ تو لازم کہ یوم نحر سے پہلے یا یوم نحر ہی کو پاک ہونے سے قبل عرض کیا تھا۔

علی قدر نفقتك یہ شک راوی نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور تنویع کے لئے بسبیل مانعۃ الخلو ہے۔ یعنی عبادت میں بطریق مشروع جتنا زیادہ صرف ہوگا اور جتنی زیادہ مشقت ہوگی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اس کی دلیل دار قطنی اور حاکم کی روایت ہے کہ فرمایا۔ ان لك من الاجر علی قدر نصبك ونفقتك۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی کبھی وقت اور جگہ کی خصوصیت کی بنا پر کم خرچ اور کم محنت پر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے شب قدر میں عبادت اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز

نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ عہ
ثواب خرچ اور مشقت کی مقدار ہے۔

کبھی عبادت کی نوعیت کی بنا پر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے فرض اور واجب کی ادائیگی میں کہ بہ نسبت نفل کے زیادہ ثواب ہے۔ مثلاً ایک روپئے زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت صدقۂ نافلہ کے۔ اب ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ اگر کسی عبادت میں وقت، جگہ اور نوعیت کی خصوصیت نہ ہو تو خرچ اور محنت کی کثرت سے ثواب کی کثرت ہوگی۔

بَابُ مَتیٰ يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنیوالا کب احرام سے باہر ہوگا

ص ۲۴۱

توضیح باب: سلف میں اختلاف تھا کہ معتمر (عمرہ کرنیوالا) کب احرام سے فارغ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا۔ طواف کے بعد احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کا مذہب یہ تھا کہ حرم میں داخل ہوتے ہی احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور اب اس پر اجماع ہے کہ جبتک سعی نہ کرلے احرام سے باہر نہ ہوگا۔ اس لئے امام بخاری نے ضرورت محسوس کی کہ اس عنوان کا باب باندھیں۔ حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں کیا۔ بلکہ جو احادیث لائے ہیں ان میں سے کچھ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طواف وسعی کئے بغیر احرام سے باہر نہ ہوگا۔ اور کچھ سے یہ کہ صرف طواف کرنے سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس باب کے تحت چار احادیث لائے ہیں، اور ایک تعلیق۔ جو حضرت جابر کی طویل حدیث کا جز ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے (حج) کو عمرہ کردیں۔ اور طواف کریں پھر سر ترشوالیں اور احرام کھول دیں۔ یہ تعلیق بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ صرف طواف کرلینے کے بعد احرام کھول دیں۔ مگر احادیث میں بکثرت طواف سے مراد بیت اللہ کے طواف کے ساتھ صفا مروہ کی سعی بھی ہے۔ اور یہی معنی یہاں متعین ہے۔ تاکہ احادیث میں تطابق ہو جائے۔ بلکہ خود حضرت جابر کا فتویٰ ہے کہ وہ عورت کے قریب نہ جائے۔ جبتک کہ وہ صفا و مروہ کی سعی نہ کرلے جو اسی باب میں بھی حضرت ابن عمر کی حدیث کے بعد مذکور ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن ابو اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جسمیں عمرۃ القضاء کا تذکرہ ہے۔ جو پہلے گزر چکی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ ہم نے اور حضور نے بیت اللہ کا طواف کیا

عہ مسلم، نسائی، الحج۔

۱۰۵۰ قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيجَةَ قَالَ بَشِّرُوا خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ

حدیث اسماعیل نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے عرض کیا حضرت خدیجہ کے بارے

مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ عہ

میں کیا فرمایا ہے بیان کیجئے تو کہا حضور نے حضرت خدیجہ کے بارے میں فرمایا خدیجہ کو جنت میں موتی کے ایسے محل کی بشارت دو جسمیں نہ شور و غل ہوگا نہ کوئی تکلیف ۔

۱۰۵۱ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ

حدیث حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبد اللہ نے یہ حدیث بیان کی کہ

اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی ۔

پھر حضرت ابن عمر کی وہ حدیث لائے ہیں جو کتاب الصلوٰۃ[۱] میں گزر چکی ہے ۔ جسمیں یہ ہے کہ ہم نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا ہے مگر صفا مروہ کی سعی نہیں کی ہے کیا یہ اپنی عورت سے قربت کر سکتا ہے ۔ تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا مروہ کی سعی کی ، اور تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات نمونۂ عمل ہے ۔

پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے جسمیں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کر پھر احرام کھول ۔ پھر اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث لائے ۔ حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے آخر میں ہے

تشریحات ۱۰۵۰ قال ۔ یہ قائل اس حدیث کے راوی اسماعیل ہیں ۔ جیسا کہ مناقب کی روایت میں ہے کہ اسماعیل نے کہا ۔ قلت لعبد اللہ بن ابی اوفی ۔ قصب ۔ جو فدا موتی کو کہتے ہیں ۔

تشریحات ۱۰۵۱ حَجُون ۔ پہلے حا رحطی پھر جیم ۔ یہ مکہ معظمہ سے پورب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے ۔ یہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے ۔ امام واقدی نے روایت کیا ہے کہ قُصَیّ بن کلاب جب مرے تو انھیں یہاں دفن کیا گیا ۔ اس کے بعد سے اہل مکہ اپنے مردے یہیں دفن کرتے ۔ حجون[۲] اصل اس حصے کا نام ہے جسمیں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مزار پاک ہے ۔ یہ مکہ معظمہ میں جاتے ہوئے جنت المعلی کے بائیں واقع ہے ۔ یہ مُحَصَّب سے متصل جانب شرق ہے ۔ دونوں چونکہ قریب قریب ہیں اس لئے حضرت اسماء نے فرمایا ۔ ہم رسول اللہ کے ساتھ یہاں اترے تھے ۔

فاعتمرت انا : اس پر دو شبہے ہیں ۔ ایک یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج سے فراغت کے بعد عمرہ کیا تھا ۔ دوسرے یہ کہ حضرت زبیر اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے ۔ عمرہ کر کے انھوں نے احرام

عہ مناقب ۔ باب تزویج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدیجۃ ص ۵۳۹ مسلم ۔ فضائل صحابہ ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۵ ۔ [۲] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۳۱ [۱] نزھۃ القاری ثانی ص ۳۸۵-۸۶ ۔

30

اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَرْتُ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
انھوں نے حضرت اسماء کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں جب کبھی حجون سے گزرتی تو اللہ کے
لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهٗ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا
رسول پر درود بھیجتی ہم یہاں حضور کیساتھ اترے تھے اور ہم اس دن ہلکے پھلکے تھے ہماری
قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ
سواری کم تھی ہمارے زادراہ تھوڑے تھے۔ میں نے اور میری بہن عائشہ اور زبیر اور
وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا ثُمَّ اَهْلَلْنَا
فلاں فلاں نے عمرہ کیا جب ہم نے بیت اللہ کو چھولیا تو احرام سے باہر
مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ ع٥
ہوگئے اس کے بعد شام کو حج کا احرام باندھا۔

کھولا نہیں تھا۔

اس کا حل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین محصب ہی سے عمرہ کرنے گئی تھیں۔ اگرچہ بعد میں حضرت اسماء یہ کہاں فرما رہی ہیں کہ ہم نے ساتھ ساتھ عمرہ کیا تھا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ کبھی اکثر کے کردار کو جمع کے صیغے سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض اس میں پورے طور سے شریک نہ ہو۔ اسی کے مطابق حضرت اسماء نے فرمایا کہ طواف کے بعد ہم نے احرام کھولدیا۔

مسحنا البیت | اس سے مراد بیت اللہ کا طواف ہے۔ چونکہ طواف کی ابتداء حجر اسود کے استلام سے ہوتی ہے اس لئے طواف کو مسح سے تعبیر فرمایا۔ یہ تعبیر الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ معتمر بیت اللہ کا طواف کرتے ہی احرام کھولدے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت اسماء نے فرمایا۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور احرام کھولدیا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صریح ارشاد اور عمل موجود ہے کہ عمرے میں صفا مروہ کی سعی کے بعد احرام کھولنا چاہئے تو اس کے مقابلے میں حضرت اسماء کا فعل کبھی بھی لائق ترجیح نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں جب ایک بات سب کو معلوم ہوتی ہے تو بیان کرنے والا اس میں اختصار کر دیا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے زید نے زنا کیا اور سنگسار کیا گیا۔ حالانکہ سنگسار کرنے کے لئے زانی کا محصن ہونا شرط ہے۔ اور یہ تمام اہل علم کو معلوم ہے۔ اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا، اسی طرح چونکہ سب کو معلوم تھا کہ عمرہ میں صفا و مروہ کی سعی سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں اسلئے اسے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ اب مسحنا البیت۔ فرغنا عن العمرۃ سے کنایہ ہوا۔

ع٥ مسلم۔ الحج

بَابُ مَا يَقُولُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوِ الْغَزْوِ

جب حج یا عمرے یا غزوہ سے لوٹے تو کیا پڑھے ص ۲۴۲

۱۰۵۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ
تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرے سے واپس ہوتے تو ہر ٹیلے پر تین تکبیریں
يُكَبِّرُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثَلٰثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ
پڑھتے۔ پھر کہتے۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
نہیں اسی کا مُلک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر

تشریحات ۱۰۵۲ یہ حدیث اس کی اصل ہے کہ مسلمان علماء اور حجاج کے استقبال یا وداع کے وقت جو نعرۂ تکبیر پڑھتے ہیں مستحسن ہے۔ اور نعرۂ رسالت کی اصل مسلم کی حدیث ہجرت ہے۔ اسمیں یہ ہے۔

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت — مرد اور عورتیں مکانوں کی چھت پر چڑھ گئے
وتفرق الغلمان والخدم في الطرق — بچے اور خادم راستوں میں پھیل گئے۔ یہ
ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله۔ — پکارتے تھے۔ یا محمد یا رسول اللہ۔ یا محمد یا رسول اللہ۔

نام نامی کے ساتھ ندا جس طرح ماں باپ اوستاد کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔ یوں ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نام لے کر پکارنا بے ادبی ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ پکارنا ہے تو خطابات والقابات کیسا تھ پکارے۔ مثلاً یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ۔ یوں نہ پکارے یا محمد یا احمد۔ ارشاد ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ۶۳) — اے ایمان والو! رسول کو یوں نہ پکارو جیسے تم میں سے بعض بعض کو پکارتے ہیں۔

جلالین میں اس کی تفسیر یہ ہے:

لہ ص ۴۱۹

شَیْئٍ قَدِیْرٌ	آئِبُوْنَ	تَائِبُوْنَ	عَابِدُوْنَ	سَاجِدُوْنَ	لِرَبِّنَا
قادر ہے	ہم لوٹ رہے ہیں	توبہ کر رہے ہیں		سجدہ کر رہے ہیں	اور اپنے پروردگار

حَامِدُوْنَ	صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ	وَنَصَرَ عَبْدَہٗ	وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ
کی حمد کر رہے ہیں	اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا	اور اپنے بندے کی مدد کی	اور اکیلے

وَحْدَہٗ عہ
اس نے سب ٹولیوں کو شکست دی۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِیْنَ وَالثَّلٰثَۃِ عَلَی الدَّابَّۃِ

آنیوالے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین کو جانور پر سوار کرنا ص ۲۴۲

۱۰۵۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

یعنی نام لیکر نہ پکارو۔ ایسے کلمات سے پکارو جو عظمت شان پر دال ہوں۔ اس کے تحت صاوی میں ہے:

واستفید من الآیۃ انہ لایجوز نداء النبی بغیر مایفید التعظیم لافی حیاتہ ولابعد وفاتہ فبھذا یعلم ان من استخف بجنابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فھو کافر ملعون فی الدنیا والآخرۃ۔

اس آیت سے یہ افادہ ہوا کہ نبی کو ہمیشہ ایسے ہی کلمات کیساتھ پکارا جائے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہوں۔ ایسے الفاظ سے بھی ندا جائز نہیں جنہیں تعظیم نہ ہو۔ حیات ظاہری میں بھی اور بعد وصال بھی۔ اسی سے معلوم ہوا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا ظاہر کرے وہ کافر ہے۔ دنیا اور آخرت میں ملعون ہے۔

مگر ہجرت اس آیت کے نزول سے بہت پہلے ہوئی ہے۔ اس وقت ممانعت نہ تھی اور نہ چند روز پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام اس ادب سے واقف تھے۔

تشریحات ۱۰۵۳ حاج۔ اگرچہ واحد ہے لیکن معنیً جمع کے معنی میں ہے۔ اس لئے اس کی صفت القادمین لانا درست ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: سٰمِرًا تَھْجُرُوْنَ۔ مومنون (۶۷)
اس آیت میں سٰمِرًا لفظ واحد ہے۔ مگر معنیً جمع ہے۔ اسی وجہ سے جمع کی ضمیر لائے ہیں۔ حاج کی جمع حجاج اور حواج آتی ہے۔ کہتے ہیں۔ رجال حجاج۔ نساء حواج۔

عہ ایضاً۔ ثانی۔ الدعوات۔ باب الدعاء اذا اراد سفرا او رجع ص ۹۴۴۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداود۔ الجہاد۔ نسائی۔ السیر۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اِسْتَقْبَلَهُ اُغَيْلِمَةُ بَنِيْ عَبْدِ
جب مکہ تشریف لائے تو بنی عبد المطلب کے بچوں نے حضور کا استقبال کیا حضور نے
الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ عه
ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

دوپہر کے بعد گھر آنا ص ۲۴۲

۱۰۵۴ حدیث عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ لَيْلًا كَانَ لَا يَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً
واپسی میں رات میں اپنے اہل کے پاس نہیں آتے جب بھی آتے صبح کو یا شام کو آتے عه

اغیلمۃ جوہری نے کہا یہ غلمۃ۔ غلام کی جمع کی تصغیر ہے۔ داودی نے کہا یہ الف کے فتحہ کے ساتھ غلام کی جمع ہے ان بچوں میں فضل بن عباس اور قثم بن عباس بھی تھے۔ ان میں سے ایک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے۔ اور ایک کو پیچھے بٹھالیا لے

توضیح باب امام بخاری نے القاد مبین۔ کہہ کے یہ افادہ کرنا چاہا ہے کہ حاجی حج کے لئے مکہ معظمہ جائے تو اہل مکہ بھی استقبال کرسکتے ہیں۔ اور گھر واپس آئے تو اہل وطن بھی استقبال کرسکتے ہیں۔ اگرچہ حدیث صرف پہلے جزء پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ مگر اس سے دوسرا جزء بھی مستفاد ہوتا ہے۔ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا ممنوع ہے۔ اونٹ پر دو آدمی تو معمول کے مطابق بیٹھتے ہی ہیں۔ تین کا بیٹھنا بظاہر جانور کی قوت سے زائد ہے۔ امام بخاری نے افادہ فرمایا کہ اگر جانور اس کی طاقت رکھتا ہو کہ تین آدمیوں کا بوجھ برداشت کرسکے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کمزور ہو تو ممنوع ہے۔

عه ایضًا۔ ثانی۔ اللباس۔ باب الثلثہ علی الدابۃ ص ۸۹۲ نسائی۔ الحج

عه مسلم۔ جہاد۔ نسائی۔ عشرۃ النساء

لے باب حمل صاحب الدابۃ غیرہ بین یدیہ ۸۸۲

بَابُ لَایَطْرُقُ اَهْلَهٗ اِذَا بَلَغَ الْمَدِیْنَةَ ص ۲۴۲

جب مدینہ پہنچو تو رات میں اپنے اہل میں مت جاؤ

۱۰۵۵ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهَی النَّبِیُّ
حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّطْرُقَ اَهْلَهٗ لَیْلًا عہ
علیہ وسلم نے اپنے اہل کے پاس رات میں آنے سے منع فرمایا۔

بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهٗ اِذَا بَلَغَ الْمَدِیْنَةَ ص ۲۴۲

جو اپنی سواری تیز کر دے جب مدینہ پہنچے

۱۰۵۶ اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۱۰۵۵، ۱۰۵۴ کتاب النکاح میں یہ حدیث یوں ہے۔ کہ فرمایا جب تم لمبی مدت تک غائب رہو تو اپنے اہل کے پاس رات میں نہ آؤ۔ مسلم[1] میں اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے۔ لئلا یخونہم او یطلب عثراتہم اس نیت سے رات میں نہ آؤ کہ ان کی خیانت پکڑو اور ان کی لغزشوں پر مطلع ہو۔ مگر مسلم میں ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ یتخونہم او یلتمس عثراتہم۔ حدیث ہے یا کسی راوی کا ادراج ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے حدیث میں اسے ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ باب کے عنوان میں اضافہ فرما دیا۔

کتاب النکاح ہی میں دوسری حدیث میں جو حضرت جابر ہی سے مروی ہے یہ ہے لکی تمتشط الشعثة وتستحد المغیبة۔ تاکہ پراگندہ بال والی کنگھی کر لے اور استرہ استعمال کر لے۔ یہی حدیث میں صبح یا شام کو آنے کا حکم ہے اور دوسری میں رات میں آنے سے ممانعت ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ بغیر اطلاع اچانک گھر نہ آجاؤ۔ اتنی دیر پہلے اطلاع دیدو کہ عورت نہا دھو کر صاف ستھری ہو جائے۔

تشریحات ۱۰۵۶ بطریق حارث بن عمیر جو روایت ہے۔ اسمیں مِنْ حُبِّهَا۔ زائد ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز کر دیتے۔ اس روایت میں درجات المدینۃ ہے۔ درجاتٌ

عہ ایضاً۔ ثانی۔ النکاح۔ باب لایطرق اهله لیلا اذا اطال الغیبة ص ۷۸۸، مسلم۔ الجهاد۔ نسائی عشرة النساء۔

[1] ثانی۔ الامارۃ۔ باب کراهیة الطرق لیلا ص ۱۴۴۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَاَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ

علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب مدینے کے گھروں کو دیکھ لیتے تو اپنی اونٹنی

ضَحَ نَاقَتَہٗ وَاِنْ کَانَتْ دَابَّۃً حَرَّکَہَا عہ

کو تیز کردیتے۔ اور اگر اور کوئی جانور ہوتا تو اسے ایڑ لگاتے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِہَا عہ ۲۴۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ کہ اپنے گھروں میں انکے دروازوں سے داخل ہو۔

۱۰۵۷ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ یَقُوْلُ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ

حدیث حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے یہ آیت ہمارے بارے میں نازل

فِیْنَا کَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاؤُا لَمْ یَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ

ہوئی ہے انصار۔ حج کرکے جب واپس ہوتے تو اپنے گھروں کے دروازوں سے

دَوْحَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اونچے راستے کے بھی ہیں اور گھروں کے بھی ہیں۔ مستملی کی روایت میں۔ دَوْحَاتٌ ہے۔ یہ دَوْحَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی گھنے سایہ دار بڑے درخت کے ہیں۔ اور بطریق قتیبہ جو روایت ہے اسمیں۔ جُدُرَاتٌ ہے۔ یعنی مدینے کی دیواروں کو دیکھتے۔ مسلم کی روایت سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ حضرات انس کہتے ہیں حتی اتینا جدر المدینۃ نمشینا الیھا۔

تشریحات ۱۰۵۷ انصار ہی کی تخصیص نہیں۔ حُمس۔ یعنی قریش بنی عامر بن صعصعہ۔ ثقیف اور خزاعہ کے علاوہ تمام عرب احرام باندھنے کے بعد اور حج سے واپسی پر گھر کے دروازوں سے گھروں میں آمد ورفت نہیں کرتے بلکہ اگر خیمہ ہوتا تو پچھلا حصہ اٹھاکر اندر جاتے اور باہر نکلتے اور اگر مٹی کا گھر ہوتا تو پچھواڑے نقب لگاتے یا سیڑھی سے اندر جاتے اور اسے نیکی خیال کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو دروازے سے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ حضور کو دیکھکر قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دروازے سے اندر گئے۔ لوگوں نے دربار رسالت میں ان کی شکایت کی تو حضور نے ان سے بازپرس فرمائی۔ انھوں نے عرض کیا، حضور کو ایسا کرتے دیکھا تو میں نے بھی کیا۔ فرمایا میں حُمس ہوں۔ انھوں نے عرض کیا میں بھی حُمس ہوں۔ میرا دین وہی ہے جو حضور کا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی [1]

اس کے برخلاف یہ بھی مروی ہے[2] کہ خود حُمس کی عادت تھی۔

بیوتہم ولکن من ظہورہا فجاء رجل من الانصار فدخل
داخل نہیں ہوتے پچھواڑے سے داخل ہوتے۔ انصار کے ایک صاحب لوٹے

من قبل بابہ فکانہ عیر بذالک فنزلت لیس البر بان تاتوا
تو دروازے سے گھر میں چلے گئے اس کی وجہ سے ان پر طعن کیا گیا تو یہ آیت

البیوت من ظہورہا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابہا
نازل ہوئی نیکی یہ نہیں کہ اپنے گھروں میں پچھیت سے آؤ لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے گھروں میں دروازوں سے آؤ۔

باب السفر قطعۃ من العذاب ص۲۴۲

سفر عذاب کا ٹکڑا ہے

۱۰۵۸ حدیث عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے

تعالی علیہ وسلم قال السفر قطعۃ من العذاب یمنع احدکم
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سفر عذاب کا ٹکڑا ہے تمہیں کھانے پینے، سونے سے

طعامہ وشرابہ ونومہ فاذا قضی نہمتہ فلیعجل الی اہلہ عہ
روک دیتا ہے۔ جب اپنی حاجت پوری کرلو تو جلدی سے اپنے اہل میں لوٹ آؤ۔

تشریحات ۱۰۵۸ اس کے بالمقابل حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے یہ مروی ہے[لہ] کہ فرمایا۔ سفر کرو صحتمند رہو گے۔ رزق پاؤ گے۔ محدث ابن بطال نے فرمایا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ سفر میں محنت ومشقت لازم ہے۔ اور یہ ذریعہ صحت اور حصول رزق ہے۔

عہ ایضاً۔ ثانی۔ التفسیر۔ باب قولہ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ص ۶۴۸

عہ ایضاً الجہاد۔ باب السرعۃ فی السیر ص ۴۲۱۔ ثانی۔ الاطعمہ، باب ذکر الطعام ص ۸۱۶

مسلم، الامارۃ، دارمی، الاستیذان، موطا امام مالک، الاستیذان، مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۶

لہ عمدۃ القاری عاشر ص ۱۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ ص ۲۴۳

محصر اور شکار کی جزا کا بیان

۳۱۷ قَالَ عَطَاءٌ اَلْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

ت امام عطا نے فرمایا ہر چیز کا احصار اس سے روکنا ہے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری)

حَصُوْرًا لَا يَأْتِي النِّسَاءَ

نے کہا۔ حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔

تشریحات ۳۱۷ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان حج یا عمرے کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ کے قصد سے چلتا ہے مگر کوئی شرعی ایسی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حج اور عمرہ کر نہیں پاتا۔ جیسے دشمن نے روک دیا۔ قید کر دیا، بیمار ہو گیا اور یہ اندیشہ ہو کہ حج یا عمرہ کرے گا تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا۔ یا مر جائے گا۔ یا اخراجات کے لئے جو رقم تھی، وہ چوری چلی گئی، یا عورت شوہر یا محرم کے ساتھ تھی۔ شوہر یا محرم کا انتقال ہو گیا۔ ان کو محصر کہتے ہیں۔ یہ احصار باب افعال کا اسم مفعول ہے۔

محصر کا حکم محصر جہاں روکا جائے وہاں سے قربانی کا جانور حرم میں بھیجدے۔ اور جس کے ہاتھ بھیجے اس سے دن تاریخ وقت ٹھہرالے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی کرنا۔ اس وقت کے بعد یہ احرام سے باہر ہو گیا۔ اگرچہ حلق یا قصر نہ کرے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ کرلے۔ اب اگر صرف حج کا احرام تھا، یا صرف عمرے کا۔ تو ایک جانور بھیجنا کافی ہے۔ اور اگر قارن ہے تو دو بھیجے۔ ان قربانیوں کا حرم میں ہونا ضروری ہے حرم کے باہر نہیں ہو سکتیں اور اس کی قضا اس پر واجب ہے۔ اگر احرام صرف عمرے کا تھا تو صرف ایک عمرہ کافی ہے۔ اور اگر حج کا تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ ضروری ہے۔ اور اگر قارن تھا تو ایک حج اور دو عمرے کرے۔ والتفصیل فی مطولات الفقہ ۔ ارشاد ہے:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (بقرہ ۱۹۶)

اور اگر راستے میں روک لئے جاؤ تو جو قربانی کا جانور میسر ہو اس کی قربانی کرو اور قربانی کا جانور جب تک اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ سر نہ منڈاؤ۔

باب إذا أُحصِر المعتمر ۲۴۳ ص

جب عمرہ کرنیوالے کو روک دیا جائے

۱۰۵۹ عن عكرمة قال فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد[1] اور اصحاب سنن اربعہ[2] نے حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے:

من كسر أو عرج فقد حل وعليه حجة أخرى جسکی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہوگیا وہ احرام سے باہر ہوگیا اور اسپر دوسرا حج عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابن عمر اور ابو ہریرہ سے ذکر کیا ان دونوں نے کہا اس نے سچ کہا۔

ابو داؤد اور ابن ماجہ میں۔ او مرض ۔ زائد ہے ۔ امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اسے روایت کرکے فرمایا۔ حضرت ابن مسعود اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور علقمہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، مجاہد، نخعی، عطا اور مقاتل بن حبان سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے فرمایا، کہ دشمن، بیماری اور ہڈی ٹوٹنے سے احصار ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ جس چیز سے ایذا پہنچے احصار ہے۔

لا یاتی النساء حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا۔

وسيدا وحصورا ونبيا من الصالحين اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور ہمارے خاصوں میں سے نبی ہوگا۔

حصور کے معنی میں بعض لایعنی روایتیں بھی آئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کا عضو تناسل تنکے کے برابر تھا، عنین تھے۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ عیب ہے۔ ہر نبی ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ نیز بوجہ عدم قوت عورتوں کی طرف رغبت نہ ہونا۔ کوئی کمال اور مدح نہیں۔ اور اللہ عزوجل نے مدح میں یہ ذکر فرمایا ہے۔ اسکے ازالے کے لئے امام بخاری نے حصور کے یہ معنی بیان فرمائے کہ وہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ انھیں جماع پر قدرت تھی مگر وہ پاکدامن، عفت مآب، معصوم تھے۔ گناہ کے قریب نہیں جاتے تھے۔ جیسا کہ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شہادت کیوجہ سے شادی نہ ہو سکی۔ اب حصور کے معنی یہ ہوئے کہ مدت العمر عورت سے الگ رہے، کبھی قریب نہیں گئے۔

اس باب میں امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ انکی شرط پر کوئی حدیث انھیں نہیں ملی ہوگی۔

تشریحات ۱۰۵۹ اس حدیث میں امام بخاری نے اپنے شیخ کا نام بغیر نسبت کے صرف محمد لیا ہے۔ امام بخاری کے مشائخ میں محمد نام کے بہت سے حضرات ہیں۔ امام حاکم نے اس پر جزم فرمایا کہ یہ ذہلی ہیں۔ کیونکہ بعض نسخوں میں وهو الذهلی ہے۔ ابو مسلم نے کہا کہ یہ محمد بن مسلم وراد ہیں۔ کلاباذی نے ابو سعید سے نقل کیا کہ یہ

---

[1] مسند جلد ثالث ص ۴۵۰، [2] ابو داؤد مناسک باب الاحصار ص ۲۵۷ ۔ ترمذی۔ الحج ۔ باب فی الذی یهل بالحج فیکسر او یعرج ص ۱۱۳ ۔ نسائی مناسک باب فیمن احصر بعدو ص ۲۸ ۔ ابن ماجہ المناسک باب المحصر ۳۳۹ ۔

قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَاْسَهٗ

وسلم کو (عمرہ) کرنے سے روک دیا گیا تو حضور نے سر منڈایا اور

وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ حَتّٰى اِعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا

عورتوں سے ہمبستری فرمائی اور اپنی قربانی ذبح فرمائی اور سال آئندہ عمرہ فرمایا

بَابُ الْاِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

حج میں احصار کا بیان ۲۴۳

۱۰۶۰ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث سالم نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کیا تمھیں رسول اللہ

ابو حاتم محمد بن ادریس رازی ہیں۔ علامہ عینی نے ایک قول یہ بھی نقل فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ محمد بن اسحٰق الصنعانی ہوں
فقال عکرمہ نے کہا۔ پس ابن عباس نے فرمایا۔ یہ اصل میں ایک طویل حدیث کا جزء ہے جسے مفصل ابن سکن
نے کتاب الصحابہ میں روایت کی ہے۔ یحییٰ بن کثیر نے کہا کہ میں نے عکرمہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ عبد اللہ
بن رافع مولی ام سلمہ نے کہا کہ میں نے حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکے بارے میں پوچھا جو
احرام کی حالت میں روکدیا جائے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لنگڑا ہو جائے
یا جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا جو روکدیا جائے تو وہ حل میں رہتے ہوئے اسکا بدلہ دے۔ عکرمہ نے کہا میں نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو فرمایا۔ انھوں نے سچ کہا۔ اور ابن عباس سے بیان کیا تو انھوں نے
وہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے۔ چونکہ اسکا ابتدائی حصہ امام بخاری کی شرط پر نہیں تھا، اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ اب
یہ فقال فحدثتہ ابن عباس پر معطوف ہوگا۔ میں نے حضرت ابن عباس سے وہ حدیث بیان کی تو فرمایا
اس لئے کہ اسکی سند میں یحییٰ بن ابی کثیر عن عکرمہ ہے۔ اسکے بارے میں اختلاف ہے۔ نیز عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ
بخاری کی شرط پر نہیں۔ اگرچہ فی نفسہ یہ حدیث صحیح ہے۔ عبد اللہ بن رافع ثقہ ہیں۔ نیز ابھی گزرا کہ حضرت حجاج
بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے

تشریحات ۱۰۶۰ یہ حدیث پوری گزر چکی ہے۔ یہاں صرف ایک مسئلہ واضح کرنے کے لئے ہم نے ذکر کیا ہے کہ
حج اور عمرہ کے احرام میں یہ شرط صحیح ہے یا نہیں۔ کہ میرا احرام وہیں تک ہے جہاں تو
مجھے روکدے۔ ظاہری یہ کہتے ہیں کہ یہ شرط واجب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ مستحب ہے۔ اور امام شافعی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے۔ امام مالک اور امام اعظم نے فرمایا کہ یہ شرط صحیح نہیں لغو ہے
اس شرط کے مجوزین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب کو حضور اقدس صلی اللہ

يَقُولُ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کافی ہے اگر کوئی حج سے روک دیا جائے تو
إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ
بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرلے اور ہر چیز سے حلال ہو جائے
حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا
پھر سال آئندہ حج کرے اور جانور قربان کرے یا روزہ رکھے اگر قربانی کا جانور نہ پائے۔

بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

احصار میں سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا ص ۲۴۳

۱۰۶۱ عَنِ الْمِسْوَرِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ

حدیث حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط کی اجازت دی تھی۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے لئے خاص تھا۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ یہ شرط درست نہیں۔ جیسا کہ نسائی[1] اور دار قطنی[2] میں ہے کہ سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اشتراط کا انکار کرتے تھے۔ اور فرمایا۔ تم کو تمھارے نبی کی سنت کافی ہے۔ انھوں نے شرط نہیں کی۔

امام اعظم نے فرمایا۔ جو مکہ معظمہ پہنچ جائے وہ محصر نہیں۔ اگرچہ حج کا احرام باندھ کر گیا ہو۔ وہ عمرہ کرکے احرام کھول دے۔ یہ اس کے مثل ہے جسکا حج فوت ہوگیا ہو۔ وہ بعد میں جب موقع ہو حج کرے۔ محصر وہ ہے جو مکہ معظمہ نہ پہنچ سکے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا بھی حاصل یہی ہے۔ کہ فرمایا کہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرکے احرام کھولدے۔ اور سال آئندہ حج کرے۔

تشریحات ۱۰۶۱ یہ حدیث ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الاشتراط میں مفصل آئے گی۔ یہاں صرف یہ بتانے کے لئے ہم نے اسے ذکر کیا ہے کہ محصر بالحج صرف اس سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے کہ قربانی کا جانور حرم میں پہونچکر ذبح ہو جائے۔ اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ ایام نحر میں ذبح ہو کیونکہ قرآن مجید میں ہے:
وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۔ بقرہ (۱۹۶) جبتک ہدی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے اپنے سروں کو نہ منڈاؤ۔

[1] ثانی۔ مناسک۔ باب ما یفعل من حبس عن الحج ولم یکن اشترط ص ۳۰ [2] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۶

قَبْلَ اَنْ يَّحْلِقَ وَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ

وسلم نے سر منڈانے سے پہلے قربانی کی اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔

بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

محصر پر بدل نہیں

۳۱۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّمَا الْبَدَلُ عَلٰى مَنْ نَقَضَ حَجَّهٗ بِالتَّلَذُّذِ فَاَمَّا مَنْ حَبَسَهٗ عُذْرٌ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَاِنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ وَّهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهٗ اِنْ

ت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا بدل اسیر ہے جس نے اپنے حج کو تلذذ کے لئے نقصان پہنچایا ہو لیکن جسے عذر وغیرہ نے روکا ہو وہ احرام کھولدے اور اس پر بدل نہیں اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہے اور وہ روکدیا گیا تو

اسمیں ایام نحر کی قید نہیں۔ کہ ہدی ایام نحر میں اپنے ٹھکانے پہنچے۔ اسلئے یوم نحر سے پہلے ہی اگر ہدی اپنے ٹھکانے پہنچ جائے تو احرام کھولنا جائز ہوگا۔ مگر امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ یوم نحر میں ہدی اپنے ٹھکانے پہنچے۔ البتہ محصر بالعمرہ کے لئے بالاتفاق یہ شرط نہیں کہ یوم نحر میں ہدی اپنے ٹھکانے پہنچے۔

تشریحات ۳۱۸ اس تعلیق کو امام محمد بن اسحٰق راہویہ نے اپنی تفسیر میں موصول کیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے۔

من نقض دوسرے نسخے میں نقض ہے۔ یعنی توڑا۔ تلذذ۔ سے یہاں مراد جماع ہے۔ عذر سے مراد ہر وہ سبب ہے جس کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکے خواہ دشمن ہو یا بیماری ہو۔ یا نفقے کا چوری ہو جانا ہو۔ اور یہاں حج سے مراد حج نفل ہے جیسا کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ انھوں نے فرمایا اگر حج اسلام ہو تو اس پر قضا ضروری ہے۔ اور اگر فرض نہ ہو تو اس پر قضا نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا۔ کہ حج نفل ہو یا فرض۔ احصار کی وجہ سے نہ کر سکا تو اس پر اس کی قضا ہے۔ اس لئے کہ احرام کے بعد حج نفل بھی واجب ہو جاتا ہے۔

محصر ہدی کہاں ذبح کرے یہ مسئلہ صحابہ اور ان کے بعد بھی مختلف فیہ ہے۔ کہ محصر ہدی کہاں ذبح کرے۔ حل میں کافی ہے یا حرم میں بھیجنا ضروری ہے۔ ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ حرم میں فرج ہو

كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ

اس کی قربانی کردے۔ اگر ہدی حرم میں بھیجنے کی استطاعت نہ ہوتو۔ اور اگر

لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ۔

اس کی استطاعت ہو تو احرام نہ کھولے یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانے پہنچ جائے۔

ت ۳۱۹ قَالَ مَالِكٌ وَّغَيْرُهٗ يَنْحَرُ هَدْيَهٗ وَيَحْلِقُ فِىْ اَىِّ مَوْضِعٍ

امام مالک وغیرہ نے فرمایا جس جگہ بھی ہو قربانی کردے اور سر منڈا دے

كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِاَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

اور اس پر قضا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

اختلاف کی بنیاد اس پر قائم ہے۔کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال اپنے قربانی کے جانور حل میں ذبح فرمائے تھے یا حرم میں۔ امام عطا امام اسحٰق نے فرمایا کہ حرم میں ذبح فرمائے تھے۔ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ حل میں۔

تشریحات ۳۱۹ امام مالک کا یہ ارشاد ان کے موطا[۵۲] میں مذکور ہے۔ البتہ والحدیبیۃ لیس من الحرم امام مالک کا قول نہیں۔

وغیرہ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ وغیرہ سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔ کیونکہ انھوں نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ حدیبیہ حرم سے نہیں اس پر علامہ عینی نے تعقب فرمایا کہ خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔ جب ایسا ہے تو کس کی عقل میں یہ بات آئے گی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حل میں قربانی کریں گے۔ جبکہ ہدی کے بارے میں صاف صاف ارشاد ہے۔

هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ مائدہ (۹۵) اسکے بدلے قربانی کا جانور ہے جو کعبہ تک پہنچے۔

والحدیبیۃ یہ خواہ امام مالک کا ارشاد ہو یا امام شافعی کا یا امام بخاری کا یا کسی کا ہو متفق علیہ نہیں۔ گزر چکا کہ امام عطا اور امام ابن اسحٰق کا قول ہے کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔

نیز امام ابو جعفر[۵۳] طحاوی نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیمہ حل میں تھا۔ اور نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں تھی۔ نیز امام[۵۴] بیہقی نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

اس صورت حال میں جبکہ محصر ہدی حرم میں بھیج سکتا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ حرم ہی میں ذبح کی جائے گی۔ پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حرم میں ذبح پر قدرت ہوتے ہوئے حل میں ہدی ذبح کر دیں گے۔

---

[۵۱] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۷، [۵۲] کتاب الحج ص ۱۴۸، [۵۳] شرح معانی الآثار اول۔ مناسک۔ باب الهدی صد عن الحرم ص ۳۶۲
[۵۴] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۹۔

اَصْحَابُهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوْا وَحَلَقُوْا وَحَلُّوْا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ
صحابہ نے حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈایا اور پورے طور سے احرام کھول دیا
الطَّوَافِ وَقَبْلَ اَنْ يَّصِلَ الْهَدْيُ اِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ اَنَّ النَّبِيَّ
قبل اس کے کہ طواف کریں اور ہدی بیت اللہ تک پہنچے پھر یہ مذکور نہیں کہ نبی
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَحَدًا اَنْ يَّقْضِيَ شَيْئًا وَّلَا يَعُوْدُوْا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ قضا کرنے یا اعادہ کرنے کا حکم
لَهُ ۔ وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِّنَ الْحَرَمِ ۔
دیا ہو۔ اور حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔

محصر پر قضا ہے ہمارے یہاں احصار عمرے سے ہو یا حج سے۔ احصار زائل ہو جانے کے بعد اس کی قضا واجب ہے۔ حج کے بارے میں حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی کہ فرمایا وعلیه حجة اخرى۔ پھر خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گزری کہ انھوں نے فرمایا حتی یحج عاما قابلا۔ رہ گیا عمرہ تو ہمارے یہاں اس کی بھی قضا ہے۔ کیوں کہ احرام کے بعد اس کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب ہوگئی اور اس نے عمرہ ادا کیا نہیں تو بری الذمہ کیسے ہوگا۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔ محصر عن الحج کے بارے میں فرمایا کہ وہ سال آئندہ حج کرے اور اس کے پہلے فرمایا سنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے سے روکے گئے۔ اسی پر قیاس کرکے حج کی قضا کا حکم دیا تو اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عمرے کی قضا نہ کی ہوتی تو یہ قیاس کیسے درست ہوتا۔ علاوہ ازیں سال آئندہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عمرہ فرمایا اس کا نام ہی عمرة القضاء ہے۔ اعلان عام فرما دیا تھا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے۔ ان میں سے جتنے زندہ ہیں وہ سب چلیں کوئی رہ نہ جائے۔ جیسا کہ امام حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے[۱]۔ یعقوب بن سفیان[۲] نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ عمرة القضیہ ۷ھ کے ذو قعدہ میں ہوا تھا۔ حضور نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا۔ کہ اس عمرے کی قضا میں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روک دیا تھا سب عمرہ کریں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی نے فرمایا کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

قضاءً لعمرتهم التي صدهم المشركين عنها بالحديبية ۔ اپنے اس عمرے کی قضا جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روک دیا تھا۔

تمام شرکاء حدیبیہ کو عمرة القضا میں شرکت کا حکم دیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسے قضاءً

---

[۱] زرقانی علی المواهب ثانی۔ ص ۲۵۴ ۔ [۲] ایضاً

بَابُ الْاِطْعَامِ فِی الْفِدْیَةِ نِصْفُ صَاعٍ ۲۴۴

فدیے میں نصف صاع کھانا کھلانا ہے۔

۱۰۶۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ	حدیث عبداللہ بن معقل نے کہا میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت
رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْیَةِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِیَّ خَاصَّةً	میں بیٹھا تھا تو میں نے فدیے کے بارے میں پوچھا فرمایا خاص میرے بارے میں
وَهِیَ لَكُمْ عَامَّةً حُمِلْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	نازل ہوا ہے۔ اور یہ تم سب کو عام ہے مجھے اس حالت میں لاد کر رسول اللہ صلی اللہ

لعمرتهم الخ فرمانا۔ اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے حدیبیہ میں چھوٹے ہوئے عمرے کی قضا میں عمرۃ القضا کیا۔ ظاہر ہی ہے۔ تاویل کا باب وسیع ہے۔ مگر جب درایت کا بھی مقتضی یہی ہے کہ قضا واجب ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں قضا بمعنی ادا ر ما فات کے معنی کو ترجیح ہوگی۔

تشریحات ۱۰۶۲ یہ حدیث باختلاف الفاظ یہیں پانچ طریقوں سے مروی ہے۔ چار طریقوں میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور ایک طریقے میں عبد اللہ بن معقل سے۔ یہ قصہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ جیسا کہ یہیں باب النسك شاۃ میں تصریح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن معقل نے کوفے کی مسجد میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ جیسا کہ مغازی میں ہے۔ قصہ یہ ہوا۔ کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر گیسو تھے اور اس میں جوئیں پڑ گئیں وہ بھی اتنی کثرت سے کہ جوئیں ان کے چہرے، بھنوؤں، داڑھی پر گرتی رہتی تھیں۔ ان کے کاٹنے سے اتنی تکلیف تھی کہ وہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا میں اندھا ہو جاؤں گا۔ اسوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا سر منڈا دیا اور انھیں فدیے کا حکم دیا۔ عام روایتوں میں تخییر ہے کہ چاہے تو روزہ رکھے چاہے چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ مگر ہم نے حضرت عبد اللہ بن معقل کی جو روایت لی ہے۔ اس میں ترتیب ہے۔ امام واحدی کی اسباب نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک روایت ایسی ہے جسمیں بھی ترتیب ہے۔ مگر راجح عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت ہے جسمیں ترتیب نہیں تخییر ہے۔ کیونکہ یہی نص قرآنی کے مطابق ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ
تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا کہ جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں حضور نے

مَا أَرٰى أَوْ مَا كُنْتُ أُرٰى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرٰى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا
فرمایا میں نہیں جانتا تھا کہ تیری تکلیف اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں

قَالَ فَصُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ
یا حضور نے وجع کے بجائے جہد فرمایا (فرمایا) کیا بکری کی استطاعت ہے میں نے عرض کیا

صَاعٍ عـ۵
نہیں تو فرمایا تین دن روزہ رکھ یا چھ مسکینوں کو غلہ دے - ہر مسکین کو آدھا صاع -

بَابُ وَإِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ

جب غیر محرم شکار کر کے محرم کو ہدیہ دے تو کھالے ص ۲۴۵

ت ۳۲۰ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَّهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ
حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما احرام کی حالت میں ذبح کرنے

ففدية من صيام او صدقة او نسك (بقرہ ۱۹۶) تو اس پر فدیہ ہے، روزہ یا صدقہ یا قربانی اور یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہے کہ اگر بضرورت سر منڈایا ہے تو اسے اختیار ہے ان تینوں میں سے جو چاہے فدیہ دے۔ ہاں اگر بلا ضرورت منڈایا تو فدیے میں قربانی واجب ہے۔ جبکہ چوتھائی یا اس سے زائد منڈایا ہو۔ اگر چوتھائی سے کم منڈایا تو صدقہ ہے۔

نصف صاع حضرت عبد اللہ بن معقل کی روایت میں لکل مسکین نصف صاع اور حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی کی ایک روایت میں فرقا بین ستۃ مساکین ہے۔ یعنی چھ مسکینوں کو ایک فرق دے۔ جلد ثانی ص۷۹ پر گزر چکا کہ فرق تین صاع حجازی ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔

تشریحات ۳۲۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو امام عبد الرزاق نے موصولا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے مجھے اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام ابو بکر بن ابو شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ صباح بجلی کہتے ہیں۔ میں نے حضرت

عـ۵ ابواب المحرم ص ۲۴۴۔ پانچ طریقے سے اکٹھے۔ ثانی المغازی۔ باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸ ص ۶۰۲ دو طریقے سے تفسیر سورہ بقرہ۔ باب قوله فمن كان منكم مريضا اوبه اذى من راسه ص ۶۴۸۔ الطب۔ باب الحلق من اذى ص ۸۵۰۔ النذور باب کفارات الیمین ص ۹۹۲۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی۔ مناسک۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۴۲۔

نحو الابل والغنم والبقر والدجاج والخیل۔

میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے یعنی شکار کے علاوہ اور جانور جیسے اونٹ، بکری، گائے، مرغی، گھوڑا۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ محرم ذبح کر سکتا ہے کہ نہیں۔ ان دونوں تعلیقوں سے باب کو کوئی تعلق نہیں
وھو غیر الصید یہ حضرت امام بخاری کی توجیہ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ محرم اگر شکار ذبح کرے گا
تو اس پر جزا واجب ہے۔

تفسیر یقال عدل مثل فاذا کسرت قلت عِدلٌ فھو زنة۔ ذلك قیاما قواما
یعدلون یجعلون له عدلا۔ عدل۔ عین کے فتحے کے ساتھ مثل کے معنی میں ہے۔ اور عِدل کسرے
کے ساتھ ہموزن کے معنی میں ہے۔ قیامًا۔ کے معنی قوامًا ہیں۔ یعدلون۔ کے معنی ہیں کہ اس کے مثل
ٹھہراتے ہیں۔

اس کے پہلے والے باب کے ضمن میں سورہ مائدہ کی آیہ کریمہ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ الآیۃ۔ نقل
فرمائی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے۔

جَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ (مائدہ ـ ۹۵) جو شخص قصداً کسی شکار کو مار ڈالے تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ مقتول جانور کے مثل دے جسکا فیصلہ دو ثقہ آدمی کریں

اس آیۃ کریمہ کے بعد ہے أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا۔ یا اس کے برابر روزے۔ امام بخاری نے حسب عادت
اس کی تفسیر فرمائی کہ۔ عَدل۔ عین کے فتحے اور کسرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اول کے معنی مثل کے ہیں
اور دوسرے کے ہم وزن ہم مقدار کے ہیں۔ آگے قرآن مجید میں ہے۔

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ۔ (مائدہ ـ ۹۷) اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر لوگوں کے قیام کا سبب بنایا

تو قیامًا۔ کی تفسیر فرمائی کہ یہ قوامًا کے معنی میں ہے۔ یعنی جس پر لوگوں کی بقا اور نظام ہو اسطرح قرآن مجید
میں متعدد جگہ یَعْدِلُوْنَ۔ آیا ہے۔ اس کی بھی تفسیر فرمادی کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کافر اپنے رب کا برابر ٹھہراتے ہیں

لطیفہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جب گرفتار ہو کر حجاج بن یوسف کے پاس لائے گئے تو اس نے پوچھا
مجھے کیا سمجھتے ہو۔ فرمایا۔ انت القاسط العادل۔ تو قاسط و عادل ہے۔ قسط کے معنی بھی عدل و انصاف
کے ہیں۔ اس پر تمام دربار حیرت زدہ رہ گیا۔ کہ یہ دربار کے باہر حجاج کو کیا کیا کہتے، اور اب جان کے ڈر سے عادل،
منصف کہہ رہے ہیں۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ حجاج نے اپنی فطری چالاکی سے بھانپ لیا۔
اس نے درباریوں سے کہا۔ تم لوگ سمجھے بھی کہ اس نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس نے مجھے جہنمی اور کافر کہا ہے۔ قرآن مجید
میں ہے:

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (جن ـ ۱۵) اور ظالم جہنم کے ایندھن ہوں گے۔

۱۰۶۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ اَبِیْ عَامَ الْحُدَیْبِیَةِ فَاَحْرَمَ اَصْحَابُهٗ وَلَمْ یُحْرِمْ وَحُدِّثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَدُوًّا یَغْزُوْهُ فَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا اَنَا مَعَ اَصْحَابِهٖ یَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَیْهِ فَطَعَنْتُهٗ فَاَثْبَتُّهٗ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّعِیْنُوْنِیْ فَاَکَلْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَخَشِیْنَا اَنْ نُّقْتَطَعَ فَطَلَبْتُ النَّبِیَّ

حدیث عبداللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے باپ حدیبیہ کے سال چلے ان کے ساتھیوں نے احرام باندھا اور انھوں نے نہیں باندھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا کہ کوئی دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے حضرت ابو قتادہ نے کہا میں صحابہ کے ساتھ تھا کہ یک بیک صحابہ ایک دوسرے کو دیکھکر ہنسنے لگے اب میں نے دیکھا کہ ایک گورخر سامنے ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے نیزہ بھونک کر گرا دیا۔ ان لوگوں سے میں نے مدد چاہی تو لوگوں نے منع کر دیا اب ہم نے اسکا گوشت

اور فرمایا۔

ثم الذین کفروا بربھم یعدلون ۔ انعام (۱) پھر کافر اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

اب لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور ماننا پڑا کہ اللہ کے شیر گردن پر تلوار ہوتے ہوئے بھی حق ہی کہتے ہیں۔

تشریحات ۱۰۶۳ یہ حدیث بخاری میں آٹھ طریقوں سے مذکور ہے اور ہر روایت میں کچھ کچھ زیادتی ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر چونکہ مقصود عمرہ کرنا تھا اس لئے صحابہ کرام نے احرام باندھ لیا تھا مگر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور راستے میں عسفان میں آکر ملے تھے۔ اس لئے انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا[۱] حضرت ابو قتادہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے چپل درست کر رہے تھے کہ گورخر نظر آیا۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کو دیکھکر ہنسنے لگے۔ حضرت ابو قتادہ نے سر اٹھایا اور گورخر کو دیکھا۔ انھوں نے اپنے گھوڑے پر جس کا نام جراد تھا، زین کسی اور سوار ہوئے مگر کوڑا اور نیزہ لینا بھول گئے، لوگوں سے مانگا مگر کسی نے نہیں دیا۔ اس پر انھیں غصہ آیا اور گھوڑے سے اتر کر کوڑا اور نیزہ لیا۔ اور گورخر کا شکار کر لیا۔ اب لوگوں سے کہا کہ آؤ اسے اٹھانے چلو، مگر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ سب نے انکار کر دیا۔ یہ خود ہی اٹھا لائے۔ کچھ لوگوں نے اسے کھایا اور لوگوں نے نہیں کھایا۔ مگر دغدغہ سب کو رہا۔ انھوں نے ایک اگلی ران چھپالی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو سارا ماجرا سنایا۔ دریافت فرمایا، تم لوگوں نے بتایا تو نہیں تھا، اس کی طرف اشارہ تو نہیں

[۱] شرح معانی الآثار اول۔ الحج۔ باب الصید الذی یذبحہ الحلال فی الحل ص ۳۳۰

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارفع فرسی شاواً واسیر
کھایا اور ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم بچھڑ نہ جائیں اب میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
شاوا فلقیت رجلا من بنی غفار فی جوف اللیل قلت این
کی تلاش شروع کی کبھی گھوڑے کو تیز دوڑاتا کبھی معمولی رفتار سے چلاتا رات میں میری
ترکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ترکتہ بتعھن وھو
ملاقات بنی غفار کے ایک شخص سے ہوئی میں نے پوچھا تو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑا
قائل السقیا فقلت یا رسول اللہ ان اھلک یقرءون علیک
اس نے بتایا میں حضور سے تعہن میں جدا ہوا تھا اور حضور کا ارادہ سقیا میں قیلولہ فرمانے کا تھا

کیا تھا، لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کھاؤ (اور دریافت فرمایا) اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہے؟ عرض کیا اگلی ران ہے۔ حضور نے اسے لیا اور تناول فرمایا۔ اور دوسرے حضرات نے بھی کھایا۔

عام الحدیبیۃ | مگر امام واقدی نے روایت کیا کہ واقعہ عمرۃ القضا میں ہوا تھا۔

ان عدوًا یغزوہ | اس سے مراد یہ ہے کہ خبر ملی کہ عرب کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ منذری نے کہا کہ حضرت ابو قتادہ کو اہل مدینہ نے اس خبر کے ملنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اسی لئے انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

ان نقتطع | چونکہ شکار کا گوشت الگ کرنے اور اسے بھوننے، پکانے، کھانے میں کافی وقت صرف ہوگیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل چلتے رہے۔ اور کافی دور نکل گئے تھے۔ مگر اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

فخشوا ان یقتطعھم العدو دونک آپکے اصحاب کو اندیشہ ہے کہ دشمن انکو حضور سے علیحدہ نہ کردیں۔

ظاہر ہے کہ دونوں میں منافات نہیں۔

بتعھن | تعہن ایک جگہ کا نام ہے۔ اسمیں مندرجہ ذیل لغات ہیں (۱) تا کو فتحہ عین ساکن ہا ہوز مکسور (۲) اسی تفصیل کیساتھ تا کو کسرہ (۳) تا، اور ہا کو فتحہ (۴) تا، اور عین کو ضمہ اور ہا رمشدد (۵) اسی تفصیل کیا تھ تا کو کسرہ۔ مگر اصحاب حدیث عین کو ساکن پڑھتے ہیں۔ تعہن سقیا سے تین میل کے فاصلے پر ایک چشمے کا نام ہے۔ سقیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان، فرع کے ملحقات میں ایک بستی کا نام ہے۔ فرع۔ ایک شہر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ غفاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے حضور کو تعہن میں چھوڑا ہے۔ اور حضور سقیا پہنچکر قیلولے کا ارادہ رکھتے تھے۔

ان اھلک | اہل سے ازواج مطہرات بھی مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیبیہ میں ساتھ تھیں۔ اور اصحاب بھی جیساکہ دوسری روایتوں میں وارد ہے۔

السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا اَنْ يُّقْتَطَعُوْا دُوْنَكَ فَانْتَظِرْ

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی) اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضور کے

هُمْ - قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ

متعلقین سلام عرض کرتے ہیں۔ اور انھیں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بچھڑ نہ جائیں انکا انتظار

یہیں[1]۔ باب لایعین المحرم الحلال یقتل الصید۔ میں ہے۔ وکنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقاحۃ۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قاحہ میں تھے۔ قاحۃ مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر، سُقیا سے ایک میل پہلے ہے۔ یعنی گورخر کے تسکار کا قصہ قاحہ میں پیش آیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ میں ایک ٹیلے کی آڑ سے گیا اور گورخر کو زخمی کر دیا۔

اسی کے بعد[2]۔ باب لایشیر المحرم الی الصید لکی یصطادہ الحلال۔ میں ہے۔ خَرَجَ حَاجًا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے۔ ابھی روایت گزری کہ یہ واقعہ حدیبیہ یا عمرۃ القضا کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اور درایت کا بھی یہی تقتضٰی ہے۔ اس لئے کہ حج کے موقعہ پر بے پناہ مجمع تھا۔ کسی دشمن کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اور نہ کسی کی ہمت تھی۔ کہ مدینہ طیبہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا علامہ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ۔ حاجًا۔ مجاز ہے معتمرا سے اور اسمیں کوئی بعد نہیں۔ دونوں میں قدر مشترک حاضری بیت اللہ ہے۔ آگے ہے۔

فصرف طائفۃ منھم ابو قتادہ فقال خذوا ساحل البحر حتی نلتقی فاخذوا ساحل البحر فلما انصرفوا۔ احرموا کلھم الا ابو قتادۃ۔

حضور نے ایک گروہ کو جسمیں ابو قتادہ بھی تھے۔ ساحل سمندر کی طرف بھیجا اور فرمایا ہم سے آکے مل لینا۔ یہ لوگ ساحل کیطرف سے چلے اور جب واپس ہوئے تو سب نے احرام باندھ لیا سوائے ابوقتادہ کے۔

اس گروہ کو ساحل سمندر کے راستے سے روانہ کرنے میں دو حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا گیا تھا کہ کوئی دشمن مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دشمن ساحل بحری کی طرف کا رہا ہو۔ تحقیق حال اور مرعوب کرنے کے لئے ادھر بھیجا ہو۔ دوسرے گزر چکا کہ انھیں زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا، ہو سکتا ہے۔ یہ وصولی اسی طرف کرنی تھی، یا دونوں مقصد رہا ہو۔

الا ابوقتادۃ اس پر دو شبہہ ہے۔ اول یہ کہ راوی خود حضرت ابو قتادہ ہیں۔ تو انھیں فرمانا چاہئے تھا الا انا مگر میں نے۔ اور یہی شبہہ اس کے پہلے بھی ایک جگہ وارد ہے۔ کہ فرمایا۔ فیھم ابو قتادۃ۔ علامہ عینی نے یہ جواب عطا فرمایا کہ اسمیں۔ تجرید۔ ہے۔ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ یہاں۔ احرموا کلھم الا ابوقتادۃ لم یحرم

[1] ص ۲۴۶ [2] ص ۲۴۶

فَاَصْلَتُّ فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ ع۵

فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک گورخر حاصل کیا ہے اور میرے پاس اسکا کچھ بچا ہوا ہے حضور نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ لوگ احرام باندھے ہوئے تھے

میں مستثنیٰ بالّا کلام موجب میں واقع ہے۔ اس لئے مستثنیٰ کو نصب ہونا چاہئے۔ اور بجائے ابو قتادہ کے ابا قتادۃ ہونا چاہئے تھا۔ اور یہی کشمیہنی کی روایت ہے۔ اور مسلم کی بھی۔ مگر اکثر کی روایت الا ابو قتادۃ رفع کے ساتھ ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ مذہب اکثر متاخرین بصریین کا ہے۔ مگر قرآن کریم میں مستثنیٰ بالّا مرفوع کلام موجب میں ہونے کے باوجود وارد ہے۔ ارشاد ہے

فَشَرِبُوا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۔ اور حدیث میں۔ وکل امتی معافیً الا المجاهرون۔ یہاں دونوں جگہ مستثنیٰ بالّا کلام موجب میں ہے اور مرفوع ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے۔ الا معنی میں لکن کے استدراک کیلئے ہے۔ یعنی سب نے پیا البتہ تھوڑے لوگوں نے نہیں پیا۔

ہر امتی کی بخشش ہوگی۔ لیکن علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ ہوگی۔ اسی کے مطابق یہاں بھی ہے کہ سب نے احرام باندھ لیا تھا۔ لیکن ابو قتادہ نے نہیں باندھا تھا۔

کوفیوں نے کہا کہ اس قسم کے مواقع پر الا حرف عطف ہے۔ اس کا مابعد ماقبل پر معطوف۔ اس لئے اس کا وہی اعراب ہے جو ماقبل کا ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ اس کے مذہب کے اعتبار سے ہے۔ جس نے علی بن ابو طالب کو درست کہا ہے۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے۔ رواُحُمُرَ وَحشٍ۔ جمع کے ساتھ یعنی گورخروں کو لوگوں نے دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا ریوڑ تھا۔ آگے ہے۔ فعقر منها اتانا۔ یعنی ایک مادہ کا شکار کیا۔ اخیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے انھیں حکم دیا تھا یا اشارہ کیا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا، نہیں۔ تو فرمایا۔ کھاؤ۔

ما بقی من لحمها | کتاب الھبہ میں ہے۔ فرحنا وخبأت العضد معی۔ ہم خوش ہوئے اور میں نے بازو اپنے ساتھ چھپا لیا۔ آگے ہے۔ حضور نے اسے تناول فرمایا یہاں تک کہ ہڈی رہ گئی۔ کتاب الجہاد میں ہے۔ کہ۔ ومعنا رجله۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اور ہم نے حضور کے لئے دست اٹھا رکھا ہے۔ ان سب میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوا یہ ہوگا کہ اگلی کسی ٹانگ کی ران بچائی ہوگی۔ اسپر رجل بھی صادق ہے [illegible] دبھی اور ذراع بھی۔

ع۵ ایضاً۔ باب اذا رای المحرمون صیدا فضحکوا ص ۲۴۵۔ باب لا یعین المحرم الحلال فی قتل الصید ص ۲۴۶ باب لا یشیر المحرم الی الصید ص ۲۴۶۔ الھبۃ۔ باب من استوھب من اصحابه شیئا ص ۳۴۹۔ الجهاد۔ باب اسم الفرس والحمار ص ۴۰۰۔ ثانی۔ المغازی۔ باب غزوۃ حدیبیۃ ص ۵۹۷ اول الجزء۔ الاطعمۃ۔ باب تعرق العضد ص ۸۱۴ مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ نسائی۔ الحج۔ ابن ماجه۔ مناسک۔

بَابُ اِذَا اَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

محرم کو اگر کوئی زندہ گورخر ہدیہ کرے تو قبول نہ کرے ص ۲۴۶

۱۰۶۴	عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ
حدیث	حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اور
	اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا وَّ
	صحابہ ابواء یا ودان میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسائل:۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ (۱) احرام کی حالت میں شکار جائز نہیں۔ (۲) محرم کو یہ جائز نہیں کہ شکار کا پتہ کسی غیر محرم کو بتائے یا شکار کی جانب اشارہ کرے۔ (۳) غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے (۴) محرم کا کیا ہوا شکار مردار کے حکم میں ہے۔ (۵) گورخر، جنگلی گدھا جسے ہمارے دیار میں گھنڑ روج اور بعض علاقوں میں سانبھر کہتے ہیں، حلال ہے۔ اس کے جواز پر سارے ائمہ کا اتفاق ہے مگر دیوبندی اسے حرام کہتے ہیں۔ کٹک کے مناظرے میں اس پر دو گھنٹے تک انھوں نے بحث کی اور اخیر دم تک نہیں مانے (۶) شکار کو دھاردار آلے سے زخمی کیا اور مرگیا، ذبح پر قدرت نہ ہوسکی تو وہ حلال ہے، زخم کہیں بھی لگا ہو۔ (۷) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی اجتہاد درست اور اس پر عمل بھی جائز تھا کیونکہ اس بارے میں کوئی حکم نہیں تھا کہ اگر حل میں غیر محرم شکار کرے تو محرم کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے عمل فرمایا۔

تشریحات ۱۰۶۴ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوسفیان کے بھانجے انکی بہن فاختہ یا زینب کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی ہے۔ ودان میں رہائش پذیر تھے۔ فارس کے دارالسلطنت اصطخر کی فتح میں شریک تھے۔ اس فتح کے موقعہ پر کسی نے اڑادیا کہ دجال نکل آیا۔ اس پر حضرت صعب نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جبتک لوگ اسے بھول نہیں جائیں گے۔ یہ قریش کے حلیف تھے اور محلم بن جثامہ کے بھائی تھے [۱]۔ الابواء۔ فرع کے مضافات میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مدینہ کی طرف سے جحفہ سے اس کا فاصلہ تینتیس ۳۳ میل ہے۔ اس کو ابواء اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سیلاب کا پانی جمع ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہاں اکثر وبا رہتی ہے۔ یہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئی تھیں اور یہیں مزار پاک ہے

[۱] اصابہ جلد ثانی ص ۱۸۴-۵

هُمْ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَیْهِ فَلَمَّا رَاٰی مَا فِیْ وَجْهِهٖ قَالَ

کی خدمت میں انھوں نے گورخر کا ہدیہ پیش کیا۔ حضور نے اسے واپس فرما دیا جب ان کے

اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَیْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ عہ

چہرے پر مایوسی کا اثر دیکھا۔ فرمایا۔ ہمنے صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔

بَابُ مَا یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ ص ۲۴۶

محرم کن جانوروں کو مار سکتا ہے

حدیث ۱۰۶۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

وَدَّان ۔ ابواء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے۔ حضرت صعب بن جثامہ یہیں رہتے تھے۔ یہ راوی کا شک ہے۔ اور اغلب یہ ہے کہ یہ شک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا ہے۔

انہ اھدی بخاری کی روایت میں نہ زندہ کا لفظ ہے نہ مذبوح کا۔ مگر امام بخاری نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ زندہ ہی پیش کیا ہوگا۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس فرمایا۔ ورنہ حضرت ابوقتادہ والی روایت سے تعارض لازم آئیگا۔ مگر بہت سی روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ مذبوح تھا اور اسکا ایک ٹکڑا پیش فرمایا تھا۔ بعض روایتوں میں سرین ہے اور بعض میں پاؤں۔ اسی سے وہ لوگ دلیل لاتے ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ محرم کو شکار کھانا مطلقاً منع ہے۔ اگرچہ غیر محرم نے شکار کیا ہو۔ اور ذبح کیا ہو مگر جب یہ حدیث خود مضطرب ہے تو حضرت ابوقتادہ کی حدیث کے معارض نہیں۔

لم نردہ کشمیہنی کی روایت۔ لم نُرْدُدْهُ۔ فکِّ ادغام کے ساتھ ہے۔ مضاعف مضموم العین جب حالت جزم میں ہو تو اس میں چار لغات ہیں۔ فتحہ۔ کیونکہ یہ اخف الحرکات ہے۔ عین کی متابعت میں ضمہ۔ کسرہ اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دیجاتی ہے تو کسرے ہی کی دیجاتی ہے۔ اور فک ادغام اس بنا پر کہ یہی اصل ہے۔ یہ اسوقت ہے جبکہ اخیر میں ھا نہ لاحق ہو۔ اور اگر ھا لاحق ہو تو کسرہ چھوڑ کر تینوں صورتیں جائز ہیں۔

تشریحات ۱۰۶۵، ۶۶ دَوَابّ۔ دَابَّۃٌ کی جمع ہے۔ اور منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ دَابَّۃٌ دَبَّ یَدُبُّ کا اسم فاعل ہے اور اسمیں ھا مبالغہ کی ہے۔ یا معنی وصفی سے معنی اسمی کیطرف منتقل کرنے کے لئے ہے۔ زمین پر چلنے والا ہر جانور دابہ ہے۔ حتی کہ رینگنے والے کیڑے مکوڑے بھی۔ مگر عرف عام میں چوپائے کو کہتے ہیں۔ جیسے گھوڑا، خچر وغیرہ اور کبھی اس چوپائے کو کہتے ہیں جو سواری کے کام آئے۔ ان پانچ چیزوں

عہ ایضاً الھبۃ۔ باب قبول ھدیۃ الصید ص ۳۵۰۔ مسلم۔ ترمذی۔ الحج۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ مناسک

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ جانوروں کے مار ڈالنے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں۔

الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ - ح - حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ

دوسری سند کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک زوجہ سے روایت ہے کہ محرم انھیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مار ڈالے دوسری سند کے ساتھ ہے۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ - ح - قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْغُرَابُ

پانچ جانوروں کو کوئی قتل کر دے تو کوئی حرج نہیں

وَالْحِدَاءُ وَالْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ عہ

کوّا، چیل، چوہا، بچھو، کٹکھنا کتّا۔

۱۰۶۶ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں۔ انھیں حرم میں بھی

فَاسِقٌ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَاءَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

مارا جائے۔ کوّا، چیل، بچھو، چوہا، اور کٹکھنا کتّا۔ عہ

میں معنی عرفی کے لحاظ سے صرف کتّا دابہ ہے۔ اور معنی لغوی کے اعتبار سے چوہا، بچھو بھی۔ مگر کوّا اور چیل کسی معنی کے اعتبار سے دابہ نہیں۔ انھیں تغلیباً دواب میں شمار فرمایا۔ اسی لئے ہم نے انکا ترجمہ جانور کیا کہ سب کو شامل ہو جائے۔

فاسق: فسق کے معنی خروج کے ہیں۔ یعنی نکلنے کے ہیں۔ فاسق کو فاسق اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی پابندی سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر اسے لازم ہے سرکش ہونا۔ اور حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ چھیڑ خانی کے بغیر صرف ایذا پہنچانے کے لئے حملہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ انحصار انھیں پانچ میں نہیں اور بھی جانور ان میں داخل ہیں۔ سانپ تو بحکم حدیث داخل ہے۔ بقیہ مندرجہ ذیل قیاس سے۔ ان پانچ

عہ مسلم۔ نسائی۔ الحج عہ مسلم الحج

۱۰۶۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَارٍ بِمِنًی نَزَلَتْ عَلَیْہِ وَالْمُرْسَلٰتِ وَاِنَّہٗ لَیَتْلُوْھَا وَاِنِّیْ لَاَتَلَقَّاھَا مِنْ فِیْہِ وَاِنَّ فَاہُ لَرَطْبٌ بِھَا اِذْ وَثَبَتْ عَلَیْنَا حَیَّۃٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْھَا فَابْتَدَرْنَاھَا فَذَھَبَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُقِیَتْ شَرَّکُمْ

حدیث حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ منیٰ کے ایک غار میں تھے کہ سورۂ والمرسلت نازل ہوئی حضور اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے حضور کے دہن مبارک سے سن کر پڑھ رہا تھا حضور کا دہن پاک اس سے تر تھا کہ اچانک ہم پر ایک سانپ کودا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مار ڈالو ہم اس کی طرف بڑھے کہ وہ بھاگ گیا تو

تشریحات ۱۰۶۷ تفسیر میں ہے۔ کہ وہ سانپ اپنی بل میں گھس گیا۔ یہاں باب یہ ہے کہ محرم کن جانوروں کو مارے اور حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کہ یہ حضرات محرم تھے۔ منیٰ میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ محرم رہے ہوں۔ عام طور پر حجاج دس ذی الحجہ کو رمی اور قربانی کر کے احرام کھول دیتے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تو تصریح ہے کہ دس ذوالحجہ کو احرام کھول دیا۔ اور اغلب یہی ہے کہ صحابہ کرام نے بھی ورنہ کم از کم حضرت عبد اللہ بن مسعود راوی حدیث نے بھی ضرور احرام کھول دیا تھا۔

جواب: اس حدیث کی اس روایت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ احرام کی حالت میں ہوا تھا مگر اسماعیلی نے بطریق نمیر عن حفص بن غیاث یہ تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ عرفہ کی رات میں ہوا تھا۔ اس وقت یہ سبھی حضرات احرام میں تھے۔ یہ غار اب بھی محفوظ ہے۔ اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

مسائل: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سانپ کا احرام کی حالت میں خاص حرم میں قتل کرنا جائز ہے اسی پر قیاس کر کے تمام موذی جانوروں کا بھی قتل جائز ہے، جیسے چھپکلی، گرگٹ، مچھر، کھٹمل، بسو، مکھی وغیرہ اس سے ثابت ہوا کہ سانپ کو دیکھتے ہی اسے قتل کر دینا چاہیے۔ بعض احادیث سے گھروں کے سانپ کا استثنیٰ ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ پہلے انھیں متنبہ کیا جائے، پھر بھی گھر نہ چھوڑیں تو اسے بھی قتل کر دیا جائے۔

بعض نے فرمایا کہ یہ صرف مدینہ طیبہ کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جانوروں کے قتل کی علت ان کا فاسق ہونا ہے۔ اور مندرجہ ذیل جانور بھی فاسق ہیں۔ اسلئے حالت احرام اور حرم میں ان کا بھی قتل مباح ہے۔ مثلاً چھپکلی، گرگٹ، کھٹمل، مچھر، مکھی وغیرہ خبیث موذی جانور

کما وقیتم شرھا۔ قال ابو عبد اللہ انما اردنا بھذا ان منی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمھارے شر سے بچ گیا جیسا کہ تم لوگ اسکے شر سے بچ گئے۔ ابو عبد اللہ

من الحرم وانھم لم یروا بقتل الحیۃ بأسا

(امام بخاری) نے فرمایا۔ اس حدیث کے ذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ منی حرم سے ہے اور انلوگوں کے یہاں سانپ کے مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جانا

حدیث ۱۰۶۸ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال للوزغ فویسق

عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھپکلی فاسق ہے۔ اور میں نے

نے فرمایا۔ مدینے میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں[۵۱]۔ امام مالک نے فرمایا۔ مدینے کی تخصیص نہیں ہر آبادی کا یہی حکم ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ سانپ کو جہاں دیکھو قتل کر دو۔ خواہ آبادی میں ہوں، گھر میں ہوں، جنگل میں ہو کیونکہ حدیث میں مطلقاً ان کے قتل کا حکم ہے۔

تشریحات ۱۰۶۸ وزغ گرگٹ کو بھی کہتے ہیں اور چھپکلی کو بھی۔ امام نووی[۵۲] نے فرمایا قال اھل اللغۃ الوزغ وسام ابرص جنس فسام ابرص کبارہ۔ وزغ اور سام ابرص ایک جنس ہے۔ اور سام ابرص ان کے بڑے کو کہتے ہیں۔ علامہ دمیری[۵۳] نے لکھا۔ دویبۃ معروفۃ وھی وسام ابرص جنس مشہور چھوٹا سا جانور ہے۔ یہ اور چھپکلی ایک جنس ہے[۵۴]۔ علامہ کرمانی[۵۵] نے فرمایا۔ وزغ ایک جانور ہے جس کے پاؤں ہوتے ہیں اور وہ گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے۔ ابن اثیر[۵۵] نے کہا کہ یہ چھپکلی ہے۔

لم اسمعہ امر بقتلہ وزغ کو مارنے کا حکم دوسری حدیثوں میں وارد ہے۔ خود بخاری[۵۶] ہی میں حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وزغ کے مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا۔ مسند امام احمد[۵۷] اور ابن ماجہ[۵۸] میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے کہ ان کے گھر میں برچھی رکھی ہوئی تھی، دریافت کیا گیا، اس سے کیا کرتی ہیں۔ فرمایا اس سے وزغ مارتی ہوں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو روئے زمین پر کوئی ایسا جانور نہ تھا جس نے اسے بجھانے کی کوشش نہ کی ہو۔ سوائے وزغ کے۔ یہ آگ کو پھونکتا تھا اسو جہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

---

۵۱ مسلم ثانی۔ کتاب قتل الحیات وغیرھا ص ۲۳۵ ۵۲ شرح مسلم ثانی ص ۲۳۶ ۵۳ حیاۃ الحیوان ثانی ص ۳۷۹ ۵۴ عمدۃ القاری عاشر ص ۱۸۵ ۵۵ ایضا ۵۶ اول۔ الانبیاء۔ باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ص ۴۷۳ ۵۷ مسند جلد سادس ص ۸۲ ۵۸ الصید۔ باب قتل الوزغ ص ۲۴۰ ۵۰ ایضاً ثانی۔ التفسیر سورۃ والمرسلت ص ۷۳۴، تین طریقے سے مسلم الحج۔ قتل الحیات۔ نسائی مناسک۔

وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ۔ ع۵

یہ نہیں سنا کہ اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔

بَابُ لَا یُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ ۲۴۷

حرم کا درخت نہ کاٹا جائے

۱۰۶۹ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْعَدَوِیِّ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ

حدیث ابو شریح عدوی سے مروی ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا

ملکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وزغ کو پہلے حملے میں مار ڈالے اس کے لئے سو نیکی ہے۔ اور جو دوسرے میں مارے اسے اس سے کم اور جو تیسرے میں مارے اسے اس سے کم [1] یہ ثواب کی کمی بیشی مارنے والے کی توجہ کی کمی بیشی کیوجہ سے ہے۔ کہ جسے اس کے مارنے کی طرف کامل رغبت ہوگی وہ پوری توجہ سے ماریگا اس لئے اسے سب سے زیادہ ثواب ہے اور جو کم رغبت رکھے گا وہ کم توجہ سے مارے گا۔ اسلئے اسکے ثواب میں کمی ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آگ پر پھونکنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ بہت ہی بدطینت جانور ہے۔ اور دوسرے کو ضرر پہنچانے پر حریص، اور جانوروں کی طینت بدلتی نہیں۔ اس لئے آج اس کی نسل سے جو پائے جاتے ہیں وہ بھی اسی کی طرح بدطینت، خبیث النفس ہیں۔ اس لئے ان کے مارنے کا حکم دیا۔ یہ اتنا بدطینت ہے کہ جس برتن سے پانی پاتی پیتا ہے اس میں اپنا زہر ملا دیتا ہے، جس کے پینے سے بدن پر چھتیاں پڑ جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین نے جو یہ فرمایا کہ میں نے حضور سے یہ نہیں سنا کہ اس کے قتل کا حکم دیا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حالت احرام اور حرم میں قتل کا حکم دیا ہو۔ ورنہ مطلق قتل کرنے کا حکم متعدد احادیث میں وارد ہے جنمیں سے دو حدیثیں خود ام المومنین ہی سے مروی ہیں۔ ایک ابھی گزری دوسری یہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے۔ جو ایک وزغ کو قتل کرے اللہ اس کے سات گناہ مٹا دیگا[2] اس کے علاوہ حضرت ام شریک کی بھی حدیث گزری۔ نیز حضرت سعد بن وقاص، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت ام المومنین کی اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ حضور نے احرام کیحالت میں اور حرم میں وزغ کے قتل کا حکم دیا ہو۔ مگر اسے فویسق کہا ہے یعنی بڑا فاسق یا چھوٹا فاسق۔ اس سے ظاہر کہ اسے احرام اور حرم میں قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ فویسق۔ فاسق کی تصغیر ہے۔ یہ تحقیر کیلئے بھی ہوسکتی ہے اور تعظیم کیلئے بھی۔ پہلی صورت میں اس کا معنیٰ ہوا چھوٹا فاسق۔ اور دوسری صورت میں بڑا فاسق۔

تشریحات ۱۰۶۹ ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ان کا نام خویلد ہے۔ اور باپ کا نام عمرو ہے۔ یہ بنی خزاعہ کے فرد تھے۔ بنی عدی سے ان کا کوئی نسبی تعلق

---

[2] حیوۃ الحیوان ثانی ص ۳۸۰ بحوالہ تاریخ ابن النجار ع۵ مسلم۔ ثانی۔ قتل الوزغ۔ نسائی، الحج

[1] مسلم ثانی باب استحباب قتل الوزغ ص ۲۳۶

وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ إِيْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ

جبکہ وہ مکے کی جانب فوجوں کو بھیج رہا تھا۔ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھ سے رسول اللہ

قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بیان کروں جو حضور نے فتح مکہ کے دوسرے دن فرمایا جسے

فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ

میرے دونوں کانوں نے سُنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا ہے اور جب حضور ارشاد فرما رہے

أَنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ

تھے تو حضور کو میری دونوں آنکھیں دیکھ رہی تھیں حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ بیشک مکہ کو

يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ

اللہ نے حرم بنایا لوگوں نے نہیں بنایا ہے جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضُدُ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ

اسے یہ حلال نہیں کہ یہاں خون ریزی کرے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں پس اگر کوئی

نہیں۔ نہ عدی قریش سے۔ نہ عدی مُضر سے۔ مگر امام بخاری نے یہاں انکو العدوی۔ لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ بنی عدی کے حلیف رہے ہوں۔ اس لئے انکو عدوی کہا جاتا ہو۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور فتح مکہ کے دن بنی خزاعہ کے علمبردار تھے۔ یہ مدینہ طیبہ کے عُقلاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ۶۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔

عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ اشدق۔ یہ یزید کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی تھا۔ اشدق کے معنی بہت گالی دینے والے کے ہیں۔ یہ برسر منبر حضرت شیر خدا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بکتا تھا۔ اسکی سزا میں اسے لقوہ ہو گیا۔ پھر ۷۰ھ میں عبد الملک بن مروان نے اسے قتل کرا دیا۔ اس کو اہل مدینہ لطیم الشیطان شیطان کا تھپڑ خوردہ بھی کہتے ہیں۔

وھو یبعث البعوث بعوث۔ بعث کی جمع، مبعوث کے معنی میں ہے۔ مراد فوج ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی بیعت نہیں کی اور مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا۔ اس پر یزید پلید نے عمرو بن سعید والی مدینہ کو لکھا کہ عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجے۔ اس پر عمرو بن سعید نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کے بھائی عمرو بن زبیر کی سرکردگی میں مکہ معظمہ لشکر روانہ کیا۔ یہ حضرت عبد اللہ کے مخالف اور بنی امیہ کے حامی تھے۔ عمرو بن زبیر لشکر لے کر ذوطوی تک پہنچے۔ ادھر سے اہل مکہ نکلے اور عمرو بن زبیر کو شکست دی اور گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت عبد اللہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقُوْلُوْا لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ اَذِنَ لِرَسُوْلِہٖ وَلَمْ یَاْذَنْ لَّکُمْ وَاِنَّمَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتال کو دلیل بنا کر یہاں لڑائی کو جائز ٹھہرائے۔ تو

اَذِنَ لِیْ سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُھَا الْیَوْمَ کَحُرْمَتِھَا

اس سے کہہ دو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اسکی اجازت دی تھی۔ اور تمھیں اجازت نہیں دی ہے۔ اور مجھے بھی دن میں

بِالْاَمْسِ وَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَقِیْلَ لِاَبِیْ شُرَیْحٍ مَا قَالَ لَکَ عَمْرٌو

تھوڑی دیر کیلئے اجازت دی تھی۔ اور آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی۔ اور حاضر غائب کو پہنچا دے

قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِکَ مِنْکَ یَا اَبَا شُرَیْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا یُعِیْذُ عَاصِیًا وَّلَا

ابو شریح سے پوچھا گیا اس پر عمرو نے کیا کہا انھوں نے بتایا کہ عمر نے کہا میں اس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں

فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخُرْبَۃٍ ؏ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ خُرْبَۃٌ بَلِیَّۃٌ۔

اے ابو شریح بیشک حرم باغی، ضرور قاتل اور فسادی کو امن نہیں دیتا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے فرمایا خربۃ کے معنی بلیۃ یعنی فتنے اور فساد کے ہیں

بن زبیر نے عمرو کو عارم کے جیل خانے میں قید کر دیا۔ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگوں کو عمرو نے اس بنا پر مارا تھا کہ وہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے حامی تھے۔ اس جرم میں عمرو سے قصاص لیا۔ اور اسی میں وہ مر گئے۔

لا یعیذ یہاں عاصی سے مراد باغی ہے۔ **ولا فارا بخربۃ** ۔ یہ خا کے ضمے کیساتھ بھی ہے اور فتحے کیساتھ بھی۔ اس کے معنی چوری اور فساد کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ چوری کر کے فساد مچا کے۔ جو حرم میں پناہ لے اسے وہاں پناہ نہیں۔ محدث ابن بطال نے کہا کہ خُربۃ کے معنی فساد کے ہیں اور خَربۃ کے معنی چوری کے ہیں۔ اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ یہ خاص اونٹ کی چوری کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مسند[1] امام احمد میں ہے کہ اشدق لطیم الشیطان کی یہ بات سنکر حضرت ابو شریح نے فرمایا۔ میں وہاں موجود تھا تو غائب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ حاضر غائب کو پہنچا دے تو میں نے پہنچا دیا فانت وشانک تم جانو تمھارا کام جانے۔ مسند امام احمد کا یہ اضافہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ عمرو بن سعید کی بات پر حضرت ابو شریح مطمئن نہیں ہوئے مگر اس اشدق لطیم الشیطان کے شر سے بچنے کے لئے خاموش رہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس پلید نے سراسر فریب دینا چاہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ تو باغی تھے نہ انھوں نے کسی کا قتل کیا تھا اور نہ کوئی فساد مچایا تھا پھر ان کے مقابلے میں لشکر بھیجنے کے جواز میں مذکورہ بالا جملہ کہنے سے کیا فائدہ۔

محدث ابن بطال نے فرمایا کہ علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یزید اور عبد الملک

؏ ایضا العلم۔ باب فلیبلغ الشاھد الغائب ص ۲۱۔ ثانی۔ المغازی۔ باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفتح ص ۶۱۵۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ الحج۔ الدیات۔ نسائی۔ الحج۔ العلم۔

[1] جلد رابع ص ۳۲۔

بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ ص ۲۴۷

کمے میں قتال جائز نہیں

حدیث ۱۰۷۰	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ امام مالک نے فرمایا کہ ابن زبیر عبد الملک سے زیادہ احق بالخلافۃ ہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے، اسلئے کہ حضرت ابن زبیر کی خلافت عبد الملک کے باپ سے بھی پہلے قائم ہوئی تھی۔ یزید کے مرنے کے بعد زمانہ دراز تک سوائے عبد اللہ بن زبیر کے کسی کا خلیفہ یا سلطان ہونا تو بڑی بات ہے کوئی مدعی بھی نہ تھا۔ پھر مشہور فسادی وزغ بن وزغ مروان نے بغاوت کرکے اپنی نام نہاد خلافت کا اعلان کیا۔

رہ گیا یزید تو ہم نے مقالات امجدی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ خلیفہ نہیں تھا۔ تو اب متعین کہ اس عہد میں خلیفہ برحق حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اسلئے وہ کسی طرح باغی نہ ہوئے ان کو باغی یا فار امجنیۃ کہنا اس لطیم الشیطان کی ابلیسیت ہے۔

توجیہ مسند امام احمد، صحیحین شرح معانی الآثار وغیرہ میں متعدد احادیث وارد ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان ابراھیم حرم مکۃ۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس حدیث میں تاکید کے ساتھ ہے کہ اسے اللہ نے حرم بنایا۔ لوگوں نے نہیں بنایا۔ جواب ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم کو یہ اختیار کہ مکہ کو حرم بنائیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے تھا۔ وہ اللہ عزوجل کے نائب تھے۔ اور نائب جو کام کرتا ہے وہ حقیقت میں مُناب کا ہوتا ہے۔ اسکی مثال فتح الامیر البلدان ہے۔ جنگ کرنے والے فتح کرنے والے حقیقت میں لشکری ہوتے ہیں مگر اسے سلطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اسوجہ سے ہے کہ لشکر نے سلطان کے حکم سے لشکر کشی کی، جنگ کی اور فتح کیا۔

حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ جس پر حد یا قصاص واجب ہو وہ اگر حرم میں پناہ لے لے تو حرم میں اس پر نہ حد جاری کی جائیگی اور نہ اس سے قصاص لیا جائیگا۔ البتہ اسے مجبور کیا جائیگا کہ حرم سے باہر نکلے۔ جب باہر نکل آئے گا تو سزا دی جائیگی۔

تشریحات ۱۰۷۰ لا ھجرۃ۔ دوسری روایتوں میں بعد الفتح ہے۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں۔ یا ہجرت کا وہ ثواب نہیں جو فتح مکہ سے پہلے تھا۔ اور اس سے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت مراد ہے۔ ورنہ حدیث صحیح[1] میں وارد ہے کہ فرمایا

لا ینقطع الھجرۃ ما قوتل العدو — جبتک کفار سے لڑائی ہوتی رہے گی ہجرت منقطع نہ ہوگی۔

ابوداود[2] میں ہے:

---

[1] نسائی ثانی۔ البیعۃ۔ باب الاختلاف فی انقطاع الھجرۃ ص ۱۸۲۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۷۰

[2] اول۔ الجہاد۔ باب الھجرۃ ھل انقطعت ص ۲۳۶۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اِفْتَتَحَ مَکَّۃَ لَاہِجْرَۃَ وَلٰکِنْ جِہَادٌ وَّنِیَّۃٌ فَاِذَا
جس دن مکہ فتح فرمایا ارشاد فرمایا (اب)، ہجرت نہیں ہاں جہاد اور نیت ہے۔ جب تم کو جہاد
اُسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا عہ فَاِنَّ ھٰذَا الْبَلَدَ الْحَدِیْث
کے لئے بلایا جائے تو نکل پڑو اس کے بعد حدیث ۱۸۳۴ ہے۔

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ ص۲۴۷

محرم کو پچھنا لگانا۔

۳۲۱ ت	وَکَوَی ابْنُ عُمَرَ ابْنَهٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ
	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے کو حالت احرام میں داغا۔

لاینقطع الھجرۃ حتی تنقطع التوبۃ — توبہ منقطع ہونے تک ہجرت منقطع نہ ہوگی۔
مثلاً۔ دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف یا دارالاسلام ہی میں کفار کا تسلط ہوجائے اور اپنے وطن میں شعائر اسلام کا قائم کرنا موقوف ہوجائے تو دوسرے شہر کی طرف قیامت تک باقی رہے گی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خبر اپنے حقیقی معنوں میں ہو یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہوگی، کیونکہ مکہ معظمہ اب قیامت تک دارالاسلام رہے گا۔ یہ غیب کی خبر ہے۔
ولکن جھاد ونیۃ — یعنی اب ہجرت نہیں۔ البتہ جہاد ہے۔ اور نیت خیر کے ساتھ اعمال صالحہ باقی ہیں جن پر عظیم سے عظیم ثواب مرتب ہیں۔
مطابقت باب — یہاں باب ہے۔ کے میں قتال جائز نہیں۔ اس حدیث میں آگے ہے۔
لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم تحل لی الاساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ۔ — میرے پہلے کسی کے لئے اسمیں قتال جائز نہ ہوا۔ اور میرے لئے بھی دن کی تھوڑی سی مدت کیلئے جائز ہوا۔ اب یہ اللہ کے حرم بنانے سے قیامت تک کیلئے حرم ہے۔
جب یہ قیامت تک کے لئے حرم ہے تو اسمیں قتال قیامت تک حرام ہے۔

تشریحات ۳۲۱ — حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس "اثر" کو۔ امام سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ پورا "اثر" یوں ہے۔ کہ واقد بن عبداللہ کو راستے میں برسام ہوگیا۔ وہ مکہ

عہ ایضا۔ الجهاد۔ باب فضل الجهاد ص ۳۹۰۔ باب وجوب النفیر ص ۳۹۶۔ باب لاھجرۃ بعد الفتح ص ۴۳۳ باب اثم الغادر للبر والفاجر ص ۴۵۲۔ مسلم۔ النکاح۔ امارۃ۔ ابوداؤد۔ جهاد۔ ترمذی۔ سیر۔ نسائی۔ بیعت ابن ماجہ۔ جهاد۔ دارمی۔ سیر۔ مسند امام احمد جلد اول ص ۲۲۶۔

حدیث ۱۰۷۱ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لَنَا عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً
سفیان نے کہا مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا پہلی حدیث جو میں نے عطا سے سنی
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى
یہ ہے۔ انھوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ ثَنِي طَاؤُسٌ عَنِ ابْنِ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی، اسکے بعد میں نے سنا کہ
عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا ع۵
کہ عمرو بن دینار کہتے تھے کہ مجھسے طاؤس نے حدیث بیان کی، میں نے عرض کیا۔ ہو سکتا ہے انھوں نے دونوں سے سنا ہو۔

حدیث ۱۰۷۲ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محرم ہوتے ہوئے
وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ ع۶
لحی جمل میں سینگی لگوائی۔

جارہے تھے تو ابن عمر نے انھیں داغا۔

مطابقت باب: باب سے مطابقت یوں ہے کہ پچھنا لگوانا بھی داغنے کیطرح علاج ہے جیسے یہ جائز ویسے ہی وہ بھی جائز۔

قال البخاری: وَيَتَدَاوَى مَالَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ ہر وہ دوا استعمال کرے جسمیں خوشبو نہ ہو۔

یہ حضرت امام بخاری کا قول ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

تشریحات ۱۰۷۱ توضیح اسناد: حضرت عمرو بن دینار نے یہ حدیث دو شیخ سے سنی ہے۔ ایک حضرت عطا سے دوسرے حضرت طاؤس سے جیساکہ خود بخاری ہی میں کتاب الطب اور مسلم میں تصریح ہے۔ عن عمرو عن عطاء و طاؤس عن ابن عباس۔ البتہ یہ پہلی حدیث ہے جو حضرت عمرو بن دینار نے حضرت عطا سے سنی ہے۔

تشریحات ۱۰۷۲ کتاب الطب کی روایت میں یہ زائد ہے کہ یہ سینگی مکے کے راستے میں لگوائی تھی۔ سر میں کچھ تکلیف ہوگئی تھی۔ جیساکہ حضرت ابن عباس ہی سے کتاب الطب میں مروی ہے۔ حازمی وغیرہ نے کہاکہ یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔ اگر سینگی لگوانے میں بالوں کو مونڈنا پڑے تو بہر حال فدیہ واجب ہے۔ خواہ ضرورۃً لگوائے خواہ بلاضرورت۔ لحی جمل۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ جس نے یہ کہاکہ اس سے اونٹ کے جبڑے مراد ہیں اور یہ سینگی لگانے کا آلہ ہے۔ غلط کہا۔

ع۵ ثانی۔ الطب باب الحجم فی السفر والاحرام ص ۸۴۹۔ مسلم اول حج۔ ابوداؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ الحج۔ نسائی۔ الحج۔ الصوم۔ ع۶ ایضا۔ ثانی۔ الطب باب الحجامۃ علی الرأس ص ۸۴۹۔

بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ[۲۴۸]

محرم کا شادی کرنا

۱۰۷۳ حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عہ
	نے "میمونہ" سے احرام کی حالت میں شادی کی۔

تشریحات ۱۰۷۳ مغازی میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں میمونہ سے شادی کی۔ اور حلال ہونے کی حالت میں زفاف فرمایا۔ اور ان کا وصال سرف میں ہوا۔ اور اسی چھپر میں دفن ہوئیں جسمیں زفاف فرمایا تھا۔ صرف وصال ہی نہیں نکاح، زفاف بھی سرف ہی میں ہوا تھا۔

حالت احرام میں نکاح یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح صحیح ہے۔ البتہ زفاف ممنوع ہے۔ مگر حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ کہ احرام کیحالت میں نکاح باطل ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طلحہ بنت عمر بن شیبہ بن جبیر سے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ تو امیر الحج ابان بن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس خبر بھیجی کہ وہ نکاح کی مجلس میں شرکت فرمائیں، تو ابان نے یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم کسی اور کا نکاح نہ کرے نہ خود کرے۔ نہ نکاح کا پیغام بھیجا جائے[۱]۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حج میں یہ ارادہ فرمایا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ کہ دونوں احرام میں تھے۔ امام طحاوی علامہ عینی وغیرہ ائمہ حنفیہ نے دلائل قاہرہ سے حضرت ابن عباس کی اس حدیث کی اس کے مقابل حدیث پر ترجیح ثابت فرمائی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک اس حدیث کی ترجیح کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس حدیث کو ان کے اجلۂ تلامذہ حضرت عطا، حضرت عکرمہ، حضرت ابوالشعثاء، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر نے روایت کی ہے۔ نیز اس کی مؤید ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث ہیں جو ان حضرات سے بھی انھیں الفاظ میں حدیث مروی ہے۔ ام المومنین

عہ ثانی۔ مغازی۔ باب عمرۃ القضاء ص ۶۱۱ - النکاح - باب نکاح المحرم ص ۷۶۶۔ مسلم۔ نکاح۔ ابوداؤد مناسک۔ مسند امام احمد اول ص ۲۴۵ - [۱] مسلم اول۔ النکاح باب تحریم نکاح المحرم وکراھۃ خطبتہ ص ۴۵۳۔ ابوداؤد اول۔ مناسک۔ باب المحرم یتزوج ص ۲۵۵

بَابُ مَا يُنهىٰ مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم مرد و عورت کا خوشبو لگانا منع ہے ص ۲۴۸

۳۲۲ قَالَتْ عَائِشَةُ لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ۔

ت محرم ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا ص ۲۴۸

۳۲۳ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ۔

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ محرم حمام میں داخل ہو۔

۳۲۴ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا بِالْحَكِّ بَأْسًا۔

ت حضرت ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھجلانے میں کوئی حرج نہیں جانا

کی حدیث[۱] کو ابن حبان اپنی صحیح میں بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی[۲] الآثار میں اس لفظ کے ساتھ روایت کیا۔ تزوج بعض نساءہ وھو محرم۔ اور حضرت ابوہریرہ[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں روایت فرمایا۔

تشریح ۳۲۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کیساتھ ذکر کیا ہے۔ اس مسئلے پر حدیث ۔۔۔ کے ضمن میں مفصل کلام ہوچکا ہے۔

تشریحات ۳۲۳/۳۲۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو امام بیہقی نے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام مالک[۴] نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

احرام کی حالت میں بال توڑنا، اکھاڑنا یا بالوں کو اس طرح کھینچنا کہ اکھڑ جائیں۔ اور جوئیں مارنا ممنوع ہے۔ نہانے اور کھجلانے میں بالوں کے ٹوٹنے اور اکھڑ جانے کا خطرہ ہے۔ جوؤں کے مرنے کا بھی۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محرم نہا سکتا ہے کہ نہیں، کھجلی مچے تو بدن، سر کھجلا سکتا ہے یا نہیں۔

احتیاط سے اس طرح نہانا کہ بال نہ ٹوٹیں۔ اور بدن ملنا کھجلانا جائز ہے البتہ بیری یا خطمی کے پانی سے نہانا کہ جوئیں مرجائیں ممنوع ہے۔

۱؎ عمدۃ القاری عاشر ص ۱۹۵ ۔ ۲؎ اول۔ الحج۔ باب نکاح المحرم ص ۳۷۵ ۔ ۳؎ ایضاً ۔ ۴؎ موطا۔ الحج۔ باب مایجوز للمحرم ان یفعل ص ۱۴۷۔

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ

حدیث ۱۰۷۴ عبداللہ بن حنین سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ

بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے "ابواء" میں اختلاف کیا۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ محرم اپنا سر دھوئیگا

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ یَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَہٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا

اور مسور نے کہا نہیں دھوئیگا۔ توعبداللہ بن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری

یَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَہٗ فَاَرْسَلَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ اِلٰی اَبِیْ اَیُّوْبَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان کو کنوئیں کے دونوں ستونوں کے درمیان کپڑے

الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ بَیْنَ الْقَرْنَیْنِ

سے پردہ کئے ہوئے غسل کرتے ہوئے پایا میں نے انھیں سلام کیا تو دریافت فرمایا

وَھُوَ یُسْتَرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَنْ ھٰذَا فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ

کون ہے؟ میں نے عرض کیا

اللّٰہِ بْنُ حُنَیْنٍ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ یَسْاَلُکَ کَیْفَ

عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے عبداللہ بن عباس نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ پوچھ رہے ہیں

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْسِلُ رَاْسَہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں اپنے سر اقدس کو کیسے دھوتے تھے۔

فَوَضَعَ اَبُوْ اَیُّوْبَ یَدَہٗ عَلَی الثَّوْبِ فَطَاْطَاَہٗ حَتّٰی بَدَا لِیْ رَاْسُہٗ ثُمَّ

حضرت ابوایوب نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھکر اسے نیچا کیا اتنا کہ ان کا سر ظاہر ہوگیا۔ پھر اس شخص

قَالَ لِاِنْسَانٍ یَصُبُّ عَلَیْہِ اُصْبُبْ فَصَبَّ عَلٰی رَاْسِہٖ ثُمَّ حَرَّکَ

سے فرمایا جو پانی ڈال رہا تھا۔ کہ پانی ڈال اس نے ان کے سر پہ پانی ڈالا اس کے بعد اپنے دونوں

تشریحات ۱۰۷۴ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محرم نہا بھی سکتا ہے۔ اور اپنے سر اور بدن کو مل بھی سکتا ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ غسل کی حالت میں بات چیت کرنی جائز ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام میں اگر اختلاف ہو۔ تو ان میں سے اسی کا قول حجت ہے جس کی بنیاد دلیل شرعی پر ہو۔ خواہ کتاب اللہ ہو خواہ سنت۔

رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى
ہاتھوں سے اپنے سر کو ہلایا دونوں ہاتھ آگے لائے پھر پیچھے لے گئے اب فرمایا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ عہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا ہتھیار پہننا ص ۲۴۹

۳۲۵ ت وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى وَلَمْ
اور عکرمہ نے فرمایا جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے
يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ۔
فدیے کے بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

۱۰۷۵ حدیث عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ
میں عمرے کا ارادہ فرمایا تو اہل مکہ حضور کے مکہ میں داخل ہونے پر اس وقت تک راضی نہ ہوئے
يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ عہ
جبتک یہ طے نہیں ہوگیا کہ کے میں اسی صورت میں داخل ہوں گے کہ ہتھیار تھیلوں میں ہوں۔

تشریحات ۳۲۵ ولم يتابع عليه في الفدية۔ امام بخاری کا قول ہے یعنی محرم کو جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار لگا سکتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے امام عکرمہ نے فرمایا کہ اس پر فدیہ واجب ہے مگر یہ کسی اور نے نہیں کہا۔

تشریحات ۱۰۷۵ یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ جو مفصل کتاب الصلح میں آئیگا۔ قراب۔ چمڑے کا تھیلا جو اونٹ اور گھوڑے وغیرہ پر باندھ دیا جاتا ہے جسمیں سوار ہتھیار، کوڑا وغیرہ ضروری سامان رکھتا تھا۔

عہ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ فی الحج۔ موطا امام مالک الحج۔ عہ الصلح باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان بن فلان ص ۳۷۱ ۔ ترمذی ۔ الصلح ۔

بَابُ دُخُولِ الحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيرِ إحرَامٍ

حرم اور مکے میں بغیر احرام کے داخل ہونا ص ۲۴۹

تعلیق ۳۲۶ — وَدَخَلَ ابنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنهُمَا حَلَالاً

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکے میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

حدیث ۱۰۷۶ — عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سال آئندہ جب آئیں تو ہتھیاروں میں صرف تلوار رہے۔ اور وہ بھی نیام میں اور نیام تھیلے میں۔

مطابقت یہاں باب کا عنوان ہے۔ محرم کا ہتھیار پہننا۔ اور حدیث میں ہے کہ ہتھیار تھیلے میں رہے۔ اس سے باب اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ قید کہ تلوار نیام میں رہے اور نیام تھیلے میں۔ اہل مکہ نے لگائی تھی۔ اگر احرام کی حالت میں ہتھیار پہننا ممنوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما دیتے کہ اس قید کی کیا ضرورت احرام میں ہتھیار پہننا ممنوع ہے۔ ہم خود مذہبی پابندی کی وجہ سے ہتھیار نہیں پہنیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ نہ فرمانا دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں ہتھیار پہن سکتے ہیں۔

تشریحات ۳۲۶ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں اور امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ سے مدینہ طیبہ آ رہے تھے۔ قُدَید پہنچے تو یہ خبر ملی کہ مدینے پر فتنہ پردازوں نے حملہ کر دیا ہے تو مکہ معظمہ بغیر احرام کے واپس ہو گئے۔ غالباً واقعہ حرّہ کے موقعہ پر ایسا ہوا۔

جو لوگ میقات کے اندر ہوں وہ اگر مکہ معظمہ حج یا عمرے کے علاوہ کسی کام سے جائیں تو ان پر احرام واجب نہیں۔ لیکن جو لوگ میقات کے باہر ہوں اور مکہ معظمہ جانا چاہیں تو ان پر احرام واجب ہے، اگرچہ وہ حج یا عمرے کے لئے نہ جائیں حتی کہ مکہ معظمہ کے باشندے بھی کسی کام سے میقات کے باہر جائیں تو واپسی پر احرام باندھنا ضروری ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قُدَید سے واپس ہوئے۔ یہ میقات کے اندر ہے۔[1]

امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں داخلہ کے لئے احرام اسی پر واجب ہے جو حج یا عمرے کے قصد سے مکہ معظمہ جائے لیکن اگر کوئی دوسرے کاموں کے لئے جانا چاہتا ہے تو اس پر احرام واجب نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ میقات پر احرام باندھنے کا حکم صرف انھیں کو فرمایا جو حج یا عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ارشاد ہے۔ من اراد الحج والعمرۃ۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جنکا حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو ان پر احرام نہیں۔ مگر مفہوم مخالف ہمارے یہاں معتبر نہیں۔ اس لئے ان کا استدلال تام نہیں۔

---

[1] جامع الفدیۃ ص ۱۷۴

دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَأْسِہِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَہٗ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ

فتح کے سال داخل ہوئے، اور حضور کے سر اقدس پر خود تھا، جب اس کو اتارا تو ایک صاحب حاضر ہوئے اور

مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ فَقَالَ اُقْتُلُوْہُ، عہ

عرض کیا، ابن خطل کعبے کے پردوں سے چپکا ہوا ہے۔ فرمایا، اسے قتل کرو،

تشریحات ۷۶-۱

مِغْفَر، غَفَرَ یَغْفِرُ، سے اسم آلہ ہے۔ اس کے معنی ڈھانکنے کے ہیں، لوہے کی جالی دار ٹوپی جسے لڑائی کے موقع پر سر پر رکھتے ہیں یعنی خود۔ ایک روایت میں مِنْ حَدِیْد، بھی آیا ہے، یعنی لوہے کا خود،

خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دوسری روایت میں آیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یوم فتح مکے میں داخل ہوئے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ نیز انھیں سے ایک روایت میں ہے، مِنْ غَیْرِ اِحْرَام،

تطبیق ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ان میں کوئی منافی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ عمامہ کے اوپر مغفر رہا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مغفر نیچے ہو اور عمامہ اوپر،

ابن خطل فتح مکہ کے موقعہ پر عام منادی تھی، جو شخص ہتھیار ڈال دے، اسے امان ہے، جو مسجد حرام میں آجائے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اسے امان ہے، جو ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امان ہے، مگر گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے بارے میں اعلان عام تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ ان مردوں میں سے سات کو معافی مل گئی اور چار قتل ہوئے، عورتوں میں سے چار قتل ہوئیں اور دو کو معافی ملی، گیارہ مرد یہ ہیں:۔

عبدالعزیٰ بن خطل، عبداللہ بن ابوالسراح، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، حُوَیْرِث بن نُقَیْد، مقیس بن صبابہ، ہبّار بن اسود، کعب بن زہیر، وحشی، عبداللہ بن الزبعری شاعر، حارث بن طلاطلہ۔ اس میں خط کشیدہ سب مارے گئے، اور ایسی چھ عورتیں یہ ہیں، ہند بنت عتبہ زوجہ حضرت ابو سفیان جگر خوارہ، قُرَیْبَہ۔ قَرْتَنَا، یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں، اَرْنَب، یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی۔ سارہ، بنی مطلب یا عمرو بن ہشام کی باندی تھی، یہی وہ عورت ہے جس کے ذریعہ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے پاس خط بھیجا تھا۔ ام سعد، ان میں سے قریبہ، ارنب، ام سعد قتل کی گئیں، اور سارہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ بھی قتل ہوئی، اور یہ بھی روایت ہے کہ اسے بھی امان ملی، اور پھر مشرف باسلام ہوئی۔ بقیہ کو معافی مل گئی۔ ان سب کا جرم اور پھر قتل یا امان ملنے کی تفصیل کتب حدیث اور سیر میں،

عہ ایضاً، الجہاد، باب قتل الاسیر و قتل الصبر ص ۴۲۷، ثانی، المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴۔ اللباس، باب المغفر ص ۸۶۴، مسلم، الحج، ابوداؤد، ترمذی، الجہاد، نسائی، مناسک، ابن ماجہ الجہاد، دارمی، المناسک، الجہاد، مؤطا امام مالک الحج، مسند امام احمد ثالث ص ۱۰۹، ؎ مسلم اول، الحج، باب دخول مکۃ بغیر احرام ص ۴۳۹،

مذکور ہے، ابن خطل پہلے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا، اس کا نام عبد العزیٰ تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر عبد اللہ رکھا، اس کا جرم یہ تھا کہ اسے ایک انصاری صحابی کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، اور ایک خادم بھی ساتھ کر دیا تھا، موقعہ پاکر انصاری کو قتل کر دیا، اور ایک منزل پر خادم سے کہا، کہ ایک بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کر۔ ابن خطل سو گیا، اور خادم بھی سو گیا، جب ابن خطل جاگا، اور دیکھا کہ خادم نے کھانا نہیں تیار کیا ہے، تو اسے قتل کر دیا، اور اس ڈر سے کہ اگر مدینہ واپس جاؤں گا تو قصاص میں مارا جاؤں گا، مرتد ہو کر مکہ معظمہ چلا آیا، اور مشرکین سے کہا، تمہارا دین سب سے اچھا ہے، تیسرا جرم یہ تھا کہ اس کی لونڈیاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں۔[1]

یہ جان بچانے کے لیے کعبے کے پردوں میں چھپ گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے، کہ حضرت ابو برزہ اسلمی یا سعید بن حویرث نے گوش گزار کیا، یا رسول اللہ! یہ ابن خطل کعبے کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، ارشاد فرمایا، اس کو قتل کرو، یہ سنتے ہی اسے کعبے کے پردوں سے گھسیٹ کر زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کر دیا گیا، اس کے قتل کی سعادت کسے حاصل ہوئی، اس بارے میں چار حضرات کا نام آتا ہے، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت سعید بن حویرث، علما نے تطبیق دینے کی بھی کوشش کی ہے۔

مطابقت باب باب سے مطابقت یہ ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں ہوتے تو سر کھلا رہتا، سر پر خود نہ رہتا، حضرت امام شافعی وغیرہ نے اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے، کہ مکہ معظمہ میں اگر کوئی حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور کام سے جاتے تو اس پر احرام واجب نہیں۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھوڑی دیر کے لیے قتال کی اجازت ملی تھی، اسی طرح اس خاص موقع پر احرام کے بغیر مکہ معظمہ میں داخلے کی بھی اجازت تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر معاذ اللہ مکہ معظمہ پر کسی ظاہری یا باطنی کافر یا مبتدع کی حکومت قائم ہو جائے اور جنگ کے بغیر مکہ معظمہ پر تطہیر کی کوئی اور صورت نہ ہو تو اس موقعہ پر اب بھی اجازت ہونی چاہیے، کہ احرام کے بغیر مجاہدین مکے میں داخل ہوں، مگر اضطرار اور الجاء کی حالت ہے، اس سے اعتدال کی حالت پر حکم لگانا درست نہیں۔

بَابُ اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ ص ۲۴۹۔
لاعلمی میں کرتا پہنے ہوئے احرام باندھ لے۔

تشریحات ۳۲۷

امام بخاری نے یہاں بھی کوئی حکم واضح نہیں فرمایا، کہ اس پر فدیہ ہے یا نہیں، اور اس کے تحت حدیث ۱۹۱۷ لائے ہیں، جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے، کہ ایک دیہاتی احرام باندھے ہوئے آئے، تو حضور نے انھیں حکم دیا کہ خوشبو تین بار دھو ڈال، اور جبہ اتار دے، اور عمرے میں بھی وہی کر جو حج میں کرتا ہے، اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انھیں فدیئے کا حکم دیا، اور نہ یہ مذکور ہے کہ فدیئے کا حکم نہیں دیا اس لیے اس سے باب کے کسی پہلو کا اثبات نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری نے حضرت امام عطا کا قول ذکر فرمایا، کہ

[1] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۰۷۔

ت ۳۲۷ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ

لاعلمی کی وجہ سے یا بھول کر احرام کی حالت میں خوشبو مل لے، یا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں،

حدیث ۱۰۷۷ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَعَضَّ

صفوان بن یعلی نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی۔ اور ایک شخص کے ہاتھ کو ایک شخص نے

رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عـ۴

دانت سے کاٹا، تو اس نے اس کے اگلے دانت کو کھینچ لیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کچھ واجب نہیں فرمایا،

بَابُ الْحَجِّ وَالنَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ ص ۲۴۹

میت کی جانب سے حج اور میت کی منت پوری کرنا، اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے،

حدیث ۱۰۷۸ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون

امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا، میری ماں نے حج کرنے کے لیے منت مانی تھی

أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ

پوری کیے بغیر مر گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں، ارشاد فرمایا، اس کی طرف سے حج کر، بتا اگر تیری ماں پر قرض

دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً اقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ عـ۵

ہوتا، تو اسے ادا نہ کرتی۔ اللہ کا حق ادا کرو۔ اللہ کا حق پورا کیے جانے کا سب سے زیادہ حقدار ہے،

اس پر فدیہ نہیں،

ہمارے یہاں احرام کے ممنوعات کا ارتکاب کرنے پر بہر صورت فدیہ ہے، خواہ لاعلمی کی بنا پر کرے، یا بھول کر کرے، اور شریعت کے اصول اسی کے مقتضی ہیں۔

تشریحات ۱۰۷۷ مسلم نے جو حصہ یہاں ذکر کیا ہے، وہ ایک علیحدہ حدیث ہے، اس کا باب سے کوئی علاقہ نہیں، اور نہ احرام سے ہے، مگر چونکہ یہاں اس سند میں دونوں حدیثیں ساتھ ساتھ مذکور ہیں، تو ہم نے اسے لکھنا ضروری جانا، اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد

عـ۴ الجہاد، باب الاجیر ص ۴۱۷، الاجارات، باب الاجیر فی الغزو ص ۳۰۱، ثانی، الدیات، باب اذا عض رجل ید رجل ص ۱۰۱۸، مسلم، قسامۃ، ترمذی، الدیات، نسائی، قسامۃ،

عـ۵ ثانی، الاعتصام، باب من شبہ اصلا معلوما باصل مبین ص ۱۰۸۸، نسائی الحج

میں یوں ہے،

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ غزوۂ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا، میں ایک جوان اونٹ پر سوار ہوا، اس غزوے میں شرکت میرے خیال میں میرے تمام اعمال سے زیادہ قابل وثوق ہے۔ میں نے ایک شخص کو اجرت پر رکھ لیا تھا، اس نے ایک شخص سے لڑائی کی، ان میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ کو دانت سے کاٹا، اس نے اس کے منھ سے اپنا ہاتھ کھینچا، تو اس کا اگلا دانت اکھڑ گیا۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور نے اسے ہدر کر دیا، اور فرمایا، کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منھ میں رکھے رہتا، کہ تو اسے یوں چبائے جیسے نر اونٹ چباتا ہے،

تشریحات ۱۰۷۸ کتاب الایمان والنذور میں۔ امرأۃٌ۔ کے بجائے، رَجُلاً۔ ہے، اور اُمّی۔ کے بجائے اُختی، ہے، یعنی ایک صاحب نے دریافت کیا، کہ میری بہن نے حج کی منت مانی تھی اور مر گئی، الخ۔

مطابقت باب یہاں باب کا دو جز ہے، اول، میت کی جانب سے حج کرنا، اور میت کی منت پوری کرنی، ثانی، مرد عورت کی طرف سے حج کرے۔

حدیث کی پہلے جز کے ساتھ مطابقت تو ظاہر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خاتون کو متوفی ماں کی طرف سے حج کرنے کی بھی اجازت دی۔ اور اس کی منت پوری کرنے کی بھی۔ البتہ دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ظاہر نہیں۔ محدث ابن بطال نے کہا، کہ جب عورت، عورت کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ تو مرد بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے۔

ان کی مراد غالباً یہ ہے کہ مرد کا حج بہ نسبت عورت کے کامل ہے۔ کیونکہ عورت کو اگر ایام حج میں حیض آجائے تو وہ کوئی طواف نہیں کر سکتی، طواف قدوم اور طواف وداع ساقط ہے۔ اور اگر حیض ایام نحر میں ممتد رہا تو ان دنوں میں طواف زیارت بھی نہیں کر سکتی۔ طہارت کے بعد ایام نحر گزرنے پر کرے گی۔ اور ظاہر ہے۔ جب عورت مساوی درجہ میں رہتے ہوئے کر سکتی ہے، تو مرد جب کہ اس سے کامل ہے، تو بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا، کہ کتاب النذور کی روایت میں ہے۔ کہ ایک مرد کو اپنی بہن کی طرف سے حج کی اجازت ملی۔ اس روایت سے مطابقت ہوتی ہے۔ یعنی اس حدیث کے ایک طریقے سے پہلے جز کو اور دوسرے طریقے کو دوسرے جز سے مطابقت ہے۔ اس پر علامہ عینی نے حسب عادت تعقب فرمایا، کہ باب کو اس حدیث سے مطابقت ہونی چاہیئے، جو اس کے ضمن میں مذکور ہے۔ دوسرے باب میں مذکور حدیث سے مطابقت ہو بھی تو کیا مفید۔ لیکن یہ تعقب اس وقت صحیح ہوتا، جب کہ امام بخاری نے کہیں ایسا کیا ہوتا، کتنے ابواب ایسے ہیں، کہ باب، کے تحت جو حدیث لائے ہیں، اس سے مطابقت نہیں ہوتی، مگر وہی حدیث دوسرے ابواب میں دوسرے طریقے سے جن الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ ان سے مطابقت ہوتی ہے۔ مثلاً کتاب العلم ص ۱۸ میں باب قائم فرمایا، ایسی حالت میں فتویٰ پوچھنا کہ عالم یا امام جانور پر سوار ہو اور وہ کھڑا ہو۔

بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ ص ۲۵۰

بچوں کا حج ،

حدیث ۱۰۷۹ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، میں اپنی گدھی پر سوار

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاھَزْتُ

ہو کر سامنے سے آیا، میں اس وقت بالغ ہونے کے قریب تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْحُلُمَ اَسِیْرُ عَلٰی اَتَانٍ لِّیْ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ بِمِنًی

منیٰ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، میں صف اول کے بعض حصوں کے آگے سے گزرا، پھر سواری سے اترا،

حَتّٰی سِرْتُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْہَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ

وہ چرنے لگی۔ میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ

پیچھے صف میں شامل ہو گیا، اور یہ منیٰ میں

بِمِنًی فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ ؏

حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

اس کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث لائے، جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں (ایک جگہ) منیٰ میں رکے تاکہ لوگ پوچھیں، اس میں دابہ ناقہ کا لفظ نہیں، مگر یہی حدیث المناسک[1] میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ناقہ پر سوار ہونے کی حالت میں ٹھہرے، یہی طرز بیان بھی ہے، (اقول وباللہ التوفیق، ان پُر پیچ راستوں سے ہٹ کر مطابقت یہ ہے، کہ ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ حضرت امام بخاری کبھی کبھی حدیث سے بطریق لزوم دلالۃ النص یا اقتضاء النص سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے، اس کے مطابق باب قائم فرماتے ہیں، یہاں بطور لزوم بطریق اقتضاء النص یہ ثابت ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے، جب کہ دوسرا اس پر قادر نہ ہو، اس میں اتحاد نوع کی قید لگانی بلا دلیل ہے، اس لیے یہ اپنے اطلاق پر رہے گا، اور اطلاق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جیسے عورت، عورت کی طرف سے حج کر سکتی ہے، مرد کی طرف سے بھی کر سکتی ہے، اور اسی طرح مرد عورت کی طرف سے بھی حج کر سکتا ہے، اور [illegible]

؏ کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر ص ۱۷، الصلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص ۷۱، ثانی المغازی، باب حجۃ الوداع ص ۶۳۳، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، الصلوٰۃ، [1] باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ،

حدیث ۱۰۸۰ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حُجَّ بِیْ مَعَ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ، عہ۔

مجھے حج کرایا گیا، اور میں سات سال کا تھا،

حج بدل اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص معذور ہے کہ خود حج نہیں کر سکتا، تو اس کی طرف سے دوسرا شخص حج بدل کر سکتا ہے، خواہ اس دوسرے پر حج فرض ہوا ہو خواہ نہ ہوا ہو، اسی طرح میت کی جانب سے بھی حج بدل کر سکتا ہے، خواہ میت پر حج فرض ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ فرض ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کو استطاعت تھی۔ مگر سستی یا کسی وجہ سے حج نہ کر سکا، دوسرے یہ کہ اس نے حج کرنے کی منت مانی تھی، مگر پوری کرنے سے پہلے مرگیا، دونوں صورتوں میں اس کی طرف سے حج بدل ہو سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجا جائے۔ جو حج فرض ادا کر چکا ہو۔ ایسے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجنا جس کے ذمے حج فرض ہو، مکروہ ہے۔ آمر کے لیے تنزیہی اور حج کرنے والے کے لیے مکروہ تحریمی اور گناہ ہے[1]

لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے حج بدل نہ کرائے۔ جس کے ذمے حج فرض ہو، علماء نے اسے ممنوع لکھا ہے، اگرچہ صحیح اور مختار یہ ہے کہ ممنوع نہیں، مگر اختلاف علماء سے بچنا افضل ہے۔ دونوں صورتوں میں حج بدل ہو جائے گا، حج بدل کے شرائط اور تفصیلی احکام فتاویٰ رضویہ جلد چہارم اور بہار شریعت حصہ ششم میں ملاحظہ کریں،

تشریحات ۱۰۷۹ یہ حدیث جلد ثانی کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے، یہاں صرف اس وجہ سے لکھا کہ اخیر میں جو تعلیق ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا، اگرچہ اصل حدیث سے یہ خود ظاہر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ہجرت صرف ایک ہی حج فرمایا، اور اسی میں حضرت ابن عباس کی شرکت ممکن ہے، کیونکہ قبل ہجرت جو حج فرمایا، اس میں حضرت ابن عباس ابھی گود میں تھے، اس لیے کہ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں ہوئی تھی، مگر یہاں تعلیق میں تصریح ہے، اس لیے اس کو ذکر کیا، اس تعلیق کو خود امام بخاری نے مغازی میں سند متصل کے ذکر فرمایا ہے،

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا، کہ نابالغ بچوں کا حج صحیح ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے، کیونکہ کتاب العلم اور کتاب الصلوٰۃ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ کسی نے اس پر مجھے کچھ نہیں کہا۔

تشریحات ۱۰۸۰/۸۱ **یقول**، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا کہا، مذکور نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ انھوں نے کیا جواب دیا، **وکان السائب الخ** اس حدیث کے راوی جُعید بن عبد الرحمٰن کا مقولہ ہے،

عہ ترمذی، الحج، [1] ردالمحتار ثانی ص ۲۴۱ نعمانیہ۔

حدیث ۱۰۸۱ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ یَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ وَکَانَ

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

السَّائِبُ قَدْ حُجَّ بِہٖ فِیْ ثَقَلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

فرماتے تھے، اور انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا تھا،

بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ ص ۲۵۰

عورتوں کا حج،

حدیث ۱۰۸۲ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ

ابراہیم بن حضرت عبد الرحمن بن عوف نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

اَذِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِاَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ

آخری حج میں ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان اور

حَجَّۃٍ حَجَّھَا فَبَعَثَ مَعَھُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا،

حُجَّ بِہٖ، ترمذی میں ہے کہ میرے والد نے مجھے حج کرایا تھا، اور امام ابن سعد نے روایت کی، کہ میری ماں نے، تطبیق یہ ہے کہ دونوں لے گئے تھے،

فِیْ ثَقَلٍ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ جو چھوٹے بچے تھے اور وہ سامان کے ساتھ رہتے تھے، یہ بھی انھیں میں تھے۔

بچوں کا حج نابالغ بچہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کا حج صحیح ہے، اگر سمجھ دار ہو تو خود احرام باندھے اور تلبیہ پڑھے، اور اگر ناسمجھ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے تلبیہ پڑھے، اور اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کا کپڑا پہنائے، مگر نابالغ کا حج، حج فرض کے قائم مقام نہ ہوگا، بعد بلوغ اگر اس پر حج فرض ہو جائے، تو پھر کرنا پڑے گا۔ امام مسلم[1] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، کہ رَوحا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سواروں سے ملاقات کی تو پوچھا، تم لوگ کون ہو، انھوں نے عرض کیا، ہم لوگ مسلمان ہیں، پھر انھوں نے پوچھا، آپ کون ہیں، فرمایا، میں رسول اللہ ہوں، اب ایک عورت نے ایک بچے کو اٹھا کر پوچھا، کیا اس کے لیے حج ہے؟ فرمایا، ہاں ہے، اور تیرے لیے اجر ہے، ترمذی[2] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل مروی ہے، توضیح[3] میں ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ان ذریات کی

---

[1] اول، الحج، باب صحۃ حج الصبی ص ۴۳۱، [2] اول، الحج، باب حج الصبی ص ۱۱۲، [3] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۱۸،

طرف سے حج کرو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر کے ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حج کرایا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچوں کے سلے ہوئے کپڑے اتار دیتے اور مواقف میں وقوف کراتے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایسا ہی کرتی تھیں،

تشریحات ۱۰۸۲

حدثنا، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اس حدیث کے راوی ہیں، امام بخاری نے عن ابیہ عن جدہ، فرمایا، ابیہ کی ضمیر کا مرجع تو طے ہے کہ ابراہیم بن سعد ہیں، جدہ، کے مرجع میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ، ابیہ، کی طرف لوٹے، دوسرے یہ کہ ابراہیم بن سعد کی طرف لوٹے، پہلی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ (سعد) سے اور سعد اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے راوی ہیں، اس کی تائید امام واقدی کی روایت سے ہوتی ہے، جس میں، عن جدہ، کے بعد، عبدالرحمٰن بن عوف مذکور ہے، اور ابتدائی الفاظ یہ ہیں، ارسلنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ سعد بن ابراہیم، ابراہیم بن سعد کے دادا، یعنی اپنے والد ابراہیم بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، علامہ ابن حجر نے اسے ظاہر بتایا،

اقول پہلی وجہ کی ترجیح دو وجہ سے ہے، اول قرب مرجع، ثانی روایت سے اس کی تائید، اور ثانی کی ترجیح اس بنا پر ہوگی، کہ انتشار مرجع نہ لازم آئے اور دونوں ضمیروں کے مرجع متحد ہوں،

ازواج مطہرات کا حج

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کرنے سے روک دیا تھا تمام ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کر لیا تھا، احرام کی حالت میں عورت کو چہرہ کھولے رکھنا واجب ہے، چھپانا منع ہے، پھر بھیڑ بھی ہوتی ہے، طواف میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور جسموں کے مس ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے ازواج مطہرات کے تقدس وعظمت کا لحاظ فرماتے ہوئے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ حج کو نہ جائیں، لیکن بعد میں یہ احساس ہوا کہ حج جیسی عظیم عبادت سے انھیں محروم رکھنا مناسب نہیں، تو اجازت دیدی، اور ان کے ساتھ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جیسے مرتاض ومعتمد کو کر دیا، کہ وہ انھیں ان کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حج کرا لائیں،

ان دونوں حضرات نے اس کا پورا پورا لحاظ فرمایا، عوام میں منادی کرادی کہ کوئی ان پر دگیان حرم کے قریب نہ جائے، اور کوئی ان کی طرف آنکھ نہ اٹھائے، ان کی قیام گاہ الگ رہتے، یہ لوگ علیحدہ ٹھہرتے، یہ حضرات بھی ان میں سے کسی کے پاس نہیں بیٹھتے[۱]،

ایک شبہہ کا ازالہ

کسی بھی عورت کو مدت مسافرت کا سفر شوہر اور محرم کے بغیر جائز نہیں، احادیث اس بارے میں متعدد ہیں، اور ان دونوں حضرات میں سے کوئی بھی ازواج مطہرات کا محرم نہیں تھا جواب یہ ہے کہ بنص قرآنی ازواج مطہرات تمام مومنین کی مائیں ہیں، ارشاد ہے،

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ، (احزاب ۶) نبی کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں،

کسی سے ان کا نکاح صحیح نہیں، اس لیے یہ دونوں حضرات ازواج مطہرات کے محرم ہوئے، کیونکہ محرم کی تعریف یہی ہے،

---

۱ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۰، ۲۱۹، بحوالہ بیہقی،

حدیث ۱۰۸۳

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ

عائشہ بنت طلحہ سے روایت ہے، اس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد میں حج نہیں چھوڑوں گی۔

حدیث ۱۰۸۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَ

عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، اور اس کے پاس کوئی نہ جائے۔ مگر اس وقت جب کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

مَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ فِيْ جَيْشِ كَذَا كَذَا

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میں فلاں فلاں لشکر میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

وَامْرَأَتِيْ تُرِيْدُ الْحَجَّ فَقَالَ اُخْرُجْ مَعَهَا۔ عـہ

اور میری بیوی حج کا، تو فرمایا۔ اس کے ساتھ جا۔

کہ جس سے کسی حرمت کے موجب سبب مباح کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہو۔

لطیفہ حکام رازی نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، کیا عورت بغیر محرم کے سفر کرسکتی ہے، فرمایا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کوئی عورت شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر نہ کرے، اب حکام رازی نے محمد بن عبید اللہ عرزمی سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کوئی حرج نہیں، ام المومنین حضرت عائشہ بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں، اب حکام رازی نے حضرت امام کی خدمت میں یہ پیش کیا، تو فرمایا، عرزمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہر مسلمان حضرت ام المومنین کا محرم ہے۔ جس کے ساتھ چاہیں سفر کریں۔

تشریح ۱۰۸۳ کتاب المناسک میں گذری ہوئی حدیث ۷۸۰ کا یہ تتمہ ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ حضور کے ساتھ رہ کر ہم بھی غزوہ اور جہاد نہ کریں۔ فرمایا، تم عورتوں کے لیے سب سے اچھا اور عمدہ جہاد حج ہے، حج مبرور۔

تشریحات ۱۰۸۴ کتاب الجہاد اور نکاح میں یہ ہے، کہ ان صاحب نے یہ عرض کیا تھا، کہ فلاں فلاں غزوے میں میرا نام لکھ دیا گیا ہے، اور اخیر میں ہے، کہ جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔

عـہ الجہاد، باب من اکتتب فی جیش فخرجت امرأتہ حاجۃً ص ۴۲۱، ثانی، النکاح باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم ص ۷۸۷، مسلم، الحج، نسائی، الایمان والنذور۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ اِلَى الْكَعْبَةِ ص ۲۵۱

جس نے پیدل کعبے جانے کی منت مانی،

حدیث ۱۰۸۵

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک

وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ اِبْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ قَالَ

بوڑھے کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے ان کے درمیان چل رہا ہے، فرمایا، اس کا کیا حال ہے، عرض کیا، اس نے منت

اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَّاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ، عہ

مانی ہے کہ پیدل چلے گا، فرمایا، اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب دے اور اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے،

کتاب النکاح میں سفر کی ممانعت والا حصہ نہیں، اس حدیث میں مطلقاً سفر کی ممانعت ہے، مگر تقصیر الصلوٰۃ[1] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تین دن کی مسافت کی قید ہے، نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۴۶۰ تا ۴۶۲ پر ہم نے ثابت کیا ہے، کہ یہ مسافت بانوے ۹۲ کلومیٹر ہے، یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حج کا بھی سفر محرم یا شوہر کے بغیر عورت کو جائز نہیں، اگر جائے گی تو شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگی، مگر حج ہو جائے گا،

تشریحات ۱۰۸۵ اس حدیث کی سند یہ ہے، حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

اس میں، الفزاری، آیا ہے، فزاری دو ہیں، ابو اسحٰق فزاری، اور مروان بن معاویہ فزاری، ابن حزم نے کہا، کہ دونوں امام اور ثقہ ہیں، دونوں مراد ہو سکتے ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ مروان بن معاویہ ہیں، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے، اور اصحاب اطراف اور مستخرجات مثلاً خلف، ابو نعیم اور طرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، حمید الطویل اور حضرت انس کے مابین ثابت بنانی ہیں، لیکن امام ترمذی اور نسائی نے بعض ایسے طرق سے روایت کیا ہے، جس میں حمید الطویل نے براہ راست حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث روایت کی ہے، اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے، کہ حمید الطویل کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکثر روایتیں بواسطہ ہیں مگر کچھ روایتیں بلا واسطہ بھی ہیں خود امام بخاری نے ایسی روایتیں ذکر کی ہیں، حمید الطویل کا سماع براہ راست حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے،

احکام جس نے منت مانی کہ پیدل حج کرے گا، اور پیدل چلنے سے عاجز ہو گیا، تو وہ سواری پر حج کے لیے جائے، اب اس پر کفارہ ہے یا نہیں، اصحاب ظواہر نے اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے ظاہر کو سامنے رکھ کر کہا کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں،

عہ ثانی، الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ ص ۹۹۱ مسلم، النذور، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، الایمان والنذور،

[1] بخاری اول، تقصیر الصلوٰۃ ص ۱۴۷،

حدیث ۱۰۸۶ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میری بہن نے بیت اللہ پیدل جانے کی منت

تَمْشِيَ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مانی، اور مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرو، میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ. ع[ع]

دریافت کیا، تو فرمایا، کہ چلے بھی اور سوار بھی ہو۔

مگر امام اعظم اور امام شافعی نے فرمایا، کہ اگر عاجز ہونے کی وجہ سے سوار ہوا تو بھی اس پر کفارہ ہے، ایک بکری کی حرم میں قربانی کرے، امام اعظم نے فرمایا، اگر عاجز نہیں اور سوار ہوا تو بھی اس پر دم ہے، اور دونوں صورتوں میں قسم توڑنے کا کفارہ بھی، ان حضرات کی دلیل حضرت علی و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ارشاد ہے، کہ فرمایا جس نے بیت اللہ پیدل جانے کی منت مانی، اور اس سے عاجز ہوگیا، تو جتنا پیدل چل سکے چلے، اور جب عاجز آجائے تو سوار ہو اور بکری کی قربانی دے،

نیز حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فلترکب ولیھد بدنۃ، اور ایک روایت میں ہے، ولتھد ھدیا، اور ایک روایت میں ہے، ولتصم ثلاثۃ ایام، اور تین روزے رکھے، یہ روزے قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔[۱]

تشریح ۱۰۸۶ حضرت عقبہ بن عامر کی ان ہمشیرہ کا نام ام حبان بنت عامر الانصاریہ تھا، ہوسکتا ہے، ان کی ماں انصاریہ رہی ہوں گی، اس لیے ان کو انصاریہ کہا گیا، امام احمد اور اصحاب سنن کی روایت میں ہے، کہ یہ بھی منت تھی کہ ننگے پاؤں، ننگے سر جائے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اوڑھنی اوڑھے اور سوار ہو، طبرانی کی روایت میں ہے کہ بھاری بدن کی تھیں، پیدل چلنا دشوار تھا، ابو داؤد میں ایک روایت میں ہے، فلتختم ولترکب ولتصم ثلاثۃ ایام، دوسری روایت میں ہے، فلتحج راکبۃ ولتکفر یمینھا، ایک اور روایت میں ہے، ان ترکب وتھدی بدنۃ، ان سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوگیا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام حبان کو قسم کے کفارے کا بھی حکم دیا، اور دم کا بھی،

مولانا انور صاحب پر تعقب فیض الباری ثالث ص ۱۴۱ پر اس مسئلہ کے تحت ہے،

وذکر الطحاوی ان علیہ الھدی لترک المشی و الکفارۃ للحنث واستدل علیہ بالروایۃ لم یذکرہ غیرہ

اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اس پر نہ چلنے کی وجہ سے ہدی ہے اور قسم توڑنے کی وجہ سے کفارہ، اور اس پر روایت سے استدلال کیا، مگر اسے انکے علاوہ اور نے

اقول ـ اتنی اونچی دوکان سے ایسا پکوان، ابھی ہم بتا آئے کہ ہدی اور کفارے دونوں کی حدیثیں حضرت امام طحاوی کے علاوہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ شاہ صاحب موصوف کا یہ ارشاد کس کھاتے میں درج کیا جائے، غیر مقلدیت کی حمایت کے یا حقیقت کے ساتھ نادان دوستی کے،

ع[ع] مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، الایمان والنذور، ابن ماجہ، کفارات، دارمی، نذور، مسند امام احمد رابع ص ۱۵۲،

[۱] مسند امام احمد اول ص ۲۳۹، ۲۵۲، [۲] مسند امام احمد رابع ص ۱۴۵، شرح معانی الآثار ثانی کتاب الایمان والنذور باب الرجل یوجب علی نفسہ المشی الی بیت اللہ ص ۷۵۔

33

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، فضائل المدینۃ

باب حرم المدینۃ، ص ۲۵۱

مدینہ کا حرم ہونا،

مدینہ کے لغوی معنی بڑی آبادی کے ہیں، جیسے اردو میں شہر کہا جاتا ہے، لیکن جب مطلق بولا جاتا ہے، تو اس سے مدینۃ الرسول مراد ہوتا ہے، جیسے مطلق البیت سے کعبہ اور النجم سے ثریا، مدینہ طیبہ کا نام پہلے یثرب تھا، قرآن مجید میں منافقین کا قول منقول ہے،

یٰۤاَهۡلَ یَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمۡ فَارۡجِعُوۡا (احزاب ۱۳) اے یثرب والو، یہ تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں چلو لوٹ چلو۔

یثرب حقیقت میں اس میدان کا نام ہے، جس کے ایک حصے میں مدینہ طیبہ آباد ہے، ابو عبید بکری نے کہا، کہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے اولاد میں یثرب بن قانیہ کوئی گزرا ہے، جو سب سے پہلے یہاں آباد ہوا تھا، اس کے نام پر ہے، ہشام کلبی نے کہا، جب قوم عاد کو اللہ عز وجل نے ہلاک کر دیا، اور وہ منتشر ہو گئے، تو کچھ مکہ معظمہ میں آئے، کچھ طائف میں آئے، اور یثرب میں ہذیل بن ارم مدینہ طیبہ آکر بسا اسی کے نام پر اسے یثرب کہا جانے لگا، پھر یہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔

تبع اکبر کا جب اس سرزمین پر گزر ہوا، اور اسے یہ بشارت دی گئی، کہ یہاں نبی آخر الزماں ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، تو وہاں اترا، اور وادی قناۃ میں ایک کنواں کھدوایا، جو علامہ عینی کے عہد تک 'بیرملک' کے نام سے مشہور تھا، اس نے اسے بسایا، اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مکان جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام پذیر تھے، بنوایا، اور حضور کے نام ایک عریضہ بھی لکھا، اس وقت سے یہ شہر آباد رہا، پھر سد مآرب کی بربادی کے بعد اوس وخزرج یہاں آکر بس گئے، جن کی اولاد کی قسمت میں انصار ہونا لکھا تھا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر اس کا نام طیبہ طابہ رکھا، اس لیے کہ یثرب کے معنی فساد کے ہیں، امام احمد اپنی مسند میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مدینہ کو یثرب کہے، وہ اللہ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے، یہ طابہ، نیز امام احمد نے اپنی مسند اور امام مسلم[۱] نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے، خطیب نے اپنی تاریخ میں انھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، کہ میں مدینہ کا نام طیبہ رکھوں، اصحاب سنن اربعہ اور شیخین[۲] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا ہے، جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی، یثرب، اور وہ مدینہ ہے،

علامہ[۳] عبد الرؤف مناوی نے پہلی حدیث کی شرح میں فرمایا،

لما وقع فیہ من الاثم لان الیثرب الفساد ولا یلیق بہا ذالک فتسمیتہا بذالک حرام	کیونکہ مدینہ کو یثرب کہنے میں گناہ ہے، اس لیے کہ یثرب فساد کو کہتے ہیں اور یہ مدینہ کے لائق نہیں، لہذا اسے یثرب

۱؎ اول، الحج، باب المدینۃ تنفی خبثہا ص ۲۴۵، ۲؎ بخاری اول، فضائل المدینۃ ص ۲۵۲، مسلم، اول، الحج باب المدینۃ تنفی خبثہا ص ۴۴۴، ۳؎ سراج منیر شرح جامع صغیر جلد ثالث ص ۳۳۸،

لان الاستغفار انما ھو عن خطیئۃ اھ و قال الشیخ تسمیتھا بذالک مکروہ تنزیھا،

کہنا حرام ہے، کیونکہ استغفار گناہ ہی پر ہے، اور شیخ نے فرمایا، اسے یثرب کہنا مکروہ تنزیہی ہے

لسان العرب[1] میں ہے:۔

و روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ نھی ان یقال للمدینۃ یثرب وسماھا طیبۃ کانہ کرہ الثرب لانہ فساد فی کلام العرب۔ قال ابن الاثیر، یثرب اسم مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمۃ فغیرھا وسماھا طیبۃ و طابۃ کراھیۃ التثریب وھو اللوم والتعییر،

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے مدینے کو یثرب کہنے سے منع فرمایا، اور اس کا نام طیبہ رکھا، حضور نے اسے ناپسند فرمایا، کیونکہ کلام عرب میں ثرب کے معنی فساد کے ہیں، اور ابن اثیر نے کہا، یثرب مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پرانا نام ہے، حضور نے بدل کر "طیبہ" اور "طابہ" رکھا، یثرب کو ناپسند فرمایا جس کے معنی ملامت کرنا اور عار دلانا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برے نام یعنی جن کے معنی برے ہوں ناپسند فرماتے اور اسے بدل کر اچھے نام رکھتے تھے،

مدینہ حرم ہے، ہمارے یہاں مدینہ طیبہ اس معنی کر حرم نہیں کہ اس کے جانوروں کے شکار کرنے اس کے درختوں کے کاٹنے گھاس صاف کرنے پر دم واجب ہو، جن احادیث میں ایسا حکم وارد ہے، وہ مؤول ہیں، مراد یہ ہے، کہ مدینہ طیبہ کی زیب و زینت باقی رکھنے کے لیے فرمایا، کہ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، میدان صاف نہ کئے جائیں۔

ہمارے دلائل امام بخاری[3] نے، امام مسلم[4] نے اپنی صحیح میں، امام ابوداؤد[5] اور امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، امام ابن ماجہ[6] نے اپنی سنن میں، امام بزار نے اپنی مسند میں، امام ابو جعفر طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ ام سلیم کے ایک دودھ پیتے صاحبزادے تھے، جن کو ابو عمیر کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے خوش طبعی اور ہنسانے والی باتیں کرتے تھے، اور ان کی ایک چھوٹی چڑیا تھی، جس کو نغیر کہتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ ابو عمیر مغموم ہیں، دریافت فرمایا، ابو عمیر کا کیا حال ہے، لوگوں نے عرض کیا، اس کی نغیر مرگئی ہے، اب حضور نے فرمایا، اے ابو عمیر نغیر کیا ہوئی،

اگر مدینہ طیبہ کے جنگلی جانوروں کا شکار ممنوع ہوتا، تو حضرت ابو طلحہ کے گھر یہ چڑیا کیسے رہ پاتی، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے،

---

[1] جلد اول ص ۲۳۵، [2] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۳۵، بحوالہ عمر بن شبہ عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ [3] ثانی، الادب، باب الانبساط الی الناس ص ۹۰۵، باب الکنیۃ للصبی ص ۹۱۵، [4] ثانی، الادب، باب کنیۃ من لم یولد ص ۲۱۰، [5] ثانی، الادب، باب الرجل یتکنی ولیس لہ ولد ص ۳۲۳، [6] الادب، باب الرجل یتکنی قبل ان یولد لہ ص ۲۷۳،

حدیث ۱۰۸۷ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِّنْ كَذَا اِلٰى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ

فرمایا، مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا درخت نہ کاٹا جائے، اور اس میں کوئی بدعت پیدا نہ کی جائے، جو

مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ عـہ

اس میں کوئی بدعت پیدا کرے گا، تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔

نیز امام احمد[1] نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کا ایک وحشی جانور تھا، جب حضور باہر تشریف لے جاتے، کھیلتا، دوڑتا، آگے آتا، پیچھے جاتا، اور جب یہ جان لیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر آگئے ہیں۔ تو چپ چاپ گھٹنے توڑ کر بیٹھ جاتا، کہ کہیں حضور کو اذیت نہ ہو۔

اگر مدینے کے حرم ہونے کا وہ مطلب ہوتا جو مکہ معظمہ کے حرم ہونے کا ہے، تو یہ کیسے جائز ہوتا کہ ایک جنگلی جانور کو اس طرح رکھا جاتا۔ کہ اسے اندر کر کے دروازہ بند کر لیا جاتا۔

تشریحات ۱۰۸۷ من احدث، کتاب الاعتصام کی روایت میں ہے، من آوی محدثا، حدث کے معنی نئی بات نئی چیز ایجاد کرنے کے ہیں، اور یہاں وہ نئی چیز ایجاد کرنا مراد ہے، جو کتاب وسنت کے مخالف ہو علامہ عینی[2] نے فرمایا،

ای لا یعمل فیہا عمل مخالف للکتاب والسنۃ۔	یعنی اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو کتاب اور سنت کے مخالف ہو۔

کتاب وسنت کے مخالف ہونے کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ ایک حکم کتاب وسنت میں مذکور ہے، اسے چھوڑ کر اس کی ضد پر عمل کیا جائے۔ جیسے اذان خطبہ، عہد رسالت اور صحابہ میں مسجد کے باہر ہوتی تھی، اس کو مسجد کے اندر لانا، اور اگر کوئی چیز قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو، اسے کرنا، قرآن وحدیث کے مخالف پر عمل کرنا نہیں، مخالفت دو متقابل چیزوں کو چاہتی ہے، جب قرآن وحدیث میں اس کے بارے میں کچھ مذکور ہی نہیں، تو وہ قرآن وحدیث کے مخالف کبھی نہیں ہوگی، اسی لیے حدیث صحیح میں فرمایا،

من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بہا بعدہٗ من غیر ان ینقص من اجورھم	جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، اسے ایجاد کرنے کا ثواب ہوگا، اور اس کے بعد جتنے لوگ عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ

عـہ ثانی، الاعتصام، باب اثم من آوی محدثا ص ۱۰۸۶، مسلم، [1] مسند جلد سادس ص ۱۱۲،
[2] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۲۸،

حدیث ۱۰۸۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری

وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی لِسَانِیْ قَالَ وَاَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

زبان پر مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کا حصہ حرم بنا دیا گیا، حضرت ابو ہریرہ نے کہا، نبی صلی اللہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنِیْ حَارِثَةَ فَقَالَ اَرَاکُمْ یَا بَنِیْ حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ

تعالیٰ علیہ وسلم بنی حارثہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو۔ پھر حضور نے ان کے

فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِیْهِ۔ عہ

جائے وقوع کو غور سے دیکھا تو فرمایا، نہیں، تم لوگ حرم کے اندر ہو،

شئی ؎ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت سے ایسے اچھے اعمال ہیں، جو قرآن و حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں، اور نہ عہد رسالت و صحابہ میں اس پر عمل ہوتا تھا، بالکل نو ایجاد ہیں، مگر وہ اچھے ہیں، ان کی ایجاد میں بھی ثواب ہے، اور عمل پر بھی، اس لیے حدثًا کے یہ معنی بتانا کہ جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوں، حدیث کی تحریف معنوی ہے،

یہاں یہ ہے کہ جس نے مدینے میں کوئی بدعت ایجاد کی، اور کتاب الاعتصام میں بطریق موسیٰ بن انس او اٰوی محدثًا زائد ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ بددین، فساق کو پناہ دینی ان کی مدد کرنی، ان کی رسی میں گرفتار ہونا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے، کہ فرمایا،

اَنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ، (النساء ۱۴۰) اب تم انھیں کی مثل ہو،

تشریحات ۱۰۸۸ لابتان، لابۃ، کا تثنیہ ہے، لابۃ اس زمین کو کہتے ہیں، جس پر سیاہ پتھر پھیلے ہوں، اسے حرۃ بھی کہتے ہیں، مدینہ طیبہ دو سنگستانوں کے درمیان ہے، شرقی اور غربی،

بنی حارثہ بنی حارثہ اوس کی ایک شاخ ہے، یہ سید الشہدا حضرت حمزہ کے مشہد کے مغرب میں حرہ کے کنارے بلند ٹیلے پر رہتے تھے، پہلے یہ خیال ہوا، کہ حرم سے باہر ہوں، مگر پھر حدود حرم پر غور فرمایا، اور ملاحظہ فرمایا کہ اندرون حرم ہیں، تو وہ ارشاد فرمایا، کہ تم حرم کے اندر ہو،

تشریحات ۱۰۸۹ تکمیل، یہ حدیث جلد اول ص ۴۰۲ پر ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے گذر چکی، وہاں یہ ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تھا، ابوداؤد کتاب الدیات میں

عہ مسند امام احمد ثانی ص ۲۸۶، ؎ مسلم اول، زکوٰۃ، باب الحث علی الصدقۃ ص ۳۲۷، ثانی، العلم، باب من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ ص ۳۴۱، نسائی، زکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقۃ ص ۳۵۶، مسند امام احمد جلد ۴ ربع ص ۳۵۷،

حدیث ۱۰۸۹ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

ابراہیم تیمی اپنے باپ یزید بن شریک سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا، کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ اس صحیفے کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں

اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ اِلٰى كَذَا مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ

یہ ہے، عائر سے یہاں تک مدینے کو حرم بنایا گیا، جو اس میں بدعت پیدا کرے، یا بدعتی کو پناہ دے۔ اس پر اللہ اور

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّقَالَ ذِمَّةُ

فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ اور فرمایا، سب مسلمانوں کا ذمہ

الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ایک ہے، جو کسی مسلمان کے ذمے کو توڑے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض

لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ

قبول کیا جائے گا، نہ نفل۔ جو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی سے موالات کرے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور

وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَدْلٌ

سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا۔

فِدَاءٌ، عـہ

عدل کے معنی فدیہ ہے،

ہے، کہ قیس بن عباد اور اشتر نخعی نے دریافت کیا، تو مذکورہ بالا جواب ارشاد فرمایا، بخاری کتاب الاعتصام میں ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکی اینٹ کے ممبر پر خطبہ ارشاد فرمایا، اور تلوار حمائل فرمائے ہوئے تھے، جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا، فرمایا، ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفے کے سوا اور کوئی کتاب نہیں، جسے ہم پڑھتے ہوں، اس میں مختلف زخموں کے احکامات ہیں، اور دیت میں واجب ہونے والے اونٹوں کی عمریں اور یہ ہے کہ مدینہ عیر سے یہاں تک حرم ہے، الحدیث۔ حضرت ابو حمید کی

عـہ ایضاً، الجہاد، باب ذمۃ المسلمین وجوارهم واحد ص ۴۵۰، باب اثم من عاهد ثم غدر ص ۴۵۱، ثانی، الفرائض باب اثم من تبرأ من موالیہ ص ۱۰۰۰، الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع ص ۱۰۸۴، مسلم، الحج، العتق، الاضاحی، ابو داؤد، مناسک، دیات، ترمذی، ولاء، نسائی، ضحایا، قسامۃ، مسند امام احمد اول ص ۸۱،

حدیث میں جراحات کے بجائے۔ العقل ہے، حاصل دونوں کا ایک ہے۔ اور فکاك الاسیر ولا یقتل مومن بکافر کا اضافہ ہے۔ یعنی قیدیوں کے چھڑانے کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ کافر کے بدلے مومن قتل نہیں کیا جائے گا۔ مسلم[1] اور مسند[2] امام احمد میں بطریق ابوطفیل یہ ہے۔ کہ اس میں یہ چار باتیں تھیں۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے۔ جو اللہ کے نام کے غیر پر جانور ذبح کرے اللہ اس پر لعنت فرمائے۔ جو زمین کے نیشانے چرائے۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے جو اپنے باپ پر لعنت کرے۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے جو کسی بدمذہب کو پناہ دے۔ مسند[3] امام احمد میں یہ زائد ہے۔ اس کے میدان کی گھاس نہ چھیلی جائے۔ اس کے شکار کو نہ بھڑکایا جائے اور اس کا لقطہ نہ اٹھایا جائے اور اس کا درخت نہ کاٹا جائے مگر اونٹ کے چارے کے لئے۔ قیس بن عباد کی حدیث میں ہے کہ ہم نے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد لیا ہے جو عام لوگوں سے نہیں لیا ہے۔ فرمایا نہیں سوائے اس کے جو اس مکتوب میں ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کی نیام سے اس مکتوب کو نکالا۔ اس میں یہ لکھا تھا۔ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور وہ غیروں کے مقابلے میں بمنزلہ ایک ہاتھ کے ہیں اور ان کے ذمے کو پورا کرنے کے لئے سب سے ادنیٰ بھی کوشش کریگا۔ خبردار کوئی مومن کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے اور نہ ذمی معاہد اپنے عہد میں۔ اور جو نئی بات پیدا کرے گا، اپنی جان پر پیدا کرے گا۔ اور جو نئی بات ایجاد کرے یا بدعتی کو پناہ دے۔ الحدیث۔ ان سب حدیثوں کا حاصل یہ نکلا کہ اس صحیفے میں یہ باتیں لکھی ہوتی تھیں۔ (۱) کوئی کسی کو زخمی کرے تو اس کی دیت کیا (۲) دیت کے اونٹوں کی عمریں کیا ہوں گی۔ (۳) قیدیوں کو آزاد کرنا (۴) کافر مسلمان کو قتل کر دے تو قصاص میں مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا (۵) عہد ذمہ کی پابندی لازم ہے (۶) اللہ کے علاوہ اور کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا حرام ہے۔ (۷) علامت کے طور پر جو مینارے ہیں ان کا چرانا حرام ہے۔ (۸) ماں باپ پر لعنت کرنا حرام ہے (۹) عیر سے ثور تک مدینہ طیبہ حرم ہے (۱۰) کتاب وسنت کے خلاف کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا حرام ہے (۱۱) بدمذہب اور فساق ظالموں کو پناہ دینا حرام ہے (۱۲) مسلمانوں کا خون برابر ہے (۱۳) ذمی کو قتل کرنا حرام ہے (۱۴) مدینے کے حرم میں درخت کاٹنا، پتے جھاڑنا میدان صاف کرنا (۱۵) شکار کرنا منع ہے (۱۶) مدینے پر حملہ جائز نہیں (۱۷) مسلمانوں کو غیروں کے مقابلے میں متحد ومتفق رہنا چاہئے (۱۸) اس کا لقطہ نہ اٹھایا جائے (۱۹) اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔ (۲۰) جس کے ساتھ عقد موالات نہ ہو اس کے ساتھ عقد موالات بتانا حرام ہے۔

مابین عائر الی کذا حضرت انس کی حدیث میں۔ من کذا الی کذا۔ یعنی یہاں سے وہاں تک حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں مابین لابتی المدینۃ۔ ہے یعنی حرہ شرقیہ اور غربیہ کا درمیانی حصہ اور

---

[1] ثانی۔ الاضاحی۔ باب تحریم الذبح لغیر اللہ ص ۱۶۰۔ [2] اول ص ۱۱۸ [3] اول ص ۱۱۹

اور اس حدیث میں ہے کہ عائر سے لے کر وہاں تک۔ ان سب میں سب سے واضح مابین لابتی المدینۃ کا لفظ ہے۔

اس روایت میں عائر ہے۔ اور کتاب الجہاد کی روایت میں عَیر ہے۔ مسلم[۱] میں۔ مابین عیر و ثور ہے۔ ابوداؤد[۲] میں مابین عائر الی ثور ہے۔ عیر اور ثور۔ مدینہ طیبہ کے دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ثور جبل احد کے قریب ایک چھوٹے سے پہاڑ کا نام ہے۔ ابوداؤد[۳] میں عدی بن زید سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے ہر طرف ایک برید رمنا بنایا۔ مسلم[۴] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کے اردگرد بارہ میل رمنا بنایا۔ ان دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ ایک قول کی بنا پر برید بارہ میل کا ہوتا ہے[۵]۔

محدثا | یہ فتحہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس کے معنی ہیں نو ایجاد چیز۔ یعنی بدعت کو پناہ دی یعنی اپنایا اسے رواج دیا یا اس کے رواج میں کوئی مدد کی یا باوجود قدرت اس نے ازالے کی کوشش نہ کی۔ مُحدِث دال کے کسرے کے ساتھ۔ یعنی بدعت ایجاد کرنے والے کو پناہ دی، اس کی کوئی مدد کی یا باوجود قدرت اس کو دفع نہیں کیا۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں بھی یہ دونوں باتیں حرام ہیں مگر مدینہ طیبہ میں اور سخت حرام ہیں۔ کیونکہ مدینہ طیبہ معدن اسلام ہے۔ وہاں کے عمل درآمد کو دیکھکر دوسری جگہ کے مسلمان اسے جائز بلکہ مستحسن اور اسلامی کام سمجھنے لگیں گے۔ اور یہی بات مکہ معظمہ میں بھی ہے۔ اس لئے ان دونوں مقامات میں بدعت کا رواج بہ نسبت دوسرے مقامات کے زیادہ خطرناک ہے۔

صرف وعدل | جمہور کا قول یہ ہے کہ۔ صرف سے فرض۔ اور عدل سے نفل مراد ہے۔ اور یہی راجح ہے اصمعی نے کہا۔ صرف کے معنی توبہ اور عدل کے معنی فدیہ ہے۔ ابو عبید نے کہا۔ صرف کے معنی۔ اکتساب ہے اور عدل کے معنی حیلہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کے معنی دیت ہے اور عدل کے معنی اس پر کچھ زیادتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کے معنی شفاعت ہے اور عدل کے معنی فدیہ ہے۔ علامہ قاضی بیضاوی نے اسی پر جزم فرمایا۔

من تولی قوما مراد یہ ہے کہ پہلے کسی قوم سے موالات کیا تھا پھر انکی اجازت کے بغیر دوسری قوم سے کرلیا۔ **بغیر اذن موالیھم** کا ظاہر اسی کی جانب مشعر ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ عقد موالات کئے بغیر کسی قوم سے موالات کا دعویٰ کر دیا۔ اب بغیر اذن موالیھم میں موالیھم بطور مجاز ہوگا۔ مسلم کی روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ ومن ادعی الی غیر ابیہ۔ او انتمٰی الی غیر موالیہ۔ جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرلے۔ یہ اس معنی کا مؤید ہے۔

مسائل | اس حدیث میں روافض کا رد ہے جو کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ

---

[۱] اول۔ الحج۔ باب فضل المدینۃ ص ۴۴۲ [۲] اول۔ مناسک۔ باب فی تحریم المدینۃ ص ۲۷۸ [۳] ایضاً ص ۲۷۹

[۴] اول۔ الحج۔ باب فضل المدینۃ ص ۴۴۲۔ [۵] نزھۃ القاری ثالث ص ۴۵۹۔

بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ ص٢٥٢

مدینے کی فضیلت اور یہ کہ وہ لوگوں کو نکال پھینکتا ہے

۱۰۹۰ سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ عہ

حدیث ابوالحباب سعد بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا، کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے لوگوں کو ایسے دور پھینکتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو پھینکتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خفیہ کچھ صنعتیں کی بتیس اور کچھ اسرار و رموز اور دین کے مخصوص قواعد راز داری کے ساتھ بتائے تھے۔ عہد شکنی حرام ہے۔ خصوصاً عقد ذمہ اور عقد امان۔ اپنے نسب کو بدلنا حرام ہے۔ یوہیں جس نے آزاد کیا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو آزاد کنندہ بتانا بھی حرام ہے۔

مولانا انور شاہ پر تعقب فیض الباری جلد ثالث ص۱۴۱ پر اس کی دلیل میں کہ مدینہ طیبہ کے اشجار کاٹنے جائز ہیں، یہ لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کے وقت درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر بالکل ابتداء کی بات ہے۔ یہ اس ارشاد کے معارض یا مخصص نہیں ہو سکتا سب کو معلوم ہے کہ مدینے کے حرم ہونے کا ارشاد بعد کا ہے۔

تشریحات ۱۰۹۰ تأكل القرى اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام بستیوں پر غالب آجائے گی۔

تنفي الناس مراد یہ ہے کہ کفار منافقین فتنہ پرور افراد کو باہر کر دیتی ہے۔ یہ خصوصیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک تھی۔ جیسے عکل و عرینہ کو نکالا اور ایک اعرابی کا قصہ ابھی آرہا ہے اور یہودیوں کو نکالا یا پھر دجال کے زمانے میں جیسا کہ دجال کی حدیث میں مذکور ہے۔

مہلب بن ابو صفرہ محدث نے کہا کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ مکہ کی کفر و شرک

عہ مسلم۔ الحج۔ نسائی مناسک۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۷۔

بَابُ لَابَتَی الْمَدِیْنَةِ ص۲۵۲

مدینے کے دو سنگستان

۱۰۹۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ لَوْ رَأَیْتُ الظِّبَاءَ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے اگر میں
بِالْمَدِیْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ
مدینے میں ہرنوں کو چرتے دیکھوں تو اسے بھڑکاؤں گا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لَابَتَیْهَا حَرَامٌ ع۵
نے فرمایا، اس کے دونوں سنگستانوں کا درمیانی حصہ حرم ہے۔

سے طہارت مدینہ طیبہ کی برکات سے ہے۔ اس استدلال پر کلام کی گنجائش ہے۔ مگر ہم نے پہلے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔

تشریحات ۱۰۹۱ اس قدر پر ہمارا اتفاق ہے کہ مدینہ طیبہ کی زیب وزینت باقی رکھنے کے لئے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ گھاس نہ صاف کیجائے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کے جنگلی جانوروں کو بھڑکایا نہ جائے اس معنی کے اعتبار سے مدینہ طیبہ بھی حرم ہے۔ مگر ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدینہ طیبہ کے درخت کاٹنے، گھاس چھیلنے اور شکار کرنے پر دم واجب نہیں جیسا کہ مکہ معظمہ میں ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ مدینہ طیبہ کے درختوں سے اونٹ کے لئے چارہ کاٹنے کی اجازت ہے۔ عجیب بات ہے۔ حضرات ائمہ ثلثہ مدینہ طیبہ کے حرم ہونے کے قائل ہیں۔ مگر درخت کاٹنے، شکار کرنے پر فدیہ اور جزا کوئی صاحب واجب نہیں فرماتے۔ البتہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کا سامان چھین لیا جائے۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ وہ اپنے دولت خانے وادی عقیق میں گئے تو ایک غلام کو دیکھا کہ درخت کاٹ رہا ہے اور پتے جھاڑ رہا ہے۔ انھوں نے اس کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا۔ اس کے بعد اس غلام کے گھر والے آئے اور انھوں نے حضرت سعد سے اپنے غلام کا سامان مانگا تو فرمایا۔ معاذ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عطیہ مجھے دیا ہے وہ واپس کردوں۔ سامان واپس کرنے سے انکار کردیا۔

اس پر عرض یہ ہے کہ حرم کے درخت کاٹنے میں جزا بھی اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے۔ اور تصدق فقیر پر ہوتا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیر نہ تھے۔ نیز یہ ضروری نہیں کہ اس غلام کا سامان اس

ع۵ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ المناقب۔ نسائی۔ مناسک۔

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ ص٢٥٢

جو شخص مدینے سے منہ پھیرے

١٠٩٢ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی خَیْرِ مَا كَانَتْ لَا یَغْشَاهَا

وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ تم لوگ مدینے کو ایسے وقت چھوڑ دو گے جب وہ بہترین حالت

اِلَّا الْعَوَافِیْ یُرِیْدُ عَوَافِی الطَّیْرِ وَالسِّبَاعِ وَاٰخِرُ مَنْ یُّحْشَرُ رَاعِیَانِ مِنْ

میں ہوگا۔ یہانتک کہ اسمیں روزی کے متلاشی درندے، پرندے اپنے لگیں گے اور سب سے آخر میں

مُّزَیْنَةَ یُرِیْدَانِ الْمَدِیْنَةَ یَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَیَجِدَانِهَا وُحُوْشًا حَتّٰی اِذَا

مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا جو اپنی بکریوں کو آواز دیتے ہوئے مدینے آئیں گے۔ تو وہاں

بَلَغَا ثَنِیَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰی وُجُوْهِهِمَا ع٥

جنگلی جانور پائیں گے۔ جب ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منھ کے بل گر پڑیں گے۔

درخت کی قیمت کا ہو۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے، کہ لوگ درخت کاٹ کاٹ کر مدینہ طیبہ کو ننگا نہ کر دیں۔ اس مسئلے میں احناف پر بہت تیرو نشتر برسائے گئے ہیں مگر بنظر دقیق ائمۂ ثلاثہ اور ہمارے مسلک میں مآل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اور عہد رسالت سے تعامل اسی پر ہے۔ کہ بوقت ضرورت مدینہ طیبہ کے درخت کاٹے جاتے ہیں۔

١٠٩٢ مسند امام احمد میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین انما

تشریحات قاسم والله یعطی۔ اور اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتا ہے۔ اور میں بانٹنے والا ہوں، اور اللہ دیتا ہے۔ عوافی۔ عافیۃ کی جمع۔ یہ معتل وادی ہے اس کے معنی روزی ڈھونڈھنے والے کے ہیں۔ مراد جنگلی جانور ہیں۔ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسم بھی۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ۔ عفاء سے بنا ہو۔ جسکے معنی ویران خالی جگہ کے ہیں۔ جہاں کوئی نہ ہو۔ وحشی جانور ایسی ہی جگہ رہائش اختیار کرتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ مدینہ کا یہ حال قیامت کے قریب

ع٥ مسلم۔ الحج۔ مسند امام احمد ص ٣٣٢

١٠٩٣ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سفیان بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ

عَنْهُمْ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ

انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ یمن فتح ہوگا تو کچھ سواری

اَلْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ

کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر لیجائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے

خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ

لئے بہتر ہے۔ اگر وہ لوگ جانتے۔ اور شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ سواری کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے

بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ

اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کرلے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے اور

اَلْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ

عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ سواری کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر

ہوگا۔ جیساکہ علامہ نووی نے فرمایا۔ اور خود اس حدیث کے اخیر کا حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ فرمایا سب کے اخیر میں مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا۔ الحدیث۔

وآخر من یحشر مزینہ کے یہ دونوں چرواہے اپنے وطن کو چھوڑ کر اپنی بکریاں لے کر مدینے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ یہ جنگلی جانوروں کا مسکن ہے۔

تشریحات ١٠٩٣ والمدینة خیر لھم ظاہر ہے کہ مدینہ دیار رسول ہے۔ یہاں مسجد نبوی ہے۔ یہ مہبط وحی ہے۔ یہیں سے اسلام کی دوسرے بلاد میں نشر و اشاعت ہوئی۔ غلبہ ہوا۔ اس سے بہتر یمن شام، عراق کیسے ہوسکتا ہے۔ اس حدیث میں طنز ان لوگوں پر ہے جو فراخی اور موسم کی خوشگواری وغیرہ کی نیت سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر کہیں اور گئے۔ رہ گئے وہ حضرات جو جہاد یا تبلیغ کے لئے دوسرے شہروں میں گئے یا اور کسی دینی مصلحت کی بنا پر گئے۔ جیسے خلیفۃ المسلمین کی طرف سے والی بناکر بھیجے گئے وہ ماجور و مثاب ہیں۔ اس حدیث کے تحت نہیں آتے۔

غیب دانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کا تذکرہ فرمایا پھر شام کا پھر عراق کا۔ اسی ترتیب سے یہ ممالک فتح ہوئے۔ یمن کا کچھ حصہ عہد رسالت ہی میں فتح ہوچکا تھا۔ بقیہ عہد صدیقی میں فتح ہوا۔ اس کے بعد شام فتح ہوا، پھر عراق۔ اور جب یہ فرمایا تھا۔ شام و عراق پر قیصر و کسریٰ

وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؏

لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے، اگر وہ لوگ علم رکھتے۔

بَابُ الْاِيْمَانِ يَأْزِرُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ص ۲۵۲

ایمان مدینے میں پناہ لے گا

حدیث ۱۰۹۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْزِرُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْزِرُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا ؏

فرمایا بیشک ایمان سمٹ کر مدینہ کیطرف لوٹ آتا ہے۔ جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ کر لوٹتا ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ص ۲۵۲

مدینے کے ساتھ مکر کرنیوالے کا گناہ

حدیث ۱۰۹۵ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا

کی انتہائی مضبوط و مستحکم حکومتیں قائم تھیں۔ اور عرب کا جو حال تھا اس کے پیش نظر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی اہل عرب شام اور عراق فتح کر پائیں گے۔ مشہور مستشرق گبن نے لکھا ہے کہ جس وقت روم پر غلبہ کی پیشین گوئی کی گئی تھی اس سے زیادہ مستبعد اور کوئی پیشین گوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ سب اس کا ظہور تھا کہ فرمایا۔ زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی۔ میں اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ رہا ہوں، جتنی سمیٹ دی گئی ہے، میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔[۱] عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تشریحات ۱۰۹۴ علامہ داؤدی اور علامہ عینی نے فرمایا۔ مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک تک رہی۔ علامہ عینی کے ارشاد کے بموجب زیادہ سے زیادہ نوے سال رہی پھر خود مدینہ طیبہ فتنوں کی آماجگاہ بن گیا۔

؏ مسلم۔ نسائی۔ الحج۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۲۰ ـ ؏ مسلم۔ ایمان۔ ابن ماجہ الحج۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۸۶۔

[۱] مسلم۔ ثانی ـ الفتن۔ واشراط الساعۃ ص ۳۹۰ ۔ ابوداود فتن ص ۲۳۰ ۔ ترمذی۔ ثانی۔ فتن۔ باب سوال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاثاً فی امتہ ص ۴۰ ۔ ابن ماجہ۔ فتن۔ باب مایکون من الفتن ص ۲۹۲ مسند امام احمد خامس ص ۲۷۸ ۔ ایضاً جلد رابع ص ۱۲۳

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَکِیْدُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَحَدٌ اِلَّا

انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مدینے والوں کے ساتھ جو بھی

اِنْمَاعَ کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ

مکر کرے گا وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

بَابُ آطَامِ الْمَدِیْنَۃِ ص۲۵۲

مدینے کے ٹیلوں کا بیان

۱۰۹۶ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے کے ٹیلوں میں سے

اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ آطَامِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ

ایک ٹیلے پر چڑھے اور فرمایا کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم لوگ دیکھ رہے ہو میں تمہارے گھروں

ھَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی اِنِّیْ لَاَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ ؏

میں فتنوں کو اس طرح گرتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرتی ہے۔

۱۰۹۵ **تشریحات** یزید پلید کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا اور واقعہ حرّہ کے موقعہ پر اہل مدینہ پر وہ مظالم کئے جو کسی ظالم نے کسی کے ساتھ نہ کئے ہوں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدینے سے فارغ ہو کر مکہ جاتے ہوئے راستے میں ابن عقبہ جہنم رسید ہوا۔ اور چند دنوں کے بعد یزید پلید بھی۔ تاہم محتاط علما کا خیال یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک کے لئے تھی۔

۱۰۹۶ **تشریح** حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصار، پھر شہادت۔ پھر واقعۂ حرہ اس اخبار بالغیب کی واضح تصدیق ہے۔

؏ المظالم - باب الغرفۃ والعلیۃ ص ۳۳۴ - علامات النبوۃ ص ۵۰۸ - ثانی - الفتن - باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب ص ۱۰۴۲ - مسلم - الفتن - مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۰۰ -

بَابُ لَايَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ ص۲۵۲

دجال مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث ۱۰۹۷ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَهَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰی كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ ع۵

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا مدینے میں دجال کا رعب نہیں داخل ہوگا۔ اس دن مدینے کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

حدیث ۱۰۹۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَایَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ ع۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مدینے میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر فرشتے ہیں۔ اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوں گے۔

حدیث ۱۰۹۹ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۱۰۹۷تا ۱۰۹۹ بخاری کی اس روایت میں اجمال ہے۔ مسلم میں اس کی پوری تفصیل یہ ہے۔ دجال کی جانب ایک مومن جائے گا، اسے دجال کے کچھ متبع ملیں گے اور پوچھیں گے، کہاں جارہے ہو؟ وہ کہیگا اس کے پاس جارہا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے۔ کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لائیگا۔ وہ فرمائیں گے۔ اپنے رب کے بارے میں کوئی خفا نہیں۔ وہ کہیں گے۔ اسے قتل کردو۔ تو انھیں میں سے کچھ لوگ کہیں گے۔ کیا ہمارے رب نے کسی کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے، کسی کو قتل کرنا ہوگا تو وہی کریگا۔ انھیں وہ سب دجال کے پاس لے جائیں گے۔ یہ مومن دجال کو دیکھکر کہیں گے۔ یہی وہ دجال ہے جس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ ثانی۔ الفتن۔ باب ذکر الدجال ص ۱۰۵۵۔ مسند امام احمد خامس ص ۴۳

ع۵ ایضا۔ ثانی۔ الفتن باب لایدخل الدجال المدینۃ ص ۱۰۵۶۔ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے ہم سے دجال کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان فرمائی ہے، اس کے بارے میں ہم سے جو بیان

حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَنْ قَالَ يَاْتِي الدَّجَّالُ

فرمایا اس میں یہ بھی تھا یہاں تک کہ فرمایا دجال آئے گا مدینے کے راستوں میں داخل ہونا

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ اَنْ يَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ يَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ

اسے حرام ہوگا۔ مدینے کے قریب جو شور زمین ہے ان میں سے بعض پر اترے گا اس کے پاس

بِالْمَدِيْنَةِ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ

مدینے سے ایک شخص جائے گا جو اس دن سب سے بہتر ہوگا یا سب سے بہتر لوگوں میں سے ہوگا اور

فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهٗ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ

نے ہم سے بیان فرمایا ہے۔ اب دجال کہے گا، بولو اگر میں اسے قتل کر ڈالوں اور پھر زندہ کر دوں تو کیا

هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ حِيْنَ

تم لوگ میرے معاملے میں شک کروگے، لوگ کہیں گے، نہیں۔ دجال انھیں قتل کر دیگا پھر زندہ کر دیگا

يُحْيِيْهِ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَشَدَّ بَصِيْرَةً مِّنِّي الْيَوْمَ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ

اب وہ شخص کہیں گے آج سے زیادہ تیری معرفت کبھی نہ تھی۔ دجال کہے گا اسے

اَقْتُلُهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ ع۵

مار ڈالوں اب ان پر قابو نہیں دیا جائے گا۔

نے فرمایا ہے۔ دجال حکم دیگا۔ تو ظالم ان کے سر پر زخم لگائیں گے، کہے گا اسے پکڑو۔ مارتے مارتے انکی پیٹھ اور پیٹ کو چوڑا کردیں گے۔ اب دجال کہے گا، بول مجھ پر ایمان لاتا ہے یا نہیں۔ وہ مومن کہیں گے، تو مسیح کذاب ہے۔ اب وہ ظالم سر پر آرہ چلا کر کر کے نیچے لاکر دو ٹکڑے کر دے گا، اور ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر کہے گا کھڑا ہو جا، وہ مومن سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال پوچھے گا مجھ پر ایمان لاتا ہے، تو وہ مرد مومن جواب دیگا۔ اب میرا یقین تیرے بارے میں اور بڑھ گیا۔ یہ مرد مومن لوگوں سے کہے گا۔ میرے بعد کسی کیساتھ یہ ایسا نہ کرسکے گا۔ پھر دجال

ع۵ ایضاً۔ ثانی۔ الفتن باب لایدخل الدجال المدینة ص ۱۰۵۶ ۔ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج۔

۱۱۰۰ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لَيْسَ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ ؏

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ فرمایا مکہ اور مدینے کے سوا ہر شہر کو دجال روندے گا۔ ان کے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ پہرہ دیتے ہوں گے۔ پھر مدینے میں تین زلزلے آئیں گے جس سے ہر کافر و منافق کو اللہ مدینے سے باہر کردیگا۔

انھیں پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا۔ مگران کی گردن پر سینے تک سیسہ کردیا جائے گا وہ ذبح نہ کرپائے گا پھر ان کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر پھینک دیگا۔ لوگ سمجھیں گے کہ آگ میں پھینکا ہے۔ مگر وہ جنت میں جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رب العالمین کے یہاں یہ سب سے بڑا شہید ہوگا۔

تشریحات ۱۱۰۰ سَيَطَؤُهُ ۔ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ ظاہر سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ خود دجال پوری دنیا میں جائے گا۔ یہ مراد نہیں کہ وہ خود نہیں بلکہ اس کا لشکر، اس کے متبعین جائیں گے مسلم[1] میں نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دجال کل چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کا، دوسرا دن ایک مہینے کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا، بقیہ دن اور دنوں کے برابر (چوبیس گھنٹے کا) اور اسکی رفتار اتنی تیز ہوگی۔ جیسے وہ بادل جسے ہوا اڑاتی ہو۔ کل سال پھر دو مہینے چوالیس دن میں پوری دنیا گھوم لیگا۔

ترجف المدینۃ یہ اس کے منافی نہیں جو پہلے فرمایا کہ مدینے میں دجال کا رعب نہیں داخل ہوگا۔ کیونکہ یہ زلزلہ دجال کے اثر سے نہیں بلکہ من جانب اللہ مدینہ طیبہ کی تطہیر کے لئے آئے گا۔

؏ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج

[1] ثانی۔ باب ذکر الدجال ص ۴۰۱

بَابُ الْمَدِیْنَۃِ تَنْفِیْ خَبَثَھَا ص۲۵۳

مدینہ میل، زنگ دور کر دیتا ہے

حدیث ۱۱۰۱ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعَہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام پر بیعت ہوئے دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آئے اور کہا

فَقَالَ اَقِلْنِیْ فَاَبٰی ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الْمَدِیْنَۃُ کَالْکِیْرِ تَنْفِیْ خَبَثَھَا

میری بیعت توڑ دو حضور نے تین بار انکار فرمایا پھر فرمایا مدینہ بھٹی کے مثل ہے کہ وہ

وَتَنْصَعُ طَیِّبَھَا عہ

لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے اور خالص باقی رکھتی ہے۔

حدیث ۱۱۰۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ

عبداللہ بن یزید نے کہا میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تشریحات ۱۱۰۱ الاحکام۔ میں یہ تفصیل ہے کہ یہ اعرابی تین بار آئے، یہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تین بار انکار کیا۔ جب تیسری بار بھی حضور نے انکار فرمادیا تو وہ مدینہ طیبہ سے دیہات میں چلے گئے۔

محموما اس کا مادہ حُمّٰی ہے۔ حُمَّ الرجل اَحَمَّ سے۔ تنصع۔ فتح یفتح سے آتا ہے۔ اس کا مصدر نصوع ہے۔ جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ ناصع۔ خاص۔ اکثر روایتوں میں ینصع۔ باب تفعیل سے مجہول آیا ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام قیس بن ابی حازم ہے۔ انکی بار بار کی درخواست کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی بیعت فسخ نہ فرمائی۔ یہ ان پر خاص مہربانی تھی۔ وہ تو بخار کی وجہ سے معذور تھے۔ ان کے اس عذر کیوجہ سے انکے ساتھ تشدد نہیں فرمایا۔ بلکہ غایت کرم سے ان کی بیعت باقی رکھی۔

عہ ایضا۔ ثانی۔ الاحکام۔ باب بیعۃ الاعراب ص ۱۰۷۰۔ باب من بایع ثم استقال البیعۃ ص ۱۰۷۰۔ الاعتصام۔ باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۸۔ نسائی۔ الحج۔

تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنا - وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد کی طرف

اِلٰى اُحُدٍ رَّجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ

چلے تو حضور کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ لوٹ گئے ایک گروہ

فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ - وَقَالَ النَّبِيُّ

نے کہا ہم انھیں قتل کریں گے اور ایک گروہ نے کہا نہیں اس پر یہ آیت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا تَنْفِى الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِى النَّارُ خَبَثَ

نازل ہوئی - تمھارا کیا حال ہے کہ منافقین کے بارے میں دوگروہ ہو - اور نبی صلی اللہ

الْحَدِيْدِ عـہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خراب لوگوں کو نکال باہر پھینکتی ہے۔ جیسے آگ لوہے کے میل کو پھینک دیتی ہے۔

تشریحات ۱۱۰۲ یہ عبداللہ بن اُبَی بن سلول رأس المنافقین تھا جو اپنے تین سو ہمراہیوں کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس ہوگیا اگر ہم جانتے کہ لڑائی ہے تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینے سے نکلے تھے۔ اب صرف سات سو رہ گئے۔

من اصحابہ یہاں ان منافقین پر اصحاب کا اطلاق باعتبار ظاہر ہے۔ مغازی کی روایت میں ہے ممن خرجوا معہ۔ فکان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرقتین۔ حضور کے ساتھ مدینے سے جو لوگ چلے تھے ان میں کچھ لوگ واپس ہو گئے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں دوگروہ ہو گئے۔

فنزلت: سورۂ نساء کی آیت ۸۸ نازل ہوئی۔ کیا بات ہے تم منافقین کے بارے میں دوگروہ ہوگئے۔ اللہ نے انھیں اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جنھیں اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اسے ہدایت پر لاؤ۔ اور جنھیں اللہ گمراہ کر دیگا۔ ان کے لئے تم راستہ نہ پاؤ گے۔

تنفی الرجال مغازی میں ہے۔ وانها طيبة تنفى الذنوب كما تنفى النار خبث الفضة یہ طیبہ ہے۔ گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کو۔ اور تفسیر میں الذنوب کی جگہ۔ الخبث ہے۔

عہ ثانی - المغازی - باب غزوة الاحد ص ۵۸۰ - التفسیر - باب فما لكم فى المنافقين فئتين ص ۶۶۰ - مسلم - ذکر المنافقین - ترمذی - تفسیر -

باب صفحہ ۲۵۳

١١٠٣ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے

قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَاجَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ ع٥

اللہ مدینے میں مکہ کی تگنا برکت عطا فرما۔

باب ص ۲۵۳

١١٠٤ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وُعِكَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ بِلَالٌ فَکَانَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابو بکر اور بلال

تشریحات ١١٠٣ ضعف کے معنی دونے کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کے برابر اور۔ دو ضعف کا معنی ہوا۔ ۲/۳ یعنی کسی چیز کے تین حصے میں سے دو حصے۔ یعنی تین گنا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ افضل ہے۔ اس لئے کہ برکت ۔ دینی اور دنیوی دونوں کو عام ہے۔ اور دینی اور اخروی برکت ثواب ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ہر عمل پر بہ نسبت مکہ معظمہ کے تین گنا ثواب ہے۔ اور برکت کو دنیوی برکت کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔

تشریحات ١١٠٤ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول کو زوال سے پہلے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ عقیرتہٗ ۔ وہ آواز جو گانے یا رونے کے وقت ترنم کے ساتھ نکالی جائے۔ اِذخر مشہور گھاس ہے۔ جلیل بھی ایک نرم گھاس کا نام ہے۔ جس سے چھپر بناتے تھے۔ مجنّۃ ۔ غالباً وہی جگہ ہے جہاں رجب میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ شامۃ ۔ طفیل ۔ دو پہاڑوں یا دو چشموں کے نام ہیں بُطحان مدینہ طیبہ کے ایک نالے کا نام ہے۔ نجلاً ۔ گندا بدبودار پانی

مکہ معظمہ گرم اور خشک مقام ہے۔ زمزم شریف کے علاوہ اور کوئی نہ کنواں ہے نہ چشمہ ۔ اور مدینہ طیبہ

ع٥ مسلم ۔ الحج

اَبُوْبَکْرٍ اِذَا اَخَذَتْہُ الْحُمّٰی یَقُوْلُ۔ کُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِیْ اَھْلِہٖ، وَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخار میں گرفتار ہوگئے۔ حضرت ابوبکر کا حال یہ تھا کہ جب انھیں بخار آتا تو کہتے

اَلْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ، وَکَانَ بِلَالٌ اِذَا اُقْلِعَ عَنْہُ الْحُمّٰی یَرْفَعُ

ہر شخص اپنے اہل میں رہتے ہوئے صبح کرنیوالا ہے، اور حال یہ ہے کہ موت اس کی چپل کے تسمے سے بھی زیادہ

عَقِیْرَتَہٗ یَقُوْلُ۔ اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَۃً، بِوَادٍ وَّحَوْلِیْ اِذْ

قریب ہے۔ اور بلال کا جب بخار ٹوٹتا تو ترنم کیساتھ اپنی آواز بلند کرکے کہتے کاشکہ ایک رات میں ایسی

خَرٌ وَّجَلِیْلٌ، وَھَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِّیَاہَ مَجَنَّۃٍ، وَھَلْ یَبْدُوَنْ لِیْ شَامَۃٌ

وادی میں گزارتا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل ہوتی اور کیا کسی دن مجنہ کے پانی پر گزر سکوں گا

وَّطَفِیْلٌ، اَللّٰھُمَّ الْعَنْ شَیْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَعُتْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَاُمَیَّۃَ بْنَ

اور کیا میری نظروں کے سامنے شامہ اور طفیل ہوں گے۔ اے اللہ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ

خَلَفٍ کَمَا اَخْرَجُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا اِلٰی اَرْضِ الْوَبَاءِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

بن خلف پر لعنت کر جنھوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال کر وبائی زمین میں کردیا ہے اس کے بعد

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ اے اللہ ہمیں مکے جیسا مدینے کو پیارا بنا دے یا

مرطوب جگہ ہے۔ نیز اس کے نالوں سے بدبودار پانی بہتا تھا۔ اس کا اثر کنوؤں کے پانی میں بھی ہوتا جس کی وجہ سے وہاں عموماً لوگ بخار میں مبتلا رہتے۔ عمرۃ القضا کے موقعہ پر اہل مکہ نے صحابہ کرام پر یہ طنز کیا تھا اضناھم حمی یثرب یثرب کے بخار نے انھیں کمزور کردیا ہے۔ مکہ معظمہ جیسی خشک جگہ سے جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ جیسے مرطوب اور مسموم مقام پر پہنچے تو عموماً بخار میں مبتلا ہوگئے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مدینہ طیبہ کی وبا ختم ہوگئی اور وہاں کی آب وہوا صحت افزا ہوگئی۔ ہوائیں نسیم سحر کی طرح جانفزا، پانی آب حیات کی طرح شیریں۔ جتنا لذیذ ہلکا پانی مدینہ طیبہ کا ہے، دنیا میں کہیں کا نہیں۔

جس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اس کا بخار جحفہ منتقل کر دے اس دن تمام اہل جحفہ بخار میں گرفتار ہوگئے اور جحفہ بخار کا گڑھ ہوگیا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جو بھی اس کا پانی پی لیتا بخار میں مبتلا ہوجاتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دفع بلا وحصول نفع کے لئے دعا رضا بالقضا کے منافی نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسمیں اظہار بندگی وعجز وتذلل ہے۔ یہ خود ایک عبادت ہے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَفِیْ مُدِّنَا وَصَحِّحْھَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاھَا اِلَی الْجُحْفَۃِ
اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے صاع ہمارے مد میں برکت دے اور مدینے کو ہمارے لئے صحت افزا
قَالَتْ وَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ وَھِیَ اَوْبَاُ اَرْضِ اللّٰہِ قَالَتْ فَکَانَ بُطْحَانُ یَجْرِیْ
بنادے اور اس کا بخار جحفہ منتقل فرمادے۔ ام المومنین نے فرمایا ہم جب مدینے آئے تو اللہ کی
نَجْلًا یَعْنِیْ مَاءً اٰجِنًا عہ
سب زمین سے زیادہ یہ وبازدہ تھی اور فرمایا کہ بطحان نالے سے بدبودار پانی بہتا تھا۔
۱۱۰۵ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ
حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اپنے
اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ
راستے میں شہادت نصیب فرما۔ اور میری وفات اپنے رسول کے شہر میں کر۔

تشریحات ۱۱۰۵ اس دعا کا باعث یہ ہوا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت عمر شہید ہیں۔ شہید کئے جائیں گے۔ یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو فرمایا۔ میرے لئے شہادت کہاں۔ میں جزیرۃ العرب کے بیچ میں ہوں۔ جہاد کرتا نہیں۔ میرے ارد گرد ہر وقت لوگ رہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ نصیب ہوگی انشاء اللہ۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا، اس سے زیادہ مستبعد کوئی اور بات نہیں ہوسکتی تھی مگر جو فرمایا وہی ہوا اور ان کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور بلد رسول میں شہادت نصیب ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونا نصیب ہوا۔

یہ حدیث زید بن اسلم سے مروی ہے۔ عام اسنادوں میں ہے کہ زید اپنے والد اسلم سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر بطریق ابن زریع یہی حدیث زید بن اسلم عن امہ عن حفصہ بنت عمر عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ہے۔ یعنی زید بن اسلم اپنی ماں سے وہ ام المومنین حضرت حفصہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وقال زریع۔ سے امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز ہشام بن سعد نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے۔ زید بن اسلم اپنے والد سے وہ ام المومنین حضرت حفصہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں۔ وقال ھشام سے یہ بتایا ہے۔

اس اختلاف کے ذکر سے امام بخاری کی غرض کیا ہے۔ وہ واضح نہیں ہوسکی۔ بظاہر یہ سند میں اضطراب ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصود یہ اضطراب بتانا ہوتا، اور یہ حدیث ان کے نزدیک مضطرب ہوتی تو اس صحیح میں

درج نہ کرتے۔ اس لئے براہ حسن ظن یہی کہا جائے گا کہ ان کا مقصود طرق کو بیان فرمانا ہے۔ اور یہ کہ زید بن اسلم اپنے والد سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اپنی والدہ سے بھی۔ اور ان کے والد اسلم نے یہ حدیث خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنی ہے۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قد تم بعون اللہ تعالی وعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجزء الرابع من نزھۃ القاری و یلیہ الخامس ان شاء ربنا عز وجل وشاء حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ فالحمد لہ۔ اولاً واخراً والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ بدایۃ ونھایۃ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصوم

باب وجوب صوم رمضان ۲۵۴

رمضان کے روزے کا واجب ہونا۔

حسن ترتیب قرآن مجید اور احادیث میں ایمان کے بعد بلا فصل نماز کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے عبادات میں نماز کو سب سے پہلے ذکر فرمایا۔ اور نماز کے ساتھ بلا فصل زکوٰۃ مذکور ہے۔ اس لئے نماز کے بعد زکوٰۃ کو ذکر فرمایا۔ نماز خالص بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ خالص مالی۔ اور حج دونوں کا مجموعہ۔ مفردات کو ذکر کرکے دونوں سے مرکب کو ذکر فرمایا۔ زکوٰۃ اور حج میں یہ مناسبت تھی کہ دونوں میں مال صرف کرنا ہے۔ اسلئے زکوٰۃ کے بعد حج ذکر فرمایا۔ اب روزے کے لئے اخیر میں ذکر کا موقعہ نکلا۔

اقول ــ ایک خاص بات یہ ہے کہ نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے زیادہ اہم ہے۔ مگر اس کے تارکین کی کثرت ہے۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے والے بھی نہ ادا کرنے والوں سے کم ہیں۔ مگر ان کا تناسب بہ نسبت تارکین نماز کم ہے۔ اور حج کرنیوالوں کا تناسب بھی زیادہ ہے۔ روزہ ان چہار فرائض کی بہ نسبت لوگ بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ عورتیں ننانوے فیصد بے نمازی ہیں مگر ننانوے فیصد روزہ رکھتی ہیں۔ امام بخاری نے عوام کے عمل اور ترک کو پیش نظر رکھ کر جس کی طرف رغبت کم تھی۔ اسے مقدم کیا اور ترتیب میں عوام کی رغبت کو ملحوظ رکھا۔

صوم کا معنی ــ صوم کے لغوی معنی۔ امساک یعنی رکنے کے ہیں۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کسی چیز سے رکنا۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

۱۱۰۶ حدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صام النبی صلی اللہ تعالیٰ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم عاشورا کا روزہ

علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ فلما فرض رمضان ترک وکان

رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوگیا تو چھوڑ دیا گیا۔ اور عبداللہ (ابن عمر)

عبد اللہ لا یصومہ الا ان یوافق صومہ۔ ۱۱۰۷ حدیث ان عروۃ اخبرہ عن

عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہ کہ انکے کسی روزے کے موافق ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی

عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان قریشا کانت تصوم یوم عاشوراء فی

اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ

الجاہلیۃ ثم امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصیامہ حتی فرض

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کے روزے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ رمضان

رمضان فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من شاء فلیصمہ

کا روزہ فرض کیا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورے کا روزہ

ومن شاء افطرہ

رکھے۔ جو چاہے نہ رکھے

انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا ـــــ مریم ۲۶

میں نے اللہ کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ آج کسی انسان سے بات نہیں کرونگی۔

بات چیت سے رکنے کو صوم کہا۔ اور یہ روزہ ان کی شریعت میں مشروع تھا۔ عرب والے اس گھوڑے کو جو چارہ نہ کھائے یا اڑ جائے خیل صیام کہتے ہیں۔

شریعت میں:۔ صبح صادق طلوع ہونے سے لیکر آفتاب ڈوبنے تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے، جماع اور جماع کے ملحقات سے رکنے کو صوم کہتے ہیں۔

روزہ کب فرض ہوا دوسری ہجری کے دس شعبان کو رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو سال رمضان کا روزہ رکھا۔ اس کے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ پھر جب یہ آیۂ کریمہ نازل

ع۷ مسلم۔ الصیام ـــ نسائی۔ الحج

ہوئی۔ تو یہ منسوخ ہوگیا۔ اور رمضان کا فرض ہوگیا۔
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ - بقرہ (۸۵) ۔ تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں موجود ہو۔ اسے لازم کہ اس مہینے کا روزہ رکھے۔
بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ عاشورا کے روزے کے بعد ہر مہینے تین دن کا روزہ فرض تھا۔

تشریحات ۱۱۰۶،۷ حضرت ام المومنین کی حدیث کے ہم معنی مسلم[1] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ سے اس مضمون کی احادیث آئی ہیں۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ حدیث میں ہے ۔ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ عاشورا، مد اور قصر دونوں کے ساتھ ہے۔ اور مد اکثر ہے۔ دسویں محرم کو کہتے ہیں۔

ایک تطبیق بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ آئے۔ تو دیکھا کہ یہودی عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا۔ تو انھوں نے بتایا کہ یہ اچھا دن ہے۔ اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو اس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا۔ تم سے زیادہ ہم موسیٰ کی اتباع کے حقدار ہیں۔ تو حضور نے بھی روزہ رکھا۔ حدیث زیر بحث اور اس حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں حضرت علامہ عینی نے یہ تطبیق دی ہے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ قریش عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ قبل بعثت حضور بھی رکھتے تھے۔ بعد بعثت ترک فرمادیا۔ جب مدینہ تشریف لائے اور یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مشروع ہے تو پھر رکھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ تو فرمایا۔ جس کا جی چاہے رکھے۔ جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

الا ان یوافق صومہ مثلاً ان کی عادت رہی ہو کہ ہر دوشنبے کو روزہ رکھتا ہو ۔ اور عاشورا دوشنبہ کو پڑ گیا تو رکھا۔ نہ اس بنا پر کہ یہ عاشورا کا دن ہے۔ بلکہ اس بنا پر کہ یہ انکے روزے کا دن ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عاشورے کے روزے کو نفل نہیں جانتے تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نفل ہے۔

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب صوم یوم عاشورا ص ۳۵۸

باب فضل الصوم ۔ روزے کی فضیلت ص۲۵۴

۱۱۰۸

حدیث ۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ

علیہ وسلم قال الصیام جنۃ فلا یرفث ولا یجھل فان امرؤ قاتلہ او شاتمہ

ڈھال ہے ۔ روزہ دار بیہودہ نہ بکے نہ جہالت کرے ۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو کہہ دے ۔

فلیقل انی صائم مرتین والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب

میں روزہ دار ہوں ۔ دو مرتبہ ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منھ کی بو

عند اللہ من ریح المسک یترک طعامہ وشرابہ وشھوتہ من اجلی

اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے ۔ روزہ دار اپنا کھانا ، پینا اور خواہش نفس میری وجہ سے چھوڑتا ہے ۔ روزہ

الصیام لی وانا اجزی بہ والحسنۃ بعشر امثالھا ۔ع

میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دونگا اور نیکی دس گنے تک ہے ۔

تشریحات ۱۱۰۸ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں مروی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے ۔ ہر نیکی دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے ۔ روزہ میرے لئے ہے ۔ اور میں اس کی جزا دوں گا ۔ اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے ۔ اور روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے ۔ اگر کوئی جاہل جہالت کرے ۔ اور وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے میں روزے سے ہوں ۔

الصوم جنۃ ۔ ہر وہ چیز جو دوسرے کو چھپالے ۔ جُنّۃ ۔ ہے ۔ عرف میں ڈھال کو کہتے ہیں ۔ روزہ کس چیز سے ڈھال ۔ یہ اس روایت میں مذکور نہیں مگر ترمذی کی روایت میں ۔ من النار ۔ مذکور ہے ۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے ۔ کہ معنی عام بھی مراد لیا جاسکتا ہے ۔ یعنی جہنم سے بھی ڈھال ہے ۔ اور تمام گناہوں سے بھی ۔

فلا یرفث رفث گزر چکا کہ عورتوں کے سامنے جماع کی بات کرنے کو کہتے ہیں ۔ مگر عرف میں اس کے معنی فحش گوئی کے ہیں ۔ یعنی روزے کی حالت میں فحش ، بیہودہ نہ بکے ۔ ولا یجھل ۔ یعنی زمانہ جاہلیت کے کام نہ کرے ۔ جو اوباش لوگ کرتے ہیں ۔ جیسے چیخنا ، چلانا ، ٹھٹھا ، مخول کرنا ۔

قاتلہ او شاتمہ یعنی خود لڑائی نہ گالی گلوچ کا نہ اقدام کرے ۔ اور نہ کوئی ایسا کام کرے کہ کوئی اس سے لڑے ، اسے گالی گلوچ دے ، اور اگر کوئی شخص اس سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو ۔

ع ابو داود ۔ نسائی ۔ الصوم

یا اسے گالی گلوج دے تو صبر کرے جوابی کاروائی میں لڑنے نہ لگے۔ اسے گالی نہ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔ زبان سے کہہ دے یہی ظاہر ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو سمجھالے۔ کہ میں روزے سے ہوں۔ مجھے لڑائی جھگڑا زیب نہیں دیتا۔

اقول۔ وباللہ التوفیق۔ روزہ عبادت ہے۔ روزہ دار جب تک روزے سے ہے عبادت میں ہے۔ اور عبادت میں احسان یہ ہے کہ یہ تصور ہو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یا کم از کم یہ تصور رہے۔ کہ اللہ عزوجل ہم کو دیکھ رہا ہے۔ ان تعبد ربک کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر کوئی بندہ اس درجے پر روزے میں فائز ہو تو ان سب باتوں کی گنجائش ہی کہاں نکل پائے گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ روزے کی چار قسمیں ہیں۔

اول۔ عوام کا روزہ یعنی بہ نیت عبادت کھانے، پینے، جماع سے رکنا۔ دوم۔ متوسط الحال لوگوں کا روزہ کہ ان کے ساتھ ساتھ معاصی سے بھی باز رہنا۔ سوم۔ خواص کا روزہ کہ ان سب کے ساتھ غیر خدا کے ذکر سے بچنا۔ چہارم۔ اخص الخواص کا روزہ کہ غیر خدا سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہ رہے نہ ظاہراً نہ باطناً۔ یہ روزہ دوامی ہوتا ہے۔ جو صرف لقاء ربانی کے دن افطار ہوگا۔

ولخلوف خلوف۔ خا۔ کے ضمہ کے ساتھ۔ لغت حدیث کی کتابوں میں یہی معروف ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ بہت سے مشائخ فتحہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ خطابی نے کہا یہ غلط ہے۔ بھوک کی وجہ سے منہ میں جو بو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے خلوف کہتے ہیں۔ مشک سے زیادہ خوشبودار ہونا عنداللہ ہے۔ جو دنیا میں باطنی چیز ہے۔ اور انشاء اللہ آخرت میں ظاہری بھی ہوگی۔ اور یہ رضا و قبول سے کنایہ ہے۔ جیسے مشک سب کو پسند ہے اور مشک کی خوشبو سے ہر شخص خوش ہوتا ہے۔ بالا تمثیل مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل روزے کو قبول فرماتا ہے۔ اور روزے سے اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

الصوم لی نماز مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص ارکان کی ادائیگی کا نام ہے۔ جسے دیکھ کر ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ حج کا بھی یہی حال ہے۔ بلکہ اس کے لئے سفر، گھر سے باہر رہنا اور مجمع عام میں اس کی ادائیگی سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ حج کرنے جا رہا ہے۔ حج ادا کر رہا ہے۔ زکوٰۃ فقراء و مساکین کو دی جاتی ہے اس پر بھی دوسرے کا مطلع ہو جانا لازم ہے۔ مگر روزہ ایسی عبادت ہے۔ جس میں کوئی ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے لوگ اس پر مطلع ہوں۔ پھر تنہائی میں بہت سے ایسے مواقع ملتے ہیں کہ اگر آدمی کھا پی لے تو کسی کو خبر نہ ہوگی۔ اس لئے بہ نسبت اور عبادتوں کے روزے میں ریا کے

بَابُ الرَّيَّانِ لِلصَّائِمِيْنَ ص۲۵۴

ریّان روزہ داروں کیلئے ہے

۱۱۰۹

حدیث ۔ عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے ۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزے دار

لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ...... فَيَقُوْمُوْنَ لَا

داخل ہونگے ۔ انکے علاوہ اور کوئی اس سے داخل نہ ہوگا ۔ فرمایا جائیگا ۔ روزے دار کہاں ہیں ۔ تو یہ لوگ کھڑے

يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ ع

ہونگے ۔ انکے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے جنت میں داخل نہ ہوگا ۔ جب روزے دار داخل ہولیں گے

تو یہ دروازہ بند کردیا جائے گا پھر کوئی داخل نہ ہوگا

شائبہ کا دخل نہیں ۔ بندہ روزہ رکھتا ہے تو خاص اللہ کی رضا کے لئے رکھتا ہے ۔ اسی کو فرمایا ۔ روزہ میرے لئے ہے ۔ میں اس کی جزا دونگا ۔ بادشاہ جب کسی کو کچھ دیتا ہے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے ۔ وہ بھی جب کسی پسندیدہ کام پر خوش ہوکر دیتا ہے ۔ تو پھر اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے ۔ اسی کو ایک دوسری حدیث میں فرمایا ۔

كل حسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف الا الصيام فهو لى وانا اجزى به ۔

ہر نیکی روزے کے سوا دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے ۔ مگر روزہ میرے لئے ہے میں اسکی جزا دوں گا ۔

ع مسلم ۔ الحج ـــــ ۱ مسلم اول ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص۳۶۳ ۔ ترمذی ۔ ا لصوم ۔ باب فضل الصوم ص۹۵ ۔ نسائی اول ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص۳۱۰ ۔ ابن ماجہ ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص۱۱۹ ۔ موطا امام مالک ۔ الصیام ۔ باب جامع الصیام ص۱۰۳ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۳۲

وَالحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِہَا یہ تحدید کیلئے نہیں کم ازکم کا بیان ہے ۔ اور مفہوم عدد حجت نہیں اس لئے یہ ابھی گزری ہوئی حدیث کے معارض نہیں ۔

تشریحات ۱۱۰۹

اِنَّ فِی الجنۃِ بابًا ــــ جنت میں کل آٹھ دروازے ہیں ۔ باب ریان ۔ انھیں آٹھ میں سے کوئی ایک ہے یا الگ سے کوئی اور دروازہ ہے ۔ احادیث سے دونوں باتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ بخاری ۔ بدأ الخلق میں انھیں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[1] ۔

فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب فیھا باب یسمی الریان لا یدخلہ الا الصائمون — جنت میں آٹھ دروازے ہیں ۔ ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے ۔ جس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے ۔

اس حدیث میں ۔ فیھا ۔ کی ضمیر مجرور متصل میں دو احتمال ہیں ۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع جنت ہو ۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان آٹھ دروازوں کے علاوہ اور کوئی دروازہ ہے ۔ جس کا نام ــ رَیَّان ــ ہے ــ دوسرا احتمال بھی ہے ۔ کہ اس کا مرجع ابواب ہوں ۔ اب یہ مطلب ہوگا ۔ کہ ریّان ۔ انھیں آٹھ میں سے کوئی ایک ہے اس کی مؤید جوزقی کی وہ روایت ہے ۔ جو بطریق ابو غسان عن ابی حازم مروی ہے ۔ جس میں ــ فیھا ــ کے بجائے ــ منھا ــ ہے ۔

اول کی مؤید بہت سی احادیث ہیں ۔ جن میں اس کے بعد بخاری ہی کی حدیث آرہی ہے ــ رَیَّان ـ فَعْلَان ـ کے وزن پر ہے ۔ اس کا مادہ رَیّ ہے ۔ جس کے معنی سیرابی کے ہیں ۔ نسائی میں ہے[2] ۔ کہ جو اس دروازے میں داخل ہوگا پیئے گا ۔ اور پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔

تشریحات ۱۱۱۰

من انفق زوجین ــ یعنی جو چیز دے وہ دو دے ۔ مثلاً ۔ دو درہم ۔ دو دینار ۔ دو اونٹ ۔ دو گھوڑے[3] وغیرہ وغیرہ ۔ جیساکہ ابوذر کی حدیث میں خود ان کی تفسیر مذکور ہے ۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ دو چیزیں دے اگرچہ وہ مختلف جنس کی ہوں ۔ مثلاً ایک درہم اور ایک دینار ۔ ایک دینار اور ایک کپڑا ۔ ایک کپڑا

---

[1] باب صفۃ ابواب الجنۃ ص ۴۶۱ ۔ [2] الصوم ۔ باب فضل الصیام ص ۳۱۲ ۔
[3] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۶۴

حدیث ۱۱۱ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ

نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا۔ اسے جنت کے کئی دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے بندۂ

اَبْوَابِ الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ

خدا یہ دروازہ عمدہ ہے۔ جو نمازی ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا۔

مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ

جو مجاہد ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔ جو روزہ دار ہوگا اسے

کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ

باب الریان سے پکارا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والا ہوگا اسے

الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ

باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ اس پر ابوبکر نے عرض کیا۔ آپ پر میرے

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ

ماں باپ قربان یا رسول اللہ۔ جو ان دروازوں سے کسی ایک سے پکارا جائیگا۔ اسے

یُدْعٰی اَحَدٌ مِّنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ کُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ ؏

دوسرے دروازے کی۔ کیا حاجت۔ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب دروازوں سے پکارا جائے فرمایا ہاں۔ مجھے امید ہے کہ تم انہیں سے ہوگے

اور ایک جانور۔ اور انفاق سے بطور نفل خرچ کرنا مراد ہے۔

ابواب الجنۃ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے جنت کے آٹھوں مشہور دروازے مراد ہوں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔ فتحت له ابواب الجنة الثمانية۔

ع ایضا۔ مناقب۔ باب فضل ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۱۶۔ مسلم۔ زکوٰۃ۔ ترمذی۔ مناقب۔ نسائی۔ مناقب۔ زکوٰۃ۔ صوم جہاد۔ ۱؎ عمدۃ القاری عاشرہ ص ۲۶۴

اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس کا جنت کے دربان استقبال کریں گے۔ سب اپنی طرف بلائیں گے

من باب الصلوٰۃ اس حدیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ جنت کے ان آٹھوں دروازوں میں سے کسی کا نام باب الصلوٰۃ ہوگا۔ کسی کا باب الجہاد۔ کسی کا باب الصدقہ وغیرہ وغیرہ۔ مگر دوسری احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان مخصوص دروازوں کی تعداد آٹھ سے زیادہ ہے۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیاہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام۔ باب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہے۔ یہ باب رحمت ہے باب توبہ ہے۔ جب سے اللہ عزوجل نے اسے بنایا ہے۔ کھلا ہوا ہے کبھی بند نہ ہوا۔ جب سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کریگا۔ تو بند ہوگا۔ اور پھر قیامت تک نہیں کھلے گا۔ بقیہ دروازے اعمال حسنہ کے نام پر ہیں۔ جیسے باب الزکوٰۃ' باب الحج' باب العمرہ۔ امام قاضی عیاض نے روایت کیا۔ کہ ایک دروازے کا نام۔ باب الکاظمین الغیظ ہے۔ اور ایک باب الراضین ہے۔ اسی طرح ایک کا نام۔ باب الضحیٰ ہے۔ یہ انکے لئے ہے جو نماز چاشت پابندی کے ساتھ پڑھنے والے ہیں۔ ایک کا نام۔ باب الفرح۔ جو بچوں کو خوش کرنے والوں کیلئے ہے۔ ایک باب الذکر ہے۔ ایک باب الصابرین ہے۔ ایک دروازہ وہ ہے جو حقوق العباد معاف کرنیوالوں کیلئے ہے۔ ایک دروازہ خوش اخلاق لوگوں کے لئے ہے۔

اسکی توجیہ یہ ہے کہ بڑے مرکزی آٹھ دروازے ہیں۔ اور یہ سب ضمنی دروازے ہیں۔ یہ مخصوص دروازے ان لوگوں کے لئے ہیں جو فرائض کی کما حقہٗ پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے ہوں۔ جو شخص جس نفل کی ادائیگی میں ممتاز ہوگا وہ اس کے مخصوص دروازے سے داخل ہوگا۔

وعلی من دعی ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عرضداشت کا مطلب یہ ہے۔ کہ مقصود جنت میں داخلہ ہے۔ اگر کوئی کسی ایک دروازے سے بلا لیا جائے۔ تو اسے دوسرے دروازے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ اس کا مقصود حاصل ہوگیا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ۔ ضرورۃ۔ کے معنی۔ ضرر۔ کے لئے جائیں۔ اب یہ مطلب ہوگا۔ اس میں کوئی نقصان اور حرج نہیں۔

لہ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۶۴ ۔

بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ۔ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا ۲۵۵

کیا رمضان یا شہر رمضان کہا جائے۔ اور جو سب کو جائز جانے۔

یدعی من تلک الابواب کلها یعنی کیا کوئی ایسا ہے جو فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ تمام نوافل کی ادائیگی میں اتنا شغف رکھتا ہے۔ کہ وہ سب میں ممتاز ہو۔ اور وہ سب دروازوں پر پکارا جاتے۔ فرمایا۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ اور تم ان میں ہو۔ حدیث میں وارد ہے۔ وارجو میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں ہو۔ اور ہر امید کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ مگر یہ ہماری اور آپکی امید کے بارے میں ہے۔ گزرچکا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رجا (امید) تحقیق کے لئے ہوتی ہے۔

توضیح اسلاف میں حضرت امام عطا اور امام مجاہد صرف رمضان کہنے کو ناپسند کرتے تھے۔ شہر رمضان۔ شہر کی اضافت ضروری جانتے تھے۔ اس سلسلے میں کامل ابن عدی کی ایک حدیث بھی ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان نہ کہو۔ کیوں کہ رمضان اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے۔ ہاں شہر رمضان کہو۔ مگر وہ ضعیف ہے۔ جمہور محققین کا مسلک یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ شہر کی اضافت کئے بغیر صرف رمضان کہا جائے۔ خود امام بخاری کا اپنا مسلک کیا ہے۔ حسب عادت اکثری اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ مگر جو احادیث لائے ہیں۔ ان سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں جائز جانتے ہیں۔

اِفَادَہ ۔ شہر کی اضافت صرف تین مہینوں کی طرف صحیح ہے۔ ربیع الاول، ربیع الآخر، اور رمضان۔ جیساکہ علامہ ابن حاجب نے تصریح کی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مہینوں کی جانب شہر کی اضافت جائز نہیں۔

حدیث ۱۱۱۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ ۔

نے فرمایا ۔ جب رمضان آتا ہے ۔ تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

حدیث ۱۱۱۲ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ جب

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ

رمضان آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔ اور جہنم

وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ ع ہ

کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ۔ اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے ۔

رمضان رمض کا مصدر ہے ۔ یہ رمضا سے ہے ۔ اس کے معنی جلنے کے ہیں ۔ جب رمضان کا نام رکھ رہے تھے ۔ تو شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ۔

پہلے مہینوں کے نام یہ تھے ۔ محرم کا نام ۔ مؤتمر ۔ صفر کا ۔ ناجر ۔ ربیع الاول کا ۔ خوان ۔ ربیع الآخر کا ویصان ۔ جمادی الاولیٰ کا ۔ ربیٰ ۔ جمادی الآخرہ کا ۔ حنین ۔ رجب کا ۔ اصم ۔ شعبان کا ۔ عاذل ۔ رمضان کا ۔ ناتق ۔ شوال کا ۔ وعل ۔ ذوقعدہ کا ۔ ورنہ ۔ ذوالحجہ کا ۔ برک ۔

محکم میں ہے ۔ کہ شہر کے اصل معنی چاند کے ہیں ۔ چاند کو شہر اسکی شہرت کی وجہ سے کہتے ہیں ۔

تشریحات ۱۱۱۱ ابن ابی انس مولی التیمیین ۔ ابو انس سے مراد مالک بن ابو عامر ہیں ۔ یہ حضرت امام مالک صاحب مذہب کے چچا تھے ۔ ابن ابی انس سے سے مراد انکے صاحبزادے ابو سہیل ہیں ۔ ابو عامر مکہ معظمہ آئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عثمان بن طلحہ کے حلیف بن گئے ۔ اس لئے مولی التیمیین کہلانے لگے ۔ حضرت امام مالک کہا کرتے تھے ۔ ہم آل تیم کے موالی نہیں ۔ ہم قبیلہ اصبح کے عرب ہیں ۔ مگر ہمارے دادا آل تیم کے حلیف بن گئے تھے ۔ اسلئے ہم کو لوگ مولی آل تیم کہنے لگے ۔

ع ہ ایضاً بدأ الخلق باب صفۃ ابلیس ص ۴۶۳ ، مسلم ، نسائی ۔ الصیام

بَابُ رُؤيَةِ الهِلَالِ

صـ ۲۵۵

چاند دیکھنے کا بیان

حدیث ۱۱۱ - أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا - کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا - جب چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو - اور جب چاند

رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ وَ

دیکھ لو تو روزہ چھوڑ و - اور اگر (۲۹) کو چاند نظر نہ آئے تو چاند کے لئے اندازہ کرلو -

قَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ قَالَ ثَنِي عُقَيْلٌ وَيُونُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ ع

اور یحیٰی بن بکیر کے علاوہ ایک شخص نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا مجھ سے عقیل اور یونس نے حدیث بیان کی جس میں یہ ہے

رمضان ۱۱۲

ابو سہیل نافع عمر میں حضرت امام زہری سے کم ہیں - اسی وجہ سے امام زہری کے تلامذہ نے بھی ان کا زمانہ پایا - یہ امام زہری سے پہلے وفات بھی پا گئے - سنہ یا سنہ ۱۱۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے - اور امام زہری کا وصال ۱۲۴ھ میں ہوا ہے -

فتحت ابواب الجنة - السماء اس سے کوئی مانع نہیں کہ دروازہ کھولنے سے اس کا حقیقی معنی مراد لیا جائے - مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں شب و روز مسلمان اعمال صالحہ بکثرت کرتے ہیں - تو دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں - کہ انھیں عروج اور درجہ قبول تک پہونچنے میں ادنیٰ سی رکاوٹ نہ ہو - نیز یہ کہ جب جنت اور آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو رحمت و برکت کا تسلسل کیساتھ نزول ہوتا رہے گا - اسی طرح جہنم کے دروازوں کا بند ہونا - اور شیاطین کا زنجیروں میں جکڑنا بھی حقیقی معنوں میں ہے -

ع ایضا باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ صـ ۲۵۶

تشریحات ۱۱۱۳

اذا رأیتموہ اس حدیث میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع ہلال ہے۔ جو سب کو معلوم اور متعین ہے۔ جیسے آیۂ کریمہ۔ وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ میں۔ وَلِاَبَوَیۡهِ۔ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع لفظاً یا معنیً مذکور نہیں۔ مگر سیاق کلام سے معلوم اور متعین ہے۔

یہ حدیث اور اس کے ہم معنی دوسری احادیث اس پر نص ہیں کہ رمضان اور اسی کے مثل اور مہینوں کی ابتداء اور انتہا کا مدار رویت پر ہے۔ اسلئے اہل نجوم اور ہیئت کا حساب شرعاً غیر معتبر۔ اسی کی تاکید آگے کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ فَاِنۡ غم علیکم فاقدروالہ۔ اور اگر چاند چھپ جائے تو مقدار پوری کرو۔ غُمَّ۔ غَمَّ۔ کا ماضی مجہول ہے۔ غَمَّ۔ کے معنی چھپنے کے ہیں۔ ڈھانک لینے کے ہیں۔ بولتے ہیں غَمَمۡتُ الشَّیۡءَ غَطَّیۡتُهٗ۔ میں نے اس کو چھپالیا ڈھانک لیا۔ اس لئے۔ فان غم علیکم۔ کے معنی شارحین نے یہ لکھے۔ ای سُتِرَ الہلال علیکم۔ یعنی تم سے چاند چھپالیا جائے۔ اس کی تائید ابوداؤد[1] اور نسائی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ جسمیں بجائے غم علیکم کے یہ ہے۔ فان حال دونہ غمامۃ۔ (وفی روایۃ) سحابۃ۔ وفی روایۃ ظلمۃ۔ ہے۔ یعنی اگر بادل یا تاریکی حائل ہوجائے۔ اس کا قطعی مطلب یہ ہوا۔ کہ چاند افق سے اتنی اوپر ہے کہ اگر بادل گرد و غبار، دھواں، کہرہ نہ ہوتا تو نظر آجاتا۔ مگر بدلی وغیرہ سے ڈھک جانے کی وجہ سے نظر نہیں آیا۔ تو حکم یہ ہے کہ مہینہ باقی ہے۔ تیس کی تعداد پوری کرو۔ نجوم اور ہیئت کے حساب سے یہی نہ معلوم ہوگا کہ چاند مطلع پر اتنی اونچائی پر آگیا ہے۔ کہ اگر کوئی چیز حائل نہ ہو تو نظر آجائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے غیر معتبر ٹھہرایا۔ اور مدار رویت پر رکھا۔ اس لئے اہل ہیئت لاکھ کہیں کہ چاند اتنی سطح پر پہونچ چکا ہے کہ اگر بدلی وغیرہ نہ ہوتی۔ تو ضرور نظر آتا۔ مگر معتبر نہیں۔

ہیئت کا عجز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے رسالۂ مبارکہ۔ درر القبح عن درک وقت الصبح۔ میں فرمایا۔

پھر انمیں بعض تو وہ ہیں جنکا مدار صرف رویت پر رہا۔ وہ ہلال ہے۔ کہ اِنَّ اللہَ اَمَدَّہٗ برویتہ[2] بیشک اللہ نے اس کی مدت رویت پر رکھی۔ اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب من قال فان غم علیکم فصوموا ثلثین۔ ص۳۱۸۔ نسائی۔ اول۔ باب اکمال ثلثین اذا کان غیم ص۳۰۲۔ [2] مسلم۔ اول۔ الصیام۔ باب اول ص۳۴۹

نا منضبط ہیں ۔ جن کے لئے آجتک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا ۔ ولہذا بطلیموس نے ۔ مجسطی ۔ میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لئے باب وضع کئے ۔ مگر رویت ہلال سے اصلا بحث نہ کی ۔ وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں ۔ اس کا ہمیں کوئی قاعدہ کلیہ نہیں دے سکتا ۔ بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجۂ ارتفاع ' یا بعد سوا ' یا بعد معدل ' و قوس تعدیل الغروب وغیر ذالک کچھ باتیں بیان کیں ۔ مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں ۔ اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرار داد پر جازم بھی نہیں ۔ جیسا کہ واقفِ فن پر ظاہر ہے ۔ اسی لئے اہل ہیئتِ جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں ۔ اور سالانہ ۔ المنک ۔ میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل و مطالع قمر اور ہر مہینے میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار ' اجتماع و استقبال و تربیع ایمن وایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات و ثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں ۔ مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے ۔ وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں ۔ کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ۔ ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ۔ کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی ۔ درمختار[1] میں رہبانیہ سے ہے ۔ و قولُ اولی التوقیتِ لیس بموجب ۔ اہلِ توقیت کا قول موجب نہیں ۔"

اقول ، مگر یہ چو راسی سال پہلے کی بات ہے ۔ اس مدت میں مختلف تجربے اور جدید خودکار آلاتِ رصدیہ اور حساب میں کمپیوٹر کی مدد سے رویتِ ہلال بھی دینے لگے ہیں جو سالہا سال کے تجربے سے صحیح بھی اترے ہیں ۔ تو جسطرح اوقات صلوۃ کے جاننے کا بھی مدار رویت تھی ۔ مگر سالہا سال کے تجربات سے قواعد منضبط ہوئے جو تجربے ہی سے صحیح ثابت ہوئے تو اس پر اعتماد باجماع مسلمین ہو رہا[2]، مجدد اعظم اسی رسالے[3] میں لکھتے ہیں ۔

" جب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رویت نے براہ تجربہ بتادی ۔ اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا "

اسلئے کوئی کہہ سکتا ہے ۔ کہ عہد رسالت میں بلکہ ۱۳۲۶ھ تک چونکہ رویت کے قواعد منضبط نہ تھے ۔ اسلئے اس کا اعتبار نہ ہوا اور اب جب کہ اوقات صلوۃ کی طرح اسکے قواعد بھی منضبط ہوگئے ہیں تو اعتبار ہونا چاہئے ۔ یہ علماء کرام خصوصاً مفتیانِ عظام کے لئے لمحۂ فکریہ ہے ۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ رویت پر مدار رکھنے کی وجہ سے ہر سال رمضان ' عید الفطر ' عید اضحیٰ کے مواقع پر پورے ملک میں انتہائی شورش اور جھگڑا لڑائی ہوجایا کرتی ہے ۔ حتیٰ کہ عوام علماء کے قابو میں نہیں رہتے ۔ روزہ الگ چھوڑتے اور توڑتے ہیں ۔ عید کی نماز تک قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں عوام کے ایمان کی سلامتی کے لئے کیوں نہ اوقات نماز کی طرح رویت ہلال میں بھی موجودہ قواعد رویت کا اعتبار کرلیا جائے ۔

رویت میں آسانی ہے

رویت پر مدار کار رکھنے میں آسانی ہے ۔ علم توقیت کے ذریعہ معلومات میں کتنی دشواریاں ہیں وہ اہل ہیئت ہی جانتے ہیں ۔ جدید علم ہیئت سے کام لینے میں جدید آلات رصدیہ اور کمپیوٹر وغیرہ کی فراہمی اس کام لینے والے ماہرین وہ بھی دیانتدار کتنے ناپید ہیں یہ کس سے پوشیدہ ہے ۔ اس کے بالمقابل رویت میں کتنی آسانی ہے وہ بتانے کی بات نہیں ۔ اور نہ شریعت نے ہمیں اس کا مکلف فرمایا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان ایک دن سے روزہ رکھنا شروع کریں اور ایک دن چھوڑیں ۔ ایک ہی دن عیدین پڑھیں قربانی کریں ۔ پھر وہ کیا شرعی یا عقلی وجہ ہوسکتی ہے

---

[1] ثانی کتاب الصوم ص۹۲ برحاشیہ رد المحتار نعمانیہ ۔ [2] فتاوی رضویہ چہارم ص۶۶۴ ۔ [3] ایضاً

کہ ہم توقیت وہیئت رصدگاہوں ۔ آلاتِ رصدیہ اور کمپیوٹر کی بھول بھلیوں میں پھنسیں ۔ صاف صریح حکم ہے جس جگہ والوں کے لئے جیسی رویت ہو یا ثابت ہو اسی کے مطابق عمل کریں ۔ کاش کہ ہر مسلمان اس نقطہ کو سمجھ لیتا تو نہ شورش ہوتی نہ ہنگامہ، نہ لڑائی نہ جھگڑا مگر عوام کم جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس پر مصر ہے کہ پورے ہندوستان میں ایک ہی دن عید ہو ۔ اسی شوق نے سارے ہنگامے کھڑے کر دیئے ہیں ۔ یہ شوق یقیناً غلط ہے ۔ اس لئے اس پر مبنی سارے الزامات ہی غلط ۔ مگر علماء کو بھی بشرط گنجائش اس پر غور کرنا لازم ہے ۔

اختلاف مطالع

اس سلسلے میں ایک بہت اہم بحث اختلاف مطالع کی آتی ہے ۔ کہ یہ معتبر ہے یا نہیں ۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے یہاں معتبر ہے ۔ ائمہ احناف میں حضرت امام ابو جعفر طحاوی، امام زیلعی، امام ملک العلماء کاشانی صاحب فیض کے نزدیک معتبر ہے ۔ مگر ہمارے نزدیک صحیح و مختار یہی ہے کہ معتبر نہیں ۔ یہی ظاہر مذہب ہے ۔ اسکی قدرے تفصیل یہ ہے ۔

واقعہ یہی ہے کہ اختلاف مطالع سے رویت مختلف ہوتی ہے ۔ یہ عین ممکن ہے ۔ کہ ہندوستان میں چاند جمعرات کو نظر نہ آئے مگر حجاز مقدس میں نظر آجائے بلکہ خود ہندوستان میں ممکن ۔ مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ کلکتہ میں جمعرات کو چاند نظر نہ آئے اور دہلی یا بمبئی میں نظر آجائے ۔ اس لئے واقعہ کے مطابق حکم بھی ہونا چاہئے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے ۔ مگر ہمارے علماء اسے دو وجہ سے غیر معتبر فرماتے ہیں ۔ ایک یہ کہ مدار رویت پر رکھا ہے ۔ ارشاد ہے ۔ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ ۔ اور یہ خطاب دنیا کے تمام مسلمانوں سے ہے ۔ اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں سے ۔ اس لئے جب کہیں بھی رویت ہوگی تو جہاں جہاں کے مسلمانوں کو بطریقہ شرعی ثبوت مل جائے ۔ اس پر عمل واجب ۔ دوسرے اختلافِ مطالع کتنی مسافت پر ہوگا ۔ اس کی تعیین میں خود اہل توقیت سرگرداں ہیں ۔ اخیر قرار داد یہ ہے ۔ کہ بہتر [۷۲] میل پر اختلاف مطالع ہوتا ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ مکان اعتبار اور مکان رویت مطلع بخط مستقیم پورب ہوں ۔ اور اگر جانب شمال و جنوب ہٹے ہوئے ہیں تو فاصلہ کچھ اور ہوگا ۔ جیسا کہ واقفِ فن پر مخفی نہیں ہے ۔ ان پیچ در پیچ دشواریوں کی وجہ سے شریعت نے رویت ہلال کے سلسلے میں حساب کو غیر معتبر فرما دیا ۔ لا نكتب ولا نحسب ۔ ہم نہ حساب کرتے ہیں نہ کتاب ۔

فَاقْدِرُوا لَهُ

نصر ینصر اور ضرب یضرب دونوں سے آتا ہے ۔ زیادہ استعمال ضرب یضرب سے ہے ۔ حتیٰ کہ مُغرب میں ہے ۔ کہ ضمۂ عین غلط ہے ۔ اس کا مصدر ۔ قَدْرٌ ۔ ہے ۔ اندازہ کرنے کے معنی میں ۔ اور یہاں بطریق شرعی اندازہ کرنا مراد ہے ۔ اور مہینوں کے لئے شرعی اندازہ یہی ہے کہ مہینہ انتیس [۲۹] کا نہیں تو تیس [۳۰] کا ہوتا ہے ۔ اس لئے اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ شعبان کے تیس دن پورے کر لو ۔ اس کی تائید خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو نافع سے ۔ ابو داؤد میں مروی ہے ۔ کہ فرمایا ۔ فَاقْدِرُوا لَهُ ثَلٰثِيْنَ ۔ اور بخاری، مسلم میں عبد اللہ بن دینار سے ان الفاظ میں مروی ہے ۔ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ ۔ تو تیس [۳۰] کی گنتی پوری کرو ۔

یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی اور امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے ۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے مان لو کہ بدلی کے نیچے ہے ۔ اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آئے اور مطلع صاف نہ ہو تو دوسرے دن روزہ رکھو

بَابُ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلِ بِهٖ فِی الصَّوْمِ ص ۲۵۵

جس نے روزے میں بری بات اور برا عمل نہیں چھوڑا۔

حدیث نمبر ۱۱۱۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ

(روزے میں) بری بات اور برا عمل نہ چھوڑے تو اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ

لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

ابن شریح مطرف بن عبداللہ اور قتیبہ نے کہا۔ فاقدروا لہ۔ کے معنی یہ ہیں۔ کہ نجوم اور منازل قمر سے حساب لگا کر اندازہ کرو۔ یعنی اگر علم نجوم کی رو سے انتیس کی رویت قطعی تھی مگر مطلع ناصاف ہونے کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا۔ تو مہینہ پورا ہوگیا دوسرے دن سے رمضان شروع ہوگیا۔ بعض کبار تابعین کا بھی یہی مذہب تھا۔ ابن شریح نے حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے۔ احناف میں سے ابن مقاتل نے بھی کہا ہے کہ اہل نجوم کے قول پر اعتماد میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ اس پر ان کی ایک جماعت کا اتفاق ہو۔ مگر یہ روایت شاذ اور مرجوح ہے۔ ہمارا مذہب صحیح و مختار وہی ہے کہ اس بارے میں حساب کا اعتبار نہیں ——— اولاً۔ اسلئے کہ حدیث میں نص ہے۔ کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو۔ مدار رویت پر رکھا۔ ثانیاً۔ اس بارے میں حساب وکتاب کو لغو قرار دیا۔ فرمایا۔ نحن امة امیة لانکتب ولانحسب۔ ہم امت امیہ ہیں ——— لکھتے پڑھتے نہیں۔ ثالثاً۔ اس میں حرج عظیم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ رابعاً۔ جب خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری حدیث میں ——— فاقدروا ثلثین ہے۔ فاکملوا العدۃ ثلثین ہے۔ تو فاقدروا کا پہلا معنی بنص حدیث متعین ہوگیا۔ حدیث کی تفسیر جب حدیث میں ہے۔ تو اپنی رائے سے اس کا کوئی اور معنی بتانا غیر معتبر ———

وقال غیرہ یعنی اس حدیث کے راوی یحییٰ بن بکیر کے علاوہ دوسرے صاحب نے امام لیث ہی سے اسی طریقے سے یہ حدیث روایت کی اس میں۔ لهلال رمضان۔ ہے۔ یہ رمضان کے ہلال کے بارے میں فرمایا۔ یہ دوسرے صاحب ابوصالح، عبداللہ بن صالح کاتب لیث ہیں ———

ع ثانی۔ الادب۔ باب قول اللہ واجتنبوا قول الزور ص ۸۹۵۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ کلہم فی الصوم۔

بَاب هَل يَقُولُ اِنِّي صَائِمٌ اِذَا شُتِمَ

جب روزے دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے میں روزے دار ہوں ۲۵۵

حدیث ۱۱۱۵ عَنْ اَبِي صَالِحِ الزَّيَّاتِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالىٰ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّائِمِ
روزے دار کے لئے خوش ہونے کا دو موقعہ ہے۔ جس وقت وہ خوش ہوگا۔ جب

فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهُ
افطار کرے گا خوش ہوگا۔ اور جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا

فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔
تو اپنے روزے پر خوش ہوگا۔

تشریحات ۱۱۱۵ قول الزور۔ زور کے معنی جھوٹ اور حق سے ہٹنا اور باطل پر عمل کرنا اور تہمت ہے۔ اسی لئے میں نے عام مترجمین سے ہٹ کر اسکا ترجمہ۔ بری بات۔ کیا ہے۔ جو سب کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوداؤد ترمذی نسائی نے سنن کبریٰ میں، اور ابن ماجہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے۔ اس میں غیبت کا بھی اضافہ ہے۔ حالانکہ غیبت میں جھوٹی بات نہیں ہوتی۔ غیبت اسے کہتے ہیں۔ کہ انسان میں جو عیب واقعی ہے۔ اسے بیان کیا جائے۔ جسکا بیان کرنا اسے تکلیف دہ ہو۔ اور اگر جو عیب اس میں نہیں اسے بیان کیا تو یہ غیبت نہیں بہتان ہے[1]۔ اب اگر قول زور کے معنی جھوٹ کے لیں گے تو غیبت اس میں داخل نہ ہوگی۔ اور جب بری بات کے لیں گے تو غیبت بھی اس میں داخل ہوگی۔

کتاب الادب نیز نسائی وغیرہ کی روایات میں۔ والعمل به۔ کے بعد۔ والجهل۔ بھی ہے۔ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ناپسندیدہ بات جس کے مرتکب کو جاہل عرف میں کہا جائے۔ اس روایت میں۔ فی الصوم۔ نہیں۔ اس لئے مناسب تعمیم ہے۔ یعنی جو گناہوں کا عادی ہے اسے روزے سے نفع نہیں ہوگا۔ اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جو خاص روزہ رکھنے کی حالت میں معاصی نہ چھوڑے اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا۔ اس کی تائید نسائی کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں۔ فی الصوم۔ زائد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعت اسوقت نافع ہوگی۔ جب کہ معاصی سے اجتناب کیا جائے۔ معاصی کا ارتکاب طاعات کو بے نور کردیتا ہے۔ اسلئے کہا گیا ہے۔ نیکی کے کام نیک اور بد دونوں کرتے ہیں۔ اور معاصی سے صرف صدیق بچتا ہے۔

[1] ثانی۔ البر۔ باب الغیبۃ ص ۱۵

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِہِ الْعُزُوْبَۃَ۔

اس کے لئے روزے کا حکم جسے ناکتخدا ہونیکی وجہ سے گناہ کا اندیشہ ہو۔ صفحہ ۲۵۵

حدیث ۱۱۱۶ عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ بَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
علقمہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جارہا تھا۔
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ
کہ انھوں نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ فرمایا۔ تم میں سے جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہو

تشریحات ۱۱۱۵ یہ حدیث ۱۱۱۱ کا آخیر حصہ ہے۔ جس کے الفاظ یہاں یہ ہیں ـــ

واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم ـــ

اور جب تمہارے روزے کا دن ہو۔ تو بیہودہ نہ بکے' نہ چلائے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اسی سے باب کا اثبات ہے۔

للصائم فرحتان افطار کے وقت عوام کی خوشی کھانے پینے کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ خوشی فطری طبعی ہے۔ اس خوشی پر کوئی اجر نہیں۔ اور خواص کی خوشی اس لئے ہوتی ہے کہ انھیں روزہ جیسی نفس پر شاق مگر محبوب عبادت کی تکمیل کی توفیق ملی۔ اور ہمارے طاعات میں ایک روزے کا اضافہ ہوا۔ یہ خوشی ایسی ہے کہ موجب اجر ہے۔ دوسری خوشی یوم جزا ہوگی۔ جب اللہ عزوجل روزے دار کو اپنے دست خاص سے جزا عطا فرمائے گا۔ اس وقت کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ عاشقان سوختہ جگر سے پوچھو۔ اگر اللہ عزوجل جزا کچھ نہ دے۔ مواجہہ قدس میں باریاب کرکے اپنی رضا ظاہر فرمادے۔ تو یہ کونین کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے ÷ اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

تشریحات ۱۱۱۶ تکمیل۔ بخاری کتاب النکاح میں اس کے پہلے یہ زائد ہے ـــ علقمہ کہتے ہیں۔ ہم عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان سے حضرت عثمان نے منیٰ میں ملاقات کی اور فرمایا۔ اے ابو عبد الرحمٰن! مجھے تم سے کچھ ضرورت ہے۔ اس پر وہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ حضرت عثمان نے ان سے فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری شادی کسی کنواری عورت سے کردوں۔

حضرت ابن مسعود نے جب دیکھا کہ انھیں حاجت نہیں تو انھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ تو انھوں نے مجھے بلایا۔ میں جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کہنے لگے۔ سنو اگر میں نے یہ کہا ہے تو حیرت کی بات نہیں۔ ہم سے

لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ — قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ

وہ شادی کرے کیونکہ وہ نظر نیچی کرنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہ رکھے وہ

الْبَاءَةُ النِّكَاحُ عہ

روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ الباءۃ، نکاح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جوانو! — تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھے وہ شادی کرے۔ الحدیث۔ اسکے بعد والے باب میں یہ ہے — عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں۔ کہ میں علقمہ اور اسود کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ جوان — اور بالکل نادار تھے — ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا — اے جوانو!

العزوبۃ باب میں — العزوبۃ کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مادہ عَزَبَ ہے۔ عزوبۃ۔ اس کا مصدر ہے۔ اس کے علاوہ۔ عَزَابَۃٌ۔ عَزُوْبٌ۔ بھی مصدر آتا ہے۔ عَزَاب۔ اَعْزَب۔ مرد کے لئے اور عَزَبَۃ۔ عورت کے لئے آتا ہے۔ غیر شادی شدہ مجرد۔ اس کا اصل معنی دور رہنا ہے۔ نَصَرَ اور ضَرَبَ سے اس کے معنی دور ہونا ہے کہا جاتا ہے۔ عزاب عنی فلان ای بعد۔ اور خاص نصر سے اس کے معنی مجرد رہنا۔ اور بے بیوی، شوہر کے ہونا ہے۔ باب تفعیل میں جاکر اس کا معنی یہ ہوجاتا ہے۔ مدت تک مجرد رہا پھر گھر بسایا۔ یہاں عزوبۃ۔ سے مراد۔ مجرد رہنا ہے۔ باب کا مطلب یہ ہوا۔ مجرد رہنے کی وجہ سے جو بدکاری کا خطرہ محسوس کرے وہ روزہ رکھ کر شہوت کا زور توڑ دے۔

الباءۃ امام بخاری نے فرمایا۔ کہ الباءۃ کے معنی نکاح کے ہیں۔ اس میں چار لغات ہیں۔ اول۔ مد اور ہا کے ساتھ الباءۃ یہی سب سے زیادہ مشہور اور فصیح ہے۔ دوسرے بغیر مد کے الباۃ — تیسرے۔ مد کے ساتھ بغیر ہا کے۔ الباء چوتھے۔ بغیر مد کے دو ہا کے ساتھ الباھۃ۔ بربنائے مشہور یہ اجوف واوی مہموز اللام ہے۔ اس کا مادہ بَوْءٌ ہے لوٹنے کے معنی میں۔ اسی سے۔ تَبَوَّءُ الدَّارَ ہے۔ چونکہ نکاح کے بعد انسان کو کوئی نہ کوئی گھر بنانا پڑتا ہے۔ جہاں وہ لوٹتا ہے۔ اسی علاقہ سے الباءۃ عرف میں بمعنی نکاح ہے۔ وِجَاءٌ۔ ناقص یائی ہے۔ سَمِعَ سے آتا ہے خصیوں یا رگوں کو کوٹ کر اس طرح بیکار کردینا کہ قوت جماع ختم ہوجائے۔ یہاں شہوت کی تیزی ختم کرنا مراد ہے۔

احکام (۱) اعتدال کی حالت میں یعنی جبکہ نہ شہوت کا غلبہ ہو اور نہ نامرد ہو۔ اور مہر نان ونفقہ پر قادر ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس وقت نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنے والا گنہ گار ہے۔ اور اگر اس قصد سے نکاح کرے کہ حرام سے محفوظ رہے۔ سنت کی ادائیگی ہو۔ اور تعمیل حکم ہو تو ثواب کا بھی مستحق ہے۔ اور اگر محض لذت اندوزی اور قضاء شہوت کی غرض سے ہو تو ثواب کا مستحق نہیں۔ صرف مباح ہے۔ (۲) اور اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ اس کا قوی اندیشہ ہو کہ

عہ ثانی۔ النکاح۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج ص۷۵۸۔ باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم ص۷۵۸ مسلم۔ ابوداؤد۔ النکاح۔ نسائی۔ الصوم۔ النکاح۔ ابن ماجہ۔ النکاح۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَافْطِرُوْا۔ ص۲۵۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو روزہ چھوڑو۔ ص۲۵۵

ت ۳۲۸ وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ
اور صلہ نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جس نے یوم شک میں روزہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

اگر نکاح نہیں کریگا تو بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا اور کوئی غیر فطری کام کرنے پر مجبور ہو جائیگا۔ اور مہر، نان و نفقہ پر قدرت بھی ہو تو واجب ہے۔ (۳) اور اگر یقین ہو کہ اس صورت میں نکاح نہ کرنے پر بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا تو فرض ہے۔

(۴) اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ نان و نفقہ نہ دے سکے۔ یا اور جو ضروری حقوق ہیں وہ ادا نہ کر پائے گا تو مکروہ ہے۔ اور اس کا یقین ہو تو حرام۔ لیکن اگر کرے گا تو صحیح ہو جائے گا۔

تشریحات ۳۲۸ باب کا عنوان بلفظہ مسلم کی ایک حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ بھی ہے۔

فان غم علیکم فصوموا ثلثین یوما۔ اور اگر چاند تم سے چھپا لیا جائے تو تیس ۳۰ دن روزے رکھو۔

اس تعلیق کو اصحاب سنن اربعہ[1] نے روایت کیا ہے۔ ان سب میں ابتدا میں یہ ہے۔ کہ راوی۔ صلہ۔ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھے۔ کوئی بھنی ہوئی بکری لائے۔ حضرت عمار نے فرمایا۔ کھاؤ۔ تو ایک صاحب الگ ہو گئے اور کہا میں روزے سے ہوں۔ اس پر حضرت عمار نے وہ فرمایا۔

صِلَہ اس اثر کے راوی صلہ بن زفر عبسی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر یا ابوالعلاء ہے۔ یہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔ یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ یہ بظاہر موقوف ہے۔ یعنی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ مگر مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ کیا چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ یہ شارع سے جب تک نہ سنا گیا ہو عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ پھر نافرمانی کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ اس

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب اول ص۳۴۷۔ [2] ابوداؤد۔ الصیام۔ باب کراھیۃ صوم یوم الشک ص۳۱۹۔ ترمذی۔ الصوم۔ باب کراھیۃ یوم الشک ص۸۷۔ نسائی اول۔ الصیام۔ باب صیام یوم الشک ص۳۰۶۔ ابن ماجہ۔ الصیام۔ باب صیام یوم الشک ص۱۲۰۔

سلسلے میں شارع کا کوئی فرمان حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں تھا۔ کہ منع فرمایا۔ ورنہ نافرمانی کیسے متصور ہوگی۔

احکام

(۱) شک کے معنی ہیں۔ اثبات و نفی دونوں برابر ہوں۔ یوم شک سے مراد شعبان کی وہ تیس تاریخ ہے۔ جس کے بارے میں نہ یہ یقین ہو کہ یہ شعبان ہے۔ نہ یہ یقین ہو کہ رمضان ہے۔ مثلاً انتیس شعبان کو مطلع ناصاف تھا۔ چاند نظر نہیں آیا۔ یا ایک یا دو فاسقوں نے خبر دی یا گواہی دی۔ جو قبول نہ ہوئی۔ یا انتیس رجب کو مطلع ناصاف تھا۔ تیس کی گنتی پوری کر کے شعبان کا مہینہ گزرا۔ اس حساب سے انتیس شعبان کو پھر مطلع ناصاف رہا۔ اور چاند نظر نہیں آیا۔ تو دوسرا دن یوم شک ہے۔ شک ہے کہ یہ تیس شعبان ہے یا یکم رمضان۔ لیکن اگر انتیس شعبان کو مطلع صاف ہو۔ اور چاند نظر نہ آئے یا بقدر ثبوت جماعت عظیم چاند نہ دیکھے۔ تو اب دوسرا دن یوم شک نہیں۔ اگر بالفرض اس دن کے رمضان ہونے کا شبہ بھی ہو تو بہت کمزور ہوگا جس کی وجہ سے شک کا تحقق نہ ہوگا۔

(۲) یوم شک کا روزہ رکھنے کی پانچ صورتیں ہیں۔ اول۔ خاص نفل کی نیت سے روزہ رکھا۔ یہ خواص کے لئے مستحب ہے۔ عوام کے لئے ممنوع۔ یہاں خواص سے علماء ہی مراد نہیں بلکہ ہر وہ شخص یہاں خواص میں داخل ہے جو یہ جانتا ہو کہ یوم شک کا اس طرح روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ دوم۔ خالص رمضان کی نیت سے روزہ رکھا۔ یہ عوام و خواص سب کیلئے ممنوع ہے۔ سوم۔ اگر یہ شعبان کا دن ہے تو نفل ورنہ رمضان کا روزہ ہے۔ یہ بھی دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ ان تینوں صورتوں میں اگر یہ رمضان کا دن ہوگا۔ تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائیگا۔ اگرچہ دوسری اور تیسری صورتوں میں کراہت کا کاارتکاب ہوگا۔ چہارم۔ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ورنہ روزہ نہیں۔ یہ بھی سب کے لئے ممنوع۔ اور روزہ نہ ہوگا اگرچہ یہ دن رمضان کا ہو۔ پنجم۔ کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا۔ مثلاً کسی کفارے یا رمضان کے قضا یا منت کا۔ یہ بھی سب کے لئے مکروہ مگر اسکی کراہت پہلے سے کم ہے۔ اب اگر یہ ظاہر ہوا کہ یہ دن شعبان کا ہے۔ تو جس روزے کی نیت کی تھی وہ ہو گیا۔ یہی صحیح ہے۔ ششم۔ یہ نیت کی اگر کل رمضان ہے تو رمضان کا روزہ اور اگر رمضان نہیں تو فلاں واجب۔ تو یہ بھی سب کیلئے مکروہ۔ اخیر کی دونوں صورتوں میں اگر یہ ظاہر ہوا کہ یہ دن رمضان کا ہے۔ تو رمضان کا ہوگا۔

(۳) یہ حکم مقیم کیلئے ہے۔ مسافر نے جس روزے کی نیت کی تھی وہی ہوا۔

(۴) جن صورتوں میں رمضان کی نیت ہو ان صورتوں میں مقیم کے لئے مکروہ تنزیہی۔ اور مسافر کے لئے تحریمی۔

(۵) یوم شک کو افضل یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ تک کچھ نہ کھایا پیا جائے۔ اگر ضحوۂ کبریٰ تک رمضان ہونے کا ثبوت مل جائے۔ روزے کی نیت کر لے۔ ورنہ کھا پی لے۔

حدیث ۱۱۱۷ عن عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال الشہر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس۲۹ رات کا ہوتا ہے۔ تو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ روزہ نہ رکھو۔ پس اگر چھپ جائے تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔

حدیث ۱۱۱۸ عن جبلۃ بن سحیم قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما یقول قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الشہر ھکذا وھکذا وخنس الابہام فی الثالثۃ۔ ع۔

جبلہ بن سحیم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ ایسے ہے ایسے ہے اور تیسری بار انگوٹھا سمیٹ لیا۔

تشریحات ۱۱۱۷، ۱۱۱۸ مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی کل انگلیوں کو پھیلا کر دوبار اشارہ فرمایا۔ یعنی اوپر سے نیچے لائے۔ اور تیسری بار ایک ہاتھ کا انگوٹھا موڑ لیا۔ دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں ہیں۔ دوبار کل انگلیوں کو پھیلا کر اشارے سے بیس ہوئے۔ اور تیسری بار ایک انگوٹھا سمیٹ کر اشارہ کیا تو نو ہوئے۔ مجموعہ انتیس ہوئے۔ نسائی میں بھی یہی تفصیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔ مسلم ہی میں حضرت ابن عمر ہی کی حدیث میں جو سعید بن عمرو بن سعید سے مروی ہے۔ اس کے بعد ہے۔

والشہر ھکذا وھکذا وھکذا یعنی تمام ثلثین۔ اور مہینہ ایسا ہے اور ایسا ہے اور ایسا ہے۔ یعنی پورے تیس۳۰ دن کا۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے۔ کبھی تیس دن کا۔ مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بحوالہ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی اور زیج الغ بیگی لکھا ہے۔ کہ تیس کے چار مہینے مسلسل ہو سکتے ہیں۔ اور انتیس کے تین۔

ع مسلم، نسائی، الصیام

حدیث ۱۱۱۹ حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او قال ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین۔ عہ

محمد بن زیاد نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ پس اگر چاند چھپا لیا جائے تو شعبان کی تیس کی تعداد پوری کرو۔

حدیث ۱۱۲۰ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی من نسائہ شھرا فلما مضی تسعۃ وعشرون یوما غدا او راح فقیل لہ انک حلفت ان لا تدخل شھرا فقال ان الشھر یکون تسعۃ وعشرون یوما۔ عہ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ ایک مہینہ اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ جب انتیس دن گزر گئے تو صبح یا شام کو (ازواج مطہرات) کے پاس تشریف لے آئے۔ حضور سے عرض کیا گیا۔ کہ حضور نے ایک مہینہ کیلئے قسم کھائی تھی۔ تو فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

تشریحات ۱۱۱۹، ۱۱۲۰ ایلاء۔ کا مادہ ۔ ''الو'' ہے ۔ مجرد کا مصدر ''الیۃ''۔ آتا ہے۔ یہ مہموز فا ناقص واوی ہے اس کے معنی کوتاہی، کمی کرنے کے ہیں۔ ایلاء۔ باب افعال سے قسم کھانے کے معنی میں ہے۔ یہ واقعہ سنہ ۹ھ میں ہوا تھا۔ اس پر مفصل کلام جلد ثانی ص۳۶۵ میں ہو چکا ہے۔ یہ عرض کرنے والی کہ حضور نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک نہیں آئیں گے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد سب سے پہلے انھیں کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ دن میں نے گن گن کر کاٹے ہیں۔

عہ مسلم ۔ نسائی ۔ الصیام ۔ عہ ایضاً ۔ ثانی ۔ النکاح ۔ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نساءہ فی غیر بیوتھن ص۷۸۳-۴۔ مسلم ۔ الصوم ۔ نسائی عشرۃ النساء ۔ ابن ماجہ ۔ الطلاق

حدیث ۱۱۲۱ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ دو مہینے ناقص

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا یَنْقُصَانِ شَهْرَا عِیْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ

نہیں ہوتے۔ دو عید کے مہینے رمضان اور ذوالحجہ۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحِجَّةِ وَ

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ اگر رمضان ناقص

اِنْ نَقَصَ ذُو الْحِجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ۔ وَقَالَ اَبُو الْحَسَنِ کَانَ اِسْحٰقُ بْنُ رَاهُوْیَهِ

ہوگا تو ذوالحجہ پورا ہوگا۔ اور اگر ذوالحجہ ناقص ہوگا تو رمضان پورا ہوگا۔ اور ابوالحسن نے کہا۔ اسحق بن راہویہ

یَقُوْلُ لَا یَنْقُصَانِ فِی الْفَضِیْلَةِ اِنْ کَانَ تِسْعَةً وَّعِشْرُوْنَ اَوْ ثَلٰثِیْنَ۔

کہتے تھے۔ فضیلت میں کم نہ ہوں گے۔ خواہ انتیس کے ہوں خواہ تیس کے۔

تشریحات ۱۱۲۱ اس حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ کہ ایک سال میں، رمضان اور ذوالحجہ دونوں مہینے انتیس کے نہ ہونگے۔ ان میں ایک ضرور تیس کا ہوگا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

شهرا عید لا یکونان ثمانیة وخمسون یوماً۔ عید کے دونوں مہینے اٹھاون دن کے نہیں ہوتے[۱]

اور یہی امام ابن سیرین اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ جیساکہ بخاری ہی میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ حکم باعتبار اغلب واکثر ہے۔ ورنہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ رمضان اور ذوالحجہ دونوں مہینے انتیس کے ہوتے ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ میں نے کئی سال ایسا پایا ہے۔ علماء نے اس کے متعدد بہت عمدہ عمدہ معانی بیان فرمائے ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور عمدہ یہ ہے۔ کہ فضیلت اور ثواب میں ناقص نہیں ہوتے۔ اگرچہ عدد میں دونوں ناقص ہوں یعنی انتیس کے ہوں۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ ہر دن روزے کی ایک مستقل فضیلت ہے۔ مثلاً دو دن روزہ رکھنا بنسبت ایک دن کے زیادہ موجب ثواب ہے۔ تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر انتیس کا رمضان ہوا تو بہ نسبت تیس کے اس کے ثواب میں کمی ہے۔ اس کے ازالے کیلئے فرمایا۔ رمضان اور ذوالحجہ خواہ انتیس کا ہو خواہ تیس کا دونوں کا ثواب برابر ہے۔ انتیس دن کا رمضان ہو تو ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

رہ گئی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صحیح بھی ہے۔ یہ معلوم نہیں۔ اور اگر صحیح ہے تو اس کا احتمال ہے۔ کہ یہ روایت بالمعنی کا کرشمہ ہے۔ کسی راوی نے اصل حدیث کے ظاہر سے جو سمجھا اسے اپنے الفاظ میں بیان کردیا۔

کامل ابن عدی میں ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ع مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، فی الصوم، مسند امام احمد خامس ص ۴۸ و ۵۱ [۱] فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۸۴ [۲] دہلی کی مطبوعہ بخاری میں نہیں۔ مگر علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے جو متن لیا ہے۔ اس میں اور مصری مطبوعہ میں ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہم نہ لکھیں نہ حساب کریں ص ۲۵۶

حدیث ۱۱۲۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم امی

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ

امت ہیں۔ نہ لکھیں نہ حساب کریں۔ مہینہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔ یعنی کبھی

هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ۔ ع ۵

انتیس کا۔ کبھی تیس کا۔

ہر شہر حرام تام ہے۔ تیس دن اور تیس رات کا۔ مگر عبدالرحمٰن بن اسحٰق ضعیف ہیں جیسا کہ امام احمد یحییٰ بخاری نسائی نے فرمایا۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں فرمایا۔ یہ قابل احتجاج نہیں ـــ اس کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر ہے۔ اور وہ ضعیف ہیں ـــ مگر علامہ عینی نے اپنے شیخ سے نقل فرمایا۔ کہ اس کا مدار صرف عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں بطریق خالد الحذاء بھی روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق کی وجہ سے جو ضعف تھا وہ بطریق خالد منجبر ہو گیا۔ اور اب روایت ضعیف نہ رہی حسن ہو گئی ـــ **اقول** ۔ مگر علت قادحہ یہ ہے کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ بداہۃ حس اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ اس لئے یہ معلول رہی۔

تشریحات ۱۱۲۳ یہ حدیث اس پر نص ہے۔ کہ رویت ہلال کے سلسلے میں اہل توقیت و نجوم کا قول بالکلیہ ساقط ہے۔ اور اعتبار رویت کا ہے۔ یا تیس کی گنتی پوری ہونے کا۔ ہم پہلے اس پر مفصل بحث کر آئے۔ اور بتا آئے کہ اسی میں امت کیلئے آسانی ہے۔ اس لئے اس پر عمل واجب۔

تشریحات ۱۱۲۴

نصاریٰ کی عادت تھی کہ فرائض پر زیادتی کر دیا کرتے تھے۔ اور ہمیں انکی مخالفت کا حکم ہے۔ اس سے امت کو بچانے کے لئے رمضان سے دو ایک دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ اگر لوگ اسے پابندی سے رکھنے لگیں گے۔ تو ہو سکتا ہے لوگ سمجھنے لگیں کہ رمضان سے پہلے ایک دو دن کے یہ روزے بھی فرض ہیں۔

کان یصوم صومہ مثلاً دوشنبہ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا۔ اور رمضان کی تیس کو یا انتیس کو دوشنبہ پڑ گیا۔ یا کفارہ کا روزہ رکھنا شروع کیا تھا ایک دو دن رہ گیا تھا۔ تو پورا کرلے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل

ع ۵ مسلم۔ ابوداؤد، الصیام۔ نسائی الصیام۔ العلم مسند امام احمد ثانی ص ۴۳-۵۲

بَابٌ لَا يَتَقَدَّمُ رَمَضَانُ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ

رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے ۔ ص ۲۵۶

حدیث ۱۱۲۳ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ

رمضان سے ایک یا دو دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھے ۔ ہاں اگر اس دن کوئی روزہ رکھتا تھا تو رکھ لے ۔

كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ ۔ ع

اور مستحبات پر پابندی اتنی محبوب ہے کہ ممانعت شرعی کے باوجود اجازت دیدی ۔ اسلئے میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ پر بھی پابندی محبوب ہے ۔ نہ کہ پابندی کرنے کی وجہ سے حرام و گناہ ہوجائیں گے ۔ احادیث میں پندرہ شعبان کے بعد بھی روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہے ۔ اس کا سبب شفقت ہے ۔ کہ طویل عرصہ تک روزہ رکھنے کی وجہ سے ضعف و نقاہت پیدا ہوجائیگی ۔ اور رمضان کے روزوں میں نشاط نہیں رہے گا ۔

تشریحات ۱۱۲۴ ابن حزم نے بطریق سدی روایت کیا ہے ۔ کہ اہل کتاب پر یہ فرض تھا کہ روزے میں غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے پہلے جو چاہیں کھاپی لیں ۔ سونے کے بعد کھانا پینا منع تھا ۔ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو بھی یہی حکم تھا ۔ یہاں تک کہ ایک انصاری آئے ۔ پھر قیس بن صرمہ کا پورا قصہ بیان کیا ۔ ابوداؤد میں ہے ۔ کہ عشاء پڑھنے تک کھانے پینے کی اجازت تھی ۔ اس کے بعد منع تھا ۔ دونوں میں منافات نہیں ۔ عادت یہی تھی کہ لوگ عشاء کے پہلے نہیں سوتے تھے ۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے سے منع بھی فرمایا ۔ اصل حکم یہی تھا ۔ کہ جب تک سوئے نہیں کھاپی سکتا تھا ۔ اس کے بعد نہیں ۔

تفسیر طبری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ رمضان میں روزہ دار اگر رات میں سو جاتا ۔ تو اس پر کھانا، پینا اور عورتیں حرام ہو جاتیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کرتے رہ گئے ۔ جب گھر آئے تو انکی اہلیہ سو گئی تھیں ۔ حضرت عمر نے یہ خیال فرما کر کہ میں تو نہیں سویا ہوں ۔ ہمبستری کرلی اور حضرت کعب بن مالک نے بھی یہی کیا ۔ صبح کو حضرت عمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ سنایا ۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ـــــ اور رمضان کی پوری راتوں میں صبح صادق تک کھانا، پینا اور جماع کی اجازت ہوگئی

ع الخمسۃ فی الصوم ۔ ۱؎ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۹۰ ۔ ۲؎ اول ۔ الصیام ۔ اول باب ص ۳۱۷

۳؎ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۸۹

136

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ الآية البقرة (۱۸۷)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ روزے کی رات میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمھارے لئے حلال کر دیا گیا ہے ۔ عورتیں تمھارے لئے لباس ہیں اور تم انکے لئے ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے ۔ اللہ نے تمھاری توبہ قبول فرمائی اور تمھیں معاف فرما دیا (اب روزے کی رات میں) ان سے ہمبستری کرو ۔ اور اللہ نے جو تمھارے مقدر میں لکھ دیا اسے تلاش کرو ۔ ص ۲۵۶

حدیث ۱۱۲۴ — عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ صحابہ میں جب کوئی روزہ دار ہوتا ۔ اور افطار

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ

کے وقت افطار کئے بغیر سو جاتا ۔ تو اس رات اور دن کچھ نہیں کھاتا ۔ جب تک کہ

يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ

شام نہ ہو جائے ۔ اور قیس بن صرمہ انصاری روزے سے تھے ۔ جب

صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا أَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ

افطار کا وقت ہوا ۔ تو اپنی عورت کے پاس آئے اور پوچھا ۔ کیا تیرے پاس کھانے کو ہے ۔ انھوں نے کہا

أَنْطَلِقُ وَأَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَجَاءَتْ امْرَأَتُهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ

نہیں ۔ لیکن میں جاتی ہوں اور کہیں سے تمھارے لئے لاتی ہوں ۔ وہ دن میں کام کرتے تھے ۔ اسلئے انکی آنکھ ان پر غالب آگئی ۔ اب انکی عورت

قَالَتْ خَيْبَةً لَكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

آئی ۔ اور جب انھیں دیکھا تو کہا ۔ تیرے لئے محرومی ہے ۔ جب دوپہر ہوئی تو ان پر بیہوشی طاری ہوگئی ۔ اسکا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قیس بن صرمہ ترمذی، بیہقی، ابن حبان وغیرہ میں یہی ہے ۔ حتیٰ کہ امام ابونعیم کے دونوں مستخرج میں بھی یہی ہے ۔ مگر خود امام ابونعیم ہی نے کتاب الصحابہ میں کہا ہے ۔ کہ یہ صرمہ بن ابوانس ہیں ۔ اور ایک قول یہ ہے ۔ کہ صرمہ بن قیس ہیں ۔ جن کی کنیت ابوقیس ہے ۔ ابوداؤد میں صرمہ بن قیس ہے ۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا ۔ یہ صرمہ بن ابوانس بن قیس بن مالک بن عدی بخاری ہیں ۔ ان کی کنیت ابوقیس ہے ۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ۔ یہ صرمہ بن مالک ہیں ۔ جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ۔ صحیح صِرْمَةُ بْنُ أَبُو أَنَسٍ ہے ۔

کان یومہ یعمل ابوداؤد کی روایت میں ہے ۔ کہ وہ اپنی زمین میں دن کو کام کرتے تھے ۔ اور مرسل سدی میں ہے ۔ کہ وہ مدینے کے باغوں میں مزدوری پر کام کرتے تھے ۔ ان کی اہلیہ کھجور لائیں تو انھوں نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَائِكُمْ فَفَرِحُوا

سے کیا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ روزے کی رات میں تم کو اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے اس پر لوگ

بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا وَنَزَلَتْ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ

بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب تک فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر نہ

الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

ہو جائے کھاؤ پیو۔

کہا۔ کہ کھجور نمیرے پیٹ میں سوزش پیدا کر دی ہے۔ اسے بدل کر آٹا لاؤ' اور پکاؤ۔ اس کا سخینہ بناؤ۔ اتنے میں وہ سو گئے ان کی اہلیہ نے انھیں جگایا۔ انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ ان کی اہلیہ نے یہ بھی کہا کہ آپ سوئے نہیں ہیں۔ مگر انھوں نے نہیں کھایا اور بھوکے رہ گئے۔

یہ آیت کریمہ پوری — كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ — ایک ساتھ حضرت عمر اور حضرت صرمہ کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے۔ البتہ — من الفجر — بعد میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

تشریحات ۱۱۲۵ء

بخاری کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے۔

قال ان وسادتك اذا لعريض۔ فرمایا جب تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے

یہ رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔ وہیں دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یہ سفید دھاگہ، سیاہ دھاگہ کیا ہے۔ کیا یہ دھاگے ہیں۔ فرمایا۔ تو چوڑی گدی والا ہے کہ دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا۔ پھر فرمایا — یہ رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔

قفا۔ گردن کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ چوڑی گدی موٹے بدن والے کی ہوتی ہے۔ اور موٹا آدمی عموماً بیوقوف ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کنایہ ہوا بیوقوف سے۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ یہ کنایہ ہے۔ بیوقوفی کم فہمی سے۔ اس لئے کہ گدی کا چوڑی ہونا' اور سر کا بہت بڑا ہونا اس کی علامت ہے۔ جیسا کہ سر کا معتدل ہونا ذہانت اور عالی ہمت ہونے کی نشانی ہے۔ علامہ قرطبی نے اس توجیہ کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ اسمیں مذمت ہے۔

ع۵۔ ابوداؤد۔ ترمذی' الصوم — لے اس زمانے کا ایک قسم کا کھانا جو آٹا ڈال کر بنایا جاتا تھا۔

باب قول اللہ تعالیٰ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ جب تک صبح صادق کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر نہ ہوجائے کھاؤ پیو پھر روزے کو رات تک پورا کرو ۔ اس کے بعد ہے ۔ فیہ البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے ۔ یعنی ابھی جو گزری ہے ۔

حدیث ۱۱۲۵ عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما نزلت

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ۔ یہاں تک کہ سفید دھاگہ

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود عمدت الی عقال اسود والی عقال

کالے دھاگے سے ظاہر ہوجائے ۔ تو میں نے ایک سفید رسی اور ایک کالی رسی لی اور انھیں

ابیض فجعلتھما تحت وسادتی فجعلت انظر فی اللیل فلا یستبین لی

اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا ۔ اور رات میں دیکھتا رہا ۔ مگر وہ دونوں ممتاز نظر نہ آئیں ۔ تو میں

فغدوت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکرت ذالک لہ فقال انما

صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور اسے ذکر کیا ۔ تو فرمایا یہ رات کی

ذالک سواد اللیل وبیاض النہار ۔ ع۵

سیاہی اور دن کی سفیدی ہے ۔

ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ طنزاً فرمایا ۔ کہ پھر تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے ۔ کہ اس کے نیچے صبح صادق کا مطلع سما گیا ۔ یہ دھاگے رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے ۔ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے کہ فرمایا ۔ جب تو تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے ۔

شبہ اور ازالہ روزہ ۲ھ کے دس شعبان کو فرض ہوا ہے ۔ اسی وقت آیۂ مذکورہ نازل ہوئی تھی ۔ اور حضرت

ع۵ ایضاً ۔ ثانی ۔ التفسیر ۔ بقول باب قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا ص۶۴۷ ۔ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی : الصوم ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۳۷۷ ۔ لہ اول ۔ الصیام ، باب وقت السحور ص۳۲۱ ۔ ۲ہ درمختار ثانی ص۸

حدیث ۱۱۲۶

عن سھل بن سعد قال انزلت وکلوا واشربوا حتی یتبین

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - یہ آیت نازل ہوئی - اور کھاؤ پیو

لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود ولم ینزل من الفجر فکان رجال اذا ارادوا

یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے - اور من الفجر نازل نہیں ہوئی تھی - تو لوگ جب روزہ رکھنا

الصوم ربط احدھم فی رجلیہ الخیط الابیض والخیط الاسود

چاہتے - تو اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگہ باندھ لیتے - اور کھاتے رہتے -

ولا یزال یاکل حتی یتبین لہ رؤیتھما فانزل اللہ بعد من الفجر

یہاں تک کہ دونوں جدا جدا نظر آنے لگتے - اس پر اللہ تعالیٰ نے - من الفجر - نازل فرمایا

فعلموا انما یعنی اللیل والنھار ع

اب لوگوں نے جانا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں -

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں - پھر انکا یہ کہنا کہ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو میں نے دو رسیاں سفید و سیاہ لیں - کیسے درست ہے - اس کا جواب یہ ہے - کہ ان کی مراد یہ ہے - کہ جب مجھے اس آیت کریمہ کے نزول کا علم ہوا - اور ظاہر ہے کہ یہ علم ایمان لانے کے بعد ہی ہوا - اس کی تائید مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے - جو بطریق مجالد مروی ہے - حضرت عدی کہتے ہیں کہ - رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نماز اور روزہ سکھایا - اور فرمایا - ایسے نماز پڑھ، اور ایسے روزہ رکھ - جب سورج ڈوب جائے تو کھا - یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے جدا ظاہر ہونے لگے - تو میں نے سفید اور سیاہ دو دھاگے لئے - الحدیث -

اقول وباللہ التوفیق - مگر سوال یہ اب بھی باقی ہے کہ جبکہ - من الفجر - نازل ہو چکا تھا - تو آیت کے معنی سمجھنے میں کسی کو بھی دشواری نہیں ہونی چاہئے تھی - چہ جائیکہ حضرت عدی جیسے ذہین اور سمجھدار انسان کو - اس خادم کے نزدیک صحیح توجیہ یہ ہے - کہ حضرت عدی کا واقعہ صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے متعلق ہے - جو ابھی مسند امام احمد کے حوالے سے گزرا - یہ کسی راوی کی مہربانی ہے کہ انھوں نے اسے آیت سے متعلق کر دیا - واللہ تعالیٰ اعلم -

تشریحات ۱۱۲۶ مسلم کی روایت میں ہے - کہ سفید اور سیاہ دھاگے لیکر تکئے کے نیچے رکھ لیتے - دونوں میں منافات نہیں - کچھ لوگ یہ کرتے تھے، اور کچھ لوگ پاؤں میں باندھ لیتے تھے -

ع ایضا - الثانی - التفسیر - باب قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا ص ۶۴۷ - مسلم - نسائی - الصیام - [1] نزہۃ القاری جلد اول ص ۵۲۷ پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان سے مشرف ہونے کا ۷ھ اکمال پر اعتماد کرکے لکھا گیا ہے - مگر صحیح ۹ھ یا ۱۰ھ ہے - جیسا کہ اصابہ وغیرہ میں ہے - کیونکہ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا ہے - اور ان کا ایمان لانا بہرحال فتح مکہ کے بعد ہے - [2] رابع ص ۳۷۷ -

باب برکۃ السحور من غیر ایجاب۔ ص ۲۵۷ سحری کی برکت بغیر وجوب کے۔

حدیث ۱۱۲۷ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل فواصل الناس فشق علیہم فنہاہم قالوا انک تواصل قال لست کہیئتکم انی اظل اطعم واسقی۔ ع۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا تو اور لوگوں نے بھی رکھا۔ اور یہ لوگوں پر شاق ہوا۔ اس وجہ سے انھیں منع فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا، پلایا جاتا ہے۔

رؤیتھما یہ رویت، رویت بصری ہے۔ آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں۔ رویت قلبی نہیں۔ کہ افعال قلوب سے ہو۔ اس لئے ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے۔ نسفی کی روایت میں۔ رئیھما۔ ہے۔ را کو کسرہ، ہمزہ ساکن یا مضموم۔ یہ منظر کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

احسن اثاثا ورءیا۔ مریم ۷۴ جو سر و سامان اور نمائش میں ان سے کہیں اچھے تھے۔

رءی۔ کے معنی منظر کے ہیں۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے ظاہر سے متبادر ہے۔ کہ من الفجر کا نزول بھی ابتداء ہی میں ہوا ہے۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔ اور متعدد احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ اس لئے بعض بزرگوں کا یہ فرمانا۔ کہ۔ من الفجر۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی۔ درست نہیں۔

توضیح باب یعنی سحری کھانا واجب نہیں۔ البتہ اس کے کھانے میں برکت ہے۔ اس لئے یہ مستحب ہے۔ امام بخاری نے اس کے واجب نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا۔ اور درمیان میں سحری کھانے کا کہیں تذکرہ نہیں۔ اگر سحری واجب ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ ضرور کھاتے۔ پھر اس کا تذکرہ بھی ہوتا۔ اور احادیث میں مذکور ہوتا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ صوم وصال میں صحابہ کرام سحری نہیں کھاتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ صحابہ پر شاق ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا تھا۔ اگر صحابہ سحری کھاتے رہتے تو یہ حال کبھی نہ ہوتا۔ پھر صحابہ کرام کی عرض پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔

انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ میں اپنے رب کے حضور رہتا ہوں۔ وہ کھلاتا پلاتا ہے۔

اس پر نص ہے۔ کہ صوم وصال کے اثنا دنیوی غذا نوش جاں نہیں فرماتے تھے۔

تشریحات ۱۱۲۷ مسند امام احمد میں ہے۔ کہ یہ صوم وصال رمضان میں تھا۔ صوم وصال کا مطلب یہ ہے۔ کہ روزہ رکھ کر نہ افطار کرے نہ سحری کھائے۔ نہ اور کسی وقت کچھ کھائے پیئے۔ حتی کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ لے۔

ع۵ ایضا باب الوصال ص ۲۶۳۔ مسلم، ابوداؤد، الصیام، مسند امام احمد ص ۲۱ وغیرہ

اور پھر دوسرے دن روزہ رکھے ۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پندرہ دن تک صوم وصال رکھتے تھے ۔
امام طبری نے فرمایا ۔ کہ بعض صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن تک کھانا ' پینا چھوڑ دیتے تھے ۔ مگر اس سے انکے معتاد کاموں میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا ۔ یہ اس بنا پر تھا کہ انھیں کھانے پینے کی حاجت نہ تھی ۔ اس سے مستغنی تھے ۔ اپنا کھانا حاجت مند اور فاقہ کش افراد کو دیدیتے تھے ۔ حضرت ابراہیم تیمی کبھی کبھی ایک ایک مہینہ ' اور کبھی کبھی دو دو مہینے بے کھائے ' پیئے رہ جاتے تھے ۔ کراہت دفع کرنے کیلئے ایک گھونٹ نبیذ پی لیتے تھے ۔ ریاضت ومجاہدہ کے لئے مشائخ سالکین کو صوم وصال رکھنے کا حکم دیتے ہیں ۔ مگر کراہت دفع کرنے کیلئے ایک گھونٹ پانی یا اور کوئی چیز بہت قلیل مقدار میں کھانے کی اجازت دیتے ہیں ۔ مثلاً کشمش کے چند دانے ۔ سوکھی روٹی کے ٹکڑے وغیرہ وغیرہ ۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک بار چالیس پینتالیس دن تک ' چوبیس گھنٹے میں ایک گھونٹ پانی کے سوا اور کچھ نہیں کھایا ' پیا ۔ اس کے باوجود تصنیف ' تالیف ' فتوی نویسی ' مسجد میں حاضر ہوکر نماز باجماعت ' ارشاد وتلقین ' واردین وصادرین سے ملاقاتیں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا ۔ اور نہ ضعف ونقاہت کے آثار ظاہر ہوئے ۔

لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ علامہ عینی نے فرمایا ۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ۔ یہاں ہیئت زائد ہے ۔ معنی یہ ہے میں تمہارے جیسا نہیں ۔ **اقول** ۔ ہیئت کو زائد نہ مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ میرا حال تمہارے حال جیسا نہیں ۔ اس سے صفات میں امتیاز اور عدم شرکت ظاہر ہوتی ہے ۔ حاصل یہ ہوا کہ میری صفات میں کسی صفت میں تم میرے شریک نہیں ۔ اس لئے کہ نفی کا مقتضیٰ استغراق ہے ۔ اور وجود تشبیہ کے لئے کسی وصف میں ادنی سی شرکت کافی ۔ جب حالت میں نفی مماثلت ہوئی تو اس کا صدق بغیر استغراق کے نہ ہوگا ۔ اسلئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ میرے کسی وصف میں تم لوگ شریک نہیں ۔ اور جب صحابہ شریک نہیں تو غیر صحابہ کی شرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی کو علامہ بوصیری قدس سرہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے ۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ ÷ فجوهر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں ۔ حضور کی ذات میں حسن کا جوہر غیر منقسم ہے ۔[1]

یہ حقیقت میں حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے ۔ انھوں نے عرض کیا ہے ۔

واحسن منك لم ترقط عینی ÷ واجمل منك لم تلد النساء

حضور سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ÷ حضور سے زیادہ جمیل عورتوں نے پیدا ہی نہیں کیا

اور چن صاحب نے فرمایا ۔ کہ لفظ ہیئت زائد ہے ۔ ان کی تائید اس سے ہوتی ہے ۔ کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت باب الوصال میں ان الفاظ میں ہے ۔ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ ۔ اور خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ ۔ یہ ارشاد مماثلت ذات کی نفی کرتا ہے ۔ یعنی میری ذات تمہاری ذات کے مثل نہیں ۔ اور یہی واقعہ بھی ہے ۔ جس پر بعد کا ارشاد دلیل ہے أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي ۔ میں کھلایا ' پلایا جاتا ہوں ۔ مجھے میرا پروردگار کھلاتا ' پلاتا ہے ۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا ۔[2]

یا ابا بکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی ۔ اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا

---

[1] بہار شریعت حصہ پنجم ص ۹۹ ۔ [2] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۲۹

۱۲۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً عہ
فرمایا سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی تشریک سے منزہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ انبیاء کرام اللہ عزوجل کے اسماء ذاتیہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے ہیں۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ لہ

ورسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق است از ذات	اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے مخلوق ہیں اور
عزوجل ظہور حق دروے بالذات است ازیں جہت منفرد	حق تعالیٰ کا ظہور آپ کی ذات میں بالذات ہے۔ اسی لئے وہ
است وبہ جمیع کمالات زیراکہ صفات راجع بذات اند۔	تمام صفات کمالیہ کیساتھ متصف ہونے میں منفرد ہیں کیونکہ صفات

اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى یہ اپنے ظاہر پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ عزوجل جنت کے کھانوں سے واقعی کھلاتا پلاتا ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ عزوجل اپنے مشاہدہ جمال میں ایسا مستغرق فرمادیتا ہو کہ غذا کی حاجت ہی نہیں رہتی ہو یا ایسا افاضہ فرمادیتا ہو پانی اور غذا کے قائم مقام ہو جاتا ہو جسکی وجہ سے نہ ضعف پیدا ہوتا ہو نہ قویٰ میں اضمحلال۔ جیساکہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

وذکرك للمشتاق خیر شراب	وکل شراب دونه کسراب
تراذکر مشتاق کے لئے شراب سے بڑھ کر ہے	اور ہر شراب اس کے مقابل سراب ہے

تشریحات ۱۲۸۱ سحور۔ سین کے فتحہ کے ساتھ بھی اور ضمے کے ساتھ بھی۔ فتحے کیساتھ وہ کھانا جو اس وقت کھایا جائے۔ ضمے کیساتھ یہ فعل ہے۔
برکۃ۔ کے اصل معنی زیادتی کے ہیں اور یہاں دنیوی برکت بھی مراد ہے اور اخروی بھی۔ دنیوی برکت ظاہر ہے کہ اس سے قوت ملتی ہے۔ اخروی برکت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسکے لئے احادیث میں طرح طرح سے ترغیب آئی ہے بلکہ تاکید بھی۔ یہاں تک فرمایا کہ سحری کھاؤ اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی ہی۔ نیز نصاریٰ سحری نہیں کھاتے تھے۔ اس میں انکی مخالفت ہے۔ یہ بھی موجب اجر ہے۔ نیز اس میں تجدید نیت بھی ہے جسکی وجہ سے روزہ بالاتفاق صحیح ہوگا۔ نیز یہ کہ اسکی وجہ سے کچھ نہ کچھ ذکر الٰہی ہو جائے گا۔ یا اللہ عزوجل کی طرف توجہ ضرور ہوگی۔ اور جسے توفیق ملے وہ دیگر اذکار تہجد وغیرہ پڑھ لے گا۔

باب اذا نوىٰ بالنهار صوما ص۲۵۷ جب دن میں روزے کی نیت کرے۔

۳۲۹ وَقَالَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ
ت اور ام الدرداء نے کہا کہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے تمھارے پاس کھانا ہے۔

توضیح باب روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ اس پورے وقت میں روزے سے رہنا ضروری ہے۔ اور بغیر نیت عبادت کا وجود ہی نہ ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے صبح صادق سے پہلے

عہ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ الصوم۔ لہ مدارج النبوۃ ثانی ص ۶۱۵

فَاِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّیْ صَائِمٌ یَوْمِیْ هٰذَا۔ وَفَعَلَهٗ اَبُوْطَلْحَةَ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ وَابْنُ

اگر ہم یہ کہتے۔ نہیں۔ تو کہتے میں آج کے دن روزے سے ہوں۔ اور ایسا ابوطلحہ اور ابوہریرہ اور

عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ

ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا ہے۔

۱۱۲۹ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا

حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو بھیجا کہ

يُنَادِیْ فِی النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اَنَّ مَنْ اَكَلَ فَلْيُتِمَّ اَوْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ لَّمْ يَاْكُلْ فَلَا يَاْكُلْ عہ ۲۵۷

یہ منادی کردے۔ جس نے کھالیا ہو۔ وہ پورا کرے یا روزہ رکھے اور جس نے کھایا ہو وہ (ابھی) نہ کھائے۔

یا صبح صادق کے وقت روزے کی نیت نہیں کی۔ اور دن نکل آیا۔ روزے کے وقت کا کچھ حصہ بغیر روزے کے گزرا۔ اب روزے کی نیت کی تو صحیح ہے یا نہیں۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ صحیح نہ ہو۔ مگر صحابہ کرام کے عمل اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح ہے اسی لئے عہد سلف میں اس میں اختلاف رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ اور حسب عادت اپنی کوئی رائے تحریر نہیں فرمائی۔

ہمارے یہاں رمضان، نفل، نذر معین کے روزوں میں دن کی نیت کافی ہے۔ اس کی تائید آگے آرہی ہے۔

تشریحات ۳۲۹ ام الدرداء کے اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیہقی میں ہے۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام طحاوی نے۔ اور حضرت حذیفہ کے بارے میں امام عبد الرزاق اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے قتادہ کا قول ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت معاذ نے بھی ایسا کیا ہے۔

ان آثار سے ظاہر ہے کہ اگر کسی نے رات میں نیت نہیں کی تو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد روزے کی نیت کر سکتا ہے۔ اور اس کا روزہ صحیح ہے۔ مگر ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ ضحوۂ کبریٰ نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے نیت کرے۔ اور یہ صرف رمضان نذر معین اور نفل کے روزوں کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ اور روزوں کے لئے ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے نیت کرے جیسے کہ کفارے اور نذر غیر معین کے روزے ضحوۂ کبریٰ ہوجانے کے بعد نیت کی تو روزہ نہ ہوگا۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ صبح صادق سے لے کر نیت کرتے وقت نہ کچھ کھایا ہو، نہ پیا ہو اور نہ جماع کیا ہو۔

تشریحات ۱۱۲۹ باب صیام یوم عاشوراء۔ اور کتاب اخبار احاد میں یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کے دن قبیلہ اسلم کے ایک صاحب کو حکم دیا۔ کہ لوگوں میں منادی کردیں ــــ اخبار الاحاد میں تردید کے ساتھ ہے۔ کہ اپنی قوم میں منادی کرنے کا حکم دیا تھا، یا لوگوں میں۔ یہاں فلیتم او فلیصم شک کے ساتھ ہے۔ اور صیام عاشوراء میں بلاشک یہ ہے کہ بقیہ دن روزے سے رہے۔ اس لئے کہ آج عاشورے کا دن ہے اور اخبار الاحاد میں ہے کہ بقیہ دن پورا کرے۔ مطلب یہ ہوا۔

عہ ایضاً۔ صیام یوم عاشوراء۔ ثانی کتاب الاحاد باب ما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الامراء ص ۱۰۸۹ مسلم نسائی۔ الصوم۔

کہ جس نے کھالیا ہو۔ وہ بقیہ دن بے کھائے پیئے روزے دار کی طرح رہے۔ اور جس نے اب تک کچھ نہیں کھایا پیا ہے وہ روزے کی نیت کرلے۔ اور واقعی روزہ رکھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دن میں روزے کی نیت درست ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جس دن روزہ واجب ہو اس دن کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا یا فاسد ہوگیا تو بھی بقیہ دن روزے دار کی طرح کھانے پینے مفسدات صوم سے بچنا واجب ہے۔

صیام یوم عاشورا میں یہ حدیث۔ مکی بن ابراہیم تلمیذ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور بخاری کی ثلاثیات میں سے چھٹی ہے۔

جنھیں منادی کرنے کا حکم دیا تھا ان کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ اسلمی ہے۔ جیسا کہ مسند[۱] امام احمد میں انھیں سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری قوم اسلم میں منادی کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

صحیح یہی ہے کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ اور یہ خود اسی حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ اگر فرض نہ ہوتا۔ تو کھانے پینے کے بعد بقیہ دن روزے دار کی طرح رہنے کا حکم کیوں ارشاد فرماتے۔ علاوہ ازیں احادیث کی نص صریح سے یہ ثابت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ اور حضور بھی رکھتے تھے۔ (مدینہ طیبہ آئے تو بھی رکھا۔) اور لوگوں کو رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کا روزہ فرض ہوگیا تو فرمایا۔ جو چاہے رکھے جو چاہے چھوڑ دے۔ [۲]

ابن شداد نے اپنے احکام میں ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان فرض ہوگیا تو فرمایا، جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

بخاری اور مسلم میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے ارد گرد انصار کی بستیوں میں آدمی بھیجکر کہلوایا۔ جس نے روزے کی حالت میں صبح کی وہ روزہ پورا کرلے۔ اور جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ کھاپی لیا ہے۔ وہ بقیہ دن روزے دار کی طرح رہے۔ اور جس نے کچھ نہیں کھایا پیا وہ روزہ رکھے [۳]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پر کسی معین دن کا روزہ واجب ہو تو اسے دن میں نیت کرنا درست ہے۔

جو لوگ روزہ صحیح ہونے کے لئے صبح صادق سے پہلے نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں وہ ابوداؤد [۴]، ترمذی [۵] اور نسائی [۶] کی اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں۔

---

[۱] ثالث ص ۴۸۴ [۲] بخاری اول۔ الصوم۔ باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴

[۳] یہ سب عمدۃ القاری جلد عاشر ص ۳۰۴ سے لی گئی ہیں۔ [۴] اول۔ الصیام باب النیۃ فی الصوم ص ۳۲۳

[۵] اول۔ الصوم باب الصیام لمن لم یعزم من اللیل ص ۹۱ [۶] اول۔ الصیام۔ باب النیۃ فی الصوم ص ۳۲۰

— اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اولاً۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ جیساکہ علامہ عینی نے پوری تفصیل اور تحقیق سے ثابت فرمایا ہے۔ ثانیًا۔ اس حدیث پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کا نسخ خبر واحد سے لازم آئیگا۔ وہ اس طرح کہ پہلے ارشاد ہوا۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (بقرہ ۱۸۷) جبتک فجر کا سفید دھاگا رات کے سیاہ دھاگے سے ظاہر نہ ہو جائے۔ کھاؤ، پیو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔

اور ثُمَّ تراخی کے لئے ہے۔ شرعی دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع ہوگیا۔ روزے کے حکم کا طلب روزے کی نیت کرنا ہے۔ کیونکہ بغیر نیت عبادت کا وجود ہی نہیں۔ اب ثابت کہ دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد بھی روزے کی نیت صحیح ہے۔ یہ مضمون ثُمَّ سے ثابت ہے۔ جو لفظ خاص ہے۔ وضع کیا گیا ہے تعقیب مع التراخی کے لئے۔ اس لئے یہ کہنا کہ جبتک فجر سے پہلے نیت نہیں کریگا روزہ درست نہ ہوگا۔ اس حکم خاص کو خبر واحد سے منسوخ کرنا ہوا۔ اور یہ جائز نہیں۔ نیز۔ اس ارشاد نے کہ فرمایا۔ روزہ پورا کرو۔ یہ بتاتا ہے۔ کہ جو دن روزے کے لئے معین ہے۔ اس میں دن کی ابتدا میں امساک مخصوص روزہ ہوگا۔ اگرچہ اس وقت نیت نہ ہو۔ کیونکہ اتمام شئی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ پہلے سے پائی جائے اور مکمل نہ ہو۔ اس میں سر یہ ہے کہ۔ جب یہ ایام روزے کے لئے متعین ہیں خواہ منجانب اللہ، خواہ منجانب عبد تو ان دنوں کو روزے کے لئے متعین کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ جیسے رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے۔ بخلاف اور دنوں کے کہ وہ روزے کے لئے متعین نہیں اس لئے اس دن کو روزے کے لئے معین کرنے کے لئے رات ہی سے نیت ضروری ہے۔ رہ گیا نفل تو اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔ ثالثًا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس حدیث میں نفی سے نفی کمال مراد ہو۔ جیسے۔ لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد میں ہے۔

نفل روزے کی نیت دن میں صحیح ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے امام مسلم[۱]، امام ابو داؤد[۲]، امام ترمذی[۳] اور امام نسائی[۴] نے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں۔ ایک دن مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ نہیں۔ فرمایا۔ میں روزے سے ہوں۔

---

۱ اول۔ الصیام۔ باب جواز صوم النفل بنیۃ من النہار ص ۳۶۴ ۲ اول۔ الصیام۔ باب فی الرخصۃ فی ذلک ص ۳۳۳ ۳ اول۔ الصوم۔ باب فی افطار الصائم المتطوع ص ۹۲۔
۴ اول۔ الصیام۔ باب النیۃ فی الصوم ص ۳۱۹۔

بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا ص۲۵۷ روزہ دار نے جب حالت جنابت میں صبح کی۔

۱۱۳۰ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
حدیث ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ نے کہا میں اور میرے
الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
باپ عبد الرحمٰن ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں
قَالَ جِئْتُ أَنَا وَأَبِي حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
حاضر ہوئے۔
تَعَالٰى عَنْهُمَا ح۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
دوسری سند سے بطریق زہری مروی ہے۔ کہ ابو بکر بن عبد الرحمٰن
الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ
بن حارث بن ہشام نے خبر دی کہ ان کے والد عبد الرحمٰن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت
وَأُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عائشہ اور حضرت ام سلمہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ

۱۱۳۰ تشریحات مسلم[۱] میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ ابو بکر بن عبد الرحمٰن نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ کو یہ بیان کرتے سُنا۔ جو شخص فجر کے وقت جنب ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ میں نے اپنے باپ عبد الرحمٰن بن حارث سے اس کو ذکر کیا۔ تو انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ اب عبد الرحمٰن اور میں دونوں چلے اور حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عبد الرحمٰن نے ان دونوں سے دریافت کیا۔ تو ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر احتلام کے صبح کو جنب ہوتے پھر روزہ رکھتے۔ اس کے بعد ہم لوگ مروان کے پاس گئے اور اس سے عبد الرحمٰن نے ذکر کیا تو مروان نے کہا۔ میں تم کو قطعی طور پر حکم دیتا ہوں کہ تم ابو ہریرہ کے پاس جاؤ۔ اور وہ جو کہتے ہیں اسکا رد کرو۔ اب ہم حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبد الرحمٰن نے (دونوں) ام المومنین کے ارشاد

[۱] اول - الصیام - باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ص ۳۵۳

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُدْرِکُہُ الْفَجْرُ وَھُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَھْلِہٖ ثُمَّ	تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اہل کے ساتھ قربت کی وجہ سے فجر کے وقت جنب ہوتے اس کے بعد
یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ	غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ اور مروان نے عبد الرحمٰن بن حارث سے کہا میں تمہیں اللہ
بِاللّٰہِ لَتُفْزِعَنَّ بِھَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَمَرْوَانُ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ	کی قسم دیتا ہوں یہ بتا کر ابو ہریرہ کو گھبراہٹ میں ضرور ڈالنا اور اسوقت مروان مدینے کا حاکم
اَبُوْبَکْرٍ فَکَرِہَ ذٰلِکَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَجْتَمِعَ بِذِی	تھا۔ ابو بکر نے کہا عبد الرحمٰن نے اسے ناپسند کیا پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ہم ذوالحلیفہ میں
الْحُلَیْفَۃِ وَکَانَتْ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ھُنَالِکَ اَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ	اکٹھے ہوگئے اور وہاں ابو ہریرہ کی زمین تھی عبد الرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ

کو ذکر کیا۔ تو حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا۔ کیا ان دونوں نے تم سے یہ بیان کیا ہے۔ عبد الرحمٰن نے کہا ہاں۔ تو فرمایا وہ دونوں زیادہ جاننے والی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ جو کچھ فرماتے تھے اسے فضل بن عباس کی طرف لوٹایا۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ میں نے یہ فضل سے سُنا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سُنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ جو کہتے تھے اس سے رجوع کرلیا۔ (ابن جریج) نے کہا میں نے عبد الملک بن ابو بکر بن عبد الرحمٰن (اس حدیث کے راوی) سے پوچھا۔ کیا دونوں ام المومنین نے رمضان کے بارے میں کہا تھا۔ انھوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ کہ حضور بغیر احتلام کے صبح کے وقت جنبی ہوتے پھر روزہ رکھتے۔

اختلاف روایات بخاری کی روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ۔ من ادرکہ الصبح جنبا فلا صوم لہ۔ حضور کا ارشاد ہے یا نہیں۔ مگر مسلم کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خود حضور سے نہیں سُنا ہے۔ مگر احتمال ہے کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہو۔ امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ یہ فضل سے سُنا ہو۔ اور فضل نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہو۔ اب بھی۔ قال رسول اللہ۔ کہنا درست ہے۔

میرے خیال میں ان سب روایتوں میں تطبیق کی صورت یہی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ نے بذات خود حضور

لہ مسلم۔ اول۔ باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ص ۳۵۳ ۲ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۳

لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنِّیْ ذَاکِرٌ لَّكَ اَمْرًا وَّلَوْلَا اَنَّ مَرْوَانَ اَقْسَمَ عَلَیَّ

سے کہا ۔ میں آپ سے ایک بات ذکر کر رہا ہوں اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو میں ذکر نہ کرتا

فِیْهِ لَمْ اَذْکُرْهُ لَكَ فَذَکَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ کَذٰلِكَ

اس کے بعد انھوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی بات ذکر کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

حَدَّثَنِیْ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَّهُوَ اَعْلَمُ عہ

تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے فضل بن عباس نے ایسے ہی حدیث بیان کی۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔

سے نہیں سنا ہے۔ انھوں نے فضل بن عباس سے سنا ہے۔ اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

فضل بن عباس بخاری، مسلم، کی روایت میں فضل بن عباس کا نام ہے۔ مگر نسائی[۱] کی ایک روایت میں حضرت اسامہ بن زید کا نام ہے۔ کہ انھوں نے مجھ سے بیان کیا۔ ہو سکتا ہے دونوں سے سنا ہو۔

وھو اعلم مسلم اور ابن حبان[۲] کی روایت میں ہے۔ ھُمَا اَعْلَمُ۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ زیادہ جاننے والی ہیں۔ اور امام نسائی کی ایک روایت میں ہے۔ ھن اعلم۔ اور یہی مصنف عبد الرزاق[۳] میں بھی ہے۔ نسائی کی ایک روایت میں[۴] ہے۔ کہ صرف حضرت عائشہ سے ملاقات کی اور انھوں نے وہ روایت کیا۔ حضرت ام سلمہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ ہے۔ وھی اعلم۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ دونوں کو یا صرف ایک حضرت عائشہ کو۔ اعلم۔ کہا۔ اور واقعہ کے ساتھ اسی کو زیادہ مطابقت بھی ہے۔ اب بخاری کی اس روایت کا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت فضل کو۔ اعلم۔ کہا۔ مطلب یہ متعین ہے کہ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ فضل بن عباس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔ یعنی اس روایت کی حقیقت کو۔ یہ مطلب نہیں کہ خاص اس معاملہ میں فضل بن عباس ازواج مطہرات سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ نہ تو واقعہ کے لحاظ سے درست ہے۔ اور نہ حضرت ابو ہریرہ جیسے بزرگ صحابی یہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارے عرف میں یہ ہے کہ جب کسی ثقہ کی کوئی بات خلاف واقعہ ثابت ہو جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ میں نے فلاں سے سنا تھا وہ جانے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ جو بیان کرتے تھے جب اس کی صداقت حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے ارشاد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مشتبہ ہو گئی تو معذرت کے طور پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ مجھ سے فضل بن عباس نے بیان کیا تھا۔ وہ جانیں۔ وہی اسے اچھی طرح جانتے ہیں کہ کیسے انھوں نے اسے بیان کیا۔

عہ مسلم۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ باختلاف فی الصوم۔

[۱] ایضا [۲] ایضا [۳] ایضا [۴] ایضا۔

۔ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتاہے۔ ابوبکر اور انکے والد عبدالرحمن نے بالمشافہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے گفتگو کی تھی۔ مگر نسائی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ سے ان کے غلام۔ ذکوان کے واسطے سے اور حضرت ام سلمہ سے ان کے غلام۔ نافع۔ کے ذریعہ گفتگو ہوئی تھی۔

علامہ عینی نے پہلے کو اکثر اور اصح کہا۔[1] ان کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ باعتبار سند کے اکثر اور اصح ہے۔ مگر میرے خیال میں واقعے کے اعتبار سے بھی ارجح ہے۔ کہ غلاموں کے ذریعہ گفتگو ہوئی۔ اور یہ محاورہ شائع ذائع ہے کہ بڑوں سے بواسطہ خدام جو گفتگو ہوتی ہے۔ خصوصًا مستورات سے اسے اس طرح بیان کرتے ہیں گویا بلا واسطہ گفت گو ہوئی۔

یہاں امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سندوں کا متن ایک ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ پہلی سند جو بطریق عبداللہ بن مسلمہ عن مالک ہے اس کے متن میں نہ مروان کا تذکرہ ہے نہ حضرت ابوہریرہ کا۔ اس کا متن صرف اتنا ہے کہ ہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے وہ بیان کیا۔

دوسری سند جو بطریق ابوالیمان عن الزہری ہے۔ اس کا متن وہ ہے جو بخاری میں یہاں مذکور ہے۔

علامہ خطابی اور ابن منذر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتوے اور روایت کے بارے میں یہ توجیہ کی ہے۔[2] کہ ابتداء میں سونے کے بعد کھانا، پینا اور جماع روزے دار کو ممنوع تھا۔ اسی وقت یہ حکم تھا کہ جو صبح تک جنبی رہے وہ روزہ نہ رکھے۔ مگر جب سونے کے بعد بھی صبح صادق تک کھانا، پینا، جماع مباح ہوگیا۔ تو یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا اس لئے وہ وہی فتوی دیتے رہے۔ اور حضرت فضل بن عباس سے جو سنا تھا، روایت کرتے رہے۔ مگر جب حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایت سے علم ہوگیا تو رجوع فرمالیا۔

جنابت کی حالت میں روزہ

اگر کوئی جنابت کی حالت میں صبح صادق کے بعد تک رہے تو اس کا روزہ صحیح ہے یا نہیں۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے کہ اس کا روزہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے ثابت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزہ صحیح ہونے کے لئے طہارت شرط نہیں۔ نہ حقیقی نہ حکمی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس پر فرض ہے کہ دن نکلنے سے اتنے پہلے نہالے کہ فجر کی نماز پڑھ سکے۔ یہ سب پر فرض ہے خواہ روزے دار ہو یا غیر روزے دار۔ اگر اس وقت تک غسل نہ کیا تو گنہگار ہوا۔ اور اب روزے میں بھی کراہت ہوگی۔ یہی محمل ہے اس کا جو بعض کتب فتاوی میں ہے۔ کہ جنابت کی حالت میں روزہ مکروہ ہے۔

نیز اس سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔ (۱) جب کسی حکم شرعی میں خلجان اور تشویش ہو تو علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر تحقیق کرنی لازم ہے۔ ارشاد ہے: ۔

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۳ [2] ایضا ص ۴

۳۳۰ وَقَالَ هَمَّامٌ وَّابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
اور ہمام اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے نے حضرت
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْاَوَّلُ اَسْنَدُ ـ
روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور پہلی حدیث باعتبار سند زیادہ قوی ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تمھیں علم نہیں تو جاننے والوں سے پوچھو۔ (۲) اگر علما میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح اس کے قول کو ہوگی جو اعلم ہو۔ (۳) حدیث کی روایت میں عورتیں مردوں کے مثل ہیں (۴) زن وشو کے مخصوص تعلقات کے سلسلے میں ازواج مطہرات کی روایت سب پر راجح ہے۔ (۵) اکابر سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو انکی خدمت میں اسے عرض کرنا لازم ہے (۶) اکابر کی لغزش عرض کرنے میں پاس ادب کا لحاظ ضروری ہے۔ (۷) حدیث کی روایت میں گواہی کی ضرورت نہیں (۸) خبر واحد حجت ہے۔

تشریحات ۳۳۰ ہمام۔ سے مراد ہمام بن منبہ صنعانی ہیں۔ ابن عبداللہ بن عمر سے کون صاحب مراد ہیں یہ متعین نہیں ہو سکا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ یہ سالم ہیں۔ اس لئے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ عبیداللہ ہوں، ہو سکتا ہے عبداللہ ہوں۔ اسی لئے امام بخاری نے نام نہیں لیا۔ صرف۔ ابن عبداللہ بن عمر۔ فرمایا۔

ہمام بن منبہ کی تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند[۱] میں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جب صبح کی نماز کے لئے اذان کہی جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو روزہ نہ رکھے۔ ابن عبداللہ بن عمر کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام نسائی نے اور امام طبرانی نے مسند التابعین میں روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر یا عبیداللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ جب کوئی صبح کو جنبی رہے۔

والاول اسند یہ حضرت امام بخاری کا ارشاد ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے ـــ کہ امہات المومنین کی حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ کہ اکثر طرق میں دونوں کی سندیں ایک ہی ہیں۔ پھر ایک کو اصح کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں خود اختلاف ہے۔ کسی میں ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ فضل بن عباس سے سنا۔ کسی میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید سے سنا۔ کسی میں ہے کہ ایک شخص سے سنا۔ فلاں سے سنا۔ بخلاف امہات المومنین

[۱] مسند امام احمد ج ثانی ص ۲۴۸

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ ص۲۵۸ روزے دار کو مباشرت کرنا۔

۱۱۳۲ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا۔

ت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا روزہ دار پر عورت کی شرمگاہ حرام ہے۔

۱۱۳۱ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاَرَبِهٖ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِرْبٌ حَاجَةٌ وَقَالَ طَاؤُسٌ۔ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ۔

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔ اور مباشرت یعنی جسم سے جسم کو چپکاتے تھے۔ اور وہ اپنی حاجت کے تم سب سے زیادہ مالک تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اِرْبٌ کے معنی حاجت کے ہیں

کی حدیث کے۔ کہ اس کی ہر روایت میں یہ ہے کہ امہات المومنین نے خود بیان فرمایا۔ اب۔ اسند۔ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ امہات المومنین کی حدیث اس معنی کر قوی ہے کہ اس کے مرفوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ یا اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اتصال زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے کہ اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے۔

تشریح ۱۱۳۲ اس تعلیق کو امام ابو جعفر طحاوی[1] نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حکیم بن عقال نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ روزے کی حالت میں مجھ پر میری بیوی سے کیا حرام ہے۔ فرمایا اسکی شرمگاہ ابن حزم نے محلی میں بھی اس کے مثل روایت کیا ہے۔

تشریحات ۱۱۳۱ مباشرت کا مادہ۔ بَشَرٌ ہے۔ یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ دو آدمیوں کا جسم سے جسم چپکانا۔ جماع اس کے معنی میں داخل نہیں۔ البتہ کبھی جماع کے معنی میں بولا جاتا ہے جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور رمضان کے روزوں میں اس پر قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ہے۔ مباشرت اور بوسہ کے بعد نفس پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے اور یہ جماع کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اسلئے روزے کی حالت میں دونوں ممنوع ہیں۔ ان سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اگر انزال ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پورے طور پر قابو تھا۔ اس لئے حضور کو ممنوع نہیں۔

غیر اولی الاربۃ سورہ نور میں ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی

[1] شرح معانی الآثار۔ اول۔ الصیام۔ باب القبلۃ للصائم ص ۲۹۴

اَلْاَحْمَقُ لَاحَاجَةَ لَهٗ فِی النِّسَاءِ ع۵

اور امام طاؤس نے غیر اولی الاربۃ کے معنی یہ بتائے۔ وہ احمق جسے عورتوں کی رغبت نہ ہو۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ ص۲۵۸ روزے دار کو بوسہ لینا۔

۳۳۲ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اِنْ نَظَرَ فَاَمْنٰى يُتِمُّ صَوْمَهٗ

ت اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اگر عورت کو دیکھا اور منی نکل آئی تو بھی روزہ پورا کرلے۔

۱۱۳۲ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

حفاظت کیا کریں، اور اپنی آرائش ظاہر نہ کریں۔ مگر جو خود ہی ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔ سوائے اپنے شوہر اور باپ، اور خسر، اور بیٹوں اور شوہر کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہی جیسی عورتوں اور اپنی لونڈیوں اور غلاموں اور ان خادموں کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پوشیدہ چیزوں کی خبر نہ رکھتے ہوں، کسی کے سامنے اپنی آرائش ظاہر نہ کریں اس آیت میں یہ تھا

اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (آیت ۳۱) یا نوکر جو شہوت والے مرد نہ ہوں۔

اس میں۔ اَلْاِرْبَة۔ ہے۔ امام بخاری حسب عادت اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنی حاجت کے ہیں۔ اور امام طاؤس نے فرمایا۔ غیر اولی الاربۃ۔ سے مراد وہ احمق ہے۔ جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو۔

تشریحات ۳۳۲ — اس اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حکم یہی ہے کہ اگر عورت کو دیکھا اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ البتہ اگر بوسہ لیا یا گلے لگایا یا جسم چھوا اگرچہ کپڑا حائل ہو اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوگیا۔ بلکہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو جائے گا تو مکروہ ہے۔ البتہ زبان یا ہونٹ چوسنا۔ اور مباشرت فاحشہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خواہ انزال اور جماع کا اندیشہ ہو خواہ نہ ہو۔ مباشرت فاحشہ یہ ہے۔ کہ مرد اپنا آلہ عورت یا مرد کی شرمگاہ سے، یا عورت عورت کی شرمگاہ سے شہوت کی حالت میں بغیر کسی حائل کے مس کرے۔ مرد میں شہوت یہ ہے کہ آلے میں تندی ہو۔ اور عورت میں یہ ہے کہ ہیجان اور جوش ہو۔

تشریحات ۱۱۳۲ بعض ازواج سے خود ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کو مراد لیا۔ لعد میں ہنسنے سے یہ متعین ہوگیا۔ اس سے یہ روایت اور قطعی ہوگئی۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت

ع۵ مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، الصیام، دارمی وضو، موطا امام مالک الصیام، مسند امام احمد جلد ۶ ص ۴۰

اِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے

وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ ۔

اس کے بعد وہ ہنسیں ۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ۲۱۲ ذکر فرمائی ۔ جو جلد ثانی ص۲۱۷ پر گزر چکی ہے ۔ اس میں یہاں یہ زائد ہے

كَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ ۔

یہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن میں سے غسل کرتے تھے ۔ اور حضور روزہ دار ہوتے ہوئے انکا بوسہ لیا کرتے تھے ۔

بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ ص۲۵۸ روزہ دار کا غسل کرنا

مقصد باب بظاہر اس باب کی کوئی ضرورت نہیں تھی ۔ مگر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مصنف[1] عبد الرزاق میں ہے کہ انھوں نے روزہ دار کو حمام میں جانے سے منع فرمایا ہے ۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کو واضح کر دیا جائے ۔ روایت مذکو ضعیف ہے لائق حجت نہیں ۔ ہمارے یہاں بھی راجح اور مختار یہی ہے ۔ روزہ دار کو نہانے ، حمام میں جانے میں کوئی حرج نہیں ۔ اسی طرح سر پر پانی ڈالنے ، کپڑا تر کرکے جسم پر رکھنے میں بھی ۔ ابوداؤد[2] میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ۔ انھوں نے کہا ۔ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرج میں دیکھا ۔ کہ روزہ دار تھے اور سر اقدس پر گرمی یا پیاس کی شدت کیوجہ سے پانی ڈالا جا رہا تھا ۔

۳۳۳ وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا فَاُلْقِيَ عَلَيْهِ ۔

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کپڑا بھگویا اور ان پر ڈالا گیا ۔

۳۳۳ **تشریح** اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے موصول کیا ۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے نہانے میں بدن پر پانی پڑتا ہے اور مسامات کے ذریعہ جسم کے اندر پہنچتا ہے ویسے ہی بھیگا کپڑا ڈالنے سے بھی پانی کو جسم جذب کرتا ہے ۔ جسم پر بھیگا کپڑا رکھنے میں حرج نہیں تو نہانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے ۔

۳۳۴ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ

ت اور امام شعبی (تابعی) روزہ رکھتے ہوئے حمام میں گئے ۔

[2] نسائی ۔ الصیام ۔ [1] عمدۃ القاری حادی عشر ص۱۱ ۔ ۲ ایضاً

۳۳۵ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا بَأْسَ أَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ۔

ت اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ روزہ دار ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھے۔

۳۳۶ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ۔

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا کلی کرنے اور پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۳۷ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُّتَرَجِّلًا۔

ت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تمہارا روزہ ہو تو صبح کو تیل لگائے ہوئے اور کنگھا کئے ہوئے رہو۔

تشریح ۳۳۴ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام شعبی کا نام "عامر بن شراحیل" تھا۔

تشریحات ۳۳۵ اس تعلیق کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ ان یتطعم۔ کا مادہ طعمٌ ہے۔ سمع یسمع سے۔ اس کے معنی چکھنے کے آتے ہیں۔ تَطَعّم۔ کے معنی مزہ چکھنے کے لئے منھ میں ڈالنا۔ مطلب یہ ہے کہ شوربہ وغیرہ کو منہ میں اس لئے ڈالا کہ اس کا مزہ معلوم ہو جائے پھر تھوک دیا روزہ میں ممنوع نہیں۔ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔ ہاں اگر شوہر بد خلق ہے تو چکھنے کی اجازت ہے، مکروہ بھی نہیں۔ اسی طرح چھوٹے بچے کے کھانے کے لئے کچھ نہ ہو تو اسے کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۳۶ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس تعلیق کا معنیً امام عبدالرزاق نے موصول کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ ظاہر نہیں ہو سکا۔ بلکہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ان سے اس کے برعکس روایت کیا ہے۔ کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ افطار کے وقت اور پانی پینے کے وقت کلی کرنا مکروہ ہے۔ ان دونوں تعلیقوں کو باب سے یہ تعلق ہے کہ جب منہ میں کھانا اور پانی لیجانا مفسد صوم نہیں تو غسل بدرجہ اولیٰ نہیں۔

تشریحات ۳۳۷ فلیصبح۔ کا مطلب یہ ہے کہ رات ہی میں تیل لگالے۔ کنگھی کر لے۔ مقصود یہ ہے کہ روزہ عبادت ہے۔ جبتک کوئی روزہ رکھے ہوئے ہے عبادت کی حالت میں ہے اور عبادت گزار حقیقت میں بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اچھی، عمدہ ہیئت بنائے رکھے۔

۳۳۸ وَقَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ لِیْ اَبْزَنَ اَتَقَحَّمُ فِیْہِ وَاَنَا صَائِمٌ

ت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس پانی کا ایک برتن ہے۔ جس میں روزے کی حالت میں داخل ہوتا ہوں۔

۳۳۹ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَسْتَاکُ اَوَّلَ النَّہَارِ وَآخِرَہٗ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن کے اول اور آخری دونوں حصوں میں مسواک کرتے تھے۔

۳۴۰ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَا بَاْسَ بِالسِّوَاکِ الرَّطْبِ قِیْلَ لَہٗ طَعْمٌ قَالَ وَالْمَاءُ لَہٗ طَعْمٌ وَاَنْتَ تُمَضْمِضُ بِہٖ

ت اور ابن سیرین نے کہا گیلی مسواک میں کوئی حرج نہیں عرض کیا گیا اس کے لئے مزہ ہے فرمایا پانی کے لئے بھی مزہ ہے۔ حالانکہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔

باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ کہ صبح کو جب بالوں میں تیل موجود ہوگا تو جذب ہو کر دماغ میں پہنچے گا۔ جب اس میں کوئی حرج نہیں تو غسل میں بھی کوئی حرج نہیں۔ نیز غسل سے بھی مقصود نظافت ہے اور بالوں میں تیل ڈالنے اور کنگھا کرنے میں بھی نظافت ہے۔ اس جامع معنی کی وجہ سے ذکر فرمایا۔

اس سے لزوماً ثابت ہوا کہ دن میں روزے کی حالت میں سر یا بدن پر تیل کی مالش کرنے میں کوئی حرج نہیں

تشریحات ۳۳۸ اس تعلیق کو قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں موصولاً ذکر کیا ہے۔ اَبْزَن۔ آب زن کا معرب ہے۔ پتھر یا دھات وغیرہ کا بڑا گہرا برتن جس میں آدمی کم از کم بیٹھ سکے۔ جیسے آجکل نہانے کے لئے ٹب ہوتا ہے۔ غسل میں پانی جسم پر پڑ کر بہہ جاتا ہے۔ اور اگر برتن میں پانی جمع ہو اور انسان اس میں بیٹھے تو پانی جسم کے اردگرد دیر تک رہنے کی وجہ سے اندر زیادہ جذب ہوگا۔ جب اس میں حرج نہیں تو نہانے میں بدرجۂ اولیٰ کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۳۹ اس اثر کے اخیر جزء کے ہم معنی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ظہر کے لئے جانے کا ارادہ کرتے تو مسواک کرتے۔ باب سے مناسبت کی وہی سابق تقریر ہے کہ مسواک کے دانتوں سے رگڑنے کی وجہ سے اس کا جرم تھوک میں شامل ہو کر زبان اور تالوں میں جذب ہوتا ہے۔ مگر یہ روزے کو فاسد نہیں کرتا۔ تو غسل بدرجۂ اولیٰ فاسد نہیں کریگا۔

تشریح ۳۴۰ اس تعلیق کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۴۱ وَلَمْ یَرَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَالْحَسَنُ وَاِبْرَاہِیْمُ

ت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی

باب الكحل للصائم بأسًا۔

روزے دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

۱۴۳

تشریحات حضرت انس کی اس تعلیق کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں موصولاً روایت کیا۔[1] باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ سرمہ مسامات کے ذریعہ دماغ تک پہنچتا ہے اور بسا اوقات حلق کے نیچے چلا جاتا ہے۔ جب یہ روزے میں مخل نہیں تو غسل میں کس طرح مخل ہو سکتا ہے۔[2] امام حسن بصری کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابراہیم نخعی کی تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام ابوداؤد[3] نے روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ان سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ روزے دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس کا مزہ محسوس نہ کرے۔

مسائل روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کے بارے میں ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں۔ خواہ سرمہ کا مزہ محسوس ہو خواہ محسوس نہ ہو۔ حضرت امام مالک کے دونوں قول ہیں مدونہ میں ہے۔ اگر حلق تک پہنچ جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ حضرت امام احمد نے فرمایا کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا مکروہ ہے۔ اگر سرمے کا مزہ حلق میں محسوس کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہماری دلیل۔ ابن ماجہ[4] کی یہ حدیث ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا۔

نیز ابو عاصم کی کتاب الصیام[5] میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں روزے کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ اور حضور کی آنکھیں اثمد سے بھری ہوئی تھیں

نیز طبرانی نے اوسط میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روزہ رہتے ہوئے سرمہ لگا رہے تھے۔

اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری وہی ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث لائے ہیں جو ابھی۔ باب الصائم یصبح جنبا۔ میں مذکور ہو چکی ہے۔ وہاں وھو جنب من اھله ہے اور رمضان کا ذکر نہیں۔ اور یہاں۔ فی رمضان من غیر حلم ہے۔ یعنی فجر کے وقت تک بغیر احتلام کے حالت جنابت میں رہتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔ ہندوستانی نسخے

---

[1] اول - الصیام - باب فی الکحل عند النوم ص ۳۲۳ - [2] للہ در الشارح حیث اخرج المطابقۃ بین التعلیق والباب والحال - قال العینی - مسئلۃ الکحل وقع استطرادًا فلا نطلب فیھا المطابقۃ - وسکت عنہ العلامۃ العسقلانی - وکم لہ فی ھذا الشرح من الفوائد الجیدۃ - من ناسخہ زاھد سلامی [3] اول - الصیام - باب فی الکحل عند النوم ص ۳۲۴ - [4] الصیام - باب فی السواک والکحل للصائم ص ۱۲۲ - [5] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۵ —

بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا ۲۵۹ روزہ دار جب بھولکر کھاپی لے

۳۴۲ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا بَأْسَ
اور امام عطا نے فرمایا اگر ناک میں پانی چڑھایا اور حلق میں داخل ہو گیا

یں ۔ جنبا ۔ نہیں ۔ مگر فتح الباری ، عمدۃ القاری ، ارشاد الساری تینوں شرحوں کے متن میں ہے ۔ اسی لئے میں نے وہ ترجمہ کیا ۔

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا أَفْطَرَ يُكَفِّرُ مِثْلَ الْمُجَامِعِ قَالَ لَا أَلَا تَرَى الْأَحَادِيثَ لَمْ يَقْضِهِ وَإِنْ صَامَ الدَّهْرَ

ابو جعفر نے کہا میں نے ابو عبد اللہ (امام بخاری) سے پوچھا ۔ اگر روزہ توڑ دے ۔ تو کیا جماع کرنیوالے کے مثل کفارہ دے ۔ فرمایا نہیں ۔ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ حدیثوں میں ہے ۔ اگر کوئی ایک روزہ چھوڑ دے تو زمانے بھر کا روزہ اس کا عوض نہیں ہو سکتا ۔

توضیح یہ ابو جعفر امام بخاری کے وراق ہیں ۔ ان کے سوال کا مقصد یہ ہے ، کہ اگر کوئی کھا پی کر روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں ۔ حضرت امام بخاری نے فرمایا ۔ کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ۔ استشہاد میں جو کچھ فرمایا اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس پر قضا بھی نہیں ۔ استشہاد کا حاصل یہ ہے ۔ کہ احادیث میں آیا ہے ۔ کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ توڑ دیا ۔ وہ زمانے بھر روزہ رکھے تو اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا اور جب بدلہ نہیں ہو سکتا تو قضا بے کار ہے ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جماع کرنے والے پر بھی صرف کفارہ ہے قضا نہیں ۔ مگر باب اذا جامع فی رمضان ۔ میں جو آثار لائے ہیں ان سے جماع کرنیوالے کے بارے میں دونوں باتیں ظاہر ہو رہی ہیں ۔ پہلے اور دوسرے اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قضا نہیں ۔ مگر تیسرے اثر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضا ہے ۔

اس عبارت میں جو کچھ مذکور ہے وہ جماع کے علاوہ اور کسی وجہ سے روزہ توڑنے والے کے بارے میں ہے کہ اس پر کفارہ نہیں ۔ قضا ہے یا نہیں ۔ عبارت دونوں کی محتمل ہے ۔ ایک یہ کہ اس پر قضا نہیں دوسرے یہ کہ قضا روزہ رکھے بھی تو وہ اصل روزے کے قائم مقام نہیں ۔ یہ عبارت صرف ہندوستانی نسخے میں ہے بقیہ نسخوں میں نہیں ۔ بظاہر یہ عبارت یہاں بے تکی بھی لگ رہی ہے ۔ روزہ دار کے غسل کے بیان سے اس کا کیا تعلق

۳۴۲ تشریحات اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے ۔ اِسْتِنْثَار ۔ کے معنی ناک صاف کرنے کے ہیں ۔ مگر کبھی ناک میں پانی ڈالنے کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ یہاں یہی مراد ہے ۔ یہ امام عطا کا اپنا فتویٰ ہے ۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ یہ شخص دن بھر روزہ دار کی طرح رہے ۔ اور اس روزے کی قضا کرے ۔ البتہ کفارہ یا گناہ نہیں ۔ کیونکہ اس کا یہ فعل اس کے اختیار سے نہیں ۔ مگر جب حلق میں پانی پہنچ گیا تو امساک

لَمْ یَمْلِكْ رَدَّہٗ

تو کوئی حرج نہیں کہ اسے لوٹا نہیں سکتا۔

۳۴۳ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ دَخَلَ حَلْقَهٗ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اس کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس پر کچھ نہیں۔

۳۴۴ وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ اِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

ت اور امام حسن بصری اور امام مجاہد نے فرمایا اگر بھول کر جماع کرے تو اس پر کچھ نہیں۔

۱۱۳۳ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عن الشرب نہ رہا۔ اس لئے روزہ نہ رہا۔ قضا واجب ہے۔ اس تعلیق سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ نسیان کے حکم میں خطا بھی ہے۔ ورنہ یہاں کوئی مناسبت نہیں۔ نسیان میں روزہ یاد نہیں رہتا۔ اور کھانا پینا بالقصد اور اختیار سے ہوتا ہے۔ اور خطا میں روزہ یاد رہتا ہے مگر حلق تک پانی کا چلا جانا بلا قصد ہے۔

لَمْ یَمْلِكْ یہ بمنزلہ تعلیل ہے۔ یعنی حلق تک پانی اس کے قصد و اختیار سے نہیں گیا ہے۔ اور یہ مجبور بھی ہے۔ کہ اب پانی لوٹا نہیں سکتا۔ دوسرے نسخوں میں۔ ان لم یملك۔ ہے۔ اب یہ بمنزلہ شرط کے ہے۔ یعنی حرج اس وقت نہیں جب یہ پانی لوٹا نہ سکے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر لوٹا سکے تو حرج ہے۔ یعنی لوٹا سکتا تھا اور لوٹایا نہیں تو روزہ فاسد ہو گیا۔ لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ حلق تک پانی پہنچنے کے بعد لوٹانا ممکن نہیں۔ اس لئے اسے شرط ٹھہرانا خلاف ظاہر ہے۔ یہی حکم اس کا بھی ہے کہ کلی کرنے میں پانی حلق تک چلا جائے۔

۳۴۳ تشریحات اس اثر کو بھی امام ابوبکر بن شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ ائمۂ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو دوا یا غذا نہ ہو اور بلا قصد و اختیار حلق میں چلی جائے جیسے دھواں غبار وغیرہ۔ البتہ بالقصد دھواں وغیرہ نگلنے سے روزہ فاسد ہو جائیگا جیسے حقہ، سگریٹ بیڑی وغیرہ پینا اس میں قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔

۳۴۴ تشریحات ان دونوں تعلیقوں کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے حدیث میں صرف بھول کر کھانے پینے کا حکم مذکور ہے۔ جماع کا نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے افادہ تامہ کیلئے اس تعلیق کو ذکر فرمایا۔ نیز بھول کر کھانا پینا اکثر ہو جاتا ہے۔ مگر بھول کر جماع ہو جائے یہ مشکل ہے۔ اس لئے اسے مستقلاً ذکر کی حاجت تھی۔

۱۱۳۳ تشریحات فلیتم صومہ۔ اس کی دلیل ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہ ہوا۔ اتمام۔ بقیہ چیز کے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَسِیَ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ

کیا کہ فرمایا جب کوئی بھول کر کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے، اسے اللہ نے کھلایا پلایا۔ ع٥

بَابُ السِّوَاکِ الرَّطْبِ وَالْیَابِسِ لِلصَّائِمِ ص ۲۵۹ روزے دار کو گیلی اور سوکھی مسواک کرنا۔

۳۴۵ وَیُذْکَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ت اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَاکُ وَھُوَ صَائِمٌ مَالَا اُحْصِیْ اَوْ اَعُدُّ

انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں مسواک کرتے اتنی بار دیکھا کہ شمار نہیں کر سکتا۔

پورا کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر بالفرض روزہ فاسد ہو جاتا۔ تو روزے کا اتمام نہ ہوتا۔ اور جب روزہ پورا ہو گیا۔ تو نہ اس پر کفارہ ہے اور نہ اس کی قضا ہے۔

علاوہ ازیں۔ ابن حبان[۱] کی روایت میں صاف تصریح ہے کہ اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ فرمایا جس نے رمضان میں بھول کر روزے کے منافی کوئی کام کر لیا تو اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ یہی روایت اس پر بھی نص ہے کہ اس معاملے میں فرض اور نفل سب ...

تشریح ۳۴۵ اس تعلیق کو امام ابو داؤد[۲] اور امام ترمذی[۳] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو صیغہ تمریض کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا ہے۔ کہ اس کے ایک راوی عاصم بن عبید اللہ مطعون ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ لیکن اس کا مدار۔ عاصم بن عبید اللہ۔ پر ہے۔ جمہور نے اسے ضعیف بتایا۔ ہو سکتا ہے۔ اسے کسی اور طریقے سے توت مل گئی ہو۔ امام مزی نے کہا۔ عاصم بن عبید اللہ کے بارے میں سب سے اچھی بات وہ ہے جو۔ عجلی۔ نے کہی۔ کہ انکی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی نے کہا۔ اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

روزے کی حالت میں مسواک کرنے کے بارے میں ان صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت حبان بن منذر، حضرت خباب بن ارت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

احکام روزے کی حالت میں مسواک بہر حال مسنون ہے۔ مسواک تر ہو یا سوکھی۔ دوپہر سے پہلے کریں۔ یا دوپہر بعد، ہر وقت مسنون ہے۔

ع٥ ایضا۔ ثانی۔ الایمان والنذور۔ باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص ۹۸۶ الخمسۃ۔ الصوم

[۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۷۔ [۲] اول۔ الصیام۔ باب السواک للصائم ص ۳۲۲ [۳] اول۔ الصوم باب السواک للصائم ص ۹۱۔

۳۴۶ وَقَالَ اَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ

ہوئے کہا۔ کہ فرمایا۔ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انھیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم

وَيُرْوٰى نَحْوُهٗ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ

دیتا۔ اور اسی کے مثل حضرت جابر اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نبی صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے حضور نے روزے دار کو غیر روزے دار سے خاص نہیں فرمایا۔

۳۴۷ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى

ت اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تشریحات ۳۴۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو سند متصل کے ساتھ امام[1] مالک نے موطا میں اور امام[2] احمد نے مسند میں امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، دارقطنی نے غرائب مالک میں، امام حاکم نے مستدرک میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

اور حضرت جابر کی حدیث کو امام[3] ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت زید بن خالد کی حدیث کو ان کے علاوہ ابوداؤد[4] نے بھی سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ ان دونوں کی روایتوں میں عند کل صلوٰۃ ہے۔ اس لفظ کے ساتھ خود امام بخاری نے کتاب الجمعہ[5] میں روایت کیا۔ اور صرف۔ بالسواک۔ بغیر عند کل صلوٰۃ کے کتاب[6] التمنی میں۔ نیز بقیہ اصحاب صحاح ستہ دارمی، اور امام احمد نے بھی عند کل صلوٰۃ کے ساتھ روایت کیا۔

وَلَمْ يَخُصَّ : امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جب ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم ہے۔ اسمیں روزے دار کا استثنا نہیں تو اس کے عموم میں روزے دار بھی داخل ہے۔ اس لئے یہ حکم اسے بھی عام ہوا روزے دار کو اس حکم سے خاص کرنا۔ درست نہیں۔ تو ثابت کہ روزے کی حالت میں مسواک مسنون ہے۔ اور یہی تقریر عند کل صلوٰۃ میں بھی ہوگی۔

اسی طرح اس میں خشک اور تر کی، نہ تخصیص ہے نہ استثنا، تو دونوں مسنون ہوئیں۔

---

[1] باب السواک ص ۴۴ [2] مسند امام احمد ثانی ص ۲۵۰۔ ص ۴۳۳ [3] عمدة القاری حادی عشر ص ۱۹ [4] الطہارت۔ باب السواک ص ۷ اول۔ الجمعة۔ باب السواک یوم الجمعة ص ۱۲۲ [5] ثانی۔ تمنی۔ باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ ۔

روایت کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا۔ مسواک منہ صاف کرنیوالی ہے۔ اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

۳۴۸ وَقَالَ عَطَاءٌ وَّقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيْقَهٗ ۔

ت اور امام عطا اور قتادہ نے کہا۔ روزے دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ ۲۵۹

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب وضو کرو تو اپنے نتھنے میں پانی ڈالو۔

تشریحات ۳۴۷ اس تعلیق کو امام احمد[۱] نے مسند میں۔ اور امام نسائی[۲] نے سنن میں سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ مسواک کے یہ فضائل بھی کسی وقت اور دن کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ اپنے عموم سے روزے کی حالت کو بھی شامل ہے۔ اس لئے ثابت کہ روزے میں مسواک پسندیدہ ہے۔

تشریح ۳۴۸ امام عطا کے اثر کو امام سعید بن منصور اور امام عبد الرزاق نے۔ اور قتادہ کے اثر کو امام عبد بن حمید نے موصولاً روایت کیا ہے۔

اثبات باب: اس باب کے ضمن میں امام بخاری حدیث ۱۱۷ لائے ہیں۔ جو حمران مولیٰ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث جلد اول ص ۴۸۹ پر مذکور ہے۔ جسمیں وضو کی تفصیل ہے اسمیں مسواک کا ذکر نہیں اور نہ روزے کا۔ اسلئے اب یہ سوال ہے کہ اس کو باب سے کیا مناسبت ہے۔

مناسبت کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بیان ہے اخیر میں ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ اسلئے پابند سنت مسلمان روزے کی حالت میں بھی اسی طرح وضو کریگا۔ اسمیں کلی کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اور کلی کرنے سے پانی منہ میں جاتا ہے۔ تو جب پانی منہ میں لیجانا روزے میں کوئی خلل نہیں ڈالتا، تو مسواک بدرجہ اولیٰ نہیں ڈالے گی یہی حضرت امام ابن سیرین کا استنباط ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

نیز یہ کہ اسمیں وضو سے وضو کامل مراد ہے۔ اور وضو کامل بے مسواک نہو گا۔ تو اسے لازم کہ مسواک بھی ضرور کرے۔ خواہ روزے دار ہو خواہ نہ ہو۔ اس طرح اس حدیث سے روزے کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہوگیا۔

توضیح باب ۲ امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ۔ ناک اور منہ کے اندرونی حصے کی دو حیثیت ہے۔ داخلی اور خارجی۔ خارجی حیثیت یہ ہے کہ اگر منہ میں پانی یا کھانا جائے۔ اور حلق تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اس اعتبار سے منہ جوف سے خارج ہے۔ جوف کی ابتدا حلق سے ہے۔

---

۱ جلد سادس ص ۴۷۔ ۲ اول۔ طہارت۔ باب الترغیب فی السواک ص ۵

۳۴۹ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ اِنْ لَّمْ يَصِلْ اِلٰى حَلْقِهٖ وَيَكْتَحِلُ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا روزیدار کو ناک میں دوا سٹرکنے میں کوئی حرج نہیں اگر حلق تک نہ پہنچے۔ اور سرمہ لگائے۔

۳۵۰ وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِيْ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهٗ

ت اور امام عطا نے فرمایا اگر کلی کیا پھر منہ کا پانی تھوک دیا تو اگر تھوک اور منہ میں جو پانی

لیکن اگر رینٹھ یا تھوک نگل گیا تو روزہ نہ گیا۔ یہ ناک اور منہ کی داخلی حیثیت ہے۔ اس اعتبار سے ناک اور منہ گویا جوف ہی کا جز ہے۔ اس توضیح کے بعد اس باب میں جتنی تعلیقات مذکور ہیں، سب کو باب سے مناسبت ہو جائے گی۔

قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اس حدیث کو امام مسلم[1] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولا روایت فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهٖ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ جب وضو کرو تو ناک میں پانی ڈالو۔ پھر چھنک لو۔

باب پر استدلال میں امام بخاری نے خود فرمایا۔ لم یمیز بین الصائم وغیرہ۔ روزے دار اور غیر روزے دار کے مابین حضور نے امتیاز نہیں فرمایا۔ یعنی ایسا نہیں کیا۔ کہ یہ حکم صرف غیر روزے دار کو دیا ہو، روزے دار کو مستثنیٰ فرما دیا ہو۔ بلکہ عام حکم دیا۔ جسمیں روزے دار بھی داخل ہے۔ اس لئے روزے دار بھی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالے۔

تشریح ۳۴۹ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حکم عام ہے۔ خواہ دوا خشک ہو خواہ رقیق۔ ناک کے ذریعے جو دوا اور غذا حلق تک پہنچے گی روزہ فاسد کر دیگی۔

تشریحات ۳۵۰ اس تعلیق کے دو حصے ہیں۔ ایک یکتحل تک۔ دوسرا اس کے بعد کا۔ پہلے حصہ کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے۔ اور دوسرے کو امام عبد الرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے۔

ما بقی اس روایت میں ما کلمہ موصولہ ہے۔ اور ایک روایت ماذا بقی فی فیہ۔ ہے اس روایت میں ما۔ استفہامیہ ہے۔ یعنی جب کلی کر کے پانی تھوک دیا۔ تو اب منہ میں کیا باقی ہے۔

العلک اس سے مراد مصطگی کے مثل سخت گوند ہے۔ نرم گوند جو منہ میں ڈالنے سے پگھل جائے۔ مراد نہیں۔ اس باب میں امام بخاری نے کوئی حدیث مسند نہیں ذکر کی۔

---

[1] اول۔ الطہارۃ۔ باب الایتار فی الاستنشاق ص ۱۲۴

اَنْ یَّزْدَرِدَ رِیْقَہٗ وَمَا بَقِیَ فِیْ فِیْہِ ۔ وَلَا یَمْضَغُ الْعِلْکَ فَاِنِ ازْدَرَدَ

رہ گیا ہے اسے نگل لے۔ تو کوئی ضرر نہیں دیگا۔ اور گوند نہ چبائے ۔ پس اگر گوند کا تھوک

رِیْقَ الْعِلْکِ ۔ لَا اَقُوْلُ اِنَّہٗ یُفْطِرُ وَلٰکِنَّہٗ یُنْھٰی عَنْہُ ۔

نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ یہ روزہ توڑ دیگا۔ لیکن اس سے منع کیا جائے گا۔

بَابُ مَنْ جَامَعَ فِیْ رَمَضَانَ ۲۵۹ جس نے رمضان میں جماع کیا۔

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ جس نے رمضان میں روزہ رکھکر ہمبستری کرلی۔ اس پر کیا واجب ہے صرف کفارہ یا صرف قضا یا دونوں۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں ذکر فرمایا۔ اس کے ضمن میں جو آثار لائے ہیں۔ ان میں دو پہلے والوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر قضا نہیں ۔ تیسرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قضا ہے۔ اور حدیث سے صرف کفارہ کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔

۳۵۱ وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رَفَعَہٗ مَنْ اَفْطَرَ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کی جاتی ہے کہ (فرمایا)

یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِہٖ صِیَامُ الدَّھْرِ

جس نے رمضان میں ایک دن بغیر عذر اور بیماری کے روزہ نہیں رکھا تو عمر بھر کا روزہ اس کا بدل

وَاِنْ صَامَہٗ وَبِہٖ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ کوئی عمر بھر روزہ رکھے۔ اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے۔

تشریحات ۳۵۱ اس تعلیق کو اصحاب سنن اربعہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے اسے صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ وجہ ضعف علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ اور اسکی مؤید اور بھی احادیث ہیں اس لئے لا اقل حسن لغیرہ ضرور ہے۔

من افطر : یہ دونوں صورتوں کو عام ہے۔ روزہ رکھکر توڑدے، یا روزہ رکھے ہی نہیں۔ اور توڑنے کی تین صورتیں۔ کچھ کھالے، کچھ پی لے، یا جماع کرلے۔ اخیر صورت کو باب سے مناسبت ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی امام بیہقی نے دو طرح تخریج کی ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی ہے اور انھیں پر موقوف ہے۔

۳۵۲ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّ اِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَ

ت اور سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد

حَمَّادٌ يَقْضِيْ يَوْمًا مَكَانَهٗ

نے کہا اس کی جگہ ایک دن قضا رکھے۔

۱۱۳۴ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ

حدیث حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صاحب نبی

تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ احْتَرَقَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ وہ جل گیا

قَالَ مَالَكَ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا رمضان میں اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرلی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۳۵۲ سعید بن مسیب کے قول کو مسدد نے۔ اور امام شعبی، امام سعید بن جبیر شہید اور امام ابراہیم نخعی کے اقوال کو ابن شیبہ نے۔ اور امام قتادہ اور امام حماد کے قول کو امام عبدالرزاق نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

ان حضرات کے ارشادات کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ جو رمضان میں روزہ رکھکر توڑ دے۔ اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس پر قضا وکفارہ دونوں ہیں۔

تشریحات ۱۱۳۴ تکمیل: کتاب المحاربہ میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں۔ ایک صاحب مسجد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، میں جل گیا۔ دریافت فرمایا۔ کس چیز سے۔ عرض کیا۔ رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کرلی ہے۔ تو اس سے فرمایا۔ صدقہ کرو۔ انھوں نے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ اور بیٹھ گئے۔ اور ایک صاحب گدھا ہانکتے ہوئے آئے۔ ان کے ساتھ کھانا تھا۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔ راوی حدیث عبدالرحمٰن نے کہا۔ میں نہیں جانتا وہ کیا ہے۔ اب حضور نے فرمایا۔ جل جانے والا کہاں ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ حضور یہ میں ہوں۔ فرمایا۔ اسے لے اور صدقہ کردے۔ انھوں نے عرض کیا۔ اپنے سے زیادہ محتاج پر؟ میرے اہل وعیال کے لئے کھانا نہیں۔ فرمایا۔ تمھیں لوگ کھالو۔

احترق: ان صاحب نے یہ تصور کر کے کہ میں نے رمضان اور روزے کی خود بھی بے حرمتی کی اور اپنی اہلیہ کو بھی مرتکب کرایا۔ یہ یقین کر بیٹھے تھے کہ اب میرا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس یقین کو صیغہ ماضی کے ساتھ عرض کیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ اَنَا قَالَ تَصَدَّقْ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زنبیل لائی گئی جسے عرق کہا جاتا ہے فرمایا کہاں ہے

بِهٰذَا ۔ ع ۵

جل جانے والا عرض کیا میں ہوں فرمایا اسے صدقہ کردے۔

بَابٌ اِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ ۲۵۹

جب کوئی رمضان میں جماع کرے اور اسکے پاس کچھ نہ ہو۔ اور اسے صدقہ دیا جائے تو کفارہ ادا کردے۔

حدیث ۱۱۳۵ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ صاحب تھپیڑ مارتے ہوئے، سینہ پیٹتے ہوئے، بال نوچتے ہوئے، سر پر خاک ڈالتے ہوئے، یہ کہتے ہوئے خرابی ہو میں ہلاک ہوگیا، حاضر ہوئے۔

بمکتل :۔ مکتل۔ بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ عرق۔ بھی بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ مکتل عام ہے۔ اور عرق خاص قسم کی بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دو عرق تھا۔ ایک عرق میں کم از کم پندرہ صاع آتا ہے۔ تو یہ طعام کم از کم تیس صاع تھا اس حدیث سے متعلق دوسرے مباحث اس کے بعد والے باب میں آرہے ہیں۔

تشریحات ۱۱۳۵ اس حدیث کو امام زہری سے قریب قریب چالیس راویوں نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری میں میرے ناقص تتبع کی بنا پر نو طریقے سے مروی ہے۔

احکام :۔ ان دونوں حدیثوں کے ظاہر سے دلیل لاتے ہوئے بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ روزہ رکھکر توڑنے پر کفارہ نہیں۔ حسب استطاعت، یا کم از کم پندرہ صاع کھجور صدقہ ہے۔ لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نہایت واضح غیر مبہم طور پر بتا رہی ہے کہ اس میں کفارہ ظہار ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ اگر از تکاب۔ جرم کے وقت ادا کی قوت نہ ہو تو استطاعت

عہ ثانی۔ المحاربین۔ باب اصاب ذنبا دون الحد و اخبر الامام ص ۱۰۰۷ ۔ مسلم، ابوداؤد۔ نسائی الصوم۔ جلد اول۔ الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ص ۳۵۵

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکْتُ قَالَ مَالَکَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی اِمْرَأَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ

یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا فرمایا کیا بات ہے عرض کیا روزے کی حالت میں اپنی اہلیہ سے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تَجِدُ رَقَبَۃً

ہمبستری کرلی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس غلام ہے

تُعْتِقُھَا قَالَ لَا قَالَ فَھَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ

جسے آزاد کردے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو کیا دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کی استطاعت

قَالَ لَا قَالَ فَھَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا قَالَ

رکھتا ہے۔ تو اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے

ہونے پر ادائیگی واجب ہے۔ رہ گیا ان صاحب کا معاملہ یہ ان پر خصوصی کرم تھا۔ کہ انھیں اکھٹے دو احکام سے مستثنیٰ فرمایا۔ اول۔ روزے پر قدرت ہوتے ہوئے۔ اطعام کی اجازت دی۔ دوم کفارہ صدقہ واجبہ ہے۔ یہ اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ مگر انھیں خود کھانے اور اپنے اہل وعیال کو کھلانے کی اجازت دیدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ وہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ اس کی تحقیق بازغ دیکھنی ہو تو مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منبہ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کریں۔ اور بالاختصار معلومات حاصل کرنی چاہیں تو "مقالات امجدی" کا مطالعہ کریں۔ اور جب ان صاحب کے ساتھ خصوصی مراعات تھی تو اس سے ان حضرات کا بھی استدلال ساقط ہوگیا، جو یہ کہتے تھے کہ روزہ توڑنے میں کفارہ نہیں ورنہ ان کو لازم ہوگا کہ یہ قول بھی کریں کہ کفارے کا کھانا خود بھی کھا سکتا ہے۔ اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلا سکتا ہے۔

کفارے کی مقدار ہمارے یہاں فی روزہ ایک صاع کھجور وغیرہ ہے۔ اور نصف صاع گیہوں۔ امام دار قطنی[1] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔ ہر دن ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں دے۔ علاوہ ازیں مسلم میں حضرت ام المومنین کی حدیث میں ہے۔ فجاءہٗ عرقان فیھما طعام۔ حضور کی خدمت میں دو عرق آئے جنھیں طعام تھا۔ اور ایک عرق میں پندرہ سے لے کر بیس صاع تک ہوتا ہے۔ اقل پندرہ رکھئے تو دو[2] عرق کے تیس صاع ہوئے۔ تو جب ساٹھ مسکینوں کے لئے تیس صاع ہوا تو ایک مسکین کے لئے نصف صاع۔ خود علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ طعام اہل مدینہ کے عرف میں گیہوں کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ صدقۂ فطر میں گزر چکا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ایک

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷ [2] اول۔ الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ص ۳۵۵

138

فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ اُتِيَ

عرض کیا نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر یوں ہی رہے ہم لوگ اسی طرح رہے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَّالْعَرَقُ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑی زنبیل پیش کی گئی جسمیں کھجوریں تھیں

الْمِكْتَلُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ اَنَا قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ

عرق بڑی زنبیل ہے فرمایا سائل کہاں ہے انھوں نے عرض کیا میں ہوں فرمایا اسے لے

فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا

اور صدقہ کردے اس پر انھوں نے عرض کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر نا ؟ یا رسول اللہ!

روزے کا کفارہ نصف صاع گیہوں ہے۔

موطوءہ پر کفارہ اس حدیث میں عورت پر کفارے کا حکم نہیں، حالانکہ موقع ایسا تھا کہ اگر عورت پر بھی کفارہ واجب ہوتا تو اس کا بھی حکم ارشاد فرماتے۔ اس سے اہل ظاہر نے کہا کہ جماع سے مرد اور عورت پر صرف ایک ہی کفارہ ہے۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ اگر عورت جماع پر راضی ہو تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے۔ اور مرد پر بھی۔ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ جماع کی وجہ سے مرد کی طرح عورت بھی روزے کی بے حرمتی کی مرتکب ہے۔ پھر اس پر کفارہ کیوں نہیں واجب ہوگا۔ رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کو کفارے کا حکم نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ عورت اس حال میں رہی ہو کہ اس دن اس پر روزہ فرض نہ رہا ہو۔ مثلاً اسی دن صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی ہو۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا۔ کہ یہ صاحب اتنے مفلوک الحال ہیں۔ کہ اپنا کفارہ ادا نہیں کر سکتے۔ ترس کھا کر حضور نے اپنے خصوصی اختیار سے ان کا کفارہ معاف فرمادیا۔ تو ان کی اہلیہ کے بارے میں بھی اندازہ ہوگیا کہ ان کا بھی یہی حال ہوگا، تو ان کی اہلیہ پر کفارے کا تذکرہ ہی نہیں فرمایا کہ ہوگا یہی کہ بالآخر معاف کرنا پڑے گا۔

اطعام ستین اس میں یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلادے یا ساٹھ مسکینوں کو تیس صاع گیہوں یا ساٹھ صاع کھجور دیدے۔ یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دونوں وقت کھلادے۔ یا روزانہ نصف صاع گیہوں دیدے۔

ترتیب دار قطنی[1] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا ظہار کے کفارے کا حکم دیا۔ اور ظہار کے کفارے میں ترتیب ہے

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۸

يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ رَسُولُ

بخدا ان دونوں سنگستانوں یعنی دونوں حرہ کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ

زیادہ محتاج نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب ہنسے یہانتک کہ نوکیلے

اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ عه

دانت ظاہر ہو گئے، پھر فرمایا اپنے اہل و عیال کو کھلا دے۔

نیز اس حدیث کا سیاق بھی اس پر نص ہے۔ سب سے پہلے غلام آزاد کرنا۔ یہ غلام مرد ہو یا باندی، مسلمان ہو یا کافر، بچہ ہو یا بوڑھا۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

حیلہ شرعیہ بوقت ضرورت حیلہ شرعیہ جائز ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یہ عطیہ عنایت فرما کر صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں شریعت کا حکم یہی ہے کہ روزے کے کفارے میں جو غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ مسلسل دو مہینے روزے رکھے۔ روزے پر قدرت ہوتے ہوئے اگر کوئی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ جہاں تک ان صاحب کا ظاہر حال شاہد ہے۔ وہ ساٹھ روزے رکھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ صاحب رمضان کا روزہ رکھ رہے تھے۔ جو ایک مہینے کا ہے۔ اور روزے کی حالت میں ہمبستری کی۔ یہ قرینہ ہے کہ وہ جیسے ایک مہینہ کے روزے رکھ سکتے تھے، دو مہینے کے بھی رکھ سکتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر بھی کھانا کھلانے کو دریافت فرمایا۔ اور پھر عطیہ دیکر اسے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اسے خود کھا لینے اور اہل و عیال کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔ یہ اختیار دو طرح ثابت ہو رہا ہے۔ ایک یہ کہ روزے سے مستثنیٰ فرما کر کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ دوسرے مسکینوں کو کھلانے کے بجائے خود کھانے اور اپنے اہل و عیال کو کھلانے کا حکم دیا۔ رہ گیا ان صاحب کا یہ کہنا کہ میں دو مہینے روزے نہیں رکھ سکتا۔ یہ اس بنا پر ہو کہ وہ مزدور پیشہ آدمی رہے ہوں۔ دن میں مزدوری کرتے ہوں۔ اسی پر انکی، انکے بال بچوں کی

عه ایضًا - باب المجامع فی رمضان هل یطعم اهله من الکفارة ص ۲۶۰ - الهبة - باب اذا وهب هبة فقبضها الآخر ص ۳۵۴ - النفقات - باب نفقة المعسر علی اهله ص ۸۰۸ - ثانی - الادب - باب التبسم والضحك ص ۸۹۹ الایمان والنذور - باب قوله قد فرض الله تحلة ایمانکم ص ۹۹۲ - باب من اعان المعسر فی الکفارة ص ۹۹۳ باب یعطی فی الکفارة عشرة مساکین ص ۹۹۳ المحاربین - باب من اصاب ذنبا دون الحد ص ۱۰۰۷ بقیة الخمسة فی الصیام -

گزر اوقات رہی ہو۔ اور روزہ رکھکر دن بھر کام کرنا بہت مشکل قریب قریب محال ہے۔ اسکے پیش نظر عرض کیا ہو کہ میرے حالات ایسے ہیں کہ دو مہینے لگاتار روزے نہیں رکھ سکتا۔ یہ انکی مراد نہیں تھی کہ مجھے یہ قوت نہیں کہ دو مہینے پے درپے روزے نہیں رکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العرق المکتل اس میں کتنا کھانا تھا۔ کسی میں ہے کہ پندرہ صاع تھا۔ کسی میں ہے کہ بیس صاع تھا۔ اور مسلم کی روایت گزری کہ دو عرق تھا۔ ایک عرق میں کم سے کم پندرہ صاع آتا ہے۔ تو کم از کم تیس صاع تھا۔ اور معاملہ کفارہ کا ہے جسمیں احتیاط پر عمل کرنا اولی ہے اس لئے احناف نے تیس صاع کو اختیار کیا۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا (۱) اگر کوئی شخص گناہ کرکے عالم کی خدمت میں دریافت کرنے آئے کہ اب کیا کروں۔ تو عالم اسے سرزنش نہ کرے۔ شفقت کے ساتھ اسے حکم شرعی بتادے اس پر کفارہ ہو تو کفارہ، توبہ ہو تو توبہ کا حکم کرے۔ (۲) جو شخص کفارہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس کی مدد کرنی مسنون ہے۔ (۳) کفارے کے سب سے زیادہ مستحق اپنے اقرباء ہیں۔ بشرطیکہ اتنے قریب نہ ہوں کہ صدقہ واجب انھیں دینے سے ادا نہ ہوتا ہو۔ (۴) تعجب کے وقت مبالغے کے ساتھ ہنسنا سنت ہے۔ (۵) غلبہ ظن پر قسم کھانا درست ہے۔ انھوں نے قسم کھاکر عرض کیا۔ مدینے میں مجھ سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔ یہ غلبہ ظن ہی کی بنا پر تھا۔ ورنہ اس وقت مدینہ طیبہ محتاجوں کی بستی تھی۔ اغلب ہے کہ بہت سے ان سے بھی زیادہ محتاج رہے ہوں۔ (۶) ہبہ اور صدقے میں لفظًا قبول شرط نہیں۔ موہوب اور معطی پر قبضہ کافی ہے۔ جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ روزے میں جماع سے کفارہ واجب ہے۔ روزے میں کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ اس لئے کہ جیسے جماع مفسد صوم ہے۔ اسی طرح کھانا پینا بھی مفسد ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں۔ کھانے پینے پر کفارہ نہیں۔ اس لئے کہ کفارے کا وجوب تعزیرًا ہے۔ اور حدود کی طرح تعزیر بھی غیر قیاسی چیز ہے۔ اس لئے وہ اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوگی۔ نیز یہ کہ کھانا پینا اخف ہے اور جماع اغلظ۔ اخف کا اغلظ پر قیاس درست نہیں۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے یہ گزارش ہے کہ کھانے پینے پر کفارہ کا وجوب قیاس سے نہیں اس کی بنیاد تنقیح مناط پر ہے۔ حضرت امام شافعی وغیرہ نے اس کی مناط جماع کو ٹھہرایا ہے۔ اور ہمارے یہاں کفارے کا مناط روزے کا توڑنا ہے، جس سے روزے کی بے حرمتی ہوئی۔ اور مفطر ہونے میں کھانا پینا اور جماع ایک درجے کے ہیں۔ اس لئے جماع کی طرح کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے۔ تنقیح مناط اور چیز ہے اور قیاس اور چیز۔ جیسا کہ اپنی جگہ محقق ہے۔

بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْئِ لِلصَّائِمِ ص ۲۶۰ روزہ دار کے پچھنا لگوانے اور قے کرنیکا باب

۱۳۶۱ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی قے کرے تو

تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ اِنَّمَا يَخْرُجُ وَلَا يُولِجُ

روزہ نہیں ٹوٹے گا قے نکلتی ہے اندر داخل نہیں ہوتی۔

توضیح باب قے اور سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں خود صحابۂ کرام کے مابین اختلاف تھا۔ اور بعض احادیث اس کی اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے مؤید ہیں کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر خود بخود آجائے، اور حجامت سے ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے ان دونوں مسئلوں کی تنقیح کے لئے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا۔

تشریح ۱۳۶۱ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے۔ یعنی یہ ان کا اپنا فتویٰ ہے جسکی بنیاد اس پر ہے۔ روزہ توڑنے والی وہ چیز ہے جو اندر جائے۔ اندر سے نکلنے والی چیز نہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ حضرت عکرمہ کا بھی فتویٰ ہے۔ اس پر ... عینی نے یہ معارضہ پیش فرمایا۔ کہ یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں۔ ملحقات اور توابع جماع سے اگر منی خارج ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق :۔ یہ معارضہ ان حضرات پر یوں وارد نہیں کہ ان کی مراد غذا اور دوا ہے یعنی دوا یا غذا مفسد صوم اس وقت ہے جب اندر جائے۔ اور اگر اندر سے کھائی ہوئی غذا، پانی، دوا باہر آئے تو وہ مفسد صوم نہیں۔ اس کو یوں کہہ لیجئے کہ مفسد صوم دوا، غذا کا کھانا، پانی پینا ہے۔ اور قے نہ کھانا ہے نہ پینا ہے، اس لئے وہ مفسد صوم نہیں۔ رہ گئی خروج منی کا مفسد صوم ہونا۔ وہ ایک الگ نوع ہے۔ جماع مفسد ہے۔ اور ملحقات جماع اور دواعی جماع۔ انزال کے بعد جماع کے حکم میں ہے اس لئے مفسد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کے ساتھ ہمبستری میں بقدر حشفہ دخول سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انزال نہ ہو۔

ثم اقول :۔ اس لئے ان حضرات سے یوں گزارش مناسب ہے کہ مفسد صوم مالا یدخل الا بالنماغ ہے۔ چونکہ احادیث صحیحہ سے قے کا بعض صورتوں میں مفسد صوم ہونا ثابت ہے۔ اس لئے اس خاص صورت میں قے روزہ فاسد کردے گی۔ کما سیجئ آنفاً۔

۳۵۳ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يُفْطِرُ —

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے فرمایا کہ قے

وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

روزہ توڑ دے گی (امام بخاری نے فرمایا) پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۳۵۴ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَعِكْرِمَةُ الصَّوْمُ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ نے کہا روزہ اس

مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ

لوٹتا ہے جو اندر جائے اور اس سے نہیں لوٹتا جو باہر نکلے۔

۳۵۳ تشریحات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتویٰ کو حازمی نے "عن بعضھم" کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فتوؤں میں تعارض ہے۔ حضرت امام بخاری نے اپنا فیصلہ یہ دیا کہ پہلا فتویٰ سند کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہی لائق عمل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ہمارا مذہب اس خصوص میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے منھ بھر قصداً قے کی تو روزہ فاسد ہوگیا۔ اور اگر از خود قے ہوئی تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اگرچہ منھ بھر ہو۔ ہاں اگر بلا اختیار منھ بھر قے ہوئی اور اس نے لوٹالی یہاں تک کہ اس کا کچھ حصہ، چنے برابر یا اس سے زائد حلق کے نیچے چلا گیا تو بھی روزہ ٹوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب قے میں کھانا یا پت یا خون آیا۔ اور اگر بلغم آیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔ اگرچہ قصداً ہو، اگرچہ منھ بھر ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فتوؤں کو دو محمل پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کہ دوسرے فتوے سے مراد یہ ہے کہ قصداً منھ بھر قے کی ہو۔ اور پہلے فتوے سے مراد یہ ہے کہ قصداً نہ کی ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو خود انھیں سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ذرعہ القئ فلیس علیہ قضاء ومن استقاء عمدا فلیقض — جسے خود بخود قے ہو جائے اس پر قضا نہیں اور جو قصداً قے کرے وہ روزے کی قضا کرے۔

اس حدیث پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا۔ کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

۳۵۴ تشریح ان دونوں تعلیقوں کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے کے بارے میں یہ فرمایا۔

۳۵۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزے کی حالت میں سینگی لگوایا

ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ۔

کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور رات میں لگواتے تھے۔

۳۵۶ وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلاً

ت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات میں سینگی لگوائی۔

۳۵۷ وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأُمِّ سَلَمَةَ احْتَجَمُوا صِيَامًا۔

ت حضرت سعد حضرت زید بن ارقم اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ انلوگوں نے روزے حالت میں سینگی لگوائی۔

تشریحات ۳۵۵ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا[1] میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز امام ابن ابی شیبہ نے بھی۔ انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نافع نے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کیوں چھوڑا، اسے ناپسند فرمایا۔ یا اس وجہ سے کہ کمزور ہو گئے تھے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ کہ سالم نے کہا۔ حضرت ابن عمر بہت محتاط تھے اس لئے اسے چھوڑ دیا۔

تشریح ۳۵۶ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً یوں روایت کیا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے امیر تھے۔ میں ان کے پاس رات میں گیا تو دیکھا کہ کھجور اور سرکے کی چٹنی کھا رہے تھے۔ اور سینگی لگوائی تھی۔ میں نے کہا کہ دن میں کیوں نہیں لگوائی۔ تو کہا کیا تم مجھے یہ حکم دیتے ہو کہ روزہ رکھتے ہوئے اپنا خون بہاؤں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے کی حالت میں سینگی لگوانے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ اسے مفسد صوم جانتے رہے ہوں۔

تشریحات ۳۵۷ سعد سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح ایران مراد ہیں۔ انکی تعلیق کو حضرت امام مالک نے موطا[2] میں موصولاً روایت کیا ہے۔ البتہ سند منقطع ہے۔ امام زہری حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ امام زہری کی حضرت سعد سے ملاقات نہیں۔ مگر اسی کو۔ ابو عمر[3] نے دوسری سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جسمیں امام زہری اور حضرت سعد کے مابین انکے صاحبزادے عامر ہیں۔ اب سند متصل ہو گئی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے

[1] الصیام۔ باب حجامۃ الصائم ص ۹۷ - [2] الصیام۔ باب حجامت الصائم ص ۹۷
[3] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷۔

۳۵۸ وَقَالَ بُکَیْرٌ عَنْ اُمِّ عَلْقَمَۃَ کُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فَلَا نُنْہٰی۔

ت اور بکیر نے ام علقمہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ام علقمہ نے کہا۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے سینگی لگواتے۔ اور ہمیں منع نہیں کیا جاتا۔

۳۵۹ وَیُرْوٰی عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوْعًا۔ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔ وَقَالَ لِیْ عَیَّاشٌ ثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی ثَنَا یُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ

ت امام حسن بصری سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے ایک سے زائد راویوں سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کے روزے ٹوٹ گئے اور

مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے۔ ان آثار سے ثابت کہ ان حضرات کے نزدیک سینگی لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ مکروہ بھی نہیں۔

۳۵۸ تشریح اس اثر کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر فرمایا۔ اس سے بھی ثابت کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سینگی کو مفسد صوم نہیں جانتی تھیں۔

۳۵۹ تشریحات حدیث افطر الحاجم والمحجوم۔ سینگی لگانے والا اور جسے لگائی گئی۔ دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ کو امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد صحابہ کرام سے روایت کی ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ثوبان، حضرت معقل بن یسار، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت اسامہ بن زید حضرت سمرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام نسائی نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ثوبان کی حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے۔ اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث کو امام نسائی نے۔

علامہ عینی نے ان چھ صحابہ کے علاوہ مزید ان گیارہ صحابہ سے بھی اس کی تخریج کی۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے امام ترمذی، امام حاکم امام بزار نے ذکر کیا۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے امام ابو داؤد اور امام نسائی نے روایت کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اسے امام نسائی نے ذکر کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اسے بھی امام نسائی نے روایت کیا۔

مِثْلَهُ قِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بطریق عیاش ایک اور سند سے اسی کے مثل مروی ہے۔ امام حسن بصری سے کہا گیا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، تو کہا ہاں پھر کہا اللہ خوب جانتا ہے۔

۱۱۳۷ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بھی امام نسائی ہی نے ذکر کیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بھی امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کی ابن عدی نے تخریج کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انکی حدیث عقیلی نے ضعفاء میں روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بزار نے روایت کیا۔ حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انکی حدیث کو ابن عدی نے ذکر کیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے نسائی نے روایت کیا۔ یہ کل ملاکر سترہ صحابہ ہوئے۔ امام ابوجعفر طحاوی نے اس حدیث کے راویوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نام نامی ذکر کیا ہے۔ اس طرح کل اٹھارہ ہو گئے۔

وقال لی عیاش اس حصے کو امام بخاری نے تاریخ میں اور امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بطریق عیاش بن ولید حضرت امام حسن بصری سے مروی ہے۔ مگر اس میں یہ تغیر ہے۔ کہ ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ ہاں۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں۔ اس کے بعد کہا۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ ان کا یہ قول بطور تبرک بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سلف سے عادت ہے کہ ایک مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تردد اور شبہے کی بنا پر کہا ہو۔ اور یہ شک اور تردد اپنی یادداشت پر کما حقہٗ اعتماد نہ ہونے کی بنا پر ہو یا اس وجہ سے کہ یہ خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد میں بہرحال شبہے کی گنجائش ہے۔ اسی لئے کہ خبر واحد مفید یقین نہیں۔ مفید ظن ہے۔

تشریحات ۱۱۳۷ اس حدیث کے اخیر جزء کو امام بخاری نے مزید ایک اور طریقے سے روایت کیا۔ علاوہ امام بخاری کے ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے متعدد طرق سے اور امام طحاوی نے دس طریقے سے روایت کیا۔ علاوہ ازیں۔ اس مضمون کی احادیث حضرت ابوسعید، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے جو نسائی، دارقطنی، کامل ابن عدی، کتاب العلل لابی حاتم، کتاب الضعفاء لابن حبان، مصنف ابن ابی شیبہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ ؏۵

نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی اور روزے کی حالت میں لگوائی۔

۱۱۳۸ سَمِعْتُ ثَابِتَ نِ الْبُنَانِیَّ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَکُنْتُمْ تَکْرَھُوْنَ الْحِجَامَۃَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضُّعْفِ وَزَادَ شَبَابَۃُ ثَنَا شُعْبَۃُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث ثابت بنانی نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ لوگ روزے دار کے لئے سینگی کو ناپسند کرتے تھے۔ تو فرمایا نہیں۔ ہاں ضعف پیدا ہو جانیکی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اور شبابہ نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا کہ نبی صلی اللہ

میں مذکور ہیں۔

ان دو متعارض احادیث کی توجیہہ میں بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے قوی یہ ہے کہ حدیث افطر الحاجم والمحجوم منسوخ ہے۔ اس لئے کہ حضرت شداد بن اوس کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام الفتح میں یہ فرمایا تھا۔ اور مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجۃ الوداع کے موقعے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ اس لئے سوائے حجۃ الوداع کے اور کسی سفر میں حضرت ابن عباس حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں تھے۔

نیز دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ اس کے علاوہ علما نے اس حدیث کی کئی توجیہیں کی ہیں۔ اوّل۔ یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے روزے کا ثواب نہ ہوگا۔ جیسے مروی ہے کہ جمعہ کے دن خطبے کے وقت بات کرنے والے کے بارے میں بعض صحابہ نے کہا۔ لاجمعۃ لك۔ تیرا جمعہ نہ ہوا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ ثانی۔ یہ کہ۔ مراد یہ ہے کہ وہ قریب ہے کہ روزہ توڑ بیٹھے۔ سینگی لگانیوالا تو اس طرح کہ اس کا اندیشہ قوی یہ ہے کہ منھ میں خون کھینچے اور حلق میں چلا جائے اور محجوم یوں کہ سینگی لگوانے سے کمزوری پیدا ہوگی۔ اسکی تاب نہ لاکر وہ روزہ توڑ دے۔ جیسے جو ہلاک کے قریب ہو اسے کہتے ہیں۔ ھلك۔ وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے قریب قریب حضرت ابو سعید، حضرت انس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ کہ فرمایا۔ ہم سینگی لگوانے کو ضعف پیدا ہو جانے کیوجہ سے ناپسند کرتے تھے

؏۵ ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ؏۵۱ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۴۱

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ ص۲۶۰ سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا

۱۱۳۹ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ الشَّیْبَانِی سَمِعَ ابْنَ اَبِی اَوْفٰی قَالَ کُنَّا مَعَ

حدیث حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی سَفَرٍ فَقَالَ

کے ساتھ ایک سفر میں تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب سے فرمایا۔

لِرَجُلٍ اُنْزِلْ فَاجْدَحْ لِی قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

سواری سے اُترو اور میرے لئے ستو گھول۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سورج ہے

اب اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس نے اپنے روزے کو توڑنے کی حد تک پہنچا دیا۔ جیسے حدیث میں ہے۔ جس کو قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔ حالانکہ وہ ذبح نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ذبح کیلئے پیش کر دیا۔ وغیر ذلک۔

۱۱۳۸ تشریحات شبابہ کی اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ۔ سوال یہ تھا۔ کہ آپ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں سینگی کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ سائل خود ثابت بنانی تھے جیسا کہ ابوالوقت اور ابن مندہ کی روایت میں تصریح ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ سے مراد یہ ہے کہ سینگی لگوانے سے ضعف پیدا ہوگا۔ جو مفضی الی الفطر ہوگا۔ مطلب یہ ہوا کہ گویا روزہ ٹوٹ گیا۔

۱۱۳۹ تشریحات مسلم[1] کی روایت میں ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں رمضان کے مہینے میں تھے۔ یہ سفر غزوہ فتح کا تھا۔ اس لئے کہ رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دو سفر کئے ہیں۔ ایک غزوۂ بدر کے لئے، دوسرا فتح مکہ کے لئے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی غزوہ بدر میں بوجہ کم سنی شریک نہ تھے۔ پہلا وہ غزوہ جسمیں انھوں نے شرکت کی۔ حدیبیہ[2] ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ یہ فتح مکہ کا سفر تھا۔

قال لرجل :۔ خود بخاری کی دوسری روایتوں میں ہے۔

فلما غربت الشمس و غابت الشمس جب سورج ڈوب گیا، غائب ہو گیا۔

یہ صاحب جن سے ستو گھولنے کے لئے فرمایا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ ابوداؤد[3] میں ہے۔

الشمس اس کا رفع اس بنا پر کہ یہ مبتدا محذوف ہذا کی خبر ہے یا اس کا عکس۔ اور نصب اس بنا پر کہ یہ فعل محذوف انظر کا مفعول بہ ہے۔ بخاری ہی کی بعض روایتوں میں ہے۔ لو امسیت۔ شام ہونے دیں۔

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب بیان وقت انقضاء الصوم ص ۳۵۱۔ [2] اکمال [3] اول۔ الصیام۔ باب وقت فطر الصائم ص ۳۲۱۔

وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ الشَّمْسُ

فرمایا اُترو اور میرے لئے ستو گھول عرض کیا یارسول اللہ ! سورج ہے۔ فرمایا اُترو اور میرے لئے

قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَہٗ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمٰی بِیَدِہٖ ھٰھُنَا

ستو گھول۔ اب وہ اُترے اور حضور کے لئے ستو گھولا۔ جسے حضور نے پیا۔ پھر اس (یعنی مشرق کی طرف)

ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ؏

ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے سامنے آرہی ہے تو افطار کا وقت ہو گیا۔

۱۱۴۰ عَنْ ھِشَامٍ ثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ حَمْزَۃَ بْنَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی

بعض روایتوں میں ہے کہ دوسری بار یہ عرض کیا۔ ان علیک نہارا۔ ابھی دن باقی ہے۔ کبھی کبھی بعض موسم میں سورج ڈوبنے کے بعد مغرب میں ایسی روشنی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دھوپ ہے۔ جس سے شبہ ہوتا ہے کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا۔ جس کی وجہ سے حضرت بلال نے وہ عرض کیا۔ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد انھیں نہ تاخیر کرنی چاہئے تھی اور نہ کچھ عذر۔ مگر انھوں نے وقت افطار کی اطمینان بخش حد تک تسلی کرنے کیلئے وہ عرض کیا۔

ثم رمیٰ بیدہ :۔ دوسری روایت میں ہے کہ اپنی انگلی سے پورب جانب اشارہ فرمایا۔ کہ جب رات ادھر سے آگے بڑھے۔ یعنی پورب سے تاریکی اٹھنے لگے۔ یہ سورج ڈوبنے کی علامت کے طور پر ارشاد فرمایا۔

مسائل :۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ ہاں اگر روزہ رکھنے سے ضعف و نقاہت کا اندیشہ ہو کہ تحمل نہ ہو سکے اور روزہ چھوڑنا پڑے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کے افطار میں جلدی مستحب ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنی جلدی روزہ کھولنے کا ارادہ فرمایا۔ اور کھولا۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شبہ تھا کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کی نماز صلاۃ اللیل ہے۔ اسطرح کہ روزے کے بارے میں فرمایا جب رات ادھر (مشرق) سے آگے بڑھے۔ تو روزے دار روزہ توڑ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار کا وقت رات آنے کے بعد ہے اور یہی مغرب کے وقت کی ابتدا ہے۔

؏ ایضاً۔ باب۔ متی یحل فطر الصائم ص ۲۶۲۔ باب یفطر بما تیسر بالماء وغیرہ ۲۶۲۔ باب تعجیل الفطر ص ۲۶۳۔ ثانی۔ الطلاق۔ باب الاشارۃ بالطلاق ص ۷۹۸۔ مسلم۔ ابوداؤد، نسائی، الصوم۔ مسند امام احمد رابع ص ۳۸۰۔ ۳۸۱۔

عَمْرِو نِ الْاَسْلَمِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَسْرُدُ الصَّوْمَ ـ ح ـ عَنْ هِشَامِ

نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں دوسری سند کے ساتھ یوں ہے۔

بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے مروی ہے۔ کہ حمزہ بن عمرو

اَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرِو نِ الْاَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں سفر میں روزے رکھتا ہوں۔ اور یہ بہت روزے

اَصُوْمُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ

رکھتے تھے۔ توحضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو رکھ اور

شِئْتَ فَاَفْطِرْ ع٥

اگر تو چاہے تو نہ رکھ۔

بَابُ اِذَا صَامَ اَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ ٢٦ جب رمضان کے کچھ دنوں میں روزہ رکھا پھر سفر کیا۔

۱۱۴۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۱۱۴۰ اَسْرُدُ - سَرْدٌ کے معنی ہیں مسلسل بلا وقفہ کوئی کام کرنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جسے قوت ہو اسے صوم دہر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ مگر جسے قوت ہو اسے روزہ رکھنا افضل ہے۔ ایک تو اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ دوسرے یہ کہ عبادت کو اپنے وقت میں ادا کرنا ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ جو شخص ایک روزہ چھوڑ دے تو اس کا بدلہ صوم دہر نہیں ہو سکتا۔

تشریحات ۱۱۴۱ تکمیل۔ کتاب المغازی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے رمضان میں نکلے اور حضور کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے۔ اور یہ مدینہ تشریف لانے کے آٹھ سال اور نصف سال پر۔ عینی میں ہے کہ جب صلصل پہنچے جو ذوالحلیفہ کے پاس ایک پہاڑ ہے تو اعلان فرما دیا۔ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ کدید پہنچکر بعد عصر سواری پر بیٹھے بیٹھے افطار فرمایا۔ کہ لوگ دیکھ لیں۔ اس کے پہلے والی روایت

ع٥ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ الصیام۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۶

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ الْکَدِیْدَ

رمضان میں مکہ چلے۔ اور روزہ رکھا جب کدید پہنچے تو افطار کر دیا۔ اور لوگوں نے

اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ النَّاسُ عہ

بھی افطار کر دیا۔

۱۱۴۲ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم سخت گرمی میں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِیْ

علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے دھوپ اتنی تیز تھی کہ آدمی اپنا ہاتھ اپنے سر پر

میں ہے کہ کدید کے بعد روزہ نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا۔ یہ قصہ غزوہ فتح کا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس رمضان بدھ کے دن عصر کے بعد مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور انیس کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے۔

کدید کے بارے میں امام بخاری نے بتایا کہ عُسفان اور قُدَید کے درمیان ہے۔ مغازی میں خود حدیث میں ہے اور یہ زائد ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے۔ عینی میں ہے کہ بہت سر سبز جگہ ہے یہاں کھجور کے باغات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جگہ روزہ رکھنا چھوڑا تھا۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابھی خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت اسی بخاری میں آرہی ہے۔ کہ یہ جگہ عسفان بھی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ کراع الغمیم ہے۔ اور نسائی میں ہے کہ جب کدید پہنچے تو ایک پیالہ دودھ لایا گیا۔ تو اسے پیا۔ بات یہ ہے کہ یہ تینوں جگہیں قریب قریب ہیں۔ اور یہ سب عسفان کے ملحقات میں سے ہیں۔ اس لئے کبھی کسی کا نام لیا کبھی کسی کا۔ کدید کا فاصلہ مکہ معظمہ سے دو منزل ہے اور عسفان کا چار برید۔ کدید اور عسفان میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔ ابن قرقول نے کہا کہ کدید مکہ سے بیالیس میل کی دوری پر ہے۔

تشریحات ۱۱۴۲ مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم رمضان کے مہینے میں سخت گرمی میں نکلے۔ یہ غزوہ فتح کا سفر نہیں تھا۔ کیونکہ اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جبکہ وہ غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے جو فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔ صاحب تلویح نے فرمایا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ غزوہ بدر کا سفر رہا ہو۔ اس لئے کہ ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں بدر اور فتح مکہ کا جہاد کیا ہے اور ان دونوں میں ہم نے روزہ نہیں رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ

عہ الجہاد باب الخروج فی رمضان ص ۴۱۵ ثانی المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ص ۶۱۲-۳ دو طریقے سے۔ مسلم نسائی۔ الصوم۔ ۱۵۰ اول الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹ ـ

يَوْمٍ حَارٍّ حَتّٰى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهٖ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا

رکھتا تھا اور ہم میں

فِيْنَا صَائِمٌ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ رَوَاحَةَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابن رواحہ کے سوا کوئی روزے سے نہیں تھا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ[۲۶۱]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اس شخص کے بارے میں جسپر سایہ کیا گیا تھا اور گرمی سخت تھی، سفر میں روزہ عبادت نہیں۔

۱۱۴۳ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حدیث محمد بن عمرو بن حسن بن علی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَرَاٰى زِحَامًا

کیا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو بھیڑ دیکھی

ان دونوں کے علاوہ رمضان میں اور کوئی غزوہ نہیں ہوا ہے۔ اور جب یہ فتح مکہ کا سفر نہیں تو متعین کہ بدر کا تھا۔

تشریحات ۱۱۴۳ علامہ عینی نے لکھا کہ ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ یہ سفر غزوہ فتح کا تھا۔ یہ علامہ عینی کا اندازہ ہے۔ ترمذی کی اس روایت میں یہ تصریح مذکور نہیں کہ کس پر سایہ کیا گیا۔ یہ ضرور ہے کہ روزہ رکھنا لوگوں پر شاق ہوگیا تھا۔ چونکہ دونوں کے راوی حضرت جابر ہی ہیں۔ اس لئے علامہ عینی نے وہ اندازہ لگایا۔ اس حدیث میں اور ان احادیث میں جنمیں سفر میں روزے کی اجازت بلکہ بعض میں فضائل مذکور ہیں۔ تطبیق گزر چکی کہ جسے قوت نہ ہو۔ روزہ رکھنے کی وجہ سے خود بھی مشقت میں پڑنے کا صحیح اندیشہ ہو اور ساتھیوں کو بھی زحمت میں پڑنے کا خطرہ۔ اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ اگر جان جانے یا بیمار پڑ جانے کا اندیشہ صحیح ہو تو اسے روزہ رکھنا جائز نہیں گناہ ہے جیسا کہ ترمذی کی حضرت جابر والی حدیث میں ہے کہ روزہ رکھنے والوں کو فرمایا۔ اولئك العصاة۔ یہ لوگ نافرمان یا گنہگار ہیں۔ اور جسے قوت ہو کوئی اندیشہ نہ ہو اسے روزہ رکھنا افضل ہے مگر نہ رکھنے پر کوئی گناہ نہیں۔

آجکل ریل گاڑی ہوائی جہاز وغیرہ کے سفر میں جبکہ موسم ٹھنڈا یا معتدل ہو روزہ رکھنے میں کوئی دشواری نہیں

عہ مسلم ابوداؤد۔ الصوم۔ ؎ اول الصیام باب فی الرخصة للحارب فی الافطار ص ۸۹

وَرَجُلاً قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ
اور ایک شخص کو دیکھا کہ ان پر سایہ کیا گیا ہے تو فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا
مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ عه
روزہ دار ہے فرمایا سفر میں روزہ عبادت نہیں

بَابُ لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ ص۲۶۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک دوسرے کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے پر عیب نہیں لگایا۔

حدیث ۱۱۴۴ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ
کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ تو روزہ دار روزہ نہ رکھنے والے کو اور روزہ نہ رکھنے والا
وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ عه
روزہ دار کو عیب نہیں لگاتا تھا۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ روزہ رکھا جائے۔ نہ رکھنے پر گناہ نہیں۔ مگر غیر مسلموں کی نظر میں رمضان کی ہتک عزت ضرور ہے۔ ایک باریش بزرگ ایک اسٹیشن پر رمضان کے مہینے میں چائے کی دوکان پر جاکر نمکین لے کر کھا رہے تھے، اور چائے کا آرڈر دے چکے تھے۔ اتنے میں ایک ہندو آیا اور چائے والے سے کہا کہ مجھکو بھی چائے دو میں بھی روزہ کھول لوں۔ ان صاحب نے اس ہندو کو بتایا کہ میں سفر میں ہوں سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں۔ اس ہندو نے کہا کہ میں آپ کو کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو ان سے یعنی چائے والے سے دل لگی کر رہا ہوں۔

عه مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ الصیام۔

عه مسلم الصوم

بَابُ مَنْ اَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ ص۲۶۱

جس نے سفر میں اسلئے روزہ افطار کیا کہ لوگ دیکھیں

۱۱۴۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى يَدِهٖ لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ عہ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے مکے چلے تو روزہ رکھا۔ جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا اور اسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں اور روزہ توڑا۔ یہاں تک کہ مکہ آئے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے کہ (سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور نہیں بھی رکھا۔ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

تشریحات ۱۱۴۵ ترمذی[۱] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفتح مکہ چلے تو روزہ رکھا یہاں تک کہ کراع الغمیم پہنچے حضور کے ساتھ لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ عرض کیا گیا کہ لوگوں پر روزہ شاق ہے اور لوگ حضور کا انتظار کر رہے ہیں کہ حضور کیا کرتے ہیں، تو ایک پیالہ پانی بعد عصر منگایا اور پیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور کچھ لوگوں نے رکھا۔ جب حضور کو یہ خبر ملی تو فرمایا۔ یہ لوگ یعنی روزہ رکھنے والے نافرمان ہیں۔

روزہ رکھنے والوں پر عتاب اس لئے فرمایا کہ یہ جہاد کا موقع تھا۔ اور دشمن کی سرزمین سے قریب تھے روزے سے بہرحال جسمانی نقاہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو روزہ توڑ دینا ہی مناسب تھا۔ خصوصاً جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ توڑ دیا تھا اور وہ بھی بعد عصر، جبکہ روزہ پورا ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا

عہ ایضاً ثانی المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ص ۶۱۳ مسلم ابوداؤد نسائی الصوم۔

[۱] اول۔ الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹۔

139

بَابُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ بقرہ (۱۸۴) ص ۲۶۱

اس آیت کی تفسیر کہ فرمایا اور ان لوگوں پر جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دینا ہے۔

۳۶۰ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

اور حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا (کہ فرمایا) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنما اور واضح فیصل ہے تم میں سے جو یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع بہر حال مقدم ہے۔

اس پر تفصیلی گفتگو ہو چکی کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ جو لوگ کمزور ہوں اور انھیں اس کا اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے میں دوسرے کاموں میں دشواری ہو گی ان کے لئے افضل یہی ہے کہ روزہ نہ رکھیں۔ اور جو لوگ قوی ہوں ان کے لئے افضل یہ ہے کہ روزہ رکھیں۔

تشریحات ۳۶۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے اسی باب کے آخر میں اور تفسیر سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت سلمہ بن اکوع کی تعلیق کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان دونوں تعلیقات اور اس باب میں مذکور مزید ایک تعلیق اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں ہر شخص کو اختیار تھا کہ چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو فدیہ دے۔ اگرچہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ پھر اسے بعد کی آیت کریمہ نے منسوخ کر دیا۔ یہ حکم ہوا۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں جو یہ مہینہ پائے وہ ضرور روزہ رکھے۔

البتہ شیخ فانی کے لئے جو روزہ رکھنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور اس کی بھی امید نہ ہو کہ آئندہ اسے اتنی قوت آجائے گی کہ روزہ رکھ سکے گا اس کے لئے فدیہ کا حکم باقی ہے۔ البتہ اگر بعد میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے تو اس پر قضا واجب ہے۔ مگر محققین نے فرمایا۔ کہ یہ آیت منسوخ نہیں محکم ہے۔ یطیقونہ۔ باب افعال کا صیغہ ہے۔ اس کی خاصیت سلب ماخذ ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ اور جنھیں روزہ رکھنے کی قوت نہ ہو۔ وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا دیں۔ قرآن مجید کے اسلوب اور سیاق کے مناسب

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ إِلَى قَوْلِهِ

جو بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ پوری آیت

تَشْكُرُونَ ۔ بقرہ (۱۸۵)

تشکرون تک۔

۳۶۱ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ (إِلَى أَنْ قَالَ) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى ثَنَا

ابن ابی لیلی نے کہا کہ ہم سے کئی صحابہ نے یہ بیان کیا۔ رمضان (کا روزہ) اترا تو ان پر شاق

أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ

ہوا۔ روزے کی طاقت رکھنے والوں میں سے جو ہر روز ایک مسکین کو کھانا

فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُّطِيقُهُ وَرُخِّصَ

کھلادے وہ روزہ نہیں رکھتا اس بارے میں انھیں اجازت تھی اسے اس آیت

یہی معنی ہے۔ اس لئے کہ ابتدا میں فرمایا۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس کے بعد مریض اور مسافر کے لئے اس آسانی کا ذکر ہے۔ کہ وہ دوسرے دنوں میں قضا رکھیں۔ پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو نہ اب روزے کی قوت رکھتے ہیں اور نہ آئندہ امید ہے۔ تو ان سے روزے ساقط اور ان پر روزے کے بدلے فدیہ ہے۔ قابل غور بات یہ ہے۔ کہ آیت کا ابتدائی حصہ تو روزوں کی قطعی فرضیت پر نص ہے۔ اور جب یطیقونہ۔ کے معنی یہ لیں گے جنھیں روزے کی قوت ہو تو اس کی فرضیت ہی ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ روزہ فرض نہیں۔ دو باتوں میں سے ایک فرض ہے۔ روزہ رکھیں یا فدیہ دیں۔ نیز یہ بھی استحالہ لازم آئے گا کہ شیخ فانی کے لئے فدیے کا ثبوت اس آیت سے کسی طرح نہیں ہو سکے گا کیونکہ شیخ فانی روزہ رکھنے کی قوت ہی نہیں رکھتا اس لئے وہ اس میں داخل ہی نہیں۔ پھر اس کے حق میں فدیے کا حکم باقی رکھنے کے کیا معنی۔

تشریحات ۳۶۱ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو لوگ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے جب رمضان کا روزہ اترا تو لوگوں نے اسے بہت جانا اور ان پر شاق ہوا تو انھیں اجازت دیدی گئی کہ جسے روزہ کی طاقت ہو وہ روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلادے۔ اور روزہ نہ رکھے۔ پھر اسے آیت کریمہ۔ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ نے منسوخ کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں کو روزے کا حکم دیا گیا۔

لَهُمْ فِي ذٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ فَأُمِرُوا

نے منسوخ کیا۔ کہ فرمایا۔ اور روزہ رکھنا تمھارے لئے بہتر ہے اس کے بعد

بِالصَّوْمِ

لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ روزہ ہی رکھیں۔

حدیث ۱۱۴۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَرَأَ فِدْيَةٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے ـ فدیۃ طعام مساکین پڑھا

طَعَامُ مَسَاكِيْنَ قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ عہ

فرمایا یہ منسوخ ہے۔

فنسختہا - ھا کا مرجع اطعام ہے جس پر اطعم دلالت کرتا ہے۔ مصدر کی طرف ضمیر مونث کا لوٹانا درست ہے۔

سدی نے کہا حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا جب یہ آیہ کریمہ۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ نازل ہوئی۔ تو جس کا جی چاہتا روزہ رکھتا جس کا جی چاہتا روزہ نہ رکھتا۔ اور اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ جو زیادہ دے یعنی دوسرے مسکین کو بھی کھلا دے تو بہتر ہے۔ اور روزہ رکھو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ لوگ اسی طرح رہے۔ یہاں تک کہ آیہ کریمہ فمن شہد منکم الشھر فلیصمہ نے اسے منسوخ کر دیا۔ اسکا حاصل یہ نکلا کہ عبدالرحمن بن ابی لیلی کی روایت میں حذف و اختصار ہے۔ فافہم

تشریحات ۱۱۴۶ یعنی قرأت متواتر تو۔ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ ہے، مگر حضرت ابن عمر کی قرأت مساکین ہے صیغہ جمع کے ساتھ۔ اس روایت میں یہ تو ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ کیا ہے۔ یہ مذکور نہیں۔ مگر طبری[۱] میں یہ روایت مفصل یوں ہے۔ کہ اس آیت یعنی۔ وعلی الذین یطیقونہ کو اس کے بعد والی آیت یعنی۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ نے منسوخ کر دیا۔

عہ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ باب قولہ فمن شہد منکم الشھر فلیصمہ ص ۶۴۷

[۱] فتح الباری جلد رابع ص ۱۶۴

بَابٌ مَتٰی یُقْضٰی قَضَاءُ رَمَضَانَ ص ۲۶۱ رمضان کے چھوٹے ہوۓ روزوں کی قضا کب کریگا۔

۳۶۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَابَأْسَ اَنْ یُّفَرَّقَ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ متفرق طور پر

لِقَوْلِ اللّٰہِ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ

قضا رکھے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا اتنے روزے اور دنوں میں رکھے

توضیح باب علمار کا اسمیں اختلاف ہے کہ رمضان کی قضا مسلسل لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ یا متفرق طور پر بھی درست ہے۔ اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ متابعت واجب ہے۔ چاروں ائمہ مذاہب اور جمہور کا قول یہ ہے کہ متابعت واجب نہیں۔ متفرق طور پر بھی قضا درست ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اگر رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ اور قضا بھی نہیں رکھے۔ یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو اب قضا ساقط ہے؟ اور فدیہ واجب ہے۔ یا بعد رمضان اس کی قضا واجب ہوگی؟ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ پھر بھی قضا واجب ہے۔ فدیہ کافی نہیں۔ حضرت امام سعید بن جبیر شہید اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اب قضا ساقط اور فدیہ واجب ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ گنہگار ہے اور اس پر قضا بھی واجب ہے، اور فدیہ بھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رمضان کی قضا علی الفور واجب ہے۔ تاخیر گناہ ہے۔ اگر سفر کے اختتام اور صحت و قوت کے بعد تاخیر کریگا گنہگار ہوگا۔ اگرچہ رمضان ثانی آنے سے پہلے پہلے ادا کرلے مگر صحیح یہ ہے کہ فی الفور قضا واجب نہیں۔ اور تاخیر گناہ نہیں۔ جیساکہ ابھی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث آرہی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ اور چونکہ دلائل متعارض ہیں اس لئے اپنا کوئی فیصلہ ارشاد نہیں فرمایا۔ البتہ جو آثار اس باب میں لائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تتابع شرط نہیں۔

دلائل اللہ عزوجل نے مطلقاً ارشاد فرمایا۔ فعدۃ من ایام اخر۔ اس میں تتابع کی قید نہیں اس کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ تتابع کے بغیر بھی قضا درست ہو۔ اس کے بالمقابل قیاس یہ چاہتا ہے کہ تتابع ضروری ہو۔ اسلئے کہ قضا کو ادا کے مثل ہونا ضروری ہے۔ اور ادا میں تتابع ہے تو قضا میں بھی تتابع ضروری ہونا چاہیئے۔ مگر چونکہ قیاس سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں۔ اس لئے جمہور نے قیاس ترک کرکے کتاب اللہ پر عمل فرمایا۔

تشریحات ۳۶۲ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے کہ آیہ کریمہ سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ مطلقاً فرمایا۔ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ اتنے روزے اور

۳۶۳ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِيْ صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ۔

ت اور حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا جس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو اسے عشرۂ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا مناسب نہیں جب تک کہ رمضان کے فوت شدہ نہ رکھ لے۔

۳۶۴ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ اِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا

ت اور ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر کسی نے رمضان کی قضا میں کوتاہی کی یہانتک کہ دوسرا رمضان آگیا تو دونوں کے روزے رکھے۔ اس پر کھانا کھلانا واجب نہیں جانتے تھے۔

۳۶۵ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَّابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ يُطْعِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْاِطْعَامَ اِنَّمَا قَالَ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ عزوجل نے کھلانے کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس نے ۱ صرف یہ فرمایا۔ یہ روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔

۱ دنوں میں رکھے۔ یہ قید مذکور نہیں کہ رمضان ثانی آنے سے پہلے رکھے۔ اس لئے بعد رمضان ثانی بھی قضا کا وقت ہے اور قضا واجب ہوگی۔

تشریحات ۳۶۳ اس تعلیق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رمضان کے فوت شدہ روزے رکھے بغیر عشرۂ ذوالحجہ کے روزے صحیح نہیں۔ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضل یہ ہے کہ پہلے فوت شدہ رکھے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ سعید (بن مسیب) عشرہ ذوالحجہ میں رمضان کی قضا میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر کہ عشرہ ذوالحجہ میں اگر نفل روزے رکھے تو ممنوع نہیں۔

تشریحات ۳۶۴ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ امام حسن بصری اور امام نخعی نے فرمایا جب مسلسل اس پر دو رمضان آجائیں تو دونوں کے روزے رکھے اگر ان کے بیچ میں تندرست ہوگیا اور پہلے کی قضا نہیں ادا کی تو اس نے برا کیا اللہ سے استغفار کرے اور روزہ رکھے۔ مراد یہ ہے کہ فوت شدہ فرائض کی ادا میں جتنی ہو سکے جلدی کرنی لازم ہے۔ موت کا وقت معلوم نہیں بغیر ادا اگر مرگیا تو فرائض ذمہ رہ جائیں گے۔

۱۱۴۷ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

حدیث ابو سلمہ نے کہا۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ

تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَیَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ

فرماتی ہیں میرا رمضان کا روزہ فوت ہو جایا کرتا اور میں انھیں شعبان سے پہلے

اَقْضِیَ اِلَّا فِی شَعْبَانَ - قَالَ يَحْيٰی - اَلشُّغْلُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

ادا نہیں کر پاتی - یحییٰ نے کہا - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشغول ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوتی تھی -

۲۳۶۵ **تشریحات** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ موقوفا اور امام دارقطنی نے مرفوعا روایت کیا ہے۔ مگر دارقطنی کی روایت میں ہے کہ مجاہد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔ اور مجاہد کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں اس لئے امام بخاری نے اسے مرسل کہا۔ نیز اس کے دو راوی - ابراہیم بن نافع اور عمرو بن موسی بن دحیہ ضعیف ہیں اسلئے اسے صیغہ تمریض سے ذکر کیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام دارقطنی نے موصولا روایت کیا۔ ولہ یذکر یہ حضرت امام بخاری کا ارشاد ہے جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کے خلاف فرمایا ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے مریض اور مسافر کے لئے صرف یہ فرمایا۔ کہ یہ روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔ فدیہ نہیں ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے رمضان ثانی آنے کے بعد بھی صرف قضا واجب ہوگی - فدیہ واجب نہ ہوگا۔ اور نہ قضا ساقط ہوگی۔ اور نہ فدیہ کافی ہوگا۔

۱۱۴۷ **تشریحات** قال یحیی - یہ یحیی بن سعید انصاری ہیں۔ جیسا کہ حافظ مزی نے اس حدیث کے ذکر کے وقت نص فرمادی ہے۔ کان یکون - کان ماضی اور یکون مستقبل کو ساتھ ساتھ ذکر سے واقعہ کی تحقیق اور تعظیم اور استمرار و تکرار مقصود ہے۔ یعنی ایسا بار بار ہوتا تھا یا ہمیشہ ہوتا تھا۔ حافظ مزی کے اطراف میں۔ ان کان یکون - ہے - یہ اَنَّ مثقلہ سے مخففہ ہے۔ یعنی حرف مشبہ بالفعل - اَنَّ کا مخفف ہے - جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ - میں ہے - یہ مزید تحقیق کے لئے ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کی قضا علی الفور واجب نہیں۔ اور تاخیر میں گناہ نہیں۔ عارضہ نسوانی کی وجہ سے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روزہ چھوٹ جاتا تھا اور گیارہ ماہ تک انھیں موقعہ نہیں ملتا

شعبان میں چونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی روزے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی روزہ رکھنے کا موقع مل جاتا۔

بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ ص ۲۶۱

حائضہ روزہ نہ رکھے نماز نہ پڑھے

۳۶۶ وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ السُّنَنَ وَ وُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَاتِیْ كَثِیْرًا عَلٰی

اور ابوالزناد نے کہا سنتیں اور حق باتیں بسا اوقات رائے کے خلاف ہوتی ہیں۔

خِلَافِ الرَّاْیِ فَمَا یَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِّنِ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذٰلِكَ

پھر بھی مسلمانوں پر ان کی اتباع ضروری ہے انھیں میں

اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِی الصِّیَامَ وَلَا تَقْضِی الصَّلٰوةَ

یہ بھی ہے کہ حیض والی پر روزے کی قضا ہے۔ نماز کی قضا نہیں۔

تشریحات ۳۶۶ یہ ابوالزناد۔ عبداللہ بن ذکوان القرشی ابو عبدالرحمٰن مدنی ہیں۔ ان کا وصال ۱۳۰ھ چھیاسٹھ سال کی عمر میں ہوا ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا۔ یہ ثقہ اور حجت ہیں۔ سفیان کہا کرتے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

ان کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ ہر حکم شرعی کی بنیاد کسی نہ کسی حکمت پر ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہم اس حکمت کو جان بھی لیں۔ ایک انسان اپنے سے زیادہ ذہین وچالاک انسان کے اقوال وافعال کے رموز نہیں جان پاتا۔ تو پھر وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات واحکامات کے حِکَم ورموز بھی ضرور جان لے یہ ضروری نہیں۔ اس لئے بہت سے احکام ہمیں اپنی عقل اپنے قیاس کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ہم اس کے اسرار ورموز پر واقفیت حاصل نہیں کرپاتے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام وارشادات خلاف عقل ہیں۔ اور حکمت سے خالی ہیں۔ ہم پر بلاچون وچرا ہر حکم شرعی کی تعمیل واجب ہے۔ رموز واسرار وحکم کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ کردیں۔

شیطان پہلے انسان کو کیوں اور کیسے کا چسکا ڈالتا ہے جس کی وجہ سے انسان ہر چیز کو اپنی ناقص عقل کے ترازو سے تولنے کا عادی ہوجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا خوگر ہوجاتا ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں آئے اسے تسلیم کرتا ہے اور جو سمجھ میں نہ آئے تو نہیں تسلیم کرتا۔ آخر کار گمراہ ہوجاتا ہے۔ آج اکثر گمراہیوں کی بنیاد یہی ہے۔ اسی قبیل سے یہ مسئلہ بھی ہے۔ کہ حیض کی حالت میں نہ روزہ درست ہے نہ نماز۔ مگر روزے کی قضا ہے۔ نماز کی نہیں۔ حالانکہ دونوں فرض ہیں۔ بلکہ نماز کئی وجہ سے روزے سے اہم ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ نماز کی بھی قضا واجب

ہو مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کی قضا واجب کی ہے۔ نماز کی نہیں۔ اس لئے ہمیں سوائے تسلیم کے اور کوئی چارہ کار نہیں ــــ فقہاء نے اسے عقل سے قریب کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حائضہ سے روزے سال میں زیادہ سے زیادہ دس چھوٹیں گے۔ جنکی قضا میں کوئی خاص دشواری نہیں۔ بخلاف نماز کے کہ وہ اگر ہر مہینے دس دن کی رہ جائے تو ہر مہینے میں پچاس وقت کی قضا کرنی ہوگی۔ جو یقیناً بہت دشوار ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شریعت نے مکلف کی آسانی کو ملحوظ رکھا۔ اگرچہ نماز کی حیثیت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اس کی بھی قضا واجب ہوتی۔

بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ ص ۲۶۱

(جو مر جائے اور اس پر روزہ ہو)
(تو کیا کیا جائے)

۳۶۷ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلٰثُوْنَ رَجُلًا يَّوْمًا وَّاحِدًا اَجَازَ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اسکی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزہ رکھ لیں تو کافی ہے۔

توضیح باب اگر کوئی مر جائے اور اس کے ذمے فرض یا واجب روزہ ہو تو کیا کیا جائے۔ اس بارے میں کئی مذہب ہیں۔ اوّل احناف کا۔ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو صدقہ کرے۔ اس کی طرف سے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا۔ احناف کی دلیل اوّل حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مر گیا اس پر ایک مہینے کا روزہ ہے تو ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے[1] ۔ علامہ قرطبی نے شرح موطا میں کہا اسکی اسناد حسن ہے۔ اس حدیث پر جو جرحیں کی گئی ہیں، ان سب کے جوابات علامہ بدر الدین محمود عینی نے عمدۃ القاری میں تحریر کر دئے ہیں۔ حدیث دوم۔ امام نسائی[2] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے۔ نہ روزہ رکھے۔ البتہ ہر دن کے عوض ایک مد کھانا کھلائے۔ امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ مقدار ایک مد گیہوں بتاتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ ولی پر فدیہ اس وقت واجب ہے۔ جبکہ میت وصیت کر گیا ہو۔ اور اگر وصیت نہیں کر گیا تو ولی پر فدیہ دینا واجب نہیں۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ اگر ولی فدیہ ادا کرے تو امید قبول ہے۔ اور یہی حکم نماز کا بھی ہے۔

دوم۔ یہ کہ ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے۔ یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ یہی داؤد ظاہری اور ابن حزم وغیرہ کا مذہب ہے۔

سوم۔ اگر یہ روزہ رمضان کا ہے تو ہر روزے کے بدلے ایک مد گیہوں دے۔ اور اگر نذر یا کفارہ کا ہے۔ تو اس کی طرف سے اس کا ولی رکھے۔ یہ امام احمد وغیرہ کا مذہب ہے۔ اس بارے میں اور بھی مذاہب ہیں جن کا کوئی متبع نہیں۔

[1] ترمذی الصوم۔ باب فی الکفارۃ ص ۹۰ [2] عمدۃ القاری ... ص ۶۲ [illegible]

۱۱۴۸ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ عہ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ذمے اگر روزہ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

۱۱۴۹ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَقْضِيْهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہیں اور ان کے ذمے روزہ رہ گیا ہے میں اسے ادا کردوں فرمایا ادا کردو

تشریحات ۳۶ اس اثر کو دار قطنی نے کتاب لمذبح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس اثر سے دو باتوں کا افادہ ہوا۔ ایک یہ کہ یہ ضروری نہیں کہ میت کا ولی ہی میت کی طرف سے روزہ رکھے۔ دوسرا کوئی بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ضروری نہیں کہ ایک شخص تمام فوت شدہ کو رکھے۔ چند آدمی ملکر چاہیں تو ایک دن سب رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں قضا شدہ نمازوں اور روزوں کی قضا دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا ہے اسلئے اس سے میت بری الذمہ نہ ہوگی۔

تشریح ۱۱۴۸، ۹ یعنی سند مذکور کے ساتھ یہ بھی ہے کہ سلیمان اعمش مشہور محدث اور اس حدیث کے راوی نے کہا کہ جب مسلم بن عمران بطین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم اور حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل ان کی مجلس میں بیٹھے تھے اور اسی مجلس میں مزید حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل سے بھی سنا۔ قالا۔ کی ضمیر تثنیہ کا مرجع یہی دونوں ہیں۔ حاصل یہ نکلا کہ سلیمان اعمش نے یہ حدیث ایک مجلس میں تین بزرگوں سے سنی ہے۔ ایک مسلم بطین سے اور وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس سے۔ دوسرے تیسرے حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل سے۔ یہ دونوں مجاہد سے۔ وہ حضرت ابن عباس سے۔

عہ مسلم نسائی الصیام۔

فَدَيْنُ اللهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى عه قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ

اللہ کا دین ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ سلیمان اعمش نے کہا۔ پس حکم اور سلمہ نے کہا

وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَا

اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے جب مسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ ان دونوں نے کہا ہم نے مجاہد

سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَّذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

سے سنا وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے تھے۔

۳۶۸ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِىْ خَالِدِ الْاَحْمَرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ

ابو خالد احمر سے روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم سے حکم اور مسلم بطین اور

الْحَكَمِ وَمُسْلِمِ الْبَطِيْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّعَطَاءٍ

سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہوئے اعمش نے حدیث بیان کی۔ یہ تینوں سعید بن جبیر اور عطا اور

وَّمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَتِ امْرَاَةٌ

مجاہد سے اور یہ تینوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون

لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُخْتِىْ مَاتَتْ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میری بہن مر گئی ہے۔

وَقَالَ يَحْيٰى وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ

اور یحییٰ اور ابو معاویہ نے کہا ہم سے اعمش نے عن سعید عن ابن عباس حدیث بیان کی کہ

۳۶۸

تشریح اس تعلیق کو امام ترمذی[1] اور ابن ماجہ[2] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مگر اسمیں حکم بن عتیبہ کا ذکر نہیں۔ امام مسلم[3] نے اسی ترمذی والی سند سے حکم بن عتیبہ کی زیادتی کے ساتھ اس متن کو ذکر کیا ہے۔ جو اوپر مذکور ہے۔ یعنی جاء رجل۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے اور سند میں بھی جو ادنیٰ سی سمجھ رکھنے والے پر واضح ہے۔

توضیح یحییٰ بن سعید اور ابو معاویہ نے سلیمان اعمش ہی سے جو روایت کی اسمیں مسلم بن البطین کا شیخ سعید بن جبیر کو تسلیم کیا۔ مگر متن بدل دیا۔

عه الخمسة فی الصیام۔ [1] اول الصوم باب الصوم عن المیت ص۔ [2] الصیام باب من مات وعلیہ صیام من نذر ص ۱۲۷۔ [3] اول الصیام باب قضاء الصوم عن المیت ص ۳۶۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّی مَاتَتْ ۔
میری ماں مرگئی

۳۶۹ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَبِی أُنَیْسَۃَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ
ت اور عبید اللہ نے عن زید بن ابی انیسہ عن الحکم بن سعید عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا
سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِیِّ
کہ ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری والدہ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّی وَعَلَیْهَا صَوْمُ نَذْرٍ
فوت ہوگئی ہیں اور ان پر منت کا روزہ ہے ۔

۳۷۰ وَقَالَ أَبُو حَرِیْزٍ حَدَّثَنِی عِکْرِمَۃُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
ت اور ابو حریز نے کہا مجھ سے عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے

تشریح ۳۶۹ اس کو امام مسلم[1] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ تعیین ہے کہ مرنے والی پر منت کا روزہ تھا۔

تشریح ۳۷۰ اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولا ذکر کیا ہے۔ اس میں روزوں کی تعداد مذکور رہے۔

حل اشکال۔ حضرت ام المومنین کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عبید اللہ بن جعفر کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز خود ام المومنین کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ امام طحاوی نے عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ میری ماں فوت ہوگئی ہیں۔ اور ان کے ذمے رمضان کا روزہ ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ میں اس کی قضا رکھدوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ ہر دن کے عوض اس کی طرف سے صدقہ دے۔ یہ تیرے روزے سے بہتر ہے۔

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ راوی جب اپنی مروی حدیث کے خلاف فتویٰ دے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ صحابی نے حدیث کے خلاف بالقصد فتویٰ دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے علامہ قرطبی نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ

[1] اول الصوم باب قضاء الصوم عن المیت ص ۳۶۲

عَنْهُمَا قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّي

ہوئے حدیث بیان کی کہ ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ فوت

وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا۔

ہو گئی ہیں اور ان پر پندرہ دن کا روزہ ہے۔

اس پر اہل مدینہ کا عمل نہیں۔ اس لئے امام مالک نے اسے نہیں لیا۔ ثانی اس حدیث کی اسناد اور متن میں شدید اختلاف ہے۔ ثالث بزار نے جو روایت کی اس کے آخر میں ہے۔ لمن شاء۔ جو چاہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں۔ رابع یہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری حدیث کے معارض ہے جسے امام نسائی نے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے۔ ہاں ہر دن کے عوض ایک مد غلہ دے۔ خامس ارشاد خداوندی ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور اس قول میں ایک کا بوجھ دوسرے پر لادنا ہے۔ سادس قیاس جلی کے معارض ہے۔ اس لئے کہ روزہ عبادت بدنیہ ہے اور عبادت بدنیہ میں نیابت اور وکالت درست نہیں ورنہ مالداروں کو چھٹی مل جائے۔ نماز اور روزے ادا کرنے کے لئے مزدور رکھ لیا کریں۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ نیز یہ کہ شیخ فانی جب روزے پر قادر نہیں تو روزے کے حق میں مثل میت ہے مگر اس کی طرف سے دوسرے کا روزہ کافی نہیں۔ فدیہ واجب ہے اسی طرح میت کی طرف سے بھی۔ نیز نماز کے بارے میں اجماع ہے کہ دوسرے کی طرف سے ادا درست نہیں روزہ اور نماز عبادت بدنیہ ہونے میں شریک ہیں تو نماز کی طرح روزے میں بھی یہ جائز نہیں کہ دوسرا رکھے۔ جب ایک بات مختلف فیہ ہو جاتی ہے۔ تو ضروری ہے کہ اسے متفق علیہ کی طرف راجع کیا جائے۔

توضیح ۴۹ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں چھ طریقوں سے روایت کیا ہے۔ چار بطریق حضرت سلیمان ابن اعمش اور ایک بطریق زید بن ابی انیسہ اور ایک بطریق ابو حریز۔ نیز یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چار تلامذہ حضرت سعید بن جبیر حضرت مجاہد حضرت عکرمہ حضرت عطا سے روایت کی ہے مگر ان روایتوں میں مندرجہ ذیل تخالف ہے۔ اول۔ پہلے دو طریقوں کا متن یہ ہے۔ کہ ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ میری والدہ قضا کر گئی ہیں۔ اور ان پر ایک مہینے کا روزہ ہے۔ یہ روایت حضرت ابن عباس کے دو تلمیذ سعید بن جبیر اور مجاہد سے ہے۔ ان دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے طریقے میں اعمش کے شیخ مسلم بطین ہیں اور راوی سعید بن جبیر اور دوسرے طریقے میں مسلم بطین کے ساتھ ان کے شیخ حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل بھی ہیں۔ مسلم بطین تو سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور حکم اور سلمہ مجاہد سے۔ ثانی۔ تیسرے طریقے میں اعمش کے مشائخ حکم، مسلم بطین، سلمہ بن کہیل تینوں ہیں۔ اور یہ تینوں

سعید بن جبیر عطا اور مجاہد حضرت ابن عباس کے تین تلامذہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کا متن یہ ہے کہ ایک خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ میری بہن فوت ہوگئی ہے۔ بخاری میں اتنا ہی ہے۔ مگر ترمذی اور ابن ماجہ میں آگے یہ ہے۔ اور اس پر دو مہینے کا مسلسل روزہ ہے۔ ان دونوں متن میں چار تخالف ہوا اول۔ پہلے میں رجل ہے اور اس میں امرأۃ ہے۔ ثانی۔ پہلے میں امی ہے اور اسمیں اختی۔ ثالث پہلے میں صوم شہر ہے اور اس میں شہرین ہے۔ پہلے میں تتابع کی قید نہیں اور اس میں ہے۔ گزر چکا کہ مسلم میں اسی سند کے ساتھ پہلا متن ہے۔ اب پانچ اضطراب ہوا۔

ثالث۔ بطریق یحیٰی اور معاویہ اعمش ہی کی جو روایت سعید بن جبیر سے ہے۔ اس میں یہ ہے۔ ایک خاتون نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ میری والدہ قضا کرگئی ہیں۔ بخاری میں آگے کچھ نہیں اور اس کی دوسری تخریج کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ علامہ عینی نے ابو داؤد کا اور علامہ ابن حجر نے نسائی کا حوالہ دیا ہے مگر مجھے دونوں میں یہ روایت نہیں ملی۔ یہ روایت پہلی کے رجل میں مخالف ہے اور دوسری کے اختی کے۔

رابع۔ عبید اللہ کی روایت بطریق زید بن ابی انیسہ عن الحکم عن سعید میں یہ ہے کہ ایک خاتون نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ میری ماں قضا کرگئی ہیں۔ اور ان پر منت کا روزہ ہے۔ یہ روایت پہلی کے رجل کے مخالف ہے۔ اور دوسری کے اختی میں۔ رہ گیا صوم نذر، یہ سابقہ روایات کے معارض نہیں۔

خامس۔ ابو حریز کی عکرمہ سے جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے۔ میری ماں مرگئی اور ان پر پندرہ دن کا روزہ ہے۔ یہ روایت پہلی کے رجل کے اور صوم شہر کے خلاف ہے اور دوسری کے اُم اختی کے شہرین کے نیز متتابعین کے۔

یہ جو دہ اضطراب صرف متن میں ہیں۔ اسناد کا اضطراب مزید براں ہے۔ پہلی، دوسری، تیسری، چھٹی سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزہ متوفیہ پر رمضان کا تھا یا منت کا۔ ان میں دونوں کا احتمال ہے۔ مگر دوسری اور پانچویں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منت کا روزہ تھا۔ پانچویں میں صوم نذر کی تصریح ہے۔ اور دوسری میں شہرین متتابعین قرینہ ہے کہ منت ہی کا روزہ تھا۔

بَابُ مَتٰی یَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ ص ۲۶۲ روزے دار کو روزہ کھولنا کب جائز ہے

۱۷۳ **وَاَفْطَرَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ**

ت اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورج ڈوبتے ہی روزہ کھول دیا۔

تشریحات ۱۷۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ سورج ڈوبتے ہی روزہ پورا ہوگیا۔ روزہ کی تکمیل کے لئے رات کے کسی حصہ تک روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

۱۱۵۰ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ
حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ
نے فرمایا جب رات یہاں سے آگے بڑھے اور
النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ع۵
دن یہاں سے پیچھے چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ پورا ہوگیا

بَابُ تَعْجِیْلِ الْاِفْطَارِ ص۲۶۳ افطار میں جلدی کرنا

۱۱۵۱ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات ۱۱۵۰ غروب آفتاب کے دو معنی ہیں۔ ایک حقیقی یعنی سورج کا پورا جرم افق کے نیچے چلا جائے۔ دوسرے شرعی یعنی سورج کا پورا جرم افق کے اتنا نیچے چلا جائے کہ نظر نہ آئے۔ غروب حقیقی کے بعد بھی سورج افق کے اوپر نظر آتا رہتا ہے۔ اس لئے غروب شرعی غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے۔ سورج کے ڈوبنے سے بہت پہلے مشرق سے سیاہی اٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد روشنی غائب ہوتی ہے۔ اور سورج ابھی افق کے اوپر نظر آتا رہتا ہے۔ بعد میں ڈوبتا ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اقبال لیل ذکر فرمایا پھر ادبار نہار پھر غروب شمس کو۔ مشرق سے سیاہی اٹھتے ہی سورج نہیں ڈوبتا اور نہ روشنی غائب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج ڈوب گیا۔ روشنی غائب ہونے کے بعد بھی سورج افق کے اوپر رہتا ہے۔ اس حدیث میں لیل سے مراد تاریکی اور نہار سے روشنی ہے۔

تشریحات ۱۱۵۱ ابوداؤد[۵] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے۔ لان الیھود والنصاری یوخرون۔ اس لئے کہ یہود و نصاری دیر میں افطار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ستاروں کے ظاہر ہونے تک تاخیر کرتے ہیں۔ اور انھیں کی طرح روافض بھی کرتے ہیں۔ تعجیل سے مراد یہ ہے کہ جب سورج کے غروب کا ظن غالب ہو جائے تو ذرا بھی دیر نہ کرے اور یہ سوچکر کہ تھوڑی دیر اور رک جائیں کیا حرج ہے۔ اس ارشاد کے منافی ہے۔ بلکہ اس حدیث میں نظر دقیق ڈالنے سے ظاہر ہوگا کہ اس پر ایک طرح کی وعید بھی جھلک رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ فرمایا۔ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی

ع۵ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ الصیام۔ مسند امام احمد اول ص ۲۸

۵ اول الصیام باب ما یستحب من تعجیل الفطر ص ۳۲۱

يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ عہ

فرمایا — لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جبتک افطار میں جلدی کریں گے۔

بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ص۲۶۳

جب رمضان میں افطار کرے پھر سورج دکھائی دے۔

۱۱۵۲ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدلی کے دن روزہ کھول

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِيلَ لِهِشَامٍ فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ قَالَ بُدٌّ

دیا اس کے بعد سورج دکھائی دیا ہشام سے کہا گیا اس کے بعد لوگوں کو قضا کا حکم دیا گیا فرمایا قضا ضروری

مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا عہ

ہے اور معمر نے کہا میں نے ہشام سے سنا۔ میں نہیں جانتا کہ لوگوں نے قضا کی یا نہیں۔

میں رہیں گے۔ اس سے ظاہر کہ اگر تاخیر کریں گے تو خیر سے محروم رہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ پہلے روزہ افطار کرتے پھر نماز پڑھتے۔ امام[۱] ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ روزہ افطار کئے بغیر مغرب پڑھی ہو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی سے۔

ضروری تنبیہ ہمارے پورے ہندوستان میں یہ رواج عام پڑ گیا ہے۔ کہ رمضان مبارک میں افطاری کے لئے طرح طرح کی چیزیں لے کر لوگ مسجدوں میں جاتے ہیں۔ سورج ڈوبتے ہی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ کھاتے رہتے ہیں۔ اذان کا جواب بھی نہیں دیتے۔ اذان ختم ہونے کے بعد بھی دیر تک کھاتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی خدا ترس امام اذان کے بعد جماعت شروع کر دے تو اس پر طعن بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ رمضان میں بھی دو رکعت کی مقدار مغرب کی نماز میں تاخیر مکروہ ہے۔ اس میں تین شرعی نقص ہے۔ اذان کا جواب واجب ہے۔ اسے ترک کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز میں تاخیر کر کے کراہت کا ارتکاب کرتے۔ اور اعتکاف کی نیت کئے بغیر مسجد میں کھاتے ہیں۔ اور کھانوں سے مسجد کو آلودہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بچیں۔ افضل یہی ہے کہ چند کھجوریں کھا کر پانی پی لیں یا مختصر سی چیز کھا لیں اور اذان ختم ہوتے ہی جماعت قائم کر لیں۔ اور جب تک اذان ہوتی رہے نہ کچھ کھائیں نہ پئیں، اذان کا جواب دیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی نفلی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس کا پورا خیال رکھیں کہ مسجد، کھانے شربت وغیرہ سے آلودہ نہ ہو۔

تشریحات ۱۱۵۲ کسی نے اس گمان پر کہ سورج غروب ہو گیا ہے، افطار کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے تو اس پر واجب ہے کہ بقیہ دن روزے دار کی طرح رہے اور اس روزے کی قضا کرے۔ یہی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی امام احمد کا مذہب ہے۔ اس پر کفارہ نہیں۔ البتہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر جماع کر لیا تو کفارہ بھی واجب ہے۔ امام مجاہد امام عطا امام عروہ بن زبیر یہ کہتے ہیں کہ اس پر قضا بھی نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے بھول کر کھا پی لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت آئی ہے وہ یہی ہے کہ اس پر قضا ہے۔

عہ مسلم ابن ماجہ الصوم ۔ [۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۶۷

بَابُ صَوْمِ صِبْیَانَ ص ۲۶۳ بچوں کا روزہ رکھنا

۲۷ ۳ وَقَالَ عُمَرُ لِنَشْوَانَ فِیْ رَمَضَانَ وَیْلَكَ وَصِبْیَانُنَا صِیَامٌ فَضَرَبَهُ

ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نشہ والے سے فرمایا تیرے لئے خرابی ہو اور ہمارے بچے روزے سے ہیں پھر اسے مارا۔

۱۵۳ ۳ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ اَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ربیع بنت معوذ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ اِلٰی قُرَی الْاَنْصَارِ مَنْ اَصْبَحَ مُفْطِرًا

انصار کی آبادیوں میں خبر بھیجی۔ جس نے صبح اس حالت میں کی ہے۔ وہ روزہ دار نہیں تو بقیہ

وہ روایت کہ اس پر قضا نہیں صحیح نہیں۔ امام بیہقی نے زید بن وہب سے روایت کی کہ ہم مسجد نبوی میں رمضان میں بیٹھے تھے اور آسمان ابر آلود تھا۔ سورج نظر نہیں آرہا تھا۔ شام ہو گئی تھی۔ ام المومنین حضرت حفصہ کے گھر سے دودھ آیا ہم نے پی لیا۔ اس کے بعد بادل ہٹ گیا اور سورج دکھائی دیا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اس کے عوض ایک دن قضا کریں گے۔ اسے حضرت عمر نے سنا تو فرمایا۔ ہم قضا نہیں کریں گے۔ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ مگر اس روایت کو محدثین نے غلط کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری اور بہت سی روایتیں آئی ہیں جن میں انھوں نے قضا کا حکم دیا ہے۔ یہ روایت اس کے مخالف ہے، اس روایت میں ارسال بھی ہے۔

افطار کی طرح سحری میں بھی اختلاف ہے۔ اگر سحری کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع کر آئی تھی۔ تو چاروں ائمہ اور جمہور کے یہاں یہی حکم ہے کہ پورے دن روزے دار کی طرح رہے اور اس کے عوض ایک روزہ رکھے۔ البتہ امام اسحٰق نے کہا کہ قضا واجب نہیں۔ البتہ پسندیدہ ہے۔

قال معمر : یہ معمر بن راشد ازدی حرانی بصری ہیں۔ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے موصولا روایت کیا ہے

۲۷ ۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور امام بغوی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے

تشریحات پوری تعلیق یہ ہے کہ۔ ایک شخص نے رمضان میں شراب پی لی۔ جب اسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو پھسل گیا اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔ تیرے لئے خرابی ہو اور ہمارے بچے روزے سے ہیں پھر اس کو اسی کوڑے مارے اور شام جلا وطن کر دیا۔

۱۵۳ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے ابتدا میں عاشورے کا

تشریحات روزہ فرض تھا۔ بچے جب روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں تو ان کو روزہ رکھنے کا حکم دینا چاہئے تاکہ مشق رہے۔ بچوں کا دل بہلانے کے لئے انھیں کھلونے دینا جائز اور اسی طرح بنانا بھی۔ بشرطیکہ کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ اَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَتْ فَكُنَّا نَصُومُهُ

دن روزہ دار کی طرح رہے۔ اور جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ وہ روزہ دار ہے تو

بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَا

وہ روزے سے رہے۔ اس کے بعد ہم عاشورے کا روزہ رکھتے تھے اور بچوں سے رکھاتے تھے اور

اَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ اَعْطَيْنَاهُ ذَالِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ

ان کے لئے اون کا کھلونا بنا دیتے جب کوئی کھانے کے لئے روتا تو وہ کھلونا اسے دیدیتے

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْعِهْنُ الصُّوْفُ ع۵

یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ابو عبداللہ بخاری نے فرمایا۔ عہن۔ اون ہے۔

بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صَوْمٌ لِقَوْلِهِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ [۲۶۳]

صوم وصال اور اس کا بیان کہ رات میں روزہ نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا، پھر تم لوگ رات تک روزے پورے کرو۔

۳۷۳ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَاِبْقَاءً عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں پر مہربانی اور انھیں باقی رکھنے کیلئے صوم وصال سے منع فرمایا۔ اور تعمق ناپسند ہے۔

توضیح صوم وصال پر گفتگو ہو چکی ہے۔ روزے کا وقت صرف دن ہے۔ رات میں روزہ نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں الی اللیل۔ امتداد حکم کے لئے ہے۔ اور اس صورت میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غایت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اسقاط کے لئے دوسرے امتداد کے لئے۔ اسقاط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر غایت مذکور نہ ہوتی تو حکم اور آگے تک کو شامل ہوتا جیسے آیت وضو میں الی المرافق ہے۔ اگر یہ مذکور نہ ہوتا تو مونڈھوں تک ہاتھ دھونا فرض ہوتا۔ اس لئے کہ ید۔ ہاتھ باعتبار لغت اسے شامل ہے۔ مگر الی المرافق، فرمانے نے دھونے کے حکم سے کہنیوں کے اوپر کے حصے کو ساقط کر دیا۔ غایت اسقاط میں غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے۔

غایت امتداد کا مطلب یہ ہے کہ اگر غایت مذکور نہ ہوتی تو حکم وہاں تک دراز نہ ہوتا۔ جیسے یہ روزے کی آیت ہے۔ کیونکہ۔ صوم۔ کے معنی لغت میں کھانے پینے جماع سے مطلقا رکنے کے ہیں۔ جو تھوڑی دیر رکنے پر بھی صادق۔ اسلئے اگر الی اللیل نہ فرمایا گیا ہوتا تو پورے دن کا روزہ فرض نہ ہوتا۔ الی اللیل فرمانے سے حکم ممتد ہو کر پورے دن کو شامل ہو گیا۔ غایت امتداد میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی، اسلئے رات میں روزہ نہیں۔ اس کی اور بھی تقریریں ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

ع۵ مسلم الصیام۔

140

۱۱۵۴ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا
تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ
صوم وصال مت رکھو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور رکھتے ہیں تو فرمایا میں تم میں سے
كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ قَالَ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی اَوْ اِنِّیْ اَبِیْتُ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی عہ
کسی کے مثل نہیں مجھے کھلایا جاتا ہے پلایا جاتا ہے یا یہ فرمایا میں رات گزارتا ہوں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے

۱۱۵۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ
حدیث حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَیُّكُمْ اَرَادَ اَنْ یُّوَاصِلَ فَلْیُوَاصِلْ حَتَّی السَّحَرِ
سے سنا کہ فرمایا صوم وصال مت رکھو اور جو صوم وصال رکھنا چاہے وہ سحری تک رکھے
قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ كَهَیْئَتِكُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ
لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور صوم وصال رکھتے ہیں ارشاد فرمایا میں تمھارے
لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِیْ عہ
مثل نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں میرے لئے کھلانیوالا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلانیوالا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

۱۱۵۶ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۳۷۳ یہ بھی باب ہی کے اجزا ہیں۔ پہلا حصہ حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال سے لوگوں پر مہربانی کیوجہ سے منع فرمایا۔ نیز ابوداؤد میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینگی لگوانے اور مواصلت یعنی صوم وصال سے منع فرمایا۔ اور ان دونوں کو صرف اس وجہ سے حرام فرمایا کہ صحابہ کی قوت باقی رہے۔

دوسرا حصہ بھی حدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ بخاری ہی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مہینہ اور دراز ہوجاتا تو بھی صوم وصال رکھتا اتنا کہ تعمق کرنیوالے اپنا تعمق چھوڑ دیتے۔ تعمق سے مراد یہ ہے کہ انسان جس کا مکلف نہیں۔ اس کو بتکلف وبمشقت کرے۔

عہ ثانی تمنی۔ باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵ مسلم الصیام ص ۳۵۱ عہ ایضا باب الوصال الی السحر ص ۲۶۴
له اول الصیام۔ باب فی الرخصة ص ۳۲۳ ۲ه ثانی تمنی۔ باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵

عَنْهَا قَالَتْ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ
نے صحابہ پر مہربانی کی بنا پر انھیں صوم وصال سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا حضور صوم وصال
رَحْمَةً لَّهُمْ ۔ فَقَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ يُطْعِمُنِيْ
رکھتے ہیں فرمایا میں تمھارے جیسا نہیں ہیں مجھے
رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ ع۵
میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

تشریحات ۱۱۵۴ تکمیل: یہی حدیث بخاری جلد ثانی کتاب التمنی میں مفصل یوں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر مہینے میں صوم وصال رکھا اور لوگوں نے بھی رکھا۔ یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا۔ اگر مہینہ دراز ہوجاتا تو میں اتنا صوم وصال رکھتا کہ متعمقین اپنے تعمق کو چھوڑ دیتے۔ میں تم جیسا نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

بَابُ التَّنْكِيْلِ لِمَنْ اَكْثَرَ الْوِصَالَ ص ۲۶۳ (صوم وصال رکھنے والے پر زجر)

حدیث ۱۱۵۷ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِّنَ
صوم وصال سے منع فرمایا ہے تو مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ
الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ
حضور صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا تم میں کون میرے مثل ہے میں

تشریحات ۱۱۵۵ تا ۱۱۵۸ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جو مسند امام احمد میں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ يَسْقِيْنِيْ۔ میں ہرگز تمھارے مثل نہیں ہوں۔ میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں ان صحابہ کرام سے مروی ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان احادیث میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے لست مثلکم حضرت انس کی حدیث میں ہے لست کاحد منکم حضرت ابوسعید اور حضرت ام المومنین کی حدیث

ع۵ مسلم اول الصیام ص ۲۵۶۔

رَبِّی وَیَسْقِیْنِی فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ یَّنْتَھُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِھِمْ یَوْمًا ثُمَّ

اس حالت میں رات بسر کرتا ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اب لوگ جب صوم وصال سے

رَأَوُا الْھِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُّکُمْ کَالتَّنْکِیْلِ لَھُمْ حِیْنَ اَبَوْا اَنْ

باز نہیں آئے تو ان کے ساتھ دو دن صوم وصال رکھا پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو فرمایا

یَّنْتَھُوْا ع۵

اگر مہینہ اور ہوتا تو میں مزید صوم وصال رکھتا، یہ ارشاد ان پر عتاب کیلئے تھا کہ صوم وصال سے باز نہ رہے۔

۱۱۵۸ عَنْ ھَمَّامٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حدیث ہمام سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا وہ نبی صلی اللہ

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَیْنِ قِیْلَ اِنَّکَ تُوَاصِلُ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو بار فرمایا۔ صوم وصال سے بچو! عرض کیا گیا حضور صوم وصال

قَالَ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ فَاکْلَفُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ۔

رکھتے ہیں۔ فرمایا میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اتنے ہی اعمال کی مشقت اٹھاؤ جتنے کی طاقت ہو۔

میں ہے۔ لست کھیئتکم۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں۔ وایکم مثلی۔ یعنی میں تمھارے مثل نہیں تم میں سے کسی کے مثل نہیں۔ تمھاری طرح نہیں۔ تم میں کون میرے مثل ہے۔ یہ سب احادیث اس پر نص ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی بے مثل وبے نظیر ہیں۔ ما وشما کس گنتی میں ہیں۔ صحابہ کرام میں بھی کوئی حضور جیسا نہیں اور نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے یا ہمارے مثل ہیں۔ دونوں طرف سے مثلیت کی نفی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام آیات کی تفسیر ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ تمام مفسرین نے فرمایا کہ اس ارشاد کا حکم بطور تواضع دیا گیا ہے۔ اور وہ بھی صرف ظاہر صورت کے اعتبار سے یا صرف نوع بشر کا فرد ہونے کے اعتبار سے۔ ورنہ حقیقت وہ ہے جو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابا بکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی[۵] اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا۔

حتی السحر: اس کا مطلب یہ ہے کہ افطار کے وقت کچھ کھالے یا پی لے۔ پھر رات بھر کچھ نہ کھائے پیئے یہاں تک کہ سحری کا وقت ہو جائے۔ اس وقت کچھ کھا پی لے۔ جیسا کہ ریاضت ومجاہدے میں سالکین کرتے ہیں کہ افطار کے وقت ایک گھونٹ پانی پی لیتے ہیں۔ اور اسی طرح سحری کے وقت بھی۔

ع۵ ثانی کتاب المحاربین باب کم التعزیر والادب ص ۱۰۱۲ التمنی باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵ الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق ص ۱۰۸۴ مسلم الصیام ص ۳۵۲ موطا امام مالک الصیام ص ۹۸ [۵] مطالع المسرات

صوم وصال کے بارے میں پوری گفتگو باب برکۃ السحور میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح یطعمنی ویسقینی پر بھی۔

بَابُ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰی اَخِیْہِ لِیُفْطِرَ فِی التَّطَوُّعِ وَلَمْ یَرَ عَلَیْہِ قَضَاءً اِذَا کَانَ اَوْفَقَ لَہٗ ص ۲۶۴

جس نے نفل روزے میں اپنے بھائی کو قسم دلائی کہ توڑ دے جبکہ یہ اسکے حال کے زیادہ لائق ہو اور اس صورت میں اس پر قضا بھی واجب نہیں جانتا۔

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نفل روزہ رکھے ہوئے ہے۔ پھر کسی نے اسے قسم دلائی کہ روزہ توڑ دے اور روزہ توڑنا اس کے حال کے لائق ہو تو وہ روزہ توڑ دے۔ اور اس پر قضا بھی نہیں۔ مثلاً وہ کمزور ہے۔ روزے سے مزید ضعف کا اندیشہ ہے۔ رہ گیا یہ۔ واقعی اس پر قضا ہے یا نہیں۔ اس پر مفصل گفتگو آگے آ رہی ہے ایک روایت میں اوفق کے بجائے ارفق ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔

۱۱۵۹ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمان اور

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی

ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا سلمان ایک بار

اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَۃً فَقَالَ لَھَا مَا شَاْنُکِ قَالَتْ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ

ابو الدرداء سے ملاقات کے لئے آئے تو ام الدرداء کو خستہ حالت میں دیکھکر پوچھا تمہارا کیا حال ہے

تشریحات ۱۱۵۹ مطابقت:۔ باب میں یہ ہے۔ جو اپنے بھائی کو قسم دلائے۔ اس حدیث میں قسم دلانے کا تذکرہ نہیں۔ علامہ ابن حجر نے یہ تعقب فرمایا۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ بزار ابن خزیمہ، دار قطنی، طبرانی میں ابن حبان نے امام بخاری کے شیخ محمد بن بشار ہی سے اس حدیث کی جو روایت کی ہے۔ اس میں یہ قسم ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اقسمت علیك لتفطر معی۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ روزہ کھولدو۔ اور امام بخاری کی یہ عادت معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب کے ضمن میں حدیث کا وہ متن ذکر کرتے ہیں۔ جس سے باب کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر وہی حدیث دوسرے طرق سے ایسے متن کے ساتھ مروی ہے جس سے باب ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ یہاں قسم محذوف ہو۔ جیسے آیہ کریمہ۔ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا۔ میں ہے۔ اس پر قرینہ عقلیہ یہ ہے کہ ایسے عبادت کے شوقین صحابی آسانی سے روزہ نہیں توڑ سکتے تھے۔ جبتک ان پر ایسا دباؤ نہ پڑا ہو جس سے

لَهٗ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَاِنِّي
انھوں نے کہا تمھارے بھائی کو دنیا کی کوئی رغبت نہیں ابوالدرداء آئے تو انھوں نے سلمان کیلئے کھانا تیار کیا
صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ
تو سلمان سے کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں سلمان نے کہا جبتک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤنگا
يَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ
تو ابوالدرداء نے کھایا جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نے چاہا کہ نماز پڑھیں تو سلمان نے کہا سو جاؤ

وہ مجبور ہو گئے ہوں۔

کل فانی صائم :۔ بخاری کی اس روایت کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابوالدرداء نے حضرت سلمان سے کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں۔ اور یہی ترمذی میں بھی ہے۔ مگر ابوذر کی روایت یہ ہے۔ فقال کل قال انی صائم سلمان نے ابوالدرداء سے کہا کھاؤ تو ابوالدرداء نے کہا، میں روزے سے ہوں۔

آخر اللیل :۔ ترمذی میں ہے۔ عند الصبح۔ یعنی جب صبح قریب ہوگئی۔ تو فرمایا۔ اب اٹھو اور نماز پڑھو۔ ترمذی میں یہ بھی زائد ہے۔ لضیفک علیک حق۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ دارقطنی میں یہ بھی ہے۔ فصم وافطر وصل ونم وائت اھلک۔ روزہ رکھو اور بے روزہ بھی رہو نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی اور اپنی اہل کے پاس جاؤ بھی۔

قضا ہے : نفل روزہ رکھ کر اگر توڑ دے تو قضا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس پر بہر حال اس کی قضا واجب ہے۔ ہماری دلیل یہ آیہ کریمہ ہے کہ ارشاد فرمایا :۔

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (سورہ محمد آیت ۳۳) اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

کوئی بھی عمل شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اور اسے نامکمل چھوڑنا چونکہ اس کے برباد کرنے کے مرادف ہے اس لئے نامکمل چھوڑنا گناہ ہوا۔ مگر عذر رافع اثم ہے۔ لیکن جو نامکمل چھوڑا ہے اس کی تکمیل عذر ختم ہونے کے بعد ضروری ہے۔ اور یہی قضا ہے۔ اس بارے میں متعدد احادیث بھی وارد ہیں۔ امام ترمذی[1] نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ میں اور حفصہ دونوں روزے سے تھیں۔ ہمیں کھانا پیش کیا گیا ہمیں اس کی اشتہا بھی تھی۔ ہم نے اسے کھا لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو حفصہ نے مجھ پر سبقت کی۔ وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی۔ اور قصہ عرض کر دیا تو فرمایا۔ اس کی جگہ دوسرا روزہ قضا رکھو۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز ابوداؤد[2] اور نسائی[3] میں بھی یہ حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔ اس حدیث پر امام ترمذی اور امام بخاری نے جو جرحیں کی ہیں۔ ان سب کے جوابات علامہ بدرالدین عینی نے دئیے ہیں۔

---

[1] اول الصوم باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ ص ۹۲ [2] اول الصوم باب من رای علیہ القضاء ص ۳۳۳
[3] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۷۷

قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ

تو وہ سو گئے۔ اس کے بعد پھر چاہا کہ نماز پڑھیں سلمان نے کہا سو جاؤ جب رات کا آخری حصہ

حَقًّا وَّلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ

ہوا تو سلمان نے کہا اب نماز پڑھو اس کے بعد دونوں نے نماز پڑھی سلمان نے ان سے کہا بیشک

حَقَّهُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ

تمہارے رب کا تم پر حق ہے تمہارے نفس کا تم پر حق ہے تمہارے اہل کا تم پر حق ہے ہر حق والے

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ عہ

کو اس کا حق دو۔ اسکے بعد ابو الدرداء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب بیان کیا۔ تو فرمایا سلمان نے سچ کہا

یہ حدیث متصل اور کم از کم حسن ضرور ہے۔

اس حدیث پر ایک طعن یہ تھا کہ یہ منقطع ہے۔ امام زہری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے بیچ کے راوی کا نام نہیں لیا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کچھ طرق میں ایسا ہی ہے مگر بہت سے طرق میں یہ متصل ہے چنانچہ امام زہری سے جعفر بن برقان، سفیان بن حسین، محمد بن حفصہ، صالح بن ابی الاخضر، اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ، صالح بن کیسان، اور حجاج بن ارطاط، ان کے ساتھ ان کے تلامذہ نے عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اسے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام طحاوی نے، بطریق عائشہ بنت طلحہ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔

ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے حضور کے لئے حیس چھپا کر رکھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ میں نے روزے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اسے قریب لاؤ۔ میں عنقریب اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھوں گا۔ ۱؎

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حفصہ اور عائشہ کے پاس اندر تشریف لائے۔ وہ دونوں روزے سے تھیں پھر باہر تشریف لے گئے۔ دوبارہ اندر آئے تو دونوں کھا رہی تھیں، فرمایا کیا تم دونوں روزے سے نہیں تھیں۔ دونوں نے عرض کیا۔ تھیں۔ لیکن ہمارے پاس کھانا ہدیہ میں آیا اور ہمیں پسند آیا تو ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ فرمایا اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھ لینا ۲؎

امام عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کیلئے یہ آیا وہ روزے

عہ ایضا ثانی الادب۔ باب الاخاء والحلف تعلیقا الجزء الاول ص ۸۹۸ باب صنع الطعام والتکلف للضیف ص ۹۰۶ ترمذی ثانی الزھد ص ۶۳ ۱؎ شرح معانی الآثار جلد اول۔ الصوم باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعا ثم یفطر ص ۳۰۰
۲؎ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۷۸

بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ ص۲۶۴ شعبان کے روزے کا بیان

۱۱۶۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

سے تھیں۔ پھر اس میں سے کھالیا۔ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو فرمایا اسکی جگہ ایک دن قضا رکھنا [۱]

امام دارقطنی نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے ایک دن نفل روزہ رکھا۔ پھر توڑ دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ ایک دن اس کی جگہ قضا رکھیں [۲]

نیز امام دارقطنی نے حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صحابی نے کھانا تیار کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو مدعو کیا۔ جب کھانا لایا گیا تو ان میں سے ایک صاحب کنارے ہٹ گئے، ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا، میں روزے سے ہوں۔ تو فرمایا، تیرے بھائی نے تیرے لئے تکلف کرکے کھانا تیار کیا اور تو کہتا ہے میں روزے سے ہوں۔ کھا اور اسکی جگہ ایک روزہ رکھ لینا [۳]

ان احادیث پر کچھ جرحیں کی گئی ہیں جن کے مدلل ومفصل جوابات علامہ بدرالدین محمود عینی نے دیئے ہیں۔
علاوہ ازیں صحابہ کرام میں سے حضرت فاروق اعظم، حضرت ابن عباس، حضرت صدیق اکبر، حضرت علی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے صحابہ کرام کا مذہب یہی تھا کہ نفل روزہ رکھنے کے بعد توڑ دینے پر قضا ہے۔
امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم نے انس بن سیرین سے روایت کیا کہ وہ عرفہ کے دن روزے سے تھے۔ انھیں شدید پیاس لگی تو روزہ توڑ دیا۔ پھر انھوں نے متعدد صحابہ کرام سے فتویٰ پوچھا تو سب نے انھیں حکم دیا کہ اس کی جگہ ایک دن روزہ قضا رکھیں [۴]

تشریحات ۱۱۶۰ اس باب سے امام بخاری نفل روزوں کا بیان شروع فرماتے ہیں۔ رمضان کے ساتھ اتصال کی وجہ سے سب سے پہلے شعبان کے روزوں کا تذکرہ فرمایا۔ یوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے مہینے میں بھی بکثرت روزے رکھتے تھے۔ مگر بہ نسبت اور مہینوں کے شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے

---

۱ ایضا ص ۷۸ ۲ ایضا ص ۷۸-۷۹ ۳ ایضا ص ۷۹

۴ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۷۹۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُفْطِرُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا

علیہ وسلم روزہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ رکھنا چھوڑ دیتے

یَصُوْمُ وَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ

یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شَھْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَیْتُہٗ اَکْثَرَ صِیَامًا مِّنْہُ فِیْ شَعْبَانَ ع ۹

رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینہ روزہ رکھتے اور شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

یہاں تک کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی روایت آئی ہے۔ کہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے۔

ابو داؤد میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال کے کسی مہینے میں پورے مہینہ روزہ نہیں رکھتے۔ سوائے شعبان کے جسے رمضان سے ملاتے [۱]

نیز انھیں سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوائے شعبان و رمضان کے دو مہینے مسلسل روزہ رکھتے نہیں دیکھا [۲]

بظاہر یہ حدیثیں بخاری کی اس حدیث کے معارض ہیں۔ شارحین نے اسکی توجیہ میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ شعبان میں اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ اسے تغلیبا کل سے تعبیر کر دیا۔ جیسے کہتے ہیں "فلاں نے پوری رات عبادت کی" جبکہ اس رات میں کھانا بھی کھایا ہو اور ضروریات سے فراغت بھی کی ہو یہاں تغلیبا اکثر کو کل کہدیا اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں اکثر کو کل سے تعبیر کر دیا۔ اس کی مؤید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان میں روزہ رکھتے تھے مگر تھوڑے نہیں بلکہ پورے شعبان میں روزہ رکھتے تھے۔

شعبان میں کثرت صوم کا سبب رکھ پاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ روزہ رکھتے

(۲) اس ماہ میں اعمال اللہ عزوجل کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ حضور کے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ وہ روزے دار ہوں۔ امام نسائی نے حضرت اسامہ سے روایت کی کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ میں حضور کو دیکھ رہا ہوں کہ کسی مہینے میں اتنا روزہ نہیں رکھتے جتنا شعبان میں رکھتے ہیں۔ فرمایا یہ وہ مہینہ ہے جسمیں اعمال رب العلمین کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس

ع۹ مسلم ابو داؤد الصوم۔ ترمذی شمائل۔ [۱] جلد اول الصوم باب من یصل شعبان برمضان ص ۳۱۹ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۱ [۲] ترمذی جلد اول الصوم باب وصال شعبان برمضان ص ۹۲ نسائی جلد اول الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۱۔ [۳] ابو داود اول الصوم باب کیف کان یصوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۳۱۔

حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے رہوں لہ

(۳) اس مہینے میں سال کے اندر مرنے والوں کے نام ملک الموت لکھ لیا کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا، مجھے یہ پسند ہے کہ میری وفات اس حال میں لکھی جائے کہ میں روزے کی حالت میں رہوں۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور کیا بات ہے کہ آپ اس مہینے میں زیادہ روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ! یہ وہ مہینہ ہے جسمیں ملک الموت ان لوگوں کا نام لکھتے ہیں جو وفات پانے والے ہیں۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں لکھا جائے کہ میں روزے سے رہوں ۲ہ

(۴) رمضان کی تعظیم کے لئے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد کون سا روزہ افضل ہے۔ فرمایا شعبان کا رمضان کی تعظیم کیلئے ۳ہ

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہے۔ مگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے بعض مہینوں میں نہیں رکھ پاتے تو ان سب کو شعبان میں رکھتے تھے۔

(۶) ان خصوصیات کے باوجود عوام اس سے غافل تھے۔ کثرت سے روزہ رکھنے سے مقصود یہ تھا کہ لوگ آگاہ ہو جائیں۔

شب برأت اسی مبارک مہینے کی پندرہویں شب، شب برأت ہے۔ اس رات اللہ عزوجل دنیا والوں پر تجلی خاص فرماتا ہے اور بندوں کو خطاب فرماتا ہے۔ انھیں منہ مانگی مرادیں دیتا ہے۔ اس رات کے فضائل احادیث میں بکثرت آئے ہیں۔

حدیث اول:۔ امام ترمذی ۴ہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہیں پایا تو تلاش کے لئے نکلی، حضور کو بقیع میں پایا۔ فرمایا کیا تجھے یہ اندیشہ تھا کہ تجھ پر اللہ اور اس کے رسول ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے گمان کیا کہ حضور اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ فرمایا اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب میں آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے۔ اور بنی کلب کی بھیڑوں اور بکریوں کے بال سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

حدیث دوم:۔ امام نسائی ۵ہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ میری باری کی رات تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے۔ اور اپنی نعلین اپنے پاؤں کے پاس رکھی اور اپنی چادر کے کنارے کو اپنے بچھونے پر پھیلا دیا اتنی دیر رکے کہ گمان فرمایا کہ میں سوگئی۔ اس کے بعد اپنی نعلین کو آہستگی سے پہنا اور اپنی چادر آہستگی سے لیا پھر دروازے کو آہستگی سے کھولا اور آہستہ باہر تشریف لے گئے اور میں نے اپنا کرتا پہنا اور اوڑھنی اوڑھ لی اور حضور کے پیچھے چلی یہاں تک کہ حضور بقیع میں تشریف لائے تو اپنے ہاتھ کو تین بار اٹھایا اور دیر تک وہاں ٹھہرے اس کے بعد مڑے تو میں بھی مڑی۔ حضور تیزی سے چلے تو میں بھی تیزی سے چلی۔ پھر حضور دوڑے پھر اس کے بعد پوری قوت سے دوڑے، میں بھی پوری قوت سے دوڑی۔ اور حضور سے آگے آگئی اور حجرے

لہ نسائی اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۲ ۲ہ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۸۳ ۳ہ ترمذی اول۔ زکوۃ باب فضل الصدقۃ ص ۸۴ ۴ہ اول الصوم باب لیلۃ النصف من شعبان ص ۹۲ ۵ہ جلد اول جنائز باب الامر بالاستغفار للمومنین — ص ۲۶۷-۲۶۸

کے اندر چلی گئی۔ میں لیٹی ہی تھی کہ حضور بھی اندر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے عائشہ کہ ہانپ رہی ہو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ فرمایا۔ تو نے مجھے نہیں بتایا تو لطیف وخبیر مجھے ضرور بتائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان۔ اس کے بعد میں نے حضور کو پورا واقعہ سنایا۔ ارشاد فرمایا۔ تو ہی وہ شخص تھی جس کو میں نے اپنے آگے دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ جی۔ حضور نے میرے سینے پر ہتھیلی سے ایسا مارا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر فرمایا۔ تو نے یہ گمان کیا کہ تجھ پر اللہ اور اس کے رسول ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ کہاں تک لوگ چھپائیں گے بیشک اسے اللہ نے جان لیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب تو نے دیکھا تھا۔ اور اندر نہیں آئے۔ کیونکہ تم اپنے کپڑے اتار چکی تھی۔ انھوں نے مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا۔ میں نے ان کو جواب دیا اور تجھ سے چھپایا۔ میں نے گمان کیا کہ تم سو چکی ہو اور تجھے جگانا پسند نہیں کیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تو وحشت میں پڑیگی۔ جبریل نے مجھے حکم دیا کہ میں بقیع جاؤں اور ان کے لئے استغفار کروں۔ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا کہوں۔ فرمایا یوں کہہ السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ ابن ماجہ[۵۱] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ رب تبارک وتعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر آپ تجلی فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخشدوں۔ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں۔ ہے کوئی مبتلا کہ اسے عافیت دوں۔ ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا۔ یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔ امام بیہقی[۵۲] نے کتاب الادعیہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کچھ جانتی ہو۔ اس رات میں کیا ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا۔ کیا ہے اسمیں یا رسول اللہ؟ فرمایا اس رات میں یہ ہے کہ اس سال جتنے بچے پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں۔ اور اس سال جتنے مرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں اور اس میں ان کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ اسی رات میں انکی روزیاں اترتی ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شب برأت ایک مقدس اور بابرکت رات ہے۔ یہ رات عبادت میں گزارنی چاہئے۔ اور اس کے دن میں روزہ رکھنا چاہئے۔ اور رات میں زیارت قبور کرنی چاہئے اور اللہ عزوجل سے اپنی نیک وجائز مرادیں مانگنی چاہئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے بیہقی میں یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبریل آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے۔ جتنے بنی کلب کی بکریوں اور بھیڑوں کے بال ہیں۔ مگر کافر اور مسلمان سے عداوت رکھنے والے اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنیوالے اور شراب پینے کی عادت رکھنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ امام احمد نے اپنی مسند[۵۳] میں حضرت ابن عمر

---

۵۱ الصلوۃ باب فی لیلۃ النصف من شعبان ص ۱۰۰ ۵۲ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۹۳-۹۴ ۵۳ مسند امام احمد ثانی ص ۱۷۶

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو روایت کی ہے اس میں قاتل کا ذکر ہے [۱]
یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شب برأت کو اور اسی طرح عید اور جمعہ اور عاشورہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر آکر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں — ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کو یاد دلائے [۲]

حلوائے شب برأت مسلمانوں میں قدیم سے یہ رواج ہے کہ شب برات کو حلوا بناتے ہیں۔ اسمیں شرعا کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ دو وجہ سے۔ اول یہ کہ یہ ایک خاص برکت والی رات ہے جو اللہ کی نعمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلك فلیفرحوا [۳] فرما دو اللہ کے فضل اور اسکی رحمت پر خوشی مناؤ۔

خوشی منانے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ عمدہ عمدہ کھانے کھائے اور کھلائے جائیں اور میٹھی غذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب العسل والحلوی [۴] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیز پسند فرماتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابھی گزرا۔ مردوں کی روحیں شب برات کو دروازوں پر آکر سوال کرتی ہیں ان کے ایصال ثواب کے لئے فقراء ومساکین کو حلوہ کھلانے میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ کھانا جتنا لذیذ اور عمدہ ہوگا ثواب اتنا ہی زیادہ ملیگا۔

شب برأت کی روشنی مسلمانوں میں یہ بھی رواج ہے کہ شب برأت اور دوسری مقدس راتوں میں چراغاں کرتے ہیں۔ یہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس رحمت والی رات کے ملنے پر خوشی منانے کی نشانی ہے۔ دوسرے اس رات کی عظمت کا اظہار ہے اور قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (الحج۔ ۳۰) اور جو اللہ کی محترم بنائی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے وہ اسکے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

احادیث پہلے گزر چکیں کہ شب برأت بہت محترم ومقدس رات ہے اس کے لئے روشنی کرنا اسکی تعظیم ہے اسلئے یہ اللہ کے حضور بہتر ہے۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شعبان میں جسے قوت ہو وہ زیادہ سے زیادہ روزہ رکھے۔ البتہ جو کمزور ہو وہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس سے رمضان کے روزوں پر اثر پڑے گا۔ یہی محمل ہے ان احادیث کا جنمیں فرمایا گیا کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو۔

---

[۱] بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۸۳ [۲] فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۲۳۳ بحوالہ خزانۃ الروایات وکنز العباد وکشف الغطاء [۳] سورہ یونس آیت ۵۸ سورہ ۱۰ [۴] بخاری ثانی۔ الاطعمۃ۔ باب الحلوی والعسل ص ۸۱۷۔

۱۱۶۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ یَكُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ شَهْرًا اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهُ كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ یَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَیْهِ وَاِنْ قَلَّتْ وَكَانَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَیْهَا ؏

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ حضور پورے شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے اتنا عمل اختیار کرو جتنے کی طاقت رکھتے ہو اس لئے کہ اللہ اکتاتا نہیں سکتا ہاں تم لوگ تھک جاؤ گے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ وہ نماز پسند تھی جس پر مداومت ہو اگرچہ تھوڑی ہو اور جب نماز پڑھتے تو ناغہ نہیں فرماتے۔

تشریحات ۱۱۶۱ کلہ۔ گزر چکا کہ اس سے مراد اکثر مہینہ ہے۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی وارد ہے۔ کان یصوم شعبان اوعامۃ شعبان۔ اور بعض میں یہ لفظ وارد ہے۔ کان یصومہ کلہ الا قلیلا۔ یعنی شعبان یا اکثر شعبان میں روزہ رکھتے۔ پورے شعبان میں روزہ رکھتے مگر تھوڑے دن۔

یَمَلّ۔ اس کا مصدر "ملال" ہے۔ جس کے معنی اکتانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ محال ہے۔ یہاں اس کے لازمی معنی مراد ہیں۔ اکتانے والا کام چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کا ثواب روکے گا نہیں۔ نہ اس کے خزانے میں کمی ہے اور نہ وہ عاجز ہے۔ اور نہ بخیل۔ مادیم علیہ یعنی یہ زیادہ پسند نہیں۔ کہ کبھی کبھار خوب نمازیں پڑھی جائیں پھر چھوڑ دی جائیں۔ یا اس میں کمی کر دیجائے بلکہ چاہئے یہ کہ انسان اپنی طاقت بھر اور مصروفیات کا لحاظ کر کے نفل نماز اور روزہ یا کوئی بھی کار خیر، ذکر، ورد، وظیفہ اتنی مقدار میں کرے جسے بلا ناغہ پابندی کے ساتھ ادا کر سکے اس سے معلوم ہوا کہ نفل کام پر پابندی اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ اسی سے وہابیوں کے اس زعم فاسد کا رد ہو گیا۔ جو وہ کہتے ہیں کہ میلاد فاتحہ وغیرہ چونکہ بلا ناغہ لوگ پابندی سے کرتے ہیں اس لئے وہ حرام و گناہ۔ البتہ کسی مستحب کام کو واجب سمجھنا جائز نہیں یہ ایک الگ بات ہے کوئی مسلمان میلاد، قیام، نیاز فاتحہ، عرس وغیرہ کو واجب نہیں جانتا۔ سب مسلمان اسے مستحب اور مستحسن جانتے ہیں البتہ کرتے ہیں پابندی کے ساتھ جو شارع کو پسند ہے۔

؏ مسلم۔ نسائی۔ الصوم

باب ما يذكر من صوم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وافطاره ۲۶۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے رکھنے اور نہ رکھنے کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۱۶۲ عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال ما صام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شهرا كاملا قط غير رمضان ويصوم حتى يقول القائل لا والله لا يفطر ويفطر حتى يقول القائل لا والله لا يصوم ع۱

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینے روزہ نہیں رکھا اور روزہ رکھتے اتنا کہ کہنے والا کہتا بخدا انہیں چھوڑیں گے اور روزہ چھوڑ دیتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا بخدا اب روزہ نہیں رکھیں گے۔

۱۱۶۳ اخبرنا حميد قال سألت انسا عن صيام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ما كنت احب ان اراه من الشهر صائما الا رأيته ولا مفطرا الا رأيته ولا من الليل قائما الا رأيته ولا نائما الا رأيته ولا مسست خزة ولا حريرة الين من كف رسول الله صلى الله تعالى

حدیث حمید نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا مہینہ میں جب میں چاہتا کہ حضور کو روزہ دار دیکھوں تو روزے دار دیکھتا اور جب بے روزے کے دیکھنا چاہتا تو بے روزے کے دیکھتا اور رات میں جب نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو نماز پڑھتے دیکھتا اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو سوتے ہوئے دیکھتا

۱۱۶۲، ۶۳

تشریحات اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ اور مہینوں میں روزے بھی رکھتے اور بغیر روزے کے بھی رہتے۔ اسی طرح رات میں سوتے بھی تھے اور تہجد بھی پڑھتے تھے۔ نہ یہ کرتے کہ مسلسل پورے مہینے روزہ رہتے یا کسی مہینے بالکل روزہ نہ رکھتے۔ یا پوری رات سوتے یا پوری رات جاگتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی صوم دہر رکھا اور نہ رات رات بھر عبادت کی۔ تاکہ امت کے لئے آسانی ہو، اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی قوت رکھتے تھے کہ اگر مدۃ العمر روزہ رکھتے اور مدۃ العمر پوری پوری رات شب بیداری کرتے تو بھی حضور کے قویٰ پر کوئی اثر نہ پڑتا۔

ع۱ مسلم۔ الصوم۔ ترمذی۔ الشمائل۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الصوم۔

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمۡتُ مِسۡكَةً وَلَا عَنۡبَرَةً اَطۡيَبُ رَائِحَةً مِّنۡ رَّائِحَةِ
اور میں نے کسی ریشم یا کسی ریشمی کپڑے کو نہیں چھویا جو حضور کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے
رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ع۵
کسی مشک یا عنبر کو نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار ہو۔

بَابُ حَقِّ الۡجِسۡمِ فِى الصَّوۡمِ ص ۲۶۵ روزے میں جسم کا حق

۱۱۶۴ حَدَّثَنِيۡ عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمَا
حدیث ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ
قَالَ قَالَ لِىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَا عَبۡدَ اللّٰهِ اَلَمۡ اُخۡبَرۡ
عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ! کیا مجھے
اَنَّكَ تَصُوۡمُ النَّهَارَ وَتَقُوۡمُ اللَّيۡلَ فَقُلۡتُ بَلٰى يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا
یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم (ہمیشہ) دن میں روزے رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو میں نے

۱۱۶۴ اس کے بعد والی روایت میں ـــ ہر مہینے میں تین دن روزے کا حکم دینے کے بعد ہے ـ کہ ایک دن

تشریحات روزہ رکھو اور دو دن مت رکھو۔

زور ـــ اصل میں مصدر تھا۔ اسم کی جگہ استعمال کیا جانے لگا۔ یہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، سب کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زائر کی جمع ہے جیسے تاجر کی تجر۔ اس سے مراد خاص مہمان ہے یا ہر ملاقاتی۔ یعنی اگر کوئی مہمان آئے تو اس کے شایان شان اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کوئی ملاقات کے لئے آئے تو اس سے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا چاہئے اور اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ جسم کا حق یہ ہے کہ اسے حسب ضرورت بدل ما یتحلل کے لئے غذا دی جائے اور اسے آرام پہنچایا جائے۔ اور آنکھ کا حق یہ ہے کہ اسے بقدر ضرورت سونے کا موقع دیا جائے۔ اور بیوی کا حق یہ ہے کہ نان نفقہ کے ساتھ ساتھ اسکی جنسی خواہشات کا خیال رکھا جائے اور اسے پورا کیا جائے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھنا ایسا ہے کہ عمر بھر روزے دار رہا۔ اس لئے کہ ایک نیکی اللہ عز وجل کے یہاں دس گنی ہے۔ تو تین روزہ ایک مہینے کے برابر ہوگیا۔ ان تین روزوں سے یا تو ایام بیض

ع۵ بخاری اول التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳

تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدك عليك حقا وان لعينيك

عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا اب ایسا مت کر۔ روزہ رکھ اور بے روزہ رہ رات کو قیام

عليك حقا وان لزوجك عليك حقا وان لزورك عليك حقا و

بھی کر اور سو و بھی۔ بیشک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور بیشک تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور بیشک

ان بحسبك ان تصوم من كل شهر ثلثة ايام فان لك بكل حسنة

تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور بیشک تیرے ملاقاتیوں کا تجھ پر حق ہے اور تجھے یہ کافی ہے کہ ہر مہینے

عشر امثالها فاذا ذلك صيام الدهر كله فشددت عليه فشدد

تین دن روزہ رکھ لے کیونکہ ہر نیکی دس گنے تک ہے یہ صیام دہر ہو گیا میں نے حضور سے سختی

کے روزے مراد ہیں۔ یا مطلقا بلاتعیین کسی بھی تاریخ کے تین روزے مراد ہیں۔

جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معاذہ عدویہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا۔ مہینہ کے کن دنوں میں؟ فرمایا۔ اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ کن دنوں میں روزہ رکھتے۔

اس بارے میں علماء کے دس اقوال ہیں۔ دوپہ۔ تیسرے۔ بارہ، تیرہ، چودہ۔ چوتھے۔ ابتدائی تین تاریخوں کے روزے۔ پانچویں، مہینہ کے پہلے شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ۔ پھر دوسرے مہینے میں پہلے سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنجشنبہ کے روزے۔ چھٹے، ہر مہینہ کی اخیر تاریخوں کے روزے یعنی ستائیس، اٹھائیس، انتیس۔ ساتویں۔ دوشنبے، پنجشنبے پھر دوشنبے کے روزے۔ آٹھویں، ہر مہینہ کی پہلی، دسویں، بیسویں کے روزے۔ نویں، پہلی، گیارہویں، بیسویں، کے روزے۔ دسویں؛ ایام بیض کے روزے تو رکھے ہی، ان کے علاوہ کسی بھی تین دن اور روزے رکھے۔

امام مسلم نے بطریق حسین معلم۔ وان لزورك عليك حقا۔ کے بجائے۔ وان لولدك عليك حقا۔ یعنی تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔ روایت کیا۔ نسائی میں اخیر میں یہ زیادہ ہے۔ اور یقینا تیری عمر زیادہ ہوگی۔

یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ تم معمر اور مسن ہو گے اس وقت پچھتاؤ گے۔ جیسا کہ اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بوڑھے ہو گئے تو حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے۔ اے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت منظور کر لی ہوتی۔ اس کے بعد بطریق ابو العباس شاعر جو روایت ہے اس میں اخیر میں یہ زیادہ ہے۔

قال كان يصوم يوما ويفطر يوما وكان حضور نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے

[1] مسلم اول الصوم باب استحباب صیام ثلثة ایام من کل شهر ص ۳۶۷۔

عَلَیَّ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَجِدُ قُوَّۃً قَالَ فَصُمْ صِیَامَ نَبِیِّ اللّٰہِ

چاہی تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں قوت پاتا ہوں فرمایا اللہ کے

دَاؤدَ وَلَاتَزِدْ عَلَیْہِ قُلْتُ وَمَاکَانَ صِیَامُ نَبِیِّ اللّٰہِ دَاؤدَ قَالَ

نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس پر زیادہ مت کر میں نے عرض کیا اللہ کے نبی داؤد

نِصْفُ الدَّھْرِ قَالَ فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَقُوْلُ بَعْدَ مَاکَبِرَ یَالَیْتَنِیْ

علیہ السلام کا روزہ کیا تھا فرمایا آدھے زمانے کا۔ راوی حدیث نے کہا حضرت عبداللہ معمر ہونے

قَبِلْتُ رُخْصَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع۵

کے بعد کہا کرتے تھے اے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت قبول کرلی ہوتی۔

لَایَفِرُّ اِذَالَاقٰی قَالَ مَنْ لِیْ بِھٰذِہٖ یَانَبِیَّ اللّٰہِ قَالَ عَطَاءٌ لَااَدْرِیْ کَیْفَ ذِکْرُ صِیَامِ الْاَبَدِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاصَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ مَرَّتَیْنِ۔ ع۶

اور ایک دن چھوڑتے۔ اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ نے کہا میرے لئے اس عادت کا کون کفیل ہوگا اے اللہ کے نبی۔ امام عطا نے کہا یہ تو مجھے یاد نہیں کہ اس موقع پر صیام ابد کا ذکر کیسے آیا مگر یہ یاد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ دوبار فرمایا۔

اس حدیث کے ایک راوی عباس مکی شاعر تھے۔ شعراء چونکہ عام طور پر مبالغہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ ان کی روایت معتبر نہ ہو اس کے ازالے کے لئے راوی نے یہ بھی کہا۔ وکان لایتّھم فی الحدیث۔ اور وہ حدیث میں متہم نہیں تھے۔

وکان لایفر۔ یعنی اس کے باوجود ایک دن کے ناغے کے بعد مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام میں کوئی ضعف نہیں پیدا ہوا۔

من لی بھذہ۔ یعنی میں اگر اس طرح روزہ رکھوں اور میرے اندر اتنا ضعف نہ پیدا ہو اور اتنی قوت باقی رہے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت ٹھہر سکوں۔ اس کی ضمانت کون لے گا۔؟

قال عطاء۔ امام عطا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ تو مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ مگر اس کا تذکرہ کیسے آیا یہ مجھے یاد نہیں۔ یہ ان کی حدیث کی روایت میں غایت احتیاط ہے۔

ع۵ ایضا باب صوم الدھر ص ۲۶۵۔ ع۶ ایضا باب صوم الدھر باب اھل الحق فی الصوم ص ۲۶۵۔ باب صوم داؤد علیہ السلام ص ۲۶۶، ثانی النکاح باب ان لزوجک علیک حقا ص ۷۸۳، الادب باب حق الضیف ص ۹۰۵ مسلم نسائی صوم۔

بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ص۲۶۵ داؤد علیہ السلام کا روزہ

حدیث ۱۱۶۵ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

ابو الملیح نے مجھے خبر دی کہ میں تیرے باپ کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

صیام ابد اسی کو صیام دہر بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سال بھر تک بلا ناغہ لگاتار روزے رکھے جائیں۔ اور رات میں کھایا پیا جائے۔ اور صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ رات میں بھی کچھ کھایا پیا نہ جائے، اگرچہ دو چار روز ہی ہو۔ یہ جو ارشاد فرمایا۔ جس نے صوم ابد رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کی طبیعت روزے کی عادی ہو جائے گی۔ دن میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوگی۔ روزے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ وہ نہ ہوگی۔ تو ایسا ہے گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ یہ خبر ہے۔ اور اگر اس خبر کو نہی کے معنی میں مانیں تو یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے ہے جنھیں مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کو ادا نہیں کر پائیں گے خواہ وہ حقوق دینی ہوں یا دنیوی۔ مثلاً نماز، جہاد، بچوں کی پرورش کے لئے کمائی۔ اور اگر مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ حقوق واجبہ تو کما حقہ ادا کرلیں گے۔ مگر حقوق غیر واجبہ ادا کرنے کی قوت نہیں رہے گی۔ ان کے لئے روزہ مکروہ یا خلاف اولیٰ ہے اور جنھیں اس کا ظن غالب ہو کہ صوم دہر رکھنے کے باوجود تمام حقوق واجبہ مسنونہ مستحبہ کما حقہ ادا کرلیں گے ان کیلئے کراہت بھی نہیں۔

بعض صحابہ کرام جیسے ابو طلحہ انصاری اور حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صوم دہر رکھتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بہت سے تابعین اور اولیاء کرام سے بھی صوم دہر رکھنا منقول ہے [۱]

تشریحات ۱۱۶۵ مع ابیک۔ یہ خطاب ابو قلابہ راوی حدیث سے ہے۔ ان کے والد کا نام زید تھا۔ جیسا کہ کتاب الاستیذان کی روایت میں تصریح ہے۔ مع ابیک زید۔ اس حدیث میں تفصیل ہے۔ اس مضمون کی دوسری حدیثوں میں اختصار ہے کہ پہلے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ اور اس کے بعد فرمایا۔ صوم داؤد رکھ، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ بالترتیب پانچ سات نو اور گیارہ دن روزہ

[۱] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۰۰۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذُکِرَ لَہٗ صَوْمِیْ فَدَخَلَ عَلَیَّ فَاَلْقَیْتُ لَہٗ وِسَادَۃً مِّنْ

تعالیٰ علیہ وسلم سے میرے روزے کو ذکر کیا گیا تو حضور میرے پاس تشریف لائے میں نے حضور کی خدمت

اَدَمٍ حَشْوُھَا لِیْفٌ فَجَلَسَ عَلَی الْاَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَۃُ بَیْنِیْ وَ

میں چمڑے کا گدا پیش کیا جس کی بھرن کھجور کی چھالوں کی تھی حضور زمین پر بیٹھ گئے اور گدا میرے اور

بَیْنَہٗ فَقَالَ اَمَا یَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ

حضور کے درمیان ہوگیا حضور نے فرمایا کیا ہر مہینے میں تین روزے تجھے کافی نہیں میں نے عرض

اللّٰہِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ

کیا یا رسول اللہ فرمایا پانچ دن روزہ رہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا سات دن

تِسْعًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا نو دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا گیارہ دن اس کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ شَطْرَ الدَّھْرِ

بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صوم داؤد کے اوپر کوئی روزہ نہیں آدھے

صُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا ع۵

زمانے کا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ دے۔

رکھنے کی اجازت دی پھر ان کا شوق زیادہ دیکھ کر صوم داؤد کی اجازت دی۔ اس حدیث میں بھی ایک شق رہ گئی جو باب صوم الدھر میں مذکور ہے۔ کہ ایکدن روزہ رکھ اور دو دن ناغہ کر۔ اس حدیث میں یا رسول اللہ کے پہلے لا یکفینی محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مجھے کافی نہیں یا رسول اللہ! اس حدیث میں "صم" امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہے۔ جس پر حدیث کا سیاق قرینہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھنے سے افضل صوم داؤد ہے کہ صاف صاف ارشاد ہے۔ لاصوم فوق صوم داؤد۔ صوم داؤد سے اوپر کوئی روزہ نہیں یعنی اس سے افضل نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے اعمال صالحہ ایسے شخص کو بتانا جائز ہے جو اس کا خیر خواہ ہو مثلاً استاذ یا پیر ہو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ نوافل میں اتنا تعمق اور اتنی سختی یا اتنی کثرت جس کا نباہنا مشکل ہو پسندیدہ نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کوئی دینی مقتدا اپنے گھر آئے تو اس کے شایان شان اس کی آؤ بھگت

ع۵ بخاری ثانی۔ الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ ص ۹۲۸ مسلم نسائی الصوم۔

بَابُ صِيَامِ الْبِيضِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ ص ۲۶۶

ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ کے روزے

۱۱۶۶ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَيِ الضُّحٰى

علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ہر مہینے میں تین دن کے روزے کی اور

کرنی چاہئے۔ اعزاز و اکرام کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام اس عہد میں کتنی عسرت اور تنگ دستی میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے لئے کھجور کی چھالوں سے بھرا ہوا چمڑے کا گدا پیش کیا۔ اگر ان کے پاس اس سے عمدہ بستر ہوتا تو ضرور اسی کو پیش کرتے۔

تشریحات ۱۱۶۶ البیض۔ ابیض کی جمع ہے۔ جس کے معنی سفید کے ہیں۔ یعنی وہ ایام جن کے دن اور رات دونوں روشن ہوں یا جن کی راتیں روشن ہیں۔ ان تین تاریخوں میں رات بھر چاندنی رہتی ہے اسلئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ان کے دن اور رات دونوں منور ہیں۔

یہ حدیث جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ وہاں یہ زائد ہے۔ میں ان کو مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نوافل پڑھنی مداومت اور پابندی شرعاً محبوب ہے۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایام بیض تیرہ چودہ پندرہ کے روزے۔ حدیث میں نہ ایام بیض کا ذکر ہے۔ نہ ان تاریخوں کا۔ صرف یہ مذکور ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ مطابقت کی تقریر یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں یہاں جو روایت ہے اس میں نہ ایام بیض مذکور ہے نہ یہ تاریخیں مگر دوسری احادیث میں دونوں باتیں مذکور ہیں۔

قاضی یوسف بن اسماعیل نے "کتاب الصوم" میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوذر، عمار، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، کیا تم لوگوں کو وہ دن یاد ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں فلاں جگہ تھے۔ کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص خرگوش لایا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کے ساتھ خون دیکھا ہے (اسے حیض آیا ہے) حضور نے ہمیں کھانے کی اجازت دی۔ ہم نے کھایا اور حضور نے نہیں تناول فرمایا۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں یاد ہے۔ پھر حضور نے اس شخص سے کہا اس کے قریب ہو اور کھا۔ تو اس نے عرض کیا۔ میں روزے سے ہوں۔ پوچھا کون سا روزہ؟ کہا، ہر مہینے کا تین دن والا روزہ۔

وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ -

چاشت کی دو رکعتوں کی اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

شروع کا یا آخر کا یا جو بھی آسان ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا جانتے ہو؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاہے کا حکم دیا ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں تیرہ، چودہ، پندرہ کا حکم دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ [۱]
اصل حدیث نسائی [۲] میں بھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یوم القاحہ ہمارے ساتھ کون تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خرگوش لایا گیا۔ جو صاحب لائے تھے انھوں نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ اسے خون (حیض) آتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول نہیں فرمایا۔ پھر حضور نے حاضرین سے فرمایا۔ کھاؤ۔ تو ایک صاحب نے کہا۔ میں روزے سے ہوں۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ اور تیرا روزہ کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہر مہینے تین دن۔ فرمایا۔ تو کہاں ہے تین سفید روشن دنوں سے تیرہ، چودہ، پندرہ۔ قاحہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان مدینے سے تین منزل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔
نیز نسائی [۳] میں حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مہینے میں تین دن کا روزہ صیام دہر ہے۔ اور ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ ہیں۔ ایک روایت میں ایام البیض بغیر واؤ کے ہے۔ اور ایک روایت میں ایام البیض صبیحۃ ثلث عشر الخ ہے [۴] ان دونوں روایتوں کی بنا پر ایام البیض صیام ثلثۃ ایام سے بدل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایام بیض تیرہ چودہ پندرہ کی تاریخیں ہیں۔
عبد الملک بن منہال اپنے باپ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ، تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ یہ صوم دہر کے مثل [۵] ہے۔ نیز نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کنت صائما فصم الغر [۶] اگر تجھ کو روزہ رکھنا ہے تو روشن دنوں کا روزہ رکھ۔ الغر۔ اغر کی جمع ہے۔ اس کا موصوف الایام محذوف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ روشن دنوں کا روزہ رکھ، یہ ایام بیض کی دوسری تاویل ہے۔ چنانچہ موسیٰ بن طلحہ کی حدیث کے ایک طریقے میں یہ وارد ہے۔ بالغر البیض ثلث عشرۃ الخ اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ غرہ بیض کے معنی میں ہے۔ اور امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ اگر کوئی حدیث مختلف طرق سے مروی ہوا اور اس کے کچھ طرق ضعیف یا متکلم فیہ ہوں یا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ ہوں لیکن اگر وہ حدیث یا اس کے کچھ اجزا کسی ایسے طریقے سے

[۱] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۵ [۲] ثانی الصید باب الارنب ص ۱۹۷ [۳] اول الصیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام ص ۳۲۸ [۴] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۵ - [۵] ابو داود اول باب فی صوم ثلث فی کل شہر ص ۳۳۲ - نسائی اول صیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام ص ۳۲۹ - ابن ماجہ الصوم باب ما جاء فی صیام ثلثۃ ایام من کل شہر ص ۱۲۳ -
[۶] نسائی ثانی الصید باب الارنب ص ۱۹۷ - وجلد اول الصیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام من کل شہر ص ۳۲۸ -

بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ ص ۲۶۴ — جو کسی قوم کی زیارت کے لئے گیا اور وہاں روزہ نہیں توڑا۔

حدیث ۱۱۶۷ — عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سلیم کے یہاں تشریف لائے۔ ام سلیم نے حضور کی خدمت میں چھوہارے اور گھی پیش کیا۔ تو حضور نے فرمایا گھی کو اس کے مشک میں اور چھوہاروں کو اس کے برتن میں لوٹا دو۔ اس لئے کہ میں روزے سے ہوں۔ اس کے بعد حضور گھر کے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے اور نفل نماز پڑھی اور ام سلیم اور انکے گھر والوں

مذکور ہوں جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہو تو امام بخاری اپنے متروک طریقہ کو سامنے رکھکر باب قائم کر دیتے ہیں۔ اور اس باب کے ضمن میں اس حدیث کا وہ حصہ ذکر کر دیتے ہیں۔ جو ان کی شرط پر صحیح ہو۔ وہی طریقہ یہاں بھی برتا ہے

مسئلہ:۔ ہماری ذکر کردہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ وہ جو بعض کی حدیثوں میں مذکور رہے۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو۔ اس سے ایام بیض ہی کے روزے مراد ہیں۔ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اور یہی راجح ہے۔

تشریحات ۱۱۶۷ — یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ ام سلیم۔ عام شراح نے یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں نیز ان کی بہن ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی عورت کے گھر تشریف نہیں لے جایا کرتے تھے یعنی خاص اس سے ملاقات کے لئے سوائے ام سلیم کے۔ حضور سے اس بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا میں یہ مہربانی اس لئے کرتا ہوں کہ ان کے بھائی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں[۱] اگر واقعی ام سلیم حضور کی خالہ ہوتیں تو اولا کوئی سوال ہی کیوں کرتا اور اگر کوئی سوال کرتا تو ارشاد فرما دیتے کہ وہ میری خالہ ہیں۔ یہ نہ فرماتے کہ ان کے بھائی شہید ہو گئے ہیں اس لئے ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ بوقت حاجت بیان نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حجاب کے حکم سے پہلے کا معاملہ ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں اس لئے حضور کے لئے جائز تھا اور عام عورتوں کے یہاں نہ جانا اس احتیاط کے پیش نظر

---

[۱] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۹۔

اِنَّ لِی خُوَیْصَّۃً قَالَ مَا ھِیَ قَالَتْ خَادِمُکَ اَنَسٌ فَمَا تَرَکَ خَیْرَ

کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد ام سلیم نے عرض کیا کہ میرا ایک خاص بچہ ہے دریافت فرمایا کون ہے وہ

آخِرَۃٍ وَّلَا دُنْیَا اِلَّا دَعَا لِی بِہٖ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْہُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِکْ لَہٗ

عرض کیا آپ کا خادم انس۔ اب حضور نے آخرت اور دنیا کی ہر خیر کی میرے لئے دعا فرمائی۔ (یہ دعا فرمائی) اے

فَاِنِّی لَمِنْ اَکْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا وَّحَدَّثَتْنِیْ اِبْنَتِیْ اُمَیْنَۃُ اَنَّہٗ دُفِنَ

اللہ اسے مال اور اولاد دے اور اسے برکت عطا فرما (حضرت انس کہتے ہیں)، میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں

بِصُلْبِیْ مَقْدَمَ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَۃَ بِضْعٌ وَعِشْرُوْنَ وَمِائَۃٌ۔ ع۹

اور میری بیٹی امینہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بصرہ میں حجاج کے آنے کے وقت تک میرے صلب کے ایک سو بیس سے زیادہ اشخاص دفن کئے جا چکے تھے۔

تھا۔ کہ اور لوگ اس کو سنت نہ بنالیں یا منافقین کو غلط پروپیگنڈے کا موقع نہ ہو۔

فانی صائم: ۔ اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کی خوشنودی کے لئے نفل روزہ بھی مہمان کو توڑ دینا واجب نہیں بلکہ بلا عذر توڑ دینا ممنوع ہے۔ پوری بحث گزر چکی ہے۔

خادمک انس: ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو انس کی والدہ حضرت ام سلیم نے انھیں لاکر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ کہ خدمت کریگا۔ دس سال تک انھوں نے خدمت کی ان کی کنیت ابو حمزہ ہے۔ حمزہ ایک قسم کا ساگ ہوتا ہے جس کو عربی میں جرجیر بھی کہتے ہیں جسے ہمارے یہاں چنسر کہا جاتا ہے اور فارسی میں ترہ تیزک۔ حضرت انس کو یہ بہت پسند تھا۔ اسے چن چن کر لاتے تھے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ یہاں ابتدا میں ہے کہ دنیا اور آخرت کے ہر خیر کی میرے لئے دعا کی۔ لیکن دعا کے جو الفاظ مذکور ہیں اس میں آخرت کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ یہاں اختصار ہے۔ ابن سعد نے جد سے اسناد صحیح کے ساتھ جو روایت کی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللھم اکثر مالہ وولدہ واطل عمرہ واغفر ذنبہ ۱ۓ — اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو کثیر کر اور اس کی عمر کو دراز کر۔ اور اس کے گناہ کو بخش دے۔

جد ہی سے مسلم کی روایت میں یوں ہے۔ حضور نے میرے لئے تین دعائیں کیں۔ میں نے ان میں سے دو کو دنیا میں دیکھا اور تیسرے کی آخرت میں امید کرتا ہوں۔ یہ تیسری وہی دعائے مغفرت ہے۔ جسے ابن سعد نے روایت کیا۔ ترمذی میں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا کہ حضرت انس کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا۔ اور اس میں ایک پھول تھا جس سے خشک کی خوشبو آتی۔ ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت انس نے کہا میری زمین سال میں دو مرتبہ پھلتی ہے

ع۹ مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۰۸، ۱۸۸، ۲۳۸ ۱ۓ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۹ ۲ۓ ثانی۔ فضائل الصحابۃ باب فضائل انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۹۸ ۳ۓ ثانی مناقب ۲۲۴

اور شہر میں کوئی درخت ایسا نہیں جو دو مرتبہ پھلتا ہو۔

اُمَیْنَہ ۔ یہ اُمنہ کی تصغیر ہے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ یہاں یہ خاص بات ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے روایت کی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خود حضرت انس کو یاد نہیں تھا کہ میری کتنی اولاد فوت ہو چکی ہیں۔ بخاری کی اس روایت میں ہے کہ ایک سو بیس سے کچھ اوپر۔ بضع کا لفظ تین سے نو تک آتا ہے۔ یہاں روایتیں مختلف ہیں بیہقی کی ایک روایت ایک سوانتیس ہے۔ اور خطیب کی روایت الأباء عن الاولاد میں اسی طریقے سے ایک سو تیئیس ہے اور حفصہ بنت سیرین کی روایت میں ایک سو چھبیس ہے۔ ان میں سے کوئی پوتا یا نواسہ نہیں تھا۔ سب ان کے بیٹے یا بیٹیاں تھیں۔ یہ تو وہ تھے جو فوت ہو گئے تھے۔ وہ بھی ۷۵ھ تک، جس سال حجاج بصرے کا والی بن کر آیا تھا۔ جو زندہ تھے ان کے بارے میں خود حضرت انس فرماتے ہیں۔ میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو سے زیادہ ہیں [۱]

یہ اولاد میں برکت تھی۔ عمر میں برکت یہ تھی کہ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرمایا کرتے کہ میں زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ مگر مسند امام احمد میں یہ ہے کہ وہ سوائے اپنی انگوٹھی کے سونے اور چاندی کے مالک نہیں تھے۔ [۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ نقد ان کے پاس نہیں تھا۔ باغات وغیرہ تھے۔

مسائل :۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستخرج ہوئے۔ (۱) جب کوئی شخص ملاقات کے لئے آئے حسب مقدور اس کو کھلانا پلانا چاہئے۔ اہل عرب کا مقولہ ہے۔ من زار احدا ولم یأکل عندہ شیئا فکانما زار میتا۔ جو کسی کی ملاقات کے لئے گیا۔ اور اس کے یہاں کچھ کھایا نہیں۔ گویا وہ مردے کی ملاقات کیلئے گیا۔ (۲) میزبان کی خوشنودی کے لئے بلا عذر شرعی مہمان کو نفل روزہ بھی توڑنا جائز نہیں۔ (۳) دعا سے پہلے کم از کم دو رکعت نماز پڑھ لینا چاہئے، اس سے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ (۴) بزرگوں کو چاہئے کہ اپنے خدام کے حق میں دعائے خیر کرتے رہیں۔

اس حدیث سے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شفقت مادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے اپنے لئے دعا کے واسطے نہیں عرض کیا۔ اپنے صاحبزادے کے واسطے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ جو دعا فرمائی حرف بحرف پوری ہوئی یہ واقعہ اس واقعہ کے علاوہ دوسرا ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ جسمیں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں کھانا تناول فرمایا اور ایک پرانی چٹائی پر نماز پڑھی اس لئے کہ یہاں اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور نے وہاں کچھ تناول نہیں فرمایا۔ روزے سے تھے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ کھانا تناول فرمایا۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور کے پیچھے میں اور یتیم کھڑے تھے ۔ اور میرے پیچھے بوڑھی۔

[۱] مسلم ثانی فضائل الصحابۃ باب فضائل انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۹۸ [۲] جلد ثالث ص ۱۰۸، ۲۴۸

بَابُ الصومِ مِنْ آخرِ الشَّھرِ ص ۲۶۶ آخر مہینے کا روزہ

حدیث ۱۱۶۸ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْسَأَلَ رَجُلًا وَّعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمران سے یا کسی اور صاحب سے پوچھا اور عمران سن رہے

فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِی رَمَضَانَ قَالَ

تھے۔ اے فلاں کیا تو نے اس مہینے کے سرر کا روزہ نہیں رکھا ابو نعمان نے کہا میں گمان کرتا

الرَّجُلُ لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ لَمْ يَقُلِ

ہوں کہ حضور نے فرمایا تھا یعنی رمضان کے۔ ان صاحب نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا

الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِی رَمَضَانَ وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ

جب تو نے یہ روزہ نہیں رکھا تو دو دن روزہ رکھ۔ صلت نے یہ نہیں کہا۔ اظنہ یعنی رمضان۔ اور

اور یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ ام حرام اور ام سلیم کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا اور مجھے اپنے داہنی طرف [۱] ۵

تشریحات ۱۱۶۸ انه سأل یہ شک مطرف اور ثابت دونوں سے ہوا ہے۔ مسلم میں بھی ایسے ہی ہے۔ [۲] ۵

امام مسلم نے دوسرے دو طریقے سے مطرف ہی سے بغیر شک کے ابہام کے ساتھ روایت کیا ہے [۳] ۵

انه قال لرجل۔ ابو عوانہ نے اپنے مستخرج میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق سلیمان تیمی مطرف ہی سے بغیر شک کے یہ روایت کیا۔ قال لعمران۔ اس کے علاوہ ص۴۲۵، ص۴۴۲، ص۴۴۴ پر ابہام کے ساتھ لرجل ہے اور ص۴۳۹، ص۴۴۳، ص۴۴۹ پر تردید اور شک کے ساتھ ہے۔

سرر ھذا الشھر۔ اس کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یا چھپائے ہوئے کے۔ جمہور نے کہا اس مہینے کا آخری دن مراد ہے کیونکہ اس دن چاند چھپا رہتا ہے۔ رات کو بھی نظر نہیں آتا۔ امام ابوداؤد نے امام اوزاعی سے روایت کیا کہ اس سے مراد مہینے کا پہلا دن ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد مہینے کا بیچ والا دن ہے۔ اس لئے کہ سرر کے معنی بیچ کے بھی آتے ہیں۔ اور یہ ایام بیض ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ مہینے کا آخری روزہ۔ اس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سرر سے مراد آخری دن ہے۔

ان صاحب کو یہ روزہ رکھنے کا حکم کیوں فرمایا۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے اسکی منت مانی ہو یا

---

[۱] مسلم جلد اول۔ المساجد۔ باب جواز الجماعت فی النافلۃ ص ۲۳۴ [۲] اول الصیام باب صوم سرر شعبان ص ۳۶۵
[۳] ایضا [۴] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۱ [۵] مسند امام احمد جلد رابع ص ۴۴۲ م۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ

ثابت نے عن مطرف عن عمران عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سرر شعبان کہا ابو عبد اللہ

اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ۔ وَشَعْبَانُ اَصَحُّ ۔ عہ

(امام بخاری) نے کہا۔ اور شعبان اصح ہے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ص۲۶۶ جمعے کے دن کے روزے کا بیان

ـــــ وَاِذَا اَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّفْطِرَ يَعْنِيْ اِذَا لَمْ

جب جمعہ کے دن روزے دار ہو تو اس پر واجب ہے کہ روزہ توڑ دے جبکہ

يَصُمْ قَبْلَهٗ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ بَعْدَهٗ

اس کے ایک دن پہلے روزہ نہ رکھا ہو اور نہ بعد میں رکھنے کا ارادہ ہو۔

انھیں اس کی عادت رہی ہو۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ کوئی خاص بات رہی ہوگی جس کی بنا پر انھیں یہ روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

قال ابو عبد اللہ ۔ اس روایت میں، یعنی رمضان، ہے۔ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ رمضان کا روزہ فرض تھا۔ کسی صحابی سے مستبعد ہے کہ وہ رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑتا۔ پھر خصوصیت سے رمضان کے آخری دن یہ روزے کے پوچھنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے امام بخاری نے تنبیہ فرمائی کہ اس روایت میں یعنی رمضان، راوی کا وہم ہے۔ اور صحیح شعبان ہے۔ اس کی موید دوسری کثیر روایتیں ہیں۔

اذا اصبح الخ یہ جملہ ابوذر اور ابوالوقت کے نسخوں میں ہے۔ دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔ اسمیں یہ شبہ کیا گیا کہ امام بخاری کا خود اپنے کلام کی تفسیر میں، یعنی لکھنا درست نہیں۔ انھیں اعنی کہنا چاہئے تھا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ یہ زیادتی فربری یا کسی اور راوی نے کی ہے۔ نسفی کے نسخے میں یہ نہیں۔ علامہ عینی نے اس کا رد فرمایا اور اسے امام بخاری ہی کا قول ہونے کی صورت میں اسے بطریق تجرید صحیح قرار دیا ہے۔ اس سے ہٹ کر یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگرچہ، یعنی، غائب کا صیغہ ہے مگر یہ اپنے حقیقی معنی سے ہٹ کر مطلقاً تفسیر کے لئے بھی شائع و ذائع ہے۔

توضیح باب :۔ امام بخاری باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی جمعہ کو روزہ رکھ لے تو اس پر واجب ہے کہ اسے توڑ دے وہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو جائز نہیں جانتے۔ اس لئے کہ حدیث میں اس سے ممانعت ہے۔

عہ مسلم، ابو داؤد، نسائی۔ الصوم۔

۱۱۶۹ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث محمد بن عباد نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کیا نبی صلی اللہ

أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے انھوں نے جواب

قَالَ نَعَمْ۔ زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ أَنْ يَتَفَرَّدَ بِصَوْمِهِ ع۵

دیا کہ "ہاں" ابو عاصم کے علاوہ اوروں نے یہ زیادہ کیا کہ تنہا جمعہ کو روزہ رکھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف جمعہ کو روزہ رکھنا گناہ ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی خاص جمعہ کو روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی نے پنجشنبہ کو روزہ رکھا تو جمعہ کو روزہ رکھ سکتا ہے۔ یا اس کا ارادہ یہ ہو کہ ہفتہ کو بھی روزہ رکھے گا۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یا یہ کہ کوئی ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو یا اخیر تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا اور یہ تاریخیں جمعہ کو پڑ گئیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۱۱۶۹ مسلم[۱] میں یوں ہے کہ محمد بن عباد کہتے ہیں۔ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ حضرت جابر نے جواب دیا۔ ہاں رب کعبہ کی قسم۔ زاد غیر ابی عاصم اس سے مراد یہ ہے کہ عاصم کے علاوہ امام بخاری کے اور مشائخ میں سے کچھ نے اس حدیث میں یہ جملہ بھی روایت کیا ہے۔ ان یتفرد بصومہ۔ کہ صرف جمعہ ہی کو روزہ رکھے۔ یہ یحیی بن سعید قطان ہیں۔ ویسے امام نسائی نے اس حدیث کو مذکورہ بالا اضافے کے ساتھ مندرجہ ذیل حضرات سے روایت کیا ہے عمرو بن علی، نضر بن شمیل، حفص بن غیاث۔

اسی سے باب ثابت ہو رہا ہے کہ ممنوع یہ ہے کہ صرف جمعے کو روزہ رکھا جائے۔ لیکن اگر ایک دن پہلے یا ایک دن بعد رکھا جائے تو ممنوع نہیں۔

اشکال اور جواب امام ترمذی[۲] نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تین روزہ رکھتے تھے۔ اور کم ایسا ہوتا کہ جمعہ کے دن روزہ چھوڑتے تھے۔ نیز امام ابن ابی شیبہ[۳] نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے روایت کی دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے کبھی حضور کو جمعے کے دن بغیر روزے کے نہیں دیکھا۔ یہ حدیثیں زیر بحث حدیث کے معارض ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز سے منع

ع۵ مسلم النسائی، ابن ماجہ، الصوم ۱ جلد اول الصوم باب کراھۃ افراد یوم الجمعۃ بصوم لا یوافق عادتہ ص ۳۶۰۔ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۳۔ ۲ جلد اول الصوم باب صوم یوم الجمعۃ ۳ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۴۔

۱۱۷۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَصُوْمَنَّ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا یَوْمًا

میں نے سنا کہ فرماتے تھے جمعہ کے دن تم ہرگز روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ

قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ ع۵

ایک دن پہلے بھی رکھو یا ایک دن بعد بھی۔

۱۱۷۱ عَنْ جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ

حدیث ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِیَ صَائِمَةٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جمعہ کے دن۔ اور وہ روزے سے تھیں

کریں اور خود اس کو کریں جبتک کہ دلیل سے یہ ثابت نہ ہو کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا حضور کے خصائص سے ہو۔ اس لئے لامحالہ کہنا پڑے گا کہ جمعہ کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ضرور روزہ رکھتے تھے تاکہ قول وفعل میں اختلاف باقی نہ رہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ پنجشنبہ اور ہفتہ کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۱۷۱ قال حماد۔ یہ تعلیق ہے، اس کو امام بغوی نے۔ جمع حَدِیْثِ هُدْبَةَ بْنِ خَالِدٍ میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بنی مصطلق کے سردار حارث کی صاحبزادی تھیں۔ ۵ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر چڑھائی کی۔ جسمیں ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گرفتار ہوئیں۔ اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی تھیں۔ حضرت قیس نے ایک خطیر رقم کے عوض ان کو مکاتب بنا دیا تھا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بدل کتابت کے لئے اعانت کا سوال کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمھارا بدل کتابت بھی ادا کرونگا اور اس سے بہتر سلوک کرونگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا پورا بدل کتابت ادا فرمایا۔ پھر ان کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا۔ جب صحابۂ کرام

ع۵ مسلم۔ ابن ماجہ۔ الصوم۔

فَقَالَ اَصُمْتِ اَمْسِ قَالَتْ لَا قَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا قَالَتْ

فرمایا کیا کل تونے روزہ رکھا تھا؟ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟

لَا قَالَ فَاَفْطِرِيْ [عہ] وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ حَدَّثَنِيْ

عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا تو روزہ توڑدو۔ حماد بن جعد نے کہا کہ انھوں نے قتادہ سے سنا۔ انھوں نے

اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَاَمَرَهَا فَاَفْطَرَتْ [عہ]

کہا مجھسے ابوایوب نے حدیث بیان کی کہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے حدیث بیان کی کہ حضور نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے روزہ توڑدیا۔

کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے تمام قیدیوں کو رہا کردیا کہ جس قبیلے میں حضور کا رشتہ ہوگیا اس قبیلے والوں کو غلام نہیں رکھیں گے
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جویریہ سے زیادہ بابرکت خاتون میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔
ام المومنین حضرت جویریہ نے فرمایا کہ میں نے پہلے خواب دیکھا کہ یثرب کی طرف سے ایک چاند میری گود میں آگیا میں نے
اس خواب کو کسی سے بیان نہیں کیا۔

یہ بہت حسینہ جمیلہ، شیریں کلام تھیں۔ ۵۶ھ میں واصل بحق ہوئیں۔

بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْاَيَّامِ ص ۲۶۷ کیا روزے کیلئے کچھ دن خاص کرے۔

۱۱۷۲ عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ

حدیث علقمہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا۔ كَانَ

تعالیٰ علیہ وسلم کسی دن کو روزے کے ساتھ خاص کرتے تھے؟ فرمایا نہیں۔ حضور کا عمل پابندی کے ساتھ

تشریحات ۱۱۷۲ یعنی ایسا نہیں تھا کہ مہینے کی کچھ تاریخیں روزے کے لئے یا کسی بھی عمل کے لئے خاص کرلیا ہو کہ ان
تاریخوں میں اس کو ضرور کریں۔ اس میں راز یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی پابندی
اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اس لئے کچھ دنوں میں یا کچھ تاریخوں میں غالب اکثریت کے ساتھ روزے
رکھتے۔ مگر کبھی کبھار چھوڑ بھی دیتے تاکہ وجوب کا شبہہ نہ ہو۔ ورنہ گزرچکا کہ شعبان میں پابندی کے ساتھ بکثرت
روزے رکھتے۔ یوں ہی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو بھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ مسلم، ابن ماجہ، الصوم۔ عہ ابوداؤد، نسائی۔ الصوم۔

عَمَلُہٗ دِیمَۃً وَّاَیُّکُمْ یُطِیْقُ مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُطِیْقُ

ہوتا تھا۔ حضور جتنی طاقت رکھتے تھے۔ اتنی تم میں سے کون رکھتا ہے؟

امت پر شفقت کی وجہ سے اپنی طاقت بھر عبادت بالقصد نہیں کیا کرتے تھے۔

باب صوم یوم عرفۃ ص ۲۶۷ عرفہ کے دن روزہ

۱۱۷۳ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ النَّاسَ شَکُّوْا فِیْ صِیَامِ

حدیث ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَۃَ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْہِ بِحِلَابٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے میں شک کیا۔ تو میں نے حضور کی خدمت میں ایک پیالہ

وَھُوَ وَاقِفٌ فِی الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْہُ وَالنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ [عہ]

دودھ بھیجا اور حضور موقف میں وقوف کئے ہوئے تھے۔ حضور نے اسمیں سے پیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

تشریحات ۱۱۷۳ عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ عرفہ کے دن کے روزے سے "میں گمان کرتا ہوں" کہ اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیگا۔ اس لئے صحابہ کرام کو یہ شک ہوا کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج حجۃ الوداع کے موقع پر عرفے کو روزے سے ہوں۔ اس حدیث کے مطابق حکم یہ ہے۔ کہ عرفہ کے دن حاجی کو مستحب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اس کی دلیل ابوداؤد[۵۲] کی یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے دن عرفہ میں روزے سے منع فرمایا ہے۔ امام الائمہ ابن خزیمہ[۵۳] اور حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

عہ بخاری ثانی، الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل ص ۹۵۷، مسلم، الصیام، ابوداؤد، الصلوۃ ترمذی شمائل۔
عہ مسلم اول الصیام۔ لہ مسلم اول، صیام باب صوم بعرفۃ ص ۳۳۱، ابن ماجہ، باب صوم یوم عرفۃ۔ ۵۲ اول الصوم باب صوم عرفہ بعرفہ ص ۳۳۱
۵۳ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۹

باب صوم یوم الفطر ص ۲۶۷
عید الفطر کا روزہ

حدیث ۱۱۷۴ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ مَوْلٰی ابْنِ اَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِیْدَ مَعَ عُمَرَ
ابو عبید ابن ازہر کے آزاد شدہ غلام نے کہا کہ میں عید میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ
بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ هٰذَانِ یَوْمَانِ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِهِمَا یَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِیَامِكُمْ وَالْیَوْمُ
سے منع فرمایا ہے تمہاری عید الفطر کے دن اور دوسرے
الْآخَرُ تَاْكُلُوْنَ فِیْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ عہ
اس دن جس میں تم اپنی قربانی کھاتے ہو۔

تشریحات ۱۱۷۴ کتاب الاضاحی کی روایت میں یہ ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں۔ کہ میں یوم الاضحیٰ کی عید کو حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ حاضر ہوا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور فرمایا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں عیدوں کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر میں حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ حاضر ہوا اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اسکے بعد خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو! اس دن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دو عیدین جمع فرمادی ہیں۔ تو اہل عوالی میں سے جسے پسند ہو کہ جمعہ کا انتظار کرے اسے چاہئے کہ انتظار کرے اور جو لوٹنا چاہے اس کو میں نے اجازت دے دی۔

ابو عبید نے کہا پھر میں علی بن ابی طالب کے ساتھ حاضر ہوا تو انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے تم کو منع فرمایا ہے کہ اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ کھاؤ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو روزہ رکھنا منع ہے۔

ابتدائے اسلام میں چونکہ بہت عسرت اور تنگدستی تھی اس لئے اس کی اجازت نہیں تھی کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھا جائے۔ بعد میں یہ منسوخ ہوگیا۔

عہ ثانی الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی ص ۸۳۵ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

۱۱۷۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ۔

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم فطر اور یوم نحر کے روزے اور صماء سے اور اس طرح کپڑا لپیٹنے سے کہ اس کی شرمگاہ پر کچھ نہ ہو۔ اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریحات ۱۱۷۵ یہ حدیث جلد چہارم میں گزرچکی ہے۔ وہیں صماء اور احتباء کی تشریح کی جاچکی ہے۔ یہاں صرف باب کی مناسبت سے کہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم الفطر اور یوم النحر کے روزے سے منع فرمایا۔ یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔ نہی کا اصل موجب تحریم ہے۔ اور چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے اس سے حرام قطعی کا ثبوت نہ ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہوگا کہ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا ارتکاب گناہ ہے۔ وہیں اس حدیث کی تخریجات بھی مذکور ہیں۔

بَابُ صَوْمِ یَوْمِ النَّحْرِ ص ۲۶۷ یوم نحر کے روزے کا بیان

۱۱۷۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ یُنْهٰی عَنْ صِیَامَیْنِ وَبَیْعَتَیْنِ اَلْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا دو روزوں اور دو بیع سے منع کیا گیا ہے۔ عید الفطر کے دن یوم نحر کے دن اور ملامست اور منابذت سے۔

۱۱۷۷ عَنْ زِیَادِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ اَنْ یَّصُوْمَ یَوْمًا اَظُنُّهٗ قَالَ الْاِثْنَیْنِ

حدیث زیاد بن جبیر نے کہا۔ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ کہا۔ ایک شخص نے منت مانی تھی کہ ایک دن روزہ رکھے گا میں گمان کرتا ہوں

تشریحات ۱۱۷۶ یہ حدیث بھی جلد چہارم میں گزرچکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کی گئی ہے بیع ملامست

فَوَافَقَ یَوْمَ عِیْدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَمَرَاللّٰہُ تَعَالٰی بِوَفَاءِ النَّذْرِ
کہ دو شنبہ، یہ عید کے دن پڑگیا تو ابن عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا
وَنَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ ھٰذَا الْیَوْمِ ع۵
حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔

اور منابذت کی تفسیر وہیں مذکور ہے اور تخریجات بھی۔

تشریحات ۱۱۷۷ بخاری کی اس روایت میں یوم عید ہے۔ اس میں ابہام ہے۔ یہ عید الفطر بھی ہوسکتی ہے اور عید الاضحی بھی۔ مسند امام احمد کی روایت میں تردید کے ساتھ دونوں مذکور ہے۔ لیکن بخاری[۱] کتاب الایمان والنذور میں زیاد بن جبیر ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ سائل نے یہ عرض کیا تھا کہ میں نے منت مانی ہے کہ جب تک جیونگا ہر سہ شنبہ یا چہار شنبہ کو روزہ رکھونگا۔ یہ دن یوم النحر کو پڑگیا۔ تو حضرت ابن عمر نے وہ جواب دیا۔ اخیر میں یہ زائد ہے کہ سائل نے پھر سوال لوٹایا۔ تو حضرت ابن عمر نے اسی کے مثل فرمایا۔ کچھ زیادہ نہیں فرمایا۔

سائل یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ میں روزہ رکھوں یا نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب سے چونکہ یہ بات واضح نہیں ہوئی۔ اس نے دوٹوک حکم معلوم کرنے کے لئے دوبارہ سوال کیا۔ پھر بھی حضرت ابن عمر نے وہی جواب دیا۔ یہ ان کی احتیاط تھی۔ کہ اس وقت مسئلہ کا حکم ان کے ذہن میں منقح طور پر نہیں آیا تو بیان نہیں فرمایا۔ یہی علماء ربانیین کی شان ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا۔ ان من العلم ان تقول لا اعلم۔ یہ علم کی بات ہے کہ جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہدے، میں نہیں جانتا۔

لیکن بخاری ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر ہی کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ ہر دن روزہ رکھے گا۔ تو یوم اضحیٰ اور یوم فطر کیا کریگا[۲]؟ فرمایا۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ عمل ہے۔ حضور یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو روزہ نہیں رکھتے تھے، اور نہ جائز سمجھتے تھے۔ بخاری کی اس روایت میں تعیین ہے کہ یہ دن یوم النحر تھا۔ رہ گیا ان کی منت دوشنبہ یا سہ شنبہ یا چہار شنبہ کی تھی۔ یہ متعین نہ ہوسکا۔ وہاں اظنہ ہے۔ اور یہاں بغیر اظنہ، کے یوم الثلاثاء یا اربعاء ہے۔ بخاری کی یہاں کی روایت میں آنے والے سائل کا قول ہے۔ رجل نذر۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ منت ماننے والے کوئی اور صاحب تھے۔ مگر بخاری کتاب الایمان کی اور مسلم[۳] کی روایت میں ہے۔ نذرت۔ میں نے منت مانی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منت ماننے والے ہی سائل تھے۔

ع۵ مسند امام احمد ثانی ص ۶۰ [۱] جلد ثانی الایمان والنذور۔ باب من نذر ان یصوم ایاما فوافق النحر او الفطر ص ۹۹۲ [۲] ایضاً ص ۹۹۱، ۹۹۲ [۳] اول۔ الصوم باب تحریم الصوم یوم العیدین ص ۳۶۰

142

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے حکم ارشاد فرمایا۔ اگرچہ اشارۃً ہی سہی۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ مگر سوال اب یہ رہ جاتا ہے۔ کہ پھر دوسرے دنوں میں روزہ رکھے یا نہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دوسرے دنوں میں ضرور رکھے۔ کیونکہ اس کی منت صحیح ہے۔ اور جب بوجہ ممانعت اس دن نہیں رکھا تو دوسرے دنوں میں اس کی قضا واجب ہے۔

البتہ امام زفر، امام شافعی، امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ یہ منت ہی صحیح نہیں۔ اس لئے قضا کا کوئی سوال ہی نہیں۔ پوری بحث کتب فقہ میں اور اصول فقہ میں ہے۔

باب صیام ایام التشریق ص۲۶۸ ایام تشریق کے روزے

۱۱۷۸ عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

حدیث ہشام سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد (عروہ) نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ

تَصُوْمُ اَیَّامَ مِنًی وَكَانَ اَبُوْهُ یَصُوْمُهَا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھتی تھیں اور ان کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رکھتے تھے

۱۱۷۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

۱۱۷۸ تشریحات امام بخاری نے بجائے عن یا اخبرنی یا حدثنی کے اس حدیث کی سند کے ابتدا میں فرمایا۔ قال لی محمد بن المثنی۔ ایسا اس لئے کیا کہ یہ حدیث انھوں نے محمد بن مثنیٰ سے مذاکرۃً سنی تھی۔ اور یہ ان کی عادت ہے کہ جو حدیث مذاکرۃً سنتے ہیں۔ اسے قال سے بیان کرتے ہیں۔

یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر موقوف ہے۔ وکان ابوھا۔ یہ کریمہ کی روایت ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کی روایت وکان ابوہ ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حضرت عروہ ایام تشریق کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عروہ تابعی ہیں۔ صحابی نہیں۔ پہلی روایت کی بنا پر اس کے قائل عروہ ہیں۔ اور دوسری روایت کی بنا پر اس کے قائل یحیی القطان ہیں۔

۱۱۷۹ تشریحات اس حدیث میں لم یرخص ہے۔ یعنی ایام منیٰ میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کس نے اجازت نہیں دی یہ مذکور نہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ دارقطنی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متمتع کو اجازت دی کہ ایام

لہ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۱۴

ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَا لَمْ یُرَخَّصْ فِیْ اَیَّامِ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے

التَّشْرِیْقِ اَنْ یُّصَمْنَ اِلَّا لِمَنْ لَّمْ یَجِدِ الْھَدْیَ۔

اس شخص کے جو ہدی نہ پائے۔

تشریق میں روزہ رکھے جب ہدی نہ پائے۔ طحاوی[1] میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متمتع کو اس بات کی اجازت دی کہ ایام تشریق میں روزہ رکھے جب ہدی نہ پائے اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں روزہ نہ رکھ سکا ہو اور یہی امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔ مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے دو راوی یحییٰ بن سلام اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی کو بھی یوم نحر اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ وہ متمتع اور قارن ہو۔ اور ہدی کی وسعت نہ ہو۔ اور یوم نحر سے پہلے روزہ نہ رکھ سکا ہو۔ بلکہ اگر یوم نحر سے پہلے تین روزے نہیں رکھے تھے۔ تو اب بہرحال ان دونوں پر قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی نہیں کیا اور سر منڈوا کر احرام سے باہر ہو گیا۔ تو اس پر دو دم واجب ہو گئے۔ ایک جرمانہ کا دوسرا وہی شکرانہ کا۔ ہماری دلیل وہ احادیث ہیں جنمیں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں یہ منادی کرائی تھی کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے۔ کہ ان دنوں میں روزہ نہیں۔ اور بعض حدیثوں میں مطلقاً یہ ہے کہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھیں۔ منیٰ کے اندر ان دنوں میں منادی کرانے سے ظاہر ہے کہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے خواہ وہ قارن ہو یا متمتع یا مفرد۔ اسے قربانی کی وسعت ہو یا نہ ہو۔ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں ـــ ان میں سے کچھ حدیثیں نسائی[2] اور ابن ماجہ[3] اور موطا امام مالک[4] میں بھی مذکور ہیں۔ یہ سولہ احادیث ہیں جو ان صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ حضرت علی، حضرت سعد بن وقاص حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت بشر بن سحیم، حضرت انس بن مالک، حضرت ام الفضل، ام عمر بن خالد زرقی وغیرہ۔

۱۱۸۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ الصِّیَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روزہ اس کے لئے ہے جس نے

---

[1] شرح معانی الآثار جلد اول۔ الصیام۔ باب المتمتع الذی لایجد ھدیا ص ۳۶۳ [2] جلد ثانی مناسک باب النھی عن صوم یوم عرفۃ ص ۴۳ [3] الصیام باب فی النھی عن صیام ایام التشریق ص ۱۲۴۔ [4] الحج باب فی صیام ایام المنی ص ۱۵۵۔

بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَّلَمْ يَصُمْ
عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع حاصل کیا۔ عرفہ کے دن پس اگر ہدی نہ پائے اور یوم عرفہ تک

صَامَ أَيَّامَ مِنًى ع۵
روزہ نہیں رکھا تو منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھے۔

۳۷۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا مِثْلَهُ ع۵
ت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

تشریحات ۱۱۸۰ امام بخاری نے باب میں حسب عادت اپنا مذہب واضح نہیں فرمایا ہے لیکن باب کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب یہی ہے کہ متمتع اور قارن اگر یوم عرفہ تک روزہ نہیں رکھ سکے اور انھیں قربانی کی بھی وسعت نہیں۔ تو وہ منیٰ کے دنوں میں تین روزے رکھیں۔ لیکن امام بخاری جتنی حدیثیں لائے ہیں۔ وہ سب موقوف ہیں۔ اور اس کے برخلاف بقول علامہ عینی تیس صحابہ کرام سے وہ حدیثیں مروی ہیں جن میں ایام تشریق کے روزوں سے ممانعت وارد ہے ان میں بہت سی احادیث وہ ہیں جنھیں یہ تصریح ہے۔ خاص ایام منیٰ میں یہ فرمایا۔ اور اس کی منادی کرائی۔ اس لئے ہمارا مذہب بحیثیت دلیل قوی ہے۔

بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ ص۲۶۸ عاشوراء کے دن کے روزے۔

۱۱۸۱ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ س۵
وسلم نے ارشاد فرمایا عاشوراء کے دن اگر چاہے تو روزہ رکھے۔

تشریحات ۱۱۸۱-۱۱۸۲ عام حج:۔ حضرت معاویہ نے خلیفہ ہونے کے بعد پہلا حج ۴۴ھ میں کیا تھا اور آخری حج ۵۷ھ میں کیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس سے مراد اخیر کا ۵۷ھ

ع۵ موطا امام مالک الحج باب صیام المتمتع ص۱۷۵ ع۵ ایضاً ص ۱۷۴-۱۷۵

س۵ مسلم نسائی۔ الصوم۔

۱۱۸۲ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ

حدیث حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا جس

يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَيْنَ

سال انھوں نے حج کیا عاشوراء کے دن منبر پر کہتے ہیں ۔ اے مدینہ والوں کہاں ہیں تمھارے

عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

علماء میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں یہ عاشوراء کا دن ہے

هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ

اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں فرمایا میں روزے سے ہوں

فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ ٥

جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے ۔

۱۱۸۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

والا حج ہے ۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے ۔ کوئی بھی حج ہو سکتا ہے مسلم[۱]
میں یہ حدیث یوں ہے ۔ حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں ۔ میں نے معاویہ بن سفیان سے سنا اور وہ مدینہ میں خطبہ
دے رہے تھے ۔ اپنے کسی بھی آمد کے موقعہ پر انھوں نے عاشوراء کے دن خطبہ دیا تھا ۔

این علماء کم : ۔ امام نووی نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہ انھوں نے اس بنا پر فرمایا ہو کہ انھیں یہ خبر پہونچی
ہو کہ کچھ لوگ اسے فرض کہتے ہیں ، یا حرام بتاتے ہیں ، یا مکروہ جانتے ہیں ۔ تو انھوں نے یہ چاہا کہ مجمع
عام میں یہ اعلان ہو جائے کہ عاشوراء کا روزہ نہ واجب ہے نہ حرام و مکروہ بلکہ مستحب ہے ۔ اور یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ اس معاملہ میں علماء کی موافقت مقصود ہو یا اس کی تبلیغ ۔

تشریحات ۱۱۸۳ فصامہ : ۔ اس جلد کے شروع ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث
گزر چکی کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بھی ابتداء اسلام میں رکھا کرتے تھے ۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو فرمایا جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے جو
چاہے نہ رکھے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ عاشوراء کا روزہ اوائل اسلام ہی سے مسلسل چلا آرہا ہے ۔ مگر اس حدیث

[۱] اول ۔ الصیام ۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۵۸ ۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَرَاَی الْیَھُوْدَ تَصُوْمُ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ
مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا
فَقَالَ مَا ھٰذَا قَالُوْا ھٰذَا یَوْمٌ صَالِحٌ ھٰذَا یَوْمٌ نَجَّی اللّٰہُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ
یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ اچھا دن ہے یہ وہ دن ہے جسمیں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے
مِنْ عَدُوِّھِمْ فَصَامَہٗ مُوْسٰی قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ
دشمن سے نجات دی تھی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کی موافقت
فَصَامَہٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ ۔ ع۵
کرنے میں بہ نسبت تمھارے زیادہ حقدار ہوں۔ تو حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۱۱۸۴ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّہٗ
حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یوم عاشوراء کو یہود عید کا دن

میں عاشورے کے روزے کی ابتداء کی وجہ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ یہود نے جب یہ بتایا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریے میں اس دن روزہ رکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ دونوں میں منافات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے یہ روزہ قریش کی عادت کے مطابق حضور بھی رکھتے تھے۔ کہ یہ فی نفسہ ایک عبادت ہے۔ جب مدینہ طیبہ آئے اور یہ علم ہوا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے روزہ رکھا تھا۔ اور یہ انکی سنت ہے۔ تو حضرت موسیٰ کی موافقت سے اس روزے کی فضیلت مزید معلوم ہوئی۔ تو اہتمام کے ساتھ روزہ رکھا۔ اور اہتمام کیساتھ اس کا حکم دیا۔

تشریحات ۱۱۸۴، ۸۵ ھذا الشھر ــ سے مراد رمضان ہے۔ اس کے روزوں کی فضیلت تمام روزوں پر ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ فرض اور بقیہ نفل۔ فرض بہر حال افضل ہے۔ رہ گیا عاشورے کا روزہ تو اس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ابوداؤد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے مہینے کے بعد تمام روزوں سے افضل اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔ اگرچہ اس کا احتمال

ع۵ ایضاً۔ ذکر الانبیاء۔ باب قول اللہ عزوجل ھل اتاک حدیث موسیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص ۴۸۱ ۔ ثانی۔ تفسیر سورۂ طٰہٰ باب قولہ واوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا ص ۶۹۲ ۔ ثانی۔ تفسیر سورہ یونس۔ باب وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر ص ۶۷۷ ۔ بیان کعبۃ ۔ باب اتیان الیھود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۶۲ ۔ مسلم ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ ۱۲۰۔ ۵ اول۔ صیام۔ فی صوم المحرم ص ۳۳۰ ۔ ترمذی اول۔ الصیام۔ باب صوم المحرم ص ۹۳ ۔

الیھود عیدا قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصوموہ انتم ع۵

شمار کرتے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن تم لوگ بھی روزہ رکھو۔

حدیث ۱۱۸۵ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ما رأیت النبی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس دن یعنی عاشورا اور اس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ

مہینے کے علاوہ کسی دن کے روزے کی ایسی رغبت نہیں دیکھی جیسے

الا ھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر ع۶

دوسروں پر فضیلت دی ہو۔

ہے کہ اس سے مراد محرم کا پورا مہینہ ہو۔ بلکہ ترمذی[۱] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور میں وہاں پر بیٹھا ہوا تھا۔ یا رسول اللہ! رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے کا مجھکو حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اگر رمضان کے بعد کسی مہینے میں روزہ رکھنا چاہتا ہے تو محرم کا رکھ۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس دن آئندہ دوسروں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ مگر حدیث زیر بحث جو یہ فرمایا کہ حضور کو جتنی طلب وجستجو اور رغبت عاشورے کے روزے کی تھی کسی اور نفلی روزے کی نہیں تھی۔ یہ بتا رہا ہے کہ عاشورے کا روزہ تمام نفلی روزوں سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عاشوراء: ۔ مونث کا صیغہ فاعولاء کے وزن پر "عشر" بمعنی دس سے مشتق ہے۔ یہ عاشرۃ سے معدول ہے۔ یہ اصل میں اللیلۃ کی صفت ہے۔ یوم کی اس کی طرف اضافت ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ یوم اللیلۃ العاشوراء۔ لیکن جب اس کو معنی صفت سے نقل کر کے معنی اسمیت کی طرف لائے تو اللیلۃ کو حذف کر دیا اور یوم عاشوراء کہنے لگے۔ تخفیفاً ایسا کیا گیا۔

فاعولاء کے وزن پر چند ہی کلمات آتے ہیں۔ ضارورۃ بمعنی ضراء۔ سارورۃ بمعنی سراء۔ والولۃ بمعنی والۃ۔ خابورۃ۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ عاشوراء مد کے ساتھ اور عاشورا بغیر ہمزہ کے دونوں طرح آیا ہے۔ خلیل نے کہا کہ عاشورا عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ مگر جمہور نے کہا کہ یہ خالص عربی اور اسلامی لفظ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ مستعمل نہیں تھا۔ لیکن اسے اسلامی کہنا صحیح نہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورا کو روزہ رکھتے تھے۔

ع۵ بنیان الکعبۃ۔ باب اتیان الیھود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۶۲۔ مسلم۔ الصوم۔ ع۶ مسلم۔ نسائی۔ الصوم۔ [۱]۔ ترمذی اول۔ الصیام۔ باب صوم المحرم ص ۹۳۔

عاشوراکونسادن ہے اس میں اختلاف ہے کہ عاشوراء کونسا دن ہے ۔ نو محرم یا دس محرم یا گیارہ محرم ۔
راجح اور مشہور یہی ہے کہ یہ دس محرم ہے ۔ اسی پر اشتقاق بھی دلالت کرتا ہے ۔ یہی جمہور اور عامہ صحابہ اور تابعین
کا مذہب ہے ۔ صحابہ کرام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ عاشوراء محرم کی نویں تاریخ
ہے ۔ جیسا کہ مسلم[1]، ابوداؤد[2] اور ترمذی[3] میں ہے ۔ حکم ابن اعرج نے کہا میں حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر
ہوا اور وہ زمزم سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے ۔ میں نے عرض کیا مجھے بتائیے، یوم عاشوراء کونسا دن ہے؟ فرمایا
کہ جب تو محرم کا چاند دیکھ لے تو دنوں کو گن جب نویں تاریخ کو تو صبح کرے تو روزہ رکھ ۔ میں نے عرض کیا کیا
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی روزہ رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ۔ ہاں ۔ لیکن ان کا یہ قول عاشوراء
کے روزے کے بارے میں وارد عام احادیث کے معارض ہے ۔ عام احادیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم عاشورے کو روزہ رکھتے تھے ۔ اخیر عمر شریف میں فرمایا کہ میں آئندہ سے نو کو بھی روزہ رکھوں گا ۔
یہود کی مخالفت کرونگا ۔ مگر اسی سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ۔ اور نو کا روزہ نہیں رکھا ۔
علامہ عینی نے یہ توجیہ کی کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزم فرمالیا تھا کہ سال آئندہ نو کو بھی روزہ
رکھوں گا ۔ اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا امام قاضی عیاض نے یہ توجیہ کی ۔ مراد یہ ہے کہ
نو اور دس کو ساتھ ساتھ روزہ رکھا ۔

محب طبری نے تفسیر فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے نقل کیا کہ عاشورہ گیارہویں تاریخ ہے ۔ عاشوراء کا روزہ
مستحب ہے ۔ اور افضل یہ ہے کہ نو اور دس دونوں کو روزہ رکھے ۔ اس میں ایک تو یہود کی مخالفت ہے ۔ دوسرا
فائدہ یہ ہے کہ دونوں دن روزہ رکھنے میں واقعے میں عاشوراء کا دن ملنا نسبتًا متیقن ہے ۔ اسی بنا پر ابو اسحٰق
نے فرمایا کہ گیارہ کو بھی روزہ رکھے ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ صرف دس تاریخ کو روزہ رکھنا تشبہ بالیہود کی وجہ سے
مکروہ ہے ۔ جیسا کہ محیط اور بدائع میں ہے ۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ۔ اس لئے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھا ہے ۔ اور عاشوراء کا دن شرعًا بافضیلت ہے ۔

وجہ تسمیہ : دسویں محرم کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے کہ یہ محرم کی دسویں تاریخ
کو کہتے ہیں ۔۔ اور نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن کو عاشورہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء کرام
پر خاص اکرام فرمایا ہے ۔ اوّل حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم کی اللہ تعالیٰ نے اس دن مدد فرمائی ۔ ان کے لئے بحر قلزم
پھاڑ کر راستہ بنا دیا ۔ اور فرعون کو ڈبو دیا ۔ ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی تاریخ میں جودی پر ٹھہری تھی ،
ثالث حضرت یونس علیہ السلام کو اسی تاریخ میں مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا ۔ رابع اسی دن حضرت آدم علیہ السلام
کی توبہ قبول فرمائی تھی ۔ خامس اسی تاریخ کو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تھا ۔ سادس اسی تاریخ

---

[1] اول ۔ الصیام ۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۵۸ [2] اول ۔ صیام ۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۳۲ ۔
[3] اول ۔ صوم ۔ باب عاشوراء ای یوم ھو ص ۹۴ ۔

باب فضل من قام رمضان ص ۲۶۹ رمضان میں قیام کرنے والے کی فضیلت

۱۱۸۶ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ ۱۱۸۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ

علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید پر قیام کرے (نماز پڑھے)

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی تاریخ کو آسمان پر اٹھالئے گئے۔ سابع۔ اسی تاریخ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ ثامن حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی تاریخ کو پیدا ہوئے۔ تاسع حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی اسی تاریخ میں واپس کی گئی۔ عاشر اسی تاریخ کو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ ہوا کہ آپ کے تمام خاص لوگوں کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مگر یہ وجہ تسمیہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ انحصار درست نہیں۔ دوسرے انبیاء کرام پر بھی اسی تاریخ میں خصوصی نوازش ہوئی ہے۔ اس لئے کہ۔ اسی تاریخ میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ اسی تاریخ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش مکمل ہوئی، اور وہ شفایاب ہوئے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسی تاریخ میں ملک دیا گیا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں۔ البتہ اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا سنت۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واجب تھا۔ اور اصحاب شافعی کا اس میں دو قول ہے مشہور قول یہ ہے کہ اس وقت بھی سنت ہی تھا جیسا کہ اب ہے۔ کبھی واجب نہیں تھا۔ البتہ پہلے موکد تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو تاکد جاتا رہا۔ اور مستحب ہوگیا۔ دوسرا قول اصحاب شافعیہ کا یہ ہے کہ پہلے واجب تھا۔ اب سنت ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اب بھی فرض ہے۔ مگر یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔ اب اس پر امت کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب ہے۔

تشریحات ۱۱۸۶،۸۵ مسلم کی روایت میں یہاں باب سے پہلے۔ کتاب التراویح۔ زائد ہے۔ اوروں کی روایت میں نہیں۔ قیام رمضان کے معنی رمضان کی رات میں نماز پڑھنا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہاں قیام رمضان سے مراد۔ تراویح ہے۔ تراویح پر پورا کلام پہلے کیا جا چکا ہے۔ اب اعادہ کی حاجت نہیں۔

فیصلی بصلاته : یعنی کچھ لوگ تنہا تنہا تراویح پڑھ رہے تھے۔ اور کچھ لوگ جماعت سے پڑھ رہے تھے چونکہ اس میں انتشار تھا۔ اس لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام مقرر کرکے سب کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا جسے تمام صحابہ کرام نے پسند فرمایا۔ تراویح

اصل میں باجماعت مشروع ہوئی تھی۔ جیسا کہ گزر چکا۔ بخاری میں اس کے بعد والی حدیث میں تصریح ہے کہ تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تراویح پڑھائی۔ چوتھے دن باہر تشریف نہیں لائے اور صبح کو ارشاد فرمایا۔ میں اس لئے تشریف نہیں لایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے۔ پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز رہو۔ اس کے بعد صحابہ کرام اپنی صوابدید پر الگ الگ تنہا تنہا یا باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ جب حضرت فاروق اعظم کے عہد میں یہ اندیشہ ختم ہو گیا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے تو انھوں نے سب کو باجماعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے ابن شہاب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ
وسلم وفات پا گئے اور عمل درآمد اسی پر رہا پھر ابو بکر کی خلافت میں اور عمر کی

خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ؎ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ
خلافت کے ابتدائی دور میں ایسا ہوتا رہا اور ابن شہاب ہی سے مروی

عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِنِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ
ہے وہ عروہ بن زبیر سے وہ عبد الرحمن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں کہ

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا
عبد الرحمن نے کہا میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو

النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّى الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّى الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ
دیکھا کہ لوگ منتشر ہیں الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں کوئی تنہا پڑھ رہا ہے کچھ لوگ

بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ
جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اس پر عمر نے کہا میں مناسب جانتا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو

وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ
ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہتر ہو پھر پختہ ارادہ کر لیا اور انھیں ابی بن کعب پر جمع کر دیا

؎ حوالہ اگلے صفحہ پر ہے۔

مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ

اس کے بعد میں انکے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں

عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ وَالَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ

حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے۔ جسے چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے تھے وہ اس سے افضل ہے

تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ ۹

تم لوگ ادا کرتے ہو ان کی مراد آخر رات کی نماز تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا جس پر تمام صحابہ کرام نے سکوت فرمایا اسلئے بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا نیز اس سے لزوماً یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس ہی رکعت تراویح پڑھی تھی ورنہ صحابہ کرام ضرور اختلاف کرتے۔ صحابہ کرام سے یہ مستبعد ہے کہ دین میں اس قسم کا اضافہ برداشت کرسکیں۔ بلکہ اس سلسلے میں صریح روایت بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی، جیسا کہ گزر چکا۔

نعم البدعة هذه :۔ اصل تراویح مشروع ہے تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح با جماعت پڑھی۔ اس کے بعد اکیلے پڑھی۔ اور صحابہ کرام اکیلے اکیلے بھی پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کے لئے جماعت کی قید نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی پابندی کردی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر مشروع مطلق کو کسی ہیئت خاص کے ساتھ مخصوص کرنا حرام وگناہ بدعت سیئہ نہیں جیسے ہمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ امت نے اسے خاص ہیئت کے ساتھ میلاد شریف کے نام سے رواج دیا۔ اسی طرح ہم کو مطلق صلوٰۃ وسلام کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے اخیر مجلس میں کھڑے ہوکر بلند آواز سے رواج دیا۔ یونہی ہمیں مطلق ایصال ثواب کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے تیسرے دن یا دسویں دن یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر رواج دیا۔ تخصیصات بھی حرام وگناہ و بدعت سیئہ نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

بدعت کی تعریف اور اقسام علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں تحریر فرمایا اور بالاختصار شرح مسلم میں بھی۔ بدعت کے لغوی معنی یہ ہیں ہر وہ چیز جسکی پہلے سے مثال نہ ہو یعنی نئی چیز ایجاد

حوالہ ۱۳۶۵ ـ ۱۰ الایمان. باب تطوع قیام رمضان من الایمان ص ۱۰۔ صیام من صام رمضان ایمانا واحتسابا ص ۲۵۵ باب فضل لیلۃ القدر ص ۲۰۰ ۔ مسلم صلوٰۃ المسافرین. ابوداؤد. رمضان. ترمذی. صوم. نسائی. صیام ایمان. رمضان. صوم. موطا امام مالک. رمضان. مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۸۱ ۹ موطا امام مالک باب الترغیب فی الصلوٰۃ فی رمضان ص ۳۳ ـ موطا امام مالک. فی قیام رمضان ص ۴۳ اول جمعہ ص ۲۸۵

کرنا۔ اور شریعت میں ایسا کام ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ رہا ہو۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں کہا بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، حرام، مستحب، مباح اور مکروہ امام شافعی نے فرمایا کہ ایسی نئی چیز ایجاد کرنا جو کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہو ضلالت ہے اور ایسی اچھی بات ایجاد کرنا جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو مذموم نہیں اور حضرت عمر نے تراویح کے بارے میں فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ[۲]

جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کیجائے اور جو اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے گا اس پر اسکا گناہ ہوگا۔ اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اس پر گناہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کوئی کمی کیجائے۔

یہ حدیث اس پر نص ہے کہ بدعت کی دو ۲ قسمیں ہیں۔ حسنہ اور سیئہ، اس پر امت کا اتفاق ہے کہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ" میں بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

خود اس حدیث میں حضرت فاروق اعظم کا ارشاد "نعم البدعۃ ھذہ" اس پر نص ہے کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اسی قبیل سے ایک مسجد میں ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بھی ہے۔

والتی تنامون عنھا: عام مترجمین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ رات کا وہ حصہ جس میں تم لوگ سوجاتے ہو اس سے بہتر ہے کہ جس میں نماز پڑھتے ہو اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس خادم کے نزدیک اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس نماز کو چھوڑ کر تم لوگ سوجاتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم لوگ ادا کرتے ہو۔ "عن" مجاوزت کے لئے آتا ہے جس کے لئے ترک لازم ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز تہجد تراویح سے افضل ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ ایسا نہیں کہ دونوں ایک ہی ہوں جیسا کہ آج کل کے غیر مقلدین کہتے ہیں۔

رہ گیا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ اور دنوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے یہ تہجد کیلئے ہے تراویح سے اسکا کوئی علاقہ نہیں

---

۱ مرقاۃ شرح مشکوۃ رابع ص ۳۶۰ ۲ مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۵۷، مسلم زکاۃ ص ۳۲۷ ثانی العلم ص ۳۴۱، نسائی زکاۃ ص ۳۵۶، مشکوۃ ص ۳۳

باب فضل ليلة القدر ص۲۷ ليلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

۳۷۵ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ وَمَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ

ت سفیان بن عیینہ نے فرمایا قرآن میں جس چیز کے بارے میں " وما ادراك " ہو تو اسے

وَمَا قَالَ وَمَا يُدْرِيكَ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ

اللہ نے حضور کو بتا دیا۔ اور جس کے بارے میں فرمایا "وما یدریک" اسے (اسوقت تک) نہیں بتایا۔

تشریحات ۳۷۵ اس تعلیق کو محمد بن یحيٰ بن ابی عمر نے کتاب الایمان میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں یہ فرمایا گیا " وما ادراك " اور تم نے کیا جانا۔ جیسے فرمایا گیا وما ادراك ما القارعة " اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔ تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی خبر حضور کو اس آیت کے نزول سے پہلے دے دی ہے۔ " اعلم " ماضی کا صیغہ ہے جو زمانہ گزشتہ میں وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ اور جن چیزوں کے بارے میں فرمایا۔ "وما یدریك " انھیں اس آیت کے نزول کے وقت تک اس کی خبر نہیں دی جیسے فرمایا" وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا "[1] اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔ لیکن " مَا يُدْرِيكَ " پر انھوں نے جو کچھ فرمایا وہ آیۃ کریمہ وما يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى[2] سے منقوض ہے۔ کیونکہ آیۃ کریمہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جان لیا تھا کہ یہ کفر و شرک سے پاک ہوں گے اور انھیں نصیحت نفع دے گی۔

اقول و باللہ التوفیق۔ اس نقض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی علامہ احمد خطیب قسطلانی، تینوں شارحین نے ذکر فرمایا اس خادم کا خیال ہے کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی تھی ہو سکتا ہے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ نہ بتایا گیا ہو کہ یہ مومن مخلص ہو گئے بعد میں بتایا گیا ہو جیسا کہ پہلی آیت میں قیام ساعت کے وقت کے بارے میں ارشاد ہوا " وَمَا يُدْرِيكَ " مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں باتوں کا علم عطا نہ فرما دیا جن میں قیام ساعت کا علم بھی ہے۔[3]

اس تعلیق کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ شب قدر کون سی رات میں ہے۔

---

[1] س۔ احزاب [2] س۔ عبس۔ [3] شرح قصیدہ بردہ علامہ ابراھیم بیجوری ص ۷۴
صاوی جلد ثالث ص ۲۶۰

باب التمسوا لیلۃ القدر فی السبع الاواخر صـ ۲۷۰

اخیر کی سات راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

۱۱۸۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ کو لیلۃ القدر خواب

اُرُوا اللَّیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

میں اخیر کے سات دنوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ

مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں کا دیکھنا اخیر کے سات دنوں میں ایک دوسرے کے مطابق ہے

تشریحات ۱۱۸۹ کتاب التعبیر میں بطریق زہری عن سالم جو روایت ہے اس کے اخیر میں یہ بھی ہے۔ اور کچھ لوگوں کو دکھایا گیا کہ لیلۃ القدر عشرہ اخیرہ میں ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اخیر کی سات راتوں میں دیکھو مسند امام احمد کی روایت میں "فی الوتر" بھی ہے یعنی طاق راتوں میں۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کچھ لوگوں کو اخیر کی سات راتوں میں دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو اخیر کی دس راتوں میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تخصیص کیوں فرمایا کہ اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اخیر کی سات راتوں میں دکھایا جانا اس کے معارض نہیں کہ اخیر کی دس راتوں میں دکھائی گئی ہو سکتا ہے مراد یہی ہو کہ عشرہ کی سات راتوں میں سے کسی ایک میں دکھائی گئی اب بھی یہ کہنا درست ہے کہ اخیر کے عشرہ میں دکھائی گئی یا یوں کہئے کہ دونوں قول پر اخیر کی سات راتیں من وجہ متفق علیہ ہیں اس لئے انھیں میں تلاش کرنے کا حکم فرمایا

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کی کسی طاق رات میں ہے مگر اس کی تعیین نہیں کہ کس رات میں ہے۔ علما کا اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات میں ہے: دوسرا قول یہ ہے کہ سترہویں رات میں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اٹھارہویں رات میں ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ انیسویں رات میں ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اکیسویں رات میں ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ تیئسویں رات میں ہے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ پچیسویں رات میں ہے، آٹھواں قول یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں ہے۔ نواں قول یہ ہے کہ انتیسویں رات میں ہے۔ دسواں قول یہ ہے کہ رمضان کی اخیر شب میں ہے۔ گیارہواں قول یہ ہے کہ ان کی شفعہ راتوں میں۔ بارہواں قول یہ ہے کہ پورے سال میں کوئی ایک رات ہے، تیرہواں قول یہ ہے کہ پورے رمضان کی راتیں۔ چودہواں قول یہ ہے کہ عشرہ کی راتوں میں بدلتی رہتی ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے۔ آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے

الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ مُتَحَرِّیْہَا فَلْیَتَحَرَّہَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ عہ

تو جو اس کو تلاش کرنا چاہے تو وہ اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرے۔

اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک رمضان ہی میں ہے مگر آگے پیچھے نہیں ہوتی لیکن تعیین معلوم نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک رمضان کے نصف اخیر میں ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک رمضان کے عشرہ اخیر میں ہے۔ اس سے منتقل نہیں ہوتی۔ اسی میں قیامت تک رہے گی۔ امام ابو بکر رازی نے فرمایا کہ یہ کسی مہینے کے ساتھ خاص نہیں، احناف نے یہی کہا۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ حضرت امام اعظم کا مذہب مشہور یہ ہے کہ وہ سال بھر میں گھومتی ہے۔ کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی دوسرے مہینوں میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عکرمہ وغیرہ سے بروایت صحیحہ یہ ثابت ہے۔
اس قول پر علامہ مہلب نے ناگوار لہجے میں تنقید کی ہے۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہونے کی وجہ سے زمانہ بدلتا رہتا ہے حالانکہ شریعت میں اس کا اعتبار نہیں۔ علامہ عینی نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ہے۔ اس کا مہلب نے خیال نہیں کیا۔ واقعی بہت افسوس کی بات ہے۔ عصبیت میں کسی کے بھی سر ایسی ضعیف بات غلط منسوب کرنا سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ قائل جب اپنی دلیل میں ان دو منتخب صحابۂ کرام کا قول پیش کرتا ہے۔ تو پھر ایک بے تکی دلیل گڑھ کر اس کی طرف منسوب کرنا کبھی بھی پسندیدہ بات نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ شب قدر کب ہے؟ یہ قیاس اور عقل سے نہیں جانی جا سکتی اور اصول حدیث میں یہ مسلم ہے کہ صحابی کا قول جو شارع سے سنے بغیر نہ جانا جا سکے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے یہ بات طے ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو فرمایا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر فرمایا ہے، اس لئے اس پر تنقید کرتے وقت ذہن میں یہ رکھنا ضروری ہے کہ بات کہاں تک پہونچ سکتی ہے، اس کے برخلاف

عہ ثانی تعبیر باب التواطؤ علی الرؤیا ص ۱۰۳۵ مسلم صیام ابوداود رمضان۔ ترمذی صوم موطا امام مالک اعتکاف مسند امام احمد ثانی ص ۶ ص ۸

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زر بن حبیش نے یہ شکایت کی کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جو سال بھر قیام لیل کرے گا وہ شب قدر پائے گا ۔ تو ابی بن کعب نے فرمایا ۔ اللہ ان پر رحم فرمائے ۔ انھوں نے یہ چاہا کہ لوگ (صرف چند دنوں پر) بھروسہ نہ کرلیں (کہ صرف انھی چند دنوں میں شب بیداری کریں اور دنوں میں چھوڑدیں) وہ خوب جانتے ہیں ۔ کہ شب قدر رمضان میں ہے اور عشرہ اواخر میں ہے ۔ اور ستائیسویں شب میں ہے ۔ پھر حضرت ابی بن کعب نے بغیر استثناء کے قسم کھاکر کہا کہ یہ ستائیسویں رات ہے[۱]۔

ایک صحابی کا دوسرے صحابی کے ساتھ یہ حسن ادب پھر ہمیں کب یہ جائز کہ صحابہ کرام کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں جو ناپسندیدہ ہو ۔

یہ سترہ اقوال ہم نے نقل کردیئے ۔ اس کے علاوہ مزید اور بھی اقوال ہیں ۔ ان میں راجح اور مختار یہ ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے ۔ زیادہ روایتیں اس کی موید ہیں کہ یہ ستائیسویں شب میں ہے ۔

علامات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض علماء سے نقل فرمایا ہے ۔ کہ شب قدر کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں ۔ جو احادیث اور آثار اور اہل کشف کے تجربوں سے اخذ کی گئی ہیں ۔ امام غزالی نے فرمایا کہ ہر شخص کے حق میں وہ شب شب قدر ہے جس میں اس پر عالم ملکوت سے کچھ کشف کیا جائے ۔ طبری نے کچھ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ شب قدر میں درخت زمین پر گرکر سجدہ کرتے ہیں ۔ پھر اپنی جگہ کھڑے ہوجاتے ہیں ۔ اور اس رات ہر چیز سجدہ کرتی ہے ۔ امام بیہقی نے فضائل اوقات میں بطریق امام اوزاعی، عبدہ بن ابی لبابہ سے روایت کیا ہے کہ اس رات کھاری پانی میٹھا ہوجاتا ہے ۔ علامہ عبدالبر نے بطریق زہرہ بن معبد اس کے مثل روایت کیا ہے ۔ اس شب میں انوار بلند ہوتے ہیں حتیٰ کہ اندھیری اور تاریک جگہوں میں بھی[۲]۔

اس خادم نے بعض بزرگوں سے یہ سنا تھا کہ اگر عشرۂ اواخر کی طاق راتوں میں بارش ہوجائے تو یہ اس کے شب قدر ہونے کی خاص علامت ہے ۔ جو حدیث صحیح سے مستخرج بھی ہے ۔ میں نے اس کا تجربہ کیا اسے حق پایا ۔ اور اس شب کا پانی آب شفا ہے اس کا بھی میں نے تجربہ کیا ہے ۔

علامتیں شمار کرنے کے بعد حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ۔ کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ان علامتوں کو ہر شخص دیکھ لے ۔ یا معلوم کرلے ۔ ایسا ہوسکتا ہے ۔ کہ دو شخص کٹھے عبادت میں مشغول ہوں ایک شخص کو علامتیں محسوس ہوں اور دوسرے کو نہ ہوں ۔

تنبیہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شب قدر میں ایک شب کی عبادت ہزار مہینے کی عبادتوں سے بہتر ہے ۔ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے مگر یہ اسی وقت ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو ۔ بہت سے ریاکار جاہلوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ رات بھر جاگتے ہیں ۔ اور اول وقت فجر کی نماز پڑھ کر سوجاتے ہیں ۔ فجر کی جماعت چھوڑ دیتے ہیں ۔ کچھ کچھ ایسے بھی ہیں جو فجر کی نماز بھی نہیں پڑھتے اور قریب یہی حال ظہر کی نماز کا ہوتا ہے یا تو سوتے رہ جائیں گے ظہر کی نماز نہیں پڑھیں گے ۔ یا جماعت چھوڑ بیٹھیں گے ۔ یہ بہت بڑی محرومی ہے ۔ ایسے لوگوں کو شب بیداری جائز ہی نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تشریحات ۱۱۹۲ عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں کا حساب دو طرح ہوتا ہے ۔ ایک مہینے کی پہلی تاریخ کے حساب سے اس طرح وتر راتیں اس طرح پڑیں گی ۔ اکیسویں ۔ تیئیسویں ۔ پچیسویں ۔ ستائیسویں ۔ انتیسویں ۔ اور دوسرا حساب تیس تاریخ سے لیا جائے تو اب طاق راتیں یہ ہونگی ۔ تیسویں ۔ اٹھائیسویں ۔ چھبیسویں ۔ چوبیسویں ۔ بائیسویں ۔ اسی دوسرے حساب کے مطابق ایک حدیث میں یہ فرمایا شب قدر کو رمضان کے اخیر کے دس دنوں میں تلاش کرو ۔ نویں شب میں جو باقی رہ جائے ۔ ساتویں میں جو باقی رہ جائے ۔ پانچویں میں جو باقی رہ جائے ۔ اس دوسری صورت میں اگر رمضان کا چاند انتیس کا ہوجائے تو یہ پہلے کے مطابق ہوجائے گا ۔

---

[۱] مسلم جلد اول ۔ صیام باب فضل لیلۃ القدر ص۳۷۰ [۲] اشعۃ اللمعات ثانی ص۱۱۲

باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر

عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں میں شب قدر کی تلاش — ص ۲۷۰

حدیث ۱۱۹۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے اخیر کے دس دنوں کی طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

حدیث ۱۱۹۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُجَاوِرُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَیَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں تلاش کرو۔

حدیث ۱۱۹۲ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِی رَمَضَانَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی تَاسِعَةٍ تَبْقٰی فِی سَابِعَةٍ تَبْقٰی فِی خَامِسَةٍ تَبْقٰی — تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَیُّوْبَ وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا الْتَمِسُوْا فِی اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ —

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے رمضان کے عشرہ اخیرہ میں تلاش کرو۔ شب قدر باقی رہنے والی نویں یا ساتویں یا پانچویں رات ہے ——— ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے کہ فرمایا۔ چوبیسویں رات میں تلاش کرو —

تشریحات ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ چوبیسویں شب بھی طاق رات ہے۔ جب اخیر مہینے سے یعنی تیس تاریخ سے تنزیلا شمار کریں۔ تو یہ ساتویں شب ہوگی۔

تشریحات ۱۱۹۳ فی تتبع [illegible] متعین ہیں کہ یہ انتیسویں رات ہے البتہ فی سبع یبقین میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ چوبیسویں رات ہے۔ جب کہ مہینہ تیس کا ہو۔ دوسرے یہ کہ تیئسویں شب ہو جب کہ مہینہ انتیس کا ہو۔ اور یہ دونوں احتمال حدیث ۱۱۹۲ میں بھی ہیں ——— مہینہ جب

ع ترمذی جلد اول۔ الصوم باب فی لیلۃ القدر۔ موطا امام مالک باب لیلۃ القدر۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۳ —

143

حدیث ۱۱۹۳ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ وَّ عِکْرِمَۃَ قَالَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

ابومجلز اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ ھِیَ فِیْ تِسْعٍ یَمْضِیْنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ یعنی شب قدر عشرہ اخیرہ میں ہے۔ گزری ہوئی

اَوْ فِیْ سَبْعٍ یَبْقَیْنَ یَعْنِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ

نویں رات میں یا باقی رہنے والی ساتویں رات میں۔

باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی الناس ص۲۷۱

حدیث ۱۱۹۴ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارادہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخْبِرُنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ

فرما کر باہر تشریف لائے کہ شب قدر کے (وقت) کے بارے میں بتادیں۔ دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے اس

بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی

پر ارشاد فرمایا۔ میں شب قدر کا وقت بتانے کے لئے باہر تشریف لایا تھا۔ فلاں فلاں لڑ پڑے۔ تو اٹھالی

التَّاسِعَۃِ وَالسَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ [ع]

گئی امید ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہو اسے نویں ساتویں، پانچویں میں تلاش کرو۔

کامل تیس کا ہوگا تو باقی رہنے والی نویں۔ ساتویں۔ پانچویں راتیں۔ چھبیسویں۔ چوبیسویں۔ بائیسویں ہوں گی۔ اور انتیس کا ہوگا تو پچیسویں تیئیسویں اکیسویں ہوں گی۔ دوسری تقدیر پر طاق راتیں وہی ہوں گی۔ جو عام اکثر مشہور روایتوں کے مطابق ہے۔ اور پہلی تقدیر پر پہلی تاریخ کے حساب سے یہ راتیں طاق نہ ہوں گی۔ مگر اخیر مہینے سے تنزیلا شمار کرنے کے اعتبار سے انھیں طاق کہا گیا ہے۔

تشریحات ۱۱۹۴ اس حدیث کی اخیر کی سند میں یہاں یہ ہے۔ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ۔۔۔ اور کتاب الایمان میں ہے ۔۔۔ عن انس اخبرنی عبادۃ الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔۔۔ ان دونوں سندوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبادہ کی مسند ہے۔ مگر موطا امام مالک[۱] میں حضرت عبادہ کا واسطہ نہیں۔ اس تقدیر پر مسند انس ہوئی۔ ابو عمر و نے کہا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عبادہ بیچ میں ہیں اور یہ مسند حضرت عبادہ ہے۔

فتلاحی مسلم[۲] میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دو شخص آئے اور ایک دوسرے سے اپنا حق مانگنے لگے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ لڑنے والے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ چونکہ حضرت ابی بن کعب کا

عہ الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ ص۱۲۔ ثانی الادب باب ما ینہی عن السباب واللعن ص۸۹۳۔ دارمی صوم ۵۶۔ موطا امام مالک اعتکاف۔ مسند امام احمد خامس ص۳۱۲، ۳۱۹

۱ باب لیلۃ القدر ص۱۰۴ ۔ ۲ الصیام باب فضل لیلۃ القدر ص۳۶۸

بَابُ الْعَمَلِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ص۲۷۱

رمضان کے عشرہ اخیرہ میں عمل کا بیان

حدیث ۱۱۹۵	عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب (رمضان) کے اخیر
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْیٰی لَیْلَهٗ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ عہ	
دس دن آتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستعد ہو جاتے اور شب بیداری فرماتے اور اپنے اہل کو جگاتے	

قرض حضرت عبداللہ بن حدرد پر تھا۔ انھوں نے مسجد میں تقاضا شروع کردیا۔ دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اشارہ فرمایا کہ آدھا معاف کردو۔ انھوں نے قبول کرلیا۔ تو حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے فرمایا۔ اب ادا کرو[1] جیساکہ جلد ثانی ص۴۴۶ پر گزر چکا ہے۔

فرفعت اس کی توجیہ علماء نے کئی کی ہے۔ اول۔ میں لڑنے والوں کی طرف متوجہ ہوگیا اور بھول گیا کہ وہ کون سی رات تھی یعنی اس کی تعیین اٹھالی گئی۔ ثانی۔ اس سال اس کی برکت اٹھالی گئی۔ ثالث۔ رفعت کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع ملائکۃ ہے۔ اللیلۃ۔ نہیں۔ رابع۔ علامہ طیبی نے فرمایا۔ کہ مراد یہ ہے کہ اس کی تعیین کی معرفت یعنی پہچان اٹھالی گئی۔ امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے۔ یہ اس کے مطابق ہے۔

اس حدیث کی پہلی توجیہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت شب قدر کی تعیین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پاک سے اٹھالی گئی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ بعد میں اسے بتایا گیا یا نہیں؟ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہ نے امام سفیان بن عیینہ سے نقل کیا۔ کہ بعد میں اس کو بتادیا گیا[2]

عسیٰ ان یکون خیر الکم یہ اس وجہ سے کہ اگر تعیین لوگوں کو بتادی جاتی تو لوگ صرف اسی رات میں شب بیداری کرتے اور جب تعیین معلوم نہیں تو لوگ شب قدر کی فضیلت پانے کے شوق میں ہر محتمل رات میں عبادت کریں گے۔ یہ سبب ہے کثرت عبادت کا۔

فالتمسوھا یہاں صرف نویں ساتویں پانچویں کا ذکر ہے۔ مگر مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا روایات کے منافی نہیں۔ ان تاریخوں میں بھی دونوں احتمال ہے۔ کہ پہلی تاریخ کے اعتبار سے عشرہ اخیرہ کی نویں ساتویں پانچویں یا اخیر رمضان سے تنزیلا نویں ساتویں پانچویں۔

تشریحات ۱۱۹۵ العشر سے مراد رمضان کے اخیر دس دن ہیں۔ شد میزرہٗ۔ کے معنی مجازی مراد ہیں یعنی عبادت کے لئے کمربستہ ہوجاتے۔ خوب جدوجہد کرتے۔ جماع وغیرہ سے پرہیز کرتے۔ احیا لیل سے مراد راتوں کو جاگ کر عبادت میں گزارنا ہے۔ اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ کہ پوری رات مکمل عبادت میں بسر کرتے دو ایک یا معدودے چند راتیں پوری کی پوری عبادت میں بسر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ راتوں کے اکثر حصہ میں مشغول عبادت رہتے۔

عہ مسلم۔ الصوم۔ ابوداؤد الصلوٰۃ۔ نسائی الصلوٰۃ، اعتکاف، ابن ماجہ الصوم۔ [1] بخاری اول الصلوٰۃ باب التقاضی والملازمہ ص۶۵۔ [2] عمدۃ القاری الحادی عشر ص۱۳۸۔

ابواب الاعتکاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد کلھا۔ ۲۷۱

رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف۔ اور ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے۔

حدیث ۱۱۹۶ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان۔ عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے اخیر دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔

حدیث ۱۱۹۷ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ۔ عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انھیں اٹھالیا۔ پھر ان کے بعد ان کی ازواج اعتکاف میں بیٹھتی تھیں

ایقظ اھلہ سے مراد یہ ہے۔ کہ اپنے اہل کو ان راتوں میں شب بیداری کا حکم دیتے۔ یہ حکم یا تو مسجد میں تشریف رکھتے ہوئے دیتے تھے۔ اس طرح کہ مسجد کریم کی طرف جو دروازہ تھا اس سے آواز دیتے یا جب قضاء حاجت کے لئے اندر تشریف لے جاتے تو انھیں جگاتے۔

اعتکاف کا مادہ عکف ہے۔ اس کے معنی کہیں ٹھہرنے کے ہیں۔ اسی سے فرمایا گیا۔ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا۔ فتح (۲۴) اور ہدی کو جو رکی ہوئی تھیں۔ عرف عام میں بہ نیت عبادت کہیں ٹھہرے رہنا ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے۔ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ۔ الاعراف (۱۳۸) یہ لوگ اپنے بتوں کے پاس عبادت کے لئے بیٹھے رہتے۔ اصطلاح شریعت میں۔ تقرب الی اللہ کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔ بقرہ (۱۸۷) اور جب مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔ اعتکاف کو کبھی مجاورت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجاور فی العشر التی فی وسط الشھر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ وسطی میں مجاورۃ یعنی اعتکاف کرتے تھے۔

عہ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الصوم عہ مسلم، ابو داؤد، نسائی۔ الصوم۔ ۱؎ بخاری اول باب لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر ص ۲۷۰

باب المعتکف لا یدخل البیت الا لحاجۃ ص۲۷۱

معتکف گھر میں داخل نہیں ہوگا مگر حاجت کیلئے

حدیث ۱۱۹۸ عَنْ عُرْوَۃَ وَعَنْ عَمْرَۃَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی
عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَاِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُدْخِلُ عَلَیَّ رَاْسَہٗ
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے ہوئے اپنا سر اقدس میری طرف کر دیتے۔ میں کنگھا کر دیتی

وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُہٗ وَکَانَ لَا یَدْخُلُ الْبَیْتَ اِلَّا لِحَاجَۃٍ اِذَا کَانَ مُعْتَکِفًا۔ ع۱
اور جب معتکف ہوتے تو گھر میں سوائے ضروری حاجت کے تشریف نہیں لاتے۔

اعتکاف کی شرط یہ ہے کہ جو اعتکاف کرنا چاہے وہ مسلمان۔ عاقل حیض ونفاس جنابت سے پاک ہو۔ بالغ آزاد مرد ہونا شرط نہیں۔ اعتکاف ہر مسجد میں صحیح ہے۔ اور یہی مختار ہے۔ جامع مسجد۔ یا مسجد جماعت شرط نہیں۔ سب سے افضل مسجد حرام پھر مسجد نبوی پھر مسجد اقصیٰ میں۔ پھر مقامی اس بڑی مسجد میں جسمیں سب سے بڑی جماعت ہوتی ہو۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ نفل، سنت موکدہ کفایہ، واجب۔

نفل۔ کسی بھی وقت بہ نیت اعتکاف اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے مسجد میں جائے۔ اس کے لئے روزہ شرط نہیں۔

سنت موکدہ کفایہ۔ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف۔ واجب۔ اعتکاف کی منت مانی۔ ان دونوں کے لئے روزہ شرط ہے۔

تشریحات ۹۷-۱۱۹۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشرہ اخیرہ کے اعتکاف پر ایسی پابندی کہ کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اس کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور چونکہ صحابہ کرام نے اسے پابندی سے نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک نے نہیں کیا۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ کفایہ ہے۔ ورنہ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین اسے کبھی ترک نہ فرماتے۔

تشریحات ۱۱۹۸ لحاجۃ مسلم کی روایت میں ہے۔ لحاجۃ الانسان۔ امام زہری نے اس کی پیشاب پائخانے سے تفسیر کی مگر انھیں دونوں کی تخصیص نہیں۔ اگر مسجد میں اس طرح وضو کرنا ممکن نہ ہو۔ کہ وضو کے غسالے سے مسجد آلودہ نہ ہو تو وضو کے لئے باہر جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر غسل واجب ہو جائے تو اس کے لئے بھی۔ یوں ہی نماز جمعہ کے لئے بھی۔ البتہ تنظیف وتبرید کی خاطر غسل کرنے۔ بیمار پرسی کرنے، نماز جنازہ وغیرہ کے لئے نہیں جاسکتا۔ اگر باہر جائے گا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں رہتے ہوئے اپنے دو ایک اعضا کو مسجد کے باہر کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

عورت کا چھونا مفسد اعتکاف نہیں۔

تشریحات ۱۱۹۹ ان عمر۔ یہ حدیث حضرت عمر کے مسانید میں ہے۔ یا ان کے صاحبزادے حضرت ابن عمر کے مسانید میں دونوں طرح مروی ہے۔ بخاری

ع۱ مسلم، طہارت، ابوداؤد، ترمذی، الصوم، نسائی الاعتکاف، ابن ماجہ الصوم۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ لَيْلًا ص۲۷۲ رات میں اعتکاف کا بیان

حدیث ۱۱۹۹ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَةً فِی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ ۔ عہ
اعتکاف کروں فرمایا۔ اپنی منت پوری کر۔

کے تمام طرق میں مسند ابن عمر ہے۔ امام مسلم نے دونوں طرح تخریج کی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق مسند عمر ہے۔ طائف سے واپسی کے بعد جعرانہ میں حضرت عمر نے یہ سوال کیا تھا۔ جیساکہ مسلم میں ہے۔ بخاری کی مغازی کی روایت میں یہ ہے۔ جب ہم حنین سے واپس ہوئے۔ بخاری کی تمام روایتوں میں ’لیلۃ‘ ہے۔ یعنی رات میں اعتکاف کی منت مانی تھی۔ اس سے علامہ کرمانی نے یہ استدلال فرمایا۔ کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ مسلم میں بطریق شعبہ عن عبیداللہ جو روایت ہے۔ اس میں لیلۃ کے بجائے یوماً ہے۔ اسی طرح نسائی کی بعض روایتوں میں ہے۔ بلکہ خود بخاری میں کتاب الجہاد کی روایت میں ’اعتکاف یوم‘ ہے۔

ابن حبان نے دونوں میں یہ تطبیق دی کہ حضرت عمر کی منت پورے دن و رات کی تھی۔ لیلۃ یا یوماً بول کر پورا دن رات مراد لینا شائع ذائع ہے۔ رات اگرچہ روزے کا ظرف نہیں۔ مگر دن تو ہے۔ علامہ کرمانی کے اس استنباط کے خلاف نسائی کی ایک روایت ہے۔ کہ

فامرہ ان یعتکف ویصوم انھیں حکم فرمایا کہ اعتکاف کریں اور روزہ رکھیں۔

اس روایت کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے مگر وہ بے وزن ہے جیساکہ علامہ عینی نے اس موقع پر ثابت فرمایا۔

علاوہ ازیں ابوداؤد میں بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اعتکف وصم اعتکاف کرو اور روزہ رکھو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس منت کے پوری کرنے کا حکم بطور استحباب دیا تھا۔ ورنہ زمانۂ کفر کی مانی ہوئی منت کو پورا کرنا نہیں۔ اس لئے کہ وجوب کے لئے ایمان شرط ہے۔ ایمان نہیں تو کچھ واجب نہیں۔ ورنہ لازم کہ نو مسلموں پر قبول اسلام کے بعد زمانہ بلوغ سے لے کر قبول اسلام تک نمازوں، روزوں کی قضا واجب ہو۔

عہ بخاری اول۔ الاعتکاف۔ باب من لم یر علی المعتکف صوما۔ باب اذا نذر فی الجاہلیۃ ان یعتکف ثم اسلم ص۲۷۴ الجہاد باب ماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبہم ص۴۴۴ ثانی المغازی۔ باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ص۶۱۸ ثانی الایمان والنذور۔ باب اذا نذر او حلف لا یکلم انسانا فی الجاہلیۃ ثم اسلم ص۹۹۱۔ مسلم الایمان والنذور۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی الایمان والنذور۔ ابن ماجہ۔ الصیام بالکفارات۔ مسند امام احمد اول ص۳۷۔ لہ ثانی الایمان والنذور باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ص۵۰ ۲ہ ثانی الایمان والنذور باب نذر الجاہلیۃ ثم ادرک الاسلام ص۱۱۴ ۳ہ ثانی الایمان والنذور باب اذا نذر ثم اسلم قبل ان یفی ص۱۴۷۔ ۴ہ ثانی الایمان والنذور باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ص۵۰ ۵ہ عمدۃ القاری الحادی عشر ص۱۴۶ ۶ہ اول الصیام باب المعتکف یعود مریضا۔ ص۳۳۵۔

بَابُ اِعْتِکَافِ النِّسَاءِ ص۲۷۲ عورتوں کے اعتکاف کا باب

حدیث ۱۲۰۰

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَکُنْتُ اَضْرِبُ لَہٗ خِبَاءً فَیُصَلِّی الصُّبْحَ ثُمَّ یَدْخُلُہٗ فَاسْتَاذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَہَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَاَتْہُ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَی الْاَخْبِیَةَ فَقَالَ مَا ہٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبِرَّ تُرَوْنَ بِہِنَّ فَتَرَکَ الْاِعْتِکَافَ ذٰلِکَ الشَّہْرَ ثُمَّ اعْتَکَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے ۔ میں حضور کے لئے خیمہ تانتی ۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس میں تشریف لے جاتے ۔ حفصہ نے عائشہ سے خیمہ تاننے کی اجازت طلب کی ۔ انھوں نے اجازت دے دی ۔ اور انھوں نے ایک خیمہ تان لیا ۔ زینب بنت جحش نے جب اسے دیکھا تو ایک اور خیمہ تان لیا ۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خیموں کو دیکھا تو فرمایا ۔ یہ کیا ہے ؟ حضور کو بتایا گیا ۔ فرمایا ۔ کیا تم لوگ ان کے ساتھ اعتکاف کرنے کو نیکی گمان کرتے ہو ۔ اس مہینے اعتکاف چھوڑ دیا ۔ پھر شوال میں دس دن اعتکاف فرمایا ۔

تشریحات ۱۲۰۰

خباء ۔ اونٹ کے بال یا اون کا وہ چھوٹا خیمہ جو صرف دو یا تین طنابوں پر ہو مگر باب الاعتکاف فی شوال میں قبۃ وارد ہے ۔ قبہ گول خیمہ کو کہتے ہیں ۔

فیصلی الصبح یعنی صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمے میں تشریف لے جاتے جو اعتکاف کے لئے تانا گیا ہوتا ۔ اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے ۔ جو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی ابتدار نماز صبح کے بعد سے ہے مگر ائمہ اربعہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتدار بیسویں کے سورج کے غروب کے وقت سے ہے ۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ پہلے ہی سے اپنے معتکف میں چلا جائے ۔ اس حدیث کا محمل یہ ہے ۔ اعتکاف کے لئے بیسویں کے غروب ہی کے وقت مسجد میں تشریف لے جاتے ۔ رات کو مسجد کے اور حصوں میں مصروف عبادت رہتے ۔ صبح کو نماز فجر کے بعد آرام اور خلوت کے لئے خیمہ اقدس میں رونق افروز ہوتے ۔

فاستاذنت عائشۃ یعنی ام المومنین حضرت حفصہ نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے اجازت طلب کی ۔ لیکن امام اوزاعی کی روایت " باب من اراد ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج " میں یہ ہے ۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے ام المومنین حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ حضور اقدس سے ان کے لئے اجازت طلب کریں ۔ تو انھوں نے کیا ۔ اور یہی صحیح ہے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ

عہ باب الاخبیۃ فی المسجد ص۲۷۲ باب الاعتکاف فی شوال ص۲۷۳ باب من بدالہ ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج ص۲۷۴ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی الصوم ۔ نسائی الصلوٰۃ ۔ الاعتکاف ابن ماجۃ الصوم مسند امام احمد

بَابُ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ص ۲۷۲ اپنی ضرورتوں کیلئے معتکف مسجد کے دروازہ تک جا سکتا ہے ؟

حدیث ۱۲۰۱ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي

اہلیہ صفیہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئیں ۔ اور حضور

کو اجازت دینے کا حق ہی نہیں تھا ۔ یہ روایت اسی پر محمول ہے کہ حضرت عائشہ سے اجازت لینے کے لئے کہا ۔ یا ان کے واسطے سے اجازت طلب کی ۔
اس روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ کے خیمے کا تذکرہ نہیں یہ اختصار ہے ۔ امام اوزاعی کی مذکورہ بالا روایت میں یہ ہے ۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضور سے اجازت لی ۔ تو حضور نے اجازت دے دی ۔ بلکہ باب الاعتکاف فی شوال میں محمد بن فضیل بن غزوان کی روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اعتکاف کی اجازت طلب کی تو انھیں اجازت دے دی اور انھوں نے مسجد میں گول خیمہ تانا ۔ البتہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بارے میں کسی روایت میں نہیں کہ انھوں نے اجازت لے کر خیمہ لگایا ہو ۔ اسی لئے خفگی زیادہ ہوئی ۔

الاخبیۃ محمد بن فضیل بن غزوان کی روایت میں 'اربع قباب' کی تصریح ہے ۔ یعنی چار خیمے ملاحظہ فرمائے ۔

البر ترون بھن البر' ترون کا مفعول بہ ہے ۔ اور ہمزہ استخبار یا انکار کے لئے ہے ۔ بھن کا متعلق اعتکاف محذوف ہے ترون ۔ تظنون کے معنی میں ہے ۔ اور خطاب حاضرین سے ہے ۔ اب ترجمہ یہ ہوا ۔ کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ان کے ساتھ اعتکاف نیکی ہے ۔ دوسری توجیہ یہ ہے ۔ 'بھن متلبسا'، محذوف کا متعلق ہے ۔ اور ترون کا مفعول ثانی ہے ۔ اب ترجمہ یہ ہوا ۔ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ یہ نیکی کے ساتھ متلبس ہیں یعنی ان عورتوں کا مسجد میں آکر اعتکاف کرنا نیکی ہے ۔ یہ مسجد میں آکر اعتکاف کر کے نیکی کر رہی

امام مالک کی روایت میں 'تقولون' ہے ۔ اور یہ تظنون کے معنی میں ہے ۔ قول بمعنی ظن بھی آتا ہے ۔ اعشی نے کہا ۔

اما الرحيل فدون بعد غد فمتى تقول الدار تجمعنا

کوچ قریب ہے ۔ کل کے بعد ہے وہ کہتی ہیں ۔ کب گھر ہم دونوں کو اکٹھا کریگا

امام اوزاعی کی روایت میں ۔ البر اردن بھذا ۔ ہے ۔ یعنی کیا انھوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیاہے ۔

فترک الاعتکاف ابن فضیل کی روایت میں یہ بھی ہے ۔ کہ حکم دیا ۔ ان خیموں کو اکھاڑ دو ۔ تو اکھاڑ دیئے گئے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوال کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا ۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا ممنوع ہے ۔ وہ اپنے گھر میں اعتکاف کریں ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو شوہروں کی اجازت کے بغیر اعتکاف ممنوع ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں خیمہ گاڑنا جائز ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دفع شر، جلب منافع پر مقدم ہے ۔ یعنی کسی کار خیر کرنے میں کسی فساد کا اندیشہ صحیحہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہئے ۔

تشریحات ۱۲۰۱ بخاری بدأ الخلق اور مسند امام احمد میں یہ بھی ہے ۔ کہ ام المومنین حضرت صفیہ رات میں حاضر ہوئی تھیں ۔ باب زیارۃ المرأۃ زوجها فی اعتکافه ۔ میں یہ زائد ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور حضور کی خدمت میں حضور کی ازواج

اِعْتِكَافِهٖ فِى الْمَسْجِدِ فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهٗ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ

رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے ۔ انھوں نے حضور سے تھوڑی دیر تک بات چیت کی ۔ پھر اٹھیں اور واپس ہونے لگیں

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی انھیں واپس کرنے کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ۔ وہ جب مسجد کے اس دروازے پر پہونچیں جو

رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ

ام سلمہ کے حجرے کے دروازے کے پاس ہے تو انصار کے دو صاحب گزرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا ۔ ان دونوں سے نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّمَا هِىَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ٹھہرو ۔ (اور فرمایا) یہ صفیہ بنت حیی ہے ۔ ان دونوں صاحبان نے عرض کیا ۔ سبحان اللہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ

یا رسول اللہ ۔ اور ان پر حضور کا یہ ارشاد شاق گزرا ۔ اس پر نبی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ انسان کے بدن میں جہاں جہاں خون پہونچتا ہے

مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِىْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا ۔ عہ

شیطان بھی پہونچ جاتا ۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تمھارے دلوں میں کچھ (بدگمانی) نہ ڈال دے ۔

حاضر تھیں ۔ سب چلی گئیں ۔ حضور نے حضرت صفیہ سے فرمایا جانے میں جلدی مت کرنا میں تم کو پہونچا دوں گا ۔ اور ان کا گھر دار اسامہ میں تھا ۔ عہد نبوی میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی گھر ہی نہ تھا ۔ مگر ام المومنین حضرت صفیہ جس گھر میں رہتی تھیں ان کے وصال کے بعد حضرت اسامہ اس میں رہنے لگے تھے ۔ اور حضرت امام زین العابدین اپنے زمانے کی بات کر رہے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ حضرت صفیہ کو ان کے حجرے تک پہونچا دیا ۔ یہ حجرہ وہاں تھا جو دار اسامہ کے نام سے مشہور ہے ۔

فسلما جو انصار ملے تھے ۔ ان کے بارے میں آگے ہے ۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور آگے بڑھ گئے ۔ تو حضور نے وہ فرمایا ۔ یہاں بعض روایتوں میں 'تعالیا' ہے ۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ ٹھہر جاؤ ۔ مسند امام احمد اور بخاری بدا الخلق میں ہے کہ اسرعا یعنی تیزی سے آگے بڑھ گئے ۔ اخیر میں یہاں شیئا ہے ۔ مسند امام احمد میں 'سوءا' ہے اور بخاری بدء الخلق میں 'شرا' ہے ۔ حاصل سب کا ایک ہے ۔ مراد یہ ہے ۔ کہ رات میں ایک عورت کو مسجد سے نکلتے اور مجھے دروازے پر کھڑا دیکھ کر کہیں شیطان تمھارے دلوں میں میری طرف سے کوئی برا خیال نہ ڈال دے اسے بہکانے میں دیر نہیں لگتی ۔ اس لئے میں نے تمھیں بتایا ہے کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے ۔ یہ دونوں صاحبان حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے ۔

علی رسلکما کے معنی یہ ہے کہ جیسے ہو ویسے ہی رہو ۔ حاصل یہ کہ ٹھہر جاؤ ۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف کو جائز ہے ۔ کہ مباح کام میں مصروف رہے ۔ یہ بھی جائز ہے کہ ملاقاتیوں سے ملے ۔ اور باتیں کرے معتکف سے ملاقات کے لئے اس کی زوجہ مسجد میں جا سکتی ہے ، عورتوں کو رات میں بضرورت نکلنا جائز ہے ۔

عہ ایضا باب زیارۃ المرأۃ زوجہا فی اعتکافہ ۔ باب ہل یدرأ المعتکف عن نفسہ ص ۲۷۳ الجہاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۳۷ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۴ الادب باب التکبیر والتسبیح عند التعجب ص ۹۱۸ الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم ص ۱۰۶۳ مسلم الاستئذان ۔ ابوداؤد الصوم الادب ۔ نسائی الاعتکاف ۔ ابن ماجہ الصوم ۔ مسند امام احمد سادس ص ۳۳۷ ۔

باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان ص۲۷۴ رمضان کے عشرۂ وسطی میں اعتکاف

حدیث ۱۲۰۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ ع

دن اعتکاف کرتے تھے - اور جس سال وصال ہوا بیس دن اعتکاف فرمایا -

شیطان کا انسان پر تسلط حدیث کے اس جملے سے کہ فرمایا - ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم - انسان کے جسم میں جہاں جہاں خون پہونچتا ہے شیطان بھی پہونچ جاتا ہے - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسان کو بے قابو کر کے مسلط ہو سکتا ہے - جیسا کہ آسیب زدہ افراد میں مشاہدہ ہے اور یہ خود قرآن کریم سے ثابت ہے کہ فرمایا - يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ - بقرہ جیسے جو کو شیطان دیوانہ بنا دیتا ہے -

تشریحات ۱۲۰۲ ظاہر ہے کہ یہ اعتکاف مسلسل تھا اسے لازم کہ عشرۂ وسطی میں بھی کیا ہو ______ بیس دن اعتکاف کرنے کی حکمت کیا تھی - اس کی مختلف توجیہیں کی گئیں ہیں - فضائل قرآن کی روایت یہ ہے - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید ایک بار رمضان شریف میں پیش کیا جاتا تھا - مگر جس سال وصال فرمایا - دو بار پیش کیا گیا - ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے - اور جس سال وصال فرمایا بیس دن اعتکاف فرمایا - اس سے کچھ لوگوں نے یہ اخذ کیا کہ دو بار قرآن کے دور کی وجہ سے بیس دن اعتکاف فرمایا مگر یہ اس وقت صحیح ہوگا - جب یہ طے ہو کہ قرآن کا دور صرف اعتکاف ہی کی حالت میں ہوتا ہو - حالانکہ ایسا نہیں - حضرت ابن عباس کی حدیث میں تصریح ہے کہ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل قرآن کا دورہ کرتے تھے[1] مگر یہ کہا جا سکتا ہے - دو بار قرآن کے دور کی خوشی میں دونا اعتکاف فرمایا - دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے - کہ ابھی حدیث گزری کہ ازواج مطہرات کے مسجد میں اعتکاف کے لئے خیموں کے لگانے پر رمضان کا اعتکاف ترک فرمایا - اور شوال میں کیا اس کا احتمال ہے کہ رمضان ہی میں اس کی تلافی کے لئے دس روز مزید اعتکاف کیا -

تیسری توجیہ یہ کی گئی ہے - سال گزشتہ سفر کی وجہ سے رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف نہ کر سکے تو اس کی تلافی کے لئے بیس دن کیا - جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے - کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کیا کرتے تھے - ایک سال سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو سال آئندہ بیس دن کیا - **اقول** - یہ سفر فتح مکہ کا تھا -

چوتھی توجیہ یہ ہے - کہ حیات ظاہری کا اخیر سال تھا - ارادہ فرمایا - کہ زیادہ سے زیادہ طاعات کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کریں - اس میں امت کو تلقین ہے کہ بڑھاپے میں جہاں تک ہو سکے طاعات و عبادات میں کوشش کریں -

---

عہ ثانی فضائل القرآن باب ما کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۷۴۸ ابوداؤد الصوم نسائی فضائل القرآن الاعتکاف ابن ماجہ الصیام - [1] بخاری اول بدء الوحی ص۳ ثانی فضائل القرآن ص۷۴۸ ادل الصیام باب الاعتکاف ص۲۷۴ فتح الباری رابع ص۲۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع ۲۷۴

خرید و فروخت کا بیان ۔

باب ماجاء فی قول اللہ تبارک وتعالیٰ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ ۔الآیۃ ص ۲۷۴

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں جو مروی ہے کہ فرمایا۔ جب نماز پوری کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ کامیابی حاصل کرو ۔ اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمھیں کھڑا چھوڑ دیا ۔ فرمادو ۔ اللہ کے کے حضور جو کچھ ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے ۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے ۔ جمعہ

حدیث ۱۲۰۳ حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن جدہ قال قال عبد الرحمن بن عوف لما قدمنا المدینۃ آخی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بینی و بین سعد بن الربیع فقال سعد بن الربیع انی اکثر الانصار مالا فاقسم لک نصف مالی وانظر ای زوجتی ھویت نزلت لک عنھا فاذا حلت تزوجتھا فقال لہ عبد الرحمن

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا ۔ تو سعد بن ربیع نے کہا ۔ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں ۔ میں آپ کو آدھا مال دیتا ہوں ۔ اور میری دونوں بیویوں کو دیکھو جو تمھیں پسند ہو اسے طلاق دے دوں اور جب عدت گزارنے کے بعد حلال ہوجائے تو اس سے شادی کرلو ۔ اس پر

حسن ترتیب امور دین کی پانچ قسمیں ہیں ۔ اعتقادیات ۔ عبادات ۔ معاملات ۔ زواجر ۔ آداب ۔ ان میں سب سے اہم اعتقادیات ہیں ۔ اس لئے کہ یہ سب کی بنیاد ہیں ۔ اس لئے ان کو سب سے پہلے بیان فرمایا ۔ پھر عبادات کو ۔ اس لئے کہ یہ بہ نسبت معاملات کے بہت اہم ہیں ۔ پھر معاملات کو اور معاملات میں سب سے مقدم بیوع کو رکھا ۔ اس لئے کہ اس کی احتیاج سب سے زیادہ ہے ۔ بلکہ غور کیجئے تو یہ مدار حیات ہے ۔

بیع کے معنی بیوع ' بیع کی جمع ہے ۔ اس کے لغوی معنی بیچنے کے بھی ہیں اور خریدنے کے بھی ہیں ۔ فقہ میں اس کے معنی ہیں ۔ مبادلۃ المال بالمال بالتراضی ۔ مال کو مال سے بخوشی بدلنا ۔ اس کی متعدد قسموں پر نظر کرتے ہوئے جمع لاتے ۔ بیع کی قسمیں ہیں ۔ اگر عین سامان کو ثمن کے عوض بیچیں تو یہ مطلق بیع ہے ۔ اور اگر عین عین کے عوض ہو تو مقایضہ ہے ۔ اور اگر دین کو عین کے بدلے بیچیں تو یہ سلم ہے ۔ اور اگر ثمن کو ثمن کے بدلے بیچیں تو یہ بیع صرف ہے اور اگر کسی چیز کو اس کی قیمت بتاکر کچھ زائد لیکر بیچیں تو مرابحہ ہے ۔ اور اگر اصل قیمت پر بیچیں تو تولیہ ہے ۔ اور اگر کچھ قیمت کم کرکے بیچیں تو وضیعہ ہے ۔ اور اگر بیع تام ہے اس میں کوئی خیار نہیں تو لازم ہے ۔ اور اگر خیار ہے تو غیر لازم ہے ۔ یہ نو قسمیں ہوئیں ۔ پھر ان سب کی چار قسمیں ہیں ۔ صحیح اگر اس کے تمام ارکان اور شرائط پائے جائیں ۔ باطل اگر کوئی رکن مفقود ہو ۔ فاسد اگر کوئی شرط مفقود ہو ۔ مکروہ اگر کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہو ۔ اب کل چھتیس قسمیں ہوئیں ۔

لَاحَاجَةَ لِیْ فِیْ ذَالِکَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِیْهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوْقُ قَیْنُقَاعَ قَالَ فَغَدَا اِلَیْهِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا - اس کی مجھے ضرورت نہیں - ایسا کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہو - سعد نے بتایا - قینقاع کا بازار ہے - عبدالرحمٰن صبح وہاں

فَاَتٰی بِاَقِطٍ وَّسَمْنٍ قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ عَلَیْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ

گئے اور پنیر اور گھی لائے - پھر مسلسل صبح کو جاتے رہے - کچھ دنوں کے بعد عبدالرحمٰن آئے اور ان پر زردی کا نشان تھا - تو رسول

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ قَالَ اِمْرَأَةً

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا - تم نے شادی کرلی ہے - عرض کیا - جی - پوچھا - کس سے - عرض کیا - ایک انصاری عورت

ارکان وشرائط اس کے ارکان ایجاب وقبول ہیں - اس کا محل مال متقوم - اور شرط متعاقدین کا اہل ہونا - علاوہ ازیں ہر نوع کے مخصوص شرائط الگ الگ ہیں - جو کتب فقہ میں بالتصریح مذکور ہیں - اس کے فوائد یہ ہیں - ① انسان زندہ رہنے کے لئے جن اشیاء کا محتاج ہے ان میں توسیع ہے ② جھگڑے لڑائی لوٹ گھسوٹ چوری ڈاکے وغیرہ کا سدباب ③ عالم کی بقا اور اس کے نظام کی استواری -

تشریحات ۱۲۰۳ یہ روایت خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے - اسی باب میں اسی کے متصل یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے - حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے - کہ جب حضرت سعد بن ربیع نے مذکورہ بالا پیشکش کی - تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا - اللہ تمہارے مال اور اہل میں برکت دے - کسی بازار کا راستہ بتاؤ - جب لوٹے تو نفع میں پنیر اور گھی لائے - حاشیے میں جو حوالے ہیں - وہ دونوں کے ہیں -

توضیح سند اس حدیث کی سند میں یہ ہے -

حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن جده قال قال عبد الرحمٰن بن عوف - ابراہیم کا شجرۂ نسب یہ ہے - ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ - اس سند میں یہ متعین ہے کہ - ابیه - کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع ابراہیم بن سعد ہی ہیں - مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم اپنے والد سعد سے روایت کرتے ہیں - اس میں کوئی خلل نہیں - البتہ - عن جده - کی ضمیر مجرور متصل کے مرجع کے بارے میں دو احتمال ہیں - اور دونوں مخدوش ہیں - ایک یہ کہ اس کا مرجع ابراہیم بن سعد ہوں یعنی ابراہیم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں - ان کے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے فرزند ابراہیم ہیں - ابراہیم بن سعد رشتۂ مواخات قائم ہوتے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے - اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ ان کا وصال ۱۸۵ھ میں پچھتر سال کی عمر میں ہوا تھا - اس کا حاصل یہ ہوا کہ ان کی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی تھی -

دوسرا احتمال یہ ہے کہ جده کی ضمیر کا مرجع سعد بن ابراہیم کو بنائیں - تو مطلب یہ ہوگا - کہ سعد بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے - حالانکہ سعد نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے - اس لئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا وصال ۳۲ھ میں ہوا ہے - اور سعد بن ابراہیم کی ولادت ۵۳ھ میں ہوئی ہے - کیونکہ ان کا وصال ۱۲۶ھ میں تہتر سال کی عمر میں ہوا ہے -

دونوں تقدیر پر یہ حدیث مرسل ہوئی -

اقول - یہ تنقید دوسری سند پر ہے - جو مناقب الانصار باب اخاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور ہے جس میں یہ ہے - عن جده قال لما قدموا المدینة - الحدیث - یہاں اس کی گنجائش ہی نہیں - یہاں پہلی شق متعین ہے - یعنی - جده - کی ضمیر کا مرجع ابراہیم بن سعد ہیں - اور جد سے مراد ابراہیم بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہیں - یہ اگرچہ عقد مواخات کے وقت موجود نہیں تھے - مگر وہ کہتے ہیں - قال عبد الرحمٰن بن عوف - وہ اپنے

مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ کَمْ سُقْتَ قَالَ زِنَۃَ نَوَاۃٍ مِنْ ذَھَبٍ اَوْ نَوَاۃَ ذَھَبٍ۔ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ۔ ؏

سے۔ دریافت فرمایا۔ کتنا مہر دیا۔ عرض کیا۔ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ فرمایا۔ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے۔

والد سے سن کر روایت کرتے ہیں۔ اس لئے اس میں ارسال کی گنجائش نہیں۔

اٰخی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مہاجرین اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا کے لئے اپنا گھر بار مال و متاع چھوڑ کر تن بتقدیر خالی ہاتھ مدینہ طیبہ آئے تھے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا جس سے وہ گزر بسر کرتے۔ رہنے سہنے کے لئے گھر بار بناتے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا یہ انتظام فرمایا۔ کہ مہاجرین کی حیثیت کا لحاظ کرکے انصار کرام سے ان کا رشتۂ مواخات، بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا۔ جس کو انصار کرام نے اسے بسروچشم قبول فرمایا۔ اور حقیقی بھائی سے بڑھکر انکا لحاظ رکھا۔

ادھر مہاجرین بھی انصار پر بار نہ رہے۔ وہ بہت جلد اپنی محنت اور صلاحیت کی بدولت اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ جس کی ایک نظیر اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس مواخات کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (انفال ۷۵) رشتے والے ایک دوسرے سے زیادہ حقدار ہیں۔ توریث کا حق منسوخ ہوگیا۔ ایک روایت کے مطابق مواخات غزوۂ بدر تک رہی۔

علیہ اثر صفرۃ زفاف کے وقت زرد رنگ کی خوشبو استعمال کرتے تھے۔ اسی کا اثر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں۔ وَضَرٌ مِنْ صفرۃٍ ہے وہ زرد رنگ سے رنگین تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ زعفران کا رنگ تھا۔ مراد یہ ہے کہ شب عروسی میں دولہن نے جو خوشبودار رنگ استعمال کیا تھا۔ وہ ان کے کپڑوں میں لگ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر دریافت فرمایا۔ جن خاتون سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شادی کی تھی۔ وہ ابوالیسر انس بن رافع کی صاحبزادی تھیں۔ جن سے قاسم اور ابوعثمان عبداللہ تولد ہوئے۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ مَھْیَمْ۔ یہ یمن کی لغت کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ماھذا۔ یہ کیا ہے؟

زنۃ نواۃ من ذھب نواۃ کے لغوی معنی کھجور کی گٹھلی کے ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف ہے۔ کہ مروجہ وزن سے یہ کتنا ہوا۔ ابوعبید نے کہا کہ۔ پانچ درہم ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ تین درہم۔ ترمذی میں حضرت امام احمد ہی سے مروی ہے کہ ۳⅓ درہم۔ ایک قول یہ ہے کہ ¼ دینار ہے۔

ایک درہم شرعی تین ماشے ۱⅕ رتی ہے۔ تو پانچ درہم کے پندرہ ماشے چھ رتی ہوئے۔ قس علیٰ ھذا۔ دینار ساڑھے چار ماشے کا۔ ربع دینار ایک ماشے ⅛ رتی کا ہوا۔

اولم اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے۔ زیادہ کی استطاعت نہ ہو تو جتنا ہو سکے اتنا ہی کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عقد کے وقت ستو اور کھجور سے ولیمہ کیا تھا۔ اس کا وقت زفاف کی صبح ہے۔ رخصت سے پہلے یا بعد رخصت جو دعوت کی۔ یہ ولیمہ نہیں۔ ریا اور نام آوری کے قصد سے ہو تو حرام۔ اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں۔ مگر یہ نیت محمود نہیں۔ کہ اب یہ دعوت ولیمہ نہیں ہی۔ ایک قرض کی ادائیگی ہوئی۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ ۱ معززاور شریف افراد کو بازاروں میں خرید

؏ ایضاً اسی باب میں اسی کے متصل الکفالۃ باب قول اللہ عزوجل والذین عاقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم ص۳۰۶ مناقب الانصار باب اخاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ص۵۳۳ باب کیف آخی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ص۵۶۱ ثانی النکاح باب الصفرۃ للمتزوج ص۷۷۴ باب الولیمۃ ولو بشاۃ ص۷۷۴۔ الادب باب الاخاء والحلف ص۸۹۸ مسلم فضائل الصحابۃ۔ ترمذی البر۔ مسند امام احمد ثالث ص۱۹۰

باب تفسیر المشبہات ص۲۷۴ مشبہات کی تفسیر

بعض نسخوں میں مشابہات ـ ہے ـ اور بعض میں ـ الشبہات ـ ہے شبہ کی جمع ـ اس سے مراد ہر وہ چیزیں ہیں جو مجتہد کی نظر میں بعض وجوہ سے حلال کے مشابہ ہوں اور بعض وجوہ سے حرام کے ـ

ت ۳۷۶ وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ مَارَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَالَا يُرِيبُكَ

اور حسان بن ابی سنان نے فرمایا میں نے ورع سے آسان کوئی چیز نہیں دیکھی جسمیں شک ہو اسے چھوڑ دے اور وہ اختیار کرے جس میں

حدیث ۱۲۰۴ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ خاتون آئیں اور انھوں نے کہا کہ ان

أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

دونوں کو میں نے دودھ پلایا ہے ـ اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو حضور نے منھ پھیر لیا ـ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا ـ

فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ـ ۲ اپنی معاشی حالت خوشگوار بنانے میں محنت ومشقت محمود ہے ـ ۳ حرفت وصنعت تجارت بلکہ ملازمت کرکے گزارہ افضل ہے بہ نسبت اسکے کہ لوگوں کے عطیے اور صدقات وغیرہ پر بسر اوقات کی جائے ـ

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انصار کرام کے بنی خزرج کے سربر آوردہ اور ممتاز افراد میں تھے ـ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے ـ اور بارہ نقبا میں سے ایک یہ بھی ہیں ـ غزوہ بدر میں شریک ہوئے ـ غزوۂ احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے ـ

تشریحات ۳۷۶ اس تعلیق کو امام ابونعیم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے ـ ان کے الفاظ یہ ہیں ـ یونس بن عبید اور حسان بن ابی سنان عابد بصرہ ایک جگہ جمع ہوئے ـ یونس نے کہا ـ میں نے ورع سے سخت کوئی عمل نہیں پایا ـ تو حسان نے کہا ورع سے آسان میں نے کوئی چیز نہیں پائی ـ یونس نے کہا ـ کیسے ؟ ـ تو بتایا جس چیز نے مجھے شک میں ڈالا اسے چھوڑ کر وہ اختیار کیا جس میں کوئی شک نہیں تھا ـ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جس کی آمدنی مشتبہ ہے ـ وہ حلال کاروبار بھی کرتا ہے اور حرام بھی ـ اس نے کوئی ہدیہ پیش کیا ـ اس شبہہ سے کہ کہیں اس نے مال حرام سے نہ دیا ہو ـ یہ شک ہوا ـ مگر کسی کے ہدیہ قبول نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ـ تو ورع یہ ہے کہ ہدیہ قبول نہ کرے ـ

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ـ کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا ـ ایمان کیا ہے ؟ ـ فرمایا ـ جب کسی نیکی پر تو خوش ہو اور برائی پر تجھے اذیت ہو ـ تو تو مومن ہے ـ پوچھا گناہ کیا ہے ـ فرمایا جو تجھے کھٹکے اسے چھوڑ دے [1]

ورع ورع کے لغوی معنی ـ بچنے ـ کے ہیں ـ شریعت میں ورع یہ ہے ـ کہ آدمی ہر اس چیز سے بچے جو شرعاً ناپسندیدہ ہو ـ اس کی چار قسمیں ہیں ـ فرض ـ ہر حرام قطعی سے بچنا ـ واجب متشابہات سے بچنا ـ مکروہ ، شرعاً جن چیزوں سے بچنے کی کوئی وجہ نہیں ان سے بھی پرہیز کرنا ـ امام غزالی نے ورع کی پانچ قسمیں کی ہیں ـ اول ورع الصدیقین ـ عبادت کی نیت کے بغیر کوئی چیز نہ کھائے ـ ثانی ورع المتقین ـ جو چیز مشتبہ نہیں مگر اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں حرام تک نہ کھینچ لے جائے ـ اسے بھی چھوڑنا ـ ثالث ورع الصالحین ، جس میں احتمال ناشی عن دلیل ہو کہ کہیں یہ حرام تو نہیں ـ رابع ورع المومنین ـ بغیر دلیل شبہہ کرکے چھوڑنا ـ خامس ورع الشہود ـ ایسی جائز باتوں کو چھوڑنا جن سے عدالت ساقط ہو جاتی ہو جیسے صرف تہبند پہن کر باہر نکلنا اور بازاروں میں کھانا پینا ـ

---

[1] مسند امام احمد خامس ص۲۵۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ ۔ عہ

ارشاد فرمایا۔ کیسے حالانکہ کہا گیا ہے اور ان کے نکاح میں ابو اہاب تمیمی کی بیٹی تھیں ۔

حدیث ۱۲۰۵

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ۔

تشریحات ۱۲۰۵

یہ حدیث کتاب العلم میں مفصل اس طرح ہے ۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو اہاب کی بیٹی سے شادی کی ۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئیں اور انھوں نے کہا میں نے عقبہ کو اور جس عورت سے شادی کی ' دودھ پلایا ہے۔ اس پر عقبہ نے کہا ۔ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے ۔ اور نہ تو نے مجھے (پہلے) بتایا ___ اب وہ سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے ۔ اور حضور سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کیسے حالانکہ کہا گیا ۔ تو عقبہ نے ان سے جدائی اختیار کر لی ۔ اور انھوں نے ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لیا ۔

ارضعتهما اس حبشی عورت نے یہ کہا کہ میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور ابو اہاب کی اس بیٹی کو بھی جس سے انھوں نے نکاح کیا ۔ ان کا نام غنیہ بنت ابو اہاب تھا ۔ اور کنیت ام یحییٰ ۔

فذكر للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حضرت عقبہ بن حارث قریشی صحابی ہیں ۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے اور مکہ ہی میں رہتے تھے ۔ اس حبشی عورت نے جب وہ کہا ۔ تو مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔ حضور نے سن کر منھ پھیر لیا ___ مسند امام[1] احمد ، ترمذی[2] میں ہے کہ انھوں نے یہ عرض کیا ۔ کہ میں نے فلانہ بنت فلاں سے شادی کی تو ایک حبشی عورت نے آکر یہ بتایا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ حالانکہ وہ جھوٹی ہے ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منھ پھیر لیا ۔ تو وہ حضور کے سامنے آئے اور پھر وہی عرض کیا تو پھر فرمایا ۔ کیسے اسے اپنی زوجیت میں رکھو گے حالانکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ اسے چھوڑ دو ۔ بخاری کتاب العلم کی روایت میں ہے ۔ کہ انھوں نے اس سے علیٰحدگی اختیار کر لی ۔ اس کا محمل یہ ہے کہ انھوں نے اسے طلاق دے دی ۔

اسی حدیث کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ رضاعت کے ثبوت کے لئے مرضعہ کی شہادت کافی ہے ۔ مگر احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے ۔ کہ بقدر نصاب شہادت گواہ ضروری ہیں ۔ اور حضرت عقبہ کو جو حکم دیا تھا وہ بربنائے احتیاط تھا ۔ اسی تقدیر پر اس حدیث کو باب سے مطابقت ہے ۔ ایک طرف یہ ہے کہ اگر یہ عورت سچی ہو تو نکاح باطل محض ہوگا ۔ قربت زنا ہوگی ۔ اور کسی بھی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا فرض نہیں ۔ اور طلاق دینا گناہ نہیں ۔ تو تقاضائے ورع یہی ہے کہ اسے علیٰحدہ کر دیا جائے ۔

فاعرض عنه یہاں ایک سوال یہ ہے کہ اگر صرف مرضعہ کی شہادت رضاعت کے لئے کافی ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عقبہ کے سوال پر اعراض نہیں فرمانا چاہئے تھا وہ اتنی دور سے حکم معلوم کرنے حاضر ہوئے تھے ۔ مناسب یہ تھا کہ فوراً بلا تاخیر فرما دیتے کہ اسی علیٰحدہ کر دو ۔ وہ تم پر حرام ہے ___ اعراض اور پھر تبسم سے اشارہ مل رہا ہے کہ تم اس کو مجھ سے نہ عرض کرتے ۔ رکھے رہتے تو کوئی حرج نہیں تھا ۔ مگر جب مجھ سے بیان کر دیا تو میں تمہاری شان کے لائق جو حکم ہے وہ بیان فرما دیتا ہوں ۔ کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اسے چھوڑ دو ۔

عہ العلم باب الرحلة فى المسئلة النازلة ص ۱۹ الشہادات باب اذا شہد شاہد او شہود بشیٔ ص ۳۶۰ باب شہادة الاماء والعبید باب شہادة المرضعة ص ۳۶۳ ثانی النکاح باب شہادة المرضعة ص ۷۶۴ ترمذی رضاع نسائی نکاح ۔ داری نکاح ۔ مسند امام احمد رابع ص ۳۸۴ ۔ [1] رابع ص ۳۸۴ [2] اول الرضاع باب شہادة المرأة الواحدة فی الرضاع ص ۱۳۷

عُتْبَۃُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَھِدَ اِلٰی اَخِیْہِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِیْدَۃِ زَمْعَۃَ مِنِّیْ فَاقْبِضْہُ

عتبہ بن ابو وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابو وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے

قَالَتْ فَلَمَّا کَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَہٗ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ اَخِیْ قَدْ عَھِدَ اِلَیَّ فِیْہِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ

اسے لے لینا۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن ابو وقاص نے اسے لے لیا۔ اور کہا کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ میرے بھائی نے مجھے اس کے

زَمْعَۃَ فَقَالَ اَخِیْ وَابْنُ وَلِیْدَۃِ اَبِیْ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِہٖ فَتَسَاوَقَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ

بارے میں وصیت کی تھی۔ تو عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا جو اس کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے۔ اب دونوں نبی صلی اللہ

تشریحات ۱۲۰۵ عتبہ بن ابی وقاص۔ یہی وہ بدبخت ہے جس نے غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کو زخمی کیا تھا۔ اور دندان مبارک شہید کئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں یہ دعا کی تھی۔ اے اللہ یہ ایک سال کے اندر اندر کافر ہونے کی حالت میں مرے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جن لوگوں نے اسے صحابہ میں شمار کیا وہ خطا پر ہیں۔ یہ حضرت سعد کا علاتی بھائی تھا۔ اس کی ماں کا نام ہند بنت وہب بن الحارث بن زہرہ ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ ہے۔

زمعہ یہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ہیں۔ عبد بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بھائی ہیں۔ بہت شریف اور سادات صحابہ میں سے ہیں جس کے بارے میں تنازع ہوا تھا اس بچے کا نام عبد الرحمٰن ہے یہ بھی صحابی ہیں ــــ ولیدہ کے معنی چھوٹی بچی کے ہیں اور لونڈی کے بھی۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

فاقبضہ زمانہ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ رؤسا اپنی لونڈیوں کے ذریعہ زنا کا کاروبار کرتے۔ اسی بے حیائی کو بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔ وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَاءِ۔ النور ۳۳ اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو۔ ایسی لونڈیوں کے جب حمل رہ جاتا اب اگر اس لونڈی کا آقا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری اولاد ہے۔ تو اسی کی اولاد مان لیا جاتا۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ نہ کرتا ہو اور لونڈی کے آشناؤں میں سے کوئی دعویدار ہوتا تو اس کی اولاد مان لیا جاتا۔ اور اگر اس لونڈی کا مالک کچھ دعویٰ کئے بغیر مر جاتا اور اس کے ورثہ میں سے کوئی دعویدار ہوتا تو اسے مل جاتا۔ اسی رسوا کن دستور کے مطابق عتبہ بن ابو وقاص کا تعلق زمعہ کی لونڈی سے تھا وہ حاملہ ہوئی۔ زمعہ نے اس کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا اور مر گیا۔ عتبہ نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابو وقاص سے وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ میرا ہے تم اس کو لے لینا۔ چونکہ اس جاہلی دستور کے خلاف کوئی حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے حضرت سعد نے اس بچے کو لے لیا۔ اور عبد بن زمعہ نے مزاحمت کی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا قانون ارشاد فرمایا جس کی بدولت قیامت تک کروڑوں بے گناہوں کی زندگی سنور ہی نہیں گئی بلکہ انھیں سوسائٹی میں باعزت مقام حاصل ہو گیا۔

الولد للفراش فراش کے معنی بستر کے ہیں۔ یہاں صاحب فراش مراد ہے یعنی جسے اس عورت کے ساتھ ہمبستری حلال ہو خواہ بذریعۂ نکاح خواہ بذریعہ ملک یمین ــ وللعاھر الحجر۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ یعنی کچھ نہیں۔ سنگسار کرنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ ہر زانی کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں۔ بلکہ اس کے لئے زانی کا محصن ہونا شرط ہے۔

ھولک بخاری مغازی میں ہے۔ ھولک ھو اخوک یا عبد بن زمعۃ ــ یہ تیرے لئے ہے۔ یہ تیرا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ھولک سے مراد یہ ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔ اپنے قبیلے میں بحیثیت چھوٹے بھائی کے اس کی پرورش کرو۔ اس کا نسب تمھارے باپ سے ثابت ہے۔ یہ مراد نہیں کہ یہ تمھاری ملک ہے۔ تمھارا غلام ہے۔ جیسا کہ دستور تھا کہ لونڈی کی جو اولاد آقا سے نہ ہو وہ غلام مانی جاتی تھی۔

یا رسول اللہ ابن اخی کان قد عہد الی فیہ فقال عبد بن زمعۃ اخی وابن ولیدۃ ابی ولد علی

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ سعد نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے جس کے بارے میں وصیت کر گئے تھے ۔ اس پر عبد بن زمعہ

فراشہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو لک یا عبد بن زمعۃ ثم قال النبی

نے کہا ۔ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ۔ جو میرے باپ کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ تیرے لئے ہے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر ۔ ثم قال لسودۃ بنت زمعۃ

اے عبد بن زمعہ پھر فرمایا ۔ بچہ بچھونے والے کا ہے ۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے ۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احتجبی لما رای من شبھہ بعتبۃ فما راٰھا حتی لقی اللہ عزوجل عہ

سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرنا ۔ کیوں کہ اس بچے کو عتبہ کے مشابہ دیکھا ۔ اس نے سودہ کو زندگی بھر نہیں دیکھا ۔

اس مراد کے باطل ہونے پر خود ' الولد للفراش ۔ دلیل ہے ۔ اور مغازی کی مذکورہ بالا عبارت کہ ۔ یہ تیرا بھائی ہے ۔ اس پر نص جلی ہے ۔

احتجبی مسند امام احمد اور نسائی میں حضرت عبد اللہ بن زبیر کی حدیث میں یہ بھی ہے ۔ فانہ لیس لک باخ ۔ وہ تمہارا بھائی نہیں ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ فیصلہ فرما دیا ۔ کہ زمعہ کا بیٹا ہے ۔ تو ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا ۔ ایک جواب تو ظاہر ہے ۔ کہ یہ حکم بطور ورع تھا ۔ اور راسی سے باب کے ساتھ مطابقت ہے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل ہے کہ باطنی طور پر واقعہ کے مطابق جو بات ہو اس پر عمل کرنے کا کسی کو حکم دے دیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماکان ومایکون کے عالم ہیں ۔ اپنے علم سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ بچہ عتبہ کے نطفے سے ہے ۔ پھر اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت اس پر قرینہ بھی ہے ۔ اسی لئے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ۔

فائدہ جلیلہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ارشاد ' احتجبی منہ ' سے استدلال فرمایا ۔ کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے ۔ اگر کسی نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی ۔ تو یہ عورت زانی کے اصول وفروع پر حرام ہو جاتی ہے ۔ وجہ استدلال یہ ہے ۔ کہ اس کے باوجود کہ فیصلہ یہ فرمایا ۔ کہ یہ بچہ زمعہ کا ہے ۔ اس تقدیر پر یہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا ۔ مگر بنظر باطن چونکہ یہ عتبہ کے نطفے سے تھا ۔ اس لئے اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا ۔ اگر زنا ثبوت حرمت میں موثر نہ ہوتی تو پردہ کے حکم کی کوئی وجہ نہ تھی ۔

فائدہ ثانیہ حدیث " الولد للفراش وللعاھر الحجر " گیارہ صحابہ کرام سے مروی ہے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ ' امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ' حضرت ابوہریرہ ' حضرت ابو امامہ ' امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ' حضرت عبد اللہ بن زبیر ' حضرت عمرو بن خارجہ ' حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت براء بن عازب ' حضرت زید بن ارقم ' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

عہ ایضا شری المملوک من الحربی ص۲۹۵ الخصومات ص۳۲۶ وصایا باب قول الموصی لوصیہ تعاھد ولدی ص۳۸۳ ثانی المغازی باب ص۶۱۶ ۔ الفرائض باب الولد للفراش ص۹۹۹ الحدود باب للعاھر الحجر ص۱۰۰۰ الاحکام باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ ص۱۰۶۵ مسلم النکاح ۔ ابوداؤد الطلاق ۔ نسائی الطلاق ۔ ابن ماجہ النکاح ۔ ترمذی النکاح ۔ موطا امام مالک الاقضیۃ ۔ مسند امام احمد سادس ص۳۷ وغیرہ ۔ لہ رابع ص۵ ۔ ۲ ثانی الطلاق باب الحاق الولد بالفراش ص۱۱۱

144

بَابُ مَا يَتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ ص۲۷۶ مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔

حدیث ۱۲۰۶ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے اور ایک کھجور گری ہوئی تھی۔ فرمایا۔ اگر اس کا شبہہ نہ ہوتا کہ صدقہ ہو تو میں کھا لیتا۔

ت ۳۷۷ وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي عہ

ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا۔ میں اپنے بستر پر کھجور پاتا ہوں۔ الحدیث۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ ص۲۷۶ وسوسے وغیرہ مشتبہ چیزوں میں داخل نہیں۔

ت ۳۷۸ وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ

امام زہری نے فرمایا۔ وضو اس صورت میں ہے کہ بو محسوس کرے یا آواز سنے۔

تشریحات ۳۷۷، وقال ہمام۔ یہ تعلیق ہے۔ اسے کتاب اللقطہ میں سند متصل کے ساتھ مفصل یوں ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے اہل میں لوٹ کر آتا ہوں تو کبھی بچھونے پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں۔ اسے کھانے کی نیت سے اٹھاتا ہوں۔ پھر اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں صدقہ نہ ہو تو پھینک دیتا ہوں۔ یہ ہمام بن منبہ وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔

افادہ باب وسوسہ اور شبہہ میں ایک حد تک تشابہ ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دونوں کے مابین فرق واضح کر دیا جائے۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ انسان کے دل میں جو بے بنیاد باتیں آئیں وہ وسوسہ ہے۔ اس میں شیطانی مداخلت ہوتی ہے اس سے احتراز کا حکم ہے۔ مشتبہ بات وہ ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہو۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے امام بخاری پہلے عباد بن تمیم کی وہ حدیث لائے جسے وہ اپنے چچا (عبد اللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی گئی۔ کہ ایک شخص نماز میں (ریح) محسوس کرتا ہے کیا وہ نماز توڑ دے۔ تو فرمایا۔ نہیں جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھ لے۔ یہ حدیث جلد اول ص۴۴۷ پر گزر چکی ہے۔ وہاں میں نے ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد ہوا خارج ہونے کا یقین ہے۔ اگرچہ نہ آواز پیدا ہو نہ بدبو محسوس ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کبھی کبھی ہوا بلا آواز خارج ہوتی ہے اور اس کا خارج ہونا بلا کسی شک وشبہہ کے محسوس ہوتا ہے اور اس میں بدبو بھی نہیں ہوتی۔ مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہوا خارج ہونے کا شبہہ ہوتا ہے حالانکہ خارج نہیں ہوتی اسی اخیر صورت کے بارے میں وہ فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا یہ بے بنیاد ہونے کی وجہ سے وسوسہ ہے۔ شیطان کا مقصود اس سے وقت ضائع کرنا ہے۔ اس پر دھیان نہ دو۔ اسی سے معلوم ہوا کہ وسوسہ وہ ہے جو بے بنیاد ہو۔ اور اس پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔

عہ اللقطہ باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق ص۳۲۸ مسلم زکوٰۃ۔ ابوداؤد زکوٰۃ۔

حدیث ۱۲۰۷ حدثنا هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان قوما قالوا یا رسول الله ان قوما یاتوننا باللحم لا ندری اذکروا اسم الله علیه ام لا فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سموا الله علیه وکلوه ۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھاؤ ۔

باب من لم یبال من حیث کسب المال ص۲۷۶ جسے اسکی پرواہ نہ ہو کہ کہاں سے مال کمایا۔

حدیث ۱۲۰۸ حدثنا سعید المقبری عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منه امن الحلال ام من الحرام ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ کوئی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کس طرح کا مال لیا ہے۔ حلال طریقے سے یا حرام

تشریح ۳۷۸ اس تعلیق کی بھی توجیہ وہی ہے جو عباد بن تمیم کی حدیث کی ہے۔ اس حدیث کے راوی امام زہری ہیں۔ انھوں نے حدیث کے کلمات طیبہ میں اپنا مدعا بیان فرمایا۔ مقصود وہی یقین ہے۔ وسوسہ ساقط الاعتبار ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الله تجاوز عن امتی ما حدثت به انفسها ما لم تعمل به او تتکلم[۱] "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے جی میں جو باتیں آئیں انھیں درگزر فرمادیا جب تک اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے۔" یہ حکم نماز کی حالت کے ساتھ خاص ہے۔ شک میں نماز قطع کرنے میں نقصان یہ ہے۔ کہ مثلاً جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے۔ اور توڑ دیا تو جماعت سے محروم رہے گا۔ اور اگر منفرد ہے تو وقت ضائع ہوگا۔ ورنہ وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا "نور علی نور" ہے۔ تو شک کی حالت میں بدرجہ اولی افضل ہوگا۔

تشریحات ۱۲۰۷ یاتوننا باللحم۔ ظاہر ہے کہ یہ لانے والے مسلمان تھے۔ مگر چونکہ احکام شرع سے بخوبی واقف نہیں تھے۔ اس لئے شبہہ ہوا کہ کہیں بسم اللہ پڑھے بغیر تو ذبح نہیں کیا ہے۔ جواب کا حاصل ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم ہے۔ اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ جب لانے والے مسلمان ہیں تو انھوں نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہوگا۔ اخیر میں جو فرمایا۔ سموا الله وکلوه۔ اس سے کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم مقصود ہے۔ یہ مراد نہیں کہ اگر بالقصد بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کیا ہو اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیں تو وہ حلال ہے ——— یہاں بھی شبہہ بے بنیاد تھا اس لئے اس کا اعتبار نہیں فرمایا۔ ساقط فرمادیا۔

تشریحات ۱۲۰۸ دنیا کی لذات میں انہماک کا نتیجہ نکلتا ہے۔ ناخدا ترسی اور دین میں مداہنت اور سستی اور زراندوزی کی ہوس۔ اس وقت انسان یہ نہیں دیکھتا کہ میری آمدنی حلال ذریعے سے ہو رہی ہے یا حرام۔ ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سود سے کوئی نہیں بچے گا۔ کچھ نہیں تو اس کے غبار ہی سے آلودہ ہوگا[۲] مال حرام کی بہت بڑی نحوست یہ ہے کہ مال حرام کھانے والے کی دعا

ع ایضا۔ باب قول الله تعالیٰ یاایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفة ص۲۷۹ نسائی البیوع۔ [۱] بخاری ثانی ص۹۴۴۔ [۲] مسند امام اعظم ثانی ص۱۱

باب التجارۃ فی البز وغیرہ ص۲۷۷ کپڑے وغیرہ میں تجارت کا بیان۔

وقول اللہ عزوجل رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ النور ۳۷ اور اللہ کے اس ارشاد کا کہ وہ لوگ جنھیں سودا اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل

یہاں تین روایتیں ہیں۔ البز وغیرہ۔ اور دوسری۔ البر۔ بمعنی خشکی تیسرے۔ البُرُّ۔ بمعنی گیہوں۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو ان تینوں میں سے کسی پر خصوصیت کے ساتھ دلالت کرے۔ ان تینوں پر حدیث کے عموم ہی سے استدلال ہو سکتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اقرب یہ ہے کہ یہ لفظ، البرّ بمعنی خشکی ہو۔ کیونکہ اس کے بعد بحر بمعنی دریا کا باب باندھا ہے۔ مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حواشی بخاری میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ اکثر نسخوں میں 'وغیرہ' نہیں۔ صرف اسمٰعیلی اور کریمہ کے نسخے میں ہے۔ وغیرہ۔ ہونے کی صورت میں زیادہ صحیح یہ ہے۔ کہ یہ لفظ 'البزّ' زائے معجمہ کے ساتھ ہو۔

ت ۳۷۹

وقال قتادۃ کان القوم یتبایعون ویتجرون ولکنہم اذا نابہم حق من حقوق اللہ لم

اور قتادہ نے کہا۔ لوگ خرید و فروخت کرتے، تجارت کرتے۔ لیکن جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو تجارت اور خرید و فروخت

تلہہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ حتی یؤدوہ الی اللہ۔ حدیث ۱۲۰۹ اخبرنی عمرو بن

اللہ کے ذکر سے انھیں غافل نہیں کرتی یہاں تک کہ اسے ادا کر لیتے۔ ابو المنہال سے

دینار عن ابی المنہال قال کنت اتجر فی الصرف فسألت زید بن ارقم فقال قال النبی صلی

مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا۔ میں صرف کی تجارت کرتا تھا۔ میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا تو بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ح۔ اخبرنی عمرو بن دینار و عامر بن مصعب انہما سمعا ابا المنہال

علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی کہ ان دونوں صاحبان نے ابو المنہال سے سنا

قبول نہیں ہوتی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اجعلنی مستجاب الدعوۃ۔ مجھے مستجاب الدعا بنادیں۔ فرمایا۔ اے انس اپنی کمائی پاک کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ اگر کوئی حرام کا ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے تو چالیس دن تک اسکی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ملہ

تشریحات ۳۷۹ اس تعلیق میں قوم سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ خرید و فروخت میں ہوتے جب اذان سنتے تو تیزی سے حق اللہ کی ادائیگی کے لئے چل دیتے۔ امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ وہ بازار میں تھے۔ کہ نماز قائم ہوئی لوگوں نے دوکانوں میں تالے لگائے۔ اور مسجد چلے گئے۔ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا میں نے اس آیت کی تفسیر میں دیکھا ہے۔ کہ لوہار ہتھوڑا اٹھا چکا ہوتا۔ اور اذان سنتا تو اس کو گراتا نہیں۔ پھینک کر نماز کے لئے چل دیتا۔ موچی ستالی چھولیتا اور اذان سنتا تو اسی طرح چھوڑ کر مسجد چل دیتا۔ اس سے باب کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔ صحابہ کرام تجارت، خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور اس میں کسی خاص تجارت کی تخصیص نہ تھی۔ نیز تجارت میں کاروبار میں مصروفیت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھی۔

تشریحات ۱۲۰۹ ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ حدیث یوں مفصل ہے۔ ابو المنہال عبدالرحمن بن مطعم بنانی نے کہا۔ کہ میرے ایک شریک نے بازار میں کچھ درہم ادھار بیچا تو میں نے کہا سبحان اللہ۔ کیا یہ درست ہے؟۔ تو اس نے کہا سبحان اللہ میں نے بازار میں بیچا تو کسی نے عیب نہیں سمجھا۔ اب میں نے حضرت براء بن عازب سے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور ہم بیع کرتے تھے۔ تو فرمایا۔ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو ادھار ہو تو درست نہیں۔ اور تم زید بن ارقم سے ملو۔ اور پوچھو۔ کیونکہ وہ ہم سے بڑے تاجر تھے میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا۔ تو انھوں نے اسکے مثل فرمایا۔ اس حدیث کے راوی، سفیان بن عیینہ کبھی یوں روایت کرتے کہ حضرت براء بن عازب

ملہ عمدۃ القاری الحادی عشر ص۱۷۴

يَقُولُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ

وہ کہتے تھے - کہ میں نے براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم سے صرف کے بارے میں پوچھا - تو ان دونوں صاحبوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تاجر تھے - ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف کے بارے میں پوچھا - تو فرمایا

الصَّرْفِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ كَانَ نَسِيئًا فَلَا يَصْلُحُ - ع۱

اگر ہاتھوں ہاتھ ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہو تو درست نہیں -

نے فرمایا - کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ہم حج کے موسم تک کے وعدے پر ادھار میں بیع کرتے تھے -

بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً - میں یہ زائد ہے - فکل واحد منهما يقول هذا خير مني --- حضرت براء اور حضرت زید بن ارقم میں سے ہر بزرگ یہ کہتا تھا - یہ یعنی دوسرے صاحب مجھ سے بہتر ہیں -

بیع صرف ثمن کو ثمن کے عوض بیچنے کو بیع صرف کہتے ہیں - مثلاً چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کے عوض ثمن کی دو قسمیں ہیں - خلقی - اصطلاحی ثمن خلقی، سونا اور چاندی ہے --- ثمن اصطلاحی وہ چیزیں ہیں جو ثمنیت کے لئے مخلوق نہیں مگر لوگ اس سے ثمن کا کام لیتے ہیں، ثمن کی جگہ استعمال کرتے ہیں جیسے سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے روپئے، ریزگاریاں، نوٹ --- ثمن خلقی ہر حال میں ثمن ہی رہے گا - اگرچہ ڈھلا ہوا سکہ نہ ہو - سل ہو، زیورات ہوں، برتن وغیرہ ہو - ثمن خلقی کو ثمن خلقی کے عوض بیچیں یا اصطلاحی کے عوض یا بالعکس یا ثمن اصطلاحی کو ثمن اصطلاحی کے عوض بیچیں - یہ سب بیع صرف ہے - بیع صرف کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں - اول ادھار نہ ہو نقد ہو - یعنی جس مجلس میں خرید و فروخت ہوئی اسی مجلس میں بائع ثمن اور مشتری مبیع اپنے قبضے میں کرلے - دوم اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس کے ہوں تو دونوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری ہے - یعنی بائع اور مشتری اسی مجلس میں جان لیں کہ دونوں برابر ہیں - کمی بیشی سود ہے - یعنی اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض بیچا تو وزن میں برابری بھی شرط ہے اور مجلس عقد میں قبضہ بھی --- اور اگر جنس دو ہو --- تو وزن میں کمی بیشی جائز - مگر مجلس میں قبضہ اب بھی ضروری ہے --- ورنہ یہ بھی سود - مثلاً آج چاندی کا بھاؤ طے کرکے سونے کے عوض بیچا - اور قیمت کیلئے میعاد مقرر کی تو یہ بھی حرام اور سود ہے -

اس میں راز یہ ہے کہ سونے چاندی کی پہچان بہت مشکل ہے - اگر ان میں تھوڑی بہت ملاوٹ ہو تو بغیر کسوٹی پر کسے ہوئے ماہر صراف کے علاوہ اور کوئی جان بھی نہیں سکتا - تو اس کا خطرہ قوی ہے کہ ادائیگی کے وقت جھگڑا ہو جائے - بائع کہے ثمن اس سے اعلیٰ طے تھا - تم گھٹیا دے رہے ہو - مشتری کہے مبیع ایسی طے نہیں تھی - اس سے اعلیٰ طے ہوئی تھی - اس لئے شارع نے اس بیع میں ادھار کو منع فرمادیا -

---

تشریحات ۱۲۱۰ استئذان - مسند امام احمد اور مسلم میں ہے - کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار اجازت طلب کی تھی - مسلم کی دوسری روایت میں ہے - کہ یوں عرض کیا تھا - السلام علیکم هذا عبد الله بن قیس - السلام علیکم هذا ابو موسیٰ السلام علیکم هذا ابو موسیٰ الاشعری مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے - کہ حضرت عمر نے عرض کیا - میں مشغول تھا -

نومر بن الك کتاب الاستئذان میں یہی واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یوں ہے --- میں انصار کی مجلس میں تھا کہ ابو موسیٰ آئے وہ گھبرائے ہوئے معلوم ہو رہے تھے - اور کہا - میں نے عمر سے تین بار اذن مانگا مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا - انھوں نے بلا کر پوچھا -

ع۱ ایضاً باب بیع الورق بالذهب نسیئة ص۲۹۱ الشرکة باب الاشتراک فی الذهب والفضة ص۳۴۰ هجرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب ص۵۶۱
مسلم - نسائی - البیوع ط۱ ثانی الاستئذان - باب التسلیم والاستئذان ثلثا ص۹۲۳

بَابُ الْخُرُوْجِ فِي التِّجَارَةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔ جمعہ ۲۷

تجارت کے لئے نکلنے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا ۔ اب زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو ۔

حدیث ۱۲۱۰

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ اَبَامُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ اِسْتَاذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حاضری کے لئے اذن طلب کیا ۔ تو انھیں اجازت نہیں ملی ۔

لَهٗ وَكَاَنَّهٗ كَانَ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ اَبُوْمُوْسٰى فَفَزِعَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ

شاید وہ مشغول تھے ۔ حضرت ابوموسیٰ لوٹ گئے ۔ اس پر حضرت عمر گھبرائے اور فرمایا ۔ کیا میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی ۔ انھیں اندر آنے کا اذن دو ۔

اِئْذَنُوْا لَهٗ قِيْلَ قَدْ رَجَعَ فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ فَقَالَ تَاْتِيْنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ فَانْطَلَقَ

عرض کیا گیا وہ لوٹ گئے ۔ تو انھیں بلوایا ۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے ۔ فرمایا ۔ ثبوت لاؤ ۔ اب حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے

اِلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُوْسَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ فَذَهَبَ بِاَبِيْ

پوچھا ۔ انھوں نے کہا ۔ اس پر ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ شہادت دے گا ۔ یعنی ابوسعید خدری ۔ یہ ابوسعید خدری کو لے کر حاضر ہوئے ۔ تو حضرت عمر نے

سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ اَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْهَانِيَ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ يَعْنِيْ

فرمایا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم مجھ سے پوشیدہ رہا ۔ مجھے بازاروں میں خرید و فروخت نے محروم رکھا ۔ یعنی تجارت میں مشغولیت کی وجہ سے دربار سے غیر حاضری

کس چیز نے تم کو منع کیا ۔ میں نے عرض کیا میں نے تین مرتبہ اذن طلب کیا اور جب اجازت نہیں ملی تو لوٹ گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے نہ ملے تو لوٹ جائے ۔

تاتنی علی ذالک بالبینۃ کتاب الاعتصام اور مسلم میں یہ بھی ہے ۔ ورنہ تمھارے ساتھ یہ کروںگا تمھیں سزا دوں گا ۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ کا مقصود یہ نہیں تھا ۔ کہ خبر واحد مقبول نہیں بلکہ چونکہ خود حضرت عمر بارگاہ رسالت کے حاضر باش تھے ۔ اور اسے سُنا نہ تھا ۔ تو حیرت ہوئی ۔ اور مزید توثیق کے لئے یہ فرمایا ۔ موطا میں ہے ۔ لا اتھمك ۔ میں تمھیں جھوٹا نہیں جانتا ۔ اس سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ خبر واحد مفیدِ ظن ہے ۔ مفید یقین نہیں ۔ مگر اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام اور خصوصی معتمدین میں سے تھے ۔ خود حضرت عمر نے انھیں عامل بنایا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا ۔ پھر حضرت عمر نے ان کی بات پر اعتماد کیوں نہیں فرمایا ۔ بلکہ اس کی تائید نہ لانے کی صورت میں سزا کی بھی دھمکی دی ــــ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت عمر کی خدمت میں کچھ نو مسلم دوسرے بلاد کے رہے ہوں انھیں متنبہ کرنا مقصود رہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت اتنی آسان نہیں ۔ کہ جو چاہے کہہ دے اور مان لی جائے ۔ تاکہ ان میں جو دل کے بیمار ہوں انھیں جرأت نہ ہو ۔

فقالوا کتاب الاستیذان میں ہے ۔ کہ یہ کہنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔ انھوں نے جو فرمایا ۔ کہ اس کی گواہی ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ دے گا ۔ یہ اظہار حیرت کے لئے ہے کہ یہ حدیث بہت مشہور و معروف ہے ۔ تقریباً ہر شخص کو معلوم ہے یہاں تک کہ ہمارے چھوٹے بچوں کو بھی ۔ اور حضرت عمر اسے نہیں جانتے ۔ حالانکہ حضرت عمر کے علم کا عالم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ اگر عمر کا علم ایک پلڑے میں اور پوری زمین کے زندہ افراد کا علم دوسرے پلڑے میں ہو تو حضرت عمر کا علم بڑھ جائے گا ۔

عہ ثانی الاعتصام ۔ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت ظاہرۃ ص ۱۰۹۲ مسلم الاستیذان ابوداؤد ادب مسند احمد ربع خامس

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ ص ۲۷۷ دریا میں تجارت کا بیان ۔

ت ۳۸۰

وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهٖ وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ إِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا وَتَرَى

اور مطر نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور قرآن میں اللہ عزوجل نے حق ہی ذکر فرمایا ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت

الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ ۔ فاطر (۱۲) وَالْفُلْكُ السُّفُنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ ۔

کی۔ اور تم اس (دریا) میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی چیرتی ہیں۔ تاکہ تم اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔ فلک کے معنی کشتیاں ہیں۔ واحد اور جمع برابر ہے۔

ت ۳۸۱

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمْخَرُ السُّفُنُ مِنَ الرِّيحِ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ ۔

اور امام مجاہد نے فرمایا۔ کشتیاں ہوا سے پھٹتی ہیں اور ہوا کشتیوں سے نہیں پھٹتی مگر یہ کہ کشتیاں بڑی ہوں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ص ۲۷۷ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اپنی پاک کمائیوں سے خرچ کرو

حدیث ۱۲۱۱

عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ... کہ فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهٖ ۔ عہ

جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اسے آدھا ثواب ہے۔

تشریحات ۳۸۰ یہ مطر وراق البصری کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان کا نام ابو مطر بن طہمان ابو رجاء خراسانی ہے۔ بصرہ میں آبسے تھے اس لئے بصری مشہور ہوئے۔ مصحف شریف لکھا کرتے تھے اس لئے وراق کہلائے۔ حضرت انس سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ارسال کیا کرتے تھے۔ امام عطا سے ان کی روایت کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف بتایا۔ ابن معین سے بھی یہی مروی ہے۔ مگر ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب الافعال میں ان سے روایت کی اور باقی اصحاب صحاح ستہ نے بھی۔ علامہ کرمانی نے فرمایا یہ امام بخاری کے استاذ مطر بن الفضل مروزی ہیں۔ مزی اور شیخ قطب الدین حلبی وغیرہ نے انھیں بھی وراق کہا ہے۔

فائدہ باب چونکہ دریا کا سفر خطرناک ہے۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ تجارت اور دنیوی کاروبار کے لئے دریا کے سفر کی مشقت اٹھا کر خطرہ مول لیا جائے یا نہیں۔ اس کے ازالہ کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

والفلک ظاہر ہے کہ امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ فلک، ان چند الفاظ میں سے ہے جو واحد بھی ہیں اور جمع بھی

تشریحات ۳۸۱ امام مجاہد کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو فرمایا۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ۔ اور تم سمندر میں کشتیوں کو پھاڑتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اس سے مراد بڑی کشتیاں ہیں اور مراد ہوا کا پھاڑنا ہے۔ اس لئے کہ چھوٹی کشتیاں ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ فلک عام ہے۔ چھوٹی بڑی سبھی کشتیاں مراد ہیں۔ اور مواخر سے مراد یہ کہ پانی کو چیرتی ہیں۔

تشریحات ۱۲۱۱ یہاں یہ ہے کہ اس صورت میں زوجہ کو آدھا اجر ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔ ان میں سے کوئی کسی کے اجر کو کچھ کم نہیں کریگا

اقول۔ اس کا جواب خود حضرت ام المومنین کی حدیث میں موجود ہے۔ کہ فرمایا۔

عہ الثانی النفقات باب نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها ص ۸۰۸ مسلم ابوداؤد الزکوٰۃ

بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِی الرِّزْقِ ص۲۷۷ جو روزی میں وسعت پسند کرے

حدیث ۱۲۱۲

قَالَ مُحَمَّدُ هُوَ الزُّهْرِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ اَوْ يُنْسَأَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ
کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے۔ جو رزق میں کشادگی یا عمر میں درازی چاہتا ہو وہ صلہ رحمی کرے۔

بَابُ شِرَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيْئَةِ ص۲۷۷ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھار خریدنا

حدیث ۱۲۱۳

حَدَّثَنِی الْاَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰی طَعَامًا مِّنْ رَّجُلٍ يَّهُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَهَنَهٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ[۲]
نے ایک یہودی سے غلہ خریدا۔ اور اپنی لوہے کی زرہ رہن رکھی۔

کَانَ لہا اجرھا بما انفقت ولزوجہا بما کسبت۔ بیوی کو خرچ کرنے کا ثواب اور شوہر کو کمانے کا۔ یعنی اس صدقہ پر جو کل ثواب مرتب ہوگا۔ اس کا آدھا شوہر کا ہوگا اس لئے کہ اس نے کمایا ہے اور آدھا زوجہ کو صدقہ کرنے پر۔

تشریحات ۱۲۱۲

یُنْسَأُ۔ اس کا مادہ نَسْأٌ ہے۔ باب افعال سے انساء مصدر سے مضارع مجہول ہے۔ اس کے معنی تاخیر کے ہیں۔ اثر۔ کے معنی یہاں بقیہ عمر کے ہیں۔ یُنْسَأُ فِی اَثَرِہٖ۔ کے معنی ہیں۔ یؤخر فی بقیۃ عمرہٖ۔ اس کا حاصل یہ ہوا۔ کہ اسے پسند ہو کہ اس کی عمر دراز ہو جائے۔ عمر کی درازی سے مراد یہاں برکت ہے یعنی تھوڑی عمر میں وہ اتنے اہم اور کثیر کام کر جائے جو زیادہ عمر والے نہیں کر پائیں امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس سے مراد ذکر خیر کا باقی رہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فلیصل رحمہ

رحم کے معنی رشتے کے ہیں۔ صلہ رحمی سے مراد رشتہ کا لحاظ کرنا ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ صلہ رحمی فی الجملہ واجب ہے۔ اور قطع رحم حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اس قدر پر اتفاق ہے۔ البتہ صلہ رحمی اور قطع رحمی کے درجات مختلف ہیں۔ صلہ رحمی کا ادنیٰ درجہ ملنا جلنا بات چیت کرنا ہے۔ اور قطع رحمی، اس کا چھوڑ دینا۔ صلہ رحمی کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں اور قطع رحمی پر وعیدیں بھی وارد ہیں۔ جو اپنے باب میں مذکور ہوں گی۔ یہاں باب سے مناسبت یہ ہے۔ کہ رزق حاصل کرنے کے لئے خرید و فروخت مشروع ہے۔ مگر رزق میں برکت اللہ عزوجل کی دین ہے۔ اور اس کا ایک ظاہری سبب صلہ رحمی ہے۔

تشریحات ۱۲۱۳

دوسرے ابواب میں ابتدا میں یہ زائد ہے۔ امام اعمش نے کہا۔ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی کے یہاں سلم یعنی ادھار خریدنے کے بارے میں رہن کا تذکرہ کیا۔ تو فرمایا۔ اس میں حرج نہیں۔ ہم سے اسود نے یہ حدیث بیان کی۔ الجہاد۔ اور المغازی میں یہ زائد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ حضور کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے یہاں رہن

---

[۱] مسلم الادب۔ ابوداؤد الزکوٰۃ [۲] ایضا شری الامام الحوائج بنفسہ ص۲۸۰ باب شری الطعام الی اجل ص۲۹۳ الاستقراض باب فی الاستقراض ص۳۲۲ السلم باب الکفیل فی السلم باب الرھن فی السلم ص۳۰۰ الرھن باب من رھن درعہ باب الرھن عند یہودی ص۳۴۰ الجہاد باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۱۰ ثانی المغازی باب ص۶۴۰ مسلم نسائی البیوع ۔ ابن ماجہ الاحکام ۔

حدیث ۱۲۱۴

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ مَشٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ (انھوں نے بیان کیا) کہ وہ جو کی روٹی اور بودار چربی

وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِیْرٍ وَّاِہَالَۃٍ سَنِخَۃٍ وَلَقَدْ رَہَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَّہٗ

لے کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں اپنی زرہ ایک یہودی کے یہاں

بِالْمَدِیْنَۃِ عِنْدَ یَہُوْدِیٍّ وَّاَخَذَ مِنْہُ شَعِیْرًا لِّاَہْلِہٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَا اَمْسٰی عِنْدَ

رہن رکھا تھا۔ اور اس سے اپنے اہل کے لئے جو لیا تھا اور میں نے ان سے سنا ہے۔ کہتے تھے۔ کہ آل محمد نے کوئی

اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَّاِنَّ عِنْدَہٗ لَتِسْعَ نِسْوَۃٍ ۔ ع۵

شام ایسی نہیں کی کہ ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا اناج رہا ہو۔ حالانکہ حضور کی نو بیبیاں تھیں۔

بَابُ کَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِہٖ بِیَدِہٖ ص۲۷۸ انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام یا عمل کرنا۔

حدیث ۱۲۱۵

حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ جب ابو بکر صدیق خلیفہ بنائے گئے۔

تھی ۔ مگر اس بارے میں روایات مختلف ہیں ۔ ایک روایت میں بیس صاع آیا ہے ۔ ترمذی میں بھی بطریق ابن عباس بیس ہی صاع ہے ۔ مسند بزاز میں انھیں کے طریقے سے چالیس صاع ہے ۔ مصنف عبدالرزاق میں ایک وسق ہے ۔ نسائی کی روایت میں تیس صاع ہے ۔ اس یہودی کا نام ابو شحم یا ابو شحم تھا ۔ درع کے معنی کرتے کے بھی ہیں ۔ اس لئے من حدید سے اس کی تفسیر کردی۔ یہ عجیب وغریب لفظ ہے ۔ درع بمعنی زرہ مونث ہے ۔ اور بمعنی قمیص مذکر ۔ یہ زرہ جو رہن رکھی تھی ۔ اس کا نام ۔ ذات الفضول۔ تھا ۔ دوسری روایتوں میں ، سلم ، کا لفظ آیا ہے ۔ اس سے بیع سلم مراد نہیں جس میں ثمن فوری دی جاتی ہے ۔ اور مبیع کے لئے میعاد مقرر ہوتی ہے ۔ بلکہ ادھار خریدنا مراد ہے ۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصلی کفار سے خرید وفروخت جائز ہے ۔ اگرچہ ان کے اموال مشتبہ ہوں ۔ جب تک خریدی ہوئی چیز کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے ۔ اور یہی حکم مسلمانوں سے بھی خرید وفروخت کا ہے ۔ اگر کوئی مسلمان حرام اور حلال دونوں کاروبار کرتا ہو تو اس سے لین دین جائز ہے جب تک خریدی یا بیچی ہوئی چیز کے بارے میں قطعی طور سے معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے ۔ رہن رکھنا جائز ہے ۔ اگرچہ آدمی اپنے گھر ہو ۔ ادھار خرید وفروخت جائز ہے ۔ عند الضرورت قرض لینا جائز ہے ۔

تشریحات ۱۲۱۴ اہالۃ ۔ دنبے کی چکی ۔ اس کی پگھلائی ہوئی چربی ۔ مطلقاً ہر پگھلائی ہوئی چربی ۔ ہر چربی اور تیل جو سالن کے کام میں آئے ۔ سنخۃ ۔ زیادہ دن ہو جانے کی وجہ سے جس میں کچھ بو پیدا ہو جائے ۔

لقد سمعتہ ظاہر اور راجح یہی ہے کہ یہ قتادہ کا قول ہے ۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو یہ کہتے ہوئے سنا ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو ۔ کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ۔ حضرت علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی۔

ع۵ الرھن باب الرھن فی الحضر ص۳۴۱ ۔

اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِیْ اَنَّ حِرْفَتِیْ لَمْ تَکُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَّؤُنَۃِ اَھْلِیْ وَشُغِلْتُ

تو فرمایا ۔ میری قوم جانتی ہے ۔ میرا پیشہ میرے اہل کے اخراجات کے بار اٹھانے سے عاجز نہیں تھا ۔ اور اب میں مسلمانوں کے کام میں

بِاَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَسَیَاْکُلُ آلُ اَبِیْ بَکْرٍ مِّنْ ھٰذَا الْمَالِ وَیَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فِیْہِ

مشغولیت کی وجہ سے اپنا کاروبار نہیں کرسکتا ۔ اب آل ابو بکر اس مال سے کھائے گی ۔ اور ابو بکر مسلمانوں کے لئے کام کرے گا ۔

تشریحات ۱۲۱۵ حرفتی ۔ حرفۃ ۔ کے معنی کام کرنے کے ہیں ۔ کوئی بھی کام ہو ۔ یہ اپنے عموم کے لحاظ سے تجارت صنعت وغیرہ کو بھی عام ہے ۔ اب عرف میں اس کے معنی پیشے کے ہیں ۔ مثلاً بُننا ، سینا ، رنگنا وغیرہ ۔ حضرت صدیق اکبر قبل اسلام بھی اور زمانہ اسلام میں بھی تجارت کرتے تھے ۔ مسند امام احمد[1] ، ابن ماجہ وغیرہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے بُصریٰ تجارت کے لئے گئے ۔ ترمذی[2] اور امام حاکم[3] کی مستدرک میں ہے ۔ کہ جب اعلان نبوت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شام تجارت کے لئے جارہے تھے اور بحیرا راہب[4] سے ملاقات ہوئی ۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے ۔

تنبیہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ۔ اور امام حاکم نے اسے علی شرط الشیخین کہا اس پر شبلی صاحب نے سیرۃ النبی[5] میں یہ اعتراض کیا ۔ کہ حضرت ابو بکر اس وقت بچے تھے ۔ اس لئے ان کا ساتھ ہونا مستبعد ہے ۔ اور حضرت بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ۔ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے فرمایا ۔ کہ یہ کہنا صحیح نہیں ۔ کہ حضرت بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ وہ حضرت ابو بکر کے ہم عمر تھے ۔ رہ گیا حضرت ابو بکر کا بچہ ہونا ۔ اس کے منافی نہیں کہ وہ ساتھ رہے ہوں ۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بارہ سال کے تھے ۔ جیسا کہ خود علامہ مذکور نے لکھا ہو سکتا ہے جس طرح ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لے لیا ہو ۔ حضرت ابو بکر کے والد ماجد یا اور کوئی بزرگ اس قافلے میں ہوں اور انھیں ہمراہ لے لیا ہو ۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال کا آقا بھی اس قافلے میں رہا ہو ۔ اور انھیں ساتھ لے لیا ہو ۔ اور جب حضور واپس ہونے لگے تو حضرت بلال کو ساتھ کر دیا ہو ۔

رہ گیا ۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اس کا مرسل ہونا تو معلوم ہونا چاہیے کہ صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق حدیث صحیح اور متصل کے حکم میں ہے ۔ اور عبد الرحمن بن غزوان کی وجہ سے اسے مجروح ٹھہرانا اس لئے باطل کہ یہ رواۃ تجاری سے ہیں ۔ وللتفصیل موضع آخر ۔

مدینہ طیبہ کے نواحی علاقہ ، عوالی منازل بنی حارث بن خزرج سُنح میں حضرت ابو بکر کا ایک کپڑے کا کارخانہ تھا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہیں تھے ۔ صبح کو نماز فجر پڑھا کر چلے گئے تھے ۔

فسیاکل ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے ۔ کہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد دوسرے دن کپڑے سر پر رکھے ہوئے حضرت صدیق اکبر بازار جارہے تھے ۔ راستے میں حضرت عمر ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح ملے ۔ اور کہا آپ تجارت کیسے کر پائیں گے ۔ اور آپ مسلمانوں کے والی ہیں ۔ فرمایا پھر میں اپنے اہل و عیال کو کیا کھلاؤں گا ۔ ان حضرات نے کہا کہ ہم آپ کے لئے وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں ۔ ان لوگوں نے آدھی بکری مقرر کر دی ۔ اسی میں ایک روایت ہے کہ صحابہ نے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کر دیا تھا ۔ جب وصال کا وقت قریب

---

[1] جلد سادس ص ۳۱۶ ۔ [2] باب المزاح ص ۲۰۲ ۔ [3] ثانی باب فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ [4] جلد ثانی ص ۶۱۵ [5] سیرۃ النبی حصہ اول ص ۱۷۹-۱۸۰

حدیث ۱۲۱۶

عن عروة قال قالت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها كان اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عمال انفسهم فكان يكون لهم ارواح فقيل لهم لو اغتسلتم۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب خود اپنا کام کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم میں بو پیدا ہو جاتی تھی تو ان سے کہا گیا۔ کاش تم لوگ غسل کر لیتے۔

حدیث ۱۲۱۷

عن خالد بن معدان عن المقدام رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلى اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال ما اكل احد طعاما قط خيرا من ان ياكل من عمل يده وان نبی اللّٰه داؤد عليه السلام كان ياكل من عمل يده۔

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ کسی نے کوئی غذا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں کھائی اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

حدیث ۱۲۱۸

عن همام بن منبه حدثنا ابو هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه ان داؤد النبی صلى اللّٰه تعالٰی علیه وسلم كان لا ياكل الا من عمل يده۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ داؤد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کام کرکے کھاتے تھے۔

آیا تو وصیت فرما گئے کہ میں نے اب تک بیت المال سے سات ہزار روپئے لئے ہیں۔ میری زمین چھوڑ کر بقیہ میرے مال سے یہ سات ہزار بیت المال میں داخل کر دیئے جائیں۔

مسائل اصول کسب تین ہیں۔ تجارت۔ زراعت۔ صنعت۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون افضل ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ تجارت افضل ہے۔ مگر ماوردی نے فرمایا۔ کہ زراعت اطیب ہے۔ اس لئے کہ اس میں توکل زیادہ ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ کہ بخاری کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ زراعت اور صنعت راجح ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں میں ہاتھ سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ انسان سب سے پاک جو کھاتا ہے وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کی آمدنی ہے۔ ان دونوں میں زراعت افضل ہے کیوں کہ اس کا نفع عام ہے حتی کہ انسان کے علاوہ جانوروں کو بھی پہونچتا ہے اور اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ سلطان اسلام کو اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت بھر بیت المال سے اخراجات لے لے۔ اسی سے دوسرے حکام اور قضاۃ وغیرہ کے لئے بھی جواز ثابت ہوا۔ البتہ یہ خود نہیں لیں گے ان کے اوپر جو حاکم ہے وہ مقرر کرکے دے۔

تشریح ۱۲۱۶ یہ حدیث بروایت عروہ، کتاب الجمعہ نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۳۴۳ پر باختلاف الفاظ گزر چکی ہے۔

تشریحات ۱۲۱۷، ۱۸ پہلی حدیث کے راوی مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان سے خالد بن معدان کا سماع ثابت نہیں۔ اس لئے حدیث منقطع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مفصل کتاب الانبیاء میں آئے گی، حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ اور ظاہری حکومت کے بھی مالک تھے۔ وہ بیت المال

بَابُ السُّهُوْلَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرٰى وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ ص۲۷۸

خرید و فروخت میں نرمی اور سہولت برتنا اور جو حق طلب کرے اسے سختی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حدیث ۱۲۱۹

حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرٰى وَإِذَا اقْتَضٰى [عہ]

فرمایا۔ اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور تقاضے میں سیر چشم ہو۔

باب من انظر موسرا ص۲۷۸ جو مالدار کو مہلت دے۔

حدیث ۱۲۲۰

أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے ایک

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلٰئِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوْا

شخص کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی۔ اور پوچھا کیا تونے کچھ نیکی کی ہے۔ تو اس نے

أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِيْ أَنْ يُنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ قَالَ

کہا۔ میں اپنے خادموں کو حکم دیتا تھا کہ مالدار کو مہلت دیں اور درگزر کر دیں تو فرشتوں

قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ — ت ۳۸۲ — وَقَالَ أَبُوْ مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ بْنِ حِرَاشٍ كُنْتُ

نے اس سے درگزر کیا۔ — اور اسی حدیث کو ابو مالک نے ربعی بن حراش سے یوں روایت کی ہے۔ کہ

أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ — ت ۳۸۳ — وَقَالَ أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ

میں مالدار کو آسانی دیتا تھا اور تنگدست کو مہلت۔ — اور ابو عوانہ نے بطریق عبد الملک ربعی ہی سے یوں

عَنْ رِبْعِيٍّ فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ۔

روایت کیا۔ میں مالدار کو مہلت دیتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا۔

سے کھا سکتے تھے۔ اس کے باوجود اپنے ہاتھ سے زرہ بنا کر اس کی آمدنی پر گزر بسر کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا تذکرہ فرمایا۔

تشریح ۱۲۱۹ رحم اللہ۔ اس میں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خبر ہو۔ اب معنی یہ ہونگے۔ اللہ نے ایسے شخص پر رحم فرمایا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ دعا ہو

تشریحات ۱۲۲۰۔ ت ۳۸۲، ۳۸۴ کتاب الانبیاء میں بطریق عبد الملک ابتداء میں یوں ہے۔ کہ عقبہ بن عامر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ آپ نے

عہ ترمذی۔ بیوع۔ ابن ماجہ تجارات عہ ایضا الاستقراض باب حسن التقاضی ص۳۲۰ الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۵ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ۔ الاحکام۔

ت ۳۸۴

وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ۔

اور نعیم بن ابی ہند نے حضرت ربعی سے یوں روایت کیا۔ میں مالدار کا عذر قبول کرتا تھا اور تنگدست سے درگذر کرتا تھا۔

بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا ص ۲۷۹ جس نے تنگدست کو مہلت دی

حدیث ۱۲۲۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ

ہیں۔ کہ فرمایا۔ ایک تاجر تھا۔ جو لوگوں کو قرض دیتا تھا۔ جب کسی تنگدست کو دیکھتا تو اپنے خادموں

لِفِتْيَانِهِ تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ عہ

سے کہتا۔ اس سے درگذر کردو۔ اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرمائے۔ تو اللہ نے اس سے درگذر فرمادیا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے کیا ہم سے بیان نہیں کریں گے۔ تو انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے ـــــ پہلے دجال کی حدیث مختصر بیان کی۔ پھر یہ بیان کیا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ۔ تم سے پہلے ایک شخص تھا جن کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اس سے کہا گیا۔ کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے ؟

عن الموسر یہ ابوذر اور نسفی کی روایت ہے۔ اور اسی سے باب کی مطابقت ہے۔ بخاری کی بقیہ روایتوں میں وا ان ینظروا المعسر ویتجاوزوا عن الموسر۔ ہے امام مسلم نے امام بخاری کے شیخ احمد بن یونس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اب یہ حدیث باب کے مطابق نہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد اسی حدیث کو تین طریقے سے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔

وقال ابومالک اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو لایا گیا جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا۔ اللہ عزوجل اس سے دریافت فرمائے گا۔ دنیا میں تو نے کیا عمل کیا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے پروردگا تو نے اپنا مال مجھے دیا۔ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ میری عادت درگزر کی تھی۔ مالدار کو آسانی دیتا تھا۔ اور تنگدست کو مہلت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ اے فرشتو! میرے بندے سے درگزر کردو۔

وقال شعبة عن عبدالملك یعنی شعبہ نے ابومالک کی، عبدالملک سے روایت کرتے ہیں،" اس جزء پر وانظر المعسر۔ متابعت کی ہے۔ اس متابعت کو امام بخاری نے کتاب الاستقراض میں ذکر فرمایا ہے

وقال ابوعوانة اس تعلیق کو امام بخاری نے ذکر بنی اسرائیل میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔

عہ ایضاً الانبیاء باب ص ۴۹۵ مسلم بیوع۔ نسائی بیوع۔

بَابُ اِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا ص ۲۷۹ جب مشتری اور بائع ظاہر کریں اور اسکا عیب نہ چھپائیں اور خیر خواہی اختیار کریں۔

ت ۳۸۵

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا

عداء بن خالد سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا۔ میرے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا۔ یہ وہ ہے

مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ

جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عداء بن خالد سے خریدا۔ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے جس میں نہ کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی عیب اور نہ فسق و فجور۔

ت ۳۸۶

وَقَالَ قَتَادَةُ الْغَائِلَةُ الزِّنٰى وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ۔

اور قتادہ نے کہا۔ الغائلہ سے مراد زنا اور چوری اور بھاگنے کی عادت ہے۔

وقال نعیم بن ابی ھند اس تعلیق کو امام مسلم نے موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ کہ حضرت حذیفہ اور ابن مسعود ایک جگہ اکٹھا ہوئے تو حذیفہ نے حدیث مذکور بیان کی۔ اسے سننے کے بعد ابن مسعود نے فرمایا ـــ ایسے ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۱۲۲۱ امام نسائی نے جو روایت کیا ہے اس میں یہ ہے۔ کہ اپنے قاصد سے کہتا۔ جو اس سے ہو سکے لے لینا اور جو نہ ہو سکے اسے چھوڑ دینا اور درگزر کرنا ـــ امام مسلم نے بطریق حسین بن علی حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تنگدست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اسے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اور آج کل ایسا ہی ہے۔ کہ لوگ قرض کی ادائیگی کو تاوان سمجھتے ہیں۔ قدرت، وسعت ہوتے ہوئے قرض ادا نہیں کرتے۔ اس سے بسا اوقات قرض خواہ کو نقصان بھی ہو جاتا ہے اس کے ازالے کے لئے فرمایا۔ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ۔ مالداروں کا ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے۔

تشریحات ۳۸۵ عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحابی ہیں۔ ان سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں۔ یہ دیہات کے باشندے تھے۔ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی غلام یا باندی خریدا تھا۔ اس وقت ایک سند لکھوائی تھی۔ اسی کا اس حدیث میں تذکرہ ہے ـــ ترمذی میں یوں ہے۔ عبدالمجید بن وہب کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے عداء بن خالد بن ہوذہ نے کہا۔ کیا میں وہ تحریر تمھیں پڑھ کر نہ سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لئے لکھی تھی۔ میں نے کہا ضرور۔ تو انھوں نے ایک تحریر نکالی۔ یہ اس بات کی سند ہے کہ عداء بن خالد بن ہوذہ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک غلام یا باندی خریدا جس میں کوئی عیب اور برائی نہیں اور نہ دھوکا ہے۔ مسلمان سے مسلمان کی بیع کی طرح۔ بخاری کی تعلیق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ خریدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ مگر ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بائع تھے ترمذی کی ہی روایت کے مطابق، ابن ماجہ میں بھی ہے ـــ واقعہ کیا ہے۔ اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ بخاری میں یہ روایت صیغۂ تمریض کے ساتھ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت راجح ہے۔

---

۱ اول۔ البیوع ۶۔ باب کتابۃ الشروط ص ۱۳۴ ۲ التجارات باب شراء الرقیق ص ۱۶۴

ت ۳۸۷

وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِينَ يُسَمِّي آرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ

حضرت ابراہیم نخعی سے کہا گیا۔ کہ کچھ نخاس (جانوروں کے تھان) کا نام آری خراسان آری سجستان رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کل خراسان سے آیا، اور آج سجستان سے آیا ہے۔ انھوں نے اسے سخت ناپسند فرمایا

فَيَقُولُ جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ فَكَرِهَهُ كَرَاهِيَةً شَدِيدَةً

ت ۳۸۸

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَبِيعَ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ ـ

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ جانتے ہوئے کہ سامان میں عیب ہے اسے بغیر بتائے بیچنا کسی کو جائز نہیں۔

تشریح ۳۸۶ الغائلۃ۔ کے معنی۔ شر اور برائی کے ہیں۔ وہ برائیاں جو عام طور پر لونڈی اور غلام میں پائی جاتی ہیں۔ یہی تین ہیں۔ اس لئے امام قتادہ نے انھیں تینوں کے ساتھ اس کی تفسیر کی۔ مطالع میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ قتادہ کی تفسیر حقیقت میں خبثۃ اور غائلۃ، دونوں کی ہے۔ اس تعلیق کو ابن مندہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریح ۳۸۷ نَخَّاس۔ اس کا مادہ نخس ہے۔ جانور کو پہلو یا پچھلے حصہ پر لکڑی وغیرہ چبھو کر اکسانا۔ چونکہ جانور بیچنے والے خریدار کو دکھانے کے لئے اسی طرح اکسا کر اٹھاتے ہیں۔ اس لئے جانور بیچنے والے کو نخاس کہا جانے لگا۔ پھر اس میں تعمیم ہوئی اور لونڈی غلام بیچنے والے کو بھی کہا جانے لگا۔

اری اس کے تین معنی اصحاب لغت نے لکھے ہیں۔ جہاں جانور کو چارہ کھلایا جائے۔ جہاں باندھ کر رکھا جائے جسے تھان کہتے ہیں۔ وہ رسی جسے زمین میں گاڑ کر جانور کو باندھا جائے۔ یہاں سب سے مناسب تھان ہے

خراسان۔ مشہور ملک ہے جو کبھی ایران کا جز تھا۔ اب روس کا جز ہے۔ خراسان صدیوں علماء مشائخ کا مرکز رہ چکا ہے۔

سجستان۔ ایران کا ایک صوبہ جو ہندوستان موجودہ پاکستان کی سرحد سے ملا ہوا ہے۔

فیقول جس طرح مارکیٹ میں ہر نئی چیز کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے پرانی چیزوں کی طرف رجحان کم، اسی طرح جانوروں اور غلاموں میں بھی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ گھوڑا ابھی بالکل نیا ہے۔ یہ کہا کرتے ہیں کہ کل خراسان سے آیا ہے اور آج سجستان سے آیا ہے۔ جس میں خریداروں کو رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں ایک طرح کا فریب اور دھوکہ تھا۔ نیز جھوٹ بھی بولنا تھا۔ اس لئے حضرت امام نخعی نے اسے سخت ناپسند فرمایا۔

تشریحات ۳۸۸ اس تعلیق کو ابن ماجہ نے موصول کیا ہے۔ ابتدا میں یہ ہے۔ ان سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں، کہ عیب دار چیز کا عیب بتائے بغیر مسلمان کے ہاتھ بیچے۔[1]

سامان میں نقص اور عیب ہوتے ہوئے مشتری کو بتائے بغیر بیچنا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ابن ماجہ ہی میں[2] حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے کچھ بیچا اور اس کا عیب بیان نہیں کیا۔ تو ہمیشہ اللہ کے عذاب میں رہے گا اور فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

---

[1] التجارات باب من باع عیبا فلیبینہ ص۱۶۳ [2] ایضا ص۱۶۳

حدیث ۱۲۲۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَہٗ اِلٰی حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اَوْ

بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں ۔ یا یہ فرمایا یہاں تک کہ جدا ہوجائیں ۔ اب اگر

قَالَ حَتّٰی یَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَہُمَا فِیْ بَیْعِہِمَا وَاِنْ کَذَبَا وَکَتَمَا مُحِقَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِہِمَا[ع]

سچ بولیں اور جو عیب ہو اسے بتادیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو برکت مٹادی جائیگی ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحابی ہیں ۔ اور شام کی فتوحات میں شریک ہوئے ۔ دمشق کے فتح کی بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لے کر آئے تھے ۔ سات دن میں دمشق سے مدینہ طیبہ پہونچے تھے ۔ واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر طیّ ارض ، یعنی زمین سمٹے جانے کی ۔ کہ لمبا راستہ جلد طے ہوجائے دعا مانگی تو ڈھائی دن میں دمشق پہونچ گئے ۔

تشریحات ۱۲۲۲ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ۔ میں یہ بھی ہے ۔ ہمام نے کہا ۔ میں نے اپنی کتاب میں یہ پایا ۔ یختار ثلث مرار ۔ یعنی ۔ بالخیار ۔ کی جگہ یختار ہے ۔ اور ۔ ثلث مرار ۔ زائد ہے ۔ یعنی یختار تین بار اور بعض روایتوں میں بخیار نکرہ بغیر الف لام کے ہے یعنی خیار تین بار ہے ۔ بتانا یہ چاہتے ہیں ۔ کہ حافظے میں محفوظ وہ ہے جو میں نے روایت کی ۔ یعنی ۔ بالخیار ۔ اور ۔ ثلث مرار ۔ نہیں ہے ۔ مگر میری کتاب میں ہے ۔ ابن تین نے کہا ۔ کہ ہمام نے جو کہا وہ محفوظ نہیں ۔ روایت اس کے خلاف ہے ۔ اور جب کوئی راوی تمام رُواۃ کے خلاف روایت کرے تو وہ مقبول نہیں ۔ خصوصاً جب کہ وہ اس روایت کو صرف اپنی کتاب میں پائے اور اسے خود اس کے خلاف یاد ہو ۔

اَلْبَیِّعَانِ بَیِّعٌ ۔ ثلاثی مجرد معتل العین کے چند کلمات میں سے ہے جو خلاف قیاس فَیْعِلٌ کے وزن پر اسم فاعل کے معنی میں مستعمل ہیں جیسے طَیِّبٌ ۔ مَیِّتٌ ۔ کَیِّسٌ ۔ رَیِّضٌ ۔ لَیِّنٌ ۔ ھَیِّنٌ ۔ بعض روایتوں میں ۔ المتبایعان ۔ آیا ہے ۔ اس کے باوجود کہ بائع کا لفظ عرف میں زیادہ مشہور ہے ۔ مگر کسی روایت میں وارد نہیں ۔

مالم یتفرقا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ بائع اور مشتری کو ایجاب و قبول کے بعد بھی خیار مجلس حاصل رہتا ہے ۔ جب تک مجلس نہ بدلے دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ چاہیں تو بیع رد کردیں ۔ ان کی دلیل اس حدیث کا ظاہر مفہوم ہے ۔ کیونکہ تفرّق سے عرف میں تفرّقِ اَبدان متبادر ہے ۔

ہمارے یہاں ایجاب و قبول کے بعد بائع یا مشتری میں سے کسی کو خیار نہیں ۔ کیونکہ ایجاب و قبول سے بیع تام ہوگئی ۔ مبیع مشتری کی اور ثمن بائع کی ملک ہوگئی ۔ اب کسی کو خیار کا حق دینا دوسرے کے حق کو باطل کرنا ہے ۔ اور تفرّق کا اطلاق تفرّق بالاقوال پر قرآن مجید میں وارد ہے ۔ ارشاد ہے

ع[1] ایضا باب ما یمحق الکذب والکتمان فی البیع ص۲۷۹ باب کم یجوز الخیار باب اذا لم یوقت الخیار ص۲۸۳

باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ص۲۸۴ مسلم البیوع ۔ ابوداؤد البیوع ۔ ترمذی البیوع ۔ نسائی البیوع ۔ الشروط

بَابُ بَیعِ الخِلطِ مِنَ التَّمرِ ص ۲۷۹ ملی جلی کھجور بیچنا۔

حدیث ۱۲۲۳ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کُنَّا نُرْزَقُ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہمیں ملی جلی کھجوریں ملتیں جن میں
تَمْرَ الْجَمْعِ وَھُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ وَکُنَّا نَبِیْعُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
اچھی خراب معمولی اعلیٰ سبھی رہتیں۔ ہم ایک صاع (اچھی کھجور کے عوض) دو صاع بیچ دیتے۔ اس پر نبی
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَیْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْھَمَیْنِ بِدِرْھَمٍ۔ ع
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک صاع کے عوض دو صاع اور ایک درہم کے عوض دو درہم نہ بیچو۔

بَابُ مَا قِیْلَ فِی اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ ص ۲۷۹ گوشت فروش اور قصاب کے بارے میں کیا کہا گیا۔

حدیث ۱۲۲۴ حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ
حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ انصار کے ایک صاحب آئے

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ۔ البینۃ ۴ اور اہل کتاب میں پھوٹ نہ پڑی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی۔
وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ۔ آل عمران ۱۰۵ انکی طرح نہ ہونا جنہیں پھوٹ پڑی اور آپس میں اختلاف کر بیٹھے اسکے بعد کہ انکے پاس واضح دلیلیں آئیں۔
اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن میں تفرق سے مراد اعتقاد کا اختلاف ہے۔

اس لئے اس حدیث میں تفرق سے مراد تفرق اقوال مراد لینا ہی راجح ہے۔ تاکہ حق غیر کا ابطال لازم نہ آئے ——— اس کو یوں سمجھئے۔ بائع اور مشتری کا اطلاق کسی پر تین طرح کیا جاتا ہے۔ عقد کرنے سے پہلے باعتبار مایؤل عقد کے بعد باعتبار ماکان۔ اور حالت عقد میں۔ پہلا دونوں معنی مجازی ہے۔ اور تیسرا حقیقی۔ کیونکہ بائع اور مشتری اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ اور اسم فاعل کی دلالت زمانۂ حال پر حقیقی ہے۔ اور یہ طے ہے کہ جہاں معنی مجازی اور حقیقی دونوں کا احتمال ہو۔ تو راجح معنی حقیقی ہے۔ اور حالت عقد ایجاب سے شروع ہو کر قبول ہی تک ہے۔ قبول کے بعد بیع مکمل ہو گئی۔ اب بیع وشراء کی حالت نہ رہی۔ اب حقیقی معنی کے اعتبار سے نہ بائع بائع ہے اور نہ مشتری مشتری۔ ان پر ان دونوں الفاظ کا اطلاق مجازاً باعتبار ماکان ہے۔ اور بحکم حدیث خیار بائع اور مشتری کو ہے۔ اور جب بائع بائع نہ رہا اور مشتری مشتری نہ رہا تو اسے خیار بھی نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فان بینا یعنی اگر بائع نے مبیع کا عیب مشتری کو اور مشتری نے ثمن کا عیب بائع کو بتا دیا تو اس بیع میں اللہ عزوجل برکت دے گا۔ اگرچہ اس کا امکان ہے کہ عیب جاننے کے بعد سودا نہ کیے یا کم قیمت پر کیے جو بظاہر نقصان ہے مگر اللہ عزوجل کی برکت اس سے بہت عظیم ہے۔ اور اگر یہ سوچ کر کہ اگر عیب بتا دوں گا تو قیمت کم ملے گی یا چیز نہیں بکے گی عیب چھپائے رکھا نہیں بتایا تو اللہ تعالیٰ برکت ختم کر دیگا۔
اللہ عزوجل کا برکت دینا اور برکت ختم کر دینا باطنی چیز ہے۔ مگر تجربہ شاہد ہے کہ جو دوکاندار عیبی چیزیں دھوکہ دے کر بیچتا ہے اس کی بکری کم ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ دوکان ختم ہو جاتی ہے۔ اور جو سچائی کے ساتھ سامان دیتا ہے اس کی دوکان خوب چلتی ہے۔ اور بکری خوب ہوتی ہے۔

تشریحات ۱۲۲۳ اس حدیث کا حاصل یہ ہے۔ کہ ہمیں اچھی اور خراب اعلیٰ معمولی ملی جلی کھجوریں ملتیں۔ تو ہم چنی ہوئی اچھی کھجور کے عوض بیچ لیتے اس طرح کہ ایک صاع اچھی کھجور لے کر دو صاع کھجور دے دیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اسکی

ع مسلم۔ البیوع۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات

يُكْنَى اَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ اِجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً فَاِنِّي اُرِيْدُ

جن کی کنیت ابو شعیب تھی۔ انھوں نے اپنے غلام سے کہا جو قصاب تھا میرے واسطے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر۔ کیوں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَنْ اَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَاِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي

علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو مدعو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے حضور کے چہرۂ انور میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔

وَجْهِهِ الْجُوْعَ فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

انھوں نے حضور کو مدعو کیا اور حضور کے ساتھ ایک صاحب اور آگئے۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہمارے

هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَهُ فَاْذَنْ لَهُ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ فَقَالَ لَا بَلْ قَدْ اَذِنْتُ لَهُ عه

پیچھے آگیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہتے ہو کہ لوٹ جائے تو لوٹ جائے گا۔ انھوں نے عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اجازت دی۔

اطلاع ملی تو اس سے منع فرمادیا۔ کیونکہ یہ سود ہے پوری بحث آگے آرہی ہے

تشریحات ۱۲۲۴ لحّام گوشت بیچنے والے کو اور جزّار اونٹ نحر کرنے والے کو۔ اور قصّاب گائے بکری ذبح کرنے والے کو کہتے ہیں۔ قصاب کا مادہ قصب ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ قصب القصاب الشاة یعنی اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

فائدہ باب قصاب کا پیشہ ایسا ہے کہ ضرورت تھی کہ اس کو واضح کر دیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی معظم ہو اگر اس کے ساتھ دعوت میں کوئی لگ جائے مالک کی اجازت کے بغیر طفیلی کو کھانا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ داعی اور طفیلی میں اتنا انبساط اور تعلق ہو کہ وہ اس کے کھانے کو بخوشی گوارا کرلے۔ یا یہ کہ مدعو ایسا ہو جس کے بارے میں یہ عرف ہو کہ اس کے ساتھ جو آتا ہے۔ داعی بخوشی اسے گوارا کرلیتا ہے۔

بغیر دعوت کے کہیں کھانے کے لئے جانے اور کھانے کی مذمت احادیث میں وارد ہے۔ امام ابو داؤد طیلسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بغیر بلائے کسی دعوت میں گیا۔ تو فاسق ہو کر گیا۔ حرام کھایا۔ چور بنکر داخل ہوا لٹیرا ہوکر باہر آیا۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بن بلائے جو کسی کے یہاں کھانے کے لئے گیا۔ اور کھایا۔ تو فاسق ہوکر داخل ہوا اور جو حلال نہیں تھا وہ کھایا۔

تشریحات ۳۸۹ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ اس تعلیق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ چاروں آیتیں سب سے اخیر میں نازل ہوئی۔ مگر خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی بخاری کی کتاب التفسیر میں جو روایت ہے۔ وہ ہے کہ سب سے اخیر میں آیت ربا نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابن تین نے داؤدی سے روایت کیا وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ سب سے اخیر میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ سورہ بقرہ آیت (۲۸۱)

عه ایضا المظالم باب اذا اذن انسان لآخر شیئا جاز ص۳۳۲ ثانی الاطعمة باب الرجل یدعی الی الطعام فیقول هذا معی ص۸۲۱ ۔ مسلم الاطعمة ۔ ترمذی النکاح ۔ نسائی الولیمة ۔

بَابُ مُوْكِلِ الرِّبٰو لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا۔ اِلٰى۔ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ البقرہ، از آیت ۲۷۸ تا ۲۸۱ ص ۲۸۰

سود کھلانے والے کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کروگے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا یقین کرلو اور اگر تم یہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔ اور اگر قرضدار تنگدست ہے تو جب تک اسے کشائش ہو مہلت دو۔ اور اگر معاف کردو تو یہ تمھارے لئے اور بہتر ہے۔ اگر جانو تو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگے۔ پھر ہر شخص کو اس کی کرنی پر پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ت ۳۸۹ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

اقول۔ ان میں منافات نہیں۔ مذکورہ بالا چاروں آیتوں سے بظاہر صرف پہلی آیت میں سود کا تذکرہ ہے۔ مگر بنظر تدقیق چاروں آیتیں حقیقت میں سود سے ایک اہم تعلق رکھتی ہیں۔ سود کے لئے قرض لینا لازم ہے پہلے ارشاد فرمایا۔ اب سود لینا بند کردو۔ دوسری میں فرمایا۔ اگر نہیں بند کروگے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا یقین کرلو۔ البتہ اصل مال کے حقدار ہو۔ اسے وصول کرسکتے ہو۔ تیسری آیت میں فرمایا۔ اگر قرضدار تنگ دست ہے تو مہلت دو۔ چوتھی میں فرمایا۔ اس دن سے ڈرو جب اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہوگے۔ اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس تنذیر عام میں سود کا لینا بھی ہے۔ کہ ہر حرام کام کی طرح اس پر بھی بھرپور سزا ملے گی۔

اس تفصیل سے ظاہر کہ اگر ان چاروں آیتوں کو آیت ربا کہہ دیں تو بجا ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ چاروں آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں۔ چوں کہ ان میں سب سے آخر۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ ہے۔ اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ سب کے آخر میں یہ نازل ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ۔ آیہ کریمہ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر یعنی دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں نازل ہوئی ہے۔ امام ثوری نے بطریق کلبی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ اس کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکتیس ۳۱ دن کے بعد وصال فرمایا۔ ابن جریج نے کہا۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ وصال سے نو دن پہلے نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا۔ کہ سات دن پہلے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ۔ النساء آیت (۱۷۶) اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں فرمادو کلالہ کے بارے میں اللہ تمھیں فتویٰ دیتا ہے۔ الآیہ۔

سید القراء حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ سب سے آخر میں سورہ توبہ کی یہ آخری آیت نازل ہوئی ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ بے شک تمھارے پاس ایک رسول تمھیں میں سے تشریف لائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث ۱۲۲۵ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ رَأَیْتُ اَبِیْ اِشْتَرٰی عَبْدًا حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ
عون بن ابی جحیفہ نے کہا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ پچھنا لگانے والے ایک غلام کو خریدا تو اس کی سینگی
فَکُسِرَتْ فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَ
لگانے کے اوزار کو توڑ وادیا۔ میں نے پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے اور خون کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور
نَهٰی عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَاٰکِلِ الرِّبٰو وَمُوْکِلِهٖ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔ عہ
گودنے اور گودوانے اور سود کھانے اور کھلانے سے منع فرمایا ہے۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

تشریحات ۱۲۲۵ باب ثمن الکلب ۔میں یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا۔ اور گودنے والی اور گودوانے والی اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

فسألته عون کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ اس کے آلات حجامت آپ نے کیوں توڑ دیئے۔ تو وہ فرمایا۔

ثمن الکلب یعنی کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ کتوں کے مار ڈالنے کا حکم تھا۔ مگر جب انھیں گھر اور مویشی کی حفاظت کے لئے پالنے اور شکاری کتوں کے رکھنے کی اجازت مل گئی تو ان کے خرید و فروخت کی اجازت بھی ہوگئی۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے مال نہ تھے اور اب مال ہوگئے۔

ثمن الدم یہاں ثمن سے مراد اجرت ہے۔ یعنی سینگی لگا کر خون نکالنے کی اجرت سے منع فرمایا۔ مگر بخاری ہی میں اسی کتاب البیوع میں باب ذکر الحجام میں حدیث آرہی ہے کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سینگی لگائی تو حضور نے انھیں ایک صاع کھجور عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو حضور کیوں دیتے۔ نیز یہ کہ ان پران کے مالک نے جو یومیہ مقرر کر رکھا تھا۔ اس میں صرف تخفیف نہ فرماتے بلکہ ان کے مالک کو حکم دیتے کہ یہ آمدنی حرام ہے۔ اس سے کچھ نہ لو۔

امام طحاوی نے یہاں یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ نہی کی حدیث منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا۔ کہ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجام (سینگی لگانے والے) کی کمائی کے بارے میں پوچھا۔ تو اسے کھانے سے منع فرمادیا۔ انھوں نے بار بار سوال کیا۔ ہر بار منع فرمایا۔ اخیر میں فرمایا۔ اس سے اپنے جانور کو چارہ کھلادے یا غلاموں کو کھلادو۔ اگر حرام ہوتا تو جانور کو چارہ دینے اور غلاموں کو کھلانے کی بھی اجازت نہ دیتے۔ مال حرام سے نہ جانور کو چارہ دینا جائز ہے نہ غلام کو خوراک دینی درست مگر بار بار ممانعت سے اس کی کراہت ظاہر ہے۔

اٰکل الربٰو اس ارشاد میں حذف ہے۔ عبارت پوری یوں ہے۔ آکل الربٰو عن اکلہ وموکلہ عن اطعامہ ۔ سود خوار کو سود کھانے سے اور سود دینے والے کو سود کھلانے سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت اتنی شدید ہے۔ کہ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ہے۔ کہ ان دونوں پر لعنت فرمائی۔ سود دینے والے پر لعنت کی وجہ یہ ہے کہ یہ سبب ہے سود کھانے کا اور سبب گناہ بھی گناہ ہے۔

عہ بیضا۔ باب ثمن الکلب ص۲۹۸ ثانی الطلاق باب مہر البغی ص۸۰۵ اللباس باب الواشمۃ ص۸۷۹ باب من لعن المصور ص۸۸۱

۱؎ عمدۃ القاری الحادی عشر ص۲۲۲

بَابُ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰو وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۔ بقرہ (۲۷۶) صفحہ ۲۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدکردار کو پسند نہیں کرتا۔

حدیث ۱۲۲۶

قَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ اِنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْحَلْفُ مُنَفِّقَۃٌ لِلسِّلْعَۃِ مُمْحِقَۃٌ لِلْبَرَکَۃِ ۔ ع

فرماتے ہوئے سنا ہے۔ قسم مال فروخت کرنے والی ہے اور برکت مٹانے والی ہے۔

بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ صفحہ ۲۸۰ بیع میں قسم کھانا مکروہ ہے۔

حدیث ۱۲۲۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَۃً وَّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بازار میں سامان لگایا۔ اور یہ قسم

ھُوَ فِی السُّوْقِ فَحَلَفَ بِاللّٰہِ لَقَدْ اُعْطِیَ بِھَا مَا لَمْ یُعْطِ لِیُوْقِعَ فِیْھَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ

کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگائی گئی ہے۔ حالانکہ اتنی قیمت لگائی نہیں گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی مسلمان کو پھانس لے۔ اس پر یہ آیت

فَنَزَلَتْ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔ الآیۃ ۔ آل عمران (۷۷)

نازل ہوئی۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض حقیر قیمت لیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

ولعن المصور تصویر بنانے کا کتنا سخت گناہ ہے۔ اس کا اس ارشاد سے اندازہ کریں۔ کہ اس پر لعنت فرمائی۔ مگر آج کل کہ مسلمان حتی کہ علماء و مشائخ بننے والے شوق سے تصویر کھنچواتے ہیں۔ اور اس میں جیسے کوئی حرج نہیں جانتے حالانکہ یہ کھچوانا سبب ہے تصویر سازی کا۔ اور سبب گناہ گناہ ہے۔ تصویر بنوانے والوں کو سوچنا چاہئے کہ جیسے سود دینے والے پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ یہ سبب ہے سود کھانے کا۔ اسی طرح اس کا قوی اندیشہ ہے کہ تصویر بنانے والے افراد بھی کہیں مستحق لعنت نہ ہوں۔

ایک مغالطے کا رد کچھ لوگ کیمرہ سے بنی ہوئی تصویر کے جواز کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ یہ تصویر نہیں عکس ہے۔ ایسے لوگوں سے گذارش ہے۔ کہ عکس پائیدار اور برقرار نہیں رہتا۔ اور یہ برقرار رہتی ہے۔ اسلئے یہ عکس نہیں تصویر ہی ہے۔ پوری تفصیل اپنی جگہ آئیگا۔

تشریحات ۱۲۲۶ حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ مگر شارحین نے کسی کسی طرح مناسبت نکالی ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا جھوٹی قسم کھانی حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا گناہ کے ذریعہ جو مال لیا جائے اس میں برکت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ آیت میں ارشاد تھا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے۔ حالانکہ ربٰو۔ کے معنی زیادتی کے ہیں۔ زیادتی اور نقص متضاد ہیں۔ اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ تو امام بخاری یہ حدیث لاکر اسے واضح فرمارہے ہیں۔ کہ آیت میں محق، مٹانے سے مراد برکت اٹھادینا ہے۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ کہ قسم سے سودا تو خوب بکتا ہے مگر برکت ختم ہو جاتی۔

تشریحات ۱۲۲۷ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے

ع مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ فی البیوع سہ ایضاً الشہادات باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا ص ۶۷ ۳۔
ثانی التفسیر باب قولہ ان الذین یشترون الآیۃ ص ۲۵۲

بَابُ مَا قِیْلَ فِی الصَّوَّاغِ ص٢٨٠ جو کچھ سناروں کے بارے میں کہا گیا۔

حدیث ١٢٢٨

أَخْبَرَنِی عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ أَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا أَخْبَرَہٗ أَنَّ

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری ایک بڑی اونٹنی تھی جو مال غنیمت سے میرے حصہ میں ملی تھی۔

عَلِیًّا قَالَ کَانَتْ لِی شَارِفٌ مِنْ نَصِیْبِی مِنَ الْمَغْنَمِ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خمس میں سے ایک بڑی اونٹنی دی تھی جب میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ

أَعْطَانِی شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِیَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کے ساتھ زفاف کروں تو بنی قینقاع کے ایک سنار کے ساتھ معاملہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِی قَیْنُقَاعَ أَنْ یَرْتَحِلَ مَعِیَ فَنَأْتِیَ بِإِذْخِرٍ

طے کر لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر لائیں کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمے میں مدد لوں

أَرَدْتُ أَنْ أَبِیْعَہٗ مِنَ الصَّوَّاغِیْنَ وَأَسْتَعِیْنَ بِہٖ فِی وَلِیْمَةِ عُرْسِیْ۔

معاملہ میں نازل ہوئی۔ امام احمد نے اپنی مسند[1] میں روایت کیا۔ شقیق بن سلمہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی مسلمان کا مال ناحق لے گا۔ جب اللہ عزوجل سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا۔ اشعث بن قیس آئے تو کہا یہ حدیث خاص میرے معاملہ میں وارد ہے۔ ایک ایسے کنویں کے بارے میں ایک چچازاد بھائی سے میرا جھگڑا ہوا جو میرا تھا مگر قبضے میں اس کے تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں معاملہ لے گیا۔ اس نے میری ملکیت سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ثبوت پیش کرو ورنہ اس پر قسم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ حضور اس کی قسم پر اگر رکھتے ہیں تو وہ میرا مال لے جائے گا میرا خصم فاجر انسان ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تفسیر طبری میں ہے کہ یہ آیت رؤسائے یہود، ابورافع، کنانہ بن ابوالحقیق اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ توریت کی تحریف کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا۔ کعب بن الاشرف اور ابن صوریا، رؤسائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔

بعہد اللہ یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ جو انھوں نے پیمان باندھا تھا کہ ایمان لائیں گے اور اس کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کریں گے
ایمانھم ۔ سے مراد جھوٹی قسمیں ہیں۔

لایکلمھم اللہ یعنی مہربانی اور رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا۔ ورنہ زجر و توبیخ کے ساتھ کلام فرمائے گا۔

ولاینظر الیھم یعنی نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ یعنی ان پر کوئی کرم اور عنایت نہیں فرمائے گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نظر سے پاک ہے۔

تشریحات ١٢٢٨

الصَّوَّاغ ۔ صاد کے فتحہ کے ساتھ فَعَّال کے وزن پر سنار کے معنی میں ہے یعنی جو صیاغت کا کام کرتا ہو۔
الصُّوَّاغ ۔ صاد کے ضمہ کے ساتھ صَائغ کی جمع ہے ۔ شارف ۔ کے معنی سن رسیدہ اونٹنی کے ہیں۔ اس کا

ف المساقات باب بیع الحطب والکلاء ص٣١٩ الجہاد باب فرض الخمس ص٤٣٤ ثانی مغازی باب ص٥٧٠
مسلم الاشربہ۔ ابوداؤد الخراج۔ مسند امام احمد اول ص١١٢ جلد خامس ص٢١٢

بَابُ ذِکْرِ الْقَیْنِ وَالْحَدَّادِ ص۲۸۰ لوہار کا ذکر۔

ابن درید نے کہا۔ کہ قین کے اصلی معنی لوہار کے ہیں۔ پھر عرف میں ہر صائغ کو کہنے لگے۔ زجاج نے کہا۔ قین نیزہ بنانے والے کو کہتے ہیں۔ اور لوہار کو بھی۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ قین لفظ مشترک ہے۔ قین لوہار کو بھی کہتے ہیں اور غلام کو بھی، لونڈی کو "قینہ" نیز مشاطہ کو بھی قینہ کہتے ہیں۔ امام بخاری نے والحداد، کا عطف کر کے اس کی تفسیر کر دی۔ اسی سے "تقین" تزین، کے معنی میں آتا ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔
اَنَا قَیَّنْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا۔ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سنگار کیا تھا۔

حدیث ۱۲۲۹ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ قَیْنًا فِی الْجَاہِلِیَّۃِ
حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا۔ اور میرا عاص بن وائل پر
وَکَانَ لِیْ عَلَی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَیْنٌ فَاَتَیْتُہٗ اَتَقَاضَاہُ قَالَ لَا اُعْطِیْکَ حَتّٰی تَکْفُرَ بِمُحَمَّدٍ
قرض تھا۔ میں اسکے پاس تقاضا کرنے گیا۔ تو اس نے کہا۔ جب تک محمد کا انکار نہیں کرو گے نہیں دوں گا۔ میں نے کہا۔

ترجمہ عام مترجمین نے بوڑھی اونٹنی کیا ہے۔ مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے حواشی بخاری میں اس کی تفسیر ـــــ ناقۃ عظیمۃ ـــ فرمائی ہے ـــ اور یہی یہاں انسب ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ ـــ ایک بڑی اونٹنی ـــ کیا ہے۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو کتاب المساقات میں آئے گی۔ یہاں صرف من المغنم۔ ہے دوسرے ابواب میں، من الخمس ـــ کا اضافہ بھی ہے۔ یعنی بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک بڑی اونٹنی حصے میں ملی تھی۔ اور اس سے پہلے خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑی اونٹنی دی تھی۔ بقیہ حدیث اپنی جگہ آئے گی وہیں مفصل کلام ہوگا۔

یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے زفاف غزوہ بدر کے بعد کیا تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ عقد بھی بدر کے بعد ہی ہوا تھا۔

مقصد باب یہاں سے امام بخاری چند پیشہ وروں کے بارے میں باب باندھ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سب پیشے جائز ہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پیشوں کا علم تھا۔ اور منع نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے۔ کہ اگر سنار کا پیشہ جائز نہ ہوتا تو اس کے ساتھ کام میں اشتراک جائز نہ ہوتا۔ اور اس کے ہاتھ اذخر بیچنا جائز نہ ہوتا۔

فَقَالَ عِکْرَمَۃُ ھَلْ تَدْرِیْ مَا یُنَفَّرُ صَیْدُھَا ھُوَ اَنْ تُنَحِّیَہٗ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَکَانَہٗ۔ عکرمہ نے کہا۔ کیا تو جانتا ہے۔ کہ شکار بھڑکانے کا کیا معنی ہے۔ یہ ہے کہ سایے سے اسے بھگا کر اس کی جگہ خود بیٹھے ـــ

کتاب المناسک میں گزری ہوئی حدیث ـــ میں تھا۔ وَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُھَا۔ اور اس کے شکار کو نہ بھڑکایا جائے۔ اس کی تفسیر حضرت عکرمہ نے یہ کی۔ مگر یہ اس کا ایک معنی ہے ورنہ یہ ارشاد اپنے عموم پر ہے کسی طرح بھڑکانا جائز نہیں۔ یہ بھڑکانے کی سب ہلکی صورت ہے۔ اسلئے امام عکرمہ نے اسے ذکر فرمایا۔

تشریحات ۱۲۲۹ تفسیر میں بطریق محمد بن کثیر جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے۔ میں نے عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی تھی۔ اور آیت کریمہ میں عہدًا کے بعد مَوْثِقًا بھی مروی ہے۔ کتاب الاجارات اور تفسیر کی بعض روایتوں میں یہ زائد ہے۔ کہ عاص بن وائل نے کہا۔ (کیا) میں مروں گا پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ حضرت خباب نے فرمایا۔ ہاں۔ تو اس نے وہ جواب دیا۔

فوائد یعنی تمہارے اعتقاد کے مطابق جب زندہ ہو کر اٹھوں گا اور جنت میں مال و اولاد ملے گی تو ادا کر دوں گا۔ اس نے بطور تمسخر یہ کہا تھا۔

فَقُلْتُ لَا اَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ دَعْنِي حَتّٰى اَمُوتَ وَاُبْعَثَ فَسَاُوتٰى مَالًا

ان کا انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو مرجائے اور پھر زندہ ہوکر اٹھے۔ تو اس نے کہا۔ رہنے دے کہ میں مروں پھر زندہ ہوکر اٹھوں اور مجھے مال اور

وَوَلَدًا فَاَقْضِيَكَ فَنَزَلَتْ - اَفَرَاَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا - مریم (۷۷) عہ

اولاد دی جائے تو میں ادا کردوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔

بَابُ الْخَيَّاطِ ص ۲۸۱ درزی کا بیان۔

حدیث ۱۴۳۰ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے مدعو کیا جسے اس نے تیار کیا تھا۔ انس بن مالک نے کہا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں گیا۔

اشکال اور حل اس حدیث پر یہ اشکال ہے۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے کافر ہونے کے لئے میعاد مقرر کی تو وہ فوراً کافر ہوگیا۔ مثلاً یہ کہا۔ کہ سال بھر کے بعد کافر ہوجاؤں گا تو وہ ابھی کافر ہوگیا پھر ایسے راسخ الایمان جلیل القدر صحابی نے وہ کیوں کہا ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل کے اعتقاد کے مطابق اسے غیظ دلانے کے لئے ایسا کہا۔ کہ جیسے تیرا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد پھر کبھی نہیں اٹھے گا۔ اسی طرح میں کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرسکتا۔ یہ کافر ہونے کے لئے میعاد مقرر کرنی نہیں۔ بلکہ ابلغ وجوہ کے بالکلیہ کفر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انکار کرنا ہے۔

اس موقع پر ـــــ یہ چار آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا۔ اور کہتا ہے۔ مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ◯ کیا وہ غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا رحمن سے کوئی عہد لے لیا ہے ◯ ہرگز نہیں۔ جو کچھ وہ کہتا ہے۔ اس کو لکھ رکھیں گے۔ اور اسے بہت لمبا عذاب دیں گے ◯ اور وہ جو کہتا ہے اس کے ہمیں وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ◯

عاص بن وائل زمانہ جاہلیت کے ملحدین زندیقین دہریوں میں سے ایک تھا۔ انھیں میں عقبہ بن ابو معیط، ولید بن مغیرہ اور ابی بن خلف بھی ہے۔ عاص بن وائل اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سربرآوردہ دشمنوں میں سے تھا۔ اس موت کا عجیب عبرتناک واقعہ ہے۔ یہ اخیر عمر میں سفر میں گیا۔ تکان کے باعث ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ جبریل امین بحکم رب العالمین تشریف لائے۔ اور سر پکڑ کر درخت سے مارنا شروع کیا وہ چلاتا تھا۔ ارے کون میرے سر کو درخت سے ٹکرا رہا ہے۔ اس کے ساتھی کہتے تھے۔ ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا۔

عہ الاجارات باب ھل یواجر الرجل نفسہ من مشرک فی ارض حرب ص ۳۰۴ ثانی التفسیر۔ سورہ کھیعص باب قولہ افرأیت الذی کفر بآیتنا الآیۃ ۔۔۔ ص ۶۹۱ باب قولہ اطلع علی الغیب ام اتخذ عند الرحمن عہدا ص ۶۹۱ باب قولہ کلا سنکتب مایقول ونمد لہ مد ا ص ۶۹۲ باب قولہ ونرثہ مایقول ویاتینا فردا ص ۶۹۲ مسلم المنافقین۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر۔ یہ الملفوظ جلد اول ص ۹

فقرب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبزا ومرقا فیہ دباء وقدید فرأیت النبی صلی اللہ

اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں لوکی اور گوشت کی بوٹیاں تھیں۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تعالیٰ علیہ وسلم یتتبع الدباء من حوالی القصعۃ فلم ازل احب الدباء من یومئذ۔ عہ

وسلم کو دیکھا کہ لوکی کو پیالوں کے کنارے سے تلاش کرتے تھے۔ حضرت انس نے کہا۔ اس دن سے میں لوکی پسند کرنے لگا۔

باب النجار ص۲۸۱ بڑھئی کا بیان۔

حدیث ۱۲۳۱ حدثنا عبد الواحد بن ایمن عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ رضی

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے

اللہ تعالیٰ عنہما ان امرأۃ من الانصار قالت لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا میں حضور کے لئے

یا رسول اللہ الا اجعل لک شیئا تقعد علیہ فان لی غلاما نجارا قال ان شئت

کوئی ایسی چیز نہ بنادوں جس پر حضور بیٹھیں۔ میرا ایک غلام بڑھئی ہے۔ فرمایا اگر تو چاہے

قال فعملت لہ المنبر فلما کان یوم الجمعۃ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(تو بنادے) ان خاتون نے منبر بنایا۔ جب جمعے کا دن آیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۱۲۳۰ کتاب الاطعمہ میں بطریق عبد اللہ بن منیر یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ایک غلام کے پاس گئے جو درزی تھا۔ آگے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوکی تلاش کرنے لگے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو حضور کے سامنے لوکی جمع کرنے لگا۔ اور غلام اپنے کام میں لگ گیا۔ اسی میں بطریق عبد اللہ بن مسلمہ یہ ہے۔ کہ اس نے جو کی روٹی پیش کی۔ قدید۔ کے معنی کٹا ہوا گوشت یا سکھایا ہوا گوشت ہے۔ یہاں زیادہ مناسب پہلا معنی ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ "گوشت کی بوٹیاں" کیا ہے۔

سلائی میں قیاس یہ چاہتا ہے۔ کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ اس میں اجارہ اور بیع، دو عقد اکٹھا ہیں۔ سلائی اجارہ ہے۔ اور درزی نے اپنی طرف سے جو دھاگہ لگایا بیع ہے۔ سلائی کی اجرت، دھاگے کی قیمت ایک دوسرے سے متمائز نہیں۔ اجرت ایک ہی طے ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ سلائی کی الگ اجرت مقرر ہو اور دھاگے کی قیمت الگ۔ مگر یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے رائج ہے۔ اس لئے بلا کراہت جائز ہے۔ اسی طرح کپڑے کی رنگائی، جوتے کی سلائی چمڑے کی پکائی وغیرہ بھی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس کا مستقل باب باندھا ـــــ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا۔ علماء نے لکھا ہے۔ کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوکی پسند تھی اور دوسرے نے کہا مجھے لوکی پسند نہیں۔ تو اس پر اندیشہ کفر ہے۔

تشریحات ۱۲۳۱ اس حدیث کا آخیر حصہ جلد ثالث ص۳۵۵ پر گزر چکا ہے۔ وہیں منبر اقدس کے بارے میں پوری تفصیل درج ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نباتات جمادات میں یک گونہ حیات ہے۔ انھیں شعور بھی ہے۔ اور ادراک بھی۔

عہ بخاری الاطعمۃ باب الدباء باب المرق باب القدید۔ باب من اضاف رجلا علی طعام ص۸۱۱ مسلم اطعمہ نسائی ابوداؤد ولیمہ ترمذی ولیمہ شمائل

عَلَی الْمِنْبَرِ الَّذِیْ صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَۃُ الَّتِیْ کَانَ یَخْطُبُ عِنْدَہَا حَتّٰی کَادَتْ
اس منبر پر بیٹھے جو بنایا گیا تھا۔ تو وہ کھجور کا تنہ چیخ پڑا جس کے پاس حضور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ معلوم ہوتا تھا کہ پھٹ

اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَخَذَہَا فَضَمَّہَا اِلَیْہِ فَجَعَلَتْ
جائے گا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اترے اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر چمٹا لیا۔ تو وہ اس بچے کی

تَئِنُّ اَنِیْنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ یُسَکَّتُ حَتَّی اسْتَقَرَّتْ قَالَ فَبَکَتْ عَلٰی مَا کَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّکْرِ۔
طرح سسکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سکون ہوگیا۔ انھوں نے کہا۔ یہ تنہ اس پر رویا تھا کہ ذکر سنتا تھا۔

بَابُ شِرَی الدَّوَابِّ وَالْحُمُرِ۔ وَاِذَا اشْتَرٰی دَابَّۃً اَوْ جَمَلًا وَہُوَ عَلَیْہِ ہَلْ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَبْضًا قَبْلَ اَنْ یَنْزِلَ۔ [۲۸۱]

چوپایوں اور گدھوں کا خریدنا۔ اور جب کوئی چوپایہ یا اونٹ خریدے اور وہ اسی پر سوار رہے۔ اترے نہیں تو یہ قبضہ ہوگا؟

توضیح باب حمیر۔ حمار کی جمع ہے۔ نیز اس کی جمع حُمُرٌ اور اَحْمِرَۃٌ بھی آتی ہے۔ دابہ ہر چوپائے کو کہتے ہیں۔ اس میں گدھا بھی داخل ہے پھر خصوصیت کے ساتھ اس کے ذکر کی کیا وجہ ہے۔ اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تند خو اونٹ خریدا۔ دوسری حضرت جابر کی حدیث جس میں اونٹ خریدنے کا تذکرہ ہے۔ اونٹ حلال جانور ہے۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ خرید و فروخت کا جواز حلال جانوروں کے ساتھ خاص ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حرام جانوروں کی خرید و فروخت ممنوع ہو۔ امام بخاری نے باب کا عنوان دواب سے قائم کر کے یہ افادہ فرمایا کہ یہ جواز ہر چوپایے کو عام ہے۔ اور حمیر کا اضافہ کر کے مزید تعمیم فرمائی کہ حرام جانوروں کی بھی خرید و فروخت جائز ہے۔ اگر اس میں کوئی منفعت ہو۔ اس سے جواز کی علت کی جانب اشارہ فرمایا۔ کہ وہ منفعت ہے۔ جس جانور میں کوئی منفعت ہو اس کی بیع و شرا جائز ہے۔

حدیث ۱۲۳۲ عَنْ وَہْبِ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔

قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ فَاَبْطَاَنِیْ جَمَلِیْ وَاَعْیَا فَاَتٰی
میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں تھا۔ میرے اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا۔ وہ تھک گیا تھا۔ میرے پاس

عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَاْنُکَ قُلْتُ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جابر! میں نے عرض کیا۔ جی حضور۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے میں نے عرض

اَبْطَاَ عَلَیَّ جَمَلِیْ وَاَعْیَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ یَحْجُنُہٗ بِمِحْجَنِہٖ ثُمَّ قَالَ اِرْکَبْ فَرَکِبْتُ
کیا میرے اونٹ نے دیر لگا دی وہ تھک گیا ہے اس لئے میں پیچھے رہ گیا۔ تو حضور اترے اور اپنے عصا سے اسے ہانکنے لگے پھر فرمایا سوار ہو جا۔ میں سوار ہوگیا۔

تشریحات ۱۲۳۲ امام بخاری نے اس حدیث کو اکیس طریقے سے مسندا روایت کیا ہے۔ اور ص۳۰۵ پر چودہ طریقے سے تعلیقا۔ اس کا ایک حصہ جلد ثانی ص۴۳۶ پر گزر چکا ہے۔ مگر وہاں حدیث مختصر تھی یہاں مفصل ہے۔ جس سے کئی مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔

فی غزاۃ علامہ ابن حجر نے تحریر فرمایا۔ کہ یہ غزوہ ذات الرقاع میں ہوا تھا۔ مگر خود بخاری کتاب الشروط میں ص۳۷۵ پر تعلیقا بطریق داؤد بن قیس

فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ

اب وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ میں اس کو روکتا تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوجائے۔ حضور نے دریافت فرمایا

نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ

تم نے شادی کرلی؟ میں نے عرض کیا۔ جی حضور، پوچھا کنواری سے کہ بیاہتا سے۔ میں نے عرض کیا بیاہتا ہے۔ فرمایا۔ کنواری سے کیوں نہیں کی؟ جو تم سے کھیلتی تم

لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَا

اس سے کھیلتے۔ میں نے عرض کیا۔ میری بہنیں ہیں۔ میں نے یہ پسند کیا کہ کسی ایسی عورت سے شادی کروں جو انھیں اکٹھا رکھے اور ان کی کنگھا کرے، نگہبانی کرے

إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّي

فرمایا سنو تم پہونچنے والے ہو جب پہونچ جانا خوب سمجھداری سے کام لینا۔ پھر فرمایا۔ کیا اپنا اونٹ بیچوگے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو حضور نے اسے ایک

بِأُوقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْنَا إِلَى

اوقیہ میں خرید لیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہونچ گئے اور میں دوسرے دن صبح کو پہونچا اور مسجد حاضر ہوا۔

الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ الْآنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ

حضور کو مسجد کے دروازے پر تشریف فرما پایا۔ دریافت فرمایا۔ اب تم آئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ جاؤ اور اندر جاکر

بن عبید اللہ بن مقسم تصریح ہے کہ تبوک کے راستے میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

ان لی اخوات مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ کہ میرے باپ عبد اللہ شہید ہوگئے۔ اور انھوں نے نو یا سات بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ انھیں کے مثل سے شادی کروں جو نہ ان کی تربیت کرسکے اور نہ دیکھ ریکھ کرسکے۔ اس لئے میں نے بیاہتا سے شادی کی۔ جو ان کی دیکھ ریکھ کرے اور ان کو اچھا طور طریقہ سکھائے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اللہ تجھے برکت دے۔

فالکیس الکیس اس کے پہلے تھا۔ فاذا قدمت۔ یہ اسی کی جزا ہے۔ اور یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ یعنی فالزم الکیس۔ کیس کے معنی عقل اور سمجھ کے ہیں۔ یہ ارشاد اس بنا پر ہے کہ حضرت جابر کنوارے تھے۔ انھیں ازدواجی زندگی کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے تنبیہ فرمائی۔

باوقیۃ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے ان کا اونٹ کتنے میں لیا تھا۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ کتاب الشروط ص ۳۷۵ پر اس حدیث کی جو تعلیقیں ذکر کی ہیں۔ اس میں ایک روایت میں "بوقیۃ" ہے۔ یہ اُوقیہ ہی کی ایک لغت ہے۔ ایک روایت میں چار دینار ہے۔ ایک اُوقیہ چالیس درم ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک دینار دس درم کا ہوا۔ وہیں ایک روایت میں چار اُوقیہ ہے۔ اور ایک روایت میں بیس دینار ہے۔ یہاں امام بخاری نے فرمایا۔ کہ امام شعبی نے جو فرمایا۔ کہ ایک اوقیہ میں لیا۔ یہی اکثر ہے۔ عام روایتوں میں صرف اوقیہ وارد ہے۔ یہ تصریح نہیں۔ کہ ایک اُوقیہ سونے کے عوض یا چاندی کے عوض۔ مگر ایک روایت میں "اُوقِيَّةُ ذَهَبٍ" آیا ہے۔ اوقیہ چاندی کا وزن ہے۔ یہ چالیس درہم ہوتا ہے۔ سونے کا وزن نہیں۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے۔ کہ ایک اوقیہ چاندی کے عوض اس عہد میں جتنا سونا ملتا ہو اس کے عوض بیچا۔ ہوسکتا ہے کہ اس عہد میں ایک دینار کی قیمت دس درم ہو۔ اب چار دینار والی روایت اور ایک اوقیہ والی روایت، دونوں کا حاصل ایک ہو — اور جن روایتوں میں بیس دینار آیا ہے۔ اس سے مراد چھوٹے دینار ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ اوقیہ والی روایت راوی کا سہو ہے۔

فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لِي أُوقِيَةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ

دو رکعت نماز پڑھ لو ۔ میں اندر گیا اور نماز پڑھی ۔ اب حضور نے بلال کو حکم دیا ۔ اس کے لئے اوقیہ تول دے ۔ بلال نے تول دی اور بڑھا کر

لِي فِي الْمِيزَانِ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُوا لِي جَابِرًا قُلْتُ الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ

تولی ۔ میں چلا جب مڑ گیا تو فرمایا ۔ جابر کو بلاؤ ۔ میں نے جی میں کہا ۔ اب حضور اونٹ کو لوٹائیں گے ۔ اور اس سے

يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ قَالَ فَخُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ ۔ عہ

زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی ۔ فرمایا ۔ اپنا اونٹ لے اور قیمت بھی لے جا ۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ اس عہد مبارک میں مختلف ممالک کے سکّے مدینہ طیبہ میں رائج تھے ۔ راویوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق اس کی مختلف تعبیر کی ہے ۔ نیز حدیث سے ظاہر ہے کہ جو قیمت طے ہوئی تھی ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ دیا ۔ کتنا زیادہ دیا ۔ اس کی تصریح کسی روایت میں نہیں ۔ ہو سکتا ہے ۔ کہ اکثر راویوں نے قیمت کی وہ مقدار بتائی جو طے ہوئی تھی ۔ ہو سکتا ہے کچھ لوگوں نے وہ قیمت ذکر کی ہو جو ادا کی گئی ۔ اس کا بھی امکان ہے کہ خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اس کو ذکر کیا کبھی اس کو ذکر کیا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بیع میں شرط کتاب الشروط کی روایت ہے ۔ فاستثنیت حملانہ الی اھلی ۔ میں نے اپنے اہل تک جانے کا استثنا کرلیا ۔ دوسری روایتوں میں بھی اس کے ہم معنی الفاظ آئے ہیں ۔

بیع میں ایسی شرط لگانا جس میں عاقدین میں سے کسی کا ایسا فائدہ جو مقتضائے عقد نہ ہو ۔ فاسد ہے ۔ یہی جمہور کا مذہب ہے ۔ جمہور کی دلیل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ہے ۔ جس میں حضرت بریرہ کے خریدنے کا ذکر ہے ۔ ان کے مالکوں نے ام المومنین کے سامنے یہ شرط رکھی تھی ۔ کہ آپ خرید کر آزاد کردیں مگر حق ولاء ہمیں حاصل ہوگا ۔ حضرت ام المومنین نے خدمت اقدس میں عرض کیا ۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا ۔ تم خرید لو اور آزاد کردو ۔ ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے گا اور فرمایا ۔ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ۔ ہر ایسی شرط جو کتاب اللہ میں نہیں باطل ہے ۔ اگرچہ سو شرط ہو ۔ اور یہی مقتضائے درایت بھی ۔ اس لئے اسی کو ترجیح ہے ۔ علاوہ ازیں حضرت جابر کی اس حدیث کے الفاظ مختلف آئے ہیں ۔ بعض راویوں نے شرط کے طور پر ذکر کیا ہے ۔ اور بعض راویوں نے ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ ترحم ان کو اس کی اجازت دے دی تھی ۔ علاوہ ازیں خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ۔

فصل رکعتین یہ سفر سے واپسی کی نماز تھی ۔ مگر بعض روایتوں میں یہ آیا ہے ۔ کہ یہ چاشت کا وقت تھا ۔ اس سے کچھ نے کہا نماز چاشت تھی مگر یہ صحیح نہیں ۔

عہ الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ اذا قدم من سفر ص۶۳ الاستقراض باب من اشتری بالدین ولیس عندہ ثمنہ ص۳۲۱ باب ھل یعطی اکبر من سنہ ص۳۲۲ باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص۳۲۴ باب حسن القضاء ص۳۵۵ الھبۃ باب ھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص۳۵۵ دو طریقے سے ۔ باب اذا اشترط البائع ظہر الدابۃ الی مکان مسمی جاز ص۳۷۵ باب من ضرب دابۃ غیرہ فی الغزو ص۴۰۰ باب استیذان الرجل الامام ص۴۱۶ باب من غزا وھو حدیث احد بعرس ص۴۱۶ باب الصلوٰۃ اذا قدم من سفر ص۴۳۴ ثانی مغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما الخ ص۵۸۰ نکاح باب الثیبات دو طریقے سے ص۷۶۰ باب طلب الولد تین طریقے سے ص۴۸۹ النفقات باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ ص۸۰۵ دعوات باب الدعا للمتزوج ص۹۴۵ ۔ مسلم ۔ مسافرین ۔ مساقات ۔ رضا ۔ ابوداؤد نکاح ۔ جہاد ۔ ترمذی نکاح ۔ نسائی بیوع ۔ ابن ماجہ نکاح ۔ دارمی نکاح موطا امام مالک حدود ۔ مسند امام احمد ثالث ص۲۹۴-۳۰۲ وغیرہ ۔ بخاری اول المکاتب ص۳۴۸ ۔

بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيْمِ اَوِ الْاَجْرَبِ ۔ اَلْهَائِمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ ۔ ص۲۸۲

استسقاء اور خارش کے مریض اونٹ کا خریدنا ۔ ہائم کے معنی ہیں ۔ ہر چیز میں اعتدال سے آگے بڑھنے والا ۔

حدیث ۱۲۳۳

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هٰهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهٗ

عمرو بن دینار نے کہا ۔ یہاں ایک شخص تھا جس کا نام نواس تھا ۔ اور اس کے پاس استسقاء زدہ اونٹ تھے ۔ حضرت ابن عمر

اِبِلٌ هِيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْاِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَهٗ فَجَاءَ اِلَيْهِ شَرِيْكُهٗ فَقَالَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے اور ان اونٹوں کو اس کے شریک سے خریدلیا ۔ اس کے بعد اس کا شریک آیا تو اس سے بتایا کہ ہم نے ان اونٹوں کو بیچ دیا ہے اس نے

بِعْنَا تِلْكَ الْاِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا فَقَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ

پوچھا کس کے ہاتھ بیچا ہے تو اس نے بتایا ۔ اس حلیے کے ایک بزرگ کے ہاتھ ۔ اس نے کہا تجھے خرابی ہو ۔ وہ بخدا ابن عمر ہیں ۔ اب یہ حضرت

عُمَرَ فَجَاءَهٗ فَقَالَ اِنَّ شَرِيْكِيْ بَاعَكَ اِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَقْهَا فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ۔ میرے شریک نے آپ کو پہچانا نہیں اور استسقاء زدہ اونٹوں کو آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے ۔ فرمایا تو ہانک لیجا

قَالَ دَعْهَا رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى ۔

جب وہ ہانکے گیا تو فرمایا ۔ رہنے دے ۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہیں کہ فرمایا ۔ بیماری میں چھوت نہیں ۔

بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا ص۲۸۲ فتنے اور امن میں ہتھیار کا بیچنا ۔

ت ۲۹۰

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَيْعَهٗ فِي الْفِتْنَةِ ۔

اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنے کے ایام میں ہتھیار کی بیع کو ناپسند فرمایا ۔

فارجع فی المیزان دوسری روایتوں میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اس کا حکم دیا تھا ۔ کہ کچھ زیادہ تولنا ۔ کتاب الجہاد باب من ضرب دابۃ غیرہ میں ہے ۔ فبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باواقی من ذھب ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی اوقیہ سونا بھیجا ۔ جب کہ مسلم کی ایک روایت کے اخیر میں ہے ___ خذ جملك ودراهمك ۔ اپنا اونٹ اور اپنا دراہم لے ___ اس سے معلوم ہوا کہ قیمت میں دراہم دیئے تھے ___ توجیہ وہی ہے ۔ کہ کبھی طے شدہ کو ذکر کیا کبھی ادا شدہ کو ۔ کبھی اس نوع کو ذکر کیا جو قیمت میں دی تھی اور کبھی اس کی اس قیمت کو جو دوسرے نوع سے ہوتی تھی ۔

توضیح باب هِيْم ۔ اَهْيَم کی جمع ہے ۔ جیسے هُيَّام یعنی استسقا کی بیماری ہو ۔ یہ ہائم کی جمع نہیں ۔ ہائم کے معنی ہیں دیوانگی کی حد تک حیران ۔ جو کوئی کام صحیح طور سے نہ کر سکے ۔ عشق میں پاگل ۔ اس کی جمع هُيَّم ۔ هُيَّام ۔ آتی ہے ۔ اھیم صفت مشبہ اور ھائم اسم فاعل ۔

ھائم کے معنی بتا کر امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں ۔ کہ اگرچہ دونوں کا مادہ ایک ہے ۔ مگر صفت مشبہ اور اسم فاعل کے معنی میں یہ فرق ہے ۔ اھیم ۔ استسقا کی بیماری والے کے معنی میں ہے ۔ اور ۔ ھائم ۔ حیران و سرگرداں کے معنی میں ہے ۔ یا یہ کہ اَهْيَم کی معنی لغوی کے ساتھ مناسبت کی طرف اشارہ مقصود ہے ۔ کہ اَهْيَم کے لغوی معنی سخت حیران و سرگشتہ ہیں ۔ اور استسقاء کی بیماری والا بھی پیاس کی شدت کی وجہ سے مخبوط الحواس رہتا ہے ۔

تشریحات ۱۲۳۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب دار چیز بیچنا ممنوع ہے ۔ مگر یہ کہ مشتری کو عیب پر مطلع کر دیا جائے ۔ اور وہ راضی ہو جائے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تابعین صحابہ کرام کا کتنا لحاظ اور پاس کرتے تھے ۔ نیز معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر کتنا اطمینان اور وثوق تھا ۔ نیز معلوم ہوا کہ عقیدہ یہ ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے باطل ہے ۔

تشریحات ۲۹۰ اس تعلیق کو ابن عدی نے کامل میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ طبرانی نے معجم کبیر میں مرفوعاً روایت کیا ہے ۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے ۔

حدیث ۱۲۳۴ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ ہم حنین کے سال رسول اللہ

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَیْنٍ فَاَعْطَاہُ یَعْنِیْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے تو حضور نے وہ یعنی زرہ مجھے

الدِّرْعَ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِہٖ مَخْرَفًا فِیْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَاِنَّہٗ اَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُہٗ فِی الْاِسْلَامِ ؏

عنایت فرمائی ۔ میں نے اس زرہ کو بیچ کر ایک باغ خریدا ۔ یہ پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد جمع کیا ۔

صحیح اور مختار یہی ہے کہ فتنے کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ممنوع ہے ۔ اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں ۔ اگر مسلمانوں کے ہاتھ بیچا تو خود بلا ہتھیار رہنا اچھا نہیں اور اگر دشمنوں کے ہاتھ بیچا تو دوسری خرابی یہ ہوئی کہ دشمن کو قوت پہونچی ۔

تشریحات ۱۲۳۴ یہ ایک طویل حدیث کا اخیر جز ہے ۔ حضرت ابوقتادہ نے فرمایا ۔ حنین کے موقع پر جب مڈبھیڑ ہوئی ۔ تو مسلمانوں میں کچھ انتشار پیدا ہو گیا ۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے ۔ میں گھوم کر اس کے پیچھے سے آیا ۔ اور اس کے کاندھے کے پٹھے پر تلوار ماری ۔ مشرک نے جھپٹ کر مجھے اتنے زور سے دبوچ لیا کہ میں سمجھا کہ اب گیا مگر ہوا یہ کہ وہ خود مر گیا ۔ اور مجھے چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا ۔ اور پوچھا ۔ لوگوں کا کیا حال ہے فرمایا ۔ اللہ کی مرضی ۔ اسکے بعد لوگ لوٹے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ۔

جنگ کے اختتام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے اور فرمایا ۔ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس ثبوت ہو تو اس کا سامان قاتل کا ہے ۔ میں نے کہا ۔ میرے لئے کون گواہی دے گا ۔ پھر میں بیٹھ گیا ۔ دوبارہ حضور نے وہی فرمایا ۔ تو میں کھڑا ہوا کہ کون میرے لئے گواہی دیتا ہے پھر بیٹھ گیا ۔ اب پھر حضور نے وہی ارشاد فرمایا ۔ اس پر میں پھر کھڑا ہو گیا ۔ تو دریافت فرمایا ۔ کیا بات ہے اے ابوقتادہ ؟ میں نے واقعہ عرض کیا ۔ تو ایک مسلمان نے کہا ۔ انھوں نے سچ کہا ہے اور اس کا چھینا ہوا سامان میرے پاس ہے ۔ حضور انھیں راضی فرما دیں ۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ۔ اس قریش کے بچو کو نہ دیں ۔ اسے نہیں ملے گا ۔ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں لڑے ۔ اور مقتول کا سامان تجھے دیں ۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ابوبکر نے سچ کہا ۔ ابوقتادہ کو سامان دے دے ۔ انھوں نے لا کر خدمت اقدس میں حاضر کر دیا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرما دیا ۔ وہ زرہ تھی جسے میں نے بیچ کر بنی سلمہ کے محلے میں ایک باغ خریدا ۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ پہلا ایسا مال تھا جسے میں نے جمع کیا ۔ یعنی پہلے جو مال حاصل ہوا تھا وہ خرچ ہو ہو گیا مگر اس سے باغ خرید لیا

حُنَیْن مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک میدان ہے ۔ جہاں ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ثقیف اور ہوازن اہل طائف سے زبردست معرکہ ہوا تھا ۔ جس میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا ۔ کہ جنگل کا جنگل مویشیوں سے بھرا پڑا تھا ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ کسی کسی کو سو سو اونٹ کسی کسی کو چالیس چالیس اوقیے چاندی عنایت فرمایا ۔

تاثلتہ اس کا مادہ اثل ہے ۔ اس کے معنی ۔ اصل ، بنیاد ہے ۔ باب تفعل میں تکلف کا افادہ کرتا ہے یعنی اسے بتکلف آمدنی کیلئے بنیاد بنایا ۔

مطابقت باب کے دو جز تھے ۔ فتنے کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ۔ یہ تعلیق سے ثابت ہوا کہ ممنوع ہے ۔ دوسرا جز امن کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ۔ یہ حضرت ابوقتادہ کی حدیث سے ثابت ہوا ۔ اس حدیث پر امام بخاری نے دو باب اور قائم فرمایا ہے ۔ جس نے مال غنیمت سے خمس نہیں

؏ الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب ص۴۴۴ ثانی ۔ المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین ص۶۱۸ الاحکام باب الشہادۃ تکون عند الحاکم ص۱۰۶۳ مسلم ابوداؤد موطا امام مالک کلہم فی الجہاد

بَابُ الْعَطَّارِ وَبَیْعِ الْمِسْكِ ص۲۸۲ عطار اور مشک بیچنے کا بیان۔

حدیث ۱۲۳۵

حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ

نے فرمایا۔ نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک والے اور لوہار کی بھٹی کی ہے مشک والے

الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَشْتَرِيَهُ وَإِمَّا تَجِدُ رِيحَهُ

سے تو محروم نہیں رہے گا۔ یا خریدے گا۔ یا اس کی خوشبو سونگھے گا۔ اور لوہار کی بھٹی

وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً [ع]

یا تیرا گھر جلا دے گی۔ یا کپڑا۔ یا بدبو پائے گا۔

دیا۔ حکم یہ ہے کہ جنگ میں جتنا مال غنیمت اکٹھا ہو۔ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر حکومت کے حوالے کیا جائے۔ بقیہ مجاہدین میں تقسیم کیا جائے۔ واقعے سے ظاہر ہے کہ اس کافر کے سامان سے خمس نہیں نکالا گیا۔ اور پورا حضرت ابو قتادہ کو دے دیا گیا۔

تیسرا باب یہ باندھا ہے۔ شہادت حاکم کے روبرو اس کی مجلس قضا میں ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ جن کے پاس سامان تھا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو حضرت ابو قتادہ کی تصدیق کی۔

تشریحات ۱۲۳۵ مشک ایک خاص قسم کے ہرن کی ناف میں خون جمع ہو کر بنتا ہے۔ جب مشک تیار ہو جاتا ہے۔ تو ہرن کو کھجلی اٹھتی ہے۔ اور بے چین ہو کر پتھروں پر ناف رگڑتا ہے تو وہ جھڑ جاتا ہے یہی نافہ ہے جس کے اندر مشک ہوتا ہے چونکہ زندہ جانور کے جسم سے جو حصہ جدا کیا جائے۔ وہ حرام اور ناپاک ہے۔ اسی وجہ سے اسلاف میں کچھ بزرگوں کا مذہب یہ تھا۔ کہ مشک ناپاک ہے۔ اور جب یہ ناپاک ہے تو اس کا کاروبار حرام ہوگا۔ مگر جمہور سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ پاک اور طیب ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا ہے۔ وہ بھی احرام کے وقت۔ نیز فرمایا ہے۔ المسك اطيب الطيب۔ مشک سب سے عمدہ خوشبو ہے۔ بعد میں مشک کی طہارت اور حلت پر اجماع ہو گیا ہے۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ زندہ کے جسم کا وہ عضو ناپاک اور حرام ہے جس میں خون ہو۔ اور نافے سے جب مشک تیار ہو جاتا ہے تو وہ سرے سے خون رہتا ہی نہیں۔ جو خون پہلے جمع ہوا تھا۔ اس کی ماہیت بدل گئی ہے۔ اور اب یہ دوسری چیز بن گئی۔ رنگ، بو، مزہ، تو اِم خاصیت، سب کچھ بدل گیا ہے

امام بخاری یہ باب باندھ کر یہی افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ مشک پاک اور طیب حلال ہے۔ اس کی خرید و فروخت سب جائز ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صحبت مؤثر ہے۔ اچھوں کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان میں اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور بروں کی صحبت میں انسان بگڑ جاتا ہے۔

ع ثانی، الذبائح باب المسك ص۸۳۰۔ مسلم۔ البر۔ ابوداؤد۔ ادب۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۴۰۴۔ ۱؎ مسلم جلد ثانی الالفاظ باب المسك ص۲۹۳۔ مسند امام احمد ثالث ص۶۲

بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ ص۲۸۳ سینگی لگانے والے کا ذکر۔

حدیث ۱۲۳۶ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهِ۔ عـه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سینگی لگائی۔ تو حضور نے اسے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔ اور اس کے آقاؤں کو حکم دیا کہ اسکے محصول کو کم کریں۔

حدیث ۱۲۳۷ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ۔ عـه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی۔ اور سینگی لگانے والے کو کچھ دیا۔ اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو نہ دیتے۔

توضیح باب باب موکل الربو۔ میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ سینگی لگانے کی اجرت جائز نہیں اس لئے بطور استدراک یہ باب باندھا۔ توجیہ گزر چکی کہ ممانعت کراہت تنزیہہ پر محمول ہے۔

تشریحات ۱۲۳۶ کتاب الاجارہ باب ضریبۃ العبد۔ میں بصاع اوصاعین ہے اور باب من کلم موالی العبد میں بصاع اوصاعین۔ اور مُدٍّ او مدین۔ ہے۔ ابوطیبہ کا نام دینار یا نافع یا میسرہ تھا۔ اور ان کے آقا کا نام محیصہ بن مسعود انصاری تھا۔ انھیں بہت لمبی عمر ملی۔ ایک سو تینتالیس سال کے ہوکر واصل بحق ہوئے۔ یہ ابوطیبہ بنی بیاضہ کے غلام تھے۔

عن خراجہ اس عہد میں دستور تھا کہ غلاموں اور لونڈیوں پر یومیہ یا ماہانہ محصول لگا دیتے کہ تم اتنا کما کر لاؤ۔ چنانچہ ابوطیبہ پر سات صاع محصول تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے آقا محیصہ کو بلا کر ایک صاع کم کرا دیا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سینگی لگوانا جائز ہے۔ اس کی اجرت بھی مباح ہے۔ غلام اور لونڈی پر محصول لگانا جائز ہے۔ کسی سے کام لیا جائے اگرچہ مزدوری پر کیوں نہ ہو اس پر شفقت اور مہربانی پسندیدہ ہے۔

تشریحات ۱۲۳۷ مسند امام احمد میں بطریق شعبی جو روایت ہے اس میں یہ تفصیل بھی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دونوں اخدع اور دونوں شانوں کے درمیان سینگی لگواتے۔ بنی بیاضہ کے ایک غلام کو بلایا اور سینگی لگوائی۔ اسی کی بعض روایتوں میں نام بھی مذکور ہے کہ یہ ابوطیبہ تھے۔ اس سے ظاہر ہوگیا یہ وہی قصہ ہے جو حضرت انس کی حدیث میں مذکور ہے۔ البتہ اس کو اجرت اور محصول کی مقدار میں جزئی اختلاف ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اجرت ڈیڑھ مُد دی اور ان پر محصول یومیہ ڈیڑھ مُد تھا۔ حضور نے سفارش کر کے نصف مُد کم کرا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف صاع اور مُد کے اختلاف پر مبنی ہو۔ اس لئے اس عہد میں خود مدینہ طیبہ میں مختلف مقدار کے صاع اور مُد رائج تھے۔ اخدع۔ دو باریک رگیں ہیں۔ جو دونوں پہلوؤں سے گزرتی ہیں۔

عـه ایضا باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفوہ ص۲۹۳ الاجارات باب ضریبۃ العبد ص۳۰۴ باب من کلم موالی العبد ان یخففوا عنہ ص۳۰۴ ثانی الطب باب الحجامۃ من الداء ص۸۴۹۔ مسلم۔ مساقات۔ ابوداؤد۔ البیوع۔ ترمذی بیوع۔ دارمی بیوع۔ موطا امام مالک۔ الاستیذان مسند امام احمد ثالث مسند وغیرہ۔ عـه الاجارات باب خراج الحجام ص۳۰۴ دو طریقے سے۔ مسلم المساقات۔ ابوداؤد البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ مسند امام احمد اول ص۲۵۰، ۳۲۴-

بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ص۲۸۳ اس کی تجارت کا بیان جس کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کو مکروہ ہے۔

حدیث ۱۲۳۸ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ حُلَّةَ حَرِيرٍ أَوْ سِيَرَاءَ فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِي تَبِيعَهَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے پاس ریشمیں حلہ بھیجا۔ (حضرت عمر نے اسے پہن لیا) جب اسے حضور نے دیکھا تو فرمایا۔ میں نے تمھارے پاس اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم اسے پہنو۔ اسے وہی پہنتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس سے نفع حاصل کرو یعنی اسے بیچ دو۔

حدیث ۱۲۳۹ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں (قاسم بن محمد) کو خبر دی کہ انھوں نے

توضیح باب یہاں لُبْسُهُ سے مراد استعمال کرنا ہے۔ صرف پہننا مراد نہیں ورنہ باب سے مطابقت نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے کہ اس کے ضمن میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ان میں کسی میں پہننے کا ذکر نہیں۔ دوسرے طریقے سے استعمال کا تذکرہ ہے۔ امام بخاری نے حسب عادت یہاں بھی اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا۔ مگر اس کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔

تشریحات ۱۲۳۸ یہ حدیث مفصل تھوڑے تغیر کے ساتھ جلد ثالث ص۳۲۸ پر گزر چکی ہے وہاں اس کا تذکرہ نہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حلے کو پہنا۔ وہاں یہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی جوڑا دیکھا۔ تو خدمت اقدس میں عرض کیا۔ اگر حضور اسے خرید لیں۔ جمعہ کے دن اور وفد کے لئے پہنا کریں۔ فرمایا اسے وہی پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد خدمت اقدس میں کچھ جوڑے آئے تو حضور نے حضرت عمر کو ایک جوڑا عنایت فرمایا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا۔ حضور مجھے یہ پہننے کے لئے دے رہے ہیں اور عطارد کے جوڑے کے بارے میں وہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا حضرت عمر نے یہ جوڑا اپنے ایک مشرک بھائی

تشریحات ۱۲۳۹ بدر الخلق میں بجائے اِشْتَرَيْتُ کے حَشَوْتُ ہے۔ یعنی میں نے بھرا تھا۔ غالباً کپڑا خرید کر خود اس میں کچھ بھر کر گدا بنایا تھا۔ آگے ہے وجعل یتغیر وجھہ۔ حضور کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ پھر لتقعد کی جگہ لتضطجع ہے۔ تاکہ حضور سٹیں۔

نمرقہ ابن السکیت نے کہا کہ نمرقہ۔ نون اور راء کو ضمہ۔ نیز نون اور راء کے کسرے اور بغیر ہاء کے بھی ہے۔ ابن تین نے کہا ہم نے اسے نون کے فتحے اور راء کے ضمے کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ معنی چھوٹا تکیہ۔ فرش۔ قالین وغیرہ ہیں۔ میرے خیال میں یہاں سب سے موزوں قالین یا فرش ہے۔ جس پر لتقعد اور لتضطجع قرینہ واضحہ ہے۔

کپڑا جن میں تصویریں ہوں باب کے اثبات میں امام بخاری دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریشمیں کپڑا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے اس لئے بھیجا ہے کہ تم اس کو بیچ دو۔ یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ جن کپڑوں کا پہننا ممنوع ہے ان کی بیع جائز ہے۔ دوسری حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مسطور۔ یہ بھی بنظر تحقیق جواز بیع کی دلیل ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کو بیع فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ علاوہ ازیں جلد ثانی ص۳۵۰ ص۲۵۹ پر گزری ہوئی خود ام المومنین کی حدیث نسائی میں یوں ہے۔

ثانی باب التصاویر صفحہ ۳

أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک ایسا قالین خریدا جس میں تصویریں تھیں - جب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازے پر

قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُوبُ إِلَى

رک گئے اندر تشریف نہیں لائے - میں نے چہرہ مبارک میں ناپسندیدگی دیکھی - تو عرض کیا - یا رسول اللہ! میں اللہ اور رسول

اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ

کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ قالین کیسا ہے -

هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

میں نے عرض کیا - میں نے اس لئے خریدا ہے - کہ حضور اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں - تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - ان تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا - ان سے کہا

فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ هٰذِهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰئِكَةُ - عه

جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو - اور فرمایا - جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں - اس میں فرشتے نہیں آتے -

کہ اس پردے کو پھاڑ کر ام المومنین نے دو ٹکڑے کر دیئے - ایک پر حضور نے ٹیک لگایا - اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہے - اور اس طرح استعمال کرنا کہ اس میں اس کی تذلیل و توہین ہو جائز ہے - مثلاً بیٹھنا یا ٹیک لگانا -

رہ گئی یہ بات کہ اس قالین کو ام المومنین نے بیٹھنے اور لیٹنے کے لئے ہی خریدا تھا - پھر کیوں خفگی کا اظہار فرمایا - ہو سکتا ہے - یہ پہلا موقعہ رہا ہو - تصاویر کے استعمال عام کو روکنے کے لئے ابتدائیہ شدت برتی - جیسا کہ حَنتم، دُبّاء، مُزفّت اور نقیر کے بارے میں ابتداء بالکلیہ ممانعت فرمایا -

لاتدخله الملئكة اس سے مراد مطلقاً ملئکہ نہیں - صرف ملئکہ رحمت واستغفار ہیں رہ گئے دوسرے ملئکہ مثلاً کراماً کاتبین، انسان کی حفاظت کرنے والے یا حضرت ملک الموت یہ ہر جگہ جاتے ہیں - ان گھروں میں جاتے ہیں جہاں تصویریں ہوتی ہیں - اس سے مراد ذی روح کی تصویر ہے - جس میں چہرہ ہو - غیر ذی روح کی تصویر مثلاً درخت مکان، دریا جنگل وغیرہ کی بلاشبہ جائز ہیں - اسی طرح انسان کی تصویر جس میں چہرہ نہ ہو جائز ہے -

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اہانت تذلیل کی جگہ نہ ہو - اور اگر ایسی جگہ پر ہو تو بھی حرام نہیں - مثلاً بچھونے فرش وغیرہ پر تصویریں بنی ہوں تو کوئی حرج نہیں - امام ابوجعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا - جبرئیل امین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی - فرمایا - آؤ - عرض کیا - کیسے آؤں - آپ کے گھر میں پردہ ہے جس میں گھوڑے اور مردوں کی تصویریں ہیں - یا تو ان کے سروں کو کاٹ دیں یا اس کا بچھونا بنالیں - ہم فرشتے ان گھروں میں نہیں جاتے جن میں تصویریں ہوں - مسلم میں سعید بن ابوالحسن سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کیا - میں یہ

عه بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص۴۵۸ ثانی النکاح باب هل یرجع اذا رأی منکرا فی الدعوة ص۷۷۸ اللباس باب من کره القعود علی الصور ص۸۸۱ باب من لم یدخل بیتا فیه صورة ص۸۸۱ مسلم - اللباس -

لہ شرح معانی الآثار ثانی الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ص۶۵۵ ۲ ثانی اللباس باب تحریم التصویر ص۲۰۲

بَابُ کَمْ یَجُوْزُ الْخِیَارُ ۔ صـ۲۸۳ کتنے دن تک خیار جائز ہے ۔

حدیث ۱۲۳۰ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُتَبَایِعَیْنِ بِالْخِیَارِ فِیْ بَیْعِھِمَا مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اَوْ یَکُوْنُ الْبَیْعُ خِیَارًا ۔ قَالَ نَافِعٌ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا یُعْجِبُہٗ فَارَقَ صَاحِبَہٗ عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری کو اپنی بیع میں اختیار ہے جب تک متفرق نہ ہوں یا بیع خیار کے ساتھ ہو ۔ نافع نے کہا حضرت ابن عمر کی عادت یہ تھی ۔ جب کوئی چیز خریدتے اور پسند آجاتی تو خریدار سے الگ ہوجاتے ۔

بَابُ الْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا صـ۲۸۳ بائع اور مشتری کو خیار حاصل ہی جب تک ان میں تفریق نہ ہوجائے ۔

ت ۳۹۱ وَبِہٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَشُرَیْحٌ وَالشَّعْبِیُّ وَالطَّاؤُسُ وَعَطَاءٌ وَابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور شریح اور شعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ خیار مجلس کے قائل تھے ۔

تصویریں بناتا ہوں اس بارے میں فتویٰ دیجئے ۔ تو فرمایا ۔ مجھ سے قریب ہو ۔ مجھ سے قریب ہو ۔ وہ قریب ہوا ۔ یہاں تک کہ انھوں اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا ۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں جو کچھ سنا ہے ۔ وہ بتاتا ہوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ۔ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے ۔ ہر تصویر جاندار کردی جائے گی اور اسے سزا دے گی اور اگر بغیر اس کے چارہ نہیں ۔ تو درخت وغیرہ ایسی چیزوں کی بنا جن میں روح نہ ہو ۔

تشریحات ۱۲۴۰ اس حدیث کو امام بخاری نے اس کے بعد مسلسل تین ابواب میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ سب کے معانی ایک ہی ہیں ۔ اس حدیث کا مفاد بھی وہی ہے ۔ جو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صـ۱۲۲۵ کا ہے ۔ حضرت امام شافعی مالم یتفرقا سے خیار مجلس مراد لیتے ہیں ۔ اور ہمارے یہاں اس سے مراد خیار قبول ہے ۔ اور ۔ یتفرقا ۔ سے تفرق بالاقوال مراد ہے ۔ پوری بحث وہاں ہوچکی ہے ۔

اویکون البیع خیارا اس سے مراد خیار شرط ہے ۔ یعنی بائع اور مشتری یہ شرط کریں کہ مجلس بدلنے کے بعد بھی ہمیں خیار ہوگا ۔ چاہیں گے تو بیع کو ختم کردیں گے ۔ ہمارے یہاں اس کی مدت تین دن ہے ۔ اور بلا میعاد خیار باطل ہے ۔ امام بخاری نے باب کا عنوان رکھا ہے ۔ کتنے دنوں تک خیار جائز ہے ۔ مگر اس کے تحت جتنی احادیث لائے ہیں کسی میں یہ مذکور نہیں ۔ کہ خیار شرط کتنے دنوں تک رہے گا ۔

قال نافع اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔ مالم یتفرقا سے ۔ تفرق بالابدان مراد لیتے تھے ۔ اور خیار مجلس کے قائل تھے ۔ اسی لئے وہ قیمت طے ہوتے ہی مجلس بدل دیتے تھے تاکہ بائع بیع فسخ نہ کردے ۔

ان المتبایعان اکثر کی روایت اصل کے مطابق ان المتبایعین ۔ یاء ساکن ماقبل فتحہ کے ساتھ ہے ۔ مگر ابن تین نے قابسی کی روایت ان المتبایعان الف کے ساتھ نقل کی ہے ۔ یہ حارث بن کعب کی لغت ہے ۔ یہ تثنیہ کو ہر حال میں الف پڑھتے ہیں ۔

توضیح باب خیار کی تین قسمیں ہیں ۔ اول خیار مجلس ۔ ایجاب وقبول کے بعد جب تک مجلس نہ بدل جائے ۔ بائع اور مشتری دونوں کو رد وقبول کا

عہ ایضا باب اذا لم یوقت الخیار ھل یجوز البیع دو طریقے سے صـ۲۸۳ باب اذا خیر احدھما صاحبہ بعد البیع صـ۲۸۴ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع صـ۲۸۴ مسلم ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ البیوع ۔

اختیار ہے ۔ ہمارے یہاں خیار مجلس کوئی چیز نہیں ۔ دوسرے خیار شرط ۔ ایجاب وقبول کے بعد بائع اور مشتری یہ طے کرلیں کہ ہمیں اختیار حاصل ہوگا ۔ کہ یہ بیع ختم کردیں یہ بالاتفاق صحیح ہے ۔ ہمارے یہاں اس کی میعاد تین دن تک ہے ۔ اس سے زیادہ نہیں ـــــ تیسرے خیار رویت ۔ مشتری نے مبیع دیکھی نہیں ہے ۔ تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ دیکھنے کے بعد بیع فسخ کردے ۔ چوتھے خیار عیب ۔ مبیع میں کوئی عیب ہے جس پر بیع کے بعد مشتری مطلع ہوا تو اسے بیع فسخ کرنے کا حق ہے ۔

یہ تینوں خیار بالاتفاق صحیح ہیں ـــــ اسلاف میں بہت سے اکابر خیار مجلس کے قائل تھے ۔ انھیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں ۔

تشریحات ۳۹۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ابھی گزرا ۔ قاضی شریح کے قول کو امام سعید بن منصور نے ۔ اور امام شعبی اور امام عطاء اور عبداللہ بن ملیکہ کے قول کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے ۔ امام طاؤس کے قول کی تخریج نہیں ملی ۔ البتہ حضرت امام شافعی نے ' الام میں ان سے مرفوعاً ایک حدیث ذکر کی ہے ۔

بَابُ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا فَوَھَبَ مِنْ سَاعَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا وَلَمْ یُنْکِرِ الْبَائِعُ عَلَی الْمُشْتَرِیْ اَوِ اشْتَرٰی عَبْدًا فَاَعْتَقَہٗ

صـ۲۸۳ جب کچھ خرید کر متفرق ہونے سے پہلے فوراً ہبہ کردے ۔ اور بائع مشتری پر انکار نہ کرے یا غلام خرید کر آزاد کردے ۔

توضیح باب صرف تخلیے سے قبضہ تام ہوجاتا ہے یا نہیں ـــــ یعنی بائع اگر اپنا قبضہ اٹھالے تو یہ مشتری کا قبضہ ہوا یا نہیں ۔ اس بارے میں احناف اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے ۔ کہ ہر قسم کی چیزوں میں صرف تخلیہ کافی ہے ۔ خواہ وہ منقولات ہوں خواہ غیر منقولات ۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ مکان اور زمین غیر منقولات میں کافی ہے ۔ منقولات میں نہیں ۔ امام بخاری نے یہاں بھی حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ نہیں دیا ۔ سوال کرکے چھوڑ دیا ہے ۔

اس باب سے دوسرا افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں ۔ کہ بیع کے بعد اسی مجلس میں مشتری نے مبیع میں کوئی تصرف کردیا ۔ اور بائع خاموش رہا تو خیار مجلس جاتا رہا ـــــ

۳۹۲ وَقَالَ طَاؤسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ۔

اور امام طاؤس نے کہا اگر کسی نے رضامندی کی شرط پر سامان خریدا اور بیچ دیا تو بیع واجب ہو گئی اور نفع مشتری کا ہے۔

۱۲۴۱ وَقَالَ لَنَا الحُمَيْدِيُّ ۔ ثنا سُفْيَانُ ثنا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ ایک سفر میں تھے میں حضرت عمر کے ایک نئے سرکش اونٹ پر سوار تھا جو میرے قابو سے نکل کر سب سے آگے

تشریحات ۳۹۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام عبدالرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔ امام عبدالرزاق کی روایت میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ امام ابن سیرین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ جب تو کچھ بیچے رضامندی کی شرط پر تو بائع اور مشتری دونوں کو خیار ہے۔ جب تک کہ تفرق نہ ہو جائیں۔

تشریحات ۱۲۴۱ وقال لنا الحمیدی ۔ قال لنا کا صیغہ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہو۔ اس تقدیر پر یہ حدیث مسند ہوئی۔ مگر عام روایات میں۔ قال الحمیدی ہے بغیر۔ لنا کے اس تقدیر پر یہ تعلیق ہے۔ اس حدیث کے کچھ حصے کو کتاب الھبہ باب من اھدی لہ ہدیۃ۔ میں بطریق عبداللہ بن محمد، سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

علی بکر صعب : بکر وہ اونٹ کا نر بچہ جس پر پہلی بار سواری کی جا رہی ہو، مادہ کو بکرۃ کہتے ہیں۔ صعب سخت۔ وہ اونٹ جو سوار کے قابو میں نہ آتا ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مبیع پر قبضہ کرنے اور قیمت دینے سے پہلے ہبہ کرنا صحیح ہے۔ یوں ہی صدقہ کرنا۔ رہن رکھنا بھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ تفرق ابدان سے پہلے بھی بیع تام ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ملکیت ثابت ہونے سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصرف فرمایا حالانکہ یہ جائز نہیں۔ لیکن اس استدلال پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہبہ فضولی ہونے کی وجہ سے موقوف تھا جب تفرق ابدان کے بعد بیع تام ہو گئی۔ تو ہبہ نافذ ہو گیا۔

اَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ

بڑھ بڑھ جاتا تھا۔ اس پر حضرت عمر اسے ڈانٹ ڈانٹ کر لوٹاتے پھر وہ آگے بڑھ

وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ فَقَالَ

بڑھ جاتا اور حضرت عمر اسے ڈانٹ کر پیچھے کرتے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھکر

هُوَ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر سے فرمایا اسے مجھے بیچدے حضرت عمر نے عرض کیا وہ حضور کی خدمت میں

بِعْنِيْهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

نذر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بیچ دو۔ تو انھوں نے رسول اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَاعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچدیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمھارا

بِهٖ مَاشِئْتَ عہ

ہے اے عبد اللہ بن عمر! جو چاہو کرو۔

۳۹۳ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا امیر المومنین عثمان بن عفان کو میں نے

عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَالًا بِالْوَادِيْ

اپنی وہ زمین جو وادی میں تھی اس کے عوض بیچی جو خیبر میں ان کی تھی جب بیع ہو چکی تو

۳۹۳ تشریحات اس تعلیق کو اسماعیلی نے موصولا روایت کیا ہے۔ مالا بالوادی۔ علامہ ابن حجر کی رائے ہے کہ اس سے مراد وادی القری ہے۔ علامہ کرمانی کی رائے ہے کہ یہ کوئی مخصوص وادی تھی۔ جسے اس وقت الوادی، کہتے تھے۔ علامہ عینی اسی کے مؤید ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ وادی القری مدینے کے لواحق میں سے ہے۔

قد غبنته : غبن کے معنی ہیں۔ خرید و فروخت میں نقصان پہنچانا۔ مدینہ طیبہ ان دونوں حضرات کا وطن تھا۔ جائداد کا وطن سے قریب ہونا ایک فائدہ ہے اور دور ہونا ایک نقصان۔ نیز ایسی سرزمین کا قرب بھی ایک نقصان ہے جہاں عذاب نازل ہو چکا ہو۔ چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ زمین خیبر سے تین

عہ الھبۃ باب کیف یقبض العبد والمتاع ص ۳۵۴ باب اذا وھب بعیرا لرجل وھو راکب ص ۳۵۶ الھبۃ باب من اھدی لہ ھدیۃ وعندہ جلساؤہ ص ۳۵۵

بِمَالٍ لَہٗ بِخَیْبَرَ فَلَمَّا تَبَایَعْنَا رَجَعْتُ عَلٰی عَقِبَیَّ حَتّٰی خَرَجْتُ

میں پلٹا۔ یہاں تک کہ ان کے گھر سے باہر ہوگیا اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں بیع رد نہ کرالیں

مِنْ بَیْتِہٖ خَشْیَۃَ اَنْ یُّرَادَّنِیْ الْبَیْعَ وَکَانَتِ السُّنَّۃُ اَنَّ الْمُتَبَایِعَیْنِ

اور طریقہ یہ تھا کہ بائع اور مشتری کو خیار حاصل رہتا جب تک متفرق نہ ہو جائیں

بِالْخِیَارِ حَتّٰی یَتَفَرَّقَا قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَلَمَّا وَجَبَ بَیْعِیْ وَبَیْعُہٗ رَاَیْتُ

حضرت عبد اللہ نے کہا جب بیع قطعی ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ وہ نقصان میں رہے کیونکہ

اَنِّیْ قَدْ غَبَنْتُہٗ بِاَنِّیْ سُقْتُہٗ اِلٰی اَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلٰثِ لَیَالٍ وَسَاقَنِیْ اِلَی

میں نے ان کو تین رات کی مسافت کی مقدار سرزمین ثمود سے قریب کر دیا ہے اور انھوں نے مجھے تین

الْمَدِیْنَۃِ بِثَلٰثِ لَیَالٍ۔

راتوں کی مسافت کی مقدار مدینے سے قریب کر دیا ہے۔

بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ الْخِدَاعِ فِی الْبَیْعِ ص۲۸۴ ۔ بیع میں دھوکہ ناپسندیدہ ہے

۱۲۴۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

دن کی مسافت کی مقدار دور ہوگئے، اور ارض ثمود سے قریب ہوگئے۔

ثبوت باب : ایجاب و قبول کے بعد، قبل اس کے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اپنی زمین سے اور حضرت عثمان اپنی زمین سے اپنا اپنا قبضہ اٹھائیں۔ صرف تفرق ابدان کے بعد حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ وجب بیعی وبیعہ بیع واجب اور قطعی ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ تام ہونے کے لئے تخلیہ ضروری نہیں جبکہ مبیع گھر زمین غیر منقول ہو۔

تشریحات ۱۲۴۲ ان صاحب کا نام حَبَّانُ بن مُنْقِذ تھا۔ یہ انصاری مازنی صحابی بن صحابی ہیں۔ سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے وہ اُحُد تھا۔ اس کے بعد تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ ایکسو تیس سال کی طویل عمر پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کرتے ہوئے کسی قلعے سے ایک پتھر ان کے سر پر آکر لگا۔ جس سے زبان میں لکنت پیدا ہوگئی اور سمجھ میں بھی کچھ فتور پیدا ہوگیا۔ اگرچہ تمیز وشعور باقی رہا۔ ان کو تجارت کا بہت شوق تھا۔ حتی کہ اخیر میں آنکھیں بھی سفید ہوگئی تھیں اس وقت بھی تھا۔ لوگ عموماً انھیں دھوکہ دیدیتے۔ بالآخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ یُخْدَعُ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے بیع میں دھوکہ دیا جاتا ہے

فِی الْبُیُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَایَعْتَ فَقُلْ لَاخِلَابَةَ ؏۵

فرمایا جب بیع کرو تو کہہ دیا کرو۔ دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے۔

باب ماذکر فی الاسواق ص۲۸۴ بازاروں کے متعلق جو کچھ مذکور ہے۔

۱۲۴۳ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَةُ رَضِیَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لشکر

یَغْزُوْ جَیْشٌ نِ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَیْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ یُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ

کعبے پر حملہ کرے گا جب وہ سرزمین بیداء تک پہنچے گا تو ان کے اگلے پچھلے سب

علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب وہ یہ کہہ دیا کرتے۔ لاخلابۃ۔ جب خلابتہ کہتے تو تلفظ صحیح نہ ہوتا۔ لاحذابۃ نکلتا تھا۔ خاء معجمہ کی جگہ حاء حطی اور لام کی جگہ ذال۔

غبن کے معنی ہیں قیمت میں کمی یا زیادتی کے۔ ہمارے یہاں تراضی طرفین سے جو قیمت طے ہو جائے وہ لازم ہے۔ اور اسی کے مطابق بیع نافذ۔ اگرچہ وہ بازار بھاؤ سے کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ ورنہ ہر وقت فساد و فتنہ برپا رہیگا اور یہ ارشاد خاص ان کے لئے تھا اور انھیں کے لئے مخصوص ہے۔

تشریحات ۱۲۴۳ ببیداء۔ بیداء کے لغوی معنی وہ میدان ہے جس میں درخت ٹیلہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔ اور مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام بھی ہے جو ذوالحلیفہ کے بعد اس سے قریب ہے۔ اس حدیث میں یہی منقول ہے جیساکہ مسلم کی اس روایت میں جو بطریق حضرت امام باقر، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ببیداء المدینۃ کی تصریح ہے۔ مسلم ہی میں اسی صفحہ پر حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح حرکت دی جیسے کچھ پکڑ رہے ہیں۔ یا کسی کو دھکا دے رہے ہیں

؏۵ الاستقراض باب ماینھی من اضاعۃ المال ص ۳۲۳ الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف ص ۳۲۵ ثانی الحیل۔ باب ماینھی من الخداع فی البیوع ص ۱۰۳۰ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی موطا امام مالک بیوع۔ مسند امام احمد ثانی ص ۸۰ وغیرہ ؏ الفتن باب اشراط الساعۃ ص ۳۸۸

وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ

کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ام المومنین نے کہا میں نے عرض کیا کہ ان کے اگلے پچھلے

وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ

سب کیسے دھنسا دیئے جائیں گے حالانکہ انہیں انکے بازار ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے

ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ

جو ان میں نہ ہونگے۔ فرمایا۔ اگلے پچھلے سب دھنسا دیئے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! حضور نے خواب میں اس وقت ایسا کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا ہے۔ فرمایا عجیب بات ہے۔ میری امت کے کچھ لوگ، قریش کے ایک شخص کی وجہ سے جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہے۔ بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے جا رہے ہیں۔ جب یہ لوگ بیداء میں پہنچے تو ان سب کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ راستہ سب کو جمع کر دیتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں ان میں جان بوجھ کر شریک ہونے والے بھی ہیں اور مجبور بھی اور مسافر بھی۔ فرمایا۔ سب ایک ساتھ ہلاک ہوں گے اور الگ الگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ اسی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ سوائے بھگوڑے کے اور کوئی نہیں بچے گا جو ان کی خبر دے گا۔

نیز انھیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے۔ یہ عبد اللہ بن زبیر کے زمانے میں ہوا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ابو الولید کنانی نے کہا۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت معاویہ ہی کے عہد میں وصال فرما چکی تھیں۔ ابن زبیر کا عہد خلافت ان کو نہیں ملا مگر علامہ ابو عمر بن عبد البر اور ابو بکر بن ابی خیثمہ نے فرمایا کہ یہ یزید کے زمانے میں واصل بحق ہوئی ہیں۔ اور یہ طے ہے کہ حضرت ابن زبیر نے یزید کے اعلان خلافت کے بعد ہی اس کے بالمقابل اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا تھا۔ اس لئے حضرت ابن زبیر کے ایام خلافت کے ابتدائی دور میں وہ باحیات تھیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ اس پر یہ حدیث بھی دلیل ہے۔ کہ امام ترمذی[1] نے ابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ سلمی سے روایت کیا۔ کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کیوں رو رہی ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ حضور کے سر اقدس اور ریش مبارک پر دھول ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا حال ہے۔ فرمایا۔ ابھی حسین کے مقتل میں گیا تھا۔ نیز انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام عالی مقام

[1] جامع ثانی۔ مناقب باب مناقب ابی محمد الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۲۱۸

۱۲۴۴ عَنْ حُمَیْدِنِ الطَّوِیْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السُّوْقِ فَقَالَ

بازار میں تھے۔ ایک (یہودی) نے کہا۔ اے ابو القاسم! تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَجُلٌ یَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وسلم نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا میں نے اسے بُلایا تھا

کے مقتل کربلا کی خاک دی تھی۔ جو شہادت کے وقت خون ہو گئی تھی[۵] یہ دلیل ہے کہ وہ اس وقت تک باحیات تھیں۔ ابو نعیم نے کہا کہ ان کا وصال ۶۲ھ میں ہوا ہے۔ ازواج مطہرات میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا۔

وفیھم اسواقھم : اس زمانے میں دستور تھا کہ بڑے لشکر کے ساتھ ضرورت کی چیزیں لے کر تاجر بھی رہا کرتے تھے۔ جو صرف اپنے کاروبار کے لئے جاتے تھے۔ ان کا مقصد لڑنا نہیں ہوتا تھا۔ اسواقھم سے مراد یہی لوگ ہیں ـــــ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ ظالمین اور اہل معاصی کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔ عذاب ان ناخدا ترسوں پر آیا تھا مگر جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ بھی ہلاک ہوئے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

تشریحات ۱۲۴۴ اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے پکارا اے ابو القاسم تو اس کی طرف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا۔ آپ مراد نہیں۔ اس پر فرمایا میرے نام پر نام رکھو، میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

اس پر جلد اول صفحہ ۴۹ پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ کہ یہ حکم حیات ظاہری تک محدود تھا بعد وصال بلا تردد جائز ہے۔ خود علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اجازت لے کر اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی تھی۔ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے صاحبزادوں کے نام حصول برکت کے لئے محمد رکھا اور کنیت ابو القاسم۔ علامہ عینی نے ایسے بہت سے نام گنائے ہیں۔ اول۔ محمد بن ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ جب پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد انھیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کا نام محمد رکھا۔ ان کی کنیت ابو القاسم تھی۔ ان کا لقب سجاد تھا۔ عبادت کے ساتھ بہت شغف تھا۔ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے۔ حضرت علی نے ان کے بارے میں فرمایا۔ قَتَلَہٗ بِرُّہٗ بِاَبِیْہِ۔ اسے باپ کی اطاعت نے قتل کیا۔ دوسرے۔ محمد بن اشعث بن قیس کندی۔ ان کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ اور امام ابو نعیم نے کہا

[۵] الصواعق المحرقۃ ص ۱۱۵ بحوالہ زیادۃ المسند لابن امام احمد بن حنبل۔

فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا

اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو میری

بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ عہ

کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

حدیث ۱۲۴۵ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيْ قَالَ

حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم دن کے ایک حصے میں نکلے نہ حضور مجھ سے بولے اور نہ میں

کہ ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں۔ اقول۔ ان دونوں میں منافات نہیں۔ یہ یمن کے باشندے تھے۔ اس لئے عہد مبارک میں پیدا ہونے کے باوجود زیارت سے مشرف نہ ہوسکے۔ تیسرے صاحب محمد بن حذیفہ بن عتبہ ہیں۔ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ یہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں کے صاحبزادے ہیں۔ جب ان کے والد ابو حذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پرورش کی پھر یہ مصر چلے گئے۔ وہاں حضرت عثمان کے مخالف ہوگئے وہ بھی شدید ترین مخالف۔ حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لئے جو لوگ اندر گئے تھے ان میں یہ بھی تھے جب حضرت معاویہ نے مصر پر قبضہ کرلیا تو انھیں پکڑ کر قید دیا۔ یہ جیل خانے سے بھاگے۔ حضرت معاویہ کے غلام کے لڑکے رشد نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان کے علاوہ ممتاز صحابہ کرام کے مندرجہ ذیل صاحبزادگان کا بھی محمد نام اور ابوالقاسم کنیت تھی۔

محمد بن جعفر بن ابوطالب۔ محمد بن سعید بن ابوالوقاص۔ محمد بن حاطب۔ محمد بن منتشر۔

لاتکنوا: اس کو تین طرح پڑھا گیا۔ تَكْنُوْا۔ تَكَنَّوْا۔ تُكَنُّوْا۔ اس کا مادہ کنی ہے۔ مجرد کا مصدر۔ كُنْيَةٌ اور کنایۃ آتا ہے۔ مجرد کے علاوہ افعال، تفعل، تفعیل سے بھی آتا ہے۔

تشریحات ۱۲۴۵ یہاں یہ حدیث تھوڑے سے اختصار کے ساتھ ہے۔ مفصل کتاب اللباس میں یوں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینے کے بازاروں میں سے ایک بازار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور واپس ہوئے، میں بھی واپس ہوا۔ تین بار فرمایا۔ بچہ کہاں ہے؟ حسن بن علی کو کو بلاؤ۔ تو وہ کھڑے ہوئے! دحا ضر ہوئے اور ان کے گلے میں ہار تھا۔ تو حضور نے اپنا ہاتھ یوں دیا تو انھوں نے بھی ویسے ہی کیا۔ یعنی پھیلا دیا۔ حضور نے انھیں چمٹا لیا، اور یہ دعا کی۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی

عہ اسی کے بعد۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۷۵ ابن ماجہ۔ الادب۔

وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتّٰى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ

حضور سے بولا ۔ یہاں تک کہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ

کے گھر کے صحن میں بیٹھے فرمایا کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت فاطمہ نے انھیں تھوڑی

تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتّٰى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ

دیر روک رکھا میں نے گمان کیا کہ انھیں ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں اتنے میں وہ (امام حسن مجتبیٰ) دوڑتے

مَنْ يُحِبُّهُ - قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى

ہوئے آئے۔ حضور نے انھیں گلے سے چمٹا لیا اور بوسہ دیا اور فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب بنالے اور جو اس سے

نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ عه

محبت کرے اس سے محبت فرما عبید اللہ نے خبر دی کہ انھوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

۱۲۴۶ عَنْ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُمْ كَانُوا

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اس سے محبت کر۔ اور اس سے جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس ارشاد کے بعد حسن بن علی سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں رہا۔

فجلس: اس کے پہلے حذف ہے۔ جو کتاب اللباس کی روایت میں مصرح ہے۔ کہ وہاں سے واپس ہوئے اور حضرت سیدہ فاطمہ کے دولتکدے کے صحن میں بیٹھے۔

سخاب: لونگ وغیرہ خوشبودار چیزوں سے بنا ہوا ہار۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ بچوں کو اس قسم کے ہار پہنایا کرتے تھے

قال سفیان: سند میں یہ تھا۔ عن عبید اللہ بن ابی یزید عن نافع بن جبیر۔ یہ سند معنعن تھی اس پر یہ احتمال تھا۔ کہ عبید اللہ نے نافع بن جبیر سے حدیث سنی ہے یا نہیں۔ سفیان بن عیینہ کا یہ قول ذکر کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ عبید اللہ کی نافع سے لقا ثابت ہے۔ اور یہ مدلس نہیں۔ تو سماع ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ جس کی ملاقات شیخ سے ثابت ہو اور وہ مدلس نہ ہو تو اس کا سماع ثابت ہے۔ البتہ جو مدلس ہو یا جس کی لقا ثابت نہ ہو اس کے عنعنہ میں تدلیس کا احتمال رہتا ہے۔

۱۲۴۶ رُکبان ۔ راکب کی جمع ہے۔ یہ اصل میں اونٹ کے سوار کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے معنی کو وسیع کرکے

تشریحات ہر سوار کو کہنے لگے۔ اس پر اتفاق ہے کہ خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں اور جہاں

عه ثانی اللباس باب السخاب للصبیان ص ۸۷۴ مسلم فضائل۔

يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
زمانے میں لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے اس لئے حضور ان کے پاس آدمی بھیجتے تھے کہ

فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّمْنَعُهُمْ اَنْ يَّبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوا
جہاں خریدا ہے وہیں غلہ بیچنے سے روک دیں جب تک وہاں نہ منتقل ہو جائے جہاں فروخت ہوتا

حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ وَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى
ہے اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَاعَ الطَّعَامُ اِذَا اشْتَرَاهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ
نے غلہ خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّخَبِ فِي الْاَسْوَاقِ ص ۲۸۵ بازاروں میں شور وغل کا ناپسند ہونا۔

حدیث ۱۲۴۷ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ
عطا بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قُلْتُ اَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جو وصف توریت میں ہے

خریدا ہے وہیں بیچنے میں اس کا احتمال رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے۔ قبضہ سے پہلے بیچ دیا جائے۔ اس لئے یہ پابندی لگادی کہ جب تک وہاں سے منتقل ہو کر منڈی میں نہ آجائے۔ بیچا نہ جائے۔ نیز اس میں ضرورتمند کے لئے آسانی بھی ہے اسلئے یہ حکم ارشاد فرمادیا۔

مطابقت باب اس حدیث میں کہیں بازار کا ذکر نہیں۔ مگر عام طور پر غلے بازاروں میں ہی بکتے ہیں۔ اس لئے حیث یباع الطعام۔ بازار سے کنایہ ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ بازار اسی کو کہتے ہیں۔ جہاں خرید و فروخت ہو تو جہاں غلہ بکتا ہو وہ بازار ہے۔

تشریحات ۱۲۴۷ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما نے توراۃ پڑھی تھی۔ بزار میں وہب سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے خواب دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں شہد ہے۔ اور دوسرے میں گھی۔ اور وہ دونوں چاٹ رہے ہیں ــــ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیان کیا۔ تو فرمایا۔ تم توراۃ اور قرآن دونوں کتابیں پڑھتے ہو، یہ دونوں کتابیں پڑھنے تھے۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّوْرَاۃِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرَاۃِ	
اسے بیان کیجئے تو انھوں نے فرمایا ہاں بخدا قرآن میں جو اوصاف حضور کے مذکور ہیں ان میں کچھ	
بِبَعْضِ صِفَتِہٖ فِی الْقُرْآنِ یَآیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ	
توریت میں بھی مذکور ہیں اے نبی ہم نے تم کو حاضر ناظر بشارت دینے والا ڈرانیوالا	
نَذِیْرًا وَحِرْزًا لِلْاُمِّیِّیْنَ ۔ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ	
بنا کر بھیجا ہے۔ اور امیوں کی پناہ بنا کر۔ تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمھارا نام متوکل	
لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا صَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَدْفَعُ بِالسَّیِّئَۃِ	
رکھا ہے نہ تو تم بدخلق ہو اور نہ سنگدل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ	

مسند امام احمد میں یہ زائد ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے کعب احبار سے ملاقات کر کے پوچھا تو انھوں نے بعینہٖ یہی بیان کیا۔ کہیں اختلاف نہیں کیا۔ البتہ کعب نے اپنی زبان میں، اعینا عموی اذا نا صموی قلو با غلو فی۔ کہا۔
یہ صحیح ہے کہ توراۃ و انجیل وغیرہ اگلی کتب سماویہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف اس وضاحت اور تفصیل سے مذکور ہیں۔ کہ ان کی روشنی میں اہل کتاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کسی شک وشبہہ کے یقینی طور پر پہچانتے تھے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ (بقرہ - ۱۴۶) اہل کتاب انھیں ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں

اسی بنا پر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا [1]

لقد عرفتہ حین رایتہ کما اعرف ابنی ومعرفتی بمحمد اشد — میں نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے اپنی اولاد پہچانتا ہوں بلکہ اس سے زیادہ۔

اجل : یہ حرف ایجاب ہے۔ نَعَمْ کے مثل ہے۔ یہ مخبر کی تصدیق اور مستخبر کے اعلام اور طالب سے وعدے کے لئے آتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں چار تاکیدیں جمع فرمادی ہیں۔ اول قسم۔ دوم جملہ اسمیہ سوم اِنَّ، چہارم لام کی تاکید۔ اس موقع پر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورہ احزاب کی آیت (۴۵) تلاوت فرمائی ہے۔ جسمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ اوصاف مذکور ہیں۔ نبی۔ رسول۔ شاہد۔ مبشر، نذیر۔ نبی کے لغوی معنی غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔ یہاں تک کہ عربی کی بہت مشہور و معروف جدید لغت کی کتاب المنجد میں لکھا ہے۔
نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبر دیتا ہے۔ غیب کی خبر دینا نبی کے خواص لازمہ میں سے ہے۔ جیسا کہ پہلی جلد میں

---

[1] جلالین ص ۲۱ بحوالہ بخاری۔

السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْ وَیَغْفِرُ وَلَنْ یَّقْبِضَہُ اللّٰہُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِہِ الْمِلَّۃَ

برائی سے نہیں دیتے ہاں معاف اور درگزر کردیتے ہو اور اس وقت تک ان کو نہیں اٹھائیگا

الْعَوْجَاءَ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَتُفْتَحُ بِھَا اَعْیُنٌ عُمْیٌ

جب تک کہ ٹیڑھے مذہب کو سیدھا نہ کرلیں۔ کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس سے اندھی آنکھیں،

وَآذَانٌ صُمٌّ وَّقُلُوْبٌ غُلْفٌ عہ

بہرے کان اور پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول نہ لے۔

حضرت امام غزالی کا ارشاد گزرا۔ اسی لئے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کا یہ ترجمہ فرمایا۔ اے غیب کی خبر دینے والے۔ ارسلنا کے معنی ہیں کسی کو پیغام پہچانے کے لئے کہیں بھیجنا۔ یہاں بمعنی شرعی رسول بنانا مراد ہے۔ شاہد کے اصل معنی حاضر کے ہیں۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں ہے

فلیبلغ الشاھد الغائب حاضر غائب کو پہنچادے۔

اسی لئے کنز الایمان میں اس کا ترجمہ حاضر ناظر فرمایا ہے۔ شاہد کے معنی گواہ کے بھی ہیں۔ اور یہاں یہ بھی مراد ہو سکتا ہے اس لئے کہ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے گواہ ہوں گے۔ مبشر کے معنی بشارت دینے والا۔ یعنی مومنین کو جنت کی، اللہ کی لقاء، اللہ کی رضا کی بشارت دینے والے۔ نذیر۔ کے معنی جو نافرمانی کریں انھیں اللہ کے غضب اور جہنم سے ڈرانے والے ہیں۔

حرزاللامیین : حرز کے معنی پناہ گاہ کے ہیں۔ عمدۃ القاری، فتح الباری میں ہے واللفظ للاول۔ الحرز فی الاصل الموضع الحصین۔ اصل میں حرز کے معنی محفوظ جگہ کے ہیں۔ اسی لئے قسطلانی میں اس کی تفسیر حصنا کی ہے۔ اور میں نے پناہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن دونوں شرحوں میں۔ تفسیر کی ہے حافظا۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں باتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔

المتوکل : یعنی ہر معاملے میں اللہ عزوجل پر اعتماد فرمانے والے خواہ روزی ہو یا اور کوئی نعمت کوئی مصیبت تکلیف ہو۔ ہر معاملے میں اللہ پر بھروسہ کرنے والے۔ فظ۔ کے معنی بدخو غلیظ کے معنی سخت بات کہنے والا۔ حدیث میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ انت افظ واغلظ من رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حدیث میں افظ اور اغلظ تفضیل کے معنی میں نہیں۔ بلکہ یہاں افعل صفت مشبہ ہے۔ جیسے احمر اسود اعرج۔ اصم وغیرہ۔ اس لئے کہ بد خلقی، سخت کلامی عیب ہے اور اسم تفضیل لون وعیب سے نہیں آتا ہے اس لئے معنی یہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش خلق، شیریں کلام تھے۔ اور تم بد خلق اور سخت کلام ہو۔

ولاسخاب : سین اور صاد دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے معنی شور مچانے والے کے ہیں۔ یہ وصف نہیں کہ

عہ ثانی تفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۷ مسند امام احمد ص ۱۷۴ -

بازار نہیں جاتے۔ اس لئے کہ بازار میں بضرورت رہنا معیوب نہیں بلکہ بقائے حیات کے لئے ضروری ہے۔ معیوب یہ ہے کہ بازار جاکر وہاں بلاضرورت شور مچایا جائے۔ سودے کی تعریف اور جھوٹی قسموں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے۔ بازار جاکر وقار و اطمینان کے ساتھ رہا جائے تو یہ عیب نہیں۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف کریم یہ بیان فرمایا کہ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں۔

یقیم به الملة العوجاء ۔ ملت سے ملت عرب مراد ہے کہ انھوں نے ملت ابراہیمی میں کفر و شرک اور اوہام و خرافات کی آمیزش کر کے اسے بگاڑ دیا ہے۔ اس کو سیدھا کرنے سے مراد کفر و شرک، اوہام و خرافات کی آمیزش سے پاک و صاف کرنا ہے۔ اعینٌ عمیٌ اس روایت پر عمی، عمیاء کی جمع ہے۔ یعنی اندھی آنکھ، دوسری روایت میں اعینُ عمیٍ۔ اضافت کے ساتھ ہے۔ اس روایت کی بنا پر یہ اعمی کی جمع ہے اور یہی تفصیل اذانا صما میں بھی ہے۔ صفت اور اضافت دونوں کے ساتھ روایت ہے۔ پہلی تقدیر پر صماء کی جمع اور دوسری تقدیر پر اصم کی جمع ہے ۔ قلوبا غلفا میں صفت مانیں یا اضافت، غلف، اغلف کی جمع ہے اسمیں وصف ہونا زیادہ واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ حق دیکھنے سننے قبول کرنے سے محروم تھے۔ ان کو حق پرست بنا دے گا۔ حرز اللامیین ۔ سے لے کر قلوبا غلفا تک پندرہ اوصاف ہوئے۔ ان میں کچھ قرآن کریم میں بھی ہیں اور بقیہ توریت شریف میں ہے۔

وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ

امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام عطا نے دو صحابی سے اخذ کیا ہے۔ ایک عبد اللہ بن عمرو سے۔ دوسرے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ چنانچہ ترمذی اور طبرانی، دارمی وغیرہ نے عبد اللہ بن سلام ہی سے روایت کیا ہے۔

غلف كل شئ فى غلاف وسيف اغلف وقوس غلفا ورجل اغلف اذا لم يكن مختونا۔ قاله ابوعبد الله۔

جو چیز بھی غلاف میں ہو اس کو غلف کہتے ہیں۔ سیف اغلف میان میں رکھی ہوئی تلوار اور قوس غلفا کسی غلاف میں رکھی ہوئی کمان۔ رجل اغلف وہ شخص جس کا ختنہ نہ کیا گیا ہو۔ اسے ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا۔ قلوب غلف وہ دل جن پر پردہ پڑا ہوا ہو۔ جو نہ حق قبول کرے نہ یاد رکھے۔

بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي ص۲۸۵ ناپنا بائع اور دینے والے پر ہے۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۔ (مطففین ۔ ۳)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور جب لوگوں کو ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔

يَعْنِي كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ كَقَوْلِهِمْ يَسْمَعُونَكُمْ يَسْمَعُونَ لَكُمْ ۔

امام بخاری اپنے اس قول سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ۔ کالوا ۔ اور وزنوا ۔ دونوں طرح مستعمل ہے۔

۳۹۳ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِکْتَالُوْا حَتّٰی یَسْتَوْفُوْا۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ناپ کرلو تاکہ پورا لو۔

۳۹۴ وَیُذْکَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِذَا بِعْتَ فَکِلْ وَاِذَا ابْتَعْتَ فَاکْتَلْ۔

ت ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جب خرید تو ناپ کرلے اور جب بیچ تو ناپ کردے۔

لام کے صلے کے ساتھ بھی اور بغیر صلے کے بھی۔ جیسے یُسْمِعُ۔ ہے۔ کہ یہ بھی دونوں طرح مستعمل ہے۔

توضیح باب مبیع کا تولنا یا ناپنا بائع کے ذمے ہے۔ کیونکہ بیع کے بعد اس پر واجب ہے کہ وہ مبیع کو غیر مبیع سے تمیز کرکے مشتری کے سپرد کردے۔ اور یہ ناپ اور تول ہی کے بعد ہوگی۔ اس پر اللہ عزوجل کا ارشاد بھی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے کالوھم او وزنوھم۔ فرمایا۔ کیل اور وزن بائع کا فعل بتایا تو معلوم ہوا کہ ناپنا اور تولنا بائع کے ذمے ہے۔ عیسیٰ بن عمر۔ کالو اور وزنوا پر وقف کرتے۔ اور ھم کو یخسرون سے ملاکر پڑھتے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں جگہ ھم ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ ہمام، قتادہ اور محمد بن ثور نے معمر سے روایت کی کہ یہ آیت کی ہے اور سدی نے کہا کہ مدنی ہے۔ کلبی نے کہا کہ مکے سے مدینے جاتے ہوئے راستے میں نازل ہوئی۔ ابوالعباس نے مقامات التنزیل میں کہا۔ کہ سورہ کا اول مدنی ہے اور آخر مکی ہے۔ سدی نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے وہاں ایک شخص ابوجہینہ تھا جس کے پاس دو صاع تھے۔ ایک لینے کیلئے اور ایک دینے کے لئے۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

تشریح ۳۹۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے طارق بن عبداللہ محاسبی کی حدیث میں سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اپنے لینے کے لئے ناپنے کو اکتیال کہتے ہیں۔ اور کیل اس سے عام ہے خواہ اپنے لئے ہو یا دوسرے کے لئے۔

تشریحات ۳۹۴ اس تعلیق کو دارقطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کچھ بیچو تو ناپ کر پورا دو۔ اور جب خریدو تو ناپ کر پورا لو۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اس کا یہ معنی بھی درست ہے۔ مگر دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ جب بیچو تو خود تولو۔ اس سے باب کو مطابقت ہے۔ کہ مبیع کا تولنا بائع کے ذمے ہے۔ اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں جسے امام لیث نے روایت کیا یہ ہے حضرت عثمان یہ کہتے ہیں۔ کہ میں بازار قینقاع سے کھجوریں خرید کر مدینہ لاتا اور لوگوں کے آگے ڈال دیتا اور بتا دیتا کہ یہ اتنے ہے۔ یعنی اتنے صاع یا وسق ہے۔ جتنے نفع پر راضی ہوتا لوگ خرید لیتے۔ اس کی خبر جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا۔ جب بیچو تو ناپو۔

147

۱۲۴۸ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ تُوُفِّیَ عَبْدُاللّٰہِ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (میرے والد) عبداللہ بن عمرو بن حرام کی وفات

بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

ہو گئی۔ اور ان پر قرض تھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے قرض خواہوں کے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلیٰ غُرَمَائِہٖ اَنْ یَّضَعُوْا مِنْ دَیْنِہٖ فَطَلَبَ النَّبِیُّ صَلَّی

بارے میں مدد طلب کی کہ وہ ان کے قرض کو کچھ معاف کر دیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِمْ فَلَمْ یَفْعَلُوْا فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

نے ان سے کہا مگر انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْہَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَکَ اَصْنَافًا اَلْعَجْوَۃَ عَلیٰ حِدَۃٍ

مجھسے فرمایا جاؤ اور اپنی کھجوروں کو الگ الگ کرو۔ عجوہ کو الگ اور عذق زید

وَعَذْقَ زَیْدٍ عَلیٰ حِدَۃٍ ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَیَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَرْسَلْتُ اِلیٰ

کو الگ پھر میرے پاس خبر بھیجنا میں نے ایسا ہی کیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس کا سیاق اس پر واضح دلیل ہے کہ کم زیادہ لینا مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہی ہے کہ تم جب بائع ہو تو مبیع کا ناپ تمھارے ذمے ہے۔

تشریحات ۱۲۴۸ یہ حدیث بخاری میں مختلف الفاظ اور اختصار و تفصیل کے ساتھ سات جگہ مذکور ہے۔ ان سب کو اکٹھا کرنے پر پوری تفصیل یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے باپ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ چھ بیٹیاں اور قرض چھوڑ گئے۔ اور سوائے کھجوروں کے باغ کے اور کچھ مال نہیں چھوڑا۔ قرض اتنا تھا کہ کھجوروں کی سالہا سال کی پیداوار بھی کافی نہ ہوتی۔ جب کھجور کاٹنے کا وقت آیا۔ تو میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ قرض خواہوں سے سفارش کر دیں۔ حضور نے سفارش کی مگر وہ چونکہ یہودی تھے اس لئے کچھ بھی کم کرنے پر راضی نہ ہوئے تو فرمایا، اچھا ان سے کہدو کہ کل صبح کو آئیں اور مجھے حکم دیا کہ کھجور کی مختلف قسموں کو الگ الگ ڈھیر لگاؤ۔ عجوہ کا علیحدہ۔ عذق زید کا علیحدہ، لینہ کا علیحدہ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر حسب الحکم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوسرے دن صبح کو اطلاع بھیجی۔ حضور تشریف لائے۔ میں نے سوچا تھا کہ حضور کو دیکھکر قرضخواہ کچھ نرمی برتیں گے مگر حضور کو دیکھکر اور غرانے لگے۔ حضور نے کچھ دعا کی پھر سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار چکر لگایا اور مجھے حکم دیا اسمیں سے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلٰی اَعْلَاہُ اَوْفِی وَسَطِہٖ

کے پاس خبر بھیجی تو تشریف لائے اور اس کے اوپر یا اس کے بیچ میں بیٹھے پھر فرمایا

ثُمَّ قَالَ کِلْ لِلْقَوْمِ فَکِلْتُھُمْ حَتّٰی اَوْفَیْتُھُمُ الَّذِیْ لَھُمْ وَبَقِیَ تَمْرِیْ

ناپ کر ان لوگوں کو دو میں نے انھیں ناپ کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے جتنا ان کا مطالبہ تھا

کَاَنَّہٗ لَمْ یَنْقُصْ مِنْہُ شَیْئٌ وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِیِّ ثَنِیْ جَابِرٌ

پورا دیدیا اور میری کھجوریں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بھی کم نہیں ہوئی ایک روایت میں

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ یَکِیْلُ لَھُمْ حَتّٰی اَدّٰی

یہ ہے ۔ وہ ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ پورا پورا ادا کر دیا ایک روایت

وَقَالَ ھِشَامٌ عَنْ وَھْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں یہ ہے قرضخواہ کے لئے

ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دو۔ میں نے دینا شروع کیا۔ سب قرضخواہوں کا پورا پورا مطالبہ دیدیا۔ میں تو اسپر راضی تھا کہ قرض ادا ہو جائے چاہے اپنی بہنوں کے لئے ایک کھجور نہ بچے۔ مگر ہوا یہ کہ بقیہ ڈھیر تو بچ ہی گئے تھے جس ڈھیر سے میں نے قرض ادا کیا تھا اس سے بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔ اخیر میں فرمایا۔ ابن خطاب کو بتا دو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت عمر بھی حضور کے ساتھ گئے تھے۔ حضرت جابر تو وہاں قرضخواہوں کو کھجور ناپتے رہے۔ اور یہ لوگ چلے آئے۔ حضرت جابر عصر کے وقت سب قرض ادا کر کے واپس ہوئے۔

مطابقت : باب کا دوسرا جزیہ تھا۔ کیل معطی پر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرض خواہوں کو دے رہے تھے۔ ان سے فرمایا۔ کِلْھُم۔ انہیں ناپ کر دے۔

عذق زید : کتاب الاستقراض میں عذق ابن زید ہے۔ اور لین کا اضافہ ہے۔ یہاں مطبع احمدی میرٹھ نور محمد اور رشیدیہ کے نسخوں میں۔ نیز قسطلانی عمدۃ القاری کے ساتھ جو متن چھپا ہے نیز التجرید الصریح میں عذق زید ہی ہے مگر فتح الباری کے ساتھ جو متن ہے اس میں عذق ابن زید ہے۔ کتاب الاستقراض میں علامہ عینی اور قسطلانی دونوں نے تحریر کیا ہے کہ توضیح میں دمیاطی کے خط سے ، عذق زید۔ ہے۔ یعنی کتاب الاستقراض

عـه الاستقراض باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص ۳۲۴ باب اذا قضی دون حقہ او حللہ فھو جائز ص ۳۲۲ باب اذا قاص اوجازفہ فی الدین ص ۳۲۲ باب من اخر الغریم الی الغد ص ۳۲۳ قضاء الوصی دیون المیت بغیر محضر من الورثۃ ص ۳۹۰ علامات النبوت ص ۵۰۵ ثانی المغازی باب اذ ھمت طائفتان ص ۵۸۰ ۔ نسائی الوصایا ۔

جُذَّ لَہٗ فَاَوْفِ لَہٗ۔

کھجور کاٹ اور پورا دے۔

بَابُ مَا یُسْتَحَبُّ مِنَ الْکَیْلِ ص ۲۸۶ ناپنے کا مستحب ہونا

حدیث ۱۲۴۹ عَنْ جَابِرِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کِیْلُوْا طَعَامَکُمْ یُبَارَکْ لَکُمْ۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اپنے غلے کو ناپ لو، برکت دی جائے گی۔

یں بھی عذق زید ہی ہے۔ کھجوروں کی بہت قسمیں ہیں۔ ابومحمد جوینی نے۔ الفروق میں لکھا ہے کہ ایک بار مدینہ طیبہ کے امیر کے یہاں کالی کھجوروں کے اقسام کو اکٹھا کیا گیا تو ساٹھ تک پہنچ گئیں۔ اور سرخ کھجوروں کے اقسام اس سے زائد ہیں۔ مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ، عجوہ ہے۔ اس کے فضائل بھی احادیث میں وارد ہیں جو کتاب الطب میں مذکور ہیں۔

تشریحات ۱۲۴۹ یعنی غلہ جب رکھو تو ناپ کر رکھو اور جب خرچ کرنے کے لئے نکالو تو ناپ کر نکالو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ اس میں راز یہ ہے کہ ناپ کر رکھے گا تو اسے معلوم رہے گا کہ یہ اتنی مدت تک کے لئے کافی ہوگا۔ اسی حساب سے ناپ ناپ کر نکالے گا تو کم نہ ہوگا پورا ہو جائے گا، اندازے سے نکالنے میں زیادہ نکل سکتا ہے۔ اس صورت میں کمی پڑ سکتی ہے۔ نیز ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہمارے گھر کا یہ صرف ہے۔ ناپ کر نکالے گا۔ تو کبھی نا فاضل نہ ہوگا۔ اور اس میں برکت محسوس ہوگی۔ ان عقلی توجیہوں سے ہٹ کر ایمان کی بات یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ اس میں برکت ہے، تو اس میں ضرور برکت ہوگی۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ برکت ہوتی ہے۔

بَابُ بَرَکَۃِ صَاعِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُدِّہٖ ص ۲۸۶

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع اور مُد کی برکت

۱۲۵۰ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمِ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَدَعَا لَھَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ وَدَعَوْتُ لَھَا فِیْ مُدِّھَا وَصَاعِھَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاھِیْمُ لِمَکَّۃَ۔ عہ

حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا بیشک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا کی اور میں نے مدینے کو حرم بنایا جیسے ابراہیم نے مکہ کو بنایا تھا اور میں نے مدینے کے لئے اس کے مُد اور صاع میں برکت کی دعا کی جیسے ابراہیم نے مکے کے لئے کی تھی۔

۱۲۵۱ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْ مِکْیَالِھِمْ وَبَارِکْ لَھُمْ فِیْ صَاعِھِمْ وَمُدِّھِمْ یَعْنِیْ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ عہ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت دے ان کے صاع میں برکت دے ان کے مُد میں برکت دے یعنی مدینے والوں کے۔

تشریحات ۱۲۵۰، ۱۲۵۱ مدینے کے حرم ہونے کی بحث چوتھی جلد ص۵۸۸ پر گزر چکی ہے اور صاع اور مُد کی تحقیق جلد ثانی ص۶۰۷ پر گزر چکی ہے۔

باب مایذکر فی بیع الطعام والحکرۃ ص۲۸۶ غلہ بیچنے اور روکنے کے بیان میں

حکرہ کے معنی ہیں۔ سامان روکنا۔ ذخیرہ اندوزی۔ تاکہ جب بازار میں کمی ہو جائے اور مہنگا ہو جائے۔ تب بیچے۔

عہ مناسک۔ عہ ثانی باب صاع المدینۃ ص ۹۹۳ الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم نسائی المناسک۔

۱۲۵۲ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ
حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُونَ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
علیہ وسلم کے زمانے میں ان لوگوں کو مار کھاتے دیکھا ہے جو

تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّىٰ يُؤْوُوهُ إِلَىٰ رِحَالِهِمْ عہ
اندازے سے غلہ خریدتے اپنے ٹھکانے لانے سے پہلے بیچ دیتے۔

۱۲۵۳ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ
حدیث امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسی سے احتکار آتا ہے۔ یہ اس وقت ممنوع ہے خصوصاً غلے وغیرہ خوراک کی اشیاء میں جب یہ بازار میں نہ ملتا ہو۔

۱۲۵۲ تشریحات کسی بھی چیز کی، ناپے تولے بغیر، اندازے سے بیع جائز ہے جبکہ مبیع اور ثمن دو مختلف جنس ہوں۔ البتہ جب تک مشتری اس پر قبضہ نہ کرلے۔ اسے بیچنا جائز نہیں۔ یہ تشدد غالباً اس وجہ سے تھا کہ یہ لوگ قبضہ کئے بغیر بیچ دیتے تھے۔ اور بظاہر قبضہ غیر ضروری بھی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کبھی نزاع بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً بائع متعدد ڈھیر لگائے ہوئے ہے۔ اس میں سے ایک بیچا اور اشارے سے بتایا کہ یہ ڈھیر۔ پھر مشتری نے اسے بیچ دیا۔ اور دوسرا مشتری اٹھانے لگا۔ تو اس کا امکان ہے کہ اختلاف ہوجائے کہ کون سا ڈھیر ہے اور یہ اختلاف بھول چوک سے بھی ہوسکتا ہے۔ اور بددیانتی کی وجہ سے بھی۔ اس لئے مشتری اول کو پابند کردیا گیا کہ مبیع پر قبضہ کئے بغیر نہ بیچے۔

حتی یووو کا : اس سے مراد قبضہ ہے۔ جہاں خریدا ہے وہیں بیچنے میں اس کا خطرہ ہے کہ سستی اور آسانی کیلئے بے قبضہ کئے، بیچ دے۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اپنے گھر اپنی دوکان پر لاکر بیچے۔ وہ ابتدائی دور تھا اس لئے اتنی شدت برتی گئی۔

۱۲۵۳ تشریحات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی سے دس روپے کا ادھار غلہ خریدا۔ کہ مثلاً ایک ہفتے بعد دینا۔ اس نے قبضہ کرنے سے پہلے اسی کے ہاتھ یا کسی اور کے ہاتھ مثلاً بیس روپے میں بیچ دیا۔ تو یہ حقیقت میں دس درہم کی بیع بیس درہم کے عوض ہوئی اس لئے کہ غلہ تو ابھی غائب ہے۔ اور یہ سود ہوا۔

عہ ایضاً باب من رأی اذا اشتری طعاما جزافا ص۲۸۶ ثانی المحاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳
مسلم ابوداؤد، نسائی۔ البیوع۔

عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّبِيْعَ
سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی قبضہ

الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ
کرنے سے پہلے اپنا غلہ بیچے میں نے ابن عباس سے پوچھا یہ کیسے تو فرمایا کہ یہ

قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ ـ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ
دراہم کو دراہم کے عوض بیچنا ہوا۔ غلہ تو بعد میں ہے ابو عبد اللہ

مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ ع۵
(امام بخاری) نے کہا مرجون، موخرون کے معنی میں ہے۔

۱۲۵۴ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ
حدیث حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار کہا

قال ابو عبد اللہ : اس حدیث میں مُرجأ۔ کا لفظ آیا تھا۔ اسی کے جمع کا صیغہ مُرجَوْنَ، قرآن کریم میں ہے :۔

وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ـ (توبہ ـ ۱۰۶)
اور کچھ لوگوں کا معاملہ اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ (ابھی فیصلہ نہیں ہوا یا نہیں کیا گیا) یا تو انکی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے۔

یہ آیت غزوہ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہونے والوں میں ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جنھوں نے معذرت اور توبہ میں تاخیر کی تھی۔ حسب عادت امام بخاری نے اس کی لفظی تفسیر فرمادی کہ یہ، موخرون کے معنی میں ہے۔ یعنی ان لوگوں کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ بعد میں ہوگا۔ مُرجا کا مادہ رِجاءٌ ہے یہ ناقص واوی بھی ہے اور مہموز لام بھی۔ اس کے معنی موخر کرنے کے ہیں۔ رجا کے معنی امید اسی وجہ سے ہے کہ وہ موخر ہوتی ہے۔ مرجأ۔ باب افعال سے مہموز لام کا اسم مفعول ہے۔ مرجون، ناقص واوی اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

۱۲۵۴ تشریحات یہ حدیث باب بیع الشعیر بالشعیر میں یوں ہے۔ مالک بن اوس نے کہا۔ انھوں نے سو دینار کے بدلے درہم تلاش کرنا شروع کیا تو انھیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے بلایا۔ ہم نے بھاؤ طے کر لیا۔ اور وہ سونا میرے ہاتھ سے لے کر الٹنے پلٹنے لگے۔ پھر فرمایا۔ ٹھہرو۔ یہاں تک کہ میرا خزانچی غابہ سے

ع۵ مسلم، ابوداؤد، نسائی، البیوع۔

قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَرْفٌ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتّٰى يَجِيْءَ خَازِنُنَا

کون ہے؟ جس کے پاس بھنانے کے لئے درہم یا دینار ہے۔ تو طلحہ نے کہا میں ہوں۔ یہاں تک

مِنَ الْغَابَةِ قَالَ سُفْيٰنُ هُوَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ

کہ ہمارا خازن غابہ سے آجائے۔ سفین نے کہا یہی ہم نے زہری سے یاد کیا ہے۔ اسمیں

زِيَادَةٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ عُمَرَ

زیادتی نہیں زہری نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انھوں

بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًى إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًى

نے فرمایا سونے کے عوض سونا سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو۔ اور گیہوں کے عوض گیہوں

إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًى إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ

سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو اور کھجور کے عوض کھجور سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو اور جو کے عوض

رِبًى إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ع۵

جو سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو۔

آجائے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن رہے تھے۔ فرمایا بخدا اس سے جدا نہ ہونا جب تک اس سے لے نہ لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے کے بدلے سونا۔ الحدیث۔

من کان عندہ صرف: یعنی کوئی ایسا ہے۔ جو بیع صرف یعنی ثمن کے عوض ثمن بیچنے اور خریدنے کا کاروبار کرتا ہے

غابہ: غابہ کے معنی گھنے جنگل کے ہیں۔ لیکن اس سے مراد غابۃ المدینہ ہے جو عوالی مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں اہل مدینہ کی آراضی تھیں۔ اسی غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر اقدس بنا تھا۔

قال سفین: یعنی سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس اسناد یعنی بواسطہ عمرو بن دینار زہری سے ہمیں اتنا ہی یاد ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ یعنی بعد والا واقعہ جو حضرت عمر نے فرمایا البتہ امام زہری سے ان کے دوسرے تلامذہ مثلاً حضرت امام مالک نے پورا قصہ یاد رکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ مالک بن اوس نے کہا کہ انھوں نے عمر بن خطاب سے سنا۔ جیسا کہ گزرا۔

ع۵ ایضا۔ باب بیع التمر بالتمر۔ باب بیع الشعیر بالشعیر ص ۲۹۰۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ۔ کلھم فی البیوع۔

الذھب بالورق : دوسری روایتوں میں، ورِق کی جگہ الذھب ہے۔ اس لئے ورق سے سونا مراد لینا متعین ہے
ھاءوھاء : اسم فعل بمعنی خذ ہے۔ یہ کنایہ ہے تقابض بدلین سے۔ مطلب یہ ہوا کہ بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اسی مجلس میں قبضہ کرلے۔ اسمیں دو لغت ہے۔ ھا بغیر مد کے۔ ھاءَ، ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ۔ اور کسرہ بھی آیا ہے۔

بَابُ اِذَا اشْتَرٰی مَتَاعًا اَوْ دَابَّةً فَوَضَعَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَبَاعَ اَوْمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ ص ۲۸۷

جب کوئی سامان یا چوپایہ خریدے اور بائع کے پاس رکھدے پھر قبضہ کرنے سے پہلے اسے بیچے یا مر جائے۔

۲۹۵ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا اَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو چیز ایجاب وقبول کے وقت زندہ سلامت تھی اور اسی حالت پر رہ گئی وہ مشتری کی ہے۔

توضیح یعنی کسی نے کوئی چیز خریدی اور قبضہ کئے بغیر بائع کے پاس رہنے دی پھر اس کو بیچدیا۔ تو یہ دوسری بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ یا مشتری مرگیا تو وہ چیز کس کی ملک قرار پائے گی۔ بائع کی یا مشتری کی؟ اور اگر وہ ضائع ہوگئی تو بائع پر تاوان ہے یا نہیں۔ حضرت امام بخاری نے حسب عادت ان سوالوں کے جوابات نہیں دیئے کیونکہ اسمیں اختلاف ہے۔

ہمارے مذہب کے مطابق جواب یہ ہے۔ یہ دوسری بیع فاسد ہوئی۔ اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو بائع پر تاوان ہے مشتری جب مرگیا تو بائع پر واجب ہے کہ مشتری کے وارثین کو وہ چیز دے اور اگر بائع مرگیا تو اس کے وارثین پر واجب ہے کہ مشتری کو وہ چیز دیں۔ بعض قدیم نسخوں میں۔ فباع کی جگہ۔ ضاع ہے۔ اور یہی بہتر ہے۔

۲۹۵ تشریحات اس اثر کو امام ابوجعفر طحاوی اور دار قطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر ان میں مجموعًا کا لفظ نہیں۔ مجموعًا سے مراد یہ ہے کہ جس حالت پر عقد ہوا تھا اسی حالت پر قبضے کے وقت تک رہی اس میں کوئی تغیر نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ بیع ایجاب و قبول پر تام ہو جاتی ہے۔ تمامیت بیع کے لئے تفرق ابدان شرط نہیں۔ کیونکہ انھوں نے محض عقد یعنی ایجاب و قبول پر مشتری کی ملک ثابت فرمایا۔ اور یہ قول ہے جو نقل پر راجح ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مبیع بائع کے پاس مشتری کے قبضے سے پہلے ہلاک ہوگئی تو بائع پر تاوان نہیں۔ اس طرح یہ تعلیق باب کے مناسب ہے فیہ ما فیہ۔

۱۲۵۵ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کم ایسا دن ہوتا کہ

لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَأْتِي

صبح یا شام کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر کے گھر نہ آتے ہوں جب

فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى

مدینہ جانے کا اذن مل گیا تو ہمیں اس بات نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ دوپہر کے وقت

الْمَدِينَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا

تشریف لائے ابو بکر کو خبر کی گئی تو انھوں نے کہا اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا مِنْ

کا تشریف لانا کسی حادثے کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب وہ حاضر ہوئے

حَدَثٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَا عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُولَ

تو فرمایا سب کو اپنے پاس سے نکال دو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

اللّٰهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ

یہ میری بیٹیاں ہی تو ہیں۔ یعنی عائشہ اور اسماء فرمایا تم جان گئے ہو گے کہ مجھے

لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الصُّحْبَةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ

ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ انھوں نے عرض کیا میں ساتھ رہوں گا یا رسول اللہ؟

۱۲۵۵ تشریحات یہ ایک حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو باب ہجرت میں مفصل مذکور ہے۔ یہاں باب کے مناسب یہ ہے کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی خرید کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہنے دی۔ قبضہ تو بڑی چیز ہے اسے دیکھا بھی نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیع صرف ایجاب و قبول سے تام ہو جاتی ہے۔ جس سے بائع کی ملک سے خروج اور مشتری کی ملک میں دخول مرتب ہے۔ تفرق ابدان ضروری نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اس کو قیمت کے عوض لیا۔ لینا اس وقت صحیح ہے جب وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک سے خارج ہو جائے، اور یہ اسی وقت فرمایا جب دونوں حضرات اسی مجلس میں تھے۔

عِنْدِی نَاقَتَیْنِ اَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ فَخُذْ اِحْدٰیهُمَا فَقَالَ اَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ۔

فرمایا کہ ساتھ رہوگے۔ عرض کیا میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنکو میں نے ہجرت کیلئے تیار کرلیا ہے ایک حضور لے لیں فرمایا قیمت پر میں نے لیا۔

بَابُ لَا یَبِیْعُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ وَلَا یَسُوْمُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْهِ حَتّٰی یَاْذَنَ لَهٗ اَوْ یَتْرُكَ ص ۲۸۷

اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے نہ اسکے مول پر مول کرے جب تک وہ اجازت نہ دیدے یا چھوڑ دے۔

۱۲۵۶ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبِیْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ ع۵

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

۱۲۵۷ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

توضیح پہلی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری یا دونوں کو خیار حاصل تھا۔ اب کوئی بائع سے کہے کہ بیع فسخ کردو۔ میں زیادہ قیمت دونگا یا مشتری سے کہے۔ بیع فسخ کردو۔ میں اس سے سستے میں دونگا۔ دوسری کی صورت یہ ہے کہ کسی چیز کا دام طے ہوگیا۔ ابھی ایجاب وقبول نہ ہوا تھا کہ تیسرے نے کہا۔ میں اتنا زیادہ دونگا میرے ہاتھ بیچ دو۔ یا مشتری سے کہا میں اسے کم میں دونگا۔ مجھ سے خرید لو۔ یہ حرام وگناہ ہے۔ لیکن دام طے ہونے سے پہلے جو چاہے دام لگائے۔ اسے نیلام کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

تشریحات ۱۲۵۶، ۵۷ شہری کا دیہاتی سے خریدنا اس وقت ممنوع ہے جبکہ روزمرہ کی اہم ضروریات کی شہر میں قلت ہو اور اس نیت سے خریدی جائے کہ خوب مہنگی کرکے بیچی جائے۔ ورنہ عام حالات میں ممنوع نہیں۔

لاتناجشوا: اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ سودا بیچنے والے دلال کھڑا کردیتے ہیں جو بڑھا بڑھا کر دام بولتا ہے۔ وہ خریدنا نہیں چاہتا صرف دام بڑھانا چاہتا ہے۔ اس میں چونکہ فریب ہے اس لئے یہ ممنوع ہے۔ یہ نیلام سے مختلف ہے۔ نیلام میں یہ ہوتا ہے کہ چند خریدنے کا ارادہ رکھنے والے اپنی صوابدید سے خریدنے کیلئے بولی بولتے ہیں۔ یہ جائز ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

ولایخطب: منگنی پر منگنی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب رشتہ طے ہوجائے تو پیغام نہ دیا جائے۔

مطابقت باب باب کا پہلا جزء یہ ہے۔ اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کے مطابق تو دونوں حدیثوں کا متن ہے۔ دوسرا جز یہ ہے۔ بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔ اس کے مطابق دونوں حدیثوں میں کوئی لفظ نہیں۔ شارحین نے یہ جواب دیا کہ کتاب الشروط میں بطریق محمد بن عرعرہ عن ابی حازم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے۔ اسمیں یہ زائد ہے۔ وان یستام الرجل علی سوم اخیہ۔ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے۔

ع۵ ایضا باب النہی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ ثانی النکاح باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ ص ۷۷۲
مسلم البیوع ابو داؤد۔ البیوع۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ

نے اس سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے یا خرید نا مقصود نہ ہو اور بولی بولے اور

لِبَادٍ وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى

کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے۔ اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کرے اور کوئی عورت

خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِيْ اِنَائِهَا ع۵

اپنی بہن کے طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے انڈیلے۔

البتہ حتی یاذن او یترك" بخاری کی کسی روایت میں نہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ خطبہ منگنی کے بارے میں خود بخاری کتاب النکاح میں دونوں بزرگ حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے جو روایت ہے۔ اسمیں ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث کے آخر میں ہے۔ حتی یترك الخاطب قبلہ او یاذن لہ الخاطب۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں حتی ینکح او یترك۔ رہ گیا بیع اور سوم میں تو قیاس سے ثابت ہے۔ غالبا امام بخاری نے اسی افادے کے لئے باب کے دونوں جز کے ساتھ یہ قید لگائی ہے۔ کہ اگرچہ حدیث میں یہ حد صرف خطبہ، منگنی کے لئے مذکور ہے مگر بیع اور سوم میں بھی یہ حد ملحوظ ہے۔ ظاہر ہے کہ محض بیع یا بھاؤ طے ہو جانے کے بعد اگر دوسرے کو خریدنا ممنوع ہو جائے۔ اگرچہ طے کرنے والا انکار کردے۔ دوسرے کو اجازت دیدے تو اسمیں نقصان عظیم ہے۔ جس کا جی چاہے کسی بھی بائع کو پھنسا سکتا ہے۔ اس لئے اگر کسی حدیث میں یہ قید مذکور نہ بھی ہوتی تو عقلا ضروری ہے۔ جبکہ مسلم[۱] کی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں صراحۃً یہ قید مذکور ہے۔ الا ان یاذن لہ۔ حضرت امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب میں ایسی شرط بڑھا دیتے ہیں۔ جو ان کی مرویات میں نہیں ہوتی مگر دوسرے محدثین کی مرویات میں ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا منشاء یہی ہو۔

ع۵ ایضا۔ باب لایشتری حاضر لباد بالسمسرۃ ص ۲۸۹ الشروط باب مالا یجوز من الشروط ص ۳۷۶ ثانی النکاح باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ ص ۷۷۲ مسلم النکاح۔ البیوع۔ ابوداود۔ البیوع والنکاح۔ ترمذی البیوع والنکاح۔ نسائی النکاح ابن ماجہ النکاح والتجارات۔

۱ جلد ثانی البیوع ص ۳

باب بیع المزایدۃ ص ۲۸۷ نیلام کا بیان

۳۹۶ وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ۔
ت اور امام عطا نے فرمایا میں نے لوگوں کا اس پر عمل درآمد پایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ اموال غنیمت اس کے ہاتھ بیچیں جو زیادہ قیمت دے۔

۱۲۵۸ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ
حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے اپنے غلام سے کہدیا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو پھر انھیں اس غلام

مزایدۃ کا مادہ زیادۃ ہے۔ اس سے یہاں مراد یہ ہے۔ کہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کسی چیز کو خرید نا چاہتے ہوں اور وہ لوگ اس کی قیمت ایک دوسرے سے زیادہ لگائیں جسے ہمارے عرف میں نیلام کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۹۶ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس میں مغانم کی تخصیص مذکور نہیں۔ عام ہے۔ فرمایا۔ جو زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ بخاری میں جو مذکور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پر صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں تعامل تھا۔ اور امام ابوبکر نے جو روایت کیا ہے وہ انکا اپنا فتویٰ ہے۔ اسی میں امام مجاہد کا بھی یہی قول مذکور ہے۔

تشریحات ۱۲۵۸ وہ صاحب جن کے غلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروخت کیا تھا۔ ان کی کنیت ابو مذکور ہے۔ یہ انصار کرام میں سے بنی عذرہ کے فرد تھے۔ وہ غلام جس کو انھوں نے مدبر بنایا۔ یعقوب نام کے تھے[۱]۔ ابونعیم بن عبد اللہ نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آٹھ سو[۲] یا سات سو یا نو سو درہم میں خریدا تھا[۳]

نعیم بن عبد اللہ : نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قریشی عدوی صحابی ہیں۔ یہ قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں مدینہ طیبہ ہجرت کرنا چاہا۔ تو ان کے قبیلے والوں نے ہجرت نہیں کرنے دی۔ کیونکہ یہ بہت مخیر اور شریف النسان تھے۔ اپنی قوم پر بیدریغ خرچ کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ مکے ہی میں رہیں جس دین پر چاہیں رہیں۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے

---

[۱] مسلم اول زکوۃ باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ص ۳۲۲ [۲] بخاری ثانی الایمان والنذور باب عتق المدبر فی الکفارۃ ص ۹۹۴ - الاحکام باب بیع الامام علی الناس اموالھم ص ۱۰۶۵ - الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب او باع عبدا ص ۱۰۲۷
[۳] ابو داؤد ثانی باب بیع المدبر ص ۱۹۵ -

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ

کے فروخت کرنے کی احتیاج ہوگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے لیا اور فرمایا اسے

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ ع ہ

میرے ہاتھ سے کون خریدتا ہے۔ اس پر نعیم بن عبد اللہ نے اتنے اور اتنے میں خرید! تو حضور نے انھیں دیدیا۔

بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوزُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ ص ۲۸۷

بولی دینے کا بیان اور جس نے کہا کہ یہ بیع جائز نہیں۔

۳۹۷ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ

ت اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دھوکہ جہنم میں ہے۔

ہجرت کرکے مدینہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں گلے سے لگالیا اور انھیں بوسہ دیا۔ نحّام کے معنی بہت کھانسنے والے کے ہیں۔ ان کا یہ لقب اس لئے پڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو اسیں نعیم کا نحمہ یعنی کھانسی سنی۔ یہ ۱۵ھ کے تاریخی معرکے یرموک میں شہید ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں رومیوں سے ہوئی تھی۔

مُدَبَّر: اس غلام کو کہتے ہیں جس کے آقا نے اس سے یہ کہدیا ہو کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ آقا کے مرنے کے بعد تہائی مال سے آزاد ہو جائیگا۔ مگر جب تک آقا زندہ ہے وہ اپنے آقا کی ملک میں رہے گا اور یہ ملک تام ہوگی۔ مگر شرف زوال پر۔ اس لئے مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں۔ ہماری دلیل دارقطنی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مدبر کو نہ بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے۔ یہ تہائی مال سے آزاد ہے۔ اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے۔

توضیح نجش کے معنی شکار بھڑکانے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ کچھ عیار سودا بیچنے والے دو ایک آدمیوں کو رکھتے ہیں۔ جب کوئی گاہک دام لگاتا ہے تو وہ آجاتا ہے اور بڑھ کر بولی بولتا ہے تاکہ گاہک بھی مزید دام بڑھادے چونکہ یہ دھوکہ دہی ہے۔ اس لئے حرام ہے۔

تشریحات ۳۹۸،۳۹۷ حضرت امام بخاری نے باب کے اثبات کے لئے پہلے حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ ناجش، سودخوار خائن ہے۔ پھر فرمایا کہ نجش دھوکہ ہے باطل ہے۔

ع ہ الاستقراض۔ باب من باع مال المفلس او المعدوم ص ۳۲۳ الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف ص ۳۲۵ العتق باب بیع المدبر ص ۳۴۴ ثانی الاحکام باب بیع الامام علی الناس اموالھم ص ۱۰۶۵ الایمان والنذور باب عتق المدبر وام الولد والمکاتب فی الکفارۃ ص ۹۲۴ الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب عبد او باعہ ص ۱۰۲۷

المنسئۃ مسند امام احمد ثالث ص ۲۰۵ -

۱۹۸ ومن عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد

ت اور جس نے وہ کام کیا جو ہمارے حکم کے خلاف ہے وہ قابل رد ہے۔

۱۲۵۹ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال نھی النبی

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجش

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النجش ع۵

سے منع فرمایا۔

باب بیع الغرر وحبل الحبلۃ ص۲۸۷ دھوکے کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع

۱۲۶۰ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

حلال نہیں۔ اس کے بعد دلیل میں یہ حدیث ذکر کی ۔ ابن عدی نے کامل میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مالیس علیہ امرنا: اس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے۔ جس پر ہمارا امر یعنی دین نہیں۔ مگر مراد وہ نو ایجاد چیزیں ہیں جو دین کے مخالف اور اسے بدلنے والی ہوں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات[۱] میں لکھا ہے۔

مراد چیزیست کہ مخالف ومغیراں باشد مراد وہ چیز ہے جو دین کے مخالف اور اس کو بدلنے والی ہو۔

یہ اسی وقت ہوگا جبکہ شریعت میں کوئی حکم وارد ہو۔ اس کے بالمقابل اس کی ضد کوئی طریقہ کوئی عقیدہ نکالا جائے۔ رہ گئیں وہ باتیں جو کسی حکم شرعی کے معارض اور مخالف نہیں۔ وہ اباحت اصلیہ پر باقی رہیں گی۔ خود حدیث میں فرمایا۔

وما سکت فھو مما عفی عنہ[۲] اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی مباح ہے۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الصلح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۱۲۶۰ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو حدیث مروی ہے۔ وہ حبل الحبلۃ تک ہے۔ اس کے آگے جو تفسیر ہے۔ امام نافع کا قول ہے۔ حبلۃ الحبلۃ۔ کا مطلب یہ ہے۔ کسی حاملہ اونٹنی کے بارے میں یہ عقد کرے کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ پیدا ہونے کے بعد جوان ہو کر بچہ دیگی اس کو خریدا یہ بیع باطل ہے کہ معدوم کی بیع ہے۔ اور اس میں دھوکہ بھی ہے۔ کیا پتہ یہ اونٹنی حاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مرض کیوجہ سے حاملہ جیسی لگ رہی ہو۔ حمل ہے بھی تو کیا پتہ نر ہے یا مادہ۔ اور اگر مادہ ہی ہے تو کیا پتہ جوان ہونے سے پہلے ہی مرجائے۔ جوان بھی ہو جائے تو کیا معلوم بانجھ ہو یا بانجھ نہ بھی ہو اور حاملہ ہو بھی جائے تو ہو سکتا ہے حمل خام ہی

ع۵ ثانی الحیل باب مایکرہ من التناجش ص ۱۰۳۰ مسلم نسائی البیوع ابن ماجہ التجارات۔

[۱] اول ص۱۲۵ [۲] ترمذی اول اللباس ص۲۰۶

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعِ حَبَلِ الْحَبَلَۃِ وَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا اہل جاہلیت یہ بیع کرتے تھے۔ ایک

کَانَ بَیْعًا یَتَبَایَعُہٗ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ کَانَ الرَّجُلُ یَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰی
شخص اس شرط پر اونٹنی خریدتا کہ اس کی قیمت اس وقت دیگا جب اس اونٹنی کے

اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَۃُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِیْ فِیْ بَطْنِھَا
پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بچہ جنے۔

باب بیع الملامسۃ ص۲۸۷ بیع ملامست کا بیان

۱۲۶۱ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ
حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْمُنَابَذَۃِ وَھِیَ طَرْحُ الرَّجُلِ
تعالیٰ علیہ وسلم نے منابذت سے منع فرمایا ہے۔

گر جائے۔ بچہ پیدا ہو مگر مردہ۔

امام نافع کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ مبیع کی قیمت دینے کی میعاد یہ طے ہوئی کہ اس اونٹنی کا جو بچہ پیدا ہوا اور جوان ہو کر بچہ جنے اسوقت قیمت دی جائے گی۔ یہ بھی بیع بوجوہ مذکورہ فاسد ہے۔ یہ حدیث مسند امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی میں بطرق مختلفہ نافع ہی سے۔ اس تفسیر کے بغیر مروی ہے۔

تشریحات ۱۲۶۱ کتاب اللباس میں بیع ملامست اور منابذت کی اس سے واضح تفسیر یہ ہے ملامست کا طریقہ یہ تھا کہ بائع مشتری ایک دوسرے کے کپڑے کو خواہ دن میں خواہ رات میں بغیر دیکھے بھالے بیع کی نیت سے چھو دیں تو اسے بیع تام مانتے تھے۔ ایک دوسرے کو خیار نہیں ہوتا تھا۔ منابذت کی صورت یہ تھی۔ کہ بائع مشتری اپنے اپنے کپڑے دوسرے کی طرف بغیر دیکھے بھالے پھینک دیں تو اسے بیع مکمل مانتے تھے۔ اسے ختم کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں تھا۔ ان دونوں بیع میں دھوکے کا بھی امکان ہے۔ اور جبر بھی ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔

ع۵ ابوداؤد۔ نسائی۔ البیوع۔

ثَوْبَہٗ بِالْبَیْعِ اِلَی الرَّجُلِ قَبْلَ اَنْ یُّقَلِّبَہٗ اَوْ یَنْظُرَ اِلَیْہِ وَنَھٰی عَنِ الْمُلَامَسَۃِ

اسکی صورت یہ تھی کہ بائع اپنا کپڑا خریدار کی طرف پھینک دیتا۔ قبل اس کے کہ وہ اسے الٹ پلٹ لے

وَالْمُلَامَسَۃُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا یَنْظُرُ اِلَیْہِ عہ

یا دیکھ لے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملامست سے منع فرمایا اسکی صورت یہ تھی کہ مشتری کپڑا دیکھے بغیر اسے چھوئے

بَابُ النَّھْیِ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا یُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَکُلَّ مُحَفَّلَۃٍ ص ۲۸۸

اس باب سے ممانعت کہ بائع اونٹ اور گائے اور بکری اور کسی بھی دودھ والے جانور کا دودھ نہ دوہے تاکہ خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔

۱۲۶۲ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَھَا بَعْدُ فَاِنَّہٗ

ہوئے کہا کہ فرمایا اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ مت چھوڑو روکنے کے بعد

بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَّحْلُبَھَا اِنْ شَاءَ اَمْسَکَ وَاِنْ شَاءَ رَدَّھَا وَ

اگر اسے کسی نے خریدا تو دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں جو اسے پسند آئے اس کا اسے اختیار ہے

صَاعَ تَمْرٍ عہ

چاہے تو وہ جانور رکھ لے چاہے تو اسے لوٹا دے اور ایک صاع کھجور بھی۔

توضیح جاہلیت میں دستور تھا اور اب بھی کہیں کہیں ہے۔ کہ جب جانور کو بیچنا ہوتا تو اس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیتے۔ تاکہ جانور کا تھن چڑھ جائے اور خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا ایسے جانور کو مصراۃ اور محفلہ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے مصراۃ کی تفسیر یہ کی ہے۔ جس جانور کا دودھ دوہنا چھوڑ دیا گیا ہو اور اس کا دودھ تھن میں جمع کیا گیا ہو اور کئی دن تک دوہا نہ گیا ہو۔ مصراۃ۔ تصریہ کا اسم مفعول ہے۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے اس کے معنی پانی روکنا ہے۔ اسی سے ہے جو بولتے ہیں۔ صَرَّیْتُ الْمَاءَ ۔جب پانی روک لے۔

عہ باب بیع المنابذ ج ص ۲۸۸ ثانی اللباس ص ۸۶۵ مسلم ابو داود، نسائی کلھم فی البیوع۔
عہ فی ھذا الباب بعد حدیث۔ الخمسۃ بطرق متعددۃ۔

۳۹۹ وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَّمُجَاھِدٍ وَّالْوَلِیْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوْسیٰ بْنِ

ت ابو صالح اور مجاہد اور ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے روایت ذکر کی

یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

جاتی ہے اور یہ لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک صاع کھجور فرمایا۔

۴۰۰ وَقَالَ بَعْضُھُمْ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَھُوَ

ت اور بعضوں نے امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا

بِالْخِیَارِ ثَلٰثًا۔

ایک صاع کھانا دے اور اسے تین دن تک اختیار ہے۔

۴۰۱ وَقَالَ بَعْضُھُمْ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ وَّلَمْ یَذْکُرْ ثَلَاثًا

ت اور بعض لوگوں نے امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا ایک صاع کھجور

وَالتَّمْرُ اَکْثَرُ

اور تین دن خیار کا تذکرہ نہیں کیا اور کھجور والی روایت اکثر ہے۔

تشریحات ۳۹۹ یہ حقیقت میں چار تعلیقیں ہیں۔ اول۔ بطریق ابو صالح۔ اسے امام مسلم نے موصولاً روایت کیا ہے۔ دوم بطریق مجاہد اسے امام بزار اور طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ سوم بطریق ولید بن رباح اسے امام احمد بن منیع نے روایت کیا ہے۔ چہارم بطریق موسیٰ بن یسار نے اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح :۔ (۴۰۰) اس تعلیق کو امام مسلم نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۰۱ اس تعلیق کو بھی امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور کا مذہب وہی ہے جو اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم اور امام محمد اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے۔ کہ بیع تام ہو گئی۔ مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ احناف نے حدیث کی صریح خلاف ورزی کی ہے مگر حقیقت حال کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ جو ص ۱۴۶ تا ص ۱۵۱ پر پھیلی ہوئی ہے۔ ناظرین اسے ضرور ملاحظہ کریں۔ اور مزید تفصیل کی حاجت ہو تو اس موقع پر عمدۃ القاری میں علامہ بدر الدین محمود عینی نے جو فاضلانہ بحث فرمائی ہے اسے دیکھ لیں۔

حدیث ۱۲۶۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ
نے فرمایا جس نے ایسی بکری خریدا جس کا دودھ روکا گیا ہو۔ اور پھر اسے لوٹائے تو

وَنَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُلَقَّی الْبُيُوْعُ عہ
اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ کے تاجروں کی پیشوائی کرنے سے منع فرمایا۔

بَابُ اِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ ص ۲۸۸

اگر چاہے تو مصراۃ جانور لوٹا دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجور۔

حدیث ۱۲۶۴ اَنَّ ثَابِتًا مَّوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
نے فرمایا جس نے مصراۃ بھیڑ بکری خریدی پھر اس کو دوہا تو اگر اسے پسند

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰی غَنَمًا مُّصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَاِنْ رَضِيَهَا
ہو تو رکھ لے اور اگر ناپسند ہو تو لوٹا دے اور دودھ

اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ عہ
کے عوض ایک صاع کھجور ہے۔

باب بیع العبد الزانی ص ۲۸۸ — زناکار غلام کی بیع

ت ۴۰۲ وَقَالَ شُرَيْحٌ اِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا
اور قاضی شریح نے کہا اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے رد کر دے۔

تشریحات ۴۰۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے حضرت ابن سیرین سے یوں روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی جو بدکاری کرا چکی تھی اور خریداری کے وقت مشتری اسے جانتا تھا۔۔۔

عہ باب النہی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ مسلم ترمذی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ عہ ابوداؤد البیوع۔

۱۲۶۵ ـ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدٌ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی
عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا
وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ عہ

حدیث سعید مقبری نے اپنے والد ابو سعید کیسان مدنی سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باندی اگر زنا کرائے اور زنا ظاہر ہو جائے تو اسے کوڑے مارو اور بہت زیادہ ملامت نہ کرو۔ اگر پھر زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو اور بہت زیادہ ملامت نہ کرو تیسری بار اگر پھر زنا کرائے تو اسے بیچ ڈالو

۱۲۶۶ ـ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ
رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اس باندی کے بارے میں جو

ـــ اس نے قاضی شریح کے یہاں معاملہ پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے لوٹا دے۔
عقد کے وقت بائع نے مبیع کے عیب کو چھپایا یا مشتری کو بتایا نہیں۔ خریداری کے بعد مشتری کے یہاں وہ عیب موجود رہا۔ تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو اسے لوٹا دے۔ زنا بھی لونڈی میں عیب ہے۔ کیونکہ ایک شریف انسان زانیہ سے ہمبستری کرنے سے گھن کرتا ہے۔ نیز بچوں کے لئے عار کا بھی سبب ہے۔ مگر غلام میں عیب نہیں۔ کیونکہ غلام سے مقصود خدمت لینی ہوتی ہے۔ اور زنا اس میں مخل نہیں۔
نیز ہمارے یہاں مشتری کو لوٹانے کا حق اس وقت ہوگا۔ جب مشتری کے یہاں وہ عیب پایا جائے۔ لونڈی بائع کے یہاں بدکار تھی مگر مشتری کے یہاں آکر پاکبازی تو اسے لوٹانے کا حق نہ رہا۔ قاضی شریح کا فیصلہ اسی دوسری شق پر محمول ہے۔

تشریحات ۱۲۶۵، ۱۲۶۶ اس باب کی پہلی حدیث کی سند میں، سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان سعید مقبری کے والد ابو سعید کیسان ہیں۔ مگر مسلم میں سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہ کے مابین ابو سعید کیسان کا واسطہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا۔ اس حدیث کو امام لیث کے علاوہ آٹھ

عہ باب النھی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ باب بیع المدبر ص ۲۹۷ - ثانی المحاربین باب لا یثرب علی الامۃ اذا زنت ص ۱۰۱
مسلم الحدود نسائی۔

سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ اِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ
زنا کرائے اور محصنہ نہ ہو فرمایا اگر ایسی باندی زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو
اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ ـ قَالَ ابْنُ
پھر اگر کرائے تو پھر کوڑے مارو اگر پھر کرائے تو اسے بیچ ڈالو اگرچہ
شِهَابٍ لَا اَدْرِيْ بَعْدَ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ ع۵
ایک رسی کے عوض

حضرات نے سعید مقبری سے روایت کیا ہے کسی میں ابو سعید کا واسطہ نہیں۔

فتبین زناھا: یعنی اس کے زنا کا ثبوت مل جائے۔ مثلاً بقدر نصاب چشم دید گواہوں نے گواہی دی۔ یا اس باندی نے خود اقرار کیا یا حمل ظاہر ہو گیا محض شکوک و شبہات اور افواہ نہ ہو تو پہلی اور دوسری بار کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ غلام اور باندی کے لئے زنا کی حد پچاس کوڑے ہیں۔ اس لئے کہ ارشاد ہے:

فَاِذَا اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ـ اگر باندیاں شادی کرلیں اور پھر بدکاری کریں تو ان پر آدھی وہ سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔

نیز نسائی میں حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندی کو زنا کے ارتکاب پر پچاس کوڑے کا حکم دیا تھا۔[۱]

لایثرب: تثریب۔ کے معنی بھرپور ملامت کرنے نیز مطلق ملامت کرنے کے ہیں۔

وَلَمْ تُحْصَنْ: اس کا مادہ حصن ہے۔ اس کے معنی مضبوط جگہ محفوظ کرنا ہے۔ احصان کے معنی شادی کرنا اور پاکدامن ہونا ہے۔ یہاں حدیث اور آیت دونوں میں۔ شادی کرنے کے معنی میں ہے۔ اس کا اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں محصن۔ عین کے فتحے کے ساتھ آتا ہے۔ یہ ان تین نادر کلموں میں سے ہے۔ جس کا اسم فاعل عین کے فتحے ساتھ آتا ہے۔ دو یہ ہیں۔ اَسْهَبَ سے مُسْهَبٌ۔ بمعنی حریص مدہوش۔ اور اَفْلَجَ سے مُفْلَجٌ بمعنی غالب اور کامیاب۔

فقہ کی اصطلاح میں محصن ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ اسلام۔ بلوغ۔ عقل۔ حریت۔ وطی۔ وطی کا نکاح صحیح کے بعد ہونا۔ ان مذکورہ چھ چیزوں کا وطی کے وقت موجود ہونا۔ اس معنی کر باندی محصنہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حدیث میں۔ لَمْ تحصن کا معنی یہ ہے کہ وہ شادی شدہ نہ ہو۔ مگر یہ قید واقعی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ورنہ آیہ کریمہ مذکورہ سے تعارض لازم آئے گا۔ کیونکہ اسمیں فرمایا۔ فاذا احصن۔ پس جب وہ محصنہ ہوں اور بدکاری کا

ع۵ ایضا باب بیع المدبر ص ۲۹۷۔ العتق باب کراھۃ التطاول علی الرقیق ص ۳۴۷۔ ثانی المحاربین باب اذا زنت الامۃ ص ۱۰۱۱ مسلم ابو داؤد الحدود، نسائی الرجم۔ ابن ماجہ الحدود۔ [۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۳۴۵

بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ اَوْ يَنْصَحُهُ ۲۸۹ ص

کیا شہری کسی دیہاتی کی کوئی چیز اجرت کے بغیر بیچے اور اس کی مدد کرے اور اس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

۴۰۳ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

۴۰۴ وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ

ت اس کی عطاء نے اجازت دی ہے۔

ارتکاب کریں۔ ظاہر ہے کہ پاکدامنی اور بدکاری میں تضاد ہے۔ چونکہ زیادہ وہی باندیاں زناکار ہوتی ہیں جو شادی شدہ نہیں ہوتیں۔ شادی شدہ شاید و باید۔ اسلئے باعتبار اغلب و اکثر کے وہ فرمایا۔ اور قرآن مجید میں تعمیم حکم کیلئے فاذا احصن ذکر فرمایا۔

خطیب میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ غیر شادی شدہ باندی کا حکم معلوم ہے اگر شادی شدہ ہو تو کیا سزا ہے تو آیۂ مذکورہ نازل ہوئی۔ آیۂ مذکورہ سے یہ افادہ ہوا کہ باندی کو سنگسار کرنے کی اجازت نہیں۔ اس لئے کہ رجم (سنگسار کرنے کی) تنصیف نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیمتی چیز بہت معمولی قیمت پر بیچنا بلا کراہت درست ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ ـــــ اگر کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے کو ہزار کے عوض بیچا تو بلا کراہت جائز ہے۔

فائدہ اس حدیث کے بنیادی راوی امام زہری ہیں۔ ان سے امام مالک سفیان بن عیینہ یحییٰ بن سعید نے جو روایت کی ہے۔ اس میں لم تحصن ۔ ہے۔ بقیہ ان کے تلامذہ نے لم تحصن نہیں روایت کیا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

۴۰۳ تشریحات اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ عز وجل بعض کو بعض سے روزی دیتا ہے۔ اور جب کوئی کسی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو چاہیے کہ خیر خواہی کرے۔

۴۰۴ تشریحات یعنی امام عطاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ شہری دیہاتی کا مال فروخت کرے۔ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لیکن امام عطا کا قول امام سعید بن منصور نے اس کے خلاف نقل کیا ہے۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ بغیر اجرت جائز ہے اور اجرت لے کر منع ہے۔

۱۲۶۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَلَقَّوْا

نے فرمایا آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے نہ ملو اور شہری دیہاتی کی چیز نہ

الرُّکْبَانَ وَلَایَبِیْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُہٗ لَایَبِیْعُ

بیچے: طاؤس نے پوچھا اس ارشاد کا کیا مطلب کہ شہری دیہاتی کی چیز نہ بیچے

حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَایَکُوْنُ لَہٗ سِمْسَارًا عہ

فرمایا اس کا دلال نہ بنے یعنی اجرت لے کر نہ بیچوائے۔

بَابُ مَنْ کَرِہَ اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ ص ۲۸۹ جس نے یہ مکروہ جانا کہ شہری دیہاتی کی چیز بیچے۔

۱۲۶۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کی کوئی چیز

اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَّبِہٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

بیچے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے۔

تشریحات ۱۲۶۸ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ دیہاتی سے اجرت لے کر اس کا مال بیچنا منع ہے اور بطور خیر خواہی ممنوع نہیں۔

بَابُ لَایَشْتَرِیْ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَۃِ ص ۲۸۹ کوئی شہری دیہاتی کیلئے کوئی چیز دلالی پر نہ خریدے۔

توضیح باب اس باب سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جیسے یہ ممنوع ہے کہ شہری دیہاتی کی کوئی چیز بیچے اسی طرح شہری کو دیہاتی کے لئے کوئی چیز خریدنی بھی منع ہے۔ بیع پر قیاس کرتے ہوئے بعض نسخوں میں۔ لایبیع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی سے یہ معاملہ طے کرے کہ تم شہر میں جو چیز بھی دوگے میں بیچونگا اور یہ اجرت لوں گا۔ یہ بھی ممنوع ہے۔

عہ ایضا باب النھی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹۔ الاجارۃ باب اجر السمسرۃ ص ۳۰۳ مسلم بودؤد نسائی۔ ابن ماجۃ التجارات۔

۴۰۵ وَکَرِهَهٗ اِبْنُ سِیْرِیْنَ وَاِبْرَاهِیْمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِیْ۔

ت اور اسے ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے بائع اور مشتری دونوں کے لئے مکروہ جانا۔

۴۰۶ وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ اِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ بِعْ لِیْ ثَوْبًا وَهِیَ تَعْنِی الشِّرَاءَ۔

ت اور ابراہیم نے کہا کہ عرب کہتے ہیں۔ بع لی ثوبا۔ اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ خرید لا۔

۱۲۶۹ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نُهِیْنَا اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم کو اس سے منع کیا گیا کہ کوئی شہری دیہاتی کی کوئی چیز بیچے۔

تشریح ۴۰۵، ۴۰۶ ابن سیرین کی تعلیق کو امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ اصل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ وہ فرماتے بھئے بیع خریدنے اور بیچنے دونوں کو جامع ہے۔ اسی تقدیر پر اسی حدیث سے دونوں کی ممانعت ثابت اور یہی حضرت ابراہیم نخعی کے ارشاد کا بھی مطلب ہے۔

بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَلَقِّی الرُّكْبَانِ وَاَنَّ بَیْعَهٗ مَرْدُوْدٌ لِاَنَّ صَاحِبَهٗ عَاصٍ اٰثِمٌ اِذَا كَانَ بِهٖ عَالِمًا وَّهُوَ خِدَاعٌ فِی الْبَیْعِ وَالْخِدَاعُ لَا یَجُوْزُ

آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے ملنے سے ممانعت اور یہ کہ اسکی بیع مردود ہے اسلئے کہ یہ معصیت کار ہے گنہگار ہے جبکہ یہ جانتا ہو اور یہ دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا جائز نہیں۔

۱۲۷۰ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبِیْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَّلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰی یُهْبَطَ بِهَا اِلَی السُّوْقِ عـه

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بعض، بعض کی بیع پر بیع نہ کرے اور سامان تجارت جبتک بازار میں نہ اتار دیا جائے آگے بڑھ کر نہ لے۔

باب منتھی التلقی ص ۲۸۹ تلقی ممنوع کی آخیر حد

۱۲۷۱ حَدَّثَنَا جُوَیْرِیَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّی الرُّكْبَانَ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم لوگ آگے بڑھکر تجارتی قافلوں

عـه اسے کے ابد : صلاۃ طریقے سے۔ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ البیوع۔ ابن ماجہ۔ التجارات۔

فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے غلہ خرید لیتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم

اَنْ نَّبِيعَهُ حَتّٰى نَبْلُغَ بِهِ سُوقَ الطَّعَامِ۔

بازار میں پہنچانے سے پہلے بیچیں۔

۱۲۷۲ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لوگ بازار کے سرے پر

عَنْهُ كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِيْ مَكَانِهِ

غلہ خرید لیتے اور وہیں بیچ دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا

فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِيْ

کہ غلہ وہیں بیچیں

مَكَانِهِ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ

یہاں تک کہ منتقل کرلیں

تشریحات ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ تلقی رکبان ممنوع نہیں۔ یعنی یہ ممنوع نہیں کہ بازار سے باہر یا شہر کے باہر جاکر غلہ خریدا جائے۔ ممنوع یہ ہے کہ خرید کر وہیں بازار میں لائے بغیر بیچ دیا جائے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی سے نہیں منع فرمایا، بازار میں لانے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہ اس کے پہلے گزری ہوئی حدیث کے معارض ہے۔ اس تعارض کو دور کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ اور مزید توضیح کے لئے فرمایا:-

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ وَبَيَّنَهُ حَدِيْثُ عُبَيْدِ اللّٰهِ۔ ابو عبداللہ (بخاری) نے فرمایا یہ حکم بازار کے سرے کے بارے میں ہے جسے عبیداللہ کی حدیث نے بیان کیا۔ وہ حدیث یہ ہے

تشریحات ۱۲۷۲ عبیداللہ کی اس حدیث نے واضح کردیا کہ بازار کے سرے پر پہنچنے سے پہلے اور آگے بڑھ کر غلہ یا کوئی سامان خریدنا منع ہے۔ اور جو تلقی رکبان منع ہے۔ اس سے یہی مراد ہے مگر جب سامان بازار کے سرے پر پہنچ جائے تو خریدنے میں حرج نہیں۔ البتہ اس کو وہیں بیچنا منع ہے منڈی میں لاکر بیچا جائے۔

بَابُ بَیْعِ الزَّبِیْبِ بِالزَّبِیْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ ص ۲۹۰ منقی کے عوض منقی غلے کے عوض غلہ بیچنا۔

۱۲۷۳ حدیث — حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ بَیْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَیْلًا وَبَیْعُ الزَّبِیْبِ بِالْكَرْمِ كَیْلًا عہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے۔ کہ تر کھجور کو خشک کھجور اور منقی کو انگور کے عوض ناپ کر بیچنا۔

۱۲۷۴ حدیث — عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ یَّبِیْعَ الثَّمَرَ بِكَیْلٍ اِنْ زَادَ فَلِیْ وَاِنْ نَقَصَ فَعَلَیَّ عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے فرمایا مزابنہ یہ ہے کہ پھل کو ناپ کر بیچے کہ اگر زیادہ ہوا تو میرا نفع ہے اور اگر کم ہوا تو میرا نقصان ہے۔

۱۲۷۳ / ۱۲۷۴ تشریحات — مزابنہ کا مادہ زبن ہے۔ اس کے اصل معنی دفع کرنے، دھکا دینے ٹکر مارنے کے ہیں۔ اور عرف میں اس کے معنی یہ ہیں کہ درخت پر جو پھل ہوں انھیں بیچنا۔ دستور یہ تھا کہ درخت پر جو کھجوریں ہوتیں اس کا اندازہ کر لیتے کہ اتنے وسق ہوں گی ان کو اتنے وسق اتری ہوئی خشک کھجور کے عوض بیچ دیتے۔ چونکہ یہ جنس کی جنس سے بیع ہے اور کمی زیادتی کا احتمال ہے جو سود ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ کھجور ہی کی تخصیص نہیں کسی بھی پھل کی اس طرح بیع جائز نہیں۔

امام بخاری نے باب میں "الطعام" کا جو اضافہ فرمایا ہے وہ اسی افادے کیلئے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ چونکہ حدیث میں صرف تمر اور زبیب کا ذکر ہے۔ تو یہ ممانعت انھیں کے ساتھ خاص ہے۔

ان زاد فلی: یہ قول بائع کا بھی ہو سکتا ہے۔ اب مراد یہ ہوگی کہ زمین پر جو پھل ہے وہ زیادہ یا کم ہو۔ اور مشتری کا بھی قول ہو سکتا ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ درخت پر جو پھل ہے وہ زیادہ یا کم ہو۔

عہ ایضا باب بیع المزابنۃ ص ۲۹۱ مسلم نسائی البیوع عہ مسلم نسائی البیوع۔

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ ص ۲۹۰ سونے کو سونے کے عوض بیچنا

۱۲۷۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَبِیْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِیْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ کَیْفَ شِئْتُمْ

حدیث حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور سونے کو سونے کے برابر برابر ہی بیچو اور چاندی کو چاندی کے عوض برابر برابر ہی بیچو اور سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جیسے چاہو بیچو۔ ع ۵۱

بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ ص ۲۹۰ چاندی کے بدلے چاندی بیچنا

۱۲۷۶ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَدِیْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِیَهُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ یَا اَبَا سَعِیْدٍ مَا هٰذَا الَّذِیْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فِی الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ

حدیث سالم بن عبد اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ کی حدیث کے مثل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی تو عبد اللہ بن عمر نے حضرت ابو سعید سے ملاقات کی اور پوچھا آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ کیا بیان کرتے ہیں۔ تو ابو سعید نے کہا کہ بیع صرف کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے سونا سونے کے بدلے برابر برابر اور چاندی چاندی

عہ یخذ باب بیع الذهب بالورق یدا بید ص ۲۹۱ مسلم نسائی البیوع۔

مِثْلٌ بِمِثْلٍ

کے بدلے برابر برابر

۱۲۷۷ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث نافع نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَبِیْعُوا الذَّھَبَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو مگر برابر برابر

بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوا

اور کم زیادہ نہ کرو ۔ اور چاندی چاندی کے عوض نہ بیچو مگر یہ کہ برابر برابر ہو ۔ اور

الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا

کم زیادہ نہ کرو

تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ عہ

اور ادھار کو نقد کے بدلے مت بیچو ۔

بَابُ بَیْعِ الدِّیْنَارِ بِالدِّیْنَارِ نَسَاءً ص۲۹۱ دینار کو دینار کے عوض ادھار بیچنا ۔

۱۲۷۸ اَنَّ اَبَا صَالِحِ الزَّیَّاتَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ

حدیث ابو صالح زیات نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تشریحات ۱۲۷۸ مسلم[۱] میں بطریق سفیان بن عیینہ یہ تفصیل ہے ۔ الدینار بالدینار والدرہم بالدرہم مثلا بمثل من زاد او ازداد فقد اربی ۔ دینار کے عوض دینار اور درہم کے عوض درہم برابر برابر بیچا جائے ۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود لیا اور دیا ۔

امام حاکم نے روایت کیا کہ ابو مجلز نے کہا کہ حضرت ابن عباس ایک زمانے تک یہ کہتے تھے ۔ کہ بیع صرف میں حرج نہیں یعنی سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حرج نہیں ۔ یہاں تک کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات کی ۔ اور یہ حدیث بیان کی کہ کھجور کھجور کے گیہوں گیہوں کے جو جو کے سونا سونا کے چاندی چاندی کے عوض ہاتھوں ہاتھ اور برابر برابر بیچو اور جو زائد ہوگا سود

عہ مسلم ترمذی نسائی البیوع [۱] ثانی البیوع باب الربا ص ۲۷

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ

کہتے ہیں۔ دینار دینار سے اور درہم درہم سے برابر برابر بیچا جائے (کمی زیادتی سود ہے)

فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَقُوْلُهٗ فَقَالَ اَبُوْ

تو میں نے ان سے کہا کہ حضرت ابن عباس اسے نہیں کہتے۔ اس پر حضرت ابو سعید

سَعِيْدٍ سَأَلْتُهٗ فَقُلْتُ سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا میں نے ان سے پوچھا تھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا

اَوْ وَجَدْتَّهٗ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَا اَقُوْلُ وَاَنْتُمْ اَعْلَمُ

ہے یا کتاب اللہ میں تم نے اسے پایا ہے تو ابن عباس نے کہا یہ سب میں نہیں کہتا اور

ہوگا۔ تو ابن عباس نے کہا، میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت سختی کے ساتھ اس سے منع کرتے تھے [۱]

حاصل احادیث میں صرف چھ چیزوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ سود کی تفصیل ہے۔ سونا، چاندی، کھجور، گیہوں، جو، نمک۔ ان کے علاوہ اور چیزوں میں سود ہے یا نہیں اور ہے تو کن کن چیزوں میں ہے۔ یہ احادیث میں مذکور نہیں۔ اسی لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا [۲] سب سے اخیر میں آیت ربوٰ نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور اسے خوب واضح طور پر بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے سود سے بھی بچو اور اس کے شبہے سے بھی بچو۔

مجتہدین کرام نے اپنی خداداد قوت استنباط سے ان چھ چیزوں میں کامل غور وخوض کرکے اپنی اپنی صوابدید پر سود کی بنیاد مقرر فرمائی ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ سود کی بنیاد، قدر و جنس میں اتحاد ہے۔ اگر دونوں میں اتحاد ہو تو تفاضل بھی سود اور ادھار بھی سود۔ اور اگر صرف ایک میں اتحاد ہو تو تفاضل جائز۔ ادھار اب بھی سود۔ مثلاً سونے کو چاندی کے عوض بیچا یا بالعکس تو تفاضل جائز اور ادھار حرام اور سود۔

قدر سے مراد وزن اور کیل ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ سود صرف ان چیزوں میں ہے جو کسی پیمانے سے ناپ یا تول کر بکتی ہیں۔ اور جو چیزیں ناپ یا تول کر نہیں بکتیں۔ جیسے انڈے یا کپڑے۔ ان میں سود نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے سود کی علت مطعومات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں طعم یعنی مزہ اور جو چیزیں ثمن ہیں۔ ان میں ثمنیت مقرر فرمایا۔ عوضین کا ایک جنس سے ہونا۔ اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں انڈے میں بھی سود ہے۔ اس لئے ان کے یہاں ایک انڈے کے عوض دو انڈے بیچنا جائز نہیں۔

[۱] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۲۹۶ [۲] مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربا ص ۲۴۶

بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ اَخْبَرَنِیْ اُسَامَۃُ

آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

ہاں مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی

لَارِبٰی اِلَّا فِی النَّسِیْئَۃِ عہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود صرف ادھار میں ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ سَمِعْتُ سُلَیْمٰنَ بْنَ حَرْبٍ یَقُوْلُ لَارِبٰی اِلَّا فِی

اور ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا میں نے سلیمان بن حرب سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ سود

النَّسِیْئَۃِ قَالَ ھٰذَا عِنْدَنَا فِی الذَّھَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَۃِ بِالشَّعِیْرِ

صرف ادھار میں ہے انھوں نے کہا ہمارے نزدیک سونے کو چاندی کے عوض اور

مُتَفَاضِلًا لَابَاْسَ بِہٖ یَدًا بِیَدٍ وَلَاخَیْرَ فِیْہِ نَسِیْئَۃً

گیہوں کو جو کے عوض زیادتی کیساتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ [illegible] ہاتھ ہو اور ادھار میں بھلائی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جن چیزوں کو "کیلی" یعنی ناپ کر بکنے والی بتا دیا ہے وہ سود کے معاملہ میں کیلی ہی مانی جائیں گی اور اسی طرح جن چیزوں کو وزنی یعنی تول کر بکنے والی بتایا ہے وہ وزنی ہی مانی جائیں گی اگرچہ اب رواج بدل گیا ہو۔ جیسے گیہوں جو، کھجور، نمک، ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیل بتایا ہے۔ یعنی صاع وغیرہ پیمانے سے ناپ کر بکنے والی۔ اب تول کر بکنے کا رواج ہوگیا ہے۔ مگر سود کے معاملے میں سب کیل ہی ہیں۔ سونے اور چاندی کو موزون بتایا اور یہ اب بھی موزون ہیں۔ اور سود کے معاملے میں ہمیشہ موزون ہی رہیں گے۔ اگرچہ کبھی ایسا ہو جائے کہ وزن سے نہ بکیں۔

اور جن چیزوں کے بارے میں کچھ وارد نہیں۔ ان میں عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر وہ ناپ کر بکتی ہوں تو وہ کیل ہیں۔ اور تول کر بکتی ہوں تو موزون۔ اور اگر عرف بدل جائے تو لین دین کے وقت جو عرف ہوگا اسکا اعتبار ہے۔ مثلاً چاول پہلے ناپ کر بکتا تھا مگر اب تول کر بکتا ہے تو اس وقت وہ موزون ہی مانا جائے گا۔

عہ مسلم نسائی البیوع ابن ماجہ التجارات۔

بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ ٢٩ بیع مزابنہ

وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعُ الْعَرَايَا

اور یہ سوکھی کھجور کو درخت پر لگی ہوئی کھجور کے عوض اور منقی کو بیل میں لگے ہوئے انگور کے عوض اور عرایا کی بیع ہے

١٢٧٩ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ وَلَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھل کو اس وقت تک نہ بیچو جب تک وہ انتفاع کے لائق نہ ہو جائیں اور درخت پر لگے ہوئے پھل کو خشک کھجور کے بدلے نہ بیچو۔

١٢٨٠ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ اَبِيْ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا درختوں میں جو پھل ہوں

تشریحات ١٢٧٩ یبدو صلاحہ: صلاح کے معنی لائق ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ وہ ایسے ہو جائیں کہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں[1] ہے۔ حتی تطعم۔ اور حضرت ابن عباس[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ حتی یوکل منہ۔ یہاں تک کہ وہ کھانے کے لائق ہو جائے۔ اور یہ ہر پھل میں مختلف ہے۔ کھجوروں کا جب کچھ حصہ زرد یا سرخ ہو جاتا ہے تو اسے کھانے لگتے ہیں۔ ہمارے دیار میں آم ایسا پھل ہے کہ اس میں جب ترشی آجاتی ہے تو اسے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً چٹنی میں۔ کیلا بالکل کچا ہو تو بھی ترکاری کے کام آتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی واضح حد مقرر نہیں۔ کسی بھی طرح جب وہ استعمال کے لائق ہو جائے تو اس کا بیچنا جائز ہے۔ قابل انتفاع ہونے سے پہلے اسکی بیع ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب وہ قابل انتفاع نہیں تو مال نہیں۔ نیز تنازع کا اندیشہ قوی ہے۔

تشریحات ١٢٨٠ محاقلہ کا مادہ حَقْلٌ ہے۔ عمدہ قابل کاشت زمین۔ کھیتی جب تک ہری رہے۔ خوشے کے اندر جو دانے ہوں ان کو صاف کردہ دانوں کے عوض بیچنا۔

---

[1] ثانی البیوع۔ باب من باع نخلا وعلیہا ثمر ص ۱۱ [2] ثانی البیوع باب النھی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحہا ص ۸

نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِیْ

انھیں خشک کھجور کے عوض خریدنے کو

رُؤُسِ النَّخْلِ۔ عہ

مزابنہ کہتے ہیں۔

۱۲۸۱ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

۱۲۸۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ

حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ

علیہ وسلم نے عَرِیَّہ کے مالک کو اسکی اجازت دی کہ وہ اسے

أَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا۔ عہ

اندازے سے بیچے۔

مزابنہ اور محاقلہ کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا امکان ہے کہ ان دونوں میں سے ایک زیادہ اور ایک کم ہو۔ اور یہ جنس سے جنس کی بیع ہے جس میں کمی یا زیادتی سود ہے۔

ابن ابی احمد کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے احمد بن جحش کے صاحبزادے ہیں۔ اس حدیث کے راوی ابو سفیان انھیں کے غلام تھے۔

تشریحات ۱۲۸۲ یہ حدیث تعلیقاً اسی باب میں تین حدیث کے پہلے بطریق سالم۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد تر یا خشک کھجور کے عوض عریہ کے بیع کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ اور کسی میں نہیں دی۔

عہ مسلم البیوع ابن ماجہ الاحکام۔

عہ ایضاً۔ باب تفسیر العرایا ص ۲۹۲ - المساقاۃ باب الرجل یکون لہ ممر او شرب فی حائط ص ۳۲۰ مسلم - البیوع - ترمذی نسائی - الشروط - ابن ماجہ التجارات -

بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ط ۲۹۱

درخت کے پھل کی سونے اور چاندی کے عوض بیع

۱۲۸۳ عَنْ عَطَاءٍ وَّأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ
حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھل
نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ
کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک لذیذ نہ ہو جائے اور سوائے
وَلَا يُبَاعُ شَيْئٌ مِّنْهُ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا عہ
عرایا کے ان میں سے کسی کو دینار و درہم کے علاوہ کسی اور چیز کے عوض نہ بیچا جائے۔
۱۲۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَّسَأَلَهُ
حدیث عبد اللہ بن عبد الوہاب نے کہا میں نے مالک سے سنا اور ان سے عبید اللہ بن ربیع
عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الرَّبِيْعِ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي
نے پوچھا تھا کہ کیا آپ سے داؤد نے ابو سفیان سے روایت کرتے ہوئے اور وہ

تشریحات ۱۲۸۳ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل کو سونے چاندی یا کسی بھی ثمن اصطلاحی کے عوض بیچنا جائز ہے۔ اگرچہ ادھار ہو۔ اور اس جنس سے بیچنا بہر حال منع ہے۔ اس کے علاوہ اور جنس سے بیچنے میں اگر بیع نقد ہو کہ مشتری اسی مجلس میں قیمت ادا کر دے اور درخت کا پھل اتار لے تو جائز ہے۔ اور ادھار ممنوع ہے۔ بشرطیکہ وہ جس کے عوض بیچا ہو مکیل ہو ورنہ ادھار بھی جائز ہے۔

تشریحات ۱۲۸۴ عبید اللہ کے باپ ربیع۔ ابو جعفر منصور عباسی شہنشاہ کے حاجب ہیں۔ انھیں کا بیٹا فضل شہنشاہ ہارون رشید کا بعد میں وزیر ہوا۔ ابو سفیان وہی ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ یعنی ام المومنین حضرت زینب کے بھتیجے ابو احمد بن جحش کے بیٹے کے غلام۔ محدثین کی اصطلاح یہ ہے کہ شیخ تلمیذ پر قرأت کرے تو اسے حدثنا سے بیان کرتے ہیں اور اگر تلمیذ شیخ پر قرأت کرے تو اسے" اخبرنا" سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں یہ ہے کہ عبد اللہ بن عبد الوہاب کے سامنے عبید اللہ بن ربیع نے امام مالک کو حدیث پڑھ کر سنائی۔ اور امام مالک نے۔ ہاں۔ کہا تو اسے بھی امام بخاری نے۔ حدثنا۔ سے تعبیر فرمایا حالانکہ اسے اخبرنا سے تعبیر کرنا چاہئے تھا۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ جلد اول میں گزر چکا کہ امام بخاری کے نزدیک اخبرنا حدثنا ہم معنی ہیں۔ اس مخصوص طریقے کو محدثین کی اصطلاح میں۔ عرض السامع۔ کہتے ہیں۔ حضرت

عہ ابو داود البیوع، ابن ماجہ التجارات۔

هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ قَالَ نَعَمْ عه

وسلم نے پانچ وسق یا اس سے کم میں عرایا کے بیع کی اجازت دی ہے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔

۱۲۸۵ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي

حدیث حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حَثْمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے درخت کے پھل کا تخمینہ لگا کر خشک کھجوروں کے عوض بیچنے سے منع فرمایا ہے ہاں

نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا

عریّہ میں اس کی اجازت دی ہے تاکہ اس کے مالک تر کھجوریں کھائیں اور سفیان (بن عیینہ)

يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا عه وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ

نے دوسری بار یہ کہا ہاں عریّہ میں تخمینے کے ساتھ بیچنے کی اجازت دی تاکہ

امام مالک اس طریقے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ شیخ نے حدیث بیان کی تو اس کا احتمال رہتا ہے کہ تلمیذ سے اس کے ضبط میں کچھ نقص رہ جائے۔ مگر جب تلمیذ نے خود حدیث پڑھ کر سنائی اور شیخ نے سن کر۔ اس کی تصدیق میں نعم کہا۔ تو ضبط میں کسی نقص کا احتمال نہ رہا۔

اودون خمسۃ اوسق: یہ شک داؤد بن حصین سے ہوا۔ جیساکہ مسلم میں ہے۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ عرایا میں اس کی اجازت ہے۔ کہ درخت پر جو پھل ہوں ان کا تخمینہ لگا کر سوکھی کھجوروں کے عوض بیچے جبکہ وہ پانچ وسق یا اس سے کم ہوں۔ مثلاً یہ تخمینہ لگایا کہ درخت پر چار وسق کھجوریں ہیں۔ ان کو چار وسق سوکھی کھجوروں کے عوض بیچدیا۔ غالباً پانچ وسق کی تحدید اس وجہ سے ہے کہ اس عہد میں پانچ وسق سے زیادہ کھجوریں ایک درخت میں نہیں ہوتی تھیں۔

تشریحات ۱۲۸۵ سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام عامر بن ساعدہ ہے اور کنیت ابویحیٰ یا ابومحمد انصاری مدنی صحابی ہیں۔ یہ صغار صحابہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہ سات آٹھ سال کے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

ع٥ مسلم۔ ابوداؤد ترمذی۔ نسائی۔ البیوع۔ الشروط۔ عه المساقات باب الرجل یکون له ممر او شرب فی حائط ۳۲۱
مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی البیوع۔ نسائی البیوع۔ الشروط۔ له الثانی البیوع باب تحریم الرطب بالتمر الا فی العرایا ص ۹

فِی الْعَرِیَّۃِ یَبِیْعُھَا اَھْلُھَا بِخَرْصِھَا یَاْکُلُوْنَھَا رُطَبًا وَقَالَ ھُوَسَوَاءٌ ۔	
اس کے مالک تر کھجوریں کھائیں اور کہا کہ دونوں کا مفہوم ایک ہے ۔	
۔ قَالَ سُفْیَانُ قُلْتُ لِیَحْیٰی وَاَنَا غُلَامٌ اِنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ	
سفیان نے کہا میں نے یحییٰ سے کہا اور میں اسوقت بچہ تھا کہ مکے والے کہتے ہیں کہ	
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا فَقَالَ	
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرایا کے بیچنے کی اجازت دی ہے ۔ اس پر یحییٰ نے کہا	
وَمَا یُدْرِیْ اَھْلَ مَکَّۃَ قُلْتُ اِنَّھُمْ یَرْوُوْنَہٗ عَنْ جَابِرٍ فَسَکَتَ ۔	
کہ اہل مکہ کو کیسے معلوم ہوا میں نے بتایا کہ وہ لوگ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں تو	
قَالَ سُفْیَانُ اِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ جَابِرًا مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ قِیْلَ	
وہ خاموش رہے ۔ سفیان نے کہا میری مراد یہ تھی کہ حضرت جابر اہل مدینہ سے ہیں ۔	
لِسُفْیٰنَ وَلَیْسَ فِیْہِ نَھْیٌ عَنْ بَیْعِ الثَّمَرِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہٗ	
(وہ خوب جانتے ہیں) سفیان سے پوچھا گیا کہ اس حدیث میں یہ نہیں کہ قابل انتفاع	
قَالَ لَا ۔	
ہونے سے پہلے پھل کی بیع ممنوع ہے ۔ بتایا کہ یہ نہیں ہے ۔	

حضرت زید بن ثابت اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں واصل بحق ہوئے لہ

یاکلہا اہلہا : یاکلہا کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع ، اثمار ، ہے ۔ جس پر خرص ، دلالت کر رہا ہے کہ ان پھلوں کو وہ کھائے جو خریدنے کے بعد اس کا مالک ہے ۔ یعنی خریدار ۔

یاکلونہا : اس میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع پہلے جملے کی طرح ، الثمار ، ہے ۔ اور ضمیر مرفوع متصل کا مرجع اہل مخروص ہیں یعنی جن کے لئے تخمینہ لگایا گیا ۔ یعنی مشتری ۔ اس طرح دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہوا ۔ ہوسواء کا مطلب یہی ہے ۔

انا غلام : سفیان بن عیینہ کے اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ میں کم سنی ہی سے حدیث سنتا آیا ہوں ۔ اور وہ بھی پوری تحقیق کے ساتھ ۔ اور میں کم سنی ہی میں اپنے شیوخ سے علمی بحث کر لیتا تھا ۔ یہ اپنی ذہانت و فطانت کے اظہار کیلئے فرمایا ۔ بوقت ضرورت اپنے فضل و کمال بیان کرنا مذموم نہیں ۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا انی حفیظ علیم (یوسف ۵۵)

لہ اصابہ ثانی ص ۸۶

باب تفسیر العرایا ص ۲۹۲ عرایا کی تفسیر

۴۰۷ وَقَالَ مَالِكٌ الْعَرِيَّةُ أَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ثُمَّ يَتَأَذّٰى بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهٗ أَنْ يَّشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ

ت اور امام مالک نے فرمایا عَرِیَّۃ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کھجور کا درخت (پھل کھانے کیلئے) دیدے پھر اسکے باغ کے اندر آنے جانے سے اذیت ہو تو اسے یہ اجازت دی گئی کہ اسکے پھل کو خشک کھجوروں کے عوض خرید لے۔

۴۰۸ وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا تَكُونُ بِالْجُزَافِ۔

ت اور ابن ادریس نے فرمایا یہ اسی وقت جائز ہے کہ ثمن میں جو خشک کھجور دی جائے وہ ناپ کر دی جائے اور عقد کی مجلس ہی میں دی جائے۔ اندازے سے نہ ہو۔

توضیح گزر چکا کہ۔ عرایا۔ عَرِیَّۃ کی جمع ہے۔ اس کا مادہ عُرْیٌ ہے۔ جس کا معنی ننگا ہونا ہے۔ یہاں بمعنی عطیہ ہے۔ وہ کھجور کا درخت جو کسی کو اس لئے دیا گیا ہو کہ اس کا پھل کھالے۔

۴۰۷، ۴۰۸ تشریحات امام مالک کے ارشاد کو علامہ ابن عبد البر نے سند متصل کے ساتھ بطریق ابن وہب روایت کیا ہے ابن ادریس سے کون بزرگ مراد ہیں اس میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن تین نے کہا کہ اس سے مراد، عبد اللہ راوی کوفی ہیں۔ اکثر شارحین کی یہی رائے ہے۔ علامہ مزی نے یقین کے ساتھ کہا کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس طرح حضرت امام شافعی کا تذکرہ صحیح بخاری میں دو جگہ ہوا۔ ایک یہاں اور ایک کتاب الزکوٰۃ ہیں۔ علامہ ابن بطال کو اس میں تردد ہے کہ یہ کون صاحب ہیں۔

وَمِمَّا يُقَوِّيهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ (اور جن باتوں سے اسے قوت ملتی ہے، حضرت سہل بن ابو حثمہ کا یہ قول بھی ہے کہ وہ کھجور وسق سے ناپی ہوئی ہو۔

یہ قول ابن ادریس کا ہے۔ یا امام بخاری کا۔ دونوں کا احتمال ہے۔ علامہ ابن بطال کی رائے ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ اور امام مزی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام شافعی کا ارشاد ہے۔ الاوسق الموسقۃ سے مراد ہے کہ درخت کے پھل کے عوض جو خشک کھجوریں دی جائیں وہ وسق یا کسی بھی پیمانے سے ناپی ہوئی ہوں۔ یہ ترکیب ایسی ہی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

الْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ اور تلے اوپر چاندی سونے کے ڈھیر۔

(آل عمران — ۱۴)

۴۰۹ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فِیْ حَدِیْثِهٖ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ

ت اور امام ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَتِ الْعَرَایَا اَنْ یُّعْرِیَ الرَّجُلُ فِیْ مَالِهِ النَّخْلَةَ

روایت کرتے ہوئے کہا عرایا کی صورت یہ تھی کہ کوئی اپنے مال میں سے

وَالنَّخْلَتَیْنِ۔

ایک دو کھجور کے درخت کسی کو پھل کھانے کے لئے دیدے۔

۴۱۰ وَقَالَ یَزِیْدُ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ حُسَیْنٍ اَلْعَرَایَا نَخْلٌ كَانَتْ

ت اور سفیان بن حسین سے روایت کرتے ہوئے یزید نے کہا کہ عرایا وہ کھجور کے

تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِیْنِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّنْتَظِرُوْا بِهَا رُخِّصَ

درخت ہیں جو مسکینوں کو (پھل کھانے کے لئے) دیدیے جاتے اور وہ مسکین پھل کے تیار

تشریحات ۴۰۹ حضرت امام بخاری نے عرایا کی تفسیر کو حضرت امام محمد بن اسحاق کی حدیث کا جز بتایا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کسی سند سے انھیں اس حدیث کے ساتھ یہ تفسیر ملی ہو۔ امام بخاری کے ساتھ جو ہمارا اعتقاد ہے۔ اس کے مطابق ہم یہی کہیں گے۔ مگر کتب حدیث کے تتبع سے یہ ظاہر ہے کہ ان کی اس حدیث کے ساتھ یہ تفسیر کہیں مذکور نہیں۔ امام ترمذی[۱] نے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس میں یہ تفسیر نہیں۔ امام ابوداؤد[۲] نے صرف تفسیر ذکر کی ہے۔ نہ یہ حدیث ذکر کی ہے نہ کوئی اور حدیث۔

افادہ: امام محمد بن اسحاق پر دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولینا اشرفعلی تھانوی نے اپنی تحریر میں انتہائی رکیک جرحیں کی ہیں جن کے مدلل جوابات مسند الوقت حضرت مفتی اعظم ہند مولینا شاہ ابوالبرکات محی الدین مصطفی رضا قدس سرہ نے وقایہ اہلسنت میں دیئے ہیں۔ جن کا بضرورت اقتباس عزیز سعید مولینا حافظ عبدالحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے اپنے رسالے (اذان خطبہ کہاں ہو؟) میں نقل کر دیئے ہیں۔ یہاں مجھے یہ بتانا ہے کہ امام ابن اسحٰق اس پائے کے امام ہیں کہ حضرت امام بخاری نے ان کے قول کو بطور سند ذکر فرمایا ہے وہ بھی احکام میں۔ اس سے ثابت کہ امام ابن اسحٰق ان کے نزدیک صرف ثقہ ہی نہیں حجت ہیں۔

تشریح ۴۱۰ اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند[۳] میں موصولاً روایت کیا ہے۔ یہ یزید، یزید بن ہارون مشہور محدث ہیں۔

---

[۱] اول البیوع باب فی العرایا ص ۱۵۶ [۲] ثانی البیوع باب تفسیر العرایا ص ۱۲۲ - [۳] جلد خامس ص ۱۹۲

لَهُمْ اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ

ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے اسلئے یہ لوگ اسے جتنی سوکھی کھجوروں کے عوض چاہتے بیچ دیتے۔

بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ص۲۹۲ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع

۱۱۴۱ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِيْ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت سہل بن ابو حثمہ جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ

عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ انھوں نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ فَاِذَا جَدَّ

میں لوگ پھلوں کو خرید لیتے اور جب پھل کاٹے جاتے اور طرفین بدلین پر قبضہ کرنے آتے

النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ اِنَّهُ اَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ

تو خریدار کہتا کہ پھل کو دمان لگ گیا اسے بیماری لگ گئی اسے قشام لگ گیا اور

اَصَابَهُ مُرَاضٌ اَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ

پھلوں کی بیماریوں کا ذکر کرتے طے شدہ قیمت سے کم دینے پر جھگڑا کرتے۔ جب حضور کی

تشریحات ۱۱۴۱ امام بخاری نے اس تعلیق کو امام لیث بن سعد سے بطریق ابو الزناد ذکر کیا ہے۔ حضرت لیث بن سعد کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی ہے۔ اور امام بخاری کی ولادت ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ہوئی اسلئے یہ مسند نہیں معلق ہے۔ اسے امام ابو داؤد[۱] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں امام لیث نہیں۔ دمان، قشام مخصوص بیماریاں ہیں جو کھجوروں کے پھلوں میں تیار ہونے سے پہلے لاحق ہو جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے پھل خراب ہو جاتے یا جھڑ جاتے یا خوب اچھی طرح بڑھ نہیں پاتے۔ مُراض، مطلقاً ہر بیماری کو کہتے ہیں جھگڑا یہ ہوتا کہ خریدار یہ کہتا کہ بیماری کی وجہ سے پھل کم آئے ہیں۔ خراب آئے ہیں۔ اسلئے مقررہ قیمت نہیں دونگا کم دونگا۔

کالمشورۃ: یہ حضرت زید بن ثابت کا اجتہاد ہے۔ ورنہ دوسری احادیث کثیرہ اس پر نص ہیں کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے قطعی ممانعت فرما دی ہے۔ جن میں سے کئی حدیثیں گزر چکی ہیں اور کچھ آگے آ رہی ہیں

[۱] ثانی البیوع باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا ص۱۳۲

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَثُرَتْ عِنْدَہُ الْخُصُوْمَۃُ فِیْ
خدمت میں یہ جھگڑے بکثرت آنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشورہ
ذَالِکَ فَاِمَّا لَا فَلَا تَتَبَایَعُوْا حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ کَالْمَشُوْرَۃِ
دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ خرید و فروخت نہیں چھوڑ سکتے تو جب تک پھل
یُشِیْرُ بِھَا لِکَثْرَۃِ خُصُوْمَتِھِمْ ـــ وَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَۃُ بْنُ زَیْدٍ
قابل انتفاع نہ ہو جائیں مت بیچو اور خارجہ بن زید نے خبر دی کہ
اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ یَکُنْ یَبِیْعُ ثِمَارَ اَرْضِہٖ حَتّٰی تَطْلُعَ
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک ثریا طلوع نہ کر لیتی پھلوں کو نہیں
الثُّرَیَّا فَیَتَبَیَّنُ الْاَصْفَرُ مِنَ الْاَحْمَرِ۔
بیچتے اس وقت زرد، سرخ سے ممتاز ہو جاتا۔

یا ہو سکتا ہے کہ ابتداءً بطور مشورہ منع فرمایا ہو اور بعد میں قطعی ممانعت فرما دی۔

فَاِمَّا لَا: اس میں ان شرطیہ کے ساتھ ما تاکید کے لئے زائد ہے۔ یعنی اگر درختوں پر پھل کی خریداری نہیں چھوڑ سکتے۔ الخ۔

حتی تطلع الثریا: یہ ثروی کی تصغیر ہے۔ جس کے معنی مالدار عورت کے ہیں اور برج ثور کی گردن میں چھ ستاروں کے مجموعے کا نام ہے جو جھومر کی طرح اکٹھے ہیں۔ جسے فارسی میں پروین کہتے ہیں۔ اس کے طلوع ہونے سے مراد فجر کے وقت طلوع ہونا ہے عرب کا یہی عرف ہے کہ وہ ستارے کے طلوع سے فجر کے وقت طلوع مراد لیتے ہیں۔ ثریا حجاز میں، ہندی اساڑھ کے مہینے میں طلوع ہوتی ہے۔ جبکہ گرمی وہاں پورے شباب پر ہوتی ہے۔ اس وقت تک کھجوریں تیار ہو جاتی ہیں۔ اور بیماریوں کے خطرے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ مسند امام اعظم میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ فرمایا۔ جب ثریا طلوع ہو جاتی ہے تو پھلوں سے آفت اٹھالی جاتی ہے ـــ علامہ ابن حجر نے یہ حدیث مسند امام اعظم کے حوالے سے فتح الباری میں نقل کی ہے یہ دلیل ہے کہ مسند امام اعظم ان کے نزدیک بھی حجت ہے۔

ابوداؤد[1] میں بطریق عطاء حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے۔ کہ فرمایا۔ جب ثریا صبح کے وقت طلوع ہوتی ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے۔ نیز مسند امام احمد[2] میں بھی ایک جگہ ہے۔ من کل بلد۔ کے حذف کے ساتھ ہے۔ نیز اسی میں دوسری روایت[3] میں یہ ہے ـــ جب بھی ثریا صبح کو

---

[1] عمدۃ القاری الثانی عشر ص ۴ [2] ثانی ص ۳۴۱ [3] ثانی ص ۳۸۸

۱۲۸۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہَا

نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں

نَہَی الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ عہ

کو بیچنے سے منع فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔

۱۲۸۷ ثنا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ نَہَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ

وسلم نے رنگ پکڑنے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا یعنی سرخ

الثَّمَرَۃُ حَتّٰی تُشَقِّحَ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَیُؤْکَلُ مِنْہَا۔

ہونے لگے یا زرد ہونے لگے اور کھانے کے لائق ہو جائے۔

بَابُ بَیْعِ النَّخْلِ قَبْلَ اَنْ یَّبْدُوَ صَلَاحُہَا ص۲۹۲ کھجور کے درخت کے پھل کو قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا۔

۱۲۸۸ اَنَا حُمَیْدٌ ثنا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

طلوع کرتی ہے تو اگر کوئی آفت آنے والی ہوتی ہے تو اٹھالی جاتی ہے یا اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

۱۲۸۷ تشریحات حضرت جابر کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کھجور کے قابل انتفاع ہونے کی حد یہ ہے کہ وہ رنگ پکڑ لے۔ اور وہ اس لائق ہو جائے کہ لوگ اسے کھانے لگیں۔ یہ ہر پھل میں مختلف ہوتا ہے۔ جیسے ہر دیار میں لوگ اپنے یہاں کے پھلوں کے بارے میں جانتے ہیں۔

۱۲۸۸ تشریحات حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں تفصیل ہے۔ ثمر یعنی عام پھلوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا منع ہے۔ اس کیلئے کوئی خاص علامت

عہ مسلم ابی داؤد البیوع۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے پھل کی بیع سے جبتک قابل انتفاع نہ ہو جائیں اور درخت پر

وَعَنِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ قِيْلَ وَمَا تَزْهُوْ قَالَ تَحْمَارُّ اَوْ تَصْفَارُّ

کھجور کی بیع سے جب تک رنگ نہ پکڑے منع فرمایا عرض کیا گیا رنگ پکڑنے کا کیا مطلب

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَتَبْتُ اَنَا عَنْ مُعَلَّى بْنِ مَنْصُوْرٍ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَكْتُبْ

تو فرمایا سرخ ہونے لگے یا زرد ہونے لگے ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا میں نے

هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْهُ۔

معلی بن منصور کی حدیث لکھی مگر یہ حدیث ان سے نہیں لکھی۔

بَابُ اِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچا پھر اسے کوئی آفت آپہنچی تو جو نقصان ہوا وہ بائع کا ہوا۔ ص ۲۹۳

۱۲۸۹ حدیث فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ (تم لوگ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے

مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ۔

سے پہلے بیچتے ہو) اگر اللہ پھل کو تیار ہونے سے پہلے روک دے تو تم کس چیز کے عوض اپنے بھائی کا مال لوگے۔

مقرر نہیں فرمائی۔ یہ ہر پھل اور ہر مقام کے لحاظ سے الگ ہے۔ کھجور ان کے شہروں کی چیز ہے اس کی علامت بیان فرمادی۔ کہ جب تک وہ سرخ یا زرد نہ ہونے لگے۔ بیچنا منع ہے۔ اور زہو کے معنی پوچھنے والے خود حمید طویل تھے۔ جیسا کہ پانچ ابواب کے بعد باب بیع المخاضرۃ۔ میں ہے۔ فقلنا لانس وما زھوھا ہم نے حضرت انس سے کہا۔ اس کا رنگ پکڑنا کیا ہے۔

توضیح باب امام بخاری کے اس فرمانے سے کہ بیع کے بعد کوئی آفت آپہنچی تو جو نقصان ہوا وہ بائع کا ہوا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی آفت نہیں پہنچی یا جو پھل آفت سے بچ گئے وہ مشتری کے ہیں۔ اور یہ حکم اسی وقت صحیح ہوگا جب بیع درست ہو۔

۱۲۸۹ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلاً ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ
ابن شہاب نے کہا اگر کوئی قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو خرید لے پھر اسے
صَلَاحُهٗ ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا اَصَابَهٗ عَلٰى رَبِّهٖ۔
کوئی آفت پہنچ جائے تو جتنا برباد ہوا وہ اس کے مالک کا ہے۔

بَابُ اِذَا اَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ ص۲۹۳ جب کھجور کو اس سے اچھی کھجور کے عوض بیچنا چاہے

۱۲۹۰ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ وَعَنْ
حدیث حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے
اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک صاحب کو عامل بنایا وہ عمدہ کھجوریں

تشریح ۱۲۸۹ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت کی یہ علت ہے۔ یعنی بائع نے تو یہ سمجھ کے قیمت طے کی تھی کہ اس درخت پر مثلا پانچ وسق پھل تیار ہوں گے تو جو قیمت طے ہوئی پانچ وسق کی طے ہوئی۔ جب کسی آفت کیوجہ سے پھل کا کل یا بعض تباہ ہو گیا۔ تو کل کی قیمت یا بعض کی بلا کسی عوض کے اسے دینی پڑے گی۔ اس لئے یہ بیع درست نہیں۔

اور امام بخاری نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جتنے پھل تباہ ہوئے اس کے تناسب سے قیمت کم کر دی جائے۔ لیکن اس میں کتنا اختلاف اور تنازع ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اس لئے اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیع صحیح ہے اور جو نقصان ہوا اس کی مقدار قیمت کم کر دی جائے یا اسے بائع پورا کرے۔ بلکہ اس بیع کے حرام ہونے کی علت ہے۔ اور یہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں۔

تشریحات ۴۱۲ احناف کے یہاں یہ بیع فاسد ہے لیکن اگر عقد کے بعد مشتری نے درخت پر قبضہ کر لیا اور جو برباد ہو گیا تو وہ مشتری کا گیا۔ بائع پر کوئی تاوان نہیں۔ اور اگر مشتری کے قبضے سے پہلے برباد ہوا تو بائع کا ضائع ہوا۔ اور اگر کل برباد ہو گیا تو ثمن کا مستحق نہیں۔

تشریحات ۱۲۹۰ الاعتصام میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ الیسا ہت کرد۔ برابر برابر خرید و یا اسے بیچو اور اسکی قیمت سے اسے خرید و اور ایسا ہی تول میں بھی کرو۔ جن صاحب کو عامل بنایا تھا ان کا نام سواد بن غزیہ یا مالک بن صعصعہ تھا۔ اول الذکر انصار کے حلیف ہیں اور دوسرے صاحب خزرجی مازنی انصاری ہیں۔ جمع سے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰی خَیْبَرَ فَجَاءَہٗ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ

لائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں عرض کیا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا

نہیں بخدا یا رسول اللہ! ہم ایک صاع دو صاع کے عوض اور دو صاع تین صاع کے

قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَاخُذُ الصَّاعَ مِنْ ھٰذَا بِالصَّاعَیْنِ

عوض لیتے ہیں فرمایا ایسا مت کرو ملی جلی کو درہم کے عوض بیچو

وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاھِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاھِمِ جَنِیْبًا ع،

اور درہم کے عوض عمدہ کھجوریں خریدو۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلاً قَدْ اُبِّرَتْ اَوْ اَرْضًا مَزْرُوْعَۃً اَوْ بِاِجَارَۃٍ ص ۲۹۳

جس نے کھجور کا تابیر شدہ درخت یا فصل لگا ہوا کھیت بیچا یا کرایہ پر لیا تو اس درخت کا پھل اور کھیتی کس کی ہے۔

۱۲۹۱ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَیُّمَا نَخْلٍ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع سے مروی، جو کھجور

ہر قسم کی ملی جلی کھجوریں مراد ہیں۔ عادت یہی تھی کہ جتنی بھی کھجوریں وصول ہوتیں اچھی خراب ملا دی جاتیں چونکہ کھجوریں سب ایک جنس کی ہیں۔ اس لئے کمی بیشی کے ساتھ ان کی بیع سود ہے۔ اگرچہ مبیع خراب ہو اور ثمن عمدہ یا اس کے برعکس۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت حیلہ جائز ہے۔ کیونکہ کمی بیشی کے ساتھ کھجوریں کھجوروں کے عوض بیچیں یا ردی کھجوروں کو نقد کے بدلے بیچکر اس نقد سے عمدہ کھجوریں خریدیں۔ دونوں کا حاصل ایک ہوا۔ اسلئے اس کی حیثیت حیلے ہی کی ہوئی۔

تشریحات ۱۲۹۱ یہ حدیث امام بخاری نے اپنے شیخ ابراہیم سے بر سبیل مذاکرہ سنی ہے۔ اسی لئے ابتدا سند میں قال لی ابراھیم۔ کہا۔ اور یہ حدیث نافع پر موقوف ہے۔ اگرچہ اس کے اجزاء دوسری سندوں کیساتھ

ع۔ الوکالۃ، باب الوکالۃ فی الصرف والمیزان ص ۳۰۸۔ ثانی۔ المغازی۔ باب استعمال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اھل خیبر ص ۶۰۵۔ الاعتصام۔ باب اذا اجتہد العامل والحاکم فاخطأ ص ۱۰۹۲۔ مسلم۔ نسائی۔ البیوع۔

بِيعَتْ قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَ

تابیر شدہ کھجور کا درخت بیچا گیا اور پھل کا تذکرہ نہیں کیا گیا تو پھل تابیر کرنے والے کا ہے اور

الْحَرْثُ سَمّٰى لَهُ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ۔

ایسے ہی غلام اور کھیت۔ نافع نے ان تینوں کا نام لے کر ذکر کیا۔

۱۲۹۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا

نے فرمایا جس نے تابیر شدہ کھجور کا درخت بیچا تو اس کا پھل بائع کے لئے ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے کہ

لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔ ع۵

پھلوں کے ساتھ خرید تا ہوں۔

مرفوعا بھی مروی ہیں۔ باب بیع النخلہ باصلہ ہیں اس کا پہلا جز مرفوعا مروی ہے۔ اسمیں یہ زائد ہے۔ ثم باع باصلہ تابیر کے بعد اس درخت کو تنے کے ساتھ بیچا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تابیر کے بعد اگر صرف درخت بیچا تو پھل بائع کا ہے۔ اسی طرح فصل بھی بائع کی ہے۔ اسی طرح غلام بیچا اور اس کے پاس کچھ مال ہے تو مال بائع کا ہے۔ جبکہ عقد کے وقت یہ تصریح نہ ہو کہ درخت مع پھل کے اور کھیت مع فصل کے اور غلام مع مال کے خرید رہا ہوں اور اگر یہ تصریح کردی ہو تو یہ سب مشتری کے ہوں گے۔

قد ابرت: تابیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کھجور کے شگوفے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک کو مادہ کہتے ہیں اور ایک کو نر مادہ شگوفے کو تھوڑا سا چیر کر اسمیں نر شگوفے کا کچھ حصہ ڈال دیتے ہیں جسے اردو میں گابھا دینا بولتے ہیں۔ اور عربی میں تابیر اور تلقیح۔

مطابقت باب یہ حدیث باب کے دو پہلے والے جز سے صراحۃً مطابق ہے۔ اور اجارے کے ساتھ لزوماً کہ جب بیع کے باوجود جو بائع کی ملک کی بالکلیہ زوال کی موجب ہے۔ پھل اور فصل بائع کی ہے تو اجارے میں بدرجۂ اولی ہوگی کیونکہ اجارے میں درخت اور کھیت مالک کی ملکیت ہی میں رہتے ہیں مگر چونکہ مالک نے از خود معینہ مدت تک اس سے نفع حاصل کرنے کا حق متاجر کو دیدیا ہے۔ اس لئے وہ اتنی مدت تک ان سے نفع نہیں حاصل کرسکتا۔

۱۲۹۴، ۱۲۹۲ تشریحات او کان زرعا۔ کھیت میں فصل رہتے ہوئے اندازہ کرکے کہ اسمیں اتنا غلہ ہے مثلاً دس وسق اسے دس وسق غلے کے عوض بیچنے کو محاقلہ کہتے ہیں۔ یہاں تغلیباً اسے بھی تمر ابرت کہدیا گیا ہے۔

ع۵ ایضا باب بیع النخل باصلہ ص ۲۹۳ المساقاۃ باب الرجل یکون لہ ممر ص ۳۲۰ مسلم ابو داؤد۔ البیوع ابن ماجہ التجارات۔

بَابُ بَیْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ کَیْلًا ص۲۹۳ فصل کو ناپے ہوئے غلے کے عوض بیچنا۔

۱۲۹۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ
حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَۃِ اَنْ یَّبِیْعَ تَمَرَ حَائِطِہٖ
مزابنت سے منع فرمایا مثلاً اپنے باغ کے کھجور کے پھل کو خشک کھجور کے عوض ناپ کر بیچے
اِنْ کَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ کَیْلًا وَاِنْ کَانَ کَرْمًا اَنْ یَّبِیْعَہٗ بِزَبِیْبٍ کَیْلًا وَاِنْ
اور اگر انگور ہے تو اسے منقی کے عوض ناپ کر بیچے اور اگر فصل ہے تو اسے ناپے ہوئے غلے
کَانَ زَرْعًا اَنْ یَّبِیْعَہٗ بِکَیْلِ طَعَامٍ نَہٰی عَنْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ عہ
کے عوض بیچے۔ ان سب سے منع فرمایا۔

بَابُ بَیْعِ الْمُخَاضَرَۃِ ص۲۹۳ بیع مخاضرہ کا بیان

۱۲۹۴ ثنا اِسْحٰقُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَۃِ
علیہ وسلم نے محاقلہ اور مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے
وَالْمُخَاضَرَۃِ وَالْمُلَامَسَۃِ وَالْمُنَابَذَۃِ وَالْمُزَابَنَۃِ۔
منع فرمایا ہے۔

۱۲۹۴ **تشریحات** مخاضرہ، خضرۃ سے باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں یا فصل کو بیچنا۔ یہ بھی ممنوع ہے جیساکہ بارہا گزر چکا۔

باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینھم فی البیوع و الاجارۃ والمکیال والوزن وسنتھم علی نیاتھم ومذاھبھم المشھورۃ ص۲۹۴ — خرید و فروخت، کرائے اور ناپ اور تول میں ہر شہر کا معاملہ اسکے عرف اور اس کے طریقے اور مشہور و معروف روش پر ہے۔

عہ مسلم ابوداؤد، البیوع - ابن ماجہ التجارات-

۴۱۳ وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ

ت اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا تمہارا فیصلہ تمہارے آپس کے رواج کے مطابق ہوگا۔

۴۱۴ عَنْ مُحَمَّدٍ لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا۔

ت دس کی چیز کو گیارہ کے عوض بیچنے میں حرج نہیں اور اخراجات کیلئے نفع لے سکتا ہے۔

۴۱۵ وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ بِكَمْ

ت امام حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے کرائے پر گدھا لیا۔ پوچھا کرایہ کیا ہوگا

فَقَالَ بِدَانَقَيْنِ فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى فَقَالَ الْحِمَارُ الْحِمَارُ

انھوں نے کہا دو دانگ امام حسن بصری اس پر سوار ہو گئے پھر دوبارہ آئے اور فرمایا گدھا

فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ ۔

گدھا لاؤ اور سوار ہو گئے کرایہ طے نہیں کیا اور ان کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

تشریحات ۴۱۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کچھ سوت بیچنے والے قاضی شریح کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے اور کہا ہمارا آپس کا رواج یہ ہے کہ تو فرمایا تمھارا آپس کا رواج معتبر ہے۔

تشریح ۴۱۴ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محمد سے مراد امام المعبرین محمد بن سیرین ہیں۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز سو دینار میں خریدی تھی۔ اس کے بارے میں یہ بات طے ہو گئی کہ ہر دس دینار پر ایک دینار نفع لونگا۔ خریدار نے قبول کر لیا تو یہ بیع صحیح ہے۔ اسے مرابحہ کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ بائع نے جس دام پر خریدا ہے اس کو صحیح بتادے، غلط بتائے گا تو یہ دھوکا ہوگا۔ بائع نے اس چیز کے نقل وحمل وغیرہ پر جو خرچ کیا ہے وہ بھی رکھ سکتا ہے مگر اس صورت میں یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے بلکہ یہ کہے کہ یہ چیز اتنے میں پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہو۔

تشریح ۴۱۵ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ دانق نون کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ہے۔ دانگ کا معرب۔ ایک درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے۔ اس تعلیق کا مفاد یہ ہے کہ یہ عام رواج ہے کہ ایک شخص کسی جانور کو سواری کے لئے کسی مخصوص جگہ کرایہ پر لیتا ہے اور کوئی کرایہ طے ہو جاتا ہے۔ تو دوبارہ کرایہ نہیں طے کرتا نہ پوچھتا ہے بغیر کچھ پوچھے ہوئے جانور پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور پہلے والا کرایہ دیدیتا ہے۔ اسمیں شرعًا کوئی حرج نہیں۔ حرج ہوتا تو امام حسن بصری ایسا نہیں کرتے حالانکہ کرایہ طے کئے بغیر جانور پر سوار ہونا جائز نہیں۔ مگر چونکہ ایک رواج ہے۔ وہ بمنزلہ اس کے ہے

۱۲۹۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ هِنْدُ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معاویہ کی ماں ہندہ نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل انسان ہیں۔ اگر میں چپکے

عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا قَالَ خُذِي أَنْتِ وَبَنِيكِ مَا يَكْفِيكِ

چپکے ان کے مال سے کچھ لے لوں تو کوئی گناہ ہے فرمایا تو اور تیرے بچے اتنا لے سکتے ہیں

بِالْمَعْرُوفِ ع۵

جو عرف کے مطابق ہو۔

کرکرایہ طے ہے۔ حضرت حسن بصری نے دوبارہ کرایہ کچھ زیادہ بھیجا۔ یہ ان کا کرم تھا۔

۱۲۹۵ تشریحات ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ عرضداشت فتح مکہ کے موقع پر پیش کی تھی۔ جب وہ اسلام قبول کرنے آئی تھیں۔ ان کے باپ عتبہ کو غزوہ بدر میں شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارا تھا۔ اس کے انتقام میں انھوں نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کرکے ان کا جگر چبایا تھا۔ ناک کان کاٹ کر ہار پہنا تھا۔ اس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن عورتوں کے قتل کا حکم دیا انہیں یہ بھی تھیں۔ یہ انتہائی ذہین اور عقلمند عورت تھیں۔ اس لئے بجائے بھاگنے چھپنے کے جب عورتیں قبول اسلام کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو یہ بھی جھنڈ میں شامل ہو کر حاضر خدمت ہوئیں۔ اسلام قبول کرکے بیعت کرلی۔ عورتوں سے اس پر بھی بیعت لی گئی تھی کہ چوری نہیں کریں گی۔ اس وقت انھوں نے یہ عرضداشت پیش کی تھی۔

حدیث زیر بحث ان کے حسن اسلام کی دلیل ہے۔ عورتوں میں بلا اجازت شوہر کے مال خرچ کرنے کی عادت ہوتی ہے اور اسے عیب بھی نہیں مانا جاتا مگر اسلام نے چند منٹ میں وہ خوف خدا پیدا کردیا کہ انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بھی گناہ نہ ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرد پر واجب ہے کہ عرف کے مطابق اپنے اہل وعیال کو نان نفقہ دے۔ حتی کہ اگر وہ کوتاہی کرے تو عورت بقدر کفایت اس کی اجازت کے بغیر بھی لے سکتی ہے۔

جو لوگ قضا علی الغائب کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان وہاں موجود نہیں تھے اور حضور نے ان کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ اس پر گذارش ہے کہ اولاً یہ قضا نہیں۔ حضرت ہندہ نے ایک حکم شرعی پوچھا تھا اور حضور نے بیان فرمادیا۔ ثانیاً بعض مفصل روایتوں میں

ع۵ ثانی النفقات باب اذا لم ینفق الرجل فللمراۃ ان تاخذ بغیر علمہ ص ۸۰۸ الاحکام باب القضاء علی الغائب ص ۱۰۶۴۔

ہے کہ حضرت ابوسفیان اس وقت وہاں موجود تھے۔ اور یہ سنکر کہا۔ بطریق معروف تم جتنا بھی لوگی وہ تمہارے لئے حلال ہے۔

حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نسب عبد مناف پر جاکر نسب نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔ بہت ذہین عقلمند، بڑی خاتون تھیں۔ ان کی شادی پہلے فاکہ بن مغیرہ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا سے ہوئی تھی۔ فاکہ بہت فیاض مہمان نواز تھا۔ اس کے گھر لوگ اذن لئے بغیر چلے جایا کرتے تھے۔ ایکدن فاکہ ہندہ کو گھر میں اکیلے چھوڑ کر کسی کام سے چلا گیا۔ اس اثنا میں ایک شخص آیا۔ اندر جاکر جب دیکھا کہ ہندہ تنہا ہے تو وہ بھاگا اتنے میں فاکہ آگیا۔ اسے بھاگتا ہوا دیکھکر اسے بدگمانی ہوئی اور اندر جاکر ہندہ کو پاؤں سے مارا اور پوچھا تیرے پاس یہ کون تھا۔ ہندہ نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ اس پر فاکہ نے کہا۔ اپنے اہل کے پاس چلی جا۔ فاکہ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ جب یہ خبر ہندہ کے باپ عتبہ کو ملی تو اس نے تنہائی میں ہندہ سے کہا۔ اے بیٹی تیرے بارے میں افواہ پھیلی ہے۔ اگر صحیح ہے تو بتادے میں فاکہ کو ختم کرادوں۔ اور جھوٹی ہے تو پھر یمن کے کسی کاہن کے یہاں چلکر فیصلہ کرالیں۔ ہندہ نے قسم کھاکر کہا یہ جھوٹ ہے اور میں پاکدامن ہوں۔

عتبہ نے فاکہ سے کہا تونے میری بیٹی پر بہت بڑا الزام لگایا ہے۔ یمن کے کسی کاہن کے پاس چل۔ فاکہ راضی ہوگیا۔ فاکہ اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ چلا۔ اور عتبہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ہندہ کو ساتھ لے کر چلا۔ ہندہ کی دلبستگی کے لئے کچھ عورتیں بھی تھیں۔ جب یمن قریب آگیا تو ہندہ گھبراگئی اور چہرہ فق ہوگیا۔ اس پر عتبہ نے کہا۔ اے بیٹی تیرا یہ حال صرف اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ تجھ سے برائی سرزد ہوئی ہے۔ ہندہ نے کہا۔ بخدا اے ابا ایسا نہیں۔ میں اس لئے گھبرا رہی ہوں کہ ہم ایک انسان کے پاس جارہے ہیں جو ٹھیک باتیں بھی بتاتا ہے اور غلط بھی۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مجھ پر داغ نہ لگادے پھر میں پورے عرب میں بدنام ہوجاؤں گی۔ عتبہ نے کہا۔ میں کاہن کی آزمائش کے لئے ایک چیز چھپادیتا ہوں پہلے آزماؤں گا۔ پھر تیرا معاملہ پیش کروں گا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو سیٹی دی جب اس نے عضو تناسل باہر نکال دیا تو اس کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ ڈالدیا۔

جب کاہن کے پاس پہنچے تو ان کی اعزاز کے ساتھ مہمان نوازی کی، اونٹ ذبح کرکے انھیں کھلایا۔ عتبہ نے اپنا معاملہ یوں پیش کیا کہ ہم لوگ ایک معاملہ لے کر تیرے پاس آئے ہیں۔ مگر تیرے جانچنے کے لئے ایک چیز چھپائی ہے بتادو کیا ہے۔ کاہن نے کہا۔ ثمرۃ فی کمرۃ۔ گیہوں کا دانہ گولائی میں عتبہ نے کہا ذرا اس سے واضح۔ کاہن نے کہا حبۃ من بر فی احلیل مھر۔ گھوڑے کے احلیل میں گیہوں کا دانہ ہے۔

اب عتبہ نے کاہن سے کہا۔ ان عورتوں کو دیکھو۔ کاہن ہر ایک عورت کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اور کہتا یہ وہ نہیں ہے اور واپس کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ ہندہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو کہا

انھضی غیر رسحاء ولا زانیۃ تلد ملکا کھڑی ہوجا پاک صاف تو زانیہ نہیں تو ایک بادشاہ

۱۲۹۶ سمعت ہشام بن عروۃ یحدث عن ابیہ انہ سمع

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ یہ آیت کریمہ۔ جو مالدار

عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقول ومن کان غنیا فلیستعفف

ہو وہ بچے اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھائے یتیم کے اس ولی کے

یقال لہ معاویۃ جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔

یہ سن کر فاکھہ نے ہندہ کو دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہندہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا ہٹ۔ میں یہ کوشش کرونگی کہ یہ بادشاہ تیرے علاوہ کسی اور سے ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان سے شادی کی [۱]

جب تک ایمان سے مشرف نہ ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین مخالف تھیں۔ ایمان لانے کے بعد عرض کیا۔ یارسول اللہ! روئے زمین پر کسی کا ذلیل ہونا مجھے اتنا پسند نہ تھا جتنا آپ کا اور آپ کے متعلقین کا تھا۔ اور آج یہ حال ہے کہ آپ کا اور آپکے متعلقین کا عزیز ہونا سب سے زیادہ پسند ہے۔ [۲]

ہندہ کا ایک مخصوص بت تھا۔ اسلام لانے کے بعد اسے بسولے سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا ہم تیرے بارے میں فریب میں تھے [۳]

انکے دل میں اسلام کے جاگزیں ہونے کا ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام کو رات میں مسجد حرام میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ کہا کہ اس رات سے پہلے کما حقہ اللہ کی عبادت اس مسجد میں نہیں ہوئی بخدا لوگوں نے پوری رات نماز قیام رکوع وسجود میں گزار دی۔ [۴]

چادر میں منہ چھپا کر عورتوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لی تھی ان میں یہ بھی تھا۔ چوری نہیں کریں گی۔ زنا نہیں کریں گی۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ چوری نہ کرنے پر ہندہ نے وہ کہا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ زنا نہیں کریں گی۔ پر کہا۔ کیا شریف عورت بھی زنا کراتی ہے۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ پر کہا۔ بچے جب چھوٹے تھے ہم نے انھیں پالا۔ آپنے بدر میں انھیں قتل کر دیا۔ برنبائے قول صحیح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئیں [۵]

تشریحات ۱۲۹۶ یتیم کا مال کھانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ (النساء آیت ۵)

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ بلاشبہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور وہ لوگ بہت جلد بھڑکتی آگ میں جلیں گے۔

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸ - ۱۳۹ [۲] بخاری اول باب ذکر ھند بنت عتبۃ ص ۵۳۹ [۳] اصابہ جلد رابع ص ۴۷۶ [۴] اصابہ ص ۴۷۵
[۵] اصابہ ص ۴۷۶ -

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ اُنْزِلَتْ فِىْ وَالِى الْيَتِيْمِ الَّذِىْ يُقِيْمُ
بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو یتیم کی پرورش کرتا ہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے
عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِىْ مَالِهٖ اِنْ كَانَ فَقِيْرًا اَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ۔ عہ
اگر محتاج ہے تو دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

بَابُ بَيْعِ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهٖ ص ۲۹۴ ایک شریک کا دوسرے شریک کے ہاتھ مال مشترک بیچنا۔

حدیث ۱۲۹۷ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ النَّبِىُّ
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِىْ كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَاِذَا
مال میں شفعہ کا حق دیا جو منقسم نہ ہو۔ جب حدیں قائم کر دی گئیں ہوں اور راستے بدل دیئے

لیکن کسی یتیم کا ولی مفلس و محتاج ہے وہ اپنا پورا وقت اس کی اور اس کی جائداد دوکان کی دیکھ بھال میں صرف کرتا ہے اسے فرصت نہیں کہ اپنے لئے کچھ کر سکے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کھائے کیا؟ اس آیت میں اسے اجازت دی گئی کہ دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔ اسی کی روشنی میں فقہا نے فرمایا۔ المعروف کالمشروط عرف اور دستور جن باتوں کا ہو وہ ذکر کردہ شرط کے مثل ہے۔

تشریحات ۱۲۹۷ اس باب کے بعد بطریق مسدد جو روایت ہے اس میں فی کل مالم یقسم ہے۔ یعنی مال۔ نہیں ہے۔

مطابقت: یہاں باب یہ ہے۔ شریک کا اپنے شریک کے ہاتھ بیع۔ اور حدیث میں شریک کی بیع کا کوئی تذکرہ نہیں۔ مطابقت یوں ہے۔ کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ جو مال منقسم نہ ہو اسمیں شفعہ ہے۔ اب صورت یہ ہوئی کہ ایک مکان زید و عمرو کے درمیان مشترک تھا اور یہ اشتراک بطریق شیوع تھا مثلاً نصف نصف۔ ابھی تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ زید نے اپنا حصہ بکر کے ہاتھ بیچ دیا۔ جب تک یہ مکان زید و بکر آپس میں تقسیم نہیں کریں گے عمرو کو شفعہ کا حق ہے۔ اس حق کی بنا پر عمرو نے اس مکان کا زید والا حصہ لے لیا۔ یہ بھی ایک طرح کی بیع ہے۔ اب ایسا ہو گیا کہ عمرو نے جو شفیع ہے اور زید کا اس مکان میں شریک ہے۔ اس نے اپنے شریک زید سے اس کو خرید لیا۔

شفعہ کے احکام شفعہ کا مطلب یہ ہے۔ ہمسایہ ہونے کی وجہ سے زمین، مکان وغیرہ میں یا کسی چیز میں شریک ہونے کی وجہ سے جب اس کا مالک بیچے تو بالجبر خریداری کا حق۔ شفعہ کے بارے میں ائمہ میں قدیم سے کثیر اختلافات ہیں مثلاً شفعہ صرف مکان زمین کھیت باغ میں ہے یا ہر چیز میں۔ جائداد منقولہ غیر منقولہ سب میں صرف مکان وغیرہ جائداد

عہ ثانی تفسیر سورۃ النساء باب ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ص ۶۵۸

وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔ ع٥

گئے ہوں تو شفعہ نہیں۔

بَابُ إِذَا اشْتَرَىٰ شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ ص ۲۹۴

جب کسی کے لئے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خریدی اور وہ راضی ہوگیا۔

۱۲۹۸ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

غیر منقولہ میں بیع ہے تو شفعہ کا حق کس کو ہے۔ پھر ان سب میں مختلف تنقیحیں ہیں۔ اور ان سب کے احکام مختلف ائمہ کے نزدیک مختلف ہیں۔ ہمارا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شفعہ صرف زمین کھیت مکان باغ میں ہے۔ البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ کب تک حق شفعہ ہے اور کس کس کو ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ۔ شفعہ کا حق صرف شریک اور خلیط کو ہے۔ جار (پڑوسی) کو نہیں اگرچہ ملاصق ہو۔ ہمارے یہاں شریک اور خلیط کے ساتھ پڑوسی کو بھی حق شفعہ حاصل ہے جبکہ وہ ملاصق ہو۔

خلیط کا مطلب یہ ہے کہ وہ مبیع میں شریک ہو۔ مثلاً جو مکان یا کھیت وغیرہ بیچا گیا وہ بائع اور اس کی ملک تھا۔ شریک کا مطلب یہ ہے۔ یہ مبیع میں شریک نہیں۔ اس کا حصہ بائع کے حصے سے ممتاز ہے۔ مگر مبیع کے حق میں شریک ہے۔ مثلاً دونوں کا راستہ ایک ہے۔ اور یہ راستہ خاص ہے۔ شارع عام نہیں۔ یا کھیت ہے۔ پانی ایک ہی نالی سے دونوں میں آتا ہے۔ جار ملاصق وہ ہے کہ اس کے مکان کی پچھیت دوسرے کے مکان میں ہو۔ اس کی مزید تفصیل بہار شریعت حصہ پانزدہم میں دیکھیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مکان منقسم ہو ہر شریک کی حد مقرر ہو، سب کا راستہ الگ الگ ہو تو بحیثیت شریک اور خلیط شفعہ کا حق نہیں۔ لیکن اگر جار ملاصق ہو تو اس حیثیت سے اسے شفعہ کا حق ہے۔ جیساکہ دوسری حدیث میں فرمایا۔ جار الدار احق بالدار۔ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے۔

تشریحات ۱۲۹۸ یہاں یہ حدیث کچھ اختصار کے ساتھ ہے۔ کتاب المزارعت میں پوری تفصیل کے ساتھ ہے یہاں تیسرے شخص کے قول میں۔ بفرق من ذُرَةٍ ہے اور مزارعت وغیرہ میں مِنَ الْأُرْزِ ہے یعنی ایک فرق دھان کے عوض۔ عام طور پر "اُرز" کا ترجمہ چاول کیا جاتا ہے۔ مگر اس حدیث کے اعتبار سے ہے۔

ع٥ باب بیع الارض والدور والعروض ص ۲۹۴ باب الشفعة فیما لم یقسم ص ۳۰۰ الشرکة باب الشرکة فی الارضین وغیرها ص ۳۳۹ باب اذا اقتسم الشرکاء الدور ص ۳۳۹ ثانی الحیل باب فی الهبة والشفعة ص ۱۰۳۲ ابوداؤد البیوع ترمذی البیوع الاحکام ابن ماجه۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ یَّمْشُوْنَ فَاَصَابَہُمُ الْمَطَرُ
تین شخص نکلے وہ چلے جارہے تھے کہ بارش آگئی تو یہ لوگ پہاڑ کے اندر ایک غار میں چلے گئے
فَدَخَلُوْا فِیْ غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَیْہِمْ صَخْرَۃٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ
اس کے بعد غار کے منھ پر ایک چٹان گر پڑی اب ان میں سے بعض نے بعض سے کہا سب سے
اُدْعُوا اللّٰہَ بِاَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْہُ فَقَالَ اَحَدُہُمْ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ کَانَ
افضل عمل جو تم نے کیا ہو اس کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرو تو ان میں سے ایک نے کہا اے
لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ فَکُنْتُ اَخْرُجُ فَاَرْعٰی ثُمَّ اَجِیْئُ فَاَحْلُبُ فَاَجِیْئُ
اللہ میرے بوڑھے سن رسیدہ ماں باپ تھے میں نکل جاتا جانوروں کو چراتا پھر واپس آکر انھیں
بِالْحِلَابِ فَاٰتِیْ بِہٖ اَبَوَیَّ فَیَشْرَبَانِ ثُمَّ اَسْقِی الصِّبْیَۃَ وَاَھْلِیْ وَامْرَأَتِیْ
دوہتا اور دودھ کا پورا برتن ماں باپ کو دیتا وہ پی لیتے تو بچوں کو اور اپنے اہل اور بیوی کو
فَاحْتَبَسْتُ لَیْلَۃً فَجِئْتُ فَاِذَا ھُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَکَرِھْتُ اَنْ اُوْقِظَہُمَا وَ
پلاتا ۔ ایک رات میں پھنس گیا اور آیا تو دونوں سو گئے تھے ۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ انھیں
الصِّبْیَۃُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَیَّ فَلَمْ یَزَلْ ذٰلِکَ دَاْبِیْ وَدَاْبُہُمَا حَتّٰی
جگاؤں اور بچے میرے پاؤں کے پاس چیختے رہے یہی حال رہا یہاں تک کہ فجر طلوع کر آئی ۔
طَلَعَ الْفَجْرُ اَللّٰہُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْہِکَ
اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ میں نے یہ تیری رضا مندی کے لئے کیا ہے تو
فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَۃً نَرٰی مِنْہَا السَّمَاءَ قَالَ فَفَرَجَ عَنْہُمْ فَقَالَ الْاٰخَرُ
غار کو اتنا کھول دے کہ ہم آسمان دیکھیں ۔ اس دعا پر اتنا کھول دیا ۔ اب دوسرے نے کہا اے
اَللّٰہُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ کُنْتُ اُحِبُّ امْرَأَۃً مِّنْ بَنَاتِ عَمِّیْ کَاَشَدِّ
اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں اپنے چچا کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے ساتھ اتنی محبت کرتا تھا
مَا یُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذٰلِکَ مِنْہَا حَتّٰی یُعْطِیَہَا
جتنی زیادہ کوئی مرد عورتوں سے کرتا ہے اس نے کہا تھیں کچھ نہیں ملے گا جب تک سو دینار نہیں
مِاْئَۃَ دِیْنَارٍ فَسَعَیْتُ فِیْہَا حَتّٰی جَمَعْتُہَا فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَیْنَ رِجْلَیْہَا
دوگے تو میں نے اس کے لئے کوشش کی یہاں تک کہ سو دینار جمع کر لئے اور جب میں اس کے دونوں

کہ میں نے اسے کھیت میں بویا۔ مزارعت میں ہے کہ میں اسے بار بار بوتا رہا۔ اور سب کو معلوم ہے کہ چاول بویا نہیں جاتا۔ البتہ دھان بویا جاتا ہے۔ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ ہم نے جلد ثالث ص۷۹ پر مجدد اعظم اعلی حضرت

قَالَتْ اِتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَاِنْ

پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر اور حق کے بغیر مہر مت توڑ۔ یہ سنکر میں اٹھ کھڑا ہوا

كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً

اور اسے چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو کچھ اور

قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ

کھول دے۔ تو اللہ نے دو تہائی کھول دیا اور تیسرے نے کہا اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ ہے

اَنِّي اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَةٍ فَاَعْطَيْتُهٗ فَاَبٰى ذٰلِكَ اَنْ

کہ میں نے ایک فرق جوار پر ایک مزدور کیا تھا۔ میں نے اسے دیا تو اس نے اسوقت لینے سے انکار

يَّاْخُذَ فَعَمَدْتُّ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ حَتّٰى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا

کیا میں نے اس جوار کو بو دیا۔ یہاں تک کہ گائے اور اس کا چرواہا خریدا اس کے بعد وہ شخص

وَّرَاعِيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ اَعْطِنِيْ حَقِّيْ فَقُلْتُ انْطَلِقْ اِلٰى

آیا اور کہا۔ اے اللہ کے بندے میرا حق دے تو میں نے کہا جا یہ گائیں اور ان کے چرواہے

ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَقَالَ اَتَسْتَهْزِئُ بِيْ قَالَ قُلْتُ مَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ

کولے جا اس نے کہا میرے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے میں نے کہا میں ٹھٹھا نہیں کرتا یہ

وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ

سب تیرا ہی ہے اے اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ تیری رضا حاصل کرنے کے لئے

فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ ۔ ع۵

کیا تھا تو غار کا منھ کھول دے۔ اب پورا کھول دیا گیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی فرق کے بارے میں مختلف اقوال میں یہ تطبیق نقل کردی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے جو حجازی صاع سے تین اور عراقی سے دو صاع ہوتا ہے اس تقدیر پر ایک فرق ۵۷۶ روپے بھر ہوا۔

مطابقت باب کے ساتھ مطابقت اخیر حصے سے ہے۔ کہ تیسرے شخص نے مزدور کے غلے کی کاشت کی اور پیداوار سے گائے اور چرواہے کو خریدا۔ اور یہ سب مزدور کی بلا اجازت ہوا۔ بلکہ اس کے علم کے بغیر ہوا مگر جب

ع۵ المزارعۃ باب اذا زرع بمال قوم بغیر اذنھم ص ۳۱۳ الانبیاء باب حدیث الغار ص ۴۹۳ - الاجارۃ باب من استاجر اجیرا فعمل فیہ المستاجر ص ۳۰۳ مسلم الذکر، نسائی رقاق ،

بَابُ الشِّرٰیِ وَالْبَیْعِ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَھْلِ الْحَرْبِ ۲۹۵ حربی اور مشرکین کے ساتھ خرید و فروخت۔

۱۲۹۹	عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا مَعَ
حدیث	حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ
	النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثِیْنَ وَمِائَۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ مَعَ اَحَدٍ
	ایک سو تیس آدمی تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے ساتھ غلہ ہے تو ایک صاحب کے پاس
	مِنْکُمْ طَعَامٌ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُہٗ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِکٌ مُشْعَانٌّ
	ایک صاع کے قریب غلہ تھا (انھوں نے پیش کیا) اسے گوندھا گیا پھر ایک

اس نے رضامندی ظاہر کر دی تو صحیح ہوگیا۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں فضولی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گزشتہ امتوں کے واقعات جو معتمد سند کے ساتھ مروی ہوں معتبر ہیں بلکہ حجت بھی۔ اسی سے آج کل کے کچھ محققین کی اس جدت کا رد ہوگیا جو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی بہت سی روایتوں کو یہ کھکر رد کر دیتے ہیں کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ حالانکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔ فرمایا

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ۵؎ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو اسمیں کوئی حرج نہیں۔

اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ اگلی امتوں کی جو روایات ثقہ معتمد صحابہ و تابعین یا ائمہ دین سے مروی ہیں۔ اور قرآن و احادیث کے معارض نہیں وہ معتبر ہیں۔

تشریحات ۱۲۹۹ یہاں یہ حدیث مختصر تھی۔ اس لیے ہم نے کتاب الہبہ کی حدیث ذکر کی جو مفصل تھی۔ امام بخاری نے اس پر تین باب قائم فرمایا ہے۔ اول یہی کہ۔ حربی مشرک سے خرید و فروخت جائز ہے۔ دوسرے یہ۔ کہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا۔ تیسرے پیٹ بھر کر کھانا۔ ان میں دو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت۔ بیعا او عطیۃ او ھبۃ۔ بیچے گا کہ دیگا یا ہبہ کرے گا۔ اس لئے کہ اگر مشرک حربی سے خرید و فروحت جائز نہ ہوتی۔ یا اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو یہ ارشاد لغو ہوتا۔ پھر اس نے بکری بیچی اور حضور نے خریدی۔ یہ اس بیع کی صحت پر نص ہے۔

سواد البطن اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ پیٹ کے اندر جو کالے رنگ کے اعضا تھے۔ اس سے اس جگر طحال وغیرہ مراد ہیں۔

ففضلت القصعتان اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں پیالوں میں کھانا بچ گیا۔ جیسا کہ۔ اطعمہ کی روایت میں واضح ہے۔ وفضل فی القصعتین۔ یہی وجہ ہے کہ فحملناہ میں ضمیر مفعول واحد سے

۵؎ بخاری اول الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ –

طَوِیْلٌ بِغَنَمٍ یَّسُوْقُھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْعًا اَمْ
پراگندہ سر کھڑے بالوں والا لمبے قد کا مشرک اپنی بکریاں ہانکتے ہوئے آیا۔ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ
عَطِیَّۃً اَوْقَالَ اَمْ ھِبَۃً قَالَ لَا بَلْ بَیْعٌ فَاشْتَرٰی مِنْہُ شَاۃً فَصُنِعَتْ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیمت پر دیگا یا عطیے کے طور پر یا ہبہ کے طور پر۔ اس نے کہا قیمت پر۔
وَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ یُّشْوٰی وَ
تو اس سے ایک بکری خریدی اور اسے ذبح کیا گیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیٹ کے
اَیْمُ اللّٰہِ مَا فِی الثَّلٰثِیْنَ وَالْمِائَۃِ اِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
اندرونی کالے اعضاء کے بھوننے کا حکم دیا بخدا ایک سو تیس میں سے ہر شخص کو نبی صلی اللہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَہٗ حُزَّۃً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِھَا اِنْ کَانَ شَاھِدًا اَعْطَاھَا اِیَّاہُ
تعالیٰ علیہ وسلم نے کاٹ کاٹ کر ایک ایک ٹکڑا دیا۔ اگر موجود تھا تو اسے دیدیا اور اگر غائب
وَاِنْ کَانَ غَائِبًا خَبَأَلَہٗ فَجَعَلَ مِنْھَا قَصْعَتَیْنِ فَاَکَلُوْا اَجْمَعُوْنَ وَ
تھا تو اس کا حصہ رکھدیا ان سب کو دو پیالوں میں کیا سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا
شَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاہُ عَلَی الْبَعِیْرِ۔ ع۵
ان دونوں پیالوں میں کھانا بچ رہا جسے ہم نے اونٹ پر لاد لیا۔

جو طعام مفضول کی طرف راجع ہے۔

یہ واقعہ دارالاسلام اور دارالحرب کی تحدید اور حربی کفار کے احکام کی تشریع سے پہلے کا ہے۔ اخیر حکم یہ ہے۔ کہ ذمی کو ہدیہ دینا اور اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور حربی کو نہ دینا جائز اور نہ لینا جائز۔ اس پر سورہ ممتحنہ کی یہ آیتیں دلیل ہیں۔ ارشاد ہے۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ الایۃ۔

اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں اور تمھیں انھیں سے منع کرتا جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا۔

ع۵ الھبۃ باب قبول الھدیۃ للمشرکین ص ، ۔ ۳۵۶ ثانی الاطعمۃ باب الاکل شبعا ص ۸۱۰ مسلم اطعمہ۔

۲۹۵ بَابُ شِرَی الْمَمْلُوْكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ ص
حربی سے غلام خریدنا اور حربی کا ہبہ کرنا اور آزاد کرنا۔

۴۱۶ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْهُ وَبَاعُوْهُ۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمان سے فرمایا مکاتبت کرلے اور یہ آزاد تھے ان پر کچھ لوگوں نے ظلم کیا اور انھیں بیچ دیا۔

پہلی آیت سے مراد ذمی ہیں اور دوسری آیت سے مراد حربی ہیں۔ پوری تفصیل۔ الحجۃ المؤتمنہ۔ میں مطالعہ کریں۔

تشریحات ۴۱۶ اس تعلیق کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے مستدرک میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا قصہ بہت طویل اور دلچسپ اور عبرت آموز ہے۔ یہ اصفہان کی ایک بستی جَیّ کے باشندے تھے۔ ان کا باپ وہاں کا زمیندار تھا[۱] اس نے ان کا نام مابہ یا بہبود رکھا تھا۔[۲] بخاری میں ہے کہ اصل میں، رامہرمز کے باشندے تھے[۳] اسلام لانے کے بعد ان کا نام سلمان رکھا گیا۔ سلمان الخیر سلمان بن اسلام القاب ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ۔ بخاری ہی میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دس سے زائد آقاؤں کے قبضے میں رہا ہوں[۴]۔

اس کی تفصیل میں روایتیں مختلف ہیں اور بہت طویل۔ انھوں نے دین حق کی تلاش میں گھر چھوڑا اور متعدد راہبوں کی خدمت میں رہے۔ اخیر میں عموریہ کے ایک راہب کے پاس رہے جو غیر محرف صحیح دین عیسوی پر تھا۔ وہ جب مرنے لگا تو اس نے ان کے دریافت کرتے پر یہ وصیت کی۔ کہ آج روئے زمین پر میرے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ہمارے طریقے پر ہو۔ ہاں ایک "نبی" کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وہ عرب میں دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی سرزمین میں مبعوث ہوگا۔ اس کی واضح علامتیں یہ ہیں۔ صدقہ نہیں کھائے گا۔ ہدیہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو ان کی خدمت میں چلے جاؤ۔ یہ وصیت کرکے وہ راہب مرگیا۔ کچھ دنوں کے بعد بنی کلب کے کچھ تاجر آئے۔ ان کے ساتھ وہ عرب کی طرف چلے۔ ان غداروں نے "وادی القریٰ" میں لاکر انھیں ایک یہودی کے ہاتھ بیچدیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس یہودی کا ایک بھتیجہ آیا جو مدینہ طیبہ کے بنی قریظہ کا فرد تھا۔ اس یہودی نے اس کے ہاتھ فروخت کردیا۔ اس طرح یہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ آتے ہی اس راہب کی بتائی ہوئی علامتوں سے پہچان لیا کہ یہی شہر ان کا قبلہ مقصود ہے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کرکے قبا تشریف لائے۔ تو اس یہودی کے ایک بھتیجے نے آکر کہا کہ۔ بنی قیلہ کو اللہ ہلاک کردے۔ یہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے آیا ہے۔ ان کا گمان یہ ہے

[۱] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۱ [۲] اصابہ جلد ثانی ص ۶۲ [۳] اول اسلام سلمان فارسی ص ۵۶۲ [۴] ...

کہ یہ نبی ہے۔ حضرت سلمان وہیں کھجوروں کے درخت پر کچھ کام کر رہے تھے۔ یہ سن کر وفور شوق میں ان کا یہ حال ہوا کہ انھیں درخت پر رہنا مشکل ہوگیا۔ اتر کر نیچے آئے اور اس یہودی سے پوچھا، تم کیا کہہ رہے تھے۔ اس پر ان کا آقا اتنا غصہ ہوا کہ انھیں ایک سخت گھونسہ مارا اور کہا۔ تمھیں ان باتوں سے کیا غرض تم چلو اپنا کام کرو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ اس نے جو کہا ہے اسے اچھی طرح سن لوں۔

ان کے پاس کچھ کھانے کی چیز تھی۔ اسے لے کر شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور قبا میں تشریف فرما تھے۔ اور عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ اور حاضرین کو کھلا دیا۔ انھوں نے جی میں کہا۔ پہلی نشانی صحیح نکلی۔ پھر جب حضور مدینہ آگئے تو پھر وہ کچھ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یہ ہدیہ ہے۔ اسے حضور نے خود بھی کھایا اور حاضرین کو بھی کھلایا۔ انھوں نے اپنے جی میں کہا کہ دو نشانیاں ہوئیں۔ سلمان کہتے ہیں، اس کے بعد میں حضور کے پیچھے آیا۔ حضور سمجھ گئے۔ اور پشت مبارک سے چادر سرکا دی۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جھک کر اسے بوسہ دینے لگا اور فرط مسرت میں رونے لگا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ سامنے آؤ۔ سامنے حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہوگیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم کون ہو۔ میں نے اپنی سرگزشت بیان کی۔ حضور اس پر بہت مسرور ہوئے کہ صحابہ نے میری داستان سنی[۱]

ایک[۲] روایت میں یہ ہے کہ یہ اس وقت ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی خبر سنی تو اپنی مالکہ سے کہا۔ ایکدن مجھے بخش دو۔ اس نے بخشدیا۔ اس دن وہ جنگل سے لکڑیاں لائے اور اسے بیچکر کھانا تیار کیا اور یہی کھانا لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے بعد پھر ایکدن مانگا اور لکڑیاں بیچکر کھانا تیار کیا۔ دوبارہ اسے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

حضرت سلمان چونکہ غلام تھے۔ اس لئے بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے۔ ایکدن ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلمان اپنے آقا سے مکاتبت کرلو۔ یعنی یہ طے کرلو کہ تم مجھ سے اتنا مال لے لو اس کے بعد آزاد کردو۔ ان کے آقا نے تین سو یا پانچسو[۳] کھجور کے درخت بٹھانے اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے کیا۔ کہ جب یہ کھجور کے درخت پھل دینے لگیں تو تم آزاد ہو۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کردیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا۔ اپنے بھائی سلمان کی مدد کرو۔ اس پر کسی نے تیس کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس پودے دیئے۔ یہاں تک کہ تین سو یا پانچ سو ہوگئے۔ انھوں نے آکر گوشگزار کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سب پودے بٹھا دیئے۔ صرف ایک پودا حضرت سلمان نے بٹھایا۔ اس ایک کے علاوہ سب پودے بہت جلد پھل دینے لگے۔

---

[۱] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۱ تا ۴۴۴۔ [۲] ایضاً ص ۴۳۸ [۳] ایضاً ص ۴۴۰۔

پھر کہیں سے مال غنیمت آیا اس میں سے مرغی کے انڈے برابر سونا حضرت سلمان کو دیا کہ جاؤ نقد بھی ادا کر دو انھوں نے عرض کیا۔ اتنے سے کیا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے زبان مبارک پر پھیرا۔ اور فرمایا۔ لے جاؤ پورا ہو جائے گا۔ اسے لے جاکر وزن کیا تو چالیس اوقیے بھر پورا ہوا۔ ایک اوقیہ چالیس درم کا اور ایک درم تین ماشہ ۱/۵ رتی کا۔ اور ایک روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔ اس طرح چالیس اوقیہ لگ بھگ چار سو روپئے بھر ہوا یعنی تقریباً ساڑھے چار کلو گرام۔

آزادی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مواخاۃ قائم فرمادی [۱] بدر و اُحد کے معرکوں کے وقت یہ غلام تھے اس لئے ان میں شریک نہ ہو سکے۔ پہلا وہ غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے۔ خندق ہے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہد میں ہم رکاب سعادت رہے۔

جب قریش نے قبائل عرب کا ٹڈی دل لشکر لے کر مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ کیا۔ اور اندرونی طور پر مدینے کے یہود بنی قریظہ سے بھی سازباز کرلی تھی۔ جس کے نتیجے میں غزوہ خندق ہوا۔ تو سلمان فارسی ہی کے مشورہ پر خندق کھودی گئی۔ جو بظاہر مدینہ طیبہ کی حفاظت کا سبب بنی۔

خندق کی کھدائی کے وقت انصار نے کہا۔ سلمان ہم میں سے ہے۔ اور مہاجرین نے کہا ہم میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔

سلمان منا اهل بيت [۲] سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرصے تک مدینہ طیبہ ہی میں رہے۔ حضرت صدیق اکبر کے اخیر یا حضرت فاروق اعظم کے شروع عہد خلافت میں عراق میں بود و باش اختیار کرلی تھی۔

عہد فاروقی میں جب ایران پر عام لشکر کشی شروع ہوگئی۔ تو مجاہدین کی ایک فوج کے ساتھ یہ بھی ایک شہر کے محاصرے میں شریک ہوئے۔ مجاہدین سے فرمایا۔ کہ ابھی ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ انھیں اسلام کی دعوت دوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ یہ تشریف لے گئے۔ حمد و ثنا کے بعد اہل شہر سے فرمایا۔ میں بھی تمھارا ہم قوم ہوں۔ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی تم لوگ اہل عرب کی فرمانبرداری دیکھ رہے ہو اگر تم لوگ مسلمان ہو جاؤ تو تم کو وہ سارے حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑائی ہے۔ تین دن تک انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ چوتھے دن حملے کی اجازت دی اور وہ شہر فتح ہوگیا [۳] جلولا کے بھی معرکے میں شریک رہے۔ یہیں مشک کی ایک تھیلی ملی تھی۔ جسے محفوظ رکھا اور وفات کے وقت کام میں لائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مدائن کا والی بنایا تھا۔ اور عرصے تک اس عہدے پر رہے۔ مزاج میں بہت سادگی تھی۔ اور یہ سادگی ان ایام میں بھی باقی رہی۔ لباس میں ایک اونچا پاجامہ اور عبا یعنی کمبل رہتا تھا۔ ایرانی

[۱] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۴ بخاری جلد اول ص ۲۶۴ [۲] مستدرک الحاکم جلد ثانی ص ۵۹۸ [۳] مسند امام احمد خامس ص ۴۴۰، ۴۴۱ ۔

ان کا یہ حال دیکھکر انھیں آتا دیکھتے تو کہتے۔ گرگ آمد، گرگ آمد۔ بھیڑیا آیا، بھیڑیا آیا۔ ایک مرتبہ چست کرتا اتنا چھوٹا کہ ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں پہنکر بلا زین کے گدھے پر سوار ہوکر نکلے۔ بچوں نے پیچھا کیا۔ اور شور مچانے لگے۔ لوگوں نے دیکھا تو ڈانٹا کہ جانتے نہیں۔ یہ یہاں کے حاکم ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لئے آئے۔ تو یہ رونے لگے۔ حضرت سعد نے کہا۔ کیا بات ہے کیوں روتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے راضی رہتے ہوئے دنیا سے گئے۔ حوض کوثر پر ان سے ملوگے۔ اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی۔ فرمایا۔ خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی خواہش ہے۔ رونا اس لئے ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا۔ کہ دنیوی ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ اور اس وقت میرے ارد گرد سانپ اکٹھے ہیں۔ یعنی اسباب۔ حضرت سعد کہتے ہیں۔ ان سانپوں کی کل تعداد یہ تھی۔ ایک بڑا پیالہ۔ ایک لگن۔ اور ایک تسلہ۔ حضرت سعد نے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا۔ جب کوئی کام کرنا چاہو کوئی فیصلہ کرنا چاہو۔ کچھ تقسیم کرنا چاہو تو خدا کو یاد رکھو۔ بیماری کی حالت میں اور بھی لوگوں نے نصیحت کی خواہش کی تو فرمایا۔ اگر تم سے ہو سکے تو حج یا عمرہ یا جہاد یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جان دو۔ فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرو۔

جب زیست کی امید منقطع ہوگئی تو اپنی اہلیہ سے وہ مشک کی تھیلی منگائی۔ جو "جلولا" میں ملی تھی۔ اسے اپنے ہاتھ سے پانی میں گھولا۔ اور اپنے ہر چہار طرف چھڑکوا دیا اور سب کو باہر کر دیا۔ لوگ کچھ دیر کے بعد اندر آئے تو جان جان آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔ مدائن میں ۳۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔ دو سو پچاس یا تین سو پچاس سال کی عمر پائی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری کا زمانہ پایا مگر یہ صحیح نہیں۔ ان کے ابتدائی حالات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ پینتیس سال اسلام کا زمانہ پایا اور دس سال عہد نبوت کا۔

اثبات باب یہاں باب یہ ہے۔ حربی سے غلام خریدنا اور حربی کا ہبہ اور اس کا غلام آزاد کرنا۔ اپنی اکثر عادت کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنا خیال نہیں تحریر فرمایا۔ لیکن جو تعلیقات اور احادیث تحریر کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ تینوں صحیح ہیں اور اس تعلیق سے اس طرح ثابت ہیں کہ اگرچہ حضرت سلمان اصل میں آزاد تھے۔ مگر جب ان پر غلبہ پاکر ایک حربی نے قبضہ کر لیا اور غلام بنا لیا، وہ اس عہد کے دستور کے مطابق غلام ہوگئے اور جب اس مشرک تاجر نے وادی القری کے یہودی کے ہاتھوں انھیں بیچا اور اس یہودی نے مدینے کے یہودی کے ہاتھ بیچا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان سے فرمایا کہ مکاتبت کر لے۔ تو معلوم ہوا کہ حربی کی بیع بھی صحیح ہے اور خریداری بھی اور عتق بھی۔

۱۰۱۴ وَسُبِیَ عَمَّارٌ وَّصُھَیْبٌ وَبِلَالٌ

ت اور عمار صہیب اور بلال غلام بنائے گئے۔

۹۱۶ تشریحات حضرت عمار کہیں سے نہ قید کرکے آئے تھے اور نہ کبھی بیچے اور خریدے گئے۔ اس لئے ان کا ذکر یہاں بے محل ہے۔ یہ عربی النسل عنسی بزرگ تھے۔ ان کے والد حضرت یاسر یمن کے باشندے تھے۔ مکہ آکر بس گئے تھے۔ اور ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف بن گئے۔ اور ابو حذیفہ نے ان کی شادی حضرت سُمیّہ سے کردی تھی۔ جو ان کی باندی تھیں۔ حضرت عمار پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ جب تک ابو حذیفہ زندہ رہا یہ اس کے ساتھ رہے۔ اور جب وہ مرگیا اور اسلام آیا تو یہ تینوں مشرف باسلام ہو گئے۔ یہ تینوں قدیم الاسلام ہیں۔ خصوصیت سے جن کمزوروں کو سنگدل بہت ستاتے تھے ان میں یہ تینوں بھی ہیں۔ ایک مرتبہ انھیں اذیتیں دی جارہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان پر گزر ہوا تو فرمایا۔ اے آل یاسر صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

ابو جہل لعین نے حضرت سمیّہ کی شرمگاہ میں نیزہ بھونک دیا تھا جس کے صدمے سے شہید ہوگئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہید ہیں۔ حضرت یاسر بھی روز روز کی جان لیوا تکالیف سے ایک دن جاں بحق ہو گئے۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی عربی النسل ہیں۔ نمر بن قاسط کے فرد ہیں۔ ان کے والد کسریٰ کی طرف سے اُبُلّہ کے عامل تھے۔ یہ جگہ موصل کے نواحی میں جزیرے کے قریب فرات کے کنارے ہے۔ رومی ان کی بستی پر حملہ کرکے انھیں قید کرکے لے گئے۔ قید کے وقت سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ جب یہ جوان ہو گئے۔ تو رومیوں نے بنی کلب کے ایک شخص کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے مکے لاکر عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کیا۔ اس نے انھیں آزاد کر دیا۔ جب اسلام آیا تو یہ اور حضرت عمار ایک ساتھ دار ارقم میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے صاحبزادے کی روایت یہ ہے کہ خود روم سے بھاگ آئے تھے اور مکہ آکر عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے۔ جب یہ ہجرت کے ارادے سے مکے سے نکلے تو اہل مکہ نے ان کا پیچھا کیا اور قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اہل مکہ سے کہا۔ میرا ترکش تیر سے بھرا ہوا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے زیادہ ماہر تیر انداز ہوں۔ تم میرے قریب اس وقت تک نہیں آسکتے جب تک کہ تیر ختم نہ ہو جائے اور قریب جب آؤ گے تو پھر تلوار سے خبر لوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ میرا سب مال لے لو اور لوٹ جاؤ۔ اس پر وہ ستمگر راضی ہو گئے۔ انھوں نے اپنے مال کا پتہ بتا دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا میں حاضر ہوئے۔ ان کی داستان سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ سودا نفع بخش ہے اے ابو یحییٰ۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ اور کچھ لوگ اپنے آپ کو اللہ کی مرضی حاصل کرنے کیلئے بیچتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

یہ اور حضرت علی اس وقت کے اخیر مہاجر ہیں۔ تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں بھی تشریف لے گئے جس جنگ میں گئے جو بھی بیعت کی سب میں
میں حاضر تھا۔ ہر غزوے میں حضور کے دائیں بائیں رہتا۔ جب آگے سے اندیشہ ہوتا آگے رہتا پیچھے سے ہوتا
پیچھے رہتا۔ میں نے کبھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشمن کے سامنے نہیں ہونے دیا۔ قبل بعثت بھی رفقاء خصوصی
میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سابق العرب ہوں۔ صہیب سابق الروم، سلمان سابق
الفارس، بلال سابق الحبشہ ہیں۔
چونکہ نشو ونما رومیوں میں ہوئی تھی۔ اس لئے کما حقہٗ عربی بول نہیں پاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عوالی مدینہ میں ان سے ملنے گئے۔ جب انھوں نے دیکھا تو پکارنے لگے۔ یاناس یاناس، اے لوگو، اے لوگو!
حضرت عمر نے ہمراہیوں سے دریافت فرمایا۔ انھیں کیا ہوگیا ہے۔ فرمایا یہ اپنے غلام کو ناس نہ س کہکر پکار رہے ہیں۔
حضرت عمر نے فرمایا۔ اے صہیب تم میں تین عیب ہیں۔ تم رومی ہو اور اہل عرب سے نسب ملاتے ہو، اور ہکلاتے
ہو یعنی عربی صحیح نہیں بولتے۔ اور فضول خرچ ہو اور نبی کے نام پر کنیت رکھتے ہو، ان کی کنیت ابویحیٰ تھی۔ فرمایا
میں دراصل عربی ہوں۔ رومی مجھے قید کرنے گئے انھیں میں نشو ونما ہوئی۔ اس لئے صحیح عربی نہیں بول پاتا۔ اور
چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوب کھانا کھلاؤ۔ تو میں اس پر عمل کرتا ہوں۔ اور ابو یحیٰ خود
حضور نے میری کنیت رکھی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ ہے۔ ابو عبداللہ کنیت ہے۔
یہ بنی جمح کے خانہ زاد غلام تھے۔ یعنی یہ اپنے آقا کی مملوکہ کنیز کے بطن سے
تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ سب سے پہلے جن
سات بزرگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال، عمار،
صہیب، حضرت عمار کی والدہ سمیہ اور حضرت مقداد بن اسود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو ظالموں کا داؤں نہیں چل سکا مگر بقیہ حضرات کو مکے کے ستمگر طرح طرح ستاتے۔
اُمیہ بن خلف حضرت بلال کو چلچلاتی دھوپ میں ننگے بدن چت لٹا کر سینے پر بھاری چٹان رکھدیتا اور کہتا۔
یوں ہی رہ یہاں تک کہ مرجائے۔ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر جائے۔ اسی حالت میں حضرت صدیق اکبر
نے دیکھا۔ اور ایک قوی غلام کے عوض ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ مجھے بھی شریک کرلو۔ فرمایا میں انھیں آزاد کر چکا۔ آزادی کے
بعد یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔ جب اذان مشروع ہوئی تو موذن مقرر ہوئے۔ نیز حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خزانچی بھی تھے۔ تمام مشاہد میں ہمرکاب سعادت رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک تک مدینہ رہے۔ اور اذان دیتے رہے۔ پھر شام

جہاد کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روکنا چاہا مگر راضی نہ ہوئے اور شام ہی میں ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اور دمشق میں باب صغیر کے پاس مدفون ہیں۔

ان کی استقامت اور عزیمت کا حال یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مشرکین نے جو چاہا ہم سے کہلا لیا سوائے بلال کے کہ انتہائی تکالیف کے باوجود کبھی ظالموں کے سامنے سپر نہیں ڈالی اور کبھی کوئی کلمہ انکی مرضی کے مطابق زبان پر نہیں لائے بلکہ ہمیشہ احد احد فرمایا۔ ظالم مشرک انھیں کبھی تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹاتے کبھی انگاروں پر سلاتے کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھاتے۔ کبھی گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتے وہ گھسیٹتے۔ مگر کوئی ستم انھیں تنزلزل نہ کر سکا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لئے شام تشریف لے گئے تو انھوں نے بھی "جابیہ" میں آکر استقبال کیا اور ساتھ ساتھ بیت المقدس بھی گئے۔

ایک دن حضرت عمر نے فرمایا۔ اے بلال آج اذان کہدو۔ عرض کیا۔ میں نے عہد کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا مگر آپ کی خاطر کہدیتا ہوں۔ حضرت بلال کی آواز بہت سُریلی دلکش اور بلند تھی۔ جب اذان شروع کی تو عہد نبوت کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور تمام حاضرین بیخود ہو گئے، ہر آنکھ اشکبار ہو گئی۔ حضرت عمر کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ حضرت معاذ حضرت ابو عبیدہ بھی زار و قطار رونے لگے۔

ایک بار خواب دیکھا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ اے بلال، کیا یہ مروتی ہے کہ میری زیارت کو نہیں آتے، خواب سے بیدار ہوتے ہی مدینہ کی راہ لی اور روضہ اقدس پر پہنچ کر مرغ بسمل کیطرح تڑپنے لگے۔

حضرات حسنین کریمین پر نظر پڑی تو ان سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ اور انھیں پیار کرنے لگے۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ آج صبح کو اذان کہدیجئے۔ صبح کو جب حضرت بلال نے اذان شروع کی تو پورے مدینے میں کہرام مچ گیا جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا۔ تو مدینہ لرز اٹھا۔ پردہ نشیں خواتین خورد سال بچے گھروں سے نکل آئے۔ ساکنان مدینۃ الرسول کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد زریں کی یاد تازہ ہو گئی ایسا رقت انگیز سماں مدینے میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔

جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت ابو رویحہ عبد اللہ بن عبد الرحمن خثعمی میں مواخات قائم کر دی۔ اس رشتہ نے ان میں بہت زیادہ محبت والفت پیدا کر دی۔ جب شام جانے لگے تو حضرت فاروق اعظم سے کہہ گئے کہ میرا وظیفہ ابو رویحہ کو دیدیا کیجئے۔ اور انھیں بھی شام بلا لیا۔ حضرت ابو بکر نے چونکہ ان کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ اس لئے ان سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے اور احترام بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان سے شام جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ بلال! میں تمھیں اللہ اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں مجھے جدائی کا داغ نہ دو، تو رک گئے۔

تمام غزوات میں ساتھ ساتھ رہے۔ بلکہ ہر سفر میں ہمراہ رہتے۔ آگے آگے نیزہ لے کر چلتے انھیں کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد کعبے کے اندر گئے تو یہ ساتھ تھے۔ اسلام کے سب سے پہلے مؤذن ہیں۔ کعبے کی چھت پر سب سے پہلے انھوں نے اذان دی۔ اس پائے کے بزرگ ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا، ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا۔

اُمیَّہ بن خلف نے انھیں طرح طرح ستایا تھا۔ غزوہ بدر میں انھیں موقع مل گیا تو اس کا سر قلم کر لیا۔ حضرت ابو بکر نے سنا تو فرمایا۔ اے بلال! تم نے اپنا بدلہ لے لیا [۱]

مطابقت باب حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رومیوں سے بنی کلب کے ایک فرد نے خرید ا اور اس سے عبد اللہ بن جُدعان نے۔ یہ تینوں حربی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حربیوں کی آپس کی خرید و فروخت درست ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی جمح کے خانہ زاد غلام تھے۔ ان کے آقا سے حضرت صدیق اکبر نے خریدا تو معلوم ہوا کہ مسلمان کا حربی سے کچھ خریدنا درست ہے۔

اس باب پر امام بخاری نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَادِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (نحل۔ ۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ جنھیں زیادہ روزی دی گئی یہ لوگ اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیں گے کہ سب برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں۔

وجہ استدلال یہ خطاب مشرکین سے ہے۔ اللہ عز وجل نے مشرکین کی ملک ان کے غلاموں اور کنیزوں پر ثابت فرمائی۔ حالانکہ ان کی ملکیت عموماً غیر شرعی طریقوں سے حاصل ہوتی تھی پھر بھی ان کی ملکیت کو ثابت مانا جب مشرکین کی املاک ان کی ملک ہیں۔ تو ان کا بیچنا، ہبہ کرنا آزاد کرنا سب درست ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سے خرید لے یا وہ کسی مسلمان کو کچھ بیچ دیں تو یہ بھی درست اور مسلمان کی ملک اس سے ثابت ہوگی۔

مشرکین اللہ عز وجل کی دی ہوئی روزی میں سے کچھ اللہ کے لئے کر دیتے اور کچھ بتوں کے لئے۔ اس طرح بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے۔ ان کے رد کے لئے فرمایا۔ کہ تم اور تمھارے مملوک دونوں بنی آدم ہو اور اللہ کے بندے ہونے میں مساوی مگر تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تمھارے مملوک تمھارے مال میں برابر کے حصہ دار ہوں۔ تو پھر یہ کیا بے عقلی ہے کہ اللہ عز وجل کی عطا فرمودہ روزی میں بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہو۔ جبکہ بُت اللہ کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں۔

[۱] یہ تمام تفصیلات اصابہ، الاستیعاب، اسد الغابہ، طبقات ابن سعد، مستدرک للحاکم سے لی گئی ہیں۔

۱۳۰۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَاجَرَ اِبْرَاھِیْمُ بِسَارَۃَ فَدَخَلَ بِھَا قَرْیَۃً
نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی ایک ایسی بستی میں تشریف لے گئے جسمیں ایک بادشاہ یا ایک ظالم تھا۔
فِیْھَا مَلِکٌ مِّنَ الْمُلُوْکِ اَوْ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَۃِ فَقِیْلَ دَخَلَ اِبْرَاھِیْمُ بِامْرَاَۃٍ
اس سے کہا گیا کہ ابراہیم ایک ایسی عورت کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ اس
ھِیَ مِنْ اَحْسَنِ النِّسَاءِ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ مَنْ ھٰذِہِ الَّتِیْ مَعَکَ
بادشاہ نے ابراہیم کو بلا کر پوچھا اے ابراہیم تمھارے ساتھ یہ کون عورت ہے۔ فرمایا میری بہن ہے
قَالَ اُخْتِیْ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْھَا فَقَالَ لَا تُکَذِّبِیْ حَدِیْثِیْ فَاِنِّیْ اَخْبَرْتُھُمْ اَنَّکِ
پھر ابراہیم سارہ کے پاس لوٹے تو فرمایا وہاں جاکر میری بات جھٹلانا مت میں نے انھیں بتایا ہے
اُخْتِیْ وَاللّٰہِ اِنْ عَلَی الْاَرْضِ مِنْ مُّؤْمِنٍ غَیْرِیْ وَغَیْرِکِ فَاَرْسَلَ بِھَا اِلَیْہِ
کہ تم میری بہن ہو۔ بخدا اس زمین پر اس وقت سوائے میرے اور تیرے اور کوئی مومن نہیں۔ اس بادشاہ

تشریحات ۱۳۰۰ باب سے مطابقت اس حصے سے ہے کہ اس کافر بادشاہ نے حضرت ہاجرہ، حضرت سارہ کو ہبہ کیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اسے رد نہیں فرمایا۔ قبول فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم مدین سے جب ہجرت کرکے مصر تشریف لے گئے تھے۔ تو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ واقعہ اُردُن میں پیش آیا تھا اور اس بادشاہ کا نام عمرو بن امرئ القیس بن قابلیون بن سبا تھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہاران کی صاحبزادی تھیں۔ بہن بتانے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے۔ دوسری وہ جو خود حدیث میں ہے۔ کہ اس وقت اس سرزمین پر سوائے ان دونوں کے اور کوئی مومن نہ تھا۔ اس تقدیر پر اخوت اسلامی کی بنا پر کہا۔

حضرت لوط علیہ السلام اس وقت باحیات تھے۔ مگر وہاں موجود نہ تھے۔ حدیث میں الارض سے مراد خاص وہ جگہ ہے۔ بجائے زوجہ بتانے کے بہن بتانے کی توجیہ علما نے مختلف کی ہے۔ ایک یہ کہ اس ظالم کی عادت تھی کہ بیویوں کو شوہروں سے چھین لیتا مگر بہنوں کو بھائیوں سے نہیں چھینتا تھا۔ یہی توجیہ زیادہ لگتی ہوئی ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ وہ ظالم ہر خوبصورت عورت کو غصب کر لیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا اگر اس کے علم میں یہ بات آئی کہ میں شوہر ہوں تو کہیں مجھے غیرت کیوجہ سے قتل نہ کرا دے۔ اور بہن بتانے میں اسے غیرت آنے کا سوال ہی نہیں۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ اعلم۔

151

فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ

نے سارہ کو اپنے یہاں بلایا۔ اور ان کی طرف بڑھا۔ سارہ بھی اٹھیں وضو کیا اور نماز پڑھنے لگیں اور یہ

وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ

دعا کی۔ اے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاکدامن رہی ہوں تو کافر کو مجھ پر

حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ ــ قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

قابو نہ دے۔ یہ دعا کرتے ہی وہ کافر زمین پر گر پڑا ناک سے خرخر آواز نکلنے لگی اور پاؤں زمین پر رگڑنے

إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ ـ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ يَّمُتْ يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ ثُمَّ

لگا یہ دیکھکر سارہ نے کہا اے اللہ اگر یہ مرجائے گا تو کہا جائے گا کہ اسی نے اسے مار ڈالا ہے

قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي وَتَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَ

اب وہ ٹھیک ہوگیا۔ پھر وہ سارہ کی طرف بڑھا سارہ نے پھر وضو کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی اے اللہ

بِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ

اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاکدامن رہی ہوں تو اس کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ اب

حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ ـ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ

پھر وہ زمین پر گرا ناک سے خرخر آواز نکالنے لگا اور پاؤں زمین پر رگڑنے لگا تو سارہ نے کہا اے اللہ

ابن ہشام نے تیجان میں لکھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت سارہ کے ساتھ بادشاہ کے محل میں تشریف لے گئے تھے۔ انھیں محل سے باہر کردیا۔ اللہ عزوجل نے محل کو شفاف شیشے کی طرح کردیا۔ وہ بادشاہ اور حضرت سارہ کو دیکھتے رہے اور ان کی باتیں سنتے رہے۔ لیکن یہاں بخاری میں فارسل بھا الیہ ہے یعنی سارہ کو بادشاہ کے پاس بھیجا۔ اس سے تبادر یہی ہے کہ وہاں صرف حضرت سارہ گئی تھیں۔

فرجعت کتاب الانبیاء میں یہ ہے کہ وہ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم نماز پڑھ رہے ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے حضرت سارہ گئی تھیں اسی وقت سے نماز پڑھ رہے تھے۔

فَغُطَّ ـ غطّ سے ماضی مجہول ہے۔ گلا دبوچنے پر ناک سے خرخراہٹ کی آواز نکلنے کو کہتے ہیں۔ مسلم کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت سارہ اس ظالم کے پاس پہنچی تو وہ صبر نہ کرسکا۔ ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فقبضت یدہ قبضۃ شدیدۃ۔ اس کا ہاتھ بری طرح سکڑ گیا۔

تینوں باتیں ہوئی ہوں گی۔ ہاتھ بھی سکڑا ہوگا۔ گلا بھی گھٹ گیا ہوگا۔ اور پاؤں بھی رگڑنے لگا ہوگا۔ کتاب الانبیاء میں یہ زائد ہے، کہ اپنی یہ درگت دیکھکر اس ظالم نے حضرت سارہ سے کہا۔ اللہ سے میرے لئے دعا کرو۔ اور میں تم کو

151

فَقَالَتْ اَللّٰھُمَّ اِنْ یَّمُتْ یُقَلْ ھِیَ قَتَلَتْہُ فَاُرْسِلَ فِی الثَّانِیَۃِ اَوْفِی الثَّالِثَۃِ	
اگر یہ مر جائے گا تو کہا جائے گا کہ اسی نے اسے قتل کر دیا۔ تو اب پھر ٹھیک ہو گیا۔ دوسری مرتبہ	
فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا اَرْسَلْتُمْ اِلَیَّ اِلَّا شَیْطَانًا اِرْجِعُوْھَا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاَعْطُوْھَا	
یا تیسری مرتبہ اس نے اپنے ہرکاروں سے کہا تم نے میرے پاس شیطان کو بھیجا ہے اسے ابراہیم	
آجَرَ فَرَجَعَتْ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ فَقَالَتْ اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ کَبَتَ الْکَافِرَ	
کے پاس لوٹا دو۔ اور اسے ہاجرہ کو دیدو	سارہ ابراہیم کے پاس آئیں اور عرض کیا کیا
وَاَخْدَمَ وَلِیْدَۃً ؎	
آپ کو پتہ چلا کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور اس سے ایک خادمہ دلوائی۔	

کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا تو حضرت سارہ نے وہ دعا فرمائی۔ کتاب الانبیاء میں صرف دوبار کا ذکر ہے۔ اور یہاں شک کے ساتھ ہے دوبار یا تین بار ایسا ہوا۔

قال الاعرج : اللھم ان یمت سے فارسل تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے اس لئے امام بخاری نے اس کو امتیاز کے لئے قال الاعرج سے بیان کیا۔ اعرج سے مراد عبد الرحمٰن بن ہرمز ہیں۔ پیر میں لنگ تھا اس لئے انھیں اعرج کہتے تھے۔

واعطوھا آجر : الف ممدودہ کے ساتھ آجر بھی ہے اور ہا رہوز کے ساتھ ھاجر بھی ہے۔ یہ سریانی زبان کا کلمہ ہے۔ مصر کے ایک شہر حفن کے بادشاہ کی صاحبزادی تھیں۔ حفن نیل کے مشرقی ساحل پر ایک شہر تھا جسکے آثار شارحین بخاری علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کے عہد تک موجود تھے۔ اس وقت وہ انضنا کے دیہاتوں میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبر سے گیہوں خریدتے تھے اسی نے بادشاہ سے چغلی کی تھی۔ اور یہ بتایا تھا کہ میں نے سارہ کو آٹا گوندھتے دیکھا ہے۔

اس ظالم نے جب حضرت سارہ کی یہ رفعت شان دیکھی تو ان کی خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ کو دیا اور کہا کہ ان کی شان یہ نہیں کہ یہ خود کام کریں۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ کافر اور ظالم بادشاہ کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے۔ جان مال آبرو کا خطرہ ہو تو توریہ کی اجازت ہے۔ یعنی ایسی بات کہنا کہ جو ظاہر کے خلاف ہو۔ مگر اس کا صحیح معنی بھی ہو بلکہ ایسے موقع پر خلاف واقعہ بات کہنے کی بھی اجازت ہے بلکہ کبھی واجب ہوتی ہے۔ بوقت مجبوری ظالم کے آگے سپر ڈالنا جائز ہے۔ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ خلوص نیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔ عمل صالح کو ذریعہ بنا کر دعا کرنے سے اللہ عزوجل بندے کی مدد فرماتا ہے۔

؎ الھبۃ باب قبول ھدیۃ المشرکین ص ۳۵۶ باب اذا قال اخدمتک ھذہ الجاریۃ ص ۳۵۸ ثانی الاکراہ باب اذا استکرھت المرأۃ علی الزنی ص ۱۰۲۸ ۔

۱۳۰۱ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِصُھَیْبٍ
حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضرت صہیب سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے باپ
اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَدَّعِ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْکَ فَقَالَ صُھَیْبٌ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ کَذَا
کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب نہ کرو تو صہیب نے کہا مجھے اس سے خوشی
وَکَذَا وَاَنِّیْ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلٰکِنِّیْ سُرِقْتُ وَاَنَا صَبِیٌّ
نہ ہوگی کہ میرے لئے اتنی اور اتنی دولت ہو اور میں ایسا کروں لیکن قصہ یہ ہے کہ میں بچہ تھا کہ چرا لیا گیا۔

بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِیْرِ ص ۲۹۶ خنزیر کے قتل کرنے کا بیان

۱۳۰۲ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ
نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب (عیسیٰ) ابن مریم

تشریحات ۱۳۰۱ گزر چکا کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصل میں عرب تھے۔ تمر بن قاسط کے صاحبزادے جو بنی ربیعہ کے فرد تھے۔ بچپنے میں رومی انھیں اٹھالے گئے تھے۔ اس لئے ان کی زبان رومی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ ان کے عربی ہونے پر شبہہ کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا اور حضرت صہیب نے وہ جواب دیا۔ مطلب یہ ہے کہ میری زبان کی وجہ سے میرے عربی ہونے پر شک نہ کرو۔ میں حقیقت میں عربی ہوں۔ عہد طفلی ہی میں رومیوں کے قبضے میں چلا گیا اور ان کی زبان بولنے لگا۔

مناسبت: بیوع کے ابواب سے اس باب کی مناسبت یہ ہے۔ کہ بیع کا اصل محل مال ہے اور خنزیر واجب القتل ہے تو شرعاً مال نہیں۔ اسے لازم کہ اس کی بیع درست نہیں۔ اس سے ذمیوں کے خنزیر مستثنیٰ ہیں کیونکہ انکے نزدیک یہ مال ہے۔ اور فرمایا گیا۔

وَاَمْوَالُھُمْ کَاَمْوَالِنَا ــــ ذمیوں کے مال ہمارے مال کے مثل ہیں۔

تشریحات ۱۳۰۲ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی تفصیل میں مختلف حکایتیں مروی ہیں۔ امام نسائی اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہودیوں کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کے شہید کرنے کا حکم دیدیا اور یہودی انھیں تلاش کرنے کے لئے نکلے تو حضرت عیسیٰ اپنے بارہ حواریوں کے ساتھ ایک مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا تم میں

لَیُوْشَکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُّقْسِطًا
اتریں گے وہ انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے، سور
فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَ
مار ڈالیں گے جزیہ ختم کردیں گے اور ان کے زمانے میں مال کی
یَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ ؏
اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی خیرات نہ لے گا۔

کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ میرے مشابہ کردیا جائے۔ اور میرے بجائے قتل کیا جائے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ ان میں ایک سب سے کمسن جوان نے عرض کیا۔ میں حاضر ہوں۔ تین بار یہی فرمایا۔ اور اس نے ہر بار حامی بھری۔ وہ حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہوگیا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ یہودی آئے اور اس جوان کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لے گئے اور پھانسی دیدی۔ ؎

اس کے برخلاف عام طور پر یہ مشہور ہے۔ جب یہودیوں نے طے کرلیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے دی جائے اور انھوں نے پھانسی کا تختہ بھی کھڑا کرلیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام روپوش ہوگئے۔ ان کے حواریں میں یہوذا نامی ایک منافق تھا۔ اس نے نشاندہی کی۔ یہودیوں نے اس مکان کو جس میں حضرت عیسیٰ تھے گھیر لیا۔ یہوذا حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھا۔ جبریل امین ہمیشہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کو لے کر آسمان پر چلے گئے۔ اور یہوذا کی شکل حضرت عیسیٰ کے مثل کردی گئی۔ یہودی اسی کو پکڑ کرلے گئے۔ اور پھانسی دیدی۔ اور اس کی لاش پھانسی ہی پر چھوڑ دی۔

جب روم کے شہنشاہ کو کسی نے بتایا کہ ایک صاحب اپنے کو خدا کا رسول کہتے تھے۔ ان سے عظیم الشان معجزے ظاہر ہوتے تھے۔ وہ مردے جلاتے تھے۔ مادر زاد اندھے کو بینا اور سفید داغ والے کو صحتمند بنا دیتے تھے تو اس نے اپنے آدمی بھیجکر مصلوب کو تختۂ دار سے اتارا اور وہ تختہ روم لے گیا۔ شاہ روم نے اس کی تعظیم کی اور اس کے مثل اور بھی تختے بنائے۔ جس کی پرستش کرنے لگے۔

خصوصیت سے صلیب توڑنا۔ غالباً اس بنا پر ہے کہ اسمیں نصاریٰ کے دو اعتقاد کا بطلان ہے۔ ایک یہ کہ انھیں پھانسی دی گئی۔ دوسرے یہ کہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ خنزیر کا قتل اس وجہ سے ہوگا کہ نصاریٰ کا سب سے زیادہ مرغوب غذا ہے۔ اور حقیقت میں نجس العین اور ہر جانور سے زیادہ گندہ۔ قیامت کے قریب دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے صبح صادق طلوع ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ جامع دمشق کے شرقی سفید مینارے پر اتریں گے ؎ یہود اور تمام کفار کو قتل فرمائیں گے ان کے زمانے میں اسلام یا قتل کا قانون

؏ مسلم ایمان۔ ترمذی فتن۔ ؎ کمالین ؎ مسلم ثانی الفتن باب ذکر الدجال ص ۴۰۱

بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ ص ۲۹۶ مردار کی چربی نہ پگھائی جائے اور نہ اسے بیچا جائے۔

۱۳۰۳ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ

عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں نے شراب بیچی ہے تو فرمایا اللہ اسے مار ڈالے کیا اس نے یہ نہیں جانا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہود کو مار ڈالے ان پر چربی حرام

الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔ عہ

کی گئی تھی تو انھوں نے چربی کو پگھلا کر بیچا۔

۱۳۰۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَ

فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی تو اسے بیچا اور

أَكَلُوْا أَثْمَانَهَا عہ

اس کی قیمتیں کھائیں۔

ہوگا جزیہ لے کر ذمی بنانے کا حکم ان کے عہد کے پہلے تک ہے۔ ان کے زمانے میں نہ کوئی ذمی ہوگا اور نہ انکی عبادت گاہیں۔

تشریحات ۱۳۰۳،۱۳۰۴ یہ صاحب حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ یہ ممتاز مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ انھوں نے شراب کیسے بیچا۔ اس کی توجیہ اسماعیلی نے یہ کی ہے کہ شراب پینے کی حرمت کی تصریح قرآن مجید میں ہے۔ اس کی حرمت ہر صحابی کو معلوم تھی۔ مگر بیچنے کی حرمت قرآن مجید میں نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تجارت سے ضرور منع فرمایا ہے مگر یہ حدیث ان تک پہنچی نہ تھی۔ اس لئے اسے بیچا۔ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قیاس سے ثابت فرمایا۔ اس سے ظاہر کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی وہ حدیث نہیں پہنچی تھی ورنہ اسے پیش کرتے۔ اجتہاد سے کام نہ لیتے اس لئے اغلب یہی ہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔ اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اس لئے بیچا۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَعَنَهُمْ قُتِلَ لُعِنَ الْخَرَّاصُوْنَ الْكَذَّابُوْنَ۔

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ قاتلہم اللہ کے معنی ہیں اللہ ان پر لعنت کرے۔ قرآن مجید میں ہے قتل الخراصون یعنی جھوٹوں

عہ الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ مسلم البیوع۔ نسائی الذبائح۔ ابن ماجہ الاشربہ

عہ مسلم البیوع۔

باب بَیْعِ التَّصَاوِیْرِ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْھَا رُوْحٌ وَمَا یُکْرَہُ مِنْ ذٰلِکَ ۲۹۶ ص غیر جاندار کی تصویر بیچنا اور اسمیں کیا مکروہ ہے۔

۱۳۰۵ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث سعید بن ابو الحسن نے کہا۔ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں تھا کہ ایک

عَنْھُمَا اِذْ اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَبَا عَبَّاسٍ اِنِّیْ اِنْسَانٌ اِنَّمَا مَعِیْشَتِیْ مِنْ

شخص آیا اور کہا اے ابو عباس میں ایک انسان ہوں میرا ذریعہ معاش ہاتھ کی کاریگری ہے میں

صَنْعَۃِ یَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ ھٰذِہِ التَّصَاوِیْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُکَ

یہ تصویریں بناتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں تم سے وہی بیان کرونگا

اِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ

جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے جو شخص کوئی تصویر بنائے گا اسے

مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فَاِنَّ اللّٰہَ مُعَذِّبُہٗ حَتّٰی یَنْفُخَ فِیْھَا الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ

اللہ عزوجل ضرور عذاب دیگا جب تک اسمیں روح نہ ڈال دے۔ اور وہ کبھی بھی اسمیں جان نہ

فِیْھَا اَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَۃً شَدِیْدَۃً وَاصْفَرَّ وَجْھُہٗ فَقَالَ وَیْحَکَ

ڈال سکے گا۔ اس پر اس شخص نے لمبی ٹھنڈی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑگیا تو حضرت

قاتل باب مفاعلت کا ماضی ہے۔ جس کے معنی آپس میں لڑنے کے ہیں۔ اللہ عزوجل سے لڑنے کی کسے مجال ہے۔ یہ محال ہے کہ کوئی اللہ عزوجل سے لڑائی کر سکے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کے معنی کو بتایا جائے۔ امام بخاری کی تفسیر کا حاصل یہی ہے کہ یہاں قاتل مشارکت کے لئے نہیں۔ بلکہ مجرد کے معنی میں ہے۔ اور اس کا لازم معنی مراد ہے لعنت یعنی اپنی مہربانی سے بالکلیہ محروم کرنا۔ انسان کسی کو اس وقت قتل کرتا ہے جب اس کے لئے مہربانی کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ اس لئے قتل کرنے کو مہربانی سے بالکلیہ محروم کرنا لازم ہے۔

تشریحات ۱۳۰۵ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ خواہ مجسمہ ہو یا کپڑے کاغذ وغیرہ پر خواہ ہاتھ سے بنائیں یا کیمرہ وغیرہ آلات سے۔ البتہ درخت پہاڑ وغیرہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی ہے۔ جو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اخذ فرمایا ہے۔ تصویر بنانے پر اللہ عزوجل اسے عذاب دیتا رہے گا جب تک اسمیں جان نہ ڈالدے۔ یہ ارشاد کہ وہ اسمیں کبھی بھی جان نہ ڈال سکے گا۔ اس پر قرینہ ہے کہ اس پر ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔

کل شی لیس فیہ روح، الشجر سے بدل ہے بدل الکل عن البعض۔ بعض نحویوں نے اسے جائز کہا ہے۔ اس تقدیر پر بدل کی پانچ قسمیں ہو جائیں گی۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے۔

رحم اللہ اعظما دفنوھا بسجستان طلحۃ الطلحات۔

اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ ع۵

ابن عباس نے فرمایا تیرا برا ہو اگر تصویریں بنانے سے باز نہیں رہے گا تو اس درخت اور بے جان کی بنا۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا ص۲۹۷ آزاد کو بیچنے کا گناہ

حدیث ۱۳۰۶ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ ثَلٰثَةٌ اَنَا

کہ فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کا قیامت کے دن میں فریق ہوں گا۔ ایک وہ

اللہ ان ہڈیوں پر رحمت نازل فرمائے جسے لوگوں نے سجستان میں دفن کیا ہے طلحۃ الطلحات پر

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ الحديث

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ روایت ہے محمد سے وہ روایت کرتے ہیں عبدہ سے وہ روایت کرتے ہیں سعید سے کہ میں نے نضر بن انس سے سنا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں تھا۔ الخ

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حدیث مذکور ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے۔ جسمیں سعید بن ابو عروبہ حضرت انس بن مالک کے صاحبزادے نضر بن انس سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم نے اس سند میں سعید اور نضر بن مالک کے درمیان قتادہ کو ذکر کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ سعید بن ابو عروبہ نے نضر سے نہیں سنا ہے۔

امام بخاری نے اس شبہے کو دور کرنے کے لئے فرمایا ــــ کہ سعید بن ابو عروبہ نے صرف یہ ایک حدیث نضر بن مالک سے سنی ہے۔ کتاب اللباس میں امام بخاری نے اس حدیث کی سند یوں ذکر کی ہے۔

ہم سے سعید بن ابو عروبہ نے حدیث بیان کی۔ میں نے نضر بن انس کو قتادہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ غالباً اسی سے مسلم کے کسی راوی کو اشتباہ ہوا اور اس نے سعید بن ابو عروبہ اور نضر بن انس کے درمیان قتادہ کو ذکر کر دیا۔

تشریحات ۱۳۰۶ اللہ عزوجل ہر مظلوم کی قیامت کے دن حمایت فرمائیگا۔ ان تینوں میں خصوصیت سے فریق بننے کا تذکرہ بطور مبالغہ ہے۔ اور ان تینوں کی شناعت شدیدہ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کیونکہ یہ اس عہد میں بہت رائج تھا۔ اور قسم کھا کر مکرنا تو آج بھی شائع اور ذائع ہے۔

علاوہ ازیں یہ تینوں جرم انتہائی کمزوروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جن کا دنیا میں کوئی حامی نہیں ہوتا۔ غایت کرم سے فرمایا کہ میں انکا حامی ہوں۔ فریق کے لئے حمایت لازم ہے۔ پہلی صورت میں مراد یہ ہے کہ جس کے خلاف بدعہدی کی ہے اس کا حامی ہونگا۔

ع۵ مسلم اللباس۔ نسائی الزینۃ۔ ۵۷ جلد ثانی اللباس باب ص ۸۸۱

خَصۡمُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعۡطٰى بِيۡ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ
جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر توڑ دیا۔ دوسرے وہ جس نے کسی آزاد کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی تیسرے
ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسۡتَاجَرَ اَجِيۡرًا فَاسۡتَوۡفٰى مِنۡهُ وَلَمۡ يُعۡطِ اَجۡرَهٗ ع۵
وہ جس نے کوئی نوکر یا مزدور رکھا اور اس سے پورا کام لیا اور مزدوری یا تنخواہ نہیں دی۔

جس طرح آزاد انسان کے عین کو بیچنا جائز نہیں نہ اسے جائز نہ کسی دوسرے کو اسی طرح اس کے کسی بھی جز کی بیع باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو رائج ہے کہ لوگ خون، گردہ، آنکھ وغیرہ بیچتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع مملوک کی ہوتی ہے۔ انسان کی ذات کی طرح اس کے اجزا بھی کسی کی ملک نہیں۔ نہ خود اس کی نہ کسی دوسرے کی جس طرح بیچنا جائز نہیں ویسے بطور ہبہ اور عطیہ بھی دینا جائز نہیں۔

بَابُ اَمۡرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ الۡيَهُوۡدَ بَيۡعِ اَرَضِيۡهِمۡ حِيۡنَ اَجۡلَاهُمۡ ص۲۹۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہودیوں کو اپنی زمین بیچنے کا حکم دینا جب انھیں جلا وطن کیا تھا۔

یہ باب صرف ابوذر کے نسخے میں ہے۔ اور ارضیہم۔ را کے فتحے کے ساتھ ہے۔ اس میں دو شذوذ ہیں۔ ایک یہ کہ را کے فتحے کی وجہ سے واحد کا وزن سلامت نہیں رہا۔ حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہے۔ دوسرے یہ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے حالانکہ جمع سالم غیر ذوی العقول کی نہیں آتی۔

فيه المقبرى عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه۔ اس بارے میں حضرت ابو سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اس سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو کتاب الجہاد[۵] باب اجلاء الیہود من جزیرۃ العرب" میں ذکر کی ہے۔

ابو سعید مقبری حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ یہودیوں کے پاس چلو۔ ہم چلے اور بیت المدارس پہنچے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (یہودیوں سے) فرمایا۔ اسلام قبول کرلو سلامت رہوگے۔ جان لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلاوطن کردوں۔ تم اسے بیچدو ورنہ جان لوکہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

باب بيع العبيد بالعبيد والحيوان بالحيوان نسيئة ص۲۹۷ چند غلاموں کو ایک غلام کے عوض اور حیوان کو حیوان کے عوض

مقصود باب غلام غلام حیوان، حیوان ایک جنس کے ہیں۔ بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ اسمیں کمی زیادتی اور ادھار سود ہوگا۔

ع۵ الاجارۃ باب اثم من منع اجر الاجیر ص ۳۰۲ ۔ ۵ جلد اول ص ۴۴۹

۴۱۸ وَاشْتَرَی ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا رَاحِلَۃً بِاَرْبَعَۃِ اَبْعِرَۃٍ
ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک سواری کے لائق اونٹ چار اونٹوں کے

مَضْمُوْنَۃٍ عَلَیْہِ یُوْفِیْھَا صَاحِبُھَا بِالرَّبَذَۃِ۔
بدلے خریدا جس کے بارے میں ضمانت لے لی تھی کہ اس کا مالک ربذہ میں دیگا۔

۴۱۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ یَکُوْنُ الْبَعِیْرُ خَیْرًا مِّنَ الْبَعِیْرَیْنِ۔
ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کبھی ایک اونٹ دو اونٹ سے بہتر ہوتا ہے۔

۴۲۰ وَاشْتَرٰی رَافِعُ بْنُ خَدِیْجٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَعِیْرًا بِبَعِیْرَیْنِ
ت اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض خریدا اور ایک فورا

فَاَعْطَاہُ اَحَدُھُمَا وَقَالَ آتِیْکَ بِالْاٰخَرِ غَدًا رَھْوًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی
دیا اور فرمایا دوسرا کل انشاءاللہ بلا تاخیر دے دوں گا۔

۴۲۱ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ لَارِبَا فِی الْحَیْوَانِ الْبَعِیْرِ بِالْبَعِیْرَیْنِ وَالشَّاۃِ
ت اور حضرت ابن مسیب نے کہا۔ حیوان میں سود نہیں ایک اونٹ دو اونٹ کے

اس کے ازالے کے لئے یہ عنوان قائم فرمایا۔ کہ اس میں تفاضل بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز۔ یعنی ان میں سود نہیں۔ اور اس باب میں حیوان عام ہے۔ ایک جنس کے حیوان کو دوسرے جنس سے بیچیں یا اسی جنس سے۔ امام بخاری کے نزدیک سب جائز ہے۔ ہمارے یہاں نقد جائز اور ادھار حرام۔ یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے عوض ادھار بیچنے کو منع فرمایا۔

یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت سمرہ[۱] بن جندب حضرت ابن عمر[۲] حضرت ابن عباس[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

تشریحات ۴۱۸ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے معارض ابن سیرین سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض جائز ہے۔ اگر ادائیگی کے لئے میعاد مقرر ہو تو۔ انھوں نے اسے ناپسند فرمایا۔

تشریحات ۴۱۹ اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصولا روایت فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد حق ہے۔ مگر اس سے ادھار بیچنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

تشریحات ۴۲۰ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریح ۴۲۱ اس تعلیق کے پہلے جز لاربو فی الحیوان۔ کو امام مالک نے موطا میں اور البعیر بالبعیرین کو امام

[۱] اول البیوع باب کراھیۃ بیع الحیوان بالحیوان ص ۱۴۸۔ [۲] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۴۴ [۳] ایضا۔

بِالشَّاتَیْنِ اِلٰی اَجَلٍ

کے عوض ایک بکری دو بکری کے عوض میعاد مقررہ تک بیچنا جائز ہے۔

۴۲۲ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَا بَاسَ بَعِیْرٍ بِبَعِیْرَیْنِ وَدِرْھَمٍ بِدِرْھَمٍ

ت اور ابن سیرین نے فرمایا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض اور ایک درہم

نَسِیْئَۃً

ایک درہم کے عوض ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۳۰۷ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ فِی السَّبْیِ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ام المومنین حضرت صفیہ قیدیوں میں تھیں

صَفِیَّۃُ فَصَارَتْ اِلٰی دِحْیَۃَ الْکَلْبِیِّ ثُمَّ صَارَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

یہ دحیہ کلبی کے حصے میں آئیں پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کی ہو گئیں

بَابُ بَیْعِ الرَّقِیْقِ ص ۲۹۷ غلام کی بیع

۱۳۰۸ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ مُحَیْرِیْزٍ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۲۲ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے۔ اس قول کا دوسرا جز صریح احادیث کے خلاف ہے۔

تشریحات ۱۳۰۷ اس حدیث کے بعض[1] طرق میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفیہ کو سات افراد کے بدلے خریدا تھا۔ اسی سے باب کو مطابقت ہے۔

تشریحات ۱۳۰۸ یہ سوال و جواب غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر ہوا تھا۔ جبکہ بہت سی لونڈیاں قید ہوئی تھیں۔ اسوقت صحابہ کرام بہت تنگدست تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عزل جائز ہے۔ البتہ اپنی زوجہ سے عزل کرنا ہو تو اس سے اجازت ضروری ہے۔ عزل کے لغوی معنی علحدہ کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جماع میں انزال کے وقت عضو باہر نکال لینا تاکہ منی باہر گرے۔ اسی پر قیاس کرکے یہ بھی جائز ہے کہ مانع حمل دوائیں استعمال کی جائیں۔

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۴۷

اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم قیدی پاتے ہیں اور انکی
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نُصِیْبُ سَبْیًا فَنُحِبُّ الْاَثْمَانَ فَکَیْفَ تَرٰی فِی الْعَزْلِ فَقَالَ
قیمت چاہتے ہیں تو عزل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں فرمایا کیا یہ تم لوگ کرتے ہو
اَوَ اِنَّکُمْ تَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ لَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا ذٰلِکُمْ فَاِنَّھَا لَیْسَتْ نَسَمَۃٌ کَتَبَ
اگر نہ کرو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس کی پیدائش اللہ نے لکھدی ہے وہ پیدا ہو کر
اللّٰہُ اَنْ تَخْرُجَ اِلَّا وَھِیَ خَارِجَۃٌ ؏ہ
رہے گا۔

بَابُ بَیْعِ الْمُدَبَّرِ ص۲۹۷ مدبر کی بیع

۱۳۰۹ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَاعَ النَّبِیُّ صَلَّی
حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ

یا مرد اپنے عضو پر یا عورت رحم کے منہ پر خول وغیرہ چڑھالے۔
مگر آپریشن نہ مرد کو جائز ہے نہ عورت کو۔ کیونکہ یہ تغییر خلق اللہ ہے جو بحکم قرآن شیطانی کام ہے۔ شیطان جب راندۂ درگاہ ہونے لگا تو اس نے دھمکی دی تھی۔

وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ۔ (النساء - ۱۱۹) میں ضرور ضرور ان سے کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں۔

اسی طرح لُپ لگوانا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں بلاضرورت شرعیہ شرمگاہ اور مواضع ستر اجنبی ڈاکٹروں کو دکھانا اور انھیں چھونے دینا ہے۔
البتہ اس اندیشے سے حمل روکنے کی کوشش ایمان کی کمزوری ہے کہ زیادہ بچے ہو جائیں گے تو ان کی پرورش کیسے ہوگی ارشاد ہے۔

نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ (الانعام - ۱۵۱) ہم تمھیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی۔
نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ (الاسراء - ۳۱) ہم انھیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔

۱۳۰۹ تشریحات مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کے بارے میں اس کے مالک نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق جبکہ اس کے آقا نے مطلق مرنے پر آزادی معلق کی ہو۔ اس کو

؏ہ العتق باب من ملک من العرب رقیقا ص ۳۴۵ الثانی النکاح باب العزل ص ۷۸۴ المغازی باب غزوۃ بنی المصطلق ص ۵۹۳ القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۷ التوحید باب قول اللہ ھو اللہ الخالق الباری ص ۱۱۰۱ مسلم النکاح - ابوداؤد النکاح - نسائی عتق - عشرۃ النساء۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدبر عہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مدبر کو بیچا۔

بَابُ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا ص۲۹۷ استبرا سے پہلے لونڈی کیساتھ سفر کرنا۔

۴۲۳ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا۔

ت امام حسن بصری ایسی لونڈی کا بوسہ لینے یا اسے چپکانے میں حرج نہیں جانتے تھے۔

۴۲۴ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيدَةُ الَّتِي تُوطَأُ أَوْ بِيعَتْ أَوْ عُتِقَتْ فَلْيَسْتَبْرِأْ رَحِمَهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جس باندی سے ہمبستری کی جا چکی ہو اور اسے ہبہ کیا جائے یا بیچا جائے یا اسے آزاد کیا جائے تو ضروری ہے کہ ایک حیض تک استبرا کرے اور کنواری پر استبرا نہیں۔

۴۲۵ وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُونَ الْفَرْجِ

ت اور امام عطاء نے کہا حاملہ باندی کی شرمگاہ کے علاوہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے

نہ بیچنا جائز ہے نہ اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ دوسرے مقید یہ وہ ہے جسے اس کے مالک نے یوں کہا ہو اگر میں اس مرض میں مرجاؤں یا اس سفر میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے۔ اور مالک اس مرض سے اچھا ہو گیا یا سفر سے واپس آ گیا تو اسے بیچنا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی حضرت امام احمد دونوں قسم کے مدبر کی بیع کو جائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ بیع المزایدہ۔ میں مفصل گزر چکی ہے۔ اور وہیں احناف کے دلائل بھی مذکور ہیں۔

تشریحات ۴۲۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ مگر صرف ان یقبلھا تک البتہ امام عبدالرزاق نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ یصیب ما دون الفرج۔ شرمگاہ کے علاوہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

باندی کو خریدنے کے بعد استبرا واجب ہے۔ یعنی جب تک ایک حیض نہ آجائے اس سے ہمبستری جائز نہیں۔ سفر میں چونکہ اس کا خطرہ رہتا ہے کہ کہیں جماع نہ کر بیٹھے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ مگر حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ نہیں تحریر فرمایا۔

تشریح ۴۲۴ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۲۵ مراد یہ ہے کہ حمل کی حالت میں کسی باندی کو خریدا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سے ہمبستری جائز نہیں۔ حدیث میں فرمایا۔

عہ ابوداؤد العتق۔ نسائی البیوع۔ القضا۔ ابن ماجہ الاحکام۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ (مومنون-۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وہ مومن اپنی مراد کو پہنچے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں سے۔

بَابُ بَیْعِ الْمَیْتَۃِ وَالْاَصْنَامِ ص۲۹۸ مردار اور بتوں کی بیع

حدیث ۱۳۱۰ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَھُوَ بِمَکَّۃَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِیْلَ

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے شراب مردار سور اور بتوں کے بیچنے اور

لایحل لامرئ یومن باللہ والیوم الاخر جو شخص اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے
ان یسقی ماءہ زرع غیرہ [۱] حلال نہیں کہ اس کا پانی دوسرے کا کھیت سینچے۔

آیہ کریمہ سے استدلال یوں ہے کہ جب باندیاں حلال ہیں تو ان سے بوسہ و کنار بھی حلال۔ البتہ حمل کی حالت میں ہمبستری اس حدیث کی وجہ سے حرام ہے۔ حتی کہ اگر یہ حمل اس کے موجودہ آقا کا ہو مثلا اس نے خریدنے سے پہلے اس کے ساتھ زنا کیا ہو تو اسے ہمبستری بھی جائز ہے۔

پھر اس کے بعد امام بخاری نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ان الفاظ میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنے لئے چن لیا اور انھیں اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ جب سدالروحا پر پہنچے تو نزول اجلال فرمایا اور زفاف فرمایا۔ حضرت صفیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنے لئے منتخب فرمایا تو یہ حضور کی باندی ہوگئیں اور قبل استبرا انھیں لے کر سفر فرمایا۔ یہی باب کا عنوان ہے۔ اگرچہ اس میں کلام ہے۔

مسائل:۔ ہمارے یہاں باندی سے استبراء سے قبل مباشرت اور بوس و کنار جائز نہیں۔ کیونکہ اسمیں جماع میں مبتلا ہو جانے کا قوی خطرہ ہے۔

تشریحات ۱۳۱۰ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مردار شراب خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت صحیح نہیں اس لئے کہ یہ سب مال نہیں۔ رہ گیا ان سے انتفاع تو اس میں تفصیل ہے۔ چمڑے سے دباغت کے بعد انتفاع جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ اسی طرح مردار کے اجزا سے جنہیں زندگی نہیں ہوتی۔ انتفاع جائز ہے۔ مثلاً بال، ہڈی، پٹھے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کنگھا ہاتھی کے دانت[۲] کا تھا۔ نیز ایک حدیث[۳] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جا اور فاطمہ

[۱] مسند امام احمد رابع ص ۱۰۸ [۲] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۵۶ [۳] مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۷۵

یارسول اللہ اَرَأَیْتَ شُحُومَ الْمَیْتَۃِ فَاِنَّہٗ تُطْلٰی بِھَا السُّفُنُ وَتُدْھَنُ بِھَا

خریدنے کو حرام فرمادیا ہے۔ اس پر عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا رائے

الْجُلُوْدُ وَیَسْتَصْبِحُ بِھَا النَّاسُ فَقَالَ لَا ھُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی

عالی ہے کیونکہ اسے کشتیوں پر ملتے ہیں اور کھالوں میں چکنائی دیتے ہیں اور اسے چراغ میں جلاتے ہیں

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللہُ الْیَھُوْدَ اِنَّ اللہَ لَمَّا حَرَّمَ

فرمایا اجازت نہیں حرام ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل یہود کو برباد

شُحُوْمَھَا اَجْمَلُوْہُ ثُمَّ بَاعُوْہُ فَاَکَلُوْا ثَمَنَہٗ۔

کردے۔ جب اللہ نے مردار کی چربیوں کو حرام فرمایا تو انھوں نے اسے پگھلایا اور بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ السَّلَمِ ص۲۹۸

بَابُ السَّلَمِ فِیْ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ ص۲۹۸ — سلم وزن معلوم میں ہے

۱۳۱۱ عَنْ اَبِی الْمِنْھَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَدِمَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لئے پٹھے کا ہار اور ہاتھی کے دانت کے دو کنگن خرید لا۔

اور جن چیزوں سے انتفاع جائز ہے ان کی خرید و فروخت بھی جائز۔ جیسا کہ جلد ثانی ص۱۴۲-۳ پر گزر چکا۔

بیع سلم فی الحال قیمت دے کر کچھ مدت کے بعد مبیع کا لینا طے ہو تو اسے بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے چودہ شرطیں ہیں۔ ثمن اور مبیع دونوں کی جنس، نوع، وصف، مقدار معین کر دی جائے۔ یہ آٹھ شرطیں ہوئیں۔ ثمن مجلس عقد میں پورا ادا کر دیا جائے۔ مبیع کی ادائیگی کی میعاد بقید سن ماہ تاریخ مقرر ہو۔ اگر مبیع کے ڈھونے میں دقت ہو تو بیع کی ادائیگی کی جگہ بھی نامزد ہو۔ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک مبیع بازار میں بآسانی ملتی رہے۔ اسمیں خیار شرط اور خیار رویت نہ ہو۔ ان چودہ شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو یہ بیع ناجائز اور سود ہے۔

تشریحات ۱۳۱۱ اس حدیث میں کیل اور وزن کا ذکر اس اعتبار سے ہے کہ زیادہ تر مکیل اور موزون میں بیع سلم رائج تھی۔ ورنہ بیع سلم ہر اس چیز میں جائز ہے۔ جس کے مقدار کی تعیین کسی بھی صورت سے اس طرح ہو جائے کہ نزاع کا خطرہ نہ رہے۔ مثلاً کپڑے انڈے وغیرہ میں، کپڑے کی مقدار ناپ سے اور انڈے کی مقدار گنتی سے متعین ہو سکتی ہے۔

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالثَّمَرِ

مدینہ تشریف لائے تو اس وقت وہ لوگ پھلوں کی دو سال تین سال کے ادھار پر خرید و فروخت

السَّنَتَيْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَسْلَفَ

کرتے تھے۔ تو فرمایا جو ادھار خرید نرخت کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ کیل معلوم اور

فِيْ شَيْئٍ فَفِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ ع۵

وزن معلوم میں کرے۔

حدیث ۱۳۱۴ أَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

محمد یا عبد اللہ بن ابو مجالد نے کہا عبد اللہ بن شداد بن الھاد اور ابو بردہ

شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُوْ بُرْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي السَّلَفِ فَبَعَثُوْنِيْ إِلٰى

رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بیع سلف (سلم) کے بارے میں اختلاف کیا تو ان لوگوں نے مجھے ابن

ابْنِ أَبِيْ أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلٰى عَهْدِ

ابو اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ ہم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَ

لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانے

الشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزٰى فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ع۵

میں بیع سلف گیہوں، جو، منقی اور کھجور میں کرتے تھے اور میں نے ابن ابزی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا تو انھوں نے بھی ایسا ہی بتایا

تشریحات ۱۳۱۴ امام بخاری نے اس حدیث کو اکٹھے چھ طریقوں سے تھوڑے سے تغیر اور کمی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابو المجالد کے نام میں اختلاف ہے کہ محمد تھا یا عبد اللہ۔ اسی لئے عمرو بن حفص کے طریقے میں شک ہے۔ بقیہ طریقے میں ابن المجالد ہے یا محمد بن ابو المجالد ہے۔ یہ کبار تابعین میں ہیں۔ امام مجاہد کے داماد اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام تھے۔

اس کے بعد باب السلم الی من لیس عندہ اصل۔ میں کچھ تفصیل ہے۔ محمد بن ابو المجالد نے کہا۔ مجھے عبد اللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبد اللہ بن ابو اوفی کے پاس بھیجا۔ کہ ان سے پوچھوں۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں گیہوں میں بیع سلم کرتے تھے۔ تو عبد اللہ بن اوفی نے فرمایا۔ شام کے کاشتکاروں سے گیہوں جو منقی میں وزن معلوم اور میعاد معلوم تک بیع سلم کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا۔ اسی کے ساتھ جس کی اصل

ع۵ یہیں اس باب کے پہلے اور بعد میں۔ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی البیوع نسائی الشروط البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

ع۵ یہیں اکٹھے چھ طریقے سے۔ باب السلم الی اجل معلوم ص ۳۰۰ ابو داؤد نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

بَابُ السَّلَمِ اِلٰی مَنْ لَّیْسَ عِنْدَہٗ اَصْلٌ ص ۲۹۹ اس سے بیع سلم کرنا جس کے پاس مسلم فیہ کی اصل نہ ہو۔

۱۳۱۳ سَمِعْتُ اَبَا الْبَخْتَرِیِّ الطَّائِیَّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِی النَّخْلِ فَقَالَ نَهَی

حدیث ابو البختری طائی نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم کے بارے

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ النَّخْلِ حَتّٰی یُؤْکَلَ مِنْہُ وَحَتّٰی یُوْزَنَ فَقَالَ الرَّجُلُ

میں پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا جب تک وہ کھانے

وَاَیُّ شَیْءٍ یُوْزَنُ فَقَالَ رَجُلٌ اِلٰی جَانِبِہٖ حَتّٰی یُحْرَزَ۔

اور تولنے کے لائق نہ ہو جائے، ایک شخص نے پوچھا، کیا چیز وزن کیجائے گی اس پر حضرت ابن عباس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا ایسی ہو جائے کہ اسکی حفاظت کیجائے۔

موجود ہو؟ ۔ فرمایا۔ ہم اس بارے میں ان سے سوال ہی نہیں کرتے۔ پھر ان دونوں صاحبوں نے عبد الرحمٰن بن ابزیٰ کے پاس یہی پوچھنے کے لئے بھیجا۔ تو انھوں نے بھی فرمایا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بیع سلم کرتے تھے۔ اور یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے پاس کھیتی ہے، یا نہیں۔ بعض طرق میں زبیب کے بجائے زیت آیا ہے یعنی زیتون۔

اس حدیث میں نبیط اھل الشام۔ آیا ہے۔ یہ ایک قوم تھی جو دیہاتوں میں رہتی تھی اور ان کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ نبط کے معنی زمین سے پانی ابلنا ہے۔ یہ قوم کنواں کھود کر پانی نکالنے کی ماہر تھی۔ اس لئے انھیں نبیط کہا جاتا تھا۔ بیع سلم صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مسلم فیہ یعنی جو مبیع مقرر ہوئی ہے۔ وہ مسلم الیہ یعنی مشتری کے پاس عقد کے وقت یا درمیان میں موجود ہو۔ صرف یہ ضروری ہے کہ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک بازار میں آسانی ملتی ہو۔ نایاب نہ ہو۔

اسی باب میں جو روایت محمد بن مقاتل سے ہے اس میں شروع میں یہ زائد ہے۔ کہ ان دونوں (عبد اللہ بن شداد اور ابو بردہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اموال غنیمت پاتے تو شام کے نبطی آتے اور ان سے بیع سلم کرتے۔

تنبیہ بعض مترجمین نے اصل کا ترجمہ راس المال کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ راس المال اس قیمت کو کہتے ہیں جو پیشگی عقد کے وقت دی جاتی ہے۔ بلکہ اس سے مراد کھیتی ہے۔ جیسا کہ حدیث کے اخیر حصے سے ظاہر ہے جو حضرت عبد الرحمٰن بن ابزی کے ارشاد میں ہے۔ نیز باب السلم الی اجل معلوم میں بجائے اصل کے زرع کی تصریح ہے۔

تشریحات ۱۳۱۳ مطابقت: علامہ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے بعد والے باب سے ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے یوں مناسبت نکالی ہے کہ جب درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم جائز نہیں تو اس کا وجود کالعدم ہے۔ اس طرح گویا ایسے شخص کے ساتھ بیع سلم ہوئی جسکے پاس اسکی اصل نہیں۔

اقول: مگر ظاہر ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ اصل تو موجود ہے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث میں سلم سے مراد لغوی معنی ہے۔ یعنی قیمت اب لے لو اور جب کھجوریں تیار ہو جائیں گی تو ہم لے لیں گے۔ یہ دو وجہ سے ناجائز ہے۔ قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیع ممنوع ہے۔ جیسا کہ احادیث

بَابُ السَّلَمِ فِی النَّخْلِ ص ۲۹۹ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع

۱۳۱۴ عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِی النَّخْلِ

حدیث ابو البختری نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں

فَقَالَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ۔

سلم کے بارے میں پوچھا تو فرمایا قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ اور چاندی کی نقد کے عوض ادھار بیع سے۔

بَابُ السَّلَمِ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ ص ۳۰۰ بیع سلم مدت معلومہ تک ہونا ضروری ہے۔

۴۲۵ وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْسَعِيْدٍ وَالْاَسْوَدُ وَالْحَسَنُ۔

ت اور یہی حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام اسود اور امام حسن بصری کا قول ہے۔

گزر چکیں۔ دوسرے یہ کہ اسمیں مقتضائے عقد کے خلاف شرط ہے۔ کیونکہ جب عقد تام ہوگیا تو اسمیں مشتری کا بائع کی ملک یعنی درخت سے بلاعوض نفع حاصل کرنا ہے۔

اقول وھوالمستعان۔ اگر سلم کے شرعی معنی بھی مراد لیں تو یہ بیع درست نہ ہوگی کیونکہ بیع سلم کے صحت کی شرائط ہیں مسلم فیہ کی وہ مقدار معلوم ہونا ضروری ہے جسے مُسلَم الیہ کو ادا کرنا ہے۔ اور پھل ابھی تیار نہیں۔ معلوم نہیں کتنا خراب ہوگا کتنا گرے گا۔ علاوہ ازیں کھجوریں کیلی ہے تو کیل سے مقدار معلوم ہونی ضروری ہے اور یہ معلوم نہیں۔ دوسری شرط میعاد کا معلوم ہونا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو کھجوریں تیار ہونگی۔ بلکہ تیسری شرط وصف بھی معلوم نہیں، کسے معلوم کہ کھجوریں کیسی تیار ہوں گی۔

ابو البختری کا نام سعید بن فیروز کوفی طائی ہے۔ ۸۳ھ کی مشہور جنگ دیر جماجم میں خارجیوں کے ہاتھ شہید ہوئے۔

۱۳۱۴ تشریحات اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔ ونھی عن ورق بالذھب نسأ۔ چاندی کی سونے کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

پہلی روایت معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ خواہ چاندی کو چاندی کے عوض بیچیں خواہ سونے کے۔ دونوں میں ادھار سود ہے۔

۴۲۵ تشریح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو امام شافعی اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں۔ ابو حسام بن مسلم اعرج حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیع سلم میں میعاد معین طے ہونا ضروری ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کے لئے میعاد ضروری قرار دی ہے۔ فرمایا:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ۔ (بقرہ ۲۸۲)

اے ایمان والو جب میعاد مقررہ تک ادھار لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔

152

۴۲۶ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا بَأْسَ بِالطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا غلے کا بھاؤ بیان کردیا گیا ہو تو معینہ مدت تک کے لئے

بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ مَا لَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِيْ زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ۔

سلم میں حرج نہیں۔ اگر وہ غلہ اس کھیت میں نہ ہو جو قابل انتفاع نہ ہوا ہو۔

بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلٰى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ ص ۳

شفعہ کے حقدار پر بیچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا۔

۴۲۷ وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ۔

ت اور حکم نے کہا۔ بیع سے پہلے مالک کو بیچنے کی اجازت دیدی تو اب اسے شفعہ کا حق نہیں رہا۔

۴۲۸ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيْعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا

ت اور امام شعبی نے فرمایا جب حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے وہ چیز بیچی گئی جیسے

شُفْعَةَ لَهُ۔

اسے شفعہ کا حق حاصل تھا اور اس نے مطالبہ نہیں کیا تو اب اسے شفعہ کا حق نہ رہا۔

اور امام حاکم نے بھی اس کی تخریج کی اور اسے صحیح کہا۔ امام ابن ابی شیبہ نے دوسرے طریقے سے عکرمہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سلم میں وظیفہ ملنے یا کھیت کٹنے کی میعاد نہ مقرر کی جائے بلکہ وقت مقرر کردیا جائے۔ مثلاً فلاں مہینہ فلاں تاریخ۔

حضرت ابوسعید خدری کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام اسود کے قول کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۲۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا۔

توضیح باب بائع نے بیع سے پہلے جسے شفعہ کا حق ہے۔ اس سے کہا کہ اسے خرید لو۔ اس نے انکار کیا تو بیع کے بعد اسے شفعہ کا حق ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب ہے کہ اسے اب بھی شفعہ کا حق ہے۔ اس لئے کہ حق شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ گویا بیع اس کا سبب ہے۔ وجوب سبب کے بغیر مسبب کا وجود ناممکن۔ اس لئے بیچنے سے پہلے انکار سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں کیا۔

تشریحات ۴۲۷ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ اور امام وکیع نے روایت کیا ہے۔ یہ حکم بن عتبہ ابومحمد یا ابوعبداللہ کوفی تابعی ہیں۔ اور گزر گیا کہ تابعی کا قول ہم پر حجت نہیں۔ حضرت امام اعظم بھی تابعی ہیں۔

تشریحات ۴۲۸ امام شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے۔ ائمہ تابعین میں ہیں۔ سیکڑوں صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں۔ صرف ایک حدیث، علی، طلحہ اور زبیر جنت میں ہیں۔ کے بارے میں فرمایا۔ میں نے یہ فرماتے ہوئے پانچسو

۱۳۱۵ **حدیث** اَخْبَرَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مَیْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلٰی سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی اِحْدٰی مَنْکِبَیَّ اِذْ جَاءَ اَبُوْرَافِعٍ مَوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا سَعْدُ اَبْتَعْ مِنِّیْ بَیْتَیَّ فِیْ دَارِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ مَا اَبْتَاعُهُمَا فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللّٰهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ لَا اَزِیْدُكَ عَلٰی اَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةٍ اَوْ مُقَطَّعَةٍ ـ قَالَ اَبُوْرَافِعٍ لَقَدْ اُعْطِیْتُ بِهِمَا خَمْسَ مِائَةِ دِیْنَارٍ وَلَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ مَا اَعْطَیْتُکَهُمَا بِاَرْبَعَةِ آلَافٍ وَاِنَّمَا اُعْطٰی بِهِمَا خَمْسَ مِائَةِ دِیْنَارٍ فَاَعْطَاهَا اِیَّاهُ عہ

عمرو بن شرید نے کہا ۔ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس کھڑا تھا ۔ کہ حضرت مسور بن مخرمہ آئے اور میرے ایک کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا ۔ اتنے میں ابورافع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام آئے اور کہا ۔ اے سعد! میرے ان دو مکانوں کو خرید لو جو آپ کے محلے میں ہیں ۔ تو حضرت سعد نے کہا بخدا میں انھیں نہیں خریدوں گا اس پر حضرت مسور نے کہا بخدا آپ انھیں ضرور خرید لیں حضرت سعد نے فرمایا میں چار ہزار (درہم) سے زیادہ نہیں دونگا ۔ وہ بھی قسط وار ۔ اس پر حضرت ابورافع نے کہا مجھے ان کے عوض پانچسو دینار دیئے جارہے ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہوتا تو تم کو چار ہزار میں نہ دیتا ۔ کہ پڑوسی پڑوس کا سب سے زیادہ حقدار ہے حالانکہ مجھے ان کے پانچ سو دینار مل رہے ہیں تو انھوں نے وہ دونوں گھر انھیں دیدیا ۔

صحابہ کو پایا ۔ ان کے اس ارشاد کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے ۔ اس قول کو باب سے مناسبت نہیں ۔ بیع کے وقت موجود ہونے اور قبل بیع منقطع ہونے میں بہت فرق ہے ۔

۱۳۱۵ **تشریحات** مطابقت :۔ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مکان فروخت کرنے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اسے خرید لیں ۔ بس اتنی مناسبت کافی ہے ۔ ایسا کرلینا بہتر ہے لیکن اسمیں ایک قسم کا تخالف ہے ۔ تعلیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد شفیع کو شفعہ کا حق رہتا ہے یا نہیں اور حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسا کرنا چاہیے یا نہیں ۔

باربعۃ آلاف : کتاب الحیل میں باربع مائۃ مثقال ۔ ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں ایک مثقال دس درہم کا ہوتا تھا ۔ اس سے مراد چاندی ہے ۔ یہی اس زمانے کا عرف تھا ۔ کہ جب عدد کے ساتھ درہم یا دینار کچھ مذکور نہ ہوتا

عہ الثانی ۔ الحیل ۔ باب فی الھبۃ والشفعۃ ۔ بطریقین ص ۱۰۳۲ ۔ باب احتیال العامل بطریقین ص ۱۰۳۳ ۔ ابوداود ۔ البیوع ابن ماجہ الاحکام ۔

بَابُ اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ ۳ ض
کون سا پڑوسی سب سے قریب ہے۔

۱۳۱۶ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے
قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ قَالَ اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا ع۵
دو پڑوسی ہیں تو کس کو ہدیہ دوں فرمایا جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی الاجارات
ص ۳۰۱

بَابُ اِسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَالْخَازِنِ الْاَمِیْنِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَعْمِلْ مَنْ اَرَادَهٗ
نیک انسان اور امانتدار خازن کو نوکر رکھنا اور جو خواہشمند کو کام پر نہ رکھے۔

۱۳۱۷ ثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ اَقْبَلْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تو درہم ہی مراد ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں خمس مائة دینار۔ اس پر قرینہ بھی ہے۔ اس لئے کہ دینار سونے کا سکہ تھا جو ایک مثقال کا ہوتا تھا۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ جوار کی وجہ سے بھی شفعہ کا حق ہوتا ہے۔

تشریحات ۱۳۱۶ پہلی والی حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ پڑوسی کی بنا پر حق شفعہ ہے۔ اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو پڑوسی زیادہ قریب ہے۔ اس کو حق تقدیم ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں ہدیہ دینے کا ذکر ہے مگر چونکہ یہ ہدیہ رشتے کی بنا پر نہیں۔ پڑوسی ہونے کی بنا پر ہے اور اسمیں قریب تر دروازے کو حق تقدیم ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پڑوس کی وجہ سے جو حق پڑوسی کو ہوتا ہے اسمیں قریب تر پڑوسی کو حق تقدیم ہے اور شفعہ جوار کی بھی بنیاد پڑوس ہی ہے۔ اس لئے قریب تر کو حق تقدیم حاصل ہوگا۔

تشریحات ۱۳۱۷ یہ حدیث تفصیل سے استتابۃ المعاندین۔ میں یوں مذکور ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ دو شخص اور تھے۔ ایک داہنے دوسرا بائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ دونوں نے (کسی عہدے کا) سوال کیا۔ اس پر حضور نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابو موسیٰ یا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں کے دل میں جو تھا اسے مجھے انھوں نے نہیں بتایا اور نہ میں کسی اور طرح جان سکا کہ یہ کوئی عہدہ طلب کرنے آئے ہیں۔ اب تو ایسا ہو گیا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ہونٹ کے سکڑنے کی وجہ سے

ع۵ الھبۃ باب بمن یبدأ بالھدیۃ ص ۳۵۲ ۔ ثانی ۔ الادب باب حق الجوار فی قرب الابواب ص ۸۹۰ ابوداود ۔ الادب ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ قَالَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ
حاضر ہوا اور میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو شخص اور تھے جن کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ
اَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ قَالَ لَنْ اَوْلَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ عہ
دونوں عامل بننے کے ارادے سے آئے ہیں (انکی درخواست پر) حضور نے فرمایا میں کسی منصب کے طلبگار کو عامل نہیں بناتا یا یہ فرمایا، ہرگز نہیں بناتا۔

بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلٰى قَرَارِيْطَ ط ۳۰ قراریط پر بکریاں چرانا۔

۱۳۱۸ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مسواک اوپر اٹھ گئی۔ فرمایا۔ جو کسی عہدے کا خواہشمند ہو ہم ہرگز اسے نہیں دیتے یا ہم نہیں دیتے۔ اے ابو موسیٰ یا عبداللہ بن قیس تم یمن جاؤ۔ پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ جب یہ حضرت ابو موسیٰ کے پاس پہنچے تو ان کے لئے گدا بچھایا اور کہا اس پر بیٹھئے۔ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا۔ یہ پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر یہودی ہو گیا۔ آپ بیٹھئے۔ تو تین بار فرمایا۔ جب تک اللہ اور رسول کے فیصلے کے مطابق یہ قتل نہیں کیا جائے گا میں نہیں بیٹھوں گا۔ اب وہ قتل کیا گیا، اس کے بعد دونوں نے قیام اللیل کا تذکرہ کیا۔

مطابقت باب جن دو صاحبوں نے طلب فرمایا۔ انھیں عہدہ نہیں دیا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب نہیں فرمایا، تو انھیں عطا فرمایا۔ اور یہ صالح امین اور اس کے اہل تھے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اس منع سے تحریم ظاہر ہے۔ تحریم نہ بھی ہو تو اس سے احتراز ضروری ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کام کے اہل بہت سے لوگ ہیں لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ اہل صرف ایک ہی شخص ہو اور اس کو معلوم ہے کہ دوسرا اہل نہیں تو سوال بھی واجب اور قبول کرنا بھی واجب۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔

اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ مجھے زمین کے خزانوں پر والی بنادے۔ بیشک میں حفاظت کرنے والا اور علم والا ہوں۔ (یوسف - ۵۵)

۱۳۱۸ تشریحات غنم ایسی جمع ہے کہ اس کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔ واحد کے لئے شاۃ آتا ہے۔ قراریط قیراط کی جمع بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی درہم یا دینار کا ٹکڑا۔ نصف دانگ یا دینار کا بیسواں حصہ یا چوبیسواں حصہ۔ قاموس میں ہے کہ اس کا وزن مختلف ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں دینار کا چوبیسواں حصہ اور عراق میں بیسواں حصہ۔ قیراط کے اصل معنی چاندی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ اسی اعتبار سے ایک حدیث میں فرمایا کہ۔ ہر قیراط احد کے برابر۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ قیراطوں کے عوض بکریاں چراتا تھا۔ ابن ماجہ میں بالقراریط ہے۔ نیز سُوید بن سعید

عہ ثانی استتابۃ المعاندین۔ باب حکم المرتد والمرتدۃ ص ۱۰۲۳ الاحکام باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ ص ۱۰۵۸
مسلم المغازی ابو داود حدود ۔ نسائی طہارت ۔ قضا ۔

اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى

فرمایا۔ اللہ نے کوئی بھی ایسا نبی نہیں مبعوث فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا اور

قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ عہ

حضور نے بھی فرمایا ہاں میں بھی میں قراریط پر مکے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

بَابُ اِسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ ص ۳۰۱

ضرورت پر مشرکوں کو مزدور رکھنا جب مسلمان نہ ملیں۔

۱۳۱۹ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاسْتَاْجَرَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ابن ماجہ کے شیخ کا قول بھی مذکور ہے۔ کہ ہر بکری ایک قیراط پر۔ لیکن[۱] امام محمد بن ناصر نے فرمایا کہ یہ سوید کی خطا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجرت پر کبھی بکریاں نہیں چرائیں۔ حضور اپنے گھر کی بکریاں چراتے تھے۔ امام ابراہیم بن اسحٰق حربی نے کہا کہ قراریط مکے کے نواحی میں جیاد کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اس وقت عمر مبارک بیس سال کی تھی[۲] علامہ ابن جوزی نے اسی کو ترجیح دی[۳]۔ ملا علی قاری نے اسے صحیح کہا[۴]۔ علامہ بدرالدین محمود عینی نے اسکی ترجیح کی دو وجہیں بیان فرمائیں۔

اول: حدیث میں، علی قراریط ہے۔ علی کا حقیقی معنی استعلا ہے۔ اور مقابلہ مجازی۔ اور جہاں حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں معنی مجازی مراد لینا ساقط ہوتا ہے۔ قراریط کو جگہ مانا جائے تو علی کا معنی حقیقی بلا تردد درست ہے۔

دوم: ایک روایت میں یہ ہے۔ کنت ارعی غنم اھلی باجیاد۔ میں جیاد میں اپنے گھر کی بکریاں چراتا تھا۔ جیاد مکہ معظمہ کے زیریں حصے میں ایک جگہ کا نام تھا جس کے قریب ہی میں قراریط بھی تھا۔

جانور چرانے کا کام عرب میں اس وقت حقیر نہیں تھا۔ بڑے بڑے شرفاء کے بچے یہ کام کرتے تھے۔ اس سے تحمل، بردباری جفاکشی، تعلیم و تربیت کے مختلف نشیب و فراز اور اصلاح و تہذیب کی بہترین مشاقی ہوتی ہے۔ اسی لئے ہر نبی کیلئے قبل نبوت اسے ضروری قرار دیا گیا۔

تشریحات ۱۳۱۹ یہ حصہ حدیث ہجرت کا جز ہے۔ جو پوری تفصیل سے باب ہجرت میں مذکور ہے۔ دِیل اور عبد بن عدی، بنی بکر کی شاخ ہیں۔ عاص بن وائل یہ مشہور دشمن اسلام ہے۔ یہ قریش کے ایک بطن۔ بنی سہم کا فرد تھا۔ امام اسحٰق نے کہا کہ اس دیلی کا نام عبد اللہ بن ارقم تھا۔ ابن ہشام نے کہا۔ عبد اللہ بن اُریقط۔ امام مالک نے فرمایا رقیط تھا۔ عامر بن فہیرہ حضرت صدیق اکبر کے غلام تھے۔ یہ پہلے طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ ابن ماجہ التجارات باب الصناعات ص ۱۵۶ - [۱] شرح شفا ملا علی قاری جلد ثانی ص ۴۶۰ [۲] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۸۰
[۳] شرح شفا ملا علی قاری ثانی ص ۴۶۰ - [۴] ایضاً

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ رَّجُلًا مِّنْ بَنِی الدِّیْلِ ثُمَّ مِنْ
وسلم اور ابو بکر نے بنی دیل کی شاخ بنی عبد بن عدی کے ایک شخص کو جو راستے کا ماہر تھا راستہ بتانے
بَنِیْ عَبْدِ بْنِ عَدِیٍّ ھَادِیًا خِرِّیْتًا ـ وَالْخِرِّیْتُ الْمَاھِرُ بِالْھِدَایَۃِ ـ قَدْ
کے لئے مزدور لیا خرّیت راستے کے ماہر کو کہتے ہیں اور یہ آل عاص بن وائل کا حلیف بن چکا
غَمَسَ یَمِیْنَ حِلْفٍ فِیْ آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَھُوَ عَلٰی دِیْنِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ
تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں حضرات نے اس پر اعتماد فرمایا اور اپنی اپنی
فَاَمِنَاہُ وَدَفَعَا اِلَیْہِ رَاحِلَتَیْھِمَا وَوَاعَدَاہُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَیَالٍ فَاَتَاھُمَا
سواریاں اس کو دے دیں اور یہ وعدہ لے لیا کہ تین راتوں کے بعد غار ثور پر انھیں لیکر
بِرَاحِلَتَیْھِمَا صُبْحَۃَ لَیَالٍ ثَلٰثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَھُمَا عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ
آئے گا وہ وعدے کے مطابق تیسری رات کی صبح کو آیا دونوں نے وہاں سے کوچ کیا اور ان کے ساتھ عامر
وَالدَّلِیْلُ الدِّیْلِیُّ فَاَخَذَ بِھِمْ طَرِیْقَ السَّاحِلِ ـ
بن فہیرہ اور دیلی راستہ بتانے والا بھی چلا ۔ اس نے ساحلی راستہ اختیار کیا۔

نے ابھی دار ارقم میں خفیہ مجلس ارشاد و تبلیغ قائم نہیں فرمائی تھی اس وقت یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ہجرت کے مقدس سفر میں انھیں ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ ہجرت کے تین مسافروں میں ایک تھے۔ بیر معونہ کے حادثہ فاجعہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

قد غمس: اس سے مراد حلیف بنا ہے۔ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جب وہ کوئی معاہدہ کرتے تو فریقین ایک ساتھ کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی وغیرہ میں ہاتھ ڈبوتے۔ اس لئے اسے قد غمس سے تعبیر فرمایا۔ یمین معنی قسم حلف مخالفت۔

راحلتیھما: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے سفر کے لئے آٹھ سو درہم میں دو اونٹنیاں چار مہینے پہلے ہی خریدی تھیں۔ جنھیں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کر دیا تھا۔ ہجرت کی رات سے قبل دوپہر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے اور انھیں بتایا کہ ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔ میرے باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا میں ساتھ رہوں گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انھوں نے دونوں اونٹنیاں پیش کیں۔ فرمایا۔ قیمت لو تو قبول ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے اصرار فرمایا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر قیمت لینا گوارا نہیں فرمایا۔ تو مجبور ہو کر قیمت لی۔ یہاں یہی اونٹنیاں مراد ہیں۔

غار ثور: یہ غار جبل ثور کی چوٹی پر ہے۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر داہنی طرف ہے۔ اسکی بلندی ایک میل ہے۔ اس پر سے سمندر دکھائی دیتا ہے[1]۔ اس غار میں یہ حضرات تین دن رہے۔

[1] زرقانی علی المواہب اول ص ۳۸۰

بَابُ اَجْرِ السَّمْسَرَةِ ص۳۰۳ دلالی کی اُجرت

۴۲۸ وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَّاِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِاَجْرِ السِّمْسَارِ بَاْسًا

ت ابن سیرین عطا ابراہیم اور حسن بصری نے دلالی کی اجرت میں کوئی حرج نہیں جانا۔

۴۲۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَاْسَ اَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلٰى كَذَا وَ كَذَا فَهُوَ لَكَ۔

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی سے کہے اس کپڑے کو بیچدو۔ اتنے اور اتنے سے جو زیادہ ملے وہ تیرا ہے۔

۴۳۰ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا وَكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ اَوْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔

ت اور امام ابن سیرین نے کہا جب کسی سے کہا اس چیز کو اتنے اور اتنے میں بیچدے جو نفع ہوگا وہ تیرا ہے یا میرے اور تیرے درمیان ہے تو کوئی حرج نہیں۔

۴۳۱ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان اپنی شرطوں کے پابند رہیں۔

طریق الساحل :۔ قریش نے اشتہار عام دیدیا تھا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابو بکر کا سر کاٹ کر لائے یا انھیں زندہ گرفتار کر لائے تو اسے ایک صاحب کے عوض سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ قریش کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مدینہ طیبہ میں اسلام پھیل رہا ہے۔ اسلئے قیاس کیا کہ مدینے ہی جائیں گے۔ اس لئے قسمت آزماؤں کی زیادہ تگ و دو عام معروف راستے میں ہی ہوگی۔ اس لئے اس دیلی خرّیت نے ساحلی راستہ اختیار کیا۔

مسائل : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کافر کو مزدور رکھنا جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کام کی مدت دو چار دن بعد یا مہینے دو مہینے کے بعد مقرر ہو۔ یہ بھی سنت ہے کہ جہاں تک ہو سکے خطرے سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ بچنے کی سبیل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ممنوع ہے۔ جب کہیں اپنی جان اپنے مال اپنے ایمان کا خطرہ قویہ کا ظن غالب ہو جائے تو ہجرت فرض ہے۔

تشریحات ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰ ان سب تعلیقات کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے سوائے حضرت حسن بصری کے قول کے اس کا ماخذ نہیں مل سکا۔ دلال مقرر کرنا اور اس کی اجرت جائز ہے جب کہ اجرت معین اور معلوم ہو۔

تشریحات ۴۳۱ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے قضا میں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ابن ابی شیبہ نے بطریق عطا روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں "المومنون" ہے۔ نیز امام دار قطنی اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسمیں یہ زیادہ ہے۔ ما وافق الحق۔ اور امام اسحق

بَابُ مَا يُعْطٰى فِى الرُّقْيَةِ عَلٰى اَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ[۳۰۴] سورہ فاتحہ پڑھکر عرب کے قبائل پر دم کرنے پر جو دیا جائے۔

۴۳۲	وَقَالَ الشَّعْبِىُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ اِلَّا اَنْ يُّعْطٰى شَيْئًا فَيَقْبَلَهٗ
ت	اور امام شعبی نے کہا معلم شرط نہ کرے اور تلمیذ کچھ دیدے تو قبول کرلے۔
۴۳۳	وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا كَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ۔
ت	اور حکم نے کہا میں نے کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو مکروہ جانتا ہو۔

نے اپنی مسند میں بطریق کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ - روایت کیا۔ اخیر میں ہے۔ الاشرطا حرم حلالا او احل حراما۔ مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب یہ شرط کرلی کہ اس چیز کو اتنی قیمت میں بیچو جو زائد حاصل کرسکو وہ تمھارا ہے۔ تو اس حدیث کی رو سے یہ جائز ہے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ چونکہ اجرت مجہول ہے۔ اس لئے یہ جائز نہیں۔ اور یہ حرام کو حلال کرتا ہے کیونکہ اجارے میں اجرت مجہول ہو تو فاسد ہے اور یہ جائز نہیں۔ اس لئے یہ استدلال درست نہیں۔

توضیح رُقیہ - ہر وہ کلام جس سے بیماری، جادو، خوف، جن شیطان کے اثر سے شفا چاہی جائے۔ اس سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ کسی کی تکلیف دور کرنے کے لئے قرآن مجید پڑھ کر دم کرنے پر اجرت جائز ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں جائز ہے۔ اور یہی بقیہ تین ائمہ کا بھی مذہب ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی ہمارے یہاں جائز نہیں۔ دوسرے ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ ان حضرات نے رقیہ پر قیاس کیا۔ ہمارا کہنا ہے کہ رقیہ میں جواز خلاف قیاس ہے۔ اس لئے اس پر قیاس درست نہیں۔ اصل مذہب ہمارا یہی ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم یا کسی بھی طاعت پر اجرت لینی حرام ہے۔ مگر متاخرین نے بضرورت دین کی بقاو تحفظ کے لئے اجازت دیدی ہے وہ بھی صرف انھیں طاعات میں جنھیں ضرورت ہے۔ آجکل یہ دبا عام ہے کہ حفاظ تراویح کے لئے اجرت طے کرتے ہیں اور اجرت پر سناتے ہیں یہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس میں ضرورت نہیں۔ اگر حافظ نہ ملے تو سورۃ تراویح پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا سنت ہے اور تلاوت پر اجرت حرام۔ ایسی صورت میں ترجیح حرام ہی کو ہوگی۔

تشریحات ۴۳۲ امام شعبی کے اس فتوے کو امام ابن ابی شیبہ نے موصولا روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی ان کے نزدیک جائز نہیں۔ اس لئے شرط کا مطلب اجرت طے کرنا ہے۔ بغیر کسی شرط کے پڑھادیا اور تلمیذ نے کچھ دیدیا تو یہ اجرت نہ ہوئی ہدیہ ہوگا یا صدقہ۔

تشریحات ۴۳۳ یہ حکم بن عُتبہ ہیں۔ ان کی تعلیق کو امام بغوی نے جعدیات میں روایت کیا ہے۔ طاعت پر اُجرت جائز نہیں۔ یہ صحابہ تابعین میں سے اکثر کا مذہب ہے۔ عبداللہ بن شقیق نے کہا۔ معلم کی اُجرت مکروہ ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام اسے مکروہ جانتے تھے اور سخت جانتے تھے۔ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ لوگ اسے مکروہ جانتے تھے کہ مکتب میں بچوں سے اجرت لی جائے۔ امام زہری، امام اسحق کا مذہب یہی ہے کہ جائز نہیں۔ امام شعبی کا قول

۴۳۴	وَاَعْطَی الْحَسَنُ عَشَرَۃَ دَرَاهِمَ
ت	اور امام حسن بصری نے دس درہم دیا۔
۴۳۵	وَلَمْ یَرَ ابْنُ سِیْرِیْنَ بِاَجْرِ الْقَسَّامِ بَاْسًا وَّقَالَ کَانَ یُقَالُ السُّحْتُ
ت	اور ابن سیرین قسام کی اجرت میں حرج نہیں جانتے تھے اور فرمایا کہا جاتا تھا کہ السحت
	الرِّشْوَۃُ فِی الْحُکْمِ وَکَانُوْا یُعْطُوْنَ عَلَی الْخَرْصِ۔
	فیصلہ میں رشوت ہے۔ اور لوگ اندازہ لگانے پر اُجرت دیتے تھے۔
۱۳۲۰	عَنْ اَبِی الْمُتَوَکِّلِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنْطَلَقَ نَفَرٌ
حدیث	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک سفر میں

ابھی گزرا۔ حکم بن عتبہ نے اپنے سماع کی نفی کی ہے۔ اور عدم سماع، سماع عدم نہیں۔

دلائل: طاعت پر اجرت لینی اور دینی جائز نہیں۔ یہ احادیث سے ثابت ہے۔ امام احمد[1] نے عبد اللہ بن شبل سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اقرؤا القرآن ولا تاکلوا به ولا تستکثروا به۔ قرآن پڑھو اور اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے کثرت سے مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

اس کے علاوہ علامہ عینی نے مزید سات احادیث اس کی حرمت پر ذکر کی ہیں۔

۴۳۴ تشریحات اس تعلیق کو امام ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ امام حسن بصری سے ان کے بھتیجے نے کہا۔ جب میں پڑھ چکا تو میں نے اپنے چچا سے کہا۔ معلم کچھ چاہتا ہے۔ تو فرمایا۔ یہ لوگ کچھ لیتے نہیں تھے اسے پانچ درہم دیدو۔ میں زیادہ کے لئے اصرار کرتا رہا تو فرمایا کہ دس درہم دیدو۔ اس واقعے میں یہ بات ظاہر ہے کہ پہلے سے کچھ طے نہیں تھا۔ مگر معلم نے جب طلب کیا تو یہ ایک طرح کی اجرت ہی ہوگئی۔ ہوسکتا ہے امام حسن بصری کا مذہب جواز ہو۔

۴۳۵ تشریحات قسام، قاسم کا مبالغہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ قاسم کی جمع ہے۔ تو یہ قاف کے ضمے کے ساتھ ہوگا۔ خارص تخمینہ لگانے والا یعنی درخت پر جو پھل ہوں ان کا یا کسی بھی ڈھیر وغیرہ کا تخمینہ لگانے والا ان دونوں کی اجرت جائز ہے۔ جیسے تولنے والے اور سکّے کو پرکھنے والے کی اجرت ان دونوں کا ذکر یہاں امام بخاری نے بلا کسی ترتیب کا لحاظ کئے ہوئے ضمناً کر دیا ہے۔

امام ابن سیرین سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ ایک تو یہی جو گزرا۔ دوسرے یہ کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے۔ تطبیق یہ ہے کہ حرج نہ جاننے کا یہ مطلب ہے کہ حرام نہیں جانتے تھے۔ اور مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔

السُّحت: سحت کی یہ تفسیر حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے طبری نے روایت کیا ہے بلکہ ایک حدیث مرسل بھی مروی ہے کہ فرمایا۔ جس جسم کو سُحت اگائے تو جہنم اسکی حقدار ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! سُحت کیا ہے۔ فرمایا۔

[1] مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۲۸۔

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتّٰى نَزَلُوْا
گئی۔ اور عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے پر اتری ان سے کہا۔ ہمیں مہمان بنالو تو انھوں نے انکار کر دیا۔
عَلٰى حَيٍّ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ
اس قبیلے کے سردار کو ڈس لیا گیا۔ ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ ان میں سے
ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ
بعض نے کہا۔ ان لوگوں کے پاس جاؤ جو ٹھہرے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو
الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَا اَيُّهَا
قبیلے کے کچھ لوگوں نے آکر کہا۔ اے گروہ والو ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے ہم نے ہر ممکن کوشش کی مگر
الرَّهْطُ اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ
کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ تمھارے پاس کچھ علاج ہے۔ تو ان میں سے ایک صاحب نے کہا بخدا میں جھاڑتا ہوں
مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْقِيْ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ
لیکن ہم نے تم سے مہمان بنانے کے لئے کہا تو تم نے مہمان نہیں بنایا اس لئے میں اس وقت تک نہیں جھاڑوں گا
فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى
جبتک کہ اس پر کچھ معاوضہ نہ دو۔ بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے ہو گیا۔ یہ گئے اور اس پر پھونکنے لگے

فیصلے پر رشوت۔

۱۳۲۰ تشریحات بخاری میں نَفَرٌ ہے۔ یہ خاص مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ وہ بھی تین سے لے کر دس تک پر۔ یہ اسم جمع ہے۔ مگر ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ تیس افراد تھے۔ ترمذی میں یہ بھی ہے کہ وہاں رات کو پہنچے تھے۔ دارقطنی میں ہے کہ اس سریّے کے امیر حضرت ابوسعید خدری تھے۔ مگر اس میں کلام ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت روایت معتمد کی بنا پر ان کی عمر دس سال تھی۔ اکمال میں ہے کہ ۷۴ھ میں چوراسی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حی : عرب کے انساب کے طبقات چھ ہیں۔ شعب۔ اس کی جمع شعوب ہے۔ جب کسی قوم کو سب سے اوپر کے مورث کی طرف منسوب کیا جائے جو مختلف قبائل کا جد اعلیٰ ہو جیسے بنو عدنان، بنو قحطان۔ قبیلہ۔ اس کی جمع قبائل ہے۔ شعوب کے اقسام۔ جیسے بنی مضر، بنو ربیعہ۔ عمارہ قبائل کے اقسام جیسے قریش، کنانہ، اس کی جمع عمارات اور عمائر ہے۔ بطن۔ عمارہ کے اقسام جیسے عبد مناف۔ مخزوم اس کی جمع بطون اور ابطن آتی ہے۔ فخذ بطون کے اقسام جیسے بنی ہاشم۔ بنی امیہ۔ اسکی جمع افخاذ۔ فصیلہ، افخاذ کے اقسام جیسے بنی عباس۔ لیکن زیادہ تر ان سب کی تعبیر کے لئے قبیلہ اور بطن ہے۔ حی کا اطلاق ان چھوٹوں پر ہوتا ہے۔

لُدِغَ : ترمذی میں ہے کہ اسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ فضائل القرآن میں اسی حدیث میں اور طب میں حضرت ابن

قَطِيعٌ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَكَاَنَّمَا

اور سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ گویا رسی سے بندھا ہوا تھا کھل گیا۔ اور چلنے لگا

نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ قَالَ فَاَوْفُوْهُمْ جُعْلَهُمُ

اور اسے کوئی تکلیف نہیں رہی۔ اس قبیلے کے لوگوں نے جو معاوضہ طے ہوا تھا دیا۔ کچھ نے کہا۔ اسے تقسیم

الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا

کرلو۔ اس پر جھاڑنے والے نے کہا ایسا مت کرو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور

حَتّٰى نَاْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَ

سارا واقعہ بیان کریں۔ دیکھیں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں وہ لوگ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مَا يَاْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو بیان کیا تو فرمایا تم کو کیسے معلوم کہ یہ دعا ہے۔ پھر فرمایا

وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ فَقَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ وَاقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا

تم نے ٹھیک کیا تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

مقرر کرو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے۔

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں "سلیم" ہے۔ اس کے معنی بھی نیش زدہ کے ہیں۔

اس قسم کا ایک واقعہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بطریق خارجہ بن صلت ان کے چچا علاقہ بن صحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ لوگ ایک قوم پر گزرے اور ان میں ایک شخص پاگل زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کہا تم لوگ ان صاحب کے پاس سے خیر لے کر آئے ہو اس شخص پر دم کرو۔ علاقہ بن صحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین دن روزآنہ دو بار سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم فرمایا۔ تو وہ اچھا ہوگیا۔ انھوں نے دو سو بکریاں دیں۔ ان لوگوں نے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا تو فرمایا لے لو۔ اور فرمایا۔

ولعمری لمن اکل برقیۃ باطل فقد اکلتُ برقیۃ حق۔ گناہ اس پر ہے جو باطل منتر کے عوض کھائے تونے تو حق دعا پر کھایا ہے۔

فقال بعضھم: یہ صاحب خود حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ امام اعمش[لہ] کی روایت میں ہے۔

قلت نعم انا ولکن لا ارقیہ حتی تعطونا غنما میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ مگر جب تک بکریاں نہیں دوگے دم نہیں کروںگا۔

عہ ثانی فضائل القرآن باب فضل سورۃ الفاتحہ ص ۷۴۹ الطب باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ص ۸۵۴ باب النفث فی الرقیۃ ص ۸۵۵ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، البیوع، ابن ماجہ۔ التجارات۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۸۳

لہ ابن ماجہ۔ التجارات، باب اجر الراقی ص ۱۵۷۔

بَابُ خِرَاجِ الْحَجَّامِ ص ۳۰۴ سینگی لگانے والے کی مزدوری۔

۱۳۲۱ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ اَحَدًا اَجْرَهٗ عہ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سینگی لگواتے تھے اور کسی کو مزدوری سے محروم نہیں فرماتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْاِمَاءِ ص ۳۰۴ بدکار عورتوں اور باندیوں کی کمائی کے بارے میں جو کچھ آیا ہے

۴۳۶ وَكَرِهَ اِبْرَاهِيْمُ اَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ

ت اور حضرت ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی مزدوری کو مکروہ جانا

اسی میں یہ بھی ہے کہ سات بار پڑھ کر دم فرمایا تھا۔

بقطیع من الغنم : قطیع کے معنی ریوڑ کے ہیں۔ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ نسائی کی روایت میں ہے۔ کہ تیس بکریاں طلب کیں۔

مسائل : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور اس کے حکم میں احادیث کی دعاؤں اور بزرگان دین کے کلمات کو بہ نیت شفا اور بہ نیت قضاء حاجت پڑھنا اور مریض پر دم کرنا جائز ہے۔ ممنوع وہ کلمات ہیں جن میں شیاطین یا معبودانِ باطلہ سے استعانت ہو۔ یا وہ حرام ہو گیا جن کے معانی معلوم نہ ہوں ـــــ اور اسی کے مثل ان کو لکھ کر پینا بھی جائز اور پانی پر دم کرکے پلانا بھی۔ تیل پر دم کرکے بدن پر مالش کرنا بھی۔ دوا یا جھاڑنے یا دم کرنے تعویذ لکھنے پر اجرت لینی جائز ہے۔ بوقت ضرورت جب کوئی حکم قرآن و حدیث میں نہ ملے تو بشرط استعداد (اجتہاد کی اجازت ہے۔ اور اس پر عمل کی بھی۔ جب کسی چیز کی حلت و حرمت میں شبہہ ہو اور شبہہ کسی دلیل پر مبنی ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے۔

۴۳۶ تشریحات اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اس کو باب سے مناسبت یہ ہے، زنا کے عوض کی طرح نوحہ کرنے اور گانے کی مزدوری بھی حرام ہے۔ کیونکہ زنا کی طرح یہ بھی حرام وگناہ ہیں۔ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ صرف زنا کی اجرت کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ ہر گناہ پر اجرت لینی حرام ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سورہ نور ـ ۳۳)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد۔ اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال حاصل کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت میں رہیں بخشنے والا مہربان ہے۔

عہ مسلم الطب۔

۴۳۷	وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ اِمَائِكُمْ
ت	اور امام مجاہد نے فرمایا کہ اس آیت میں فتیات سے مراد کنیزیں ہیں۔
۱۳۲۲	عَنْ اَبِی حَازِمٍ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّی
حدیث	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ
	اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْاِمَاءِ عہ
	وسلم نے کنیزوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ ص ۳۰۵ نر کی جفتی کی اجرت

عسب کے معنی جفتی اور جفتی کی اُجرت اور نر کے نطفے کے ہیں۔ یہاں مراد جفتی کی اُجرت ہے۔

۱۳۲۳	عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّی
حدیث	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وقول اللہ تعالیٰ: اس میں قول کے لام کو ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھنا درست ہے۔ یہ عنوان باب کا جز ہے۔ اور عنوان کے لئے بمنزلہ دلیل ہے۔ اس طرح کہ زمانہ جاہلیت میں رواج عام تھا کہ کنیزوں سے کمائی کراتے تھے اور ان کی کمائی لے لیتے۔ اس سے منع فرمایا گیا۔ اور نہی میں اصل تحریم۔ تو ثابت ہوا کہ بدکاری کی مزدوری حرام ہے۔

شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ راس المنافقین ابن ابی ابن سلول کی چھ باندیاں تھیں، وہ ان کو کمائی پر مجبور کیا کرتا تھا۔ اسلام نے جب زنا حرام فرمادیا تو انھوں نے انکار کیا۔ اس نے مجبور کرنا چاہا تو ایک کنیز نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فتیات: فتاۃ کی جمع ہے جو فتی کا مونث ہے۔ اس کے معنی جوان عورت کے ہیں۔ خواہ وہ آزاد ہو خواہ کنیز۔ مگر عرف میں جب مطلق بولتے ہیں تو کنیز مراد ہوتی ہے۔ ان اردن تحصنا۔ تعریض کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا مفہوم معتبر نہیں

توضیح باب باب کے دو جز ہیں۔ اول بدکار عورت کی کمائی یہ بہرحال حرام ہے۔ دوسرے کنیز کی کمائی یہ حلال بھی ہوسکتی ہے جبکہ حلال کام کی مزدوری ہو۔ مثلاً سینے کی۔ اور حرام بھی۔ مگر یہ تفریق لفظ کے معنی لغوی کے اعتبار سے ہے۔ عرف میں کسب جب اَمَۃ کی طرف مضاف ہو تو اس سے حرام کمائی ہی مراد ہوتی ہے جیسا کہ ابھی حدیث آرہی ہے۔

تشریحات ۱۳۲۲ باب کے پہلے جز پر صراحۃً دلالت کرنے والی حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہلے لائے جسمیں یہ ہے کہ بدکار عورت کے مہر یعنی اجرت سے منع فرمایا اور دوسرے جز پر بالتصریح دلالت کرنے والی حدیث یہ لائے۔ اگرچہ اس کی دلالت پہلے جز پر بھی ہے۔ کہ اسمیں کسب الاماء سے مراد حرام کمائی اور بدکاری کی اجرت ہی ہے۔

تشریحات ۱۳۲۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جفتی کی اجرت مال حرام ہے۔ ہاں اگر مادہ والا کچھ خوشی کچھ دیدے تو جائز ہے بشرطیکہ المعروف کالمشروط کی حد تک رواج عام نہ پڑ گیا ہو۔

عہ ثانی الطلاق باب مہر البغی ص ۸۰۵ ابوداود۔ البیوع۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ ۔ ع۵
نر کی جفتی کی اجرت سے منع فرمایا۔

بَابُ اِذَا اسْتَاجَرَ اَرْضًا فَمَاتَ اَحَدُھُمَا ص۳۰۵ جب کسی زمین کو اجارے پر دیا پھر متعاقدین میں سے ایک مرگیا۔

۴۳۸ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَیْسَ لِاَھْلِہٖ اَنْ یُّخْرِجُوْہُ اِلٰی تَمَامِ الْاَجَلِ ۔
ت اور امام ابن سیرین نے فرمایا مرنے والے کے اہل کو یہ حق حاصل نہیں کہ میعاد پوری ہونے سے پہلے اسے اس میں سے نکالیں۔
۴۳۹ وَقَالَ الْحَسَنُ وَالْحَکَمُ وَاِیَاسُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ تُمْضَی الْاِجَارَۃُ اِلٰی اَجَلِھَا ۔
ت اور امام حسن اور حکم اور ایاس بن معاویہ نے کہا۔ اجارہ اپنی میعاد تک چلایا جائے گا۔
۴۴۰ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَعْطَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

توضیح باب اجارہ کے معنی ہیں کرائے پر نفع حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز لینی۔ چیز کے مالک کو جو کرائے پر دیتا ہے۔ مجیر کہتے ہیں۔ اور جو لیتا ہے اسے مستاجر۔ اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔
کسی نے کوئی چیز ایک معین مدت تک کے لئے کرائے پر لی۔ اور مدت پوری ہونے سے پہلے مجیر یا مستاجر میں سے کوئی مرگیا تو یہ عقد اجارہ باقی رہا یا فسخ ہوگیا۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت امام بخاری نے حسب عادت اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عقد اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔

۴۳۸ تشریحات اس تعلیق میں "لاھلہ" کی ضمیر مجرور متصل اور یخرجوہ۔ کی ضمیر منصوب متصل کے مرجع کے بارے میں اختلاف ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ حضرت امام ابن سیرین کا یہ ارشاد یا تو کسی سائل کے جواب میں ہے یا کسی لمبے ارشاد کا جز ہے۔ مثلاً کسی نے پوچھا ہو کہ مجیر و مستاجر میں سے کوئی مرجائے اور ابھی اجارے کی میعاد باقی ہو تو کیا حکم ہے۔ تو وہ فرمایا۔ یا یہ از خود ارشاد فرمایا ہو کہ مجیر و مستاجر میں سے کوئی مرجائے تو میت کے اہل کو یہ حق نہیں کہ مستاجر کو میعاد سے پہلے نکالے۔ لاھلہ۔ کی ضمیر کا مرجع میت ہے۔ جس پر پہلے کا جملہ یا سوال کا جملہ ماتن دلالت کرتا ہے اور یخرجوہ کی ضمیر کا مرجع مستاجر ہے۔ اگر ہماری گزارش کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ جملہ مہمل ہو جائے گا۔
امام ابن سیرین کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مجیر یا مستاجر کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

۴۳۹ تشریحات اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ مواجرین میں سے کسی ایک کے مرنے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا۔

۴۴۰ تشریحات علامہ عینی نے فرمایا۔ اس تعلیق کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ مگر اسمیں امام بخاری نے اپنا کلام بھی داخل کر دیا ہے۔ مسلم کی روایت یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے یہ معاملہ کیا کہ جو بھی پھل یا غلہ پیدا ہو اس کا آدھا دیں گے۔ اور یہ فرمایا۔ ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس پر باقی رکھیں گے۔ وہ اسی پر رہے۔ یہاں تک

ع۵ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ لے ثانی کتاب المساقاۃ والمزارعۃ ص ۱۴، ۱۵

وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ فَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خیبر نصف پیداوار پر دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ
زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع ایام میں ایسا ہی رہا۔ اور یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت
بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نیا عقد کیا ہو۔
۱۳۲۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ
حدیث حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر یہودیوں کو اس شرط
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ
پر دیا تھا کہ وہ اس کی زمین میں کام کریں اور بوئیں اور انھیں پیداوار کا آدھا ہوگا اور
مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرٰى عَلٰى شَيْءٍ
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نافع سے حدیث بیان کی کہ کھیت کرایے پر دئے جاتے تھے نافع نے
سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ۔ وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
کرائے کی مقدار بھی بتائی تھی میں بھول گیا اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ ۔
بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا۔

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں تیما اور اریحا جلاوطن کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ۔ فکان ذلک سے اخیر تک امام بخاری کا کلام ہے۔

مطابقت: امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین وہاں کے باشندوں کو مزارعت پر دی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقد کی تجدید نہیں کی۔ اور وہ عقد باقی رہا تو معلوم ہوا کہ موجرین کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا باقی رہتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ عقد مزارعت نہیں تھا۔ اور ان سے جو نصف لیا جاتا تھا بطور مزارعت نہیں لیا جاتا تھا بلکہ خراج مقاسمہ تھا۔

کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اس کا مالک سلطان اسلام ہوتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل ہے کہ پورا ملک خود لے لے اور باشندوں کو بے دخل کر دے۔ اور یہ بھی حق رہتا ہے کہ احسان کرتے ہوئے زمین مفتوحین کو دے دے اور ان پر پیداوار کا ربع یا نصف خراج مقرر کر دے۔ اسی کو خراج مقاسمہ کہتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کچھ پیداوار نہ ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بَابٌ فِی الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ ص ۳۰۵

حوالے کا بیان اور کیا حوالے سے رجوع کر سکتا ہے۔

۴۴۱ وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ

ت اور امام حسن بصری اور قتادہ نے کہا اگر حوالہ کے دن خوشحال تھا تو جائز ہے۔

۴۴۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ فَيَأْخُذُ هٰذَا عَيْنًا وَهٰذَا دَيْنًا فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا — شرکا یا وارثوں نے اس پر صلح کر لی کہ کچھ لوگ مال لیں اور کچھ لوگ دین۔ اب اگر ان میں سے کسی کا حصہ ضائع ہو گیا تو دوسرے سے وصول نہیں کر سکتا۔

تشریحات ۱۳۲۴ مزارعت جائز ہے یا نہیں۔ اس پر بقدر ضرورت بحث اس کے باب میں مذکور ہو گی۔
وان رافع بن خدیج۔ الی آخرہ۔ مذکورہ سند کے ساتھ نافع ہی سے مروی ہے۔

تشریحات ۴۴۱ حوالہ۔ حول سے ہے۔ جس کے معنی پھیرنے منتقل کرنے کے ہیں۔ یہاں عقد حوالہ مراد ہے۔ یعنی اپنا دین کسی اور کی طرف منتقل کرنا۔ مدیون کو محیل اور دائن کو محتال، محتال لہ حویل۔ اور جس کی طرف منتقل کیا گیا اسے محتال علیہ اور محال علیہ اور دین کو محال کہتے ہیں۔

امام حسن بصری اور قتادہ کے اس ارشاد کو امام ابن ابی شیبہ اور اثرم نے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دن عقد حوالہ ہوا تھا اس دن محتال علیہ خوشحال تھا۔ تو اگرچہ بعد میں مفلس ہو جائے دائن اس سے وصول کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اس خصوص میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب حوالہ صحیح ہو گیا تو محیل اصل مدیون دین سے بری ہو گیا۔ محتال لہ یعنی دائن کو یہ حق نہ رہا کہ محیل سے مطالبہ کرے جب تک کہ اس دین کے ہلاک ہونے کی صورت نہ پیدا ہو جائے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ محتال لہ نے حوالہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کوئی گواہ نہیں۔ اور اس نے قسم کھائی۔ دوسرے یہ کہ محتال علیہ مفلس ہو کر مرا نہ اس کے پاس عین ہے نہ دین۔ اور نہ کفیل ان دونوں صورتوں میں مدیون یعنی محیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔

تشریحات ۴۴۲ یتخارج۔ دو یا زیادہ اشخاص چند چیزوں میں شریک ہوں۔ تو ہر شریک کا ان تمام مشترک میں حصہ شائع ہے۔ جیسے ایک مورث کے چند وارث۔ اگر مورث نے ترکے میں عین کے ساتھ دین بھی چھوڑا تقسیم کے وقت باہمی رضامندی سے کچھ شریک، یا وارث نے عین لے لیا اور کچھ نے دین۔ اب اگر دین وصول نہ ہو، اور نہ آئندہ وصول ہونے کی امید ہو یعنی دین ہلاک ہو گیا۔ تو اب یہ ان لوگوں سے جنھوں نے عین لیا تھا۔ وصول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح چند اشخاص شرکت میں کوئی کاروبار کرتے تھے۔ اب وہ اپنا اپنا حصہ تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ سامان ہے اور کچھ ان کا دین دوسروں پر ہے۔ ان شریکوں نے آپس میں یہ طے کر لیا۔ کہ کچھ لوگوں نے مال لیا۔ اور کچھ لوگوں نے دین۔ اب اگر دین ہلاک ہو جائے تو یہ لوگ دوسرے شرکا سے وصول نہیں کر سکتے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جیسے یہاں عین دین کی تقسیم کے بعد رجوع کا حق نہیں اسی طرح حوالے میں بھی نہیں۔

۱۳۲۵ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتَّبِعْ
قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالے کیا جائے تو اسے مان لینا چاہیئے۔

بَابُ اِذَا اَحَالَ دَیْنَ الْمَیِّتِ عَلٰی رَجُلٍ جَازَ ۳۰۵ میت کا دین کسی شخص پر حوالہ کیا جائے تو جائز ہے۔

۱۳۲۶ ثنا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ
حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے
کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِیَ بِجَنَازَۃٍ فَقَالُوْا صَلِّ
تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں

تشریحات ۱۳۲۵ مَطْلٌ ۔ کے اصل معنی لوہے کو پیٹ کر لمبا کرنے کے ہیں۔ یہاں ٹال مٹول کرنے کے معنی میں ہے۔ مالدار کو یہ جائز نہیں کہ میعاد پوری ہونے پر قرض کی ادائیگی میں حیلہ بہانہ کرے۔ ہاں اگر کوئی تنگدست ہے تو وہ مجبور اور معذور ہے۔

مَلِیٌّ : یہ مہموز لام ہے۔ معتل لام نہیں۔ اس کی اصل مَلِیْئٌ تھی۔ ہمزہ کو یاء سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کر دیا گیا۔ اس کے معنی مالدار کے ہیں۔

فاذا اتبع : اس کے معنی یہ ہیں کہ جب دین کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو دائن کو چاہیئے کہ اسے قبول کرلے امام احمد کی ایک روایت ان الفاظ میں ہے۔ اذا احیل فَلْیَحْتَلْ ۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اذا احلتہ علی ملی فاتبعہ ۔

امام بخاری نے اس کے بعد والے باب میں اس کا معنی یہ بتایا۔ جب کسی کا حق تم پر ہو اور تم کسی مالدار کے حوالہ کر دو اور وہ تمہاری طرف سے ضامن ہو جائے۔ اس کے بعد تم مفلس ہو جاؤ تو قرض خواہ محتال علیہ سے حق وصول کر سکتا ہے۔

لیکن امام بخاری کی یہ اپنی رائے ہے۔ دائن حوالے کے بعد بہرحال محتال سے وصول کر سکتا ہے۔ مدیون مفلس ہو یا نہ ہو۔ بلکہ محیل سے مطالبے کا اس کو حق نہ رہا۔ جبتک کہ دین کے ہلاک ہونے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

تشریحات ۱۳۲۶ یہ حدیث بخاری کی ساتویں ثلاثیات سے ہے۔ یہ بھی حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے امام بخاری کو ملی ہے۔

اس قسم کے واقعات احادیث میں متعدد آئے ہیں۔ کہ مقروض کی نماز جنازہ پڑھنے سے توقف فرمایا۔ جب کسی صاحب نے قرض اپنے ذمے لیا تو نماز پڑھائی۔ دارقطنی نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

عہ باب اذا احال علی ملی فلیس لہ ردص ۳۰۵ الاستقراض باب مطل الغنی ظلم ص ۳۲۳ - مسلم ابوداؤد - ترمذی - نسائی البیوع - ابن ماجہ صدقات -

عَلَیْھَا فَقَالَ ھَلْ عَلَیْہِ دَیْنٌ فَقَالُوْا لَا قَالَ فَھَلْ تَرَکَ شَیْئًا قَالَ لَا فَصَلّٰی عَلَیْہِ

فرمایا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے کہا۔ نہیں۔ فرمایا کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس کی نماز

ثُمَّ اُتِیَ بِجَنَازَۃٍ اُخْرٰی فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلِّ عَلَیْھَا قَالَ ھَلْ عَلَیْہِ دَیْنٌ قِیْلَ

جنازہ پڑھ دی اس کے بعد دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں

نَعَمْ قَالَ ھَلْ تَرَکَ شَیْئًا قَالُوْا ثَلٰثَۃَ دَنَانِیْرَ فَصَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ اُتِیَ بِالثَّالِثَۃِ فَقَالُوْا

فرمایا اس پر قرض ہے عرض کیا گیا ہاں فرمایا کچھ مال چھوڑا ہے لوگوں نے عرض کیا تین دینار تو اس کی نماز

صَلِّ عَلَیْھَا قَالَ ھَلْ تَرَکَ شَیْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَھَلْ عَلَیْہِ دَیْنٌ قَالُوْا ثَلٰثَۃُ

جنازہ پڑھی اس کے بعد تیسرا جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے عرض کیا اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں فرمایا

دَنَانِیْرَ قَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَۃَ صَلِّ عَلَیْہِ

کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کچھ نہیں فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ ابو قتادہ نے کہا

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلَیَّ دَیْنُہٗ فَصَلّٰی عَلَیْہِ عہ

یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ تو حضور نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

ذمہ لیا۔ اور امام طحاوی نے ایک واقعہ ذکر کیا جس میں ہے کہ ابو الیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صاحب نے اپنے ذمہ لیا تھا۔
قرض لے کر ادا نہ کرنے کی شناعت اس سے ظاہر ہوئی کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مجاہر بے باک فساق کی نماز جنازہ اگر علما، مشائخ اس نیت سے نہ پڑھیں کہ دوسروں کو عبرت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مگر وہ شخص مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نماز جنازہ پڑھیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ صلوا علی صاحبکم تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت قرض ادا کئے بغیر مر جائے اور کوئی شخص اس کی طرف سے قرض ادا کر دے تو میت بری الذمہ ہو جائے گا جیسا کہ اسی حدیث کی اس روایت میں جو دار قطنی نے کی ہے اخیر میں ہے۔ کہ جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ میں نے اس کا قرض ادا کر دیا تو فرمایا۔ اب تو نے اس کی کھال کو ٹھنڈک پہنچائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الکفالۃ ۳۰۵ کفالت کا بیان

کفالت کے معنی شریعت میں یہ ہیں۔ ایک شخص اپنے ذمے کو دوسرے کے ساتھ مطالبے میں ملا دے۔ یعنی مطالبہ زید کے ذمہ تھا۔ دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین کا یا عین کا۔

عہ الکفالۃ باب من تکفل عن میت دینا فلیس لہ ان یرجع ص ۳۰۶ نسائی الجنائز۔

بَابُ الْكِفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا ص۳۰۵ قرض اور دیون میں کسی کی شخصی وغیرہ مثلاً مالی ضمانت لینا۔

۴۴۳ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
ت حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو صدقہ وصول کرنے کیلئے
تَعَالَى عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ
بھیجا ایک شخص نے اپنی بیوی کی کنیز سے زنا کر لیا حمزہ نے اس شخص کی طرف سے ضامن لئے یہاں تک
كُفَلَاءَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةً فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ
کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر۔ اس شخص کو سو کوڑے مار چکے تھے حضرت عمر نے انکی تصدیق فرمائی اور لاعلمی کیوجہ سے اسے معذور رکھا
۴۴۴ وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي
ت اور جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مرتدین کے بارے میں کہا

تشریحات ۴۴۳ اس تعلیق کو امام ابو جعفر طحاوی[1] نے پوری تفصیل سے یوں روایت کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمزہ بن عمرو اسلمی کو سعد بن ہزیم میں صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت حمزہ کی خدمت میں صدقہ کا مال حاضر کیا گیا کہ صدقہ لے لیں۔ ایک مرد اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اپنی باندی کے مال کا صدقہ تو دے۔ وہ عورت کہہ رہی تھی کہ تو اپنے بیٹے کے مال کا صدقہ دے۔ حمزہ نے ان کا قصہ پوچھا تو بتایا گیا۔ یہ شخص اس عورت کا شوہر ہے۔ اسکی کنیز کے ساتھ اس نے ہمبستری کی تھی۔ جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس عورت نے اس لڑکے کو آزاد کر دیا اور یہ مال اسی لڑکے کا ہے۔ یہ سنکر حمزہ نے کہا کہ میں اسے سنگسار کرونگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اس کا معاملہ حضرت عمر کے پاس پیش ہو چکا ہے انھوں نے اسے سو کوڑے مارے ہیں۔ اور سنگسار کرنا ضروری نہیں جانا۔ یہ سن کر حضرت حمزہ نے اس شخص سے ضامن لیا کہ حضرت عمر کے پاس چلے اور ان سے دریافت کیا جائے۔ جب حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے انکی تصدیق فرمائی اور فرمایا۔ سنگسار اس لئے نہیں کیا کہ یہ شخص جانتا نہ تھا اور لاعلمی کیوجہ سے معذور رکھا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال کے علاوہ اور حقوق میں بھی کفالت درست ہے۔ حضرت حمزہ خود صحابی ہیں اور حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ نہ انھوں نے اور نہ کسی اور صحابی نے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ شخصی ضمانت بھی درست ہے۔ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس لئے جہالت عذر تھی۔ اب جہالت عذر نہیں۔ جبکہ مجرم دارالاسلام میں رہتا ہو۔

تشریحات ۴۴۴ حارثہ بن مضرب نے کہا۔ میں نے صبح کی نماز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پڑھی جب انھوں نے سلام پھیرا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر بتایا۔ کہ وہ بنی حنیفہ کی مسجد کی طرف گیا تو عبداللہ بن نواحہ کے مؤذن کو یہ کہتے سنا۔ کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ حضرت ابن مسعود نے حکم دیا کہ ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب یہ سب حاضر کر دیئے گئے تو حضرت ابن مسعود نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا۔ انھوں نے ابن نواحہ کی گردن اڑا دی

---

[1] شرح معانی الآثار ثانی الحدود۔ باب الرجل یزنی بجاریۃ امرأتہ ص ۸۳

اَلْمُرْتَدِّيْنَ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ فَتَابُوْا وَكَفَّلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ

ان سے توبہ کا مطالبہ کیجئے اور ان سے کفیل لیجئے۔ اس پر انھوں نے توبہ کی اور انکی ضمانت ان کے قبیلے والوں نے لی۔

۴۴۵ وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ قَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ

ت اور امام حماد نے کہا کہ اگر کوئی کسی کا ضامن بنا تھا پھر مرگیا تو اس پر کچھ نہیں حکم نے کہا اس پر ضمان ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ص ۳۰۶

اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان۔ جس سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ان کا حصہ دو۔

۱۳۲۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَلِكُلٍّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی

جَعَلْنَا مَوَالِيَ وَرَثَةً وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا

سے مراد وارث ہیں اور والذین عاقدت ایمانکم سے مراد یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ طیبہ

الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارَ دُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تو مہاجر انصار کا بغیر رشتے کے وارث ہوتا تھا اس

ذَوِيْ رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِيْ آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا

اسلامی اخوت کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان

پھر اس کے ساتھیوں کے بارے میں مشورہ لیا۔ حضرت عدی بن حاتم نے مشورہ دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت جریر اور حضرت اشعث بن قیس نے کہا انھیں حکم دیجئے کہ توبہ کرلیں۔ اور ان کے قبیلے والوں کو ضامن بنایئے یہ ایک سو ستر آدمی تھے۔ [۱]

یہاں اس بات پر کفالت تھی کہ آئندہ مرتد نہیں ہوں گے اور اسلام پر قائم رہیں گے۔

۴۴۵ تشریحات حضرت امام حماد حضرت امام اعظم کے مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی اکثر روایات انھیں سے ہیں۔ حضرت امام حماد کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ضامن مرگیا تو اس پر ضمان نہیں۔ کہ اس کے ترکے سے وصول کیا جائے۔ اور حکم بن عتبہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے۔ اس کے ترکے سے وصول کیا جائے گا۔

۱۳۲۷ تشریحات سورہ نساء کی تینتیسویں آیت یہ ہے۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ۔ اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں۔ ماں باپ، رشتہ دار اور جن سے تمھارا عقد حلف بندھ چکا ہے۔ جو کچھ چھوڑیں ان کو ان کا حصہ دو۔

---

[۱] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۱۱۵ بحوالہ دارقطنی وابن ابی شیبہ۔

نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نُسِخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ إِلَّا

قائم کردی تھی جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ تو وہ منسوخ ہوگیا پھر فرمایا والذین عاقدت

النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصِي لَهُ ۔ عہ

ایمانکم کی رو سے امداد تعاون خیرخواہی باقی ہے۔ میراث منسوخ ہوگئی اور وصیت باقی ہے جس کے لئے چاہو کرو۔

۱۳۲۸ ثنا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث عاصم نے کہا میں نے حضرت انس سے دریافت کیا۔ کیا آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں حلف نہیں تو حضرت انس نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَّالْأَنْصَارِ فِي دَارِي ۔ عہ

اور انصار کے مابین میرے گھر میں حلف قائم فرمائی۔

عقدت ایمانکم میں ایک قرأت عاقدت بھی ہے۔ امام بخاری نے اسی کو لیا ہے۔ یہ اپنے عموم کے لحاظ سے اس عقد مواخات کو بھی شامل ہے۔ جو ہجرت کے وقت مہاجرین اور انصار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا جسکی رو سے مہاجرین انصار کی میراث پاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ سے منسوخ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ پہلے نازل ہوئی ہے اور وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، بعد میں نازل ہوئی ہے۔

ثُمَّ قَالَ: اس سے مراد یہ ہے کہ منسوخ صرف حق وراثت ہے۔ بقیہ بحیثیت مسلمان کے ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر ہے۔ مثلاً امداد تعاون خیرخواہی، وہ باقی ہے۔

۱۳۲۸ تشریحات سوال کا مقصد یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں قبائل آپس میں محالفت کرتے تھے۔ اب اسلام میں یہ عقد نہیں ہوتا۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممنوع نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی تھی یہ بھی ایک قسم کی محالفت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں میں ایسی قوی اور مضبوط یگانگت پیدا کردی ہے۔ کہ عہد جاہلیت کے محالفت کی ضرورت نہیں رہی۔ جیسا کہ مسلم[۴] میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام میں حلف نہیں۔ یہ جاہلیت میں تھی اسلام نے اس میں اور قوت پیدا فرمادی۔ یعنی محالفت کیوجہ سے باہمی تعاون و ہمدردی کا جو جذبہ پیدا ہوتا تھا اسلام نے

عہ ثانی تفسیر نساء باب قولہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ ص ۶۵۵ الفرائض باب ذوی الارحام ص ۹۹۹ ابوداؤد نسائی۔ الفرائض ۴مسلم الفضائل

ابوداؤد الفرائض۔ لہ ثانی فضائل الصحابہ باب مواخاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۰۸

عہ ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰۔

بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ ص ۳۰۶

کسی نے میت کے قرض کی ضمانت لی تو اس سے رجوع کا اسے حق نہیں۔

ت ۴۴۶ وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ۔ اور یہی امام حسن بصری کا قول ہے۔ اور یہی جمہور ائمہ کا مذہب ہے۔

۱۳۲۹ سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حدیث حضرت امام محمد بن علی باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ

روایت فرمائی کہ انھوں نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر بحرین کا مال آجائے گا تو تم کو

هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اتنا اور اتنا ضرور دوں گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک بحرین کا مال نہیں آیا جب آیا

وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَنَادَى مَنْ كَانَ

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منادی کرنے کا حکم دیا اور یہ منادی کی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ

لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ

علیہ وسلم نے جس کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو یا حضور پر کسی کا دین ہو وہ میرے پاس آئے حضرت

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا فَحَثَى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا

جابر نے کہا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ یہ فرمایا تھا

فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا ع ہ

انھوں نے ایک چلو بھر کر دیا میں نے اسے گنا تو وہ پانچسو تھے اور فرمایا اس کا دونا اور لے لے۔

اس سے بڑھ کر پیدا کر دیا ہے۔ اب اس کی کوئی حاجت نہیں

تشریحات ۱۳۲۹ یہاں کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ارشاد ذکر فرمایا ہے اس میں ھکذا ھکذا دو بار ہے۔ مگر بخاری ہی کی دوسری ابواب کی تمام روایتوں میں تین بار ہے بلکہ الشہادات کی روایت میں تصریح ہے۔ فبسط یدیہ ثلث مرات۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار اپنے دونوں دست مبارک کو پھیلایا۔ یعنی اس طرح اس طرح دوں گا۔ اسی طرح مغازی کی بھی روایت میں ثلاثا کی تصریح ہے۔ مغازی میں بطریق ابن منکدر جو روایت ہے۔ اس کے اخیر میں یہ ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں تین بار حاضر ہوا مگر انھوں نے کچھ نہیں دیا۔ تیسری بار میں نے ان سے عرض کیا۔ یا تو مجھے عطا فرمائیے یا آپ مجھے دینے میں بخل کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ تم نے کیا کہا۔ میں نے بخل کیا ہے۔ بخل سے بڑی کون بیماری ہے۔ میں نے دینے ہی کیلئے

ع الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ او وعد ثم مات ص ۳۵۴، الجہاد باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین ص ۴۴۳ باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من البحرین ص ۴۴۷ الشہادات باب من امر بانجاز الوعد ص ۳۶۹ ثانی المغازی باب قصۃ عمان و البحرین ص ۶۲۵ مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بَابُ جِوَارِ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِہٖ ص۳۰۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مشرک کی امان قبول کرنا اور معاہدہ کرنا۔

۱۳۳۵۔ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین

اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاْتِیْنَا فِیْهِ رَسُوْلُ

کو دین کا پابند پایا اور کوئی دن نہ گزرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام نہ آتے

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَیِ النَّهَارِ بُکْرَةً وَّعَشِیَّةً فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ

جب مسلمانوں پر بلائیں توڑی جانے لگیں

خَرَجَ اَبُوْ بَکْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَرْکَ الْغِمَادِ لَقِیَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ

تو ابو بکر حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ برک الغماد تک پہنچ گئے وہاں

وَهُوَ سَیِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ یَا اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَخْرَجَنِیْ قَوْمِیْ وَاَنَا اُرِیْدُ

ابن دغنہ بنی قارہ کا سردار ملا پوچھا اے ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میری قوم نے مجھے نکال دیا

اَنْ اَسِیْحَ فِی الْاَرْضِ وَاَعْبُدَ رَبِّیْ قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ اِنَّ مِثْلَكَ لَا یَخْرُجُ وَلَا یُخْرَجُ

ہے میں چاہتا ہوں کہ زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسا

فَاِنَّكَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ

نہ نکلے گا نہ نکالا جائیگا کیونکہ تم ناداروں کو کما کر دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو اور مجبوروں کا بار اٹھاتے ہو اور مہمانداری کرتے ہو

وَاَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ اَبِیْ

اور حق اختیار کرنے کی وجہ سے کسی پر مصیبت آئے تو اس کی مدد کرتے ہو۔ اور میں تم کو امان دیتا ہوں لوٹو اور اپنے پروردگار

بَکْرٍ فَطَافَ فِیْ اَشْرَافِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ لَا یَخْرُجُ مِثْلُهٗ وَلَا

کی اپنے شہر میں عبادت کرو ابن دغنہ بھی چلا اور ابو بکر بھی اس کے ساتھ لوٹے اور ابن دغنہ کفار قریش کے رؤسا میں

گھیں بار بار واپس کیا ہے۔

بحرین والوں سے مصالحت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمادیا۔ کہ وقت پر خراج وصول کر کے خدمت اقدس میں حاضر کرتے تھے۔ ایکبار خدمت اقدس میں بھی حاضر کیا تھا جسمیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ درپیش ہوا تھا۔

تشریحات ۱۳۳۵ اس حدیث کا کچھ جز کتاب الصلوٰۃ ص۶۸ پر مذکور ہے۔ وہاں مختصر تھی اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ یہاں پوری تفصیل ہے۔ اس لئے یہاں ذکر کر دیا۔ یہاں امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں ایک بطریق یحیی بن بکیر۔ دوسری بطریق ابو صالح۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تعلیق ہے۔

يُخْرَجُ أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِيْ
گھوما اور ان سے کہا ابو بکر نہ نکلے گا اور نہ نکالا جائے گا تم لوگ ایسے شخص کو نکالتے ہو جو نادار کو کما کر دیتا ہے
الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوْا
اور صلہ رحمی کرتا ہے اور مجبوروں کا بار اٹھاتا ہے مہمانداری کرتا ہے حق پر استقامت کی وجہ سے اگر کسی پر مصیبت
أَبَا بَكْرٍ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ
آتی ہے تو مدد کرتا ہے قریش نے ابن دغنہ کی امان کو تسلیم کر لیا اور ابو بکر کو امان دیدیا البتہ ابن دغنہ سے کہا کہ
مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنَّ وَإِنَّا قَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَ
ابو بکر سے کہدو اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں نماز ادا کریں جو چاہیں پڑھیں اور ہمیں ایذا نہ دیں اور علانیہ نماز
نِسَاءَنَا قَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِيْ بَكْرٍ فَطَفِقَ أَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ وَلَا
یا کچھ نہ پڑھیں ہم کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں اس بات کو ابن دغنہ نے ابو بکر سے کہدیا
يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلٰوةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهِ ثُمَّ بَدَا لِأَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا
اس کے بعد ابو بکر اللہ کی عبادت اپنے گھر میں کرتے۔ اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں نہ نماز ادا کرتے نہ قرآن پڑھتے اسکے
بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ
بعد ان کے دل میں آیا اور انھوں نے اپنے مکان کے صحن میں مسجد بنالی اسمیں نماز پڑھتے قرآن کی تلاوت کرتے اسکی
الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ وَيَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا
وجہ سے مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کے گرد ہجوم کر کے گرے پڑتے اور اسے پسند کرتے اور انھیں دیکھتے اور ابو بکر

ولم اعقل : حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک ہجرت کے وقت آٹھ سال تھی۔ اس لئے ان کا ہجرت سے قبل سن شعور کو پہنچ جانا مستبعد نہیں۔ اس حدیث میں دین سے مراد دین اسلام ہے۔ الدین پر الف لام عہد کا ہے۔ ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ ان پر ایک آن کے لئے حکماً بھی کفر طاری نہیں ہوا۔ ان کے والدین کریمین ان کی پیدائش سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ بلکہ بالفرض ام المومنین کی ولادت کے وقت والدہ ماجدہ مشرف باسلام نہ ہوئی تھیں تو بھی حضرت صدیق تو برسوں پہلے اول روز ہی سے مشرف باسلام ہیں۔

برك الغماد : غین کو ضمہ بھی ہے اور کسرہ بھی۔ یمن کے انتہائی سرے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ مکہ معظمہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے۔

ابن الدغنہ : اس کا نام ربیعہ بن رفیع ہے۔ یہ امام ابن اسحق کا قول ہے۔ مگر مغلطائی نے کہا کہ اس کا نام مالک تھا۔ دغنہ اس کی ماں کا نام ہے۔ اس کے معنی بارش اور بادل کے ہیں۔ دَثِنَۃ اور دُثُنَّۃ بھی کہا گیا ہے۔ ڈھیلی ڈھالی زیادہ گوشت

بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذٰلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ
بہت رقیق القلب تھے جب تلاوت کرتے تو آنسو کو روک نہ پاتے اس بات نے مشرکین قریش کے سرداروں کو
الْمُشْرِكِينَ فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا لَهُ إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا
گھبراہٹ میں ڈال دیا انھوں نے ابن دغنہ کو بلوایا وہ آیا تو اس سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی
أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَ
کہ وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرے۔ وہ آگے بڑھ گیا اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور
أَعْلَنَ الصَّلٰوةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأْتِهِ فَإِنْ أَحَبَّ
علانیہ نماز و قرآن پڑھتا ہے اور ہم کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنے میں پڑجائیں تم اس کے پاس جاؤ اگر
أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذٰلِكَ
یہ پسند کرے کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے تو کرے اور اگر نہ مانے اور اعلان کے ساتھ عبادت کرنے
فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ
پر اصرار کرے تو اس سے کہہ کہ وہ تیری امان لوٹا دے۔ ہم تیری امان کو توڑنا ناپسند کرتے ہیں اور ابوبکر
الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي
کو علانیہ نماز اور قرآن پڑھنے پر رہنے نہیں دیں گے ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور عرض کیا تم جانتے ہو
عَاقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذٰلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي فَإِنِّي
میں نے جس شرط پر امان دی تھی یا تو گھر کے اندر نماز و تلاوت پر اقتصار کرو یا میری امان لوٹا دو اسلئے
لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ۔ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي
کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی اس کو توڑ دیا گیا اس پر ابوبکر نے
أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ وَرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہا میں تیری امان رد کرتا ہوں اور اللہ کی امان پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسوقت

والی عورت … القارہ — را مخفف: خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کا نام قارہ ہے۔ اس کے معنی کالے پتھریلے ٹیلے کے ہیں۔ بنو بکر کے ساتھ ایک جنگ میں ان لوگوں نے ایسے ہی ٹیلے پر صف بندی کی تھی۔ اس لئے ان کو قارہ کہا جانے لگا۔

فابتنی مسجدا: یہ شرف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولیات میں سے ہے۔ کہ انھوں نے اسلام میں سب سے پہلے مسجد بنائی۔ مکہ معظمہ میں مسفلہ شارع ابوبکر میں ایک مسجد ابوبکر کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ مسجد اسی جگہ بنائی گئی ہو۔

يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُرِيْتُ دَارَ

مکہ ہی میں تھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمھاری ہجرت کی جگہ دکھائی

هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبِخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ

گئی ہے۔ میں نے دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی شور زمین دیکھی ہے اب جس کو ہجرت کرنی تھی

هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مدینے کی طرف ہجرت کی جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا اور حبشہ ہجرت کرنے والوں میں سے

وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُوْ بَكْرٍ

بہت سے لوگ مدینہ چلے گئے ابو بکر نے ہجرت کی تیاری کرلی اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے

مُهَاجِرًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُوْ

فرمایا رُکے رہو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دی جائے گی ابو بکر نے عرض کیا آپ پر میرے

أَنْ يُّؤْذَنَ لِي قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ هَلْ تَرْجُوْ ذٰلِكَ بِأَبِي أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُوْ بَكْرٍ نَفْسَهُ

باپ قربان کیا حضور کو ہجرت کی اجازت ملنے کی امید ہے فرمایا ہاں تو ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتْ

وسلم کی رفاقت کے لئے اپنے کو روک لیا اور سواری کی دو اونٹنیاں ان کے

عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ عہ

پاس تھیں۔ انھیں چار مہینے تک ببول کے پتے کھلائے۔

لابتین: لَابَۃٌ کا تثنیہ ہے۔ ایسے کالے پتھروں والی زمین جو دیکھنے میں ایسے لگتے ہوں گویا جلے ہوئے ہیں۔ حرۃ۔ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مدینہ کے مغرب و مشرق میں دو ایسے ہی سنگستان ہیں جنھیں حرہ شرقی اور حرہ غربی کہا جاتا ہے۔ السمرۃ۔ ببول کے مشابہ ایک خاردار درخت جو بہت بڑا ہوتا ہے۔ باب ہجرت میں اس کے بعد وھو الخبط ہے۔ اس کے معنی درخت سے ڈنڈے وغیرہ سے توڑتے ہوئے پتے۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنی جان و مال آبرو دین بچانے کے لئے کافر کی امان قبول کر سکتا ہے۔ یہ رخصت ہے۔ اور عزیمت یہ ہے۔ اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھے اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ کہ ابن دغنہ کی امان رد فرمادی۔

عہ کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق ص ۶۸ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲-۵۵۳

۱۳۳۱ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰی عَلَیْهِ الدَّیْنُ فَیَسْاَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ فَضْلًا فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ وَفَاءً صَلّٰی وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِیْنَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّیَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتَرَكَ دَیْنًا فَعَلَیَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ ؎

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی مقروض فوت شدہ لایا جاتا تو دریافت فرماتے کہ اپنی قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ مال چھوڑا ہے؟ اگر عرض کیا جاتا کہ اتنا چھوڑا ہے کہ قرض ادا کیا جا سکے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرماتے اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم لوگ پڑھ لو۔ جب فتوحات ہوئی تو فرمایا میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ جو مسلمان مقروض وفات پائے تو اس کے قرض کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثین کا ہے۔

۱۳۳۱ **تشریحات** اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امان تو بہت دور ہے۔ کسی امان کا تذکرہ نہیں۔ ابوذر اور ابوالوقت کی روایت میں نہ باب ہے نہ ترجمہ صرف حدیث ہے۔ مستملی کی روایت میں حدیث بھی نہیں۔ نسفی اور ابن شبویہ کی روایت میں باب بلا عنوان ہے، اسمیں کوئی حرج نہیں۔ ابن بطال نے اس حدیث کو، باب من تکفل عن میت بدین، کے اخیر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی مناسب ہے۔

فترك دینا: مسلم کی روایت میں فترك دینا او ضیعة ہے اور دوسری روایت میں، ضیاعًا، ہے۔ یہ ضاع یضیع کا مصدر ہے۔ بمعنی عیال۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم خصوصی ہے کہ اپنے بینوا مقروض امتیوں کا بار اپنے اوپر لے لیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْوَكَالَةِ وَوَكَالَةِ الشَّرِیْكِ الشَّرِیْكَ فِی الْقِسْمَةِ وَغَیْرِهَا ص ۳۰۸

وکالت کا بیان۔ ایک شریک کا دوسرے شریک کا تقسیم کرنے کے لئے وکیل ہونا یا کسی اور بات میں۔

نسفی کی روایت میں وکالۃ الشریك سے پہلے لفظ باب نہیں۔ اوروں میں ہے۔ زیادہ مناسب باب کا ہونا ہی ہے۔ وکالت کے معنی لغت میں حفاظت کے ہیں۔ اسی سے وکیل اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ نیز اس کے معنی کارساز کے بھی ہیں۔ یہاں بمعنی تفویض ہے۔ اپنا کام دوسرے کو سپرد کرنا جبکہ وہ قبول کرلے۔

؎ ثانی النفقات باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ترك كلا او ضیاعا فالی ص ۸۰۹ مسلم الفرائض۔ ترمذی الجنائز۔

۱۳۳۲ حدیث عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَاہُ غَنَمًا یَقْسِمُھَا عَلٰی صَحَابَتِہٖ فَبَقِیَ عَتُوْدٌ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِہٖ اَنْتَ ع‍ھ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بکریاں دیں کہ صحابہ پر تقسیم کردیں ایک سال بھر کا بچہ بچ گیا اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو فرمایا اس کی تم قربانی کرلو۔

بَابُ اِذَا وَکَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِیًّا فِیْ دَارِ الْحَرْبِ اَوْ فِیْ دَارِ الْاِسْلَامِ جَازَ

جب مسلمان کسی حربی کو دارالحرب یا دارالاسلام میں وکیل بنائے تو جائز ہے۔

۱۳۳۳ حدیث عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاہِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَاتَبْتُ اُمَیَّۃَ بْنَ خَلَفٍ کِتَابًا بِاَنْ یَّحْفَظَنِیْ فِیْ صَاغِیَتِیْ بِمَکَّۃَ وَاَحْفَظَہٗ فِیْ صَاغِیَتِہٖ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلَمَّا ذَکَرْتُ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اور امیہ بن خلف نے آپس میں ایک معاہدہ لکھا تھا کہ وہ مکے میں میری جائداد کی نگرانی کرے اور میں مدینے میں اسکی جائداد کی نگرانی کرونگا جب میں نے اپنا نام عبدالرحمن لکھا تو اس نے کہا میں رحمٰن کو نہیں جانتا

۱۳۳۲ تشریحات بکری کا بچہ جو چرنے چگنے اور جفتی کے لائق ہو جائے۔ سال بھر کا بچہ۔ کتاب الاضاحی میں بطریق بعجہ جہنی جو روایت ہے اسمیں جذع ہے۔ یعنی جوان بچہ۔ اسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ بکریاں قربانی کرنے ہی کے لئے تقسیم فرمائی تھیں۔

مطابقت: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرام پر بکریاں تقسیم کرنے کے لئے دی تھیں ان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس لئے یہ بقیہ صحابہ کے شریک ہوئے اور انھیں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ شریک کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے پر وکیل بنانا ہوا۔

۱۳۳۳ تشریحات امیہ بن خلف کفار قریش کے رؤسا میں اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا اور ان بدبختوں میں تھا جس کی ہلاکت کی نام لے کر دعا فرمائی تھی [۱] اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ صحابہ اسے قتل کریں گے [۲] ایک مرتبہ سڑی ہوئی ہڈی لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اسے توڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھونک سے اڑا دی اور کہا اے محمد! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تیرا رب اسے زندہ کردیگا۔ اس پر سورہ یٰسٓ

---

[۱] بخاری اول ص ۳۸ [۲] بخاری ثانی ص ۵۶۳ [۳] الشرکۃ باب قسمۃ الغنم والعدل فیھا ص ۳۴۰ ثانی الضحایا باب اضحیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکبشین اقرنین ص ۸۳۳ - مسلم - ترمذی - نسائی - ابن ماجہ - الضحایا -

الرَّحْمٰنَ قَالَ لَا اَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ کَاتِبْنِیْ بِاسْمِكَ الَّذِیْ کَانَ فِی الْجَاھِلِیَّةِ

اپنا وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا تو میں نے عبدالرحمٰن کے بجائے عبد عمرو لکھوایا جب بدر کے معرکے کا

فَکَاتَبْتُهٗ عَبْدُ عَمْرٍو فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ خَرَجْتُ اِلٰی جَبَلٍ لِاَحْرُزَهٗ حِیْنَ

دن آیا تو جب لوگ سو گئے میں پہاڑ کی طرف چلا کہ اس کی حفاظت کرو بلال نے اسے دیکھ لیا

نَامَ النَّاسُ فَاَبْصَرَهٗ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اُمَیَّةُ

وہ انصار کی ایک مجلس میں گئے اور کہا یہ امیہ بن خلف ہے اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچا بلال کے ساتھ

بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا اُمَیَّةُ فَخَرَجَ مَعَهٗ فَرِیْقٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ آثَارِنَا فَلَمَّا

انصار کے لوگ چلے جب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ لوگ ہمیں دھر لیں گے تو ان کے لئے امیہ کے بیٹے کو پیچھے

خَشِیْتُ اَنْ یَّلْحَقُوْنَا خَلَّفْتُ لَهُمْ اِبْنَهٗ لِیَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَبَوْا حَتّٰی یَتْبَعُوْنَا

کر دیا کہ انھیں پھنسائے رکھے انصار نے اسے مار ڈالا اس کے بعد بھی وہ نہیں مانے ہمارا پیچھا

وَکَانَ رَجُلًا ثَقِیْلًا فَلَمَّا اَدْرَکُوْنَا قُلْتُ لَهٗ اُبْرُكْ فَبَرَكَ فَاَلْقَیْتُ عَلَیْهِ نَفْسِیْ

کرتے رہے وہ بھاری بدن کا انسان تھا جب وہ لوگ ہمارے بالکل قریب آگئے تو میں نے امیہ سے کہا

کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ (۷۸) اس نے کہا ایسا کون ہے جو بالکل گلی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرے۔

ابتدا میں جب مشرکین سے مقاطعہ کا حکم نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں اور مشرکین میں نجی روابط تھے۔ خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیہ میں آمد و رفت تھی[1] بلکہ واقعات ایسے ملتے ہیں کہ فتح مکہ تک جہت سے مسلمانوں اور مکے کے کافروں کے مابین ربط وضبط تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ معظمہ میں بہت کچھ جائداد تھی۔ اور امیہ کی مدینہ طیبہ میں۔ اپنے مال کی حفاظت کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا۔ اگر وہ امیہ سے یہ معاہدہ نہ کرتے تو مکہ معظمہ کی ان کی جائداد بچ نہ پاتی۔

ذکرت الرحمن : اس معاہدے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نام عبدالرحمٰن لکھوانا چاہا تو امیہ نے کہا کہ میں رحمٰن کو نہیں جانتا۔ اپنا عہد جاہلیت والا نام لکھواؤ۔ ان کا نام عبد عمرو تھا اور ایک قول یہ ہے کہ عبدالکعبہ تھا۔ اس روایت میں عبد عمرو ہے۔ یہی لکھوایا۔

ابنہ : امیہ کے اس لڑکے کا نام علی بن امیہ تھا۔ اسے حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا۔ امیہ کو کس نے قتل کیا۔ اس بارے میں پانچ اقوال ہیں۔ اول خبیب بن اساف خفیفہ انصاری۔ یہ امام واقدی کا قول ہے۔ دوم امام ابن اسحٰق نے کہا کہ اسے بنی مازن کے ایک انصاری نے قتل کیا تھا۔ سوم ابن ہشام نے کہا۔ معاذ بن عفراء، خارجہ بن زید اور خبیب نے مل کر قتل کیا تھا۔ فتخللوہ بالسیوف سے بظاہر یہی متبادر ہے۔ کہ چند بزرگوں نے مل کر تلوار گھسیڑی تھی۔ چہارم امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ رفاعہ بن رافع نے تلوار بھونکی تھی۔ پنجم ایک قول یہ ہے کہ حضرت بلال

[1] ایضاً

اِمْنَعَهُ فَتَخَلَّلُوْهُ بِالسُّيُوْفِ مِنْ تَحْتِيْ حَتّٰى قَتَلُوْهُ وَاَصَابَ اَحَدُهُمْ رِجْلِيْ بِسَيْفِهٖ
زمین پر پڑ جاؤ جب وہ زمین پر پھیل گیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اس کو بچالوں۔ مگر انصار نے
وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِيْنَا ذٰلِكَ الْاَثَرَ فِيْ ظَهْرِ قَدَمِهٖ ع٥
میرے نیچے تلواریں گھسیڑ کر اسے مارڈالا اور کسی کی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم لگ گیا عبدالرحمن بن عوف اپنے قدم کی پیٹھ پر اسکا نشان ہمیں دکھاتے تھے۔

بَابُ اِذَا اَبْصَرَ الرَّاعِيْ اَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ اَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ وَاَصْلَحَ مَا يَخَافُ الْفَسَادَ ص۳۰۸

چرواہا یا وکیل کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھے یا کسی چیز کو خراب ہوتے ہوئے دیکھے تو ذبح کرے اور جس چیز کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اسے ٹھیک کر دے۔

۱۲۳۴ عَنْ نَافِعٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنْ
حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (انھوں نے بیان کیا) میری کچھ بکریاں
اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ
تھیں جو سلع میں چرتی تھیں ہماری ایک کنیز نے ایک بکری کو دیکھا مر رہی ہے تو اس نے پتھر توڑا اور اس
حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَاْكُلُوْا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
سے بکری کو ذبح کر دیا حضرت کعب نے گھر والوں سے کہا اسے کوئی نہ کھائے جبتک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وَسَلَّمَ اَوْ اُرْسِلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْاَلُهُ وَاَنَّهُ سَاَلَ
وسلم سے دریافت نہ کرلوں یا یہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجکر دریافت نہ کرالوں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل کیا تھا لے

امیہ بن خلف چونکہ رات ہی میں مار ڈالا گیا تھا وہ بھی میدان جنگ سے دور۔ اس لئے جب اس کو قلیب بدر میں پھینکنے کے لئے گھسیٹنے لگے تو اس کے جوڑ الگ ہو گئے۔ اور اس کو وہیں مقتل میں دبا دیا گیا۔

مسائل: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں تھے جو دارالاسلام تھا۔ امیہ بن خلف مکہ معظمہ میں تھا جو اس وقت دارالحرب تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کے میں امیہ کو اپنا وکیل بنایا اور اس نے ان کو مدینہ طیبہ میں اپنا وکیل بنایا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حربی کافر کو دارالحرب میں اپنا وکیل بنانا اور حربی کا مسلمان کو دارالاسلام میں اپنا وکیل بنانا جائز ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ وکیل کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں۔ کافر وہ بھی حربی مسلمان کا وکیل ہو سکتا ہے۔

تشریحات ۱۲۳۴ سند میں ہے۔ سمع ابن مالک۔ نافع نے کہا کہ انھوں نے مالک بن کعب کے صاحبزادے سے سنا۔ یہ صاحبزادے کون تھے۔ بخاری ہی میں کتاب الذبائح کی ایک روایت میں، عبداللہ کی تصریح ہے اور امام مزی نے اطراف میں عبداللہ ہی سے روایت کیا ہے مگر ابن وہب نے عبدالرحمن بن مالک سے روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری

ع٥ ثانی المغازی باب قتل ابی جہل ص ۵۶۴ لے فتح الباری جلد سابع ص ۲۸۴

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ اَوْ اَرْسَلَ فَاَمَرَہٗ بِاَکْلِھَا قَالَ
انھوں نے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا یا کسی کو بھیجکر دریافت کرایا تو حضور نے
عُبَیْدُ اللّٰہِ فَیُعْجِبُنِیْ اَنَّھَا اَمَۃٌ وَّ اَنَّھَا ذَبَحَتْ عہ
کھانے کی اجازت دیدی عبید اللہ نے کہا مجھے یہ بات پسند آئی کہ وہ کنیز تھی اور اس نے ذبح کیا۔

بَابُ وَکَالَۃِ الشَّاھِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَۃٌ ص ۳۰۹ موجود اور غیر موجود کو وکیل کرنا جائز ہے۔

۴۴۷ وَکَتَبَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِلٰی قَھْرَمَانِہٖ وَھُوَ
ت اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے کارپرداز کو لکھا اور وہ وہاں موجود
غَائِبٌ عَنْہُ اَنْ یُّزَکِّیَ عَنْ اَھْلِہٖ الصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ ۔
نہیں تھا کہ ان کے چھوٹے بڑے اہل کی طرف سے زکوٰۃ ادا کردے۔
۱۳۳۵ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ لِرَجُلٍ عَلٰی
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک شخص کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ایک جگہ عبد الرحمٰن کی تصریح کی ہے۔ علامہ عسقلانی نے اسی کو ظاہر بتایا کہ یہ عبد الرحمٰن ہیں۔

امام بخاری کی غرض اس باب اور اس حدیث کے ذکر سے یہ ہے کہ وکیل بھی مال پر امین ہوتا ہے۔ امین اگر امانت کے بارے میں کوئی خبر دے تو اسے سچ مانا جائے گا۔ جب تک کہ اس کے جھوٹ اور خیانت کی دلیل نہ قائم ہو۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوئے۔ عورت کنیز کا ذبیحہ درست ہے۔ جس دھاردار چیز سے ذبح کیا جائے درست ہے۔ مثلاً بانس کا چھلکا پتھر، چھری، وغیرہ، سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس لئے کہ حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

۴۴۷ تشریحات یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ہیں یا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ بعض نسخوں میں عمرو واؤ کے ساتھ ہے۔ بعض میں عُمر بغیر واو کے۔ اس لئے اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ ان یزکی۔ سے مراد صدقۂ فطر ہے۔ اس لئے کہ نابالغ پر زکوٰۃ بالاتفاق واجب نہیں نیز اس پر اتفاق ہے کہ بالغ کی زکوٰۃ خود اس پر واجب ہے اس کے باپ پر نہیں۔ البتہ چھوٹے بچوں کی طرف سے باپ پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اور بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ بالغ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔ ہمارے یہاں بالغ اولاد کی طرف سے باپ پر واجب نہیں۔ اسکی بحث چوتھی جلد میں گزر چکی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد تبرع پر محمول ہے۔

۱۳۳۵ تشریحات مطابقت: باب کا دو جز تھا۔ پہلا حاضر کو وکیل بنانا۔ یہ اس حدیث سے ثابت کہ فرمایا اعطوہ یہ خطاب کا صیغہ ہے اور دوسرا جز تھا۔ غائب کو وکیل بنانا یہ تعلیق سے ثابت ہے۔

عہ ثانی ذبائح باب ما انھر الدم من القصب والمروۃ والحدید ص ۸۲۶ دو طریقے سے۔ باب ذبیحۃ الامۃ والمرأۃ ص ۸۲۷ دو طریقے سے۔ ابن ماجہ الذبائح۔

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِّنَ الْاِبِلِ فَجَاءَہٗ یَتَقَاضَاہُ فَقَالَ
پر ایک خاص عمر کا اونٹ واجب تھا وہ حضور کی خدمت میں آکر تقاضا کرنے لگا حضور نے
اَعْطُوْہُ فَطَلَبُوْا سِنَّہٗ فَلَمْ یَجِدُوْا لَہٗ اِلَّا سِنًّا فَوْقَہَا فَقَالَ اَعْطُوْہُ فَقَالَ اَوْفَیْتَنِیْ
حکم دیا کہ اس کا حق اسے دیدو، لوگوں نے ڈھونڈھا مگر اس عمر کا اونٹ نہیں ملا اس سے بڑی عمر کا ملتا تھا فرمایا وہی دیدو۔ اس پر
اَوْفَی اللّٰہُ بِكَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِیَارَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً
اس شخص نے عرض کیا، آپ نے مجھے پورا دیا اللہ تعالیٰ آپکو بھی پورا دے، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو حقوق کو سب سے زیادہ عمدگی سے ادا کرے

تکمیل : اس کے بعد متصل جو روایت ہے اسمیں یہ زائد ہے۔ کہ اس شخص نے سخت کلامی کی۔ اس پر صحابہ کرام برہم ہو گئے تو فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔

سنا من الابل : اہل عرب نے دس سال کی عمر تک اونٹ کے سال بسال نام رکھتے تھے۔ جیسے بنت مخاض۔ بنت لبون، جس کی تفصیل جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مثلا بنت لبون واجب تھا یا جذعہ واجب تھا۔ حسن اخلاق اور جود و عطا کا اثر یہ ہوا کہ ابھی سخت کلامی کر رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ کلمات فضل اور دعا کہے۔

بَابُ اِذَا وَهَبَ شَیْئًا لِوَکِیْلٍ اَوْ شَفِیْعِ قَوْمٍ جَازَ ص ۳۰۹ جب کسی قوم کے وکیل یا شفیع کو دیا تو جائز ہے۔

۱۳۳۶ وَزَعَمَ عُرْوَۃُ اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ اَخْبَرَاہُ اَنَّ
حدیث مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی۔ جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ حِیْنَ جَاءَہٗ وَفْدُ ہَوَازِنَ مُسْلِمِیْنَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ ان کے مال اور قیدی
فَسَاَلُوْہُ اَنْ یَّرُدَّ اِلَیْہِمْ اَمْوَالَہُمْ وَسَبْیَہُمْ فَقَالَ لَہُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
انھیں واپس کر دیئے جائیں تو حضور کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے سب سے زیادہ

لوکیل پر تنوین بھی صحیح ہے۔ اور یہ درست ہے کہ قوم کی جانب مضاف ہو۔ جیسے کہتے ہیں اما بین ذراعی وجبھۃ اسد ای بین ذراعی اسد وجبھتہ۔ مرادیہ ہے کہ کسی قوم کے وکیل یا کسی قوم کے شفیع کو کچھ دیا کہ اسے پوری قوم پر تقسیم کر دے یہ جائز ہے۔

تشریحات ۱۳۳۶ ہوازن اور ثقیف عرب کے بہت مشہور جنگجو اور بہادر قبیلے تھے۔ ان کو جب مکہ فتح ہونے کی اطلاع ملی تو کھلا اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے حنین میں جمع ہو گئے

عہ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون ص ۳۰۹ الاستقراض باب استقراض الابل ص ۳۲۱ باب ہل یعطی اکبر من سنہ ص ۳۲۲ باب حسن القضاء ص ۳۲۲ باب لصاحب الحق مقال ص ۳۲۳ الہبۃ باب الہبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص ۳۵۵ باب من اہدی لہ ہدیۃ وعندہ جلساءہ فہو احق بہ ص ۳۵۵ مسلم، ترمذی، نسائی۔ البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْحَدِیْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُہٗ فَاخْتَارُوْا اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ
سچی بات پسند ہے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو۔ قیدی یا مال۔ اور میں نے ان کا انتظار کیا

اِمَّا السَّبْیُ وَاِمَّا الْمَالُ وَقَدْ کُنْتُ اِسْتَانَیْتُ بِھِمْ وَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طائف سے واپس ہوئے تو دس دن سے زیادہ انکا انتظار کیا تھا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْتَظَرَھُمْ بِضْعَ عَشَرَ لَیْلَۃً حِیْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا
جب ہوازن کے وفد کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے صرف ایک ہی

تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ رَادٍّ اِلَیْھِمْ اِلَّا اِحْدَی
واپس فرمائیں گے تو عرض کیا ہم قیدی چاہتے ہیں اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں

الطَّائِفَتَیْنِ قَالُوْا اِنَّا نَخْتَارُ سَبْیَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کے روبرو کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی وہ ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا اما بعد

فِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَکُمْ
تمھارے یہ بھائی توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب جانتا ہوں کہ ان کے قیدی

ھٰؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِیْنَ وَاِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَیْھِمْ سَبْیَھُمْ فَمَنْ
انھیں واپس کر دوں تم میں سے جو بخوشی اسے پسند کرے وہ یہی کرے

اوطاس بھی کہتے ہیں اکٹھے ہو گئے۔ یہ جگہ عرفات سے تین دن کی مسافت پر پورب طائف کی جانب ہے۔ چھ شوال ۸ھ کو دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بعض اصولی غلطیوں اور ضرورت سے زیادہ جوش کی وجہ سے ابتدا میں اکثر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے مگر پھر اللہ کی مدد شامل حال ہوئی اور مجاہدین اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اور ہوازن و ثقیف اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس معرکے میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا جس کی نظیر نہیں۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چار ہزار بیس اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی۔

حنین داوطاس کی شکست خوردہ فوج طائف میں بھاگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑھ کر طائف کا محاصرہ فرمایا۔ بیس دن کے محاصرہ کے بعد جعرانہ واپس ہوئے۔ یہیں حنین کا مال غنیمت جمع تھا۔ دس دن سے زائد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہوازن کا انتظار کیا۔ جب وہ نہیں آئے تو بروایتے تمام مال غنیمت خمس نکالنے کے بعد مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔ اس کے بعد ہوازن کا وفد آیا۔

امام محمد بن اسحق نے بیان فرمایا کہ انھوں نے یہ عرض کیا، یا رسول اللہ ہم پر احسان فرمائیے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ ہوازن کے رئیس اعظم حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اہل و عیال کے علاوہ سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر انھوں نے ایک مدحیہ قصیدہ عرض کیا جس کے دو شعر یہ ہیں

ما ان رأیت ولا سمعت بواحد فی الناس کلھم کمثل محمد

اَحَبَّ مِنكُمۡ اَنۡ يُّطَيِّبَ بِذَالِكَ فَلۡيَفۡعَلۡ وَمَنۡ اَحَبَّ اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنكُمۡ عَلٰى حَظِّهٖ
اور جو چاہتا ہو کہ اس کا یہ حصہ باقی رہے (تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس وقت دیدے) اس شرط پر کہ سب
حَتّٰى نُعۡطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنۡ اَوَّلِ مَا يُفِيۡئُ اللّٰهُ عَلَيۡنَا فَلۡيَفۡعَلۡ فَقَالَ النَّاسُ قَدۡ طَيَّبۡنَا
سے پہلا جو مال غنیمت اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اس میں سے ہم اسے اس کے عوض دیدیں گے۔ تو ایسا بھی کر سکتا
ذٰلِكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا
ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے انھیں بخوشی دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نَدۡرِيۡ مَنۡ اَذِنَ مِنكُمۡ فِيۡ ذٰلِكَ مِمَّنۡ لَمۡ يَاۡذَنۡ فَارۡجِعُوۡا حَتّٰى يَرۡفَعَ اِلَيۡنَا عُرَفَاءُ
نے فرمایا ہم نہیں جانتے تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی لوٹ جاؤ یہاں تک کہ
كُمۡ اَمۡرَكُمۡ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمۡ عُرَفَاءُهُمۡ ثُمَّ رَجَعُوۡا اِلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى
تمھارے سردار آکر ہمیں بتائیں لوگ لوٹ گئے اور ان کے سرداروں نے ان سے بات چیت کی پھر
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَاَخۡبَرُوۡهُ اَنَّهُمۡ قَدۡ طَيَّبُوۡا وَاَذِنُوۡا عہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ خبر دی کہ سب نے بخوشی اجازت دیدی۔

بَابُ وَكَالَةِ الۡمَرۡاَةِ الۡاِمَامَ فِي النِّكَاحِ ص۳۱ کسی عورت کا امام کو نکاح کا وکیل کرنا۔

حدیث ۱۳۳۷ عَنۡ اَبِيۡ حَازِمٍ عَنۡ سَهۡلِ بۡنِ سَعۡدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ قَالَ جَاءَتۡ
حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک عورت

میں نے پوری دنیا میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل کسی کو نہ دیکھا نہ سنا۔

اوفی واعطی للجزیل لمجتد ومتی تشاء یخبرك عما فی غد[۱]

سب سے زیادہ وفا فرمانے والے سب سے زیادہ سائل کو عطا فرمانے والے اور جب تو چاہے تجھے کل آئندہ کی خبریں بتا دیں گے۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ہوازن کے قبائل شمائل وسلمہ وغیرہ پر سردار مقرر فرمادیا۔ اسی میں ہے کہ حضور نے ان سے فرمایا۔ تمھارے بچوں عورتوں میں سے جتنے میرے اور بنی عبد المطلب کے ہیں وہ سب میں نے دیدیا۔ اس پر مہاجرین نے کہا جو کچھ ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ کا ہے۔ اور انصار نے بھی یہی عرض کیا۔ جو لوگ وفد میں آئے تھے پوری قوم کے وکیل اور سفارشی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان وکیلوں اور شفیعوں کو تمام قیدی عطا فرما دیئے۔ جو پوری قوم پر تقسیم کرتے تھے۔ یہی باب ہے۔
مروان بن حکم: اسکے بارے میں جلد رابع ص۳۸۹ وص۳۹ پر بتا آئے ہیں کہ یہ صحابی نہیں۔ اور اسکے سیکڑوں عیوب کے باوجود محدثین اسکی حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ اسے حدیث میں متہم نہیں جانتے۔

عہ العتق باب من ملك من العرب رقیقا ص ۳۴۵ الهبة باب من رای الهبة الغائبة جائزة ص ۳۵۲ باب اذا وهب جماعة لقوم ص ۳۵۵ الجهاد باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین ص ۴۴۲ ثانی المغازی باب قول الله تعالی یوم حنین ص ۶۱۸ الاحكام باب العرفاء للناس ص۱۰۶۴۔ ابوداؤد الجهاد نسائی السیر۔ [۱] الامن والعلی کو الامام ابن اسحق ص۱۴۰

اِمْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے
وَھَبْتُ لَکَ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ قَدْ زَوَّجْتُھَا
اپنے آپ کو حضور کو دیدیا اس پر ایک صاحب نے عرض کیا میری اس سے شادی کر دیں
بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عہ
یا رسول اللہ! فرمایا تیرے ساتھ جو قرآن ہے اس پر تیرے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

۱۳۳۷ امام بخاری نے صرف کتاب النکاح میں اس حدیث کو چھ طریقے سے مختصر اور مفصل روایت فرمایا۔ یہاں

تشریحات یہ حدیث مختصر ہے مفصل یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خاتون حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ خود کو حضور کو نذر کر دوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی طرف نظر اٹھائی اور نیچے کرلی۔ پھر سر اقدس جھکا لیا۔ جب ان خاتون نے تین بار یہ درخواست پیش کی تو حضور نے فرمایا مجھے اب مزید عورتوں کی حاجت نہیں۔ اب ایک صاحب کھڑے ہوئے اور یہ عرض کیا یا رسول اللہ! اگر حضور کو حاجت نہیں تو ان کی مجھ سے شادی کر دیں۔ دریافت فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ عرض کیا نہیں واللہ یا رسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا گھر والوں کے پاس جاؤ دیکھو کچھ مل جائے۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے تو عرض کیا۔ نہیں واللہ یا رسول اللہ! میں نے کچھ نہیں پایا تو فرمایا دیکھو چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے تو عرض کیا واللہ یا رسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ سوائے اس میرے تہبند کے کچھ نہیں۔ حضرت سہل نے فرمایا۔ اس کے پاس چادر نہیں تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے تہبند کو کیا کروگے۔ اگر تم اسے پہنوگے تو اس کے اوپر کچھ نہیں رہے گا اس پر وہ صاحب بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں واپس ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ تو انھیں بلانے کا حکم دیا وہ بلائے گئے۔ جب آگئے تو فرمایا۔ تجھے کتنا قرآن یاد ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ فلاں فلاں فلاں سورتیں۔ فرمایا، انھیں یادداشت سے پڑھ لیتے ہو۔ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ جاؤ جو تمھیں قرآن یاد ہے اس کے عوض میں نے اس کا تم کو مالک بنایا۔ یعنی نکاح کر دیا۔

مسائل: ان خاتون کا نام خولہ بنت حکیم یا ام شریک تھا۔ اکثر روایتوں میں زَوَّجتکھا ہے۔ مگر بہت سی روایتوں میں مَلَّکْتُکھا ہے۔ اس سے بھی مراد نکاح کرنا ہی ہے۔ اسی لئے فقہا نے فرمایا کہ نکاح لفظ تزویج کے بجائے تملیک سے بھی صحیح ہے۔ اسی طرح لفظ ہبہ سے بھی۔

عہ ثانی فضائل القرآن باب من تعلم القرآن وعلمہ ص ۷۵۲، باب القرأۃ عن ظھر القلب ص ۷۵۴، النکاح باب تزویج المعسر ص ۷۶۱، باب عرض المرأۃ نفسھا علی الرجل الصالح ص ۷۶۷، باب النظر الی امرأۃ قبل التزویج ص ۷۶۸/۷۶۹، باب اذا کان الولی ھو الخاطب تعلیقا ص ۷۷۰، مسندا ص ۷۷۱/۷۷۲، باب السلطان ولی ص ۷۷۱، باب اذا قال الخاطب زوجنی فلانۃ ص ۷۷۲، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق ص ۷۷۳، التوحید باب قل ای شیئ اکبر شھادۃ ص ۱۱۰۳، مسلم ابوداؤد ترمذی نکاح نسائی نکاح وفضائل القرآن۔

بَابُ اِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ وَاِنْ اَقْرَضَ اِلٰى
جب کسی کو وکیل بنایا اور وکیل نے کچھ چھوڑ دیا تو اگر موکل نے جائز کر دیا تو جائز ہے اور اگر میعاد مقرر تک قرض
اَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ ص۳۱۰ دیا تو جائز ہے۔

۱۳۳۸ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِيْ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكوٰةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِيْ آتٍ فَجَعَلَ
رمضان کی زکوٰۃ یعنی صدقہ فطر کی حفاظت پر مجھے مقرر فرمایا ایک آنیوالا آیا اور

اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی کو ہبہ کر دے تو اسے بغیر مہر اپنی زوجیت میں رکھنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کو یہ جائز نہیں۔ یہ نکاح بغیر مہر ہوا۔ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ جس عورت کو چاہیں بغیر مہر کے نکاح فرمادیں۔ یہ نکاح بغیر مہر اس لئے ہے کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے جو شوہر اپنی زوجہ کو دے۔ قرآن مجید کی سورتیں نہ مال ہیں اور نہ اس کی صلاحیت رکھتی ہیں کہ وہ کسی کو دی جائیں۔ اس لئے اسے مہر ٹھہرانا کسی طرح درست نہیں۔

ولو خاتم من حديد: اس سے حضرت امام شافعی وغیرہ نے استدلال فرمایا کہ اقل مہر کی کوئی مقدار نہیں۔ جو چیز بھی مبیع اور قیمت ہو سکے وہ مہر ہو سکتی ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہر کی جانب اقل مقرر ہے۔ وہ دس درہم ہے۔ اس سے کم مہر مقرر کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ لا مهر اقل من عشرة دراهم۔ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ یہ قیاسی چیز نہیں۔ اس لئے مرفوع کے حکم میں ہے۔ اسکی سند پر جو کلام کیا گیا ان سب کے جوابات علامہ عینی وغیرہ علمائے احناف نے دیے ہیں۔ اور خاتم حدید کا ذکر بطور مبالغہ ہے مقصد یہ تھا کہ دیکھو کچھ بھی حقیر سے حقیر چیز بھی تمھارے گھر میں ہے۔ جیسے فرمایا۔ تصدقوا ولو بظلف محرق۔ تصدقوا ولو بفرسن شاة۔ حالانکہ جلا ہوا کھر یا بکری کا کھر قابل انتفاع نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مگر ہمارے یہاں جائز نہیں۔ نہ لوہے کی نہ کسی اور دھات کی سوائے چاندی کے۔ ابوداؤد میں ہے۔ کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا کیا بات ہے میں تجھ پر بتوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے اسے پھینکدیا۔ پھر وہ آئے اور لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں انھوں نے اسے بھی پھینکدیا۔

تشریحات ۱۳۳۸ اس حدیث کی سند امام بخاری نے یوں شروع کی ہے۔ قال عثمان الهيثم ابو عمرو مگر امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں یہ سند ذکر کی۔ عن ابراهيم بن يعقوب عن عثمان بن الهيثم۔ اس سے شراح کو خیال ہوا کہ یہ تعلیق ہے۔ امام بخاری نے اپنے شیخ کو ذکر نہیں کیا۔ مگر اللباس، الایمان والنذور میں۔ حدثنا

يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
غلے میں سے لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا بخدا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ
وسلم کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا اس نے کہا میں محتاج ہوں اور بہت سے عیال ہیں اور مجھے سخت
قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ
احاجت ہے میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔
مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَكَى حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا
اے ابو ہریرہ رات کا تمہارا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور عیال
فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ
کی شکایت کی تو میں نے اسے چھوڑ دیا فرمایا سنو وہ تم سے جھوٹ بولا ہے اور پھر آئے گا میں نے رسول اللہ
لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے یقین کر لیا کہ وہ آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ آیا اور غلہ
مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
لپ سے اٹھانے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا تجھکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلونگا
وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ
اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور میرے عیال ہیں میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا صبح کو پھر رسول اللہ
فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

عثمان بن الہیثم، موجود ہے۔ جب عثمان الہیثم امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں تو اس حدیث کے منقطع ہونے پر جزم کرنا درست نہیں۔ قال۔ اس لئے کہا ہوگا کہ ہو سکتا ہے، بر سبیل مذاکرہ یہ حدیث عثمان سے سنی ہو۔

بحفظ زکوۃ رمضان : اس سے مراد صدقۂ فطر ہے۔ رواج یہ تھا کہ عید الفطر سے تین دن پہلے سے صدقۂ فطر جمع ہوتا تھا اور عید الفطر کے دن مساکین پر تقسیم ہوتا تھا۔

فجعل یحثو : دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں ملا کر کوئی چیز لینا۔ ابو المتوکل کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ صدقے کی حفاظت پر مقرر تھے۔ انھوں نے ڈھیر میں ہتھیلی کا نشان دیکھا ایسا گویا اس میں سے کوئی کچھ لے گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی تو فرمایا اگر اس کو پکڑنا چاہتے ہو تو یہ دعا پڑھ لو۔ سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ لِمُحَمَّدٍ ۔ وہ ذات پاک ہے جس نے

فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَّعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ

اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی۔ تو میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا فرمایا

سَبِيْلَهُ قَالَ اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ

وہ جھوٹ بولا ہے اور پھر آئے گا۔ میں اس کی تاک میں تیسری بار بھی رہا وہ آیا اور غلہ چلو سے

الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑا اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

وَهٰذَا آخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ

پیش کروں گا۔ اور تین بار کا یہ آخری موقع ہے۔ تو کہتا ہے کہ نہیں آؤنگا اور پھر آتا ہے اس نے کہا مجھے

يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ

چھوڑ دو میں تم کو کچھ کلمے سکھاتا ہوں جس سے اللہ تجھے فائدہ دیگا میں نے عرض کیا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا جب

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ

بچھونے پر سونے کے لئے جاتو آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم اخیر آیت تک پڑھ لیا کر اللہ کی

وَّلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جانب سے ایک محافظ صبح تک رہے گا اور شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ میں اسکے راستے سے ہٹ گیا صبح ہوئی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تجھ سے تیرے رات والے قیدی نے کیا کہا میں نے عرض کیا

اَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا هِيَ قَالَ قَالَ لِيْ اِذَا

یارسول اللہ! اس نے کہا کہ تمھیں کچھ کلمات سکھا دیتا ہوں جس سے اللہ تجھے نفع دے گا تو میں اسکے راستے سے

تجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قابو میں کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے یہ پڑھا تو وہ سامنے کھڑا نظر آیا۔ اور انھوں نے پکڑ لیا۔

اسیر : قیدی کو اسیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سیر یعنی تسمے چمڑے کی رسی سے اس کو باندھا کرتے تھے۔ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اس نے پہلی بار بھی کہا تھا۔ لا اعود۔ دوبارہ نہیں آؤں گا۔

آیۃ الکرسی : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ اور سورہ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں۔ یعنی آیۃ الکرسی کے ساتھ انھیں بھی پڑھے۔

مطابقت باب : باب کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ وکیل نے موکل کی اجازت کے بغیر اگر موکل کی چیز کسی کو دیدی اور موکل نے اسے نافذ کر دیا تو وکیل کا دینا درست ہو گیا۔ یہ اس طرح ثابت کہ شیطان سے جو سارق کی صورت میں آیا تھا اس نے لے لیا تھا اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھینا نہیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ

ہٹ گیا دریافت فرمایا وہ کیا ہیں میں نے کہا اس نے مجھ سے کہا جب تم بچھونے پر سونے کے لئے جاؤ تو آیۃ الکرسی

إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَقَالَ لِي لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ

شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم اور مجھ سے کہا اب صبح تک اللہ کی جانب سے ایک نگہبان

حَتَّى تُصْبِحَ وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تجھ پر رہے گا اور شیطان تیرے نزدیک نہیں آئیگا۔ اور صحابہ اچھی بات کے سب سے زیادہ شوقین تھے۔ اس پر نبی صلی

وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلَاثِ لَيَالٍ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے یہ سچ کہا اگرچہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے تم اے ابوہریرہ جانتے ہو تین راتوں

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ عہ

سے کس سے بات کرتے رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان تھا۔

بَابُ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ ص۳۱۲ جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے طریقے سے بیچے تو اسکی بیع قابل رد ہے

حدیث ۱۳۳۹ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ

جو بمنزلہ اجازت ہے۔ دوسرا جز یہ ہے کہ اگر وکیل نے مقررہ مدت تک قرض دیا اور موکل نے منظور کر لیا تو جائز ہے۔ حدیث کے کسی حصے سے اس جز کو مطابقت نہیں مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ جب وکیل نے بلا عوض دیا اور موکل نے تسلیم کر لیا تو درست ہو گیا تو قرض بدرجۂ اولیٰ درست ہوگا۔ کہ اسمیں میعاد کے بعد رقم کی واپسی طے ہوتی ہے۔

مسائل: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجنہ اور شیاطین انسانوں کے مال کی چوری کرتے ہیں۔ اور یہ بھی غذا کے محتاج ہیں اور انھیں یہ قدرت حاصل ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کریں۔ آیۃ الکرسی کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا قاری منجانب اللہ ہر حادثے خصوصًا شیطان کی مداخلت سے محفوظ رہتا ہے۔ مجرم کو حاکم کے پاس لے جانا واجب نہیں۔ معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

تشریحات ۱۳۳۹ اس حدیث کی سند کی ابتدا میں ہے۔ حدثنا اسحٰق۔ یہ کون بزرگ ہیں متعین نہیں ہو سکا۔ ابو نعیم نے کہا کہ یہ اسحٰق بن راہویہ ہیں۔ ابو علی جبائی نے کہا کہ ہمارے شیوخ میں کسی نے انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اسحٰق بن منصور ہوں۔ اس پر یہ قرینہ ہے کہ مسلم نے اسی طرح ذکر کیا ہے یہ حدیث بھی حیلۂ شرعیہ کی اصل ہے۔

ردی: یہ اصل میں رَدِیْءٌ کریم کے وزن پر مہموز لام ہے۔ ہمزہ سے قبل یا زائد ہے تخفیف کیلئے ہمزہ کو یا سے بدل دیا اور یا کا یاء میں ادغام کر دیا۔

عہ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۵ الثانی فضائل القرآن باب فضل البقرۃ ص ۷۴۹۔

عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور لائے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ

کہاں سے لائے ہو۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ خراب کھجوریں تھیں

فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ

ان کے دو صاع کو ایک صاع کے عوض بیچی ہے تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلائیں نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا اَوَّہْ اَوَّہْ یہ بالکل سود ہے یہ بالکل سود ہے

ذٰلِكَ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ ع۵

ایسا مت کرو لیکن اگر تم خریدنا چاہو تو خراب کھجور کو کسی اور چیز کے عوض بیچو پھر اس سے (اچھی کھجور) خریدو۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهٖ وَأَنْ يُّطْعِمَ صَدِيقًا لَهٗ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ ص ۳۱۱

وقف اور اسکی آمد و خرچ کیلئے وکیل بنانا اور دستور کے مطابق اس میں سے دوست کو کھلانا اور خود کھانا۔

حدیث ۱۳۴۰ عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ

عمرو بن دینار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے کے بارے میں فرمایا (انھوں نے یہ اجازت دی

جُنَاحٌ أَنْ يَّأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيقًا لَهٗ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

تھی) کہ اس کا منتظم اگر خود اس میں سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ

تَعَالَىٰ عَنْهُمَا هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِي لِلنَّاسِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

مال جمع نہ کرے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر کے صدقات کے نگراں تھے یہ مکہ میں جن کے پاس

كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ۔

جاکر ٹھہرتے تھے انھیں ہدیہ دیا کرتے تھے۔

اَوَّہْ اَوَّہْ : یہ کلمۂ زجر غم و اندوہ حسرت خفگی ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ اس کا معنی کوئی نہیں کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اردو کا جو لفظ بھی لائیں گے وہ ترجمہ نہیں ہوگا تعبیر ہوگی۔

تشریحات ۱۳۴۰ یہ حدیث مرسل ہے۔ اسلئے کہ حضرت عمرو بن دینار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ یہاں ولی اور وکیل سے وقف کا ناظر مراد ہے جیسے متولی نے وقف کی دیکھ بھال کیلئے بطور ملازم رکھا ہو۔

ع۵ مسلم۔ نسائی۔ البیوع۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ ص۳۱۱ — حدود میں وکیل کرنا

۱۳۴۱ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ أَنْشُدُكَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَائْذَنْ لِي قَالَ قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَعَلَى امْرَأَتِهِ

حدیث — حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا میں آپ کو قسم دیتا ہوں ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمائیں اس کے بعد اس کا فریق کھڑا ہوا اور وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا اور عرض کیا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے اجازت دیں فرمایا کہو تو اس نے عرض کیا، میرا بیٹا اس کے یہاں نوکر تھا اس نے اسکی عورت سے زنا کیا تو میں نے سو بکریاں اور ایک خادم فدیے میں دیا پھر میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ میرے اس بیٹے کی سزا سو کوڑے

تشریحات ۱۳۴۱ — یہ حدیث یہاں کتاب الوکالۃ میں بہت مختصر تھی۔ علامہ عینی نے کتاب المحاربین کی مفصل روایت ذکر کی تھی۔ انھیں کی متابعت میں میں نے بھی وہی مفصل روایت لکھدی۔ حدود و قصاص میں وکالت صحیح ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ درست نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مدعی اور ملزم حاکم کے روبرو حاضر ہوں۔ حضرت امام شافعی اور کچھ ائمہ نے فرمایا۔ جائز ہے۔ اس سلسلے میں پوری بحث کتاب الحدود میں آئے گی۔ کتاب الشروط کی روایت کے اخیر میں ہے۔ واعترفت فامر بها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فرجمها۔ اس عورت نے زنا کا اقرار کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ تو اسے (انیس نے) سنگسار کیا۔

اس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب اس عورت نے زنا کا اقرار کرلیا تو انھوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر رجم کا حکم دیا۔ تو انھوں نے اسے سنگسار کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدود میں نہ فدیہ جائز ہے نہ صلح۔ ایک سال کی جلاوطنی بطور تعزیر تھی یہ حد میں داخل نہیں اس کی بھی مکمل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

یہاں خادم ہے۔ اور ایک روایت میں جاریہ ہے۔ اور دوسری روایتوں میں " ولیدۃ " جس کا حاصل بھی کنیز ہی ہے۔ یہ خادم ہونے کے منافی نہیں۔ دوسرے صاحب کو افقہ زیادہ سمجھدار کہا۔ یہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ پہلے صاحب نے

الرَّجم فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والذي نفسي بيده لأقضين
ہے اور سال بھر جلاوطن کرنا ہے اور اسکی عورت کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس

بينكما بكتاب الله المائة الشاة والخادم ردّ عليك وعلى ابنك جلد مائة
کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ ضرور ضرور کرونگا۔ سو بکریاں اور

وتغريب عام واغد يا أنيس على امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها فغدا
خادم تجھے واپس کی جائیں اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور سال بھر جلاوطن کرنا ہے۔ اور اے انیس تم جاؤ

عليها فاعترفت فرجمها۔ قلت لسفين لم تقل فأخبروني أن على ابني
اگر یہ عورت زنا کا اقرار کرلے تو اسے سنگسار کردو۔ حضرت انیس گئے اور اس نے اقرار کرلیا تو اسے سنگسار کیا میں نے سفیان

الرجم فقال أشك فيها من الزهري فربما قلتها وربما سكت عه
سے پوچھا۔ آپ فاخبرونی ان علی ابنی الرجم۔ نہیں کہا سفیان نے جواب دیا اس بارے میں زہری سے روایت میں مجھے شک ہے کبھی کہتا ہوں کبھی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت بھی نہیں لی اور قسم بھی دلائی اس سے ان صاحب کے مزاج کی شدت مترشح ہے۔ اور دربار نبوت میں یہ غیر مناسب بات ہے۔ بخلاف دوسرے صاحب کے انھوں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ اور مقدمہ پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راویان حدیث دوسرے صاحب سے واقف رہے ہوں کہ وہ بہت سمجھدار انسان ہیں۔ یہ انیس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں۔ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ نہ کہیں اور اس کا تذکرہ ملا۔ اور نہ انکی روایت کردہ کوئی حدیث ملی۔

۱۳۴۲ عن ابن أبي مليكة عن عقبة بن الحارث رضي الله تعالى عنه قال
حدیث حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نعیمان یا ابن نعیمان کو نشے کی حالت میں لایا گیا

جيء بالنعيمان أو ابن النعيمان شاربا فأمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو اس وقت گھر میں تھے حکم دیا کہ اسے مارو

تشریحات ۱۳۴۲ نعیمان بدری صحابی ہیں۔ خوش طبع بزرگ تھے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ یہ نیک انسان تھے۔ یہ قصہ ان کے بیٹے کا ہے۔ عہد نبوی اور صدیقی میں شراب کی حد مقرر نہ تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کرکے اسی کوڑے مقرر فرمائی۔

عہ ثانی المحاربین باب الاعتراف بالزنی ص ۱۰۰۸ اول الوکالۃ باب الوکالۃ فی الحدود ص ۳۱۱ الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور ...... ص ۳۷۱ الشروط باب الشروط التی لاتحل فی الحدود ص ۳۷۶ ثانی الاحکام باب ھل یجوز للحاکم ان یبعث رجلا وحدہ للنظر فی الامور ص ۱۰۶۸ اخبار الاحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ص ۱۰۷۸ الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم ص ۱۰۸۰ الایمان باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۸۱ المحاربین باب من امر غیر الامام باقامۃ الحد غائبا عنہ ص ۱۰۱۱ باب اذا رمی امراتہ او امراۃ غیرہ بالزنی عند الحاکم ص ۱۰۱۱ باب ھل یامر الامام رجلا فیضرب الحد غائبا ص ۱۰۱۳–۱۰۱۴ مسلم ابوداؤد، ترمذی الحدود، نسائی القضاء ابن ماجہ دارمی، موطا امام مالک حدود، مسند امام احمد جلد رابع ص ۱۱۵–۱۱۶

مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَّضْرِبُوْا قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ فَضَرَبْنَا بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ
میں بھی مارنے والوں میں تھا ہم نے اسے چپلوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے مارا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَبْوَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ وَمَا جَاءَ فِيْهِ ص ۳۱۱ کھیتی باری کے ابواب اور اس بارے میں جو کچھ آیا ہے۔

بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ ص ۳۱۱ کھیتی اور درخت لگانے کی فضیلت جب اس سے کھایا جائے۔

وَقَوْلِ اللهِ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا (واقعہ ۶۴، ۶۵)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد۔ ذرا بتاؤ تو تم جو بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو۔ یا ہم اگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چور چور کر کے رکھدیں۔

۱۳۴۳ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ
نے فرمایا مسلمان جو بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اس میں سے چڑیا یا انسان یا چوپایا کھاتا ہے
طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ عہ
یہ اس کے لئے صدقہ (کا ثواب) ہے۔

تشریحات ۱۳۴۳ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سب کاروبار سے افضل کھیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کا نفع انسان حیوان سب کو عام ہے۔ اور اس میں غیر اختیاری طور پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔ یہی علامہ نووی کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تجارت ہے۔ صنعت کے افضل ہونے پر احادیث بھی وارد ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کون کمائی افضل ہے۔ فرمایا۔ ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کر لینا ضروری ہے جو بنائی کے پیشے کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ حالات کے اختلاف سے یہ حکم بھی مختلف ہو۔ جب لوگ خوراک کے ضرورتمند ہوں۔ خوراک کی کمی ہو تو کاشتکاری افضل ہے۔ اور اگر ہاتھ کی بنی ہوئی اشیاء کے لوگ ضرورتمند ہوں تو دستکاری افضل ہے۔ اور جب کسی وجہ سے تجارت میں دشواری اور دقت ہو تو تجارت افضل ہے۔

عہ ثانی الحدود باب من امر بضرب الحد فی البیت ص ۱۰۰۲ باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ حدود مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۱۵ وغیرہ۔

عہ ثانی الادب باب رحمۃ الناس والبھائم ص ۸۸۹ مسلم البیوع۔ ترمذی الاحکام۔

بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ اَوْ جَاوَزَ الْحَدَّ الَّذِي اُمِرَ بِهِ ص ۳۱۲

کھیتی کے آلات میں مشغول ہونے کے انجام یا حد اعتدال سے آگے بڑھنے سے جو ڈرایا گیا۔

حدیث ۱۳۴۴ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَاٰى سِكَّةً وَّشَيْئًا مِّنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہل کا پھارا اور کھیتی کا کوئی سامان دیکھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا یہ جس گھر میں جائے گا اللہ اس میں ذلت داخل فرمائے گا۔

بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ ص ۳۱۲ کھیتی کے لئے کتّا پالنا

حدیث ۱۳۴۵ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات ۱۳۴۴ پہلی حدیث سے کھیتی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس سے مذمت۔ امام بخاری نے باب سے دونوں میں تطبیق پیدا کردی ہے۔ کھیتی بقدر ضرورت اور حد اعتدال تک محمود ہے۔ حد سے آگے بڑھنا مذموم ہے۔ یا زیادہ اشتغال کا انجام بخیر نہیں۔

ابوداؤد[۱] میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم انصار نے جب جہاد چھوڑ کر کھیتی باری میں پھنسنا چاہا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اے ایمان والو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

مطلب یہ ہوا کہ جہاد مت چھوڑو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح مسلمان جب کھیتی وغیرہ میں پھنس جائے گا تو لازماً جہاد چھوڑ بیٹھے گا اور یہ ...... ہلاکت کا سبب ہے۔

یا اس حدیث میں ذل سے مراد مزاج میں نرمی ہے۔ جسے کمزوری لازم ہے جو موجب ہے ترک جہاد کا۔ اس لئے یہ ناپسند فرمایا خلاصہ یہ نکلا کہ کاشتکاری ایسا کام ہے کہ جب آدمی اس میں پھنستا ہے تو اس کے فوائد کو دیکھ کر اسمیں انہماک بڑھتا جاتا ہے اور جہاد چھوڑ بیٹھتا ہے۔ جو ذلت اور کمزوری کا موجب ہے۔ اور کاشتکاری کا ذکر اس عہد کے لحاظ سے ہے ورنہ ہر کام کا یہی حکم ہے کسی بھی کام میں اتنا انہماک کہ جہاد چھوڑ دیا جائے، ذلت کا موجب ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہے کہ مسلمان ایک ارب سے زائد ہیں مگر جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اس لئے پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔

---

[۱] اول الجہاد باب فی قولہ عزوجل وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ص ۳۴۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهِ

ارشاد فرمایا جو بھی کتا پالے گا تو اس کے نیک عمل سے روزانہ ایک قیراط گھٹتا رہے گا مگر کھیت اور

قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

مویشی کی حفاظت کے لئے پالے۔ اور ابن سیرین اور ابو صالح نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا مگر بکری یا کھیت یا شکار

أَوْ صَيْدٍ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

کا کتا اور ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ عه

علیہ وسلم سے یہ روایت کیا شکار یا مویشی کا کتا۔

۱۳۴۶ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ

حدیث حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ قبیلہ ازدشنوءہ کے فرد صحابہ میں سے تھے کہ

أَبِي زُهَيْرٍ رَجُلًا مِّنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے ایسا کتا پالا جس کی

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِي

ضرورت کھیتی یا مویشی پالنے کے لئے نہیں تو اس کے عمل سے روزانہ

عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ قُلْتُ أَأَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ

ایک قیراط گھٹتا رہے گا میں نے پوچھا کیا آپ نے

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ عه

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہا ہاں اس مسجد کے رب کی قسم۔

تشریحات ۱۳۴۵، ۱۳۴۶ مسلم کی روایت میں مستثنیات میں شکاری کتا بھی ہے۔ بلکہ یہیں جو روایت بطریق ابن سیرین اور ابو صالح ہے اسمیں بھی ہے بلکہ ابو حازم کی روایت میں بھی کلب صید ہے۔ انھیں تینوں میں حصر نہیں۔ مکان وغیرہ کی حفاظت کے لئے بھی پالنا جائز ہے۔ عمل گھٹنے سے مراد آئندہ کے عمل میں کوتاہی ہے۔ یا واقعی گھٹنا مراد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اسمیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ کتا نجاست کھاتا ہے۔ اسکا لعاب نجس ہے جو گھروں میں گر کر گھروں کو ناپاک کر دیتا۔ اسکا بھی خطرہ ہے کہ برتن میں منہ ڈال کر پانی یا کھانا ناپاک کر دے۔ گھر والوں کے علم میں نہ آئے اور اسے استعمال کرلیں۔ قیراط سے مراد جزء ہے جسکی مقدار اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔

عه مسلم البیوع عه مسلم البیوع نسائی ابن ماجہ الصید۔

بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ ص۳۱۲ کھیتی کے لئے بیل استعمال کرنا

۱۳۴۷ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ رَاکِبٌ عَلٰی بَقَرَةٍ اِلْتَفَتَتْ اِلَیْهِ فَقَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ
فرمایا ایک شخص بیل پر سوار تھا تو بیل نے مڑ کر کہا میں اس کے لئے نہیں پیدا
لِهٰذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَ اَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً
کیا گیا ہوں میں کھیتی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں حضور نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر و عمر بھی۔ اور ایک
فَتَبِعَهَا الرَّاعِیْ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ مَنْ لَّهَا یَوْمَ السَّبُعِ یَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَیْرِیْ قَالَ
بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑ لی چرواہے نے اس کا پیچھا کر کے چھین لیا تو بھیڑیئے نے اس سے کہا یوم السبع اس کا کون محافظ ہوگا۔
اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرُ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا یَوْمَئِذٍ فِی الْقَوْمِ ع۵
جس دن سوائے میرے کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ فرمایا میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان لائے۔ ابوسلمہ نے کہا اور ابوبکر و عمر قوم میں موجود نہیں تھے۔

۱۳۴۷ تشریحات تکمیل: کتاب الانبیاء میں ابتدائی حصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک دن) صبح کی نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور فرمایا، اور ارشاد فرمایا۔ ایک شخص بیل ہانکتے ہانکتے اس پر سوار ہوگیا اور اسے مارا۔ اس پر بیل نے کہا۔ میں اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں میں کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ تو لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ بیل بات کرتا ہے۔ فرمایا میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان لائے۔

اسی طرح بھیڑیئے کے قصے کے بعد بھی لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ بھیڑیا بات کرتا ہے۔ تو یہی فرمایا۔

یوم السبع: با کے سکون کے ساتھ اور ضمے کے ساتھ۔ اس کی شارحین نے چھ توجیہیں کی ہیں۔ سب سے اقرب وہ ہے جو علامہ نووی نے کی ہے کہ اس سے مراد کوئی عظیم فتنہ ہے جس میں لوگوں کو چوپایوں کا بھی ہوش نہ ہوگا اور وہ بغیر چرواہے کے جنگلوں میں چریں گے۔

چوپایوں کا انسانوں سے انسانوں کی زبان میں کلام کرنا بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ایک بھیڑیا ایک بکری کے ریوڑ میں آیا اور ایک بکری پکڑ کر بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بھیڑیئے سے چھین لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور اپنے اگلے پاؤں کھڑا کر کے دونوں سرینوں کے درمیان دم دبا کر آگے کر کے بیٹھا۔ اور بولا۔ اللہ نے مجھے روزی دی تھی تو نے اسے چھین لیا۔ اس شخص نے کہا۔ خدا کی قسم آج جیسی بات کبھی نہیں دیکھی۔ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا۔ اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان دونوں سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں ایک صاحب ہیں جو تمام گزشتہ اور تمام آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔ یہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی تصدیق فرمائی۔[۱]

ع۵ الانبیاء، باب ص ۴۹۴ دو طریقے سے۔ المناقب باب ص ۵۱۰ مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۲۱

[۱] مشکوۃ باب المعجزات ص ۵۴۱

بَابُ إِذَا قَالَ اكْفِنِى مُؤُنَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهٖ وَتُشْرِكُنِى فِى الثَّمَرِ ص ۳۱۲

کھجور یا کسی بھی درخت کے بارے میں مالک نے کسی سے کہا اس پر تم محنت کرو اور پھل میں مجھے شریک رکھو۔

حدیث ۱۳۴۸ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انصار نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا

ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغ تقسیم فرما دیں فرمایا نہیں اس پر ان لوگوں نے عرض

فَقَالُوْا فَتَكْفُوْنَا الْمُؤُنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِى الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔ ع۵

کیا تو کام وہ کریں اور پھل میں ہمیں شریک رکھیں تو مہاجرین نے کہا منظور ہے۔

بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ ص ۳۱۲

کھجور یا کوئی درخت کاٹنا

حدیث ۱۳۴۹ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِى النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِىَ الْبُوَيْرَةُ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ

کیا کہ حضور نے بنی نضیر کے کھجوروں کے پیڑوں کو جلوا دیا اور کٹوا دیا۔ یہ بویرہ میں ہوا۔ اسی کے بارے میں حسان نے کہا۔

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِى لُؤَىٍّ ❊ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ۔ ع۶

بنی لوی کے سرداروں پر بویرہ میں پھیلی ہوئی آگ نے فتح کو آسان بنا دیا۔

تشریحات ۱۳۴۸ تکفونا المونۃ، یعنی درخت کی دیکھ بھال اُسے پانی دینا، گوڑنا اور اس کے دوسرے لوازمات مثلاً حفاظت وغیرہ مہاجرین کریں اور جو پیداوار ہو وہ ہم میں اور ان میں مشترک ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا۔ کہ انصار کو ان کی ملکیت سے دست بردار کر دیا جائے۔ اس لئے انکار فرما دیا مگر جب بٹائی کی تجویز رکھی تو منظور فرمالیا۔

تشریحات ۱۳۴۹ مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے تینوں یہودی قبائل بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ سے یہ معاہدہ فرمایا تھا۔ کہ اگر فریقین میں سے کسی پر دیت (خون بہا) لازم ہوگا۔ تو سب مل کر ادا کریں گے۔ سریہ بیر معونہ سے واپسی میں حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ بنی عامر کے دو شخص کو قتل کر دیا۔ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے۔ اس کی انھیں خبر نہ تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا کرنے کا اعلان فرما دیا۔ اسی دیت کے سلسلے میں بنی نضیر میں تشریف لے گئے گفتگو کے دوران حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دیوار کے سایے میں تشریف فرما تھے۔ ان دغا بازوں نے ایک شخص کو بالاخانے

ع۵ الشروط باب الشروط فی المعاملۃ ص ۳۷۶۔ نسائی۔ ع۶ الجھاد باب حرق الدور والنخیل ص ۴۲۴ ثانی المغازی باب حدیث بنی النضیر ص ۵۷۵ تفسیر سورۃ حشر باب قولہ ما قطعتم من لینۃ ص ۲۵، مسلم ابوداؤد ابن ماجہ جہاد۔ دارمی سیر مسند امام احمد ثانی ص ۸

باب ص ۳۱۲

حدیث ۱۳۵۰ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِي الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْاَرْضُ وَمِمَّا تُصَابُ الْاَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ فَنُهِيْنَا وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیت والے ہم لوگ تھے ہم اس شرط پر کھیت کرایہ پر دیتے کہ کھیت کے ایک معین حصے کی پیداوار کھیت کا مالک لے گا لیکن ہوتا یہ تھا کہ کبھی اس حصے کی پیداوار ماری جاتی اور کھیت محفوظ رہتا اور بعض اوقات کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور وہ حصہ محفوظ رہتا اسلئے ہمیں اس سے منع کر دیا گیا سونا چاندی اسوقت نہیں تھے۔

پر بھیجا کہ حضور پر پتھر گرا دے۔ اپنے باطنی علم سے حضور کو خبر ہو گئی اور واپس تشریف لائے۔

نیز یہ درپردہ کفار قریش سے ساز باز بھی رکھتے تھے اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ درمیان میں کھجوروں کا باغ تھا۔ جس کے جھنڈ سے کمیں گاہ کا کام لے سکتے تھے۔ اس لئے ان کے کچھ درخت کٹوا دیے اور جلوا دیے۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (حشر - ۱)

لینہ کے کچھ درخت کٹوا دیے اور کچھ کو چھوڑا یہ سب اللہ کے اذن سے ہوا۔

یہ محاصرہ پندرہ دن رہا۔ تھک ہار کر بنی نضیر نے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مدینے کے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ہم جتنا مال و اسباب اپنے ہمراہ لے جا سکیں لے جائیں۔ یہ شرط منظور ہوئی اور یہ خیبر چلے گئے یہ واقعہ ربیع الاول ۴ھ میں ہوا۔

بنی لُؤَیّ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ بنی لوی سے مراد قریش ہیں۔ بلکہ اور مخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔

بُوَیرہ: بنی نضیر جہاں رہتے تھے اس جگہ کا نام ہے۔ لینہ معمولی کھجور کی ایک قسم ہے جسے عام عرب نہیں کھاتے تھے۔

تشریحات ۱۳۵۰ چار باب کے بعد، باب ما یکرہ من الشروط فی المزارعۃ۔ میں اس کی تفصیل یہ مذکور ہے کہ طے یہ ہوتا کہ کھیت کے اس حصے کی پیداوار میں لونگا۔ اور اس حصے کی کرایہ دار لے گا۔ اس میں یہ گڑبڑی ہوتی کہ کبھی مالک کے حصے میں کچھ نہ پیدا ہوتا۔ اور کرایہ دار کے حصے میں پیداوار ہوتی۔ اور کبھی الٹا ہوتا۔ اس لئے اس سے منع کر دیا گیا۔

مزدرعا: یہ باب افتعال کا اسم ظرف یا مصدر میمی ہے۔ اصل میں مُزْتَرَعًا تھا۔ تا کو دال سے بدل دیا گیا۔

بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ ص۳۱۳ آدھی یا کم وبیش پیداوار پر زراعت۔

۴۴۸ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ
ت اور قیس بن مسلم نے امام ابوجعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا
إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ۔
مدینے میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو۔

۴۴۹ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ
ت حضرت علی اور حضرت سعد بن مالک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عمر بن عبد العزیز
الْعَزِيزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيرِينَ۔
قاسم عروہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد اور ابن سیرین نے بٹائی پر کاشت کی ہے۔

۴۵۰ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ
ت اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا میں اور عبدالرحمٰن بن یزید کھیتی میں ایک دوسرے کے شریک رہتے تھے۔

بالناحیة منها : یعنی زمین کا ایک معین حصہ مالک زمین کے لئے نامزد ہوتا ہے، کہ اسکی پیداوار مالک زمین لے گا اور ایک حصہ کرایہ دار کے نامزد ہوتا ہے کہ اس کی پیداوار کرایہ دار لے گا۔

فمما یصاب : یعنی مالک کا نامزد حصہ برباد ہوجاتا اور بقیہ کھیت میں پیداوار ہوتی۔ اور کبھی کرایہ دار کا حصہ برباد ہوجاتا اور مالک کا محفوظ رہتا۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث حضرت امام اعظم اور ان ائمہ کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بٹائی پر مزارعت جائز نہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ جن میں یہ حدیث کہ محاقلت سے منع فرمایا۔ گزر چکی ہے۔ محاقلت کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ بقیہ احادیث آگے آرہی ہیں۔ ہمارے ائمہ میں حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے اسے جائز کہا ہے۔ تعامل اور رواج عام کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے۔

تشریح ۴۴۸ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۴۴۹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز اور آل ابوبکر و آل عمر کی تعلیقات کو امام ابن ابی شیبہ نے اور حضرت سعد بن مالک کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی تعلیقوں کو امام طحاوی نے اور قاسم بن محمد کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اور ابن سیرین کی تعلیق امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔
علامہ ابن حجر نے کہا کہ عروہ بن زبیر کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ میں نے نہیں پایا۔
سعد بن مالک سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

تشریحات ۴۵۰ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اس میں یہ زائد ہے کہ میں غلہ اٹھا کر علقمہ اور اسود کے پاس لے جاتا۔ اگر اسمیں کوئی حرج ہوتا تو دونوں منع فرماتے۔ عبدالرحمٰن بن الاسود مشہور فقیہ اور محدث اسود بن یزید کے بھائی۔ اور حضرت علقمہ کے بھتیجے ہیں۔

۴۵۱	وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰی اِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِہٖ فَلَہُ الشَّطْرُ وَ
ت	اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے یہ معاملہ کیا کہ اگر عمر بیج دے تو اسے آدھا اور
	اِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَھُمْ کَذَا۔
	اگر وہ لوگ بیج دیں ان کے لئے اتنا۔
۴۵۲	وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاسَ اَنْ تَکُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِھِمَا فَیُنْفِقَانِ جَمِیْعًا
ت	اور امام حسن بصری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی کی ہو اور اس کے ساتھ کوئی
	فَمَا خَرَجَ فَھُوَ بَیْنَھُمَا وَرَاٰی ذٰلِکَ الزُّھْرِیُّ۔
	اور مل کر خرچ کرے اور پیداوار دونوں لیں۔ اور زہری کی بھی یہی رائے ہے۔
۴۵۳	وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاسَ اَنْ یُّجْتَنٰی الْقُطْنُ عَلَی النِّصْفِ
ت	اور امام حسن بصری نے فرمایا کہ کوئی روئی اس شرط پر چنے کہ آدھی میں لونگا، کوئی حرج نہیں۔
۴۵۴	وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ وَابْنُ سِیْرِیْنَ وَعَطَاءٌ وَالْحَکَمُ وَالزُّھْرِیُّ وَقَتَادَۃُ لَا بَاسَ
ت	اور ابراہیم ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ نے کہا کہ تہائی یا چوتھائی وغیرہ کی شرط
	اَنْ یُّعْطِیَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اَوْ نَحْوِہٖ
	پر کپڑا بننے کے لئے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۴۵۱ ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت عمر نے نجران کے یہود و نصاریٰ کو جلا وطن کیا تو ان کی زمینیں اور انگور کی بیلیں خرید لیں۔ اور جنھیں زمینیں دیں ان سے یہ طے کیا کہ اگر وہ لوگ کل بیج اپنے پاس سے لگائیں تو ان کو دو ثلث۔ اور عمر کے لئے تہائی۔ اور گر عمر بیج دے تو اس کا آدھا۔ اور کھجوروں میں یہ طے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو خمس اور انگور کی بیلوں میں انھیں تہائی اور دو تہائی عمر کو۔

تشریحات ۴۵۲، ۵۴ امام ابراہیم نخعی کی تعلیق کو امام ابو بکر اثرم نے اور بقیہ تعلیقات امام ابو بکر بن شیبہ نے روایت کیا ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ امام عطاء اور حکم کا قول مجھے ابن ابی شیبہ میں نہیں ملا۔ اور امام زہری کے قول کی بھی تخریج پر میں واقف نہیں ہوا۔

ان تعلیقات کا ماحصل یہ ہے کہ بننے والے کو سوت دیا کہ کپڑا بن دے۔ جو کپڑا تیار ہو اس کا تہائی چوتھائی آدھا میرا ہے بقیہ تمھارا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح ۴۵۵ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو چوپایہ دیا کہ اسے کرایے پر چلاؤ۔ مثلاً بوجھ ڈھوؤ اور جو کرایہ پر ملے اس کا آدھا تہائی میرا بقیہ تمھارا۔

ان سارے عقود میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں۔ کیونکہ اجرت بھی مجہول ہے اور مدت بھی جس سے نزاع کا قوی اندیشہ ہے۔ اور بعض کی تائید میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں۔ یہاں امام بخاری کو اپنی تائید میں احادیث نہیں ملیں تو اقوال رجال

۴۵۵ وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَاسَ اَنْ تَكُوْنَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى

ت اور معمر نے کہا اسمیں کوئی حرج نہیں کہ مویشی معین مدت تک تہائی چوتھائی پر دی جائے۔

۱۳۵۱ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ اَوْ ثَمَرٍ وَكَانَ يُعْطِي اَزْوَاجَهٗ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ وَقَسَمَ عُمَرُ فَخَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْاَرْضِ اَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْاَرْضَ۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ وہ کھیتی یا پھل جو بھی پیدا ہو اس کا آدھا دیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کو سو وسق عطا فرماتے تھے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو اختیار دیدیا وہ چاہیں تو انھیں پانی اور زمین کا ایک قطعہ دیدیا جائے۔ یا پہلے کا عمل باقی رکھا جائے۔ ان میں سے کچھ نے زمین پسند فرمایا اور کچھ نے وسق کو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زمین پسند فرمائی تھی۔

کا سہارا لیا۔ جبکہ تابعین کے بارے میں حضرت امام اعظم فرما چکے ہیں۔ ینازعونا وننازعوھم۔ تابعین سے ہمارا اختلاف چلتا رہتا ہے۔ یعنی ان کا فتویٰ ہم پر حجت نہیں۔

۱۳۵۱ تشریحات مزارعت اور مساقاۃ۔ یعنی بٹائی پر کھیتی اور باغ میں کام کرنے کے مجوزین کی بہت بڑی دلیل یہ حدیث ہے۔ مگر گزر چکا کہ یہ نہ مزارعت تھی نہ مساقات بلکہ خراج تھا۔

وقسم عمر: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن فرمایا تو وہاں کی زمین کو مستحقین پر تقسیم فرمادیا۔ اس وقت ازواج مطہرات کا معاملہ بھی درپیش ہوا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر ہی کی پیداوار سے ازواج مطہرات کو عطا فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امہات المومنین کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ جن کو جو پسند ہوا اسے قبول فرمایا۔

فائدہ مزارعت کی چار قسمیں ہیں۔ اول کھیت یا باغ پر کوئی مخصوص حصہ ایک اپنے لئے رکھ لے کہ اس کی پیداوار میں لونگا بقیہ کی پیداوار کاشتکار۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ معاوضے میں نقد طے ہو۔ یہ بالاتفاق جائز ہے معاوضے میں غلے کی کوئی مقدار طے ہو۔ مثلاً دس من یہ بھی ناجائز ہے۔ یہ طے ہو کہ نصف یا چوتھائی غلہ دینا ہوگا ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب ص ۳۱۳

حدیث ۱۳۵۲ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ قَالَ أَيْ عَمْرُو فَإِنِّيْ أُعْطِيْهِمْ وَأُغْنِيْهِمْ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِيْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا۔ عہ

عمرو بن دینار نے امام طاؤس سے کہا اگر آپ مخابرہ چھوڑ دیں تو بہتر ہے اس لئے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو طاؤس نے کہا اے عمرو میں انھیں دیتا ہوں اور ان کی مدد کر دیتا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے ہاں یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے بھائی کو دیدو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس زمین پر اس سے محصول وصول کرو۔

بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

صحابہ کرام کے اوقاف اور خراجی زمین اور صحابہ کی مزارعت اور معاملے کا بیان۔ ص ۳۱۴

حدیث ۱۳۵۳ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْلَا

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

تشریحات ۱۳۵۲ مخابرہ کے معنی مزارعت ہی کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اگر بیج کاشتکار کا ہو تو مخابرہ کہتے ہیں۔ اور اگر مالک کا ہو تو مزارعت۔ ہمارے ہندوستان میں عام رواج یہی ہے۔ کہ بیج ہل بیل سب کاشتکار کا ہوتا ہے۔ وہی جوتتا اور بوتا بھی ہے یہاں تک کہ کاٹ کر گاہ کر غلہ بھُس سے الگ کر کے آدھا کھیت کے مالک کو دیتا ہے۔ البتہ بھُس سب کاشتکار لیتا ہے۔

لم ينه عنه : اس سے مراد یہ ہے کہ مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ بلکہ اس مزارعت سے منع فرمایا جسمیں کوئی شرط فاسد ہو جس سے نزاع کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ امام طحاوی[له] وغیرہ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ اللہ رافع بن خدیج کی مغفرت فرمائے۔ میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ کہ انصار کے دو صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ فرمایا۔ جب تمھارا یہ حال ہے تو کرایے پر کھیت مت دو۔ رافع نے صرف یہ سنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہہ کی حد تک ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراہت تحریم کا انکار فرما رہے ہیں۔

ان يمنح اخاه : یہ ارشاد مکارم اخلاق اور حسن سلوک اور ہمدردی کی تلقین ہے۔

تشریحات ۱۳۵۳ اس حدیث کے راوی اسلم حضرت فاروق اعظم کے غلام تھے۔ یہ اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ ۱۱ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت کے پہلے سال امیر الحج بنا کر بھیجا تھا۔ تو مکہ معظمہ میں انھوں نے اسلم کو خریدا تھا۔ ایک سو چودہ سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوئے۔

عہ باب ما کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یواسی بعضهم بعضا ص ۳۱۵ - مسلم، ابو داؤد، البیوع، ترمذی الاحکام، نسائی المزارعۃ - ابن ماجہ الاحکام - له شرح معانی الآثار ثانی کتاب المزارعۃ والمساقاۃ ص ۲۵۹

آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
اگر آئندہ کے مسلمانوں کا مجھے خیال نہ ہوتا تو جو بھی بستی فتح ہوتی اس کے باشندوں پر تقسیم کر دیتا
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ عہ
جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا۔

بَابُ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَّوَاتًا ص۳۱۴

جس نے کسی غیر مملوک بنجر زمین کو آباد کیا۔

موات اور میتۃ، اس زمین کو کہتے ہیں جو کسی کی ملک نہ ہو اور نہ بستی کی ضروریات کے لئے ہو اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم اسلام کی اجازت سے جو شخص اس پر قبضہ کرلے اسی کی ہے۔

۴۵۶ ت وَرَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ فِيْ أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کی ویران زمین کے بارے میں یہی حکم ارشاد فرمایا۔

۴۵۷ ت وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَّيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ۔
اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص غیر مملوک بنجر زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے۔

۴۵۸ ت وَيُرْوٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
اور یہ بطریق عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور فرمایا
قَالَ فِيْ غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَّلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ۔
جبکہ اس سے کسی مسلمان کی حق تلفی نہ ہوئی ہو اور ظلماً درخت گاڑنے والے کا اس میں کوئی حق نہیں۔

مُطابقت: باب کے پہلے جز یعنی صحابہ کرام کے اوقاف کے ثبوت کیلئے وصایا کی ایک طویل حدیث کا ایک جز بطور تعلیق ذکر فرمایا ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اس باغ کو صدقہ کر دے کہ اس کو بیچا نہ جا سکے۔ اور اس کے پھل کو کھایا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور باب کے بقیہ حصے کی حدیث مذکور سے مطابقت ظاہر ہے۔

تشریح ۴۵۶: یعنی جس نے اسے آباد کرلیا۔ مثلاً مکان بنالیا، باغ لگالیا، کھیت بنالیا۔ اسی کی ملک ہے۔

تشریح ۴۵۷: اس تعلیق کو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۵۸ عن عمرو بن عوف: اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے من احيي ارضا ميتة فهي له۔ کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور مزید یہ بھی فی غیر حق مسلم۔ الحدیث۔
اس تعلیق کو امام طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ عمرو بن عوف انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور بزرگ ہیں جو مزنی ہیں۔ ان کی بخاری میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں۔

عہ الجهاد باب الغنيمة لمن شهد الوقعة ص ۴۴۰ ثانی المغازی، باب غزوة خيبر ص ۶۰۸ مسند امام احمد اول ص ۴۰ ابو داؤد الخراج۔

۴۵۹	وَيُرْوٰى فِيْهِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ت	اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث روایت کیجاتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔
۱۳۵۴	عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حدیث	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ ۔ قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهٖ
	روایت کیا کہ فرمایا جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملک نہیں تو وہ اس کا حقدار ہے ۔
	عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ ۔
	عروہ نے کہا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا ۔

لعرق ظالم : عرق ۔ میں تنوین بھی درست ہے ۔ یعنی کسی غیر کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر درخت لگانے والے ظالم کو اس زمین میں درخت باقی رکھنے کا کوئی حق نہیں ۔ اور اضافت کے ساتھ بغیر تنوین لعرق ظالم بھی درست ہے یعنی ظالم نے جو درخت کہیں لگایا ۔ اور یہ اسی وقت ہوگا کہ زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر لگائے ۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا ۔ اس لئے میں نے ترجمہ یہ کیا ۔ ظلماً درخت لگانے والے کا اس زمین میں کوئی حق نہیں

۴۵۹ تشریحات حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام ترمذی[1] نے روایت کیا ہے ۔ الفاظ بھی یہی ہیں ۔ اور اسے حسن صحیح کہا ۔

۱۳۵۴ تشریحات ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے جمہور ائمہ حتی کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی کہا کہ اس کے لئے حاکم اسلام سے اجازت کی بھی حاجت نہیں ۔

مگر حضرت امام اعظم اور دوسرے بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ اسمیں حاکم اسلام کی اجازت ضروری ہے ۔ اگر کوئی حاکم اسلام کی اجازت کے بغیر کسی بنجر غیر مملوکہ زمین کو آباد کرے گا تو وہ اس کی ملک نہ ہوگی ۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ لاحمی الا للہ ولرسولہ ۔ بچائی ہوئی زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے ۔ اس سے من احی ارضا میتۃ کا عموم خاص ہے ۔

قال عروۃ : یہ تعلیق ہے جسے امام مالک نے موطا میں موصولا روایت کیا ہے ۔

اس کے بعد امام بخاری نے بلاعنوان باب قائم کرکے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوالحلیفہ کی وادی میں تشریف فرما تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا ۔ آپ متبرک بطحا میں جلوہ فرما ہیں نیز یہ حدیث کہ حضرت عبد اللہ بن عمر تلاش کرکے وہیں اونٹ بٹھاتے تھے ۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بٹھاتے تھے ۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث کہ وادی عقیق کے بارے میں فرمایا گیا ۔ اس متبرک وادی میں نماز پڑھیں ۔ یہ تینوں حدیثیں کتاب الحج میں گزر چکی ہیں ۔

---

[1] باب ماذکر فی احیاء ارض الموات ص ۱۶۶

بَابُ اِذَا قَالَ رَبُّ الْاَرْضِ اُقِرُّكَ مَا اَقَرَّكَ اللّٰهُ وَلَمْ يُذْكَرْ اَجَلًا مَعْلُومًا فَهُمَا عَلٰى تَرَاضِيهِمَا

جب زمین کا مالک کسی سے یہ کہے کہ میں تمکو زمین پر اسوقت تک رکھونگا جبتک اللہ رکھے اور کوئی معین میعاد مقرر نہ کرے تو یہ معاملہ ان دونوں کی رضامندی تک رہے گا۔ ص ۳۱۴

۱۳۵۵ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَجْلَی الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰی خَيْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَاَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَاَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰی اَنْ يَّكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ وَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا تو یہود کو وہاں سے نکالنا چاہا اور جب کسی زمین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح فرمالیں تو وہ زمین اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اس لئے حضور نے یہود کو وہاں سے نکالنا چاہا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ انھیں یہیں رہنے دیں اس شرط پر کہ وہ کام کریں گے اور انھیں پھلوں کا آدھا ملے گا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ بلاعنوان کا باب بمنزلہ فصل ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے۔ ذوالحلیفہ کسی کی ملک نہیں بلکہ اگر کوئی اسے آباد کرے تو بھی کسی کی ملک نہ ہوگی۔ اس لئے کہ یہ حاجیوں کے انتفاع کے لئے ہے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ جس بنجر غیر مملوکہ زمین سے لوگوں کی ضرورتیں وابستہ ہوں وہ آباد کرنے سے کسی کی ملک نہ ہوگی۔ جیسے چراگاہ وغیرہ۔

۱۳۵۵ تشریحات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو احسان فرماکر یہودیوں کو خیبر ہی میں رہنے دیا اور غایت کرم یہ تھا کہ ان کی زمینیں انھیں کاشت کرنے کے لئے بھی دیدیں۔ مگر یہ فتنہ پرور قوم اپنی فسادی سرشت کیوجہ سے ہمیشہ نت نئے فتنے اٹھاتی رہی۔

خیبر فتح ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی وہیں تشریف فرما تھے۔ یہود چند دن پہلے تلواروں کے آگے سرنگوں ہو چکے تھے۔ مگر حرکت یہ کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے علم غیب سے معلوم ہوگیا اور بچ گئے۔ مگر بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن سہیل اور حضرت محیصہ قحط سالی کے زمانے میں خیبر گئے۔ یہودیوں نے حضرت عبد اللہ کو قتل کرکے

وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَىٰ ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ اِلٰى تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَاءَ عہ

وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا ہم تم کو اس پر برقرار رکھتے ہیں جب تک ہم چاہیں۔ یہود اس پر رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تیماء اور اریحاء جلاوطن کر دیا۔

بَابُ مَا كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کھیتی اور پھلوں میں ایک دوسرے کی کیسے مدد کیا کرتے تھے۔ ص ۳۱۵

حدیث ۱۳۵۶ عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ وَعَلَى الْاَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِزْرَعُوْهَا اَوْ اَزْرِعُوْهَا اَوْ اَمْسِكُوْهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَّطَاعَةً عہ

حضرت رافع بن خدیج بن رافع اپنے چچا ظہیر بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو اس چیز سے منع فرمادیا جسمیں ہمیں آسانی تھی رافع نے کہا میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور دریافت فرمایا تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو میں نے عرض کیا ہم کھیتوں کو اس شرط پر بونے کے لئے دیتے ہیں کہ نہر کے قریب کی پیداوار اور کچھ وسق کھجور اور جو ہم لینگے۔ فرمایا ایسا مت کرو اسے خود بوؤ یا اسے کسی کو بلا عوض بونے کیلئے دو یا روکے رکھو۔ رافع نے کہا منظور ہے۔

نہر میں پھینک دیا۔ مگر رحمت عالم نے انھیں خیبر ہی میں رہنے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک بار ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیبر گئے تو یہودیوں نے انھیں سونے کی حالت میں چھت سے نیچے پھینک دیا جن کے صدمے سے ان کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اب پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں جلاوطن کر کے شام کے ساحلی علاقے تیماء اور اریحاء بھیج دیا۔

تشریحات ۱۳۵۶ علی الربیع ۔ ربیع کے معنی نہر کے ہیں۔ یعنی اس شرط پر دیتے کہ جو کھیت نہر کے قریب ہے۔ اسکی پیداوار ہم لیں گے۔ ایک روایت علی الربع بھی ہے۔ یعنی اس شرط پر دیتے کہ پیداوار کی چوتھائی ہماری ہوگی۔ اس روایت کی بنا پر یہ حدیث مطلقاً مزارعت سے ممانعت کی دلیل ہوگی۔

عہ مسلم المساقاۃ والمزارعۃ ۔ ابوداؤد الامارۃ موطا امام مالک مساقاۃ ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۴۹
عہ مسلم البیوع ۔ نسائی المزارعۃ ۔ ابن ماجہ احکام

۱۳۵۷ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ
حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ تہائی چوتھائی آدھی پیداوار پر بٹائی پر کھیتی
وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا
کرتے تھے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے یا کسی
أَوْ لِيَمْنَحْهَا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ عہ
کو بلا عوض بونے کے لئے دیدے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زمین پرتی رہنے دے۔
۱۳۵۸ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ
زمین ہو وہ خود بوئے یا بونے کے لئے اپنے بھائی کو دیدے اور اگر یہ پسند نہ ہو
أَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ عہ
تو پرتی چھوڑ دے۔
۱۳۵۹ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلٰى
حدیث نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت
عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ
ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھی زمانے میں اور معاویہ کی امارت کے شروع
إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ
میں اپنے کھیت کرایہ پر دیتے تھے پھر ان سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ

وعلی الاوسق: یعنی اس شرط پر دیتے کہ اتنے وسق مثلاً دس وسق غلہ ہم لیں گے۔ یہ معاملہ اس لئے ممنوع ہے کہ ہو سکتا ہے کل پیداوار اتنی ہی یا اس سے بھی کم ہو۔ دونوں صورتوں میں بٹائی پر لینے والے کا نقصان۔

تشریحات ۱۳۵۸، ۱۳۵۷ یہ دونوں حدیثیں اسکی صریح دلیل ہیں کہ بٹائی پر زمین دینا منع ہے۔ یہی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ صاحبین کا قول یہ ہے۔ چونکہ اس پر تعامل مسلمین ہے۔ نیز بعض احادیث سے جواز بھی ثابت ہے۔ اس لئے یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ طے ہو کہ پیداوار کا نصف یا ثلث وغیرہ کاشتکار کو ملے اور بقیہ کھیت کے مالک کا ہو۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

تشریحات ۱۳۵۹ کان یکری۔ اس کا لفظی ترجمہ تو یہی ہے کہ وہ زمین کرایہ پر دیتے۔ مگر مراد بٹائی پر دینا ہے۔ یعنی کرایہ پر دینے کی مخصوص صورت۔

عہ مسلم البیوع۔ نسائی المزارعۃ۔ ابن ماجہ احکام عہ مسلم البیوع ۔ ابن ماجہ احکام

وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِلٰى	تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ تو حضرت ابن عمر
رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَذَهَبْتُ مَعَهٗ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ اور ان سے پوچھا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ عَلِمْتَ	تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے اس پر حضرت
إِنَّا كُنَّا نُكْرِيْ مَزَارِعَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى	ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کھیتوں کو کرایے
الْأَرْبِعَاءِ وَشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ ع۵	پر دیتے تھے کہ نہر کے قریب کی پیداوار اور کچھ بھس ہمارا ہوگا۔

من امارة معاویه : سبط اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد کردی تو وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔ اس لئے امارت سے مراد خلافت ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر پوری امت نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ انکے عہد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا، یہ درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد خلافت کا دعویٰ فرمایا تھا۔

قد علمت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مطلقاً منع فرمایا۔ اور کسی قسم کو جائز نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بلکہ اس مخصوص طریقے سے منع فرمایا جو عہد مبارک میں رائج تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ زمین کے مالک یہ شرط کر لیتے کہ نہر کے قریب جو کھیت ہے اس کی پیداوار اور کچھ بھس ہم لیں گے۔ اس سے منع فرمایا کیونکہ اس میں یہ خطرہ رہتا ہے کہ صرف اسی حصے میں پیداوار ہو بقیہ حصے میں کچھ نہ ہو۔ اور نیز بھس کی مقدار بھی مجہول تھی۔ حاصل یہ نکلا کہ مطلقاً مزارعت سے منع نہیں فرمایا اس مزارعت سے منع فرمایا جسمیں شرط فاسد ہو۔

علی الاربعاء : اربعاء۔ ربیع کی جمع ہے۔ جس کے معنی نہر صغیر کے ہیں۔ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ چوتھائی پر کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔

علی التبن : عام مترجمین نے اس کا ترجمہ گھاس کیا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ اس کے معنی بھس کے ہیں۔

مطابقت : حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ زمین کو کرایے پر دینا منع ہے۔ اسے لازم ہے کہ کھیت کا مالک یا تو خود کاشت کرے یا کسی کو اس طرح کاشت کیلئے دے کہ اس سے پیداوار میں سے کچھ نہ لے۔ یہی مواساۃ اور ہمدردی ہے۔

ع۵ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

۱۳۶۰ حدیث اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنْتُ
سالم نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں یہ جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
اَعْلَمُ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُکْرٰی ثُمَّ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دی جاتی ہے پھر عبد اللہ کو اندیشہ ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
خَشِیَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنْ یَکُوْنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحْدَثَ فِیْ ذٰلِکَ
نے اس بارے میں کوئی نیا حکم صادر فرمایا ہو جس کا علم انھیں نہ ہوا ہو۔ اس لئے انھوں
شَیْئًا لَمْ یَکُنْ عَلِمَهٗ فَتَرَکَ کِرَاءَ الْاَرْضِ ع۵
نے بٹائی پر زمین دینا چھوڑ دیا۔

بَابُ کِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ص۳۱۵ سونے چاندی کے عوض زمین کرائے پر دینا۔

۴۶۰ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنَّ اَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زمین کے معاملے میں جو تم کرتے ہو
اَنْ تَسْتَاجِرُوا الْاَرْضَ الْبَیْضَاءَ مِنَ السَّنَةِ اِلَی السَّنَةِ ۔
ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ خالی زمین کو سال بسال لگان پر دیا کرو۔

۱۳۶۱ حدیث عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَیْسٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَنِیْ
حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چچاؤں نے

۱۳۶۰ تشریحات حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ اندیشہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بعض ارشادات پر مطلع نہ ہوئے۔ اور دوسرے ایسے صحابہ جو علم و فہم میں ان سے کم تھے مطلع تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام میں خبر واحد حجت ہے۔

۴۶۰ تشریحات اس تعلیق کو امام وکیع نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک زمین کو بٹائی پر دینا جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ نقد لگان طے کر کے دی جائے۔ اگر ان کے نزدیک بٹائی پر دینا جائز نہ ہوتا تو اسے امثل نہ کہتے۔ امثل اور افضل کا مطلب یہی ہے کہ اس کے مقابل کی صورت بھی جائز ہے البتہ وہ بہتر نہیں۔ بہتر نہیں کا مطلب عدم جواز نہیں ہوتا۔

۱۳۶۱ تشریحات اَوْ بِشَیْءٍ یَّسْتَثْنِیْهِ : یعنی زمین کا مالک اپنے لئے کچھ مستثنیٰ کر لے۔ بٹی کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ کل پیداوار کی تہائی یا چوتھائی ہماری ہوگی۔ یا وسق، دو وسق مثلاً میرا ہوگا۔ یا زمین کے فلاں حصے کی پیداوار میری ہوگی۔ لیکن اس حدیث کے دوسرے طرق پر نظر رکھتے ہوئے ظاہر یہی ہے کہ مراد تیسری صورت ہے۔

ع۵ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔

عَمَّایَ اَنَّھُمْ کَانُوْا یُکْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
بیان کیا کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دیتے تھے۔ اس شرط پر کہ جو نہروں کے
بِمَا یُنْبِتُ عَلَی الْاَرْبِعَاءِ اَوْ بِشَیْئٍ یَّسْتَثْنِیْہِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَھَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
قریب پیدا وار ہو یا زمین کے کسی بھی حصے کی پیداوار زمین کے مالک کی ہوگی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَکَیْفَ ھِیَ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ فَقَالَ
منع فرمایا (حنظلہ نے کہا) میں نے حضرت رافع سے پوچھا کہ دینار اور درہم کے عوض ہو تو۔ رافع نے کہا۔ اسمیں کوئی
رَافِعٌ لَیْسَ بِھَا بَاْسٌ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ وَکَانَ الَّذِیْ نُھِیَ عَنْ ذٰلِکَ مَالَوْ نَظَرَ
حرج نہیں اور جس سے منع کیا گیا اس میں حلال وحرام کی تمیز رکھنے والے حضرات غور کریں گے تو اس کی
فِیْہِ ذَوُوا الْفَھْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ یُجِیْزُوْہُ لِمَا فِیْہِ مِنَ الْمُخَاطَرَۃِ — قَالَ
اجازت نہیں دیں گے۔ کیونکہ اس میں خطرہ بالکل واضح ہے۔ اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا
اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ مِنْ ھٰھُنَا قَوْلُ اللَّیْثِ وَکَانَ الَّذِیْ نُھِیَ عَنْ ذٰلِکَ -
وکان الذی نھی عن ذلک سے لیث کا قول ہے۔

باب ۳۱۵

۱۳۶۲ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور کی خدمت میں
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَوْمًا یُّحَدِّثُ وَعِنْدَہٗ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ اَنَّ رَجُلًا
ایک دیہاتی حاضر تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بیان فرمارہے تھے کہ ایک

وکان الذی نھی : یہاں سے لما فیہ من المخاطرۃ۔ تک حدیث کا جز ہے یا مُدرج ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ نسفی اور ابن شبویہ کے نزدیک مدرج ہے۔ اسی لئے ان کے نسخوں میں نہیں۔ بیضاوی نے کہا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رافع کا قول ہے۔ علامہ طیبی نے کہا۔ یہ واضح نہیں ہو سکا کہ یہ کسی راوی کا قول ہے یا امام بخاری کا۔ بعض حضرات نے کہا کہ بخاری کے اکثر طرق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امام لیث کا قول ہے۔ اور یہاں تو امام بخاری نے تصریح کر دی ہے کہ یہ امام لیث کا قول ہے۔ یہ حصہ بھی سند مذکور کے ساتھ موصولا مروی ہے۔

تشریحات ۱۳۶۲ فبادر الطرف : یعنی کھیتی کے تمام مدارج پلک جھپکنے سے پہلے پہلے طے ہو گئے۔

قرشیا او انصاریا : قریش تجارت پیشہ تھے مکہ معظمہ میں کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔ مگر جب مدینہ طیبہ آئے تو کاشتکاری بھی کرنے لگے اس پر اس دیہاتی نے عرض کیا۔

مناسبت : جنت میں کاشتکاری کی اجازت اس کی دلیل ہے کہ یہ ایک اچھا کام ہے۔ اس طرح اس حدیث کو کتاب حرث

مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ اَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰى

جنتی اپنے رب سے جنت میں کھیتی کرنے کی اجازت مانگے گا تو اللہ عز و جل یہ فرمائے گا کیا تم اس حال میں

وَلٰكِنْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ قَالَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاءُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ

نہیں کہ جو چاہتے ہو ملتا ہے وہ عرض کرے گا کیوں نہیں مگر میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں حضور نے

فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ فَاِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ

فرمایا اس نے بیج ڈالا پلک جھپکنے میں وہ اُگ بھی گیا اور تیار بھی ہو گیا اور کاٹ بھی لیا گیا اسکی

شَيْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ

پیداوار پہاڑوں کے برابر ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیگا۔ اسے لے تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ یہ حدیث سُنکر اس دیہاتی نے عرض کیا

زَرْعٍ وَّاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

واللہ آپ اُسے قریشی یا انصاری ہی پائیں گے۔ اسلئے کہ یہی لوگ کاشتکار ہیں اور ہم لوگ کاشتکار نہیں۔ اسپر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

کے ساتھ مناسبت ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عہد نبوی میں کاشتکاری کرتے تھے یہ بھی دلیل جواز ہے۔ نیز صحابہ کرام مزارعت بھی کرتے تھے اس طرح کتاب کے دوسرے جز "المزارعة" سے بھی مناسبت ہو گئی۔ مگر چونکہ یہاں مزارعت کے ابواب چل رہے تھے اور اس حدیث میں صراحۃً مزارعت کا ذکر نہیں اس لئے اس پر بلا عنوان باب قائم فرمایا۔

عہ ثانی التوحید۔ باب کلام الرب مع اهل الجنة ص ۱۱۲۱ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۵۱۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ المُسَاقَاۃِ

ص ۳۱۶ مساقاۃ کا بیان

مساقاۃ کا مادہ سقی ہے۔ جس کے معنی پانی پلانے کے ہیں۔ اور مساقاۃ کے معنی ایک دوسرے کو پانی پلانا۔ مگر اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ درخت یا انگوروں کی بیلیں کسی کو اس شرط پر دینا کہ وہ اس میں کام کرے اور پیداوار کا کچھ حصہ لے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ کے عرف میں اسے معاملہ کہتے ہیں جیسے مزارعت کو مخابرہ، مضاربت کو مقارضہ۔ وغیرہ۔

بَابٌ فِی الشِّرْبِ وَ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ وَقَوْلِہٖ اَفَرَأَیْتُمُ الْمَاءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ٥ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاہُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْکُرُوْنَ۔ وَ مَنْ رَأٰی صَدَقَۃَ الْمَاءِ وَہِبَتَہٗ وَوَصِیَّتَہٗ جَائِزَۃً مَقْسُوْمًا کَانَ اَوْ غَیْرَ مَقْسُوْمٍ۔ ثَجَّاجًا مُنْصَبًّا۔ اَلْمُزْنُ اَلسَّحَابُ۔ وَالْاُجَاجُ اَلْمُرُّ۔ فُرَاتًا۔ عَذْبًا۔

ص ۳۱۶ پانی کی تقسیم کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا۔ اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا تو وہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے (انبیاء۔ آیت ۳۰) اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ ذرا بتاؤ تو تم جو پانی پیتے ہو اسے بادل سے تم نے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کردیں پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔ واقعہ آیت ۶۹-۷۰ اور جو پانی کے صدقہ اور ہبہ اور وصیت کو جائز جانے خواہ وہ تقسیم شدہ ہو یا نہ ہو۔ ثجاجا۔ موسلا دھار المزن۔ بادل۔ الاجاج۔ کھاری۔ فراتا۔ میٹھا خوشگوار۔

الشرب۔ شین کے کسرے کے ساتھ پانی کا حصہ۔ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی تالاب اور کنویں سے چند کھیتوں چند باغوں میں پانی جاتا ہو۔ تو کس کو کتنا پانی دیا جائے گا۔

وجعلنا پانی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہر جاندار کی زندگی کا مدار پانی ہی پر ہے۔ انسان اور حیوانات کے علاوہ نباتات کی بھی پیدائش، افزائش اور حیات پانی ہی پر ہے۔ اس کے لئے امام بخاری نے ان دو آیتوں کو ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات کو ذکر کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہر جاندار کی زندگی کا مدار پانی ہے اور یہ خالص عطیہ الٰہی ہے۔ تو اس پر کسی کو بالکلیہ استحقاق جتانا جائز نہیں۔ جب تک بطریق

شرعی کسی کی خاص ملک میں نہ آجائے۔ اس طرح ان آیات کو باب سے بھی مناسبت ہوگئی۔

ومن رأی ہمارے یہاں مُشاع یعنی غیر منقسم چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔ اسی طرح صدقہ بھی۔ وصیت جائز ہے امام بخاری یہ کہنا چاہتے ہیں۔ پانی اگرچہ غیر تقسیم شدہ ہو اس کا ہبہ اور صدقہ وصیت سب درست ہے۔ اور اسی طرح اور چیزوں کا بھی۔ مُشاع کا ہبہ اور صدقہ درست نہیں۔ اس کی تفصیل کتاب الھبۃ میں آئے گی۔

ثجاجًا یہاں سے اخیر تک پانی خصوصا بارش کے پانی کے جو اوصاف دوسری آیتوں میں مذکور ہیں۔ ان کی تفسیر بیان کر رہے ہیں۔ اس مناسبت سے کہ آیات مذکورہ میں پانی کا ذکر آگیا ہے۔

سورہ نبا میں ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا۔ آیت ۴۱ — اور بادلوں سے موسلا دھار بارش برسائی۔

المزن اور اجاج۔ باب میں مذکور دوسری تیسری آیات میں ہے۔ اور سورہ فرقان اور سورہ فاطر میں ہے۔

هٰذا عَذْبٌ فُرَاتٌ ۵۳ ۱۲ — یہ میٹھا ہے نہایت شیریں۔

باب ۴۶۱

وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيْ

اور حضرت عثمان نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون ہے جو بیر رومہ خریدے

بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَكُوْنُ دَلْوُهٗ فِيْهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے مثل کر دے تو اسے حضرت عثمان نے خریدا (اور مسلمانوں پر وقف کر دیا)

تشریحات ۴۶۱ بیر رومہ مدینہ طیبہ کے مشہور کنوؤں میں سے ہے۔ جو عوالی مدینہ وادی عقیق میں ہے۔ ابن بطال نے کہا۔ کہ اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ اس میں تالا بند کر کے غائب ہوجاتا۔ مسلمان پانی پینے جاتے تو موجود نہیں رہتا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پینتیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ کلبی نے کہا کہ اس کا مالک ایک مشک پانی ایک درہم میں دیتا تھا۔ اس تعلیق کو تھوڑے تغیر کے ساتھ امام ترمذی[۱] نے روایت کیا ہے۔

---

[۱] ثانی مناقب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۱۱

حدیث ۱۳۶۳ حَدَّثَنِیْ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ غُلَامٌ

میں ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور حضور کی داہنی طرف حاضرین میں سب سے

اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْیَاخُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَقَالَ یَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَهُ

چھوٹا ایک بچہ تھا۔ اور معمر لوگ بائیں طرف تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے بچے! کیا تو اس کی اجازت دیتا ہے

الْاَشْیَاخَ قَالَ مَا کُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِیْ مِنْكَ اَحَدًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهُ۔ عہ

کہ میں اسے معمر لوگوں کو دیدوں۔ اس نے عرض کیا میں آپ کے تبرک کے بارے میں کسی کو اپنے اوپر ترجیح نہیں دے سکتا۔

یارسول اللہ! تو حضور نے وہ پیالہ اس بچے کو عطا فرما دیا۔

حدیث ۱۳۶۴ عَنِ الزُّهْرِیِّ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَهُوَ فِیْ دَارِ اَنَسِ بْنِ

علیہ وسلم کے پینے کے لئے ایک پلی ہوئی بکری دوہی گئی۔ اور حضور انس بن مالک کے گھر میں تشریف فرما تھے

مَالِكٍ وَشِیْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ فِیْ دَارِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَاُعْطِیَ

اور اس کے دودھ میں اس کنوے کا پانی ملایا گیا جو حضرت انس کے گھر میں تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ حَتّٰی اِذَا نَزَعَ

کو پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اس سے نوش فرمایا۔ اور حضور کے بائیں طرف حضرت ابو بکر تھے۔ اور داہنی

الْقَدَحَ مِنْ فِیْهِ وَعَلٰی یَسَارِهٖ اَبُوْبَکْرٍ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ اَنْ یُّعْطِیَهُ

طرف ایک اعرابی تھے۔ جب حضور نے پیالہ اپنے منہ سے ہٹایا۔ تو حضرت عمر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں

عہ باب من رای ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه ص۳۱۸ مظالم باب اذا اذن له وحلل له ص۳۳۱ ثانی الاشربة باب هل یستاذن الرجل من عن یمینه فی الشرب لیعطی الاکبر ص۸۴۳۔ مسلم اشربه۔ الموطا صفة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

الْأَعْرَابِيَّ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَكَ فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ

آپ اعرابی کو نہ عطا فرمادیں اسلئے انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ابوبکر کو عطا فرمائیں جو حضور کے پاس حاضر ہیں۔ مگر

قَالَ الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ [1]

حضور نے ان اعرابی کو دیا جو داہنی طرف تھے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ داہنا مستحق ہے پھر داہنا۔

تشریحات ۱۳۶۳، ۶۴

داجن۔ ہر وہ پالتو جانور جسے گھر میں رکھ کر چارہ کھلایا جائے۔ یہ مذکر مونث دونوں کے لئے آتا ہے۔ جیسے لفظ شاۃ۔ داجنۃ، مؤنث بھی مستعمل ہے۔

داہنی طرف جو صاحبزادے تھے وہ حضرت فضل بن عباس تھے۔ جیسا کہ ابن بطال نے لکھاہے مگر ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس تھے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایاہے۔ کہ یہی صحیح ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے اور اس میں کسی کی تخصیص نہ کیجائے۔ تو تمام شرکا ء کو اس میں سے دینا مستحب ہے بشرطیکہ گنجائش ہو۔ اور داہنے والے کو پہلے دیا جائے اگر چہ بائیں والے علم وفضل اور عمر میں زیادہ ہوں۔ حدیث میں ذکر اگرچہ پانی اور دودھ کا ہے۔ لیکن کھانے پینے کی تمام چیزوں کو عام ہے۔ جیسا کہ مجدد اعظم اعلحضرت قدس سرہ نے "الملفوظ" میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰى يَرْوِىَ۔ ص۳۱۸

جس نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کرلے۔

حدیث ۱۳۶۵

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے ہوئے پانی کو نہ روکا جائے۔ کہ اس کے نتیجے میں گھاس چرانے سے روکنا لازم آئے۔

حدیث ۱۳۶۶

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهٖ فَضْلَ الْكَلَأِ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاضل پانی کو نہ روکو کہ اس کی وجہ سے فاضل چرائی کو روکدو۔

---

[1] ثانی الاشربہ باب الایمن فالایمن فی الشرب ص۸۴۰ مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ الاشربہ۔

[2] ثانی الحیل باب مایکرہ من الاحتیال فی البیوع ولا یمنع فضل الماء ص۱۰۳۰ ترمذی ابن ماجہ [3] ابوداؤد۔ ترمذی۔

تشریحات
۱۳۶۵، ۶۶

مطابقت۔ اس حدیث میں بچے ہوئے پانی کو روکنے سے منع فرمایا۔ اور پانی اس وقت بچے گا جب ضرور تمند اپنے باغ یا کھیت کو کما حقہ سینچ لیگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانی کے مالک کا پانی پر سب سے زیادہ حق ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کنواں یا تالاب کسی جگہ ہو اور اس کے آس پاس گھانس ہو تو چرواہوں اور مویشیوں کو پانی پینے سے نہ روکا جائے۔ اگر پانی مالک کی ضرورت سے فارغ و فاضل ہو۔ کیونکہ اگر چراہوں کو اور مویشیوں کو پانی نہیں پینے دیا جائے گا تو وہاں چرواہے جانور چرانے نہیں جائیں گے۔ اس طرح چرنے سے روکنا لازم آئے گا۔ یہ حکم استحبابی ہے اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔

بَابُ الْخُصُوْمَةِ وَ الْقَضَاءِ فِيهَا ص۳۱۷ کنویں میں جھگڑا اور اس میں قضا کا بیان۔

حدیث
۱۳۶۷

عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ

جو شخص ایسی قسم کھائے کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال لے لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو اللہ سے قیامت کے دن اس حالت

غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَ أَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الآية

میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضبناک ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جو لوگ اللہ اور اس کی قسموں کے عوض

فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ

تھوڑی پونجی خریدتے ہیں (الی آخرہ) اس کے بعد اشعث (بن قیس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہا ابو عبد الرحمٰن جو حدیث بیان

كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِيْ فَقَالَ لِيْ شُهُوْدُكَ فَقُلْتُ مَا لِيْ شُهُوْدٌ قَالَ

کرتے ہیں وہ صحیح ہے۔ میرے ہی بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے۔ میرا ایک کنواں میرے ایک چچازاد بھائی کی زمین میں تھا ہمارے

فَيَمِيْنُهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذَنْ يَحْلِفُ فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا) حضور نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے کہا میرے

هٰذَا الْحَدِيْثَ فَأَنْزَلَ اللهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَهُ ؎

پاس گواہ نہیں۔ فرمایا کہ اب تیرے چچازاد بھائی پر قسم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اب یہ قسم کھالیگا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؎ الشہادات باب یحلف المدعی علیہ ص۳۶۷ باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعهد الله وايمانهم ص۶۷

نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس کی تصدیق کیلئے نازل فرمایا۔

تشریحات ۱۳۹۷ حضرت اشعث بن قیس کندی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سنہ ۱۰ھ میں کندہ کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور مشرف باسلام ہوئے۔ یہ چالیس سوار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین کی شورش کو ختم کرنے کے لئے جو لشکر روانہ فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک نے ان کو گرفتار کیا اور مدینہ طیبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا مجھے اپنی لڑائیوں کے لئے زندہ رکھئے اور اپنی بہن سے میرا نکاح کر دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر نے دونوں باتیں منظور فرمالیں اور یہ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنی بہن ام فروہ کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جس کا قصہ بہت طویل ہے۔

عہد رسالت میں مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنی صاحبزادی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا لیکن وہ ابھی خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوسکی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

لطیفہ فکریہ حضرت اشعث نساج (یعنی بنکر تھے) ایک بار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر خفا ہوئے تو جلال میں فرمایا۔ ایھا الحائک ابن الحائک (اے جولاہے کے بیٹے جولاہے) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یہ شرف بخشا کہ ان کی صاحبزادی کو امہات المومنین کے زمرہ میں داخل فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن کو ان کی زوجیت میں دیا۔ اس سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کرلینی واجب ہے جو نساجین کو ذلیل وخوار سمجھتے ہیں (یعنی بنکروں کو) حضرت اشعث بن قیس کے ان چچا زاد بھائی کا نام جن کی زمین میں ان کا کنواں تھا، معدان بن الاسود بن سعد بن معدی کرب تھا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثبوت پیش کرنا مدعی پر ہے۔ اور اگر مدعی ثبوت نہ پیش کر سکے اور مدعیٰ علیہ دعویٰ سے انکار کرے تو اس پر قسم ہے۔ مدعی پر قسم نہیں۔ اور اس کی قسم لغو ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حاکم مدعیٰ علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے گا۔ اگرچہ مدعی اس کا مطالبہ نہ کرے۔

باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض ص۳۲۶۔ الثانی۔ التفسیر۔ آل عمران باب قولہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا ص۶۵۲۔ الایمان۔ باب قول اللہ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ص۹۸۵۔ باب عھد اللہ ص۹۸۵۔ الاحکام باب الحکم فی البیر ونحوہ ص۱۰۶۵۔ الرھن اذا اختلف الراھن والمرتھن ص۳۴۲۔ مسلم۔ الایمان۔ ابوداؤد۔ النذور۔ ترمذی۔ البیوع۔ التفسیر۔ نسائی القضاء۔ ابن ماجہ الاحکام۔ مسند امام احمد جلد اول ص۳۷۷ جلد خامس ص۲۱۱

بَابُ اِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَآءِ ص۳۱۷

مسافر کو پانی پینے سے منع کرنے کا گناہ۔

حدیث ۱۲۶۸ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ اِلَيْهِمْ

تین شخص ہیں جن کی جانب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اور ان کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ رَجُلٌ كَانَ لَهٗ فَضْلُ

گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ شخص جس کے

مَاءٍ فِي الطَّرِيْقِ فَمَنَعَهٗ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهٗ

پاس راستے میں فاضل پانی تھا، اور اس نے پانی کو مسافر سے روکا۔ اور ایک وہ شخص جس نے کسی امام

اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا سَخِطَ وَرَجُلٌ اَقَامَ

سے صرف دنیا کے لئے بیعت کی اب وہ اگر اس کو کچھ دے تو راضی رہے اور اگر کچھ نہ دے تو وہ ناراض ہو جائے

سِلْعَتَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَقَدْ اُعْطِيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا

اور ایک وہ شخص جس نے عصر بعد اپنے سامان کو لگایا پھر کہا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں

فَصَدَّقَهٗ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ

میرے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی لگائی جا چکی ہے۔ کسی نے اسکی بات مان لی (اور سامان اتنے دام پر خرید لیا)

ثَمَنًا قَلِيْلًا عہ

پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اسکی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔

عہ من رأى ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه ص۳۱۸ شهادات باب اليمين بعد العصر ص۳۶۷ ثانی احكام باب من بايع رجلا لا يبايعه الا للدنيا ص۱۰۷۰ كتاب التوحيد باب قوله تعالى وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ص۱۱۰۹ مسلم ايمان نسائی۔ بيوع۔ ابن ماجه تجارات۔ جهاد۔ مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص۲۵۱ و ص۴۸۰۔

تشریحات ۱۳۶۸ مطابقت: اس حدیث میں فاضل پانی کسی کو نہ دینے پر وعید ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر پانی فاضل نہ ہو تو منع کرسکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافرین اور مویشیوں کو پانی پلانا واجب ہے جب کہ وہ پیاسے ہوں اور اگر پیاس سے ان کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے مالک سزا کے مستحق ہوں گے۔ اگر مسافرین کے پاس قیمت ہو تو مفت پلانا واجب نہیں۔ اور اگر قیمت نہ ہو تو جان کے بچانے کی مقدار پانی پلانا واجب ہے۔

بَابُ سَكْرِ الْأَنْهَارِ ص ۳۱۷ نہروں کا بند کرنا

حدیث ۱۳۶۹

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے حدیث

حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

بیان کی کہ ایک انصاری نے حضرت زبیر کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حرّہ کے اس نالے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ

کے بارے میں جس سے لوگ کھجور کے باغوں کو پانی دیتے تھے۔ دعویٰ کیا۔ انصاری نے کہا۔

سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پانی کو چھوڑ دے کہ وہ آگے بڑھے۔ حضرت زبیر نے انکار کر دیا۔ اب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ

کی خدمت میں یہ معاملہ لے گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زبیر سینچ کر پانی

الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ

اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دے۔ اس پہ انصاری غصہ ہوگئے۔ اور یہ کہہ دیا۔ آپ کی پھوپھی کے بیٹے

وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ

ہیں نا! اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ انور بدل گیا۔ پھر فرمایا۔ اے زبیر! سینچ لے پھر

احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ

پانی کو روک۔ یہاں تک کہ مینڈھ کے سرے تک پہنچ جائے۔ اس پر زبیر نے فرمایا۔ بخدا میں گمان کرتا ہوں

هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ۔ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ

کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ۔ تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے ۔ جب تک آپسی جھگڑوں

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ عہ

میں آپ کو حکم نہ مان لیں ۔ پھر آپ کے فیصلے پر کوئی تنگی محسوس نہ کریں ۔ اور اسے کما حقہ تسلیم نہ کرلیں ۔

تشریحات ۱۲۶۹ رجلا من الانصار ۔ بعض شارحین نے تحریر کیا کہ یہ شخص منافق تھے ۔ مگر یہ صحیح نہیں ۔ اولاً اس لئے کہ امام بخاری نے کتاب الصلح میں ان کے بارے میں فرمایا ۔

قد شهد بدرًا ۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ اصحاب بدر میں سے کوئی بھی منافق نہ ہوا ۔ ثانیا صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ جب منافقین کا ذکر کرتے تو ان کو منافقین ہی سے ذکر کرتے ۔ انھیں انصاری نہیں کہتے ۔ یہاں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو انصاری کہا ۔ لوگوں کو یہ شبہ اس بنا پر ہوا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں وہ سخت کلمے استعمال کر دیا تھا ۔ اس کی تاویل علماء نے یہ کی ہے کہ انتہائی غصہ کی وجہ سے یہ کلمے ان کی زبان سے بے اختیار نکل گئے ۔ ابتداء اسلام کا معاملہ تھا لوگ آداب نبوت سے آشنا نہیں ہوئے تھے صورت حال یہ تھی کہ ریگستان کے بالائی حصہ سے یہ پانی آتا تھا ۔ بالائی حصہ پر حضرت زبیر بن عوام کا باغ تھا ۔ اور اس سے متصل نشیبی حصہ پر ایک انصاری کا باغ تھا ۔ عرف کے دستور اور رواج کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حق حاصل تھا ۔ کہ اپنا باغ پورے طور سے سینچ لیں پھر پانی اپنے پڑوسی کو دیں ۔ اس پر پڑوسی جو انصاری تھے انھوں نے جھگڑا کیا ۔

شراج الحرة شراج پانی بہنے کے نالے کو کہتے ہیں ۔ الحرۃ پتھریلی زمین جہاں اس طرح پتھر پڑے ہوں کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ اوپر سے گرائے گئے ہوں اور جلے ہوئے ہیں ۔

مدینہ طیبہ کے دو حرہ مشہور ہیں ۔ حرہ شرقیہ ، حرہ غربیہ جس کے درمیان پورا شہر آباد ہے ۔

الی الجدر ۔ جدر کے اصل معنی دیوار کے ہیں ۔ یہاں مراد وہ مینڈھ ہے جو پانی روکنے کے لئے درختوں کی جڑوں کے ارد گرد باندھی جاتی ہے ۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی آیا ہے الی الجذر ۔ جذر درخت کی اس جڑ کو کہتے ہیں ۔ جو زمین کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے ۔ مراد وہی ہے کہ کھیت کو جتنے پانی کی ضرورت ہے ۔ لوگ جتنا پانی بھرتے ہیں بھر لو ۔ چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے ۔ کہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باغ میں اتنا

عہ باب شرب الاعلی الاسفل صفحہ ۳۱۸ ۔ باب شرب الاعلی الی الکعبین صفحہ ۳۱۸ الصلح ۔ باب اذا اشار الامام بالصلح صفحہ ۳۷۳ ثانی تفسیر باب قولہ تعالیٰ فلا وربك لایومنون الآیۃ صفحہ ۶۶ مسلم فضائل ۔ ابو داؤد اقضیہ ۔ ترمذی احکام ۔ تفسیر نسائی قضاۃ ابن ماجہ مقدمہ جلد مسند امام احمد جلد اول صفحہ ۱۶۵ جلد رابع صفحہ ۵

پانی بھر کر ٹخنوں تک پہنچ گیا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو چیز کسی کی مملوک نہ ہو بلکہ مباح ہو اس پر جو قبضہ کر لے وہ چیز اسی کی ہے۔ کسی سے مباح پانی بہتا آرہا ہو تو جس کی طرف پہلے پہنچے اسے حق حاصل ہے کہ بقدر ضرورت استعمال کر کے دوسرے کے لئے چھوڑ دے۔

قال محمد بن العباس محمد بن عباس سلمی اصبہانی، امام بخاری کے ہم عصر محدث ہیں۔ البتہ ان کا وصال امام بخاری کے بعد ۲۶۶ھ میں ہوا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام زہری کے تلامذہ میں سے صرف امام لیث نے عروہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ بقیہ تلامذہ کی روایت کے بموجب عروہ نے یہ حدیث اپنے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ مگر نسائی[1] میں امام زہری کے تلامذہ ابن وہب اور یونس نے بھی یہی روایت کی ہے کہ عروہ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

بَابُ مَنْ رَأَىٰ اَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ اَحَقُّ بِمَائِهٖ ص۳۱۸

حوض یا مشک کا مالک اس کے پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

حدیث ۱۲۷۰

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَذُوْدَنَّ رِجَالًا

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کچھ لوگوں کو اپنے حوض سے میں بھگاؤں گا۔ جیسے

عَنْ حَوْضِيْ كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْاِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ[a]

اجنبی اونٹ کو حوض سے بھگایا جاتا ہے۔

تشریحات ۱۲ رجالا۔ یہ کون لوگ ہوں گے۔ اس کے بارے میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن تین نے کہا ہے کہ یہ منافقین ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ یہ مبتدع گمراہ ہوں گے۔ قرطبی نے کہا یہ لوگ دوسری ایسی امت کے افراد ہوں گے۔ جن میں اس امت کا کوئی نشان نہیں۔ میرے خیال میں

---

[a] مسلم طہارت۔ فضائل۔ ابن ماجہ۔ زھد۔ مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص۲۹۸، ج۲ ص۳، ج۲ ص۳۰۰، ج۲ ص۴۵۴، ج۲ ص۴۶۷

[1] نسائی۔ کتاب القضاۃ ص۳۰۰۔

ان اقوال میں منافات نہیں ۔ یہ سب ہو سکتے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ۔ لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں تھے ۔ منافق تھے ۔ یا مرتد تھے یا گمراہ تھے ۔ یہ لوگ بھی امت کے ساتھ حوض پر آجائیں گے ۔ جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دھکا دے کر بھگا دیں گے ۔

بَابٌ لَاحِمَى اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ ص۳۱۹ محفوظ چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے ۔

حدیث ۱۲۷۱

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاحِمَى اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَقَالَ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِیْعَ وَاَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَۃَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صعب بن جثامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ محفوظ چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے (اور امام زہری نے کہا) ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیع کو رَمْنَہ بنایا (محفوظ شاہی چراگاہ) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرف اور ربذہ کو رمنہ بنایا ۔

تشریحات ۱۲۷۱

تکمیل ۔ صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ۔ کہ میں ابوا یا ودان میں تھا ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا ۔ حضور سے ان لوگوں کے بارے میں سوال ہوا جو مشرک ہیں ۔ اور کہیں رات گزارتے ہیں ۔ اور ان کی عورتوں سے ہمبستری کریں ۔ جو اولاد پیدا ہوں گی اس کا کیا حکم ہے ۔ فرمایا وہ انھیں سے ہیں ۔

نقیع مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلہ پر ۔ بلاد مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے ۔ شرف ، مدینہ کے ملحقات میں ایک جگہ کا نام ہے ۔ ربذۃ ۔ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذات عرق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے ۔ یہیں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پاک ہے ۔

حمی رَمْنَہ ۔ وہ چراگاہ جسے حکومت اپنے جانوروں کے چرنے کے لئے خاص کر دے ۔

بلغنا یعنی یہ حدیث بلاغات امام زہری سے ہے ۔ امام زہری کہتے ہیں کہ ہم کو خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیع کو رمنہ بنایا ۔ حالانکہ امام زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے ۔ انکی ولادت تقریباً ۵۲ھ میں ہوئی ہے ۔ انھوں نے بیچ کے اس راوی کو چھوڑ دیا ہے ۔ یہ خود صعب بن جثامہ ہیں اور مزید عبد اللہ بن عباس اور عبید اللہ بن عبد اللہ جیسا کہ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے ۔

ے الجہاد باب فضل من اسلم من اہل الکتابین ص۴۲۳ ابو داؤد خراج ۔ نسائی الحمی ۔ مسند امام احمد ج۴ ص۳۸۷-۷۱

بَابُ الْقَطَائِعِ صہ۳۲۰ جاگیروں کا بیان

حدیث ۱۳۷۲

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي [عہ]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ انصار کو بحرین جاگیر میں دیدیں۔ انصار نے عرض کیا کہ جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو جاگیر نہیں دیں گے (ہمیں قبول نہیں) فرمایا تم لوگ عنقریب میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھوگے۔ اس وقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

تشریحات ۱۳۷۲

بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام کو بلاکر یہ فرمایا تھا مگر چونکہ اتنی گنجائش نہ تھی کہ مہاجرین کو بھی دیں اس لئے نہ انصار کو کچھ دیا نہ مہاجرین کو۔

اشکال وجواب بحرین صلحاً فتح ہوا تھا اور جو ملک بطور صلح اس شرط پر فتح ہو کہ وہاں کے باشندوں کی املاک ان کی ملک میں باقی رہینگی۔ ایسی جگہوں کو کسی کو جاگیر میں دینا جائز نہیں۔ اس کا جواب بعض شارحین نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں جو غیر مسلم ذمی ہیں ان کو تقسیم کر دیا جائے۔ ان کا جزیہ انصار کرام لیں۔

بحرین جنوبی نجد کا ایک حصہ ہے۔ جسے آج کل لوگ الاحسار کے نام سے جانتے ہیں۔ یہاں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں۔

عہ کتاب الجہاد باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من البحرین صہ۴۴۸ باب کتابۃ القطائع صہ۳۲۰ المناقب باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للانصار اصبروا صہ۵۳۵ مسند امام احمد ج۳ ص۱۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الِاسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُونِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيسِ ص۳۲۱

قرض لینے ادا کرنے، تصرفات سے روکنے اور دیوالیہ قرار دینے کے بارے میں۔

بَابُ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلَافَهَا۔ ۳۲۱

جس نے لوگوں کا مال لیا۔ اور نیت یہ ہو کہ ادا کردیگا یا ھضم کرجائیگا۔

حدیث ۱۳۷۳

عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا

جس نے لوگوں کا مال لیا اور وہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ اس کی طرف سے ادا کردیتا ہے اور جو ہضم

أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ[1]

کرنے کے لئے لیتا ہے۔ اللہ تعالی اس کو ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔

تشریحات ۱۳۷۳

من اخذ۔ اس سے مراد صرف قرض نہیں بلکہ ہر وہ حق ہے۔ جو بندہ پر کسی وجہ سے واجب ہو۔ مثلاً خرید و فروخت کے ذریعہ۔

ادی اللہ یہ حسن نیت کی برکت کا بیان ہے۔ اور بدنیتی کی نحوست کا کہ جو شخص انشراح صدر کے ساتھ ادا کرنا چاہے گا اللہ عز و جل اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اسے قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ سے بچ سکے۔ اور جس کی نیت میں فتور ہوتا ہے اسے اس توفیق سے محروم رکھتا ہے۔ اور قرض ادا نہ کرنے کے وبال میں گرفتار رہتا ہے۔ حضرت امام محمد بن باقر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ قرض لیا کرتے تھے۔ پوچھا گیا۔ کیوں بلا ضرورت قرض لیا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا

---

[1] ابن ماجہ صدقات۔ مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص ۳۶۱ ص۴۱۷

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ مقروض کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے قرض کو ادا کر دے۔

بَابُ اَدَاءِ الدُّیُوْنِ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ ص ۳۲۱

قرضوں کو ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں ضرور سپرد کر دو اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے

حدیث ۱۳۷۴

عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَبْصَرَ یَعْنِیْ اُحُدًا قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّہٗ یُحَوَّلُ لِیْ ذَھَبًا یَمْکُثُ عِنْدِیْ مِنْہُ دِیْنَارٌ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ اِلَّا دِیْنَارًا اُرْصِدُہٗ لِدَیْنٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْاَکْثَرِیْنَ ھُمُ الْاَقَلُّوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَاَشَارَ اَبُوْ شِھَابٍ بَیْنَ یَدَیْہِ وَعَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ وَقَالَ مَکَانَکَ وَتَقَدَّمَ غَیْرَ بَعِیْدٍ وَسَمِعْتُ صَوْتًا فَاَرَدْتُّ اَنْ آتِیَہٗ ثُمَّ ذَکَرْتُ قَوْلَہٗ مَکَانَکَ حَتّٰی اٰتِیَکَ فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الَّذِیْ سَمِعْتُ اَوْ قَالَ صَوْتُ الَّذِیْ سَمِعْتُ قَالَ وَھَلْ سَمِعْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِکَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَمَنْ فَعَلَ کَذَا وَکَذَا قَالَ نَعَمْ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، جب حضور نے اسے یعنی احد کو دیکھا تو فرمایا یہ میرے لئے سونے سے بدل دیا جائے تو مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ میرے پاس ایک دینار تین دن سے زیادہ رہے۔ سوائے اس دینار کے جسے قرض ادا کرنے کے لئے بچا رکھوں۔ پھر فرمایا۔ زیادہ مال والے ہی زیادہ تنگدست ہیں مگر جو مال ایسے دے ایسے دے۔ ابو شہاب نے اپنے سامنے اپنے دائیں اور اپنے بائیں اشارہ کیا۔ اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اور فرمایا اپنی جگہ رہو اور حضور آگے بڑھے۔ اور کچھ دور نہیں گئے تھے۔ میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے ارادہ کیا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤں۔ پھر میں نے حضور کے ارشاد کو یاد کیا کہ فرمایا تھا۔ میرے آنے تک اپنی جگہ رہنا۔ جب حضور تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے کیا سنا تھا یا وہ کون آواز تھی جو میں نے سنی تھی۔ فرمایا کیا تم نے سنی۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور

بتایا امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا جو ایسا ایسا کرے اور جو ایسا ایسا کرے فرمایا۔ ہاں

تشریحات ۱۲۷۴ قال بالمال۔ قول کبھی کبھی فعل عام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس وقت یہ ہر فعل کی تعبیر بن سکتا ہے۔ اگرچہ وہ کلام نہ ہو۔ زبان سے نہ صادر ہوا ہو۔ ابو شہاب کا نام عبد ربہ ہے۔

تکمیل کتاب الاستیذان وغیرہ میں یہ تفصیل ہے۔ زید بن وہب نے کہا۔ ابو ذر نے ربذہ میں یہ حدیث بیان کی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حرّہ مدینہ میں عشار کے وقت چل رہا تھا کہ ہمارے سامنے احد آیا تو وہ فرمایا۔

غیر بعید استیذان کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ حضور تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ ہماری نظر سے غائب ہوگئے۔ تو میں نے ایک آواز سنی اور ڈرا کہ کہیں حضور پہ کوئی افتاد نہ پڑی ہو۔ میں نے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کو یاد کیا۔ کہ فرمایا تھا۔ ہٹنا مت۔

ومن فعل کذا دوسری روایتوں میں یہ تشریح ہے۔ کہ حضرت ابو ذر نے یہ عرض کیا تھا۔ اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے۔ اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے۔ اگرچہ وہ زنا کرے۔

حدیث ۱۲۷۵ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا یَسُرُّنِیْ اَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثٌ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ خوش نہیں کرے گا کہ مجھ پر تین دن گزریں اور اس میں سے کچھ میرے پاس رہے مگر اتنا جسے قرض

حوالہ ص۳۶۲

ـــہ ثانی الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ص۹۲۷ کتاب الرقاق المکثرون هم الاقلون ص۹۵۳ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذهبا ص۹۵۴۔ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص۱۱۱۵ مسلم کتاب الزکوۃ ابن ماجہ کتاب الزھد۔ مسند امام احمد بن حنبل

اِلَّا شَيْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ ہ

ادا کرنے کے لیے بچا رکھوں۔

بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ ص ۳۲۳ حق والے کیلئے گفتگو کی گنجائش ہے۔

ت ۴۶۲ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَيُّ الْوَاجِدِ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ فرمایا ذی استطاعت

يُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ۔

کا ٹالنا اس کی آبرو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔

تشریحات ۴۶۲ اس تعلیق کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت شدید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔

لیّ۔ کے معنی ٹال مٹول۔ واجد سے مراد یہاں یہ ہے کہ وہ قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔ جب قرض خواہ میعاد پر اپنا بقایا نہیں پائے گا تو جو چاہے گا بک دے گا۔ اس میں استطاعت ہوتے ہوئے فوراً قرض کی ادائیگی کی ترغیب ہے۔ اور ٹال مٹول سے ممانعت ہے۔

بَابٌ اِذَا وَجَدَ مَالَهٗ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ ص ۳۲۳

جب اپنا مال مفلس کے پاس پائے۔ تو وہ اس کا حقدار ہے خواہ یہ مال کا استحقاق بطور بیع ہو یا قرض ہو یا ودیعت ہو۔

توضیح باب مفلس سے مراد وہ شخص ہے جس کے بارے میں حاکم نے فیصلہ کر دیا ہو کہ یہ مفلس ہے جس کو ہمارے عرف میں دیوالیہ کہتے ہیں۔

فی البیع۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز کسی کے ہاتھ بیچا۔ مشتری نے ابھی قیمت نہیں دی تھی کہ وہ مفلس ہو گیا۔ اس کے بعد بائع نے مبیع مفلس کے پاس پائی تو بائع مبیع کا زیادہ مستحق ہے۔

والقرض۔ اس کی صورت یہ ہے کسی نے کسی کو قرض دیا پھر قرضدار مفلس ہو گیا اس کے بعد قرض خواہ نے قرض دی ہوئی رقم مقروض کے پاس پایا وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اختلاف بھی ہے جو عنقریب آرہا ہے۔

والودیعۃ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی کے پاس ودیعت رکھی پھر امانت دار مفلس ہو گیا مگر

ہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احب ان لی احد اذھبا۔ کتاب التمنی باب تمنی الخیر ص ۱۰۷۳

اس کے پاس ودیعت موجود ہے تو بالاتفاق اس کا مستحق مُودِع ودیعت رکھنے والا ہے۔

ت ۴۶۳

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاءُهُ۔

حسن بصری نے فرمایا جب کوئی شخص مفلس ہو گیا اور شہرت بھی ہو گئی تو اس کا آزاد کرنا ہبہ کرنا اور اسکو خرید و فروخت کرنا جائز نہیں۔

تشریح ۴۶۳ — تَبَيَّنَ۔ سے مراد حاکم کے نزدیک اس کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے۔ اور وہ اس کا حکم دیدے۔

ت ۴۶۴

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔

سعید بن مسیب نے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ دیا۔ اس شخص کے بارے میں جس نے مفلس ہونے سے پہلے اپنے حق کو وصول کر لیا۔ وہ اسی کا ہے اور جو اپنے سامان کو پہچانے وہ اسکا حقدار ہے۔

تشریح ۴۶۴ — اس تعلیق کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مفلس کے ذمہ لوگوں کا بقایا ہے اور اس کے پاس کچھ سامان ہے، جس کے بارے میں کوئی یہ کہتا ہے۔ یہ چیز میری ہے۔ اس کو بخوبی پہچانتا ہو تو وہ چیز اسی کی ہے۔ دوسرے قرض خواہ اس کو بالجبر نہیں لے سکتے۔

حدیث ۱۲۷۶

أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بعینہ اپنے مال کو کسی شخص کے پاس پائے اور وہ مفلس ہو گیا ہو تو وہ دوسرے کے بہ نسبت زیادہ مستحق ہے۔

تشریحات ۱۲۷۶ اس حدیث میں مفلس سے وہ شخص مراد ہے جس کے اوپر اتنے قرض کا بار ہو جسے وہ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو جس کی وجہ سے حاکم اسلام نے اس پر یہ پابندی لگادی ہو کہ وہ کاروبار نہیں کرسکتا۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ اگر حاکم نے کسی کے بارے میں مفلس ہونے کا حکم دیدیا پھر کسی قرض خواہ نے اپنی کوئی چیز اس مفلس کے یہاں پائی اور اس چیز میں کوئی ایسا ردوبدل نہ ہوا ہو جس سے وہ چیز بدل گئی ہو۔ مثلاً چاندی تھی اس کا زیور بنا لیا ہے تو قرض خواہ اس چیز کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہے یعنی وہ چاہے تو اس چیز کو خود لے لے۔ دوسرے قرض داروں کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔ خواہ یہ چیز مفلس نے خریدی ہو یا غصب کی ہو یا اس کے یہاں ودیعت رہی ہو۔

ہمارے مذہب میں تفصیل ہے۔ اگر مفلس نے کوئی چیز خریدی تھی اور ابھی قیمت نہیں ادا کر پایا تھا کہ مفلس ہوگیا تو مبیع میں بائع اور دوسرے تمام قرض خواہوں کا حق برابر ہے۔ بائع دوسرے قرضخواہوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ اور یہ اس حدیث کے تحت داخل ہی نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ ہے کہ جو اپنا مال بعینہ مفلس کے پاس پائے بیع کے بعد مبیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہوگئی۔ بیع کے بعد مبیع بائع کا مال ہی نہیں رہا۔ اس لئے یہ اس حدیث کے ضمن میں آتا ہی نہیں اس حدیث سے مراد غصب سرقہ وغیرہ ہیں جیسا کہ طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ جس کا کوئی سامان چوری چلا جائے یا ضائع ہوجائے پھر بعینہ اپنے سامان کو کسی شخص کے پاس پائے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور مشتری بائع سے قیمت وصول کرے۔

اور یہی مذہب ابراہیم نخعی حسن بصری اور ایک روایت کے مطابق شعبی اور امام شافعی کے استاذ وکیع بن جراح اور عبداللہ بن شبرمہ قاضی کوفہ کا بھی ہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب بتایا ہے۔

اس مسئلہ پر بہت مفید معرکۃ الآرا علامہ بدرالدین عینی نے بحث فرمائی ہے۔ جس کا جی چاہے مطالعہ کرلے۔

اس حدیث کے سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام راوی اپنے اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔

بَابٌ اِذَا اَقْرَضَهٗ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَوْ اَجَّلَهٗ فِی الْبَیْعِ ص۳۲۳

جب میعاد مقررہ تک کسی کو قرض دیا یا بیع میں میعاد مقرر کی۔

ت ۴۶۵

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الْقَرْضِ إِلٰى أَجَلٍ لَا بَأْسَ بِهٖ وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهٖ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میعاد مقررہ تک قرض کے بارے میں فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ مقروض قرضخواہ کے درہموں سے عمدہ درہم دے جب تک اسکی شرط نہ کرے۔

تشریح ۴۶۵

اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراہم سب ایک نوع کے ہیں اگرچہ ان میں چاندی کی مقدار کم و بیش ہوں۔ شرط کے بعد چونکہ سود کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے اسلئے ممنوع ہے۔

ت ۴۶۶

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ هُوَ إِلٰى أَجَلِهٖ فِي الْقَرْضِ۔

امام عطاء اور امام عمرو بن دینار نے فرمایا۔ قرض دار قرض میں میعاد کا پابند ہے۔

تشریحات ۴۶۶

اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر فرمایا ہے۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہوا کہ قرض کے لئے جو میعاد مقرر کی گئی اس سے پہلے قرض خواہ کو مطالبہ کا حق نہیں یعنی قرض دار اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے پہلے ادا کرے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ وَلَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ وَقَالَ أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيْ أَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ وَقَالَ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ۔ وَالْحَجْرِ فِيْ ذٰلِكَ وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْخِدَاعِ صفحہ ۳۲۴

مال ضائع کرنے سے منع فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور اللہ فساد پسند نہیں فرماتا۔ اور اللہ فسادیوں کے کام نہیں بناتا۔ اور فرمایا (قوم نے کہا) کیا تمہاری نماز تم کو حکم دیتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اس کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں کریں۔ اور فرمایا احمقوں کو اپنا مال نہ دو۔ اور اس بارے میں پابندی لگانے اور دھوکا دینے سے ممانعت کا بیان۔

157

حدیث ۱۳۷۷

عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور مستحقین کو مال دینے سے رکنا۔ اور ناحق مال حاصل کرنا اور تمہارے لئے ناپسند فرمایا قیل وقال اور سوال کی کثرت اور مال کا ضائع کرنا۔

تشریحات ۱۳۷۷

العقوق۔ تعلق ختم کرنا یہاں معنی عام مراد ہے جو نافرمانی کو بھی شامل ہے اب اس کا دو فرد ہے ایک بالکلیہ تعلقات منقطع کرلینا دوسرے یہ کہ کسی جائز حکم میں نافرمانی کرنا اگرچہ تعلقات باقی ہوں یہ دونوں چیزیں ماں باپ کے حق میں حرام ہیں صرف ماں کی تخصیص دو وجہ سے فرمائی اول یہ کہ ماں کے حقوق باپ سے زیادہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ عوام میں ماں کی نافرمانی اور ماں کے ساتھ گستاخی اور قطع تعلق بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے۔

منعا ۔ یعنی جن لوگوں کے حقوق تم پر واجب ہوں ان کو کما حقہ ادا کرو ایسا نہ ہو کہ صاحب حق اپنے حق کا مطالبہ کرے تو منع کرو۔ ھات ۔ سے مراد یہ ہے کہ ناحق لوگوں سے مال وصول کرے۔ قیل وقال فعل ماضی کا صیغہ ہے ایک مجہول کا ایک معروف کا۔ جیسے بولتے ہیں قیل کذا و قال کذا۔ اسی سے ان کا قول الدنیا قیل وقال یہ دونوں مبنی علی الفتح ہیں اصل کا لحاظ کرتے ہوئے۔ معرب بھی ہو سکتے ہیں اسمار کے قائم مقام مان کر اسی وجہ سے اس پر کبھی کبھی ال تعریف کا بھی آتا ہے۔ لانعرف القال من القیل۔ اور یہ دونوں مصدر بھی ہو سکتے ہیں۔ باعتبار معنی کے یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے۔

کثرت سوال ایسا بہت ہوا ہے کہ ایک چیز حلال و مباح تھی۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سوال کرنے کی وجہ سے اس کا حکم نازل کر دیا گیا۔ پہلے وسعت تھی اب تنگی کر دی گئی ہے۔

---

[1] الثانی۔ الادب باب عقوق الوالدین صفحہ ۸۸۴۔ الرقاق مایکرہ من قیل وقال صفحہ ۹۵۸ کتاب الاعتصام باب مایکرہ من کثرۃ السوال صفحہ ۱۰۸۲ مسلم الاقضیہ۔ دارمی فی الرقاق۔ مسند امام احمد جلد رابع صفحہ ۲۴۶۔

یہ حکم عہد رسالت تک خاص تھا اب جو لوگ نہیں جانتے ہیں انھیں ایمان و کفر، حلال و حرام کے بارے میں سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض صورتوں میں فرض یا واجب ہے۔
ہاں ایسے سوالات ممنوع ہیں جن پر اعتقاد رکھنا یا عمل کرنا فرض یا واجب یا سنت نہیں مثلاً حضرت آدم نے جنت میں سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ دنیا میں آئے تو سب سے پہلے کیا کھایا۔ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی الخصومات

مقدمات کے بیان میں

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْاَشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِيِّ ص۳۲۴

مجرم کو حاکم کے پاس لیجانے اور مسلمان یہودی کے جھگڑے میں کیا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث ۱۲۷۸ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ اٰيَةً سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَاَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهٗ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا ا ـ

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ حضور نے فرمایا۔ تم دونوں نے صحیح پڑھا۔ شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا آپس میں اختلاف نہ کرو اس لئے کہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

تشریحات ۱۲۷۸ صحیح ابن حبان میں یہ روایت یوں مفصل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ رحمٰن پڑھایا تھا۔ میں مسجد گیا کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا اور میں نے ایک شخص سے کہا۔ قرآن شریف پڑھو اس نے ایسی قرأت کی جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کس نے پڑھایا ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اب ہم دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا تم سے پہلے کتاب اللہ میں اختلاف کی وجہ سے لوگ ہلاک ہو گئے۔

ا ـ الانبیاء۔ بنی اسرائیل ص۴۹۴ ثانی فضائل القرآن اقرءوا القرآن ما ائتلفت ص۷۵۵ مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۱۲

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید مختلف وجوہ کے ساتھ نازل ہوا ہے امت نے تتبع سے سات قرأت متواترہ معلوم کرلی ہیں۔ اس کے علاوہ مزید پانچ قرأت شاذہ بھی ہیں۔ قرأت متواترہ میں سے جو چاہے پڑھے۔ لیکن اس کا لحاظ کرے کہ قوم کے سامنے وہ قرأت نہ کرے جس سے لوگ مانوس نہ ہوں۔

حدیث ۱۳۷۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ، رَجُلٌ مِّنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا۔

الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِیْنَ

ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عالم

وَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعَالَمِیْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ

پر منتخب فرمایا اور یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر منتخب فرمایا، اتنی بات پر مسلمان

فَلَطَمَ وَجْهَ الْیَهُوْدِیِّ، فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا۔ یہودی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ سنایا،

فَاَخْبَرَهٗ بِمَا کَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ

اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلوایا اور اس سے پوچھا، مسلمان نے سارا واقعہ عرض کیا، تو

فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اسلئے کہ قیامت کے دن لوگوں پر غشی طاری ہوگی، اور

فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ، فَاِذَا مُوْسٰی

مجھ پر بھی غشی طاری ہوگی سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا اس وقت میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا کونہ پکڑے ہوئے ہیں

بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ کَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ [1]

میں نہیں جانتا کہ آیا یہ بیہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے انھیں ہوش ہو گیا یا ان لوگوں میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرما دیا ہے۔

[1] الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ ص۴۸۵ الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین آیۃ ۱۳۹ الصافات ص۴۸۵ ثانی۔ تفسیر الزمر باب قولہ ونفخ فی الصور ص۷۱۱۔ الرقاق۔ باب نفخ الصور ص۹۶۵ دو طریقے سے۔ التوحید۔ باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۳۔ مسلم: فضائل: ابوداؤد: السنۃ نسائی النعوت: مسند امام احمد بن حنبل جلد ثانی ص۲۶۴۔

تشریحات ۱۳۷۹

کتاب الانبیاء میں اس جھگڑے کی بنیاد یہ لکھی ہے کہ ایک یہودی اپنا کوئی سامان کسی کے ہاتھ بیچنا چاہتا تھا۔ مسلمان نے اس کی قیمت بہت کم لگائی جس پر اس یہودی نے کہا لا والذی اصطفی موسیٰ علی البشر۔ اسے ایک انصاری نے سنا اور یہودی کو ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ عام روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مسلمان نے قسم کھائی تھی دونوں میں تنافی نہیں ہو سکتا ہے مسلمان نے یہی کہا ہو کہ اس سامان کی یہی قیمت ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم میں منتخب فرمایا اس کے جواب میں یہودی نے وہ کہا۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو واقعہ متعدد ماننا پڑے گا۔

مِمَّن استثنی اللہ

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (الزمر آیت ۶۸)

صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جو زمین پہ ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے دیکھتے ہونگے۔

وحواس میں رہیں گے۔ اب یہ کون لوگ ہیں اس بارے میں مفسرین ...... وال ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حاملین عرش ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ جنت اور دوزخ کے فرشتے اور جنت کی حوریں اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد شہداء ہیں جو اپنی تلواریں حمائل کئے ہوئے عرش کے گرد رہیں گے ان سب میں درحقیقت کوئی تنافی نہیں۔

ہو سکتا ہے یہ سبھی مستثنیٰ ہوں۔ اور انھیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہوں۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بھی ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ذرا واضح الفاظ میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ بیہوش بھی ہوئے یا کوہ طور پر اپنی بیہوشی کے عوض اس بیہوشی سے محفوظ رہے۔

حدیث ۱۳۸۰

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَاءَ یَھُوْدِیٌّ فَقَالَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْھِیْ رَجُلٌ

تھا کہ ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے ابو القاسم آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے۔ دریافت فرمایا

مِنْ اَصْحَابِكَ فَقَالَ مَنْ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ اُدْعُوْهُ فَقَالَ اَضْرَبْتَهٗ

کون ہے اس نے کہا ایک انصاری شخص فرمایا اسے بلاؤ (وہ حاضر ہوئے) تو دریافت فرمایا کیا تو نے

فَقَالَ سَمِعْتُهٗ بِالسُّوْقِ يَحْلِفُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ قُلْتُ اَيْ خَبِيْثُ

اس کو مارا ہے تو ان صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بازار میں اس کو یوں قسم کھاتے ہوئے سنا، قسم ہے اس ذات

عَلٰى مُحَمَّدٍ فَاَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَضَرَبْتُ وَجْهَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی جس نے موسیٰ کو تمام بشر پر منتخب فرمایا۔ میں نے کہا اے خبیث محمد پر بھی؟ اس سے مجھے غصہ آیا اور میں نے

لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ

اس کو تھپیڑ مارا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کے مابین ایک کو دوسرے پر فضیلت مت دو۔ اسلئے کہ

عَنْهُ الْاَرْضُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ

قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ پہلا وہ شخص جو قبر سے باہر نکلے گا میں ہوں گا۔ تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام

كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ اَوْ حُوْسِبَ بِصَعْقَتِهِ الْاُوْلٰى ۔ے

عرش کے پایہ کو پکڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ بیہوش بھی ہوئے یا پہلی بیہوشی کے عوض محفوظ رہے۔

تشریحات ۱۳۸۰ رجل من الانصار ۔ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اس تقدیر پر انصار سے اس کا لغوی معنی مراد ہوگا۔

لاتخیرونی علی موسیٰ ای لا تفضلو لی ۔ یعنی مجھے حضرت موسیٰ پہ فضیلت مت دو حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے لا تخیروا بین الانبیاء یعنی انبیاء کرام کو ایک دوسرے پہ فضیلت نہ دو۔ حالانکہ خود قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ۔ آیت ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے درجوں بلند کیا۔

ے الانبیاء۔ باب قول اللہ عز وجل وواعدنا موسی اربعین لیلۃ ص۴۸۱ باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام۔ ثانی ۔ تفسیر۔ الاعراف باب قولہ ولماجاء موسیٰ لیقاتنا ص۶۶۹ ۔ الدیات باب اذا لطم المسلم یہودیا ص۱۰۲۱ دو طریقے سے ۔ التوحید ۔ باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۴ ج۲ مسلم ۔ الانبیاء ص۲۶۷ ابو داؤد ۔ السنۃ ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص۴۰، ۴۱

لامحالہ علماء نے حدیث کے ان ارشادات کی مختلف توجیہات کی ہیں ان میں سب سے موزون جواب یہ ہے۔ انبیاء کرام کی ایک کی دوسرے پر فضیلت قیاس سے نہیں جانی جا سکتی۔ بلکہ اس کا دار و مدار اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر ہے۔ چونکہ اس وقت تک اللہ عزوجل یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلت مطلقہ یا انبیاء کرام کے ما بین تفضیل کے مدارج بیان نہیں فرمائے تھے ان صحابی نے جو کچھ فرمایا تھا اپنے قیاس سے فرمایا تھا اس سے منع فرمایا کہ اپنے قیاس سے ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو۔ جب اس بارے میں تم کو کوئی تفضیل بتا دی جائے تو اس وقت اس کے مطابق اعتقاد رکھو۔ جیسا کہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انا سید ولد آدم ولا فخر وغیرہ وغیرہ

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ بر سبیل تواضع فرمایا۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نفس نبوت میں تفضیل سے ممانعت ہے۔ چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس طرح تفضیل سے ممانعت ہے کہ دوسرے نبی کی تحقیر لازم آئے۔

فان الناس یصعقون صعق کے معنی بیہوش ہونے کے ہیں کبھی کبھی یہ موت کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ الصعق والصعقۃ الھلاک۔ والموت۔ صراح میں ہے قولہ تعالیٰ فصعق من فی السموات والارض (ای مات) حدیث میں یصعقون کے معنی عام ہیں جو بیہوشی اور موت دونوں کو شامل ہیں جیسا کہ آیت کریمہ

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ — جب صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین میں جتنے لوگ ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔

اس آیت میں صعق اپنے معنی عام میں وارد ہے۔ اس لئے کہ نفخ اولیٰ کے بعد جو لوگ زندہ موجود ہونگے جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی ہے۔ وہ سب مر جائیں گے اور وہ لوگ جن پر موت طاری ہوئی اور پھر وہ زندہ کر دیئے گئے جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کہ وعدۂ الٰہی کے تکمیل کے لئے ایک آن کے لئے ان پر موت طاری ہوئی مگر پھر اسی آن میں حقیقی جسمانی دنیوی حیات عطا کر دی گئی۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق [۱] — اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا، تو اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

یہ حضرات صرف بیہوش ہوں گے۔ رہ گئے وہ لوگ جو مرنے کے بعد دفن کئے جا چکے ہیں ان پر نفخۂ اولیٰ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

فائدہ قیامت کے دن دو نفخے ہوں گے (یعنی دو بار صور پھونکا جائے گا۔ نفخۂ اولیٰ کے اثر سے سارا عالم

---

[۱] ابن ماجہ الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۱۹

ماسوی اللہ فنا ہو جائے گا سوائے مخصوص طبقہ کے ۔ پھر چالیس دن کے بعد دوبارہ) صور پھونکا جائے گا جس کے اثر سے سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے ۔ جیسا کہ فرمایا گیا ۔

فَاِذَا نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ لوگ کھڑے دیکھتے رہیں گے

اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ اس حدیث میں اول بمعنی حقیقی ہے ۔ یعنی قیامت کے دن ساری کائنات سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بھی پہلے ۔ افاقہ کے بعد حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے دیکھنا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آئیں گے ۔ اس کا امکان ہے کہ افاقہ اور حضرت موسیٰ کے ملاحظہ کے زمانہ کے مابین کچھ وقفہ ہو ۔

اس حدیث میں اول حقیقی مراد ہونا اس لئے متعین ہے ۔ کہ معنی حقیقی سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہیں ۔ نیز یہ کہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خصوصیت خاصہ بیان فرما رہے ہیں ۔ جس پر حدیث کا سیاق دلیل ہے ۔ اور یہ وصف خصائص میں سے اسی وقت ہوگا جب کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو ۔ اس کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے ۔ کہ فرمایا ۔

واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع میں سب سے پہلا ہوں جو لوگ قبروں سے نکلیں گے اور میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہوں ۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ۔ اول شافع ۔ اور ۔ اول مشفع ۔ میں اولیت حقیقی ہے ۔ یہ اس کی مؤید ہے کہ ۔ اول من تنشق ۔ میں بھی اولیت حقیقی ہو تاکہ کلام کا تناسب برقرار رہے ۔

جوسب یعنی کوہ طور پر رویت باری کے بعد جو بیہوشی طاری ہوئی تھی اس کے عوض نفخۂ اولیٰ کے بعد کی بیہوشی سے محفوظ رہے ۔

اس یہودی کو صحابی نے تھپڑ مارا تھا ۔ اور وہ معاہد اور ذمی تھا ۔ جیسا کہ خود بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ عرض کیا کہ میں معاہد اور ذمی ہوں تو چاہیئے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے قصاص دلاتے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسلم اور ذمی کے درمیان قصاص نہیں ۔ توضیح میں یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے ۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے گھونسا اور چپت وغیرہ میں قصاص نہیں ۔ جب تک کہ زخم نہ ہو ۔ جب کسی چوٹ سے زخم ہو جائے تو اس میں قصاص یا دیت (مالی تاوان) واجب ہے ۔

بَابُ مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِیْہِ وَالضَّعِیْفِ الْعَقْلِ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَجَرَ عَلَیْہِ الْاِمَامُ ۔ ص ۳۲۵ جس نے بے وقوف اور کمزور عقل کے معاملہ کو رد کر دیا اگرچہ امام نے اس پر پابندی نہ لگائی ہو ۔

ت ۴۶۷ وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ وَعَاتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ۔

امام مالک نے کہا۔ جب کسی شخص کا کسی شخص پر مال ہو اور اس کے پاس ایک غلام کے علاوہ کچھ اور نہ ہو اور وہ غلام کو آزاد کرے تو اس کا آزاد کرنا درست نہیں۔

تشریحات ۴۶۷ امام مالک کا یہ ارشاد ان کے موطا میں مذکور ہے۔ سفیہ اور ضعیف العقل بعض علماء کے نزدیک از خود مجور ہیں۔ اگرچہ حاکم نے اس کے مجور ہونے کا حکم نہ دیا ہو۔ اور کچھ علماء یہ کہتے ہیں کہ حاکم کے حکم کے بعد مجور ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں کم عقلی کی وجہ سے حجر جائز نہیں۔ البتہ صاحبین نے فرمایا کہ ایسے تصرفات میں حجر درست ہے جو ہزل کے ساتھ صحیح نہیں۔ جیسے بیع وغیرہ۔ اور جو تصرفات ہزل کے ساتھ درست ہیں جیسے طلاق وغیرہ ان میں حجر صحیح نہیں۔

بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ ص۳۲۶ مدعی، مدعی علیہ کا آپس میں بات کرنا۔

حدیث ۱۳۸۱ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيْهَا وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ لِيْ أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے۔ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سورہ فرقان اس کے علاوہ اور طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا۔ جیسے میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ میں جلدی کر بیٹھتا مگر میں نے ان کو مہلت دیدی جب وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا اور میں نے عرض کیا حضور! آپ نے جیسے مجھے قرآن پڑھایا تھا اس کے علاوہ اور طریقہ سے یہ پڑھ رہا ہے۔ تو حضور نے مجھے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے پھر اس سے فرمایا پڑھ تو اس نے پڑھا۔ فرمایا

ثُمَّ قَالَ لِي اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى

اس طرح سورہ نازل کی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا تو میں نے پڑھا۔ فرمایا اس طرح بھی نازل کی گئی ہے۔ بیشک

سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ ؎

قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اسمیں سے جو تمہیں آسان ہو پڑھو۔

تشریحات ۱۳۸۱ فضائل القرآن کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ ہشام بن حکیم نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا مجھے اتنا غصہ آیا کہ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان سے لڑ پڑتا لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ جب سلام پھیر چکے تو میں ان کی چادر پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے گیا۔

علیٰ سبعة احرف اس سے کیا مراد ہے اس بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے علامہ بدرالدین محمود عینی نے اس بارے میں دس مذہب گنایا ہے۔

اول:۔ اس سے قرأت سبعہ مراد ہے اس خادم کا رجحان یہی ہے البتہ اس پر ایک اشکال ہے قرآن ایک بار نازل ہوا ہے اور اس کی کوئی تشریح نہیں ملتی کہ جبریل امین ساتوں قرأت عرض کرتے تھے اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ نازل تو ایک ہی قرأت ہوئی لیکن ہر سال رمضان المبارک میں دورۂ قرآن کے وقت جبریل امین نے بقیہ قرائتیں پیش کی ہوں گی۔

اقول وھوالمستعان جس طرح اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ نزول قرآن کے وقت جبریل امین ساتوں قرائتیں پیش فرماتے تھے اسی طرح اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ دور کے وقت بقیہ قرائتیں پیش کی ہیں ـــــ بلکہ انزل علی سبعة احرف سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ جبریل امین ساتوں قرائتیں نزول کے وقت عرض کرتے تھے۔

دور کے وقت قرآن کا نزول نہیں ہوتا تھا بلکہ ما انزل کا عرض ہوتا تھا۔

ثانی:۔ اس سے مراد لغات ہیں زبان عرب کا ماہر جانتا ہے کہ عرب کے قبائل میں لغات کا کتنا اختلاف ہے۔ حتی کہ خود قریش کے مابین بھی۔ مراد یہ ہے کہ عرب کی سات سب سے زیادہ فصیح لغات میں قرآن نازل ہوا ہے، کچھ لوگوں نے اسے قریش کے ساتھ خاص کیا ہے یعنی قریش کی سات لغات میں کچھ لوگوں نے توسیع دیکر اسے مُضر کے ساتھ خاص کیا ہے۔

؎ ثانی فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعة احرف ص۷۴۷ باب من لم یر باسا ان یقول سورة البقرة ص۷۵۳ استتابة المعاندین باب ماجاء فی المتاولین ص۱۰۲۵ کتاب التوحید باب فاقرءوا ما تیسر من القرآن ص۱۱۲۶ مسلم مسافرین۔ ابوداؤد وتر۔ ترمذی قرآن۔ نسائی افتتاح۔ مؤطا قرآن۔ مسند امام احمد جلد اول ص۲۳

ثالث :۔ اس سے مراد ادائیگی کے سات طریقے ہیں مثلاً اِمالہ، فتح۔ ترقیق۔ تفخیم۔ تھمیز۔ تسہیل۔ ادغام اظہار ـــــ لیکن یہ خود آٹھ ہوگئے ابھی اس میں مد اور غنہ کا اضافہ باقی ہے اور تقریباً یہی حال بقیہ مذاہب کا بھی ہے اس لئے ہم اس کو ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ علامہ قرطبی نے پینتیس توجیہ نقل کی ہیں لیکن سوا ہماری ذکر کردہ دو توجیہات کے کوئی توجیہ میرے نزدیک وجیہ نہیں۔

بَابُ اِخْرَاجِ اَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ ص ۳۲۶

اہل معاصی اور خصوم کو پہچاننے کے بعد گھروں سے نکال دینا۔

ت ۴۶۸

وَقَدْ اَخْرَجَ عُمَرُ اُخْتَ اَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ نَاحَتْ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر کی بہن کو گھر سے نکال دیا جب انھوں نے نوحہ کیا۔

تشریحات ۴۶۸

اس تعلیق کو ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نوحہ کی مجلس قائم کی۔ حضرت عمر نے انھیں منع کیا۔ مگر وہ نہیں مانیں۔ اس پر ہشام بن ولید سے کہا کہ ابو قحافہ کی بیٹی ام فروہ کے پاس جاؤ وہ گئے اور انھوں نے چند درے لگائے اس پر تمام نوحہ کرنے والی منتشر ہوگئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ اللُّقَطَةِ ص۳۲۷

بَابُ اِذَا اَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ رَفَعَ اِلَيْهِ ص۳۲۷

جب لقطہ (گم شدہ چیز) کا مالک علامت بتا دے تو وہ چیز اسے دے دے۔

حدیث ۱۳۸۲

سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ لَقِيْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

سوید بن غفلہ نے کہا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ تو انھوں نے کہا

فَقَالَ اَخَذْتُ صُرَّةً فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے ایک تھیلی لے لی تھی جس میں سو دینار تھے۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو

فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ اَجِدْ مَنْ يَّعْرِفُهَا ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا

فرمایا۔ اس کی ایک سال تک تشہیر کر، میں نے کی لیکن اس کا جاننے والا مجھے کوئی نہیں ملا، پھر میں حضور کی

حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ اَجِدْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ ثَالِثًا فَقَالَ اِحْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا

خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا سال بھر اور تشہیر کر۔ میں نے کی۔ پھر نہیں پایا، اب تیسری بار خدمت اقدس میں

وَوِكَاءَهَا فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ

حاضر ہوا تو فرمایا اس کا برتن اس کا عدد اور اس کی بندش کو محفوظ رکھو۔ اب اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دیدو۔

قَالَ لَا اَدْرِیْ ثَلٰثَةَ اَحْوَالٍ اَوْ حَوْلًا وَاحِدًا۔ ؎

ورنہ اسے اپنے کام میں لاؤ۔ میں نے اس کو خرچ کر دیا۔ (شعبہ نے کہا) میں نے اس کے بعد مکہ میں سلمہ سے ملاقات کی تو

سلمہ نے کہا میں نہیں جانتا تین سال یا ایک سال

؎ باب ھل یاخذ اللقطہ ص۳۲۹۔ مسلم۔ ابو داؤد، لقطہ۔ ترمذی، احکام۔ نسائی۔ لقطہ۔

ابن ماجہ، احکام۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۲۶۔

تشریحات ۱۳۸۲

سوید بن غفلہ نے کہا میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا، تو میں نے ایک کوڑا پایا، ان دونوں نے مجھ سے کہا، اسے پھینک دے۔ میں نے کہا نہیں پھینکوں گا۔ لیکن اگر اس کا مالک مل جائے گا تو اسے دیدوں گا، ورنہ میں خود اس سے نفع حاصل کروں گا۔ جب ہم غزوہ سے لوٹے تو حج کے ارادے سے چلے، اور مدینے سے گذرے، تو میں نے ابی بن کعب سے پوچھا تو انھوں نے یہ پوری حدیث بیان کی۔

عرفها حولا لقطے کی سال بھر تک تشہیر کی جائے گی، اگر سال پورا ہونے پر اس کا مالک نہیں آیا تو جس نے اسے پایا ہے وہ اس کو صدقہ کر سکتا ہے اور اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے، لیکن اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے گا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ ایک سال سے زائد تشہیر کرنا واجب نہیں، اس حدیث میں خود راوی سے شک ہوا ہے جیسا کہ بعد میں مذکور ہے۔ کہ سلمہ نے کہا مجھے یاد نہیں کہ تین سال کہا تھا کہ ایک سال۔ ابھی اس کے بعد زید بن خالد جہنی کی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عَرِّفْهَا سَنَةً۔ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ تشہیر صرف ایک سال تک ہے۔

بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ ص۳۲۷ گم شدہ اونٹ کا بیان

حدیث ۱۳۸۳

حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ مَوْلَی الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پڑی ہوئی چیز کے بارے میں پوچھا کہ کیا کیا جائے۔ فرمایا ایک سال تک

فَسَأَلَهُ عَمَّا یَلْتَقِطُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا

اس کی تشہیر کر۔ اور اس کی تھیلی اور اس کی بندش کو مشہور کر۔ اب اگر تیرے پاس کوئی آئے اور اسکے

فَاِنْ جَاءَ اَحَدٌ یُخْبِرُكَ بِهَا وَاِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ضَالَّةُ

بارے میں تجھے خبر دے فبہا، ورنہ اسے خرچ کر دے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ گم شدہ بکری کا کیا حکم

الْغَنَمِ قَالَ لَكَ اَوْ لِاَخِیْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ فَقَالَ ضَالَّةُ الْاِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ

ہے فرمایا تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے ہے۔ پھر اس نے پوچھا گم شدہ اونٹ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاءُهَا

کے بارے میں کیا ارشاد ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا تمہیں اس سے

وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاكُلُ الشَّجَرَ مہ

اور اسے تم سے کیا مطلب اس کے ساتھ اس کا بوتا اور اس کی مشک ہے پانی پر جائے گا درخت کھائے گا۔

تشریحات ۱۳۸۴ کہیں پر کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس کو یہ اطمینان ہے کہ میں اس کے مالک کو تلاش کر کے دے دوں گا تو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو تلاش نہ کروں تو بہتر یہ ہے کہ نہ اٹھائے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اٹھانا نا جائز۔ اور اس نیت سے اٹھانا کہ خود ہی رکھ لوں گا حرام ہے اور یہ بمنزلہ غصب ہے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ اگر نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع اور ہلاک ہو جائے گی تو ضرور اٹھا لینا چاہیے۔ ہر قسم کی پڑی ہوئی چیز کا اٹھانا جائز ہے مثلاً سامان روپیہ پیسہ جانور حتی کہ اس زمانہ میں اونٹ کو بھی اس لئے کہ اب زمانہ ایسا ہے کہ اگر اونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا تو کوئی نہ کوئی لے جائے گا اور ہضم کر جائے گا۔ لقطہ ملتقط (اٹھانے والا) کے ہاتھ میں امانت ہے اگر ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں بشرطیکہ اٹھانے والا اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنالے اگرچہ اسی حد تک کہ لوگوں سے کہہ دے کہ اگر کوئی شخص اپنی گمی ہوئی چیز تلاش کرتا ہوا آئے تو میرے پاس بھیجدینا۔ اور اگر گواہ نہ کیا تو تلف ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا۔ مگر جب کہ وہاں کوئی نہ ہو یا اتنا موقع نہیں ملا کہ گواہ بناتا یا یہ ڈر ہو کہ گواہ بناؤں گا تو ظالم چھین لیں گے تو تاوان نہیں۔ ملتقط پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں شارع عام اور مساجد میں اتنے زمانہ تک اعلان کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا۔ ہمارے یہاں اس کی کوئی میعاد مقرر نہیں اور حدیث میں سال کی قید اس عہد کے لحاظ سے تھی جتنے دنوں میں ملتقط کو اس کا ظن غالب ہو جائے کافی ہے۔ اس ظن غالب کے بعد ملتقط کو اختیار ہے کہ لقطہ کو بحفاظت تمام رکھے یا کسی مسکین پر تصدق کر دے بلکہ اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں لائے۔ تصدق کے بعد اگر مالک آگیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے تو صدقہ کو نافذ کر دے چاہے تو نافذ نہ کرے۔ اور اگر نافذ نہیں کیا اور وہ چیز موجود ہے تو اسے لے لے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے تو تاوان لے سکتا ہے۔

مہ باب ضالۃ الغنم ص۳۲۸ باب اذا لم یوجد صاحب اللقطۃ ص۳۲۸ باب اذا جاء صاحب اللقطۃ بعد سنۃ ص۳۲۹ باب من عرف اللقطۃ ص۳۲۹۔ العلم باب الغضب فی الموعظۃ ص۱۹ المساقاۃ۔ باب شرب الناس والدواب من الانہار ص۳۱۹۔ الطلاق باب حکم المفقود فی اہلہ ومالہ ص۷۹۷ الادب، باب مایجوز من الغضب والشدۃ ص۹۰۳ مسلم، ابوداؤد، لقطہ، ترمذی، احکام، ابن ماجہ، لقطہ، موطا، اقضیہ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۱۶۔

مَالَكَ وَلَهَا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گم شدہ اونٹ کہیں ملے تو اس کو پکڑا نہ جائے چھوڑ دیا جائے۔ علت یہ بیان فرمائی کہ یہ چلنے پھرنے پر قادر ہے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں وہ گھوم گھما کر اپنے مالک کے پاس آجائے گا۔ لیکن اب جب کہ چور لتنے شاطر ہو چکے ہیں کہ موٹر تک غائب کر دیتے ہیں تو اونٹ کا محفوظ رہ جانا اور مالک تک پہونچنا بہت مشکل ہے اسلئے گمشدہ اونٹ کو بھی پکڑا جا سکتا ہے۔

بَابٌ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ ص ۳۲۸ اہل مکہ کے لقطہ کی تشہیر کیسے ہونی چاہیئے۔

حدیث ۱۳۸۴ حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنِیْ اَبُوْھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب اللہ نے اپنے رسول پر مکہ کو فتح فرما دیا۔

عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ فِی النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی

تو حضور خطبہ دینے کے لئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اللہ نے مکہ سے قتل کو روکا

عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ وَسَلَّطَ عَلَیْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِیْنَ

اور اس پر اپنے رسول اور مومنین کو قبضہ دیا۔ مکہ میرے پہلے کسی کے لئے بھی ہرگز حلال نہیں ہوا تھا

فَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِیْ وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ

اور یہ میرے لئے دن میں تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا۔ اور میرے بعد کبھی کسی کے لئے ہرگز حلال

لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ فَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُهَا وَلَا یُخْتَلٰی شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا

نہ ہوگا۔ اس کے شکار کو بھڑکایا نہ جائے۔ خاردار درختوں کو صاف نہ کیا جائے۔ اور اس کی پڑی

لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِیْلٌ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ اِمَّا اَنْ یُّفْدٰی وَاِمَّا

ہوئی چیز کو نہ اٹھایا جائے۔ مگر وہ جو مالک کو تلاش کرنے کا ارادہ رکھے۔ اور جس کا کوئی آدمی قتل کیا

اَنْ یُّقِیْدَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ لِقُبُوْرِنَا وَبُیُوْتِنَا فَقَالَ

جائے۔ اس کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ یا تو فدیہ لے یا قصاص۔ اس پر عباس نے کہا۔ مگر اذخر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَقَامَ اَبُوْشَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ

اسلئے کہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اُكْتُبُوْلِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا مگر اذخر ۔ یمن کے ایک صاحب ابوشاہ نامی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اسے میرے لئے لکھوا دیں

اُكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ قُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهٗ اُكْتُبُوْا لِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوشاہ کے لئے لکھدو (ولید بن سلمہ) نے کہا میں نے اوزاعی سے

الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ ؎

پوچھا۔ اکتبوا لی یارسول اللہ کا کیا مطلب۔ انھوں نے کہا وہ خطبہ جس کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۱۳۸۴ کتاب العلم اور کتاب الدیات میں یہ زائد ہے کہ فتح مکہ کے سال بنی خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے عوض بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جب اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور (مذکورہ بالا) خطبہ دیا۔

کتاب العلم کی روایت میں یہ تردید ہے حبس عن مکۃ القتل او الفیل۔ اور کچھ روایتوں میں صرف الفیل ہے۔ اور یہاں کتاب اللقطہ میں صرف، القتل ہے۔ مگر دوسرا نسخہ اس جگہ کا الفیل ہے۔ ظاہر ہے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

فهو بخير النظرين یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے جس کو بہتر سمجھیں اختیار کر لیں۔ دیت یا قصاص۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قتل عمد میں ان دو باتوں میں سے ایک واجب ہے۔ قصاص یا دیت۔ قاتل دیت دینے پر راضی ہو یا نہ ہو۔ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ قتل عمد میں واجب صرف قصاص ہے۔ قرآن میں فرمایا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔ بقرہ ۔ قتل میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔

نیز ؎ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی نے ایک بچی کو اس زور کا تھپڑ مارا کہ بچی کا دانت ٹوٹ گیا ان کے گھر والوں نے اَرش (مالی تاوان) پیش کیا۔ تو بچی کے اولیا راضی نہ ہوئے۔ انھوں نے معافی مانگی تو معاف بھی نہیں کیا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

؎ باب کتابۃ العلم ص۲۲ ثانی الدیات باب من قتل لہ قتیل فهو بخیر النظرین ص۱۰۱۶ مسلم الحج ۔ ابو داؤد مناسک ۔ علم، دیات، ترمذی دیات، نسائی، علم، ابن ماجہ دیات، مسند امام احمد ج۲ ص۲۳۸

؎ بخاری ثانی الدیات باب السن بالسن ص۱۰۱۹۔

58

پیش کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ اب انس بن نضر آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ اب بچی کے اولیا نے معاف کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قتل عمد اور زخم عمد کی سزا صرف قصاص ہے۔ اگر سزا قصاص اور دیت کے درمیان دائر ہوتی تو جب لوگ ارش دے رہے تھے تو حضور فریق ثانی کو مجبور کرتے۔ مگر ان لوگوں کے ارش دینے پر رضا کے باوجود یہ فرمایا۔ کہ کتاب اللہ سے قصاص واجب ہے۔ یہ دلیل ہے کہ واجب صرف قصاص ہے۔ اولیائے مقتول کو اختیار نہیں چاہیں تو دیت لیں چاہیں تو قصاص لیں۔ یہ ارشاد اصل میں صلح کی طرف رہنمائی ہے۔ کہ قاتل اگر دیت دینے پر راضی ہے تو اولیا کو غور کرنا چاہیئے کہ قصاص میں بہتری ہے یا دیت میں۔ جو انھیں اپنے حق میں بہتر معلوم ہو اسے اختیار کریں۔

بَابُ لَا يُحْلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ ص ۳۲۹ کسی کی مویشی اسکی بلا اجازت کوئی نہ دوہے۔

حدیث ۱۳۸۵

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔[۱]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی مویشی اس کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ کوئی تمہارے بالاخانے پر آکر خزانہ توڑ کر تمہاری غذا اٹھالے جائے۔ مویشیوں کے تھن مالکوں کے کھانے کے خزانے ہیں اسلئے اجازت کے بغیر کسی کی مویشی کوئی ہرگز نہ دوہے۔

[۱] مسلم القضاء، ابوداؤد الجہاد۔

تشریحات ۱۳۸۵

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا معمولی مال بھی اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ اس بارے میں صریح احادیث وارد ہیں۔ اور جو بعض روایتوں سے دودھ کا جواز متبادر ہوتا ہے۔ وہ ابتدار اسلام کا واقعہ ہے۔ اور وہ اس وقت کے اہل عرب کی عادت اور تعامل کی بنا پر تھا۔

بَابٌ ص ۳۲۹

حدیث ۱۳۸۶

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ

ہجرت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں چلا۔ تو ایک بکری

قَالَ انْطَلَقْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوقُ غَنَمَهُ فَقُلْتُ لِمَنْ أَنْتَ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ

کے چرواہے کو دیکھا کہ بکری ہانکے لئے جا رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس قبیلہ کا ہے تو اس نے قریش کے ایک

فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ فَهَلْ أَنْتَ حَالِبٌ

شخص کا نام لیا تو میں اسے پہچان لیا پھر میں نے پوچھا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے

لِي قَالَ نَعَمْ فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ

کہا تو میرے لئے دودھ دوہ دیگا۔ اس نے کہا ضرور اب میں نے اس کو حکم دیا تو اس نے ایک بکری کی ٹانگیں رسی سے باندھیں

ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرَى فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ

پھر میں نے اس سے کہا کہ بکری کے تھن کو غبار سے جھاڑے پھر میں نے کہا اپنی ہتھیلیوں کو بھی جھاڑ لے۔ تو اس نے

لَبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلَى فِيهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى

اس طرح ایک ہتھیلی کو دوسری پر مارا اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک

اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اشْرَبْ

چمڑے کا برتن خاص کر لیا تھا۔ اور اس کے منہ پر کپڑا رکھ لیا تھا۔ دودھ میں پانی ڈالا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اب

يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ۔ ؎

اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا اسے پیجئے یا رسول اللہ! حضور نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میرا دل باغ باغ ہو گیا۔

حاشیہ اگلے صفحہ پر

تشریحات ۱۳۸۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دودھ کا لینا اور پینا اسی عرف اور تعامل پر تھا جو اس وقت پورے عرب میں رائج تھا۔ یہ حدیث ہجرت کی طویل حدیث کا جز ہے۔ امام بخاری اس حدیث کو یہ افادہ فرمانے کے لئے لائے ہیں کہ اگر کہیں کی یہ عادت ہو کہ مسافروں کے لئے یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ ضرورت مند ہوں تو مویشیوں کا دودھ پی سکتے ہیں تو انھیں مویشیوں کا دودھ پینا ممنوع نہیں۔

مطابقت اس حدیث پر امام بخاری نے باب بلا عنوان رکھا ہے یہ بمنزلہ فصل ہے۔ اس تقدیر پر اسکے پہلے والے باب سے مناسب ہونا ضروری ہے۔ مگر اس سے بھی قطعاً کوئی مناسبت نہیں۔ اگر کچھ مناسبت ہے تو اس کے تین باب کے پہلے والے باب۔ لایحلب ماشیة احد، سے ہے۔ اس تقدیر پر اسے اس کے متصل ہونا لازم تھا۔ بہر حال یہاں اس کا ہونا غیر موزوں ہے۔

مہ المناقب - علامات النبوۃ ص۵۱۰ باب فضائل المہاجرین ص۵۱۵ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۵۵ - ص۵۵۸ - ثانی - الاشربۃ باب، شرب اللبن ص۸۳۹ مسلم - الاشربۃ - ہجرۃ، الزہد -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْمَظَالِمِ وَالْقِصَاصِ ص ۳۳۰ ظلم اور قصاص کا بیان

بَابُ فِی الْمَظَالِمِ وَالْغَصَبِ وَ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَاتَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ۔ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُؤُسِهِمْ اَلْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ۔ لَايَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ جُوْفًا لَاعُقُوْلَ لَهُمْ وَاَنْذِرِالنَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا اَخِّرْنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ (الی قولہ) اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ ذُوْانْتِقَامٍ۔ (ابراہیم آیات ۴۲ تا ۴۷)

مظالم اور غصب اور اللہ عزوجل کے ان ارشادات کے بیان میں۔ ظالموں کے کام سے اللہ کو بے خبر ہرگز مت جاننا۔ انھیں صرف اس دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی بے تحاشا دوڑتے ہوئے سر اٹھائے نکلیں گے اس حالت میں کہ ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی نہ ہوگی۔ اور ان کے دل ہوا ہوں گے لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے۔ اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیری دعوت مان لیں اور رسولوں کی پیروی کریں۔ (سینتالیسویں آیت تک) بیشک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُهْطِعِيْنَ مُدِيْمِي النَّظَرِ وَيُقَالُ مُسْرِعِيْنَ۔

توضیح باب عام نسخوں میں ابواب المظالم والقصاص نہیں۔ اور مستملی کے نسخے میں باب فی المظالم والغصب میں باب کی جگہ کتاب ہے۔ ظلم اور غصب کے حرام قطعی کے ثبوت اور اس پر شدید وعید کے اظہار کے لئے سورۂ ابراہیم کی پانچ آیتیں تحریر کر دی ہیں۔ ان آیات کے بعض کلمات کی کہیں کہیں تفسیر بھی کر دی ہے۔ مقنعی رؤسہم کی تفسیر رافعی رؤسہم سے کی۔ یعنی وہ قبروں سے سر اٹھائے ہوئے نکلیں گے۔ پھر لکھا۔ کہ المقنع اور المقمح ایک ہی ہے۔ یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی سر اٹھانے والا ثعلب نے حکایت کی۔ کہ اقنع اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی سر اٹھانے کے بھی ہیں اور سر جھکانے کے بھی۔ اور یہاں دونوں بن سکتے ہیں۔ خوف و دہشت میں انسان دونوں حرکتیں کرتا ہے۔ سر اٹھاتا بھی ہے اور جھکا بھی لیتا ہے۔ ہمارے استعمال میں رشیدیہ کا جو نسخہ ہے اس میں۔ المقنعی والمقمح چھپا ہے۔ یعنی المقنعی جمع کے صیغے کے ساتھ یہ غلط ہے۔ صحیح واحد کا صیغہ بغیر یا کے اَلْمُقْنِعُ ہے۔ وانئدتہم ھواء جوفا لاعقول لہم۔ جُوْفٌ اجوف کی جمع ہے۔ کھوکھلی چیز۔ عقول یہ مصدر ہے معنی میں سمجھ کے۔ یعنی اتنے

بدحواس ہوں گے کہ عقل جواب دے جائے گی۔ اور کچھ بھی سمجھ بوجھ باقی نہ رہے گی۔

وقال مجاھد مھطعین کا مصدر اھطاع ہے۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔ کہ پلک نہ جھپکے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں۔

المظالم۔ مظلمۃ کی جمع ہے۔ یہ مصدر میمی ہے۔ ظلم کے معنی میں۔ نیز مظلمۃ۔ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو ظلماً لی گئی ہو۔ ظلم کا معنی مشہور یہ ہے۔ کسی چیز کو اس کی اس جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا جو شریعت نے مقرر کی ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہیں۔ دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا۔ غصب کے ایک معنی یہ ہیں۔ کسی کا مال ظلم اور تعدی سے لے لینا۔ اور ایک معنی یہ ہیں۔ غیر کا مال ظلماً لینا۔ اور ایک یہ بھی ہے۔ غیر کا حق ناحق لینا۔ معنی کے اعتبار سے سب ایک ہی ہیں۔

بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ ص۳۳۰ ظلم کا بدلہ

حدیث ۱۳۸۷

عَنْ اَبِی الْمُتَوَکِّلِ النَّاجِیِّ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ

ہیں۔ کہ فرمایا۔ جب مومن جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ تو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک دیئے

حُبِسُوْا بِقَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَا

جائیں گے اب ان کے درمیان جو حقوق دنیا میں ہونگے ان کا ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائینگے

حَتّٰی اِذَا مَا نُقُّوْا وَھُذِّبُوْا اُذِنَ لَھُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ

تو انھیں جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ تم لوگ

لَاَحَدُھُمْ بِمَسْکَنِہٖ فِی الْجَنَّۃِ اَدَلُّ بِمَسْکَنِہٖ کَانَ فِی الدُّنْیَا[۱]

جنت میں اپنے مسکن کو دنیا کے مسکن سے زیادہ پہچانو گے۔

تشریحات ۱۳۸۷

اذا خلص۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم پر پل صراط قائم ہوگا۔ سب اہل محشر کو اس پر گذرنا لازم ہوگا۔ جو لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے وہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ اور

---

[۱] ثانی الرقاق۔ باب القصاص یوم القیامہ ص۹۶۷ مسلم الایمان مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۳

جو لوگ جہنم کے مستحق نہ ہوں گے وہ پل صراط پار کر لے جائیں گے۔ خلص سے پل صراط پار کر لینا مراد ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے پل پر روکے جائیں گے اور وہاں حقوق العباد کی بنا پر ایک دوسرے سے بدلہ لیا جائے گا۔ اس کے بعد جنت میں جانا نصیب ہوگا۔

فیتقاصون ابن بطال نے کہا۔ یہ مقاصہ۔ یعنی ایک دوسرے سے بدلہ لینا کچھ لوگوں کے ساتھ خاص ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں نیکیوں سے زائد ہونگی وہ جہنم میں جائیں گے وہ اسکے مورد نہیں مراد یہ ہے کہ جن پر تھوڑے حقوق واجب ہوں گے۔ یا معاملہ ایسا ہو کہ فریقین میں ہر ایک کے حقوق دوسرے پر ہوں ان کا معاملہ یہاں طے ہوگا جیسے بھی اللہ عزوجل چاہے ایک کی نیکیاں دوسرے کو دیکر یا ایک کی برائیاں دوسرے پر حمل کرکے یا اپنے فضل سے صاحب حق کو کچھ دے کر راضی کرکے۔ یہاں یتقاصون۔ اگرچہ باب تفاعل سے ہے جس کے معنی تشارک ہے مگر یہ ضروری نہیں۔ کبھی بلا مشارکت مجرد کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باعتبار اغلب اکثر کے فرمایا گیا ہو۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں مظالم سے ہر قسم کے مظالم مراد ہیں۔ خواہ وہ مالی ہوں یا آبرو ریزی گالی گلوج وغیرہ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی جنت کا مستحق اس حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگا کہ اس پر کسی بندے کا کوئی حق ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالىٰ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۳ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

حدیث ۱۳۸۸

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزِنِ الْمَازِنِيِّ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اٰخِذٌ بِيَدِهٖ اِذْ عَرَضَ رَجُلٌ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوٰى فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ

صفوان بن محرز نے کہا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑے ہوئے ان کے ساتھ چلا جارہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا۔ سرگوشی کے بارے میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل مومن کو اپنے قریب فرمائے گا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور اس پر اپنا پردہ

وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَىْ رَبِّ

ڈال کر چھپائے گا۔ اور فرمائے گا۔ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ بندہ عرض

حَتّٰى قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِىْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِى الدُّنْيَا

کرے گا ہاں اے رب۔ یہاں تک بندے سے تمام گناہوں کا اقرار کرالے گا۔ بندہ یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوا۔

وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكَافِرُوْنَ وَالْمُنَافِقُوْنَ

کہ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ میں نے دنیا میں تیری گناہوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آج بخش دیتا ہوں اور اسے

فَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[سہ]

اس کی نیکیوں کا دفتر عطا فرمائے گا۔ وہ گئے کافر اور منافق تو انکے بارے میں یہ آیا ہے کہ ان کے گواہ کہیں گے۔ انھوں نے اپنے رب کو جھٹلایا۔ سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

تشریحات ۱۳۸۸

النجوی۔ یہ مناجات کا اسم مصدر ہے۔ اس کے معنی راز اور سرگوشی کرنے والے کے اور سرگوشی کے بھی ہیں۔ اس کا مادہ نجو ہے۔ اس کا معنی راز جو دو آدمیوں کے درمیان ہو۔ یہاں مراد وہ نجوی ہے جو قیامت کے دن اللہ اور اس کے بندے کے مابین ہوگا۔ جو صرف اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہوگی۔ جس میں اللہ عزوجل انتہائی راز دارانہ طریقے سے بندوں کے گناہوں کو یاد دلائے گا۔ پھر معاف فرمادے گا۔ یہ اس کا خاص فضل ہوگا۔ جو اپنے کچھ گنہگار بندے پر فرمائے گا۔

یدنی اس کا مصدر اِدنا ہے۔ اس کے معنی قریب کرنے کے ہیں۔ اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے بندہ کہیں بھی ہو اللہ عزوجل اس کے قریب ہے۔ اس لئے شراح نے اس اِدنار سے تقرب رُتبی مراد لیا ہے۔ نہ کہ تقرب مکانی۔

اقول وھوالمستعان۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد اظہار تقرب ہے۔ یعنی اللہ عزوجل اپنی کوئی خاص تجلی ظاہر فرمائے گا۔ جس سے بندہ یہ محسوس کرے گا۔ کہ وہ اللہ عزوجل سے قریب ہے، اور یہی تعبیر فیضع علیه کتفه و یسترہ کی بھی ہے۔ کہ اللہ عزوجل اپنے فضل خصوصی سے اس بندہ گنہگار کو اپنی تجلی میں ایسا چھپا لیگا۔ کہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہے گا۔ اور جو کلام فرمائے گا۔ اس پر اس کے دوسرے بندے مطلع نہ ہونگے۔ اللہ عزوجل کی شانِ کریمی کا یہ ایک جلوہ ہے۔ کہ اپنے کسی گنہگار بندے پر یہ عنایت خصوصی فرمائے گا۔

بَابُ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ ص۳۳۰ مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ اس پر ظلم ہونے دے۔

سہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حدیث	اِنَّ سَالِمًا اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَبْدَ اللہِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی
۱۳۸۹	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ وَمَنْ کَانَ

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اس پر ظلم ہونے دے ۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت میں رہے گا

فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللہُ عَنْہُ کُرْبَۃً

اللہ اس کی حاجت روا فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں

مِنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عـہ

سے کوئی تکلیف دور کرے گا ۔ اور جو کوئی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی

پردہ پوشی فرمائے گا ۔

تشریحات ۱۳۸۹

اخوالمسلم ۔ اس سے مراد اسلامی بھائی چارگی ہے ۔ ہر وہ دو چیز جن کے مابین کوئی چیز متفق علیہ ہو ان پر اُخوّت کا اطلاق ہوتا ہے ۔ جیسے تاجرین کی ایک برادری ، فلاحین کی ایک برادری ۔ لایسلمہ ۔ عرب والے بولتے ہیں ۔ اسلم فلان فلانا ۔ جب کہ کسی کو کسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے ۔ مثلاً دشمن یا کسی موذی کے حال پر ۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو مصیبت یا ظلم سے بچایا نہیں ۔ مسلمان کی مدد ، مدد کرنے والے کے حال کے اعتبار سے کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی مستحب ۔ اور یہی تفصیل بعد کے ارشادات میں بھی ہے ۔

من ستر اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی اتفاقیہ کسی ایسے شخص کو جو گناہ کا عادی نہیں ۔ چھپ چھپا کر گناہ کرتے دیکھا ۔ تو اس خاص صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کو چھپایا جائے ۔ لیکن جو بے باک علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں یا جن کی عادت ہے وہ اپنے فسق و فجور سے دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں یا لوگوں کے اخلاق خراب کرتے ہیں ۔ اس کے فسق و فجور کو بیان کرنا واجب ہے ۔ حدیث میں فرمایا گیا ۔

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس	بدکار کے تذکرے سے بچتے ہو ؟ کب لوگ اسے پہچانیں گے
اذکروہ بمافیہ یحذرہ الناس ؎	اس میں جو برائی ہے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں ۔

بچھلے صفحہ کا حاشیہ
ثانی تفسیر سورہ ہود آیت ۱۸ قولہ ویقول الاشہاد ص ۶۷۴ الادب باب ستر المومن ص ۸۹۶ التوحید باب کلام الرب یوم القیٰمۃ ص ۱۱۱۹ مسلم التوبہ ۔ نسائی تفسیر ، ابن ماجہ سنت ، مسند امام احمد ثانی ص ۷۴

عـہ ثانی الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ ص ۱۰۲۸ مسلم ابو داؤد ، ترمذی ، الحدود ، نسائی الرجم ، مسند امام احمد ص ۹۱/۲ ۔

؎ عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۲۸۹

کربۃ اس کے لغوی معنی وہ غم ہے جو جان کے ساتھ لگ جائے۔ مراد بڑی مصیبت ہے۔ عرب والے بولتے ہیں کربۃ الغم۔ جب کوئی مصیبت سخت ہوجائے۔

بَابٌ اَعِنْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا ص۳۳ اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔

اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ وَحُمَيْدٌ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔

حدیث ۱۲۹۰ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا یہ مظلوم کی مدد ہے ظالم کی مدد کیسے ہوگی فرمایا اس کے ہاتھ کو پکڑ لے۔

تشریحات ۱۲۹۰ یہ ارشاد جوامع کلم اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ نوادر میں سے ہے جس کا مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنا پسندیدہ فعل ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو ظالم کو ظلم سے روکتے ہیں۔ ظالم کو ظلم سے روکنے کی تعبیر مدد سے وہ تعبیر ہے جس میں ترغیب بھی ہے، اور ظالم کے لئے کافی سے کافی ترہیب بھی۔ کبھی ایک ظالم اپنی بدعقلی سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں پائے گا، لیکن پھر اس کا یہ ظلم شاخ در شاخ لڑائیوں اور جھگڑوں کا سبب بنتا ہے جس میں ظالم تباہ و برباد ہوجاتا ہے اور کبھی ختم بھی ہوجاتا ہے۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے ظالم یہی جانتے تھے کہ ان کی شہادت پر کچھ نہیں ہوگا یہاں تک کہ ایک صاحب نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ لاینتطح فیہ عنزان اس میں دو بھیڑیں بھی نہیں لڑیں گی۔ لیکن واقعات شاہد ہیں

عہ ثانی۔ الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ ص۱۰۲۵: ترمذی: فتن۔ دارمی۔ رقاق۔ مسند احمد بن حنبل ج۳ ص ۹۹ — ۲۰۱۔

کہ ان کی شہادت نے فتنے کا ایسا تسلسل قائم کر دیا کہ چودہ سو سال سے زائد ہو گئے مگر اس کے اثرات باقی ہیں۔ جنگ صفین میں خود ان صاحب کی جنھوں نے جملہ مذکورہ کہا تھا ایک آنکھ جاتی رہی۔ امن کے بعد وہ حضرت معاویہ کے یہاں آئے تو انھوں نے پوچھا کہ تمہیں نے وہ جملہ کہا تھا۔ لاینتطح فیہ عنزان۔ انھوں نے کہا جی ہاں، حضرت معاویہ نے کہا ھَلْ نَطَحَ فیہ عنز قَالَ التیسُ الاکبرُ کیا اس بارے میں کسی مینڈھے نے سینگ مارا انھوں نے کہا ہاں بہت بڑے بونک نے اس اس لئے ظالم کو ظلم سے روکنا ظاہری طور سے بھی اس کی مدد ہے، اور باطنی طور پر بھی۔ کہ اسے اللہ کے غضب اور جہنم سے بچانا ہے۔

بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ لِقَوْلِهٖ عزوجلّ لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ[1] - وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ[2] ص ۳۳۱

ظالم سے بدلہ لینا اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتا مگر یہ کہ مظلوم ظالم کے ظلم کو ظاہر کرے۔ جب ان پر زیادتی ہو بدلہ لیتے ہیں۔

ت ۴۶۹

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ اَنْ يُّسْتَذَلُّوْا فَاِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا۔

صحابہ کرام یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی انھیں ذلیل سمجھے جب ان کو قدرت حاصل ہو جاتی تو معاف فرما دیتے۔

تشریحات ۴۶۹

اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ یہ ارشاد آیہ کریمہ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ۔ کی تفسیر ہے۔ یعنی سلف یہ نہیں پسند فرماتے تھے کہ غیر مسلم کفار انھیں حقیر و ذلیل جانیں یا انھیں ذلیل کریں، جب ایسی کوئی بات ہوتی تو درگذر نہیں فرماتے بلکہ ذلیل سمجھنے والوں کو اس کا مزہ چکھلاتے اور یہ ثابت فرما دیتے کہ عزت ان کا حق ہے۔ ہاں جب دشمن پر قابو پا جاتے تو عام طور پر معاف کر دیا کرتے تھے۔

بَابُ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ص ۳۳۱۔ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیریاں ہیں۔

حدیث ۱۳۹۱

اَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ[3]۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

ظلم قیامت کے دن تاریکیوں پر تاریکیاں ہوگا۔

[1] النساء۔ ۱۴۸۔ [2] الشوریٰ۔ ۳۹۔

[3] مسلم: ادب۔ ترمذی: البر۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۳۷۔

تشریحات ۱۳۹۱

ظالم ظلم کرنے کی وجہ سے اکٹھے کئی گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ایک کمزور مسلمان کو ایذا پہونچانا گالی گلوج دے کر زد وکوب کر کے یا مال چھین کر یا ان سب کا ارتکاب ایک ساتھ کرنا جیسا کہ اکثر یہی دیکھنے میں آیا۔ مسلمان کی آبروریزی کرنا۔ سماج میں فساد پھیلانے کی کوشش کرنا۔ اس لئے اس کی سزا میں قیامت کے دن ظالم کا ظلم تاریکیاں ہی تاریکیاں بن کر اسے گھیرلے گا

بَابُ مَنْ کَانَتْ لَہٗ مَظْلِمَۃٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَہٗ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلِمَتَہٗ ص۳۳۱

جس کا کوئی حق کسی شخص پر ہو اور وہ اسے معاف کرانا چاہیے تو کیا اس حق کو بھی بیان کرے۔

حدیث ۱۳۹۲

ثنا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کسی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَہٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَا

مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو خواہ آبرو کا یا کسی اور چیز کا تو اس سے آج معاف کرالے۔ قبل اس کے کہ نہ اس کے پاس

يَكُوْنَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَہٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ

دینار ہو اور نہ درہم اگر اس کے پاس نیک کام ہوگا تو بقدر حق اس سے لے لیا جائے گا۔ اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو

لَہٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔ سه

صاحب حق کی برائیاں لے لی جائیں گی اور اس پر لاد دی جائیں گی۔

تشریحات ۱۳۹۲

اگر کسی کا کوئی حق کسی مسلمان پر ہو تو اس پر واجب ہے کہ صاحب حق کو راضی کر دے خواہ اس کا حق دے کر خواہ معافی مانگ کر۔ اگر کسی کا کوئی مال یا زمین لی ہے اور وہ بعینہٖ محفوظ ہے تو واپس کرنا واجب ہے۔ معاف کرانے کے لئے بہتر یہ ہے کہ معافی مانگتے وقت اس حق کا تذکرہ کر دے لیکن اگر اس حق کا تذکرہ نہیں کیا اور صاحب حق نے یوں معاف کر دیا میں نے سب معاف کیا تو اس خصوص میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے تفصیل کی ہے کہ اگر یہ حق مال ہے تو معاف ہو جائے گا لیکن اگر آبروریزی ہے تو معاف نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ قَالَ اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِي اُوَيْسٍ اِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِاَنَّهٗ كَانَ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ کہ اسماعیل بن اویس نے کہا ہے اُن کا نام مقبری اسلئے رکھا گیا کہ یہ قبرستان کے کنارے

سه ثانی: الرقاق: باب القصاص یوم القیمۃ ص۹۶۷ مسند احمد بن حنبل ۲/۵۰۶

يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلٰی لِبَنِیْ لَيْثٍ

بود و باش رکھتے تھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا اور سعید مقبری یہ بنی لیث کے غلام تھے اور یہ سعید بن ابو سعید

وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَاِسْمُ اَبِیْ سَعِيْدٍ كَيْسَانُ

ہیں اور ابو سعید کا نام کیسان ہے۔

سعید مقبری کے والد کا نام کیسان تھا اور کنیت ابو سعید یہ مدینہ طیبہ میں بنی لیث بن ابو بکر کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے انھیں بعد میں مکاتب بنادیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں قبریں کھودنے کے کام پر لگا دیا تھا۔ اسلئے انھیں مقبری کہنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقبری ان کے والد کا لقب ہے۔ اور امام بخاری نے اپنے استاذ اسمٰعیل بن اویس سے جو نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لقب ان کے لڑکے سعید کا ہے۔ ان کے باپ کا نہیں۔ دونوں میں منافات نہیں ہو سکتا ہے دونوں کا لقب ہو۔ ہو سکتا ہے اصل لقب باپ کا ہو کیونکہ وہ قبریں کھودا کرتے تھے۔ اور پھر بیٹے کا بھی پڑ گیا ہو۔

بَابٌ اِذَا اَحَلَّهٗ مِنْ ظُلْمِهٖ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ ص ۳۳۱ جب اپنا حق معاف کر دیا تو رجوع کا حق نہیں

حدیث ۱۳۹۳

اَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت ذیل کے بارے میں فرمایا۔ اگر کوئی عورت

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَ الْمَرْاَةِ لَيْسَ

اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے۔ یعنی کوئی عورت کسی مرد کے پاس ہے۔ مرد اسکے پاس بہت کم آتا جاتا ہو۔

بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِیْ فِیْ حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِیْ ذٰلِكَ[1]

اور اسے چھوڑ دینا چاہتا ہے۔ اس پر وہ عورت کہتی ہے۔ میں نے اپنا حق معاف کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریحات ۱۳۹۳

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کی بدزبانی بدخلقی کی وجہ سے شوہر کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ عورت کے پاس آنا جانا بند کر دیتا ہے یا کم کر دیتا ہے۔ اسے نان نفقہ نہیں دیتا ہے۔ اور اسے طلاق دیدینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں عورت اپنے کل یا بعض حقوق سے دست بردار ہو کر صلح کرلے۔ تو یہ بہتر ہے۔ یہی آیہ مذکورہ کا بھی مطلب ہے۔

جیساکہ جب ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن ایاس کو پہنچ گئیں اور انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں حضور اقدس

---

[1] الثانی تفسیر سورۃ النساء باب قولہ وان امرأۃ خافت من بعلہا ص ۶۶۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں جدا نہ کر دیں ۔ تو انھوں نے درخواست پیش کی کہ مجھے زوجیت سے علٰحدہ نہ فرمائیں ۔ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن حضور کی ازواج میں شامل رہوں ۔ میں اپنی باری عائشہ کو بخش دیتی ہوں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا [۱]

مسائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ حضور اپنے غایت کرم سے باری مقرر فرماتے تھے ۔ اگر کوئی عورت اپنی باری کسی سوکن کو دیدے ۔ یا نان و نفقہ سے دست بردار ہو جائے ۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شوہر راضی ہو ۔ مگر وہ بعد میں اس سے رجوع کرسکتی ہے ۔ رجوع میں شوہر کی رضامندی بھی شرط نہیں ۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَیْئًا مِّنَ الْاَرْضِ ص۳۳۲ جس نے ناحق کچھ بھی زمین لی ، اس کا گناہ

حدیث ۱۳۹۴

اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ [۲]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ۔ جس نے ناحق ذرا سی بھی زمین لی اتنی زمین کا ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بناکر پہنا دیا جائے گا ۔

حدیث ۱۳۹۵

اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا سَلَمَةَ اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ [۳]

ابو سلمہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے اور کچھ لوگوں کے درمیان زمین کا جھگڑا تھا اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تذکرہ کیا گیا ۔ تو فرمایا ۔ اے ابو سلمہ ! زمین سے بچ ۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جو کسی کی ایک بالشت بھی زمین ناحق لے گا ۔ اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بناکر ڈالا جائے گا ۔

---

[۲] بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین ص۴۵۴ مسلم ۔ مساقاۃ [۳] بدء الخلق ۔ باب ماجاء فی سبع ارضین ص۴۵۳ ۔ مسلم مساقاۃ [۱] عمدۃ القاری ثانی عشر ص۲۹۶ مسلم اول الرضاع باب جواز ہبۃ نوبتہا لضرتہا

حدیث ۱۳۹۶ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی سَبْعِ اَرْضِیْنَ [ع]

سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کچھ بھی زمین ناحق لے گا۔ ساتوں زمین تک قیامت کے دن دھنسایا جائیگا۔

تشریحات ۱۳۹۴ تا ۱۳۹۶ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ اروی بنت ابی اویس نے مروان کے یہاں یہ شکایت کی تھی کہ سعید بن زید نے میرا حق لے لیا ہے اس پر حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اور اس کا حق لوں گا!۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا۔ جو ایک بالشت زمین کسی کی ناحق لے گا تو قیامت کے دن اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیئے جائیں گے۔ اس نے جتنی زمین پر دعویٰ کیا تھا حضرت سعید بن زید نے اسے چھوڑ دیا۔ اور یہ بد دعا فرمائی اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے۔ تو اسے اس وقت تک موت مت دینا جب تک یہ اندھی نہ ہو جائے۔ اور اس کی قبر اسی کے کنوئیں میں بنا۔ راوی نے فرمایا۔ کہ وہ اندھی ہو کر مری اور وہ اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مری [۱]

من ظلم علماء کا اس میں اختلاف ہے زمین میں غصب متحقق ہو گا یا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر لیا۔ اور زمین تلف ہو گئی تو تاوان ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ غیر منقول جائداد زمین مکان میں غصب بمعنی مذکور نہیں۔ اس لئے کہ کسی کے قبضہ کا ازالہ منتقل کرنے کے بعد ہوگا۔ اس لئے جو چیز منتقل نہیں ہو سکتی اس میں غصب نہیں یعنی اتلاف کے بعد تاوان نہیں۔ امام محمد اور حضرت امام شافعی وغیرہ نے فرمایا کہ زمین میں بھی غصب پر اتلاف کے بعد تاوان ہے۔ ان حضرات کی دلیل۔ احادیث کا ظاہر لفظ ہے جو بعض روایتوں میں وارد ہے۔ کہ فرمایا من غصب۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ صحاح کی روایتیں اخذ ظلماً ہیں۔ علاوہ ازیں ان احادیث میں آخرت کے عذاب کا تذکرہ فرمایا۔ مقام اس کا مقتضی تھا کہ دنیوی سزا بھی ذکر فرماتے۔ اس لئے کہ قیام امن میں دنیوی سزا زیادہ مؤثر ہے۔ اور باوجود مقتضی کوئی چیز بیان نہ کرنا اسی کی عدم مشروعیت کی دلیل ہے۔ اسلئے جن روایتوں میں من غَصَبَ آیا ہے۔ ان میں غصب سے لغوی معنی مراد ہے۔

طَوَّقَهٗ صحیح یہی ہے کہ یہ اپنے حقیقی معنی پر ہے اور واقعہ یہی ہے ناحق زمین لینے والوں کی گردنوں میں زمین کے ساتوں طبق ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ان کی گردنیں لمبی کر دی جائیں گی جیسے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے جسم مطابق بڑھا دیئے جائیں گے اور جیسے کفار کی ایک ڈاڑھ کوہ احد کے برابر کر دی جائے گی۔ اس کی تائید طبری کی

ع بدء الخلق۔ باب ماجاء فی سبع ارضین

[۱] مسلم۔ ثانی۔ مساقاۃ۔ باب تحریم الظلم ص۳۳

تہذیب کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔ کہ فرمایا۔ کہ جو شخص ایک بالشت زمین ناحق لے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اسے تکلیف دے گا کہ ساتوں زمین تک کھودے اور پھر اسی کا طوق پہنے یہاں تک کہ بندوں کے مابین فیصلہ ہو جائے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ اسے حکم ہوگا کہ اسی طرح میدان محشر میں جائے۔ [1]

من سبع ارضین یہ حدیث اس پر واضح دلیل ہے۔ کہ زمین بھی سات ہیں۔ جیسے آسمان۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَہُنَّ۔ الطلاق آیت ۱۲　　اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انھیں کے برابر زمین۔

زمین کے ساتوں طبق چپکے ہوئے ہیں یا ان کے مابین بھی فاصلہ ہے۔ دونوں قول ہیں۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ وھوا علم

خسف بہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی اپنے حقیقی معنی پر ہے، اس کی دو توجیہ ہے، یا تو وہی پہلے والی کہ اس سے کہا جائے گا کہ ساتوں طبق تک زمین کھودو اسی کو خسف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ ساتوں طبق اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ یا یہ کہ یہ دونوں سزائیں الگ الگ مختلف حیثیت کے جرم پر مختلف اشخاص کو دی جائینگی۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص زمین کی سطح کا مالک ہو گیا۔ وہ تحت الثریٰ تک ساتوں زمین اور آسمان تک کی پوری فضا کا مالک ہو گیا۔ زمین کے نیچے جو چاہے تصرف کرے اسی طرح اوپر جتنی اونچی چاہے عمارت بنوائے۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ زمین کے اندر اگر کوئی کان یا دفینہ ملے وہ بھی اسی کی ملک ہے۔

قَالَ اَبُوۡ عَبۡدِ اللّٰہِ ھٰذَا الۡحَدِیۡثُ لَیۡسَ بِخُرَاسَانَ فِیۡ کُتُبِ ابۡنِ الۡمُبَارَکِ
ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا یہ حدیث ابن مبارک کے خراسان کی کتابوں میں نہیں ہے یہ حدیث شاگردوں

اِنَّمَا اُمۡلِیۡ عَلَیۡہِمۡ بِالۡبَصۡرَۃِ۔
کو بصرہ میں لکھایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک خراسان میں رہتے تھے زیادہ تر حدیثیں خراسان ہی میں بیان فرمائی ہیں۔ اور وہی ان کی کتابیں مشہور ہیں ان کتابوں میں یہ حدیث نہیں۔ اس سے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ اس حدیث کا انتساب حضرت عبد اللہ بن مبارک کی طرف صحیح نہیں اس کے ازالے کے لئے حضرت امام بخاری نے یہ فرمایا کہ انھوں نے یہ حدیث بصرہ میں لکھوائی تھی۔

---

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۲۹

159

بَابٌ اِذَا اَذِنَ اِنْسَانٌ لِاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ ص ۳۳۲ جب انسان دوسرے کیلئے اجازت دیدے تو جائز ہے۔

حدیث ۱۲۹۷

عَنْ جَبَلَةَ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَكَانَ

جبلہ نے کہا کہ ہم مدینہ میں کچھ عراق والوں میں تھے اتفاق سے قحط سالی ہوگئی۔ اور ابن زبیر ہمیں کھجور

ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کھانے کیلئے دیتے تھے۔ ابن عمر ہمارے پاس سے گذرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے کھجوروں کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ اِلَّا اَنْ يَسْتَاذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ اَخَاهُ ؎

ملاکر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ ساتھی اپنے بھائی کو اجازت دیدے۔

تشریحات ۱۲۹۷

جب چند آدمی بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہوں تو یہ سخت معیوب اور ناپسندیدہ ہے کہ اگر کوئی خاص چیز سب کے کھانے کے لئے آئی ہو تو کوئی شخص زیادہ مقدار میں کھائے اس کی ایک صورت یہ ہے مثلاً کھجوریں ہیں سب لوگ ایک ایک کھا رہے ہوں اور کوئی شخص دو یا دو سے زائد کھا رہا ہے یہ کھانے والے کی حرص تنگ دلی دون ہمتی کے ساتھ ساتھ دوسرے شرکار کو ایذار پہونچانا ہے اس لئے حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی گئی۔ اور یہاں اس حدیث میں خصوصی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے یہ کھجوریں سب شرکار کے لئے بھیجی تھیں صرف کھانے کے لئے۔ اور ملکیت حضرت عبداللہ بن زبیر کی تھی دوسرے کی ملک میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف سخت معیوب ہے۔ انھوں نے اس مقصد سے بھیجا تھا کہ اسے سب لوگ بقدر ضرورت اور حصہ رسدی کھائیں اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ ایک شخص دونا کھالے۔ ہاں اگر کھانا اپنی ملک ہو تو اختیار ہے آدمی جیسے چاہے کھائے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ص ۳۳۲ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بیان میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔

حدیث ۱۲۹۸

عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں،

؎ الشرکۃ باب القران فی التمر ص ۳۳۸، ثانی: الاطعمہ، باب القران فی التمر ص ۸۱۹

مسلم: الطعمہ، ابوداؤد: ترمذی: نسائی: ابن ماجہ: الاطعمہ: مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص

قَالَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ ؎

کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند سخت جھگڑالو ہے ۔

تشریحات ۱۳۹۸ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْھِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اور بعض آدمی وہ ہیں جس کی دنیا کی زندگی میں بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے حالانکہ وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے ۔

ایک قول کے مطابق یہ آیۂ کریمہ اور اس کے بعد کی تین آیتیں اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں دوسرے بھی اقوال ہیں یہاں یہ معہود فی الذہن تخصیص ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ اس سے مراد اخنس جیسا بد باطن منافق ہے یا پھر یہ تخصیص کرنی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو شر پسند ہے یا یہ کہ تغلیظاً زجر کے لئے ایسا فرمادیا گیا ہے

بَابُ اِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِیْ بَاطِلٍ وَھُوَ یَعْلَمُہٗ ص۳۳۲ جان بوجھ کر ناحق جھگڑا کرنے والے کا گناہ ۔

حدیث ۱۳۹۹ ثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ زَیْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ اُمَّھَا اُمَّ سَلَمَۃَ

زینب بنت ام سلمہ نے خبر دی کہ ان کی والدہ حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات نے

زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْھَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ ایک بار حضور نے اپنے حجرے کے دروازہ پر جھگڑا سنا تو جھگڑنے

اَنَّہٗ سَمِعَ خُصُوْمَۃً بِبَابِ حُجْرَتِہٖ فَخَرَجَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّہٗ یَاْتِیْنِی الْخَصْمُ

والے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا آخر میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں تم میں سے

فَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبُ اَنَّہٗ صَدَقَ وَاَقْضِیْ لَہٗ بِذٰلِكَ

کچھ لوگ بہ نسبت دوسرے کے زیادہ بلیغ ہوتے ہیں میں گمان فرمالیتا ہوں کہ اس نے سچ کہا اور اس کے حق میں فیصلہ

فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا ھِیَ قِطْعَۃٌ مِّنَ النَّارِ فَلْیَاْخُذْھَا اَوْ فَلْیَتْرُکْھَا ؎

کردیتا ہوں۔ جس کیلئے کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کردوں تو یہ آگ کا ٹکڑا ہے تو اب چاہے لے یا چھوڑ دے ۔

؎ ثانی، التفسیر سورہ بقرہ باب قولہ وھو الد الخصام ص۶۴۹، الاحکام، باب الالد الخصم ص۱۰۶۶ مسلم: العلم، ترمذی، تفسیر نسائی قضاء، مسند احمد بن حنبل: ۶/۶۳ ؎ الشہادات باب من اقام البینۃ بعد الیمین ص۳۶۸ ثانی الحیل باب ص۱۰۳۰ الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم ص۱۰۶۲ باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ ص۱۰۶۲ باب القضاء فی کثیر من المال وقلیلہ ص۱۰۶۵ مسلم قضا ابوداؤد، احکام ۔

تشریحات ۱۳۹۹

انما انا بشر۔ کا مفاد یہ ہے کہ چونکہ میں بشر کی ہدایت کے لئے بحکمت الٰہی بشر کی صورت میں دنیا میں تشریف لایا ہوں۔ تاکہ لوگ میری اقتدا کریں۔ اس لئے میں متخاصمین کے بیانات اور مدعی کے ثبوت وغیرہ پر جو فیصلہ حق معلوم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں اور اپنے باطنی علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔ کیونکہ میری امت کے تمام قضاۃ نہ باطنی علم رکھیں گے اور نہ ان کا باطنی علم شرعی طور پر حجت ہوگا اس لئے وہ ظاہری ثبوت پر فیصلہ کریں گے۔ اور متخاصمین اس فیصلے کے ماننے پر مجبور ہیں۔ اب اگر میں باطنی علم کے مطابق ظاہر بیانات اور ثبوت کے خلاف فیصلہ کردوں۔ تو ہو سکتا ہے کہ یہ ناخدا ترس قضاۃ کے ظلم وجور اور خلاف حق فیصلوں کے لئے بہانہ ہاتھ آجائے۔ اس لئے میں بحیثیت بشر ظاہر ثبوت وبیان پر فیصلہ دیتا ہوں۔

ابلغ

یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کو خوبصورتی کے ساتھ مناسب الفاظ وتراکیب کے ساتھ۔ اور دلیل کے اجزا کو دلنشین ترتیب سے بیان کر دیتا ہے۔ کہ اس کی بات سچی معلوم ہوتی ہے۔ بخاری کی دوسری روایتوں میں یوں ہے۔

ولعل بعضکم اَلحَنَ بحجتہ من بعض فمن قضیت لہ بحق اخیہ شیئا فانما اقطع لہ قطعۃ من النار۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم میں کے بعض اپنی دلیل عمدگی کے ساتھ سمجھانے والے ہوں۔ تو میں اس کے مطابق اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں ایسی صورت میں اس کے لئے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

اس روایت میں اَبلَغَ کے بجائے اَلحَنَ ہے، لحن لحنا، سمع یسمع سے سمجھدار ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی طرح لَحِنٌ، ہوشیار سمجھدار کے معنی میں آتا ہے لحنٌ بمعنی سمجھ

مسائل

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کی قضا یعنی اس کا فیصلہ صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے۔ یا باطن میں بھی۔ امام ابو یوسف نے فرمایا۔ باطن میں نافذ نہیں صرف ظاہر میں نافذ ہے۔ اب اگر کسی نے جھوٹا دعویٰ کر کے فرضی ثبوت پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ کرالیا۔ تو بھی وہ چیز اس کی ملک نہیں۔ مگر امام اعظم اور امام محمد کے یہاں تفصیل ہے۔ اموال میں یہی حکم ہے کہ باطن میں نافذ نہیں۔ لیکن نکاح طلاق میں باطن میں بھی نافذ ہے۔

اقول وھو المستعان۔ یہ ان مسائل میں سے ہے جن کی غلط تصویر کشی کر کے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا فساد پھیلانے کے پرانے خوگر غیر مقلدین احناف کو بدنام کرتے ہیں۔ اس لئے اس کی تھوڑی سی توضیح کر دینی ضروری ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ زید نے ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں نکاح کبھی نہیں ہوا ہے۔ زید نے گواہوں سے ثابت کر دیا کہ نکاح ہوا ہے۔ قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ ہندہ زید کی زوجہ ہے اب اگر اس فیصلے کو باطنی طور پر نافذ نہ مانیں۔ تو دیانۃً ہندہ پر فرض ہے۔ کہ زید سے الگ رہے۔ لیکن وہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔ زید آڑے آئے گا۔ اور اگر ہندہ کسی اور سے نکاح کر کے اس کے ساتھ ہمبستری کرے تو زید اس پر زنا کا الزام لگا کر سنگسار بھی کرا سکتا ہے۔ اور اس سارے قصے میں ہندہ کا کوئی قصور بھی نہیں۔ اور سزا اتنی سخت کہ اس کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ اس بے قصور مظلومہ کی زندگی کو تباہی بربادی سے بچانے کے لئے اس قضا کو باطنا بھی نافذ مانا۔ اور قاضی کے فیصلے کو بمنزلۂ عقد نکاح کے رکھا۔ جیسے عقد نکاح کے بعد اجنبی مرد اور عورت میاں بیوی ہو جاتے ہیں اسی طرح قضاء قاضی کے بعد بھی میاں بیوی ہو گئے۔

غیرمقلدین کو اس سے کوئی بحث نہیں ۔ کہ کسی کی زندگی برباد ہو رہی ہے ۔ وہ بھی بلاقصور انھیں فساد پھیلانے اور احناف کو غلط طریقے سے بدنام کرنے سے کام ہے ، نکاح کی طرح طلاق میں بھی اسی قسم کی دشواری ہے ۔

اسی مسئلے کی فرع یہ بھی ہے کہ بیان و ثبوت کے برخلاف اپنے علم کے مطابق قاضی کو فیصلہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں ۔ اسمیں بہت تفصیل ہے ۔ اس لیۓ اسے نظرانداز کرتے ہیں ۔

امام بخاری نے آگے کتاب الشہادات میں اسی حدیث پر یہ باب باندھا ہے ۔ من اقام البینۃ بعد الیمین ۔ جس نے یمین کے بعد بینہ پیش کیا ۔ حسب عادت امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا ۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ بینہ مقبول ہے اور اس کے مطابق قاضی اپنے فیصلے کو تبدیل کرے ۔ اور حدیث سے بھی یہی مستفاد ہے ۔

کیونکہ حدیث سے یہ بصراحت ثابت کہ جھوٹی قسم صاحب حق کے حق کو ساقط نہیں کرتی بلکہ جھوٹی قسم پر فیصلے کے بعد اسے لینے سے منع فرمایا ۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جھوٹی قسم کے بعد بھی وہی پوزیشن رہی جو جھوٹی قسم سے پہلے تھی ۔ اس لیۓ جیسے قبل قسم بینہ پیش ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح جھوٹی قسم کے بعد بھی ۔ اس کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔

البینۃ العادلۃ خیر من الیمین الفاجرۃ [1]　واقع کے مطابق بینہ جھوٹی قسم سے بہتر ہے ۔

بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُوْمِ اِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ ص۳۳۲ ظالم کا مال اگر مل جاۓ تو مظلوم اپنا بدلہ لے سکتا ہے ۔

ت ۴۷۰

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يُقَاصُّهٗ وَقَرَءَ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۔

ابن سیرین نے کہا ۔ اس سے بدلہ وصول کرلے اور ثبوت میں یہ آیت تلاوت فرمائی ۔ اگر کسی کو ظلم کی سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی تم کو تکلیف دی گئی ہو ۔

تشریح ۴۷۰

اس تعلیق کو امام عبد اللہ بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے ۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ۔ اصل مذہب یہ ہے کہ اگر مظلوم بعینہ وہی اپنا مال پائے یا اس کی جنس سے پائے تو لے سکتا ہے ۔ بلکہ زمانے کے حالات پر نظر کرتے ہوئے اب اس کی بھی اجازت ہے ۔ اس کے مال کی جنس سے نہ ہو جب بھی اس کی مقدار لے سکتا ہے ۔

حدیث ۱۴۰۰

عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْنَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تُبْعِثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا یَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰی فِیْهِ

عرض کیا ۔ حضور ہمیں بھیجا کرتے ہیں ۔ کبھی ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری مہمانداری نہیں کرتے ۔

[1] فتح الباری خامس ص ۲۸۸ ۔

فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاُمِرَلَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ

ایسی صورت میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو ہم سے فرمایا۔ تم جب کسی قوم پر اترو اور وہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ

لَمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ ؎

کریں جو مہمان کے لائق ہے تو اسے قبول کرلو۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وصول کرلو۔

تشریحات ۱۴۰۰ جبریہ مہانداری اس عہد کے ساتھ خاص تھی۔ اب جائز نہیں۔ اس پر مفصل گفتگو ہو چکی۔ باب، فخذوا مِنھُم حَقَّ الضَّیف سے ثابت ہے۔

بَابٌ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهٖ - ص۳۳۳

ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ منع کرے۔

حدیث ۱۴۰۱ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً

کوئی پڑوسی کسی پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ اس کے بعد ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ میں تم لوگوں

فِي جِدَارِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ

کو اس سے منہ موڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ بخدا میں اس حدیث کو تمہارے سامنے علانیہ

بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ ؎

بیان کرتا رہوں گا۔

تشریحات ۱۴۰۱ جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اور ممانعت تنزیہہ کے لئے۔ ورنہ یہ صحیح احادیث کے صریح احکام کے معارض ہے۔ یہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور مکارم اخلاق کی تعلیم کے لئے فرمایا گیا۔ جیسے فرمایا گیا۔ مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ جبرئیل پڑوسی کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ ما آمن من نام

؎ ثانی الادب باب اکرام الضیف ص۹۰۶ مسلم اللقطۃ۔ ابوداؤد الاطعمہ۔ ترمذی۔ السیر۔ ابن ماجہ الادب۔

؎ ابوداؤد قضاء۔ ترمذی احکام۔ ابن ماجہ موطا اقضیہ۔ مسند امام احمد ثانی ص۲۴۰

مشبعان وجارہ طاو۔ وہ ایمان نہیں لایا۔ جو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ ص۳۳۵ راستے میں شراب بہانا۔

حدیث ۱۴۰۲

حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ابو طلحہ کے گھر قوم کا ساقی تھا۔ اس دن ان کی شراب

فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخُ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ

فضیخ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک منادی کو حکم دیا۔ کہ وہ یہ اعلان کر دے۔ سنو! بیشک

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ

شراب حرام کر دی گئی۔ اس پر مجھ سے ابو طلحہ نے کہا۔ باہر نکل کر شراب کو بہادے میں نے باہر نکل کر شراب کو

لِي أَبُو طَلْحَةَ أُخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا قَالَ فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ

بہادیا اور وہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کچھ لوگ اس حال میں انتقال کر گئے ہیں کہ ان کے

فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ

پیٹوں میں شراب تھی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ الآية

اپنی کھائی ہوئی چیزوں میں کوئی گناہ نہیں۔

تشریحات ۱۴۰۲

ابو طلحہ یہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے ان کا نام نامی زید بن سہل انصاری ہے۔ یہ بیعت عقبہ میں حاضر تھے۔ اور نقباء میں سے ایک تھے۔ بدر۔ احد وغیرہ سارے مشاہد میں شریک رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چالیس سال باحیات رہے۔ حضرت انس نے بتایا کہ یہ بحری لشکر کے ساتھ جہاد میں تھے۔ کہ وصال ہو گیا۔ سات دن تک کوئی جزیرہ نہیں ملا کہ انھیں دفن کیا جاتا۔ سات دن تک جنازہ یوں ہی رہا اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ سات دن کے بعد جب جزیرہ ملا تو دفن کیا گیا۔ اس مجلس میں اعیان صحابہ میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح۔ حضرت ابی بن کعب۔ حضرت ابوایوب۔ حضرت معاذ بن جبل۔ حضرت ابو دجانہ۔ حضرت

ـه الثانی التفسیر سورہ مائدہ باب قولہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات ص۶۶۴ اشربہ باب نزل تحریم الخمر ص۸۳۶ دو طریقے سے باب خدمۃ الصغار الکبار ص۸۳۴ اخبار الآحاد باب فی اجازۃ خبر الواحد ص۱۰۷۷ مسلم۔ ابوداؤد۔ اشربہ

ابوسہیل بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے۔ اور گھر کے دوسرے افراد تھے۔

وکان خمرھم خمر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے خمار بمعنی اوڑھنی اور دوپٹہ کے آتا ہے۔ عرف عام میں۔ "خمر" کے معنی ہر نشہ آور پینے کی چیز کے ہیں اور ہمارے فقہا احناف کے نزدیک۔ خمر صرف اس نشہ آور مشروب کو کہتے ہیں کہ انگور کے کچے شیرے کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس میں نشہ آجائے۔ یہ باجماع امت حرام قطعی ہے۔ اس کی بوند بوند پیشاب کی طرح ناپاک اور حرام۔

فَضِیْخ۔ فَضْخٌ کے معنی پانی چھلکنے کے ہیں۔ فضیخ۔ اس شراب کو کہتے ہیں جو ادھ پکی کھجور سے اس طرح تیار کی جائے کہ وہ آگ نہ دیکھے۔ کھجور کو پانی میں بھگو کر چھوڑ دیں یہاں تک کہ نشہ آجائے۔

منادیا ینادی دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ ایک صاحب نے آکر بتایا۔ کہ منادی یہ پکار رہا ہے۔ شراب ناپاک ہے۔ اور راستوں کو بلا ضرورت و مجبوری ناپاک کرنا ممنوع ہے۔ آج اس کی اجازت نہیں مگر وہ ابتداء اسلام کی بات تھی۔ نیز اس میں شراب کی حرمت کا اعلان عام علیٰ وجہ الکمال ہے۔ ساتھ ساتھ شراب کی بے وقعتی کا اظہار بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلطان کے منادی کا اعلان واجب القبول ہے۔ ابن حزم ظاہری نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شراب پاک ہے۔ ورنہ اس طرح راستوں میں بہائی نہ جاتی اور بہائی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر تنبیہ ضرور فرماتے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ابن حزم کی یہ بھاری بے جا جرأت ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کے ناپاک ہونے کی نص فرمادی ہے۔ اقول ھو المستعان غالبًا علامہ عینی کی مراد یہ آیت کریمہ ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ۔ مائدہ ۵۔ آیت ۹۰

شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہی ہیں۔

لیکن اس پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ رجس ظاہری نجاست کے معنی میں متعین نہیں۔ باطنی مراد ہے۔ اسی طرح شراب کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے۔ فیہ ما فیہ۔

بَابُ اَفْنِیَۃِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِیْھَا وَالْجُلُوْسُ عَلَی الصُّعُدَاتِ ص۳۳۳

گھر کے صحن اور ان میں اور راستوں پر بیٹھنے کا حکم۔

افنیہ۔ فنا کی جمع ہے۔ گھر کے متصل جو جگہ چھوٹی ہوئی ہو جسے صحن کہتے ہیں۔ صُعُدَات۔ یہ صعید کی جمع ہے۔ جیسے طریق کی جمع طرقات۔ راستے کے معنی میں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ صَعِیْدٌ کی جمع صُعُدٌ اور صُعُد کی جمع صعدات۔ اس قول پر یہ جمع الجمع ہے۔

حدیث ۱۴۰۳ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ

فرمایا - راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اس کے بغیر چارہ نہیں راستے ہی ہمارے بیٹھنے کی

فَقَالُوْا مَا لَنَا بُدٌّ اِنَّمَا ھُوَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِیْہِ قَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ

جگہیں ہیں جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا - جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی ضروری ہے تو راستے

فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّھَا قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی

کو اس کا حق دو لوگوں نے عرض کیا۔ راستے کا حق کیا ہے۔ فرمایا۔ نظر نیچی رکھنا۔ تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔ سلام کا

وَرَدُّ السَّلَامِ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ عہ

جواب دینا۔ اچھی بات کا حکم کرنا۔ بری بات سے روکنا۔

تشریحات ۱۴۰۳ ابوداؤد میں یہ زائد ہے وارشاد السبیل وتشمیت العاطس۔ راستہ بتانا۔ چھینکنے والے کو جواب دینا۔ جب وہ حمد بجالائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی میں جو حدیث مروی ہے۔ اس میں اغاثۃ الملھوف زائد ہے۔ مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرنی۔ راستے میں بیٹھنے سے ممانعت اس وجہ سے تھی۔ کہ اس عہد میں عورتیں بلا حجاب نکلتی تھیں۔ شریف عورتیں مردوں کو دیکھ کر جھجھک محسوس کرتیں۔ اور مبتذل عورتوں سے فساد کا اندیشہ تھا۔ نیز راستوں میں دوست دشمن سبھی چلتے ہیں۔ کسی معاملہ پر اشتعال بھی ہو سکتا تھا۔ اسلئے ممانعت فرمائی۔ اور یہ ممانعت مستحب تھی۔ صحابہ کرام نے اپنی مجبوری بیان فرمائی کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ تو اجازت دیدی۔ لیکن پھر بھی صحابہ کرام راستوں میں بیٹھنے سے احتراز فرماتے تھے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اور جگہ جگہ فتنے اٹھے تو لوگ خبروں کے لئے راستوں میں بیٹھنے لگے۔

باب الغرفة والعلية المشرفة وغير المشرفة في السطوح وغيرها ص۳۳۴

چھتوں پر بالاخانے اور جھروکے وغیرہ

حدیث ۱۴۰۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ لَمْ اَزَلْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں مدت دراز سے اس کا خواہشمند تھا کہ حضرت

حَرِیْصًا عَلٰی اَنْ اَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَیْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے وہ دو کون کون حضرات تھیں جن کے بارے میں

ص۳۶

عہ ثانی۔ الاستیذان باب یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا ص۹۱۹ ۔ مسلم۔ اللباس۔ ابوداؤد۔ ادب۔ ترمذی مسند امام احمد جلد ثالث

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا فَحَجَجْتُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

مَعَهٗ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهٗ بِالْاِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ

میں نے ان کے ساتھ حج کیا وہ قضاء حاجت کے لئے عام راستے سے مڑے تو میں بھی پانی کا برتن لے کر مڑا۔

فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

وہ قضاء حاجت کے لیے چلے گئے پھر آئے تو میں نے برتن سے ان کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا تو انھوں نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

وضو کیا۔ میں نے پوچھا۔ ازواج مطہرات میں وہ دو کون ہیں جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم دونوں

قُلُوْبُكُمَا فَقَالَ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ

اللہ کی طرف رجوع کرو تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ فرمایا تعجب ہے۔ اے ابن عباس! یہ عائشہ

الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ

اور حفصہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے پوری حدیث بیان فرمائی کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ

وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بن زید کے محلے میں رہتے تھے۔ جو عوالی مدینہ میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَّاَنْزِلُ يَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهٗ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

میں آیا جایا کرتے تھے ایک دن وہ حاضر ہوتا اور ایک دن میں حاضر ہوتا جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کی پوری خبر

مِنَ الْاَمْرِ وَغَيْرِهٖ وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهٗ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا

لے کر آتا وہ کوئی حکم ہوتا یا کچھ اور۔ اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر

قَدِمْنَا عَلَى الْاَنْصَارِ اِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاءُهُمْ وَطَفِقَ نِسَاءُنَا يَاْخُذْنَ

غالب رہتے۔ جب انصار میں آئے تو ہم نے یہ دیکھا کہ انصار پر ان کی عورتیں غالب ہیں۔ ہماری عورتیں بھی انصار

مِنْ اَدَبِ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ فَرَاجَعَتْنِيْ فَاَنْكَرْتُ اَنْ تُرَاجِعَنِيْ

کی عورتوں کا رنگ ڈھنگ سیکھنے لگیں۔ ایک بار اپنی بیوی کو میں نے ڈانٹا تو اس نے لوٹ کر جواب دے دیا۔

فَقَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ اَنْ اُرَاجِعَكَ فَوَاللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اس کا لوٹ کر جواب دینا مجھے ناگوار ہوا۔ اس نے کہا میرے، جواب دینے کو ناپسند کیوں کرتے ہو۔ واللہ ازواج مطہرات

وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَاِنَّ اِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَاَفْزَعَنِي فَقُلْتُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوٹ کر جواب دیتی ہیں۔ اور وہ دن دن بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بولنا

خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ

چھوڑ دیتی ہیں۔ اس بات نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نے کہا۔ ان میں سے جس نے بھی یہ کیا ہے وہ بہت خائب وخاسر ہوئی۔

فَقُلْتُ اَيْ حَفْصَةُ اَتُغَاضِبُ اِحْدَاكُنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ

پھر میں نے اپنے کپڑے ٹھیک اور حفصہ کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے حفصہ! تم میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ

حَتَّى اللَّيْلِ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ خَابَتْ وَخَسِرَتْ اَفَتَاْمَنُ اَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ

تعالیٰ علیہ وسلم سے دن دن بھر ناراض رہتی ہو۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے میں نے کہا جس نے یہ کیا وہ خائب

رَسُولِهِ فَتَهْلِكِينَ لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُرَاجِعِيهِ

وخاسر ہوئی۔ کیا تمہیں اس سے اطمینان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ غضب فرمائے

فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ

اور تم برباد ہو جاؤ۔ آئندہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ فرمائش نہ کیا کرو اور انھیں لوٹ کر جواب

اَوْضَاَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا

نہ دیا کرو اور بولنا نہ چھوڑا کرو۔ تمہیں جو ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ اور اپنی پڑوسن (عائشہ) سے فریب

نَتَحَدَّثُ اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً

نہ کھانا۔ وہ تم سے کہیں زیادہ حسین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں۔ وہ حضرت عائشہ کو مراد

فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ اَنَائِمٌ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ وَقَالَ حَدَثَ

لیتے تھے۔ اور ہم میں یہ بات مشہور تھی۔ کہ غسان ہم پر حملہ کرنے کیلئے گھوڑوں کی نعل بندی کرا رہا ہے۔ میرا ساتھی اپنی باری میں

اَمْرٌ عَظِيمٌ فَقُلْتُ مَا هُوَ اَجَاءَتْ غَسَّانُ قَالَ لَا بَلْ اَعْظَمُ مِنْهُ وَاَطْوَلُ طَلَّقَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عشاء کے وقت واپس ہوا اور میرے دروازے پر زور زور سے پیٹا اور کہا۔ کیا وہ سو گیا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَاءَہٗ قَالَ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ

میں گھبرا گیا۔ اور اس کے پاس سے باہر آگیا۔ اس نے کہا۔ ایک بھاری حادثہ ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کیا غسان آگیا۔ اس نے کہا

کُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ ھٰذَا یُوْشِكُ اَنْ یَّکُوْنَ فَجَمَعْتُ عَلَیَّ ثِیَابِیْ فَصَلَّیْتُ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ

نہیں بلکہ اس سے سنگین اور بڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج (مطہرات) کو طلاق دیدیا ہے۔ حضرت عمر نے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَّہٗ فَاعْتَزَلَ فِیْھَا

فرمایا۔ حفصہ نامراد ہوگئی۔ میں گمان کرتا تھا کہ یہ بہت جلد ہوگا۔ میں نے اپنا پورا کپڑا پہنا اور فجر کی نماز

فَدَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ فَاِذَا ھِیَ تَبْکِیْ قُلْتُ مَا یُبْکِیْكِ اَوَلَمْ اَکُنْ حَذَّرْتُكِ اَطَلَّقَکُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ حضور تو نماز کے بعد اپنے بالاخانے کے اندر تشریف لے گئے اور سب سے الگ رہے۔ میں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا اَدْرِیْ ھُوَ ذَا فِی الْمَشْرُبَةِ فَخَرَجْتُ

حفصہ کے پاس گیا وہ رو رہی تھیں میں نے کہا کس چیز نے تمہیں رلایا۔ کیا میں تجھے ڈراتا نہیں تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ فَاِذَا حَوْلَہٗ رَھْطٌ یَّبْکِیْ بَعْضُھُمْ فَجَلَسْتُ مَعَھُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ

تم لوگوں کو طلاق دیدیا۔ انھوں نے کہا میں نہیں جانتی حضور اس بالاخانے میں ہیں میں حفصہ کے گھر سے باہر آیا اور منبر کے پاس گیا۔ منبر کے آس

مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِیْ ھُوَ فِیْھَا فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَّہٗ اَسْوَدَ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ

پاس کچھ لوگ بیٹھے ہیں اسمیں کے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھا۔ پھر مجھ پر میرا اندیشہ غالب آیا۔ اس کیلئے میں اس بالاخانے

فَدَخَلَ فَکَلَّمَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ ذَکَرْتُكَ لَہٗ

کے پاس آیا جس میں حضور تھے۔ میں نے حضور کے حبشی غلام سے کہا۔ عمر کے لئے اجازت طلب کر وہ اندر گیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کی۔

فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ مَعَ الرَّھْطِ الَّذِیْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِیْ

پھر باہر آکر بتایا میں نے آپ کا تذکرہ حضور سے کیا مگر حضور چپ رہے (حضرت عمر نے کہا) میں لوٹا اس گروہ کے پاس بیٹھا جو منبر کے پاس

مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ فَذَکَرَ مِثْلَہٗ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّھْطِ الَّذِیْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ

تھی۔ پھر میرا اندیشہ مجھ پر غالب آیا۔ اب پھر میں بالاخانے کے پاس آیا اور غلام سے کہا۔ غلام نے پھر ویسی ہی بات کی اب پھر

ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ فَذَکَرَ مِثْلَہٗ فَلَمَّا وَلَّیْتُ

منبر والے گروہ کے پاس بیٹھا۔ پھر میری الجھن مجھ پر غالب آئی اس لئے غلام کے پاس پھر آیا۔ اور اس سے کہا۔ عمر کے لئے اجازت

مُنْصَرِفًا فَاِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِيْ قَالَ اَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طلب کر۔ اب پھر غلام نے پہلے ہی جیسی بات کی۔ اس پر لوٹنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ غلام مجھے بلانے لگا اور کہا رسول اللہ

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دیدی اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس

اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ

پر کوئی فرش نہیں تھا۔ چٹائی کی شکن نے حضور کے پہلو پر نشان ڈال دیا ہے۔ چمڑے کی تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے جسکی

وَاَنَا قَائِمٌ طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ بَصَرَهٗ اِلَيَّ فَقَالَ لَا ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَسْتَانِسُ

بھرن کھجور کے ریشے کی تھی۔ میں نے حضور کو سلام کیا پھر عرض کیا اور میں کھڑا تھا۔ کیا حضور نے اپنی ازواج (مطہرات) کو طلاق دیدیا ہے؟

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَيْتَنِيْ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ

حضور نے اپنی نظر میری طرف اٹھائی اور فرمایا نہیں۔ میں نے کھڑے ہی کھڑے رسول اللہ کو مانوس کرنے کے لئے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

نِسَاءُهُمْ فَذَكَرَهٗ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَاَيْتَنِيْ

ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے اب ہم ایسی قوم میں ہیں جن کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں۔ میں نے جب یہ ذکر کیا تو

وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْضَاَ مِنْكِ وَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ فرمائیے کیا اچھا ہوتا۔ میں حفصہ کے پاس جاؤں اور کہوں یہ بات

اَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ اُخْرٰى

تجھ کو غرور میں نہ لائے کہ تیری پڑوسن تجھ سے زیادہ خوبصورت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے، ان کی مراد عائشہ تھیں

فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَاَيْتُهٗ تَبَسَّمَ ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِيْ فِيْ بَيْتِهٖ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا

اس پر حضور دوبارہ مسکرائے جب میں نے حضور کو مسکراتے دیکھا تو بیٹھ گیا۔ پھر میں نے حضور کے مکان میں نظر ڈالی تو واللہ تین ڈھیر

يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ اَهَبَةٍ ثَلٰثَةٍ فَقُلْتُ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ

کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت کو وسعت عطا فرمائے۔ کیونکہ فارس اور روم پر

وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَاُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ اَوَفِيْ شَكٍّ

وسعت کی گئی ہے۔ اور ان کو دنیا دی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ حضور ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا۔

أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ

کیا تو شک میں ہے اے ابن خطاب ! یہ وہ قوم ہیں جن کی آسائشیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد مہیا کر دی گئی ہیں۔ میں نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ

عرض کیا۔ یارسول اللہ ! میرے لئے استغفار فرمائیے۔ اس بات کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے الگ تھلگ

ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلٰى عَائِشَةَ وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ

ہو گئے تھے۔ جب حفصہ نے عائشہ کو یہ بات بتا دی تھی۔ اور حضور نے فرمایا کہ میں ان کے پاس ایک مہینہ تک نہ جاؤں گا۔

عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهٖ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّ

ان پر سخت ناراضگی کی وجہ سے جب کہ اللہ نے حضور پر عتاب فرمایا۔ جب انتیس دن گذر گئے تو عائشہ کے پاس حضور تشریف

عِشْرُوْنَ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ

لے گئے اور انھیں سے شروع فرمایا۔ عائشہ نے عرض کیا آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔

عَلَيْنَا شَهْرًا وَّإِنَّا أَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور ابھی انتیس راتیں ہوئی ہیں جن کو میں نے گن گن کے کاٹا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس دن کا ہے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ قَالَتْ

اور یہ مہینہ انتیس ہی دن کا ہوا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا پھر آیت تخییر نازل کی گئی تو سب سے پہلے حضور نے مجھ سے شروع فرمایا

عَائِشَةُ فَأُنْزِلَتْ اٰيَةُ التَّخْيِيْرِ فَبَدَأَ بِيْ أَوَّلَ امْرَأَةٍ فَقَالَ إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا وَّلَا عَلَيْكِ

اور فرمایا میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے ماں

أَنْ لَّا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِيْ

باپ سے مشورہ کر لو ام المومنین نے فرمایا حضور کو یقین تھا کہ میرے والدین حضور سے جدائی کا مجھے حکم نہیں دیں گے۔ پھر

بِفِرَاقِكَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ۔ إِلٰى عَظِيْمًا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے نبی اپنی ازواج سے فرما دو۔ عظیما تک میں نے عرض کیا اس معاملہ میں ماں باپ سے

قُلْتُ أَفِيْ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

مشورہ طلب کروں گی میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔ پھر بقیہ ازواج کو اختیار دیا۔

ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ ؎

ان سب نے اسی کے مثل کہا جو عائشہ نے کہا تھا۔

تشریحات ۱۴۰۴ ازواج مطہرات سے الگ تھلگ ایک مہینے تک بالاخانے پر تشریف رکھنے کا واقعہ دوبار رونما ہوا ہے۔ ایک بار ۵ھ میں جب کہ پائے اقدس میں گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آگئی تھی۔ دوبارہ ۹ھ میں جب ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر یہ قسم کھالی تھی کہ ان کے پاس ایک مہینے نہیں جاؤں گا۔ جیسے میں نے جلد ثانی ص ۳۶۷ پر مفصل ذکر کیا ہے۔ بہت سے راویوں کو یہ اشتباہ ہوگیا کہ یہ دونوں ایک واقعے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں، حضرت ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرالظہران میں پوچھا تھا بعض روایات میں یہ ہے کہ خود حضرت عمر نے ان سے فرمایا۔ پانی لیکر۔ وہ ایک جھاڑی میں قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور یہ باہر کھڑے رہے۔ جب وضو کرنے کے لئے پانی ڈالنے لگے تو پوچھا۔

کنت وجارلی یہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق ہے۔ یہ ضمیر مجرور متصل پر عطف کو جائز مانتے ہیں۔ اور کتاب العلم میں بصریین کے مذہب کے مطابق، کنت انا وجارلی ہے۔ ضمیر متصل کی منفصل کی تاکید کے ساتھ

یہ انصاری حضرت عتبان بن مالک بن عمر عجلانی خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

مِنَ الامر یہاں دونوں احتمال ہیں۔ کہ یہ امر بمعنی حکم ہو۔ یعنی احکام شرعیہ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ امر بمعنی فعل عام ہو۔ یعنی کوئی بھی بات کوئی بھی چیز۔ اور اس پر الف لام عہد کا ہو اور مراد وحی ہو۔ اور یہاں ظاہر یہی ہے۔ کتاب النکاح کی روایت میں۔ من الامر۔ کے بجائے من الوحی ہے۔

فَصَحْتُ مسلم میں ہے۔ کہ ان کی زوجہ بنت خارجہ نے، خاص حضرت حفصہ کا نام لیکر کہا تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال وجواب کرتی ہیں۔ خفا ہو جاتی ہیں۔ دن دن بھر بات نہیں کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر ام المومنین حضرت حفصہ سے مواخذہ فرمایا۔ تو انھوں نے فرمایا: ہم حضور سے سوال وجواب کریں گی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا لایغرنك جارتك۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میں نہ ہوتا تو تجھے طلاق دیدیتے پھر وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں آئے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشتہ داری تھی۔ انھوں نے جلال میں فرمایا۔ اے ابن خطاب

؎ کتاب العلم باب التناوب فی العلم ص۱۹ ثانی النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ بحال زوجھا ص۷۸۰ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نساءہ فی غیر بیوتھن ص۷۸۵ باب حب الرجل بعض نساءہ ص۷۸۵ الطلاق باب من خیر نساءہ ص۷۹۱-۷۹۲ ثانی تفسیر باب قولہ قل لازواجك دو طریقے سے۔ سورہ تحریم باب قد فرض اللہ تحلۃ ایمانکم ص۷۲۹ باب قولہ واذ اسر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۷۳۰ باب وان تظاھرا علیہ ص۷۳۱ مسلم الطلاق باب تخییرہ امرأتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ ص۴۸۱۔

؎ فتح الباری ثامن ص۵۲۷۔

تم پر تعجب ہے۔ تم ہر چیز میں دخل دینے لگے۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کے درمیان بھی دخل دینے لگے۔ یہ بات مجھے ایسی لگی کہ میرا غم کچھ کم ہوگیا۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ پہلے ام المومنین حضرت صدیقہ کے پاس گئے اور فرمایا۔ کہ اے ابو بکر کی بیٹی تیری شان اتنی بڑھ گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ تم اپنی بیٹی کو دیکھو۔

غسان یہ شام میں ایک تالاب یا کنوئیں کا نام ہے۔ جہاں بنی ازد کی ایک شاخ بنی حفنہ نے بود و باش اختیار کرلیا تھا۔ پھر اس قبیلے کا نام ہی غسان پڑ گیا تھا۔

بغلامہ یہ حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

فصمت مسلم میں ہے۔ جب حاضری کا اذن نہیں ملا۔ تو میں نے بلند آواز میں کہا۔ اے رباح میرے لئے اجازت حاصل کر۔ حضور کو یہ گمان ہے کہ میں حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہوں واللہ اگر حضور حکم دیں تو اس کی گردن اڑادوں۔ اب رباح نے اشارہ کیا۔ اوپر آؤ۔ اور میں مشربہ میں داخل ہوا۔

بخاری اور دوسری حدیث کی کتابوں کی بعض روایتوں میں۔ آلیت شہراً۔ یا آلی شہرا آیا ہے۔ اس سے لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی قسم کھانا۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں حلف آیا ہے۔ اور خود اسی حدیث میں بطریق زہری کتاب النکاح کی روایت میں یہ ہے وکان قال ما انا بداخل علیھن شھرا۔ اس لئے کہ قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ فقہی ایلاء اسی وقت ہوگا۔ جب کہ یہ قسم کھائے کہ اس سے وطی نہیں کروں گا۔ اور ہمارے یہاں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ چار مہینے یا اس سے زائد کی مدت بھی ہو۔ اس حدیث کے کسی طریقے میں یہ نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وطی نہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔ اس لئے اس ایلاء سے فقہی ایلاء مراد نہیں ہوسکتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ایلاء سے اس کا لغوی معنی قسم کھانا مراد ہے۔

فاعتزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات پر یہ عتاب کیوں فرمایا۔ اس کی وجہ شارحین نے مختلف لکھی ہے۔ اول۔ ازواج مطہرات نفقے میں کچھ توسیع اور بہتری پر بضد تھیں۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ کہ فرمایا۔

هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَىٰ تَسْأَلْنَنِي النفقة[1] یہ ازواج میرے ارد گرد تم دیکھ رہے ہو مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔

اس سے مطلق نفقہ کا سوال مراد نہیں۔ وہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتے ہی تھے۔ اس سے مراد توسیع اور تحسین ہے۔ علامہ عینی نے کسی کا قول نقل کیا ہے۔ کہ ازواج مطہرات ایک دن اجتماعی طور پر حاضر ہوئیں اور یہ عرضداشت پیش کی۔ کہ ہم حضور سے اس کے خواہشمند ہیں جس کی ہر عورت اپنے شوہر سے متمنی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ہم کسی اور کی زوجیت میں ہوتیں تو ہماری اور شان ہوتی۔ کپڑے ہوتے اور زیورات ہوتے۔

---

[1] اول ص ۴۸۰

دوم ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہد، بہت مرغوب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ روزانہ تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جب تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں۔ جسے نوش کرنے میں وہاں کچھ دیر تک تشریف رکھتے۔ ازواج مطہرات میں دو گروپ تھا۔ ایک حضرت عائشہ وحفصہ کا۔ دوسرا حضرت زینب کا۔ حضرت زینب کے یہاں دیر تک قیام فرمانا سبھی کو ناگوار تھا مگر اسے حضرت عائشہ اور حفصہ نے کچھ شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ دونوں نے آپس میں طے کر لیا۔ کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور تشریف لائیں تو یہ کہدے کہ حضور کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق ان دونوں میں جن کے پاس تشریف لائے تو اس نے وہ عرض کیا ـــــ فرمایا۔ میں نے زینب کے یہاں شہد پیا ہے۔ یہ اس کی بو ہے۔ اور اب شہد اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔

جیسا کہ مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے مروی ہے۔ اسی سلسلے میں اسی میں انھیں سے ایک دوسری روایت یہ ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔ عصر بعد روزانہ تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار حفصہ کے یہاں کچھ زیادہ دیر تک رکے میں نے اس بارے میں معلومات کی تو یہ پتہ چلا کہ وہاں شہد پی رہے تھے وہ کہتی ہیں میں نے اس کا سودہ سے تذکرہ کیا اور میں نے کہا جب حضور تمہارے پاس تشریف لائیں تو عرض کرنا یا رسول اللہ! حضور نے مغافیر کھایا ہے؟ اس کے جواب میں فرمائیں گے نہیں۔ تو تم عرض کرنا کہ پھر یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ حضور کے جسم سے بو محسوس کی جائے۔ اس لئے فرمائیں گے کہ حفصہ نے مجھے شہد پلا دیا ہے۔ تو تم عرض کرنا اس شہد کی مکھی نے عرفط چوس کر شہد جمع کیا ہے۔ اور میں بھی یہی عرض کروں گی۔ اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا۔ چنانچہ اس کے مطابق سب نے کہا۔ اس کے بعد پھر جب حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے اور انھوں نے شہد پیش کرنا چاہا تو فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت سودہ کو اس پر کچھ تکلیف بھی ہوئی کہ ہم نے حضور کو ایک مرغوب سے روک دیا انھوں نے حضرت عائشہ سے کہا سبحان اللہ واللہ ہم نے حضور کو شہد سے محروم کر دیا تو انھوں نے کہا چپ رہو۔

سوم ۔ حضرت حفصہ کی باری کا دن تھا حضرت حفصہ نے حضور سے اجازت لی اور اپنے والد کے گھر تشریف لے گئیں۔ حضور نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کو بلوایا جب حضرت حفصہ آئیں تو دروازہ کو بند پایا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو حضور کے چہرے سے پانی گر رہا تھا اور حفصہ رو رہی تھیں اس پر حضور نے فرمایا میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ ماریہ مجھ پر حرام ہے۔ دیکھو کسی کو بتانا مت اور یہ تیرے پاس امانت ہے۔ جب حضور باہر تشریف لے گئے تو حضرت حفصہ نے اس دیوار کو پیٹا جو ان کے اور حضرت عائشہ کے حجرے کے درمیان تھی اور کہا میں تم کو خوشخبری دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرما لیا ہے۔

ماریہ قبطیہ ہی کا قصہ ایک دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔ حضرت حفصہ جب اس پر مطلع ہو گئیں تو حضور نے ان سے فرمایا کہ یہ عائشہ کو مت بتانا۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ دنیا سے تشریف لے جاؤں گا تو ابو بکر کے بعد تمہارے والد خلیفہ ہونگے۔

لیکن انھوں نے حضرت عائشہ کو بتا دیا۔ حضرت عائشہ نے حضور کو بتایا اور یہ التماس کی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیں۔ حضور نے یہ التماس قبول کرلی۔ اس کے بعد حضرت حفصہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس پر مواخذہ فرمایا۔ اور عتاب بھی۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ طبرانی نے اوسط اور عشرۃ النساء میں اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا اس کی ہر روایت میں ضعف ہے۔

چہارم۔ ابن سعد نے یہ سبب روایت کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جانور ذبح فرمایا یا کہیں سے کچھ ہدیہ آیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو برابر برابر تقسیم کرکے بھجوایا۔ حضرت زینب نے واپس کر دیا فرمایا اسے کچھ زیادہ دے دو تین بار یہی ہوا، اس پر حضرت عائشہ نے کہا۔ اس نے حضور کو ذلیل کر دیا۔ آپ کے ہدیے کو واپس کرتی ہے، فرمایا تم میں اتنی قوت کہاں؟ کہ مجھے ذلیل کرو۔ تمہارے پاس ایک مہینے نہیں آؤں گا۔ اس سلسلے میں جو روایتیں مذکور ہیں ان کو ہم نے لکھ دیا۔ واقعہ کیا تھا اس کا صحیح علم اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ جہاں تک میرے ذوق کا تعلق ہے ان میں سے کوئی واقعہ اس کی بنیاد بننے کے لائق نہیں۔ البتہ علامہ ابن حجر کی یہ رائے کچھ لگتی ہوئی ہے۔ کہ یہ سب تھوڑے تھوڑے وقفے سے رونما ہوئے۔ اور یہ سب مل کر سبب بنے۔ اس کے باوجود آیت تخییر سے متبادر یہی ہے کہ خفگی کا سبب نفقہ میں توسیع و تحسین کا سوال ہی تھا۔ اسی لئے محتاط مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں اسی کو ذکر فرمایا۔

فانزلت یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ پورا ہونے پر بالا خانے سے نیچے تشریف لائے۔ تو ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے پھر آیت تخییر نازل ہوئی۔ ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (احزاب ایت ۲۸-۲۹)

اے نبی اپنی بیبیوں سے فرما دو۔ اگر وہ دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہیں۔ تو آؤ میں تم کو مال دوں اور خوبصورتی کے ساتھ چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نکوکاروں کے لئے عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ یہ تخییر کن دو باتوں میں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ تخییر اس بارے میں تھی کہ وہ زوجیت میں رہنا چاہتی ہیں۔ یا طلاق کی خواستگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں اختیار دیا گیا تھا۔ کہ دنیا اختیار کرتی ہیں یا آخرت۔ اگر دنیا اختیار کرتی ہیں تو پھر ان سے جدائی اختیار فرمالیں۔ اور اگر آخرت اختیار کریں تو انھیں زوجیت میں روکے رکھیں ظاہر ہے کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے ورنہ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔

فانی ارید اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی عرض کیا تھا۔ کہ بقیہ ازواج مطہرات اگر میرے فیصلے کو پوچھیں تو حضور انھیں بتائیں نہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا۔ کہ جو بھی پوچھے گی میں بتاؤں گا۔ اللہ نے مجھے دشواری میں ڈالنے والا نہیں بنایا ہے۔ بلکہ آسانی پیدا کرنیوالا

معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ازواج کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اور وہ آیت تلاوت فرمائی سب نے پوچھا عائشہ نے کیا کہا۔ حضور نے انھیں بتایا۔ اور سب نے رسول اللہ اور دار آخرت کو اختیار فرمایا۔ اس پر اللہ عز وجل نے ازواج مطہرات کو انعام دنیا میں یہ دیا۔ کہ فرمایا۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ۔ (احزاب - ۵۲ آیت) اس کے بعد آپ کو اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض دوسرے سے نکاح کرلیں۔

اس وقت ازواج مطہرات آٹھ تھیں۔ نہ اس کی اجازت تھی کہ مزید کسی اور سے نکاح کرلیں اور نہ اس کی کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کے عوض دوسرے سے نکاح کرلیں۔

لیکن یہ پابندی کچھ ہی دنوں تک رہی پھر مزید نکاح کی اجازت دیدی گئی۔ ارشاد ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ۔ (احزاب - آیت ۴۹) اے نبی ہم نے آپ کیلئے ان تمام بیبیوں کو حلال فرمادیا ہے جن کے مہر آپ دے چکے ہیں اور جو تمہاری باندی ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار دیدیا گیا تھا جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں۔ بلکہ بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید نکاح فرمائے۔ اگرچہ خلوت نہ ہوسکی۔

حکم شرعی اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا۔ اختاری نفسک۔ تو کیا حکم ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر شوہر نے اس سے طلاق سپرد کرنے کی نیت کی ہے تو اگر عورت اپنے نفس کو اختیار کرے تو اس پر ایک طلاق بائن پڑ جائیگی اور اگر شوہر کو اختیار کیا تو کچھ نہیں۔ اور اگر شوہر تین طلاق کی نیت بھی کرلے تو بھی تین واقع نہ ہوں گی۔

بَابُ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِی الطَّرِیْقِ الْمِیْتَاءِ وَهِیَ الرَّحْبَةُ تَکُوْنُ بَیْنَ الطَّرِیْقِ ثُمَّ یُرِیْدُ اَهْلُهَا الْبُنْیَانَ فَتُرِکَ مِنْهَا لِلطَّرِیْقِ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ۔ ۳۳۶ جب کسی ایسی کشادہ زمین کے بارے میں اختلاف ہو جو عام راستہ ہو اور اس کے مالک عمارت بنانا چاہیں تو راستے کے لئے سات ہاتھ چھوڑ دیں۔

حدیث ۱۴۰۵

عَنْ عِکْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَضٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَشَاجَرُوْا فِی الطَّرِیْقِ بِسَبْعَةِ اَذْرُعٍ [۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب لوگ راستے کے بارے میں جھگڑتے تو سات ہاتھ چوڑائی چھوڑنے کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیصلہ فرماتے۔

تشریحات ۱۴۰۵

امام بخاری نے باب میں الطریق کے ساتھ المیتاء کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۱] ترمذی - الاحکام - مسند امام احمد ثانی ص ۴۲۹ ص ۴۷۴

کی حدیث میں نہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جسے امام عبدالرزاق نے لیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت انس کی حدیثوں میں بھی ہے۔

بسبعۃ اذرع۔ یعنی دونوں فریق کی زمینوں سے ساڑھے تین تین ہاتھ زمین لی جائے گی۔

بَابُ النُّهْبَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهٖ ص۳۳٦ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا۔

ت ۴۷۱

وَقَالَ عُبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا نَنْتَهِبَ

حضرت عبادہ نے فرمایا ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ کسی کا مال لوٹیں گے نہیں

تشریحات ۴۷۱

یہ ایک طویل حدیث کا جزو ہے جو کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔ وہاں ان لا ننتھب نہیں تھا سرقہ اور نہبہ میں فرق یہ ہے کہ مالک کے علم کے بغیر کسی کا مال لینا سرقہ چوری ہے اور مالک کے علم میں ہوتے ہوئے زبردستی کسی کا مال لے لینا چھین لینا لوٹ لینا۔ نہبہ اور لوٹ ہے۔

حدیث ۱۴۰۶

حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ وَهُوَ جَدُّهٗ أَبُوْ أُمِّهٖ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَىٰ وَالْمُثْلَةِ[عہ]

عبداللہ بن یزید انصاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے اور صورت بگاڑنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۴۰۶

یعنی عبداللہ ابن یزید انصاری عدی ابن ثابت کے نانا ہیں۔ عبداللہ بن یزید انصاری کے بارے میں ابوداؤد نے کہا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کیا ہے۔ اور حضور کے زمانہ میں کمسن تھے لیکن مصعب بن زبیر نے کہا کہ انھیں صحبت نصیب نہیں۔

مثلہ کے حقیقی معنی اعضاء بگاڑنے کے ہیں۔ چنانچہ نقہاء نے فرمایا کہ انسان کو خصی کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ مثلہ کرنا ہے علامہ عینی نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ھی العقوبۃ فی الآلۃ۔ اس لئے یہ اپنے عموم کے لحاظ سے نسبندی کو بھی عام ہے۔ حقیقۃً یہ بھی عضو بگاڑنا ہے۔ اس لئے کہ عضو جس نفع کے لئے بنایا گیا ہے جب آپریشن کرکے وہ منفعت حاصل کرنے سے محروی ہوجاتی ہے تو یہ حقیقت میں عضو کو بگاڑنا ہی ہے۔

عہ ثانی الذبائح۔ مایکون من المثلۃ ص۸۲۹

حدیث ۱۴۰۷

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَایَشْرَبُ

زانی مومن ہوتے ہوئے زنا نہیں کرتا۔ کوئی شرابی مومن ہوتے ہوئے شراب نہیں پیتا۔ کوئی چور مومن ہوتے

الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَنْتَهِبُ

ہوئے چوری نہیں کرتا۔ اور کوئی لٹیرا مومن ہوتے ہوئے ایسے مال نہیں لوٹتا۔ جس کی جانب لوگوں کی

نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ سه

نظریں اٹھیں۔

قَالَ الْفِرَبْرِیُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ

فربری نے کہا کہ میں نے ابو جعفر کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا کہ ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ ابن عباس نے

عَبَّاسٍ تَفْسِیْرُهٗ اَنْ یُّنْزَعَ مِنْهُ نُوْرُ الْاِیْمَانِ۔

اس کی تفسیر میں فرمایا۔ اس سے ایمان کا نور چھین لیا جاتا ہے (یعنی نکال لیا جاتا ہے۔)

تشریحات ۱۴۰۷ کتاب المحاربین کی روایت کے اخیر میں ہے۔ والتوبة معروضة بعد۔ یعنی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ چاہے تو توبہ کرلے۔ کتاب الحدود کی روایت میں۔ نہبۃ۔ کے ساتھ ساتھ۔ ذات شرف۔ بھی ہے۔ یعنی قدر عظیم۔ اس میں دونوں احتمال ہیں۔ کہ مقدار زیادہ ہو۔ اور یہ بھی کہ قیمت زیادہ ہو اگرچہ مقدار تھوڑی ہو۔ اور یہاں اس ارشاد کا بھی مطلب یہی ہے۔ یرفع الناس الیه فیها ابصارهم۔

قال الفربری یہ امام بخاری سے صحیح بخاری کے مشہور راوی۔ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر ہیں۔ ابو جعفر یہ ابن ابی حاتم امام بخاری کے وراق یعنی کاتب ہیں۔ ان کا تذکرہ مقدمہ میں گذر چکا ہے۔

اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ گناہ کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ لامحالہ سلف سے لیکر آج تک اس حدیث کی تاویل کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ اور ان سے دو تاویلیں بھی منقول ہیں۔ ایک یہی جو یہاں مذکور ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔ اسے امام ابوبکر

سه ثانی۔ الاشربه۔ باب قول اللہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر۔ الآیة۔ ص۸۳۶ الحدود باب مایحذر من الحدود ص۱۰۰۱ المحاربین۔ اثم الزناة ص۱۰۰۶۔ مسلم الایمان۔ نسائی۔ الاشربه۔ الرجم۔ ابن ماجه۔ الفتن۔

بن شیبہ نے کتاب الایمان میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ایک ایک غلام کو بلاتے اور فرماتے کیا تمہاری شادی نہ کردوں، اس لئے کہ جو بندہ زنا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے نور کو چھین لیتا ہے۔ بلکہ امام بن جریر طبری نے خود حضرت ابن عباس ہی سے بطریق مجاہد حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو زنا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے نور کو چھین لیتا ہے۔ اب اس کے بعد اس کی مہربانی ہے۔ اگر چاہے لوٹا دے چاہے نہ لوٹائے۔ ع[1]

دوسری کتاب المحاربین میں ہے۔ کہ عکرمہ کے سوال پر فرمایا۔ ایسے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں گتھ لیں۔ پھر الگ کریں۔ اب اگر توبہ کرتا ہے تو ایمان لوٹتا ہے۔ اس طرح اور انگلیاں پھر گتھ لیں۔

اس تاویل کی تائید ابوداؤد اور حاکم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر سائبان کے مثل ہو جاتا ہے۔ جب فارغ ہو جاتا ہے تو لوٹ آتا ہے۔ انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام حاکم نے ایک اور حدیث روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے۔ تو اس کا ایمان یوں الگ ہو جاتا ہے۔ جیسے انسان اپنے کرتے اتار دیتا ہے۔

اقول وھو المستعان۔ مگر یہ تاویل خود محتاج توجیہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ارتکاب کے وقت وہ مومن نہیں رہتا۔ کافر ہو جاتا ہے۔ جب توبہ کرتا ہے تو مومن ہو جاتا ہے۔ جیسے ہر کافر کفر سے توبہ کرنے کے بعد مومن ہو جاتا ہے۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ اس لئے جمہور نے ابتدا ہی سے یہی تاویل کی۔ اس میں کوئی خلل نہیں۔ اور یہ عرف و محاورے کے مطابق ہے۔ کہ لوگ آئے دن بات بات پر کسی چیز کی نفی کرتے ہیں اور مراد کمال کی نفی ہوتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ سوائے علی کے کوئی جوان نہیں اور سوائے ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں۔ ویسے ہی یہاں بھی مراد یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب کے وقت مومن نہیں یعنی مومن کامل نہیں۔

بَابُ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ وَتُخَرَّقُ الزِّقَاقُ۔ ص۳۳۶

جن مٹکوں میں شراب ہو تو کیا انھیں توڑ دیا جائے اور ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے۔

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَوْ طُنْبُورًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ۔ وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ۔

پس اگر بت توڑ دے یا سارنگی یا ایسا مال جس کی لکڑی سے انتفاع نہ ہو۔ شریح کے پاس یہ معاملہ لایا گیا کہ سارنگی توڑ دیا تھا۔ تو کچھ بھی تاوان کا حکم نہیں کیا۔

---

[1] فتح الباری کتاب الحدود ص۵۹ جلد ۱۲

حدیث ۱۴۰۸

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ

خیبر کے دن آگ دیکھی جو جلائی جارہی تھی۔ پوچھا۔ یہ آگ کاہے پر جلائی جارہی ہے۔ فرمایا۔ دیسی

عَلٰى مَا تُوْقَدُ هٰذِهِ النِّيْرَانُ قَالُوْا عَلَى الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ اِكْسِرُوْهَا

گدھوں پر۔ فرمایا۔ (ہانڈیاں) توڑدو اور گوشت گرادو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کیا ایسا نہ کریں کہ گوشت

وَاَهْرِيْقُوْهَا قَالُوْا اَلَا نُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اغْسِلُوْا۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ

گرادیں اور ہانڈیاں دھولیں۔ فرمایا۔ دھولو۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ ابن ابی اویس

كَانَ ابْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ يَقُوْلُ الْحُمُرُ الْاَنَسِيَّةُ بِنَصْبِ الْاَلِفِ وَالنُّوْنِ۔

کہا کرتے تھے۔ اَلْحُمُرُ الْاَنَسِيَّة، الف اور نون کے فتحے کے ساتھ۔

تشریحات ۱۴۰۸

یہ ایک طویل حدیث کا وسطانی جز ہے۔ جو غزوۂ خیبر وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے۔ یہاں ابو عاصم الضحاک سے تخریج کی ہے اور کتاب الذبائح میں مکی بن ابراہیم تلمیذ امام اعظم سے ابتدائی حصہ یہ ہے ابوسلمہ کہتے ہیں۔ جب ہم نے خیبر پہونچ کر اس کا محاصرہ کرلیا تو ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر فتح فرما دیا۔ جس دن خیبر فتح ہوا تو اس کی شام کو ہم نے بہت زیادہ آگ جلائی۔

قال ابو عبداللہ ابن ابی اویس، سے مراد امام بخاری کے استاذ اسمٰعیل ہیں جن کا نام عبداللہ تھا۔ یہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ کے صاحبزادے ہیں۔

اَلْاَنَسِيَّةِ۔ میں تین لغات درست ہیں۔ اَنَسِيَّه۔ انسٌ سے وحشت کا ضد۔ اور اُنْسِيَّه اُنس سے اسی معنی میں۔ اور اِنْسِيَّه۔ اِنْسٌ بمعنی بنی آدم سے۔ ابن ابی اویس نے یہ افادہ فرمایا۔ کہ مشہور روایت اَنْسِيَّه ہے امام بخاری نے ہمزہ کو الف سے اور فتحہ کو نصب سے تعبیر فرمایا۔ یہ ان کا تسامح ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ متقدمین نحاۃ کی اصطلاح میں یہ درست ہے۔ کہ ہمزہ کو الف سے اور فتحہ کو نصب سے تعبیر کیا جائے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

مہ ثانی المغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳ الصید باب آنیۃ المجوس والمیتۃ ص۸۲۴ الادب ما یجوز من الشعر والرجز ص۹۰۸ الدعوات باب قول اللہ وصل علیہ ص۹۳۸ مسلم، المغازی، الذبائح۔ ابن ماجہ الذبائح۔

حدیث ۱۴۰۹

عَنْ اَبِی مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تشریف

دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ وَحَوْلَ الْکَعْبَۃِ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّ سِتُّوْنَ

لے گئے اور کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ حضور اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ان کو کچو کے مارتے تھے اور

نُصُبًا فَجَعَلَ یَطْعَنُھَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِہٖ وَجَعَلَ یَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ الْاٰیَۃَ [1]

فرماتے تھے حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ پوری آیت۔

تشریحات ۱۴۰۹

نصبا۔ ابن تین نے کہا کہ ابو الحسن کی روایت میں نُصُبٌ ہے۔ نون اور صاد دونوں کے ضمے کے ساتھ اس تقدیر پر یہ نصاب کی جمع ہے۔ جو بت یا اس پتھر کے معنی میں ہے۔ جسے نصب کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نُصْبٌ، نون کے ضمہ اور صاد کے سکون کے ساتھ ہے۔ وہ پتھر جس کو زمانہ جاہلیت میں نصب کرتے اور اسے بت بنا لیتے تھے۔ جس کی پرستش کرتے تھے اس کی جمع انصاب ہے۔ ایک روایت میں بجائے نصبا کے صنما بھی آیا ہے۔ مکہ ۱۰ رمضان سنہ ۸ھ میں فتح ہوا تھا۔ بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو وہاں تین سو ساٹھ بت پایا۔ تو لاٹھی سے ہر بت کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے والا ہی تھا۔ جس بت کی جانب اشارہ فرماتے وہ گر جاتا بغیر اس کے کہ عصائے مبارک اسے چھوتا۔

حدیث ۱۴۱۰

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا کَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلٰی سَھْوَۃٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے ایک چبوترے

لَھَا سِتْرًا فِیْہِ تَمَاثِیْلُ فَھَتَکَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْہُ

پر ایک ایسا پردہ ڈال دیا تھا جسمیں تصویریں تھیں۔ تو اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاڑ ڈالا۔ اور اس

نُمْرُقَتَیْنِ فَکَانَتَا فِی الْبَیْتِ یُجْلَسُ عَلَیْھِمَا [2]

کا دو بچھونا بنا دیا۔ جو گھر میں رکھے رہتے جن پر بیٹھتے تھے۔

[1] ثانی مغازی باب غزوۃ الفتح ص۶۱۴

[2] ثانی۔ اللباس۔ باب ما وطی من التصاویر ص۸۸۰ دوطریقے سے۔ الادب باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۲

تشریحات ۱۴۱۰ کتاب اللباس میں یہ حدیث پوری یوں ہے ام المومنین فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار (تبوک یا خیبر کے) سفر سے تشریف لائے۔ اور میں نے اپنے چبوترے کو تصویر دار پردے سے چھپا دیا تھا۔ جب اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو پھاڑ ڈالا اور فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت کرتے ہیں۔ اسی میں دوسری روایت میں قراما کے بجائے " دُرنُوکاً " ہے۔ روئیں دار چھپا ہوا کپڑا۔ حاصل وہی ہے۔ کیونکہ آگے تصریح ہے۔ فیہ تماثیل۔ اس میں تصویریں تھیں۔

اخیر میں یہ ہے۔ من اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یصورون ھٰذہ الصُّور۔ قیامت کے دن جن جن لوگوں پر سخت عذاب ہوگا۔ ان میں ان تصویروں کے بنانے والے بھی ہیں۔

مطابقت مظالم سے اس حدیث کو مطابقت یہ ہے۔ کہ ظلم کی تعریف ہے وضع الشی فی غیر محلہ۔ تصویر بنانے میں جو رنگ و روغن صرف ہوتا ہے۔ یہ اپنے غیر محل میں صرف ہوتا ہے۔ اسلئے یہ ظلم ہوا۔

باب سے مناسبت یہ ہے کہ باب سے یہ معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا استعمال ناجائز ہے ان کو بحفاظت رکھنا حرام ہے انھیں ضائع کر دینا واجب ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصویر والے پردے کو پھاڑ دیا۔

مسائل کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حرام صرف وہ تصویر ہے جو مجسمہ ہو جس کا سایہ ہو اس لئے کہ تمثال صرف مجسمہ ہی کو کہتے ہیں۔ مگر اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجسمہ کے علاوہ وہ تصاویر بھی حرام ہیں جن کا سایہ نہ ہو اور جو کپڑے پر یا کاغذ یا دیوار پر بنی ہوئی ہوں۔ اس لئے کہ یہ تصویریں جو اس حدیث میں مذکور ہیں پردے پر بنی ہوئی تھیں۔ ام المومنین کے الفاظ بعض روایت میں[1] فیہ تماثیل وارد ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ تمثال کا اطلاق کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی تصاویر پر بھی ہوتا ہے۔ جو مجسمہ نہیں۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ ص۳۳۷ جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جائے۔

حدیث ۱۴۱۱

عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ۔

کہ فرماتے تھے۔ جو اپنا مال بچانے کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

[1] بخاری ثانی۔ ص۸۸۰

تشریحات ۱۴۱۲

دون اصل میں " تحت " کے معنی میں ظرف مکان ہے۔ مجازا سبب کے معنی میں مستعمل ہے اب ترجمہ یہ ہے جو اپنے مال کی وجہ سے مارا گیا۔ یعنی حفاظت کی وجہ سے۔ بعض نسخوں میں باب من قاتل دون مالہ۔ اسے شہید ہونا لازم نہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے جواب ذکر نہیں فرمایا۔ جواب یہ ہوگا کہ وہ ماجور ہے۔ ثواب کا مستحق ہے۔ مطابقت کی تقریر یہ ہوگی کہ جب مال کی حفاظت میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔ تو جو مال بچانے کے لئے لڑے وہ ضرور ثواب کا مستحق ہے اگرچہ شہید نہ ہو۔ جواب ذکر نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے۔ من قتل دون مالہ مظلوما فلہ الجنۃ۔ یعنی جو اپنا مال بچانے میں مظلوم ہوکر مار ڈالا گیا۔ اس کے لئے جنت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ استحقاق جنت کے لئے شہید ہونا لازم نہیں

بَابٌ اِذَا كَسَرَ قَصْعَةً اَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهٖ ص۳۳۷ جب کسی دوسرے کا پیالہ یا کچھ اور توڑ دیا۔

حدیث ۱۴۱۲

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے یہاں

وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ

تشریف فرما تھے ؏ بعض امہات المومنین نے ایک خادمہ کے بدست ایک پیالہ میں کھانا بھیجا تو جن کے یہاں حضور تھے

فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ وَقَالَ كُلُوْا وَحَبَسَ

انھوں نے کھانے پر اپنا ہاتھ مار دیا پیالہ (گر پڑا) اور ٹوٹ گیا۔ حضور نے پیالہ کو جوڑا اور کھانا پیالہ میں کیا اور فرمایا کھاؤ۔

الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتّٰى فَرَغُوْا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ ؎

لانے والے اور پیالے کو روک لیا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو صحیح سلامت پیالہ واپس فرمایا اور ٹوٹا ہوا روک لیا۔

تشریحات ۱۴۱۲

کتاب النکاح میں یہ تفصیل ہے۔ کہ جن کے کاشانۂ اقدس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ انھوں نے خادمہ کے ہاتھ کو مارا۔ جس کی وجہ سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑوں کو جمع فرمایا۔ پھر کھانا اس میں جمع فرمایا۔ فرمانے لگے۔ تمہاری ماں کو غیرت آگئی ہے۔ پھر جن کے گھر تشریف فرما تھے ان سے صحیح سالم پیالہ لیکر دیا اور ٹوٹا ہوا انھیں دیدیا۔

ؑ بھیجنے والی حضرت زینب بنت جحش تھیں یا حضرت ام سلمہ یا حضرت صفیہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعات متعدد ہوئے ہوں۔

؎ ثانی۔ نکاح۔ باب الغیرۃ ص۷۸۶۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ	کھانے اور زاد راہ اور سامان میں شرکت کا بیان
وَالْعُرُوضِ وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ	اور مکیل موزون کو اندازے سے تقسیم کیا جائے
وَيُوزَنُ مُجَازَفَةً اَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً	یا مٹھی مٹھی بھر۔ کیونکہ زاد راہ میں مسلمان اس میں
لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا اَنْ	کوئی حرج نہیں جانتے۔ کہ کوئی کچھ کھالے اور کوئی
يَاكُلَ هٰذَا بَعْضًا وَهٰذَا بَعْضًا وَكَذَالِكَ مُجَازَفَةُ	کچھ اور ایسے ہی سونے چاندی کو تخمینے سے تقسیم کرنا
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانِ فِي التَّمْرِ ص ۳۳۳	اور چند کھجوریں ساتھ ساتھ کھانا۔

توضیح باب شرکۃ میں چار لغات ہیں۔ شَرِکَۃٌ۔ شِرْکَۃٌ۔ شَرْکَۃٌ۔ شِرْک بغیر تا کے۔ شریعت میں شرکت کے معنی یہ ہیں۔

ایک یا ایک سے زائد چیزوں پر چند آدمیوں کا حق ثابت ہو جائے۔ کسی بھی بنیاد پر۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت ملک۔ اور شرکت عقد۔ شرکت ملک یہ ہے۔ کہ چند اشخاص کسی چیز کے مالک ہوں مگر ان میں عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اختیاری اور جبری۔ اختیاری یہ ہے۔ کہ شرکاء کے فعل و اختیار سے شرکت ہوئی ہو مثلاً بہ نیت شرکت چند آدمیوں نے کوئی چیز خریدی۔ یا ان کو کسی نے ہبہ یا صدقہ کیا۔ اور انھوں نے قبول کر لیا۔ یا ایک نے قصداً اپنی چیز دوسرے کی چیز میں اس طرح ملادی کہ امتیاز جاتا رہا۔ جبری یہ کہ ان کے مال میں ان کے قصد و اختیار کے بغیر ایسا خلط ملط ہو جائے کہ ایک کی چیز دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکے۔ جیسے میراث۔ یا امتیاز ہو سکے مگر نہایت دقت و دشواری کے ساتھ۔ جیسے ایک کے گیہوں میں دوسرے کا جو مل گیا۔

شرکت عقد یہ ہے کہ باہم عقد شرکت ہوا ہو۔ مثلاً ایک نے کہا میں فلاں چیز میں تیرا شریک ہوں اور دوسرے نے کہا ہمیں منظور ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ شرکت بالمال۔ شرکت بالعمل۔ شرکت وجوہ۔ شرکت بالمال یہ کہ دونوں نے مال دیا ہو۔ شرکت بالعمل۔ کہ تمام شرکاء کام لاکر مل کر کام کریں اور مزدوری آپس میں تقسیم کرلیں۔
شرکت وجوہ یہ ہے۔ کہ تمام شرکاء اپنی وجاہت اور اعتماد پر ادھار مال لاکر بیچیں گے اور نفع میں شریک رہیں گے۔ پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان۔

شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ چند شخص باہم یہ کہیں کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اور ہم کو اختیار ہے کہ یکجائی خرید و فروخت کریں یا علٰحدہ علٰحدہ نقد بیچیں یا ادھار اور ہر ایک اپنی اپنی رائے سے کام کرے گا جو کچھ نفع نقصان ہوگا اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں نفع و نقصان میں بھی برابری ہو۔ تصرف کا حق بھی برابر ہو۔ حکم یہ ہے کہ اس میں ہر شریک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہے یعنی ہر ایک دوسرے کا مطالبہ وصول کر سکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ واجب ہوگا دوسرا بھی اس کا ضامن ہے۔

شرکت عنان یہ ہے کہ چند افراد کسی خاص نوع کی تجارت یا ہر قسم کی تجارت میں شرکت کریں۔ مگر ان میں کوئی دوسرے کا ضامن نہ ہو۔ صرف وکیل ہو۔ اس کی شرط یہ ہے کہ جو لوگ وکیل ہونے کے اہل ہیں ان میں یہ جائز ہے — تعارف کے لئے بنیادی تعریفات کر دی ہیں تفصیل کتب فقہ خصوصاً بہار شریعت حصہ دہم سے معلوم کریں۔

نِھد یہ نون کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ توشہ زاد راہ۔ سفر میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ چند رفقاء اپنے اپنے کھانے کی چیزیں اکٹھی کر کے کھاتے ہیں۔ چیزیں کسی کی کم ہوتی ہیں کسی کی زیادہ کسی کی عمدہ کسی کی معمولی کوئی کم کھاتا ہے کوئی زیادہ۔ مگر چونکہ اکٹھے ہو کر کھانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایک نے دوسرے کے لئے اپنی چیز مباح کر دی ہے۔ اس لئے یہ بلاشبہ جائز ہے۔ اس طرح مشترک غلے وغیرہ میں بھی یہ تعامل ہے کہ لوگ اندازے سے بھی تقسیم کر لیتے ہیں اور ہاتھ سے ناپ کر بھی اس لئے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مجازفۃ الذھب والفضۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ سونا مشترک ہے۔ تو شرکاء اسے اندازے سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح چاندی کو بھی۔ لیکن ابن بطال نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہیں۔ اسی طرح گیہوں وغیرہ ان چیزوں میں بھی یہ تقسیم جائز نہیں جن میں سود ہے۔ ہاں اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔ یا وہ ایسی چیزیں ہوں جن میں سود نہیں۔

والقران فی التمر یعنی اس میں بھی حرج نہیں۔ لیکن احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ چند باب کے بعد حدیث مذکور ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بزار اور طبرانی نے اپنے معجم اوسط میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا تھا۔ اللہ عزوجل نے تمہیں وسعت دیدی ہے۔ اب ملا کر کھاؤ۔ اس حدیث نے سابقہ ممانعت کو منسوخ کر دیا۔ مگر اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے۔ اس لئے کچھ علماء نسخ کو تسلیم نہیں کرتے۔ بہرحال احتیاط اسی میں ہے کہ کھجور یا پھلوں کو ملا کر نہ کھایا جائے۔ اس سے لالچ اور ہوس ٹپکتی ہے۔

حدیث ۱۴۱۳	عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ
	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَاَمَّرَ عَلَیْہِمْ اَبَا عُبَیْدَۃَ

لشکر ساحل کی جانب بھیجا اور اس لشکر کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور یہ تین سو

بْنَ الْجَرَّاحِ وَھُمْ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَاَنَا فِیْہِمْ فَخَرَجْنَا اِذَا کُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ فَنِیَ الزَّادُ

افراد تھے میں بھی انھیں میں تھا ہم مدینہ سے نکلے راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا، اس پر حضرت ابو عبیدہ نے

فَاَمَرَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بِاَزْوَادِ ذٰلِکَ الْجَیْشِ فَجُمِعَ ذٰلِکَ کُلُّہٗ فَکَانَ مِزْوَدَیْ تَمْرٍ وَکَانَ یُقَوِّتُنَا

حکم دیا کہ پورے لشکر کے توشوں کو جمع کیا جائے۔ جو کل کھجوروں کے دو تھیلے ہوئے۔ وہ روزانہ ہمیں تھوڑا

کُلَّ یَوْمٍ قَلِیْلًا قَلِیْلًا حَتّٰی فَنِیَ فَلَمْ یَکُنْ تُصِیْبُنَا اِلَّا تَمْرَۃٌ تَمْرَۃٌ فَقُلْتُ وَمَا تُغْنِیْ تَمْرَۃٌ فَقَالَ

تھوڑا توشہ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور اب ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی (وہب بن کیسان) نے کہا

لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَھَا حِیْنَ فَنِیَتْ قَالَ ثُمَّ انْتَہَیْنَا اِلَی الْبَحْرِ فَاِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَاَکَلَ

ایک کھجور سے کیا ہوتا تھا۔ تو حضرت جابر نے فرمایا کہ جب یہ بھی ختم ہو گئی تو ہم کو اس کی قدر معلوم ہوئی۔ اس کے بعد ہم

مِنْہُ ذٰلِکَ الْجَیْشُ ثَمَانِیَ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً ثُمَّ اَمَرَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بِضِلْعَیْنِ مِنْ اَضْلَاعِہٖ فَنُصِبَا

دریا تک پہنچے تو ایک مچھلی چھوٹے پہاڑ کے برابر خشکی پر ملی جس سے اس لشکر نے اٹھارہ دن کھایا پھر اس کے پہلو کی

ثُمَّ اَمَرَ بِرَاحِلَۃٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَہُمَا فَلَمْ تُصِبْہُمَا [مہ]

ہڈیوں میں سے دو ہڈیوں کو ملاکر کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ پھر اونٹ پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا یہ اونٹ ان دونوں کے

نیچے سے گذرا مگر اس کا سرا ہڈیوں تک نہیں پہنچ سکا۔

تشریحات ۱۳۱۳

یہ سریہ ۸ھ کے رجب میں ہوا تھا۔ اس کو سریۃ الخبط اور سریۃ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ خبط اس پتے کو کہتے ہیں جو درخت سے جھاڑ کر گرایا گیا ہو۔ چونکہ اس سریے میں صحابہ کرام نے درخت کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھایا تھا۔ اس لئے یہ نام پڑا۔ سیف کے معنی کنارے کے ہیں۔ یہ سریہ قریش کے ایک قافلے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج میں فرمایا۔ قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا گیا تھا جس کا فاصلہ مدینہ طیبہ سے پانچ دن کی مسافت پر تھا۔

مہ الجہاد باب حمل الزاد علی الرکاب ص۴۱۹ ثانی۔ مغازی۔ باب غزوۃ سیف البحر ص۶۲۵۔ مسلم الصید۔ ترمذی۔ الزھد۔ نسائی الصید۔ السیر۔

مِزْوَدِی تمر مزود۔ توشہ رکھنے کی تھیلی ٹوکری وغیرہ۔ مسلم میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ایک ٹوکری کھجوریں دی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر قریب الختم ہونے کے وقت دو ٹوکری کھجوریں کیسے جمع ہوئیں۔ ہو سکتا ہے کہ مجاہدین اپنے طور پر کچھ توشہ لیتے گئے ہوں۔ اور مسلم میں جو مذکور ہے وہ سرکاری عطیہ تھا۔ سب کی کھجوریں اکٹھی کر کے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دیے۔ یہ چونکہ تمام ہمراہی راضی تھے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں کئی بار ایسا فرمایا۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سنت ہے۔

فاذا حوت اس مچھلی کا نام عنبر تھا۔ اس کے سکنے سے ڈھال بنتی تھی۔ اس ڈھال کو بھی عنبر ہی کہتے تھے۔ مشہور خوشبو عنبر ایک الگ چیز ہے یہ کسی دریائی جانور کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ حوت واحد اور جمع دونوں پر بولی جاتی ہے۔ بڑی مچھلی کو کہتے ہیں۔

مثل الظرب ظرب۔ ظراب کی جمع ہے۔ چھوٹی پہاڑی۔ مسلم میں ہے۔ ہم اس کی آنکھ کے گڑھے میں مٹکے ڈال کر چربی نکالتے تھے۔ ان میں تیرہ افراد کو حضرت ابوعبیدہ نے بٹھایا۔ اور بیل کے برابر اس کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔

ثمانی عشر لیلۃ بعض روایتوں میں نصف شہر ہے۔ اور بعض روایتوں میں شہر بھی وارد ہے۔ ثمانی عشر اور نصف شہر میں منافاۃ نہیں۔ ایسا ہوتا ہے۔ پندرہ دن سے ایک دو دن کم و بیش کو نصف مہینے سے تعبیر کر دیتے ہیں اور شہر کی امام قاضی عیاض نے تاویل یہ کی کہ نصف مہینے تر کھائی اور سکھا کر رکھ لیا۔ پندرہ دن تک اسے کھایا۔ مسلم میں ہے۔ مدینہ طیبہ واپس آ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا۔ یہ تمہارا رزق تھا جو اللہ عزوجل نے بھیجا تھا۔ کیا اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ صحابہ نے حاضر کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسے تناول فرمایا۔

اس سریے میں وہ وقت بھی آیا کہ زادراہ بالکل ختم ہو گیا۔ تو صحابہ کرام جنگلی درخت کے پتے کھاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح ہو گئے تھے۔

بضلعین ضِلع پسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد اس کے کانٹے ہیں۔ اس حدیث میں صحابہ کرام کی کرامت ظاہر ہے۔ یومیہ صرف ایک کھجور کھا کر چلنے پھرنے کی قوت بلکہ جہاد کا حوصلہ باقی رہنا فوق الفطرۃ بات ہے۔ اور یہ محض تائید ایزدی ہے۔

حدیث ۱۴۱۳

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ قوم کے توشے ختم ہو گئے اور لوگوں پر فاقے کی

خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ

نوبت آ گئی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے۔

فَاَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا بَقَاءُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ

حضور نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر ملے لوگوں نے انھیں بتایا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ اونٹوں کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا بَقَاءُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ

بعد تم لوگ کیسے زندہ رہوگے۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اونٹوں کے بعد لوگ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَبُسِطَ لِذٰلِكَ

کیسے جئیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منادی کراؤ کہ سب لوگ اپنے بچے ہوئے توشے لائیں

نِطَعٌ وَّجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ

اس کے لئے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا۔ لوگوں نے اس پر لاکر ڈال دیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نے کھڑے ہوکر اس کی برکت کے لئے دعا کی۔ پھر اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ سب کو بلایا۔ سب لوگوں نے لپ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ عہ

لے لے کر برتن بھر لئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ غزوہ ہوازن کے موقعہ پر پیش آیا تھا۔

حدیث ۱۴۱۵

عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اشعری

الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ

لوگ جب غزوے میں محتاج ہو جاتے ہیں۔ یا مدینے میں ان کے عیال کا غلہ کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے سب

فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ عہ

کو ایک کپڑے میں اکٹھے کرتے ہیں پھر ایک برتن سے برابر تقسیم کر لیتے ہیں وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

عہ الجہاد۔ باب حمل الزاد فی الغزو ص ۴۱۸

عہ مسلم۔ فضائل۔ نسائی۔ سیر

تشریحات ۱۴۱۴ - ۱۵

ابو بردہ ، یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں - ان کا نام حارث تھا یا عامر اور ایک قول یہ ہے - ابو بردہ ہی ان کا نام ہے

اذا ارملوا جب ان کا توشہ ختم ہو جاتا - یعنی ختم ہونے کے قریب ہوتا - اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے - جب رمل یعنی ریت میں مل جاتے - یعنی فاقے سے حالت یہ ہو جاتی کہ وہ ریت میں مل جائیں گے جیسا کہ ذا مَتْرَبَۃٍ کا لفظی ترجمہ دھول والا ہے - مگر عرفی معنی محتاج و تنگدست کے ہیں -

فہم منی و انا منہم یعنی وہ مجھ سے متصل ہیں - اس مِنْ کو اتصالیہ کہتے ہیں - یہ کلمہ غایت محبت کے اظہار کے لئے کہا جاتا ہے جیسے کہ فرمایا الحسین منی و انا من حسین -

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ ص ۳۳۸ بکریوں کو (گن کر) تقسیم کرنا

حدیث ۱۴۱۶

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا - کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَّ

میں تھے کہ لوگ بھوکے ہو گئے اور لوگوں کو بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

غَنَمًا قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا

علیہ وسلم لشکر کے اخیر حصے میں تھے لوگوں نے جلدی مچا دی - انھیں ذبح کیا اور ہانڈیاں چڑھا دیں - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ

نے ہانڈیوں کے الٹ دینے کا حکم دیا - اس کے بعد تقسیم فرمایا تو دس بکری کو ایک اونٹ کے برابر رکھا - ان میں

فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ

سے ایک اونٹ بھاگا لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا - مگر اس نے انھیں تھکا دیا - اور لشکر میں گھوڑے کم تھے - ایک

خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَأَهْوٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ

صاحب نے اس اونٹ کو تیر مارا - جس پر اللہ نے اسے روک دیا - اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - ان

أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِّنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ إِنَّا نَرْجُوْا أَوْ

چوپاؤں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بھاگنے کی لت ہوتی ہے جو بھاگ کے بے قابو ہو جائے اس کے ساتھ

نخاف العدو غدا ولیس معنا مدی افنذبح بالقصب قال ما انهر الدم وذکر اسم

یوہی کرو (عبایہ) نے کہا میرے دادا نے عرض کیا ہم کو اندیشہ ہے کہ کل صبح کو دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے گی، اور ہمارے

الله علیه فکلوه لیس السن والظفر وساحدثکم عن ذلک اما السن نعظم واما

پاس چھری نہیں تو کیا بانس سے ذبح کرلیں۔ فرمایا۔ جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے۔ اسے کھاؤ البتہ

الظفر فمدی الحبشة۔ ؎

وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں اس کا سبب بیان کرتا ہوں دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری۔

تشریحات ۱۴۱۶

رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کے صاحبزادے رفاعہ ہیں اور ان کے صاحبزادے عبایہ ہیں۔ عبایہ۔ اپنے والد۔ رفاعہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ خود یہی حدیث اسی بخاری کتاب الذبائح میں ان کے والد کے بواسطہ ان کے دادا سے مروی ہے۔ باب من عدل عشرة من الغنم۔ اور کتاب الذبائح کی ایک روایت میں۔ افنذبح بالقصب کے بعد یہ زائد ہے اعجل او ارن ما انهر الدم۔ جو بھی خون بہادے اس سے ذبح میں جلدی کردے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر دھار دار لوہے کے علاوہ کسی اور چیز سے ذبح کروگے۔ تو ذرا سی غفلت میں دیر ہو سکتی ہے اور جانور اذیت پانے یا گلا گھٹنے کی وجہ سے مرسکتا ہے۔

ارن اس میں ایک روایت ارنی راکے سکون اور یا کے ساتھ بھی ہے جو نون کے کسرے کے اشباع سے پیدا ہوئی۔ علامہ خطابی نے کہا۔ کہ صحیح ا ء رن ہے مہموز فا۔ ارن یا ارن سے اعجل کے معنی میں۔ یہ شک راوی ہے۔

بذی الحلیفة یہ ذوالحلیفہ وہ نہیں جو مدینہ طیبہ کے متصل اس کی میقات ہے جسے ابیار علی بھی کہتے ہیں بلکہ علاقہ تہامہ میں ذات عرق کے پاس ایک اور جگہ ہے۔ مسلم میں ہے کہ ہم تہامہ کے ذوالحلیفہ میں تھے۔ علامہ ابن تین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ۸ھ میں غزوۂ حنین کے موقعہ پر در پیش ہوا تھا۔

فاکفئت ان ہانڈیوں کے الٹنے کا حکم اس لئے دیا کہ یہ لوگ اس وقت دارالاسلام میں پہونچ چکے تھے۔ اور دارالاسلام میں پہونچنے کے بعد تقسیم کے بغیر مال غنیمت کا کھانا جائز نہیں۔ اور اس کا ظن غالب ہے کہ صرف شوربا گرانے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ یہ گوشت نا پاک تھا نہ حرام۔ حلال وطیب تھا۔ اسے ضائع کرنا درست نہیں تھا۔ خود حضور

؎ باب من عدل عشرة من الغنم ببعیر ص ۳۴۱ الجہاد۔ باب مایکره من ذبح الابل والغنم فی المغانم ص ۴۳۲ ثانی الذبائح والصید باب التسمیة علی الذبیحة ص ۸۲۶۔ باب ما انهر الدم من القصب ص ۸۲۰ باب یذکی بالسن ص ۸۲۷ باب ماند من البهائم ص ۸۲۸۔ باب اذا اصاب قوم غنیمة باب اذا ند بعیر ص ۸۳۱۔ مسلم۔ الاضاحی۔ ابو داؤد۔ الذبائح۔ ترمذی۔ الصید۔ والسیر نسائی۔ الحج۔ الصید۔ الذبائح۔ الاضاحی۔ ابن ماجه۔ الاضاحی۔ الذبائح۔

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے ۔

اَوَابِدُ یہ آبدۃ کی جمع ہے ۔ اَبَدَ یا بُدُ سے ۔ مانوس ہونے کے بعد بھاگنا ۔ بھڑکنا ۔

نرجوا او نخاف یہ شک راوی ہے ۔ یہاں ترجو ۔ نخاف کے معنی میں ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ ۔ کہف آخری آیت ۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کا ڈر ہو ۔

لیسَ السنَّ وَالظُّفرَ یہاں لیس معنی میں ۔ اِلّا ۔ کے ہے ۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے ۔

اما السن فعظم الخ ہڈی اور ناخن میں اتنی دھار نہیں ہوتی کہ چمڑے اور گوشت میں بآسانی بیر سکے ۔ اور دم مسفوح پورا پورا فوراً نکل جائے ۔ ہڈی اور ناخن سے چمڑے اور گوشت میں زخم لگے گا ۔ وہ نوچا جائے گا ۔ اور جانور اس کی اذیت سے مرے گا جس کے نتیجے میں دم مسفوح کا اکثر حصہ گوشت میں جذب ہو جائے گا ۔ اس لئے اس سے ذبح شرعی حاصل نہ ہوگا مُدَى الْحَبَشَه سے بھی اسی طرف اشارہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ وہ غیر مہذب ہیں ۔ ذبح کی لِم نہیں جانتے کسی طرح بھی جانور کو مار کر کھاتے ہیں اس لئے اس سے بچو ۔ یہ مطلب نہیں کہ واقعی اگر حبشیوں کی لوہے کی چھری ہو تو اس سے ذبح حرام ہے ۔ اس پر اتفاق ہے ۔ کہ کافر کی چھری سے ذبح کرنے سے بھی ذبح درست ہے ۔ دانت اور ناخن سے اس وقت ذبح درست نہیں جب کہ وہ جسم میں ہو ۔ جسم سے علحدہ ہونے کے بعد اگر ان میں دھار ہو وہ چمڑے اور گردن کاٹ سکے تو درست ہے ۔ اگرچہ مکروہ ہے ۔

ان دونوں احکام میں انسان حیوان ۔ سب کے دانت اور ناخن کا ایک حکم ہے ۔

مسائل دارالاسلام میں پہونچنے کے بعد جب تک حاکم اسلام مال غنیمت تقسیم کر کے مجاہدین کو نہ دیدے اسے استعمال کرنا جائز نہیں ۔ پالتو جانور جب بھڑک کر بے قابو ہو جائے ۔ تو ذبح کے معاملے میں وہ شکار کے حکم میں ہے ۔ کہیں بھی زخم لگا کر خون بہا دیں حلال ہو جائے گا ۔ ذبح کے وقت یا شکار پر تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے ۔ یاد آتے ہوئے بسم اللہ نہیں پڑھے گا تو جانور مردار ہوگا ۔

بَابُ تَقْوِيْمِ الْاَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيْمَةِ عَدْلٍ ص ۳۳۹ ساجھیوں کے درمیان چیزوں کو مناسب قیمت لگا کر تقسیم کرنا ۔

حدیث ۱۴۱۷ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا لَهٗ مِنْ عَبْدٍ اَوْ شِرْكًا اَوْ قَالَ نَصِيْبًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ جو مناسب قیمت کے برابر ہو تو وہ مکمل

161

وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

آزاد ہے۔ ورنہ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے۔ ایوب نے کہا میں نہیں جانتا کہ عُتِقَ مِنْهُ نافع

قَالَ لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عُتِقَ مِنْهُ قَوْلٌ مِّنْ نَّافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کا قول ہے۔ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

حدیث ۱۴۱۸

عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِّنْ مَّمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ فَإِنْ

جس نے اپنے مملوک کا کوئی حصہ آزاد کیا تو اس مملوک کو اس کے مالک سے مکمل آزادی دلائی جائے۔ اگر اس کے پاس مال ہو۔

لَمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ ؎

اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس مملوک کی مناسب قیمت لگا کر اس کی کمائی سے قیمت وصول کی جائے۔ مگر اس کو مشقت میں نہ ڈالا جائے۔

تشریحات ۱۷-۱۴۱۸

شقصًا نصیب اور شرک ہم معنی ہیں۔ حصے کے معنی میں۔ راوی کو اس میں شک ہے کہ ان تین الفاظ میں سے کون سا لفظ ارشاد فرمایا تھا۔ بعض محدثین روایت بالمعنیٰ کو جائز نہیں جانتے۔ روایت باللفظ کو واجب جانتے ہیں۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ روایت باللفظ مستحب ہے۔ راوی نے اسی لئے اس کا لحاظ کیا۔

عبداً یہ کنیز کو بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ۔ عبد۔ جب مطلق بولتے ہیں تو کنیز کو بھی عام ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ عبد۔ کے بجائے۔ مملوک ہے۔ یہ بلا دریغ کنیز کو بھی عام ہے۔ نیز اسی بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی کا فتویٰ مذکور ہے۔ انہ کان یفتی

؎ باب الشرکۃ فی الرقیق ص ۳۴۰۔ العتق۔ باب اذا اعتق عبدا بین اثنین ص ۳۴۲-۳۴۳۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ العتق۔ ترمذی الاحکام۔ نسائی البیوع العتق۔

؎ باب الشرکۃ فی الرقیق ص ۳۴۰ العتق باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال ص ۳۴۲ دو طریقے سے۔ مسلم۔ العتق۔ النذر ابو داؤد۔ العتق۔ ترمذی۔ الاحکام۔ الاستسعاء۔ نسائی۔ العتق۔ ابن ماجہ الاحکام۔

فی العبد او الامۃ۔ اس لئے اسحٰق بن راہو یہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم غلام کے ساتھ خاص ہے۔ باندی کے لئے نہیں ساقط ہو گیا۔

وکان لہ یعنی آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو کہ غیر آزاد کردہ حصہ کی قیمت کو پہونچ جائے۔ تو وہ غلام آزاد ہے۔ اور اگر اتنا مال نہیں تو کل غلام آزاد نہ ہوگا۔ جتنا اس نے آزاد کیا ہے اتنا ہی آزاد ہوگا۔ بقیہ حصے کے لئے اس سے کہا جائے گا کہ کما کر مالک کو اتنے کی قیمت دیدو۔ جب یہ قیمت ادا کر دے گا تو کل آزاد ہو گا۔ مثلاً زید نے اپنے نصف غلام کو آزاد کیا۔ اور غلام کی واجبی قیمت دس ہزار ہے۔ تو اگر زید کے پاس پانچ ہزار موجود ہے تو کل غلام فوراً آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس پانچ ہزار نہیں تو غلام جب کما کر پانچ ہزار زید کو ادا کر دے گا تو آزاد ہوگا۔

قال لا ادری یہ اس حدیث کے راوی نافع کے تلمیذ کا قول ہے۔ جیسا کہ طرفی نے کہا۔ اور خود بخاری کتاب العتق میں تصریح ہے قال ایوب لا ادری

استسعی یہ قتادہ کا قول ہے یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؟ اس بارے میں محدثین میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ قتادہ کا قول ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کو قتادہ سے شعبہ اور ان کے دوسرے تلامذہ ہمام ہشام نے روایت کیا۔ مگر اس میں یہ نہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی حدیث ہے۔ اس لئے کہ قتادہ سے ان کے دوسرے تلامذہ نے اسے روایت کیا ہے۔ مثلاً سعید بن ابو عروبہ یحییٰ بن صبیح۔ حجاج، ابان۔ موسیٰ بن خلف اور جریر بن حازم یہ سب ثقہ ہیں اور ثقات کی زیادتی بالاتفاق مقبول ہے۔

غیر مشقوق علیہ یعنی نہ تو غلام کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ قوت سے زیادہ کام کر کے جلد از جلد وہ رقم ادا کر دے اور نہ قیمت سے زیادہ وصول کیا جائے۔ اور نہ اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ حسب دستور مولیٰ کی خدمت کرے۔ وہ من وجہ آزاد ہے۔ اس کا آقا نہ اس سے خدمت لے سکتا ہے نہ اپنے یہاں رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ نہ اسے بیچ سکتا ہے۔

بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ ص۳۳۹ کیا تقسیم میں قرعہ ڈالا جائے گا۔ اور تقسیم میں قرعہ اندازی کرنا

حدیث ۱۴۱۹

سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْوَاقِعِ فِيهَا

اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں اور اسے توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی میں سوار ہونیوالوں

كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا

نے قرعہ ڈالا۔ بعض کے نام میں اوپر کا حصہ آیا اور بعض کے نام نیچے کا۔ جو لوگ نچلے حصے میں تھے

فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا لَوْ أَنَّا

وہ پانی لے کر اوپر والوں پر گذرتے تھے۔ نچلے حصے والوں نے کہا اگر ہم اپنے حصے میں کشتی پھاڑ کر سوراخ کرلیں۔ تو

خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا

اوپر والوں کو ایذا دینے سے بچ جائیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے انھیں چھوڑ دیا تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔

وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا ؎

اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو خود بھی نجات حاصل کرلی اور سب نے حاصل کرلی۔

تشریحات ۱۴۱۹

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ گناہوں کی وجہ سے دنیوی بلائیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک طبقے کے گناہ کی وجہ سے پوری قوم بلا میں مبتلا ہوسکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بشرط استطاعت امر بالمعروف نہی عن المنکر واجب ہے۔ استطاعت ہوتے ہوئے اس سے اجتناب گناہ ہے۔

بَابُ شِرْكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ ص ۳۳۹ یتیم اور وارثین کی شرکت

حدیث ۱۴۲۰

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس

جَلَّ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

آیت کے بارے میں پوچھا (کہ فرمایا) اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں

مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ قَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ

میں تمھیں جو پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار۔ ام المومنین نے فرمایا۔ یہ اس یتیم بچی

فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا

کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور وہ مال میں اس کی شریک ہو۔ اپنے مال اور حسن

فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ

کی وجہ سے وہ اس ولی کو پسند آگئی ہو اور اس کا ولی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔ اس کی مہر میں انصاف کرنا نہ

؎ الشھادات باب القرعۃ فی المشکلات ص ۳۶۹ ترمذی۔ فتن۔

اَعْلٰی سُنَّتِہِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَ اُمِرُوْا اَنْ یَّنْکِحُوْا مَاطَابَ لَھُمْ مِّنَ

چاہتا ہو کر جتنا دوسرا مہر دیتا اتنا دیتا۔ اس لئے لوگوں کو اس یتیم بچی سے شادی کرنے سے منع کردیا

النِّسَاءِ سِوَاھُنَّ قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اِسْتَفْتَوْا

گیا۔ مگر یہ کہ مہر میں انصاف کریں اور انھیں ان کی حیثیت کے مطابق اعلیٰ مہر دیں۔ اور ان کو

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ھٰذِہٖ الْاٰیَۃِ فَاَنْزَلَ

حکم دیا گیا۔ ان کے ماسوا جو عورت انھیں پسند ہو اس سے نکاح کرلیں۔ عروہ نے کہا۔ عائشہ نے کہا۔

اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْہِنَّ۔ وَمَا یُتْلٰی

اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل

عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَاءِ اِلٰی قَوْلِہٖ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ

فرمائی۔ تم سے لوگ عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرماؤ اللہ ان کے بارے میں تمہیں بتاتا ہے

وَالَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ اَنَّہٗ یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ اَلْاٰیَۃُ الْاُوْلَی الَّتِیْ

اور وہ تم پر قرآن میں تلاوت کیا جاتا ہے۔ ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنھیں ان کا مقرر حق نہیں

قَالَ اللّٰہُ فِیْھَا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَاطَابَ

دیتے اور انھیں نکاح میں لانے سے روگردانی کرتے ہو۔ اللہ عز و جل نے جو یہ ذکر فرمایا۔ کہ وہ کتاب

لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَۃُ وَقَوْلُ اللّٰہِ فِی الْاٰیَۃِ الْاُخْرٰی

میں تلاوت کی جاتی ہے۔ اس سے مراد پہلی آیت ہے جس میں یہ فرمایا گیا۔ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ ھِیَ رَغْبَۃُ اَحَدِکُمْ لِیَتِیْمَتِہِ الَّتِیْ تَکُوْنُ

کے بارے میں انصاف نہ کرپاؤ گے تو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔ اللہ عز و جل کا دوسری آیت

فِیْ حَجْرِہٖ حِیْنَ تَکُوْنُ قَلِیْلَۃَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُھُوْا اَنْ یَّنْکِحُوْا مَا رَغِبُوْا

میں یہ ارشاد ہے۔ تم ان سے نکاح کرنے میں روگردانی کرتے ہو۔ یہ اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو تمہاری پرورش

فِیْ مَالِھَا وَجَمَالِھَا مِنْ یَّتَامَی النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ

میں ہو اور مال و جمال میں کم ہو تو تم ان سے نکاح کرنے سے روگردانی کرتے ہو۔ اسلئے جن یتیم لڑکیوں کے مال و جمال کی وجہ سے

رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ ؂

لوگ ان کے نکاح کے خواہشمند ہوں انھیں منع کیا گیا۔ مگر یہ کہ مہر میں انصاف سے کام لیں۔

تشریحات ۱۴۲۰

سورہ نسار کی دوسری آیت یہ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار۔

اس آیت میں پہلا حصہ فی الیتمی شرط ہے۔ اور اس کے بعد جزار، شرط جزار میں علاقہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں بظاہر کوئی علاقہ نہیں۔ حضرت عروہ کے سوال کا یہی مقصد تھا۔ حضرت ام المومنین کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ اس وقت کے کچھ افراد کی اصلاح کے لئے فرمایا گیا۔ ہوتا یہ کہ کوئی مالدار یتیم لڑکی ہوتی جس کا نہ کوئی بھائی ہوتا نہ چچا نہ دادا، صرف چچا کا لڑکا ہوتا۔ یہی اس کا ولی ہوتا۔ لڑکی اس کی پرورش میں رہتی۔ بحیثیت ولی کے اس کو حق حاصل ہے کہ جس سے چاہے اس یتیم لڑکی کا عقد کردے۔ اور جو چاہے مہر مقرر کردے۔ یہ اس لڑکی سے خود اپنا نکاح کرلیتا اور مہر بہت مختصر رکھتا اس میں لڑکی کی حق تلفی تھی یہ مہر مثل کی مستحق ہے۔ یہ اس سے کم دیتا۔ لڑکی اپنی فطری حیار اور اس کے دباؤ کی وجہ سے کچھ نہیں بولتی اور تسلیم کرلیتی۔ اس کے ازالے کے لئے فرمایا گیا۔

کہ جب تم ان بے کس مجبور بچیوں کو مہر مثل نہ دے سکو۔ تو ان پر ظلم نہ کرو۔ ان سے اپنا نکاح نہ کرو۔ بلکہ اس سے اس کا نکاح کرو جو اس کا مال کے اعتبار سے بھی کفو ہو۔ اور اسے مہر مثل دے۔ تمہیں نکاح کی حاجت ہے تو عورتیں بہت ہیں۔ چار تک جتنی پسند آئیں ان سے نکاح کرلو۔

ان الناس استفتوا اس کا دوسرا رخ یہ تھا۔ اگر یہ یتیم لڑکی نادار اور بدصورت ہوتی تو اس سے نکاح نہیں کرتے اور تیسری صورت یہ تھی کہ وہ بدصورت اور مالدار ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتے نہ دوسروں سے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں بطریق سدی روایت کیا۔ کہ حضرت جابر کی ایک چچازاد بہن تھی۔ مگر اپنے باپ سے اسے میراث میں بہت مال ملا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مالدار تھی۔ وہ اس کی شادی کہیں نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام نے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

؂ الوصایا۔ باب قول اللہ وا توا الیتمی اموالهم ص۳۸۰ ثانی التفسیر سورۃ النساء باب وان خفتم الا تقسطوا فی یتمی ص۶۵۸ دوطریقے سے۔ باب ویستفتونک فی النساء ص۶۶۱ النکاح باب الترغیب فی النکاح ص۷۵۸ باب لایتزوج اکثر من اربع۔ باب الاکفاء فی المال ص۷۶۳ باب من قال لا نکاح الا بولی ص۷۶۹ باب تزویج الیتیمۃ ص۷۷۰ باب اذا کان الولی هو الخاطب ص۷۶۹ الحیل باب ماینہی عن الاحتیال للولی ص۱۰۳۰ مسلم اخر الکتاب۔ ابوداؤد۔ نسائی النکاح

يَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ فِىْ يَتٰمَى النِّسَاءِ الّٰتِىْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ۔

آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں فرماد و اللہ ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے ۔ اور وہ جو کتاب میں تلاوت ہوتی ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جنھیں ان کا مقرر حق نہیں دیتے اور انھیں نکاح میں لانے سے روگردانی کرتے ہو (نساء ۱۲۷)

حاصل یہ نکلا ۔ کہ جو یتیم بچی تمہاری پرورش میں ولی ہونے کی وجہ سے ہے ۔ ان کے ساتھ انصاف کرو صرف اپنی منفعت کو سامنے رکھ کر ان سے معاملہ نہ کرو اگر تم خود نکاح کرنا چاہتے ہو تو مہر مثل پر کرو اور اگر تمہیں اس کی استطاعت نہیں تو عورتیں بہت ہیں ان سے نکاح کرلو ۔ اور اگر تمہیں ان سے نکاح کی رغبت نہیں تو جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں ان کا نکاح دوسرے سے کردو ۔ ان کے مال سے منفعت حاصل کرنے کے لئے انھیں اپنے پاس روکے مت رکھو ۔ ترغبون ان تنکحوھن میں عن محذوف ہے ۔ اصل عبارت یہ تھی ۔ ترغبون عن ان تنکحوھن

بَابٌ اِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ وَغَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَّلَا شُفْعَةٌ ص ۳۳۹

جب شرکا رگھر وغیرہ بانٹ لیں تو انھیں رجوع اور شفعہ کا حق نہیں ۔

مطابقت اس کے تحت امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں ۔ جس میں ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس زمین اور مکان میں شفعہ کا حق دیا جو تقسیم نہ کی گئی ہو اور جب حد بندی ہو گئی اور راستے پھیر دیئے گئے تو شفعہ نہیں ۔

بظاہر اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں ۔ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہ نے مناسبت کی یہ تقریر فرمائی ۔ کہ شفعہ کے انتفاء کو رجوع کا انتفار لازم ہے ۔ اس لئے اگر صورت مذکورہ میں تقسیم سے رجوع کا حق تسلیم کر لیا جائے ۔ اور فریق ثانی یعنی مشتری رجوع کرلے ۔ تو اس کا حصہ اس زمین اور مکان میں مشاع ہو جائے گا ۔ اور اب اسے بالاتفاق شفعہ کا حق حاصل ہوگا ۔

بَابُ الشِّرْكَةِ فِى الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ ص ۳۴۰ غلے وغیرہ میں شرکت کا بیان

ت ۴۷۲ وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ اٰخَرُ فَرَاٰى عُمَرُ اَنَّ لَهُ شِرْكَةً

ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک چیز کا دام طے کیا تو دوسرے نے آنکھ سے اشارہ کیا ۔ حضرت عمر کی رائے ہے کہ یہ اس کا شریک ہے ۔

تشریحات ۴۷۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ یہ تعلیق اس کی دلیل ہے کہ شرکت کے لئے صراحۃً ایجاب و قبول شرط نہیں ۔ ایک فریق کا سکوت اور اشارہ بھی کافی ہے ۔ لیکن صحیح یہ ہے ۔

محض اشارے اور سکوت سے شرکت ثابت نہ ہوگی۔ صریح صیغہ ایجاب وقبول شرط ہے ورنہ بہت مواقع پر فساد پیدا ہوجائے گا ہمارے یہاں ہر جگہ سکوت رضا کے حکم میں نہیں۔ فقہاء نے جو نتیس صورتوں کا استثنا کیا ہے۔ جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

حدیث ۱۴۲۱

عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ

عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى

کا زمانہ پایا ہے۔ ان کی والدہ زینب بنت حُمَید انھیں لیکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَايِعْهُ فَقَالَ هُوَ

حاضر ہوئیں تھیں۔ اور عرض کیا تھا۔ کہ اس سے بیعت لیجئے یا رسول اللہ! تو حضور نے فرمایا۔ یہ چھوٹا ہے۔

صَغِيرٌ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ۔ وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ

حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کیلئے برکت کی دعا فرمائی ـــــ زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے والد عبد اللہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ

بن ہشام انھیں لے کر بازار میں جاتے اور غلہ خریدتے۔ ابن عمر، اور، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ملتے تو کہتے۔ ہمیں بھی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَيَقُولَانِ لَهُ أَشْرِكْنَا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

شریک کرلو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے۔ وہ انھیں

دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهِ إِلَى

شریک کرلیتے۔ کبھی پورا اونٹ نفع میں پاتے اور اسے گھر بھیجدیتے۔

الْمَنْزِلِ [مـه] ـــــ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ أَشْرِكْنِي فَإِذَا سَكَتَ

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا جب کسی نے کسی سے کہا مجھے شریک کرلے اور وہ چپ رہا

فَيَكُونُ شَرِيكَهُ بِالنِّصْفِ۔

تو آدھے کا شریک ہوگیا۔

مـه ثانی الدعوات باب الدعاء للصبیان صـ۹۴۰ الاحکام باب بیعۃ الصغیر صـ۱۰۶۱ ابوداؤد الخراج

تشریحات زہرۃ - کی کنیت ابوعقیل ہے۔ کتاب الدعوات میں زہرہ کے بجائے عن ابی عقیل ہی ہے۔

۲۱ ۱۴ **قد ادرك** یعنی عبداللہ بن ہشام نے عہد نبوت پایا۔ ان کا باپ ہشام فتح مکہ سے پہلے کافر مرا۔ ان کی والدہ حضرت زینب بنت حُمَید صحابیہ ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ان کی والدہ انھیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھیں۔ ابن مندہ نے کہا کہ انھوں نے چھ سال عہد نبوت پایا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابن لُہیعہ سے روایت کیا کہ یہ عہد رسالت میں بالغ ہوگئے تھے۔ مگر ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ تو یہ اقل سن بلوغ میں بالغ ہوگئے تھے۔ یعنی بارہ سال کی عمر میں۔ یہ روایت کتاب الاحکام میں بھی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ زائد ہے۔ وکان یضحی بالشاۃ الواحدۃ عن جمیع اھلہ۔ اور اپنے تمام اہل کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے۔ یہ یا تو ان کی خصوصیات میں سے ہے کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہو یا ان کا اجتہاد رہا ہو۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ان تمام افراد کی جانب سے ایک مینڈھے کی قربانی کی جو عدم استطاعت کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکے تھے۔ یا آئندہ ہوں گے اور نہیں کریں گے انھوں نے اس پر قیاس کیا ہو اور انھیں اس کا علم نہ رہا ہو کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

اقول وھوالمستعان اس خادم کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو تجارت میں اتنی آمدنی ہوتی تھی کہ ابتدا میں ایک بکری خریدتے۔ اور پھر اسے بیچتے پھر اس کی قیمت سے مثلا دو بکریاں خریدتے پھر اسی طرح الٹ پھیر کرتے اور نفع میں اتنی بکریاں جمع ہو جاتیں یعنی ایک بکری کے عوض اتنی بکریاں حاصل کر لیتے جو ان کے تمام اہل کی قربانی کے لئے کافی ہوتیں۔

یہ مفہوم حدیث کے سیاق کے مطابق بھی ہے۔ جیسا کہ عروہ بارقی کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دینار دیا کہ اس کے عوض قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انھوں نے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں۔ ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچدیا اور وہ دینار اور ایک بکری لا کر خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے برکت کی دعا کی۔ اس دعا کی برکت یہ تھی کہ یہ بازار جاتے اور چالیس ہزار نفع کما لیتے [۱]

فمسح راسہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ بچوں کو خدمت اقدس میں حاضر لاتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے اور ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ کبھی کبھی کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالتے۔ جسے تحنیک کہتے ہیں۔ اس عہد سے اب تک مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ بچوں کو علما مشائخ کی خدمتوں میں لاتے ہیں۔ اور حضرات سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔

بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِی الْهَدْیِ وَالْبُدْنِ وَاِذَا اَشْرَكَ الرَّجُلُ رَجُلًا فِیْ هَدْیِهٖ بَعْدَ مَا اَهْدٰی

ہدی اور اونٹ میں شریک ہونا۔ اور جب کوئی شخص کسی کو اپنی ہدی میں شریک کرے ہدی بنانے کے بعد۔

---

[۱] فتح الباری خامس ص ۱۳۷

مطابقت ہدی خالص ان جانور کو کہتے ہیں جو حرم میں قربانی کے لئے ہو۔ جب کسی جانور کے بارے میں یہ نیت کر لی کہ میں اس کی حرم میں قربانی کروں گا۔ تو اب یہ درست نہیں کہ اس میں کسی اور کو شریک کرے۔ اگرچہ گائے اونٹ میں ایک ہی آدمی کی طرف سے قربانی کرنے کی نیت ہو، اور اس نیت سے پہلے گائے اونٹ میں شریک کر سکتا ہے۔
باب کے اثبات میں امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ان میں پہلی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ جو جلد ثالث ص۴۵۷ پر مذکور ہے۔ وہاں اخیر میں یہ مذکور ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ اسے عمرہ کر دے یہاں یہ ہے ـــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ کی صبح کو کہ حج کیلئے تلبیہ کہتے ہوئے پہنچے اس میں اور کچھ مخلوط نہ تھا۔ ہم جب مکہ آگئے تو حکم دیا کہ اسے عمرہ کر دیں۔ اور عورتوں کے لئے حلال ہو جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ظاہر ہے۔ اس سے باب کا اثبات نہیں ہوتا۔
دوسری حدیث حضرت جابر کی ہے۔ جو جلد رابع ص۳۵۷ پر گذر چکی ہے۔ یہاں اس کے اخیر میں یہ ہے واشرکہ فی الھدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یعنی حضرت علی کو ہدی میں شریک کر لیا۔
اثبات باب اس طرح ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ہدی کے جانور ساتھ لائے تھے۔ اس لئے یہ شرکت اسی میں ہوئی۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ ہدی کی نیت کے بعد دوسرے کو شریک کرنا درست ہے۔
ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت جابر کی اس روایت[1] میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے ہدی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے۔ مغازی[2] میں حضرت جابر ہی کی حدیث میں ہے۔ واھدی لہ علیؓ ھدایا۔ اور حضرت علی نے حضور کی خدمت میں ہدی پیش کی۔ اب اشرکہ فی الھدی کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ان کے ہدیے کو قبول کر کے اس ہدی کو اپنی ہدی کے جانوروں میں شامل کر کے حضرت علی کو ہدی میں شریک کر لیا۔ یعنی یہ کنایہ ہے اس پیش کش کے قبول کرنے سے۔ علاوہ ازیں یہ متعین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ہدی کے جانور لے کر چلے تھے اور حضرت علی یمن سے۔ تو جو ہدی واجب تھی وہ تو متعین تھی۔ اس میں شرکت نہیں ہوئی۔ اگر شرکت ہوئی نفل میں ہوئی۔ اور نفل میں شرکت بہر حال درست ہے۔

---

[1] بخاری۔ المناسک ص۲۲۳

[2] ثانی المغازی باب بعث علی بن ابی طالب خالد بن الولید الی الیمن ص۶۲۴۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ الرَّھْنِ فِی الْحَضَرِ

صہ ۳۴۱

حضر میں رہن کا بیان

توضیح باب رہن کے معنی مطلقاً روکنا ہے۔ جیسا کہ اللہ عز و جل نے فرمایا۔
كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ۔ الطور (۲۱) ہر شخص اپنے کئے ہوئے پر گرفتار ہے۔
فقہ میں رہن کے معنی یہ ہیں — دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ اپنے حق کو کلًا یا جزءًا وصول کرنا ممکن ہو۔ اسے عرف میں گروی رکھنا بولتے ہیں۔ جو چیز گروی رکھی گئی۔ اسے مرہون یا رہن کہتے ہیں۔ اور رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رکھی ہے اسے مُرتہن کہتے ہیں۔

شرکت کے ساتھ رہن کو یہ مناسبت ہے کہ شرکت میں ایک چیز پر چند آدمیوں کو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے اور رہن میں شئی مرہون میں دو شخصوں کا حق مشترک، راہن کا اس میں ملکیت کا حق ہے اور مرتہن کو حق حبس۔ شئی واحد میں دو شخصوں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں جیسے شرکت میں۔ فرق یہ ہے کہ شرکت میں یکساں حق ثابت ہے۔ اور یہاں حقوق مختلف ہیں۔
رہن کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے مگر اس کا ذکر سفر کی حالت میں ہے۔ ارشاد ہے۔
وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ بقرہ (۲۸۳)　اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ پاؤ تو قبضے میں دیا ہوا گروُ ہو۔
اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ حضر میں شاید جائز نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔

حدیث ۱۴۰۲ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَلَقَدْ رَهَنَ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زرہ کچھ جو کے
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ وَّمَشَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عوض رہن رکھی۔ اور میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور بو دار چربی لے کر حاضر ہوا۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِیْرٍ وَّاِھَالَۃٍ سَنِخَۃٍ وَلَقَدْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَا اَصْبَحَ

اور میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد کے پاس آجکل صرف ایک صاع غلہ ہے۔

لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا صَاعٌ وَّلَا اَمْسٰی وَاِنَّھُمْ لَتِسْعَۃُ اَبْیَاتٍ

حالانکہ وہ نو گھر ہیں۔

تشریحات ۲۲۱۴

حدیث کا ابتدائی حصہ کتاب البیوع باب شراء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالنسیئۃ کے اوائل میں گذر چکا ہے۔ اور وہیں اس کی مکمل تشریح درج ہے شروع میں واؤ عاطفہ ہے۔ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ ان یہودیا دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجابہ ولقد۔ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت دی حضور نے قبول فرما لی۔

اس یہودی کا نام ابوالشحم تھا۔ اور یہ بنی ظفر کا تھا جو اوس کی ایک شاخ ہے۔ کم وبیش، بیس یا تیس صاع جو تھا جس کی قیمت ایک دینار تھی۔ اور یہ اخیر عہد مبارک کی بات ہے۔ وصال کے وقت تک وہ زرہ اسی یہودی کے یہاں رہن رہی۔

وہشیت یہودی کی دعوت قبول کرنا اور اس کے یہاں زرہ رہن رکھنے کی وجہ کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ظاہری عسرت کا یہ عالم تھا۔ اس حالت میں امت کی آسانی کے لئے یہودی کی دعوت بھی قبول فرمائی اور زرہ بھی رہن رکھی۔ یہ فقر اختیاری تھا تاکہ امت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہو۔ ورنہ صحیح احادیث میں ہے۔ کہ فرمایا۔ اور خود بخاری میں ہے۔ کہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔

بَابُ رَھْنِ السِّلَاحِ ص ۳۴۱ ہتھیار کو رہن رکھنا

حدیث ۱۳۲۲

قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لِّکَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّہٗ

کون ہے؟ کعب بن اشرف کے لئے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ یہ سن کر محمد بن

قَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ اَنَا فَاَتَاہُ فَقَالَ اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا

مسلمہ نے کہا۔ میں ہوں۔ اور وہ کعب کے پاس آئے اور کہا۔ ہم تم سے ایک دو وسق غلہ ادھار لینا چاہتے ہیں۔ تو اس نے

وَسْقًا اَوْ وَسْقَیْنِ قَالَ ارْھَنُوْنِیْ نِسَاءَکُمْ قَالُوْا کَیْفَ نَرْھَنُکَ نِسَاءَنَا وَاَنْتَ

کہا۔ اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کیسے رہن

أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ

رکھ سکتے ہیں۔ تم تمام عرب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اب اس نے کہا۔ اچھا اپنے بچوں کو رہن رکھ دو۔ ان لوگوں

أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ

نے کہا ہم اپنے بچوں کو تیرے پاس کیسے رہن رکھیں کوئی بھی عیب جوئی کرے گا کہ ایک دو وسق کے عوض بچے رہن رکھے

قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

گئے۔ یہ ہم پر عار ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ نے وعدہ کیا کہ اس کے پاس آئیں گے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ[1]

وہ حسب وعدہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خبر دی۔

تشریحات ۱۴۲۳

کعب بن اشرف یہودی اپنی قوم کا رئیس اور ذی اثر شخص تھا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ اپنے اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا۔ واقعہ بدر سے اسے سخت اذیت پہنچی تھی جس کی بنا پر اس نے کہا تھا۔ تمہارے لئے خرابی ہے۔ کیا یہ حق ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرب کے رئیسوں کو قتل کر دیا۔ اگر یہ حق ہے تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

اسی کے اثر سے مکہ قریش کی تعزیت کے لئے گیا۔ وہاں جا کر بدر کے مقتولین پر نوحہ و بکا کیا۔ اور ایک قصیدہ بھی کہا۔ قریش نے پوچھا۔ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا تو اس بدبخت نے اپنے مذہب کے بھی خلاف کہا۔ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ وہیں قریش سے مسلمانوں سے لڑنے کا معاہدہ کیا۔

جب اس کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کعب بن اشرف کے لئے کون ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا۔ حضور کی منشا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ فرمایا ہاں۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہمیں کچھ کہنے کی اجازت دیں۔ فرمایا۔ اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ ابو نائلہ اور کسی ایک صاحب کو لیکر کعب کے پاس گئے۔ ابو نائلہ اسکے رضاعی بھائی اور محمد بن مسلمہ اس کے بھانجے وہاں جا کر انھوں نے کعب سے کہا —— ہمیں اس شخص نے عاجز کر دیا ہے۔ ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم سے کچھ ادھار لوں۔ کعب نے کہا۔ ابھی کیا ہے۔ تم لوگ اس سے اکتا جاؤ گے محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا بتائیں ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے۔ یہ ہم نہیں چاہتے کہ اسے چھوڑ دیں ہمیں انتظار ہے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک یا دو وسق ادھار دیدو۔

---

[1] الجہاد باب الکذب فی الحرب۔ باب الفتک باھل الحرب ص ۴۲۵ ثانی مغازی باب قتل کعب بن الاشرف
مسلم المغازی۔ ابو داؤد۔ الجہاد۔ نسائی۔ السیر۔

اس نے کہا اپنی عورتیں رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ اپنی عورتیں کیسے رہن رکھیں اور تم اجمل العرب ہو۔ اس نے کہا پھر اپنے بچوں کو رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ بچوں کو کیسے رہن رکھدیں۔ لوگ عیب جوئی کریں گے۔ کہیں گے کہ ایک دو وسق کے بدلے بچوں کو رہن رکھدیا۔ یہ ہمارے لئے عار ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ اس پر وہ راضی ہوگیا۔ اور انھوں نے وعدہ کرلیا کہ وہ ہتھیار لیکر آئیں گے۔

رات میں محمد بن مسلمہ، ابونائلہ، عباد بن بشر ابو عبس بن جبیر اور حارث بن اوس کے ہمراہ کعب کے پاس گئے۔ اور اسے آواز دی۔ کہ قلعے سے نیچے آؤ۔ اس کی بیوی نے کہا۔ اس وقت کہاں جارہے ہو۔ میں اس میں شر کی بو سونگھ رہی ہوں۔ کعب نے کہا۔ یہ محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ اور شریف انسان کو اگر رات میں نیزہ بازی کیلئے بلایا جائے تو بھی جاتا ہے حضرت محمد بن مسلمہ نے ساتھیوں سے کہا۔ جب وہ آجائے گا تو میں اس کے بال سونگھنے کے بہانے پکڑوں گا جب تم لوگ یہ دیکھ لو کہ میں نے اس کو پوری طرح گرفت میں لے لیا ہے تو اسے ختم کردینا۔

کعب قلعے سے اتر کر چادر میں لپٹا ہوا ان کے پاس آیا۔ اور اس سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ کعب نے کہا میری زوجیت میں عرب کی سردار اور سب سے زیادہ خوشبودار اور اکمل عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا تو اس کی اجازت دیتا ہے۔ کہ تیرے سر کو سونگھوں اور اپنے ساتھیوں کو سونگھاؤں اس نے کہا۔ ضرور۔ یہ سنتے ہی حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنی پوری قوت سے پکڑ لیا۔ اور ساتھیوں سے کہا۔ ہاں۔ ان لوگوں نے اسے قتل کردیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا۔

کعب بن اشرف کے قتل کی حدیث بخاری میں چار جگہ ہے۔ سب سے مفصل مغازی میں ہے۔ اور واقعے کی تفصیل ہم نے وہیں سے لی ہے۔ اس پر امام بخاری نے چار باب قائم فرمایا ہے۔ اول ہتھیار رہن رکھنا۔ اس کا ثبوت حضرت محمد بن مسلمہ کے اس قول سے ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہتھیار کا رہن رکھنا جائز نہ ہوتا تو وہ کبھی یہ پیشکش نہیں کرتے۔

دوسرا باب یہ ہے۔ لڑائی میں کذب۔ اس کا اثبات اس جملے سے ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے یہ عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں۔ اس سے مراد یہی ہے کہ خلاف واقعہ کچھ کہنے کی اجازت مرحمت ہو۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ انھوں نے اس سے یہ کہا تھا۔ اس شخص کا ہمارے یہاں آنا بلا ہے۔ پورے عرب نے لڑائی چھیڑ دی ہے۔ اور سب نے نشانہ بنا لیا ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع تک ان کے ساتھ گئے۔ پھر انھیں بھیجا اور فرمایا۔ اللہ کے نام پر جاؤ۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ مگر بعض صورتوں میں اس کی اجازت ہے۔ جیسے میاں بیوی میں صلح کرانے دو بچھڑے ہوئے لوگوں میں میل کرانے اور لڑائی میں۔ لیکن جہاں تک ہوسکے صریح جھوٹ سے بچے۔ ذو معنی کلمات بولے۔ اور جب صریح جھوٹ کے بغیر کام نہ چلے تو اس میں بھی حرج نہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ مثلاً ایک مظلوم گھر میں چھپا ہے ظالم آکر پوچھتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ اگر صریح انکار نہیں کرے گا تو ظالم کو شبہہ ہوجائے گا۔ مسلمان کی جان بچانے کے لئے صریح لاعلمی ظاہر کردینا واجب ہے۔ اس سلسلے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے۔

جلب منافع پر دفع مضرت مقدم ہے۔ یعنی ایک ہی وقت میں دو متضاد باتیں در پیش ہیں۔ اور وہ بھی ایسی کہ ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر عمل ہو سکتا ہے۔ ایک میں فائدہ ہے اور دوسرے میں نقصان۔ تو نقصان سے بچنا واجب ہے۔ مثلاً دشمن گھیرے ہوے ہے۔ اور نماز کا وقت جا رہا ہے۔ مگر ظن غالب ہے کہ نماز پڑھے گا تو دشمن قتل کر دے گا۔ تو نماز موخر کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تین وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں۔ حالانکہ نماز کا ترک جھوٹ بولنے سے بڑا گناہ ہے۔ جھوٹ بولنے والے کے بارے میں۔ نقد کفر۔ کی کوئی روایت نہیں۔ مگر نماز چھوڑنے والے کے لئے یہ وارد ہے۔

بَابُ الرَّهْنُ مَرْكُوبٌ وَمَحْلُوبٌ ص ۳۴۱ رہن پر سوار ہو سکتے ہیں اس کا دودھ دوھ سکتے ہیں۔

باب کے کلمات بعینہٖ حدیث مرفوع ہے۔ جسے امام حاکم اور ابن عدی، بیہقی، دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ت ۴۷۳ وَقَالَ الْمُغِيْرَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ۔

اور مغیرہ نے کہا۔ کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ گمشدہ جانور پر اس کے چارے کی مقدار سواری کیجا سکتی ہے اور اس کو چارے کی مقدار دوہا جا سکتا ہے اور رہن اس کے مثل ہے۔

تشریحات ۴۷۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ مغیرہ بن مقسم ہیں اور ابراہیم سے مراد امام نخعی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کسی نے گمشدہ جانور پایا۔ تو وہ اس کو اتنی سواری کے کام میں لا سکتا ہے جس کی اجرت اس کے چارے کی قیمت کے برابر ہو۔ اور اسی طرح اتنا دودھ بھی نکال سکتا ہے۔ اور رھن کا بھی یہی حکم ہے۔

والرھن مثلہ ۔ یہ الگ تعلیق ہے۔ جسے امام سعید بن منصور ہی نے سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۴۲۴ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سواری کا جانور جب مرہون ہو تو اس کے خرچے کے مطابق اس پر سواری کیجائے گی۔ اور دودھ والا جانور مرہون ہو تو

يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔

اس کے خرچے کے مطابق اس کا دودھ پیا جائے۔ اس کا خرچا اس پر ہے جو اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پئے۔

تشریحات ۱۴۲۴

حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور ظاہریہ کے کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ چونکہ راہن پر رہن کا نفقہ واجب ہے۔ اس لئے وہ نفقے کی مقدار رہن سے سواری کا کام لے سکتا ہے۔ اور اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت امام سفیان ثوری، حضرت امام اعظم کے صاحبین حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ راہن رہن سے نہ سواری کا کام لے سکتا ہے نہ اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ اس لئے کہ راہن کو یہ حق دینا رہن کے معنی کے منافی ہے۔ جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ رہن مرتہن کے قبضے میں ہو۔ اور ظاہر ہے کہ راہن کو سواری اور دودھ نکالنے کا حق دینا مرتہن کے قبضے کے منافی ہے۔

رہ گئی یہ حدیث تو یہ مجمل ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ سواری یا دودھ پینے کا حق راہن کو ہے یا مرتہن کو۔ اگر اس سے راہن کے لئے یہ حق ثابت مانیں تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ کے معارض۔ اور مرتہن کے لئے مانیں۔ تو آیت ربٰو کے معارض۔ کیونکہ اس میں قرض سے نفع حاصل کرنا ہوا۔ اور یہ یقیناً سود ہے۔

اس کا احتمال ہے کہ یہ حدیث آیت رہن اور آیت ربٰو یا ان میں سے کسی ایک سے منسوخ ہو۔ خاص بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی امام شعبی کا مذہب یہ تھا کہ رہن سے انتفاع جائز نہیں۔ اور حدیث کے راوی کا مذہب جب اس کی حدیث مروی کے خلاف ہو تو یہ اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک اس حدیث کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔

بَابُ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ أَوْ نَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي ص ۳۴۲

جب راہن اور مرتہن وغیرہ اختلاف کریں تو بینہ مدعی پر ہے۔

حدیث ۱۴۲۵

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَكَتَبَ

ابن ملیکہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا۔ تو انھوں نے تحریر فرمایا۔ کہ نبی

إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مه

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

مه الشهادات باب اليمين على المدعى عليه ص۳۶۷ ثانی التفسیر سورہ آل عمران باب قولہ ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ص۶۵۳ مسلم الاحکام۔ ابوداؤد القضایا۔ ترمذی الاحکام نسائی القضا۔ ابن ماجہ الاحکام۔

تشریحات ۱۴۲۵ ابن ملیکہ یہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ ہیں۔ ان کا نام زہیر بن عبداللہ اور کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ معظمہ کے باشندے اور احول تھے۔ حضرت ابن زبیر کے قاضی اور موذن تھے۔

کتب قصہ یہ ہوا کہ دو عورتیں گھر میں بیٹھی ہوئی موزہ یا چپل سی رہی تھیں۔ ایک کی ستالی اس کی ہتھیلی میں چبھ گئی۔ اس نے دوسری عورت پر الزام لگایا کہ اس نے چبھو دیا ہے۔ معاملہ ابن ملیکہ کے پاس آیا۔ تو انھوں نے حضرت ابن عباس کو لکھا۔ حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ اگر لوگوں کے محض دعویٰ پر انھیں دے دیا جائے۔ تو پھر کچھ لوگوں کی جانیں اور اموال مفت میں چلے جائیں گے۔ اس عورت کو اللہ کی یاد دلاؤ۔ اور یہ آیت تلاوت کرو۔ بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کے عوض تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ لوگوں نے اس عورت کو اللہ کی یاد دلائی تو اس نے اقرار کرلیا۔ ابن عباس نے یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بذریعہ خط روایت حدیث کا وہی درجہ ہے جو سماع کا ہے۔ بیہقی میں یہ حدیث پوری یوں ہے اگر محض دعویٰ پر دیدیا جائے تو لوگ خون اور مال کا دعوی کرنے لگیں گے۔ بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعیٰ علیہ پر۔

حدود میں قسم نہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہر دعوی میں مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد ثبوت مدعی پر ہے۔ بلا ثبوت فیصلہ حرام۔ جب مدعی کے پاس ثبوت نہ ہو تو اموال میں مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔ حدود میں ہمارے یہاں قسم نہیں ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعیٰ علیہ پر۔ مگر قسامت میں۔ اسے ابن عدی نے کامل میں اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے[1] تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۵

162

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهٖ

غلام آزاد کرنے اور اس کی فضیلت کے بیان میں

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۔

سورہ بلد آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵ ۔

اور اللہ عز و جل کے اس ارشاد کے بیان میں گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا رشتہ دار یتیم کو ۔

ان آیات کے پہلے ارشاد فرمایا ۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۔ الآیۃ

پھر بلا تامل گھاٹی میں نہیں کودا ۔ اور تو کیا جانتا ہے گھاٹی (میں کودنا) کیا ہے ۔ گردن چھڑانا ۔

یعنی جس نے بلا تامل یہ اعمال حسنہ کئے اور مومن صالح ہے تو وہ رحمت الٰہی کا مستحق ہے ۔ اس سے غلام آزاد کرنے کی فضیلت ثابت ہوگئی ۔

یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ۔ اس نے فخریہ کہا تھا ۔ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں کثیر مال صرف کیا ہے ۔ گھاٹی میں کودنے سے مراد مشقت برداشت کرنا ہے ۔ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۔ سے مراد قحط اور گرانی کا زمانہ ہے ۔ غلام آزاد کرنے اور قحط و گرانی میں یتامیٰ اور مساکین کو کھلانا نفس پر شاق ہوتا ہے ۔ اس لئے اسے گھاٹی میں کودنے سے تعبیر فرمایا ۔ مطلب یہ ہوا کہ اس بد بخت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں مال برباد کیا ۔ اسے ان نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملی ۔

حدیث ۱۴۲۶ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ لِيْ

حضرت زین العابدین سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ سعید بن مرجانہ نے حدیث

اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ

بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

أَعْتَقَ اِمْرَأً مُّسْلِمًا اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ۔ قَالَ

جو مسلمان کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے گا۔ تو اللہ عز و جل اس کے ہر عضو کے عوض اس کے

سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَعَمِدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ سعید بن مرجانہ نے کہا۔ میں حضرت علی بن حسین کی خدمت میں

اِلٰى عَبْدٍ لَّهٗ قَدْ اَعْطَاهُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ

یہ حدیث لے کر پہنچا تو انھوں نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد فرما دیا۔ جس کی قیمت عبد اللہ بن

اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَاَعْتَقَهٗ۔ ؎

جعفر دس ہزار درم یا ایک ہزار دینار لگا چکے تھے۔

تشریحات ۱۴۲۶

کتاب الایمان میں یہ زائد ہے۔ حتی فرجه بفرجه۔ یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے عوض۔

سعید بن مرجانہ۔ یہ سعید بن عبد اللہ بنی عامر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم خاص تھے۔ سب سے تعلقات منقطع کر کے ان کے ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے صاحب علی بن حسین کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پہلے وہ فرزند ہیں جو حبشہ میں مہاجرین کے یہاں پیدا ہوئے۔ داد و دہش، سخاوت میں اعلی درجے پر فائز تھے۔ اسی لئے ان کو بحر الجود کہا جاتا ہے۔ یہ صحابی ہیں ۸۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

مسائل

ان حدیث سے علماء نے استنباط فرمایا کہ ایسے غلام جو صحیح الاعضاء تندرست ہوں انھیں آزاد کیا جائے نہ کہ لنگڑے لولے، اندھے، بہرے، اپاہج از کار رفتہ کو۔ صحیح یہ ہے کہ باندیوں کی بہ نسبت غلاموں کو آزاد کرنا افضل ہے۔ کیونکہ غلام میں زیادہ منفعت ہے نیز کنیزیں آزادی کی خواہشمند بھی نہیں رہتیں۔ اور آزاد کرنے میں انھیں لاوارث چھوڑ دینا ہے۔ جو فتنے کا بھی باعث ہو سکتا ہے۔

؎ ثانی الایمان والنذور۔ باب قول اللہ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ص۹۹۲ مسلم العتق۔ ترمذی الایمان۔

بَابُ اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ صـ۳۴۲ کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے

حدیث ۱۴۲۷

عَنْ اَبِی مُرَاوِحٍ عَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِہَادٌ فِی سَبِیْلِہٖ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَعْلَاھَا ثَمَنًا وَاَنْفَسُہَا عِنْدَ اَھْلِہَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّہَا صَدَقَۃٌ تَتَصَدَّقُ بِہَا عَلٰی نَفْسِکَ ؎

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے۔ فرمایا۔ وہ جس کی قیمت سب سے زیادہ اونچی ہو اور جو مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ میں نے عرض کیا۔ اگر ایسا نہ کر سکوں فرمایا۔ کسی کاریگر کی مدد کرو۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں۔ تو فرمایا کسی بے ہنر کا کام بنا دو۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں تو فرمایا۔ لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ۔ اس لئے کہ یہ صدقہ ہے جو تم اپنے اوپر کروگے۔

تشریحات ۱۴۲۷

یہ حدیث اگرچہ رباعیات میں ہے۔ مگر درجے میں ثلاثیات کے ہے۔ اس لئے کہ اس کے تین راوی عروہ، ابومراوح تابعی ہیں۔ جن میں عروہ اور ابو مراوح ایک درجے کے ہیں۔

وجہاد فی سبیلہ اس عہد میں ایمان کے بعد جہاد افضل الاعمال تھا۔ مسلمان کم اور کمزور تھے۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کی یورش تھی۔ اعلاھا ثمنا۔ میں دوسری روایتیں اغلاھا۔ بھی ہے۔ یعنی سب سے بیش قیمت۔ تعین صانعا۔ میں ایک روایت ضائعا۔ بھی ہے۔ بلکہ بہت سے محدثین نے فرمایا۔ کہ صانعا کی روایت غلط ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں، اخرق، سے تقابل کی وجہ سے صانعا۔ زیادہ موزوں ہے۔ ضائع یہاں فقیر کے معنی میں ہے۔

بَابُ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ فِی الْعِتَاقَۃِ وَالطَّلَاقِ غلام آزاد کرنے اور طلاق وغیرہ میں بھول چوک کا بیان

وَنَحْوِہٖ وَلَا عِتَاقَۃَ اِلَّا لِوَجْہِ اللّٰہِ وَقَالَ النَّبِیُّ اور آزاد کرنا صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ اور نبی صلی اللہ

؎ مسلم الایمان۔ نسائی۔ العتق۔ الجہاد۔ ابن ماجہ الاحکام۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِیْ وَالْمُخْطِیْ ص۳۴۳

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اسکی نیت ہو۔ اور بھولنے والے چوکنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

توضیح باب خَطَأٌ۔ بلا قصد تام کوئی فعل کرنا۔ جیسے کلی کر رہا تھا اور پانی حلق کے نیچے چلا گیا۔ نسیان۔ بہت سی چیزوں کے یاد ہوتے ہوئے کسی خاص چیز کو بھول جانا۔ مثلاً زید کا حلیہ یاد ہے۔ اس کے کچھ احوال بھی یاد ہیں۔ مگر نام یاد نہیں آرہا ہے۔ نحوہ سے تعلیقات اور قسم وغیرہ مراد ہیں۔ عتاق اور طلاق میں نسیان کے تحقق کی صرف یہ صورت ہے کہ عتاق یا طلاق کو کسی چیز پر معلق کیا تھا۔ پھر تعلیق بھول گیا اور شرط کر بیٹھا مثلاً یہ کہا۔ اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی پر طلاق یا میرا فلاں غلام آزاد اور یاد نہ رہا وہ کام کر بیٹھا۔

امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ خطا اور نسیان کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔ کیونکہ مدار کار نیت پر ہے۔ اور خاطی، ناسی کی نیت اس کام کی نہیں ہوتی۔ ہمارے یہاں ناسی، خاطی، لاعب، ہازل، ان سب کا دیا ہوا طلاق واقع ہے۔ اور ان کا آزاد کیا ہوا غلام آزاد ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا۔

ثلث جدهن جد و هزلهن جد - النكاح - والطلاق - والرجعة [1]

تین چیزیں ہیں کہ ان کی سنجیدہ بات بھی سنجیدہ ہے اور ہزل مذاق بھی سنجیدہ ہے۔ نکاح، طلاق، اور رجعت

دوسری حدیث میں ہے۔

ثلث ليس فيهن لعب النكاح والطلاق والعتق [2]

تین چیزوں میں کھیل نہیں۔ نکاح۔ اور طلاق اور عتاق

ظاہر ہے ہزل مذاق میں نیت نہیں ہوتی۔ پھر بھی طلاق واقع ہے۔ مگر چونکہ اس نے ایقاع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اور ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ان عقود میں اعتبار منہ سے نکلے ہوئے کلمات کا ہے۔ نیت کا نہیں۔ اسلئے جب کوئی طلاق عتاق کے کلمات مذاقاً ادا کرے یا بھول کر یا چوک کر تو طلاق واقع ہو جائے گی اور [illegible] اد ہو جائے گا۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ اگر کلام کے خلاف متکلم کے بیان پر مدار رکھا جائے۔ تو امان اٹھ جائے جس کا جی چاہے طلاق دے کر غلام آزاد کر کے کہدے کہ میری نیت نہیں تھی۔ کہ طلاق پڑ جائے اور غلام آزاد ہو جائے۔

حدیث ۲۲۸: عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک

[1] ابو داؤد طلاق۔ باب فی الطلاق علی الهزل ص۲۹۸ ترمذی طلاق باب فی الجد والهزل فی الطلاق ص۱۴۲ ابن ماجه طلاق۔ باب من طلق او نكح او رجع لاعبا ص۱۴۷

[2] موطا امام مالك جامع النكاح ص۲۰۸

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ

میری وجہ سے اللہ نے میری امت کے سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف فرما دیا ہے۔

بِہٖ صُدُوْرُھَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَکَلَّمْ ؏ ؎

جب تک ان پر عمل نہ کرے اور کلام نہ کرے۔

تشریحات ۱۴۲۸ اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود کیسے ثابت ہوتا ہے وہ پردۂ خفا میں ہے ناسی، خاطی، ایقاع طلاق اور اعتاق کے صیغے زبان سے ادا کرتے ہیں۔ یہ وسوسہ نہیں قول ہے۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں طلاق دینے، غلام آزاد کرنے کی نیت ہے۔ تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ غلام آزاد نہ ہوگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ کرنے کے خیال پر مواخذہ نہیں۔ جب تک کہ گناہ کر نہ لے۔ یا زبان سے کلمہ معصیت ادا نہ کرے۔ البتہ گناہ کے عزم بالجزم اور ایسے ارادے پر کہ ضرور کروں گا اور اس کے نہ کرنے کا دل میں شائبہ بھی نہ ہو، مواخذہ ہے۔ جیسے کوئی شرابی شراب پینے کے ارادے سے گھر سے چلا۔ مگر کسی وجہ سے نہ پی سکا۔ گناہ پر ایسا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسد بغض گناہ ہے۔ فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ نور

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

پسند کرنا فعل قلب ہے۔ اور چونکہ یہ ان کی آرزو عزم بالجزم کی حد تک تھی۔ اس لئے گناہ ہوا اور موجب عذاب نار۔ اس حدیث اور اس قسم کی اور احادیث کا مطلب یہ ہے کہ وسوسہ عزم بالجزم کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

بَابٌ اِذَا قَالَ لِعَبْدِہٖ ھُوَ لِلّٰہِ وَنَوَی الْعِتْقَ وَالْاِشْھَادُ فِی الْعِتْقِ ۔ ص ۳۴۳

جب اپنے غلام سے کہے۔ وہ اللہ کے لئے ہے اور آزاد کرنے کی نیت کرے اور آزاد کرنے پر گواہ بنانا۔

حدیث ۱۴۲۹ عَنْ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ لَمَّا اَقْبَلَ یُرِیْدُ الْاِسْلَامَ

قیس سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام قبول کرنے کے ارادے

وَمَعَہٗ غُلَامُہٗ ضَلَّ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِنْ صَاحِبِہٖ فَاَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاَبُوْھُرَیْرَۃَ

سے آرہے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ راستے میں ان دونوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ اس کے بعد

ع ثانی الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص ۷۹۴ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص ۹۸۶ مسلم الایمان۔ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔ الطلاق۔

جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غلام آگیا، ابو ہریرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام کو دیکھ کر نبی صلی اللہ

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ قَدْ اَتَاكَ فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّهٗ حُرٌّ قَالَ فَهُوَ حِيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ یہ تیرا غلام آگیا۔ اس پر ابو ہریرہ نے کہا۔ میں آپ کو گواہ بناتا

يَقُوْلُ۔

ہوں کہ وہ آزاد ہے۔ وہ کہتے تھے۔

يَا لَيْلَةً مِنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا　　　　عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

ہائے وہ رات کتنی لمبی اور اذیت ناک تھی۔ مگر اس نے دار الکفر سے نجات دی ہے۔

تشریحات ۱۴۲۹

باب میں۔ والاشہاد فی العتق۔ میں والاشہاد، پر ضمہ متعین۔ اور یہ باب پر معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بابُ الاشہاد فی العتق۔ اگر کسی نے اپنے غلام کے بارے میں یہ کہا۔ ھو للّٰہ۔ اور اس کی نیت آزاد کرنے کی ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا اس حدیث کو امام بخاری نے تین طریقے سے روایت کیا ہے۔ تیسرے طریقے میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ یہ تیرا غلام ہے۔ تو انھوں نے کہا اشھدك انه لله۔

حین یقول اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ طیبہ پہونچ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ بعد والی روایت میں جو یہ ہے قلت فی الطریق اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے حدود میں داخلے کے بعد بارگاہ قدس تک جو راستہ تھا۔ اس میں یہ پڑھتے تھے۔ اس پر قرینہ اس کے پہلے کا جملہ ہے۔ کہ فرمایا جب میں مدینہ پہنچ گیا۔ تو راستے میں یہ کہتا تھا۔

تشریحات ۱۴۳۰

ولاء۔ وہ رشتہ ہے جو آزاد کردہ غلام اور اس کے آزاد کرنے والے آقا کے درمیان عتق سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حتی کہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان کے ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں۔ بلکہ ایک حدیث[1] میں فرمایا۔

الولاء لحمة كلحمة النسب۔　　　　ولاء نسب کے خونی رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے۔

اس کا بیچنا اور خریدنا اس لئے جائز نہیں۔ کہ اس میں تبدیل مولی ہے۔ اور یہ سخت ممنوع۔ کیونکہ جب یہ نسب کے مثل ہے تو اس کی تبدیل نسب کی تبدیل کے مثل ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ صرف ایک حق ہے۔ کوئی مال نہیں۔ اور حقوق مجردہ

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص ۹۵

بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ ص۳۴۴ ولا کی بیع اور ہبہ

حدیث ۱۴۳۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ[۵]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولا کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهٗ هَلْ يُفَادٰى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا ص۳۴۴

جب کسی کا مشرک بھائی یا چچا گرفتار ہو جائے تو کیا اس کا فدیہ دیا جا سکتا ہے۔

کی بیع باطل۔

توضیح باب یفادی کا مادہ فِدَاءٌ ہے۔ قیدی کو مال کے عوض یا قیدی کو قیدی کے عوض چھڑانا۔ باب کا حاصل یہ ہے۔ اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا کو گرفتار کرے تو وہ اس پر آزاد ہو گا یا نہیں۔ اگر آزاد ہو جائے گا تو فدیہ دینا نہیں۔ اور اگر آزاد نہ ہو گا تو فدیہ دینا ہو گا۔ باب میں فدیہ دینا آزاد نہ ہونے سے کنایہ ہے۔ امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں بیان فرمایا سوال کر کے چھوڑ دیا۔ نیز صرف بھائی اور چچا کو ذکر فرمایا اسلئے کہ اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ رشتہ داروں کی تین قسمیں ہیں۔ ذو رحم محرم۔ اور غیر ذی رحم محرم۔ یا ذو رحم غیر محرم۔

ذو رحم محرم ان دو رشتہ داروں کو ذو رحم محرم کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کسی کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو جیسے دو بھائی۔ چچا بھتیجے۔ ماموں بھانجے۔

غیر ذو رحم محرم۔ جن میں کوئی رشتہ ہی نہ ہو اور محرم ہوں۔ جیسے صہریت کی بنا پر جو حرام ہوں جیسے موطوءہ کے اصول و فروع واطی پر۔ ذو رحم غیر محرم۔ جن میں رشتہ ہو مگر موجب حرمت نہ ہو۔ جیسے چچا ماموں پھوپی خالہ کے لڑکے۔

پھر ان کی تین قسمیں ہیں۔ اصحاب فرائض اور عصبات اور ذوالارحام۔ اصحاب فرائض وہ ہیں جن کی میراث کا حصہ قرآن مجید میں معین ہے۔ جیسے ماں باپ بیوی شوہر وغیرہ۔ عصبات وہ ہیں کہ ذوالفرائض سے جو بچے وہ سب کے حقدار ہیں۔ اور اصحاب فرائض کے نہ ہونے کی صورت میں پوری میراث کے۔ ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جن کا لگاؤ کسی سے کسی عورت ہی کی بدولت ہو۔ جیسے نواسے بھانجے وغیرہ ——— حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ اگر کوئی اصحاب فرائض کا مالک ہو گا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔ اس خصوص میں بیٹے اصحاب فرائض میں ہیں۔ اور یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے۔ اس لئے کہ جنگ بدر میں حضرت عقیل گرفتار ہوئے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ اور وہ آزاد نہ ہوئے ان سے فدیہ لیا گیا۔ حالانکہ بھائی عصبہ ہے۔

---

۵ ابو داؤد۔ ثانی۔ الفرائض۔ باب اثم من تبرء من موالیہ ص۱۲۰۔ مسلم۔ العتق۔

ت ۴۷۴

قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَادَیْتُ نَفْسِیْ فَادَیْتُ عَقِیْلًا

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عباس نے عرض کیا میں نے اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔

وَکَانَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَہٗ نَصِیْبٌ فِیْ تِلْکَ الْغَنِیْمَۃِ الَّتِیْ اَصَابَ مِنْ اَخِیْہِ عَقِیْلٍ وَعَمِّہٖ عَبَّاسٍ۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اس مال غنیمت میں حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور ان کے چچا عباس سے ملی تھی۔

حدیث ۱۴۳۱

عَنِ ابْنِ شِہَابٍ ثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِسْتَاذَنُوْا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ فَلْنَتْرُکْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَہٗ فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْہُ دِرْھَمًا ؎

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ انصار کے کچھ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا۔ اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ تو فرمایا۔ ان سے ایک درہم بھی مت چھوڑنا۔

ہمارے یہاں اصحاب فرائض کی تخصیص نہیں بلکہ ذو رحم محرم کے ساتھ عام ہے۔ اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ملک ذا رحم منہ فھو حر ؎ جو اپنے ذو رحم محرم کا مالک ہوگا وہ آزاد ہے۔

اس حدیث پر علامہ ابن حجر نے جو کلام کئے ہیں ان سب کے اطمینان بخش جوابات علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ اور ثابت فرمایا ہے کہ یہ حدیث حجت ہے۔

تشریحات ۴۷۴

یہ ایک لمبی حدیث کا جزء ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہو چکی ہے جس میں یہ ہے کہ خدمت اقدس میں بحرین کا مال آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ مجھے عطا فرمایئے اس لئے کہ میں نے اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا دیا ہے۔ حضرت عباس نے اس موقع پر اپنا اور حضرت عقیل اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور عتبہ بن عمرو کا فدیہ دیا تھا۔

یہاں سے امام بخاری یہ ثابت کرنے کیلئے لائے ہیں۔ کہ بھائی اگر بھائی کا مالک ہو تو وہ اس پر آزاد نہیں ہوگا۔ جعفر عقیل

؎ ابو داؤد۔ ثانی باب من ملک ذا رحم محرم ص۱۹۴۔ ترمذی۔ اول باب من ملک ذا محرم ص۱۶۳۔ ابن ماجہ۔ العتق باب من ملک ذا رحم محرم فھو حر ص۱۸۳

؎ الجہاد۔ باب فداء المشرکین ص۴۳۲۔ ثانی۔ المغازی۔ باب ص۵۷۲۔

بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ - وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوْكًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ

جو شخص عرب کے کسی غلام کا مالک ہوا تو اسے ہبہ کیا اور بیچا اور اس سے ہمبستری کی اور فدیہ دیا اور عرب کی ذریت کو قیدی بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ نے ایک مثل بیان فرمائی ایک بندہ ہے کسی کی ملک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ مگر ان کا بھی فدیہ لیا گیا۔ اگر وہ آزاد ہو جاتے تو فدیہ کیوں لیا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس حکم سے بھائی خارج ہے حالانکہ وہ ذورحم محرم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر ذورحم محرم کو عام نہیں بلکہ اصحاب فرائض کے ساتھ خاص ہے۔ وکان علی ابن ابی طالب

توضیح یہ امام بخاری کا استدلال ہے۔ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر بھائی اور چچا جو ذورحم محرم ہیں کسی کے مملوک ہو جاتے تو بھائی کی قید میں آنے کے بعد ان سے فدیہ نہ لیا جاتا اور اس فدیے میں بھائی کا حق نہ ہوتا۔ جب کہ حضرت عباس اور حضرت عقیل کے فدیے میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حصہ ملا۔

ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ مال غنیمت مجاہدین کی ملک اس وقت تک نہیں جب تک کہ وہ تقسیم کرکے انھیں دے نہ دیا جائے تقسیم سے پہلے وہ حکومت کی ملک ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ قید ہونے کے بعد حضرت عباس اور حضرت عقیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک ہو گئے۔ علاوہ ازیں حربی کافر قید ہونے کے بعد فوری مملوک نہیں ہوتا۔ بلکہ سلطان اسلام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اسے قتل کر دے چاہے تو فدیہ لیکر چھوڑ دے چاہے تو غلام بنالے۔ ان لوگوں سے فدیہ لیا گیا۔ اسلئے مملوک نہ ہوئے۔

تشریحات ۱۴۴ مطابقت۔ اس حدیث کے ذکر سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ عصبات کی طرح ذوی الارحام بھی کسی کے اگر مالک ہوں تو وہ ان پر آزاد نہ ہوگا۔ استدلال کی تقریر اور اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

لابن اختنا یہ اس بنا پر ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عباس کے جد کریم حضرت ہاشم نے مدینہ طیبہ بنی نجار میں سلمیٰ نامی عورت سے نکاح کیا تھا۔ جن کے بطن سے عبد المطلب پیدا ہوئے۔

یہ انصار کرام کا حسن ادب ہے کہ یہ عرض کیا۔ اجازت دیں ہم اپنے بھانجے کا فدیہ چھوڑ دیں۔ یہ نہیں عرض کیا کہ حضور کے چچا کا فدیہ چھوڑ دیں۔ عرض مذکور میں احسان مندی انصار پر ہوئی اور عرض ثانی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ انھوں نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ ایسی بات کہیں جس سے حضور پر احسان کرنا مترشح ہو۔

انصاف کا اوج کمال یہ ہے کہ حضرت عباس چچا تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جی جان سے حامی۔ اور مکہ معظمہ میں رہ کر وہاں کمزور مسلمانوں کے سہارا تھے۔ مکہ کی اہم خبریں پہنچاتے رہتے۔ جنگ بدر میں بالجبر لائے گئے تھے۔ مگر ان کے ساتھ ادنی سی رعایت نہیں پسند فرمائی۔ اور ارشاد فرما دیا۔ ان سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

تنبیہ ہندوستانی مطبوعہ بخاری میں۔ لا یستوون دو داؤ کے ساتھ ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اسے دو داؤ سے لکھا۔ مصحف شریف کا رسم الخط ایک داؤ کے ساتھ ہے۔ لا یستوٗن۔

مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ

اور آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے اچھی روزی دی۔ جسے وہ علانیہ اور خفیہ خرچ کرتا ہے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ نحل آیت ۷۵

کیا یہ دونوں برابر ہو جائیں گے؟ سب حمد اللہ کیلئے ہے۔ بلکہ ان کے اکثر بے علم ہیں۔

حدیث ۱۴۳۲ اَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى نَافِعٍ فَكَتَبَ اِلَيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

ابن عون نے کہا میں نے نافع کو لکھا۔ انھوں نے جواب میں تحریر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

توضیح باب اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اہل عرب کو غلام بنانا جائز ہے یا نہیں۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے۔ اور اسی طرف امام بخاری کا بھی رجحان ہے۔ حضرت سعید بن جبیر امام ثوری امام اوزاعی امام ابو ثور کا مذہب ہے کہ جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی عربی باندی کسی کے قبضے میں آجائے۔ تو اس سے ہمبستری جائز نہیں بلکہ بازار بھاؤ سے اس کی قیمت لگا کر اسکے باپ سے وصول کر کے آزاد کر دی جائے گی۔ ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابن عباس سے یہ ارشاد ہے۔ کہ فرمایا۔ باندی کا بچہ جو کسی عرب سے ہو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ بعض عربی قیدیوں سے فدیہ لیا ہے۔ یہ مشرکین جاہلیت میں سے تھے۔

ہماری دلیل اس باب میں مذکور احادیث ہیں۔ اس باب میں پانچ احادیث مذکور ہیں۔ ایک حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوازن کے قیدیوں والی حدیث۔ جس سے ہبہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو ابھی گزری حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدیہ والی جس سے فدیہ لینا ثابت ہے۔ تیسری حضرت ابن عمر کی حدیث جس سے قیدی بنانا ثابت ہے۔ چوتھے غزوہ بنی المصطلق والی حضرت ابو سعید کی حدیث جس سے ہمبستری ثابت ہے۔ پانچویں حضرت ابو ہریرہ کی جس سے بیع ثابت ہوتی ہے۔

عبداً مملوکاً اس آیت کے صرف اتنے حصے کو باب سے مطابقت ہے۔ وہ اس طرح کہ۔ عبداً مطلق ہے جو عربی اور عجمی سب کو شامل ہے۔

تشریحات ۱۴۳۲ کتبت الی نافع۔ مسلم میں ہے۔ کہ ابن عون نے نافع کو یہ لکھا تھا۔ کہ لڑائی سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں کیا وارد ہے۔ تو انھوں نے وہ لکھا۔ جواب کا حاصل یہ نکلا کہ اگر پہلے سے انھیں دعوت پہونچ چکی ہے۔ تو لڑائی شروع کرنے سے پہلے دعوت دینی ضروری نہیں۔ جیسا کہ بنی مصطلق کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

بنی مصطلق۔ بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ مُصْطَلِق کا مادہ صلق ہے۔ جس کے معنی بلند تیز آواز کے ہیں۔ نیز اس کے معنی کسی قوم کے کثیر افراد کو نسل کرتا ہے۔ مصطلق لقب ہے۔ اس کا نام جذیمہ تھا۔ یہ غزوہ ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا ہے۔ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اسی قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی تھیں۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰی بَنِی الْمُصْطَلِقِ وَھُمْ غَارُّوْنَ وَاَنْعَامُھُمْ تُسْقٰی عَلَی

نے بنی مطلق پر حملہ فرمایا۔ اور وہ غافل تھے۔ ان کے چوپاؤں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔ ان میں سے لڑنیوالوں

الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَھُمْ وَسَبٰی ذَرَارِیَّھُمْ وَاَصَابَ یَوْمَئِذٍ جُوَیْرِیَۃَ حَدَّثَنِیْ بِہٖ عَبْدُ اللّٰہِ

کو قتل کیا اور ان کی ذریت کو قید کیا۔ اور ام المومنین جویرہ کو حاصل کیا اسے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَکَانَ فِیْ ذٰلِکَ الْجَیْشِ ؎

تعالیٰ عنہما نے مجھ سے بیان فرمایا۔ اور وہ اس لشکر میں تھے۔

حدیث ۱۴۳۳ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ بنی تمیم سے محبت کرتا رہا تین وجہ سے۔

مَا زِلْتُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں سنا ہے فرماتے تھے۔ یہ لوگ دجال پر میری امت سے

بنی مصطلق مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاری کر رہے تھے۔ جب اس کی اطلاع بارگاہ نبوت میں پہونچی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود پیش قدمی کرکے اچانک ان کے سر پر پہونچ گئے۔ نتیجے میں ان کے دس آدمی مارے گئے اور پورا قبیلہ قید ہوا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔ تو مجاہدین نے یہ کہکر کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ سب کو آزاد کر دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جویریہ سے زائد اپنی قوم کے لئے بابرکت کوئی خاتون نہیں ہوئی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل عرب کو غلام بنانا درست ہے۔

تشریحات ۱۴۳۳ اس حدیث کو باب کے دو جز سے مناسبت ہے۔ ایک بیع سے اس لئے کہ حضرت ام المومنین نے اس کو خریدا تھا جیسا کہ اس کے ان بعض طرق میں ہے جنھیں اسماعیلی نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح ابو عوانہ میں بھی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ پر اولاد اسماعیل سے ایک قیدی آزاد کرنا واجب تھا۔ بنی خولان کے کچھ قیدی آئے تو انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ انھیں خرید لوں فرمایا نہیں۔ جب بنی العنبر کے قیدی آئے تو فرمایا خرید لے یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔ بنی العنبر بنی تمیم کی ایک شاخ ہے۔ بنی تمیم کا نسب بواسطہ ربیعہ عدنان تک پہونچتا ہے۔ دوسرے ان کی اولاد کو قیدی بنانے سے

بنی تمیم کی جہاں یہ فضیلت مذکور رہے وہیں ان کی سنگدلی اور گنوار پن حرص اور بدزبانی کی روایات بھی کثیر ہیں۔ بخاری مغازی

؎ مسلم۔ الجہاد۔ ابوداؤد۔ الجہاد۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۳۱۔ نسائی۔ السیر۔

يَقُوْلُ فِيْهِمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ

سب سے سخت ہیں۔ بنی تمیم کے صدقات خدمت اقدس میں آئے تو فرمایا۔ یہ ہماری قوم کے صدقات

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ

ہیں۔ اورام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان میں کی ایک قیدی عورت تھی تو

سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِيْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ [ع]

فرمایا اسے آزاد کردے اس لئے کہ یہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے۔

بَابُ الْعَبْدِ اِذَا اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَنَصَحَ سَيِّدَهٗ ص ۳۴۶

غلام جب اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت اور اپنے آقا کی خیر خواہی کرے۔

حدیث ۱۴۳۴ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں ہے کہ بنی تمیم کا وفد آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی تمیم! بشارت قبول کرو تو انھوں نے کہا بشارت بہت دے چکے کچھ مال دیجئے۔ یہ جب حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس کے اندر آرام فرمارہے تھے انھوں نے باہر ہی سے چلانا شروع کردیا۔ وہ بھی نام لیکر۔ اے محمد! اے محمد! باہر نکلو ہماری مدح زینت اور ہماری ہجو عیب۔ اسی پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

اسی قبیلے کا بدنام زمانہ گستاخ ذوالخویصرہ تھا۔ جس نے جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کرتے وقت یہ گستاخانہ جملہ کہا۔ اے محمد! انصاف کر۔

اس دور میں ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے والا ابن عبدالوہاب نجدی بھی اسی قبیلے کا ہے۔ جس کے مذہب کے پابند انگریزوں کے زائیدہ سعودی حکمراں ہیں۔

تشریحات ۱۴۳۴ تا ۱۴۳۶ اجرہ مرتین۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ ایسے صالح غلام ان آزاد افراد سے۔ جو دیندار متقی فرائض و واجبات کے پابند ہوں زیادہ اجر کے مستحق ہیں۔ اس میں شرعًا اور عقلاً کوئی استبعاد نہیں۔

ع ثانی۔ المغازی۔ باب وفد بنی تمیم ص ۶۲۶۔ مسلم۔ الفضائل۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهٗ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ

نے فرمایا۔ غلام جب اپنے آقا کا خیر خواہ رہے اور اپنے رب عز و جل کی اچھی طرح عبادت

عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ ۔[1]

کرے تو اسے دونا و ہے۔

حدیث ۱۴۳۵

سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ

نے فرمایا۔ نیک غلام کے لئے دو اجر ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر راہ

اَجْرَانِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّيْ لَاَحْبَبْتُ

خدا میں جہاد اور حج اور اپنی والدہ کی خدمت نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ میں اسی حال

اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ ۔

میں دنیا سے جاؤں کہ مملوک رہوں۔

جب کہ غلام اور آزاد افراد طاعات کی ادائیگی میں مساوی درجے ہوں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ثواب کی زیادتی بہ نسبت ان غلاموں کے ہو جو ان میں کمی کرتے ہوں۔

المملوك الصالح:۔ صالح غلام وہی ہے۔ جو حقوق اللہ کے ساتھ اپنے آقا کے حقوق بھی پورا پورا ادا کرتا ہو۔ اور جو ان میں کمی کرے وہ صالح نہیں۔

والذی نفسی بیدہ:۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اس کی دلیل وبر امی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال عہد طفولیت ہی میں ہو چکا تھا۔

اسماعیلی نے ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن مبارک سے اور حسن مروزی نے کتاب البر والصلۃ میں ابن مبارک ہی سے جو تخریج کی ہے۔ اس میں یہ ہے۔ والذی نفس ابی ھریرۃ بیدہ۔ اسے امام مسلم نے بطریق عبد اللہ بن وہب اور ابو صفوان اموی اور خود امام بخاری نے الادب المفرد میں بطریق سلیمان بن بلال۔ اور اسماعیلی نے بطریق سعید بن یحیی لخمی اور ابو عوانہ نے بطریق عثمان بن عمر ان سب نے یونس سے روایت کیا۔

[1] باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق ص۳۴۶۔

حدیث ۱۴۲۶

ثنا ابو صالح عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نعم ما لاحدهم یحسن عبادة ربه وینصح لسیده۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان (غلاموں) کے لئے کتنی اچھی بات ہے کہ اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت کریں اور اپنے آقا کی خیر خواہی کریں۔

باب کراهیة التطاول فی الرقیق وقوله عبدی وامتی ص ۳۴۶

غلام کے بارے میں ترفع اور یہ کہنا میرا غلام میری لونڈی مکروہ ہے۔

وقول الله والصالحین من عبادکم وامائکم وقال عبدا مملوکا

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کرو۔ اور فرمایا

مسلم میں بطریق عبداللہ بن وہب ہے کہ امام زہری نے فرمایا۔ ہمیں یہ خبر پہونچی ہے کہ جب تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت نہیں ہوگئیں انھوں نے حج نہیں کیا۔ ابوعوانہ اور امام احمد کی روایت بطریق سعید یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہا کرتے تھے۔ اگر دو باتیں نہ ہوتیں تو میں غلام ہونا پسند کرتا۔

مگر علامہ خطابی کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کی یہ توجیہ کی کہ یہ ارشاد امت کی تعلیم کے لئے ہے (کہ وہ غلاموں کو حقیر نہ جانیں) یا بر سبیل فرض ہے۔ یا اس سے مراد رضاعی ماں حضرت حلیمہ ہیں۔

اقول وھو المستعان۔ حضرت حلیمہ کا مراد ہونا اسلئے مستبعد ہے۔ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہیں رہتی تھیں بلکہ اسی میں کلام ہے کہ وہ ایام نبوت میں زیارت سے مشرف بھی ہوئیں یا نہیں۔ اور علی سبیل فرض کا قول اس جملے کو مہمل بناتا ہے۔ ہاں تعلیم امت کی توجیہ چل سکتی ہے۔ مگر جب دوسری صحیح روایات اس کے مدرج ہونے پر ناطق ہیں۔ تو اسکی کوئی حاجت نہیں کہ اسے ارشاد رسول مان کر ایک نئی بحث کا دروازہ کھولا جائے۔ کہ نبی غلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تین چیزوں کا استثناء اسلئے کیا کہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کو حج اور جہاد کی اجازت نہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے آقا کا مملوک ہے تو اس کی خدمت میں رہے گا۔ ماں کی خبر گیری کرنے کیلئے اسے آقا کی اجازت درکار ہوگی۔ بقیہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے لئے مالک کے اجازت کی حاجت نہیں۔ چونکہ اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی اسلئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔

نعم ما اس میں چار لغات ہیں۔ نِعِمَّا۔ نِعْمَّا۔ نَعِمَ ما۔ نِعْمَ ما۔ اور۔ ما۔ شئ کے معنی میں ہے یعنی یہ اچھی بات ہے۔

توضیح باب ابھی حدیث آرہی ہے کہ عبدی امتی مت کہو۔ حالانکہ متعدد آیات اور احادیث میں آقا اور قبیلے کے معزز کو سید کہا گیا ہے اور تمہارے غلام تمہاری لونڈی فرمایا گیا ہے۔ امام بخاری تطبیق میں فرماتے ہیں۔ اپنی بڑائی ظاہر کرنے اور ترفع کے طور پر ممنوع ہے۔ اور وہ بھی کراہت کی حد تک علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کراہت

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ وَقَالَ

عبد مملوک ۔ یوسف اور زلیخا نے زلیخا کے آقا کو دروازہ پر پایا ۔ اور فرمایا اپنی مومنہ لونڈیوں کو ۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ ۔ وَاذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کھڑے ہو کر اپنے سردار کی طرف بڑھو ۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام

يَعْنِيْ عِنْدَ سَيِّدِكَ

نے فرمایا تھا ۔ اپنے رب یعنی آقا کے یہاں میرا تذکرہ کرنا ۔

تنزیہی ہے ۔ یعنی خلاف اولیٰ ۔ اور اگر ترفع کے لئے نہ ہو اظہار واقعہ کے طور پر ہو تو کراہت تنزیہہ بھی نہیں ۔

پہلی آیت سورہ نور ہی کی ہے ۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ ۔ آیت (۳۲) — اور اپنی غیر شادی شدہ عورتوں ۔ اور نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کردو ۔

اس آیت میں ہمارے غلاموں اور لونڈیوں کو تمہارے غلام تمہاری لونڈیاں فرمایا گیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلاموں کو میرے غلام اور لونڈیوں کو میری لونڈیاں کہنا جائز ہے ۔

دوسری آیت سورہ نحل کی ہے ۔ کہ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ۔ آیت ۷۵ — اللہ نے عبد مملوک کی مثال بیان فرمائی

تیسری آیت سورہ یوسف کی ہے ۔ فرمایا ۔

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۔ آیت ۲۵ — ان دونوں (یوسف و زلیخا) نے اس عورت کے شوہر کو دروازہ پر پایا ۔

اس آیت میں شوہر کو بیوی کا سید کہا گیا ۔

تیسری آیت سورہ نساء کی ہے ۔

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ آیت ۲۵ ۔ تو اپنی مملوکہ لونڈیوں سے نکاح کرو جو مومنہ ہوں ۔

یہ چوتھی آیت بھی سورہ یوسف کی ہے ۔ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ارشاد مذکور ہے جو انھوں نے اس قیدی سے فرمایا تھا جسے انھوں نے رہائی اور اپنے منصب پر بحال ہونے کی بشارت دی تھی ۔

وَاذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۔ آیت ۴۲ ۔ — اپنے بادشاہ کے پاس میرا تذکرہ کرنا ۔

ان آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی کا مالک اپنے غلام کو عبدی ۔ میرا غلام اور اپنی لونڈی کو امتی یعنی میری لونڈی کہہ سکتا ہے ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی اپنے آقا کو سیدی کہہ سکتا ہے ۔ بلکہ ہر اس شخص کو کہا جا سکتا ہے ۔ جسے برتری حاصل ہو جیسے بیوی کیلئے شوہر ۔ رہ گیا رب کا اطلاق یہ اضافت کے ساتھ جائز ہے ۔ اور بلا اضافت ممنوع ۔

اسی سلسلے میں وہ حدیث[1] بھی ذکر فرمائی۔ کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کرنے حاضر ہو رہے تھے تو انھیں ملاحظ فرما کر انصار کرام سے فرمایا۔

قُوْمُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ — کھڑے ہو کر اپنے سردار کی طرف بڑھو۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار کا سید فرمایا۔

نسفی ابوذر اور ابوالوقت کے علاوہ بقیہ نسخوں میں وہ حدیث[2] زائد ہے۔ جو خود امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی سلمہ سے دریافت فرمایا۔ مَن سَیِّدُکم۔ تمہارا سردار کون ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا جَدّ بن قیس البتہ ہم ان میں بخل پاتے ہیں۔ فرمایا۔ بخل سے بڑھ کر کون بیماری ہے۔ بل سیدکم عمرو بن الجموح۔ وہ نہیں تمہارے سردار عمرو بن الجموح ہیں۔ حاکم نے اسی کے مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ان آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ جسے اپنے ماتحت پر ریاست حاصل ہو اور وہ اپنے سے چھوٹوں کے کام بنا تا ہو لوگ اس کی بات تسلیم کرتے ہوں اس کی اطاعت کرتے ہوں۔ اسے سید کہہ سکتے ہیں۔ جیسے بیوی اپنے شوہر کو غلام اپنے آقا کو عام افراد قبیلے کے سربراہ کو، رعایا حاکم کو امتی اپنے نبی کو تلمیذ اپنے استاد کو مرید اپنے پیر کو۔ جیسے اللہ عزوجل نے زلیخا کے شوہر کو ان کا سید۔ کہا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا ۔ (آل عمران آیت ۳۹) — بیشک اللہ آپ کو یحیٰ کی بشارت دیتا ہے۔ جو اللہ کے ایک کلمہ کی تصدیق کریگا۔ اور سردار ہوگا اور عورتوں سے ہمیشہ بچنے والا ہوگا۔

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کے بارے میں فرمایا۔

ابنی ھذا سَیِّدٌ — میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے

اور حضرت سعد بن معاذ کو انصار کرام کا اور حضرت عمرو بن الجموح کو اپنے قبیلے کا سید فرمایا۔ دنیوی سیادت اور برتری کی بنا پر کسی پر سید کا اطلاق زمانہ جاہلیت سے عہد رسالت تک بلکہ بعد تک شائع اور ذائع ہے۔ حدیث گذر چکی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔ ابن دغنہ۔ کو سید بنی القارہ کہا۔ اور عہد جاہلیت کے اشعار میں بھی ملتا ہے۔

اِذَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ قَامَ سَيِّدٌ — ہم سے جب کوئی سردار مرجاتا ہے تو اسکی جگہ دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے

قَئُوْلٌ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ فَعُوْلٌ — بہت بولنے والا۔ اور شریفوں کے کہنے پر عمل کرنے والا۔

مگر نجدی اپنی جہالت اور عداوت رسول میں یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیدنا کہنا شرک ہے۔ اور دلیل میں یہ حدیث[3] پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت مُطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں بنی عامر کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں

---

[1] بخاری ثانی۔ المغازی۔ باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ [2] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۱۱۱

[3] ابوداؤد۔ ثانی۔ الادب۔ باب کل ہیئۃ التمادح ص۳۰۶

حاضر ہوا۔ اور ہم نے یہ عرض کیا۔ انت سیدنا فقال السید اللہ۔

مسند امام احمد کی روایت میں ہے کہ ایک صاحب آئے اور عرض کیا۔ انت سید قریش فقال السید اللہ۔ آپ قریش کے سردار ہیں تو فرمایا۔ سید اللہ ہے۔

ان نجدیوں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو۔ پر عمل کرنے والوں کو یہ حدیث نظر آئی مگر مذکورہ بالا احادیث نظر نہ آئیں نیز وہ کثیر در کثیر احادیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سید المرسلین۔ سید ولد آدم۔ سید الناس۔ سیدنا فرمایا گیا ہے نظر نہ آئیں۔ ایمان والے سنیں اور ایمان تازہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ [1]	میں اولاد آدم کا سید (سردار) ہوں اور فخر یہ نہیں فرماتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث شفاعت مروی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل محشر سے فرمائیں گے۔

لکن اذھبوا الی سید ولد آدم [2]	ہاں اولاد آدم کے سردار کے پاس جاؤ

خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا سید الناس یوم القیٰمۃ۔ [3]	میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں۔

مسند امام احمد [4] میں ہے کہ عبداللہ بن اعور اعشیٰ کی زوجہ معاذہ جب بھاگ کر مطرف بن بھصل کے پاس چلی گئیں اور مطرف نے دینے سے انکار کردیا۔ تو اعشیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں منظوم استغاثہ پیش کیا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

یا سید الناس و دیان العرب	اے سب لوگوں کے سردار اور عرب کے حاکم

الیک اشکو ذربۃ من الذرب	آپ کی بارگاہ میں ایک تیز زبان عورت کی شکایت لایا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطرف کو لکھا۔ اور انھوں نے معاذہ کو اعشیٰ کے پاس واپس بھیج دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی بلال۔	ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا۔ یعنی بلال کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرمایا کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ میں تمام لوگوں کا سردار ہوں اور صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے سید الناس کہا تو اگر امتی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا سردار کہیں تو کیا حرج ہے۔ یہ کیسے شرک و کفر ہے۔ بلکہ بنظر انصاف دیکھا جائے تو ان احادیث کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا سید اور سردار کہنا باعث اجر و ثواب ہوگا۔ کیونکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے۔ اور اسلاف کی سنت کی پیروی بھی۔

---

[1] ابو داؤد۔ ثانی۔ السنۃ۔ باب التخییر بین انبیاء علیہم السلام ص ۶۳۶۔ ابن ماجہ۔ الزھد۔ باب الشفاعۃ ص ۳۲۹ [2] مسند امام احمد اول ص ۵ [3] بخاری اول الانبیاء ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ ص ۴۷۰ ثانی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل باب قولہ وذریۃ من حملنا مع نوح ص ۶۸۵۔ مسلم الایمان۔ ترمذی ثانی باب الشفاعۃ ص ۶۶ مسند امام احمد ج ۲ ص ۴۳۵ [4] جلد ثانی ص ۲۰۲

حدیث ۱۴۳۷ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔

بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے کہ انھوں نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا سردار کہا۔ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص نہیں۔ ہر دینی مقتدا اور پیشوا بلکہ دینی معزز کو اپنا سید کہہ سکتے ہیں۔

ان نصوص کی روشنی میں سلف سے لیکر خلف تک پوری امت کا اس پر عمل ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین اور علماء و مشائخ کو سیدنا کہتے ہیں۔ مگر نجدیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے۔ اور ان کے مذہب کی بنیاد ہی اس پر قائم ہے کہ تمام سلف اور خلف کافر مشرک ہیں اور بس یہ مٹھی بھر مسلمان ہیں [۱]

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز میں درود ابراہیمی میں نام نامی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ۔ سیدنا۔ کا اضافہ مستحب ہے۔ در مختار [۲] میں ہے۔

وندب السيادة لان زيادة الاخبار بالواقع حين سلوك طريق الادب فهو افضل من تركه ذكره الرملي الشافعي وغيره۔

اور سیدنا کا اضافہ مستحب ہے۔ اور واقعہ کے مطابق زیادتی بہ نیت ادب اس کے ترک سے افضل ہے۔ اسے علامہ رملی الشافعی وغیرہ نے ذکر کیا۔

اس کے تحت ردالمحتار میں [۳] ہے۔

ذكره الرملي الشافعي اى فى شرحه على منهاج النووى ونصه والافضل الاتيان بالسيادة كما قاله ابن ظهيرة وصرح به جمع وانه ياتى مع ابراهيم عليه السلام

علامہ خیر الدین رملی شافعی نے منہاج نووی کی شرح میں اسے ذکر فرمایا۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ اور سیدنا کو بڑھانا افضل ہے جیسا کہ ابن ظہیرہ نے کہا اور ایک جماعت نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام کیساتھ بھی لائے۔

تشریحات ۱۴۳۷ اوپر سورۂ یوسف کی آیت گزر چکی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدی سے فرمایا تھا۔ وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ۔ اپنے رب یعنی بادشاہ کے یہاں میرا تذکرہ کرنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رب کا اضافت کے ساتھ غیر خدا پر اطلاق درست ہے۔ اسی طرح سورۂ نور کی آیت مذکور ہوئی۔ اللہ عز وجل نے ہمارے غلاموں اور لونڈیوں کو عبادکم اماءکم فرمایا ہے۔ اس سے عبدی اور امتی کہنے کا جواز ثابت۔ اس لئے اس حدیث میں ممانعت کراہت تنزیہیہ پر محمول ہے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ تفاخر تعاظم اور اپنی بڑائی و برتری ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ اور اظہار واقعہ مقصود ہو تو کراہت تنزیہی بھی نہیں۔ اس حدیث میں تواضع اور انکساری کی تعلیم مقصود ہے۔ البتہ رب کا اطلاق بلا اضافت کسی پر

---

[۱] ردالمحتار باب البغاۃ ج ۳ ص ۲۶۲ [۲] اول صفۃ الصلوٰۃ مع ردالمحتار ص ۵۱۳ [۳] ایضا۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَطْعِمْ رَبَّکَ

کہ حضور نے فرمایا: تم یہ نہ کہو۔ اپنے رب کو کھلاؤ اپنے رب کو وضو کراؤ

وَضِّئْ رَبَّکَ اِسْقِ رَبَّکَ وَلْیَقُلْ سَیِّدِیْ وَمَوْلَایَ وَلَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ

اپنے رب کو پلاؤ اور سیدی اور مولای کہو۔ اور عبدی امتی

عَبْدِیْ اَمَتِیْ وَلْیَقُلْ فَتَایَ وَفَتَاتِیْ وَغُلَامِیْ۔

نہ کہو فتای فتاتی غلامی کہو۔

بَابُ اِذَا اَتٰی خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ ص ۳۴۷ جب کسی کا خادم اسکے پاس اسکا کھانا لائے۔

حدیث ۱۴۳۸

اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث

عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب تمہارا خادم تمہارے پاس کھانا لائے۔ تو اگر اسے

فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْہُ مَعَہٗ فَلْیُنَاوِلْہُ لُقْمَۃً اَوْ لُقْمَتَیْنِ اَوْ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ

اپنے ساتھ بٹھائے نہیں تو اسے ایک دو لقمہ دیدے۔ کیونکہ اسی نے

فَاِنَّہٗ وَلِیَ عِلَاجَہٗ ؎

اسے تیار کیا ہے

کرنا جائز نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اضافت سے تخصیص ہو جاتی ہے۔ اور بلا اضافت تعمیم متبادر ہوتی ہے۔ کیونکہ فعل یا شبہ فعل کا متعلق جب محذوف ہوتا ہے تو وہ عموم کا افادہ کرتا ہے۔ یہ عرب کا محاورہ تھا کہ رب کا اطلاق اضافت کے ساتھ غیر خدا پر کرتے تھے مگر ہمارے عرف میں اضافت کے ساتھ بھی رب کا اطلاق غیر خدا پر کرنے کی اجازت نہیں۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وھو اعلم

تشریحات ۱۴۳۸ فان لم یجلسہ۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اسے ساتھ بیٹھا کر کھلائے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اس میں سے لقمہ دو لقمہ ہی سہی خادم کو بھی دیدے۔ کیونکہ اس نے اس کے پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔

؎ ثانی۔ الاطعمہ۔ باب الاکل مع الخادم ص ۸۲۰۔ مسلم۔ ثانی۔ السیر۔

باب اذا ضرب العبد فلیجتنب الوجہ ص۳۴۷ جب غلام کو مارے تو چہرے سے بچے۔

حدیث ۱۴۲۹ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب تم لڑو تو چہرے سے بچو۔

اس کی خوشبو سونگھی۔ یقیناً اس کے جی میں اس کی خواہش ہوگی۔ یہ کچھ نہ دینا مروت کے خلاف ہے یہ مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ وجوبی حکم نہیں۔

تشریحات ۱۴۲۹ باب سے مطابقت یوں ہے کہ لڑائی میں جہاں موقعہ ہوتا ہے وہاں مارنا ضروری ہوتا ہے۔ جب کافر کے چہرے پر مارنے سے بچنے کا حکم دیا گیا وہ بھی لڑائی کے موقع پر تو عام حالت میں۔ غلام کو جو مومن بھی ہوسکتا ہے۔ چہرے پر مارنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ اس حدیث[۱] کے بعض طرق میں یہ مذکور ہے۔ فان اللّٰہ خلق اٰدم علی صورتہ۔ اس لئے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ اللہ عزوجل کی طرف صورت کی نسبت متشابہات میں سے ہے۔ مگر اتنا تو یقینی ہے کہ اس حدیث کی روشنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا چہرہ خاص تجلی گاہ ہے۔

علامہ نووی نے اس کی علت یہ بیان کی کہ علما نے فرمایا۔ کہ چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے۔ چہرہ دیکھ کر انسان کی ذاتی صفات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مارنے سے چہرہ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر چہرہ بگڑ گیا تو انسان کا حسن ختم ہو جائے گا۔ اور اس کی سرشت کی دریافت کا ذریعہ ختم ہو جائے گا۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ ممانعت تحریم کیلئے ہے۔ اسلئے کہ مسلم[۲] میں ہے سُوَید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے غلام کو تھپیڑ مارا۔ تو فرمایا۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ چہرے پر مارنا حرام ہے۔ ماں باپ اور خصوصیت سے معلمین کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ اس حدیث[۳] کے بعض طرق میں یہ مذکور ہے۔ فلا یلطم وجھہ اس کے چہرے پر تھپیڑ ہرگز نہ مارے۔

۱۔ مسلم ثانی۔ البر۔ باب النھی عن ضرب الوجہ ص۳۲۷

۲۔ مسلم۔ ثانی۔ البر۔ باب النھی عن ضرب الوجہ ص۳۲۷

۳۔ عمدۃ القاری ثالث عشر ص۱۱۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

کِتَابُ الْمُکَاتِبِ ص ۳۴۷

بَابُ الْمُکَاتَبِ وَنُجُوْمِہٖ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ نَجْمٌ ص ۳۴۷ مکاتب اور اسکی قسطوں کا بیان کہ سال میں ایک قسط ہے۔

ت ۴۷۵

وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَوَاجِبٌ عَلَیَّ اِذَا عَلِمْتُ لَہٗ مَالًا اَنْ اُکَاتِبَہٗ قَالَ مَا اُرَاہُ اِلَّا وَاجِبًا۔

ابن جریج نے کہا میں نے امام عطا سے پوچھا۔ جب مجھے معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو مجھ پر واجب ہے کہ اس سے مکاتبت کروں فرمایا۔ میری رائے یہی ہے کہ واجب ہی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت عالم تھے۔ اسلئے دنیا کی سب سے زیادہ درماندہ قوم غلام اور لونڈی کو بھی حصہ وافر ملا۔ اس دور کے عالمی تمدن اور قانون کی مجبوری کی وجہ سے غلامی کا رواج بالکلیہ ختم نہیں فرما سکے۔ مگر غلاموں کے نجات کی بہت سی صورتیں نکال دیں۔ بالکلیہ ختم کرنے میں بہت بڑی دشواری یہ تھی۔ پوری دنیا میں یہ رواج تھا کہ فاتح مفتوح قوم کو غلام بنا لیتی۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کا پابند فرما دیتے کہ یہ کسی کو غلام نہ بنائیں۔ مسلمان تو اسکی پابندی کرتے اور وہ دوسری قوموں کو غلام نہ بناتے۔ مگر دوسری قومیں مسلمانوں پر اگر فتح پاتیں تو انھیں غلام بناتیں۔ اسمیں مسلمانوں کی یک طرفہ تذلیل تھی۔ اس لئے اس وقت غلامی پر مکمل پابندی کسی طرح مناسب نہ تھی۔ البتہ اس میں انسانی قدروں کا لحاظ کر کے کافی اصلاح فرمائی۔ ان کے ساتھ انسانی رویہ کی ترغیب دی۔ فرمایا جو کھاؤ انھیں بھی کھلاؤ۔ جو پہنو انھیں بھی پہناؤ۔ طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ مزید براں غلام آزاد کرنے پر عظیم ثواب ارشاد فرمائے۔ خاص خاص موقعوں پر آزاد کرنے کا خصوصیت سے حکم دیا۔ بہت سی خطاؤں پر غلام آزاد کرنے کو کفارہ رکھا۔ مزید براں آزاد ہونے کے لئے آسان اصول ارشاد فرمائے انھیں میں ایک۔ مکاتبت۔ ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ غلام اور آقا آپس میں طے کرلیں کہ غلام اتنا مال کما کر ادا کر دے تو وہ آزاد ہے۔ اس عقد کی رو سے غلام کو مکاتَب اور آقا کو مکاتِب کہتے ہیں۔

اس کے پہلے بعض نسخوں میں یہ باب لکھا ہوا ہے۔ بَابُ اِثْمِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَہُ الْمُکَاتَبَ۔ مگر اس کے ضمن میں کوئی حدیث تحریر نہیں۔ بظاہر یہ کسی نساخ کی زیادتی ہے۔ اس کو ابواب مکاتبت سے کوئی خاص مناسبت بھی نہیں۔ کتاب کمدود

ت ۴۷۶ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ قَالَ لَا ثُمَّ أَخْبَرَنِي

اور عمرو بن دینار نے کہا میں نے امام عطاء سے پوچھا۔ مکاتبت کا وجوب آپ کسی سے روایت کرتے ہیں فرمایا

أَنَّ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيرِينَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيرَ

نہیں۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ موسیٰ بن انس نے خبر دی ہے کہ سیرین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکاتبت کا سوال

الْمَالِ فَأَبَى فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ كَاتِبْهُ فَأَبَى فَضَرَبَهُ

کیا۔ اور وہ بہت مالدار تھے۔ حضرت انس نے انکار کر دیا۔ تو سیرین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُو عُمَرُ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهُ۔

حضرت عمر نے حضرت انس سے فرمایا۔ کہ اس سے مکاتبت کر لو حضرت انس نے انکار کیا تو انھیں دُرّے سے مارا۔ حضرت عمر یہ آیت تلاوت فرماتے۔ ان سے مکاتبت کر لو اگر تم ان میں خیر جانو۔ اب حضرت انس نے ان سے مکاتبت کر لی۔

میں یہ باب مذکور ہے اور وہاں کے مناسب بھی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام عطا کو وجوب کا یقین نہیں تھا۔ کچھ تردد تھا۔

تشریح ۱۴۷۵ اس تعلیق کو ابن حزم نے روایت کیا ہے۔ ابن جریج سے عبد الملک بن عبد العزیز مراد ہیں اور روح سے ابن عبادہ۔

تشریحات ۴۷۶ فربری سے مروی تمام نسخوں میں۔ قال عمرو۔ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ۔ قلت لعطاء سے اخیر تک عمرو بن دینار کا قول ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے قالہ لی ایضا عمرو بن دینار یعنی جو امام عطار نے کہا وہی مجھ سے عمرو بن دینار نے بھی کہا۔ یعنی میرا گمان یہ کہ مکاتبت واجب ہے۔ نسفی کے ایک معتمد نسخے میں قالہ عمرو ہے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ جو امام عطا نے کہا وہی عمرو بن دینار نے بھی کہا دوسرے یہ کہ عمرو بن دینار نے صورت مذکورہ میں مکاتبت کو واجب کہا۔

جب غلام کے پاس مال ہو اور مکاتبت کا مطالبہ کرے تو مولیٰ پر مکاتبت واجب ہے یا نہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ اب بھی واجب نہیں۔ مستحب ضرور ہے۔ اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ کوئی آقا اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے غلام کو بیچ دے۔ اگرچہ دوگنی تگنی قیمت ملے۔ پھر مکاتبت پر کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے۔ جو حقیقت میں بلا عوض آزاد کرنا ہے۔ اسلئے غلام غلام رہتے ہوئے۔ جو کچھ کماتا ہے وہ اس کے آقا کی ملک ہے اس کی رو سے مکاتبت کے بعد بھی جو کمائے گا وہ آقا کی ملک ہوگا۔ اسلئے کہ مکاتبت کی رقیت ابھی باقی ہے۔ اس طرح بدل کتابت ادا کرنا ایسا ہے گویا غلام مولیٰ کا مال مولیٰ کو سپرد کر رہا ہے۔

جو لوگ وجوب کے قائل ہیں۔ وہ حضرت عمر کے مذکورہ بالا عمل سے دلیل لاتے ہیں۔ کیونکہ اگر مکاتبت واجب نہ ہوتی تو حضرت عمر دُرّہ نہیں مارتے۔ پھر قرآن مجید میں۔ فَكَاتِبُوهُمْ۔ صیغہ امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہے۔

اقول وھو المستعان۔ اصل اس بارے میں سورۂ نور کی آیہ مذکور ہے۔ کہ فرمایا۔

بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ - ص ۳۴۸ مکاتب راضی ہو تو اس کی بیع۔

ت	وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَهُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ
۴۷۷	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مکاتب پر جب تک کچھ باقی رہے وہ غلام ہی ہے ۔
ت	وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَقِيَ دِرْهَمٌ۔
۴۷۸	اور حضرت زید بن ثابت نے فرمایا۔ ایک درہم بھی باقی رہے تو وہ غلام ہے ۔
ت	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا۔ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَاتَ وَإِنْ جَنَىٰ حَتّٰى مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ۔
۴۷۹	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جیئے چاہے مرجائے چاہے جنایت کرے غلام ہی ہے جب تک اس پر کچھ باقی ہے ۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ۔ سورہ نور آیت

تمہارے غلاموں میں جو کتابت چاہتے ہوں ان سے مکاتبت کرلو اگر تم ان میں خیر جانو۔ اور انھیں اللہ کے اس مال سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔

آیت کے سیاق میں جو بھی غور کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں استحباب کیلئے ہے۔ اسلئے کہ اس آیت میں خیرا ۔ سے مراد مال نہیں صلاح و تقویٰ ہے ۔ کیونکہ جب اس موقعہ پر فی لاتے ہیں تو مال مراد نہیں ہوتا۔ جب مال مراد ہوتا ہے تو لام یا مع لاتے ہیں۔ اور غلام و کنیز میں صلاح و دینداری ہے یا نہیں اس کا فیصلہ آقا پر ہے۔ اور یہ شرط ہے اور شرط اختیاری تو جزا کا اختیاری ہونا لازم حضرت فاروق اعظم کا عمل بھی دلیل وجوب نہیں انھوں نے حضرت انس کو حکم دیا کہ کتابت کرلو تو انھوں نے اس سے انکار کیا اس حکم عدولی پر ان کے ساتھ تشدد برتا۔ ورنہ اگر واجب ہوتا تو خود حضرت انس پہلے ہی اس سے انکار نہیں کرتے۔ اور یہ احتمال کہ ہو سکتا ہے انھیں وجوب کا علم نہ رہا ہو بعید ہے۔

توضیح باب مکاتب کی بیع جائز ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے ۔ امام احمد امام مالک امام اوزاعی امام لیث اسے جائز کہتے ہیں۔ اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔ اور امام شافعی کا اصح قول یہی ہے۔ امام بخاری کا اپنا مذہب کیا ہے حسب عادت انھوں نے بیان نہیں فرمایا۔ مگر اس ضمن میں جو آثار لائے ہیں اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب جواز ہے۔

تشریح ۴۷۷ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن شیبہ امام ابن سعد اور امام طحاوی نے روایت کیا۔ سلیمان بن یسار نے ام المومنین سے اذن طلب کیا تو دریافت فرمایا۔ بدل کتابت ادا کرنا ابھی کتنا رہ گیا ہے انھوں نے عرض کیا۔ دس اوقیہ۔ فرمایا۔ اندر آجاؤ۔

بَابُ اِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اِشْتَرِنِي وَاَعْتِقْنِي فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ ص ۳۴۹

مکاتب نے کسی سے کہا مجھے خریدلے اور آزاد کردے تو اس نے اس کے لئے خریدا۔

حدیث ۱۴۴۰ ثَنِي اَبِي اَيْمَنُ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ كُنْتُ غُلَامًا

میرے باپ ایمن نے کہا میں ام المومنین حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا۔ میں عتبہ

کچھ بھی تیرے ذمے باقی رہے تو تو غلام ہی ہے

تشریح ۴۷۸ اس تعلیق کو حضرامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔

تشریحات ۴۷۹ اس تعلیق کو امام مالک امام ابوبکر بن شیبہ امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ بلکہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے مرفوعاً روایت کیا ہے جو لوگ مکاتب کی بیع جائز کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب وہ غلام ہے تو اس کی بیع درست ہے۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ جب اس کا کوئی جزء غلام ہے تو اس پر غلام کا اطلاق صحیح ہے۔ مگر جب اس کے آقا نے اسے مکاتب بنادیا تو آقا کا اس پر مالکانہ تصرف کا حق باقی نہ رہا۔ اسی لئے مکاتب کی کمائی خود مکاتب کی ملک ہے۔ وہ ایام مکاتبت کی کمائی اپنے اوپر صرف کر سکتا ہے۔ اور جب مالک کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہ رہا جو بیع سے کمتر درجے کا ہے۔ تو بیع کا بدرجہ اولیٰ حق نہ رہا۔ اس سلسلے میں جواز کی دلیل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشہور حدیث حضرت بریرہ کے قصے والی ہے۔ کہ بریرہ کو ان کے آقا نے مکاتبہ بنادیا تھا۔ وہ بدل کتابت کی ادائیگی کے سلسلے میں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں تعاون کے لئے حاضر ہوئیں۔ ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے انھیں خریدلیا پھر آزاد کردیا۔

مگر یہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ بدل کتابت ادا کیا تھا امام بخاری نے باب مایجوز من شروط المکاتب میں اس حدیث کا جو متن روایت کیا ہے۔ اس میں تصریح[1] ہے۔ ولم یکن قضت من کتابتها شیئاً۔ بریرہ نے بدل کتابت سے کچھ ادا نہیں کیا تھا۔ بلکہ جو روایت اس سے پہلے والے باب میں مذکور ہے۔ اس کا ظاہر مدلول بھی یہی ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں۔ اور بریرہ پر پانچ اوقیہ پانچ سال کی قسط پر تھا۔ میں نے کہا تمہاری کیا رائے ہے اگر میں یہ سب ایک شت گن دوں اور تمہیں خرید کر آزاد کردوں۔ الحدیث

تشریح ۱۴۴۰ کسی غلام کا یہ کہنا کہ مجھے اس شرط پر خریدو کہ آزاد کردینا۔ مقتضاء عقد کے خلاف ہے۔ اس لئے اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ کسی غلام یا لونڈی کو خریدا تو عقد صحیح ہے اور شرط باطل۔ خریدار پر آزاد کرنا واجب نہیں۔ آزاد کردے تو یہ اس کا تبرع اور احسان ہے۔

حدیث سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت بریرہ نے یہ شرط کی تھی۔ انھوں نے ایک گزارش کی تھی۔ جسے حضرت ام المومنین نے

---

[1] فتح الباری جلد خامس ص ۱۹۵

لِعُتْبَۃَ بْنِ اَبِیْ لَھَبٍ وَمَاتَ وَوَرِثَنِیْ بَنُوْہُ وَاِنَّھُمْ بَاعُوْنِیْ مِنِ ابْنِ

بن ابو لہب کا غلام تھا اور وہ مرگیا اسکے لڑکے میرے وارث ہوئے ۔ اوران لوگوں نے مجھے ابن ابی عمرو مخزومی کے

اَبِیْ عَمْرٍو الْمَخْزُوْمِیْ فَاَعْتَقَنِیْ ابْنُ اَبِیْ عَمْرٍو وَاشْتَرَطَ بَنُوْ عُتْبَۃَ الْوَلَاءَ فَقَالَتْ

ہاتھ بیچ دیا۔ مجھے اس نے آزاد کر دیا۔ اور عتبہ کے لڑکوں نے اپنے لئے ولاء کی شرط کر دی۔ اس پر ام المومنین حضرت

الحدیث ۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ حدیث بیان فرمائی ۔ کہ بریرہ کو خرید کریں نے آزاد کرنا چاہا تو بریرہ کے مالکوں نے اپنے لئے

ولاء کی شرط لگادی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا ۔ ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے ۔ اگرچہ

لوگ سو شرط لگائیں ۔

اپنے کرم سے منظور فرمالیا ۔ اور اس پر عمل فرمایا ۔

عتبہ بن ابولہب یہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے ۔ یہ بھی اور ان کے بھائی معتب ۔ دونوں مکہ ہی میں رہے ۔ ہجرت نہیں کی ۔ ان کے بھائی عُتَیبہ کو اسلام نصیب نہ ہوا کافر مرا ۔ ابن ابی عمرو مخزومی کا نام عبداللہ تھا ۔ عُتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بیٹے تھے ۔ عباس ۔ ابو خراش ۔ ہشام اور یزید ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْھِبَۃِ وَفَضْلِھَا وَالتَّحْرِیْضِ عَلَیْھَا

ص ۳۴۹

ہبہ کی فضیلت اور اس پر ابھارنے کا بیان

حدیث ۱۴۴۱

عَنِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ کہ فرمایا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَانِسَاءَ الْمُسْلِمٰتِ لَاتَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِجَارَتِھَا

اے مسلمان عورتو! ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ جانے (کہ اس کو کبھی کچھ نہ دے) اپنی پڑوسن

وَلَوْ فِرْسَنَ شَاۃٍ عہ

کو کچھ نہ کچھ دیا کرو اگرچہ بکری کا کھر ہی سہی۔

ھبہ کے لغوی معنی یہ ہیں۔ کسی کو کچھ دینا کہ اس سے نفع حاصل کرے۔ اس لغوی معنی کے اعتبار سے ہبہ کا اطلاق ابرا یعنی قرض معاف کرنے اور صدقہ یعنی کسی کو آخرت کے ثواب کے لئے کچھ دینا۔ اور ھدایہ یعنی کسی کو بلاعوض اس کے اکرام کے لئے یا محبت کی بنا پر دینا۔ امام بخاری نے اس میں ھدایا کو بھی ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کی مراد ہبہ سے اس کا لغوی معنی ہے۔

اصطلاح شرع میں ہبہ اسے کہتے ہیں۔ کسی چیز کا کسی کو بلاعوض مالک بنانا۔ اس کے صحیح اور تام ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔ جو چیز قابل تقسیم ہو اسے تقسیم کر دیا گیا ہو۔ زمین مکان ہو تو حدود متعین کر دی گئی ہوں۔ اس پر سے اپنا قبضہ اٹھا کر موہوب لہ کو قبضہ دیدینا اسلئے مشاع کا ہبہ صحیح نہیں۔ یعنی ایسی چیز کا جس کے ہر ہر جز چند شرکا کے مملوک ہوں۔ اسی طرح موہوب لہ نے اگر قبضہ نہیں کیا۔ یا قبضہ کیا مگر اس پر واہب کا سابق قبضہ بحال ہے تو بھی تام نہ ہوا۔ مثلاً مکان ہبہ کر کے موہوب لہ کے قبضے میں دیدیا۔ مگر اس میں واہب کا سامان موجود ہے تو تام نہ ہوا۔

تشریح ۱۴۴۱ - اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک پڑوسن اگر ہدیہ دے تو اسے حقیر نہ جانو اگرچہ وہ

عہ ثانی۔ الادب باب لا تحقرن جارۃ لجارتھا ص۸۸۹۔ مسلم۔ ترمذی۔

حدیث ۱۴۴۲

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے فرمایا۔ اے میری بہن کے بیٹے۔

أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَتْ

ہم ایک چاند سے دوسرے چاند تیسرے چاند تک دو مہینے انتظار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ يَا خَالَةُ مَا كَانَ

کے گھروں میں آگ نہیں جلائی جاتی (عروہ نے) کہا اے خالہ آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی۔ فرمایا۔

يُعِيشُكُمْ قَالَتِ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی۔ مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ انصار پڑوسی تھے۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ

جن کے پاس دودھ والے جانور تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پیش کردیتے تھے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِينَاهُ ؎

تو ہم یہ دودھ پی لیتے۔

بَابُ الْقَلِيلِ مِنَ الْهِبَةِ ص۳۴۹ تھوڑے سے ہبہ (ہدیہ) کا بیان

حدیث ۱۴۴۳

عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

بہت معمولی چیز ہو اس تقدیر پر لجارۃ کا متعلق محذوف ھدیۃ ہوگا۔ بکری کے کھر سے اس کا مجازی معنی مراد کہ وہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو ترمذی کے شروع میں یہ زائد ہے۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ یہ سینے کے کینے کو دور کردیتا ہے۔

تشریحات ۱۴۴۲

منائح۔ منیحۃ کی جمع ہے۔ وہ اونٹنی یا بکری جو کسی کو دودھ پینے کیلئے دیجائے۔ دودھ والا جانور مطلقاً اونٹنی اور بکری۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اس کا مادہ منح ہے بخشش کرنے کے معنی ہیں۔

پانی کا رنگ کیا ہے فلاسفہ اس میں الجھے ہوئے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے۔ اس پر یہ مشاہدہ دلیل ہے کہ سفید کپڑے پر پانی پڑ جائے تو سیاہ دھبے دکھائی دیتے ہیں۔

؎ ثانی۔ الرقاق۔ باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۵۶ مسلم۔ آخر کتاب۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِیتُ اِلیٰ ذِرَاعٍ اَوْ کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُھْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ

اگر ایک دست یا ایک پائے کیلئے مجھے دعوت دیجائے تو تشریف لے جاؤں گا۔ اور اگر ایک دست یا ایک پایا

اَوْ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ ؎

مجھے ہدیہ دیا جائے تو قبول کرلوں گا۔

بَابُ قُبُوْلِ ھَدِیَّۃِ الصَّیْدِ ص ۳۵۰ شکار کا ہدیہ قبول کرنا۔

حدیث ۱۴۴۴ عَنْ ھِشَامِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ مرالظہران میں ہم نے خرگوش کو دوڑایا۔ لوگ تھک گئے۔

قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّھْرَانِ فَسَعَی الْقَوْمُ فَلَغِبُوْا فَاَدْرَکْتُھَا فَاَخَذْتُھَا فَاَتَیْتُ بِھَا

میں نے پکڑلیا۔ اور اسے ابو طلحہ کے پاس لایا تو انھوں نے ذبح کیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس

اَبَا طَلْحَۃَ فَذَبَحَھَا وَبَعَثَ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَرِکِھَا اَوْ فَخِذَیْھَا

کی سرین یا دونوں رانیں پیش کیں۔ دونوں رانوں کے بارے میں شک نہیں۔ تو حضور نے اسے قبول فرمایا۔ ہشام نے

قَالَ فَخِذَیْھَا لَا شَکَّ فِیْہِ فَقَبِلَہٗ قُلْتُ وَاَکَلَ مِنْہُ قَالَ وَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَہٗ ؎

پوچھا اور اس سے کھایا حضرت انس نے فرمایا اور اس میں سے کھایا۔ پھر اس کے بعد فرمایا اسے قبول فرمایا۔

تشریحات ۱۴۴۳ ذراع دست جانور کے گھٹنے کے اوپر کا حصہ۔ کراع گھٹنے کے نیچے کا حصہ یا کھر۔ دست کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھا۔ اس سے مراد عمدہ اچھی چیز ہے اور پائے بہت معمولی مانے جاتے ہیں۔ اس سے مراد حقیر معمولی چیز ہے۔ دعوت اور ہدیہ رد کرنے میں داعی اور ہدیہ پیش کرنے والے کی دل شکنی ہے۔ اس لئے مکارم اخلاق میں سے یہ ہے۔ رد نہ کیا جائے۔

تشریحات ۱۴۴۴ انفجنا۔ اس کا مادہ نفج ہے۔ جس کے معنی بھڑکنے کے ہیں۔ اَنْفَجَ۔ بھڑکایا۔ مراد یہ ہے کہ خرگوش کو بھڑکا کر بل سے نکالا۔ ارنب خرگوش۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ارنب لفظاً مونث ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے مؤنث کی ضمیریں لائے ہیں۔ صاحب محکم نے کہا کہ۔ ارنب۔ مادہ کو کہتے ہیں۔ اور نر کو خزز۔ کہتے ہیں۔ مرالظہران۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی

؎ ثانی۔ النکاح۔ باب من اجاب الی کراع ص۷۷۷

؎ ثانی۔ الذبائح باب فی التصید ص ۸۲۵ باب الارنب ص ۸۳۰ ابوداؤد۔ ترمذی۔ الاطعمۃ۔ نسائی۔ ابن ماجہ الصید۔

بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ ص ۳۵۰ ہدیے کو قبول کرنا

حدیث ۱۴۴۵

ثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ صحابہ قصداً عائشہ کی باری

يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ

کے دن اپنے ہدیے خدمت اقدس میں پیش کرتے اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مہ

کی خوشنودی چاہتے تھے۔

حدیث ۱۴۴۶

سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ حضرت ابن عباس کی خالہ ام حفید نے

اَهْدَتْ اُمُّ حُفَيْدٍ خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِطًا وَسَمْنًا

پنیر، گھی اور گوہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

طرف سو لہ میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔

لاشك فيه :- یہاں قال کے فاعل شعبہ ہیں۔ ان کو پہلے یہ شک ہوا کہ ران کے اوپر کا گوشت بھیجا تھا یا ران۔ پھر انہیں یقین ہوا کہ ران ہی بھیجی تھی۔ تو کہا کہ ران میں کوئی شک نہیں۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ ران بھیجی تھی مگر اس میں شک ہے کہ ران کے اوپر کا حصہ بھیجا تھا یا نہیں۔ اسی طرح یہ شک ہوا کہ اسے تناول فرمایا یا نہیں۔ مگر اس پر یقین ہے کہ قبول فرمایا۔ اسلئے روایت یوں ہوئی کہ پہلے تناول کرنے کو دریافت کیا اس کے جواب میں کہا کہ تناول فرمایا۔ پھر بعد میں صرف یہ بیان کیا کہ قبول فرمایا۔ حاصل یہ نکلا کہ قبول فرمانے پر یقین ہے اس میں شک نہیں۔ البتہ کھانے کے بارے میں شک ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خرگوش حلال ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے قبول نہ فرماتے اور کھانے والوں کو بلکہ پکڑنے والوں کو زجر فرماتے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتفاقیہ یا بوقت حاجت شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس کی عادت اور انہماک ممنوع ہے۔ فرمایا۔ من اتبع الصید غفل۔ جس نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا۔

تشریحات ۱۴۴۵ یعنی صحابہ کرام اس انتظار میں رہتے کہ کب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن آئے۔ اور ہم خدمت اقدس میں اپنے نذرانے پیش کریں۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی تھی۔

مہ باب من اھدی لصاحبہ ص ۳۵۱۔ مناقب باب فضل عائشۃ ص ۵۳۲۔ مسلم۔ الفضائل۔ نسائی عشرۃ النساء۔

وَ اَضُبًّا فَاَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَقِطِ وَالسَّمَنِ وَتَرَکَ الْاَضُبَّ

پنیر اور گھی تناول فرمایا۔ اور گھن محسوس فرماتے ہوئے گوہوں کو چھوڑ دیا۔ ابن عباس نے فرمایا۔

تَقَذُّرًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاُکِلَ عَلٰی مَائِدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی۔ اور اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ

وَلَوْکَانَ حَرَامًا مَا اُکِلَ عَلٰی مَائِدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہیں کھائی جاتی۔

حدیث ۱۴۴۷ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

اس سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ فضیلت خاصہ ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ محبوب تھیں۔

تشریحات ۱۴۴۶ جو لوگ گوہ کو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں ہیں۔ ان کا مستدل یہی ہے۔ کہ اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی نہیں جاتی۔ ہمارے یہاں گوہ حلال نہیں۔ ہماری دلیل ابو داؤد کی وہ حدیث ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا۔ یہ اس حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے ؎

نیز حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم ایک بار بہت زیادہ گوہ والی زمین میں اترے۔ اور ہم کو بھوک لگی تو ہم نے گوہ کو پکانا شروع کیا۔ ہانڈیاں اس سے جوش مارنے لگیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ گوہ ہے۔ فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو مسخ کرکے زمین کے کیڑے بنا دیا گیا۔ میرا اندیشہ ہے کہ یہ وہی نہ ہو۔ ہانڈیوں کو الٹ دو ؎

نیز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی۔ حضور نے اسے کھایا نہیں اتنے میں ایک سائل آ گیا۔ ام المومنین نے چاہا کہ اسے دیدیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا سائل کو وہ چیز دو گی جو خود کھاتی نہیں ؎ یہ حدیث اور اسکے ہم معنی تمام احادیث جن سے گوہ کے کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے ممانعت

؎ ثانی۔ الاطعمہ۔ باب الخبز المرقق ص۸۱۱۔ باب الاقط ص۸۱۳۔ الاعتصام۔ باب الاحکام التی تعرف بالدلائل ص۱۰۹۳۔ مسلم الذبائح۔ ابو داؤد۔ الاطعمہ۔ نسائی۔ الصید۔ الولیمہ۔ ؎ ابو داؤد۔ ثانی۔ الاطعمہ باب اکل الضب ص۱۷۸۔ شرح معانی الآثار جلد ثانی۔ باب اکل الضباب ص۳۱۴ ؎ شرح معانی الآثار۔ ثانی۔ باب اکل الضباب ص۳۱۶۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْہُ اَھَدِیَّۃٌ اَمْ صَدَقَۃٌ فَاِنْ قِیْلَ

جب کھانا پیش کیا جاتا تو اسکے بارے میں دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے اصحاب سے

صَدَقَۃٌ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ کُلُوْہُ وَلَمْ یَاکُلْ وَاِنْ قِیْلَ ھَدِیَّۃٌ ضَرَبَ بِیَدِہٖ فَاَکَلَ مَعَھُمْ

فرماتے تم لوگ کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو فوراً بلا تاخیر صحابہ کے ساتھ تناول فرمانے لگتے۔

بَابُ مَنْ اَھْدٰی اِلٰی صَاحِبِہٖ وَتَحَرّٰی بَعْضَ نِسَاءِہٖ دُوْنَ بَعْضٍ ص۳۵۱

جب اپنے دوست کو ہدیہ دے اور اس کی بعض عورتوں کی باری کے دن کا انتظار کرے۔

حدیث ۱۴۴۸ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نِسَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنَّ حِزْبَیْنِ فَحِزْبٌ فِیْہِ عَائِشَۃُ وَحَفْصَۃُ

کی ازواج دو گروہ تھیں ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں اور دوسرے

وَصَفِیَّۃُ وَسَوْدَۃُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَۃَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

گروہ میں ام سلمہ اور بقیہ ازواج مطہرات تھیں۔ اور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کی عائشہ کے ساتھ محبت کو جانتے تھے۔ جب کوئی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی احادیث سے منسوخ ہیں۔

تشریح ۱۴۴۷ صدقہ فقراء کا حق ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغنی الاغنیاء ہیں۔ ارشاد ہے۔ وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی ۔ اور اللہ نے تم کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ نیز صدقہ لوگوں کے میل ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازکی و اطیب نیز صدقہ کھانے میں ایک دنارت ہے۔ فرمایا۔ الید العلیا خیر من الید السفلیٰ۔ اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔

تشریحات ۱۴۴۸ [1] مسلم میں اس حدیث کے اخیر کا حصہ یوں ہے۔ کہ ام سلمہ کے گروہ نے حضرت فاطمہ کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ انھوں نے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دیدی۔

---

[1] مسلم۔ الفضائل۔ باب فضائل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص۲۸۵۔

عَائِشَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ اَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّهْدِيَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تو اسے مؤخر کر دیتے جب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَهَا حَتّٰى اِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم عائشہ کے گھر میں ہوتے تو وہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پیش کرتے۔ اس پر ام سلمہ کی گروہ نے آپس میں گفتگو کی۔ اور انھوں نے ام سلمہ سے کہا کہ تم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرو۔ کہ حضور لوگوں سے کہہ دیں کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہے تو وہ پیش کرے حضور کسی بھی زوجہ کے پاس

اَنْ يُّهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا اِلَيْهِ

ہوں۔ ام سلمہ نے حضور سے بات کی تو حضور نے کچھ نہیں فرمایا۔ دوسری ازواج مطہرات نے

حَيْثُ كَانَ مِنْ نِسَائِهِ فَكَلَّمَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا

ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا۔ کہ حضور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے دوبارہ کہا پھر

فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْهِ قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ

بات کرو۔ جب ام سلمہ کی باری میں ان کے یہاں تشریف لائے تو دوبارہ بات کی اب بھی

دَارَ اِلَيْهَا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا

حضور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے پوچھا تو بتا دیا کہ کچھ نہیں فرمایا۔ اس پر

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میرے ساتھ میری ایک چادر میں لیٹے تھے۔ وہ آئیں اور عرض کیا۔
یا رسول اللہ؟ آپ کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ بنت ابی قحافہ کے بارے میں آپ سے عدل کا سوال کر رہی ہیں۔
حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں چپ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا۔ کیا میں جس سے محبت کرتا ہوں۔
تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ انھوں نے عرض کی ضرور کرتی ہوں تو فرمایا۔ اس (عائشہ) سے محبت کرو یہ سنکر فاطمہ اٹھ کر

64

كَلِّمِيهِ حَتّٰى يُكَلِّمَكِ فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ

ازواج مطہرات نے ان سے کہا پھر بات کرو یہانتک کہ حضور تم کو جواب دیں جب حضور ان کی یعنی ام سلمہ کی باری میں ان کے یہاں

فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَالَتْ

تشریف لائے تو ام سلمہ نے پھر حضور سے بات کی ۔ حضور نے فرمایا تم مجھے عائشہ کے بارے میں

أَتُوبُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ

ایذا مت دو ۔ اسلئے کہ کسی زوجہ کے کپڑے میں ہونے کی حالت میں وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے ۔

بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلْنَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں حضور کو ایذا دینے سے توبہ کرتی ہوں ۔ اس کے بعد ازواج مطہرات نے فاطمہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ إِنَّ نِسَاءَكَ يُنَاشِدْنَكَ اللهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلوایا انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کرنے

فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ فَقَالَتْ بَلٰى فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ

کیلئے بھیجا کہ حضور کی ازواج ، ابو بکر کی بیٹی کے بارے میں انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں ۔ حضور نے فرمایا ۔ اے

فَقُلْنَ ارْجِعِي إِلَيْهِ فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ فَأَتَتْهُ

پیاری بیٹی میں جس سے محبت کرتا ہوں ۔ کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں ۔ انھوں نے عرض کیا ۔ ضرور ۔ اب

فَأَغْلَظَتْ وَقَالَتْ إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ

وہ ازواج مطہرات کے پاس واپس ہوئیں ۔ اور سب کچھ بتایا ۔ پھر ان لوگوں نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ

پھر جاؤ ۔ اور عرض کرو کہ آپ کی ازواج آپ کو بنت ابی قحافہ کے بارے میں اللہ کے واسطے عدل کا سوال کرتی ہیں ۔ اس پر فاطمہ نے کہا بخدا اب میں کبھی اس بارے میں رسول اللہ سے کچھ عرض نہیں کروں گی ۔ اس کے بعد ان لوگوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا ۔ یہ وہ تھیں کہ ازواج میں میری برابری کرتی تھیں ۔ زینب سے زیادہ دیندار اللہ سے ڈرنے والی سچی صلہ رحمی کرنے والی زیادہ صدقہ دینے والی اور جو کام اللہ کے تقرب کا سبب ہو اسے لگن سے کرنے والی ، کسی عورت کو نہیں دیکھا ۔ سوائے اس کے کہ مزاج میں تیزی تھی ۔ جو بہت جلد ختم ہوجاتی ۔ زینب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی حضور نے انھیں اجازت دیدی ۔ انھوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ ! حضور کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے ۔ اور وہ

فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا حَتّٰى اَنْ

دوبارہ جاؤ تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اب ازواج مطہرات نے زینب بنت جحش کو خدمت اقدس میں بھیجا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ اِلٰى عَائِشَةَ هَلْ تُكَلِّمُ قَالَ

انھوں نے حاضر ہو کر سخت انداز میں کہا۔ حضور آپکی ازواج ابن ابو قحافہ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کے واسطے

فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَيْنَبَ حَتّٰى اَسْكَتَتْهَا قَالَتْ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں۔ انھوں نے آواز بھی اونچی کر دی اور عائشہ کو بہت کچھ کہہ دیا۔ یہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَائِشَةَ وَقَالَ اِنَّهَا بِنْتُ اَبِيْ بَكْرٍ

برا بھلا بھی کہدیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ کی طرف دیکھا کہ کچھ بولتی نہیں؟ اب عائشہ نے زینب کو بھرپور جواب دیا یہانتک کہ ان کو چپ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ کو دیکھا۔ اور فرمایا یہ ابو بکر کی بیٹی ہے نا۔

بنت ابی قحافہ کے بارے میں عدل کا سوال کرتی ہیں۔ پھر وہ میرے بارے میں بولنے لگیں۔ اور حد سے آگے بڑھ گئیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ چشم کو دیکھ رہی تھی۔ کہ مجھے بولنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ زینب یونہی بولتی رہیں۔ جب میں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ناپسند نہیں فرمائیں گے کہ میں انھیں جواب دوں۔ تو میں نے بولنا شروع کیا یہانتک کہ انھیں باز آجانا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا۔ ابو بکر کی بیٹی ہے نا۔

مسائل اس حدیث سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاص فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔ چند ازواج میں محبت میں برابری واجب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللھم انی اعدل فیما املك فلا تواخذنی بما لا املك۔ اے اللہ جس کا میں مالک ہوں اسمیں میں عدل کرتا ہوں اس بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا جس کا میں مالک نہیں۔

کسی کی خوشی کے موقع پر اسے ہدیہ پیش کرنا مستحسن ہے۔ بیبیاں اور اسی طرح دوسرے متعلقین آپس میں لڑیں تو سمجھداری کا تقاضہ یہ ہے کہ خاموش رہا جائے۔ ازواج مطہرات نے اپنے خصوصی رشتے کی بنا پر حضور اقدس میں جو بعض نامناسب باتیں عرض کی ہیں ان پر ان سے مواخذہ نہیں۔ یہ ناز و تدلل کے قبیل سے ہے۔ اور ناز و ادا جس کا حق ہے وہ بطور ناز و ادا کچھ کہے تو اسے اذیت نہیں لذت ملتی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْمَرْوَانَ الْغَسَّانِی عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ

اور ابو مروان غسانی نے کہا۔ کان الناس یتحرون الحدیث۔ عن ہشام عن عروۃ مروی ہے۔

يَوْمَ عَائِشَةَ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِی عَنِ الزُّهْرِی

اور یہ حدیث۔ قالت عائشۃ کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستاذنت فاطمۃ عن ہشام عن رجل

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ

من قریش ورجل من الموالی عن الزہری عن محمد بن عبد الرحمن بن الحارث

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاذَنَتْ فَاطِمَةُ۔

ہشام مروی ہے۔

بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ ص۳۵۱ کون سا ہدیہ لوٹانا نہیں چاہئے۔

حدیث ۱۴۴۹ ثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِی ثَنِی ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

عزرہ بن ثابت انصاری نے کہا میں ثمامہ بن عبد اللہ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے

یعنی ابو مروان غسانی نے مذکورہ حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ وہ دو حدیث معلوم ہوتی ہے انھوں نے کانوا یتحرون بھدایاھم یوم عائشۃ کو بخاری میں مذکور سند۔ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ سے روایت کیا ہے۔ اور ان فاطمۃ استاذنت۔ کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری حدیث ہے۔

تشریحات ۱۴۴۹ طِیب طا کے کسرے کے ساتھ خوشبو جو بدن یا کپڑے پر ملی جائے۔ جیسے عطر یا خوشبودار تیل۔ طَیِّب۔ اچھی چیز خبیث گندے کے مقابل۔ ترمذی[1] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا۔

ثلاث لا یرد الوسائد والدھن واللبن تین چیزوں کو واپس نہ کیا جائے۔ تکیے اور تیل اور دودھ۔

ابوداؤد[2] اور نسائی[3] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔

من عرض علیہ طیب فلا یردہ فانہ خفیف الحمل جس پر خوشبو پیش کی جائے تو اسے واپس نہ کرے اسلئے کہ وہ

---

[1] الاستیذان باب فی کراھۃ رد الطیب ص ۱۰۲

[2] ثانی الترجل باب رد الطیب ص۲۱۹ [3] ثانی الترجل۔ باب الطیب ص۲۹۳

دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِیْ طِيْبًا قَالَ كَانَ اَنَسٌ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ

خوشبو دی اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت

النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ [3]

انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔

بَابُ الْمُكَافَاةِ فِی الْهِبَةِ ص۳۵۲ ہبہ کا بدلہ دینا

حدیث ۱۴۵۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ قبول

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا [4]

فرماتے اور اس کا عوض عطا فرماتے۔

بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ وَاِذَا اَعْطٰى بَعْضَ وَلَدِهٖ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتّٰى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ

اولاد کو ہبہ کرنا۔ اور جب اپنی بعض اولاد کو کچھ دے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دوسروں کو بھی

طیب الرائحۃ اٹھانے میں ہلکی ہے اور خوشبو دار ہے۔

مسلم میں طیب کے بجائے ریحان ہے یعنی پھول۔

مگر ترمذی[2] میں حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

اذا اعطی احدکم الریحان فلا یردہ فانہ خرج من الجنۃ جب تمکو پھول دیا جائے تو واپس مت کرا سلئے کہ وہ جنت سے آیا ہے

یہ چار چیزیں ہوئیں۔ تکیہ، خوشبو، پھول۔ دودھ۔ اور یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ علامہ ابن حجر نے ریحان کے ذکر کو مرجوح قرار دیا ہے۔

تشریحات ۱۴۵۰ ہبہ کا عوض دینا سنت ہے۔ واجب نہیں۔ اور اگر واہب عوض کی شرط پر کوئی چیز ہبہ کرے تو یہ حقیقت میں بیع ہے اب اگر عوض معلوم و معین ہو تو بیع صحیح ہے۔ اور اگر مجہول ہو تو فاسد۔ حضرت امام مالک ہبہ اگر مطلق ہو عوض دینا واجب کہتے ہیں۔

---

[1] ثانی۔ الالفاظ۔ باب استعمال الطیب ص۲۳۹ [2] الاستیذان باب فی کراھیۃ رد الطیب ص۱۰۲

[3] ثانی۔ اللباس۔ باب من لم یرد الطیب ص۸۷۸۔ ترمذی۔ الاستیذان۔ نسائی۔ الولیمہ والزینۃ۔

[4] ابو داؤد۔ البیوع۔ ترمذی۔ البر۔ شمائل۔

وَيُعْطِي الْآخَرِينَ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ. وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ

اس کے برابر دے اس پر گواہ نہ بنائے۔ کیا باپ کو جائز ہے کہ اولاد کو جو کچھ دے اسے واپس لے لے

وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَتَعَدَّى. ص ۳۵۲

اور اولاد کے مال بطریق معروف کھائے۔ حد سے آگے نہ بڑھے۔

بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ ص ۳۵۲ ہبہ پر گواہ بنانا

حدیث ۱۴۵۱ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً

میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا۔ وہ منبر پر فرما رہے تھے۔ کہ میرے والد

فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

نے مجھے کچھ دیا۔ اس پر عمرہ بنت رواحہ نے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ نہ ہو جائیں

توضیح باب

اس باب کے چار جز ہیں۔ اولاد کو ہبہ کرنا۔ اور کسی کو کچھ دے تو سب کو برابر دے۔ نیز یہ جائز ہے کہ کسی کو دے اور کسی کو کچھ نہ دے۔ اور نہ کمی بیشی جائز ہے۔ باپ اولاد کو کچھ دے کر واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔ اور اولاد کے مال کو عرف کے مطابق صرف کر سکتا ہے۔ ابن ماجہ[1] میں حضرت جابر سے اور مسند[2] امام احمد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

اس سے مستفاد ہے کہ بیٹے کا مال باپ کی ملک ہے۔ اب اگر باپ نے بیٹے کو کچھ دیا تو گویا اپنے آپ ہی کو دیا۔ اسلئے امام بخاری نے یہ باب قائم کرکے افادہ فرمایا۔ کہ باپ اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو یہ صحیح ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ باپ بضرورت بقدر ضرورت بیٹے کا مال استعمال کر سکتا ہے۔ باب کے پہلے والے دو جز پر دو حدیث سے استدلال فرمایا۔

پہلی یہ حدیث اعدلوا بین اولادکم فی العطیۃ اپنی اولاد کے درمیان داد و دہش میں برابری رکھو۔

یہ حدیث اس کے بعد والے باب میں خود امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ مگر ان کی روایت میں فی العطیۃ نہیں۔ البتہ[3] امام طحاوی نے ان الفاظ کے ساتھ فی العطیۃ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سووا بین اولادکم فی العطیۃ کما تحبون ان یسووا بینکم فی البر۔ اپنی اولاد کے مابین داد و دہش میں برابری کرو جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک میں برابری کریں۔

---

[1] ابن ماجہ۔ التجارات۔ باب ما للرجل من مال ولدہ ص ۱۶۶ [2] ثانی ص ۲۰۴ [3] شرح معانی الآثار ثانی ص ۲۴۳۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّی اَعْطَیْتُ

میں راضی نہیں ہوں گی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے اپنے بیٹے

اِبْنِی مِنْ عَمْرَۃَ بِنْتِ رَوَاحَۃَ عَطِیَّۃً فَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اُشْھِدَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے کچھ دیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ رسول اللہ کو گواہ بناؤں۔ دریافت

قَالَ اَعْطَیْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ ھٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا بَیْنَ

فرمایا بقیہ اولاد کو بھی اس کے برابر دیا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو

اَوْلَادِکُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِیَّتَہٗ ؎

وہ لوٹ کر واپس آئے اور عطیہ واپس لے لیا۔

دوسری حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خرید کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دے دیا۔ اور فرمایا جو چاہو کرو۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے کہ یہ اونٹ ابن عمر کو دیدو تو وہ ضرور دیدیتے مگر اپنی تمام اولاد کو ایک ایک اونٹ نہ دے پاتے۔ اور یہ اولاد میں عدل نہ ہوتا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر حضرت ابن عمر کو دیدیا۔ یہ علامہ ابن بطال نے توجیہہ کی ہے۔ فیہ ما فیہ۔ بقیہ دونوں جز پر باب میں مذکور احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۴۲۵ کتاب الشہادات کی روایت میں ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میری ماں نے میرے والد سے مجھے کچھ دینے کے لئے کہا۔ اور انھوں نے مجھے دیا۔ اخیر میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تشھدنی علی جور۔ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ امام مالک اور امام بخاری وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر اولاد کو برابر نہ دے۔ یا کسی کو دے کسی کو کچھ نہ دے تو ہبہ باطل ہے۔ امام احمد نے فرمایا۔ ہبہ صحیح ہے مگر اس سے رجوع واجب ہے ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے۔ البتہ اگر باپ نے کچھ اولاد کو ضرر پہونچانے کی نیت سے ایسا کیا تو گنہ گار ہوگا۔ مگر جسے جو دیدیا وہ اس کا مالک ہو گیا۔ اور اگر بعض اولاد میں ترجیح کی کوئی دینی وجہ ہو تو گنہگار نہ ہوگا۔ مثلاً ایک بیٹا عالم ہے تو وہ علم کی نشر و اشاعت میں مصروفیت کی وجہ سے کسب معاش نہیں کر سکتا۔ اور اس خصوص میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں ایک حکم میں ہیں۔ دونوں کو برابر دے۔ یہ حکم استحبابی ہے۔ اور نہی تنزیہہ کے لئے۔

؎ باب الھبۃ للولد ص۳۵۲ الشھادات باب لا یشھد علی شہادۃ جور ص۳۶۱۔ مسلم۔ الفرائض۔ ترمذی۔ الاحکام نسائی۔ النحل۔ القضا۔ ابن ماجہ۔ الاحکام۔ ابو داؤد۔ البیوع۔

بَابُ ھِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهٖ وَالْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا ص ۳۵۲ شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو ہبہ کرنا۔

ق ۷۸۰	قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ ۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ جائز ہے۔
ت ۷۸۱	وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ اور عمر بن عبد العزیز نے کہا دونوں میں سے کوئی رجوع نہیں کرسکتا۔

ہماری دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔ انھوں نے مرض وصال میں ام المومنین حضرت عائشہ سے فرمایا۔ میں نے تم کو ایک عطیہ دیا تھا۔ اگر تم نے اس پر قبضہ کر لیا ہوتا تو تمہارا ہوتا۔ اور آج وارث کے لئے ہے[1] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عاصم کو دیا۔ اور اولاد کو نہیں دیا[2] نیز حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ام کلثوم کو دوسری اولاد سے زیادہ دیا[3]۔

اس حدیث کی بعض روایتوں[4] میں یہ ہے۔ فان اذنت ان اجیزہ لہ اجزت ۔ اگر حضور اجازت دیں کہ اسے نافذ کردوں تو میں اسے نافذ کردوں۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے ابھی ہبہ نافذ نہیں کیا تھا۔ اور خدمت اقدس میں مشورہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

اس پر اجماع ہے کہ اولاد ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنا کل مال کسی کو ہبہ کردے تو صحیح ہے۔ پھر اگر اولاد میں سے کسی کو کل مال دیدیا تو بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا۔

اولاد کے درمیان داد و دہش میں برابری کی لِم یہ ہے۔ اگر کسی کو دے گا اور کسی کو کچھ نہیں دے گا یا کم و بیش دے گا تو ان کے درمیان رنجش اور عداوت پیدا ہوگی اور باپ سے نفرت کا اندیشہ بھی ہے۔ اسی سے سمجھ میں آیا کہ اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے ان میں اختلاف پیدا ہو اور باپ سے کدورت۔

تشریح چونکہ زوجین میں منافع مشترک ہوتے ہیں۔ اور اس پر تعامل ہے کہ ہر ایک دوسرے کی چیز بلا خطر استعمال کرتا ہے۔ اسلئے زوجین کا ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کرنا گویا اپنے ہی کو ہبہ کرنا ہے۔ اس لئے اس کے جائز اور ناجائز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ اور تائید میں حضرت ابراہیم نخعی اور دوسرے تابعین کا قول نقل فرمایا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے اس ارشاد کو امام عبد الرزاق اور امام طحاوی نے موصولا روایت کیا ہے۔ امام طحاوی کے طریقے میں یہ زائد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو رجوع کا حق نہیں۔ اور بطریق امام اعظم جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ میاں بیوی بمنزلہ ذو رحم محرم ہیں۔ جب ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کرے تو رجوع کا حق نہیں۔

---

[1] شرح معانی الآثار ثانی باب الرجل ینحل بعض بنیہ ص ۲۲۵ [2] ایضا بحوالہ طحطاوی۔

[3] شرح معانی الآثار ثانی ص ۲۲۵ ۔ [4] ایضاً۔

ت ۴۸۲

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ هَبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ

امام زہری نے اس شخص کے بارے میں فرمایا - جس نے اپنی بیوی سے کہا - اپنا کل مہر یا بعض

كُلَّهُ ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيهِ قَالَ يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا

مجھے ہبہ کردے پھر اسے طلاق دیدیا اور عورت نے رجوع کرلیا - تو شوہر مہر لوٹائے - اگر اس نے اسے

وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ خَدِيعَةٌ جَازَ قَالَ

دھوکہ دیا ہے تو - اور اگر اس نے اسے بخوشی دیا ہے تو اسے لوٹانے کا حق نہیں - جب کہ اس میں کوئی فریب

تَعَالَى فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا -

نہ ہو - اللہ عزوجل نے فرمایا - جب تمہاری بیبیاں اپنے مہر میں سے تمکو کچھ بخوشی دیدیں تو اسے مزے سے کھاؤ -

حدیث ۱۴۵۲

حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا - کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ

نے فرمایا - ہبہ واپس لینے والا اس کتے کے مثل ہے جو قے کرکے

يَعُودُ فِي قَيْئِهِ ـه

لوٹاتا ہے -

تشریح ۴۸۱

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے -

تشریحات ۴۸۲

اس تعلیق کو عبداللہ بن وہب نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے - ہمارے یہاں عورت کو رجوع کا حق نہیں - اگرچہ شوہر نے دھوکے سے مہر وصول کیا ہو - بشرطیکہ شوہر نے قبضہ کرلیا ہو اور اگر شوہر نے قبضہ نہیں کیا تھا - اور عورت نے رجوع کرلیا تو ہبہ ختم ہوگیا - کیونکہ قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے تام نہیں ہوا تھا -

مطابقت

امام بخاری نے باب کے ثبوت میں حدیث ۱۴۵ ذکر کی ہے - جو جلد ثانی کے ص۱۱۰ پر لکھی جاچکی ہے - اسمیں یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کرگیا - تو ازواج مطہرات سے اس کی اجازت طلب فرمائی کہ " عائشہ " کے گھر بیماری کے دن گزاروں ؟ ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دیدی - اس کا حاصل یہ نکلا کہ ازواج مطہرات نے اپنا حق

ـه باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ہبتہ وقیتہ ص۳۵۷ دو طریقے سے ثانی الحیل باب فی الہبۃ والشفعۃ ص۱۰۳۲ مسلم ابو داؤد - نسائی - ابن ماجہ -

بَابُ هِبَةِ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ

بیوی کا شوہر کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا جب کہ اس کا شوہر ہو اور وہ خفیف العقل نہ ہو۔ اور جبکہ کم عقل

سَفِيهَةً۔ فَإِذَا كَانَتْ سَفِيهَةً لَمْ يَجُزْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ ۲۵۳

ہو تو جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور کم عقلوں کو ان کا وہ مال نہ دو جو تمہارے پاس ہے۔

حدیث ۴۵۴

عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ مَيْمُونَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ ام المومنین

بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کنیز کو آزاد کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيهِ قَالَتْ أَشَعَرْتَ يَا رَسُولَ

جب انکی باری کا دن آیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ میں نے

اللّٰهِ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيدَتِي قَالَ أَوَ فَعَلْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَمَا أَنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا

اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے۔ فرمایا۔ کیا واقعی تونے ایسا کر دیا ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ فرمایا۔ کاش کہ تم اپنے ماموؤں

أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ [۱]

کو دیدیتیں تو تمہارے لئے ثواب زیادہ ہوتا۔

حضور کو ہبہ کر دیا۔ اور باب یہی تھا۔ شوہر کا اپنی زوجہ کو اور زوجہ کا شوہر کو ہبہ کرنا۔ اس تقدیر پر باب میں ہبہ کے لغوی معنی مراد ہونگے۔

تشریحات ۴۵۲ بَابُ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ۔ میں اس حدیث کی ابتدا میں یہ زائد ہے۔ لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی ھبتہ۔ ہمارا ایسا برا حال نہیں ہونا چاہئے جو ہبہ کو۔ لوٹاتا ہے۔ مثل کتے کے جو قے کو لوٹاتا ہے۔

مطابقت:۔ باب سے مطابقت اس کے عموم سے ہے۔ جس میں زوجین بھی داخل ہیں۔ ابن طاؤس سے مراد عبداللہ ہیں۔

توضیح باب سفیہ سے مراد معتوہ اور مجنون ہے۔ اور آیت ان دونوں کے علاوہ نابالغ بچے کو بھی شامل ہے۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔

---

[۱] باب من یبدأ بالھبۃ ص ۳۵۳ ابو داؤد نکاح۔ نسائی عشرۃ النساء۔

حدیث ۱۴۵۴

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کا

نِسَائِهٖ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ

حصہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے اور ہر زوجہ کے لئے ایک دن اور ایک رات کی باری تھی۔

اِمْرَأَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا

سوائے اس کے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

تشریحات ۱۴۵۳

ولیدۃ :۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خادم طلب کیا تھا۔ حضور نے انھیں ایک حبشن کنیز عطا فرمائی جس کو انھوں نے آزاد کردیا۔

اخوالك

اور اُصیلی کی روایت اخواتک ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے۔ یہ روایت اصح ہو۔ اسلئے کہ موطا میں اُخیتك ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا۔ کہ رشتہ داروں کو صدقہ دینا بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے افضل ہے جیسا کہ امام احمد، ترمذی، نسائی نے روایت کیا کہ فرمایا۔

الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ۔ مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو دینا صدقہ اور صلہ رحم دونوں ہے۔

مگر یہ حکم مطلقاً درست نہیں۔ اگر کوئی مسکین رشتہ دار سے زیادہ محتاج و ضرورت مند ہے تو اس صورت میں مسکین کو دینا افضل ہوگا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ کیوں نہیں اسے دے کر اپنی بھتیجی کو بکری چرانے سے نجات دلائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے کچھ رشتہ دار زیادہ ضرورت مند تھے۔ اسلئے وہ فرمایا۔

تشریحات ۱۴۵۴

باب سے مطابقت یہ ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدی۔ یہ عورت کا شوہر کے علاوہ کسی اور کو ہبہ ہوا۔ یہ طویل حدیث افک کا جزء ہے جسے امام بخاری نے ۱۳-۱۴ ابواب میں ذکر فرمایا ہے۔ کہیں پوری حدیث کہیں اس کے کچھ اجزاء۔ کتاب الشہادات میں اس پر بقدر ضرورت کلام مذکور ہوگا۔ شوہر کو اختیار ہے کہ جب سفر میں جائے تو جس بیوی کو چاہے لے جائے۔ اور بہتر یہ ہے

---

۱ مسند جلد رابع ص ۱۸۰ ۲ ترمذی، زکوٰۃ۔ باب الصدقۃ علی ذی القرابۃ

۳ نسائی۔ الزکوۃ۔ باب الصدقۃ علی الاقارب ص ۳۶۱

وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضٰى

زوجہ عائشہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس سے ان کا مقصود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ [مہ]

وسلم کی رضا تھی۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ ص۳۵۳ جس نے ہدیہ کسی وجہ سے قبول نہیں کیا۔

ت ۴۸۳

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَالْيَوْمَ رِشْوَةً ۔

زمانے میں ہدیہ تھا اور آج رشوت ہے۔

بَابُ إِذَا وَهَبَ هِبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهِ ۔ ص۳۵۳

جب کوئی چیز ہبہ کی یا ہبہ کرنے کا وعدہ کیا پھر موہوب لہ تک وہ چیز پہنچنے سے پہلے مرگیا۔

کو قرعہ اندازی کرلے۔ واپسی پر بہتر یہ ہے کہ دوسری عورتوں کے یہاں سے باری شروع کرے۔ ایک عورت نے اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کردی تو اس کے یہاں اس کی باری میں رہے۔ اسے اپنی باری واپس لینے کا اختیار ہے۔

تشریحات ۴۸۳ اس تعلیق کو ابن سعید نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ پوری تعلیق یہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو ایک دن سیب کی خواہش ہوئی اسے خریدنے کے لئے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ ہم ان کے ساتھ سوار ہوکر چلے تو دیر سمعان کے بچوں نے سیب کے طبق پیش کئے۔ ان میں سے ایک کو ہاتھ میں لے لیا۔ سونگھا پھر لوٹا دیا۔ میں نے (فرات بن مسلم) نے ان سے اس بارے میں عرض کیا تو فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہدیے قبول فرماتے تھے۔ فرمایا ان لوگوں کے لئے ہدیہ تھا اور آج عمال کیلئے رشوت ہے۔

تشریحات ۴۸۴ ہمارے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط ہے۔ اور باب میں جو صورت مذکور ہے اس میں قبضہ نہیں۔ اس لئے واہب یا موہوب لہ کی موت کے بعد

مہ الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضا ص۳۶۳ باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۷۰ الجھاد باب حمل الرجل امرأتہ فی الغزو دون بعض نساءہ ص۴۰۳ ثانی المغازی باب حدیث الافک ص۵۹۴ التفسیر باب قولہ عز وجل ان الذین جاء وا بالافک ص۶۹۶ النکاح باب المرأۃ تھب یومھا من زوجھا لضرتھا ص۷۸۵ ابو داؤد۔ النکاح النسائی عشرۃ النساء۔

ت ۴۸۴ وَقَالَ عُبَيْدَةُ إِنْ مَاتَ وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدَى لَهُ

اور عبیدہ نے کہا۔ اگر ہبہ کرنے والا مرجائے اور جسے ہدیہ کیا گیا اس کی زندگی ہی میں

حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى -

ہبہ علٰحدہ کر لیا گیا ہو تو اس کے وارثین کے لئے ہے اور اگر علٰحدہ نہ کیا گیا ہو تو ہدیہ دینے والے کے ورثہ کا ہے۔

ت ۴۸۵ وَقَالَ الْحَسَنُ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ ان دونوں میں جو بھی پہلے مرجائے تو وہ موہوب لہٗ

إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُولُ -

کے ورثہ کا ہے جب کہ قاصد نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

ہبہ باطل ہوگیا۔ اور شی موہوب واہب کی یا اس کے ورثہ کی ملک ہوگی۔ اور وعدہ کیا تھا ابھی اس پر عمل نہیں کیا تھا۔ کہ مرگیا۔ تو بات ہی ختم ہوگئی۔ وعدہ کرنے والے کے وارثین پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ چونکہ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔

وقال عبیدۃ ان کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ موہوب لہٗ کی حیات میں کسی نے اسے کچھ ہبہ کیا۔ اور اس کی حیات ہی میں اسے اپنی ملک سے الگ کر دیا۔ مثلاً کسی کو دیا کہ فلاں کو دے آؤ۔ اور اس کے بعد دونوں مرگئے۔ تو ہبہ صحیح ہے۔ اور اگر موہوب لہٗ کی زندگی میں علٰحدہ نہیں کیا گیا تو ہبہ صحیح نہیں۔ گویا ان کے نزدیک ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط نہیں۔ صرف غیر موہوب سے علٰحدہ کرنا کافی ہے۔

اور ایک روایت میں۔ فَصَلَتْ کے بجائے وَصَلَتْ ہے یعنی موہوب لہٗ تک پہنچ جائے۔ مگر جمہور کے نزدیک موہوب لہٗ یا اس کے وکیل کا قبضہ تام ہونے کے لئے ضروری ہے۔ شارحین نے اسے جمہور کے مذہب کے مطابق کرنے کے لئے یہ توجیہ کی ہے کہ فَصَلَتْ سے مراد یہ ہے کہ کسی کو پہنچانے کے لئے دیدیا۔ اب اس قاصد کا قبضہ موہوب لہٗ کا قبضہ ہے۔ یہ توجیہ جیسی ہے ظاہر ہے۔ اس پر فصلت کی دلالت علی التعیین نہیں۔ دیگر املاک سے الگ کر کے اپنے گھر رکھنا بھی جدا کرنا ہے۔ البتہ وصلت کی دلالت قبضے پر درست ہے۔ کیونکہ حقیقی وصول یہی ہے۔ کہ موہوب لہٗ اسے اپنے قبضے میں کر لے۔

تشریحات ۴۸۵ عبیدہ نے واہب کی دیگر املاک سے علٰحدہ کرنے یا موہوب لہٗ تک پہنچنے پر تفریق کی تھی۔ اور حضرت امام حسن بصری نے قاصد کے قبضہ کرنے نہ کرنے پر حکم میں تفریق کی ہے۔ یعنی اگر قاصد نے قبضہ کر لیا تھا تو موہوب لہٗ کے ورثہ کا ہے۔ یعنی ہبہ تام ہوگیا۔ اور اگر قاصد نے قبضہ نہیں کیا تھا تو واہب کے ورثہ کا ہے۔ یعنی اس صورت میں ہبہ تام نہیں۔ باب کے دوسرے جز، وعدے کے سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

بَابُ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ ص ۳۵۴ غلام اور سامان پر قبضہ کیسے کیا جاتا ہے۔

حدیث ۱۴۵۵

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائیں تقسیم کیں

قَالَ اقْتَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ

اور مخرمہ کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ تو مخرمہ نے کہا۔ اے بیٹے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

میں لے چلو۔ میں ان کے ساتھ گیا تو کہا اندر جاکر حضور کو بلاؤ۔ میں نے حضور کو بلایا۔ حضور مخرمہ

وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ

کے پاس تشریف لائے۔ اور حضور کے کندھے پر ان میں سے ایک قبا تھی۔ فرمایا

منادی کرادی کہ اگر کسی کو کچھ دینے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو وہ آئے۔ میں حاضر ہوا۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو مجھے تین لپ دیا۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ وعدہ کرکے کوئی وفات پا جائے تو ورثہ کو اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے پیش نظر حضرت صدیق اکبر نے اسے برسبیل تطوع پورا فرمایا۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ ایفاء وعدہ مکارم اخلاق سے ہے۔ اس حدیث میں وجوب پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں۔ اور دَین کے ساتھ ذکر دلیل وجوب نہیں۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ اقتران بالذکر اقتران فی الحکم کو مستلزم نہیں۔

تشریحات ۱۴۵۵ کتاب الشہادات میں ہے۔ کہ حضرت مخرمہ نے در اقدس پہ کھڑے ہوکر کچھ کلام کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سن لیا۔ اور حضرت مخرمہ کے پاس تشریف لائے۔ ہوسکتا ہے کہ ادھر آواز سنکر حضور نے باہر آنے کا قصد کیا ہو اور ادھر مسور اندر گئے ہوں۔ کتاب اللباس کی روایت میں ہے کہ جب حضرت مخرمہ نے حضرت مسور سے کہا کہ اندر جاکر حضور کو بلالاؤ تو یہ بات ان پر گراں گزری حضرت مخرمہ نے کہا کہ جاؤ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبار یعنی سخت گیر نہیں۔ ان کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مومن مخلص تھے۔ منافق نہیں تھے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ حضرت مخرمہ کے مزاج میں کچھ تھا۔ یعنی شدت تھی، سخت کلام اور زود رنج تھے۔

قباء منها کتاب اللباس کی روایت میں ہے۔ من دیباج مزرد بالذھب۔ یہ قبا دیبا کی تھی جو سونے سے مزین تھی۔ دیبا ریشمی کپڑا ہے۔ غالبا یہ ریشم کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یا ان کو اس لئے دیا تھا کہ وہ عورتوں کو پہنائیں یا بیچ کر قیمت صرف کریں۔

وَعَلَیْہِ قَبَاءٌ مِّنْھَا فَقَالَ خَبَأْنَا ھٰذَا لَکَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ فَقَالَ رَضِیَ مَخْرَمَۃُ ؎

میں نے تمہارے لئے چھپا رکھی تھی ۔ مخرمہ نے اسے دیکھا اور عرض کیا مخرمہ خوش ہوگیا۔

بَابٌ اِذَا وَھَبَ دَیْنًا عَلٰی رَجُلٍ ص۳۵۴ مدیون پر جو قرض تھا اسے اسی کو ہبہ کردیا

ت ۴۸۶

قَالَ شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ ھُوَ جَائِزٌ۔

شعبہ نے حکم سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا۔ یہ جائز ہے۔

ت ۴۸۷

وَوَھَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ لِرَجُلٍ دَیْنَہٗ

اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص پر قرض تھا انھوں نے یہ اسے ہبہ کردیا۔

ت ۴۸۸

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عَلَیْہِ حَقٌّ فَلْیُعْطِہٖ اَوْ لِیَتَحَلَّلْہُ مِنْہُ۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کسی کا حق ہو تو یا تو اسے دیدے۔ یا اس سے معاف کرالے۔

مخرمہ بن نوفل یہ بنی زہرہ کے رؤسا میں تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ ۵۴ھ میں ایک سو پندرہ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

تشریحات ۴۸۷ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اموال منقولہ میں اتنے سے قبضہ تام ہوجاتا ہے کہ وہ چیز موہوب لہٗ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ مگر یہ ہبہ نہیں۔ ابراء اور اسقاط حق ہے۔ اس لئے اس میں قبضے کی حاجت نہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وہ موجود ہی نہ ہو پھر ہبہ کیا چیز ہوگی۔ اور اگر ہبہ ہی مانیں تو موہوب لہٗ کا اس میں موہوب پر قبضہ تو پہلے ہی ہوچکا ہے۔ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے موصولا روایت کیا۔

تشریحات ۴۸۸ اس تعلیق کو امام مسدد نے اپنی مسند میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے ہم معنی کتاب المظالم میں حدیث گذر چکی ہے۔ اس کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معافی کے لئے قبضے کی شرط نہیں لگائی اور اگر اس کے لئے قبضہ شرط ہوتا تو مقام اس کا مقتضی تھا کہ اسے ضرور ذکر فرماتے۔

؎ الشہادات باب شہادۃ الاعمیٰ ص۳۶۳ الجہاد باب تسمۃ الامام مایقدم علیہ ص۴۲۰ ثانی اللباس باب القباء وفروج حریر ص۸۶۳ باب المزرد بالذہب ص۸۷۱ الادب باب مداراۃ الناس ص۹۰۵ مسلم الزکاۃ۔ ابو داؤد۔ اللباس۔ ترمذی الاستیذان۔ نسائی الزینۃ۔

بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ ص۳۵۴ ایک شخص کا پوری جماعت کو ہبہ کرنا

۴۸۹ ت

قَالَتْ اَسْمَاءُ لِلْقٰسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ اَبِیْ عَتِیْقٍ وَرِثْتُ عَنْ

حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قاسم بن محمد اور (ابو بکر عبد اللہ) بن ابی عتیق سے کہا۔ مجھے غابہ میں

اُخْتِیْ عَائِشَةَ بِالْغَابَةِ وَقَدْ اَعْطَانِیْ مُعَاوِیَةُ مِائَةَ اَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا۔

اپنی بہن (ام المومنین) عائشہ سے وراثت میں جو زمین ملی تھی اور معاویہ نے جو ایک لاکھ دیا ہے۔ وہ تم دونوں کیلئے ہے۔

اس باب میں امام بخاری حضرت جابر کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے قرض خواہوں سے فرمائیں کہ اس سال میرے باغ کی کھجوریں لے لیں اور بقیہ میرے باپ کا قرض معاف کر دیں۔ اور اگر وہ یہ قبول کر لیتے تو قرض سے سبکدوشی ہو جاتی۔ اور جسے معاف کرتے اس پر قبضہ بھی نہ ہوتا۔ یہ اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت جابر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض نہ کرتے اور اگر عرض بھی کر دیا تھا تو حضور اسے منع فرما دیتے۔ نیز یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرض خواہوں سے وہ نہ فرماتے۔

تشریحات ۴۸۹ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۸ھ ۱۷ رمضان بروز سہ شنبہ کو ہوا ہے۔ اور حضرت اسمار کا وصال ۷۳ھ کے جمادی الآخرہ میں ہوا تھا۔

حضرت ام المومنین کی وارث ان کی دو حقیقی بہنیں حضرت اسمار اور ام کلثوم اور ان کے حقیقی بھائی حضرت عبد الرحمٰن کے لڑکے تھے۔ اس لئے ام المومنین کی سب جائداد انھیں کو ملی۔ اور حضرت محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چونکہ ام المومنین کے حقیقی بھائی نہ تھے بلکہ علاتی بھائی تھے اس لئے محمد بن ابو بکر کی اولاد کو کچھ نہ ملا۔ اور ابن ابی عتیق یعنی ابو بکر عبد اللہ بن ابی عتیق محمد بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی کچھ نہ ملا۔ کیونکہ اس وقت ان کے والد ابو عتیق محمد بن عبد الرحمٰن زندہ تھے۔ ان کو ملا تھا۔ ان کے والد اگر اس وقت زندہ نہ بھی رہتے تو بھی انھیں کچھ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ بھتیجے کی موجودگی میں بھتیجے کی اولاد محروم ہو گی۔ قاسم بن محمد ام المومنین کے بھتیجے تھے۔ اور ابو بکر عبد اللہ بھتیجے کی اولاد حضرت اسمار نے ان دونوں کی دلداری کے لئے مذکورہ بالا ہبہ کیا۔

باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مشاع کا ہبہ صحیح ہے۔ یہ اس حدیث سے اس طرح ثابت کہ جب ایک جماعت کو ہبہ کیا تو ان کا حصہ شائع رہا۔ اس سے ثابت کہ مشاع کا ہبہ درست۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ مشاع کا ہبہ اس وقت باطل ہے۔ جب وہ قابل تقسیم ہو۔ اگر وہ نا قابل تقسیم ہو تو ہبہ صحیح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زمین نا قابل تقسیم رہی ہو۔ نیز قابل تقسیم مشاع کا ہبہ اس وقت صحیح نہیں جب کہ قبضے کے وقت تک مشاع ہی رہے۔ اور اگر قبضے کے وقت تقسیم کر دیا گیا اور شیوع ختم ہو گیا تو ہبہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ اُھْدِیَ لَہٗ ھَدِیَّۃً وَعِنْدَہٗ جُلَسَاءُہٗ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ ص۳۵۵

جب کسی کے ساتھ لوگ بیٹھے ہوں اور اسے ہدیہ دیا جائے وہ سب سے زیادہ حقدار ہے۔

ت ۷۹۰ وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ جُلَسَاءَہٗ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے ساتھ

شُرَکَاءُہٗ وَلَمْ یَصِحَّ۔

بیٹھنے والے اس کے ہدیے میں شریک ہیں۔ اور یہ صحیح نہیں۔

غابہ ۔ اس کے معنی جنگل کے گھنے حصے کے ہیں۔ یعنی جھاڑی اور یہاں مراد ایک مخصوص جنگل ہے جو عوالی مدینہ طیبہ میں تھا جہاں اہل مدینہ کی زمینیں تھیں۔

تشریحات ۷۹۰ یہ تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح مروی ہے مگر سب ضعیف ہیں۔ البتہ موقوف بہ نسبت مرفوع صحت سے قریب تر ہے۔ بیہقی نے اس کو مرفوعا روایت کیا۔ اس میں مندل بن علی ضعیف ہے۔ اسی طرح امام عبد بن حمید نے مرفوعًا روایت کیا ہے مگر وہ بھی ضعیف۔ امام عبدالرزاق سے مرفوعا اور موقوفا دونوں طرح روایت ہے مگر ان سے صحیح ترین روایت موقوف ہی ہے۔ اس کی شاہد روایات مسند امام اسحٰق بن راہویہ میں۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عقیلی نے ام المومنین حضرت عائشہ سے بھی مرفوعًا روایت کی ہے۔ مگر دونوں کی سندیں ضعیف ہیں۔

حضرت ابن عباس کی حدیث تعدد طرق سے انجبار پاکر درجہ حسن تک ضرور پہنچی ہے۔ خصوصًا جبکہ اسکی شاہد دو حدیثیں اور بھی ہیں علامہ ابن بطال نے فرمایا۔ کہ یہ ارشاد بطور استحباب ہے۔ وہ بھی قلیل ہدایا میں جن میں عرف یہی ہو کہ وہ حاضرین پر تقسیم کردی جاتی ہوں۔ مگر مال کثیر یا قیمتی اشیاء کے بارے میں نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہارون الرشید نے خطیر رقم بھیجی وہ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کسی نے حدیث مذکور پڑھی تو فرمایا۔ ان کے مثل میں یہ وارد نہیں یہ کھانے پینے کی چیزوں میں ہے۔

یہی حکایت اس طرح بھی مروی ہے کہ وہاں حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین موجود تھے۔ ان حضرات نے وہ حدیث سنائی تو امام ابو یوسف نے فرمایا یہ کھجور اور عجوہ کے بارے میں ہے۔ پھر اپنے خازن سے فرمایا یہ رقم اٹھالو۔

لم یصح چونکہ امام بخاری نے جو باب قائم کیا تھا۔ یہ اثر اس کے معارض ہے اس لئے اس کی حیثیت واضح فرمادی کہ یہ صحیح نہیں۔ یہ صحیح غلط کا مقابل نہیں۔ بلکہ صحیح سے مراد حدیث کی وہ اعلیٰ قسم ہے جو حسن اور ضعیف کے مقابل ہے۔ مقدمہ[1] میں تفصیل گزر چکی ہے۔

---

[1] جلد اول ص ۳۲، ۳۳، ۳۴

65

بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا ص ۳۵۶ ایسی چیز کا ہدیہ جس کا پہننا ناپسند ہو۔

حدیث ۱۴۵۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے۔ اور اندر تشریف نہیں لے گئے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان سے

اس کے بعد امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹ قرض لیا تھا اور ان کے تقاضے پر اسے عمدہ اونٹ دیا۔

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ اونٹ خریدا تھا۔ جو حضرت عمر نے انھیں سواری کے لئے دیا تھا۔ اور خریدنے کے بعد انھیں عطا فرما دیا۔

پہلی حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اعرابی کو واجب الادا اونٹ سے اعلیٰ اونٹ عطا فرمایا۔ اس اعلیٰ اونٹ کی قیمت واجب الادا اونٹ سے جتنی زائد رہی ہوگی وہ ہدیہ ہوا۔ مگر انھوں نے موجودہ حضرات کو بانٹا نہیں۔ اسی طرح دوسری حدیث کی مطابقت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خرید کر انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ مگر انہوں نے حاضرین میں سے کسی کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ہوا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جسے ہدیہ دیا جائے تنہا وہی اس کا مستحق ہے۔ دوسرے حاضرین مجلس نہیں۔

تشریحات ۱۴۵۶

مُوْشِيًّا۔ وَشْيٌ يَشِيْ سے اسم مفعول ہے۔ اصل مَوْشُوْيٌ تھا سَيِّدٌ کے قاعدے سے واؤ کو یا سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کر دیا گیا، اور شین کے ضمے کو کسرے سے بدل دیا گیا۔ اس کا مصدر "وشیا" اور "وِشَايَةٌ" ہے۔ کپڑے کو منقش کرنے کے معنی میں۔

شراح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پردہ ریشمی تھا مکان کے دروازے میں ریشمی یا منقش پردہ لٹکانا حرام نہیں۔ اور حضرت سیدہ کو یہ ہدایت اس بنا پر تھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے ان زخرفات دنیوی کو پسند نہیں فرمایا۔ زہد اور سادگی کی تلقین کے لئے تھا۔ اسی قبیل سے حضرت سفینہ کی وہ حدیث ہے جسے امام ابن حبان نے روایت کیا ـــــ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس گھر میں تشریف نہیں لیجاتے جس میں نقش و نگار رہتا۔

قال ترسل۔ میں قال کی ضمیر مرفوع فاعل کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

عَلِیٌّ فَذَکَرَتْ لَہٗ ذٰلِکَ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تذکرہ کیا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ تو فرمایا

اِنِّیْ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِہَا سِتْرًا مَّوْشِیًّا فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا فَاَتَاہَا عَلِیٌّ فَذَکَرَ

میں نے اس کے دروازے پر منقش پردہ دیکھا۔ تو میں نے کہا مجھے دنیا سے کیا کام۔ حضرت علی نے آکر حضرت

ذٰلِکَ لَہَا فَقَالَتْ لِیَاْمُرْنِیْ فِیْہِ بِمَا شَاءَ قَالَ تُرْسِلُ بِہٖ اِلٰی فُلَانٍ

فاطمہ کو بتایا۔ تو حضرت فاطمہ نے کہا۔ حضور اس کے بارے میں جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ فرمایا

اَہْلِ بَیْتٍ بِہِمْ حَاجَۃٌ۔ ع

فلاں کے پاس بھیجدو۔ ایسے گھر والے جو اس کے محتاج تھے۔

حدیث ۱۴۵۷ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُہْدِیَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُلَّۃً سِیَرَاءَ فَلَبِسْتُہَا فَرَأَیْتُ الْغَضَبَ فِیْ وَجْہِہٖ

ریشمین حلہ ہدیۃً عطا فرمایا۔ اور میں نے اسے پہن لیا۔ تو چہرۂ انور میں غضب دیکھا۔ تو اسے پھاڑ کر

فَشَقَقْتُہَا بَیْنَ نِسَاءِیْ سہ

اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

تشریحات ۱۴۵۷ حلۃً سیراء۔ سیرا یا تو عطف بیان ہے یا صفت اور ایک دوسری روایت اضافت کی بھی ہے۔ حلہ۔ جوڑے کو کہتے ہیں۔ مثلاً چادر اور تہبند۔ سیراء۔ ریشمین مخطط ایک مخصوص کپڑا تھا۔

بین نسائی اس سے مراد اہلیہ اور قرابت دار عورتیں ہیں مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ بین الفواطم۔ ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں نے اس کی چار اوڑھنیاں بنائیں۔ ایک فاطمہ بنت اسد اپنی ماں کے لئے۔ ایک فاطمہ بنت الرسول اپنی اہلیہ کے لئے اور ایک فاطمہ بنت حمزہ کے لئے۔ راوی چوتھی خاتون کا نام فراموش کر گیا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ زیادہ قریب ہے کہ فاطمہ زوجہ عقیل ابن ابی طالب

سہ ابو داؤد۔ اللباس سلہ صفحات ۳۲۔۳۳۔۳۴

عہ ثانی النفقات باب کسوۃ امرأۃ باب کسوۃ المرأۃ بالمعروف ص۸۰ اللباس باب الحریر للنساء ص۸۶۸ مسلم اللباس۔ نسائی الزینۃ

بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ص۳۵۶ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا۔

حدیث ۱۴۵۸

عَنْ قَتَادَةَ ثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَّكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ

میں کریپ (باریک ریشم) کا جبہ نذر کیا گیا۔ اور حضور ریشم سے منع فرماتے تھے۔ لوگ

فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ

اس کی خوبی پر تعجب کرنے لگے تو ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی

بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا ۔ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

جان ہے۔ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے اچھے ہیں ۔ اور سعید بن عروبہ نے

اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُكَيْدِرَ دُوْمَةَ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہا۔ دومۃ الجندل کے اکیدر نے۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

یہ نذر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی ۔

ہوں۔ اور ابو العلاء بن سلیمان کے خیال میں یہ فاطمہ بنت ابی طالب ام ہانی ہیں۔ مسلم میں ہے کہ یہ حلہ والی دومۃ الجندل نے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

تشریحات ۱۴۵۸ سُنْدُسٌ۔ باریک ریشم جسے کریپ کہتے ہیں۔ اس کے مقابل استبرق ہے۔ موٹا ریشم۔ لوگوں کو تعجب اس جبے کی خوبصورتی اور نرمی پر تھا۔

وقال سعید یہ تعلیق ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ اکیدر نصرانی اور دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی طرف بھیجا تھا۔ یہ گرفتار ہوا اور اس کا بھائی حسان قتل ہوا۔ حضرت سیف اللہ نے اسے مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ تو رحمت عالم صلی اللہ

؎ صفۃ الجنۃ ص۴۶۰ ۔ مسلم الفضائل ۔

حدیث ۱۴۵۹

عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

يَهُوْدِيَّةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری پیش کیا۔ حضور نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر اسے

فَاَكَلَ مِنْهَا فَجِيْءَ بِهَا فَقِيْلَ اَلَا تَقْتُلُهَا قَالَ لَا قَالَ فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُهَا فِيْ

خدمت اقدس میں لایا گیا۔ عرض کیا گیا۔ کیا اسے حضور قتل نہیں فرمائیں گے۔ فرمایا۔ نہیں۔ حضرت

لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۱]

انس نے کہا۔ ہمیشہ اس کے اثر کو حلق کے کوّے نے محسوس کرتا رہا۔

بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِيْنَ ص۳۵۷ مشرکین کو ہدیہ دینا

حدیث ۱۴۶۰

عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میری مشرکہ ماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس نے سرکشی کی۔ جب حضرت سیف اللہ عراق سے شام جارہے تھے تو راستے میں اسے قتل کر دیا۔

دومۃ الجندل مدینہ طیبہ اور دمشق کے درمیان مدینہ طیبہ سے پس منزل اور دمشق سے آٹھ منزل کے فاصلے پر تبوک کے قریب ایک شہر تھا۔ دُومۃ کے معنی گول اور جندل کے معنی پتھر کے ہیں۔ یہاں گول چٹانیں بہت ہیں اس لئے اس کا یہ نام پڑا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ کی نزاع میں فیصلہ کرنے کے لئے دونوں فریق مع اپنے اپنے حکم کے جمع ہوئے تھے۔

تشریحات ۱۴۵۹ اس یہودی عورت کا نام۔ زینب، تھا۔ یہ سلام بن مِشکم کی جورو تھی۔ مرحب کی بہن یا بھتیجی تھی۔ اس حدیث میں شاۃ (بکری) سے مراد بکری کا گوشت ہے۔ امام ابن اسحٰق نے فرمایا۔ کہ اس نے پوچھا کہ کون سا عضو سب سے زیادہ حضور کو پسند ہے بتایا گیا کہ دست تو اس نے اس میں زیادہ زہر ملا دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لقمہ منہ میں لیا اور اگل دیا۔ فرمایا اس میں زہر ہے کوئی نہ کھائے۔ مگر حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ممانعت سے پہلے ہی کھا لیا تھا جس کے اثر سے تین دن کے بعد واصل بحق ہوگئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا

[۱] مسلم الطب۔ ابوداؤد الدیات

قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

کے زمانے میں میرے پاس آئیں۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ وَهِيَ

کیا۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہیں کیا ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی

رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ ؎

ہوں۔ فرمایا۔ اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

بَابٌ صـ ۳۵۷

حدیث ۱۴۶۱ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ بَنِي صُهَيْبٍ

عبداللہ بن عبیداللہ بن ابو ملیکہ نے خبر دی۔ کہ ابن جُدعان کے آزاد کردہ غلام

کیوں کیا۔ تو اس نے کہا آپ نے میرے باپ چچا بھائی اور شوہر کو مار ڈالا۔ میں نے اس لئے ایسا کیا اگر آپ نبی برحق ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے باخبر کر دے گا۔ اور اگر جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے آرام پا جائیں گے۔ اس وقت اس سے درگذر فرمایا۔ مگر بشر بن برار کے جاں بحق ہونے کے بعد قصاص میں قتل کرا دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہوگئی تھی۔ مگر چونکہ اسلام لانے سے زمانہ کفر کے جرم کی وجہ سے اگر قصاص واجب ہو تو وہ ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے سزا ملی۔

تشریحات ۱۴۶۰ حضرت اسماء کی والدہ کا نام قُتَیلہ تھا یا قتلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے قبل اسلام نکاح کیا تھا۔ اور پھر طلاق دیدیا تھا۔ ادب میں ہے کہ اسی موقع پر سورہ ممتحنہ کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ۔

(آیت ۸ - ۹)

اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع نہیں فرماتا جو نہ دین کے معاملے میں تم سے لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تم کو صرف انہیں لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے کیلئے مدد کی۔ جو ان سے دوستی کریگا وہی ظالم ہے

؎ الجہاد باب ثانی الادب باب صلۃ الوالد المشرک۔ باب صلۃ المرأۃ امہا۔ ص ۸۸۴۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ الزکوٰۃ۔

مَوْلَى ابْنِ جُدْعَانَ اِدَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت صہیب کی اولاد نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صہیب کو دو گھر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى ذٰلِكَ صُهَيْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلٰى ذٰلِكَ

اور ایک کو ٹھڑی عطا فرمائی تھی۔ مروان نے کہا اس کی کون گواہی دیگا۔ ان لوگوں نے کہا

قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ ابن عمر۔ مروان نے انھیں بلایا۔ انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً فَقَضٰى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ۔

نے صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ عطا فرمایا تھا۔ انکی گواہی پر مروان نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

کتاب الادب ہی میں ہے کہ اپنے بیٹے کو لے کر آئی تھیں۔ جس کا نام حارث تھا۔ اور یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان آئی تھیں مستغفری نے ان کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی ہدیہ کے لئے منقی، گھی اور سلم کے پتے ساتھ لائی تھیں حضرت اسماء نے انھیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ ان کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ ان کا ہدیہ قبول کروں یا نہیں۔ اور اس کے عوض انھیں کچھ ہدیہ دوں یا نہیں۔

احکام ذمی کفار کو ہدیہ دینا اور ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور یہی اس آیت کا مفاد ہے۔ حربی کفار کو نہ ہدیہ دینا جائز نہ ان کا ہدیہ قبول کرنا درست۔ ہندوستان کے کفار حربی ہیں۔ اگرچہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ مگر یہاں آج کے ماحول میں دفع شر کے لئے بقدر دفع شر کفار سے ہدیہ لینا جائز ہے۔

تشریحات حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ عبد اللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس لئے انھیں مولی ابن جدعان کہا۔ حضرت صہیب کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ مروان کے پاس ان میں سے دو صاحب ہی گئے ہوں۔ اس لئے اس نے گواہی کے مطالبے کے وقت لکما۔ کہا۔

عمر بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت صہیب کو یہ گھر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیا تھا۔ اور اعطار کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس بنا پر ہے کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت یا حکم سے دیا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی اور گھر تھا۔

مروان نے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گواہی پر بنی صہیب کو وہ گھر دیدیا حالانکہ یہ ضروری ہے کہ دو گواہ ہوں۔ جواب یہ ہے کہ۔

مروان نہ خدا ترس تھا۔ نہ حاکم عادل اور نہ اس کا کوئی اعتبار۔ اس لئے اس کا اگر کوئی فیصلہ غیر شرعی ہوجائے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر یہاں اس کا بھی امکان ہے کہ اس مکان کے اور کوئی صاحب دعویدار نہ رہے ہوں۔

بَابُ مَاقِيلَ فِي الْعُمْرَىٰ وَالرُّقْبَىٰ أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَىٰ جَعَلْتُهَا لَهُ

عمری اور رقبی کے بارے میں کیا کہا گیا ہے میں نے اسے زندگی بھر رہنے کے لئے گھر دیا یہ عمری

اِسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا جَعَلَكُمْ عُمَّارًا ص۳۵۷

ہے۔ میں نے گھر اس کے لئے کر دیا۔ استعمرکم فیہا۔ میں نے اسے رہنے کے لئے زمین دی۔

حدیث ۱۴۶۲ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَضَى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَىٰ أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ[عه]

نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ عمری اس کا ہے جس کے لئے ہبہ کیا گیا۔

حدیث ۱۴۶۳ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَىٰ جَائِزَةٌ[عه]

وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ عمری جائز ہے۔

ت ۴۹۱ وَقَالَ عَطَاءٌ ثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

اور امام عطاء نے کہا کہ مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

خود مروان نے اپنی شرارت سے کوئی شاخسانہ کھڑا کیا ہو۔ اس پر اس نے گواہی طلب کی ہو۔ ویسے بہت سے علماء انتہائی عادل اور خدا ترس تنہا ایک گواہی پر فیصلے کر دینے کو جائز جانتے ہیں۔

تشریحات ۱۴۶۲-۳ عمری یہ ہے کہ کوئی کسی سے یہ کہدے کہ میں نے اپنا مکان تم کو زندگی بھر کے لئے دیا۔ اس کیلئے عربی میں زیادہ تر یہ صیغے مستعمل ہیں اعمرتہ الدار۔ استعمرتک۔ رقبی یہ ہے کہ

عه مسلم الفرائض ابو داؤد بیوع۔ ترمذی احکام۔ نسائی العمری ابن ماجہ الاحکام۔

عه ابو داؤد البیوع نسائی عمری۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ وَالدَّابَّةَ وَغَيْرَهَا. ص۳۵۷

جس نے لوگوں سے گھوڑا اور چوپایہ یا کچھ اور منگنی لیا۔

حدیث ۱۴۶۴

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ ایک بار مدینے میں گھبراہٹ

فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ

پیدا ہوگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کے ایک گھوڑے کو منگنی لیا۔

أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ

جس کا نام مندوب تھا اس پر سوار ہوئے۔ جب لوٹ کر آئے تو فرمایا ہم نے

شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا ۔ے

کچھ نہیں دیکھا اور اس (گھوڑے) کو دریا پایا۔

یہ کہے۔ میں نے تم کو اپنا گھر دیا اس شرط پر کہ اگر میں تم سے پہلے مرگیا تو یہ تمہارا ہے۔ اور اگر تم پہلے مرگئے تو میرا ہے۔ اس کے لئے عربی میں ارقبتك کا لفظ رائج تھا اس لئے اسکو رقبیٰ کہتے ہیں۔ عمریٰ جائز ہے۔ البتہ جسے دیا وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔ مُعمَر کی زندگی بھر اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے مُعمَر کے مرنے کے بعد وہ مُعمِر کے وارثین کا ہے۔ رقبیٰ جائز نہیں۔ حدیث میں صرف عمریٰ کا تذکرہ ہے۔ دوسرے ائمہ نے اسی پر قیاس کرکے رقبیٰ کو بھی جائز کہا ہے۔ حالانکہ دونوں کی حقیقت میں بین فرق ہے اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کی صحت محل غور ہے"

تنبیہ یہاں سے امام بخاری نے عاریت کے ابواب شروع کردیئے ہیں اگرچہ کسی نسخے میں کتاب العاریۃ نہیں۔ البتہ بعض نسخوں میں تسمیہ ہے۔ ہبہ کے ساتھ عاریت کے ابواب اس لئے ذکر فرمائے کہ ہبہ میں بلاعوض چیز دینا ہے اور اس میں بلاعوض کسی چیز سے منفعت حاصل کرنے کی اجازت دینا ہے۔

تشریحات ۱۴۶۴ ابوطلحہ کا نام زید بن سہل تھا۔ یہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے۔

ے الجہاد باب اسم الفرس والحمار ص۴۰۰ باب الرکوب علی الدابۃ الصعبۃ ص۴۰۰ باب الفرس القطوف ص۴۰۱ باب مبادرۃ الامام عند الفزع ص۴۲۱ ثانی الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب ص۹۱۶ مسلم الفضائل ابوداؤد الادب۔ ترمذی الجہاد۔ نسائی السیر۔

بَابُ الْاِسْتِعَارَةِ لِلْعُرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ ص۳۵۸ زفاف کے وقت دلہن کیلئے منگنی مانگنا۔

حدیث ۱۴۶۵

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ ثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ

ایمن نے کہا میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قطر کا کرتا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ اِرْفَعْ

زیب تن کئے ہوئے تھیں۔ جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ ام المومنین نے فرمایا۔ نظر اٹھاکر

بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهَا تُزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهٗ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ

میری باندی کو دیکھو۔ یہ گھر میں اس کرتے کے پہننے کو ناپسند کرتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ

لِيْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان میں کا ایک کرتا میرے پاس تھا۔ جب مدینے میں کسی عورت کو

امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهٗ۔

دلھن بنانا ہوتا تو آدمی بھیجکر مجھ سے عاریۃ منگوا لیا جاتا۔

ان وجدناہ لبحراً کوفیوں کی بنا پر یہ ان نافیہ معنی میں ما کے ہے۔ اور لبحراً کا لام بمعنی اِلّا۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ ہم نے اس کو نہیں پایا مگر سمندر۔ اسکی نظیر یہ آیت ہے ان ھذان لساحران۔ ان کی تخفیف کی قرأت پر۔ اور بصریوں کے نزدیک یہ انّ مثقلہ سے مخفف تحقیق کے لئے ہے۔ اور لام تاکید کیلئے۔

گھوڑے کے ناموں میں سے "بحر" بھی ہے۔ بحر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو کبھی تھکتا نہ ہو۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے کا نام بحر تھا۔ ایک روایت میں حضرت ابو طلحہ کے اس گھوڑے کی صفت قطوف آئی ہے۔ یعنی سست رفتار۔ دوسری روایت میں بطی بھی وارد ہے۔ یعنی سست۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ وہ اتنا تیز رفتار ہوگیا کہ اسے بحر فرمایا۔

تشریحات ۱۴۶۵ قِطر۔ بحرین میں قطر ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں جو کپڑے تیار ہوتے تھے ان کو قطر کہا جاتا تھا۔ قاف کا کسرہ نسبت کیلئے ہے۔ یہ روئی وغیرہ کا موٹا معمولی کپڑا تھا۔

ثمن خمسة دراهم اسمیں چار طریقہ جائز ہے۔ ثُمِّنَ۔ باب تفعیل سے ماضی مجہول۔ اور خمسة فتحہ کے ساتھ منصوب بنزع خافض۔ یعنی ثُمِّنَ ای قُوِّمَ بخمسةٍ۔ ثَمَنَ منصوب بنزع خافض ای بثَمَنِ خمسةِ دراھم۔ ثمنُ خمسةِ دراهمَ اضافت کے ساتھ۔ ثمنٌ مرفوع مبتدا خمسة بھی مرفوع خبر۔ البتہ اس میں ضمیر مقدر ہوگی۔ یعنی ثمنه خمسة دراھم۔

بَابُ فَضْلِ الْمَنِيحَةِ ص۳۵۸ نفع حاصل کرنے کے لئے عطیے

حدیث ۱۴۶۶

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً

علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین عطیہ خوب دودھ دینے والی اونٹنی اور خوب دودھ دینے

وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُوْ بِإِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِإِنَاءٍ ۔ ‍ـه

والی بکری ہے۔ صبح کو بھی برتن بھر دے اور شام کو بھی۔

حدیث ۱۴۶۷

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب مہاجرین مکے سے مدینے

لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ مَّكَّةَ وَلَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ وَكَانَتِ

آئے۔ اور حال یہ تھا کہ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور انصار زمین جائداد والے تھے۔

تُزْهِي اسکے معنی ناپسند کرنے کے ہیں۔ بعض مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے یہ گھر میں مجھے ایسا کرتا پہننے سے منع کرتی ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ ان تلبسہ واحد مونث غائب کا صیغہ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لونڈی یہ کرتا پہننے کو ناپسند کرتی ہے۔ عمدۃ القاری میں اس کی شرح تنکر او تأنف کی ہے۔

تقین جب کوئی دلہن زفاف کیلئے سنواری جاتی تو وہ کرتا مجھ سے مانگ کرلے جاتے تھے۔ یہ اس عہد مبارک کی عسرت اور تنگدستی کو ظاہر فرمارہی ہیں اور جس وقت فرمارہی تھیں اس وقت کی خوشحالی کو۔ کہ آج لوگ اتنے خوشحال ہوگئے کہ اس کرتے کو گھر کے اندر لونڈی بھی پہننا پسند نہیں کرتی۔ اور ایک وہ وقت تھا کہ رخصتی کے وقت لوگ اسے دلہن کا لباس بناتے اور وہ بھی عام لوگوں کو میسر نہیں تھا تو مجھ سے عاریۃً لیجاتے تھے۔

تشریحات ۱۴۶۶ المنیحۃ۔ منح یمنح منحۃً سے آتا ہے۔ اس کے معنی عطیے اور بخشش کے ہیں۔ یہ عظیمۃ کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ باب میں منیحہ سے مراد نفع حاصل کرنے کیلئے کسی بھی چیز کے دینے کے ہیں۔ عرف میں اس کے معنی وہ دودھ دینے والا جانور ہے جو کسی کو اسلئے دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ اور بال سے نفع حاصل کرے خواہ وہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ اور حدیث میں منیحۃ اپنے لغوی معنی میں ہے۔ یعنی عطیہ۔ لقحۃ۔ وہ دودھ

ـه ثانی الاشربۃ باب شرب اللبن ص۸۳۹

الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰی اَنْ یُّعْطُوْهُمْ

تو انصار نے مہاجرین کو اس شرط پر اپنے باغات دیئے کہ وہ انکے پھلوں میں سے

ثِمَارَ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ وَكَانَتْ اُمُّهٗ اُمُّ

کچھ ہر سال ہمیں دید یا کریں۔ اور انصار کو کام اور محنت سے بچائے رکھیں۔ اور حضرت

اَنَسٍ اُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ فَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ

انس اور عبد اللہ بن ابو طلحہ کی والدہ ام سُلیم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھجور کے

بْنِ مَالِكٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَاَعْطَاهُنَّ النَّبِىُّ

چند درخت نذر کئے تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درخت اسامہ بن زید کی والدہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَوْلَاتَهٗ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

ام ایمن کو عطا فرما دیئے۔ ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے۔ اور مدینہ

لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ اَهْلِ خَيْبَرَ وَانْصَرَفَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَى

واپس تشریف لائے۔ تو مہاجرین نے انصار کے عطیات واپس کر دیئے۔ اور

الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِىْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس کی والدہ کو ان کی کھجور کے باغ واپس

دینے والی اونٹنی جس نے جلد ہی بچہ دیا ہو۔ الصفی۔ صاف ستھری خوب دودھ دینے والی۔ اشربہ کی روایت میں نعم الصدقۃ ہے۔ یہاں بھی صدقہ کا لغوی معنی مراد ہے یعنی عطیہ۔ جیسا کہ ابن تین نے کہا۔ اور سیاق بھی اسی کا مؤید ہے۔

تشریحات ۱۴۶۷ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ باب میں عطیے سے مراد عام ہے۔ کوئی بھی چیز کسی کو اسلئے دی جائے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرے اور پھر واپس کر دے۔ اس حدیث میں ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد مہاجرین نے انصار کے عطیے واپس کئے۔ مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے جلاوطن اور بنی قریظہ کے استیصال کے بعد جب ان کی آراضی مہاجرین کو عطا ہوئی تو انھوں نے انصار کرام کو ان کے عطیات واپس کر دیئے تصہ یہ ہے کہ یہ عمل تدریجاً ہوا ہے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کی آراضی ملنے کے بعد

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلیٰ اُمِّہٖ عِذَاقَہَا فَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی جگہ ام ایمن کو اپنے باغ میں سے

وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَکَانَہُنَّ مِنْ حَائِطِہٖ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ اَخْبَرَنَا

عطا فرمایا۔ اور بطریق احمد بن شبیب یونس سے جو روایت ہے۔ اس میں حائطہ کی جگہ

اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ بِہٰذَا وَقَالَ مَکَانَہُنَّ مِنْ خَالِصِہٖ ؎

خالصہ ہے یعنی خالص اپنے مال سے۔

حدیث ۱۴۶۸

عَنْ اَبِیْ کَبْشَۃَ السَّلُوْلِیْ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالیٰ عَنْہُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ

نے فرمایا۔ چالیس عادتیں ایسی ہیں کہ ثواب کی امید اور اللہ کے وعدے کو سچ جانتے ہوئے جو شخص ان میں سے

خَصْلَۃً اَعْلَاہُنَّ مَنِیْحَۃُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَۃٍ مِّنْہَا رَجَاءَ ثَوَابِہَا

ایک عادت پر عمل کرے گا۔ اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ان میں سب سے اعلیٰ بکری کا منیحہ ہے۔

وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِہَا اِلَّا اَدْخَلَہُ اللہُ بِہَا الْجَنَّۃَ قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ

(راوی حدیث) حسان بن عطیہ نے کہا۔ کہ ہم بکری کے عطیے کے علاوہ ان میں سلام اور چھینک کے جواب

مَنِیْحَۃِ الْعَنْزِ مِنْ رَّدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِمَاطَۃِ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ

دینے اور راستے سے ایذا دینے والی چیزوں کے ہٹانے اور اس کے مثل اور چیزوں کو شمار کیا۔

وَنَحْوِہٖ فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشَرَۃَ خَصْلَۃً ؎

ہم پندرہ سے زیادہ پر عمل نہ کر سکے۔

پہلے مہاجرین نے واپس کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کو اراضی ملتی گئی وہ واپس کرتا گیا۔ اور تکمیل خیبر فتح ہونے کے بعد ہوئی ہے۔ کبھی ابتدائی مراحل کو بیان فرمایا کبھی تکمیل کو۔ اسلئے کوئی تضاد نہیں۔

تشریحات ۱۴۶۸

یہ چالیس عادتیں کون کون ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمایا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے اس بنا پر نہیں بیان فرمایا۔ کہ کہیں یہ دوسرے اعمال خیر کے چھوڑنے کا سبب نہ بن جائیں —— علامہ بطال نے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے کچھ حضرات نے ان سب کو جمع کرنے کی کوشش کی تو تعداد چالیس سے زائد پہنچ گئی۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ رجما بالغیب اور اٹکل ہے۔"

؎ مسلم المغازی۔ نسائی المناقب۔ ؎ ابو داؤد زکوٰۃ۔

کتاب الشہادات ص ۳۵۹　گواہیوں کا بیان

بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِى ص ۳۵۹　چھپے ہوئے آدمی کی گواہی

۴۹۲ وَاَجَازَهٗ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ وَكَذَالِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ
ت حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جائز کہا اور فرمایا جھوٹے بدکار کیساتھ ایسا کیا جاتا ہے
۴۹۳ وَقَالَ الشَّعْبِىُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ السَّمْعُ شَهَادَةٌ ۔
ت اور شعبی ابن سیرین عطاء قتادہ نے کہا کہ سُنکر گواہی دینا جائز ہے ۔

تشریحات ۴۹۲ | عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار صحابہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بارہ سال کے تھے۔ ان کے سر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ کوفے کی سکونت اختیار کر لی تھی وہاں کے والی بھی بنائے گئے۔ ۸۵ھ میں واصل بحق ہوئے [1] یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنکی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے ہیں۔

اس تعلیق کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جھوٹا ہے یا بدکردار ہے اور اتنا چالاک ہے کہ اس کے خلاف گواہی نہیں مل پاتی تو یہ جائز ہے کہ کوئی شخص چھپ کر اس کی باتیں سُنے اور بدکرداری کرتے ہوئے دیکھے اور پھر گواہی دے۔ اس کی یہ گواہی مقبول ہے۔

تشریحات ۴۹۳ | ہمارے یہاں تحمل شہادت کے لئے ضروری ہے کہ بات کرنے والے کو دیکھا ہو اور یہ کہ دونوں ایک مکان میں ہوں۔ مگر یہ حضرات فرماتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ صرف سن لینا کافی ہے اگر بولنے والے کو نہ بھی دیکھیں تو اس کی کہی ہوئی بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔

---

[1] اکمال

۴۹۴ وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَّلٰكِنْ سَمِعْتُ كَذَا وَكَذَا۔

ت اور حضرت امام حسن بصری نے فرمایا۔ (اس صورت میں) یہ کہے انھوں نے مجھ کو کسی چیز پر گواہ نہیں بنایا ہے۔ ہاں میں نے ایسے ایسے سُنا ہے۔

۱۴۶۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَأَبَتَّ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رفاعہ قرظی کی زوجہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی کہ اس نے مجھے طلاق دیدی۔ اور قطعی طلاق دیدی۔ اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن

تشریحات ۴۹۴ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے روایت کیا ہے۔ کہ امام حسن بصری نے فرمایا اگر کسی نے کسی قوم سے کچھ سُنا ہے تو اسے جائز ہے کہ قاضی کے پاس آکر یہ کہے۔ انھوں نے مجھ کو گواہ نہیں بنایا مگر میں نے ایسے ایسے سُنا ہے۔

اس ارشاد میں، سمع من قوم شیئاً کا اطلاق اس صورت کو بھی شامل ہے کہ اس قوم کو اس نے نہ بھی دیکھا ہو تو گواہی دے سکتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس باب میں "ابن صیاد" کی حدیث لائے ہیں۔ اس حدیث کے اس جملے کو اس باب سے مطابقت ہے ــــ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ قبل اس کے کہ ابن صیاد مجھے دیکھے میں اس کی کچھ بات سن لوں۔ اور حضور اپنے آپ کو کھجور کے پتّوں کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کرتے رہے۔ مطابقت یوں ہے کہ اگر مختبی کی گواہی غیر معتبر ہے۔ تو اس طرح سننا بیکار تھا۔

تشریحات ۱۴۶۹ یہ خاتون جن کا یہ قصہ ہے۔ تمیمہ بنت وہب تھیں۔ فَأَبَتَّ۔ سے مراد یہ ہے کہ تین طلاقیں دیدی۔ عسیلتہ۔ عسل۔ مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی۔ یہاں اس کی تانیث کا لحاظ کرتے ہوئے تصغیر میں تا زائد فرمائی۔ اس سے مراد جماع ہے۔ عسیلتہ۔ تصغیر سے یہ افادہ فرمایا۔ کہ اس کے لئے نہ انزال شرط ہے نہ پورے قضیب کا دخول۔ غیبوبت حشفہ کافی ہے۔

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ شوہر ثانی جماع بھی کرے صرف نکاح حلالہ کے لئے کافی نہیں۔

بْنَ الزُّبَيْرِ فَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ
بن زبیر سے شادی کرلی۔ مگر میں نے ان کے ساتھ کپڑے کے پھندنے کے مثل پایا۔ ارشاد
تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ
فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کی طرف لوٹے۔ نہیں۔ یہاں تک کہ تو اس کے شہد کو اور
وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ
وہ تیرے شہد کو چکھ نہ لے۔ اور ابو بکر حضور کے پاس بیٹھے تھے اور خالد بن سعید بن عاص دروازے
يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هَذِهِ مَا
پر کھڑے اندر آنے کی اجازت کے منتظر تھے۔ انھوں نے کہا۔ اے ابو بکر کیا آپ اس کی یہ بات
تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎
نہیں سن رہے ہیں جو وہ بلند آواز سے کہہ رہی ہے۔

مطابقت:۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانہ اقدس کے اندر نہیں تھے۔ باہر دروازے پر تھے۔ گویا ایک طرح ان خاتون سے چھپے ہوئے تھے اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر حضرت خالد بن سعید کو ٹوکا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ چھپ کر سنی ہوئی بات پر اعتماد جائز اور جب اعتماد جائز تو اس کی شہادت دینی بھی جائز۔

ہمارے یہاں ضروری ہے کہ گواہ اس مکان کے اندر موجود ہو جہاں واقعہ ہوا۔ اگر مکان کے باہر سے کوئی بات سنی تو گواہی دینی جائز نہیں۔ اور اس واقعے میں شہادت سرے سے ہے ہی نہیں۔

بَابُ الشُّهَدَاءِ الْعُدُولِ وَقَوْلِ اللهِ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق) وَمِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔

بقرہ آیت ۲۸۲ ص ۳۶۰

شاہد عادل اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ بنالو اور ان گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو۔

توضیح باب گواہ کو گواہی دیتے وقت عادل ہونا ضروری ہے۔ غیر عادل کی گواہی مقبول نہیں۔ عادل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان اور شریعت کا پابند ہو، کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔ ایسی حرکات نہ کرتا ہو جو وقار کے خلاف ہو۔ مثلاً صرف تہبند اور بنیائن پہن کر

ع ۵ الثانی الطلاق باب من اجاز الطلاق الثلث ص ۷۹۲، دو طریقے سے باب من قال لامرأتہ انت علی حرام ص ۷۹۲ باب اذا طلقہا ثلاثا ثم تزوجت ص ۸۰۱۔

۱۴۷۰ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حدیث عبد اللہ بن عتبہ نے کہا۔ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ

سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی کی بنا پر مواخذہ ہوتا تھا۔ اور وحی منقطع

عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدْ

ہوگئی اب دارومدار تمھارے ظاہری اعمال پر ہے۔ جس سے بھلائی ظاہر ہوگی اسے امن دیں گے اور

انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ اَظْهَرَ

اسے اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے باطن سے کچھ سروکار نہیں۔ اللہ اس کا حساب لینے

لَنَا خَيْرًا اَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ

والا ہے۔ اور جس سے برائی ظاہر ہوگی اسے نہ امن دیں گے نہ اس کو سچا جانیں گے

يُحَاسِبُهٗ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ

وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ۔

اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

باہر نکلنا، بازاروں میں کھانا پینا۔ اور نصاب بھی ضروری ہے، یعنی کم از کم دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں صرف عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ ان دونوں جز پر امام بخاری دو آیتوں سے دلیل لائے ہیں۔ پہلی آیت سورہ طلاق کی ہے۔ فرمایا۔ وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کر لو۔ اس آیت سے دونوں جز صراحۃً ثابت ہیں۔ دوسری آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔ اس کے پہلے فرمایا۔ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اور اپنے مردوں میں دو کو گواہ بنالو اور اگر دو گواہ نہ ہوں فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ۔ تو ایک مرد اور دو عورتوں کو ان میں سے جو تمھیں پسند ہوں۔ اس آیت کا اگلا حصہ نصاب شہادت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور ممن ترضون سے ان کے عادل ہونے کی شرط مستفاد ہوتی ہے۔ ایک دیندار عقلمند کسی ثقہ ہی کو گواہی کے لئے پسند کرے گا۔ فاسق فاجر کاذب کو گواہی کیلئے کون پسند کرے گا۔

تشریحات ۱۴۷۰ یعنی وحی کے ذریعہ لوگوں کی اندرونی حالت قطعی یقینی طور پر معلوم ہو جاتی تھی اب کسی کی باطنی حالت یقینی طور پر نہیں جانی جا سکتی۔ اس لئے مدار کار ظاہر پر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ظاہر کے اعتبار سے عادل ہے تو اسے عادل مانیں گے اور اس کی گواہی قبول کریں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ حقیقت میں کون عادل ہے

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ ص ۳۶۰

نسب اور مشہور رضاعت اور قدیم موت کی گواہی۔

۴۹۵ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ — وَالتَّثَبُّتُ فِيهِ۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے اور اس معاملے میں پوری تحقیق کرنا۔

کون نہیں۔ اسے معلوم کرنے کے ہم مکلف نہیں۔ اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔ ظاہر کے اعتبار سے جو عادل ہے اسے عادل ہی ماننا ہے۔

تشریحات ۴۹۵ باب کا مفاد یہ ہے۔ کہ نسب اور رضاعت اور قدیم موت پر محض سنی سنائی خبروں پر گواہی درست ہے۔ جبکہ یہ سب مشہور و معروف ہوں۔ اس تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب النکاح میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ثویبہ۔ ثوبۃ۔ کی تصغیر ہے یہ خسقی ازلی ابولہب کی باندی تھیں۔ ثویبہ نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلایا۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ پھر حضرت ابو سلمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سابق شوہر کو پلایا۔ کتاب النکاح میں یہ بھی ہے۔

کہ ابولہب نے انھیں آزاد کر دیا تھا اس کے بعد ثویبہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا مرنے کے بعد ابولہب کو اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں بدترین حالت میں دیکھا۔ انھوں نے پوچھا۔ کیا ملا۔ ابولہب نے جواب دیا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی آرام نہیں ملا۔ سوائے اس کے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے اس سے (اس سوراخ کی جانب اشارہ کیا جو انگوٹھے اور بعد والی انگلی کے درمیان تھا) کچھ پینے کو مل جاتا ہے۔

سہیلی کی روض الانف میں ہے۔ کہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور ابولہب نے یہ کہا تھا کہ ہر دوشنبے کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو پیدا ہوئے تھے۔ ثویبہ نے ولادت مبارکہ کی بشارت دی تو انھیں ابولہب نے آزاد کر دیا۔

اس پر علما نے لکھا کہ ولادت پاک کی خوشی منانے پر ابولہب کو جہنم میں انعام ملا تو اگر کوئی مسلمان خوشی

۱۴۷۱ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا افلح نے میرے پاس

قَالَتْ اِسْتَاذَنَ عَلَيَّ اَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَهٗ فَقَالَ اَتَحْتَجِبِيْنَ

آنے کے لئے مجھ سے اجازت طلب کی۔ تو میں نے اسے اجازت نہیں دی اس پر اس نے کہا

مِنِّيْ وَاَنَا عَمُّكِ فَقُلْتُ كَيْفَ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْضَعَتْكِ امْرَاَةُ

آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا چچا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا، کیسے؟

اَخِيْ بِلَبَنِ اَخِيْ فَقَالَتْ سَاَلْتُ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اس نے بتایا کہ میرے بھائی کی بیوی نے میرے بھائی کا دودھ آپ کو پلایا ہے ام المومنین

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَ اَفْلَحُ اِيْذَنِيْ لَهٗ عہ

نے فرمایا میں نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا افلح نے سچ کہا اسے اجازت دیدو۔

منائے تو اسے کیا کیا انعام ملے گا، یہ کون جانے۔

ابن مندہ نے ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے بعد یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر نوازشیں فرماتے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ سے عطیات ارسال فرماتے۔ خیبر کی فتح کے بعد فوت ہو گئیں۔

مطابقت:۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے سن ہی کر یہ فرمایا کہ ثویبہ نے مجھے اور حمزہ اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہے۔ وہ بھی زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے سن کر۔

والتثبت فیہ:۔ یہ بھی باب کا جز ہے۔ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اور اسے ثابت کرنا۔ یہ صحیح نہیں۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اور اس بارے میں چھان بین تحقیق و جستجو کرنا۔ اس پر دلیل۔ اس باب کی اخیر حدیث کا یہ جز ہے کہ فرمایا۔ یا عائشۃ انظرن من اخوانکم فانما الرضاعۃ من المجاعۃ۔ اے عائشہ دیکھ لو کون تمہارے بھائی ہیں۔ اس لئے کہ رضاعت بھوک سے ہے۔ اس حدیث میں نظر سے رویت بصری آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں۔ بلکہ نظر فکری مراد ہے۔ یعنی تحقیق کر لیا کرو۔

تشریحات ۱۴۷۱ افلح کے وہ بھائی جن کی اہلیہ نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دودھ پلایا تھا ابوالقعیس تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی کتاب النکاح اور کتاب الادب کی روایات میں تشریح ہے۔

عہ ثانی تفسیر سورہ احزاب باب قولہ ان تبدوا شیئا او تخفوہ فان اللہ کان بکل شیئ علیما ص ۷۰۷، النکاح باب لبن الفحل ص ۷۶۴، باب ما یحل من الدخول والنظر فی النساء فی الرضاع ص ۷۸۸ الادب، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تربت یداک ص ۹۰۹ مسلم، ابوداؤد نسائی، النکاح

۱۴۷۲ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ لَا تَحِلُّ لِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ عہ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی صاحبزادی کے بارے میں فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں رضاعت سے وہ حرام ہے۔ جو نسب کی وجہ سے حرام ہے۔ یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ دوسری روایتوں میں اخیر میں ہے کہ اسی وجہ سے ام المومنین فرماتی تھیں کہ ولادت سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے۔ رضاعت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔
حضرت ام المومنین کے ایک اور رضاعی چچا تھے جن کا انتقال ہو چکا تھا۔ ام المومنین نے اپنے ایک رضاعی چچا کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تھا۔ اگر فلاں زندہ ہوتا تو میرے پاس آتا۔ فرمایا۔ ضرور آتا۔ رضاعت سے بھی وہ تمام حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جو ولادت سے ثابت ہوتی ہے۔

تشریحات ۱۴۷۲ کتاب النکاح میں یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضور حمزہ کی صاحبزادی سے کیوں نہیں شادی فرمالیتے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ وہ میرے لئے حلال نہیں۔ الخ یہ عرض کرنے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مسلم[1] میں انھیں سے مروی ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ قریش کی عورتوں کو اختیار فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرماتے ہیں۔ فرمایا کیا تمھارے پاس کچھ ہے۔ تو میں نے عرض کیا۔ حمزہ کی بیٹی حضرت حمزہ کی یہ صاحبزادی وہی ہیں جو عمرۃ القضاء کے موقع پر یا عماہ یا عماہ۔ اے چچا۔ اے چچا کہتی ہوئی حاضر ہوئی تھیں۔ جن کا نام عمارہ۔ یا امامہ تھا۔ یا کچھ اور۔

عہ النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ص ۷۶۴ مسلم، نسائی، ابن ماجہ النکاح

[1] اول الرضاع باب ما یحرم من الرضاع ما یحرم من الرحم ص ۴۶۷۔

۱۴۷۳ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَاذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَاذِنُ فِيْ بَيْتِكَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ كَانَ فُلَانٌ

حدیث عمرہ بنت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تھے کہ انھوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حفصہ سے انکے گھر میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کوئی شخص ہے جو حضور کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرا یہ خیال ہے کہ یہ فلاں ہے۔ حفصہ کے رضاعی چچا کو بتایا اب عائشہ نے

۱۴۷۳ تشریحات بنیت حفصہ اور قالت عائشہ کے درمیان فتح الباری اور عمدۃ القاری کے ساتھ جو متن ہے اسمیں۔ قالت عائشۃ یا رسول اللہ اراہ فلانا لعم حفصۃ من الرضاعۃ زائد ہے۔ مگر ہندوستانی مطبوعہ میں نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نہیں ہونا چاہئے۔ مسلم میں ہندوستانی مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہے۔

ان الرضاعۃ : نسب کی بنا پر جتنے رشتے والے سے نکاح حرام ہے رضاعت کی بنا پر بھی ان سب سے نکاح حرام ہے۔ البتہ ان میں سے یہ چند رشتہ دار مستثنیٰ ہیں۔ اول۔ بھائی اور بہن کی ماں۔ یہ نسب میں حرام ہے۔ اس لئے کہ وہ یا تو اس کی ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ اور یہ دونوں حرام ہیں۔ مگر رضاع میں حرام نہیں۔ کیونکہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ رضاعی بھائی/بہن کی رضاعی ماں رضاعی بھائی بہن کی حقیقی ماں۔ حقیقی بھائی بہن کی رضاعی ماں۔

دوم: بیٹے یا بیٹی کی بہن۔ یہ نسب میں حرام ہے۔ کیونکہ وہ یا تو اس کی بیٹی ہوگی یا ربیبہ۔ مگر رضاعت میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ حقیقی بیٹے یا بیٹی کی رضاعی بہن۔ رضاعی بیٹے یا بیٹی کی حقیقی بہن۔ سوم: بیٹے یا بیٹی کی دادی۔ یہ بھی نسب میں حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ یا تو ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ۔ اور رضاعت میں کوئی رشتہ موجب حرمت نہیں۔

حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق عرض کیا اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے پاس آتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا بیشک

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يُحَرِّمُ مِنَ الْوِلَادَةِ عــه

رضاعت بھی ان لوگوں کو حرام کرتی ہے جسے ولادت حرام کرتی ہے۔

۱۴۷۴ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي رَجُلٌ فَقَالَ يَا

تعالی علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک مرد تھا حضور نے دریافت فرمایا

عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا قُلْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَ يَا عَائِشَةُ انْظُرْنَ

اے عائشہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میرا رضاعی بھائی ہے فرمایا اے عائشہ تحقیق

مَنْ إِخْوَانُكُمْ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ عــه

کرلیا کرو کون تمہارا بھائی ہے۔ اسلئے کہ رضاعت وہ معتبر ہے جو بھوک دور کرے۔

چہارم۔ چچا یا پھوپھی کی ماں۔ یہ نسب میں دادی ہوگی۔ اس لئے حرام ہے۔ مگر رضاعت میں حرام نہیں۔

پنجم۔ ماموں یا خالہ کی ماں از روئے نسب حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کی نانی ہوگی۔ مگر از روئے رضاعت حرام نہیں۔

ششم۔ بھائی کی بہن۔ نسبًا حرام ہے۔ مگر رضاعًا نہیں۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ حقیقی بھائی کی رضاعی بہن رضاعی بھائی کی حقیقی بہن۔ رضاعی بھائی کی رضاعی بہن۔ نسبی بھائی کی بہن سے بھی ایک صورت میں نکاح درست ہے۔ سوتیلے بھائی کی بہن جو دوسرے باپ سے ہو۔

تشریحات ۱۴۷۴ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔ جوع میں ایک لغت ہے۔ جس کے معنی بھوک کے ہیں یعنی وہ رضاعت جس کا شرعًا اعتبار ہے جس کی وجہ سے خصوصی رشتہ اور آپس میں نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہے جو بچے کی بھوک دور کر سکے یعنی اتنی عمر میں ہو کہ بچے کی کا حقہٗ غذا ہو سکے۔ اگرچہ دوسری چیز مثلاً روٹی وغیرہ اسے نہ دی جائے۔ یعنی بچپنے کی حالت میں دودھ پیئے۔ جس کی مقدار دو سال یا ڈھائی سال ہے۔ حضرت امام اعظم

عــه الجہاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص۴۳۵ ثانی النکاح باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم ص۷۶۴ مسلم، نسائی، النکاح۔ عــه ثانی النکاح باب من قال لا رضاع بعد حولین ص۷۶۴ مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ النکاح۔

نے فرمایا ڈھائی سال اور صاحبین نے فرمایا دو سال۔ صاحبین کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ذٰلِكَ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ ارشاد اس کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اسی آیت میں فرمایا:

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ ایضا۔ اس کے بعد اگر ماں باپ باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

فا تعقیب کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دو سال دودھ پلانے کے بعد زوجین کو اختیار ہے کہ باہمی رضامندی سے چاہیں تو دودھ چھڑا سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں اس کا بھی اختیار ہے کہ نہ چھڑائیں۔ دودھ پینے دیں۔ اس سے ثابت کہ دو سال پورے ہونے پر بھی رضاعت کی مدت ہے۔ اس کو حضرت امام اعظم نے چھ ماہ مزید رکھا ہے۔ اس بنیاد پر کہ بچہ یک بیک دودھ نہیں چھوڑتا۔ نیز یہ بچہ کے لئے بلکہ دودھ پلانے والی کے لئے بھی بعض بیماریوں کا سبب ہے۔ دودھ رفتہ رفتہ چھڑایا جاتا ہے اور بچے کو غذا کا عادی بنایا جاتا ہے۔ جب وہ اچھی طرح غذا کھانے لگے تو دودھ چھڑانا مناسب ہوتا ہے۔ تجربے سے اس کی مدت چھ ماہ رکھی گئی ہے۔ جو اقل مدت حمل ہے۔

نیز صاحبین نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔ (احقاف ۱۵) بچے کا ماں کے پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ تو دودھ پلانے کی مدت دو سال بچی۔ حضرت امام اعظم کے مؤیدین فرماتے ہیں۔ کہ ثلثون حمل اور فصال کے مجموعے کی مدت نہیں۔ بلکہ علی سبیل البدلیت ہر ایک کی ہے۔ یعنی حمل کی مدت بھی تیس مہینے اور دودھ پلانے کی بھی۔ مگر ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حمل کی اکثر مدت دو سال رکھی۔ کہ فرمایا۔ بچہ ماں کے پیٹ میں کوئی بچہ دو سال سے زائد نہیں رہتا [۱]

ہمارے یہاں رضاعت کے لئے دودھ کی مقدار شرط نہیں۔ تھوڑا سا دودھ بھی حلق کے نیچے اتر گیا خواہ بطریق معہود خواہ غیر معہود۔ مثلاً شیشی کے ذریعہ پلایا۔ یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ پہنچایا۔ خواہ منہ کے ذریعہ ہو خواہ ناک کے۔ بہر صورت رضاعت ثابت ہوگی۔

دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ دو سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں اور حرمت نکاح میں ڈھائی سال معتبر ہے۔ یعنی ڈھائی سال کی عمر میں بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا۔ تو اس کی رضاعی ماں ہے۔ رضاعت کے تمام رشتے ثابت ہوں گے۔ اگرچہ یہ جائز نہیں کہ دو سال کے بعد دودھ پلایا جائے۔

---

[۱] دارقطنی بیہقی فی سننہما فتح الباری ج رابع ص ۱۸۰۔

بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا۔ (النور)

صلہ۳۶ قاذف اور چور اور زانی کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اور کبھی بھی ان کی گواہی نہ قبول کرو۔ یہ لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کرلی۔

توضیح باب قاذف وہ شخص ہے جس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی۔ اور یہاں مراد وہ شخص ہے جس نے کسی مسلمان عاقل بالغ محصن پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہیں پیش کیا۔ جس کی وجہ سے اس پر حد قذف لگائی گئی ہو۔ اگرچہ باعتبار معنی لغوی اور عرفی وہ بھی قاذف ہے جو زنا کی تہمت لگائے۔ اور چار گواہ نہ پیش کرسکے اور کسی وجہ سے حد قذف سے بچ جائے۔ مگر یہ متنازعہ نہیں۔ یہ اگر توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ تو بالاتفاق گواہی مقبول ہے۔ مختلف فیہ وہ ہے جسے حد قذف لگائی گئی ہو۔ ہمارے یہاں معاملات میں اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں اگرچہ توبہ کرلے۔ اگرچہ جو تہمت لگائی تھی اس سے رجوع کرلے۔ اگرچہ نیک اور صالح ہوجائے۔ عبادات میں اس کی گواہی بعد توبہ قبول کی جاسکتی ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے یہاں بعد توبہ اور ظہور صلاح اس کی گواہی معاملات میں بھی مقبول ہے۔ اس سلسلے میں دونوں فریق کی دلیل سورۂ نور کی یہ چوتھی آیت ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جو لوگ پارسا عورتوں پر (زنا) کا الزام لگائیں پھر چار گواہ چشم دید نہ لائیں تو انھیں اسّی کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور نیک ہوجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

احناف کا استدلال احناف کہتے ہیں۔ کہ محدود فی القذف کے بارے میں یہ ارشاد ہوا۔ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ اس میں شہادۃً نکرہ تحت نفی عموم و استغراق کا افادہ کررہا ہے۔ یعنی اس کی کوئی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ اس کے عموم میں بعد توبہ کی گواہی بھی داخل ہے۔ پھر ابداً یعنی کبھی نہ قبول کرو۔ فرما کر اسے اور واضح اور موکد فرما دیا۔ ابد، استغراق زمان کے لئے ہے۔ جو صراحۃً بعد توبہ کو بھی شامل

شوافع کا استدلال حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا۔ استثنا ہے۔ جس نے توبہ کرنے والوں کو۔ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ کے عموم سے خاص کردیا۔ اس لئے بعد توبہ ان کی گواہی مقبول ہے۔

جواب احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب یہ استثنا متصل ہو۔ اور یہاں استثنار متصل بنتا نہیں۔ کیونکہ مستثنیٰ یعنی اَلَّذِيْنَ تَابُوْا۔ مستثنیٰ منہ یعنی الفسقین میں داخل نہیں۔ کیونکہ توبہ کے بعد فاسق نہیں رہے۔ اس لئے کہ توبہ ماقبل کے گناہ ختم کردیتی ہے۔ اور ان کی شہادت کا نامقبول ہونا تتمہ حد سے ہے۔

اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ لا تقبلوا، فاجلدوھم پر معطوف ہے۔ اور اسی کی طرح جزا دونوں جملہ انشائیہ ہیں اور دونوں کے مخاطب حکام ہیں۔ اور واؤ جمعیت کے لئے آتا ہے تو پوری حد یہ ہوگی کہ اسّی کوڑے بھی مارے جائیں اور ہمیشہ ہمیش ان کو مردود الشہادۃ بھی کر دیا جائے۔ اور ابدا۔ پر جملہ سابقہ پورا ہوگیا۔ اور واولئك سے ایک نیا جملہ شروع ہوا۔ یہ نہ انشاء ہے نہ حکام سے خطاب بلکہ اخبار ہے۔ اور جملہ اسمیہ۔ اس لئے اس کا عطف۔ فاجلدوھم۔ پر درست نہیں اس بنا پر یہ تتمہ حد نہیں یہ بشمول الا الذین تابوا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ جو ماقبل سے متصل ہے۔ اس لئے الا الذین تابوا۔ لا تقبلوا۔ کا مستثنیٰ کسی طرح نہیں بن سکتا۔ لہذا یہ حکم اپنے عموم اور استغراق پر باقی ہے۔

اصلحوا یہ قید اس افادے کے لئے ہے کہ توبہ کے بعد یہ ضروری ہے کہ وہ توبہ پر قائم رہے اور اصلاح و تقویٰ سے آراستہ رہے۔ اور اس پر اتنی مدت گذر جائے کہ پورے طور سے اطمینان ہو جائے۔ کہ یہ اب صالح متدین ہوگیا۔ اس کے لئے سال بھر کی مدت مقرر ہے۔

ت	وَجَلَدَ عُمَرُ اَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَّنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ
۴۹۶	اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ اور شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہ
	ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ وَقَالَ مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهٗ
	رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے مارے۔ پھر توبہ کروائی۔ اور فرمایا جو توبہ کرے گا اس کی گواہی قبول کروں گا۔

۴۹۶ تشریحات یہ ناخوشگوار واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے والی تھے۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں حضرت مغیرہ کو ام جمیل نامی ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا۔ کہ جسے میں نے، شبل بن معبد نافع زیاد نے دیکھا ہے۔ یہ چاروں سمیہ کے بطن سے تھے اور سوتیلے بھائی تھے۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کرکے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کا والی بنا کر بھیجا۔ اور انھیں حکم دیا کہ مغیرہ اور ابو بکرہ کو مع دیگر گواہوں کے میرے پاس بھیج دو۔ اس حادثے کے گواہ حضرت ابو بکرہ کے تین سوتیلے بھائی شبل بن معبد نافع، اور زیاد بن ابیہ تھے۔ یہ چاروں سمیہ کے بطن سے تھے۔

جب یہ لوگ مدینہ طیبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ابو بکرہ، شبل اور نافع نے زنا کی گواہی دی۔ مگر زیاد نے صرف یہ کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا ہے۔ اور زور سے سانس لیتے سنا ہے۔ زنا کرتے نہیں دیکھا ہے۔

اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ، شبل بن معبد اور نافع کو اسّی کوڑے مارے جو حد قذف ہے[1] اور ان سے توبہ کرنے کو کہا۔ شبل اور نافع نے توبہ کر لی مگر حضرت ابو بکرہ نے توبہ نہیں کی[2]

---

[1] مستدرک للحاکم جلد ثالث ص۴۵۱۔ [2] بدایۃ نہایۃ جلد ثامن ص۵۵

اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "الام" میں روایت کیا ہے اس کے بنیادی راوی سعید بن مسیب ہیں۔ ان کا مذہب اس کے برخلاف تھا کہ محدود فی القذف کی گواہی مقبول نہیں۔ لمحہ فکریہ یہ ہے۔ کہ اگر واقعی یہ روایت سعید بن مسیب کے نزدیک صحیح ہوتی۔ تو پھر انھیں اس کی کیسے جرأت ہوتی کہ حضرت عمر کے ایسے ارشاد کے خلاف فتویٰ دیں جو انھوں نے صحابۂ کرام کے مجمع عام میں فرمایا۔ جس پر تمام حاضرین صحابہ نے سکوت فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ روایت مذکورہ خود حضرت سعید بن مسیب کے نزدیک معلول ہے۔

۷۹۴ وَأَجَازَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ وَشُرَيْحٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ۔

اور محدود فی القذف کی گواہی کو عبداللہ بن عتبہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ اور زہری اور محارب بن دثار اور شریح اور معاویہ بن قرہ نے جائز رکھا۔

تشریحات ۷۹۴ یہ گیارہ افراد ہیں ان میں سے قاضی شریح اور معاویہ بن قرہ سے کوئی روایت ایسی نہیں جس سے بالتصریح یہ ثابت ہو کہ یہ لوگ محدود فی القذف کی بعد توبہ شہادت قبول کرنے کو جائز جانتے تھے۔ اب صرف نو رہ گئے۔ اور یہ سب تابعی ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جیسا کہ ابن حزم نے سند جید کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام بیہقی نے مثنی بن صباح اور آدم بن فائد سے بطریق عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

لا تجوز شہادۃ خائن ولا محدود فی الاسلام — جسے اسلام میں حد ماری گئی ہو اور خائن کی گواہی مقبول نہیں۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق عبدالرحمن بن سلیمان عن حجاج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے۔ کہ فرمایا۔

المسلمون عدول بعضھم علی بعض الا محدود فی قذف — مسلمان ایک دوسرے پر عادل ہیں سوائے محدود فی القذف کے۔

علاوہ ازیں ان گیارہ افراد میں سے امام مجاہد۔ امام عکرمہ امام شعبی اور قاضی شریح سے یہ بھی مروی ہے کہ قاذف کی گواہی مقبول نہیں۔ مزید برآں امام حسن بصری امام سفیان بن سعید اور امام سعید بن مسیب سے بھی یہی مروی ہے۔

علاوہ ازیں گذر چکا کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ ہم تابعین سے اختلاف کرتے ہیں وہ ہم سے کرتے ہیں۔ وہ بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں۔

۷۹۸ وَقَالَ اَبُوالزِّنَادِ الْاَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِیْنَۃِ اِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ

ت اور ابوالزناد نے کہا۔ ہمارے یہاں مدینے میں یہی ہے کہ قاذف جب اپنے قول سے رجوع

عَنْ قَوْلِہٖ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ قُبِلَتْ شَہَادَتُہٗ

کرلے اور اپنے رب سے توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

تشریح ۷۹۸ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے بطریق حصن بن عبدالرحمٰن ان الفاظ میں روایت کی۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسے قذف کی حد ماری جارہی ہے۔ جب وہ سزا پاچکا تو اس نے توبہ کی۔ میں نے ابوالزناد سے پوچھا تو وہ جواب دیا۔

۷۹۹ وَقَالَ الشَّعْبِیُّ وَقَتَادَۃُ اِذَا اَکْذَبَ نَفْسَہٗ جُلِدَ وَ

ت اور امام شعبی اور قتادہ نے کہا۔ جب اپنے آپ کو جھٹلائے تو اسے

قُبِلَتْ شَہَادَتُہٗ۔

کوڑے مارے جائیں اور اس کی گواہی قبول کی جائے۔

تشریح ۷۹۹ امام شعبی کے قول کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ ابھی گذرا کہ امام شعبی اور قتادہ دونوں سے اس کے برخلاف مروی ہے۔

۵۰۰ وَقَالَ الثَّوْرِیُّ اِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ اُعْتِقَ جَازَتْ شَہَادَتُہٗ

ت امام ثوری نے فرمایا۔ جب غلام کو کوڑے مارے جائیں پھر آزاد کر دیا جائے تو اس کی گواہی

وَاِذَا اسْتُقْضِیَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَایَاہُ جَائِزَۃٌ۔

درست ہے۔ اور جب کہ قاضی بنا دیا جائے۔ تو اس کے فیصلے نافذ ہیں۔

تشریح ۵۰۰ امام ثوری سے اس کے برخلاف یہ بھی مروی ہے۔ کہ قاذف توبہ بھی کرلے جب بھی اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

قَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا تَجُوْزُ شَہَادَۃُ الْقَاذِفِ وَاِنْ تَابَ۔

اور بعض الناس نے کہا۔ قاذف کی گواہی جائز نہیں اگرچہ توبہ کرلے۔

تشریحات یہاں بعض النّاس سے مراد امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ

امام بخاری کی عنایت ہے کہ اس قول کو صرف امام اعظم کی طرف منسوب فرمایا۔ حالانکہ یہی حبرامت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے۔ اور تابعین میں سے امام حسن بصری امام سعید بن مسیب، سفیان بن سعید کا قول ہے علاوہ ازیں امام شعبی، عکرمہ، مجاہد قاضی شریح کا ایک قول بھی یہی ہے۔

نیز حدیث سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر کوئی بات حدیث مرفوع سے ثابت ہو اور وہ حضرت ابن عباس جیسے فقیہ صحابی کا مذہب ہو تو اس پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ آٹھ نو تابعین اس کے خلاف فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَالَ لَا یَجُوْزُ نِکَاحٌ بِغَیْرِ شَاهِدَیْنِ فَاِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَیْنِ جَازَ وَاِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَیْنِ لَمْ یَجُزْ۔

پھر اس نے کہا۔ کہ کوئی نکاح بغیر گواہ کے درست نہیں۔ لیکن اگر محدود کی گواہی میں نکاح کیا تو صحیح ہے اور اگر دو غلاموں کی گواہی میں کیا تو درست نہیں۔

توضیح یہ حضرت امام اعظم پر تعریض ہے۔ اس پر امام بخاری کو تعجب ہے کہ جب محدود فی القذف کی گواہی ناقابل قبول تو ان کی گواہی میں نکاح کیسے درست ہے — اور انھیں حیرت بالائے حیرت یہ ہے۔ کہ دو غلاموں کی گواہی میں نکاح صحیح نہیں مانتے۔

یہ معارضہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت امام بخاری باآں جلالت قدر حضرت امام اعظم کے مدارک علمیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں — فرق یہ ہے کہ تحمل شہادت اور ادا شہادت دو مختلف درجے ہیں۔ تحمل شہادت کے لئے بالغ عادل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ اسلام بھی شرط نہیں۔ صحابۂ کرام نے حالت کفر میں بہت سی باتیں دیکھیں اور سنیں اور اسلام لانے کے بعد اسے بیان کیا تو تمام امت نے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

اس پر اتفاق ہے کہ فاسق اور بچے کی گواہی مقبول نہیں۔ مگر ان کا تحمل شہادت درست ہے یعنی وقوع کے وقت نابالغ تھے یا فاسق تھے۔ مگر ادا شہادت کے وقت متدین اور بالغ ہیں تو ان کی شہادت مقبول ہے — نکاح کے وقت ادائے شہادت نہیں ہوتا — بلکہ صرف تحمل ہوتا ہے۔ اس لئے دو محدود کی گواہی میں نکاح درست ہے۔

رہ گیا دو غلاموں کی شہادت میں نکاح صحیح نہیں۔ اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے ایسے گواہ ضروری ہیں جو قبول و رد کا اختیار رکھتے ہوں۔ غلام اس کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس لئے اس کی گواہی سے نکاح درست نہیں تفصیل ہدایہ اور اس کی شروح میں ملاحظہ کریں۔

وَاَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْاَمَةِ لِرُؤْیَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ۔

اور اس نے محدود اور غلام اور باندی کی گواہی ہلال رمضان کی رویت کے لئے جائز رکھی۔

توضیح امام بخاری کی یہ تعریض اس کی دلیل ہے کہ وہ احناف کے مذہب سے کما حقہٗ واقف نہیں تھے۔ اور اسی ناواقفی کی بنیاد پر کہیں کہیں تعرضیں کردیں۔ ہلال رمضان کی رویت کے ثبوت کے لئے شہادت شرط نہیں۔ محض خبر کافی ہے — جیسا کہ مبسوط سے لے کر شامی تک میں بالتصریح مذکور ہے۔ اور درمختار میں غلام اور باندی کی بھی

خبر مقبول ہے۔ اسی طرح بعد توبہ محدود فی القذف کی بھی۔

وَكَيْفَ تَعْرِفُ تَوْبَتَهُ وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِي سَنَةً۔

اور اس کی توبہ کیسے پہچانی جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا تھا۔

توضیح یہ باب کا تتمہ ہے۔ قاذف کی توبہ کی کیفیت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اکثر سلف نے یہ فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ وہ اقرار کرے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی۔ اور کچھ نے فرمایا کہ صلاح وتقوی پر پابندی ایک مدت تک ظاہر ہو جائے۔ تو یہی توبہ ہے۔ امام بخاری کا بھی رجحان اسی طرف ہے جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔

۵۰۱	وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ
ت	اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں سے بات
	مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُونَ لَيْلَةً
	چیت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ پچاس راتیں گذر گئیں۔

۵۰۱ تشریحات حضرت کعب بن مالک اور مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ واپسی کے بعد ان پر عتاب فرمایا تمام صحابۂ کرام کو حکم دیدیا کہ ان تینوں سے ملنا جلنا، سلام کلام کرنا بند کر دیں۔ پچاس دن کے بعد جب ان کے توبہ قبول ہونے کی بشارت نازل ہوئی تو یہ مقاطعہ ختم ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی۔

مطابقت غزوۂ تبوک میں شرکت کا ان تمام صحابہ کرام کو حکم تھا۔ جو سفر اور جہاد کی استطاعت رکھتے تھے۔ یہ تینوں حضرات باوجود استطاعت کے شریک نہ ہوئے۔ یہ معصیت تھی۔ واپسی پر ان لوگوں سے مؤاخذہ فرمایا تو ان لوگوں نے اقرار کر لیا۔ کہ تخلف ہماری سستی کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ قاذف نے اپنے آپ کو جھٹلایا۔ دونوں اقرار معصیت میں مشترک ہیں مگر اتنے ہی پر ان کی خطا معاف نہ ہوئی بلکہ ان سے قطع تعلق کا حکم ارشاد ہوا جو پچاس دن تک رہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف اقرار معصیت توبہ کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ صلاح وتقوی کے آثار کا ظہور ضروری ہے۔

۱۴۷۵	أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ
حدیث	عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ غزوہ فتح میں ایک عورت نے چوری کی۔ اسے رسول اللہ
	الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ یہی ہوا۔

فَقُطِعَتْ يَدُهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس عورت نے توبہ کی اور اس کی توبہ اچھی رہی۔ اور
تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اس نے شادی کر لی اور وہ میرے پاس آتی تھی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھی۔

۱۴۷۵

تشریحات تکمیل۔ یہ حدیث مختلف ابواب میں بالفاظ مختلفہ پوری یوں مروی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کی۔ قریش اس کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کون بات کرے انھوں نے کہا۔ سوائے اسامہ بن زید کے اور کوئی اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

حضرت اسامہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ تو فرمایا۔ حدود الٰہی میں سفارش کرتا ہے؟۔ اس پر حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور خطبہ دیا۔ تم سے پہلے والے بنی اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی (بالفرض) چوری کرے گی تو اس کا بھی ہاتھ میں کاٹوں گا پھر اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم دیا۔ (الحدیث)

چوری کرنے والی عورت کا نام فاطمہ بن الاسود بن عبد الاسد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھتیجی تھی۔ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر سے قالین میں لپٹا ہوا زیور مع قالین کے چرایا تھا۔

قریش کی خواہش تھی کہ یا تو اسے معاف کر دیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے۔ فدیے کے لئے چالیس اوقیے کی پیش کش بھی کی۔ مگر قبول نہیں فرمایا۔ یہ ارشاد کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ یہ حد کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ دو طرح سے۔ ایک یہ کہ باپ کو بیٹی سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ دوسرے حضرت سیدہ، سیدۃ نساء العالمین ہیں۔ حدود میں ان کی بھی کوئی رعایت نہ ہوگی۔ تو اور کون ہے جس کی رعایت کی جائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو حضرت سیدہ کا نام نامی نہیں لیتے۔ بلکہ یوں روایت کرتے۔ فذكر عضوا شريفا من الاهل ألا الشريفة۔ اور معزز خاتون کا نام لیا۔ سبحان اللہ یہ اسلاف خانوادۂ نبوت کے ساتھ ادب میں کس طرح اوج ثریا پر تھے۔ فجزاه الله خيرا الجزاء۔ ؎۲

؎۱ الانبیاء باب ص۴۹۴ فضائل الصحابۃ باب ذکر اسامۃ ص۵۲۸ دو طریقے سے۔ ثانی المغازی باب ص۶۱۶ الحدود باب اقامۃ الحدود علی الشریف والرضیع باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحدود ص۱۰۰۳ باب توبۃ السارق ص۱۰۰۴ مسلم ابو داؤد الحدود نسائی القطع۔

؎۲ یہ ساری تفصیلات فتح الباری جلد سابع کتاب الحدود سے لی گئی ہیں۔ ۱۲ منہ

اس میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا۔ اس لئے حضرت سیدہ کا نام نامی لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال نے اس عورت کا ہاتھ کاٹا تھا۔ باب کے ساتھ مطابقت فحسنت توبتھا۔ سے ہے۔ توبہ کا حُسن یہ ہے کہ وہ قبل گناہ کی حالت پر آجائے۔ اور قبل معصیت اس کی گواہی قبول تھی تو اقامت حد کے بعد بھی مقبول۔

جب تک معاملہ حاکم تک نہ پہنچے حدود میں شفاعت محمود ہے۔ مدعی اور گواہوں کو سمجھا بجھا کر روکا جائے۔ حدیث میں ہے۔ تعافوا الحدود۔ حدود کو درگذر کرنے کی کوشش کرو۔ مگر جب کہ مجرم موذی ہو۔ مجاہر بے باک ہو تو بہتر ہے کہ اسے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ حاکم کے یہاں معاملہ پہنچنے کے بعد حدود میں شفاعت جائز نہیں اور نہ حاکم کو جائز کہ اسے معاف کرے۔

چور خواہ مرد ہو یا عورت بعد ثبوت دونوں پر یکساں حد، ہاتھ کاٹنا ہے، چور حد جاری ہونے کے بعد توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے۔

۱۴۷۶	عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ
حدیث	حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
	صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ فِيْمَنْ زَنَىٰ وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ
	روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اس شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں تھا سو کوڑے
	مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ [۱]
	مارنے اور ایک سال کے لئے جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔

۱۴۷۶ تشریحات مطابقت کی تقریر یہ ہے کہ حد گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے بمنزلہ توبہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ سال بھر کے لئے جلا وطن کر دیا۔ تاکہ اصلاح حال ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمامیت توبہ کے لئے اصلاح حال ضروری ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کی روشنی میں غیر محصن زانی کے لئے سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ سال بھر تک جلا وطن کرنا حد کا جز قرار دیا ہے۔ ہمارے یہاں بنص قرآن اس کی سزا صرف سو کوڑے ہیں۔ اور اور یہ خبر واحد ہے جس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس زانی کو جلا وطن کرنا بطور سیاست تھا۔ اور اب یہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کفی بالنفی فتنة۔ جلا وطن کرنے کی ممانعت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ فتنہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جلا وطن کیا تو وہ دار الحرب چلا گیا۔ اس پر قسم کھائی کہ اب کسی کو جلا وطن نہیں کروں گا۔ اگر جلا وطن کرنا

---

[۱] مسلم الحدود

حد ہوتی تو حضرت علی مرتضیٰ اسے فتنہ نہ فرماتے۔ اور حضرت عمر سے بربعید ہے کہ حد قائم نہ کرنے کی قسم کھائیں۔

بَابٌ لَا يُشْهِدُ عَلَى جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ ص۳۶۱ جب ظلم پر گواہ بنایا جائے تو گواہ نہ بنے۔

اس باب کے ضمن میں پہلے حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کے والد نے کچھ دیا تھا اور اپنی بقیہ اولاد کو نہیں دیا تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ حضور اس پر گواہ ہو جائیں۔ تو فرمایا۔ لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ۔ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ یا فرمایا۔ لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ۔ میں ظلم پر گواہ نہ بنوں گا۔

۱۴۷۷ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد کا ہے پھر اس کے بعد کا ہے۔ حضرت عمران نے کہا

ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد دو قرن ذکر فرمایا یا تین۔ نبی صلی اللہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلٰثَةً قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے امانت دار

وَسَلَّمَ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ

نہ ہوں گے۔ گواہی دیں گے حالانکہ وہ گواہ بنائے نہیں گئے ہیں منت مانیں گے پوری

وَيَنْذُرُونَ وَلَا يَفُونَ وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ ۔عہ

نہیں کریں گے۔ ان میں مٹاپا ظاہر ہوگا۔

۱۴۷۷ **تشریحات** **قرنی** ۔ قرن کے لغوی معنی زمانہ ہے۔ اس سے مراد ایک زمانے کے لوگ جن کی عمریں قریب قریب ہوں جیسے ہماری زبان میں ہم عمر ہمجولی کہتے ہیں۔ برسوں سے اس کی مقدار متعین کرنے میں اہل لغت کے مابین کثیر اختلاف ہے۔ دس سال، بیس سال، تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال، سو سال، ایک سو بیس سال ــ علامہ عسقلانی نے ستر سال کو اعدل الاقوال قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے۔

عہ فضائل الصحابہ باب اول ص۵۱۵ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص۹۵۱ الایمان والنذور باب اثم من لا یفی بالنذر ص۹۹۱ مسلم الفضائل۔ نسائی النذر۔

اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین[1] میری امت کی عمریں ساٹھ سے لیکر ستر تک ہیں۔

شارحین نے فرمایا کہ قرنی سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ اور پہلے یلونہم سے مراد تابعین اور دوسرے سے تبع تابعین۔ بربنائے قول مشہور صحابہ کا قرن ۱۲۰ھ یا اس سے کچھ کم و بیش میں حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر پورا ہوگیا۔ اس کے بعد ستر اسی سال تک تابعین کا دور رہا۔ پھر پچاس برس تبع تابعین کا رہا۔ لگ بھگ دو سو بیس ہجری میں تبع تابعین کا دور ختم ہوگیا۔ اس کے بعد وہ سب شروع ہوگیا۔ جو حدیث میں فرمایا۔

اقول ھو المستعان۔ علامہ ابن حجر نے یہی لکھا ہے کہ قرن صحابہ کم و بیش ۱۲۰ھ میں پورا ہوگیا۔ کیونکہ صحابہ کرام میں سب کے بعد حضرت ابو الطفیل نے وفات پائی ہے۔ مگر مجھے ان کے وصال کے بارے میں ۱۲۰ھ کی کوئی روایت نہیں ملی خود اصابہ میں حضرت علامہ مذکور نے صرف دو قول ذکر فرمایا ہے۔ ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ اگر قول ثانی کو راجح مانا جائے تو قرن صحابہ کا اختتام ۱۱۰ھ میں ہوگیا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام مطلقاً تمام امت سے افضل ہیں اور بعض ایسی احادیث جن سے غیر صحابی کی افضلیت مترشح ہوتی ہے وہ مؤول ہیں۔ یا تو کوئی خاص جزوی فضیلت مراد ہے یا کسی عمل پر ثواب کی زیادتی مراد ہے۔ یہ صحابہ کرام کی افضلیت مطلقہ کے معارض نہیں۔ ایمان کے ساتھ حیات ظاہری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وہ فضیلت ہے جس کے مماثل امت کا کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ فضیلت کی بنیاد قرب خداوندی اور اس کا حضور و شہود ہے۔ ان میں جتنی زیادتی ہوگی۔ اسی تناسب سے فضیلت کی زیادتی ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور صحبت سے جو حضور و شہود حاصل ہوتا ہے وہ ہزار سالہ عبادت و ریاضت سے بھی نہیں حاصل ہو سکتا۔ حضرت انس[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو ہر چیز منور ہوگئی اور جس دن وصال فرمایا ہر چیز تاریک ہوگئی۔

وما فرغنا من دفنہ حتی انکرنا قلوبنا اور ہم دفن سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں مَا نَفَضْنَا اَیْدِیْنَا۔ ہے۔ یعنی ہم نے اپنے ہاتھ سے گرد غبار جھاڑا بھی نہیں تھا اور ابھی دفن ہی کر رہے تھے۔ کہ اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔ ایک اور حدیث کاتب[3] نبی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ ایک دفعہ رو رہے تھے کہ ان کے قریب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ہوا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ حضور جنت کا اور دوزخ

---

[1] ترمذی ثانی الزھد باب فی اعمار ہذہ الامۃ ص۵۶ ابن ماجہ الزہد باب الامل والاجل ص۳۲۲

[2] مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۲۱ ابن ماجہ جنائز ص۱۱۹ ترمذی ثانی مناقب ص۲۰۲

[3] ترمذی ثانی ابواب القیامۃ ص۷۷

کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ہمارے سامنے ہیں۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں آتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت حنظلہ نے سرگزشت سنائی تو ارشاد فرمایا۔ میری بارگاہ سے اٹھتے وقت۔ جو تمہاری حالت ہوتی ہے اگر اسی پر ہمیشہ رہو تو مجلسوں مجمعوں، راستوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔ مگر اے حنظلہ یہ وقت وقت کی بات ہے۔

لَا یَسْتَشْهَدُوْنَ اشتہاد کے ایک معنی ہیں گواہی دینے کے لئے بلانا کہنا۔ دوسرا معنی ہے۔ گواہ بنانا۔ پہلے معنی پر اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ ان کو گواہی کے لئے طلب نہ کیا جائے گا اور از خود گواہی دینے پہنچ جائیں گے۔ یہ مشکل احادیث میں سے ہے۔ اس لئے کہ کبھی کبھی گواہی دینی واجب ہوتی ہے اور کبھی مستحب ہوتی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ بقرہ آیت (۲۸۳) اور گواہی مت چھپاؤ۔ جو گواہی چھپائے اس کا دل گنہ گار ہے۔

اس کے برخلاف مسلم میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الا أخبركم بخير الشهداء الذين ياتون الشهادة قبل ان يسئلوها۔ کیا تمہیں سب سے اچھے گواہوں کو نہ بتادوں۔ یہ وہ ہیں جو کہنے سے پہلے گواہی دینے آجاتے ہیں۔

علامہ جوزی نے فرمایا۔ کہ پہلی حدیث میں گواہی سے مراد جھوٹی گواہی ہے اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔

ثُمَّ يفشوا الكذب حتى يشهد الرجل وَلَا يُسْتَشْهَدُ۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا حالانکہ وہ گواہ بنایا نہیں گیا ہے۔

یہ اچھی تطبیق ہے۔ اس لئے کہ جو موقعہ کے گواہ ہوں گے۔ مدعی انھیں خود ہی دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بلائے گا بے بلائے جھوٹے گواہ ہی جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ استفعال کو مجرد کے معنی میں لیا جائے۔ جیسے استقر، قرّ کے معنی میں۔ اب یہ معنی ہوئے کہ موقع پر موجود نہ تھے۔ پھر بھی گواہی دیں گے۔ اور دوسرے معنی پر ترجمہ یہ ہوگا۔ حالانکہ وہ گواہ بنائے نہیں گئے ہیں۔ جیسے آیت کریمہ میں پہلے فَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ سورہ بقرہ ۲۸۲ اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔ اب معنی یہ ہوئے کہ بے گواہ بنائے ہوئے گواہی دیں گے۔ حاصل وہی ہوا کہ موقع پر موجود نہ تھے۔ اور گواہی دیں گے۔ جھوٹی گواہی کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ اور یہی معنی ظاہر بھی ہے اور محاورہ قرآن کے مطابق ہونے کی وجہ سے زیادہ قوی بھی۔

لہ شافی اقضیہ ص۷۷

یظھر فیھم السمن یہ کنایہ ہے کثرت مال اور زیادتی تنعم اور ترفہ سے۔ کہ مال و دولت کی بہتات ہوگی۔ عمدہ عمدہ غذائیں خوب کھائیں گے جس کی وجہ سے مٹاپا چھا جائے گا جس کی وجہ سے خدا کی یاد اور خدا کی طرف رغبت، اس کا خوف کم ہو جائے گا۔ آخرت کے بجائے دنیا میں انہماک ہو جائے گا، جو شرعاً سخت مذموم ہے۔

۱۴۷۸ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ اَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الْيَمِيْنِ وَالْعَهْدِ۔ [ع]

حدیث حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ سب لوگوں سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کی گواہی ان کی قسم پر اور ان کی قسم ان کی گواہی سے آگے بڑھی ہوگی ابراہیم نے کہا کہ لوگ ہم کو قسم اور عہد پر مارتے تھے۔

تشریحات ۱۴۷۸ **تسبق**۔ اس سے مراد یہ ہے۔ ان کی نظر میں شہادت اور عہد کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ بلا ضرورت بات بات پر قسم کھائیں گے اور شہادت دیں گے اتنی بے باکی ہوگی کہ کبھی گواہی کا صیغہ پہلے استعمال کریں گے کبھی قسم کا۔ حالانکہ گواہی کے ساتھ قسم ممنوع بلکہ وہ گواہی کو بھی بعض علماء کے نزدیک لغو کر دیتی ہے۔

قال ابراہیم یہ حضرت ابراہیم نخعی ہیں جو حضرت امام اعظم کے شیخ حضرت حماد کے شیخ ہیں۔ بخاری باب فضائل میں یہ زائد ہے و نحن صغار۔ ہم بچے تھے۔ تو اشہد باللہ و علی عہد اللہ کہنے پر ہم کو منع کیا جاتا حتی کہ مارا جاتا۔ تاکہ یہ تکیہ کلام نہ ہو جائے اور موقع بے موقع زبان پر جاری نہ ہو جایا کرے۔

باب مَا قِيْلَ فِيْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ [۱۴۷۹] جھوٹی گواہی کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اللہ عزوجل کے ارشاد کی وجہ سے اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور

ع فضائل الصحابہ باب اول صفحہ ۵۱۵ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا صفحہ ۹۵۱ الایمان والنذور۔ باب اذا قال اشہد باللہ او شہدت باللہ صفحہ ۹۸۵ مسلم الفضائل۔ ترمذی مناقب، نسائی الشروط۔ ابن ماجہ الاحکام

الزُّوْرِ۔ وَكِتْمَانُ الشَّهَادَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ آثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ٥ تَلْوُوْا اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ۔

گواہی چھپانے کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ اور گواہی دیتے وقت زبانوں کو اینٹھتے ہیں۔

توضیح باب باب کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی کی مذمت میں اور اس پر وعید میں کیا وارد ہے۔ اس سلسلے میں سورہ فرقان کی ۷۲ آیت نقل فرمائی جس میں یہ ہے کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اس آیت میں زُور سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں ایک یہی جھوٹی گواہی۔ دوسرے یہ کہ شرک، تیسرے بت، چوتھے گانے کی مجلس، پانچویں جس مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برائی کی جاتی ہو۔ چھٹے وہ مجلس جس میں گناہ پر عہد و پیمان ہوتا ہو۔ امام بخاری کا مختار یہی ہے کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ زور کے معنی لغوی ملمع کرنے اور ناحق بات کو اس طرح بنا کر پیش کرنا کہ وہ حق معلوم ہو۔ جھوٹی گواہی نہ دینی جب قابل مدح ہے تو اسے لازم کہ اس کی ضد یعنی جھوٹی گواہی دینی مذموم ہو۔ اَوْ تَلْوُوْا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ النساء ۱۲۵

اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ موڑو تو اللہ کو تمہارے کرتوتوں کی خبر ہے۔

اس کی تفسیر کے لئے امام بخاری نے السنتکم۔ کا اضافہ کیا۔ یعنی تم حق بات کے قبول میں جو کلمات کہو وہ زبان اینٹھ کر کہو اور صاف صاف اقرار نہ کرو۔ یہ مذموم ہے۔ کیونکہ یہ کتمان حق ہے۔ اسی طرح گواہی چھپانا مذموم ہے کہ یہ بھی کتمان حق ہی ہے۔ یہاں امام بخاری نے تلووا کے ساتھ السنتکم کو اس طرح ملا دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ السنتکم بھی آیت کا جز ہے۔ واجب تھا کہ بیچ میں کوئی ایسا کلمہ تحریر فرماتے کہ قرآن وغیر قرآن میں امتیاز رہتا مثلاً یعنی۔ اَی وغیرہ

حدیث ۱۲۷۹ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ۔ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ گناہ کبیرہ کتنے ہیں تو فرمایا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنی۔ اور جھوٹی گواہی دینی۔

عہ ثانی الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر ص۸۸۴ الدیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص۱۰۱۵ مسلم الایمان، ترمذی البیوع، التفسیر نسائی، قضا، قصاص، تفسیر۔

جاسکتا ہے کہ جس مباح کام کا وہ حکم دیں وہ واجب ہو جاتا ہے اسے نہ کرنا عقوق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شَهَادَةُ الزُّوْرِ جھوٹی گواہی دینے والا جب توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وہ ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ہوگیا اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کے بعد جب صلاح و صدق کے آثار ظاہر ہو جائیں اور یہ یقین ہو جائے کہ اب جھوٹی گواہی نہیں دے گا۔ تو قبول کی جاسکتی ہے۔

بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمٰى وَأَمْرِهٖ وَنِكَاحِهٖ وَإِنْكَاحِهٖ وَمُبَايَعَتِهٖ وَقُبُوْلِهٖ فِي التَّاذِيْنِ وَغَيْرِهٖ وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ ص۳۶۲ نابینا کی گواہی اور اس کے حکم اور اس کے نکاح اور دوسرے کا نکاح کرنے اور اس کی خرید و فروخت اور اذان وغیرہ میں اس کی بات قبول کرنا اور آوازوں سے کیا پہچانا جاتا ہے۔

۵۰۲ وَأَجَازَ شَهَادَتَهُ الْقَاسِمُ وَالْحَسَنُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ۔

ت نابینا کی گواہی کو قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق اور حسن بصری اور ابن سیرین اور زہری اور عطاء نے جائز کہا ہے۔

۵۰۳ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ يَجُوْزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا۔

ت اور شعبی نے کہا کہ نابینا کی گواہی جائز ہے جب کہ وہ عاقل ہو۔

۵۰۴ وَقَالَ الْحَكَمُ رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ۔

ت اور حکم نے کہا بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں تخفیف کر دی گئی ہے۔

تشریح ۵۰۲ تا ۵۰۴ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ شعبہ نے حکم بن عتیبہ سے نابینا کی گواہی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بہت سی باتوں میں تخفیف کر دی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ کبھی نابینا کی گواہی ایسی باتوں میں جو اس کے لائق ہے تسامح اور تخفیف کے طور پر قبول کر لی جاتی ہے۔

۵۰۵ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهٗ۔

ت اور زہری نے کہا۔ بتاؤ ابن عباس اگر کوئی گواہی دیں تو کیا تم اسے رد کر دو گے۔

تشریحات ۵۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی چشمان مبارک اخیر عمر مبارک میں سفید ہو گئیں تھیں۔ اسی بنا پر حضرت امام زہری نے وہ فرمایا۔ نابینا معذوری سے قبل جن باتوں کو دیکھ چکا ہو اس میں اس کی گواہی مقبول ہے۔ لیکن اگر معذوری کے وقت کسی واقعے کے وقت موجود تھا تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔

ت۵۰۶ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ وَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی آدمی کو بھیجتے جب سورج ڈوب جاتا تو افطار کرتے اور

وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيلَ طَلَعَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

فجر کے بارے میں پوچھتے جب کہا جاتا فجر طلوع کر آئی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔

تشریح ۵۰۶ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجتے کہ سورج ڈوبا یا نہیں۔ جب وہ آکر یہ بتاتا کہ سورج ڈوب گیا۔ تو وہ افطار کر لیتے اسی طرح جب کوئی فجر کے طلوع ہونے کی خبر دیتا تو اسے مان لیتے۔ اس میں نہ تو نابینا کی خبر ہے نہ شہادت بلکہ اس کے برعکس ہے کہ نابینا نے بینا کی خبر قبول کی۔ اسے باب کے اس جزء سے تعلق ہے۔ کہ بولنے والے کو دیکھے بغیر صرف اس کی آواز سن کر عمل کرنا کہاں کہاں جائز ہے۔ حضرت ابن عباس اس شخص کو دیکھتے نہیں تھے۔ صرف آواز سنتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار اور طلوع میں مخبر کی آواز سننا کافی ہے۔ اسے دیکھنا ضروری نہیں۔

۵۰۷ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اِسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِي

ت اور سلیمان بن یسار نے کہا۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حاضری کے لئے اذن

قَالَتْ سُلَيْمَانُ اُدْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ۔

طلب کیا تو انہوں نے میری آواز پہچان لی۔ فرمایا سلیمان ہے؟ اندر آجاؤ جب تک تم پر کچھ باقی ہے تم مملوک ہو۔

تشریحات ۵۰۷ اس تعلیق پر یہ اشکال ہے۔ کہ سلیمان بن یسار ام المؤمنین حضرت میمونہ کے غلام تھے۔ جنھیں انہوں نے مکاتب بنا دیا تھا۔ پھر یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کیسے حاضر ہوئے۔

اس کا جواب سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غلاموں سے پردہ کرنا ضروری نہیں جانتی تھیں۔ اگرچہ وہ دوسرے کا مملوک ہو۔ امام طحاوی نے سالم سیلان سے روایت کیا کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے حیا (پردہ) نہیں کرتیں۔ دریافت فرمایا کیوں؟ عرض کیا۔ میں نے مکاتبت کر لی ہے فرمایا جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم مملوک ہو[۱]

۵۰۸ وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ

ت اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقاب پوش عورت کی شہادت جائز رکھی۔

تشریح ۵۰۸ اس کے برعکس ابو عبد اللہ بن مندہ نے کتاب الصحابہ میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خاتون نے نقاب ڈالے ہوئے کلام کیا۔ تو فرمایا نقاب ہٹالے۔ کیونکہ اس قسم کی بات کے

[۱] شرح معانی الآثار باب المکاتب متی یعتق ص ۶۵

وقت بے نقاب رہنا ایمان سے ہے۔

۱۴۸۱ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ

(میرے گھر میں تھے) کہ ایک صاحب کی آواز سنی جو مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ تو فرمایا۔ اللہ اس پر رحم

رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا

فرمائے۔ اس نے مجھے فلاں آیت فلاں فلاں سورت کی یاد دلا دی جو میرے ذہن سے نکل چکی تھیں۔

وَكَذَا — وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

عباد بن عبد اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد

عَنْهَا تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَسَمِعَ صَوْتَ

کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تہجد پڑھ رہے تھے۔ تو عباد کی آواز سنی وہ

عَبَّادٍ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا قُلْتُ

مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دریافت فرمایا۔ اے عائشہ کیا یہ عباد کی آواز ہے۔ میں نے عرض کیا

نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا۔ عہ

جی ہاں۔ فرمایا۔ اے اللہ عباد پر رحم فرما۔

۱۴۸۱

تشریحات یہ حقیقت میں دو قصے ہیں۔ ہشام والی حدیث کا قصہ، عباد بن عبد اللہ کے قصے سے الگ ہے۔ ہشام والی حدیث میں یہ صاحب عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ عبد اللہ بن یزید مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دریافت فرمایا۔ یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ عبد اللہ بن یزید ہیں۔ تو فرمایا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ مجھے فلاں آیت یاد دلا دی جسے میں بھول گیا تھا۔

یہاں آيَةَ كَذَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا ہے۔ فلاں آیت فلاں فلاں سورۃ کی۔ اور فضائل القرآن

عہ ثانی فضائل القرآن۔ باب نسیان القرآن ص۷۵۳ باب من لم یر بأسا ان یقول سورۃ البقرہ ص۷۵۳ الدعوات باب قول اللہ تبارک وتعالیٰ وصل علیہ ص۹۳۸۔

میں آیۃ کذا وکذا من سورۃ کذا۔ ہے فلاں فلاں آیت فلاں سورۃ کی ہے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوا کہ نسیان صرف ایک ایسی آیت کا ہوا تھا جو متعدد سورتوں میں ہے۔ اور دوسری صورت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ایک ہی سورۃ کی متعدد آیتوں کا نسیان ہوا تھا۔ اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی نے لکھا۔

وفیہ جواز النسیان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما بلغہ الی الامۃ[1] اس حدیث سے یہ افادہ ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت تک جو پیغام پہنچایا ہے اس میں نسیان ہوا ہے۔

اس موضوع پر تفصیلی بحث تحقیقات میں ملاحظہ کریں۔

باب شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيدِ ص۳۶۳ لونڈیوں اور غلاموں کی گواہی۔

۵۰۹	وَقَالَ أَنَسٌ شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلًا
ت	غلام کی گواہی جائز ہے جب کہ وہ عادل ہو۔
۵۱۰	وَأَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى۔
ت	اور اسے قاضی شریح اور زرارہ بن اوفی نے جائز کہا۔
۵۱۱	وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ۔
ت	ابن سیرین نے کہا غلام کی شہادت جائز ہے مگر اپنے آقا کے لئے۔
۵۱۲	وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ
ت	اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے معمولی چیز میں اس کی گواہی جائز رکھی
۵۱۳	وَقَالَ شُرَيْحٌ كُلُّكُمْ بَنُو عَبِيدٍ وَإِمَاءٍ۔
ت	اور شریح نے کہا۔ تم سب غلاموں اور کنیزوں کی اولاد ہو۔

تشریح ۵۰۹ تا ۵۱۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ عمار ذہبی نے کہا۔ قاضی شریح کے یہاں ایک غلام نے گواہی دی تو انھوں نے اسے قبول فرمالیا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ یہ غلام ہے تو فرمایا۔ ہم سب غلام ہیں ہماری ماں حوا رہیں۔

امام سعید بن منصور نے قاضی شریح کا یہ جواب نقل فرمایا۔ ہم سب غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی مراد یہ ہے کہ ہر مرد اللہ عزوجل کا بندہ ہے۔ اور ہر عورت اس کی کنیز۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ غلام اور باندی کی گواہی مقبول نہیں۔ صحابہ میں سے حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی مذہب یہی

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۲۲

ہے۔ اور بعد کے ائمہ میں سے امام عطا، امام مکحول، امام ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

باب تَعْدِيلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا ۳۶۳ بعض عورتوں کا بعض کو عادل بتانا۔

۱۴۸۲ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات

وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ

سے مروی ہے۔ جب کہ اہل افک نے ان کے بارے میں کہا جو کہا تو اللہ عز و جل نے ان کی برأت

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا

بیان فرمائی — امام زہری نے کہا۔ اور ان سبھوں نے ام المؤمنین کی حدیث کا کچھ حصہ مجھ سے

قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِنْهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ

بیان کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ اور بیان کرنے میں زیادہ قابل

حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ أَوْعَى مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ

اعتماد ہیں۔ اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیان کی ہوئی حدیث کو یاد رکھا۔ جو انھوں نے حضرت عائشہ

وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ

سے روایت کی تھی۔ اور بعض کی بیان کردہ حدیث دوسرے کی تصدیق کرتی ہے ان لوگوں نے کہا کہ ام المؤمنین

وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا زَعَمُوا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ کہ جب سفر کا ارادہ

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ

فرماتے تو اپنی ازواج کے بارے میں قرعہ ڈالتے۔ جن کے نام کا قرعہ نکلتا انھیں ہمراہ لے جاتے۔ ایک غزوہ کے موقعہ پر قرعہ

سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ

ڈالا تو میرا نام نکلا۔ میں حضور کے ساتھ گئی۔ یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ہودج ہی میں رہتی

فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا

اور مجھے سوار کرایا جاتا اور سواری سے اتارا جاتا۔ ہم چلے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غزوے سے فارغ

أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا

ہو گئے۔ اور لوٹ رہے تھے۔ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو ایک رات کوچ کرنے کے لئے اعلان فرمایا۔ کوچ کے اعلان

فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ

کے بعد میں اٹھی اور قضائے حاجت کے لئے لشکر کے باہر چلی گئی۔ رفع حاجت کر کے جب میں

وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا

واپس ہوئی اور کجاوہ کے قریب پہنچی تو اپنے سینے کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر پڑا ہے

بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَانِيْ

جو جزع اظفار کا تھا۔ اس لئے میں لوٹی اور ہار تلاش کرنے لگی۔ اس کی تلاش میں دیر ہو گئی۔

اَقْبَلْتُ اِلَى الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَاِذَا عِقْدٌ لِيْ مِنْ جَزْعِ اَظْفَارٍ

اس درمیان وہ لوگ آئے جو میرا ہودج اٹھانے اور باندھنے پر مامور تھے۔ تو ان لوگوں نے

قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهٗ فَاَقْبَلَ

میرا ہودج اٹھا کر اس اونٹ پر باندھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ ان کا گمان یہ تھا

الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِيْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ

کہ میں ہودج میں ہوں۔ اس وقت عورتیں دبلی ہلکی تھیں بھاری بدن نہ تھیں۔ ان پر

كُنْتُ اَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا

گوشت نہیں چڑھا تھا۔ کیوں کہ کھانا تھوڑی مقدار میں کھاتی تھیں۔ اس لئے ہودج

لَمْ يَثْقُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ وَاِنَّمَا يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ

اٹھانے والوں کو ہودج کے وزن کی کمی کا احساس نہ ہوا۔ اور انھوں نے ہودج اٹھا

فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ وَكُنْتُ

لیا۔ اور میں اس وقت نو عمر بچی تھی۔ ان لوگوں نے اونٹ اٹھایا اور

جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ

چل دیئے۔ لشکر کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنا ہار پایا۔ اور میں ان کی قیام گاہ پر

بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ اَحَدٌ فَاَمَمْتُ

آئی۔ تو وہاں کسی کو نہیں پایا۔ میں بالقصد وہیں آگئی جہاں ٹھہری تھی۔ میں نے سوچا

مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ بِهٖ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ

کہ جب لوگ مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ کر تلاش کے لئے آئیں گے۔ میں بیٹھی

إِلَى فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ

تھی کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گئی۔ اور صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے

الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ

پیچھے تھے۔ صبح کے وقت میرے قیام کی جگہ پہنچے۔ تو ایک سونے والے انسان کو دیکھا

مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ

وہ میرے قریب آئے انھوں نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ میں ان کے انا للہ پڑھنے سے

الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ

جاگ گئی۔ انھوں نے اپنا اونٹ بیٹھا کر اس کے اگلے پاؤں کو دبائے رکھا۔ یہاں تک کہ میں سوار

يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ

ہو گئی۔ اب وہ پیدل چلے اور میری سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے۔ یہاں تک

بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُعَرِّسِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ

کہ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب کہ وہ لوگ عین ظہر کے وقت منزل کر چکے تھے۔ اس کے بعد

وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ فَقَدِمْنَا

جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اور افترا پردازی کرنے والوں کا میر کارواں عبداللہ بن اُبَیّ

الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ قَوْلِ

ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ آئے تو میں ایک مہینے تک علیل رہی۔ اور بہتان طرازوں کی باتیں لوگوں

أَصْحَابِ الْإِفْكِ وَيَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى

میں پھیلتی رہیں۔ دوران علالت اس بات سے مجھے کچھ شبہ ہوتا کہ ان دنوں میں نبی صلی اللہ

اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ

تعالی علیہ وسلم کی جانب سے وہ مہربانی نہیں دیکھتی تھی جو اور علالت کے دنوں میں دیکھا

أَمْرَضُ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ

کرتی تھی۔ بس اتنا ہوتا کہ حضور تشریف لاتے اور سلام کرتے۔ پھر دریافت فرماتے کیسی

مِنْ ذَلِكَ حَتَّى نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ

ہو۔ اور مجھے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔ بیماری کی وجہ سے میں کمزور ہو گئی۔ میں اور ام مسطح

مُتَبَرَّزَنَا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ

قضائے حاجت کے لئے میدان میں جانے کے لئے نکلی۔ ہم صرف رات ہی رات کو نکلتی تھیں۔

قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِيَّةِ أَوْ فِي

گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے جانے سے پہلے۔ ہمارا طریقہ پہلے عرب والوں کا طریقہ تھا۔ کہ میدان

التَّنَزُّهِ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رُهْمٍ نَمْشِي فَعَثَرَتْ

میں جاتے تھے۔ میں اور اُمِّ مسطح بنت ابو رُہم نکلے اور چل رہے تھے۔ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر

فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ

گر پڑی۔ اس پر اس نے کہا۔ مسطح۔ ہلاک ہو جائے۔ میں نے اس سے کہا تم نے بری بات

رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ يَا هَنْتَاهُ أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوا فَأَخْبَرَتْنِي

کہی ہے۔ بدر میں شریک ہونے والے مجاہد کو برا کہتی ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے حضور! کیا

بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى

آپ نے وہ نہیں سنا جو وہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اب اس نے افترا پردازوں کی بات بتائی۔ تو بیماری

بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

پر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب لوٹ کر گھر آئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس

كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ ائْذَنْ لِي آتِ أَبَوَيَّ قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ

تشریف لائے۔ اور فرمایا تم کیسی ہو! میں نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیں کہ اپنے والدین کے گھر

أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

جاؤں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تحقیق کروں مجھے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی اس کے

النَّاسُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ

بعد میں اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ میں نے اپنی والدہ سے دریافت

امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا

کیا۔ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا۔ اے بیٹی اس سے اثر نہ لو

فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِھٰذَا قَالَتْ فَبِتُّ

بخدا جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور شوہر اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں تو اس کے بارے

تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَصْبَحْتُ لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ

میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ لوگ یہ کہتے پھر رہے ہیں۔ اس رات کو صبح تک نہ میرا

اَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ

آنسو تھمتا تھا اور نہ نیند آتی تھی۔ اس کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی بن ابو طالب

اَبِيْ طَالِبٍ وَّاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا

اور اسامہ بن زید کو بلایا۔ جب کہ وحی آنے میں تاخیر ہو گئی۔ ان لوگوں کو اس لئے

فِيْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ فَاَمَّا اُسَامَةُ فَاَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِيْ يَعْلَمُ فِيْ نَفْسِهٖ

بلایا تھا کہ اپنی اہل سے جدائی کے بارے میں مشورہ فرمائیں۔ اسامہ چونکہ ازواج مطہرات کے

مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ فَقَالَ اُسَامَةُ اَهْلُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللّٰہِ

ساتھ حضور کی محبت کو جانتے تھے۔ اس لئے اس کے مطابق اشارہ کیا۔ اور عرض کیا۔ وہ آپ

اِلَّا خَيْرًا وَاَمَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ يُضَيِّقِ

کی اہل ہیں یا رسول اللہ! خدا کی قسم ان کے بارے میں اچھائی کے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے۔ اور

اللّٰہُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَدَعَا

حضرت علی بن ابو طالب نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ضیق میں ہرگز نہیں ڈالے گا۔ اور عورتیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ يَا بَرِيْرَةُ

ان کے سوا بہت ہیں۔ اور حضور کنیز سے دریافت فرمالیں۔ وہ سچی بات بتا دے گی۔ اس پر رسول اللہ

هَلْ رَاَيْتِ فِيْهَا شَيْئًا يَرِيْبُكِ فَقَالَتْ بَرِيْرَةُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا۔ اور دریافت فرمایا۔ اے بریرہ؟ کیا تو نے ان میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے

بِالْحَقِّ اِنْ رَاَيْتُ فِيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهُ عَلَيْهَا اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ

جو تجھے شبہے میں ڈالے۔ بریرہ نے عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے

حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِيْنِ فَتَاْتِي الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهُ فَقَامَ

ان میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی ہے جو قابل اعتراض ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ نو عمر ہیں۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ یَوْمِہٖ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ

اور بکری کھا جاتی ہے ۔ اس کے بعد اس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُبَیِّ ابْنِ سَلُوْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے مقابلے مدد کے خواستگار ہوئے اور فرمایا ۔ اس شخص کے مقابلے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِیْ اَذَاہُ فِیْ اَہْلِیْ فَوَاللّٰہِ

میں میری کون مدد کرے گا ۔ میری رفیقۂ حیات کے بارے میں جس کی اذیت ناک باتیں ۔ مجھ تک

مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَہْلِیْ اِلَّا خَیْرًا وَقَدْ ذَکَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْہِ اِلَّا

پہنچی ہیں ۔ خدا کی قسم میں اپنی اہل کے بارے میں اچھائی کے سوا کچھ نہیں جانتا ۔ اور لوگوں نے

خَیْرًا وَمَا کَانَ یَدْخُلُ عَلٰی اَہْلِیْ اِلَّا مَعِیْ فَقَامَ سَعْدٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ

ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے　میں بھی اچھائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا ۔ اور میرے گھر

اللّٰہِ اَنَا وَاللّٰہِ اَعْذِرُکَ مِنْہُ اِنْ کَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَہٗ

میں جب بھی جاتا میرے ساتھ جاتا یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا ۔ یارسول اللہ!

وَاِنْ کَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِیْہِ اَمْرَکَ

میں ان کے مقابلے میں حضور کی مدد کروں گا ۔ اگر وہ آدمی اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ وَہُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ ۔ وَکَانَ قَبْلَ ذٰلِکَ رَجُلًا

اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج میں سے ہے ۔ تو ہمیں حکم دیجئے ہم آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں ۔ یہ سن کر

صَالِحًا وَکَانَ احْتَمَلَتْہُ الْحَمِیَّۃُ فَقَالَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَاتَقْتُلُہٗ

سعد بن عبادہ کھڑے ہوگئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اس کے پہلے وہ نیک انسان تھے ۔ اس وقت پاسداری

وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِکَ فَقَامَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ فَقَالَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ

نے انھیں مشتعل کر دیا ۔ انھوں نے کہا تو نے غلط کہا، بخدا نہ تو اسے قتل کر سکتا ہے ۔ اور نہ اس کی قدرت

اللّٰہِ لَنَقْتُلَنَّہٗ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ فَثَارَ الْحَیَّانِ

رکھتا ہے اب اسید بن حضیر کھڑے ہوگئے ۔ اور کہا ۔ تو نے غلط کہا ۔ بخدا ہم اسے قتل کر دیں گے ۔ تو منافق ہے ۔ اور

الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰی ہَمُّوْا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

منافقین کی پاسداری میں لڑتا ہے ۔ اب اوس و خزرج کے دونوں قبیلے مشتعل ہوگئے ۔ اور لڑنے پر تل گئے ۔

وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ وَبَكَيْتُ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما رہے۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ اور حاضرین کو ٹھنڈا

يَوْمِيْ لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ فَأَصْبَحَ عِنْدِيْ أَبَوَايَ وَقَدْ

کیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور حضور بھی خاموش ہو گئے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ اور میں دن

بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا حَتّٰى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ قَالَتْ فَبَيْنَمَا هُمَا

بھر روئی نہ آنسو تھمتا تھا۔ اور نہ نیند آتی تھی میں اپنے والدین کے یہاں رات بھر اور دن بھر روئی۔ ایسا

جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَأَنَا أَبْكِيْ إِذَا اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ

معلوم ہوتا تھا کہ گریہ میرے جگر کو پھاڑ دے گی میں اپنے والدین کے یہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ انصار

لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ مَعِيْ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی۔ وہ آکر میرے پاس بیٹھ گئیں اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِيْ مِنْ يَوْمِ

میرے ساتھ رونے لگیں، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔

قِيْلَ لِيْ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوْحٰى إِلَيْهِ فِيْ شَأْنِيْ

جس دن سے یہ افواہ پھیلی تھی آج تک کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینے تک میرے بارے

شَيْءٌ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا

میں وحی کا نزول رکا رہا۔ حضور نے بیٹھنے کے بعد شہادتین پڑھا پھر فرمایا۔ اے عائشہ! تیرے

وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ

بارے میں میرے پاس ایسی ایسی بات پہنچی ہے۔ اگر تو بری ہے تو بہت جلد اللہ تیری برات

فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ

بیان فرمائے گا۔ اور اگر بالفرض تو گناہ سے آلودہ ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر

ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ جب رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ قَلَصَ دَمْعِيْ حَتّٰى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات پوری فرما چکے تو میرا آنسو تھم گیا۔ یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا

وَقُلْتُ لِاَبِیْ اَجِبْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا۔ کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب

قَالَ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

دیں۔ انھوں نے فرمایا بخدا میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ اَجِیْبِیْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عرض کروں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا۔ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب دیں

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا قَالَ قَالَتْ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ

انھوں نے بھی وہی کہا بخدا میری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ سے کیا عرض کروں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ

اب میں نے عرض کیا۔ اور میں نوعمر بچی تھی ابھی بہت زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا۔ میں نے

السِّنِّ لَا اَقْرَاُ کَثِیْرًا مِنَ الْقُرْاٰنِ فَقُلْتُ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمْتُ

عرض کیا۔ میرے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ آپ حضرات نے وہ سب سن لیا ہے۔ جو لوگ کہتے

اَنَّکُمْ سَمِعْتُمْ مَا یَتَحَدَّثُ بِہِ النَّاسُ وَوَقَرَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَصَدَّقْتُمْ

پھر رہے ہیں۔ اور وہ آپ حضرات کے دل میں بیٹھ چکی ہے اور آپ حضرات نے اسے سچ سمجھ لیا

بِہٖ وَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ اِنِّیْ بَرِیْئَۃٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ لَبَرِیْئَۃٌ لَا

ہے۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے ضرور

تُصَدِّقُوْنِیْ بِذٰلِکَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ

بلاشبہہ بری ہوں۔ تو آپ حضرات مجھے سچا نہیں جانیں گے۔ اور اگر میں اس بات کا اعتراف کرلوں حالانکہ

بَرِیْئَۃٌ لَتُصَدِّقُنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَجِدُ لِیْ وَلَکُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا یُوْسُفَ

اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ حضرات مجھے سچا مان لینگے۔ بخدا میں اپنی اور آپ حضرات کی مثل

اِذْ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ

یوسف کے والد کے علاوہ اور کوئی نہیں پاتی جب کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ پس اچھا صبر ہی خوب ہے۔ ان

عَلٰی فِرَاشِیْ وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ یُّبَرِّئَنِیَ اللّٰہُ وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ مَا ظَنَنْتُ

باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے بچھونے پر کروٹ بدل لی

اَنْ يُنْزَلَ فِيْ شَانِيْ وَحْيٌ ـ وَ لَاَنَا اَحْقَرُ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ اَنْ يَتَكَلَّمَ

اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ میری برارت بیان فرمائے گا ۔ مگر بخدا میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ میرے بارے

بِالْقُرْآنِ فِيْ اَمْرِيْ وَ لٰكِنِّيْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

میں وحی نازل ہوگی ۔ اور میں اپنے آپ کو اس رتبے کا نہیں جانتی تھی کہ میرے بارے میں قرآن کلام فرمائے گا۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا تُبَرِّءُنِيْ فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ

ہاں مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب دکھایا جائے گا جس میں اللہ میری برارت

مَجْلِسَهٗ وَ لَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ

بیان فرمائے گا ۔ بخدا حضور اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ حضور

فَاَخَذَهٗ مَا كَانَ يَاْخُذُهٗ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ

پر وحی نازل ہونے لگی اور حضور پر وہی کیفیت طاری ہوگئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔

الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِيْ يَوْمٍ شَاتٍ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

کہ سردی کے دنوں میں بھی موتی کی طرح پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے ۔ جب وحی کی کیفیت رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ اَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرو ہوئی تو حضور مسکرا رہے تھے ۔ سب سے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی ۔ کہ مجھ

اَنْ قَالَ لِيْ يَا عَائِشَةُ اِحْمَدِي اللّٰهَ فَقَدْ بَرَّاَكِ اللّٰهُ فَقَالَتْ لِيْ

سے فرمایا ۔ اے عائشہ ! اللہ کا شکر کر ۔ بیشک اللہ نے تیری پاکدامنی بیان فرمادی ۔ اس پر میری والدہ

اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا

نے مجھ سے فرمایا ۔ کھڑی ہو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو ۔ میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ـ اِنَّ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گی اور سوائے اللہ کے اور کسی کا شکر نہیں ادا کروں گی ۔ اس وقت اللہ

الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ الْآيَاتِ ـ فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ

عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمائیں ۔ اور یہ بڑا بہتان لانے والے تمہیں میں سے ایک گروہ ہے ۔ بقیہ آیتیں ۔ جب

هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ قَالَ اَبُوْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ وَ كَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ

اللہ نے میری برارت میں یہ نازل فرمایا ۔ تو ابوبکر صدیق نے کہا ۔ میں مسطح کو کبھی کچھ نہ دوں گا ۔ کیونکہ اس نے عائشہ

بِنْ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ

کو وہ کہا ہے ۔ اور وہ مسطح بن اُثاثہ کو دیا کرتے تھے ۔ رشتہ داری کی بنا پر اس پر اللہ عز وجل نے یہ نازل فرمایا۔

مَا قَالَ لِعَائِشَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ وَلَا يَأْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

تم میں جو لوگ مالدار اور فراخ رزق ہیں ۔ وہ یہ قسم نہ کھائیں ۔ کہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں اور مہاجرین

اَنْ يُّؤْتُوْا ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّىْ

کو کچھ نہیں دیں گے ۔ پوری آیت غفور رحیم تک ۔ اب ابو بکر نے کہا ۔ ہاں بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش

لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِىْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ الَّذِىْ كَانَ يُجْرِىْ عَلَيْهِ

دے ۔ اور مسطح کو وہ دینا جاری کر دیا جو پہلے عطا فرماتے تھے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ زَيْنَبَ

وسلم زینب بنت جحش سے میرے معاملے میں دریافت فرمایا تھا ۔ اور پوچھا تھا اے زینب!

بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِىْ فَقَالَ يَا زَيْنَبُ مَا عَلِمْتِ مَا رَأَيْتِ فَقَالَتْ

تم کیا جانتی ہو تم نے کیا دیکھا ہے ۔ تو انھوں نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِىْ سَمْعِىْ وَبَصَرِىْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا

رکھتی ہوں ۔ بخدا میں اس (عائشہ) میں اچھائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتی ۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔

خَيْرًا قَالَتْ وَهِىَ الَّتِىْ تُسَامِيْنِىْ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ ۔ عہ

یہی وہ تھی جو میری برابری کرتی تھی ۔ پرہیزگار ہونے کی وجہ سے اللہ نے اسے بچا لیا ۔

عہ الہبۃ باب ہبۃ المرأۃ بغیر زوجہا ص۳۵۳ الشہادات باب اذا عدل رجل احدا ص۳۵۹ باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۷۰ الجہاد باب حمل الرجل امرأۃ فی الغزو ص۴۰۳ المغازی باب ص۵۷۳ المغازی باب حدیث الافک ص۵۹۳ التفسیر یوسف باب قال بل سولت لکم انفسکم امرا ص۶۷۹ سورہ نور باب قولہ عز وجل ان الذین جاءوا بالافک ص۶۹۶ باب ان الذین ان تشیع الفاحشۃ ص۶۹۹ الایمان والنذور باب قول الرجل لعمر اللہ ص۹۸۵ باب الیمین فیما لا یملک ص۹۸۸ الاعتصام باب قول اللہ وامرہم شوریٰ بینہم ص۱۰۹۶ دو طریقے سے ۔ التوحید باب یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۷ باب قول النبی الماہر بالقرآن مع سفرۃ الکرام ص۱۱۲۶ مسلم توبہ فضائل صحابہ ۔ نکاح ، نسائی ۔ عشرۃ النساء ابن ماجہ ۔ نکاح ۔ احکام ۔ دارمی جہاد ۔ نکاح ۔ مسند امام احمد جلد سادس ص۱۹۴ ص۱۹۵ ص۱۹۷ وغیرہ

۱۴۸۲ تشریحات

فافھمنی بعضہ احمد ـ سند میں امام بخاری نے لکھا تھا۔ ابو الربیع سلیمان بن داؤد نے ہم سے حدیث بیان کی اور اس کے بعض کو احمد نے سمجھایا اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ابو الربیع کی طرح احمد بھی فلیح سے روایت کرتے ہوں۔ اور امام بخاری نے ابو الربیع اور احمد دونوں سے کیفیت مذکورہ پر روایت کیا ہو۔ دوسرے یہ کہ احمد امام بخاری کے ہم سبق ہوں۔ امام بخاری کی طرح احمد نے بھی ابو الربیع سے یہ حدیث سنی ہو۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہی اقرب ہے۔ اگر پہلی صورت ہوتی تو قال کے بجائے قالا۔ فرماتے۔

اھل الافک انک میں مشہور لغت یہی ہے۔ ہمزہ کو کسرہ اور فا ساکن۔ مگر دوسری لغت ہمزہ اور فا کے فتحے کے ساتھ بھی آئی ہے۔ اس کے معنی بھاری بہتان اور مطلق بہتان باندھنے کے ہیں۔ یہ بہتان باندھنے والے چار مرد تھے۔ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ حضرت حسان بن ثابت۔ حضرت مسطح بن اثاثہ اور عبد اللہ ابو احمد۔ ایک عورت حمنہ بنت جحش، ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن۔ اس فتنے کا بانی مبانی راس المنافقین تھا۔ اسی نے اس کی ابتدا کی۔ اور یہی اسے کرید کرید کر ابھارتا رہتا تھا۔ اور قول مختار یہی ہے کہ آیت کریمہ، اَلَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ۔ سے مراد یہی شقی ازلی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت حسان مراد ہیں۔

وکلھم حدثنی ـ امام زہری نے اس طویل حدیث کے مختلف اجزاء کو چار مشائخ سے لیا ہے۔ عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ان حضرات سے سنے ہوئے اجزا کو ترتیب کے ساتھ ملا کر اس طرح روایت کیا۔ کہ اس اہم واقعہ کی ساری جزئیات ذہن میں آجاتی ہے۔

فی غزوۃ غزاھا اس سے مراد غزوہ بنی مصطلق ہے۔ جسے غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔ جو بربنائے قول راجح شعبان ۵ھ میں ہوا تھا[۱]

من جزع اظفار جزع ـ عقیق کی ایک قسم ہے۔ جس کی سیاہی میں سفید رگوں کی طرح لکیریں ہوتی ہیں۔ پتھروں میں سب سے سخت ہوتا ہے۔ روغن زیتون میں پکانے سے اس کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔ مشہور ہے کہ اس کا پہننے والا غم واندوہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر بچے کو پہنا دیا جائے تو اس کی رال بہت بہتی ہے۔ درد زہ میں مبتلا عورت کے بال پر پھیر دیا جائے۔ تو بچے کی پیدائش میں آسانی ہوگی۔
یمن کے علاقے میں ظفار ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں یہ عقیق بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اور چین سے بھی آتا ہے۔ اکثر کی روایت اظفار ہے۔ مگر کشمیہنی کی روایت ظفار بغیر الف کے ہے۔ اور یہی صحیح مسلم میں بھی ہے علامہ قرطبی نے فرمایا الف کے ساتھ غلط ہے۔ ظفار۔ ظا کے فتحہ کے ساتھ صحیح ہے۔ یہ قطام کی طرح مبنی علی الکسر ہے۔ اظفار کی روایت بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ اظفار ایک قسم کی خوشبودار لکڑی کو بھی کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس لکڑی کے منکے

---

[۱] نزہۃ القاری جلد ثانی ص ۲۶۷

سے ہار بناتے ہوں۔ اس تقدیر پر جزع کے معنی گول دانے کے ہوں گے۔ اس ہار کی قیمت بارہ درہم تھی۔ یعنی آج کل چاندی کی جو قیمت ہے اس کے اعتبار سے لگ بھگ ڈھائی سو روپئے تھی۔ یہ ہار ان کی والدہ نے اس وقت عطا فرمایا تھا جب انھیں رخصت کیا تھا۔

فَظَنَنْتُ یہ حضرت ام المؤمنین کی اس نو عمری میں اعلیٰ ذہانت کی دلیل ہے کہ وہیں اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما رہیں۔ ورنہ اگر گھبرا کر چل دیتیں تو اس کا خطرہ تھا کہ بھٹک جاتیں تو ملنا دشوار ہو جاتا۔ ظن یہاں یقین کے معنی میں ہے۔

وکان صفوان بن معطل صفوان بن معطل سلمی ذکوانی، قبیلہ بنی سلیم کے فرد تھے۔ خلاف قیاس اس کی طرف انتساب میں سلمی کہا جاتا ہے۔ ان کے آبار واجداد میں ذکوان نام کے ایک شخص تھے جن کی طرف نسبت میں ان کو ذکوانی کہا گیا۔

یہ اس خدمت پر مامور تھے۔ کہ لشکر کی روانگی کے بعد منزل کا جائزہ لے لیا کریں۔ کہ اگر کسی کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اسے مالک کو پہنچا دیں ——— سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے مریسیع ہی تھا اس کے بعد خندق وغیرہ تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ بہت بہادر مخیر صحابی تھے۔ اور شاعر بھی تھے۔ ارمینیہ کی جنگ میں ان کا پیر ٹوٹ گیا مگر پھر بھی لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ یہ جنگ ۱۹ ؁ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ افک میں ملوث تھے۔ اس لئے انھوں نے ایک بار حضرت حسان پر تلوار چلائی مگر وہ بچ گئے۔ حضرت حسان نے دربار رسالت میں شکایت کی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ اپنا حق مجھے بخش دو۔ انھوں نے نذر کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے عوض حضرت صفوان نے انھیں ایک کھجور کا باغ دلوا دیا۔ حضرت صفوان اس کے قبل مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ آگے ام المؤمنین کا ارشاد آرہا ہے۔ کہ انھوں نے نزول حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ اور بر بنائے قول مختار آیت حجاب کے نزول کا سن بھی یہی ۵ ؁ھ ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ آیت حجاب اس واقعہ سے چند مہینے پہلے نازل ہوئی تھی۔

حضرت صفوان کو جب اس افواہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ بخدا میں نے اب تک کسی عورت سے صحبت نہیں کی ہے نہ حلال طور پر نہ حرام طور پر۔ ابن اسحٰق نے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ وہ حصور تھے۔ یعنی عورتوں کے لائق نہ تھے۔ خود ام المؤمنین نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ سبحان اللہ! میں نے کسی عورت کا سنر نہیں کھولا ہے۔

فَاستیقظت حضرت صفوان نے جب ام المؤمنین کو دیکھا تو انھیں سخت حیرت ہوئی ہوگی۔ یقیناً ان کے ذہن میں یہ بات گئی ہوگی۔ کہ کوئی عظیم سانحہ ہو گیا ہے۔ اس لئے بے ساختہ ان کی زبان پر استرجاع جاری ہو گیا ہوگا۔ یا ہو سکتا ہے انھوں نے آواز دے کر جگانے کے بجائے بلند آواز سے اسے پڑھا یہ غایت ادب و احترام کی بنا پر تھا۔

نزھۃ القاری ثانی ص۷۵۲

مسلم کی روایت میں ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں۔کہ میں نے انھیں دیکھتے ہی چادر سے منہ چھپالیا۔ واللہ انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے سوائے استرجاع کے اور کچھ ان کی زبان سے سنا۔ حضرت صفوان نے اونٹ بٹھاکر اس کے اگلے پاؤں کو اس لئے دبا دیا کہ ام المؤمنین از خود بغیر کسی سہارے کے اونٹ پر سوار ہو جائیں۔ یہ ان کی ذہانت اور ان کا ادب تھا۔

فانطلق یقود بی الراحلۃ صحاح کی تمام روایتوں میں یہی ہے کہ حضرت صفوان پیدل اونٹ کی مہار تھامے آگے آگے تھے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ اونٹ پر ام المؤمنین کے ساتھ بیٹھے تھے۔ یہ صحیح نہیں۔

اتینا الجیش یعنی ہم دونوں لشکر میں اس وقت پہنچے جب ٹھیک دوپہر کے وقت لشکر نے پڑاؤ کر لیا تھا معرسین، تعریس سے ہے۔ مسافر کا آرام کے لئے کہیں اترنا۔ پڑاؤ ڈالنا۔ خواہ دن میں خواہ رات میں۔ اور کبھی پچھلی رات میں پڑاؤ ڈالنے کو بھی کہتے ہیں۔ تفسیر میں یونس کی روایت میں مُوغرین ہے۔ وغر۔ کے معنی سخت گرمی کے ہے۔ چونکہ دوپہر کے وقت جب کہ سورج بیچ آسمان میں ہوتا ہے۔ گرمی سخت ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت کو وغرہ کہتے ہیں۔ موغرین، وغرہ کے وقت میں کہیں پہنچا۔ نحر الظہیرۃ۔ اسی معنی کی تاکید ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے، کہ ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ ابھی قافلہ ٹھہرا ہی تھا ابھی میری گم شدگی کا علم بھی کسی کو نہیں ہوا تھا۔ کہ ہم لوگ پہنچ گئے۔ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے سب سے پہلے بہتان کے کلمات نکالے۔ اور پھر تھوڑی دیر میں پورے لشکر میں پھیل گئے۔

ام مسطح مسطح بن اثاثہ کی ماں حضرت صدیق اکبر کی خالہ تھیں جن کا نام رائطہ تھا۔ مسطح اور ان کی والدہ سابقین اولین مہاجرین میں سے تھیں۔ اثاثہ مسطح کے بچپنے ہی میں فوت ہو گئے۔ ماں اور بیٹے دونوں کی حضرت صدیق اکبر کفالت فرمارہے تھے۔

یَاھنتاہ تفسیر کی روایت میں بجائے یا کے ای ہے۔ جو اصل میں بعید کی ندا کے لئے ہے۔ مگر کبھی قریب کے لئے بھی آتا ہے۔ جب کہ کسی طرح اسے بعید تصور کر لیا جائے۔ ھنتاہ۔ خطاب کے کلمات میں سے ہے۔ جیسے حضور، قبلہ، آپ، جناب وغیرہ اردو میں رائج ہیں۔ ایک معنی اس کے بُلبلی کے بھی ہیں۔ یعنی بے وقوف، لاپرواہ۔ مذکر کے خطاب کے لئے ھنتہ یا ھناہ آتا ہے۔

اَھلک یہ لام کے ضمے کے ساتھ ہے۔ اور فتحہ کے ساتھ بھی۔ ضمہ کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی ھی اھلک وہ حضور کی اہلیہ ہیں۔ اس کا سوال ہی نہیں کہ وہ اس گندگی میں ملوث ہوں اور فتحے کی صورت میں یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ یعنی الزم اھلک۔ اپنی اہلیہ کو جدا نہ فرمائیں۔ وہ پاکدامن ہیں۔

اما علی بن ابی طالب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عرض اس بنیاد پر تھی کہ معاملے کی جو صورت اس وقت تھی اس کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے قلق و اضطراب پریشانی کے ازالے کی سب سے آسان صورت یہی تھی۔ جو انھوں نے عرض کی۔ ظاہر ہے کہ بفرض محال اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین سے جدائی اختیار فرما لیتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی آنچ نہیں آسکتی تھی۔ یہ حضرت شیر خدا کی ایک رائے تھی۔ اگر چہ اس کا سنگین پہلو دوسرا بہت خطرناک تھا۔ کہ پھر ام المؤمنین کی پاکدامنی عصمت مآبی مشتبہ ہو جاتی۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف لوگوں کو یقین ہو جاتا۔ یہ رحمت عالم کی شان کریمی کو گوارہ نہ ہوا کہ جسے اپنے حریم میں جگہ دے چکے ہیں۔ اسے بلاکسی جرم کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طعن و تشنیع کا نشانہ بننے کے لئے چھوڑ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ معاذ اللہ معاذ اللہ ام المؤمنین کی عصمت پر کسی قسم کا شبہ رکھتے تھے۔ اگر انھیں اس میں ذرا بھی شبہ ہوتا تو بلا جھجک ظاہر فرما دیتے۔ اس وقت نہ تقیہ کی ضرورت تھی اور نہ حضرت شیر خدا سے اس کی توقع۔ بلکہ یہ عرض کہ کنیز یعنی بریرہ سے دریافت فرمالیں۔ وہ حضور کو سچی بات بتادے گی۔ اس کی دلیل ہے۔ کہ اس وقت بریرہ نے جو کچھ عرض کیا۔ وہ خود حضرت شیر خدا کی بھی رائے تھی۔

من یعذرنی یعنی جن لوگوں نے یہ افترا پردازی کر کے مجھے ایذا پہنچائی ہے انھیں اگر میں سزا دوں تو کون مجھے حق بجانب سمجھ کر معذور جانے گا۔ یا یہ معنی کہ اس خصوص میں کون میری مدد کرے گا۔ العذیر۔ کے معنی ناصر کے بھی ہیں۔

فقام سعد بن معاذ اس پر امام قاضی عیاض وغیرہ نے یہ اشکال پیش کیا کہ اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باحیات نہیں تھے۔ کیونکہ یہ متفق علیہ ہے۔ کہ ان کا وصال غزوہ خندق کے بعد بنی قریظہ کے استیصال کے بعد ہو گیا تھا۔ غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا ہے۔ اور غزوہ مریسیع ۶ھ شعبان میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسیع شعبان ۵ھ میں ہوا ہے اور خندق شوال ۵ھ میں۔

وکان قبل ذلک رجلا صالحا مسلم میں قبل ذلک کے حذف کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ اس کے پہلے منافقین کی حمایت نہیں کرتے تھے۔ مگر اس وقت قبیلے کی حمایت میں انھیں غصہ آگیا تھا۔ اور اس غصے کی وجہ غلط فہمی تھی۔ چونکہ واقعہ افک کا بانی مبانی اور لیڈر ابن ابی ابن سلول راس المنافقین بھی بنی خزرج کا تھا۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت سعد اسی بہانے خزرج سے پرانی عداوت نکالنا چاہتے ہیں۔ اس کی دلیل ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کہا۔ تم نے یہ بات صرف اس بنا پر کہی ہے کہ تم جانتے ہو۔ کہ یہ بنی خزرج سے ہے اور ابن ابی حاطب کی روایت میں ہے کہ اے ابن معاذ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جاہلیت میں کینے تھے۔ وہ اب تک تمہارے سینوں سے نہیں نکلے ہیں[1]۔

انک منافق تم یہ کام منافق کا کر رہے ہو کیونکہ منافق کی حمایت میں غصہ ہو رہے ہو۔ حضرت سعد بن معاذ اور

---

[1] فتح الباری ثانی ص ۴۷۳

حضرت اُسید بن حضیر دونوں حضرات اوس کی شاخ بنی عبد الاشہل سے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر جلال اور غضب میں ان کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے۔

اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فتنے سے انتہائی ملول اور الجھن میں تھے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ خاطر اقدس سے گرد ملال دور کی جاتی۔ اور اطاعت وہمدردی زیادہ سے زیادہ کی جاتی۔ مگر حضرت سعد بن عبادہ نے غلط فہمی کی بنا پر وہ کہدیا۔ اس پر انھیں جلال آگیا۔ شورش اور فتنے کے موقع پر اس قسم کی باتیں تعجب انگیز نہیں خصوصًا اس وقت کہ ابھی یہ لوگ صرف چار سال ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔

حتّٰی سکتوا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن مخلص اور سچے محب رسول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس جوش اور ثوران میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں سمجھایا بجھایا تو وہ ٹھنڈے ہوگئے۔ اور ان کا ایمان صادق اور ان کی بے لوث حب رسول ان کے جوش اور ثوران پر غالب آگئی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لاتصدقونی غالبًا ام المؤمنین چار سال خدمت اقدس میں گزار چکی تھیں۔ انھیں یقین تھا کہ حضور خوب جانتے ہیں۔ کہ یہ افترا بہتان اور کذب بحت ہے۔ مگر جب حضور نے وہ فرمایا۔ توان کی انا کو ٹھیس لگی اور شان محبوبی کی بنا پر بطور ناز و ادا وہ عرض کیا۔ خطاب اگرچہ حضور سے تھا۔ مگر مراد عوام تھے۔ جن کی عادت کی ام المؤمنین نے کما حقہٗ ترجمانی فرمائی ہے۔

اس وقت وہ عرض کر دیا مگر جب غور فرمایا۔ کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ تو بطور معذرت ارشاد فرمایا۔ میں اس وقت نوعمر بچی تھی اور قرآن بہت زیادہ نہیں پڑھا تھا اس لئے وہ کلمات منہ سے نکل گئے۔

الا ابا یوسف ام المؤمنین کی الجھن اور کرب کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نامی ذہن مبارک میں نہیں آیا۔ تو ابا یوسف عرض کیا۔

یعنی اس صورت حال میں بھی صبر جمیل کروں گی۔ اور اللہ عزوجل سے استعانت کروں گی۔ مجھے امید ہے کہ جیسے حضرت یعقوب کو ان کا یوسف گم شدہ مل گیا۔ میری بھی برارت اللہ عزوجل بیان فرمادے گا۔ اور جو ام المؤمنین کو امید تھی وہ بدرجۂ اتم پوری ہوئی۔

ثم تحولت یہ بظاہر اعراض ہے۔ مگر اس ظاہری اعراض میں کتنی یگانگت کتنی کشش کتنی لذت ہے۔ وہ ارباب محبت ہی جانتے ہیں۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ام المؤمنین کو پورا وثوق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری پاکدامنی اور برارت پر کامل یقین ہے۔ ورنہ موقع ایسا تھا کہ خوشامد کی جاتی اور انتہائی لجاجت آمیز گفتگو کی جاتی۔ اور ایسی حرکت ہوتی جو ان کی منظہر ہو۔ مگر سچے محب ومحبوب کا رابطہ خوشامد لجاجت سے بالا ہے۔ وہ ایک محبوب خوب جانتا ہے کہ میرے محب کو میری کیا ادا پسند ہے۔

لا اقوم الیہ یہی نہیں اسود کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں

نے چھیڑ لیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ڈانٹا۔ یہ سب وہی محبوبانہ ادائیں ہیں۔ ام المؤمنین کے قلب مبارک پر اس کا بہت اثر تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنتے ہی اس کی تردید کیوں نہیں فرمائی۔ جب کہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ میں اس سے بری ہوں۔ اس ماحول میں جب اللہ عزوجل نے ان کی برارت نازل فرمائی۔ تو یہ محبوبانہ شکوہ اپنے کمال پر پہنچ گیا۔ جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ عرض کیا میں صرف اللہ کی حمد کروں گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

فانزل اللہ یعنی میری برارت میں سورۂ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ　　بے شک جو لوگ بھاری بہتان لائے وہ تمہاری ہی ایک
(الی) وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۱تا۱۹　　جماعت ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

سورۂ نور کی تفسیر میں، العشر الآیات۔ ہے یعنی دس آیتیں مگر یہ دس نہیں نو ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ملالی جائیں تو دس ہوں گی۔

لیکن عطار خراسانی کی روایت میں ہے۔ ان الذین جاءوا بالافک۔ سے۔ واللہ غفور رحیم تک نازل ہوئیں۔ یہ بارہ آیتیں ہوئیں۔ طبری میں حکم بن عتبہ کی روایت میں ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے پندرہ آیتیں نازل فرمائیں۔ الخبیثات للخبیثین تک مگر یہ پندرہ نہیں سولہ آیتیں ہیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور حاکم کی اکلیل میں سعید بن جبیر سے ہے کہ مسلسل اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اقول وھو المستعان اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ صحیحین کی روایت راجح ہے۔ کہ پہلے دس آیتیں نازل ہوئیں اس پر واقعات کی ترتیب دلیل ہے۔ آیۂ کریمہ۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ۔ کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ بھی طے ہے کہ آیات برائت نزول کے بعد انھوں نے وہ قسم کھائی تھی۔ زمخشری نے کہا مختصر اور جامع عبارت کے ساتھ آتنی سخت وعید کسی معصیت میں وارد نہیں وہ بھی مختلف اسلوب اور متعدد طریقوں کے ساتھ کہ ان میں ہر ایک اپنی جگہ کافی اور وافی ہے۔ حتی کہ بت پرستوں کے بارے میں بھی اتنی سخت وعیدیں اور اتنا تند و تیز لہجہ استعمال نہیں ہوا ہے۔

اقول وھو المستعان۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سارے دین کے دار و مدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس فتنے کے بانی اور سربراہ عبداللہ بن ابی کا منشاء یہ تھا۔ کہ اگر اس میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر لوگوں کو بتا دو کرانا آسان ہو گا کہ جو شخص اپنی سب سے زیادہ محبوب بیوی کے اندر پاکدامنی کا جذبہ نہیں پیدا کر سکا۔ اور جس کی شب و روز صحبت اسے ایسی گندگی سے محفوظ نہیں رکھ سکی وہ اللہ کا رسول کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر اس بہتان پر یقین کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً حضرت ام المؤمنین کو طلاق دیدیتے جس کا اثر حضرت صدیق اکبر پر پڑتا۔ وہ کم ظرف یہ سمجھے ہوئے تھا۔ کہ اس کے نتیجے میں حضرت صدیق اکبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور مہاجرین کا ایک طبقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الگ ہو جائے گا۔ یوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ایک بڑے معاون سے محروم ہو جائیں گے۔ اور پھر یہ بھی اسے امید رہی ہو گی۔ کہ ہم

سے مل جائیں گے۔ یوں اس نے اپنا ڈبل فائدہ سوچا ہوگا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے سخت سے سخت تیز سے تیز تر اسلوب میں اس کا رد بلیغ فرمایا تاکہ آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا سد باب ہو جائے۔

کتاب المغازی اور التفسیر میں اس کے بعد یہ زائد ہے۔

وطفقت اختها حمنة تحارب لها فهلكت فيمن هلك۔ قال ابن شهاب فهذا الذي بلغني من حديث هؤلاء الرهط۔ ثم قال عروة قالت عائشة والله ان الرجل الذي قيل له ما قيل ليقول سبحان الله فوالذي نفسي بيده ما كشفت من كنف انثى قط قالت ثم قتل بعد ذلك في سبيل الله۔

اور (ام المؤمنین) حضرت زینب کی بہن حمنہ ان کے لئے لڑتی رہتی اور ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو کر ہلاک ہو گئی۔ ابن شہاب نے کہا کہ اس گروہ کی جو حدیث مجھے پہنچی ہے وہ یہ ہے۔ اس کے بعد عروہ نے روایت کیا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے کہا۔ بخدا اس شخص نے (صفوان) جس کے بارے میں یہ کہا گیا۔ یہ کہتا رہا۔ سبحان اللہ! (یہ کہا جا رہا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں نے کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اس کے بعد وہ راہ خدا میں شہید ہوا۔

ہشام بن عروہ کی حدیث کے اخیر میں ہے۔

وكان الذي تكلم به مسطح وحسان بن ثابت والمنافق عبد الله بن ابي وهو الذي يستوشيه وهو الذي تولى كبره هو وحمنة۔

اسے مسطح، حسان بن ثابت اور عبد اللہ بن ابی منافق نے پھیلایا۔ عبد اللہ بن ابی ہی وہ ہے جس نے اس میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اور حمنہ نے۔

حمنة بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ ان دونوں کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب ہیں۔ یہ بیعت کرنے والی خواتین میں تھیں۔ جنگ احد میں شریک تھیں۔ پانی پلاتیں، زخمیوں کو اٹھا لاتیں علاج کرتیں۔ پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ جن سے محمد سجاد اور عمر تولد ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کی پیداوار سے تین وسق دیا تھا۔ بہن کی حمایت میں ان سے یہ لغزش ہو گئی اور طبیعت میں جوش تھا اس لئے حد سے آگے بڑھ گئیں۔

ابو داؤد[1] وغیرہ میں ہے۔ کہ آیات برات کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور جن لوگوں نے یہ افواہ پھیلائی تھی۔ ان میں سے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش پر حد قذف جاری فرمائی۔ ان میں عبد اللہ بن ابی کا ذکر نہیں۔ جب کہ وہی اس کا بانی مبانی تھا۔ غالباً یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ

---

[1] ثانی الحدود باب فی حد القاذف ص۲۵۸

منافق تھا۔ اس کے ساتھ ایک جتھا تھا۔ نیز قبائلی عصبیت بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی اس کا اندیشہ رہا ہو کہ اندرون شہر کوئی خلفشار پیدا ہوجائے۔ اور مخالفین کو یہ پروپگنڈہ کرنے کا موقع مل جائے۔ کہ لو اب جن لوگوں نے انھیں پناہ دی انھیں سے لڑنے لگے۔ ویسے امام حاکم کی اکلیل میں ابو اویس کی روایت میں جو حسن بن زید اور عبد اللہ بن ابو بکر بن حزم وغیرہ سے ہے کہ اس پر بھی حد قائم کی گئی۔

یہ واقعہ اگرچہ انتہائی دل خراش ہے۔ اور اس کے اثر سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی ذہنی اعصابی اذیت اٹھانی پڑی۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی انتہائی الجھن اور دماغی تناؤ میں گرفتار کردیا۔ مگر اس کی برکتیں بے شمار ہیں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے سورۂ نور کی تفسیر میں اس حدیث کے سو سے زائد فوائد بیان فرمائے ہیں۔ علامہ بدر الدین محمود عینی نے اس میں مزید اضافے فرمائے۔ اس خادم کے ذہن میں ان دونوں حضرات کے فوائد کے علاوہ مزید فوائد ہیں۔ خصوصیت سے اس واقعہ کے نتیجے میں زنا اور تہمت زنا کی سزاؤں کا نزول وہ برکت ہے۔ کہ قیامت تک کے لئے ان گنت عورتوں کی عصمت محفوظ ہوگئی۔ اور شتر بے مہار عوام میں ذرا ذرا سے شبہات پر الزام واتہام کی عادت ہے۔ اس پر سخت قدغن لگ گیا۔ مجھے چونکہ اختصار مقصود ہے اس لئے تفصیل سے درگذر کرتا ہوں۔

ایک فریب کی پردہ دری

منافقین نے تو اسلام پر ضرب کاری لگانے کی نیت سے یہ بہتان باندھا تھا۔ جس کا بالکلیہ قلع قمع قرآن مجید نے کردیا۔

مگر آج کل وہابی اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم وسیع واوسع کی تنقیص کے لئے دستاویز بنائے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو پریشان کیوں تھے۔ ان معاندین سے خطاب بے کار۔ لیکن انصاف پسند ناظرین کی خدمت میں چند باتیں معروض ہیں۔ حدیث کے متن پر ایک نظر پھر ڈال لیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش، حضرت اسامہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا۔ تو سب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کو بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ جو بمنزلہ تقریر ہے۔ یعنی اس قول کی تصدیق ہے اور تصدیق اسی وقت ہوگی۔ جب کہ اس کے سچ ہونے پر یقین ہو۔ اور یہ تین قول کی تصدیق ہے۔ اس لئے بظاہر یہ ایک تصدیق حقیقت میں تین تصدیق ہے۔

(۲) پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منبر پر تشریف لے جاکر علانیہ یہ فرمانا۔

من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی۔ — اس شخص کے مقابلے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت ناک باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا کہ ام المؤمنین پاکدامن ہیں۔

اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر اس میں شک ہوتا تو بہتان طرازوں کے مقابلے میں صحابۂ کرام سے یہ فرماتے۔ اس بارے میں میری کون مدد کرے گا؟

③ پھر فرمایا۔

واللہ ماعلمت علی اھلی الا خیرا خدا کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں اچھائی کے سوا اور کچھ علم نہیں۔

برسر منبر قسم کھا کر صفائی کے باوجود یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں شک میں تھے۔ اس ارشاد کو جھٹلانا ہے۔

④ پھر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔ اور ایسے شخص کا ان لوگوں نے اس سلسلے میں نام لیا ہے جس کے بارے میں خیر کے سوا مجھے اور کچھ علم نہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا یقین کامل تھا کہ یہ واقعہ سراسر جھوٹ ہے۔ اور افترا ہے۔

وجہ اضطراب رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس واقعہ سے اضطراب یہ بتقاضائے بشریت تھا۔ کسی بھی شریف انسان کی اہلیہ پر اور وہ بھی سب سے زیادہ عزیز اہلیہ پر کوئی بہتان باندھے اور علانیہ اس کا پروپگنڈہ کرے تو یہ فطری بات ہے کہ وہ پریشان اور بے چین ہوگا۔ اگرچہ اسے یقین ہو کہ سراسر بے بنیاد بات ہے۔ خالص افترا ہے۔

رہ گیا حضرت بریرہ وغیرہ سے دریافت فرمانا۔ یہ لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ دوسروں کو مطمئن کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ کہ مبحوث عنہ کے قریب جو لوگ رہتے ہوں خصوصا قریب رہنے والے جب اس کے بارے میں صفائی دیں گے تو اسے ہر دیانت دار اور انصاف پسند قبول کرلے گا۔

رہ گیا خود ام المؤمنین سے جو فرمایا۔ اے عائشہ تمہارے بارے میں مجھ تک ایسی ایسی باتیں پہونچی ہیں الخ......

یہ بھی اس اعلان کے بعد کہ مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں۔ اس کی دلیل نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں کوئی شک تھا۔ بلکہ یہ اس بنا پر تھا کہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ خود منبر پر آکر صفائی دے رہے ہیں۔ مخالفین کے مقابلے پر مدد کے لئے بلا رہے ہیں۔ اور جس پر الزام لگا ہے اس سے پوچھا تک نہیں یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ جس پر بھی کوئی الزام لگایا جائے۔ اس سے سوال کیا جائے۔ یہ ضابطے کی خانہ پری تھی تاکہ ایک نظیر قائم ہوجائے۔

اس واقعے میں حضرت صدیق اکبر اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے اعلیٰ فضائل کے متعدد پہلو ہیں۔

(۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پاک میں ان دونوں کی عظیم وقعت کی بین دلیل ہے۔ ایک سیدھی سادی بات ہے کہ کسی شخص پر یہ واجب نہیں کہ کسی بھی عورت کو اپنی زوجیت میں رکھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس فتنے کا آسان حل یہ تھا کہ علیحدگی اختیار فرمالیتے۔ مگر یہ حضرت صدیق اکبر اور خود ام المؤمنین کے لئے کتنا بڑا سانحہ ہوتا وہ ظاہر ہے ان دونوں پر کیا گذرتی بتانے کی بات نہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کی دلداری بلکہ دلنوازی کے لئے اس آسان حل پر عمل نہیں فرمایا۔ بلکہ ابتداءً اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے

صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ اور پھر ایک مہینے تک وحی ربانی کا انتظار فرمایا یہ صرف اس لئے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دونوں کا دل شکستہ ہونا پسند نہیں تھا۔

(۲) حضرت صدیق اکبر کے ساتھ مہاجرین کی کثیر تعداد تھی۔ اور انصار کرام ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ چاہتے تو جو لوگ اس واقعہ میں ملوث تھے۔ طاقت کے ذریعہ ان کا منہ بند کر سکتے تھے۔ مگر وہ ایک دم خاموش رہے۔ صرف ایک بار فرمایا تو یہ فرمایا۔ بخدا جاہلیت میں ہمارے بارے میں ایسی بات کبھی کسی نے نہیں کہی ۔ پھر اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے عزت دی۔ یہ کیسے کہا جا رہا ہے [1]

مگر ظاہر ہے کہ وہ اگر کوئی سخت اقدام کرتے تو مسلمانوں میں لڑائی کا اندیشہ قوی تھا جس سے اسلام کی اشاعت میں خلل پڑتا۔ اس لئے زہر کا گھونٹ پیتے رہے اور خاموش رہے۔ اسلام کی بہبود کی خاطر اتنے عظیم حادثے کے وقت راضی برضائے الٰہی رہنا صدیق اکبر ہی کی شان تھی۔ یہ ان کی اسلام کے ساتھ خیر خواہی، تدبر، دور اندیشی، تحمل استقامت اور توکل علی اللہ اور رضا بالقضا کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کی برہان قاطع ہے۔

(۳) حضرت مسطح بن اثاثہ نے اس میں کھل کر بھرپور حصہ لیا تھا۔ حتیٰ کہ خود ام المؤمنین سے مروی بعض طرق میں ہے کہ۔ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ ۔ جس نے اس میں زیادہ حصہ لیا ۔ میں یہ بھی داخل تھے۔ اس لئے انھوں نے قسم کھالی۔ اب مسطح کو کچھ نہیں دوں گا۔ مگر جب آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ ۔	اور جو لوگ مالدار فراخ رزق ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں دیں گے۔

تو فوراً سارا غیظ و جلال ختم ہوگیا۔ اور حکم ربانی کے حضور سر تسلیم خم کر دیا۔ اپنی لخت جگر نور نظر، سرور قلب و جگر کے خلاف وہ بھی کون جو محبوبہ محبوب رب العلمین ہو ایسی گندگی اور وہ بھی بے بنیاد اچھالنے والے پر بحکم خداوندی دوبارہ داد و دہش کرنی اس کی دلیل ہے کہ وہ ہر وقت ہر آن ہر لحظہ رضائے الٰہی کے طالب تھے۔ اور وہ بلاشبہ اس آیت کریمہ کے سب سے اعلیٰ مصداق تھے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۔ (لیل)	اور جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے اور مال اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزہ رہے۔

(۴) حضرت ام المؤمنین کی برات میں دس آیات نازل ہوئیں۔ بارگاہ خداوندی میں ان کا کتنا اعزاز تھا وہ اس سے ظاہر ہے اور پھر ان آیات کے سیاق میں قہر و جلال کی کوندتی ہوئی بجلیاں اس کی دلیل ہیں کہ جبار و قہار مولیٰ عز و جل ام المؤمنین کے مخالفین سے اعلان جنگ فرما رہا ہے۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ ام المؤمنین بارگاہ قدس کے محبوبوں کی اولین صف میں ہیں۔

اس حدیث میں ام المؤمنین کی ذہانت و فطانت، اصابت رائے، فصاحت و بلاغت، زور بیان، حسن بیان اور

---

[1] فتح الباری ثامن ص ۳۸۰

واقعات کے اسباب وعلل کا اظہار جس خوبی سے ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اسے دقیق نظر اور اہل معرفت ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ جن میں بعض کی طرف میں نے اشارہ شرح میں اشارے کر دیئے ہیں۔

مطابقت باب باب یہ تھا کہ عورت، عورت کا عادل ہونا بیان کرے۔ ام المومنین حضرت زینب اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی صفائی دی۔ یہی تعدیل ہے۔

باب اِذا زکّی رجلٌ رجلاً کفاہ ص۳۶۶ جب ایک مرد کسی مرد کی پاکیزگی بیان کرے تو کافی ہے۔

۵۱۴ وَقَالَ اَبُوْجَمِیْلَةَ وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا فَلَمَّا رَاٰنِیْ عُمَرُ قَالَ عَسَی
ت اور ابو جمیلہ نے کہا۔ میں نے پھینکا ہوا بچہ پایا۔ جب عمر نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ کہیں چھوٹا سا
الْغُوَیْرُ اَبْؤُسًا کَاَنَّهٗ یَتَّهِمُنِیْ قَالَ عَرِیْفِیْ اِنَّهٗ رَجُلٌ صَالِحٌ قَالَ کَذٰلِكَ
غار مصیبت نہ ہو۔ گویا وہ مجھے متہم فرماتے تھے۔ اس پر میرے عریف نے کہا کہ صالح مرد ہے۔ فرمایا ایسا
اِذْهَبْ وَعَلَیْنَا نَفَقَتُهٗ۔
ہے تو لے جاؤ اور اس کا نفقہ ہمارے ذمے ہے۔

۵۱۴ تشریحات ابو جمیلہ کا نام سُنَین یا میسرہ ہے۔ یہ صحابی ہیں فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

فلمّا رأٰنی ابو جمیلہ اس بچے کو اٹھا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے تاکہ بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر فرما دیں۔ اس بچے کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کبھی غویر مصیبت بن جاتا ہے۔ یعنی معمولی بات بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے۔

عسی الغُوَیر غویر، غار کی تصغیر ہے۔ یہ ایک مثل ہے جو اہل مدینہ بہت بولتے ہیں یہ ایسے موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی ایسا کام کرے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ کسی غار میں رات بسر کرنے کے لئے گئے اور ان کے دشمنوں نے وہیں انھیں ختم کر دیا۔

کانہ یتھمنی حضرت فاروق اعظم کو یہ شبہ ہوا کہ کہیں یہ بچہ انھیں کا نہ ہو۔ وظیفہ حاصل کرنے کے لئے یہ بتا رہے ہیں کہ پڑا ہوا ملا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے انھوں نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کا بچہ ہے۔ اور یہ اس بنا پر تھا کہ حکام کو لازم ہے کہ جو معاملہ ان کے یہاں پیش ہو اس کے ہر پہلو کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کریں اسی لئے خود فرمایا۔ ان من الحزم لسوء الظن۔ بدگمانی بھی ہوشیاری ہے۔ بدگمانی ممنوع وہ ہے کہ محض گمان پر کسی کو مجرم یقین کرے اس پر سزا دے اسے پھیلائے۔

قال عریفی بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ، عریفی ہی کیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کا نام ہے۔ حالانکہ ایسا

نہیں۔ اس کے معنی نگراں کے ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آبادیوں کو چند حصوں پر بانٹ دیا تھا۔ اور ہر حصے پر ایک نگراں مقرر کر دیا تھا۔ جو اپنے اپنے حلقے کے باشندوں پر کڑی نظر رکھتا اور ان کے تمام احوال کی معلومات بھی۔

اقول وھو المستعان۔ عریف کا لفظ عہد رسالت میں بھی ملتا ہے۔ حدیث گذر چکی کہ ہوازن اور ثقیف کا وفد جب اپنے اموال و اولاد کی واپسی کے لئے جعرانہ میں حاضر ہوا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام سے فرمایا کہ ان کے اہل و عیال واپس کر دو۔ اور انصار کرام نے رضامندی ظاہر کی۔ تو فرمایا۔ حتی یرفع الینا عُرفاءکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نظام عہد رسالت میں رائج تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے اسے از سر نو مرتب فرمایا ہو۔

اذھب بیہقی میں امام مالک کی روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ جا یہ آزاد ہے اور اس کی ولا تیرے لئے ہے اور ہمارے ذمے اس کا نفقہ ہے۔

۱۴۸۳ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی

حدیث حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ایک

رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَكَ قَطَعْتَ

شخص کی تعریف کی۔ تو حضور نے فرمایا۔ تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ لی۔ تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ

عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا ثُمَّ قَالَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ

لی۔ کئی بار فرمایا۔ پھر فرمایا۔ اگر یہ ضروری ہو کہ کسی کی تعریف کرو تو یہ کہو۔ میں فلاں کو ایسا

مَادِحًا اَخَاهُ لَامَحَالَةَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِیْبُهٗ وَلَا اُزَکِّیْ عَلَی

سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔ میں اللہ کے سوا کسی کو بے عیب نہیں جانتا۔

اللّٰهِ اَحَدًا اَحْسِبُهٗ کَذَا وَکَذَا۔ اِنْ کَانَ یَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ۔ عہ

میں اسے ایسا ایسا گمان کرتا ہوں اگر یہ جانتا ہو کہ وہ ایسا ہی ہے۔

۱۴۸۳ تشریحات اثنی رجل اس کا احتمال ہے کہ تعریف کرنے والے مِحجن بن ادرع سلمی ہوں۔ جیسا کہ طبرانی اور امام احمد، امام اسحٰق کی حدیث سے ظاہر ہے۔ اسی طرح امام اسحٰق کی حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جن کی تعریف کی تھی وہ عبداللہ ذوالنجادین تھے تعریف میں یہ کہا تھا کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عہ ثانی الادب ما یکرہ من التمادح ص ۸۹۵ باب ما جاء فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ مسلم آخر کتاب ابوداؤد، ابن ماجہ، الادب

علیہ وسلم کے بعد ان سے افضل کوئی نہیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ نماز میں۔ اس تعریف میں غلو تھا اس لئے اس سے منع فرمایا۔ اور کسی کی تعریف کی ممانعت کا محمل یہی ہے۔ کہ غلو اور افراط نہ ہو۔ یا وہ شخص ایسا نہ ہو کہ تعریف سن کر عجب اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے۔ ورنہ احادیث کا باب فضائل دیکھئے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ان کے منہ پر اعلی سے اعلی فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ اسی کی متابعت میں سلف سے لے کر خلف تک یہ سنت متوارثہ ہے کہ اہل کمال افراد کی وہ خوبیاں بیان کرتے چلے آئے ہیں جو ان میں واقعی ہوتی ہیں۔

مطابقت باب مطابقت باب کی تقریر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مدح میں غلو در اطناب سے منع فرمایا۔ اور واقعی مدح کی اجازت دی۔ اور تزکیہ بھی ایک طرح کی مدح ہے۔ اس لئے جیسے ایک شخص کی مدح معتبر، تزکیہ بھی معتبر۔

باب مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ۔ صـ ۳۶۶ مدح میں زیادتی ناپسندیدہ ہے وہی کہے جو جانتا ہے۔

۱۴۸۴ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِي مُوسٰى سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
حدیث حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک
وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيْهِ فِي مَدْحِهٖ فَقَالَ اَهْلَكْتُمْ
شخص کو سنا کہ ایک شخص کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں حد سے آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا
اَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔
کہ تم نے اس کو ہلاک کر دیا یا اس کی پیٹھ توڑ دی۔

۱۴۸۴ تشریحات ان احادیث سے جلسوں کے پوسٹر مرتب کرنے والوں اور اناؤنسری کرنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ان لوگوں نے علمائے کرام کے سارے اہم خطابات کو بازاری بنا رکھا ہے۔ جو بھی چرب زبان مقرر ہوا تو اسے علامہ، مفتی، مجاہد، وغیرہ خطابات سے بلا خطر نوازتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں یہ بے پڑھے لکھے قصاص (واعظین) واقعی اپنے کو اتنا بڑا سمجھنے لگتے ہیں کہ ان اکابر ملت کو جو آج اساطین ملت ہیں، خاطر میں نہیں لاتے۔ تقریروں میں بے محابا ضلالات بلکہ کفریات بکتے ہیں۔ اور اگر کوئی ذمہ دار ٹوکے تو اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

باب بُلُوْغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا صـ ۳۶۷ بچوں کے بالغ ہونے اور ان کی گواہی اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا باب کہ فرمایا جب بچے بالغ ہو جائیں تو اجازت طلب کریں۔

عـہ ثانی الادب باب ما یکرہ من التمادح صـ ۸۹ مسلم آخر کتاب

توضیح باب اس باب میں دو جز ہیں ۔ بچے کب بالغ ہوں گے ۔ اور نابالغ بچوں کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟
بلوغ کی اقل مدت لڑکیوں کے لئے نو۹ سال ہے اور لڑکوں کے لئے بارہ سال۔ اس کا مطلب یہ ہے
کہ نو۹ سال کی لڑکی اور بارہ سال کا لڑکا اگر اپنے کو بالغ کہے تو اسے مان لیا جائے گا اس سے کم عمر بچے اپنے کو بالغ بتائیں تو
مانا نہیں جائے گا۔ بلوغ کی علامت لڑکیوں میں حیض یا حمل ہے ۔ اور لڑکوں میں انزال خواہ خواب میں ہو خواہ بیداری میں
بلوغ کی اکثر مدت پندرہ سال ہے ۔ اور اسی پر فتویٰ ہے ۔
نابالغوں کی گواہی مقبول نہیں ۔ ہاں اگر کوئی بات نابالغی کی حالت میں دیکھی یا سنی تھی۔ اس کی بالغ ہونے کے بعد
گواہی دیتا ہے تو مقبول ہے ۔
واذا بلغ الاطفال اس آیت سے ثابت ہوا کہ احکام تکلیفیہ بالغ ہونے کے بعد متعلق ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری
ہے کہ بلوغ کی حد مقرر کی جائے ۔

۵۱۵ وَقَالَ الْمُغِيْرَةُ اِحْتَلَمْتُ وَاَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً ۔
ت اور مغیرہ نے کہا۔ مجھے بارہ سال کی عمر میں خواب ہوگیا تھا ۔

۵۱۵ تشریح یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں۔ بلکہ یہ مغیرہ بن مقسم ضبی کوفی ہیں ۔
نابینا تھے ۔ اس لئے فقیہ اعمیٰ سے مشہور تھے ۔ حضرت ابراہیم نخعی کے تلامذہ میں تھے ۔ حضرت
امام اعظم سے بھی تلمذ حاصل ہے ۔ سنہ ۱۳۳ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے
میں بھی یہی مروی ہے کہ وہ بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو گئے تھے ۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ان سے صرف
بارہ سال چھوٹے تھے ۔

وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ لِقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ
اور عورتوں کا بالغ ہونا حیض سے ہے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے ۔ اور تمہاری عورتوں میں جنھیں
مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ
حیض کی امید نہ رہی ہو اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنھیں ابھی
وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ طلاق ۴
حیض نہیں آیا ۔ اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں ۔

توضیح یہ بھی باب کے عنوان کا جز ہے ۔ اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ حیض عورتوں کے بالغ ہونے
کی علامت ہے ۔ یہ اس خادم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ شارحین نے کوشش کی ہے ۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے ۔ اخیر میں

کہنا پڑا کہ اس پر اجماع ہے کہ حیض عورتوں کے بلوغ کی علامت ہے۔ اس آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بالغ عورتوں کی عدت حیض یا طہر ہے۔ یہ سورہ بقرہ کی آیۂ کریمہ۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ۔ سے ثابت ہے۔ رہ گئیں نابالغہ اور وہ جو سن ایاس کو پہنچ گئیں ان کی عدت تین مہینے ہے۔

اقول وھو المستعان۔ مطابقت کی تقریر میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ واللائی لم یحضن۔ سے مراد نابالغ لڑکیاں ہیں لم یحضن سے نابالغہ مراد لینا اسی وقت صحیح ہوگا کہ حیض کو بلوغ کی علامت مانیں۔ اس طرح لزوماً ثابت کہ عورتوں کا بلوغ حیض سے ہے۔

۵۱۶ وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ اَدْرَكْتُ جَارَةً لَّنَا جَدَّةً بِنْتَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً

ت اور حسن بن صالح نے کہا میں نے اپنی پڑوسن کو پایا کہ وہ اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔

۵۱۶ تشریح اس کی صورت یہ ہوئی کہ نو۹ سال کی عمر میں بالغہ ہوئی دس سال کی عمر میں اس کو ایک بچی پیدا ہوئی اور وہ بھی اسی کی طرح نو۹ سال میں بالغہ ہوئی اور دس سال کی عمر میں ماں بن گئی۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک ایسی نانی کو یمن میں دیکھا تھا۔ اکیس۲۱ سال ہی نہیں انیس۱۹ سال چھ دن میں بھی یہ ممکن ہے۔ ایک عورت کو نو۹ سال پورے ہونے پر تین دن حیض آیا۔ نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا یا حالت حیض میں ہوا۔ پاک ہوتے ہی شوہر نے وطی کی۔ جس سے حمل رہ گیا چھ مہینے پر بچی پیدا ہوئی۔ اس بچی کا بھی یہی قصہ ہوا۔ انیس۱۹ سال چھ دن میں پہلی عورت نانی ہو گئی۔

۱۴۸۵ ثَنِیْ نَافِعٌ ثَنِیْ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی۔ کہ میں جنگ احد کے موقع پر

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال تھی تو مجھے

يُجِزْنِیْ ثُمَّ عَرَضَنِیْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِیْ

جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ پھر جنگ خندق کے موقع پر جب کہ میں پندرہ سال کا تھا پیش ہوا تو اجازت

قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهٗ

دے دی۔ نافع نے کہا میں جب عمر بن عبد العزیز کے یہاں گیا جب کہ وہ خلیفہ تھے اور یہ حدیث بیان کی تو فرمایا یہ

هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَكَتَبَ اِلٰی عُمَّالِهٖ

چھوٹے اور بڑے کے مابین حد ہے۔ اور اپنے ماتحت حاکموں کو لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے

اَنْ يَّفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ ۔ ع ہ

اس کا وظیفہ مقرر کردو ۔ عہ

۱۴۸۵ تشریحات

غزوہ احد شوال ۳ھ میں ہوا ہے ۔ یہ متفق علیہ ہے ۔ غزوہ خندق کس سن میں ہوا ۔ اس میں دو قول ہیں ۔ شوال ۴ھ یا ۵ھ میں ۔ امام واقدی اور ابن سعد نے کہا ذو قعدہ میں ہوا تھا۔[۱] یہ بھی طے ہے کہ غزوہ خندق احد کے دو سال بعد ہوا ہے ۔ اس لئے کہ تمام ارباب سیر نے بیان کیا کہ ابو سفیان نے احد سے لوٹتے وقت کہا تھا ۔ موعدکم العام القبل ببدر ۔ سال آئندہ بدر میں تم سے ملاقات کا وعدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال آئندہ تشریف لے گئے ۔ مگر ابو سفیان عسفان کے قریب تک آکر خشک سالی کا بہانہ کر کے چلے گئے ۔ اور یہی صحیح ہے کہ غزوہ خندق شوال ۵ھ میں ہوا ہے ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس اختلاف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ کچھ اسلاف سنہ ہجری کی ابتدا اس محرم سے کرتے ہیں جو ہجرت کے بعد ہے ۔ ربیع الاول سے لے کر ذوالحجہ تک کو کالعدم کر دیتے ہیں ۔ اس تقدیر پر بدر پہلے سال اور احد دوسرے سال اور خندق چوتھے سال ہوا ۔ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اسی پر بنیاد رکھی ہے ۔ مگر یہ حساب درست نہیں ۔ جمہور کا طریقہ یہی ہے کہ جس سال میں ہجرت ہوئی اسی کو پہلا سال مانتے ہیں اس حساب سے بدر دوسرے سال ، احد تیسرے سال اور خندق پانچویں سال میں ہوا ۔

یوم احد اس سے مراد یہ ہے کہ احد کے موقع پر چودھواں سال شروع ہو چکا تھا مثلاً چودھویں کا ایک دن دو دن یا ہفتہ دو ہفتہ گذر چکا تھا ۔ دو سال کے بعد جب خندق کا معرکہ درپیش ہوا تو پندرہ سال پورے ہو چکے تھے ۔ بلکہ کچھ دن گذر چکے تھے ۔ عمر بتانے میں اس طرح کی عادت شائع ذائع ہے ۔

ھٰذا احدٌ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے ۔ اس پر بالغ کے احکام جاری ہوں گے ۔ اگرچہ دوسری علامات نہ پائی جائیں ۔ وہ عبادات کا مکلف ہوگا ۔ مال غنیمت کا مستحق ہوگا ۔ اس پر حد جاری ہوگی ۔ حربی ہوگا تو قتل کیا جائے گا ۔

ان یفرضوا یعنی مجاہدین کی فہرست میں اس کا نام لکھا جائے ۔ اور اسے وہ وظیفہ دیا جائے جو مجاہدین کے لئے مقرر ہے ۔ مسلم[۳] میں ہے جو اس سے کم عمر کا ہو اسے عیال میں رکھا جائے ۔ مجاہدین اور غیر مجاہدین کے وظیفے میں فرق تھا ۔ اس لئے یہ فرمایا ۔

بَابُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَىٰ عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ ص۳۶۶

اموال اور حدود سب میں یمین مدعی علیہ پر ہے ۔

عہ ثانی المغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۸۸ مسلم ثانی الامارۃ ۔ ترمذی الجہاد ۔ باب فی حد بلوغ الرجل ص۲۰۳ ابو داؤد ثانی الفئ ۔ ابن ماجہ الحدود ۔ [۱] زرقانی علی المواہب ثانی ص۱۰۳

[۲] فتح الباری جلد سابع ص۳۹۳ [۳] ثانی الامارۃ باب سن البلوغ ص۱۳۱

توضیح باب یہ باب دو حکموں پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ یمین مدعی علیہ پر ہے مدعی پر نہیں۔ مدعی پر یمین کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مدعی جب بینہ قائم کرے اور حاکم کو کچھ شبہ ہو تو مدعی سے یہ قسم لے کہ گواہوں نے حق گواہی دی ہے اسے یمین استظہار کہتے ہیں اسلاف میں بہت سے لوگوں کا یہ مذہب تھا۔ جیسے قاضی شریح۔ ابراہیم نخعی، امام اوزاعی وغیرہ۔ حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت کی ہے کہ انھوں نے عبد اللہ بن حر سے یہ حلف لی تھی۔ ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ یمین استظہار واجب نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مدعی نے صرف ایک گواہ پیش کیا تو مدعی پر یمین ہے۔ جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک نہیں۔

ان دونوں مسئلوں میں جمہور کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت اشعث بن قیس سے یہ ارشاد ہے۔

شاهداك او يمينه — دو ہی صورت ہے یا تو تمہارے دو گواہ ہوں یا اس کی یمین۔

نیز اللہ عزوجل کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے کہ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ نور — جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی کوڑے مارو۔

اس ارشاد میں بقدر نصاب گواہ پیش نہ کرنے پر حد قذف کا حکم دیا۔ اگر مدعی پر قسم ہوتی۔ خواہ یمین استظہار یا گواہ بقدر نصاب نہ ہونے کی صورت میں تو اس ارشاد میں یہ تفصیل ضروری تھی۔ کہ چار گواہ پیش کرنے کے بعد اگر حاکم کو شک ہو تو مدعی سے بینہ کے حق ہونے پر قسم لے۔ اور اگر گواہ نصاب سے کم ہوں تو مدعی سے حلف لے۔ اگر حلف سے انکار کرے تو اسے سزا دو۔

اقول وھو المستعان اسی آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حدود میں مدعی علیہ پر قسم نہیں۔ ورنہ اس میں یہ اضافہ ہوتا کہ اگر چار گواہ نہ پیش کر سکیں اور ملزمہ اپنی برأت پر قسم کھالے تو سزا دو۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ یمین مدعی علیہ پر ہے۔ اور دعوے تین قسم کے ہیں۔ اموال، حدود، معاملات۔ عموم اس کا مقتضی ہے۔ کہ ہر قسم کے دعووں میں مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ پر حلف ہو۔ مگر ہمارے یہاں حدود میں حلف نہیں۔ اور معاملات نکاح، طلاق وغیرہ میں تفصیل ہے۔ البتہ اموال میں ہے تفصیلی بحث کتاب الحدود میں آئے گی۔

۱۴۸۶ وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ

حدیث ابن شبرمہ نے کہا۔ ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی یمین کے بارے میں ابو الزناد نے

فِيْ شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فَقُلْتُ قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَاسْتَشْهِدُوْا

مجھ سے گفتگو کی ۔ میں نے کہا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو۔

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ

اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو ایسے لوگوں کو جنھیں تم پسند کرتے ہو۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰىهُمَا

دو عورتوں کو اس لئے گواہ بناؤ کہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلائے۔ بقرہ ۲۸۲۔ میں نے کہا اگر ایک

الْأُخْرٰى۔ قُلْتُ إِذَا كَانَ يَكْتَفِي بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِينِ الْمُدَّعِي فَمَا

گواہ اور مدعی کی یمین کافی ہوتی تو ایک دوسری کو یاد دلانے

يَحْتَاجُ أَنْ تُذَكِّرَ إِحْدٰىهُمَا الْأُخْرٰى مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْأُخْرٰى۔

کی کیا حاجت تھی۔ اس دوسری کے یاد دلانے کو کیا کیا جاتا۔

۱۴۸۶ تشریحات

اکثر نسخوں میں وقال قتیبۃ ہے۔ اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے۔ مگر شارح بخاری قطب الدین حلبی کے نسخے میں حدثنا ہے۔ اس خادم کی سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ یہ تعلیق نہیں۔ کیونکہ قتیبہ امام بخاری کے شیوخ میں ہیں۔ اسی صحیح میں ان سے کثیر روایتیں ہیں۔

ابن شبرمہ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ شبرمہ بن طفیل بن حسان ضبی کے بیٹے ہیں۔ یہ تابعی کوفہ اور منصورہ کے قاضی اور فقیہ تھے۔ پاکدامن عاقل شاعر خوش خلق اور حدیث میں ثقہ ہیں۔ امام بخاری صحیح میں ان کی بہت سی حدیثیں بطور شاہد لائے ہیں۔ اور ادب مفرد میں ان سے روایت بھی کی ہے۔ امام مسلم امام ابوداؤد امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ ۱۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

ابو الزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے قرشی مدنی تابعی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔ ۱۳۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

ابو الزناد قاضی مدینہ طیبہ کا اہل مدینہ کے مثل یہ مذہب تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کے قسم پر فیصلہ کرنا درست ہے اور ابن شبرمہ قاضی کوفہ کا اہل کوفہ کی طرح یہ مذہب تھا۔ کہ اس پر فیصلہ جائز نہیں۔

ان کا استدلال آیت مذکورہ سے ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر ایک گواہ اور مدعی کی قسم معتبر ہوتی تو ایک مرد گواہ کافی تھا۔ اس کی کوئی حاجت نہ تھی کہ دو عورتیں بھی رہیں۔ جس میں یہ جھنجھٹ ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلادے۔

ابن شبرمہ کے اس استدلال کے علاوہ اس آیت سے استدلال کی ایک تقریر یہ بھی ہے۔ کہ اس آیت نے ثبوت کی صرف دو صورتوں میں تحدید کردی دو مرد ہوں۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اس لئے ثبوت کی تیسری صورت کی ایک گواہ اور مدعی کی قسم کتاب اللہ پر زیادتی ہوئی اور یہ قیاس یا خبر واحد سے جائز نہیں۔ اس سلسلے میں جتنی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ سب ضعیف ہیں۔ اس لائق نہیں۔ کہ ان سے کتاب اللہ پر زیادتی ہوسکے۔ اس موقعہ کی علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی ابحاث قابل دید نی ہیں۔

علاوہ ازیں اس بارے میں احادیث بھی ہیں۔ مثلاً الیمین علی المدعیٰ علیہ یہ ترکیب حصر کا افادہ کرتی ہے۔ اور حدیث البینہ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ یہ ترکیب بھی مفید حصر ہے۔ جس سے ثابت کہ مدعی کے ذمے صرف

بینہ ہے۔ اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔

اشعث بن قیس کی حدیث۔ شاھداک اویمینہ۔ میں خاص بات یہ ہے کہ اشعث بن قیس سنہ ۱۰ھ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض محققین نے فرمایا کہ وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے ایک گواہ اور مدعی کی قسم معتبر ہے۔ منسوخ ہیں۔

باب إِذَا ادَّعٰى أَوْ قَذَفَ فَلَهُ أَنْ يَلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ ۔ ص ۳۶۷

جب دعوی کرے یا کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے چاہئے کہ بینہ تلاش کرے اور جائے بینہ طلب کرے۔

۱۴۸۷ حدیث

ثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا رَأٰى أَحَدُنَا عَلٰى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةُ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کا الزام لگایا تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد لگے گی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب کوئی اپنی عورت کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو وہ بینہ تلاش کرنے جائے گا حضور یہی فرماتے رہے کہ بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد ہے۔ پھر لعان کی حدیث ذکر کی ــــ

۱۴۸۷ تشریحات

حدیث میں خاص اپنی بیوی پر الزام لگانے کا تذکرہ ہے۔ اور باب عام ہے خواہ بیوی کو الزام لگائے خواہ اور کسی کو۔ علاوہ ازیں زوجہ کو الزام لگانے میں حد نہیں لعان ہے۔ اس لئے بینہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ علاوہ ازیں بینہ تلاش کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے پوچھے کیا تم میں سے کسی نے یہ دیکھا ہے۔ یہ انتہائی معیوب بات ہے۔

عہ ثانی تفسیر سورۂ نور باب قولہ ویدرء عنھا العذاب ص ۶۹۵ الطلاق باب یبدء الرجل بالتلاعن ص ۷۹۵ ابو داؤد الطلاق ترمذی الطلاق والتفسیر۔

اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ لعان کے شروع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس وقت بیوی اور اجنبی پر الزام کا ایک ہی حکم تھا۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد ہے۔ اور امام بخاری نے حدیث کے کلمات کی مناسبت سے باب کا عنوان قائم کر دیا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ کسی پر بلا ثبوت الزام لگائے۔ جب لگائے گا تو ثبوت کے بعد لگائے گا۔ اب اگر دعویٰ کر دیا تو جو موقع کے واقعی گواہ ہیں انھیں ڈھونڈھ کر لائے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔

باب يُحْلَفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ ص۳۶۷

مدعیٰ علیہ پر جہاں قسم واجب ہو وہیں قسم لی جائے دوسری جگہ نہ پھیری جائے۔

توضیح باب ہمارا اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ سے مجلس قضا ہی میں حلف لی جائے گی۔ قسم میں تغلیظ پیدا کرنے کے لئے کسی متبرک مقام پر لے جانا واجب نہیں ہے۔ مگر جمہور اس کے قائل ہیں۔ یہ تغلیظ مکہ مکرم میں رکن و مقام کے درمیان ہے اور مدینہ طیبہ میں منبر اقدس کے قریب اور دوسرے شہروں میں جامع مسجد میں۔ یہ لوگ بھی تھوڑے مال میں نہیں کہتے بلکہ دم یا مال کثیر میں۔ مال کثیر کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ ربع دینار سے کم پر اجازت نہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ کہ اس کی مقدار بیس دینار ہے۔ منبر اقدس کے پاس جھوٹی قسم کھانے پر وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا اگرچہ گیلی مسواک پر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے گا۔[له]
نیز حضرت ابو امامہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ۔ فرمایا۔ جو شخص میرے اس منبر کے پاس اس لئے جھوٹی قسم کھائے کہ کسی مسلمان کا مال لے لے تو اس پر فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

۵۱۷ وَقَضَى مَرْوَانُ بِالْيَمِينِ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ
اور مروان نے یہ حکم دیا کہ زید بن ثابت منبر پر قسم کھائیں۔ حضرت
أَحْلِفُ لَهُ مَكَانِي فَجَعَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَحْلِفُ وَأَبَى أَنْ يَحْلِفَ عَلَى
زید بن ثابت قسم کھاتے تھے۔ مگر منبر پر قسم کھانے سے انکار فرما دیا۔ اس
الْمِنْبَرِ فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَتَعَجَّبُ مِنْهُ ع
پر مروان تعجب کرتا رہا۔

له موطا امام مالک۔ اقضیہ۔ باب الحنث علی منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۰۳ ابو داؤد ثانی الایمان والنذور باب فی تعظیم الیمین عند منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۰ ابن ماجہ الاحکام باب الیمین عند مقاطع الحدود ص۱۶۹۔ ع ابو داؤد۔ القضا۔ نسائی ایضا۔

تشریحات ۵۱۷ اس تعلیق کو حضرت امام مالک نے موطا[1] میں روایت کیا ہے۔ حضرت زید بن ثابت اور عبداللہ بن مطیع ایک مکان کا معاملہ لے کر مروان کے یہاں گئے۔ یہ اس وقت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کی طرف سے مدینے کا حاکم تھا۔ عبداللہ بن مطیع کے پاس بینہ نہ تھا۔ اس لئے مروان نے حضرت زید بن ثابت سے کہا کہ منبر اقدس پر قسم کھاؤ۔ حضرت زید نے فرمایا۔ بس جہاں ہوں وہیں قسم کھاؤں گا۔ اس پر مروان نے کہا۔ واللہ قسم مقاطع الحقوق کے پاس ہی ہوگی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر اقدس پر قسم کھانے سے انکار فرمادیا۔ اور یہ قسم کھاتے رہے کہ ان کا حق حق ہے۔ اس پر مروان کو تعجب ہوتا رہا۔

احناف کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔ اور اس سلسلے میں وارد نصوص کا اطلاق اور عموم۔ اس خصوص میں امام بخاری کا بھی مسلک احناف کے مطابق ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد۔ شاھداك اویمینه ۔۔ کے اطلاق سے استدلال فرمایا۔ اس طرح کہ اس میں کسی جگہ کی تخصیص یا نفی نہیں۔ لہٰذا جہاں مجلس قضا ہو وہاں قسم کافی ہے۔

باب اِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِی الْیَمِیْنِ ص۳۶۷
جب کوئی قوم حلف کھانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہے۔

۱۴۸۸ عَنْ ھَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰی قَوْمٍ اَلْیَمِیْنَ فَاَسْرَعُوْا فَاَمَرَ اَنْ یُّسْہِمَ بَیْنَھُمْ فِی الْیَمِیْنِ اَیُّھُمْ یَحْلِفُ۔[2]

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں پر قسم پیش فرمایا۔ تو ان میں سے ہر ایک نے جلدی کرنی چاہی۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ ان کے درمیان اس بات پر قرعہ ڈالا جائے کہ کون قسم کھائے گا۔

تشریحات ۱۴۸۸ یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہے کہ دو فریق نے کسی ایسی چیز پر دعویٰ کیا جس پر ان دونوں میں سے کسی کا قبضہ نہیں۔ اس حدیث میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعیین مشکل ہے۔ اور بینہ بھی کسی کے پاس نہیں۔ تو قاضی دونوں پر قسم پیش کرے گا۔ اور کون قسم کھائے گا اس کا فیصلہ بذریعہ قرعہ کرے گا۔ جس فریق کے نام قرعہ نکلے اس کی حلف پر فیصلہ کردے گا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا۔ کہ اس چیز پر دونوں کا قبضہ ہو۔

باب مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ ص۳۶۸
جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] اقضیہ باب الیمین علی المنبر ص۳۰۳

[2] ثانی الاحکام باب من قضا ولعن عند منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۶۳

توضیح باب قریب قریب اس پر اجماع ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب نہیں۔ البتہ مکارم اخلاق سے ہے اور مستحب اور مستحسن ضرور ہے۔ جب کہ کسی ممنوع شی کا نہ ہو۔ ورنہ ممانعت کی حیثیت کے مطابق مکروہ یا حرام ہوگا۔ غالباً امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ انھوں نے اس کی مؤید تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں۔

۵۱۸ وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ وَذَكَرَ اِسْمٰعِيْلُ اَنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ۔

ت اور اسے امام حسن بصری نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وہ وعدے کے سچے تھے۔

تشریحات ۵۱۸ وفعلہ الحسن میں دو وجہ ہے۔ ایک یہ کہ فعل مصدر ہو اور الحسن صفت مشبہ کا صیغہ یعنی وعدہ پورا کرنا اچھا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ فعل ماضی اور الحسن سے امام حسن بصری مراد ہوں یعنی امام حسن بصری نے یہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ پابندی کے ساتھ وعدہ پورا کیا کرتے تھے۔

اسی طرح وذکر اسماعیل۔ میں بھی دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ ذکر مصدر ہو۔ اب معنی یہ ہوا۔ اسماعیل کا یہ تذکرہ۔ دوسرے یہ کہ یہ فعل ماضی ہو۔ جس کا فاعل اللہ عزوجل ہو۔ اب معنی یہ ہوئے۔ اللہ نے اسماعیل کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ایفاء وعدہ کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں بطریق شعبی یہ روایت کی ہے۔ کہ یہ ایک شخص کے ساتھ ایک بستی میں تشریف لے گئے۔ اس کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ سال بھر تک اس کا انتظار کرتے رہے۔ حتی کہ بطریق ابن شوذب روایت ہے کہ وہیں مکان بنا لیا۔

۵۱۹ وَقَضٰى ابْنُ اَشْوَعَ بِالْوَعْدِ وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

ت اور ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے ذکر کیا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

تشریحات ۵۱۹ ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے۔ یہ خالد قسری کی امارت کے زمانے میں کوفے کے قاضی تھے۔ انھیں ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ اور یحیٰی بن معین نے کہا یہ مشہور ہیں۔ لوگ انھیں جانتے ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ کی تفسیر میں ہے۔ کہ ابن اشوع نے ذکر کیا۔ کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُ اِسْحٰقَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ اَشْوَعَ

اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: میں نے اسحق بن ابراہیم بن راھویہ کو دیکھا کہ وہ ابن اشوع کی حدیث کو حجت جانتے تھے۔

اس سے مراد بھی مذکورہ بالا حدیث ہے۔

۱۴۸۹ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَاَلَنِيْ يَهُوْدِيٌّ مِّنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ اَيَّ

حدیث سعید بن جبیر شہید نے فرمایا۔ کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ حضرت موسیٰ

الْاَجَلَيْنِ قَضٰى مُوْسٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ حَتّٰى اَقْدَمَ عَلٰى حَبْرِ الْعَرَبِ فَاَسْاَلَهٗ

علیہ السلام نے کون سی مدت پوری فرمائی۔ تو میں نے کہا۔ میں نہیں جانتا عرب کے حبر کے پاس

فَقَدِمْتُ فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَضٰى اَكْثَرَهُمَا وَاَطْيَبَهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ

جاؤں گا تو ان سے پوچھوں گا۔ میں نے ابن عباس کی خدمت میں حاضری دی (اور پوچھا) تو فرمایا۔

اللّٰهِ اِذَا قَالَ فَعَلَ۔

ان دونوں میں جو بڑی اور عمدہ تھی۔ اللہ کے رسول جو فرماتے ہیں کرتے ہیں۔

۱۴۸۹ تشریحات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لقب حبر عرب جبرئیل امین نے رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہاں تشریف لے گئے تو حضرت شعیب نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تم سے نکاح کر دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ سال میرے یہاں کام کرو اور دس سال پورا کر دو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگی۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان قرارداد ہو چکی کہ ان دونوں میں سے جو بھی میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔ قصص آیت ۲۷ ـ ۲۸

علامہ جوزی نے کہا ہے۔ کہ حضرت شعیب کی خواہش یہی تھی۔ کہ وہ دس سال رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی خواہش کے مطابق یہی کیا۔ اطیبھا ـ سے مراد یہ ہے کہ جو حضرت شعیب کو زیادہ پسند تھی۔ اس پسندیدگی میں اس کو بھی دخل تھا کہ اس طرح ان کی صاحبزادی مزید دو سال ان کے پاس رہیں۔

بَابُ لَا يُسْاَلُ اَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا۔ مشرکین سے شہادت وغیرہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ ص ۳۶۹

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ ان کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں۔ اس بارے میں سلف کے کئی قول ہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے۔ کہ کفار کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں۔ نہ مسلمانوں کے حق میں مقبول نہ خود ان کے حق میں۔

ل فتح الباری خامس ص ۲۹۱

حضرت عمر بن عبد العزیز، امام شعبی نافع حماد وکیع کا قول یہ ہے۔ کہ ان کی شہادت ان کے ہم مذہب کے حق میں مقبول ہے۔ مسلمانوں کے حق میں مقبول نہیں۔

۵۲۰ ت وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
امام شعبی نے کہا اختلاف مذہب کی صورت میں ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف مقبول نہیں۔
لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ۔
اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔

تشریحات ۵۲۰ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن شیبہ اور امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے امام شعبی سے اس بارے میں دو متضاد روایتیں آئی ہیں۔

امام عبد الرزاق نے یہ روایت کیا ہے کہ امام شعبی نے کہا کہ یہودی کی گواہی نصرانی کے خلاف اور نصرانی کی یہودی کے خلاف درست ہے۔

امام ابو بکر نے بطریق اشعث جو روایت کی اس میں یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے حق میں دوسرے مذہب والوں کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف درست ہے۔

۱۴۹۰ حدیث عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ كَيْفَ تَسْأَلُوْنَ أَهْلَ
کیسے پوچھتے ہو۔ حالانکہ تمہاری وہ کتاب جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ اللہ کی طرف
الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمُ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّهٖ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللّٰهِ
سے آنے والی خبروں میں سب سے نئی ہے۔ جس کو تم پڑھتے ہو اور اس میں کوئی آمیزش نہیں۔
تَقْرَءُوْنَهٗ لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا
اور تم سے اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو بدل دیا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں
كَتَبَ اللّٰهُ وَغَيَّرُوْا بِأَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوْا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا
سے اس میں تغیر کر دیا ہے۔ پھر کہا کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ اس کے عوض معمولی قیمت
بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ
وصول کریں۔ جو علم تمہارے پاس آیا کیا وہ تم کو اہل کتاب سے پوچھنے کو منع نہیں کرتا۔

وَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ عه

ہم نے ان میں سے کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا کہ تم پر نازل جو ہوا ہے اس کو تم سے پوچھیں۔

تشریحات ۱۴۹۰ احدث الاخبار۔ الاخبار میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ مصدر ہو۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ خبر دینے میں نئی ہے۔ اور یہ نسبت اور کتابوں کے اسے نزول کے اعتبار سے نئی فرمایا۔ ورنہ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے جو قدیم غیر مسبوق بالعدم ہے۔

مطابقت باب اس حدیث سے باب کا ثبوت دو طریقے سے ہے۔ ایک اس طرح جب اہل کتاب کی خبر معتبر نہیں تو شہادت بدرجہ اولیٰ معتبر نہیں۔ کیونکہ یہ بہ نسبت خبر کے زیادہ وقیع ہے۔ دوسرے اس طرح کہ جب ان لوگوں نے چند ٹکوں کی خاطر کتاب اللہ کو بدل دیا۔ تو ان کا کیا بھروسہ کہ کسی لالچ میں آکر جھوٹی گواہی نہ دیدیں۔

بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ وَقَوْلِهِ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ آل عمران آیت ۴۴

مشکلات میں قرعہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور یاد کرو جب وہ اپنے قلموں کو ڈالتے تھے۔ کہ کون مریم کی کفالت کرے گا۔

۵۲۱ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا اقْتَرَعُوا فَجَرَتِ الْأَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّا الْجِرْيَةَ فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّا۔ سورہ آل عمران آیت ۴۴

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ان لوگوں نے قرعہ اندازی کی۔ تو سب قلم بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے۔ اور زکریا کا قلم بہاؤ کے اوپر ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

تشریحات ۵۲۱ وقولہ۔ القرعۃ۔ پر معطوف ہے۔ اور باب کا جز ہے۔

عمران کی بیوی حنہ بنت فاقوذا کے بچے نہیں ہوتے تھے۔ انھوں نے ایک دن دیکھا کہ ایک چڑیا اپنے بچے کو دانا کھلا رہی ہے۔ تو ان کے دل میں اولاد کی شدید آرزو پیدا ہوئی۔ اور اللہ سے دعا مانگی۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ امید سے ہوگئیں۔ جب حمل کا یقین ہوگیا۔ تو یہ منت مانی کہ جو بچہ پیدا ہوگا۔ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیدوں گی۔ اللہ کی مرضی کہ بچی پیدا ہوئی جن کا نام مریم رکھا گیا۔ پیدائش کے بعد بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں لے آئیں۔ اور اس کے خدام کے حوالے کر دیا۔

حضرت مریم کے والد ماجد عمران توریت کے زبردست عالم اور بیت المقدس کے امام تھے۔ اس لئے سارے خدام کی تمنا یہ تھی کہ ہم مریم کی پرورش کریں۔ کوئی دست بردار ہونے کے لئے راضی نہ تھا۔ حالانکہ حضرت زکریا ان کے سردار تھے اور انھوں نے اس پر اپنا استحقاق یوں بیان فرمایا۔ کہ مریم کی خالہ میری زوجیت میں ہے اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ اس لئے یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ یہ لوگ ان قلموں کو لے کر دریائے اردن کے کنارے گئے جن سے توریت لکھتے تھے۔ سب نے

عه ثانی الاعتصام باب لا تسئلوا اهل الكتاب ص۱۰۹۲ التوحيد باب قول الله تعالىٰ كل يوم هو في شان ص۱۱۲۲

اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے علاوہ سب کے قلم دریا میں بہہ گئے۔ مگر حضرت زکریا کا قلم پانی کے اوپر رہا اور رکا رہا۔ اور یہی طے تھا کہ جس کا قلم پانی میں بہے نہیں اوپر رکا رہے وہی مریم کی پرورش کرے گا۔ اس قرارداد کے مطابق حضرت زکریا نے حضرت مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

وَقَوْلِهٖ فَسَاهَمَ اَقْرَعَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ يَعْنِي مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ

اللہ تعالی کے اس ارشاد کا بیان۔ اس نے کشتی والوں کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اسی کا نام ڈھکیلے جانے والوں میں نکلا۔

توضیح یہ بھی۔ القرعة۔ پر عطف ہے۔ اور باب کا جز ہے۔ یہ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ یہ اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ موصل کے نواحی میں دجلہ کے کنارے ایک بستی تھی۔ ان کی قوم نے ان پر جب ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو انہوں نے ان کی ہلاکت کی دعا کی اور فرمایا۔ کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا۔ اور انھیں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب اہل نینوی نے دھواں اور دوسری عذاب کی علامتیں دیکھیں تو ڈر گئے۔ اور ان پر ایمان لائے۔ اور سچے دل سے ایمان لائے اور توبہ کی۔ لوگوں کے حقوق واپس کر دیئے یہاں تک کہ عمارتوں میں لگے پتھر بھی واپس کر دیئے۔ حضرت یونس کی تلاش میں نکلے مگر وہ نہیں ملے۔ اللہ نے ان پر سے عذاب اٹھا لیا۔

حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی کچھ دور چل کر بیچ دریا میں رک گئی۔ بظاہر اس کا کوئی سبب نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا کہ کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے۔ جب تک اسے دریا میں نہیں ڈالا جائے گا کشتی چلے گی نہیں مگر کسی نے نہ اقرار کیا اور نہ کسی ایسے غلام کو بتایا۔ اس لئے قرعہ ڈالا گیا۔ چھ بار قرعہ پڑا ہر بار حضرت یونس ہی کا نام نکلا۔ مجبوراً انھیں کو دریا میں ڈال دیا گیا۔

ایک مچھلی کو حکم ہوا اس نے نگل لیا۔ اور مچھلی کو یہ بھی حکم ہوا کہ ان کو نہ ہضم کرنا نہ ہڈی توڑنا۔ پھر بحکم الٰہی مچھلی نے انھیں خشکی پر اگل دیا۔ مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے۔ اس میں ایک دن سے لے کر چالیس دن تک کا قول ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات جستہ جستہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مذکور ہیں۔ ان دونوں واقعے کے تذکرے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگلی شریعت میں قرعہ اندازی شروع تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ کہ اگلی شریعتوں کے احکام اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیان فرمائیں اور انکار نہ کریں تو وہ ہماری بھی شریعت ہے۔

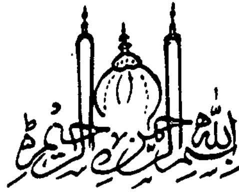

کتاب الصلح صلح کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ
لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ
ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ بہت سی سرگوشیوں میں بھلائی

نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ
نہیں سوائے اس کے جو صدقہ کا حکم کرے یا اچھے کام کا

أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ۔ النساء (۱۱۴)
یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔

وَخُرُوْجِ الْإِمَامِ إِلَى الْمَوَاضِعِ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ
اور امام کا اپنے اصحاب کے ساتھ اختلاف کی جگہوں پر جانا تاکہ لوگوں کے مابین صلح کرائے۔

حدیث ۱۴۹۱

سَمِعْتُ أَبِيْ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَتَيْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
کہ عبد اللہ بن ابی کے پاس تشریف لے چلئے تو اچھا ہوتا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ حِمَارًا فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ يَمْشُوْنَ مَعَهُ وَهِيَ أَرْضٌ
اس کے یہاں تشریف لے گئے اور گدھے پر سوار ہوئے۔ مسلمان پیدل حضور کے ساتھ چلے۔ اور وہ شور

سَبِخَةٌ فَلَمَّا أَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَيْكَ عَنِّيْ وَاللّٰهِ
زمین تھی۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے یہاں پہونچے تو اس نے کہا۔ ہم سے دور رہ۔

لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْھُمْ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ

واللہ تیرے گدھے کی بو نے مجھے ایذا پہنچائی۔ انھیں میں کے ایک انصاری نے کہا۔ واللہ رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِّنْكَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس گدھے پر سوار ہیں اس کی خوشبو تیری بو سے بدرجہا اچھی ہے۔ اس پر

مِّنْ قَوْمِهٖ فَشَتَمَا فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَصْحَابُهُ فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ

اس کے برادری کے ایک شخص کو غصہ آگیا۔ دونوں گالی گلوج کرنے لگے جس کے نتیجے میں ہر ایک کے ساتھی

بِالْجَرِيْدِ وَالْاَيْدِيْ وَالنِّعَالِ فَبَلَغَنَا اَنَّهَا نَزَلَتْ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

غضبناک ہوگئے۔ اور ان کے درمیان کھجور کی شاخوں ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہوئی۔ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے

اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ـــ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا مَا انْتَخَبْتُ مِنْ مُسَدَّدٍ

کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرا دو ـــ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے

قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ وَيُحَدِّثَ ۔

فرمایا۔ یہ وہ ہے جو میں نے مسدد سے منتخب کیا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ بیٹھیں اور حدیث بیان کریں۔

تشریحات ۱۴۹۱

فقال رجل من الانصار۔ کتاب الاستیذان میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اگرچہ دونوں کے سیاق میں اختلاف ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے جا رہے تھے۔

علامہ ابن حجر نے یہ تطبیق دی کہ ہو سکتا ہے کہ غرض مذکور کے بعد یہ خیال فرمایا ہو کہ چلو سعد ابن عبادہ کی عیادت بھی کر لے آئیں۔ اور عبد اللہ بن ابی کو اسلام کی دعوت بھی دیدیں۔ دونوں ایک ہی قبیلے خزرج کے فرد تھے۔

وکان بینھما :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں فریق کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر دیا۔ یہاں تک کہ خاموش ہوگئے۔

فبلغنا :۔ اس کے قائل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے۔ جو بطریق مقدمی ہے قال انس فانبئت انھا نزلت فیھم حضرت اسامہ کی حدیث میں یہ نہیں۔

سہ مسلم المغازی ؎ ثانی باب التسلیم فی مجلس فی اخلاط ص ۹۲۴

بَابُ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ ص۳۷۱

وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے۔

حدیث ۱۴۹۲

اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّهٗ اُمَّ كُلْثُوْمِ بِنْتَ

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عُقْبَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

انھوں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے

اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کے پہلے کا ہے[1]۔ جب کہ ابن ابی ابن سلول نے اظہار اسلام بھی نہیں کیا تھا۔ جو اس حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے اور یہ آیہ کریمہ سورہ حجرات کی ہے۔ جو بہت بعد میں سنۃ الوفود ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا علامہ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ ہو سکتا ہے۔ اتنا حصہ ان دونوں موقعوں پر نازل ہوا ہو۔ اور ابن ابی ابن سلول اور اس کے ہمراہیوں پر مومنین کا اطلاق تغلیباً ہوا ہو۔

تشریحات ۱۴۹۲ ینمی۔ نمی ینمی۔ یہ ضرب یضرب سے جب آتا ہے تو اس کے معنی بہ نیت اصلاح کسی سے اچھی بات کہنے کے ہیں۔ اور باب افعال اور تفعیل سے اس کے معنی فساد پیدا کرنے والی بات کہنے کے ہیں۔ جسے چغلی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے اقتضاءً یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو فریق میں صلح کرانے کے لئے خلاف واقعہ ایسی بات کہنے کی اجازت ہے۔ جس سے صلح میں مدد ملے۔ مگر بعض علماء یہ فرماتے ہیں۔ کہ جھوٹ کسی حال میں جائز نہیں۔ اس سے مراد توریہ ہے۔ یعنی ایسی ذو معانی بات کہنی جس میں سچ کا بھی پہلو ہو۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ جنگ اور زوجین میں میل جول کرانے اور فریق میں صلح کرانے۔ نیز اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، عزت آبرو بچانے کے لئے خلاف واقعہ بات کہنی جائز بلکہ مستحب ہے حتی کہ بعض صورتوں میں واجب۔ مگر اس وقت جب کہ توریہ سے بھی کام نہ چلے اور خلاف واقعہ بات کہے بغیر چارہ کار نہ ہو[2] اور اگر توریہ سے کام چل جائے تو خلاف واقعہ بات کہنے کی اجازت نہیں۔ حدیث میں ہے[3]۔

المعاریض مندوحۃ عن الکذب — تعریضات جھوٹ سے مستغنی کرنے والی ہیں۔

---

[1] حوالہ مذکور [2] رد المحتار جلد خامس ص ۲۷۴

[3] فتح الباری عاشر ص ۵۹۴۔

لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْرًا وَّیَقُوْلُ خَیْرًا ؎

درمیان صلح کرائے اور اچھی بات بتائے یا اچھی بات کہے۔

بَابُ إِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰی صُلْحِ جَوْرٍ فَھُوَ مَرْدُوْدٌ ص۳۷۱

جب غیر مشروع بات پر صلح کرلیں تو وہ واجب الرد ہے۔

حدیث ۱۴۹۳

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ

علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اس دین میں اگر کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین

مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔

میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

تشریحات ۱۴۹۳

اس حدیث میں امام بخاری کے شیخ "یعقوب" ہیں۔ امام بخاری نے یہاں بھی اور مغازی باب فضل من شھد بدرا کے بعد والے بلاعنوان باب کے تحت نسبت کے بغیر ذکر کیا ہے۔ اور یعقوب نام کے اس درجے میں چار افراد ہیں۔ یعقوب بن ابراہیم ورقی۔ یعقوب بن ابراہیم بن سعد۔ یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یعقوب بن محمد بن زہری۔

اس حدیث میں مراد کون یعقوب ہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ مگر خود بخاری ہی کے ابوذر کے نسخے میں مغازی کی روایت میں یعقوب بن ابراہیم ای الدرقی ہے۔ علامہ ابن حجر کا خیال ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ بخاری کتاب الطہارۃ میں ایک جگہ یعقوب بن ابراہیم عن اسمٰعیل بن علیہ ہے۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو راجح کہا۔ اس لئے کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ کہیں اگر کوئی راوی غیر منسوب ہے۔ مگر دوسری جگہ منسوب ہے تو وہی مراد ہوتا ہے۔

فیہ ما فیہ ولسنا بصدد طول البحث

تکمیل

مسلم میں ہے۔ کہ سعد بن ابراہیم نے کہا۔ کہ میں نے قاسم بن محمد سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کے پاس بہت سے مکانات تھے۔ اس نے ہر مکان کے ثلث کی وصیت کی۔ قاسم نے فرمایا۔ یہ سب ایک مکان میں

؎ مسلم ابوداؤد الادب ترمذی البر نسائی سیر ؎ مسلم الاقضیہ ابوداؤد السنۃ۔ ابن ماجہ السنۃ

؎ فتح الباری خامس ص۳۰۲　　؎ ثانی الاقضیہ باب نقض الامور الباطلۃ ص۷۷

170

بَابٌ كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ

صلح نامہ کیسے لکھا جائے؟ یہ صلح نامہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کے مابین ہے

وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى قَبِيلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ۔ ص ۳۷۱

اگرچہ قبیلے اور نسب کا ذکر نہ ہو۔

حدیث ۱۴۹۴	عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

جمع کر دیا جائے۔ مگر مسلم کا متن یہ ہے۔

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔ جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا دین نہیں وہ مردود ہے۔

ابو الحسین بن خالد کی کتاب السنہ میں قصہ یوں مذکور ہے۔ سعد بن ابراہیم سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فضل بن عباس بن عتبہ بن ابولہب نے ایک وصیت کی کچھ صدقہ کچھ میراث اور خلط ملط کر دیا۔ اور میں قاضی تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے فیصلہ کروں تو میں نے قاسم بن محمد کے پہلو میں نماز پڑھی اور ان سے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا کہ تہائی میں وصیت نافذ کر دے۔ اور بقیہ میراث میں لوٹا دے۔ اس لئے کہ عائشہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ الحدیث۔

یہ سعد بن ابراہیم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا بھی نام ابراہیم تھا۔ جو اس حدیث کے راوی ہیں یہ مسلم کی روایت اور اس میں تعارض نہیں۔ اس روایت میں وصیت کو مبہم رکھا اور مسلم میں تفصیل ہے۔ البتہ حضرت قاسم کے جوابات میں تعارض ہے۔ مسلم کی روایت کے مطابق جواب کا حاصل یہ نکلا کہ ہر مکان کے ثلث دینے کے بجائے ہر مکان کے ثلث کی جو مقدار ہوتی ہے اسے اکٹھا ایک مکان میں دیدے۔ غالبًا یہ اس بنا پر تھا کہ موصی لہم اور وارثین نے خود یہ تجویز رکھی ہو خواہ اس بنا پر کہ مکانوں کا ثلث موصی لہم کے لئے بیکار رہا ہو یا کسی اور وجہ سے۔

اور دوسری روایت میں جواب کا حاصل یہ ہے کہ کل ترکے کی تہائی وصیت میں دیدے بقیہ وارثین کو ——

وجہ تطبیق یہ ہے کہ غالبًا حضرت قاسم نے پہلے ہی جواب دیا تھا۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ترکے میں صرف یہی مکانات رہے ہوں۔ تو انھوں نے ایک نباض فقیہ کا جواب دیا کہ کل ترکے کو دیکھ لو۔ اور اس کی تہائی میں وصیت نافذ کر دو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد بتایا گیا ہو کہ ترکے میں صرف یہی مکانات ہیں۔ تو دوسرا جواب ارشاد فرمایا۔ روایتوں میں اختصار کی عادت سب کو معلوم ہے۔

ما لیس منہ	میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کے مانعین ان چیزوں کے حرام و بدعت سیئہ ہونے پر اس حدیث سے بھی

[1] فتح الباری خامس ص ۳۰۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی ذِی الْقَعْدَۃِ فَاَبٰی اَھْلُ مَکَّۃَ اَنْ یَّدَعُوْہُ یَدْخُلُ

تعالیٰ علیہ وسلم ذو قعدہ میں عمرہ کرنے چلے۔ اہل مکہ نے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو مکے کے

مَکَّۃَ حَتّٰی قَاضَاھُمْ عَلٰی اَنْ یُّقِیْمَ بِھَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَتَبُوْا الْکِتَابَ

اندر جانے دیں۔ یہاں تک کہ اس پر صلح ہوئی کہ تین دن مکے میں ٹھہریں گے۔ جب دستاویز

دلیل لاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی خطائے فاحش ہے۔ اس لئے کہ ما لیس منہ۔ سے مراد وہ نو ایجاد چیزیں ہیں۔ جو قرآن حدیث اجماع کے مخالف ہیں ــــ یا اس کی کتاب وسنت سے کوئی اصل ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط نہ ہو۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔

ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلک فلیس بمذموم۔

کتاب اللہ یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف جو چیز ایجاد کی جائے۔ تو وہ گمراہی ہے۔ اور جو چیز ان میں سے کسی کے مخالف نہیں۔ ان کا ایجاد کرنا مذموم نہیں۔

نیز اسی میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ

اس کے معنی یہ ہیں جس نے اسلام میں ایسی رائے ایجاد کی جس کی کتاب وسنت سے کوئی ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط سند نہ ہو وہ اس پر رد کر دیجائے گی۔

بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ اچھی چیز کا ایجاد کرنا بھی باعث ثواب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی[1] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اسکا ثواب ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب ہے، بغیر اسکے کہ ان کے ثواب میں کمی کیجائے۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اس پر اس کا گناہ ہے اور اسکے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں سب کے برابر گناہ ہے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کمی کیجائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزرا ــ کہ حسنہ اور سیئہ محمود و مذموم کی بنیاد یہ ہے کہ

---

[1] مسند امام احمد جلد خامس ص۳۵۷ مسلم اول الزکوٰۃ ثانی العلم ص۳۴۱ نسائی زکوۃ ص۳۵۷ مشکوٰۃ ص۳۳

كَتَبُوا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَقَالُوْا

لکھا گیا۔ تو اس میں یہ لکھا گیا۔ یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے، اہل مکہ نے اس پر

لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَا مَنَعْنَاكَ

یہ کہا ہم اس کا اقرار نہیں کریں گے۔ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ کو

لٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ

روکتے نہیں۔ ہاں آپ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ

قَالَ لِعَلِيٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

بھی ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا۔ رسول اللہ مٹا دے۔ انھوں نے عرض کیا اسے کبھی نہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

مٹاؤں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ دستاویز لے لیا اور لکھا۔ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ

جو چیزیں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ مذموم ہیں سیئہ ہیں۔ اور جو ان میں سے کسی کے مخالف نہیں وہ مذموم نہیں۔

اس لئے جو لوگ میلاد فاتحہ عرس کو بدعت سیئہ اور حرام کہتے ہیں یہ ان کے ذمہ ہے کہ بتائیں یہ چیزیں کس آیت یا کس حدیث یا کس اثر یا اجماع کے مخالف ہیں اور اگر یہ نہیں ثابت کر سکتے اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہیں ثابت کر سکتے۔ تو ان کا ان چیزوں کو حرام اور بدعت سیئہ کہنا شریعت پر افترا اور اپنے جی سے نئی شریعت گڑھنا ہے۔ تفصیل کیلئے اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد۔ اذاقۃ الآثام لمعانی المولد والقیام۔ انوار ساطعہ اور اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں۔

تشریحات ۱۴۹۴　صلح حدیبیہ کا پورا قصہ کتاب الشروط میں آئے گا۔ ذو قعدہ سنہ میں پہلی تاریخ کو دو شنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے۔ ذو الحلیفہ پہونچکر احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں کو قلادہ ڈالا اور اشعار کیا۔ اہل مکہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے طے کر لیا کہ کسی قیمت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو مکے آنے نہیں دیں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثنیۃ المرار پہونچے جو مکہ معظمہ سے پہلے ایک منزل کی دوری پر ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے ہر چند اٹھانا چاہا نہ اٹھی، کچھ لوگوں نے کہا کہ قصوا تھک گئی یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ یہ تھکی نہیں ہے۔ اور نہ اس کی عادت ہے۔ مگر اسے (ابرہہ کے) ہاتھیوں کو روکنے والے

لَا یَدْخُلُ مَکَّةَ بِسِلَاحٍ اِلَّا فِی الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا یَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ

نے صلح کی ہے۔ کہ مکے میں تشریف لائیں گے تو کھلا ہتھیار ساتھ نہ رکھیں گے۔ اگر ہوگا

اِنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَّبِعَهٗ وَاَنْ لَّا یَمْنَعَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ اَرَادَ اَنْ یُّقِیْمَ بِهَا

تو میان میں اور اگر مکے والوں میں سے کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے تو اسے نہیں لیجائیں گے

فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَی الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِیًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا

اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ رہنا چاہے تو اسے منع نہیں کریں گے۔ جب حضور مکے

فَقَدْ مَضَی الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُمْ اِبْنَةُ حَمْزَةَ

تشریف لے گئے اور میعاد پوری ہونے کے قریب ہوئی تو اہل مکہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا اپنے

یَا عَمِّ یَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِیٌّ فَاَخَذَ بِیَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُوْنَكِ

صاحب سے کہو یہاں سے تشریف لیجائیں۔ میعاد پوری ہو چکی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ اس

اِبْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِیْهَا عَلِیٌّ وَّزَیْدٌ وَّجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِیٌّ

وقت حضرت حمزہ کی بیٹی اے چچا اے چچا پکارتی ہوئی پیچھے لگ گئی اسے حضرت علی نے لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا

نے روک دیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قریش جو بھی ایسی بات پیش کریں گے جس میں حرم کی تعظیم ہوگی میں قبول کر لوں گا۔

اس کے بعد لوگوں نے قصوا کو آواز دی تو اٹھ کھڑی ہوگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے انتہائی سرے پر حرم کے قریب آکر پڑاؤ ڈالا۔ اور یہیں وہ تاریخی صلح ہوئی جس کی ہر دفعہ مسلمانوں کے لئے مغلوبانہ تھی مگر اللہ عزوجل نے اسے فتح مبین کہا۔ بعد کے واقعات نے دنیا کو دکھا دیا کہ واقعی وہ فتح مبین تھی ارباب سیر نے لکھا کہ اس مدت میں اتنے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے کہ اسلام کے گزشتہ انیس سالوں میں نہ ہوئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ فاتح شام، حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر انھیں ایام میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

صلح نامہ کی کتابت کے بعد تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ قربانی کے جانور ذبح کیے اور احرام کھولا۔

فکتب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمی تھے۔ دنیا میں کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، اسلئے شارحین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے۔ کہ یہ اسناد مجازی ہے حضور نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔

اَنَا اَحَقُّ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرُ بِنْتُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ

اور حضرت فاطمہ سے کہا لو یہ تمہارے چچا کی بچی ہے حضرت سیدہ نے اسے گود میں لے لیا۔ اس کے بارے میں

وَقَالَ زَيْدٌ بِنْتُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا

علی زید اور جعفر نے اپنا اپنا دعویٰ پیش کیا۔ حضرت علی نے کہا۔ یہ میرے چچا کی بچی ہے اور حضرت جعفر نے کہا یہ میرے

وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ

چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے اور حضرت زید نے کہا۔ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اور ان سے لکھوایا۔ مگر بہت سے محققین نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا جملہ خود تحریر فرمایا تھا۔ اور یہ بطور اعجاز تھا۔

فتبعتهم اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِن صاحبزادی کا نام عمارہ یا امامہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس تھا۔ انھوں نے، اے میرے چچا اے میرے چچا پکارا۔ یہ یا تو اہل عرب کی عادت کے مطابق تھا کہ اپنے سے بڑے کو چچا کہتے تھے۔ یا اس بنا پر کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ یا انھوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا تھا۔ جن کے اور حضرت حمزہ کے مابین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواخاۃ قائم کی تھی، حضرت جعفر بن ابو طالب کی زوجیت میں ان کی خالہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

انت اخونا ومولانا اخوت سے مراد دینی اخوت ہے۔ اور یہ از راہ خردنوازی فرمایا۔ اس لئے سند نہیں۔ مولیٰ کے معنی آزاد کردہ غلام کے ہیں اور محبوب کے بھی۔ یہ سن کر حضرت زید خوشی میں رقص کرنے لگے [1]

مطابقت باب باب کا حاصل یہ تھا۔ کہ صلح کے دستاویز میں فریقین کے قبیلے اور نسب نامے کو تحریر کرنا ضروری نہیں۔ یہ ضروری ہے کہ فریقین کے نام اس طرح لکھے جائیں کہ اشتباہ باقی نہ رہے۔ نام نامی کے ساتھ رسول اللہ۔ لکھنے سے اشتباہ بالکلیہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے پہلے یہی تحریر کرایا۔ حتی کہ والد ماجد کا نام نامی بھی نہیں لکھوایا۔ مگر جب ان جاہل معاندین کو اعتراض ہوا تو ابن عبداللہ لکھوایا چونکہ محض اتنے ہی سے اشتباہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے نہ قبیلہ لکھوایا نہ نسب نامہ۔ لیکن اگر کسی کا مشہور وصف نہ ہو اور محض باپ کے نام سے پورا امتیاز نہ ہوتا ہو تو دادا پر دادا جتنے سے امتیاز کلی حاصل ہو لکھوانا ضروری ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص ۲۷۷

لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَقَالَ لِزَیْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔

علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں ہے اور حضرت علی سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو اور حضرت زید سے فرمایا۔ تم میرے بھائی اور مولیٰ ہو۔

بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ ص۳۷۲ مشرکین کے ساتھ صلح

حدیث ۱۴۹۵	عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
	حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ صَالَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ

نے مشرکین سے یوم حدیبیہ تین شرطوں پر صلح کی (اول) اگر مشرکین میں سے کوئی حضور کی

عَلٰی ثَلٰثَةِ اَشْیَاءَ عَلٰی اَنَّ مَنْ اَتَاہُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ رَدَّہٗ اِلَیْھِمْ وَمَنْ

خدمت میں آئے گا تو اسے واپس کر دیں گے (دوم) مسلمانوں میں سے جو مشرکین

اَتَاھُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَرُدُّوْہُ وَعَلٰی اَنْ یَّدْخُلَھَا مِنْ قَابِلٍ

کے پاس آئے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ (سوم) مکے میں سال آئندہ آئیں گے اور صرف

ہمارے زمانہ میں سکونت بقید محلہ لکھتے ہیں یہ بھی امتیاز کے لئے ہے۔

سہیلی نے لکھا ہے کہ اس دستاویز کی دو کاپیاں کی گئی تھیں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی اور دوسری سہیل کو دی گئی جو اہل مکہ کا نمائندہ تھا۔ اس پر بحیثیت گواہ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور محمد بن مسلمہ کے دستخط تھے۔ اور اہل مکہ کی جانب سے مکرز بن حفص اور حویطب بن عبد العزیٰ کے دستخط تھے[1]۔

تشریحات ۱۴۹۵ جُلُبَّان۔ جُلُبٌّ۔ ایک قسم کا تھیلا جسے مسافر اپنے ساتھ رکھتا تھا جس میں ہتھیار اور ضروری سامان رکھتا تھا۔ قِراب تلوار کی نیام۔

صلح حدیبیہ کی تمام احادیث پر غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شرط کی اس دفعہ کی تشریح یہ تھی۔ کہ ہتھیاروں میں صرف تلوار لے کر آئیں گے۔ اور تلوار بھی نیام میں ہوگی جو تھیلے میں رکھی ہوگی جیسی ہو نظر

ـه الجہاد باب المصالحۃ علی ثلثۃ ایام ص۴۵۲ المغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۰ مسلم المغازی ابو داؤد الحج ترمذی [1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۷۷

وَيُقِيمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلُهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَالسَّيْفِ

تین دن ٹھہریں گے اور نہ کے ہیں ہتھیار تلوار کمان کے تھیلے کے ساتھ آئیں گے۔

وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ وَجَاءَ اَبُوْجَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّ اِلَيْهِمْ قَالَ

اور ابو جندل اپنی بیڑیوں میں دونوں پاؤں سے کودتے ہوئے آئے تو انھیں

اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ عَنْ سُفْيَانَ اَبَا جَنْدَلٍ وَقَالَ اِلَّا

واپس کردیا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ مؤمل نے سفیان سے جو روایت کی ہے

بِجُلُبِ السِّلَاحِ۔

اسمیں ابو جندل کا ذکر نہیں اور انھوں نے بجلب السلاح کہا ہے۔

حدیث ۱۴۹۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهٗ

علیہ وسلم عمرے کے لئے چلے تو قریش کے کفار حضور اور بیت اللہ کے مابین حائل ہوگئے

وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهٗ وَحَلَقَ رَاْسَهٗ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ

حضور نے حدیبیہ ہی میں قربانی کرلی اور سر مونڈ لیا۔ اور ان سے اس شرط پر

نہ آئے گی۔

یحجل۔ چکور کی طرح چلنا۔ حجل کے معنی چکور کے ہیں۔ بیڑی پہنے ہوئے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھا کر کودنا۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

ابوجندل یہ سہیل بن عمرو کے فرزند تھے۔ جو قریش کے نمائندے تھے۔ اور جس نے صلح کرائی۔ یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اسلئے ان کے باپ نے ان کو قید کرکے پاؤں میں بیڑی ڈالدی تھی۔ موقع پاکر کسی طرح حدیبیہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک صلحنامہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ سہیل نے انھیں دیکھا تو ان کا گریبان پکڑ کر گھسیٹنا شروع کردیا۔ اور وہ مسلمانوں سے فریاد کرنے لگے۔ بالآخر ان کو واپس کر دیا گیا۔

اصابہ میں ہے کہ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے۔ مگر لشکر اسلام

عَلٰى اَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا

صلح کی کہ سال آئندہ عمرہ کریں گے اور تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے اور اتنا ہی ٹھہریں گے جتنا

وَلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ

قریش چاہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سال آئندہ عمرہ فرمایا۔ اور صلح کے مطابق مکہ

فَلَمَّا اَقَامَ بِهَا ثَلٰثًا اَمَرُوْا اَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ۔[1]

تشریف لے گئے جب تین دن قیام فرمالیا تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ چلے جائیں تو واپس ہوگئے

حدیث ۱۴۹۷

عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ

سہل بن ابو حثمہ نے کہا۔ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید

یں چلے آئے اور قید ہوگئے۔ قریش انھیں مکہ لے گئے اور جتنی ہوسکتی تھی اذیتیں دیں۔ فتح مکہ کے موقع پر انکے والد نے گھر کا دروازہ بند کرلیا۔ اور انھیں کو بھیجکر اپنے لئے امان طلب کی پھر مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت ابوجندل جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئے اس وقت ان کی عمر اڑتیس سال تھی۔

ان کے والد سہیل بن عمرو وہ ہیں جو مکے کے رؤسا میں تھے۔ بہت فصیح بلیغ شعلہ نوا خطیب تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو ابھارتے رہتے تھے۔ ان کی بھی ہلاکت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی تھی۔

جنگ بدر میں گرفتار ہوگئے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔ اجازت دیں کہ اس کے اگلے دانت نکال دوں کہ پھر ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکا نہ سکے۔ فرمایا رہنے دو۔ ایک دن یہ تم کو خوش کرے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مکے میں کچھ لوگ مرتد ہوگئے۔ اور شورش پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ تو انھوں نے مکے میں خطبہ دیا اور وہی کلمات کہے جو مدینے میں حضرت صدیق اکبر نے تاریخی خطبے میں ارشاد فرمائے تھے۔

جو محمد کی پرستش کرتا تھا تو سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور جو اللہ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے اللہ حی لایموت ہے۔

اور لوگوں کو اختلاف اور فساد سے روکا۔ جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس طرح وہ غیب کی خبر سچی ہوئی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی۔

اخیر عمر میں شام جہاد کے لئے گئے۔ اور وہیں طاعون عمواس میں واصل بحق ہوگئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[1] ثانی المغازی باب عمرة القضاء ص۶۱۰

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ إِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ[ھ]

خیبر گئے ان دنوں خیبر والوں سے صلح تھی ۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسن بن علی سے یہ ارشاد ۔ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں

وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ وَقَوْلِهٖ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا[۱۲]

کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائیگا اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ان کے درمیان صلح کرادو ۔

حدیث ۱۴۹۸

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں ۔ حسن بن علی معاویہ کے مقابلے میں

ان کے اوپر کا ہونٹ کٹا تھا جسے ۔ اعلم ۔ کہتے ہیں ۔ اگر ان کے اگلے دانت نکال دیئے جاتے تو پھر بول نہ پاتے ۔

تشریحات ۱۴۹۷

دوسرے ابواب میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ انصار کرام جن میں عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بھی تھے ۔ تلاش معاش کے لئے خیبر گئے ۔ عبداللہ تنہا کھجوروں کے باغ میں چلے گئے ۔ انھیں کسی نے قتل کرکے ایک گڑھے میں پھینک دیا ۔ اس کی اطلاع جب محیصہ کو ہوئی تو جا کر دیکھا کہ وہ خون میں لتھڑے ہوئے مردہ پڑے ہیں ۔ محیصہ یہود کے پاس آئے اور پوچھا ۔ انھوں نے کہا ۔ بخدا تم نے اسے قتل کردیا ہے ۔ انھوں نے مدینہ واپس ہوکر اپنے قبیلے والوں کو بتایا ۔ تو محیصہ اور ان کے بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔ محیصہ نے بات کرنی چاہی تو فرمایا ۔ بڑا بڑا ۔ یعنی بڑا بھائی بات کرے ۔ ان کے بھائی حویصہ ان سے بڑے تھے ۔ اس پر حویصہ نے ماجرا سنایا ۔ پھر محیصہ نے بات کی ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہود یا تو دیت دیں یا لڑائی کا اعلان قبول کریں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو لکھا ۔ انھوں نے جواب میں کہا ۔ ہم نے انھیں قتل نہیں کیا ہے اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا ۔ قسم کھالو تو تم دیت کے مستحق ہوگے ۔ ان لوگوں نے عرض کیا ۔ ہم نے جب دیکھا نہیں تو قسم نہیں کھائیں گے ۔ فرمایا ۔ تو اب یہود قسم کھائیں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا ہے ۔ ان لوگوں نے عرض کیا وہ مسلمان نہیں جھوٹی قسم کھالیں گے ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے

ھ الجهاد باب الموادعة والمصالحة مع المشركين ص۴۵۰ ثانی الادب باب اکرام الکبیر ص۹۰۶ الدیات باب القسامة ص۱۰۱۹ الاحکام باب کتاب الحاکم الی عماله ص۱۰۶۶ مسلم الحدود ابوداؤد الدیات ترمذی دیات ۔ نسائی القضاء والقسامة ۔ ابن ماجه الدیات ۔

عَلٰی مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِنِّیْ لَاَرٰی

پہاڑوں کے مثل لشکرے کر آئے۔ تو عمرو بن عاص نے کہا۔ میں ایسے لشکر کو دیکھ رہا ہوں

كَتَائِبَ لَا تُوَلِّیْ حَتّٰی تَقْتُلَ اَقْرَانَهَا فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرُ

کہ جب تک اپنے تمام مقابل کو قتل نہیں کرے گا۔ جا ئیگا نہیں۔ اس پر معاویہ نے کہا اور یہ

الرَّجُلَيْنِ اَیْ عَمْرُو اِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ مَنْ لِّیْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ

دونوں میں بہتر تھے اے عمرو اگران لوگوں نے ان لوگوں کو اوران لوگوں نے ان لوگوں کو قتل کردیا تو لوگوں

مَنْ لِّیْ بِنِسَاءِ هِمْ مَنْ لِّیْ بِضَيْعَتِهِمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِّنْ

پر حکومت کرنے کے لئے میرے پاس کون ہوگا۔ میرے پاس عورتوں کی دیکھ بھال کرنے والا

بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ فَقَالَ اذْهَبَا

کون ہوگا۔ زمینوں کے لئے میرے پاس کون ہوگا۔ انھوں نے قریش کی شاخ بنی عبد شمس

اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُوْلَا لَهٗ وَاطْلُبَا اِلَيْهِ فَاَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ

کے دو شخص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو حسن مجتبیٰ کے پاس بھیجا۔ ان سے کہا اس شخص کے

سو اونٹنیاں دیت کی ادا فرمادی۔ یہ گھر لائی گئیں۔ سہل نے کہا۔ ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے پاؤں سے کچل دیا۔

وھی یومئذ صلح خیبر کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بزور شمشیر فتح فرمایا تھا۔ مگر از راہ کرم انھیں وہیں رہنے دیا اور آراضی بھی انھیں کو دیدیں کہ اس میں کام کریں اور پیداوار میں نصف ہمیں دیا کریں۔ اسی کو راوی نے صلح سے تعبیر کیا ہے۔

تشریحات ۱۴ ۹۷ کتاب الفتن میں ابتدا میں یہ زائد ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ میں نے اسرائیل ابو موسیٰ سے کوفے میں ملاقات کی اور وہ ابن شبرمہ کے پاس آئے تھے۔ انھوں نے ابن شبرمہ سے کہا مجھے عیسیٰ کے پاس لے چلو تاکہ میں اسے نصیحت کروں مگر ابن شبرمہ کو خوف ہوا اور وہ عیسیٰ کے پاس لے نہیں گئے۔ اسرائیل ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص سے کہا۔ مسلمانوں کے بچوں کے لئے کون ہوگا؟ تو حضرت عمرو بن العاص نے کہا۔ میں۔ اور یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہ سے خود کہا تھا۔ کہ ہم جاتے ہیں اور صلح کی بات چیت کرتے ہیں۔

اسرائیل ابوموسیٰ ان کا نام اسرائیل ہے۔ اور باپ کا نام موسیٰ۔ باپ کے نام پر ان کی کنیت ہے۔

فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ وَطَلَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

پاس جاؤ اور اس کے سامنے صلح پیش کرو اور اس سے بات کرو اور اسے صلح کی طرف بلاؤ۔ یہ دونوں حسن

قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَاءِهَا قَالَا فَإِنَّهُ

مجتبیٰ کی خدمت میں آئے اور ان کے پاس گئے اور ان سے بات کی اور صلح کی فرمائش کی۔ اس پر

يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ فَمَنْ لِي بِهٰذَا قَالَا

حسن مجتبیٰ نے کہا۔ ہم بنو عبد المطلب ہیں۔ ہم نے یہ مال پایا ہے اور یہ قوم اپنے خون میں لتھڑی ہوئی

نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ۔ قَالَ

ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ وہ (معاویہ) آپ کی خدمت میں اتنا اتنا پیش کرتے ہیں اور صلح کے طالب

الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہیں صلح کا سوال کرتے ہیں۔ فرمایا اس کا کون ضامن ہے دونوں نے عرض کیا ہم ضامن ہیں۔ امام حسن مجتبیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلٰى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ

جو بھی سوال کرتے سب کے جواب میں یہ دونوں یہی کہتے۔ اس کے ذمہ دار ہم ہیں پس امام حسن نے صلح کر لی ــــ اور

یہ ہندوستان تجارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ اور یہیں اقامت پذیر ہو گئے۔

ابن شبرمہ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ ابو جعفر مہدی کے عہد میں کوفے کے قاضی تھے۔ بہت متقی فقیہ تھے۔ ۱۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

عیسی یہ مہدی بادشاہ کا بھائی تھا۔ اور کوفے کا والی۔ بہت سخت گیر اور ظالم تھا۔ اس لئے ابو موسیٰ نے اسے نصیحت کرنی چاہی۔ مگر ابن شبرمہ نے مناسب نہیں جانا۔ اسلئے ملاقات نہیں کرائی۔

واقعہ دومۃ الجندل میں واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے واپس تشریف لائے۔ اور اہل شام سے فیصلہ کن جنگ کی تیاری فرمانے لگے۔ مگر خوارج کے فتنے کے استیصال میں مشغول ہو گئے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد پھر اہل شام کی بغاوت کچلنے کیلئے تیاریاں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ چالیس ہزار جانبازوں نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ مگر اسی اثنا شہید کر دیئے گئے۔

پھر کوفے کی جامع مسجد میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر علانیہ خلافت کی بیعت عامہ ہوئی۔ اس کی اطلاع جب شام پہونچی تو حضرت معاویہ پوری تیاری کے ساتھ کوفے کی جانب بڑھے۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ مدائن پہونچکر خیمہ زن ہو گئے۔ چالیس ہزار جوانمردوں کا لشکر جرار ہمراہ تھا۔ مگر اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى فَيَقُولُ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا وہ کہتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور

بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [عـــه]

حسن بن علی حضور کے پہلو میں تھے۔ حضور کبھی مجمع کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف۔ اور فرماتے۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ عزوجل اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

بَابُ هَلْ يُشِيْرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ ص ۳۷۳ کیا امام صلح کا اشارہ کرسکتا ہے۔

حدیث ۱۴۹۸

عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أُمَّهٗ عَمْرَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیشین گوئی کے مطابق اپنے حق سے عارضی طور پر دست بردار ہوکر ربیع الاول ۴۱ھ میں بشرائط حضرت معاویہ سے صلح کرلی۔

صلح کی دفعات میں سب سے اہم دفعہ یہ تھی۔ کہ حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد خلافت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لوٹ آئے گی۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ حضرت معاویہ کی حیات ہی میں شہید کردیئے گئے۔

اس صلح پر پوری دنیائے اسلام باغ باغ ہوگئی۔ اور اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا۔

بکتائب کتیبۃ کی جمع ہے۔ بمعنی لشکر۔ لشکر کو کتیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ سب فوجیوں کے نام ایک دفتر میں لکھے ہوتے ہیں۔

امثال الجبال کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ کی طرح اتنا بڑا لشکر تھا کہ اس کا آخری سرا نظر نہیں آتا تھا۔ جیسے پہاڑ دیکھو تو سامنے کا حصہ دکھائی دیگا مگر اخیر سرا نظر نہیں آئے گا۔

خیر الرجلین حضرت معاویہ کو خیر الرجلین اسلئے کہا۔ کہ حضرت عمرو بن عاص اب بھی جنگ کے حق میں تھے۔ جب حضرت معاویہ نے یہ کہا مسلمانوں کے بچوں کا کون ہوگا۔ تو انھوں نے کہا۔ میں۔

من المسلمین یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزار اختلاف اور صفین جیسی خونریز ہلاکت خیز جنگ کے باوجود جس میں پینتالیس ہزار مسلمان مارے گئے تھے۔ اور اب بھی حضرت معاویہ اسی قسم بلکہ اس سے سخت جنگ کے لئے آمادہ تھے وہ اور ان کے ساتھی مسلمان ہی تھے۔ منافق یا کافر نہیں ہوگئے۔

اس حدیث سے قطع نظر خود امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل کہ انھوں نے قوت ہوتے ہوئے بلا جبر واکراہ صرف مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے خلافت حضرت معاویہ کو سپرد فرمادی۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ

عـــه علامات النبوۃ ص ۵۱۲ مناقب الحسن والحسین ص ۵۳۰ ثانی الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للحسن بن علی ص ۱۰۵۳۔ ابوداؤد السنۃ۔ ترمذی مناقب۔ نسائی الصلوٰۃ المناقب عمل الیوم واللیلۃ۔

بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آوازیں سنی جو آوازیں بلند کر رہے تھے ۔ ان میں سے ایکدوسرے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُمَا

سے کم کرنے کو کہہ رہا ہے اور کسی معاملے میں نرمی طلب کر رہا ہے ۔ اور دوسرا کہہ رہا ہے

وَاِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ

کہ واللہ میں ایسا نہیں کروں گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے

خَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ

اور فرمایا ۔ کہاں ہے وہ جو اللہ کی قسم کھا رہا ہے کہ اچھا کام نہیں کروں گا ۔ اس نے عرض کیا ۔

لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ ۔ ے

یارسول اللہ میں ہوں ۔ اس کے لئے وہ ہے جو پسند کرے ۔

سچے مومن تھے ۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق ہوتے تو امام حسن مجتبیٰ کبھی بھی اتنی آسانی سے انھیں خلافت سپرد نہ فرماتے ۔

تشریحات ۱۴۹۸ اس حدیث کے راوی محمد بن عبد الرحمٰن کی کنیت ابوالرجال ہے ۔ کیونکہ ان کے دس لڑکے ہوئے اور سب جوان ہوئے ۔

خصوم ۔ خصم کی جمع ہے ۔ اور یہ جمع اس اعتبار سے ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اقل جمع دو ہے ۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ـــــ کہ وہ کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ اچھا کام نہیں کرے گا ۔ یہ صلح کی طرف اشارہ ہے ۔

فَلَهٗ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ مقروض کا مطالبہ تھا ۔ کہ یا تو کچھ کم کر دو یا نرمی کرو یا کچھ اور مہلت دو ۔ صاحب حق نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے کے مطابق مقروض کو اختیار دیدیا ۔ یہ ان دو باتوں میں جو پسند کرے اسے منظور کرتا ہوں ۔

تشریحات ۱۴۹۹ تکمیل ۔ کتاب الجہاد کی روایتوں میں یہ زائد ہے ۔ جانور پر سوار ہونے میں کسی کی مدد کرنی اور سوار کرا دینا یا سامان اٹھا کر سوار کو دینا صدقہ ہے ۔ اور اچھی بات صدقہ ہے ۔ اور نماز

ے مسلم ۔ الشرکۃ

بَابُ فَضْلِ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ ص۳۷۳

لوگوں کے درمیان صلح کرانے اور لوگوں کے ساتھ انصاف کی فضیلت۔

حدیث ۱۴۹۹

عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا۔ کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزانہ سورج نکلتے ہی انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے

كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ۔ سے

اور لوگوں کے مابین انصاف کرنا بھی صدقہ ہے۔

کے لیے جتنے قدم چلے ہر قدم صدقہ ہے۔ راستہ بتانا صدقہ ہے۔ اور راستے سے ایذا دینے والی چیز ہٹانا صدقہ ہے۔

سلامی ہڈیوں کے جوڑ کو سلامی کہتے ہیں۔ اور یہ تین سو ساٹھ جوڑ ہیں لے یہ واحد اور جمع دونوں کیلئے آتا ہے۔ بدن کے جوڑ اللہ عزوجل کی عظیم نعمت اور حیرت انگیز صنعت ہے۔ انھیں جوڑوں کی وجہ سے جاندار چلتا پھرتا ہے ہلتا جلتا ہے۔ اور ہر نعمت پر شکر واجب خصوصاً بڑی نعمتوں پر اسلئے فرمایا کہ ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہونا تو چاہئے تھا واجب مگر یہ اس ارحم الراحمین کا کرم ہے کہ واجب نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں صدقہ سے مراد کار خیر اور کار ثواب ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد اعجاز تک پہنچی ہوئی بلاغت کا نمونہ یہ حدیث بھی ہے۔ پہلے فرمایا۔ کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ مگر انسان اپنی ضروریات میں مصروف ہونے کی وجہ سے اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو فرمایا۔ یہ بھی صدقہ ہے یہ بھی صدقہ ہے۔ یہ کام انتہائی آسان ہے اور معمولی۔ ہر شخص بآسانی کر سکتا ہے۔ نیت بخیر ہو تو سب کار ثواب ہے۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے ۲ اپنی زوجہ کے ساتھ ہمبستری بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی اپنی خواہش پوری کرے تو اسے ثواب ہوگا تو حضور نے فرمایا۔ بتاؤ اگر حرام کاری کرے تو گناہ ہے اور اسی طرح جب حلال طریقہ اختیار کرے تو ثواب ہے

سے الجہاد فضل من حمل متاع غیرہ فی السفر ص۴۰۴ باب من اخذ بالرکاب ونحوہ ص۴۱۹ مسلم الزکوٰۃ۔

لے مسلم الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقہ یقع علی کل نوع من المعروف ص۳۲۵ ۔ ع۲ ایضا

کتاب الشروط ۳۷۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَابُ مَا یَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ وَالْاَحْکَامِ وَالْمُبَایَعَۃِ ۳۷۴

اسلام میں کون کون سی شرطیں جائز ہیں۔ اور احکام و مبایعت کا بیان۔

حدیث ۱۵۰۰

اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ

مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُخْبِرَانِ عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی ۔ کہا ۔ جب اس دن سہیل بن عمرو نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا کَاتَبَ سُھَیْلُ بْنُ عَمْرٍو یَوْمَئِذٍ کَانَ

لکھوایا۔ سہیل بن عمرو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ شرط بھی رکھی ۔ کہ اگر ہم میں سے

تشریحات ۱۵۰۰

وامتعضوا ۔ اس کا مادہ معض ہے ۔ جس کے معنی غضبناک ہونا ۔ شاق ہونا ۔ گراں گزرنا ہے ۔

شرائط کی یہ دفعہ ۔ کہ مکے والوں میں سے کوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو واپس کرنا ہوگا ۔ صرف مردوں کے لئے تھی ۔ عورتیں اس سے مستثنیٰ تھیں ۔ اسی وجہ سے ام کلثوم اور دوسری ہجرت کرنے والی عورتوں کو واپس نہیں فرمایا ۔ سورہ ممتحنہ کی وہ آیتیں جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے ۔ یہ ہیں ۔

اے ایمان والو ! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنا گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان لو ۔ اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے ۔ امتحان کے بعد تمہیں ایمان والی معلوم ہوں تو انھیں کافروں کو واپس نہ کرو ۔ نہ یہ انھیں حلال نہ وہ انھیں حلال ۔ اور ان کے کافر شوہروں کو وہ دیدو جو ان کا خرچ ہوا ہو ۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو ۔ جب انکے مہرا نھیں دو ۔ اور کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو ۔ اور جو تمہارا خرچ ہوا ہو ان سے مانگ لو جو کافروں کا خرچ ہوا ہو وہ مانگ لیں ۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا

فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کوئی آپ کے پاس جائے اگر چہ آپ کے دین پر ہو اسے ہماری طرف ضرور لوٹا دیں۔ اور

اَنَّهُ لَا يَاتِيكَ مِنَّا اَحَدٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهُ اِلَيْنَا

ہمارے اور اس کے بیچ سے ہٹ جائیں۔ مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور غضبناک

وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا مِنْهُ وَاَبٰى

ہو گئے۔ اور سہیل نہیں مانا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے لکھوایا۔ اور اس دن

سُهَيْلٌ اِلَّا ذٰلِكَ فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ

ابو جندل کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کو واپس دیدیا۔ اور اس مدت میں مردوں

فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ اَبَا جَنْدَلٍ اِلٰى اَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَاْتِهِ مِنَ الرِّجَالِ

میں سے جو بھی حضور کے پاس آیا اسے واپس کر دیا اگر چہ مسلمان رہا ہو۔ اور مسلمان عورتیں

اِلَّا رَدَّهُ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ وَاِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

ہجرت کر کے آئیں اور عقبہ بن ابو معیط کی بیٹی ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

وَكَانَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

میں اس دن حاضر ہونے والی عورتوں میں تھیں۔ وہ دوشیزہ تھیں۔ اس کے لوگ آئے اور

حکمت والا ہے۔ (۱۰) اور اگر مسلمان کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے اتنا انہیں دیدو جو ان کا خرچ ہوا تھا۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے (۱۱) اے ایمان والو! جب مسلمان عورتیں اس پر بیعت کرنے حاضر ہوں کہ اللہ کا کچھ شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھائیں۔ اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۲)

اب تک مسلمان اور مشرک کے مابین نکاح کی اجازت تھی۔ اس آیت نے اسے ختم کر دیا۔ اب کسی مسلمان مرد کا مشرکہ سے یا مشرک مرد کا کسی مومنہ سے نکاح حلال نہیں رہا۔ بلکہ اگر پہلے سے زوجیت میں رہی ہوں تو علحدگی واجب ہے۔

عَلَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَّهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ اَهْلُهَا يَسْئَلُوْنَ النَّبِيَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ ان کے پاس لوٹا دیں۔ تو حضور نے اسے انہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْجِعَهَا اِلَيْهِمْ فَلَمْ يَرْجِعْهَا اِلَيْهِمْ بِمَا

نہیں لوٹایا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی تھی۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِنَّ اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ

جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کفرستان سے آئیں تو ان کا امتحان کرلو۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى

اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔ امتحان سے اگر وہ تمہیں مومنہ معلوم ہوں تو انہیں

الْكُفَّارِ۔ الاية قَالَ عُرْوَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

کافروں کو واپس مت دو۔ عروہ نے کہا۔ مجھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے مطابق ان کا امتحان لیا کرتے تھے۔ اے ایمان

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ۔ اِلٰى۔ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کفرستان سے آئیں۔ غفور رحیم

قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

تک۔ عروہ نے کہا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ جو عورت اس شرط کا اقرار کرتی تو اس سے

اس کے بعد صحابہ نے اپنی تمام مشرکہ عورتوں کو علحدہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیبیاں مشرکہ مکے میں تھیں انھوں نے دونوں کو طلاق دیدیا۔ ایک قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ اس سے حضرت معاویہ نے شادی کر لی۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے ام کلثوم بنت عمرو خزاعیہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی والدہ اس سے ابوجہم بن حذافہ نے شادی کر لی۔ یہ بھی اس وقت مشرک تھے۔

توضیح امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ بائع بیچنے کے بعد یہ شرط کر سکتاہے کہ مبیع پر فلاں

عہ باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۳۷۷ ثانی المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ صفحہ ۶۰۰-۶۰۱

مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ۔ تجھ سے میں نے بیعت کی ۔ یہ کچھ کلمات اور فرماتے

كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ

واللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہیں

مَا بَايَعَهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ ۔

چھوا ۔ عورتوں سے زبانی بیعت لیتے تھے ۔

بَابُ اِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ اِلٰى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ ص۳۷۵

جب بائع معین جگہ تک سوار ہونے کی شرط کرے تو جائز ہے ۔

ت	قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
۵۲۲	شعبہ نے عن المغیرہ عن عامر عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت کی ہے ۔ اس میں

اَفْقَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۔

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کی پیٹھ پر مدینے تک سوار ہونے کی اجازت دی

جگہ تک سوار ہو کر جاؤں گا ۔ یہ جائز ہے ۔ ہمارے یہاں ایسی شرط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے ۔ پوری بحث بقدر ضرورت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے ۔

امام بخاری نے اس کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کی ہے ۔ جسمیں یہ ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک کمزور سست رفتار اونٹ پر سوار تھے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو ڈانٹا اور ایک چھڑی اور پائے اقدس سے مارا تو وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا ۔ کہ سب سے آگے نکل نکل جاتا تھا ۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا ۔ حضرت جابر نے یہ شرط کر دی کہ مدینے تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا ۔ مدینہ طیبہ پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیمت مع شیٔ زائد ادا فرما دی اور پھر اونٹ بھی انھیں عطا فرما دیا ۔

ے ثانی باب غزوۃ الحدیبیۃ ص۶۰۰ التفسیر سورۃ الممتحنہ باب اذا جاءکم المومنت مھٰجرات ص۷۲۶ الطلاق باب اذا اسلمت المشرکۃ ص۷۹۶ الاحکام باب بیعۃ النساء ص۱۰۷۱ ۔

ت ۵۲۳	وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ مدینے تک کے لئے اس کی پیٹھ تیرے لئے ہے۔
ت ۵۲۴	وَقَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ شَرَطَ ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ۔ کہ حضرت جابر نے یہ شرط کردی کہ مدینے تک اس کی پیٹھ میرے لئے رہے گی۔
ت ۵۲۵	وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتّٰى تَرْجِعَ۔ اور زید بن اسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیرے لئے اس کی پیٹھ ہے جب تک تو لوٹے۔
ت ۵۲۶	وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ۔ اور ابو الزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی۔ کہ حضور نے فرمایا۔ ہم نے مدینے تک اسکی پیٹھ پر سوار ہونے کی اجازت دی
ت ۵۲۷	وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ اور اعمش نے بطریق سالم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی اس تَبَلَّغْ عَلَيْهِ إِلَى أَهْلِكَ۔ میں یہ ہے کہ فرمایا اس پر اپنے اہل تک پہنچ جا۔
ت ۵۲۸	وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ اور عبید اللہ اور ابن اسحاق نے وھب عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت تَعَالَى عَنْهُ اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقِيَّةٍ۔ کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔

اس حدیث کے الفاظ بہت مختلف ہیں۔ یہاں امام بخاری اس کے مختلف طرق کے مختلف الفاظ ذکر فرما رہے ہیں۔

ت ۵۲۹	وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اور ابن جریج نے عطاء وغیرہ سے حضرت جابر سے روایت کی۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخَذْتُهُ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ۔ میں نے اس کو چار دینار میں لیا۔

(وَقَالَ الْبُخَارِيُّ) وَهٰذَا يَكُوْنُ اُوْقِيَةً عَلٰى حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشَرَةٍ۔ وَلَمْ يُبَيِّنِ

اور یہ چار دینار ایک اوقیہ اس حساب سے کہ دینار دس درہم کا ہوتا تھا۔ مغیرہ نے

الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ۔

جو شعبی سے روایت کیا ہے اس میں اور ابن المنکدر اور ابو الزبیر نے قیمت کا نہیں ذکر کیا۔

ت ۵۳۰	وَقَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ اُوْقِيَةُ ذَهَبٍ۔ اور اعمش نے بطریق سالم جو روایت حضرت جابر سے کی اسمیں یہ ہے کہ ایک اوقیہ سونے کے عوض خریدا۔
ت ۵۳۱	وَقَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ اور ابو اسحق نے بطریق سالم حضرت جابر سے یہ روایت کی۔ کہ دو سو درہم کے عوض خریدا۔
ت ۵۳۲	وَقَالَ دَاؤُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ اور داؤد بن قیس نے عبید اللہ بن مقسم سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ اسے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِشْتَرَاهُ بِطَرِيْقِ تَبُوْكَ اَحْسِبُهُ قَالَ بِاَرْبَعِ اَوَاقٍ۔

تبوک کے راستے میں خریدا تھا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ کہا چار اوقیہ کے عوض۔

ت ۵۳۳	وَقَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِشْتَرَاهُ اور ابو نضرہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ بیس

بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا۔

دینار میں خریدا تھا۔

تشریحات ۵۳۰، ۵۳۱ اس کی پہلی والی تعلیق میں ہے کہ ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔ اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور اس تعلیق میں ہے۔ کہ چار دینار۔ میں۔ دونوں میں امام بخاری نے یہ تطبیق دی کہ اس تقدیر پر ہے کہ ایک دینار دس درہم کا ہو۔

وَ قَالَ الْبُخَارِیُّ) وَقَوْلُ الشَّعْبِیِّ بِوُقِیَّۃٍ اَکْثَرُ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ

اور شعبی کا قول ہے کہ ایک اوقیہ میں خریدنا اکثر روایت ہے (امام بخاری نے کہا) شرط کرنا اکثر کی

وَالْاِشْتِرَاطُ اَکْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِیْ۔

روایت ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمَھْرِ عِنْدَ عُقْدَۃِ النِّکَاحِ۔ ص۳۷۶

نکاح کے عقد کے وقت مہر میں شروط کا بیان۔

ت ۵۳۴

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ حقوق شرائط کے مطابق

الشُّرُوْطِ وَلَکَ مَا اشْتَرَطْتَ۔

ہیں۔ تجھے وہ حق حاصل ہے جسکی تونے شرط کی ہے۔

حدیث ۱۵۰۱

عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام شرطوں سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق وہ ہیں۔ جن

بِہٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ ؎

سے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو۔

تنبیہ ان مختلف روایتوں میں تطبیق اور صورت حال کیا تھی۔ سب کتاب البیوع میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

تشریحات ۵۳۴ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اختصار کے ساتھ اور امام سعید بن منصور نے تفصیل کے ساتھ تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عبدالرحمن بن غنم کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس طرح تھا کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو

؎ ثانی النکاح باب الشروط فی النکاح ص۷۷۳ الخمسۃ فی النکاح۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ

جہاد میں شرطوں اور اہل حرب کے ساتھ صلح کرنے اور زبانی بات چیت

الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ ۔ ص ۳۷۷

کر کے لوگوں کے ساتھ شرط کا لکھوانا ۔

حدیث ۱۵۰۲

اَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان سے روایت ہے۔

تَعَالٰی عَنْهُ وَمَرْوَانَ یُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِیْثَ صَاحِبِهٖ قَالَا

ان میں سے ہر ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے ۔ دونوں

چھوڑ رہا تھا۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور کہا۔ اے امیر المومنین! میں نے اس عورت سے شادی کی ہے اور اس کی یہ شرط منظور کر لی ہے۔ کہ اسی کے گھر رہوں گا۔ اور اب میں نے طے کر لیا ہے کہ فلاں اور فلاں جگہ منتقل ہو جاؤں فرمایا۔ اسے اپنی شرط کی پابندی کا حق ہے۔ اب اس شخص نے کہا۔ مرد ہلاک ہو گیا۔ اب تو جو عورت چاہیگی طلاق لے لیگی۔ اگرچہ شوہر نہ چاہے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ مسلمان اپنی شرطوں کے مطابق حقوق وصول کر سکتے ہیں۔

تشریحات ۱۵۰۱ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ اگر نکاح کے وقت کوئی ایسی شرط کر لی جو مقتضائے عقد نہ ہو تو بھی اس کی پابندی لازم ہے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شرائط مقتضائے عقد نہ ہوں ان کی پابندی ضروری نہیں۔ اس قسم کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ اللہ نے اس کی شرط کے پہلے شرط کر دی ہے۔ اور یہ حقیقت میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے۔ ارشاد فرمایا[1] جو ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرط کرے۔ اس حدیث میں۔ بما استحللتم به الفروج ۔ کی تاویل مہر ہے

تشریحات ۱۵۰۲ بالغمیم ۔ غین کو فتحہ میم کو کسرہ ۔ غین ضمہ اور میم کو فتحہ تصغیر کے وزن پر بھی بعض لوگوں نے کہا ہے۔ مگر امام قاضی عیاض نے اس پر رد فرمایا ہے۔ اس کو قراء الغمیم بھی کہتے ہیں۔ مکہ معظمہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے ۔ طلیعۃ ۔ مقدمۃ الجیش ۔

[1] بخاری اول باب الشروط فی الولاء ص ۳۷۷ ۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَّۃِ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا

نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ سے چلے۔ ابھی راستے

بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ

میں تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں

بِالْغَمِیْمِ فِیْ خَیْلٍ لِقُرَیْشٍ طَلِیْعَۃً فَخُذُوْا ذَاتَ الْیَمِیْنِ فَوَاللّٰہِ مَا شَعَرَ بِھِمْ

کے ساتھ غمیم میں مقدمۃ الجیش بن کر ہے۔ تم لوگ داہنی طرف مڑ کر چلو۔ بخدا

خَالِدٌ حَتّٰی اِذَا ھُمْ بِقَتَرَۃِ الْجَیْشِ فَانْطَلَقَ یَرْکُضُ نَذِیْرًا لِقُرَیْشٍ وَسَارَ

خالد بن ولید کو ان حضرات کی خبر بھی نہ ہوئی۔ کہ اچانک اس نے لشکر کے گرد کو دیکھا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالثَّنِیَّۃِ الَّتِیْ یُھْبَطُ عَلَیْھِمْ

تو سواری دوڑاتے ہوئے قریش کو بتانے کیلئے چلا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے۔

مِنْھَا بَرَکَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ فَاَلَحَّتْ فَقَالُوْا خَلَأَتِ

جب اس گھاٹی پر پہنچے جس سے ان پر اترتے ہیں۔ تو حضور کی سواری بیٹھ گئی۔ لوگوں نے

الْقَصْوَاءُ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا خَلَأَتِ

حل حل کہا مگر وہ زمین سے چپک گئی۔ اب لوگوں نے کہا۔ قصوا تھک گئی۔ قصوا تھک گئی۔

الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاکَ لَھَا بِخُلُقٍ وَلٰکِنْ حَبَسَھَا حَابِسُ الْفِیْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ

اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قصوا تھکی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے۔ مگر اسے

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَسْأَلُوْنِیْ خُطَّۃً یُعَظِّمُوْنَ فِیْھَا حُرُمَاتِ اللّٰہِ اِلَّا

ہاتھیوں کو روکنے والے نے روک لیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ لوگ

لشکر کا وہ حصہ جو آگے اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور لشکر کے لئے مناسب جگہ تجویز کرے۔ بقترۃ الجیش۔ قترۃ کے معنی، کالاغبار،

فالحت۔ الحاح۔ اس کا مصدر ہے۔ جگہ پکڑنا۔ چپک جانا۔ خلأت۔ مہموز لام فتح یفتح سے آتا ہے۔ جگہ سے نہ ملنا۔ اڑ جانا۔ القصواء۔ قاف کے فتحہ کے ساتھ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ قَالَ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّىٰ نَزَلَ

کسی ایسی بات کا مجھ سے سوال کریں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہوگی تو انھیں ضرور

بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَىٰ ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ

دوں گا۔ اس کے بعد سواری کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب حضور رستے سے کترا کر چلے۔

النَّاسُ حَتَّىٰ نَزَحُوهُ وَشُكِيَ إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ

یہاں تک کہ حدیبیہ کے انتہائی سرے پر ایک کم پانی والے گڑھے پر اترے۔ جس سے لوگ تھوڑا

فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهُ فِيهِ فَوَاللَّهِ مَا زَالَ

تھوڑا پانی لیتے تھے۔ تھوڑی دیر میں اس کا کل پانی نکال لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَجِيشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتَّىٰ صَدَرُوا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَٰلِكَ إِذْ جَاءَ

کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی گئی۔ تو حضور نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ اور حکم دیا کہ

بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنْ خُزَاعَةَ وَكَانُوا عَيْبَةَ

کہ لوگ اسے اس گڑھے میں گاڑ دیں۔ بخدا وہ گڑھا پانی سے ابلنے لگا یہاں تک کہ سب لوگ

نُصْحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ تِهَامَةَ فَقَالَ إِنِّي

سیراب ہوگئے۔ یہ حضرات اسی حال پر تھے کہ بدیل بن ورقا خزاعی خزاعہ کے کچھ افراد کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور

تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوا أَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ

یہ لوگ تہامہ والوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رازدار اور خیرخواہ تھے۔ انھوں نے بتایا کہ کعب بن لوی

کی سواری کی اونٹنی۔ یہ وہی اونٹنی ہے جسے ہجرت کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا۔ قصواء کا مادہ قصو ہے۔ اس کے معنی کان کے کنارے کے کٹنے کے ہیں۔ اس کا کان خلقی طور پر ایسا تھا۔ کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا کنارہ کٹا ہوا ہے۔ خُطَّةٌ۔ اس کے معنی خصلت کے ہیں۔ یہاں تجویز مراد ہے۔ ثَمَدٌ۔ وہ گڑھا جس میں تھوڑا سا پانی ہو۔ يتبرضه۔ تبرض۔ تھوڑا تھوڑا لینا۔ اس کا مادہ برض ہے۔ تھوڑی بخشش۔

ثم امرهم ان يجعلوه فيه یہ مبارک تیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کے ہانکنے والے ناجیہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر اس گڑھے میں اترے تھے۔

وَمَعَهُمُ الْعُوذُ الْمَطَافِيلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ

اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے گہرے کنوؤں کے پاس موجود چھوڑ آیا ہوں۔ اور ان کے ساتھ

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا

بچے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ آپ سے لڑنے اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ

جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ فَإِنْ

سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ ہم عمرہ کرنے

شَاءُوا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً وَيُخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ فَإِنْ أَظْهَرْ

آئے ہیں۔ قریش کو لڑائی نے کمزور کر دیا ہے۔ اور انھیں نقصان پہونچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں

فَإِنْ شَاءُوا أَنْ يَدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا وَإِلَّا فَقَدْ

تو میں ان سے ایک مدت تک کے لئے صلح کر لوں۔ اور وہ میرے اور عام عرب کے درمیان سے ہٹ جائیں

جَمُّوا وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلَى أَمْرِي

پس اگر میں غالب آجاؤں تو اگر چاہیں گے تو جس دین میں سب لوگ داخل ہو گئے وہ بھی داخل ہو جائیں گے۔ اور اگر

هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهُ فَقَالَ بُدَيْلٌ سَأُبَلِّغُهُمْ

نہ چاہیں تو اپنی ضد پر اڑے رہیں۔ اور اگر وہ لوگ اسے نہیں چاہیں گے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان

مَا تَقُولُ فَانْطَلَقَ حَتّٰى أَتٰى قُرَيْشًا قَالَ إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ عِنْدِ

ہے میں ان سے لڑتا رہوں گا ۔ یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ یقیناً اپنے دین کو غالب فرمائیگا

اور گاڑا تھا۔

بدیل بن ورقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے سردار اور دہاۃ عرب میں سے تھے۔ یہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سچی ہمدردی رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مر الظہران میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے بعد حنین طائف تبوک سبھی غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں انتقال کر گئے۔

عیبۃ۔ کے معنی وہ تھیلا جس میں کپڑا رکھا جاتا تھا۔ یہاں مراد رازدار اور ہمدردی ہے۔

نصح۔ مصدر ہے۔ اس کے معنی بھی سچے ہمدرد کے ہیں۔ تہامہ۔ اس کے لغوی معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

هٰذَا الرَّجُلِ وَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ قَوْلاً فَإِنْ شِئْتُمْ اَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا

بدیل نے کہا آپ جو فرماتے ہیں۔ وہ ان تک پہنچا دوں گا۔ وہ وہاں سے قریش کے پاس آیا اور کہا

قَالَ سُفَهَاؤُهُمْ لاَحَاجَةَ لَنَا اَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ وَقَالَ ذَوُوالرَّائِ

میں تمہارے نزدیک ان کی بارگاہ سے آیا ہوں اور انھوں نے کچھ فرمایا ہے جس کو میں نے سنا ہے۔ اگر تم چاہو

مِنْهُمْ هَاتِ مَاسَمِعْتَهُ يَقُولُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَحَدَّثَهُمْ

تو تمہارے سامنے پیش کردوں۔ ان کے بیوقوفوں نے کہا۔ ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں کہ انکی کوئی بات ہمکو

بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ

بتائے۔ اور ان کے سمجھداروں نے کہا۔ جو سنا ہے بتاؤ۔ بدیل نے کہا وہ ایسا ایسا فرماتے ہیں۔ اور رسول اللہ

اَيْ قَوْمِ اَلَسْتُ بِالْوَالِدِ قَالُوا بَلٰى قَالَ اَوَلَسْتُمْ بِالْوَلَدِ قَالُوا بَلٰى قَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا۔ اسکو بیان کردیا۔ یہ سب سن کر عروہ بن مسعود نے کہا۔ اے

فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِيْ قَالُوا لاَ قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّيْ اسْتَنْفَرْتُ اَهْلَ

میری قوم! کیا میں تمہارا باپ نہیں۔ انھوں نے کہا ہاں تو ہمارا باپ ہے۔ اس نے کہا کیا تم بیٹے نہیں۔ انھوں

عُكَاظٍ فَلَمَّا بَلَّحُوا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِاَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ اَطَاعَنِيْ قَالُوا بَلٰى

نے کہا ہاں ہیں۔ اس نے کہا کیا میرے بارے میں تمہیں کوئی بدگمانی ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تم

اس سے مراد مکہ معظمہ اور اس کے اردگرد کی آبادیاں ہیں۔ نجد سے جانب غرب جو نشیبی حصہ ہے اسے تہامہ کہتے ہیں۔ اس کی حد مدینہ طیبہ کی جانب عرج سے شروع ہو کر یمن تک چلی جاتی ہے۔ کعب بن لوی و عامر بن لوی۔ چونکہ مکہ معظمہ اور آس پاس کے تمام قبائل انھیں دونوں کی شاخیں تھیں۔ اس لئے ان کا نام لیا۔ مراد یہی کہ مکہ اور آس پاس کی تمام آبادیوں کے باشندے۔ اعداد میاہ حدیبیہ۔ اعداد۔ عدّ کی جمع ہے۔ وہ پانی جو کبھی ختم نہ ہو۔ العوذ۔ عائذ کی جمع ہے۔ وہ اونٹنی جو اپنے بچے کے ساتھ ہو۔ المطافیل مُطفل۔ کی جمع ہے۔ بچے والی۔ خواہ انسان ہو خواہ جانور۔ مراد یہ ہے کہ پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں۔ نہکتہم۔ نہک۔ دبلا کردیا۔ لاغر کردیا۔ کمزور کردیا۔ کس بل نکال دیا۔ جمّوا جمّ یجم۔ آرام پاگیا۔ تنفرد۔ یہ فرد سے باب انفعال کا مضارع ہے۔ اس کا مصدر انفراد ہے سالفتی۔ سالفہ کے معنی گردن کا اگلا حصہ۔ یہاں گردن کے معنی میں ہے۔ یہاں تک کہ میری گردن جدا ہو جائے۔

قَالَ فَاِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِي اٰتِهٖ

نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ کو یہاں آنے کے لیے بلایا۔ جب انھوں نے انکار کر دیا تو اپنے اہل کو

قَالُوْا ائْتِهٖ فَاَتَاهُ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اپنی اولاد کو اور اپنے متبعین کو لیکر آیا ہوں اور لوگوں نے کہا صحیح ہے۔ اس نے کہا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِهٖ لِبُدَيْلٍ فَقَالَ عُرْوَةُ

وسلم) نے اچھی بات کہی ہے۔ اسے قبول کرلو۔ اور مجھے ان کے پاس جانے دو انھوں نے کہا۔ جاؤ۔ اس کے بعد وہ

عِنْدَ ذٰلِكَ اَيْ مُحَمَّدُ اَرَاَيْتَ اِنِ اسْتَاْصَلْتَ اَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بِاَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ اَصْلَهٗ قَبْلَكَ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى فَاِنِّيْ

اس سے اسی قسم کی بات فرمائی جیسی بدیل سے فرمائی تھی اس پر عروہ نے کہا۔ اے محمد! بتاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو ختم کر دیا

وَاللّٰهِ لَاَرٰى وُجُوْهًا وَاِنِّيْ لَاَرٰى اَشْوَابًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْقًا اَنْ يَّفِرُّوْا

تو کیا تم نے کسی عرب کو سنا ہے کہ تم سے پہلے اس نے اپنی قوم کو ختم کر دیا ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو بخدا

وَيَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ

بلاشبہ میں ایسے ایسے بھانت بھانت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ یہ سنکر حضرت

وَنَدَعُهٗ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالُوْا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ

ابوبکر نے اس سے فرمایا۔ لات کی شرمگاہ چوس کیا ہم انھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس نے پوچھا یہ کون ہیں۔

یعنی میں مار ڈالا جاؤں۔

عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی۔ یہ اس وقت کفر کی حالت پر تھے۔ بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ اور اپنی قوم میں جاکر انھیں اسلام کی دعوت دی جس پر ان کی قوم نے ان کو شہید کر دیا۔ اس کی اطلاع جب بارگاہ رسالت میں پہنچی۔ تو فرمایا۔ کہ یہ صاحب یٰسین کے مثل ہیں۔ یعنی جن کا واقعہ سورہ یٰس میں مذکور ہے۔

عکاظ۔ مکہ معظمہ کے قریب مشہور جگہ تھی۔ جہاں سال بسال بازار لگتا تھا۔ جس کی تفصیل جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ بَلَّحُوْا علیّ۔ یعنی انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کا مادہ بلح ہے۔ جس کے معنی انکار کرنے کے ہیں۔

لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ اَجْزِكَ بِهَا لَاَجَبْتُكَ قَالَ وَجَعَلَ

لوگوں نے بتایا۔ ابو بکر۔ اس نے کہا۔ سنو قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا احسان میرے اوپر

يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا كَلِمَةً اَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيْرَةُ

نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی چکا نہ سکا ہوں تو تمہیں جواب دیتا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کیے جاتا۔ اور جب

بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ

بات کرتا حضور کی ریش مبارک پکڑ لیتا۔ اور مغیرہ بن شعبہ خود لگائے ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے

وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَكُلَّمَا اَهْوٰى عُرْوَةُ بِيَدِهٖ اِلٰى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

سراقدس کے پاس کھڑے تھے اور ان کے ساتھ تلوار تھی۔ جب عروہ اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش

وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهٗ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ

مبارک کی طرف بڑھاتا تو یہ تلوار کی نیام کی نعل اس کے ہاتھ پر مارتے۔ اور کہتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوْا

ریش مبارک سے اپنا ہاتھ دور رکھ۔ یہ سن کر عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا مغیرہ بن

الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ اَيْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعٰى فِيْ غَدْرَتِكَ وَكَانَ

شعبہ۔ تو اس نے کہا اے غدار! کیا تیری دغابازی کے معاملے میں کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ حالت کفر

الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ ثُمَّ

میں مغیرہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے۔ تو انھیں مار ڈالا۔ اور ان کے مال لے لئے۔ پھر مدینے آکر مسلمان ہو گئے۔

اشوابا۔ شوب کی جمع ہے۔ نوع، قسم۔ یعنی مختلف قسم کے لوگ۔ بظر اللات۔ بظر۔ عرب کا دستور تھا کہ وہ عورتوں کا بھی ختنہ کرتے تھے۔ ختنے کے بعد ختنے کی جگہ جو حصہ رہ جاتا تھا اسے بظر کہتے تھے۔ لات مشہور بت۔ جسے ثقیف پوجتے تھے۔ یہ جملہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلاغت کا عدیم النظیر نمونہ ہے۔ جس کی مثال اس صنف میں نہیں۔ لولا ید کانت لک عندی۔ یہ احسان یہ تھا کہ عروہ نے کچھ خونبہا اپنے ذمے لے لیا تھا۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دس اونٹ دیا تھا۔

ای غُدَرُ۔ عُمَرُ کے وزن پر غادر سے مبالغہ کے لئے معدول ہے۔ اس کے معنی بہت بڑا عہد شکن۔ عروہ بن مسعود

جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا الْاِسْلَامُ فَاَقْبَلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام قبول کرتا ہوں۔ رہ گیا مال تو مجھے اس کی کوئی حاجت

وَاَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ

نہیں۔ عروہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو کنکھیوں سے دیکھتا تھا۔ بخدا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ

تعالیٰ علیہ وسلم ناک صاف کرتے تو رطوبت ان میں سے کسی کے ہاتھ میں پڑتی تو وہ اسے اپنے چہرے اور

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ

جسم پر ملتا۔ اور جب حضور انھیں کسی کام کا حکم دیتے تو اسے بجالانے کے لئے ایک دوسرے

مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَاِذَا اَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهُ

سے آگے بڑھتے۔ اور جب وضو فرماتے تو غسالے پر لڑ پڑتے اور جب کچھ فرماتے تو اپنی آوازیں پست

وَاِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ

کردیتے اور ان کی عظمت شان کی وجہ سے انھیں نظر بھر کر دیکھ نہیں پاتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں

عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِ

کے پاس لوٹا اور کہا۔ اے قوم میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں

حضرت مغیرہ کے چچا تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا۔ کہ عروہ آئے ہیں تو ہتھیار لگا کر خود میں منہ چھپا کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ رؤسا عرب کی عادت تھی کہ وہ جب کسی سے بات کرتے اور اس کی شفقت مہربانی کی امید کرتے تو اسے نرم کرنے کے لئے بات کرتے وقت اس کی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتے تھے۔ یہی عروہ بھی کر رہے تھے۔ حضرت مغیرہ سے یہ برداشت نہ ہوسکا وہ ہاتھ میں نیام میں رکھی ہوئی تلوار لئے ہوئے تھے۔ وہ نیام کی نوک اس کے ہاتھ پر مارتے کہ ریش مبارک تک ہاتھ نہ لے جا۔ بالآخر انھوں نے اسے تنبیہ فرمادی۔ ہاتھ دور رکھ۔ اگر اب بڑھا تو سلامت واپس نہیں جائے گا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اس نے حضرت مغیرہ سے کہا۔ اے بہت بڑا غدار کیا تیری غداری کے سلسلے میں، میں معاملہ سلجھانے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں اسے حیرت تھی۔ کہ یہ بھتیجا ہے اور میں اس کے ایسے سنگین معاملے کو سلجھانے کی کوشش

فَقَالَ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ

اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی صحابہ

وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیَّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو اس کی

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ

رطوبت ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے

مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا

اور وہ جب کسی کو کچھ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو لوگ دوڑ پڑتے ہیں۔ اور جب وضو کرتے ہیں

تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ

تو اس کے پانی کے لئے لڑ پڑتے ہیں۔ اور جب بولتے ہیں تو سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں۔ اور عظمت

عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ وَاِنَّہٗ قَدْ عَرَضَ عَلَیْکُمْ

کی بنا پر ان سے آنکھیں چار نہیں کر پاتے۔ اور انھوں نے ایک سلجھی ہوئی بات رکھی ہے

خُطَّۃَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْھَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ دَعُوْنِیْ اٰتِہٖ

اسے قبول کرلو اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے کہا۔ مجھے ان کے پاس جانے دو۔

کررہا ہوں۔ پھر بھی اس نے مجھے اتنا سخت جملہ کہدیا۔

قصہ یہ ہوا تھا۔ کہ حضرت مغیرہ ثقیف کی شاخ بنی مالک کے تیرہ افراد کے ساتھ شہنشاہ مصر مقوقس سے ملنے گئے۔ مقوقس نے سب کو انعام واکرام دے کر واپس کیا۔ اور حضرت مغیرہ کو کچھ کم دیا۔ اس کا حضرت مغیرہ کو احساس ہوا۔ راستے میں کہیں ایک رات سب کے سب شراب پی کر غافل ہو کر سو گئے۔ انھوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اور سب مال لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس کی وجہ سے ثقیف میں شورش پیدا ہو گئی۔ عروہ ابن مسعود نے بڑی جد و جہد کر کے دیت پر معاملہ رفع دفع کر دیا تھا اور ان تیرہ مقتولین کی دیت اپنے پاس سے دی۔

اما المال جب حضرت مغیرہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا۔ تمہارے ساتھ جو بنی مالک کے

فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ

لوگوں نے کہا جاؤ۔ جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ تو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فُلَانٌ وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ فلاں ہے اور یہ فلاں قوم کا ہے جو قربانی

يُعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهُ فَبُعِثَتْ لَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ

کے جانور کو بہت مانتے ہیں۔ قربانی کے جانوروں کو اٹھا دو۔ قربانی کے جانور اٹھا دیے گئے

فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِهٰؤُلَاءِ اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ

اور لوگ تلبیہ کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔ سبحان اللہ!

الْبَيْتِ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهِ قَالَ رَاَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ

ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا اچھی بات نہیں۔ وہ لوٹا جب اپنی قوم میں آیا تو کہا میں نے

وَاُشْعِرَتْ فَمَا اَرٰى اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ

قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے۔ انھیں ہار پہنا دیے گئے ہیں ان کا اشعار کیا ہوا ہے۔

لَهُ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اٰتِهِ فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ

انھیں بیت اللہ سے روکنے کو درست نہیں جانتا اب انھیں میں سے ایک مکرز بن حفص نامی

عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِكْرَزٌ وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ

نے کہا۔ مجھے وہاں جانے دو۔ لوگوں نے کہا جاؤ۔ جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔

افراد تھے وہ کیا ہوئے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ ان سب کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ اور ان کے مال لے کر آیا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں سے خمس لے لیں۔ یا جو مناسب خیال فرمائیں کریں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام لانا قبول ہے اور مال سے مجھے غرض نہیں۔

حربی کفار کا مال اگر مسلمان چھین لے تو اس کے لیے حلال ہے۔ مگر جب کوئی معاہدہ ہو جائے تو اس کی پابندی لازم ہے۔ اس کی خلاف ورزی غدر اور حرام ہے۔ جب چند آدمی ایک ساتھ سفر کر رہے ہوں تو یہ عرف اور تعامل ہے کہ ان کے مابین یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی جان و مال سے تعرض نہ کریں گے۔

فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ مکرز ہے - یہ اچھا آدمی نہیں - وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ مَعْمَرٌ فَأَخْبَرَنِي أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ لَمَّا جَاءَ

سے بات کرنے لگا - اثنار گفتگو ہی میں سہیل بن عمرو آیا - معمر نے کہا زہری نے اپنی حدیث میں یہ کہا - جب سہیل

سُهَيْلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ

بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - تمہارا معاملہ آسان ہو گیا - ایوب نے عکرمہ سے روایت کرتے

قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ

ہوئے مجھے خبر دی کہ جب سہیل آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا معاملہ آسان ہو گیا - معمر نے کہا کہ زہری

هَاتِ اُكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے اپنی حدیث میں یہ کہا سہیل بن عمرو آئے اور کہا آؤ آپس میں ایک عہد نامہ لکھ لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نے کاتب کو بلایا فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے یہ کیا ہے - لیکن

فَقَالَ سُهَيْلٌ أَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللهِ مَا أَدْرِي مَا هُوَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ

لکھو باسمک اللہم جیسا کہ لکھتے تھے - مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سوا اور کچھ نہیں

اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاللهِ لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا

لکھیں گے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو باسمک اللہم - پھر فرمایا یہ وہ فیصلہ ہے

بلکہ حفاظت کریں گے - حضرت مغیرہ نے اس کی خلاف ورزی کی جو جائز نہیں - چونکہ انھوں نے یہ مال بطور غدر عہد شکنی لیا تھا - اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا -

اقول وھو المستعان - حضرت مغیرہ نے یہ سب حالت کفر میں کیا تھا - اس لئے ان کے اس فعل کو اسلامی قوانین کی حدود میں لانے کی کوشش کی کوئی ضرورت نہیں اگر یہ مال حرام تھا - تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کرتے کہ اسے ان کے وارثین کو واپس فرماتے - حضرت مغیرہ کے پاس نہیں رہنے دیتے - حق یہ ہے کہ یہ اموال حضرت مغیرہ نے حالت کفر میں دار الحرب میں حاصل کئے تھے - یہ انکی ملک اور ان کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکتب باسمک اللہم ثم قال ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول

جو محمد رسول اللہ نے کیا تو سہیل نے کہا۔ بخدا اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپکو بیت اللہ

اللہ فقال سہیل واللہ لو کنا نعلم انک رسول اللہ ما صددناک عن البیت ولا قاتلناک ولکن

سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ ہاں لکھو محمد بن عبد اللہ۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اکتب محمد بن عبد اللہ فقال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واللہ انی لرسول اللہ وان کذبتمونی

فرمایا۔ بخدا میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور اگر تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو تو لکھو محمد بن

اکتب محمد بن عبد اللہ قال الزہری وذلک

عبد اللہ۔ زہری نے کہا اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ پہلے ارشاد فرما چکے تھے یہ لوگ مجھ سے

لقولہ لا یسئلونی خطۃ یعظمون فیہا حرمات اللہ الا اعطیتہم

جو بھی ایسی بات مانگیں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہو تو میں انھیں دوں گا — اب

ایاہا فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ان تخلوا بیننا وبین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اس شرط پر کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے

البیت فنطوف بہ فقال سہیل واللہ لا تتحدث العرب انا اخذنا

ہٹ جاؤ تاکہ ہم اس کا طواف کرلیں۔ تو سہیل نے کہا کہ بخدا اس صورت میں عرب یہ کہیں گے کہ ہم

لیے حلال وطیب تھے۔ اور چونکہ انھوں نے حالتِ اسلام میں جہاد کرکے نہیں حاصل کیا تھا اس لئے خمس نہیں لیا۔

فقال رجل من بنی کنانۃ ان کا نام حلیس بن علقمہ حارثی تھا۔ یہ احابیش کا سردار تھا۔ جنگ احد کے موقعہ پر احابیش کی قیادت اسی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مسلمانوں کے قریب آکر جب قربانی کے اونٹوں کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ ان کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں۔ اور تلبیہ کی آواز سنی تو بلند آواز سے چیخا۔ رب کعبہ کی قسم قریش ہلاک ہوگئے۔ یہ لوگ تو عمرے کے لیے آئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے بنی کنانہ کے بھائی۔ جاؤ قریش کو بتادو۔

یہ واپس جاکر قریش پر خفا ہوا اور کہا اے قریش ہم نے اس پر تم سے معاہدہ نہیں کیا تھا جو بیت اللہ

ضُغْطَةً وَلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى

مجبور کر دیئے گئے ہاں یہ آئندہ سال ہو سکے گا تو یہی لکھا۔ اب سہیل نے کہا اور اس شرط

اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَيْنَا

پر کہ ہم سے کوئی بھی آپ کے پاس جائے اگرچہ آپ کے دین پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف

قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ كَيْفَ يُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ

لوٹا دیں گے۔ اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ وہ مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائیگا

مُسْلِمًا فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ دَخَلَ اَبُوْ جَنْدَلِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ

حالانکہ وہ مسلمان ہوکر　　آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن

عَمْرٍو يَرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى

عمرو اپنی بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے آئے ــــ اور وہ مکہ کے زیریں حصہ سے نکلے تھے

بِنَفْسِهٖ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ

آکر انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس پر سہیل نے کہا اے محمد

مَا اُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ اَنْ تَرُدَّهٗ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ ہمارے صلحنامہ کی پہلی بات ہے اسے ہماری طرف لوٹائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم کے لئے آئے اسے روکا جائے۔ قریش نے کہا۔ تم جاؤ۔ ہم وہی کریں گے جو ہمیں پسند ہے۔

رجل فاجر مکرز بن حفص بن اخیف یہ بنی عامر بن لوی کا فرد تھا۔ یہ پورے عرب میں بدعہدی فتنہ انگیزی میں مشہور تھا۔ اور اس کی شرارت کے بہت سے قصے مشہور تھے۔

قریش نے کبھی بنی کنانہ کے کسی آدمی کو مار ڈالا تھا۔ اس کے بدلے میں بنی کنانہ نے مکرز کے ایک بھائی کو قتل کر دیا۔ اس پر آپس میں گفت و شنید کے بعد صلح ہوگئی۔ اس صلح کے بعد مکرز نے بنی کنانہ کے ایک شخص کو مار ڈالا۔ جس سے قریش اور کنانہ میں پھر تناؤ پیدا ہوگیا تھا۔

خود حدیبیہ کے موقع پر پچاس افراد کو لے کر شب خون مارنے کے ارادے سے آیا تھا۔ مگر حضرت محمد بن مسلمہ پہرے پر تھے۔ انھوں نے سب کو گرفتار کر لیا۔ مکرز کسی طرح بچ نکلا۔

اگرچہ صلح کی بات کے درمیان اس نے شرافت ہی کا ثبوت دیا۔ اور کوئی شر انگیز بات نہ کی اور

إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللهِ إِذَنْ لَا أُصَالِحُكَ عَلَى شَيْءٍ

نے فرمایا ابھی صلح نامہ پورا نہیں لکھا گیا ہے۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم اب ہم آپ سے کسی بات پر

أَبَدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجِزْهُ لِي فَقَالَ مَا أَنَا

ہرگز صلح نہیں کریں گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اس کے لئے اجازت دیدو انھوں نے

بِمُجِيزٍ ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا أَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ

کہا میں اجازت نہیں دوں گا۔ فرمایا ایسا کردو انھوں نے کہا میں نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا ہم نے آپکو

قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ قَالَ أَبُوْ جَنْدَلٍ أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ أُرَدُّ إِلَى

اجازت دی۔ ابو جندل نے کہا اے مسلمانو میں مشرکین کی طرف لوٹایا جارہا ہوں حالانکہ میں مسلمان

الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيْتُ وَكَانَ قَدْ

ہوکر آیا ہوں کیا نہیں دیکھتے ہو میں نے کتنی مصیبت اٹھائی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ

عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَيْتُ

ستائے گئے تھے۔ عمر ابن خطاب نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے

نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتَ نَبِيَّ اللهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى

عرض کیا کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں۔ فرمایا ضرور ہوں۔ میں نے عرض کیا کیا ہم

نہ حرکت۔ بلکہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں اس بات کی تائید کی کہ انھیں مسلمانوں میں چھوڑ دیا جائے۔

ضُغْطَۃً دبانا۔ مغلوب کر لینا۔ نچوڑ لینا۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ یعنی عرب یہ کہیں گے کہ قریش دب گئے۔ مغلوب ہو گئے۔

يرسف فی قيوده رسفا رسیفا۔ اس طرح چلنا جیسے وہ چلتا ہو جس کے پاؤں بندھے ہوں۔ یعنی دونوں پاؤں بیک وقت اٹھا کر کودتے ہوئے آئے۔ جیسا کہ کتاب الصلح میں گزرا۔

فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکاتب یہ کاتب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس روایت میں صرف دو شرطیں مذکور ہیں۔

قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي

حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں فرمایا ہاں ہیں میں نے عرض کیا پھر ہم دین کے معاملہ میں

الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا اِذَنْ قَالَ اِنِّي رَسُوْلُ اللهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِي

کیوں ڈریں فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کروں گا وہ میرا مددگار ہے۔

قُلْتُ اَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَاَخْبَرْتُكَ

میں نے عرض کیا کیا آپ نے یہ نہیں بیان فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

اَنَّا نَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ قَالَ فَاَتَيْتُ

فرمایا کیوں نہیں کیا میں نے تم کو یہ بتایا تھا کہ اسی سال جائیں گے میں نے عرض کیا فرمایا تم بیت اللہ جاؤگے۔

اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا

اور اس کا طواف کروگے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اس کے بعد میں ابو بکر کے پاس آیا۔ اور میں نے کہا اے ابوبکر!

عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ

کیا یہ اللہ کے نبی برحق نہیں انھوں نے کہا کیوں نہیں میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور ہمارے

فِي دِيْنِنَا اِذَنْ قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهٗ

دشمن باطل پر نہیں انھوں نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے عرض کیا پھر ہم دین کے معاملہ میں کیوں دبیں۔

مگر کتب حدیث و سیر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرائط صلح مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں واپس جائیں۔

(۲) سال آئندہ آکر عمرہ کریں اور مکے میں صرف تین دن رہیں۔

(۳) سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں اور تلوار بھی نیام میں رہے اور نیام جلبان تھیلے وغیرہ میں۔

(۴) مکے میں جو مسلمان ہیں وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہیں تو انھیں نہ لے جائیں اور اگر کوئی مسلمان مکے میں رہ جانا چاہے تو اسے نہ روکیں۔

(۵) مکے کے باشندوں میں خواہ کافر ہو خواہ مسلمان اگر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں لیکن اگر مدینے کا کوئی شخص مکہ آجائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) عرب کے قبائل آزاد رہیں گے وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔

وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ أَلَيْسَ كَانَ

انھوں نے فرمایا اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کریں گے وہ ان کا

يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ قَالَ بَلَى أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ

مددگار رہے۔ تم ان کی اطاعت کرو۔ بخدا وہ حق پر ہیں میں نے کہا کیا انھوں نے ہم سے نہیں بیان فرمایا تھا

تَأْتِيهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ

کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے فرمایا ضرور بیان فرمایا تھا۔ کیا یہ خبر دی تھی کہ تم اسی سال

قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ أَعْمَالًا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ

بیت اللہ جاؤ گے میں نے کہا نہیں فرمایا تو تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کروگے۔ حضرت عمر نے

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ قُومُوا فَانْحَرُوا

کہا کہ میں نے اس کے کفارہ میں بہت سے نیک عمل کئے۔ راوی نے کہا جب صلحنامہ لکھنے سے فارغ ہو گئے

ثُمَّ احْلِقُوا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو اونٹوں کو نحر کرو پھر سر کو مونڈاؤ

مَرَّاتٍ فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا

راوی نے کہا بخدا ان میں سے ایک شخص بھی نہیں کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضور نے یہ تین بار فرمایا۔ جب ان میں سے

(۷) دس سال تک فریقین آپس میں جنگ نہیں کریں گے

صلح کی شرائط سراسر یکطرفہ تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے دب کر مغلوبانہ صلح کی تھی۔ مگر ایسا نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود صلح تھا۔ اور کچھ مدت کے لئے لڑائی جھگڑے کو بند کرنا۔ جس کے فوائد معلوم تھے کہ جب آپس کا تنازع ختم ہوگا۔ لوگ ملیں گے جلیں گے۔ اس طرح اسلام کی خوبیاں جاننے کا موقع ملے گا۔ اور لوگ اسلام سے متعارف ہوں گے۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اسلام کی اشاعت تیز سے تیز تر ہوگی۔ اور ہوا یہی۔ کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اتنے افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کہ اسلام کی انیس سالہ تاریخ میں نہیں ہوئے تھے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس صلح کو فتح مبین فرمایا۔

فقال ابوجندل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل سے فرمایا۔ اے ابوجندل صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تیرے لئے

مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا نَبِيَّ اللهِ أَتُحِبُّ ذَالِكَ أُخْرُجْ

کوئی نہیں کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس کا

ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ

تذکرہ کیا ام سلمہ نے عرض کیا یا نبی اللہ کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں باہر تشریف لے جائیے اور کسی سے کچھ نہ فرمائیے

أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَالِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ فَلَمَّا رَأَوْا ذَالِكَ قَامُوا فَنَحَرُوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ

اپنے اونٹ کو نحر کیجئے اور اپنے سر مونڈنے والے کو بلا کر سر مونڈا لیجئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باہر

بَعْضًا حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ

تشریف لے گئے اور کسی سے کچھ نہیں فرمایا یہاں تک کہ وہ سب کر لیا اپنے اونٹ کو نحر فرمایا، اور سر

فَأَنْزَلَ اللهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

مونڈنے والے کو بلا کر سر مونڈا لیا جب لوگوں نے اسے دیکھا تو اٹھے اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور بعض بعض کے سر کو

حَتَّى بَلَغَ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ

مونڈنے لگا اتنی بھیڑ ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ لوگوں کو مار ڈالیں گے۔ پھر کچھ مسلمان عورتیں آئیں تو اللہ تعالے

فَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَالْأُخْرَى صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ

نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔ بعصم الکوافر تک (الممتحنہ آیت)

حضرت عمر اس دن اپنی ان دو عورتوں کو طلاق دیدیا جن سے زمانۂ شرک میں نکاح کیا تھا۔ ایک نے معاویہ بن سفیان

کوئی سبیل خلاصی کی نکالے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر کود کر ابو جندل کے پاس گئے اور اس کے پہلو میں چلنے لگے اور ان سے کہا۔ یہ مشرک ہیں۔ ان کا خون کتے کے برابر ہے اور تلوار کا قبضہ ان کے قریب کیا۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ مجھے امید تھی کہ تلوار لے کر اپنے باپ کو مار ڈالے مگر وہ باپ کے ساتھ ایسا نہ کر سکے۔ اور اسی اثنا میں صلح مکمل ہو گئی۔

فاستمسك بغرزه غرز۔ اونٹ کا پالان۔ زمین میں گاڑی ہوئی لکڑی۔ لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ان کے پالان کو پکڑ لے۔ ان کی کھونٹی کو پکڑ لے۔ لیکن یہ کنایہ ہے بلا چون وچرا بات ماننے اور اطاعت کرنے سے۔ بولتے ہیں۔ الزم غرز فلاں۔ اس کی تابعداری کر۔

سیف البحر:۔ سیف کے معنی کنارہ۔ یعنی حضرت ابو بصیر سمندر کے کنارے چلے گئے۔ اس جگہ کا نام

ثُمَّ رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَجَاءَہٗ اَبُوْبَصِیْرٍ

ے اور دوسرے نے صفوان بن امیہ سے شادی کرلی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ لوٹ آئے قریش کے

رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ وَّھُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِیْ طَلَبِہٖ رَجُلَیْنِ فَقَالُوا الْعَھْدَ

ایک صاحب ابوبصیر مسلمان ہوکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے قریش نے انکو طلب کرنے کے لیے دو آدمیوں

الَّذِیْ جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَہٗ اِلَی الرَّجُلَیْنِ فَخَرَجَا بِہٖ حَتّٰی بَلَغَا

کو بھیجا انھوں نے کہا اس عہد کو یاد کرو جو آپ نے ہم سے کیا ہے۔ حضور نے ابوبصیر کو ان دونوں آدمیوں

ذَا الْحُلَیْفَۃِ فَنَزَلُوْا یَاْکُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّھُمْ فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرٍ

کے ساتھ کردیا وہ دونوں انھیں لیکر مدینہ سے باہر ہوئے جب ذوالحلیفہ پر پہونچے تو اترے

لِاَحَدِ الرَّجُلَیْنِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰی سَیْفَکَ ھٰذَا یَا فُلَانُ جَیِّدًا

اور کھجوریں کھانے لگے ابوبصیر نے ان میں سے ایک سے کہا اے فلاں واللہ تمہارے تلوار کو میں

فَاسْتَلَّہُ الْاٰخَرُ فَقَالَ اَجَلْ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَجَیِّدٌ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِہٖ

دیکھ رہا ہوں کہ بہت اچھی ہے اس نے تلوار کو میان سے کھینچ لیا اور کہا ہاں بخدا یہ اچھی ہے میں نے

ثُمَّ جَرَّبْتُ فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرٍ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْہِ فَاَمْکَنَہٗ مِنْہُ

بار بار اس کا تجربہ کیا ہے۔ ابوبصیر نے کہا لاؤ دیکھوں تو اس نے تلوار انھیں دیدی انھوں نے اسے

فَضَرَبَہٗ حَتّٰی بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰی اَتَی الْمَدِیْنَۃَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ

ایسا مارا کہ ٹھنڈا ہوگیا دوسرا بھاگا یہاں تک کہ وہ مدینہ آیا دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا۔ اسے جب

عیص تھا۔ یہ جگہ شام آنے جانے کا راستہ تھی۔ قریش کے قافلے شام اسی راستے سے آتے جاتے تھے۔ حضرت ابوجندل بھی ستر مسلمان سواروں کے ساتھ وہیں آگئے۔ مکہ معظمہ کے ستم رسیدہ مسلمان یہیں آکر جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد تین سو تک پہونچ گئی۔ اور قریش کے قافلوں پر دھاوا بولنے لگے جس سے عاجز آکر ابوسفیان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھا۔ کہ ہم اس شرط سے باز آئے۔ ان لوگوں کو اپنے پاس بلالیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر کو لکھا کہ تم وہاں کے تمام مسلمانوں کو لیکر مدینہ طیبہ آجاؤ۔ جب یہ مفاوضہ عالیہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ تو وہ حالت نزع میں تھے۔ والا نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ راہی ملک بقا ہو گئے۔ اور حضرت ابوجندل نے ان کو وہیں دفن کردیا۔

يَعْدُو فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُ لَقَدْ رَأَى هٰذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اس نے ضرور کوئی گھبرانے والی بات دیکھی ہے جب وہ نبی

ذُعْرًا فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُتِلَ وَاللهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہونچا تو کہا بخدا میرا ساتھی مار ڈالا گیا اور میں بھی مار ڈالا جاؤں گا اتنے

صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ قَدْ وَاللهِ أَوْ

میں ابو بصیر بھی آگئے اور عرض کیا یا نبی اللہ بخدا اللہ نے آپ کے عہد کو پورا فرما دیا آپ نے مجھے انکی

فَى اللهُ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِي اللهُ مِنْهُمْ قَالَ النَّبِيُّ

جانب لوٹا دیا تھا پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دیدی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کیلئے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ فَلَمَّا

خرابی ہو اگر اس کو کوئی ملجا تو لڑائی کا بھڑکانے والا ہے۔ جب انھوں نے یہ سنا تو سمجھ گئے حضور

سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيفَ الْبَحْرِ

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی طرف لوٹائیں گے تو وہاں سے چل دیئے اور سمندر کے ساحل

قَالَ وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ أَبُو جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ فَجَعَلَ

پر آکر مقیم ہو گئے۔ راوی نے کہا مشرکین سے بھاگ کر ابو جندل بھی آگئے اور ابو بصیر کے ساتھ مل گئے۔

اوران کے مزار کے قریب مسجد بنادی۔

فانزل الله اس سے بظاہر یہ متبادر ہے کہ آیہ کریمہ ـــــ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَكُمْ۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے ـــــ مگر ایسا نہیں۔ اس کے شان نزول میں سب سے صحیح قول یہ ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان حدیبیہ میں مقیم تھے۔ اسی جوان جبل تنعیم سے اتر کر حملہ کی نیت سے آئے۔ جنھیں مسلمان نے گرفتار کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں معاف فرمادیا اور رہا کر دیا [۱]

اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے

[۱] مسلم ثانی۔ غزوہ ذی قرد ص۱۱۵۔ الجہاد باب قول اللہ تعالیٰ هو الذی کف ایدکم ص۱۱۶۔

لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ

اب یہ ہوگیا کہ قریش میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ آکر ابو بصیر کے ساتھ مل جاتا یہاں تک کہ انکی ایک جماعت

مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا

اکٹھا ہوگئی۔ بخدا شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی بھی قافلہ کو سنتے تو اس کے آڑے آتے انھیں مارڈالتے

اعْتَرَضُوا لَهَا فَقَتَلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ

اوران کے مال لے لیتے اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیجا اللہ اور رشتہ کا واسطہ دیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ فَمَنْ أَتَاهُ

کہ اب جو بھی ان کے پاس آئے اسے امن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ کہلا دیا اس پر

فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ

اللہ تعالی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ حَتَّى بَلَغَ حَمِيَّةَ

کو ان سے روکا ——— حمیۃ الجاہلیہ تک (الفتح آیہ نمبر ۲۴) ان کا تعصب یہ تھا کہ انھوں

الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوا أَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَلَمْ يُقِرُّوا

نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا اقرار نہیں کیا۔

زمانے میں اس درخت کے نیچے تھے جس کا قرآن میں تذکرہ ہے کہ تیس ہتھیار بندجوان ہم پر حملے کے ارادے سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر دعا کی۔ جس سے اندھے ہوگئے۔ ہم نے بڑھ کر انکو پکڑ لیا۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ بتاؤ کیا تم لوگوں نے کسی سے معاہدہ کیا ہے۔ یا کسی نے تمکو امان دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں[۱]۔

اس وقت سورہ فتح کی یہ تین آیتیں نازل ہوئیں۔

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے مکے کی وادی میں تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا۔ اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے ﴿۲۴﴾ وہ لوگ

[۱] مسند امام احمد ج ۴ ص ۸۶۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَحَالُوْا بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ الْبَیْتِ وَقَالَ عُقَیْلٌ

ان کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ عقیل نے زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ عروہ نے

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

مجھ سے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے۔ اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ وَبَلَغَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ أَنْ يَرُدُّوْا

ہمیں خبر پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا کہ مشرکین کی جانب وہ لوٹا دیا جائے جو انھوں نے ان

إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا أَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى

عورتوں پہ خرچ کیا ہے جو ہجرت کرکے آئیں ہیں کہ کافرہ عورتوں کو اپنی زوجیت میں مت رکھو۔

الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ لَا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ أَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَيْنِ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دو عورتوں قریبہ بنت ابی امیہ اور بنت جرول خزاعی کو طلاق دیدیا قریبہ سے معاویہ

قُرَيْبَةَ بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ وَبِنْتَ جَرْوَلٍ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعٰوِيَةُ

نے اور دوسری سے ابو جہم نے نکاح کر لیا۔ جب کفار نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ مسلمانوں نے

وَتَزَوَّجَ الْأُخْرٰى أَبُوْ جَهْمٍ فَلَمَّا أَبَى الْكُفَّارُ أَنْ يُقِرُّوْا بِأَدَاءِ مَا أَنْفَقَ

جو کچھ ان کی بیویوں پر خرچ کیا ہے اسے ادا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ

اور اگر تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف چلی جاویں۔ پھر تم ان کو سزا دو اور عقب سے مراد

وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ اور تم کو مسجد حرام سے روکا۔ اس حالت میں کہ قربانی کے جانور اپنی جگہ پہنچنے سے رکے ہوئے تھے۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم ایسے مسلمان مردوں اور عورتوں کو روند ڈالتے جنھیں تم نہیں جانتے۔ جس کی وجہ سے تم پر انجانے میں کوئی ناگوار حادثہ نازل ہو جاتا۔ (تو ہم لڑائی کی اجازت دیدیتے) یہ اس لئے ہوا کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل فرمائے۔ اگر وہ جدا ہو جاتے تو ان میں جو کافر تھے انھیں دردناک عذاب دیتے (۲۵) جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی ہٹ رکھی۔ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور مومنین پر

فَعَاقَبْتُمْ وَالْعَقْبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُوْنَ إِلَى مَنْ هَاجَرَتْ امْرَأَتُهُ

وہ مال ہے جو مسلمان ان عورتوں کو دیتا جو کفار میں سے ہجرت کرکے آتیں حکم یہ دیا کہ مسلمانوں

مِنَ الْكُفَّارِ فَأَمَرَ أَنْ يُعْطِيَ مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَا أَنْفَقَ

میں سے ہجرت کرنے والی کافر عورتوں کو مہر سے جو اس نے خرچ کیا اور اسے نہیں ملا تو اسے دیا جائے

مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِي هَاجَرْنَ وَمَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ

اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ مہاجر عورتوں میں سے کوئی ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئی ہو۔

الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيْمَانِهَا وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيْرِ بْنَ أَسِيْدٍ

اور ہمیں یہ خبر پہونچی کہ ابو بصیر بن اسید ثقفی مومن ہوکر ہجرت کرکے صلح کے

الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ

ایام میں حاضر ہوئے تو اخنس بن شریک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ

کو لکھا حضور سے ابو بصیر کو وہ مانگ رہا تھا اس کے بعد پوری حدیث

أَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔

ذکر کی۔

اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر انعام فرمایا۔ اور اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (۲۶)

وَالْعَقْبُ عین کو فتحہ قاف کو سکون یا کسرہ۔ باری کے معنی میں۔ یہ امام زہری کی عَاقَبْتُمْ کی تفسیر ہے۔ اب۔ عاقبتم کا ترجمہ یہ ہوگا۔ اور تمہاری باری آئے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تمہاری عورتیں بھاگ کر کفار میں چلی جائیں۔ اور کافر ان سے نکاح کرلیں اور تمہیں تمہارا وہ روپیہ نہ دیں جو تم نے ان عورتوں کو مہر میں دیا تھا۔ تو جب تمہاری باری کفار کو دینے کی آئے۔ مثلاً کسی کافر کی کوئی زوجہ ہجرت کرکے تمہارے پاس آجائے اور تم اس سے نکاح کرلو۔ تو پہلے والے کافر شوہر کو اس کا دیا ہوا مہر کا روپیہ اس کافر کو مت دو بلکہ اس مسلمان کو دو جس کی بیوی بھاگ کر کافروں میں چلی گئی۔ اور اگر کچھ فاضل ہو تو جتنا فاضل ہو وہ اس کافر کو دیدو۔

بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوطِ الَّتِي تُخَالِفُ كِتَابَ اللهِ ۔ ص ۳۸۱

مکاتب کا بیان اور کتاب اللہ کے خلاف جو شرطیں ہوں وہ جائز نہیں ۔

ت ۵۳۵

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فِي الْمُكَاتَبِ شُرُوطُهُمْ بَيْنَهُمْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مکاتب کے بارے میں فرمایا ۔ ان کے مابین جو شرطیں طے ہو جائیں ان کی پابندی ضروری ہے ۔

ت ۵۳۶

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَوْ عُمَرُ كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَنْ كِلَيْهِمَا عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ۔

حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ کہ جو شرط کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرط ہو ۔ اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا ۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے ۔

لیکن راجح جمہور کی تفسیر ہے ۔ کہ عَاقَبْتُمْ ۔ سے مراد جنگ ہے ۔ اب ترجمہ یہ ہوگا ۔ اگر تم انھیں سزا دو ۔ یعنی ان سے جنگ کرو ۔ تو مال غنیمت میں سے ان مسلمانوں کو ان کا وہ خرچ کیا ہوا پیسہ دید و جنکو عورتیں کافروں کی طرف بھاگ گئی ہیں ۔

وَمَا نَعْلَمُ یہ امام زہری اپنے علم کی بات کر رہے ہیں ۔ ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ کہ چھ عورتیں مرتد ہو کر مکہ بھاگ گئی تھیں ۔ ان میں ایک ۔ ام الحکم بنت ابو سفیان بھی تھی ۔ جو عیاض بن شداد کے نکاح میں تھی ۔ بھاگ کر ثقیف کے ایک شخص کے ساتھ شادی کر لی ۔ مگر جب ثقیف مسلمان ہوئے تو یہ بھی مسلمان ہو گئی ۔

تشریح ۵۳۵ :- اس تعلیق کو سفیان ثوری نے کتاب الفرائض میں روایت کیا ہے ۔

تشریح ۵۳۶ :- یہ مضمون حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے ۔ جیسا کہ گذر چکا ۔

تشریحات ۵۳۷ اس تعلیق کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے ۔ قاضی شریح کے فیصلے کا مطلب یہ ہے ۔ اسے سو درہم دینے لازم ہیں ۔ مگر ان کے برخلاف پوری امت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں ۔ یہ ایک وعدہ ہے ۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْاِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْاِقْرَارِ وَالشُّرُوطِ الَّتِي يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَاِذَا قَالَ مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ۔

اقرار میں کون سی شرط اور کون سا استثنار جائز ہے۔ اور وہ شرطیں جو لوگوں میں متعارف ہیں اور جب کہا سو مگر ایک یا دو۔

ت ۵۳۷

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِكَرِيِّهِ اُدْخُلْ رِكَابَكَ فَاِنْ لَمْ اَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ فَلَمْ يَخْرُجْ فَقَالَ شُرَيْحٌ مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ۔

اور ابن سیرین نے کہا۔ کہ ایک شخص نے اپنے کرایہ دار سے کہا۔ کہ تم اپنی سواری پر بیٹھ جاؤ۔ اگر میں تیرے ساتھ فلاں اور فلاں دن نہ چلوں تو تجھے سو درہم۔ اور وہ نکلا نہیں۔ اس پر قاضی شریح نے کہا۔ جو شخص برضا و رغبت بلا جبر و اکراہ اپنے خلاف شرط کرے تو وہ اس پر لازم ہے۔

ت ۵۳۸

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اِنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَ قَالَ اِنْ لَمْ آتِكَ الْاَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ فَلَمْ يَجِئْ فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْتَ اَخْلَفْتَ فَقَضٰى عَلَيْهِ۔

ابن سیرین ہی نے کہا۔ کہ ایک شخص نے غلہ خریدا اور کہا۔ اگر میں چہارشنبہ کو نہ آؤں تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں۔ اور وہ آیا نہیں۔ قاضی شریح نے خریدار سے کہا۔ تو نے وعدہ خلافی کی اور اس کے خلاف فیصلہ کر دیا۔

تشریحات ۵۳۸ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ ہمارا اور امام احمد امام اسحاق کا مذہب یہی ہے۔

حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل۔

حدیث ۱۵۰۳

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو جس نے اسے یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تشریحات ۱۵۰۳

ترمذی میں ان اسماء کی تفصیل یہ ہے۔[1]

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْكَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَكِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِیْ الْمُبْدِیُٔ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِیْ الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیْ الْمُتَعَالِیْ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیْ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِیْ الْبَدِیْعُ الْبَاقِیْ الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ۔

ابن ماجہ[2] میں ہے کہ اللہ عزوجل کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو۔ بیشک وہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ جو انھیں یاد کرے جنت میں داخل ہوگا۔

بخاری اور ترمذی میں احصاها ہے۔ ابن ماجہ میں حفظها ہے۔ اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْاَوَّلُ

؎ ثانی الدعوات۔ باب لله مائة اسم غیر واحد ص ۹۴۹ التوحید باب ان لله مائة اسم الا واحدة ص ۱۰۹۹ مسلم۔ ذکر۔ ترمذی۔ دعوات۔ نسائی۔ النعوت۔ ابن ماجہ۔ دعا۔

[1] ثانی جامع الدعوات ص ۱۸۹　[2] دعوات ص ۲۸۳

الآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْعَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالُ الْجَلِيْلُ الْجَمِيْلُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيْمُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُوْدُ الشَّكُوْرُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِيُّ الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيْدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيْدُ الْمُبِيْنُ الْبُرْهَانُ الرَّؤُفُ الرَّحِيْمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيْدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِيُ الْوَاقِيُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيْلُ الْفَاطِرُ السَّامِعُ الْمُعْطِيُ الْمُحْيِيُ الْمُمِيْتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِيُ الْكَافِيُ الْأَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّوْرُ الْمُنِيْرُ التَّامُّ الْقَدِيْمُ الْوِتْرُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ــــــــ زہیر نے کہا بہت سے اہل علم سے یہ بات پہونچی ہے۔ کہ شروع کرے تو یہ پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔

ترمذی میں کچھ اسمار زائد ہیں جو ابن ماجہ میں نہیں۔ اسی طرح ابن ماجہ میں کچھ اسمار زائد ہیں جو ترمذی میں نہیں۔ علاوہ ازیں اور دوسری احادیث میں بھی اس کی تفصیل مذکور ہے۔ ان میں بھی یہی حال ہے۔ اس لئے ان روایت پر اعتماد کرکے ان ننانوے اسمار کی تعیین کرنا صحیح نہیں۔

علامہ ابن حجر نے بہت طویل تحقیقاتی بحث کرنے کے بعد اپنے طور پر ان اسمار کی جو تفصیل لکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ التَّوَّابُ الْوَهَّابُ الْخَلَّاقُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْمُحِيْطُ الْقَدِيْرُ الْمَوْلٰى النَّصِيْرُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَكِيْلُ الْحَسِيْبُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْوَارِثُ الشَّهِيْدُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْغَنِيُّ الْمَالِكُ الشَّدِيْدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْقَاهِرُ الْكَافِيُ الشَّاكِرُ الْمُسْتَعَانُ الْفَاطِرُ الْبَدِيْعُ الْغَافِرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْكَفِيْلُ الْغَالِبُ الْحَكَمُ الْعَالِمُ الرَّفِيْعُ الْحَافِظُ الْمُنْتَقِمُ الْقَائِمُ الْمُحْيِيُ الْجَامِعُ الْمَلِيْكُ الْمُتَعَالِيُ النُّوْرُ الْهَادِيُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ

الْاَکْرَمُ الْاَعْلیٰ الْبَرُّ الْحَفِیُّ الرَّبُّ الْاِلٰہُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ ۱
وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

لیکن یہ بھی حضرت علامہ کا اپنا استخراج ہے۔ اس لئے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث میں وارد ننانوے اسمار سے یہی مراد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ جیسے شب قدر اور جمعہ کے دن کی ساعت اجابت اور صلوٰۃ وسطیٰ کو مخفی رکھا گیا ہے۔ ویسے ہی ان ننانوے اسمار حسنیٰ کو بھی غیر متناہی اسمار میں مضمر رکھا گیا ہے۔ تاکہ ذاکران ننانوے پر اکتفار کر کے بقیہ کا ذکر چھوڑ نہ بیٹھے۔ بلکہ جتنے اسے معلوم ہیں سب کا ورد رکھے۔ خود فرماتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی
بنی اسرائیل (۱۱۰)

فرمادو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔

جس روایت میں اسمار حسنیٰ کی تفصیل ہے اسے امام بخاری و امام مسلم نے نہیں لی۔ اس کی وجہ امام حاکم نے یہ بتائی کہ شعیب کے تلامذہ میں سے صرف ولید بن مسلم ہی نے روایت کیا ہے۔ اس پر علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ ولید بن مسلم شعیب کے دوسرے تلامذہ سے احفظ واعلم واجل ہیں۔

اسی طرح ولید سے صرف صفوان ہی نے نہیں روایت کیا ہے بلکہ بیہقی نے بطریق موسیٰ بن ایوب اور دارمی نے بطریق ہشام بن عمار بھی روایت کیا ہے۔

ہو سکتا ہے امام بخاری یا مسلم نے یہ روایت اس بنا پر نہ لی ہو کہ اسمار مبارکہ کی تعیین میں شدید اضطراب و اختلاف ہے نیز اس کا بھی قوی امکان ہے کہ یہ مرفوع نہ ہو کسی راوی نے از خود تتبع کر کے بیان کر دیا ہو جیسا کہ امام بیہقی نے کہا ہے۔

علمار کو اس میں تردد ہے کہ یہ ننانوے کی تخصیص کس بنیاد پر ہے۔ ظاہر ہے کہ تحدید مراد نہیں۔ اسلئے کہ اللہ عزوجل کے اسمار غیر متناہی ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ یہ قرآن مجید میں وارد ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اگر مراد یہ ہے کہ یہ اسمار قرآن مجید میں بصورت اسم وارد ہیں تو یہ اس لئے درست نہیں کہ ایسے اسمار کی تعداد صرف اڑسٹھ ہے[۲]۔ اور اگر یہ مراد ہے جو قرآن مجید سے ماخوذ ہیں خواہ وہ صراحۃً ہوں خواہ کلمات سے۔ بصورت اشتقاق لئے گئے ہوں۔ یا اضافت کے ساتھ ہوں تو ان کی تعداد ننانوے سے زائد ہے۔ اور احادیث میں وارد کا اضافہ کر لیا جائے۔ تو یہ تعداد اور بڑھ جائے گی۔

---

۱ فتح الباری حادی عشر ص ۲۱۵ ۔ ۲ فتح الباری حادی عشر ص ۱۷

173

الاواحدۃ کی تانیث بتاویل صفت یا کلمہ ہے۔ کتاب التوحید کی روایت میں واحد مذکر ہے۔ اور یہی ظاہر ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اسمار الہیہ توقیفیہ ہیں۔ یعنی کتاب وسنت میں جو وارد ہیں۔ یا جن کے اطلاق پر اجماع ہے۔ صرف انھیں اسمار کے ساتھ اللہ عزوجل کو یاد کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ دوسرے اسمار کا اطلاق درست نہیں۔ مثلاً جواد کا اطلاق حدیث میں آیا ہے۔ اس لئے جواد کا اطلاق درست ہے۔ مگر سخی وارد نہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق ممنوع ہے۔ شہید بصیر وارد ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق درست ہے۔ حاضر ناظر وارد نہیں اس لئے اس کا اطلاق درست نہیں۔

اقول وھو المستعان۔ یہ توقیف صرف عربی زبان کے ساتھ خاص ہے دوسری زبانوں کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ جو اسمار مسلمانوں کے عوام وخواص خصوصا علمار فقہار میں رائج ہیں۔ ان کا اطلاق درست ہے۔ جیسے یزداں۔ ایزد۔ خدا وغیرہ۔ ہنود کے یہاں جو اسمار ان کے معبودان باطلہ کے لئے دیوی دیوتاؤں کے لئے بولے جاتے ہیں۔ ان سے سخت احتراز لازم ہے۔ ان میں کے بعض کفر صریح ہیں۔ مثلاً بھگوان۔ رام۔ اگر ان کے بعض کے معنی درست بھی ہوں تو اگر کوئی بجائے اللہ اور خدا کے ایشور ہری بولے تو اس کے ہندو ہونے کا شبہ ہوگا۔ اس لئے اس سے ضرور بالضرور بچنا لازم ہے اس طرح جن کلمات کے معنی کئی ہوں۔ بعض درست بعض باطل اور شرع میں وارد نہ ہوں ان کا اطلاق بھی ممنوع ہے۔ شامی میں ہے۔ مجرد ایھام المعنی المحال کاف للمنع ــــ معنی محال کا ایہام ہی منع کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح جن کلمات کے معنی معلوم نہیں۔ ان کے بھی اطلاق سے بچنا لازم ہے۔ آجکل ہندوؤں سے سیکھ کر مسلمانوں میں یہ رائج ہوگیا ہے۔ بولتے ہیں۔ اوپر والا جانے۔ نیلی چھتری والا جانے۔ اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولو قال اللہ تعالیٰ فی السماء فان قصد به حکایة ما جاء فیه ظاهر الاخبار لا یکفر وان اراد به المکان یکفر وان لم تکن له نیة یکفر عند الاکثر وهو الاصح وعلیه الفتوی۔

اگر یہ کہا اللہ آسمان میں ہے۔ تو اگر اس کی مراد ظاہر آیات واحادیث میں جو آیا ہے اس کی حکایت ہے تو کافر نہیں اور اگر اس کی مراد مکان ہے تو کافر ہے اور اگر کچھ مراد نہیں تو اکثر کے نزدیک کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور اغلب یہی ہے کہ مذکورہ بالا جملوں سے عوام کی مراد یہی ہوتی ہے کہ جو آسمان میں ہے یا اوپر ہے۔ پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اللہ عزوجل خدا تعالیٰ کہنے سے کون منع کرتا ہے پھر کوئی ضرورت نہیں کہ ان متبرک اسمار کو چھوڑ کر ایسے کلمات سے اس کا مبارک نام لیا جائے جو کفر ہو یا موہم کفر ــــ قرآن مجید میں ارشاد ہے

ملہ شامی السیر الباب التاسع ص ۴۰۹ نول کشور

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَقْفِ ص ۳۸۲ وقف میں شروط کا بیان

حدیث ۱۵۰۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَصَابَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَامِرُهُ فِيهَا فَقَالَ

تعالیٰ عنہ نے خیبر میں کچھ زمین حاصل کی ۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ

حاضر ہوئے ۔ اس کے بارے میں مشورہ کرنے کیلئے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں نے خیبر میں ایک زمین

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَائِهٖ[1]
اعراف (۱۸۰)

اور اللہ کے لئے اچھے اچھے نام ہیں اسکو انھیں سے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں انھیں یہ چھوڑ دو ۔

یہ ننانوے اسمار اسمار صفات ہیں ۔ اسم ذات ، اللہ ہے ۔ انھیں اسمار میں اسم اعظم بھی ہے ۔ وہ کون سا اسم مبارک ہے یہ مخفی ہے ۔ علاوہ ازیں کچھ علمار کے اقوال یہ بھی ہیں ۔ کہ اسم اعظم ان کے سوا دوسرے دعائیہ کلمات ہیں ۔ جیسے دعار یونس ۔ بعض حضرات نے کلمہ ھو کو اسم اعظم کہا ہے ۔ فتح الباری میں چودہ اقوال ذکر فرمائے ہیں ۔

مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے کہا ۔ ہر شخص کا اسم اعظم اسمار حسنیٰ میں وہ ایک یا چند اسمار ہیں جو اس کے نام کے اعداد کے مطابق ہے ۔

فمن احصاھا کتاب الدعوات کی روایت فمن حفظھا ہے ۔ اسی لئے میں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔ جس نے اسے یاد کرلیا ۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ اسمار حسنیٰ کے محض یاد کرنے پر جنت عطا ہو جائے ۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہے ۔ کہ جس نے اسے یاد کیا اور یہ اسمار جن صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے بشرطیکہ مخلوق کے لئے اس کا حصول شرعاً عقلاً محال نہ ہو ۔ جیسے رحیم کریم ۔ غفور ۔ عفو ۔ معطی ۔ وغیرہ ۔

تشریحات ۱۵۰۴ اصاب ارضا ۔ اس زمین کا نام ثمغ تھا ۔ جیساکہ خود بخاری میں ہے ۔ انھوں نے اسے بنی حارثہ کے ایک یہودی سے خریدا تھا ۔ و تصدقت بھا ۔ یعنی اسے وقف کردو ۔ کہ اصل باغ

[1] ص ۳۸۷ ۔

فَمَا تَأْمُرُ بِهٖ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا

حاصل کی ہے۔ اس سے عمدہ مال میں نے کبھی نہیں حاصل کیا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم دیتے

عُمَرُ أَنَّهٗ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبٰى

ہیں۔ فرمایا اگر چاہو تو اس کے اصل کو باقی رکھو اور (اس کی آمدنی) صدقہ کردو۔ حضرت عمر

وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ وَلَا جُنَاحَ عَلٰى

نے اسے صدقہ کردیا اس شرط پر کہ نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ میراث بنائی جائے اور اسے فقیروں

مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ فَحَدَّثْتُ

رشتہ داروں غلاموں فی سبیل اللہ مسافروں مہمانوں کے حق میں صدقہ کردیا اور یہ کہ جو اس کا

بِهٖ ابْنَ سِيْرِيْنَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ۔ ؎

متولی ہو وہ بطریق معروف اس میں سے خود کھائے اور کھلائے۔ البتہ مال جمع نہ کرے۔

باقی رہے اور اس کی پیدا وار سے موقوف علیہم نفع حاصل کریں۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے احبس اصلها و سبّل ثمرتها۔ اس کے اصل کو روکو اور پھل راہ خدا میں کردو۔ اس وقف کا پہلا متولی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنایا تھا۔ ان کے بعد کے لئے یہ وصیت کی تھی کہ آل عمر میں جو اصحاب رائے ہوں وہ متولی ہوں گے۔

ان یاکل یعنی عرف کے مطابق اپنے کام اور وقف کے تحمل کا لحاظ کر کے اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ مثلاً اپنے اہل و عیال کو جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو۔

غیر متاثل اس حدیث کے راوی ابن عون نے کہا۔ میں نے یہ حدیث ابن سیرین کو سنائی تو انھوں نے بتایا کہ غیر متمول کے بجائے غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ہے۔ یعنی مال جمع کرنے والا نہ ہو۔ متاثل کا مادہ اثل ہے۔ اس کا معنی جڑ پکڑنے کے ہیں۔ تاثل کے معنی جڑ پکڑنے کے۔ اکٹھا کرنے۔ کما کر مال بڑھانے کے ہیں۔

؎ وصایا باب الوقف وکیف یکتب ص۳۸۸ باب الوقف للفقیر والغنی والضیف ص۳۸۹ باب قول اللہ عزوجل و آتوا الیتامی ص۳۸۷ مسلم الوصایا نسائی الاحباس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوصایا

ص ۳۸۲

وصیتوں کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ

اور اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور کچھ مال

تَرَکَ خَیْرَنِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ (اِلٰی) جَنَفًا۔ جَنَفًا مَیْلًا مُتَجَانِفٍ مَائِلٍ۔ بقرہ آیت ۱۸۰

چھوڑے تو ماں باپ (وغیرہ) کیلئے وصیت کر جائے۔ جنفًا کا معنی میل۔ جھکنے کے ہیں اور متجانف کے معنی جھکنے والے کے۔

حدیث ۱۵۰۵ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

توضیح اس کے بعد آیت کا حصہ یہ ہے۔ قریب کے رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔ سننے سنانے کے بعد جو وصیت کو بدل دے تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہے۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جسے یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے کچھ ناانصافی یا گناہ کیا ہے تو اس نے ان کے درمیان صلح کرادی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وصیت اس کے اصل معنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ہیں۔ شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کسی کو اپنے متروک مال کا اپنے مرنے کے بعد مالک بنانا۔ عرف میں وصیت اس فعل کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس مال کو بھی جس کے بارے میں وصیت کی ہے۔ اور کبھی اچھے کام کرنے کا حکم اور برے کام سے روکنے کے بھی معنی میں آتا ہے۔ زیادہ رغبت دلانے ابھارنے اور زجر و توبیخ ظاہر کرنے کے لئے بھی

رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرَءٍ مُسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ

نے فرمایا۔ کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیت کے لائق مال ہو اور وہ دو راتیں

فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ ؎

گزار دے مگر یہ کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت موجود ہو۔

حدیث ۱۵۰۶

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے

اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۱۵۰۵

یبیت لیلتین ۔ ابو عوانہ اور بیہقی کی روایت میں بطریق حماد بن زید ایوب سے جو روایت ہے اس میں یبیت لیلۃ ۔ او لیلتین ہے۔ مسلم اور نسائی کی روایت میں بطریق زہری عن سالم عن ابیہ ۔ یبیت ثلث لیال ہے۔ ان سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ لیلتین یا لیلۃ یا ثلث لیال کا ذکر تحدید کے لئے نہیں۔ اس سے مراد تھوڑا سا زمانہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی تاخیر مناسب نہیں۔

اس حدیث اور باب کے تحت مذکورہ آیہ کریمہ کے ظاہر سے کچھ حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے۔ اگرچہ تھوڑی ہی چیز کے بارے میں ہو۔ مگر ان کے علاوہ پوری امت کا قریب قریب اس پر اجماع ہے کہ وصیت کرنا واجب نہیں یہ آیہ کریمہ آیات ارث سے منسوخ ہے اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حق کے لغوی معنی شئی ثابت کے ہیں جس کا اطلاق مستحب اور مباح پر بھی ہوتا ہے۔

تشریحات ۱۵۰۶

ابن عربی اور ابن فارسی اور اصمعی کا قول یہ ہے کہ بیوی کے بھائی اور باپ وغیرہ کو ختن کہتے ہیں۔ لیکن عام اہل لغت صرف داماد کو ختن کہتے ہیں یہاں عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ختن پہلے قول کی بنیاد پر کہا گیا ہے۔

ؑ مسلم وصیت ابو داؤد وصایا ۔ ترمذی وصایا ۔ جنائز نسائی وصایا ابن ماجہ وصایا دارمی وصایا موطا امام مالک وصایا۔ مسند امام احمد ثانی ص۵۰ وغیرہ

ؓ فتح الباری جلد خامس ص۳۶۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا

علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار اور نہ غلام اور نہ باندی اور نہ کچھ اور صرف اپنا

اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً [1]

سفید خچر اور اپنا ہتھیار اور زمین چھوڑی جسے صدقہ کر دیا تھا۔

حدیث ۱۵۰۷

حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ سَئَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى هَلْ

طلحہ بن مصرف نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى قَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا۔ پھر لوگوں پر وصیت

عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ [2]

کرنا کیسے فرض کیا گیا یا لوگوں کو وصیت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا۔

اخوجویریۃ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی ھو اخو جویریۃ۔ دوسری روایت اخی جویریہ کی ہے۔ یہ ختن پر معطوف ہے۔

مسلم اور ابو داؤد و نسائی وغیرہ میں بطریق مسروق حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار چھوڑا اور نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کچھ وصیت فرمائی۔

مغازی کی ایک روایت میں ہے۔ یہ زمین جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ یعنی وقف فرما دیا تھا۔ یہ خیبر میں تھی۔ یہ سفید خچر وہی تھا جو شاہ مصر مقوقس نے تحفۃً پیش کیا تھا۔ جس کا نام دُلدُل تھا۔

---

[1] کتاب الجہاد باب بغلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیضاء ص۴۰۳ باب من لم یکسر السلاح عند الموت ص۴۰۸ باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاتہ ص۴۳۷ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وفاتہ ص۶۴۰ ترمذی شمائل، نسائی، الاحباس۔

[2] ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وفاتہ ص۶۴۱ فضائل القرآن باب الوصاۃ بکتاب اللہ ص۷۵۰، مسلم الوصایا ترمذی الوصایا، نسائی الوصایا، ابن ماجہ الوصایا۔

حدیث	عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذَکَرُوْا عِنْدَ عَائِشَۃَ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ وَصِیًّا
۱۵۰۸	اسود سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں لوگوں نے
	فَقَالَتْ مَتیٰ اَوْصٰی اِلَیْہِ وَقَدْ کُنْتُ مُسْنِدَتَہٗ اِلٰی صَدْرِیْ اَوْقَالَتْ
	ذکر کیا کہ حضرت علی وصی تھے تو ام المومنین نے فرمایا۔ کب ان کے بارے میں وصیت کی۔ میں حضور کو اپنے

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہا اور حضرت علی کے پاس رہا۔ اوران کے بعد حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک رہا۔

ابن تین نے کہا یہ زمین فدک تھی رہ گئی خیبر کی زمین تو اسے بہت پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقسیم فرما دیا تھا۔ اس پر قرینہ مغازی کی روایت ہے۔ جعلها لابن السبیل صدقة اس زمین کو مسافروں کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ فیہ ما فیہ۔

تشریحات ۱۵۰۸، ۷ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ شیعوں نے اس مضمون کی حدیثیں گڑھ لی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنایا ہے۔ یعنی اس بات کی وصیت کی ہے کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ شیعوں کی اس منگھڑت کا صحابہ کرام نے بھرپور رد فرمایا بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تردید فرمائی۔ جلد اول میں یہ حدیث گزر چکی۔ ابو جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی مکتوب ہے؟ فرمایا کتاب اللہ کے سوا کچھ نہیں یا وہ جو اس صحیفے میں ہے انھوں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے۔ فرمایا دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہیں قتل کیا جائے گا۔ نیز عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت علی سے عرض کیا گیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لئے کوئی عہد فرمایا ہے جو دوسروں سے نہیں فرمایا ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا اور بچہ کی تخلیق کی ہمارے پاس سوائے کتاب اللہ اور اس صحیفے کے کچھ نہیں۔ شیعوں کے اس وہم کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عام کے لئے تمام اہل مدینہ کو بلایا گیا تو حضرت علی موجود نہ تھے۔ جب ان کو مجمع عام میں بلا کر دریافت کیا گیا تو یہ بھی نہیں فرمایا کہ یہ حق میرا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے بارے میں وصیت فرمائی ہے بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا۔ کہ ہم کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے مشورے میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔ اور ہم ابو بکر کو سب سے زیادہ اس کا حقدار جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر یہ فرمایا۔ اگر میرے لئے عہد ہوتا تو میں ابو بکر سے قتال کرتا۔ اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا

حِجْرِیْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدْ انْخَنَسَ فِیْ حِجْرِیْ فَمَا شَعَرْتُ اَنَّہٗ

سینے سے سہارا دیے ہوئے تھی یا یہ فرمایا کہ اپنی گود میں لئے ہوئے تھی حضور نے پانی کا طشت

قَدْ مَاتَ فَمَتیٰ اَوْصٰی اِلَیْہِ ؎

طلب فرمایا اور میری گود ہی میں حضور ڈھلک گئے مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ واصل بحق ہوگئے۔ پس

کب ان کے بارے میں وصیت کی۔

ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے پسند کر لیا۔ؔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی اطلاع جب مکہ معظمہ پہنچی تو حضرت ابو سفیان حضرت علی کے پاس آئے اور کہا۔ خلافت بنی تیم میں کیسے چلی گئی۔ جو قریش میں سب سے کمزور اور تعداد میں سب سے کم ہیں تم کہو تو سواروں اور پیادوں سے مدینہ بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تم نے اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ ہم نے ابوبکر کو اس کا اہل پایا۔ؔ اگر واقعی حضرت علی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصی بنایا ہوتا تو ان کے لئے یہ کب جائز تھا کہ اس موقع پر خاموش رہتے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ حضرت ابو سفیان نے وہ پیش کش کی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس موقع پر خاموشی ایک بہت بڑا جرم بنتی ہے۔ جس کا کوئی مسلمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

فقال لا طلحہ بن مصرف کے سوال کے جواب میں حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) یہ کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وفات کے وقت کچھ مال نہ تھا۔ اور خچر ہتھیار وغیرہ جو تھے۔ ان کے بارے میں فرما یا تھا۔ ماترکناہ صدقۃ۔ وصال کے وقت ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔ مال کے علاوہ دوسری بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ مثلاً ارشاد فرمایا۔ کہ میرے بعد وفود کو ویسے ہی انعام واکرام دینا جیسے میں دیا کرتا تھا اور فرمایا یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ حجاز میں دو دین نہیں رہیں گے۔ اور فرمایا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم وغیرہ وغیرہ۔ اب اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس

؎ الثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۴۱ مسلم وصایا ترمذی شمائل طہارت وصایا۔ ابن ماجہ جنائز۔ مسند امام احمد جلد سادس ص۳۲ ؎ تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر فصل نبذ من اخبار علی ؎ تاریخ الخلفاء فصل فی الاحادیث والآیات المشیرۃ الیٰ خلافتہ۔

بَابُ الْوَصِیَّۃِ بِالثُّلُثِ ص۳۸۳ تہائی کی وصیت کا بیان ۔

ت ۵۳۹

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا یَجُوْزُ لِلذِّمِّیِّ وَصِیَّۃٌ اِلَّا الثُّلُثُ ۔

امام حسن بصری نے فرمایا کہ ذمی کو بھی تہائی سے زائد وصیت کرنا جائز نہیں ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ۔ ہاں کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی جیساکہ ایک حدیث میں صراحۃً ارشاد فرمایا ۔

ترکت فیکم الثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی ۔

میں نے تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑی ہیں اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔ کتاب اللہ اور اپنی سنت ۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ طلحہ بن مصرف کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا خلافت کے بارے میں حضرت علی کیلئے کوئی وصیت فرمائی تھی ۔ جس کے جواب میں فرمایا ۔ کہ نہیں ۔ مگر یہ توجیہ حدیث کے بعد والے جملے کے مناسب نہیں جیساکہ ظاہر ہے ۔

متی اوصی الیہ ام المومنین کے اس ارشاد پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد کا حاصل یہ ہو کہ وصال کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وصیت کبھی نہ فرمائی ہو ۔ اس کا امکان ہے کہ اس کے پہلے وصیت کی ہو ۔ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تذکرہ کرنے والوں نے یہ کہا ہو کہ وصال کے وقت حضرت علی کو وصی بنایا تھا اسی لئے تذکرہ کرنے والے یہ سن کر خاموش ہو گئے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ آپ اخیر لمحے کی بات فرما رہی ہیں ۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ اس سے پہلے وصیت نہ فرمائی ہو ۔ تذکرہ کرنے والوں کا اس جواب کو سن کر خاموش ہو جانا اس کی دلیل ہے کہ ان لوگوں کا کہنا تھا یہی کہ عین وصال کے وقت میں حضرت علی کو وصی بنایا تھا ۔

اقول وھو المستعان ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باصرار تمام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام بنایا یہ حقیقت میں ان کی خلافت کے لئے ایک اشارہ تھا جیساکہ ہم جلد ثانی میں ثابت کر آئے ہیں ۔ اس لئے مرض وصال کے اخیر لمحات سے پہلے حضرت علی کو وصی بنانے کا دعویٰ کوئی بھی عاقل سن نہیں سکتا تھا ۔ ہر شخص کہہ سکتا تھا کہ اخیر لمحات سے پہلے حضرت علی کو وصی بنایا تھا تو انھیں نماز کے لئے امام کیوں نہیں بنایا اس لئے اس افتراء کی گنجائش یہی تھی کہ اگرچہ شدت علالت میں چند دن پہلے حضرت صدیق اکبر کو امام بنا دیا تھا مگر اخیر لمحات میں حضرت علی کو وصی بنا دیا ۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ ان افتراء پردازوں کا دعویٰ یہی تھا کہ اخیر لمحات میں حضرت علی کو وصی بنایا جس کی ام المومنین نے تردید فرمائی ۔ والعلم بالحق

ت	قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُمِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّحْکُمَ
۵۴۰	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ان کے

بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔

مابین اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

حدیث	عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ
۱۵۰۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ کاش

عندر بی وعلمہ اجل مجدہ اتم واحکم۔

تشریحات ۵۳۹ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ذمی اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے تو مطلقاً جائز نہیں۔ لیکن مسلمان اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر وارث ہوں اور وہ سب عاقل و بالغ ہوں اور موصی کے مرنے کے بعد اسے نافذ کر دیں تو بھی جائز ہے۔ اور اگر رد کر دیں تو باطل ہے۔ حضرت امام مالک و حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ مسلمان کی بھی وصیت صرف تہائی میں نافذ ہے اور اگر موصی کا وارث نہ ہو تو دو ثلث بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

تشریحات ۵۴۰ حضرت ابن عباس کے اس قول کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود حضرت امام حسن بصری کے قول کی تائید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کو یہ جائز نہیں تہائی مال سے زائد کی وصیت کرے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمایا جو حقیقت میں وحی غیر متلو ہونے کی وجہ سے ما انزل اللہ میں داخل ہے تو اسی کے مطابق ذمیوں کی بھی وصیت تہائی سے زائد درست نہیں۔ واضح ہو کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب یہی ہے کہ تہائی سے زائد کی وصیت مسلمان کے لیے مطلقاً جائز نہیں۔

تشریحات ۱۵۰۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تہائی تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ربع تک وصیت کی جائے۔ پوری تہائی نہ کیجائے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی تک وصیت کرنے کی اجازت دی مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تہائی زیادہ ہے۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ تہائی تک وصیت جائز ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی وصیت کرنا

تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَوْ غَضَّ النَّاسُ إِلَى الرُّبُعِ لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

لوگ چوتھائی تک وصیت کرتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی تک کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ كَثِيْرٌ [1]

اجازت دیدی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ تہائی کبیر ہے یا کثیر ہے۔

بَابُ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ ص۳۸۳ وارث کے لئے وصیت نہیں۔

حدیث ۱۵۱۰ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (کہ ابتدا اسلام میں یہ حکم تھا) کل مال

بہتر ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خمس تک کچھ لوگوں نے کہا سدس تک کچھ لوگوں نے کہا ربع تک۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خمس کی وصیت فرمائی اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ غنیمت میں سے خمس پر راضی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ربع تک وصیت کو پسند فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ خمس کی وصیت کرنا ربع سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ اور ربع کی وصیت کرنا ثلث سے زیادہ پسند ہے۔ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کسی وارث کے حصہ کے برابر وصیت کیجائے۔ کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ جس کے وارث ہوں اور اس کے پاس مال تھوڑا ہو تو وہ وصیت نہ کرے۔

تشریحات ۱۵۱۰ مطابقت۔ حضرت ابن عباس کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابتدا اسلام میں والدین کے لئے وصیت کرنا واجب تھا۔ پھر اسے منسوخ کرکے ان کا حصہ مقرر کرکے وارث بنا دیا گیا۔ اس سے لزوماً یہ بات ثابت ہوئی کہ وصیت اور وراثت دونوں جمع نہیں کی جاسکتیں۔ اور جب والدین کے لئے جمع نہیں کی جاسکتیں تو دوسرے وارثین کے لئے بدرجہ اولیٰ جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور یہی معنی ہے اس قول کا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں۔ اس خصوص میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں مگر یا تو امام بخاری تک یہ احادیث نہیں پہونچیں یا ان کی شرط پر نہیں تھیں۔ اس لئے ذکر نہیں کیا۔ امام ابوداؤد[2] نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا۔ تو وارث کے لئے وصیت نہیں۔ نیز امام ترمذی[3] نے بھی اسے روایت فرمایا اس اضافہ کے ساتھ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا۔

---

[1] مسلم فرائض۔ نسائی وصایا۔ ابن ماجہ وصایا [2] ثانی وصایا باب الوصیۃ للوارث ص۴۰ [3] ثانی الوصایا باب ما جاء لا وصیۃ لوارث ص۳۲

كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ

لڑکے کے لئے ہے اور ماں باپ کے لئے وصیت کا حکم تھا۔ اللہ نے اس میں سے جتنا چاہا منسوخ فرما دیا۔

فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْاَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ

اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کیا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے سدس کیا اور عورت کے لئے

وَجَعَلَ لِلْمَرْاَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ ؎

ثمن اور ربع کیا۔ اور شوہر کے لئے نصف اور ربع۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ص ۳۸۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان وصیت اور دین کے بعد۔

علاوہ ازیں یہ حدیث[له] حضرت عمرو بن خارجہ حضرت جابر حضرت ابن عباس حضرت انس بن مالک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث امام دارقطنی نے ان الفاظ میں روایت کیا کہ فرمایا۔ لا یجوز الوصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ۔ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔ اسی پر عمل ہمارا ہے کہ وارث کے لئے وصیت صحیح نہیں۔ لیکن اگر وارثین عاقل و بالغ ہوں اور موصی کی وفات کے بعد اس کی وصیت کو نافذ کر دیں تو صحیح ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ سارے وارثین عاقل و بالغ ہوں اور سب نافذ کریں دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ نافذ کریں کچھ منظور نہ کریں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سارے ورثہ عاقل و بالغ نہیں کچھ مجنون یا نابالغ ہوں۔ پہلی صورت میں پوری وصیت نافذ ہے دوسری اور تیسری صورت میں جن عاقل و بالغ وارثین نے نافذ کر دیا ان کے حصہ کے مطابق نافذ ہے اور جن لوگوں نے نافذ نہیں کیا یا جو نابالغ یا مجنون ہیں ان کے حصہ میں نافذ نہ ہوگی۔

توضیح باب سورہ نساء میں میراث کے احکام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ۔ آیت ۱۱ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ متوفی اگر کوئی ایسی وصیت کر گیا ہے جو شرعاً صحیح ہو یا متوفی پر قرض ہو تو یہ دونوں چیزیں تقسیم میراث پر مقدم ہیں۔ ترتیب یہ ہے۔ متوفی کے مال میں سب سے پہلے بطریق مسنون تجہیز و تکفین۔ اس کے بعد اگر اس کے اوپر قرض ہو تو وہ ادا کیا جائیگا۔

؎ ثانی تفسیر ص ۶۵۸ الفرائض باب میراث الزوج من الولد وغیرہ ص ۹۹۶

له عمدۃ القاری رابع عشر ص ۳۸

ت ۵۴۱

وَيُذْكَرُ أَنَّ شُرَيْحًا وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَطَاؤُسًا وَعَطَاءً وَابْنَ أُذَيْنَةَ أَجَازُوا إِقْرَارَ الْمَرِيضِ بِدَيْنٍ۔

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ شریح، عمر بن عبدالعزیز اور طاؤس اور عطاء اور ابن اذینہ نے مریض کے دین کے اقرار کو جائز رکھا۔

ت ۵۴۲

وَقَالَ الْحَسَنُ أَحَقُّ مَا يُصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ آخِرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ۔

امام حسن بصری نے فرمایا کسی کی وہ بات سب سے زیادہ سچی مانی جانے کی مستحق ہے جو اس نے دنیا کے آخر دن اور آخرت کے پہلے دن کہی ہے۔

پھر تہائی مال تک وصیت نافذ کی جائے گی۔ اس کے بعد جو کچھ بچے گا وہ وارثین پر بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک صورت یہ پیش آسکتی ہے کہ متوفی نے مرض وصال میں وارث کے لئے دین کا اقرار کیا یا کسی اجنبی کے لئے اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں ہمارے یہاں وارث کے لئے دین کا اقرار درست نہیں۔ حضرت امام شافعی وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ صحیح ہے۔ اور غالباً امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اسی کے لئے انھوں نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ امام شافعی وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں۔ وارث کے لئے وصیت کا ہونا ساقط ہوگیا۔ اور وارث کے لئے دین کا اقرار بحالہ باقی رہا۔ اس لئے متوفی کا مرض الموت میں وارث کے دین کا اقرار کرنا دیگر دیون کے مثل ہے۔ اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ لا وصیۃ لوارث۔ اسی طرح یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ولا اقرار لہ بدین۔ اس لئے مرض الموت میں وارث کے لئے دین کا اقرار ساقط ہے۔ امام دارقطنی[1] نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین — وارث کیلئے وصیت نہیں اور دین کا اقرار

تشریحات ۵۴۱ حضرت امام بخاری نے ان حضرات کے اثر کو یذکر مضارع مجہول کے ساتھ ذکر کیا۔ جو صیغہ تمریض ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی اسناد میں ضعف ہے۔ حضرت امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید میں تابعین کے ان اقوال کو ذکر فرمایا۔ جن کا ضعف خود انھیں تسلیم ہے۔

[1] عمدۃ القاری رابع عشر صفحہ ۳۵

ت ۵۴۳

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَالْحَكَمُ إِذَا أَبْرَأَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ

ابراہیم نخعی اور حکم نے کہا جب وارث کو دین سے بری بتائے تو وہ بری ہو گیا۔

ت ۵۴۴

وَأَوْصَىٰ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ أَنْ لَا تُكْشَفَ امْرَأَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا أُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا۔

رافع بن خدیج نے کہا کہ ان کی فزاریہ عورت اپنے گھر میں جو بند کرلے اسے نہ لیا جائے۔

ت ۵۴۵

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ لِمَمْلُوكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ جَازَ۔

امام حسن بصری نے فرمایا اگر کوئی مرتے وقت اپنے مملوک سے یہ کہے کہ میں نے تجھکو آزاد کردیا تو جائز ہے۔

ت ۵۴۶

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا قَالَتِ امْرَأَةٌ عِنْدَ مَوْتِهَا إِنَّ زَوْجِي قَضَانِي وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ۔

اور امام شعبی نے فرمایا جب کسی عورت نے اپنی موت کے وقت یہ کہا میرے شوہر نے ادا کردیا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہے۔

تشریح ۵۴۳ مطلب یہ ہے کہ مرنے کے وقت آدمی پر اللہ کا خوف غالب ہوتا ہے۔ آخرت کی طرف اس کا دھیان لگا رہتا ہے اس وقت بہت مستبعد ہے کہ وہ جھوٹا اقرار کرے۔ اس لئے اگر اس حالت میں کسی نے وارث کیلئے دین کا اقرار کیا تو اسے تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث کیلئے دین کے اقرار کو ساقط فرمادیا تو اس کے برخلاف کسی کا قیاس حجت نہیں۔

تشریح ۵۴۴ اس اثر کا حاصل یہ ہے کہ جب تک شوہر بتصریح یہ نہ کہدے کہ میری بیوی کے گھر میں فلاں فلاں مال میرا ہے۔ بیوی جن اموال کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میری ملک ہے تو عورت کا قول مان لیا جائے گا۔

تشریح ۵۴۵ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مملوک بہرحال آزاد مانا جائے گا خواہ یہ اس کا تہائی مال ہو یا اس سے زائد ہو یا کل ہو لیکن دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ غلام اس کے ترکہ کی تہائی یا اس سے کم ہو تو درست ہے آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ بقدر تہائی آزاد ہوگا اور بقیہ میں وہ سعایت کرے گا یعنی وہ کما کر بقیہ حصہ کی قیمت ادا کرکے آزاد ہو جائے گا۔

تشریحات ۵۴۶ ان سب تعلیقات کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ان اجلہ تابعین نے مریض کے اقرار کو تسلیم کر لیا ہے جو اگرچہ اپنی نوعیت میں مختلف ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی مریض مرض وفات میں یہ اقرار کرے کہ فلاں فلاں وارث کا مجھ پر اتنا دین ہے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے اس کے جواب میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ چونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث کے لئے اقرار کو ساقط فرما دیا ہے تو اس کے مقابلہ میں کسی کے قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَجُوزُ إِقْرَارُهُ بِسُوْءِ الظَّنِّ بِهِ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ يَجُوزُ إِقْرَارُهُ لِلْوَدِيعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ۔ اور بعض الناس نے کہا۔ وارث کے لئے مریض کا اقرار جائز نہیں جہاں بدگمانی کا اندیشہ ہے پھر اسے اچھا جانتے ہوئے کہا مریض ودیعت بضاعت اور مضاربت کا اقرار کرے تو درست ہے۔

توضیح عام شراح کا رجحان یہ ہے کہ بعض الناس سے امام بخاری کی مراد حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ لیکن یہ یقینی نہیں اس لئے کہ وارث کے لئے دین کا اقرار مرض الموت میں صحیح نہیں یہ صرف حضرت امام اعظم کا مذہب نہیں بلکہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور شوافع میں سے رُویانی کا بھی یہی مختار ہے۔ نیز امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے۔ علاوہ ازیں قاضی شریح اور حسن ابن صالح کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ یہ لوگ اس کا استثنا کرتے ہیں کہ بیوی کے لئے مہر کا اقرار درست ہے نیز امام قاسم وسالم، ثوری بھی وارث کے لئے مریض کے اقرار کو درست نہیں قرار دیتے۔ بلکہ ابن منذر کا گمان یہ ہے کہ حضرت امام شافعی نے بھی انھیں کے مذہب کی طرف رجوع فرما لیا۔ جب اتنے حضرات کا بھی یہی مذہب ہے۔ تو بعض الناس سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعین کرنا درست نہیں۔ رہ گیا امام بخاری کا اس مذہب پر تعریض کرنا یہ ان کی خطائے اجتہادی ہے۔ اولاً صحیح حدیث گزر چکی کہ وارث کے لئے دین کا اقرار درست نہیں۔ نیز اس میں بقیہ ورثہ کو ضرر پہونچانا ہے جس بنیاد پر وارث کیلئے وصیت باطل ہے۔ اسی بنیاد پر وارث کیلئے دین کا اقرار بھی صحیح نہیں۔

حضرت امام بخاری نے احناف کی دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے یا اس سے لاعلمی کی بنیاد پر اپنی طرف سے احناف کی خود دلیل پیش فرمائی ہے کہ احناف نے یہ قول اس بنا پر کیا ہے کہ انھیں اس کا شبہ ہے کہ مقر نے بعض وارثین کو زیادہ دینا چاہا ہے۔ حالانکہ بدگمانی جائز نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ بدگمانی سے بچو اس لئے بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ تعجب ہے۔ اس کے باوجود امام بخاری بدگمانی فرما رہے ہیں۔ گزر چکا کہ ہماری دلیل حدیث ہے۔ نیز ممنوع ظن فاسد ہے اور یہاں ظن فاسد نہیں بلکہ ناشی عن دلیل ہے جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔ امام بخاری نے اپنے مدعا پر دوسری دلیل یہ دی ہے۔ کہ مسلمان کا مال حلال نہیں۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی

174

بَابُ تَاوِیلِ قَوْلِهٖ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰی بِهَآ اَوْ دَیْنٍ ص ۳۸۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تاویل کہ فرمایا وصیت یا دین کے بعد

ت ۵۴۷

وَیُذْکَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالدَّیْنِ قَبْلَ الْوَصِیَّةِ۔

ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے دین ادا کرنے کا حکم دیا۔

یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔ استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب کسی پر قرض ہو تو اس کو ادا نہ کرنا خیانت ہے۔ اور خیانت حرام ہے۔ مریض اب تک قرض ادا نہیں کرسکا تو اس پر واجب ہے کہ اس کا اقرار کرے اور جب اقرار کرنا واجب ہے تو اسے تسلیم کرنا بھی واجب ورنہ اقرار کے وجوب کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ اس کے بالمقابل جب نص صریح ہے تو اس کا ساقط ہونا واضح ہے۔ پھر یہ کہ اقرار وہیں قابل تسلیم ہوگا۔ جہاں مظنۂ تہمت نہ ہو۔ دوسرے کی حق تلفی یا ایذارسانی نہ ہو۔ اور مریض کے اقرار میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اس لئے مریض کا اقرار مشتبہ ہوا۔ امام بخاری کی تیسری دلیل یہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا۔ سورہ نساء (۵۸) — بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں سپرد کرو۔

امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب امانت کا اقرار کرنا واجب ہے اور اس میں وارث اور غیر وارث کی تخصیص نہیں تو ایک شخص جب یہ کہتا ہے فلاں کا قرض میرے اوپر ہے تو اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ اسکے جواب میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ وارث کے لئے مریض کے اقرار میں یہی شبہ ہے کہ اس کے ذمہ قرض ہے یا نہیں۔ اس لئے آیت سے استدلال درست نہیں۔ اس میں بقیہ وارثین کا ضرر واضح ہے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا۔ لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ۔

توضیح باب اس آیت کریمہ میں یہ تفصیل مذکور نہیں کہ وصیت اور دین میں کون مقدم ہے اس کو واضح کرنے کیلئے حضرت امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ اور آثار سے قیاس سے یہ ثابت فرمایا کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔

تشریحات ۵۴۷ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے

مگراس میں ضعف ہے۔ اس لئے کہ اس کے ایک راوی حارث بن عبداللہ الاعور کو کذاب کہا گیا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اس کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے امام بخاری کا اس حدیث ضعیف سے احتجاج اس بنا پر ہے کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے اور مقدمہ میں ثابت کر آئے ہیں کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف درجہ حسن تک پہونچ کر لائق احتجاج ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس پر اپنے چند قیاس پیش فرمائے ہیں۔

پہلا قیاس اس آیت کریمہ سے پیش کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہیں ان تک پہونچادو

وجہ استدلال یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی امانت ادا کرنے کے حکم میں ہے۔ جو واجب ہے۔ اور وصیت کرنا نفل اور ظاہر ہے کہ واجب پر عمل کرنا بہ نسبت نفل کے مقدم ہے۔

دوسرا استدلال اس حدیث سے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى۔ صدقہ اسی وقت ہے جب آدمی مالدار ہو۔

اور ظاہر ہے کہ جب اس کا ترکہ دین میں پھنسا ہو تو وہ مالدار نہیں اور وصیت کرنا ایک طرح کا صدقہ ہے۔ اس لئے دین سے اگر کچھ مال بچے گا تو اسی میں وصیت جاری ہوگی۔

تیسرا استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے فرمایا۔

لَا يُوْصِي الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهٖ۔ غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر وصیت نہ کرے۔

اس ارشاد سے باب پر احتجاج کس طرح ہے یہ اب تک معرض خفا میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ غلام کا کسب اس کی ملک نہیں اس کے آقا کی ملک ہے اس لئے آقا کی اجازت کے بغیر اس کی وصیت باطل ہے۔ اسی طرح جب ترکہ دین میں پھنسا ہو تو حکما بقدر دین چونکہ مورث کی ملک نہیں اسلئے اس میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔

چوتھا استدلال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول سے فرمایا۔

اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ۔ بندہ اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے۔

اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے یہ اب تک ظاہر نہیں ہو سکا واللہ تعالیٰ اعلم

باب کی تائید میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مفصل حدیث ذکر کی ہے جسمیں انھوں نے حضور سے عرض کیا تھا۔

وَاللّٰهِ لَا اَرْزَأُ بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا۔ آپ کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ دنیا چھوڑ دوں۔

بَابٌ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ ص ۳۸۵

کیا عورتیں، اور بچے اقارب میں داخل ہیں۔

حدیث ۱۵۱۱

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمایا اور اپنے قریب ترین رشتہ دار کو ڈراؤ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے قریش یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا۔ اپنی جانوں کو جہنم سے بچاؤ۔ میں

مطابقت باب اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ،
اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔
وصیت صدقہ کے مثل ہے۔ موصی لہ لینے والے کی جگہ ہے۔ اور قرض خواہ اپنا حق لیتا ہے۔ اسلئے والید السفلی میں داخل نہیں۔ اس لئے اداء دین کو صدقہ کے مقابلہ میں ترجیح ہوئی اور باب کا مضمون یہی تھا۔ کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔ دوسری مناسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے ہے۔ انھوں نے یہ فرمایا۔ میں حکیم بن حزام پر ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو بیت المال سے ان کا ہے مگر وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں۔

حضرت عمر نے بیت المال سے ان کا جو حصہ ہوتا تھا۔ اسے دینے کی پوری کوشش کی اور اسے انکا حق قرار دیا جیسے دین قرض خواہ کا حق ہوتا ہے تو جو یک گونہ دین کے مشابہ تھا۔ اس کا یہ حال ہے تو جو واقعی دین ہوگا بدرجہ اولی اس کی تقدیم تمام تبرعات پر واجب ہوگی۔ اور وصیت بھی تبرعات میں سے ہے۔

تشریحات ۱۵۱۱ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ مطابقت کی تقریر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے عام خطاب فرمایا پھر بعض بطون کی تخصیص فرمائی۔ پھر خصوصیت سے حضرت عباس کو مخاطب فرمایا۔ پھر اخیر میں حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مخاطب فرمایا۔

لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا بَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا

اللہ کے مقابلے میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اے بنی عبد مناف میں اللہ کے

یَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَ یَا صَفِیَّةُ عَمَّةُ

مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب میں اللہ کے

رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَ یَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی

مقابلے میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں اللہ کے مقابلے میں

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔

تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میرے مال میں سے جو چاہو مانگو

اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

بَابٌ اِذَا قَالَ اَرْضِیْ اَوْ بُسْتَانِیْ صَدَقَةٌ لِلّٰهِ عَنْ اُمِّیْ فَهُوَ جَائِزٌ وَاِنْ لَمْ

جب کہا میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے اللہ کے لئے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے

یُبَیِّنْ لِمَنْ ذَالِكَ ص ۳۸۶

اگرچہ یہ بیان نہ کرے کہ کس کے لئے ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ عورتیں بھی اقارب میں داخل ہیں۔ اگر کسی نے اقارب کے لئے وصیت کی یا وقف کیا تو اس میں عورتیں داخل ہیں یا نہیں۔ اور مردوں میں کون کون رشتہ دار داخل ہیں۔ اس سلسلے میں فقہاء کے مابین شدید اختلافات ہیں۔ تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

توضیح امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وقف صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وقف کا مصرف بھی بیان کیا جائے۔ موقوف لہم کے ذکر کے بغیر بھی وقف صحیح ہے۔ ہاں اسے یہ اختیار باقی رہتا ہے کہ اس کے بعد اس کے مصارف کی تعیین کر دے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر کسی نے یہ کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ کس کے لئے صدقہ ہے تو اسے یہ حق باقی رہتا ہے کہ چاہے تو اسے فقراء و مساکین پر وقف کر دے یا چاہے تو اسے بیچ دے اور اس کی قیمت مساکین پر وقف کر دے۔ یعنی ان کے نزدیک جب تک موقوف لہم کی تعیین واقف کی جانب سے نہ ہو تو وقف تام نہیں۔ اور اگر اسی حال میں مر گیا اور تعیین نہیں کی تو وہ میراث ہو گی بقدر حصہ رسدی تقسیم ہو گی۔

حدیث ۱۵۱۴

اَنْبَانَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ سَعْدَ بْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ سعد بن عبادہ کی والدہ

عُبَادَۃَ تُوُفِّیَتْ اُمُّہٗ وَھُوَ غَائِبٌ عَنْھَا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ

فوت ہو گئیں اور وہ موجود نہیں تھے۔ انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ

تُوُفِّیَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْھَا اَیَنْفَعُھَا شَیْئٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَنْھَا قَالَ

وسلم) میری ماں کی وفات ہو گئی اور میں موجود نہیں تھا، اگر میں انکی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو انھیں نفع پہنچے گا یا نہیں۔

نَعَمْ قَالَ فَاِنِّیْ اُشْھِدُکَ اَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَۃٌ عَلَیْھَا ؎

فرمایا ہاں پہنچیگا۔ انھوں نے کہا۔ میں حضور کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ انکی طرف سے صدقہ ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین

وَالْمَسَاکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْہُ ص ۳۸۶

آجائیں تو انھیں بھی اس میں سے کچھ دو۔

تشریحات ۱۵۱۴

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزرج کے سردار تھے اور عقبہ کی بیعت کرنے والوں اور بارہ نقباء میں یہ بھی تھے۔ ان کی ماں کا نام عمرہ بنت مسعود یا سعد بن قیس بن عمرو تھا۔ یہ بھی انصاریہ خزرجیہ ہیں۔ یہ مشرف بہ اسلام بھی ہوئی ہیں۔ اور بیعت سے بھی مشرف ہیں۔ ۵ھ میں ان کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ دومۃ الجندل میں تھے۔ اور حضرت سعد بھی وہیں تھے۔ واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ حائط۔ اس باغ کو کہتے ہیں جسکے اردگرد چہار دیواری ہو۔ مخراف اس باغ کا نام تھا۔ ویسے مخراف کے لغوی معنی کھجوروں کے باغ کے بھی ہیں۔ نیز اس ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جس میں پھل توڑ کر جمع کیا جائے۔ نیز کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ یہ اور اس مضمون کی متعدد احادیث۔ آیت کریمہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا)

؎ باب شہادۃ فی الوقف والصدقۃ والوصیۃ ص ۳۸۶۔ باب اذا وقف ارضا ولم یبین الحدود وھو جائز ص ۳۸۸۔

حدیث ۱۵۱۳

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بعض لوگ (سورۂ نساء کی آٹھویں آیت)

قَالَ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نُسِخَتْ
واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا حکم منسوخ ہے۔ حالانکہ خدا کی

وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَرِثُ وَذَاكَ الَّذِيْ يَرْزُقُ
قسم منسوخ نہیں لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی۔ بات یہ ہے کہ رشتہ دار دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ

وَوَالٍ لَا يَرِثُ وَقَالَ فَذَاكَ الَّذِيْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ يَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ
جو وارث ہو اور یہی وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا کہ لوگ کچھ دیں اور ایک وہ ہے جو وارث نہیں اس کے

لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ ـہ
بارے میں فرمایا گیا۔ معقول بات کہدے۔ یہ کہدے کہ مجھے اختیار نہیں کہ تمہیں کچھ دوں۔

کی مخصص ہیں۔ اس کی تفصیلی بحث کے لئے اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں۔

توضیح باب ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کسی کی وفات کے بعد جب اس کا ترکہ تقسیم کیا جائے تو اس وقت ان رشتہ داروں کو بھی کچھ دیا جائے جو وارث نہ ہوں۔ اسی طرح یتیموں اور مسکینوں کو بھی دیا جائے۔ یہ حکم واجب تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب تھا پھر مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں۔ امام مجاہد امام شعبی امام حسن بصری اور امام ابن سیرین وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ نہیں۔ یہ محکم ہے۔ اور اب بھی یہ حکم واجب ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

مفسرین کے ایک گروہ جیسے حضرت سعید بن مسیب وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔

تشریحات ۱۵۱۳ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا قول ہے جو انھوں نے اس آیت کریمہ کے بارے میں سمجھا تھا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ اگر میراث تقسیم کرتے وقت کچھ غیر وارث رشتہ دار یا یتیم اور نادار آجائیں تو ترکہ میں سے ان کو کچھ دیدیا جائے۔ اور فارزقوھم۔ کا

ـہ ثانی تفسیر النساء باب قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ ص ۶۵۸

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجَاءَةً أَنْ يَتَصَدَّقُوا عَنْهُ وَقَضَاءُ النُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ ۔ ص۳۸۶

جو اچانک فوت ہو جائے اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے اور میت کی طرف سے منت پوری کرنا بھی مستحب ہے۔

حدیث ۱۵۱۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ اِسْتَفْتَىٰ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا ۔ؔ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ میری ماں وفات پا گئی ہیں اور ان پر نذر ہے۔ فرمایا ان کی طرف سے ادا کر دے۔

خطاب عاقل بالغ وارثین سے ہے اور قولوا لهم قولا معروفا۔ ان رشتہ داروں سے ہے جو وارث نہیں۔

جو لوگ اسے منسوخ مانتے ہیں۔ ان کی بنا پر جب یہ حکم نافذ تھا۔ اس وقت یہ دونوں خطاب وارثین سے تھا۔ یہ لوگ غیر وارث رشتہ داروں، یتیموں اور ناداروں کو کچھ دیدیں۔ اور ان سے بطور معذرت یہ کہدیں کہ کمی کا خیال نہ کرنا۔ اللہ نے جو ہمیں توفیق دی ہم نے تم کو دیا۔

تشریحات ۱۵۱۴ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی منت کیا تھی۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے کچھ صدقہ کرنے کی منت مانی تھی۔

تشریحات ۱۵۱۵ جو شخص محتاج ہے اور یتیم کا ولی ہے وہ اپنے آپ کو جب یتیم کی جائداد وکاروبار کی دیکھ بھال میں معروف رکھے ہوئے ہے تو اسے اپنے لئے کمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ تو اگر اسے یتیم کے مال سے کچھ لینے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ گزر بسر کیسے کرے گا اس لئے اسے اجازت ہے کہ اس کے کام کی

ؔ الایمان والنذور باب من مات وعلیہ نذر ص۹۹۱ الحیل باب فی الزکوٰۃ وان لا یفرق بین مجتمع ص۱۰۲۸ مسلم کتاب النذر۔ نسائی نذر۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ الآيَة ص۳۸۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کہ فرمایا یتیم جب نکاح کی حد کو پہنچ جائیں تو ان کو جانچو۔

حدیث ۱۵۱۵

عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَمَنْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا (سورہ نساء کی چھٹی آیت)

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ قَالَتْ اُنْزِلَتْ

اور جو مالدار ہو وہ بچے اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھائے یتیم کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے

فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ مَّالِهٖ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ۔

کہ اگر وہ محتاج ہے تو وہ بقدر ضرورت و عمل یتیم کے مال میں سے عرف کے مطابق لے سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ص۳۸۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور وہ بہت جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

حدیث ۱۵۱۶

عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا

ہیں کہ فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ وہ کیا ہیں

جو اجرت بازار بھاؤ سے ہو اتنی یتیم کے مال سے لے سکتا ہے۔

تشریحات ۱۵۱۶

سبع موبقات سے مراد گناہ کبائر ہیں۔ اس حدیث میں سات مذکور ہیں لیکن ہم پہلے مکمل بحث کر آئے ہیں کہ سات میں حصر نہیں۔ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ستر ہیں انھیں کا ایک قول یہ ہے کہ سات سو ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جادو کی ایک حقیقت ہے۔ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جادو حق ہے۔ حضرت امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ممکن ہے کہ جادوگر ہوا میں اڑے۔ انسان کو حیوان سے اور حیوان کو انسان سے بدل دے۔ البتہ یہ اعتقاد ضروری ہے کہ حقیقت میں موثر اللہ عزوجل ہی ہے۔ اس لئے بعض کلمات میں اس قسم کی

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ

فرمایا اللہ کے ساتھ شرک اور جادو اور اس جان کو بغیر حق کے قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ

حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبٰوا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ

نے حرام فرمایا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی

وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ ۔مہ

پاکدامن مسلمان عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْشَاءَ اللّٰہُ

اور اگر اپنا ان کا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے

لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ لَاَعْنَتَكُمْ لَاَحْرَجَكُمْ وَضَیَّقَ وَعَنَتْ خَضَعَتْ ص۳۸۸

والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ لاعنتکم کے معنی ہیں تم کو

حرج میں ڈالتا تم پر تنگی کرتا اور عنت کے معنی ہیں جھک گئے۔

تاثیر رکھی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَا ھُمْ بِضَآرِّیْنَ بِہٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ سورہ بقرہ (۱۰۲)

جادوگر کسی کو جادو سے ضرر نہیں پہنچاتے مگر اللہ کے اذن سے۔

نیز یہیں اس سے پہلے نص صریح ہے۔

یُفَرِّقُوْنَ بِہٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِہٖ

جادوگر جادو کے ذریعہ مرد و عورت کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔

جادو کے فن کا علم حاصل کرنا فی نفسہ جائز ہے یعنی یہ جاننا کہ فلاں منتر یہ ہے اور اس کا اثر یہ ہے۔ البتہ کسی پر جادو کرنا ممنوع ہے۔ بلکہ اگر اس میں شیطان وغیرہ سے استعانت ہو یا اس کے لئے پوجا کرنی پڑے تو کفر ہے اسی بنا پر بہت سے علماء نے فرمایا کہ ساحر کو قتل کیا جائے حتی کہ یہ بھی فرمایا کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں یعنی

مہ نسائی الطب۔ باب الشرك والسحر من الموبقات ص۸۵۸ نسائی وصایا۔ المحاربین باب رمی المحصنات ص۱۰۱۳ مسلم الایمان ابوداؤد قضایا۔

وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ	حدیث ۱۵۱۷
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کسی کی وصیت کو رد	

قَالَ مَا رَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى اَحَدٍ وَصِيَّةً۔

نہیں فرمایا۔

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ	ت ۵۴۸
ابن سیرین کو یتیم کے مال میں سب سے زیادہ پسندیدہ یہ صورت تھی کہ اس کے	

اَنْ يَّجْتَمِعَ اِلَيْهِ نُصَحَاءُهٗ وَاَوْلِيَاءُهٗ فَيَنْظُرُوا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

خیر خواہ اور اولیاء اکٹھے ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے کیا بہتر ہے۔

وَكَانَ طَاؤُسٌ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى قَرَاَ	ت ۵۴۹
اور امام طاؤس سے جب یتیم کے معاملہ میں سوال کیا جاتا تو یہ آیت تلاوت	

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

فرماتے اور اللہ خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا اور کون بنانے والا ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ فِي الْيَتَامٰى الصَّغِيْرُ وَالْكَبِيْرُ يُنْفِقُ الْوَلِيُّ	ت ۵۵۰
اور امام عطاء نے فرمایا یتیم چھوٹا ہو یا بڑا۔ ولی سب پر اس کے حصہ	

عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ بِقَدْرِهٖ مِنْ حِصَّتِهٖ۔

کے مقدار خرچ کرے گا۔

حاکم بہرحال سزا دے گا۔"

عَنَتْ کا ذکر یہاں پر بے محل ہے۔ اسلئے آیہ کریمہ میں لَاَعْنَتَكُمْ کا مادہ عَنَتْ ہے یعنی تا لام کلمہ ہے اور عَنَتْ کی تا اصلی نہیں بلکہ یہ تا رتانیث ہے اسمیں لام کلمہ واو محذوف ہے اسکا مادہ عنوٌ ہے۔ لیکن غالباً لفظی مناسبت کی وجہ سے امام بخاری نے اسے ذکر فرمادیا۔

تشریحات ۱۵۱۷ امام بخاری نے اس حدیث کو قال لنا سے بیان فرمایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے یہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کسی یتیم وغیرہ کا نگراں بنانے کی وصیت کرتا تو وہ اسے قبول فرمالیتے نامنظور نہیں کرتے

بَابُ اِسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ اِذَا كَانَ لَهُ صَلَاحًا وَنَظَرِ الْاُمِّ وَزَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ ۔ ص۳۸۸

یتیم سے سفر و حضر میں خدمت لینا جب کہ اس کے لئے بہتر ہو اور یتیم کی ماں اور اس کے شوہر کا اس پر نظر رکھنا۔

حدیث ۱۵۱۸

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَاَخَذَ اَبُوْطَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدِمْكَ فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ مَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ اَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا ۔عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضور کا کوئی خادم نہیں تھا۔ ابو طلحہ میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انس ہوشیار بچہ ہے۔ آپ کی خدمت کرے گا۔ میں نے حضور کی خدمت سفر حضر میں کی۔ میں نے اگر کچھ کیا تو حضور نے کبھی یہ نہیں فرمایا تو نے ایسے کیوں کیا اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ ایسے کیوں نہیں کیا۔

اس لئے کہ اس میں اجر عظیم ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انا وکافل الیتیم کہاتین۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔

تشریحات ۱۵۱۸

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال کی عمر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک بیس سال کی تھی ۹۲ یا ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔

عہ ثانی دیات باب من استعار عبدا او صبیا ص۱۰۲۱ مسلم فضائل

بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ ص ۳۸۹

چوپائے اور گھوڑے اور سامان اور نقد کا وقف کرنا۔

ت ۵۵۱	وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ جَعَلَ أَلْفَ دِيْنَارٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدَفَعَهَا
	اور امام زہری نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے ہزار دینار اللہ کی

إِلٰى غُلَامٍ لَّهُ تَاجِرٍ يَتَّجِرُ بِهَا وَجَعَلَ رِبْحَهُ صَدَقَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ

راہ میں کر دیا اور کسی اپنے تاجر غلام کو دیا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور اس کے نفع کو مساکین

هَلْ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ رِّبْحِ تِلْكَ الْأَلْفِ شَيْئًا وَّإِنْ لَّمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا

اور اقربین کے لئے صدقہ کر دیا۔ کیا اس شخص کو یہ جائز ہے کہ اس ہزار کے نفع میں سے کچھ کھائے

صَدَقَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ قَالَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْهَا۔

اور اسکے نفع کو مساکین کیلئے صدقہ نہ کیا ہو تو؟ فرمایا۔ اس میں سے اسے کھانا جائز نہیں۔

بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ ص ۳۸۹ وقف کے منتظم کا خرچ

حدیث ۱۵۱۹	عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا

فرمایا۔ میرے وارث دینار اور درہم نہیں تقسیم کریں گے میرا ترکہ میری بیویوں کے خرچ اور

بصرہ کے صحابہ کرام میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ اخیر عمر مبارک میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے فدیہ دیتے تھے۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے بلکہ ان سے روایت بھی کی۔

تشریحات ۱۵۱۹ لایقتسم۔ یہ صیغہ خبر ہے۔ اور اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نہ درہم و دینار چھوڑوں گا نہ اسے میرے وارث تقسیم کریں گے۔ رہ گئی وہ زمینیں جو اللہ عزوجل نے میرے لئے خاص کر دی تھیں۔ مثلاً بنو نضیر کی زمین اور فدک اور خیبر کا حصہ ان کی آمدنی سے میری ازواج مطہرات کو خرچ دیا جائے اور جو اس کا عامل ہو اس کی محنت کی مقدار دیا جائے اور اس سے جو بچے وہ صدقہ ہے ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔

مَا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمَؤُنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ ؎

عامل کی اجرت کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

بَابٌ اِذَا وَقَفَ اَرْضًا اَوْ بِئْرًا اَوِ اشْتَرَطَ لِنَفْسِهٖ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ ص ۳۸۹

جب کوئی زمین یا کنواں وقف کیا یا اپنے لئے مسلمانوں کے مثل ڈول کی شرط کرلی۔

ت ۵۵۲

اَوْقَفَ اَنَسٌ دَارًا فَكَانَ اِذَا قَدِمَهَا نَزَلَهَا۔

حضرت انس نے ایک مکان وقف کیا اور جب وہاں آتے تو اس میں ٹھہرتے۔

ت ۵۵۳

وَتَصَدَّقَ الزُّبَیْرُ بِدُوْرِهٖ وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهٖ اَنْ تَسْكُنَ

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھروں کو وقف کردیا اور اپنی مطلقہ صاحبزادی کے

غَیْرَ مُضِرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا فَاِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَیْسَ لَهَا حَقٌّ۔

بارے میں فرمایا کہ وہ اس میں رہے مگر نقصان نہ پہونچائے اور خود تکلیف نہ اٹھائے اور اگر کسی سے شادی کرنے کی وجہ سے اس سے مستغنی ہو جائے تو اس کو اس مکان میں رہنے کا حق نہیں۔

ت ۵۵۴

وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِیْبَهٗ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنٰی لِذَوِی الْحَاجَةِ مِنْ اٰلِ

اور حضرت ابن عمر نے اپنے حصہ کو جو حضرت عمر کے گھر سے ان کا تھا آل عبداللہ کے ضرورتمندوں

عَبْدِ اللهِ۔

کے لئے وقف کردیا تھا۔

؎ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اسلئے ان کی ازواج مطہرات نفقہ پانے کی مستحق ہیں۔ اس حدیث میں عامل سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلے میں شراح کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد خلیفہ ہے یعنی میرے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ اس میں سے اپنا خرچ لے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرے۔

تشریح ۵۵۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ گھر مدینہ طیبہ میں تھا جب حج کے لئے

؎ الجہاد باب اداء الخمس من الدین ص ۴۳۷ فرائض باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا نورث ماترکنا صدقۃ ص ۹۹۶ مسلم مغازی ابوداؤد۔ خراج۔

ت ۵۵۵	عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُثْمَانَ حَیْثُ حُوْصِرَ اَشْرَفَ عَلَیْھِمْ
	ابو عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تھا

فَقَالَ اَنْشُدُکُمُ اللّٰہَ وَلَا اَنْشُدُ اِلَّا اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

تو بالاخانہ پر تشریف لائے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور صرف

وَسَلَّمَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

صحابہ کرام کو واسطہ دیتا ہوں کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ سے گزرتے تو اس میں ٹھہرتے ۔

تشریحات ۵۵۴ اس تعلیق کو امام دارمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ اسے اپنے صاحبزادوں پر وقف فرمایا تھا۔

تشریحات ۵۵۵ اس تعلیق کو دارقطنی اور اسماعیلی وغیرہ نے روایت کیا ہے مختصر تھا۔ یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بئر رومہ کو خریدا تھا۔ کھدوایا نہیں تھا۔ اسے بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ ترمذی اور مسند امام احمد میں ہے کہ جیش عسرت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار لاکر خدمت اقدس میں پیش فرمایا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج کے بعد عثمان کچھ بھی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ ایک ہزار دینار تقریباً چار کلوگرام سونا ہوا۔

بغوی نے معجم الصحابہ میں روایت کیا کہ رومہ بنی غفار کا ایک چشمہ تھا جس کا مالک ایک مشک پانی ایک مد کے عوض بیچتا تھا۔ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو جنت کے چشمہ کے عوض اسے بیچے گا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اور میرے عیال کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہونچی انھوں نے اسے پینتیس[۳۵] ہزار میں خرید لیا۔ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کیا مجھے اس کے عوض وہ عطا فرمائیں گے جو اسے عطا فرما رہے تھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

اگر بئر رومہ پہلے چشمہ تھا تو یہ ممکن ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھدواکر کنواں بنوا دیا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے چھوٹا کنواں رہا ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدنے کے بعد اسے اور وسیع کر دیا ہو اور اس کی مونڈیر وغیرہ بنوادی ہو۔ اس لئے کسی راوی نے فحضرھا سے تعبیر کر دیا ہو۔

فصدقوہ ۔ نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ تصدیق کرنے والے حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت

مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرْتُهَا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ

نے فرمایا جو بئر رومہ کو کھودے اس کے لئے جنت ہے تو میں نے اسکو کھودا۔ کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ حضور نے

جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزْتُهُمْ قَالَ فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ۔

فرمایا جو جیش عسرہ کا سامان کرے تو اس کیلئے جنت ہے تو میں نے اسکا سامان کیا۔ ابو عبدالرحمن نے کہا۔ لوگوں نے انکے ارشاد کی تصدیق کی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

اے ایمان والو! جب تمہاری موت کا وقت آجائے تو وصیت کے وقت تمہاری گواہی کا نصاب

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ

یہ ہے کہ تم میں کے یعنی مسلمان دو عادل گواہ ہوں۔ اور اگر سفر کی حالت میں موت آئے

ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ

(اور مسلمان گواہ نہ ملیں) تو دو تمہارے غیروں کے ہوں۔ اور اگر ان گواہوں کے بارے

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ

میں تم کو کچھ شک ہو تو انھیں روکو اور نماز (عصر) کے بعد کھڑا کرو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں

شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ

کہ ہم گواہی کے عوض کچھ مال نہیں لیں گے۔ اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہو۔ اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائینگے

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے۔

مطابقت

اس تعلیق کو باب کے اس جز سے صراحۃً مطابقت ہے۔ کہ جس نے کنواں وقف کیا مگر اخیر کے جز سے اس تعلیق کے کسی لفظ کو مطابقت نہیں۔ لیکن ترمذی میں جو روایت ہے اس میں یہ زائد ہے کہ بئر رومہ کون خریدتا ہے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کر دیتا ہے۔ اور امام بخاری کی عادت کریمہ معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب کے ضمن میں روایت کے جو الفاظ ذکر کرتے ہیں اس سے باب کو مطابقت نہیں ہوتی۔ لیکن یہی حدیث کسی اور طریقے سے کہیں اور مروی ہوتی ہے۔ اس میں باب کے مناسب مضمون ہوتا ہے۔ یہی قصہ یہاں بھی ہے۔

يَقُوْمَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ

اور اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے جھوٹ بول کر گناہ کا ارتکاب

لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ذٰلِكَ

کیا ہے تو جن لوگوں کا حق انھوں نے مارنا چاہا تھا ان میں سے دوسرے گواہ کھڑے ہوں جو میت کے قریبی

اَدْنٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ

رشتہ دار ہوں اب یہ لوگ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان لوگوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے۔ اور

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ [۱]

ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالم ہیں۔ یہ طریقہ اس کے قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح گواہی دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ ہماری قسمیں ان لوگوں کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں۔ اور اللہ سے ڈرو اور سنو (مانو) اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

حدیث ۱۵۲۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بنی سہم کے ایک صاحب تمیم داری

بَنِىْ سَهْمٍ مَّعَ تَمِيْمٍ الدَّارِىِّ وَعَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِىُّ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا

اور عدی بن بداء کے ساتھ باہر گئے۔ سہمی ایسی جگہ مرگئے جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب

تشریحات ۱۵۲۰

خازن ومدارک وغیرہ میں یہ واقعہ مفصل یوں مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موالی میں سے بُدیل نامی ایک صاحب دو نصرانیوں عدی بن بداء اور تمیم داری کے ساتھ ملک شام تجارت کے لئے گئے وہاں جاتے ہی بیمار پڑ گئے۔ انھوں نے اپنے تمام سامان کی ایک فہرست لکھ کر سامان میں رکھ دی اور ہمراہیوں کو بتایا نہیں۔ جب مرض بہت سخت ہوگیا اور امید زیست باقی نہ رہی تو بدیل نے تمیم اور عدی کو بلا کر تمام سامان سپرد کر دیا۔ اور یہ وصیت کی کہ مدینہ طیبہ پہونچ کر یہ سب سامان ان کے اہل کو دیدیں۔ اسکے بعد بدیل کی وفات ہوگئی۔ ان دونوں نے ان کی وفات کے بعد ان کا سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام نہیں تھا جس پر سونے کا کام بنا ہوا تھا۔ یہ تین سو مثقال چاندی کا تھا۔ بدیل یہ جام بادشاہ کو نذر کرنے کیلئے لے گئے تھے۔

[۱] المائدہ آیت ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸

مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا مِنْ ذَهَبٍ فَاَحْلَفَهُمَا

وہ دونوں ان کا ترکہ لے کر آئے تو اس میں چاندی کا ایک زرنگار جام نہیں ملا۔ تمیم اور عدی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَجَدُوا الْجَامَ بِمَكَّةَ فَقَالُوْا

سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف لی۔ اس کے بعد اس جام کو لوگوں نے مکہ میں پایا جن کے

ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِيَاءِهٖ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ

پاس ملا انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ متوفی کے اولیاء میں سے دو صاحبان

تمیم اور عدی نے اس جام کو غائب کر دیا۔ اور جب مدینہ آئے تو بدیل کا سامان ان کے گھر والوں کو سپرد کر دیا۔ گھر والوں نے سامان کھولا تو ان میں فہرست ملی۔ جب سامان کو اس سے ملایا تو اس میں جام نہیں ملا۔ اب وہ لوگ تمیم اور عدی کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا بدیل نے کچھ سامان بیچا بھی تھا۔ ان دونوں نے بتایا کہ نہیں۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا بدیل عرصہ تک بیمار رہے اور اپنے علاج میں کچھ خرچ کیا ہے انھوں نے بتایا کہ نہیں۔ وہ تو شام پہنچتے ہی بیمار پڑے اور بہت جلد مر گئے۔ اس پر ان لوگوں نے ان دونوں سے کہا سامان میں ایک فہرست ملی ہے۔ اس کے مطابق تین سو مثقال چاندی کا ایک جام زرنگار غائب ہے۔ اس پر تمیم اور عدی نے کہا۔ ہمیں نہیں معلوم۔ بدیل نے جتنا سامان دیا تھا وہ سب ہم نے تمہیں سپرد کر دیا۔ جام کا حال ہمیں نہیں معلوم۔ یہ مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تمیم اور عدی اپنے انکار پر جمے رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد تمیم اور عدی سے منبر کے پاس قسم لی۔ ان دونوں نے قسمیں کھالیں کہ ہم اس جام کو نہیں جانتے پھر وہ جام مکہ معظمہ میں ایک شخص کے پاس ملا اس نے یہ بتایا کہ میں نے یہ جام تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس کے بعد بدیل کے اولیاء میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے احق ہے۔

فائدہ نہ تو مدعی پر قسم ہے اور نہ گواہ سے قسم لی جاتی ہے۔ بظاہر یہاں بدیل کے اولیاء مدعی ہیں یا کم از کم گواہ۔ اس لئے ان سے جو قسم لی گئی اس کو شرعاً معتبر نہیں ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ بدیل کے اولیاء صورۃً مدعی تھے۔ لیکن حقیقۃً مدعیٰ علیہ۔ اسلئے ان سے قسم لی گئی۔

آیہ کریمہ میں اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ۔ سے مراد غیر مذہب والے مثلاً یہودی یا نصرانی ہیں۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف قبول نہیں۔ اور یہاں دو نصرانیوں کی گواہی قبول کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ مفسرین نے فرمایا۔ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور کچھ مفسرین فرماتے ہیں کہ من غیرکم سے مراد کافر نہیں بلکہ اپنے قبیلے کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ ہیں۔

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

کھڑے ہوئے اور یہ قسم کھائی کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہے اور

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ـه

یہ جام اسی سہمی کا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے یعنی جو باب میں مذکور ہے۔

اور حدیث میں تمیم اور عدی کا بیان شہادت نہیں بلکہ دعوے سے انکار ہے۔ بدیل کے ورثہ نے ان دونوں پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے جام غائب کردیا ہے۔ اس کا ان لوگوں نے انکار کردیا۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قسم لیا۔ یہ مدعیٰ علیہ سے دعویٰ سے انکار پر قسم لینا ہے۔ شہادت نہیں۔

ـه ابوداؤد قضایا۔ ترمذی تفسیر

نزهة القاری

شرح

صحیح البخاری

الجزء الرابع

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

نزہۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

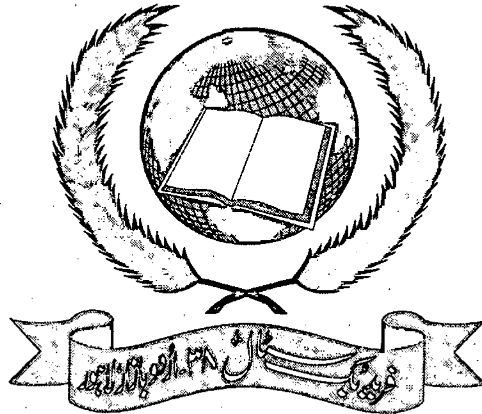

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱٤۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱٤۲۸ھ/ستمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/[illegible] روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔٤۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳٤۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔٤۲۔۷۲۲٤۸۹۹
ای۔میل : ***info@faridbookstall.com***
ویب سائٹ : ***www.faridbookstall.com***

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد چہارم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجہاد

ص ۳۹۰

جہاد کے معنی لغت میں مشقت اٹھانے کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار کے ساتھ قتال کی مشقت اٹھانے کے ہیں نیز کبھی کبھی جہاد کے معنی یہ بھی آتے ہیں کہ آدمی اللہ کی رضا کے لئے اعمال شاقہ کرے اور نفس کو اس کی مرضی کے خلاف اعمال خیر میں لگائے اور اسے ذلیل کرے۔

بشرط استطاعت واستجماع شرائط جہاد فرض کفایہ ہے۔ لیکن اگر دشمن ہجوم کر آئیں تو فرض عین ہے یہاں تک کہ عورتوں پر بھی۔

حدیث ۱۵۲۱

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْحَصِیْنٍ اَنَّ ذَکْوَانَ حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک صاحب رسول اللہ

تَعَالٰی عَنْہُ حَدَّثَہٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے ایسا کام بتائیے جو جہاد کے برابر ہو

فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ یَعْدِلُ الْجِھَادَ قَالَ ھَلْ تَسْتَطِیْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاھِدُ

فرمایا میں ایسا کوئی کام نہیں پاتا - مزید فرمایا - کیا تو اس کی استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد

تشریحات ۱۵۲۱

مسلم میں[1] بطریق سہیل بن ابی صالح عن ابیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اسی مضمون کی یہ حدیث ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر کون سا عمل ہے۔ فرمایا۔ تم اسے نہیں کرسکوگے۔ لوگوں نے اسے دو یا تین مرتبہ لوٹایا ہر مرتبہ حضور یہی فرماتے رہے تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے - تیسری مرتبہ حضور نے فرمایا۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثل

[1] جلد ثانی امارۃ ص ۱۳۳

اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ - قَالَ وَمَنْ

جہاد کے لئے جائے (تو اس کے واپس لوٹنے تک) تم اپنی مسجد میں جاکر مسلسل نماز پڑھتے رہو اور ذرا دیر کیلئے

يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهٖ

بھی نہ بند کرو اور متواتر روزے رکھتے رہو اور کبھی نہ چھوڑو انھوں نے عرض کیا یہ کون کرسکتا ہے۔ ابوہریرہ

فَيُكْتَبُ لَهٗ حَسَنَاتٍ عہ

نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی میں چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

بَابٌ اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص ۳۹۱

سب سے افضل وہ مومن ہے جو اپنی جان مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہو۔

حدیث ۱۵۲۲

حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ

قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کون شخص افضل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مومن جو اللہ کی راہ میں

اس شخص کی ہے جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ قائم ہے نماز روزہ ایک دم کے لئے بھی نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر لوٹ آئے۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ مجاہد جس وقت اپنے گھر سے جہاد کرنے کے لئے نکلتا ہے۔ ہر آن ہر لحظہ اللہ کی عبادت میں رہتا ہے۔ اس کا سونا جاگنا، کھانا پینا سب عبادت ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کو کھلانا پلانا اسے چرانا اس کی لید اٹھانا سب عبادت ہے، حتیٰ کہ گھوڑا چلنے کے لئے جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم پر مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس لئے مجاہد کے برابر وہی ہو سکتا ہے جو چوبیس گھنٹے نماز نفل پڑھتا رہے یا کوئی بھی عبادت کرتا رہے۔ ایک آن کے لئے دم نہ لے اور اس کی کوئی استطاعت نہیں رکھ سکتا اسلئے جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں۔

تشریحات ۱۵۲۲ فی شعب من الشعاب۔ گھاٹی کا ذکر بطور مثال ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے الگ رہ کر شریعت کے حدود کی پابندی کرتا ہے اور یہ اس شخص کے لئے ہے جسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر لوگوں سے

عہ نسائی جہاد۔

مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ قَالُوا ثُمَّ مَنْ قَالَ مُؤْمِنٌ فِي

اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرے ۔ لوگوں نے عرض کیا پھر کون فرمایا وہ مومن جو پہاڑ

شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ ۔ [ے]

کی کسی گھاٹی میں ہو ۔ اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے ۔

حدیث ۱۵۲۳ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ خوب جانتا ہے کہ

بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهٖ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَكَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهٖ

کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے ہمیشہ روزہ رکھنے والے ہمیشہ عبادت کرنے والے کے ہے اور اپنے

اختلاط کرے گا تو فتنہ میں پڑ جائے گا ۔ لیکن جو شخص قوی ہو اور اسے یہ اعتماد ہو کہ عوام کے ساتھ اختلاط کے باوجود فتنے میں مبتلا نہ ہوگا اسے افضل یہی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ رہے بلکہ اگر اسے اس کا ظن غالب ہو کہ عوام الناس کے ساتھ اختلاط میں عوام کی اصلاح کر سکے گا ۔ تو اس کے لئے گوشہ نشینی جائز نہیں ۔ ایک حدیث میں ہے ۔ وہ مومن جو لوگوں سے خلط ملط رکھے اور ان کی ایذا پر صبر کرے اس سے بڑھ کر ثواب میں ہے جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں اور ان کی ایذار پر صبر نہیں کرتا [۱]

تشریحات ۱۵۲۴ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام سُلیم کی بہن تھیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے وہاں تشریف لے جانا اس بنا پر تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محرم تھیں ۔ رشتہ کیا تھا ۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ۔ ابو عمر و نے کہا کہ انھوں نے اور ان کی بہن ام سُلیم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا اور بہت سے حضرات نے یہ فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دادی حضرت عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ کے رشتے سے حضور کی خالہ تھیں ۔ اسلئے کہ سلمیٰ بنی نجار کی فرد مدینہ کی باشندہ تھیں کچھ اور لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی خالہ تھیں ۔ علامہ ابن جوزی نے کہا

ے ثانی الرقاق باب العزل راحۃ ص ۹۶۱ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی جہاد ابن ماجہ فتن ۔

[۱] ترمذی جلد دوم ص ۷۷

بِاَنْ یَّتَوَفَّاہُ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ اَوْ یَرْجِعَہٗ سَالِمًا مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ ۔

راستے میں جہاد کرنے والے کے بارے میں اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ اسے وفات دیگا تو جنت میں داخل کرے گا یا اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح وسالم لوٹائے گا۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ص ۳۹۱

مرد اور عورتوں کے لئے جہاد اور شہادت کی دعا کرنا ۔

حدیث ۱۵۲۴

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ

اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک

سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان

مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا

کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے ۔ وہ حضور کی خدمت میں کھانا پیش کرتیں اور ام حرام عبادہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ

بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں ۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ

ان کے یہاں تشریف لے گئے ۔ انھوں نے حضور کو کھلایا ۔ (اس کے بعد حضور لیٹ گئے) اور

مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وہ حضور کے سر میں جوئیں تلاش کرنے لگیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے کچھ دیر کے بعد

کہ انھوں نے بعض حفاظ سے سنا ہے کہ ام سلیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی رضاعی بہن تھیں ۔ بہرحال اتنا طے ہے کہ ام حرام کسی بھی رشتہ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محرم تھیں ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ حضور کے سر میں جوئیں تلاش کریں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس میں جوئیں نہیں تھیں ۔ حضرت ام حرام کا یہ فعل غالباً اس بنا پر تھا کہ انھیں یہ معلوم نہ تھا یا غایت محبت کی بنا پر تھا بالوں میں انگلیاں کرنے سے نیند بہت جلد آجاتی ہے ۔

يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ

مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضور کس بات پر ہنس رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ میری امت

شَكَّ اِسْحٰقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا

کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش ہوئے۔ جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَاسَهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ

کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ ام حرام نے کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں

يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ

کردے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ملوکا علی الاسرۃ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ بحری بیڑوں میں اس شان سے سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان غازیوں کو جنت میں بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبرص کی جنگ میں اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئی تھیں۔ قبرص کی فتح کے بعد واپسی میں ان کی سواری کے لئے خچر لایا گیا۔ سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور واصل بحق ہوگئیں۔ ان کا مبارک مزار قبرص (کریٹ) میں ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ قبرص والے ان کی مزار کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک عورت کا مزار ہے۔ اس تقدیر پر حین خرجت من البحر کا مطلب یہ ہوا کہ جب وہ سمندر سے نکل کر جزیرہ میں گئی تھیں۔ یہ جنگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت امیر معاویہ کی سرکردگی میں ۲۷ یا ۲۸ھ میں ہوئی تھی۔ ویسے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ہوا تھا اور یہی امام بخاری و مسلم کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اہل سیر نے اسی کو ذکر کیا ہے۔ اس تقدیر پر امام بخاری و مسلم کی روایت فی زمان معاویۃ۔ کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت معاویہ کے سمندری جنگ کے زمانے میں۔

حضرت عمر نے شفقت کی بنا پر مسلمانوں کو سمندری جنگ سے منع فرمادیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے اجازت بھی طلب کی تو بھی اجازت نہیں دی۔ مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان سے اجازت طلب کی اور انھوں نے اجازت دیدی۔ اور فرمایا۔ کسی کو مجبور مت کرنا جو خوشی سے جائے اسے لے جانا۔ اجازت

غُزَاةً فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَا قَالَ فِی الْاُوْلٰی قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ

سر اقدس رکھا۔ پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔ یا رسول اللہ! فرمایا میری

اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ فَرَکِبَتِ الْبَحْرَ فِی زَمَانِ مُعَاوِیَةَ

امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کئے گئے۔ جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا انھوں نے عرض

بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِھَا حِیْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَھَلَکَتْ ؎

کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں کر دے۔ فرمایا تو پہلے والوں میں ہے۔ ام حرام معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہو گئیں اور سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔

بلینے کے بعد حضرت معاویہ نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ سمندری جہاد شروع فرمایا۔ پہلا حملہ قبرص پر کیا تھا۔ اس جنگ میں حضرت ابوذر، حضرت عبادہ بن صامت ان کی اہلیہ ام حرام، حضرت شداد بن اوس اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شریک تھے۔

یہی حدیث باب قتال الروم میں بطریق عمیر بن اسود عنسی یوں مروی ہے کہ ام حرام نے ان سے یہ بیان فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یارسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم قالت ثم قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یارسول اللہ قال لا۔

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس نے جنت اپنے اوپر واجب کر لی ام حرام نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان میں ہوں فرمایا تو ان میں ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کرے گا بخش دیا جائیگا۔ ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں انھیں ہوں فرمایا نہیں (تو پہلے والوں میں ہے)

مودودی اور ان سے سیکھ کر آج کل عام دیوبندی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی تھے۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ کے ایک حملے میں یزید بھی شریک تھا اور اس حدیث میں اس جنگ کے شرکا کے بارے میں مغفور لہم کہا گیا ہے۔

؎ باب فضل من یصرع فی سبیل اللہ ص ۳۹۲ باب غزو المرأة فی البحر ص ۴۰۳ باب رکوب البحر ص ۴۰۵ باب ما قیل فی قتال الروم ص ۴۰۹ ثانی کتاب الاستیذان باب من زار قوما فقال عندھم ص ۹۲۹ کتاب التعبیر باب رویا النھار ص ۱۰۳۶ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی جہاد۔

بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ص ۳۹۱

راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے درجے

يُقَالُ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ وَهٰذَا سَبِيْلِيْ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ غُزًّى وَاحِدُهَا غَازٍ هُمْ دَرَجَاتٌ لَهُمْ دَرَجَاتٌ ۔

سبیل مذکر و مونث دونوں طرح مستعمل ہے ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا غزّی جمع ہے اور اس کا واحد غازی ہے ۔ ھم درجات سے مراد یہ ہے کہ ان کے لئے درجات ہیں ۔

حدیث ۱۵۲۵

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کا روزہ رکھے

اقول وھوالمستعان ۔ اس موضوع پر ہم نے مقالات امجدی میں سیر حاصل بحث کی ہے ۔ نیز شرح بخاری جلد ثالث میں بھی اس پر بقدر ضرورت کلام مذکور ہے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے ۔

اولاً یہ بشارت اس لشکر کے مجاہدین کے لئے ہے جو مدینۂ قیصر پر پہلا حملہ کریں مدینہ قیصر کے معنی کسی لغت میں قسطنطنیہ کے نہیں ۔ قیصر کا کوئی بھی شہر ہو سکتا ہے جو اس کی قلمرو میں داخل ہو ۔

قیصر کے ملک پر پہلا حملہ جمادی الاولی ۸ھ میں عہد رسالت میں ہوا تھا ۔ اس کا نام غزوہ موتہ ہے ۔

ثانیاً اگر مدینۂ قیصر سے اس کا دارالسلطنت مراد لیا جائے تو عہد رسالت و خلفاء راشدین میں قیصر کا دارالسلطنت حمص تھا جو عہد فاروقی ۱۶ھ میں فتح ہوا ۔

ثالثاً اور اگر کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حدیث میں مدینۂ قیصر سے قسطنطنیہ ہی مراد ہے تو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان ہوا تھا ۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ لشکر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں حملہ آور ہوا تھا ۔ تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے قسطنطنیہ پر تین یا چار بار حملہ ہو چکا تھا ۔

رابعاً ۔ اس حدیث میں بطریق اسحق جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ بشارت اس لشکر کے لئے ہے جو بحری راستہ سے مدینۂ قیصر پر حملہ کرے ۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ خشکی کے راستے سے گیا تھا اس لئے وہ اس بشارت کا مستحق نہیں ۔ بحری راستے پر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ عقبہ بن عامر نے کیا تھا ۔ اسلئے اس بشارت کے وہ لوگ مستحق ہو سکتے ہیں جو لوگ اس لشکر میں شریک تھے

وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔ اللہ کے راستے میں جہاد

اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ

کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہے جس زمین میں پیدا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم

قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لوگوں کو بشارت نہ دیدیں۔ فرمایا بیشک جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ نے راہ خدا میں جہاد کرنیوالوں

تشریحات

۱۵ ۲ ۵

لفظ سبیل مذکر بھی ہے مونث بھی ہے۔ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے۔ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا[۱] تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائے اور اسے ٹھٹھا بنالے۔

فراء نے کہا کہ یتخذھا کی ضمیر مونث منصوب متصل کا مرجع آیات قرآن بھی ہوسکتی ہیں اور اگر چاہو تو سبیل کو بھی بناؤ اس لئے کہ وہ کبھی مونث مستعمل ہوتی ہے۔ اللہ عز وجل نے فرمایا۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ[۲] فرمادو یہ میرا راستہ ہے۔

کتاب التوحید میں "جاهد في سبيل الله" کی جگہ هاجر في سبيل الله ہے اس حدیث میں زکوٰۃ اور حج کا ذکر نہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے یہ ارشاد زکوٰۃ اور حج کی فرضیت سے پہلے کا ہو اس پر صاحب تاویح نے کہا۔ اس میں نظر ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ خیبر کے پہلے فرض ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر میں حاضر ہوئے۔

اقول وھو المستعان۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ صحابہ کرام کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت سی احادیث دوسرے صحابہ کرام سے سن کر روایت کرتے ہیں۔ اور اس صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ہوسکتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے علی التسامح کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کیونکہ زکوٰۃ اور حج ہر مسلمان پر فرض نہیں۔ مالداروں پر فرض ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باعتبار اغلب و اکثر کے ایسا ارشاد فرمایا۔ زکوٰۃ اور حج کا ذکر نہیں فرمایا۔

افلا نبشر الناس قال اس کا حاصل یہ ہے کہ اتنی ہی بشارت لوگوں کو نہ دو ورنہ لوگ جہاد سے سستی کرنے لگیں گے

[۱] سورہ لقمان (۶)، [۲] یوسف (۱۰۸)

177

مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوهُ

کے لئے مہیا فرمایا ہے۔ ہر دو درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جب تم

الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ قَالَ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ اس لئے کہ یہ جنت کے بیچ میں ہے اور سب سے بلند ہے۔ میں گمان

وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔

کرتا ہوں کہ انھوں نے کہا کہ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلی ہیں۔ اور محمد بن

فلیح نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا اور اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے۔

بشارت دینا ہے تو ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے ان فضائل کو بھی بیان کردو تاکہ جہاد کی طرف سے لوگوں میں سستی نہ پیدا ہو۔

فانہ اوسط الجنۃ کچھ شارحین نے پہلے یہ شبہ پیش فرمایا کہ فردوس جب بیچ جنت میں ہے تو سب سے اوپر کیسے ہوگئی۔ پھر خود جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اوسط سے مراد افضل و بہتر ہے۔

اقول وھو المستعان۔ اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں اسکو اوسط اپنے اردگرد کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔

ومنہ تفجر انہار بعض شارحین نے کہا کہ منہ کی ضمیر کا مرجع عرش ہے لیکن ان کا یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع فردوس ہے۔ فردوس مذکر بھی مستعمل ہے اور مونث بھی۔

قال محمد امام بخاری اس تعلیق کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یحییٰ بن صالح نے وفوقہ عرش الرحمٰن۔ کو بصیغۂ شک ذکر کیا تھا اور محمد بن فلیح کی روایت میں بغیر شک کے ہے۔

تشریح ۱۵۲۷ بدء الخلق اور رقاق میں قاب قوس کے بجائے موضع سوط ہے۔ یعنی جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

توضیح باب حُور حوراء کی جمع ہے۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی بے داغ اور شفاف ہو اور اس کی پتلی خوب کالی ہو۔ عین۔ عیناء کی جمع ہے۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ بڑی ہو۔ اس کا مذکر اعین ہے۔ عین اصل میں فُعْلٌ کے وزن پر مضموم العین تھا۔ یاء کی مناسبت سے عین کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔

تشریحات ۲۹ ۱۵ باب تمنی المجاہد میں یہ حدیث بطریق قتادہ ان الفاظ میں مروی ہے۔ جنت میں داخل ہونے والا

ے ثانی التوحید باب وکان عرشہ علی الماء ص ۱۱۰۴۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ص ۳۳۵

177

بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَابِ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ ص ۳۹۲

اللہ کے راستہ میں صبح وشام چلنا اور تمہاری کمان کی مقدار جنت میں۔

حدیث ۱۵۲۶

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ؂

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کی راہ میں صبح سے دوپہر تک یا دوپہر سے شام تک چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حدیث ۱۵۲۷

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ وَقَالَ الْغَدْوَةُ أَوِ الرَّوْحَةُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ ؂

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کمان کی مقدار جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور ڈوبتا ہے۔ اور فرمایا صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک اللہ کی راہ میں چلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔

حدیث ۱۵۲۸

عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ؂

حضرت سہل بن سعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کی راہ میں صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک چلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔

کوئی بھی دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرے گا اگرچہ اسے زمین سے کچھ بھی دیا جائے سوائے شہید کے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ تاکہ دس مرتبہ شہید کیا جائے۔ کیونکہ اس نے شہادت کی فضیلت دیکھ لیا ہے۔

؂ باب حور العین ص ۳۹۲ کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار۔

؂ بدء الخلق ماجاء فی صفۃ الجنۃ ص ۴۶۱

؂ بدء الخلق باب صفۃ الجنۃ ص ۴۶۰ کتاب الرقاق باب مثل الدنیا والآخرہ ص ۹۴۹ مسلم جہاد نسائی ابن ماجہ

بَابُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَصِفَتِهِنَّ يُحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ شَدِيْدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ شَدِيْدَةُ

حورعین کیا ہیں اور ان کا وصف کیا ہے؟ جنھیں دیکھ کر آنکھ حیران رہ جائے گی۔ آنکھ کی

بَيَاضِ الْعَيْنِ زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اَنْكَحْنَاهُمْ ص۳۹۲

سیاہی خوب تیز ہوگی اور سفیدی بھی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد زوجناھم بحور عین میں زوجناھم کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کا نکاح حورعین سے کیا۔

حدیث ۱۵۲۹

عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوْتُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يَسُرُّهُ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَاَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدُ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَاِنَّهُ يَسُرُّهُ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰى قَالَ وَسَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِيْدِهِ يَعْنِيْ سَوْطَهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْهُ رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

حمید نے کہا۔ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کر فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے لئے مرنے کے بعد اللہ کے یہاں خیر ہو اور وہ یہ پسند کرے کہ اس شرط پر دنیا کی طرف لوٹے کہ اسی پوری دنیا و مافیہا مل جائے سوائے شہید کے کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا اور اسے یہ پسند ہوگا کہ دنیا کی طرف لوٹے اور دوبارہ شہید کیا جائے۔ حمید نے کہا۔ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کر فرمایا صبح یا شام اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تمہاری کمان کی جگہ یا کوڑے کی مقدار جنت میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو پوری زمین روشن ہوجائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

بَابُ مَنْ يُنْكَبُ اَوْ يُطْعَنُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ص ۳۹۳

اللہ کے راستہ میں جس کا کوئی عضو زخمی ہو یا اس کو نیزہ مارا گیا ہو۔

حدیث ۱۵۳۰

عَنْ اِسْحٰقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ اِلٰى بَنِي عَامِرٍ فِي سَبْعِيْنَ رَجُلًا فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِي اَتَقَدَّمُكُمْ فَاِنْ اٰمَنُوْنِي حَتّٰى اُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَّا كُنْتُمْ مِنِّي قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَاٰمَنُوْهُ فَبَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَوْمَؤُا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَاَنْفَذَهُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ اَصْحَابِهِ فَقَتَلُوْهُمْ اِلَّا رَجُلًا اَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ وَاُرَاهُ اٰخَرَ مَعَهُ فَاَخْبَرَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَاُ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَّ ذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَبَنِي عُصَيَّةَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی سلیم کے ستر افراد کو بنی عامر کی جانب بھیجا۔ یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا میں تم سے پہلے ان کے پاس جا رہا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دیدیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام انھیں پہونچادوں تو بہتر ہے ورنہ تم لوگ مجھ سے قریب رہنا وہ آگے بڑھ کر ان کے پاس گئے بنی عامر نے انکو امن دیا وہ ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بات کر ہی رہے تھے کہ انھوں نے اپنے ایک شخص کو اشارہ کر دیا۔ اس نے انھیں نیزہ مارا اور آر پار کر دیا۔ زخم کھا کر انھوں نے کہا۔ اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر ان کے بقیہ ساتھیوں پر لوٹ پڑے اور ان سب کو قتل کر ڈالا سوائے ایک لنگڑے شخص کے جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ راوی حدیث ہمام نے کہا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک صاحب اور تھے جبرئیل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ ان لوگوں نے اپنے رب سے ملاقات کی ان کا رب ان سے راضی ہو گیا اور انکو راضی کر دیا (قرآن مجید میں یہ آیت) تلاوت کرتے تھے ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو

الَّذِیْنَ عَصَوُا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور اس نے ہم کو راضی کیا پھر بعد میں اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس دن صبح کے وقت رعل ذکوان بنی لحیان اور بنی عصیہ کی جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، بربادی کی دعا فرمائی۔

حدیث ۱۵۳۱

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْیَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جندب بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کَانَ فِیْ بَعْضِ الْمَشَاھِدِ وَقَدْ دَمِیَتْ اِصْبَعُہٗ فَقَالَ ھَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ

کی انگلی کسی جہاد میں زخمی ہوگئی تو حضور نے فرمایا۔ تو تو ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی اور تجھے جو کچھ

دَمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ [1]

پہونچا راہ خدا میں پہونچا۔

تشریحات ۱۵۳۰

یہ واقعہ سریہ بیر معونہ کا ہے۔ جس کی پوری تفصیل مغازی میں آئے گی یہ سریہ ۴ھ صفر کے مہینے میں احد کے چار ماہ بعد ہوا تھا۔ اس روایت میں راوی سے اختلاط ہوگیا ہے۔ سریہ بیر معونہ میں بنی سلیم کے افراد نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ ستر افراد قراء جو سب کے سب انصار کرام میں سے تھے بنی سلیم کی جانب بھیجے گئے تھے۔ رعل، ذکوان، بنی لحیان، بنی عصیہ یہ سب بنی سلیم کی شاخیں ہیں۔

قنوت نازلہ کی پوری بحث جلد ثالث میں گذر چکی ہے۔

تشریحات ۱۵۳۱

ایک قول یہ ہے یہ حادثہ غزوہ احد میں پیش آیا تھا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار میں تھے تو حضور کی انگلی زخمی ہوگئی۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ابو الولید نے کہا شاید غار کے بجائے غازیا تھا کاتبوں کی غفلت سے غار ہوگیا اس لئے کہ بخاری کی روایتوں میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض مشاہد میں تھے اور کتاب الادب کی روایت میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چل رہے تھے کہ پتھر آکر لگا جس کے صدمہ سے حضور گر پڑے اور انگلی زخمی ہوگئی۔ اس پر امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ غار کے معنی لشکر کے بھی ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ماظنک بامرء جمع بین ھذین الغارین ای العسکرین

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ شعر ہے اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے کہ حضور شعر نہیں کہتے تھے۔ ارشاد ہے: وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ۔ اور ہم نے انکو شعر نہ سکھایا اور نہ یہ ان کے لائق نہیں — اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہ رجز ہے اور رجز کو شعر نہیں کہتے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کفار قرآن مجید کو شعر کہا کرتے تھے قرآن مجید میں اس کا رد فرمایا گیا ہے سب سے اقوی جواب یہ ہے کہ بلا قصد و اختیار ایک دو جملہ ایسا نکل جائے جو شعر کی طرح موزوں ہو وہ حقیقت میں شعر کہا نہیں اور نہ اس پر کسی کو شاعر کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات عروض کی بعض بحروں کے مطابق ہیں مثلاً وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ — وَقُدُوْرٍ الرّٰسِیٰتٍ — اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔

[1] ثانی الادب باب ما یجوز من الشعر ص ۹۰۸ مسلم مغازی ترمذی تفسیر و شمائل نسائی عمل الیوم واللیلۃ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ

اللہ عز وجل کے ارشاد کی تفسیر مومنین میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا ان میں سے

مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (احزاب ۲۳) ص ۳۹۳

لوگوں نے اپنی منت پوری کر لی اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے ارادوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

حدیث ۱۵۳۲

حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ نِ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر

عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

میں شریک نہیں ہو سکے۔ اس پر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مشرکین سے

غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ

جو پہلی لڑائی لڑی اس میں میں شریک نہیں ہو سکا۔ اگر اللہ نے مشرکین کی لڑائی میں مجھے حاضر رکھا

لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ اللّٰهُمَّ

تو اللہ آپ کو دکھا دیگا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب احد کی لڑائی کا دن آیا اور مسلمان میدان سے

اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ

چھٹ گئے تو انھوں نے کہا۔ اے اللہ ان لوگوں نے یعنی ان کے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری

هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ

بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں اور ان مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد آگے بڑھے ان کے

بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ فَقَالَ سَعْدٌ

سامنے سعد بن معاذ آئے تو کہا اے سعد بن معاذ رب نضر کی قسم احد کی جانب سے میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں

تشریحات ۳ — ۱۵۳۲

قرآن مجید متواتر ہے یعنی آج مصحف شریف میں جتنی سورتیں یا آیتیں ہیں سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطریق تواتر منقول ہیں اور تواتر کے لئے ضروری ہے کہ ہر دور میں اس کے اتنے ناقلین ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل محال جانے اور یہاں سورہ احزاب کی یہ آیت یا دوسری روایتوں کے بموجب سورہ توبہ کی اخیر دو آیتیں حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ

فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ

سعد نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا انھوں نے جو کچھ کیا وہ میری استطاعت سے باہر تھا۔ حضرت انس

ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ اَوْطَعْنَةً بِالرُّمْحِ اَوْرَمْيَةً بِسَهْمٍ وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ

نے کہا ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ اکیس اسّی سے اوپر زخم تھے تلوار کی مار اور نیزے کے زخم اور

مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُرٰى

تیر کے گھاؤ کے، وہ شہید کر دیے گئے۔ مشرکین نے ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ سوائے ان کی بہن کے کسی نے

اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ، مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ

انکو پہچانا نہیں اور انھوں نے بھی انگلی دیکھ کر پہچانا۔ حضرت انس نے کہا ہمارا گمان یہ ہے کہ یہ آیت انکے

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ، اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ وَقَالَ اِنَّ اُخْتَهٗ وَهِيَ تُسَمّٰى

اور ان جیسے دوسرے شہیدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کچھ مومن وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا

الرُّبَيِّعُ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسے سچ کر دکھایا۔ پوری آیت تک۔ حضرت انس نے کہا۔ ان کی بہن نے جن کا نام ربیع تھا۔ ایک عورت

بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا

کے اگلے دانت توڑ دیئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا تو انس بن نضر نے کہا یا رسول اللہ

فَرَضُوْا بِالْاَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے بعد میں لوگ تاوان (دیت)

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ عـــه

پر راضی ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ کے کچھ بندے

ایسے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ انکی قسم کو ضرور پوری فرما دیتا ہے۔

تعالیٰ عنہ کے پاس ملی تھیں۔ اگرچہ تنہا ان کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے مگر دو کی گواہی سے بھی تواتر نہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیتیں لکھی ہوئی۔ صرف حضرت خزیمہ کے پاس ملیں۔ ورنہ

عـــه ثانی مغازی باب غزوہ احد ص ۵۷۹ و تفسیر سورہ احزاب باب قولہ فمنہم من قضی نحبہ ص ۷۰۵، مسلم ترمذی نسائی۔

حدیث ۱۵۲۳

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ نَسَخْتُ الصُّحُفَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے

فِي الْمَصَاحِفِ فَفَقَدْتُ آيَةً مِّنَ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

قرآن کو ایک مصحف میں لکھنے لگا۔ میں نے احزاب کی ایک آیت کو نہیں پایا۔ جس کو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔ میں نے اسے صرف خزیمہ انصاری

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پایا۔ جن کی تنہا ایک گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ[1]

علیہ وسلم نے کر دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ من المومنین رجال صدقوا۔

زبانی طور پر کثیر صحابہ کو یاد تھیں۔ خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان آیتوں کو سنتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت اُبی بن کعب اور ہلال بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی دو مردوں کے برابر کرنے کا قصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اس سے کہا میرے پیچھے آؤ تاکہ گھوڑے کی قیمت ادا کر دوں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیزی سے آگے بڑھ گئے اور اعرابی پیچھے رہ گیا۔ اسی اثنا میں کچھ لوگوں نے اعرابی سے بھاؤ تاؤ کر کے گھوڑے کی قیمت بڑھا دی۔ اب اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اس کو بیچ دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اعرابی سے کہا کیا تو مجھے بیچ نہیں چکا ہے۔ اعرابی نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ کے ہاتھ نہیں بیچا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً تو میرے ہاتھ بیچ چکا ہے۔ اس پر لوگ جمع ہو گئے۔ اعرابی یہی کہتا رہا گواہ لاؤ۔ جو مسلمان آتا وہ

[1] ثانی مغازی باب غزوۂ احد ص۵۸۰ تفسیر سورۂ احزاب باب قولہ فمنہم من قضی نحبہ ص۷۰۵ فضائل القرآن باب جمع القرآن ص۷۴۶ ترمذی تفسیر نسائی تفسیر۔

بَابُ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ ص ۳۹۴ لڑائی سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا۔

ت ۵۵۶

وَقَالَ اَبُوالدَّرْدَاءِ اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ ۱

تم لوگ اپنے اعمال کے ساتھ قتال کرتے ہو۔

حدیث ۱۵۲۴

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک شخص لوہے سے ڈھکے ہوئے

یَقُوْلُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ! لڑوں یا اسلام

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ

قبول کروں۔ فرمایا اسلام قبول کر پھر لڑ۔ انھوں نے اسلام قبول کیا پھر لڑے اور شہید کر دیئے گئے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِیْلًا وَّاُجِرَ كَثِیْرًا۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔

اعرابی سے یہی کہتا۔ تیرے لئے خرابی ہو۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہی فرمائیں گے مگر گواہی کوئی نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انھوں نے اعرابی سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اس کو بیچ چکا ہے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خزیمہ سے پوچھا تم کیسے گواہی دے رہے ہو۔ انھوں نے عرض کیا آپ کو سچا جاننے کی بنا پر۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی دو مردوں کے برابر کردی اور فرمایا۔ کہ جس کے حق میں خزیمہ گواہی دیں یا جس کے خلاف گواہی دیں وہ کافی ہے [1] اس اعرابی کا نام سواد بن حارث تھا [2]

تشریحات ۵۵۶ دینوری نے اس تعلیق کو ربیعہ بن یزید سے روایت کیا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے لوگو! غزوے سے پہلے کوئی نیک عمل کرو تم لوگ اپنے اعمال کے ساتھ قتال کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ باب کا عنوان بھی حضرت ابو الدرداء کا ارشاد ہے۔ حضرت امام بخاری نے ایک جز کو باب کا عنوان بنالیا اور اسے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نہیں بتایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ربیعہ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد خامس ص ۲۱۵-۲۱۶

[2] فتح الباری ثامن ص ۵۱۹ بحوالہ طبرانی و ابن شاہین۔

بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَ الْغُبَارِ ص۳۹۴ لڑائی اور غبار کے بعد غسل کرنا۔

حدیث ۱۵۳۵

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ
علیہ وسلم نے غزوۂ خندق سے لوٹ کر ہتھیار اتار دیا اور غسل فرمالیا تو جبرئیل حاضر ہوئے

جِبْرَئِیْلُ وَقَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ فَقَالَ
اور ان کے سر پر غبار جمع ہوا تھا عرض کیا آپ نے ہتھیار اتار دیا ہے بخدا میں نے نہیں اتارا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ قَالَ هٰهُنَا وَاَوْمَأَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَةَ
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہاں۔ عرض کیا۔ وہاں اور بنی قریظہ کی طرف اشارہ

قَالَتْ فَخَرَجَ اِلَیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔

بن یزید کی حضرت ابوالدرداء سے روایت ثابت نہیں۔ مگر دوسرے حصہ کو حضرت عبداللہ بن مبارک نے سند متصل کے ساتھ یوں روایت کیا ہے عن ربیعۃ بن یزید عن ابن حلبس عن ابی الدرداء۔

وقوله۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

الصف ② ③ ④ اے ایمان والو! جو خود کرتے نہیں وہ کیوں کہتے ہو۔ اللہ کو وہ بات بہت ناپسند ہے کہ وہ کہو جو خود نہ کرو۔ بیشک اللہ انھیں دوست رکھتا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں

تشریحات ۱۵۳۴

ان کا نام اصرم بن ثابت اشہلی تھا۔ یہ قصہ غزوہ احد کا ہے۔ یہ عجیب خوش بخت انسان تھے کہ ایک سجدہ بھی نہیں کیا اور جنت میں داخل ہو گئے۔ اجر کثیر ان کا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے۔ باب سے مطابقت یہ ہے کہ جہاد سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا اور یہ ایک بہت بڑا نیک عمل ہے

تشریحات ۱۵۳۵

مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کے تینوں قبائل سے جن میں بنی قریظہ بھی شامل تھے ایک معاہدہ فرمایا تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ کرے گا تو سب

بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ

اللہ عزوجل کا ارشاد اس ارشاد میں شہید کی جو فضیلت ہے اس کا بیان - اور جو اللہ کی راہ میں

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ - فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

مارے گئے انھیں مردہ ہرگز خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے حضور وہ روزی پاتے ہیں اور اللہ نے

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اپنے فضل سے جو کچھ انھیں دیا ہے اس پر خوش ہیں اور اپنے بعد والوں کو جو ابھی ان سے ملے نہیں ہیں یہ بشارت دے رہے

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ۱۶۹ تا ۱۷۱)

ہیں کہ انھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔ اللہ کی نعمت اور فضل کی بشارت دیتے ہیں اور اس بات کی کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

حدیث ۱۵۳۶

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى

نے تیس دن صبح کو ان لوگوں کی بربادی کی دعا کی جن لوگوں نے بئر معونہ کے اصحاب کو شہید

الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَ

کیا تھا۔ رعل، ذکوان، اور عصیہ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ حضرت انس

عُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنَسٌ - اُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ

نے کہا۔ بئر معونہ کے شہداء کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا جس کو ہم نے پڑھا پھر بعد میں

مل کر مدافعت کریں گے اور دشمن سے کوئی ساز باز نہیں کریں گے۔ غزوۂ خندق کے موقعہ پر بنی قریظہ نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور قریش کے ساتھ ساز باز کی۔ اس کی سزا میں بنی قریظہ پر حملہ ہوا بالآخران کا استیصال کر دیا گیا۔

تشریحات ۱۵۳۶ باب میں مذکورہ آیاتِ کریمہ کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہی ابوبکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکورہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ روایت کی ہے۔ بلغوا قومنا الی اخرہ کے منسوخ ہونے

قُرْاٰنٌ قَرَأْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ

منسوخ ہو گیا وہ یہ ہے۔ ہماری قوم کو یہ پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔

حدیث ۱۵۲۷

عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ غزوہ احد کے دن

اِصْطَبَحَ نَاسٌ الْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ اٰخِرِ

کچھ لوگوں نے صبح کو شراب پی لی تھی۔ پھر شہید کر دیئے گئے سفیان سے پوچھا گیا۔ اس دن کے

ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ ؏

آخر میں۔ فرمایا۔ یہ اس حدیث میں نہیں ہے۔

مقاتل نے کہا کہ شہداء بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ــــــ شان نزول کچھ بھی ہو یہ فضیلت تمام شہداء کے لئے عام ہے۔

تشریحات ۱۵۲۷ حضرت امام بخاری نے سورہ مائدہ کی تفسیر میں صدقہ بن فضل عن سفیان جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے فقتلوا من یومہ جمیعا شہداء نیز اسماعیلی نے یہ حدیث بطریق قواریری عن سفیان اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس روایت میں حضرت سفیان سے جو سوال کیا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ من اٰخر ذلك اليوم۔ روایت میں ہے یا نہیں انھوں نے جواب دیا کہ یہ اس حدیث میں نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت کرتے وقت یعنی علی بن عبداللہ سے حدیث بیان کرتے وقت حضرت سفیان کو یہ یاد نہ رہا ہو کہ حدیث میں یہ لفظ بھی ہے اور صدقہ سے بیان کرتے وقت یاد رہا ہو۔ اخیر عمر مبارک میں حضرت سفیان کو کچھ نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔

حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو غالباً یہ بتانے کے لئے ذکر کیا ہے کہ یہ آیہ کریمہ شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ ترمذی[1] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔

تشریحات ۱۵۲۸ علی مأۃ امرأۃ او تسع وتسعین۔ یہاں روایات مختلف ہیں۔ کتاب الانبیاء میں سبعین ہے کتاب النکاح میں مأۃ امرأۃ۔ التوحید میں کان لہ ستون امرأۃ ہے۔ امام بخاری نے

؏ ثانی مغازی غزوۃ احد ص۵۷۹ تفسیر مائدہ باب قولہ انما الخمر والمیسر ص۶۶۴ ۔ [1] تفسیر سورہ آل عمران ص۱۲۵

بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ ص۳۹۵ جس نے جہاد کیلئے لڑکے کی خواہش کی۔

حدیث ۱۵۳۸

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاؤُدَ

روایت کی کہ فرمایا۔ سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا۔ میں آج کی رات سو یا ننانوے

لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَأَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِيْنَ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ

عورتوں کے پاس جاؤں گا۔ سب سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا

يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ اِنْ شَاءَ

اس پر ان کے ساتھی نے کہا۔ انشاءاللہ کہہ لیجئے۔ انھوں نے انشاءاللہ نہیں کہا۔

اللّٰهُ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَ بِشِقِّ رَجُلٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ

نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے صرف ایک عورت کو حمل ہوا اور اس نے بھی پورا بچہ نہ جنا۔ قسم ہے اس ذات کی

مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ ـــــہ

جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ اگر وہ انشاءاللہ کہہ لیتے تو سب کے سب سوار پیدا ہوتے اور راہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

کتاب الانبیاء میں تسعین کی روایت کو اصح کہا۔ لیکن چونکہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اسلئے قلیل کثیر کا نافی نہیں۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے اس لئے ان روایات میں تنافی نہیں۔

صاحبہ الایمان والنذور باب الاستثناء فی الایمان میں ہے کہ حضرت سفیان نے کہا کہ صاحب سے مراد فرشتہ ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام انشاءاللہ کہنا بھول گئے۔

تشریحات ۱۵۴۲ عن رسول اللہ۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ احادیث کو یہ لوگ زیادہ بیان نہیں کرتے کہ کہیں کمی زیادتی اور ردوبدل نہ ہوجائے۔ ان لوگوں کا یہ عمل ازراہ احتیاط تھا

ـــــہ کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل ووھبنا لداؤد سلیمان ص۴۸۷ ثانی النکاح باب قول الرجل لاطوفن اللیلۃ علی نسائی ص۷۸۸ الایمان والنذور کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۸۲ باب الاستثناء فی الایمان ص۹۹۴ التوحید باب المشیئۃ والارادۃ ص۱۱۱۳ مسلم الایمان والنذور نسائی النذور ترمذی النذور۔ مسند امام احمد ثانی ص۲۲۹۔

بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ ص ۳۹۵ لڑائی میں بہادری اور بزدلی ۔

حدیث ۱۵۳۹

أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ

ساتھ چل رہے تھے اور حضور کے ساتھ اور بھی لوگ تھے ۔ حنین سے واپسی کے موقع پر کہ دیہاتی حضور سے لپٹ گئے

فَعَلِقَتِ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى شَجَرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ

وہ حضور سے مانگنے لگے یہانتک کہ حضور کو ایک درخت کی طرف ڈھکیل دیا اور حضور کی چادر لے لی ۔ نبی صلی اللہ

فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطُونِي رِدَائِي لَوْ كَانَ لِي

تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے میری چادر دو اگر ان درختوں کے برابر میرے پاس اونٹ ہوتے

عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا[1]

تو بھی میں تقسیم کر دیتا پھر تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے اور نہ خلاف واقعہ بات کرنے والا اور نہ بزدل ۔

بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ ص ۳۹۶ بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان

حدیث ۱۵۴۰

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيَّ

عمرو بن میمون اودی نے کہا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات

قَالَ كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ

سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور کہتے تھے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الْكِتَابَةَ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ

علیہ وسلم ان چیزوں سے نماز کے بعد پناہ مانگا کرتے تھے ۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا

دُبُرَ الصَّلٰوةِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى

ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نکمی عمر تک جیوں اور تیری پناہ

[1] جهاد باب ما كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يعطي المؤلفة قلوبهم ص ۴۴۶ ۔

أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔ میں نے مصعب سے

فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ؎

اس کو بیان کیا تو مصعب نے اس کی تصدیق کی۔

حدیث ۱۵۴۱

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ

علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی سے اور سستی سے

مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

اور بزدلی سے اور بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے

وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؎

سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔

بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهِ فِي الْحَرْبِ ص۳۹۶ اپنے جنگی کارنامے بیان کرنا

حدیث ۱۵۴۲

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ طَلْحَةَ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں طلحہ بن عبید اللہ

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من یقل عنی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ جس نے میری طرف منسوب کرکے ایسی بات کہی جو

؎ دعوات باب التعوذ من عذاب القبر باب التعوذ من البخل ص۹۴۲ الاستعاذۃ من ارذل العمر ص۹۴۳ باب التعوذ من فتنۃ الدنیا ص۹۴۵ ترمذی دعوات نسائی استعاذہ۔

؎ بخاری ثانی دعوات باب التعوذ من فتنۃ المحیا والممات ص۹۴۲ باب التعوذ من ارذل العمر ص۹۴۳ تفسیر سورہ نحل باب قولہ ومنکم من یرد الی ارذل العمر ص۶۹۳ مسلم دعوات ابوداؤد صلوٰۃ۔ نسائی استعاذہ۔

بْنَ عُبَيْدِ اللهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ

اور سعد اور مقداد بن اسود اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ رہا

رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى

ان میں کسی کو میں نے نہیں سنا کہ لڑائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بیان

اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنِّيْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَّوْمِ أُحُدٍ ؎

کریں۔ ہاں میں نے طلحہ کو سنا کہ وہ غزوۂ احد کے حالات بیان کرتے تھے۔

بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَقَوْلِهِ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا

جہاد کے لئے نکلنا اور نیک نیت رکھنا واجب ہے اور اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان کوچ کرو

وَّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لئے بہتر ہے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ

اگر جانو۔ اگر کوئی قریب مالی یا متوسط سفر ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے مگر ان پر مشقت کا راستہ

من النار۔ میں نے بیان نہیں فرمائی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

اسی بنا پر حضرت عمر نے فرمایا اقلوا الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا شریککم حدیثیں کم بیان کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت وصیانت میں ان حضرات نے جو کارنامے انجام دیے یہ لوگ میرے سامنے بیان نہیں کرتے تھے ہاں حضرت طلحہ نے غزوۂ احد کے موقعہ پر جو جاں نثاریاں کی تھیں وہ ان کو بیان کرتے تھے تاکہ سننے والوں کو رغبت ہو۔ غزوۂ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہونے والے حملوں کو حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھوں پر روکا جس کی وجہ سے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ یہ بھی حضرت سائب بن یزید اپنے علم و دانش کی بات کر رہے ہیں ورنہ دوسرے حضرات نے بھی اپنے کارنامے بیان کئے ہیں جیسا کہ اسی بخاری میں مغازی میں ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

؎ ثانی مغازی باب اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا ص ۵۸۰

178

وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ ، إِلٰى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ توبہ (۴۱، ۴۲)

دور پڑگیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے اگر ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے اور اپنی

وَقَوْلِهٖ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

جانوں کو ہلاک کرتے ۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بیشک ضرور جھوٹے ہیں ۔ اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے

اِلَى الْاَرْضِ ۔ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو خوف کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ توبہ (۳۸) وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ (سرایا متفرقین)

بدلے پسند کرلی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا ـــ اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت

وَيُقَالُ وَاحِدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فانفروا ثبات سے مراد متفرق سریے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ثبات کا واحد ثبۃ

ہے یعنی گروہ ۔

فرمایا کہ اے سعد تم پر میرے ماں باپ فدا ۔

توضیح قولہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ جب جہاد کا حکم ہوا تو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ہم میں کچھ لوگ بھاری بدن کے ہیں کچھ ضرور تمند ہیں کچھ زمین والے ہیں کچھ کاروباری ہیں سب جہاد میں کیسے جاسکتے ہیں حضرت مقداد بہت تنومند اور موٹے تھے ۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنی معذوری بیان کرکے جہاد میں شرکت سے معافی چاہی ۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔

یہ غزوۂ تبوک کا موقعہ تھا چونکہ مقابلہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت قیصر روم سے تھا اس پر نفیر عام کا حکم تھا کہ ہر شخص اس میں شریک ہو کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ گھر بیٹھ رہے فرمایا گیا ۔ انفروا خفافا وثقالا ۔ تم ہلکے بدن کے ہو یا بھاری بدن کے تنگ دست ہو یا فارغ البال ، جوان ہو یا ادھیڑ عمر کے ، مالدار ہو یا فقیر ۔ تمہارے پاس سواری ہو یا نہ ہو ، ہتھیار تمہارے پاس کم ہوں یا زیادہ ۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ۔ بہر حال سب کو اس غزوہ میں شریک ہونا ہے ۔ سدی نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر بہت شاق گزرا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرمادیا اور یہ آیت نازل فرمائی ۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ توبہ (۹۱)

کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں پاتے ان پر کوئی حرج نہیں جب اللہ اور اسکے رسول کیلئے خیر خواہ ہوں ۔

178

بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ ص ۳۹۶

کافر مسلمان کو قتل کرے پھر اسلام لائے اور ٹھیک ٹھاک رہے۔ اس کے بعد قتل کر دیا جائے۔

حدیث ۱۵۴۳

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰی رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا

کہ اللہ عزوجل دو شخصوں کو دیکھ کر اپنی شان کے مطابق ہنستا ہے۔ ان میں سے ایک نے

الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی

دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہوگئے۔ ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں لڑے اور

الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ ؎

شہید کر دیا جائے پھر اللہ قاتل کو توبہ کی توفیق دے (کہ وہ مسلمان ہو جائے) پھر شہید کر دیا جائے۔

حدیث ۱۵۴۴

اَخْبَرَنِی عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحُوْهَا

کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور خیبر میں تھے مسلمان خیبر فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی

تشریحات ۱۵۴۴،۳

يضحك الله۔ ہنسی کسی پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب وہ خوشی سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی جانب جائز نہیں۔ یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی رضا۔

بعض بنی سعید بن العاص اس سے مراد حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انھوں نے غزوۂ احد میں ابن قوقل کو شہید کیا تھا۔ یہ انصاری بزرگ تھے۔ ان کا نام نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم ہے۔ حضرت ابان حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ بہت مشہور مجاہد صحابی ہیں۔ شام کی فتوحات میں انھوں نے بہت نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یرموک یا

؎ نسائی جہاد۔ نعوت۔

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُسْهِمْ

حصہ دیجئے تو بنی سعید بن عاص کے ایک شخص نے کہا۔ اس کو حصہ نہ دیں یا رسول اللہ! تو ابو ہریرہ

لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ

نے کہا۔ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ سعید بن عاص کے بیٹے نے کہا۔ اس جانور پر تعجب ہے۔ جو ضان پہاڑی کی چوٹی

الْعَاصِ وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَانٍ يَنْعٰى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ

سے اترا ہے۔ اور مجھے ایک مسلمان کے قتل کرنیکا طعن دیتا ہے حالانکہ اللہ نے اسے میرے ہاتھ شہادت سے سرفراز

اَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَسْهَمَ لَهٗ اَوْلَمْ يُسْهِمْ لَهٗ۔[عہ]

فرمایا اور اس کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہیں فرمایا۔ عنبثہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ حضرت ابو ہریرہ کو حضور نے حصہ دیا یا نہیں۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ ص۳۹۷ جس نے روزے پر غزوے کو ترجیح دی۔

حدیث ۱۵۴۵

حَدَّثَنَا ثَابِتُ نِ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا يَصُوْمُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

زمانے میں جہاد کی وجہ سے ابو طلحہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال

اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ کے ساتھ حضرت ابان کو نجد کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ خیبر کی فتح کے بعد خیبر ہی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابان کو دیکھ کر حضرت ابو ہریرہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ انھیں مال غنیمت سے حصہ نہ دیں۔ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اس پر حضرت ابان نے وہ کہا جیسا کہ مغازی میں ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابان نے حصہ طلب کیا تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ ان کو حصہ نہ دیں۔ سب روایتوں پر نظر رکھنے کے بعد سب میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے بھی حصہ طلب کیا ہوگا۔ اور حضرت ابان نے بھی، غالباً پہلے حضرت ابان نے طلب کیا، حضرت ابو ہریرہ نے عرض کیا کہ انکو حصہ نہ دیا جائے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے حصہ طلب کیا ہوگا تو حضرت ابان نے کہا ہوگا کہ ان کو حصہ نہ دیا جائے۔ انھوں نے جہاد ہی کہاں کیا ہے کہ مال غنیمت

عہ ثانی مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۸

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ اَرَہٗ

ہوگیا تو یوم فطر اور اضحیٰ کے علاوہ میں نے ان کو روزہ چھوڑتے ہوئے

یُفْطِرُ اِلَّا یَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰی۔

کبھی نہیں دیکھا۔

بَابُ الشَّہَادَۃِ سَبْعٌ سِوَی الْقَتْلِ ص۳۹۷ راہ خدا میں مارے جانے کے علاوہ سات قسم کی شہادت اور ہے۔

حدیث ۱۵۴۶

عَنْ حَفْصَۃَ بِنْتِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّاعُوْنُ شَہَادَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ

طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

کے مستحق ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فلا ادری اسھم لہ[۱] لیکن مغازی میں مذکور ہے کہ فلم یقسم لھم۔ کہ انھیں حصہ نہیں دیا۔

تشریح ۱۵۴۵ مراد یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ نفل روزے نہیں رکھتے تھے۔ تاکہ قوت باقی رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب اسلام پورے عرب میں پھیل گیا اور مجاہدین کی کثرت ہوگئی تو وہ مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ حدیث میں صرف یوم فطر اور یوم اضحیٰ کا استثناء ہے حالانکہ ایام تشریق کے بھی روزے رکھنا منع ہے۔ اَقُوْلُ۔ ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت مختلف فیہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی رہا ہو کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع نہیں۔

تشریحات ۱۵۴۶ حضرت امام بخاری نے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کی یہ حدیث ذکر فرمائی کہ شہداء پانچ ہیں۔ مطعون، ڈوب کر مرنے والا۔ دب کر مرنے والا۔ راہ خدا میں شہید۔ مبطون۔ کتاب الجنائز میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے کہ پانچ ہی میں حصر نہیں۔

مطابقت باب یہ ہے کہ راہ خدا میں مارے جانے والے کے علاوہ شہداء سات ہیں باب کے ضمن میں جو حدیثیں ذکر کیں ان میں صرف چار مذکور ہیں۔ غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ شہادت راہ خدا میں قتل ہی میں منحصر نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ اور مزید بھی ہیں۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں سات مزید مذکور ہے۔ جیسا کہ امام مالک[۱] نے موطا میں ان چار کے علاوہ۔ نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا۔ جل کر مرنے والا۔ جو عورت بچے کی پیدائش میں مرے۔

مہ ثانی الطب باب ما یذکر فی الطاعون ص۸۵۳ مسلم جہاد لہ جنائز باب النہی عن البکاء علی المیت ص۸۵

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُوْلِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ (الی قولہ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا) النساء (۹۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر۔ وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد میں بیٹھ رہیں اور جو راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے اللہ نے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جہاد کرنیوالوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

حدیث ۱۵۴۷

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا فَجَاءَ بِکَتِفٍ فَکَتَبَھَا۔ شَکٰی ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ ضَرَارَتَہٗ فَنَزَلَتْ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُوْلِی الضَّرَرِ۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ آیہ کریمہ لا یستوی القاعدون من المومنین جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلایا وہ شانہ لیکر آئے اور اسے لکھا۔ اور ابن ام مکتوم نے اپنی آنکھوں کی سفیدی کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر۔

حدیث ۱۵۴۸

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْلٰی عَلَیْہِ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاھِدُوْنَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی نے کہا میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا میں اس کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا تو اس نے ہم کو خبر دی کہ زید بن ثابت نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے یہ آیت لکھوائی، لا یستوی القاعدون من المومنین و المجاھدون فی سبیل اللہ۔ حضور لکھوا ہی رہے تھے کہ

عہ ثانی تفسیر النساء باب لا یستوی القاعدون من المومنین ص۶۶۱ فضائل القرآن باب کاتب النبی ص۷۴۶ مسلم جہاد۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَجَاءَہٗ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَھُوَ یُمِلُّھَا عَلَیَّ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

ابن ام مکتوم آئے اور یہ عرض کیا۔ یارسول اللہ اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو جہاد کرتا

لَوْ اَسْتَطِیْعُ الْجِہَادَ لَجَاھَدْتُ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ

اور وہ نابینا تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر اتارا " غیر اولی الضرر "

وَفَخِذُہٗ عَلٰی فَخِذِیْ فَثَقُلَتْ عَلَیَّ حَتّٰی خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِیْ ثُمَّ سُرِّیَ

اور حضور کی ران میری ران پر تھی مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری ران

عَنْہُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ غَیْرُ اُوْلِی الضَّرَرِ[1]

ٹوٹ نہ جائے پھر حضور سے نزول وحی کی کیفیت ختم ہوگئی۔

بَابُ التَّحْرِیْضِ عَلَی الْقِتَالِ وَقَوْلِ اللّٰہِ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ انفال (۶۵)

جہاد کیلئے ابھارنا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر (اے غیب کی خبریں دینے والے) مسلمانوں کو جہاد پر ابھارو

حدیث ۱۵۴۹

عَنْ حُمَیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خندق کی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ یَحْفِرُوْنَ

جانب تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین و انصار صبح کے وقت جاڑے میں

تشریحات ۱۵۴۷، ۸

یعنی پہلے صرف آیت کریمہ کا یہ حصہ نازل ہوا تھا۔ لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ ۔ جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے یہ عرض کیا کہ اگر مجھے جہاد کی استطاعت ہوتی تو میں جہاد کرتا تو قاعدون کے بعد غیر اولی الضرر کا اضافہ ہوا اس حدیث کی سند میں خاص بات یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی، مروان سے روایت کرتے ہیں جو تابعی ہے۔

تشریحات ۱۵۴۹

یہ حدیث مختلف ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑے سے تغیر و تبدل اور

[1] ثانی تفسیر لایستوی القاعدون ص ۶۶۰

فِی غَدَاۃٍ بَارِدَۃٍ وَلَمْ یَکُنْ لَھُمْ عَبِیْدٌ یَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَھُمْ فَلَمَّا رَأَی مَا بِھِمْ

خندق کھود رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا کام کرتے جب حضور نے ان پر

مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ — فَاغْفِرِ

تکان اور بھوک کا اثر دیکھا تو فرمایا۔ بیشک اے اللہ اچھی زندگی آخرت کی زندگی ہے

لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ — فَقَالُوْا مُجِیْبِیْنَ لَہٗ شعر

انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ تو ان لوگوں نے جواب میں عرض کیا۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا — عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا[1]

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ جہاد پر بیعت کی ہمیشہ ہمیش کیلئے جب تک جئیں۔

الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کسی میں یہ ہے کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا۔ اللّٰھم لاعیش الاعیش الاٰخرۃ اور صحابہ کرام نے وہ جواب دیا اور کسی میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ کرام نے پہلے یہ عرض کیا۔ نحن الذین بایعوا محمدا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا۔ کسی میں فاغفر کے بجائے فاکرم ہے۔ اور کسی میں اَصْلِحْ ہے۔ کسی میں لاعیش کی جگہ لاخیر الاخیر الاٰخرۃ ہے۔ مغازی میں یہ زائد ہے کہ تنگ دستی کا عالم یہ تھا کہ ایک لپ جو لایا جاتا جسے بودار سالن میں پکایا جاتا تو لوگ اسی کو کھاتے حلق سے اترتا نہیں گر بھوک کی شدت کی وجہ سے لوگ اسے کسی نہ کسی طرح نگلتے۔ حدیث میں اھالۃ۔ آیا ہے۔ اس سے مراد کوئی بھی تر چیز جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے۔ خواہ وہ روغن زیتون ہو یا گھی یا چربی یا کچھ اور۔

مطابقت باب اس حدیث میں صراحۃً اگرچہ صرف ترغیب ہے لیکن حقیقت میں ترغیب کے ساتھ ساتھ تحریض بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں تشریف لے جانا اور وہ ایمان افروز شعر پڑھنا کتنی بڑی تحریض ہے یہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

تشریحات غزوۂ خندق شوال ۵ھ میں واقع ہوا تھا۔ قریش نے عرب کے مختلف قبائل

۱۵ ۵۰

[1] باب حفر الخندق ص ۳۹۸ البیعۃ فی الحرب ص ۴۱۵ مناقب الانصار باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۳۵ مغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۸ رقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاعیش الا عیش الاٰخرۃ ص ۹۴۹ کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس ص ۱۰۶۹ نسائی مناقب، رقاق

بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ ص ۳۹۸ خندق کھودنا

حدیث ۱۵۵۰

عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ یَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ وَارَی التُّرَابُ بَیَاضَ بَطْنِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ۔ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا۔ فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا۔ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا۔ اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا۔ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا ؎

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوم احزاب دیکھا کہ مٹی ڈھوتے تھے اور دھول نے حضور کے شکم پاک کی سفیدی کو ڈھک لیا تھا۔ اور حضور فرماتے تھے (اے اللہ) اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر سکینہ نازل فرما۔ اگر دشمنوں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو قدم کو ثابت رکھ۔ ان لوگوں نے ہم پر زیادتی کی ہے وہ جب ہم کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم اس سے انکار کر دیتے ہیں۔

مثلاً بنی غطفان وغیرہ اور مدینہ طیبہ کے بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ پر اس نیت سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زندہ نہ چھوڑیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے مدینے کا جو رخ خالی تھا ادھر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کے ساتھ خود بھی خندق کھودتے تھے۔ چوبیس دن تک مدینہ طیبہ کا شدید محاصرہ رہا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت شدت اٹھانی پڑی۔ خود قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ سختی کی شدت کی وجہ سے دل حلق تک آ گئے۔ لیکن خود محاربین میں بد دلی پیدا ہوئی اللہ پھوٹ پڑ گئی پھر سخت آندھی آئی وہ بھی ایسی آندھی کہ قریش کے کیمپ میں چولھے الٹ گئے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے رسیاں توڑا توڑا کر بھاگے۔ لیکن مجاہدین اسلام کے کیمپ میں چراغ جلتے رہے۔ اس سے گھبرا کر محاصرین لوٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی۔ تو ارشاد فرمایا۔ الآن نغزوھم ولا یغزون

؎ اس سے متصل پہلے۔ باب الرجز فی الحرب ص ۴۲۵ ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۹ قدر باب قولہ وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ص ۹۷۹ تمنی باب قول الرجل لولا اللہ ما اھتدینا ص ۱۰۷۴۔ مسلم مغازی۔ نسائی سیر۔

بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ ص ۳۹۸ جسے عذر نے غزوے سے روک دیا

حدیث ۱۵۵۱

حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَجَعْنَا عَنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ اِنَّ اَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ہم غزوہ تبوک سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔ دوسری سند کے ساتھ یوں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تھے تو فرمایا: کچھ لوگ مدینے میں ہمارے پیچھے رہ گئے، ہیں ہم جس گھاٹی یا نالے میں چلے وہ ہمارے ساتھ تھے ان کو عذر نے روک لیا تھا۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص ۳۹۸ راہ خدا میں روزے کی فضیلت

حدیث ۱۵۵۲

اَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ وَّسُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ایک دن راہ خدا میں روزہ رکھا

علینا۔ اب ہم ان پر چڑھ کر جائیں گے وہ ہم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے اور یہی ہوا۔

یہ اشعار جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھے تھے۔ لولا انت ما اھتدینا۔ حقیقت میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

تشریحات ۱۵۵۱ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ خلوص دل سے غزوہ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر بیماری یا سفر کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے جس پر انھیں افسوس بھی رہا۔ یہ لوگ ثواب میں ہمارے شریک ہیں جیسا کہ حدیث مشہور میں فرمایا۔ لکل امرئ مانوی۔ ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

عہ ثانی مغازی باب ص ۶۳۷

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ

تو اللہ اس کو جہنم سے ستر سال کی دوری پر رکھے گا۔

بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا ؎

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ ص ۳۹۸ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

حدیث ۱۵۵۳

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ فرمایا کہ جو شخص ایک جوڑا اللہ کے راستہ

تشریحات ۱۵۵۲

ستر سال کا ذکر بطور مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسے جہنم کے قریب بھی نہیں لے جائے گا بہت دور رکھے گا اور معنی حقیقی بھی مراد ہو تو بھی کوئی بعید نہیں۔ وجہ سے ذات مراد ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ معنی حقیقی مراد ہو جب چہرہ جہنم سے دور ہوگا تو اسے لازم کہ بقیہ جسم بھی دور ہو۔ سبیل اللہ سے مراد جہاد بھی ہو سکتا ہے اور ہر وہ سفر جو اللہ کے لئے کیا جائے۔ مثلاً علم دین کی طلب۔

ہم نے سبعین کے بارے میں کہا کہ اس کا ذکر بطور مبالغہ ہے۔ مراد بہت زیادہ دوری ہے اس لئے کہ نسائی کی حدیث میں جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور طبرانی کی حدیث میں جو حضرت عمرو بن عنبسہ اور عبد اللہ بن سفیان سے مروی ہے، مأۃ عام ہے۔ اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں خمس مائۃ عام ہے۔ اور ترمذی میں حضرت ابوامامہ کی حدیث میں ہے۔ کما بین السماء والارض بعض میں یہ ہے کہ تیز رفتار گھوڑے کی چال سے سو سال کی دوری بعض میں یہ ہے کہ اتنی دوری فرما دے گا کہ کوا بچپنے سے اڑے یہاں تک کہ مر جائے۔ ان سب میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ بہت زیادہ دوری مراد لی جائے۔

ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد نفل روزہ ہے اور بعض روایتوں میں فرض روزوں کا بھی ذکر ہے اس تقدیر پر سبیل اللہ سے کسی بھی خیر کی طلب میں سفر کی حالت مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تشریحات ۱۵۵۳

فُلُ۔ خطابی نے کہا کہ فلاں کی ترخیم ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اگر ترخیم ہوتی تو اے فلا ہوتی

؎ مسلم زکوٰۃ ترمذی جہاد۔ نسائی ابن ماجہ صوم۔

دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَىْ فُلْ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

میں خرچ کرے گا اسے جنت کے ہر دروازہ کے خازن بلائیں گے۔ اے فلاں ادھر آ۔ حضرت ابوبکر

ذَالِكَ الَّذِىْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَرْجُوْ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسے کوئی پریشانی نہ ہوگی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ [عہ]

میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہوگے۔

بَابُ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ۔ ص ۳۹۸

جس نے کسی غازی کو سامان دیا یا اس کے بعد اس کے اہل و عیال کی خبرگیری کی

حدیث ۱۵۵۴

حَدَّثَنِىْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے سامان مہیا کیا بلاشبہ اس نے جہاد کیا اور

خَلَفَ غَازِيًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا [عہ]

جس نے راہ خدا میں جہاد کرنے والے کے اہل و عیال کی خیر کے ساتھ خبرگیری کی اس نے جہاد کیا۔

حدیث ۱۵۵۵

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ

تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا

میں کسی کے گھر نہیں تشریف لے جاتے تھے۔ سوائے ام سلیم کے گھر کے یا اپنی ازواج کے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اصل میں فلان تھا۔ الف اور نون کو بغیر ترخیم کے حذف کر دیا گیا۔ سیبویہ نے کہا کہ صیغہ مرتجل ہے ندا کے لئے اسے لام کے ضمہ اور سکون دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ فتحہ بھی

عہ مسلم زکوۃ　عہ مسلم ترمذی ابوداؤد، نسائی۔

بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّىْ اَرْحَمُهَا

اس بارے میں حضور سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ میں اس پر مہربانی کرتا ہوں۔ اس کا بھائی

قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِىَ ؎

میرے ساتھ شہید کیا گیا۔

بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ ص۳۹۹ لڑائی کے وقت خوشبو لگانا

حدیث ۱۵۵۶ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ قَالَ وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ اَتٰى اَنَسٌ

موسیٰ بن انس نے یوم یمامہ کا تذکرہ کیا۔ کہا۔ کہ حضرت انس

ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ فَقَالَ يَا عَمِّ مَا يَحْبِسُكَ

حضرت ثابت بن قیس کے پاس آئے اور وہ اپنی رانوں کو کھولے ہوئے خوشبو مل رہے

اَنْ لَّا تَجِيْءَ قَالَ الْآنَ يَا ابْنَ اَخِىْ وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِىْ مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ جَاءَ

تھے۔ حضرت انس نے ان سے کہا اے چچا آپ کو کس چیز نے روک دیا کہ ہمارے ساتھ جہاد میں

مروی ہے۔ کُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ۔ یہاں ترکیب میں قلب ہے۔ اصل میں تھا خزنۃ کل باب، یہ حدیث کتاب الصوم میں گزرچکی ہے۔

تشریحات ۱۵۵۵ ابھی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے گھر بھی جایا کرتے تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ کثرت سے نہیں جاتے تھے۔ ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحان بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ جیساکہ ابھی گزرا۔ اس تقدیر پر معی سے مراد میرا لشکر ہے۔ یا میری حمایت یا میری طاعت ہے۔

تشریحات ۱۵۵۶ جنگ یمامہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۱ھ کے اواخر اور ۱۲ھ کے شروع میں مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھی چالیس ہزار تھے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انصار کا جھنڈا حضرت زید بن ثابت بن قیس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ جنگ بہت سخت اور خونریز ہوئی۔ یہاں تک کہ کچھ دیر کے لئے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے، پھر حضرت خالد بن ولید کی تدبیر اور شجاعت کی بدولت مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ مسیلمہ مارا گیا۔ اس کے ساتھیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اکیس ہزار

؎ مسلم فضائل۔

فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ اِنْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وَّجُوْهِنَا

نہیں گئے۔ فرمایا۔ اے بھتیجے ابھی چلتا ہوں اور خوشبو ملنے لگے۔ پھر آئے اور مجاہدین میں بیٹھے۔ حضرت انس نے

حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اپنی حدیث میں لوگوں کے منتشر ہونے کا ذکر کیا۔ اور اشارہ کر کے بتایا ایسے اپنے چہروں سے یہاں تک کہ ہم

وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُّمْ اَقْرَانَكُمْ۔

قوم سے دو بدو لڑتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایسے نہیں کیا کرتے تھے۔ تم نے اپنے ساتھیوں کو بری بات کا عادی بنا دیا ہے۔

بنو حنیفہ مارے گئے جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے۔ مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ ساڑھے چار سو صحابہ حفاظ اس جنگ میں شہید ہوئے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین اس وقت جب کہ مسلمانوں میں کچھ انتشار پیدا ہو گیا تھا سب سے الگ ہو کر اپنے بدن پر خوشبو مل رہے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

یا عم حضرت انس نے ان کو چچا اس بنا پر کہا کہ ان سے زیادہ معمر تھے۔ حقیقی چچا نہیں تھے حضرت انس قبیلہ اوس سے تھے۔ اور یہ قبیلہ خزرج سے۔

یعنی من الحنوط راوی نے یہ تفسیر اس لئے کر دی تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حیاطت وغیرہ سے مشتق ہے۔

ھٰکذا عن وجوھنا ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے کہ لوگو ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ میں دشمن سے لڑوں۔

ماھٰذا کنا نفعل یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ بھی ہوتا ہم اپنی صف سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ایسا نہیں تھا جیسا تم نے کیا۔ کہ دشمن کی طاقت و قوت دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔

بئس ماعودتم یعنی پیچھے ہٹ کر تم نے دشمن کو یہ حوصلہ دیا کہ تم پر حملہ کریں۔ یہ عادت اچھی نہیں۔ کچھ بھی ہو میدان جنگ میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔

کرامت ابن سعد، طبرانی، حاکم نے حضرت انس ہی سے یہ روایت کی ہے کہ جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن شماس کفن کے دو سفید کپڑے پہن کر اور خوشبو مل کر آئے۔ اور مسلمانوں کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ انھوں نے کہا۔ اے اللہ! مشرکین نے جو کچھ کیا ہے اس سے میں بیزار ہوں اور مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے اس سے میں معذرت خواہ ہوں پھر فرمایا ہمارے اور ان کے درمیان سے تھوڑی دیر کے لئے ہٹ جاؤ۔ پھر آگے بڑھ کر حملہ فرمایا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر بہت عمدہ زرہ تھی۔ جس کو ایک مسلمان نے اتار لیا۔ حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب دکھایا کہ وہ فلاں جگہ کاٹھی کے نیچے ہانڈی میں ہے۔ تلاش کی گئی تو وہ زرہ وہیں ملی انھوں نے خواب میں کچھ وصیت بھی کی تھی جسے لوگوں نے پوری کیا۔

بَابُ فَضْلِ الطَّلِيْعَةِ ص۳۹۹ جاسوسی کے دستوں کی فضیلت

حدیث ۱۵۵۷

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احزاب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا

فرمایا۔ کون قوم کی خبر لائے گا تو زبیر نے کہا۔ میں۔ پھر فرمایا کون قوم کی خبر لائے گا تو زبیر نے

ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّاتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کہا۔ میں۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ہر نبی کے کچھ مخصوص معاون ہوتے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ [1]

میرا مخصوص معاون زبیر ہے۔

مسیلمہ کذاب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ رفتہ رفتہ بہت قوت پکڑ گیا تھا۔ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کی گوشمالی کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لئے بھیجا۔ اور اللہ کی مدد سے مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ اور اس کے سب ساتھی یا تو مارے گئے یا مسلمان ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جس نے اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کر دیا۔

تشریحات ۱۵۵۷ اس کے بعد والی حدیث میں ہے ندب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ندب کے معنی کسی اہم کام کے لئے بلانا۔ اس حدیث میں دوبار آواز دینے کا ذکر ہے اور روایات میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار پکارا تھا اور ہر بار حضرت زبیر ہی نے جواب دیا اور کوئی نہیں بولا۔ اس حدیث میں قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں جیسا کہ نسائی میں ہے۔ کہ جب بنی قریظہ کی شرارتوں کی اطلاع حضور کو ملی تو حضور نے یہ فرمایا اور حضرت زبیر تنہا ان میں گئے اور ان کے احوال کی اطلاع دی۔

حواری یعنی خصوصی معتمد ساتھی معاون۔ یہ تحویر سے بنا ہے جس کے معنی سفید کرنا ہے۔ یہ اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلص اصحاب کا لقب ہے۔ یہ لوگ دھوبی تھے۔ ازہری نے کہا

[1] باب ہل یبعث الطلیعۃ وحدہ ص۳۹۹ باب السیر وحدہ ص۴۲۰ باب مناقب الزبیر ص۵۲۷ ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۹۰ اخبار الآحاد باب بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الزبیر وحدہ ص۱۰۷۵ مسلم فضائل ترمذی مناقب، نسائی مناقب وسیر ابن ماجہ السنۃ۔

بَابُ اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ - ص ۳۹۹

گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک وابستہ ہے۔

حدیث ۱۵۵۸

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخَیْلُ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

فرمایا۔ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر ہے۔

حدیث ۱۵۵۹

عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

عروہ بن جعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ [2]

وسلم نے فرمایا۔ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر وابستہ کردیا گیا ہے۔

حدیث ۱۵۶۰

عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَرَکَۃُ فِیْ نَوَاصِیِ الْخَیْلِ [3]

فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

کہ حواری انبیاء کرام کے انتہائی مخلص احباب کو کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ حواری کے معنی وزیر کے ہیں حواری کی جب اضافت یائے متکلم کی جانب کی جائے گی تو یا حذف ہوجائے گی۔ اس صورت میں ایک جماعت نے کہا کہ یا کو فتحہ پڑھا جائے گا۔

تشریحات ۱۵۵۹، ۶۰ اس کے بعد والے باب میں عروہ بن جعد بارقی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی وابستہ ہے قیامت تک۔ ثواب اور غنیمت۔ مناقب میں انکی حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ میں نے ان کے گھر میں ستر گھوڑے دیکھے۔

قال سلیمان اس کے ذکر سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ بطریق سلیمان عن شعبہ جو روایت ہے

[1] المناقب باب ص ۵۱۴ [2] باب الجہاد ماض مع البر والفاجر ص ۳۹۹ المناقب باب ص ۵۱۵ [3] مسلم مغازی

بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ص ۴۰۰

جس نے راہ خدا میں گھوڑے کو رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو۔ انفال (۶۰)

حدیث ۱۵۶۱ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللهِ إِيمَانًا بِاللهِ وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ فَإِنَّ شِبْعَهُ وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھوڑا پالا اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کو سچا جانتے ہوئے۔ تو اس گھوڑے کا کھانا پینا لید اور پیشاب قیامت کے دن اس کی میزان میں ہوں گے (یعنی حسنات کے)

بَابُ اِسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ ص ۴۰۰ گھوڑے اور گدھے کا نام۔

حدیث ۱۵۶۲ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ وَقَالَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمارے باغ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام لُحَیف تھا اور بعضوں نے کہا۔

اس میں عروہ کے باپ کا نام بجائے الجعد کے ابو الجعد ہے۔ اسی طرح بطریق مسدد عن ہیثم عن حصین، شعبی کی روایت میں ابن ابی الجعد ہے۔

نواصی ناصیہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اس بال کے ہیں جو سر کے اگلے حصہ پر ہوتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ
علق (۱۵) (۱۶)

ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی، جھوٹی خطا کار۔

؎ نسائی: الخیل۔

بَعْضُهُمُ اللُّخَيْفُ بِالْخَاءِ -

لخیف تھا - خا کے ساتھ -

حدیث ۱۵۶۳

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ -

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جس کا نام عیفر تھا -

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ ص ۴۰۶ گھوڑے کی نحوست کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا -

حدیث ۱۵۶۴

اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الشُّؤْمُ فِيْ ثَلٰثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا - نحوست تین چیزوں میں ہے - گھوڑے ، عورت اور گھر میں -

تشریحات ۱۵۶۱ ، ۲

ابن مندہ نے ذکر کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین گھوڑے حضرت سہل کے والد سعد بن سعد کے یہاں تھے - ان میں ایک کا نام لزار تھا - دوسرے کا نام ظرب اور تیسرے کا نام لخیف تھا - اس میں چار روایتیں ہیں - لحیف فعیل کے وزن پر - تصغیر کے ساتھ لُحَیف - لخیف خائے معجمہ کی ساتھ - لُخَیف تصغیر کے ساتھ - بلکہ ابن اثیر نے نہایہ میں خائے معجمہ کی جگہ جیم روایت کیا ہے -

تشریحات ۱۵۶۴

عُفَیر، عَفَر کی تصغیر ہے - اس کا مادہ عفرۃ ہے - جس کے معنی وہ سرخی ہے جس میں سفیدی ملی ہوئی ہو - اسے مقوقس والی مصر نے تحفہ میں دیا تھا - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا جسے خروہ بن عمرو نے نذر کیا تھا -

تشریحات ۱۵۶۴، ۵

تحقیق یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث خود بخاری ہی میں کتاب النکاح میں بطریق محمد بن منہال یوں ہے کہ لوگوں نے حضور اقدس

[1] ثانی النکاح باب ما یتقی من شؤم المرأۃ ص ۷۶۳ طب باب الطیرۃ ص ۸۵۵ باب لا عدوی ص ۸۵۹ مسلم طب نسائی عشرۃ النساء -

179

حدیث ۱۵۶۵

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ ـــہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔

بَابُ الرُّكُوْبِ عَلٰى دَابَّةٍ صَعْبَةٍ وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ ص۴۰۱ شریر جانور اور نر گھوڑے پر سوار ہونا

ت ۵۵۷

قَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ الْفُحُوْلَةَ لِاَنَّهَا اَجْرٰى
راشد بن سعد نے کہا کہ سلف نر گھوڑے پر سوار ہونے کو پسند کرتے تھے۔ اسلئے

وَاَجْسَرُ۔
کہ تیز رو اور زیادہ جری ہوتا ہے۔

بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ ص۴۰۱ گھوڑے کے حصے کا بیان

ت ۵۵۸

وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنِ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عربی گھوڑے اور ترکی گھوڑے کے لیے حصہ دیا جائے گا اسلئے

وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَلَا يُسْهَمُ لِاَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ۔
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ تم گھوڑے خچر گدھے پر سوار ہو (نحل ۸) اور ایک سے زیادہ گھوڑے کا حصہ نہیں دیا جائیگا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور نحوست کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھوڑے اور عورت اور گھر میں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں جو کتاب الطب میں مروی ہے۔ شروع میں یہ زیادہ ہے۔ لا عدوی ولا طیرہ، مرض کا چھوت چھات اور بدفالی نہیں۔

تشریح ۵۵۸ مجاہد کے ساتھ سواریاں ہوں تو ان سواریوں کا مزید حصہ ان کو ملے گا یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ گھوڑے کو مزید ایک حصہ ملے گا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ترکی گھوڑا ہو تو اس کا بھی حصہ ملے گا۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ کہ ترکی گھوڑے کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی نے فرمایا۔ کہ خچر، گدھے اونٹ کا کوئی حصہ نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ گھوڑے

ــہ ثانی النکاح ما یتقی من شئوم المرأۃ ص۷۶۳۔

بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْحَرْبِ ص۴۰۱ جو لڑائی میں دوسرے کی سواری کو لے کر چلا

حدیث ۱۵۶۶

عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ اِنَّ هَوَازِنَ كَانُوْا قَوْمًا رُمَاةً وَاِنَّا لَمَّا لَقِيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوْا فَاَقْبَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُوْنَا بِالسِّهَامِ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاِنَّ اَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ؛ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ـ سه

ابو اسحٰق (سبیعی) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ کیا غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تم لوگ بھاگ گئے تھے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ٹلے نہیں تھے۔ ہوازن تیر انداز قوم تھی ہمارا ان کا جب آمنا سامنا ہوا۔ تو ہم نے ان پر حملہ کیا اور وہ بھاگ گئے۔ مسلمان غنیمت پر لوٹ پڑے اور ہوازن نے ہم پر تیر برسانا شروع کیا (اس وقت مسلمان منتشر ہو گئے) لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔ میں نے اس وقت حضور کو دیکھا اور حضور اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارث خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ میں نبی برحق ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

کے سوار کے لئے تین حصے اور اونٹ سوار کے لئے دو حصے۔ جمہور ائمہ امام مالک اور امام اعظم اور امام شافعی نے فرمایا کہ گھوڑے کے لئے ایک حصہ ہے۔ یعنی گھوڑے کے سوار کو دو حصے ملیں گے۔ ایک اس کا اور ایک اس کے گھوڑے کا لیکن ایک سے زیادہ اگر گھوڑے ہوں تو ان کا مزید حصہ نہیں ملے گا۔ امام اوزاعی امام ثوری امام احمد امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دو گھوڑوں کے لئے بھی دو حصے ہیں۔

سه باب بغلة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم البيضاء ص۴۰۲ من صف اصحابه عند الهزيمة ص۴۱۰ من قال خذها وانا ابن فلان ص۴۲۸ ثاني مغازي باب قول الله تعالىٰ ويوم حنين ص۶۱۷ تین طریقے سے مسلم۔

بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۴۰۲ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بیان

ب ۵۵۹

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ کو قصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

حدیث ۱۵۶۷

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ۔ قَالَ حُمَيْدٌ أَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا جس سے کوئی اونٹنی آگے نہیں نکلتی۔ راوی حدیث حمید کہتے ہیں۔ آگے بڑھنے کے

تشریحات ۱۵۶۶

انبیاء کرام کی یہی شان ہے کہ وہ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور پیچھے قدم نہیں ہٹاتے۔ اسلئے کہ وہ سب سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں اور اللہ کے وعدہ پر انھیں مکمل یقین ہوتا ہے۔ شہادت اور اللہ کی لقا کی انھیں سب سے زیادہ آرزو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ علما نے لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ کوئی نبی جہاد سے بھاگا۔ وہ کافر ہے۔ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی کی توہین ہے۔

غزوہ حنین میں بکثرت فتح مکہ کے نومسلم اور بہت سے مولفۃ قلوب مال غنیمت کی لالچ میں شریک ہوگئے تھے۔ جب ہوازن کے تیروں کی باڑھ پڑی تو وہ بھاگ پڑے۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھا کہ اس وقت اپنی جگہ کھڑا رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس لئے وقتی طور پر تیروں کی زد سے بچنے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے آڑ میں ہوگئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رنگ دیکھ کر حضرت عباس سے فرمایا کہ تم مہاجرین، انصار اور بیعت رضوان والوں کو پکارو انھوں نے جب پکارا تو فوراً بلا تاخیر صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوگئے اور محاذ سنبھال کر جب دوبارہ حملہ کیا تو ہوازن اور ثقیف کو بھاگتے ہی بنی۔

تشریحات ۱۵۶۷

قصواء عضباء جدعاء۔ یہ تینوں ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں۔ یا یہ الگ الگ اونٹنیاں تھیں۔ امام واقدی کی رائے یہ ہے کہ یہ تینوں ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں۔ یہ وہی اونٹنی ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَجَاءَ اَعْرَابِیٌّ عَلٰی قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی عَرَفَهٗ فَقَالَ

قریب بھی نہیں ہوئی تھی، ایک اعرابی ایک اونٹنی پر سوار ہوکر آیا اور یہ عضباء سے آگے بڑھ گئی۔ یہ مسلمانوں پر

حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ لَّا یَرْتَفِعَ شَیْءٌ مِّنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَهٗ[۱]

بہت شاق ہوا جسے حضور نے پہچان لیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں جو بھی بلند ہوتا ہے اسے نیچا دکھائے۔

بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ ص ۴۰۳ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رہ کر جہاد کرنا

حدیث ۱۵۶۸

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ غزوہ احد میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ رَاَیْتُ عَائِشَةَ

علیہ وسلم کے اردگرد سے منتشر ہوگئے۔ اور میں نے عائشہ بنت ابو بکر اور ام سلیم کو دیکھا کہ اپنے

بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ وَاُمَّ سُلَیْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ

دامن سمیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کے پا زیب کو دیکھا تیزی سے مشکیں بھر کر لاتی ہیں اور

الْقِرَبَ وَقَالَ غَیْرُهٗ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰی مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ

ابو معمر کے غیر نے کہا۔ اپنی پیٹھوں پر مشکیں ڈھو رہی ہیں اور مجاہدین کو پانی پلا رہی ہیں پھر

تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ[۲]

لوٹ کر بھر کر لاتی ہیں اور مجاہدین کو پلاتی ہیں۔

سے خریدا تھا۔ اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جدعا ایک الگ اونٹنی تھی۔ یہ سفید رنگ کی تھی جس میں سیاہی ملی ہوئی تھی۔ نزول وحی کے وقت سوائے اس کے کوئی اونٹنی حضور کا بار نہیں اٹھا سکتی تھی

تشریحات ۱۵۶۸ اس حدیث سے نیز دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عہد رسالت میں عورتیں مجاہدین کے ساتھ رہتیں اور ان کی خدمت کرتیں۔ مثلاً پانی پلاتیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی

[۱] ثانی الرقاق باب التواضع صـ۹۶۲ نسائی جلد دوم الخیل باب السبق صـ۱۲۵ ابو داؤد ثانی الادب باب باب کراہیۃ الرفعۃ فی الامور صـ۱۸۳ مسند امام احمد بن حنبل ثالث صـ۱۰۳ [۲] مناقب باب مناقب ابی طلحہ صـ۵۳۳ ثانی مغازی باب اذ همت طائفتان منکم صـ۵۸۱ مسلم مغازی

بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ فِی الْغَزْوِ ص۴۰۳ غزوہ میں عورتوں کا مشک ڈھونا۔

حدیث ۱۵۶۹

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِیْ مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوْطًا
ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ چادریں مدینے

بَیْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِیْنَةِ فَبَقِیَ مِرْطٌ جَیِّدٌ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ
کی عورتوں میں تقسیم کیں۔ ایک عمدہ چادر بچ گئی تو حاضرین میں سے ایک نے کہا اے امیر المومنین! یہ رسول اللہ

اَعْطِ هٰذَا ابْنَتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ عِنْدَكَ یُرِیْدُوْنَ
کی ان صاحبزادی کو دید یجئے جو آپ کی زوجیت میں ہیں۔ ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی تھیں۔ تو

اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِیٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِیْطٍ اَحَقُّ وَاُمُّ سَلِیْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْاَنْصَارِ
حضرت عمر نے فرمایا ام سلیط اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں

مِمَّنْ بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ
نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر نے کہا کہ وہ غزوہ احد کے موقعہ پر ہمارے لئے

تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ یَوْمَ اُحُدٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ! تَزْفِرُ تَخِیْطُ ؎
مشکیں بھر کر لاتی تھیں۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا تزفر کے معنی یہ ہیں کہ وہ سیتی تھیں۔

دیکھ بھال کرتیں۔ بلکہ بہت سی ایسی شیر دل خواتین بھی تھیں کہ وقت ضرورت دشمن پر حملہ بھی کرتیں جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت صفیہ نے ایک یہودی کو مار ڈالا تھا۔

تشریحات ۱۵۶۹

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی میں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت عمر نے ان سے عقد کر لیا تھا۔ ام سلیط کا نام ام قیس بنت عبید بن زیاد بن ثعلبہ تھا۔ بنی مازن کی چشم وچراغ تھیں۔ ان کی شادی ابو سلیط بن حارثہ بن عمرو بن قیس سے ہوئی تھی یہ بنی عدی بن نجار کے فرد تھے۔ ان کو دو اولادیں ہوئیں۔ سلیط اور فاطمہ۔ یہ خیبر اور حنین میں بھی شریک ہوئی تھیں۔

تزفر تخیط امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تزفر کے معنی تخیط ہیں۔ یعنی وہ مشکیں سیتی تھیں۔ مگر شارحین نے

؎ ثانی مغازی باب ذکر ام سلیط ص۵۸۲۔

بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰی وَالْقَتْلٰی ص۴۰۳ عورتوں کا زخمیوں اور مقتولین کو منتقل کرنا

حدیث ۱۵۷۰

عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ

ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِى الْقَوْمَ وَنَخْدِمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى

کے ہمراہ جہاد کرتی تھیں۔ قوم کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ زخمیوں اور

إِلَى الْمَدِيْنَةِ ؎

شہدا کو مدینہ پہنچاتی تھیں۔

بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ ص۴۰۴ بدن سے تیر کا نکالنا۔

حدیث ۱۵۷۱

عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُمِيَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ابو عامر کو ان کے گھٹنے میں تیر لگا میں

أَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ انْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهٗ فَنَزَا مِنْهُ

ان کے پاس آیا۔ تو انھوں نے کہا۔ اس تیر کو نکالو۔ میں نے تیر نکالا۔ تو زخم سے

الْمَاءُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اللّٰهُمَّ

پانی بہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بتایا تو فرمایا

فرمایا کہ زفر کے معنی سینے کے لغت میں کہیں نہیں ملا۔ تزفر کے معنی تحمل کے ہیں۔ یعنی ڈھونے کے خصوصا بھرا ہوا مشک اٹھانا۔

تشریحات ۱۵۷۰

عورت کو یہ جائز نہیں کہ غیر محرم کو ہاتھ لگائے لیکن حالت جنگ میں جب اس کی ضرورت ہو تو اجازت ہے بلکہ علاج کے لئے بقدر ضرورت مطلقاً چھونا اور مرہم پٹی کرنا جائز ہے۔

تشریحات ۱۵۷۱

حضرت ابو عامر کا نام عبید تھا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے غزوہ اوطاس کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو درید بن صمہ کے مقابلے پر بھیجا۔ جشمی نے انھیں تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا اسی سے ان کی شہادت ہوگئی۔ زخم سے

؎ ثانی الطب باب ہل یداوی الرجل المرأۃ ص۸۴۵ نسائی۔ سیر۔

اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ عہ

اے اللہ عبید ابو عامر کو بخش دے۔

بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ص۴۰۴ راہ خدا میں جہاد کے موقع پر پہرہ دینا۔

حدیث ۱۵۷۲

اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِي عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا

رات کو جاگا کرتے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے تو فرمایا۔ میرے صحابہ میں کوئی

قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ اَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ اِذْ سَمِعْنَا

نیک شخص کاش آج رات پہرہ دیتا کہ ہم نے ہتھیار کی آواز سنی۔ حضور نے پوچھا

صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ جِئْتُ لِاَحْرُسَكَ

کون ہے یہ۔ عرض کیا میں سعد بن ابی وقاص ہوں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پہرہ دوں

پانی نکلنا اس کی علامت ہوتا ہے کہ زخمی کے بدن سے تمام خون نکل چکا ہے۔ اب یہ بچے گا نہیں۔

تشریحات ۱۵۷۲ بخاری کی اس روایت میں تھوڑی سی ترتیب بدلی ہوئی ہے اس روایت سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے راتوں کو جاگتے تھے اور مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہی صحابہ کرام نے پہرہ دینا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ ام المومنین کی مراد یہ نہیں وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے ایک رات یہ قصہ پیش آیا جیسا کہ مسلم میں ہے۔ اس لئے بخاری کی یہ روایت یوں ہونا چاہیے۔ لما قدم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المدینۃ سھر لیلۃ۔ نیز اس سے مراد مدینہ میں تشریف آوری کے بالکل ابتدائی ایام نہیں۔ اس لئے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رخصتی ۲ھ میں ہوئی تھی۔

اس پر ایک اشکال پیش کیا گیا ہے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس۔ اور اللہ آپ کی

عہ ثانی مغازی غزوہ اوطاس ص۶۱۹ دعوات باب الوضوء عند الدعاء ص۹۴۴ مسلم فضائل۔ نسائی سیر۔

وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے۔

حدیث ۱۵۷۳

عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ

کرتے ہیں کہ فرمایا۔ نامراد ہوا دینار اور درہم اور چادر اور کمبل کا غلام اگر اسے دیا جائے

وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِىَ رَضِىَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ - لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ

تو راضی ہے اور نہ دیا جائے تو راضی نہیں ــــ اسے اسرائیل اور محمد بن جحادہ نے ابو حصین

وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ اَبِىْ حُصَيْنٍ وَزَادَ لَنَا عَمْرٌو وَقَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

سے روایت کرتے ہوئے مرفوع نہیں کیا۔ اور ابو عمرو نے ہمارے لئے زیادہ کیا بطریق

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ جو روایت کی اس میں یہ ہے کہ فرمایا ناکام رہا دینار کا

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ

غلام اور درہم کا غلام اور کمبل کا غلام اگر اسے دیا جائے تو راضی ہے اور نہ دیا جائے تو ناخوش۔ یہ نامراد

عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِىَ رَضِىَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ

اور سرنگو ہوا اور اسے جب کانٹا چبھے تو نہ نکلے۔ بھلائی ہے اس بندہ کے لئے جو اپنے

لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ اس کے بعد پہرے کی کیا حاجت تھی۔ علامہ بدر الدین محمود عینی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ پہرہ دینا آیت کریمہ کے نزول سے پہلے تھا۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ مراد لوگوں کے فتنے اور شر اور اختلاف سے حفاظت ہے۔

؎ ثانی التمنی باب تولیت کذا وکذا ص۱۰۷۴ مسلم فضائل الصحابہ۔ ابو داؤد جہاد۔ ترمذی مناقب۔ مسند امام احمد بن حنبل سادس ص۱۴۱۔

وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ

گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے راہ خدا میں ہے اس کے بال الجھے ہوئے ہیں اور اس کے

رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِى الْحِرَاسَةِ كَانَ فِى الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِى السَّاقَةِ

قدم گرد آلود ہیں اگر اسے پہرے پر لگا دیا جائے تو پہرے میں ہے اور اگر فوج کے

كَانَ فِى السَّاقَةِ وَاِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ فَتَعْسًا

پیچھے رکھا جائے تو پیچھے رہتا ہے۔ اگر کسی سے اس کے گھر اندر آنے کی اجازت مانگے تو

كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ خَيَّبَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِىَ

اجازت نہ دی جائے اور اگر کسی کی شفارش کرے تو قبول نہ کی جائے تعسا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

يَاءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِىَ مِنْ يَطِيْبُ ؎

نے اسے نامراد کر دیا۔ طوبیٰ کے معنی سب سے اچھی چیز یہ یطیب سے اسم تفضیل صیغہ مونث فعلی کے وزن پر

ہے۔ اس کی یا کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔

علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا کہ وعدہ حفاظت کے منافی پہرہ دینا نہیں جیسے اللہ عزوجل نے فتح و نصرت اور غلبے کا وعدہ فرمایا اور قتال کا بھی حکم دیا۔ جیسے قتال اس وعدے کے منافی نہیں ویسے ہی پہرہ دینا وعدہ حفاظت کے منافی نہیں۔

تشریحات ۱۵۷۳

عبدالدینار۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دینار وغیرہ کا حریص ہے۔ اس کے لئے ذلت اٹھاتا ہے گویا دینار وغیرہ نے اس کو غلام بنا لیا۔

تعسا قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا۔ فَتَعْسًا لَّهُمْ۔ محمد ⑧ چونکہ اس حدیث میں تعس کا لفظ آیا ہے اس لئے امام بخاری نے حسب عادت اس ٹکڑے کی تفسیر فرما دی اس سے مراد یہ ہے کہ اتعسھم اللہ۔ یعنی اللہ نے ان کو نامراد کیا۔ پھر لفظ طوبیٰ کی تشریح کی۔ یہ طاب یطیب سے اسم تفضیل مونث کا صیغہ ہے فعلی کے وزن پر اس کا واؤ اصل میں یا تھا ما قبل ضمہ کی وجہ سے یا کو واؤ سے بدل دیا۔

تشریحات ۱۵۷۴

خدمت کی تین قسمیں ہیں۔ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے۔ چھوٹا بڑے کی خدمت کرے۔ ہم عمر ہم عمر کی خدمت کرے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس سے عمر میں

ؔ ؎ نسائی رقاق باب ما یتقی من فتنۃ المال ص۹۵۲ ابن ماجہ زہد۔

بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ ص ۴۰۴ غزوہ میں خدمت کی فضیلت

حدیث ۱۵۷۴

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں جریر بن عبد اللہ کے ساتھ رہا وہ میری

صَحِبْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَانَ يَخْدِمُنِيْ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ اَنَسٍ قَالَ جَرِيْرٌ اِنِّيْ

خدمت کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت انس سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت جریر نے کہا میں نے انصار کو بہت

رَأَيْتُ الْاَنْصَارَ يَصْنَعُوْنَ شَيْئًا لَا اَجِدُ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا اَكْرَمْتُهُ۔

کچھ کرتے دیکھا ہے۔ اسلئے جس انصاری کو پاؤں گا اس کی تعظیم کروں گا۔

حدیث ۱۵۷۵

عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر گیا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوٹ کر مدینہ آئے اور حضور کے سامنے

فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَبَدَا لَهُ اُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ

احد آیا تو فرمایا۔ یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اپنے دستِ مبارک

يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ثُمَّ اَشَارَ بِيَدِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ

سے مدینے کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ دعا کی اے اللہ میں اس کے دونوں سنگستانوں کے درمیان حرم بناتا ہوں

بڑے تھے۔ مگر ان کی خدمت کرتے تھے۔ یہ پہلے جز کے ساتھ مطابق ہے۔ البتہ اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو خاص غزوہ میں خدمت کی فضیلت پر دلالت کرے۔ اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس حدیث کا یہاں ذکر مناسب نہیں بلکہ یہ حدیث مناقب کے زیادہ لائق ہے۔

تشریحات ۱۵۷۶

یہ واقعہ سفر میں پیش آیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے۔ سخت دھوپ تھی۔ لوگ دھوپ سے بچنے کے لئے سروں پر ہاتھ کئے ہوئے تھے۔ درختوں کا سایہ تلاش کرتے تھے۔ کچھ لوگ روزے سے تھے۔ ان کی طاقت جواب دے گئی وہ لوگ بیٹھ رہے۔ اور جو لوگ روزے سے نہیں تھے انھوں نے خیمے لگائے۔ کھانا پکایا۔ پانی لائے اپنی بھی خدمت کی اور روزہ داروں کی بھی کی۔

لَا بَتَیْهَا كَتَحْرِیْمِ اِبْرَاهِیْمَ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَ مُدِّنَا۔

جیسے ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔

حدیث ۱۵۷۶

عَنْ مُوَرِّقِ الْعِجْلِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِیْ یَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهٖ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ صَامُوْا

تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ سایہ میں وہ تھا جو اپنے کمبل سے سایہ کئے ہوئے تھا۔ جن لوگوں

فَلَمْ یَعْمَلُوْا شَیْئًا وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اَفْطَرُوْا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوْا وَعَالَجُوْا

نے روزہ رکھا انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انھوں نے سواریاں

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْیَوْمَ بِالْاَجْرِ۔

اٹھائیں اور بہت سا کام کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے۔

بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِیٍّ لِلْخِدْمَةِ ص۴۰۵ جو شخص خدمت کیلئے لڑکے کو لیکر جہاد میں گیا۔

حدیث ۱۵۷۷

عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِیْ طَلْحَةَ اِلْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ

علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے کہا میرے لئے ایک بچہ تلاش کر دو جو میری خدمت کرے

یَخْدُمُنِیْ حَتّٰی اَخْرُجَ اِلٰی خَیْبَرَ فَخَرَجَ بِیْ اَبُوْطَلْحَةَ مُرْدِفِیْ وَاَنَا غُلَامٌ

خیبر جانے تک تو ابو طلحہ مجھے لیکر چلے اور مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور

اس حدیث میں ایک ہم عمر کی دوسرے ہم عمر کی خدمت کا بیان ہے اور اس سے پہلے والی حدیث میں چھوٹے کی خدمت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت انس غزوۂ خیبر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت ہی کے لئے گئے تھے۔ اور اس حدیث میں سفر کا ذکر ہے۔ جس سے غزوہ ہی کا سفر متعین ہے اس لئے کہ رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دو سفر فرمایا ہے۔ ایک غزوہ بدر کے لئے اور دوسرا فتح مکہ کے لئے۔ اس لئے اس سفر میں خدمت کا حاصل ہوا۔ غزوہ میں خدمت۔ یہ جو فرمایا۔ روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے اس سے مراد یہ نہیں کہ روزہ داروں کو

رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں بالغ ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منزل پر اترتے تو

اِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهٗ كَثِيْرًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ

میں حضور کی خدمت کرتا تھا۔ میں سنتا تھا کہ حضور بہت زیادہ یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! میں

وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ

تیری پناہ چاہتا ہوں غم واندوہ سے اور عاجزی سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض

الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ ؎

کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔ پھر ہم خیبر آئے۔

ان کے اعمال حسنہ پر جو ثواب ملتا ہے وہ ان سے چھین کران کو دیدیا گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ انھیں ان کے اعمال کا ثواب تو ملے گا ہی مگر چونکہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کی خدمت کی ہے اس لئے ان کے اعمال حسنہ کے برابر ان کی خدمت کرنے والوں کو ثواب ملا۔ مع شی زائد۔ حاصل ارشاد کا یہ نکلا۔ روزہ نہ رکھنے والوں نے آج بہت زیادہ ثواب حاصل کرلیا۔

تشریحات ۱۵۷۷ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع ہی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے جب کہ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے اور اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت ابو طلحہ نے حضرت انس کو خدمت کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ خیبر ۷ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ حضرت انس نے زیادہ سے زیادہ چار سال خدمت کی ہے۔ جواب یہ ہے کہ واقعہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ لیکن یہ پیش کرنا مدینہ طیبہ میں رہ کر خدمت کے لئے تھا دور دراز غزوات میں ساتھ لے جانے کی تصریح نہیں تھی۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا

؎ ثانی دعوات باب التعوذ من غلبۃ الرجال صفحہ ۹۴۳ باب الاستعاذہ من الجبن صفحہ ۹۴۲ اطعمہ باب الحیس صفحہ ۸۱۶ الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفحہ ۱۰۹۰ مسلم مناسک ترمذی مناقب۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ ص ۴۰۵

جس نے لڑائی میں کمزوروں اور نیکوں سے مدد طلب کی۔

حدیث ۱۵۷۸

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ عہ

مصعب بن سعد نے کہا کہ حضرت سعد کو خیال ہوا کہ ان کو غیروں پر فضیلت ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری، تمہارے کمزوروں ہی کے صدقے میں مدد کی جاتی ہے اور روزی دی جاتی ہے۔

حدیث ۱۵۷۹

عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُو فِيهِ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت

مطلب یہ تھا کہ مدینہ سے باہر خیبر ساتھ چل کر خدمت کے لئے کسی بچے کو تلاش کرو۔

تشریحات ۱۵۷۸

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی شجاعت، مالداری اور اسلام میں سبقت کی بنا پر یہ خیال ہوا تھا اور ان کا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ غزوۂ احد کی اس ہوش ربا گھڑی میں جب کہ افراتفری کے عالم میں اکثر مسلمان منتشر ہوگئے تھے۔ یہ ثابت قدم رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب رہے اور انتہائی بے جگری سے دشمنوں پر تیر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ اے سعد تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنھیں بقیہ تمام صحابہ پر فضیلت ہے۔ اس بنا پر ان کا یہ خیال اپنی جگہ درست تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو تواضع اور کسر نفسی کی تعلیم دینے کے لئے وہ ارشاد فرمایا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نیک اور صالح مسلمانوں کے صدقہ میں مدد بھی ملتی ہے اور روزی بھی۔

عہ ابوداؤد۔ نسائی جہاد۔ مسند امام احمد جلد اول۔

فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ

جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی ہے تو کہا جائیگا

ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہاں تو انھیں فتح حاصل ہوگی پھر ایک زمانہ آئیگا کہ کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی صلی اللہ

فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے تو کہا جائے گا ہاں تو انھیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئیگا تو کہا جائے گا

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ [1]

کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی کے اصحاب کی صحبت پائی ہے۔ تو کہا جائیگا ہاں تو انھیں فتح حاصل ہوگی۔

بَابٌ لَا يَقُولُ فُلَانٌ شَهِيدٌ - یہ نہ کہے کہ فلاں شہید ہے۔

حدیث ۱۵۸۰

عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا

تعالیٰ علیہ وسلم اور مشرکین میں مقابلہ ہوا اور لڑائی ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ

علیہ وسلم اپنے لشکر کی جانب اور دوسرے اپنے لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور رسول اللہ

تشریحات ۱۵۷۹ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ محبوبان بارگاہ کے وجود کی برکتیں دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہیں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صالحین سے توسل جائز ہے۔

امام بخاری نے باب میں حرب کا اضافہ فرمایا ہے۔ حدیث میں حرب کا لفظ نہیں لیکن یہ اپنے عموم کے اعتبار سے حرب کو بھی شامل ہے بلکہ تنصرون حرب کے معنی سے زیادہ قریب ہے۔

---

[1] علامات النبوۃ ص۵۰۳ فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۱۵ ـ مسلم فضائل۔

اِلیٰ عَسْکَرِھِمْ وَفِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَایَدَعُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں ایک شخص تھا جو کسی اکیلے یا بھاگنے والے کو دیکھتا تو

لَھُمْ شَاذَّۃً وَّلَا فَاذَّۃً اِلَّا اتَّبَعَھَا یَضْرِبُھَا بِسَیْفِہٖ فَقَالَ مَا اَجْزَأَ مِنَّا الْیَوْمَ

اس کا پیچھا کر کے اپنی تلوار سے مار ڈالتا - کسی نے کہا - آج فلاں کے برابر ہم میں سے کوئی کام نہیں آیا

اَحَدٌ کَمَا اَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّہٗ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - سنو وہ جہنم والوں میں سے ہے - اس پر ایک

مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُہٗ فَخَرَجَ مَعَہٗ کُلَّمَا وَقَفَ

شخص نے کہا - میں اس کے ساتھ رہتا ہوں وہ اس کے ساتھ چلے جب وہ ٹھہرتا یہ بھی اس کے ساتھ

وَقَفَ مَعَہٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَہٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِیْدًا

ٹھہر جاتے اور جب وہ دوڑتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑتے - اس شخص کو سخت زخم پہنچا

فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَیْفِہٖ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَہٗ بَیْنَ ثَدْیَیْہِ

تو اس نے جلدی موت چاہی - اپنی تلوار کے دستے کو زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنی دونوں

ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰی سَیْفِہٖ فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

چھاتی کے درمیان پھر اس پر گر کر اپنے آپ کو مار ڈالا - اب یہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ وَمَا ذَاکَ قَالَ الرَّجُلُ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا - میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں -

نیز جو لوگ ان کی صحبت میں رہتے ہیں وہ بھی بابرکت ہو جاتے ہیں -

تشریحات ۱۵۸۰ علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ خیبر میں ہوا تھا - قرینہ یہ ہے - امام بخاری نے بعینہ اسے اسی سند اور متن کے ساتھ غزوہ خیبر میں ذکر کیا ہے - علامہ ابن جوزی نے کہا - کہ یہ واقعہ غزوہ احد میں ہوا تھا اور اس شخص کا نام قزمان ظفری تھا یہ شخص ابتداءً جنگ میں شریک نہیں تھا - اس پر عورتوں نے اس کو شرم دلائی تو آکر پہلی صف میں کھڑا ہو گیا اور سب سے پہلا تیر دشمنوں پر چلایا - جب مسلمان منتشر ہو گئے - اس نے تلوار کی نیام توڑ دی اور یہ کہنے لگا - بھاگنے کی بہ نسبت موت زیادہ بہتر ہے حضرت قتادہ بن نعمان کا اس پر گذر ہوا انھوں نے اس سے کہا تجھے شہادت مبارک ہو - اس پر اس نے کہا - بخدا

الَّذِیْ ذَکَرْتَ آنِفًا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ

حضور نے فرمایا۔ کیا بات ہے۔ ان صاحب نے عرض کیا۔ ابھی حضور نے جس کے بارے

اَنَا لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِیْ طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِیْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ

میں فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے۔ لوگوں کو یہ بات گراں گزری تھی۔ میں نے کہا میں اسے

فَوَضَعَ نَصْلَ سَیْفِهٖ فِی الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَیْنَ ثَدْیَیْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَیْهِ

دیکھتا ہوں۔ میں اس کی ٹوہ میں چلا۔ پھر وہ سخت زخمی ہوا اور جلدی موت چاہی تو اپنی تلوار کا

فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ

قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں، پھر اس پر گر کر اپنے آپکو

الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ

مار ڈالا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بظاہر جنتیوں کا کام کرتا ہے

وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور ایک شخص بظاہر جہنمیوں کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

میں دین پر نہیں لڑا ہوں۔ اپنی قوم کی عزت بچانے کے لئے لڑا ہوں۔ پھر اس نے زخم کی شدت کی تاب نہ لاکر خودکشی کرلی۔ ابویعلی نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے جس کے شروع میں یہ ہے۔ کہ یوم احد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا۔ آج فلاں نے جو کارنامہ انجام دیا ہے کسی نے نہیں انجام دیا۔ لوگ بھاگ گئے اور وہ نہیں بھاگا اور کسی اکیلے مشرک کو نہیں چھوڑا مگر یہ کہ اسے قتل کردیا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایک فاجر شخص سے کرتا ہے۔

اس کو جہنمی یا تو اس بنا پر فرمایا کہ یہ منافق تھا یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے کی وجہ سے یہ جہنم میں جائے گا پھر نکالا جائے گا۔

توضیح باب باب کا مطلب یہ ہے کہ قطعی طور پر جنگ میں کسی مارے جانے والے کو شہید یقین نہیں کرلینا چاہئے دلوں کا حال کسے معلوم ہاں جو بظاہر مسلمان رہا ہو اور اس سے کفر کا صدور نہ ہوا ہے

سه ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۴ ص۶۰۵ القدر باب الاعمال بالخواتیم ص۹۶۱ الرقاق۔ العمل بالخواتیم ص۹۷۷

80

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الرَّمْيِ وَقَوْلِ اللّٰهِ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ

تیر اندازی پر ابھارنا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، جتنی ہوسکے قوت مہیا

وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال ۱۰ صـ۴۰۶)

کرو اور گھوڑے باندھو جس سے اللہ اور اپنے دشمن کو ڈراؤ۔

حدیث ۱۵۸۱ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ

بنی اسلم کے ایک گروہ پر گزرے جو آپس میں تیراندازی کی مشق کر رہے تھے تو نبی

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیر چلاؤ اے بنی اسماعیل۔ اس لئے کہ تمہارے

كَانَ رَامِيًا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ

باپ بھی تیرانداز تھے۔ اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر دوسرے گروہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ قَالُوْا كَيْفَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تم لوگ تیر نہیں چلاتے

نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ

ان لوگوں نے کہا ہم کیسے تیر چلائیں اور حضور ان کے ساتھ ہیں یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

كُلِّكُمْ ۔عہ

فرمایا اچھا تیر چلاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

باعتبار ظاہر کے شہید کہا جائے گا اور اس پر شہدا کے احکام جاری ہوں گے اور اس کے باطن کو خدا کے حوالے کر دیا جائیگا۔

تشریحات ۱۵۸۱ آیت کریمہ میں مِنْ قُوَّةٍ آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس کی تفسیر ری یعنی تیر اندازی فرمائی ہے۔ امام بخاری یہ حدیث لاکر یہی افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔

عہ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب اسماعیل صـ۴۷۷ مناقب نسبۃ الیمن الی اسمٰعیل صـ۴۹۷۔

حدیث ۱۵۸۲

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ حِیْنَ صَفَفْنَا لِقُرَیْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ فَعَلَیْکُمْ بِالنَّبْلِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ اَکْثَرُوْکُمْ ؎

ابو اُسید نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا۔ جب ہم نے قریش کے مقابلہ کے لئے اور قریش نے ہمارے مقابلہ کے لئے صف بندی کر لی جب وہ تم پہ ہجوم کرائیں تم لوگ تیر چلاؤ۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اکثبوا کے معنی اکثروکم کے ہیں۔

بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا ص ۴۰۶ چھوٹے نیزے وغیرہ کے ساتھ کھیلنا۔

حدیث ۱۵۸۳

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَیْنَا الْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَاَهْوٰی اِلَی الْحَصٰی فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ دَعْهُمْ یَا عُمَرُ وَزَادَ عَلِیٌّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حبشی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اپنے چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے تھے کہ حضرت عمر آگئے اور کنکری لی اور انھیں مارا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں چھوڑ دو۔ بطریق علی جو روایت ہے

تشریحات ۱۵۸۳

نیزے اور دیگر ہتھیاروں کی مشق سنت ہے۔ تاکہ مہارت پیدا ہو جائے اس کا استحسان آیت کریمہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ سے ثابت ہے۔ حضرت عمر

لیکن صحیح یہ ہے کہ قوت سے مراد عام ہے۔ ہر وہ سامان مراد ہے جو لڑائی میں مدد و معاون ہو۔ اور حدیث میں جو تیر اندازی سے تفسیر وارد ہے وہ اس زمانہ کے لحاظ سے اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے تھی۔ تیر اندازی کا فن مشکل ہے مگر لڑائی میں بہت مفید اور کارآمد ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ بندوق وغیرہ ایجاد نہیں تھیں آلات جنگ میں تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔ اس کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ تفسیر فرمائی۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بنی اسلم بنی اسماعیل میں سے ہیں۔

؎ ثانی مغازی باب غزوہ بدر ص ۵۶۷ و ص ۵۶۸۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ فِي الْمَسْجِدِ[1]

اس میں یہ ہے کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے ۔

بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ تَتَرَّسَ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ ص ۴۰۶ — ڈھال کا بیان اور جو اپنے ساتھی کی ڈھال میں اپنے کو چھپائے

حدیث ۱۵۸۴ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عنہ خود کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ڈھال میں چھپائے ہوئے تھے ۔ اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى

ابو طلحہ اچھے تیر انداز تھے ۔ جب وہ تیر چلاتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس

تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْقِعِ نَبْلِهٖ ۔

اٹھا کر ان کے تیر گرنے کی جگہ ملاحظہ فرماتے ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک اس سے واقف نہیں تھے کہ مسجد میں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو کھیلتے ہوئے دیکھا تو انھیں اچھا نہیں لگا اس لئے انھوں نے حبشیوں کو کنکری ماری۔ انھوں نے یہ خیال فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیا فرمایا اس لئے منع نہیں کیا۔

تشریحات ۱۵۸۴ یہ واقعہ غزوہ احد میں ہوا تھا۔ چونکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر اندازی کی وجہ سے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ان کو بھی ڈھال میں چھپایا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے سر اقدس کو اٹھا کر جھانکتے تو حضرت ابو طلحہ عرض کرتے حضور پر میرے ماں باپ قربان۔ سر نہ اٹھائیں۔ کہیں کوئی تیر لگ نہ جائے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی ترکش لے کر گزرتا تو اس سے فرماتے۔ اپنے تیر ابو طلحہ کو دیدو اس دن ان کے ہاتھ سے دو یا تین کمانیں ٹوٹی ہیں۔

تشریحات ۱۵۸۵ رباعیتہ ۔ بیچ کے دونوں دانتوں کے اغل بغل جو دانت ہوتے ہیں انھیں رباعیہ کہا جاتا ہے۔ غزوہ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

[1] مسلم العید ۔

حدیث ۱۵۸۵

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لَمَّا کُسِرَتْ بَیْضَۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاْسِہٖ وَاُدْمِیَ

کا خود حضور کے سر اقدس پر توڑ دیا گیا اور چہرۂ انور خون آلود ہو گیا اور حضور کے دندان

وَجْھُہٗ وَکُسِرَتْ رَبَاعِیَتُہٗ وَکَانَ عَلِیٌّ یَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِی الْمِجَنِّ وَکَانَتْ

مبارک توڑ دیے گئے تو حضرت علی ڈھال میں باربار پانی لاتے اور حضرت فاطمہ دھوتی تھیں

فَاطِمَۃُ تَغْسِلُہٗ فَلَمَّا رَاَتِ الدَّمَ یَزِیْدُ عَلَی الْمَاءِ کَثْرَۃً عَمَدَتْ اِلٰی حَصِیْرٍ

جب حضرت سیدہ نے دیکھا کہ خون اور زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو ایک چٹائی جلائی۔ اسے حضور کے

فَاَحْرَقَتْھَا فَاَلْصَقَتْھَا عَلٰی جُرْحِہٖ فَرَقَاَ الدَّمُ ؎

زخم پر چپکا دیا۔ تو خون بند ہو گیا۔

حدیث ۱۵۸۶

عَنْ مَالِکِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بنی نضیر کے اموال اللہ نے اپنے رسول

قَالَ کَانَتْ اَمْوَالُ بَنِی النَّضِیْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِمَّا لَمْ یُوْجِفْ

کو عطا فرمایا تھا۔ جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائی تھیں۔

چہرۂ اقدس کو زخمی کیا تھا اور ابن قمیہ نے تیر مارا تھا اور فخر سے یہ کہا تھا۔ اسے لے۔ میں ابن قمیہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جہنم میں داخل کرے۔ اس واقعہ کے بعد یہ بکریوں کے ریوڑ میں داخل ہوا تو ایک بوبک نے اس کو سینگ مار کر ختم کر دیا۔ اس موقع پر ابی بن خلف نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تیر چلانا چاہا اور حضرت ابو طلحہ بیچ میں حائل ہونے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو طلحہ تم جہاں ہو وہیں رہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر تیر چلایا جو اس کے سینہ میں زرہ کی جالی میں لگا جس کے صدمے سے اسی دن مر گیا۔

تشریحات ۱۵۸۶

فیٔ۔ کفار کے ان مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوں۔

؎ باب لبس البیضہ صفحہ ۴۰۷ ثانی طب باب حرق الحصیر لیسد بہ الدم صفحہ ۸۵۲ مسلم مغازی۔

الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ اس میں سے اپنے اہل کا خرچہ سال بھر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ

کے لئے نکالتے پھر ما بقی کو ہتھیار اور گھوڑے میں صرف فرماتے۔ جہاد

مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عہ

کے سامان میں۔

باب ص۴۰۷

حدیث ۱۵۸۷

حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ

عَنْهُ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّيْ رَجُلًا

تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد کے بعد کسی شخص کو فداک ابی و امی۔ کہا ہو۔ میں نے سنا حضور فرماتے

بَعْدَ سَعْدٍ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ عہ

تھے۔ (اے سعد) تیر چلاؤ۔ تم پر میرے والدین فدا۔

ایجاف کے معنی تیز دوڑانے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ بغیر لڑائی کے حاصل ہوا تھا۔

غزوہ بنی نضیر سنہ ۴ھ میں غزوۂ احد کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ فرمایا۔ جسکی تفصیل مغازی میں آئے گی۔ بنی نضیر نے خود پیش کش کی کہ ہمیں مدینہ سے باہر جانے دیا جائے۔ اور یہ اجازت دیجائے کہ ہم اپنے جتنے اموال لے جا سکیں لے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا۔ اسی کے مطابق بنی نضیر جتنے اپنے مال و متاع ہمراہ لے جا سکے لے گئے اور جو بچ رہا یہ فئی ہوا۔ اسی کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا جو اس حدیث میں

عہ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد۔ ترمذی جہاد، نسائی عشرۃ النساء۔ قسم الفئ۔

عہ ثانی مغازی غزوہ احد باب اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا ص۵۸۰ دو طریقے سے۔ کتاب الادب باب قول الرجل فداک ابی و امی ص۹۱۳ مسلم فضائل۔ ترمذی۔ مناقب۔ نسائی۔ الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ السنہ۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی حِلْیَةِ السُّیُوْفِ ص ۴۰۷ تلواروں پر زیبائش کے بیان میں

حدیث ۱۵۸۸

سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ حَبِیْبٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ یَقُوْلُ لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَا کَانَتْ حِلْیَةُ سُیُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اِنَّمَا کَانَتْ حِلْیَتُهُمُ الْعَلَابِیَّ وَالْاٰنُکَ وَالْحَدِیْدَ ؎

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں قوم (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فتح پر فتح حاصل کرتے گئے اور ان کی تلواروں پر سونے اور چاندی کا کام نہیں ہوتا تھا انکی تلواروں پر پٹھارا بنگ اور لوہا ہوتا تھا۔

مذکور ہے۔ اس پر پوری بحث آگے آرہی ہے۔

مطابقتِ باب اس حدیث میں ڈھال کا صراحۃً ذکر نہیں مگر چونکہ ڈھال بھی آلات جہاد میں سے ہے۔ اس لئے عدۃ فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

تشریحات ۱۵۸۷ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا۔ کہ سعد کے بعد کسی کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ فداک ابی وامی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علم کی بات فرمارہے ہیں۔ ورنہ خود بخاری ہی میں ہے۔ کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی غزوۂ خندق کے موقع پر فداک ابی وامی فرمایا۔ ؎

فداک کے معنی ہوتے ہیں اپنی جان قربان کرکے کسی کی جان بچانا۔ مگر یہاں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ غایت محبت اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے یہ جملہ بولا جاتا ہے بعض شارحین نے یہاں بلاوجہ کی یہ بحث کھڑی کردی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کافر مرے تھے۔ اس لئے اسمیں کوئی حرج نہیں کہ انھیں حضرت سعد پر فدا فرمادیتے۔

اقول وھوالمستعان اولا یہی صحیح نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حالت کفر میں مرے۔ صحیح وراجح یہ ہے کہ والدین کریمین ہی نہیں بلکہ حضرت آدم وحوا علیہما الصلوہ والتسلیم تک تمام آباء کرام وامہات عظام مومن وموحد تھے۔ ان میں کوئی بھی کبھی کفر وشرک میں ملوث نہیں ہوا۔ جیساکہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ مبارکہ شمول الاسلام میں ثابت فرمایا ہے۔ اور اس خادم نے اشرف السیر کے مقدمہ میں بقدر ضرورت

؎ ابن ماجہ، جہاد ؎ اول فضائل الصحابہ مناقب الزبیر ص ۵۲۷۔

بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ ص ۴۰۷

جس نے اپنی تلوار سفر کی حالت میں قیلولہ کے وقت درخت میں لٹکائی ۔

حدیث ۱۵۸۹

حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِي وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُمَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا

لوٹے تو وہ بھی حضور کے ساتھ لوٹے ۔ قیلولہ کا وقت ایک گھنے نالے میں آگیا ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ

قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ

تعالیٰ علیہ وسلم اتر پڑے ۔ اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سایے میں چلے گئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ

الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور تلوار اس میں لٹکا دیا ہم

وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تھوڑی ہی دیر سوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں بلانے لگے

اس پر بحث کی ہے ۔ ثانیاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین اس وقت زندہ ہی کب تھے کہ انھیں فداک کے حقیقی معنی میں لے سکیں اسلئے متعین ہے کہ اس کے معنی مجازی ہی مراد ہیں ۔ یعنی اظہار محبت وشفقت ۔

تشریحات ۱۵۸۸ العلابی ۔ اوزاعی نے کہا کہ ان کچے چمڑوں کو کہتے ہیں جو مدبوغ نہ ہوں ۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ وہ تر پٹھا ہے کہ جن کو تلواروں کی میانوں پر منڈھا جاتا ہے ۔ خطابی نے کہا کہ یہ گردن کا پٹھا ہے ۔ داؤدی نے کہا ہے علابی رانگے کی ایک قسم ہے ۔

چونکہ صحابہ کرام کا ابتدائی عہد غربت وافلاس کا تھا ۔ اسلئے تلواروں پر سونے چاندی کے کام نہیں ہوتے تھے بعد میں جب فراخی ہوئی تو تلواروں پر سونے اور چاندی کے کام ہونے لگے ۔ خود حضرت زبیر بن عوام کی تلوار پر چاندی کا کام تھا ۔ ہشام بن عروہ بن زبیر نے عبد الملک کے عہد حکومت میں اسکی قیمت لگوائی تین ہزار

وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

ہم نے دیکھا کہ حضور کے پاس ایک دیہاتی ہے فرمایا اس نے میری

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا

تلوار نیام سے کھینچ لی ۔ اور میں سو رہا تھا ۔ اچانک جاگ پڑا اور تلوار

اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ

اس کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی تھی ۔ دیہاتی نے کہا تجھ کو مجھ سے کون بچائیگا

يَمْنَعُكَ مِنِّي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اللّٰهُ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ

تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا ۔ میں نے کہا ۔ اللہ تین بار اور حضور نے اسکو سزا نہیں

وَرَوَى مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فَشَامَ

دی اور وہ اعرابی بیٹھ گیا ۔ بطریق موسیٰ بن اسماعیل زہری ہی سے یہ بھی ہے تلوار اسکے

السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ[1]

ہاتھ سے گر گئی ۔ دیکھو وہ یہ بیٹھا ہوا ہے پھر حضور نے اس کو سزا نہیں دی ۔

لگائی گئی ہے

تشریحات ۱۵۸۹ علمائے سیر کا اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کس غزوہ میں پیش آیا تھا امام واقدی نے فرمایا کہ غزوہ انمار میں ۔ ایک قول ہے کہ ذات الرقاع میں، حضرت امام بخاری نے مغازی میں ذات الرقاع کے تحت اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے ۔ جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں یہ واقعہ پیش آیا ہے ۔

امام ابن اسحٰق نے اخیر کا حصہ ذکر کیا ہے کہ جب تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اپنے دست مبارک میں لے لیا ۔ اور فرمایا آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا ۔ اس نے عرض کیا ۔ کوئی نہیں ۔ اس پر حضور نے فرمایا اٹھ چلا جا ۔ اس نے منہ پھیر کر کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں ۔ پھر بعد میں مشرف باسلام ہو گیا ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا ۔ پھر اپنی قوم میں آیا اور انھیں بھی اسلام کی دعوت دی ۔

---

[1] باب تفرق الناس عن الامام ص۴۰۶ ثانی مغازی باب غزوۃ ذات الرقاع ص۹۳ مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسائی سیر ۔ [2] ثانی مغازی باب غزوۃ البدر ص۵۶۶ ۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي الرِّمَاحِ ص۴۰۸ نیزوں کے بارے میں کیا فرمایا گیا۔

ت ۵۶۰

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ذکر کیجاتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ میری روزی میرے نیزے کے سایے کے نیچے کی گئی ہے ذلت ورسوائی اس کے لئے مقدر کردی گئی جو میری مخالفت کرے۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار اپنے دست مبارک میں لے کر اس سے فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا تو اس نے عرض کیا اچھے لینے والے بنئے۔ فرمایا۔ اسلام قبول کرلو۔ اس نے کہا۔ نہیں لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ نہ آپ سے لڑوں گا اور نہ آپ سے لڑنے والے کا ساتھ دوں گا۔ اس پر حضور نے اسے چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں میں آیا۔ اور کہا۔ میں سب سے اچھے انسان کے پاس سے آیا ہوں۔

یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی بہت واضح دلیل ہے۔ ایسی صورت میں کہ ایک شخص وہ بھی اجڈ دیہاتی تلوار سونت کر کہتا ہے کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر پھر بھی حضور پر نہ ذرا سا اضطراب طاری ہوا اور نہ گھبراہٹ بلکہ بڑے اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ پھر اس ارشاد کا یہ اثر پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی یہ توکل علی اللہ اور آواز میں یہ قوت اسی کو نصیب ہوگی جو مؤید من اللہ ہو۔

تشریحات ۵۶۰ اس تعلیق کو اشبیلی نے جمع بین الصحیحین میں ذکر کیا ہے صغار سے مراد جزیہ دینا ہے اور لغوی معنی کے اعتبار سے مطلق ذلت ہے اور معنی عام مراد لینا زیادہ انسب۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا رزق صرف مال غنیمت ہے۔ تجارت زراعت وغیرہ دوسرے ذرائع نہیں نیز اس میں اشارہ ہے کہ مال غنیمت عام کمائیوں سے افضل واطیب ہے۔

تشریحات ۱۵۹۰ جنگ بدر میں مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی وہ بھی منتخب چیدہ اور پورے ساز وسامان کے ساتھ اور صحابہ کرام کی تعداد جنگ کے میدان میں صرف تین سو چھ تھی وہ بھی زیادہ تر نہتے، معمولی ساز وسامان کے ساتھ نیز قریش کا پورے عرب پر ایک رعب تھا۔ اس سے متاثر ہو کر حضور اقدس

بَابُ مَا قِيلَ فِي دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِيصِ فِي الْحَرْبِ ص۴۰۸

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زرہ کے بارے میں کیا کہا گیا ہے اور لڑائی میں کرتا پہننا۔

حدیث ۱۵۹۰

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ،

کے دن یہ دعا فرمائی اور حضور گول خیمے میں تھے۔ اے اللہ میں تجھے تیرے حضور تیرا عہد اور تیرا وعدہ

عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ

عرض کر رہا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ یہ سن کر حضرت

بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے لئے یہ کافی ہے

فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ

آپ نے اپنے رب سے دعا میں بہت مبالغہ فرمالیا۔ حضور زرہ پہنے ہوئے تھے۔ اب باہر تشریف لائے

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ۔ (القمر (۴۵) (۴۶))

اور یہ ارشاد فرمایا بہت جلد یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی اور ان کے وعدہ کا دن قیامت ہے اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت الحاح وزاری کے ساتھ دعا فرمائی، دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک کندھے سے سرک گئی حضرت صدیق اکبر وہیں کھڑے تھے انھوں نے ردائے مبارک حضور کے کندھے پر ڈالی اور حضور سے لپٹ گئے اور عرض کیا۔ آپ کو یہ کافی ہے اور آپ کا رب اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا۔

شارحین نے لکھا ہے کہ عہد مبارک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ہ ثانی مغازی باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم ص۵۶۴ تفسیر سورہ قمر باب قولہ سیھزم الجمع ویولون الدبر ص۷۲۲ باب قولہ بل الساعۃ موعدھم ص۷۲۲ نسائی تفسیر۔

بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ ص ۴۰۹ لڑائی میں ریشمی لباس پہننا

حدیث ۱۵۹۱

عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيْصٍ مِنْ حَرِيْرٍ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا - ۲ - اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر کو ریشمی کرتا پہننے کی اجازت دی، کھجلی کی وجہ سے جو ان دونوں کو تھی۔ عبد الرحمٰن اور زبیر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جوئیں کی

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ -

اپنے محبوب بندے رسولوں کے لئے ہمارا یہ ارشاد پہلے ہی ہو چکا ہے کہ ان کی ضرور مدد کی جائے گی اور بیشک ہمارا لشکر غالب رہے گا۔

اور وعدے سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ -

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ پر زیادہ بھروسہ تھا اور انھیں زیادہ اطمینان تھا مگر حقیقت میں ایسا نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا میں یہ انداز اختیار کرنا اس بنا پر تھا کہ صحابہ کرام کو قوت و اطمینان حاصل ہو۔ اس لئے کہ ان کو اس کا یقین تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ضرور قبول ہوگی اور ہوا بھی یہی پھر حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست کا یقین کامل تھا جیسا کہ سورہ قمر کی آیتوں کی تلاوت سے ظاہر ہے۔ نیز صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے ہی دشمنوں کے بارے میں فرما دیا تھا۔ هذا مصرع فلان هذا مصرع فلان۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کے مقتل کے لئے جو خط کھینچا تھا اس سے ذرا بھی ادھر یا ادھر نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ متعین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست کا یقین کامل تھا اور دعا صرف صحابہ کرام کی تقویت اور ان کے اطمینان کو بڑھانے کے لئے تھی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام کو پورا یقین تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ضرور بالضرور قبول ہوگی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْقَمْلَ، فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيرِ فَرَأَيْتُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ ؎

شکایت کی تو حضور نے ان دونوں کو ریشمی لباس کی اجازت دی میں نے ان دونوں پر ریشمی لباس غزوہ میں دیکھا۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي قِتَالِ الرُّومِ ص۴۰۹ روم سے قتال کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے۔

حدیث ۱۵۹۲

أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عمیر بن اسود عنسی نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ حمص کے ساحل پر اپنے گھر میں تھے اور ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہم سے حدیث بیان کی

تشریحات ۱۵۹۱

اس حدیث کے ایک طریقے میں ہے کہ کھجلی کی وجہ سے انھیں اجازت دی اور دوسرے طریقے میں ہے کہ جوئیں کی وجہ سے اجازت دی۔ مسلم میں ہے کہ کھجلی یا کسی اور تکلیف کی بنا پر۔ اور یہ اجازت غزوہ میں تھی۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ یا تو یہ اجازت مختلف اوقات میں دی۔ کبھی کھجلی کی وجہ سے کبھی اور کسی تکلیف کی وجہ سے کبھی جوئیں کی وجہ سے یا یہ کہ حقیقت میں یہ اجازت جوئیں کی وجہ سے تھی جب جوئیں کاٹتی ہیں تو کھجلی مچتی ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مرد کو بضرورت ریشمی لباس پہننا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ کھجلی اور جوئیں کی وجہ سے پہننے کی اجازت ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔

ہمارے یہاں ریشم کا ایسا کپڑا پہننا جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو کسی حال میں جائز نہیں۔ ہاں جس کا تانا سوت ہو اور بانا موٹے ریشم کا اسے لڑائی میں پہننے کی اجازت ہے۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت۔ تو ہر شخص کو ہر حال میں اجازت ہے۔ خواہ باریک ہو یا موٹا۔

تشریحات ۱۵۹۲

آج کل غیر مقلدین۔ مودودی دیوبندی اسی حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطا پر تھے۔ ہم نے اس کی مکمل بحث

؎ ثانی اللباس باب ما یرخص للرجال من الحریر من حکۃ ص۸۶۵ مسلم لباس۔ ابو داؤد لباس، نسائی زینت۔ ابن ماجہ لباس۔

يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ

کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے اس پہلے لشکر نے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

جو سمندر میں جہاد کرے گا (جنت) واجب کرلی ۔ ام حرام نے کہا میں نے عرض کیا ۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ

یا رسول اللہ میں ان میں ہوں ۔ فرمایا ۔ تو ان میں ہے ۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میری

فَقُلْتُ اَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا ۔

امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں انہیں ہوں ۔ فرمایا ۔ نہیں ۔

بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ ص۴۱۰ یہود سے جنگ کا بیان

حدیث	عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ
۱۵۹۳	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ اَحَدُهُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ یہودیوں سے جنگ کروگے ۔ یہاں تک کہ کچھ یہودی پتھر کے

وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ [1]

پیچھے چھپ جائیں گے تو پتھر کہے گا ۔ اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر ۔

مقالات امجدی میں کردی ہے ۔ اور اختصار کے ساتھ تیسری جلد میں بھی ذکر کردی ہے ۔ ناظرین اس کا مطالعہ کریں ۔

تشریحات ۱۵۹۳، ۴ حدیث میں بظاہر خطاب صحابہ کرام سے ہے لیکن مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ہیں ۔ جب کہ قریب قیامت میں ظاہر ہوں گے ۔ ان ایام میں یہود دجال کے ساتھ ہوں گے ۔ اس خطاب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہماری شریعت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ نزول تک باقی رہے گی اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری شریعت پر ہوں گے ۔

---

[1] مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۸ ۔

حدیث ۱۵۹۴

عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ

وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک یہودیوں سے تم لڑائی نہ کرلوگے یہاں تک کہ وہ پتھر جس کے

حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِیْ فَاقْتُلْهُ۔

پیچھے یہودی چھپا ہوگا کہے گا اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے ہے اسے قتل کر۔

بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ ص۴۱۰ ترک سے قتال کا بیان

حدیث ۱۵۹۵

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ

نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوم سے لڑوگے جو بال والا جوتا پہنتے ہوں گے اور بیشک

نِعَالَ الشَّعْرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْهِ

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوموں سے لڑوگے جن کے چہرے چوڑے

كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ ؎

ہوں گے گویا تہ بتہ مڑھی ہوئی ڈھالیں۔

حدیث ۱۵۹۶

عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تشریحات ۱۵۹۶

خراسان اور چین کے درمیان ہندوستان کے شمال میں بسنے والے ترک کہے جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے چھیڑ خانی کرنے کو منع فرمایا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ اتركوا الترك ما تركوكم ؎ لیکن اس باب میں مذکور احادیث کے مطابق ان سے جنگ ہونی تھی۔

؎ مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۸ ؎ ابوداؤد۔ ثانی ملاحم باب فی قتال الترک ص۲۳۵

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ

کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ترک سے نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی

صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ

چہرے سرخ ہوں گے ناکیں چپٹی ہوں گی گویا ان کے چہرے تہ بتہ منڈھی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ اور قیامت قائم

وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ ؎

نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم ایسی قوموں سے لڑو گے جن کے جوتے بال والے ہوں گے۔

حدیث ۱۵۹۷

اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اَوْفٰى يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ

وسلم نے یوم احزاب مشرکین پر دعا فرمائی۔ اے اللہ کتاب نازل فرمانے والے جلد حساب

ساتویں ہجری میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے محمد شاہ خوارزم نے ان کو چھیڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں خراسان سے لیکر عراق تک کے سارے شہر ترکوں نے برباد کردیئے۔ چنگیز خاں سے لے کر اس کے پوتے ہلاکو خاں تک نے ایک صدی تک مسلمانوں کا چین غارت کردیا۔ اس کی تفصیل کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

انھیں ایام میں رافضیوں کو اسلام دشمنی کے مظاہرے کا کافی موقع ملا۔ رافضیوں کا مشہور عالم محقق طوسی ان کے ساتھ ہوگیا اور بلاد اسلام میں بسنے والے اندرونی طور پر تاتاریوں کے آلہ کار بن گئے حتی کہ ہلاکو بغداد پر حملہ کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہاں بزرگان دین کے مزارات ہیں۔ میں حملہ کروں تو کسی عتاب میں نہ گرفتار ہوجاؤں طوسی نے اس سے کہا کہ یہودیوں نے حضرت زکریا حضرت یحیی علیہما السلام جیسے پیغمبروں کو شہید کیا۔ ان کا کیا بگڑا۔ اس سے ہلاکو کو ہمت ہوئی۔ باہر سے اس نے حملہ کیا اندر سے بغداد کے رافضیوں نے ریشہ دوانی کی جس کے نتیجہ میں بغداد تباہ ہوا۔

لغات مطرقہ۔ اس میں دونوں روایت ہے۔ مُطْرَقَةٌ، مُطَرَّقَةٌ۔ اس کا مادہ طراق ہے۔ جس کے معنی کھال کے ہیں جو ڈھال پر منڈھی جاتی ہے۔ اسکے معنی ہیں تہ بتہ منڈھی ہوئی کھال۔ ذُلْفٌ۔ یہ اَذْلَفُ کی جمع ہے چھوٹی چپٹی ناک والا۔ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے جوتے پہنیں گے جنکے چمڑوں کے بال دور نہیں کیے گئے ہوں گے۔

؎ مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۸

عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ

لینے والے اے اللہ احزاب کو شکست دے اے اللہ ان کو شکست دے

الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ عه

اور ان میں زلزلہ ڈال۔

حدیث ۱۵۹۸

عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الْيَهُوْدَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہود نبی صلی اللہ

دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَلَعَنْتُهُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے کہا۔ السام علیک یعنی آپ پر موت ہو

فَقَالَ مَالَكِ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا فَقَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ عَلَيْكُمْ عه

توام المومنین نے ان پر لعنت کی۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے۔ ام المومنین نے عرض کیا۔ آپ نے نہیں سنا کہ انھوں نے کیا کہا۔ حضور نے فرمایا تم نے نہیں سنا میں نے کیا فرمایا میں نے علیکم کہا ہے یعنی تم پر۔

تشریحات ۱۵۹۷، ۱۵۹۸

یہ حدیث کتاب الادب اور کتاب الرقاق میں پوری تفصیل کے ساتھ یوں ہے کہ جب یہودیوں نے السام علیک کہا تو ام المومنین نے جواب میں کہا۔ (تم پر موت ہو) اور اللہ تم پر لعنت کرے۔ اور تم پر غضب نازل فرمائے۔ حضور نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ سب مت کہو۔ تم کو لازم ہے کہ نرمی اختیار کرو۔ سخت کلامی اور فحش سے بچو۔ ام المومنین نے عرض کیا۔ حضور نے نہیں سنا کہ انھوں نے کیا کہا۔ فرمایا۔ تم نے نہیں سنا میں نے کیا فرمایا۔ میں نے ان پر لوٹا دیا۔ ان کے حق میں میری بات قبول کی جائےگی اور میرے حق میں ان کی بات نہیں قبول کی جائے گی۔

سام کے معنی موت ہے اور ایک روایت میں بجائے سام کے سأمۃ ہے یعنی رنج و تکلیف۔ عام روایتوں میں

عه ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۹ دعوات باب الدعاء علی المشرکین ص۹۴۲ توحید باب قولہ انزلہ بعلمہ ص۱۱۱۶ مسلم مغازی ترمذی جہاد۔ نسائی سیر ابن ماجہ جہاد۔

عه ثانی الادب باب الرفق فی الامر کلہ ص۸۹۰ باب لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا باب کیف الرد علی اھل الذمۃ بالسلام ص۹۲۵ الدعوات الدعاء علی المشرکین ص۹۴۲ باب قول النبی یستجاب لنا فی الیہود ص۹۴۷ کتاب استتابۃ المرتدین باب اذا عرض الذمی ص۱۰۲۳

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ۔ ص۴۱۱

مشرکین کی ہدایت کی دعا تاکہ ان کا مسلمانوں کی طرف رجحان ہو۔

حدیث ۱۵۹۹

حَدَّثَنَا اَبُوالزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرِو نِ الدَّوْسِيُّ وَاَصْحَابُهٗ عَلَى النَّبِيِّ

ساتھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا

وعلیکم ہے باعتبار روایت کے یہی مشہور واصح ہے۔ لیکن حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں بغیر واؤ کے ہے۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا۔ یہاں واو زائد ہے اور ایک قول ہے کہ استیناف کے لئے ہے

مطابقت باب اس حدیث کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ علی ضرر کے لئے آتا ہے۔ نیز ان بدبختوں نے السام علیک کہا تھا۔ اس کے جواب میں علیکم کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہی موت ہو۔

تشریحات ۱۵۹۹ حضرت طفیل بن عمرو دوسی یمن کے مشہور قبیلے دوس کے فرد تھے۔ یہ مکے ہی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور اس کے بعد اپنے وطن واپس گئے اور عرصہ تک وہیں رہے۔ خیبر کے موقع پر اپنے متبعین کے ساتھ خیبر ہی میں حاضر ہوئے۔ پھر مدینہ طیبہ رہنے لگے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کا خطاب ذوالنور بھی ہے۔ انھوں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ عرض کیا تھا۔ مجھے دوس کی طرف بھیجئے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیے جس سے انھیں ہدایت نصیب ہو۔ حضور نے دعا فرمائی اے اللہ اسے نور عطا فرما۔ اس دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمکتا تھا۔ انھوں نے عرض کیا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہیں کہ اس کی صورت بگڑ گئی ہے تو یہ روشنی ان کے کوڑے کے کنارے میں منتقل ہوگئی۔ ان کا کوڑا اندھیری رات میں چمکتا تھا اسی لئے ان کا نام ذوالنور پڑا۔

ان کی یہ عرضداشت دوبارہ حاضری کے موقع پر تھی جب کہ وہ خیبر میں اپنے اسی یا نوے ساتھیوں کے ساتھ خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ دوس میں زنا اور سود عام ہے ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت انھیں لوگوں کے لئے تھی جن کے بارے میں حضور کو یہ علم ہو تا کہ یہ آئندہ کبھی اسلام سے مشرف ہوں گے اور جن کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ وہ ایمان سے محروم رہیں گے۔ انکی ہلاکت کی دعا میں بھی فرمائی ہیں۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں گزر چکا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ

یارسول اللہ دوس نے نافرمانی کی اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ انکی ہلاکت کی دعا کیجئے۔ اس پر

اللّٰہَ عَلَیْھَا فَقِیْلَ ھَلَکَتْ دَوْسٌ قَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَّائْتِ بِھِمْ[۱]

کسی نے کہا دوس ہلاک ہو گئے تو حضور نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انھیں لا۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَالنُّبُوَّۃِ ص۴۱۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلام اور نبوت کی طرف لوگوں کو بلانا۔

حدیث ۱۶۰۰

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَوْمَ

خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں (کل) جھنڈا ایسے شخص

خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ رَجُلًا یُّفْتَحُ عَلٰی یَدَیْہِ فَقَامُوْا یَرْجُوْنَ

کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ تو لوگوں کا حال یہ ہوگیا کہ امید لگائے ہوئے تھے کہ جھنڈا کس کو

لِذٰلِکَ اَیُّھُمْ یُعْطٰی فَغَدَوْا وَکُلُّھُمْ یَرْجُوْ اَنْ یُّعْطٰی وَقَالَ اَیْنَ عَلِیٌّ

دیا جائے گا۔ سب کو امید تھی کہ اسے دیا جائے گا صبح کو حضور نے فرمایا) علی کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا انکی

فَقِیْلَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ فَاَمَرَ فَدُعِیَ لَہٗ فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْہِ فَبَرَأَ مَکَانَہٗ

آنکھوں میں تکلیف ہے۔ حضور نے حکم دیا تو انھیں لایا گیا۔ حضور نے اپنا لعاب دہن انکی

تشریحات ۱۶۰۰

اس جگہ کے علاوہ بخاری میں یہ حدیث تین جگہ اور ہے ہر جگہ یہ ہے۔ لاعطین الرایۃ غدًا۔ میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا۔ بعض روایتوں میں یہ زائد ہے۔ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس لئے غزوہ خیبر میں لشکر کے ساتھ نہیں

[۱] ثانی مغازی باب قصۂ دوس ص۶۳۰ دعوات باب الدعاء للمشرکین ص۹۴۶۔

حَتّٰی کَاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بِہٖ شَیْئٌ فَقَالَ نُقَاتِلُھُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰی

آنکھوں میں ڈالا وہ اسی جگہ ایسا ٹھیک ہو گئے گویا ان کو کچھ نہیں تھا (حضرت علی نے پوچھا) میں

رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ

ان سے لڑوں یہاں تک کہ ہمارے مثل ہو جائیں۔ فرمایا۔ جس حال میں ہو جاؤ۔ جب تم ان کے میدان

بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يُّهْدٰى بِكَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ

میں پہنچو تو انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتادو جو ان پر واجب ہے۔ بخدا تمہارے ذریعے سے

حُمْرِ النَّعَمِ ـ

ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

حدیث ۱۶۰۱

حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ

نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں

النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ

تو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان مال مجھ سے محفوظ کر لیا۔ مگر

مِنِّیْ نَفْسَهٗ وَمَالَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ ـ

اسلام کے حق پر۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے ۔

آئے تھے مدینہ طیبہ ہی رہ گئے تھے۔ مگر بعد میں ان کے دل میں ایسا اضطراب پیدا ہوا کہ آشوب چشم کے باوجود خیبر آگئے ۔ ادھر مرحب جس قلعہ کا سردار تھا وہ فتح نہیں ہو سکا ۔ اجلہ صحابہ کرام کی سرکردگی میں مہم گئی مگر کامیابی نہیں ملی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق حضرت علی شیر خدا نے مرحب کو قتل کیا اور قلعہ کو فتح فرمالیا ۔

عہ باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل ص۴۲۲ فضائل الصحابہ مناقب علی ص۵۲۵ ثانی مغازی باب غزوۂ خیبر ص۶۰۵ مسلم فضائل ۔

بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرَّى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ ص۴۱۴

جس نے کسی غزوے کا ارادہ کیا اور اسے ظاہر نہیں کیا اور جمعرات کو سفر کرنا پسند کیا۔

حدیث ۱۶۰۲

اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ

عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا جو ان کے بچوں میں ان کے قائد تھے کہ میں نے

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ

کعب بن مالک سے سنا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوے میں شریک

بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ

نہ ہونے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوے کا ارادہ

يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا۔ ح

فرماتے تو توریہ" کچھ اور ظاہر فرماتے۔ دوسری سند سے یوں ہے کہ عبداللہ نے کہا میں نے کعب بن مالک

قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بہت کم ایسا ہوتا کہ حضور کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو اسے برملا بتا دیتے

وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيْدُ غَزْوَةً يَغْزُوْهَا اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ

اکثر توریہ فرماتے۔ ہاں جب غزوہ تبوک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا

سخت گرمی میں یہ غزوہ فرمایا اور بہت طول طویل اور جنگلات کا سفر اختیار فرمایا

تشریحات ۱۶۰۲، ۳

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں دس جگہ ذکر فرمائی ہے کہیں مطول کہیں مختصر۔ چار طریقے سے یہیں ہے۔ اس پر پورا کلام مغازی میں ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کسی سفر میں پنجشنبہ کے دن نکلنا مبارک ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت بھی ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا ہے بُوْرِكَ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ پنجشنبہ کی صبح سفر کرنے میں میری امت کو برکت دی گئی۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ لیکن فضائل میں ضعاف بھی مقبول ہیں۔

بَعِيدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيرٍ فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا

اور دشمنوں کی کثیر تعداد کے مقابلے کے لئے گئے۔ تو حضور نے مسلمانوں کو صاف

أُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ ـــ وَعَنْ يُونُسَ إِلٰى

صاف بتا دیا تاکہ اپنے دشمن کے مطابق سامان مہیا کریں۔ اور انھیں وہ جگہ بتا دی

أَنْ قَالَ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَقُولُ لَقَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى

جس کا ارادہ فرمایا تھا۔ اور پنجشنبہ کے علاوہ اور کسی دن کم سفر فرماتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ إِذَا خَرَجَ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ۔

حدیث ۱۶۰۳

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں پنجشنبہ کو نکلے۔ اور پنجشنبہ کو نکلنا پسند فرماتے تھے۔

يَوْمَ الْخَمِيسِ۔

بعض احادیث میں شنبہ کے دن سفر کرنے کے بھی بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شنبہ کو کسی کام کے لئے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا فرما دے گا۔ حجۃ الوداع کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ ہی کو نکلے تھے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ زیادہ تر پنجشنبہ کو نکلتے تھے یہ اس کے معارض نہیں کہ کبھی کبھار شنبہ یا دوسرے دنوں میں بھی سفر شروع فرمایا ہے۔

عبد الرحمٰن دو ہیں ایک حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے ہیں اور ایک ان کے پوتے۔ اس حدیث کے تیسرے طریق میں امام زہری حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں اس حدیث کے دوسرے طریقے میں سند یوں مذکور ہے۔ اخبرنی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک قال سمعت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس پر دار قطنی نے یہ تعقب کیا کہ اس میں ارسال ہے۔ اسلئے کہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ کا سماع ان کے دادا کعب بن مالک سے ثابت نہیں۔

تشریحات ۱۶۰۴

اس سریے کے سپہ سالار حمزہ بن عمرو اسلمی تھے اور جن قریش کے دو شخص کے بارے میں یہ حکم دیا تھا وہ حباب بن اسود اور اس کا ساتھی نافع بن عبد قیس تھا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام

بَابُ التَّوْدِيعِ عِنْدَ السَّفَرِ ص۴۱۵ سفر کے وقت رخصت کرنا۔

حدیث ۱۶۰۴

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ وَقَالَ لَنَا إِنْ

علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو انھیں آگ

لَقِيتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوهُمَا بِالنَّارِ قَالَ

سے جلا دینا۔ قریش کے دو شخصوں کا نام لے کر بتایا۔ پھر سفر کے وقت ہم حضور سے رخصت

ثُمَّ أَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ وَقَالَ إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ

ہونے کے لئے آئے تو فرمایا۔ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو آگ سے جلا دینا، آگ

تُحَرِّقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا بِالنَّارِ وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللهُ فَإِنْ أَخَذْتُمُوهُمَا

سے سوائے اللہ کے کوئی سزا نہیں دے گا۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑ لینا تو قتل کر دینا۔

فَاقْتُلُوهُمَا ؏

بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ يَأْمُرْ بِمَعْصِيَةٍ ص۴۱۵

امام جب تک گناہ کا حکم نہ دے اس کی بات سننی اور ماننی ہے۔

حدیث ۱۶۰۵

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

میں ہے۔ ان دونوں کا جرم یہ تھا کہ جب حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ پر سوار کر کے مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا۔ تو ان دونوں نے ان کو اونٹ پر سے گرا دیا تھا جس کے صدمے میں وہ مریض رہنے لگیں اور بالآخر اسی مرض میں واصل بحق ہو گئیں۔

حباب بن اسود فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ ان کی اس حرکت پر

؏ باب لا یعذب بعذاب اللہ ص۴۲۳ ابو داؤد۔ نسائی۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ حَقٌّ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَۃٍ فَاِذَا

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ۔ بات سننا اور ماننا حق ہے جب تک گناہ کا حکم نہ دیا جائے جب گناہ

اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ ۔ے

کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا ۔

بَابٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَیُتَّقٰی بِہٖ ص ۴۱۵ امام کی سرپرستی میں لڑنا اور اسکی پناہ میں رہنا۔

حدیث ۱۶۰۵

اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ

سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہم سب سے پچھلے اور سب سے اگلے ہیں ۔ جس نے

وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ

میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی

صحابہ کرام ان کو برا کہتے تھے ۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا ۔ جو تمہیں برا کہے تم اس کا جواب دو ۔ اس کے بعد لوگوں نے ان کو برا کہنا چھوڑ دیا ۔

تشریحات ۱۶۰۵ خارجیوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جو سلاطین ظالم ہوں ان پر خروج واجب ہے ۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ جب تک سلطان اسلام سے کفر نہ سرزد ہو اور شعائر اسلام کے قیام کو نہ چھوڑے خروج جائز نہیں اگرچہ وہ ظالم ہے ۔ کیونکہ اس میں امن کی بربادی اور لوگوں کے جان و مال کی تباہی ہے ۔

تشریحات ۱۶۰۶ قریش اور عام اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ صرف قبیلے کے سرداروں کی اطاعت کرتے جس میں عصبیت تھی جب انھیں قبائلی حدبندی سے ہٹ کر مطلقا امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا تو ان پر شاق ہوا ۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں پوری تاکید کے ساتھ امیر کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا ۔ یہ حدیث خوارج کے اس عقیدے کا رد ہے ۔ کہ ائمہ جور پر

ے ثانی الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام ص ۱۰۵۷ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد

وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ

نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر

جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ

کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور امام ڈھال ہے اس کی پناہ میں لڑا جاتا ہے اور بچا

بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ [1]

جاتا ہے۔ پس اگر اللہ کے تقوی کا حکم کرے اور انصاف کرے تو اس کیلئے ثواب ہے اور اگر اس

کے سوا کچھ اور کہے تو اس پر اس کا وبال ہے۔

بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ عَلٰى اَنْ لَّا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ لِقَوْلِ

لڑائی کے موقعہ پر یہ بیعت لینا کہ بھاگیں گے نہیں اور بعضوں نے کہا موت پر بیعت لینا۔ اللہ عزوجل

اللّٰهِ تَعَالٰى لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فتح (۱۸) ۱۲۵)

کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ بیشک اللہ راضی ہوا ان لوگوں سے جو تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔

حدیث ۱۶۰۷

عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجَعْنَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا ہم آئندہ سال بیعت رضوان

مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ

کی جگہ پر پہنچے تو ہم میں سے دو شخص بھی اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ درخت کون سا ہے اور

خروج واجب ہے اور جمہور کے مسلک کی مؤید۔

توضیح باب یہ آیت کریمہ امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لئے ذکر فرمایا ہے کہ موت پر بیعت لینا جائز ہے۔ اسلئے کہ سلمہ بن اکوع سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے بیعت رضوان کے موقع پر کس چیز پر بیعت کی تھی تو انھوں نے فرمایا موت پر۔

تشریحات ۱۶۰۷ وہاں ایک قسم کے متعدد درخت تھے اس وجہ سے صحابہ کرام کو اشتباہ ہو گیا اس کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں لوگ ایک درخت کو بیعت رضوان والا

[1] ثانی احکام باب قول اللہ تعالی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ص ۱۰۵۷۔

رَحْمَةً مِّنَ اللهِ فَسَأَلْتُ نَافِعًا عَلَىٰ اَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا بَلْ

یہ درخت اللہ کی طرف سے رحمت تھا (جویریہ) نے کہا کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کس پر

بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ۔

بیعت کی تھی موت پر؟ تو انھوں نے کہا نہیں بلکہ ان لوگوں نے صبر پر بیعت کی تھی۔

درخت سمجھ کر اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت عمر نے اسے کٹوا دیا۔ اس سے شبلی صاحب اور ان کے ہم مذہب یہ دلیل لاتے ہیں کہ بزرگان دین کے مشاہد کی تعظیم و تکریم حرام ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اسی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا حالانکہ اس درخت کا کٹوانا اس بنیاد پر نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ جس درخت کو لوگ سمجھ رہے تھے اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی جب بیعت رضوان کے شرکا ایک ہی سال بعد اس کی تعیین نہ کر سکے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ برسہا برس گزرنے کے بعد لوگ اسے قطعی طور پر پہچان لیں کہ یہ وہی درخت ہے۔ اسی بخاری کتاب الصلوٰۃ میں مفصل وہ حدیثیں گزری ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ معظمہ جاتے اور واپس ہوتے تو ان جگہوں کو تلاش کر کے قیام کرتے اور وہاں نمازیں پڑھتے۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ محبوبان بارگاہ کے مشاہد کی تعظیم ممنوع ہے۔

کانت رحمة کانت کی ضمیر مستتر کا مرجع الشجرة ہے۔ جو حدیث کے متن میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ یہ درخت اللہ کی رحمت تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کا متعین نہ ہونا اللہ کی رحمت تھا کہ اس میں عدول عن الظاہر ہے۔ کیونکہ اب کانت کی ضمیر کا مرجع اخفار کو ٹھہرانا ہوگا جو مذکور نہیں۔ لامحالہ اس کی تاویل میں یہ کہنا پڑے گا کہ ماسبق اس پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے مذکور کو ضمیر کا مرجع بنانا بہ نسبت مدلول کے راجح ہے۔ اسی لئے علامہ بدر الدین محمود عینی نے فرمایا۔

ای کانت هذه الشجرة موضع رحمة الله و محل رضوانه قال تعالیٰ لقد رضی الله عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرة۔

یہ درخت اللہ کی رحمت اور اس کی رضوان کی جگہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ مومنین سے راضی ہوا جب انھوں نے درخت کے نیچے تم سے بیعت کی۔

تشریحات ۱۶۰۸ واقعہ حرہ سن ترسٹھ ۶۳ھ ہجری میں ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور مدینہ طیبہ کے کچھ سر برآوردہ افراد یزید کے پاس گئے وہاں انھوں نے یزید کی بدعنوانیاں دیکھیں تو مدینہ طیبہ آ کر یزید کی بیعت فسخ کر دی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ اس پر یزید پلید نے مسلم بن عقبہ کو جسے مسلمان مسرف بن عقبہ کہتے ہیں۔ ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر

حدیث ۱۶۰۸

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب واقعہ حرہ کے زمانہ میں ایک

قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنُ الْحَرَّةِ أَتَاهُ آتٍ فَقَالَ لَهُ إِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ

آنے والے نے بتایا کہ ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں تو فرمایا کہ میں رسول اللہ

عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا أُبَايِعُ عَلَى هٰذَا أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

حدیث ۱۶۰۹

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ شَجَرَةٍ فَلَمَّا خَفَّ

سے بیعت کی پھر ایک درخت کے سایے میں چلا گیا جب بھیڑ کم ہو گئی تو فرمایا۔ اے ابن اکوع

النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ

کیا بیعت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میں بیعت کر چکا یا رسول اللہ! فرمایا

حملہ کے لئے بھیجا اس نے تین دن تک مدینہ طیبہ کو لوٹا اور ایسی بے حرمتی کی جو ایک کھلے کافر سے بھی متصور نہیں۔ سترہ سو رؤسا کو شہید کیا اور دس ہزار عوام کو، عورتیں اور بچے جو مارے گئے وہ الگ۔ ایک ہزار کنواری خواتین حرم کی عصمت دری کی گئی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے۔ تین دن تک گھوڑوں کی لید سے مسجد اقدس ناپاک ہوتی رہی۔ تین دن تک مسجد میں نہ اذان ہوئی نہ نماز۔

حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر یہ غسل جنابت کر رہے تھے ابھی آدھے سر کو دھویا تھا کہ جنگ کے شور کو سنا۔ غسل چھوڑ کر اسی حالت میں میدان جنگ میں آگئے اور لڑتے لڑتے ابو سفیان کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ فرشتے انکو غسل دے رہے ہیں۔ اسی موقع پر ان کی زوجہ حاملہ ہو گئی تھیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے۔

تشریحات ۱۶۰۹

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے گیارہویں ثلاثی حدیث ہے۔ جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۹ مسلم مغازی

وَاَیْضًا فَبَایَعْتُہُ الثَّانِیَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ یَا اَبَا مُسْلِمٍ عَلٰی اَیِّ شَیْئٍ کُنْتُمْ تُبَایِعُوْنَ

اور صبح تو میں نے حضور سے بیعت دوبارہ کی ۔ یزید بن ابی عبید نے کہا میں نے ان سے پوچھا کہ اے

یَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَی الْمَوْتِ ۔

ابو مسلم اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کرتے تھے فرمایا ۔ موت پر ۔

حدیث ۱۶۱۰

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ مُّجَاشِعٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

مجاشع نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھتیجے کو لے کر حاضر ہوا

وَسَلَّمَ بِابْنِ اَخِیْ فَقُلْتُ بَایِعْنَا عَلَی الْھِجْرَۃِ فَقَالَ مَضَتِ الْھِجْرَۃُ لِاَھْلِھَا

میں نے عرض کیا ہم سے ، ہجرت پر بیعت لے لیجئے ۔ فرمایا ۔ ہجرت کا زمانہ گزر چکا ۔ میں نے عرض

قُلْتُ عَلَامَ تُبَایِعُنَا قَالَ عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْجِھَادِ ۔[ع]

کیا اب ہم سے کس بات پر بیعت لے رہے ہیں فرمایا اسلام اور جہاد پر ۔

کے تلمیذ حضرت مکی بن ابراہیم سے حضرت امام بخاری کو ملی ہے ۔

بخاری میں صرف دو ہی بار بیعت کا ذکر ہے ۔ مگر مسلم[۱] میں تین بار مذکور ہے ۔ مسلم میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت کے لئے درخت کی جڑ میں بلایا ۔

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے بیعت کی ۔ اس کے بعد حضور لوگوں سے بیعت لیتے رہے یہاں تک کہ بیچ میں مجھ سے فرمایا کہ اے سلمہ بیعت کر ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے شروع ہی میں بیعت کر لی ہے ۔ فرمایا اور کر لو ۔ اور حضور نے مجھ کو بغیر ہتھیار کے دیکھا تو مجھے ایک ڈھال عطا فرمائی ۔ پھر بیعت لی ۔ پھر اخیر دور میں فرمایا ۔ اے سلمہ کیا تم بیعت نہیں کرو گے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں شروع میں ہی بیعت کر چکا ہوں اور بیچ میں بھی ۔ فرمایا اور کر لو ۔ تو میں نے حضور سے تیسری بار بیعت کی ۔

موت پر بیعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم مر جائیں گے مگر میدان چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں ۔ اس تقدیر پر موت پر بیعت کا حاصل یہی ہوا کہ ہم بھاگیں گے نہیں اگرچہ جان چلی جائے اور صبر پر بھی بیعت کا حاصل یہی ہے ۔

تشریحات ۱۶۱۰ بابن اخی ۔ یہاں بابن اخی ہے ۔ لیکن بخاری ہی میں دوسرے ابواب میں باخی ہے اور یہی صحیح ہے ۔

ع باب لا ہجرۃ بعد الفتح ص۴۳۳ ثانی مغازی باب ص۶۱۶ مسلم مغازی ۔

۱ ثانی جہاد ۔ باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا ص۱۱۳

بَابُ عَزْمِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيْ مَا يُطِيْعُوْنَ ص ۴۱۶

امام کا لوگوں پر حسب استطاعت بوجھ ڈالنا۔

حدیث ۱۶۱۱

عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَقَدْ اَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَأَلَنِيْ عَنْ

ابو وائل نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا آج میرے پاس ایک شخص آیا

اَمْرٍ مَا دَرَيْتُ مَا اَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ اَرَأَيْتَ رَجُلًا مُؤْدِيًا نَشِيْطًا يَخْرُجُ مَعَ اُمَرَائِنَا

اس نے مجھ سے ایک بات پوچھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس کا کیا جواب دوں۔ اس نے کہا بتائیے

فِي الْمَغَازِيْ فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِيْ اَشْيَاءَ لَا يُحْصِيْهَا فَقُلْتُ لَهُ وَاللهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ

ایک شخص مسلح ہو کر بخوشی ہمارے سرداروں کے ساتھ لڑائی میں نکلتا ہے۔ امیر ہمیں ایسی باتوں کا قطعی حکم دیتا

لَكَ اِلَّا اَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَسٰى اَنْ لَّا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِيْ اَمْرٍ

ہے جس کی طاقت نہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ بخدا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھے کیا بتاؤں ہاں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ

اِلَّا مَرَّةً حَتّٰى نَفْعَلَهُ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَنْ يَزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللهَ وَاِذَا شَكَّ فِيْ

علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تو ہمیں کسی کام کرنے کا حکم صرف ایک بار دیتے۔ یہاں تک کہ ہم اسکو کر لیتے۔ اور

نَفْسِهٖ شَيْءٌ سَأَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَاَوْشَكَ اَنْ لَّا تَجِدُوْهُ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا

بیشک تم ہمیشہ بھلائی میں ہو گے جب تک اللہ سے ڈرو گے اور جب کسی معاملے میں شک واقع ہو جائے تو کسی شخص سے

هُوَ مَا اَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِيَ كَدَرُهٗ۔

پوچھ لے وہ اسکی تسلی کر دے عنقریب تم ایسے شخص کو نہیں پاؤ گے۔ اور اس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ گزشتہ دنیا

کا حال میں ذکر کرتا ہوں جو اس تالاب کے مثل ہے جس کا صاف پانی پی لیا جائے اور گدلا چھوڑ دیا جائے۔

حضرت مجاشع کے ان بھائی کا نام مجالد بن مسعود تھا اور کنیت ابو معبد تھی۔ یہ لوگ فتح مکہ کے بعد حاضر ہوئے تھے جیسا کہ مغازی میں ہے فتح مکہ کے بعد یہ مخصوص ہجرت جو فتح مکہ کے پہلے فرض تھی کہ مسلمان مکہ سے اور دیگر بلاد کفر سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ جائیں ختم ہو گئی تھی کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں تھی۔ اس پر پوری بحث پہلے ہو چکی ہے۔

تشریحات ۱۶۱۱

مؤدیا۔ اس کا مادہ اَدَاۃ ہے۔ یعنی لڑائی کے آلات سے کامل طور پر آراستہ۔ اس میں ہمزہ کو باقی رکھنا واجب ہے۔ ورنہ یہ وہم ہوگا کہ یہ اودی سے ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔

بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ ص ۴۱۶

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شروع دن میں لڑائی کی ابتدا نہیں کرتے تو موخر فرمادیتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

حدیث ۱۶۱۲

عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ

عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام سالم ابوالنضر نے کہا اور یہ ان کے کاتب تھے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پاس لکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو پڑھا کہ بعض ان ایام میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ دشمن سے ہوا رسول اللہ نے انتظار فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! دشمن کے مقابلے کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو اور جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہوجائے تو صبر کرو اور جان لو کہ بیشک جنت تلواروں کے

ان لاتجدوہ یعنی تم کو تسلی بخش جواب دینے والا کوئی نہیں ملے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے ہیں۔ جن کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے پہلے ہوچکا تھا۔ اب چودہ سو سال گزرنے کے بعد کیا حال ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ماغبر یہ اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی مضی کے بھی ہیں۔ اور بقی کے بھی۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ زیادہ مناسب یہاں مضی کا معنی ہے۔ اسی بنا پر ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ گزشتہ دنیا۔ لیکن اس خادم کا رجحان یہ ہے کہ زیادہ مناسب مابقی ہے یعنی دنیا کی موجودہ حالات اس تالاب کے مثل ہے جس کا صاف پانی پی لیا گیا اور گدلا چھوڑ دیا گیا۔

توضیح باب زوال کے وقت تک جنگ ملتوی کرنے میں ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن دو پہر تک تگ و دو کرکے تھک جاتا ہے۔ پھر کہیں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں کبھی اپنا رخ پورب ہوتا ہے جسکی وجہ سے

اَلْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اَھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ۔

سایے میں ہے پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ کتاب نازل فرمانے والے بادل کو چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہمکو ان کے مقابلے پر فتح عطا فرما۔

بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ص۴۱۶ راہ خدا میں مال دینا اور سواریاں مہیا کرنا۔

ت ۵۶۱

وَقَالَ مُجَاھِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ الْغَزْوُ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اُعِیْنَکَ

اور امام مجاہد نے کہا میں نے ابن عمر سے عرض کیا کہ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا

بِطَائِفَۃٍ مِّنْ مَّالِیْ قُلْتُ قَدْ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیَّ قَالَ اِنَّ غِنَاکَ لَکَ وَاِنِّیْ اُحِبُّ

میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال سے تمہاری مدد کروں۔ میں نے عرض کیا اللہ نے مجھے وسعت دی ہے۔ فرمایا تیری

اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ مَّالِیْ فِیْ ھٰذَا الْوَجْہِ

مالداری تیرے لئے ہے میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کچھ مال اس راہ میں خرچ ہو۔

ت ۵۶۲

وَقَالَ عُمَرُ اِنَّ نَاسًا یَّاْخُذُوْنَ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ لِیُجَاھِدُوْا ثُمَّ لَا یُجَاھِدُوْنَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس مال سے لیتے ہیں یہ کہہ کر کہ جہاد

فَمَنْ فَعَلَہٗ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمَالِہٖ حَتّٰی نَاْخُذَ مِنْہُ مَا اَخَذَ

کریں گے پھر جہاد نہیں کرتے جو شخص ایسا کرے گا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں اس نے جو کچھ لیا ہم لے لیں گے۔

دوپہر سے پہلے پہلے سورج آنکھ کے سامنے ہوتا ہے اور دشمن کی پیٹھ پر۔ ایسی صورت میں جنگی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ لڑائی کو سورج ڈھلے تک موخر کر دیا جائے۔ واقعہ حرہ میں ابن عقبہ نے اپنا پڑاؤ مدینہ طیبہ سے شرقی جانب رکھا تھا جس کے نتیجے میں صبح کو سورج اس کی لشکر کی پیٹھ پر تھا اور اہل مدینہ کی آنکھوں پر اس نے صبح ہی کو پوری قوت سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں اہل مدینہ کو نقصان پہنچا۔ اسے یہ مشورہ مروان نے دیا تھا۔

تشریحات ۵۶۱ اس تعلیق کو امام بخاری نے غزوہ فتح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ مجاہد اگرچہ مالدار اور مستغنی ہو اس کی مال سے مدد کی جائے البتہ اسے کوئی سامان یا سواری اجرت پر دینا مکروہ ہے۔ امام مالک کے یہاں مطلقا اور ہمارے یہاں اس وقت اجازت ہے جب مسلمانوں میں ضعف ہو اور بیت المال خالی ہو ورنہ مکروہ ہے۔

ت ۵۶۳

وَقَالَ طَاؤُسٌ وَمُجَاهِدٌ اِذَا دُفِعَ اِلَيْكَ شَئٌ تَخْرُجُ بِهٖ فِيْ

امام طاؤس اور مجاہد نے کہا جب تجھے کچھ دیا جائے۔ کہ اسے لیکر راہ خدا میں جاؤ

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ اَهْلِكَ

تو تجھے اختیار ہے جو چاہے کرے چاہے تو اپنے اہل کے پاس رکھ دے۔

بَابُ الْاَجِيْرِ ص ۴۱۷ لڑائی میں نوکر کا حکم

ت ۵۶۴

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ يُقْسَمُ لِلْاَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ۔

امام حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا نوکر اور مزدور کو بھی غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔

ت ۵۶۵

وَاَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ

عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا جہاد کے لئے کرایے پر لیا گھوڑے کا حصہ چار سو دینار

دِيْنَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَيْنِ وَاَعْطٰى صَاحِبَهٗ مِائَتَيْنِ۔

ہوا تو دو سو انھوں نے لیا اور دو سو گھوڑے والے کو دیا۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ص ۴۱۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا۔

تشریحات ۵۶۳ حضرت عمر کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولا ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر بیت المال کسی کو کسی کام کے لئے کچھ دے اور وہ نہ کرے تو اس سے مال واپس لے لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نا اہل لے تو بھی۔ اور یہی حکم دینی اداروں سے بھی مال لینے کا ہے۔ اس سے اوقاف کے متولیاں اور دینی مدارس کے ناظمین کو اپنی اصلاح کرلینی چاہیے کہ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ داری یا خوشامد اور چاپلوسی کی بنا پر نا اہل کو نا اہل جانتے ہوئے بھی ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔

تشریحات ۵۶۵، ۴ لڑائی میں اجیر کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی مجاہد نے اپنی یا اپنے گھوڑے کی خدمت کیلئے کسی کو ساتھ رکھ لیا۔ اسے مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا۔ دوسرے یہ کہ امیر لشکر نے یا سلطان اسلام نے کسی کو لڑنے کے لئے نوکر رکھ لیا۔ جیسا کہ آجکل پوری دنیا میں رائج ہے اسے بھی مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا وہ صرف اپنی اجرت کا مستحق ہوگا۔

حدیث ۱۶۱۳

اَخْبَرَنِیْ ثَعْلَبَۃُ بْنُ اَبِیْ مَالِكٍ اَلْقُرَظِیُّ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ الْاَنْصَارِیَّ

قیس بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کا ارادہ فرمایا تو احرام باندھنے سے پہلے کنگھی

وَکَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ۔

کی۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب لوا رہتے۔

حدیث ۱۶۱۴

عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ یَقُوْلُ لِلزُّبَیْرِ رَضِیَ

نافع بن جبیر بن مطعم نے کہا کہ میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ھٰہُنَا اَمَرَكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْکُزَ الرَّایَۃَ[عہ]

سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو یہاں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ایک مہینے کی دوری تک رعب سے

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا اَشْرَکُوْا

میری مدد کی گئی اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان عنقریب ہم کافروں کے دل میں رعب ڈالیں گے

بِاللّٰہِ۔ آل عمران (۱۵۱) ص۴۱۸　کیونکہ انھوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

اور اگر مجاہد نے سواری یا ہتھیار کرایے پر لیا تو یہ جائز نہیں۔ اگر اجرت یہ ہو کہ مال غنیمت میں سے اتنا حصہ تم کو اجرت دوں گا۔ کیونکہ اجرت مجہول معدوم ہے۔ ہاں اور اگر اجرت طے کر لی مثلاً یہ کہ یومیہ ایک روپیہ دوں گا تو جائز ہے۔

توضیح باب لوار اس بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں جو لشکر کے سپہ سالار کے پاس رہتا ہے۔ رایۃ چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے لوار اور رایۃ کے لئے الگ الگ باب قائم فرمایا ہے۔ پہلے باب باندھا ہے باب الألویۃ۔ اس کے تحت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں داخل ہوئے اور حضور کی لوار سفید تھی۔ اس کے بعد یہ باب قائم فرمایا۔ باب فی الرایات۔ اس کے تحت حضرت برار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رایہ کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا کہ وہ کالا چوکور چمڑے کا تھا۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں طبرانی نے کبیر میں حضرت بریدہ سے روایت کیا

عہ ثانی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص۶۱۳

82

حدیث ۱۶۱۵

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ

نے فرمایا ۔ میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں اور رعب سے میری مدد کی گئی میں سو رہا تھا کہ میرے پاس

بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ قَالَ

زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھی گئیں ۔ حضرت ابو ہریرہ نے

أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا ؎

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رایہ کالی تھی اور لوا سفید ۔ اس قسم کی متعدد احادیث مروی ہیں ۔ بعض روایتوں میں ہے ۔ کہ رایہ کا رنگ زرد تھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ سرخ تھا ۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ رایہ چھوٹے جھنڈے کے لیے کوئی رنگ مقرر نہیں تھا ۔ جس وقت جیسا موقع ہوا جھنڈا بنا لیا ۔

تشریحات ۱۶۱۴ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حَجُوْن (جنت المعلی) میں جھنڈا گاڑا جائے ۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اس پر حضرت عباس نے وہ پوچھا تھا ۔

تشریحات ۱۶۱۵ الجوامعُ الکَلِمُ ۔ جوامع ۔ جامعۃ ۔ کی جمع ہے ۔ کَلِمْ کلمہ کی اسم جمع ہے جیسے تمر اور تمرۃ ۔ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے ۔ اصل تھا الکلم الجوامع ۔ اس سے مراد ایسا کلمہ ہے جو مختصر ہو لیکن اپنے اندر کثیر معانی رکھتا ہو جیسے انما الاعمال بالنیات ۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ ۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الدین النصیحۃ لکل مسلم ۔

علامہ ابن تین نے کہا کہ جوامع الکلم سے مراد قرآن مجید ہے ۔ جس کے ہر ہر کلمہ میں غیر متناہی معانی ہیں ۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ۔ عجائبہ لا تنقضی ۔ اس کے عجائب ختم نہیں ہوں گے ۔

مطابقت باب باب یہ ہے نصرت بالرعب مسیرۃ شہر ۔ ایک مہینہ کی مسافت تک رعب سے میری

؎ ثانی تعبیر الرؤیا صفحہ ۱۰۳۶ باب المفاتیح فی الید صفحہ ۱۰۳۵ الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفحہ ۱۰۸۲ مسلم مساجد ۔ نسائی جہاد ۔ دارمی مقدمہ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی صفحہ ۲۶۴

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى (۱۹۷) البقرہ

غزوہ میں توشہ لے جانا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور توشہ ساتھ رکھو سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

حدیث ۱۴۱۶

عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ هِشَامٌ وَحَدَّثَتْنِي أَيْضًا

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جب حضور نے مدینے کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا

فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

تو میں نے ابو بکر کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک توشہ دان تیار کیا۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ أَرَادَ أَنْ يُهَاجِرَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ

لیکن توشہ دان اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کے لئے کوئی چیز مجھے نہیں ملی — میں نے

لِسُفْرَتِهِ وَلَا لِسِقَائِهِ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهِ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ وَاللهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهِ

ابو بکر سے کہا۔ اپنے کمر بند کے سوا اسے باندھنے کے لئے کچھ نہیں پاتی ہوں۔

مدد کی گئی۔ حدیث میں۔ مسیرۃ شہر۔ نہیں۔ لیکن یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری ہی میں تیمم اور کتاب الصلوٰۃ میں مروی ہے۔ اس میں مسیرۃ شہر۔ ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی شرح ہوتی ہے۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کا اطلاق حضرت جابر کی حدیث سے مقید ہے۔

اقول وھو المستعان۔ یہ حضرت امام بخاری کا ذوق تھا کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ کی مطلق حدیث کو حضرت جابر کی حدیث سے مقید فرمایا۔ اور یہ بظاہر اس عہد مبارک کے اعتبار سے تھا کہ مدینہ طیبہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ایران روم مصر وغیرہ کی عظیم الشان سلطنتیں تھیں مگر کسی کو مدینہ طیبہ پر حملے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس حقیقت واقعیہ کو حضرت جابر کی حدیث میں بیان فرمایا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رعب صرف ایک مہینہ کی مسافت تک محدود نہیں تھا بلکہ سارے عالم پر محیط تھا۔ حضرت سفیان کی ہرقل والی حدیث میں ہے یخافہ ملک بنی الاصفر۔ ان سے شاہ روم ڈر رہا ہے انھوں نے یہ منظر حمص میں دیکھا تھا۔ نیز اس کا بدرجۂ اتم ظہور حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں ہوا کسے نہیں معلوم قیصر و کسریٰ اپنے محلوں میں صحابہ کرام کے نام سے کانپتے تھے۔ یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا رعب تھا جو وراثت میں ان حضرات کو ملا تھا۔ اس لئے انسب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو "مسیرۃ شہر" کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔

تنتثلونھا اس کا مادہ نثل ہے جس کا معنی نکالنے کے ہیں عرب والے بولتے ہیں نثلت البئر۔ یعنی اس کی مٹی نکال لی مراد یہ ہے کہ ان خزانوں کو تم لوگ حاصل کر کے خرچ کر رہے ہو۔

الْاَنِطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْهِ بِاثْنَیْنِ فَارْبِطِیْ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْآخَرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ

انھوں نے فرمایا اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لے۔ ایک سے مشک باندھ اور دوسرے سے توشہ دان۔

فَلِذَالِكَ سُمِّیْتُ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ عہ

میں نے ایسا ہی کیا۔ اس لئے میرا نام ذات النطاقین پڑ گیا۔

حدیث ۱۶۱۶

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں

قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الْاَضَاحِیِّ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ عہ

ہم لوگ قربانی کا گوشت مدینے تک لے جاتے تھے۔

تشریحات ۱۶۱۶

یہ واقعہ ہجرت کا ایک حصہ ہے جب یہ طے ہوگیا کہ آج رات میں ہجرت کرنی ہے اور یہ بھی طے ہوگیا کہ تین دن تک غار ثور میں قیام کرنا ہے اس وقت حضرت اسماء نے ایک چمڑے کے تھیلے میں بکری بھون کر رکھدی۔ اسی کو باندھنے کے لئے اپنا کمر بند پھاڑا تھا۔

نِطاق۔ عرب کی عورتیں کپڑوں کے اوپر کمر پر ایک کپڑا باندھ لیتی تھیں اسی کو نطاق کہا جاتا ہے۔ ذات النطاقین۔ اصل میں کلمۂ عار تھا۔ کام کاج کرنے والی عورتوں کو کہا جاتا تھا۔ اسی لئے شامی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین کہا کرتے تھے۔ یہ ان کی شرارت تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک معزز خاتون تھیں۔ ان کے والد حضرت صدیق اکبر تھے اور شوہر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ شب ہجرت اس خدمت کے صلے میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذات النطاقین نام رکھا تھا۔ یہ حقیقت میں ان کے لئے بہت بڑا شرف تھا جس پر وہ فخر کیا کرتی تھیں۔ حقیقت میں ان کا فخر بجا بھی تھا۔

تشریحات ۱۶۱۷

یہاں لحوم الاضاحی۔ ہے اور کتاب الاطعمہ میں لحوم الہدی۔ ہے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ ھدی بھی قربانی ہی ہے۔ ابتداءً جب عسرت تھی۔ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب فارغ البالی آئی تو اجازت ہو گئی۔

تشریحات ۱۶۱۸

یہ ایک لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے غزوہ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہ مناقب الانصار۔ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۵۔ عہ ثانی اضحیہ باب ما یوکل من لحوم الاضاحی ص ۸۳۵ اطعمہ باب ما کان السلف ــــ یدخرون فی بیوتہم ص ۸۱۶ مسلم اضاحی۔ نسائی حج۔

بَابُ الرِّدْفِ عَلَی الْحِمَارِ ص۴۱۹ گدھے پر کسی کو اپنے پیچھے بٹھانا۔

حدیث ۱۶۱۸

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ ؎

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس کے پالان پر چادر پڑی ہوئی تھی اور اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

حدیث ۱۶۱۹

أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ فَمَكَثَ فِيهَا نَهَارًا طَوِيلًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر اسامہ بن زید کو پیچھے بٹھائے مکہ کے بالائی حصے سے کعبہ کی طرف آئے اور حضور کے ساتھ بلال تھے اور کلید برداران میں سے عثمان بن طلحہ تھے۔ مسجد میں آکر اونٹ کو بٹھایا اور عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چابھی لائیں انھوں نے چابھی لاکر کعبہ کا دروازہ کھولا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ اسامہ، بلال اور عثمان تھے۔

بیمار پڑے۔ ان کی عیادت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا۔ پوری حدیث کتاب التفسیر میں آئے گی۔

تشریحات ۱۶۱۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی یا نہیں پڑھی تھی تو کے رکعت

؎ ثانی لباس باب ارتداف علی الدابۃ ص۸۸۲۔ مسلم مغازی۔ نسائی طب۔

ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا

کعبہ کے اندر دیر تک رہے۔ پھر باہر تشریف لائے اب لوگ لپکے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن عمر اندر داخل

وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَأَلَهُ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهُ

ہوئے۔ بلال کو دروازہ کے پیچھے کھڑا پایا۔ ان سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی۔

اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْأَلَهُ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ ؎

انھوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی۔ عبداللہ نے کہا میں پوچھنا بھول گیا کہ کے رکعت پڑھی۔

بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ ص۴۱۹ جس نے رکاب وغیرہ پکڑا

حدیث ۱۶۲۰	عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ

انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ جس دن بھی سورج نکلے گا جس میں لوگوں کے درمیان کوئی انصاف

كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ

صدقہ ہے۔ جانور پر سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرے اور اس پر سوار کرا دے یا سامان

عَلٰى دَابَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ

اٹھا کر اسے دیدے صدقہ ہے۔ اچھی بات صدقہ ہے نماز کی طرف چلتے وقت ہر قدم صدقہ

صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ

ہے۔ راستے سے تکلیف دور کرے صدقہ ہے۔

پڑھی تھی اور کہاں پڑھی تھی۔ ان سب پر تفصیلی گفتگو تیسری جلد میں ہو چکی ہے۔

تشریحات ۱۶۲۰ سُلامی۔ فتح الباری میں ہے۔ یہ واحد جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ

ؔ ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ ص۶۱۴

بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ ص ۴۱۹

مصاحف لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنا مکروہ ہے۔

ت ۵۶۶

وَكَذَالِكَ يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دشمن کی زمین میں مصحف لے کر جانے کی ممانعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اس کی متابع روایت ابن اسحٰق سے بھی ہے۔

ت ۵۶۷

وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ الْقُرْآنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ دشمن کی زمین میں گئے اور وہ لوگ قرآن سکھاتے تھے۔

حدیث ۱۶۲۱

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

یہ واحد ہے۔ اس کی جمع سُلامیات۔ اسکے معنی جوڑ کے ہیں۔ اور کبھی صرف ہڈیوں کے جوڑ کو کہا جاتا ہے۔ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس پر مفصل کلام گذر چکا۔

تشریحات ۵۶۶ یہ پہلی تعلیق کو امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے کو ناپسند فرمایا۔ اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ امام بخاری نے متابعت اس بنا پر ذکر فرمایا کہ ان کے نزدیک مخافة ان ینالہ العدو۔ کا مرفوع ہونا صحیح نہیں جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت میں نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ دوسروں کی روایت میں ہے۔

تشریحات ۱۶۲۱ تعلیق میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ قرآن لوگوں کو سکھاتے تھے اس سے امام بخاری نے استدلال فرمایا کہ ان کے پاس قرآن مجید کے کچھ صحیفے رہتے تھے یا بوقت تعلیم کچھ لوگوں کو لکھاتے تھے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ۔

علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا۔

بَابُ التَّکْبِیْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ ص ۴۲۰ لڑائی کے وقت تکبیر کہنا۔

حدیث ۱۶۲۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَبَّحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کے وقت

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِیْ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ فَلَمَّا رَاَوْہُ قَالُوْا

خیبر پہنچے اور خیبر والے اپنی گردنوں پر پھاوڑے لئے ہوئے نکل چکے تھے جب انھوں

ھٰذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ فَلَجَؤُا اِلَی الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِیُّ

نے حضور کو دیکھا تو کہا یہ محمد لشکر کے ساتھ ہیں محمد لشکر کے ساتھ ہیں انھوں نے قلعہ میں پناہ لی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ وَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہا اللہ اکبر خیبر تباہ ہوا اور ہم جب

نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ وَاَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاھَا

کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن کافروں کو ڈرایا گیا ان کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ اور ہمکو بہت سے

فَنَادٰی مُنَادِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یَنْھَیَانِکُمْ

گدھے ملے جن کو ہم نے پکایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ بیشک اللہ اور اسکے رسول تمکو

اگر لشکر چھوٹا ہو اور اس کا اندیشہ ہو کہ کہیں مغلوب نہ ہو جائے تو قرآن مجید لیکر سفر کرنا ممنوع ہے لیکن اگر بھاری لشکر ہو اور شکست کا اندیشہ نہ ہو تو ممنوع نہیں۔

تشریحات ۱۶۲۲

مغازی میں یہ زائد ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا اور میں پڑھ رہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ حضور نے سن لیا تو فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کیا میں تجھے ایسا نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ پر میرے

عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا ۔ ے

گدہوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں تو ہانڈیاں اور ہانڈیوں میں جو کچھ تھا انڈیل دیا گیا ۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيْرِ ص۴۲۰ تکبیر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے ۔

حدیث ۱۶۲۳

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ

علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم کسی وادی کے کنارے پہنچتے تو تکبیر و تہلیل پڑھتے ہماری آوازیں

هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بلند ہو جاتیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے، لوگو! اپنے اوپر نرمی

يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا

کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے وہ تمہارے ساتھ ہے

اِنَّهٗ مَعَكُمْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۔ سه

وہ سننے والا قریب ہے ۔

ماں باپ قربان ضرور بتائیے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔ اور اسی کے ہم معنی دوسرے ابواب میں بھی ہے

بلند آواز سے تکبیر کہنا کبھی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے مثلاً اس سے دشمن کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ چوکنا ہو جاتا ہے اسلئے منع فرمایا یا یہ قصہ غزوۂ خیبر میں جاتے وقت پیش آیا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت خفیہ

سه علامات النبوۃ : باب قول اللہ عزوجل یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ص۵۱۴ ثانی : مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳ نسائی صید ۔ ابن ماجہ : ذبائح ۔ سه ثانی مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۵ ۔ ثانی : دعوات باب الدعاء اذا علا عقبۃ ص۹۴۴ ۔ باب قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ ص۹۴۲ ۔ القدر : باب لاحول ولاقوۃ الا باللہ ص۹۷۹ التوحید : باب قولہ وکان اللہ سمیعا بصیرا ص۱۰۹۹ ۔ مسلم : دعوات ۔ ابوداؤد : دعوات ترمذی : دعوات ۔ نسائی : نعوت ۔ ابن ماجہ : باب التسبیح ۔

بَابُ التَّسْبِیْحِ اِذَا هَبَطَ وَادِیًا ص ۴۲۰ نشیب میں اترتے وقت تسبیح پڑھنا

حدیث ۱۶۲۴

عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب ہم بلندی پر چڑھتے تو

قَالَ كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا عہ

تکبیر کہتے اور اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

بَابُ يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِی الْاِقَامَةِ ص ۴۲۰

مسافر اقامت میں جتنا عمل کرتا تھا مسافرت کی حالت میں اس کیلئے اتنا ثواب لکھا جاتا ہے

حدیث ۱۶۲۵

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ اَبُوْ اِسْمَاعِیْلَ السَّكْسَكِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ

ابو بردہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ ہوئے۔ یزید سفر میں

وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِیْ كَبْشَةَ فِیْ سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِی السَّفَرِ

روزہ رکھتے تھے تو ان سے ابو بردہ نے کہا میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے

فَقَالَ لَهُ اَبُوْ بُرْدَةَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰی مِرَارًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ

ہوئے بار بار سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ بیمار ہو

خیبر پر چڑھائی کی تھی گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آبادی میں پہنچ گئے تو انھیں معلوم ہوا ورنہ وہ ایسے غافل تھے کہ اپنے کام کاج کے لئے باہر نکل چکے تھے لیکن اگر بلند آواز سے تکبیر کہنا مصلحت کے خلاف نہ ہو تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے ابھی حدیث گزری کہ خود حضور نے تکبیر پڑھی تھی، تکبیر سے جوش و خروش بڑھتا ہے اور دشمن پر رعب پڑتا ہے۔ اس نیت سے تکبیر پڑھنا مستحسن ہوگا۔

تشریحات ۱۶۲۵

ابو بردہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں ان کا عامر یا حارث نام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے ابو بردہ ہی ان کا نام ہے۔ یزید بن ابی کبشہ یہ شامی تھے سلیمان

عہ باب التکبیر اذا علا شرفا ص ۴۲۰، نسائی باب الیوم واللیل

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْسَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا

یا سفر کرے تو اسکے نامۂ اعمال میں اتنا ثواب لکھا جاتا ہے جتنا وہ مقیم اور تندرست ہونیکی حالت میں کرتا تھا۔

صَحِيحًا عہ

بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهُ ص۴۲۰ تنہا سفر کرنا

حدیث ۱۶۲۶

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا اگر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ

لوگ جانتے کہ اکیلے (سفر کرنے) میں کیا ہے جو میں جانتا ہوں تو رات میں کوئی سوار اکیلا سفر نہیں کرتا۔

بِلَيْلٍ وَحْدَهُ

بَابُ الْجِهَادِ بِاِذْنِ الْاَبَوَيْنِ ص۴۲۱ والدین کی اجازت سے جہاد

حدیث ۱۶۲۷

سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَايُتَّهَمُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما کہتے تھے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں

فَاسْتَاْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ عسہ

اس نے عرض کیا جی فرمایا تو انھیں دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں جہاد کر۔

تشریحات ۱۶۲۷ ابو العباس شاعر ان کا نام سائب بن فروخ تھا یہ مکی تھے اور نابینا تھے ان کے ساتھ امام بخاری بن عبدالملک کی طرف سے ہندوستان کے خراج وصول کرنے پر مقرر تھے اسی کی حکومت میں فوت ہوئے۔

عہ ابوداؤد جنائز۔ عسہ کتاب الادب باب لایجاھد الاباذن الابوین ص۸۸۳
مسلم ادب، ابوداؤد، ترمذی، نسائی جہاد۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهِ فِي أَعْنَاقِ الْإِبِلِ ص ۴۲۱

اونٹ کی گردن میں گھنٹی وغیرہ باندھنے کے بارے میں کیا کہا گیا ہے۔

حدیث ۱۶۲۸

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ

سفر میں تھے عبد اللہ نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ انھوں نے یہ کہا اور لوگ اپنی خواب گاہوں میں تھے کہ

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت یا کسی چیز کا

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا أَنْ لَا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْ

قلادہ باقی نہ رکھا جائے۔

قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ ـــہ

نے جو یہ فرمایا کہ اپنی حدیث میں متہم نہیں یہ اس بنا پر فرمایا کہ شاعر عموماً لاابالی غیر ثقہ ہوتے ہیں ان کے شاعر ہونے سے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ ان کی روایت مقبول نہیں اس کے ازالے کیلئے فرمایا۔

والدین اگر حیات ہوں تو ان کی بلا اجازت جہاد میں جانا ممنوع ہے یہ حکم عام حالات میں ہے لیکن اگر دشمن ہجوم کر آئیں اور حاکم اسلام نفیر عام کا اعلان کر دے تو والدین اجازت دیں یا نہ دیں جہاد میں جانا واجب ہے۔

تشریحات ۱۶۲۸ بخاری کی اس روایت میں گھنٹی کا ذکر نہیں لیکن ان کی عادت معلوم ہے کہ وہ باب کے تحت کسی حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرتے ہیں جسے باب سے مناسبت نہیں ہوتی مگر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں باب کے مناسب کلمات ہوتے ہیں چنانچہ دارقطنی وغیرہ کی روایت میں یہ ہے وَلَا جَرَسٌ فِي عُنُقِ بَعِيرٍ اِلَّا قُطِعَ خطابی نے مطابقت کی تقریر یوں کی ہے کہ گھنٹی تانت یا رسی وغیرہ میں لٹکا کر باندھی جاتی ہے جب تانت کے قلادہ اور مطلقاً ہر قلادہ کے کاٹنے کا حکم دیا تو گھنٹی جس چیز میں باندھی گئی ہو

ــــہ مسلم لباس، ابوداؤد جہاد، نسائی سیر۔

بَابُ الْجَاسُوْسِ اَلتَّجَسُّسِ اَلتَّبَحُّثُ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ

جاسوس کا بیان ۔ تجسس کے معنی تفتیش ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ (اَلْمُمْتَحِنَۃُ) ص ۴۲۱

میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ ۔

حدیث ۱۶۲۹

اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ

عبید اللہ بن ابو رافع نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا فرمایا چلتے رہو

وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَقَالَ اِنْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا

یہاں تک کہ روضہ خاخ تک پہونچو وہاں ایک ہودج نشین عورت ہوگی اس کے پاس ایک

ظَعِيْنَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰی بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰی اَتَيْنَا

خط ہے یہ خط اس سے لے لو ہم چلے ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑاتے رہے یہاں تک کہ روضہ تک

اِلَی الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِی الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِیَ

پہونچے وہاں ہمیں ایک ہودج نشین عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکالو اس نے کہا میرے پاس

اس کا کاٹنا بھی ثابت ۔ گھنٹی باندھنے سے ممانعت اس بنا پر ہے کہ فرمایا فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں گھنٹی ہو علاوہ ازیں مسلم میں ہے کہ فرمایا الجرس مزمار الشیطان ۔ گھنٹی شیطان کا باجہ ہے۔

مطلقاً ہر قلادے کے کاٹنے کا حکم اس بنا پر دیا کہ اہل عرب جانوروں کے گلوں میں قلادے وغیرہ اس نیت سے باندھتے تھے کہ اس پر نظر یا آسیب کا خلل نہ ہو کبھی کبھی اس میں ایسے تعویز بھی باندھتے تھے جس میں غیر مشروع کلمات لکھے ہوتے رہ گئے ایسے تعویز جس میں قرآن مجید کی آیات یا احادیث کی دعائیں یا اللہ عزوجل کے اسماء لکھے ہوں ان کا باندھنا بلا کراہت درست ہے۔

حدیث میں صرف اونٹ کا ذکر ہے مگر یہ حکم اونٹ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر جانور کو عام ہے۔

تشریحات ۱۶۲۹

روضۂ خاخ :۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو ذوالحلیفہ

مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ

کوئی خط نہیں ہم نے کہا خط نکالو یا کپڑے اتارو اس نے خط کو اپنی چوٹی سے نکالا

عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِيْهِ

ہم وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ـــــ یہ خط

مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ

حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے کچھ مشرکین کے نام تھا وہ مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ

بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

علیہ وسلم کی بعض باتوں کی خبر دے رہے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ

اے حاطب یہ کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر جلدی نہ فرمائیں میں قریش میں سے

اِنِّیْ كُنْتُ امْرَءًا مُلْصَقًا فِیْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِنْ اَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ

نہیں ہوں ان میں آکر رہنے لگا ہوں ۔ حضور کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی

کے قریب مدینہ طیبہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ظعینۃ ہودج نشین عورت ۔ ظعینہ کے اصل معنی ہودج کے ہیں بطور استعارہ ہودج نشین عورت کو کہا جاتا ہے ۔ اس عورت کا نام سارہ یا ام سارہ تھا ۔ کسی قریشی کی آزاد کردہ لونڈی تھی یہاں موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی حضور نے اس سے پوچھا کیسے آئی ہے تو اس نے کہا ضرورت سے آئی ہوں فرمایا کہ مکہ کے جوان کہاں ہیں اس نے عرض کیا واقعہ بدر کے بعد کسی کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کپڑے دیئے اور بھی بہت کچھ دیا ۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اس سے ملاقات کی اور دس دینار اجرت دی کہ میرا یہ خط لے جاکر فلاں کو پہنچا دینا اور یہ تاکید کر دی کہ کسی کو معلوم نہ ہو ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مسلمان نہیں تھی جیسا کہ مغازی میں بخاری ہی میں ہے کہ فرمایا فان بہا امرأۃ من المشرکین وہاں ایک مشرکہ عورت ہوگی یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی اسی جرم میں فتح مکہ کے موقعہ پر پکڑی گئی اور قتل کی گئی ۔

مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ

مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کرتے

إِذْ فَاتَنِيْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا

ہیں میں نے یہ چاہا کہ جب قریش سے میرا کوئی نسبی تعلق نہیں تو میں ان پر ایک احسان

قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ

کروں جس کی وجہ سے وہ لوگ میرے رشتہ داروں کی حمایت کریں میں نے کفر یا ارتداد یا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَدَقَكُمْ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اسلام کے بعد کفر پر رضا مندی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

دَعْنِيْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ

وسلم نے فرمایا حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے

اللّٰهَ أَنْ يَكُوْنَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ

اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں حضور نے ارشاد فرمایا یہ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تمہیں

لَكُمْ فَقَالَ سُفْيَانُ وَأَيُّ إِسْنَادٍ هٰذَا ؏

کیا معلوم کہ اللہ تعالی اہل بدر کے بارے میں یہ فرما دیا ہے اب تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ سفیان نے کہا

کہ اس حدیث کی سند کیا ہی عمدہ ہے۔

من عقاصها اور روایتوں میں ہے مِنْ حُجْزَتِهَا۔ یعنی ازار بند باندھنے کی جگہ سے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ہو سکتا ہے اسکے بال بہت لمبے رہے ہوں اس نے خط کو بالوں کے جوڑے میں رکھ کر ازار بند کی جگہ گھسیڑ لیا ہو۔

؏ باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة ص ۴۳۳ ثانی مغازی۔ باب فضل من شهد بدرا ص ۵۶۵ باب غزوة الفتح ص ۶۱۲ تفسیر سورہ ممتحنہ باب لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ص ۷۲۶ الاستیذان باب من نظر فی کتاب من یحضر ص ۹۲۵ استتابة المرتدین باب ما جاء فی المتأولین ص ۱۰۲۵۔ ابو داؤد: جہاد ترمذی: تفسیر۔ نسائی: تفسیر۔

بَابُ الْاُسَارٰی فِی السَّلَاسِلِ ص ۴۲۲ قیدی زنجیروں میں

حدیث	عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
۱۶۳۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ قَوْمٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ فِی السَّلَاسِلِ ؎

اس قوم پر تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں بندھے ہوئے جنت میں داخل ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کیلئے بہت خفیہ طریقہ سے ساز و سامان مہیا کرنا شروع فرمایا تھا سوائے مخصوص معتمد صحابہ کرام کے کسی کو معلوم نہیں تھا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ سابقین اولین میں سے ہیں اور شرکائے بدر میں سے اسلئے انھیں معلوم ہوگیا تھا انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ مکہ پر حملہ کے دوران مہاجرین کے جو اقربا ر مکہ میں ہیں انکو مکہ والے ضرور ستائیں گے جن لوگوں کے حامی وہاں ہیں وہ لوگ ان کے رشتہ داروں کو بچائیں گے یہ چونکہ اصل میں یمن کے باشندے تھے مکہ معظمہ آکر رہنے لگے تھے ان کا کوئی رشتہ دار مکہ معظمہ میں ایسا نہیں تھا جو ان کے لوگوں کی حفاظت کرتا۔ اسلئے انھوں نے یہ خط بھیجا تھا جیساکہ خود انھوں نے بیان فرمایا۔ لیکن چونکہ انکی یہ حرکت بہت خطرناک تھی اور بظاہر کسی مومن مخلص سے اس کی امید نہیں تھی اسلئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کی باتوں کو بھی جانتے تھے اسلئے انکا عذر قبول فرمالیا۔

لَعَلَّ اللّٰہَ یہ ترجی کے لئے ہے ترجی میں یقین نہیں ہوتا شارحین نے فرمایا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتبار سے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے جیساکہ خود علامہ عینی اور علامہ عسقلانی وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ترجی تحقیق کے لئے ہوتی ہے اب اس کا معنی یہ ہوا بیشک اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے لیے یہ فرمایا ہے۔ دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے یہ سن کر حضرت عمر رونے لگے۔ نیز استتابۃ المرتدین اور باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اھل الذمۃ میں یہ ہے کہ ابوعبدالرحمن عثمانی تھے یعنی یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے اور انھیں حضرت علی سے افضل جانتے تھے اور حبان بن عطیہ علوی تھے یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی اور انھیں حضرت عثمان سے افضل جانتے تھے۔ عبدالرحمن نے ابن عطیہ سے کہا میں جانتا ہوں کہ کس چیز نے تمہارے صاحب یعنی حضرت علی کو خونریزی پر جری کردیا ہے انھوں نے یہ حدیث بیان کی ان کا مطلب یہ تھا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے

؎ ثانی تفسیر آل عمران باب قولہ کنتم خیر امۃ ص ۶۵۴ ابوداؤد جہاد۔ مسند امام احمد جلد دوم ص ۳۰۳ ص ۴۰۶

18

بَاب اَهْلُ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ بَيَاتًا لَيْلًا لَنُبَيِّتَنَّهُ لَيْلًا

کافروں پر شب خون مارتے وقت بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا ۔ بیاتًا کے معنی رات کو جانا۔

بَيَّتَ لَيْلًا ص ۴۲۳

لنبیتنہ کے معنی بَیَّتَ لَیۡلًا کے ہے۔

حدیث ۱۶۳۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ

صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوا یا ودان میں میرے پاس تشریف لائے اور حضور سے پوچھا گیا ان مشرکین کے بچوں اور عورتوں کے

کہدیا ہے کہ تم جو چاہو کرو ہم نے تمہیں بخش دیا ہے۔ اسلئے وہ نڈر ہوکر خونریزی کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی اہل بدر میں سے ہیں۔ لیکن یہ ابو عبدالرحمٰن کی خطا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاجرات میں حق پر تھے اور وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیاء کے لئے جنگ کر رہے تھے اور حضرت معاویہ وغیرہ خطا پر تھے ان کی کچھ باتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ بزور شمشیر حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ صحابی ہیں اور سارے صحابہ کرام کے لئے اللہ نے فرمادیا ہے کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى [1] اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا ہے۔ اسلئے صحابہ کرام کے بارے میں ہمیں حسن ظن رکھنا واجب ہے اور ان کے افعال کو اچھے محمل پر محمول کرنا واجب ہے۔

تشریحات ۱۶۳۰ کتاب التفسیر میں یہ حدیث یوں ہے۔ لوگوں کے لئے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوتی ہیں یہاں تک کہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں اب حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہوا کہ زنجیروں میں جکڑا جانا ان کے جنت میں جانے کا سبب ہوا کہ زنجیروں میں باندھ کر وہ مسلمانوں کے پاس لائے گئے اس وقت کافر تھے پھر اسلام سے مشرف ہوئے جس کے بدولت جنت میں داخل ہوئے۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں نے گرفتار کیا زنجیروں میں باندھا اور اسی حال میں انکا انتقال ہوگیا اور وہ جنت میں داخل ہوگئے۔

تشریحات ۱۶۳۱ ابوا یہ فُرع کے مضافات میں سے ہے یہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ

[1] حدید (۱۰)

عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ

بارے میں جو رات کو اپنے گھروں میں سوئے ہوئے ہوں اور قتل کر دیئے جائیں فرمایا یہ انھیں میں

قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ۔

سے ہیں ۔ اور میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چراگاہ صرف اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہے ۔

بَاب قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ ص ۴۲۳

لڑائی میں بچوں کا قتل کرنا ۔

حدیث ۱۶۳۲

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ امْرَاَةً وُجِدَتْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غزوات

فِيْ بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُوْلَةً فَاَنْكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل کو ناپسند فرمایا ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ [1]

کا انتقال ہوا تھا ۔ یہ نشیبی مرطوب جگہ ہے اس عہد میں یہاں اکثر طاعون کی وبا پھیل جایا کرتی تھی ۔ وَدّان یہ ابواء سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جحفہ سے قریب ہے سوال کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان مشرکین کی بستیوں پر شب خون مارتے ہیں اس حالت میں کبھی بچے اور عورتیں بھی قتل ہو جاتے ہیں تو یہ جرم تو نہیں ۔ کیونکہ عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے ممانعت ہے ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس صورت میں کوئی گناہ نہیں دنیوی احکام میں بچے اپنے مشرک ماں باپ کے تابع ہیں تو یہ بھی مشرک ہوئے اور عورتیں مشرکہ ہی ہیں ۔ تو جب انھیں میں سے ہیں تو ان کے قتل میں کیا حرج ۔

تشریحات ۱۶۳۲ اس کے بعد والے باب میں اخیر میں ہے فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ۔

[1] مسلم مغازی ۔ ابو داؤد جہاد ۔

بَابُ لَا یُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰہِ ص۴۲۳ اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دیا جائے۔

حدیث ۱۶۳۳

عَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّ عَلِیًّا حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ کُنْتُ اَنَا لَمْ اُحَرِّقْ هُمْ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰہِ وَلَقَتَلْتُهُمْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ۔[عہ]

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم کو جلا دیا اس کی خبر جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہونچی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو انھیں جلاتا نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو سزا نہ دو اور میں انھیں قتل کرتا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین بدلے اسے قتل کردو

باب ۴۲۴ حدیث ۱۶۳۴

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَرَصَتْ نَمْلَۃٌ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاَمَرَ بِقَرْیَۃِ النَّمْلِ فَاُحْرِقَتْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا تو انھوں نے حکم دیا چیونٹی کے گھر کے بارے میں تو اسے جلا دیا گیا اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا

تشریحات ۱۶۳۳

جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلایا تھا یہ کون تھے اس بارے میں استتابۃ المرتدین میں یہ ہے کہ یہ زندیق تھے۔ زندیق کی مختلف تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ ہے کہ جس کا کوئی دین نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر چھپائے ہوں۔ اور اسلام ظاہر کر رہے ہوں۔ کچھ لوگوں نے بتایا یہ سبائی رافضی تھے جو حضرت علی کو خدا کہتے تھے مرقات میں ہے کہ حضرت علی نے پہلے انھیں پکڑا اور ان سے توبہ کا مطالبہ کیا انھوں نے توبہ نہیں کی تو ایک گڑھا کھدوا کر آگ جلائی اور ان سبھوں کو اسمیں پھینکوا دیا۔

تشریحات ۱۶۳۴

یہ عتاب اس بنا پر تھا کہ انھیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو انھیں زیادہ سے زیادہ اس کو

عہ ثانی استتابۃ المرتدین باب حکم المرتد والمرتدۃ ص۱۰۲۳ ابوداؤد حدود۔ ترمذی حدود۔ نسائی محاربۃ۔ ابن ماجہ حدود۔

أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِّنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللهَ ؎

تھا تم نے امتوں میں سے ایسی امت کو جو اللہ کی تسبیح کرتی تھی جلا ڈالا۔

بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ ص ۴۲۴ گھروں اور کھجور کے باغ کو جلانا

حدیث ۱۶۳۵ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ

فرمایا کیا تو مجھے ذوالخلصہ سے راحت نہیں پہنچائے گا اور یہ بنی خثعم میں ایک گھر تھا جس کو کعبہ یمانیہ

وَكَانَ بَيْتًا فِيْ خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ

کہتے تھے۔ تو میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ چلا اور یہ لوگ گھوڑے پر سوار تھے اور میں گھوڑے

وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ

پر بیٹھ نہیں پاتا تھا تو حضور نے میرے سینے میں مارا یہاں تک کہ میں نے انگشتان مبارک

عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ

کے نشان اپنے سینے میں دیکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو گھوڑے کی پیٹھ پر ثابت رکھ

سزا دینی چاہئے تھی جیسا کہ بدء الخلق کی روایت میں ہے فهلا نملة واحدة " کیوں نہیں تم نے ایک ہی چیونٹی کو جلایا۔ انھوں نے تمام چیونٹوں کو جلایا اسلئے عتاب ہوا۔

تشریحات ۱۶۳۵ اس حدیث کی ابتدا میں دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے یہاں حاضری کے لئے کبھی نہیں روکا یعنی مجھے اجازت تھی کہ میں حاضری کی درخواست پیش کئے بغیر حاضر ہو جایا کرتا اور جب مجھے دیکھتے تو تبسم فرماتے۔

ذی الخلصہ لام اور صاد کے فتحہ کے ساتھ اور ایک قول یہ ہے کہ لام کے سکون کے ساتھ اور ایک قول یہ ہے کہ خاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ۔ یہ یمن میں ایک بتخانہ تھا جو دوس خثعم اور بجیلہ کا

؎ بدء الخلق: باب خمس فواسق ص ۴۶۷ مسلم: حیوان - ابوداؤد: ادب - نسائی: سیر - ابن ماجہ: سیر

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى

اور اسکو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ وہ وہاں گئے اسے توڑ دیا اور جلا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا خبر دینے کے لئے تو حضرت جریر کے قاصد نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے

بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ

آپکو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں حضور کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا ہوں کہ میں نے اسکو دیکھا کہ وہ کھوکھلے یا خارش زدہ

فِيْ خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ ؎

اونٹ کیطرح ہوگیا، حضور نے ان کیلئے دعا فرمائی اے اللہ! احمس کے سواروں اور پیدل والوں میں برکت عطا فرما، پانچ مرتبہ۔

معبد تھا جسکو لوگ کعبۂ یمانیہ کہتے تھے بعض روایتوں میں کعبۂ یمانیہ کیساتھ کعبۂ شامیہ بھی وارد ہے اس پر اشکال یہ ہیکہ کعبۂ شامیہ خانہ کعبہ کا نام ہے چونکہ یہ یمن سے جانب شام ہے اسلئے یمنی اسے کعبۂ شامیہ کہتے تھے اسی بنا پر بعض شارحین نے فرمایا کہ جن روایتوں میں کعبۂ شامیہ آیا ہے وہ صحیح نہیں، لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ ذی الخلصہ کے معبد کو بھی کعبۂ شامیہ کہتے تھے کیونکہ اسکا ایک دروازہ جانب شام تھا۔

امام حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی بدیلہ اور بنی قشیر کے سو افراد حاضر ہوئے جسمیں جریر بن عبداللہ بھی تھے حضور نے ان سے بنی خثعم کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ کو ان سب پر امیر مقرر فرمایا اور تین سو انصار کرام کو ساتھ کیا اور حکم دیا کہ خثعم کے پاس جاؤ تین دن تک انھیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کرلیں اور ذو الخلصہ بتخانہ کو ڈھادیں تو بہتر ہے ورنہ ان سے جنگ کرو۔ یہاں یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ذو الخلصہ کو ڈھا کر ایک آدمی کو بھیجا جو حضور کو اطلاع کر دے اور دوسری روایتوں میں ہے کہ انھوں نے خود حاضر ہوکر اطلاع دی۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے قاصد کو بھیجا ہو پھر بعد میں خود بھی حاضر ہو کر یہ مژدہ سنایا ہو۔

اجوف واجرب۔ اجوف کے معنی کھوکھل اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اندر جتنے بت تھے سبکو توڑ تاڑ کر باہر پھینک دیا گیا ہے صرف عمارت رہ گئی ہے۔ اجرب اس اونٹ کو کہتے ہیں جسے خارش ہوگئی ہو خارشی اونٹ پر یہ لوگ ایک کالا تیل ملا کرتے تھے جس سے پورا اونٹ کالا اور بدشکل معلوم ہوتا تھا مراد یہ ہے کہ ہم نے بتخانہ کو جلا دیا ہے جلی ہوئی کالی دیواریں ایسی ہوگئی ہیں جیسے خارشی اونٹ۔

؎ باب البشارۃ فی الفتوح: ص ۴۳۳ ۔ مناقب: ذکر جریر بن عبد اللہ البجلی ص ۵۳۹ ثانی: مغازی: غزوۃ ذی الخلصۃ ص ۶۲۴ تین طریقے ۔ الأدب: باب التبسم والضحک ص ۹۰ دعوات: باب قولہ تعالے "صل علیہم" ص ۹۲۷ ۔ مسلم: فضائل ۔ ابوداؤد: جہاد، نسائی: سیر۔ مناقب۔

بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ ص۴۲۴

سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

۱۶۳۶ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کی جانب

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ

انصار کرام کے کچھ لوگوں کو بھیجا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ اور ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ

الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا تھا اور حضور کے مخالفین کی مدد کرتا تھا اور سرزمین حجاز میں اپنے ایک

وَكَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قلعہ میں رہتا تھا جب وہ لوگ اس کے قریب پہونچے۔ تو سورج ڈوب چکا تھا۔ اور لوگ

وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِيْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ

اپنے مویشی لے کر آچکے تھے۔ عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ تم لوگ اپنی

وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

جگہ بیٹھو۔ اور میں جارہا ہوں دربان سے کوئی حیلہ کروں گا۔ ہوسکتا ہے میں

لِاَصْحَابِهٖ اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَاِنِّيْ مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّيْ

اندر پہونچ جاؤں۔ وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہونچ گئے۔

اَنْ اَدْخُلَ فَاَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهٖ كَاَنَّهٗ يَقْضِيْ

اور اپنے منھ کو کپڑے سے لپیٹ کر (بیٹھ گئے) گویا وہ رفع حاجت کر رہے ہیں۔

حَاجَةً وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنْ

اور سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے ۔ دربان نے یہ آواز دی ۔ اے اللہ

كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ

کے بندے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آجا میں دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں ۔ یہ سن کر میں قلعہ کے

فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلَى وَدٍّ قَالَ

اندر چلا گیا ۔ اور چھپ گیا ۔ جب سب لوگ اندر آگئے تو دروازہ بند کر لیا پھر تالیاں ایک کھونٹی

فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ

میں لٹکا دیں ۔ میں نے ان کنجیوں کو لے لیا اور دروازہ کھولا ۔ ابو رافع کے یہاں رات میں بات چیت

عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ

کی جاتی تھی ۔ اور وہ اپنے بالاخانے میں تھا جب بات چیت کرنے والے چلے گئے تو میں

وَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ إِنَّ الْقَوْمَ لَوْ

اوپر چڑھا اور جو دروازہ کھولتا اسے اندر سے بند کر لیتا ۔ تاکہ اگر لوگوں کو میرا علم ہو جائے ۔ تو

نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ

بھی مجھ تک اس وقت تک نہ پہنچ پائیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں ۔ میں ابو رافع تک پہنچا وہ اندھیرے

مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ قُلْتُ أَبَا رَافِعٍ قَالَ

گھر میں اپنے اہل و عیال کے بیچ میں سو رہا تھا نہ معلوم تھا کہ گھر میں وہ کہاں ہے ۔ میں نے بلند آواز سے کہا ۔

مَنْ هَذَا فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ

ابو رافع! اس نے کہا کون ہے؟ تو میں نے آواز کی طرف نشانہ درست کر کے اسے تلوار مارا اور میں گھبرایا

فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ

ہوا تھا میں کچھ نہیں کر سکا ۔ اور وہ چیخا میں گھر سے باہر نکل آیا ۔ تھوڑی دیر رکا رہا پھر اس

إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هَذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا

کے پاس اندر گیا اور کہا یہ کیسی آواز ہے اے ابو رافع ۔ اس نے کہا تیری ماں کے لئے خرابی ہو ۔

فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ

کچھ دیر پہلے ایک شخص نے گھر کے اندر مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے ۔ عبد اللہ نے کہا ۔ اب میں نے اس کو پھر مارا

أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيبَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ

جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ لیکن میں ابھی اس کو قتل نہیں کر سکا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں رکھا۔

اَنِّیْ قَتَلْتُهٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰی انْتَهَیْتُ اِلٰی دَرَجَةٍ لَّهٗ

یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک چلی گئی۔ اب میں نے سمجھا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ اب میں ایک ایک

فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ وَاَنَا اُرٰی اَنِّیْ قَدِ انْتَهَیْتُ اِلَی الْاَرْضِ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَةٍ

دروازہ کھولتا جاتا یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہنچا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں زمین

مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ عَلَی

تک پہنچ گیا ہوں مگر بڑا چاندنی رات تھی میری پنڈلی ٹوٹ گئی جس کو میں نے عمامہ سے باندھا پھر چلا

الْبَابِ فَقُلْتُ لَا اَخْرُجُ اللَّیْلَةَ حَتّٰی اَعْلَمَ اَقَتَلْتُهٗ فَلَمَّا صَاحَ الدِّیْكُ

یہاں تک کہ دروازے پر آکر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج رات اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک یہ نہ

قَامَ النَّاعِیْ عَلَی السُّوْرِ فَقَالَ اَنْعِیْ اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی

جان لوں کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے جب مرغ بولا تو قلعہ کی دیوار پر ایک پکارنے والے نے پکارا اہل حجاز کے تاجر کی

اَصْحَابِیْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

موت کی خبر دیتا ہوں۔ میں اب اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور میں نے کہا نجات حاصل کرو اللہ نے ابورافع کو قتل کر دیا۔ میں نبی

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ بیان کیا۔ فرمایا۔ اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے پھیلایا حضور نے اس

فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ ع

پر اپنا دست مبارک پھیرا تو پھر ایسا ہو گیا کہ گویا اس میں کبھی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

۱۶۳۶
تشریحات

یہ ابورافع یہود کا سردار اور عرب کے مالدار ترین لوگوں میں سے تھا۔ اس کا نام عبداللہ یا سُلّام بن ابی الحُقیق تھا۔ اس نے غزوہ خندق کے موقع پر مشرکین کی مدد کی تھی۔ بلکہ انھیں ابھارا بھی تھا۔ غطفان اسی کے اکسانے پر آئے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو بھی کیا کرتا تھا حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کرام کے کچھ جوانوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس موذی کو ختم کردوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

ابن اسحٰق نے کہا جب اوس نے کعب بن اشرف کو قتل کر لیا تو خزرج کے افراد نے سُلّام بن ابی الحُقیق کے قتل کی اجازت

ع ثانی مغازی باب قتل ابی رافع ص۵۷۷ تین طریقے سے۔ اول کتاب الجہاد ص۴۲۳ دو طریقے سے

میں کچھ اعجاب اور اپنی قوت پر اعتماد اور اترانے کا شائبہ ہے۔ مزید یہ کہ بلا پر صبر کرنا سب کا کام نہیں۔ ابھی حدیث گذری کہ زخم کی تکلیف کی تاب نہ لا کر ایک شخص نے خودکشی کر لی حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ مجھے عافیت ملے اور میں شکر کروں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ بلا میں مبتلا ہوں اور صبر کروں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا۔ اے بیٹے! کسی کو مقابلہ کے لئے نہ بلاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی بلائے تو اس کا مقابلہ کرو۔ اس لئے کہ وہ باغی ہے۔ اور جس کے خلاف بغاوت کی جائے اس کے مدد کی اللہ نے ضمانت لی ہے۔

بابُ الحَرْبِ خُدْعَةٌ ص ۴۲۵ لڑائی خفیہ تدبیر کا نام ہے

۳۷ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ كِسْرٰی ثُمَّ لَا یَكُوْنُ كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَقَیْصَرُ

کہ فرمایا کسریٰ ہلاک ہو گیا پھر اس کے بعد کسریٰ کبھی نہیں ہو گا اور قیصر ضرور ضرور ہلاک ہو گا۔ پھر اس

لَیَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا یَكُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَسَمّٰی

کے بعد قیصر نہیں ہو گا۔ تم لوگ ان دونوں کے خزانوں کو راہ خدا میں تقسیم کرو گے اور حضور نے

الْحَرْبَ الْخُدْعَةَ۔ عہ

لڑائی کا نام حیلہ رکھا ہے۔

تشریحات ۱۶۳۷ مسلم میں۔ قد مات کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ کسریٰ مر گیا اب اس کے بعد کسریٰ نہیں اور ترمذی میں ہے۔ اذا ھلك کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہو گا۔ ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت کسریٰ ہلاک ہو چکا تھا مر چکا تھا اور ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت تک ہلاک نہیں ہوا تھا۔ اس کی توجیہ میں حضرت علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں ارشاد دو وقت میں فرمایا ہو۔ کسریٰ ابھی زندہ تھا تو یہ فرمایا۔ اذا ھلك کسریٰ۔ اور جب وہ ہلاک ہو گیا تو وہ فرمایا یعنی ھلك کسریٰ قد مات کسریٰ۔

دوسرا اشکال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خسرو پرویز ایران کا شہنشاہ تھا۔ اور اسی عہد مبارک میں مرا۔ اس کے بعد دو یا تین کسریٰ ہوئے اخیر میں یزدجرد ہوا جو حضرت عثمان غنی

عہ جہاد باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احلت لی الغنائم ص ۴۴۲ باب علامۃ النبوۃ ص ۵۱۱ ثانی کتاب الایمان والنذور باب کیف ما کانت یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۸۱۔ مسلم، ترمذی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں مارا گیا۔ جواب یہ ہے کہ خسرو پرویز کے بعد اگرچہ برائے نام ایران کے تخت پر دو یا تین بادشاہ بیٹھے مگر استحکام کسی کو نہ ہوا اور ان کے زوال کے آثار بالکل ظاہر تھے۔ اسی کو ہلاک سے تعبیر فرمایا۔

قیصر کے لئے اس حدیث میں مستقبل کا صیغہ استعمال فرمایا اس سے ملک شام سے قیصر کی سلطنت کا زوال مراد لیا جائے۔ تو یہ غیب کی خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پوری ہوئی۔ اور اگر اس سے بالکلیہ زوال مراد لیا جائے تو یہ غیب کی خبر سلطان محمد فاتح کے عہد میں پوری ہوئی۔ انھوں نے قسطنطنیہ فتح کرکے قیصر کا نام و نشان مٹا دیا۔

الحرب خدعة اس سے مراد یہ ہے کہ بوقت ضرورت ایسی تدبیر کی جائے۔ کہ دشمن غافل رہے اور اس کو دبوچ لیا جائے۔ لڑائی کے موقع پر اس قسم کی تدبیر پوری دنیا میں رائج و معمول ہے اور یہ عیب نہیں۔

۱۶۳۸ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

فرمایا کہ لڑائی حیلہ ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصٰى اِمَامَهٗ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ يَعْنِي الْحَرْبَ ص ۴۲۶

لڑائی میں تنازع و اختلاف کا ناپسند ہونا اور جو اپنے امام کی نافرمانی کرے اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپس میں نہ جھگڑو۔ ورنہ بزدلی دکھاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (قتادہ نے کہا ریح سے مراد جنگ ہے)

۱۶۳۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ

یوم احد عبد اللہ بن جبیر کو پیادوں پر امیر بنایا اور یہ پچاس افراد تھے۔ اور فرمایا۔ اگر تم

اُحُدٍ وَكَانُوْا خَمْسِيْنَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ اِنْ رَأَيْتُمُوْنَا تَخْطَفُنَا

دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اٹھائے جارہی ہیں۔ تو بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا جب تک آدمی بھیج کر

الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوْا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ وَاِنْ رَأَيْتُمُوْنَا هَزَمْنَا

تم کو نہ بلاؤں۔ اور اگر دیکھو ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے۔ اور انھیں

الْقَوْمَ وَاَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ فَهَزَمَهُمْ قَالَ فَاَنَا

کچل دیا ہے۔ جب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک کہ میں تم کو بلاؤں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَاللّٰهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِيْلُهُنَّ وَسُوْقُهُنَّ رَافِعَاتٍ

نے دشمنوں کو شکست دیدی۔ حضرت براء نے کہا۔ بخدا میں نے مشرکین کی عورتوں کو دیکھا کہ اپنے

ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيْمَةَ اَيْ قَوْمِ الْغَنِيْمَةَ ظَهَرَ

کپڑے اوٹھائے اس تیزی سے بھاگ رہی ہیں کہ ان کے پازیب اور پنڈلیاں کھل گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر

اَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ اَنَسِيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُوْلُ

عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا۔ مال غنیمت لوٹو اے میری قوم مال غنیمت لوٹو۔ تمہارے اصحاب غالب

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَنَاْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيْبَنَّ مِنَ

ہوگئے اب کیا دیکھ رہے ہو اس پر عبداللہ بن جبیر نے فرمایا۔ تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ

الْغَنِيْمَةِ فَلَمَّا اَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوْهُهُمْ فَاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ فَذَاكَ اِذْ

بھول گئے۔ انھوں نے کہا ہم جائیں گے اور غنیمت حاصل کریں گے۔ پس جب وہ لوگ وہاں گئے تو یکایک نقشۂ جنگ بدل گیا۔

يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ اُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جب رسول انھیں دوسری جانب سے

وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

پکار رہے تھے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے بارہ افراد کے کوئی نہیں رہا۔ اور ہم میں ستر شہید ہوئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً

اور یوم بدر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے ایک سو چالیس افراد کو اپنے قابو میں کرلیا تھا۔ ستر قیدی

وَسَبْعِيْنَ اَسِيْرًا وَسَبْعِيْنَ قَتِيْلًا فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ اَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ثَلٰثَ

ستر مقتول۔ اب ابو سفیان نے تین بار کہا۔ کیا قوم میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجِيْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ

صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمادیا۔ پھر تین بار کہا۔ کیا قوم میں ابن ابی قحافہ ہیں۔ پھر تین بار کہا۔ کیا

اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ

قوم میں ابن الخطاب ہیں۔ اس کے بعد ابو سفیان اپنے لوگوں میں لوٹ گیا۔ اور کہا۔ یہ لوگ

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا فَمَا مَلَكَ عُمَرُ

مارڈالے گئے۔ حضرت عمر ضبط نہ کر سکے اور فرمایا۔ بخدا اے اللہ کے دشمن تو نے جھوٹ کہا۔

نَفْسَهُ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ إِنَّ الَّذِيْنَ عَدَدْتَ لَأَحْيَاءٌ كُلُّهُمْ

جن کا تو نے نام لیا سب کے سب زندہ ہیں اور جو تجھے برا لگے وہ باقی ہے۔ ابو سفیان نے کہا۔

وَقَدْ بَقِيَ لَكَ مَا يَسُوْءُكَ قَالَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ إِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ

آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔ تم لوگ قوم میں مثلہ پاؤگے۔ میں نے اس کا حکم

فِي الْقَوْمِ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ ثُمَّ أَخَذَ يَرْتَجِزُ أُعْلُ هُبَلُ أُعْلُ هُبَلُ

نہیں دیا اور مجھے ناپسند بھی نہیں۔ پھر رجز پڑھنے لگا۔ ہبل بلند ہو۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُجِيْبُوْهُ لَهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو۔

مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ قَالَ إِنَّ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ

اللہ سب سے بلند ہے اللہ سب سے بزرگ ہے۔ ابو سفیان نے کہا۔ بیشک ہمارے لئے عزیٰ ہے اور

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُجِيْبُوْهُ لَهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

تمہارے لئے عزیٰ نہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ اسے جواب کیوں نہیں دیتے تو

مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ [۱]

لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کیا کہیں۔ فرمایا کہو اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔

۱۶۳۹

تشریحات

غزوہ احد ۳ھ نصف شوال میں ہوا تھا۔ اس کی پوری تفصیل مغازی میں آئے گی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہ احد کو اپنی پشت پر رکھ کر صف بندی فرمائی تھی۔ کوہ احد کے دونوں حصوں کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ جو بالکل پشت پر پڑتی تھی۔ اس کا اندیشہ تھا کہ دشمن اس گھاٹی سے آکر پشت پر حملہ نہ کردیں۔ اس لئے بطور حفظ ماتقدم حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اس درہ پر متعین فرمادیا تھا۔ تاکہ دشمن ادھر سے حملہ نہ کرسکیں اور انھیں ہدایت فرمادی تھی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست جب تک میں تم لوگوں کو آدمی بھیج کر نہ بلاؤں تم لوگ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔ صحابہ کرام کے پہلے ہی حملہ میں قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بے تحاشہ بھاگے۔ عبداللہ بن جبیر

[۱] ثانی مغازی باب ص۵۶۸ باب غزوہ احد ص۵۷۹ باب اذ یقعدون ولا تلوٗن علی احد ص۵۸۲ تفسیر باب والرسول یدعوکم فی اخرٰکم ص۶۵۵ ابوداؤد جہاد۔ نسائی سیر۔

قَبْلَ اَنْ يَّشْرَبُوْا فَاَقْبَلْتُ بِهَا اَسُوْقُهَا فَلَقِيَنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہی میں نے ان سے اونٹوں کو چھڑا لیا۔ اور انھیں ہانکتا ہوا واپس ہوا۔ اور مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَاِنِّىْ اَعْجَلْتُهُمْ اَنْ يَّشْرَبُوْا سِقْيَهُمْ

ملے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ لوگ پیاسے ہیں میں نے ان کو پانی بھی نہیں پینے دیا۔ ان کے پیچھے

فَابْعَثْ فِىْ اِثْرِهِمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِعْ اِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِىْ

لوگوں کو بھیجئے۔ ارشاد فرمایا۔ اے ابن اکوع۔ تو مالک ہوگیا۔ اب نرمی کر۔ یہ لوگ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہونگے

قَوْمِهِمْ۔ عہ

وہ لوگ ان کی خاطر داری کرتے ہوں گے۔

۱۶۴۰

تشریحات یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بارہویں ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے ملی ہے۔ یہ واقعہ غزوہ ذات القرد کے ساتھ موسوم ہے۔ امام بخاری نے مغازی میں فرمایا کہ یہ خیبر سے تین دن پہلے رونما ہوا تھا۔ اور مسلم میں بھی یہی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ خطی نے کہا ہے کہ اہل سیر میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوہ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے۔ لیکن صحیحین میں جو ہے۔ اصح ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیاں قرد میں چرتی تھیں یہ مدینہ طیبہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ غابہ کے علاقے میں ہے اونٹنیوں کے چرانے کی خدمت حضرت ابوذر کے سپرد تھی وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن فزاری نے ڈاکہ ڈال کر سب اونٹنیوں کو لوٹ لیا۔ اور چرواہے کو جو حضرت ابوذر کے صاحبزادے تھے شہید کردیا اور ان کی اہلیہ کو گرفتار کرلیا۔ فزارہ غطفان ہی کی شاخ ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع صبح کو تیر و کمان لئے غابہ شکار کے لئے جارہے تھے۔ کہ انھیں یہ اطلاع ملی۔ بیس اونٹنیاں تھیں۔ ڈاکو ان سب کو ہانک کرلے گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلع پر چڑھ کر تین بار پوری طاقت سے یاصباحاہ یاصباحاہ پکارا۔ اور اکیلے ان ڈاکوؤں کے نشان قدم پر دوڑ پڑے۔ انھوں نے ایک چشمہ پر ان کو پالیا۔ انھوں نے ان پر تیر برسانا شروع کیا جس سے گھبرا کر اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگے۔ اور بیس چادریں بھی چھوڑ گئے۔ انھوں نے بڑھ کر ان سب پر قبضہ کرلیا۔ ان سب کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف واپس ہوئے۔

یاصباحاہ جب کوئی مدد کے لئے پکارتا ہے تو یہ کلمہ بولتا ہے۔ اس میں الف استغاثہ کا ہے اور ہا سکتے کی۔

عہ ثانی مغازی باب غزوۃ ذات القرد ص۶۰۳ مسلم مغازی۔ نسائی الیوم واللیلۃ

اہل عرب کی عادت تھی یہ صبح کے وقت ڈاکہ ڈالتے تھے۔ اس مناسبت سے یہ لفظ استغاثے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

لِقَاح ۔ لَقْحَۃٌ کی جمع ہے۔ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

اذا ملکت فَاسْمَحْ مطلب یہ ہے کہ تمہارا سامان مل گیا اب قصہ ختم کرو۔ اس لئے کہ اب وہ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہوں گے اب آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ غالبا یہ اس لئے فرمایا کہ خیبر پر حملہ کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیاری کرلی تھی۔ اگر آگے بڑھتے تو اس میں تاخیر ہو جاتی یا دشواری ہو جاتی۔

بَابُ اِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰی حُکْمِ رَجُلٍ ص۴۲۷ جب دشمن کسی کے فیصلے پر اتر آئیں۔

۱۶۴۱ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَۃَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس

مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ قَرِیْبًا مِّنْهُ

آدمی بھیج کر ان کو بلوایا۔ اور وہ حضور کے قریب ہی تھے۔ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔

فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا

جب وہ قریب آ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کی طرف بڑھو۔ وہ

اِلٰی سَیِّدِکُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ لوگ

لَهٗ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِكَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَۃُ وَاَنْ

تیرے فیصلے پر اتر آئے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ لڑنے والوں کو قتل کیا جائے اور

تُسْبَی الذُّرِّیَّۃُ قَالَ لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْهِمْ بِحُکْمِ الْمَلِكِ ؏

ان کی ذریت کو قید کیا جائے۔ فرمایا۔ تم نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔

۱۶۴۱ تشریحات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں یہود کے تینوں قبائل سے معاہدہ کرلیا تھا۔ کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے گا تو مسلمان، یہود مل کر مدافعت کریں گے۔ اور کوئی فریق دوسرے

؏ مناقب ذکر سعد بن معاذ ص۵۳۶ ثانی مغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ استیذان باب قول النبی قوموا الی سیدکم ص۹۲۶ مسلم مغازی۔ ابو داؤد ادب، نسائی مناقب۔

فریق کے دشمنوں کی کسی قسم کی مدد نہیں کرے گا۔ بنی قریظہ نے اس معاہدہ کی غزوہ خندق کے موقع پر خلاف ورزی کی تھی۔ مسلمانوں کا ساتھ کیا دیتے، مخالفین کی پوری پوری اعانت کی۔ بلکہ ان سے ساز باز کر لیا تھا کہ باہر سے تم لوگ حملہ کرو اور اندر سے ہم۔ ایک بار مستورات کی پناہ گاہ پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے بھی۔ اس لئے غزوہ خندق کے اختتام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا جب وہ عاجز آ گئے تو انھوں نے یہ کہا کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں گے ہم اسے منظور کر لیں گے۔ اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ خندق کے موقع پر ایک تیر آ کر ان کے ہاتھ میں اکحل پر لگا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لئے مسجد نبوی میں خیمہ لگوایا تھا وہ بہت کمزور تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہوئے اور انھوں نے فیصلہ فرمایا۔ یہاں لقد حکمت بحکم الملك ہے اور مغازی میں قضیت بحکم اللہ وربما قال بحکم الملك۔ اور مناقب میں حکمت بحکم اللہ او بحکم الملك۔ ملک سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں کوئی تخالف نہیں۔ مَلَک بفتح لام کی روایت پر اس سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ باعتبار مآل کے یہ بھی پہلے ہی کی طرف راجع ہے۔

قوموا الیٰ سیدکم یہ خطاب یا تو خاص انصار سے ہے یا بلا تخصیص تمام حاضرین سے۔ احتمال دونوں کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب انصار کرام سے تھا وہ بھی خاص اوس سے۔ اس لئے کہ حضرت سعد ان کے سردار تھے۔

اس حدیث کے اس جملہ سے امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد اور امام نووی نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ کسی شخص کا کسی شخص کی تعظیم و تکریم کے لئے قیام مشروع ہے۔ اس پر بہت سے لوگوں نے تعقب کیا۔ کہ حضرت سعد کے لئے قیام کا حکم ان کی تعظیم کے لئے نہیں تھا بلکہ چونکہ وہ زخمی اور کمزور تھے ان کو سواری سے اتارنے کے لئے تھا۔ اگر ان کی تعظیم کے لئے قیام کا حکم ہوتا تو الی سیدکم نہ ہوتا بلکہ قوموا لسیدکم ہوتا۔

علامہ طیبی نے اس پر تعقب فرمایا کہ اس مقام میں الی اور لام میں کوئی فرق نہیں کہ الی بہ نسبت لام کے اس پر زیادہ دلالت کر رہا ہے کہ یہ قیام ان کے اکرام کے لئے تھا۔ اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ کسی وصف پر حکم کا ترتب اس وصف کے علت ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں حضور نے فرمایا۔ سیدکم۔ تو ان کی سیادت قیام کی علت ہوئی تو ثابت کہ یہ قیام ان کی تعظیم و تکریم کے لئے تھا۔ امام بیہقی نے فرمایا کسی کے اکرام کے لئے قیام جائز ہے جیسے انصار کا حضرت سعد کے لئے قیام اور حضرت طلحہ کا حضرت کعب بن مالک کے لئے۔ اور جو بعض حدیثوں میں قیام سے ممانعت آئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے عجمی اپنے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے رہتے تھے۔ اور بادشاہ تخت پر بیٹھے رہتے تھے۔ یہ خود حدیث کے کلمات سے ظاہر ہے۔ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔ اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا۔ من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار[1]۔

---

[1] ترمذی ثانی۔ کتاب الاستیذان والادب ص۱۰۲

84

جسے یہ پسند ہو کر لوگ اس کے لئے بت کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔

بَابُ هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ۔ ص ۴۲۷

کیا یہ جائز ہے کہ کوئی اپنے آپ کو قیدی بنائے یا نہ بنائے اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنی۔

۱۶۴۲ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدْأَةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ قَرِيبًا مِنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلَى فَدْفَدٍ وَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمْ انْزِلُوا فَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ لَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ

عمرو بن ابو سفیان بن اسید بن جاریہ ثقفی نے مجھے خبر دی اور یہ بنی زہرہ کے حلیف اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس اشخاص کو جاسوسی کے لئے بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری کو امیر بنایا۔ یہ عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے۔ یہ لوگ چلے عسفان اور مکہ کے درمیان موضع ہداۃ میں جب پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلے بنو لحیان سے ان کا تذکرہ کیا گیا۔ بنو لحیان کے دو سو کے قریب تیر انداز ان کی تاک میں نکلے یہ لوگ ان کے نشان قدم تلاش کرتے چلے انھوں نے ان کے کھانے کے کھجور کو پایا جو مدینہ سے زادراہ لے کر چلے تھے۔ بنو لحیان نے کہا یہ یثرب کی کھجور ہے۔ اب ان کے نشان قدم پر چلے۔ جب انھیں عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا تو ایک پہاڑی پر پناہ لینے کے لئے چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے ان کو گھیر لیا۔ اور کہا اتر آؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں دیدو ہم تم سے پختہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

السَّرِيَّةِ أَمَّا أَنَا فَوَاللهِ لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا

اس پر سریہ کے امیر عاصم بن ثابت نے فرمایا۔ بخدا میں آج کسی کافر کے ذمہ میں نہیں اتروں گا۔

نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةٍ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ

اے اللہ ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے۔ اب بنو لحیان نے ان کو تیروں سے مارا اور عاصم سمیت سات

بِالْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ

آدمیوں کو شہید کر دیا۔ بقیہ تین آدمی ان کے عہد وپیمان پر اعتماد کر کے اتر آئے۔ ان میں خبیب انصاری اور

فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَأَوْثَقُوهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ

ابن دثنہ اور ایک صاحب اور تھے۔ جب بنو لحیان نے ان پر قبضہ کر لیا تو ان کی کمانوں کی تانت کھولا اور انھیں

هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ فِي هٰؤُلَاءِ لَأُسْوَةً يُرِيْدُ الْقَتْلَ

باندھ لیا۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا۔ یہ پہلی بد عہدی ہے۔ بخدا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میں شہید

فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى أَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَأَبٰى فَقَتَلُوْهُ فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ

ہونے والوں کی پیروی کروں گا۔ اس پر بنو لحیان نے انھیں گھسیٹا اور کوشش کی کہ انھیں لے جائیں۔ مگر وہ آمادہ

وَابْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقِيْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُوْا

نہیں ہوئے تو انھیں شہید کر دیا۔ اب وہ خبیب اور ابن دثنہ کو لے گئے اور مکہ میں ان دونوں کو بیچ دیا۔ یہ حادثہ

الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ

واقعہ بدر کے بعد پیش آیا۔ حضرت خبیب کو حارث ابن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خریدا اور

الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيْرًا فَأَخْبَرَنِيْ

خبیب نے حارث بن عامر کو غزوہ بدر میں قتل کیا تھا۔ خبیب ان کے یہاں قید رہے۔ امام زہری نے کہا۔

عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عِيَاضٍ أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا

مجھے عبد اللہ بن عیاض نے خبر دی کہ حارث کی بیٹی نے انھیں بتایا کہ جب لوگ خبیب کو قتل کرنے کے لئے جمع

اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَأَخَذَ ابْنًا لِيْ وَأَنَا غَافِلَةٌ

ہوئے تو انھوں نے استرہ مانگا تاکہ اسے استعمال کریں میں نے انھیں دے دیا۔ انھوں نے میرے ایک

حَتّٰى أَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهٖ

بچہ کو لے لیا میری غفلت میں وہ ان کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان کی ران پہ بیٹھا ہے اور استرہ

فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ فَقَالَ اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ

ان کے ہاتھوں میں ہے۔ میں بہت گھبرائی جسے خبیب نے میرے چہرے کے تاثر سے جان لیا۔ تو انہوں نے فرمایا

لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ

تم ڈرتی ہو کہ میں اسے قتل کردوں گا میں ہرگز یہ نہیں کروں گا۔ واللہ میں نے کسی قیدی کو کبھی خبیب سے اچھا نہیں دیکھا

يَوْمًا يَاْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهٖ وَاِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ

بخدا میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے جسے کھا رہے ہیں اور لوہے کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں ان دنوں

مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّهُ لَرِزْقٌ مِنَ اللّٰهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ

مکہ میں پھل نہیں تھا۔ حارث کی بیٹی کہتی تھی۔ یہ اللہ کی طرف سے عطیہ تھا جو اللہ نے خبیب کو دیا تھا۔ جب وہ لوگ

الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُوْنِيْ اَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوْهُ

حرم سے نکلے تاکہ انھیں حل میں قتل کریں تو ان سے خبیب نے فرمایا مجھے چھوڑدو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تَظُنُّوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اَللّٰهُمَّ

مشرکین نے انھیں چھوڑدیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی ۔ پھر فرمایا اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں

اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَقَالَ۔

ڈر رہا ہوں تو نماز کو طول دیتا اے اللہ انھیں چن چن کر مارنا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

وَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا	عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
مجھے پرواہ نہیں جبکہ میں مسلمان قتل کیا جارہا ہوں	کہ اللہ کے لئے کس پہلو پر گروں گا۔
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ	يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ
یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہو رہا ہے اگر وہ چاہے	میرے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضا پر برکت نازل فرمائے۔

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ

انھیں حارث کے بیٹے نے شہید کیا۔ خبیب ہی وہ ہیں جنھوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ اُصِيْبَ فَاَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ہر اس مسلمان کے لئے جو قید میں مارا جائے۔ عاصم بن ثابت نے شہید ہونے کے دن جو دعا کی تھی۔ اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا اُصِيْبُوْا وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ كُفَّارِ

نے اسے قبول فرمالی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ان کے حالات اور شہادت کی خبر دی۔ کفار قریش

قُرَیْشٌ اِلٰی عَاصِمٍ حِیْنَ حُدِّثُوْا اَنَّہٗ قُتِلَ لِیُؤْتُوْا بِشَیْءٍ مِّنْہُ یُعْرَفُ وَکَانَ

کو جب یہ معلوم ہوا کہ عاصم شہید کر دیئے گئے۔ تو کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ ان کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ لائیں جس سے اطمینان ہو جائے

قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِھِمْ یَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ اِلٰی عَاصِمٍ مِّثْلُ الظُّلَّۃِ

کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اور انہوں نے جنگ بدر میں ان کے بڑوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم

مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْہُ مِنْ رُّسُلِھِمْ فَلَمْ یَقْدِرُوْا عَلٰی اَنْ یَّقْطَعُوْا مِنْ لَّحْمِہٖ شَیْئًا ؏

کے جسم پر بھڑوں کی چھتے کی طرح بھیجدیا جس نے کفار قریش کے آدمی سے ان کو بچایا۔ وہ ان کے گوشت میں سے کچھ نہیں کاٹ سکے۔

تشریحات ۱۶۴۲

رھط۔ دس یا چالیس سے کم افراد کو کہا جاتا ہے۔ یہ اسم جمع ہے۔ اس کے لئے واحد نہیں یہ بھی شرط ہے کہ اس میں کوئی عورت نہ ہو۔ ھَدْاَۃ۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو عسفان اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے۔ عینا جاسوس۔ فد فد۔ ٹیلہ۔ اس حادثہ کا نام سریہ رجیع بھی ہے اور سریہ قرد بھی، یہ واقعہ صفر کے مہینہ ۳ھ یا ۴ھ میں ہوا تھا۔ قصہ یہ ہوا کہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں اسلام پھیل گیا ہے۔ ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے کچھ حضرات کو بھیج دیجئے جو ہمیں دین سکھائیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام بتائیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حضرات کو بھیجا تھا۔ بخاری میں یہ ہے کہ یہ دس حضرات تھے اور امام المغازی حضرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ چھ تھے۔ ابن دثنہ کا نام زید تھا اور تیسرے صاحب کا نام عبداللہ بن طارق تھا۔ حارث کی وہ بیٹی جس نے استرہ والا قصہ بیان کیا ہے اس کا نام ماریہ یا ماویہ یا جویریہ تھا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو بھی قتل کیا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کو بھی۔ نیز سلافہ کے دو لڑکوں کو بھی قتل کیا تھا جو بنی عبد الدار سے تھے۔ اس پر اس نے منت مانی تھی کہ اگر مجھے عاصم کی کھوپڑی مل جائے گی تو اس میں شراب پیوں گی۔

جب قریش کے آدمی حضرت عاصم کی لاش کے پاس پہنچے تاکہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لائیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی لاش کو بھڑ گھیرے ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ بھڑیں دن میں رہتی ہیں اور رات میں چلی جاتی ہیں اس لئے رات تک ٹھہرو مگر جب رات آئی تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جس میں ان کی لاش بہہ گئی باوجود تلاش بسیار کے نہیں ملی کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کی لاش کو زمین نگل گئی۔

بَابُ فِکَاکِ الْاَسِیْرِ ص۴۲۸ قیدی کو چھڑانا

؏ الثانی المغازی۔ باب ص۵۶۸ باب غزوۃ الرجیع ص۵۸۵ باب التوحید باب ما یذکر فی الذات والنعوت ص۱۱۰۱ ابوداؤد جہاد۔ نسائی سیر۔

۱۶۴۳ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُكُّوا الْعَانِيَ يَعْنِي الْأَسِيرَ وَ

نے فرمایا۔ قیدی کو چھڑاؤ۔ بھوکے کو کھلاؤ۔ اور بیمار کی عیادت

أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ۔ عہ

کرو۔

۱۶۴۳ تشریحات کفار یا باغی مسلمانوں کو قید کرلیں تو انھیں چھڑانا فرض کفایہ ہے۔ اور زرفدیہ بیت المال سے دیا جائے گا۔ اسی طرح کوئی بھوک سے مر رہا ہے تو اسے کھانا دینا کہ اس کی جان بچ جائے۔ فرض کفایہ ہے۔ اور کبھی فرض عین ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کے پاس کھانا موجود ہے اور دوسرا بھوک سے جاں بلب ہے تیسرا کوئی نہیں، یا ہے مگر ان کے پاس کھانا نہیں۔ جس کے پاس کھانا ہے اسے فرض ہے کہ جان بچانے کی مقدار اسے دیدے۔ اور یہی تفصیل تیمارداری میں بھی ہے۔

بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ جب حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو۔

۱۶۴۴ عَنْ إِيَاسِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ

حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ

میں مشرکین کا ایک جاسوس ایک سفر میں آیا۔ اور صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔

أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر واپس لوٹا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے پکڑو اور قتل کرو اور اس

أُطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ فَنَفَلَهُ سَلَبَهُ يَعْنِي أَعْطَاهُ۔ عہ

کا سامان قاتل کو دے دیا۔

۱۶۴۴ تشریحات مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ

عہ ثانی النکاح باب حق اجابۃ الولیمۃ ص۷۷۷ الاطعمہ باب اول ص۸۰۹ المرضیٰ باب وجوب عیادۃ المریض ص۸۴۳ الاحکام باب اجابۃ الحاکم الدعوۃ ص۱۰۶۴ ابوداؤد جنائز۔ نسائی۔ سیر۔ طب۔ عہ مسلم ابوداؤد جہاد۔ نسائی سیر۔

لہ ثانی الجہاد۔ السیر۔ ص۸۸

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھا رہے تھے کہ سرخ اونٹ پر ایک شخص آیا اور اسے بٹھایا پھر اونٹ کی کمر سے چمڑے کی رسی نکالا اور اونٹ کو باندھ دیا۔ پھر سب کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اور ادھر اُدھر دیکھتا جاتا۔ اور ہم میں کمزوری اور سواری کی کمی تھی۔ ہم میں کے کچھ لوگ پیدل تھے یک بیک دوڑتا ہوا اپنے اونٹ کے پاس گیا۔ اور کھولا پھر بٹھایا۔ اور اس پر بیٹھ کر اسے اکسایا۔ جس کی وجہ سے اونٹ تیزی سے دوڑنے لگا۔ ایک صاحب اونٹ پر سوار ہو کر اس کے پیچھے لگے۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں۔ میں بھی دوڑتا نکلا اور اس کے اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا پھر آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور اونٹ کو بٹھایا۔ جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا۔ تو میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچ کر اس پر ماری جس کی وجہ سے وہ گر پڑا پھر اونٹ کو کھینچتے ہوئے لایا۔ اونٹ پر اس کا کجاوہ اور ہتھیار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات نے میرا استقبال کیا۔ دریافت فرمایا۔ کس شخص نے اس کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ابن اکوع نے۔ فرمایا کل سامان سلمہ کے لئے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب وہ کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ جاسوس ہے تو فرمایا اسے پکڑو اور قتل کرو اور جو قتل کرے گا اس کا سامان اس کا ہے۔

بَابُ جَوَائِزِ الْوُفُودِ ص۴۲۹ — وفود کے عطیات کا بیان

۱۶۴۵ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ پنجشنبہ کا دن اور کیا ہے پنجشنبہ کا دن۔

اَنَّهٗ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ

پھر روئے یہاں تک کہ ان کے آنسو نے کنکری تر کر دی۔ انہوں نے کہا کہ پنجشنبے کو رسول اللہ

فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهٗ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا تو فرمایا کوئی چیز لکھنے کے لئے لاؤ میں ایک دستاویز لکھ دوں

فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا

جس کے بعد تم لوگ کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس پر لوگوں میں تنازع ہو گیا۔ اور نبی کے حضور تنازع

وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا اَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

مناسب نہیں۔ لوگوں نے کہا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں چھوڑ دیا۔ فرمایا مجھے، جس حال میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ

ہوں اسی میں رہنے دو جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھے بلاتے ہو۔ اور

وَاَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا

وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور

الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ

وفود کو اسی طرح عطیات دینا جس طرح میں دیتا تھا اور میں تیسرا بھول گیا اور

يَعْقُوْبَ بْنُ مُحَمَّدٍ سَاَلْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ ابو یعقوب بن محمد نے کہا۔ میں نے مغیرہ بن عبدالرحمن سے جزیرہ عرب کے بارے

فَقَالَ مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ وَقَالَ يَعْقُوْبُ وَالْعَرْجُ اَوَّلُ تِهَامَةَ عه

میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مکہ مدینہ یمامہ یمن ہے۔ یعقوب نے کہا عرج تہامہ کا ابتدائی حصہ ہے۔

۱۶۲۵ تشریحات

یہ حدیث جلد اول میں گذر چکی ہے۔ وہاں اس پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ اس حدیث پر روافض کے سارے توہمات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ یہاں چند ضروری توضیحات تحریر کر رہا ہوں۔

فتنازعوا اس کی تفصیل دوسری روایتوں میں یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے کہا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض اس وقت بہت شدید ہے۔ اور ہم میں کتاب اللہ موجود ہے۔ جو ہمیں کافی ہے۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طلب فرما رہے ہیں تو لکھنے کے لئے کچھ حاضر کر دیا جائے۔ کسی نے کہا۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں چھوڑ ہی دیا ہے۔ دریافت کرلو۔

لا ینبغی عند النبی التنازع یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ دونوں احتمال ہیں۔ ظاہر پہلا ہے۔ کیونکہ کتاب العلم کی روایت میں تصریح یہ ہے۔ قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع۔ میرے یہاں سے چلے جاؤ اور میرے حضور تنازع لائق نہیں۔

نسیت الثالثہ یہ اس حدیث کے راوی سلیمان احول کا قول ہے۔ جیسا کہ جہاد کی روایت میں تصریح ہے۔ البتہ وہاں تردید ہے۔ کہ تیسری بات سے یا تو سکوت کیا یا میں بھول گیا۔

یہ تیسری بات کیا تھی۔ اس بارے میں شارحین نے اپنی اپنی صوابدید پر مختلف باتیں لکھی ہیں۔

ابن تین نے کہا کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ قرآن ہے۔ مہلب نے کہا۔ کہ یہ جیش اسامہ کی روانگی ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ حضرت صدیق اکبر کے بارے میں کچھ اختلاف تھا اس لئے اپنے وصال کے وقت ان کی ولی عہدی کی خبر دیدی

عه العلم باب کتابة العلم ص۲۲ الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرة العرب ص۴۲۹ ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۸ دو طریقے سے۔ المرضی باب قول المریض قوموا عنی ص۸۴۶ الاعتصام بالکتاب باب کراهیة الاختلاف ص۱۰۹۵ مسلم الوصایا۔ ابو داؤد خراج۔ نسائی العلم۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس کا احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ارشاد ہے۔ لا تتخذوا قبری وثنا میرے مزار کو بت مت بنا لینا۔ امام مالک نے اس کے ہم معنی روایت کیا ہے[1]

وقال یعقوب اس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ مدینہ یمن، یمامہ، عرج جزیرہ عرب میں داخل ہیں۔ اس سے تحدید مراد نہیں۔ عرج مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے راستے میں مدینہ طیبہ سے اکیس فرسنگ پر ایک آبادی کا نام ہے۔ تہامہ کے معنی نشیبی زمین ہے۔ عرب کے بالائی حصے کو نجد کہتے ہیں۔ اس کے جانب عرب جو نشیبی حصہ ہے اسے تہامہ کہتے ہیں جس میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ آباد ہیں۔

باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولهم مال وارضون فهی لهم۔ ص ۴۳۰

جب کوئی قوم دار الحرب میں اسلام لائے تو ان کے مال اور اراضی انھیں کی ہیں۔

۱۶۷۶ عن زید بن اسلم عن ابیه ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه استعمل مولی لهم یدعی هنیا علی الحمی فقال یا هنی اضمم جناحك علی المسلمین واتق دعوة المظلوم فان دعوة المظلوم مستجابة وادخل رب الصریمة ورب الغنیمة وایای ونعم ابن عوف ونعم ابن عفان فانهما ان تهلك ماشیتهما یرجعان الی زرع ونخل وان رب الصریمة ورب الغنیمة ان تهلك ماشیتهما یاتنی ببنیه فیقول یا امیر المؤمنین یا امیر المؤمنین افتارکهم انا لا ابا لك فالماء والکلأ ایسر علی من الذهب والورق وایم الله انهم لیرون ان قد ظلمتهم

حدیث اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام ہنی نامی کو شاہی چراگاہ پر عامل مقرر فرمایا تو اس سے فرمایا۔ اے ہنی مسلمانوں پر شفقت کرنا اور مظلوم کی دعا سے بچنا۔ اس لئے کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ تھوڑے اونٹ والوں اور تھوڑی بکریوں والوں کو چراگاہ میں آنے دینا۔ البتہ ابن عوف اور ابن عفان کے اونٹوں کو اس میں نہ آنے دینا کیونکہ اگر ان کے مویشی مرگئے تو کھیت اور کھجور کے باغ پر گزارہ کرلیں گے اور اگر تھوڑے اونٹ اور تھوڑی بکریوں والوں کے مویشی مرگئے تو اپنا گھر لے کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ اے امیر المؤمنین! اے امیر المؤمنین۔ تو میں کیا انہیں چھوڑ دوں گا۔ تیرا باپ نہ ہو۔ پانی اور چارہ دینا میرے لئے سونے اور چاندی

[1] موطا باب اجلاء الیہود من المدینۃ ص ۳۱۰

إِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ قَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ وَ

دینے سے آسان ہے ... اور خدا کی قسم اگر انھیں روکا گیا۔ تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ان پر ظلم ہوا یہ انھیں

الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا

کے ملک ہیں اس کو بچانے کے لئے جاہلیت میں لڑے ہیں اور ان پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہیں قسم ہے اس

حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا۔

ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میرے پاس ایسے جانور نہ ہوتے جس پر جہاد کرنیوالوں کو سوار کرتا ہوں تو ان کی سرزمین

ایک بالشت بھی شاہی چراگاہ نہ بناتا۔

تشریحات ۱۶۴۶

حمیٰ۔ شاہی چراگاہ جسے حاکم اسلام حکومت کے جانوروں کو چرانے کے لئے مخصوص کرے۔ اس سے مراد ربذہ کی چراگاہ ہے۔ صُرَیْمَہ۔ صرمۃ کی تصغیر ہے۔ اسی طرح غُنَیْمَۃ۔ غَنَمٌ کی۔ صرمہ بیس چالیس اونٹ تک پر بولا جاتا ہے۔ اِیَّایَ تحذیر کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ ہے کہ مجھے بچنا چاہئے۔ صیغۂ تحذیر کی متکلم کی طرف اضافت نحویوں کے نزدیک شاذ ہے مگر یہ شذوذ صرف لفظ میں ہے۔ ورنہ تحقیق یہ ہے کہ مخاطب ہی کی تحذیر کے لئے ہے۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب مجھے اس سے بچنا چاہئے تو تمہیں بدرجۂ اولیٰ بچنا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بطور تمثیل ہے مراد مالدار صحابہ ہیں ربذہ کی چراگاہ میں چالیس ہزار مویشی اونٹ گھوڑے وغیرہ تھے۔

ہمارے یہاں حکم یہ ہے کہ حربی اگر دارالحرب میں مسلمان ہوا تو وہ خود اور اس کے چھوٹے بچے اور جو کچھ مال و متاع ہے وہ سب محفوظ ہے۔ مگر جائداد غیر منقولہ اور بیوی اور بالغ اولاد فئی ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس کے معارض نہیں۔ کہ فرمایا۔ انها لبلادهم قاتلوا عليها واسلموا عليه فى الاسلام۔ یہ انھیں کے شہر ہیں جسکی خاطر وہ جاہلیت میں لڑے اور اس پر قابض ہوتے ہوئے مشرف باسلام ہوئے۔ اس لئے کہ اہل مدینہ اور اردگرد کے اعراب کا اسلام لانا دارالحرب اور دارالاسلام کی تقسیم سے پہلے ہے۔

یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا نمونہ ہے کہ شاہی چراگاہ غربا اور فقراء کے لئے کھلی ہے اور رؤسا رقوم اعیان سلطنت پر بند ہے۔ اور آج مزاج یہ ہے کہ حکومتی سطح پر ساری آسانیاں حکومت کے عمائد کے لئے ہیں اور فقراء و مساکین ہر سہولت سے محروم ہیں۔

بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ ص ۴۳۰ سلطان اسلام کا لوگوں کے نام لکھنا۔

۱۶۴۷ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! جو اپنے کو

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِىْ مَنْ يَّلْفِظُ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا

مسلمان کہتا ہو۔ اس کے نام لکھو۔ ہم نے ڈیڑھ ہزار اشخاص کے نام لکھے۔ ہم نے کہا اب بھی

لَهٗ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ اَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ

خوفزدہ ہیں حالانکہ ہم ڈیڑھ ہزار ہیں۔ ہم نے اپنے کو اس حال میں دیکھا کہ ہم آزمائش میں ڈالے

رَأَيْتُنَا ابْتُلِيْنَا حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّىْ وَحْدَهٗ وَهُوَ خَائِفٌ۔

گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اکیلے نماز پڑھتا تو بھی ڈرتا رہتا۔

۱۶۴۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ

حدیث اعمش سے مروی ہے کہ ہم نے پانچ سو پایا۔ اور ابو معاویہ نے کہا کہ

خَمْسَ مِائَةٍ وَّقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ۔

چھ سو سے لے کر سات سو تک۔

۱۶۴۷ ــ ۸ تشریحات یہ حدیث سلیمان اعمش سے ان کے تین تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ ایک سفیان ثوری نے۔ ان کی روایت یہ ہے کہ کل ڈیڑھ ہزار ہوئے۔ دوسرے ابو حمزہ محمد بن میمون نے۔ ان کی روایت میں ہے کہ چھ سو تھے۔ تیسرے ابو معاویہ نے ان کی روایت میں ہے کہ چھ سو سے لے کر سات سو تھے۔

امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح اس لئے دی کہ یہ سلیمان اعمش کے تلامذہ میں مطلقاً احفظ ہیں۔ اور ثقہ ہیں۔ ان کی روایت میں زیادتی ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ ان تینوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ کل مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی جن میں مرد عورت بچے سبھی تھے۔ اور صرف مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔ اور جہاد کے قابل پانچ سو۔

یہ فہرست کب تیار ہوئی تھی۔ اس کی تحقیق نہ ہو سکی۔ شارحین میں سے کچھ نے کہا کہ غزوہ احد کے موقع پر کسی نے کہا۔ غزوہ خندق کے موقع پر کسی نے کہا۔ حدیبیہ کے موقع پر۔ مگر پورا تطابق کسی سے نہیں ہوتا۔ اکیلے نماز پڑھنے کا قصہ کب ہوا۔ اس کی بھی تعیین نہ ہو سکی۔ کسی نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاصرے کے ایام میں کسی نے کہا مسلم بن عقبہ کے حملے کے وقت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ص۴۳۰ بیشک اللہ دین کی مدد فاجر انسان سے کرا لیتا ہے۔

۱۶۴۹ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ انھوں نے

قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ

فرمایا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوے میں حاضر ہوئے۔ حضور نے

يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا

ایک اسلام کے دعویدار کے بارے میں فرمایا۔ یہ جہنمی ہے۔ جب لڑائی ہونے لگی تو اس شخص نے بہت زور

شَدِيْدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ قُلْتَ لَهُ إِنَّهُ مِنْ

کی جنگ کی جس کی وجہ سے اسے زخم پہنچا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جس کے بارے میں حضور نے فرمایا تھا کہ وہ

أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

جہنمی ہے۔ اس نے آج بہت زوردار لڑائی لڑی ہے۔ اور وہ مرگیا اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ

وسلم نے فرمایا۔ وہ جہنمی ہے۔ قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑجاتے۔ اسی اثنا میں یہ کہا گیا۔ وہ از خود

فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ إِذْ قِيْلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنْ بِهِ جِرَاحًا شَدِيْدًا

نہیں مرا ہے۔ اسے سخت زخم پہنچا تھا جب رات ہوئی تو زخم پر صبر نہیں کرسکا۔ اور اپنے آپ کو

فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى

مار ڈالا۔ اس کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ تو فرمایا۔ اللہ اکبر۔ میں گواہی دیتا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ

ہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ پھر بلال کو حکم دیا کہ

وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا

لوگوں میں منادی کردیں کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا۔ اور بیشک

نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ [عہ]

اللہ فاجر انسان سے اس دین کی مدد کرا لیتا ہے۔

۱۶۴۹

تشریحات اسی کے مثل حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جو باب لایقال فلان شہید۔ کے تحت گذر چکی ہے۔ مگر اس حدیث میں جو قصہ مذکور ہے یہ دوسرا ہے۔ یہ غزوۂ خیبر میں پیش آیا تھا جیسا کہ مغازی اور قدر کی روایت میں تصریح ہے۔ نیز اس میں یہ ہے۔ کہ اس نے تلوار کھڑی کرکے اس

عہ ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص ۶۰۴ القدر العمل بالخواتیم ص ۹۷۷ مسلم ۔ الایمان ۔

پرگر پڑا تھا ۔ اس میں یہ ہے کہ ترکش سے تیر نکال کر نحر کر لیا تھا ۔ جیسا کہ دوسرے ابواب کی روایات میں تصریح ہے ۔

یہ شخص حقیقت میں مسلمان تھا یا کافر اس کا فیصلہ مشکل ہے ۔ مگر ابتدا میں جو فرمایا، لرجل یدعی الاسلام ۔ اور اخیر میں جو منادی کرائی اس سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے ۔ کہ یہ حقیقت میں مسلمان نہ تھا ۔ اور اخیر میں جو فرمایا ۔ بیشک اللہ اس دین کی فاجر انسان سے مدد کرا لیتا ہے اس فاجر کے معنی متعارف کے لحاظ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حقیقت میں مسلمان تھا ۔ کیونکہ عرف میں فاجر کا اطلاق گنہگار مسلمان پر ہوتا ہے ۔ لیکن یہ قطعی نہیں ۔ قرآن مجید میں ہے ۔

اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ انفطار بے شک کافر جہنم میں ہیں ۔

اور فرمایا ۔

اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۔ مطففین بے شک کافروں کے نامۂ اعمال سجین میں ہیں ۔

جلالین میں دونوں آیتوں کی تفسیر کفار سے کی ہے ۔ اس لئے اس حدیث میں بھی فاجر سے اگر کافر مراد لیا جائے تو کوئی استبعاد نہیں ۔

بَابٌ اِذَا غَنِمَ الْمُشْرِکُوْنَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَہُ الْمُسْلِمُ ۔ ص ۴۳۱

مسلمانوں کا مال مشرکین نے لوٹ لیا ۔ پھر اسے مسلمان نے پا لیا ۔

۱۶۵۰ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ ذَھَبَ فَرَسٌ لَہٗ فَاَخَذَہُ الْعَدُوُّ فَظَھَرَ عَلَیْھِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَیْہِ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَقَ عَبْدٌ لَہٗ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَھَرَ عَلَیْھِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّہٗ عَلَیْہِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک گھوڑا بھاگ گیا اور دشمن نے لے لیا ۔ پھر مسلمان اس پر غالب ہوئے تو یہ گھوڑا انھیں واپس دیا گیا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ۔ اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم چلا گیا ۔ پھر مسلمانوں کو ان پر فتح حاصل ہوئی تو خالد بن ولید نے انھیں واپس کیا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ۔

تشریحات ۱۶۵۰ یہ ابن نمیر کی بطریق عبید اللہ روایت ہے ۔ اس کے بعد یحیٰی قطان کی انھیں سے یہ روایت ہے ۔ اس میں یہ ہے کہ گھوڑا بھی روم چلا گیا تھا ۔ اور فتح حاصل کرنے کے بعد خالد بن ولید نے گھوڑا بھی اور غلام بھی حضرت عبد اللہ بن عمر کو واپس کیا ۔ اس سے متبادر ہوتا ہے ۔ کہ دونوں واقعے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کے ہیں ۔ پھر تیسری روایت موسیٰ بن عقبہ کی ہے اس میں ہے کہ یہ دونوں واقعے حضرت صدیق اکبر کے عہد مبارک میں ہوئے تھے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بَابُ الْغُلُوْلِ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ص ۴۳۲

مال غنیمت کی چوری اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان جو مال غنیمت چوری کرے گا۔ چوری کیے ہوئے مال کے ساتھ قیامت کے دن آئیگا۔

۱۶۵۱ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ زُرْعَةَ ثَنِیْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَامَ فِيْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَہٗ وَعَظَّمَ

کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور غنیمت میں چوری کو ذکر فرمایا اور اسے بڑا گناہ قرار دیا۔ فرمایا تم میں سے کسی کو

اَمْرَہٗ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِہٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ عَلٰی

اس حال میں قیامت کے دن نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو کر ممیا رہی ہو۔ اس کی

رَقَبَتِہٖ فَرَسٌ لَّہٗ حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ

گردن پر گھوڑا سوار ہو کر ہنہنا رہا ہو۔ اور یہ عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے

لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰی رَقَبَتِہٖ بَعِيْرٌ لَّہٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اور میں یہ فرماؤں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تم کو پہنچا دیا تھا۔ اور اس کی گردن پر اونٹ ہو جو بلبلا

اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰی رَقَبَتِہٖ صَامِتٌ

رہا ہو۔ وہ عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے اور میں فرماؤں۔ میں آج تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا

فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ

میں نے پہنچا دیا تھا۔ اور اس کی گردن پر مال و دولت لدا ہو اور عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے اور میں

وَعَلٰی رَقَبَتِہٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ

فرماؤں۔ آج تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر کپڑے لدے ہوئے ہوں۔ اور

لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ۔ عَنْ اَبِیْ حَيَّانَ فَرَسٌ لَّہٗ حَمْحَمَةٌ۔

وہ عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ میں فرماؤں۔ آج تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے پہنچا دیا تھا۔

۱۶۵۱ تشریحات غُلُوْل۔ کے معنی چپکے سے کوئی چیز لے کر اپنے سامان میں ملا دینا۔ مال غنیمت میں سے چرا کر اپنے سامان میں ملا دینا۔ اب یہی معنی عرف میں شائع ذائع ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ لا الفین۔ ہمزہ کے فتحے کے ساتھ۔ مجرد۔ لقا سے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ باب افعال جس کا مصدر الفاء ہے۔ اور ایک روایت القین قاف کے ساتھ لقاء سے لقا ناقص واوی ہے واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔ مجرد سے پانے کے معنی میں

نہیں آتا۔ باب افعال سے اس کا معنی پاتا ہے ثُغَاءٌ بکری کی آواز۔ یہ ناقص واوی ہے۔ واو کو ہمزہ سے بدل دیا۔ رُغَاءٌ یہ بھی ناقص واوی ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ اونٹ کی بلبلاہٹ۔ صامت وہ مال جس میں روح نہ ہو جیسے سونا چاندی برتن ہتھیار وغیرہ۔ رقاع۔ رقعۃ کی جمع ہے کپڑے کے ٹکڑے مراد مطلقاً کپڑا ہے۔

لَا اَملِکُ لَکَ بخاری کے تمام شارحین نے بالاتفاق فرمایا۔ کہ یہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ خود ارشاد فرمایا۔ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ [1] میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے ہے۔ اور فرمایا۔ وصاحب شفاعتھم [2] اور میں ان کی شفاعت والا ہوں۔ اور فرمایا۔ اعطیت الشفاعۃ [3]۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی۔

روز مرہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ مثلاً باپ بیٹے کو ایک غلط کام سے منع کرتا رہتا ہے لیکن بیٹا اپنی نالائقی کی وجہ سے باز نہیں آتا۔ اور اس کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جب پھنس جاتا ہے تو باپ کے پاس آتا ہے کہ مدد کیجئے۔ تو باپ غصے میں کہتا ہے۔ بھاگ جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں کیا جانوں۔ مجھ سے کیا مطلب میں کیا کر سکتا ہوں۔ مگر پھر ترس آتا ہے تو بیٹے کی ہر طرح مدد کرتا ہے۔ اور بیٹے کو اس مخمصے سے چھڑانے کے لئے پوری جد و جہد کرتا ہے۔

اقول وھو المستعان۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ارشاد خاص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے یا زکوٰۃ نہ دینے والے کے بارے میں ہو۔ کہ ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ اس پر خاص لفظ۔ لک۔ کی دلالت ظاہر ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی مخصوص جرم کے مرتکب شفاعت سے محروم رہیں۔

بَابُ الْقَلِیْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ ص ۴۳۲ غنیمت میں تھوڑی سی چوری۔

۵۶۹ وَلَمْ یَذْکُرْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ حَرَّقَ مَتَاعَہٗ وَھٰذَا اَصَحُّ۔

ت اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کی ہے۔ کہ حضور نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے سامان کو جلا دیا۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

تشریحات ۵۶۹

اس باب کے تحت جو حدیث آرہی ہے۔ اس کے بعض طرق میں یہ ہے۔ کہ اس خیانت کرنے والے کے سامان کو جلا دیا۔ امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی صحیح نہیں۔ ان سے مروی نہیں۔

---

[1] ترمذی قیامۃ۔ باب فی الشفاعۃ ص ۶۶ ابن ماجہ الزھد باب ذکر الشفاعۃ ص ۳۲۹ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۲۱۳

[2] ترمذی ثانی مناقب ۱۰۲ ابن ماجہ الزہد باب ذکر الشفاعۃ ص ۳۲۹ مسند امام احمد خامس ص ۱۳۷

[3] بخاری تیمم ص ۴۸ الصلوٰۃ۔ باب جعلت لی الارض مسجداً ص ۶۲ مسلم اول مساجد ص ۱۹۹ مسند امام احمد اول ص ۳۱ خامس ص ۱۶۲

سہ ابوداؤد اور ترمذی میں بعض احادیث آئی ہیں۔ جن میں مذکور ہے کہ فرمایا مال غنیمت میں خائن کے سامان کو اور بعض روایتوں میں ہے کہ خود اس کو بھی جلا دو۔ مگر یہ روایتیں ضعیف ہیں۔ احکام میں استدلال کے لائق نہیں۔

۱۶۵۲ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عَلٰی ثِقْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِی النَّارِ فَذَهَبُوْا یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ كَرْكَرَةُ۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سامان چڑھانے اتارنے پر ایک شخص مقرر تھا جس کا نام کرکرہ تھا وہ مرگیا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ جہنم میں ہے۔ یہ سن کر لوگ اس کا سامان دیکھنے لگے۔ تو ایک عبا پائی جو اس نے غنیمت سے چرا لیا تھا۔

تشریحات ۱۶۵۲ ثقل سے مراد اہل و عیال اور سامان ہے۔ کرکرہ۔ دونوں کاف کے فتحے اور کسرے دونوں کے ساتھ۔ پہلا را ساکن دوسرا مفتوح۔ یہ حبشی غلام تھے جو لڑائی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سواری کی لگام تھامے رہتے۔ یہ امام واقدی نے کہا۔ ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں لکھا ہے کہ یہ نوبی تھے۔ یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

بَابُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ص ۴۳۳ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

۱۶۵۳ سَمِعْتُ عَطَاءً یَقُوْلُ ذَهَبْتُ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ اِلٰی عَائِشَةَ وَهِیَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِیْرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ۔ ع

حدیث: امام عطار نے کہا کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کوہ ثبیر پر ٹھہری ہوئی تھیں۔ انھوں نے فرمایا۔ جب اللہ نے اپنے نبی پر مکہ فتح فرما دیا تو ہجرت ختم ہو گئی۔

ع۔ مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۵ ثانی مغازی ص ۶۱۴ سہ ثانی الجہاد باب فی عقوبۃ الغال ص ۱۵

185

تشریحات ۱۶۵۳ دوسرے ابواب میں یہ تفصیل ہے کہ امام عطار نے کہا کہ میں نے ام المومنین سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ آج ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت اس لئے تھی۔ کہ ایک شخص اپنا دین بچانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ آج اللہ نے دین کو غالب فرمادیا ہے مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے۔ ہاں جہاد اور نیت باقی ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ اور اس کے ملحقات کے علاوہ جہاں بھی کوئی مشرف باسلام ہوتا۔ اس پر فرض تھا کہ ہجرت کی استطاعت ہو تو مدینہ طیبہ ہجرت کرے۔ فتح مکہ کے بعد یہ مخصوص ہجرت ختم ہوگئی۔ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرض نہ رہی مباح ہے۔ اور بہ نیت حسن مستحسن۔ اور دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کبھی فرض کبھی مستحب ہے۔ اگر دارالحرب میں مسلمانوں کو شعائر اسلام پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہو یا قتل کیا جاتا ہو۔ یا مال لوٹ لیا جاتا ہو تو دارالاسلام کی طرف واجب ہے ورنہ مستحب۔ پوری تفصیل گذر چکی۔

اس زمانے میں ہجرت اصل حکم یہی ہے۔ مگر اس زمانے میں بین الاقوامی قوانین کی وجہ سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ممنوع ہے۔ پاسپورٹ اور ویزا کے بغیر کوئی بھی دوسرے ملک میں نہیں جاسکتا وہ بھی ایک محدود مدت تک ٹور و سیاحت کا ویزا بمشکل تین سال کے لئے ملتا ہے۔ مدت پوری ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آنا ضروری ہے۔ دوسرے ملک میں رہائش کی اجازت بڑی دقت سے ملتی ہے۔ اس لئے ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہجرت تو متعذر ہے۔ البتہ اگر بستی میں مسلمان تھوڑے ہیں اور وہاں کفار سے خطرہ ہے یا ایک بستی کے محلے میں یہ صورت حال ہو تو مسلم اکثریت والے محلوں میں یا بستیوں میں جاکر آباد ہو جانا ضروری ہے۔ جیسا کہ بھاگلپور کے فسادات میں ہوا کہ جہاں مسلمان کمزور تھے وہاں انھیں قتل کیا گیا اور ان کے اموال لوٹے گئے۔ ان کے مکانات جلائے گئے مجبوراً مسلمان اپنی بستیوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

باب اِسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ صـ۴۳۳ غازیوں کا استقبال کرنا۔

۱۶۵۳ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍ اَتَذْکُرُ اِذْ

حدیث ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے عبد اللہ بن جعفر سے کہا۔ کیا تم کو

تَلَقَّیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ

یاد ہے کہ میں اور تم اور ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے نکلے تھے۔ انہوں نے کہا

نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَکَکَ ۔ عہ

ہاں یاد ہے۔ حضور نے مجھے اور ابن عباس کو سواری پر بٹھا لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

عہ ثانی مغازی۔ کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر صـ۶۳۷ ابوداؤد۔ ترمذی الجہاد

185

۱۶۵۴ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلَىٰ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ۔ عہ

حدیث امام زہری نے کہا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع تک گئے تھے ۔

۱۶۵۳-۵۴ تشریحات پہلی حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے۔ کہ فحملنا وترکک۔ کے قائل عبداللہ بن جعفر ہیں۔ مسلم میں اس کے برعکس ہے۔ غالباً راوی سے الٹ پھیر ہوگیا۔ حضرت سائب بن یزید کا قصہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوا تھا۔ جیساکہ مغازی میں ہے۔ مَرْجِعَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ۔ تبوک سے لوٹتے وقت۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ ص ۴۳۳ جب غزوے سے لوٹے تو کیا پڑھے ۔

۱۶۵۵ ثنی یَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ رَاحِلَتِهِ وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيعًا فَاقْتَحَمَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْأَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلَىٰ وَجْهِهِ وَأَتَاهَا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا وَاكْتَنَفْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم عسفان سے لوٹتے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے اور صفیہ بنت حُیَیّ کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ حضور کی اونٹنی پھسل گئی ۔ اور سب گر پڑے ۔ ابو طلحہ اپنی سواری سے کود کر بڑھے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ اللہ عزوجل مجھے آپ پر قربان کرے کیا حضور کو کچھ چوٹ لگی ہے ؟ فرمایا عورت کو دیکھو۔ ابو طلحہ نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا اور صفیہ کے پاس گئے اور ان پر کپڑا ڈل دیا۔ اور سواری کو درست کردیا۔ حضور اور صفیہ اس پر سوار ہوگئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے

عہ مسلم فضائل نسائی الحج ۔

لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ ۔عہ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں حضور یہ مسلسل دعا پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔

تشریحات ۱۶۵۵

من عسفان ۔ یہ راوی کا تسامح ہے۔ یہ واقعہ خیبر سے واپسی میں پیش آیا تھا۔ اس لئے کہ ام المومنین حضرت صفیہ خیبر ہی میں حرم میں داخل ہوئی تھیں۔ اور عسفان کی طرف نہضت بنی لحیان کی سرکوبی کے لئے ۶ھ میں ہوئی تھی۔ اور غزوہ خیبر ۷ھ میں اس کے بعد ہوا تھا۔ خیبر سے واپسی ہی میں حضرت صفیہ ہمراہ رکاب اقدس تھیں۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی ذہانت اور حسن ادب کا نادر نمونہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا۔ عورت کو دیکھو۔ تو پہلے اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لیا۔ پھر ام المومنین کی طرف بڑھے۔ مبادا ان پر نظر نہ پڑے۔ اور پھر ان پر کپڑا ڈال دیا۔

بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ ص۴۳۲ کہیں سے واپسی پر کھانا کھلانا۔

۵۷۰ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یُفْطِرُ لِمَنْ یَغْشَاهُ ۔

ت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے یہاں آنے والوں کے لئے روزہ نہ رکھتے۔

تشریحات ۵۷۰

اس تعلیق کو قاضی اسماعیل نے احکام میں روایت کیا ہے۔ پورا مضمون یہ ہے نافع کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر جب مقیم ہوتے تو روزہ رکھتے۔ اور سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھتے۔ جب کہیں سے آتے تو چند دن آنے جانے والوں کی خاطر داری کے لئے روزہ نہ رکھتے۔ پھر رکھنے لگتے۔

۱۶۵۶ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ نَحَرَ

تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ واپس آئے تو ایک اونٹ یا گائے ذبح فرمایا۔ معاذ نے شعبہ

جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً وَزَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

عن محارب عن جابر بن عبد اللہ جو روایت کی اس میں یہ زائد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ اس کے متصل۔ ثانی الادب باب قول الرجل جعلنی اللہ فداک ص۹۱۳ اللباس باب ارداف المرأۃ خلف الرجل ص۸۸۲ مسلم المناسک نسائی الحج۔

اِشْتَرٰی مِنِّیْ بَعِیْرًا بِوُقِیَّتَیْنِ وَدِرْھَمٍ اَوْ دِرْھَمَیْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ

نے مجھ سے دو اوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے عوض اونٹ خریدا۔ جب صرار پہنچے تو ایک

بِبَقَرَۃٍ فَذُبِحَتْ فَاَکَلُوْا مِنْھَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ اَمَرَنِیْ اَنْ آتِیَ الْمَسْجِدَ

گائے ذبح کرنے کا حکم دیا جسے لوگوں نے کھایا۔ جب مدینہ تشریف لائے تو مجھے حکم دیا کہ مسجد

فَاُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ وَوَزَنَ لِیْ ثَمَنَ الْبَعِیْرِ۔ عہ

میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھو اور مجھے اونٹ کی قیمت تول دی۔

تشریحات ۱۶۵۶ صرار۔ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ ابو عبید بکری نے کہا کہ حرہ راقم کی جانب ایک پرانے کنوئیں کا نام ہے۔ یہ واقعہ اس سفر سے واپسی میں درپیش ہوا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے اونٹ خریدا تھا۔ جس کا مفصل بیان گذر چکا۔

بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ ص۴۳۴ خمس کا فرض ہونا

توضیح باب خمس سے مراد مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْئٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ۔ انفال ۴۱

جان لو کہ تم نے جو کچھ بھی غنیمت حاصل کی ہے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن اتارا۔ جس دن دونوں فوجیں لڑی تھیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ مال غنیمت سے خمس نکال کر بقیہ چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیئے جائیں۔ عہد رسالت میں ارشاد مذکور کے مطابق اس خمس کے پانچ حصے کئے جاتے۔ ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔ ایک بنی ہاشم اور بنی مطلب کے لئے جو حضور کے قرابت دار تھے جنھوں نے زمانہ کفر میں بھی ہمیشہ حضور کی حمایت کی تھی۔ بنی عبد شمس اور بنی نوفل اس کے مستحق نہیں۔ اگرچہ یہ لوگ بھی قرابت دار ہیں۔ اس وجہ سے کہ انھوں نے ہمیشہ مخالفت کی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا۔ ایک یتیموں کے لئے اور ایک محتاجوں کے لئے اور ایک مسافروں کے لئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضور کا حصہ اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کا حصہ ساقط ہو گیا۔ اس لئے کہ ان کا حق صرف قرابت کی وجہ سے نہ تھا۔ ورنہ بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو بھی ملتا۔ بلکہ قرابت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی بنا پر تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو

عہ ابو داؤد اطعمہ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی وجہ سے جو استحقاق تھا باقی نہ رہا۔
ظاہر یہی ہے کہ غزوۂ بدر میں خمس نکالا گیا تھا۔ اس کی دلیل مندرجہ حدیث ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔

اَعْطَانِیْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْہِ مِنَ الْخُمُسِ یَوْمَئِذٍ[1] اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن خمس میں سے ایک اور اونٹنی دی تھی۔

ابوداؤد میں، اعطانی شارفا الخ ہے اور مجھے ایک تندرست اونٹنی دی۔

اور ظاہر یہی ہے کہ یومئذ۔ افاء۔ کا ظرف ہے یعنی اس دن جو خمس سے اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا اس میں سے ایک اونٹنی دی تھی۔
یہ اس کے معارض نہیں جو امام ابن اسحٰق امام احمد امام حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ انھوں نے فرمایا۔ جب ہم نے غزوہ بدر کی غنیمت میں اختلاف کیا۔ اور بدخلقی کی تو اللہ عزوجل نے اسے ہم سے چھین لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیا۔ حضور نے اسے برابر لوگوں پر تقسیم فرمادیا[2]۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ خمس نکالنے کے بعد جو بچا اسے تقسیم فرمایا۔
اور جو اہل سیر سے منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر خمس فرض نہیں ہوا تھا۔ یہ بخاری ابوداؤد و صحیحین کی روایت کے معارض ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔
اسماعیل قاضی نے کہا کہ خمس واقعہ بنی قریظہ کے وقت فرض ہوا۔ اس کے پہلے نہیں تھا کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے بعد نازل ہوا۔ خمس نکالنے کی تصریح سب سے پہلے حنین کے موقع پر ملتی ہے۔
کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں خمس سے مراد وہ خمس ہے جو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سریے میں نکالا تھا۔ جو بدر سے دو ماہ قبل رجب میں پیش آیا تھا۔ انھیں نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خمس نکالا تھا۔ اس تقدیر پر مغازی اور ابوداؤد کی روایتوں میں "یومئذ" اعطانی کا ظرف ہوگا مگر یہ مستبعد ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر اس خمس میں سے دینے کا قول کس کی سمجھ میں آسکتا ہے؟
علاوہ ازیں سورہ انفال میں اموال غنیمت کے مصارف کی تفصیل ہے۔ اور یہ سورۃ زیادہ تر بدر کے احوال پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس صورت کا شان نزول ہی یہی ہے۔ جیسا کہ ابھی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گذری۔ اس سورہ کی ابتدا میں فرمایا گیا۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فرمادو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

---

[1] مغازی غزوہ بدر باب ص ۵۷۱ ابوداؤد ثانی باب بیان مواضع قسم الخمس ص ۹۳ [2] فتح الباری سادس ص ۱۸۹

یہ اجمالی حکم تھا۔ تفصیل اکتالیسویں آیت ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الآیہ میں ذکر کردی ۔

۱۶۵۷ ثنی علی بن الحسین ان الحسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہما

حدیث حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے حدیث بیان کی ۔ کہ حسین بن علی رضی اللہ

اخبرہ ان علیا قال کانت لی شارف من نصیبی من المغنم یوم بدر وکان

تعالیٰ عنہما نے انھیں خبردی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ۔ کہ میرے پاس طاقت ور اونٹنی

النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اعطانی شارفا من الخمس فلما اردت ان

تھی جو بدر کی غنیمت میں مجھے ملی تھی ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے خمس سے ایک اور اونٹنی دی تھی ۔

ابتنی بفاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واعدت رجلا

جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زفاف کا ارادہ کیا ۔ تو میں نے بنو قینقاع

صواغا من بنی قینقاع ان یرتحل معی فناتی باذخر اردت ان ابیعہ من

کے ایک سنار سے معاملہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چل کر اذخر لائے گا جسے سناروں کے ہاتھ

الصواغین واستعین بہ فی ولیمۃ عرسی فبینا انا اجمع لشارفی متاعا

بیچوں گا ۔ اور شادی کے ولیمے میں اسے صرف کروں گا ۔ میں اپنی دونوں اونٹنیوں کے لئے کاٹھی

من الاقتاب والغرائر والحبال وشارفای مناختان الی جنب حجرۃ رجل

بوریاں ، رسیاں جمع کرنے میں لگا تھا ۔ اور میری دونوں اونٹنیاں انصار کے ایک صاحب

من الانصار فرجعت حین جمعت ما جمعت فاذا شارفای قد اجبت

کے گھر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں ۔ جب میں نے سامان جمع کرلیا ۔ تو لوٹا اب دیکھتا ہوں کہ

اسنمتہما وبقرت خواصرہما واخذ من اکبادہما فلم املک عینی حین

میری دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے گئے ہیں اور کوکھ پھاڑ کر کلیجی نکال لئے گئے ہیں ۔ یہ

رایت ذلک المنظر منہما فقلت من فعل ہذا فقالوا فعل حمزۃ بن

دیکھ کر میں آنکھوں پر قابو نہیں پا سکا ۔ میں نے پوچھا یہ کس نے کیا ہے ۔ تو لوگوں نے بتایا کہ حمزہ

عبد المطلب وہو فی ہذا البیت فی شرب من الانصار فانطلقت حتی

بن عبد المطلب نے ۔ وہ اس گھر میں انصار کی پینے کی مجلس میں ہیں ۔ میں وہاں سے چلا

اُدْخُلْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ

تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا

فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِي الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ

تو زید بن حارثہ وہاں موجود تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے صدمے کو میرے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا رَأَيْتُ

چہرے سے پہچان لیا دریافت فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج کے

كَالْيَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا

دن میں نے جو دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر تعدی کی ہے۔ ان کے

وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کوہان کاٹ لئے ہیں۔ اور کوکھے پھاڑ دیئے ہیں۔ وہ اس گھر میں بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔

بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتّٰى

یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگائی اوڑھ لی۔ پھر چلے۔ میں اور زید

جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُمْ فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ

بن حارثہ بھی پیچھے ہو لئے اس گھر میں تشریف لائے جس میں حمزہ تھے۔ حضور نے اذن طلب

فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةً

فرمایا تو اندر والوں نے اذن دیا۔ جب حضور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ شراب پی رہے ہیں۔

عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

حمزہ نے جو کچھ کیا تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمزہ کو ملامت کرنے لگے۔

صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى سُرَّتِهِ ثُمَّ

اور حمزہ نشے میں ہیں ان کی آنکھیں سرخ ہیں حمزہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي

دیکھا پھر نظر اٹھائی اور حضور کے گھٹنے کو دیکھا پھر نظر اور اوپر کی، اور ناف کو دیکھا۔ پھر اور

فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ فَنَكَصَ رَسُولُ

اوپر اٹھائی اور حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا۔ پھر کہا تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَقِبَیْہِ الْقَھْقَرٰی فَخَرَجْنَا مَعَہٗ۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ اس وقت مست ہیں تو الٹے قدم لوٹ آئے اور ہم لوگ بھی چلے آئے ۔

تشریحات ۱۴۵۷ اس حدیث کا جز کتاب البیوع میں گزر چکا ہے۔[1] یہ حدیث مساقاۃ اور مغازی میں بھی ہے کچھ تغیر اور کمی زیادتی کے ساتھ۔[2] مساقاۃ اور مغازی میں یہ زائد ہے ۔

جس گھر کے پاس وہ اونٹنیاں بیٹھی ہوئی تھیں اس میں حمزہ بن عبد المطلب شراب پی رہے تھے اور ان کی ایک گانے والی لونڈی تھی۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

اَلَا یَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

یہ سن کر حمزہ تلوار لے کر کودے اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور کولہے پھاڑ دیئے اور ان کے کلیجے نکال لیے ۔

یہ ایک لمبے قصیدے کا مطلع ہے ۔ اس کے بعد کے اشعار یہ ہیں ۔

وَھُنَّ معقلات بالفناء	یہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں
ضع السکین فی اللبات منھا	ان کی گردن پر چھری رکھ اے حمزہ
وَضَرِّجھن حَمزۃ بالدماء	انھیں خون سے لتھیڑ دے اور ان
وعجل من اطائبھا لِشَرب	کی عمدہ عمدہ چیزیں جلدی سے ساتھ ساتھ پینے والوں
قدیرًا من طبیخ او شواء	کے لئے ہانڈی میں پکا ہوا یا بھنا ہوا ۔

شُرُفٌ ۔ شارف کی جمع طاقت ور اونٹنی ۔ **نواء** ۔ ناویہ کی جمع موٹی تندرست۔ **معقلات** ۔ عقال سے بندھی ہوئی۔ **لَبّات** ۔ لَبّۃ کی جمع۔ **ضَرِّج** ۔ **تضریج** ۔ کسی کو خون سے آلودہ کرنا۔ **شَرب** ۔ ساتھ بیٹھ کر شراب پینے والے۔ **قدیرًا** ۔ ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ایک روایت **قدیدًا** کی بھی ہے ۔ بوٹی ۔

معجم الشعراء میں ہے کہ یہ قصیدہ عبد اللہ بن سائب بن ابو سائب کا ہے ۔ مساقات کی روایت میں صائغ کی جگہ ایک نسخہ طابع اور ایک طالع کا بھی ہے اس سے مراد رہنما ہے۔

عبید لابی ۔ مساقات کی روایت لِآبائی ہے ۔ حضرت عبد المطلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد کریم ہیں۔ اور دادا بمنزلہ آقا کے ہوتا ہے ۔ اس لحاظ سے وہ عرض کر دیا۔ وہ بھی نشے کی حالت میں۔ غالبا نشے میں یہ ترنگ پیدا ہو گئی کہ ان اونٹنیوں پر میرا حق تھا۔ اس کو مستی میں ان الفاظ سے تعبیر کر دیا۔

یہ قصہ شراب کی تحریم سے پہلے کا ہے ۔ اور اسی طرح غنا کی بھی تحریم سے قبل کا ہے شراب کی حرمت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں حمزہ سے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت علی کو دلوائی ۔

---

[1] نزھۃ القاری خامس صـ۱۸۱ [2] جلد اول صـ۳۲۰ ثانی صـ۵۷۱

۱۶۶۰ حدیث عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ فَاطِمَةَ
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ
کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیغام بھیجا۔

مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ
جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کیا۔ جو مدینے اور فدک میں

عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ
بطور فی اور خیبر کے خمس کے مابقی میں حضور کو ملا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ ہم جو کچھ

آلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ
چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اور آل رسول اس مال سے کھاتے رہیں گے اور میں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ
تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ کو اس حالت سے ذرہ برابر نہیں بدلوں گا۔ جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ
علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور حضرت سیدہ فاطمہ کو ان میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبٰى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلٰى
حضرت فاطمہ حضرت ابو بکر سے ناراض ہو گئیں۔ اور ان سے بولنا چھوڑ دیا۔ وفات کے وقت تک نہیں

فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ
بولیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی

تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ
تو حضرت علی نے انھیں رات میں دفن کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر کو خبر نہیں کی۔ اور حضرت

أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ
علی نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت فاطمہ کی حیات میں حضرت علی کی لوگوں میں ایک

وَصَلّٰى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ

عزت تھی ۔ جب ان کا وصال ہوگیا ۔ تو حضرت علی نے لوگوں کے رویے کو بدلا ہوا دیکھا ۔ تو حضرت

عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ

ابو بکر سے صلح کرنی چاہی اور ان کی بیعت بھی ۔ ان چھ مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی ۔ حضرت علی

تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةَ

نے حضرت ابو بکر کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آجائیں اور کسی کو ساتھ نہ لائیں ۔ یہ اس لئے کہلایا کہ کہیں حضرت

لِيَحْضُرَ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ

عمر بھی ساتھ نہ آجائیں ۔ اس پر حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم آپ وہاں تنہا نہ جائیں ۔ حضرت ابو بکر نے

وَمَا عَسَيْتُهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ

فرمایا ۔ وہ لوگ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کریں گے ۔ بخدا میں ضرور جاؤں گا ۔ حضرت ابو بکر ان کے

عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا

یہاں تشریف لے گئے ۔ تو حضرت علی نے پہلے شہادتین پڑھا اور فرمایا ۔ ہم آپ کی فضیلت کو بھی جانتے ہیں ۔

سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ

اور اللہ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں ۔ لیکن آپ نے اس معاملے میں (میری دانست میں)

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا

ہماری حق تلفی کی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہم بھی اس میں اپنا حق جانتے تھے

تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں ۔ پھر ابو بکر نے گفتگو شروع کی اور فرمایا ۔ اس ذات کی قسم جس

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ

کے قبضے میں میری جان ہے ۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ فَإِنِّي لَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ

بہ نسبت اپنی قرابت کے زیادہ پسند ہے ۔ اور یہ جو میرے اور آپ کے درمیان مالوں کے بارے

أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ

میں نزاع پیدا ہو گئی ہے ۔ تو آپ یقین کریں میں نے اس خصوص میں بہتر پر عمل کرنے میں

فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ

کوتاہی نہیں کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کام بھی کرتے دیکھا ہے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا ہے۔ اب

رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ

حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے کہا دوپہر بعد بیعت کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے جب ظہر پڑھ لی تو منبر

بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ

پر تشریف لے گئے اور شہادتین پڑھا اور حضرت علی کی شان بیان فرمائی اور بیعت نہ کرنے کو بھی۔ اور انہوں نے جو عذر

وَحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا

بیان فرمایا تھا اسے بھی۔ پھر استغفار پڑھا اور حضرت علی نے شہادتین پڑھی اور حضرت ابوبکر کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ کہ

لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا وَاسْتَبَدَّ

انہوں نے جو کچھ کیا اس کا سبب ابوبکر سے حسد یا اللہ نے انھیں جو فضیلت دی ہے اس سے انکار نہیں۔ وجہ یہ تھی کہ ہم اپنی

عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ وَكَانَ

دانست میں یہ جانتے تھے کہ اس معاملے میں ہمارا بھی کچھ حق ہے جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر دیا ہے۔ اس پر ہمیں تکلیف تھی۔ یہ

الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ۔ ع ۵

سنکر تمام مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علی نے جب اس بات کو تسلیم کر لیا جو حقیقت میں اچھی تھی تو مسلمان ان کے قریب ہو گئے۔

تشریحات ۱۶۵۸ چونکہ مغازی کی روایت میں زیادہ تفصیل اور جامعیت تھی اس لئے ہم نے اسی کو لیا۔ فرائض کی روایت میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا سوال کرنے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

فدک مدینہ طیبہ سے دو یا تین منزل پر خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ خیبر کے بعد وہاں کے باشندوں نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ ہم اپنی زمین کی پیداوار کا نصف حصہ خدمت اقدس میں پیش کرتے رہیں گے۔

مما افاء اللہ علیه بالمدینة افاء کا مصدر فئی ہے۔ اس سے مراد کفار کے وہ اموال ہیں جو لڑائی کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اسی میں خراج اور جزیے کی رقوم بھی داخل ہیں۔ فئی کل کا کل بیت المال میں جمع ہوگا۔ اس بارے میں ارشاد ہے۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ

ان (بنو نضیر) سے اللہ نے اپنے رسول کو جو کچھ دلایا۔ ان پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ ہاں، اللہ

ع ۵ ثانی مغازی غزوۂ خیبر ص ۶۰۹ الجہاد باب فرض الخمس ص ۴۳۵ المناقب باب مناقب قرابۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۲۶ الفرائض باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما ترکنا صدقۃ ص ۹۹۵

رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ ۔ حشر آیت ۶　　اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دیدیتا ہے۔

۴ھ میں بنی نضیر کی غداری کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمالیا۔ یہ محاصرہ پندرہ دن تک رہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب نجات کی صورت نہیں۔ تو یہ کہلایا۔ کہ ہماری جانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے ہمیں یہ اجازت دی جائے کہ ہم اپنے ساتھ اپنے مال ومتاع میں سے جتنا لے جاسکیں لے جائیں۔ اور ہمیں مدینے سے چلے جانے دیا جائے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غایت کرم سے منظور فرمالیا۔ بنی نضیر نے مدینہ طیبہ خالی کردیا۔ ان کے جو مال ومتاع زمین باغ بچے وہ خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف میں آئے۔ ان کی بستی مدینہ طیبہ سے دو میل کی دوری پر تھی۔ چونکہ صحابہ کرام پیدل ہی گئے تھے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے فرمایا گیا۔ کہ تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

علاوہ زمین اور مکان کے اور دیگر سامان کے پچاس زرہیں۔ پچاس خود چار سو تلواریں چھوڑ گئے تھے۔ بنی نضیر کے اموال میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین کو کچھ نہیں دیا۔ صرف دو یا تین انتہائی تنگدست انصار کو کچھ عطا فرمایا۔

بنی نضیر کے زمین اور باغ کے علاوہ مدینہ طیبہ میں مخیریق کے سات باغات تھے۔ جو بنی نضیر کے محلے میں تھے۔ یہ یہودی تھے غزوہ احد کے دن مسلمان ہوئے اور یہ ساتوں باغات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر کردیئے۔ اس کے علاوہ کچھ اور اراضی تھیں جو انصار کرام نے نذر کی تھیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کی املاک سے یہ تینوں قسم مراد ہوسکتے ہیں۔

فدک ۔ مدینہ طیبہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر خیبر کے قریب یہ زمین تھی۔ خیبر کے بعد یہاں کے باشندوں نے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ نصف زمین حضور کی نذر ہے۔

علاوہ ازیں وادی القری کی ایک تہائی زمین اور خیبر کے قلعوں میں سے وطیح اور سلالم بطور صلح فتح ہوئے تھے۔ یہ سب فئی تھا۔ خیبر کا خمس بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا اور اپنی ازواج مطہرات کا خرچ چلاتے اور جو بچتا اس کو عام مسلمانوں کی ضرورتوں میں صرف فرماتے۔ حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سب کو میراث سمجھا اور اپنا اپنا حق طلب کیا۔

لا نورث ۔ حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ آپ نے آیت میراث کے پیش نظر اپنا مطالبہ پیش فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث سنائی۔ "ہم انبیائے کرام کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے" صحیح اور معتبر روایات کے مطابق حضرت سیدہ اور حضرت عباس نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ اس کی تردید میں کچھ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم فرمالیا۔ آگے حدیث آرہی ہے۔ کہ اس کی صحت کو خود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحابہ کرام کی موجودگی میں تسلیم فرمالیا۔ علاوہ ان دو بزرگوں کے اور متعدد صحابہ کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ خود

رافضیوں کی کتابوں سے اس کا مضمون ثابت ہے۔ اصول کافی باب العلم والمتعلم میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن اورثوا العلم فمن اخذہ منہ اخذ بحظ وافر۔

ابو عبد اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علمار انبیار کے وارث ہیں اور انبیار کرام دینار ودرہم میراث نہیں چھوڑتے ہاں علم ان کی میراث ہے۔ اس لئے جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت حصہ پالیا۔

اسی باب کے صفۃ العلم میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلك ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشئ منھا فقد اخذ حظا وافرا۔

ابو عبد اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا علمار انبیار کے وارث ہیں۔ اور یہ اسی بنا پر ہے کہ انبیار درہم اور دینار میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف اپنی حدیثیں میراث چھوڑتے ہیں تو جس نے انہیں حاصل کرلیا اس نے بہت حصہ پالیا۔

ان شیعی روایت میں صراحۃ درہم ودینار کے میراث نہ چھوڑنے کا تذکرہ ہے اس کا شبہ ہو سکتا تھا کہ درہم ودینار کے علاوہ اراضی وغیرہ میراث چھوڑتے ہوں۔ اس کا قلع قمع لفظ " انما " نے کردیا۔ یہ کلمہ حصر ہے۔ جس کا مفاد یہ ہوا کہ انبیار کرام اپنی میراث میں صرف اپنی احادیث چھوڑتے ہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چھوڑتے ہیں۔ اس سے ثابت کہ انبیار کرام کی میراث صرف علم ہے۔ نہ درہم ہے نہ دینار ہے نہ اراضی ہیں۔ نہ اور کچھ مال ومتاع۔

رافضیوں کے اصول کے مطابق قرآن مجید کے صریح منطوق کے مقابل ائمہ کے ارشادات اوران کی مرویات راجح ہیں۔ اس لئے کسی رافضی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہہ کر اس حدیث کو ناقابل قبول قرار دے کہ یہ آیت میراث کے معارض ہے۔ اور ہم اہل سنت کے اصول کے مطابق چونکہ یہ حدیث مشہور ہے۔ اس لئے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا آپ کا کون وارث ہوگا۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے اہل میری اولاد، حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ پھر کیا بات ہے کہ میں اپنے والد کی وارث نہیں ہوں گی۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کی پرورش فرماتے تھے میں بھی اس کی پرورش کروں گا۔

اہل سنت کی روایات کے مطابق یہ سن کر کے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم انبیار کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ نہ تو حضرت سیدہ نے کچھ فرمایا نہ حضرت علی نے نہ حضرت عباس نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان حضرات نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم فرمالیا۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس کی صحت کو صراحۃً تسلیم کرنا آگے آرہا ہے اس لئے اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ طعن کرنا

کہ انہوں نے اہل بیت کا حق غصب کر لیا، اپنے خبثِ نفس کی تسکین کے سوا اور کچھ نہیں۔ رہ گئیں رافضیوں کی من گھڑت مرویات وہ سب خود ان کے ائمہ کرام کے مذکورہ بالا ارشادات کے معارض ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

فوجدت فاطمة۔ دوسری روایتوں میں **فغضبت فاطمة**۔ ہے۔ یہ حقیقت میں راوی حدیث کا اپنا استخراج ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ فطری طور پر گوشہ نشین تھیں۔ لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھیں۔ احادیث کے پورے دفتر دیکھ ڈالئے حضرت سیدہ کی سیرت پاک میں لوگوں سے ملنے جلنے کے واقعات نہیں ملیں گے۔ روافض کے طومار کے طومار پڑھ ڈالئے ان میں بھی آپ کو ایسے واقعات نہیں ملیں گے۔ جو یہ بتا سکیں۔ کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں سے ملتی جلتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضور کی جدائی کا غم واندوہ نے انہیں اس قابل ہی نہیں رکھا تھا کہ وہ کسی سے ملیں جلیں حتیٰ کہ یہی غم جانگسل ہوا اور چھ ماہ کے بعد واصل بحق ہو گئیں۔ وہ اس اثنا میں حضرت ابو بکر سے کبھی ملاقات کے لئے تشریف نہیں لائیں۔

دوسری طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امور خلافت میں سب سے زیادہ مصروفیت کا یہی وقت تھا۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے ٹکر لینے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر جا چکا تھا۔ مانعین زکوٰۃ، مرتدین، کذاب مدعیان نبوت الگ شورش مچائے ہوئے تھے۔ ان سب کے قلع قمع میں شب وروز مصروفیت کی وجہ سے انہیں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا۔ اس سے راوی نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ حضرت صدیق اکبر سے ناراض ہیں۔ اور ان سے میل جول سلام کلام ترک فرمائے ہوئے ہیں۔ راوی نے اپنے طور پر اپنی فہم سے جو سمجھا اسے بیان کر دیا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد رسول کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے سے ناراض ہو کر تو دار شاد رسول سے منحرف ہو گئیں۔ اس لئے کہ بلا وجہ شرعی ایک مسلمان سے قطع تعلق اور اس سے ناراضی کی احادیث میں بشدت ممانعت وارد ہے۔ بنظر دقیق بات بہت دور جا پہنچی ہے۔ ارشاد رسول سن کر ارشاد رسول پر عامل سے ناراضگی حقیقت میں رسول سے ناراضگی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اسی لئے علماء محققین نے **فهجرت ولم تكلمه حتى توفيت**۔ کے معنی یہ بتاتے ہیں۔ کہ اس کے بعد میراث کا مطالبہ چھوڑ دیا اور اس بارے میں حضرت صدیق اکبر سے زندگی بھر کچھ نہیں فرمایا۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنے مشائخ سے نقل فرمایا ہے۔ نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو عمر بن شیبہ سے مروی ہے۔ **فلم تكلمه في ذلك المال**۔ حضرت سیدہ نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی۔

نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو امام بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت علی نے حضرت سیدہ سے فرمایا۔ یہ ابو بکر ہیں حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت سیدہ نے حضرت علی سے پوچھا۔ کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں؛ حضرت سیدہ نے اندر حاضری کی اجازت دی۔ حضرت صدیق اکبر حاضر ہوئے اور حضرت سیدہ کو راضی کرنے کی کوشش کی اور وہ ان سے راضی ہو گئیں۔ یہ رضا جوئی اور حضرت سیدہ کی رضامندی بالکل ویسے ہی ہے جیسے جاں بلب مریضوں سے رضا جوئی اور معافی

کی درخواست کی جاتی ہے۔ اور وہ اپنی رضا اور معافی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ واقعی حقیقت میں ناراضگی ہو۔

ولم یؤذن لھا ابابکر۔ اس روایت کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کی اطلاع نہیں دی۔ اور خود حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کی وجہ شراح نے یہ بتائی ہے کہ حضرت سیدہ نے خود منع فرمادیا کہ کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ یہ اس بنا پر کہ اس وقت تک وہاں یہ دستور تھا کہ عورت کے جنازے پر صرف ایک کپڑا ڈال کر لے جاتے تھے جس سے اس کے جسم کا حجم ظاہر رہتا۔ حضرت سیدہ کو یہ سخت ناپسند تھا۔ یہ غایت حیا اور پردہ کے لحاظ سے فرمایا تھا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو الاستیعاب[1] میں ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا۔ مرنے کے بعد عورتوں کے ساتھ جو کیا جاتا ہے وہ مجھے سخت ناپسند ہے کہ ان پر ایک کپڑا ڈال کر ان کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ جس سے جسم کا حجم ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو حضرت اسماء نے کھجور کی گیلی ٹہنیوں کو موڑ کر اس پر کپڑا ڈال کر ہودج نما بنایا۔ اور بتایا کہ میں نے حبشہ میں اسے دیکھا۔ اسے دیکھ کر حضرت سیدہ بہت خوش ہوئیں۔ اور فرمایا۔ میرے لئے بھی ایسا ہی بنا دینا۔ وصال کے بعد حضرت سیدہ کا جنازہ مبارکہ اسی ہودج نما گہوارے میں چھپا ہوا لے جایا گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سیدہ کی نماز جنازہ حضرت عباس نے پڑھائی تھی یہ بخاری کی اس روایت کے منافی نہیں۔ نماز حضرت علی اور حضرت عباس دونوں نے پڑھی مگر چونکہ حضرت عباس حضرت علی کے چچا اور ان سے معمر تھے۔ اس لئے امام یہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ یہ روایت دین کے اصول کے مطابق ہے اس لئے کہ نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حقدار خلیفۃ المسلمین ہے۔ پھر اس کا نائب۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ حاکم مدینہ مروان یا سعید بن عاص نے پڑھائی حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ انھوں نے کوئی اعتراض تک نہیں کیا۔

ولم یکن یبایع یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ ان کے وصال کے بعد بیعت کی۔ لیکن اس کے برخلاف صحیح ابن حبان وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع میں بیعت کر لی تھی[2]۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد حضرت ابو بکر منبر پر تشریف لے گئے۔ حاضرین پر نظر ڈالی تو حضرت زبیر کو نہیں دیکھا۔ انھیں بلوایا۔ وہ جب آئے تو ان سے فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے اور حواری ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی ٹوٹ جائے۔ حضرت زبیر نے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ! پھر کھڑے ہوئے اور بیعت کر لی۔ پھر حاضرین کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا۔ انھیں بھی بلوایا۔ اور فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے

---

[1] جلد رابع ص ۳۷۸ برحاشیہ اصابہ۔ [2] فتح الباری جلد سابع ص ۴۹۵

اور حضور کے داماد ہو اور پھر چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی توڑ دو۔ حضرت علی نے فرمایا۔

اے خلیفہ رسول اللہ! پھر بیعت کر لی [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر نے یہ کہا۔ ہمیں اس سے تکلیف پہنچی کہ ہم کو مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ اور ہم ابو بکر کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا حقدار جانتے ہیں۔ یہ رسول اللہ کے یار غار ہیں۔ اور ہم ان کے شرف کو پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں انھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا [2]

نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور میں موجود تھا۔ غائب نہیں تھا۔ اور نہ مجھے کوئی بیماری تھی۔ اس لئے ہم نے اپنی دنیا کے لئے وہی پسند کیا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا [3]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی تھی اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ جب مرتدین سے قتال کے لئے ابو بکر باہر نکل پڑے اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ اور فرمایا۔ کہاں؟ اے خلیفہ رسول اللہ! میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے یوم احد فرمایا تھا۔ اپنی تلوار نیام میں کرو۔ اپنی ذات سے ہم کو غمگین نہ کرو۔ مدینہ لوٹ چلو۔ بخدا اگر آپ کو ہم کھو کر غمزدہ ہو گئے تو کبھی بھی اسلام کا نظام درست نہ ہو گا [4]

سب کو معلوم ہے کہ جیش اسامہ کی روانگی کے بعد بلا تاخیر مرتدین سے جہاد کے لئے حضرت صدیق اکبر نکلے تھے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خلیفہ رسول کہا۔ یہ ان کی خلافت کو تسلیم کرنا ہے۔ اور خلیفہ مان لینے کے بعد بیعت نہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

یہ تین صحابہ کرام ہوئے۔ حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں بیعت کر لی تھی۔ اس لئے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں پھر حضرت علی کا یہ ارشاد کہ ہم ابو بکر کو خلافت کا سب سے زیادہ اہل سمجھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو میری موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسے پسند کر لیا جسے رسول اللہ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو برحق جانتے تھے بلکہ اپنے سے بھی زیادہ ان کو خلافت کا مستحق جانتے تھے۔ پھر بیعت نہ کرنے کے کیا معنی؟

رہ گیا ام المؤمنین نے جو فرمایا۔ ان چھ مہینوں میں حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی یہ اپنے علم و دانست کے مطابق

---

[1] تاریخ الخلفاء مصری بحوالہ ابن سعد حاکم، بیہقی ص ۶۹ [2] ایضاً بحوالہ مغازی موسیٰ بن عقبہ و حاکم ص ۷۰
[3] ایضاً بحوالہ ابن عساکر ص ۶۴ [4] ایضاً بحوالہ دار قطنی ص ۷۵

فرما رہی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گذری۔ جب مرتدین سے قتال کے لئے حضرت صدیق اکبر نکل پڑے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری کی لگام پکڑلی۔ اس سے ثابت ہے کہ ابتدار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر کے پاس آتے جاتے تھے اور مشورے دیتے۔ بلکہ اپنی ذاتی وجاہت کی بنا پر اپنی رائے منوا بھی لیتے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کا اثر حضرت سیدہ پر بے پناہ تھا۔ خود فرماتی ہیں ؎

صبت علی مصائب لو انہا ——— صبت علی الأیام صرن لیالیا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر پڑیں تو رات ہو جائیں ——— اس کے صدمے سے بہت سخت علیل ہوگئیں۔ جب حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تو حضرت علی ان کی دلجوئی اور تیمارداری میں مصروف ہونے کی وجہ سے اتنا موقع نہ پاتے کہ دربار خلافت میں تشریف لاتے۔ اس سے لوگوں میں بدگمانی پھیلی ہوگی کہ شاید حضرت علی، صدیق اکبر کی خلافت کو دل سے تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے جب حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واصل بحق ہوگئیں تو اس بدگمانی کو دور کرنے کے لئے دوبارہ بیعت فرمائی۔

بفرض غلط اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تو بھی اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو باطل جانتے تھے۔ ایسی کوئی روایت نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی یہ فرمایا ہو کہ ابوبکر خلافت کے اہل نہیں۔ ان کی خلافت درست نہیں۔ بعض روایتوں سے ثابت ہے تو یہ کہ وہ خانہ نشین ہوگئے تھے اور یہ حضرت صدیق اکبر یا کسی سے ناراضگی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کی تاب نہ لاکر سخت علیل ہوگئی تھیں۔ ان کی تیمارداری بچوں کی دیکھ بھال کے لئے تھی۔ اور یہ قطعی ہے کہ ایسے موقعوں پر سکوت بیان کے حکم میں ہوتا ہے۔ ایک بات علانیہ ہورہی ہے اور ایک دینی مقتدا اسے دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اسے صحیح جانتا ہے۔ اس کی نظیر حدیث تقریری ہے۔ صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور کچھ کہا یا کچھ کیا اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ تو یہ بھی حدیث رسول ہے۔ نیز اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو برحق نہ مانتے تو چھ ماہ بعد بھی ہرگز ہرگز بیعت نہ فرماتے جب کہ انھیں حضرت صدیق اکبر کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔

حضرت ابوسفیان نے جب یہ سنا کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہوئے ہیں تو مدینہ طیبہ آئے اور حضرت علی سے کہا۔ کیا بات ہے کہ خلافت قریش کی اس شاخ میں ہے۔ جو سب سے کم اور سب سے کمزور ہے۔ اس سے ان کی مراد حضرت ابوبکر کا خاندان بنی تیم تھا۔ اگر تم چاہو تو ان کے خلاف سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ تونے مدت دراز تک اسلام کی مخالفت کی۔ اس سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ ہم نے ابوبکر کو اس کا اہل پایا۔[1]

---

[1] تاریخ الخلفاء مصری ص ۶۶

اس روایت نے رافضیوں کے اس ادعا کی بھی قلعی کھول دی ۔ جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمزوری بے بسی کی بنا پر ازراہ تقیہ بیعت کی تھی ۔

نیز اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ ماہ بعد نہیں بالکل ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم فرمالی تھی ۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ایک نہیں متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم کرکے بیعت بھی کرلی تھی ۔ مگر چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروفیت کی وجہ سے دربار خلافت میں تشریف نہیں لاتے تھے ۔ اس لئے لوگوں کو بدگمانی ہونے لگی تھی ۔ کہ شاید حضرت علی خلافت صدیقی کو تسلیم نہیں کرتے ۔ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد جب انھیں گھریلو الجھن سے فرصت ملی تو لوگوں کی بدگمانی دور کرنے کے لئے دوبارہ بیعت عام کی ۔

استبداد ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے ۔ کہ خلافت کے معاملے کو طے کرتے وقت مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا ۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ہمارا یہ حق تھا کہ اس مشورے میں ہم کو شریک کیا جاتا ۔ یہاں " الامر " سے مراد خلافت ہے ۔ اور ۔ نصیبا " سے مراد مشورہ دینے کا حق ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ خلافت کا معاملہ ہم سے مشورہ لئے بغیر طے کرلیا گیا ۔ ہم سے مشورہ نہیں لیا گیا ۔ حالانکہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص قرابت دار ہیں تو ہمارا بھی یہ حق تھا کہ ہمیں مشورے میں شریک کیا جاتا ۔

لیکن حضرت صدیق اکبر کا عذر بالکل ظاہر ہے ۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کو نہ حضرت صدیق اکبر نے بلایا تھا نہ مہاجرین میں سے کسی اور نے ۔ انصار کرام از خود جمع ہو گئے تھے ۔ اس کی اطلاع جب حضرت صدیق اکبر کو ہوئی تو حضرت فاروق اعظم اور دوسرے چند مہاجرین کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے ۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چاہتے تو تشریف لے جاتے ۔ ان پر کس نے پابندی لگائی تھی ؟ اور جیسا کہ رافضی کہتے ہیں ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنادیا تھا اور ان کی خلافت پر نص جلی فرمادی تھی ۔ تو ایسی صورت میں ان کو ضرور بالضرور تشریف لے جانا فرض تھا ۔ لوگوں کو بتاتے کہ آپ لوگ بلاوجہ بحث کررہے ہو ۔ میرے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نص جلی موجود ہے ۔ اب کیسا انتخاب اور کیسی بحث ۔

رافضیوں کا یہ ادعا یوں بھی باطل ہے ۔ کہ اس وقت جب مکان کے اندر تنہائی میں دوستانہ ماحول میں گفتگو ہورہی تھی تو حضرت علی کو صاف صاف فرمادینا فرض تھا ۔ کہ میری ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے نص جلی فرماکے مجھے وصی بناگئے ہیں ۔ آپ کیسے خلیفہ بن گئے ۔

ایک شبہے کا ازالہ نصیبا سے مراد خلافت میں حصہ نہیں ہوسکتا ۔ اس لئے کہ خلافت ایسی چیز نہیں جس میں چند افراد حصے دار ہوں ۔ باتفاق فریقین خلیفہ ہمیشہ ایک ہی شخص ہوگا ۔

لم اترك امرا ۔ یعنی فدک وغیرہ کے معاملہ میں جو شکر رنجی ہوگئی ہے ۔ اس کی بنیاد اگر اس پر ہے ۔ کہ آپ حضرات

کو یہ خیال ہو کہ ان کو میں اپنے اوپر یا اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں پر صرف کروں گا تو یہ خیال دل سے نکال دیں ـــ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا اپنے رشتہ داروں کے بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔
ان اموال کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے جیسے جہاں جہاں صرف فرماتے تھے میں بھی اسی طرح وہیں صرف کروں گا۔
کتاب الجہاد کی روایت میں یہ ہے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دوں گا۔ تو
راہ راست سے ہٹ جاؤں گا۔ اسی میں آگے یہ ہے۔

فاما صدقتہ بالمدینۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مال جو مدینے میں تھا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کی تحویل میں دے دیا تھا۔ البتہ خیبر اور فدک کو اپنی تحویل میں رکھا اور فرمایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔ جو ان حقوق اور حوادث کے لئے تھا۔ جو انھیں پیش آجاتی تھیں۔ اور ان دونوں کا اختیار اسے ہے جو حضور کے بعد والی ہو۔ یہ دونوں آج تک اسی پر ہیں۔

ان دونوں حضرات کو دینے کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں کو متولی بنا دیا تھا کہ اس کا انتظام کریں دیکھ بھال رکھیں اور اپنے حقوق کے مطابق اپنا اپنا حصہ اس میں سے لے لیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کی حیات تک یہ نظم رہا۔ کہ مدینے کے اموال کی دیکھ بھال یہ لوگ کرتے اور خیبر و فدک خلیفۂ اسلام کی تحویل میں رہے۔

مدینے کے اموال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ پھر حضرت امام حسین پھر امام زین العابدین پھر امام حسن بن حسن مثنیٰ پھر زید بن حسن پھر عبد اللہ بن حسین کی تحویل میں رہا۔ ان کے ہاتھ سے بنو عباس نے لے لیا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر رافضیوں کے ادعا کے مطابق حدیث ماترکنا صدقۃ۔ صحیح نہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت جب آیا تو انہوں نے خیبر و فدک پر قبضہ کر کے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثین پر تقسیم کیوں نہیں فرمایا۔ نیز یہ کہ مدینہ طیبہ کی آراضی صرف انھیں کے قبضے میں کیوں رہی۔ اور ان کے بعد صرف ایک فرد کی تحویل میں کیوں رہی۔ رافضیوں کے مزعوم کے مطابق حضرت علی پر فرض تھا۔ اسے بھی حسب حصص شرعیہ تقسیم فرمادیتے۔ ازواج مطہرات کے حصے انہیں دیدیتے۔ بنو عباس کے حصے انھیں دیدیتے پھر بعد میں ائمہ اہل بیت میں سے صرف ایک شخص کیوں قابض رہے۔ ائمہ اہل بیت کے اجماعی عمل درآمد نے ثابت کر دیا کہ حدیث لا نورث ماترکنا صدقۃ۔ حق ہے اور اس کی حقانیت پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے۔ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

قَالَ ابو عبد اللہ اِعْتَرَاکَ۔ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُہٗ۔ اصبتہ ومنہ یعروہ واعترانی

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اعتراک عَرَوْتُہٗ بمعنی اَصَبْتُہٗ سے باب افتعال کا صیغہ ہے۔ اور اسی سے یَعْرُوْہُ اور اِعْتَرَانِی آیا ہے۔

اس حدیث میں یعروہ کا لفظ آیا تھا۔ اس بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرَاکَ بَعْضُ اٰلِہَتِنَا بِسُوْٓءٍ۔ ہود ۵۴ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض خدا کی بری جھپٹ پڑی ہے۔

حسب عادت امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی۔ کہ اعترک۔ یہ باب افتعال کا صیغہ ہے اس کا مادہ عرو ہے۔ جس کے معنی پہنچنے کے ہیں۔ اسی سے یعروہ ہے جو اس حدیث میں وارد ہے اعترانی فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ نون وقایہ اور یائے متکلم کے ساتھ یعنی مجھے پہنچی۔

۱۶۵۹ حدیث عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيْثِهِ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِيْ اَهْلِيْ حِيْنَ مَتَعَ النَّهَارُ اِذَا رَسُوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَاْتِيْنِيْ فَقَالَ اَجِبْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ يَا مَالِ اِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ اَهْلُ اَبْيَاتٍ وَقَدْ اَمَرْتُ فِيْهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ اَمَرْتَ بِهِ غَيْرِيْ قَالَ فَاقْبِضْهُ اَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ اَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ

ابن شہاب زہری نے کہا کہ محمد بن جبیر نے مالک بن اوس بن حدثان کی اس حدیث کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا۔ پھر میں مالک بن اوس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس حدیث کو اون سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا تھا اور دن چڑھ چکا تھا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب کا فرستادہ میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ امیر المومنین یہاں چلو۔ اس کے ساتھ چل کر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر کھجور سے بنی ہوئی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس پر کوئی بچھونا نہیں تھا۔ اور چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا اے مالک! تمہاری قوم کے گھر والے میرے پاس آئے تھے میں نے اونھیں کچھ مال دینے کا حکم دے دیا ہے۔ اسے لے جاؤ اور ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین اگر میرے علاوہ کسی اور کے سپرد یہ کام کرتے تو اچھا ہوتا۔ فرمایا اے شخص اسے لے جا۔ میں ان کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ان کے دربان یرفا حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ عثمان، عبد الرحمن بن عوف، زبیر اور سعد بن وقاص اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے۔ آپ اجازت دیتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ دربان نے ان حضرات کو مطلع کیا۔ یہ لوگ اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ

وَقَّاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا ثُمَّ

گئے۔ یرفا تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ پھر حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ کیا آپ علی اور عباس کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔

جَلَسَ يَرْفَا يَسِيرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا

فرمایا۔ ہاں۔ یرفا نے ان حضرات کو اندر آنے کی اجازت کی خبر دی تو یہ دونوں حضرات اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے

فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ

اب عباس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ ان دونوں حضرات کا تنازع بنی نضیر

هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنْ مَالِ بَنِي النَّضِيرِ فَقَالَ

کی اس زمین کے بارے میں تھا جو اللہ نے اپنے رسول کو بطور فئی عطا فرمائی تھی۔ پوری گروہ حضرت عثمان اور

الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهٗ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا

ان کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان کے درمیان تصفیہ فرما دیں اور ایک کو دوسرے سے راحت

مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهٖ تَقُومُ

میں کر دیں۔ اب حضرت عمر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ٹھہرو۔ میں تم لوگوں کو اس اللہ کی قسم دیتا

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ہے۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے (ہم سے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ

اپنی ذات مراد لی تھی۔ سب نے کہا۔ رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر حضرت علی اور

فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میں آپ دونوں صاحبان کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ

وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ

یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہے۔ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا کہ ہاں

هٰذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا

وہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا۔ میں اس معاملے کو آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہوں

الفیئ بشیئ لم یعطہ احدا غیرہ ثم قرأ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم

بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مال غنیمت میں کچھ ایسا خاص فرما دیا تھا کہ ان کے علاوہ

فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من

کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ پھر انھوں نے سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور جو اللہ نے اپنے رسول کو ان سے

یشاء واللہ علی کل شیئ قدیر۔ فکانت ہذہ خالصۃ لرسول اللہ

مال غنیمت عطا فرمائی تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وواللہ ما احتازہا دونکم ولا استاثر

قابو دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت کی روشنی میں یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

بہا علیکم قد اعطاکموہ وبثہا فیکم حتی بقی منہا ہذا المال

لئے خاص رہا۔ اور بخدا حضور نے تمہارے علاوہ کسی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ تمہیں لوگوں کو عطا

فکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینفق علی اہلہ

فرمایا۔ تم میں بانٹا۔ یہاں تک کہ اس میں سے یہ مال بچ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال میں

نفقۃ سنتہم من ہذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال

سے اپنے اہل کے سال بھر کا نفقہ نکال لیتے پھر جو بچتا اوسے خالص اللہ کے مال کی جگہ صرف فرماتے۔

اللہ فعمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذلک حیاتہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری بھر اسی پر عمل فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی

انشدکم باللہ ہل تعلمون ذلک قالوا نعم ثم قال لعلی وعباس

قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ اسے جانتے ہو۔ ان سب نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت علی اور حضرت

انشدکما باللہ ہل تعلمان ذلک قال عمر ثم توفی اللہ نبیہ صلی

عباس سے فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ بھی یہ جانتے ہیں۔ (تو ان دونوں

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ

حضرات نے کہا ہاں ہم لوگ بھی جانتے ہیں)۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ پھر اللہ نے اپنے نبی کو اپنے یہاں اوٹھا لیا۔

تعالیٰ علیہ وسلم فقبضہا ابوبکر فعمل فیہا بما عمل رسول اللہ

تو حضرت ابو بکر نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جانشین ہوں اور اونھوں نے اسے اپنے قبضے

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ فِيهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ

میں لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال میں جو کرتے تھے وہی انہوں نے بھی کیا۔ اور بلاشبہ وہ اسمیں

ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ اَبَا بَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيَّ اَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِي

سچے نیکوکار اور ہدایت پر چلنے والے حق کے تابع تھے۔ پھر ان کا وصال ہو گیا۔ تو میں ابوبکر کا جانشین ہوا۔ اور

اَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا

میں نے اسے اپنی تحویل میں اپنی خلافت کا دو سال رکھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے

عَمِلَ فِيهَا اَبُو بَكْرٍ وَاللهُ يَعْلَمُ اَنِّي فِيهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ

طریقے کے مطابق کاربند رہا۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا نیکوکار ہدایت پر کاربند اور حق کا تابع

ثُمَّ جِئْتُمَانِي تُكَلِّمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِي يَا عَبَّاسُ

ہوں۔ پھر آپ دونوں صاحبان تشریف لائے۔ اور آپ لوگوں کی بولی ایک تھی اور معاملہ بھی ایک۔ اے عباس

تَسْاَلُنِي نَصِيبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيكَ وَجَاءَنِي هٰذَا يُرِيدُ عَلِيًّا يُرِيدُ

آپ تشریف لائے اور اپنے بھائی کے صاحبزادے کے ترکے میں سے اپنا حصہ مانگنے لگے۔ اور یہ یعنی

نَصِيبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت علی آئے اور اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال میں سے چاہتے تھے۔ تو میں نے آپ لوگوں سے کہا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِي اَنْ اَدْفَعَهٗ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ بعد میں جب

اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهٗ

میں نے مناسب جانا کہ آپ لوگوں کی تحویل میں دے دوں تو میں نے آپ لوگوں سے کہا۔ اگر آپ لوگ چاہیں

لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو آپ لوگوں کی تحویل میں دیدوں۔ اس شرط پر کہ آپ لوگوں پر اللہ کا عہد اور میثاق ہے کہ ان اموال میں وہی کریں گے جو

وَبِمَا عَمِلَ فِيهَا اَبُو بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کرتے تھے۔ اور اپنی خلافت سے اب تک جو میں کرتا تھا۔ یہ سن کر آپ لوگوں

اِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا

نے کہا ہمیں منظور ہے۔ ہماری تحویل میں دیدیجئے۔ تو اسی شرط پر میں نے آپ لوگوں کو دیا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں

بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ

کیا میں نے ان لوگوں کو اسی شرط پر نہیں دیا ہے ؟ پوری گروہ نے کہا۔ ہاں یہی بات ہے۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف

هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ

رخ فرمایا۔ اور کہا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے اسی شرط پر آپ لوگوں کو نہیں دیا ہے دونوں نے کہا ہاں۔ اب

فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ

فرمایا۔ آپ لوگ مجھ سے اس کے علاوہ اور کچھ فیصلہ کرانا چاہتے ہو ؟ قسم ہے اس اللہ کی جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہے ، میں

ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّيْ اَكْفِيْكُمَاهَا ۔ عہ

اسکے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اب اگر آپ لوگ اس سے عاجز ہیں تو مجھے لوٹا دیں میں ان کی دیکھ بھال کر لوں گا ۔

۱۶۵۹

تشریحات مالک بن اوس بن حدثان ۔ ان کے والد اوس صحابی ہیں ۔ ان کو بھی کچھ لوگوں نے صحابہ میں ذکر کیا ہے ۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے کہا۔ ان کے لئے صحبت ثابت نہیں اگرچہ عہد نبوت ان کو ملا ہے۔ شاید یہ مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حاضر ہوئے جیسے قیس بن ابو حازم ۔

وکان محمد بن جبیر ۔ یعنی محمد بن جبیر نے یہ حدیث ابن شہاب سے ذکر کی تھی ۔ لیکن علو سند کے لئے ابن شہاب نے خود مالک بن اوس سے ملاقات کر کے یہ حدیث سنی ۔ اس سے ابن شہاب زہری کا طلب حدیث سے انتہائی ذوق و شوق ظاہر ہو رہا ہے ۔

اقض بینی وبین ھٰذا ۔ یعنی میرے اور ان کے درمیان یعنی حضرت علی اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں اعتصام میں یہ ہے کہ حضرت عباس نے یہ کہا ۔ میرے اور اس ظالم کے مابین فیصلہ فرما دیں ۔ ان دونوں نے سخت کلامی کی ۔ بلکہ جویریہ کی روایت میں ہے ۔ کہ کاذب آثم غادر ، خائن تک کہا ۔ شعیب اور یونس کی روایت میں ہے ۔ کہ علی اور عباس نے آپس میں سخت کلامی کی ۔ کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس کو کوئی نازیبا لفظ کہا ہو ۔ اس لئے اِسْتَبَّ سے مراد تیز سخت لہجے میں بات چیت ہے ۔ حضرت عباس نے جو کچھ کہا وہ غصے کی حالت میں ان کے منہ سے نکل گئے ۔ چچا بمنزلہ باپ ہے ۔ اس سے ان کا معنی حقیقی مراد نہیں ۔ جیسے زجر و توبیخ کے وقت بڑے چھوٹوں کو بہت کچھ کہہ دیتے ہیں ۔ اس سے مقصود ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے ۔ اس وقت ان کا مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ واقعی جیسے کہا گیا ہے وہ ویسا ہی ہے ۔

قال الرھط ۔ یعنی حضرت عثمان حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت زبیر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم پورے گروہ نے اس کی تصدیق کی ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ لا نورث ما ترکنا صدقۃ

فَالا قد قال ذٰلک ۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے اقرار کیا کہ ہاں رسول اللہ

عہ ثانی النفقات باب حبس الرجل قوت سنۃ ص۸۰۶ الفرائض باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانورث ص۹۹۶

الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین ص۱۰۸۵ مسلم المغازی ابوداؤد الخراج ترمذی السیر نسائی الفرائض وغیرہ ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور تفصیل کے مطابق۔ لا نورث ما ترکنا صدقۃ کے راوی سات صحابہ ہو گئے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گزر چکی ہے۔ اور الفرائض میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اور ہم نے شرح میں ترمذی کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ اب اس حدیث کے راوی دس صحابۂ کرام ہوئے۔ جن میں سے آٹھ عشرہ مبشرہ ہیں۔

یہ حدیث آیت میراث کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ میراث صرف انھیں اموال میں جاری ہوتی ہے۔ جو موت کے وقت مورث کے ملک ہوں۔ اور جو اموال مورث نے وقف کر دیئے ہوں تو ان میں میراث کے جاری رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس حدیث سے قطع نظر کر کے دوسری احادیث بھی اس پر نص صریح ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جملہ متروکات کو وقف فرما دیا تھا۔ جیسا کہ اسی بخاری میں کتاب الوصایا میں حدیث گذر چکی ہے۔ اور اس کے بعد والے باب میں بھی آ رہی ہے کہ فرمایا۔

لا تقسم ورثتی دینارا ولا درھما ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ۔ میرے وارث ایک دینار ایک درہم بھی نہ تقسیم کریں میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج کے نفقہ اور میرے عامل کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچے صدقہ ہے۔

اور اگر بالفرض معارض ہی ہو تو چونکہ حدیث لا نورث مشہور ہے۔ اس لئے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص درست ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

ان اللہ قد خص رسولہ۔ بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فیٔ کے مال کو خاص کر دیا تھا۔ اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ فرماتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنی نضیر) سے جو کچھ دلایا۔ ان پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ ہاں اللہ نے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دیدیتا ہے۔ حشر ۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبرع، احسان، اور ہمدردی کے طور پر اس میں سے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی عطا فرماتے تھے۔

بنیادی طور پر دستور یہ تھا کہ ازواج مطہرات کے سال بھر کے نفقہ کی مقدار اس میں سے رکھ لیتے اور بقیہ صدقات کی طرح صرف فرماتے۔ اسی میں سے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی عطا فرماتے اور دوسرے ضرورت مندوں کو بھی۔ مزید برآں جہاد کے لئے ساز و سامان میں صرف فرماتے۔

ھل تعلمان ذلک اس روایت میں حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصدیق مذکور نہیں مگر بخاری ہی کی اور جگہ کی روایات میں ہے۔ قالا نعم۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہاں۔ یعنی آپ سچ کہتے ہیں۔

نصیبك من ابن اخیك ۔ یعنی اے عباس آپ چچا ہونے کی حیثیت سے اور اے علی آپ داماد ہونے کی حیثیت سے اپنی اہلیہ سیدہ فاطمہ کا حصہ طلب کرنے لگے ۔ اس پر ایک سنگین اشکال یہ ہے ۔ اس حدیث میں پہلے مذکور ہے ۔ کہ ان دونوں حضرات نے اس بات کی تصدیق فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔
لا نورث ما ترکنا صدقۃ ۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تصدیق سے پہلے انھیں اس کا علم تھا ۔ اب دو صورت ہے کہ یا تو اسے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا یا حضرت صدیق اکبر سے سنا تھا ۔ جب کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبے کے وقت بیان فرمایا تھا ان دونوں حضرات کو ان دونوں صورتوں میں یہ کیسے جائز تھا ۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے عہد خلافت میں آکر میراث کا سوال کرتے ۔
جواب اشکال ۔ اس کا ایک جواب عام شارحین نے تحریر فرمایا ہے ۔ کہ حضرت عباس اور حضرت علی اس حدیث کو تمام اموال کو عام نہیں جانتے تھے ۔ اور کچھ اموال کو مستثنیٰ جانتے تھے ۔ انھیں مستثنیٰ اموال میں میراث طلب کی ۔ مگر جب حضرت عمر نے فرمادیا کہ یہ ہر قسم کے اموال کو عام ہے ۔ تو دونوں حضرات خاموش ہو گئے ۔
اقول وھو المستعان ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ذہول ہو گیا ہو ۔ یہ حدیث اس وقت یاد نہ رہی ہو ۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلائی تو یاد آگئی ۔
جیسے کہ وصال کے وقت سوائے حضرت صدیق اکبر کے ، آیہ کریمہ ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔ کسی صحابی کو یاد نہیں آئی ۔ جب حضرت صدیق اکبر نے تلاوت فرما دیا تو سب کو یاد آگئی ۔ اور سب کی زبانوں پر جاری ہو گئی ۔
فلما بدا لی ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ طیبہ کے اموال اس لئے نہیں دیا تھا کہ ان کی میراث کے حق کو تسلیم کرکے انھیں مالک بنا دیا تھا ۔ بلکہ بطور ناظر منتظم یا متولی ان دونوں حضرات کو مقرر فرمایا تھا اس پر دلیل اس کے بعد کا ارشاد ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ۔
میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ ان اموال میں اسی طریقے پر عمل کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور میرا تھا ۔ جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے ۔
اب ان حضرات میں تنازع یہ تھا کہ اسے تقسیم کرکے دونوں کو الگ الگ حصے پر متولی بنا دیں ۔ یہ قابل قبول نہ تھا ۔ اس سے ملکیت کے ثبوت کا شبہ ہو سکتا تھا ۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں ان لوگوں کو متولی وغیرہ بھی نہ بنایا ۔ کہ لوگوں کو یہ شبہ ہو جائے گا کہ ان کی ملکیت تسلیم کرلی ۔ جب ایک مدت گذر گئی اور اس آراضی پر صرف خلافت کا قبضہ رہا ۔ اور سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ کسی کی خاص ملک نہیں تو اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ناظر و متولی بنا دیا ۔ اس اراضی وفدک وغیرہ کا جو انتظام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کر دیا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں باقی رکھا ۔ اسے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وارثین میں تقسیم نہیں فرمایا ۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ ، کی صحت کو تسلیم کرتے تھے ۔ اور ان سب اموال

کو صدقہ مانتے تھے۔

اس سلسلے میں علامہ نووی نے ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے۔ جب بنو عباس کا مشہور زمانہ درندہ سفاح پہلی بار خطبے کے لئے کھڑا ہوا تو ایک شخص قرآن مجید گلے میں لٹکائے کھڑا ہوا اور کہا۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اور میرے فریق کے درمیان اس مصحف کے مطابق فیصلہ کر۔ سفاح نے پوچھا کہ کون تیرا فریق ہے۔ اس شخص نے کہا۔ ابوبکر ہیں جنھوں نے فدک نہیں دیا۔ سفاح نے پوچھا۔ کیا انھوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ سفاح نے پوچھا۔ بعد والوں نے۔ تو اس نے کہا۔ ہاں انھوں نے بھی ظلم کیا ہے۔ پوچھا عثمان نے۔ تو بھی اس نے کہا۔ ہاں انھوں نے بھی ظلم کیا ہے۔ اب سفاح نے پوچھا! علی نے بھی ظلم کیا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔

لیکن ان سب توجیہات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جملے سے پانی پھر جاتا ہے۔ کہ انھوں نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا۔ اے عباس تم اپنے بھتیجے کے مال سے اپنا حصہ مانگ رہے ہو۔ اور یہ اپنی اہلیہ کا حصہ ان کے باپ کے ترکے سے مانگ رہے ہیں۔

بادی النظر میں یہ اشکال بہت سخت ہے۔ مگر بنظر دقیق کچھ نہیں۔ اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جائداد کی پیداوار حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسی تناسب سے تقسیم فرماتے جو وراثت کی رو سے ان حضرات کا حق ہوتا تھا یعنی پیداوار کا ثمن ازواج مطہرات کو نصف حضرت سیدہ کو، اور بقیہ حضرت عباس کو۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو متولی بنا کر یہ جائداد سپرد کی تو بھی پیداوار اسی تفصیل سے تقسیم ہوتی تھی اس میں نزاع ہو گئی تو ان حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی میراث کے اصول سے جتنا ہمارا حصہ ہوتا ہے اسے تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ کر کے ہمیں دیدیا جائے۔ ہم لوگ اپنے اپنے حصے کی دیکھ بھال کریں تاکہ پیداوار کی تقسیم کا جھگڑا نہ رہے۔ اس میں صراحۃً جائداد کی وراثت کے مطابق تقسیم تھی جس سے ملکیت کا حق ثابت ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ یعنی نصیبک سے مراد۔ قدر نصیبک۔ ہے یعنی میراث سے جتنا حصہ ہوتا اس کی مقدار وہ لوگ اس لئے طلب کر رہے تھے کہ اسی کا انتظام کریں۔ ملکیت کے طور پر نہیں طلب کر رہے تھے۔

بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ۔ ص۴۳۷ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواج مطہرات کے نفقے کا بیان۔

۱۶۶۰	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
حدیث	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ
	نے فرمایا۔ میرے وارثوں میں ایک دینار بھی نہ تقسیم کیا جائے۔ میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج اور

نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

عامل کے اخراجات کے بعد صدقہ ہے۔

تشریحات ۱۶۶۰ اس حدیث میں عامل سے مراد، خلیفہ ہے۔ اور یہی معتمد ہے۔ اور یہی اصول تمدن کے مطابق ہے شاہی اخراجات کے لئے جو جائداد مخصوص ہوتی ہے وہ بعد میں اس کے جانشین کا حق ہوتی ہے۔ اور اس کا بھی امکان ہے کہ اس سے مراد جائداد میں کام کرنے والے اس کی دیکھ بھال کرنے والے ہوں۔

۱۶۶۱ ثنا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ

وفات پاگئے اور حال یہ تھا کہ میرے گھر کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی زندہ کھائے سوائے

يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرَ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ

نصف وسق جو کے جو طاق میں تھا۔ میں نے اسے مدت دراز تک کھایا۔ ایک دفعہ اسے

عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ ۔عہ

ناپ دیا تو ختم ہو گیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ الْبُيُوتُ إِلَيْهِنَّ ۔ ص۴۳۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کے بارے میں جو کچھ وارد ہے اور جو گھر ان کی طرف منسوب ہیں۔

توضیح حجرات مبارکہ اصل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک تھے۔ لیکن مشہور تھے ازواج مطہرات کے نام سے۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ نسبت اس بنا پر تھی کہ وہ جب تک زندہ رہیں اسمیں سکونت پذیر رہیں۔ اس لئے کہ ان کا نفقہ اور سکنی بعد وصال بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دوسری شادی نہیں کر سکتیں۔ اصل سبب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی دنیوی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

عہ ثانی الرقاق۔ باب فضل الفقر ص۹۵۵ مسلم آخر الکتاب، ابن ماجہ اطعمہ۔

۱۶۶۲ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِی مُلَیْکَۃَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَۃُ

حدیث ابن ابی ملیکہ نے کہا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی

تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی بَیْتِی وَفِی نَوْبَتِی وَبَیْنَ سَحْرِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر اور میری باری کے دن اور میری گردن اور سینے کے

وَنَحْرِی وَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَ رِیْقِی وَرِیْقِہٖ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاکٍ

درمیان ہوئی۔ اور اللہ نے میرے اور حضور کے لعاب کو ایک جگہ جمع فرما دیا۔ ہوا یہ کہ عبد الرحمٰن

فَضَعُفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہُ فَاَخَذْتُہٗ فَمَضَغْتُہٗ

مسواک لے کر آئے (تو) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمزوری کی وجہ سے اسے چبا نہ سکے تو میں نے

ثُمَّ سَنَنْتُہٗ بِہٖ۔

اسے لیا اور اس کی کوچی بنائی۔

۱۶۶۲ تشریحات یہ حدیث کتاب الجمعہ ص ۳۳۱ پر گزر چکی ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن مسواک کرتے ہوئے داخل ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کی مسواک تھی۔ حضور نے مسواک کی طرف نگاہ ڈالی۔ ام المؤمنین سمجھ گئیں کہ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ عبد الرحمٰن سے مانگ کر حضور کو دیا۔ مگر حضور چبا نہ سکے تو ام المؤمنین نے چبا کر کوچی نکال دی اور پیش کی۔ اب حضور نے خوب اچھی طرح مسواک کی۔ فارغ ہوتے ہی نزع طاری ہوگئی۔ اللھم فی الرفیق الاعلیٰ۔ فرماتے ہوئے واصل بحق ہوگئے۔

۱۶۶۳ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا فَاَشَارَ نَحْوَ مَسْکَنِ عَائِشَۃَ

خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو ام المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہاں

فَقَالَ ھُنَا الْفِتْنَۃُ ثَلَاثًا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ۔ ع

فتنہ ہے۔ تین مرتبہ فرمایا۔ جہاں سے شیطان کے متبعین نکلیں گے۔

ع بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ المناقب باب ص ۴۹۸ ثانی الطلاق باب الاشارۃ فی الطلاق ص ۷۹۸ الفتن باب الفتنۃ من قبل المشرق ص ۱۰۵۰ مسلم ثانی الفتن۔ ترمذی ثانی فتن۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۳ ص ۱۲۱

تشریحات ۱۶۶۳

مسکن عائشہ ۔ دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے کہ منبر پر تشریف فرما تھے ۔ اور مشرق کی جانب اشارہ فرمایا ۔ آج کل غیر مقلدین اور نجدی اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ مشرق سے مراد عراق ہے مگر اس روایت نے ان کے ادعار باطل کا تسمہ بھی باقی نہیں رکھا ۔ منبر اقدس سے ایک خط مستقیم کھینچیں جو بیت عائشہ سے گذر کر پورب کو جائے تو اس کی سیدھ میں نجد کا دار السلطنت ریاض پڑتا ہے ۔ یہ خط مشرق کے افق تک لے جائیے عراق کے کسی حصے سے نہیں گذرے گا ۔ مگر قرآن و احادیث کی تحریف کے خوگروں کا کوئی علاج نہیں ۔ اس کی قدر معتد بہ بحث ہماری کتاب ، فتنوں کی سرزمین کون ؟ نجد یا عراق میں دیکھئے ۔

باب مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ تُذْكَرْ قِسْمَتُهُ وَمِنْ شَعْرِهِ وَنَعْلِهِ وَآنِيَتِهِ مِمَّا شَرِكَ فِيهِ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۴۳۸

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (تبرکات) مثلاً زرہ ، عصا ، تلوار ، پیالہ اور انگوٹھی اور ان میں سے جن چیزوں کو حضور کے بعد خلفار نے استعمال فرمایا جنھیں تقسیم نہیں کیا گیا ۔ اور حضور کے موئے مبارک اور نعل مبارک اور برتن کا بیان ۔ جن میں حضور کے بعد صحابہ و غیر صحابہ سب شریک رہے ۔

توضیح باب

امام بخاری کی غرض اس باب سے دو ہے ۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکے کا کوئی وارث نہیں ہوا ۔ اور نہ وہ بطریق میراث تقسیم ہوا ۔ بلکہ جن صاحب کو جو چیز ملی وہ اسے اپنے پاس رکھے ہوئے تھا ۔ اور کچھ چیزوں کو خلفار اپنے استعمال میں لاتے رہے ۔ بلکہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں ۔ جنھیں خلفار کے علاوہ دوسرے صحابہ اور صحابہ کے بعد تابعین اپنے پاس رکھے رہے ۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استعمال فرمودہ اشیار سے برکت حاصل کرنا خلفار راشدین اور صحابہ کی سنت ہے ۔ اس باب میں ، مما شرك فيه ۔ ابو ذر کی اپنے شیخ سے روایت ہے ۔ اصیلی کی روایت میں ۔ مما يتبرك اصحابه ۔ اور کشمیہنی کی روایت میں ۔ مما ينبرك به اصحابه ہے یعنی جن سے صحابہ وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے ۔ اس روایت کی دوسرے مقصد پر دلالت بالکل واضح ہے ۔

باب میں آٹھ چیزیں مذکور ہیں ۔ زرہ ، عصا ، تلوار ، پیالہ ، انگوٹھی ، موئے مبارک نعلین اور برتن ۔

اصیلی کی اور کشمیہنی کی روایت کی بنا پر یہ نو چیزیں ہوسکتی ہیں ۔ جب کہ مما يتبرك به اصحابه ۔ سے مراد مذکورہ بالا اشیار کے علاوہ اور دوسری چیزیں مراد لی جائیں ۔

اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں ۔ جن میں سے ایک میں ۔ انگوٹھی ۔ دوسری میں نعلین اور چوتھی میں پیالے اور پانچویں میں تلوار کا ذکر ہے ۔ تیسری حدیث میں تہبند اور کمبل کا تذکرہ ہے ۔ اور چھٹی حدیث میں ایک مکتوب کا ۔ کمبل کا باب سے یہ تعلق ہے کہ مما يتبرك به اصحابه ۔ میں داخل ہے ۔

چھٹی حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے۔ یہ معرض خفا میں ہے۔
زرہ، عصا، اور موئے مبارک سے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔
حالانکہ چاہتے تو زرہ کے بارے میں ام المؤمنین اور حضرت انس کی وہ حدیثیں[1] ذکر فرما دیتے جن میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضور کی زرہ ایک یہودی کے یہاں گرو رکھی ہوئی تھی۔
اسی طرح موئے مبارک کے بارے میں حضرت ابن سیرین کا وہ ارشاد تحریر فرما دیتے جو طہارت[2] میں گذر چکا ہے۔ کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے جو ہمیں حضرت انس سے ملا ہے۔ اور وہ حدیث بھی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حضور نے حجۃ الوداع میں جب سر اقدس منڈایا تو ابوطلحہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے موئے مبارک لیا۔ یوں ہی عصا کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث[3] ذکر فرما دیتے جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محجن سے رکن کا استلام کرتے تھے جو حج میں گذر چکی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بھی لکھ سکتے تھے۔ جو تفسیر[4] سورہ واللیل میں آئے گی۔ کہ حضور کے دست مبارک میں مخصرہ تھا جس سے زمین کرید رہے تھے۔ لیکن ہم اس کی کوئی وجہ نہیں جان سکے کہ امام بخاری نے ان حدیثوں کو کیوں ذکر نہیں فرمایا۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عصائے مبارک شوحط کا تھا جو بعد میں خلفائے راشدین کے پاس رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جہجاہ غفاری نے اسے توڑ ڈالا۔ برتنوں میں اس باب کے ضمن میں صرف پیالے کا ذکر ہے اس کے علاوہ مزید برتنوں کو علامہ عینی نے ذکر فرمایا ہے۔ پتھر کی ایک ہانڈی جسے مخضب کہتے تھے۔ اور ایک اور مخضب پیتل کا تھا جس میں حنا اور کتم رہتا تھا۔ اور ایک برتن تانبے کا غسل کے لئے تھا۔ ایک لگن جس کا نام "الصادرۃ" تھا۔ اور ایک رانگے کا طشت تھا۔ ایک شیشے کا پیالہ۔ اور ایک بہت بڑی لگن تھی جس میں کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اتنا بھاری تھا جسے چار آدمی اٹھا پاتے۔ اس کا نام غرا تھا۔

۱۶۶۴ ثنا عیسی بن طھمان قال اخرج الینا انس نعلین جرداوین
حدیث عیسیٰ بن تہمان نے حدیث بیان کی۔ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے بال چمڑے کی دو
لھما قبالان فحدثنی ثابت البنانی بعد عن انس انھما نعلا النبی
نعلین نکالیں جن کے دو تسمے تھے۔ بعد میں ثابت البنانی نے حضرت انس سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[5]
بیان کی کہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین ہیں۔

[1] نزہۃ القاری خامس ص ۱۶۶ [2] نزہۃ القاری جلد اول ص ۵۱۹ [3] نزہۃ القاری رابع ص ۳۳۲ [4] بخاری ص ۷۳۸۔
[5] ثانی اللباس باب قبالان فی نعل ص ۸۷۰ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ ابن ماجہ۔

تشریحات ۱۶۶۴ کتاب اللباس میں اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ قبالان فی نعل ومن رای قبالا واحدا واسعا۔ دو تسمے ایک نعل میں اور جس نے ایک چوڑا تسمہ کافی جانا۔ باب کا اثبات اس طرح ہوتا ہے۔ کہ یہاں تثنیہ کا مقابلہ تثنیہ سے ہے۔ اس لئے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوگی۔ علاوہ ازیں طبرانی نے معجم صغیر میں اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت انس کی حدیث کے مثل روایت کیا اور یہ زائد ہے۔ اور ایسی ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی بھی نعلین تھیں۔ اور پہلے وہ شخص جنھوں نے ایک بندش رکھی عثمان تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جرداوین۔ اجرد کے مؤنث جرداء کا تثنیہ ہے۔ اس کا معنی بے بال کا چمڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے بال کے چکنے چمڑے کی نعلین استعمال فرماتے تھے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں من سبت لیس علیہ شعر۔ آیا ہے۔ جیسا کہ ابن سعد نے عن عفان عن ھمام روایت کیا ہے۔ اس کے معنی پرانی کے بھی ہیں۔ چمڑا جب پرانا ہو جاتا ہے تو بال جھڑ جاتے ہیں۔ اس کا حاصل بھی وہی ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین کے بارے میں حضرت انس حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں مروی ہیں۔ ان سب میں یہ تصریح ہے۔ کہ ہر ایک میں دو تسمے تھے۔ یہاں تو تثنیہ کے مقابلے تثنیہ لانے میں اس کا احتمال تھا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ایک نعل میں ایک قبالہ ہو۔ مگر بخاری کتاب اللباس کی روایت میں یہ ہے۔ ان نعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لھما قبالان۔ ترمذی شمائل اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں یہ ہے۔

کانت لنعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکھما۔ اور اس کے ہم معنی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے۔ اس لئے آحاد کی آحاد پر تقسیم کرکے ایک نعل کے لئے ایک قبالے کا احتمال ساقط۔

۱۶۶۵ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ کِسَاءً مُلَبَّدًا وَّ قَالَتْ فِیْ ھٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزَادَ سُلَیْمَانُ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ اِزَارًا غَلِیْظًا مِّمَّا یُصْنَعُ بِالْیَمَنِ وَکِسَاءً مِّنْ ھٰذِہِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَھَا الْمُلَبَّدَۃَ۔

حدیث ابو بردہ نے کہا۔ کہ ہمارے سامنے ام المؤمنین حضرت عائشہ نے ہمارے لئے ایک کمبل پیوند لگا ہوا نکالا۔ اور فرمایا اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی بطریق سلیمان عن حمید جو روایت ہے اس میں یہ ہے۔ کہ ہمیں دکھانے کے لئے ایک موٹا تہبند نکالا جو یمن میں بنا جاتا ہے اور ایک کمبل اسی قسم کا جسے تم لوگ ملبدہ کہتے ہو۔

تشریحات ۱۶۶۵ کِسار ۔ کے معنی چادر کے بھی ہیں اور کمبل کے بھی ۔ ملبد ۔ لبدۃ ۔ کے معنی پیوند کے بھی ہیں ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ پیوند لگی ہوئی ۔ اور لبد کے معنی تہ بہ تہ جمانے کے بھی ہیں ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ وہ تہ بہ تہ جمائی ہوئی تھی جیسے نمدہ ہوتا ہے ۔ علامہ قسطلانی اپنی شرح میں کسار کے بعد من صوف فرمایا ۔ اور ملبد کی تفسیر مرقع سے کی ۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ پیوند لگا ہوا کمبل ۔ مگر بطریق سلیمان بعد میں جو زیادتی ہے وہ اس معنی کے منافی ہے ۔ تصریح ہے کہ جسے تم لوگ ملبدہ کہتے ہو ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص قسم کا کپڑا تھا ۔ ہوسکتا ہے کہ اسے اون کو تہ بہ تہ جما کر کے بناتے ہوں ۔

۱۶۶۶ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَاَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيْهِ ۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو حضور نے جوڑ پر چاندی کے تار لگادیئے تھے ۔ عاصم نے کہا ۔ میں نے اس پیالے کی زیارت کی ہے اور اس میں پیا ہے ۔

تشریحات ۱۶۶۶ فاتخذ ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہوسکتے ہیں ۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ۔ یہاں کی روایت سے ظاہر پہلا احتمال ہے ۔ اور کتاب الاشربہ کی روایت سے دوسرا احتمال ۔ مگر بیہقی کی روایت ان الفاظ میں ہے ۔ حضرت انس نے فرمایا ۔ پیالہ ٹوٹ گیا تو میں نے جوڑ پر چاندی کے تار منڈھ دیئے تھے ۔

۱۶۶۷ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهُمْ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعٰوِيَةَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَقِيَهٗ مِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهٗ هَلْ لَكَ اِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَاْمُرُنِيْ بِهَا فَقُلْتُ لَهٗ لَا فَقَالَ لَهٗ هَلْ اَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ

حدیث حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی ۔ کہ یہ لوگ امام حسین بن علی کی شہادت کے سال یزید بن معاویہ کے یہاں سے مدینہ آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ نے ان سے ملاقات کی اور عرض کیا اگر آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو فرمائیں ۔ میں نے ان سے کہا کوئی ضرورت نہیں ۔ اس کے بعد مسور نے ان سے کہا ۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّغْلِبَکَ الْقَوْمُ

تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار مجھے عطا فرمادیں گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قوم (بنی امیہ) اسے

عَلَیْہِ وَاَیْمُ اللّٰہِ لَئِنْ اَعْطَیْتَنِیْہِ لَا یُخْلَصُ اِلَیْہِ اَبَدًا حَتّٰی تَبْلُغَ نَفْسِیْ

آپ سے زبردستی چھین نہ لے۔ اور خدا کی قسم اگر آپ مجھے عطا فرمادیں گے تو وہ لوگ جب تک

اِنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ اَبِیْ جَھْلٍ عَلٰی فَاطِمَۃَ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ

میرے دم میں دم ہے مجھ سے اسے نہیں لے پائیں گے۔ علی بن ابو طالب نے فاطمہ کے ہوتے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ فِیْ ذٰلِکَ عَلٰی مِنْبَرِہٖ

ہوئے ابو جہل کی لڑکی کو پیغام دیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس

ھٰذَا وَاَنَا یَوْمَئِذٍ لَمُحْتَلِمٌ فَقَالَ اِنَّ فَاطِمَۃَ مِنِّیْ وَاَنَا اَتَخَوَّفُ اَنْ تُفْتَنَ

بارے میں اپنے اس منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا اور میں اس وقت بالغ تھا۔ فرمایا۔ فاطمہ مجھ

فِیْ دِیْنِھَا ثُمَّ ذَکَرَ صِھْرًا لَّہٗ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰی عَلَیْہِ فِیْ

سے ہے اور میں ڈرتا ہوں کہیں وہ اپنے دین میں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ اس کے بعد بنی عبد شمس

مُصَاھَرَتِہٖ اِیَّاہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ فَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ فَوَفٰی لِیْ وَاِنِّیْ

سے اپنے ایک داماد کا تذکرہ فرمایا۔ اور رشتہ داری کے بارے میں ان کی تعریف کی فرمایا۔ اس نے

لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ

مجھ سے جو کچھ کہا اسے سچ کر دکھایا۔ اور مجھ سے وعدہ کیا تو اسے پورا کیا۔ میں کسی حلال کو حرام یا کسی

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ اَبَدًا۔ ع

حرام کو حلال نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ کی صاحبزادی اور دشمن خدا کی بیٹی کبھی بھی اکٹھا نہیں ہوسکتیں۔

تشریحات ۱۶۶۷

یہ حدیث خود بخاری میں پانچ جگہ مذکور ہے۔ وصایا۔ اور شروط۔ میں تعلیقاً مختصر اور یہاں اور مناقب میں مفصل۔ البتہ ہر جگہ متن میں کچھ زیادتی اور کچھ اختصار ہے مناقب کا متن یہ ہے۔ کہ حضرت علی نے ابو جہل کی لڑکی کو شادی کا پیغام دیا۔ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی اور عرض کیا۔ حضور کی قوم کا گمان ہے کہ حضور اپنی بیٹیوں کے لئے غضب نہیں فرماتے۔ یہ علی ہیں۔

ع ذکر اصہار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۲۸ ثانی النکاح باب ذب الرجل عن بنتہ ص ۷۸۷ مسلم فضائل الصحابہ۔ ابو داؤد نکاح۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۲۶۔

جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر رہے ہیں ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے) کھڑے ہوئے ۔ حضور نے جب شہادتین پڑھا تو میں نے سنا ۔ کہ یہ فرمایا ۔ اما بعد ۔ میں نے (اپنی بیٹی کا) نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا اور اس نے مجھ سے جو کچھ کہا اسے سچ کر دکھایا ۔ اور فاطمہ میرا جز ہے ۔ اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ اسے کوئی ناگواری پہنچے ۔ بخدا رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے یہاں جمع نہیں ہو سکتیں ۔ اس پر حضرت علی نے منگنی توڑ دی ۔

کتاب النکاح میں یہ ہے ۔ مسور بن مخرمہ نے کہا ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ۔ کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کریں ۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا ۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا ۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا ۔ ہاں علی چاہیں تو میری بیٹی کو طلاق دیدیں اور ان کی لڑکی سے نکاح کر لیں ۔ وہ میرا ٹکڑا ہے ۔ جس چیز سے اسے خلش ہوگی مجھے بھی ہوگی ۔ جس چیز سے اسے ایذا پہنچے گی مجھے بھی پہنچے گی ۔

سیف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ اس سے مراد ذوالفقار نامی تلوار ہے ۔ جو بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی ۔ اور احد کے موقع پر اسے خواب میں دیکھا تھا ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دی تھی ۔

خطب ابنۃ ابی جھل ۔ ابوجہل کی اس بیٹی کا نام جویریہ تھا یا عورا ریا جمیلہ، فتح مکہ کے بعد حضرت علی نے انھیں نکاح کا پیغام دیا تھا ۔ اور یہ ان کے بھائی حضرت عکرمہ اور دونوں چچا حارث بن ہشام اور سلمہ بن ہشام فتح مکہ کے موقعہ پر مشرف باسلام ہو چکے تھے ۔

چونکہ ایک مرد کو چار تک شادی کی اجازت ہے ۔ اس کی بنا پر حضرت علی نے یہ پیغام دیا تھا مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ خطبہ دیا ۔ تو حضرت علی نے منگنی توڑ دی ۔ اس کے بعد عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی اس لڑکی سے شادی کر لی ۔

تلوار کی طلب اور اس قصے میں مناسبت یہ ہے ۔ کہ جیسے حضرت سیدہ کی خوشنودی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملحوظ تھی اور ان کی ایذا سے حضور کو ایذا ہوتی تھی ۔ اسی کے مطابق چونکہ آپ اولاد فاطمہ سے ہیں مجھے آپ کی خوشنودی مطلوب ہے ۔ اور اگر بالفرض آپ کو کوئی ایذا پہنچے گی تو مجھے بھی ایذا ہوگی ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بنی امیہ ظالم آپ سے یہ تلوار چھین لے جائیں گے تو آپ کو ایذا ہوگی جس سے مجھے بھی اذیت ہوگی ۔

شریف مرتضیٰ رافضی کہتا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے ۔ اس کے راوی مسور حضرت علی کے مخالف تھے اور دوسرے راوی عبداللہ بن زبیر ہیں ۔ یہ ان سے بھی زیادہ حضرت علی کے مخالف تھے ۔

اقول وھو المستعان ۔ اولاً اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی قسم کا حرف آتا ہو ۔ ایک سے زائد چار شادی کی اجازت ہے ۔ اس بنا پر اگر حضرت علی نے ایک اور شادی کرنا چاہی تو اس میں کون سی عیب کی بات ہوگئی ۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت سیدہ اور حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے راضی نہیں تو انھوں نے منگنی ختم کردی۔

ثانیا یہ حضرت مسور بن مخرمہ پر بہتان ہے کہ وہ حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اس کے ثبوت میں کوئی واقعہ نہیں پیش کیا جا سکتا۔ رہ گیا یزید کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینا۔ یہ حضرت علی سے عداوت کی دلیل نہیں۔

محتلم۔ حضرت مسور بن مخرمہ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے[1] اس حساب سے فتح مکہ کے موقعہ پر چھ سال کے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت سات سال کے رہے ہوں۔ پھر بالغ کیسے تھے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ صحیح روایت۔ **کالمحتلم**۔ ہے جیسا کہ ابن سید الناس نے کہا ہے[2] مطلب یہ ہے کہ بالغ کی طرح ہوشمند اور سمجھ دار تھا۔

اب اخیر میں یہ بحث اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری شادی کرنی جائز تھی یا نہیں۔ اس سلسلے میں بہت لمبی چوڑی ابحاث کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہو کہ صاحبزادیوں کے ہوتے ہوئے ان کے شوہروں کو دوسرے نکاح کی اجازت نہیں۔ اسی لئے حضرت ابو العاص اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب تک شہزادیاں رہیں دوسرے سے نکاح نہیں کیا۔ مگر اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے بعد یہ کسی طرح جائز نہ تھا کہ حضرت علی اور کسی سے نکاح کرتے۔

صھرا۔ صہر کے اصلی معنی قریب ہونے کے ہیں۔ اور عرف میں داماد۔ اور عورت کے گھر والوں کو کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ زوجین کے رشتہ داروں کو اصہار کہتے ہیں۔

ابو العاص بن ربیع ۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ نام کیا تھا اس میں کئی قول ہیں۔ زبیر کے نزدیک اثبت یہ ہے کہ مقسم تھا۔ یہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ان کی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمایا تھا۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ گرفتار ہوئے۔ حضرت سیدہ زینب نے فدیہ دے کر چھڑایا۔ فدیے میں وہ ہار بھیجا تھا۔ جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے انھیں جہیز میں دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ یہ زینب کے پاس ماں کی نشانی ہے۔ اسے واپس کر دو تو بہتر ہے۔ صحابہ کرام نے واپس کر دیا۔

حضور نے ان سے وعدہ لیا تھا۔ کہ مکہ پہنچ کر زینب کو بھیج دینا۔ انہوں نے اس وعدے کو نبھایا۔ اسی کو فرمایا۔ مجھ سے جو کہا سچ کر دکھایا جو وعدہ کیا پورا کر دیا۔ حضرت سیدہ زینب مدینے طیبہ آگئیں۔ اور ابو العاص مکے ہی میں رہے۔ دوبارہ گرفتار ہو کر آئے۔ تو سیدہ زینب نے انھیں پناہ دی۔ اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص ۴۱۹ [2] فتح الباری جلد تاسع ص ۳۲۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سابقہ نکاح پر انھیں زینب کے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ انھیں کو گود میں لے کر حضور نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت فاطمہ کے وصال کے بعد ان کا نکاح حضرت علی کے ساتھ ہوا۔ ایک اور صاحبزادے بھی پیدا ہوئے تھے جن کا نام علی تھا۔ ایک قول کی بنا پر ان کا وصال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت ابو العاص کا وصال سنہ ۱۲ھ میں ہوا ہے۔

۱۶۶۸ عَنْ مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ لَوْ كَانَ عَلِيٌّ ذَاكِرًا عُثْمَانَ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِي عَلِيٌّ اِذْهَبْ إِلَى عُثْمَانَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْا بِهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ أَغْنِهَا عَنَّا فَأَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ أَخَذْتَهَا۔

حدیث حضرت علی کے صاحبزادے (محمد) بن حنفیہ نے کہا۔ اگر حضرت علی کے دل میں حضرت عثمان کی طرف سے ذرا بھی خلش ہوتی تو اس دن ذکر کرتے جس دن حضرت علی کے پاس کچھ لوگ آئے اور حضرت عثمان کے کارندوں کی شکایت کی (مگر اس دن بھی کچھ نہیں کہا)، مجھے ایک مکتوب دیکر کہا کہ عثمان کے پاس جاؤ اور انھیں یہ بتادو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب ہے اس میں صدقہ کے احکام درج ہیں اپنے کارندوں کو حکم دو کہ اس مکتوب کے مطابق عمل کریں۔ میں ان کے پاس وہ مکتوب لے کر گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں (ہمارے پاس بھی ہے) میں اسے حضرت علی کے پاس واپس لایا اور انھیں بتایا تو فرمایا جہاں سے لیا تھا وہیں رکھدو۔

۱۶۶۹ وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ (إِلَى أَنْ قَالَ) عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ أَرْسَلَنِي أَبِي خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهِ إِلَى عُثْمَانَ فَإِنَّ فِيهِ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ۔

حدیث یہی حدیث بطریق حمیدی محمد بن حنفیہ سے یوں مروی ہے۔ انہوں نے کہا۔ میرے والد نے مجھ سے فرمایا۔ یہ مکتوب لو اور اسے عثمان کے پاس لے جاؤ۔ اس میں صدقہ کے معاملے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام ہیں۔

۱۶۶۹

تشریحات ابن حنفیہ سے مراد حضرت محمد بن حنفیہ ہیں۔ ان کا نام محمد ہے۔ اور کنیت ابو القاسم، ان

کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بشارت دی اور فرمایا تھا کہ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ ان کی والدہ حنفیہ سے مشہور ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے جنگ یمامہ میں قید ہوکر آئی تھیں چونکہ بنی حنفیہ سے تھیں اس لئے حنفیہ سے مشہور ہوئیں۔

ذاکرا عثمان۔ اسماعیلی کی روایت میں بسوء زائد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حضرت علی، حضرت عثمان کو برائی سے ذکر کرتے تو اس دن کرتے۔ ابن ابی شیبہ نے دوسرے طریقے سے منذر ہی سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ ابن الحنفیہ کے پاس تھے کہ کسی نے حضرت عثمان کو کچھ کہدیا۔ تو فرمایا۔ زبان بند کر۔ ہم نے ان سے پوچھا۔ کیا حضرت علی حضرت عثمان کو برا کہتے تھے۔ فرمایا۔ انہوں نے عثمان کو کبھی برا نہیں کہا۔ اگر انھیں برا کہتے تو اس دن کہتے جس دن کچھ لوگ حضرت عثمان کے کارندوں کی شکایت لے کر آئے تھے۔ الحدیث

یہ شکایت کیا تھی اور شکایت کرنے والے کون تھے معلوم نہیں ہو سکا۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان نے شکایت پر توجہ نہیں دی۔

اقول وھوالمستعان۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کے یہاں شکایت پہنچائی کہاں تھی کہ اس پر توجہ دینے یا نہ دینے کا سوال پیدا ہوتا۔ حضرت علی نے وہ مکتوب بھیجا تھا۔ اس کو انہوں نے واپس کر دیا۔ اسی بنا پر کہ وہ ان کے پاس بھی موجود تھا۔

وقال الحمیدی۔ ان کا نام عبداللہ بن زبیر ہے۔ اسے اس افادے کے لئے ذکر فرمایا۔ کہ اس سند میں یہ تصریح ہے کہ سفیان نے حدثنا کہا۔ اور اس میں تصریح ہے کہ محمد بن سوقہ نے منذر سے سنا ہے۔

اقول وھوالمستعان۔ نیز پہلی روایت میں مکتوب شریف بھیجنے کی تصریح نہیں۔ اور اس روایت میں ہے۔ اس مکتوب میں کیا تھا۔ اس کی قطعی تعیین نہیں ہو سکی۔ خطابی نے غریب الحدیث میں بطریق عطیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کے پاس ایک صحیفہ بھیجا۔ اس میں یہ تھا کہ بکریوں اور اونٹوں کے بچوں سے زکوٰۃ نہ لے۔ اس کی سند ضعیف ہے مگر حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کا احتمال ہے کہ وہ یہی صحیفہ ہو اگر یہ صحیح ہے تو شکایت کی نوعیت بھی کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ کہ شاید یہی ہو کہ کارندے بچوں کی بھی زکوٰۃ لیتے رہے ہوں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہی شکایت تھی تو لازم نہیں کہ شکایت صحیح بھی ہو۔ اس کی کتنی مثالیں ہیں کہ عمال کی شکایتیں ہوئیں مگر تحقیق کے بعد غلط نکلیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی شکایتیں ہوئیں مگر تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئیں۔

بَابُ الدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس بات کی دلیل کہ خمس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں رونما ہونے والے حوادث اور

وَالْمَسَاكِيْنِ وَاِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْاَرَامِلِ حِيْنَ سَاَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ اِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰى اَنْ يُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَلَهَا اِلَى اللّٰهِ ص ۴۳۹

مساکین کے لئے ہے۔ اور اس کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل صفہ اور بیوہ عورتوں کو ترجیح دی جب کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیسنے اور چکی کی شکایت کی اور حضور سے یہ سوال کیا کہ انھیں قیدیوں میں سے کوئی خادمہ عطا ہو۔ حضور نے انھیں اللہ کے سپرد کر دیا۔

۱۶۷۰ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى ثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِسَبْيٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ عَائِشَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهُ فَاَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَاهُ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَاَلْتُمَاهُ ۔ ع

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ فاطمہ کو چکی اور آٹا پیسنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ انھیں یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے ہیں تو وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں کہ کوئی خادمہ طلب کریں لیکن حضور سے ملاقات نہیں ہوئی تو عائشہ سے تذکرہ کیا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ نے ذکر کیا۔ حضور ہمارے یہاں تشریف لائے اور ہم اپنی خواب گاہوں میں داخل ہو چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو فرمایا۔ اپنی جگہ رہو۔ یہاں تک کہ میں نے حضور کے قدم کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ فرمایا۔ کیا تم نے جو مانگا تھا اس سے بہتر چیز تم کو نہ بتا دوں۔ جب تم بستر پر سونے کے لئے آجاؤ تو چونتیس بار اللہ اکبر، اور تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار سبحان اللہ پڑھ لیا کرو۔ یہ اس سے بہتر ہے جو تم نے مانگا تھا۔

ع مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۲۵ ثانی النفقات باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا ص ۸۰۶ باب خادم المرأۃ ص ۸۰۶ الدعوات باب التسبیح والتکبیر عند المنام ص ۹۳۵ مسلم دعوات ابو داؤد۔ الادب۔

تشریحات ۱۶۷۰ امام احمد اور اسماعیل بن اسحٰق نے دوسری سند کے ساتھ یہ روایت کیا ہے۔ بخدا میں تم کو نہیں دونگا۔ اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوک سے لپٹ رہے ہیں اور میں کچھ نہیں پاتا کہ ان پر خرچ کروں۔ میں انھیں بیچوں گا اور ان پر خرچ کروں گا۔ ابوداؤد میں ضباعہ یا ام الحکم بنت زبیر سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت سے قیدی ملے۔ میں اور میری بہن فاطمہ گئیں کہ کوئی قیدی مانگیں۔ تو فرمایا۔ بدر کے یتیم تم سے پہلے لے گئے۔ ان روایات سے باب کو مطابقت ہے۔

یہاں تکبیر مقدم ہے پھر تحمید ہے پھر تسبیح ہے۔ اور مناقب میں تسبیح تحمید پر مقدم ہے۔ البتہ نفقات کی دونوں روایتوں میں ترتیب یہ ہے۔ تسبیح پھر تحمید پھر تکبیر۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کے بعد میں نے کبھی نہیں چھوڑا۔ عرض کیا گیا۔ صفین کی رات بھی۔ فرمایا۔ صفین کی رات بھی۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ غنیمت کا خمس سلطان کا حق ہے۔ وہ جہاں چاہے صرف کرے۔ ذوی القربی کی تخصیص نہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ يَعْنِيْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ ص ۴۳۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر، بیشک غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لئے ہے۔ یعنی اسے تقسیم کرنے کا اختیار رسول کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں قاسم اور خازن ہوں۔ اللہ دیتا ہے۔

توضیح باب امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کا ذکر تبرک کے لئے ہے۔ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ مال غنیمت کے خمس کو اپنی مرضی سے جہاں چاہیں تقسیم فرمائیں۔ خود انھوں نے فرمایا۔ میں قاسم تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں۔

۱۲۷۱ سَمِعُوْا سَالِمَ بْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا۔ قَالَ شُعْبَةُ فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اَنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهٗ عَلٰى عُنُقِيْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ

حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم انصار میں سے ایک صاحب کے یہاں بچہ پیدا ہوا انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں۔ شعبہ نے کہا۔ منصور کی حدیث میں ہے کہ انصاری نے کہا۔ میں اس کو گردن پر لاد کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ اور سلیمان کی حدیث میں ہے۔ کہ ان

حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ وُلِدَ لَہٗ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّسَمِّیَہٗ مُحَمَّدًا قَالَ

(حضرت جابر) کے ایک بچہ پیدا ہوا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں تو فرمایا۔ میرے

سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تُکَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ

نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمھارے مابین تقسیم کروں

وَقَالَ حُصَیْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ۔ وَقَالَ عَمْرٌو اَنَا شُعْبَۃُ

اور حصین نے کہا۔ میں قاسم بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم میں تقسیم کروں۔ بطریق عمرو قتادہ سے جو روایت

عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ یُّسَمِّیَہٗ الْقَاسِمَ

ہے اس میں یہ ہے۔ کہ میں نے سالم سے سنا کہ حضرت جابر نے ارادہ فرمایا کہ اس کا نام قاسم رکھیں۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تُکَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ عہ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔

۱۶۷۲ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہم میں سے ایک شخص کے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاہُ الْقَاسِمَ

لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "قاسم" رکھا۔ انصار نے کہا۔ ہم تمہاری کنیت ابو القاسم رکھ کر تمہاری آنکھ

فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نَکْنِیْکَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُکَ عَیْنًا فَاَتَی النَّبِیَّ

ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ میرے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ

ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے۔ اس پر انصار نے کہا۔ ہم تیری کنیت

فَسَمَّیْتُہٗ قَاسِمًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نَکْنِیْکَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُکَ

ابو القاسم نہیں رکھیں گے۔ اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَیْنًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا

نے فرمایا۔ انصار نے ٹھیک کہا۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔

بِاِسْمِیْ وَلَا تُکَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ۔

عہ کنیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۰ ثانی الادب باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سموا باسمی ص ۹۱۴ مسلم الادب

۱۶۷۲ تشریحات
انما انا قاسم و خازن ۔ دو حدیثوں کو جمع فرما دیا ہے ۔ انما انا قاسم ۔ کتاب العلم[1] میں مذکور حضرت امیر معاویہ کی ایک حدیث کا جز ہے نیز اسی باب میں مروی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا بھی ۔ اور خازن کی روایت کتاب الاعتصام[2] میں حضرت معاویہ ہی سے مروی ہے ۔

پہلی حدیث میں شعبہ سے مختلف روایتیں آئی تھیں ۔ کہ ان انصاری نے اس بچے کا نام محمد رکھنا چاہا تھا یا قاسم ۔ دوسری روایت ذکر کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ اس لڑکے کا نام قاسم رکھنا چاہتے تھے ۔ اس کی ترجیح اس سے بھی ہوتی ہے کہ انصار کرام نے فرمایا ۔ ہم تمہاری کنیت ابو القاسم رکھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنے کی پوری بحث جلد اول[3] میں گزر چکی ہے ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حضور کے خصائص میں ہے اور یہ ممانعت حیات طیبہ تک تھی ۔

۱۶۷۳ حدیث
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میں نہ تم کو دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں ۔ میں تو صرف بانٹنے والا ہوں ۔ جہاں حکم دیا جاتا ہوں وہاں رکھتا ہوں ۔

۱۶۷۳ تشریحات
یعنی من جانب اللہ مجھے جسے دینے کا حکم ہوتا ہے اسے دیتا ہوں اور جسے دینے سے روک دیا جاتا ہوں اسے نہیں دیتا ۔ ابوداؤد[4] میں ۔ انما انا قاسم ۔ کی جگہ ۔ اِنْ اَنَا اِلَّا خَازِنٌ ۔ ہے ۔

۱۶۷۴ حدیث
عَنِ ابْنِ عَيَّاشٍ وَاسْمُهٗ النُّعْمَانُ عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں ۔ ان کے

[1] بخاری ص ۱۶ [2] فتح الباری جلد سادس ص ۲۱۸ مسند امام احمد رابع ص ۹۹ [3] نزہۃ القاری اول ص ۲۰۲
[4] ثانی الفئ والامارۃ باب فیما یلزم الامام ص ۵۳

يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ -

لئے قیامت کے دن جہنم ہے ۔

تشریحات ۱۶۷۴ یہ خولہ اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ ان کے والد کا نام قیس بن فہد تھا یا تامر۔ ترمذی میں قیس بن فہد ہے۔ اور اسماعیلی کی روایت میں قیس بن نامر ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ تامر قیس کا لقب ہے۔

یتخوضون ۔ کا مادہ خوض ہے۔ اس کے معنی پانی میں چلنے اور اسے ہلانے کے ہیں۔ پھر عرف میں اشتباہ ڈالنے اور تصرف کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔ باب تفعل میں جاکر اس کا معنی بہ تکلف کسی چیز میں تصرف کرنے کے ہوگیا۔

مطابقت اس حدیث میں نہ خمس کا ذکر ہے۔ نہ خمس کے تقسیم کرنے کا تذکرہ ہے۔ لیکن اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی تقسیم کے طریقے بتائے ہیں۔ ان کے علاوہ من مانی طریقے سے تقسیم کرنا ناحق تصرف میں داخل ہے۔ غنیمت کی تقسیم قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ضروری ہے کہ اسی کے مطابق تقسیم ہو اور اسکے خلاف تقسیم ناحق تصرف ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَهِيَ لِلْعَامَّةِ حَتّٰى يُبَيِّنَهُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۴۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا بیان کہ تمہارے لئے غنیمت حلال کی گئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اور اللہ نے تم سے بہت زیادہ غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جسے تم حاصل کروگے۔ پس اللہ نے جلد ہی تم کو عطا فرمادیا۔ یہ ارشاد عام ہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے بیان فرمائیں۔

توضیح باب وعدکم اللہ۔ یہ آیۃ کریمہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ مغانم کثیرہ سے مراد وہ غنائم ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہوئیں۔ یا قیامت تک امت کو جو حاصل ہوں گی۔ فعجل لکم۔ سے فتح خیبر مراد ہے جو حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں ہوا۔

فھی للعامۃ۔ یعنی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال غنیمت بلا تخصیص ہر مسلمان کا حق ہے۔ جب تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مستحقین کی تعیین نہ فرمادیں۔ اور اس تعیین کو آیۃ کریمہ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ ۔ نے واضح فرمادیا۔

۱۶۷۵ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ

نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو

وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتُنْفِقُنَّ

ہو جائے گا تو کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ان

کُنُوْزَھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ عہ

دونوں کے خزانوں کو تم راہ خدا میں خرچ کروگے۔

۱۶۷۶ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ

انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ تو اپنی قوم سے کہا۔ میرے ساتھ ایسا شخص نہ چلے جس

فَقَالَ لِقَوْمِہٖ لَا یَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَّلَکَ بُضْعَ امْرَاَۃٍ وَھُوَ یُرِیْدُ اَنْ

نے شادی کی ہو اور زفاف کرنا چاہتا ہو مگر ابھی کیا نہیں اور نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنائے

یَّبْنِیَ بِھَا وَلَمَّا یَبْنِ بِھَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا وَلَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَھَا وَلَا

ہوں اور ابھی چھت نہیں ڈالی ہے۔ اور نہ وہ شخص چلے جس نے بکریاں اونٹنیاں خریدی ہیں

اَحَدٌ اشْتَرٰی غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَّھُوَ یَنْتَظِرُ وِلَادَھَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ

اور وہ ان کی پیدائش کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کے بعد جہاد کے لئے چلے بستی کے قریب پہنچے

الْقَرْیَۃِ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّکِ مَامُوْرَۃٌ

عصر کا وقت قریب ہو گیا۔ تو انھوں نے سورج سے فرمایا۔ تو بھی محکوم اور ہم بھی۔

وَاَنَا مَامُوْرٌ اَللّٰھُمَّ احْبِسْھَا عَلَیْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَجَمَعَ

اے اللہ اسے ہم پر روک دے۔ سورج روک لیا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے فتح عطا فرمائی۔ اب غنیمتوں

الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ یَعْنِی النَّارَ لِتَاْکُلَھَا فَلَمْ تَطْعَمْھَا فَقَالَ اِنَّ فِیْکُمْ

کو جمع فرمایا۔ اسے جلانے کے لئے آگ آئی۔ آگ نے غنیمت کے اموال کو نہیں جلایا تو فرمایا تم میں کوئی ہے جس نے

عہ مناقب علامات النبوۃ ص۵۱۱ ثانی ایمان باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۸۱ مسلم ترمذی فتن۔ مسند امام احمد خامس ص۹۹۔۹۲

غُلُوْلٌ، فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ

مال غنیمت میں چوری کی ہے۔ ہر قبیلے سے ایک ایک شخص مجھ سے بیعت کرے ایک شخص کا ہاتھ

فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْيُبَايِعْنِي قَبِيْلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ

ان کے دست مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا تمہارے ہی قبیلے میں چوری ہے۔ اب تمہارے قبیلے کا ایک ایک

ثَلٰثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُوْا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ

شخص آئے اور مجھ سے بیعت کرے اب دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے دست مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا

الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَهَا ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا

تمہیں نے چوری کی ہے۔ اب وہ گائے کے سر برابر سونا لائے۔ اب پھر آگ آئی اور سب کو جلا گئی۔ اللہ نے

الْغَنَائِمَ رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا۔ عہ

ہمارے لئے غنیمت حلال فرما دی۔ اس نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو ملاحظہ فرمایا اور حلال فرما دیا۔

تشریحات ۱۶۷۶

یہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ پہلے حضرت ہارون کا ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔

ابن اسحٰق نے کہا جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا اور چالیس سال میدان تیہ میں رہنے کی مدت پوری ہو گئی۔ تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ اور انھیں جبارین سے قتال کا حکم ہوا۔ انھوں نے بنی اسرائیل کو بتایا انھوں نے انکی تصدیق کی اور بیعت کی۔ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر جبارین سے قتال کے لئے چلے ان کے شہر کا سولہ مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سترہویں مہینے قرنا کو پھونکنا شروع کیا جس سے دشت وجبل گونج اٹھے اور شہر پناہ ٹوٹ گئی اب حضرت یوشع مجاہدین کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور جبارین کو قتل کرنا شروع فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا ان کے قتل کے بعد بھی کچھ بچے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت اخیر ہو گیا ہفتے کے دن قتال ان کی شریعت میں جائز نہیں تھا۔ اس لئے سورج سے وہ فرمایا۔ فتح الباری میں بحوالہ حاکم یہ ہے کہ حضرت یوشع جمعہ کے دن عصر کے وقت پہنچے تھے۔ اس لئے وہ دعا فرمائی۔ یہ بستی اریحا یا بیت المقدس تھی۔

عہ ثانی النکاح باب من احب البناء عند الغزو ص۷۷۵ مسلم، الجہاد

لہ عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳-۴۲ لہ جلد سادس ص۲۲۱

رد س مسند امام احمدؒ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یوشع بن نون کے علاوہ کسی بشر کے لئے سورج نہیں رکا۔ وہ جب بیت المقدس کی طرف جہاد کے لئے گئے اس وقت ان کے لئے رکا تھا۔

اقول وھوالمستعان۔ لیکن کتب تفسیر اور احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیائے کرام کے لئے بھی سورج رکا ہے۔

(۱) ابن اسحٰق نے، مبتدا میں بطریق یحیٰی بن عروہ بن زبیر عن ابیہ روایت کی ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو لے کر چلنے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ہمراہ لیتے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ فجر کے وقت نکلیں گے۔ مگر یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ مبارک تابوت کہاں ہے۔ اور فجر طلوع ہونے کے قریب ہوگئی مگر پتہ نہیں چلا تو اللہ عزوجل سے دعا فرمائی کہ طلوع فجر موخر فرمادے یہاں تک کہ تابوت کو حاصل کر لیا۔

(۲) نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی رکا تھا۔ ثعلبیؒ پھر بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ میں نے مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیہ کریمہ۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ۔ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاد کا ارادہ فرمایا اس کے لئے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے کہ سورج ڈوب گیا تو سورج پر جو فرشتے موکل ہیں انھیں حکم دیا۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ۔ کہ سورج کو لوٹاؤ۔ فرشتوں نے سورج کو لوٹایا یہاں تک کہ انھوں نے عصر پڑھ لی۔

(۳) امام قاضی عیاضؒ نے نقل فرمایا کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک دن نماز عصر قضا ہوگئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سورج لوٹایا گیا۔ امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں اسے روایت فرمایا۔ اور فرمایا اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (۴) نیز طبرانیؒ نے اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار سورج کو حکم دیا تو تھوڑی دیر تک رکا رہا۔ (۵) بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ شب معراج واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ کے قریب ضجنان میں ایک قافلہ ملا تھا جب مکہ معظمہ پہنچ گئے تو اہل مکہ کو خبر دی کہ ابھی تمہارا قافلہ تنعیم کی ثنیۃ البیضا سے آئے گا جس کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہے جس کے اوپر دو بوریاں ہیں ایک کالی دوسری نیلی۔ مکے والے اس گھاٹی کی طرف بڑھے تو انھیں اسی طرح قافلہ ملا۔ امام سدی نے کہا اس قافلے کے آنے سے پہلے سورج نکلنے ہی والا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور سورج رک گیا۔

(۶) اور منزل صہبا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز قضا ہونے پر سورج کا لوٹنا بہت مشہور و معروف ہے اسے امام حاکم نے امام طحاوی نے مشکل الآثار میں امام بیہقی نے دلائل میں امام ابو القاسم طبرانی نے معجم کبیر میں، امام قاضی عیاضؒ نے

---

۱ جلد ثانی ص۳۲۵ ۲ فتح الباری جلد سادس ص۲۲۲ ۳ ایضاً ۴ عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳
۵ فتح الباری سادس ص۲۲۲ ۶ عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳ ۷ شرح شفا ملا علی قاری اول ص۵۹۱

شفا میں۔ ابن مندہ، ابن شاہین نے حضرت اسماء سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

اس کے بارے میں علامہ ابن جوزی نے اپنی شدت پسند فطرت کی بنا پر اور انھیں کی تقلید جامد میں ابن تیمیہ نے موضوعات میں شمار کیا۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ ان دونوں نے خطا کی[1] علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا کہ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ احمد بن صالح کہتے تھے۔ جس کا راستہ علم ہے وہ اس حدیث کے حفظ سے نہ چوکے اس لئے کہ اجل علامات نبوت سے ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں[2]۔ حضرت ملا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا۔ محدثین نے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا۔ کہ صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ اکثر اس پر ہیں کہ ضعیف ہے۔ مگر فی الجملہ یہ ثابت ہے۔ اس کے لئے اصل ہے متعدد سندوں سے قوت پاکر مرتبہ حسن تک پہنچ چکی ہے۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں فرمایا۔ ہمارے شیخ نے فرمایا۔ احمد ابن تیمیہ نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ابن جوزی نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے۔ لیکن طحاوی اور قاضی عیاض نے اسے صحیح کہا۔ ابن مندہ ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

علامہ عسقلانی نے کہا۔ کہ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ ابن عراقی نے شرح تقریب میں بیان کیا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں فرمایا۔[5]

اس حدیث کو امام طحاوی اور امام قاضی عیاض نے صحیح کہا اور ایک جماعت نے اس کی تخریج کی اور جس نے اسے موضوع کہا جیسے ابن جوزی۔ انھوں نے خطا کی۔

سورج ڈوبنے کے بعد لوٹا تو عصر کا وقت بھی لوٹ آیا۔ یہ ایک حکم شرعی ہے اس پر علامہ شامی نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث اتنی قوی ہے کہ احکام میں بھی حجت ہے۔ اس لئے لا اقل حسن ضرور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ جہاد کے لئے کسی کے لئے سورج نہیں روکا گیا۔

انك مامورة۔ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلاۃ والسلام کا سورج سے یہ خطاب فرمانا اس کی دلیل ہے کہ سورج میں ادراک اور تمیز ہے وہ سنتا اور سمجھتا ہے۔

فلم تطعمه اگلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ جنگ کے بعد سارا مال غنیمت اکٹھا کیا جاتا۔ من جانب اللہ آگ آتی اور سب کو کھا جاتی۔ اگر یہ آگ نہ آتی یا آتی مگر مال غنیمت کو کھاتی نہیں تو یہ اس کی علامت تھی

---

[1] فتح الباری سادس ص ۲۲۲ [2] عمدۃ القاری خامس عشر ص ۴۳ [3] ایضاً
[4] اول ص ۵۸۹ [5] اول باب الاوقات ص ۳۶۰

کہ یہ جہاد مقبول نہیں۔ یا مال غنیمت میں چوری کی گئی ہے ۔ یہ جہاد ایک نبی کے سرکردگی میں ہوا تھا۔ اس لئے اس کے مقبول نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں ۔ اسی وجہ سے حضرت یوشع بن نون علیہ الصلاۃ والسلام نے متعین فرمادیا کہ مال غنیمت میں چوری ہوئی ہے۔

بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ وَمَا اَعْطٰى مِنْ ذٰلِكَ فِيْ نَوَائِبِهٖ ص۴۴۱

بنی قریظہ اور بنی نضیر کے اموال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسے تقسیم فرمایا۔ اور جو کچھ اس میں سے اپنے حوادثات کے لئے دیا۔

۱۶۷۷ ثنا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ۔ عہ

حدیث حضرت انس بن مالک فرماتے تھے کہ لوگ کھجوروں کے درخت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر کو فتح فرمایا ۔ اس کے بعد لوگوں کو واپس فرماتے جاتے ۔

تشریحات ۱۶۷۷ باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کے بعد یہ دلچسپ قصہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام کے درخت واپس کئے تو میرے گھر والوں نے کہا۔ کہ تم بھی جاؤ اور ہم نے جو درخت دیئے تھے واپس لے لو۔ میں حاضر ہوا۔ حضور نے ہماری پیش کش حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمائی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ مجھے واپس فرمادی۔ ام ایمن کو معلوم ہوا تو تشریف لائیں اور میری گردن میں چادر لپیٹ دی اور کہتی جاتیں ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے حضور وہ تم کو نہیں عطا فرمائیں گے مجھے عطا فرما چکے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام ایمن سے فرماتے۔ تیرے لئے اتنا ہے وہ کہتیں۔ ہرگز نہیں۔ بخدا میرا گمان ہے کہ حضور نے دس گنا تک فرمایا۔

اس مضمون کی حدیث کتاب الہبہ میں گذر چکی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ خیبر سے واپسی کے بعد یہ واقعہ ہوا تھا۔ وہیں تطبیق مذکور ہے۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ نے چند درخت نذر کئے تھے وہ درخت ام ایمن کو عطا فرمادیا تھا۔

عہ ثانی المغازی باب حدیث بنی النضیر ص۵۷۵ باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ مسلم مغازی۔ لہ نزھۃ القاری پنجم ص۵۰۵

باب بَرَكَةِ الغَازِي فِي مَالِهِ حَيًّا وَمَيِّتًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الأَمْرِ ـ ص۴۴۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء کے ہمراہ جہاد کرنے والے کے مال میں زندگی میں اور فوت ہونے کے بعد برکت۔

۱۶۷۸ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمْ

حدیث حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب جمل کے دن صف میں

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ

کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا۔ میں حاضر ہو کر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ فرمایا اے پیارے بیٹے!

الزُّبَيْرُ يَوْمَ الجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ يَا بُنَيَّ إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ

آج جو بھی قتل ہوگا وہ ظالم ہوگا یا مظلوم۔ اور میں یہ جان رہا ہوں کہ آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔

الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ وَإِنِّي لَا أُرَانِي إِلَّا سَأُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُومًا وَ

اور اس وقت مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرض کی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قرض میرے

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي أَفَتُرَى دَيْنَنَا يُبْقِي مِنْ مَالِنَا شَيْئًا فَقَالَ

مال کو کچھ بھی باقی چھوڑے گا؟ فرمایا اے پیارے بیٹے! میرے مال کو بیچ کر میرے قرض کو ادا

يَا بُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِي وَأَوْصَى بِالثُّلُثِ وَثُلُثُهُ لِبَنِيهِ يَعْنِي

کر دینا۔ اور اونھوں نے ایک تہائی کی وصیت فرمائی۔ اور اس ثلث کے ثلث کی وصیت ان

لِبَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ ثُلُثُ الثُّلُثِ أَثْلَاثًا فَإِنْ فَضَلَ

کے بیٹوں کے لئے کی۔ یعنی عبد اللہ بن زبیر کے بیٹوں کے لئے۔ فرماتے تھے کہ کل مال کی تہائی کے

مِنْ مَالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ فَثُلُثُهُ لِوَلَدِكَ قَالَ هِشَامٌ

تین حصے کرنا۔ اور قرض ادا کرنے کے بعد میرے مال سے کچھ بچے تو اس کی تہائی تیری اولاد کے لئے ہے

وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ

ہشام نے کہا کہ عبد اللہ کے بعض بیٹے، حضرت زبیر کے بیٹوں کے برابر تھے۔ خبیب اور عباد۔ اور ان کے اس

وَعَبَّادٌ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

وقت نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں عبد اللہ نے کہا وہ مجھے اپنے قرض کے بارے میں وصیت

فَجَعَلَ يُوْصِيْنِيْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ يَا بُنَيَّ إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ

فرماتے رہے۔ اور فرماتے رہے اے پیارے بیٹے! اگر قرض کی کچھ ادائگی سے

فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَايَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ يَا

تم عاجز آجاؤ تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا عبداللہ نے کہا بخدا میں نہیں سمجھ سکا

أَبَهْ مَنْ مَوْلَاكَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِيْ كُرْبَةٍ مِنْ

کہ میرے مولیٰ سے اونھوں نے کسے مراد لیا ہے۔ یہاں تک کہ میں پوچھا اے ابا! آپ کا مولیٰ

دَيْنِهٖ إِلَّا قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهٗ فَيَقْضِيْهِ فَقُتِلَ

کون ہے؟ فرمایا: اللہ۔ عبداللہ نے کہا بخدا میں جب بھی ان کے قرض کی ادائگی میں کسی دشواری

الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا إِلَّا أَرَضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ

میں پھنسا تو میں نے یہ کہا۔ زبیر کے مولیٰ ان کے قرض کو ادا فرمادے۔ تو اللہ ان کا قرض

وَإِحْدٰى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِا

ادا کرادیتا۔ اس کے بعد زبیر شہید کردیئے گئے۔ اور ترکے میں دینار و درہم نہیں چھوڑا تھا۔ سوائے

لْكُوْفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ قَالَ وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِيْ عَلَيْهِ إِنَّ الرَّجُلَ

زمینوں کے جن میں غابہ اور مدینے کے گیارہ گھر اور بصرہ کے دو گھر اور کوفے کا ایک اور مصر کا ایک

كَانَ يَأْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهٗ إِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ لَا وَلٰكِنَّهٗ

گھر تھا۔ اور ان پر قرض صرف اس وجہ سے تھا کہ لوگ ان کے پاس امانت رکھنے کے لئے

سَلَفٌ فَإِنِّيْ أَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِيَ إِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةً

مال لاتے تو زبیر فرماتے۔ امانت نہیں یہ قرض ہے میں اس کے ضائع ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔

خِرَاجٍ وَّلَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ غَزْوَةٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کبھی اونھوں نے امارت یا خراج کی وصول تحصیل یا کوئی عہدہ قبول نہیں فرمایا۔ ہاں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابوبکر یا عمر یا عثمان کے ہمراہ غزوہ فرماتے تھے۔ عبداللہ

الزُّبَيْرِ فَحَسَبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُّهٗ أَلْفَيْ أَلْفٍ

نے کہا۔ ان پر جو قرض تھا اس کا حساب لگایا۔ تو بائیس لاکھ نکلا۔ عبداللہ نے کہا مجھ سے حکیم بن

وَمِائَتَیْ اَلْفٍ قَالَ فَلَقِیَ حَکِیْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ

حزام ملے اور کہا اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرض ہے - عبد اللہ

یَا ابْنَ اَخِیْ کَمْ عَلٰی اَخِیْ مِنَ الدَّیْنِ فَکَتَمَہٗ وَقَالَ مِائَۃُ اَلْفٍ

نے اسے چھپایا اور کہا - ایک لاکھ ہے - حکیم نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ

فَقَالَ حَکِیْمٌ وَاللّٰہِ مَا اَرٰی اَمْوَالَکُمْ تَسَعُ لِھٰذِہٖ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ

تمہارے کل مال اس کی ادائیگی کر سکیں - عبد اللہ نے کہا - بتائیے اگر بائیس لاکھ

اللّٰہِ اَفَرَاَیْتُکَ اِنْ کَانَتْ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَمِائَتَیْ اَلْفٍ قَالَ مَا اَرَاکُمْ

ہو تو - حکیم نے کہا - میں نہیں جانتا کہ تم لوگ اس کی طاقت رکھتے ہو - بس اگر کچھ

تُطِیْقُوْنَ ھٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَیْءٍ مِنْہُ فَاسْتَعِیْنُوْا بِیْ قَالَ

قرض ادا کرنے سے تم لوگ عاجز آ جاؤ تو مجھ سے مدد طلب کرنا اور زبیر نے غابہ

وَکَانَ الزُّبَیْرُ اشْتَرَی الْغَابَۃَ بِسَبْعِیْنَ وَمِائَۃِ اَلْفٍ فَبَاعَھَا

ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا - عبد اللہ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچا - پھر کھڑے

عَبْدُ اللّٰہِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَسِتِّ مِائَۃِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ

ہو کر اعلان کر دیا - جس کا زبیر کے ذمے کچھ حق ہو وہ غابہ میں آئے - یہ سن کر

عَلَی الزُّبَیْرِ حَقٌّ فَلْیُوَافِنَا بِالْغَابَۃِ فَاَتَاہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرٍ وَکَانَ

عبد اللہ بن جعفر ان کے پاس آئے - اور ان کا زبیر پر چار لاکھ قرض تھا - انھوں نے

لَہٗ عَلَی الزُّبَیْرِ اَرْبَعُ مِائَۃِ اَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰہِ اِنْ شِئْتُمْ تَرَکْتُھَا

عبد اللہ سے کہا اگر تم چاہو تو معاف کر دوں - عبد اللہ نے کہا - نہیں - اونھوں نے کہا

لَکُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا قَالَ فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْھَا فِیْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ

اگر تم چاہو تو تمہیں مہلت دے دوں اگر تم لوگ ابھی نہ ادا کرنا چاہو - اس پر عبد اللہ

اَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا قَالَ فَاقْطَعُوْا لِیْ قِطْعَۃً فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ

نے کہا - نہیں - اونھوں نے کہا - تو میرے لئے ایک قطعہ متعین کر دو - عبد اللہ نے ان سے کہا

لَکَ مِنْ ھٰھُنَا اِلٰی ھٰھُنَا قَالَ فَبَاعَ مِنْھَا فَقَضٰی دَیْنَہٗ فَاَوْفَاہُ وَبَقِیَ

تمہارے لئے یہاں سے یہاں تک ہے - اس کے بعد اس میں سے بیچا اور ان کا قرض ادا کر دیا -

مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ

اور پورا دیا۔ اور اس میں سے ساڑھے چار حصے باقی بچے۔ عبداللہ معاویہ کے

عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ كَمْ

کے پاس آئے اور وہاں عمرو بن عثمان اور منذر بن زبیر اور ابن زمعہ تھے۔ معاویہ نے

قُوِّمَتِ الْغَابَةُ قَالَ كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ كَمْ بَقِيَ قَالَ

عبداللہ سے پوچھا کہ غابہ کی کتنی قیمت طے ہوئی ہے۔ اونھوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا

أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا

پوچھا کتنا بچا ہے۔ بتایا ساڑھے چار حصے۔ اس پر منذر بن زبیر نے کہا۔ میں نے ایک حصہ ایک

بِمِائَةِ أَلْفٍ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ

لاکھ میں لیا۔ اور عمرو بن عثمان نے کہا میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا۔ اور

وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ

ابن زمعہ نے بھی کہا میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا۔ اب معاویہ نے پوچھا کتنا باقی

كَمْ بَقِيَ قَالَ سَهْمٌ وَنِصْفٌ قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ

ہے عبداللہ نے کہا بتایا ڈیڑھ حصہ۔ معاویہ نے کہا میں نے اس کو ایک لاکھ پچاس ہزار میں لیا۔

قَالَ فَبَاعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ

اس کے بعد عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ معاویہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔ جب ابن زبیر

قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ اقْسِمْ

زبیر کے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے۔ تو زبیر کے بیٹوں نے کہا ہماری میراث ہم میں

بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا قَالَ لَهُمْ وَاللهِ لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتَّى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ

تقسیم کرو۔ عبداللہ نے ان سے کہا۔ بخدا میں میراث تم میں اس وقت تک تقسیم نہیں کرونگا

أَرْبَعَ سِنِينَ أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ قَالَ

جب تک حج کے ایام میں چار سال تک یہ اعلان نہ کرالوں۔ جس کا زبیر پر قرض ہو وہ ہمارے پاس

فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِي بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضَى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ

آئے۔ ہم ادا کریں گے۔ وہ ہر سال ایام حج میں یہ اعلان کرتے رہے۔ جب چار سال پورے ہو گئے۔

قَالَ وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَرُفِعَ الثُّلُثُ فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ

تو ان میں میراث تقسیم کی۔ زبیر کی چار بیبیاں تھیں۔ قرض ادا کرنے کے بعد جو بچا اس میں سے

وَمِائَتَا أَلْفٍ فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ ۔

ثلث نکالا گیا۔ تو ہر عورت کو بارہ بارہ لاکھ ملا۔ ان کا کل مال باون لاکھ ہوا۔

تشریحات ۱۶۷۸ **یوم الجمل** ۔ یہ ناخوشگوار جنگ ۳۶ھ کے جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخرہ میں ہوئی تھی۔ یہ وہ پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں کے مابین ہوئی۔ یہ جنگ مولائے کائنات حضرت علی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کے درمیان ہوئی تھی۔ ام المؤمنین ایک بہت بڑے اونٹ پر بیچ میں تشریف فرما تھیں اس لئے اسے جنگ جمل کہا جاتا ہے۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت فاجعہ کے وقت ام المؤمنین حج کے لئے گئی ہوئی تھیں جو لوگ حضرت عثمان کے محاصرے میں شریک تھے وہی لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد بنی امیہ بھاگ کر مکہ پہنچے۔ انھوں نے حضرت عثمان کے قصاص کے لئے انھیں آمادہ کیا۔ حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مکہ پہنچ گئے۔ اور حضرت عثمان کے قصاص کے نکتے پر ان کے ساتھ ہو گئے۔

ام المؤمنین نے بصرہ کا قصد کیا۔ سفر کرتے ہوئے بصرہ کے قریب حَوْاَبْ پہنچیں تو پوچھا۔ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ جب بتایا گیا کہ حواب ہے۔ تو اونٹ کو بٹھایا اور فرمایا۔ میں حواب والی ہوں۔ مجھے لوٹاؤ۔ مجھے لوٹاؤ۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ آگے بڑھنے پر راضی ہو جائیں مگر راضی نہ ہوئیں۔ چوبیس گھنٹے تک وہیں تشریف فرما رہیں پھر کسی نے اطمینان دلایا کہ یہ حواب نہیں تو آگے بڑھیں۔

حواب کا قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سے فرمایا تھا۔ تم میں سے ایک کا کیا حال ہوگا۔ جب اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے[۱]

آگے بڑھ کر ام المؤمنین نے بصرہ کے باہر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت علی کو جب اس کی اطلاع ملی تو تیس ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ پر فروکش ہوئے۔ رات میں دونوں فریق کے سنجیدہ متین صلح جو افراد نے کوشش کر کے آپس کی غلط فہمیاں دور کر دیں۔ طے ہو گیا کہ دونوں فریق واپس ہو جائیں گے۔ مگر دونوں طرف فساد پسند عناصر کافی تھے۔ انھوں نے جب یہ دیکھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ تو باہمی مشورہ کر کے صبح اندھیرے ہی آپس میں گتھ گئے۔ اور ام المؤمنین کی طرف یہ افواہ پھیلادی کہ حضرت علی نے حملہ کر دیا پھر حضرت علی کو یہ باور کرادیا کہ ام المؤمنین نے حملہ کر دیا۔ پھر تو گھمسان کا رن پڑا۔

---

[۱] مسند امام احمد سادس ص۵۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ قوت کا مرکز ام المؤمنین کی ذات ہے۔ اگر ان کے اونٹ کو بیکار کر دیا جائے تو جنگ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے سارا زور اسی پر لگا دیا۔ پوری جنگ ام المؤمنین کے ہودج کے اردگرد سمٹ آئی۔ جو بھی اونٹ کی نکیل پکڑتا مار ڈالا جاتا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ عاشقان رسول حرم نبوی پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو کر مقتولین میں گر پڑے۔ انھیں اس دن سینتیس زخم لگے تھے بالآخر حضرت علی کے حامی اونٹ کی کونچیں کاٹنے میں کامیاب ہو گئے۔ اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اور ہودج مبارک زمین پر آرہا۔ حضرت علی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔

السلام علیك یا اماہ ۔ ام المؤمنین نے جواب فرمایا۔ وعلیك السلام یا بُنَیَّ ۔ حضرت علی نے کہا۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اور تمہاری بھی۔ پھر حضرت عمار اور محمد بن ابو بکر کو گول خیمہ کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اور ہودج مبارک کو مقتولین کے ڈھیر سے اٹھوا کر اس خیمے میں پہنچا دیا۔

پھر اخیر رات میں بصرہ تشریف لے گئیں۔ ام المؤمنین کو اس کا بے حد صدمہ تھا روتی تھیں اور کہتی تھیں۔ کاش کہ آج سے بیس سال پہلے مر گئی ہوتی۔

پھر حضرت علی نے ام المؤمنین کے شایان شان سامان سفر کر کے بصرہ سے رخصت کیا۔ غرہ رجب ہفتے کے دن ام المؤمنین وہاں سے چلیں اور مکہ معظمہ تشریف لے گئیں حضرت علی میلوں مشایعت کے لئے گئے۔ اور حضرت علی کے صاحبزادگان جو بیس گھنٹے رہے۔ ام المؤمنین پر اس کا بہت خوشگوار اثر پڑا۔ حضرت علی کو اعلیٰ مدحیہ کلمات سے نوازا۔

اس جنگ میں دس ہزار حامیان ام المؤمنین اور پانچ ہزار حامیان حضرت علی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ کو ایک نامعلوم تیر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تیر مروان نے مارا تھا۔

اس جنگ میں حضرت زبیر اور حضرت عمار کا آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت عمار نے حضرت زبیر پر نیزے سے حملہ کیا۔ مگر حضرت زبیر طرح دے گئے۔ کیونکہ انھیں یہ حدیث یاد تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے عمار تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

ساقتل مظلوما ۔ پہلے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ آج جو بھی قتل ہوگا وہ یا تو ظالم ہوگا یا مظلوم۔ یہ اس لئے فرمایا۔ کہ اس جنگ میں دونوں طرف کچھ مخلص تھے نیز صحابہ کرام بھی۔ جو اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فریقین کے ساتھ تھے۔ اور کچھ شرپسند عناصر اپنی غرض فاسد کے لئے شریک تھے وہ ضرور ظالم تھے۔ پھر خاص اپنے لئے فرمایا کہ میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔ یہ ارشاد اس بنا پر تھا کہ انھیں یقین کامل تھا کہ میں حق پر ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے ورنہ لڑنے پر آمادہ نہ ہوتے یا انھیں کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں میدان جنگ میں نہیں مارا جاؤں گا۔ اور اپنی شہادت کی پوری تفصیل جان لیا ہو۔ عین معرکہ کارزار میں حضرت علی اور حضرت زبیر کا آمنا سامنا ہو گیا حضرت علی نے حضرت زبیر سے فرمایا۔ یاد کرو ایک مرتبہ ہم اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے حضور نے تم سے پوچھا۔ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو، تم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ایک دن تم

علی سے لڑوگے اور تم ظالم ہوگے۔ یہ سنتے ہی تلوار نیام میں کر لی اور میدان جنگ سے جدا ہو کر بصرہ جاتے ہوئے وادی سباع کے ایک گاؤں سفوان پہنچ کر نماز پڑھنے لگے۔ کہ عمرو بن جرموز تمیمی نے پیچھے سے آکر پشت مبارک میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ عمروان کی تلوار لے کر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے زبیر کو قتل کر دیا۔ فرمایا۔ یہ تلوار مدت دراز تک رسول اللہ سے مصائب و آلام دفع کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔ یہ سن کر ابن جرموز نے کہا۔ اے علی آپ کی ذات عجیب و غریب ہے آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی۔

اس وقت وہیں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں نعش مبارک بصرہ لائی گئی۔ بصرہ میں آپ کا مزار پاک زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

واوصی بالثلث ۔ یعنی قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی تہائی مال کے بارے میں اس تفصیل سے وصیت فرمائی اس موصی بہ کی ایک تہائی عبداللہ بن زبیر کے بچوں کو دیا جائے اور دو تہائی مساکین کو۔ مثلاً کل مال نو لاکھ ہے تو تین لاکھ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ اس میں سے ایک لاکھ حضرت عبداللہ کے فرزندوں کو دیا جائے اور دو لاکھ مساکین کو۔

فثلث الثلث اثلاثا الخ ۔ یعنی قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی ایک تہائی کے تین حصے کرو۔ اور اس تہائی کی تہائی عبداللہ بن زبیر کے بچوں کو دیا جائے۔

قد وازی بعض بنی الزبیر ۔ یعنی عبداللہ بن زبیر کے کچھ بچے حضرت زبیر کے بچوں کے ہم عمر تھے۔ مثلاً خباب اور عباد، یہ اس وصیت کی حکمت کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت عبداللہ کے یہ بچے اپنے چچاؤں کے ہم عمر تھے۔ اور اہل وعیال والے تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ خصوصی وصیت فرمائی۔

خبیب حضرت عبداللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ جو لوگ ان سے ناراض تھے وہ انھیں انھیں کی طرف نسبت کر کے ابو خبیب کہتے تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ نے خود سے اپنی کنیت اپنے نانا حضرت صدیق اکبر کی کنیت پر تبرکا ابوبکر رکھا۔

الفی الف ومائتا الف ۔ بائیس لاکھ۔ عربی گنتیوں میں سب سے بڑی گنتی اُلف (ہزار) ہے۔ اس سے آگے وہ اضافت سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح کہ مضاف کو مضاف الیہ میں ضرب دیتے ہیں۔ مثلاً لاکھ کے لئے مائۃ الف۔ سو ہزار۔ اور کروڑ کے لئے عشر الف الف۔ اور ارب کے لئے مائۃ عشر الف الف علیٰ ہٰذا القیاس۔ الفی الف۔ یعنی دو ہزار کو ہزار میں ضرب دو۔ تو بیس لاکھ ہوئے۔ اور مائتا الف کے دو لاکھ مجموعہ بائیس لاکھ ہوئے۔

فباعھا ۔ یعنی اس کی قیمت مقرر کی۔

فباع منھا فقضی دینہ فاوفاہ ۔ یہاں ایک اشکال ہے۔ وہ یہ ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہا کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع "غابۃ" ہے اس لئے کہ اس کے پہلے غابۃ کا ذکر دو بار آچکا ہے اور "دینہ"

کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع، حضرت زبیر ہیں ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ۔ غابہ ۔ کا کچھ حصہ بیچا اور حضرت زبیر کا قرض پورا ادا کر دیا۔ یہ کسی طرح درست نہیں ۔ گذر چکا کہ قرض بائیس لاکھ تھا اور غابہ کی کل قیمت سولہ لاکھ تھی ۔ اس اشکال کے جواب میں تمام شارحین نے یہ فرمایا ۔ فباع منھا ۔ کی ضمیر کا مرجع غابۃ اور دار ۔ دونوں ہیں اس کا حاصل یہ ہوا کہ مرجع ترکہ ہے ۔ جس پر کلام سابق دلالت کرتا ہے ۔ یہ توجیہ بھی اپنی جگہ ایک حد تک درست ہے ۔ مگر ایک توجیہ اور بھی ہو سکتی ہے ۔ کہ منھا ۔ کی ضمیر کا مرجع ۔ غابہ، ہی کو ٹھہرایا جائے ۔ البتہ " دینہ" کی ضمیر کا مرجع بجائے " زبیر" کے عبد اللہ بن جعفر کو ٹھہرایا جائے ۔ یعنی عبد اللہ بن جعفر کا جو قرض حضرت زبیر پر تھا ۔ اسے پورا پورا ادا کر دیا ۔ اب کوئی الجھن نہیں ۔ کہ غابہ کا کچھ حصہ بیچا اور عبد اللہ بن جعفر کا قرض پورا ادا کر دیا ۔

ان کا قرض چار لاکھ تھا ۔ اور غابہ کی قیمت سولہ لاکھ لگی ۔ اس طرح کہ غابہ کے سولہ حصے کئے گئے ۔ اور ہر حصہ ایک لاکھ کا مقرر ہوا ۔ چار حصے چار لاکھ کے عوض عبد اللہ بن جعفر کو دے دیا ۔

اس مطلب میں وہ محل نہیں جو آگے آرہا ہے کہ حضرت معاویہ کے یہاں گئے ۔ تو ساڑھے چار حصے بچے تھے یہ کہا جائے گا کہ حدیث میں اختصار ہے ۔ درمیان کا یہ قصہ ترک کر دیا گیا ۔ کہ پھر ساڑھے سات حصے اور لوگوں کو قرض میں دیئے اور ساڑھے چار حصے رہ گئے تھے ۔

اب شبہ یہ ہوتا ہے کہ " غابہ " سولہ لاکھ میں بکا اور کل قرض بائیس لاکھ تھا ۔ تو بقیہ قرض کیسے ادا ہوا ۔ جواب ظاہر ہے کہ جو مکانات تھے انھیں بھی فروخت کیا ۔ ان کی قیمت سے بقیہ چھ لاکھ قرض ادا کیا اور جو بچا اسے وارثین اور موصی لہم میں تقسیم کیا ۔

فجمیع مالہ خمسون ۔ یعنی ان کا کل مال پانچ کروڑ دو لاکھ تھا ۔ اس پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے ۔ کہ جب ان کی چار بیویوں میں سے ایک کو بارہ لاکھ ملا ۔ تو چار بیویوں کا حصہ اڑتالیس لاکھ ہوا ۔ یہ ادائگی دین اور وصیت نافذ کرنے کے بعد جو بچا اس کا آٹھواں حصہ ہے ۔ اس طرح وارثین میں قابل تقسیم مال تین کروڑ چوراسی لاکھ ہوا ۔ اس میں تہائی وصیت کی رقم جو ایک کروڑ بانوے لاکھ ہے ملائی جائے ۔ تو میزان پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوتی ہے اور اگر اس میں قرض کی رقم ملا دی جائے تو کل ترکہ پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوتا ۔ پانچ کروڑ دو لاکھ کسی طرح نہیں ہوتا ۔ اس کا جواب علامہ دمیاطی پھر علامہ کرمانی نے یہ دیا ۔ کہ وصال کے وقت ان کا ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا ۔ مگر چونکہ ترکہ چار سال بعد تقسیم ہوا ۔ اس لئے جائدادوں کی آمدنی سے مزید اضافہ ہو کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہو گیا ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا ۔ یہ توجیہ بہت عمدہ ہے ۔ اس میں کوئی تکلف نہیں ۔ اور روایت صحیحہ جوں کی توں باقی رہتی ہے ۔ نیز باب کے اس جملے سے بھی مناسبت ہو جاتی ہے ۔ کہ غازی کے مال کی برکت زندگی میں بھی ہوتی ہے ۔ مرنے کے بعد بھی ۔

فیض الباری پر تعقب ۔ ایک توضیح یہ بھی کی گئی ہے ۔ کہ الف الف ومائتا الف ، کو " خمسون " کی تمیز نہ مانیں ۔ بلکہ خمسون کی تمیز سھما کو مانیں ۔ اور اسے مبتدأ محذوف " جمیع مالہ " کی خبر مانیں اور اسی طرح الف الف ومائتا الف کو مبتدأ محذوف " کل سھم " کی خبر مانیں ۔ تو اب عبارت یہ ہوئی ۔

ان کا کل ترکہ بچاس حصے تھا۔ اور ہر حصہ بارہ لاکھ تھا۔ اس طرح کہ ترکہ تیئیس سہام پر تقسیم ہوا۔ جس کی رو سے ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملا۔ ایک تہائی وصیت کو اس میں ملایا جو سولہ سہام ہے۔ اور دین بائیس لاکھ جو قریب قریب دو سہام کے ہے۔ اس کو بھی شامل کیا تو اب حاصل یہ نکلا کہ حضرت زبیر کا کل مال متروکہ کی قیمت چھ کروڑ ہوئی۔

فیض الباری[1] میں گنگوہی صاحب کی طرف منسوب کر کے اسے صحیح کہا گیا۔ مگر ناظرین حیرت میں ہوں گے کل ترکہ بچاس سہام پورا نہیں ہوتا۔ دو لاکھ کی کمی رہ جاتی ہے۔ اور اس کی مقدار چھ کروڑ بھی نہیں۔ اس سے کم ہے یعنی پانچ کروڑ چھہتر لاکھ۔ اور بلا قرینہ محذوفات کثیرہ ماننے پڑتے ہیں۔ بخلاف علامہ دمیاطی اور علامہ کرمانی کی توجیہ کے کہ اس میں یہ اسقام نہیں۔ اسی لئے فیض الباری کے جامع صاحب اخیر میں اسے ذکر کرنے پر مجبور ہوئے۔

باب إِذَا بَعَثَ الْإِمَامُ رَسُوْلًا فِيْ حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهُ[2] — جب امام (سلطان) کسی کو کسی کام کے لئے بھیجے یا اپنے گھر رہنے کو کہدے تو کیا اس کے لئے مال غنیمت سے حصہ دیا جائیگا۔

۱۶۷۹ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ بدر میں عثمان صرف اس وجہ سے موجود نہ رہے کہ رسول اللہ
قَالَ إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کی زوجیت میں تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ اس لئے
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر تم کو
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ
ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ بھی۔

تشریحات ۱۶۷۹ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ اور غزوہ بدر کے موقع پر سخت علیل اور جاں بلب تھیں۔ حتی کہ اسی اثنا میں وصال فرما گئیں۔ ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان کو حکم ہوا کہ گھر ہی رہو۔ تم کو غزوے میں شرکت کا ثواب بھی ملے گا۔ اور مال غنیمت سے حصہ بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بدر سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو وہ دفن بھی ہو چکی تھیں۔ فتح کی بشارت لے کر جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے تو دفنائی جا رہی تھیں۔ جس صبح کو ان کا وصال ہوا اسی دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے۔

[1] جلد ثانی ص۴۹۵ [2] مدارج النبوۃ ص۴۸۵

بَابُ مَنْ قَالَ وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا سَأَلَ هَوَازِنُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهِ فِيْهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا كَانَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَا اَعْطَى الْاَنْصَارَ وَمَا اَعْطَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ ص ۴۴۲

جس نے یہ کہا۔ اس بات کی دلیل کہ خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لئے ہے۔ وہ ہے کہ ہوازن نے اپنے قبیلے میں رضاعت کے رشتے کی بنا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا اور حضور نے مسلمانوں سے انھیں دلادیا۔ اور وہ ہے کہ حضور لوگوں سے وعدہ فرماتے کہ انھیں فی اور غنیمت کے خمس میں سے عطا فرمائیں گے۔ اور وہ ہے جو انصار کو مرحمت فرمایا۔ اور جو حضرت جابر بن عبد اللہ کو خیبر کی کھجوروں میں سے عنایت فرمایا۔

توضیح باب ومن الدلیل۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ یہ واؤ عاطفہ ہے۔ یہ آٹھ ابواب کے پہلے جو باب تھا۔ الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پر معطوف ہے۔ پھر اس پر وہ معطوف ہے۔ جو ایک باب کے بعد ہے۔ ومن الدلیل علی ان الخمس للامام۔

علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں۔ جس میں معطوف اور معطوف علیہ میں اتنا بعد اور اجنبی کا فصل ہے۔ یہ واؤ مستانفہ ہے۔ اور بکثرت مستعمل ہے۔

گذر چکا کہ ابتداءً یہی حکم تھا کہ مال غنیمت کا خمس کل کا کل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ ارشاد ہے۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ انفال ①

فرمادو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مگر پھر بعد میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ انفال ㊶

جان لو کہ تم نے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

اس کے مطابق مال غنیمت کے خمس کے پانچ حصے ہوتے۔ ان میں سے ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ایک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا اور بقیہ تین یتیموں مسکینوں مسافروں کا ہوتا تھا۔ دوسری آیہ کریمہ پہلی کی ناسخ ہے۔ یا اس کا بیان۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب اس خمس کے صرف تین حصے ہوں گے۔ یتیموں مسکینوں مسافروں کے۔ سلطان اسلام کو یہ بھی اختیار ہے کہ اگر مجاہدین کو ضرورت ہو مثلاً ہتھیار، گھوڑے وغیرہ کی۔ تو کل انھیں پر صرف کردے۔

بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا حق حیات اقدس تک اس وجہ سے تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

امداد و اعانت کرتے تھے۔ وصال کے بعد استحقاق کا سبب ختم ہوگیا۔ اس لئے اب وہ مستحق نہیں۔

خمس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کچھ ملتا تھا حضور اسے عام مسلمانوں کے ضرورت مندوں اور ضرورتوں پر صرف فرمادیا کرتے تھے۔ اسی سے کچھ اہل علم نے یہ سمجھا کہ خمس میں ضرورت مند مسلمانوں کا بھی حق ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم تھا۔ بطور استحقاق حاجت مندوں کو نہیں دیتے تھے۔ اس توجیہ پر غور کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ احادیث اور آیت اور امام بخاری کے تینوں ابواب میں کوئی تعارض نہیں۔

ماسائل ھوازن۔ فتح مکہ کے بعد ۶ شوال ۸ھ کو ہوازن اور ثقیف سے ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ جس میں یہ اپنے مال و متاع کے ساتھ ساتھ اپنے بال بچے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ان کے سارے بچے کل عورتیں قید ہوئیں جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔

انھیں واپس لینے کے لئے ہوازن کا وفد آیا تھا۔ ان میں ابو مرقان سعدی بھی تھے چونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلے کی تھیں۔ اس لئے انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان کنگھروں میں حضور کی پھوپھیاں خالائیں، گود کھلانے والیاں دودھ پلانے والیاں ہی ہیں۔ ہم پر احسان فرمائیں، اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ زہیر بن صرد نے یہ شعر عرض کیا

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعها اذ فوك تملوه من محضها الدرر

ان عورتوں پر احسان فرمائیں جن کا حضور نے دودھ پیا ہے۔ جب حضور کا منہ خالص دودھ سے بھر دیتی تھیں
اس کے بعد کی پوری تفصیل جلد پنجم میں ص ۳۱۹، ص ۳۲۰ پر گزر چکی ہے۔

۱۶۸۰ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى قَالَ فَأُتِيَ ذِكْرُ دَجَاجَةٍ
حدیث زہدم نے کہا۔ ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تھے کہ مرغی لائی گئی اور ان
وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِي فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ
کے پاس قبیلہ تیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موالی سے ہے۔ ابو موسیٰ نے اسے
فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَ فَقَالَ هَلُمَّ
کھانے کے لئے بلایا۔ تو اس نے کہا میں نے اس کو کچھ غلیظ کھاتے دیکھا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے گھن آگئی ہے
فَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ إِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تو میں نے قسم کھالی ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا۔ میں تم سے اس سلسلے کی حدیث

فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا

بیان کروں ۔ میں قبیلہ اشعر کے چند افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کہ ہمیں

عِنْدِیْ مَا اَحْمِلُكُمْ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سواری عطا فرمائیں ۔ تو ارشاد فرمایا ۔ واللہ میں تم لوگوں کو سواری نہیں دوں گا ۔ اور میرے پاس

بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَأَلَ عَنَّا فَقَالَ اَیْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِیُّوْنَ فَاَمَرَ لَنَا

سواری نہیں ۔ اس کے بعد خدمت اقدس میں مال غنیمت کے کچھ اونٹ پیش کئے گئے تو ہمیں دریافت فرمایا ۔

بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰی فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا یُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا

اور یہ فرمایا ۔ اشعری لوگ کہاں ہیں ۔ اور ہمیں سفید کوہان والے پانچ اونٹ عطا فرمانے کا حکم دیا جب ہم وہاں

اِلَیْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَأَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِیْتَ قَالَ

سے چلے تو ہم نے کہا کہ ہم نے یہ کیا کیا ہمیں برکت نہ ہو گی اب ہم خدمت اقدس میں واپس لوٹے اور ہم نے عرض

لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا

کیا ۔ ہم نے حضور سے سواری مانگی تھی تو حضور نے قسم کھائی تھی کہ نہیں دوں گا کیا حضور بھول گئے ۔ فرمایا میں نے

اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ

تم کو سواری نہیں عطا فرمائی ہے بلکہ اللہ نے عطا فرمائی ہے اور واللہ میں انشاء اللہ کسی بات پر قسم کھالوں گا پھر

خَیْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا ۔ عہ

دیکھوں کہ اس کا غیر بہتر ہے تو اسی غیر کو کروں گا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں ۔

تشریحات ۱۶۸۰

یہ حدیث بخاری کے ابواب میں تین طریقے سے مروی ہے ۔ ابو قلابہ اور قاسم بن عاصم کلیبی دونوں سے اور یہ دونوں زہدم جرمی سے ۔ صرف ابو قلابہ عن زہدم ۔ صرف قاسم تمیمی عن زہدم ۔ یہاں اور نذور اور توحید میں ایک ہی سند میں دونوں سے ۔ مغازی میں صرف ابو قلابہ سے کفارات میں صرف قاسم سے ہے ۔ ذبائح میں ایک سند میں صرف ابو قلابہ سے ۔ دوسری سند میں صرف قاسم سے یہاں سند میں ہے انا لحدیث القاسم بن عاصم احفظ عن زهدم ۔ اس کا مطلب یہ ہے ۔ ایوب یہ کہہ رہے ہیں کہ بطریق قاسم بن عاصم عن زہدم جو حدیث میں روایت کرتا ہوں ۔ یہ زیادہ اچھی طرح مجھے یاد ہے ۔ بہ نسبت بطریق ابو قلابہ عن زہدم کے ۔

عہ ثانی مغازی باب قدوم الاشعریین ص ۶۲۹ الصید والذبائح باب لحم الدجاج ص ۸۲۹ دو طریقے سے نذور باب لا تحلفوا بآبائکم ص ۹۸۳ توحید باب قول اللہ واللہ خلقکم وما تعملون ص ۱۱۲۷ ۔ مسلم ایمان و نذور ترمذی شمائل ۔ نسائی الصید ۔ النذور ۔

احفظ کا متعلق من ابی قلابہ ۔ محذوف ہے ۔
ذبائح میں یہ زائد ہے ۔ وَکَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ ھٰذا الحی من جُرم اِخاءٌ ۔ اور کفارات میں "کان" کے بغیر بقیہ عبارت ہے ۔ معروف کی زیادتی کے ساتھ ۔ نذور اور توحید میں یہ ہے وکان بین ھٰذا الحی من جرم وبین الاشعریین اخاءٌ ۔ اور توحید میں بھی یہی ہے ۔ اخاءٌ سے پہلے وُدٌّ کی زیادتی کے ساتھ ۔ مطلب یہ ہے ۔ قبیلہ جرم اور اشعریین میں عقد مواخات اور بھائی چارگی اور محبت تھی ۔ اسی کو مغازی میں یوں بیان کیا لما قدم ابو موسی اکرم ھٰذا الحی من جرم ۔ جب ابو موسیٰ آئے تو اس قبیلہ یعنی جرم پر کرم فرمایا ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں کوفہ تشریف لائے تو ۔
فَاُتِیَ ذِکْرُ دجاجۃ ۔ فاُتی ۔ فعل ماضی معروف "ذکر" مصدر ۔ یعنی مرغی کا ذکر آیا ۔ تذکرہ ہوا اور ماضی مجہول بھی آیا ہے ۔ اور ذَکَرَ ماضی معروف اور دجاجۃً منصوب ۔ مطلب یہ ہوا ۔ لائی گئی ۔ راوی نے ذکر کیا ۔ کہ مرغی ۔ یعنی راوی نے پورا لفظ محفوظ نہیں رکھا ۔ صرف دجاجۃ محفوظ رکھا یعنی مرغی لائی گئی ۔ اس کی تائید اسی روایت میں آگے اس جملے سے ہوتی ہے ۔ کہ فدعا لاللطعام ۔ اس شخص کو کھانے کے لئے بلایا نیز دوسری روایتوں میں ہے فاُتی بلحم دجاجۃ ۔ ذبائح اور کفارات کی روایتوں میں یہ ہے ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسے کھاتے دیکھا ہے ۔
تیم اللہ ۔ ایک قبیلے کا نام ہے ۔ اس کے معنی اللہ کے بندے کے ہیں ۔ احمر سے مراد سفید مائل بسرخی من الموالی ۔ سے مراد یہ ہے ۔ کہ رومی ہے ۔ بقیہ حدیث پر کلام گذر چکا ہے ۔

۱۶۸۱ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِیَّۃً فِیْہَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا کَثِیْرًا فَکَانَتْ سِہَامُہُمْ اِثْنَیْ عَشَرَ بَعِیْرًا اَوْ اَحَدَ عَشَرَ بَعِیْرًا وَنُفِّلُوْا بَعِیْرًا بَعِیْرًا عہ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا لشکر نجد کی طرف بھیجا جس میں عبد اللہ بن عمر بھی تھے انھیں مال غنیمت میں بکثرت اونٹ ملے کہ ان کے حصے بارہ یا گیارہ اونٹ ہوئے اور ایک ایک اونٹ انعام ملے ۔

عہ ثانی مغازی باب السریۃ قبل نجد ص ۶۲۲ مسلم مغازی ابو داؤد جہاد

۱۶۸۱
تشریحات یہ سریہ فتح مکہ کے قریب قریب ہوا تھا۔ پہلے یا غزوۂ طائف کے بعد۔ اس کے امیر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس میں بروایتے پچیس اور بروایتے دس افراد تھے۔

نفلوا ۔ نفل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جنگ میں حسن کارکردگی پر امیر لشکر کسی سپاہی کو مال غنیمت کے علاوہ مزید کچھ بطور انعام دے۔ اس سریے میں امیر لشکر نے ان لوگوں کو ایک ایک مزید اونٹ دیا تھا۔ جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برقرار رکھا۔ اسی وجہ سے کسی روایت میں اس کی نسبت امیر لشکر کی طرف ہے۔ اور کسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔

۱۶۸۲ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ یَّبْعَثُ مِنَ السَّرَایَا لِاَنْفُسِہِمْ خَاصَّۃً سِوٰی قَسْمِ عَامَّۃِ الْجَیْشِ ؏

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سریے میں بھیجے ہوئے بعض افراد کو عام مجاہدین کے حصے سے زائد بھی عطا فرما دیتے۔

۱۶۸۳ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْیَمَنِ فَخَرَجْنَا مُہَاجِرِیْنَ اِلَیْہِ اَنَا وَاَخَوَانِ لِیْ اَنَا اَصْغَرُہُمْ اَحَدُہُمَا اَبُوْ بُرْدَۃَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُہْمٍ اِمَّا قَالَ فِیْ بِضْعٍ وَاِمَّا قَالَ فِیْ ثَلٰثَۃٍ وَّخَمْسِیْنَ اَوِ اثْنَیْنِ وَخَمْسِیْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِیْ فَرَکِبْنَا سَفِیْنَۃً فَاَلْقَتْنَا سَفِیْنَتُنَا اِلَی النَّجَاشِیِّ بِالْحَبَشَۃِ وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَّاَصْحَابَہٗ عِنْدَہٗ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکے سے نکلنے کی ہمیں خبر پہنچی اور ہم یمن میں تھے۔ حضور کی طرف ہجرت کرتے ہوئے ہم نکلے میں اور میرے دو بھائی میں ان سب سے چھوٹا تھا ایک ابو بردہ اور دوسرے ابو رہم۔ یا تو یہ کہا کہ پچاس اور پر کچھ یا ترپن یا باون شخص ہماری قوم کے ہمارے ساتھ تھے۔ ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی نے ہم کو نجاشی کی طرف حبشہ میں ڈال دیا۔ ہم کو جعفر بن ابو طالب اور ان کے ہمراہی وہاں ملے۔ جعفر نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ اور ہمیں یہیں رہنے کا حکم دیا ہے تم لوگ بھی

؏ مسلم مغازی ۔ ابو داؤد ۔ جہاد ۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَةِ فَاَقِيْمُوْا

ہمارے ساتھ رہو۔ ہم وہیں رہ گئے۔ یہاں تک کہ ہم سب ساتھ میں آئے اور نبی

مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خیبر میں خیبر فتح ہونے کے بعد پایا۔ حضور نے ہمیں بھی حصہ دیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا

اور حضور نے صرف انھیں کو حصہ دیا جو حضور کے ساتھ جنگ خیبر میں موجود تھے۔

قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهٗ اِلَّا

ان کے علاوہ جو لوگ موجود نہ تھے ان میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا سوائے اصحاب سفینہ

اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَّاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ ؏ه

کے جو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ تھے انھیں حصہ دیا۔

۱۶۸۳ تشریحات سند میں جو ابو بردہ ہیں وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کا نام عامر یا حارث تھا۔ حدیث میں جو ابو بردہ ہیں وہ ابو موسیٰ کے بھائی ہیں ان کا بھی نام عامر ہے ابو رُہم ان کا نام مجیدی تھا یا مجیلہ۔ اس وقت حبشہ کے سلطان اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔

مطابقت۔ باب سے مطابقت ظاہر نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اصحاب سفینہ کو جو کچھ عنایت فرمایا تھا وہ خمس میں سے نہ تھا۔ ورنہ اصحاب سفینہ کی تخصیص نہ ہوتی۔ حالانکہ حدیث کا اخیر جملہ تخصیص پر نص ہے۔ لیکن مطابقت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب غنیمت کے عام اموال میں سے انھیں عطا فرمایا۔ جو صرف مجاہدین کا حق تھا۔ تو خمس میں سے دینا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ خمس کے مصارف معین نہیں ہر حاجتمند کو دیا جا سکتا ہے۔

۱۶۸۴ ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ

تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے کہا۔ انصاف کر۔

غَنِيْمَةً بِالْجِعْرَانَةِ اِذْ قَالَ رَجُلٌ اِعْدِلْ قَالَ لَقَدْ شَقِيْتُ اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ۔

فرمایا۔ میں خیر سے محروم ہوں اگر انصاف نہ کروں۔

؏ه مناقب الانصار باب ہجرۃ الحبشۃ۔ ثانی مغازی۔ باب غزوۃ خیبر ص۶۰۷، ص۶۰۸ مسلم فضائل۔

تشریحات ۱۶۸۴ یہ ایک طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ گستاخ راس الخوارج ذوالخویصرہ تھا۔ اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا۔ یہ نجد کا باشندہ آل سعود کا ہم قبیلہ بنی تمیم کا فرد نجدی تمیمی تھا۔ نہروان میں مارا گیا۔ جس کے مقتولین کے بارے میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بدترین خلق ہوں گے۔ مگر افسوس ہے کہ دیوبندی اسے صحابی مانتے ہیں۔

شَقِیْتُ۔ میں دونوں روایتیں ہیں۔ واحد مذکر حاضر تا کے فتحے کے ساتھ۔ تو بدبخت ہو گیا۔ واحد متکلم کا صیغہ تا کے ضمے کے ساتھ۔ میں خیر سے محروم ہوں۔ چونکہ یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے صدق کے لئے مقدم و تالی کا صدق ضروری نہیں۔ صرف تلازم کافی ہے۔ جیسے زید اگر گدھا ہے تو ناہق ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۔ زخرف ⑧١ — فرما دو اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو اس کا سب سے پہلا پرستش کرنے والا میں ہوتا۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر میں انصاف نہ کرتا تو میں خیر سے محروم ہوتا۔ مگر میں خیر سے محروم نہیں سراپا خیر ہوں اس لئے ثابت کہ انصاف کرتا ہوں۔ چونکہ میں انصاف کرتا ہوں اس لئے خیر سے محروم نہیں۔ سراپا خیر ہوں۔

پہلی تقدیر پر معنی یہ ہوئے کہ اگر بالفرض جیسا کہ تیرا گمان ہے میں انصاف نہیں کرتا تو میں نبی نہیں اور تو نے مجھے نبی مان کر میری پیروی کی ہے۔ تو تو بدبخت ہو گیا گمراہ ہو گیا۔ اس حدیث پر پوری بحث آگے آرہی ہے۔

بَابُ مَا مَنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاُسَارٰی مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّخَمِّسَ ص ۴۴۳ — خمس نکالنے سے پہلے قیدیوں پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو احسان فرمایا۔

۱۶۸۵ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِیٍّ حَیًّا ثُمَّ كَلَّمَنِیْ فِیْ ہٰؤُلَاءِ النَّتْنٰی لَتَرَكْتُہُمْ لَہٗ۔ عہ

حدیث زبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا۔ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان گندوں کے بارے میں مجھ سے عرض کرتا تو میں اس کے لئے انھیں چھوڑ دیتا۔

تشریحات ۱۶۸۵ مطعم بن عدی نوفل بن عبد مناف مکے کے بااثر رؤسا میں سے تھا۔ اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قریش نے ایک معاہدہ مرتب کیا۔ کہ بنی ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے کوئی ان سے رشتہ ناتا کرے۔ نہ خرید و فروخت کرے نہ انھیں کچھ دے نہ ملے جلے۔ جب تک یہ لوگ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو

عہ ثانی مغازی باب ص ۵۷۳ ابو داؤد۔ الجہاد

قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کردیں۔
یہ ظالمانہ معاہدہ لکھ کر کعبے کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ ابوطالب بنو ہاشم کو لیکر شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ تین سال تک اس میں محصور رہے۔ تین سال کے بعد کچھ لوگوں کو رحم آیا۔ ان میں مطعم بھی تھا۔ اور اس ظالمانہ برتاؤ کے خلاف احتجاج کیا۔ ایک روایت کے مطابق اسی نے اس معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ اس کے اس برتاؤ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔
کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان گندوں کے بارے میں سفارش کرتا تو انھیں چھوڑ دیتا۔
مطعم واقعۂ بدر کے سات ماہ قبل صفر میں مرگیا تھا۔
جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے فرزند تھے۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ کے اندر ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں[1] واصل بحق ہوئے۔

بَابٌ مِنَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِلْإِمَامِ وَأَنَّهُ يُعْطِي بَعْضَ قَرَابَتِهِ دُونَ بَعْضٍ مَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَبَنِي هَاشِمٍ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ ص۴۴۳

اس بات کی دلیل کہ خمس امام ہی کا حق ہے۔ وہ اپنے رشتہ داروں میں سے جسے چاہے دے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے خمس میں سے بنی مطلب اور بنی ہاشم کو دیا۔

۱۵۷۰ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذَلِكَ وَلَمْ يَخُصَّ

ت اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خمس کو سب کے لئے

قَرِيبًا دُونَ مَنْ هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ الَّذِي أَعْطَى لِمَا يَشْكُو إِلَيْهِ

عام نہیں فرمایا۔ اور نہ سب سے زیادہ حاجت مند کے سوا کسی رشتہ دار کو خاص فرمایا۔ جسے بھی دیا اس وقت دیا جبکہ اس نے

مِنَ الْحَاجَةِ وَلِمَا مَسَّهُمْ فِي جَنْبِهِ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ۔

اپنی حاجت عرض کی یا حضور کا ساتھ دینے کی بنا پر اپنی قوم اور اپنے حلیفوں سے کچھ نقصان اٹھایا ہو۔

۱۶۸۰ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ

حدیث حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں اور عثمان بن عفان رسول اللہ صلی اللہ

بْنُ عَفَّانَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے بنی مطلب کو عطا

اللهِ أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ

فرمایا اور ہمیں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ہم اور وہ حضور سے قرابت میں ایک درجے پر ہیں۔

[1] اصابہ اول ص۲۲۶

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بنو مطلب اور بنو ہاشم

ھَاشِمٍ شَیْئٌ وَّاحِدٌ ۔ وَقَالَ اللَّیْثُ ثَنِیْ یُوْنُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَیْرٌ

ایک ہیں ۔ یونس نے یہ زائد کیا ۔ جبیر نے کہا ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَلَمْ یَقْسِمِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِیْ

نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا ۔ (امام المغازی) محمد بن اسحٰق نے کہا ۔

نَوْفَلٍ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَعَبْدُ شَمْسٍ وَّھَاشِمٌ وَّالْمُطَّلِبُ اِخْوَۃٌ لِاُمٍّ

عبد شمس اور ہاشم اور مطلب حقیقی بھائی ہیں ۔ ان سب کی والدہ عاتکہ بنت

وَاُمُّھُمْ عَاتِکَۃُ بِنْتُ مُرَّۃَ وَکَانَ نَوْفَلُ اَخَاھُمْ لِاَبِیْھِمْ ع

مرہ ہیں ۔ اور نوفل ان لوگوں کے علاتی بھائی ہیں ۔

تشریحات ۱۴۸۶ حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے ۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ۔ اور گذر چکا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہے ۔ جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ۔ قصہ یہ ہے ہاشم مطلب عبد شمس نوفل چاروں حضرت عبد مناف کے صاحبزادے اور بھائی ہیں ۔ فرق یہ ہے کہ ہاشم مطلب عبد شمس حقیقی بھائی ہیں اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مرۃ ہے ۔ اور نوفل علاتی بھائی ۔ اس کی والدہ کا نام واقدہ بنت عمرو مازنیہ تھا ۔

بنی ہاشم اور بنی مطلب ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی رہے ۔ ان کے اکثر افراد سابقین اولین میں ہیں ۔ اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے اکثر افراد مخالف رہے ۔ ان کے اکثر افراد کفر پر جمے رہے ۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ۔ اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو عطا فرمایا ۔ اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہیں دیا ۔

شئی واحد ۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ہی سے ہمارے ساتھ اس طرح رہے گویا ہم اور وہ ایک ہیں ۔

بَابُ مَنْ لَّمْ یُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ وَمَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا فَلَہٗ سَلَبُہٗ مِنْ غَیْرِ الْخُمُسِ وَحُکْمُ الْاِمَامِ فِیْہِ ۔ ص ۴۴۴

دشمن کے بدن پر جو سامان ہو اس میں خمس نہیں جو کسی کو قتل کرے تو اس کا سامان قاتل کے لئے ہے اس میں خمس نہیں اور امیر لشکر کو دخل نہیں ۔

توضیح باب ۔ سَلَبٌ ۔ مَسْلُوْبٌ ۔ کے معنی میں ہے یعنی چھینا ہوا ۔ یہاں مراد یہ ہے ۔ کہ لڑائی میں اپنے

ع مناقب باب قریش ص ۴۹۷ ثانی المغازی باب غزوۂ خیبر ص ۶۰۷

مقابل سے اس کا وہ سامان چھینا ہو جو اس کے بدن پر یا لڑائی کے وقت اس کے ساتھ ہو جیسے ہتھیار، کپڑا، جانور۔ ہمارے یہاں مقتول کا سامان بھی کل مال غنیمت میں داخل ہوگا مگر یہ کہ امیر لشکر اعلان کر دے کہ جو جسے قتل کرے مقتول کا سامان اس کا ہے جیسا کہ غزوہ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا تھا جس کے مطابق حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس مقتولین کا سامان ملا۔

۱۶۸۷ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتّٰى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلٰى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ أَلَا إِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي عَنْهُ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفِهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ

حدیث حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ میرے دونوں جانب انصار کے دو کمسن بچے تھے۔ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش کہ میں ان سے زیادہ طاقت ور کے درمیان ہوتا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے دبایا اور پوچھا اے چچا! آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ اب میں نے پوچھا۔ تجھے اس کی کیا حاجت ہے۔ اے بھتیجے؟ اس نے کہا مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں اسے دیکھ لوں گا تو اس سے اس وقت تک جدا نہ ہوں گا جب تک وہ نہ مر جائے۔ جس کی موت ہم میں پہلے ہے۔ میں نے اس پر تعجب کیا۔ اب دوسرے نے مجھے دبایا اور وہی بات کہی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان تیزی سے آ جا رہا ہے۔ میں نے ان دونوں بچوں سے کہا۔ دیکھو یہ وہ ہے جس کے بارے میں تم نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاہُ فَقَالَ اَیُّکُمَا قَتَلَہٗ قَالَ کُلُّ

مجھ سے پوچھا تھا۔ یہ سنتے ہی دونوں اپنی تلواروں کے ساتھ اس پر جھپٹے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ

وَاحِدٍ مِّنْھُمَا اَنَا قَتَلْتُہٗ فَقَالَ ھَلْ مَسَحْتُمَا سَیْفَکُمَا قَالَ لَا فَنَظَرَ فِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو بتایا۔ دریافت فرمایا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا

السَّیْفَیْنِ فَقَالَ کِلَاکُمَا قَتَلَہٗ سَلَبُہٗ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ

میں نے اسے قتل کیا ہے۔ دریافت فرمایا۔ کیا اپنی تلوار پونچھ چکے ہو دونوں نے عرض کیا نہیں۔ اب حضور نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ

وَکَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ عہ

فرمائیں اور ارشاد فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا۔ مگر اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا۔ یہ دونوں بچے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔

۱۶۸۷ تشریحات اَضْلَع ۔ یہ ضَلِیعٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی طاقتور کے ہیں۔ جس کی پسلیاں لمبی اور ... ط ہوں۔ ایسا انسان قوی ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر بھی ہوتا ہے۔ اور ایک روایت اَضلع بھی ہے۔ ضلاعۃ ۔ بمعنی قوت کا اسم تفضیل۔ یہاں غُلامان۔ ہے اور مغازی میں فتیان۔ ہے۔ یعنی جوان نوعمر۔ جہاد میں پندرہ سال سے کم عمر بچے نہیں لئے جاتے تھے۔ اس لئے اتنا تو طے ہے کہ ان دونوں کی عمریں پندرہ سال ضرور رہی ہوں گی۔ لڑائی میں دائیں بائیں کا مضبوط ہونا بہت ضروری ہے۔ دست بدست دشمن سے مقابلے کے وقت حاضر دماغی اور دشمن پر تیز نظر رکھنی ضروری ہوتی ہے۔ اس موقع پر آدمی اپنے ارد گرد سے غافل ہوتا ہے۔ کوئی بھی پیچھے یا دائیں بائیں سے حملہ کر سکتا ہے۔

مغازی میں یہ ہے۔ فَشَدَّا عَلَیْہِ مِثْلَ الصَّقْرَیْنِ حَتّٰی ضَرَبَاہُ وَھُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ ۔
وہ دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے یہاں تک کہ اسے مار لیا۔ یہ دونوں عفراء کے صاحبزادے تھے۔

وکانا ۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔ مغازی میں نام نہیں صرف یہ ہے کہ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ معاذ بن عفراء کے والد کا نام حارث ہے۔ اور معاذ بن عمرو کی ماں کا نام عفراء نہیں۔ لیکن ارباب سیر نے عام طور پر یہی لکھا ہے۔ کہ ابوجہل کے قاتل معوذ اور معاذ عفراء کے صاحبزادگان ہیں معاذ نے ابوجہل کی ٹانگ پر اس زور کی تلوار ماری کہ اس کی پنڈلی کٹ کر الگ ہوگئی۔ عکرمہ ابوجہل کے لڑکے نے ان کے شانے پر تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ کر الگ ہوگیا صرف چمڑا باقی رہا۔ اس کے باوجود انھوں نے عکرمہ کو دوڑایا مگر وہ بھاگ گئے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لگا کر چپکا دیا۔ فوراً درست ہوگیا۔ اس کے بعد مدت تک زندہ رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عہ ثانی مغازی۔ غزوہ بدر باب ص۵۶۸ مسلم۔ مغازی۔

زمانے میں فوت ہوئے[1] معوذ بدر میں شہید ہوئے۔

سلبہ لمعاذ ۔ اس پر تمام روایتیں متفق ہیں کہ ابو جہل کا سلب معاذ کو دیا۔ اس لئے کہ پہلا حملہ انھوں نے کیا تھا۔ اور اسے مار کر گرا دیا تھا۔ معوذ نے ان کے بعد اس پر حملہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواریں منگا کر یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھی تھی کہ خون کا نشان ان میں کس پر زیادہ چوڑا ہے جس سے پتہ چلے کہ گہرا زخم کس تلوار سے لگا ہے۔ شراح نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا۔ لیکن جب دونوں نے اس پر حملہ کیا دونوں نے زخمی کیا۔ تو یہ صحیح ہے کہ دونوں نے قتل کیا۔

فرعون امت ۔ ابو جہل کا نام عمرو بن ہشام ہے یہ بنی مخزوم کا سردار تھا۔ جنگ بدر میں یہی سپہ سالار تھا۔ عہد جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو جہل رکھی وہ اسی سے جانا جاتا ہے۔ اسے اس امت کا فرعون بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا۔ کہ یہ بنی اسرائیل کے فرعون سے بدتر ہے وہ جب ڈوبنے لگا تو اس کا سارا غرور خاک میں مل گیا اور مرتے مرتے کہہ گیا۔

آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا إِسْرَائِيْلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ یونس ۹۱ — میں ایمان لایا کہ سوائے اس کے اور کوئی معبود برحق نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں ہوں۔

مگر غرغرہ کی حالت میں ایمان معتبر نہیں اس لئے رد کر دیا گیا۔

آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ مِنْ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ — اب ؟ اور اس کے پہلے فساد مچانے والوں میں تھا۔

اقول وھو المستعان ۔ اس سے ہٹ کر یوں غور کریں کہ یہ دین سارے دینوں سے بہتر اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل۔ فرعون مصر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو شہید کرنے اور ان کے دین کو ختم کرنے کے لئے نکلا تھا۔ اور یہ لعین سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور ان کے دین کو نیست و نابود کرنے آیا۔ اس لئے اس کا جرم فرعون مصر سے بڑھا ہوا ہے۔ اور یہ فرعون مصر سے بدرجہا بدتر ہے۔ جس طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ بدر کے شہداء اس کے مجاہدین سارے عالم کے شہداء و مجاہدین سے افضل ہیں۔ اس کے بالمقابل بدر کے مقتولین کفار سارے جہاں کے مقتول کافر سے بدتر ہیں۔ فلیحرر۔

مسئلہ مہمہ ۔ اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معوذ اور معاذ دونوں سے فرمایا۔ کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا پھر ابو جہل کا سلب صرف معاذ کو دیا۔ یہ دلیل ہے۔ کہ محض قتل کر دینے سے قاتل مقتول کے سامان کا مستحق نہیں ہوتا۔ وہ منجملہ اموال غنیمت میں شامل ہے البتہ امیر لشکر کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو اس کے کسی اہم کارنامے پر دیدے۔ قاتل ہو یا کوئی اور۔ البتہ اگر امیر لشکر اعلان کر دے کہ جو کسی کو قتل کرے تو مقتول کا سامان اس کا۔

---

[1] مدارج ثانی ص ۸۵

تو قاتل مستحق ہوگا جیسا کہ غزوۂ حنین میں ہوا۔
بعض علماء نے فرمایا کہ لڑائی کے وقت مذکورہ بالا اعلان مکروہ ہے۔ اس میں اندیشہ ہے کہ لوگوں کی نیتوں میں فتور پیدا ہوجائے۔ اخلاص کے بجائے طمع پیدا ہوجائے۔ یا طمع کی آمیزش ہوجائے مگر ہمارے یہاں کوئی کراہت نہیں۔ اس لئے کہ ادنی سی کراہت ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ اعلان نہ فرماتے۔ اخلاص کے ساتھ امید نفع مذموم نہیں۔ ارشاد ہے۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ۔ جمعہ — اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں فضل سے مراد مال ہے۔ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں یہ عرض گذر چکی۔ لا غنی عن فضلك۔ تیرے فضل سے استغناء نہیں۔

قال محمد ۔ یہ تعریض ہے۔ بزار میں اس حدیث کی سند میں، یوسف اور صالح کے درمیان عبدالواحد بن عون مذکور ہیں۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یوسف نے صالح سے نہیں سنا ہے اس تقدیر پر یہ حدیث منقطع ہوجائیگی۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یوسف بن ماجشون نے، صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے حدیث سنی ہے۔ اسی طرح ابراہیم نے اپنے والد ماجد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ بزار کی سند کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یوسف نے براہ راست صالح سے بھی سنی ہو اور بلا واسطہ عبدالواحد بن عون سے بھی۔ چونکہ پہلی سند عالی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اسی کو لیا۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ ص۴۴۶

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤلفۃ القلوب وغیرہ کو خمس سے دیا کرتے تھے۔

۱۶۸۸ — عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّفِيَ

یا رسول اللہ! جاہلیت کے زمانے کا مجھ پر ایک دن کا اعتکاف ہے۔ انھیں حکم دیا کہ اسے پورا

بِهٖ قَالَ وَاَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ

کرلیں۔ اور حضرت عمر کو حنین کے قیدیوں میں سے دو لونڈیاں ملی تھیں۔ جنھیں انھوں نے مکے کے

بُيُوْتِ مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ

کسی گھر میں رکھا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کے قیدیوں پر احسان فرما کر

حُنَيْنٍ فَجَعَلُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللهِ أُنْظُرْ مَا

چھوڑ دیا۔ وہ گلیوں میں دوڑنے لگے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اے عبد اللہ دیکھو

هٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ

یہ کیا ہے۔ انھوں نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیدیوں پر

قَالَ اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُولُ اللهِ

احسان فرما کر انھیں چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا۔ جا اور ان لونڈیوں کو چھوڑ دے۔ اور نافع نے کہا۔ کہ رسول اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلَى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔ اور حضور نے وہاں سے عمرہ کیا ہوتا تو عبد اللہ

عَبْدِ اللهِ۔

پر پوشیدہ نہ رہتا۔

۱۶۸۸ تشریح صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، جعرانہ، سے عمرہ کیا تھا۔ مگر چونکہ رات میں چند خصوصی خدام کو لے کر خفیہ خفیہ گئے تھے۔ اس لئے اکثر صحابہ کرام کے علم میں نہ آسکا انھیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

یہ اصل میں تین حدیثیں ہیں۔ اول اعتکاف والی۔ دوم حنین کے قیدیوں والی یہ دونوں مرسل ہیں۔ اس لئے کہ نافع نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ مگر امام بخاری نے اعتکاف[1] میں پہلی حدیث کو بطریق عبید بن اسماعیل عن نافع عن ابن عمر موصولا روایت کیا ہے۔ البتہ وہاں۔ فی المسجد الحرام۔ زائد ہے۔

دوسری حدیث یعنی۔ اصاب عمر جاریتین۔ یہ بھی مرسل ہے۔ دار قطنی نے کہا۔ کہ اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے ایوب سے روایت کیا۔ کچھ لوگوں نے موصولا روایت کیا۔ اور کچھ لوگوں نے مرسلا۔

تیسری حدیث جعرانہ سے عمرے، والی بھی مرسل ہے۔ مگر امام مسلم نے اسے موصولا روایت کیا ہے۔ جس کی سند میں اوپر یہ ہے۔

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عُمْرَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ فَقَالَ لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا وَزَادَ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ۔

[1] جلد اول ص ۲۷۴

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جعرانہ سے عمرہ کرنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا۔ کہ وہاں سے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔

جریر بن حازم نے عن ایوب عن نافع عن ابن عمر جو روایت کی اس میں من الخمس۔ زائد ہے۔

یعنی۔ اصاب عمر جاریتین والی حدیث جریر بن حازم نے ایوب ہی سے جو روایت کی وہ مرسل نہیں متصل ہے۔ اور اس میں یہ زائد ہے کہ یہ لونڈیاں خمس سے ملی تھیں۔

وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْم۔

اور معمر نے نذر والی حدیث ایوب ہی سے عن نافع عن ابن عمر روایت کیا۔ البتہ اس میں ایک دن کا ذکر نہیں۔

نذر والی حدیث معمر نے ایوب ہی سے موصولا روایت کیا ہے۔ البتہ اس میں صرف اعتکاف کی منت کا ذکر ہے۔ یوم یعنی ایک دن مذکور نہیں۔ لم یقل یوم۔ میں یوم کا فتحہ بھی درست ہے کیونکہ یہ لم یقل کا مفعول بہ ہے۔ اور کسرہ بھی صحیح ہے۔ بطور حکایت۔

۸۹ ۱۶ ثَنَا الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انصار کے کچھ لوگوں نے

اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہا۔ جب اللہ عز وجل نے اپنے رسول صلی اللہ

حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوازن کے اموال عطا فرمائے جو عطا فرمائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ فَطَفِقَ يُعْطِي رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ

قریش کے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر انصار کے کچھ لوگوں نے کہا۔ اللہ عز وجل

فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخش دے قریش وغیرہ کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز

وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فرما رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں (ابھی) ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں۔ ان کی یہ گفتگو رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائی گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو بلوایا اور سب کو چمڑے

فِیْ قُبَّۃٍ مِنْ آدَمٍ وَلَمْ یَدْعُ مَعَھُمْ اَحَدًا غَیْرَھُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا

کے گول خیمے میں جمع فرمایا۔ انصار کے علاوہ اور کسی کو نہیں آنے دیا۔ جب انصار کرام جمع ہو گئے

جَاءَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا کَانَ حَدِیْثٌ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انصار سے دریافت فرمایا۔

بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ قَالَ لَہٗ فُقَھَاءُ ھُمْ اَمَّا ذَوُوْا رَأْیِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یَقُوْلُوْا

یہ کیسی بات ہے جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچی ہے اس پر ان کے دانشمند حضرات نے عرض کیا۔

شَیْئًا وَاَمَّا اُنَاسٌ مِنَّا حَدِیْثَۃٌ اَسْنَانُھُمْ فَقَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ

یارسول اللہ! ہمارے سمجھ دار لوگوں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ ہاں کچھ نوعمر لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ عزوجل

یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَیَتْرُکُ الْاَنْصَارَ وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِھِمْ فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخش دے۔ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرماتے ہیں۔ حالانکہ ہماری

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُعْطِیْ رِجَالًا حَدِیْثٌ

تلواریں (ابھی تک) ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عَھْدُھُمْ بِکُفْرٍ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْا

میں نئے نئے مسلمان ہونے والوں کو عطا فرماتا ہوں۔ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ لوگ مال لے کر جائیں

اِلٰی رِحَالِکُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ مَا

اور تم لوگ اپنے گھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ بخدا جنھیں تم ساتھ لے کر اپنے گھر

تَنْقَلِبُوْنَ بِہٖ خَیْرٌ مِمَّا یَنْقَلِبُوْنَ بِہٖ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ رَضِیْنَا

واپس ہو گے وہ بہتر ہیں اس سے جسے لے کر وہ لوگ واپس ہوں گے۔ انصار نے عرض کیا۔ درست

فَقَالَ لَھُمْ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُثْرَۃً شَدِیْدَۃً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی

فرماتے ہیں۔ یارسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ پھر فرمایا تم لوگ میرے بعد سخت امتیازی سلوک دیکھو گے مگر صبر کرنا

تَلْقَوُا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ عَلَی الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ عہ

یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے حوض پر ملاقات کرو۔ حضرت انس نے فرمایا۔ ہم (انصار) صبر نہ کر سکے۔

عہ ثانی مغازی باب غزوہ طائف

۱۶۸۹ تشریحات اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے مندرجہ ذیل افراد کو سو سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔ ابوسفیان صخر بن حرب ان کے دونوں صاحبزادگان یزید، معاویہ، حکیم بن حزام۔ حارث بن حارث کلدہ، حارث بن ہشام، سہل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزی، علاء بن حارثہ ثقفی، عیینہ بن حصن، صفوان بن امیہ، اقرع بن حابس، مالک بن عوف نصری۔ ان کے علاوہ کسی کو پچاس کسی کو چالیس چالیس اونٹ عطا فرمائے۔ نقد اس کے علاوہ عطا فرمائے۔ جلد اول[1] میں گذرا کہ حضرت ابوسفیان اور ان کے صاحبزادے یزید بن ابوسفیان کو سو سو اونٹ کے علاوہ چالیس چالیس اوقیے چاندی عطا فرمائی تھی۔ چالیس اوقیے چاندی کے لگ بھگ چار سو روپئے بھر چاندی ہوتی ہے۔ اس روپئے سے مراد چاندی کا روپیہ ہے جو انگریزی عہد میں سوا گیارہ ماشہ کا ہوتا تھا۔

فقالوا۔ ظاہر بین نظروں میں داد و دہش محبت کی دلیل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو اس فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا اور انصار کرام کو نہیں دیا۔ سچا محب جب محبوب کو دوسروں پر زیادہ مہربان دیکھتا ہے تو جذبہ رشک کے تحت رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور جو کمزور اعصاب کے ہوتے ہیں وہ کچھ کہہ دیتے ہیں۔ انصار کے نوجوانوں کا یہ قول اسی کے تحت تھا۔

فحدث۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی۔ فقہاء۔ فقیہ۔ کی جمع ہے۔ اس کے معنی سمجھدار کے ہیں۔ فقہ یفقہ سے یہاں اصطلاحی معنی مراد نہیں۔

۱۶۹۰ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔

عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ بُرْدٌ

حضور موٹے کنارے کی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ کہ ایک اعرابی نے چادر پکڑ

نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَذَبَهٗ جَذْبَةً شَدِیْدَةً

لیا اور بہت زور سے کھینچا اتنا کہ چادر کے کنارے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونڈھے پر

حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

نشان پڑ گیا جسے میں نے دیکھا۔ چادر کھینچنے کے بعد اعرابی نے کہا۔ اس مال سے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا

اَثَّرَتْ بِهٖ حَاشِیَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِیْ مِنْ

ہے مجھے دیئے جانے کا حکم دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور

[1] ص ۲۲۰

مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْ عِنْدَکَ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَضَحِکَ ثُمَّ اَمَرَ لَہٗ بِعَطَاءٍ ؎ عہ

مسکرائے۔ پھر اسے کچھ دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔

تشریحات ۱۶۹۰

برد نجرانی۔ ایک قسم کی خاص چادر جو نجران میں تیار ہوئی تھی۔ عاتق۔ کندھے اور گردن کا درمیانی حصہ مونڈھا۔ عرب کے دیہاتی کے الھڑپن اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حلم وکرم کی یہ اعلی مثال ہے۔

۱۶۹۱ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔ جب حنین کا معرکہ سر ہوگیا تو

کَانَ یَوْمُ حُنَیْنٍ آثَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنَاسًا فِی الْقِسْمَۃِ

نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دینے میں ترجیح دی۔ اقرع بن حابس کو سو اونٹ

اَعْطَی الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَۃً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطٰی عُیَیْنَۃَ مِثْلَ ذٰلِکَ

اور عیینہ کو اسی قدر عطا فرمایا۔ عرب کے ممتاز افراد کو دیا۔ اور انھیں ترجیح دی۔ اس پر ایک شخص

وَاَعْطٰی اُنَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَھُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَۃِ قَالَ

نے کہا۔ اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا۔ یا اس نے یہ کہا۔ اس میں رضائے الہی مقصود نہیں۔

رَجُلٌ وَاللّٰہِ اِنَّ ھٰذِہٖ لَقِسْمَۃٌ مَّا عُدِلَ فِیْھَا اَوْ مَا اُرِیْدَ فِیْھَا وَجْہُ

یہ سن کر میں نے جی میں کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ضرور خبر کروں گا۔ میں خدمت اقدس میں

اللّٰہِ فَقُلْتُ وَاللّٰہِ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُہٗ

حاضر ہوا اور عرض کردیا۔ فرمایا کون ہے؟ جو انصاف کرے جب کہ اللہ اور اس

فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ رَحِمَ اللّٰہُ

کے رسول انصاف نہ کریں۔ اللہ عز وجل موسی پر رحم فرمائے انھیں اس سے زیادہ

مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ ھٰذَا فَصَبَرَ عہ

ایذا دی گئی پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔

عہ ثانی اللباس باب البرود والحبر ص ۸۶۴ الادب بالتبسم والضحک ص ۸۹۹ مسلم الزکوۃ، ابن ماجہ اللباس۔
عہ الانبیاء باب ص ۴۸۳ ثانی المغازی باب غزوۃ الطائف ص ۶۲۱ دو طریقے سے الادب باب من اخبر صاحبہ بما یقال فیہ ص ۸۹۵ باب الصبر علی الاذی ص ۹۰۱ الاستیذان باب حفظ السر ص ۹۳۱ الدعوات باب قول اللہ تعالی وصل علیہ ص ۹۳۸ مسلم زکوۃ

تشریحات ۱۶۹۶

اقرع بن حابس۔ فتح مکہ کے موقع پر مولفۃ القلوب میں تھے۔ فتح مکہ اور طائف وحنین کے معرکوں میں ہم رکاب سعادت رہے۔ یہ عرب کے رؤساء میں شمار ہوتے تھے۔ بنی تمیم کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت پہنچے تھے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیلولہ فرما رہے تھے۔ اقرع بن حابس نے باہر ہی سے آواز دی یا محمد! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو انہوں نے کہا۔ میں کسی کی تعریف کروں تو اس کے لئے زینت ہے اور میں کسی کی برائی کروں تو اس کے لئے عیب ہے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شان صرف اللہ کی ہے۔

بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے۔ عہد خلافت کی معرکہ آرائیوں میں پیش پیش رہے یمامہ، عراق، یرموک کے معرکے میں شریک رہے۔ یرموک ہی میں اپنے دس صاحبزادوں کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور ایک روایت کے بموجب بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ خراسان کے ایک معرکے میں جوزجان میں شہید ہوئے۔

عیینہ بن حصین ۔ عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر فزاری۔ ان کا نام حذیفہ تھا۔ ایک بار ان کے سر میں زخم لگا۔ جس کی وجہ سے آنکھ متاثر ہو گئی۔ اور ڈھیلے ابھر آئے اس لئے عیینہ نام پڑ گیا۔ یہ بھی مولفۃ قلوب میں سے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو کر طلیحہ بن خویلد کے ساتھ ہو لیا تھا۔ پھر اسلام قبول کر لیا۔ ان میں دیہاتیوں کی طرح کچھ الھڑپن تھا۔ بے تکی باتیں کر دیا کرتے تھے۔

اصابہ[1] میں مذکور ہے کہ ان کے باپ حصین بن حذیفہ کو کرز بن عامر عقیلی نے نیزہ مار دیا تھا۔ زخم ناقابل برداشت ہو گیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا وہ دس تھے۔ کہ میں جس حال میں ہوں اس سے موت بہتر ہے۔ تم میں سے کون میری بات مانے گا۔ دسوں نے کہا ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے۔ اس نے سب سے بڑے لڑکے سے کہا کہ میری تلوار لے کر میرے سینے پر رکھ کر بھونک دے کہ پیٹھ سے باہر نکل جائے۔ اس نے کہا۔ ابا کیا کوئی بیٹا اپنے باپ کو قتل کر سکتا ہے۔ اس نے ہر ایک سے یہی کہا۔ سب نے انکار کر دیا۔ مگر عیینہ نے کہا۔ اے ابا! آپ جو حکم دے رہے ہیں۔ اس کی تعمیل میں نہ مجھے راحت ہے نہ اس کی خواہش ہے مگر آپ جو حکم دیں گے اس کو بجالاؤں گا۔ بتائیے کیا کروں۔ حصین نے کہا تلوار پھینک دے میں امتحان لے رہا تھا کہ تم میں کون میرا سب سے زیادہ اطاعت شعار ہے۔ جو میری زندگی میں میرا سب سے زیادہ فرمانبردار ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی ہوگا۔ جاتو میری اولاد اور قبیلے کا سردار ہے۔ اور بنی بدر کو جمع کر کے سب کو بتا دیا۔ حصین کے مرنے کے بعد عیینہ پورے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اور باپ کے قصاص میں کرز کو قتل کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] جلد ثالث ص۵۵

کے عہد خلافت تک باحیات رہے۔

فقال رجل ۔ اس بدزبان کا نام معتب بن قشیر تھا، یہ بدباطن منافق، انصار کرام کے مشہور قبیلے بنی عمرو بن عوف کا فرد تھا۔ اس گستاخ کو قتل نہیں فرمایا۔ غالباً اس بنا پر کہ مخالفین یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ لو اب اپنے اصحاب کو قتل کرنے لگے جیسا کہ اسی وجہ سے یہی معاملہ تمام منافقین کے ساتھ کیا۔

۱۶۹۲ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں زبیر کی اس زمین سے

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ

جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاگیر دی تھی۔ گٹھلی اپنے سر پر لاد کر لاتی۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِي هِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ وَقَالَ

یہ زمین مدینے سے دو تہائی فرسنگ یعنی دو میل تھی۔ اور بطریق ابو ضمرہ عن ہشام

أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عن ابیہ جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبیر کو

أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ أَرْضًا مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ عـه

بنی نضیر کے اموال سے کچھ زمین جاگیر دی تھی۔

تشریحات ۱۶۹۲ کتاب النکاح میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میرے والد نے میری شادی زبیر سے کر دی۔ زمین میں ان کے لئے نہ مال تھا نہ غلام اور نہ اور کچھ سوائے آب کش اونٹ اور گھوڑے کے۔ میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی پانی بھر کر لاتی ان کی ڈول سیتی آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی بنانا نہیں جانتی تھی میری کچھ انصار پڑوسی عورتیں روٹی پکا دیتیں۔ یہ بہت سچی عورتیں تھیں۔ اور میں زبیر کی اس زمین سے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں عطا فرمایا تھا۔ اپنے سر پر لاد کر کھجور کی گٹھلی لاتی تھی۔ وہ زمین میرے گھر سے دو تہائی فرسنگ دو میل کی دوری پر تھی۔ ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلی لادے آرہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی اور حضور کے ساتھ انصار بھی تھے۔ حضور نے مجھے بلایا اور اونٹنی کو بٹھانے کے لئے اخ اخ کہا تاکہ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں۔ مجھے شرم آئی کہ مردوں کے ساتھ چلوں۔ مجھے زبیر اور ان کی غیرت یاد آ گئی۔ اور وہ سب سے زیادہ غیرت مند تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاڑ لیا کہ میں شرما رہی ہوں تو تشریف لے گئے۔ اب میں زبیر کے پاس آئی اور میں نے سارا

عـه ثانی النکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶ مسلم نکاح، استیذان، نسائی عشرۃ النساء۔ ـلـه جلد ثالث ص۵۵

قصہ بیان کیا۔ تو انھوں نے کہا۔ بخدا تیری گٹھلی ڈھونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہونے زیادہ مجھ پر سخت ہے۔ اس کے بعد ابوبکر نے ایک خادم بھیج دیا۔ جس نے گھوڑے کی خدمت سے مجھے چھٹی دے دی گویا انھوں نے مجھے آزاد کر دیا۔ مسلم میں ہے کہ یہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو عطا فرمایا کہ اسماء کو دیدو۔

وقال ابوضمرۃ۔ اس تعلیق سے امام بخاری دو باتوں کا افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ اول یہ کہ پہلی روایت ابواسامہ کی ہے۔ جس کی سند متصل ہے۔ مگر ابوضمرہ کی مرسل اس لئے کہ عروہ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لقا نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبیر کو بنی نضیر کی اراضی میں سے عطا فرمایا تھا۔ ابواسامہ کی روایت میں اس زمین کی تفصیل نہیں۔ جو حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی۔ اور ابوضمرہ کی روایت میں تعیین ہے۔ کہ بنی نضیر کی اراضی میں سے ان کو عطا فرمایا تھا۔ اسی سے اس حدیث کی باب سے مطابقت ہے۔ کیونکہ باب میں، مولفۃ قلوب وغیرہم من الخمس ونحوہ۔ ہے۔ حضرت زبیر مولفۃ قلوب میں نہ تھے اور نہ اموال بنی نضیر مال غنیمت تھا کہ اس میں سے خمس نکالا جاتا۔ یہ فی تھا۔ جو خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے معزز ترین صحابی کی بیٹی تھیں۔ جو دنیوی حیثیت سے بھی رئیس تھیں۔ مگر پھر بھی اپنے شوہر کے گھوڑے اور اونٹ تک کی خدمت کرتی تھیں۔ حتی کہ اونٹ کی خوراک کے لئے دو میل سے گٹھلی ڈھو کر لاتیں اسے کوٹتیں اور اونٹ کو کھلاتیں۔ گھوڑے کی دیکھ بھال آسان نہیں وہ خود فرماتی ہیں کہ مجھ پر گھوڑے کی دیکھ بھال بہت دشوار تھی۔ مگر وہ بخوشی یہ سب کام انجام دیتیں۔ یہ دیکھ کر ان کے شوہر جہاد اور اسلام کی نشر و اشاعت اور دوسرے کاموں میں مشغول ہیں انھیں ان کی دیکھ بھال کی فرصت نہیں۔ اس سے خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ ص ۴۴۶ — لڑائی کی سرزمین میں جو کھانا پائے

۱۶۹۴ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ ؏

حدیث: حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ کسی نے ایک کپی پھینکی جس میں چربی تھی۔ میں اسے لینے کے لئے تیزی سے بڑھا۔ کنکھی سے دیکھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے۔ میں شرما گیا۔

؏ ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۶ الذبائح والصید باب ذبائح اہل الکتاب ص۸۲۸ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد۔ نسائی ذبائح۔

تشریحات ۱۶۹۳ لڑائی کے وقت یا لڑائی کے بعد دار الحرب میں دشمن کا جو کھانا ملے اسے مجاہد امیر لشکر کی اجازت کے بغیر بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ اسی طرح جو لباس، ہتھیار، جانور ملے اسے استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ لڑائی ختم ہونے کے بعد واپس کرنا ضروری ہے۔ اہل خیبر یہودی تھے۔ یہودیوں کے یہاں چربی کھانا حرام ہے۔ اسلام میں جائز ہے۔ یہودی اہل کتاب ہیں۔ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

۱۶۹۴ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنَّا نُصِیْبُ فِیْ مَغَازِیْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَاْکُلُہٗ وَلَا نَرْفَعُہٗ۔

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہم غزوات میں شہد اور انگور پاتے تھے تو کھا لیتے تھے۔ اٹھا کر رکھتے نہیں تھے۔

۱۶۹۵ ثنا الشَّیْبَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰی یَقُوْلُ اَصَابَتْنَا مَجَاعَۃٌ لَیَالِیَ خَیْبَرَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ وَقَعْنَا فِی الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ فَانْتَحَرْنَاھَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُوْرُ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْفِئُوا الْقُدُوْرَ وَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَیْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَقُلْنَا اِنَّمَا نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّھَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ آخَرُوْنَ حَرَّمَھَا اَلْبَتَّۃَ وَسَاَلْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ فَقَالَ حَرَّمَھَا اَلْبَتَّۃَ عہ

حدیث حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خیبر کی راتوں میں ہم کو سخت بھوک لگی۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو ہم نے دیسی گدھوں کو ذبح کر ڈالا۔ جب ہانڈیاں اُبلنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا۔ ہانڈیوں کو الٹ دو اور گدھوں میں سے کچھ مت کھاؤ۔ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کہا۔ ہم نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے اس لئے منع کیا کہ ان کا خمس نہیں نکالا گیا ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ قطعی طور پر حرام فرمایا۔ سلیمان بن ابو سلیمان شیبانی نے کہا۔ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا تو فرمایا۔ قطعی حرام فرما دیا۔

تشریحات ۱۶۹۵ دیسی گدھوں کو خیبر کے موقع پر حرام فرمایا۔ اور بالکلیہ حرام فرمایا۔ البتہ حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا یہ خیال تھا کہ چونکہ ان میں سے خمس نہیں نکالا تھا۔ اس لئے انھیں کھانے سے منع فرمایا۔ اس کی پوری بحث کتاب الذبائح میں آئے گی۔

عہ ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۶ الصید والذبائح۔ باب لحوم الحمر الانسیۃ ص۸۳۰ مسلم ذبائح۔ نسائی صید۔ ابن ماجہ الصید۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ۔ توبہ - ۲۹

ذمیوں سے جزیہ لینا اور حربیوں سے صلح کرنا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ان سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام فرمایا ان کو حرام نہیں مانتے اور جو دین حق کو قبول نہیں کرتے اہل کتاب میں سے جب تک ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں۔

يَعْنِيْ الْأَذِلَّاءَ وَالْمَسْكَنَةُ مَصْدَرُ الْمِسْكِيْنِ أَسْكَنُ مِنْ فُلَانٍ أَحْوَجُ مِنْهُ وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَى السُّكُوْنِ۔ وَمَا جَاءَ فِيْ أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ۔

یعنی ذلیل ہو کر۔ اور مسکنۃ مسکین کا مصدر ہے۔ کہتے ہیں۔ اسکن من فلان یعنی فلاں سے زیادہ محتاج ہے۔ امام بخاری اس طرف نہیں گئے کہ یہ سکون سے بنا ہے۔ یہود و نصاریٰ مجوس اور عجمیوں سے جزیہ لینے کے بارے میں جو کچھ وارد ہے۔

توضیح باب جزیہ جو کافر سلطنت اسلام میں رعایا بن کر رہنا چاہیں ان کی جان و مال کی حفاظت کے عوض جو مال لیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ اور جس سے لیا جاتا ہے اسے ذمی یا اہل الذمہ کہتے ہیں۔ مرتدین اور عرب کے مشرکین کے علاوہ ہر کافر کو ذمی بنانا جائز ہے۔

مستامن وہ کفار ہیں جو دار الحرب کے باشندے ہوں اور سلطنت اسلامی میں سلطان اسلام سے قانون کے مطابق مدت معینہ تک رہنے کی اجازت لے کر آئے ہوں۔

حربی۔ وہ کافر ہیں جو دار الحرب میں رہتے ہوں۔ یا دار الاسلام میں ہوں تو نہ عقد امن کر کے ہوں نہ عقد ذمہ۔ مثلاً دار دار الاسلام ہے مگر وہاں حکومت کافروں کی ہے جیسے موجودہ ہندوستان یا مسلمانوں کی ہے مگر کافر عقد ذمہ و امن کے بغیر رہتے ہیں۔ جیسے پاکستان اور بنگلہ دیش کے کفار۔

امام بخاری نے صاغرون کی تفسیر اَذِلَّاءَ سے کی۔ اس سے مراد یہی ہے۔ کہ ذمی غلام یا نوکر کے ہاتھ جزیہ نہ بھیجیں بلکہ حاکم اسلام کے اجلاس میں خود حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں میں رکھ کر کھڑے ہو کر جیسے نذریں پیش کی جاتی ہیں پیش کریں۔ ذمی کا ہاتھ نیچے ہو وصول کرنے والا اوپر سے اٹھالے۔

وما جاء فی اخذ الجزیۃ۔ یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ مجوس سے لینا حدیث سے اور دوسرے عجمی کافروں سے لینے کا جواز قیاس سے ہے۔ عرب کے مشرکین کے لئے جزیہ نہیں۔ انھیں بہر حال اسلام قبول کرنا ہے ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔

المسکنۃ۔ یہود کے بارے میں ایک آیت میں ارشاد ہے۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ۔ بقرہ ۶۱

ان پر ذلت اور محتاجی مقرر کر دی گئی ہے۔ اس میں لفظ مسکنۃ آیا ہے۔ جو صاغرون کے معنی کے مناسب ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس کی تفسیر کر دی۔

مسکنۃ۔ مسکین کا مصدر ہے۔ بولا جاتا ہے اسکن من فلان یعنی وہ فلاں سے زیادہ محتاج ہے۔ ولم یذھب الی السکون۔ کے قائل بخاری کے راوی فربری ہیں۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ مذہب یہ نہیں کہ اسکن من فلان۔ سکون سے بنا ہے۔ بلکہ یہ مسکنۃ سے بنا ہے فیہ مافیہ۔

۵۷۲ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ نَجِيحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِينَارٌ قَالَ جُعِلَ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ۔

ت ابن نجیح نے کہا۔ میں نے امام مجاہد سے دریافت کیا۔ کیا بات ہے اہل شام پر چار دینار جزیہ ہے۔ اور اہل یمن پر ایک دینار۔ تو انھوں نے بتایا کہ یہ وسعت کی وجہ سے ہے۔

تشریحات ۵۷۲ یعنی اہل شام بہ نسبت اہل یمن کے زیادہ خوش حال ہیں۔ اس لئے ان پر زیادہ ہے اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔

۱۶۹۶ سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعَمْرِو بْنِ أَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِينَ عَامَ حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ

حدیث عمرو بن دینار نے کہا میں جابر بن زید اور عمرو بن اوس کے پاس بیٹھا تھا کہ بجالہ نے یہ حدیث بیان کی۔ ۷۰ھ میں جس سال مصعب بن عمیر نے اہل بصرہ کے ساتھ حج کیا تھا۔ زم زم کی سیڑھیوں کے پاس۔ بجالہ نے کہا میں احنف کے چچا جزی بن معاویہ کا منشی تھا۔ ہمارے پاس حضرت عمر بن خطاب کا فرمان ان کی وفات کے ایک سال پہلے آیا۔ مجوس کے ہر ذو محرم کو الگ الگ رکھو۔ حضرت عمر مجوس سے جزیہ

190

الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
نہیں لیتے تھے ۔ جب تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے یہ گواہی نہ دی کہ رسول اللہ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ ۔ عہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا ۔

تشریحات ۱۶۹۶

بجالہ نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے نہیں بیان کی ہے ۔ بلکہ جابر بن زید اور عمرو بن اوس سے بیان کی ہے ۔ مگر یہ وہاں موجود تھے انھوں نے بھی سنی ۔ اس طرح تحمل حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور جمہور کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اسے حدثنا کے صیغے سے بیان کرے البتہ امام نسائی اور چند بزرگ اسے جائز نہیں جانتے ۔ یہ قانی نے کہا ۔ یوں روایت کرے ۔ کہ میں نے فلاں سے سنا ۔

جزی ۔ یہ دو طرح مروی ہے ۔ ایک جزء ۔ دوسرے جزئ ۔

احنف ۔ ان کا نام ضحاک یا صخر تھا ۔ عہد رسالت ہی میں ایمان سے مشرف ہوئے ۔ مگر زیارت نہیں کر پائے اجلۂ تابعین میں سے ہیں بہت زیرک سمجھدار عقلمند تھے ۔ بصرہ کے باشندے تھے ۔ مگر ۶۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا ۔ حضرت مصعب بن زبیر ان کے جنازے میں پیدل چل کے شریک ہوئے ۔

فرقوا ۔ مجوس کے محارم اگر غلام اور لونڈی بنائے جائیں تو ان کو الگ الگ رکھنے کا حکم اس مصلحت کے پیش نظر تھا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں ۔ اندر کے راز باہر نہ کر دیں ۔

لم یکن اخذ الجزیۃ ۔ چونکہ قرآن مجید میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے ۔ اس لئے مجوس کے بارے میں حضرت عمر نے تردد کیا مگر جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا تو تردد جاتا رہا ۔

امام شافعی اور امام عبد الرزاق وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ۔ مجوس پر ایک آسمانی کتاب نازل ہوئی تھی ۔ ان کے ایک بادشاہ نے شراب پی کر اپنی بہن کے ساتھ زنا کر لیا ۔ جب صبح ہوئی تو لالچی لوگوں کو بلا کر خوب مال دیا ۔ اور کہا حضرت آدم اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے کرتے تھے ۔ اگر میں نے ایسا کر لیا تو کیا حرج ہے ۔ ان خوشامدیوں نے اسے تسلیم کر لیا ۔ اس کی نحوست کی وجہ سے وہ کتاب اٹھالی گئی اور ان کے ذہنوں سے محو ہو گئی ۔ اس روایت کا حاصل یہ نکلا کہ جب تک ان کے پاس کتاب تھی وہ اہل کتاب تھے ۔ جب کتاب اٹھالی گئی تو اہل کتاب نہ رہے ۔

لم یکن اخذ الجزیۃ ۔ یہ حصہ حضرت عمر کے منشور میں تھا یا نہیں ۔ زیر بحث ہے ۔ مگر ترمذی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ بھی اس منشور کا حصہ ہے ۔

عہ ابوداؤد ۔ الخراج ۔ ترمذی نسائی ۔ سیر ۔ لہ اول ۔ سیر باب ما جاء فی اخذ الجزیۃ من المجوس ص ۱۹۲

۱۶۹۷ ثنی عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمۃ انہ اخبرہ ان

حدیث حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ عمرو بن عوف انصاری نے

عمرو بن عوف الانصاری وھو حلیف لبنی عامر بن لوی وکان شھد

اور یہ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے۔ اور بدر میں شریک تھے۔ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

بدرا اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعث ابا

تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو بحرین وہاں کا جزیہ لینے کے لئے بھیجا۔ اور

عبیدۃ بن الجراح الی البحرین یاتی بجزیتھا وکان رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی کو

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو صالح اھل البحرین وامر علیھم

حاکم بنا دیا تھا حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر مدینہ طیبہ واپس آئے۔ انصار

العلاء بن الحضرمی فقدم ابو عبیدۃ بمال من البحرین فسمعت

نے ان کی بحرین سے واپسی کو سنا۔ تو سب انصار کرام نے صبح کی نماز نبی صلی اللہ تعالیٰ

الانصار بقدوم ابی عبیدۃ فوافت صلوٰۃ الصبح مع النبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ حضور نماز پڑھا کر جب فارغ ہوئے اور ان کی طرف رخ انور

تعالیٰ علیہ وسلم فلما صلی بھم الفجر انصرف فتعرضوا لہ فتبسم

کیا تو انصار سامنے حاضر ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ملاحظہ فرما کر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین راٰھم وقال اظنکم

مسکرا پڑے اور فرمایا۔ میرا گمان ہے کہ تم لوگوں نے یہ سن لیا ہے۔ کہ ابو عبیدہ کچھ

قد سمعتم ان ابا عبیدۃ قد جاء بشیئ قالوا اجل یا رسول اللہ

لے کر آئے ہیں۔ انصار نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا۔ تمہیں بشارت ہو تم لوگ خوش کرنے

قال فابشروا واملوا ما یسرکم فواللہ للفقر اخشی علیکم ولکن

والی باتوں کی امید رکھو۔ بخدا تم پر تنگدستی کا اندیشہ نہیں، ہاں اس کا اندیشہ ہے۔ کہ دنیا تمہارے لئے

اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسط علی من کان قبلکم

کشادہ کر دی جائے گی۔ جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر کی گئی تھی۔ پھر تم لوگ اسے دوسروں سے زیادہ حاصل

فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ؏
کرنے کی رغبت کروگے اور دنیا تم کو تباہ کردے گی جیسے پہلے والوں کو تباہ کردیا۔

تشریحات ۱۶۹۷ عمرو بن عوف انصاری۔ یہ مہاجر بھی ہیں۔ ہوسکتا ہے۔ یہ اصل میں اوس یا خزرج سے ہوں۔ پھر مکہ جاکر سکونت اختیار کرلی ہو اور بنی عامر بن لؤی کی کسی شاخ کے حلیف بن گئے ہوں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کی تھی۔ اس لئے مہاجر بھی ہوئے۔

صالح اهل البحرين۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ کہ جعرانہ کے غنائم تقسیم کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا تھا۔ کہ وہاں کے حاکم کو اسلام کی دعوت دیں وہ مشرف باسلام ہوگیا۔ اور وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ یہ اکثر مجوسی تھے۔ اسی بنا پر یہ حدیث اس باب کے ضمن میں مذکور ہے۔ حضرت ابو عبیدہ پہلی بار جزیے کی رقم لانے گئے تھے۔ یہ رقم ایک لاکھ تھی۔ بارگاہ رسالت میں جزیے کی یہ پہلی رقم تھی۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ اس میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلچسپ واقعہ ہے۔

حدیث ۱۶۹۸
عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِي اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ
جبیر بن حیہ نے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے بڑے شہروں میں مشرکین
يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِيْ مَغَازِيَّ
سے لڑنے کے لئے لوگوں کو بھیجا تو ہرمزان مسلمان ہوگیا۔ حضرت عمر نے اس سے فرمایا۔ میں اپنی ان لڑائیوں میں
هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ
تم سے مشورہ چاہتا ہوں۔ اس نے عرض کیا۔ بہتر ہے۔ ان شہروں اور ان شہروں کے ان باشندوں کی مثال جو
مَثَلُ طَائِرٍ لَهٗ رَاْسٌ وَلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَاِنْ كُسِرَ اَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ
مسلمانوں کے دشمن ہیں پرندے کی ہے۔ جسکے سر اور دو بازو اور دو پاؤں ہوتے ہیں۔ اگر دونوں بازوؤں میں سے ایک
نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّاْسُ وَاِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْاٰخَرُ نَهَضَتِ
توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا۔ اور اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو دونوں
الرِّجْلَانِ وَالرَّاْسُ وَاِنْ شُدِخَ الرَّاْسُ ذَهَبَ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ
پاؤں اور سر کھڑے رہیں گے۔ اور اگر سر کچل دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو اور سر سب ختم ہو جائینگے۔ سر کسریٰ ہے

؏ ثانی مغازی باب صفحہ ۵۷۲۔ الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا صفحہ ۹۵۰ مسلم زہد ترمذی قیامہ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد صفحہ ۱۳۷

وَالرَّاسُ فَالرَّاسُ كِسْرٰى وَالْجِنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجِنَاحُ الْآخَرُ فَارِسُ فَمُرِ

اور ایک بازو قیصر اور دوسرا بازو فارس ہے۔ آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ کسریٰ پر دھاوا بولیں۔

الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا إِلٰى كِسْرٰى وَقَالَ بَكْرٌ وَزِيَادٌ جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ

بکر اور زیاد دونوں نے جبیر بن حیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت عمر نے ہمیں

بْنِ حَيَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰى

جہاد کے لئے بلایا۔ اور ہم پر نعمان بن مقرن کو امیر بنایا۔ یہاں تک کہ ہم جب دشمن کی زمین میں

إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ الْعَدُوِّ وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرٰى فِيْ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا فَقَامَ

پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ترجمان نے کہا کہ مجھ سے تمہارا

تَرْجُمَانٌ لَهٗ فَقَالَ لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَلْ عَمَّ

کوئی آدمی بات کرے تو مغیرہ نے کہا۔ جو تیرا جی چاہے پوچھ! اس نے کہا تم لوگ

شِئْتَ قَالَ مَا أَنْتُمْ فَقَالَ نَحْنُ نَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ

کون ہو؟ حضرت مغیرہ نے فرمایا۔ ہم لوگ عرب ہیں۔ ہم بڑی بدبختی اور سخت مصیبت

وَبَلَاءٍ شَدِيْدٍ نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ

میں تھے۔ بھوک کے مارے چمڑا اور کھجور کی گٹھلیاں چوسا کرتے تھے۔ چمڑے اور بال

وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ

کا لباس پہنتے تھے۔ اور درخت اور پتھر پوجتے تھے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں

الْأَرَضِيْنَ إِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ أَنْفُسِنَا نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهٗ فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ

کے پروردگار نے ہمیں میں سے ایک رسول کو بھیجا۔ جن کے ماں باپ کو ہم پہچانتے ہیں۔

رَبِّنَا أَنْ نُّقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ وَ

ہمارے نبی ہمارے رب کے رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم سے لڑیں یہاں تک کہ تم صرف

أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا أَنَّهٗ مَنْ

ایک اللہ کی عبادت کرو۔ یا جزیہ دو۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے رب کا یہ

قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ

پیغام ہمیں پہنچایا ہے۔ کہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ جنت کی ایسی نعمت میں جائے گا جس کے مثل کبھی دیکھا

رِقَابَكُمْ فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَّمَا أَشْهَدَكَ اللَّهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

نہیں گیا ہے۔ اور جو ہم میں سے زندہ رہے گا وہ تمہارا مالک ہوگا۔ حضرت مغیرہ نے اصرار کیا کہ اب فوراً جنگ شروع کردی

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْدِمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ وَلٰكِنِّي شَهِدْتُ الْقِتَالَ

جائے، تو اس پر نعمان نے کہا تم کو اللہ نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوے میں شرکت کی سعادت عطا

مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا كَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ

فرمائی ہے۔ جسمیں اللہ نے تم کو نہ تو نادم بنایا نہ رسوا۔ ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رکاب سعادت میں

فِي أَوَّلِ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتَّى تَهُبَّ الْأَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ ۔

لڑائی میں بہت شریک ہوا ہوں۔ حضور جب شروع دن میں لڑائی نہیں کرتے تو انتظار فرماتے۔ یہاں تک کہ ہوائیں چلیں اور نمازوں کا وقت آجائے

تشریحات ۱۶۹۸

ھرمزان۔ معرکہ قادسیہ میں شریک تھا۔ جب مسلمان فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ ہرمزان نے یزدجرد سے کہا۔ اگر مجھے اہواز اور فارس کی حکومت دیدیجائے تو میں عرب کے سیلاب کو روک دوں گا۔ یزدجرد نے فوراً پروانہ حکومت لکھ کر دے دیا۔ ایران کے صوبہ خوزستان میں مرکزی مقام تستر تھا۔ یہیں شاہی محلات اور فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ ہرمزان نے تستر پہنچ کر اس کے قلعہ کی مرمت کروائی، برجیاں بنوائیں۔ خندق کھدوایا۔ ہر طرف نقیب اور ہرکارے دوڑائے۔ اور چند دن میں ایک بہت بڑی فوج اکٹھا کر لی۔ دربار خلافت میں جب اس کی اطلاع پہنچی تو حضرت فاروق اعظم نے بصرے کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تستر کا محاصرہ کیا شہر کے ایک باشندے نے ایک دن آکر ایک نالے کا پتہ بتایا۔ جس کے ذریعہ شہر میں پانی جاتا تھا رات میں دو جانباز اس نالے کے ذریعہ شہر میں گھسے اور شہر پناہ کے محافظین کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابو موسیٰ پورا لشکر لے کر دروازے پر کھڑے تھے۔ فوراً بلا تاخیر اندر پہنچ گئے۔ سخت مقابلہ کے بعد اہل تستر ہمت ہار بیٹھے۔ اور انھیں بری طرح شکست ہوئی۔ ہرمزان بھاگ کر قلعے میں گھس گیا اور ایک برج پر کھڑا ہو گیا اور کہا۔ میرے ترکش میں سو تیر ہیں۔ اور جب تک اتنے ہی آدمی میرے تیر کے نشانے نہیں بنیں گے میں تمہارے ہاتھ نہیں آسکتا ہاں مجھے امان دو اور زندہ گرفتار کر کے اپنے خلیفہ کے پاس لے چلنے کا وعدہ کرو کہ وہ جو چاہیں میرے بارے میں فیصلہ کریں۔ تو اپنے کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اسے قبول کر لیا۔ اس نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ اسے قید کر کے مدینہ طیبہ حضرت عمر کی خدمت میں مع خمس کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر حاضر ہوئے۔ دربار خلافت میں حاضر ہو کر اس نے پانی مانگا جب پانی دے دیا گیا تو اس نے برتن زمین پر رکھدیا اور حضرت عمر سے عرض کیا۔ وعدہ کیجئے کہ جب تک

میں پانی نہیں پی لوں گا قتل نہیں کیا جاؤں گا۔ حضرت عمر نے وعدہ فرمالیا۔ اس نے پانی گرادیا۔ حضرت عمر اس کی ذہانت پر حیران رہ گئے مگر زبان دے چکے تھے اس لئے اس کی پابندی فرمائی۔ اب اس نے بخوشی اسلام قبول کرلیا۔ اور کہا یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ میں نے جان بچانے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ جنگ رات میں شروع ہوئی اور دن چڑھنے تک جاری رہی۔ جس کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوگئی جس پر حضرت انس افسوس ظاہر کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر نے اسے اپنا مقرب بنالیا اور فارس کی مہمات میں اس سے مشورہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے فیروز ابولولو کے ساتھ خفیہ بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے حضرت عمر کی شہادت میں اس کے بھی ملوث ہونے کا شبہ کیا۔ جس پر مشتعل ہوکر عبید بن عمر نے اسے قتل کرڈالا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کی بارگاہ میں سب سے پہلے یہ سنگین مقدمہ پیش ہوا۔ صحابہ کرام میں اختلاف ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ عبید کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ اس نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا ہے۔ کچھ حضرات نے فرمایا۔ یہ عجیب سانحہ ہوگا۔ چند دن پہلے اس کے باپ شہید کئے گئے اور اب ان کا بیٹا قتل ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان نے بڑی دانشمندی سے ہرمزان کے وارثین کو دیت پر راضی کرکے انھیں اپنی جیب خاص سے دیت ادا فرمادی۔

فی مغازی ھذہ۔ اس وقت تک ایران کا بیشتر حصہ فتح ہوچکا تھا۔ فارس اصفہان، آذربائیجان باقی تھے۔ ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ مشورے کی نوعیت کیا تھی۔ یہ مذکور نہیں۔ مگر ظاہر ہے۔ یہ بھی دریافت فرمایا ہوگا کہ کس پر پہلے حملہ کیا جائے۔ پھر کس پر، پھر کس پر، ان بلاد کے حالات معلوم کئے ہونگے اور یہ کہ کتنی فوج اور کس قسم کی بھیجی جائے۔

فالرأس کسریٰ۔ ہرمزان نے کسریٰ شاہ ایران کو سر کہا۔ اور قیصر کو بازو۔ یہ اس نے اپنی ایرانی عصبیت کی بنا پر کہا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قیصر شاہ روم اس سے زیادہ قوی اور بڑا تھا۔ اس کی حدود سلطنت بھی بڑی تھی۔ اور قوت بھی۔ چند سال پہلے اس نے کسریٰ کے کس بل نکال دیئے تھے۔

بہرحال اس نے کسریٰ کو سر اور قیصر کو ایک بازو اور فارس کو دوسرا بازو بتایا مگر پاؤں نہیں بتایا۔ شراح کا خیال ہے کہ ایک پاؤں سے مراد ہندوستان ہے اور دوسرے سے فرنگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

النعمان بن مقرن۔ اخیر میں شاہ ایران یزدجرد نے اپنی رہی سہی قوت سمیٹ کر نہاوند میں ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کرلی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی اس تیاری کا علم ہوا تو آپ نے بھی کوفہ بصرہ کے والیوں کے نام فرمان جاری کیا کہ سب اپنی اپنی فوجیں لے کر نہاوند میں جمع ہوجائیں۔ سپہ سالار اعظم نعمان بن مقرن ہوں گے۔ اس معرکے میں حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام صاحب السر حذیفہ بن یمان حضرت ابن عمر جیسے اجلہ صحابہ اور اشعث بن قیس عمرو بن معدی کرب جیسے ماہرین جنگ

شریک تھے۔ بخاری میں یہ ہے کہ ایرانی چالیس ہزار تھے۔ مگر علامہ عینی نے ڈیڑھ لاکھ بتایا ہے۔ اس وقت ایرانی اور مسلمان دونوں نہاوند میں اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع تھے۔ بہت زور کے معرکے رہے اخیر میں حضرت نعمان بن مقرن کو فتح کے قریب ایک تیر آکر پہلو میں لگا جس کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی جگہ سپہ سالار ہوئے۔ بالآخر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ یزدجرد کی فوج بری طرح شکست کھا کر بھاگی ان کی قوت ختم ہو گئی پھر اس کے بعد ایرانیوں کو ہمت نہ ہوئی کہ کہیں جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے یہ فیصلہ کن معرکہ ۱۷ھ یا ۱۹ھ یا ۲۱ھ میں ہوا تھا۔ اس معرکے کے بعد یزدجرد چین بھاگ گیا۔

ربما اشہدک ۔ یعنی آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں بارہا جہاد کا موقع ملا ہے۔ جس میں آپ کو نہ ندامت ہوئی نہ رسوائی۔ میں بھی یہ سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر دن کے ابتدائی اوقات میں لڑائی نہیں شروع کرتے تو انتظار کرتے۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔ اور نمازوں کا وقت آجائے۔

قصہ یہ ہوا کہ دشمن تیر پر تیر برسائے جا رہے تھے۔ جس سے مسلمانوں کا نقصان ہو رہا تھا۔ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا۔ کہ فوج بے کار ہوئی جا رہی ہے۔ حملے کا حکم دیجئے۔ اس پر حضرت نعمان بن مقرن نے وہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کبھی دن نکلتے ہی جنگ شروع فرما دیتے۔ کبھی زوال کے وقت کا انتظار فرماتے۔ غالباً یہ موقعہ جنگ کے اعتبار سے تھا۔ مثلاً کہیں دشمن پچھم میں ہوتے تو دن نکلتے ہی حملہ فرما دیتے۔ اس میں یہ فائدہ تھا کہ سورج دشمن کے منہ کے مقابل ہوگا اور اس سے ان کو چکا چوند لگے گی۔ اور جہاں دشمن پورب ہوتے تو لطائف الحیل سے جنگ کو ٹالتے رہتے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو حملہ فرما دیتے۔ اب سورج دشمن کے مقابل ہوگا۔

اس کا بھی امکان ہے کہ نماز کے اوقات کی برکت سے فتح و نصرت ملنے کی توقع میں ایسا کرتے تھے۔ ہواؤں سے مراد ہوائیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں بعض موسم میں بعد زوال ہوائیں چلا کرتی ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد فتح و ظفر کی ہوائیں ہوں۔

بَابُ الْوَصَاةِ بِاَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ وَالْاِلُّ الْقَرَابَةُ ۔ ص ۴۴۸

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد کے پورے کرنے کی وصیت۔ ذمہ کے معنی عہد ہے۔ اور ال کے معنی قرابت ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۔ توبہ (۱۰) تمہارے معاملے میں نہ رشتے کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔

باب میں ذمہ کا لفظ تھا۔ اس کے ساتھ قرآن مجید میں اِلّا بھی تھا دونوں کی تفسیر فرما دی۔

۱۶۹۹ ثنا ابو جمرۃ قال سمعت جویریۃ بن قدامۃ التمیمی قال

حدیث جویریہ بن قدامہ نے کہا۔ ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ

سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلنا اوصنا یا امیر

اے امیر المومنین ہمیں وصیت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے کی تم کو وصیت کرتا

المؤمنین قال اوصیکم بذمۃ اللہ فانہ ذمۃ نبیکم ورزق عیالکم۔

ہوں۔ اس لئے کہ وہ تمہارے نبی کا عہد ہے۔ اور تمہارے عیال کا رزق ہے۔

باب اثم من قتل معاھدا بغیر جرم ص۴۴۸ کسی ذمی کو بغیر جرم قتل کرنے کا گناہ۔

۱۷۰۰ ثنا مجاھد عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم قال من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کسی ذمی کو کسی گناہ کے بغیر قتل کیا وہ جنت کی خوشبو

وان ریحھا لتوجد من مسیرۃ اربعین عاما عہ

نہیں سونگھے گا اور اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔

تشریحات ۱۷۰۰ کسی ذمی کا بغیر جرم قتل کفر نہیں۔ اس لئے جنت کی خوشبو نہ سونگھنے سے مراد یہ ہے کہ جہنم میں داخل ہوئے بغیر نہیں سونگھے گا۔ اربعین عاما۔ بطور مبالغہ ہے ورنہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں سبعین عاما اور موطا میں خمس مائۃ عام ہے۔

باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب ص۴۴۹ یہود کو جزیرہ عرب سے نکالنا۔

۱۷۰۱ ثنا سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم مسجد میں حاضر تھے۔ کہ نبی صلی اللہ

عنہ قال بینما نحن فی المسجد خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ یہود کے پاس چلو یہاں تک کہ بیت المدراس

عہ ثانی الدیات۔ باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم ص۱۰۲۱ ابن ماجہ دیات

لہ اول الدیات باب من یقتل نفسا معاھدا ۱۔ ص۱۶۸۔ ۲ہ عمدۃ القاری خامس عشر ص۸۹

فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰی یَهُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اِذَا جِئْنَا بَیْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ

پہنچے تو فرمایا۔ اے یہودیو! اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ اور جان لو کہ زمین اللہ

اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ

اور اس کے رسول کی ہے میں نے تم کو اس زمین سے جلا وطن کرنے کا ارادہ

اُجْلِیَکُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ یَّجِدُ مِنْکُمْ بِمَالِهٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْهُ وَاِلَّا

کر لیا ہے۔ تم اپنے مال کا کچھ عوض پاؤ تو اسے بیچ دو ورنہ جان لو۔ زمین

فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ عـه

اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

تشریحات ۱۷۰۱ اکراہ اور اعتصام کی روایتوں میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ اسلموا تسلموا۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا۔ اے ابوالقاسم آپ نے اسلام کی دعوت ہم تک پہنچا دی۔ یہ واقعہ ان یہودیوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جو بنی قینقاع، بنی نضیر کے جلا وطن اور بنی قریظہ کے استیصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شریک تھے۔ اور وہ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ آئے ہیں۔ اور ان تینوں قبائل کا قصہ خیبر سے پہلے ہو چکا تھا۔ بیت المدراس یہودیوں کی تعلیم گاہ کا نام تھا۔

بَابُ اِذَا غَدَرَ الْمُشْرِکُوْنَ بِالْمُسْلِمِیْنَ هَلْ یُعْفٰی عَنْهُمْ ص ۴۴۹

مشرکین جب مسلمانوں کے ساتھ غداری کریں تو کیا انھیں معاف کر دیا جائے گا۔

۱۷۰۲ ثَنِیْ سَعِیْدُ نِ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو نبی صلی اللہ

قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ اُهْدِیَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری پیش کی گئی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

شَاةٌ فِیْهَا سَمٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا اِلَیَّ

وسلم نے فرمایا۔ یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو اکٹھا کرو۔ سب کو اکٹھا کیا گیا۔

عـه ثانی الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والهون علی الکفر ص ۱۰۲۷۔ الاعتصام باب قول اللہ لیس لک من الامر شیء ص ۱۰۹۱ مسلم مغازی ابوداؤد الخراج نسائی سیر۔

مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ يَهُوْدَ فَجُمِعُوْا لَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَهَلْ

حضور نے ان سے فرمایا۔ میں تم سے کچھ پوچھنے والا ہوں ۔ کیا تم لوگ سچ سچ بتادوگے

اَنْتُمْ صَادِقِیَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

انھوں نے عرض کیا ۔ ضرور ۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ تمہارے

وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا

باپ کون ہیں ؟ انھوں نے کہا ۔ فلاں ۔ فرمایا ۔ تم جھوٹ بولتے ہو ۔ تمہارے باپ فلاں ہیں ۔

صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِیَّ عَنْ شَیْءٍ اِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا

انھوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا ۔ اب میں تم سے کچھ اور پوچھوں گا کیا سچ سچ بتاؤگے ۔ انھوں نے عرض

نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كِذْبَنَا كَمَا عَرَفْتَهٗ فِیْ اَبِیْنَا

کیا ضرور اے ابوالقاسم ! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارے جھوٹ کو جان لیں گے جیسے

فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِیْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِیْهَا

ہمارے باپ کے بارے میں جان لیا ۔ تو حضور نے ان سے فرمایا کون جہنمی ہے ؟ انھوں نے عرض کیا ۔ ہم جہنم میں

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ

تھوڑی دیر رہیں گے ۔ پھر آپ لوگ اس میں ہماری جگہ لیں گے ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ۔ اس میں

فِیْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ صَادِقِیَّ عَنْ شَیْءٍ اِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ

دھتکارے ہوئے رہو گے ۔ بخدا ہم اس میں کبھی بھی نہیں جائیں گے ۔ فرمایا ۔ اگر میں اس کے بعد کوئی اور بات

فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا

پوچھوں تو سچ سچ بتاؤگے انھوں نے عرض کیا ضرور اے ابوالقاسم ! پوچھا کیا تم نے اس بکری میں زہر

فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰی ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا

ملایا تھا ۔ انھوں نے اقرار کیا ۔ دریافت فرمایا کس بنا پر ۔ انھوں نے عرض کیا ۔ ہم نے سوچا اگر آپ جھوٹے

نَسْتَرِيْحُ مِنْكَ وَاِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ ؏ہ

ہیں تو ہم آپ سے راحت پا جائیں گے ۔ اور اگر نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا ۔

؏ہ ثانی المغازی باب الشاۃ التی سمت ص۶۱۰ الطب باب ما یذکر فی سم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۸۵۹
نسائی تفسیر —

تشریحات ۱۷۰۲ مسلم میں ہے کہ ایک یہودی عورت زہر آلود بکری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی۔ حضور نے اس سے کچھ تناول فرمایا۔ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور نے اس سے مواخذہ فرمایا۔ تو اس نے کہا۔ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ فرمایا اللہ تجھے مجھ پر قابو نہیں دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اسے مار ڈالیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلق کے کوے میں پہچانتا تھا۔

اس عورت کا نام زینب بنت حارث تھا۔ اس نے وجہ میں یہ بھی کہا۔ آپ نے میرے باپ میرے شوہر میرے چچا میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ اس کے باپ کا نام حارث، چچا کا نام یسار اور بھائی کا نام زبیر اور شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ یہ مرحب کی بہن تھی۔ مسلم کے حوالے سے گذرا کہ اس کو قتل نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ مگر اس بکری سے حضرت بشر بن برار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ کھالیا تھا وہ غالباً تین دن کے بعد وفات پا گئے۔ تو ان کے قصاص میں قتل کرا دیا۔ ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ زینب نے پوچھا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ تو فرمایا۔ اسی دست نے۔ حضور نے زہر کے اثر کو ختم کرنے کے لئے کاندھے پر سینگی لگوائی تھی۔

فیھا یسیرا۔ یعنی صرف چالیس دن جتنے دنوں ہمارے اسلاف نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً۔ بقرہ (۸۰) — ہمیں گنتی کے چند دن آگ چھوئے گی۔

بَابٌ اِذَا قَالُوْا صَبَأْنَا وَلَمْ یُحْسِنُوْا اَسْلَمْنَا ص۴۲۵ — لڑائی کے وقت جب کافر صبأنا کہیں اور اسلمنا کہنا ان سے بن نہ پڑے۔

توضیح باب مقصود یہ ہے کہ کسی طرح اسلام ظاہر کر دیں۔ کافی ہے۔ صبأ۔ کے معنی دین بدلنا ہے مشرکین عرب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صابی کہتے تھے۔ اس بنا پر کہ انھوں نے قریش کا دین چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ کی۔ اس لئے ان کے صبأنا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام قبول کر لیا۔

امام بخاری نے پہلے فتح مکہ کی طویل حدیث کا ایک ٹکڑا نقل فرمایا۔ قصہ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا تھا۔ کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں۔ اسلام کی دعوت سن کر ان لوگوں نے اسلمنا کہنے کے بجائے صبأنا صبأنا کہنا شروع کیا۔ اس کے باوجود حضرت سیف اللہ نے انھیں قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے

---

[1] ثانی دیات۔ باب فیمن سقی رجلا سما ص۲۶۴

توحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے برأت ظاہر کرتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام کے اظہار کے لئے خاص مسلمانوں میں رائج لفظ ضروری نہیں۔ ہر قوم اپنی زبان میں جس طرح قبول اسلام کا اظہار کرے کافی ہے۔

۵۷۳ وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِذَا قَالَ مَتَرْسْ فَقَدْ آمَنَہٗ

ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کسی مسلمان نے کسی کافر سے یہ کہہ دیا

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ الْاَلْسِنَۃَ کُلَّھَا۔

مترس (مت ڈر) تو اس نے اس کو امان دے دیا۔

۵۷۳ تشریحات اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے بطریق ابو وائل سند متصل کے ساتھ اس تفصیل سے روایت کیا ہے۔ ہم فارس کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا منشور پہنچا۔ جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو یہ نہ کہو کہ اللہ کے حکم پر اترآؤ۔ کیوں کہ وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ اللہ کا حکم کیا ہے۔ یہ کہو ہمارے فیصلے پر اترآؤ۔ اور جب ایک مسلمان کسی کافر کے مقابلے پر ہو اور مسلمان یہ کہہ دے لا تخف مت ڈر تو اس نے امان دے دی اور جب یہ کہا۔ مترس۔ تو امان دے دی۔ اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ موطا میں یحیٰ بن یحیٰ اندلسی کی روایت میں مطرس یعنی تا کی جگہ طا ہے۔ غیر اہل زبان سے اس قسم کا رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔

وَقَالَ تَکَلَّمْ لَا بَاْسَ۔ ہرمزان کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جب دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت فاروق اعظم اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ چپ تھا۔ کچھ بولتا ہی نہیں تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ بولو۔ تو اس نے کہا۔ زندہ کی بات کروں یا مردہ کی۔ فرمایا بات کر تیرے لئے کوئی حرج نہیں۔ اب اس نے پورا قصہ سنایا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اسے قتل کرنا چاہا۔ تو اس نے عرض کیا۔ آپ کو اب اس کا حق نہیں رہا۔ آپ فرما چکے ہیں بات کر تجھ پر کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کوئی گواہ ہے۔ تو حضرت زبیر نے گواہی دی۔ اب اسے چھوڑ دیا وہ مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت عمر نے اس کا وظیفہ مقرر فرمادیا۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

بَابٌ ھَلْ یُعْفٰی عَنِ الذِّمِّیِّ اِذَا سَحَرَ ص۴۵۰ کیا ذمی جادو کردے تو اسے معاف کردیا جائے۔

۵۷۴ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ سُئِلَ اَعَلٰی مَنْ سَحَرَ

ت یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب سے دریافت کیا گیا اگر ذمی جادو کرے تو اسے

مِنْ اَھْلِ الْعَھْدِ قَتْلٌ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ فرمایا۔ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ۔

پر جادو کیا گیا۔ حضور نے اسے قتل نہیں کیا۔ وہ اہل کتاب سے تھا۔

۱۷۰۴ ثنا هشام ثني أبي عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ

تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا۔ اس کا اثر یہ تھا کہ حضور خیال فرماتے کہ فلاں کام

صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ۔ عہ

کر چکا ہوں حالانکہ کئے ہوئے نہیں ہوتے۔

۱۷۰۴ تشریحات

یہ دوسرے ابواب میں مفصل اس طرح ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور خیال فرماتے کہ یہ کام کر چکا ہوں حالانکہ اسے کیا نہیں ہوتا۔ ازواج مطہرات کے پاس آنا چاہتے مگر آ نہیں سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن بار بار دعا فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اے عائشہ بیشک اللہ عزوجل نے مجھے بتا دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفا ہے۔

خواب میں دو صاحب آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا دوسرا پائینتانے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کہا۔ ان کی بیماری کیا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا۔ ان پر جادو کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا کس نے کیا ہے۔ اس نے بتایا۔ بنی زریق کا لبید بن اعصم یہودی پوچھا۔ کس چیز میں۔ اس نے بتایا کنگھی میں اور کنگھی کرنے سے جو بال ٹوٹتے ہیں اور روئی کے گالے میں جو تر کھجور کے شگوفے کے خول میں ہے۔ پوچھا کہاں ہے یہ۔ اس نے بتایا بیر زروان میں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ اور واپس ہوئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا۔ اس کنوئیں کا پانی سرخ رنگ ایسا ہے جیسے وہ پانی جس میں مہندی بھگوئی گئی ہو۔ اور اس کی شاخیں ایسی ہیں جیسے شیطان کے سر۔ ام المؤمنین نے عرض کیا۔ اسے آپ نے نکلوایا۔ فرمایا۔ نہیں اللہ نے مجھے شفا دے دی نکالتا تو اندیشہ تھا کہ لوگوں میں سورش پیدا ہو جاتی۔ پھر اس کنوئیں کو پاٹ دیا۔

تفسیر نسفی میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ ایک یہودی غلام حضور کا خادم تھا۔ یہودیوں نے اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کے کچھ بال اور کنگھے کے

عہ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۲ ثانی الطب باب السحر وقول اللہ تعالیٰ ولکن الشیاطین ص ۸۵۸
باب ھل یستخرج السحر۔ باب السحر ص ۸۵۸ الدعوات باب تکریر الدعاء ص ۹۴۵ مسند امام احمد جلد سادس ص ۵۰-۹۶
ادب باب قول اللہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل ص ۸۹۵

چند دانے حاصل کر لئے۔ اور اس میں جادو کر دیا۔ جادو کرنے والا لبید بن اعصم تھا۔ پھر بنی زریق کے ایک کنوئیں میں جس کا نام ذربان یا اروان تھا چھپا دیا۔ اس کے اثر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال منتشر رہنے لگے۔ اور چھ ماہ تک جماع پر قدرت نہ رہی۔ روز بروز دبلے ہوتے جاتے تھے۔ کوئی کام کرنا چاہتے مگر کر نہ پاتے۔ پھر وہ خواب دیکھا جس میں فرشتوں نے بتایا کہ یہ بیر اروان کے اندر چٹان کے نیچے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت زبیر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا۔ ان لوگوں نے اس کے کل پانی کو نکال کر چٹان کے نیچے سے وہ خول نکالی۔ اس میں کچھ بال اور کنگھی کے دندانے اور ایک پتلا ... تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں۔ جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معوذتین پڑھتے جاتے اور گرہ کھلتی جاتی۔ گرہیں کھلنے کے بعد حضور بالکل ٹھیک ہو گئے۔ اور روایتوں میں ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پتلا بھی تھا۔ سوئیاں اسی میں چبھوئی ہوئی تھیں۔ جب اس پتلے میں سے سوئی نکالی جاتی تو حضور کو تکلیف ہوتی اور فوراً دور ہو جاتی۔ جب کل سوئیاں نکال لی گئیں تو بالکلیہ راحت ہو گئی۔

کتاب الطب کی روایت میں ہے کہ یہ لبید بنی زریق کا حلیف اور منافق تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے یہودی تھا پھر مسلمان بنا اور اندر اندر کافر رہا۔ یہ جادو یہودیوں نے کرایا تھا۔ اس کا معاوضہ تین دینار تھا۔ جس کی قیمت آج کل چار ہزار کے لگ بھگ ہے۔ بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بلا کر پوچھا تو اس نے یہی بتایا کہ پیسے کے لئے کیا تھا۔

کچھ روایتوں میں ہے۔ وہ خول نکلوائی نہیں تھی۔ مگر کتاب الطب میں بطریق سفیان بن عیینہ جو روایت ہے۔ اس میں ہے کہ اسے نکلوایا۔ اور اسی کی مؤید اور بہت سی روایتیں ہیں۔ نسفی میں مذکورہ روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو بھیجا۔ مگر بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ خود تشریف لے گئے ہو سکتا ہے پہلے خود تشریف لے گئے ہوں بعد میں ان لوگوں کو نکالنے کے لئے بھیجا۔ اور یا اس کا برعکس ہو۔ عام روایتوں میں مشاقۃ۔ آیا ہے۔ اس کے معنی وہ روئی ہے جو کاتنے کے لئے لمبی لمبی گول کر لی جاتی ہے۔ غالباً گرہیں اسی میں تھیں۔ جس کو تفسیر نسفی کی روایت میں۔ وتر۔ سے تعبیر کیا۔

بیر ذروان۔ بعض روایتوں میں ذی اروان آیا۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے۔ کنوئیں کا نام ذی اروان ہی ہے۔ کثرت استعمال کی بنا پر تخفیفاً یاء اور الف کو حذف کر کے ذروان کہنے لگے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کچھ روایتوں میں بیر اروان ہے۔

بعض روایتوں میں تحت راعوفۃ۔ آیا ہے۔ راعوفہ۔ اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جو کنوئیں کی مان پر اس لئے رکھ دیا جاتا ہے کہ اس پر پاؤں رکھ کر پانی نکالا جائے۔ اس وقت عرب میں دستور تھا کہ جب اتنا کنواں کھود لیں کہ گیلی مٹی آجائے جس میں پاؤں دھسنے لگے تو ایک پتھر رکھ لیتے اور اس پر بیٹھ کر کنوئیں کو اور

گہرا کرتے۔ پھر اس پتھر کو وہیں چھوڑ دیتے جب کبھی کنوئیں کی صفائی کی حاجت ہوتی تو صفائی کرنے والا اسی پتھر پر بیٹھ کر صاف کرتا۔ اسے بھی راعوفہ کہتے ہیں۔ حدیث میں یہی پتھر مراد ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ ملحدین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول برحق نہیں تھے۔ ورنہ جادو کا اثر نہ ہوتا اور جب کہ اثر ہو گیا اور ان کا وہ حال ہو گیا تھا جو مذکور ہے تو ان کی باتوں کا کیا اعتبار۔

علماء نے فرمایا۔ کہ اس جادو کا اثر صرف اتنا ہی تھا کہ جماع پر قدرت نہیں تھی۔ اور دنیوی کاموں کے بارے میں خیال مذکور ہوتا۔ چھ مہینے تک اس کا اثر رہا۔ مگر اس اثنا دینی باتوں میں کوئی کسی قسم کا خلل نہیں آیا۔ نمازیں وقت پر صحیح صحیح پڑھتے تھے۔ اس میں قرآن مجید صحیح پڑھتے اور دینی احکام کما حقہٗ بیان فرماتے تھے۔ اس لئے ان ایام میں جو بھی دینی باتیں فرمائیں۔ وہ سب حق ہیں۔ رہ گیا اثر تو جس طرح تیر و سنان سے زخم پہنچتا ہے۔ یہ زخم پہنچنا منافی نبوت نہیں اسی طرح جادو کی حیثیت تیر و سنان کی ہے۔ اس سے متاثر ہونا بھی رسالت و نبوت کے منافی نہیں۔

کتاب الطب کی ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین نے عرض کیا۔ افلا تنشرت قال۔ لا۔ آپ نے اس کا جھاڑ پھونک نہیں کرایا۔ فرمایا۔ نہیں۔ اللہ نے مجھے شفا دے دی۔ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ کسی شخص کو برائی پر ابھاروں۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل نے مجھے شفا دیدی۔ جھاڑ پھونک کی ضرورت نہیں۔ اگر میں جھاڑ پھونک کراتا تو اندیشہ تھا ایک یہ کہ کمزور عقیدے کے اور مذبذبین کہتے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ اپنے اوپر سے جادو نہیں اتار سکتے۔ جھاڑ پھونک کرنے والوں کے محتاج ہیں۔ اور اس کا بھی اندیشہ تھا کہ اس سے عام شہرت ہو جاتی کہ فلاں نے مجھ پر جادو کیا ہے۔ لوگ مشتعل ہو کر اسے مار ڈالتے جیسے منافقین کی بدتمیزیوں پر جب مخلصین نے انھیں قتل کرنے کی اجازت مانگی تو یہ فرما کر منع کر دیا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ اب اپنے اصحاب کو قتل کرانے لگے۔ یہی یہاں بھی ہوتا۔

تنشرت کا مادہ نشرۃ۔ ہے۔ اس کے معنی جادو آسیب دور کرنے کا علاج ہے۔ جھاڑ پھونک یا اور کچھ ایسی دعائیں اور ایسے اعمال جن میں کوئی بات شرع کے خلاف نہ ہو۔ جائز ہیں۔ بلکہ اس سے علاج کر باعث اجر۔ حدیث میں ہے۔ من استطاع ان ینفع اخاہ فلینفع۔ جو اپنے بھائی نفع پہنچا سکے پہنچائے۔

بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ وَقَوْلِ ۲۵۰ عہد شکنی سے کتنا ڈرایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس

اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ

ارشاد کا بیان۔ فرمایا اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں قوت دی اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے۔ اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔ اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ

بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ انفال (۶۲) (۶۳)

کر دیتے تو بھی ان کے دل ملا نہیں سکتے تھے ہاں اللہ نے ان کے دلوں کو ملایا۔ بیشک وہ غالب حکمت والا ہے۔

۱۷۰۴ حدیث

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا۔ عہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں غزوہ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور چمڑے کے گول خیمے میں تھے۔ فرمایا۔ قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن لو۔ میرا دنیا سے چلا جانا پھر بیت المقدس کی فتح، پھر موت عام جو تم میں قعاص کی طرح ہوگی پھر افراط زر یہاں تک کہ ایک شخص کو سو دینار دیا جائے گا تو بھی ناخوش رہے گا۔ پھر ایک ایسا فتنہ جو عرب میں ہر گھر میں پہنچے گا۔ پھر تم میں اور رومیوں میں صلح ہوگی مگر وہ عہد شکنی کر کے تم پر حملہ کریں گے۔ اسی جھنڈے لے کر آئیں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔

۱۷۰۴ تشریحات

مُوْتَانٌ۔ میم کے ضمے کے ساتھ اس کے معنی مرگ عام۔ میم کے فتحے کے ساتھ بھی روایت ہے۔ قُعَاص۔ چوپایوں کی ایک بیماری کا نام ہے۔ جس میں ناک سے پانی کے مثل رطوبت نکلتی ہے۔ جس سے چوپایہ مرجاتا ہے۔ ابن فارس نے کہا کہ یہ سینے کی ایک بیماری ہے۔ جس کے اثر سے گردن ٹوٹ جاتی ہے۔ شارح نے لکھا ہے۔ ان قیامت کی چھ علامتوں میں پانچ پائی جا چکی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال۔ بیت المقدس کی فتح۔ مرگ عام جو عمواس کے طاعون میں ہوئی تھی، مال کی کثرت۔ حضرت

عہ ابو داؤد۔ ادب ابن ماجہ فتن۔

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ کہ ایک لونڈی اپنے ہم وزن سونے کے عوض خریدی جاتی۔ اور فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے جو عرب کے گھر گھر پہنچا۔ پانچویں علامت حضرت امام مہدی کے زمانے میں ظاہر ہوگی۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ وَقَوْلِ اللّٰهِ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ اَنْفَال(۶ ۵)

معاہدہ کر کے عہد شکنی کرنے کا گناہ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ کافروں میں سے جو لوگ تم سے عہد کرتے ہیں۔ پھر ہر بار توڑتے ہیں اور وہ اللہ سے ڈرتے نہیں

۱۷۰۵ وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهٗ وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذٰلِكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَيَشُدُّ اللّٰهُ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ۔

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو جزیئے کا ایک دینار اور درہم بھی نہیں ملے گا۔ عرض کیا گیا۔ اے ابو ہریرہ آپ نے یہ رائے کیسے قائم کر لی۔ فرمایا۔ ہاں بخدا ابو ہریرہ کی جان جس ذات کے قبضے میں ہے صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے۔ پوچھا کس ارشاد سے۔ فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ کو توڑا جائے گا۔ تو اللہ ذمیوں کے قلوب مضبوط فرما دے گا اور تو وہ اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہ دیں گے۔

تشریحات ۱۷۰۵ وقال ابو موسیٰ۔ یہ محمد بن مثنی امام بخاری کے شیخ ہیں۔ یہ حدیث تعلیق ہے۔ کہ متصل اس کا فیصلہ اس پر ہے کہ قال کے صیغے سے تحدیث سے سماع ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ خطیب وغیرہ نے کہا۔ کہ جس کی عادت ہو کہ سنی ہوئی حدیث کو قال سے روایت کرتا ہو۔ اس کی سند متصل ہے ورنہ نہیں۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے مستخرج میں بطریق موسیٰ بن عباس عن ابی موسیٰ۔ اس کے مثل روایت کیا ہے۔

باب ص۴۵۱

۱۷۰۶ سَأَلْتُ اَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُوْلُ اِتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ رَأَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُهٗ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِاَمْرٍ يُّقْطِعُنَا اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَّعْرِفُهٗ غَيْرَ اَمْرِنَا هٰذَا ۔ عہ

حدیث سلیمان اعمش نے کہا کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا۔ کیا آپ صفین میں شریک تھے۔ انھوں نے بتایا ہاں میں نے سہل بن حنیف کو (جنگ صفین میں شریک نہ ہونے کا عذر بیان کرتے ہوئے) سنا وہ کہتے تھے یوم ابو جندل (صلح حدیبیہ کے دن مجھے اتنا جوش تھا) کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کو رد کرنے کی استطاعت رکھتا تو رد کر دیتا۔ ہم نے جس پریشان کن معاملے میں اپنے کندھوں پر تلوار رکھی تو ہمیں آسان معلوم ہوا۔ اور اس کا مآل وہ ہوا جو ہم جانتے تھے سوائے اس معاملے کے۔

تشریحات ۱۷۰۶ قصہ یہ ہوا کہ حضرت سہل بن حنیف ان بزرگوں میں تھے جو صفین کے حادثے میں دونوں فریق کو لڑائی سے روکنے کی جد و جہد کرتے رہے۔ لڑائی میں شریک نہ ہونے پر انھیں کچھ لوگوں نے ملامت کی تو فرمایا۔ لڑنے والوں تم اپنی رائے کا قصور سمجھو۔ میں نے بزدلی یا جان بچانے کے لئے اس لڑائی سے پہلوتہی نہیں کی ہے۔ میں تو وہ ہوں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب ابو جندل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر مجھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو رد کرنے کی استطاعت ہوتی تو اسے رد کر دیتا۔ اور مشرکین سے لڑ پڑتا۔ مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح کر چکے تھے۔ اور اسے بہر حال باقی رکھنا چاہتے تھے۔ صلح میں بھلائی ہے۔ تو میں نے بھی اسے منظور کر لیا۔ اسی طرح آج جب ایک فریق صلح کا خواستگار ہے تو اسے منظور کر لینا ہی بہتر ہے۔ یوم جندل سے اس حدیث میں یوم حدیبیہ مراد ہے۔

غیر امرنا ھذا ۔ یعنی ہم جب بھی لڑے تو انجام بخیر ہوا سوائے اس جنگ صفین کے۔ کتاب التفسیر میں اتنا زائد ہے۔ کہ جب اہل شام نیزوں پر مصحف اٹھا کر یہ کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ حکم ہے۔ تو کسی نے یہ آیت تلاوت کی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۔ آل عمران (۲۳) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں اللہ کی کتاب کی جانب بلایا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ تو ان میں سے ایک فریق نے

عہ اس کے بعد متصل ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۶۰۲ التفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۵ الاعتصام باب ذم الرای ص ۱۰۸۶ مسلم مغازی ۔ نسائی تفسیر

نے منہ پھیر لیا۔

یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس میں صلح حدیبیہ کے اس مکالمے کا تذکرہ ہے۔ جو حضرت عمر اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہوا تھا۔ اخیر میں ہے۔ پھر سورہ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شروع سے اخیر تک اس کو پڑھا۔ سن کر حضرت عمر نے عرض کیا۔ کیا یہ فتح ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ صلح حدیبیہ معنوی اعتبار سے فتح ہی ثابت ہوئی۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ اسلام کے انیس سالہ قبل کے ایام میں نہ ہوئے تھے۔ آپس میں کشیدگی اور تنازع ختم ہونے کے بعد جب مشرکین آزادانہ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور انھوں نے اسلام کی خوبیاں دیکھیں تو مسلمان ہوتے گئے۔

باب اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ ص۴۵۲ عہد شکنی کرنے والے کا گناہ نیکوکار کے ساتھ ہو یا بدکار کے ساتھ

توضیح باب عہد شکنی میں بھی تعمیم ہے۔ خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔ بہر حال عہد شکنی حرام اور اخلاقی پستی ہے۔

۱۷۰۷ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ اَحَدُھُمَا یُنْصَبُ وَقَالَ الْآخَرُ یُرٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُعْرَفُ بِہٖ عہ

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ ہر عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ جس کے ذریعہ وہ پہچانا جائے گا۔

۱۷۰۸ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یُنْصَبُ بِغَدْرَتِہٖ۔ عہ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ہر غدار کے لئے قیامت کے دن اس کی غداری کی وجہ سے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔

عہ مسلم مغازی۔ عہ ثانی الادب باب ما یدعی الناس بآبائہم ص۹۱۲ دو طریقے سے۔ الفتن باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافہ ص۱۰۵۳ مسلم مغازی۔

تشریحات ۱۷۰۷ - ۸

قَالَ اَحَدُھُمَا ۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، حدیث کے ایک راوی نے یہ کہا۔ **یُنْصَبُ** ۔ یعنی جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ اور دوسرے راوی نے کہا **یُرٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُعْرَفُ بِہٖ** ۔ یہ جھنڈا قیامت کے دن دیکھا جائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

بغدرتہ اس میں بار سببیت ہے۔ اس کی عہد شکنی کی وجہ سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقابلے کے لئے ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اپنی عہد شکنی کی مقدار یعنی جس حیثیت کی عہد شکنی ہوگی اسی اعتبار سے جھنڈا چھوٹا بڑا ہوگا۔ غدر عہد شکنی بہرحال حرام ہے خواہ حاکم محکوم سے کرے یا محکوم حاکم سے کرے یا ایک حاکم دوسرے حاکم سے کرے یا رعایا ایک دوسرے سے آپس میں کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب بدء الخلق ص ۴۵۳

ابتدائے آفرینش کا بیان

باب ما جاء فی قول اللہ وھو الذی ص ۴۵۳ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ۔ روم ۲۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں کیا وارد ہے۔ فرمایا (اللہ) وہی ہے جس نے خلق کو اول اول بنایا پھر دوبارہ بنائیگا (تمہاری سمجھ کے مطابق) دوبارہ بنانا بہ نسبت پہلے کے زیادہ آسان ہے۔

۵۷۵	وقال الربیع بن خثیم والحسن کل علیہ ھین وھین مثل
ف	ربیع بن خثیم اور امام حسن بصری نے کہا۔ سب اس پر آسان ہے۔ ھین بھی لغت ہے اور
	لین ولین ومیت ومیت وضیق وضیق۔
	ھین بھی جیسے لین ولین ومیت ومیت وضیق وضیق۔

تشریح ۵۷۵ اس تعلیق کا افادہ دو ہے ایک یہ کہ آیہ کریمہ میں۔ اھون۔ معنی تفضیل میں نہیں بلکہ صفت مشبہ ھین کے معنی میں یعنی اللہ عزوجل کے لئے پہلی بار بنانا اور دوبارہ بنانا سب آسان ہے۔ یہ نہیں کہ پہلی بار بنانا دشوار ہوا اور دوبارہ بنانا اس کی بہ نسبت آسان ہے ایسا نہیں سب یکساں اور آسان ہے۔ دوسرا افادہ یہ کہ قرآن کریم کی بعض دوسری آیتوں میں جو ھو علیہ ھین آیا ہے۔ اس میں دو لغت ہے۔ یا کو تشدید اور ساکن۔ اس تعلیق کو طبری نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

افعیینا افاعی علینا حین انشاکم وانشا خلقکم ۔ سورۂ ق میں ارشاد ہے۔ افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید ۔ (۱۵) تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بنانے کے بارے میں شبہے میں ہیں۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں۔ تو کیا ہم پر تکان طاری ہو گئی۔ جب تم کو اور دوسری مخلوق کو پیدا کیا۔ لغوب سورہ ق ہی میں ہے۔ ولقد خلقنا السموت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب ۔ (۳۸) اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ اور ہم کو تکان نہ آئی۔ لغوب کے معنی بتایا۔ النصب۔ تکان۔ سورہ نوح میں فرمایا۔ ولقد

خلقکم اطوارا ⑭ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح بنایا۔ میں اطوارا۔ آیا تھا۔ اس کی تفسیر میں فرمایا طورًا کذا و طورًا کذا وعد اطورہ ای قدرہ۔ کبھی اس طرح کبھی اس طرح بولتے ہیں۔ عدا طورہ۔ وہ اپنے مرتبے سے بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم پہلے نطفہ تھے پھر منجمد خون بنے پھر گوشت کے لوتھڑے بنے۔ الخ

۱۷۰۹ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حدیث حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر باندھ دیا۔ کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ حضور نے ان سے فرمایا۔

وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ بِالْبَابِ فَاَتَاهُ نَاسٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا

اے بنی تمیم بشارت قبول کرو۔ انھوں نے کہا۔ آپ بشارت سنا چکے۔ کچھ ہم کو عطا فرمائیے دو مرتبہ۔

الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ

پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔ بشارت قبول کر لو اے یمن والو!۔ جب کہ بنی تمیم نے قبول

نَاسٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِنْ لَّمْ يَقْبَلْهَا

نہیں کیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہم نے قبول کر لیا۔ یا رسول اللہ! انھوں

بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا جِئْنَاكَ لِنَسْاَلَكَ عَنْ هٰذَا

نے عرض کیا کہ ہم خدمت اقدس میں اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ کہ اس عالم کے

الْاَمْرِ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ

بارے میں حضور سے دریافت کریں۔ فرمایا اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش

وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ

پانی پر تھا۔ اور ذکر (لوح محفوظ میں) ہر چیز اس نے لکھ لیا تھا۔ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا

ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا هِيَ تَقْطَعُ دُوْنَهَا

فرمایا اتنے میں کسی نے پکارا اے ابن حصین تیری اونٹنی بھاگ گئی میں چل پڑا تو دیکھا وہ سراب کے بھی آگے

السَّرَابُ فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ تَرَكْتُهَا عـه

نکل چکی ہے۔ بخدا جی یہ چاہ رہا تھا کہ اسے چھوڑ دیتا۔

عـه اس کے پہلے۔ ثانی مغازی باب وفد بنی تمیم صـ۶۲۶ باب قدوم الاشعریین صـ۶۳۰ توحید باب وکان عرشہ علی الماء صـ۱۱۰۳ ترمذی مناقب نسائی تفسیر۔ مسند امام احمد رابع صـ۴۲۶ وغیرہ

تشریحات ۱۷۰۹ سنہ ۹ھ سنۃ الوفود میں بنی تمیم کے نو رؤساء خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جن میں اقرع بن حابس بھی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت قیلولہ فرمارہے تھے۔ اقرع نے باہر ہی سے چلا کر پکارا۔ یا محمد۔ انھیں کے بارے میں آیہ کریمہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ۔ نازل ہوئی۔

اقبلوا البُشریٰ۔ اس بشارت سے یا تو جنت کی بشارت مراد ہے۔ یا آئندہ جو فتوحات وفراخی حاصل ہونے والی تھی۔ اس کی بشارت مراد ہے۔ جب بشارت قبول کرنے سے انکار کرکے سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور بدل گیا۔

ناس من الیمن۔ یہ اہل یمن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے ہمراہی نہیں تھے۔ اس لئے کہ یہ لوگ فتح خیبر کے موقعہ پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ ہوچکے تھے۔ اس سے مراد حضرت نافع بن زید حمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے ہمراہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ سنۃ الوفود میں حاضر ہوئے تھے۔ اور بنی تمیم کے ساتھ انھیں کا اجتماع ہوا تھا۔ جیساکہ ابن شاہین نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ ایاس بن عمیر نے کہا کہ وہ بنی حمیر کے وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ ہم دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

عن ھٰذا الامر۔ کتاب التوحید میں ہے کہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ لہٰذا امر سے مراد دنیا ہے۔ کتاب التوحید میں یہ ہے۔ عن اول ھٰذا الامر ما کان۔ دنیا کی سب سے پہلی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عمران کی حدیث کے اخیر حصے سے کہ جب مجھے اونٹنی کے بھاگنے کا علم ہوا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ کاش کہ میں نہ اٹھا ہوتا۔ یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور کچھ فرمایا ہوگا۔ مگر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نافع بن زید حمیری اخیر تک حاضر رہے ان کی حدیث میں بھی اتنا ہی ہے۔ صرف اخیر میں یہ زائد ہے واستوی علی عرشہ عزوجل۔ اور عرش پر مستوی ہوگیا۔ عزوجل۔

کان اللہ۔ یہاں یہ ہے۔ اور دوسری روایتوں میں ہے۔ ولم یکن معہ شیئ۔ اس حدیث سے ثابت کہ اللہ عزوجل پر۔ شی کا اطلاق درست ہے۔ شی تین معنی میں مستعمل ہے مایعلم ویخبر عنہ۔ جسے جانا جاسکے اور جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ یہ معنی واجب ممکن ممتنع سب کو عام ہے۔ اسی معنی کر شیئ کا اطلاق اللہ عزوجل پر ہے۔ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ میں یہی معنی مراد ہے جس کا وجود ممکن ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ میں یہی معنی مراد ہے۔ جو مخلوق ماضی یا حال یا مستقبل میں موجود تھی یا ہے یا ہوگی۔ یہی معنی آیت کریمہ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ۔ میں مراد ہے۔ اخیر کے دو معنوں کے اعتبار سے اس کا اطلاق ذات باری پر درست نہیں۔

لہ فتح الباری جلد ثامن ص۹۷

کان عرشہ علی الماء۔ عرش مجسم ہے۔ اس کے پائے ہیں۔ جیساکہ ایک حدیث[1] میں ہے۔ فاذا موسی آخذٌ بقائمۃٍ من قوائم العرش۔ اچانک میں نے دیکھا کہ موسیٰ عرش کا ایک پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ مخلوق اور حادث ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلی مخلوق عرش اور پانی ہے۔ ان دونوں میں پانی مقدم ہے۔ جیساکہ امام احمد[2] اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا۔ سُدّی نے اپنی تفسیر میں متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ کہ اللہ عزوجل نے پانی سے پہلے کسی مخلوق کو نہیں پیدا فرمایا۔

شبہات اور اس کے جوابات۔ امام احمد[3] اور ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم پیدا فرمایا۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے۔ اللہ نے پہلی چیز جو پیدا کی وہ عقل ہے۔ نیز مصنف عبدالرزاق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذٰلك النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذٰلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی[4]۔

اے جابر بے شک اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ پیدائش کے بعد یہ نور اللہ نے جہاں چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ سورج نہ چاند نہ انسان نہ جن۔ اسکے بعد اسی نور سے تمام مخلوقات کی آفرینش کی تفصیل ہے۔

اس حدیث کو علامہ احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں یہیں تک تحریر فرمایا۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی۔ اسے ثابت رکھا۔ بلکہ تائید میں فرمایا۔ وقد رواہ البیھقی ببعض مخالفتہ۔ بیہقی نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ڈھابیل کے دیوبندی ادارے اپنے اہتمام اور ایک دیوبندی فاضل کی تصحیح و تنقیح سے مصنف عبدالرزاق چھاپی ہے۔ اس مطبوعہ میں یہ حدیث نہیں۔ مگر جب دو مسلم الثبوت محقق علامہ احمد خطیب قسطلانی اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اسے تسلیم کر لیا ہے اس پر کوئی جرح نہیں کی ثابت رکھا۔ تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ ہوسکتا ہے۔ ڈھابیل والوں کو یہ نسخہ نہ ملا ہو اور یہ بھی بعید نہیں کہ دیوبندی فاضل جن کی تصحیح و تنقیح سے یہ کتاب چھپی ہو قصداً نکال دیا ہے۔ یہ اس بنا پر ہے کہ ان کے بزرگ اپنے عقیدے کے مطابق حدیث گڑھنے کے عادی ہیں۔ اس فرقے کے بانی رشید احمد گنگوہی

---

[1] بخاری اول خصومات باب اول ص۳۲۵ [2] عمدۃ القاری حادی عشر ص۱۰۹ [3] مسند امام احمد جلد خامس ص۳۱۷ ترمذی ثانی قدر باب الرضا بالقدر ص۳۸ تفسیر سورہ ن ص۱۶۷ ابوداؤد ثانی القدر ص۲۹۰
[4] شرح المواہب للزرقانی اول ص۴۶

صاحب نے یہ حدیث گڑھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ کو بھائی کہو۔[1]

پہلے احتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث فتجلی لی کل شیئ فعرفت مشکوٰۃ میں ترمذی کے بھی حوالے سے مذکور ہے۔ مگر ترمذی کا جو نسخہ مطبوعہ ہے۔ اس میں نہیں۔ مگر مطبع والوں نے دوسرے نسخے کا حوالہ دے کر حاشیے پر نقل کر دیا ہے۔[2]

کہنا یہ ہے کہ سب سے پہلی مخلوق کیا ہے؟ - اس میں پانچ روایتیں ہیں۔ نور مصطفیٰ۔ پانی، عرش، قلم، عقل علمار نے اس میں یہ تطبیق دی کہ نور مصطفیٰ کی اولیت حقیقی ہے اور بقیہ اشیار کی اضافی یا عرفی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولیت حقیقی اس وجہ سے ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بعد میں جو تفصیل ہے اس سے ظاہر ہے کہ دوسری تمام مخلوقات اسی نور سے بنی ہیں۔

عرش اور قلم میں ترجیح اسی کو ہے کہ عرش مقدم ہے۔ ابن ابی حاتم[3] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ اللہ نے لوح محفوظ کو پانچ سو برس کی مسافت کی لمبائی اور چوڑائی میں پیدا فرمایا۔ پھر مخلوق کی آفرینش سے پہلے قلم سے فرمایا۔ اور وہ عرش پر تھا۔ کہ لکھ۔ قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں؟ فرمایا۔ اپنی مخلوقات کے بارے میں جو کچھ میرا علم ہے اسے لکھ۔ یہ حدیث نص صریح ہے کہ عرش کی تخلیق قلم سے پہلے ہے۔ اور یہی حدیث اس کی بھی دلیل ہے۔ کہ عقل قلم کے بعد پیدا کی گئی۔ اس لئے کہ اس میں تصریح ہے۔ مخلوق کی آفرینش کے پہلے قلم پیدا ہو چکا تھا۔ اور عقل بھی مخلوق ہی ہے۔ پانی اور عرش بھی مخلوق ہیں۔ مگر چونکہ ان کی تقدیم احادیث سے ثابت ہے اس لئے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

نیز بیہقی[4] نے الاسمار والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کیا کہ فرمایا سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا فرمایا اسے حکم دیا کہ لکھ۔ اس نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ تو فرمایا۔ تقدیر لکھ۔ تو اس دن سے قیام قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب لکھ لیا۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عقل قلم کے بعد پیدا کی گئی۔ بلکہ نافع[5] بن یزید حمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صاف صاف ہے۔ اس کا عرش پانی پر تھا پھر قلم پیدا فرمایا۔

پانی عرش قلم عقل کی اولیت عرفی ہے اس بنیاد پر کہ مقصود آفرینش آسمان و زمین ہیں اور جو کچھ ان کے مابین ہے۔ ان کی پیدائش سے پہلے یہ چاروں چیزیں پیدا کی گئیں۔

کان اللہ ولم یکن شیئ غیرہ ۔ اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کتاب التوحید میں ہے ولم یکن شیئ قبلہ۔ بخاری کے علاوہ میں ہے۔ ولم یکن شیئ معہ۔ اس کے پہلے کچھ نہ تھا۔ اس کے ساتھ کچھ نہ تھا سب کا مفاد ایک ہے۔ کان کی اسناد جب اللہ عزوجل یا اس کی صفات کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص۸۵ [2] ترمذی ثانی تفسیر سورہ صٰفّٰت ص۱۵۶۔
[3] فتح الباری جلد سادس ص۲۸۹ [4] ایضاً [5] ایضاً۔

ازلیت مطلقہ ہوتی ہے۔ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔ جو عدم سے منزہ ہے۔ اور مخلوقات کی طرف ہوتی ہے تو اس سے حدوث مراد ہوتا ہے۔ یعنی ایک وقت تھا کہ یہ موجود نہ تھی معدوم تھی پھر وجود میں آئی۔

۱۷۱۰ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے

يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ

درمیان ایک بار کھڑے ہوئے۔ تو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے اپنی جگہوں

بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ

میں اور دوزخیوں کے اپنی جگہوں میں داخل ہونے تک کی ہمیں خبر دی۔ اسے جس نے

حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔

تشریحات ۱۷۱۰ اس حدیث کے مطابق ہم اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و مایکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنی مخلوقات موجود ہو چکی ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گی ان سب کا علم عطا فرمایا۔ ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات چونکہ واجب غیر مخلوق ہیں وہ ما کان و مایکون میں داخل نہیں۔ اگرچہ ذات وصفات کا علم کثیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ مگر وہ اس میں داخل نہیں۔ اسی طرح ممتنعات، محالات، اور وہ چیزیں جن کا وجود ممکن ہے مگر وہ کبھی موجود نہ ہوئیں یا نہ ہوں گی وہ بھی ما کان وما یکون میں داخل نہیں۔ اگرچہ ان کا علم کثیر وافر بلکہ اوفر حاصل ہے۔ اسی طرح قیامت کے بعد کے احوال بھی داخل نہیں۔ اگرچہ ان کا بھی کثیر وافر بلکہ اوفر علم حاصل ہے۔ قیام قیامت اس میں داخل ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ داخل ہے اور اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح میں سند الحفاظ علامہ ابن حجر[1] لکھتے ہیں۔

ودل ذلك على انه اخبر فى المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الى ان تفنى الى ان تبعث فشمل ذلك الاخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد	یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فنا ہوگی اور جب تک اٹھائی جائے گی سب بیان فرما دیا۔ اور یہ بیان شروع

---

[1] فتح الباری سادس ص۲۹۱

وفی تیسیر ایراد ذٰلک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم۔

آفرینش اور دنیا اور محشر سب کو محیط تھا اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری[1] میں اسی حدیث کے تحت رقمطراز ہیں۔

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائہا الی انتہائہا وفی ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک، کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرمایا۔ جسے علامہ احمد خطیب[2] قسطلانی اور حضرت ملا علی[3] قاری نے نقل فرما کر برقرار رکھا۔

ودل ذٰلک علی انہ اخبر بجمیع احوال المخلوقات مُنذُ اِبتدَأت اِلیٰ اَن تفنی والیٰ ان تبعث وھٰذا من خوارق العادۃ ففیہ تیسیر القول الکثیر فی الزمن القلیل۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے آفرینش کی ابتدا ہوئی یہاں تک کہ فنا ہوگی یہاں تک کہ پھر زندہ کی جائے گی سب بیان فرما دیا۔ اور یہ معجزہ ہے کہ اتنی باتیں تھوڑے زمانے میں بیان فرمانا آسان ہوگیا۔

یہ پانچ شارحین متفق اللسان ہوکر لکھ رہے ہیں۔ کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک تمام مخلوقات کے کل حالات کی خبر دی خواہ وہ مبدأ سے متعلق ہوں یا معاش سے یا معاد سے۔ حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کی بھی خبر دے دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی بتا دیا کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ اسی کا نام جمیع ماکان وما یکون کا علم ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ اسلاف کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان وما یکون کے عالم تھے۔ ہمارا یہ عقیدہ اسلاف کے عقیدے کے مطابق ہے۔

(۱) اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ امام احمد[4] نے اپنی مسند میں اور بخاری[5] نے کتاب القدر، مسلم[6] نے فتن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

لقد خطبنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیہا شیئا الی قیام الساعۃ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا جس کا تذکرہ نہ فرمایا

---

[1] خامس عشر صفحہ ۱ [2] ارشاد الساری خامس صفحہ ۲۵ [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
[4] جلد خامس صفحہ ۳۸۵ [5] ثانی باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا صفحہ ۹۷۷ [6] ثانی صفحہ ۳۹۰

الاذکرہ علمہ من علمہ وجھلہ من جھلہ ان کنت لاری الشی قد نسیت فاعرف مایعرف الرجل اذا غاب فرآہ فعرفہ۔

ہو (یعنی سب کا تذکرہ فرمایا) اسے جانا جس نے جانا جو نہ جان سکا نہ جان سکا میں بھولی ہوئی کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے غائب شدہ آدمی کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے۔

(۲) امام احمد[1] اور امام مسلم[2] نے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔

صَلّٰی بِنَا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوۃ الصُّبْحِ فَصَعَدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ صَعَدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْعَصرَ فَصَعَدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ فَحَدَّثَنَا فِيمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے لگے پھر عصر پڑھی اسی طرح خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اس خطبے میں وہ سب بیان فرمایا جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔

(۳) امام ترمذی[3] نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما صلوۃ العصر بنھار ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعۃ الا اخبرنا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس کی ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا، بھول گیا۔

(۴) نیز طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد استاذ امام بخاری نے کتاب الفتن میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیانا من اللہ جلالی کما جلی للنبیین من قبلی۔

بے شک اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی تو میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے جیسے میرے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی۔

---

[1] جلد خامس ص۳۴۱　[2] ثانی فتن ص۳۹۰　[3] ثانی فتن باب ما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیمۃ ص۴۲

اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں امام احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں علامہ ابن حجر مکی نے افضل القری میں علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض میں علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے مواہب کی شرح میں اس حدیث کو بطور سند ذکر فرمایا ہے۔

(۵) امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔

قام فینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا بما یکون فی امتہ الی یوم القیٰمۃ وعاہ من وعاہ ونسیہ من نسیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ان کی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ سب کچھ بتا دیا۔ جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔

(۶) امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر فرمایا۔

ھذا حدیث حسن وفی الباب عن المغیرۃ بن شعبۃ وابی زید بن اخطب وحذیفۃ وابی مریم ذکروا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدثھم بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ۔

یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس باب میں مغیرہ بن شعبہ، ابو زید بن اخطب، حذیفہ اور ابو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ان سے بیان فرمایا۔

حضرت مغیرہ حضرت ابو زید حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث مع حوالہ اوپر مذکور ہوئیں۔ حضرت ابو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اور کوئی حوالہ نہیں ملا۔ مگر جب امام ترمذی نے فرمایا ہے تو وہ ضرور حق ہے۔

سر دست چھ حدیثیں ہم نے ذکر کی جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روز آفرینش سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبر تھی۔ بلکہ جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کو بیان فرما دیا۔ یہی جمیع ماکان ومایکون ہے۔

۱۷۱۱ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ شَتَمَنِیْ ابْنُ

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ آدمی مجھے گالی دیتا ہے اور اسے یہ مناسب نہیں کہ مجھے گالی

ے جلد رابع ص ۲۵۴

آدم وما ینبغی لہ ان یشتمنی ویکذبنی وما ینبغی لہ اما شتمہ ایای

وے وہ مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اسے لائق نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے۔

فقولہ ان لی ولدا واما تکذیبہ فقولہ لن یعیدنی کما بدأنی عہ

اور اس کا جھٹلانا اس کا یہ کہنا ہے۔ جیسے مجھے پیدا فرمایا دوبارہ نہیں پیدا فرمائے گا۔

تشریحات ۱۷۱۱ شتم۔ گالی۔ کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے مرتبہ کو گھٹانے والی ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے اولاد کا قول اس کے نقص کو لازم ہے۔ کیونکہ یہ صاحب اولاد کے ممکن اور حادث ہونے کو مستلزم ہے۔ اسی طرح فنا کے بعد دوبارہ زندہ کرنے سے انکار اس کی قدرت کا انکار ہے۔ کسی چیز کی ایجاد مشکل ہوتی ہے۔ مگر ایجاد کے بعد دوبارہ بنانا آسان ہوتا ہے جب اللہ عزوجل نے تمام مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا ہے تو یہ کہنا کہ دوبارہ پھر انھیں نہیں بنا سکتا۔ اس کی قدرت کا انکار ہے۔ اور اس کی قدرت کو جھٹلانا ہے۔

حدیث ۱۷۱۲ عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق

نے فرمایا۔ جب اللہ نے مخلوق کے پیدا فرمانے کا ارادہ فرمالیا۔ تو اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ

کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش ان رحمتی غلبت غضبی عہ

میں لکھا۔ یہ عرش پر ہے۔ بیشک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

تشریحات ۱۷۱۲ کتاب التوحید میں غلبت کے بجائے سبقت ہے۔ پہلے کا معنی یہ ہے۔ کہ رحمت بہ نسبت غضب کے زیادہ ہے۔ دوسرے کا معنی یہ ہے کہ پہلے رحمت فرماتا ہوں پھر بعد میں کسی جرم پر غضب فرماتا ہوں۔ دونوں معنی ظاہر ہیں۔ رحمت کے معنی کسی کی طرف دل کے جھکنے کے ہیں۔ یہاں اس کا لازم مراد ہے۔ یعنی کسی کو بلا استحقاق عطا۔ غضب کے معنی نفس کے جوش اور ہیجان کے ہیں۔ یہاں اس کا لازم مراد ہے یعنی کسی کو سزا دینے کا ارادہ۔ اللہ عزوجل کا کرم ہے کہ ساری مخلوقات کو وجود عطا فرماتا ہے اس کی زندگی کے لوازم مہیا فرماتا ہے۔ یہ اس کی رحمت ہے اور غضب کسی جرم پر فرماتا ہے اور اکثر معاف فرما دیتا ہے۔

عہ ثانی تفسیر سورہ اخلاص ص ۷۴۳-۲ نسائی۔ جنائز۔ عہ ثانی التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ ص ۱۱۰۱ باب وکان عرشہ علی الماء ص ۱۱۰۴ باب قولہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص ۱۱۱۱ باب قول اللہ تعالیٰ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ ص ۱۱۲۵ مسلم التوبہ۔ نسائی نعوت ابن ماجہ زہد۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۲ وغیرہ۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۔ طلاق ۱۲

زمینیں سات ہیں اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انھیں کے برابر زمینیں

توضیح باب اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین بھی سات ہیں ۔ اس سے مراد یا تو زمین کے سات حصے ہیں جنھیں ہفت اقلیم کہا جاتا ہے یا یہ کہ زمین کے بھی تہ بہ تہ سات طبق ہیں۔ مگر چونکہ یہ تمام طبقات ملے ہوئے ہیں۔ بیچ میں کوئی فصل نہیں۔ اس لئے زمین کے لئے قرآن کریم میں واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور آسمانوں کے طبقات میں پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ اس لئے انھیں سماوات جمع کے صیغے سے تعبیر کیا گیا۔

زمین کے سات طبقات ہونے کی تقدیر پر ہر طبقے کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جسے امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔ بیہقی نے اسے شاذ کہا۔ ابن عباس فرماتے ہیں ۔

ای سبع ارضین وفی کل ارض آدم کآدمکم وَنوح کنوحکم وابراهیم کابراهیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبیٌ کنبیکمُ ۔

مثلهنّ کا معنی یہ ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں اور ہر زمین میں ایک آدم تمہارے آدم کی طرح اور ایک نوح ہیں تمہارے نوح کے مثل اور ایک ابراہیم ہیں تمہارے ابراہیم کے مثل اور ایک عیسیٰ ہیں تمہارے عیسیٰ کے مثل اور ایک نبی ہیں تمہارے نبی کے مثل

مگر یہ اثر آیہ کریمہ۔ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کے صریح معارض ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں۔ اس معنی کر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد کسی کو دنیا بھر میں کہیں نبوت ملنی شرعاً محال ہے۔ اس لئے حضور کے زمانے میں یا حضور کے زمانے کے بعد کسی کو منصب نبوت نہ ملا ہے نہ ملے گا۔ جو اس کو جائز جانے کافر ہے۔ تفصیل کے لئے مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" اور خادم کا رسالہ منصفانہ جائزہ۔ مطالعہ کریں۔

اس اثر کو صحیح ماننے کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چھ اور نبی موجود تھے۔ اس لئے یہ اثر قابل قبول نہیں۔

رہ گیا۔ اس اثر اور آیۂ کریمہ خاتم النبیین کے درمیان تطبیق کی جو کوششیں ماضی قریب میں لوگوں نے کی ہیں۔ مثلاً دیوبندی جماعت کے بانی قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں۔ اسی عہد کے علماء نے ان سب کے تار پود ادھیڑ کر رکھدئیے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری زمین آسمان کے متعلق قرآن کریم میں مذکور چند کلمات کی تفسیر فرماتے ہیں۔ سورہ والطور میں فرمایا وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۔ اور قسم ہے بلند چھت کی۔ اس سے مراد آسمان ہیں۔ سورہ نازعات میں ہے۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰاهَا۔ اس میں سمک سے مراد بنا ہے۔ یعنی عمارت۔ سورۂ ذٰریات میں وارد ہے۔

192

والسماء ذات الحبک قسم مزین آسمان کی۔ اس میں حُبُک کے معنی استوا اور حسن کے ہیں۔
سورہ انشقاق میں آیا ہے۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔ اس میں اَذِنَتْ بمعنی سَمِعَتْ واطاعت ہے۔ یعنی اپنے رب کا حکم سنے اور مانے۔ اور اسے یہی لائق ہے اسی میں ہے۔ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ۔ اس کی تفسیر میں فرمایا خرجت ما فیہا من الموتی و تخلت عنہ۔ اور جب زمین ان سب کو باہر کردے جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے یعنی زمین کے اندر کے مردے باہر نکل پڑیں۔ یعنی یہ مراد نہیں کہ زمین کے اندر جو خزانے دفینے ہیں۔ ان کو باہر پھینک دے۔ مراد یہ ہے کہ جو مردے زمین میں دفن ہیں ان کو باہر نکال دے۔
سورۂ والشمس میں فرمایا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا کی تفسیر میں فرمایا۔ دَحٰهَا۔ یعنی پھیلایا۔ سورۂ نازعات میں ہے۔ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ۔ پس وہ لوگ کھلے میدان میں پڑے ہوں گے۔ الساہرۃ۔ کی تفسیر میں فرمایا۔ وجہ الارض کان فیہا الحیوان نومہم وسہرہم۔ ساہرۃ۔ کے معنی زمین کی سطح ہے۔ جس میں جانداروں کا سونا اور جاگنا ہوتا ہے۔

توضیح والسقف المرفوع۔ سے آسمان مراد ہے۔ یہ امام مجاہد کا قول ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ارشاد ہے۔ جو باب ذکر الملٰئکۃ میں آرہا ہے۔ مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس سے عرش مراد ہے۔ ذات الحبک سے ستاروں سے مزین آسمان مراد ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ امام ضحاک نے فرمایا کہ اس سے ستارے مراد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے کہکشاں مراد ہے۔ ساہرہ سے روئے زمین مراد ہے۔ یہ عکرمہ کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔
یہ ثابت کرنے کے لئے کہ زمینیں سات ہیں۔ امام بخاری نے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی۔ جس میں فرمایا گیا۔ کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لی اس کے گلے میں اتنی زمین کے ساتوں طبق طوق بنا کر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی کہ جس نے کسی کی زمین ناحق کچھ بھی لی۔ وہ ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ یہ اور چوتھی حدیث حضرت سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذکر کی جو ام المؤمنین کی حدیث کے ہم معنی ہے۔ یہ تینوں حدیثیں نزہۃ القاری جلد پنجم[1] میں گذر چکی ہیں۔

۱۷۱۳ عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حدیث حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

[1] بخاری کتاب المظالم ص ۳۹۶

192

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ

کہ زمانہ پلٹ کر اسی حالت پر آگیا۔ جس پر اس دن تھا۔ جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضَ السَّنَۃُ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُتَوَالِیَاتٌ

کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے۔ ان میں سے چار حرام (حرمت والے) ہیں۔ تین مسلسل

ذُوالْقَعْدَۃِ وَذُوالْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ عہ

ذوقعدہ ذوالحجہ اور محرم۔ اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

تشریحات ۱۷۱۳ یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر دس ذوالحجہ کو سورج بلند ہونے کے بعد چاشت[1] کے وقت جمرات[2] کے درمیان دیا تھا۔ اس حدیث کے کچھ حصے کتاب العلم[3] میں مذکور ہو چکے ہیں۔ یہ حصہ وہاں مروی نہ تھا اس لئے اسے یہاں لکھا۔

اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنی اغراض فاسدہ کے لئے اشہر حرم کو آگے پیچھے کر دیتے۔ مثلاً لڑائی ہوتی رہی اگر شہر حرام آجاتا تو اعلان کر دیتے کہ امسال شہر حرام ایک ماہ بعد ہوگا۔ دو ماہ بعد ہوگا۔ مثلاً لڑائی کے دوران ذوقعدہ آگیا تو کہدیا۔ اب دو ماہ بعد آئے گا۔ اس کے نتیجے میں اشہر حرم کی ترتیب آگے پیچھے ہو جاتی۔ اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ۔ براۃ ۳۷ مہینے کا پیچھے ہٹانا کفر میں زیاتی ہی تو ہے۔

یہ یوں کہ اللہ عزوجل نے جس مہینے کو حرام حرمت والا بنایا اسے حلال کر لیا۔ یہ ایک کفر ہوا اور جسے اللہ نے حلال بنایا تھا اسے حرام کر لیا۔ یہ دوسرا کفر ہوا۔ اب جب کہ اسلام آگیا۔ تو اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ہر سال پہلا مہینہ محرم اور حرام اور پھر ساتواں رجب حرام پھر گیارہواں بارہواں ذوقعدہ ذوالحجہ حرام۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی رجب مضر۔ مُضَر۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انیسویں دادا کا اسم گرامی ہے۔ وہ اس مہینے کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اس لئے اسے رجب مُضَر کہا جاتا تھا۔ بین جمادی وشعبان۔ اس کی قطعی تعیین کے لئے ہے۔ نسیئ کی وجہ سے چونکہ اسے بھی آگے پیچھے کر دیتے تھے۔ اس لئے اس کی قطعی تعیین کی ضرورت محسوس ہوئی۔

باب فِی النُّجُوْمِ ص ۴۵۴ ستاروں کا بیان۔

۵۷۶ خلق ت وَقَالَ قَتَادَۃُ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ۔ ملک ۵

اور قتادہ نے کہا (اللہ عزوجل کا ارشاد ہے) اور بلاشبہ ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے مزین

عہ اول العلم باب رب مبلغ اوعی من سامع ص ۱۶ مناسک باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۵ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲ تفسیر سورہ توبہ باب ان عدۃ الشھور اثنا عشر ص ۶۷۲ الاضاحی باب من قال الاضحی یوم النحر ص ۸۳۳ الفتن باب لاترجعوا بعدی کفارا ص ۱۰۴۸ التوحید باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ص ۱۱۰۹ مسلم دیات نسائی حج، علم، ابن ماجہ مقدمہ دارمی مناسک۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۷۔

[1] ابوداؤد اول مناسک باب ای وقت یخطب بمنی ص ۲۷۰ [2] بخاری مناسک باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۵ [3] نزہۃ القاری اول ص ۲۶۲-۲۶۴

هٰذِهِ النُّجُوْمُ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِّلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ
فرمایا یہ ستارے تین فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آسمان کی زینت کے لئے اور شیطانوں کو سنگسار کرنے
يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَأَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ
کے لئے اور علامتیں ہیں جن سے راستہ جانا جاتا ہے۔ جس نے ان کے علاوہ اور کوئی تاویل کی اس نے غلطی
مَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ۔
کی اور علم سے اپنا حصہ ضائع کر دیا اور اس کا تکلف کیا جس کا اسے علم نہیں۔

تشریحات ۵۷۶

اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اخیر میں ہے۔ جاہلوں نے ان ستاروں سے آئندہ کی پیشین گوئی ایجاد کر لی ہے۔ کہتے ہیں فلاں نچھتر میں درخت گاڑے گا تو ایسا ہوگا اور جو فلاں نچھتر میں سفر کرے گا تو ایسا ہوگا۔ اور میری جان کی قسم ہر نچھتر میں لمبے ٹھگنے سرخ سفید اچھے برے سبھی پیدا ہوتے ہیں۔ ستاروں، چوپایوں، چڑیوں کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔

علم نجوم حق ہے مگر اس میں مشغول ہونا اب منسوخ ہے۔ ستاروں کی وضع رفتار دیکھ کر آئندہ کی بات بتانا ممنوع ہے۔ اور ستاروں کو اس میں بالذات موثر جاننا کفر۔ لیکن ان کو علامات سمجھ کر کوئی قیاس کرنا کفر تو نہیں مگر لایعنی ہے۔ بڑے بڑے رمال و جفار نجومیوں جوتشیوں کی باتیں آئے دن غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ ہندو شادی کی لگن پر بڑا اعتماد رکھتے ہیں۔ مگر کیا ان کی ہر شادی راس آتی ہے۔ جو حال مسلمانوں کا ہے وہی حال ہندؤں کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مسلمانوں کے یہاں طلاق کی وجہ سے نااتفاقی کی تشہیر ہو جاتی ہے۔ ان کے یہاں طلاق نہیں۔ اس لئے بہر صورت بہر قیمت مردوں کو اپنی بیویاں رکھنا پڑتا ہے۔ ہندوؤں کی داستان کے بموجب رام چندر کی شادی کی ساعت اس وقت کے سب سے بڑے جوتشی نے نکالی تھی۔ مگر انجام یہ ہوا کہ ان کی شادی کے بعد ان پر طرح طرح کے مصائب نازل ہونے لگے۔ بن باس ہوئے۔ راؤن سیتا کو اٹھا کر لے گیا۔ جنگ کرنی پڑی، اجودھیا واپس آکر تخت پر بیٹھے تو بھی چین نہ ملا۔ بالآخر سرجو ندی میں ڈوب کر مکتی حاصل کی۔

ستارے کہاں ہیں ۔ ہم نے اپنی کتاب "اسلام اور چاند کا سفر" میں احادیث، اقوال سلف سے ثابت کیا ہے کہ ستارے آسمان کے نیچے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ انبیاء ۳۳ یٰس ۴۰ ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

مدارک میں فرمایا۔

الفلك موج مكفوف تحت السماء۔[۱]

علاوہ ازیں حضرت سلمان فارسی حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ فرمایا۔ واللفظ للاول

۱ے فتح الباری جلد سادس ص ۲۹۴

النجوم کلھا معلقۃ کالقنادیل من السماء الدنیا کتعلیق القنادیل فی المساجد۔ تمام ستارے آسمان میں یوں قندیلوں کی طرح لٹکے ہوئے ہیں جیسے مسجدوں میں قندیلیں لٹکی ہوتی ہیں۔

امام قتادہ نے ستاروں کے یہ تینوں فوائد قرآن مجید سے اخذ فرمائے ہیں۔ اسی آیت کے متصل فرمایا۔

وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ۔ اور ہم نے انھیں شیاطین کو پھینک کر مارنے کے لئے بنایا ہے۔

سورۂ یونس میں فرمایا۔

وَقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ۔ ⑤ اور اس کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔

سورۂ نحل میں فرمایا۔

وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ۔ ⑯ اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں۔

سورج کے لئے یہ منزلیں ہیں۔ ربیع کے لئے حمل، ثور، جوزاء۔ گرمی کے لئے سرطان، اسد، سنبلہ خریف کے لئے میزان، عقرب، قوس۔ سردی کے لئے جدی۔ دلو، حوت۔ جنھیں سورج تین سو پینسٹھ دن میں طے کرتا ہے۔ ایک برج میں ایک ماہ رہتا ہے۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ چاند یہ منزلیں انتیس یا تیس دن میں طے کرتا ہے۔ ہر برج میں اس کی تقریباً ۲ ۱/۳ منزل ہے[1]۔

چونکہ زمین کی پیداوار میں چاند اور سورج کو بہت دخل ہے۔ اس مناسبت سے امام بخاری اس باب میں قرآن کریم میں وارد چند نباتات کی تفسیر فرماتے ہیں۔

سورۂ کہف میں فرمایا۔

فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ۔ ㊺ آسمان کے پانی کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا پھر سوکھی گھاس ہوگیا جسے ہوا اڑاتی ہے۔

فرمایا ھشیم کے معنی متغیر ہیں۔ یعنی وہ بدل جاتا ہے۔ بدل کر سوکھی گھاس ہوجاتا ہے۔

سورۂ عبس میں فرمایا۔ وَفَاکِھَۃً وَّاَبًّا ㉛ اور میوے اور دوب پیدا کیا۔ فرماتے ہیں۔ ابٌّ وہ سبزی ہے جسے جانور کھاتے ہیں یعنی چارہ۔ جیسے دوب اور دوسری گھاسیں۔

سورۂ رحمٰن میں فرمایا۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ ⑩ اور زمین مخلوق کے لئے رکھی۔ اس میں لفظ انام کے معنی بتائے کہ مخلوق ہے۔

برزخ کا لفظ قرآن کریم میں تین جگہ آیا ہے۔ سورۂ مومنون۔ سورۂ فرقان، سورۂ رحمٰن میں۔ اس کے معنی بتائے کہ حاجب ہے۔ آڑ، حد فاصل۔

سورۂ نبا میں فرمایا۔ وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اور گھنے باغ۔ الفافا کی تفسیر حضرت مجاہد سے نقل فرمائی۔

---

[1] تفصیل کے لئے "اسلام اور چاند کا سفر" کا مطالعہ کریں ۱۲ منہ

مُلْتَفَّۃ ۔ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ۔ سورۂ عبس میں فرمایا۔ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۞ اور گھنے باغ ۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ اَلْغُلْبُ الْمُلْتَفَّۃُ ۔ آپس میں لپٹے ہوئے ۔ اَلْفَافًا ۔ لِفٌّ کی جمع ہے ۔ یا لفیفٌ کی ۔ دونوں قول ہیں ۔ یہ بھی کہا گیا ۔ کہ لِفٌّ واحد بھی ہے اور جمع بھی ۔ بولتے ہیں جَنَّۃٌ لِفٌّ وَجَنَّاتٌ لِفٌّ

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا۔

وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا آیت ۲۲ اور تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

فراشا کی تفسیر مھادا سے کی یعنی بچھونا ۔ جیسے فرمایا وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ۔ ۞ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ ہے ۔

سورہ اعراف میں فرمایا۔

وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۔ ۞ اور خراب زمین سے بمشکل تھوڑا نکلتا ہے ۔ نَکِدًا کے معنی بتائے ، قَلِیْلًا تھوڑا ۔ اس باب کے مناسب امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں ملی ۔

بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِحُسْبَانٍ چاند و سورج کی گردش کی کیفیت ۔

۵۷۷ قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحَى وَقَالَ غَيْرُهُ بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا حُسْبَانٌ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٍ ۔

ف امام مجاہد نے فرمایا۔ چکی کی گردش کی طرح اور ان کے علاوہ اور دوسرے لوگوں نے کہا وہ حساب اور منزل جس سے دونوں باہر نہ ہوں۔ حسبان حساب کی جمع ہے جیسے شہاب کی جمع شہبان ۔

تشریحات ۵۷۷ امام مجاہد کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ جیسے چکی کا پاٹ گول دائرے میں حرکت کرتا ہے اسی طرح چاند اور سورج بھی ایک دائرے میں گولائی میں حرکت کرتے ہیں۔ یعنی ایک مرکز پر رہتے ہوئے گردش کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان کی حرکت ایک حساب سے متعین ہے۔ یہ اپنی منزلوں میں رہتے ہوئے حرکت کرتے ہیں اس سے باہر نہیں ہوتے ۔

حسبان۔ مصدر بھی ہے جیسے غفران۔ نعمان وغیرہ اور حساب کی جمع بھی ہے جیسے شہاب کی جمع شہبان ۔
سورۂ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ میں ضُحٰهَا کے معنی ضَوْءُهَا بتائے۔ اس کی روشنی۔ سورہ یٰس میں فرمایا۔
لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ آیت ۴۰ سورج کو یہ حق نہیں کہ چاند کو پکڑلے اور نہ رات کو یہ حق کہ دن پر سبقت کرے۔ یعنی ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتی ۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ سابق النہار کی تفسیر فرمائی يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ۔ يَتَطَالَبَانِ کے معنی ہیں ایک دوسرے کو پکڑنے کی کوشش کرنا۔ حثیث کے معنی ہیں تیزی سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کے باوجود کہ چاند اور سورج ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے دوڑ رہے ہیں مگر سورج نہ چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ اپنی اپنی مقررہ حدود میں رہ کر گردش کرتے ہیں۔ اور دن رات اپنے اپنے مقرر وقت پر آتے جاتے ہیں۔ ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی ۔

اسی سورہ میں اس آیت سے پہلے فرمایا۔ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (۳۷) اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کھینچ لیتے ہیں۔ نسلخ کی تفسیر فرمائی۔ دن رات کو ایک دوسرے سے نکالتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو چلاتے ہیں ۔

سورہ حاقہ میں ہے وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا (۱۶) (۱۷) اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بکھرا ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے ۔

وَاهِيَةٌ کا مادہ وَهْيٌ ہے جس کے معنی پھٹنے کے ہیں۔ ارجاء۔ رجا کی جمع ہے۔ اس کے معنی کنویں کے کنارے کے ہیں۔ یعنی فرشتے آسمانوں کے ان کناروں پر ہوں گے جو بکھرنے سے محفوظ ہوں گے یا ایسے ہی ہے

جیسے کہتے ہیں علی ارجاء البئر۔ کنوئیں کے منہ پر رجا، ناقص یائی ہے۔ یا کو ہمزہ سے بدل دیا۔
سورہ نازعات میں فرمایا۔ وَاَغْطَشَ لَیْلَھَا وَاَخْرَجَ ضُحٰھَا۔ (۲۹) اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔
سورہ انعام میں فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ ۝ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا۔ اَغطش اور جَنَّ کے معنی بتائے کہ اَظْلَمَ ہے۔ یعنی اندھیری آئی۔

۵۷۸ قَالَ الْحَسَنُ كُوِّرَتْ تُكَوَّرُ حَتّٰى تَذْهَبَ ضَوْءُهَا۔
ت آفتاب لپیٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی روشنی چلی جائے۔

سورۂ انشقاق میں ہے۔ وَاللَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ قسم رات کی اور ان چیزوں کی جنھیں وہ جمع کرے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ وَّغَیْرِهَا۔ وسق کے معنی جَمَعَ کے ہیں۔ مراد چوپائے وغیرہ ہیں جو رات میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں بسیرا کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی میں ہے۔ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو جائے۔ اِتَّسَقَ کے معنی اِسْتَوٰی ہے یعنی برابر ہو جائے پورا ہو جائے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ جَعَلَ فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا۔ ۝ جس نے آسمان میں برج بنائے۔ بروج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔ سورہ فاطر میں فرمایا۔ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ۔ سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں۔ حرور کی تفسیر میں فرمایا۔ وہ گرمی جو دن میں سورج کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۵۷۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّرُؤْبَةُ الْحَرُوْرُ بِاللَّیْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ۔
ت حضرت ابن عباس اور رؤبہ نے کہا۔ الحرور رات کی سخت گرم ہوا اور سموم دن کی گرم سخت ہوا لو۔

قرآن مجید میں کئی جگہ یولج تولج آیا ہے۔ اس کے معنی یُکَوِّرُ بتایا۔ یعنی لپیٹتا ہے۔ سورہ توبہ میں فرمایا۔ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً۔ ۝ اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو رازدار نہ بنائیں گے۔ ولیجۃ۔ کے معنی بتائے۔ كُلُّ شَیْءٍ اَدْخَلْتَهٗ فِیْ شَیْءٍ۔ ہر وہ چیز جسے تم دوسری میں داخل کرو۔

۱۷۱۴ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ
حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوذر

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ

سے دریافت فرمایا۔ جس وقت سورج ڈوبا کیا تم جانتے ہو کہاں جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور

اَیْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی

اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ اوراجازت

تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا یُقْبَلُ

طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دی جاتی ہے۔ ایک وقت بہت جلد آئے گا۔ کہ سجدہ کرے گا اور

مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا یُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ

قبول نہ ہوگا۔ اجازت مانگے گا تو اسے اجازت نہیں ملے گی۔ اس سے کہا جائے گا۔ جہاں سے آیا

فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ

ہے وہیں لوٹ جا۔ تو مغرب سے نکلے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اور سورج اپنے

لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ عہ

مستقر کے لئے چلتا ہے۔ یہ سب سے زبردست علم والے کا حکم ہے۔

۱۶۱۴ تشریحات ابراہیم تیمی کے والد کا نام یزید بن شریک بن طارق تیمی ہے۔ تفسیر کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں غروب آفتاب کے وقت مسجد میں تھا۔ کہ وہ سوال وجواب ہوا۔ یہ ارشاد کہ سورج غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہے اور دوبارہ طلوع کی اجازت لے کر طلوع کرتا ہے۔ یہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے یہ ضروری نہیں۔ کہ سجدے کے لئے پیشانی ہو۔ ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ نحل ۴۹ — اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ۔ رحمن ۶ — سبزے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

رہ گیا یہ کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سورج غروب کے وقت بھی آسمان میں رہتا ہے۔ اگر زیر عرش سجدہ کرنے جاتا تو اتنی دیر نظر سے غائب ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج بہت تیزی سے زیر عرش جاتا ہے اور آتا ہے۔ جس میں ہمارے منٹ سے بھی کم وقفہ ہوتا ہے۔ اور نظر کا قاعدہ ہے کہ جو چیز اس میں نظر آتی ہے وہ

عہ ثانی تفسیر سورہ یٰس باب والشمس تجری لمستقر لها ص۷۰۹ توحید باب وکان عرشه علی الماء ص۱۱۰۲ باب قول الله تعالیٰ تعرج الملٰئکة والروح الیه ص۱۱۰۶ مسلم ایمان۔ ابوداؤد۔ الحروف، ترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر۔

غائب ہونے کے بعد بھی کچھ دیر دکھائی دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ لکڑی کے سرے میں آگ جلا کر گھمائیں تو گول دائرہ نظر آتا ہے سورج زیر عرش حاضر ہو کر سجدہ کر کے اتنی جلد واپس آجاتا ہے کہ جانے سے پہلے کا انعکاس نظروں میں باقی رہتا ہے کہ واپس آجاتا ہے۔ اس لئے ہمیں غائب محسوس نہیں ہوتا۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ اپنے جسم مثالی کے ساتھ زیر عرش سجدہ کرتا ہے مگر ہماری اس توجیہ کے بعد جسم مثالی کے قول کی حاجت نہیں۔

اس ارشاد سے کہ فرمایا۔ اور سورج اپنے مستقر کے لئے چلتا ہے۔ اور آیہ کریمہ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ سب ایک مدار میں تیرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاند اور سورج خود حرکت کرتے ہیں۔ ان سب کی حرکت ذاتی ہے ایسا نہیں کہ یہ سب آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی جگہ سے مس سے مس نہیں ہو سکتے۔ آسمان حرکت کرتے ہیں۔ یہ سب انھیں کے تابع ہو کر حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔

فلسفہ جدید بھی اگر چہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ چاند اور سورج حرکت کرتے ہیں۔ مگر وہ سورج میں صرف ایک حرکت مانتے ہیں۔ سورج پچیس دن میں اپنا ایک دورہ پورا کر لیتا ہے۔ البتہ چاند میں دو حرکت[1] مانتے ہیں۔ ایک ذاتی جو مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے۔ اس کی بدولت چاند گھٹتا بڑھتا ہے۔ اور غائب ہوجاتا ہے۔ دوسری زمین کے تابع ہو کر روزانہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ زمین کو متحرک مانتے ہیں اور چاند کا مرکز زمین کو قرار دیتے ہیں۔ آسمان کے منکر ہیں۔

مگر اسلامی نظریہ یہ ہے کہ آسمان ہے اور چاند و سورج ستارے سب آسمان کے نیچے ہیں۔ زمین و آسمان ساکن ہیں۔ ان میں کوئی حرکت نہیں۔ زمین ساکن ہے۔ اس موضوع پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دو بہت اہم رسالے مطبوع ہیں۔ ایک نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ اس میں قرآن مجید و آثار صحابہ سے ثابت فرمایا۔ کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ دوسرا فوز مبین در رد حرکت زمین۔ اس میں دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا ہے۔ کہ فلسفہ جدید کا یہ ادعا کہ زمین حرکت کرتی ہے۔ باطل ہے۔ قابل دید رسالہ ہے۔

دن رات موسم کی تبدیلی۔ سب سورج کی حرکت کی وجہ سے ہے۔ سورج کی دو حرکتیں ہیں۔ ایک حمائلی۔ خط جدی جنوب سے خط سرطان شمال کی جانب بروج کے اندر اندر یہ سال بھر میں پوری ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورج ۲۱ رمارچ کو بیچو بیچ آسمان دائرہ معدل النہار پر برج حمل میں ہوتا ہے۔ اسے اعتدال ربیعی کہتے ہیں۔ پھر برج در برج طے کرتا ہوا جانب شمال سرکتا ہے اور ۲۳ ½ درجے طے کر کے ۲۱ رجون کو خط سرطان پر پہنچتا ہے اسے انقلاب صیفی کہتے ہیں۔ پھر ۲۲ رجون کو وہاں سے واپس ہونے لگتا ہے۔ اور برج در برج طے کرتا ہوا ۲۲ رستمبر کو دائرہ معدل النہار پر برج میزان میں داخل ہوتا ہے۔ اسے اعتدال خریفی کہتے ہیں۔ اس کے بعد جنوب کی طرف رخ کرتا ہے یہاں تک کہ ۲۲ ردسمبر کو خط جدی پر پہنچتا ہے۔ اسے انقلاب شتوی کہتے ہیں۔

---

[1] اسلام اور چاند کا سفر

یہ بھی معدل النہار سے ۲۳½ درجے جنوب میں ہے۔ برج حمل برج میزان ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ایک ہمارے سر پر ہوگا تو دوسرا ہمارے پاؤں کے نیچے۔ ۲۱ر مارچ کو بھی سورج دائرہ معدل النہار پر ہوتا ہے۔ مگر برج حمل میں اور ۲۲ر ستمبر کو بھی دائرہ معدل النہار پر ہوتا ہے۔ مگر اس کے بالمقابل برج میزان میں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ سورج کی یہ حرکت حمائلی ہے۔

یہ حرکت اکثر دکھن خط مستقیم پر نہیں۔ سورج کی یہ حرکت مغرب سے مشرق کی جانب ہوتی ہے اسی حرکت کے نتیجے میں موسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ سورج معدل النہار پر یا اس کے قریب ہوگا تو موسم معتدل اور دن رات تقریبًا برابر ہوں گے۔ معدل النہار سے جانب شمال جتنی دوری بڑھتی جائے گی گرمی زیادہ ہوتی جائے گی۔ اور جتنا جنوب کی طرف بڑھے گا سردی بڑھتی جائے گی۔

سورج کی دوسری حرکت یومیہ پورب سے پچھم کی طرف کی ہوئی ہے۔ جو بیس گھنٹے میں پوری ہوتی ہے اس کے نتیجے میں دن رات ہوتے ہیں۔

باب ماجاء فی قولہ تعالی وھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ۔ اعراف ۵۷ ﴿۵﴾ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔ اللہ وہی ہے جو اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔

سورۂ اسراء میں فرمایا۔ فَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ ﴿۶۹﴾ تو تم پر جہاز توڑنے والی ہوا بھیجے۔ قاصفا کے معنی بتائے۔ وہ ہوا جو ہر چیز کو توڑ دے۔ سورہ حجر میں فرمایا۔ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ ﴿۲۲﴾ اور ہم نے بادلوں کو اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں۔ اس میں لَوَاقِحَ تھا۔ اس کی تشریح فرمائی ملاقح ملقحۃ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ لواقح مُلْقِحَةٌ کی جمع ہے۔ جو لقح سے باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اور یہ نوادر سے ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ القح الفحل الناقۃ والریح السحاب و ریاح لواقح۔ نر نے اونٹنی کو حاملہ کر دیا اور ہوا نے بادل کو اور حاملہ ہوائیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ لواقح۔ کے معنی حاملہ کے ہیں۔ لیکن اس پر کچھ لوگوں کو کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ لواقح لاقحۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی حمل والی کے ہیں۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ۔ (۲۶۶) تو اس پر ایک آتشیں بگولا آیا جس سے وہ جل گئی۔ اعصار کے معنی بتاتے ہیں تیز ہوا جو زمین سے ستون کی طرح اٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہے۔ جس میں آگ ہو۔ آتشیں بگولا۔ سورہ آل عمران میں فرمایا۔ كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ (۱۱۷) ان کی مثل ایسی ہے جیسے وہ ہوا جس میں پالا ہو۔ ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے مار گئی۔ صِرٌّ کے معنی بتائے بَرْدٌ پالا۔ سورۂ اعراف ﴿۵۷﴾ سورہ فرقان ﴿۴۸﴾ سورۂ نمل ﴿۶۳﴾ ریاح کی صفت میں بشرا آیا تھا۔ اس کی تفسیر فرمائی متفرقا۔ یعنی جدا جدا۔

۱۷۱۵ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰی مَخِیْلَۃً فِی السَّمَاءِ اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ

آسمان میں ایسا بادل دیکھتے جس سے پانی برسنے کے آثار ہوں۔ تو آگے چلتے پھر پیچھے آتے اندر آتے

وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَیَّرَ وَجْھُہٗ فَاِذَا اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّیَ عَنْہُ

باہر نکلتے اور رخ انور کا رنگ بدل جاتا۔ اور جب برسنے لگتا تو یہ کیفیت دور ہو جاتی۔ ام المؤمنین

فَعَرَّفَتْہُ عَائِشَۃُ ذٰلِکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا

نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔ کیا خبر کہیں یہ ویسا ہی نہ ہو جیسے ایک قوم عاد نے جب عذاب

اَدْرِیْ لَعَلَّہٗ کَمَا قَالَ قَوْمٌ فَلَمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِھِمْ قَالُوْا ھٰذَا

کو بادل کی شکل میں آسمان کے کنارے پھیلا ہوا اپنی بستی کی طرف آتے دیکھا تو کہا۔ یہ ہم پر مینہ برسنے

عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ ھُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِہٖ رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ عہ

کو آرہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ وہ ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

تشریحات ۱۷۱۵ یمن میں حضر موت کے قریب ایک ریتلا میدان ہے یہیں ایک شہر احقاف واقع تھا یہاں قوم عاد رہتی تھی۔ یہ سام بن نوح کے بیٹے ارم کی اولاد تھی۔ ان کو عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ انھیں کی نسل سے قوم ثمود ہے جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں لہ۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام ان کے ہم قوم مبعوث ہوئے۔ قوم عاد نے انھیں جھٹلایا۔ حضرت ہود نے انھیں ڈرایا کہ مجھ پر اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو عذاب الٰہی سے تباہ کر دیئے جاؤ گے انھوں نے ڈھٹائی سے کہا۔ دھمکاتے کیا ہیں۔ اگر سچے ہیں تو عذاب لائیے۔ اس پر تیز آندھی کا عذاب آیا۔ آندھی آسمان کے افق پر اس طرح پھیل کر اٹھی جیسے بارش کا بادل اٹھتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو یہ عذاب آرہا ہے۔ اب بھی ایمان لاؤ۔ انھوں نے کہا۔ یہ بارش کا بادل ہے۔ ہم پر برسنے کے لئے آرہا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے پھر انھیں متنبہ کیا۔ اور فرمایا۔ یہ بادل نہیں۔ آندھی عذاب الٰہی ہے۔ یہ آندھی ان پر صفر کے آخری چہار شنبہ کی صبح سے مسلسل آٹھ دن سات راتیں۔ دوسرے چہار شنبہ کی شام تک چلتی رہی جس کے اثر سے اموال روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے اور یہ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر رہ جاتے۔ تیز آندھی کی وجہ سے ان کے پھیپھڑے پھٹ پھٹ گئے۔ اور مر کر اس

عہ ثانی تفسیر سورہ احقاف ص۷۱۵ ترمذی نسائی تفسیر

لہ جلالین سورۂ والنجم ص۴۳۹

طرح پڑے تھے جیسے کھوکھلے کھجور کے درخت اکھڑ کر گرے رہتے ہوں۔ یہ آندھی پچھم طرف سے آئی تھی جسے دبور کہتے ہیں۔ حدیث گذر چکی۔ صبا سے میری مدد کی گئی۔ اور دبور سے عاد کو ہلاک کیا گیا۔ جب ہوا بادل کے ساتھ چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی منظر یاد آ جاتا۔ اور عظمت الٰہی کے اثر سے وہ اضطراب طاری ہو جاتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ ذِکْرِ الْمَلٰئِکَۃِ ص۴۵۵

فرشتوں کا تذکرہ ۔

مَلٰئِکَۃ ۔ مَلَک کی جمع ہے ۔ ابن سیدہ نے کہا ۔ اصل میں مَلٰأَکٌ تھا ۔ جیسے شَمْأَلٌ کی جمع شمائل تخفیف کے لئے واحد میں ہمزہ کو حذف کردیا گیا ۔ اور جمع میں تانیث کی تا رزائد ہے ۔ سیبویہ اور جمہور نے کہا ۔ کہ یہ اُلُوکَۃٌ سے بنا ہے جس کے معنی پیغام رسانی کے ہیں ۔ اس کی اصل مَأْلَکٌ ہے ۔ خلاف قیاس قلب کرکے ہمزہ کی جگہ لام اور لام کی جگہ ہمزہ لائے ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل مَلْکٌ ہے ۔ بقوت پکڑنے کے معنی میں ۔ ابن ابو عبیدہ نے کہا کہ اس میں میم فا رکلمہ ہے اور مَلْث سے بنا ہے ۔ اس تقدیر پر ملائکہ فعائلہ کے وزن پر ہے ۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کی جمع املاک افعال کے وزن پر بھی آتی ہے ۔ حالانکہ جس کے ابتدا میں میم زائدہ ہو اس کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی ۔

فرشتے مستقل مخلوق ہیں ۔ یہ نورانی لطیف جسم رکھتے ہیں ۔ ان کی مخصوص ایک شکل ہے ۔ مگر یہ قوت رکھتے ہیں کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ سوتے ہیں ۔ نہ اونگھتے ہیں نہ مرد ہیں نہ عورت ۔ نہ یہ شادی بیاہ کرتے ہیں ۔ نہ ان میں توالد و تناسل ہے ۔ اور صحیح یہ ہے کہ تمام ملائکہ انبیاء کرام کی طرح معصوم ہیں ۔ ہاروت ماروت کا جو قصہ تفاسیر وغیرہ میں مذکور ہے ۔ وہ صحیح نہیں ۔ یہ مختلف خدمات پر مامور ہیں ۔ جس کی تفصیل قرآن و حدیث میں بکثرت ہے ۔ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

امام بخاری نے ملائکہ کو انبیائے کرام سے پہلے ذکر فرمایا ۔ اس لئے کہ ان کی تخلیق پہلے ہوئی ہے ۔ اور یہ اللہ عزوجل اور انبیائے کرام کے مابین واسطے ہیں ۔ نیز اللہ عزوجل نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان کا ذکر انبیاء کرام سے پہلے فرمایا ہے ۔

۵۸۰ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ الْمَلٰئِکَۃُ ۔

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سورہ والصّٰفّٰت میں جو آیا ہے ۔ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ ۔ بیشک پر پھیلائے ہوئے ہم (حکم کے منتظر ہیں) اس سے فرشتے مراد ہیں ۔ یعنی یہ ان کا قول ہے ۔

اس باب میں امام بخاری نے سب سے پہلے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معراج ذکر فرمائی جو مفصل باب المعراج میں آئے گی۔ اس حدیث میں حضرت جبرئیل کا تذکرہ نام کے ساتھ صراحۃً ہے۔ اور آسمانوں کے دربانوں کا بھی ذکر ہے نام نہیں۔ نیز یہ مذکور ہے کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک بار حاضری دے چکے وہ قیامت تک دوبارہ باریاب نہ ہوں گے۔

۵۸۱	عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی
ت	امام حسن بصری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیت المعمور کے بارے میں
	اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ۔
	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

تشریحات ۵۸۱ صحیح یہ ہے کہ یہ تعلیق ہے۔ اور مرسل ہے۔ امام حسن بصری کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ امام بخاری اس تعلیق کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معراج کو بیت المعمور کے ساتھ ابو سعید بن عروبہ اور ہشام دستوائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے مگر ہمام بن یحییٰ نے اصل حدیث عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا۔ اور بیت المعمور کا حصہ عن قتادہ عن الحسن عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الگ روایت کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تعلیق کو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں موصولاً روایت کیا ہے۔ اور ان سے اسماعیلی اور ابو یعلیٰ، بغوی نے روایت کیا۔

بیت معمور ساتویں آسمان میں زیر عرش کعبہ شریف کے محاذی خاص فرشتوں کی مخصوص عبادت گاہ اور ان کا قبلہ ہے۔ جیسے کعبہ اہل زمین کا ہے۔ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ آسمان میں ایک دریا ہے جس کا نام نہر الحیوان (دریائے حیات) ہے۔ جس میں حضرت جبرئیل روزانہ غوطہ لگاتے ہیں۔ اور نکل کر پر جھاڑتے ہیں۔ تو اس سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے یہی روزانہ بیت المعمور میں جاتے ہیں۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مگر کوئی حرج نہیں فضائل میں مقبول ہے۔ بیت المعمور کہاں ہے۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے۔ کہ ساتویں آسمان میں زیر عرش ہے۔

حدیث معراج[1] بطریق ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے اس میں یہ ہے۔ کہ حضرت

---

[1] مسند امام احمد جلد ثالث صـ ۱۴۹ مسلم اول

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا۔ اذھو مستند الی البیت المعمور۔ وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ اور معراج کی تمام حدیثیں اس پر متفق ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ساتویں آسمان میں ملاقات ہوئی تھی۔

حدیث ۱۷۱۶ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهٗ اُكْتُبْ عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْسَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهٗ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؏

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور وہ سچے ہیں اور ان کو سچا مانا جاتا ہے۔ کہ تمہارا مادہ خلقت تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں جمع رکھا جاتا ہے۔ پھر چالیس دن منجمد خون رہتا ہے۔ پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کسی فرشتے کو بھیجتا ہے۔ اور اسے چار باتوں کا حکم کیا جاتا ہے۔ اس کا عمل اس کی روزی اس کی عمر لکھ۔ یہ بھی لکھ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ تم میں سے ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کا نوشتہ غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں کا عمل کرنے لگتا ہے اور ایک دوسرا شخص (برے) عمل کرتا رہتا ہے جب اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر نوشتہ غالب آجاتا ہے تو جنتیوں کا عمل کرنے لگتا ہے۔

؏ الانبیاء باب خلق آدم وذریتہ ص ۴۶۹ ثانی القدر ص ۹۷۶ التوحید باب ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص ۱۱۱۰ مسلم قدر، ابو داؤد، ترمذی، قدر۔ ابن ماجہ السنۃ

تشریحات ۱۶۱۷ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جو دوسری جلد[1] میں گذر چکی ہے۔ یہ حدیث پندرہ[2] صحابہ سے مروی ہے۔ بخاری میں تین صحابہ سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سہل بن سعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت سلیمان اعمش سے چالیس افراد نے روایت کیا ہے۔

ان احدکم۔ ان۔ ہمزہ کے فتحے کے ساتھ اس لئے کہ یہ حدثنا۔ کا مفعول ثانی ہے اور کسرہ بھی درست علی سبیل حکایت۔ جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ رحم میں مرد و عورت کی منتشر منی کو اکٹھا کر کے آپس میں ملا دیتا ہے۔

ثم یبعث اللہ ملکا۔ اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے۔ کہ جب نطفہ رحم میں پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس نطفے کو ہتھیلی پر لے کر اللہ عزوجل سے دریافت کرتا ہے۔ اے پروردگار! مرد ہے یا عورت اس کا معاملہ کیا ہے۔ کہاں مرے گا۔ حکم ہوتا ہے۔ لوح محفوظ میں جاکر دیکھ لے۔ فرشتہ لوح محفوظ دیکھ کر اسی کے مطابق اس کی تخلیق کرتا ہے۔ اس پر اطبار کا بھی اتفاق ہے کہ چار مہینے میں اعضار مکمل ہو جاتے ہیں۔ چار ماہ ہونے پر بچے کے جسم میں روح آجاتی ہے۔ اطبار نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ سب سے پہلے دل کے مقام پر نقطے کا نشان پڑتا ہے۔ اور روح پڑنے کے بعد سب سے پہلے دل ہی حرکت کرتا ہے۔ مرتے وقت سب کے بعد اس کی حرکت بند ہوتی ہے۔

بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتہ تیسرے اربعین کے بعد جب وہ لوتھڑا بن چکتا ہے۔ اس وقت اس کے بارے میں وہ سب لکھتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے لیکن مسلم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح پھونکنے کے بعد یہ باتیں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ نووی نے فرمایا کہ بقیہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی اربعین کے بعد ہی فرشتہ آکر چاروں باتیں لکھ لیتا ہے۔ توجیہ میں فرمایا۔ ثم یبعث اللہ الملک۔ یہ ابتدائی جملہ پر معطوف ہے۔ یعنی یجمع احدکم پر اور بیچ میں جملہ معترضہ ہے۔ اب حدیث کی ترتیب یہ ہوئی۔ چالیس دن تک مرد و عورت کا مادہ ایک جگہ جمع رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے پھر وہ باذن الٰہی و با علام الٰہی ان چاروں باتوں کو لکھتا ہے۔ پھر وہ بستہ خون ہوتا ہے۔ پھر گوشت کا لوتھڑا۔ پھر روح پھونکی جاتی ہے۔ اخیر کی اربعین پوری ہوتے ہوتے اس کی خلقت تام ہو جاتی ہے۔ سارے اعضا بن چکتے ہیں۔ شکل و صورت حلیہ سب درست ہو چکتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں جان نہیں اس لئے اسے گوشت کے ٹکڑے سے تعبیر فرمایا۔ امام قاضی عیاض وغیرہ نے فرمایا۔ کہ اس سلسلے میں جو احادیث کثیرہ آئی ہیں ان میں مختلف باتیں ہیں مگر ان سب کا حاصل یہ ہے۔ کہ نطفہ جب رحم میں پہنچتا ہے۔ اسی وقت سے فرشتہ اس میں باذن الٰہی درجہ بدرجہ تصرف شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] نزھۃ القاری ثانی ص ۲۴ [2] فتح الباری جلد حادی عشر ص ۴۷۹

باربع کلمات ۔ بعض روایتوں میں باربعۃ کلمات ۔ حالانکہ کلمات مؤنث ہے ۔ قاعدے کے اعتبار سے باربع ۔ ہی چاہئے ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا ۔ کہ معدود جب مبہم ہو تو عدد کی تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہے ۔ یہ چار چیزیں یہ ہیں ۔ عمل، رزق، موت کا وقت بدبختی و نیک بختی ۔

فان الرجل منکم ۔ یہاں سے اخیر تک مرفوع ہے یا موقوف دونوں احتمال ہیں ۔ یعنی یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے ۔ کہ یہ مرفوع ہے ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

حدیث ۱۷۱۷ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرَئِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ ۔ عہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا ۔ کہ اللہ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے ۔ تو جبرئیل سے فرماتا ہے ۔ کہ اللہ نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا تم بھی اس سے محبت کرو ۔ تو جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیل آسمان والوں کو ندا دیتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے ۔ تم لوگ بھی اس سے محبت کرو ۔ تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے بعد زمین میں اس کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے ۔

تشریحات ۱۷۱۷ امام بخاری نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ یہاں ذکر کیا ہے ۔ ایک بطریق محمد بن سلام یہ متصل ہے ۔ دوسری بطریق ابو عاصم یہ معلق ہے پھر اسے کتاب الادب میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ۔ فرمایا ۔ عَنْ عمر بن علی عن اَبی عاصم الخ ۔ البتہ متن میں تھوڑا سا تغیر ہے ۔ یہاں یہ ہے ۔ نادیٰ جبرئیل ان اللہ یحب فلانا ۔ بیشک اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے ۔ اس کا مفاد یہ ہے یہ محبت دوامی اور استمراری ہے ۔ جو ہمیشہ رہے گی اور کبھی ختم نہ ہوگی ۔ اور کتاب الادب میں ہے ۔ ان اللہ قد احب فلانا ۔ بیشک اللہ نے فلاں کو محبوب بنالیا ۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ محبوب بنالینے کے بعد حضرت جبرئیل کو ندا فرماتا ہے ۔ اور یہ محبت قطعی یقینی ہے اِنَّ اور قَدْ دو حرف تحقیق

عہ ثانی الادب باب المقۃ من اللہ ص ۸۹۲ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵

کے ساتھ ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ امام بخاری کبھی حدیث متصل کو کہیں بیچ کا واسطہ چھوڑ کر ذکر فرما دیتے ہیں۔

طوفی نے کہا امام بخاری نے یہ حدیث تو ذکر فرمائی جس میں اللہ عزوجل کے بندے کے ساتھ محبت کا ذکر ہے اور بغض والی حدیث نہیں ذکر فرمائی۔ اسماعیلی نے بطریق روح بن عبادہ ابن جریج سے روایت کیا۔ اللہ عزوجل جب کسی بندے کو مبغوض بنا لیتا ہے۔ تو جبرئیل بھی اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں پھر آسمان میں ندا کر دیتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں کو مبغوض رکھتا ہے۔ تم لوگ بھی اس سے بغض رکھو۔ تو آسمان والے اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس سے بغض رکھا جانے لگتا ہے۔

اس محبت اور بغض کا سبب حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ بندہ اللہ کی مرضی کے خواستگاری میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اے جبرئیل! میرا فلاں بندہ میری رضا کا خواستگار ہے سنو میری رحمت اس پر غالب ہے[۱] (الحدیث) خود بخاری کتاب الرقاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں[۲] الحدیث

القبول فی الارض۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی محبت عظمت اہل زمین کے دل میں ڈال دی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ پہلے عوام کالانعام کے دلوں میں محبت ہو پھر خواص تک پہنچے یا عوام ہی تک محدود ہو کر رہ جائے۔ یہ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونے کی دلیل نہیں۔ دوسرے پہلے خواص کے دل میں محبت ہو پھر خواص سے عوام تک پہنچے۔ یہ عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ یہی اس حدیث کا مفاد ہے۔

۱۷۱۸ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے

يَقُوْلُ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ

بادل میں اترتے ہیں۔ اور آسمان میں جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے

الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ

اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو شیاطین چوری سے سن لیتے ہیں اور اسے چپکے سے

فَتُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ

کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ کاہن اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو

۱؎ فتح الباری جلد عاشر ص۴۶۲ ۲؎ باب التواضع ص۹۶۳

عِنۡدِ اَنۡفُسِهِمۡ عــہ

جھوٹ ملا دیتے ہیں ۔

تشریحات ۱۸۱۸

یہ حدیث کتاب الطب وغیرہ میں ان الفاظ سے مروی ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا؛ وہ کچھ نہیں۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کبھی کبھی وہ جو کچھ کہتے ہیں صحیح ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ صحیح بات وہ ہے کہ جن اچک کر اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتے ہیں۔ جس میں وہ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ یہ سوال کرنے والے حضرت معاویہ بن حکم سلمی ہیں۔ مسلم میں انھیں سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کچھ کام جاہلیت میں کرتے تھے۔ کاہنوں کے پاس جاتے تھے۔ فرمایا مت جاؤ۔

کاھن۔ کا مصدر کہانت ہے۔ اس کے اصل معانی غیب دانی کا دعوی کرنا۔ علامہ ابن حجر نے ان کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ اول جس کا کوئی جن مؤکل ہو وہ آسمان سے چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سن کر اسے بتائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جب آسمان پر شیاطین کا داخلہ بند ہوگیا تو یہ قسم تقریباً ختم ہوگئی۔ دوم کسی کے تابع کوئی جن ہے جو اسے دور نزدیک کی پوشیدہ باتیں بتائے۔ سوم کچھ انسانوں میں اللہ عزوجل ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اپنی ذکاوت سے اٹکل پچو باتیں بتاتے ہیں ان میں کچھ صحیح بھی ہو جاتی ہیں۔ چہارم تجربے اور قرائن سے پوشیدہ باتوں کو بتانے والے۔ اسی میں منجم بھی داخل ہیں۔ علم نجوم حق ہے مگر اب اس کا سیکھنا منسوخ ہوگیا۔

رمل۔ کچھ مخصوص خطوط کھینچ کر پوشیدہ باتیں جاننا۔ یہ علم حق ہے۔ مسلم میں حضرت معاویہ بن حکم کی حدیث کے اخیر میں ہے۔ کہ انھوں نے یہ بھی سوال کیا تھا ہم میں کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں فرمایا۔ ایک نبی خط کھینچتے تھے۔ جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔ یہ نبی حضرت دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

العنان۔ عنان کے معنی بادل کے ہیں۔ جیساکہ ہوالسحاب بعض راویوں نے تفسیر کی ہے۔ وھوالسحاب ارشاد اقدس نہیں۔ ادراج ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہو۔ اور یہی دوسری روایتوں کے مطابق ہے۔ مسلم کی یہ حدیث گذر چکی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ مجھ سے کچھ انصار نے بیان کیا۔ کہ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کہ اچانک ایک تارا گرا اور روشنی پھیل گئی۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں جب اس طرح تارا ٹوٹتا تو تم لوگ کیا کہتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ہم یہ کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ فرمایا یہ تاروں کا ٹوٹنا کسی کے مرنے یا پیدائش پر نہیں ہوتا ہے۔ ہاں ہمارا پروردگار جب کوئی حکم دیتا ہے تو عرش اٹھانے والے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں پھر ان

عــہ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ ۔ ثانی۔ طب۔ باب الکھانۃ ص ۸۵۷ ۔ الادب۔ باب قول الرجل للشی لیس بشی ص ۹۱۷ ۔ التوحید۔ باب قرائۃ الفاجر والمنافق ص ۱۱۲۸ مسلم کھانۃ ۔ مسلم ثانی باب تحریم الکہانۃ ص ۲۳۳

کے قریب کے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمان دنیا تک پہنچتا ہے۔ اب فرشتے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ تو انھیں خبر دیتے ہیں۔ درجہ بدرجہ آسمان دنیا تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے یہیں سے جن چوری سے سن لیتے ہیں۔ جب وہ جیسی بات تھی ویسی ہی بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح ہوتی ہے۔ لیکن وہ کم و بیش کر دیتے ہیں۔

دوسرے ابواب کی روایتوں میں یہ ہے۔ کہ جن اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتا ہے یہاں الفاظ مختلف ہیں کہیں فیقرھا۔ ہے۔ اور بعض روایتوں میں کقرقرۃ الدجاجۃ مرغی کی آواز کے مثل۔ اور بعض روایتوں میں فیقر فی اذنہ کما تقر القارورۃ۔ اس کے کان میں یوں ڈالتا ہے جیسے شیشی کی آواز۔ ان سب کا مفاد یہ ہے کہ شیاطین اپنے موکلین کے کانوں میں وہ باتیں مبہم طریقے سے اپنے مخصوص انداز میں ڈالتے ہیں۔ صاف صاف واضح الفاظ میں نہیں کہ جو سنے سمجھ لے۔ مائۃ کذبۃ۔ بطور مبالغہ ہے کہ بعض روایتوں میں اکثر من مائۃ کذبۃ۔ ہے۔

۱۶۱۹ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حدیث حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اُھْجُھُمْ
وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا۔ مشرکین کی ہجو کرو اور جبرئیل
اَوْھَاجِھِمْ وَجِبْرِیْلُ مَعَکَ عہ
تمہارے ساتھ ہیں۔

تشریحات ۱۶۱۹ اس کے پہلے والی حدیث میں ہے۔ جو کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا۔ اجب عنی اللھم ایدہ بروح القدس۔ میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ اس کی روح القدس کے ذریعہ مدد فرما۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہجو کرنے سے مراد جواب دینا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ مشرکین مکہ مسلسل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے۔ اپنی بدذات لونڈیوں کو بیہودہ اشعار یاد کرا دیتے تھے۔ جسے وہ عیش و طرب کی محفلوں میں گاتی تھیں۔ اس پر وہ ارشاد ہوا۔ کہ اے حسان میری طرف سے جواب دو۔ اور ان کی بھی ہجو کرو۔
وہب نے اپنی جامع میں عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں بطریق محمد بن سیرین روایت کیا۔ مشرکین نے

عہ ثانی مغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب دو طریقے سے ص۵۹۱ الادب باب ھجاء المشرکین ص۹۰۹ مسلم فضائل نسائی فضائل مناقب۔ لہ نزہۃ القاری ثانی ص۳۴۲

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ہجو کی۔ تو انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ علی کو حکم دیں کہ وہ مشرکین کی ہجو کریں۔ فرمایا! جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے ہماری مدد کی ہے وہی اس کا بھی حق رکھتے ہیں۔ کہ اپنی زبانوں سے مدد کریں انصار سمجھ گئے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم اس خدمت کو بھی انجام دیں۔ تو حضرت حسان کے پاس کہلایا۔ وہ خوشی اور فخر کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ اگر صنعا اور بصرہ کے مابین جو کچھ ہے سب مل جاتا تو بھی مجھے اس خدمت سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔ لیکن میں قریش کے بارے میں کچھ جانتا نہیں۔ اب حضرت ابوبکر کو حکم ہوا کہ انھیں قریش کے عیوب کرید کرید کر بتاؤ۔

کتاب الادب میں حدیث آرہی ہے کہ حضرت حسان نے از خود اجازت طلب کی تو فرمایا۔ میرے نسب کو کیا کروگے۔ عرض کیا۔ میں حضور کے نسب کو اس طرح بے داغ بچالوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔

حدیث ۱۷۲۰

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرَئِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ۔ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ گویا میں بنی غنم کی گلیوں میں جبرئیل کی سواری سے غبار اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بنی قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تھے۔

تشریحات ۱۷۲۰

ذکر الملائکۃ۔ میں زقاق کے بجائے سِکَّۃٌ ہے۔ اس کے معنی گلی کے ہیں۔ بنی غنم خزرج کے مشہور قبیلے بنی نجار کی ایک شاخ کا نام ہے۔ اسی سے سیدنا حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ عرب کے مشہور قبیلے بنی غنم کے علاوہ ہیں۔ یہ مدینہ طیبہ کے باشندے نہیں تھے۔

حدیث ۱۷۲۱

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرَئِيلُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عائشہ جبرئیل تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

عہ ثانی مغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ اول ذکر الملائکۃ ص۴۵۷

یَقْرَأُ عَلَیْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰی

ام المؤمنین نے کہا اور ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ حضور

مَا لَا أَرٰی تُرِیْدُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ عہ

وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے۔

تشریحات ۱۷۲۱ اس کے بالمقابل ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں وارد[1] ہے۔ کہ جبرئیل امین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے فرمایا۔ یا رسول اللہ یہ خدیجہ آگئی ہیں کھانے پینے کا سامان لے کر۔ یہ آجائیں تو انہیں ان کے رب کی جانب سے سلام کہدیں۔ اور انھیں جنت میں موتی کے ایسے گھر کی بشارت دیدیں جس میں نہ شور ہوگا نہ تکان۔ اس سے ان علماء نے استدلال فرمایا جو یہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا ام المؤمنین حضرت صدیقہ سے بھی افضل ہیں اس سلسلے میں ہم نے اپنا موقف جلد اول[2] میں تحریر کر دیا ہے۔

حدیث ۱۷۲۲ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرَئِیْلَ

نے جبرئیل سے فرمایا۔ جتنا ہمارے پاس آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے۔ ابن عباس

أَلَا تَزُوْرُنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا قَالَ فَنَزَلَتْ۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ

نے کہا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے اسی

لَهُ مَا بَیْنَ أَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا عہ مریم (۶۴)

کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور اس کے درمیان ہے۔

تشریحات ۱۷۲۲ ایک بار جبرئیل امین چالیس دن حاضر نہیں ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اے جبرئیل آپ اتنے عرصے کے بعد آئے کہ مجھے آپ کا اشتیاق ہو گیا عرض

عہ مناقب باب فضل عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ص۵۳۲ ثانی الادب باب من دعا صاحبہ فنقص من اسمہ حرفا ص۹۱۵ الاستیذان باب تسلیم الرجال علی النساء ص۹۲۳ اذا قال فلان یقرءک السلام ص۹۲۴ مسلم فضائل۔ ترمذی مناقب۔ نسائی تفسیر

عہ ثانی تفسیر سورہ مریم باب قولہ وما نتنزل الا بامر ربک ص۶۹۱ التوحید باب قولہ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص۱۱۱۱۔ نسائی تفسیر۔ [1] مناقب باب تزویج النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خدیجۃ ص۵۳۹ [2] نزہۃ القاری ص۱۷۶

کیا مجھے بھی آپ کا اشتیاق تھا۔ مگر میں مامور ہوں حکم ہوا۔ عرض کردوں۔ ہم حضور کے رب کے اذن ہی سے اترتے ہیں۔
اس آیت میں امر سے مراد اذن ہے۔ یا وحی۔ اور بہتر معنی عام مراد لینا ہے یعنی اللہ عزوجل ہم کو جب کسی کام کے لئے بھیجتا ہے خواہ وہ وحی ہو خواہ کچھ اور۔ تب ہم آسمان سے اترتے ہیں۔

حدیث ۱۷۲۳ ثنی عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَقْرَأَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُہٗ حَتّٰی انْتَھٰی اِلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ۔ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک حرف پڑھایا۔ میں ان سے زیادہ کو کہتا رہا۔ یہاں تک کہ سات حرف تک نوبت پہنچی۔

تشریحات ۱۷۲۳ سات حرفوں سے کیا مراد ہے۔ اس میں دس قول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ ان سے مراد لغات ہیں یا قرأتیں۔ اس پر بقدر ضرورت کلام پانچویں جلد میں گذر چکا ہے۔

بَابُ اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ آمِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃُ فِی السَّمَاءِ آمِیْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ صـ۴۵۷

جب تم میں سے کسی نے آمین کہا اور فرشتوں نے آسمان میں آمین کہا۔ تو جس کا آمین پڑھنا فرشتوں کے موافق ہو گیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حدیث ۱۷۲۴ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ اِنَّ اَبَا طَلْحَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَّلَا صُوَرٌ تَمَاثِیْلَ۔ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو فرشتے نہیں جاتے۔

عہ ثانی فضائل القرآن۔ باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف صـ۷۴۶ مسلم۔ الصلوۃ۔ عہ اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسہ صـ۴۶۸ ثانی المغازی باب صـ۵۷۰ اللباس باب التصاویر صـ۸۸۰ مسلم لباس۔ ترمذی۔ استیذان۔

۱۷۲۵ اِنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِیْدٍ حَدَّثَہٗ اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدِ نِ الْجُھَنِیَّ حَدَّثَہٗ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ عُبَیْدُ اللّٰہِ الْخَوْلَانِیُّ الَّذِیْ کَانَ فِیْ حِجْرِ مَیْمُوْنَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَھُمَا زَیْدُ بْنُ خَالِدٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَۃَ حَدَّثَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَیْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاہُ فَاِذَا نَحْنُ فِیْ بَیْتِہٖ بِسِتْرٍ فِیْہِ تَصَاوِیْرُ فَقُلْتُ لِعُبَیْدِ اللّٰہِ الْخَوْلَانِیِّ اَلَمْ یُحَدِّثْنَا فِی التَّصَاوِیْرِ فَقَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِیْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَہٗ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰی قَدْ ذَکَرَہٗ عہ

حدیث بسر بن سعید نے حدیث بیان کی کہ حضرت زید بن خالد جہنی نے ان سے حدیث بیان کی اور بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ خولانی بھی تھے۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش میں تھے۔ ان دونوں سے حضرت زید بن خالد نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھر میں تصویر ہو فرشتے نہیں جاتے۔ بسر نے کہا اس کے بعد حضرت زید بن خالد بیمار پڑے تو ہم لوگ عیادت کے لئے گئے تو ان کے گھر ایک تصویر دار پردہ تھا۔ میں نے عبید اللہ خولانی سے کہا کیا انھوں نے تصویروں کے بارے میں ہم سے حدیث نہیں بیان کی ہے تو انھوں نے کہا اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے مگر کپڑے میں چھپی ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا بسر نے کہا نہیں۔ عبید اللہ نے کہا۔ ہاں اسے ذکر کیا ہے۔

۱۷۲۶ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ وَعَدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّا لَانَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ وَّلَا کَلْبٌ عہ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ جبرئیل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آنے کا وعدہ کیا تھا مگر آئے نہیں (پوچھنے پر بتایا) کہ ہم لوگ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

تشریحات ۱۷۲۵ یہاں قصہ یہ ہے۔ کہ باب کا جو عنوان ہے۔ اذا قال احدکم آمین الحدیث یہ مستقل حدیث ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ مروی ہے جو اس کے پہلے والی حدیث۔۔۔

عہ ثانی اللباس باب التصاویر ص ۸۸۱ مسلم لباس۔ نسائی زینت

عہ ثانی اللباس باب لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ صور ص ۸۸۱

الْمَلٰئِکَۃُ یَتَعَاقَبُوْنَ ۔ کی ہے ۔ چنانچہ کتاب الصلوۃ میں بطریق عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابی الزناد ۔ مروی ہے ۔ اور یہاں بطریق ابوالیمان انا شعیب ثنا ابوالزناد ہے ۔ اس لئے یہاں بجائے باب کے وَ بھذا الاسناد ۔ یا ۔ وبہ قال وغیرہ ہونا چاہئے ۔ جیساکہ اسماعیلی نے کہاہے ۔ ابوذر کی روایت میں ۔ باب ۔ نہیں ۔ لیکن ایسا کوئی کلمہ بھی نہیں جو یہ بتائے کہ یہ اسی سند کے ساتھ مروی ہے ۔ جو اس کے پہلے والی حدیث کی ہے ۔ یہ سب حدیثیں اصل باب ذکر الملٰئکۃ ۔ کے تحت ہیں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں جو باب اذا وقع الذباب ۔ میں مذکور ہے ۔ صرف ولا صورۃ ہے ۔ تماثیل نہیں ۔ اسی طرح ۔ کتاب اللباس میں ، صیغہ جمع کے ساتھ ۔ ولا تصاویر ۔ ہے ۔ اور مغازی میں لا صورۃ کے بعد یہ زائد ہے ۔ یرید صورۃ التماثیل اللتی فیھا الارواح ۔ مراد وہ تصویریں ہیں جن میں روحیں ہوں ۔

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے ۔ خواہ وہ مجسم ہو خواہ کاغذ پر خواہ کپڑے پر خواہ کسی دھات کے پتر پر اور اس کا گھر میں رکھنا بھی حرام ہے ۔ اگر وہ فرش وغیرہ پر حقارت کے ساتھ نہ ہو ۔ یہ تصویریں خواہ ہاتھ سے بنائی گئی ہوں خواہ کیمرہ وغیرہ سے کیونکہ حرمت کی علت صورت سازی یعنی چہرے کی شبیہ بنانا ہے ۔ اسی طرح ویڈیو ، کیسٹ ، ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو صورتیں نظر آتی ہیں ۔ وہ بھی حرام ہیں ۔ جس پر تفصیلی گفتگو کتاب اللباس باب التصاویر میں ہوگی ۔

یہ کہنا کہ حرام صرف مجسمہ ہے ۔ کاغذ وغیرہ پر بنی ہوئی تصویریں حرام نہیں ۔ یا صرف ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں حرام ہیں ۔ کیمرے وغیرہ سے بنی ہوئی نہیں ۔ غلط ہے ۔ تمثال کے معنی مطلق تصویر کے بھی ہیں جس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث دلیل ہے ۔ جو اس کے پہلے مذکور ہے ۔ جس میں یہ ہے ۔ وسادۃ فِیْھَا تَمَاثِیْلُ ۔ گدا جس میں تصویریں تھیں ۔ ظاہر ہے کہ تکیے یا گدے میں مجسمے کے ہونے کا سوال ہی نہیں ۔ فتح الباری میں ہے ۔ جمع تمثال وھو الشئی المصور اعم من ان یکون شاخصا او نقشا او دھانا او نسجا فی ثوب وفی روایۃ بکیر عند مسلم انھا نصبت سترا فیہ تصاویر ۔ (مسلم جلد ثانی ص۲۰۱)

لا تدخل الملائکۃ ۔ امام نووی نے فرمایا ۔ کہ اس سے مراد ملائکہ رحمت واستغفار ہیں ۔ کیوں کہ کراما کاتبین اور محافظین ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتے ہیں ۔ کسی وقت جدا نہیں ہوتے ۔ اس حدیث میں کتے سے مراد وہ کتا ہے ۔ جس کا پالنا جائز نہیں ۔ حدیث گذر چکی کہ مویشی کھیت یا گھر وغیرہ کی حفاظت اور شکار کے لئے کتے پالنا جائز ہے ۔ صحیح یہی ہے کہ جن کتوں کا پالنا جائز ہے وہ اگر گھر میں ہوں ۔ یا تصویر حقارت و ذلت کے ساتھ ہوں تو فرشتے گھر میں آتے ہیں ۔ ورنہ ان کو گھر میں رہنے دینا ممنوع ہوتا اس لئے کہ حدیث میں تصویر رکھنے کی ممانعت کی علت یہی ہے کہ فرشتے اندر نہیں آتے ۔

الا رقما فی ثوب ۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ تصویریں ہیں جو غیر ذی روح کی ہوں ۔ مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر مطلقا جائز ہے خواہ کپڑے پر ہو یا کہیں بھی ہو ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ارشاد ممانعت سے پہلے کا ہو ۔ جیسا کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث[1] سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ تصویر دار پردے کو دیکھ کر فرمایا ۔ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا ۔

اس حدیث میں پردے ہی کی تصویر کے بارے میں وہ ارشاد ہے ۔ لیکن پھر یہ شبہ رہ جاتا ہے ۔ کہ تاریخ معلوم نہیں ۔ اس لئے ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا ۔ اگرچہ ام المؤمنین کا واقعہ ایک قول کی بنا پر غزوہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا تھا ۔ مگر پھر بھی قطعی طور پر اسے ناسخ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ یہ امکان ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بعد کی ہو ۔ اقول وھو المستعان ۔ اصل جواب یہ ہے کہ اب کپڑے پر تصویر کا مسئلہ حرمت و حلت کے مابین دائر ہوگیا ۔ اور ایسے موقعہ پر ترجیح حرمت کو ہوگی ۔

حدیث ۱۷۲۷ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ قَالَ سُفْيٰنُ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ وَنَادَوْا يَا مَالِ عہ

حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا ۔ اور جہنمی پکاریں گے اے مالک ؟ سفیان نے کہا ۔ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت یامالِ ہے ۔

تشریحات ۱۷۲۷ کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے ۔ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (۷۷) دوزخیوں کے قول کی حکایت ہے ۔ کہ دوزخ میں عذاب کی شدت کی تاب نہ لاکر دوزخ کے خازن کو پکاریں گے ۔ اے مالک تیرے رب کو چاہئے کہ ہمارا کام تمام کردے ۔ وہ ایک ہزار سال کے بعد جواب دیں گے ۔ تم ہمیشہ اسی میں رہو گے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ترخیم کے ساتھ یامالِ ہے ۔ اور یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ہے ۔

حدیث ۱۷۲۸ ثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

عروہ نے کہا ۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات

عہ باب صفۃ النار ص۴۶۲ ثانی تفسیر سورہ حم زخرف ص۷۱۳ مسلم الصلوۃ ابو داؤد ۔ الحروف ۔ نسائی ۔ تفسیر حروف ۔

[1] اللباس باب ما وطی من التصاویر ص۸۸۰ ۔

وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ

نے ان سے حدیث بیان کی۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا حضور

اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ

پر احد سے بھی زیادہ کوئی دن سخت آیا ہے۔ فرمایا مجھے تمہاری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں پہنچیں

مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ وَكَانَ اَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ

اور سب سے سخت یوم عقبہ تھا۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا

الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ

تھا۔ اس نے میرا پیغام قبول نہیں کیا۔ میں غمزدہ واپس چلا آیا قرن الثعالب پر

يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ

پہنچا تو غم ہلکا ہوا۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے

اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ

ہے۔ اور اس میں جبرئیل ہیں۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہا۔ آپ کی قوم نے

فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ

آپ سے جو کہا جو جواب دیا۔ اللہ نے سن لیا اور آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو

قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ

بھیجا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ اب پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا۔

لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ

پہلے مجھ پر سلام کیا پھر عرض کیا۔ اے محمد! حضور کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو

قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فَمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ

اخشبین پہاڑوں کو ان پر ڈھا دوں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ

الْاَخْشَبَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُخْرِجَ

مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی نسل سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف

اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا

اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے۔ اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

ثانی التوحید۔ باب وکان اللہ سمیعا بصیرا ص ۱۰۹۹ نسائی نعوت

تشریحات ۱۷۲۸

ابن عبد یا لیل ۔ اس کا نام کنانہ تھا ۔ یہ طائف کے صف اول کے سرداروں میں تھا۔ ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے کہا۔ کہ کنانہ بن عبد یالیل سنہ میں طائف کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ اسی بنا پر علامہ عبد البر نے الاستیعاب میں اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ مگر امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ طائف کے سب لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ مگر یہ محروم رہا۔ بھاگ کر روم چلا گیا اور وہیں مرا۔

قرن الثعالب ۔ یہ مکہ معظمہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک پہاڑی ہے۔ اسے قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔ جو اہل نجد کی میقات ہے۔ جو بڑے پہاڑ سے کٹی ہوتی ہے۔ قابسی نے نقل کیا۔ کہ قرن را کے سکون کے ساتھ۔ پہاڑی کے معنی میں ہے۔ اور قَرَن را کے فتحے کے ساتھ اس کے قریب گذرنے والا راستہ۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال اور ابو طالب کے انتقال کے بعد بعثت کے دسویں سال مکہ والوں کے مسلسل انکار و متواتر ایذا رسانیوں سے بددل ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ کہ شاید یہ لوگ ایمان قبول کرلیں۔ طائف کے رؤسا میں یہ تین بھائی عبد یالیل، مسعود حبیب سب سے ممتاز تھے۔ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ان اشقیا نے جو گستاخانہ جوابات دیئے وہ عبرت انگیز ہیں۔ ایک نے کہا۔ اگر خدا نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تو کعبے کا پردہ چاک کر رہا ہے دوسرے نے کہا۔ تیرے علاوہ خدا کو اور کوئی نہیں ملا۔ تیسرے نے کہا۔ میں کسی طرح تجھ سے بات نہیں کر سکتا۔ اگر تو سچا ہے۔ تو تجھ سے گفتگو کرنا بے ادبی ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو اس قابل کہاں کہ تجھ سے بات کی جائے۔

ان بدطینتوں نے اسی پر بس نہیں کیا۔ بازاریوں کو اکسایا کہ ہنسی اڑائیں۔ بدقماش دو رویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہر طرف سے پاؤں پر پتھر برسانے لگے۔ پاؤں لہولہان ہو گیا۔ جب نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے۔ جب چلنے لگتے پھر پتھر برسانے لگتے۔ گالیاں دیتے تالیاں بجاتے آخر ایک انگور کے باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ اس نے اپنے غلام عداس کے ذریعہ ایک کشتی میں رکھ کر انگور بھیجے۔[۱]

الاخشبین ۔ اخشب کے معنی کم گوشت والی مضبوط ہڈی ہے اس سے مراد جبل ابو قبیس ہے اور اس کے بالمقابل جو پہاڑ ہے وہ یا تو قیقعان ہے۔ یا اس کے قریب جو سرخ پہاڑ ہے وہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اجازت دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں چپکا دوں جس کے اندر اہل مکہ کچل کر رہ جائیں یا یہ کہ ان دونوں پہاڑوں کو ان کے سروں پر پٹک دوں جس کے نیچے دب کر رہ جائیں۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ گوارا نہیں فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا انھیں رہنے دو مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میری امت میں داخل ہوگی۔ اور یہی ہوا کہ سنہ ۹ھ میں سارا مکہ مشرف باسلام ہو گیا۔

حدیث ۱۷۲۹ ثنا ابو اسحٰق الشیبانی قال سالت زر بن حبیش رضی

ابو اسحٰق شیبانی نے کہا۔ میں نے زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

[۱] مدارج النبوۃ دوم ص ۴۹-۵۰

اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں فرمایا تو دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گیا یا اس سے بھی کم

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی، قَالَ ثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ رَاٰی جِبْرَئِیْلَ

پھر اپنے بندے کی جانب وحی کی جو وحی کی تو انھوں نے کہا کہ ابن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضور

لَہٗ سِتُّ مِائَۃِ جَنَاحٍ عہ

نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں۔

تشریحات ۱۷۲۹ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے۔ اس آیت میں قرب جبرئیل مراد ہے حالانکہ جبرئیل ہی قاصد بن کر حاضر ہوئے تھے۔ شروع ہی سے ساتھ تھے۔ اس کے ازالے کے لئے فرمایا۔ کہ جبرئیل امین کی اصل ملکوتی شکل سے قرب مراد ہے۔ اس تقدیر پر فاوحی کی ضمیر مستتر کا مرجع جبرئیل ہوں گے۔ جو شدید القوی سے مراد ہے اور عبدہ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ عزوجل ہے جو معہود فی الذہن ہے۔

لیکن صحیح اور راجح یہ ہے کہ یہاں قرب سے مراد قرب الٰہی ہے۔ اور فاوحی کی ضمیر مستتر اور عبدہ کی ضمیر مجرور متصل سب کا مرجع اللہ عزوجل ہے۔ علمہ شدید القوی۔ سے مراد اللہ عزوجل جیسا کہ امام حسن بصری نے فرمایا۔ اور اس کے بعد کہ تمام ضمیریں اسی طرف لوٹ رہی ہیں۔ اس میں ضمیروں کے مرجع میں انتشار نہیں۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ عبدہ کی ضمیر کا مرجع متعین ہے۔ کہ اللہ عزوجل ہے اس میں انتشار مراجع ہے۔ نیز اضمار بغیر ذکر لازم آئے گا۔ اگرچہ اس کی تاویل یہ صحیح ہے۔ کہ اللہ عزوجل حاضر فی الذہن ہے۔ مگر تاویل خلاف ظاہر پر حمل کرنے کا نام ہے۔ اور جب کسی کلام کا ظاہر معنی درست ہو تو تاویل بلاضرورت ہے۔ اسی لئے راجح یہی ہے کہ فاستوی سے لے کر۔ الی عبدہ۔ تک تمام ضمیروں کا مرجع شدید القوی ہے۔ جس سے مراد اللہ عزوجل ہے اب معنی یہ ہوئے۔ پھر وہ جلوہ قریب ہوا۔ پھر خود اتر آیا۔ یہاں تک کہ اس جلوے اور بندے میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اب اس نے اپنے بندے کی جانب وحی فرمائی جو فرمائی۔

حدیث ۱۷۳۰ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَقَدْ رَاٰی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ آیہ کریمہ، بلاشبہ اس نے اپنے رب کی بڑی

مِنْ آیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ عہ

بڑی نشانیاں دیکھیں۔ ان نشانیوں میں سے وہ سبز پڑا ہے جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک لیا تھا۔

عہ ثانی تفسیر سورہ والنجم باب فکان قاب قوسین او ادنی باب فاوحی الی عبدہ ما اوحی ص۷۲۰

عہ ثانی تفسیر سورہ والنجم باب لقد رای من آیات ربہ الکبری ص۷۲۰

۱۷۳۰ **تشریحات** صحیح اور راجح یہ ہے کہ اس آیت میں آیات کبریٰ سے مراد وہ تمام عجائب و نوادر ہیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد جبرئیل امین ہیں جو سبز حلے میں اپنی ملکوتی شکل میں جلوہ فرما تھے کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور اتنے عظیم تھے کہ آسمان ان سے بھر گئے تھے۔

۱۷۳۱ أَنبَأَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَىٰ رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ وَلٰكِنْ رَأَىٰ جِبْرَئِيلَ فِي صُورَتِهِ وَخَلْقِهِ سَادًّا مَا بَيْنَ الْأُفُقِ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جو یہ گمان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بہت بڑی بات کہہ دی اور ہاں انھوں نے جبرئیل کو ان کی ملکوتی صورت اور خلقت میں دیکھا کہ کنارۂ آسمان کے درمیانی حصے کو بھرے ہوئے تھے۔

۱۷۳۲ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا فَأَيْنَ قَوْلُهُ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى قَالَتْ ذٰلِكَ جِبْرَئِيلُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ وَإِنَّهُ أَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ الْأُفُقَ عہ

حدیث مسروق نے کہا۔ اس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے عرض کیا پھر اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔ کہ فرمایا۔ پھر وہ قریب ہوا پھر خوب اتر آیا۔ پھر دونوں کے درمیان دو کمان بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ فرمایا یہ جبرئیل تھے۔ حضور کی خدمت اقدس میں انسانی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔ اور اس دفعہ اپنی اس صورت میں حاضر ہوئے جو ان کی ملکوتی ہے جس نے افق بھر دیا۔

۱۷۳۱-۱۷۳۲ **تشریحات** شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا یا نہیں۔ یہ مسئلہ صحابہ کرام کے عہد مبارک سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ حضرت عائشہ کا قول یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل کا دیدار نہیں کیا فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایک قول یہی منقول ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول یہ ہے کہ دیدار ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک قول یہی مروی ہے۔ صحیح مختار اور جمہور سلف و خلف

عہ باب صفۃ النار ص۳۶۲ تفسیر سورہ حٰم زخرف ص۷۱۳ مسلم الصلوٰۃ۔ ابوداؤد الحروف نسائی تفسیر حروف۔

کا مذہب یہی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا۔ کعب احبار امام حسن بصری امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوالحسن اشعری نے اسی کو اختیار فرمایا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے۔ منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرویۃ۔

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا۔

یہی ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے میرے رب نے فرمایا۔ میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسیٰ سے کلام فرمایا۔ اور تمہیں اے محمد! مواجہہ بخشا۔

حدیث میں کفاحًا۔ کا لفظ ہے۔ مجمع بحار الانوار میں اس کے معنی یہ لکھے۔

ای مواجهة لیس بینهما حجاب ولا رسول۔ اس طرح آمنے سامنے ہونا کہ درمیان میں نہ پردہ ہو اور نہ کوئی پیغام بر۔

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ وہ کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! حضور

ترمذی[1] میں حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرفہ میں کچھ دریافت کرنے کے لئے کعب احبار سے ملاقات کی۔ تو کعب نے اتنی بلند آواز میں تکبیر پڑھی کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ ابن عباس نے کہا۔ ہم بنوہاشم ہیں۔ اس پر کعب نے کہا۔ کہ اللہ عزوجل نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو محمد اور موسیٰ کے مابین تقسیم فرمادیا۔ موسیٰ سے دوبار کلام فرمایا۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ مسروق نے کہا۔ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس پر ام المومنین نے فرمایا۔ تونے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں نے عرض کیا ٹھہریئے پھر میں نے یہ آیت تلاوت کی۔ لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ تو فرمایا۔ یہ جبرئیل ہیں۔ جو تجھے یہ خبر دے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ تو اس نے بہت بڑا جھوٹ کہا۔ الحدیث

اسی[2] میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بطریق عکرمہ مروی ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ انعام (۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور

---

[1] ثانی تفسیر سورہ والنجم ص ۱۶۰ [2] ایضًا ص ۱۶۱

وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ فرمایا تیرے لئے خرابی ہو۔ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے اس نور کی تجلی ڈالے جو اس کا نور ہے۔ اسی میں ابو سلمہ سے انھیں کا قول آیہ کریمہ ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی۔ الی۔ او ادنی۔ کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا۔ مسلم میں بطریق محمد بن بشار اور بطریق حجاز بن شاعر عبد اللہ شقیق سے مروی ہے۔ کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہوتی تو پوچھا ہوتا۔ کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت ابوذر نے کہا۔ میں نے پوچھا ہے۔ فرمایا میں نے نور دیکھا۔ اس کے پہلے بطریق ابو بکر بن شیبہ جو روایت انھیں سے ہے اس میں یہ ہے کہ فرمایا۔ نور ہے۔ کہاں دیکھتا۔ اس روایت میں ہے کہ وہ نور ہے۔ اس میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل کا نور ہونا۔ بذریعہ وحی معلوم تھا۔ اس بنا پر فرمایا۔ دیکھ کر نہیں فرمایا۔ اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں تعارض ہو جائے گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ جلوہ دیکھا اور دیکھ کر جانا کہ وہ نور ہے۔ اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں مطابقت ہو جائے گی۔ اب آگے جو فرمایا۔ انی اراہ۔ کہاں دیکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ تو دیکھا کہ نور ہے۔ مگر اس کی تابانی کی وجہ سے اور مزید کچھ نہ دیکھ پایا۔ یعنی پوری ذات کا مشاہدہ نہ کر پایا۔

بزار[1] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے نور اعظم کو دیکھا۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ نور اعظم جلوہ باری عز اسمہ ہی ہے۔ ابن اسحٰق نے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کرایا۔ کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ ابن عباس نے کہلایا۔ ہاں دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر انکار نہیں فرمایا ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اسے صحیح تسلیم کر لیا۔ اس لئے ان کا مذہب بھی یہی ہوا۔

لالکائی[2] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ یہ سات صحابہ کرام ہوئے۔ جن میں سے چھ نے صراحۃً رویت باری کو روایت کیا۔ اور حضرت ابن عمر کے سکوت سے ثابت ہوا۔

امام عبد الرزاق نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا۔ کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت عروہ بن زبیر سے بھی روایت کیا ہے۔ کہ ان کا قول بھی اثبات رویت ہے۔ اور جب ان کے سامنے ام المومنین کا انکار کا تذکرہ ہوتا تو ان پر سخت اعتراض کرتے، یہی حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ اور کعب احبار امام زہری اور ان کے تلمیذ معمر اور دوسرے بہت سے لوگوں کا مذہب ہے۔

نقاش[3] نے حضرت امام احمد کا ارشاد ذکر کیا ہے۔ کہ فرمایا۔ میں ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں۔ کہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ کہتے رہے یہاں تک کہ ان کی سانس ٹوٹ گئی۔ امام المتکلمین حضرت ابو الحسن اشعری کا بھی

---

[1] اول باب قولہ ولقد رآہ نزلۃ اخری ص۹۹ [2] فتح الباری ثامن ص۶۰۹ [3] عمدۃ القاری خامس عشر ص۱۴۳

یہی مذہب ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ہر وہ معجزہ جو کسی نبی کو دیا گیا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا۔ ان پر مزید رویت باری عطا فرمائی اور کسی کو عطا نہ ہوئی۔

پھر یہ اختلاف ہوا کہ چشم سر سے دیکھا کہ دل سے حضرت ابن عباس سے دونوں قول مروی ہیں۔ مسلم میں ہے کہ دل سے دیکھا۔ اس تقدیر پر حضرت ام المؤمنین اور ان کے قول میں تعارض دفع کیا جاسکتا ہے۔ کہ ام المؤمنین چشم سر سے دیکھنے کی نفی کررہی ہیں۔ اور ابن عباس رویت قلبی کو مانتے ہیں۔

ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں رویت بصری کے حق ہونے پر بہت طویل کلام کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب دونوں اقوال میں یہ تطبیق دی ہے کہ دو مرتبہ دیدار ہوا۔ ایک مرتبہ چشم سر اور ایک مرتبہ دل سے۔

مگر اس خادم کی معلومات کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب صحیح و راجح یہی ہے کہ چشم سر سے دیکھا۔ اس لئے کہ آیہ کریمہ۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ۔ بنی اسرائیل۔ اور اے نبی ہم نے تم کو جو جلوہ دکھایا تھا وہ لوگوں کے لئے آزمائش ہے۔ کی تفسیر حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے رویۃ عین لا رویۃ قلب۔ یہ جلوہ چشم سر سے تھا نہ کہ دل سے۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں عکرمہ اور ضحاک حضرت ابن عباس کی ایک طویل حدیث ذکر کیا۔ جس کے اخیر میں ہے۔ جب میرے رب نے اپنی رویت سے مجھے اعزاز بخشا اس طرح کہ میری آنکھ میرے دل میں کردیا۔ تو میری آنکھ نے اس کے نور کو اور عرش کے نور کو دیکھا۔

رہ گیا ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو فرمایا وہ ان کا اجتہاد ہے آیہ کریمہ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۔ کا مطلب انھوں نے یہ اخذ فرمایا۔ کہ اس سے مراد صرف دیکھنا ہے۔ اس لئے وہ فرمایا۔ لیکن یہاں مراد احاطہ ہے۔ اب اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسے کوئی چیز احاطہ نہیں کرسکتی۔ وہ ہر چیز کو احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ اس سے مطلق رویت کی نفی لازم نہیں۔

لیکن علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا ہے۔ کہ مسلم[1] میں مسروق سے ہے کہ میں نے ام المؤمنین سے عرض کیا۔ کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ اور بلاشبہ انھوں نے اس کو افق اعلیٰ میں دیکھا اور فرمایا۔ اور بلاشبہ دوسری بار دیکھا۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ میں اس امت میں سب سے پہلی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا۔ یہ جبرئیل تھے۔ میں نے ان کو اس شکل میں جس میں وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ ان دونوں مرتبے کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ ان کے عظیم مجسمے نے آسمان و زمین کے درمیانی فضا کو بھردیا۔

اقول وھو المستعان۔ اس خصوص میں روایات متعارض ہیں۔ اور کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوشش

---

[1] اول ایمان باب قول اللہ عزوجل ولقد رآہ نزلۃ اخری ص ۹۸

میں کوئی خاص فائدہ نہیں۔ نیز ترجیح و تزییف کی ضرورت وہاں پڑتی ہے۔ جہاں تطبیق ممکن نہ ہو۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جبرئیل امین کو بھی ان کی خلقی ملکوتی شکل میں دیکھا اور اللہ عزوجل کا بھی دیدار کیا۔ دونوں میں منافات نہیں۔ ابتداء جبرئیل کو دیکھا ہو اور پھر دیدار الٰہی فرمایا ہو۔ فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔

۱۷۲۳ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ

فرمایا۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی جانب بلائے اور وہ انکار کرے جس پر شوہر غصے

اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ عہ

میں رات بسر کرے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

تشریحات ۱۷۲۳ لیلا۔ یہ قید نہیں۔ بلکہ چونکہ اغلب واکثر رات ہی کو یہ معاملہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ذکر فرمایا۔ ورنہ حکم عام ہے۔ خواہ دن کو بلائے خواہ رات کو۔ اسی طرح حتّٰی تصبح کا ذکر بھی۔ لیلا کی مناسبت سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک راضی نہ ہو۔ جیسا کہ مسلم[1] کی روایت میں یوں مذکور ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ جو شخص بھی اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو جو لوگ آسمان میں ہیں۔ وہ اس سے ناراض رہیں گے۔ یہاں تک کہ اپنے شوہر کو راضی کرے۔ اس میں تعمیم ہے۔ نہ رات کا ذکر ہے نہ صبح کا۔ اسی لئے ابوزائدہ کی روایت میں حتّٰی ترجع۔ ہے۔

غضبان۔ یہ وعید اسی صورت میں ہے کہ شوہر اس پر اس کی اس حرکت سے ناراض ہو اور اگر شوہر ناراض نہیں ہوا تو یہ وعید نہیں۔

لعنتھا۔ لعنت کے حقیقی معنی رحمت سے دور کرنا ہے۔ جب اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف ہو۔ اور اگر ملائکہ انسانوں کی طرف ہو تو مراد، اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی دعا ہوتی ہے۔ عرف میں لعنت کبھی صرف گالی۔ اظہار خفگی، زجر و توبیخ کے لئے ہوتی ہے۔

جب تک کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کفر کی حالت میں مرا ہے۔ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ وہ کافر مرا۔ اس لئے کہ ایمان یأس مقبول ہے ہو سکتا ہے کہ مرتے مرتے کفر سے توبہ کر لی ہو۔ کون قطعی یقینی طور پر کفر پر مرا ہے۔ یہ صرف اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

عہ ثانی النکاح۔ باب اذا باتت المرأۃ مہاجرۃ فراش زوجھا ص۷۸۲ دو طریقے سے۔ مسلم نکاح۔ ابوداؤد نکاح۔ ملائکہ۔

[1] اول النکاح باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا ص۴۶۴

بتانے ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جیسے فرعون۔ ہامان۔ ابو جہل وغیرہ۔ لیکن احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی معصیت یا گناہ کرنے پر بلا تخصیص فرد مرتکبین پر لعنت جائز ہے۔ یہاں یہی صورت ہے۔ یا یہ کہ حکم مذکور انسان وجن کے لئے ہے ملائکہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مسلم کی روایت فی السماء سے ظاہر ہے کہ یہ لعنت کرنے والے فرشتے ساکنان ملأ اعلیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث ۱۷۳۴

عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ ثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ مُوْسٰی رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَۃَ وَرَاَیْتُ عِیْسٰی رَجُلًا مَرْبُوْعًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَی الْحُمْرَۃِ وَالْبَیَاضِ سَبِطَ الرَّاْسِ وَرَاَیْتُ مَالِکًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِیْ آیَاتٍ اَرَاھُنَّ اللّٰہُ اِیَّاہُ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ۔ قَالَ اَنَسٌ وَّاَبُوْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلٰئِکَۃُ الْمَدِیْنَۃَ مِنَ الدَّجَّالِ ؏

ابو العالیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بچا کے صاحبزادے یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ لیلۃ الاسراء میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ دراز قد گھونگھریالے بال والے۔ یا گٹھیلے جسم والے تھے گویا وہ قبیلہ شنورہ کے فرد ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میانہ قد سفیدی میں سرخی جھلکتی ہوئی کھڑے بال والے اور مالک جہنم کے خازن کو اور دجال کو دیکھا۔ ان نشانیوں میں جو اللہ عزوجل نے انھیں دکھائیں۔ آپ اس سے ملاقات میں شک نہ کریں۔ سجدہ (۲۳) حضرت انس اور ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ فرمایا۔ فرشتے مدینے کی دجال سے حفاظت کرتے ہیں۔

تشریحات ۱۷۳۴ جعداً۔ جعد کے معنی گھونگھریالے بال والے کے بھی ہیں۔ اور گٹھیلے بدن والے کے بھی چوں کہ کتاب الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں یہ ہے۔

؏ الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وھل اتاک حدیث موسیٰ وکلم اللہ ص ۴۸۱ مسلم ایمان

فاذا ھو ضرب رجل ۔ وہ دبلے بدن کے سیدھے لٹکے ہوئے بال والے تھے ۔ اس لئے یہاں جعد کے معنی گٹھیلے جسم والے کے ہیں ۔ شنوئۃ ۔ یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے ۔ اس کے افراد لمبے اور گٹھیلے جسم کے ہوتے ہیں ۔ مربوع ۔ کے معنی میانہ قد کے ہیں ۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاِنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ ۔ ص ۴۵۹

جنت کے اوصاف کے بارے میں کیا آیا ہے اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے ۔

توضیح اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں ۔ اور یہ کہ اس وقت بھی موجود ہیں ۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں کی گئی ہے ۔ قیامت کے بعد پیدا کی جائیں گی ۔ نیز کچھ ملحد مثلاً سرسید احمد بانی علی گڈھ یونیورسٹی یہ کہتے ہیں ۔ کہ اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونے کا نام جنت ہے اور برائیوں کو دیکھ کر کڑھنے کا نام دوزخ ہے ۔ اس کے قبل بھی بہت سے ملحدین کا یہی مذہب تھا ۔ حتیٰ کہ شبلی صاحب نے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ کی طرف اس کفر صریح کی نسبت کردی ہے[1] ۔ اس لئے امام بخاری نے خصوصیت سے یہ باب باندھا ہے ۔

جنت کے اصل معنی گھنے باغ کے ہیں ۔ جس میں گنجان درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں گتھی ہوں ۔ جس کی وجہ سے اس میں دھوپ کا کم گذر ہوتا ہو اور سایہ زیادہ رہتا ہو ۔ اسکا مادہ جَنٌّ ۔ ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں ۔ چونکہ اندھیرے میں چیز چھپ جاتی ہے ۔ اسی سے مجنون بمعنی پاگل ہے ۔ کیونکہ اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے ۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے ۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ انعام (۷۶)　　جب ابراہیم پر رات نے اندھیری ڈالی ۔

امام بخاری احادیث سے پہلے قرآن مجید میں جنت کے بارے میں جو خاص خاص باتیں مذکور ہیں ان کی تفسیر فرماتے ہیں ۔ سورہ بقرہ میں فرمایا ۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (۲۵)

جب بھی ان باغوں سے انھیں کھانے کو کچھ دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے ہمیں دیا گیا تھا ۔ انھیں بظاہر ملتا جلتا دیا جائیگا اور ان کے لئے باغوں میں صاف ستھری بیبیاں ہیں ۔

قَالَ اَبُو الْعَالِيَه ۔ مطهرة من الحيض والبول والبزاق ۔ ابو العالیہ نے کہا ۔ یہ بیبیاں حیض ، پیشاب اور تھوک سے پاک ہوں گی ۔ قتادہ کی روایت یہ ہے ۔ گندگی ، گناہ سے بھی پاک ہوں گی ۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا اُتُوْا بِالشَّيْءِ ثُمَّ اُتُوْا بِاٰخَرَ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ
جب کبھی ان کو کچھ دیا جائے یعنی ایک بار پھر دوبارہ دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے ۔ جو پہلے ہمیں

[1] تفسیر القرآن از سرسید　ص۵۲ ۔ الکلام

اُوْتِیْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھًا یُشْبِہُ بَعْضُہٗ بَعْضًا وَیَخْتَلِفُ فِی الطَّعْمِ ۔

دیا گیا تھا۔ انھیں بظاہر ملتا جلتا دیا جائیگا کہ ایک جیسا ہوگا مگر مزے میں بدلا ہوگا ۔

قُطُوْفُھَا یَقْطِفُوْنَ کَیْفَ شَاءُوْا دَانِیَۃٌ ان کے خوشے قریب ہوں گے جب چاہیں توڑلیں گے ۔
قَرِیْبَۃٌ اَلْاَرَائِکُ السُّرُرُ سورہ دہر چارپائیاں ۔
وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَۃُ فِی الْوَجْہِ وَالسُّرُوْرُ فِی الْقَلْبِ ۔ آیہ کریمہ ۔ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا ۔ دہر (۱۱) اور انھیں شگفتگی دی اور خوشی ۔ کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا شگفتگی چہرے میں ہوتی ہے ۔ اور خوشی دل میں ۔
وَقَالَ مُجَاھِدٌ سَلْسَبِیْلًا ۔ حَدِیْدُ الْجِرْیَۃِ ۔ تیز بہنے والا ۔ غَوْلٌ وجع بطن ۔ پیٹ کی تکلیف ۔ یُنْزَفُوْنَ لا تذھب عقولھم ۔ ان کی عقلیں زائل نہ ہوں گی ۔ یہ آیہ کریمہ لَا فِیْھَا غَوْلٌ وَّلَا ھُمْ عَنْھَا یُنْزَفُوْنَ ۔ صٰفّٰت (۴۷) جنتی شراب میں نہ تو خمار ہے اور نہ اس سے ان کا سر پھرے ۔ کی تفسیر ہے ۔ غول کی تفسیر پیٹ کے درد کے ساتھ امام مجاہد سے مروی ہے ۔ اور قتادہ نے کہا ۔ کہ اس کے معنی دردسر کے ہیں ۔ نیز نشے اور خمار کے بھی ہیں ۔ اور یہی راجح ہے ۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ دِھَاقًا مُمْتَلِئًا ۔ بھرا ہوا کَوَاعِبَ نَوَاھِدَ ۔ ابھرے ہوئے پستانوں والیاں ۔ کواعب کاعبۃ کی جمع اور نواھد ناھدۃ کی جمع ۔ الرَّحِیْقُ ۔ الخمر ۔ شراب التَّسْنِیْمُ یعلوا شراب اھل الجنۃ ۔ جو جنتیوں کی شراب کے اوپر ہوگی ۔ سورہ مطففین ، میں ہے ۔ وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ (۲۸) اس کی ملونی تسنیم سے ہے جنتیوں کو مشک سے مہر بند رحیق نام کی شراب دی جائے گی جس میں تسنیم ملی ہوگی ۔ جنتیوں کو تین قسم کی شرابیں ملیں گی ۔ شراب طہور ۔ جو نہروں میں ہے کہ ہر جنتی کو جہاں رہیں گے وہیں پہنچ جایا کریں گی ۔ دوسری رحیق مختوم ۔ یہ دنیا میں شراب سے بچنے کا عوض ہے ۔ تیسرے تسنیم جو جنت کے شرابوں میں سب سے اعلیٰ ہوگی ۔ یہ عشق الٰہی و عشق رسول میں جگر سوختگان کو ملے گی ختَامُہٗ طِیْنَۃٌ مِسْکٌ ۔ جس سے ان پر مہر لگائی جائے گی وہ مشک ہے ۔ بوتل پر لاکھ رکھ کر مہر کرتے ہیں ۔ مگر رحیق کے برتن پر مشک رکھ کر مہر کی جائے گی ۔ نَضَّاخَتٰنِ فَیَّاضَتَانِ ۔ اچھلتے ہوئے ۔ یُقَالُ مَوْضُوْنَۃٌ مَنْسُوْجَۃٌ وَمِنْہُ وَضِیْنُ النَّاقَۃِ ۔ بنی ہوئی یعنی یہ تخت سونے یا جواہرات سے مرصع ہوں گے ۔ اسی سے ہے ۔ وضین الناقۃ ۔ اونٹنی کی جھول ۔ والکوب مالا اذن ولا عروۃ ۔ پینے کا وہ برتن جس میں نہ ٹوٹی ہو نہ دستہ ۔ والاباریق ذوات الآذان والعریٰ ۔ اباریق ۔ ابریق کی جمع ۔ لوٹے جس میں ٹوٹی بھی اور دستہ بھی ۔ عربا ۔ مُثَقَّلَۃٌ واحدھا عروب مثل صبور وصبر یسمیھا اھل مکۃ العربۃ واھل المدینۃ الغنجۃ واھل العراق الشکلۃ ۔ عربا ۔ را کے ضمے کے ساتھ ۔

اس کا واحد عروب ۔ ہے ۔ جیسے صبور کی صبر ۔ اسے اہل مکہ عربہ ۔ اور اہل مدینہ غنجبہ اور اہل عراق شکلہ کہتے ہیں ۔
سورۂ واقعہ میں ہے ۔ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا (۳۶) (۳۷) ہم نے حوروں کو کنواری اور پرکشش محبت کرنے والی ہم عمر بنایا ۔ اس کی امام بخاری نے تفسیر فرمائی ۔
وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَوْحٌ جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ ۔ اور امام مجاہد نے کہا ۔ روح کے معنی باغ اور آسودگی ہے ۔ اور ریحان کے معنی روزی کے ہیں ۔
سورہ واقعہ ہی میں فرمایا ۔ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ (۸۹) تو راحت اور پھول ہے اس کی تفسیر میں امام مجاہد کا وہ قول نقل فرمایا ۔
وَالْمَنْضُوْدُ الْمَوْزُ ۔ وَالْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا لَا شَوْكَ لَهٗ ۔ اسی سورہ میں فرمایا ۔ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۲۹) بے کانٹے کی بیری اور کیلے کے گچھے میں ۔
امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ منضود کے معنی کیلے کے ہیں ۔ اور مخضود کے معنی بھرا ہوا بوجھل ہے ۔ اور کہا جاتا ہے ۔ وہ درخت جس میں کانٹے نہ ہوں ۔ والعرب المحبات الی ازواجھن ۔ وہ عورتیں جو اپنے شوہروں سے محبت کرتی ہوں ۔ وَيُقَالُ مَسْكُوْبٌ جَارٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ بعضها فوق بعض ۔ مسکوب ۔ کے معنی بہنے والا ۔ اور فرش مرفوعة ۔ سے مراد یہ ہے کہ ایک کے اوپر ایک ۔ لغوًا باطلا تاثيمًا كذبا ۔ لغو کے معنی بے کار اور تاثیم سے مراد جھوٹ ہے ۔
افنان اغصان وجنا الجنتين دان ما يجتنى قريب مدهامتن سوداوان من الري ۔ افنان کے معنی شاخیں ہیں ۔ وجنا الجنتين دان ۔ سے مراد یہ ہے ۔ کہ اس کے پھل قریب ہیں ۔ مدھامتن کے معنی کالے ہیں ۔ سیرابی کی وجہ سے ۔ سورہ رحمن ۔

۱۷۳۵ ثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ ؂

حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ۔ کہ فرمایا ۔ میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اکثر جنتی فقراء ہیں ۔ اور جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اکثر جہنمی عورتیں ہیں ۔

؂ ثانی النکاح ۔ باب کفران العشیر ص۷۸۳ الرقاق باب فضل الفقر ص۹۵۵ باب صفۃ اہل الجنۃ والنار ص۹۶۹ مسلم ، ترمذی ، نسائی ۔

تشریحات ۱۷۳۵ اس حدیث پر ایک شدید اشکال ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جنت میں کوئی مرد بے عورت کے نہ ہوگا۔ ہر مرد کو کم از کم دنیا کی دو عورتیں ملیں گی[1] اس کا حاصل یہ ہوا کہ جنت میں عورتیں کم از کم مردوں کی دونا ہوں گی۔ امام حکیم ترمذی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ حال ابتدا میں ہوگا۔ کہ عورتیں جنت میں کم ہوں گی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنتیوں میں عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔

اقول وھو المستعان۔ یہاں تقابل اہل جنت اور اہل دوزخ کا نہیں۔ بلکہ جنت جنتیوں کی تعداد کے کے اعتبار سے فرمایا گیا۔ کہ اکثر جنتی فقراء ہیں اور دوزخیوں کی تعداد کے لحاظ سے فرمایا گیا۔ کہ ان میں اکثر عورتیں ہیں۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ جنت میں مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ نیز ایک حدیث میں ہے ایک کروڑ افراد میں سے صرف ایک جنت میں داخل ہوگا۔ اس تناسب سے دیکھا جائے تو بالکل واضح ہے۔ کہ جہنم میں بہ نسبت جنت کے عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ترمذی[2] میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے کالے بیل میں ایک سفید بال یا سرخ بیل میں ایک کالا بال۔

۱۷۳۶ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ

خدمت میں حاضر تھے۔ کہ فرمایا۔ میں سو رہا تھا کہ اپنے کو جنت میں دیکھا۔ میری نظر ایک عورت

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ

پر پڑی جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے۔ لوگوں

فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا

نے بتایا۔ عمر کا ہے۔ تو مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی اور میں واپس چلا آیا۔ یہ سن کر عمر رو دئے

فَبَكَى عُمَرُ فَقَالَ أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ[3]

اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ پر غیرت کروں گا۔

تشریحات ۱۷۳۶ ترمذی[4] میں یہ ہے۔ کہ میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ فضائل میں یہ ہے۔ کہ میں نے ایک محل میں دیکھا۔ جس کے صحن میں ایک چھوٹی عمر کی عورت وضو کر رہی تھی۔ کتاب النکاح میں حضرت

---

[1] مسلم ثانی کتاب الجنۃ ص۳۷۹ ۔ [2] ثانی صفۃ الجنۃ باب صفۃ اھل الجنۃ ص۸۰

[3] مناقب۔ باب مناقب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۵۲۰ ثانی النکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶ التعبیر باب القصر فی المنام۔ باب الوضوء فی المنام ص۱۰۴۰ ابن ماجہ [4] ترمذی ثانی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۲۰۹

جابر کی حدیث میں یہ ہے۔ کہ میں نے چاہا کہ اس محل میں داخل ہوں تو تمہاری غیرت یاد آگئی۔ اسی میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اس مجلس میں تھے۔ عرض میں یہ زائد ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ پر غیرت کروں گا۔

تتوضأ۔ جنت میں کوئی عبادت کا مکلف نہ ہوگا۔ پھر یہ وضو کاہے کے لئے تھا۔ شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی توجیہیں کی ہیں۔ اس خادم کا ذوق یہ ہے۔ مکلف نہ ہونے کو یہ لازم نہیں کہ جنتی کوئی عبادت نہ کریں۔ بغیر فرض کے بطور تشکر عبادت کریں۔ تو کیا استحالہ ہے۔ علاوہ ازیں عارفان حق آگاہ کو ذکر الٰہی میں روحانی لذت ملتی ہے۔ اس کے لئے بھی عبادت کرسکتے ہیں۔

ذکرك للمشتاق خیر شراب ﴿ وکل شراب دونه کسراب۔ تیرا تذکرہ شائقین کے لئے سب سے عمدہ شراب ہے۔ اور ہر شراب اس کے سوا سراب ہے۔ احادیث میں ہے کہ تسبیح، تحمید، تکبیر جنتیوں کے دل میں ڈال دی جائے گی[1] ابھی بخاری میں حدیث آرہی ہے۔ کہ جنتی صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

۱۷۳۷ حدیث عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلٰثُونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ مِنْ أَهْلٍ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُونَ۔ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ سِتُّونَ مِيلًا[عہ]

حضرت عبد اللہ بن قیس اشعری (ابو موسیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (جنت میں) خولدار موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی بلندی تیس میل ہے۔ اس کے ہر کونے میں مومن کے لئے ایک بیوی ہے جسے دوسری بیبیاں نہیں دیکھ پائیں۔ اور ابو عبد الصمد اور حارث بن عبید نے ابو عمران سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ بلندی ساٹھ میل ہوگی۔

تشریحات ۱۷۳۷ کتاب التفسیر میں ہے۔ کہ اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔ اخیر میں ہے کہ ان بیبیوں کے پاس مومن جائیں گے۔ یہاں کی روایت اور تفسیر کی روایت میں یہ تطبیق ہے کہ بلندی تیس میل ہوگی اور چوڑائی ساٹھ میل۔ مگر مسلم میں بطریق ھمام جو روایت ہے۔ اس میں یہی ہے کہ اس کی لمبائی

عہ ثانی تفسیر سورہ رحمٰن باب حور مقصورات فی الخیام ص۷۲۴ مسلم صفۃ الجنۃ۔ ترمذی نسائی تفسیر۔

[1] مسلم ثانی کتاب الجنۃ ص۳۷۹، ۱۲

اور بلندی ساٹھ میل ہے۔ لیکن بطریق ابو عبد الصمد کی روایت یہ بھی ہے کہ اس کا عرض ساٹھ میل ہے۔ علامہ نووی نے یہ تطبیق دی کہ اس خیمے کا طول وعرض برابر برابر رہے گا۔ ہو سکتا ہے یہ خیمے مختلف سائز کے ہوں۔ کچھ ساٹھ میل لمبے اور ساٹھ میل چوڑے اور کچھ ساٹھ میل لمبے اور تیس میل چوڑے۔

حدیث ۱۷۳۸ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے اپنے بندوں کے لئے ایسی چیزیں مہیا کر رکھی ہیں۔ جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے۔ نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے۔ اگر چاہو تو پڑھو۔ کہ فرمایا۔ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈی کرنے والی جو چیزیں ہم نے چھپا رکھی ہیں۔ انھیں کوئی نہیں جانتا۔ سجدہ (۱۷)

تشریحات ۱۷۳۸ واقرأوا ان شئتم۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ جیسا کہ تفسیر میں ہے قال ابو ھریرۃ۔ اقرأوا۔ نیز اسی میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ ذخرا من بلہ ما اطلعتم علیہ۔ یعنی میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ذخیرے مہیا کر رکھے ہیں۔ ان کے سوا جن پر تم کو اطلاع (قرآن و حدیث میں) دی گئی ہے۔ اس عبارت میں۔ ذخرا۔ اعددت کا مفعول بہ ہے۔ بلہ اسم فعل دع کے معنی میں ہے۔ مگر یہاں غیر کے معنی میں ہے۔ اسی لئے اس پر من داخل ہوا ہے۔

حدیث ۱۷۳۹ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی

عہ ثانی تفسیر سورہ تنزیل السجدہ ص۷۰۴ تین طریقے سے۔ التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۶ مسلم صفۃ الجنۃ۔ ترمذی تفسیر۔

الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا

ہوگی نہ انھیں تھوک ہوگا۔ نہ کھنکھار۔ اور نہ پیشاب پاخانہ۔ جنت میں ان کے برتن

وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ وَأَمْشَاطُهُمْ

سونے کے ہوں گے اور ان کے کنگھے سونے چاندی کے۔ ان کی انگیٹھیوں میں عود

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ

سلگے گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔ ہر ایک کی دو بیبیاں ہوں گی

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ

اتنی حسین کہ ان کی پنڈلیوں کے مغز گوشت کے اوپر سے دکھائی دیں گے۔

الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ

ان میں نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ بغض۔ ان سب کے دل ایک ہوں گے۔

يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا عہ

صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

تشریحات ۱۷۳۹ اس کے بعد جو روایت بطریق اعرج ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ اور ان (پہلے گروہ) کے پیچھے والوں کی صورت سب سے زیادہ روشن ستارے کے مثل ہوگی۔ تیسری روایت جو بطریق عبدالرحمن بن عمرہ ہے اس میں یہ ہے۔ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فی السماء اضاءۃ۔ دوسرے گروہ کی صورت آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارے کے مثل۔ اور یہ بھی زائد ہے۔ لا یسقمون بیمار نہیں پڑیں گے۔ اور کچھ ردوبدل ہے۔ اس میں ہے کہ ان کے برتن سونے چاندی کے اور کنگھے سونے کے ہوں گے۔

یُسَبِّحُوْنَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں جنتیوں پر اگرچہ کوئی چیز واجب فرض نہیں مگر بطور شکر یا روحانی تلذذ، جنتی ذکر الٰہی کریں گے۔

قال مجاهد۔ امام مجاہد نے کہا۔ ابکار۔ شروع فجر۔ اور عشی۔ سورج ڈھلنے سے غروب ہونے تک بکرۃ۔ صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر سورج نکلنے تک کو کہتے ہیں۔ طبری نے کہا۔ ابکار مصدر ہے بولتے ہیں۔ ابکر فلان فی حاجتہ یبکر ابکارا۔ جب صبح صادق طلوع سے لے کر چاشت کے وقت تک کسی ضرورت سے جائے۔

عہ اسی کے متصل پھر سات حدیث کے بعد۔ الانبیاء باب خلق آدم ص۴۶۸ ترمذی صفۃ الجنۃ۔

۱۷۴۰ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ کہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ

میری امت سے جنت میں ستر ہزار یا سات لاکھ داخل ہوں گے۔ ان کے اگلے اس

أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّىٰ يَدْخُلَ

وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک پچھلے بھی نہ داخل ہو لیں گے۔ ان کے چہرے

آخِرُهُمْ وُجُوهُهُمْ عَلَىٰ صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عـه

چودھویں کے چاند کے مثل ہوں گے۔

تشریحات ۱۷۴۰ کتاب الرقاق میں یہ زائد ہے۔ کہ يَتَمَاسَكُونَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ ستر ہزار یا سات لاکھ یہ شک حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا ہے۔ صحیح ستر ہزار ہے۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نیز ترمذی میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ جن کا نہ حساب ہوگا اور نہ جن پر عذاب ہوگا۔ اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار ہوں گے۔ اور تین حثیہ میرے رب کے حثیے سے۔ حثیہ کے معنی لپ کے ہیں۔ اور لپ کے لئے ہاتھ ہونا لازم ہے۔ اللہ عزوجل ہاتھ پاؤں جوارح سے منزہ ہے۔ اس لئے یہ متشابہات سے ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔ ناظرین کے سمجھانے کے لئے عرض ہے۔ کہ یہ کنایہ ہے۔ زیادتی اور کثرت سے۔ کسی کی داد و دہش کی زیادتی کو بیان کرنے کے لئے بولتے ہیں۔ لپ بھر بھر کر دیا۔

۱۷۴۱ ثَنِي أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا کپڑا پیش کیا گیا۔ لوگ اس کی خوبی اور نرمی پر تعجب

حَرِيرٍ فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِينِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کرنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں سعد بن معاذ

عـه ثانی الرقاق باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب ص۹۶۹ باب صفۃ الجنۃ والنار ص۹۷۰ مسلم
ع۱ اول باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا کتاب ص۱۱۶۔ ع۲ ثانی ص۶۶

تعالیٰ علیہ وسلم لمنادیل سعد بن معاذ فی الجنۃ افضل من ھذا عہ

کے رومال اس سے بہتر ہیں ۔

تشریحات ۱۷۴۱

حضرت انس کی حدیث میں یہ ہے ۔ یہ سُندُس کا جبہ تھا ۔ سُندُس باریک ریشم کا کپڑا ہوتا ہے ۔ ان کی حدیث کے آخر میں " احسن من ھذا " ہے یعنی ان کے رومال اس سے اچھے عمدہ ہیں ۔ مناقب میں حضرت براء کی حدیث میں حلۃ حریر ۔ ہے یعنی حریر کا جوڑا ۔ اور اخیر میں ہے ۔ خیر منہا والین منہا ۔ الایمان والنذور میں ہے ۔ کہ سَرَقَۃُ حَرِیرٍ فجعل النّاسُ یتداولونہا ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا ۔ تو حاضرین اسے باری باری ہاتھوں میں لینے لگے ۔

حدیث ۱۷۴۲ عَنْ قَتَادَۃَ ثنا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَشَجَرَۃً یَسِیْرُ

کیا کہ فرمایا بیشک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایے میں سوار سو برس

الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّہَا مِائَۃَ عَامٍ لَّا یَقْطَعُہَا ۔

چلے گا پھر بھی اسے پورا طے نہیں کر پائے گا ۔

حدیث ۱۷۴۳ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ

کرتے ہیں کہ فرمایا ۔ بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار

لَشَجَرَۃً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّہَا مِائَۃَ سَنَۃٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ

سو سال تک چلے گا ۔ تم چاہو تو پڑھو ۔ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (واقعہ ۳۰) یعنی لمبے سائے میں

مَّمْدُوْدٍ وَّلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِکُمْ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ

رہیں گے اور جنت میں تمہاری کمان کی مقدار کی جگہ ان سب سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع

عہ مناقب الانصار ۔ باب مناقب سعد بن معاذ ص ۵۳۶ ثانی اللباس باب مس الحریر من غیر لبس ۔ ص ۸۶۸ الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۸۲

الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبُ ؏
ہوا یا غروب ہوا ۔

تشریحات ۱۷۴۳ یہ درخت طوبیٰ ہے۔ اس کا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر جوان اونٹ اس کے گرد پورا چکر کاٹنا چاہے عمر بھر پورا چکر نہ لگا سکے۔ یہ اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے۔ اس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہوں گی جن پر خوبصورت چڑیاں اور مزے دار خوش ذائقہ پھل ہوں گے[۱]

حدیث ۱۷۴۴

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے
تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ
ہیں کہ فرمایا کہ جنتی بالاخانے والوں کو اپنے اوپر دیکھیں گے جیسے تم لوگ مشرق یا مغرب میں
الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ
ڈوبنے والے یا چمکنے والے تارے کو دیکھتے ہو۔ آپس میں اس فضیلت کی وجہ سے جو ان
الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا
کے مابین ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ انبیاء کے منازل ہیں جہاں تک
بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ
ان کے غیر نہیں پہنچیں گے؟ فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان
قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ ؏
ہے وہ لوگ بھی وہاں تک پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

تشریحات ۱۷۴۴ رقاق میں غابر کے بجائے غارب ہے۔ غابر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ مشرق یا مغرب کے افق پر اتنے نیچے ہے کہ محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اب وہ ڈوب جائے گا غابر بمعنی باقی اور غارب بمعنی قریب الغروب ہے۔ موطا کی روایت میں غابر یا کے ساتھ ہے یعنی تہ نشین ہونے والا۔ اس سے بھی مراد یہ ہے کہ دیکھنے میں ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ ستارے صرف مغرب میں

؏ تفسیر سورۂ واقعہ باب ظل ممدود ص ۷۲۴
؏ ثانی الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷۰

[۱] عمدۃ القاری خامس عشر ص ۱۵۸

غروب ہوتے ہیں۔ مشرق میں غروب نہیں ہوتے بلکہ مشرق سے طلوع ہوتے ہیں مگر ہم نے جب یہ توجیہ کی کہ افق سے اتنا قریب ہے کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈوبنے والا ہے۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ جنتیوں کے مختلف مراتب اور منازل ہیں حتی کہ بعض حضرات اتنی اونچی منزلوں میں ہوں گے کہ نیچے درجے کے جنتی اتنی دوری پر ہوں گے جیسے مشرق یا مغرب کے کنارے پر چمکنے والا تارہ۔ دُرّی کے معنی خوب چمکنے والا تارہ۔ فرار نے کہا۔ وہ تارہ جو بہت بڑا ہو۔

بلی ۔ بلی ماقبل کی تصدیق کے لئے ہے اور سیاق اس کا مقتضی ہے کہ پہلے سے اضراب کا ایجاب ہو۔ یعنی یہ درجات انبیا رہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کچھ مومنین بھی ان مراتب پر فائز ہوں گے اسی لئے شارحین نے فرمایا کہ یہ بل تھا ناسخین کی غلطی سے بلی ہو گیا۔ جیساکہ ابوذر کی روایت میں بل ہی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بلی کی توجیہ بھی ممکن ہے۔ مطلب یہ ہے۔ ہاں یہ انبیائے کرام علیہم السلام ہی کے منازل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دوسروں کو بھی اس مرتبے تک پہنچا دے گا۔

آمنوا باللہ ۔ اللہ پر ایمان لانے اور رسولوں کی تصدیق کرنے میں ہر مومن شریک ہے تو اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہر مومن کو یہ بلند درجے ملیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیچے کے درجوں میں کون لوگ ہونگے؟ شارحین نے اس کا جواب یہ دیا کہ نچلے درجے میں موحدین اور اگلی امت کے مومنین ہوں گے۔ زمانہ فترت کے موحدین یا وہ موحدین جنھیں کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی جنت میں جائیں گے اگرچہ ان لوگوں نے کسی رسول کی تصدیق نہیں کی ہے۔ اگلی امت والوں نے اگرچہ کچھ رسولوں کی تصدیق کی ہے مگر سب رسولوں کی تصدیق نہیں کی ہے۔ بخلاف اس امت کے اس نے سارے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ صدق المرسلین میں الف لام استغراق کا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے سب رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

اقول وھوالمستعان۔ یہ جواب اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ کہ ایمان اور تصدیق باعتبار کیف کے بڑھی ہوئی بھی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ انبیائے کرام کی جو تصدیق ہے وہ تصدیق کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ پھر صحابۂ کرام کا اور اللہ کی معرفت جتنی قوی ہوتی ہے۔ اسی کے اعتبار سے اعمال صالحہ کا صدور اور معاصی سے اجتناب زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور پھر اسی کے اعتبار سے ان کے مدارج ہوں گے اس حدیث میں ایمان و تصدیق سے مراد کامل و اکمل ایمان و تصدیق ہے۔ یہ بلند درجات انھیں مخصوص محبوبان بارگاہ الٰہی کے لئے ہوں گے جیساکہ ایک حدیث[1] میں آیا ہے کہ فرمایا کہ جنت میں کچھ بالاخانے ہیں جن کا ظاہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ ایک دیہاتی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کن لوگوں کے لئے ہے۔ فرمایا یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگ میٹھی بات کریں اور کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھیں جب لوگ سو رہے ہوں۔

---

[1] ترمذی جلد ثانی باب ماجاء فی صفۃ غرف الجنۃ ص۸۲

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاِنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ ص۴۶۱ — جہنم کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے۔

جہنم کے بارے میں وارد احادیث کے ذکر سے پہلے حضرت امام بخاری ان کلمات کی تفسیر فرما رہے ہیں جو قرآن کریم میں جہنم اور اس کے متعلقات کے بارے میں وارد ہیں سورہ نبا میں فرمایا گیا۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا۔ (۲۵) جہنم میں کسی طرح کی ٹھنڈک نہیں پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔

اس آیت میں غسّاقًا آیا تھا۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں۔ غسقت عينه ـ يُغْسِقُ وَيَغْسِقُ الجرح كَاَنَّ الغسّاق والغسيق واحد۔ کہتے ہیں کہ اس کی آنکھ سے پانی بہا اور زخم سے پیپ نکلا گویا غساق اور غسیق ایک ہی ہیں۔ جہنمیوں کے جسم سے جو پانی اور پیپ نکلے گا وہ جہنم میں جمع کیا جائے گا جب جہنمی پیاس کی شدت میں پینے کے لئے پانی مانگیں گے تو یہی جہنمیوں کا کھولتا ہوا پیپ پینے کے لئے دیا جائے گا اتنا تیز گرم ہوگا کہ چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کی کھال الگ ہو کر اس میں گر پڑے گی اندر جاتے ہی پیٹ کو پھاڑ کر آنتیں باہر کر دے گی۔ امام ترمذی[1] اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا کی ہر چیز بدبودار ہو جائے۔

سورہ الحاقہ میں فرمایا گیا۔

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (۳۶) اور نہ کچھ کھانے کو ملے مگر دوزخیوں کا پیپ۔

اس میں وارد غسلین کی تفسیر میں فرمایا۔ كل شيئ غسلته فخرج منه شيئ فهو غسلين فعلين من الغسل من الجرح والدبر۔ ہر وہ چیز جو کسی چیز کے دھونے سے نکلے یہ غسل سے فعلین کے وزن پر ہے۔ مراد یہ ہے۔ کہ انسان یا جانوروں کے زخم دھونے سے جو گرے۔

سورہ انبیاء میں فرمایا گیا حَصَبُ جَهَنَّمَ (۹۸) یہ لوگ جہنم کے ایندھن ہیں۔ حصب کی تفسیر میں فرمایا قال عكرمة حصب جهنم حطب بالحبشية وقال غيره حاصبا الريح العاصف والحاصب مايرمى به الريح ومنه حصب جهنم مايرمى به فى جهنم هو حصبها ويقال حصب فى الارض ذهب والحصب مشتق من الحصباء الحجارة۔

عکرمہ نے کہا۔ حصب کے معنی حبشی زبان میں ایندھن کے ہیں اور ان کے علاوہ نے کہا کہ حاصب کے معنی آندھی کے ہیں اور حاصب اس کو بھی کہتے ہیں جسے ہوا پھینکتی ہے اسی سے حصب جہنم ہے جو چیزیں جہنم میں ڈالی جائیں۔ فرمایا گیا۔ هم حصبها۔ اور کہا گیا حصب فى الارض۔ یعنی گیا۔ اور حصب حصبا بمعنی پتھر سے مشتق ہے۔

لہ عمدۃ القاری خامس عشر ص۱۶۰ ترمذی ثانی جہنم باب فی صفۃ اہل النار ص۸۲

صَدِیْدٌ قیح ودم۔ صدید کے معنی پیپ اور خون کے ہیں خَبَتْ طَفِئَتْ۔ بجھ گئی۔ تُوْرُوْن تستخرجون اَوْرَیْتُ اَوْقَدْتُ۔ تُوْرُوْنَ کے معنی ہیں نکالتے ہو۔ اوریت کے معنی میں نے جلایا للمقوین للمسافرین والقِیُّ القفر۔ مقوین کے معنی مسافر کے ہیں۔ یہ قِیٌّ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی چٹیل میدان کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ صراط الجحیم سواء الجحیم ووسط الجحیم۔ صِرَاطَ الْجَحِیْم کے معنی بیچ جہنم کے ہے لَشَوْبًا یخلط طعامھم ویساط من حمیم۔ شوب کے معنی ملانا ہے یعنی ان کے کھانوں میں کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔

زفیر وشھیق صوت شدید وصوت ضعیف۔ گدھے کی سخت آواز اور ہلکی آواز۔ وِرْدًا عِطَاشًا۔ پیاسے۔ غَیًّا خُسْرَانًا۔ نقصان میں ہونا۔ قال مجاھد یسجرون توقد بھم النار۔ ان سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا نُحَاس الصفر یصبُّ علیٰ روسھم۔ تانبا جوان کے سروں پر پگھلا کے ڈالا جائے گا۔ یقال ذوقوا باشروا وجربوا ولیس ھٰذا من ذوق الفم۔ کہا جائے گا چکھو یعنی برتو یا تجربہ کرو یہ منھ سے چکھنا نہیں مارج۔ خالص من النار۔ مرج الامیر رعیتہ اذا خلاھم یعد و بعضھم علیٰ بعض۔ مارِجٌ کے معنی خالص آگ کے ہے۔ کہا جاتا ہے مرج الامیر رعیتہ، جب انھیں چھوڑ دے کہ ان میں کے بعض بعض پر ظلم کریں۔ مریج ملتبس، مرج امر الناس اختلط مریج کے معنی مشتبہ کے ہے بولتے ہیں۔ مرج امر الناس جب معاملہ مشتبہ ہو جائے۔ مرج البحرین۔ مرجت دابتك اذا ترکتھا۔ دو سمندروں کو چھوڑ دیا، بولتے ہیں۔ مرجت دابتك۔ جب چوپایہ کو تم چھوڑ دو۔

۱۷۴۵ عَنْ اَبِیْ جَمْرَۃَ الضُّبَعِیِّ قَالَ کُنْتُ اُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ

حدیث ابو جمرہ ضبعی سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا۔ میں ابن عباس کے ساتھ مکہ میں

بِمَکَّۃَ فَاَخَذَتْنِی الْحُمّٰی فَقَالَ اَبْرِدْھَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ

بیٹھا کرتا تھا تو مجھے بخار آگیا۔ ابن عباس نے فرمایا اس کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھِیَ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاَبْرِدُوْھَا بِا

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جہنم کی گرمی سے ہے تو اسے پانی

لْمَاءِ اَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَكَّ ھَمَّامٌ۔ عہ

سے یا زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ ہمام کو شک ہو گیا۔

عہ نسائی۔

۱۷۴۶ عَنْ عِبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ أَخْبَرَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ عہ

حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بخار جہنم کی تیزی سے ہے تو اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۱۷۴۷ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ عہ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپٹ سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۱۷۴۸ ثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ سہ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا بخار جہنم کی لپٹ سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

تشریحات ۱۷۴۸ کسی روایت میں فیح آیا ہے کسی میں فح اور کسی میں فور۔ ان سب کے معنی ایک ہیں یعنی جہنم کی لپٹ اور اس کی گرمی۔ بخار کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے مختلف اسباب ہیں۔ سب بخاروں کا یہ علاج نہیں بلکہ مخصوص قسم کے بخار کا یہ علاج ہے جس کی تفصیل طب کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۱۷۴۹ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصے میں سے ایک حصہ ہے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! بے شک (یہی عذاب کے لئے کافی ہے) فرمایا جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر

عہ ثانی الطب باب الحمی من فیح جہنم ص۸۵۲ مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طب۔ عہ ثانی الطب باب الحمی من فیح جہنم ص۸۵۲۔ سہ ثانی الطب باب الحمی من فیح جہنم ص۸۵۲ مسلم، طب۔

عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا۔

انہتر درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ ہر درجہ اس کی گرمی کے مثل ہے۔

تشریحات ۱۷۴۹

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ دنیا کی آگ کاہے سے پیدا کی گئی ہے فرمایا جہنم کی آگ سے مگر یہ کہ وہ پانی میں ستر مرتبہ بجھائی گئی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی اس کے قریب نہ جاتا[1]۔ ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا کی آگ اللہ عزوجل سے دعا کرتی ہے کہ دوبارہ اس کو جہنم میں واپس نہ کرے گا[2]۔

ستر جز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنی آگ موجود ہے یا دنیا کے تمام ایندھن اکٹھا کر کے جلائے جائیں تو ان سب سے جتنی گرمی پیدا ہوگی۔ جہنم کی آگ میں اس کی بہ نسبت ستر گونہ زیادہ گرمی ہے۔

حدیث ۱۷۵۰

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قِيْلَ لِاُسَامَةَ لَوْ اَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهٗ قَالَ

ابو وائل سے روایت ہے کہ اسامہ سے کہا گیا کہ اگر آپ فلاں کے پاس جائیں اور

اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ اَنِّیْ لَا اُكَلِّمُهٗ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ اِنِّیْ اُكَلِّمُهٗ فِی السِّرِّ دُوْنَ

ان سے بات کریں (تو اچھا ہوتا) انھوں نے فرمایا تم لوگ سمجھتے ہو کر میں ان سے اس طرح بات کروں گا

اَنْ اَفْتَحَ بَابًا لَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهٗ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اَنْ كَانَ عَلَیَّ

کہ تم لوگ سنو میں ان سے خفیہ بات کروں گا۔ نہ یہ کہ میں دروازہ کھولوں اور اس کا پہلا کھولنے

اَمِيْرًا اِنَّهٗ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَیْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

والا بنوں اور میں کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ سب سے اچھا ہے اس بنا پر کہ وہ امیر ہے۔ اس کے بعد کہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يُجَاءُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے لوگوں نے پوچھا آپنے حضور کو فرماتے ہوئے کیا سنا

بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِی النَّارِ فَيَدُوْرُ

ہے۔ اسامہ نے کہا میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا

كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَیْ

جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا فوراً اس کی آنتیں نکل کر آگ میں پھیل جائیں گی

[1] عمدۃ القاری خامس عشر ص ۱۶۵ ۔ [2] باب صفۃ النار ص ۳۳۵

فُلَانُ مَا شَانُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ

اور وہ گھومے گا جیسے گدھا چکی پر گھومتا ہے یہ دیکھکر جہنمی اس کے پاس اکٹھے ہوجائیں گے اور کہیں گے

الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ

اے فلاں تیرا کیا حال ہے کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا وہ کہے گا میں تم کو نیکی کا

الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ ۔ عہ

حکم کرتا تھا اور نیکی کرتا نہیں تھا اور تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کرتا تھا ۔

تشریحات ۱۷۵۰ فلانًا اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جس معاملہ میں ان سے بات کرنی تھی وہ یا تو ولید بن عقبہ کا معاملہ تھا۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخیافی بھائی تھا جس کے شراب پینے کا واقعہ بہت مشہور ہوچکا تھا۔ یہ کوفہ کا گورنر تھا۔ ایک دن نشہ کی حالت میں فجر کی نماز پڑھائی چار رکعت پر سلام پھیر کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھاؤں یا بس کروں۔ اس کی شکایت دربار خلافت میں پیش ہوئی اور کسی وجہ سے حد جاری کرنے میں تاخیر ہوئی۔ اسی سلسلہ میں لوگوں نے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کریں کیونکہ یہ حضرت عثمان کے بہت چہیتے اور خاص تھے۔ یا مراد یہ ہے کہ عبداللہ بن سرح وغیرہ اپنے مخصوص رشتہ داروں کو اعلیٰ عہدہ دینے پر لوگوں میں بدگمانیاں پھیل رہی تھیں۔ اس سلسلہ میں بات کرنے کو حضرت اسامہ سے لوگوں نے عرض کیا تھا۔

حضرت اسامہ کے فرمانے کا حاصل یہ کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں ان سے علانیہ مجمع میں تم لوگوں کو سنا کر بات کروں۔ میں یہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ فتنے کا دروازہ کھولنا ہے۔ اس سے لوگوں کی جرأت بڑھ جائے گی جس کا جی چاہے گا امیر المومنین پر برملا و در روا اعتراض شروع کردے گا۔ یہ فتنہ کا دروازہ کھولنا ہوگا ہاں میں تنہائی میں ان سے بات کروں گا بلکہ کتاب الفتن کی روایت میں ہے۔ میں ان سے بات کر چکا ہوں۔

اخیر میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں مذکور امیر سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں کیونکہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ خاص ان کے بارے میں جنت کی بشارت کی متعدد حدیثیں موجود ہیں۔ بلکہ اس سے مراد ولید بن عقبہ ہے یا دوسرے بنی امیہ کے امرا یا والیان ملک۔

بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ ص ۴۶۲ ابلیس اور اس کے لشکروں کا بیان۔

توضیح باب ابلیس عربی لفظ ہے کہ عجمی۔ ابلیس فرشتوں سے تھا یا نہیں دونوں اقوال ہیں تفصیل تفسیر میں آئے گی۔ ابلیس کا نام عزازیل، حارث اور حکم بھی ہے اور ابو مرہ اس کی کنیت ہے۔

عہ ثانی فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص ۱۰۵۲ مسلم آخر کتاب۔

قَالَ مُجَاھِدٌ یُقْذَفُوْنَ یُرْمَوْنَ ۔ مارے جاتے ہیں ۔ دُحُوْرًا مَطْرُوْدِیْنَ دھتکارے ہوئے وَاصِبٌ دَائِمٌ ۔ ہمیشہ رہنے والا ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا مَدْحُوْرًا مَطْرُوْدًا ۔ دھتکارا ہوا ۔ وَیُقَالُ مَرِیْدًا مُتَمَرِّدًا ۔ سرکش بَتَّکَہٗ قَطَعَہٗ اسے کاٹ دیا ۔ سورۂ نساء میں شیطان کے قول کی حکایت کی گئی ہے ۔ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ۔ میں بنی آدم کو حکم دوں گا تو وہ ضرور ضرور جانوروں کے کان کاٹیں گے ۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا ۔ فَلَیُبَتِّکُنَّ کا مادہ بَتَّکَ ہے ۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِکَ وَاَجْلِبْ عَلَیْھِمْ بِخَیْلِکَ وَرَجِلِکَ (۶۴) اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا ۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَاسْتَفْزِزْ اِسْتَخِفَّ بِخَیْلِکَ الْفُرْسَانُ وَالرَّجْلُ الرَّجَّالَۃُ وَاحِدُھَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ ۔ انھیں ڈگا دے ۔ خیل کے معنی سوار رَجِلٌ کے معنی پیادے ۔ رَجَّالَۃٌ اسی معنی میں ہے ۔ اس کا واحد راجل ہے ۔ جیسے صَاحِبٌ وَصَحْبٌ ۔ تَاجِرٌ وَتَجْرٌ ۔ لَاَحْتَنِکَنَّ لَاَسْتَاصِلَنَّ میں ان کی بنیاد کو ختم کر دوں گا ۔ قَرِیْنٌ شَیْطَانٌ ۔ قرین سے مراد شیطان ہے ۔ قرین کے لغوی معنی ہمجولی اور ساتھی کے ہیں ۔

حدیث ۱۷۵۱

اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَہٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللہِ وَلْیَنْتَہِ ۔ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ شیطان تم میں سے کسی کے پاس آکر پوچھتا ہے ۔ کس نے یہ پیدا کیا ۔ کس نے یہ پیدا کیا ۔ یہاں تک کہ کہتا ہے کس نے تمہارے رب کو پیدا کیا ۔ جب یہاں تک پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ مانگے اور باز آجائے ۔

تشریحات ۱۷۵۱

شیطان کا یہ بہت سنگین اور خطرناک وسوسہ ہے جو کم عقل انسان کو تذبذب کا شکار بنا دیتا ہے ۔ لیکن حقیقت میں انتہائی بودا ہے ۔ اس لئے کہ یہ تسلسل کو مستلزم ہے اور تسلسل کا محال ہونا یقینی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس حد تک وسوسہ پہنچ جائے

عہ مسلم ایمان ابو داؤد السنۃ ۔ نسائی عمل الیوم واللیلۃ ۔

تو اس سے باز رہے اور اللہ سے استعاذہ کرے اور اپنے ذہن کو دوسری باتوں کی طرف موڑ دے۔

۱۷۵۲ **حدیث**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ اِلَی الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پورب جانب اشارہ کرکے فرمایا سنو بے شک فتنہ وہاں ہے۔ سنو بے شک فتنہ وہاں ہے۔ جہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

۱۷۵۲ **تشریحات**

مدینہ طیبہ سے پورب جانب نجد ہے۔ اس لئے اس حدیث میں مشرق سے مراد نجد ہی ہے جیسے دوسری حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے نجد کی تصریح بھی ہے۔ آج کل نجدی حکومت کے وظیفہ خوار دیوبندی غیر مقلد، مودودی وغیرہ اس مضمون کی احادیث سے عراق مراد لیتے ہیں۔ اور بزور زبان و قلم زبردستی عراق پر چسپاں کرتے ہیں۔ حالانکہ مشرق کا لفظ متعین کر رہا ہے کہ اس سے مراد نجد ہے۔ کیونکہ مدینہ طیبہ سے پورب نجد ہی پڑتا ہے۔ خصوصاً نجد کا دارالسلطنت ریاض۔ اور عراق پورب نہیں بلکہ شمال مشرق کے کونے پر ہے۔ تفصیل کے لئے فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق، نامی کتاب کا مطالعہ کریں۔

۱۷۵۳ **حدیث**

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّیْلُ اَوْ قَالَ کَانَ جُنْحُ اللَّیْلِ فَکُفُّوْا صِبْیَانَکُمْ فَاِنَّ الشَّیَاطِیْنَ تَنْتَشِرُ حِیْنَئِذٍ فَاِذَا ذَھَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْھُمْ وَاَغْلِقْ بَابَکَ وَاذْکُرِ اسْمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جب رات آجائے یا فرمایا جب رات کی آمد ہوجائے تو اپنے بچوں کو روک لو اس لئے کہ شیاطین اس وقت پھیلے رہتے ہیں جب عشاء کے وقت سے تھوڑا سا حصہ گذر جائے تو اپنا دروازہ بند کرلو اور بسم اللہ پڑھ لو اور اپنا چراغ بجھادو اور بسم اللہ پڑھ لو۔ مشک کا منہ

اللہِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَکَ وَاذْکُرِ اسْمَ اللہِ وَاَوْکِ سِقَاءَکَ وَاذْکُرِ اسْمَ اللہِ

باندھ دو اور بسم اللہ پڑھ لو اور اپنے برتن کو ڈھانک دو۔ اور بسم اللہ پڑھ لو

وَخَمِّرْ اِنَاءَکَ وَاذْکُرِ اسْمَ اللہِ وَلَوْ تَعْرِضُ عَلَیْہِ شَیْئًا عہ

اگرچہ اس کے اوپر کچھ رکھ دو۔

تشریحات ۱۷۵۳ شیاطین رات کی تاریکی پھیلتے ہی آبادیوں میں گھس آتے ہیں۔ بچے چونکہ عموماً ناپاک رہتے ہیں ان کے بدن یا کپڑوں پہ نجاست ضرور لگی رہتی ہے جس کی وجہ سے شیاطین کو بچوں پر اثر انداز ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اسی لئے سورج ڈوبنے کے بعد بچوں کو باہر نکلنے سے منع فرمادیا۔

جب دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے گا تو اس گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا۔ چراغ بجھانے کا حکم اس بنا پر دیا کہ چوہا کبھی کبھی چراغ کی بتی گھسیٹ کر لے جاتا ہے جس سے گھر یا گھر کے سامان میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور اگر روشنی ایسی ہے کہ جس کے بارے میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ اس سے آگ لگ سکتی ہے تو جلی ہوئی چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح برتنوں کے چھپانے میں حکمت یہ ہے کہ انجانے میں کوئی زہریلا جانور اس میں منہ نہ ڈالدے یہ سارے احکام استحبابی ہیں۔

حدیث ۱۷۵۴ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا۔

جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ یَسْتَبَّانِ

میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو شخص آپس میں گالی گلوج کر رہے

فَاَحَدُهُمَا احْمَرَّ وَجْهُهٗ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ

تھے۔ ایک کا چہرہ ان میں سے سرخ ہو گیا اور اس کے گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس پر نبی صلی اللہ

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ چلا جائے

عہ باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبل ص۴۶۶ باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمس ص۴۶۷۔ ثانی الاشربہ باب تغطیة الاناء ص۸۴۱۔ الاستیذان باب لا تترک النار فی البیوت عند النوم باب اغلاق الابواب ص۹۳۱ مسلم الاشربہ۔ ابوداؤد الاشربہ۔ نسائی عمل الیوم واللیلة۔

لَوْ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ فَقَالُوْا لَهٗ

اگر کہہ لے کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے تو اس کا غصہ چلا جائے گا

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ شیطان سے اللہ کی

فَقَالَ وَهَلْ بِيْ جُنُوْنٌ عہ

پناہ مانگ تو اس نے کہا ۔ کیا مجھے جنون ہے ۔

تشریحات ۱۷۵۴ غصہ کے ازالے کے لئے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم اس لئے ارشاد فرمایا کہ غصہ بھی شیطان کی جھپٹ میں سے ہے ۔ عطیہؓ سعدی کی حدیث میں ہے ۔ کہ غصہ شیطان سے ہے ۔ اس لئے کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے ۔

ایک حدیث میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بندہ اللہ کے غضب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب غصہ میں ہوتا ہے ۔ علامہ ابن جوزی نے ترغیب میں معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ابلیس نے کہا میں بنی آدم کے پیٹ میں انگارہ ہوں جب وہ غصہ ہوتا ہے ۔

اس شخص کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد استعاذہ کا حکم دینے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔ اسے لازم تھا ۔ کہ ارشاد اقدس سننے کے بعد استعاذہ کرتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یا تو کوئی اکھڑ دیہاتی تھا یا منافقین میں سے تھا ۔ ایک تو ان کی پہلی غلطی یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں غصے سے بے قابو ہو کر چیختا رہا پھر استعاذہ کے حکم پر وہ جاہلانہ جواب دیا گویا اس شخص کے نزدیک صرف جنون ہی میں استعاذہ کیا جا سکتا تھا ۔ بہر حال یہ مجرب ہے کہ جب غصہ ہو تو استعاذہ پڑھ لیا جائے ۔

حدیث ۱۷۵۵ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ

نے ارشاد فرمایا ۔ ہر آدمی کے پہلو میں پیدائش کے وقت اپنی انگلیوں سے شیطان

فِيْ جَنْبِهٖ بِإِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ

کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے انھیں کچوکے لگانے گیا

عہ ثانی الادب باب ما ینھی عن السباب واللعن ص ۸۹۳ باب الحذر من الغضب ص ۹۰۳ مسلم ابو داؤد: الادب ، نسائی عمل الیوم واللیلۃ

لہ مسند امام احمد رابع ص ۲۲۶

فَطَعَنَ فِی الْحِجَابِ عہ

تو پردہ میں لگا۔

۱۷۵۵
تشریحات

اس حدیث میں حجاب سے مراد وہ جھلی ہے جس میں بچہ رحم میں لپٹا رہتا ہے یہاں کی روایت میں صرف حضرت عیسیٰ کا استثنار ہے لیکن کتاب الانبیار اور تفسیر میں بطریق سعید بن مسیب جو روایت ہے اس میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی استثنار ہے اور یہ حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذہ کی دعا کی برکت ہے۔ کہ انھوں نے یہ دعا کی تھی۔

اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اے اللہ میں اسے اور اس کی ذریت کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ امام قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام اور اخص اولیائے کرام بھی شیطان کے اس کچوکے سے محفوظ رہے ہیں۔ انھوں نے اس آیۂ کریمہ سے استدلال فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے شیطان سے فرما دیا تھا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ میرے خاص بندوں پر تجھے قابو نہ ہوگا۔ سورۂ حجر (۴۲)۔

اگرچہ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ پھر اس استثنار کا کیا محل رہا کہ فرمایا، غیر مریم وابنھا۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نص قرآنی سے اس میں تخصیص ہو گئی۔ کتاب الانبیار اور تفسیر کی روایت میں یہ زائد ہے کہ نومولود بچہ شیطان کے کچوکے ہی سے رونے لگتا ہے۔

۱۷۵۶ عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْتُ

حدیث علقمہ نے کہا۔ میں شام آیا تو میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی

اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ لِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا فَاَتَیْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَیْھِمْ فَاِذَا شَیْخٌ

کہ اے اللہ مجھے کوئی نیک ہمنشین میسر فرما دے پھر میں ایک قوم کے پاس آیا اور

قَدْ جَاءَ حَتّٰی جَلَسَ اِلٰی جَنْبِیْ قُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَاءِ قُلْتُ

ان کے پاس بیٹھا اتنے میں ایک شیخ تشریف لائے جو میرے پہلو میں بیٹھ گئے میں نے پوچھا

اِنِّیْ دَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّیَسِّرَ لِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا فَیَسَّرَکَ لِیْ قَالَ مِمَّنْ

یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو دردار ہیں (میں نے ان سے کہا) میں نے اللہ سے

عہ کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ص۴۸۸ ثانی تفسیر مریم باب قولہ انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم۔ ص۶۵۲

اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ

دعا کی تھی کہ مجھے کوئی نیک ہمنشیں میسر فرما تو اللہ نے آپ کو میسر فرمایا۔ انھوں نے دریافت فرمایا تو

صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَلَيْسَ فِيْكُمُ الَّذِىْ

کن لوگوں میں سے ہے۔ میں نے کہا کوفہ والوں میں سے۔ توانھوں نے کہا۔ کیا تمہارے پاس

اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَعْنِىْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادہ والمطہرہ نہیں ہیں۔ اور کیا تم میں وہ نہیں جنھیں اللہ نے شیطان سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنے نبی کی زبان پر بچایا ہے اور کیا تم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز داں نہیں کہ جس راز

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ غَيْرُهٗ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَاُ

کو سوائے ان کے کوئی نہیں جانتا پھر پوچھا واللیل اذا یغشیٰ کو عبد اللہ کیسے پڑھتے ہیں

عَبْدُ اللّٰهِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى

میں نے ان کو پڑھ کر سنایا واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلی والذکر والانثیٰ۔ ابوالدرداء

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ

نے فرمایا بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی مجھے پڑھایا تھا اپنے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِىَّ ؏

دہن مبارک سے میرے منھ تک یوں ہی پہنچایا تھا۔

۱۷۵۶

تشریحات ابن ام عبد سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کو صاحب النعلین اس لئے فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے اور حضور کو پہناتے حضور کا تکیہ اور بستر اور طہارت کا برتن مسواک سفر میں اپنے ساتھ رکھتے۔ ایک روایت میں صاحب السواد بھی آیا۔ سواد کے معنی شخص کے ہیں۔ صاحب السواد کا مطلب وہی ہے جو ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کے ساتھ سایے کی طرح لگا ہوا ہے۔ یعنی معتمد خصوصی۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتنا

؏ مناقب باب فضل عمار و حذیفہ ص ۵۲۹ اس سے متصل ایک اور طریقے سے باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۴ باب مناقب عبد اللہ بن مسعود ص ۵۳۱ ثانی تفسیر سورہ واللیل اذا یغشی باب والنہار اذا تجلی و باب وما خلق الذکر والانثیٰ ص ۷۳۶ الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ ص ۹۲۹ نسائی

خصوصی قرب حاصل تھا کہ کاشانۂ اقدس میں آنے کے لئے اذن طلب کرنے کی حاجت نہ تھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غسل فرماتے تو یہ پردہ کرتے اور حضور کو سونے سے جگاتے۔

الذی اجارہ۔ اس سے مراد حضرت عمار ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اس وقت جب قریش کے ظالموں نے ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کریں تو فرمایا تھا۔ اسے اللہ نے شیطان سے بچا لیا ہے۔

صاحب السر۔ اس سے مراد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے صحابہ کرام سمجھ جاتے کہ یہ منافق تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں سارے منافقین کے نام بتا دیئے تھے اور آئندہ پیش آنے والے تمام فتنوں کی بھی تفصیل بتا دی تھی۔

واللیل اذا یغشی۔ ابتدا میں صرف، والذکر والانثیٰ نازل ہوا تھا۔ وما خلق، بعد میں نازل ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو الدرداء کو اس کی خبر نہ ہوئی اس لئے وہ لوگ وما خلق نہیں نہیں پڑھتے تھے صرف والذکر والانثیٰ پڑھتے تھے۔ چونکہ قرأت متواترہ وما خلق الذکر والانثیٰ ہے۔ اس وجہ سے اہل دمشق حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرتے تھے۔ اسی بنا پر انھوں نے حضرت علقمہ سے خصوصیت کے ساتھ اس کو پوچھا۔ بعد میں فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں چاہتے ہیں کہ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے اس سے ہٹا دیں۔

۱۷۵۷ عَنْ سَعِيْدِنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ ؏

حدیث — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جمائی شیطان سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے روکے اس لئے کہ جب کوئی جمائی لیتے ہوئے "ھا" کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

؏ ثانی الادب باب ما یستحب من العطاس ویکرہ من التثاؤب وباب اذا تثاءب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ ص ۹۱۹

۱۷۵۷
تشریحات جمائی کو شیطان کی طرف سے اس لئے فرمایا کہ یہ ناپسندیدہ حرکت ہے۔ یہ بدن کے ثقل اور سستی اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے آتی ہے۔ شیطان ہی انسان کو نفس کی خواہشات پوری کرنے پر ابھارتا ہے مقصود یہ ہے کہ اس سبب سے بچے جس سے جمائی آتی ہے مثلاً کھانے پینے میں زیادتی وغیرہ سے۔

فائدہ۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہونٹ سختی کے ساتھ بھینچ لے یا منہ پر ہاتھ رکھ لے۔ اور ایک مجرب عمل یہ ہے کہ جمائی کے وقت یہ تصور کرے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمائی نہیں آتی۔

داؤدی نے کہا اگر جمائی لینے والے کا منہ کھلا ہوتا ہے تو شیطان تھوک دیتا ہے اور ہنستا ہے۔ ھا اس کے ہنسنے کی آواز ہے۔

۱۷۵۸ قَالَ هِشَامٌ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب احد کا معرکہ ہوا

تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَاحَ

تو (ابتدا) میں مشرکین شکست کھا گئے اس پر ابلیس چیخا اے اللہ کے بندو! اپنے پچھلوں

إِبْلِيسُ أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ

کو دیکھو یہ سن کر سامنے والے لوٹ پڑے یہ اور پچھلے دونوں جری ہو گئے۔ اتنے میں

هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ

حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے باپ کو مسلمان گھیر کر مار رہے ہیں۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے

أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أَبِي أَبِي فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ فَقَالَ

بندو! میرے والد ہیں میرے والد ہیں۔ بخدا (کسی نے کچھ نہیں سنا) جب تک انھیں قتل نہیں کرلیا

حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ

وہاں سے ہٹے نہیں۔ اس پر حذیفہ نے کہا اللہ تم کو بخش دے۔ عروہ نے کہا۔ حذیفہ اس واقعہ کی

مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ؏

وجہ سے خیر ہی میں رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے مل گئے۔

؏ باب ذکر حذیفۃ الیمان ص۵۳۹ ثانی مغازی غزوہ احد باب اذ ھمت طائفتان ان تفشلا ص۵۸۱ ثانی دیات باب العفو فی الخطا بعد الموت باب اذا مات فی الزحام او قتل ص۱۰۱۰ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶۔

تشریحات ۱۷۵۸

اخراکم ۔ ابلیس کا یہ خطاب مسلمانوں سے تھا۔ مجاہدین اسلام مشرکین کو مارتے دھاڑتے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ اتنے میں ابلیس چیخا آگے کہاں بڑھ رہے ہو۔ پیچھے دیکھو تمہارے دشمن تم کو گھیرے میں لے رہے ہیں۔ اسی اثنا میں آندھی بھی چل چکی تھی آگے بڑھتے ہوئے مسلمان پیچھے پلٹ پڑے اور آپس میں گتھم گتھا ہو گئے جس کے نتیجے میں حضرت یمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

اور اس کا بھی احتمال ہے کہ خطاب مشرکین سے ہو اور اخری سے مراد خالد بن ولید کے ساتھی ہوں۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ ابلیس نے مشرکین سے یہ کہا کہ تم بھاگ کہاں رہے ہو دیکھو پیچھے سے تمہارے ساتھیوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے جس پر بھگوڑے پلٹ پڑے اور مجاہدین اسلام دو طرف سے گھر گئے اسی اثنا میں آندھی بھی چل پڑی۔ احد میں ابتداءً مشرکین کو اتنی زبردست شکست ہوئی تھی کہ ان کے بعض افراد ایسا دُم دبا کر بھاگے کہ طائف میں جا کر دم لیا۔

بقیۃ خیر۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت حذیفہ کو زندگی بھر اس کا ملال رہا کہ ان کے والد کو مسلمانوں نے شہید کر دیا اور وہ مدۃ العمر شہید کرنے والوں کے لئے استغفار کرتے رہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۷۵۹ حدیث عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ۔عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے سو بار یہ پڑھا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے لئے سو نیکی لکھی جائے گی اور اس کی سو برائی مٹائی جائے گی اور یہ اس کے لئے شیطان سے امان ہوگا دن بھر یہاں تک کہ شام کرے اور کوئی اس سے افضل عمل نہیں کرے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔

عہ ثانی دعوات باب فضل التہلیل صـ ۹۴۷ مسلم ترمذی دعوات۔ ابن ماجہ ثواب التسبیح۔

تشریح ۱۷۵۹
اس حدیث میں سیئۃ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

حدیث ۱۷۶۰
اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَاہُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ نِسَاءٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُکَلِّمْنَہٗ وَیَسْتَکْثِرْنَہٗ عَالِیَۃً اَصْوَاتُہُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ یَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْحَکُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ ہٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ کُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَکَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ اَحَقَّ اَنْ یَّہَبْنَ ثُمَّ قَالَ اَیْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِہِنَّ اَتَہَبْنَنِیْ وَلَا تَہَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کا اذن طلب کیا اور حضور کی خدمت میں کچھ قریش کی عورتیں تھیں جو حضور سے بات کر رہی تھیں اور ضرورت سے زیادہ بول رہی تھیں اپنی آوازوں کو اونچی کر کے۔ جب حضرت عمر نے اذن طلب کیا وہ تیزی سے پردے کے اندر چلی گئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہنستا رکھے (کیا بات ہے) فرمایا ان عورتوں سے مجھے تعجب ہے جو میرے پاس حاضر تھیں جب تیری آواز سنی تو پردے میں بھاگ گئیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں۔ پھر (ان عورتوں سے مخاطب ہو کر) فرمایا اے اپنے جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ہیبت کھاتی ہو اور تمہارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت نہیں؟ ان عورتوں نے کہا کہ ہاں تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

علیہ وسلم سے زیادہ سخت مزاج اور سخت کلام ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں

مَا لَقِیَکَ الشَّیْطَانُ قَطُّ سَالِکًا فَجًّا اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ عہ

میری جان ہے اے عمر! کسی بھی گلی میں چلتے ہوئے شیطان اگر تمہارے سامنے آئے گا تو اسے چھوڑ کر دوسری گلی میں بھاگ جائے گا۔

تشریحات ۱۷۶۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور آواز بلند کرکے بات کرنا حرام ہے۔ ارشاد ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ الآیۃ۔ نبی کی آواز پر آواز بلند نہ کرو۔ پھر یہ عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اونچی آوازوں سے کیسے باتیں کر رہی تھیں۔ جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ نہی سے پہلے کا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے پایاں کرم کو دیکھتے ہوئے جوش مسرت میں ان خواتین کو یہ ہوش نہ رہا ہو کہ بارگاہ نبوت کا ادب کیا ہے۔ مشہور ہے۔

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

حدیث ۱۷۶۱

عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں نیند سے کوئی بیدار ہو

اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ مَّنَامِہٖ فَتَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ ثَلٰثًا فَاِنَّ

اور وضو کرے تو تین بار ناک چھنکے اس لئے کہ شیطان اس کی ناک کے

الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِہٖ عہ

بانسے پر رات گذارتا ہے۔

تشریحات ۱۷۶۱

اس حدیث میں ناک صاف کرنے کا حکم اگرچہ اس وقت کے ساتھ مذکور ہے۔ جب سو کر اٹھے لیکن یہ قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ وضو میں تین بار ناک صاف کرنا مطلقاً سنت ہے خواہ سونے کے بعد اٹھ کر وضو کرے یا بیدار رہتے ہوئے وضو کرے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد ناک صاف کرنا زیادہ مؤکد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عہ مناقب۔ باب مناقب عمر ص۵۲۰ ادب باب التبسم والضحک ص۸۹۹ مسلم فضائل۔ نسائی مناقب۔

عہ مسلم ونسائی طہارت۔

بَابُ ذِکْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ آیَاتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰی اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ٥

جن اور ان کے ثواب و عذاب کا ذکر۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی بنا پر۔ اے جن وانس کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو ہماری آیتوں کو تم پر تلاوت کرتے تھے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے تھے کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

توضیح باب

جن، مخلوقات کی ایک مستقل نوع ہیں جن کا وجود متعدد آیات کریمہ اور احادیث سے ثابت ہے۔ ان کے وجود سے انکار کفر ہے۔ یہ آگ سے بنائے گئے ہیں۔ ان کے لئے جسم بھی ہے اور روح بھی ہے۔ یہ کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ان میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان سب کی اپنی نوع کی ایک شکل ہے۔ اس کے باوجود انھیں یہ قدرت حاصل ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیں۔

یہ ایمان وشرائع کے مکلف ہیں۔ یہ مومن بھی ہوتے ہیں کافر بھی ہوتے ہیں۔ فاسق بھی، دیندار بھی۔ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے دن ان سے حساب وکتاب بھی ہوگا۔ ان کے کفار جہنم میں جائیں گے۔ رہ گئے مومن اور صالح جنت میں جائیں گے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ یہ اعراف میں رہیں گے۔ جنت حضرت آدم کی جاگیر ہے صرف ان کی اولاد کو ملے گی۔

بَخْسًا نَقْصًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ کُفَّارُ قُرَیْشٍ

اور مجاہد نے کہا۔ اور ان لوگوں نے اللہ اور جن کے درمیان نسب ٹھہرالیا۔ صٰفّٰت (۵۸) کفار قریش

اَلْمَلٰٓئِکَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ۔

نے کہا۔ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جن کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ عِنْدَ الْحِسَابِ۔

اللہ عزوجل نے فرمایا بے شک جن نے جان لیا کہ ضرور وہ لوگ حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنوں کا حساب ہوگا۔ اسے لازم ہے کہ ان کو ان کے اعمال حسنہ پر ثواب بھی ملے گا اور برے اعمال کی سزا بھی ملے گی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ صَرَفْنَا

اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا

ص ۲۶۵

اللہ عزوجل کے قول کا بیان۔ یاد کرو جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے۔ کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے۔ خاموش رہو۔ جب پڑھنا

اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۔ احقاف (۲۹) ہو چکا۔ اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔

مَعْدِلًا۔ لوٹنے کی جگہ۔ صَرَفْنَا۔ ہم نے پھیرا

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ۔ ص۴۶۵ اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔ ثعبان۔ نر سانپ کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ سانپ کئی قسم کے ہیں۔ جانّ، افاعی، اساود۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا يُقَالُ الْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ۔

أَسَاوِدُ، اَسْوَدُ کی جمع ہے۔ یہ ان بڑے سانپوں کو کہتے ہیں جو کالے رنگ کے ہوتے ہیں۔

أَفَاعِي، اَفْعیٰ کی جمع ہے۔ یہ سب سے خبیث سانپ ہوتا ہے۔

آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا فِي مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ يُقَالُ صَافَّاتٍ بُسُطٍ أَجْنِحَتَهُنَّ۔ يَقْبِضْنَ يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ۔

اس کی پیشانی کے بال کو پکڑے ہوئے ہیں اپنے ملک اور اپنی سلطنت میں۔ اپنے بازوں کو پھیلائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے بازوں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔

حدیث ۱۷۶۲

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ اقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا فَنَادَانِي أَبُو لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ إِنَّهُ نَهَى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ۔ عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا فرماتے تھے سانپوں کو مار ڈالو خاص کر ان سانپوں کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوں اور بے دم والے کو، اس لئے کہ ان کے کاٹنے سے بینائی جاتی رہتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ عبد اللہ نے کہا میں ایک سانپ کو مارنے کے لئے بھگا رہا تھا کہ ابو لبابہ نے مجھے پکار کر کہا۔ اسے مت مار۔ میں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سانپوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ انھوں نے کہا۔ اس کے بعد حضور نے گھر والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور یہ عوامر ہیں۔

عہ باب خیر مال مسلم غنم ص۴۶۷ ثانی کتاب المغازی باب ص۵۷۲ مسلم حیات۔

تشریحات ۱۶۷۲ اس کے بعد والے باب میں یہ حدیث یوں ہے کہ حضرت ابن عمر سانپوں کو مار ڈالتے تھے پھر منع فرمایا۔ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک دیوار کو ڈھایا اس میں سانپ کی کینچلی پایا۔ فرمایا۔ تلاش کرو سانپ کہاں ہے۔ لوگوں نے سانپ کو دیکھا۔ فرمایا۔ اسے مار ڈالو۔ اسی بنا پر میں مارتا تھا۔ پھر میں نے ابو لبابہ سے ملاقات کی تو انھوں نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں رہنے والے سانپوں کو مت مارو۔ مگر بے دم والے کو اور اس کو جس کے سر پر دو نقطے ہوں۔ اس لئے کہ اس کا زہر بچے ساقط کر دیتا ہے اور آنکھ کی روشنی لے جاتا ہے اس لئے اسے قتل کرو۔

وھی العوامر۔ عوامر، عامرہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد گھر میں رہنے والے سانپ ہیں مسلم[1] میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ بے شک ان گھروں کے عوامر ہیں جب ان کو دیکھو تو ان کو تین مرتبہ متنبہ کرو۔ اگر چلے جائیں فبھا ورنہ ان کو قتل کرو۔

مطلب یہ ہے کہ تین بار اس سے کہو کہ تم اب تنگی میں ہو اگر ٹھہرے رہے یا ہم پر حملہ کیا تو ہم مار ڈالیں گے۔ لیکن ہمارے دیار میں گھروں میں بعض بڑے موذی سانپ پائے جاتے ہیں۔ نظر بھپکتے ہی حملہ کر بیٹھتے ہیں ان کے لئے یہ مہلت نہیں۔

اس میں راز یہ ہے کہ جن گھروں میں سانپ کی شکل میں رہتے سہتے ہیں انھیں قتل کرنے میں خطرات ہوجاتے ہیں۔ مسلم[2] میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک جوان تھے جن کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی وہ ایام جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جایا کرتے تھے ایک دفعہ اپنے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی دروازہ پر کھڑی ہیں ان کو غیرت آئی انھوں نے بیوی کو مارنے کے لئے نیزہ تان لیا ان کی بیوی نے کہا کہ نیزہ روک لو۔ گھر میں جاکر دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ میں کیوں یہاں کھڑی ہوں۔ یہ جوان اندر گئے تو دیکھا کہ ایک سانپ بستر پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ جوان نے نیزے سے اس کو گتھ لیا پھر زمین میں گاڑ دیا۔ تو وہ سانپ تڑپا۔ یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ پہلے کون مرا۔ سانپ یا نوجوان۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سارا قصہ سنایا اور ہم نے عرض کیا دعا فرمائیے کہ اللہ اس کو زندہ کر دے۔ فرمایا۔ اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر فرمایا۔ مدینہ میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں جب ان میں سے کسی کو دیکھو تو انھیں تین مرتبہ جتادو۔ اس کے بعد بھی نظر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

بَابُ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ۔ ۴۶۶ مسلمان کا سب سے اچھا مال بکری ہے جسے لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتا ہے۔

---

[1] ثانی کتاب قتل الحیات ص ۲۳۵

[2] ثانی کتاب قتل الحیات ص ۲۳۵

۱۷۶۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْکُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر کا سر پورب کی جانب ہے اور فخر وگھمنڈ گھوڑے اور

وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَهْلِ الْخَیْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِیْنَ وَاَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّکِیْنَةُ

اونٹ والوں اور کاشت کاروں اور اونٹ کی کھال کے خیمے والوں میں ہے اور سکینہ

فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ عہ

بکری والوں میں ہے۔

۱۷۶۳ **تشریحات** مناقب کے اخیر میں یہ زائد ہے۔ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ ایمان اہل یمن میں ہے اور دانائی یمن والوں میں ہے۔ راس الکفر۔ یہ ارشاد اپنے عہد مبارک کے لئے بھی ہے اور آئندہ کے لئے بھی ہے۔ اس عہد مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شدید مخالفین نجد کے باشندے تھے جو مدینہ طیبہ سے مشرق کی جانب ہے۔ اور آج بھی دعوی اسلام رکھتے ہوئے نجد کے باشندے اسلام کے معاشرے میں کوڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے۔ اس سے مراد مجوسی ہوں جو ایران کے باشندے تھے۔ جن کی بڑی طاقت ور سلطنت اس عہد میں قائم تھی۔

فدادین۔ فد کے معنی سخت آواز نکالنا ہے۔ اس سے مراد کاشت کار اور مویشی پالنے والے ہیں خصوصیت سے گھوڑے اور اونٹ پالنے والے ان میں فطری طور پر اکھڑپن اور سنگ دلی ہوتی ہے۔ اہل وبر۔ وبر اونٹ کی کھال کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد صحرانشین دیہاتی ہیں جو خیموں میں رہتے ہیں۔ رہائش کے خیمے۔ زیادہ تر اونٹ کی کھال سے بنائے جاتے ہیں۔ اس لئے انھیں اہل وبر فرمایا۔

۱۷۶۴ حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ

حدیث عقبہ بن عمرو ابو مسعود نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ نَحْوَ الْیَمَنِ فَقَالَ

اپنے دست مبارک سے یمن کی جانب اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔ ایمان یمن والوں کا ہے۔

اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّادِیْنَ

ہاں سنو! سنگدلی کاشت کاروں میں ہے اونٹ کی دموں کی جڑوں کے پاس جہاں سے

عہ باب مناقب باب ص ۴۹۶ ۔ مسلم ایمان ۔

عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِىْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ عـه

شیطان کے سینگ نکلتے ہیں۔ ربیعہ اور مضر میں۔

تشریحات ۱۷۶۴ طلاق میں ہے کہ یمن کی طرف اشارہ کرکے دوبارہ یہ فرمایا کہ ایمان یہاں ہے۔ مناقب میں ہے کہ فرمایا ادھر مشرق کی طرف سے فتنے ہیں۔ الھڑپن اور سنگ دلی کاشت کاروں میں ہے خیمہ والوں میں اونٹ اور گائے کی دموں کی جڑوں کے پاس ربیعہ اور مضر میں۔

اس حدیث میں فی ربیعۃ ومضر کہہ کر مشرق کی تعیین فرمادی کہ اس سے مراد پورب کا وہ خطہ ہے جہاں ربیعہ اور مضر کے قبائل رہتے ہیں۔ پرانہ جغرافیہ اٹھاکر دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ربیعہ اور مضر کی رہائش نجد کے علاقے میں تھی اور آج آل سعود اور آل ابن عبدالوہاب جو اس علاقے کے فرمانروا ہیں۔ ربیعہ اور مضر ہی کے افراد ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب "فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق"۔

حدیث ۱۷۶۵ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُقِدَتْ اُمَّةٌ

کرتے ہیں۔ فرمایا بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہوگئی۔ نہیں جانا جاتا ہے کہ کیا ہوئی۔ میں یہ سمجھ رہا

مِّنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَاِنِّىْ لَا اُرَاهَا اِلَّا الْفَارَ

ہوں کہ یہ چوہا ہے جب اس کے لئے اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا ہے اور جب بکری

اِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الْاِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَاِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ

کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے۔ میں نے کعب سے اسے بیان کیا۔ تو انھوں

الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ اَاَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ

نے کہا۔ کیا تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ مجھ سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِىْ مِرَارًا فَقُلْتُ اَفَاَقْرَاُ التَّوْرٰةَ عـه

کعب نے یہ بات کئی مرتبہ کہی۔ تو میں نے ان سے کہا تو کیا میں تورات پڑھتا ہوں۔

تشریحات ۱۷۶۵ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ نابود ہوگئے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ لوگ

عـه مناقب باب ص ۴۹۶ ثانی مغازی باب قدوم الاشعریین ص ۶۳۰ الطلاق باب اللعان ص ۷۹۹

عـه مسلم آخر کتاب۔

کیا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا گمان ایسا ہے کہ انھیں مسخ کرکے چوہا بنا دیا گیا۔ قرینہ یہ پیش کیا کہ چوہے اونٹ کا دودھ نہیں پیتے، بکری کا پیتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی شریعت میں اونٹ کا دودھ اور گوشت حرام تھا۔ اس لئے وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ چوہا مسخ شدہ ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے اور اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا۔ اس پر حضرت کعب کو تعجب ہوا اور انھوں نے باربار حضرت ابوہریرہ سے پوچھا جس پر ابوہریرہ نے فرمایا کہ ہاں اس کو میں نے حضور ہی سے سنا ہے کیا میں توریت پڑھتا ہوں کہ اس میں دیکھ کر بتاؤں گا۔

حضرت کعب نے یہ حدیث سن کر سکوت فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ واقعات بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ یہ روایت ان کے علم ہی میں نہیں تھی۔ تو نہ تصدیق فرمائی نہ تردید۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تعجب کی وجہ یہ ہے کہ مسخ شدہ قوموں کی نسل نہیں چلتی۔ اور چوہوں کی نسل باقی ہے۔

۱۷۶۶ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ ؏

حدیث حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں چھپکلیوں کے مارنے کا حکم دیا۔

تشریحات ۱۷۶۶ کتاب الانبیاء میں یہ زائد ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا یعنی انھیں جلانے کے لئے جو آگ بھڑکائی گئی تھی اس پر پھونکتا تھا کہ اور بھڑکے۔ اس پر تفصیلی گفتگو نزہۃ القاری جلد چہارم ص۲۵۶ میں ہو چکی ہے۔

۱۷۶۷ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَّخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ

حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ برتنوں کو ڈھانک دو۔ مشکوں کا منہ باندھ دو اور دروازوں کو بند کر دو اور شام کے وقت بچوں کو باہر نکلنے سے روکو اس لئے کہ جن اس وقت پھیلتے اور اچکتے ہیں۔ اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو اس لئے کہ چوہیا کبھی کبھی بتی کھینچ لے جاتی ہے پھر گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔

ع۵ الانبیاء باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا ص۴۷۴ ۔ بیحیوان۔ نسائی حج۔ ابن ماجہ صید۔ لے مسلم ثانی آخر کتاب۔

فَاَحْرَقَتْ اَھْلَ الْبَیْتِ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ وَحَبِیْبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَاِنَّ لِلشَّیٰطِیْنِ

بطریق ابن جریج اور حبیب جو روایت ہے۔ اسمیں بجائے فَاِنَّ لِلْجِنِّ کے فَاِنَّ لِلشَّیٰطِیْنِ ہے۔

بَابٌ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِکُمْ ص۴۶۷ فَلْیَغْمِسْہُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰی شِفَاءً۔

جب مکھی تمہارے پینے کی چیز میں گر پڑے تو مکھی کو اس میں غوطہ دے دو۔ اس لئے کہ اس کے دو بازو میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء۔

۱۷۶۸ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ حُنَیْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث عبید بن حنین نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی صلی اللہ

عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مکھی تمہارے پینے کے چیز میں گر پڑے تو اس مکھی کو غوطہ دے دو پھر اسے نکال دو۔

اَحَدِکُمْ فَلْیَغْمِسْہُ ثُمَّ لِیَنْزِعْہُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰی شِفَاءً۔ع

اس لئے کہ اس کے دو بازو میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء۔

تشریحات ۱۷۶۸ بعض روایتوں میں یہ ہے۔ کہ وہ پہلے اسی بازو کو ڈالتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے۔ [لہ] جانوروں میں اس قسم کے متضاد اثرات کافی ہیں جیسے شہد کی مکھی میں کہ اس سے شہد بھی نکلتا ہے اور اس کے ڈنک میں زہر بھی ہے بعض قسم کے سانپوں میں زہر تو ہوتا ہی ہے ان سے تریاق بھی حاصل ہوتا ہے۔ مکھی کا سر توڑ کر اگر بھڑ یا بچھو کے ڈنک مارنے کی جگہ پر مل دیا جائے تو فوراً اشفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کو جن کے تذکرے سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے۔

۱۷۶۹ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ۔

علیہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔

تشریحات ۱۷۶۹ کتوں کے مار ڈالنے کے سلسلے میں بحث کتاب المزارعۃ میں گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

ع ثانی فی الطب باب اذا وقع الذباب فی اناء احدکم ص۸۶۰ نسائی ابن ماجہ۔ لہ فتح الباری جلد عاشر ص۲۵۱ بحوالہ ابوداؤد ابن حبان۔ ابوداؤد ثانی طب باب الذباب یقع فی الطعام ص۹۳ مسلم بیوع۔ نسائی ابن ماجہ صید۔

کتاب الانبیاء ص ۴۶۸

انبیاء کا بیان

انبیاء۔ نبی کی جمع ہے۔ نبی فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ یا تو نبأ سے بنا ہے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں۔ یا نبوٌّ سے جس کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ اس تقدیر پر اس کی اصل نَبِیْوٌ تھی۔ واؤ کو یا سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کردیا۔ انبیاء کی اصل أَنْبِیَاوُ تھی واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ دونوں تقدیر پر فعیل یا تو معنی میں فاعل کے ہے۔ پہلی تقدیر پر اس کے معنی ہوئے خبر دینے والے کیونکہ نبی غیب کی خبر دیتے ہیں اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے۔ دوسری تقدیر پر اس کے معنی ہوئے بلند کرنے والے کے چونکہ جو شخص نبی پر ایمان لاتا ہے اس کا مرتبہ دنیا اور آخرت میں بلند ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے نبی مرتبہ بلند کرنے والا ہوا۔ یا فعیل معنی میں مفعول کے ہے۔ پہلی تقدیر پر اس کے معنی ہوئے خبر دیئے ہوئے چونکہ انبیائے کرام ایک دوسرے کے احوال بیان کرتے ہیں۔ اس لئے نبی کو نبی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر اس کے معنی ہوئے بلند کیا ہوا چونکہ اللہ عزوجل نے انبیائے کرام کو تمام مخلوقات پر برتری عطا فرمایا ہے۔ اس لئے نبی کو نبی کہا جاتا ہے

نبوت کے حصول میں کسب کو کوئی دخل نہیں۔ محض اللہ عزوجل اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نبی بناتا ہے۔ کسی کی نبوت کا علم صرف وحی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے یا دو لاکھ چوبیس ہزار۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد متعین نہ کی جائے۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کتنے انبیائے کرام مبعوث فرمائے یوں کہنا چاہئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیائے کرام مبعوث ہوئے ان میں سے تین سو دس یا تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ رسول ہوئے علی اختلاف الروایات۔

صحیح یہ ہے کہ نبی ہونا بشر کا خاصہ ہے۔ بشر کے علاوہ جن یا فرشتے نبی نہیں ہوتے۔ صحیح یہ ہے کہ رسول ہونا بشر کا خاصہ نہیں فرشتے بھی رسول ہیں۔ اس تقدیر پر نبی اور رسول میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ بعض حضرات نبی اور رسول دونوں ہیں۔ جیسے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ بعض حضرات نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ جیسے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شعیب علیہم السلام اور بعض رسول ہیں مگر نبی نہیں جیسے رسل ملائکہ، حضرت جبرئیل وغیرہ۔

نبی۔ وہ بشر ہے جس کے پاس وحی آتی ہو خواہ وہ مامور بالتبلیغ ہو یا نہ ہو۔

رسول۔ رسول وہ ہے جس کے پاس وحی آتی ہو اور وہ مامور بالتبلیغ ہو۔

ان مباحث کی پوری تفصیل نزہۃ القاری جلد اول صـ۱۶۷ صـ۱۶۸ میں موجود ہے۔

باب خَلْقِ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ وَقَوْلِ اللهِ صـ۴۶۸ حضرت آدم اور ان کی اولاد کی پیدائش کا بیان۔ اور اللہ **عَزَّوَجَلَّ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** ـ بقرہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان، اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔

توضیح باب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے بشر اور سب سے پہلے نبی ہیں۔ لفظ آدم عجمی ہے یا عربی۔ علماء کے دونوں اقوال ہیں۔ جو لوگ عربی مانتے ہیں وہ اسے اَفْعَلُ کے وزن پر صفت مشبہ اُدْمَۃٌ سے مشتق مانتے ہیں۔ ادمۃ کے معنی زمین کے اوپری سطح کے ہیں اور گندمی رنگ ہونے کے بھی ہیں۔ چونکہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم زمین کے ہر حصہ کی مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آپ گندمی رنگ کے تھے اسلئے آدم نام ہوا اور کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ سریانی لفظ ہے۔ اگر یہ عربی لفظ ہے تو اس میں دو سبب وزن فعل اور علمیت ہے اور اگر عجمہ ہے تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم ہے۔ اس لئے بہر تقدیر یہ غیر منصرف ہے۔ انبیائے کرام کے اسماء میں سے سات اسماء منصرف ہیں۔ نوح، ہود، لُوط، شیث، صالح، شعیب، محمد۔ ان میں چار پہلے والے عجمہ ہیں مگر ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے عجمہ کا اعتبار نہ رہا۔ اور تین بعد والے عربی ہیں ان میں صرف علمیت ہے۔

ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ پہلے اس کو گیلی پتلی گارے کی طرح بنا کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بودار ہوگئی۔ پھر ان کی صورت بنائی یہاں تک کہ جب سوکھ کر کھنکھنانے لگی تو ابلیس ان کے پاس سے گزرتا اور کہتا۔ کسی عظیم کام کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ پھر اللہ نے ان میں اپنی روح پھونکی سب سے پہلے آنکھ اور ناک کے بانسہ میں پہنچی جس پر انھیں چھینک آئی تو انہوں نے الحمد للہ پڑھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا۔ یرحمک ربک۔

اذقال ربك ۔ فرشتوں سے اس ارشاد کی حکمت یہ تھی کہ فرشتے اللہ عزوجل کے نائب کی عظمت کو جان لیں اور بعد میں جو کچھ فرشتوں نے عرض کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہ معلوم کرلیں کہ بجائے ہمارے اس نئی مخلوق کو منصب نیابت کس بنا پر عطا فرمایا جارہا ہے جب کہ اپنی دانست میں ہم اس کے اہل موجود ہیں۔ یا یہ مشورۃً تھا۔ اللہ عزوجل مشورہ سے منزہ ہے۔ مشورہ وہ کرتا ہے جو انجام سے واقف نہ ہو یا قادر مطلق نہ ہو۔ اس لئے یہ حقیقت میں مشورہ نہیں صورۃً مشورہ ہے بندوں کی تعلیم کے لئے۔ حدیث میں ہے۔ ماحار من استشار۔ جو مشورہ کرے گا وہ حیران نہ ہوگا۔

فرشتوں نے نیابت کا استحقاق تسبیح و تقدیس اور عبادت سمجھا تھا۔ اس لئے بطور حسن طلب اپنی تسبیح و تقدیس کو پیش کیا۔ مگر یہ یعنی منصب نیابت کسبی نہیں صرف وہبی ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ میں وہ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے، فرشتوں کی یہ عرض۔ کیا تو زمین میں ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو فساد خوں ریزی کریں گے۔

یا لوح محفوظ میں دیکھا تھا اس لئے عرض کیا۔ یا جنوں پر قیاس کرکے عرض کیا۔ جو انسانوں سے پہلے زمین میں ساٹھ ہزار برس تک آباد رہے۔ اور آپس میں لڑتے رہے۔ جس کی سزا میں فرشتوں کی فوج نے انھیں پہاڑوں اور جزیروں میں مقید کر دیا۔ اس آیت میں خلیفہ سے مراد نوع ہے۔ خاص حضرت آدم مراد نہیں۔ اور یہ منصب تمام انبیائے کرام کو حاصل تھا۔

اب اس کے بعد حضرت امام بخاری حضرت آدم اور انسان کی تخلیق کے سلسلے میں وارد آیات کے کچھ الفاظ کی تشریح کر رہے ہیں۔

صَلْصَالٌ طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهٖ صَلَّ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْاِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهٗ يَعْنِيْ كَبَبْتُهٗ ــــ صلصال کے معنی وہ گیلی مٹی جس میں بالو ملایا جائے جو سوکھ کر آواز کرے جیسا کہ مٹی کا پکا ہوا برتن آواز کرتا ہے۔ اور کہا گیا۔ کہ بودار مٹی مراد ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ لفظ صَلَّ سے بنا ہے۔ جیسے کہتے ہیں صرّ الباب وصرصر۔ دروازہ کے بند کرتے وقت جو آواز نکلتی ہے جیسے کبکبتہ۔ یعنی برتن کو اوندھا کرتے وقت جو آواز نکلتی ہے۔

فَمَرَّتْ بِهٖ اِسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ۔ یعنی اس کا حمل باقی رہا یہاں تک کہ اس کے دن پورے ہو گئے۔

اَنْ لَّا تَسْجُدَ اَنْ تَسْجُدَ۔ یعنی اَنْ لَا تسجد میں لا زائدہ ہے وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ یعنی اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔ اذ ظرف ہے۔ اس کا متعلق محذوف اُذکُر ہے۔

خلیفہ کے معنی خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے جلالین میں یہ بتایا، یخلفنی فی تنفیذ اوامری فیھا۔ زمین میں میرے احکام نافذ کرنے میں میرا نائب ہوگا اور امر جمع ہے اس کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے جو دنیوی و دینی تشریعی و تکوینی تمام احکام کو عام ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ زمین میں میرا جو حکم بھی نافذ ہوگا خواہ وہ تشریعی ہو یا تکوینی میرے اس نائب کے ذریعہ نافذ ہوگا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔ یعنی لَمَّا معنی میں اِلَّا کے ہے۔ استثناء کے لئے۔ فِيْ كَبَدٍ فِيْ شِدَّةِ خَلْقٍ۔ پیدائش کی سختی۔ وَرِيْشًا اَلْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهٗ الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ۔ ریشا کے معنی مال ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے علاوہ اور حضرات نے کہا کہ ریاش اور ریش ایک معنی میں ہیں۔ اور یہ ظاہری لباس کو کہتے ہیں۔ مَا تُمْنُوْنَ النُّطْفَةَ فِيْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ جو تم منی گراتے ہو یعنی وہ نطفہ

جو عورتوں کے رحموں میں گراتے ہو ۔ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۔ النُّطْفَةُ فِی الْاِحْلِيْلِ ۔ بیشک وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نطفہ کو رحم سے لوٹا کر مرد کے عضو تناسل کے سوراخ میں پہنچا دے ۔ وَكُلُّ شَیْئٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوِتْرُ اللّٰهُ ۔ ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا جفت ہے ۔ آسمان بھی جفت ہے اور وتر صرف اللہ ہے ۔ مراد یہ ہے کہ آسمان زمین کو جفت بنانے والا ہے ۔ اس طرح کہ دونوں مل کر جوڑہ طبق ہو جاتے ہیں ۔ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ فِیْ اَحْسَنِ خَلْقٍ ۔ بہترین صورت میں اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اِلَّا مَنْ آمَنَ ۔ پھر ہم نے انسان کو سب سے نچلے طبقہ میں ڈھکیلا ۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے ۔ خُسْرٍ ضَلَالٍ ثُمَّ اسْتَثْنٰی فَقَالَ اِلَّا مَنْ آمَنَ ۔ انسان نقصان یعنی گمراہی میں ہے پھر استثنی کیا اور فرمایا مگر جو ایمان لائے ۔ لَازِبٌ لَازِمٌ ۔ چپکنے والی ۔ نُنْشِئَكُمْ فِیْ اَیِّ خَلْقٍ نَشَاءُ ۔ ہم جس شکل میں چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں ۔ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ نُعَظِّمُكَ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں ۔ یعنی تیری عظمت بیان کرتے ہیں ۔ وَقَالَ اَبُوالْعَالِيَةِ فَتَلَقّٰی آدَمُ ۔ هُوَ قَوْلُهٗ ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۔ اور ابو العالیہ نے کہا ۔ آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات اخذ کئے ۔ وہ یہ دعا ہے ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَقَالَ فَاَزَلَّهُمَا اِسْتَزَلَّهُمَا ۔ یعنی ان دونوں کو لغزش میں ڈال دیا ۔ يَتَسَنَّهْ ۔ يَتَغَيَّرْ ۔ آسِنٍ مُتَغَيِّرٍ ۔ اَلْمَسْنُوْنُ الْمُتَغَيِّرُ ۔ يَتَسَنَّهْ کے معنی بدلتا ہے ۔ آسِنٍ اور مَسْنُوْنٍ کے معنی متغیر کے ہیں ۔

حَمَاٍ ۔ جمع حَمْاَةٍ ۔ وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ ۔ حَمَاٍ حَمْاَةٍ کی جمع ہے اور وہ بدلا ہوا کیچڑ ہے ۔ يَخْصِفَانِ اَخْذُ الْخِصَافِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ يَخْصِفَانِ بَعْضَهٗ اِلٰی بَعْضٍ ۔ یعنی جنت کے درخت کے پتوں سے پردہ پوشی کرنے کے لئے پتوں کو ایک دوسرے پر رکھنے لگے ۔ پتوں کو ایک دوسرے سے ملانے لگے ۔ سَوْاٰتُهُمَا ۔ كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا ۔ یہ ان دونوں کی شرمگاہ سے کنایہ ہے ۔ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ۔ هٰهُنَا اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰی مَا لَا يُحْصٰی عَدَدُهٗ ۔ یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک اور اہل عرب کے نزدیک حین کا معنی کسی وقت سے لے کر غیر متناہی مدت تک ہے ۔ قَبِيْلُهٗ جِيْلُهُ الَّذِیْ هُوَ مِنْهُمْ ۔ اس کا خاندان جس سے وہ ہے ۔

۱۷۰ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ وَطُوْلُہٗ سِتُّوْنَ

کرتے ہیں ۔ کہ فرمایا ۔ اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ کی تھی ۔ پھر فرمایا

ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اِذْھَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِکَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ

جاؤ اور ان فرشتوں کی گروہ کو سلام کرو ۔ اور وہ جو جواب دیں اس کو بغور

فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَکَ بِہٖ فَاِنَّہٗ تَحِیَّتُکَ وَتَحِیَّۃُ ذُرِّیَّتِکَ فَقَالَ

سنو اس لئے کہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا ۔ حضرت آدم نے کہا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ فَزَادُوْہُ وَرَحْمَۃُ

السلام علیکم ۔ تو فرشتوں نے جواب دیا ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ

اللّٰہِ فَکُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَلٰی صُوْرَۃِ آدَمَ فَلَمْ یَزَلِ

کو زیادہ کیا ۔ جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا اس کے

الْخَلْقُ یَنْقُصُ حَتَّی الْآنَ عہ

بعد مخلوق کا قد گھٹتا رہا یہاں تک کہ اب تک ۔

تشریحات ۱۷۶۰ ابن متین نے کہا کہ حضرت آدم ہمارے ہاتھ سے ساٹھ ہاتھ کے تھے اس لئے کہ اگر ان کے ہاتھ سے ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا مانا جائے تو تناسب بگڑ جائے گا ان کے قد کے مقابلے میں ہاتھ کی وہی حیثیت ہو جائے گی جو ہمارے انگلی اور ناخن کو ہمارے قد سے ہے ۔ اور یہ ہیئت احسن تقویم کے منافی ہے ۔ ہر شخص جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ان کے قد کے برابر ساٹھ ہاتھ کا داخل ہوگا ۔

۱۷۶۱ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَلَغَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی خبر عبد اللہ بن سلام کو پہنچی ۔ تو وہ خدمت اقدس میں

وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتَاہُ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُکَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ

حاضر ہوئے ۔ اور حضور سے عرض کیا ۔ میں حضور سے تین باتوں کو پوچھ رہا ہوں

عہ ثانی استیذان ۔ باب بدء السلام ص ۹۱۹ مسلم صفۃ الجنۃ ۔

إِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ

جنھیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انھوں نے عرض کیا۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے۔ اور جنتی

الْجَنَّةِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ

سب سے پہلے کیا کھائیں گے اور کس وجہ سے لڑکا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور کس وجہ

يَنْزِعُ إِلَى أَخْوَالِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل

خَبَّرَنِي بِهِنَّ آنِفًا جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

علیہ السلام نے ابھی ان تینوں کے بارے میں مجھے بتایا۔ یہ سن کر عبد اللہ نے کہا۔ یہ

ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

فرشتوں میں یہود کے دشمن ہیں اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ

کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے سمیٹ کر مغرب کی طرف جمع کردے گی۔

مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ

۔ جنتی سب سے پہلے مچھلی کے جگر کا وہ چھوٹا حصہ جو ایک کنارے رہتا ہے کھائیں گے۔

فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ أَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ

لڑکے کی مشابہت تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ مرد جب عورت سے ہمبستری کرتا ہے تو

الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَإِذَا سَبَقَتْ كَانَ الشَّبَهُ

مرد کی منی رحم میں عورت کی منی سے پہلے پہنچتی ہے تو باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور

لَهَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ

اگر ماں کی منی پہلے پہنچتی ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر عبد اللہ بن سلام نے

قَوْمٌ بُهُتٌ إِنْ عَلِمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُونِي عِنْدَكَ

کہا۔ یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر کہا یا رسول اللہ!

فَجَاءَتِ الْيَهُودُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

یہود بڑے بہتان تراش لوگ ہیں اگر وہ میرے مسلمان ہونے کو جان لیں قبل اس کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

کہ آپ میرے بارے میں ان سے دریافت کریں تو حضور کے سامنے مجھ پر

قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ

بہتان باندھیں گے اس کے بعد یہود آئے اور عبد اللہ مکان کے اندر چلے گئے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ

اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود سے پوچھا عبد اللہ تم میں کیسے آدمی ہیں

قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ

یہود نے کہا ہم سب سے زیادہ علم والے اور ہم سب سے زیادہ علم والے کے بیٹے ہیں اور ہم سب سے اچھے ہیں

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا

اور ہم سب سے اچھے کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ اگر عبد اللہ مسلمان ہو جائیں

وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ عہ

تو یہود نے کہا اللہ اس کو اس سے بچائے اب عبد اللہ ان کے سامنے آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی یہود نے کہا عبد اللہ ہم میں سب سے زیادہ برے ہیں اور سب سے زیادہ برے کے بیٹے ہیں۔ اور ان کو برا کہنے لگے۔

تشریحات فزیادۃ کبد حوت، بعض روایات میں بجائے حوت کے نون آیا ہے۔ نون کے معنی بھی مچھلی کے ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ وہ مچھلی ہے کہ جس پر زمین ٹھہری ہوئی ہے مچھلی کے جگر میں ایک حصہ الگ جیسا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ زیادۃ کبد سے یہی مراد ہے۔

اذا سبق ماء الرجل۔ مسلم[1] میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو حدیث مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا علا ماءھا ماء الرجل اشبہ اخوالہ واذا علا ماء الرجل ماءھا اشبہ اعمامہ۔ جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو بچہ اپنے ملووں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ بزار میں اسی کے مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ مرد کا نطفہ سفید گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پیلا پتلا ہوتا ہے۔

عہ مناقب الانصار۔ باب ۱/۵۶۱ - تفسیر سورہ بقرہ۔ باب من کان عدوا لجبریل ۲/۶۴۳

لہ اول طہارت، الحیض باب وجوب الغسل علی المرأۃ ص۱۴۶

لیکن مسلم میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے مرد کا نطفہ سفید ہے اور عورت کا نطفہ پیلا۔ جب دونوں اکٹھا ہوں اور مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آئے تو اللہ کے اذن سے بچہ مذکر ہوتا ہے۔ اور جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آئے تو بچہ اللہ کے اذن سے مؤنث ہوتا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بچہ جب مذکر ہو تو ہمیشہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوگا اور جب مؤنث ہو تو اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوگا۔ مشاہدہ اس کے خلاف ہے اس لئے کہ کبھی بچہ ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور بچی اپنے چچاؤں کے۔

اقول وھو المستعان۔ حل یہ ہے کہ ام المؤمنین کی حدیث میں علو سے مراد رحم میں پہلے پہونچنا ہے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث زیر بحث میں خود اس کی تصریح ہے کہ اذا سبق ماء الرجل اور حضرت ثوبان کی حدیث میں علو سے مراد اس کا ظاہری معنی یعنی غالب آنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قوم بھت۔ ہاء ہوز کو ضمہ اور سکون دونوں۔ یہ بہیت کی جمع ہے۔ جیسے قضیب کی جمع قضب ہے اور قلیب کی جمع قلب ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے جھوٹ گڑھنے سے سامع مبہوت ہو جائے مبہوت کرنے والا۔

فجاءت الیھود۔ عبداللہ بن بکر کی روایت جو حمید سے ہے اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا۔ کن یہودیوں کو بلوایا حدیث کے ظاہری الفاظ سے تعمیم سمجھ میں آتی ہے لیکن سیاق سے یہ متبادر ہوتا ہے ان یہودیوں کو بلوایا جن کا حضرت عبداللہ بن سلام سے خاص تعلق تھا۔ جو ان کے قبیلہ بنو قینقاع کے افراد تھے۔ مناقب اور تفسیر کی روایت میں یہ زائد ہے جب یہود حضرت عبداللہ بن سلام کی تنقیص شان کرنے لگے تو عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اسی کا اندیشہ تھا۔

حدیث ۱۶۷۲ — عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ يَعْنِي لَوْلَا بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثٰى زَوْجَهَا عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہم معنی روایت کی یعنی اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہیں سڑتا اور اگر حضرت حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔

تشریحات ۱۶۷۲ — یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے اس جگہ اس کے ہم معنی کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے۔ جس کی طرف نحوہ کی ضمیر لوٹے اور جس کی تفسیر یعنی سے درست ہو۔ علامہ ابن حجر عسقلانی

عہ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ ص۴۸۹ مسلم رضاع

نے اس کی توجیہہ یہ فرمائی کہ امام بخاری سے ان کے شیخ نے جن الفاظ میں حدیث بیان کی تھی۔ وہ لکھتے وقت محفوظ نہ رہے۔ انھیں الفاظ کے بارے میں کچھ تردد رہا تو انھوں نے احتیاطاً یہ طریقہ اپنایا اب نحوہ کی ضمیر کا مرجع معہود فی الذہن ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صغانی کے نسخے میں نحوہ کے بعد یہ ہے میں نے اسے بطریق ابن المبارک عن معمر صرف مصنف ہی کے نزدیک پایا۔ بخاری ہی میں باب ذکر موسیٰ علیہ السلام میں عبد اللہ عن معمر کی روایت اسی لفظ کے ساتھ آرہی ہے جس کے آخر میں الدہر زائد ہے۔ علامہ عینی اور قسطلانی نے یہ توجیہہ کی کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے پہلے امام بخاری نے یہ حدیث اس سند کے ساتھ ذکر کی ہو۔ عن محمد بن رافع عن عبد الرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لولا بنو اسرائیل لم یخبث الطعام ولم یخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثیٰ زوجھا الدھر۔ پھر بطریق بشر بن محمد روایت کی اور اسے نحوہ سے تعبیر کیا یعنی سے اس کی تفسیر کردی۔

لم یخنز۔ بنی اسرائیل پر من وسلویٰ برف کی طرح فجر طلوع ہونے سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے تک آسمان سے برستا تھا۔ انھیں حکم تھا کہ اپنی ضرورت بھر جمع کرلیں۔ یعنی جو دن بھر کو کافی ہو۔ ذخیرہ اندوزی نہ کریں۔ لیکن انھوں نے لالچ میں آکر ذخیرہ اندوزی کی جس کے نتیجے میں وہ سڑ کر خراب ہونے لگا اسی وقت سے کھانا اور گوشت سڑ کر خراب ہونے لگا۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے بعض کتب الٰہیہ میں پڑھا ہے اگر میں نے مردے پر فنا مقدر نہ کی ہوتی تو اس کے اہل اپنے گھروں میں انھیں جمع رکھتے۔ اور اگر غلے پر فساد نہ مقرر کیا ہوتا تو مالدار اسے جمع کر لیتے فقراء نہ پاتے۔

لولا حواء۔ یعنی اگر حضرت حواء نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شجرہ ممنوعہ کھانے پر نہ ابھارا ہوتا۔ حضرت آدم حضرت حواء علیہما السلام کو جنت میں ہر چیز کھانے کی اجازت تھی سوائے ایک درخت کے۔ شیطان کے وسوسہ سے حضرت حواء نے حضرت آدم کو اس درخت کے کھانے پر ابھارا جس پر انھوں نے اسے تناول فرمالیا۔ اسی کو حدیث میں خیانت سے تعبیر فرمایا گیا یہ شجرہ ممنوعہ کیا تھا۔ ماوردی نے کہا کہ یہ گیہوں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ انجیر تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کافور تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انگور تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سب سے الگ ایک درخت تھا جس کا نام شجرۃ الخلد تھا جسے فرشتے کھاتے تھے اس حدیث میں مردوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ عورتوں کی زیادتیوں پر صبر سے کام لیں۔

۱۷۷۳	عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
حدیث	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ اس

بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْئٍ

لئے کہ عورت پسلی کی ہڈی سے بنائی گئی ہے اور بے شک پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھی

فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ

اوپر والی ہے اگر تم اس کو سیدھی کرنے لگوگے تو توڑ دوگے اور اگر اسے چھوڑ دوگے تو ٹیڑھی

لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ ؏

ہی رہے گی اس لئے عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو۔

۱۷۷۳ تشریحات حضرت حوا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بائیں سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اسی لئے ان کا نام حوا پڑا کہ وہ زندہ انسان کے جزء سے پیدا کی گئی ہیں یا ان کا نام یہ اس لئے پڑا کہ وہ ہر زندہ انسان کی ماں ہیں اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کا توڑنا طلاق ہے مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی کج خلقی ان کی ایذا رسانی پر صبر کرنا چاہئے اور نباہنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

مطابقت باب۔ ان احادیث کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت آدم کی اولاد حضرت حوا ہی کے بطن سے عالم وجود میں آئی ہیں یہ حضرت آدم کی اولاد کی تخلیق کا سبب ہیں۔

۱۷۷۴ حدیث عَنْ اَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے۔ کہ اللہ

عَنْهُ يَرْفَعُهُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ

تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے فرمائے گا بتا اگر تیرے

عَذَابًا لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْئٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ

لئے زمین میں کچھ ہو تو کیا اس کے عوض اپنے آپ کو عذاب سے بچائے گا ؟ وہ

قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُكَ مَا هُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِي

کہے گا ضرور۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے آسان بات کہی تھی اور تو آدم کی پیٹھ

؏ ثانی باب الوصاۃ بالنساء صـ۷۷۹

صُلْبِ آدَمَ اَنْ لَا تُشْرِكَ بِیْ فَاَبَیْتَ اِلَّا الشِّرْكَ عـہ

میں تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا تو، تو نہیں مانا اور شرک اختیار کیا۔

۱۷۷۴

تشریحات رقاق میں بطریق قتادہ سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا بتا اگر تیرے لئے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا جہنم کے فدیہ میں اسے دے گا وہ کہے گا ضرور تو اس سے کہا جائے گا کہ اس سے آسان کا تجھ سے سوال کیا گیا تھا۔ (مگر تو نے اسے قبول نہیں کیا)۔

حدیث ۱۷۷۵ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ آدَمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے پر اس کے خون

الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ عـہ

سے حصہ ہوگا اس لئے کہ وہی ہے جس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

۱۷۷۵

تشریحات ابن آدم اول سے مراد قابیل ہے۔ قصہ یہ تھا کہ حضرت حوا ہر بطن میں ایک بچہ اور ایک بچی جنتی تھیں سوائے شیث علیہ السلام کے، یہ تنہا پیدا ہوئے جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں تشریف لائے سو سال گذر چکے تو قابیل اور اس کی جڑواں اقلیمہ اس کے بعد ہابیل اور ان کی جڑواں لیوذا پیدا ہوئیں بوجہ ضرورت ان کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ ایک بطن کے بچہ کو دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا۔ البتہ یہ جائز نہیں تھا کہ ایک ہی بطن سے پیدا شدہ بچے اور بچی کا نکاح کیا جائے اقلیمہ بہت حسین وجمیل اور جاذب نظر تھیں۔ قاعدے کے مطابق جب یہ چاروں بالغ ہو گئے تو حضرت آدم نے چاہا کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے، اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کر دیں۔ اقلیمہ چونکہ بہت حسین وجمیل تھیں وہ چاہتا تھا کہ اقلیمہ سے اس کا نکاح کر دیا جائے۔ قابیل اس پر بضد ہوا، حضرت آدم نے حکم دیا کہ دونوں اس مسئلہ کو سامنے رکھ کر بارگاہ ایزدی میں قربانی پیش کریں جس کی قربانی مقبول ہو گی اقلیمہ کا نکاح

عـہ ثانی رقاق باب من نوقش الحساب مہذب ص۹۶۸ باب صفۃ الجنۃ والنار ص۹۷ مسلم توبہ

عـہ ثانی دیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص۱۰۱۲ الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب اثم من دعا الی ضلالۃ ص۱۰۸۸ مسلم حدود، ترمذی، علم نسائی تفسیر، محاربہ، ابن ماجہ دیات،

اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ قابیل کاشت کار تھا اور ہابیل بکریاں پالے ہوئے تھے۔ قابیل نے سب سے ردی غلے کا ایک ڈھیر قربانی کے لئے پیش کیا۔ اپنے جی میں اس نے سوچا مجھے پرواہ نہیں میری طرف سے قبول ہو یا نہ ہو جب کہ ہابیل ہی میری بہن سے شادی کرے گا اور ہابیل نے بہت فربہ مینڈھا اور دودھ اور مکھن قربانی کے لئے پیش کیا اور جی میں یہ سوچا کہ اللہ جو فیصلہ فرمائے گا اس پر میں راضی ہوں اس زمانے کے دستور کے مطابق آسمان سے سفید آگ آئی ہابیل کی قربانی کھا گئی۔ اور قابیل کی قربانی کو نہیں چھوا۔ اس سے قابیل کے دل میں ہابیل کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہابیل کا یہ مینڈھا زندہ جنت میں اٹھالیا گیا اور جنت ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنا۔ چونکہ سب سے پہلے قابیل نے ناحق قتل کیا۔ گویا اسی سے انسان نے قتل کو سیکھا۔ اس لئے قیامت تک جتنا خون ناحق ہو گا سب کا وبال قابیل پر بھی ضرور ہو گا۔

باب اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ ص ۴۶۹ روحیں اکٹھا کی ہوئی لشکر ہیں۔

۵۸۲ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

ت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ روحیں اکٹھا کئے ہوئے لشکر کی طرح ہیں عالم ارواح میں جن کی آپس میں شناسائی ہوئی دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان الفت رہی اور جن سے عالم ارواح میں بیگانگی رہی دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان اختلاف رہا۔

تشریحات ۵۸۲ علامہ خطابی نے کہا کہ اس کا ایک معنی یہ ہو سکتا ہے کہ جو ارواح خیر و شر، صلاح و فساد میں ایک دوسرے کے مثل ہوتی ہیں وہ اپنے مماثل کی طرف جھکتی ہیں یا دور رہتی ہیں یہی عالم ارواح کا تعارف اور تناکر ہے۔ ارواح کے تعارف سے مراد یہ ہے کہ جس کی جبلت میں خیر ہوتا ہے وہ اہل خیر کی طرف جھکتی ہیں اور جن میں شر ہوتا ہے وہ اہل شر کی طرف اور اس کے اختلاف سے آپس میں منافرت ہوتی ہے اور اسی کے مطابق دنیا میں ظہور ہوتا ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ بدر خلق میں عالم غیب میں جو کچھ پیش آیا اس کی خبر دینا مقصود ہے روحیں جسم سے پہلے پیدا کی گئی ہیں وہ سب اکٹھا تھیں آپس میں ملتی جلتی تھیں یا نفرت کرتی

تھیں۔ پھر جب وہ اجسام میں آئیں تو اسی کے مطابق محبت یا نفرت دوستی یا دشمنی کا ظہور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ۔ اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ جیسے لشکر میں مختلف عادات و اطوار و خصائل کے افراد اکٹھا ہوتے ہیں اسی طرح ارواح بھی اکٹھی تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے اندر کسی ایسے شخص سے نفرت پائے جو صاحب فضیلت و کمال ہو تو اسے چاہئے کہ یہ غور کر کے معلوم کرے کہ اس کا سبب کیا ہے پھر اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اس تعلیق کو امام بخاری نے الادب المفرد میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وقال یحیی بن ایوب۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام لیث کی طرح یحییٰ بن ایوب نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ مسند ابویعلیٰ میں اسے سند متصل کے ساتھ روایت کیا اس کے شروع میں یہ زائد ہے عمرہ بنت عبد الرحمٰن نے کہا کہ مکے میں ایک خوش طبع عورت تھی وہ مدینہ آئی تو اپنے ہی جیسی ایک عورت کے پاس اتری اس کی خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا میرے محبوب نے سچ فرمایا۔ اور یہ حدیث بیان کی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ہم نے نوح کو ان کی قوم کی جانب بھیجا۔ ص ۴۷۰

قال ابن عباس بادی الرای ما ظھر لنا۔ یعنی جو بات ہمارے لئے ظاہر ہو۔ اَقْلِعِیْ اَمْسِکِیْ روک لے۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ۔ نَبَعَ الْمَاءُ پانی ابلا۔ وَقَالَ عِکْرِمَۃُ وَجْہُ الْاَرْضِ۔ پانی زمین کی سطح سے بھی ابلا۔ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلْجُوْدِیُّ جَبَلٌ بِالْجَزِیْرَۃِ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ دَاْبٌ۔ حال۔ داب کے معنی حالت کے ہیں۔ انا ارسلنا نوحا الی قومہ الی آخر السورۃ۔ یعنی اس آیت کی تفسیر بیان ہوگی۔

۱۶۷۷ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ
فرمایا کیا میں تم سے دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بیان کروں جو کسی نبی نے نہیں بیان کی ہے
حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ نَبِیٌّ قَوْمَہٗ اِنَّہٗ اَعْوَرُ وَاِنَّہٗ یَجِیْءُ مَعَہٗ
کہ وہ کانا ہے وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مثال لائے گا جسے وہ جنت کہے گا حقیقت
بِتِمْثَالِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّھَا الْجَنَّۃُ ھِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ
میں وہ جہنم ہوگی میں تم کو دجال سے ڈراتا ہوں۔ جیسا کہ نوح نے اپنی

بِهٖ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ ؎

قوم کو ڈرایا تھا ۔

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حدیث ۱۶۶۶

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ نُوْحٌ وَّاُمَّتُهٗ فَيَقُوْلُ

نے فرمایا نوح اور ان کی امت قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگی تو اللہ تعالے

اللّٰهُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ فَيَقُوْلُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ؟

حضرت نوح سے دریافت فرمائے گا کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے ہاں اے

فَيَقُوْلُوْنَ لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَّبِيٍّ فَيَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ

رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا کیا نوح نے تم تک میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے

فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ فَنَشْهَدُ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهٗ

نہیں ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا! اب اللہ تعالیٰ نوح سے فرمائے گا۔ تمہارے لئے کون گواہی

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

دیگا تو وہ عرض کرینگے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ اسکے بعد ہم گواہی دینگے کہ نوح نے اپنی قوم تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا

وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ ؎

اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اور ایسے ہی ہم نے تم کو عادل قوم بنایا تاکہ تم لوگ لوگوں پر گواہ ہو"۔ اور وسط کے معنی عادل کے ہیں۔

تشریحات ۱۶۶۶

فَيَقُوْلُوْنَ۔ بظاہر یہ اس ارشاد کے معارض ہے ,, اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ ،، آج ہم ان کے منھوں پر مہر کر دیں گے۔ تطبیق یہ ہے کہ ابتدا میں ان کو بولنے کی اجازت ہوگی پھر ان کے منھ پر مہر کر دی جائے گی۔

فَیَشْهَدُوْنَ ۔ یہ قصہ ہر نبی کے ساتھ ہوگا پہلے امت کے افراد یہ گواہی دیں گے کہ ان انبیائے کرام نے اپنی امتوں تک تیرا پیغام پہنچایا پھر ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم بعد میں آئے تم کو کیسے معلوم ہوا کہ ان انبیاء نے اپنی امتوں تک میرا پیغام پہنچایا تو یہ امت عرض کرے گی کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی اور ہم نے اس کی

؎ مسلم، فتن، ؎ ثانی تفسیر سورہ بقرہ کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا ص۶۴۵ ۔ الاعتصام ۔ باب قولہ تعالیٰ کذالک جعلناکم الخ ص۱۰۹۲ ترمذی، تفسیر، نسائی، تفسیر، ابن ماجہ، زہد

تصدیق کی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ گواہی دیں گے کہ ہاں ہم نے اپنی امت کو یہ بتایا ہے۔

۱۷۷۸ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ اور حضور کے سامنے دست لایا گیا۔ اور یہ حضور کو پسند تھا۔

بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً

حضور اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے۔ پھر فرمایا میں قیامت کے دن

ثُمَّ قَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا ذٰلِكَ

تمام لوگوں کا سردار ہوں ۔ اور کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ہے؟۔ اولین اور

یُجْمَعُ النَّاسُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یُسْمِعُهُمُ

آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا۔ سب پکارنے والے کی آواز سنیں گے اور سب تک نظر

الدَّاعِیْ وَیَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَیَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ

پہنچے گی۔ اور سورج قریب ہوگا۔ لوگوں کو غم اور بےچینی اس حد تک پہنچے گی جس کی انھیں

الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا یُطِیْقُوْنَ وَلَا یَحْتَمِلُوْنَ فَیَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا تَرَوْنَ

نہ طاقت ہوگی اور نہ جسے وہ لوگ برداشت کر پائیں گے۔ اس پر لوگ آپس میں کہیں گے۔ کیا

مَا قَدْ بَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ یَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ فَیَقُوْلُ

تم لوگ نہیں دیکھتے کہ تم پر کیا افتاد پڑی ہے کیوں اسے نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کی

بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَیْكُمْ بِاٰدَمَ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ

بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے۔ اب کچھ لوگ کچھ لوگوں سے کہیں گے۔ حضرت آدم کی خدمت میں چلو

اَنْتَ اَبُوالْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ

لوگ حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہونگے اور ان سے عرض کریں گے ۔ آپ ابو البشر ہیں اللہ نے آپ کو

الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ

اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اپنی روح آپ میں پھونکی ہے اور فرشتوں کو حکم دیا تو انھوں نے

فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ

آپ کو سجدہ کیا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں ہم جس حال میں

غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ

ہیں کیا نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم پر کیا افتاد پڑی ہے؟ تو حضرت آدم فرمائیں گے۔ بیشک میرے رب نے

قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى

آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس کے پہلے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ اسکے بعد کبھی فرمائے گا۔ اور اس نے

غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ إِنَّكَ أَنْتَ

مجھے درخت سے منع فرمایا تھا۔ میں نے اس کا حکم نہ مانا۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے مجھے اپنی

أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا

پڑی ہے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے

اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي

اور عرض کریں گے۔ اے حضرت نوح! زمین والوں کی طرف آپ پہلے رسول ہیں۔ اور آپ کا اللہ نے عبد شکور

قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ

نام رکھا ہے اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس حال

بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي

میں ہیں۔ یہ سن کر وہ فرمائیں گے۔ بیشک میرے رب نے آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس جیسا غضب نہ

نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ

پہلے فرمایا تھا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا۔ اور میں نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تھی۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے

إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ

اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت ابراہیم کی خدمت میں

أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ

حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اس کے

لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ

خلیل ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے

وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَاِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ

بیشک آج میرے رب نے ایسا غضب فرمایا ہے۔ کہ اس کے پہلے ایسا غضب نہیں فرمایا تھا۔ اور اس کے بعد

فَذَكَرَهُنَّ اَبُوْحَيَّانَ فِي الْحَدِيْثِ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا

کبھی نہ فرمائے گا۔ اور میں نے تین توریے کئے تھے۔ ان تینوں کو ابو حیان نے اپنی حدیث میں ذکر کیا۔ مجھے

اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ يَامُوْسٰى

اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کے پاس

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ

جاؤ۔ اب سب لوگ حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کریں گے۔ اے حضرت موسیٰ آپ

اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَمَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ

اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام سے فضیلت دی اپنے رب کی بارگاہ میں

قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ

شفاعت فرمایئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے۔ آج میرے رب نے

بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَاِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِيْ نَفْسِيْ

ایسا غضب فرمایا کہ ایسا غضب نہ پہلے کبھی فرمایا تھا اور نہ آئندہ کبھی فرمائے گا۔ اور میں نے ایک ایسے شخص کو

نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ

قتل کیا ہے۔ جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے

يَا عِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

اپنی پڑی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں

وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اِشْفَعْ لَنَا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ

حاضر ہونگے اور عرض کرینگے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کے وہ کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف

فِيْهِ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ

القا فرمایا۔ اور اس کی جانب سے روح ہیں آپ نے بچپنے کی حالت میں گہوارے میں کلام فرمایا۔ ہماری شفاعت کریں

قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِيْ

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ فرمائیں گے۔ بیشک میرے رب نے آج ایسا غضب

نَفْسِي نَفْسِي إِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي إِذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

فرمایا ہے کہ اسکے پہلے نہ ایسا غضب فرمایا تھا اور نہ آئندہ کبھی فرمائے گا اور انھوں نے کسی لغزش کو ذکر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں فرمایا۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت

فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ اب سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ

ہونگے اور عرض کریں گے۔ اے محمد! حضور اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ نے حضور کو پہلے بھی اور بعد

أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ

میں بھی ہر گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا حضور ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں کہ

سَاجِدًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ

ہم کس حال میں ہیں۔ تو میں چلوں گا اور عرش کے نیچے حاضر ہوں گا اور اپنے رب کے سجدے میں پیشانی رکھ

عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ

دوں گا۔ پھر اللہ عزوجل اپنی حمد اور عمدہ ثنا کی ایسی تلقین فرمائے گا کہ میرے پہلے کسی کو نہ فرمائی۔

رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ

اس کے بعد مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔ اور سوال کرو تم کو دیا جائے گا۔ اور شفاعت کرو

أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ

تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا میری

أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ

امت اے میرے رب میری امت اے میرے رب میری امت اے میرے رب تو فرمایا جائے گا۔

مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ

اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت کے داہنے دروازے سے داخل کرو۔

الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ

بقیہ دروازوں میں یہ لوگ سب لوگوں کے شریک ہیں۔ پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے

مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى عـ

قبضے میں میری جان ہے۔ اس کے دروازوں کے دونوں بازوؤں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں یا جتنا مکہ اور بصریٰ میں۔

۱۷۷۸

تشریحات انا سید الناس۔ اس حدیث میں یوم القیامۃ بیان واقع کے لئے ہے ورنہ قیامت کے دن کی تخصیص نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً دنیا و آخرت میں سید الناس ہیں۔ ناس بھی اپنے عموم پر ہے۔ خواہ یہ اگلے ہوں یا پچھلے انبیاء ہوں یا عوام۔

تدنو امنهم الشمس۔ دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ آج سورج کی پیٹھ زمین کی طرف ہے قیامت کے دن اس کا منھ زمین کی طرف ہوگا اور فاصلہ بقدر میل ہوگا۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میل سے مراد میل مسافت ہے یا سرمے کی سلائی آج سورج زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل کی دوری پر ہے قیامت کے دن کیا حال ہوگا الاماں، الحفیظ۔ لوگوں کے جسم سے پسینہ نکلے گا ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا اس کے بعد زمین پر رہے گا۔ کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک کسی کے کمر تک، کسی کے سینے تک کسی کے گلے تک اور کافر کے منھ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑے گا جس میں وہ ڈوبکیاں کھائے گا اسی کو حدیث نے بیان فرمایا لوگ غم اور تکلیف میں اس حد کو پہنچ جائیں گے کہ ان کی طاقت وتحمل سے باہر ہوگا۔ اس حدیث میں چند انبیائے کرام کا ذکر ہے۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا لیکن انھیں کی تخصیص نہیں سارے انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، اور تمام حضرات معذرت فرمائیں گے اور معذرت میں اپنی لغزشات کا ذکر فرمائیں گے، پھر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔

نفسی نفسی۔ پہلا نفسی مبتدا، دوسرا نفسی اس کی خبر مراد یہ ہے کہ ھی اللتی تستحق ان تشفع لھا یعنی میں خود اس کا مستحق ہوں کہ میرے لئے شفاعت کی جائے اس لئے کہ جب مبتدا خبر متحد ہوتے ہیں تو اس کے بعض لوازم مراد ہوتے ہیں۔ یا نفسی مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ کتاب التفسیر میں نفسی نفسی تین بار ہے۔

انت اول الرسل۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لئے کہ وہ صاحب شریعت بھی تھے۔ ان پر صحیفہ بھی نازل ہوا اور وہ تبلیغ احکام کے مامور بھی تھے۔ اس کی توجیہ میں شراح نے فرمایا کہ زمین کی آبادی کے بعد جو سب سے پہلے رسول مبعوث ہوئے وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

عـ ثانی تفسیر باب قولہ ذریۃ من حملنا مع نوح ص ۶۸۴-۶۸۵۔ اول۔ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ ص ۴۷۰ الانبیاء باب یزفون النسلان ص ۴۷۴۔

فیاتون ۔ امام غزالی نے فرمایا کہ حضرت آدم کی بارگاہ میں حاضری سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری تک ہزار سال کی مدت ہوگی اسی طرح ہر نبی کے مابین ہزار سال کی مدت ہوگی ۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ قیامت کا ایک دن ہوگا جو ہزار سال کا ہوگا ۔ اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے ۔ کہ مخلوقات کا حساب ایک دن میں ہوگا رہ گیا انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری یہ حساب و کتاب شروع ہونے سے پہلے ہوگی ۔

فاتی تحت العرش ۔ یہ منصب شفاعت کبریٰ کا ہے اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا انا اول شافع و اول مشفع میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلا وہ ہوں جس کی شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد تمام انبیائے کرام کو شفاعت کا اذن ملے گا پھر علمائے کرام اور دوسرے محبوبان بارگاہ اور کعبہ مقدسہ کو بھی شفاعت کا اذن ملے گا ۔

قیامت کے دن رسل کرام منبروں پر ہوں گے اور علمائے عاملین کرسیوں پر ۔ یہ اہل محشر کے رؤسا ہیں ۔

۱۷۷۹ حدیث — عن الاسود بن یزید عن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فھل من مدکر مثل قراءۃ العامۃ [ع]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام قراءت کے مثل فھل من مدکر پڑھا ۔

تشریحات ۱۷۷۹ — مدکر کو بعض سلف مذکر ذال سے پڑھتے تھے قتادہ سے یہ قراءت منقول ہے یہ شاذہ ہے ۔ قراءت سبعہ متواترہ مُدّکر ہے دال کے ساتھ اس کی اصل مذتکر تھی تا کو دال سے بدلا پھر ذال کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا مُدّکر ہو گیا ۔ یہ آیۃ کریمہ سورہ قمر میں متعدد جگہ آئی ہے پہلی اور دوسری جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے سے متعلق ہے کہ وہ کشتی ہمارے روبرو بہتی کافروں کی سزا کے لئے تیسری جگہ قوم عاد کے بارے میں ہے کہ آندھی نے ان کو مار کر ایسا ڈھا دیا تھا گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ٹنڈ ہیں ۔ چوتھی جگہ قوم ثمود کے بارے میں ہے کہ روح امین کی چیخ نے ان کو اس طرح مردہ ڈال دیا تھا جیسے گھر بنانے والوں کی سوکھی ہوئی گھاس ۔ پانچویں جگہ قوم لوط کے بارے میں ہے کہ صبح سویرے ان پر عذاب آیا اور ان کی بستی پلٹ دی گئی ۔

باب وان الیاس لمن المرسلین اذ قال لقومہ الا تتقون الی وترکنا علیہ فی الآخرین ۔

اور بیشک الیاس رسولوں میں سے ہیں جبکہ اپنی قوم سے فرمایا کیوں نہیں اللہ سے ڈرتے ہو اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا ۔

ع الانبیاء باب قول اللہ عزوجل والی عاد اخاھم ھودا ص۴۷۲ ۔ باب قولہ فلما جاء آل لوط المرسلون ص۴۸۰ ثانی تفسیر سورہ قمر باب قولہ تجری باعیننا ۔ باب ولقد یسرنا القرآن ۔ باب قولہ اعجاز نخل منقعر ۔ باب فکانوا کھشیم المحتظر ۔ باب قولہ ولقد صبحھم بکرۃ باب وقولہ ولقد اھلکنا اشیاعکم ص۲۲۰ ۔ مسلم صلوٰۃ، ترمذی، قراءت، نسائی تفسیر

۵۸۳ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُذْکَرُ بِخَیْرٍ سَلَامٌ عَلٰی

ت ابن عباس نے فرمایا۔ یعنی ان کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کیا جائے گا۔ آل یاسین پر سلام ہو

آلِ یَاسِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اور ہم نیکی کرنے والوں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے۔

۵۸۴ وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اِلْیَاسَ ھُوَ اِدْرِیْسُ۔

ت ابن عباس وابن مسعود سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ الیاس ادریس ہی ہیں ۔

تشریحات ۵۸۳-۵۸۴ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت ادریس ہی کا نام الیاس ہے جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اور یہی ابن عباس کا بھی ایک قول ہے، عبد اللہ ابن مسعود کی تعلیق کو عبد بن حمید نے اور ابن عباس کی تعلیق کو ابن جریر طبری نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود میں اِنَّ اِلْیَاسَ کے بجائے اِنَّ اِدْرِیْسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ہے۔ لیکن عام مشہور قول یہ ہے کہ حضرت الیاس انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ حضرت یسع علیہ السلام کے چچا ہیں۔ وہب ابن منبہ اور دوسروں نے فرمایا کہ حزقیل علیہ السلام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا۔ حضرت الیاس زندہ آسمان میں اٹھا لئے گئے اور فرشتوں کے ساتھ رہتے ہیں یہ بعلبک میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ سونے کا بت تھا بیس ہاتھ کا لمبا تھا اس کے چار منہ تھے اور اس کے چار سو پجاری، ابلیس اس کے پیٹ میں گھس کر بولتا تھا جسے پجاری عوام میں پھیلاتے تھے۔

آل یاسین ۔ ابن عامر اور نافع اور یعقوب نے آل یاسین پڑھا اور باقی نے اِلیاسین پڑھا۔ پہلے قاریوں نے یاسین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مراد لی یعنی آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مگر یہ آیت کے سیاق سے بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ ظاہر لفظ کے اعتبار سے غلط بھی، صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس ہیں۔ الیاس میں ایک لغت آل یاسین بھی ہے، جیسے اسماعیل میں اسماعین اور میکائیل میں میکائین۔ زمخشری نے کہا کہ الیاس ہی میں ایک لغت ال یاسین ہے، جیسے ادریس میں ادریسین وادراسین۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام یاس تھا اس پر الف لام داخل ہوا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد ہیں حضرت شیث اور حضرت نوح کے درمیان ہوئے ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ شب معراج جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ادریس پر گذرے تو انھوں نے عرض کیا مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح۔ اگر یہ حضرت نوح کے اجداد میں سے ہوتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی جد ہوتے، اور انھیں بجائے بالاخ الصالح کے بالابن الصالح کہنا چاہئے تھا جیسا

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا، لیکن یہ احتمال ہے کہ حضرت ادریس نے تواضع اور تلطف کے لئے اخ فرمایا ہو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب نامہ میں امام مغازی محمد بن اسحٰق نے حضرت نوح کے اوپر جو ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔ نوح بن لمک بن متوہ شلخ بن خنوخ انھیں کا نام ادریس ہے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا وَقَوْلِهِ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ إِلَىٰ قَوْلِهِ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ص ۴۷۱

اللہ عز وجل کے ان ارشادات کا بیان۔ اور عاد کی طرف ان کے ہم قبیلہ ہود کو بھیجا۔ اور یاد کرو جب ہود نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا (الغایت) ایسے ہی ہم مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

توضیح باب قوم عاد احقاف میں رہتی تھی۔ یہ یمن کے علاقہ میں حضر موت کے قریب ایک بستی تھی یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بستی شام میں تھی۔ عاد اس قبیلے کا جد اعلیٰ ہے یہ چاند کو پوجتا تھا۔ ایک ہزار سال اس کی عمر ہوئی اس نے ہزار عورتوں سے شادی کی اس نے اپنی صلب سے چار ہزار اولاد کو دیکھا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ پہلا شخص ہے جو بادشاہ ہوا۔ اسی کا بیٹا شداد ہے جس نے باغ ارم بنوایا تھا بعد میں اس کی نسل بہت پھیلی جو بڑے شوکت و قوت والے ہوئے بت پرستی اور دوسری خرابیاں ان میں پیدا ہوئیں۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو ان میں مبعوث فرمایا گیا، قوم عاد نے ان کی تکذیب کی، سزا میں ان پر آندھی کا عذاب آیا، یہ آندھی ان پر ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی صبح سے چلنا شروع ہوئی اور مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی جس کے اثر سے ان کے پھیپھڑے پھٹ گئے اور خون پھینک پھینک کر یہ سب مر گئے میدانوں میں یوں مرے پڑے رہے جیسے اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ شَدِيدَةٍ عَاتِيَةٍ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا مُتَتَابِعَةً فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ أُصُولُهَا فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ۔ ص ۴۷۱

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کا بیان۔ لیکن عاد تو انھیں ہلاک کیا گیا نہایت سخت گرجتی آندھی سے ابن عیینہ نے کہا عتت یعنی مؤکلین کے قبضہ سے باہر ہوگئی وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔ حسوما کے معنی مسلسل، برابر تم انھیں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہیں۔ تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

۱۷۸۰ عَنْ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بَعَثَ عَلِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ الْأَقْرَعِ بْنِ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ تھوڑا سا سونا بھیجا، جسے حضور نے چار شخصوں

حابس الحنظلی ثم المجاشعی وعیینۃ ابن بدر الفزاری وزید

کے درمیان تقسیم کر دیا اقرع بن حابس حنظلی پھر مجاشعی اور عیینہ بن بدر فزاری اور زید طائی

الطائی ثم احد بنی نبھان وعلقمۃ بن علاثۃ العامری

بنی نبہان کے ایک شخص کو اور علقمہ بن علاثہ عامری پھر بنی کلاب میں سے ایک شخص

ثم احد بنی کلاب فغضبت قریش والانصار فقالوا یعطی

کو اس پر قریش اور انصار ناراض ہو گئے انھوں نے کہا نجد کے سرداروں کو

صنادید اھل نجد ویدعنا قال انما اتألفھم فاقبل رجل غائر

دیتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں فرمایا میں ان کی تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں اتنے میں

العینین مشرف الوجنتین ناتئ الجبین کث اللحیۃ محلوق الراس

دھنسی ہوئی آنکھوں والا اور ابھرے ہوئے گال والا ابھری ہوئی پیشانی والا گھنی داڑھی والا

فقال اتق اللہ یا محمد فقال من یطیع اللہ اذا عصیت ایامننی

سر گھٹا ہوا ایک شخص آیا اور کہا اللہ سے ڈر اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس پر حضور نے فرمایا اگر میں

اللہ علی اھل الارض فلا تامنونی فسألہ رجل قتلہ احسبہ خالد

اللہ کی نافرمانی کروں گا تو کون اس کی اطاعت کرے گا اللہ نے مجھے زمین پر امین بنایا تم لوگ مجھے امین

ابن الولید فمنعہ فلما ولی قال ان من ضئضئ ھذا او فی عقب ھذا

نہیں مانتے، ایک صاحب نے اس کے قتل کے لئے عرض کیا میں گمان کرتا ہوں کہ یہ خالد بن ولید تھے۔

قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین

حضور نے انھیں منع کر دیا۔ جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا اسکی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر انکے

مروق السھم من الرمیۃ یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل

حلقوم (یعنی ٹینٹوا) سے آگے نہیں بڑھے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ کو پار کر کے نکل جاتا ہے

الاوثان لئن انا ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد ؏

مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انھیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔

؏ ثانی مغازی باب بعث علی ابن ابی طالب الی الیمن ص ۶۲۳ تفسیر سورۂ برأت باب المؤلفۃ قلوبھم ص ۶۷۰ التوحید باب قول اللہ تعالیٰ۔ تعرج الملئکۃ والروح الیہ ص ۱۱۰۵ فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن ص ۷۵۶ الادب باب ماجاء فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ استتابۃ المرتدین باب قتل الخوارج ص ۱۰۲۴ باب من ترک قتال الخوارج ص ۱۰۲۴ علامات النبوۃ

لہ ص ۵۰۹ ج ۲ فراء ۃ الفاجر والمنافق ص ۱۱۲۸

تشریحات ۱۷۸۰ بنی نبہان، زید طائی کی اور احد بن کلاب علقمہ ابن ثلاثہ کی صفت ہے۔ مغازی میں محلوق الرأس کے بعد مشمر الازار بھی ہے۔ یعنی تہبند سمیٹے ہوئے۔ نیز اخیر میں یہ بھی زائد ہے کہ جب خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تو فرمایا۔ نہیں وہ نماز پڑھتا ہے اس پر خالد ابن ولید نے عرض کیا کہ بہت سے نماز پڑھنے والے اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل کو چیر کر دیکھنے اور پیٹ پھاڑ کر دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ اور اخیر میں **لَاَقْتُلَنَّ قَتْلَ ثَمُوْدَ** ہے۔ علامات النبوۃ میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ذوالخویصرہ آیا اور یہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا حضرت ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ یہ منافق تھا لیکن تعجب ہے آج کل دیوبندیوں پر کہ وہ اسے صحابی مانتے ہیں۔ اسی میں اخیر میں ہے۔

يُنْظَرُ اِلٰى نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ۔

دیکھا جائے گا اس کے پھل کی جانب تو نہیں پایا جائے گا اس میں کچھ پھر دیکھا جائے گا اسکی بندش کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا اسکی لکڑی کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا اس کی پر کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ حالانکہ وہ لید اور خون سے گذر رہا ہے۔ ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہے۔ جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کے مثل ہے۔ جو ہلتا رہے گا جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو ان کا خروج ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک علی بن ابی طالب نے ان سے جنگ کی۔ اور میں بھی ان کے ساتھ تھا انھوں نے اس شخص کے تلاش کرنے کا حکم دیا وہ جب لایا گیا تو اس کے اندر وہ تمام نشانیاں میں نے خود دیکھیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

فضائل القرآن میں ہے کہ تم ان کو جہاں کہیں پاؤ تو قتل کرو۔ اس لئے کہ ان کا قتل کرنا قیامت کے دن قاتل کے لئے اجر ہوگا۔

بَابُ قِصَّةِ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ

یاجوج ماجوج کے قصے کا بیان اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کا بیان بیشک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچانے والی قوم ہے

بَابٌ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ سَبَبًا طَرِيْقًا إِلَى قَوْلِهِ آتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَهِيَ الْقِطَعُ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں سبب کے معنی راستہ۔ میرے پاس لوہے کی تختیاں لاؤ زبر جمع ہے اس کا واحد زبرۃ ہے جس کے معنی ٹکڑوں کے ہیں۔

۱۷۸۱ حَتّٰى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ السَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ۔

حدیث یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کو برابر کر لیا۔ ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ صدفین سے مراد پہاڑ ہیں اور سدین دو پہاڑ ہیں

۱۷۸۱ تشریحات صدف میں چار لغت ہے صاد اور دال دونوں کو ضمہ، دونوں کو فتحہ، صاد کو ضمہ اور دال کو سکون۔ یا دال کو فتحہ۔ خَرَجًا، أَجْرًا، خَرَاجًا کے معنی مزدوری کے ہیں۔

قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُوْنِيْ أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا أَصُبُّ عَلَيْهِ قِطْرًا رَصَاصًا وَيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ۔ فَمَا اسْطَاعُوْا أَنْ يَظْهَرُوْهُ يَعْلُوْهُ اسْطَاعَ اسْتَفْعَلَ مِنْ طُعْتُ لَهُ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ اسْطَاعَ يَسْطِيْعُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ

ذوالقرنین نے کہا کہ اس کو پھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو آگ بنا دیا فرمایا لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔ قطر کا معنی سیسہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ لوہا ہے اور کہا گیا ہے کہ پیتل ہے۔ اور ابن عباس نے کہا نحاس یعنی تانبا ہے۔ تو اس پر وہ چڑھ نہ سکے۔ اسطاع، طاع یطیع سے باب استفعال کا صیغہ ہے۔ اور بعض کی قرأت استطاع یستطیع ہے۔

بتانا یہ چاہتے ہیں کہ فما سطاعوا باب استفعال کا فعل ماضی ہے۔ تاء استفعال کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا اس کی حرکت ہمزہ کو دے دی اب ہو گیا اِسْطَاعَ يَسْطِيْعُ۔

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ

تو اس میں سوراخ نہیں کر سکے فرمایا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے

رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّا الزفه بالارض وناقة دكاء لا صنام لها والدك

رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کر دے گا۔ زمین سے چپکا دے گا۔ ناقۃ دکاء وہ

مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُ حَتَّى صَلُبَ مِنَ الْأَرْضِ وَتَلَبَّدَ - وَكَانَ

اونٹنی جس کا کوہان نہ ہو۔ والدک اس۔ برابر زمین یہاں تک کہ سخت ہو جائے اور بیٹھی ہو جائے، اور میرے

وَعْدُ رَبِّي حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ حَتَّى

رب کا وعدہ حق ہے۔ اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا آوے گا

إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ -

یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔

قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ أَكَمَةٌ - قتادہ نے کہا حدب کے معنی ٹیلہ ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ

ایک صاحب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے سد سکندری کو دیکھا ہے

الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ رَأَيْتَهُ

دھاری دار چادر کے مثل۔ فرمایا تو نے دیکھا ہے۔

یاجوج وماجوج ۔ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ایک حدیث میں ہے۔ یاجوج ایک قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ان میں کوئی نہیں مرتا جب تک کہ اپنی صلب سے ہزار مرد نہ دیکھ لے اور ہتھیار نہ اٹھانے لگے۔

یہ لوگ زمین میں فساد کرتے تھے ربیع کے زمانے میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے تھے کچھ نہ چھوڑتے تھے۔ اور خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے آدمیوں کو کھا لیتے تھے۔ درندوں اور وحشی جانوروں سانپوں اور بچھوؤں تک کھا جاتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے شکایت کی کہ آپ کوئی ایسا انتظام کر دیں تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر اور ایذا سے محفوظ رہیں۔

ذوالقرنین ۔ ذوالقرنین دو ہیں۔ دونوں کا نام اسکندر یا سکندر ہے ایک اسکندر یونانی جس کا وزیر ارسطاطالیس تھا یہ مشرک تھا۔ دوسرا اسکندر مؤمن جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔ ان کا نام عبداللہ بن ضحاک بن معد تھا۔ یہ عبد صالح تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے ان کو نبی بھی کہا ہے۔ ان کے وزیر خضر تھے انھوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا زمانہ پایا ہے۔ ان سے ملاقات بھی کی ہے۔

بلکہ ازرقی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کا طواف بھی کیا ہے ۔ یہ اسکندر رومی سے پہلے گذرے ہیں۔ انھوں نے ہی سد سکندری بنوائی تھی جس کی پوری تفصیل سورۂ کہف میں مذکور ہے ۔

اشکال وجواب ۔ آج کل آمدورفت اور سیاحت کی جو آسانیاں ہیں وہ سب کو معلوم ہیں خصوصًا ہوائی جہاز، کہ اس کے ذریعہ فضا میں اڑ کر زمین کے چپہ چپہ کو دیکھا جاسکتا ہے ۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین کے کسی حصہ میں نہ تو سد سکندری ملی، اور نہ ہی یاجوج ماجوج ملے ۔ لیکن قرآن مجید میں جب ان دونوں باتوں کا تذکرہ ہے تو ان دونوں کا وجود یقینی اور شبہ سے بالاتر ہے ۔ اس سلسلے میں لوگوں نے بے جا تاویلات کرنے کی بھی کوشش کی ہیں وہ بھی اس حد تک کہ قرآن کی تحریف تک مفضی ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے بڑے بڑے مشہور شہر زمینوں میں دفن ہوگئے ۔ مثلاً گوتم بدھ کا شہر کپل وستو جو اپنے عہد میں دارالسلطنت تھا۔ شہرت گڈھ کے پاس "تولیہوا" کے علاقہ میں کھدائی ہوئی تو محلات تک زمین کے نیچے ملے اس قسم کے بہت سے شہر کے نشانات زمین کی کھدائی کے بعد ملے ہیں اسی طرح ہو سکتا ہے کہ سد سکندری اور یاجوج ماجوج کا علاقہ پٹ گیا ہو اس کے اوپر جنگل اگ آئے ہوں جو ہمیں نظر نہیں آتا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

حدیث ۱۷۸۲ اَنَّ زَیْنَبَ بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَۃَ حَدَّثَتْہُ عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ بِنْتِ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْھَا فَزِعًا یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَّدْمِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ ھٰذِہٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَیْہِ الْاِبْھَامِ وَالَّتِیْ تَلِیْھَا فَقَالَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے یہ فرماتے ہوئے لا الہ الا اللہ عرب کے لئے خرابی ہے اس شر سے جو قریب آگیا ہے آج یاجوج ماجوج کے بند سے اتنا کھل گیا اور حضور نے اپنی دو انگلیوں انگوٹھے اور اس کے متصل والی کا حلقہ بنایا ۔ اس پر زینب بنت جحش نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہم لوگ ہلاک ہوں گے، اور ہم میں صالحین موجود ہیں فرمایا ہاں!

اللہ أنھلك وفینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث عہ

جب برائی زیادہ ہو جائے گی۔

۱۷۸۲ تشریحات کتاب الفتن میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور حضور کا چہرۂ اقدس سرخ تھا۔ اخیر میں ہے کہ راوی حدیث سفیان بن عیینہ نے نوے یا سو کی گرہ لگائی۔

۱۷۸۳ حدیث حدثنا ابن طاوس عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فتح اللہ من ردم یاجوج وماجوج مثل ھذا وعقد بیدہ تسعین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یاجوج و ماجوج کے بند سے اتنا کھول دیا گیا اور حضور نے نوے کی گرہ لگائی۔

۱۷۸۳ تشریحات ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ یاجوج ماجوج روزآنہ بندھ کی دیوار کو کھودتے ہیں جب آر پار ہونے کو تھوڑا رہ جاتا ہے تو کہتے ہیں کل اس کو ہم پورا کرلیں گے مگر جب دوسرے دن جاتے ہیں تو دیوار برابر ملتی ہے۔ پھر شام تک کھودتے رہتے ہیں جب تھوڑا سا رہ جاتا ہے تو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ کل آکر اس کو آر پار کرلیں گے مگر جب دوسرے دن صبح کو پہنچتے ہیں تو پھر دیوار برابر ملتی ہے۔ امام مقاتل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ یہی چکر چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک مسلمان پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ جب دیوار کھودنے جائیں گے تو وہ کہے گا بسم اللہ پڑھ کر کھودو۔ وہ کھودتے جائیں گے یہاں تک کہ انڈے کے چھلکے کے برابر دیوار رہ جائے گی اور سورج کی چمک نظر آوے گی۔ اب مسلمان کہے گا کہو بسم اللہ کل انشاء اللہ لوٹیں گے اور اسے کھودلیں گے۔ اب جب کہ دوسرے دن جائیں گے تو جتنا کھود چکے تھے اتنا کھدا ہوا پائیں گے پھر تھوڑی دیر میں نقب آر پار کرلیں گے۔ اور اس کے بعد اس میں سے نکلیں گے۔

وعقد تسعین۔ حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ یہ گرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عہ مناقب باب علامات النبوت ص۵۰۸ ثانی۔ فتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویل للعرب ص۱۰۴۶ باب یاجوج ماجوج ص۱۰۵۶

لگائی تھی۔ لیکن مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ سفیان نے دس کی گرہ لگائی، بخاری کتاب الفتن کی روایت اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہیب نے نوے کی گرہ لگائی۔ اور حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش کی روایت میں ہے کہ انگوٹھے اور سبابہ کا حلقہ باندھا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حلقہ باندھا تھا۔ حدیث کے راویوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تعبیر کی۔ دس کی گرہ میں کلمہ کی انگلی کا سرا انگوٹھے کے پہلے پور کے نشان پر رکھا جاتا ہے اور نوے میں کلمہ کی انگلی کا سرا انگوٹھے کی جڑ میں لگایا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی موڑ لیا جائے تو سو کا عدد بن جائے گا۔

۱۷۸۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے

اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ

میں حاضر ہوا۔ اور ہر چیز تیرے دست قدرت میں ہے فرمائے گا جنھیں جہنم

فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ

میں بھیجا جائے گا انھیں نکالو حضرت آدم عرض کریں گے کتنے جہنم میں بھیجے جائیں گے

قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ فَعِنْدَ لَا يَشِيْبُ

فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت بچہ بوڑھا ہو جائے گا، اور ہر حمل والی کا حمل

الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى

گر جائے گا اور تم دیکھو گے لوگوں کو نشہ میں، حالاں کہ وہ نشے

وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ

میں نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ!

اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذَاكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ

ہم میں سے یہ کون ہے؟ فرمایا تمہیں بشارت ہو تم سے ایک ہوگا، اور یاجوج

يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ اَلْفًا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا اَرْجُوا اَنْ

ماجوج میں سے ہزار، پھر فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری

تَكُونُوا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوا اَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ اَهْلِ

جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہوگے۔ اس پر ہم نے تکبیر پڑھی

الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوا اَنْ تَكُونُوا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا

پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے تہائی ہوگے پھر ہم نے تکبیر پڑھی پھر فرمایا میں امید

قَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ

کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہوگے پھر ہم نے تکبیر پڑھی۔ فرمایا تم لوگ، لوگوں میں ایسے ہی ہو

اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ عہ

جیسے کالا بال سفید بال کی کھال میں یا جیسے سفید بال کالے بیل کی کھال میں۔

تشریحات ۱۷۸۴ تفسیر میں یہ زائد ہے کہ یہ سننے کے بعد ہزار میں ایک جنتی ہوگا اور نو سو ننانوے دوزخی ہوں گے یہ لوگوں پر بہت شاق گذرا یہاں تک کہ لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ مقامات التنزیل میں ابو العباس نے حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے آدھے ہوگے، پھر فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں میں سب سے زیادہ ہوگے۔

وما انتم فی الناس۔ فی الناس میں دو احتمال ہے۔ عموم یعنی اس امت کے علاوہ بقیہ اور لوگوں کی بہ نسبت خواہ وہ کافر ہوں یا اگلی امتوں کے مسلمان یا زمانہ فترت کے موحد اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ناس سے مراد صرف کفار ہوں۔ دونوں تقدیر پر یہاں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ ہزار میں ایک جنتی ہوگا۔ اور نو سو ننانوے دوزخی تو بیل والی تمثیل درست نہیں ہوتی۔

اقول وھو المستعان۔ یہ تمثیل تعداد متعین بتانے کے لئے نہیں بلکہ کثرت وقلت بتانے کے لئے ہے مقصود یہ ہے کہ جنتی بہ نسبت جہنمیوں کے بہت قلیل ہوں گے۔ اور ایک ہزار اور نو سو ننانوے کے تناسب کی توجیہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادی کہ وہ یاجوج ماجوج کے اعتبار سے ہے۔ دوسرے کفار کے اعتبار سے نہیں جب کہ انسانوں میں کافروں کی تعداد بہ نسبت مسلمانوں کے بہت زیادہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

عہ ثانی تفسیر سورہ حج باب وتری الناس سکاری ص ۶۹۳ الرقاق باب ان زلزلۃ الساعۃ شیئ عظیم ص ۹۶۶-۶۷ توحید باب قولہ تعالیٰ باب لا تنفع الشفاعۃ ص ۱۱۱۵

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَوْلِهٖ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ وَقَالَ اَبُوْمَيْسَرَةَ اَلرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبْشَةِ۔ ص ۴۷۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور اس ارشاد کا بیان کہ بے شک ابراہیم امام اور اللہ کے تابع فرمان تھے۔ اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان بے شک ابراہیم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے مرد بردبار تھے ابومیسرہ نے کہا کہ اواہ کے معنی مہربان کے ہیں حبشی زبان میں۔

توضیح باب ابراہیم سریانی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی اب رحیم کے ہیں یعنی مہربان باپ خلیل کے معنی سچی قلبی محبت کرنے والے کے ہیں یہ خلہ سے فعیل کے وزن پر ہے خُلّہ کے معنی وہ محبت جو دل کی گہرائیوں میں ہو۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا۔ اور آذر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا چچا تھا۔ یہ مشرک تھا اور تارخ مومن اور موحد تھے۔ تفصیل کے لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "شمول الاسلام" کا مطالعہ کریں۔ یا خادم کی کتاب اشرف السیر مقدمہ پڑھ لیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب ابوالانبیاء بھی ہے۔ اس لئے کہ آپ کے عہد سے لے کر بد تک جتنے انبیائے کرام تشریف لائے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے حضرت اسمٰعیل جو پہلے فرزند اور بڑے تھے دوسرے حضرت اسحاق جن کا نام اسرائیل ہے زیادہ انبیائے کرام انھیں کی نسل سے ہوئے۔ اور حضرت اسماعیل کی نسل سے صرف ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے۔

۱۷۸۵ **حدیث** حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَرَاهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ

ہیں کہ فرمایا تم لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون قیامت کے دن جمع کئے جاؤ گے۔ پھر تلاوت فرمایا

حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ وَعْدًا

جیسے اسے پہلے بنایا تھا پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم اس کو ضرور کریں گے (الانبیاء آیت ۱۰۴)

عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ

اور قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا ابراہیم ہیں اور کچھ

نَاسًا مِنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ

لوگ میرے صحابہ میں سے بائیں طرف پکڑے جائیں گے میں کہوں گا یہ میرے صحابی ہیں۔

أُصَيْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ

یہ میرے صحابی ہیں تو فرمائے گا یہ اپنی ایڑیوں کے بل اپنے دین سے پھر گئے۔ جب تم ان

فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

سے بظاہر جدا ہو گئے۔ تو میں وہی کہوں گا جو نیک بندے نے عرض کیا تھا۔ اور میں ان پر مطلع

مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ

تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو، تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ

سامنے حاضر ہے اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو

تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط عه

بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ (مائدہ آیت ۱۱۷۔۱۱۸)

۱۷۸۵

تشریحات محشرون۔ حشر کے معنی اکٹھا کرنا ہے۔ یہاں مراد قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے اکٹھا کرنا ہے۔ حفاۃ۔ حافی کی جمع ہے۔ جیسے غازی کی غزاۃ۔ قاضی کی قضاۃ۔ ننگے پاؤں چلنے والا۔ عراۃ عاری کی جمع ہے۔ ننگے بدن۔ غُرلاً۔ غیر مختون۔ یہ اغرل کی جمع ہے اس کا مادہ غُرلۃ ہے۔ اس کھال کو کہتے ہیں جو حشفہ کے اوپر ہوتی ہے جسے ختنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں مراد غیر مختون ہے۔

أَوَّلُ مَنْ يُكْسَى۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو سب سے پہلے اس لئے لباس پہنایا جائے گا کہ ان کو آگ میں ننگے بدن ظالموں نے ڈالا تھا۔ اس سے ان کی فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی یہ ممکن ہے کہ مفضول میں کوئی ایسی خصوصیت ہو جو افضل میں نہ پائی جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ بقیہ انسانوں کے اعتبار سے یہ اولیت ہو۔ یعنی یہ اولیت اضافی ہے۔ متکلم اپنے کلام سے خارج ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو پہلے لباس پہنانا اس بنا پر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد کریم ہیں باپ ہونے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی ہے علامہ ابن جوزی نے غیر مختون محشور کئے جانے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس میں تلذذ زیادہ ہے۔ دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی میں ختنہ ہے نیز اس میں طہارت بھی زیادہ ہے۔

عه باب واذکر فی الکتاب مریم۔ ثانی تفسیر سورہ مائدہ باب وکنت علیہم شہیدا۔ باب ان تعذبہم فانہم عبادک ص۶۶۵ باب کما بدأنا اول خلق ص۶۹۳ کتاب الرقاق باب کیف الحشر ص۹۶۶
تین طریقے سے مسلم ثانی صفۃ القیامۃ ترمذی ثانی زہد تفسیر۔ نسائی۔ جنائز۔

تیز بہت سے امراض سے حفاظت اگرچہ تلذذ کم ہے۔ اللہ عزوجل نے جنتیوں کو اپنے کرم سے زیادہ سے زیادہ تلذذ کے لئے غیر مختون محشور فرمائے گا۔

اشکال و جواب۔ امام ابو داؤد[1] نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے نئے کپڑے منگائے اور انھیں پہنا پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے میت اپنے انھیں کپڑوں میں اٹھائی جائے گی جس میں وہ مرے گی نیز ترمذی[2] میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ مروی ہے۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تم لوگ پیدل اور سوار قیامت کے دن جمع کئے جاؤ گے۔

یہ دونوں حدیثیں اس کے معارض ہیں علماء نے اس کے جواب دو دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ جب قبروں سے اٹھیں گے۔ تو ان کے جسموں پر لباس ہوں گے پھر وہ منتشر ہو جائیں گے۔ اب حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہوا موقف حشر میں لوگ ابتداءً ننگے حاضر ہوں گے۔ پھر ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ اسی لباس میں اٹھائے جائیںگے جس لباس میں شہید ہوئے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔

اقول وھو المستعان! صحابۂ کرام کے بارے میں یہ سوءِ ظن اگر صحیح مان لیا جائے تو پھر حدیثوں سے امان اٹھ جائے گا اس لئے پہلا ہی جواب صحیح ہے اور وہ کافی ہے۔

لم یزالوا مرتدین۔ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد منافقین اور وہ اعراب ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے۔

اشکال و جواب۔ وہابی اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ اگر علم غیب ہوتا تو انھیں پہچانتے۔

جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے تو یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ یہ حدیث خود اس کی دلیل ہے، رہ گیا قیامت کے دن نہ پہچاننا یہ دنیا میں علم غیب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ قیامت کے دن کے اشد احوال کی بنا پر ذہول، مطلق علم کی نفی کی دلیل نہیں۔

العبد الصالح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ قیامت کے دن ان سے سوال ہوگا کیا آپ نے اپنی قوم کو یہ حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ اس پر ارشاد فرمائیں گے۔ اے اللہ! تو پاک ہے میرے لئے یہ روا نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں اگر میں نے یہ بات کہی ہوگی تو ضرور تیرے علم میں ہوگی تو وہ بات جانتا ہے جو میرے جی میں ہے میں نے ان سے وہی کہا

---

[1] ابو داؤد ثانی جنائز باب تطہیر ثیاب المیت ص ۳۴۔ [2] ترمذی ثانی، باب الحشر ص ۶۵۔

ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا۔ (الآیات)

حدیث ۱۷۸۶

عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ابراہیم

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ

اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے اور آزر کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا ابراہیم

آزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ

اس سے فرمائیں گے کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا میری نافرمانی مت کرنا تو آزر کہے گا آج تیری نافرمانی

أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي فَيَقُولُ أَبُوهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ فَيَقُولُ

نہیں کروں گا ابراہیم عرض کریں گے اے رب تو نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے بعثت کے دن رسوا نہیں فرمائے گا۔

إِبْرَاهِيمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَلَّا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ فَأَيُّ

اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ دور رہنے والے باپ کے معاملے سے زیادہ اور کون رسوائی ہوگی؟ اس پر

خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُولُ اللهُ إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام فرمائی ہے پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! اپنے

عَلَى الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا إِبْرَاهِيمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ

پاؤں کے نیچے دیکھو کیا ہے وہ دیکھیں گے کہ وہ بہت بالوں والا بجو ہے جو لتھڑا ہوا

فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ عہ

ہے پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

تشریحات ۱۷۸۶

اباہ آزر۔ صحیح یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا باپ نہیں تھا چچا تھا چچا کو باپ کہنا دنیا کے ہر عرف میں شائع ہے، خود قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اولاد یعقوب علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے اولاد یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيمَ وَاِسْمٰعِيلَ وَاِسْحٰقَ۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق کا خدا ہے۔ (بقرہ آیت ۱۳۳)

عہ ثانی تفسیر سورہ شعراء باب ولا تخزنی یوم یبعثون ص۷۰۲

اشکال وجواب ۔ اسماعیلی وغیرہ نے اس حدیث پر یہ طعن کیا کہ قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ" اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے استغفار اس وعدے کی بنا پر تھا جو انھوں نے اس سے کیا تھا پس جب ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے وہ اس سے بیزار ہوگیا (سورہ توبہ آیت ۱۱۴)

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ جاننے کے بعد کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے برأت ظاہر کرلی تب قیامت کے دن اس کے بارے میں عرض ومعروض کیوں فرمائی ۔ اس کا دو جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے دیا ہے ایک یہ کہ تبری قیامت ہی کے دن واقع ہوگی جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور آیت کریمہ میں اس کو ذکر فرمایا ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو برأت مذکور ہے وہ دنیا ہی میں ہوچکی ہے مگر جب قیامت کے دن اس سے ملاقات ہوگی تو شفقت کی وجہ سے اس پر ترس کھائیں گے پھر انھیں بیزار ہوجائیں گے ۔

حدیث ۱۷۸۷ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَوَجَدَ فِيهِ صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَصُورَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ أَمَا لَهُمْ فَقَدْ سَمِعُوا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ هَذَا إِبْرَاهِيمُ مُصَوَّرٌ فَمَا لَهُ يَسْتَقْسِمُ عه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں ابراہیم اور مریم کی تصویریں پائیں فرمایا ان لوگوں نے سن لیا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویریں ہوتی ہیں ۔ یہ ابراہیم ہیں جن کی تصویر بنائی ہوئی ہے ۔ انھیں پانسہ پھیرنے سے کیا کام ۔

حدیث ۱۷۸۸ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ وَرَأَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کے اندر تصویروں کو دیکھا تو اندر نہیں تشریف لے گئے اور تصویروں کو مٹائے جانے کا حکم دیا اور ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں ۔ اور یہ دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر

عه نسائی زینت ۔

بِأَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللهُ وَاللهِ إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ۔

ہیں تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائے۔ بخدا ان لوگوں نے کبھی بھی پانسہ کا تیر نہیں پھینکا ہے۔

تشریح ۱۶۸۸
یہ حدیث کتاب الحج[علہ] میں گذر چکی ہے۔ وہیں اس پر مفصل بحث مذکور ہے۔

حدیث ۱۶۸۹
حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! سب سے
رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ
بزرگ کون ہے فرمایا جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو لوگوں نے عرض کیا
قَالَ أَتْقَاهُمْ فَقَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَيُوسُفُ نَبِيُّ
ہم حضور سے اس بارے میں نہیں پوچھتے فرمایا تو یوسف ہیں جو خلیل اللہ کے
اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ
بیٹے اللہ کے نبی کے بیٹے خود اللہ کے نبی ہیں لوگوں نے عرض کیا اس کے بارے میں ہم
قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
نہیں پوچھتے فرمایا کیا عرب کے خاندانوں کے بارے میں پوچھتے ہو جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ
خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا۔[عہ]
اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔

تشریحات ۱۶۸۹
اتقاھم۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم بیشک اللہ کے حضور تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ اس لئے کہ تقویٰ جتنا زیادہ ہوگا آدمی اتنا ہی زیادہ اوامر کا پابند ہوگا اور نواہی سے بچے گا۔ طاعت کرنا اور معصیت سے اجتناب دنیا اور آخرت دونوں جگہ عزت کا موجب ہے۔
فیوسف۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ آبا و اجداد اگر شریف اور کریم ہوتے ہیں تو زیادہ تر اولاد بھی شریف

علہ نزہۃ القاری جلد چہارم ص۳۲۶ ۔ عہ باب ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت ص۴۷۸ باب لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۴۷۹ مناقب ص۴۹۶ ثانی تفسیر سورۃ یوسف باب لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۶۷۹ مسلم مناقب، نسائی تفسیر،

اور کریم ہوتی ہے۔ اور یہاں تین پشتیں منصب نبوت پر فائز تھیں تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کرامت اور شرافت میں کیا شبہ۔

معادن۔ اس سے مراد عرب کے خاندان ہیں بعض خاندانوں میں دینوی شرافت جاہلیت کے زمانہ میں بھی پائی جاتی تھی اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں دینوی اعتبار سے شریف تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہ شریف ہی ہیں اس لئے کہ اسلام رذائل سے روکتا ہے اور فضائل سے آراستہ ہونے کا حکم دیتا ہے تو جو لوگ زمانہ جاہلیت میں شریف تھے اسلام لانے کے بعد ان کی شرافت ختم نہیں ہوتی۔ باقی رہتی ہے بلکہ اس میں چار چاند لگ جاتے ہیں مگر چونکہ شرف علم شرف نسب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے اسلام لانے کے بعد شرافت و نجابت علم کے ساتھ مشروط ہے۔

۱۷۹۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِیْمُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ ع۵

نے اسی سال کی عمر میں بسولہ سے اپنا ختنہ کیا۔

تشریحات ۱۷۹۰ امام مالک اور امام اوزاعی کی روایت میں ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں ختنہ کیا اور اس کے بعد اسی سال جئے۔ امام ماوردی نے حکایت کی کہ انھوں نے ستر سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ ان کی عمر مبارک ایک سو ستر سال کی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِالْقَدُوْمِ۔ دال کی تخفیف کے ساتھ بڑھیوں کا ہتھیار بسولہ۔ اور شام میں ایک بستی کا نام بھی ہے۔ یہ دال کی تخفیف اور تشدید دونوں طرح مروی ہے۔ قرطبی نے فرمایا کہ اکثر روایتیں تخفیف کی ہیں اور اس سے مراد بڑھیوں کا ہتھیار بسولہ ہے۔

۱۷۹۱ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ

علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم نے صرف تین باتیں بظاہر واقعہ کے خلاف کہی ہیں۔ ان میں سے

ع۵ ثانی الاستیذان صہ ۹۳۲ مسلم الانبیاء

ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللهِ قَوْلُهُ إِنِّي سَقِيمٌ وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلَهُ

دو اللہ کے بارے میں (اول) ان کا یہ قول میں بیمار ہونے والا ہوں۔ (دوسرا) بلکہ یہ ان کے بڑے

كَبِيرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلٰى جَبَّارٍ مِنَ

نے کیا ہے۔ فرمایا ایک دن وہ اور سارہ ایک سرکش کے حدود سے گذرے۔ اس کو

الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ

بتایا گیا۔ کہ یہاں ایک صاحب کے ساتھ سب سے زیادہ خوبصورت عورت ہے۔ اوس

فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ أُخْتِي فَأَتَى سَارَةَ

نے حضرت ابراہیم کو بلوایا۔ اور اس عورت کے بارے میں پوچھا۔ کہ یہ کون ہے؟ فرمایا

فَقَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ

میری بہن ہے؟ اس کے بعد سارہ کے پاس آئے فرمایا۔ اے سارہ! اس سرزمین پر میرے اور تیرے

وَإِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي فَأَرْسَلَ

سوا اور کوئی مومن نہیں۔ اس ظالم نے مجھ سے تیرے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے بتایا کہ میری

إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ فَقَالَ

بہن ہے۔ مجھے جھٹلانا مت۔ اس ظالم نے حضرت سارہ کو بلوایا۔ جب اسکے مکان میں داخل ہوئیں اور ان کی طرف ہاتھ

ادْعِي اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ

بڑھا کر چاہا کہ انھیں پکڑے۔ کہ وہ خود پکڑا لیا گیا۔ اس پر اس نے حضرت سارہ سے کہا۔ دعا کرو اور میں تم کو کوئی ضرر نہیں

فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ

پہنچاؤنگا تو حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی اب وہ ٹھیک ہو گیا مگر دوبارہ پکڑنا چاہا۔ تو پھر اسی طرح دھر لیا گیا۔ اور

فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا

کچھ سخت۔ پھر اس نے حضرت سارہ سے کہا دعا کرو۔ اور انھوں نے دعا کی تو چھوڑ دیا گیا۔ اب اس نے اپنے ایک دربان کو

أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَأَوْمَأَ

بلایا۔ اور کہا۔ تم میرے پاس انسان نہیں لائے ہو شیطان لائے ہو اس نے حضرت ہاجرہ کو بطور خادمہ دیا۔ حضرت سارہ

بِيَدِهِ مَهْيَا قَالَتْ رَدَّ اللهُ كَيْدَ الْكَافِرِ أَوِ الْفَاجِرِ فِي نَحْرِهِ

انھیں لیکر حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیا خبر ہے

وَاَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَتِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ عہ

تو انھوں نے کہا اللہ نے کافر کے مکر کو اس کے سینے میں رد کر دیا۔ یا فاجر کہا تھا۔ اور ہاجرہ کو خدمت کے لئے دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ اے آسمان کے پانی کے بیٹو یہی تمہاری ماں ہیں۔

تشریحات ۱۷۹۱ **لم یکذب** یہاں ایک اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں تین ہی میں حصر ہے لیکن مسلم شریف میں شفاعت کی طویل حدیث میں چوتھے توریہ کا بھی ذکر ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہ بقیہ باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمائیں گے۔ کہ ستارے کے بارے میں فرمایا ھٰذا ربی۔ اس کے جواب میں بعض شارحین حدیث نے فرمایا کہ کسی راوی سے وہم ہوگیا ہے جو واقعہ حضرت سارہ سے متعلق تھا اس کے بجائے کوکب کو ذکر کر دیا علامہ عینی نے جواب میں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں کہ کسی راوی کی طرف وہم کی نسبت کی جائے۔ بلکہ یہ حقیقت میں نہ کذب ہے نہ توریہ اس لئے کہ جس وقت ستارے کو دیکھ کر فرمایا تھا ھٰذا ربی اس وقت اگر نابالغ تھے تو سرے سے بات ہی ختم ہے اور اگر بالغ تھے تو یہ ارشاد بر سبیل تحقیق و اعتقاد نہیں تھا۔ بلکہ توبیخ اور تحکم کے طور پر فرمایا تھا یعنی یہ خبر حقیقت میں استفہام ہے قوم کو ستاروں کی پرستش کرتے دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے؟ یہ تو ڈوبتا ہے بدلتا رہتا ہے یہ میرا رب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے توریہ صرف تین ہی رہا۔

ان تینوں باتوں کو کذب باعتبار ظاہر کے فرمایا گیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ توریہ ہے یعنی ظاہر معنی واقعہ کے خلاف مگر دوسرا خفی معنی واقعہ کے مطابق۔

پہلا توریہ۔ ان کی قوم نے ان سے کہا کہ میلے میں چلو تو آپ نے ستاروں پہ ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ سقیم کے ظاہری معنی یہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کوئی معمولی سی تکلیف رہی ہو مثلاً درد سر وغیرہ اور بظاہر تندرست تھے تو دیکھنے والوں کے اعتبار سے سقیم کہنا خلاف واقع ہے مگر واقعہ کے اعتبار سے درست۔ علاوہ ازیں اسم فاعل استقبال کے معنی میں بھی بکثرت آتا ہے اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اور یہ واقعہ کے اعتبار سے درست ہے۔ کہ مستقبل میں کبھی نہ کبھی وہ علیل ضرور ہوئے۔

دوسرا توریہ۔ جب قوم میلے میں چلی گئی تو تبر سے چھوٹے چھوٹے تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور کلہاڑی سب سے بڑے بت کی گردن پہ رکھ دی میلے سے واپس آکر پجاریوں نے جب اپنے معبودوں کی یہ درگت دیکھی تو انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت ابراہیم ہی کا فعل ہے کیوں کہ سب میلے میں تھے اور یہی واحد بستی میں رہ گئے تھے۔ سب ان کے پجاری تھے حضرت ابراہیم ان بتوں کی برائی برملا بیان کر چکے تھے۔ اس لئے پجاریوں نے ان سے پوچھا

عہ ثانی نکاح باب اتخاذ السراری صـ۷۶۱ مسلم فضائل ۔ لے باب اثبات الشفاعۃ صـ۱۱۱

یہ کس نے کیا ہے؟ فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے بظاہر اس کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ بتوں میں جو سب سے بڑا ہے اسی نے یہ حرکت کی ہے۔ لیکن حقیقت میں چونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان سب سے یقیناً بڑے تھے انھوں نے اپنے آپ کو مراد لیا۔ تو اس کا حقیقی معنی درست ہے۔

تیسرا توریہ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت سارہ کو لے کر ایک ظالم بادشاہ پر گذرے تو اس نے حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا یہ کون ہیں اس ظالم کی عادت تھی نووارد افراد کی بیویوں کو محل میں اٹھوالیتا لیکن کسی کے ساتھ اس کی بہن ہوتی تو اس سے تعرض نہیں کرتا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ نہیں بتایا کہ میری بیوی ہے۔ بلکہ فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں اس سے ذہن حقیقی بہن کی طرف جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد دینی بہن یا خاندانی بہن تھی کیونکہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں۔ یہاں جو حدیث مذکور ہے اس سے پہلے احتمال کی تعیین ہو رہی ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا کہ اس زمین پر سوائے میرے اور تیرے کوئی مومن نہیں۔

فتلك امكم۔ یہ حضرت ابو ہریرہ کا ارشاد ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سارے عرب بشمول انصار کرام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اہل عرب کو بنی ماء السماء اس بنا پر فرمایا کہ اہل عرب کی زندگی کا مدار بارش ہی کے پانی پر تھا۔ ان کے ملک میں کوئی دریا نہیں۔

باب يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ ص۴۷۴ زفّ کے معنی تیز چلنا ہے۔

توضیح باب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب بتوں کو توڑ پھوڑ دیا تو ان کی بت پرست قوم ان کے پاس دوڑتی آئی اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ فأقبلوا اليه يزفون۔ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے (الصافات آیت ۹۴) یہ صرف حموی اور کشمیہنی کے نسخے میں ہے مستملی اور باقیوں کی روایت میں صرف باب ہے وہ بھی بغیر ترجمہ کے اور نسفی کی روایت میں باب نہیں ہے علامہ ابن حجر نے مستملی کے نسخہ کو ترجیح دی ہے۔

۱۷۹۲	عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ
حدیث	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ سب سے پہلے عورتوں میں کمر بند
	وَدَاعَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ
	حضرت اسماعیل کی والدہ نے بنایا۔ انھوں نے کمر بند اس لئے لگایا کہ اپنے نشان قدم کو
	عَبَّاسٍ اَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمٰعِيْلَ اتَّخَذَتْ
	مٹا دیں تاکہ سارہ پیچھا نہ کرسکے جب ابراہیم انھیں اور ان کے بچے اسمٰعیل کو لے کر شام

مُنْطَلِقًا لِتَنْظُرَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمٰعِيلَ

سے چلے تھے اس وقت بچہ دودھ پیتا تھا انھیں لے جاکر بیت اللہ کے قریب زمزم کے اوپر

وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ

ایک بڑے درخت کے پاس مسجد کے بالائی حصے میں رکھا۔ اس وقت مکے میں کوئی نہیں تھا اور نہ

فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا

وہاں پانی تھا۔ ان دونوں کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھی جس میں کھجوریں تھیں۔ اور مشکیزہ

هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفَّى

رکھا جس میں پانی تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم واپس ہونے کے لئے مڑے تو اسمٰعیل کی ماں بھی ان کے

إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ

پیچھے چلیں اور کہا اے ابراہیم کہاں جارہے ہو اور ہمیں اس نالے میں چھوڑے جارہے جہاں کوئی نہ

تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِي هٰذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أَنِيسٌ وَلَا

مونس ہے اور نہ کچھ اور ہے۔ حضرت اسمٰعیل کی والدہ نے یہ کئی مرتبہ کہا۔ اور ابراہیم ان کی طرف التفات

شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ

نہیں فرماتے۔ اس پر انھوں نے پوچھا کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے فرمایا ہاں۔

آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ

تو ہاجرہ نے کہا ایسا ہے۔ تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ یہ کہہ کر پلٹ آئیں۔ اور ابراہیم

فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ

چلے گئے۔ جب گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے وہ انھیں دیکھ نہ پاتے تو بیت اللہ کی طرف منہ

اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ

کرکے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کیں۔ اے پروردگار میں نے اپنی اولاد ایک

يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ

ایسے نالے میں بسائی ہے۔ جس میں کاشت نہیں ہوتی۔ تیرے عزت والے گھر کے

عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتَّى بَلَغَ يَشْكُرُونَ وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ

پاس۔ تاکہ وہ تیرا شکر کریں۔ اسمٰعیل کی والدہ اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور وہ

تُرْضِعُ إِسْمٰعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَآءِ

پانی پیتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب مشک میں جو پانی تھا ختم ہوگیا تو انھیں پیاس لگی اور ان کے

عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوّٰى أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ

صاحبزادے بھی پیاسے ہوگئے۔ اور تڑپنے لگے۔ راوی نے کہا ایڑیاں رگڑنے لگے اور

فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ

ان کی والدہ انھیں اس حال میں دیکھتیں۔ اس کی تاب نہ لاکر وہ وہاں سے چلیں۔ زمین میں ان

فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ

سے سب سے نزدیک پہاڑ صفا تھا وہ اس پر چڑھیں پھر نالے پر نظر ڈالی یہ دیکھنے کے

تَرٰى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ

لئے کہ کوئی ہے۔ انھیں کوئی نظر نہ آیا تو صفا سے اتر کر آگے بڑھیں جب نالے میں پہنچیں تو

الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ

اپنے کرتے کا دامن اوٹھا کر یوں دوڑیں جیسے سخت مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے۔ اور مروہ

حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ

پر آئیں۔ اس پر کھڑی ہوکر نظر دوڑائی کہ کوئی دکھائی دے مگر کوئی نظر نہیں آیا۔

هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ

اسی طرح سات مرتبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ

ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے لگے۔

سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا

ساتویں بار جب مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی اس پر اونھوں نے اپنے آپ

فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ

سے کہا چپ رہو۔ اس کے بعد سننے کی کوشش کی تو پھر سنا اور کہا تو نے آواز تو سنائی کاش تیرے

قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ

پاس مدد کا کوئی سامان ہوتا۔ اب اونھوں نے زمزم کے پاس فرشتے کو دیکھا۔ جس نے

مَوْضِعَ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ

اپنی ایڑی یا بازو سے زمین کو کریدا۔ یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ اسے گھیرنے

تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي

لگیں۔ اور اپنے ہاتھوں سے ایسے کرنے لگیں۔ اور پانی چلو میں لے کر مشک میں بھرنے لگیں۔

سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ

چلو لینے کے بعد بھی پانی اُبلتا رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمٰعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اسمٰعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر زمزم کو چھوڑ دیتیں۔ یا

أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا قَالَ فَشَرِبَتْ

یہ فرمایا۔ کہ اگر پانی چلو میں نہ لیتیں توزمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ نے وہ پانی

وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافِي الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هٰهُنَا

پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ ان سے فرشتے نے کہا۔ کہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ کرو۔ یہاں بیت اللہ

بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِي هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ وَكَانَ

ہے۔ جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور یقین رکھو کہ اللہ اس کے باشندوں کو ضائع

الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ

نہیں فرمائے گا۔ اور بیت اللہ ٹیلے کے مثل زمین سے اونچا تھا۔ سیلاب دائیں بائیں سے ہوکر

يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ

گذر جاتا۔ ہاجرہ ایسے ہی رہیں۔ یہاں تک کہ جرہم کے کچھ لوگ یا یہ کہا جرہم کے کچھ گھرانے

أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوا فِي

"کدا" کے راستے سے آئے اور مکے کے نشیبی علاقے میں اترے انھوں نے ایک پرندے کو منڈلاتے

أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوا إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى

دیکھا۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس نالے سے ہم بارہا گذرے

مَاءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ

ہیں اس میں پانی نہیں۔ اب انھوں نے ایک دو آدمی کو تلاش کے لئے بھیجا۔ انھوں نے پانی دیکھا۔

فَاِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَاءِ فَاَقْبَلُوْا قَالَ وَاُمُّ

واپس آکر ساتھیوں کو پانی کی موجودگی کی خبر دی۔ اب سب وہاں سے آگے چلے۔ اور حضرت اسمٰعیل کی

اِسْمٰعِيْلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ

والدہ پانی کے پاس تھیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ کیا ہمیں یہاں اترنے کی اجازت دیتی ہیں۔ انھوں

نَعَمْ وَلٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ

نے فرمایا۔ اجازت ہے۔ لیکن تمہیں پانی میں کوئی مالکانہ حق نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْفٰى ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسمٰعیل کی والدہ نے اسے غنیمت

تُحِبُّ الْاُنْسَ فَنَزَلُوْا وَاَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى

جانا۔ وہ چاہتی بھی تھیں کہ کچھ لوگ یہاں رہیں جن سے انس حاصل ہو۔ ان لوگوں نے اپنے اہل کو

اِذَا كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ

بلالیا اور وہیں بس گئے۔ یہاں تک کہ ان کے کئی گھر آباد ہوگئے۔ بچہ جوان ہوگیا اور اونھیں (جرہم)

مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ

سے عربی سیکھی۔ جوان ہونے پر بچہ انھیں بہت بھایا اور پسند آیا۔ جب بالغ ہوگیا تو انھوں نے اپنے

امْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَجَاءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ

میں سے ایک عورت سے اس کی شادی کردی۔ حضرت اسمٰعیل کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اسمٰعیل کی شادی کے بعد

اِسْمٰعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمٰعِيْلَ فَسَاَلَ امْرَاَتَهُ عَنْهُ

ابراہیم اپنے ترکے کو دیکھنے کے لئے آئے۔ اسمٰعیل کو گھر موجود نہیں پایا۔ تو ان کی اہلیہ سے ان کے بارے میں

فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ

پوچھا۔ اس نے بتایا۔ ہمارے لئے کچھ تلاش کرنے گئے ہیں۔ پھر انھوں نے اس سے ان کے گذر بسر کے بارے میں

نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ اِلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَاءَ

پوچھا تو اس نے کہا ہم بری حالت اور تنگ دستی اور سختی میں ہیں۔ اس نے ان (اجنبی) سے شکایت کی۔

زَوْجُكِ اقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُوْلِيْ لَهٗ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا

فرمایا جب تمہارا شوہر آئے تو اس سے سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو۔

جَاءَ اِسْمٰعِیْلُ کَاَنَّہٗ اٰنَسَ شَیْئًا فَقَالَ ھَلْ جَاءَکُمْ مِنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ

جب اسمٰعیل واپس ہوئے تو اونھوں نے کچھ بوئے آشنائی محسوس کی۔ اپنی زوجہ سے پوچھا۔

جَاءَنَا شَیْخٌ کَذَا وَکَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُہٗ وَسَأَلَنِیْ کَیْفَ

کیا کوئی آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں اس حلیہ کے ایک بوڑھے شخص آئے تھے۔ انھوں نے ہمارے

عَیْشُنَا فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّا فِیْ جَھْدٍ وَّشِدَّۃٍ قَالَ فَھَلْ اَوْصَاكِ بِشَیْءٍ

بارے میں پوچھا میں نے ان کو بتایا۔ انھوں نے پوچھا تمہاری زندگی کیسے گذر رہی ہے۔ تو میں نے

قَالَتْ نَعَمْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْكَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ غَیِّرْ عَتَبَۃَ بَابِكَ

ان کو بتایا۔ کہ ہم تنگی اور سختی میں ہیں پوچھا کیا انھوں نے تم کو کچھ وصیت کی تھی۔ اس نے بتایا ہاں مجھے

قَالَ ذَاكِ اَبِیْ وَقَدْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُفَارِقَكِ اِلْحَقِیْ بِاَھْلِكِ فَطَلَّقَھَا

حکم دیا تھا کہ تمہیں سلام کہوں وہ یہ کہہ گئے ہیں۔ کہ اپنے دروازے کے چوکھٹ بدل دو۔ فرمایا وہ میرے والد

وَتَزَوَّجَ مِنْھُمْ اُخْرٰی فَلَبِثَ عَنْھُمْ اِبْرَاھِیْمُ مَاشَاءَ اللہُ ثُمَّ

تھے۔ اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے جدائی کرلوں۔ اپنے اہل کے یہاں چلی جا۔ اور اسے طلاق دے دیا۔

اَتَاھُمْ بَعْدُ فَلَمْ یَجِدْہُ وَدَخَلَ عَلَی امْرَأَتِہٖ فَسَأَلَھَا عَنْہُ فَقَالَتْ

اور بنی جرہم ہی میں دوسری شادی کرلی جتنے دن اللہ نے چاہا ابراہیم ان کے پاس نہیں آئے پھر اس کے بعد تشریف

خَرَجَ یَبْتَغِیْ لَنَا قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ وَسَأَلَھَا عَنْ عَیْشِھِمْ وَھَیْئَتِھِمْ

لائے۔ پھر اسمٰعیل کو گھر میں نہیں پایا۔ ان کی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اسمٰعیل کو پوچھا۔ تو اس نے کہا

فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَیْرٍ وَّسَعَۃٍ وَاَثْنَتْ عَلَی اللہِ قَالَ مَا طَعَامُکُمْ قَالَتْ

وہ باہر ہمارے کھانے کے لئے کچھ تلاش کرنے گئے ہیں۔ پوچھا تم لوگ کس حال میں ہو اور ان کے گذر بسر کا حال پوچھا اس

اَللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُکُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِی اللَّحْمِ

نے کہا ہم اچھی حالت اور کشائش میں ہیں۔ اور اللہ کی ثنا کی، پوچھا تمہاری غذا کیا ہے اس نے کہا گوشت پوچھا پیتے کیا ہو اس

وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَکُنْ لَھُمْ یَوْمَئِذٍ

نے کہا پانی۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے اللہ ان کو گوشت اور پانی میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حَبٌّ وَلَوْ کَانَ لَھُمْ دَعَا لَھُمْ فِیْہِ قَالَ فَھُمَا لَا یَخْلُوْ عَلَیْھِمَا اَحَدٌ

اس وقت ان کے لئے دانہ نہ تھا۔ اگر ہوتا تو دانے میں بھی برکت کی دعا کرتے۔ فرمایا مکے کے علاوہ کہیں اور صرف

بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ

گوشت اور پانی پر گذارہ مزاج کے موافق نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تمہارے شوہر آئیں تو ان سے

وَمُرِيهِ يُثَبِّتْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمٰعِيلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ

سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھو۔ جب اسمٰعیل آئے تو پوچھا۔ کیا تمہارے پاس کوئی آیا

قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ

تھا۔ ان کی زوجہ نے بتایا ہاں ایک شاندار بزرگ تشریف لائے تھے۔ اس نے ان کی خوبیاں بیان کیں اور

فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ

انھوں نے آپ کو پوچھا تھا۔ میں نے ان کو بتایا پھر ہمارے گذر بسر کو پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی طرح

قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ

ہیں۔ پوچھا چلتے چلاتے کچھ فرما گئے میں نے ان سے کہا ہاں آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور حکم دے گئے ہیں کہ

بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ

اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھ۔ فرمایا یہ میرے والد تھے اور تو دروازے کی چوکھٹ ہے۔ مجھے حکم

عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمٰعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ

دیا ہے کہ تجھے رکھے رہوں۔ اس کے بعد جتنے دن اللہ نے چاہا نہیں آئے۔ اس کے بعد آئے اور

تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ

اسمٰعیل تیر درست کر رہے تھے۔ بڑے درخت کے پاس زمزم کے قریب جب ان کو دیکھا تو دونوں نے وہ کیا

بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمٰعِيلُ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ

جو باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ فرمایا۔ اے اسمٰعیل اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔

فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِينُنِي قَالَ وَأُعِينُكَ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ

عرض کیا جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ فرمایا تم میری مدد کروگے عرض کیا ساتھ دوں گا فرمایا۔ اللہ نے

أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلٰى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا

مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں ایک گھر بناؤں اور ایک ایسے ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جو ارد گرد سے

قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمٰعِيلُ يَأْتِي

بلند تھا۔ وہیں بیت اللہ کی کرسی بلند کی اسمٰعیل پتھر لاتے اور ابراہیم چنتے ۔ جب

بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ
عمارت اونچی ہوگئی تو یہ پتھر لائے اور حضرت ابراہیم کے لئے رکھا۔ جس پر کھڑے ہوکر تعمیر
لَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ وَاِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ رَبَّنَا
کرتے تھے۔ اور اسمعیل پتھر دیتے تھے۔ وہ دونوں یہ دعا بھی کرتے جاتے۔ اے رب ہماری طرف سے
تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَا حَوْلَ
قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا علم والا ہے۔ دونوں بیت اللہ کے اردگرد گھوم گھوم کر بناتے
الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔
رہے۔ اور یہ دعا کرتے رہے۔ اے اللہ ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو سنتا ہے جانتا ہے۔

۱۷۹۲

تشریحات حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مکہ معظمہ میں لاکر آباد فرمایا اس قصے کے اجزا امام بخاری نے کئی جگہ روایت کئے ہیں۔ یہاں دوراویوں کے بیان کئے ہوئے قصوں کو اکٹھا ملاکر اس ترتیب سے قصے کو ذکر فرمایا ہے کہ پوری بات ذہن میں آجاتی ہے۔

المِنْطَقُ ۔ نطاق۔ پٹوکا۔ کمربند۔ عرب کی عورتیں کام کاج کے وقت کمر میں ایک کپڑا باندھ لیتی تھیں۔ اسی کو منطق اور نطاق کہتے ہیں۔ حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔ حضرت ہاجرہ حاملہ ہوگئیں اس پر حضرت سارہ کو غیرت آئی تو انھوں نے قسم کھائی کہ ان کے تین عضو کو کاٹیں گی اس سے گھبرا کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور اپنے نطاق کے پچھلے حصہ کو زمین تک لٹکا دیا تاکہ ان کے نشان قدم مٹتے جائیں۔ حضرت ابراہیم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے حضرت سارہ سے سفارش کی اور فرمایا۔ ان کے دونوں کانوں میں سوراخ کردے اور ان کا ختنہ کردے۔ چنانچہ حضرت سارہ نے اس پر عمل کیا پھر بحکم الٰہی حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ واسماعیل کو لے کر مکہ معظمہ آئے۔ یہ سفر پیدل فرمایا تھا یا براق پر یہ دونوں قول ہے۔

عِنْدَ دَوْحَةٍ ۔ دوحہ کے معنی بڑا درخت، بیت اللہ کے قریب جہاں زم زم شریف ہے وہاں ایک بڑا درخت تھا۔ وہیں لاکر ماں بیٹے کو حضرت ابراہیم نے رکھا۔ ایک تھیلی میں کھجوریں اور ایک مشک میں پانی انھیں دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہوئے۔

وعطش ابنھا۔ اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر دو سال تھی۔ حضرت ہاجرہ کا دودھ سوکھ گیا۔ حضرت اسماعیل بھوک و پیاس سے تڑپنے لگے۔ اس کو راوی نے یتلوی او یتلبط سے تعبیر کیا ہے یعنی بھوک اور پیاس کی شدت میں لوٹنے لگے۔

غُوَاثٌ ۔ غواث کے معنی فریادرسی کے ہیں۔ یعنی اگر تیرے پاس فریادرسی کا کوئی سامان ہو تو میری مدد کر۔
فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ ۔ یعنی اپنی ایڑی یا اپنے بازو سے زمین کو کریدا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے پاؤں سے جبرئیل نے ایڑ ماری۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنی انگلی سے زمین کو کریدا جس سے پانی ابلنے لگا۔
مِنْ جُرْهُمَ ۔ یہ یمن کے باشندے بنی قحطان کے فرد تھے جو سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں ان کے سردار کا نام مضاض بن عمرو تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت یہ لوگ مکہ کے قریب ہی کسی وادی میں تھے۔ جرہم اور اس کے بھائی قطورا جو اس قبیلے کے جد اعلیٰ ہیں سب سے پہلے عربی زبان ان لوگوں نے بولنی شروع کی ہے۔ حضرت اسمٰعیل نے انھیں میں پرورش پائی اور انھیں سے عربی زبان سیکھی اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں جو حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان میں حضرت اسمٰعیل نے کلام کیا۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل نے عربی میں کلام کیا۔
زوجوہ ۔ بیوی کا نام کیا تھا اس میں شدید اختلاف ہے اسی طرح یہ کس کی صاحبزادی تھیں اس میں اختلاف ہے۔ سہیلی نے کہا ان کا نام جدار بنت سعد تھا۔ ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ ان کا نام عمارہ بنت سعد بنت اسامہ تھا۔ ابوجہم کی حدیث میں ہے کہ یہ صدار کی بیٹی تھیں۔ اس میں نام مذکور نہیں۔ حضرت اسماعیل نے خود ان کے باپ کے یہاں پیغام بھیجا۔ اور انھوں نے شادی کر دی۔
ماتت ام اسمٰعیل ۔ اسی اثنار میں حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا حضرت اسماعیل نے انھیں حطیم میں دفن فرمایا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔
فَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰی ۔ حضرت ابراہیم کے حکم کے بموجب پہلی زوجہ کو طلاق دے دیا اور پھر بنی جرہم ہی کی دوسری لڑکی سے شادی کی جن کا نام شامہ بنت مہلہل یا عاتقہ بنت ہشام تھا ان کے بارے میں اور بھی روایتیں ہیں۔ انھیں سے حضرت اسماعیل کے بارہ بچے پیدا ہوئے۔
کما یصنع الوالد بالولد ۔ یعنی سینہ سے لگایا، مصافحہ کیا، دست بوسی کی یا پیشانی چوما اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر سو سال کی تھی۔ گذر چکا کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں نے کی تھی۔ طوفان نوح میں اس کی عمارت اٹھالی گئی طوفان کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ ایک ٹیلہ کی طرح موجود تھی وہیں پر بیت اللہ شریف کی بنیادیں کھودی گئیں اور عمارت بنالی گئی۔
ایک حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک بادل بھیجا۔ وہ بیت اللہ کی جگہ آکر سایہ فگن ہو گیا۔ اسی سے بیت اللہ شریف کی حد بندی کی۔ بیت اللہ شریف کی عمارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے نو ہاتھ اونچی تھی۔ اور اس کا دور تیس ہاتھ تھا۔
اس کے لئے چھت نہیں تھی ایک دروازہ رکھا اور اندر دروازہ کے پاس ایک گڈھا کھودا جس میں بیت اللہ شریف کا نذرانہ رکھا جاتا تھا یہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنا ہے۔ حرار، ثبیر، لبنان، جبل طور

جبل بیت المقدس، ۔ کعبہ شریف کی دیواریں تو بدلی گئی ہیں مگر بنیاد وہی باقی ہے جو حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے قائم کی تھیں ۔

قبل بعثت قریش نے جو تعمیر کی اس بیت اللہ کا کچھ حصہ حطیم میں شامل کر کے باہر کر دیا۔ اور آج تک اسی پر عمارت باقی ہے جس کی تفصیل نزہۃ القاری جلد اول میں مذکور ہو چکی ہے ناظرین اس کی طرف رجوع کریں ۔

جاء بهذا الحجر ۔ اس سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیواروں کی تعمیر کی ہے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے ۔ مسجد حرام میں کعبہ شریف کے پورب، اتر جانب کچھ فاصلے پر رکھا ہوا ہے ۔ دیواریں جتنی اونچی ہوتی جاتی تھیں یہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا تعمیر کرتے کرتے جب دیواریں اونچی ہو گئیں اتنی جہاں حجر اسود نصب ہے تو حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل سے فرمایا۔ اے بیٹے ! ایک اچھا پتھر تلاش کر کے لاؤ میں اسے لگا دوں ۔ جہاں سے لوگ اپنے طواف کو شروع اور جہاں ختم کریں ۔ انھوں نے معذرت کی کہ میں تھکا ہوا ہوں ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا پھر بھی جاؤ حضرت اسماعیل جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت پتھر وہاں لگا ہوا ہے ۔ پوچھا ابا یہ کون لایا ہے فرمایا اسے وہ لایا ہے جو تیرے اوپر بھروسہ نہیں کرتا ۔

یہ پتھر حضرت جبرئیل امین ہندوستان سے لائے تھے ۔ یہ وہی پتھر ہے جس پر بیٹھے ہوئے حضرت آدم جنت سے تشریف لائے تھے یہ دودھ کی طرح سفید تھا بوسہ دینے والوں کی گناہوں کو جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ۔

۱۷۹۳ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاذَرٍّ قَالَ

حدیث حضرت ابو ذر نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! زمین میں سب سے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِي الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ

پہلے کس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے ؟ فرمایا مسجد حرام کی پھر میں نے عرض کیا

مَسْجِدُ الْحَرَامِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قُلْتُ كَمْ

پھر کس کی فرمایا مسجد اقصیٰ کی ۔ میں نے عرض کیا ان کے درمیان کتنی مدت ہے ؟

كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَيْنَمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ

فرمایا چالیس سال ۔ پھر تم کو جہاں نماز کا وقت مل جائے وہیں پڑھ لو اس

فَصَلِّهٗ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ عه

لئے کہ فضیلت اسی میں ہے۔

تشریحات

۱۷۹۳ اربعون سنة ۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ بہت مشکل ہے اس لئے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کی ہے اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی۔ ان دونوں حضرات کے درمیان ایک ہزار سال کے عرصہ کا زمانہ ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا کہ حدیث میں بنیاد کا ذکر ہے۔ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے رکھی تھی ہوسکتا ہے کہ خود انھوں نے ہی چالیس سال بعد بیت المقدس کی بھی بنیاد رکھی ہو۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجان میں ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم سے فرمایا کہ بیت المقدس چلو اور اس کی عمارت بناؤ۔ تو انھوں نے اسے تعمیر کیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبہ کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تجدید کی۔

حدیث

۱۷۹۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ

حضرت ابو حمید ساعدی نے مجھے خبر دی کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حضور پر

اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

کیسے درود پڑھیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کہو اے اللہ

اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَ

رحمت نازل فرما۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر جیسے تونے

ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ

رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی ازواج اور ذریت پر جیسی

وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ۔ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ عه

تونے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

حدیث

۱۷۹۵ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ مجھ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہ باب ۔ ووھبنا لداؤد سلیمان ص۴۸۷ مسلم صلوٰۃ، نسائی صلوٰۃ، وتفسیر

عہ ثانی دعوات باب ھل یصلی علی غیر النبی ص۹۴۱ ، مسلم ابوداؤد، نسائی صلوٰۃ وتفسیر ابن ماجہ صلوٰۃ۔

عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

نے ملاقات کی اور فرمایا کیا میں تجھے وہ ہدیہ نہ پیش کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاَهْدِهَا لِي فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا ضرور یہ ہدیہ مجھے عطا فرمائیے تو انھوں نے کہا کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ

ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے اہل بیت

اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ

پر درود کیسے ہے اللہ نے ہم کو آپ پر سلام کرنے کا طریقہ سکھا دیا ہے فرمایا کہو اے اللہ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ

اپنی رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک

اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ

تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ عہ

تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

تشریحات ۱۷۹۵ حضرت ابوذر کی روایت میں آل ابراہیم میں لفظ آل مقحم ہے۔ مراد خود ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ آل محمد سے مراد یا تو خاص اولاد سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں یا وہ تمام بنی ہاشم بنی مطلب جنھیں زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ آل سے مراد تمام مسلمان ہوں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا۔ من تبعنی فھو آلی۔ جو میری اتباع کرے وہ میری آل ہے۔

کما صلیت علی ابراھیم۔ اس میں افضل کی مفضول کے ساتھ تشبیہ نہیں بلکہ غیر اعرف کی اعرف کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کی آل پر اللہ عزوجل کی خصوصی رحمتیں اور بے پناہ برکتیں اس وقت بھی سب کو معلوم تھیں۔ اس لئے، کما صلیت علی ابراھیم وبارکت علی ابراھیم فرمایا گیا۔

کیف الصلوٰۃ ۔سوال کی بنیاد یہ تھی کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اے ایمان والو نبی پر درود بھیجو اور ان پر سلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔ تشہد میں سلام

عہ ثانی تفسیر۔ تفسیر سورہ احزاب باب قولہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ص۷۰۷، ۷۰۸ دعوات باب الصلوٰۃ علی النبی ص۹۴۰، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔ کلھم فی الصلوٰۃ۔

کا طریقہ سکھایا۔ کہ یوں کہو السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضور درود پڑھنے کا طریقہ بھی سکھا دیں۔

حدیث ۱۷۹۶ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ وَیَقُوْلُ اِنَّ اَبَاکُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِھَا اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحَاقَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ[ع]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و حسین کی حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تمہارے باپ اسماعیل و اسحٰق کی بھی حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھتے تھے۔ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ الخ

تشریحات ۱۷۹۶ وھامہ۔ کے معنی زہریلے اور نقصان پہونچانے والے کے ہیں۔ لامۃ کے معنی برائی پہنچانے والے کے۔ عین لامہ۔ نظر بد۔

باب قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَنَبِّئْھُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرَاھِیْمَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ (الآیۃ) لَا تَوْجَلْ لَا تَخَفْ وَ اِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ص۴۷۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور انھیں ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں بتا دو جب کہ اس کے پاس حاضر ہوئے "لا توجل" کے معنی مت ڈر۔ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بیان میں اور جب کہ ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھادے تو کیسے مردے جلائے گا۔

توضیح باب ضیف ابراھیم۔ اللہ عزوجل نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ کفر و شرک کے علاوہ اور بہت سی برائیوں کے ساتھ ان میں اغلام بہت کثرت سے پھیلا ہوا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ برائیوں سے خصوصاً اغلام سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ مگر یہ نہیں مانے اور از راہ سرکشی و تمرد یہ کہدیا اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی تباہی و بربادی کی بد دعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے ان کی بد دعا قبول کی۔ اور ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے چار فرشتوں کو بھیجا۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، دردائیل۔ یہ فرشتے خوبصورت بے ریش و بے بروت نوجوانوں کی شکل میں پیدل چل کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

ع ابو داؤد سنۃ ترمذی طب، نسائی نعوت، عمل الیوم و اللیلۃ۔ ابن ماجہ طب،

عادتِ کریمہ تھی کہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ پندرہ روز تک تقریباً کوئی مہمان نہیں آیا تھا۔ اس کا ان پر اثر تھا۔ جب ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور بھنا ہوا خوب تندرست بچھڑا کھانے کے لئے لائے فرشتوں نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کچھ خوف طاری ہوا تو ان فرشتوں نے عرض کیا آپ ڈریئے نہیں ہم قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ہم فرشتے ہیں۔ حضرت سارہ وہیں کھڑی دیکھ اور سن رہی تھیں انھیں ہنسی آگئی۔ فرشتوں نے انھیں بشارت دی کہ اللہ عزوجل آپ کو فرزند عطا فرمائے گا۔ جس کا نام اسحٰق ہوگا اور انھیں بھی ایک فرزند عطا فرمائے گا جس کا نام یعقوب ہوگا۔

کیف تحی الموتیٰ ۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ مجھے دکھا دے کہ تو مردے کیسے زندہ فرمائے گا۔ فرمایا کہ کیا اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ مجھے اطمینان قلب حاصل ہو جائے یعنی علم الیقین حاصل ہے چاہتا ہوں کہ عین الیقین حاصل ہو جائے اس کو یوں سمجھئے کہ ہر شخص کو اس بات کا یقین ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ موجود ہیں کسی کو اس میں ذرا بھی شک نہیں لیکن ان دونوں کی زیارت کے بعد جو انشراح اور اطمینان ہوتا ہے وہ بن دیکھے ہوئے یقین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا بھی حاصل یہی تھا کہ احیاء موتیٰ دکھا دے کہ احیاء موتیٰ آنکھوں سے دیکھ کر جو انشراح صدر ہوگا۔ اس کی بات کچھ اور ہوگی۔ حکم ہوا کہ چار چڑیاں لے لو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرغ، مور، کبوتر، اور کوّا لیا۔ حکم ہوا کہ ان کے سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو اور ان کے جسموں کو قیمہ کرکے آپس میں ملا دو۔ پھر چار پہاڑوں پہ جا کر ان کے اجزاء منتشر کر دو۔ اور پھر ان کو پکارو وہ سب تمہارے پاس اڑتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک میں ان پرندوں کے سر تھے، پکارنے کے بعد چاروں کے دھڑ ان کے پاس آئے اگر دوسرے کا سر کسی کے دھڑ کے ساتھ ملانا چاہتے تو ہٹ جاتا اور جب اسی کا سر ملاتے تو مل جاتا۔

۱۷۹۷　عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نے فرمایا ہم بہ نسبت ابراہیم کے شک کرنے کے زیادہ لائق ہیں جب کہ انھوں نے عرض کیا تھا۔ اے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ

میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔

اَرِنِی کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ

عرض کیا ایمان رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ

وَیَرۡحَمُ اللّٰہُ لُوۡطًا لَقَدۡ کَانَ یَاۡوِیۡ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ وَلَوۡ لَبِثۡتُ

لوط پر رحم فرمائے وہ مضبوط پناہ گاہ کی طرف پناہ لینا چاہتے تھے اور اگر میں اتنے زمانے

فِی السِّجۡنِ طُوۡلَ مَا لَبِثَ یُوۡسُفُ لَاَجَبۡتُ الدَّاعِیَ ؎

تک جیل خانہ میں رہتا جتنے زمانہ تک یوسف رہے تو داعی کی بات مان لیتا۔

تشریحات ۱۴۹۷ **فنحن احق بالشك** ۔ یہ قیاس استثنائی کے طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم نے شک کیا ہوتا۔ تو وہ ہمارے جد ہیں ہم ان کی بہ نسبت زیادہ شک میں مبتلا ہوتے لیکن انھوں نے شک نہیں فرمایا۔ صاف تصریح فرمادی کہ مجھے ایمان ہے شک کے بعد ایمان کا تحقق ہی نہیں ہوتا۔ جب انھوں نے شک نہیں کیا تو ہمیں شک کا کیا حق۔

یرحم لوطا ۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے لڑکے تھے اور حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے مصر گئے پھر انھیں کے ساتھ شام واپس آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں بود و باش اختیار فرمائی اور حضرت لوط نے اردن میں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اہل سدوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔

یہ بارہ۱۲ بستیاں تھیں جن سب کو مؤتفکات کہا جاتا ہے یہ شام اور حجاز کے درمیان تھیں یہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے اور بے حیائیوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے اتنے بے حیا تھے کہ سر راہ اغلام بازی کیا کرتے تھے۔ جب عذاب کے فرشتے انتہائی خوبصورت بے ریش و بے رودت نوجوانوں کی شکل میں ان کے دولت خانہ پر پہونچے اور ان بیہودوں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے ان کے دولت خانے کو گھیر لیا اور بدطینتی کا برملا اظہار کیا حضرت لوط علیہ السلام نے ان جنونیوں سے فرمایا کہ یہ میری لڑکیاں ہیں ان سے نکاح کر لو اس پر ان خبیثوں نے یہ جواب دیا اور تم جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے بظاہر اپنی بیکسی پر نظر کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا۔ اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا۔ یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔ اسی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ سب سے قوی و مضبوط ماویٰ و ملجا اللہ عز وجل ہے اس کے ہوتے ہوئے حضرت لوط کا وہ فرمانا منصب نبوت کے اعلیٰ شان کے مناسب نہیں تھا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

؎ باب ولوطا اذ قال لقومہ ص۴۷۸ باب لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۴۷۹ ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ واذ قال ابراہیم رب ارنی ص۶۵۱ تفسیر سورہ یوسف باب قولہ لما جاءہ الرسول ص۶۸۰ تعبیر باب الرؤیا۔ اہل السجون والفساد ص۱۰۳۵ مسلم فضائل ابن ماجہ فتن۔

وَلَوْ لَبِثْتُ ۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زلیخا نے صرف اس بنیاد پر کہ انھوں نے اس کی بات نہیں مانی جیل خانہ بھیج دیا۔ اور بارہ سال تک جیل خانہ میں رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کے فضل و کمال کا اعتراف فرماتے ہوئے تواضعًا وہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے لئے طرفین کا صدق ضروری نہیں۔ علاقہ لزوم اگرچہ فی الجملہ ہو کافی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اتنی مدت دراز تک جیل خانہ کی صعوبتیں برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

بَابُ قَوْلِهِ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ أَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ يُهْرَعُونَ يُسْرِعُونَ دَابِرَ آخِرَ صَيْحَةً هَلَكَةً لِلْمُتَوَسِّمِينَ لِلنَّاظِرِينَ لَبِسَبِيلٍ لَبِطَرِيقٍ بِرُكْنِهِ وَبِمَنْ مَعَهُ لِأَنَّهُمْ قُوَّتُهُ تَرْكَنُوا تَمِيلُوا ص ۴۷۸

جب لوط کے گھر فرشتے آئے کہا تم تو کچھ بیگانہ لوگ معلوم ہوتے ہو آیت (۶۲) انکرھم ونکرھم واستنکرھم تینوں کے ایک معنی ہیں یعنی ان کو بیگانہ جانا یھرعون کے معنی دوڑتے ہوئے دابر کے معنی آخر صیحۃ کے معنی ہلاک کرنے والی چیخ متوسمین کے معنی دیکھنے والے سبیل کے معنی راستہ کے رکن کے معنی یا یعنی وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے اس لئے کہ وہی ان کی قوت تھے ترکنوا کے معنی تم لوگ جھکو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا وَقَوْلِهِ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۔ ص ۴۷۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ثمود کی جانب ان کی ہم قوم صالح کو بھیجا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

الْحِجْرُ۔ مَوْضِعُ ثَمُودَ وَأَمَّا حَرْثٌ حِجْرٌ حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوعٍ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ حِجْرًا مَحْجُورًا وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ تَبْنِيهِ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيمُ الْبَيْتِ حِجْرًا وَكَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُومٍ مِثْلُ قَتِيلٍ مِنْ مَقْتُولٍ وَيُقَالُ لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ الْمَنْزِلُ۔

حجر ثمود کی بستی ہے حرث حجر میں حجر کے معنی حرام ہے اور ہر ممنوع حجر ہے اسی سے آیا ہے حجرًا محجورًا اور حجر ہر وہ عمارت ہے جس کو تو بنائے۔ اور زمین سے جو علیحدہ کر دیا جائے وہ حجر ہے اسی سے حطیم کعبہ کو حجر کہتے ہیں گویا حطیم مشتق ہے محطوم سے جیسے قتیل مقتول سے مادہ گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور عقل کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور حجی کہا جاتا ہے۔ لیکن حجر الیمامہ یہ بستی کا نام ہے۔

توضیح باب ثمود یہ سام بن نوح کے پرپوتے کا نام ہے انھیں کی اولاد کو قوم ثمود کہا جاتا ہے یہ لوگ وادی قریٰ میں سمندر کے کنارے اور شام کے اطراف میں بستے تھے ان کی عمریں بہت ہوتی تھیں پہاڑوں کو کھود کر اپنے لئے مکان بناتے تھے ان کی بستی کا دوسرا نام حجر بھی ہے جب ان میں کفر و معاصی کی کثرت ہوئی تو اللہ عزوجل نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ قوم ثمود کا ایک لوہے کا بت تھا جس

میں شیطان سال میں ایک بار گھستا اور ان سے کلام کرتا۔ حضرت صالح کے والد اس بت کے مجاور تھے ایک دفعہ ان کو غیرت آئی اور اس بت کو توڑنے کا ارادہ فرمایا تو بت کے اندر سے شیطان چیخا، پوری قوم دوڑ کے آئی انھوں نے انھیں مار کر غار میں پھینک دیا۔ ان کی اہلیہ مدت دراز تک ان کی جدائی پہ روتی رہیں پھر ایک فرشتہ آیا اور انھیں بتایا کہ تمہارے شوہر فلاں غار میں ہیں یہ وہاں گئیں تو انھیں مردہ پایا پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا اس کے بعد حضرت صالح پیدا ہوئے۔ ان کی قوم نے ان سے نشانی طلب کی۔ تو بطور نشانی ان کو ایک اونٹنی دی گئی جو ایک چٹان پھٹنے سے برآمد ہوئی یہ اونٹنی اتنی بڑی تھی کہ اس کا صرف سینہ ساٹھ ہاتھ تھا یہ اس قوم کے پینے کا جتنا پانی تھا سب پی جاتی اس لئے باری مقرر کر دی گئی۔ ایک دن یہ پانی پیتی اور دوسرے دن بستی والے اس سے قوم بہت پریشان ہوگئی انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اس پر عذاب آیا جبرئیل امین نے ایک چیخ ماری اور یہ سب مر گئے۔

حدیث ۱۷۹۸

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ فَقَالَ انْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُو عِزٍّ وَمَنَعَةٍ فِي قَوْمِهِ كَأَبِي زَمْعَةَ[عہ]

حضرت عبد اللہ بن زمعہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ اس کا تذکرہ فرمایا جس نے اونٹنی کی کونچ کاٹی تھی فرمایا اس کے لئے وہ شخص تیار ہوا جو اپنی قوم میں قوت و اقتدار والا تھا مثل ابو زمعہ کے۔

تشریحات ۱۷۹۸

تفسیر میں یہ ہے حضرت عبد اللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے جس میں اونٹنی اور اس کا جس نے اس کی کونچیں کاٹی تھی ذکر کیا فرمایا جب ان میں کا سب سے بدبخت اٹھا یعنی اونٹنی کی کونچ کاٹنے کے لئے ایک شخص اٹھا جو اپنے قبیلے میں قوت ور تھا مثل ابو زمعہ کے اسکے بعد عورتوں کا تذکرہ فرمایا، فرمایا تم قصداً اپنی عورتوں کو مارتے ہو غلام کی طرح۔ ہو سکتا ہے اسی دن کے آخر میں اس سے ہمبستری کرو ایک شخص نے مجلس میں آواز سے ہوا خارج کر دی تھی جس پر لوگ ہنسنے لگے تھے انھیں نصیحت فرمائی کہ ایسی بات پر کیوں ہنستے ہو جو تم میں کے بعض لوگ کرتے ہیں جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھی اس کا نام قدار بن سالف تھا یہ سرخ رنگ کا تھا اسی کو احمر ثمود کہتے ہیں نحوست کے

عہ ثانی تفسیر سورہ والشمس وضحٰھا ص۷۳۷ مسلم، صفۃ النار، ترمذی، تفسیر نسائی تفسیر ابن ماجہ نکاح۔

لئے اس کا نام بطور ضرب المثل لیا جاتا ہے۔ یہ سرخ زرد رنگ نیلی آنکھ والا بغیر داڑھی کا ٹھگنا تھا۔
کابی زمعہ۔ اس کا نام اسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ تھا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں استہزا کیا کرتا تھا حضرت جبرئیل امین نے اس کے چہرے پر ایک تھپڑ مارا تو وہ اندھا ہو گیا یہ مکہ کے رؤسا میں سے تھا۔

۱۷۹۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ أَمَرَهُمْ أَنْ لَا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهَرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَأَبِي الشَّمُوْسِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ أَبُوْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهِ۔

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حجر میں اترے تو لوگوں کو حکم دیا کہ اس کے کنوئیں کا پانی نہ پئیں اور نہ اس میں سے پانی لیں لوگوں نے عرض کیا ہم نے اس کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور اس میں سے پانی کھینچ لیا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ یہ آٹا پھینک دیں اور وہ پانی بہا دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا پھینکنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس نے اس کے پانی سے آٹا گوندھا ہو اسے پھینک دے۔

۱۸۰۰ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ثمود کی سرزمین میں حجر میں اترے اور اس کے کنوؤں سے پانی

وَاَسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهٖ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کھینچا اور اس سے آٹا گوندھا تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے کنوؤں سے جو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّهَرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا وَاَنْ يَّعْلِفُوا الْاِبِلَ

پانی کھینچا ہے اسے پھینک دیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور انھیں

الْعَجِيْنَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ كَانَ تَرِدُهَا النَّاقَةُ ۔

حکم دیا کہ اس کنوئیں سے پانی کھینچیں جس کا پانی اونٹنی پیتی تھی ۔

تشریحات ۱۷۹۹-۱۸۰۰ اس حدیث پر تین اشکال ہیں پہلا یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کئی کنوئیں تھے جن میں سے صرف ایک اونٹنی کے لئے خاص تھا جب کہ تفاسیر کی روایتوں میں یہ ہے کہ اونٹنی اپنی باری کے دن تمام پانی پی جاتی تھی قوم کے لئے پانی بچتا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے عہد میں صرف ایک ہی کنواں رہا ہو جس سے باری باری اونٹنی اور قوم پانی حاصل کرتی تھی بقیہ کنوویں بعد میں کھودے گئے ہوں اونٹنی والا کنواں عذاب کے اثر سے محفوظ تھا اس لئے اس کے پانی کے استعمال کی اجازت دی بقیہ ساری سرزمین عذاب سے متاثر تھی اس لئے وہاں جو کنوئیں بنے ان میں عذاب کا اثر تھا اس بنا پر ان کے پانی پینے سے منع فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ حکم دیا کھانوں کو پھینک دیا جائے دوسری حدیث میں ہے کہ اونٹوں کو کھلانے کا حکم دیا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں یہ ہے امرھم ان یطرحوا اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں ڈال دو یعنی تم لوگ نہ کھاؤ جانور کھالیں کوئی حرج نہیں۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ مغازی میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حجر پر پہونچے تو فرمایا ان معذبین پر تم داخل نہ ہو مگر یہ کہ روتے ہوئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بھی وہی پہونچ جائے جو ان کو پہنچا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے روئے انور کو چادر سے لپیٹا اور سواری کو تیز کردیا یہاں تک کہ اس وادی سے پار ہوگئے اور یہاں یہ ہے کہ حضور حجر میں اترے اس کا جواب یہ ہے کہ حجر میں اترنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قریب اترے یعنی وادی پار کرکے دوسری طرف۔ لوگوں کو چونکہ پانی کی ضرورت تھی انھوں نے پانی اسی کنوئیں سے لیا جو اس وادی میں تھے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ ۔ ص ۴۷۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حدیث ۱۸۰۱ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ اُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا

مسروق سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے

قِيلَ فِيهَا مَا قِيلَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ إِذْ وَلَجَتْ

پوچھا اور یہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ ہیں اس واقعہ کے بارے میں جو ان کے

عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهِيَ تَقُولُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ

بارے میں کہا گیا جو کہا گیا۔ حضرت ام رومان نے کہا میں عائشہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاری خاتون اندر

قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَا قَالَتْ إِنَّهُ نَمَى ذِكْرَ الْحَدِيثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ

آئیں اور وہ کہنے لگیں اللہ فلاں کے ساتھ یہ کرے یہ کرے میں نے ان سے پوچھا کیوں؟ انھوں نے بتایا

أَيُّ حَدِيثٍ فَأَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اور قصہ کو تفصیل سے بیان کیا حضرت عائشہ نے پوچھا کون سی بات تو میں نے ان کو بتایا عائشہ نے کہا اسے

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا

ابوبکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا میں نے کہا ہاں یہ سن کر وہ بیہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ان

أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو افاقہ ہوا تو انھیں جاڑے کے ساتھ بخار آیا اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے دریافت فرمایا

فَقَالَ مَا لِهٰذِهِ قُلْتُ حُمَّى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيثٍ تُحُدِّثَ

اس کو کیا ہو گیا ہے تو میں نے بتایا اس بات کی وجہ سے جس کا چرچا ہو رہا ہے اس کو بخار آ گیا ہے۔ حضرت

بِهِ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنْ

عائشہ بیٹھ گئیں پھر کہا بخدا اگر میں قسم کھاؤں تو تم لوگ مجھے سچا نہیں جانو گے اور اگر عذر بیان کروں تو میرے عذر

اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُونِي فَمَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوبَ وَبَنِيهِ وَاللّٰهُ

کو قبول نہیں کرو گے میرا اور تمہارا حال یعقوب اور ان کے صاحبزادوں کے مثل ہے تم لوگ جو بیان کرتے ہو اس پر اللہ

الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جو نازل فرمایا حضور

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ مَا أَنْزَلَ فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ ۔ عـہ

نے عائشہ کو اس کی خبر دی تو حضرت عائشہ نے کہا میں اللہ کی حمد کرتی ہوں اور کسی کی نہیں۔

عـہ ثانی مغازی ص ۵۹۷ - ۵۹۶ تفسیر سورہ یوسف ص ۶۸۰ - ۶۷۹ تفسیر سورہ نور ص ۶۹۸

۱۸۰۱

تشریحات واقعہ افک پوری شرح و بسط کے ساتھ کتاب الشہادات میں گذر چکا ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔

فعل اللہ بفلان وفعل۔ فلاں سے مراد مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف بن قصی ہیں ان کا نام عوف تھا لیکن مسطح غالب رہا ان کی والدہ سلمہ بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہیں۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ کی صاحبزادی ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی خالہ ہیں۔ مسطح بدر میں شریک ہوئے اور چھپن سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے سورۂ نور نازل ہونے کے بعد ان پر حد قذف جاری کی گئی۔

کمثل یعقوب وبنیہ۔ مراد یہ ہے کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب یہ فرمایا کہ میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں تو ان کے صاحبزادگان نے یہ اذیت ناک جملہ عرض کیا تھا اِنَّکَ لَفِیْ ضَلاٰلِکَ الْقَدِیْمِ۔ بیشک آپ اپنی پرانی وارفتگی میں ہیں اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر فرمایا اور فرمایا وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔

أَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ أَنَّہٗ سَأَلَ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ

حدیث عروہ بن زبیر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ سے سوال کیا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَرَأَیْتَ قَوْلَہٗ حَتّٰی إِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ

بتائیے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے اور انھیں گمان ہوگیا کہ وہ جھٹلا

وَظَنُّوْا أَنَّہُمْ قَدْ کُذِّبُوْا أَوْ کُذِبُوْا قَالَتْ بَلْ کَذَّبَہُمْ قَوْمُہُمْ فَقُلْتُ

دیئے گئے یا انھوں نے خلاف واقعہ بات کہی۔ تو انھوں نے فرمایا نہیں بلکہ ان کی قوم نے انھیں جھٹلایا

وَاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَیْقَنُوْا أَنَّ قَوْمَہُمْ کَذَّبُوْہُمْ وَمَا ہُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ

میں نے عرض کیا بخدا رسولوں کو اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ ان کی قوم نے انھیں جھٹلادیا اور یہ ظن

یَا عُرَیَّۃُ لَقَدِ اسْتَیْقَنُوْا بِذٰلِکَ قُلْتُ فَلَعَلَّہَا أَوْ کُذِبُوْا قَالَتْ

نہیں تو انھوں نے فرمایا اے عریہ رسولوں کو اس کا یقین ہوگیا تھا میں نے کہا شاید یہ

مَعَاذَ اللّٰہِ لَمْ تَکُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِکَ بِرَبِّہَا وَأَمَّا ہٰذِہِ الْاٰیَۃُ قَالَتْ

اوکذبوا ہے یعنی انھوں نے خلاف واقعہ بات کہی تو ام المؤمنین نے فرمایا معاذ اللہ رسولوں

ہُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِرَبِّہِمْ وَصَدَّقُوْہُمْ وَطَالَ

کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے ساتھ یہ گمان کریں۔ رہ گئی یہ آیت تو فرمایا یہ رسولوں

عَلَیْھِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَاخَرَ عَنْھُمُ النَّصْرُ حَتّٰی إِذَا اسْتَیْئَسَتْ مِمَّنْ کَذَّبَھُمْ

کے متبعین ہیں جو ان کے رب پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی اور ان پر بلا رطویل

مِنْ قَوْمِھِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ اَتْبَاعَھُمْ کَذَّبُوْھُمْ جَاءَھُمْ نَصْرُ اللّٰہِ اِسْتَیْئَسُوْا

ہوگئی اور مدد کی آمد میں دیر ہوئی یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں سے مایوس ہوگئے

اِسْتَفْعَلُوْا مِنْ یَئِسْتُ مِنْہُ اَیْ مِنْ یُوْسُفَ لَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ

جنھوں نے ان کی قوم میں سے ان کو جھٹلایا تھا اور انھوں نے گمان کیا کہ ان کے متبعین نے

اللّٰہِ مَعْنَاہُ مِنَ الرَّجَاءِ عہ

انھیں جھٹلا دیا تو اللہ کی مدد آئی ۔

۱۸۰۲

تشریحات حضرت عروہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اس آیت کریمہ میں قَدْ کُذِّبُوْا تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہے یا کُذِبُوا بغیر تشدید کے مجرد سے ہے ۔ ام المؤمنین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ کُذِّبوا تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہے ۔ یعنی رسولوں کو دیر میں مدد آنے کی وجہ سے اس بات کا یقین ہوگیا کہ ان کی قوم نے انھیں جھٹلا دیا ۔ اور یہاں پر کذبوا مجرد کا معنی درست ہی نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسولوں کو اس کا یقین ہوگیا کہ ان سے جو مدد کا وعدہ کیا گیا تھا وہ غلط ہے یہ رسولوں کی شان سے بعید ہے اللہ کے وعدے کو جھوٹا سمجھنا کفر ہے ۔

عروہ کے دوسرے سوال کا مطلب یہ تھا کہ یہاں ظن اپنے حقیقی معنی میں ہے یا یقین کے معنی میں ہے ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ یہاں ظن بمعنی یقین ہے ۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاءَ مِنَ اللّٰہِ الآیۃ میں ظن بمعنی یقین ہے ۔ ام المؤمنین کی تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ جب بلاء کی سختی دراز ہوگئی اور ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی پھر بھی اللہ کی مدد نہیں آئی تو انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین کو اس کا یقین ہو چلا کہ مدد کا وعدہ غلط تھا جس پر انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ یقین ہوگیا کہ ان کے متبعین نے انھیں جھٹلا دیا ۔ کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے کہ کُذِبُوا تخفیف کے ساتھ ہے ۔ حضرت ابن عباس اس آیت کو اور آیت کریمہ حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ان پر ایمان لانے والوں نے کہا کب اللہ کی مدد ہے ؟ کو مآل کے اعتبار سے ہم معنی بتایا ہے ۔ پھر ام المؤمنین کے اس انکار کی کیا وجہ ہے ؟ کہ یہ کُذِبُوا نہیں بلکہ تشدید الذال کُذِّبُوْا ہے ۔

عہ ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ص ۶۴۹ سورہ بقرہ باب قولہ حتی اذا استیئس الرسل ص ۶۸۰

اقول وھوالمستعان۔ قرارت متواترہ دونوں ہیں۔ نافع مدنی اور ابن کثیر، ابوعمرو اور ابن عامر کی قرارت تشدید کے ساتھ ہے۔ اور عاصم کوفی اور حمزہ اور کسائی کی قرارت تخفیف کے ساتھ ہے اور دونوں اپنی جگہ پر درست ہیں۔ آیت کریمہ میں دو فعل ہیں: ظنوا اور کذبوا۔ ظنوا کی ضمیر کا مرجع رسولوں کو ٹھہرایا جائے اور کذبوا کا بھی تو تشدید لازم ہے۔ اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ انھیں جھٹلا دیا گیا اور ظنوا کی ضمیر کا مرجع مرسل الیھم کو ٹھہرایا جائے اور کذبوا کی ضمیر کا بھی مرجع۔ یعنی قوم نے اس بات کا یقین کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین کو کذبوا کی قرارت کا علم نہ رہا ہو اس لئے اس سے انکار فرمایا۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ (الآیۃ) اُرْكُضْ اِضْرِبْ يَرْكُضُوْنَ يَعْدُوْنَ۔ ص ۴۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (انبیاء آیت ۸۳) سورہ ص آیت ۴۲ میں ہے اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ۔ اُرْكُضْ کے معنی پاؤں سے ٹھوکر مارنے کے ہیں يَرْكُضُوْنَ کے معنی وہ دوڑتے ہوئے آئے۔

توضیح باب حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے لیکن منصب نبوت پر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد فائز ہوئے یہ مالدار ترین امراء میں سے تھے۔ ان کے پاس پانچ سو بیلوں کی جوڑی تھی۔ جن کی دیکھ بھال کے لئے پانچ سو غلام تھے ہر غلام کی ایک بیوی اور ضروریات کے لئے مال تھا ان کے تیرہ ۱۳ بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرح بہت بڑے مہمان نواز بھی تھے بیوگان یتیموں کی کفالت کرتے ضرورت مند مسافروں کی مدد فرماتے اور جب تک کسی کو کھلا نہیں لیتے خود نہیں کھاتے۔ اور جب تک کسی کو کپڑا پہنا نہیں لیتے خود نہیں پہنتے۔ ان سب کے باوجود اللہ کی عبادت میں شب و روز لگے رہتے۔ پھر آپ آزمائش میں مبتلا کئے گئے جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپ کا مکان گر پڑا جس میں آپ کی اولاد اور فرزند دب کر مر گئے تمام جانور جو ہزارہا اونٹ ہزارہا بکریاں تھیں سب مر گئے۔ تمام کنبہ اور باغات برباد ہو گئے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ جب آپ کو ان چیزوں کی اطلاع ہوئی تو ذرا بھی دلگیر نہ ہوئے۔ بلکہ اللہ کی حمد بجا لاتے اور فرمایا میرا کیا ہے۔ جس کا تھا اس نے لے لیا جتنے دنوں تک میرے پاس رکھا اسی کا میں شکر بجا نہیں لا سکا اور نہ ہی اس کا شکر ادا کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار پڑے پورے بدن میں آبلے پڑ گئے پورا جسم اس سے بھر گیا سوائے دل اور زبان کے جن سے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر ان میں ناقابل برداشت کھجلی پیدا ہوئی۔ ناخنوں سے اسے کھجلاتے یہاں تک کہ ناخن مبارک بھی گر گئے پھر موٹے ٹاٹ سے کھجلانے لگے۔ اس سے بھی چین نہ ملا تو ٹھیکرے اور پتھروں سے کھجلانے لگے یہاں تک کہ تمام گوشت ختم ہو گئے صرف ہڈیاں اور پٹھے باقی رہ گئے ان زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔

زخموں سے بو آنے لگی۔ بستی والوں نے بستی سے باہر لے جاکر گھورے پر ڈال دیا۔ اور سب لوگوں نے ملنا جلنا بند کر دیا۔ سوائے ان کی اہلیہ رحمت بنت فرائیم بن یوسف کے۔ یہی ان کی دیکھ بھال اور خدمت کرتیں۔ پھر ایسا ہوا کہ ان کی اہلیہ نے ایک دن عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیے۔ فرمایا کہ آسائش کی مدت کتنی تھی انھوں نے فرمایا اسی سال فرمایا مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میری آزمائش کی مدت آسائش سے کم ہو۔ ایک بار ابلیس ان کی اہلیہ کی خدمت میں آیا۔ اور ایک بکری کا بچہ دیا اور کہا یہ لے جاکر ایوب کو دیدو۔ اور ان سے کہو کہ اسے میرے نام پر ذبح کریں تو انھیں شفاء ہو جائے گی۔ ان کی اہلیہ نے جاکر ان سے عرض کیا تو اس پر جلال آگیا فرمایا تو مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اگر اللہ نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی تو تجھ کو سو کوڑے ماروں گا۔ تو مجھے حکم دیتی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں اور انھیں بھی بھگا دیا اور تنہا رہ گئے اس وقت یہ دعا فرمائی۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ اے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ اللہ عزوجل نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں حکم دیا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ تو تمہیں ٹھنڈے پانی کا چشمہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کیجئے آپ نے اس سے غسل فرمایا تو ظاہر بدن کی ساری بیماریاں دور ہو گئیں پھر آپ چالیس قدم چلے پھر حکم ہوا کہ پاؤں ماریئے پھر ایک شیریں اور سرد پانی کا چشمہ جاری ہوا اب حکم ہوا کہ اس کا پانی پیو آپ نے اس کا پانی نوش کیا تو اندرونی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو برباد شدہ اموال کے مثل اللہ عزوجل نے عطا فرمایا اور تمام اولاد کو زندہ فرما دیا۔ اموال برباد شدہ کو صرف واپس ہی نہیں کیا بلکہ اس سے دونا عطا فرمایا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا۔

بَابٌ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا اِلٰى قَوْلِهٖ نَجِيًّا۔ ص ۴۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو وہ مخلص تھے۔ تا نجیا۔

يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ نَجِيٌّ وَيُقَالُ خَلَصُوْا نَجِيًّا اِعْتَزَلُوْا نَجِيًّا وَالْجَمِيْعُ اَنْجِيَةٌ۔

نجی کے معنی سرگوشی کرنے والا۔ یہ واحد تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ خلصوا نجیا کے معنی یہ ہیں لوگوں سے علیحدہ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ نجی کی جمع انجیۃ ہے۔ یتناجون۔ آپس میں سرگوشی کرنے لگے۔ تلقف۔ تلقم۔ انھیں نگلنے لگا۔

بَابٌ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰى نَارًا اِلٰى قَوْلِهٖ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ص ۴۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کیا تمہارے پاس موسیٰ کا قصہ آیا۔ جب کہ انھوں نے آگ دیکھا اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

اٰنَسْتُ اَبْصَرْتُ نَارًا لَعَلِّیْ اٰتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ (الى اخر الاية) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُقَدَّسُ

الْمُبَارَكُ طُوًى اِسْمُ الْوَادِیْ سِیْرَتَهَا حَالَتَهَا وَالنُّهٰی التُّقٰی بِمُلْكِنَا بِاَمْرِنَا هَوٰی شَقِیَ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰی رِدْءًا یُصَدِّقُنِیْ وَیُقَالُ مُغِیْثًا اَوْ مُعِیْنًا یَبْطِشُ وَیَبْطُشُ یَاْتَمِرُوْنَ یَتَشَاوَرُوْنَ رِدْءًا عَوْنًا یُقَالُ قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰی صَنْعَتِهٖ اَیْ اَعَنْتُهٗ عَلَیْهَا وَالْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِیْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَیْسَ فِیْهَا لَهَبٌ سَنَشُدُّ سَنُعِیْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا وَقَالَ غَیْرُهٗ كُلُّ مَا لَمْ یَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِیْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْ فَاْفَاَةٌ فَهِیَ عُقْدَةٌ اَزْرِیْ ظَهْرِیْ فَیُسْحِتَكُمْ فَیُهْلِكَكُمْ الْمُثْلٰی تَاْنِیْثُ الْاَمْثَلِ یَقُوْلُ بِدِیْنِكُمْ یُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰی خُذِ الْاَمْثَلَ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا یُقَالُ هَلْ اَتَیْتَ الصَّفَّ الْیَوْمَ یَعْنِیْ الْمُصَلَّی الَّذِیْ یُصَلّٰی فِیْهِ فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِیْفَةٍ لِكَسْرَةِ الْخَاءِ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ عَلٰی جُذُوْعِ خَطْبُكَ بَالُكَ مِسَاسَ مَصْدَرُ مَاسَّهٗ مِسَاسًا لَنَنْسِفَنَّهٗ لَنُذْرِیَنَّهٗ الضَّحٰی الْحَرُّ قُصِّیْهِ اتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ وَقَدْ یَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنِ اجْتِنَابٍ وَاحِدٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰی قَدَرٍ مَوْعِدٍ لَا تَنِیَا لَا تَضْعُفَا مَكَانًا سُوًی مَنْصَفٌ بَیْنَهُمْ یَبَسًا یَابِسًا مِنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ الْحُلِیِّ الَّذِیْ اسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فَقَذَفْتُهَا اَلْقَیْتُهَا اَلْقٰی صَنَعَ فَنَسِیَ مُوْسٰی هُمْ یَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ اَنْ لَا یَرْجِعَ اِلَیْهِمْ قَوْلًا فِی الْعِجْلِ۔

میں نے آگ دیکھی ہے امید ہے کہ میں اس میں ایک چنگاری لے کر آؤں گا۔ افادہ یہ فرمایا کہ اٰنَسْتُ کے معنی اَبْصَرْتُ کے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ مقدس کے معنی برکت والی ہے۔ طُوًی اسم لِلْوَادِیْ طوی ایک میدان کا نام ہے سِیْرَتَهَا۔ حَالَتَهَا۔ سیرت کے معنی حالت ہے۔ اَلنُّهٰی اَلتُّقٰی۔ نُہٰی کے معنی تقوی کے ہیں۔ بِمُلْكِنَا۔ بِاَمْرِنَا۔ ملک کے معنی حکم کے ہیں۔ هَوٰی۔ شَقِیَ۔ ہوٰی کے معنی بدبخت ہوا فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰی ہر چیز کو وہ بھول گئیں سوائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر کے۔ رِدْءًا کی یُصَدِّقُنِیْ وَیُقَالُ مُغِیْثًا اَوْ مُعِیْنًا۔ رِدْءًا کے معنی مددگار کے ہیں۔ یعنی ہارون میرے بھائی کو میرے ساتھ کر دے تاکہ وہ میرے مددگار ہوں تاکہ میری تصدیق کریں۔ یَبْطِشُ وَیَبْطُشُ یعنی اس میں دونوں قرأتیں ہیں۔ طا کو کسرہ اور ضمہ۔ یَاْتَمِرُوْنَ۔ یَتَشَاوَرُوْنَ۔ یعنی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ رِدْءًا عَوْنًا یعنی مددگار۔ یُقَالُ قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰی صَنْعَتِهٖ اَیْ اَعَنْتُهٗ عَلَیْهَا۔ رِدْءًا کے معنی مددگار ہے کہا جاتا ہے قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰی صَنْعَتِهٖ یعنی میں نے اس کے کام میں اس کی مدد کی۔ وَالْجِذْوَةُ۔ قِطْعَةٌ غَلِیْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ۔ لَیْسَ فِیْهَا لَهَبٌ۔ جِذْوَہ کے معنی جلتی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا جس میں لپٹ نہ ہو۔ سَنَشُدُّ۔ سَنُعِیْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا ارشاد فرمایا۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ۔ اس کی تفسیر میں فرمایا جب کسی چیز کو تم قوت دو تو تم اس کے لئے بازو بنا دیا۔ وَقَالَ غَیْرُهٗ كُلُّ مَا لَمْ یَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِیْهِ تَمْتَمَةٌ

اَوْ فَأْفَاَۃٌ فَہِیَ عُقْدَۃٌ ۔
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی تھی وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔ اس میں وارد عقدۃ کی تفسیر فرماتے ہیں جو کسی حرف کو نہ بول پائے۔ یا جس کی زبان میں تمتمہ یا فأفأۃ ہو تو یہ زبان کی گرہ جسے عقدہ کہتے ہیں۔ جس کو لکنت بھی کہتے ہیں۔
لکنت کی قسمیں لکنت کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تمتمۃ۔ اتنی جلدی جلدی بولنا کہ سمجھ میں نہ آئے۔ فأفأۃ بولنے میں زیادہ فاسائی دے۔ کچھ حروف کو صحیح ادا نہ کر پائے۔ وغیرہ وغیرہ۔
اَزْرِیْ۔ ظَہْرِیْ۔ اَزْرٌ کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ فَیُسْحِتَکُمْ فَیُہْلِکَکُمْ یعنی تم کو ہلاک کرے گا اَلْمُثْلٰی۔ تَانِیْثُ الْاَمْثَلِ۔ یَقُوْلُ بِدِیْنِکُمْ۔ یُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰی خُذِ الْاَمْثَلَ ارشاد فرمایا گیا۔ وَیَذْہَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی۔ یہ دونوں تم کو سب سے افضل راستے پر لے جائیں گے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مثلیٰ امثل کی تانیث ہے جو معنی میں افضل کے ہے اور طریق کے معنی دین کے ہیں۔ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ یُقَالُ ہَلْ اَتَیْتَ الصَّفَّ الْیَوْمَ۔ یَعْنِیْ اَلْمُصَلَّی الَّذِیْ یُصَلّٰی فِیْہِ۔ فرمایا گیا تھا پھر تم لوگ صف میں حاضر ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں اس سے مراد عیدگاہ ہے۔ بولتے ہیں کیا آج تم صف میں حاضر ہوئے۔ یعنی اس جگہ جہاں نماز پڑھی گئی۔ فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَہَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِیْفَۃً بِکَسْرَۃِ الْخَاءِ۔ ارشاد ہے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی۔ موسیٰ نے اپنے جی میں خوف پایا اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اوجس کے معنی چھپایا۔ خِیْفَۃً کا واؤ یا سے بدل گیا خاء کے کسرہ کی وجہ سے۔ یعنی خِیْفَۃً اصل میں خِوْفَۃً تھا۔ فِعْلَۃٌ کے وزن پر۔ واو ساکن اس کے ماقبل مکسور واؤ کو یا سے بدل دیا فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ عَلٰی جُذُوْعِ۔ میں تم لوگوں کو کھجور کے تنوں پر پھانسی دوں گا۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ فی معنی میں علیٰ کے ہے۔ خَطْبُکَ۔ بَالُکَ۔ تیرا کیا حال ہے۔ مِسَاسَ۔ مصدر مَاسَّہٗ مِسَاسًا یعنی مَاسَّ یُمَاسُّ باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ جیسے لَازَمَ کا لِزَامٌ لَنَنْسِفَنَّہٗ۔ لَنُذْرِیَنَّہٗ۔ یعنی ہم اس کے ذرے ذرے کو دریا میں ڈال دیں گے۔ اَلضُّحٰی اَلْحَرُّ گرمی میں قُصِّیْہِ اِتَّبِعِیْ اَثَرَہٗ۔ وَقَدْ یَکُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْکَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ قُصِّیْہِ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نشان قدم کے پیچھے چل اور کبھی بات کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا گیا۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ ہم آپ سے بیان فرماتے ہیں۔ عَنْ جُنُبٍ۔ عَنْ بُعْدٍ۔ وَعَنْ جَنَابَۃٍ وَعَنْ اِجْتِنَابٍ وَاحِدٌ۔ جُنُب کے معنی دوری کے ہے جُنُبٌ جَنَابَۃٌ اور اِجْتِنَاب سب کا معنی ایک ہے۔ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ مادہ دوری کے معنی میں مستعمل ہے۔ جُنُب کو جُنُب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہتا ہے۔ جَنَابَۃٌ کو جَنَابَۃٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہنے کا سبب ہے۔ اجتناب کے معنی بچنے کے ہیں۔ بچنے والا جس سے بچتا ہے اس سے دور رہتا ہے۔
وَقَالَ مُجَاہِدٌ عَلٰی قَدَرٍ مَوْعِدٍ یعنی وعدے کے وقت۔ لَا تَنِیَا۔ لَا تَضْعُفَا کمزور نہ ہو مکانًا

سُوًی مُنصفٌ بَینَہُمْ یعنی ایسی جگہ جو دونوں کے آدھے آدھ پر ہو۔ یَبَسًا۔ یابسًا۔ سوکھا مِنْ زِینَۃِ الْقَوْمِ۔ اَلحُلی الَّذِی اِسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرعَوْنَ۔ یعنی قوم کے ان زیوروں سے جو انھوں نے آل فرعون سے منگنی مانگا تھا۔ فَقَذَفْتُھَا۔ اَلْقَیْتُھَا۔ اَلْقَی۔ صَنَعَ۔ یعنی میں نے اس کو بنایا۔ فَنَسِیَ مُوسٰی ھُمْ یَقُوْلُوْنَہٗ اَخْطَأَ الرَّبَّ۔ تو موسیٰ بھول گئے یعنی اپنے رب کے پہچاننے میں خطا کی۔ اَنْ لَا یَرْجِعَ اِلَیْہِمْ قَوْلًا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَھَلْ اَتٰکَ — اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کیا تمہیں موسیٰ کا قصہ معلوم نہیں

حَدِیْثُ مُوسٰی وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوسٰی تَکْلِیْمًا۔ ص۴۸۱ — ہے اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

۱۸۰۳ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رَاَیْتُ مُوسٰی

نے فرمایا جس رات مجھے سیر کرائی گئی۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور وہ کم گوشت والے سیدھے

وَاِذَا ھُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَۃَ وَرَاَیْتُ

بالوں والے بزرگ تھے۔ گویا وہ شنوءہ کے افراد میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ میانہ قد

عِیْسٰی فَاِذَا ھُوَ رَجُلٌ رَبْعَۃٌ اَحْمَرُ کَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ وَاَنَا

سرخ جھلکتی رنگت کے بزرگ ہیں گویا ابھی ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام

اَشْبَہُ وُلْدِ اِبْرَاھِیْمَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِہٖ ثُمَّ اُتِیْتُ

کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ پھر میرے سامنے دو برتن پیش کیا

بِاِنَائَیْنِ فِیْ اَحَدِھِمَا لَبَنٌ وَفِی الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اِشْرَبْ اَیَّھُمَا شِئْتَ

گیا ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب۔ پیش کرنے والے نے کہا آپ جیسے چاہیں

فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُہٗ فَقِیْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَۃَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ

پئیں میں نے دودھ کو لیا اور اس کو پیا تو کہا گیا آپ نے دین فطرت کو اختیار کیا۔ (یعنی دین اسلام کو)

اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُکَ۔ عہ

سنیے اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

عہ باب قولہ واذکر فی الکتاب ص۴۸۹ ثانی تفسیر سورۂ اسراء باب قولہ اسریٰ بعبدہٖ لیلا ص۶۸۴ اشربہ باب انما الخمر والمیسر ص۸۳۶ باب شرب اللبن ص۸۳۸۔ مسلم، ایمان۔ ترمذی تفسیر۔

تشریحات ۱۸۰۳ حدیث مذکور کی تشریحات جلد ثانی میں ص ۳۰۶ لغایت ص ۳۲۰ میں گذر چکی ہے ناظرین وہیں ملاحظہ کریں۔

۱۸۰۴ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ فرمایا کسی کو یہ مناسب نہیں کہ یہ کہے میں یونس بن متّی

لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَقُولَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهُ اِلٰى اَبِيْهِ ؏

سے بہتر ہوں اور انھیں اپنے باپ کی طرف منسوب فرمایا۔

تشریحات ۱۸۰۴ اس ارشاد کی دو توجیہ ہیں ایک یہ ہے کہ انا سے مراد کوئی بھی قائل ہو۔ یعنی کسی کو یہ درست نہیں کہ یہ کہے میں یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں مراد امتی ہے یہ اپنی جگہ درست ہے کیونکہ اس پر اجماع قطعی یقینی ہے کہ انبیائے کرام غیر انبیاء سے افضل ہیں حتیٰ کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ انا سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ اس تقدیر پر یہ ارشاد بطور تواضع ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے فضل وکمال کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورہ قلم میں فرمایا۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (آیت ۴۸) اور مچھلی والے کے مثل نہ ہونا اس سے کسی کم فہم کو حضرت یونس علیہ السلام کی تخفیف شان کا واہمہ ہو سکتا تھا۔ ان کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لئے یہ فرمایا۔ جیسے شفیق اساتذہ اپنے ہونہار محبوب تلمیذ کے بارے میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مجھ سے بھی زیادہ قابل ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَوَاعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا انا اول المسلمین تک۔ ص ۴۸۱

توضیح باب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا جب کہ وہ مصر میں تھے کہ اگر اللہ عزوجل ان کے دشمن کو ہلاک فرما دے گا۔ تو اللہ کے حضور سے ان کے لئے ایک کتاب لائیں گے جس میں آئندہ اور گذشتہ باتوں کا ذکر ہوگا۔ جب اللہ نے فرعون کو ہلاک فرما دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کتاب کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ تیس روزے رکھ کر میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ یہ ذوقعدہ کا مہینہ تھا جب تیس روزے پورے کر لئے تو منھ کی بو کو ناپسند فرمایا جس کے ازالہ

؏ باب قول اللہ عزوجل ان یونس لمن المرسلین ص ۴۸۵ ثانی تفسیر سورہ انعام باب قولہ ان یونس ولوط ص ۶۶۶۔ توحید باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۱۲۵۔ مسلم۔ الانبیا ابو داؤد سنہ۔

کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کر لیا اب فرشتوں نے عرض کیا۔ ہم آپ کے دہن پاک سے مشک کی خوشبو سونگھتے تھے
آپ نے مسواک کر کے اسے زائل فرمادیا۔ اب اللہ نے انھیں حکم دیا کہ دس روزے ذی الحجہ کے اور رکھ کر آؤ۔ اس کے
بعد حضرت موسیٰ کوہ طور پر حاضر ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا اس سے ان کا شوق بڑھا اور
عرض کیا۔ اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا۔ میں تجھے دیکھوں گا اس پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ لَنۡ تَرٰانِیۡ۔
تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ پاؤ گے (یعنی دنیا میں) ہاں میں پہاڑ پر تجلی ڈال رہا ہوں۔ تم اسے دیکھو اگر پہاڑ اس کی
تاب لا سکا اور اپنی جگہ اپنی حالت پر قائم رہا۔ تو تم مجھے دیکھ پاؤ گے جب اللہ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ٹکڑے
ٹکڑے ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وارفتہ ہوش ہو کر زمین پر تشریف فرما ہوگئے۔ حدیث میں ہے
کہ اللہ عزوجل نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تھی۔ جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جب
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہوش آیا۔ تو عرض کیا اے اللہ تیرے لئے پاک ہے۔ اور میں تیری طرف رجوع ہوتا
ہوں۔ اور میں مومنین میں پہلا ہوں۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی عظمت شان کے اظہار کے لئے تھی۔ جیسا کہ عرفا کی
عادت ہے کہ اللہ عزوجل کی عظمت کی کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کی طرف
رجوع ہوتے ہیں۔ یا یہ رجوع اس بنا پر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو محسوس ہوا کہ میں نے ایک ایسا
سوال کیا ہے۔ جو مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس سے رجوع فرمایا۔

ایک توضیح پہاڑ پر تجلی پڑی جس کے ملاحظہ کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وارفتہ ہوش ہوگئے
اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے جلوۂ الٰہی کو ملاحظہ نہیں فرمایا مگر بنظر دقیق بالکل ظاہر
ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیدار الٰہی فرمایا اگر کچھ نہیں ملاحظہ فرمایا تھا تو وارفتہ ہوش کس بنا پر ہوئے
جس سے ان کے قویٰ بشری پر یہ اثر پڑا تھا کہ وہ تاب نہ لا سکے۔ کیا دیکھا تھا اس کا جواب صرف یہ ہے کہ وہی جلوہ دیکھا
تھا جو پہاڑ پر پڑا تھا اور قرآن کی صریح نص سے ظاہر ہے کہ وہ تجلی ربانی تھی اسی کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
نے ملاحظہ فرمایا اور تاب نہ لا کر وارفتہ ہوش ہوگئے۔

اللہ عزوجل کا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کلام فرمانا اس طرح نہیں تھا جیسے ہم اور آپ کلام کرتے
ہیں۔ کہ اپنی فطری قوت کو کام میں لا کر مخصوص معانی ذہن میں رکھ کر اس پر دلالت کرنے والے الفاظ و کلمات
کو ایجاد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارا یہ ایجاد کرنا حادث ہے ہماری آواز ہمارا کلام سب حادث۔ برخلاف اللہ عزوجل
کے کلام کے وہ اس کی صفت اور قدیم ہے۔ لفظ اور صورت سے پاک ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے تھوڑی دیر تک اپنے صفت کلام کے کچھ حصے سے حجاب اٹھا دیا تھا جس
کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کلام ربانی سنا۔ فتذکر وتشکر فانہ من مزال الاقدام۔

یُقَالُ دُکَّۃٌ زَلۡزَلَۃٌ فَدُکَّتَا فَدُکِکۡنَ جَعَلَ الۡجِبَالَ کَالۡوَاحِدَۃِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا وَلَمۡ یَقُلۡ کُنَّ رَتۡقًا مُلۡتَصِقَتَیۡنِ۔

دُکّۃ کے معنی ہلانے کے ہیں فَدُکَّتَا فَدُکِکْنَ۔ زمین وآسمان میں زلزلہ ڈالا گیا تو ان میں زلزلہ آگیا جبال جمع کو واحد کے مثل کر دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک آسمان وزمین چپکے ہوئے ہیں اور کن نہیں فرمایا رَتْقًا کے معنی چپکے ہوتے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں سورہ الحاقہ میں فرمایا گیا وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّۃً وَّاحِدَۃً۔ اور زمین اور پہاڑ اوٹھاکر دفعۃً چور چور کر دیئے جائیں گے۔ (آیت ۱۴)

اس آیت مبارکہ میں جبال جمع تھا اس کے ساتھ ارض بھی مذکور تھی اس کے لئے جمع کا صیغہ لانا چاہئے تھا یا مؤنث کا جو جمع کے حکم میں ہو مگر تثنیہ کا صیغہ لایا گیا اس کی توضیح میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ ارض سے تقابل کی کی بنار پر جبال کو بتاویل نوع واحد کے حکم میں کر دیا گیا جیسا کہ آیت کریمہ۔ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا میں سمٰوٰت کو ارض سے تقابل کی بنار پر بتاویل نوع واحد کے حکم میں کر دیا گیا۔ زمین وآسمان ابتدار آفرینش میں آپس میں چپکے ہوئے تھے ان دونوں کے بیچ میں خلار نہیں تھا یعنی آج جو فضا کا فاصلہ ہے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو الگ کیا بیچ میں یہ فاصلہ رکھا۔

اُشْرِبُوْا ثَوْبٌ مُّشَرَّبٌ مَّصْبُوْغٌ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُشْرِبُوْا شرب سے ہے۔ جس کے معنی پینے کے ہیں اس کے ازالہ کے لئے امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ ثَوْبٌ مُّشَرَّبٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی رنگا ہوا کپڑا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر بچھڑے کا معبود ہونا اس طرح غالب کر دیا گیا تھا جیسے رنگ کپڑے پر غالب ہوتا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنْبَجَسَتْ اِنْفَجَرَتْ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَا اِنْبَجَسَتْ کے معنی ہیں پھوٹ پڑے نَتَقْنَا کے معنی ہیں ہم نے بلند فرمایا۔

بَابُ طُوْفَانٍ مِّنَ السَّيْلِ ص ۴۸۱ سیلاب کے طوفان کا بیان۔

توضیح باب ارشاد ہے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں (سورہ اعراف آیت ۱۳۵) جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد فرعونی اپنے کفر و سرکشی پر جمے رہے تو انھیں ڈرانے اور کفر سے دور کرنے کے لئے پے در پے نشانیاں ظاہر کی گئیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا کی تھی کہ یارب فرعون زمین پر بہت سرکش ہو گیا اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی انھیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جس کے وہ مستحق ہیں اور وہ میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا ابر آیا اندھیرا چھا گیا اور کثرت سے بارش ہونے لگی قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آگیا۔ ان میں جو بیٹھا رہا ڈوب گیا۔ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے سنیچر سے سنیچر تک سات روز تک اس مصیبت میں گرفتار رہے اور باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے گھر ان کے گھروں سے متصل تھے ان کے گھروں میں پانی نہ آیا جب یہ لوگ عاجز ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا کہ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے کہ یہ مصیبت رفع ہو تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ اور بنی اسرائیل

کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی۔ طوفان کی مصیبت رفع ہوئی زمین میں وہ سرسبزی وشادابی آئی جو پہلے نہ دیکھی گئی تھی۔ کھیتیاں خوب ہوئیں درخت خوب پھلے اب فرعونی کہنے لگے۔ یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے ایک ماہ تو عافیت سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیجیں جو کھیتیاں اور پھل اور درختوں کے پتے مکانوں کے دروازے، چھتیں اور تختے اور سامان حتیٰ کہ لوہے کی کیلیں تک چاٹ گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں مگر بنی اسرائیل کے یہاں نہ گئیں اب قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا اس پر عہد و پیمان کیا سات روز یعنی شنبہ سے شنبہ تک ٹڈیوں کے مصیبت میں مبتلا رہے پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا سے نجات پائی اور کھیتیاں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے انھیں دیکھ کر کہنے لگے یہ ہمیں کافی ہیں۔ اور ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے چنانچہ ایمان نہیں لائے اور عہد وفا نہ کیا اور اپنے اعمال خبیثہ میں مبتلا رہے ایک مہینہ عافیت سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے قمّل بھیجے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قمل گھن ہے بعض کہتے ہیں کہ جوئیں بعض کہتے ہیں کہ ایک اور چھوٹا سا کیڑا ہے اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی رہ گئے تھے انھیں کھالیا کپڑوں میں گھس جاتے تھے اور جلد کو کاٹتے تھے کھانے میں بھر جاتے تھے اگر کوئی دس بوری گیہوں چکی پر لے جاتا تو تین واپس لاتا باقی سب کیڑے کھا جاتے یہ کیڑے فرعونیوں کے بال بھویں پلکیں چاٹ گئے، جسم میں چیچک کی طرح لپٹ جاتے سونا دشوار کر دیا تھا اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا ہم توبہ کرتے ہیں۔ آپ اس بلا کے رفع ہونے کی دعا فرمائیے۔ سات روز کے بعد یہ مصیبت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا سے رفع ہوئی۔ لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ بدعمل اور سرکشی کرنے لگے۔ ایک ماہ امن میں گذرنے کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بدعا کی تو اللہ تعالےٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھا ہوتا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے پانی پینے کے لئے منھ کھولتا تو مینڈک کود کر منھ میں پہونچ جاتا۔ ہانڈیوں میں مینڈک کھانوں میں مینڈک بھر جاتے آگ بجھ جاتی۔ لیٹتے تھے تو مینڈک اوپر سوار ہو جاتے۔ اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے عہد و پیمان لے کر دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دفع ہو گئی اور ایک ماہ عافیت سے گذرا۔ لیکن پھر انھوں نے عہد و پیمان توڑ دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بدعا فرمائی تو تمام کنوؤں کا پانی نہروں کا پانی اور چشموں کا پانی دریائے نیل کا پانی غرض ہر پانی ان کے لئے تازہ خون بن گیا انھوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جادو سے تمہاری نظر بندی کر دی تو انھوں نے کہا کیسی نظر بندی ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام ونشان نہیں تو فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی پئیں مگر جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا۔ قبطی نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس

سے عاجز ہوکر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا اسرائیلی عورتوں نے انھیں پانی دیا۔ وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہوگیا فرعونی عورتیں کہنے لگیں کہ تم پانی اپنے منھ میں لے کر میرے منھ میں کلی کردو۔ جب تک وہ پانی اسرائیلی عورتوں کے منھ میں رہتا پانی رہتا۔ مگر جب فرعونی عورتوں کے منھ میں پہنچا خون ہوجاتا۔ فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا۔ تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی وہ رطوبت منھ میں پہنچتے ہی خون ہوگئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کو میسر نہ آئی۔ پھر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ یہ مصیبت بھی رفع ہوئی مگر ایمان پھر بھی نہ لائے۔ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ طُوْفَانٌ۔ بہت زیادہ موت کو طوفان کہا جاتا ہے الْقُمَّلُ۔ الْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ۔ جو چھوٹے جوئیں کی طرح ہوتی ہیں۔ حَقِيْقٌ حَقٌّ۔ حَقِيْقٌ بمعنی حق ہے۔ سُقِطَ۔ كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهِ سورۂ اعراف میں بنی اسرائیل کے لئے فرمایا گیا تھا جب بچھڑے کو معبود بنانے پر انھیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سرزنش فرمائی تو اس پر وہ نادم ہوئے وَلَمَّا سُقِطَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا سورۂ اعراف آیت ۱۴۹ اور جب وہ پچھتائے اور سمجھے کہ ہم بہک گئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں سُقِطَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ کے معنی ہیں وہ پچھتائے نادم ہوئے۔

بَابُ حَدِيْثِ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ص ۴۸۱ خضر علیہ السلام کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات۔

۱۸۰۵ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ
نے فرمایا خضر کا نام خضر اس لئے رکھا گیا کہ وہ سفید زمین پر بیٹھے جس کی
جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ۔
برکت سے اس کے پیچھے سبزہ لہلہانے لگا۔

تشریحات ۱۸۰۵ اس باب سے متعلق حدیث طویل جلد اول کتاب العلم میں گذر چکی ہے اور وہیں اس سے متعلق پوری ابحاث بھی ذکر کردی گئیں ہیں۔

فَرْوَةٌ۔ زمین کا اوپری حصہ روئے زمین یا سوکھی گھاس جو سوکھ کر سفید ہوگئی ہو۔ باب ص ۴۸۳

۱۸۰۶ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِيْٓ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے

اِسْرَآئِيْلَ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ

ہوئے داخل ہو اور یہ کہو کہ ہمیں معاف کر دیا جائے تو انھوں نے بدل دیا اور

عَلٰٓى اَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ۔ ع

چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور کہا بالی میں دانہ دے۔

۱۸۰۶

تشریحات باب سے مراد بیت المقدس یا اریحا کا دروازہ ہے۔ اریحا بیت المقدس کے قریب ایک بستی کا نام تھا جس میں عمالقہ آباد تھے۔ ان بدبختوں نے اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی کی بلکہ ایک طرح کا مسخرہ پن کیا تو اس کی سزا میں ان پر طاعون کا عذاب نازل کیا گیا۔

باب قَوْلُهٗ يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ وہ اپنے بتوں پر آسن جمائے بیٹھے تھے۔

توضیح باب دریائے نیل یا بحر قلزم پار کر کے جب بنی اسرائیل فرعون سے نجات پا گئے تو شام جاتے ہوئے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بتوں کے سامنے آسن جمائے ہوئے بیٹھے ہیں تو ان کم عقلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جیسے ان کے لئے معبود ہیں ہمارے لئے بھی معبود بنا دیجئے۔ اسی کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ مُتَبَّرٌ خُسْرَانٌ۔ نقصان۔ وَلِيُتَبِّرُوْا۔ يُدَمِّرُوْا۔ برباد کریں۔ ڈھادیں۔ مَا عَلَوْا غَلَبُوْا۔ جس کو انھوں نے بزور طاقت حاصل کیا۔

۱۸۰۷ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حدیث حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكَبَاثَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم پیلو کا پھل چننے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ

علیہ وسلم نے فرمایا اس میں سے کالے کو لو اس لئے کہ وہ بہت مزے دار ہوتا

ع ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریہ ص۶۴۳ سورہ اعراف باب وقولوا حطۃ ص۶۶۸ مسلم آخری کتاب

مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ قَالُوْا أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ هَلْ مِنْ نَبِيٍّ

ہے لوگوں نے عرض کیا۔ کیا حضور نے بکریاں چرائیں ہیں؟ فرمایا کیا کوئی ایسا

إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا۔

نبی ہے جس نے نہ چرایا ہو۔

تشریحات ۱۸۰۷ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے اسے اچھی طرح امام بخاری ہی بتا سکتے تھے مگر پھر بھی کچھ شارحین نے زور آزمائی کی ہے۔ صاحب توضیح نے فرمایا کہ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ہر نبی نے بکری چرایا ہے اس کے عموم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں اور باب میں جس قصے کی طرف اشارہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی قوم سے متعلق ہے۔ چونکہ پیلو کے پھل جنگل میں ہی ہوا کرتے تھے اور وہاں زیادہ تر چرواہوں ہی کا گذر تھا اس لئے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیلو کا پھل جو کالا ہوتا ہے وہ سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ تو صحابہ کرام نے اندازہ لگایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔

بَابُ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً (الآیہ) ص ۴۸۳

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کا بیان اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ کوئی گائے ذبح کرو

آیت ۶۷ لغایت ۷۱

توضیح باب بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار تھا جس کا نام عامیل تھا اس کے چچازاد بھائی نے اس لالچ میں اسے قتل کر دیا کہ اس کا سب مال اس کو مل جائے اس لئے کہ تنہا وہی اس کا وارث تھا اس نے عامیل کو قتل کر کے دور کی بستی کے دروازے پر ڈال دیا صبح کو اس خون کا مدعی بنا۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے درخواست کی کہ قاتل کا پتہ چلائیں اس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کو حکم دیا ایک گائے ذبح کر کے گائے کے کسی عضو کو مقتول پر ماریں وہ زندہ ہو کر خود بتا دے گا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے اس پر ان جاہلوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر پھبتی کسی کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں ہم آپ سے عرض کرتے ہیں کہ قاتل کا پتہ چلائیے اور آپ فرماتے ہیں کہ گائے ذبح کرو، دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے۔ خدا کی پناہ کہ میں جاہل بنوں۔ اب انھوں نے پوچھا کہ وہ گائے کیسی ہوگی یعنی کس عمر کی فرمایا نہ بوڑھی نہ اوسر بلکہ ان دونوں کی بیچ میں ادھیڑ تم سے جو کہا جارہا ہے کرو مگر پھر بھی وہ گھامڑ نہ سمجھے اور پوچھا کہ وہ کس رنگ کی ہوگی فرمایا پیلے رنگ کی جس کا رنگ بھڑکدار ہو جسے دیکھ دیکھنے والے خوش ہو جائیں۔ اب اس کے بعد انھوں نے پوچھا اب بھی گائے کا معاملہ مشتبہ ہے آپ ذرا اور توضیح فرما دیجئے انشاء اللہ ہم منزل تک پہنچ جائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ

وہ ایسی گائے ہو جس سے خدمت نہ لی جاتی ہو۔ نہ زمین جوتے نہ کھیتی کو پانی دے۔ یہ عیب ہو اس میں کوئی داغ نہ ہو یہ سن کر انھوں نے کہا اب آپ نے ٹھیک ٹھیک بتایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم ضرور مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد گائے کی تلاش شروع ہوئی۔ لیکن ان صفات کی کوئی گائے مل نہیں رہی تھی بہت تلاش کے بعد ان تمام صفات کے ساتھ موصوف صرف ایک گائے ملی۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک شخص تھے جن کا ایک چھوٹا بچہ تھا ان کے پاس ایک گائے کے بچہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ انھوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا اور بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کیا کہ اے رب میں اس بچھیا کو اپنے اس لڑکے کے لئے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں۔ جب یہ لڑکا بڑا ہو جائے تو یہ گائے اس کے کام آئے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا یہ بچھیا جنگل میں اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں پرورش پاتی رہی کچھ دنوں کے بعد یہ لڑکا بڑا ہوا باپ کی طرح نیک بخت نیک چلن تھا اس کی ماں زندہ تھی ماں کا اطاعت شعار رہا ایک روز اس کی ماں نے اپنے لڑکے سے کہا تیرے باپ نے فلاں جنگل میں تیرے نام پر اللہ کی حفاظت میں ایک بچھیا چھوڑ دی تھی۔ اب وہ جوان ہو گئی ہو گی۔ اس کو جنگل سے لا یہ لڑکا جنگل میں گیا اور اس گائے کو پایا۔ اس میں وہ تمام نشانیاں پائی جاتی تھیں جو اس کی ماں نے اس کو بتایا تھا۔ اس جوان نے اس گائے کو اللہ کی قسم دیکر پکارا تو اس کے پاس حاضر ہوئی جوان اس کو لے کر اپنی ماں کی خدمت میں آیا۔ ماں نے حکم دیا اس کو بازار میں لے جا کر تین دینار میں بیچ دے۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی کہ سودا ہو جانے کے بعد پھر مجھ سے اجازت لی جائے ان ایام میں اس اطراف میں گائے کی قیمت تین ہی دینار تھی۔ جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی شکل میں آیا اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگادی اور یہ شرط کر دی کہ سودا پکا کر لو اور والدہ کی اجازت پر موقوف نہیں رہے گا۔ جوان نے اسے منظور نہ کیا۔ اور اپنی والدہ ماجدہ سے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اس کی والدہ نے چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دی مگر یہ کہدیا کہ پھر مجھ سے پوچھ لینا یہ شخص پھر بازار میں آیا فرشتے نے اب بارہ دینار قیمت لگائی اور یہ کہا کہ والدہ ماجدہ کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جوان نے قبول نہیں کیا اور والدہ کو اس کی اطلاع دی اس کی والدہ نے فراست ایمانی سے سمجھ لیا یہ کوئی خریدار نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آزمائش کے لئے آتا ہے۔ بیٹے سے کہا اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ ہمیں گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں لڑکے نے فرشتے سے جا کر یہی کہا۔ اس پر فرشتے نے حکم دیا اس کو ابھی نہ بیچو بنی اسرائیل اس کو خریدنے آئیں گے۔ وہ جب آئیں تو اس گائے کی قیمت یہ بتانا کہ اس کی کھال کو سونے سے بھر دو۔ جوان اس گائے کو گھر لایا ادھر بنی اسرائیل تلاش کرتے کرتے اس کے مکان پر پہونچے تو اس نے ان کو اس کی قیمت بتائی اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ضمانت پر بنی اسرائیل نے اس گائے کو ذبح کر کے اس کے کسی عضو کو مقتول پر مارا وہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا اس حال میں کہ اس کی حلق سے خون کے بھوارے جاری تھے اس نے بتایا کہ مجھے میرے چچازاد بھائی نے قتل کیا ہے اس اعجاز سے مرعوب ہو کر اس نے اقرار کر لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو میراث سے بھی محروم فرمایا۔

حدیث میں ہے کہ ابتدا میں کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔ اور اخیر میں اگر ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک سوالات ہی کرتے رہ جاتے۔

قَالَ اَبُوالْعَالِيَةِ عَوَانٌ اَلنَّصَفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ۔ عوان کے معنی جو بکرا اور بڑھاپے کے درمیان ہو ادھیڑ۔ فَاقِعٌ صَافٍ۔ صاف ستھرا بے داغ۔ لَاذَلُوْلٌ لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ۔ اس سے کوئی کام نہ لیا گیا ہو۔ تُثِيْرُ الْاَرْضَ لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِى الْحَرْثِ۔ کام کرنے والی نہ ہو کہ زمین جوتے اور کھیت میں کام کرے۔ مُسَلَّمَةٌ مِنَ الْعُيُوْبِ۔ ہر عیب سے سالم ہو۔ لَاشِيَةَ بَيَاضٌ صَفْرَاءُ اِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهِ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ۔ یعنی سفید جس میں زردی جھلکتی ہو پیلی جس میں سیاہی جھلکتی ہو جیسے صُفْرَاءُ اسے کہتے ہیں جس کا رنگ پیلا ہو مگر اس میں سیاہی جھلکتی ہو جیسے کہتے ہیں جِمَالَاتٌ صُفْرٌ۔ وہ پیلے رنگ کے اونٹ جس میں سیاہی جھلکتی ہو۔ فَادَّارَأْتُمْ اِخْتَلَفْتُمْ۔ آپس میں تم نے اختلاف کیا ایک دوسرے پر ٹالتے رہے۔

بَابُ وَفَاةِ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِكْرِهِ بَعْدُ۔ ص ۴۸۳

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد ان کا ذکر۔

توضیح باب نزہۃ القاری جلد رابع ص ۱۰۱ پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال کی تفصیل اور یہ کہ ان کا مزار مبارک کہاں ہے ذکر کی جا چکی ہے۔ ایک روایت کے مطابق وصال کے وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر مبارک تقریباً ایک سو چالیس تھی۔

۱۸۰۸ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ آدَمُ

نے فرمایا کہ آدم اور موسیٰ نے آپس میں بحث فرمائی موسیٰ نے ان سے کہا آپ ہی

وَمُوْسٰى فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى اَنْتَ آدَمُ الَّذِىْ اَخْرَجَتْكَ خَطِيْئَتُكَ مِنَ

وہ آدم ہیں کہ آپ کی لغزش نے آپ کو جنت سے نکالا۔ تو ان سے آدم نے فرمایا آپ ہی وہ

الْجَنَّةِ قَالَ لَهُ آدَمُ اَنْتَ مُوْسٰى الَّذِىْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ

موسیٰ ہیں جنھیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ مشرف فرمانے کے

وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُوْمُنِىْ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَىَّ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ فَقَالَ

لئے منتخب فرمایا پھر مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ عہ

میں لکھ دی گئی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا آدم موسیٰ پر غالب رہے۔

۱۸۰۸

تشریحات حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا یہ مکالمہ ہو سکتا ہے کہ عالم ارواح میں ہوا ہو یا ہو سکتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہوا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ دونوں حضرات اکٹھے ہوئے ہوں تو وہاں ہوا ہو۔ مثلاً شب معراج۔

اشکال اور اس کا جواب۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ مجھ سے جو لغزش ہوئی وہ میری تقدیر میں لکھی ہوئی تھی وہ ٹل نہیں سکتی تھی اس لئے اس پر ملامت نہیں کرنا چاہئے اس پر اشکال یہ ہے کہ ہر عاصی کی معصیت تقدیر میں لکھی ہوئی ہے پھر کسی عاصی کی معصیت پر ملامت کرنا درست نہ ہوگا۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جب میں نے اس لغزش سے توبہ کر لی اور اللہ عزوجل نے میری توبہ قبول فرمائی تو آپ کو اس پر ملامت کرنا مناسب نہیں۔ اس جواب کا حاصل یہ ہوا۔ اَمر قَد قُدِّرَ سے مراد صرف لغزش نہیں بلکہ اس کے بعد توبہ و قبول توبہ بھی ہے۔

اقول وھو المستعان۔ اس خادم کی سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ اکل شجرہ سے ممانعت پھر اس کا کھانا پھر اس سے توبہ اور انابت پر ساتھ ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجنا اور اس کے لئے اکل شجرہ کو بہانہ بنانا کچھ ایسے اسرار سربستہ پر مبنی ہیں جس کی گتھی ہماری عقلیں نہیں سلجھا سکتیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسے جانتے تھے اس علم کے باوجود انھوں نے ملامت فرمایا تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ تو محرم اسرار ہیں سب کچھ جانتے ہیں پھر کیوں ملامت فرما رہے ہیں۔ یہ جواب بہت ہی معقول تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خاموش ہو گئے۔

۱۸۰۹ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ لَا رُقْیَۃَ اِلَّا مِنْ عَیْنٍ

حدیث عمران بن حصین نے کہا کہ جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر سے یا بچھو کے ڈنک سے تو میں

اَوْ حُمَۃٍ فَذَکَرْتُہٗ لِسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ

نے سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا ہم سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث

فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ

بیان کی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں ایک نبی

عہ ثانی تفسیر سورۂ طٰہٰ ص۶۹۲ و باب قولہ فلا یخرجنکما من الجنۃ ص۶۹۳ القدر، باب تحاج آدم و موسیٰ ص۹۷۹ التوحید، باب قولہ تعالیٰ وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۱۹ مسلم، قدر

الاُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِیُّ وَالنَّبِیَّانِ یَمُرُّوْنَ مَعَھُمُ الرَّھْطُ وَالنَّبِیُّ لَیْسَ مَعَہٗ

اور دو نبی گذرنے لگے کہ ان کے ساتھ ایک گروہ ہوتا اور ایسے نبی بھی گذرے جس کے ساتھ کوئی

اَحَدٌ حَتّٰی رُفِعَ لِیْ سَوَادٌ عَظِیْمٌ قُلْتُ مَا ھٰذَا اُمَّتِیْ ھٰذِہٖ قِیْلَ بَلْ

نہیں تھا یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی میں نے کہا کیا یہ میری امت ہے؟ کہا گیا

ھٰذَا مُوْسٰی وَقَوْمُہٗ قِیْلَ اُنْظُرْ اِلَی الْاُفُقِ فَاِذَا سَوَادٌ یَمْلَأُ الْاُفُقَ

نہیں۔ یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ کہا گیا افق کی طرف دیکھئے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے جو افق کو

ثُمَّ قِیْلَ لِیْ اُنْظُرْ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا فِیْ اٰفَاقِ السَّمَاءِ فَاِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ

بھرے ہوئے ہے۔ پھر کہا گیا دیکھئے یہاں وہاں آسمان کے کناروں میں۔ میں نے نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت دیکھا

الْاُفُقَ قِیْلَ ھٰذِہٖ اُمَّتُکَ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ

جو افق کو بھرے ہوئے ہے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے ان میں سے ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے بغیر حساب کے

اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَھُمْ فَاَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوْا

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور لوگوں سے یہ نہیں بتایا کہ یہ کون ہیں قوم نے آپس میں

نَحْنُ الَّذِیْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاتَّبَعْنَا رَسُوْلَہٗ فَنَحْنُ ھُمْ اَوْ اَوْلَادُنَا الَّذِیْنَ

بات کرنی شروع کی اور کچھ لوگوں نے کہا ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی ہم نے اتباع کی تو ہمیں لوگ وہ ہیں

وُلِدُوْا فِی الْاِسْلَامِ فَاِنَّا وُلِدْنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

یا ہماری وہ اولادیں جو اسلام میں پیدا ہوئیں اور ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَقَالَ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا

پہنچی تو حضور باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور علاج

یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَکْتَوُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ فَقَالَ عُکَاشَۃُ بْنُ

کے لئے جسم کو نہیں داغتے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یہ سن کر عکاشہ بن محصن نے عرض کیا۔ کیا

مِحْصَنٍ اَمِنْھُمْ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

ان میں سے میں ہوں یا رسول اللہ؟ فرمایا ہاں پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ کیا

نَعَمْ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ اَمِنْھُمْ اَنَا قَالَ سَبَقَکَ بِھَا عُکَاشَۃُ علہ

ان میں سے میں ہوں؟ تو فرمایا اس معاملہ میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

۸۰۹

تشریحات **سد الأفق** ۔ بظاہر افق آفاق کا واحد ہے مگر ابن اثیر نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ افق واحد جمع دونوں ہو جیسے فلک ۔ اس حیثیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت اس امت کے بعد سب سے زیادہ ہے ۔

الذین لایسترقون ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ ازالہ مرض کے لئے اسباب پر عمل نہیں کرتے بلکہ راضی برضا رہیں جیسا کہ حضرت نظام شریعت والطریقت والدین محبوب الٰہی قدس سرہ نے عرض کیا ہے ”چوں درد بلا بہ تست برجانم بادا“ اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ امراض سے شفا حاصل کرنے کے لئے دوا علاج، دعا تعویذ شرعاً ناجائز ہے ۔ اس کا جواز قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے ثابت ہے اس سلسلے کی احادیث کتاب الطب میں آئیں گی مگر رضا بالقضا اور حقیقی توکل کی شان یہ ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر کے صرف مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا جائے وہ جس حال میں رکھے اسی حال میں خوش رہیں ۔

باب قول اللہ عزوجل وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا ص۴۸۴ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اللہ نے مثل **الی قولہ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ** ۔ آیت ۱۱ بیان فرمائی ۔ قانتین تک ۔

توضیح باب ان آیات میں فرعون کی اہلیہ حضرت آسیہ کا ذکر ہے کہ یہ اگرچہ فرعون کی بیوی تھیں اس کے عیال میں تھیں مگر یہ مومنہ مخلصہ تھیں یہی وہ نیک بخت خاتون ہیں جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تابوت میں دیکھ کر انھیں سمندر سے نکلوایا اور ان کی پرورش کی جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جادوگر پر غالب آگئے تو ان پر ایمان لائیں جب فرعون کو یہ معلوم ہوا تو اس ظالم نے ان کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونک کر دھوپ میں ڈال دیا اور ایک بھاری چٹان ان پر رکھ دیا جب لوگ چٹان لیکر ان کے قریب آئے تو انھوں نے اللہ سے یہ دعا کی اے اللہ میرے لئے جنت میں ایک محل بنا ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کو اللہ عزوجل نے ان کے جنت کا گھر دکھایا جو سفید موتی کا تھا اور ان کی روح کو اللہ نے نکال لیا۔ جب ان پر چٹان ڈالی گئی تو یہ زندہ نہ تھیں اس لئے انھیں اس سے کوئی تکلیف نہیں پہونچی ۔ اس مثل کا حاصل یہ ہے کہ انسان اگر مومن ہے، صالح ہے تو اگرچہ کسی کافر و فاسق سے اس کا تعلق ہو اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے فرمایا گیا کہ انھوں نے اپنے ایمان کو بھی سلامت رکھا اور کردار کو بھی اعلیٰ بنائے رکھا، اللہ نے انھیں یہ کرامت بخشی کہ ان کے شکم پاک میں اپنی روح پھونکی اور اپنے عہد کی تمام عورتوں پر ان کو فضیلت دی ۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ یعنی مِنَ الْقَوْمِ الْقَانِتِينَ مقام کا مقتضا یہ تھا کہ مِنَ الْقَانِتَاتِ فرمایا جاتا مِنَ الْقَانِتِينَ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ عبادت و طاعت پر اتنی

ع۱ ثانی الطب ۔ باب من اکتوی او کوی ص۸۵۰ ۔ اول ۔ الانبیاء ۔ باب وفاۃ موسیٰ ص۴۸۴ ۔ ثانی الرقاق ۔ باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب ص۹۶۸ ۔ الرقاق ۔ باب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ص۹۵۸ الادب ۔ باب من لم یرق ص۸۵۶ مسلم ۔ ایمان، ترمذی ، زہد، نسائی ، طب ۔

پابندی کرتی تھیں کہ مردوں کے ہمدوش ہوگئیں۔

۱۸۱۰ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِي عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ

نے فرمایا مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں صرف فرعون کی اہلیہ آسیہ

كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ

اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں اور عائشہ کی برتری عورتوں پر ایسی ہے

عِمْرَانَ وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى

جیسے ثرید کی برتری عام کھانوں پر ہے۔

سَائِرِ الطَّعَامِ ۔ عه

تشریحات ۱۸۱۰ کچھ علماء نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت آسیہ حضرت مریم نبیہ تھیں اس لئے کہ انسانیت کے کمال کا درجہ نبوت ہے حضرت امام ابوالحسن اشعری سے ایک روایت ہے کہ چھ عورتیں نبی ہوئی ہیں۔ حوار، سارہ، ہاجرہ، ام موسیٰ، آسیہ، مریم، اس پر کچھ لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سورۂ مریم میں پہلے حضرت مریم کا تذکرہ ہوا پھر کچھ اور انبیائے کرام کا اس کے بعد فرمایا گیا۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ (سورۂ مریم آیت ۵۸) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء میں سے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس پر اجماع امت ہے کہ نہ کوئی عورت نبی ہوئی اور نہ شرعاً ہو سکتی ہے حدیث میں کَمُلَ سے مراد اس اعلیٰ درجہ کا حصول ہے جو عورتوں کے شان کے لائق ہے نبوت چونکہ عورتوں سے اعلیٰ مقام ہے اس لئے وہ مراد نہیں ہو سکتا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کے سوا جتنے کمالات مردوں یا عورتوں کو ملنے ممکن ہیں وہ سب ان دونوں خاتون کو حاصل ہیں۔ اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اولٰئک کا اشارہ صرف انبیائے کرام کی جانب ہے۔

فضل عائشۃ علی النساء ۔ اس حدیث میں النساء جمع ہے جس پر الف لام استغراق کا ہے جو اگلی

عه باب واذ قالت الملائکۃ یا مریم صفحہ ۴۸۸ مناقب فضل عائشہ صفحہ ۵۳۲ ثانی باب الاطعمۃ باب الثرید صفحہ ۸۱۵ مسلم فضائل اطعمہ۔ نسائی مناقب عشرۃ النساء۔ ابن ماجہ اطعمہ۔

تمام عورتوں حتی کہ حضرت آسیہ و مریم کو بھی شامل ہے جس کا مفاد یہ ہوا کہ حضرت عائشہ مطلقاً تمام عورتوں سے افضل ہیں اگرچہ اس میں اختلاف ہے جس پر قدرے گفتگو نزھۃ القاری جلد اول ۱۸۶۔ ۱۸۸ پر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدار فضیلت قرب الٰہی اور علم اور صلاح اور تقویٰ ہے اور یہ تینوں باتیں حضرت عائشہ میں بدرجہ اتم موجود ہیں اس لئے فضیلت ان کو مطلقاً حاصل ہے ان کے اندر تین خصوصیتیں ایسی تھیں جو کسی بھی خاتون میں نہ تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ بہ نسبت دیگر ازواج کے زیادہ محبت تھی علم اجتہاد میں دنیا کی ساری عورتوں سے بڑھی ہوئی تھیں حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں فتویٰ دیتی تھیں اجلہ صحابہ کرام و تابعین عظام مشکل سے مشکل دقیق سے دقیق مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور تسلی بخش جواب بھی پاتے تھے آپ سے بہ نسبت عورتوں کے سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے مروی ہے۔

ثرید ۔ گوشت کے شوربے میں روٹی توڑ کر بنایا جاتا ہے۔ یہ کھانا انتہائی لذیذ بھی ہوتا ہے اور کھانے میں سہل زود ہضم ان خصوصیات کی وجہ سے اہل عرب کو سب کھانوں سے زیادہ پسند تھا اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت کی تمثیل میں اسے ذکر فرمایا۔

باب قَوْلِہٖ اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی ص۴۸۲ بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا۔

توضیح باب قارون عجمی اسم ہے جیسے ہارون علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے اور کچھ لوگوں نے جو یہ کہا کہ عربی ہے قرن سے فاعولن کے وزن پر یہ غلط ہے کیونکہ سوائے علمیت کے اور کوئی سبب منع صرف نہیں پایا جائے گا۔ پھر اس کو منصرف ہونا لازم تھا علاوہ ازیں جب یہ بنی اسرائیل کا فرد ہے تو اس کے نام کے عربی ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا رشتہ کیا تھا اس بارے میں چند اقوال ہیں حضرت موسیٰ کا چچا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یصہر کا بیٹا تھا انکی خالہ کا بیٹا تھا یہ نہایت خوبصورت حسین و جمیل آدمی تھا اسکو منور کہتے تھے۔ اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بڑا قاری تھا لیکن یہ سامری کی طرح منافق بھی تھا۔ ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع اور با اخلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال بدل گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا۔ یہ وہی بدنصیب و بدبخت ہے جس نے ایک بدکردار عورت کو پیسہ دے کر اس پر آمادہ کیا تھا کہ اپنے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متہم کرے۔ اس کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے اس بنا پر حسد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے ان کے لئے نبوت تھی۔ اور حضرت ہارون کے ذمہ قربانیاں کرانی تھیں۔ اسے کوئی منصب نہیں ملا۔ اس پر اس نے حضرت موسیٰ سے بغاوت کی۔ یہ اتنا مالدار تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اونٹوں کی ایک جماعت پر بھاری پڑتی تھیں۔ قرآن مجید میں عُصْبَۃ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی دس سے لے کر چالیس تک کے ہیں اور ایک کنجی انگلی کے برابر تھی لَتَنُوْءُ ۔ لَتُثْقِلُ ۔ بھاری ہوتی تھی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُوْلِی الْقُوَّۃِ لَا یَرْفَعُھَا الْعُصْبَۃُ مِنَ الرِّجَالِ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ طاقت ور مردوں کی ایک جماعت اسے نہیں اٹھا سکتی تھی۔

یُقَالُ الْفَرِحِیْنَ ۔ الْمَرِحِیْنَ ۔ اترانے والے وَیْکَانَ اللّٰہَ مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ یُوَسِّعُ عَلَیْہِ وَیُضَیِّقُ ۔ وَیْکَانَ اللّٰہَ ایسے ہی ہے جیسے الم تر الی آخرالآیۃ ہے ۔ یعنی اظہار تعبدی کے لئے ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون سے فرمایا کہ تجھ پر تیرے اموال کا ہزاروں حصہ زکوٰۃ فرض ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا میں پوری زکوٰۃ دوں گا ۔ لیکن جب گھر جاکر حساب لگایا تو یہ بھی بہت بڑی رقم ہوتی تھی لہذا اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم لوگ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہر بات مانتے آئے ۔ بولو کیا کہتے ہو ۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں ۔ جو چاہیں حکم دیں اس نے ان سے کہا فلانی آوارہ عورت کے پاس جاؤ اور اس کو اس پر آمادہ کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر تہمت لگائے اس کے عوض وہ جتنا مال چاہے لے لے ۔ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفیوں کا اور دوسرے بہت سے وعدے کر کے اس پر آمادہ کر لیا ۔ دوسرے دن قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آیا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ چل کر انھیں وعظ و نصیحت کیجئے ۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنی اسرائیل کے مجمع میں تشریف لے گئے اور یہ وعظ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو کسی پر زنا کی تہمت لگائے گا اس کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور اگر کوئی کسی کے ساتھ زنا کرے گا ۔ اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اسے ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے ۔

یہ سنتے ہی قارون کھڑا ہو گیا اور کہا حضور یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ حضور ہی کیوں نہ ہوں ۔ فرمایا یہ حکم سب کے لئے ہے ۔ اگرچہ خود میں کیوں نہ ہوں ۔ اب قارون نے کہا کہ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں بدچلن عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اسے بلاؤ وہ جب حاضر ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور تورات نازل فرمائی سچ سچ بتا ۔ رعب نبوت سے وہ عورت ڈر گئی اور اس نے صاف صاف یہ کہدیا کہ قارون جو کچھ کہنا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ غلط اور سراسر جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض بہت بھاری رقم دینے کا وعدہ کیا ہے اس سازش پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور یہ عرض کرنے لگے یارب اگر میں تیرا رسول ہوں تو قارون پر غضب نازل فرما ۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی میں نے زمین کو آپ کے تابع فرمان کر دیا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے فرمایا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ رہے اور جو میرا ساتھی ہے قارون سے جدا ہو کر میرے پاس آ گئے ۔ اس ارشاد پر سوائے دو شخصوں کے سب قارون سے جدا ہو گئے ۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لے ، یہ فرماتے ہی وہ تینوں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے پھر آپ نے زمین سے فرمایا پکڑ لے تو کمر تک دھنس گئے آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے وہ سب بہت

منت وسماجت کرتے رہے۔ قارون نے رشتہ داری کا واسطہ دیا مگر حضرت موسیٰ کا جلال کم نہ ہوا اور قارون اور اس کے ساتھی زمین میں دھنستے چلے گئے یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہوگئی۔ قتادہ نے کہا کہ قیامت تک وہ اسی طرح دھنستے چلے جائیں گے اب اس پر بنی اسرائیل کے مسخروں نے یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون کو اس لئے زمین میں دھنسایا ہے کہ ان کے مکان اور اموال اپنے قبضہ میں کرلیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جلال آیا تو آپ نے اس کے مکان مع خزانہ واموال زمین میں دھنسا دیا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔ صـ ۴۸۴

اور ہم نے مدین والوں کی جانب انکے ہم قوم شعیب کو بھیجا

توضیح باب حضرت شعیب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور یہ عرب العاربہ سے ہیں اور ان کی قوم اہل مدین ڈاکو تھے۔ قافلے والوں کو لوٹتے تھے اور ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔ اور اُچکے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں یہ ہدایت کی صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ جانو۔ اور اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں تم کو آسودہ دیکھتا ہوں۔ اور میں تم کو گھیرنے والے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو۔ اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کے خداؤں کو چھوڑدیں۔ جی ہاں آپ بہت عقلمند معلوم ہورہے ہیں۔ اگر آپ کا کنبہ نہ ہوتا ہم آپ پر پتھراؤ کر دیتے اور آپ کی ہماری نگاہ میں کچھ عزت نہیں۔ اس پر حضرت شعیب نے فرمایا۔ کیا میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ عزوجل سے زیادہ ہے۔ اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ بالآخر حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے لئے دعاء ہلاکت کی اور یہ سب عذاب سے دوچار کردیئے گئے۔ ہوا یہ کہ ان کو سخت گرمی پہنچی جس سے پریشان ہو کر گھروں سے باہر نکل پڑے تو ایک بادل آیا جو ان پر سایہ کر رہا تھا۔ یہ سب اس کے نیچے جمع ہو گئے اسی اثناء میں اس حصہ پر زلزلہ آیا اور اوپر سے سخت جان لیوا چیخ ہوئی جس کی وجہ سے سب مرگئے۔ حضرت شعیب کی عمر مبارک ایک سو چالیس سال ہوئی عذاب کے بعد یہ اپنی قوم میں ایک زمانۂ دراز تک رہے اسی اثناء میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کے پاس آئے۔ پھر یہ مکہ معظمہ چلے گئے وہیں ان کا وصال ہوا اور مسجد حرام میں حجر اسود کے اردگرد کہیں دفن کئے گئے۔

اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهُ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ وَاسْئَلِ الْعِيْرَ يَعْنِي اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَهْلَ الْعِيْرِ۔

الی مدین سے مراد یہ ہے کہ اہل مدین کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اس لئے کہ مدین ایک شہر ہے۔ اسی کے مثل ہے۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ وَاسْئَلِ الْعِيْرَ۔ یعنی بستی والوں سے اور قافلہ والوں سے پوچھو۔

وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ تَقْضِ حَاجَتَهُ ظَهَرْتَ حَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ

ان کی جانب تم نے التفات نہیں کیا جب تم کسی کی حاجت پوری نہ کرو تو وہ کہے گا میں نے اپنی حاجت کا تم سے

ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ اَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ مَكَانَتِكُمْ وَمَكَانِكُمْ وَاحِدٌ. يَغْنَوْا يَعِيْشُوْا. تَأْسَ تَحْزَنْ اٰسٰى. اَحْزَنُ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَيْكَةُ اَلْاَيْكَةُ يَوْمَ الظُّلَّةِ اِظْلَالُ الْعَذَابِ عَلَيْهِمْ

اظہار کیا اور تو نے مجھے پس پشت ڈال دیا۔ اور ظہری اس جانور اور اس برتن کو بھی کہا جاتا ہے جسے اپنے ساتھ رکھا جاتا ہے کہ وقت پر اس سے کام لیا جائے مکانتکم اور مکانکم دونوں ایک معنی میں ہیں یغنوا کا معنی یعیشوا ہے یعنی خوشگوار زندگی گذاریں۔ تأس کے معنی یہ ہیں کہ غم کرے۔ حضرت شعیب سے ان کی قوم نے کہا۔ آپ تو عقلمند نیک چلن ہیں اس سے ان کا مقصود استہزا تھا اور مجاہد نے کہا کہ لَیْکَۃ اور اَلْاَیْکَۃ ایک ہی چیز ہے۔ ایک جگہ کا نام ہے یوم الظلۃ سے مراد وہ دن ہے جس دن عذاب نے ان پر سایہ کیا تھا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ بے شک یونس رسولوں میں سے ہے۔ وھو ملیم تک

توضیح باب حضرت ابن عباس اور وہب کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس میں تاخیر ہوئی تو آپ قوم سے چھپ کر بستی سے نکل گئے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کا سفر شروع فرمایا۔ بیچ دریا میں کشتی ٹھہر گئی۔ ملاحوں نے بہت کوشش کی مگر کشتی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی کشتی کے ٹھہرنے کا کوئی سبب بھی ظاہر نہ ہوا ملاحوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا کشتی میں آگیا ہے۔ کون ہے بتائے جب کوئی نہیں بولا تو قرعہ اندازی ہوئی۔ قرعہ آپ ہی کے نام نکلا اب آپ نے فرمایا میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہوں۔ دستور یہ تھا۔ جب تک ایسے غلام کو دریا میں پھینک نہیں دیا جاتا کشتی آگے نہیں بڑھتی چنانچہ ملاحوں نے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ کشتی آگے بڑھ گئی اور آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ مُذْنِبٌ ۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ مُلِیْمٌ کے معنی مُذْنِبٌ یعنی گنہگار کے ہے مراد یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے آپ کو گنہگار تصور کرکے اپنے نفس کو ملامت فرماتے رہے ان کی شان کے لائق یہ نہ تھا کہ عذاب آنے میں جب تاخیر ہوئی اور قوم نے ان کا استہزا کیا تو انھیں چھوڑ کر چلے آئے ان کے منصب رفیع کے لائق یہی تھا کہ وہ قوم کی ایذا پر صبر کرتے اور اللہ کی مدد کا انتظار کرتے۔

اَلْمَشْحُوْنِ ۔ اَلْمُوْقَرُ۔ بھری ہوئی کشتی فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۔ یعنی حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہ جاتے۔ مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ دعا پڑھتے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک مجھ سے ایک بے جا کام ہوگیا۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ان کی قوم نے دعوت قبول نہیں کی اور کفر پر اڑے رہے تو انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا اب مجھے ہجرت جائز ہے۔ لیکن ان کے منصب کے لائق یہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کا انتظار فرماتے۔ بغیر اذن الٰہی ہجرت کردی یہ ان کے منصب رفیع کے

کے اعتبار سے بجا کام تھا۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَآءِ لِوَجْهِ الْاَرْضِ وَهُوَ سَقِيْمٌ وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِيْنٍ مِنْ غَيْرِ ذَاتِ اَصْلٍ اَلدُّبَّاءُ وَنَحْوُهُ۔

توہم نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے زمین پر پہنچا دیا وہ بہت ہی کمزور تھے توہم نے ان کے اوپر ایک بیل اگا دیا یقطین ایسی نبات کو کہتے ہیں جس کا تنا نہ ہو۔ بیلدار ہو زمین پر پھیلے جیسے کدو غیرہ

مدت دراز تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم مبارک خصوصًا کھال بہت نرم ہو گئی تھی اندیشہ تھا کہ مکھیاں بیٹھیں جس سے انھیں اذیت ہوتی تو اللہ عزوجل نے کدو کا درخت اگا دیا اس کے قریب مکھیاں نہیں جاتیں۔

وَاَرْسَلْنَاهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ اِلٰى حِيْنٍ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ۔ كَظِيْمٌ وَهُوَ مَغْمُوْمٌ۔

اور ہم نے ان کو بھیجا ایک لاکھ اور کچھ زائد کی جانب وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان کو ایک زمانہ تک فائدہ حاصل کرنے کے لئے موقع دیا اور مچھلی والے کے مثل نہ ہونا جب کہ انھوں نے پکارا اس حال میں کہ وہ غمزدہ تھے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ يَتَعَدَّوْنَ۔ يَتَجَاوَزُوْنَ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا۔ شَوَارِعَ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ خَاسِئِيْنَ بَئِيْسٍ شَدِيْدٍ۔ ص۴۸۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ان سے پوچھو ان بستی والوں کا حال جو سمندر کے کنارے تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے جب کہ ان کی مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی آتی تھیں اور ہفتہ کا دن نہ ہو تو نہیں آتی تھیں۔ خاسئین تک۔

توضیح باب یہ واقعہ اصحاب ایلہ کا ہے مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ بستی کون سی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین اقوال ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ یہ بستی مدینہ طیبہ اور مصر کے درمیان تھی دوسرا یہ ہے کہ مدین اور طور کے درمیان تھی۔ تیسرا یہ ہے کہ وہ بستی خود مدین ہے۔ امام زہری نے کہا کہ وہ قریہ طبریہ ہے جو شام میں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ ایلہ ہے۔ جمہور نے کہا کہ وہ قریہ مذکورہ ایلہ ہے جو مکہ اور مصر کے درمیان حاجیوں کے راستہ میں پڑتا ہے۔ بنی اسرائیل کے مذہب میں سنیچر بہت متبرک اور معظم دن ہے اس لئے ان کو سنیچر کے دن کسی چیز کا شکار کرنا منع تھا۔ حتی کہ مچھلیوں کا بھی۔ مگر ان کے لئے مشکل یہ تھی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر تیرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور دوسرے دنوں میں ایک بھی نظر نہ آتی تھیں۔ ان لوگوں نے ایک ترکیب کی کہ دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا گڑھا بنا لیا جسے پانی سے بھر دیا جمعہ کو شام سے پہلے پہلے جس راستے سے گڈھے میں پانی آتا اس کے حد فاصل کو توڑ دیتے سنیچر کو پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی گڈھے میں آجاتیں سنیچر کی شام کو اُسے بند کر دیتے اور اتوار کی صبح کو گڈھے کی سب مچھلیاں پکڑ لیتے اس سلسلے میں ان کے اندر تین گروہ ہو گئے ایک وہی جو شکار کرتا اور خوب مچھلیاں کھاتا۔ ایک وہ جو انھیں سختی سے منع کرتا۔ تیسرا صلح کل۔ نہ ایں کار کنم نہ انکار کنم۔ خود شکار نہیں کرتے اور شکار کرنے والوں کو منع بھی نہیں کرتے تھے۔ بالآخر منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے اپنے سارے

تعلقات منقطع کر لئے اپنے گھر الگ کر لئے بیچ میں دیوار قائم کر لی دونوں کے الگ الگ دروازے تھے جب حضرت داؤد کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے شکار کرنے والوں پر لعنت کی۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ خطا کار اپنے گھروں سے نہیں نکلے اطاعت شعاروں نے دیواروں پر چڑھ کر دیکھا وہ سب بندر ہو چکے تھے۔ یہ بندر ہونے والے اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے۔ ان کے کپڑے آکر سونگھتے تھے اطاعت شعاروں نے ان سے کہا کیا ہم تم کو اس سے منع نہیں کرتے تھے تو انھوں نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ضرور منع کیا تھا اس کے بعد وہ سب جو بندر ہو گئے تھے مر گئے معذبین کی نسل باقی نہیں رہتی۔ خاسئین کے معنی سخت مایوس کے ہیں۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اٰتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا اَلزُّبُرُ اَلْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ وَزَبَرْتُ كَتَبْتُ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ الزبر کے معنی کتابیں ہیں اس کا واحد زبور ہے۔ زبرت کے معنی لکھا میں نے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ الدُّرُوْعَ۔ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ اَلْمَسَامِيْرِ وَالْحَلَقِ لَا تُدِقَّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلُ وَلَا تُعَظِّمْ فَيَنْفَصِمُ۔

اور ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے اپنا بڑا فضل دیا اے پہاڑو! ان کے ساتھ رجوع کرو۔ امام مجاہد نے فرمایا یعنی ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔ اور پرندے اور ہم نے انکے لئے لوہے کو نرم کر دیا وسیع زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو۔

یعنی کیلوں اور حلقوں کا۔ کیلیں بہت پتلی مت رکھو کہ ڈھیلی رہیں اور نہ موٹی بناؤ کہ ٹوٹ جائیں۔ اَفْرِغْ۔ اَنْزِلْ۔ افرغ کے معنی ہیں اتار۔ طالوت جالوت کے قصے میں ہے کہ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اصحاب طالوت نے یہ دعا کی تھی رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے اللہ ہم پر صبر نازل فرما۔ اس لشکر میں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے۔ بَسْطَةً زِيَادَةً وَفَضْلًا۔ بسطۃ کے معنی زیادتی اور فضیلت کے ہیں۔ طالوت کے بادشاہ بنائے جانے میں وجہ ترجیح میں فرمایا تھا۔ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ، اللہ تعالیٰ نے طالوت کو علم اور جسم میں زیادتی عطا فرمائی۔

۱۸۱۱ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفِّفَ عَنْ دَاوُدَ الْقُرْاٰنُ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن یعنی زبور کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا وہ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم دیتے اور قرآن پڑھنا شروع فرماتے اور زین کسنے سے پہلے پورا پڑھ لیتے۔ اور اپنے ہاتھ کی

تُسْرِجَ دَوَابُّهٗ وَلَا يَاكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ ۔عہ

کمائی ہی سے کھاتے تھے ۔

تشریحات ۱۸۱۱ **القرآن** ۔ اس سے مراد توراۃ یا زبور ہے نبی کو جو کتاب دی جاتی ہے اس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے ۔ بِدَوَابِّهٖ ۔ تفسیر کی روایت میں بِدَابَّتِهٖ واحد ہے ۔ بدوابہ کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد ہمراہیوں اور خدام کے جانور ہیں ۔ یہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ تھوڑے زمانے میں عمل کثیر کر لیا کرتے تھے اس کو طیِّ زمان کہتے ہیں ۔ یہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بطور اعجاز و کرامت عطا ہوتا ہے ۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو بھی یہ کرامت عطا ہوئی تھی ۔ خود الفیوض المکیہ میں تحریر فرمایا ہے ایک فقیر قادری کو غسل کی حاجت تھی جب آنکھ کھلی تو سورج نکلنے میں صرف دس منٹ باقی تھے فقیر قادری نے بطریق مسنون مستحب غسل کیا چونکہ وہ نزلہ کا مریض ہے اس لئے بدن کو باطمینان اچھی طرح تولیہ سے پوچھا جاڑے کا موسم تھا اس کے لحاظ سے کئی کپڑے پہنے ہوئے تھا غسل سے پہلے ان کثیر کپڑوں کو اتارا غسل کرنے کے بعد ان سب کپڑوں کو پہنا جب باہر نکلا تو دیکھا کہ وقت وہی ہے یعنی سورج نکلنے میں دس منٹ باقی ہے یہ ایک خاص واقعہ ہے اعلیٰ حضرت کی کثیر تصانیف پر اگر نظر کی جائے اور اعلیٰ حضرت کی عمر مبارک پر تو جس تحقیق و تنقیح و تفصیل کے ساتھ ان کی تصانیف تقریباً لاکھ صفحات پر مشتمل ہیں یہ سب اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو طیِّ زمان حاصل تھا اتنی مدت میں اتنی کثیر تصانیف ایک شخص کی بس کی بات نہیں ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی اسی قسم کی روایت ہے ۔

باب وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (اِلٰى) وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔ صـ ۴۸۶ ؎ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو نعمتوں والے تھے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے

توضیح باب اللہ عزوجل نے پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے مسخر فرما دیا تھا وہ جہاں تشریف لے جاتے ساتھ ساتھ پہاڑ اور پرندے بھی جاتے اور ان کے ساتھ تسبیح کرتے ۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ننانوے بیویاں تھیں ۔ اس کے باوجود آپ نے ایک ایسی عورت کو پیام دیا جسے ایک مسلمان پیام دے چکا تھا جب آپ کا پیام پہنچا تو عورت کے اعزہ و اقارب نے آپ کا پیام منظور کر لیا اور اس مسلمان کا رد کر دیا اس عورت کا آپ سے نکاح ہو گیا ایک روایت یہ ہے کہ ایک عورت ایک مسلمان کے نکاح میں تھی حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مسلمان سے اپنی رغبت ظاہر فرمائی اور چاہا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے ۔ اس نے آپ کا لحاظ کرتے ہوئے اس عورت کو طلاق دے دیا پھر بعد عدت حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا

عہ ثانی تفسیر بنی اسرائیل باب قولہ واٰتینا داؤد زبورا صـ ۶۸۵

اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں اور اس زمانہ میں وہاں کا یہ دستور بھی تھا مگر چونکہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبی تھے ۔ یہ منصب نبوت کے مناسب نہ تھا اس لئے اس پر آپ کو آگاہ کیا گیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام محراب میں مصروف عبادت تھے ۔ کہ دو فرشتے کود کر مدعی مدعیٰ علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے انھیں دیکھ کر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر کچھ گھبراہٹ طاری ہوئی تو انھوں نے عرض کیا گھبرائیں نہیں ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے ہمارا حق کے مطابق فیصلہ فرمادیں ہمارے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ اپنی یہ دنبی بھی مجھے دیدے اور مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے یہ سن کر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا کہ اتنی دنبیوں کے ہوتے ہوئے تیری ایک دنبی کو مانگ کر اس نے تم پر ظلم کیا ۔ یہ سنتے ہی دونوں فرشتے غائب ہوگئے اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ ہماری جانچ کے لئے آئے تھے تو انھوں نے رب کے حضور معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع کیا اللہ عزوجل نے انھیں معاف فرمایا ۔ا

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ ۔ فصل فی الخطاب کا معنیٰ فیصلہ کی سمجھ ہے ۔

وَلَا تُشْطِطْ ـــــــ حد سے آگے نہ بڑھو زیادتی نہ کرو سیدھا راستہ بتائیے

وَلَا تُسْرِفْ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً يُقَالُ لِلْمَرْاَةِ نَعْجَةٌ وَّيُقَالُ لَهَا اَيْضًا شَاةٌ وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا مِثْلُ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ضَمَّهَا وَعَزَّنِيْ غَلَبَنِيْ صَارَ اَعَزَّ مِنِّيْ اَعْزَزْتُهٗ جَعَلْتُهٗ عَزِيْزًا فِي الْخِطَابِ يُقَالُ الْمُحَاوَرَةُ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ ۔ الشُّرَكَاءِ فَتَنَّاهُ ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِخْتَبَرْنَاهُ وَقَرَءَ عُمَرُ فَتَّنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ ۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۔

ہمارے اس بھائی کی ننانوے بیویاں ہیں ۔ عورت دنبی کو کہا جاتا ہے ۔ اور اس کو بکری بھی کہا جاتا ہے ۔ اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ یہ مجھے دیدو یہ ایسے ہی جیسے وکفلھا زکریا ہے یعنی زکریا نے مریم کو اپنی پرورش میں رکھ لیا ۔ یعنی یہ مجھ پر غالب ہوگیا ۔ اعززتہ کے معنی ہیں میں نے اس کو غالب کردیا بات کرنے میں ۔ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لئے سوال کر کے اس نے تجھ پر ظلم کیا ۔ اور بیشک بہت شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فتنّا کے معنی یہ ہے کہ ہم نے اسے آزمایا ۔ اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فتّنّاہ تار کی تشدید کے ساتھ پڑھا ۔ اب داؤد نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے ۔ اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ اَلرَّاجِعُ الْمُنِيْبُ ص۴۸۶ ۔ وَقَوْلُهٗ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا وہ اچھا بندہ ہے اور ہماری طرف رجوع ہونے والا ہے ـــــ اور اس کے اس ارشاد کا بیان ۔ اے رب مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو ۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ دعا قبول ہوئی اللہ عزوجل نے ان کے قبضہ میں ہوا کو دی وہ جہاں چاہتے ہوا کو حکم دیتے۔ ہوا نرم نرم چلتی اور دیو اُن کے قابو میں کر دیئے جن میں ہر قسم کے معمار غوطہ خور تھے اور کتنے دیو جرم میں سزا پاکر جکڑے گئے۔ تمام پرندے مسخر تھے جو ساتھ ساتھ چلتے رہتے فرش پر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ تشریف فرما ہوتے وہ فرش سب کو صبح لے کر ایک ماہ کی مسافت پر لیجاتا۔ اور شام کو واپس لاتا۔ چنانچہ آپ صبح کو دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو اُصطخر میں قیلولہ فرماتے جو ملک فارس میں ہے اور دمشق سے ایک ماہ کی راہ پر اور شام کو اُصطخر سے روانہ ہوتے تو شب کو کابل میں آرام فرماتے یہ بھی تیز سوار کے لئے ایک ماہ کی راہ ہے۔ آپ کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری فرمایا۔ اور جن آپ کے سامنے کام کرتے۔ محرابیں تصویریں بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں بناتے۔ آپ کے حکم سے بیت المقدس کی عمارت جنوں نے تعمیر کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جگہ کے متصل بیت المقدس کی بنیاد رکھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کی تکمیل سے پہلے ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اسے مکمل کر دینا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو اس کی تعمیر میں لگا دیا۔ اسی اثنار میں آپ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ایسی صورت پیدا فرمادے کہ شیاطین پر میری وفات ظاہر نہ ہو جب تک اس عمارت کو مکمل نہ کرلیں اور نیز جنوں کو جو غیب دانی کا دعویٰ ہے وہ باطل ہوجائے اس دعا کے بعد آپ محراب میں داخل ہوئے اور اپنے عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور اسی حال میں آپ کا انتقال ہوا۔ جن یہ سمجھتے رہے کہ آپ نماز میں کھڑے ہیں۔ جنوں کو دن رات کام کرنا پڑا۔ پہلے تو صرف دن میں کام کرتے اور رات میں چھٹی مل جاتی سال بھر یہی حال رہا۔ جب بیت المقدس کی عمارت مکمل ہوگئی تو عصائے مبارک تو دیمک نے کھالیا۔ اور آپ کا جسم مبارک زمین پر آرہا۔ اور آپ کی وفات کا حال سب کو معلوم ہوگیا۔ اب جنوں کو کہنا پڑا کہ اگر ہم غیب جانتے تو اس عذاب میں کیسے گرفتار رہتے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر مبارک ۵۳ سال کی ہوئی تیرہ سال کی عمر شریف میں تخت نشین ہوئے اور چالیس سال حکمرانی فرمائی۔

وَقَوْلُهُ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ اس کے ارشاد کا بیان۔ اور یہودیوں نے اس کی پیروی کی جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد حکومت میں۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کردی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء وعلمائے اس کا انکار کیا۔ لیکن ان کے جہال جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتاکر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی کتابیں چھوڑدیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت میں یہ آیت نازل فرمائی جس کا

حاصل یہ ہے کہ جادو حضرت سلیمان کا علم نہیں بلکہ شیاطین کا علم ہے۔

وَقَوْلُهُ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ أَذَبْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ الْحَدِيدِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ۔

اور سلیمان کے بس میں ہوا کو کر دیا جو صبح کو ایک ماہ کی راہ لے چلتی اور شام کو ایک ماہ کی راہ اور ہم نے سلیمان کے لئے لوہے کا چشمہ بہایا۔ قطر کے معنی تانبے کے بھی ہیں لوہے کے بھی ہیں اور جنوں میں وہ تھے جو ان کے سامنے کام کرتے ان کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے ہٹے گا اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَا دُونَ الْقُصُورِ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ كَحِيَاضِ الْإِبِلِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ۔

اور سلیمان کے لئے بناتے تھے وہ جو چاہتے محرابیں مجاہد نے کہا محراب سے مراد عمارت ہے محل کے علاوہ اور تصویریں بناتے اور حوض کے مثل لگن یعنی اونٹوں کے حوض کے مثل اور ابن عباس سے فرمایا زمین کے بڑے گڑھوں کے مثل۔

وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ الْأَرَضَةُ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ عَصَاهُ۔ فَلَمَّا خَرَّ إِلَى فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ۔

اور لنگر دار دیگیں بنانے یعنی بہت بڑی بڑی، اے آل داؤد شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہیں جن کو ان کی وفات کا پتہ نہیں دیا مگر دیمک نے جو ان کے عصا کو کھاتی تھی۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم اقدس زمین پر آرہا تو جنوں پر یہ ظاہر ہوگیا کہ اگر وہ غیب جانتے تو رسوائی کے عذاب میں نہیں پھنسے رہتے۔

حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي مِنْ ذِكْرِ رَبِّي فَطَفِقَ مَسْحًا يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا الْأَصْفَادُ الْوَثَاقُ۔

گھوڑوں کی محبت نے میرے رب کے ذکر سے روک دیا مجھ کو۔ اس آیت میں عن بمعنی من ہے۔ تو حضرت سلیمان ان گھوڑوں کی پیٹھ اور گردن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ الاصفاد۔ بیڑی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ۔ الصَّافِنَاتُ صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ إِحْدَى رِجْلَيْهِ حَتَّى تَكُونَ عَلَى طَرَفِ الْحَافِرِ۔

مجاہد نے کہا کہ صافنات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ گھوڑے اپنے ایک پاؤں کو اٹھا کر اس کی کھر زمین پر رکھتے تھے یہ اصیل گھوڑوں کی خاصیت ہے۔

اَلْجِيَادُ السِّرَاعُ۔ تیز دوڑنے والے۔ جَسَدًا شَيْطَانًا۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا میں آج رات اپنی نوے بیویوں پر دورہ کروں گا۔ ہر ایک حاملہ ہوگی۔ اور ہر ایک سے راہ خدا میں جہاد کرنے والا اسوار پیدا ہوگا۔ مگر یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے انشاء اللہ نہیں فرمایا تھا۔ تو کوئی بھی عورت حاملہ نہیں ہوئی سوائے ایک کے اور اس کو بھی ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے انشاء اللہ

فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں سے لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۔ اور ہم نے سلیمان کو آزمایا۔ اور ان کے تخت پر ایک بے جان جسم ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ ہماری طرف رجوع ہوا۔

امام بخاری نے جسداً کی تفسیر شیطاناً سے کی ہے۔ یعنی ہم نے ان کی کرسی پر شیطان کو ڈال دیا۔ اس سے انہوں نے ایک دوسری تفسیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شیطان سے فرمایا جس کا نام آصف تھا۔ تم لوگوں کو کیسے فتنے میں ڈالتے ہو اس نے کہا کہ اپنی انگوٹھی مجھے عطا فرمائیے تو میں آپ کو بتاؤں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انگوٹھی اس کو دے دی اس نے وہ انگوٹھی دریا میں پھینک دی۔ اور وہ جیسا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کرسی سے اتر پڑے تو یہ شیطان کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل بنا کر کرسی پر بیٹھا تھا۔ لیکن اس کو یہ قدرت نہیں ہوئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کے قریب جا سکے یہ بات ان کی والدہ ماجدہ کو کھٹکی ایک دن مچھلی آئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک زوجہ نے اس کا پیٹ پھاڑا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری مل گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک واپس آگیا۔ اور یہ شیطان بھاگ کر سمندر میں چھپ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس جن کا نام صخر تھا۔ مگر یہ روایت بہت واہی اور ناقابل التفات ہے اسی لئے ہم نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی۔

رُخَاءً طَيِّبَةً حَيْثُ أَصَابَ. حَيْثُ شَاءَ فَامْنُنْ - أَعْطِ - بِغَيْرِ حِسَابٍ بِغَيْرِ حَرَجٍ عِفْرِيتٌ - مُتَمَرِّدٌ مِنْ إِنْسَانٍ أَوْ جَانٍّ مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهُ زَبَانِيَةٌ ۔

نرم نرم ہوا چلتی جہاں چاہتے لے جاتی بغیر حساب عطا فرماؤ۔ بغیر کسی حرج کے۔ عفریت کے معنی سرکش جن و انس جیسے زبنیہ جس کی جمع زبانیۃ ہے۔ سپاہی کے معنی ہے۔

۱۸۱۲ حدیث

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ يَسْتَوْقِدُ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِي النَّارِ ؏

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میرا اور لوگوں کا حال اس شخص کے مثل ہے جو آگ جلائے پتنگے اور یہ جانور آگ میں گرنے لگیں۔

؏ ثانی۔ الرقاق۔ باب الانتہاء عن المعاصی ص ۹۵۸۔ مسلم فضائل۔ ترمذی ادب۔ مسند امام احمد۔

۱۸۱۳　قَالَ وَكَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ

حدیث کہا اور دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ دونوں کے بچے تھے بھیڑیا آیا ان میں سے ایک

بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرَى

بچے کو لے گیا اس کے ساتھ والی نے کہا تیرے بچے کو لے گیا دوسری نے کہا کہ تیرے بچے کو لے گیا دونوں نے

إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا

داؤد علیہ السلام کے یہاں معاملہ پیش کیا انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا پھر دونوں

عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ

سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور انھیں اپنا حال بتایا فرمایا چھری لاؤ بچہ کاٹ کر تم دونوں

بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ

کو دیدوں تو چھوٹی والی عورت نے کہا ایسا نہ کریں اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ بچہ اسی کا ہے۔

لِلصُّغْرَى قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ابو ہریرہ نے کہا بخدا میں

وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ ۔عہ

نے اسی دن سکین سنا ہم صرف مُدیہ کہا کرتے تھے۔

۱۸۱۳ **تشریحات** یہ حقیقت میں دو حدیثیں ہیں جن دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے اکٹھا ذکر فرمادیا ہے پہلی حدیث کتاب الرقاق میں ہے وہاں اخیر میں یہ زائد ہے وہ انھیں آگ سے بچانا چاہتا ہے مگر جانور اس پر غالب آکر آگ میں کودپڑتے ہیں میں تمہاری کمر کو پکڑے ہوئے ہوں آگ سے بچانے کے لئے لوگ اس میں گرے پڑتے ہیں۔

قضیٰ للکبریٰ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں کیسے فیصلہ کردیا اس سلسلے میں شراح نے بڑی نکتہ آفرینی کی ہے لیکن وہ صرف ظن وتخمین ہے، اس عاجز کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ بچہ بڑی عورت کے گود میں رہا ہوگا اور چونکہ اس کے خلاف چھوٹی عورت نے کوئی ثبوت نہیں پیش کیا اس لئے قبضہ دلیل ملک ہے کی رو سے بڑی کے حق میں فیصلہ کردیا اس لحاظ سے ان کا فیصلہ حق تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے زیادہ دقیق طریقے پر یہ معلوم کرلیا کہ یہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے اس روایت میں اختصار ہے پوری روایت یہ ہے کہ بڑی عورت نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم کو منظور کرلیا تھا کہ بچہ کاٹ کر آدھا

عہ ثانی الفرائض۔ باب اذا ادعت المرأۃ ص۱۰۰۱ ، نسائی قضاء

آدھا دونوں کو دے دیا جائے اور چھوٹی نے یہ کہا کہ ایسا ہے تو بچہ اسی کے پاس رہنے دیجئے۔ اس سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سمجھا کہ یہ بچہ حقیقت میں چھوٹی ہی کا ہے دونوں حضرات کے فیصلے اپنے اجتہاد سے تھے مگر چونکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اجتہاد زیادہ قوی تھا اس لئے اسے ترجیح حاصل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ ص ۴۸۷۔ — اللہ رب العزت کے اس ارشاد کا بیان اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔

توضیح باب امام المغازی محمد بن اسحاق نے کہا کہ لقمان کا نسب یہ ہے لقمان بن باعود بن ناہوح بن تارخ وہب کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے مقاتل نے کہا کہ یہ حضرت ایوب کے خالہ کے فرزند تھے۔ امام واقدی نے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ مشہور ہے کہ آپ ایک ہزار سال زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا ان کے زمانہ میں فتویٰ دینا چھوڑ دیا پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے حکمت کے لغوی معنی ہیں سمجھ کے، کچھ لوگوں نے کہا کہ حکمت کے معنی معرفت اور صحیح رائے قائم کرنے کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حکمت ایک نور ہے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں رکھتا ہے اسے روشن کر دیتا ہے۔

يَا بُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اِلٰى فَخُوْرٍ۔ — اے میرے بیٹے اگر برائی رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو اللہ اسے لے آئے گا بے شک اللہ ہر باریکی جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

حضرت لقمان کے صاحبزادے کا نام ۔ اَنْعَم یا اَشْکَم، تھا۔ تُصَعِّرْ۔ اپنا منہ ٹیڑھا نہ کر و منہ پھیرنا۔

باب وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ۔ — اور ان کے لئے مثل بیان فرمائیے اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔

توضیح باب قریۃ سے مراد انطاکیہ ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے دو حواریوں صادق۔ صدوق۔ کو انطاکیہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے دین حق کی دعوت دیں۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انھوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ اس شخص کا نام حبیب نجار تھا اس نے ان کا حال دریافت کیا۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بھیجے ہوئے ہیں تاکہ ہم تمہیں دین حق کی دعوت دیں حبیب نجار نے نشانی طلب کی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں۔ اندھوں کو بینا کرتے ہیں برص دور کرتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا۔ انھوں نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا حبیب نجار ایمان لائے۔ یہ خبر جب شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ فوج در فوج بیماروں کو لانے لگے سب کو شفا حاصل ہوئی انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ سب حال معلوم ہوا تو اس

نے دونوں کو بلایا۔ اور انھیں تنبیہ کی کہ ہمارے معبودوں کے سوا کوئی معبود نہیں ان دونوں حضرات نے فرمایا معبود وہ ہے جس نے تم کو اور تمہارے معبودوں کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ کے شہر انطاکیہ والے ان کے پیچھے پڑ گئے انھیں مارا پیٹا۔ بادشاہ نے ان دونوں کو قید کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیجا وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے مقربین و مصاحبین سے راہ و رسم پیدا کر کے بادشاہ تک رسائی حاصل کر لی۔ بادشاہ آپ سے بہت متاثر ہوا۔ جب آپ نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ سے بہت متاثر ہے تو آپ نے بادشاہ سے ان قیدیوں کے بارے میں پوچھا۔ بادشاہ نے کہا کہ انھوں نے ایک نئے دین کا نام لیا تو مجھے غصہ آ گیا اس پر میں نے ان دونوں کو قید کر لیا۔ شمعون نے کہا یہ بات مناسب نہیں ان کی بات سنی چاہئے تھی۔ اگر آپ کی رائے ہو تو دونوں کو بلوایا جائے۔ اور پوچھا جائے وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے۔ شمعون نے ان سے پوچھا تمہیں کس نے بھیجا ہے تو انھوں نے کہا اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر جاندار کو روزی دی جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے کہا تمہاری نشانی کیا ہے تو انھوں نے کہا جو بادشاہ چاہے تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلوایا۔ ان دونوں نے دعا کی اور لڑکا بینا ہو گیا۔ اب شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ آپ بھی اپنے معبودوں سے کہیں وہ ویسا ہی کر دکھائیں تاکہ تیری اور تیرے معبودوں کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعون سے کہا تم سے کیا چھپاؤں تمہیں معلوم ہے ہمارے معبود نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں۔

اس کے بعد بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود مردے جلانے پر قادر ہوں تو ہم ان پر ایمان لائیں گے۔ تو حواریوں نے کہا کہ ہمارا معبود ہر شی پر قادر ہے۔ بادشاہ نے ایک دیہاتی کے لڑکے کو منگوایا جس کے مرے ہوئے سات روز ہو گئے تھے جسم خراب ہو چکا تھا بدبو اٹھ رہی تھی۔ ان دونوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا اور کہنے لگا میں مشرک مرا تھا مجھ کو جہنم کی ساتوں وادیوں میں داخل کیا گیا میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم لوگ ہو وہ بہت نقصان دہ ہے۔ اسے چھوڑ دو اور ایمان لاؤ اس نے یہ بھی بتایا کہ جب آسمان کے دروازے کھلے تو مجھے ایک جوان نظر آیا جو ان تینوں شخصوں کی شفارش کر رہا تھا بادشاہ نے پوچھا کون تین اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ۔ اس پر بادشاہ کو تعجب ہوا جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ پر اثر کر گئی تو اس بادشاہ کو نصیحت کی جس پر وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ بھی ایمان لائے اور کچھ لوگ ایمان نہ لائے۔ اور عذاب الٰہی سے ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کو سورۂ یٰسٓ شریف کی ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ۔

ہم نے ان کو قوت دی۔ تمہاری نحوست تمہاری مصیبت۔

بَابُ قَوْلِهِ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا إِلَى قَوْلِهِ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ ص ۴۸۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اپنے بندہ زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا تذکرہ اس کے اس قول تک اور ہم نے اسکے پہلے اس نام کا کوئی نہیں پیدا کیا۔

توضیح باب

حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والتسلیم حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں اور بڑھئی تھے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب بنی اسرائیل نے ان کو شہید کرنا چاہا تو یہ بھاگے ایک درخت کو دیکھا کہ پھٹ گیا ہے اس نے آواز دے کر کہا کہ آکر مجھ میں چھپ جائیے آپ اس میں جاکر چھپ گئے پھر درخت آپس میں جٹ گیا۔ شیطان نے ان کے کپڑے کا ایک کونہ درخت سے باہر نکال دیا اس سے ان ظالموں نے جان لیا کہ اس میں چھپے ہوئے ہیں انہوں نے آرے سے اس درخت کو چیر دیا۔ حضرت زکریا کے کمر پر آرہ پڑا اور وہ دو ٹکڑے ہوگئے یہاں شروع سورۂ مریم کی آیتیں تحریر فرمائیں جن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر پاک ہے۔ حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والتسلیم کی عمر جب بہتر یا اسی سال کی ہوگئی اس وقت فرزند کے لئے دعا کی۔ اس کا باعث یہ بنا کہ حضرت زکریا محراب میں جب حضرت مریم کے پاس جاتے تو وہاں گرمی کے دنوں میں جاڑے کے میوے اور جاڑوں میں گرمی کے میوے موجود پاتے۔ اس وقت آپ نے فرزند کے لئے دعا کی۔ جس کا قصہ سورۂ مریم کی ابتدا میں مذکور ہے

رَضِيًّا مَرْضِيًّا، پسندیدہ یعنی جن کو تو بھی پسند کرے اور تیرے بندے بھی۔ عُتِيًّا عَصِيًّا۔ یہ عتا یعتو سے ہے۔ سوکھنے کی حد تک۔ یعنی میں بڑھاپے کی وجہ سے اس منزل پر پہنچا ہوں کہ سوکھ گیا ہوں قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ عرض کیا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں۔ اس وقت عمر مبارک بہتر یا اسی سال کی تھی۔

ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ حضرت زکریا نے عرض کیا کہ مجھے بچہ عطا ہوگا اس کی کوئی نشانی بتائی جائے۔ فرمایا گیا ہر طرح ٹھیک ٹھاک رہتے ہوئے تین دن تین رات بات نہیں کر پاؤگے۔

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔ فَأَوْحَىٰ۔ فَأَشَارَ۔ اس کے بعد وہ مسجد سے نکل کر اپنی قوم کے پاس تشریف لائے۔ اور انھیں اشارے سے حکم دیا کہ صبح وشام تسبیح کیا کرو۔ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (الی) وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ اے یحیٰ کتاب مضبوطی سے تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی وہ کمال ڈر والا اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا سرکش اور نافرمان نہ تھا۔ سلامتی ہو اس پر جس دن پیدا ہوا جس دن مرے گا جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحیٰ کی والدہ کا نام اشیاع بنت فاقوذہ تھا جو حضرت مریم کی والدہ حنہ کی بہن تھیں۔ حضرت یحیٰ کی والدہ حضرت مریم سے ملیں اور انھیں اپنے حاملہ ہونے کی خبر کی تو حضرت مریم نے فرمایا میں بھی حاملہ ہوں حضرت یحیٰ کی والدہ نے کہا اے مریم! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کرتا ہے۔ حضرت یحیٰ حضرت عیسیٰ سے چھ سال عمر میں بڑے تھے خزائن العرفان تفسیر آل عمران زیر آیت (۴۰) یہ تحریر ہے کہ حضرت یحیٰ کے لئے دعا کرتے وقت حضرت زکریا کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کی تھی اور ان کی اہلیہ اشیاع کی عمر اٹھانوے سال کی۔ مگر سورۂ مریم کی تفسیر زیر آیت (۸) یہ تحریر ہے کہ اس وقت ان کی عمر مبارک بہتر یا اسی سال کی تھی۔ غالبا یہ اختلافات روایت کی

بنا پر ہے۔

حضرت یحییٰ کو نو سال کی عمر میں یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یحییٰ سے پہلے اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ہے علمار کا اس میں اختلاف ہے کہ یحییٰ عجمی ہے کہ عربی بہر صورت یہ غیر منصرف ہے اگر عجمی ہے تو عجمہ اور علمیت کی بنا پر۔ اور اگر عربی ہے تو وزن فعل اور علمیت کی بنا پر اس خادم کی رائے یہ ہے کہ عجمی ہے اس لئے کہ یہ بنی اسرائیل سے تھے اور بنی اسرائیل کی زبان عبرانی تھی۔ حَفِیًّا لَطِیْفًا۔ سورۂ مریم ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا۔ بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری نے فرمایا۔ لطیفًا۔ عَاقِرًا۔ الذکر والانثیٰ یعنی یہ صیغہ مذکر و مؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

باب وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا۔ ص ۴۸۸

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔

توضیح باب یہاں سے حضرت عیسیٰ کی ولادت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ حضرت مریم اپنے مکان میں یا بیت المقدس کی مشرقی جانب میں لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لئے خلوت میں بیٹھیں اور بیچ میں ایک پردہ کر لیا حضرت جبرئیل ایک تندرست انسان کی شکل میں ان کے پاس تشریف لائے انھیں دیکھ کر حضرت مریم گھبرا گئیں اور فرمایا اگر تو خدا ترس ہے تو میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں حضرت جبرئیل نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں حضرت مریم نے فرمایا کہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا نہ تو مجھے کسی انسان نے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں حضرت جبرئیل نے فرمایا اس کے باوجود تمہیں لڑکا ملے گا جو لوگوں کے لئے نشانی اور رحمت ہوگا یہ سن کر حضرت مریم کو اطمینان ہو گیا۔ حضرت جبرئیل نے ان کے گریبان یا آستین یا دامن یا منہ میں دم فرمایا اور وہ بقدرت الٰہی حاملہ ہو گئیں۔ اس وقت حضرت مریم کی عمر دس یا تیرہ سال کی تھی اس کے بعد حضرت مریم بیت اللحم میں چلی گئیں۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ۔ اور یاد کرو جب فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا کہ اللہ تم کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (الی قولہ) بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا پر چن لیا ہے۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاٰلُ عِمْرَانَ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلِ یٰسٓ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ مراد یہ ہے کہ ان حضرات کی آل میں سے جو مومن ہیں انھیں چن لیا۔ یَقُوْلُ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ ابراہیم سے سب سے قریب وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ مومن ہی ہیں۔ وَیُقَالُ اٰلُ یَعْقُوْبَ اَهْلُ یَعْقُوْبَ فَاِذَا صَغَّرُوْا اٰلَ رَدُّوْهُ اِلَى الْاَصْلِ قَالُوْا اُهَیْلٌ۔ آل یعقوب یعنی اہل یعقوب آل کی جب تصغیر کرتے ہیں تو اصل کی طرف لوٹاتے ہیں کہتے ہیں اہیل۔ آل و اہل ہم معنی ہیں لیکن عرف عام میں اشراف کے لئے خواہ وہ دنیوی شرافت والے ہوں یا دینی آل بولتے ہیں۔ جیسے آل ابراہیم یا آل فرعون۔ اور

اہل عام ہے راجح یہ ہے کہ آل کے معنی متبع کے ہیں جس پر بارہا کلام ہو چکا ہے۔

باب وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ (الی قوله) أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص ۴۸۸

اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تم کو چن لیا ہے اور تمہیں پاک کیا ہے اور تم کو دنیا کی تمام عورتوں سے منتخب کر لیا ہے۔ الی۔ ان میں کون مریم کی کفالت کرے گا۔

توضیح باب جب مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو فرشتوں نے ان سے یہ خطاب کیا تھا مزید یہ بھی کہا تھا۔ اے مریم! اماں کی فرماں برداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی آپ کی طرف اے محبوب ہم وحی کرتے ہیں۔ اور آپ اس وقت اپنے جسم اقدس کے ساتھ موجود نہیں تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہے گی۔ اور تم ان کے پاس نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو آپ کی والدہ ماجدہ نے کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس کے احبار کے پاس رکھ دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد سے تھے اور یہ بیت المقدس کے کلید بردار تھے۔ چونکہ حضرت مریم ان کے امام صاحب قربان کی دختر تھیں اس لئے سب نے حضرت مریم کے لینے کی رغبت ظاہر کی۔ جن کی تعداد ستائیس تھی۔ حضرت زکریا نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ ان کی خالہ میری اہلیہ ہیں۔ فیصلہ اس پر ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے یہ سب لوگ اپنی وہ قلمیں جن سے توراۃ لکھا کرتے تھے لے کر دریائے اردن پر پہنچے اپنی قلموں کو دریا میں ڈال دیا اوروں کے قلم نیچے بیٹھ گئے اور حضرت زکریا کا قلم اوپر تیرتا رہا اس لئے حضرت مریم ان کی پرورش میں دیدی گئیں يُقَالُ۔ يَكْفُلُ۔ يَضُمُّ۔ كَفَلَهَا ضَمَّهَا۔ مُخَفَّفَةٌ لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُونِ وَشِبْهِهَا يَكْفُلُ کے معنی ملانے کے ہیں كفلها کے معنی اس سے اس کو ملایا بغیر تشدید یہ قرض وغیرہ کے کفالت سے نہیں ہے۔

۱۸۱۴ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ عہ

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا دنیا کی تمام عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ہیں اور دنیا کی تمام عورتوں سے بہتر خدیجہ ہیں۔

عہ مناقب انصار باب تزویج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدیجہ ص ۵۳۸ دو طریقے سے۔

۱۸۱۴

تشریح جلد اول میں گذر چکا ہے کہ علما رکا اس میں اختلاف ہے کہ مطلق تمام عورتوں سے افضل کون خاتون ہیں حضرت خدیجہ حضرت عائشہ یا حضرت فاطمہ۔ وہیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ بہتر توقف ہے رہ گئیں حضرت مریم تو بہر حال وہ اس امت کی تمام عورتوں سے افضل نہیں ہاں بنی اسرائیل اور اپنے عہد کی تمام عورتوں سے افضل ہیں جو لوگ حضرت عائشہ یا حضرت فاطمہ کو تمام عورتوں سے افضل مطلقاً مانتے ہیں وہ اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں نسائھا سے مراد حضرت خدیجہ کی حیات کی تمام عورتیں ہیں اور سیاق اس کا مؤید بھی ہے اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث کے پہلے ٹکڑے میں "خیر نسائھا" سے مراد اس زمانے کی عورتیں ہیں۔

باب قَوْلِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ، وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (الیٰ قولہ) كُنْ فَيَكُوْنُ۔ آل عمران ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔

صفحہ ۴۸۸ اللہ جل جلالہ کے اس ارشاد کا بیان اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا مریم سے بیشک اللہ تم کو اپنے پاس سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسی ابن مریم ہے دنیا و آخرت میں باوقار اور مقربین میں سے ہوگا اور گہوارے اور پکی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا اور خواص میں سے ہوگا۔

مریم نے کہا اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا فرمایا اللہ یوں ہی جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ چیز ہوجاتی ہے يَبْشُرُكِ۔ يُبَشِّرُكِ وَاحِدٌ۔ وَجِيْهًا شَرِيْفًا۔ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ الْمَسِيْحُ الصِّدِّيْقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَهْلُ الْحَلِيْمُ۔ وَالْاَكْمَهُ مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ وَقَالَ غَيْرُهٗ مَنْ يُّوْلَدُ اَعْمٰى يَبْشُرُكِ وَيُبَشِّرُكِ مجرد اور مزید ایک معنی میں ہے۔ وجیہا کے معنی شریف ہے اور ابراہیم نے کہا مسیح کا معنی صدیق ہے اور مجاہد نے کہا الکہل کا معنی سمجھدار ہے اور اکمہ وہ ہے جو دن میں دیکھے اور رات میں نہ دیکھے اور ان کے علاوہ نے کہا جو اندھا پیدا ہو۔

۱۸۱۵ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَاَرْعَاهُ عَلٰى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قریش کی عورتیں ان تمام عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوئیں بچے پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والی اور شوہر کی ملکیت کی سب

زَوجٍ فِی ذَاتِ یَدِہٖ وَیَقُوْلُ اَبُوْھُرَیْرَۃَ عَلٰی اِثْرِ ذٰلِکَ وَلَمْ تَرْکَبْ

سے زیادہ حفاظت کرنے والی ۔ اس کے بعد ابو ہریرہ فرماتے تھے مریم بنت عمران

مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِیْرًا قَطُّ ۔ عہ

اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں ۔

تشریحات ۱۸۱۵ احناہ علی طفل ۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ فرمایا جاتا احناھُنَّ لیکن اہل عرب خلاف قیاس ایسے موقع پر ہمیشہ واحد مذکر کی ضمیر لاتے ہیں ۔ اور مرجع اپنے ذہن میں متعین واحد یا خلق کو مان لیتے ہیں ۔ جیسے بولتے ہیں احسن النّاس وجھًا واحسنہ خلقًا ۔ اور یہی تقریر ارغاء میں ہے ۔
یہ دونوں چیزیں عورت کے اعلیٰ صفات میں ہے اولاد پر شفقت اور شوہر کے مال کی حفاظت اس میں خیانت نہ کرنا ۔ یہ عورت کے مکارم اخلاق میں سے ہے ۔

یقول ابوھریرۃ ۔ یہ حضرت ابو ہریرہ نے دفع دخل مقدر فرمایا ہے ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ قریش کی عورتیں اس ارشاد کے بموجب حضرت مریم سے بھی افضل ہیں ۔ اس لئے کہ یہاں قریش کی عورتوں کی برتری صرف ان عورتوں پر بیان کی گئی ہے جو اونٹوں پر سوار ہوئیں یعنی عرب کی عورتیں ۔ اور حضرت مریم اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں ۔ اس لئے وہ اس کے تحت داخل نہیں اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہی تھا کہ حضرت مریم کی فضیلت اور برتری تمام عورتوں پر مطلقا ہے ۔ غالبًا امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے مگر بنظر دقیق یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ متفق علیہ ہے کہ یہ امت بحیثیت مجموعی اگلی امتوں سے افضل

بَابُ قَوْلِہٖ یٰاَھْلَ الْکِتَابِ لَاتَغْلُوْا فِی دِیْنِکُمْ (اِلٰی قولہ) وَکِیْلًا ص۴۸۹ ۔

اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے آگے نہ بڑھو اس کے قول وکیلا تک ۔

توضیح باب یہاں اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں ہیں اور غلو سے مراد حد سے آگے بڑھنا ہے ۔ نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کرنے کا معنی یہ تھا کہ نصاریٰ میں یعقوبیہ فرقے والے حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے ۔ اور نسطوریہ فرقے والے خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ کہتے تھے کہ تین خداؤں میں سے ایک ہے ۔ اور یہود کا غلو یہ تھا ۔ کہ یہ بے ایمان یہ کہتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی نہیں تھے ۔

قَالَ اَبُوْعُبَیْدَۃَ کَلِمَتُہٗ کُنْ فَکَانَ وَقَالَ غَیْرُہٗ وَرُوْحٌ مِّنْہُ ۔ اَحْیَاہُ فَجَعَلَہٗ رُوْحًا وَلَاتَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ ۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے کلمہ ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اسباب عادیہ کے برخلاف ان کو لفظ کن سے پیدا فرمایا ۔ (یعنی بغیر باپ کے) اور ان کے علاوہ نے کہا

عہ ثانی نکاح باب الی من ینکح وای النساخیر ص۷۶۰ النفقات باب حفظ المرأۃ زوجھا ص۸۰۸ مسلم

کہ روح منہ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمایا اور انھیں روح کردیا۔ اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں۔

۱۸۱۶ حدثنی جنادۃ بن ابی امیۃ عن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من شھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان عیسی عبد اللہ ورسولہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ والجنۃ حق والنار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان من العمل (قال الولید) وزاد من ابواب الجنۃ الثمانیۃ ایھا شاء۔ عہ

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور بے شک عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جنھیں مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی روح ہیں اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا جو بھی اس کا عمل ہو یا اس کے عمل کے مطابق دوسرے طریقے میں یہ ہے۔ آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو۔

تشریحات ۱۸۱۶ **علی ما کان من العمل**۔ کا دو مفہوم ہے ایک یہ جب اس کا ایمان صحیح ہے تو بہر حال وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ دخول اوّلی ہو یا ثانوی۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ عمل کے مطابق وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی اگر وہ کسی گناہ کے سبب جہنم میں نہیں گیا تو ابتداءً ہی جنت میں جائے گا اور اگر وہ کسی گناہ کا مرتکب ہے اور اسے معافی نہیں ملی تو اس کے مطابق جہنم میں سزا بھگت کر پھر جنت میں آئے گا۔

باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا ص ۴۸۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے اہل سے ایک کنارے ہوکر جانب مشرق چلی گئیں۔

عہ مسلم۔ ایمان۔ نسائی تفسیر عمل الیوم واللیلۃ۔

اِعْتَزَلَتْ۔ نَبَذْنَاہُ۔ اَلْقَیْنَاہُ۔ شَرْقِیًّا۔ مِمَّا یَلِی الشَّرْقَ۔ فَاَجَاءَھَا۔ اَفْعَلَ مِنْ جِئْتُ وَیُقَالُ اَلْجَاَھَا اِضْطَرَّھَا۔ تُسَاقِطْ۔ تَسْقُطْ قَصِیًّا۔ قَاصِیًا۔

علٰحدہ ہوگئی۔ نبذناہ کے معنی ہیں۔ اس کو ڈالا۔ شرقیا۔ پورب جانب۔ اجاءھا۔ جئت کا باب افعال ہے اور ایک قول یہ ہے کہ انھیں مجبور کردیا۔ تساقط کے معنی ہیں گرائے گی۔ قصیا کے معنی ہیں دور آخری حد۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسْیًا۔ لَمْ اَکُنْ شَیْئًا وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلنَّسْیُ الْحَقِیْرُ وَقَالَ اَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْیَمُ اَنَّ التَّقِیَّ ذُوْ نُھْیَۃٍ حِیْنَ قَالَتْ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا۔ وَقَالَ وَکِیْعٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ سَرِیًّا نَھْرٌ صَغِیْرٌ بِالسُّرْیَانِیَّۃِ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ نسیا کے معنی ہیں میں کچھ نہ ہوتی ان کے علاوہ اور لوگوں نے کہا حقیر چیز اور ابو وائل نے کہا جب مریم نے جبرئیل سے کہا تھا اگر تو متقی ہے تو ان کو یقین تھا کہ متقی عقل والا ہوتا ہے۔ حضرت براء سے مروی ہے۔ کہ سریا کے معنی سریانی زبان میں چھوٹی نہر کے ہیں۔

۱۸۱۷ حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَاِبْرَاھِیْمَ فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰی فَاٰدَمُ جَسِیْمٌ سَبِطٌ کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا لیکن عیسیٰ تو وہ سرخی مائل رنگ کے گھو گھریالے بال والے چوڑے سینے والے ہیں لیکن موسیٰ تو گندم گوں بھاری جسم والے سیدھے بال والے ہیں گویا وہ زط کے افراد میں سے ہیں۔

۱۸۱۷ تشریحات

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر سے روایت کیا اس پر سارے محدثین نے ان کی تغلیط کی تحقیقت میں یہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔

زط۔ ہندوستانی قوموں میں سے ایک قوم کا نام ہے۔ غالباً یہ جاٹ کا معرب ہے۔

۱۸۱۸ حدیث

عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عبد اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بَیْنَ ظَهْرَانَی النَّاسِ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ
مسیح دجال کا تذکرہ کیا فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں سنو بے شک مسیح دجال داہنی آنکھ کا
لَیْسَ بِاَعْوَرَ عَلٰی اَنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّ
کانا ہے گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے (گویا اس کی آنکھ انگور ہے بے روشنی کے) اور
عَیْنَہٗ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ وَاَرَانِی اللَّیْلَ عِنْدَ الْکَعْبَۃِ فِی الْمَنَامِ فَاِذَا
آج رات میں نے خواب میں کعبہ کے پاس دیکھا کہ ایک صاحب گندم گوں لوگوں میں سب سے
رَجُلٌ اٰدَمُ کَاَحْسَنِ مَا تَرٰی مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُہٗ بَیْنَ
زیادہ خوبصورت ان کی کاکل شانوں کے درمیان لہرا رہی ہے سیدھے بال والے ان کے
مَنْکِبَیْہِ رَجِلُ الشَّعْرِ یَقْطُرُ رَاْسُہٗ مَاءً وَاضِعًا یَدَیْہِ عَلٰی مَنْکِبَیْ
سر سے پانی ٹپک رہا ہے اپنے ہاتھوں کو دو صاحبوں کے مونڈھوں پہ رکھے ہوئے بیت اللہ کا
رَجُلَیْنِ وَھُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقَالُوْا ھٰذَا الْمَسِیْحُ
طواف کر رہے ہیں پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا یہ مسیح ابن مریم ہیں پھر میں نے ان
ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ رَاَیْتُ رَجُلًا وَرَاءَہٗ جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرَ عَیْنِ الْیُمْنٰی
کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا گھونگھریالے الجھے ہوئے بالوں والا داہنی آنکھ کا کانا جن لوگوں کو میں نے دیکھا
کَاَشْبَہِ مَنْ رَاَیْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا یَدَیْہِ عَلٰی مَنْکِبِ رَجُلٍ
ہے ان کی بہ نسبت ابن قطن کے زیادہ مشابہ ہے اپنے ہاتھوں کو ایک شخص کے مونڈھوں پہ رکھے ہوئے بیت اللہ
یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقَالُوْا ھٰذَا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ عہ
کا طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے ۔

۱۸۱۸

تشریحات اَعْوَرُ۔ بخاری کی روایات میں یہی ہے کہ دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی مگر مسلم اور ابن ماجہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی علماء نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں عیبی ہوں گی ۔

طافیۃ یاء کے ساتھ طفوٌ سے پانی پر ابھرنا اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی آنکھ بہ نسبت دوسری کے

عہ ثانی اللباس باب الجعد ص۸۷۶ التعبیر باب رؤیا اللیل ص۱۰۳۶ وباب الطواف للکعبۃ ص۱۰۳۹ فتن باب ذکر الدجال ص۱۰۵۵ مسلم ایمان فتن ۔

ابھری ہوگی۔ طافئۃ ۔ طفی یطفی طفوءا سے مہموز اللام بجھنے کے معنی میں یعنی بے نور ہوگی یعنی بغیر روشنی کے ہوگی اس کے بعد امام بخاری نے اسی حدیث کو بطریق سالم تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے جس کی ابتدا یوں ہے بخدا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیسیٰ کو احمر نہیں کہا ہے بلکہ آدم فرمایا ہے (یعنی گندم گوں) البتہ مسیح دجال کو احمر کہا ہے۔

اقول وھو المستعان ۔ معراج کی احادیث میں حضرت عیسیٰ کو احمر کہا گیا ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خالص سرخ رنگ نہیں تھے آپ کا اصل رنگ گندم گوں تھا یعنی سفید جس میں سرخی جھلکتی تھی رہ گیا دجال تو وہ سرخ رنگ کا ہوگا چھچھوندر کے بچوں کے مثل ۔ قال الزھری رجل من خزاعۃ ھلک فی الجاھلیۃ ۔ امام زہری نے کہا کہ ابن قطن خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں مرگیا۔

ابن قطن ۔ اس کا نام عبد العزّیٰ تھا یہ ہالہ بنت خویلد کے بطن سے تھا جو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی حقیقی بہن تھیں یہ زمانہ جاہلیت میں کفر پر مرا۔

حدیث ۱۸۱۹ اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَلَمَۃَ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِابْنِ مَرْیَمَ وَالْاَنْبِیَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا میں ابن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ۔

دوسری روایت میں یوں ہے۔ اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی وَدِیْنُھُمْ وَاحِدٌ انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے یعنی سب کے بنیادی عقائد متحد ہیں اور فروع میں اختلافات ہیں۔

حدیث ۱۸۲۰ عَنْ ھَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰی عِیْسٰی رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَہٗ سَرَقْتَ قَالَ کَلَّا وَاللہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَقَالَ عِیْسٰی اٰمَنْتُ بِاللہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا تم نے چوری کی ہے؟ تو اس نے کہا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا

وَكَذَّبَتْ عَيْنِي عه

اور میری آنکھ نے مجھے غلط دکھلایا۔

۱۸۲۰

تشریحات اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود ملاحظہ فرمایا تو محض چور کے انکار سے کیسے جھٹلا دیا اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ بظاہر سرقہ ہو اور حقیقت میں یہ اسی کا مال ہو یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمان کی قسم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایسا فرمایا۔ جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو یہ جائز نہیں کہ محض اپنے علم پر فیصلہ کرے اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں۔

۱۸۲۱ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالے

تَعَالَى عَنْهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ

عنہ سے سنا منبر پر فرماتے تھے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا میری تعریف میں حد سے

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى

آگے نہ بڑھو جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں حد سے آگے بڑھ گئے۔ میں اللہ کا بندہ ہی ہوں

عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ وَلَكِنْ قُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ عله

(خدا یا خدا کا بیٹا نہیں) اس لئے تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

۱۸۲۱

تشریحات یعنی میری مدح میں وہ باتیں نہ کہو جو مجھ میں نہیں مثلاً خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو جیسا کہ تشبیہ سے ظاہر ہے لیکن میرے اندر جو فضائل و کمالات واقعی ہیں ان کو بیان کرو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حقیقت میں جو فضائل و کمالات اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے وہ بھی بیان نہ کرو ان کو بیان کرنا حد سے آگے بڑھنا نہیں اسی کو عارف جامی نے اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

مخواں اور اخدا از بہر حفظ دیں و پاس شرع   دیگر ہر چہ خواہی اندر مدحش املا کن

اور علامہ بوصیری نے لکھا ہے

عه مسلم فضائل، نسائی اقضاۃ، ابن ماجہ۔ کفارات، مسند امام احمد ۔۳ ۔۸۳ ۔ ۳۱۲ ۔

عله دارمی، رقاق مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۳

دَعْ مَا ادعته النصاریٰ فی نبیھم واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم

نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو کچھ دعویٰ کیا اسے چھوڑ دو اس کے علاوہ ان کی تعریف میں جو چاہو کہو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔

باب نُزُوْلِ عیسیٰ بْنِ مَرْیَمَ علیہما السَّلَامُ ۴۹۰ — عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اترنے کا بیان۔

۱۸۲۲ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَۃَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔ عہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم سے ہوگا۔

تشریحات ۱۸۲۲ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور قرب قیامت میں پھر تشریف لائیں گے سات سال یا نو سال تشریف رکھیں گے شادی بھی کریں گے ان کی اولاد بھی ہوگی اور ہماری شریعت کے مطابق عمل فرمائیں گے اور اسی کی تبلیغ کریں گے اور ایک روایت کے مطابق چالیس برس زندہ رہیں گے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہاں دفن ہوں گے۔

امامکم منکم۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ امام اس امت کا کوئی فرد ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مسلم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ سے عرض کی جائے گا کہ آپ نماز پڑھایئے تو فرمائیں گے نہیں تم میں کا بعض۔ بعض پر امیر ہے۔

عہ مسلم ایمان۔ ؎ مسلم ج ۱ باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ص۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ص۴۹۰

بنی اسرائیل کے بارے میں کیا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۸۲۳ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ

حدیث عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ

سے جو کچھ سنا ہے کیا ہم سے بیان نہ فرمائیں گے؟ انھوں نے فرمایا میں نے حضور کو یہ فرماتے

مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا

سنا ہے کہ دجال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔ جسے لوگ دیکھیں گے کہ وہ

النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ

آگ ہے ٹھنڈا پانی ہوگا اور جسے لوگ دیکھیں گے کہ یہ ٹھنڈا پانی ہے وہ جلانے والی آگ ہوگی

فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ

تم میں سے جو اسے پائے تو اس میں جائے جسے دیکھ رہا ہے کہ وہ آگ ہے کیوں کہ وہ میٹھا پانی

(اِلٰى اَنْ قَالَ) فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ

ہے نیز انھوں نے کہا میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب ہوا جب وہ

مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا وَّاَوْقِدُوْا

زندگی سے مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے اہل کو وصیت کی کہ میں جب مرجاؤں تو میرے لئے بہت زیادہ

فِيْهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِيْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِيْ فَامْتُحِشَتْ فَخُذُوْهَا

لکڑیاں جمع کرنا اور اس پر آگ جلا دینا جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میں جل جاؤں تو

فَاطْحَنُوْهَا ثُمَّ انْظُرُوْا يَوْمًا رَاحًا فَاذْرُوْهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ

اسے لو اور اسے پیس ڈالو پھر جب کسی دن تیز ہوا ہو تو اسے سمندر میں ڈال دو اس کے اہل نے

اللہ تعالیٰ فقال لہ لم فعلت ذلک قال من خشیتک وغفر اللہ لہ

ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع فرمایا اور اس سے دریافت فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا وہ کہے گا تیرے ڈر سے پھر اللہ

قال عقبۃ ابن عمرو وانا سمعتہ یقول ذلک وکان نباشا ؏

اسے بخش دے گا عقبہ بن عمرو نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور یہ کفن چور تھا۔

تشریحات ۱۸۲۳ قال عقبۃ بن عمرو۔ یہ ابو مسعود فزاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ اخیر والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

حدیث ۱۸۲۴ سمعت ابا حازم قال قاعدت ابا ھریرۃ خمس سنین

ابو حازم نے کہا میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا میں نے ان

فسمعتہ یحدث عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال

کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا کہ بنی اسرائیل پر ان کے

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ

نبی حکمرانی کرتے تھے جب ایک نبی چلا جاتا تو اس کی جگہ دوسرے تشریف لاتے اور میرے بعد کوئی نبی

نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا: فما تامرنا

نہیں۔ اور خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے لوگوں نے عرض کیا اس وقت کے لئے ہمیں کیا حکم

یا رسول اللہ؟ قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم

دیتے ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا سب سے پہلے والے کی بیعت پر قائم رہو ان کو ان کا حق دو بے شک اللہ ان سے

فان اللہ سائلھم عما استرعاھم ؏

سوال فرمائے گا اس کے بارے میں جو سلوک انھوں نے اپنے رعایا سے کیا ہوگا۔

تشریحات ۱۸۲۴ خلفاء۔ یہ خلیفہ کی جمع ہے اس سے مراد متغلبین ہیں اس لئے کہ ایک وقت میں چند خلیفہ برحق نہیں ہو سکتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع فتنہ اور قیام امن کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس کی بیعت کر لو اسی کو نباہو اگر وہ کوئی کجروی کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے مواخذہ فرمائے گا۔

؏ ص ۴۹۵ ثانی۔ فتن ص ۱۰۵۶ ؏ مسلم، مغازی، ابن ماجہ، جہاد۔

۱۸۲۵ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ

نے فرمایا تم لوگ اپنے اگلوں کے طریقے کی ضرور پیروی کروگے بالشت کے برابر اور ہاتھ

حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ فَسَلَكْتُمُوهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى

کے برابر یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم لوگ بھی اس میں ضرور گھسوگے ہم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ عہ

عرض کیا یارسول اللہ کیا یہود و نصاریٰ ؟ فرمایا پھر کون ؟

۱۸۲۵

تشریحات جُحْرَ ضَبٍّ ۔ گوہ کے سوراخ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ بہت تنگ اور ردی ہوتا ہے مراد مبالغہ ہے یعنی تم لوگ یہود و نصاریٰ کی پوری پوری پیروی کروگے اور چھوٹی سی چھوٹی اور نیچ سے نیچ جو حرکت یہود و نصاریٰ سے سرزد ہوئی ہے وہ کروگے ۔

اس پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے انبیائے کرام کو قتل کیا ۔ کتاب اللہ میں تحریف کی اس امت میں نہ نبی ہوئے نہ ان کے قتل کا کسی نے ارتکاب کیا اور کتاب اللہ بحمدہٖ تعالیٰ آسمانی نزول کے ساتھ محفوظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اتباع صرف معاصی میں مراد ہے کفر میں نہیں جیساکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو اس امت میں بھی ایسے نیچ ہوں گے ۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ اس امت میں انبیاء نہیں ہوئے مگر وارثین انبیاء ہوئے اور ظالموں نے انھیں شہید کیا ۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت امام حسین اور ان کے رفقاء، حضرت سعید بن زبیر، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اور کتاب اللہ میں تحریف لفظی تو نہ کرسکے مگر تحریف معنوی کی بہت کوششیں کیں ۔

۱۸۲۶ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا

حدیث مسروق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں

كَانَتْ تَكْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ يَدَهُ فِي خَاصِرَتِهِ وَتَقُولُ إِنَّ الْيَهُودَ تَفْعَلُهُ ۔

کہ وہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے تھے ۔

عہ ثانی ۔ الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم صفحہ ۱۰۸۸

۱۸۲۶
تشریحات اس روایت میں یہاں یہ مطلق ہے نماز کی تخصیص نہیں اس کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ کولھے پر ہاتھ رکھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ شیطان جب مردود بارگاہ ہوا تو کولھے پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر آیا تھا نیز یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ اگرچہ دوسری روایتوں میں فی الصلوٰۃ کی تخصیص آئی ہے جیسا کہ ابونعیم اور اسماعیل کی روایت میں ہے۔

۱۸۲۷ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری جانب سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل کی
وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ؏
روایتیں بیان کرو اور کوئی حرج نہیں اور جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

۱۸۲۷
تشریحات آیۃ کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں اور شرع میں اس کا اطلاق قرآن مجید کے جز پر بھی ہوتا ہے یہاں معنی عام مراد لینا زیادہ مناسب ہے سیاق اسی کا مقتضی ہے مراد یہ ہے کہ میرے ہر قول وفعل ارشاد کی تبلیغ کرو اگرچہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

حدثوا عن بنی اسرائیل۔ مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے احوال یا علماء بنی اسرائیل کی مرویات جو ہماری شریعت کے مزاحم نہ ہوں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں اس سے ثابت ہوا کہ اسرائیلیات بیان کرنا جرم نہیں اس سے شبلی وغیرہ مدعیان علم کی دیانت ظاہر ہو گئی کہ انھوں نے امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کی مرویات پر یہ طعن کیا کہ اسرائیلیات بیان کرتے تھے۔

ومن کذب۔ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب العلم میں پانچ صحابہ کرام سے روایت کی۔ حضرت علی حضرت زبیر حضرت انس حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور جنائز میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اور عبداللہ بن عمرو سے اور مناقب میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس طرح بخاری ہی میں آٹھ صحابہ کرام سے مذکور ہے علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ کرام سے مروی ہے علامہ نووی نے فرمایا کہ دو سو صحابہ کرام سے مروی ہے اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید مذکور نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث متواترہ ہے جیسا کہ ہم نے نزہۃ القاری جلد اول ص ۴۰۰ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۱۸۲۸ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ
حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

؏ ترمذی

203

اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ان الیھود والنصاری لا

یہود و نصاری رنگتے نہیں تم لوگ ان کی مخالفت کرو۔

یصبغون فخالفوھم عہ

۱۸۲۸

تشریحات مراد یہ ہے کہ سر اور داڑھی کے بالوں کو کسی چیز سے رنگ لیا کرو مثلاً کسم یا مہندی سے اس لئے کہ یہود و نصاری رنگتے نہیں، نیز مراد یہ ہے کہ کالا رنگ چھوڑ کر۔ کالے خضاب کی ممانعت کی متعدد حدیثیں ہیں اس لئے یہ جائز نہیں۔ رنگنا اس کے معارض نہیں کہ سفید بالوں کے اکھاڑنے سے منع فرمایا اکھاڑنا اور بات ہے رنگنا اور بات۔

۱۸۲۹ حدثنی عبد الرحمن بن ابی عمرۃ ان ابا ھریرۃ حدثہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ اوھوں نے نبی صلی اللہ

انہ سمع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول ان ثلثۃ فی

تعالی علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ بنی اسرائیل میں ایک سفید داغ والا ایک گنجا اور ایک اندھا

بنی اسرائیل ابرص واقرع واعمی بدا اللہ عزوجل ان یبتلیھم

تھا۔ اللہ تعالی نے انھیں آزمانا چاہا۔ تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ سفید

فبعث الیھم ملکا فاتی الابرص فقال ای شیئ احب الیک قال

داغ والے کے پاس آیا۔ اور پوچھا تمھیں کیا سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا۔

لون حسن وجلد حسن قد قذرنی الناس قال فمسحہ فذھب

اچھا رنگ اچھی کھال۔ لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو سفید داغ

فاعطی لونا حسنا وجلدا حسنا فقال وای المال احب الیک

دور ہو گیا اور اسے اچھا رنگ اور اچھی کھال دی گئی پھر فرشتے نے پوچھا کون مال تجھے زیادہ پسند ہے

فقال الابل او قال البقر ھو شک فی ذلک ان الابرص او الاقرع

اس نے کہا اونٹ یا کہا گائے۔ راوی حدیث اسحق بن عبد اللہ نے شک کیا کہ ابرص اور گنجے میں سے ایک

قال احدھما الابل وقال الآخر البقر فاعطی ناقۃ عشراء فقال

نے اونٹ کہا اور دوسرے نے گائے۔ اسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی۔ فرشتے نے دعا کی

عہ ثانی باب الخضاب ص۸۷۵ نسائی۔

يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ

تیرے لئے اس میں برکت ہو۔ اور فرشتہ گنجے کے پاس آیا۔ اور پوچھا تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے۔ اس نے

شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ هٰذَا عَنِّي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ

کہا اچھا بال اور یہ کہ گنجاپن چلا جائے۔ لوگ گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجاپن دور ہو گیا۔ اور

فَذَهَبَ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ

اسے عمدہ بال دیا گیا۔ فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے اس نے کہا گائے۔ تو اسے فرشتے نے

الْبَقَرُ فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا وَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ

گابھن گائے دی اور کہا تجھے اس میں برکت ہو۔ اور اندھے کے پاس آیا۔ اور کہا کیا چیز تجھے سب سے

أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ يَرُدُّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ

زیادہ پسند ہے اس نے کہا کہ اللہ میری آنکھ مجھے لوٹا دے کہ میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا

قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ

اللہ نے اس کی آنکھ لوٹا دی فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس نے کہا

الْغَنَمُ فَأَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا

بکری۔ فرشتے نے اسے گابھن بکری دی۔ اس کے بعد ان دونوں نے بچے دیئے اور اس نے بچے دیئے

وَادٍ مِّنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ بَقَرٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ غَنَمٍ ثُمَّ إِنَّهُ

اس کے لئے ایک میدان اونٹوں سے بھر گیا۔ اور اس کے لئے ایک میدان گایوں سے بھر گیا۔ اور اس

أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ تَقَطَّعَتْ بِيَ

کے لئے ایک میدان بکریوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد فرشتہ سفید داغ والے کے پاس اس کی صورت اور ہیئت

الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي

میں آیا۔ اور کہا میں مسکین شخص ہوں سفر کے اسباب منقطع ہو گئے ہیں۔ آج صرف اللہ پھر تیری مدد ہی سے گھر تک

أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ

پہنچ سکتا ہوں میں تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تم کو اچھا رنگ اور اچھی کھال عطا کی اور اونٹ عطا

فِي سَفَرِي فَقَالَ لَهُ إِنَّ الْحُقُوقَ كَثِيرَةٌ فَقَالَ لَهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ

فرمایا۔ کہ میرے سفر کا بندوبست کر دو۔ اس نے کہا حقوق بہت ہیں۔ اب فرشتے نے اس سے کہا۔ میں تجھے پہچانتا ہوں

أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللّٰهُ تَعَالَى فَقَالَ

کیا تو سفید داغ والا نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے فقیر تھا تجھے اللہ نے عطا فرمایا۔ اس نے کہا میں تو

لَقَدْ وَرِثْتُ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى

باپ دادا سے اس کا وارث ہوں۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت پر کردے۔ پھر فرشتہ

مَا كُنْتَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ

گنجے کے پاس اس کی شکل و حالت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو ابرص سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی

لِهَذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هَذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ

جواب دیا جو ابرص نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت پر کردے۔ پھر فرشتہ

إِلَى مَا كُنْتَ وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ السَّبِيلِ

اندھے کے پاس اس کی شکل و حالت میں آیا۔ اور کہا میں مسکین شخص ہوں اور مسافر سفر کے وسائل

وَتَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ

سے محروم ہوں آج صرف اللہ اور پھر تیری مدد ہی سے گھر پہنچ سکتا ہوں۔ اس کے نام پر جس نے تیری نظر لوٹائی تجھ

أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي وَقَالَ

سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں۔ کہ اپنی منزل تک پہنچ جاؤں اس نے کہا میں نابینا تھا اللہ نے میری بینائی لوٹادی۔

قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِي وَفَقِيرًا فَأَغْنَانِي اللّٰهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ

محتاج تھا اللہ نے مجھے مالدار کر دیا۔ جو چاہے لے لے۔ بخدا اللہ کے لئے جو تو لے گا لے گا جو چھوڑ دے

فَوَاللّٰهِ لَا أَحْمَدُكَ الْيَوْمَ لِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ

اس پر تری ستائش نہیں کروں گا۔ کہ بڑا اچھا آدمی تھا کل نہیں لیا۔ فرشتے نے کہا۔ اپنا مال اپنے پاس

فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ۔ عہ

رکھ تم تینوں کی آزمائش ہوئی ہے۔ اللہ تجھ سے راضی اور ان دونوں سے ناراض ہوا۔

تشریحات ۱۸۲۹

بدا اللہ۔ ہمزہ کے ساتھ یعنی اللہ نے ارادہ فرمایا جیسا کہ مسلم میں ہے اراد اللہ اور ایک روایت بدا بھی ہے الف کے ساتھ بدا سے ظاہر ہونے کے معنی میں یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ کے حکم میں اس بات کا ظاہر ہونا ثابت ہو چکا تھا اس کو ظاہر کرنا چاہا۔

عہ کتاب الایمان والنذور باب لا یقول ماشاء اللہ و شئت ص ۹۸۶ مسلم آخر کتاب۔

قد قذرنی۔ یعنی لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں کرمانی نے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے **قذرونی الناس** یہ ایسا ہی ہے جیسے بولتے ہیں اکلونی البراغیث مطلب یہ ہوا کہ جب فاعل اسم ظاہر ہے تو فعل کو واحد لانا ضروری ہوتا ہے اگرچہ فاعل جمع ہو اور یہاں جمع لائے ہیں اس کے باوجود کہ "الناس" اسم ظاہر ہے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ عرب کی بعض لغات میں یہ جائز ہے۔

ھو شك فی ذلك۔ یعنی ابرص یا اقرع میں سے ایک نے اونٹ اور دوسرے نے گائے طلب کی تھی کسی راوی سے شک ہو گیا کہ ان میں سے کس نے اونٹ مانگا تھا اور کس نے گائے۔ مسلم میں ہے کہ یہ شک اسحاق بن عبداللہ سے ہوا تھا۔

ناقۃ عشراء۔ یعنی جس نے اونٹ مانگا تھا اس کو دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی مطلب یہ ہے کہ ایسی اونٹنی دی گئی جو جلد ہی بچہ دینے والی تھی اس لئے کہ اونٹنی کی مدت حمل دس ماہ ہے۔

شاۃ والدا۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایسی بکری دی جس کے بچے تھے یا وہ ایسی حاملہ تھی جو قریب الولادت تھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ بکثرت بچہ دینے والی تھی۔ شاۃ کی صفت والدا مذکر لائے اس لئے کہ شاۃ مذکر و مؤنث دونوں مستعمل ہے۔

فانتج ھذان۔ یعنی اونٹ اور گائے والوں کے بچے ہوئے باب انفعال سے اس کا استعمال قلیل ہے اور فصیح نَتَجَ النَّاقَۃُ ہے یعنی اونٹنی بچہ والی ہوئی۔

ولد ھذا۔ لام کی تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے یعنی بکری والا بچوں والا ہوا۔ **لا احمدك الیوم لشیٔ**۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ بخاری کی تمام روایات لا احمدك ہی ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں ترک، محذوف ہے عبارت یہ ہوئی لا احمدك علی ترك شیٔ تحتاج الیّ من مالی۔ یعنی میرے مال میں سے جس کا تو محتاج ہے اس کے نہ لینے پر میں تیری حمد نہیں کروں گا یعنی لے لے تو میں تیرا مشکور ہوں گا۔ ویسے کریمہ کی روایت میں اور مسلم کی اکثر روایت میں لا اجھدك ہے یعنی مجھ سے جو تو مانگتا ہے اس کے لوٹانے میں تجھ پر کوئی سختی نہیں کروں گا یعنی تو جتنا چاہے لے لے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ لا احمدك میم کی تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہو یعنی تو میرا مال جتنا لے لے گا اس پر میں تجھ سے شکریہ کا طالب نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ص ۴۹۲ — کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ کہف (۹)

توضیح باب۔ کہف معنی غار کھوہ۔ رقیم معنی جنگل کا کنارہ۔

اصحاب کہف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل انجیل گمراہ ہو گئے۔ خود بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ ان ایام میں افسوس ایک بہت بڑا شہر تھا وہاں کا بادشاہ

دقیانوس نام کا بہت ظالم اور جابر تھا۔ جو بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کروا دیتا اسی شہر میں اصحاب کہف معززین وزرؤسا میں اہل ایمان خدا ترس تھے۔ یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے شہر سے بھاگے اور ایک پہاڑ کی کھوہ میں جاکر چھپ گئے وہاں انھیں نیند آگئی اور سب بے خبر سو گئے۔ دقیانوس کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ غار کے منہ پر دیوار چن دی جائے جس کی وجہ سے یہ لوگ وہیں مر کر رہ جائیں اور یہی غار ان کی قبر ہو جائے۔ عمال حکومت میں جن لوگوں کے سپرد یہ کام تھا ان میں ایک نیک آدمی بھی تھا۔ اس نے ان کے ناموں کو رانگ کی تختی پر کندہ کرا کے تانبے کے صندوق میں بند کر کے اس دیوار کی جڑ میں دفن کرا دیا۔ اور اسی قسم کی تختی شاہی خزانہ میں بھی رکھوا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس مر گیا۔ یہ لوگ تین سو سال تک سوتے رہے۔ زمانہ بدلتا گیا حکومتیں الٹ پلٹ ہوتی رہیں۔ پھر اس ملک کا بادشاہ ایک نیک شخص بیدروس نام کا ہوا جس نے اڑسٹھ سال حکومت کی اس کے عہد میں ملک میں فرقہ بندی ہو گئی۔ کچھ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کے منکر ہو گئے قیامت کا انکار کیا۔ بادشاہ دل برداشتہ ہو کر گھر میں بیٹھ رہا اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی یارب کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے ان منکروں کو قیامت پر یقین حاصل ہو جائے۔ اسی زمانے میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے لئے اسی غار کو تجویز کیا اور دیوار گرا دی مگر دیوار گرانے کے بعد دیوار گرانے والوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ سب بھاگ گئے۔

اصحاب کہف اب جاگ پڑے بہت خوش وخرم چہرے شگفتہ شاداں وفرحاں ایک نے دوسرے کو سلام کیا پھر نمازیں پڑھیں نماز سے فارغ ہو کر یملیخا سے کہا آپ شہر جائیے کچھ کھانے پینے کو بھی لائیے اور یہ بھی معلوم کرتے آئیے کہ دقیانوس کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ یملیخا شہر گئے دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامتیں ہیں شہر میں داخل ہوئے تو بالکل اجنبی لوگوں کو پایا انھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قسم کھاتے سنا اس پر انھیں سخت تعجب ہوا اس کے بعد وہ ایک نانبائی کی دوکان پر گئے اور کھانا خریدنے کے لئے دقیانوسی عہد کا سکہ دیا بازار والوں نے خیال کیا ان لوگوں کو پرانہ خزانہ ہاتھ آگیا لوگ یملیخا کو پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے حاکم نے ان سے باز پرس کی کہ تم نے یہ خزانہ کہاں پایا ہے یملیخا نے کہا خزانہ کہیں نہیں یہ روپیہ ہمارا ہے حاکم نے کہا یہ بات کسی طرح یقین کے لائق نہیں تم جوان ہو ہم بوڑھے ہیں ہم نے یہ سکہ کبھی نہیں دیکھا اس میں جو سن درج ہے تین سو سال پہلے کا ہے۔

یملیخا نے کہا کہ اب میں جو کچھ پوچھوں اسے صحیح صحیح بتاؤ عقدہ حل ہو سکتا ہے بتاؤ دقیانوس کس حال میں ہے حاکم نے آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں صدیوں پہلے ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا ہوا تھا۔ یملیخا نے کہا تعجب ہے ہم ابھی کل ہی اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں ہمارے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر موجود ہیں چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں حاکم اور شہر کے عمائد اور خلق کثیر غار کے دہانے پر پہنچے لوگوں کی آواز سن کر غار کے اندر والوں نے سمجھا کہ یملیخا پکڑے گئے اور ہمیں گرفتار کرنے کے لئے یہ شاہی فوج آرہی ہے

اس پر یہ لوگ اللہ کی حمد اور شکر بجالائے اتنے میں یملیخا سب کو لے کر پہنچے اور سب قصہ سنایا اس سے ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہم لوگ بحکم الٰہی مدتوں سوتے رہے ہیں اور اب جاگے ہیں تاکہ ان لوگوں کے لئے نشانی ہوں جو مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے حاکم نے اس تانبے کے صندوق کو دیکھا اسے کھولا تو وہ تختی نکلی جس میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا نام لکھا ہوا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنا دین بچانے کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے دقیانوس نے اس دیوار کے ذریعہ غار کے منہ کو بند کر دیا ہم یہ حال اس لئے لکھ دیتے ہیں کہ جب کبھی غار کھلے تو لوگوں کو اصل حال معلوم ہو جائے۔ یہ تختی پڑھ کر سب کو تعجب بھی ہوا اور بیحد خوشی بھی سب اللہ کی حمد و ثنا کرنے لگے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرمادی جس سے مرنے کے بعد جی کر اٹھنے پر یقین حاصل ہوتا ہے حاکم نے اپنے بادشاہ بیدروس کو اطلاع دی وہ اراکین اور امراء کو لے کر حاضر ہوا اور سجدۂ شکر بجالایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اصحاب کہف نے بادشاہ سے مصافحہ کیا اور فرمایا ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے۔ جن وانس کے شر سے بچائے پھر سلام کر کے وہ حضرات اپنی خوابگاہ میں چلے گئے اور سو گئے اسی حال میں اللہ نے انھیں وفات دے دی۔ بادشاہ نے ساج کے صندوقوں میں ان کے اجسام کو رکھ کر محفوظ کر دیا اللہ عزوجل نے رعب سے ان کی حفاظت فرمائی اگر بالفرض کوئی شخص غار کے منہ پر پہونچتا ہے تو ڈر کر بھاگتا ہے۔

حضرت معاویہ روم پر چڑھائی کے ایام میں ایک بار اصحاب کہف پر گذرے انھوں نے زیارت کرنی چاہی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں منع فرمادیا اور یہ آیت تلاوت کی۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ کہف (۱۸) اگر تو ان پر جھانکے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ہیبت سے بھر جائے۔ پھر ایک جماعت حضرت معاویہ کے حکم سے اندر گئی تو اللہ عزوجل کے حکم سے ایک ایسی ہوا چلی کہ جس سے یہ سب جل کر خاک ہو گئے۔

یہ لوگ غار میں طلوع آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب سو کر اٹھے تو آفتاب غروب کے قریب تھا اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہم اسی دن غار میں آئے ہیں حالانکہ وہ لوگ تین سو نو سال سوتے رہے ان لوگوں کو حیرت تھی کہ ایک ہی دن میں ہمارے ناخن اور بال کیسے بڑھ گئے اس سے ان لوگوں نے اندازہ لگایا کہ ہم لوگ ایک طویل مدت تک سوتے رہے۔ بر بنا ر قول صحیح یہ سات حضرات ہیں جن کے ناموں میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کی بنا پر ان کے نام یہ ہیں، مکسلمینا، یملیخا، مرطونس، بینونس، سارینونس، ذونواس، کشفیط طنونس، ہمارے سلسلے کے عملیات میں ان کے اسماء یہ ہیں۔ مکسلمینا، یملیخا، یہی زیادہ مشہور ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔

خواص۔ یہ اسماء لکھ کر دروازے پر لگا دیئے جائیں تو مکان جلنے سے محفوظ رہتا ہے سرمایہ پر رکھ دیئے جائیں تو چوری نہیں جاتا کشتی یا جہاز ان کی برکت سے غرق نہیں ہوتا بھاگا ہوا شخص ان کی برکت سے واپس آجاتا ہے کہیں آگ لگی ہو اور یہ اسماء کپڑے میں لکھ کر ڈال دیئے جائیں تو وہ بجھ جاتی ہے بچے کے رونے، باری کے بخار درد سر

ام الصبیان خشکی و تری کے سفر میں جان و مال کی حفاظت عقل کی تیزی قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسمار لکھ کر بطور تعویذ بازو میں باندھے جائیں۔[1]

الرقیم۔ اَلْکِتَابُ الْمَرْقُوْمُ۔ مَکْتُوْبٌ مِّنَ الرَّقْمِ۔ رقیم کے معنی لکھی ہوئی کتاب یہ رقم سے اسم مفعول ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو عبیدہ نے کہا رقیم اس نالے کا نام ہے جس میں غار ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ وہ بستی کا نام ہے حضرت انس سے ایک روایت یہ ہے کہ کتے کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رقیم اس چٹان کا نام ہے جسنے اس وادی کو بند کر رکھا ہے جس میں یہ غار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رقیم بمعنی غار کے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ رانگ کی اس تختی کا نام ہے جس پر ان کے نام لکھے ہوئے تھے جو دیوار کی بنیاد میں رکھ دی گئی تھی۔

ربطنا علیٰ قلوبھم۔ اَلْھَمْنَاھُمْ صَبْرًا۔ یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا۔ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا۔ اگر ہم اس کے دل پر صبر نہ ڈالتے۔ (سورہ قصص ۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ حضرت موسیٰ کی جدائی میں اتنی بے چین تھیں کہ اگر ہم ان کے دل پر صبر نہ ڈالتے تو حضرت موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں۔

شَطَطًا اِفْرَاطًا۔ حد سے آگے بڑھنا۔ اَلْوَصِیْدُ الْفِنَاءُ وَجَمْعُہٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَیُقَالُ الْوَصِیْدُ الْبَابُ۔ وصید کے معنی صحن کے ہیں۔ اس کی جمع وصائد اور وصُد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وصید کے معنی دروازے کے ہیں، مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے وصید کا ترجمہ چوکھٹ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ اَلْمُؤْصَدَۃُ الْمُطْبَقَۃُ اٰصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ۔ بند کیا ہوا گھیرا ہوا، دروازہ بند کیا۔ بَعَثْنَاھُمْ اَحْیَیْنَاھُمْ ہم نے انھیں زندہ فرمایا۔ اَزْکٰی اَکْثَرُ رَیْعًا۔ زیادہ سیراب کرنے والا۔ فَضَرَبَ اللّٰہُ عَلٰی اٰذَانِھِمْ فَنَامُوْا۔ تو ہم نے ان کے کان پر تھپکا کہ وہ سو گئے۔ رَجْمًا بِالْغَیْبِ لَمْ یَسْتَبِنْ۔ اٹکل، بہم کچھ ظاہر نہیں کیا وَقَالَ مُجَاھِدٌ تَقْرِضُھُمْ۔ اَتْرُکُھُمْ تو انھیں چھوڑ دیتا ہے۔

باب

ص ۴۹۳

۱۸۳۰ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پیاس

عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا کَلْبٌ یُطِیْفُ

سے جاں بلب کتا ایک کنوئیں کے مان کے ارد گرد گھوم رہا تھا بنی اسرائیل کی زانی عورتوں

بِرَکِیَّۃٍ کَادَ یَقْتُلُہُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْہُ بَغِیٌّ مِّنْ بَغَایَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

میں سے ایک عورت نے دیکھا اور اس نے اپنا مقرہ نکالا اور اسے پانی

[1] تفسیر جمل

فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ ع۱

پلا دیا تو اللہ نے اسے بخش دیا۔

تشریح ۱۸۳۰ کتاب الطہارۃ میں اس قسم کا ایک قصہ مرد کے بارے میں بھی مروی ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں دو قصے ہیں۔

حدیث ۱۸۳۱ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ

حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو

عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ وَكَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ

منبر پر کہتے ہوئے یہ سنا جس سال انھوں نے حج کیا تھا اور بالوں کا ایک گچھا لئے

فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاءُ كُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہوتے تھے جو ان کے محافظ کے ہاتھ میں تھا اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ

نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے حضور اس سے منع فرماتے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل

حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ ع۲

اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ بنا لیا۔

تشریحات ۱۸۳۱ مراد یہ ہے کہ بالوں میں دوسرے بال ملا کر بالوں کو بڑھایا جائے جیسا کہ اس کی تشریح اخیر باب میں حضرت سعید بن مسیب کی حدیث میں آرہی ہے۔

عام حج اس سے مراد ان کا اخیر حج ہے جیسا کہ سعید بن مسیب کی حدیث میں ہے آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا۔ اخیر مرتبہ جب مدینہ آئے تھے یہ ۵۱ھ میں ہوا تھا۔

این علماء کم۔ اس سے مراد ان کی یہ تھی کہ علماء کیوں امر بالمعروف سے غافل ہوگئے اور عوام کو چھٹی دیدی کہ جو چاہیں کریں۔

ع۱ مسلم حیوان ۲ ثانی ۔ لباس باب الوصل فی الشعر ص ۸۷۸ مسلم ۔ لباس ۔ ابو داؤد ترجل ، ترمذی ، استیذان ۔ نسائی زینۃ ،

۱۸۳۲	عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ
حدیث	حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
	النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ فِیْمَا مَضٰی قَبْلَكُمْ
	تم سے پہلے گذری ہوئی امتوں میں وہ لوگ ہوتے تھے جنھیں الہام ہوتا
	مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَاَنَّهٗ اِنْ كَانَ فِیْ اُمَّتِیْ هٰذِهٖ مِنْهُمْ وَاِنَّهٗ
	تھا اگر میری اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر
	عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ عـہ
	بن خطاب ہیں ۔

۱۸۳۲

تشریحات محدثون۔ محدث کے معنیٰ وہ شخص جسے صحیح الہام ہو یہ اولیائے کرام کے مراتب میں سے بہت بڑا مرتبہ ہے دوسرے معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ جس کی زبان پر ہمیشہ صحیح بات جاری ہو ایک قول یہ ہے کہ جس سے فرشتے بات کریں مناقب میں یہ ہے۔ یکلمون من غیران یکونوا انبیاء۔ جو کلام کرتے تھے حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔ اس تقریر پر یکلمون کی ضمیر کا مرجع ملائکہ ہیں جو اگرچہ لفظاً مذکور نہیں لیکن ذہن میں محفوظ ہیں اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غیب کی باتیں بتاتے تھے اور اس حدیث میں ان کلمہ شک کے لئے نہیں اس لئے کہ اگر ایسے اصحاب اگلی امتوں میں ہوتے تھے تو اس امت میں بھی ضرور ہیں کیونکہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے اب اس حدیث کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت عمر بن خطاب ضرور بالضرور اس منصب پر فائز ہیں اس کی نظیر یہ ہے جیسے کسی مزدور سے کہتے ہیں اگر تو یہ کام کردے گا تو تجھے یہ مزدوری ملے گی۔

۱۸۳۳	عَنْ اَبِی الصِّدِّیْقِ النَّاجِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ
حدیث	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے
	تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِیْ بَنِیْ
	ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو ننانوے قتل کر چکا تھا پھر نکلا پوچھتا ہوا ایک
	اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْاَلُ فَاَتٰی
	راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کیا اس کے لئے توبہ ہے راہب نے کہا نہیں

عـہ مناقب باب مناقب عمر ص۵۲۱ نسائی مناقب ۔

رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ
تو اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس کے بعد پوچھتا پھرا تو کسی ایک شخص نے کہا فلاں بستی میں جاؤ (وہ بستی کی
لَهُ رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا
جانب چلا راستے میں ہی) اس کی موت آگئی تو اس نے اپنے سینے کو بستی کی طرف کیا اب اس کے بارے میں
فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى
رحمت وعذاب کے فرشتوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ قریب ہو جا اور اس
هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا
کی طرف وحی بھیجی کہ دور ہو جا اور فرمایا کہ دونوں کے درمیان ناپو تو وہ اس بستی کی جانب
فَوُجِدَ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ ؏
ایک بالشت قریب ملا تو اسے بخش دیا گیا ۔

تشریحات ۱۸۳۳ مسلم ؏۲ میں ہے وہ یہ پوچھتا پھرا کہ زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے لوگوں نے اس راہب کا پتہ بتایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کا ہے اس لئے کہ رہبانیت ان کے بعد ایجاد ہوئی ہے راہب کے معنی ڈرنے والے عبادت گذار کے ہیں عرف میں تارک الدنیا افراد کو کہتے ہیں۔

ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا ۔ مسلم میں ہے کہ اس بستی میں کچھ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ جا کر عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف مت لوٹنا اس لئے کہ وہ بُری زمین ہے وہ چلا آدھے راستے پر پہنچا تو اسے موت آگئی ۔

فَاخْتَصَمَتْ ۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ملائکہ رحمت نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا آیا ہے اپنے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوا اور ملائکہ عذاب نے کہا کہ اس نے کوئی بھی نیک کام نہیں کیا ۔

فَأَوْحَى اللّٰهُ ۔ مسلم میں ہے کہ ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا فرشتوں کے دونوں فریق نے اس کو اپنا حکم مان لیا اس فرشتے نے یہ کہا کہ دونوں زمین کے فاصلے کو ناپو جس کے زیادہ قریب ہو وہ اسی کا حقدار ہے ۔

إِلَى هٰذِهِ ۔ پہلے ہٰذہ سے مراد وہ بستی ہے جہاں وہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا یعنی اس بستی سے کہا گیا کہ تو کچھ قریب ہو جا اور دوسرے ھٰذہ سے مراد وہ بستی ہے جہاں سے وہ چلا تھا تو اس سے کہا گیا کچھ دور ہو جا

؏۱ مسلم، توبہ۔ ابن ماجہ۔ دیات ۔ ؏۲ ثانی توبہ ص ۳۵۹

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ جس بستی کی طرف جا رہا تھا اس کا نام نصرت تھا اور جہاں سے چلا تھا اس کا نام کفر تھا امام ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں بھی ان بستیوں کے یہی نام ذکر کیے ہیں اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کردے یا حق ادا نہ کر دیا جائے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صاحب حق کو راضی کر کے مجرم کو بری فرما دے گا اس کی مختلف صورتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں صاحب حق کے گناہ مجرم پر لاد کر اور مجرم کے اعمال صالحہ صاحب حق کو دے کر یا پھر اپنی رحمت خصوصی سے صاحب حق کو انعام و اکرام دے کر۔

۱۸۳۴ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعِ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ أَحَدُهُمَا لِي غُلَامٌ وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ قَالَ أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا ؏

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے ایک شخص سے زمین خریدی تو جس نے زمین خریدی تھی اس نے اس میں ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا خریدار نے بیچنے والے سے کہا اپنا سونا لے میں نے تجھ سے صرف زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا ہے جن کی پہلے زمین تھی اس نے کہا میں نے تجھے زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سب بیچا ہے دونوں ایک شخص کے پاس معاملہ لے گئے تو اس نے کہا تم دونوں کے اولاد ہیں ایک نے کہا میرے ایک لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے اس نے کہا لڑکے کا لڑکی سے نکاح کر دو اور یہ سونا اسی میں خرچ کر دو اور صدقہ کرو۔

تشریحات ۱۸۳۴ اسحق بن بشر کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس کے پاس معاملہ لے گئے تھے وہ حکومت

؏ مسلم۔ قضا۔

کی طرف سے مقرر حاکم تھا۔

أَنَّكُمَا وَلَدٌ ۔ ولد واحد ہے دو مردوں کا ایک لڑکا کیسے ہوگا توجیہ یہ ہے کہ مراد جنس ولد ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وُلْدٌ جمع ہو۔

انکحوا ۔ انکحوا اور اسی طرح انفقوا مخاطب دو ہیں ان کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا یہ باعتبار مآل کے ہے اس لئے کہ نکاح بے دو گواہوں کے نہیں ہوسکتا اسی طرح مال خرچ کرنے میں دو وکیل کیا جاتا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے جمع فرمایا۔

اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اس میں دفینہ ملا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ جاہلیت کے دفینے سے ہو تو رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ مسلمان کے دفینے سے ہو تو وہ لقطہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکے تو اس کو بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور اگر بیت المال نہ ہو تو فقراء اور مساکین پر صدقہ کیا جائے گا یا مسلمانوں کے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کیا جائے گا۔ رکاز کا حکم یہ ہے کہ اس میں سے خمس سلطنت اسلام کا حق ہے اور بقیہ پانے والے کا اور اگر سلطنت اسلام نہ ہو تو خمس فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ یا رفاہِ عام میں خرچ کیا جائے گا۔

۱۸۳۵ **عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ**

حدیث حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ

يَسْأَلُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

عنہ سے پوچھا آپ نے طاعون کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے

وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُونِ فَقَالَ أُسَامَةُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت اسامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ایک عذاب ہے جو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُونُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا یا یہ فرمایا ان لوگوں پر بھیجا گیا تھا جو تم سے پہلے

أَوْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا

تھے جب تم سنو کہ کسی زمین میں یہ ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی زمین میں ہو اور

وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجُكُمْ

وہاں پھیل جائے تو اس سے بھاگ کر کہیں اور نہ جاؤ۔

إِلَّا فِرَارًا مِنْهُ عہ

عہ ثانی طب باب ما یذکر فی الطاعون صـ ۸۵۳ الحیل باب ما یکرہ من الاحتیال صـ ۱۰۳۲
مسلم طب ۔ ترمذی جنائز ۔ نسائی طب ۔

تشریحات ۱۸۳۵ طاعون فاعول کے وزن پر طعن سے مشتق ہے جس کے معنی نیزہ مارنے کے ہیں لیکن عرف عام میں اس کے معنی موت عام کے ہے اس کو وبا بھی کہتے ہیں اور یہ خاص بیماری کا نام ہے جس میں بغل کنج ران اور گلے میں گلٹیاں نکل آتی ہیں۔ جس میں سخت سوزش اور درد ہوتا ہے جس کے ازگرد سیاہ یا سبز ہو جاتا ہے شدید بخار ہوتا ہے سخت گھبراہٹ ہونے لگتی ہے اور قے آنے لگتی ہے۔

رجس ۔ دوسری روایتوں میں رجز ہے جس کے معنی عذاب کے ہیں رجس کے معنی ناپاکی کے ہیں لیکن فارابی جوہری نے کہا رجس کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیساکہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں پر۔

اطبا اس کا سبب ہوا کا فساد بتاتے ہیں اور جدید تحقیق کے موجب طاعون کے کچھ جراثیم ہوتے ہیں مسند امام احمد میں ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فَنَاءُ اُمَّتِيْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہے لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم طعن تو جانتے ہیں مگر طاعون کیا ہے فرمایا وَخْزُ اَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَفِيْ كُلٍّ شُهَدَاءُ تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اور سب میں شہادت ہے۔

جس زمین میں طاعون ہو وہاں جانے سے ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں فساد عقیدہ کا ڈر ہے کہ اگر خدا نخواستہ ہو گیا تو آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ چھوت کی وجہ سے ہوا اور جہاں آدمی موجود ہو وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے بھاگنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں سنگ دلی اور بے مروتی ہے۔

قال ابو النضر لا یخرجکم الا فرارا منه ۔ فراراً میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اس پر تمام شارحین نے یہ اعتراض کیا کہ حدیث کے مقصود کے خلاف ہے سیاق یہ بتا رہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ وہاں سے نہ بھاگو اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے نہ نکلو مگر فرار کرتے ہوئے۔ اس سے اجازت ثابت ہوتی ہے دوسرا اشکال یہ ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں سے دوسری ضرورتوں کے لئے باہر جانا جائز ہے مثلاً جہاد، تجارت، یا کسی کی ملاقات وغیرہ کے لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سوا فرار کے اور کسی ضرورت کے لئے جانا جائز نہیں اسی لئے بہت سے شراح نے فرمایا کہ یہاں الا غلط ہے لیکن محتاطین نے فرمایا کہ جب روایت صحیح ہے تو اس کی توجیہ ضروری ہے بعض حضرات نے کہا کہ الا زائد ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ فرار حال ہے۔ لا تخرجوا کی ضمیر سے کلمہ الا ایجاب کے لئے ہے استثنا کے لئے نہیں تقدیر عبارت یہ ہے لا تخرجوا اذا لم یکن خروجکم الا فرارا منه یعنی وہاں سے نہ نکلو جبکہ تمہارا نکلنا صرف فرار کے لئے ہو بعض حضرات نے یہ توجیہ کی کہ ابو النضر نے لا تخرجوا کی تفسیر کی ہے۔ مراد اس سے حصر ہے یعنی جو نکلنا ممنوع ہے وہ فرار ہے نہ اور کوئی وجہ یعنی یہ معلل منہی کی تفسیر ہے نہی کی نہیں حاصل یہ

جلد چہارم ص ۳۹۵

ہوا کہ تم وہاں سے نہ نکلو یعنی فرار کی نیت سے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸۳۶ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا

وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں سوال کیا تو مجھے خبر دی کہ یہ ایک عذاب ہے اپنے

فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَأَنَّ

بندوں میں سے جس پر اللہ چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اللہ سبحانہ نے اسے مسلمانوں کے

اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ

لئے رحمت بنایا جس شہر میں طاعون ہو وہاں جو کوئی بھی صبر کے ساتھ ثواب کی امید

فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

پر ٹھہرے اور یقین کرے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا

لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ عه

ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب ہوگا۔

۱۸۳۷ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ انبیاء میں سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ

ایک نبی کا حال بیان فرمارہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مار کر لہو لہان کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے

يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ عه

اور کہتے جاتے تھے اے اللہ میری قوم کو بخش دے اس لئے کہ وہ مجھے نہیں جانتی۔

تشریحات ۱۸۳۷ امام نووی نے فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء متقدمین میں سے کسی کا حال بیان فرمایا ہے امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر بنی اسرائیل میں تحریر کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ واقعہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی کا ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ

عه الطب باب اجر الصابر فی الطاعون ص۸۵۳ القدر باب قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ ص۹۷۹

عه ثانی استتابۃ المرتدین باب ص۱۰۲۳ مسلم مغازی، ابن ماجہ فتن۔

خود حضور اقدس نے اپنا ہی حال بیان فرمایا ہو۔

۱۸۳۸ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابو سعید خدری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ

تم سے پہلے ایک شخص تھا جس کو اللہ نے بہت مال عطا فرمایا تھا جب اس کے موت کا وقت آن

رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيهِ لَمَّا حُضِرَ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا

پہونچا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میں تمہارا کیسا باپ تھا لڑکوں نے کہا بہترین باپ تھے اس نے کہا

خَيْرَ أَبٍ قَالَ إِنِّي لَمْ أَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَإِذَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ

کہ میں نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا ہے جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر پیس ڈالنا پھر تیز

اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

ہوا میں خاک اڑا دینا اس کے لڑکوں نے یہ سب کیا اللہ عزوجل نے اس شخص کو جمع فرمایا اور دریافت فرمایا کس چیز

فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ عـہ

نے تم کو اس پر ابھارا اس نے کہا تیرے خوف نے تو اسے رحمت نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

۱۸۳۹ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى

ایک شخص اپنی جان پر زیادتی کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا

نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ

جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس ڈالنا پھر ہوا میں منتشر کر دینا بخدا اگر اللہ مجھ پر قدرت

اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيَّ لَيُعَذِّبَنِّي

پا جائے گا تو مجھ پر ایسا عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں کیا ہوگا جب وہ مرگیا تو اس

عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ فَأَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى

کے ساتھ یہی کیا گیا پھر اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے اجزاء میں سے جو بھی

عـہ ثانی الرقاق، باب خوف من اللہ ص ۹۵۹ توحید باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۸ مسلم توبہ

الْاَرْضَ فَقَالَ اَجْمَعِیْ مَافِیْكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ قَالَ
تیرے اندر ہو سب کو جمع کر اچانک وہ کھڑا تھا اللہ عزوجل نے اس سے دریافت فرمایا
مَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ قَالَ مَخَافَتُكَ یَا رَبِّ فَغَفَرَ لَهُ وَقَالَ
کہ تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا جو تم نے کیا اس نے عرض کیا تیرے خوف نے
غَیْرُهُ خَشْیَتُكَ عہ
اے رب اللہ نے اسے بخش دیا۔

تشریحات ۱۸۳۹ یہ حدیث بخاری میں تین صحابہ کرام سے مروی ہے حضرت حذیفہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب میں کچھ تھوڑا سا ردو بدل کچھ زیادتی اور کمی ہے سب کو ملانے کے بعد مضمون یہ ہوا کہ اگلی امتوں میں ایک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے کثیر مال اور اولاد عطا فرمائی تھی اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا اور گناہوں کا ارتکاب کیا تھا مرنے کے قریب اس پر خدا کا خوف غالب آیا کہ میرے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل مجھ پر ایسا سخت عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں فرمائے گا تو اس نے اپنے بچوں کو یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا دینا پھر پیس ڈالنا اور جب تیز ہوا چلتی ہو میری راکھ سمندر میں اڑا دینا اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا الی آخر الحدیث۔

حدیث ۱۸۴۰ عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ
حضرت ابو مسعود عقبہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ
کلام نبوت سے لوگوں نے یہ پایا ہے جب تجھے حیا نہ ہو تو جو
كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ عہ
چاہے کر۔

تشریحات ۱۸۴۰ اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے من کلام النبوۃ الاولیٰ یعنی سابق انبیائے کرام کے ارشادات میں سے یہ ہے یعنی اس ارشاد پر پہلے ہی سے اتفاق چلا آرہا ہے اور یہ عقل کے مطابق بھی ہے حیا انسان کے اعلیٰ کمالات ہی سے ہے جس کی بنا پر انسان لایعنی لغو اور

عہ ثانی توحید باب یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۷ عہ اس کے بعد متصل۔ ثانی ادب اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ص۹۰۴۔ ابو داؤد ادب ابن ماجہ زہد

محرمات سے بچتا ہے اور جب حیا نہیں ہوتی تو وہ بے تحاشا نا کردنی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱۸۴۱ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ وَهُوَ

نے فرمایا کہ ایک شخص ازراہ تکبر اپنے تہبند کو گھسیٹتا تھا اسے زمین میں دھنسا دیا

يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ عـه

گیا وہ قیامت تک تڑپتا ہوا زمین میں دھنستا رہے گا۔

تشریحات ۱۸۴۱ اس امت میں اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ یہ واقعہ پہلی امتوں میں ہوا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہو۔ اس طرح اس حدیث کو باب سے مناسبت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قارون ہے۔

ٹخنوں کے نیچے تک تہبند یا پاجامہ لٹکانے کی تین صورت ہے۔ **اول**: بہ نیت تکبر، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا۔ یہ حرام ہے۔ **دوسرے**: بلا نیت تکبر ازراہ شوق جیسا کہ آج کل بہت سے عوام بلکہ مقررین و شعراء میں رائج ہے۔ یہ بھی ممنوع ہے۔ **تیسرے**: یہ کہ تہبند یا پاجامہ از خود سرک جاتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اپنے کپڑے کو ازراہ تکبر زمین پر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر نہیں فرمائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے تہبند کا ایک کونہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خیال رکھوں تو حضور نے ارشاد فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں جو ازراہِ تکبر کرتے ہوں۔

۱۸۴۲ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ

حدیث سعید بن مسیب نے کہا کہ معاویہ ابن سفیان جب آخری بار مدینہ آئے

الْمَدِينَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعْرٍ قَالَ

تو ہمیں خطبہ دیا اور بال کا ایک گچھا نکالا اور کہا میں نہیں جانتا کہ اسے

عـه ثانی۔ اللباس۔ باب من جر ثوبہ ص ۸۶۱ ۔ نسائی زینت۔

مَاكُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرُ الْيَهُوْدِ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

یہود کے علاوہ کوئی اور کرتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زور

وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِي الْوِصَالَ فِي الشَّعْرِ۔ صہ

رکھا ہے یعنی بال میں بال ملانا۔

تشریحات ۱۸۴۲ گذر چکا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنہ ۵۱ھ میں اخیر حج کیا اور مدینہ طیبہ آئے اسی وقت یہ خطبہ دیا تھا۔ زور کے معنی فریب کے ہیں۔ بالوں کے ساتھ دوسرے بال اور بالوں کو زیادہ تر دکھانا ضرور فریب ہے۔ یہ عادت یہودی عورتوں کی تھی۔ انھیں سے سیکھ کر مسلمان عورتوں میں بھی پھیل گئی تھی۔ علمائے مدینہ اس پر خاموش تھے اس لئے حضرت معاویہ نے اس پر تقریر فرمائی۔

صہ ثانی ۔ لباس ۔ باب الوصل فی الشعر ۔ ص ۸۷۹

باب المناقب ص ۴۹۶

فضائل کا بیان

مناقب منقبۃ کی جمع ہے جس کے معنی فضیلت کے ہیں اس کی ضد مثلبۃ ہے جس کے معنی عیب کے ہیں وقول اللہ تعالیٰ یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ حجرات (۱۳) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخ در شاخ اور قبیلہ در قبیلہ کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

وقولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا وما ینھی من دعوی الجاھلیۃ ۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو اور بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور جو جاہلیت کی پکار سے منع فرمایا گیا۔

الشعوب، النسب البعید والقبائل دون ذلک۔ شعوب دور کے نسب کو کہتے ہیں یعنی قبائل کے رؤوس واصول کو جیسے ربیعہ و مضر واوس اور خزرج، اور اس سے کم درجے کو قبیلہ کہا جاتا ہے جیسے قریش وتمیم۔

عرب والوں نے نسب کی تفصیلات جاننے کے لئے چھ طبقے مقرر کئے ہیں شعب، قبیلۃ، عمارۃ، بطن، فخذ، اور فصیلۃ جیسے خزیمہ شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ۔ لیکن اکثر بطریق تسامح سب پر قبیلہ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

۱۸۴۳	عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وجعلنکم
حدیث	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا
	شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قال الشعوب القبائل العظام والقبائل البطون
	کی تفسیر میں مروی ہے کہ شعوب سے مراد بڑے بڑے قبائل ہیں اور قبائل سے بطون ہیں۔

تشریح ۱۸۴۳ حضرت ابن عباس ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ قبائل افخاذ کو کہتے ہیں اس کا حاصل یہ ہوا قبائل کے اصول ورؤوس کو شعوب کہا جاتا ہے اور اس کے نیچے جو شاخیں پیدا ہو چکی ہیں ان کے اگرچہ اپنے مدارج کے اعتبار سے مختلف نام ہیں۔ مثلاً بطن، فخذ مگر سب پر قبیلہ کا اطلاق آتا ہے۔ آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ قبائل کی تقسیم فخر ومباہات اور دوسروں کی تحقیر کے لئے نہیں۔ بلکہ معرفت وشناخت کے لئے ہے۔ اور مدار کرامت وعزت، تقویٰ ہے پدرم سلطان بود کوئی چیز نہیں۔

حدیث ۱۸۴۴ حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلیب نے ہمیں خبر دی انھوں نے کہا مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ربیبہ نے

وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ

خبر دی میں گمان کرتا ہوں کہ وہ زینب ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھو کھلے کدو

وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّةِ وَقُلْتُ بِهَا اَخْبِرِيْنِيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور ہری پالش کے گھڑے اور کھو کھلی کی ہوئی لکڑی کے برتن اور روغن زفت ملے ہوئے برتن کے

وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُضَرَ

کے استعمال سے منع فرمایا میں نے ان سے کہا مجھے بتاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس قبیلے کے تھے مضر سے تھے؟

كَانَ مِنْ وَلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ:

انھوں نے کہا تو کس قبیلے سے تھے۔ مضر ہی کے تھے نضر بن کنانہ کی اولاد سے۔

تشریح ۱۸۴۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ عالیہ یہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں جو مضر کی اولاد میں سے ہیں۔ اس لئے حضور بھی مضر کی نسل سے ہوئے یہ زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر ابو سلمہ کی دختر ہیں ان کی پرورش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس لئے ان کو ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا۔

حدیث ۱۸۴۵ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تجدون الناس معادن خیارھم

فرمایا تم لوگوں کو کانوں کے مثل پاؤ گے۔ جو جاہلیت میں اچھے ہیں اسلام میں

فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا وتجدون خیر الناس

اچھے ہیں جب وہ دین میں سمجھ حاصل کریں امارت کے معاملے میں سب سے بہتر

فی ھذا الشان اشدھم لہ کراھیۃ وتجدون شر الناس ذا

ان لوگوں کو پاؤگے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہیں اور سب سے برا اس کو

الوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ ویاتی ھؤلاء بوجہ عہ

پاؤگے جو دورخا ہے ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے۔

۱۸۴۶ عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الناس تبع لقریش فی ھذا الشان

نے ارشاد فرمایا امارت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں ان کا مسلمان ان کے مسلمانوں

مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم۔ والناس معادن

کے اور ان کا کافر ان کے کافروں کے۔ یہ لوگ کان ہیں جو جاہلیت میں اچھے ہیں وہ اسلام

خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا تجدون من

میں اچھے ہیں جب دین میں سمجھ حاصل کریں اس معاملے میں سب سے اچھا ان لوگوں کو پاؤگے

خیر الناس اشد الناس کراھیۃ لھذا الشان حتی یقع فیہ۔

جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں یہاں تک کہ اس میں واقع ہو جائیں۔

تشریحات ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ان دونوں حدیثوں کا مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے قریش کی عظمت پورے عرب کو مسلم تھی جب تک قریش اسلام سے دور رہے اکثر عرب بھی دور رہا اور جب پورے قریش حلقہ بگوش اسلام ہوگئے تو پورا عرب مسلمان ہوگیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل عرب کے نزدیک قریش کی سیادت مسلم تھی اور اب جب اسلام آیا تو بھی یہی صورت ہے کہ لوگ قریش کے علاوہ کسی اور کی تابعداری قبول نہ کریں گے اس لئے دوسری حدیث میں فرمایا۔ "الائمۃ من قریش"

عہ ثانی۔ الادب باب ما قیل فی ذی الوجھین ص۸۹۵۔ الاحکام: باب ما یکرہ من ثناء السلطان ص۱۰۶۴ مسلم فضائل

حتی یقع فیہ ۔ یعنی جو شخص امارت قبول کرنے کو ناپسند کرتا ہو اسے اگر والی بنا دیا جائے تو اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی۔ قبول کرنے سے پہلے ناپسند کرتا تھا لیکن امیر بنائے جانے کے بعد جب اللہ کی مدد شامل حال ہوگی تو اس کی کراہیت دور ہو جائے گی۔

باب ص۴۹۶

۱۸۴۷ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِلَّا

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیۂ کریمہ الا المودۃ فی القربیٰ

الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی قَالَ فَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ قُرْبٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ

کی تفسیر یہ مروی ہے کہ مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ اور

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ

کہا اس میں قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ

یَکُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَیْشٍ اِلَّا وَلَہٗ فِیْہِ قَرَابَۃٌ فَنَزَلَتْ عَلَیْہِ اِلَّا

تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مراد یہ ہے کہ

اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَۃً بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ عہ

میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کا لحاظ کرو۔

تشریحات ۱۸۴۷ اہل عرب خصوصاً قریش میں خاندانی عصبیت اور قرابت کا پاس و لحاظ بہت تھا یہ اپنے رشتہ داروں کی بے جا باتوں کو بھی درگذر کر دیتے تھے اور یہ جانتے ہوئے کہ ہمارے رشتہ دار نے غلطی کی ہے اس کی بے جا حمایت کرتے تھے مگر اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریشی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستاتے تھے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اور کچھ نہیں تو قرابت کا لحاظ و پاس کرو۔ اور میرے ستانے سے باز رہو خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ میں حق پر ہوں یہی تفسیر سب سے راجح و مختار ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَیْشٍ ص۴۹۷ قریش کے مناقب کا بیان۔

توضیح باب نزہۃ القاری جلد اول میں ہم بتا آئے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ قریش، فہر بن مالک کا لقب ہے ایک قول یہ ہے کہ نضر بن کنانہ کا لقب ہے لیکن دونوں میں تنافی نہیں حاصل دونوں کا ایک ہے اس لئے کہ نضر کے اگرچہ تین لڑکے تھے مالک، صلت، مخلب، مگر نسل صرف مالک ہی سے چلی یوں ہی مالک کی نسل صرف فہر سے باقی رہی جو بھی نضر بن کنانہ کی نسل ہے وہ فہر کی بھی نسل ہے قریش خواہ نضر کا لقب مانو خواہ

عہ ثانی تفسیر۔ باب قولہ الا المودۃ فی القربیٰ ص۷۱۳ ترمذی، تفسیر نسائی، تفسیر

فہر کا دونوں کا حاصل ایک ہے سارے قریش کا نسب فہر کے واسطے سے نضر بن کنانہ تک پہنچتا ہے۔
روافض نے یہ گڑھا ہے کہ قریش قصی کا لقب ہے۔ یہ سراسر باطل ہے یہ اختراع انھوں نے اس لئے کیا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کو قریش سے خارج کردیں۔ مسند امام احمد میں حضرت اشعث بن قیس کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو کندہ کے وفد کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ لوگ ہم میں سے ہیں فرمایا ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم پر بہتان نہ باندھو اور ہمارے باپ سے ہمارے نسب کی نفی نہ کرو۔

حدیث ۱۸۴۸ — كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَيَكُونُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رِجَالًا مِنْكُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَحَادِيثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُولٰئِكَ جُهَّالُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَالْأَمَانِيَّ الَّتِي تُضِلُّ أَهْلَهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللهُ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّينَ ۔

محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے کہ انھیں یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ عنقریب قحطان میں سے ایک بادشاہ ہوگا اس پر معاویہ کو غصہ آگیا وہ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی ثنا کی جس کا وہ اہل ہے پھر کہا اما بعد مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے یہ لوگ تمہارے جاہل ہیں ان سے بچو اور ان کی بیان کی ہوئی ان باتوں سے بچو جو گمراہ کن ہیں اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک یہ چیز (خلافت) قریش میں ہے اس معاملے میں جو بھی ان سے مخالفت کریگا اللہ اسے منھ کے بل اوندھا کردے گا جب تک یہ لوگ دین قائم کرتے رہیں گے۔

لہ جلد ۵ ص ۲ – ۲۰۱ ع ثانی الاحکام باب الامراء من قریش ص ۱۰۵۷ نسائی تفسیر

۱۸۴۸ **تشریحات قحطان** ۔ یہ مشہور قبیلے کا نام ہے قحطان کس کا نام تھا اس بارے میں شدید اختلافات ہیں مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اہل یمن بنو قحطان ہیں۔ عرب کی تین قسمیں ہیں عرب العاربہ یہ ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے نو قبائل ہیں۔ عاد، ثمود، امیم، عبیل، طسم، جدیس، عملیق، جرہم، وبار، دوسرے عرب المتعربہ یہ بنو قحطان ہیں اور عرب المستعربہ یہ اولاد اسماعیل ہیں۔

فغضب معاویة ۔ حضرت معاویہ کا غضبناک ہونا اس بنا پر تھا کہ انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تورات میں یہ پڑھا ہے اور اسے بیان کر رہے ہیں کیونکہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ تورات پڑھتے ہیں اور اس کی باتیں نقل بھی کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن اور مشہور احادیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے انھوں نے اسے ناپسند کیا ورنہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہی سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ غیر قریش بھی حکمراں ہوں گے کیونکہ اس میں صاف صاف مذکور ہے یہ چیز قریش میں رہے گی جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں گے اس کا ایک پہلو یہ نکلتا ہے کہ جب دین قائم کرنا چھوڑ دیں گے دوسرا کوئی بادشاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں مشاہدہ ہے کہ سوائے دو ایک ممالک کے کہیں کا حکمراں قریشی نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ نے یہ سمجھا ہو کہ ان کی اس روایت کا یہ مطلب ہے کہ جلد ہی بنو قحطان سے کوئی حکمراں پیدا ہوگا جیسا کہ سیکون سے ظاہر ہوتا ہے حضرت معاویہ کو کسی ذریعہ سے معلوم رہا ہو کہ مستقبل قریب میں ایسا ممکن ہے اور اس بات کے پھیلانے میں بنی قحطان کو حکومت حاصل کرنے کی ایک طرح سے رغبت دلانی تھی جس سے سورش کا اندیشہ تھا۔ اس کے ازالے کے لئے غیظ ظاہر فرمایا۔ اور بخاری ہی میں ایک ورق بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دلالت کر رہی ہے کہ اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک بنی قحطان سے ایک ایسا شخص نہیں پیدا ہو لے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو۔

۱۸۴۹ **حدیث** حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریش اور انصار جہینہ، مزینہ، اسلم، و اشجع و غفار

قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَأَسْلَمُ وَأَشْجَعُ وَغِفَارٌ مَوَالِيَّ

میرے مددگار ہیں۔ اور ان کا مولیٰ اللہ و رسول کے علاوہ کوئی نہیں۔

لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؎

؎ باب ذکر اسلم و غفار ص ۴۹۸

تشریحات ۱۸۴۹

ان قبائل کو خاص طور پر اپنا حامی و مددگار اس لئے فرمایا کہ یہ بلا جھجک اسلام کی طرف راغب ہوئے اور اسے قبول کیا ان میں اگرچہ قریش کے کچھ افراد نے مدت دراز تک پوری قوت کے ساتھ اسلام کی مخالفت کی مگر ساتھ ہی ساتھ ابتداء ہی سے قریش کے کچھ افراد نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی حمایت کی۔

۱۸۵۰ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْہُمُ اثْنَانِ ؎

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ ہمیشہ یہ چیز (خلافت) قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو باقی ہیں۔

تشریحات ۱۸۵۰

یہ ارشاد اگرچہ خبر ہے لیکن امر کے معنی میں ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ غیر قریشی کو خلیفہ بنانا درست نہیں عہد صحابہ سے لے کر آج تک اس پر امت کا اجماع ہے۔ مسٹر ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ خلیفہ ہونے کے لئے قریشی ہونا شرط نہیں لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے اس کا رد بلیغ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ "دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش" میں فرمایا ہے اہل علم اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

۵۸۵ حَدَّثَنِیْ اَبُو الْاَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ذَھَبَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ مَعَ اُنَاسٍ مِّنْ بَنِیْ زُھْرَۃَ اِلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا وَکَانَتْ اَرَقَّ شَیْءٍ عَلَیْہِمْ لِقَرَابَتِہِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ت عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن زبیر بنی زہرہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ام المؤمنین بنی زہرہ پر بہت مہربان تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے۔

؎ احکام باب الامراء من قریش صفحہ ۱۰۵۷۔ مسلم۔ مغازی۔

تشریحات ۵۸۵

اس تعلیق کی تشریح اس کے بعد والی حدیث میں مذکور ہے۔ بنی زہرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا خاندان تھا ان کا شجرۂ مبارکہ یہ ہے۔ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ زہرہ قصی کے بھائی تھے۔

حدیث ۱۸۵۱

حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ الطُّفَيْلِ وَهُوَ ابْنُ أَخِي عَائِشَةَ زَوْجِ

عوف بن الطفیل نے حدیث بیان کی، اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّهَا أَنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ أَنَّ

عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات کے اخیافی بھائی تھے کہ حضرت عائشہ سے

عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ فِي بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ وَاللهِ

یہ بیان کیا گیا کہ حضرت عائشہ کی بیع یا عطیہ کے بارے میں عبد اللہ بن زبیر

لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ أَوْ لَأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا فَقَالَتْ أَهُوَ قَالَ هٰذَا قَالُوا

نے کہا ہے۔ بخدا یا تو عائشہ اس سے باز رہیں یا میں ان پر پابندی لگا دوں گا۔

نَعَمْ قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لَا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ

ام المؤمنین نے دریافت کیا۔ کیا اس نے یہ کہا ہے لوگوں نے کہا ہاں ام المؤمنین نے کہا اللہ کے لئے مجھ پر

ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِينَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللهِ لَا أُشَفِّعُ

منت ہے کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی جب ام المؤمنین کا انھیں چھوڑنا طویل ہو گیا

فِيهِ أَبَدًا وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلَىٰ نَذْرِي فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ

تو انھوں نے شفارش کروائی اس پر ام المؤمنین نے فرمایا بخدا اس کے بارے میں کبھی بھی

كَلَّمَ مِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ

کسی کی شفارش قبول نہیں کروں گی اور اپنی قسم نہیں توڑوں گی جب اس کی مدت بہت

وَهُمَا مِنْ بَنِي زُهْرَةَ وَقَالَ لَهُمَا أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ لَمَّا أَدْخَلْتُمَانِي عَلَىٰ

دراز ہو گئی تو ابن زبیر نے مسور بن مخرمہ و عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی یہ دونوں

عَائِشَةَ فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذُرَ قَطِيعَتِي فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ

بنی زہرہ سے تھے ابن زبیر نے ان دونوں سے کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے عائشہ

وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ مُشْتَمِلَيْنِ بِاَرْدِيَتِهِمَا حَتّٰى اسْتَاذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَ

کے پاس لے چلو اس لئے کہ انھیں حلال نہیں کہ میرے ساتھ قطع تعلق پر قسم کھائیں تو مسور اور عبد الرحمٰن اپنی چادریں

السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَنَدْخُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ اُدْخُلُوا

اوڑھے ہوئے انھیں لے کے چلے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ سے اجازت طلب کیا اور دونوں نے کہا

قَالُوا كُلُّنَا قَالَتْ نَعَمْ اُدْخُلُوا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا ہم اندر آجائیں حضرت عائشہ نے فرمایا آجاؤ ان لوگوں نے عرض کیا ہم سب، فرمایا تم

الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ

سب آجاؤ انھیں پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیر ہیں جب وہ لوگ اندر گئے ابن زبیر حجاب کے اندر گئے اور

يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا مَا

حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور انھیں اللہ کا واسطہ دینے لگے اور رونے لگے مسور اور عبد الرحمٰن بھی ام المؤمنین

كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ وَيَقُولَانِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو اللہ کا واسطہ دینے لگے کہ ان سے کلام کریں اور ان کے عذر کو قبول کریں وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ آپ جانتی ہیں کہ

نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ وَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین

اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ فَلَمَّا اَكْثَرُوا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ

رات سے زیادہ چھوڑے رہے جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ پر کثرت سے صلہ رحمی کو یاد دلایا اور تنگی کی

طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي وَتَقُولُ اِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا

ممانعت کا ذکر کیا تو وہ ان دونوں سے اپنا حال بیان کرنے لگیں اور روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں نے منت مان

حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاَعْتَقَتْ فِي نَذْرِهَا ذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً وَكَانَتْ

لی ہے اور منت سخت ہے مگر وہ لوگ مصر رہے یہاں تک کہ ام المؤمنین نے ابن زبیر سے کلام فرمایا اور اپنی منت کے کفارے

تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِي حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا۔ عہ

میں چالیس غلام آزاد کئے اس کے بعد وہ اپنی منت کو ذکر فرماتیں اور روتیں یہاں تک کہ ان کے آنسو

ان کی اوڑھنی کو تر کر دیتے۔

عہ ثانی ادب باب الھجرۃ صـ ۸۹۷ اول مناقب صـ ۴۹۷

تشریحات ۱۸۵۱ **عوف بن طفیل** ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے عبد اللہ بن حارث بن سنجرہ کی زوجیت میں تھیں اس سے طفیل پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت ام رومان سے نکاح کر لیا تھا اس طرح یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیافی بھائی ہوئے اس حدیث کے راوی عوف انھیں طفیل کے بیٹے یا پوتے ہیں علی بن مدینی نے کہا۔ میرے نزدیک صواب یہ ہے کہ عوف بن حارث بن طفیل۔ جامع الاصول میں ہے کہ یہ عوف بن مالک بن طفیل ہیں۔

مناقب میں مذکورہ بالا تعلیق کے بعد عروہ بن زبیر ہی سے قدرے تفصیل کے ساتھ یہ حدیث یوں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر سب سے زیادہ پیارے تھے اور عبد اللہ بن زبیر ان کے سب سے زیادہ اطاعت شعار تھے سب سے زیادہ ان کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے تھے حضرت ام المؤمنین کی عادت کریمہ تھی کہ جو کچھ بھی ان کے پاس آتا سب صدقہ کر دیتیں اس پر حضرت عبد اللہ بن زبیر نے وہ کہا کہ میں ان کو محجور کر دوں گا کہ ان کا کوئی بھی معاملہ نافذ نہ مانا جائے۔ حجر کے معنیٰ روکنے یا منع کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاکم اسلام کسی ضرورت یا مصلحت کی بنا پر کسی پر یہ پابندی لگا دے کہ اس کی خرید و فروخت اور داد و دہش کالعدم ہے نافذ نہ ہوگی، ان دنوں حضرت عبد اللہ بن زبیر خلیفہ تھے انھیں یہ حق حاصل تھا۔ حضرت ام المؤمنین نے اسے اپنی شان کے منافی سمجھا اسی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے دس غلام خدمت اقدس میں بھیجے کہ کفارہ میں آزاد فرما دیں مگر ام المؤمنین نے اسی پر اکتفا نہ فرمایا مزید غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس تک آزاد فرمایا۔

عبد الرحمٰن بن اسود کی ماں کا نام بھی آمنہ تھا جو نوفل بن اُہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی بیٹی تھیں اس رشتے سے اسود حضرت آمنہ کے بھائی کے لڑکے تھے اور مسور بن مخرمہ عبد مناف کے دوسرے صاحبزادے وُہیب کی نسل سے تھے۔ جو عبد مناف بن زہرہ کے بیٹے تھے ام المؤمنین نے مبہم منت مانی تھی یعنی یہ تفصیل نہیں کی تھی کہ اگر میں عبد اللہ سے کلام کروں تو مجھ پر کیا واجب ہے نماز یا روزہ یا غلام آزاد کرنا۔

نذر مبہم ۔ منعقد ہے یا نہیں علماء کا اس میں اختلاف ہے جو لوگ منعقد مانتے ہیں وہ حنث کی صورت میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور قسم کے کفارہ میں ایک غلام کافی ہے مگر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں انھوں نے اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ازراہِ احتیاط چالیس غلام آزاد فرمایا ہو۔

باب نَزَلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ ص۴۹۷ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

حدیث ۱۸۵۲ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ

بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ قدم علی عثمان وکان یغازی اہل

تعالی عنہ حضرت عثمان کے پاس آئے اور وہ اہل شام سے ارمینیہ آذر بائیجان

الشام فی فتح ارمینیۃ وآذربیجان مع اہل العراق فافزع حذیفۃ

کی فتح میں اہل عراق کے ساتھ ہوکر جہاد کرتے تھے لوگوں کے قرآن مجید پڑھنے کے اختلاف

اختلافہم فی القراءۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیر المومنین ادرک

نے حذیفہ کو گھبرادیا۔ انھوں نے عثمان سے کہا اے امیر المومنین! اس امت کی

ہذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیہود والنصاری

مدد فرمائیے قبل اس کے کہ یہود و نصاری کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرلیں اس پر

فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسلی الینا بالصحف ننسخہا فی

حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ ہمیں

المصاحف ثم نردہا الیک فارسلت بہا حفصۃ الی عثمان فامر

صحیفے عطا فرمائیں کہ اسے دوسرے صحیفوں میں لکھ لیں۔ پھر ہم اسے آپ کو واپس

زید بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص وعبد

کردیں گے حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیج دیئے اب حضرت

الرحمن بن الحارث بن ہشام فنسخوہا فی المصاحف وقال عثمان

عثمان نے زید بن ثابت اور عبد اللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن حارث

للرہط القرشیین الثلاثۃ اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی

بن ہشام کو حکم دیا۔ ان لوگوں نے اسے صحیفوں میں لکھا اور حضرت عثمان نے تینوں قرشی اشخاص سے فرمایا

شیء من القرآن فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانہم ففعلوا

جب تم لوگ اور زید بن ثابت کسی جگہ اختلاف کرو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھو اس لئے کہ قرآن قریش

حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی حفصۃ

کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صحائف لکھے جاچکے تو حضرت عثمان نے

وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا۔ وامر بما سواہ من

اصل مصحف حضرت حفصہ کو واپس کردیا اور ان لوگوں نے جو مصحف لکھے تھے ان میں سے ایک ایک مصحف

الْقُرْآنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَۃٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ عہ

ہر طرف بھیج دیا اور اس کے ماسوا اور مصاحف کے بارے میں حکم دیا کہ جلا دیئے جائیں۔

۱۸۵۲

تشریحات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم اپنی خلافت کے ایک سال بعد قریب ۲۴ھ کے اواخر ۲۵ھ کے اوائل میں دیا تھا اور آرمینیہ تقریباً اسی سال فتح ہوا تھا۔

فافزع حذیفۃ ۔ اس اختلاف کی نوعیت یہ تھی کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرارت کے مطابق پڑھتے تھے جسے اہل عراق نے نہیں سنا تھا اور اہل عراق حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرارۃ کے مطابق پڑھتے تھے جسے اہل شام نے نہیں سنا تھا ایک دوسرے کی قرارت کا انکار کرتا یہاں تک کہ تکفیر کی نوبت پہونچ جاتی اسی طرح اہل بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارت کے مطابق پڑھتے تھے اس اختلاف کی نوعیت تلفظ اعراب یا کچھ الفاظ کے ردوبدل کی تھی جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا مثلاً قرارۃ متواترہ ہے اتموا الحج والعمرۃ للہ ۔ کوئی اس کے مطابق پڑھتا اور کوئی پڑھتا واتموا الحج والعمرۃ للبیت اس پر حضرت حذیفہ کو وہ خیال آیا مزید برآں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دوسرے ذرائع سے اس قسم کے اختلافات اور جھگڑے کی اطلاعات ملیں جب حضرت حذیفہ نے وہ کہا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً اس جانب توجہ دی۔

اذا اختلفتم ۔ اس جماعت میں تین قریشی تھے حضرت زید بن ثابت انصاری مدنی بعض الفاظ کے تلفظ میں اہل عرب میں اختلاف ہے مثلاً صراط، ص، سے بھی ہے اور، س، سے بھی ہے اسی طرح مصیطر بھی۔ اسی طرح اعراب میں بھی اختلاف ہے مثلاً اہل حجاز پڑھتے ہیں۔ ماھذا بشرًا اور بنی تمیم پڑھتے ہیں ماھذا بشرٌ اسی طرح بعض الفاظ کے رسم الخط میں اختلاف ہے مثلاً تابوت، ت، مطولہ کے ساتھ ہے اور حضرت زید بن ثابت (ۃ) مدورہ کے ساتھ لکھتے تھے اس قسم کے اختلاف کے بارے میں فرمایا کہ قریش کی لغت اور محاورے کے مطابق لکھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات سے کتنے مصاحف لکھوائے اس میں اختلاف ہے کسی نے سات کہا کسی نے پانچ کسی نے چار۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ص۴۹۷　یمن کی نسبت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے

توضیح باب اکثر اہل یمن بنی قحطان سے ہیں اکثر اہل النساب کا قول یہ ہے کہ قحطان بنی اسماعیل سے نہیں مگر زبیر بن بکار نے کہا کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے قحطان بن الھمیسع بن تیمن بن قیذار بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام۔ باب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان ہے اور یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے۔ کہ انھوں نے حضرت ہاجرہ

عہ ثانی فضائل القرآن باب جمع القرآن ص۷۴۶۔ اول مناقب نزل القرآن بلسان قریش ص۴۹۷، ترمذی تفسیر، نسائی فضائل القرآن

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصے میں حضرات انصار کو مخاطب فرما کر فرمایا فتلك امکم یا بنی ماء السماء سے ظاہر اور یہی اس باب کے ضمن میں ذکر کردہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا اِرْمُوْا بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ اے بنی اسماعیل! تیر چلاؤ۔

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰی بْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِنْ خُزَاعَةَ۔

یعنی اہل یمن میں سے اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر ہیں جو خزاعہ سے ہیں۔

تشریح اسلم تین ہیں ایک بنی مذحج کی، اور ایک بجیلہ کی شاخ ہے اور ایک بنی خزاعہ کی، اسلم سے یہاں مراد بنی خزاعہ کی شاخ ہے انہیں کو متعین کرنے کے لئے امام بخاری نے اسلم بن افصی کہا افصی ہی کا دوسرا نام خزاعہ ہے خزاعہ بنی اسماعیل سے ہیں یا نہیں اس میں بھی اختلاف ہے امام بخاری کا رجحان یہی ہے کہ یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔

باب ۴۹۷

حدیث ۱۸۵۳ اِنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّئِلِیَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ وَمَنِ ادَّعٰی قَوْمًا لَیْسَ لَهٗ فِیْهِ نَسَبٌ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ عـہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کا دعویٰ کرے اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص ایسی قوم میں اپنے نسب کا دعویٰ کرے جس میں اس کا نسب نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

تشریحات ۱۸۵۳ جان بوجھ کر اپنے نسب کو بدلنا حرام و گناہ ہے یہاں تک کہ اس حدیث میں اس کو کفر تک فرمایا ہے نسب بدلنے کی دو صورتیں ہیں ایک نفی یعنی اپنے باپ سے نسب کا انکار کرنا دوسرے اثبات یعنی جو باپ نہیں اسے اپنا باپ بتانا دونوں حرام ہے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے بڑی آسانی سے لوگ اپنے آپ کو سید کہنے اور کہلانے لگتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ سید نہیں غالباً یہ بیماری پہلے بھی رائج تھی اسی پر کسی نے کہا ہے۔

خلہ چوں ارزاں شود
امسال سید می شوم

عـہ ثانی الادب باب ماینھی عن السباب واللعن ص ۸۹۳ مسلم ایمان۔

۱۸۵۴ حَدَّثَنِی عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّصْرِیُّ قَالَ سَمِعْتُ

حدیث واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے جھوٹوں میں سے یہ ہے کہ اپنے باپ کے علاوہ کسی اور

وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَاءِ أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ

کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرلے یا اپنی آنکھوں کو اس چیز کا دیکھنے والی بتائے جو

أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ أَوْ تَقُولَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اس نے نہ دیکھا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وہ بات

وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ۔

منسوب کرے جو نہیں فرمائی ہے۔

تشریحات ۱۸۵۴ فِرَاء۔ الف مقصورہ وممدودہ دونوں کے ساتھ جھوٹ وبہتان کے معنی میں ہے۔ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ۔ یہ باب افعال اراءۃ سے مضارع ہے یعنی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو آنکھ نے نہیں دیکھی ہے یعنی جو خواب نہیں دیکھا ہے اسے بیان کرے اس کو اعظم الفرا اس لئے کہا گیا کہ خواب کو اجزاء نبوت میں سے ایک جز کہا گیا ہے اور یہ من جانب اللہ ہوتا ہے تو جھوٹا خواب بیان کرنے والے نے اللہ عزوجل پر بہتان باندھا اور اپنے لئے اجزائے نبوت میں سے ایک جز کا اثبات کیا۔

بَابُ ذِكْرِ أَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَأَشْجَعَ ص۴۹۸ اسلم وغفار ومزینہ وجہینہ اور اشجع کا ذکر۔

۱۸۵۵ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ

نے منبر پر فرمایا غفار کو اللہ تعالیٰ بخش دے اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور عصیہ

عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ عہ

نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

عہ ثانی الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ عنہ وسلم ص۹۸۱

۱۸۵۶ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار کو بخش دے۔

۱۸۵۷ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَايَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيجِ مِنْ أَسْلَمَ وَغِفَارٍ وَمُزَيْنَةَ وَأَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةَ ابْنُ أَبِي يَعْقُوبَ شَكَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَأَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرًا مِنْ بَنِي تَمِيمٍ وَبَنِي عَامِرٍ وَأَسَدٍ وَغَطَفَانَ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمْ لَأَخْيَرُ مِنْهُمْ۔

حدیث: حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے اقرع بن حابس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ حاجیوں کا سامان چرانے والوں ہی نے آپ کی بیعت کی ہے۔ اسلم اور غفار ومزینہ اور گمان کرتا ہوں جہینہ بھی۔ اور ابن ابی یعقوب نے شک کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتا اگر اسلم وغفار ومزینہ اور جہینہ بنی تمیم اور بنی عامر اور اسد و غطفان سے بہتر ہوں تو یہ لوگ خائب و خاسر ہوئے؟ انھوں نے کہا ہاں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک وہ لوگ ان سے ضرور بہتر ہیں۔

۱۸۵۸ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَشَيْءٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ أَوْ قَالَ شَيْءٌ مِنْ جُهَيْنَةَ وَمُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ أَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَسَدٍ وَتَمِيمٍ وَهَوَازِنَ وَغَطَفَانَ

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ وجہینہ کے افراد یا فرمایا کچھ جہینہ ومزینہ کے افراد اللہ کے نزدیک یا فرمایا قیامت کے دن اسد اور تمیم اور ہوازن اور غطفان سے بہتر ہیں۔

تشریحات ۱۸۵۵ تا ۱۸۵۸ اسلم غفار، مزینہ جہینہ اور اشجع یہ پانچ قبائل زمانۂ جاہلیت میں بھی باعزت اور طاقت ور تھے اس کے باوجود اسلام قبول کرنے میں انھوں نے بہ نسبت دوسرے قبائل کے سبقت کی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مدح فرمائی۔

غفار۔ اگر اسے حی کا علم مانا جائے تو منصرف ہے اور اگر قبیلے کا علم مانا جائے تو غیر منصرف اس لئے کہ اب اس میں علم کے ساتھ تانیث بھی پائی گئی۔

بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ ۔ ص ۴۸۹ قحطان کا تذکرہ۔

۱۸۵۹	عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
حدیث	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ
	کرتے ہیں کہ فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بنی قحطان سے ایک شخص
	مِنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔ عہ
	پیدا ہوگا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

تشریحات ۱۸۵۹ مراد یہ ہے کہ وہ غلبہ حاصل کر کے سب کو اپنی رعایا بنالے گا یعنی بادشاہ ہوگا۔ نعیم بن حماد نے فتن میں ارطاۃ بن منذر سے روایت کیا ہے کہ قحطانی مہدی کے بعد نکلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ص ۴۸۹ جاہلیت کی پکار سے منع کیا گیا ہے۔

۱۸۶۰	أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى
حدیث	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	عَنْهُ يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ
	کے ہمراہ ایک غزوے میں گئے تھے اور حضور کے ساتھ مہاجرین بکثرت تھے اور مہاجرین
	ثَابَ مَعَهُ نَاسٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حَتَّى كَثُرُوا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
	میں ایک صاحب خوش مزاج تھے انھوں نے ایک انصاری کی سُرین پر مارا

عہ ثانی الفتن باب تغیر الزمان حتی تعبد الاوثان ص ۱۰۵۳ مسلم فتن۔

رَجُلٌ لَعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى

جس پر انصاری بہت زیادہ غضب ناک ہو گئے (اور بات بڑھ گئی) یہاں تک کہ ہر فریق نے اپنے

تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرُ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ

گروہ کو پکارنا شروع کیا۔ انصاری نے کہا اے انصار! مدد کو آؤ۔ اور مہاجر نے کہا اے مہاجر مدد کو آؤ۔

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوٰى اَهْلِ

اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا جاہلیت کی پکار ہے پھر فرمایا کیا بات

الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَا شَانُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ

ہے؟ تو مہاجر کے ساتھ انصار کی حرکت بتائی گئی اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا خَبِيْثَةٌ

فرمایا یہ پکار چھوڑو یہ خبیث ہے اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے کہا۔ مہاجرین نے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا لَئِنْ رَّجَعْنَا

ہمارے خلاف لوگوں کو پکارا ہے اگر ہم مدینہ لوٹے تو ہم میں جو عزت والا ہے

اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ هٰذَا

ذلت والے کو نکال دے گا اس پر حضرت عمر نے کہا کیا اس خبیث کو ہم قتل نہ کردیں

الْخَبِيْثَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی عبد اللہ کو۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں ورنہ لوگ چرچا کریں گے

لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ۔ عہ

کہ وہ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

۱۸۶۰

تشریحات یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں ہوا تھا جو سنہ ۶ھ میں پیش آیا تھا یہ صاحب جنھیں لعاب کہا گیا ہے جہجاہ بن قیس غفاری تھے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملازم تھے۔

دعوها۔ اس کی ضمیر کا مرجع دعویٰ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جاہلیت کی پکار چھوڑ دو یہ خبیث ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر جہجاہ بن قیس تھے ان سے اور ایک انصاری غبرہ بن سنان سے جو عبد اللہ بن اُبی کے حلیف تھے حوض پر پانی لینے میں جھگڑا ہو گیا جس پر جہجاہ نے غبرہ کے سرین پر مارا اور بات بڑھ گئی

عہ ثانی تفسیر سورہ منافقون باب سواء علیہم استغفرت لہم ص۷۲۸ باب قولہ یقولون لان رجعنا الی المدینۃ ص۷۲۹

انصاری۔ یاللانصار کا نعرہ لگانے لگے اور جہجاہ یاللمہاجرین کا۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے جن کا نام بھی عبد اللہ تھا مخلصین صحابہ میں سے تھے۔ ان کو جب اپنے باپ کی اس بیہودگی کا علم ہوا تو مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو انھیں منع کر دیا۔

بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ　صـ۴۹۹　خزاعہ کا قصہ۔

خزاعہ بنی قحطان میں سے ہیں یا بنی عدنان میں سے دونوں قول ہے جو خزاعہ کو بنی عدنان میں سے مانتے ہیں وہ اسے مضر کی شاخ مانتے ہیں کچھ لوگوں نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے۔ قمعہ بن خندف جب مرا تو اس کی بیوی حاملہ تھی اور وہ حارثہ کے پاس تھی یہیں لُحَی پیدا ہوا حارثہ نے اسے متبنیٰ بنالیا اس لئے یمن کی طرف منسوب ہوا۔ ورنہ وہ باعتبار نسل کے مضر کی اولاد ہی سے ہے۔

۱۸۶۱ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَیِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدِفٍ اَبُوْ خُزَاعَةَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف ابو خزاعہ ہے۔

تشریحات ۱۸۶۱ یعنی عمرو بن لحی کی اولاد کو بنی خزاعہ کہتے ہیں۔

۱۸۶۲ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیِّبِ قَالَ الْبَحِیْرَةُ الَّتِیْ یُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِیْتِ وَلَا یَحْلِبُهَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِیْ کَانُوْا یُسَیِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا یُحْمَلُ عَلَیْهَا شَیْءٌ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِیَّ یَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ عـہ

حدیث سعید بن مسیب نے کہا بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے روک دیا جاتا ہے جسے کوئی شخص نہیں دوہتا۔ اور سائبہ جسے اپنے معبودوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے اس پر کچھ نہیں لادا جاتا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو جہنم میں گھسیٹ رہا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا۔

عـہ ثانی باب ما جعل اللہ من بحیرۃ صـ۶۶۵

۱۸۶۲

تشریحات یہاں عمرو بن عامر ہے اور کتاب الصلوٰۃ باب اذا انفلتت دابۃ میں عمرو بن لحی ہے ہوسکتا ہے لحی کا نام عامر ہو۔

قِصَّۃُ اِسْلامِ اَبِیْ ذَرٍّ۔ بَابُ قِصَّۃِ زَمْزَمَ ص ۴۹۹

حضرت ابوذر کے اسلام لانے اور زمزم کا قصہ۔

۱۸۶۳ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَمْرَۃَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاِسْلَامِ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کیا میں تم کو ابوذر کے مسلمان ہونے کا

اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ کُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا اَنَّ

واقعہ نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ تو ابن عباس نے کہا۔ ابوذر نے بتایا کہ میں بنی غفار کا

رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَکَّۃَ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ فَقُلْتُ لِاَخِیْ اِنْطَلِقْ اِلٰی ھٰذَا

فرد ہوں۔ ہمیں یہ خبر ملی کہ مکے میں کوئی صاحب نکلے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ میں نے

الرَّجُلِ وَکَلِّمْہُ وَأْتِنِیْ بِخَبَرِہٖ فَانْطَلَقَ فَلَقِیَہٗ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا

اپنے بھائی سے کہا ان صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے بات کرو اور ان کی خبر لاؤ۔ وہ گیا اور ان صاحب سے

عِنْدَکَ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَأَیْتُ رَجُلًا یَّاْمُرُ بِالْخَیْرِ وَیَنْھٰی عَنِ الشَّرِّ

ملاقات کرکے لوٹ آیا۔ میں نے پوچھا کیا خبر ہے۔ میرے بھائی نے بتایا۔ بخدا میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جو

فَقُلْتُ لَہٗ لَمْ تَشْفِنِیْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَخَذْتُ جِرَابًا وَّعَصًا ثُمَّ اَقْبَلْتُ اِلٰی

اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں میں نے اس سے کہا تم نے پوری بات نہیں بتائی تب میں نے ایک تھیلی اور

مَکَّۃَ فَجَعَلْتُ لَا اَعْرِفُہٗ وَاَکْرَہُ اَنْ اَسْاَلَ عَنْہُ وَاَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ

لاٹھی لی اور مکہ کی طرف چلا اور میں مکے گیا میں حضور کو پہچانتا نہیں تھا اور ان کے بارے میں کسی سے پوچھنے کو پسند نہیں

وَاَکُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّ بِیْ عَلِیٌّ فَقَالَ کَاَنَّ الرَّجُلَ غَرِیْبٌ قَالَ قُلْتُ

کرتا تھا اور زمزم کا پانی پیتا تھا اور مسجد میں رہتا تھا ایک دن میرے پاس حضرت علی آئے فرمایا تم مسافر معلوم ہوتے ہو میں نے

نَعَمْ فَقَالَ فَانْطَلِقْ اِلَی الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَہٗ لَا یَسْاَلُنِیْ عَنْ

عرض کیا جی ہاں انھوں نے فرمایا گھر چلو ان کے ساتھ چلا نہ وہ مجھ سے کچھ پوچھتے تھے اور نہ میں ان کو کچھ بتاتا تھا

شَیْءٍ وَّلَا اُخْبِرُہٗ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ غَدَوْتُ اِلَی الْمَسْجِدِ لِاَسْاَلَ عَنْہُ

صبح کو پھر میں سویرے ہی مسجد آگیا تاکہ میں حضور کے بارے میں پوچھوں لیکن مجھے کوئی نہیں ملا جو حضور

وَلَيْسَ أَحَدٌ يُخْبِرُنِي عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ

کے بارے میں مجھے کچھ بتاتا۔ پھر حضرت علی میرے پاس آئے فرمایا شاید تمہیں اب تک اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔

يَعْرِفُ مَنْزِلَهُ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا۔ قَالَ فَانْطَلِقْ مَعِي قَالَ فَقَالَ مَا

میں نے کہا نہیں فرمایا میرے ساتھ چلو اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے اور اس شہر میں کس لئے آئے ہو میں نے

أَمْرُكَ وَمَا أَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ

ان سے کہا اگر آپ میری بات چھپانے کا وعدہ کریں تو بتاؤں انھوں نے فرمایا کہ میں چھپاؤں گا۔ اب میں

أَخْبَرْتُكَ قَالَ فَإِنِّي أَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهُ بَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ

نے ان سے کہا ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ یہاں ایک صاحب ظاہر ہوئے ہیں جو اپنے کو نبی گمان کرتے ہیں

يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَرْسَلْتُ أَخِي لِيُكَلِّمَهُ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ

میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ ان سے بات کرکے آئے وہ آئے اور لوٹے ان کی بات سے مجھے انشراح

فَأَرَدْتُ أَنْ أَلْقَاهُ فَقَالَ لَهُ أَمَا إِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَ هٰذَا وَجْهِي إِلَيْهِ

نہیں ہوا تو میں نے ارادہ کرلیا کہ ان سے ملاقات کروں یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا سنو بیشک تم اپنے

فَاتَّبِعْنِي أَدْخُلْ حَيْثُ أَدْخُلُ فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ أَحَدًا أَخَافُهُ عَلَيْكَ

مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں وہیں جارہا ہوں میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ جس گھر میں جاؤں تم بھی

قُمْتُ إِلَى الْحَائِطِ كَأَنِّي أُصْلِحُ نَعْلِي وَامْضِ أَنْتَ فَمَضَى وَمَضَيْتُ مَعَهُ

چلے آنا۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں گا جس سے تم پر کوئی اندیشہ ہوگا میں دیوار کی طرف منہ

حَتّٰى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ

کرکے کھڑا ہو جاؤں گا گویا کہ میں اپنی چپل ٹھیک کر رہا ہوں اور تم آگے بڑھ جانا وہ چلے میں بھی

اَعْرِضْ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ فَعَرَضَهُ فَأَسْلَمْتُ مَكَانِي فَقَالَ لِي يَا أَبَا ذَرٍّ اكْتُمْ

ان کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ اور ان کے ساتھ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

هٰذَا الْأَمْرَ وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ فَإِذَا بَلَغَكَ ظُهُورُنَا فَأَقْبِلْ فَقُلْتُ

حاضر ہوئے میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا مجھ پر اسلام پیش فرمائیے حضور نے پیش فرمایا اور میں نے

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ

اسی جگہ اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے ابو ذر اس چیز کو چھپاؤ۔ اور اپنے وطن لوٹ جاؤ جب ہمارے

وَقُرَيْشٌ فِيهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ

غالب ہونے کی خبر تم کو خبر پہنچے تو آنا میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ۔ قریش کے رو برو اس کا

مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَقَالُوا قُومُوا إِلٰى هٰذَا الصَّابِي فَقَامُوا فَضُرِبْتُ

اعلان کروں گا۔ اور اس کے بعد مسجد میں آئے اور قریش مسجد میں تھے انھوں نے کہا اے گروہ قریش میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا

لِأَمُوتَ فَأَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ وَيْلَكُمْ

کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں یہ سن کر قریش نے کہا اس بے دین کی خبر لو وہ

تَقْتُلُونَ رَجُلًا مِنْ غِفَارٍ وَمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلٰى غِفَارٍ فَأَقْلَعُوا عَنِّي

سب کھڑے ہو گئے اور مجھے مار ڈالنے کی نیت سے مارنے لگے اتنے میں عباس میرے پاس آئے مجھ پر جھک کر دیکھا پھر قریش کی طرف متوجہ ہوئے

فَلَمَّا أَنْ أَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْأَمْسِ فَقَالُوا قُومُوا

اور کہا تم غفار کے ایک شخص کو مار ڈال رہے ہو حالانکہ تمہاری تجارت کا راستہ اور گذرگاہ غفار پر ہے یہ سن کر سب مجھ سے الگ ہو گئے۔

إِلٰى هٰذَا الصَّابِي فَصُنِعَ بِي مِثْلُ مَا صُنِعَ بِالْأَمْسِ فَأَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ

لیکن دوسرے دن صبح کو پھر مسجد حرام میں آیا اور جو کل گذشتہ میں نے کہا تھا وہی کہا وہ سنتے ہی ان لوگوں نے کہا۔ کہ اس بد دین کی

فَأَكَبَّ عَلَيَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ بِالْأَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا أَوَّلُ إِسْلَامِ

خبر لو میرے ساتھ وہی کیا گیا جو کل گذشتہ کیا گیا تھا پھر عباس میرے پاس آئے مجھ پر جھکے اور کل والی بات کہی۔ حضرت ابن عباس

أَبِي ذَرٍّ عـه

نے کہا حضرت ابوذر کے اسلام لانے کی ابتدا یہ ہے ۔

بَابُ جَهْلِ الْعَرَبِ صـ۵۰۰ عرب کی جہالت

۱۸۶۴ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا سَرَّكَ أَنْ

حدیث — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اگر تجھے پسند ہے کہ عرب کی جہالت کو جانے تو سورہ

تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلٰثِينَ وَمِائَةٍ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ

انعام کی ایک سو تیس کے بعد کی آیتوں کو پڑھو فرمایا وہ لوگ نقصان میں رہے جنھوں نے اپنی اولاد

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (إِلٰى قَوْلِهِ) قَدْ

کو بیوقوفی اور جہالت کی وجہ سے قتل کیا ۔ اور وہ گمراہ ہو گئے۔

عـه مناقب ۔ باب اسلام ابی ذر صـ۵۴۴

ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔

اور ہدایت یافتہ نہیں ہوئے۔

بَابُ مَنِ انْتَسَبَ إِلٰى آبَائِهٖ فِي الْإِسْلَامِ وَالْجَاهِلِيَّةِ ص۵۰۰

جو اپنے ان آبار کی طرف نسبت کرے جو اسلام یا جاہلیت میں اس کے تھے۔

۵۸۶ ت

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

حضرت برار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

تشریح ۵۸۶ حضرت عبد المطلب کا وصال زمانۂ اسلام سے پہلے ہو چکا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا۔

حدیث ۱۸۶۵

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ" جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ: يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ بِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب آیۂ کریمہ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارتے تھے اے بنی فہر، اے بنی عدی قریش کے بطون کو۔ دوسری روایت میں ہے یدعوھم قبائل قبائل قبیلے قبیلے کو پکارتے تھے۔

تشریحات ۱۸۶۵ ایک قول کی بنار پر قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ فہر نضر کے پوتے ہیں۔ اس تقدیر پر بنی فہر قریش کی شاخ ہوئے مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ نضر کی نسل صرف فہر ہی سے چلی ہے اس لئے باعتبار مصداق دونوں ایک ہیں۔ عدی، کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے صاحبزادے ہیں بنی عدی قریش کی ایک شاخ ہیں۔

حدیث ۱۸۶۶

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ إِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ

فرمایا اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے کچھ خرید لو، اے بنی عبد المطلب

اللّٰهِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا أُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ

اپنے لئے اللہ سے کچھ خرید لو، اے زبیر بن عوام کی ماں! رسول اللہ کی پھوپھی

عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ إِشْتَرِيَا أَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا أَمْلِكُ

اے فاطمہ بنت محمد! اپنے لئے اللہ سے کچھ خرید لو میں اللہ تعالیٰ کے مقابل تم لوگوں کے لئے کسی چیز

لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمَا۔

کا مالک نہیں میرے مال سے تم دونوں جو چاہو مانگو۔

۱۸۶۶

تشریحات اعمال صالحہ کی ترغیب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، اس کی پوری بحث کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکی ہے۔

بَابُ اِبْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ ص ۵۰۰ کسی کا بھانجا اور آزاد شدہ غلام انھیں میں سے ہے۔

حدیث ۱۸۶۷ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ خَاصَّةً فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ أَحَدٌ مِنْ

خاص انصار کو بلایا اور دریافت فرمایا کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے

غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا إِلَّا ابْنُ أُخْتٍ لَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ

ان لوگوں نے عرض کیا نہیں: ہاں ہمارا ایک بھانجا ہے فرمایا قوم کا بھانجا

وَسَلَّمَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔

قوم ہی میں سے ہے۔

۱۸۶۷

تشریحات باب میں مولی القوم منہم بھی ہے اس کے مطابق کوئی حدیث ذکر نہیں کی کچھ لوگوں نے کہا اس مضمون کی کوئی حدیث امام بخاری کی شرط پر ان کے پاس نہیں تھی حالانکہ ایسا نہیں فرائض میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ فرمایا "مولی القوم من انفسھم" قوم کا آزاد کردہ غلام انھیں میں سے ہے۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَلَّا يُسَبَّ نَسَبُهُ ص۵۰۰

جسے یہ پسند ہو کہ اس کے نسب کو برا نہ کہا جائے۔

حدیث ۱۸۶۸ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي؟ فَقَالَ حَسَّانُ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ ـ وَعَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1] قَالَ أَبُو الْهَيْثَمِ نَفَحَتِ الدَّابَّةُ إِذَا رَمَتْ بِحَوَافِرِهَا نَفَحَهُ بِالسَّيْفِ إِذَا تَنَاوَلَهُ مِنْ بَعِيدٍ ـ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حسان نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی فرمایا میرے نسب کا کیا ہوگا۔ حسان نے عرض کیا میں آپ کو ان میں سے الگ کرلوں گا جیسا کہ بال گندھے ہوئے آٹے سے الگ کیا جاتا ہے ــــ عروہ نے کہا میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حسان کو برا کہنے لگا فرمایا حسان کو برا مت کہو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتا تھا۔ ابوالہیثم نے کہا نفح کے معنی ہیں جانور کا اپنے کھروں سے کسی کو مارنا اور دور سے کسی پر تلوار چلانا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۵۰۰

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء کے بیان میں۔

توضیح باب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء ذات دو ہیں۔ احمد اور محمد۔ کتب سابقہ میں احمد ہے اور قرآن میں محمد۔ نیز آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد۔ محمد باب تفعیل کے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔ احمد: مجرد سے اسم تفضیل ہے اس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کرنے والا اس کا بھی احتمال ہے کہ معنی مفعول سے اسم تفضیل ہو۔ جیسے اشہر بمعنی زیادہ مشہور۔ اب احمد کے معنی ہوتے زیادہ تعریف کیا ہوا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کے معنی ہوں حمد والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اسمائے صفات حضور کے

---

[1] ثانی۔ مغازی۔ باب الافک ص۵۹۷ الادب: باب ہجاء المشرکین ص۹۰۸۔ مسلم۔ فضائل

کتنے ہیں اس کا شمار اب تک نہیں ہو سکا۔ دلائل الخیرات شریف میں دو سو بارہ ۲۱۲ ہیں۔ علامہ عینی نے ابن عربی سے نقل فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمار ہزار تک ہیں۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَ
اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور
خَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ وَقَوْلُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
خاتم النبین ہیں ۔ اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر
الْكُفَّارِ۔ وَقَوْلُهُ مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔
بہت سخت ہیں ۔ اور اس ارشاد کا بیان حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہے ۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمار مبارکہ میں سے محمد، احمد، رسول اللہ خاتم النبین ہیں۔ جن میں دو پہلے والے اسمار ذات ہیں اور دو بعد والے اسمار صفات،

حدیث ۱۸۶۹ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا
ہیں ۔ میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی مٹانے والا ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا
الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى
اور میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں پر یعنی میرے پیچھے قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے
قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ [1]
اور میں عاقب سب کے بعد آنے والا ہوں ۔

تشریحات ۱۸۶۹ پانچ اسمار میں حصر نہیں اس لئے کہ مفہوم عدد حجت نہیں یہاں ان پانچ کے ذکر کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ اگلی امتوں اور کتابوں میں مشہور تھے یا اس بنا پر ہے کہ یہ پانچوں اسمار ایسے ہیں جو حضور کے ساتھ مختص ہیں کسی اور کے یہ نام نہیں۔

اقول وھو المستعان :۔ مگر ان کے علاوہ بہت سے اسمائے مبارکہ وہ ہیں جو حضور کے ساتھ خاص ہیں کسی اور کے نہیں مثلاً خاتم النبین، صاحب المقام المحمود وغیرہ۔ عاقب کے معنی یہ ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ

---

[1] ثانی تفسیر سورہ صف باب یاتی من بعدی اسمہ احمد ص۷۲۷ مسلم فضائل۔ ترمذی استیذان وشمائل۔ نسائی تفسیر۔

یونس کی روایت میں ہے۔

۱۸۷۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ

فرمایا کیا تم لوگ اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالی اور لعنت کو مجھ سے کیسے پھیرتا

اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ

ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

بَابُ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ص ۵۰۱ خاتم النبیین کا بیان

۱۸۷۱ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی

نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثل اس شخص کے مثل ہے جس نے گھر بنایا

دَارًا فَاَکْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَهَا

اسے مکمل کیا اور بہت اچھا بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں جاتے ہیں

وَیَتَعَجَّبُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ عہ

اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔

۱۸۷۲ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ

نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثل اس شخص کے مثل ہے جس نے۔ ایک گھر بنایا

مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ

اسے بہت حسین اور خوبصورت بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ

زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا

اس مکان کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس پر تعجب کرتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں

عہ مسلم فضائل۔ ترمذی امثال۔

وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ عه

نہ رکھی گئی فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

۱۸۷۱ ۱۸۷۲ تشریحات

یہ دونوں حدیثیں اس پر برہان قاطع ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری نبی، سب میں پچھلا نبی بتایا ہے اور یہی معنی صحابہ کرام نے بتایا اور اسی پر امت کا قطعی یقینی اجماع ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عوام کا خیال ہے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں اور یہ مقام مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہیں وہ بلاشبہ کافر ہے جیساکہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس کے صفحہ تین پر لکھا ہے۔

بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۶۴۰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا ذکر۔

۱۸۷۳ حدیث

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ عه

وفات شریف ترسٹھ سال کی عمر میں ہوئی ہے۔

۱۸۷۳ تشریحات

یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح اور راجح ہے یہی حضرت ابن عباس حضرت معاویہ سے بھی مروی ہے اور یہی سعید بن مسیب اور امام شعبی اور امام باقر کا قول ہے اور حضرت انس سے بھی ایک روایت یہی ہے حضرت انس سے ایک روایت یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور حضرت ابن عباس کی ایک روایت یہ ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ ترسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا یہی من حیث الروایۃ والدرایۃ راجح ہے۔

بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۵۰۱ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کا بیان۔

۱۸۷۴ حدیث

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نے عصر کی نماز پڑھی پھر باہر نکل کر پیدل چل رہے

فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ بِاَبِيْ

تھے کہ حسن کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو انھوں نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور کہا میرے باپ

عہ مسلم فضائل۔ عہ ثانی مغازی باب وفاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۴۰، مسلم فضائل

شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبِیْهٌ بِعَلِیٍّ وَعَلِیٌّ یَضْحَكُ عه

قربان ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں اور علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

تشریحات ۱۸۷۴ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے بارے میں بھی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے حضرت جعفر بن ابوطالب، حضرت قثم بن عباس حضرت ابوسفیان بن حارث سائب بن عبید عبد اللہ بن عامر بن کعب بن ربیعہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکپن میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہمارے مشابہ ہے اور مسلم بن معتب اور انیس بن ربیعہ بن مالک بیاضی بصری انھیں جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دیکھتے تو ان سے معانقہ کرتے اور روتے اور فرماتے جو چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو انھیں دیکھے حضرت معاویہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت انیس بن ربیعہ کو اپنے یہاں بلوایا جب یہ ان کے یہاں پہنچے تو حضرت معاویہ کھڑے ہو گئے اور ان کو گلے سے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انھیں مال اور زمین دی انھوں نے مال تو واپس کر دیا اور زمین قبول کر لی، ان کے علاوہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علی اکبر بھی مشابہ تھے۔ جو کربلا میں شہید ہوئے۔

۱۸۷۵ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِیْلُ بْنُ أَبِیْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ یُشْبِهُهُ قُلْتُ لِأَبِیْ جُحَیْفَةَ صِفْهُ لِیْ قَالَ كَانَ أَبْیَضَ قَدْ شَمِطَ وَأَمَرَ لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثَةَ عَشَرَ قَلُوْصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَقْبِضَهَا عه

حدیث ابو جحیفہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حسن بن علی حضور کے مشابہ تھے میں نے ابو جحیفہ سے کہا حضور کا حلیہ بیان کیجئے انھوں نے کہا کہ گورے رنگ کے تھے کچھ بال سفید ہو گئے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تیرہ اونٹنیاں دیئے جانے کا حکم دیا مگر قبل اس کے کہ ہم ان اونٹنیوں پر قبضہ کریں حضور کا وصال ہو گیا۔

تشریحات ۱۸۷۵ ابو جحیفہ ہی کی حدیث میں اس کے بعد ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی مبارک میں کچھ بال سفید تھے ابو جحیفہ حجۃ الوداع میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے پھر وفات کے وقت مدینہ طیبہ

عه مناقب الحسن والحسین ص۵۳، نسائی مناقب۔ عه مسلم فضائل، ترمذی استیذان۔ نسائی مناقب۔

حاضر ہوئے اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو یہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا تھا اتنے میں حضور کا وصال ہوگیا یہ لوگ گئے کہ اونٹنیوں پر قبضہ کریں تو لوگوں نے نہیں دیا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ خلیفہ ہوئے تو یہ اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے یہ اعلان سن کر یہ لوگ گئے اور انھیں بتایا تو انھوں نے یہ اونٹنیاں دیں۔

حدیث ۱۸۷۶

حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ

حریز بن عثمان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبد اللہ بن بسر سے پوچھا

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَاَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا آپ نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا ہے حضور بوڑھے تھے؟ انھوں نے کہا

كَانَ شَيْخًا قَالَ كَانَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ۔

حضور کی ٹھوڑی میں چند بال سفید تھے۔

تشریحات ۱۸۷۶

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے تیرہویں حدیث ہے شارحین نے لکھا ہے کہ دس بال سے زیادہ سفید نہیں تھے اس لئے کہ شعرات جمع قلت ہے ایک قول ہے کہ سترہ بال سفید تھے۔

حدیث ۱۸۷۷

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

ربیعہ بن ابو عبد الرحمن سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ

يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ

سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان فرما رہے تھے انھوں نے کہا حضور

بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا آدَمَ لَيْسَ

میانہ قد تھے نہ لمبے تھے نہ ٹھگنے درخشاں رنگ والے نہ بہت سفید نہ گندمی رنگ نہ گنجان

بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَلَا سَبْطٍ رَجِلٍ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ

گھونگھریالے بال والے تھے اور نہ سیدھے بال والے۔ چالیس سال کی عمر میں حضور پر قرآن نازل کیا

عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِيْ

گیا اس کے بعد مکہ میں دس سال رہے آپ پر قرآن اترتا رہا اور مدینہ میں دس سال اور حضور کا وصال اس حال

رَاسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيْعَةُ فَرَاَيْتُ شَعَرًا مِّنْ

میں ہوا کہ آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے ربیعہ نے کہا میں نے حضور کا ایک بال

شَعْرِہٖ فَاِذَا ھُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِیْلَ اِحْمَرَّ مِنَ الطِّیْبِ عله

دیکھا تو وہ سرخ تھا میں نے پوچھا تو کہا گیا عطر سے سرخ ہو گیا ہے۔

تشریحات ۱۸۷۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قد مبارک بہت لمبا نہیں تھا میانہ قد سے کچھ زیادہ تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے ھو الی الطول اقرب، رنگ مبارک کھلتا ہوا سفید سرخی جھلکتا ہوا جیسا کہ مسلم میں ہے کان ابیض مشربا بیاضہ بحمرۃ حضور گورے تھے جس میں سرخی جھلکتی تھی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ اسمر گندم گوں تھے اس سے مراد یہی ہے کہ سرخی جھلکتی ہوئی گورا رنگ۔

وھو ابن اربعین۔ یہی اکثر کا قول ہے کچھ لوگوں نے کہا چالیس سال دس دن کے بعد وحی نازل ہوئی تھی کچھ لوگوں نے کہا چالیس سال دو مہینہ کے بعد یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ وحی کے نزول کی ابتدا رمضان میں ہوئی تھی یا ربیع الاول میں پھر کس تاریخ میں ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں بروز دوشنبہ سترہ ۱۷ رمضان، سات رمضان، چوبیس ۲۴ رمضان، اٹھارہ ۱۸ رمضان، بروز دوشنبہ دس ۱۰ ربیع الاول، دس ربیع الاول، بروز دوشنبہ آٹھ ربیع الاول۔ یکم ربیع الاول، ستائیس ۲۷ رجب، اسی طرح عمر مبارک میں بھی اختلاف ہے مشہور اور اکثر یہی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بیالیس سال پینتالیس سال۔ تینتالیس سال۔ شارحین نے ان اقوال میں تطبیق کی کوشش کی کہ وحی کی ابتدا چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی مگر درمیان میں کچھ دنوں تک وحی نہیں آئی جسے فترۃ وحی کا زمانہ کہتے ہیں جن لوگوں نے فترہ وحی کے بعد کا لحاظ کیا انھوں نے چالیس سال کے بعد نزول وحی کی ابتدا بتائی۔

اقول وھو المستعان۔ فترۃ وحی کی مدت کتنی تھی یہ خود مختلف فیہ ہے ہم نے جلد اول ص۲۰۳ لغایت ص۲۰۵ میں اس پر مکمل بحث کی ہے میری ناقص رائے یہ ہے کہ فترۃ وحی کا زمانہ چند دن ہے جو ایک ماہ سے کم نہ تھا زیادہ سے زیادہ چالیس دن یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

بمکۃ عشر سنین۔ اس تقدیر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سال ہوئی جب کہ مسلم میں حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ عمر مبارک ترسٹھ سال تھی اور یہی راجح اور مختار ہے اس تقدیر پر مکہ معظمہ میں تیرہ سال نزول وحی کے بعد قیام فرمایا۔

حدیث ۱۸۷۸

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

ابو اسحاق سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عله اسی کے بعد متصل ثانی لباس باب الجعد ص۸۷۵ مسلم فضائل، ترمذی مناقب، نسائی زینت،

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا

سنا کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے

وَأَحْسَنَهُمْ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ [۱]

اچھے اخلاق والے تھے نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ قد۔

حدیث ۱۸۷۹ — عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِنَّمَا كَانَ شَيْئٌ فِي صُدْغَيْهِ [۲]

علیہ وسلم نے خضاب استعمال فرمایا ہے۔ حضرت انس نے بتایا نہیں۔ حضور کی کنپٹیوں میں چند بال سفید تھے۔

تشریحات ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ — ابھی عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث گذری کہ حضور کے ٹھوڑی کے کچھ بال سفید تھے دونوں حدیثوں کو ملانے سے قدر مشترک یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کچھ بال ٹھوڑی کے سفید تھے کچھ کنپٹی کے کچھ سر کے جیساکہ مسلم میں حضرت انس ہی کی حدیث میں ہے کہ سفیدی حضور کی ٹھوڑی اور کنپٹیوں اور سر میں متفرق طور سے تھی اسی لئے خضاب نہیں لگایا لیکن صحیحین ہی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زردی سے بالوں کو رنگتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے پیلے رنگ کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔

حدیث ۱۸۸۰ — عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے

عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا بَعِيدًا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ

دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا حضور کے گیسو تھے جو حضور کی کانوں کی لو تک

لَهُ شَعَرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ

پہنچتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کندھوں تک میں نے حضور کو سرخ دھاریدار

أَحْسَنَ مِنْهُ وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيهِ إِلَى مَنْكِبَيْهِ [۳]

حلہ میں دیکھا حضور سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

[۱] مسلم فضائل۔ [۲] ثانی لباس باب مایذکر فی الشیب دو طریقے سے ص ۸۷۵
[۳] کرمانی ثانی باب لباس الثوب الاحمر ص ۸۷۰ و باب الجعد ص ۸۷۶ مسلم فضائل ابوداؤد لباس۔ ترمذی استیذان ادب نسائی زینت

تشریح ۱۸۸۰ حلۃ حمراء - مراد یہ ہے کہ سرخ دھاریدار یعنی وہ حُلّہ سیاہ تھا جس میں سرخ دھاریاں تھیں ورنہ خالص سرخ رنگ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے ناپسند فرمایا ہے گیسوئے مبارک کبھی کانوں کی لو تک رہے کبھی کندھوں تک۔

حدیث ۱۸۸۱ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ هُوَ السَّبِیْعِیُّ قَالَ سُئِلَ الْبَرَاءُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَکَانَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ۔ عـلـه

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور تلوار کے مثل تھا فرمایا نہیں چاند کے مثل۔

تشریحات ۱۸۸۱ سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور تلوار کے مثل لمبا اور بالکل سفید تھا فرمایا نہیں تلوار کے مثل لمبا نہیں تھا چاند کے مثل گول تھا اور جیسے چاند کی روشنی میں کشش ہوتی ہے اسی طرح حضور کے روئے انور میں کشش تھی تابانی اور درخشانی کے باوجود۔

حدیث ۱۸۸۲ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْهِهٖ وَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِیْ اِلٰی مَا قَالَ الْمُدْلِجِیُّ لِزَیْدٍ وَاُسَامَةَ وَرَاٰی اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ۔ عـلـه۲

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ بہت خوش تھے اتنے کہ ان کے چہرے کی شکنیں چمک رہی تھیں فرمایا کیا تم نے نہیں سنا جو مدلجی نے کہا زید اور اسامہ کے بارے میں۔ اس نے ان دونوں کے قدموں کو دیکھا اور کہا بیشک یہ قدم بعض بعض سے ہیں۔

تشریحات ۱۸۸۲ قصہ یہ تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گہرا کالا تھا اور ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گورا چٹا۔ اس بنا پر بعض لوگوں نے طعن کیا جب مجزز مدلجی قیافہ شناس

علـه ترمذی مناقب۔

علـه۲ فضائل صحابہ باب مناقب زید بن حارثہ ص۵۱۶ ثانی الفرائض ص۱۰۰۱ دوطریقے سے مسلم فضائل

نے یہ کہا کہ یہ قدم بعض بعض سے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی اگرچہ قیافہ شناس کا قول حجت شرعی نہیں لیکن قبل اسلام اہل عرب کے یہاں اس کا کافی وزن تھا۔ قیافہ شناس کے اس قول سے ان کے خیال باطل کی ان کے اعتقاد کے مطابق تردید ہوتی تھی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی۔ یہ دونوں حضرت زید اور اسامہ باپ اور بیٹے چادر اوڑھے ہوئے مسجد میں سو رہے تھے ان کے سر ڈھکے ہوئے تھے اور قدم کھلے ہوئے تھے۔ اسی حال میں ان کو مدلجی نے دیکھا تھا۔ حضرت اسامہ کی والدہ حضرت ام ایمن حبشیہ کالے رنگ کی خاتون تھیں ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کا رنگ اولاد میں پایا جاتا ہے۔

۱۸۸۳ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ
حدیث عبد اللہ بن کعب نے کہا کہ کعب بن مالک سے میں نے سنا وہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے
حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو اس وقت حضور کا چہرہ
وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو حضور کا روئے انور
إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ عـه
چمک جاتا اتنا کہ معلوم ہوتا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور یہ مشہور و معروف بات ہے۔

تشریحات ۱۸۸۳ یہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ایک جزء ہے جب ان کی توبہ قبول ہوگئی اور یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت کا حال بیان کر رہے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں تقریباً دس جگہ ہے مگر یہ حصہ صرف دو جگہ ہے۔ مناقب میں اور مغازی میں۔

كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ تشبیہ کے لئے ہے معنی حقیقی مراد نہیں عوام کے نزدیک جو چیز بہت اچھی تھی جس کی اچھائی سب کو مسلم تھی اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۸۸۴ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ
نے فرمایا کہ میں قرناً فقرناً بنی آدم کے بہترین قرن میں مبعوث فرمایا گیا ہوں یہاں تک کہ میں

عـه ثانی مغازی باب حدیث کعب بن مالک ص۶۳۶ مسلم توبہ۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص۴۵۹

قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ۔

اس قرن میں ہوا جس میں ہوں۔

۱۸۸۴ تشریحات

قرن اس مدت کو کہتے ہیں جس میں ایک ہم عمر فوت ہو جائیں اسی کو طبقہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی حد کچھ لوگوں نے سو سال رکھی ہے۔ کچھ لوگوں نے ستر اور کچھ لوگوں نے پچاس۔ حدیث میں ہے۔ اعمار امتی مابین ستین الی سبعین میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر تک ہیں۔ اس سے اس وجہ اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ قرن ستر سال کا ہوتا ہے۔

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت آدم و حوا سے لے کر حضرت عبد اللہ و حضرت آمنہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات عظام مومن موحد ناجی تھے۔ ان میں کوئی کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوا۔ استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ زمین کسی زمانے میں سات مسلمانوں سے خالی نہیں رہی یعنی ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے۔ اور قرآن کریم میں فرمایا۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ۔ بیشک مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے۔ اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمانہ میں اس زمانہ کے بہترین لوگوں میں تشریف فرما رہے۔ اور جب ہر زمانہ میں کچھ مسلمان موجود اور وہ کفار سے بہتر تو ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مسلمانوں کی پشت اور رحم میں رہے۔

۱۸۸۵ حدیث

اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْدِلُ شَعْرَهٗ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَفْرِقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَکَانَ اَهْلُ الْکِتَابِ یَسْدِلُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْکِتَابِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْهِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے اور اہل کتاب ان کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے اور جس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالی۔

ثانی لباس باب الفرق ص ۸۷۵ مسلم فضائل عنہ مناقب انصار باب اتیان الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۶۲ جـ ۱ ابوداؤد ترجل۔ ترمذی شمائل نسائی زینت ابن ماجہ لباس

۱۸۸۵ **تشریحات** سدل کے معنی لٹکانے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے کنگھے سے سمیٹ کر اکٹھا نہیں فرماتے علما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ چھوڑ دیتے پیشانی پر لٹکتے رہتے یا چھوڑ دیتے ان کا گچھا بن جاتا اہل کتاب کی موافقت کرنے میں راز یہ تھا کہ وہ بہ نسبت مشرکین کے ہم سے قریب تھے ایک دین الٰہی اور ایک کتاب الٰہی پر ایمان کا دعویٰ رکھتے تھے اس کا احتمال تھا کہ جو کرتے ہیں وہ ماموربن اللہ ہو بعد میں مانگ نکالنے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا حکم دیا گیا ہو۔ یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو از خود پسند فرمایا ہو کیونکہ اس میں تزئین ہے۔

۱۸۸۶ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ

علیہ وسلم فحش گو اور بدکلامی کرنے والے نہیں تھے۔ فرماتے تھے تم میں بہتر وہ

يَقُوْلُ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا ؏

لوگ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں۔

۱۸۸۶ **تشریحات** **فاحشًا** کے معنی ہیں فطری طور پر بدکلامی کرنے والا۔ **متفحش** کے معنی ہیں کوشش و تکلف کرکے بدکلامی کرنے والا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بدکلام نہ تھے نہ فطری طور پر نہ کسی طور پر یہ انسان کے اعلیٰ کمالات میں سے ہے۔ غصے میں زبان کو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور جو قابو میں رکھے وہ بہت باکمال ہے۔

۱۸۸۷ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب

مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا

کبھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو اسی کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں زیادہ آسان ہوتی

مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ

جب تک گناہ نہ ہو اور اگر گناہ ہو تو سب سے زیادہ اس سے دور رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

؏ فضائل الصحابہ باب مناقب عبد اللہ بن مسعود ص ۵۳۱ ثانی ادب باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ص ۸۹۱ باب حسن الخلق ص ۸۹۲ مسلم فضائل، ترمذی بر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا ع۱

ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کی ہتک کی جائے تو اللہ کے لئے انتقام لیا کرتے تھے۔

تشریحات ۱۸۸۷ مراد یہ ہے کہ دنیا کی باتوں میں سے جن دو باتوں کا اختیار دیا جاتا اس لئے کہ دین کی باتوں میں اختیار کا سوال ہی نہیں اس لئے دینی باتیں یا مامور ہوں گی یا منہی عنہ مامور بہ کا ترک گناہ اور منہی عنہ کا ارتکاب گناہ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیوی معاملات میں کسی تنازع کے وقت جب دو باتیں پیش کی جاتیں اور دونوں میں کوئی گناہ نہ ہوتا تو اسے اختیار فرماتے جو آسان ہوتی۔

حدیث ۱۸۸۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا ع۲

کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا فرمانے والے تھے۔

حدیث ۱۸۸۹ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهُ وَإِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ۔

شعبہ نے اس کے مثل حدیث بیان کی اور یہ زیادہ کیا جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ناگواری حضور کے چہرے میں پہچانی جاتی۔

تشریحات ۱۸۸۸، ۱۸۸۹ خدر کے معنی پردہ کے ہیں عرب کی عادت تھی کہ کنواری لڑکیوں کے لئے مکان کے ایک گوشے میں پردہ ڈال کر علیحدہ رہنے کے لئے جگہ بنا دیتے تھے اس کو خدر کہتے ہیں عورتوں میں فطری طور پر حیا زیادہ ہوتی ہے۔ خصوصاً کنواری عورتوں میں خاص کر وہ جو پردہ نشین ہوں۔ اس لئے تقابل میں بطور مبالغہ کے ذکر کیا۔ یہی حدیث محمد بن بشار نے مذکورہ سند کے ساتھ بعینہٖ روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ کیا جب کوئی بات حضور کو ناگوار ہوتی اس کا اثر چہرۂ مبارکہ پر ظاہر ہوتا۔ جس کو پہچانا جاتا۔ یہ اعلیٰ خوش اخلاقی کی بنا پر تھا۔

حدیث ۱۸۹۰ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ ع۳

کا عیب نہیں بیان فرمایا اگر حضور کو اشتہا ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

ع۱ ثانی ادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیسروا ولا تعسروا ص۹۰۴ الحدود باب اقامۃ الحدود ص۱۰۰۳ المحاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳ مسلم فضائل، ابو داؤد ادب۔ ع۲ ثانی ادب باب من لم یواجہ الناس ص۹۰۱ باب الحیاء ص۹۰۳ مسلم فضائل، ترمذی شمائل، ابن ماجہ زہد۔ ع۳ ثانی اطعمہ باب۔ ما عاب النبی طعاما ص۸۱۴ مسلم ابو داؤد اطعمہ ترمذی بر ابن ماجہ اطعمہ۔

تشریحات ۱۸۹۰ یہ بھی اعلیٰ مکارم اخلاق سے تھا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ساتھ کھانے والے بھوکے ہوتے ہیں اور جب کھانے کا عیب بیان کر دیا جاتا ہے تو شرما کر چھوڑ دیتے ہیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانے کے عیب کو بیان نہ فرماتے۔

۱۸۹۱ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ[عـه]

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح بات فرماتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا گنتا تو گن لیتا۔

تشریح ۱۸۹۱ یعنی ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے کہ اگر سننے والا چاہتا تو اس کے کلمات کو یا اس کے حروف کو گن لیتا۔ اس کے سننے والے یا سمجھنے والے کو سمجھ کر یاد کر لینے میں آسانی ہوتی۔

۱۸۹۲ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَلَا يُعْجِبُكَ أَبَا فُلَانٍ جَاءَ فَجَلَسَ إِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِيْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِيْ ذٰلِكَ وَكُنْتُ أُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ أَنْ أَقْضِيَ سُبْحَتِيْ وَلَوْ أَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ۔

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ کیا تم کو اس پر تعجب نہیں۔ کہ ابو فلاں آئے اور میرے حجرے کے کنارے بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے رہے۔ مجھے سناتے رہے۔ میں نفل پڑھ رہی تھی۔ میرے نفل کے فارغ ہونے کے پہلے ہی چلے گئے اگر میں ان کو پاتی تو ان سے کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح سٹر سٹر حدیث نہیں بیان فرماتے تھے۔

تشریحات ۱۸۹۲ یہ صاحب حضرت ابو ہریرہ تھے جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے سَرد کے معنی جلدی جلدی تیزی سے بولنا ہے جس کو ہماری زبان میں سٹر سٹر بولنا کہتے ہیں۔ حضرت ام المؤمنین کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی سے کلام نہیں فرماتے۔ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ کلام فرماتے۔ تاکہ سننے والا اسے اچھی طرح سمجھ بھی لے اور یاد بھی کر لے جب کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جدا جدا ہوتی کہ

عـه　ابو داؤد علم

دل اس کو سمجھ لیتے ۔

ابا فلان :- یہ یعجبک کا فاعل ہے اس لئے چاہئے تھا کہ ابو فلان ہوتا مگر یہ اس لغت پر ہے جس میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غزوۂ بدر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ابو جہل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا اَنْتَ اَبَا جَهْلٍ جیسا کہ اس نسخے میں ہے جسے فتح الباری میں لیا گیا ہے ۔[1]

اس سے معاند غیر مقلدین کو اپنی اصلاح کر لینی چاہئے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر طعن کرتے ہیں وان رماہ بابا قبیس ۔

باب كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ ۔ ص ۵۰۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی تھی اور دل نہیں سوتا تھا۔

حدیث ۱۸۹۳ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ أَوَّلُهُمْ أَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ أَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ آخِرُهُمْ خُذُوا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتَّى أَتَوْهُ اللَّيْلَةَ الْأُخْرَى فِيمَا يَرَى قَلْبُهُ وَتَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں سیر کرانے کے لئے لے جایا گیا۔ تین شخص آئے قبل اس کے کہ حضور کی جانب وحی کی جاتی اور حضور مسجد حرام میں سو رہے تھے ان میں جو سب سے آگے تھے انھوں نے کہا کون ہیں وہ؟ تو ان کے بیچ والے نے کہا جو ان میں سب سے بہتر ہیں ان کو لو پھر اس رات اتنا ہی ہوا اس کے بعد حضور نے ان کو نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ دوسری رات خواب میں آئے ان کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا ایسے ہی انبیاء

[1] باب قتل ابی جھل تیسری حدیث جلد سابع ص ۲۹۳

فَلَمْ يُكَلِّمُوْهُ حَتّٰى احْتَمَلُوْهُ فَوَضَعُوْهُ عِنْدَ بِئْرِ زَمْزَمَ فَتَوَلَّاهُ مِنْهُمْ

کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے انھوں نے کوئی بات نہیں کی پھر انھیں

جِبْرِيْلُ فَشَقَّ جِبْرِيْلُ مَا بَيْنَ نَحْرِهِ إِلٰى لَبَّتِهِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَدْرِهِ

اٹھایا۔ اور زمزم کے پاس رکھا۔ ان میں سے کام کا ذمہ حضرت جبرئیل نے لیا۔ جبرئیل نے

وَجَوْفِهِ فَغَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ بِيَدِهِ حَتّٰى أَنْقٰى جَوْفَهُ ثُمَّ أُتِيَ

ان کے سینے کو گردن تک پھاڑا یہاں تک کہ ان کے سینے اور شکم کو الٹ کر جو اس میں تھا نکالا

بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهِ تَوْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مَحْشُوًّا إِيْمَانًا وَحِكْمَةً

پھر اس کو اپنے ہاتھ سے آب زمزم سے دھویا۔ یہاں تک کہ اندر بالکل صاف کر دیا پھر سونے کا

فَحَشَا بِهِ صَدْرَهُ وَلَغَادِيْدَهُ يَعْنِيْ عُرُوْقَ حَلْقِهِ ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ

ایک طشت لایا گیا۔ جس میں سونے کا ایک چھوٹا برتن تھا جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا اسے ان کے سینے اور

عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔ الحديث ... عـه

حلق کی رگوں میں بھرا پھر اس کو درست کر دیا۔ پھر انھیں آسمان دنیا کی طرف لے گئے۔ پوری حدیث معراج ...

تشریحات ۱۸۹۳ ان تین اشخاص میں ایک جبرئیل تھے اور دوسرے میکائیل، اور تیسرے اسرافیل۔

قبل ان یوحی الیہ: تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ یہ شریک سے وہم ہو گیا۔ اس لئے کہ واقعہ معراج ہجرت کے تین سال یا دو سال یا ایک سال پہلے ہوا تھا۔

ایھم ھو: قریش کی عادت تھی کہ وہ مسجد حرام میں سویا کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حمزہ اور ابو طالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

حتی اتوہ لیلۃ اخری۔ ان دونوں راتوں میں کتنا فصل تھا معلوم نہیں ہو سکا ہو سکتا ہے کہ پہلی بار فرشتوں کی حاضری بعثت سے قبل رہی ہو اور دوسری بار شب معراج اس طرح جو شارحین نے شریک کی طرف وہم کی نسبت کی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس روایت کا حاصل یہ ہوا کہ پہلی بار کی حاضری وحی سے پہلے ہوئی تھی۔

فیما یری قلبہ۔ جو لوگ معراج کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ خواب میں ہوئی تھی وہ اسی کو دلیل میں لاتے ہیں نیز جو حدیث کے اخیر میں ہے "فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام"، اور حضور بیدار ہوئے اور مسجد حرام ہی میں تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ معراج بیداری میں ہوئی تھی مگر چونکہ متعدد بار ہوئی ہے اور ایک کے علاوہ

عـه ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسی تکلیما ص ۱۱۲۰۔ اول: مناقب: باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص ۵۰۴: ثانی: تفسیر سورہ کوثر ص ۷۴۲ اشربہ باب شرب اللبن ص ۸۳۹ کتاب الحوض باب قول اللہ انا اعطینک الکوثر ص ۹۷۴

بقیہ اوقات میں خواب میں ہوئی ہے۔ اس لئے کوئی اشکال نہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتے جس وقت حاضر ہوئے تھے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے۔ بعد میں بیدار ہو گئے اور فَاسْتَيْقَظَ کا مطلب یہ ہے کہ معراج کے وقت جو استغراق تھا اس سے افاقہ ہوا۔

مَحْشُوًّا۔ محشوًا جار مجرور کے متعلق کی ضمیر سے حال ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں "بذھب مَحشوٍّ" ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّۃِ فِی الۡاِسۡلَامِ ص۵۰۴

اسلام میں نبوت کی علامتوں کا بیان

توضیح ۔ معجزات نہیں کہا علامات کہا اس لئے کہ یہ عام ہے معجزے کو بھی اور کرامت کو بھی۔ خرق عادات کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) ارہاص نبی سے قبل دعویٰ نبوت جو خرق عادت اس کے ارادے کے مطابق ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔ (۲) معجزہ نبی سے دعویٰ نبوت کے بعد جو خرق عادت مقصود کے مطابق ظاہر ہو وہ معجزہ ہے (۳) کرامت کسی متقی صالح امتی سے جو خرق عادت اس کے ارادے کے مطابق ہو اسے کرامت کہتے ہیں۔ (۴) استدراج، کسی کافر یا فاسق سے جو خرق عادت اس کے مقصود کے مطابق ہو وہ استدراج ہے۔ (۵) اہانت، کسی کافر یا فاسق سے جو خرق عادت اس کے مقصود کے خلاف ہو یہ اہانت ہے۔ جیسے مسیلمہ کذاب کے یہاں ایک کانا آیا کہ اس کی کانی آنکھ کو ٹھیک کردے اس نے کانی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو اچھی آنکھ بھی بہہ گئی۔ علامات نبوت ارہاص، معجزہ، کرامت سب پر صادق ہے۔ کسی ولی کی کرامت اس کی دلیل ہے۔ کہ وہ جس نبی کے امتی ہیں وہ نبی برحق ہے۔ اس طرح ولی کی کرامت حقیقت میں نبی کا معجزہ ہے۔

حدیث ۱۸۹۴ عَنۡ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوراء

وَھُوَ بِالزَّوۡرَاءِ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الۡاِنَاءِ فَجَعَلَ الۡمَاءُ یَنۡبُعُ مِنۡ بَیۡنِ اَصَابِعِہٖ

میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا حضور نے اپنا دست مبارک برتن میں رکھا تو پانی

فَتَوَضَّأَ الۡقَوۡمُ قَالَ قَتَادَۃُ قُلۡتُ لِاَنَسٍ کَمۡ کُنۡتُمۡ قَالَ ثَلَاثَ مِائَۃٍ

حضور کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا اور پوری قوم نے وضو کرلیا۔ قتادہ نے کہا میں نے

اَوۡ زُھَاءَ ثَلَاثِ مِائَۃٍ عہ

حضرت انس سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے فرمایا تین سو یا تین سو کی مقدار۔

عہ مسلم فضائل

تشریح ۱۸۹۴ زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے، ابونعیم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس ہی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے یہ برتن لائے تھے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔

حدیث ۱۸۹۵ سَمِعْتُ الْحَسَنَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَخَارِجِهِ وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَانْطَلَقُوا يَسِيرُونَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً يَتَوَضَّؤُنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ يَسِيرٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَدَّ أَصَابِعَهُ الْأَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُومُوا تَوَضَّؤُا فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوا فِيمَا يُرِيدُونَ مِنَ الْوَضُوءِ وَكَانُوا سَبْعِينَ أَوْ نَحْوَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بعض سفر میں تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ حضور کے کچھ اصحاب بھی تھے وہ چلے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا ان لوگوں کے پاس اتنا پانی نہیں تھا جس سے سب لوگ وضو کر سکیں ان میں سے ایک صاحب گئے اور ایک پیالہ لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیا اور وضو فرمایا۔ پھر اپنی چار انگلیوں کو پھیلا کر پیالہ میں رکھا پھر فرمایا چلو وضو کرو تو پوری قوم نے وضو کیا یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا اور یہ ستر یا اس کے قریب قریب تھے۔

تشریح ۱۸۹۵ ابونعیم کی روایت میں حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا تشریف لے گئے تو حضرت انس ہی کسی گھر سے چھوٹے سے پیالہ میں پانی لائے۔

حدیث ۱۸۹۶ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا چھوٹا برتن تھا جس سے

تعالیٰ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضاء فجھش الناس نحوہ

وضو فرما رہے تھے لوگ اس کی طرف تیزی سے بڑھے حضور نے دریافت فرمایا تمہارا کیا حال ہے لوگوں

فقال مالکم قالوا لیس عندنا ماء نتوضاء ولا نشرب الا ما بین

نے عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ وضو کریں اور پئیں مگر وہی جو حضور کے سامنے ہے حضور نے

یدیک فوضع یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یثور بین اصابعہ

اپنا ہاتھ برتن میں رکھا تو حضور کے انگلیوں کے درمیان سے پانی چشموں کے مثل ابلنے لگا جسے ہم نے

کامثال العیون فشربنا وتوضانا قلت کم کنتم قال لو کنا مائۃ

پیا اور جس سے ہم نے وضو کیا سالم نے کہا میں نے حضرت جابر سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے فرمایا اگر ہم

الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ عہ

ایک لاکھ ہوتے تو ہمیں کافی ہوتا ہم پندرہ سو تھے۔

تشریح ۱۸۹۶ اس حدیث میں ہے کہ ہم پندرہ سو تھے لیکن اس کے بعد حضرت براء کی حدیث آرہی ہے کہ ہم حدیبیہ میں چودہ سو تھے اور اکثر روایات میں یہی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تیرہ سو تھے غالباً جس نے تیرہ سو یا چودہ سو کہا اس نے صرف مہاجرین وانصار کو بتایا بقیہ دوسرے جو لوگ ادھر ادھر سے آکر شریک ہوگئے تھے انھیں نظر انداز کردیا اور جس نے پندرہ سو کہا اس نے انھیں بھی شمار کیا۔

حدیث ۱۸۹۷ عن ابی اسحاق عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم یوم حدیبیہ چودہ سو تھے اور حدیبیہ

یوم الحدیبیۃ اربع عشرۃ مائۃ والحدیبیۃ بئر فنزحناھا

ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی نکال لیا یہاں تک کہ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا

حتی لم نترک فیھا قطرۃ فجلس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے اور پانی منگایا کلی کیا اور

عہ ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص۵۹۷ تین طریقے سے، تفسیر سورۃ فتح باب اذ یبایعونک ص۷۱۷۔ الاشربہ باب شرب البرکۃ ص۸۴۲، مسلم مغازی نسائی طہارت۔

وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيْرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ
کنویں میں ڈال دیا ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم نے اس کا پانی نکالا یہاں تک کہ ہم
بَعِيْدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتّٰى رَوِيْنَا وَرَوِيَتْ اَوْصَدَرَتْ رِكَابُنَا عـه
سیراب ہو گئے اور ہماری سواریاں بھی سیراب ہو گئیں ۔

تشریح مغازی میں اس حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو بیشک مکہ کی فتح فتح ہے اور ہم فتح بیعت رضوان یوم حدیبیہ کو شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی اور واقع میں بھی یہ فتح تھی صلح حدیبیہ سے پہلے لڑائیوں کی وجہ سے مشرکین و کفار مسلمانوں سے دور دور رہتے تھے صلح حدیبیہ کے بعد آپس میں آمد و رفت اور ملاقاتیں ہونے لگیں جس سے انھیں موقع ملا کہ وہ اسلام کے احکام کو سنیں اور سمجھیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صلح حدیبیہ کے قبل انیس سال کی طویل مدت میں جتنے مسلمان ہوتے تھے اتنے بلکہ اس سے زیادہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے چند سالوں میں ہوئے یہ واقعہ حضرت جابر کی حدیث میں مذکور واقعے کے علاوہ ہے، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث جابر کا واقعہ نماز عصر کے وقت ہوا تھا جب لوگوں کو وضو کرنے کی ضرورت تھی اور کنویں والا واقعہ اس کے علاوہ ہے۔

۱۸۹۷

حدیث ۱۸۹۸ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نشانیوں کو برکت جانتے تھے
نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَّاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اور تم لوگ اس کو تخویف جانتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ وَقَالَ اُطْلُبُوْا فُضْلَةً
پانی ختم ہو گیا فرمایا تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کرو تو لوگ ایک برتن لائے اس میں تھوڑا پانی تھا حضور
مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ
نے اپنے دست مبارک کو برتن میں ڈالا پھر فرمایا آؤ پاک کرنے والے برکت والے پانی پر اور
حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ
برکت اللہ کی طرف سے ہے بے شک میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ

عـه المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۸ دو طریقے سے

يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ

تعالےٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا ہے کھانا کھایا جاتا اور ہم

كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ ۔ عنه

کھانے کی تسبیح سنتے تھے ۔

تشریحات ۱۸۹۸ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تابعین سے مخاطب ہو کر فرمارہے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو معجزات ظاہر ہوتے اس کو ہم صحابہ کرام برکت جانتے تھے اس سے ہمارے ایمان ویقین میں طمانیت اور قوت پیدا ہوتی تھی اور تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ معجزات کافروں کو ڈرانے کے لئے ظاہر ہوتے تھے معجزات کے دونوں فائدے ہیں کچھ معجزات ایسے ہیں کہ جس میں برکت اور بشارت ہے ۔ مثلاً بھوکوں کا پیٹ بھر جانا پیاسوں کا سیراب ہوجانا اور بعض تخویف وانذار کے لئے ہیں، مثلاً سورج گہن، زمین میں دھنسانا یا ناگہانی طور پر کسی کا ہلاک ہوجانا ۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون پانی افضل ہے ۔ تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے جو پانی جاری ہوا وہ سب پانیوں سے افضل ہے ۔ حتیٰ کہ زم زم شریف سے بھی ۔

تسبیح الطعام ۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمادات میں بھی ایک گونہ حیات ہے وہ تسبیح پڑھتے ہیں جسے اہل باطن سنتے بھی ہیں یہ تسبیح تسبیح قہری کے علاوہ ہے ۔

حدیث ۱۸۹۹ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ

تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے جب منبر بنایا گیا تو منبر پر تشریف لے گئے وہ کھجور کا تنہ رو یا حضور

تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ

اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا ۔

تشریح ۱۸۹۹ اس پر مفصل کلام نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۲۵۵ پر ہو چکا ہے ناظرین وہیں رجوع کریں ۔

عـه ترمذی مناقب

۱۹۰۰ حدیث

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَیَاتِیَنَّ عَلٰی اَحَدِکُمْ زَمَانٌ لَاَنْ

تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے نزدیک میرا دیدار بہت زیادہ پیارا ہوگا بہ نسبت اس

یَرَانِیْ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ۔

کے کہ اس کے لئے اس کے اہل و مال کے برابر اور ہو۔

تشریح ۱۹۰۰

یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تین حدیثوں کو امام بخاری نے اکٹھا ذکر کر دیا ہے جن میں سے دو پہلے گذر چکی ہیں ایک حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ اور دوسری حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ تیسری حدیث کہیں مذکور نہیں تھی اس لئے ہم نے اس کو یہاں ذکر کر دیا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے دلوں میں میری محبت بہت زیادہ ہوگی جس کی وجہ سے انھیں میرے دیدار کا شوق شدید ہوگا۔ اتنا کہ وہ یہ آرزو رکھیں گے کہ کسی بھی قیمت پہ ہم حضور کا دیدار کریں۔ اپنے اہل و عیال مال و دولت کی ان کے نظر میں میرے دیدار کے مقابلے میں کوئی قیمت نہ ہوگی۔

۱۹۰۱ حدیث

عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّکِرْمَانَ مِنَ

کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم خوز اور کرمان سے لڑائی نہ کر لوگے (یعنی

الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْیُنِ کَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ

خوز اور کرمان کے عجمیوں سے لڑائی نہ کر لوگے) سرخ چہرے والے چپٹی ناک والے چھوٹی آنکھ والے

الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ تَابَعَهٗ غَیْرُهٗ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔

ان کے چہرے تہہ بہ تہہ منڈھی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے اور ان کا جوتا بال ہوگا۔

تشریحات ۱۹۰۱

خوز اہواز اور تستر کے بلاد کو کہتے ہیں "کرمان" خراسان اور بحر ہند عراق، عجم اور سجستان کے بلاد کو کہتے ہیں۔

۱۹۰۲ حدیث

اَخْبَرَنِیْ قَیْسٌ قَالَ اَتَیْنَا اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تین سال حضور کی صحبت میں رہا حضور اقدس

207

صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ سِنِيْنَ لَمْ اَكُنْ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا سب سے زیادہ شوق تھا کہ میں حضور کی حدیث کو
فِيْ شَيْئٍ اَحْرَصَ عَلٰى اَنْ اَعِيَ الْحَدِيْثَ مِنِّيْ فِيْهِنَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ وَ
یاد کروں میں نے ان تین سالوں میں حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا اپنے ہاتھوں
قَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ
سے ایسے اشارہ فرمایا قیامت کے پہلے تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جن کے جوتے بال
وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّهُمْ اَهْلُ الْبَارِزِ۔
کے ہوں گے اور وہ یہ بارز ہے، اور سفیان کبھی کہتے یہ اہل بارز ہیں۔

تشریحات ۱۹۰۲ فیھنّ ضمیر مجرور متصل کا مرجع سنین ہے۔ یعنی اس تین سال کی مدت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات واحوال زیادہ سے زیادہ سنکر اور دیکھ کر میں یاد کرلوں۔
بَارِز: اس سے مراد یا تو لغوی معنی ہیں۔ یعنی جو لوگ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ابھریں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سرزمین فارس ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کرُد مراد ہیں، کچھ لوگوں نے کہا کہ دیلمی مراد ہیں۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ سرزمین جیل ہو۔ اس لئے کہ یہ زمین پر ابھرا ہوا علاقہ ہے۔

۱۹۰۳ حدیث عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے اس میں بیٹھنے والا کھڑے رہنے والے سے بہتر
وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ
ہوگا اور اس میں کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس میں دوڑنے
مِنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا
والے سے بہتر ہوگا اور جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنے اس کو اپنی طرف کھینچ
تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ عـه
لیں گے جو شخص کوئی ٹھکانا یا پناہ پائے تو وہاں پناہ لے لے۔

عـه ثانی فتن باب قول النبی تکون فتن القاعد الخ صـ۱۰۴۱ دو طریقے سے۔ مسلم

تشریحات ۱۹۰۳

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو ان فتنوں سے بالکلیہ کنارہ کش رہے اسی کو قاعد سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ان فتنوں سے جو جتنا ہی کم لگاؤ رکھے گا وہ زیادہ لگاؤ رکھنے والے سے بہتر ہوگا۔ عنایت احتیاط یہ ہے کہ ان فتنوں کے معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کی جائے اس میں خطرہ ہے کہ آدمی فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔

(فی طریق اُخری) اَلَا اَنَّ اَبَا بَکْرٍ یَزِیْدُ مِنَ الصَّلٰوۃِ صَلٰوۃٌ مَنْ فَاتَتْہُ

ایک دوسری سند کے ساتھ ابن شہاب ہی سے حدیث مذکور کے مثل مروی ہے مگر اس میں یہ زیادہ

فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ

ہے نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس سے وہ فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال چھین لئے گئے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ بطریق ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث جو روایت ہے اس میں مذکورہ بالا مضمون کے بعد یہ بھی زائد ہے، "من الصلوۃ صلوۃ الخ"

حدیث ۱۹۰۴

عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَکُوْنُ اُثْرَۃٌ وَّاُمُوْرٌ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ترجیحی سلوک ہوگا اور ایسی باتیں ہوں گی جو تم کو ناگوار

تُنْکِرُوْنَھَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ

ہوں گی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا تم پر جو حق

عَلَیْکُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَکُمْ

ہے اسے ادا کرو اور تمہارا جو حق ہے اللہ سے مانگو۔

تشریح ۱۹۰۴

یعنی تمہارا جو حق ہے تمہیں نہیں ملے گا۔ اور جو لوگ حق دار نہیں انھیں دیا جائے گا اور بھی باتیں ہوں گی جو نامناسب ہوں گی اور یہ سب باتیں حکام کی طرف سے ہوں گی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ اس کے باوجود تم لوگ جائز باتوں میں حکام کی اطاعت کرنا۔ جہاد کے لئے بلائے تو شریک ہونا۔ عشر و زکوٰۃ انھیں ادا کرنا تاکہ فتنہ اور شورش نہ ہو۔

عمدانی فتن قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستروں بعدی الخ ص ۱۰۴۵ مسلم۔ مغازی ترمذی فتن

۱۹۰۵ عَنْ اَبِی زُرْعَۃَ عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَیُّ مِنْ قُرَیْشٍ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ عہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبیلہ قریش کے کچھ لوگ لوگوں کو ہلاک کریں گے لوگوں نے پوچھا پھر ہمیں کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کاش کہ لوگ ان سے علیحدہ رہتے۔

تشریحات ۱۹۰۵ یعنی قریش کے کچھ افراد فتنے فساد اٹھا کر لڑائیاں کریں گے جس میں لوگ ہلاک ہوں گے ایسے وقت میں لوگوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ ان لوگوں سے علیحدہ رہیں۔

۱۹۰۶ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدِ الْاُمَوِیُّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِیْ هُرَیْرَۃَ فَسَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَۃٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَۃٌ؟ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَۃَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُسَمِّیَهُمْ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ عہ

حدیث سعید بن عمرو نے کہا کہ میں مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا تو میں نے سنا کہ ابو ہریرہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں پر ہے۔ اس پر مروان نے کہا لونڈے؟ تو ابو ہریرہ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا نام لے لوں بنی فلاں بنی فلاں ہیں۔

تشریحات ۱۹۰۶ فتن میں یہ ہے کہ مروان نے کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو لونڈے؟ نیز وہاں اُغَیْلِمَۃ ہے جو غلام کی جمع اَغْلِمَۃ کی تصغیر ہے، غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں نیز غلام اس نوجوان کو بھی کہتے ہیں جس کی رنگیں بھیگ رہی ہوں سبزہ آغاز ہو۔ سلاطین بنی امیہ ہوں یا بنی عباس جنھوں نے امت میں فساد پھیلایا خونریزیاں کیں مثلاً یزید، خود یہ مروان۔ اس کا بیٹا عبد الملک سفاک اور ابو العباس

عہ مسلم، فتن، عہ ثانی ۔ فتن باب قول النبی هلاك امتی ا لخ ص ۱۰۴۶

سفاح ان میں سے کوئی بھی نوعمر نہیں تھا لامحالہ شراح کو اس کی توجیہ کرنی پڑی کہ یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی کم عقل، زود رنج، ضدی۔ ناخداترس، فتن میں یہ بھی زائد ہے۔ عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا سعید بن عمرو کے ساتھ شام جاتا تھا، بنی مروان کے پاس جب وہ شام کے مالک ہوئے میں نے ان کو دیکھا کہ نوعمر بچے تھے تو انہوں نے ہم سے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ان میں سے ہوں تو میں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں۔ اس حصے نے متعین کر دیا کہ غلام سے مراد ناتجربہ کار کم عقل والا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکورین سے مراد بنی مروان ہوں اور ان میں سب سے پہلا، یزید ہو جس پر قرینہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ فرمایا سترویں دہائی کی ابتدا اور بچوں کی امارت سے پناہ مانگو حضرت معاویہ کا ۶۰ھ میں وصال ہوا اور یزید بادشاہ ہوا۔

حدیث ۱۹۰۷ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَتَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک کہ دو گروہ آپس میں لڑ نہ لیں ان کے درمیان بھاری لڑائی ہوگی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ جھوٹے دجال تیس کے قریب نہ پیدا ہو لیں جو یہ سب گمان کریں گے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

تشریحات ۱۹۰۷ شراح نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان ہونے والی انتہائی خونریز تباہ کن جنگ صفین ہے جہاں ایک سو دس دن مقابلہ ہوتا رہا اور ستر مرتبہ یا نوے مرتبہ خونریز لڑائیاں ہوئیں جس میں ستر ہزار مسلمان مارے گئے اور پچیس بدری صحابی شہید ہوئے اور مقتولین کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ ایک قبر میں پچاس پچاس آدمی دفن کئے جاتے تھے۔

دجال: دجل کا اسم مبالغہ ہے اس کے معنی فریب اور دھوکا دینے کے ہیں ان تیس دجالوں میں سے کچھ گذر چکے ہیں۔ مثلاً مسیلمۃ الکذاب، اسود عنسی، مختار، اس کے علاوہ اور بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت پیدا

ہوئے ہیں ماضی قریب میں غلام احمد قادیانی دجال ہوا ہے اور جو باقی ہیں وہ آئندہ ہوں گے۔

۱۹۰۸ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ، قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ

إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کروں تو مجھے آسمان سے گرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس

السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَ

کے کہ میں حضور پر جھوٹ باندھوں اور جب میں تم سے ایسی بات بیان کروں تو وہ میرے

بَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور تمہارے درمیان ہے بے شک لڑائی خفیہ تدبیر ہے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ

سے سنا فرماتے تھے کہ اخیر زمانے میں ایک قوم آئے گی جو نو عمر اور بے وقوف ہوگی تمام مخلوق

الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ

کے بہتر کے قول کو کہے گی اسلام سے نکل جائے گی جیسا کہ تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔

كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَأَيْنَمَا

ان کا ایمان ان کے ٹیٹوے سے آگے نہ بڑھے گا تم ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کردو اس لئے کہ

لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؏

ان کا قتل کرنا قتل کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ثواب ہوگا۔

تشریحات ۱۹۰۸ "خدعة" لڑائی میں اس کی اجازت ہے کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ دشمن جنگل میں پھنس جائے لیکن جہاں تک ہو سکے توریہ اور تعریض سے کام لیا جائے لیکن اگر موقع ایسا نازک آجائے کہ بغیر صریح غلط بیانی کے کام نہ چل سکے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

فی آخر الزمان ۔ شراح نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔ لیکن ان حضرات نے آخر الزمان

؏ ثانی: فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن ص ۷۵۶ استتابہ! باب قتال الخوارج ص ۱۰۲۴
مسلم! زکوٰۃ، ابوداؤد، السنۃ، نسائی، محاربہ،

پر غور نہیں فرمایا خوارج بالکل ابتدار اسلام میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ اس حدیث سے مراد نہیں ہو سکتے البتہ نجدی ہو سکتے ہیں جس کی تائید میں متعدد احادیث ہیں جن کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے اور اپنے رسالہ "فتنوں کی سرزمین کون" میں یکجا کر دیا ہے۔

۱۹۰۹ حدیث

حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول اللہ سے شکایت کی اور حضور

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ

کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے تو انھوں نے حضور سے عرض کیا آپ

فَقُلْنَا أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ

ہمارے لئے کیوں مدد نہیں مانگتے آپ اللہ سے کیوں دعا نہیں فرماتے۔ فرمایا تم سے پہلے

قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ

ایک شخص ہوتا جس کے لئے زمین میں گڈھا کھودوا جاتا اس کو گڈھے میں کیا جاتا پھر آرا لاکر اس کے

عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُمْشَطُ

سر پر رکھا جاتا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا یہ چیز بھی اس کو دین سے روکتی نہیں تھی۔ اور لوہے کا

بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ

کنگھا کر کے گوشت کو ہڈی اور پٹھے سے الگ کیا جاتا اور یہ اسے اللہ کے دین سے نہیں روکتی تھی

ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ

بخدا یہ دین تام ہوگا پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت

مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلٰى

تک جائے گا اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا۔

غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ؎

لیکن تم لوگ جلدی چاہتے ہو۔

۱۹۰۹ تشریحات

باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ زائد ہے کہ انھیں مشرکین سے سخت تکلیف پہونچی تھی حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے ان کا مکے میں کوئی حامی و یاور نہ تھا اس لئے ان

؎ باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۴۳ ثانی۔ الاکراہ۔ باب من اختار الضرب والقتل ص ۱۰۲۷ ابوداؤد جہاد، نسائی علم، الزینۃ

پر ستم گر ایسے ایسے مظالم ڈھاتے تھے جسے سن کر روح لرز جاتی ہے انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک انگارے بجھ نہ جاتے ایک دفعہ ان کے ظالم آقا نے لوہا تپا کر ان کے سر کو داغ دیا ان جان لیوا مصائب سے تنگ آکر انھوں نے درخواست پیش کی تھی۔

صنعاء۔ یمن کا دار السلطنت تھا اور وہاں کا سب سے بڑا شہر۔

حضر موت۔ صنعاء سے چار دن سے زیادہ کی مسافت پر ایک شہر ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ صنعاء سے مراد شام کا صنعاء ہو جو شام میں دمشق کے باب الفرادیس کے اطراف میں ایک بستی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج ایک انسان کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا خطرہ سے خالی نہیں لیکن وقت آئے گا کہ پورے عرب میں اسلام پھیل جائے گا اور ایسا امن قائم ہوگا کہ کسی سفر میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ لمبا سفر ہو۔

۱۹۱۰ أَنْبَأَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو تلاش کرایا تو ایک شخص نے عرض کیا! یا رسول اللہ میں آپ کو ان کا حال بتاؤں گا یہ صاحب ثابت بن قیس کے پاس آئے ان کو اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا پایا پوچھا آپ کا کیا حال ہے انھوں نے کہا برا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتے تھے تو ان کا عمل اکارت ہوگیا اور وہ اہل نار سے ہیں یہ صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ انھوں نے ایسا ایسا کہا ہے اب یہ صاحب دوسری مرتبہ ان کے پاس بشارت عظیم لے کر گئے فرمایا اس کے

إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ـ عہ

پاس جاؤ اور اس سے کہو تم اہل نار سے نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔

۱۹۱۰ تشریحات

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز بزرگ تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی اونچی آواز سے بات کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ‹‹ حجرات آیت ۲

اے ایمان والو نبی کی آواز پر آواز اونچی نہ کرو اور ان سے بات بلند آواز سے نہ کرو جیسے تم میں بعض بعض سے کرتا ہے کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تو حضرت ثابت بن قیس نے سمجھا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ گھر میں بیٹھ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ بے ادبی کی نیت سے اونچی آواز سے بات نہیں کرتے فطری طور پر ان کی آواز ہی اونچی ہے فرمایا کہ یہ قابل تعریف زندگی گذاریں گے اور شہید ہو کر مریں گے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ جنتی ہیں۔ کتاب الجہاد میں گذر چکا کہ جنگ یمامہ میں جب مسلمانوں میں کچھ ابتری پیدا ہوگئی تھی تو انھوں نے اپنے بدن میں خوشبو ملی اور کفن پہنا لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

۱۹۱۱ حدیث

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَءْ فُلَانُ فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ ـ عہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا ایک صاحب نے سورہ کہف پڑھا اور گھر میں ایک چوپایہ تھا جو بدکنے لگا تو اس نے سلامتی کی دعا مانگی پھر اچانک دیکھا کہ بادل اس کو گھیرے ہوئے ہے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا اے فلاں پڑھتے رہو یہ سکینہ تھا جو قرآن کے لئے اترا۔

عہ ثانی کتاب التفسیر سورۂ حجرات باب لا ترفعوا اصواتکم ص۷۱۸

عہ تفسیر سورہ فتح باب ھو الذی انزل السکینۃ ص۷۱۷ فضائل القرآن باب فضل الکہف ص۷۴۹ مسلم صلوٰۃ ترمذی فضائل القرآن۔

تشریحات ۱۹۱۱

یہ صاحب حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اِقْرَأْ فُلَان، یعنی تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا۔ قرأت بند نہیں کرنی چاہئے تھی۔ سکینہ، اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے۔ جو قبولیت اور نزول رحمت کی دلیل ہے۔ جس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو قرآن سنتے ہیں۔

حدیث ۱۹۱۲ حَدَّثَنَا اَبُو اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے

جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى اَبِىْ فِىْ مَنْزِلِهٖ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ

ابو بکر میرے باپ کے پاس ان کے گھر آئے اور ان سے کجاوہ خریدا اور عازب سے کہا اپنے

اِبْعَثْ اِبْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِىْ قَالَ فَحَمَلْتُهٗ مَعَهٗ وَخَرَجَ اَبِىْ يَنْتَقِدُ

بیٹے کو بھیج دیجئے کہ اسے میرے گھر پہنچا دے میں اسے اٹھاکر ان کے ساتھ چلا اور

ثَمَنَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَبِىْ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِىْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ

میرے باپ باہر نکل کر قیمت پرکھنے لگے حضرت ابوبکر سے میرے باپ نے کہا کہ مجھ سے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا

بیان فرمائیے آپ دونوں حضرات نے کیا کیا تھا جب آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا

رات میں چلے تھے انھوں نے فرمایا ہاں بیان کروں گا۔ ہم رات بھر چلے اور صبح کو چلتے رہے یہاں تک

يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ

کہ ٹھیک دوپہر ہوگئی اور راستہ خالی ہوگیا اس میں کوئی نہیں گذر رہا تھا کہ ہمارے سامنے ایک لمبی

عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهٗ وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سایہ دار چٹان آئی جس میں دھوپ نہیں تھی ہم وہاں اتر پڑے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَكَانًا بِيَدِىْ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ

کے لئے زمین برابر کی اور میں نے حضور کے لئے ایک پوستین بچھادی اور عرض کیا یا رسول اللہ سو جائیں

اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ

اور میں آپ کے ارد گرد نظر رکھوں گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے اور میں اِدھر

فاذا انا براع مقبل بغنمه الى الصخرة يريد منها مثل الذى اردنا

اُدھر دیکھتا رہا اتنے میں ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ اسی چٹان کی طرف اپنی بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ

فقلت له لمن انت يا غلام فقال لرجل من اهل المدينة او

آرہا ہے وہ بھی اس چٹان سے وہی فائدہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو ہم حاصل کر رہے تھے

مكة قلت افى غنمك لبن قال نعم قلت افتحلب قال نعم فاخذ

میں نے پوچھا اے لڑکے تو کس کا غلام ہے؟ اس نے مدینہ یا مکہ کے کسی شخص کا نام لیا۔ میں نے پوچھا

شاة فقلت انفض الضرع من التراب والشعر والقذى قال

کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے اس نے کہا ہاں کیا تو دودھ دُہے گا اس نے کہا ہاں میں نے اس سے

فرايت البراء يضرب احدى يديه على الاخرى ينفض فحلب

کہا تھن کو دھول اور بال اور گندگی سے صاف کرلے۔ ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے براء کو دیکھا کہ

فى قعب كثبة من لبن ومعى اداوة حملتها للنبى صلى الله

اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر جھاڑنے کے لئے مار رہے ہیں تو اس نے ایک پیالہ میں دودھ دوہا

عليه وسلم يرتوى منها يشرب ويتوضا فاتيت النبى صلى الله

میرے پاس ایک چھاگل تھی میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساتھ رکھا تھا جس سے

عليه وسلم فكرهت ان اوقظه فوافقته حين استيقظ فصببت

حضور پانی پیتے اور وضو فرماتے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے یہ اچھا نہ

من الماء على اللبن حتى برد اسفله فقلت اشرب يا رسول الله

معلوم ہوا کہ میں آپ کو جگاؤں لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میں پہونچا تو حضور بیدار ہو چکے تھے میں نے دودھ

قال فشرب حتى رضيت ثم قال الم يان للرحيل قلت بلى

میں پانی ڈالا اتنا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پیجئے حضور نے پیا اتنا کہ میں خوش

قال فارتحلنا بعد ما مالت الشمس واتبعنا سراقة بن مالك

ہو گیا پھر حضور نے فرمایا کہ کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا۔ ہم سورج ڈھل جانے کے بعد وہاں سے چلے۔

فقلت اتينا يا رسول الله فقال لا تحزن ان الله معنا فدعا

سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے آرہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کوئی شخص ہمارے پاس آن پہونچا

عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ

فرمایا تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ہلاکت کی دعا کی تو اس

إِلٰى بَطْنِهَا أُرٰى فِيْ جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ إِنِّيْ

کا گھوڑا مع اس کے پیٹ تک دھنس گیا میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا سخت زمین میں

أُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا اللّٰهَ لِيْ وَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا

زہیر کو شک ہوگیا سراقہ نے کہا میرا گمان ہے کہ تم دونوں نے میرے لئے بدعا کی ہے۔ اب میرے چھٹکارے

الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ

کی دعا کرو۔ خدا کی قسم تمہیں ڈھونڈھنے والوں کو واپس کردوں گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا قَالَ قَدْ كُفِيْتُكُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا

اس کے چھٹکارے کی دعا کی تو وہ زمین سے نکل آیا اس کے بعد وہ کسی سے ملتا تو کہتا کہ میں یہاں تلاش کرچکا

رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰى لَنَا۔ [1]

ہوں جس سے بھی اس کی ملاقات ہوتی اس کو لوٹا دیتا اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو اس نے پورا کیا۔

تشریحات ۲۱۹۱ حدیث ہجرت کے مرکزی راوی ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی ہیں ان سے زہیر بن معاویہ اور ان کے بھائی خدیج اور اسرائیل نے روایت کیا ہے نیز ان کے پوتے یوسف بن اسحاق نے بھی اور شعبہ نے بھی لیکن ہر روایت میں کچھ تھوڑا بہت تغیر اور کمی بیشی ہے۔ یہاں جو روایت ہے وہ غار سے نکلنے کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہے جس کی ابتدا یہاں سے کی ہے کہ ہم رات بھر چلے اور دوسرے دن دوپہر تک چلتے رہے "الی آخرہ"

ہجرت کا ابتدائی حصہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے مفصل گذر چکا ہے اس حدیث میں صرف دو اہم واقعے ہیں ایک دودھ کا دوسرا سراقہ کا۔ مزید تفصیل باب الہجرت میں آئیگی۔

اس حدیث سے علمائے سوء نے یہ استدلال کیا ہے کہ حدیث کی تعلیم پر اجرت لینی جائز ہے اس لئے کہ بعض روایتوں میں ابتدار حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے حضرت عازب سے کہا براء سے کہدو کہ یہ کجاوہ میرے گھر پہنچا دے۔ اس پر عازب نے کہا نہیں جب تک آپ ہجرت کا واقعہ نہ بیان فرمائیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال غلط ہے۔ یہ کجاوہ گھر پہنچانا حدیث سنانے کی اجرت میں نہیں تھا بلکہ اس زمانے کے دستور

---

[1] اللقطہ باب ص ۳۳۱ باب فضائل المہاجرین ص ۵۱۵۔ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵۵
ص ۵۵۶ ثانی الاشربہ۔ باب شرب اللبن ص ۸۳۹ مسلم الاشربہ۔ ہجرت۔ زہد۔

کے مطابق تھا کہ سامان تاجروں کے نوکر مشتری کے گھر پہونچا دیا کرتے تھے۔ یا بطور تبرع تھا اصل حکم یہی ہے کہ دینی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لیکن اب بضرورت اجازت ہے یہ البتہ طے ہے کہ جو لوگ اجرت پر تعلیم دیتے ہیں وہ ثواب کے مستحق نہیں۔ اس زمانے کے مدرسین کو خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ کہ وہ صرف تنخواہ ہی کے لئے تعلیم دیتے ہیں خلوص اور للّٰہیت دلوں سے رخصت ہو چکی ہے اسی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ علم اٹھتا جا رہا ہے اور اس سے زیادہ تکلیف دہ یہ بات ہے کہ تعلیم و تعلم کو صرف ذریعہ معاش بنا لیا گیا ہے۔ علم دین کی نشر و اشاعت یا دین کی خدمت کا صحیح جذبہ قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔ کاش مدرسین خلوص و للّٰہیت اور علم دین کی نشر و اشاعت اور دین کی خدمت کے جذبے سے تعلیم دیں تو اس کے فوائد ان کو دنیا میں بھی حاصل ہوں اور آخرت میں بھی۔"

۱۹۱۳ حدیث حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ فَاَسْلَمَ وَقَرَءَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَا يَدْرِيْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَلَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک نصرانی شخص مسلمان ہوا اس نے بقرہ اور آل عمران پڑھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وہ لکھتا تھا پھر وہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد وہی جانتے ہیں جو میں نے ان کے لئے لکھ دیا ہے۔ پھر وہ مرگیا اس کے آدمیوں نے اس کو دفن کیا صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا ہے اس کے آدمیوں نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا کام ہے۔ یہ جب ان سے بھاگ آیا تو انھوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کو ادھیڑ دیا اور اسے پھینک دیا اب پھر اس کے آدمیوں نے اس کے لئے گڈھا کھودا اور جہاں تک ہو سکا خوب گہرا کھودا۔ پھر صبح کو دیکھا تو زمین نے اس کو پھینک دیا تھا اب پھر لوگوں نے کہا کہ یہ محمد اور ان کے اصحاب کا کام ہے انھوں نے ہمارے ساتھی

عـــه فضائل المہاجرین ص۵۱۵

لَہٗ فِی الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْہُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّہٗ

کی قبر کو ادھیڑ دیا اور اسے باہر پھینک دیا کیونکہ یہ ان سے بھاگ آیا تھا۔ پھر اس کے لئے گڈھا کھودا اور جتنا گہرا کھود سکتے

لَیْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْہُ۔

تھے اتنا گہرا کھودا پھر صبح کو دیکھا کہ زمین نے اسکو پھینک دیا اب انہوں نے جانا یہ انسانوں کی طرف سے نہیں انھوں نے بھی اسکو پھینک دیا۔

تشریحات ۱۹۱۳ ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اس کی گردن توڑ دی۔ یعنی اس کی موت بھی غیر فطری طریقے سے ہوئی تھی۔

۱۹۱۴ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مسیلمہ کذاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ

قَدِمَ مُسَیْلِمَۃُ الْکَذَّابُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں آیا اور کہتا تھا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنا ولی عہد بنا دیں میں تو ان کا اتباع کر لوں گا اور وہ

فَجَعَلَ یَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِیْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِہٖ تَبِعْتُہٗ وَقَدِمَھَا

مدینہ طیبہ اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

فِیْ بَشَرٍ کَثِیْرٍ مِنْ قَوْمِہٖ فَاَقْبَلَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

پاس تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَمَعَہٗ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ٹکڑا تھا حضور مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے وہ اپنے ہمراہیوں

وَسَلَّمَ قِطْعَۃُ جَرِیْدٍ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی مُسَیْلِمَۃَ فِیْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ لَہٗ

میں تھا فرمایا تو اگر مجھ سے اس ٹکڑے کو بھی مانگے گا تو میں تجھے نہیں دوں گا تیرے بارے میں اللہ کا جو

لَوْ سَاَلْتَنِیْ ھٰذِہِ الْقِطْعَۃَ مَا اَعْطَیْتُکَھَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰہِ فِیْکَ

فیصلہ ہے اس سے وہ خطا نہیں کر سکتا اور اگر تو مجھ سے روگردانی کر کے جائے گا تو اللہ ضرور ضرور تجھے ہلاک

وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَیَعْقِرَنَّکَ اللّٰہُ وَاِنِّیْ لَاَرَاکَ الَّذِیْ اُرِیْتُ فِیْکَ مَا رَاَیْتُ [علہ]

کرے گا اور مجھے یقین ہے کہ تو ہی وہ ہے جس کے بارے میں مجھے دکھایا گیا ہے جو میں نے دیکھا ہے۔

علہ ثانی بخاری باب وفد بنی حنیفہ باب قصۃ اسود العنسی ص ۶۲۸ ۔ الرویا باب اذا طار الشئ فی المنام ص ۱۰۴۲ توحید باب قول اللہ انما امرنا لشئ ص ۱۱۱۱ مسلم، ترمذی، نسائی، الرویا۔

فَاَخْبَرَنِی اَبُوْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِیْ شَاْنُهُمَا

کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کی دو کنگن دیکھے جس نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا

فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَیْنِ

خواب ہی میں میری جانب وحی کی گئی کہ ان پر پھونک مارو میں نے ان دونوں پر پھونکا تو دونوں

یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِیُّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلِمَةُ صَاحِبُ

اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ یہ دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے ان میں سے

الْیَمَامَةِ عله

ایک عنسی ہے دوسرا مسیلمہ یمامہ والا۔

۱۹۱۴ تشریحات

مغازی میں ہے کہ مسیلمہ مدینہ طیبہ آیا تو حارث کی بیٹی کے گھر ٹھہرا جس کا نام کیسہ تھا یہ مسیلمہ کذاب کی زوجیت میں تھی۔ مسیلمہ سنۃ الوفود ۹ھ میں بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ آیا تھا۔ یہ دس سے کچھ اوپر آدمی تھے۔ مسیلمہ کذاب پڑاؤ پر رہ گیا وفد کے بقیہ افراد مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت تک اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مدینہ طیبہ سے واپسی کے بعد یہ سب مرتد ہو گئے اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ کچھ طلسم بھی جانتا تھا مثلاً انڈے کو شیشی میں داخل کر دیتا۔

یَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِیْ ۔ اسود عنسی یمن کے مشہور شہر صنعا میں رہتا تھا اسے فیروز دیلمی صحابی نے قتل کیا۔ ایک قول کی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال میں یہ مارا گیا۔ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ابتدائی ایام میں۔ مسیلمہ کذاب عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی نے قتل کیا تھا۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے یخرجان من بعدی کا مطلب یہ ہے کہ میرے ظہور کے بعد یہ دونوں خروج کریں گے یہ مراد نہیں کہ میرے وصال کے بعد نکلیں گے۔

عله ثانی مغازی باب وفد بنی حنیفہ ص۶۲۸

الرویا۔ باب النفخ فی الرویا ص۱۰۴۲

۱۹۱۵ عن برید بن عبد اللہ بن ابی بردۃ عن جدہ ابی

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ

بردۃ عن ابی موسیٰ اراہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین

رأیت فی المنام انی اهاجر من مکۃ الی ارض بها نخل فذهب

کی جانب ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں میرا خیال اس جانب گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے مگر

وهلی الی انها الیمامۃ او الهجر فاذا هی المدینۃ یثرب ورأیت فی

وہ مدینہ یثرب ہے میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی اس کا اگلا حصہ ٹوٹ

رؤیای انی هززت سیفا فانقطع صدرہ فاذا هو ما اصیب من

گیا یہ وہ نقصان ہے جو مومنوں کو احد میں پہنچا پھر میں نے اس کو دوبارہ ہلایا تو جیسی

المؤمنین یوم احد ثم هززتہ اخری فعاد احسن ما کان فاذا

پہلے تھی اس سے عمدہ ہو گئی یہ وہ ہے جو اللہ نے فتح عطا فرمایا اور مسلمانوں

هو ما جاء اللہ بہ من الفتح واجتماع المؤمنین ورأیت فیها بقرا

کا اجتماع۔ اور میں نے خواب ہی میں دیکھا ایک گائے کو جو ذبح کی جا رہی ہے

واللہ خیر فاذا هم المؤمنون یوم احد واذا الخیر ما جاء اللہ بہ

اور اللہ کا فعل بہتر ہے یہ وہ ہے جو مومنوں کے ساتھ یوم احد میں ہوا اور خیر

من الخیر وثواب الصدق الذی اتانا اللہ بعد یوم بدر [1]

وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے یوم بدر کے بعد عطا فرمایا۔

۱۹۱۶ عن مسروق عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت اقبلت

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا فاطمہ چلتی ہوئی آئیں ان

فاطمۃ تمشی کان مشیتها مشی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی رفتار گویا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] ثانی مغازی۔ باب ص۵۶۸ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص۵۸۴ تعبیر رویا۔ باب اذا رای بقرا تنحر ص۱۰۴۱ باب اذا رای انہ هز سیفا ص۱۰۴۲ اول ہجرت ص۵۵۱
مسلم، نسائی، ابن ماجہ، الرویا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا یا ابنتی ثم اجلسہا عن

نے ان سے فرمایا میری بیٹی کو مرحبا ہو پھر ان کو بٹھایا اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف پھر

یمینہ او عن شمالہ ثم اسر الیہا حدیثا فبکت فقلت لہا لم

ان سے آہستہ کوئی بات کہی جس پر وہ رو دئیں میں نے ان سے کہا کیوں روتی ہو ؟ پھر

تبکین ثم اسر الیہا حدیثا فضحکت قلت ما رأیت کالیوم فرحا

ان سے ایک اور بات آہستہ فرمائی جس پر وہ ہنسیں میں نے کہا آج کے دن جیسی خوشی

اقرب من حزن فسألتہا عما قال فقالت ما کنت لافشی سر

غم سے بہت قریب میں نے کبھی نہیں دیکھی میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قبض النبی صلی اللہ

تو انھوں نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کروں گی۔

علیہ وسلم فسألتہا عما قال فقالت اسر الی ان جبرئیل

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اب میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے کیا

کان یعارضنی القرآن کل سنۃ مرۃ وانہ عارضنی العام مرتین

فرمایا تھا۔ تو حضرت فاطمہ نے بتایا کہ حضور نے مجھ سے راز کی یہ بات بتائی تھی کہ جبرئیل ہر سال

ولا اراہ الا حضر اجلی وانک اول اہل بیتی لحاقا بی فبکیت

میرے ساتھ قرآن کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے اس سے میں سمجھ

فقال اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اہل الجنۃ او نساء

رہا ہوں کہ میرے وصال کا وقت قریب ہے۔ اور بیشک تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملوگی

المؤمنین فضحکت لذلک عـہ

اس پر میں روئی تو فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جنتیوں کی عورتوں یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ اس پر میں ہنسی

تشریحات ۱۹۱۷ اس روایت میں وہ دوسری بات جس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسیں

عـہ اسی کے بعد متصل فضائل صحابہ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۲۶ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۶۳۸ استیذان باب من ناجی بین یدی الناس ص۹۳۰ ۔ ثانی فضائل القرآن باب کان جبرئیل یعرض القرآن ص۷۴۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ اور بطریق عروہ حضرت ام المؤمنین سے جو روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس اطلاع پر خوش ہوئی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ راجح مسروق والی روایت ہے۔

حدیث ۱۹۱۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابن عباس کو
كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ
قریب رکھتے تھے تو ان سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک ہمارے بیٹے بھی
عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ لَنَا اَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ
اسی جیسے ہیں حضرت عمر نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ تم جانتے ہو اس کے بعد حضرت
تَعْلَمُ فَسَئَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ
عمر نے ابن عباس سے اس آیت اذا جاء نصر اللہ والفتح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے
وَالْفَتْحُ فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر اللہ نے حضور کو دیا ہے تو حضرت عمر
قَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ عه
نے کہا اس سے میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

تشریحات ۱۹۱۷ دوسری روایتوں میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے بدر میں شریک ہونے والے مشائخ کے ساتھ مجلس میں شریک کرتے تھے اس پر حضرت عبد الرحمن بن عوف کو کچھ ناگواری ہوئی اور انہوں نے وہ فرمایا۔ کہ ہمارے بیٹے بھی ان کے ہم عمر ہیں ان کو قریب نہیں فرماتے فرمایا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے یعنی تمہیں معلوم ہے کہ وہ سب سے زیادہ سمجھ دار ہیں پھر ایک دن حضرت ابن عباس کو بلایا اور سب کے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کے بارے میں کیا کہتے ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی حمد کرنے اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے اس جواب

عه ثانی مغازی باب ص۶۱۵ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۶۳۵ ص۶۳۸ تفسیر سورۃ اذا جاء باب قولہ ورأیت الناس یدخلون ص۷۴۳ باب قولہ فسبح بحمد ربك ص۷۴۳

کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں فتح کی نعمت عطا فرمائی ہے ہمیں اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور کچھ صاحبان تو کچھ نہیں بولے۔ پھر حضرت ابن عباس سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس میں حضور کو اپنے وصال کے نزدیک ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ اب آپ کا وقت وصال قریب آچکا ہے۔ جس کام کے لئے بھیجا گیا تھا وہ پورا ہوچکا ہے۔ اب اللہ کی طرف رجوع کیجئے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ میں بھی یہی جانتا ہوں۔

۱۹۱۸ حدیث

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ مِنْ أَنْمَاطٍ قُلْتُ وَأَنّٰی

پاس قالین ہیں میں نے کہا ہمارے پاس کہاں سے قالین ہوں گے فرمایا سنو! بہت جلد

تَكُوْنُ لَنَا الْأَنْمَاطُ قَالَ أَمَا إِنَّهٗ سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ فَأَنَا أَقُوْلُ لَهَا

تمہارے پاس قالین ہوں گے پس میں اس سے یعنی اپنی بیوی سے کہتا ہوں اپنا قالین

یَعْنِیْ اِمْرَأَتَہٗ أَخِّرِیْ عَنِّیْ أَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ أَلَمْ یَقُلِ النَّبِیُّ صَلَّی

میرے پاس سے ہٹاؤ تو وہ کہتی ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے کہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ فَأَدَعُهَا[1]

تمہارے پاس قالین ہوں گے۔ تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

۱۹۱۸ تشریحات

نمط۔ ایسا بچھونا جس میں باریک روئیں ہوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تھی تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا۔

۱۹۱۹ حدیث

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سعد بن معاذ عمرہ کی نیت سے

عَنْہُ قَالَ انْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰی أُمَیَّةَ بْنِ

مدینے کی نیت سے چلے مکہ پہونچ کر امیہ بن خلف ابو صفوان کے یہاں اترے۔ امیہ جب

أَبِیْ خَلَفٍ أَبِیْ صَفْوَانَ وَكَانَ أُمَیَّةُ إِذَا انْطَلَقَ إِلَی الشَّامِ فَمَرَّ أُمَیَّةُ

شام جاتے ہوئے مدینہ سے گذرتا تو سعد کے یہاں ٹھہرتا امیہ نے سعد سے کہا انتظار کرو

[1] ثانی۔ نکاح۔ باب الانماط ص۷۷۵۔ ترمذی۔ استیذان۔ مسلم لباس۔ نسائی نکاح۔ ابوداؤد لباس

بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ فَقَالَ أُمَيَّةُ لِسَعْدٍ اِنْتَظِرْ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ

تاکہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں تو میں چلوں گا اور طواف کروں گا سعد

النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ انْطَلَقْتُ فَطُفْتُ فَبَيْنَا سَعْدٌ يَطُوْفُ اِذَا

طواف کر ہی رہے تھے کہ ابوجہل آگیا اور پوچھا یہ کون ہے جو طواف کر رہا ہے۔

اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا

سعد نے کہا کہ میں سعد ہوں تو ابوجہل نے کہا تو بلا خطر کعبے کا طواف کر رہا ہے اور تم

سَعْدٌ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ آمِنًا وَقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا

نے محمد اور ان کے اصحاب کو پناہ دے رکھی ہے۔ سعد نے فرمایا ہاں اور دونوں لڑ

وَاَصْحَابَهُ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ

پڑے امیہ نے سعد سے کہا کہ اپنی آواز ابوالحکم پر بلند مت کر بیشک وہ اس وادی

صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهُ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ

والوں کا سردار ہے پھر سعد نے کہا خدا کی قسم اگر تو نے مجھے بیت اللہ کا طواف کرنے

وَاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ

سے روک دیا تو میں تیری تجارت گاہ شام کا راستہ کاٹ دوں گا امیہ سعد سے یہی کہتا

قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فَجَعَلَ يُمْسِكُهُ

رہا اپنی آواز اونچی مت کر اور انھیں روکتا رہا اس پر سعد کو غصہ آگیا اور کہا کہ ہمیں چھوڑ دے

فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ

میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل فرمائیں گے امیہ نے کہا مجھے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهُ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ

سعد نے کہا ہاں امیہ نے کہا کہ بخدا محمد جب کوئی بات بیان کرتے ہیں تو جھوٹی نہیں ہوتی اور

مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلَى امْرَاَتِهِ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ

وہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ کر آیا اور اس سے کہا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ میرے یثربی بھائی

مَا قَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ قَالَ زَعَمَ اَنَّهُ سَمِعَ

نے کیا کہا اس نے پوچھا کیا کہا ہے امیہ نے کہا اس کا گمان ہے کہ اس نے محمد کو یہ کہتے ہوئے

محمدا ایزعم انه قاتلی قالت فواللہ ما یکذب محمد قال فلما

سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس کی بیوی نے کہا بخدا محمد کی بات جھوٹی نہیں ہوتی جب قریش

خرجوا الی بدر وجاء الصریخ قالت له امرأته اما ذکرت ما

بدر کی طرف نکلے اور پکار ہوئی تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا کیا تجھے یاد نہیں جو تجھ سے

قال لک اخوک الیثربی قال فاراد ان لا یخرج فقال له ابوجهل

تیرے یثربی بھائی نے کہا تھا اس پر امیہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ نہیں نکلے گا۔ مگر ابوجہل

انک من اشراف الوادی فسر بنا یوما او یومین فسار معهم فقتله

نے اس سے کہا تو اس وادی کے رؤسا میں سے ہے۔ ہمارے ساتھ ایک دو دن چل

الله علہ

اس پر وہ ان کے ساتھ چلا اور اللہ نے اسے مار ڈالا۔

۱۹۱۹

تشریحات

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انصار کے قبیلۂ خزرج کے سردار تھے۔ عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بدر واحد۔ اور خندق کے مشاہد میں شریک رہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر ہاتھ کی شہ رگ میں ایک تیر آکر لگا اور بالآخر یہی شہادت کا سبب بنا یہ مشرکین کے رؤسا میں تھا اور اسلام کا جانی دشمن۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی کے غلام تھے۔ اسی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا تھا غزوۂ بدر میں حضرت بلال کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

قبل اسلام حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے درمیان دوستی تھی۔ اسی بنا پر وہ جب شام تجارت کے لئے جاتا تو اس کے یہاں ٹھہرتا، اور یہ جب مکہ معظمہ جاتے تو اس کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ ابتدا مدینہ طیبہ کے مسلمانوں اور مکہ شریف کے مشرکین کے درمیان آمد و رفت تھی اور صحابۂ کرام عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے۔

۱۹۲۰ عن سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ

حدیث

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علہ ثانی مغازی باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من یقتل ببدر ۲/ ص ۵۶۳

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا ایک میدان میں اکٹھا ہیں۔ ابو بکر کھڑے ہوئے

فِيْ صَعِيْدٍ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ نَزْعِهِ

انھوں نے ایک یا دو ڈول نکالا اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری ہے، اللہ انھیں

ضُعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِيَدِهٖ غَرْبًا

بخش دے۔ پھر اسے عمر نے لیا تو ان کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول بن گیا، میں نے

فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ

لوگوں میں ایسا کوئی طاقت ور نہیں دیکھا۔ جو ان کی طرح جرس کو کھینچے یہاں تک کہ

بِعَطَنٍ وَقَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

لوگوں کو سیراب کر دیا، اور ہمام نے کہا۔ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْبَكْرٍ ذَنُوْبَيْنِ عله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ ابو بکر نے دو ڈول کھینچا۔

تشریحات ۱۹۲۰

ذنوب۔ وہ ڈول جو پانی سے بھرا ہو۔ غربٌ۔ وہ بڑا ڈول جس کو اونٹ کھینچتا ہو۔ اس حدیث میں اختصار ہے۔ باب۔ لوکنت متخذا خلیلا میں شروع میں یہ ہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں۔ اور چرخے سے ڈول کھینچ رہا ہوں کہ ابو بکر آئے۔ عَبْقَرِیٌّ۔ وہ شخص جو اپنے کام کا ماہر ہو۔ قوم کا سردار۔ ہر شئی میں عبقری وہ ہے جو اس کے حد کمال تک پہنچا ہوا ہو۔ فَرِیٌّ۔ ایسا کام کرنا۔ جو مصلحت کے مطابق ہو جس پر لوگ تعجب کرتے ہوں۔

وفی بعض نزعۃ ضعفٌ: حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے مسلمانوں کو کیا فوائد حاصل ہوئے، کنوئیں سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلانے کی تعبیر یہی ظاہر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں اکثر مدت تک مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے قلع قمع کرنے میں مشغول رہے، دوسرے ممالک کی فتوحات بہت کم حاصل ہوئیں، مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے قلع قمع سے فارغ ہونے کے بعد ایران اور شام کے طرف افواج بھیجیں۔ ابھی ان دونوں علاقوں میں سے کسی میں

عله فضائل صحابہ۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت متخذا خلیلا ص ۵۱۹۔ باب مناقب عمر ص ۵۲۰ ثانی تعبیر باب نزع الماء من البیر و باب نزع الذنوب والذنوبین ص ۱۰۳۹۔ مسلم۔ فضائل ترمذی۔ نسائی، الرویار

کوئی معتدبہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ وصال ہوگیا، جس کی وجہ سے ان کے زمانہ میں مال غنیمت اور اور فتوحات برائے نام ہی حاصل ہوتیں۔ اور عوام کو ان کی خلافت سے وہ کشائش اور فراخی حاصل نہ ہوسکی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حاصل ہوئی۔ اس کو ضعف سے تعبیر فرمایا۔ اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ بنظر دقیق دیکھا جائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کی ساری فتوحات بلکہ بعد تک کی حضرت ابو بکر صدیق کی مرہون منت ہے۔ حضرت صدیق اکبر کا محیر العقول اور عظیم کارنامہ مرتدین کی سرکوبی اور اصلاح اور مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی ہے۔ اگر خدا نخواستہ ان دونوں فتنوں پر قابو حاصل نہ ہوتا تو نہ ایران فتح ہوسکتا تھا۔ نہ شام۔ مسلمان عرب ہی میں الجھ کر رہ جاتے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد فراست، تدبیر اور استقامت سے ان دونوں اندرونی فتنوں کو اس طرح سر کیا کہ ان کی رگ بھی باقی نہ رہی۔ اور پورا عرب ایک کلمہ پر متفق ہوگیا۔ عرب میں اندرونی طور پر کوئی خلفشار نہ رہا۔ اور اس طرف سے بالکلیہ اطمینان ہوگیا۔ حضرت ابو بکر کا یہ وہ کارنامہ ہے کہ اس سے متأثر ہوکر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ ولقد قام ابوبکر یوم الردۃ فقام نبی من الانبیاء۔ ابو بکر نے یوم ردت نبی کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔

حاصل یہ نکلا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلانا یہ اشارہ ہے۔ دنیوی کشائش اور فراخی کی جانب یہ بات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں برائے نام تھی۔ اس لئے اس کو ضعف سے تعبیر فرمایا۔ یعنی جتنی فراخی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حاصل ہوئی وہ ان کی خلافت میں نہ حاصل ہوسکی۔

واللہ یغفر لہ۔ یہ کلمہ ترحم ہے اس کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضرت صدیق اکبر سے کوئی غلطی سرزد ہوئی جس کی بنا پر ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قال ھمام ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث میں ذنوبا او ذنوبین شک کے ساتھ اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں بلا شک ذنوبین ہے۔ افادہ یہ فرمایا کہ صحیح روایت ذنوبین ہے۔

۱۹۲۱ حدیث حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ اَتَی النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ قَامَ

ابو عثمان نے کہا مجھے خبر دی گئی کہ بے شک جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور کے پاس ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا أَوْ كَمَا قَالَ

تعالیٰ عنہا تھیں، جبرئیل حضور سے بات کرتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور چلے گئے، نبی

قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ ايْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ سے پوچھا یہ کون تھے یا اس کے مثل اور کچھ فرمایا۔ حضرت ام سلمہ

حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ جِبْرَائِيلَ

نے کہا یہ دحیہ تھے۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا، بخدا میں نے گمان کیا تھا، کہ دحیہ یہی ہیں یہاں تک کہ

أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا کہ جبرئیل کی خبر کو بیان فرما رہے تھے۔ یا اس کے مثل اور کچھ فرمایا۔ راوی

أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عله

حدیث سلمان نے کہا میں نے ابو عثمان سے پوچھا تم نے کس سے سنا ہے یہ۔ تو انھوں نے کہا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

۱۹۲۱

تشریحات اس حدیث کے راوی ابو عثمان اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ کم عمری تحمل حدیث نہیں کر سکتے تھے نیز رویت بھی ثابت نہیں، ان کا شمار اکابر تابعین میں ہے، اس لئے ابتدا کے لحاظ سے یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ انھوں نے ان صحابی کو یہاں ذکر نہیں کیا جن سے انھوں نے یہ حدیث سنی ہے، لیکن جب اخیر میں پوچھنے پر بتا دیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنی ہے، تو اب متصل ہو گئی۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ اکثر یہی ہوتا تھا اگرچہ کبھی کبھی اعرابی کی شکل میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُؤَالُ الْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يُرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ ص۵۱۳

مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انھیں کوئی نشانی دکھائیں، تو حضور نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہونا دکھایا۔

۱۹۲۲ **حدیث**

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ

عله ثانی فضائل القرآن باب کیف نزل الوحی ص۷۴۴ مسلم فضائل ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

عَنْهُ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ

علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا عه

نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔

تشریحات باب انشقاق القمر میں یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہوا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے۔ کہ فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ اور ابو الضحیٰ سے بطریقہ مسروق حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی سے مروی ہے، کہ چاند مکے میں دو ٹکڑے ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چاند کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ رہا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا، اور اس پہاڑ سے مراد حرا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چاند دو پارہ ہوا تو لوگوں نے حرا کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اس حاصل یہ ہوا کہ پہاڑ کی طرف جانے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ سے کچھ آگے نکل گیا، اور منیٰ اور مکہ میں تطبیق یہ ہے کہ یہ واقعہ منیٰ ہی میں ہوا تھا، اور منیٰ مکہ ہی میں ہے۔

مسلم میں یہ ہے کہ انھیں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کو دو مرتبہ دکھایا اور یہی مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے۔ لیکن بخاری ومسلم دونوں کی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ فرقتین فرمایا تھا۔ اور ایک روایت میں فلقتین۔ اس لئے دونوں روایتوں میں تطبیق کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرتین سے مراد فرقتین ہے۔ اس لئے علمار حدیث میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کے دوبارہ ہونے کا قول نہیں کیا ہے۔

۱۹۲۳ حدیث عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ مکہ والوں

حَدَّثَهُمْ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انھیں کوئی نشانی دکھائیں۔ تو انھیں

أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ عه

چاند کے دو ٹکڑے ہونے کو دکھایا۔

عه مناقب الانصار باب انشقاق القمر ثانی تفسیر سورہ قمر ص۷۲۱ دو طریقے سے مسلم توبہ

عه۲ مناقب انصار باب انشقاق القمر ص۵۴۶ ثانی تفسیر سورۂ قمر ص۷۲۲ مسلم

۱۹۲۴ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏۱

حدیث ۱۹۲۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔

تشریحات ۱۹۲۴ انشقاق القمر کی حدیث امام بخاری نے تین صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے ایک حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ دوسرے حضرت انس بن مالک تیسرے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ان میں سے اخیر کے دو صاحبان اسوقت موجود نہیں تھے۔ حضرت انس مدینہ طیبہ میں تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا ہے حضرت عبد اللہ بن عباس ۱۰ بعثت میں پیدا ہوئے تو بظاہر ان دونوں حضرات سے روایت مروی ہوئی پھر بھی اس میں کوئی حرج نہیں اس پر محدثین کا اتفاق ہے کہ صحابی کی مرسل حدیث متصل کے حکم میں ہے، اس لئے کہ صحابی نے یا تو اسے کسی صحابی سے سن کر روایت کیا ہے۔ یا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر۔

رہ گیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو وہ اس وقت موجود تھے جیساکہ مناقب اور تفسیر کی روایت میں تصریح ہے، بیہقی ابونعیم نے دلائل میں انھیں سے روایت کی ہے کہ میں نے چاند کے ایک ٹکڑے کو اس پہاڑ پر دیکھا ہے جو منیٰ میں تھا اور ہم مکہ میں تھے۔ اس روایت سے مناقب کی ان دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا تھا، اور چاند کا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا جو منیٰ میں تھا۔ مکہ معظمہ سے حرا اور منیٰ دونوں پورب جانب ہیں۔ اس لئے یہ روایت اس کے بھی معارض نہیں کہ حرا کو دونوں ٹکڑوں کے بیچ دیکھا۔

ان صحابۂ کرام کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ معجزہ مروی ہے۔ نیز حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جیساکہ ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو پارہ ہوا۔ یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس پہاڑ پر اور اس پہاڑ پر۔ تو مشرکین نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کر دیا ہے۔ ان کے بعض نے بعض سے کہا اگر انہوں نے جادو کر دیا ہے تو استطاعت رکھتے ہیں کہ سب لوگوں پر جادو کر دیں۔

؏۱ مناقب انصار باب انشقاق القمر ص۵۴۶ ۔ ثانی تفسیر سورۂ قمر ص۷۲۱ ۔ ؏۲ اکمال

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں چاند دو ٹکڑے ہوا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ نیز حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس کے مثل مروی ہے یہ کل سات صحابہ کرام ہوئے۔

شبہ اور اس کا جواب اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر چاند کا دو ٹکڑے ہونا صحیح ہوتا۔ تو ایسی عجیب و غریب بات لوگوں سے چھپی نہیں رہتی اور یہ بطریق تواتر منقول ہوتا نیز اہل نجوم اور تاریخ والے اسے جانتے اور اپنی کتابوں میں ذکر کرتے۔

جواب جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ رات میں ہوا۔ اس وقت لوگ گھروں میں ہوتے ہیں۔ اور سوئے رہتے ہیں، پھر یہ واقعہ ایک آن کے لئے ہوا تھا۔ اسے وہی شخص دیکھ سکتا تھا جو اس وقت چاند پر نظر رکھتا ہو عام طور پر لوگ رات کو جاگتے بھی ہیں تو اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں، کون ہے جو آسمان کے طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ چاند میں گہن لگتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ معمولی اور تھوڑی دیر رہتا ہے تو اس کو چند ہی لوگ دیکھ پاتے ہیں، علامہ عینی نے نقل فرمایا ہے کہ مکہ والوں نے کہا کہ یہ ابن ابو کبشہ کا جادو ہے۔ سفر کرنے والوں سے پوچھو اگر انھوں نے دیکھا ہو تو سچ ہے ورنہ جادو ہے۔

جو لوگ سفر میں گئے تھے جب واپس آئے تو انھوں نے بتایا کہ ہم نے چاند دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز ایک خاص بات یہ بھی ہے، کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا اسے صرف وہی لوگ دیکھ سکتے تھے۔ جو مکہ معظمہ کے آس پاس ان حدود میں تھے جو مکہ میں چاند کو دیکھ سکیں۔ رہ گئے دور دراز کے لوگ اختلاف مطالعے کی بنا پر مکہ پر چمکنے والے چاند کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ بھلا کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔

قاضی بیضاوی نے فلاسفہ کی تقلید جامد میں آیت کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ کی تفسیر میں کہا۔ سَيَنْشَقُّ عِنْدَ مَجِيْئِ الْقِيٰمَةِ۔ یعنی قیامت آنے پر شق ہوگا۔ اسے علماء نے کئی طرح سے رد کیا ہے، اوّلاً انشق ماضی کا صیغہ ہے، اور نصوص کے ظاہر سے عدول بلا دلیل جائز نہیں۔ ثانیاً اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ اس کی دلیل ہے، کہ یہ اعجاز قیامت قائم ہونے سے پہلے ہوگا۔ ثالثاً آگے فرمایا گیا۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ اگر یہ لوگ کوئی آیت دیکھتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ رہنے والا جادو ہے۔ ظاہر ہے کہ قیامت کے دن کفار اس قسم کی بات نہیں کہیں گے۔ اس دن تو ان پر حق واضح ہو جائے گا، رابعاً اسے نشانی فرمایا گیا۔ اور نشانی کی ضرورت اسی دنیا میں ہے۔ قیامت کے روز کوئی نشانی طلب کرنے والا نہیں رہے گا۔

باب ۵۱۴

۱۹۲۵ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ [علہ]

حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہماری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم ان کے پاس آئے اور وہ غالب ہی رہیں گے۔

۱۹۲۶ حَدَّثَنِيْ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ فَقَالَ مَالِكُ ابْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعَمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ [علہ]

حدیث عمیر بن ہانی نے حدیث بیان کی انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا، ان کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ جو ان سے الگ رہیں گے یا ان کے مخالف ہوں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے گا اور وہ اسی پر رہیں گے۔ مالک ابن یخامر نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور وہ شام میں ہوں گے۔ اس پر معاویہ نے کہا۔ یہ مالک ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے معاذ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ لوگ شام میں ہوں گے۔

تشریحات ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ "ظاہرین" اس کے معنی ہیں غالب رہنے والے۔ امر اللہ سے مراد وہ ہوا ہے جو قیامت کے قریب آوے گی اور ہر مومن مرد اور عورت کی روح نکالے گی یہ گروہ کون ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ اہل علم ہیں اور یہی راجح ہے۔ علم سے مراد علم دین اور قرآن و حدیث

علہ ثانی الاعتصام باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی ص۱۰۸۶ توحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ انما امرنا لشیئ ص۱۱۱۱ مسلم، جہاد۔ علہ ثانی الاعتصام باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتزال من امتی ص۱۰۸۶ توحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ انما امرنا لشیئ ص۱۱۱۱ مسلم، جہاد

کا علم ہے۔ اور غالب ہونے سے مراد، دلیل اور حجت سے غلبہ ہے، یعنی قریب قیامت تک روئے زمین پر کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو دلیل اور حجت میں پوری دنیا کے اسلام کے مخالفین پر غالب رہیں گے یہ مخالفین خواہ مدعیان اسلام ہوں یا عیاناً اسلام کی مخالفت کرتے ہوں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ علم سے مراد معنئ عام ہو، یعنی علم ظاہر اور علم باطن۔ اللہ کی زمین اولیائے کرام سے کبھی خالی نہ ہوگی۔

وهم بالشام ۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ارشاد ہے۔ غالباً ان کی مراد ابدال سے ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے، کہ ابدال شام میں ہوں گے۔ اس تصویر پر انھوں نے خاص اولیائے کرام کو مراد لیا ہے، لیکن صحیح تعمیم ہے، بعض شارحین نے اس میں اور تعمیم کی کہ اس سے مراد مجاہدین وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ فَضَائِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۵۱۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے فضائل

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ۔

مسلمانوں میں سے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی یا دیکھا وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے۔

توضیح صحبت کا لفظ اپنے اطلاق کے اعتبار سے تھوڑی دیر کی صحبت کو بھی شامل ہے۔ اسی طرح رویت بھی۔ نیز یہ عام ہے کہ قریب سے دیکھا ہو، یا دور سے حقیقتاً دیکھا ہو یا حکماً۔ جیسے نابینا کا حاضر دربار ہونا شرط یہ ہے۔ کہ ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان ہی پر مرا ہو۔ اگرچہ بیچ میں ردت طاری ہو گئی ہو۔ جیسے عبداللہ بن سرح اور اشعث بن قیس ان لوگوں نے ایمان قبول کیا، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ پھر مرتد ہو گئے پھر اللہ نے توفیق دی مسلمان ہوئے۔

عبداللہ بن سرح عہد رسالت ہی میں مرتد ہوئے، اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے۔ اور اشعث بن قیس بعد رسالت مرتد ہوئے، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا، کچھ لوگوں نے صحابی ہونے کے لئے ایک مدت تک خدمت اقدس میں حاضر رہنے کی شرط کی ہے۔ عام محدثین کا یہی رجحان ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔

سورہ حشر آیت ۸

مہاجرین کے مناقب اور ان کی فضیلت کا بیان۔ ان میں ابوبکر عبداللہ بن ابو قحافہ تیمی ہیں۔ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنے کے لئے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لیجانا ہوا صرف دو جان

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ سورۂ توبہ آیت ۴۰ سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

توضیح باب مہاجرین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جو قبل فتح مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ اور ایک تعریف یہ ہے کہ انصار اور فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد جو لوگ مسلمان ہوتے ان کو چھوڑ کر تمام مسلمان مہاجرین خواہ وہ کہیں کے باشندے ہوں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ صحابہ کرام کی تین قسمیں ہیں۔ مہاجر، انصار، فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد مسلمان ہونے والے۔ انصار اس خزرج اور ان کے خلفار کو کہتے ہیں۔

منہم ابوبکر: حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر کا نام نامی عبد اللہ تھا۔ تلویح میں ہے کہ جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبہ تھا اسلام میں عبد اللہ رکھا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا کہا گیا ہے عتیق نام نہیں بلکہ ان کا خطاب ہے جیسے کہ صدیق۔ اور یہ خطاب من جانب اللہ ہے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کون میری تصدیق کرے گا انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی تصدیق ابو بکر کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ ایک قول پر آپ مطلقا سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ آپ کے والدین بھی مشرف باسلام ہوتے۔ اور آپ کی اولاد بھی۔ آپ کی تین پشت صحابی ہے۔ اس کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔

۵۸۷ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ۔

ت ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ابو بکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے۔

تشریحات ۵۸۷ ام المؤمنین کا ارشاد باب ہجرت میں آرہا ہے۔ اور حضرت ابو سعید کا قول ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر الحج بنا کر بھیج رہے تھے تو فرمایا اَنْتَ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ فِي الْغَارِ۔ تم میرے بھائی میرے غار کے ساتھی ہو۔ اور حضرت ابن عباس کے قول کو امام احمد اور امام حاکم نے ہجرت کی حدیث میں نقل کیا ہے جس میں یہ ہے کہ ابو بکر چلے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہوئے اس کے بعد امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث ہجرت ذکر کی ہے جو ابھی گذری ہے یہاں اس کا

ابتدائی حصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے عازب سے تیرہ درم میں کجاوہ خریدا تو ابو بکر نے عازب سے کہا کہ براء سے کہدیں کہ اسے میرے گھر تک پہنچا دیں تو عازب نے کہا نہیں جب تک آپ ہم سے وہ حدیث نہ بیان فرمائیں کہ جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے تھے اور مشرکین تلاش کر رہے تھے تو آپ لوگوں نے کیا کیا تھا۔

حدیث ۱۹۲۷ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّا فِي الْغَارِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ
کہا اور ہم غار میں تھے کہ اگر مشرکین میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا
لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا [۱]
فرمایا تیرا کیا گمان ہے ابو بکر ان دو کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ ہے۔

تشریحات ۱۹۲۷ مشرکین نشان قدم دیکھتے ہوئے غار ثور کے منھ پر پہونچ گئے۔ اس کے بعد انھیں نشان قدم کہیں نہیں ملا غار کے دہانے پر کھڑے تھے حضرت صدیق اکبر نے دیکھ لیا اس وقت یہ عرض کیا تھا اس وقت اللہ کی نصرت یہ ظاہر ہوئی کہ انھوں نے غار کے اندر جھانک کر نہیں دیکھا۔ ظاہری سبب اس کا ارباب سیر نے یہ لکھا ہے کہ غار کے منھ پر ببول کا ایک درخت تھا جس پر مکڑی نے جالے تن دیئے تھے اور ایک کبوتر کا گھوسلہ تھا جب مشرکین وہاں پہنچے تو کبوتری گھوسلے سے نکل کر اڑ گئی تو انھوں نے کہا کہ اگر غار میں جاتے تو مکڑی کے جالے سلامت نہ رہتے اور نہ یہ گھوسلہ رہتا مشہور ہے کہ جو مسجد حرام میں کبوتر رہتے ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں۔

بَابُ فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۵۱۶ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر کا سب سے افضل ہونا۔

حدیث ۱۹۲۸ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں
نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ
لوگوں کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے ہم سب سے افضل ابو بکر کو مانتے تھے پھر

---

[۱] مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵۵ ثانی تفسیر باب قولہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ص ۶۷۲ مسلم فضائل ترمذی تفسیر۔

أَبَابَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ؎۱

عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تشریحات ۱۹۲۸

طبرانی میں ہے کہ ہم یہ کہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اس امت کے سب سے افضل ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے اور انکار نہیں فرماتے تھے۔ مناقب عثمان میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوبکر کے زمانے میں خود ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے۔ پھر عمر کو پھر عثمان کو پھر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے ان کے مابین کسی کو دوسرے سے افضل نہیں کہتے تھے۔

اس پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلکہ انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اور اہلسنت کا مذہب صحیح اور راجح یہ ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی سے بھی افضل ہیں اگرچہ اس میں اختلاف ہے بہت سے اسلاف کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ غالباً اسی اختلاف کے پیش نظر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے تو فرمایا تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین۔ شیخین کو سب سے افضل ماننا دونوں داماد سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا قَالَهُ أَبُوسَعِيدٍ۔ ص۵۱۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان اگر میں کسی کو خلیل بناتا اسے ابوسعید سے روایت کی ہے۔

حدیث ۱۹۲۹

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ وَلٰكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي ؎۲

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے دوست ہیں۔

؎۱ مناقب عثمان بن عفان ص۵۲۲ ؎۲ بخاری ثانی الرقاق باب التواضع ص۹۶۳

۱۹۲۹

تشریحات

اس کے بعد بطریق ایوب جو روایت ہے اس میں یہ ہے لکن اخوۃ الاسلام افضل۔ لیکن اسلام کی بھائی چارگی افضل ہے۔

خلیل:۔ خلیل خلۃ سے مشتق ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو سب سے رشتہ ناطہ توڑ کر صرف اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور صرف اسی کے ساتھ محبت رکھے ایسی جن میں کوئی غرض یا غلل نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ خلیل کے معنی یہ ہیں جو کسی کے ساتھ مختص ہو کر رہ جائے۔ ابو بکر بن فورک نے کہا خلۃ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے ساتھ ایسی خالص محبت ہو کہ وہ اسی کا ہو کر رہ جائے اور آپس میں وہ راز و نیاز ہوں جس سے دوسرے محروم ہوں۔

اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ محبت خلۃ سے ارفع ہے اس لئے کہ حبیب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ جو خلیل علیہ السلام کے درجہ سے بلند ہے۔ محبت کے اصل معنی یہ ہیں کہ اس کی طرف جھکنا جو محب چاہے۔ لیکن میل مخلوق کا خاصہ ہے اللہ عز وجل کی ذات میں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی سعادت پر اسے قادر کرنا اور لایعنی بات سے محفوظ رکھنا اور ہر خیر کی توفیق دینا اور قرب کے اسباب کو مہیا کرنا اور اپنی رحمت کا اس پر فیضان کرنا اور اس کا اعلیٰ درجہ قلب سے حجاب کو اٹھا دینا ہے یہاں تک کہ وہ اس حدیث کا مظہر بن جائے کہ فرمایا۔

جب[۱] میں کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہو تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اس کو کما حقہ، وہی سمجھ سکتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ خالص ہو جائے۔ اور غیر اللہ سے انقطاع کلی حاصل ہو جائے اور صفائے قلب بہ تمامہا حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے میں علماء نے بہت لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں جس کا اجمالی بیان یہ ہے خلیل وہ ہے جس کا وصول بواسطہ ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا گیا وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور ایسے ہی ہم ابراہیم کو آسمانوں اور ساری زمین کی بادشاہی دکھاتے ہیں۔ انعام (۷۵) اور حبیب وہ ہے جو صرف محب کی عنایت سے وصال سے شادکام ہو۔ فرمایا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔ تو وہ جلوہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی کم فاصلے پر محبوب کے قریب ہوا۔

خلیل وہ ہے جنھوں نے یہ عرض کیا اَلَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ وہ ذات ہے جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری لغزش سے درگذر فرمائے گا۔ شعراء (۸۲) اور حبیب وہ ہے جس کے بارے میں یہ فرمایا گیا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ تاکہ اللہ آپ کی وجہ سے آپ کے متعلقین کے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے۔ فتح (۲) خلیل وہ ہے جس

---

[۱] بخاری ثانی الرقاق باب التواضع ص۹۶۳

نے یہ عرض کیا وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۔ جس دن لوگوں کو اٹھائے مجھے رسوا مت کرنا۔ شعراء (۸۷) اور حبیب سے یوں فرمایا گیا۔ یوم لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ۔ اس دن اللہ نبی کو رسوا نہیں کرے گا۔ تحریم (۸) خلیل وہ ہے جنھوں نے یوں عرض کیا۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ اور میری سچی ناموری رکھ۔ شعراء (۸۴) اور حبیب سے یوں فرمایا گیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند فرمایا (بغیر کسی سوال کے) خلیل وہ ہیں جنھوں نے عرض کیا۔ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں سے بچا۔ ابراہیم (۳۵) حبیب وہ ہیں جن سے فرمایا گیا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ اے اہل بیت نبوت اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمائے۔ (احزاب)

اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ ۔ حدیث کے اس حصے پر یہ اعتراض ہے کہ خلۃ سے اخوۃ الاسلام کو افضل کہنا صحیح نہیں اسی لئے داؤدی نے کہا یہ حصہ محفوظ نہیں لیکن اس کی توضیح یہ ہے کہ صدیق اکبر کے حق میں میرا ان سے جو اخوت اسلام کا تعلق ہے افضل ہے مطلقاً اخوت کو خلت سے افضل بتانا مقصود نہیں ہے۔

۱۹۳۰	**عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ قَالَ كَتَبَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ**
حدیث	عبد اللہ بن ابو ملیکہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے عبد اللہ بن زبیر کو دادا کے
	اِلَی ابْنِ الزُّبَیْرِ فِی الْجَدِّ فَقَالَ اَمَّا الَّذِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
	بارے میں لکھا (کہ میراث میں اس کا کتنا حصہ ہے) تو انھوں نے کہا سنو جن کے بارے میں رسول اللہ
	اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُهُ
	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو انھیں بناتا یعنی ابوبکر
	اَنْزَلَهُ اَبًا یَعْنِیْ اَبَا بَكْرٍ۔
	انھوں نے دادا کو باپ کی جگہ رکھا۔

۱۹۳۰ تشریحات یہ لکھنے والے عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر باپ نہ ہو تو دادا کو میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کتنا ملے گا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر نے نے فرمایا اس صورت میں دادا باپ کی جگہ ہے باپ کی طرح وہ چھٹا حصہ پائے گا جب کہ اولاد ہو ورنہ عصبہ ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے۔

باب ص ۵۱۶

عله بخاری ثانی۔ الرقاق باب التواضع ص ۹۶۳

۱۹۳۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَتْ اِمْرَأَةٌ
حدیث حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ
کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور نے اسے حکم دیا کہ پھر آنا اس نے عرض کیا فرمایئے اگر میں
أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تَقُوْلُ الْمَوْتَ قَالَ إِنْ لَمْ
آؤں اور آپ کو نہ پاؤں گویا وہ کہہ رہی تھی کہ آپ کا وصال ہو جائے تو فرمایا اگر تو
تَجِدِيْنِيْ فَأْتِيْ أَبَا بَكْرٍ عله
مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا۔

تشریحات ۱۹۳۱ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد خلیفہ بلا فصل ابو بکر ہوں گے اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ اسماعیلی نے اپنی معجم میں سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور پوچھا آپ کا وقت موعود آجائے تو کون فیصلہ کرے گا۔ فرمایا ابو بکر پھر پوچھا ان کے بعد کون فیصلہ کرے گا۔ فرمایا عمر اسی طرح طبرانی نے عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد ہم اپنے مال کے صدقے کسے دیں گے فرمایا ابو بکر کو اس حدیث میں کچھ ضعف ہے۔ مگر جب دوسری صحیح حدیث سے یہ مضمون ثابت ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۹۳۲ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
حدیث ہمام نے کہا کہ میں نے حضرت عمار سے سنا کہتے تھے ایک وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ وَأَبُوْ بَكْرٍ عله
علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور ابو بکر تھے۔

تشریحات ۱۹۳۲ وہ پانچ غلام یہ تھے حضرت بلال، زید بن حارثہ، عامر بن فہیرہ، ابو فکیہہ اور حضرت عمار کے والد یاسر، دو عورتیں یہ تھیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہ اور حضرت عمار کی

عله ثانی کتاب الاحکام باب الاستخلاف ص۱۰۷۲ الاعتصام باب الاحکام ص۱۰۹۴ مسلم فضائل۔ ترمذی مناقب۔ عله مناقب انصار باب اسلام ابی بکر ص۵۴۳۔

والدہ حضرت سمیہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔

حدیث ۱۹۳۲ عَنْ عَائِذِ اللّٰہِ اَبِی اِدْرِیْسَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ
حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
بیٹھا تھا کہ سامنے سے ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اپنے تہبند کا کنارہ پکڑے ہوئے یہاں تک کہ ان
اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِہٖ حَتّٰی اَبْدٰی عَنْ رُکْبَتِہٖ فَقَالَ
کا گھٹنہ کھل گیا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دوست نے کسی سے جھگڑا
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُکُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ
کرلیا ہے حضرت ابو بکر نے سلام کیا اور عرض کیا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ ہوگیا
فَقَالَ اِنِّیْ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَیْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَیْہِ
تھا میں نے ان سے صفائی کرنے میں جلدی کی پھر میں شرمندہ ہوا میں نے ان سے سوال کیا
ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُہٗ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ فَاَبٰی عَلَیَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَیْکَ
مجھے معاف کردیں انھوں نے انکار کردیا اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے
فَقَالَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَابَکْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰی مَنْزِلَ
تین مرتبہ فرمایا اللہ تجھے معاف کردے اے ابو بکر اس کے بعد عمر شرمندہ ہوئے اور حضرت ابو بکر
اَبِیْ بَکْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْبَکْرٍ فَالُوْا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کے گھر آئے۔ پوچھا کہ ابو بکر یہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
فَجَعَلَ وَجْہُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَمَعَّرُ حَتّٰی اَشْفَقَ اَبُوْبَکْرٍ
کی خدمت میں حاضر ہوئے انھیں دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور بدلنے لگا یہاں تک
فَجَثَا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ اَنَا کُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَیْنِ
ابو بکر ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے پھر دو مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ بخدا میں نے ان
وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ
پر ظلم کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تم نے کہا آپ جھوٹے ہیں

كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِیْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ

اور ابوبکر نے کہا سچ فرمایا اور اپنے جان و مال میں مجھے شریک کیا اور دو مرتبہ فرمایا کیا تم

تَارِكُوْلِیْ صَاحِبِیْ مَرَّتَیْنِ فَمَا اُوْذِیَ بَعْدَهَا عه

میرے دوست کو چھوڑ دو گے اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

۱۹۳۳ **تشریحات** تفسیر میں یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ ابوبکر عمر کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی تو ابوبکر نے عمر کو غصہ دلادیا وہاں لفظ محاورہ کا ہے جس کے معنی بات کرنے کے میں مراجعت کے ہیں یعنی بات کرنے میں تکرار، نیز یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے دروازہ بند کرلیا اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کے پیچھے پیچھے بقیع تک گئے مگر وہ اپنے گھر میں داخل ہوکر دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے۔ جہاں دو برتن ہوتے ہیں ٹکر ہو جاتی ہے باپ بیٹے بھائی بھائی میاں بیوی احباب کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے کبھی غصے کی شدت سے بے قابو ہو کر ایک دوسرے کو نامناسب الفاظ کہہ دیتے ہیں مگر مسلمان کی شان یہ ہے کہ کینہ و بغض نہ رکھے اور جس قدر جلد ممکن ہو صفائی کرے، حدیث[1] میں ہے کہ مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلقات منقطع کئے رہے اور فرمایا جنت اس کی طرف ہے جو سلام کی ابتدا کرے نیز فرمایا کہ اگر ایک معافی مانگ لے تو گناہ اس پر ہوتا ہے جو روگردانی کرے اسی جذبے کے تحت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں نادم ہوئے اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں حضرت صدیق اکبر کی کتنی عظمت و محبت تھی نیز اشارۃً ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل ہیں نیز ثابت ہوا کہ جو افضل ہو اس سے اگر کسی کو دل شکنی ہو وہ صفائی کی کوشش کرے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا۔ اعراف (۲۰۱)

جن کے دل میں ڈر ہے جب ان کو شیطان کی طرف سے ٹھیس لگتی ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں۔

۱۹۳۴ **حدیث** عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عه مناقب انصار باب اسلام ابی بکر ص ۵۴۴

[1] بخاری ثانی ۔ ادب، باب الہجرۃ ص ۸۹۷

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَتَيْتُهُ

نے ان کو جیش ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا

فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ

سب سے زیادہ آپ کو کون پیارا ہے فرمایا عائشہ تو میں نے عرض کیا مردوں میں سے۔ فرمایا

قَالَ أَبُوهَا قَالَ فَقُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا

ان کے باپ۔ میں نے پوچھا پھر کون پھر فرمایا عمر بن خطاب اس کے بعد چند آدمیوں کو اور گنایا عہ

تشریحات ۱۹۳۴

مغازی کی روایت میں اخیر میں یہ زائد ہے کہ پھر میں چپ ہو گیا اس ڈر سے کہ مجھے سب کے آخر میں نہ کر دیں۔

غزوۂ ذات السلاسل ۔ غزوۂ ذات السلاسل ۷ھ یا ۸ھ میں ہوا تھا اس سریے کے امیر حضرت عمرو بن عاص بنائے گئے تھے اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مصلحت رکھی ہوگی غالباً حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خیال گذرا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابوبکر حضرت عمر سے بھی زیادہ پیارا ہوں اس لئے انھوں نے حضور سے وہ سوال کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر یہ جائز ہے کہ کسی مفضول کو افضل پر امیر بنایا جائے۔ اور افضل پر لازم ہے کہ اسے تسلیم کرے۔

۱۹۳۵ **حدیث** أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا أَنَا

وسلم سے سنا کہ فرمایا میں سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول ہے

نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ

تو میں نے اس سے اللہ نے جتنا چاہا نکالا۔ پھر اس کو ابن ابی قحافہ نے لیا۔ اس نے ایک

ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي

یا دو ڈول نکالا اور ان کے نکالنے میں کچھ ضعف ہے اور اللہ اس کے ضعف کو معاف

عہ ثانی مغازی باب غزوۂ ذات السلاسل ص ۶۲۵ ۔ مسلم فضائل۔ ترمذی۔ نسائی۔ مناقب

نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا
فرمادے پھر وہ ڈول چرس ہو گیا پھر اسے ابن خطاب نے لیا
فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ
تو میں نے کسی ماہر کو نہیں دیکھا کہ عمر کی طرح نکالے یہاں تک
نَزْعَ عُمَرَ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ عہ
کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔

حدیث ۱۹۳۶ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نے فرمایا جو اپنے کپڑے کو تکبر سے زمین پر گھسیٹے گا قیامت کے دن
مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ
اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس پر ابو بکر نے
إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ
عرض کیا میرے کپڑے کا ایک کنارہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ
خیال رکھوں کہ ایسا نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا براہ تکبر
قَالَ مُوسٰى قُلْتُ لِسَالِمٍ أَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ قَالَ لَمْ
نہیں کرتے موسیٰ نے کہا میں نے سالم سے پوچھا کیا عبد اللہ نے مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ کہا تھا تو انھوں نے
أَسْمَعْهُ ذَكَرَ إِلَّا ثَوْبَهُ عہ
نے کہا میں نے یہی سنا ہے کہ انھوں نے ثوبہٗ ہی ذکر کیا۔

عہ ثانی تعبیر باب نزع الذنوب ص۱۰۳۹ ص۱۰۴۰ باب الاستراحۃ فی المنام ص۱۰۴۰ توحید باب فی المشیۃ والارادۃ ص۱۱۱۳ مسلم فضائل۔

عہ ثانی لباس باب قول اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ ص۸۶۰ باب من جر ازارہ ص۸۶۰ باب من جر ثوبہ من الخیلاء ص۸۶۱ ادب باب من اثنی علی اخیہ ص۸۹۵ ابو داؤد لباس ترمذی زینت۔

۱۹۳۶/۱۹۳۵

تشریحات

بہ نیت تکبر تہبند پائجامے یا کرتے یا جبے کو ٹخنے کے نیچے تک رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر بہ نیت تکبر نہ ہو بطور عادت و شوق ہو تو مکروہ تنزیہی لیکن اگر وہ کوشش کرتا ہو کہ کپڑا ٹخنوں کے نیچے تک نہ لٹکے لیکن وہ سرک کر لٹک جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ آج کل مقررین و پیرزادگان کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ پائجامے اور تہبند ٹخنوں کے نیچے تک لٹکائے رکھتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ آج کل علماء جبے بھی زمین تک گھسٹتا رکھتے ہیں ٹوکنے پر کہہ دیتے ہیں ہم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے اس پر دار وگیر مناسب نہیں مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ عوام اس کو سخت معیوب مانتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی اکثریت یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ان مدعیان رہنمائی کو خبر نہیں کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ۔ تہمت کی جگہوں سے بچو اور فرمایا گیا اِيَّاكُمْ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ ایسے کاموں سے بچو جس کا عذر بیان کرنا پڑے۔

قال موسیٰ ۔ اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ روایت کیا ہے یا مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ سالم نے بتایا کہ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وعید صرف ازار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر کپڑے کو عام ہے خواہ وہ کرتا ہو، جبہ ہو یا پائجامہ ہو۔

۱۹۳۷ **حدیث**

اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِیْ سَقِيْفَةِ بَنِیْ سَاعِدَةَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَذَهَبَ اِلَيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اور انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کے پاس اکٹھا ہوئے اور انھوں نے کہا ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور تم میں سے ایک امیر ہوگا۔ یہ سن کر ان کے پاس ابوبکر عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح گئے۔ عمر نے

الجراح فذهب عمر يتكلم فاسكته ابو بكر وكان عمر يقول

چاہا کہ بات کریں تو ابو بکر نے انھیں چپ کرا دیا۔ عمر کہتے تھے بخدا یہ ارادہ میرا

والله ما اردت بذالك الا انى قد هيأت كلاما قد اعجبنى

اس بنا پر تھا کہ میں نے ایک مضمون ذہن میں تیار کر لیا تھا جو مجھے بہت اچھا

خشيت ان لا يبلغه ابو بكر ثم تكلم ابو بكر فتكلم ابلغ الناس

لگا تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اس کو ابو بکر نہیں کہہ پائیں گے اس کے بعد ابو بکر

فقال فى كلامه نحن الامراء وانتم الوزراء فقال حباب بن

نے بات کی تو سب لوگوں سے زیادہ بلیغ بات کی انھوں نے اثنائے گفتگو میں کہا ہم امیر

المنذر لا والله لا نفعل منا امير ومنكم امير فقال ابو بكر

ہوں گے اور تم لوگ وزیر تو حباب بن منذر نے کہا بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے ہم میں

لا ولكنا الامراء وانتم الوزراء هم اوسط العرب دارا

سے ایک امیر ہوگا اور تم میں سے ایک امیر ہوگا اس پر ابو بکر نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے

واعربهم احسابا فبايعوا عمر او ابا عبيدة بن الجراح

ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر قریش تمام عرب سے افضل ہیں گھر کے اعتبار سے اور خالص ہیں حسب

فقال عمر بل نبايعك انت فانت سيدنا وخيرنا واحبنا الى

کے اعتبار سے اس لئے تم لوگ عمر یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت کرو تو عمر نے کہا

رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذ عمر بيده فبايعه

ہم آپ کی بیعت کریں گے آپ ہمارے سردار ہیں ہم سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وبايعه الناس فقال قائل قتلتم سعد بن عبادة قال عمر

کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں اس کے بعد عمر نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کر لی پھر سب لوگوں

قتله الله

نے ان کی بیعت کر لی کسی کہنے والے نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا عمر نے کہا انھیں اللہ نے مار ڈالا۔

تشریحات کتاب الجنائز میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ تھوڑے رد و بدل کے ساتھ گذر چکا ہے
۱۹۴۷

مضمون دونوں کا ایک ہے یہاں ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ کا حصہ لیا ہے جو پہلے کہیں نہیں گذرا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام پر جو غم واندوہ حیرانی وپریشانی طاری تھی حضرت صدیق اکبر کے خطبے سے اس میں قدرے سکون پیدا ہو گیا تھا حضرت ابو بکر حضرت عمر وغیرہ بیٹھے تھے غالباً تجہیز وتکفین کے سلسلے میں بات چیت ہو رہی ہوگی کہ ایک صاحب نے باہر سے پکارا اے ابن خطاب ادھر آئیے حضرت عمر نے کہا جاؤ ہم مصروف ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں تو انھوں نے کہا کہ ایک خطرناک بات پیدا ہو گئی ہے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہو گئے ہیں آپ لوگ ان کے پاس جاؤ قبل اس کے کہ وہ کوئی ایسی بات پیدا کر دیں جس سے آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ انھوں نے حضرت ابو بکر سے کہا چلئے اب ہم انصار کی طرف چلیں تو ہمیں دو نیک بخت صاحبان ملے اور دونوں نے کہا آپ لوگ وہاں نہ جائیں تو کوئی حرج نہیں آپ لوگ اپنے معاملے کا فیصلہ کر لیں۔ میں نے کہا کہ ہم وہاں (یعنی حضرت عمر نے کہا کہ ہم وہاں جائیں گے) وہاں جا کر دیکھا کہ ان کے درمیان ایک صاحب کمبل اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں حضرت عمر نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہ ہیں انھوں نے پوچھا کیا بات ہے کمبل اوڑھے ہوئے ہیں لوگوں نے بتایا بیمار ہیں۔

بات یہ ہوئی کہ انصار کرام کے دونوں قبیلے اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو امیر بنا دیا جائے جب حضرت ابو بکر وغیرہ وہاں پہونچے تو انھیں دیکھ کر اور ان کے دلائل سن کر قبیلہ اوس نے اپنی رائے بدل دی اور یہ حضرت ابو بکر کے حق میں ہو گئے پھر بہت لمبی چوڑی بحث ہوئی حضرت صدیق اکبر نے وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی سنایا الائمۃ من قریش جس سے تقریباً سبھی سمجھ دار لوگ مطمئن ہو گئے لیکن پھر بھی کچھ آپس میں نوک جھونک ہوتی رہی اسی اثنار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ عمر یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو جس پر حضرت عمر نے کہا کہ نہیں آپ ہاتھ لائیے ہم آپ کی بیعت کریں گے حضرت ابو بکر نے ہاتھ پھیلایا سب سے پہلے حضرت عمر نے بیعت کی پھر مہاجرین نے پھر جتنے وہاں انصار کرام موجود تھے سب نے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی اور وہ شام چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہو گیا پھر دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی اور تمام انصار ومہاجرین نے بیعت کی حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بن ساعدہ تشریف نہیں لے گئے تھے یہ بیت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں۔ بنی ہاشم کو لے کر آپس میں مشورہ کر رہے تھے دوسرے دن بیعت عامہ کے وقت حضرت زبیر کو بھی بلوایا انھوں نے بھی بیعت کر لی اور بروایت صحیحہ حضرت علی کو بھی بلوایا انھوں نے بھی بیعت کر لی۔

شبہات و جوابات

اس سلسلے میں روافض کی طرف سے بہت سے وسوسے پھیلائے جاتے ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک نہیں کیا گیا۔ جواب۔ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو مجمع اکٹھا ہوا تھا اسے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے اکٹھا نہیں کیا تھا انصار کرام خود جمع ہو گئے تھے ان دونوں حضرات کو کسی نے بلایا نہیں تھا ان حضرات کو جب یہ اطلاع ملی تو از خود تشریف لے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کس نے منع کیا تھا وہ بھی تشریف لے جاتے۔

دوسرا وسوسہ یہ پھیلایا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر نص جلی کر دی تھی اس کے بعد کسی کو بھی اس کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

جواب یہ ہے کہ یہ سراسر جعل اور فریب ہے غدیر خم پر خلافت کی بات ہی نہیں آئی تھی قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت کے احکام کے مطابق دار و گیر فرمائی اب تک وہ لوگ کسی باقاعدہ حاکم کے ماتحت نہیں رہے تھے۔ جس کی وجہ سے انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی تھی غدیر خم وہ جگہ ہے جہاں تک مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ اور یمن دونوں جگہوں کے حجاج کا راستہ ایک ہی تھا یہاں سے یمن کا راستہ مدینہ طیبہ سے الگ ہو رہا تھا اہل یمن کی اصلاح کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ مولیٰ کے معنی صرف مالک کے نہیں ہوتے بلکہ محب، محبوب، ناصر حامی کے بھی ہوتے ہیں یہاں مولیٰ بمعنی مالک درست نہیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام کے بھی اس معنی کر مولیٰ ہیں اور اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات انبیائے کرام کے آقا نہیں۔ ہاں محب، محبوب، ناصر سب کے ہیں اس لئے یہاں حدیث میں یہی دوسرے معنی متعین ہیں۔ اگر اس حدیث میں مولیٰ بمعنی مالک یا آقا ہوتا اور یہ ارشاد خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی پر فرض تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے جاتے اور سب کو حضور کا یہ ارشاد سناتے اگر وہاں تشریف نہ لے جا سکے تھے تو دوسرے دن جب مسجد نبوی میں بیعت عامہ کے لئے سب لوگ اکٹھا ہو رہے تھے وہاں حضرت علی کو از خود تشریف لا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کرنا فرض تھا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انھیں اس کی اطلاع نہیں تھی اس لئے کہ ان کا دولت خانہ مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا۔ بہ روایت صحیحہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے سے وہ آئے مگر پھر بھی اس ارشاد کو نہیں پیش کیا بلکہ غیر حاضری کا سبب صرف یہ بیان فرمایا کہ ہمیں اس سے

تکلیف ہوئی کہ مشورے میں ہمیں شریک نہیں کیا گیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس ارشاد کا جو مطلب روافض بیان کرتے ہیں اور اس سے خلافت پر نص جلی کہتے ہیں غلط ہے نیز اسی سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے علاوہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں ان سے یا کسی سے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی ورنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش نہیں رہتے اس موقعہ پر بربنائے صدق روافض ان کا خاموش رہنا کتمان حق ہے جو بہت بڑا جرم ہے۔ تیسرا وسوسہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارکہ رکھا رہا صحابۂ کرام کو کفن دفن کی فکر نہیں تھی۔ خلافت کی فکر میں لگے رہے یہاں تک کہ چوبیس گھنٹے سے زائد جنازہ مبارکہ رکھا رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی اعتراض حضرت علی پر بھی پڑتا ہے بلکہ اور سخت پڑتا ہے اس لئے کہ کسی میت کے کفن دفن کی ذمہ داری سب سے پہلے گھر والوں پر عائد ہوتی ہے پھر حضرت علی نے کیوں تاخیر کی۔ بات یہ ہے کہ کسی بھی قوم کو بغیر سلطان یا امیر کے ایک منٹ چھوڑنا بین الاقوامی طور پر آج بھی خلاف قانون ہے اس وقت جو صورت حال تھی اگر خدا نخواستہ کسی صحیح شخصیت کا خلافت کے لئے انتخاب نہ ہوتا پھر کیا ہوتا یہ کسی سے مخفی نہیں ایک ایسی وسیع سلطنت جس کا رقبہ پورے عرب کو محیط تھا وہ بھی ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو اب تک کسی اجتماعی حکومت کے ماتحت رہنے کے عادی نہیں تھے اگر انہیں یونہی چھوڑ دیا جاتا یا خدا نخواستہ صحیح انتخاب نہ ہوتا تو یہ سلطنت باقی بھی رہتی یہ غور طلب بات ہے؟ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے اہم اقدم کام یہی تھا کہ جانشین کو منتخب کر لیا جاتا اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لگے ہوئے تھے اور دوسرے صحابۂ کرام بھی۔ پہلا دن سقیفہ بنی ساعدہ کے قصے میں ختم ہو گیا دوسرے دن بیعت عامہ ہوئی پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ کہاں دفن کیا جائے یہ طے ہونے کے بعد غسل دیا گیا پھر فردا فردا اس طرح نماز جنازہ ہوئی کہ جنازہ مبارکہ حجرہ مقدسہ میں رکھا رہا اس میں جتنی گنجائش تھی اتنے آدمی وہاں جا کر فردا فردا بغیر کسی امام کے نماز جنازہ پڑھتے اس میں تاخیر ہو گئی۔

اس سلسلے میں مولانا روم کی مثنوی شریف کا ایک شعر پیش کیا جاتا ہے ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن بہ گذاشتند

چونکہ صحابۂ کرام دنیا کی محبت رکھتے تھے اس لئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے کفن کے چھوڑ دیا یہ شعر حضرت مولانا روم کا ہرگز نہیں کسی رافضی کا الحاق ہے جیسے کہ ایک اور شعر مثنوی کی طرف منسوب ہے ؎

کور کورا نہ مرو در کربلا تا نیفتی چوں حسین اندر بلا

اندھا دھند کربلا میں مت جاؤ تاکہ حسین کی طرح بلا میں نہ پڑ جاؤ یہ شعر بھی حضرت مولانا روم کا

نہیں کسی ناصبی کا ہے الحاق ہے۔
بل قتلہ اللہ ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی امید لگائے ہوئے تھے کہ میں خلیفہ بنایا جاؤں گا لیکن انتخاب ہو گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ــــ یہ منجانب اللہ ہوا۔

حدیث ۱۹۳۸ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ
شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيقِ
علیہ وسلم کی نظر مبارک اوپر اٹھ گئی پھر تین بار فرمایا رفیق اعلیٰ میں اور پوری حدیث
الْأَعْلَىٰ ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ قَالَتْ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ
بیان کیا ام المؤمنین نے فرمایا ان دونوں نے جو بھی خطبہ دیا اس سے اللہ نے نفع پہونچایا
خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ
عمر نے لوگوں کو ڈرایا اور ان میں نفاق تھا اللہ نے انھیں رد فرمایا اس خطبے کی وجہ
لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدَىٰ
سے اس کے بعد ابو بکر نے لوگوں کو ہدایت دکھائی اور انھیں وہ حق پہچنوایا جو ان پر تھا
وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوا بِهِ يَتْلُونَ وَمَا مُحَمَّدٌ
لوگ ان کے خطبے کو لے کر نکلے اور یہ تلاوت کرتے ہوئے کہ محمد اللہ کے رسول ہی ہیں
إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (إلى) الشَّاكِرِينَ ۔
ان سے پہلے بہت سے رسول دنیا سے تشریف لے گئے۔ الشاکرین تک۔

تشریحات ۸۳
مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مخلص مسلمانوں میں ایک ہیجان اور مایوسی پیدا ہو گئی تھی اور منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے حضرت عمر نے جو فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا اس سے منافقین ڈر گئے اور ان کی شورش بڑھنے نہ پائی اور مخلصین و مومنین میں جو مایوسی اور بددلی تھی وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبے سے دور ہو گئی کہ انھوں نے یہ فرمایا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور جو

اللہ کی عبادت کرتا تھا سن لے بے شک اللہ حی قیوم ہے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" اس سے لوگوں کے دماغ پر پڑے ہوئے پردے اٹھ گئے اور حقیقت حال ان کی سمجھ میں آگئی۔ اس وقت یہ آیت کریمہ صحابۂ کرام کے ذہن میں نہ آئی مگر جب حضرت صدیق اکبر نے تلاوت کی تو سب کو یاد آگئی ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ابھی نازل ہوئی ہے اور مدینہ کی گلیاں اس کی تلاوت سے گونج گئیں۔

حدیث ۱۹۳۹ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ

محمد بن حنفیہ نے کہا میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ

علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں انھوں نے فرمایا ابو بکر میں نے پوچھا

ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ

پھر کون فرمایا عمر۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب کہیں گے عثمان تو میں نے پوچھا پھر آپ۔ فرمایا

قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ ع٥

میں نہیں ہوں مگر مسلمانوں میں سے ایک مرد۔

تشریحات ۱۹۳۹ گذر چکا کہ اہلسنت میں سے کچھ لوگ حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل کہتے ہیں اور حضرت امام مالک توقف فرماتے ہیں مگر اہلسنت کی اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے اور یہی صحیح اور مختار ہے، حضرت محمد بن حنفیہ کے قول سے بھی یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں اذعان عام یہی تھا کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان کا درجہ ہے پھر حضرت علی کا ورنہ پھر اس اندیشے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

حدیث ۱۹۴۰ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو اگر تم میں کوئی احد کے

اَصْحَابِيْ وَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ

برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو بھی ان کے مد یا نصف مد کو نہیں

ع٥ ابو داؤد

وَلَا نَصِيفَهُ۔

پہونچے گا۔

۱۹۴۰ تشریحات مطابقت۔ یہاں باب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ان کا اس حدیث میں خاص ذکر نہیں مگر اصحابی کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

مد۔ مد دو حجازی رطل ہوتا ہے اور ایک رطل چھتیس[۳۶] روپے بھر موجودہ اعشاریہ اوزان کے ۴۱۹ گرام ۴۰۰ ملی گرام ہوا۔

مد۔ غلے کا پیمانہ ہے اس سے بظاہر متبادر یہ ہے کہ اگر غیر صحابی احد کے برابر سونا خرچ کرے پھر بھی وہ صحابہ کرام کے ایک مد یا نصف مد غلہ خیرات کرنے کے برابر نہیں پہونچ سکتا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس میں تعمیم ہو۔

۱۹۴۱ حدیث عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ

سعید بن مسیب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ

تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عنہ نے خبر دی کہ انھوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر نکلے (ابو موسیٰ نے کہا) میں نے اپنے جی میں کہا میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آج رہوں گا یہ سوچ کر وہ مسجد میں آئے۔ اور حضور

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا خَرَجَ وَوَجَّهَ هٰهُنَا

کے بارے میں پوچھا لوگوں نے بتایا کہ مسجد کے باہر تشریف لے گئے ہیں اور ادھر کا رخ فرمایا۔ (وہ

فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ فَجَلَسْتُ

کہتے ہیں) کہ میں حضور کو پوچھتا ہوا حضور کے نشان قدم پر چلا بیر اریس پر پہونچا میں دروازے

عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کے پاس بیٹھ گیا اس کا دروازہ کھجوروں کی شاخوں کا تھا میں اتنی دیر دروازے کے پاس بیٹھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى

رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کر چکے پھر وضو فرمایا اب میں حضور کی خدمت میں

بِئْرَ اَرِيْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ

حاضر ہوا حضور بیر اریس کے منڈیر پر بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھولے

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَاَكُوْنَنَّ

ہوئے تھے اور پاؤں کنوئیں میں لٹکائے ہوئے تھے میں حضور کو سلام کرکے لوٹا اور دروازہ

بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَدَفَعَ

پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا اس

الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ

کے بعد ابو بکر آئے اور دروازہ کو دھکا دیا میں نے پوچھا کون صاحب؟ انھوں نے کہا ابو بکر میں

ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا

نے کہا ٹھہریئے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ابو بکر اجازت

اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ

طلب کر رہے ہیں؟ فرمایا انھیں اجازت دے دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو اب میں

حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آیا اور میں نے ابو بکر سے کہا اندر آجائیے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو جنت کی

يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

بشارت دے رہے ہیں ابو بکر اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داہنی طرف

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِي الْقُفِّ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا

حضور کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا اپنے پاؤں کو کنوئیں

صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ

میں لٹکایا اور اپنی پنڈلیوں کو کھول لیا پھر میں لوٹا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو گھر وضو

فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِيْ يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِيْ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ

کرتے ہوئے چھوڑا تھا وہ میرے ساتھ ملنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ

بِفُلَانٍ يُرِيْدُ اَخَاهُ خَيْرًا يَّاْتِ بِهٖ فَاِذَا اِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ

بھلائی کا ارادہ فرمائے گا یعنی ان کے بھائی کے ساتھ تو اسے یہاں لائے گا پھر ایک صاحب دروازہ ہلانے

فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ

لگے میں نے پوچھا کون صاحب؟ انھوں نے کہا عمر بن خطاب میں نے کہا ٹھہریئے پھر میں رسول اللہ

ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو سلام کیا اور عرض کیا عمر بن خطاب اجازت طلب

فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ

کررہے ہیں؟ فرمایا انھیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں آیا اور میں نے

بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ وَقُلْتُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا اندر آجایئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں وہ

وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ منڈیر پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور

فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ

اپنے پاؤں کو کنویں میں لٹکا لیا پھر میں واپس آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا

فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ فَجَاءَ الْإِنْسَانُ يُحَرِّكُ

اگر اللہ فلاں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے یہاں لائے گا اتنے میں ایک صاحب

الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى

اور آئے اور دروازہ ہلانے لگے میں نے پوچھا کون صاحب؟ انھوں نے کہا عثمان بن عفان

رِسْلِكَ وَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ

میں نے کہا ٹھہریئے اور میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا فرمایا اسے

فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَجِئْتُهُ

اجازت دے دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو اور انھیں اس مصیبت کی خبر دیدو جو انھیں

فَقُلْتُ لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پہونچے گی میں واپس آیا اور میں نے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ

آپ کو جنت کی بشارت دی ہے اور ایک مصیبت کی جو آپ کو پہونچے گی وہ اندر آئے

وَجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيكٌ قَالَ سَعِيدُ بْنُ

منڈیر بھر چکی تھی تو حضور کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے ـــ سعید بن مسیب نے

الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ عہ

کہا۔ میں نے اس کی تاویل ان کی قبروں سے کی

۱۹۴۱ تشریحات بئراریس۔ قبا کے قریب ایک باغ ہے جس میں یہ کنواں تھا یہی وہ کنواں ہے جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔

قف۔ قف کے اصل معنی ابھری ہوئی سوکھی زمین کے ہیں یہاں مراد کنویں کی منڈیر ہے۔۔۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھے اور حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جسے پانی اور کیچڑ کے درمیان ہلا رہے تھے۔

فجلس وجاهه۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حاضر ہوئے تو منڈیر ایک طرف بھر چکی تھی بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور داہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مقابل کی سمت حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔

فاولتها قبورهم۔ حضرت سعید بن المسیب نے اپنی فراست ایمانی سے یہ تعبیر بیان کی اس میں بھی ایک گونہ تاویل ہے اس لئے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں جانب نہیں بلکہ دونوں حضرات کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف ہیں یہاں مراد قرب ہے یعنی ان دونوں حضرات کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب ہوں گی البتہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے اور اس اعتبار سے مقابل کہی جا سکتی ہے کہ ان حضرات کے پائنتی کے مقابل جانب شرق ہے۔

۱۹۴۲ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عہ فضائل صحابہ باب مناقب عمر ص۵۲۲ باب مناقب عثمان ص۵۲۲ ثانی الادب من نکس العود بین الماء والطین ص۹۱۸ فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص۱۰۱۵ الآحاد باب قول اللہ لا تدخلوا بیوت النبی ص۱۰۷ مسلم فضائل۔

عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ

احد پر چڑھے اور ابو بکر و عمر و عثمان بھی تو وہ کانپنے لگا فرمایا

اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ وَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا

اے احد اپنی جگہ رہ بے شک تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق

عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ عہ

اور دو شہید ہیں ۔

تشریحات مسند ابو یعلی میں ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب ہی سے اسی مضمون کی ایک حدیث ہے اس میں بجائے احد کے حراء ہے ۔ یہ اصل میں متعدد قصہ ہے ۔ مسند امام احمد میں بطریق بریدہ اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں حراء ہے ۔

۱۹۴۲

حدیث ۱۹۴۳ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک قوم میں کھڑا تھا ان

قَالَ اِنِّيْ لَوَاقِفٌ فِيْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ

لوگوں نے عمر بن خطاب کے لئے اللہ سے دعا کی اور وہ میت کی چارپائی پہ رکھے

عَلٰى سَرِيْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِيْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ

ہوئے تھے کہ ایک صاحب میرے پیچھے تشریف لائے اور اپنی کہنی میرے شانے پر رکھی اور

يَقُوْلُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ

فرمانے لگے اللہ آپ پر رحم کرے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنے دونوں دوستوں کے

لِاَنِّيْ كَثِيْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

ساتھ کرے گا اس لئے کہ میں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میں تھا

كُنْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ

اور ابو بکر و عمر اور میں نے کیا اور ابو بکر و عمر نے اور میں چلا اور ابو بکر و عمر میں امید کرتا ہوں

وَعُمَرُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا

کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رکھے گا میں نے مڑ کے دیکھا

عہ باب مناقب عمر ص۵۲۲ باب مناقب عثمان ص۵۲۳ ابو داؤد السنۃ ۔ ترمذی نسائی مناقب

علیّ ابنُ ابی طالِب عہ

تو وہ علی ابن ابی طالب تھے۔

تشریحات ۱۹۴۳ یہ حدیث رافضیوں کے اس ادعار باطل کا صریح رد ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر منافق تھے انھوں نے خلافت غصب کر لی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی بیعت ازراہ تقیہ کی تھی اس وقت نہ حضرت علی پہ کوئی دباؤ تھا اور نہ کوئی جبر کہ وہ ان دونوں کے فضائل ومناقب کا برملا اعتراف کرتے اور اسے اعلانیہ بیان فرماتے۔ مناقب عمر میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ آپ نے اپنے پیچھے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو اور خدا کی بارگاہ میں آپ جیسا عمل لے کر جائے اخیر میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ میں گیا اور ابو بکر و عمر میں اندر گیا اور ابو بکر و عمر اور میں نکلا اور ابو بکر و عمر۔

حدیث ۱۹۴۴ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو

عروہ بن زبیر نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو سے پوچھا کہ مشرکین نے

عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے برا سلوک جو کیا وہ کیا تھا۔ تو انہوں نے بتایا میں نے

قَالَ رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضور نماز پڑھ رہے

وَهُوَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ رِدَاءَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا

تھے اس نے اپنی چادر حضور کے گردن میں لپیٹی اور بہت سختی کے ساتھ گلا گھونٹا اتنے میں

فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ فَقَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ

ابو بکر آگئے اور اسے دھکا دے کر حضور سے الگ کیا اور فرمایا کیا تم لوگ ایسے شخص کو مار ڈالنا

رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ عہ

چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی نشانیاں

عہ مناقب عمر صفحہ ۵۲۰

عہ مناقب۔ مالقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ صفحہ ۵۴۴ ثانی تفسیر سورہ المومن صفحہ ۷۱۱

۱۹۴۴
تشریحات عقبہ بن ابی معیط یہ مشرکین کے رؤسا میں تھا جنگ بدر میں گرفتار ہوا واقعہ بدر کے ایک دن بعد قتل کیا گیا یہ حضرت صدیق اکبر کے دفتر فضائل کے زریں ابواب میں سے ہے کہ ایسے وقت جب کہ پورا شہر دشمنوں سے بھرا ہوا تھا انھوں نے ہمت کر کے اس شیطان کو اس کا مونڈھا پکڑ کر دھکا دے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ کیا یہ ان کا اتنا بڑا جہاد ہے۔ جو سارے جہادوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

اسی قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں مروی ہے کہ حضرت علی نے خطبہ دیا اور پوچھا سب سے زیادہ بہادر کون ہے لوگوں نے عرض کیا آپ ہیں فرمایا میں نے ہمیشہ جو بھی میرے مقابلے میں آیا اس کو میں نے مزہ چکھا دیا۔ سب سے بہادر ابو بکر ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قریش انھیں پکڑے ہوئے ہیں کوئی ادھر کھینچ رہا ہے کوئی ادھر کھینچ رہا ہے اور کہتے جا رہے ہیں تو نے چند معبودوں کو ایک بنا دیا بخدا ہم سے کوئی سوائے ابو بکر کے قریب نہیں ہوا اس کو مارتے اور اس کو ڈھکیلتے اور فرماتے تمہارے لئے خرابی ہے تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے یہ کہہ کر حضرت علی روئے پھر پوچھا میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابو بکر سب لوگ خاموش رہے تو حضرت علی نے فرمایا بخدا ابو بکر کی ایک ساعت اس سے بہتر ہے وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا اور یہ اعلان کر رہے تھے۔

مَنَاقِبُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَبِیْ حَفْصٍ الْقُرَشِیِّ الْعَدَوِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۲۵ — حضرت عمر بن خطاب ابو حفص قرشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کعب بن لوئی بن غالب پر پہونچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے ان کی والدہ کا نام حنتمہ یا خیثمہ ہے ان کی کنیت ابو حفص ہے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی سب سے بڑی اولاد ہیں انھیں کے نام پر یہ کنیت ہے یہ کنیت خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔

حدیث ۱۹۴۵ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُنِیْ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا اَنَا
میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اچانک ابو طلحہ کی بیوی
بِالرُّمَیْصَاءِ امْرَاَۃِ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَسَمِعْتُ خَشَفَۃً فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا
رمیصا کو دیکھا اور میں نے کچھ آہٹ سنی تو میں نے پوچھا کون ہیں یہ تو کہا یہ

فَقَالَ ھٰذَا بِلَالٌ وَرَأَیْتُ قَصْرًا بِفِنَائِہٖ جَارِیَۃٌ فَقُلْتُ لِمَنْ

بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوعمر عورت تھی میں نے

ھٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَرَدْتُّ اَنْ

پوچھا یہ کس کا ہے تو کہا یہ عمر بن خطاب کا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کے اندر جاؤں

اَدْخُلَہٗ فَاَنْظُرَ اِلَیْہِ فَذَکَرْتُ غَیْرَتَکَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ

اور اسے دیکھوں پھر میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا اس پر عمر نے کہا میرے ماں باپ

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَعَلَیْکَ اُغَارُ عہ

آپ پر قربان یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔

الرمیصاء - یہ رمصاء کی تصغیر ہے جو ارمص کی تانیث ہے جس کی آنکھ میں کیچڑ ہو ان کا نام سہلہ یا رمیلہ تھا یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور رسول اللہ کی رضاعی خالہ ہیں۔

قال :- یہ کہنے والے یا تو جبرئیل ہیں یا اور کوئی فرشتہ یا خود حضرت بلال ہیں دوسری جگہ قال میں دو پہلے والے احتمال ہیں۔ اور ایک روایت فقالت ہے یعنی اس لڑکی نے کہا۔

۱۹۴۶ اِنَّ زَیْدَ بْنَ اَسْلَمَ حَدَّثَہٗ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَأَلَنِیْ ابْنُ

حدیث اسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر نے عمر کے کچھ حالات پوچھے

عُمَرَ عَنْ بَعْضِ شَانِہٖ یَعْنِیْ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا

تو میں نے انھیں بتایا۔ تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حِیْنَ قُبِضَ کَانَ

وصال کے بعد میں نے کبھی کسی کو عمر بن خطاب سے زیادہ نیک اور سخی نہیں

اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰی انْتَھٰی مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔

دیکھا یہ خوبیاں ان میں عمر بھر رہیں۔

۱۹۴۷ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے

عہ ثانی نکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶ تعبیر باب القصر فی المنام ص۱۰۴۲ مسلم فضائل۔ نسائی مناقب

سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ کب قیامت ہے حضور نے

قَالَ وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

فرمایا تونے اس کے لئے کیا مہیا کر رکھا ہے اس نے کہا کچھ نہیں لیکن میں اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا

سے محبت کرتا ہوں تو حضور نے فرمایا تو اس کے ساتھ رہے گا جس سے تونے محبت کی ہے۔ تو حضرت انس

بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ

نے فرمایا ہم کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے خوش ہوئے

أَنَسٌ فَمَا أَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو

کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تونے محبت کی حضرت انس نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر سے محبت

أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ

کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ محبت کرنیکی وجہ سے اُن کے ساتھ رہوں گا۔ اگر چہ میں اُن کے جیسے عمل نہیں کئے ہیں

تشریحات یہ سوال کرنے والے صاحب ذوالخویصرہ یمانی تھے جنھوں نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تھا۔ کتاب الادب میں یہ حدیث آرہی ہے کہ یہ سائل اعرابی تھے۔ دار قطنی میں حضرت مسعود کی حدیث میں ہے کہ یہ سائل وہ اعرابی تھے جنھوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔ ویسے ابن بشکوال نے گمان کیا کہ یہ ابو موسیٰ اشعری یا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ لیکن منافات نہیں ہو سکتا ہے واقعہ متعدد ہو۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں کتاب الطہارت میں مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کا نام ذوالخویصرہ تمیمی چھپ گیا ہے یہ ناسخین کے قلم کی لغزش ہے صحیح یمانی ہے۔

۱۹۴۸ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ

حدیث مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب حضرت عمر کو زخمی کیا گیا تو وہ

فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ

تکلیف محسوس کرنے لگے تو ان سے ابن عباس نے کہا گویا وہ انھیں تسلی دے رہے

عـلـہ مسلم ادب۔ ثانی ادب باب ماجاء فی قول الرجل ویلک ص۹۱۱ باب علامۃ الحب فی اللہ ص۹۱۱ کتاب الاحکام باب القضاء والفتیا فی الطریق ص۱۰۵۹۔

كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تھے اے امیر المومنین! یہ بات تو ہو گئی بے شک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ

رہے اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ دیا (یعنی حضور کا) پھر آپ ان سے جدا ہوئے

فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَهُمْ

اور وہ آپ سے راضی رہے پھر آپ ابو بکر کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا

فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ

ساتھ دیا پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور وہ آپ سے راضی رہے پھر آپ مسلمانوں

قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا ساتھ دیا اور اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس

وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا

حال میں جدا ہوں گے کہ وہ لوگ آپ سے راضی ہیں حضرت عمر نے فرمایا تم نے جو رسول اللہ

ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کی طرف سے احسان

جَلَّ ذِكْرُهُ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا تَرٰى بِي مِنْ جَزَعِيْ فَهُوَ مِنْ

تھا جو اللہ نے میرے اوپر کیا اور تم نے جو ابو بکر کے ساتھ رہنے اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کا

أَجْلِكَ وَمِنْ أَجْلِ أَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ لِيْ طِلَاعَ الْأَرْضِ

احسان تھا جو اس نے مجھ پر کیا اور وہ جو تم نے میری گھبراہٹ کا ذکر کیا وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے

ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ۔

ہے بخدا اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اسے دیکھ اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لیتا قبل اس کے کہ عذاب کو دیکھوں

تشریحات ۱۹۴۸ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی تفصیل نزہۃ القاری جلد رابع ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ پر مذکور ہے۔

مِنْ أَجْلِكَ ۔ اس سے خاص کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد نہیں بلکہ عامۃ المسلمین مراد ہیں چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ میرے بعد مسلسل فتنے اٹھیں گے جس سے

ملت اسلامیہ کو شدید نقصان پہونچے گا اسی کے تصور سے گھبرا رہے تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتو اسے دے کر اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچالیتا تو بطور تواضع اور اللہ عزوجل کی شان بے نیازی اور جلال کے تصور کا نتیجہ تھا۔

حدیث ۱۹۴۹ حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ[۱]

عبد اللہ بن ہشام نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

تشریحات ۱۹۴۹ کتاب الایمان والنذور میں یہ حدیث پوری یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ تھے حضور عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور سے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے زیادہ محبوب ہوں تو حضرت عمر نے عرض کیا اب بخدا حضور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب (اے عمر) تیرا ایمان کامل ہوگیا۔

اس پر پوری بحث نزہۃ القاری جلد اول ص ۲۶۲ میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔

مَنَاقِبُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَبِي عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ ص ۵۲۲

حضرت عثمان بن عفان ابو عمرو قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ عبد مناف پہ جاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے آپ کی کینت ابو عمرو ہے اور ذوالنورین، غنی، جامع القرآن القاب ہیں۔ قبل اسلام یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی احباب میں سے تھے انہیں کی تحریک پر مشرف باسلام ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی زوجیت میں آئیں اس لئے آپ کا خطاب ذوالنورین ہے۔

---

[۱] ثانی الاستیذان باب المصافحہ ص ۹۲۶ کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۸۱

اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد پہلی محرم الحرام ۲۴ھ کو اصحاب شوریٰ کے انتخاب سے مسند آرائے خلافت ہوئے بارہ سال کے بعد ذوالحجہ ۳۶ھ ایام تشریق میں یا اٹھارہ ذوالحجہ کو شہید کئے گئے۔

۱۹۵۰۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِیْهِ عَاصِمٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ قَاعِدًا فِیْ مَکَانٍ فِیْهِ مَاءٌ قَدْ اِنْکَشَفَ عَنْ رُکْبَتَیْهِ اَوْ رُکْبَتِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا۔

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث طویل میں عاصم نے یہ زیادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں پانی تھا اور اپنے گھٹنوں یا ایک گھٹنے کو کھولے ہوئے تھے جب عثمان آئے تو اسے چھپا لیا۔

تشریحات ۱۹۵۰ یہ حدیث تعلیقاً نزہۃ القاری جلد ثانی ص۳۴۷ پر ذکر کی جا چکی ہے ناظرین وہیں رجوع کر لیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گھٹنا اور ران عورت نہیں وہ حضرات اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ گھٹنا کھلے رہنے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کرتا نہیں تھا صرف تہبند تھا جب حضرت عثمان غنی آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا پھیلا کر گھٹنے پر ڈال لیا۔ اس لئے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ گھٹنہ عورت نہیں پھر بھی دوسروں کے سامنے گھٹنا کھول کر بیٹھنا وقار کے خلاف ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید تر ہے۔ اس حدیث میں عاصم کی اس زیادتی کو کچھ لوگوں نے وہم قرار دیا ہے۔

حدیث یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولے ہوئے تھے کہ ابوبکر نے اذن طلب کیا انھیں اجازت دی اور وہ اندر آتے حضور اسی حال پر رہے انھوں نے بات کی پھر حضرت عمر نے اجازت طلب کی انھیں اجازت دی اور حضور ویسے ہی رہے انھوں نے بات کی پھر عثمان نے اجازت طلب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست فرما لیا حضرت ام المومنین نے وجہ دریافت کی تو فرمایا ایسے شخص سے میں کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں [1]۔

---

[1] مسلم ثانی فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۲۷۷

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ عاصم کی زیادتی کو وہم کہنے کی کوئی وجہ نہیں یہ دونوں دو واقعے ہیں دونوں کے مخرج علیحدہ علیحدہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

۱۹۵۱ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَسْوَدَ بْنِ عَبْدِ

حدیث عبیداللہ بن عدی بن خیار نے خبر دی کہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد

يَغُوثَ قَالَا مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِأَخِيهِ الْوَلِيدِ فَقَدْ أَكْثَرَ

یغوث نے کہا کہ عثمان سے ان کے بھائی ولید کے بارے میں بات کرنے سے کیا چیز تجھے روک رہی

النَّاسُ فِيهِ فَقَصَدْتُ لِعُثْمَانَ حِينَ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ

ہے اس کے بارے میں لوگ بہت کچھ کہہ رہے ہیں عبیداللہ نے کہا کہ عثمان جب نماز کے لئے نکلے

إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً وَهِيَ نَصِيحَةٌ لَكَ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ قَالَ

تو میں ان کے پاس گیا میں نے ان سے کہا مجھے آپ سے کچھ بات کرنا ہے اور یہ آپ کی خیرخواہی

أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ أُرَاهُ قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ

کے لئے ہے حضرت عثمان نے کہا اے شخص میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں یہ سن کر میں

إِلَيْهِمْ إِذْ جَاءَ رَسُولُ عُثْمَانَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا نَصِيحَتُكَ فَقُلْتُ

لوٹ آیا اور ان لوگوں کے پاس آ گیا کہ حضرت عثمان کا قاصد آیا تو میں حضرت عثمان کے پاس

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ

گیا انھوں نے پوچھا کہ تیری کیا نصیحت ہے میں نے کہا بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل کی اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ وَصَحِبْتَ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول کیا آپ نے دونوں ہجرتیں کیں اور آپ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتَ هَدْيَهُ وَقَدْ أَكْثَرَ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور ان کی سیرت کو دیکھا لوگ ولید کے بارے میں

النَّاسُ فِي شَأْنِ الْوَلِيدِ قَالَ أَدْرَكْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بہت چہ میگوئیاں کر رہے ہیں انھوں نے کہا تو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے میں نے

وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ إِلَيَّ مِنْ عِلْمِهِ مَا يَخْلُصُ إِلَى الْعَذْرَاءِ

کہا نہیں ۔ لیکن حضور کا تھوڑا تھوڑا سا علم مجھ تک پہونچا ہے جتنا دوشیزہ کو پردہ میں پہونچتا

فِي سِتْرِهَا قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ہے حضرت عثمان نے فرمایا اما بعد بے شک اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنْ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَآمَنْتُ

حق کے ساتھ بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے ہوا جنھوں نے اللہ اور اس کے

بِمَا بُعِثَ بِهِ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُولَ

رسول کے پیغام کو قبول کیا اور حضور جس کے ساتھ مبعوث ہوئے اس پر ایمان لایا اور

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ

میں نے دونوں ہجرتیں کیں جیسا کہ تو نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ۔ اور ان کی

حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَبَا بَكْرٍ مِثْلَهُ ثُمَّ عُمَرَ مِثْلَهُ

بیعت کی ۔ واللہ میں نے نہ تو ان کی نافرمانی کی اور نہ خیانت کی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے انھیں اٹھالیا

ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ أَفَلَيْسَ لِي مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِي لَهُمْ قُلْتُ بَلٰى

پھر ابو بکر کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر عمر کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر میں خلیفہ بنایا گیا تو کیا مجھے وہ حق حاصل

قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَبْلُغُنِي عَنْكُمْ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ

نہیں جو انھیں حاصل تھا ۔ (عبیدہ نے کہا) ہاں ہے تو فرمایا پھر یہ باتیں کیسی ہیں جو تمہاری جانب سے

شَأْنِ الْوَلِيدِ فَسَنَأْخُذُ فِيهِ بِالْحَقِّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا

مجھ تک پہنچ رہی ہیں رہ گیا جو تو نے ولید کا معاملہ ذکر کیا تو ہم انشاء اللہ حق کے ساتھ مواخذہ کریں گے

فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَهُ فَجَلَدَهُ ثَمَانِينَ عـه

پھر حضرت علی کو بلایا اور حکم دیا کہ ولید کو کوڑے ماریں تو انھوں نے اسّی کوڑے مارے ۔

تشریحات ۱۹۵۱

ان تکلم عثمان ۔ مناقب انصار میں یہ ہے کہ مسور بن مخرمۃ اور عبد الرحمن بن اسود نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے کہا کہ آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنے ماموں عثمان سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ کے بارے میں بات کریں ۔

عـه مناقب الانصار باب ہجرۃ الحبشۃ ص۵۴۶ باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ ص۵۵۹

عبید اللہ بن عدی حضرت عثمان بن عفان کے بھانجے تھے۔ اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی تھا یہ اسی عقبہ بن ابی معیط کا لڑکا تھا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کی حالت میں گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کو کوفے کا گورنر بنادیا تھا۔ یہ شرابی تھا اس نے شراب پی کر نشہ کی حالت میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی۔ پھر لوگوں کی طرف منھ کر کے پوچھا اور زیادہ پڑھاؤں۔ اس کی خبر حضرت عثمان کو پہونچی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے ولید کو کوفہ کی ولایت سے فوراً معزول کر دیا اور اس کی شراب نوشی کے بارے میں تحقیقات کر ہی رہے تھے کہ عبید اللہ نے ان سے وہ عرض کیا۔ پھر جب گواہوں سے ثابت ہو گیا کہ واقعی اس نے شراب پی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے اس کو مارے۔

حدیث ۱۹۵۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ مِصْرَ وَحَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ فَقَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ

عثمان بن موہب نے کہا کہ مصر کا ایک شخص آیا اور حج کیا اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا پوچھا یہ کون لوگ۔ بیٹھے ہوئے ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ لوگ قریش ہیں اس نے پوچھا ان کے درمیان یہ شیخ کون ہے لوگوں نے بتایا کہ عبد اللہ بن عمر اس نے کہا اے ابن عمر آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں مجھے بتائیے کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان احد کے دن بھاگے تھے ابن عمر نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ وہ بدر سے غائب تھے اور وہاں حاضر نہ تھے ابن عمر نے فرمایا ہاں اب اس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ بیعت رضوان سے وہ غائب رہے اور اس میں حاضر نہ تھے ابن عمر نے فرمایا ہاں اب اس نے کہا اللہ اکبر ابن عمر نے فرمایا یہاں

عفا عنه وغفر له واما تغيبه عن بدر فانه كانت تحته

آؤ میں تجھ سے اس کے وجوہ بیان کرتا ہوں احد کے دن ان کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا

بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت مريضة

ہوں کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں بخش دیا لیکن بدر میں حاضر نہ ہونا تو اس

فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لك اجر رجل

وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کی زوجیت میں تھیں اور بیمار

ممن شهد بدرا وسهمه واما تغيبه عن بيعة الرضوان فلو

تھیں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے شرکاء بدر کا ثواب ہے

كان احد اعز ببطن مكة من عثمان لبعثه مكانه فبعث

اور انہیں مال غنیمت سے حصہ بھی دیا اور بیعت رضوان میں حاضر نہ ہونے کی

رسول الله صلى الله عليه وسلم عثمان وكانت بيعة الرضوان

وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں ان سے زیادہ کوئی شخص عزت والا ہوتا تو ان کی جگہ بھیجتے

بعد ما ذهب عثمان الى مكة فقال رسول الله صلى الله

رسول اللہ نے عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے

عليه وسلم بيده اليمنى هذه يد عثمان فضرب بها على

بعد ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت اپنے داہنے

يده فقال هذه لعثمان فقال له ابن عمر اذهب بها

ہاتھ کو لیا اور فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اسے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ عثمان

الآن معك ۔

کی بیعت ہے اب جاؤ اور ان کو اپنے ساتھ لے جا۔

تشریحات ۱۹۵۲ مصر کے کچھ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے وہ لوگ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بے جا باتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے انہیں لوگوں میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے تھے ان میں سے یہ تین باتیں تھیں۔ میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اس لئے اس نے پہلا اعتراض یہ کیا کہ احد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس کی وجہ سے چودہ حضرات کے علاوہ سب منتشر ہو گئے تھے اور یہ سب کچھ اضطراری طور پر ہوا تھا اور حالت اضطراری میں جو کچھ سرزد ہو وہ قابل مواخذہ نہیں اس کے باوجود ان لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۵۵	بے شک وہ لوگ جو تم میں سے میدان سے ہٹ گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انھیں شیطان نے ہی لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بے شک اللہ نے انھیں معاف فرمایا بیشک اللہ بخشنے والا علم والا ہے ۔

اس آیت میں یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ سے مراد یوم احد ہے جب اللہ عزوجل نے ان کی بے اختیاری اضطراری لغزش معاف کر دیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے ۔

اسی طرح بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ کی تیمارداری کے لئے گھر رہ جانا قابل اعتراض نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد صاحبزادی کو گھر چھوڑ کر جنگ میں شریک ہوتے تو یہ قابل اعتراض بات تھی بایں ہمہ وہ اصحاب بدر میں معدود ہیں اس لئے ان کو مال غنیمت سے حصہ بھی ملا ۔

بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے پر اعتراض صرف ایک شرارت تھی انھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ صلح کی بات چیت کریں اور اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے اہل مکہ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ عمرہ کرنے سے نہ روکیں ۔

یہ مکہ معظمہ گئے واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی کسی نے اڑا دیا کہ وہ شہید کر دیئے گئے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی اور حضرت عثمان کو یہ شرف بخشا کہ اپنے دست مبارک کو ان کا ہاتھ فرمایا اور ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی انصاف اور ایمان کی نظر میں یہ بیعت بدرجہا بہتر اور افضل تھی جو بیعت کرنے والوں نے از خود کی ۔

بَابُ قِصَّةِ الْبَیْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَفِیْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ص ۵۲۳	حضرت عثمان بن عفان پر اتفاق اور بیعت کا قصہ ۔ اس میں عمر بن خطاب کی شہادت کا بھی ذکر ہے ۔

۱۹۵۳ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حدیث

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے زخمی ہونے سے

قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

چند دن پہلے عمر بن خطاب کو مدینہ میں دیکھا۔ کہ وہ حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف

وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَ قَدْ

کے پاس کھڑے ہیں۔ اور ان سے کہہ رہے ہیں۔ (عراق کی زمین کا بندوبست) تم لوگوں

حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَا حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِيَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ

نے کیسے کیا۔ کیا تم دونوں کو اس کا اندیشہ ہے کہ زمین پر طاقت سے زیادہ تم نے

مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ اُنْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا

محصول لگا دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ ہم نے زمین کی طاقت بھر ہی محصول لگایا ہے

تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ

اور ہم نے زیادہ نہیں بڑھایا ہے۔ فرمایا غور کر لو۔ کہیں طاقت سے زیادہ تو نہیں

اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ

لاد دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا نہیں۔ پھر عمر نے فرمایا اگر اللہ نے مجھ کو سلامت رکھا تو

عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّيْ لَقَائِمٌ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ

عراق کی بیوگان کو اتنا فارغ البال کر دوں گا کہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ عمرو بن

اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ

میمون نے کہا کہ اس کے بعد چار دن بھی نہیں گذرا تھا کہ زخمی کر دیئے گئے جس صبح کو زخمی کئے گئے

الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ

میں یوں کھڑا تھا کہ میرے اور حضرت عمر کے درمیان سوائے حضرت عبد اللہ بن عباس کے کوئی اور نہیں

فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ بِسُوْرَةِ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلِ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ

تھا۔ ان کی عادت تھی کہ جب دو صفوں کے درمیان گذرتے تو کہتے صفیں درست کر لو۔ جب دیکھ لیتے کہ

فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ كَبَّرَ

صفوں میں کوئی خلل نہیں تو آگے بڑھتے اور تکبیر کہتے۔ اور اکثر پہلی رکعت میں سورہ یوسف یا نحل یا

فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَتَلَنِيْ اَوْ اَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهٗ فَطَارَ

اس کے مثل پڑھتے۔ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ اس دن اتنا ہی ہوا کہ انھوں نے تکبیر کہی کہ میں نے ان کو

الْعِلْجُ بِسِكِّينٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلَى أَحَدٍ يَمِيْنًا وَلَا شِمَالًا إِلَّا

یہ کہتے ہوئے سنا۔ مجھے مار ڈالا یا مجھے کتے نے کھالیا۔ کافر دو دھاری چھری لے کر تیزی سے بھاگا۔ جس کے

طَعَنَهُ حَتَّى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا

پاس دائیں بائیں پہنچا زخمی کر دیتا۔ یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ جن میں سے سات مر گئے

رَأَى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ

مسلمانوں میں سے جب ایک شخص نے یہ دیکھا۔ تو اس پر اپنا کمبل پھینکا۔ کافر نے جب گمان کر لیا کہ وہ

أَنَّهُ مَأْخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهُ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

پکڑ لیا جائے گا تو اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ حضرت عمر نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑا اور

عَوْفٍ فَقَدَّمَهُ فَمَنْ يَلِي عُمَرَ فَقَدْ رَأَى الَّذِي أَرَى وَأَمَّا

انھیں آگے کر دیا۔ جو حضرت عمر کے قریب تھا اس نے وہ دیکھا جو میں نے دیکھا۔ لیکن مسجد کے کنارے

نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ

والے کو کچھ معلوم نہیں ہوا سوائے اس کے کہ انھوں نے حضرت عمر کی آواز نہیں سنی تو سبحان اللہ

عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ

سبحان اللہ کہنے لگے۔ عبد الرحمن بن عوف نے انھیں مختصر نماز پڑھائی جب لوگ نماز سے فارغ

الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ

ہو گئے۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ ابن عباس دیکھو مجھے کس نے قتل کیا۔ وہ تھوڑی دیر ادھر ادھر

أُنْظُرْ مَنْ قَتَلَنِي فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ

گھومے پھر آئے اور بتایا مغیرہ کے غلام نے۔ پوچھا کاریگر نے۔ ابن عباس نے کہا۔ ہاں فرمایا

الصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَمَرْتُ بِهِ مَعْرُوْفًا الْحَمْدُ

اللہ اسے مار ڈالے میں نے اسے اچھا ہی حکم دیا تھا۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت

لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ مِيْتَتِي بِيَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ

ایسے شخص کے ہاتھ پر نہیں رکھی جو اسلام کا دعوی کرتا ہو۔ تم اور تمہارے باپ پسند کرتے

أَنْتَ وَأَبُوْكَ تُحِبَّانِ أَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْعَبَّاسُ

کہ مدینے میں مجوسی بکثرت رہیں اور عباس کے پاس سب سے زیادہ غلام تھے۔ ابن عبا

أكثرهم رفيقا فقال إن شئت فعلت أي إن شئت قتلنا

نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں کر دوں ۔ یعنی آپ چاہیں تو ہم ان کو قتل کر دیں ۔ حضرت عمر نے کہا

فقال كذبت بعد ما تكلموا بلسانكم وصلوا قبلتكم وحجوا

اس کے بعد کہ انھوں نے ہمارا کلمہ پڑھ لیا ہمارے قبلے کی طرف منھ کر کے نماز پڑھ لی ہماری

حجكم فاحتمل إلى بيته فانطلقنا معه وكأن الناس لم

طرح حج کر لیا ۔ یہ غلط بات ہے ۔ اس کے بعد حضرت عمر اٹھا کر اپنے گھر لائے گئے ۔ میں بھی ان کے

تصبهم مصيبة قبل يومئذ فقائل يقول لا بأس وقائل

ساتھ چلا اور لوگوں کا حال یہ تھا کہ گویا ان کو اس سے پہلے کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی ہے ۔

يقول أخاف عليه فأتي بنبيذ فشربه فخرج من جوفه ثم

کوئی کہتا ہے کوئی حرج نہیں ۔ ٹھیک ہو جائیں گے ۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے انھیں

أتي بلبن فشرب فخرج من جوفه فعرفوا أنه ميت فدخلنا

نبیذ پلائی گئی جو پیٹ کے زخم سے باہر نکل آئی پھر دودھ پلایا گیا وہ بھی نکل گیا ۔ اب لوگوں

عليه وجاء الناس فجعلوا يثنون عليه وجاء رجل شاب

کو یقین ہو گیا ۔ کہ وہ بچیں گے نہیں ۔ اب ہم لوگ اندر گئے لوگ آتے اور ان کی تعریف کرتے

فقال أبشر يا أمير المؤمنين ببشرى الله لك من صحبة رسول

ایک جوان شخص آیا ۔ اور کہا اے امیر المؤمنین ۔ آپ کو اللہ کی طرف سے بشارت ہو آپ کو نبی صلی اللہ

الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقدم في الإسلام ما قد علمت

تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام میں سبقت نصیب ہوئی جو آپ جانتے ہیں پھر آپ والی بنائے

ثم وليت فعدلت ثم شهادة قال وددت أن ذلك كفافا

گئے تو آپ نے انصاف کیا پھر شہادت نصیب ہوئی ۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں

لا علي ولا لي فلما أدبر إذا إزاره يمس الأرض قال ردوا علي

کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے ۔ جب وہ جوان مڑے تو حضرت عمر نے دیکھا کہ اس کا تہبند

الغلام قال يا ابن أخي ارفع ثوبك فإنه أنقى لثوبك وأتقى

زمین کو چھو رہا ہے ۔ فرمایا ۔ اس بچے کو واپس بلاؤ جب وہ آگیا تو فرمایا ۔

لِرَبِّكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ اُنْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ

اے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اٹھالے یہ تیرے کپڑے کو زیادہ صاف رکھے گا۔ اور تمہارے

فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَّثَمَانِيْنَ اَلْفًا اَوْ نَحْوَهُ قَالَ اِنْ وَفٰى لَهُ مَالُ

پروردگار کے نزدیک زیادہ پرہیزگاری کی بات ہے۔ پھر اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔

آلِ عُمَرَ فَادِهٖ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَاِلَّا فَسَلْ فِيْ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ

اے عبد اللہ بن عمر! مجھ پر کتنا قرض ہے اسے دیکھو۔ لوگوں نے حساب لگایا۔

كَعْبٍ فَاِنْ لَّمْ تَفِ اَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِيْ قُرَيْشٍ وَلَا تَعْدُهُمْ اِلٰى

تو تراسی ہزار یا اس کے قریب قریب پایا۔ فرمایا۔ اگر آل عمر کے مال سے پورا ہو جائے تو

غَيْرِهِمْ فَادِّ عَنِّيْ هٰذَا الْمَالَ اِنْطَلِقْ اِلٰى عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

ان کے مالوں سے ادا کردے ورنہ بنی عدی بن کعب سے کہہ۔ اور ان کے مالوں

فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنِّيْ

سے بھی اگر پورا نہ ہو تو قریش سے کہو ان کے علاوہ کسی اور سے مت کہنا۔ میرا یہ

لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرًا وَّقُلْ يَسْتَاذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

قرض ادا کردینا۔ عائشہ ام المومنین کی خدمت میں جاؤ ان سے عرض کرو۔ عمر آپ کو

اَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ فَاسْتَاذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا

سلام عرض کرتا ہے۔ امیر المومنین مت کہنا اس لئے کہ آج میں امیر المومنین نہیں۔ اور ان سے عرض کرنا۔

فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِيْ فَقَالَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی عمر اجازت طلب کرتا ہے۔ عبد اللہ گئے۔ ام المومنین کو سلام

السَّلَامَ وَيَسْتَاذِنُ اَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ

عرض کیا پھر اجازت طلب کی۔ پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ عبد اللہ نے

اُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ وَلَاُوْثِرَنَّ بِهِ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا اَقْبَلَ

عرض کیا۔ عمر بن خطاب آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ

قِيْلَ هٰذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ قَالَ اِرْفَعُوْنِيْ فَاَسْنَدَهُ

دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ میں خود یہاں دفن ہونا چاہتی تھی۔

رَجُلٌ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَدَيْكَ قَالَ الَّذِيْ تُحِبُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

لیکن آج انھیں اپنے اوپر ترجیح دے رہی ہوں۔ جب وہ وہاں سے واپس آکر سامنے

قَدْ اَذِنَتْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ شَيْئٌ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ

آ گئے تو کہا گیا۔ کہ عبد اللہ بن عمر واپس آگئے۔ فرمایا مجھے اٹھا کر بیٹھاؤ۔ تو ایک شخص نے

فَاِذَا اَنَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ

انھیں سہارا دے کر بٹھایا۔ پوچھا کیا خبر ہے۔ عرض کیا۔ وہی جو آپ پسند کرتے تھے یا

الْخَطَّابِ فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَاَدْخِلُوْنِيْ وَاِنْ رَدَّتْنِيْ فَرُدُّوْنِيْ اِلٰى

امیر المؤمنین۔ ام المومنین نے اجازت دے دیا۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے۔ میرے نزدیک اس سے

مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَجَاءَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَفْصَةُ وَالنِّسَاءُ تَسِيْرُ

زیادہ اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر جب میری روح قبض کر لی جائے۔ تو مجھے اٹھا کر وہاں

مَعَهَا فَلَمَّا رَاَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهٗ سَاعَةً

لے جانا۔ پھر تم سلام کہنا۔ پھر عرض کرنا۔ عمر بن خطاب اجازت طلب کر رہا ہے اگر ام المومنین پھر اجازت

وَاسْتَاْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَّهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا

دیدیں تو مجھے ان کے حجرے میں داخل کرنا اور اگر درخواست مسترد فرمادیں تو مجھے مسلمانوں

مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوْا اَوْصِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِسْتَخْلِفْ قَالَ

کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ آئیں اور ان کے ساتھ بہت سی عورتیں

مَا اَجِدُ اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ اَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ

ہم نے جب ان کو دیکھا تو وہاں سے اٹھ آئے ام المومنین اندر گئیں اور تھوڑی دیر وہاں روئیں

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ

اب مردوں نے اجازت طلب کیا تو ام المومنین اندر چلی گئیں تاکہ آنے والوں کے لئے جگہ ہو جائے۔

فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ

ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ اب حاضرین نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین وصیت فرمادیجئے

عَوْفٍ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهٗ مِنَ الْاَمْرِ

کسی کو خلیفہ بنا دیجئے فرمایا۔ اس چیز کا حقدار ان لوگوں سے زیادہ میں کسی کو نہیں پاتا جن سے راضی

شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ
رہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمن
ذَاكَ وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ
بن عوف کا نام لیا۔ اور فرمایا کہ تمہارے مشورے میں عبداللہ بن عمر شریک رہے گا۔ مگر خلافت کا حق اس کو نہیں
مِنْ عَجْزٍ وَلَا خِيَانَةٍ وَقَالَ أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي
جیسے ان کی تسلی کے لئے فرمارہے ہوں۔ اب اگر حکومت سعد کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ تم میں سے
بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ
جو بھی امیر بنایا جائے وہ ان سے مدد لے۔ اس لئے کہ ان کو میں نے عاجز ہونے یا خیانت کی وجہ سے
لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ
معزول نہیں کیا۔ اور اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں
وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَأَنْ
کہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی عزت کا پاس کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی کی
يُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ وَأُوصِيهِ بِأَهْلِ الْأَمْصَارِ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ
وصیت کرتا ہوں۔ کہ جنھوں نے مہاجرین سے پہلے اس شہر میں ایمان اور گھر بنا لیا تھا کہ ان
رِدْءُ الْإِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ وَأَنْ لَا يُؤْخَذَ
کے احسان کرنے والوں کو قبول کیا جائے اور لغزش کرنے والوں کو معاف کر دیا جائے۔ اور میں
مِنْهُمْ إِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَعْرَابِ
تمام شہر کے باشندوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ لوگ اسلام کے
خَيْرًا فَإِنَّهُمْ أَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْإِسْلَامِ أَنْ يُؤْخَذَ
مددگار اور مال حاصل کرنے والے ہیں اور دشمن کی جلن ہیں اور یہ کہ ان سے نہ لیا جائے مگر ان کا
مِنْ حَوَاشِي أَمْوَالِهِمْ وَيُرَدَّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ وَأُوصِيهِ
فاضل مال وہ بھی ان کی رضامندی سے اور اسے دیہاتیوں کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں
بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اس لئے کہ وہ عرب کی اصل اور اسلام کے مادہ ہیں۔ اور ان کے معمولی مال لئے جائیں اور ان کے محتاجوں پر

أَنْ يُوْفِىَ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوا

لوٹایا جائے۔ اور اسے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

إِلَّا طَاقَتَهُمْ فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهِ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِي فَسَلَّمَ عَبْدُ

ذمے کے بارے میں کہ ان کے ساتھ جو عہد ہو اس کو پورا کیا جائے۔ اور ان کی حفاظت میں لڑا جائے۔ اور

اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ أَدْخِلُوهُ

طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ جب حضرت عمر کا وصال ہوگیا تو ہم انھیں لے کر

فَأُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهِ

پیدل چلتے ہوئے نکلے۔ عبد اللہ بن عمر نے ام المومنین کو سلام کیا۔ عرض کیا۔ عمر بن خطاب اجازت طلب

اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اجْعَلُوا أَمْرَكُمْ

کر رہا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ انھیں اندر لاؤ اب انھیں اندر لے گئے۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ

إِلَى ثَلَاثَةٍ مِنْكُمْ قَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ

رکھے گئے۔ جب ان کے دفن سے فراغت ہوگئی تو مذکورہ بالا افراد اکٹھا ہوئے تو عبد الرحمن نے ان لوگوں

طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلَى عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ

سے کہا۔ تم لوگ اپنا حق اپنے میں سے تین کو دے دو۔ اس پر زبیر نے کہا میں نے اپنا حق علی کو دیا

أَمْرِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَيُّكُمَا

اور طلحہ نے کہا۔ میں نے اپنا حق عثمان کو دیا۔ اور سعد نے کہا میں نے اپنا حق عبد الرحمن بن عوف کو

تَبَرَّأَ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ فَنَجْعَلُهُ إِلَيْهِ وَاللهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ

دیا۔ اب عبد الرحمن نے علی اور عثمان سے کہا۔ تم دونوں میں جو شخص کنارہ کش ہوگا ہم اسی کو سپرد

لَيَنْظُرَنَّ أَفْضَلَهُمْ فِي نَفْسِهِ فَأُسْكِتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ

کر دیں گے۔ اور اللہ اور اسلام وہ اپنے جی میں ضرور غور کرے کہ کون افضل ہے۔ دونوں بزرگ

الرَّحْمٰنِ أَفَتَجْعَلُونَهُ إِلَيَّ وَاللهُ عَلَيَّ أَنْ لَا آلُوَ عَنْ أَفْضَلِكُمْ

خاموش رہے۔ اس پر عبد الرحمن نے کہا۔ کیا آپ لوگ اسے میرے سپرد کرتے ہیں بخدا میں یہی کوشش

قَالَا نَعَمْ فَأَخَذَ بِيَدِ أَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِنْ رَسُوْلِ

کروں گا کہ آپ لوگوں میں جو افضل ہو اسی کو میں دوں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا۔ ہاں۔ اس

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والقدم فی الاسلام ما قد

کے بعد انھوں نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا آپ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو رشتہ داری

علمت فاللہ علیک لئن امرتک لتعدلن ولئن امرت

ہے اور اسلام میں سبقت ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ اللہ آپ کا سب حال جانتا ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بناؤں

عثمان لتسمعن ولتطیعن ثم خلا بالآخر فقال لہ مثل

تو آپ ضرور انصاف کریں گے۔ اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ یقیناً ان کی بات سنیں گے۔ اور

ذلک فلما اخذ المیثاق قال ارفع یدک یا عثمان فبایعہ

مانیں گے۔ اس کے بعد خلوت میں جاکر دوسرے سے وہی بات کہی۔ جب پختہ عہد لے لیا۔ تو کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ

فبایع لہ علی وولج اھل الدار فبایعوہ۔

اے عثمان اور ان کی بیعت کی پھر حضرت علی نے ان کی بیعت کی اور اہل مدینہ اندر داخل ہوئے اور سب نے ان کی بیعت کی۔

تشریحات ۱۹۵۳ اس وقت جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از خود کسی کو ولی عہد بنانا پسند نہیں فرمایا۔ اور ایک مجلس شوریٰ بنا دی جس میں سبھی عشرہ مبشرہ کے افراد تھے۔ سبھی انتہائی ذہین فطین، اسلام اور مسلمانوں کے مخلص سابقین اولین میں سے تھے۔ جن پر اس وقت بھی اور آج بھی پوری امت کا اعتماد تھا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طرف عوام سے مل کر ان کا رجحان معلوم کرتے رہے۔ اور دوسری طرف خود بھی غور خوض کرتے رہے۔ انھوں نے ان دونوں باتوں سے یہی اندازہ لگایا کہ حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا جانا ہی ضروری ہے۔ اس لئے انھوں نے بڑی خوبصورتی سے پہلے اپنے حق سے خود دست برداری کر لی پھر حضرت زبیر حضرت سعد بن وقاص سے بھی دست برداری کا اقرار کرالیا۔ اور انتخاب کا حق سب سے اپنے لئے لے لیا کہ جسے وہ منتخب کردیں اسے سب تسلیم کر لیں۔ اس طرح انھوں نے بڑی خوبصورتی اور دانشمندی سے اس اہم معاملہ کو طے کیا۔

باب مناقب علی بن ابی طالب ابی الحسن القرشی الھاشمی ص ۵۲۵ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی بن ابی طالب ابو الحسن قرشی ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

حدیث ۱۹۵۴ عن سعد بن عبیدۃ قال جاء رجل الی ابن عمر

سعد بن عبیدہ نے کہا کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا۔ اور حضرت عثمان کے

فَسَأَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ لَعَلَّ ذَلِكَ

بارے میں ان سے پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے ان کے اچھے اعمال کا تذکرہ فرمایا

يَسُوؤُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ ثُمَّ سَأَلَهُ

کہا۔ یہ شاید تجھے برا لگے اس نے کہا ہاں اللہ تیری ناک خاک آلود کرے پھر اس نے علی

عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ

کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت ابن عمر نے علی کے اچھے اعمال کا تذکرہ کیا

أَوْسَطُ بُيُوتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ

اور یہ بھی کہا۔ کہ یہ وہ ہیں کہ ان کا گھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروں

ذَاكَ يَسُوؤُكَ قَالَ أَجَلْ قَالَ فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ انْطَلِقْ

کے درمیان ہے پھر حضرت ابن عمر نے کہا۔ شاید یہ تجھے برا لگے۔ اس نے کہا ہاں۔ ابن عمر

فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ۔

نے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے اور جو کچھ تجھ سے ہو سکے میرے خلاف کر۔

حدیث ۱۹۵۵ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ

وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ کیا تو راضی نہیں کہ میرے نزدیک اس مرتبہ پر رہے۔ جو

هَارُونَ مِنْ مُوسَى۔ عہ

ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا۔

تشریحات ۱۹۵۵ مغازی میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا۔ اس پر حضرت علی نے عرض کیا۔ کہ آپ مجھے عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضور نے وہ فرمایا۔ امام حاکم نے اکلیل میں روایت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ تم میرے اہل میں میرے جانشین رہو مجرموں کو سزا دو۔ زکوٰۃ وغیرہ وصول کرو۔ نصیحت کرو۔ پھر اپنی ازواج کو بلایا۔

عہ ثانی مغازی غزوہ تبوک ص۶۳۳ مسلم فضائل نسائی مناقب۔ ابن ماجہ سنۃ

اور فرمایا۔ علی کی بات سننا اور ماننا۔

مغازی میں اخیر میں یہ بھی ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

رد روافض ۔ روافض اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی رو سے حضرت علی کو اپنے بعد ولی عہد بنا دیا تھا۔ لیکن ان کا یہ استدلال دو طرح سے فاسد ہے۔ ایک حضرت ہارون و موسیٰ کی تمثیل سے حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر توراۃ لینے جانے لگے تو حضرت ہارون کو عارضی طور پر اپنی واپسی تک کے لئے اپنا جانشین بنایا تھا جو ان کی واپسی کے بعد ختم ہو گیا۔ اس تمثیل نے ظاہر کر دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو عارضی طور پر تبوک سے واپسی تک کے لئے اپنا نائب بنایا تھا دوسرے یہ کہ یہ نیابت بھی محدود تھی صرف انتظامی معاملات تک امامت جو سب سے اہم تھی وہ حضرت علی کو تفویض نہیں فرمائی بلکہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا اگر یہ ولی عہدی کی طرف اشارہ ہوتا تو حضرت علی کو امام بھی بناتے جب کہ وہ عبداللہ بن ام مکتوم سے اعلم تھے اقرأ تھے۔ جزوی نیابت ولی عہد کے ادعائے باطل کو قلع قمع کر دیتی ہے۔

۱۹۵۶ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگ فیصلہ کرو جیسا کہ تم لوگ

اِقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ

فیصلہ کرتے تھے اس لئے کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں یہاں تک کہ لوگ ایک جماعت ہو جائیں

النَّاسُ جَمَاعَةً اَوْ اَمُوْتَ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِيْ وَكَانَ ابْنُ

یا میں وفات پا جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب وفات پا گئے ابن سیرین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ عام

سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ اَلْكَذِبُ۔

طور پر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جا رہا ہے جھوٹ ہے۔

۱۹۵۶ تشریحات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام ولد کے بارے میں باتفاق صحابہ بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ ام ولد کو بیچنا جائز نہیں لیکن جب حضرت علی عراق آئے تو اس سے رجوع فرما لیا اور فرمایا کہ انھیں بیچنا درست ہے اس پر عبیدہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ کی اور حضرت عمر کی متفقہ رائے آپ کی تنہا رائے سے زیادہ پسند ہے اس میں اتفاق ہے اور آپ کی تنہا رائے میں اختلاف۔ اس پر حضرت علی نے یہ فرمایا میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں

تم لوگ پہلے جو فیصلہ کرتے تھے وہی کیا کرو۔

وکان ابن سیرین۔ مطلب یہ ہے کہ روافض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف جو باتیں روایت کرتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کے مخالف نہیں تھے ان کے محب اور مؤید تھے۔ یہاں تک اپنی رائے پران حضرات کی رائے کو مقدم رکھتے تھے۔

باب مناقب جعفر بن ابی طالب الهاشمی حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ کے مناقب۔

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے سابقین اولین میں سے ہیں پہلے حبشہ ہجرت کی وہیں خیبر کے وقت تک رہے انھیں کی تبلیغ سے نجاشی مسلمان ہوئے بہت بہادر اور سخی تھے سنہ ۸ھ میں ان کو غزوہ موتہ میں بھیجا تھا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا مگر یہ بھی فرمایا اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر جھنڈا لیں وہیں شہید ہو گئے ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے جن کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے دو بازو عطا فرمائے جس سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں اسی لئے ان کا لقب ذوالجناحین ہے۔ اور جعفر طیار بھی ہے۔

حدیث ۱۹۵۷

عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے تھے ابو ہریرہ نے

عنہ ان الناس کانوا یقولون اکثر ابو ہریرۃ وانی کنت

بہت روایت کر دیا اور میں اپنے پیٹ بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

الزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشبع بطنی حین لا

رہتا تھا جب میں ـــــ روٹی نہیں کھاتا تھا اور نہ عمدہ لباس پہنتا تھا اور نہ فلاں اور فلانہ

آکل الخمیر ولا البس الحبیر ولا یخدمنی فلان وفلانۃ

میری خدمت کرتے تھے اور میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا

وکنت الصق بطنی بالحصباء من الجوع وان کنت

تھا اور میں کسی شخص سے آیت پوچھتا اور وہ مجھے یاد ہوتی تاکہ وہ

لَا يُشْبِعُنِي لَا يَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ وَهِيَ مَعِي كَيْ يَنْقَلِبَ بِي فَيُطْعِمَنِي

مجھے لے جائے اور کھلائے اور مسکین کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی

وَكَانَ أَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمَسَاكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَ

کرنے والے جعفر بن ابی طالب تھے وہ ہمیں لے جایا کرتے اور کھلاتے جو بھی

يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ

ان کے گھر میں ہوتا حتی کہ ہمارے لئے وہ کپی نکال دیتے جس میں کچھ نہیں ہوتا

إِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ فَيَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا عہ۱

اور وہ اسے پھاڑ دیتے اور اس پر جو کچھ لپٹا ہوتا اسے ہم چاٹتے۔

۱۹۵۸ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جعفر کے بیٹے عبد اللہ کو سلام کرتے تو کہتے

قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يُقَالُ

تم پر سلام ہو اے ابن ذو الجناحین ـــ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہا جاتا ہے کن فی جناحی

كُنْ فِي جَنَاحِي كُنْ فِي نَاحِيَتِي كُلُّ جَانِبَيْنِ جَنَاحَانِ عہ۲

ہمارے طرف میں ہو جا۔ ہر دو جانب دو بازو ہیں۔

تشریحات ۱۹۵۸ طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جعفر سے فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو تمہارے باپ فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں نیز امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات جعفر فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ میرے قریب سے گذرے اور ان کے دونوں بازو خون سے رنگین تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ۔ حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جناح کا معنی طرف کے ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۵۲۶ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے فضائل۔

عہ۱ ثانی۔ اطعمہ باب الحلواء والعسل ص۸۱۷

عہ۲ ثانی۔ مغازی۔ باب غزوۃ موتہ من ارض الشام ص۶۱۱ نسائی۔ مناقب

توضیح باب قرابت سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اقرب یعنی عبدالمطلب کی نسل سے ہیں جنھوں نے ایمان کے ساتھ حضور کی صحبت کی ہو یا حضور کو دیکھا ہو اور ایمان پران کا انتقال ہوا ہو یہ بنیادی طور پر دس صنفیں ہیں اول حضرت علی کی اولاد یہ چار افراد ہیں۔ حضرت حسن حضرت حسین حضرت محسن حضرت ام کلثوم یہ سب حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔ دوسرے حضرت جعفر اوران کی اولاد یہ تین ہیں عبداللہ عون۔ محمد۔ تیسرے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اوران کے صاحبزادے مسلم بن عقیل۔ چوتھے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اوران کی اولاد۔ یعلی۔ عمارہ یا اُمامہ۔ پانچویں حضرت عباس بن مطلب اوران کے دسوں صاحبزادے معقل، عبداللہ، قثم، عبیداللہ، حارث، معبد، عبدالرحمٰن، کثیر، عون، اور تمام۔

چھٹے معقب بن ابی لہب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب۔ ساتویں عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب اوران کی بہن صناعہ۔ آٹھویں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اوران کے صاحبزادے جعفر۔ اور نویں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اوران کے بیٹے مغیرہ اور حارث۔ دسویں امیمہ، عروہ، عاتکہ اور صفیہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں۔

حدیث ۱۹۵۹ عَنْ وَاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ[عله]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اہل بیت کے بارے میں لحاظ رکھو۔

تشریحات ۱۹۵۹ مراد یہ ہے کہ ان کے حقوق اور مراتب کا لحاظ کرو صحیح یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور حدیث عباء کی وجہ سے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن و حضرت حسین بھی داخل ہیں۔

حدیث ۱۹۶۰ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے انھیں ناراض کیا

علہ فضائل صحابہ۔ باب مناقب الحسن والحسین صنہ۵۳

اَبْغَضَنِیْ عہ
اس نے مجھے ناراض کیا ۔

بَابُ مَنَاقِبِ زُبَیْرِبْنِ عَوَّامٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صـ۵۲۷ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

یہ بنی اسد کے چشم و چراغ تھے ان کا نسب نامہ شجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصی بن کلاب پر جاکر مل جاتا ہے ان کی والدہ ماجدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ہیں یہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احباب خصوصی میں تھے۔ انھیں کی ترغیب سے اس زقت مشرف باسلام ہوئے جب ابھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف نہیں لائے تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دس سال یا آٹھ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں جمل سے واپس ہو رہے تھے وادی سبع میں عمرو بن جرموز نے انھیں شہید کیا۔ ان کا مزار پاک وہیں ہے۔

۵۸۸ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِیُّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
ت حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ یعنی زبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں۔ حواریوں
وَسُمِّیَ الْحَوَارِیُّوْنَ لِبَیَاضِ ثِیَابِهِمْ۔
کو اس لئے حواری کہا گیا کہ ان کے کپڑے سفید تھے ۔

تشریح ۵۸۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کتاب التفسیر کی طویل حدیث میں مذکور ہے حواری کے معنی مددگار، مخلص دوست۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب حواری ہے۔ ان کو حواری کس بنا پر کہا گیا اس بارے میں مختلف توجیہات مذکور ہیں۔

یہ لوگ دھوبی تھے، کپڑے دھوتے تھے۔ حواری کے معنی کپڑا دھونے والے کپڑا سفید کرنے والے کے ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ اپنے دل کی صفائی کی وجہ سے ان کو حواری کہا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ عبادت کی وجہ سے ان کے چہروں پر ایک نور اور چمک تھی اس لئے ان کو حواری کہا گیا یہ حوار کی طرف سے منسوب ہے۔ حوار کے اصل معنی سفیدی کے ہیں۔

عہ باب مناقب فاطمہ صـ۵۳۲

۱۹۶۱ أَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ

حدیث مروان بن حکم نے کہا سنۃ الرعاف میں عثمان بن عفان کو شدید نکسیر کا عارضہ ہوگیا یہاں تک

عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتّٰى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ

کہ ان کو حج سے روک دیا اور انھوں نے وصیت کردی۔ ایک شخص قریش کا ان کے پاس آیا اور اس نے کہا

وَأَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ

کسی کو اپنا جانشین بنا دیجئے حضرت عثمان نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے یہ کہا ہے اُن نے کہا ہاں۔ پوچھا

وَقَالُوهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ

کس نے تو وہ چپ رہا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا میں گمان کرتا ہوں کہ وہ حارث تھا اس نے بھی کہا

أَحْسِبُهُ الْحَارِثَ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوا فَقَالَ

کسی کو جانشین بنا دیجئے۔ تو حضرت عثمان نے پوچھا کیا لوگوں نے کہا ہے اس نے بتایا ہاں دریافت فرمایا

نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ قَالَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرُ

کون ہے اس پر وہ چپ رہا حضرت عثمان نے فرمایا شاید ان لوگوں نے زبیر کے لئے کہا ہے اس نے

قَالَ نَعَمْ قَالَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَا

کہا ہاں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جہاں تک میں جانتا ہوں وہ ان سب

عَلِمْتُ وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عله

سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیارے ہیں۔

تشریحات ۱۹۶۱ ۳۱ھ میں مدینہ طیبہ میں نکسیر کی وبا عام پھیلی ہوئی تھی اسی سال یہ مکالمہ ہوا۔ من ھو۔ سے مراد یہ ہے کہ کس کو خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہا گیا ہے۔ حارث سے مراد حارث بن الحکم بن عاص ہے۔

۱۹۶۲ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ

حدیث حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یوم احزاب میں اور عمر بن ابو سلمہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ جُعِلْتُ

عورتوں میں کر دیئے گئے تھے میں نے نظر اٹھائی تو زبیر کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے پر

عله اسی کے بعد اسی کے متصل۔ نسائی مناقب۔

أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فِي النِّسَاءِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِالزُّبَيْرِ

سوار دو یا تین مرتبہ بنی قریظہ کی طرف آئے اور گئے جب میں لوٹا تو میں نے

عَلَى فَرَسِهِ يَخْتَلِفُ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا

پوچھا اے ابا میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا ہے فرمایا کیا تو نے مجھے دیکھا تھا

رَجَعْتُ قُلْتُ يَا أَبَتِ رَأَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ أَوَهَلْ رَأَيْتَنِي

اے بیٹے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے

يَا بُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو بنی قریظہ میں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں گیا تھا پھر جب لوٹ کر آیا تو

قَالَ مَنْ يَأْتِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَيَأْتِيْنِي بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے والدین کو جمع

رَجَعْتُ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ

فرمایا اور ارشاد فرمایا تم پر میرے ماں

فَقَالَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي عه

باپ فدا۔

تشریحات ۱۹۶۲ یوم احزاب جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں یہ بہت ہی اہم اور خطرناک معرکہ تھا قریش اپنی پوری قوت کے ساتھ بنی غطفان کو لے کر مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ بقایا یہود بنی قریظہ سے بھی ساز باز کر لیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو ایک قلعے میں اکٹھا کر دیا تھا۔ چونکہ بنی قریظہ سے ہر وقت خطرہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بھیجا تاکہ صحیح حالت معلوم ہو جائیں یہ کام بہت ہی خطرناک تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے جب پکارا تو سوائے حضرت زبیر کے کوئی نہیں بولا تین بار حضور نے آواز دی ہر بار حضرت زبیر نے بیشک کہا اس پر حضور نے فرمایا تھا کہ ہر نبی کے کچھ حواری ہیں میرے حواری زبیر ہیں۔

حدیث ۱۹۶۳ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم یرموک

عه مسلم فضائل

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ
زبیر نے کہا آپ کیوں نہیں کوئی سخت حملہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی
فَنَشُدُّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ
حملہ کریں تو انھوں نے حملہ فرمایا دشمنوں نے انھیں دو زخم لگائے۔ ان کے
بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ
شانے پر جن دونوں کے درمیان ایک وہ زخم تھا جو یوم بدر ان کو لگا تھا عروہ
اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ۔ عله
نے کہا میں اپنے بچپنے میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا۔

۱۹۶۳

تشریحات جنگ یرموک یہ عظیم فیصلہ کن جنگ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں دمشق کی فتح کے بعد ۵ رجب ۱۵ھ کو مسلمانوں اور رومیوں کے مابین ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے لشکر کے سالار اعظم امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور رومیوں کے لشکر کا سپہ سالار باہان ارمنی تھا رومیوں کا لشکر سات لاکھ تھا اور مسلمانوں کا لشکر چھتیس یا پینتالیس ہزار پانچ بار بہت گھمسان کے رن پڑے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور رومیوں میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمانوں میں سے چار ہزار شہید ہوئے مسلمانوں کی مسلسل فتوحات سے گھبرا کر ہرقل نے اپنی پوری قوت اکٹھا کر کے یرموک میں بھیجی تھی۔ یرموک کی شکست کے بعد پھر کبھی رومیوں کو حوصلہ نہیں ہوا کہ کہیں جم کر مقابلہ کرتے۔

تکمیل مغازی میں یہ تفصیل ہے کہ صحابہ کرام نے زبیر بن عوام سے یوم یرموک کہا کہ آپ اپنی شان کے لائق کوئی حملہ نہیں کرتے آپ حملہ کریں تو ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں حضرت زبیر نے فرمایا اگر میں اپنی شان کے لائق ان پر حملہ کر دوں گا تو تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو گے لوگوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے حضرت زبیر نے رومیوں پر حملہ فرمایا اور ان کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے لشکر کے پار ہو گئے اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا پھر پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے شانے پر دو گہرے زخم لگائے ایسا کہ اچھا ہونے کے بعد گڈھے پڑ گئے تھے جن میں انگلیاں ڈال کر حضرت عروہ بچپن میں کھیلا

عله ثانی مغازی۔ باب قتل ابی جہل ص۵۶۶ دو طریقے سے

کرتے تھے۔

ذِکْرُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ص۵۲۷ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا تذکرہ۔

توضیح باب حضرت طلحہ بھی سابقین اولین میں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کا نسب شجرۂ نبوی سے مُرّہ بن کعب پر جاکر مل جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ یوم جمل سنہ ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ کسی طرف سے ناگہانی ایک تیر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ مشہور ہے کہ یہ تیر مروان نے چلایا تھا۔

یہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے اور ان کی ترغیب سے مشرف باسلام ہوئے۔ اور یہ ان آٹھ بزرگوں میں ہیں۔ جو سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

۱۹۶۴ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيثِهِمَا ۔ [1]

حدیث ابو عثمان نے کہا کہ جن دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کی تھی ان کے بعض دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طلحہ اور سعد کے سوا کوئی نہیں تھا جیسا کہ ان دونوں حضرات نے خود بیان فرمایا۔

تشریحات ۱۹۶۴ یہ احد کا قصہ ہے۔ غالبا کسی خاص موقع پر تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے ان دونوں حضرات کے اور کوئی نہیں رہا ہوگا ورنہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ چودہ حضرات حصار کئے ہوتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد موجود تھے جن میں ان دونوں کے علاوہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی بھی تھے۔

۱۹۶۵ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِي وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ ۔ [2]

حدیث قیس بن حازم نے کہا کہ میں نے طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی وہ شل ہو گیا تھا۔

[1] مغازی۔ باب اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا ص۵۸۱ ؛ [2] مغازی۔ باب اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا ص۵۸۱

۱۹۶۵

تشریحات غزوۂ احد کے موقع پر جب مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کرکے یہ چاہا کہ شہید کردیں تو حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھ کو سپر بنادیا جس میں ان کی کلمہ کی انگلی کٹ گئی اور ہاتھ شل ہوگیا۔ اس دن انھیں ۸۰ سے زائد زخم لگے تھے ہمارے واعظین کو صرف یہ یاد ہے کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہتر ۷۲ زخم پہونچے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں کی یہ جاں نثاری کسی کو یاد نہیں اللہ تعالیٰ واعظین کو ہدایت دے۔

مَنَاقِبُ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ صـ۵۲۷ — حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ کے مناقب۔

تشریح ان کا نسب شجرۂ نبوی سے کلاب بن مرہ پر جاکر مل جاتا ہے یہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان بنی زہرہ کے چشم وچراغ تھے۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر فرمایا یہ ہمارے ماموں ہیں کوئی ایسا ماموں تو لائے یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران۔ کوفے کو انھوں نے بسایا تھا۔ خدا کی راہ میں سب سے پہلا تیر انھوں نے چلایا ایمان قبول کرنے والوں میں ان کا ساتواں نمبر ہے۔ ۵۵ھ میں اپنے محل میں وصال فرمایا جو مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلہ پر وادی عقیق میں تھا وہاں سے جنازہ مبارکہ لوگ کندھوں پر اٹھا کر مدینہ طیبہ لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصال کے وقت عمر مبارک ۸۳ یا ۷۴ سال کی تھی عشرہ مبشرہ میں سب سے اخیر میں انھیں کا وصال ہوا۔

وَبَنُوْ زُهْرَةَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ۔ — اور بنو زہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ اور یہ سعد بن مالک ہیں۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت سعد کے والد ابو وقاص کا نام مالک تھا۔ ان کے دادا وہیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے چچا تھے۔

۱۹۶۶ سَمِعْتُ یَحْیٰی قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ

حدیث سعید بن مسیب نے کہا کہ میں نے سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ

سَمِعْتُ سَعْدًا یَقُوْلُ جَمَعَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْهِ

علیہ وسلم نے میرے لئے یوم احد فرمایا۔ تم پر میرے ماں اور باپ فدا۔

یَوْمَ اُحُدٍ علہ

علہ ثانی مغازی۔ اذہمت طائفتان منکم ان تفشلا ص ۵۸۰ ص ۵۸۱ تین طریقوں سے۔ مسلم فضائل۔ ترمذی الاستیذان مناقب نسائی سنۃ۔

تشریحات ۱۹۶۶ غزوۂ احد کے موقع پر جب لڑائی کا رخ صحابۂ کرام کے خلاف ہوگیا اور ان میں انتشار عام پیدا ہوگیا تو دشمنوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لڑائی کا سارا زور جھونک دیا۔ اس وقت حضرت سعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے حضور نے انھیں ترکش دیا اور فرمایا اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔ اے سعد تیر چلاتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

حدیث ۱۹۶۷ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ۔

سعید بن مسیب کہتے تھے۔ کہ سعد بن ابو وقاص سے میں نے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ جو بھی مسلمان ہوا اسی دن ہوا جس دن میں مسلمان ہوا۔ اس سے پہلے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا سات دن تک میں مسلمانوں کا تہائی تھا۔

تشریحات ۱۹۶۷ صحیح یہ ہے کہ حضرت سعد نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب پر ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ اب وہ جو یہ فرمارہے ہیں یہ اپنے علم واطلاع کی بنا پر فرمارہے ہیں ان کے علم میں یہی بات تھی کہ آج سے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا ہے اسی طرح ان کا یہ فرمانا کہ میں اسلام کا تہائی تھا یعنی میرے علاوہ صرف دو صاحبان مسلمان ہوتے تھے تیسرا میں تھا سات دن تک یہی حال رہا۔ یہ بھی اپنے علم کی بنا پر فرمارہے ہیں ابتدائی دور تھا اور خفیہ خفیہ اسلام کی تبلیغ ہورہی تھی جو لوگ اسلام قبول کرتے اپنے آپ کو برملا ظاہر نہیں کرتے اس لئے انھیں صحیح حالات معلوم نہیں ہوتے۔ بربنائے تحقیق اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چھٹا یا ساتواں نمبر ہے۔ تہائی اسلام ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ ایک صرف حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے ہیں۔

حدیث ۱۹۶۸ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

قیس نے کہا میں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا میں پہلا تیر چلایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا
کے ہمراہ رہ کر جہاد کرتے اور ہماری غذا درخت کے پتوں کے سوا اور کچھ نہ
لَیَضَعُ کَمَا یَضَعُ الْبَعِیْرُ اَوِ الشَّاۃُ مَا لَہٗ خَلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْا
ہوتی ۔ یہاں تک کہ ہم اونٹ یا بکری کی طرح پائخانہ کرتے جس میں کوئی آمیزش
اَسَدٍ یُعَزِّرُنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِیْ وَکَانُوْا
نہیں ہوتی ۔ پھر بھی بنو اسد میرے اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اگر ایسا ہے
وَشَوْا بِہٖ اِلٰی عُمَرَ قَالُوْا لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ
تو میں نامراد رہا ۔ اور میرا عمل ضائع ہوگیا بنو اسد نے حضرت عمر کے یہاں
ثُلُثُ الْاِسْلَامِ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا ۔
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ
ثلث اسلام کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تین کے تیسرے تھے ۔

۱۹۶۸

تشریحات ہجرت کے پہلے سال یہ اطلاع ملی کہ ابو سفیان قریش کے تجارتی قافلے کے ساتھ گذر رہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کی سرکردگی میں ساٹھ یا ستر مہاجرین کو رابغ کی طرف بھیجا جس کو سریہ سیف البحر بھی کہتے ہیں ۔ وہاں ابو سفیان سے مڈبھیڑ ہوئی اس لشکر میں حضرت سعد بھی تھے ۔ اسی موقع پر انہوں نے سب سے پہلا تیر راہ خدا میں چلایا تھا اور یہی پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوئی ۔

یُعَزِّرُنِیْ علی الاسلام ۔ حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے بنو اسد کے کچھ افراد نے ان کی شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ۔ جہاد کے لئے نہیں جاتے اور انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اس موقع پر سعد نے یہ فرمایا تھا ۔ اور شکایت کرنے والوں کے لئے یہ بددعا کی کہ اے اللہ اس کی عمر اور اس کی محتاجی کو دراز فرما اور اس کو

عہ ثانی اطعمہ باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یا کلون ص۸۱۲ الرقاق کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۵۶ مسلم آخر کتاب ۔ ترمذی الزہد نسائی مناقب ۔ رقائق ابن ماجہ سنۃ ۔

فتنہ میں گرفتار فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی یہ شخص بہت بوڑھا کھوسٹ ہوگیا۔ اس کی بھنویں لٹک آئیں بھیک مانگ کر گذارا کرتا اور راہ چلتی بچیوں کو چھیڑتا ان کی چٹکیاں لیتا۔ جب لوگ اس کو سرزنش کرتے تو کہتا مجھے سعد کی دعا لگ گئی ہے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے فرمایا کہ انا ثلث الاسلام سے ان کی مراد یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیسرا تھا۔

باب مناقب زید بن حارثۃ رضی اللہ عنہ — زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب ص ۵۲۸

۱۹۶۹ حدثنی عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثا و امر علیہم اسامۃ بن زید فطعن بعض الناس فی امارتہ۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تطعنوا فی امارتہ فقد کنتم تطعنون فی امارۃ ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ و ان کان لمن احب الناس الی و ان ھذا لمن احب الناس الی بعدہ۔ [1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو بنایا کچھ لوگوں نے ان کے امیر بنائے جانے پر طعن کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ ان کے امیر بنائے جانے پر طعن کرتے ہو تو اس کے پہلے ان کے والد کے امیر بنائے جانے پر طعن کر چکے ہو۔ اور بخدا وہ امیر بنائے جانے کے لائق تھے اور بے شک وہ مجھے سب سے زیادہ پیارے تھے اور بے شک ان کے بعد یہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔

[1] ثانی مغازی باب غزوۃ زید بن حارثہ ص ۶۱۱ ثانی مغازی باب بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسامۃ بن زید ص ۶۴۱ ثانی کتاب الایمان والنذور باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۸۰ کتاب الاحکام باب من لم یکترث الطعن ص ۱۰۶۶۔

تشریحات ۱۹۶۹ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حالات نزہۃ القاری جلد رابع ص۲۷-۲۸ پر مذکور ہیں حضرت اسامہ ان کے صاحبزادے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں رومیوں سے قتال کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا جس میں اکابر صحابہ حضرت ابو بکر حضرت عمر وغیرہ کو شرکت کا حکم دیا اور اس کا امیر حضرت اسامہ کو بنایا چوں کہ یہ نوعمر تھے اشیاخ پیران کا امیر بنانا لوگوں کے لئے باعث تعجب تھا حضرت عیاش بن ربیعہ نے اس پر کچھ عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ موتہ میں امیر بنایا تھا اس وقت کچھ لوگوں نے طعن کیا تھا۔

بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ ص۵۲۸ — اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر

۱۹۷۰ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا

حدیث عبد اللہ بن دینار نے کہا کہ ابن عمر ایک دن مسجد میں تھے ایک شخص

وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَى رَجُلٍ يَسْحَبُ ثِيَابَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِّنَ

کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں اپنے کپڑے کو گھسیٹ رہا ہے فرمایا دیکھو

الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِي فَقَالَ

کون ہے یہ کاش یہ میرے پاس ہوتا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اسے

لَهُ إِنْسَانٌ أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ

آپ نہیں پہچانتے اے ابو عبد الرحمٰن یہ محمد بن اسامہ ہیں انھوں نے کہا

بْنُ أُسَامَةَ قَالَ فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهُ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ

یہ سن کر ابن عمر نے اپنے سر کو جھکا لیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین میں

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ٹھوکا پھر کہا اگر انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان سے

وَسَلَّمَ لَأَحَبَّهُ۔

محبت کرتے۔

تشریحات ۱۹۷۰ یہ محمد بن اسامہ اپنے والد ماجد کی طرح کالے رنگ کے تھے زمین پر

کپڑا گھسیٹنا ممنوع ہے وہ بھی مسجد میں حضرت عبداللہ بن عمر کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ شخص میرے قریب ہوتا تو میں اس کو نصیحت کرتا۔

حدیث ۱۹۷۱ — عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا عه

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اور حسن کو پکڑتے اور دعا کرتے اے اللہ تو ان دونوں سے محبت فرما اس لئے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

حدیث ۱۹۷۲ — عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي مَوْلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ أَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ وَكَانَ أَيْمَنُ أَخَا أُسَامَةَ لِأُمِّهِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَآهُ ابْنُ عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ فَقَالَ أَعِدْ۔ (وبطريق آخر زاد) فَلَمَّا وَلَّى قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَآى هٰذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَحَبَّهُ فَذَكَرَ حُبَّهُ وَمَا وَلَدَتْهُ

اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ ایمن اسامہ کے اخیافی بھائی تھے اور وہ انصار کے ایک فرد تھے ان کے بیٹے حجاج بن ایمن بن ام ایمن کو ابن عمر نے دیکھا کہ انھوں نے اپنا رکوع و سجدہ پورا نہیں کیا تو فرمایا نماز لوٹاؤ۔ (دوسرے طریقے میں ہے) جب وہ جانے کے لئے مڑے تو مجھ سے ابن عمر نے پوچھا یہ کون ہے میں نے کہا حجاج بن ایمن بن ام ایمن۔ تو ابن عمر نے فرمایا انھیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تو ضرور ان سے محبت کرتے پھر ان کی محبت اور ام ایمن کی اولاد کی محبت کا ذکر کیا۔

عه اول باب مناقب الحسن والحسین ص۵۳ ثانی ادب باب وضع الشئ علی الفخذ ص۸۸۸ نسائی مناقب۔

اُمُّ اَیْمَنَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَزَادَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِیْ عَنْ
کیا اور ام ایمن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ تھیں۔
سُلَیْمَانَ وَکَانَتْ حَاضِنَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

۱۹۷۲

تشریحات ام ایمن ان کا نام برکۃ تھا مگر ان کے نام پر ان کی کنیت غالب رہی یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیز تھیں جنھیں انھوں نے آزاد کر دیا تھا۔ آزاد ہونے کے بعد انھوں نے یہ مقدس گھر نہیں چھوڑا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آمنہ کی کنیز تھیں انھوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ بھی۔ ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہوئیں انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش بھی کی تھی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو کہا کرتے تھے کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر ان کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے نیز حضرت ابو بکر حضرت عمر بھی یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ دن زندہ رہیں انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں عبید بن عمرو بن ہلال سے شادی کی تھی جو اصل میں مدینہ طیبہ کا باشندہ تھا مگر مکے آکر بود و باش اختیار کر لی تھی شادی کے کچھ دنوں بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے ساتھ مدینہ طیبہ چلی گئیں۔ یہیں ایمن پیدا ہوئے پھر عبید مر گیا تو حضرت ام ایمن مکہ معظمہ لوٹ آئیں۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایما پر نکاح کر لیا[۱] ۳ھ یا ۵ھ بعد بعثت حضرت اسامہ پیدا ہوئے[۲] اس طرح حضرت اسامہ ایمن کے اخیافی بھائی ہوئے۔ ایمن کو بجائے باپ کے ان کی والدہ ام ایمن کی طرف اس وجہ سے نسبت کیا جاتا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دایہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مشہور بھی ہیں اور عبید سے شرف میں بہت زیادہ ہیں انھیں ایمن کے لڑکے حجاج تھے جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔

اس حدیث کے ابتدائی راوی نعیم مجمر ہیں جن کا نام حماد بن معاویہ ہے امام بخاری کے کے شیوخ میں سے ہیں انھوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر بہت سے بہتان باندھے ہیں۔ جس کے عتاب میں مدتوں جیل خانوں میں رہے اسی حالت میں مرے ان کو بغیر غسل و کفن و نماز جنازہ ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔

---

[۱] اصابہ ۱/۹۲　　[۲] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۴۳

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔ ص۵۳۰

تعارف حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی عامر ہے۔ کنیت ابو عبیدہ لقب امین الامت، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے۔ باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ مگر دادا کی طرف نسبت کرکے ابن الجراح کہا جاتا ہے۔ ان کا نسب پانچویں پشت پر نسب نبوی سے فہر پر مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ بھی فہری خاتون ہیں۔ جو مشرف باسلام ہوئیں۔

قبول اسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلقین پر اسلام قبول فرمایا۔ وہ بھی بالکل ابتدا میں کہ ابھی دار ارقم کی مجلس رشد و ہدایت قائم بھی نہ ہوئی تھی۔ قبول اسلام کے جرم میں طرح طرح ستائے گئے۔ جس کی وجہ سے دوبار حبشہ ہجرت کی۔ پھر مدینہ طیبہ آگئے۔ ان کے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقد مواخات قائم فرمایا۔

تمام مشاہد میں ہم رکاب سعادت رہے۔ اور جان بازی کا حق ادا کر دیا۔ غزوۂ بدر میں ان کا باپ عبد اللہ زد پر آگیا۔ تو اسے ختم کر دیا۔ غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس میں خود کی کڑیاں چبھ گئی تھیں جس سے بہت زیادہ تکلیف تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے دانت سے پکڑ پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچا۔ ان کڑیوں کے ساتھ دو اگلے دانت بھی اکھڑ گئے۔ جو ان کے لئے سرمایہ افتخار بن گیا۔

مختلف سرایا میں بھی حصہ لیا۔ سریہ سیف البحر آپ ہی کی سرکردگی میں روانہ ہوا تھا۔ علاوہ جنگی مہمات کے مختلف عہدے پر بھی فائز رہے۔ سنہ ۹ھ میں جب اہل نجران نے ایک معلم اور قاضی کی درخواست کی تو انہیں مامور فرمایا۔ ایک دفعہ بحرین جزیے کی رقم وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کی میٹنگ ہوئی تو شیخین کریمین کے ساتھ یہ بھی وہاں موجود تھے۔ اور انصار کرام کی افہام و تفہیم میں بہت اہم رول ادا فرمایا۔ ایک موقعہ پر ان سے کہا۔ اے انصار کرام تم نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی اب امت میں سب سے پہلے انتشار پیدا کرنے والے نہ ہو۔

ان کی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر کے ساتھ ان کا نام پیش فرمایا۔ مگر ان دونوں بزرگوں نے بیک زبان اپنے استحقاق سے انکار کر دیا۔ اور حضرت صدیق اکبر سے فرمایا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہم بیعت کریں۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پہلے حضرت عمر نے پھر حضرت ابو عبیدہ نے بیعت کی۔ پھر تمام مہاجرین

وانصار نے بیعت عامہ کی۔ اس طرح خلیفۃ المسلمین کا انتخاب بحسن وخوبی انجام پاگیا۔

سپہ سالاری

جب حضرت صدیق اکبر مانعین زکوۃ مرتدین جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنوں کے قلع قمع سے فارغ ہوگئے اور پورے عرب میں اندرونی طور پر مکمل امن و امان ہوگیا۔ تو ۱۳ھ میں شام کو مسخر کرنے کے لئے مختلف حصوں پر فوجیں بھیجیں۔

حضرت ابو عبیدہ کو حمص کی جانب حضرت یزید بن ابو سفیان کو دمشق کی جانب، حضرت عمرو بن عاص کو فلسطین کی جانب حضرت شرجیل بن حسنہ کو اردن کی جانب روانہ فرمایا۔ سب کو ہدایت کردی کہ اگر کبھی سب فوجیں اکٹھی ہوں تو سپہ سالار اعظم ابو عبیدہ ہوں گے۔

یہ لوگ جب شام کی حدود میں داخل ہوئے تو رومیوں کی ٹڈی دل فوجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے سب فوجوں کو اکٹھا کرلیا۔ اور دربار خلافت میں مزید کمک کے لئے درخواست بھیجی۔ حضرت صدیق نے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ وہ شام ابو عبیدہ سے جاکر مل جائیں۔ یہ فارس کی جنگ پر مامور تھے۔ حکم نامہ ملتے ہی سیف اللہ راستے میں پڑنے والی بستیوں کو فتح کرتے ہوئے ان سے مل گئے۔ اس متحدہ فوج نے، بصرہ۔ فحل، اجنادین کے معرکے سر کرنے کے بعد دمشق کا محاصرہ کرلیا۔

فتح دمشق

اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر کا وصال ہوگیا۔ حضرت فاروق اعظم کی سوانح حیات کا یہ زریں باب یہ ہے کہ ان کے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی دمشق فتح ہوگیا۔

رومی لشکر بھاگ کر مقام فحل پر اکٹھا ہوگیا۔ مجاہدین نے بڑھ کر ان کا صفایا کردیا۔ پھر یہ سیل رواں آگے بڑھا۔ اور بڑھتا چلا گیا۔ شام کا دار السلطنت حمص فتح کیا۔ پھر لاذقیہ کو زیر نگیں کیا۔

جنگ یرموک

ان مسلسل شکستوں سے ہرقل بوکھلا گیا۔ اس نے تمام عمائد سلطنت کی ایک میٹنگ کی۔ باہمی مشورے کے بعد چھ لاکھ کا لشکر جرار مجاہدین کو شام سے نکالنے کے لئے روانہ کردیا۔ اس کی اطلاع جب امین الامت کو ہوئی تو تمام اصحاب رائے کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ اس وقت دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ پیچھے ہٹ کر کسی ایسی جگہ مورچہ قائم کیا جائے جہاں پشت پر سرزمین عرب ہو۔ تاکہ امدادی افواج کے پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔ اس کے لئے یرموک کا میدان تجویز ہوا۔ اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم کو ہوئی تو انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ مفتوحہ علاقہ پھر دشمن کو سپرد کردیا۔ پیچھے ہٹ کر اپنا رعب کم کردیا۔ خفا بھی ہوئے۔ مگر جب معلوم ہوا کہ یہ متفقہ فیصلہ تھا تو اطمینان ہوگیا۔ فرمایا۔ اسی میں بہتری ہوگی۔

میدان یرموک میں پہلے قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی بالآخر قیامت خیز جنگ شروع ہوئی۔

رومیوں کو مسلسل شکستوں پر غصہ تھا۔ اس کے انتقام میں جان پر کھیل کھیل کر حملے کر رہے تھے۔ اور ادھر اعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ لے کر رضائے الٰہی کے طلبگار دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر دشمنوں سے بھڑے ہوئے تھے۔ تین دن تک ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ اس کے قبل چشم فلک نے اتنی زبردست خون ریزی دیکھی نہ تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ دشمن کا دباؤ اتنا بڑھا کہ مجاہدین کے کچھ حصے کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ سب کچھ ہوا مگر بوڑھا سپہ سالار پہاڑ کی طرح قلب لشکر میں جما رہا۔ اور حسب ضرورت ہدایات جاری کرتا رہا۔

تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد بالآخر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ باہان ارمنی مارا گیا اور رومیوں کی لاشوں سے میدان ہی نہیں یرموک نامی نالہ بھی پٹ گیا۔ ستر ہزار رومی مارے گئے۔

یرموک اسلام کی سب سے اہم سب سے عظیم جنگ۔ یہ جنگ ایام اللہ میں سے ایک عظیم یوم ہے۔ اسی جنگ کا نتیجہ ہے کہ ہرقل اپنی ایشیاء کوچک کی پوری حکومت کھو بیٹھا۔ اس عظیم جنگ میں حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام، سیف اللہ حضرت خالد بن ولید، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ حضرت شرجیل بن حسنہ حضرت ضرار بن ازور وغیرہ نے شجاعت، بہادری اور جنگی مہارت کا وہ ثبوت دیا کہ آج تک دنیا عاجز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بیت المقدس یرموک کی یادگار زمانہ فتح کے بعد اب مجاہدین کے لئے میدان صاف تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بلا کسی خاص مزاحمت کے انطاکیہ تک فتح کر لیا اور پھر پلٹ کر بیت المقدس کے محاصرے میں شریک ہو گئے۔ بیت المقدس کے عیسائیوں نے جب یقین کر لیا کہ اب ہم بچ نہیں سکتے تو یہ شرط پیش کی۔ ہم صلح کے لئے تیار ہیں۔ شرط یہ ہے کہ امیر المؤمنین خود آکر صلح کی دفعات طے کریں اور لکھیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے دربار خلافت میں درخواست پیش کی۔ حضرت فاروق ایک غلام کو لے کر شام تشریف لائے۔

جب مقام جابیہ پر پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ نے اکابر لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ بیت المقدس کے نمائندے بھی یہیں آگئے۔ صلح نامہ لکھا گیا جس کی رو سے عیسائیوں نے بیت المقدس مجاہدین کے حوالے کر دیا اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اخیر معرکہ رومیوں نے جب دیکھا کہ شام جیسا زرخیز ملک ہمارے قبضے سے نکل گیا۔ تو پھر انھیں جوش آیا۔ اور اپنی منتشر قوت اکٹھی کر کے جزیرۂ آرمینیہ والوں کی مدد سے پھر میدان میں آئے۔ اس کی اطلاع جب حضرت ابوعبیدہ کو ہوئی تو دربار خلافت میں امداد کی درخواست پیش کی۔ اور صورت حال کی اطلاع دی۔ اور شام میں جہاں جہاں مجاہدین تھے سب کو اکٹھا کیا۔ حضرت فاروق اعظم نے عراق سے بہت بڑی جمعیت بھیجی۔ حمص کے قریب

پھر ایک بار قیامت خیز معرکہ ہوا۔ فرزندان توحید نے یہاں بھی رومیوں کو شکست فاش دی۔ اور اب کی بار ان کا پورا کس بل نکال دیا۔ اس کے بعد رومیوں کو کبھی بھی ہمت نہ ہوئی کہ مقابلے پر آتے۔

تمام شام کو مسخر کرکے اسلامی افواج مقام عمواس، میں اکٹھا ہوئیں۔ اتفاق کی بات کہ یہاں طاعون پھیل گیا۔ اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم کو ہوئی تو خود تشریف لے گئے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔ اس لئے مقام سَرغ، پر پہنچ کر رک گئے۔ یہیں حضرت ابو عبیدہ حاضر ہوئے۔ تفصیلی حالات سن کر تمام مہاجرین و انصار سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے مختلف رائیں دیں۔ اس کے بعد مہاجرین فتح کے معمر تجربہ کاروں کو بلایا۔ اور ان سے رائے طلب کی۔ ان لوگوں نے مشورہ دیا کہ فوجیں یہاں سے ہٹالی جائیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم نے حکم دیا کہ میں صبح کو واپس ہوں گا۔ فوجیں میرے ساتھ واپس چلیں۔ حضرت ابو عبیدہ کو یہ حکم ناگوار ہوا عرض کیا۔ افرارا من قدر اللہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنے کے لئے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف جارہا ہوں۔ کاش تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات کہتا۔

حضرت عمر واپس مدینہ چلے آئے اور حضرت ابو عبیدہ فوجیں لئے وہیں رہ گئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت ابو عبیدہ کو لکھا۔ تم چند دن کے لئے میرے پاس آجاؤ تم سے کچھ کام ہے۔ حضرت ابو عبیدہ سمجھ گئے اور مدینہ نہیں آئے۔ بالآخر حضرت عمر نے ان کے نام حکم نامہ لکھا کہ وہ جگہ نشیبی اور مرطوب ہے۔ فوج وہاں سے ہٹا کر کسی بلند صحت بخش جگہ پر لے جاؤ۔ حضرت عمر کے حکم سے مجبور ہو کر حضرت ابو موسیٰ اشعری کے مشورہ پر حضرت ابو عبیدہ پوری فوج لے کر جابیہ اٹھ آئے۔

یہاں پہنچنے کے بعد ان کو طاعون ہو گیا۔ جب امید زیست نہ رہی تو حضرت معاذ بن جبل کو اپنی جگہ مقرر فرمایا۔ جب نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت معاذ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر امین امت کی زندگی کے ایام بھی اختتام کو پہنچ گئے۔ ۵۸ سال کی عمر پائی۔ ۱۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔ تین سال خدمت نبوی کا شرف حاصل ہوا اور سات سال شیخین کریمین کے دور خلافت میں جہاد میں گذارے۔ اور اسی حالت میں معبود برحق سے جا ملے۔

۱۹۷۳ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ ثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر امت کے لئے ایک امین ہے

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ؏۱

اور بیشک ہمارا امین اے میری امت ابو عبیدہ بن جراح ہے۔

۱۹۷۴ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ

حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نجران کے حاکم عاقب اور

الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى

سید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مباہلہ کرنے کے ارادے

اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ أَنْ يُلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا

سے حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد ایک نے اپنے ساتھی سے کہا۔ مباہلہ مت کر

لِصَاحِبِهِ لَا تَفْعَلْ فَوَاللهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ

بخدا یہ اگر نبی ہوئے اور ہم نے ان سے مباہلہ کرلیا۔ تو نہ ہم فلاح پائیں گے

وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا

اور نہ ہمارے بعد والے فلاح پائیں گے۔ ان دونوں نے خدمت اقدس

رَجُلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا فَقَالَ لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ

میں عرض کیا۔ آپ نے ہم پر جو خراج لگایا ہے ہم آپ کو دیں گے اور ہمارے

رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ

ساتھ کسی امین کو کر دیجئے۔ امین ہی کو بھیجئے گا۔ فرمایا میں ایسے شخص کو بھیجونگا

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ

جو امین برحق امین برحق ہے۔ اس پر تمام حاضرین صحابہ نے گردنیں اٹھالیں۔

بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضور نے ارشاد فرمایا اے ابو عبیدہ کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ

وَسَلَّمَ هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ؏۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس امت کے امین ہیں۔

؏۱ ثانی مغازی باب قصۃ اهل نجران ص۶۲۹ خبر الآحاد ص۱۰۷۶ مسلم فضائل نسائی مناقب۔
؏۲ ثانی مغازی۔ باب قصۃ اهل نجران ص۶۲۹ اول مناقب ابی عبیدۃ بن الجراح ص۵۳۰ ثانی الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم فضائل۔ ترمذی نسائی مناقب۔ ابن ماجہ سنت۔

۱۹۷۴

تشریحات نجران یمن کے قریب مکہ معظمہ سے سات منزل جانب جنوب ایک خطے کا نام ہے۔ جس میں تہتر بستیاں تھیں جو اتنے رقبے پر پھیلی ہوئی تھیں جسے تیز سوار ایک دن میں طے کر پاتا۔

عاقب۔ کا نام ایہم تھا یا شرجیل۔ سید کا نام عبد المسیح تھا۔ یہ لوگ نصرانی تھے۔ یہ سنۃ الوفود ۹ھ میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ کل کتنے فرد تھے اس میں بہت اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے بیس افراد کی بھی روایت کی ہے۔ اور چوبیس کی بھی۔ ابن سعد نے کہا۔ چودہ تھے۔

انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے انکار کیا۔ اس پر فرمایا آؤ مباہلہ کر لیں۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کے ساتھ حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کے لئے نکلے۔ ان سے فرمایا۔ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ اہل نجران کے سب سے بڑے پادری نے کہا۔ میں ایسی جماعت دیکھ رہا ہوں کہ اگر پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا۔ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ بچے گا۔ اپنے پادری سے یہ سن کر اہل نجران نے کہا کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ ان میں سے سید اور عاقب بعد میں مسلمان ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ لوگ اگر مباہلہ کرتے تو بندر سوٗر بنا دیئے جاتے۔ پورا نجران تباہ ہو جاتا۔ پورے جنگل میں آگ لگ جاتی۔ روئے زمین کے تمام نصاریٰ مر جاتے۔

ما سألتنا۔ ان سے سالانہ دو ہزار حلے پر صلح ہوئی۔ ایک ہزار حلے گرمی میں ایک ہزار جاڑے میں۔

اگرچہ تمام صحابۂ کرام امین تھے۔ مگر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ وصف سب سے نمایاں تھا۔ اس لئے انھیں امین هٰذه الامۃ فرمایا۔

ترمذی کی حدیث کے اول میں ہے ــــ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابو بکر ہیں۔ اور اللہ کے معاملے میں سب سے سخت عمر ہیں۔ اور سب سے زیادہ سچی حیا کرنے والے عثمان ہیں۔ اور سب سے بڑے قاری اُبی ہیں۔ اور سب سے زیادہ فرائض کے ماہر زید ہیں۔ اور حلال و حرام کے سب سے زیادہ جاننے والے معاذ ہیں ــــ سنو ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تم میں ایک امین برحق کو بھیجوں گا۔ تو تمام حاضرین کو اشتیاق ہوا کہ کاش وہ میں ہوتا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

---

[1] ثانی مناقب معاذ بن جبل ص۲۲۰ مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۸۴ ص۱۸۱

میں نے کبھی امارۃ کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے۔

مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب۔ ص ۵۳۰

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سب سے بڑے اور پہلے شہزادے ہیں۔ بر بنائے روایت مختار یہ ۳ھ نصف رمضان میں پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابو محمد اور ریحانہ رسول اللہ، سبط اکبر القاب ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب سے کتب احادیث مالامال ہیں۔ اور پوری امت میں مشہور و معلوم ہیں۔

حضرت اسد اللہ کی شہادت کے بعد تمام اہل حل و عقد نے ان کو بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا۔ چالیس ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ مگر عین موقعہ پر امت کو خونریزی سے بچانے کے لئے بخوشی بلا کسی جبر و اکراہ و کمزوری و ضعف کے ۱۵ رجمادی الاولی ۴۱ھ میں خلافت حضرت امیر معاویہ کو سپرد فرمادی۔ اور مدینہ طیبہ واپس آگئے۔ ۴۴ھ یا ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۸ھ میں زہر خورانی کے نتیجے میں شہید ہوگئے۔ نماز جنازہ سعید بن عاص حاکم مدینہ نے پڑھائی۔ اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ریحانہ رسول، سبط رسول اللہ، سید شباب اہل الجنۃ، القاب ہیں۔ ان کے بھی فضائل و مناقب کثیر ہیں اور مسلمانوں میں مشہور و معروف، اکثر فضائل میں یہ اپنے برادر عالی وقار کے شریک ہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے ان دونوں حضرات کے مناقب ایک ساتھ ذکر فرمایا۔

جب یزید نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ تو مدینے سے مکہ معظمہ چلے آئے۔ کوفیوں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفے تشریف لائیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اجلہ صحابہ کرام و مخلص احباب کے منع کرنے کے باوجود کوفہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کی سرکردگی میں چار ہزار کی فوج بھیج کر مع رفقاء و اعوان کے شہید کرادیا۔ یہ حادثہ فاجعہ یوم جمعہ بوقت نماز جمعہ دس محرم ۶۱ھ کو ہوا۔

ان سنگ دلوں نے سارے شہداء کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر اٹھالیا اور کوفہ ابن زیاد کے پاس لائے۔ پھر دمشق یزید کے پاس لے گئے۔ شہداء کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور بے گور و کفن کھلے میدان میں چھوڑ کر چلے آئے۔ تین دن کے بعد قریب کے گاؤں والوں نے دفن کیا۔

۱۷۸۵ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عبیداللہ بن زیاد

قَالَ اُتِیَ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ زِیَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَیْنِ فَجُعِلَ فِیْ
کے پاس حسین کا سر لایا گیا۔ ایک طشت میں رکھا گیا۔ عبید اللہ ان کی

طَسْتٍ فَجَعَلَ یَنْکُتُ وَقَالَ فِیْ حُسْنِہٖ شَیْئًا فَقَالَ اَنَسٌ کَانَ
آنکھ اور ناک میں چھڑی کو بچنے لگا۔ اور ان کے حسن کے بارے میں

اَشْبَہَہُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ
کچھ کہا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَۃِ۔
کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے اور وسمے کا خضاب لگاتے تھے۔

تشریحات ۱۹

عبید اللہ بن زیاد۔ یہ ستم گر مشہور زمانہ بدنام ورندہ زیاد بن ابیہ کا بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا نام مرجانہ تھا۔ جو مجوسیہ لونڈی تھی۔ جو اصفہان کی قیدیوں میں تھی۔ ابن زیاد ۳۳ھ یا ۳۹ھ میں پیدا ہوا۔

گذر چکا کہ زیاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی جانب سے فارس کا گورنر تھا۔ اور حضرت علی کا زبردست حامی۔ حتی کہ جب حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شام سے صلح فرما لی تھی تو بھی حضرت معاویہ کی بیعت پر راضی نہ تھا۔ انتہائی ذہین۔ مدبر سیاست کا ماہر تھا۔ حضرت معاویہ کے لئے دردسر تھا زیاد میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ یہ ولد الزنا تھا اسی لئے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا۔ مشہور تھا کہ حضرت معاویہ کے والد حضرت ابو سفیان نے قبل اسلام اس کی ماں سُمَیَّہ سے زنا کیا تھا۔ انھیں کے نطفے سے زیاد تھا۔ اسی لئے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا۔ اس عار کی بنا پر زیاد کو جو داغ جگر میں تھا۔ اس کی کسک وہ ضرور محسوس کرتا رہا ہوگا۔

حضرت معاویہ نے اپنی ترکش کا آخری تیر نکالا۔ زیاد کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ اگر تم میری اطاعت کر لو تو قانونی طور پر تم کو میں بھائی بنا لوں گا تیر نشانے پر لگا اور زیاد نے سپر ڈال دیا۔ نہ یہ کہ صرف سپر ہی ڈال دیا بلکہ اس اعزاز کے بعد وہ حضرت معاویہ کا خون گرم حامی بن گیا۔ اور حضرت علی اور ان کی اولاد کا دشمن۔ اس حادثے پر ایک یمنی دل جلے نے کیا خوب کہا ہے۔

الا ابلغ معاویۃ بن صخر	مغلغلۃ من الرجل الیمانی
سنو! معاویہ بن صخر تک	ایک یمنی شخص کی زوردار بات پہنچادو
اتغضب ان یقال ابوک عف	وترضی ان یقال ابوک زانی

اگر کہا جائے کہ تیرا باپ پاکدامن ہے تو تو خفا ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تیرا باپ زانی تھا تو تو خوش ہوتا ہے۔
۵۳ھ میں جب زیاد مر گیا۔ تو حضرت معاویہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کا والی بنا دیا۔ ڈیڑھ سال تک اس منصب پر رہے۔ پھر ان کو معزول کر کے، عبد اللہ بن عمرو بن غیلان بن سلمہ کو بنایا۔ چھ ماہ کے بعد انھیں بھی علیحدہ کر کے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ جب یزید تخت پر بیٹھا اور اسے یہ اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیل کوفے آکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لے رہے ہیں۔ اور کوفے والوں کا رجحان عام ان کی طرف ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت کوفے کے والی تھے۔ خاموش ہیں بلکہ اندر اندر لوگوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی ترغیب دے رہے ہیں۔ تو یزید پلید نے انھیں معزول کر کے ۶۰ھ میں عبید اللہ بن زیاد کو کوفے کا بھی والی بنا دیا۔ یہ بصرے سے کوفے آیا۔ اور اپنی فطری عیاری اور بے مثال تہور سے کام لے کر کوفے کا رخ پلٹ دیا۔ حضرت مسلم کے ساتھ جو جمعیت تھی اسے منتشر کر دیا۔ انھیں اور ان کے مخلص حامیوں کو شہید کر دیا اور کربلا میں لشکر بھیج کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا دیا۔ یہ اپنے محل میں تھا کہ اسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادت کی خبر ملی۔ اس وقت اس کے چہرے پر ایک آگ کا شعلہ اٹھا جسے آستین سے چھپا لیا۔ اس وقت محل میں صرف اس کا حاجب تھا۔ ابن زیاد نے اسے منع کر دیا کہ کسی کو بتانا مت۔ اس کی ماں مرجانہ کو اس حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے ابن زیاد سے کہا۔ اے خبیث تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہزادی کے نور نظر کو شہید کر دیا ہے۔ جنت میں داخل نہ ہوگا [1]

جب ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا تو یزید نے اپنی حیات ہی میں اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ اس لئے اس کے مرنے کے بعد یہ تخت نشین ہوا۔ یہ بہت نیک شخص تھا۔ اور مریض بھی۔ اپنے ایام حکومت میں کبھی باہر نہیں نکلا۔ سارے امور ضحاک بن قیس انجام دیتا تھا۔ یہ زیادہ سے زیادہ چار مہینے جیا۔ اس نے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا۔ اس لئے بہت سے حوصلہ مند حکومت کی تمنا کرنے لگے۔ حجاز پر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے ہی سے یک گونہ قابض تھے۔ اور ان کا پورا قبضہ ہو گیا۔ دمشق میں مروان نے دعوی حکومت کر کے اپنی بیعت لے لی۔ بصرے اور کوفے والوں نے ابن زیاد کے ہاتھ پر اس وقت تک کے لئے بیعت کر لی جب تک کوئی امیر المومنین منتخب نہ ہو۔ پھر خوارج نے نافع بن ازرق کی سرکردگی میں ابن زیاد کو عراق سے مار بھگایا۔ ابن زیاد شام مروان کے پاس چلا گیا۔ اس بدطینت اور حصین بن نمیر نے مروان کو اس پر آمادہ کیا۔

---

[1] ابن کثیر جلد ثامن صـ ۲۸۶

کہ وہ خلیفہ ہو جائے۔ مروان پہلے پہل اس کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا مگر جب ان دونوں نے اسے ڈرایا کہ اگر ابن زبیر بنی امیہ پر قابو پا جائیں گے تو ایک کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ وہ تیار ہو گیا۔ مروان کی سب سے پہلے انھیں دونوں نے بیعت کی۔

ادھر کوفے میں حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقام حسین کی تحریک چلا دی۔ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے دماغ میں نبی بننے کا کیڑا کلبلا رہا تھا۔ وہ بھی کوفہ پہنچا اور حضرت محمد بن حنفیہ کو مہدی مشہور کر کے خفیہ خفیہ ان کی بیعت لینے لگا۔ جس کی وجہ سے کوفے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ جنھوں نے اپنا نام توّابین رکھا تھا جن کا مقصد انتقام حسین تھا۔ دوسرا گروہ مختار کے ساتھ تھا۔

اس کی اطلاع جب مروان کو ملی تو بہت بڑے لشکر کے ساتھ ابن زیاد حصین بن نمیر شرحبیل بن ذوالکلاع حمیری کی سرکردگی میں کوفے کی طرف بھیجا۔ ادھر حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوفے سے نکل کر شام کا رخ کر چکے تھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے ان کے رفقاء چھٹتے جاتے بہت تھوڑے لوگ ان کے ساتھ رہ گئے تھے۔ دونوں لشکروں کا عین الوردہ پر مقابلہ ہوا۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ تین دن تک خون ریز جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر حضرت سلیمان بن صرد شہید ہو گئے۔ اور توابین کو بھیانک شکست ہوئی۔

حضرت سلیمان کی شہادت کے بعد مختار کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اس نے اپنی چالاکیوں اور عیاریوں سے پورے کوفے کو رام کر لیا۔ ادھر ابن زیاد عین الوردہ سے آگے بڑھ کر کوفے کی طرف چلا۔ مگر راستے میں رکاوٹیں کھڑی ہوئیں۔ رک گیا۔ پھر ۲۲ ذوالحجہ کو ابن زیاد آگے بڑھا ادھر سے ابراہیم بن اشتر کی قیادت میں مختار نے ایک فوج بھیجی۔ دونوں کا مقابلہ موصل کے قریب نہر خازر کے کنارے ہوا۔ ابراہیم بن اشتر کی جمعیت مختصر تھی مگر اس کی دانائی تجربہ کاری، تدبر اور شجاعت کی بدولت شامیوں کو شکست فاش ہوئی۔ حصین بن نمیر، ابن زیاد، شرحبیل وغیرہ تمام بڑے سردار مارے گئے۔ ابراہیم نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفے بھیجا۔ اور اسی قصر امارت میں زمین پر رکھا گیا۔ جہاں حضرت امام حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا تھا۔ یہ واقعہ ۶۷ھ دس محرم کو ہوا۔

ترمذی میں ہے کہ جب ابن زیاد وغیرہ کے سر آئے تو انھیں مسجد کے صحن میں رکھا گیا۔ اتنے میں لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ آیا آیا ایک سانپ آیا۔ سروں کے درمیان سے گذر کر ابن زیاد کی ناک میں داخل ہوا۔ اور کچھ دیر بعد نکل کر غائب ہو گیا۔ پھر آیا اور ناک کے راستے داخل ہو گیا۔ دو یا تین بار ایسا ہی ہوا۔[1]

---

[1] ثانی مناقب الحسن والحسین ص ۲۱۹

۱۹۶۷ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ
حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی بھی حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے
يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ
زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔
بْنِ عَلِيٍّ عنہ

۱۹۶۷

تشریحات بخاری ہی میں ابھی حدیث گذری کہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ـــــ مگر یہ بات حضرت انس نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کی شہادت کے بعد فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں شاہزادے بہ نسبت دوسرے افراد کے اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ اوران دونوں میں حضرت امام حسن مجتبیٰ بہ نسبت امام حسین کے زیادہ مشابہ تھے۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو حضرت امام حسین مطلقاً سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ نیز امام ترمذی نے اور ابن حبان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ حسن سر سے سینہ تک رسول اللہ کے مشابہ ہیں اور حسین اس کے نیچے پاؤں تک اسی طرح اسماعیلی نے بطریق عبدالاعلیٰ اسی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا کہ حضرت امام حسن کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔

فائدہ ان دونوں صاحبزادگان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے ـــــ جعفر بن ابی طالب۔ اوران کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر قثم بن عباس۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ مسلم بن عقیل بن ابی طالب۔ سائب بن یزید مطلبی (حضرت امام شافعی کے جد اعلیٰ) عبداللہ بن عامر بن کریز حبشی اور کابس بن ربیعہ بن عدی۔ مسلم بن معتب بن ابی لہب۔ عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب علی بن علی بن النجاد بن رفاعہ۔ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی۔ یحییٰ بن قاسم بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی۔ عبداللہ بن ابی طلحہ خولانی۔ ان کے علاوہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے علاوہ ازیں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے والد مکرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں ـــ ان میں گیارہ افراد بنی ہاشم سے ہیں ـــ کل اٹھارہ افراد ہوئے ۳

---

۱ ترمذی مناقب۔ مسند امام احمد جلد اول صف ۹۹ جلد رابع صف ۲۶ ـ ۱ ترمذی ثانی مناقب باب مناقب الحسن والحسین صف ۲۱۹ ـ ۲ فتح الباری جلد سابع صف ۹۷ ۳ فتح الباری جلد سابع صف ۹۷ـ۹۸

۱۹۷۷ سَمِعْتُ بْنَ اَبِیْ نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ وَسَاَلَہٗ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ محرم

رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَۃُ اَحْسِبُہٗ یَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ

اگر مکھی مار ڈالے تو کیا حکم ہے تو فرمایا کہ عراق والے مکھی مارنے کے بارے میں

اَھْلُ الْعِرَاقِ یَسْئَلُوْنَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ

پوچھتے ہیں حالانکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ

ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا عنہ

دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔

تشریحات ۱۹۷۷ شہزادگان کو پھول کہنا اس بنا پر ہے کہ جس طرح پھول کی طرف سب کی رغبت ہوتی ہے اسے سبھی محبوب رکھتے ہیں اسے سونگھتے ہیں اور چومتے ہیں۔ اسی طرح یہ شہزادے بھی مجھے محبوب ہیں۔ میں انھیں سونگھتا بھی ہوں بوسہ بھی دیتا ہوں۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین کو بلاتے انھیں سونگھتے اور چمٹا لیتے لہ طبرانی نے اوسط میں ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسنین کریمین حضور کے سامنے کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان دونوں سے محبت کرتے ہیں فرمایا کیسے نہ محبت کروں حالانکہ یہ دونوں دنیا کے میرے پھول ہیں جنھیں میں سونگھتا ہوں۔

بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔ ص۵۳ — بلال بن رباح ابو بکر کے آزاد کردہ غلام کے فضائل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات جلد پنجم میں ذکر کئے جا چکے ہیں یہ حبشی نژاد ضرور ہیں مگر ان کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔

عنہ ثانی ادب باب رحمۃ الولد ص۸۸۶ مسند امام احمد جلد دوم ص۸۵

لہ ثانی مناقب الحسن والحسین ص۲۱۸۔

۱۹۷۸ أَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ أَبُوبَكْرٍ

حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا

سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِي بِلَالًا۔

کرتے تھے ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی بلال کو۔

۱۹۷۹ عَنْ قَيْسٍ أَنَّ بِلَالًا قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي

حدیث: قیس سے مروی ہے کہ بلال نے حضرت ابو بکر سے کہا اگر آپ نے مجھے اپنے لئے

لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِي وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِلّٰهِ فَدَعْنِي وَعَمَلَ اللّٰهِ۔

خریدا ہے تو مجھے روک رکھئے اور اگر آپ نے اللہ کے لئے مجھے خریدا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے میں اللہ کا کام کروں۔

۱۹۷۹

تشریحات: طبقات ابن سعد میں اور مسند امام احمد میں اس کی تفصیل یہ ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مومن کا سب سے افضل عمل جہاد ہے اس لئے میں بھی راہ خدا میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اس پر حضرت صدیق اکبر نے حضرت بلال سے فرمایا کہ میں تم کو اللہ اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں (مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ) حضرت بلال نے مان لیا جب حضرت صدیق اکبر کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر اجازت طلب کی انھوں نے ان کے اصرار سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ اجازت دے دی وہ شام تشریف لے گئے اور مجاہدین کی فوج میں شامل ہو گئے وہیں طاعون عمواس میں وفات پائی اور شام ہی میں کہیں مدفون ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا — ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب۔

ص۵۳۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات جلد اول میں ذکر کئے جا چکے ہیں اور اسی جلد کتاب العلم میں اس باب کے تحت مذکور حدیث کی تشریح درج ہے۔

(قال البخاری) وَالْحِكْمَةُ الْإِصَابَةُ فِي غَيْرِ النُّبُوَّةِ۔ — حکمت کے معنی امور نبوت کے علاوہ میں صاحب الرای ہونا ہے۔

تشریحات: باب کے ضمن میں یہ حدیث مذکور تھی — کہ حضرت ابن عباس نے کہا مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ اس کو

---

[1] فتح الباری جلد سابع ص۹۹

حکمت سکھا۔ امام بخاری نے بتایا کہ حکمت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر وحی کے صائب الرای ہونا بعض روایتوں میں یہ وارد ہے کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل سکھا، بعض روایتو میں صراحۃً تاویل قرآن بھی وارد ہے۔ حکمت سے کیا مراد ہے اس کی ایک شرح حضرت امام بخاری نے فرمائی ہے جو ابھی گذری اور یہ سب سے جامع ہے کچھ لوگوں نے کہا حکمت سے مراد قرآن کے معانی سمجھنا ہے، کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد خداداد سمجھ ہے، کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد وہ بات ہے جس کو عقل تسلیم کرے، کچھ لوگوں نے کہا ایک نور ہے جو الہام اور وسواس میں فرق کرتا ہے، کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد حاضر جوابی ہے۔ حضرت ابن عباس تمام صحابہ سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے عالم تھے ان کا خطاب ترجمان القرآن ہے۔ جس زمانے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے تو حضرت ابن عباس کو امیر الحج بنا کر بھیجا تھا انھوں نے ان ایام میں سورۂ نور یا سورۂ بقرہ کی تفسیر بیان کرنی شروع کی تو ایک شخص نے کہا کہ اگر اسے دیلم سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔

بَابٌ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ص ۵۳۱

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔

حضرت خالد بن ولید کے فضائل چوتھی جلد میں مذکور ہو چکے ہیں، ابن حبان[1] اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خالد کو ایذا نہ دو اس لئے کہ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے اللہ نے کفار پر چلائی ہے۔

بَابٌ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَوْلٰی أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ص ۵۳۱

ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم کے فضائل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ بن ربیعہ کے صاحبزادے تھے جو بدر میں مارا گیا تھا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی انھوں نے فرمایا مجھے امید تھی کہ یہ اسلام قبول کر لے گا اس لئے کہ وہ عقلمند تھا، حضرت حذیفہ اکابر صحابہ میں سے ہیں بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے جنگ یمامہ کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ہجرت کر کے جب مہاجرین قبا پہنچے تو ان کے یہی امام تھے یہ ان منتخب روزگار صحابہ میں سے ہیں جو معانی قرآن کے عارف تھے کہا گیا ہے کہ ان کے باپ کا نام معقل تھا۔ یہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جن سے

---

[1] فتح الباری جلد سابع ص ۱۰۱

حضرت حذیفہ نے شادی کرلی تھی حضرت سالم کو حضرت ابو حذیفہ نے متبنی بنالیا تھا۔ اس لئے ان کی طرف منسوب کئے جانے لگے۔

۱۹۸۰ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اسْتَقْرِءُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَبَدَأَ بِهِ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ وَلَا أَدْرِي بَدَأَ بِأُبَيٍّ أَوْ بِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عـه

حدیث: مسروق نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرو کے پاس عبد اللہ بن (مسعود) کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے کہا میں اس وقت سے ان سے محبت کرنے لگا ہوں جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ عبد اللہ بن مسعود سے حضور نے پہلے انھیں کا نام لیا اور ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ مسروق نے کہا مجھے یاد نہیں کہ پہلے ابی بن کعب کا نام لیا تھا یا معاذ بن جبل کا۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ ص۵۳۱

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فضائل رضی اللہ تعالی عنہ۔

۱۹۸۱ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَأَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ قَرِيبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَأْخُذَ عَنْهُ قَالَ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَقْرَبَ

حدیث: عبد الرحمن بن یزید نے کہا ہم نے حذیفہ سے پوچھا ایسے شخص کے بارے میں جو صورت اور سیرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوتا کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں تو انھوں نے فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو

عـه مناقب عبد اللہ بن مسعود ص۵۳۱۔ کتاب مناقب الانصار باب مناقب معاذ بن جبل ص۵۳۷ باب مناقب ابی بن کعب ص۵۳۷۔ ثانی کتاب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۷۴۸۔

سمتا وھدیا و دلا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابن ام عبد[1]

ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود سے زیادہ صورت اور سیرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہو۔

۱۹۸۲ حدیث ثنی الاسود بن یزید قال سمعت ابا موسی الاشعری

اسود بن یزید نے کہا کہ میں نے حضرت ابو موسی اشعری سے سنا

رضی اللہ تعالی عنہ یقول قدمت انا و اخی من الیمن فمکثنا

کہ میں اور میرے بھائی یمن سے (مدینہ) میں آئے زمانہ دراز تک ہم یہی جانتے

حینا ما نری الا ان عبد اللہ بن مسعود رجل من اھل بیت

رہے کہ عبد اللہ بن مسعود اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ہم ان کو اور ان

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول

کی والدہ کو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گھر میں بکثرت

امہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

آتے جاتے دیکھتے۔

باب ذکر معاویۃ رضی اللہ تعالی عنہ[ط۵۳] حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ۔

۱۹۸۳ حدیث عن ابن ابی ملیکۃ قال اوتر معاویۃ بعد العشاء

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی وہاں ابن عباس

برکعۃ وعندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال

کے ایک غلام (... کریب) موجود تھے وہ حضرت ابن عباس کے پاس آئے (اور اس کو بیان کیا) تو حضرت ابن

دعہ فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عباس نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔

تشریحات ۱۹۸۳ اس کے متصل ہی یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں آپ کی امیر المومنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے وہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں تو ابن عباس نے فرمایا کہ انھوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس لئے کہ وہ فقیہ ہیں۔

---

[1] ثانی ادب باب الہدی الصالح ص۹۰۱ ثانی مغازی باب قدوم الاشعریین ص۶۲۹

وتر کی نماز ایک رکعت ہے یا تین اس کی مفصل بحث تیسری جلد میں ہو چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہ صحابی اور مجتہد ہیں انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہی سمجھا کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے اس لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں انھوں نے جو کچھ کیا وہ کسی دلیل کی بنا پر کیا ہے جو ان کے پاس ہوگی مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں۔ بلکہ اسے کسی کی تقلید کرنا حرام ہے اسے اپنے اجتہاد ہی پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے ان پر ایک رکعت وتر پڑھنے پر طعن درست نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اگر دلیل کی بنا پر اختلاف رائے ہو جائے تو ایک دوسرے پر طعن جائز نہیں بلکہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ مستحق ثواب ہے۔ جس کی تائید خود حدیث سے ہوتی ہے کہ خطا کے باوجود ثواب کا مستحق ہے۔

۱۹۸۴ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ

حدیث حمران بن ابان سے میں نے سنا کہ معاویہ نے کہا کہ تم لوگ ایک نماز پڑھتے ہو ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہم نے حضور کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور حضور نے ان دونوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی عصر کے بعد کی دو رکعتوں سے۔

تشریحات ۱۹۸۴ عصر کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اس پر اتفاق ہے جس پر پورا کلام کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکا ہے ـــــ ان تینوں حدیثوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو فضیلتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ وہ صحابی تھے اور یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے دوسرے یہ کہ وہ فقیہ تھے یہ بھی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔ غالبًا حضرت معاویہ کے فضائل میں جو احادیث مرفوعہ آئی ہیں وہ امام بخاری کی شرط پر اس لائق نہ ہوں گی کہ وہ انھیں اس اپنی اصح کتب بعد کتاب اللہ میں درج کرتے۔ ورنہ حقیقت میں حضرت معاویہ کے فضائل میں متعدد مرفوع صحیح حدیثیں وارد ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ص۵۳۲ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل

اس باب میں حضرت امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں یہ دونوں حدیثیں گذر چکی ہیں۔

بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ص۵۳۲ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کا بیان۔

۱۹۸۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر

يَقُوْلُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ عله

ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

۱۹۸۶ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَائِشَةَ اِشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ

حدیث قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں تو ابن

عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ

عباس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ام المومنین! آپ سچے پیش رو کے پاس

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ۔

جارہی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کے پاس۔

تشریحات ۱۹۸۶ کتاب التفسیر میں یہ حدیث مفصل یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ام المومنین کی وفات سے قبل جب کہ وہ سخت علیل تھیں حاضری کی اجازت طلب کی تو ام المومنین نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے عرض کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے سربرآوردہ لوگوں میں ہیں (اجازت مرحمت فرمادیں) فرمایا انھیں اجازت دے دو۔ حاضر ہو کر انھوں نے عرض کیا آپ اپنے آپ کو کیسا پاتی ہیں فرمایا بہتر اگر میں نے تقویٰ اختیار کیا ہو۔ ابن عباس نے عرض کیا انشاء اللہ آپ خیر ہی کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں آپ کے علاوہ کسی اور کنواری عورت سے حضور نے نکاح نہیں فرمایا اور آپ کا عذر آسمان سے اترا۔ ان کے جانے کے بعد ابن زبیر آئے تو ام المومنین نے فرمایا ابن عباس آئے تھے انھوں نے میری تعریف کی اور میری خواہش ہے کہ میں نسیاً منسیاً ہوتی۔

۱۹۸ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَالْحَسَنَ

حدیث ابو وائل نے کہا جب حضرت علی نے حضرت عمار اور حضرت حسن کو کوفہ

عله ثانی الاطعمہ باب الثرید باب ذکر الطعام ص۸۱۶ ۸۱۵

إلى الكوفة ليستنفرهم خطب عمار فقال إني لأعلم أنها

بھیجا تاکہ کوفہ والوں کو ان کی حمایت میں نکلنے پر آمادہ کریں اس وقت حضرت عمار نے یہ

زوجته في الدنيا والآخرة ولكن الله ابتلاكم لتتبعوه

خطبہ دیا۔ میں یقین سے جانتا ہوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں

أو إياها ع

لیکن اللہ نے تمہیں آزمایا ہے کہ تم لوگ حضرت علی کی اتباع کرتے ہو یا ام المومنین کی۔

۱۹۸۷ **تشریحات** یہ حدیث کتاب الفتن میں ابو مریم عبد اللہ بن زیاد اسدی کی روایت سے مفصل یوں ہے (جنگ جمل کے موقع پر جب طلحہ اور زبیر اور عائشہ بصرہ کی جانب چلے تو حضرت علی نے عمار بن یاسر اور حسن بن علی کو کوفہ بھیجا یہ لوگ کوفہ ہمارے پاس آئے اور منبر پر چڑھے۔ حسن بن علی منبر کے اوپر سب سے اونچے درجے پہ تھے۔ عمار ان سے نیچے تھے ہم سب وہاں اکٹھا ہوئے میں نے عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا عائشہ بصرہ کی جانب گئی ہیں بخدا بیشک وہ تمہارے نبی کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ نے تم لوگوں کو آزمایا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ تم لوگ حضرت علی کی اطاعت کرتے ہو یا ام المومنین کی۔ یقیناً بڑا سخت اور نازک مرحلہ تھا ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد تھے۔ جن کے اسلام کی نشر و اشاعت اور بقا و تحفظ میں بڑے اہم کارنامے تھے جنھیں اہل حل و عقد نے خلیفہ منتخب کر لیا تھا دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین رفیقۂ حیات تھیں جن کی عظمت و جلالت ہر مسلمان کے دل میں جاگزیں تھی جنھیں ہر مسلمان حتیٰ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ام المومنین کہتے تھے ____ اس نازک مرحلہ پر کسی ایک کے خلاف تلوار اٹھاتے ہوئے سب کے دل لرز رہے تھے لیکن بہر حال حق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت ام المومنین کو لوگوں نے بدگمان کر دیا تھا اس لئے جنھوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا انھوں نے وقت پر اہم فرض کو ادا کیا گذر چکا کہ جنگ سے قبل سنجیدہ افراد نے حضرت علی اور حضرت ام المومنین کے درمیان پڑ کر حضرت ام المومنین کی تمام غلط فہمیاں دور کر دی تھیں طے ہو گیا تھا کہ اب لڑائی نہ ہوگی دونوں فریق واپس چلے جائیں گے مگر سبائی شر پسندوں نے جب دیکھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ رہا ہے اور اب نہ ہم گھر کے ہوں گے نہ گھاٹ کے تو انھوں نے رات کے پچھلے پہر اندھیرے میں شور مچایا ____ ایک طرف یہ کہ حضرت علی نے حملہ کر دیا دوسری طرف یہ کہ ام المومنین نے حملہ کر دیا۔ اس طرح یہ آپسی پہلی وہ خونریز جنگ ہو گئی جس نے مسلمانوں

ع ثانی تفسیر سورہ نور باب ولولا اذ سمعتموہ قلتم الآیہ ص۶۹۸ ع ثانی فتن باب ص

کی بنیادیں ہلادیں اور ایسی ہلادیں کہ آج تک جم نہ سکیں وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَقْدُوْرًا ۔

۱۹۸۸ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِيْ مَرَضِهٖ جَعَلَ يَدُوْرُ فِيْ نِسَائِهٖ وَيَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا حِرْصًا عَلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ سَكَنَ ۔

حدیث عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو اپنی ازواج کی باری پر ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور پوچھتے تھے میں کل کہاں رہوں گا میں کل کہاں رہوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے شوق میں حضرت عائشہ نے کہا جب میری باری کا دن آیا تو حضور کو سکون حاصل ہو گیا ۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ ص۵۳۳ انصار کے فضائل

۱۹۸۹ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اِسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمَّوْنَ بِهٖ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا بِمَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدِهِمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا عـه

حدیث غیلان بن جریر نے کہا کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا بتائیے آپ لوگوں نے اپنا نام انصار خود رکھا یا اللہ نے رکھا ہے تو انھوں نے کہا بلکہ اللہ نے رکھا ہے ۔ ہم انس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے وہ انصار کے فضائل اور ان کے جنگی کارنامے ہم سے بیان کرتے اور میری طرف یا ازد کے کسی شخص کی طرف منھ کر کے فرماتے تیری قوم نے فلاں دن یہ کیا اور یہ کیا یہ کیا اور یہ کیا ۔

تشریحات ۱۹۸۹ انصار ناصر کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب یا نصیر کی جمع ہے جیسے شریف کی اشراف ۔ اسی سے انصاری ہے خلاف قیاس ۔ اوس وخزرج کی اولاد

عـه باب ایام الجاهلية ص۵۴۲

اوران کے حلفاء اوران کے موالی پر انصار کا اطلاق ہوتا ہے ۔

وفعل قومك ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت انس ہمارے قوم کے ان کارناموں کو بیان فرماتے جو اسلام کی حمایت میں انجام دیئے تھے ۔

۱۹۹۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ نے جنگ بعاث

قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کو اپنے رسول کی کامیابی کا پیش خیمہ بنادیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ

وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ

تشریف لائے تو ان کی جماعت متفرق ہو چکی تھی ان کے سردار مار ڈالے گئے تھے

مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِحُوْا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهِ

اور وہ مجروح ہو چکے تھے اللہ نے اسے اپنے رسول کی کامیابی کے لئے انصار

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُخُوْلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ عـه

کے اسلام میں داخل ہونے کا پیش خیمہ بنا دیا ۔

۱۹۹۰ تشریحات بعاث ۔ یہ ایک جگہ یا قلعہ کا نام ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کھیت تھا جو مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر بنی قریظہ کی بستی کے پاس ہے ۔ یہاں ہجرت سے پانچ سال قبل اوس وخزرج کے درمیان ایک بہت ہی تباہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور جنگ ... جو افراد مار ڈالے گئے تھے اوس کے سردار حضیر تھے جن کو حضیر الکتائب بھی کہا جاتا ہے یہ بھی جنگ میں مار ڈالے گئے اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان بیاضی تھا یہ بھی مار ڈالا گیا ۔ ابتداءً خزرج کا پلہ بھاری تھا مگر حضیر کی تدبیر اور شجاعت اور بار بار جوش دلانے کی بدولت اخیر میں اوس غالب رہے ۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ دونوں قبائل میں یہ بات طے تھی کہ اگر کوئی اصیل حریف کو قتل کردے ۔ تو اصیل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا ۔ اوس کے ایک شخص نے خزرج کے ایک حریف کو قتل کر دیا خزرج نے اس کا قصاص لینا چاہا ۔ اوس نے انکار کر دیا جس پر لڑائی چھڑ گئی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار مار ڈالے گئے اور دونوں قبیلے کا زور ختم ہو گیا جو سبب بنا انصار کرام کے اسلام لانے کا جس کی قدرے تفصیل

عـه مناقب الانصار باب القسامہ فی الجاہلیہ ص۵۴۲ باب مقدم النبی واصحابہ فی المدینہ ص۵۵۹

جلد اول میں بیعت عقبہ کے بیان میں ہو چکی ہے۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِنَ الْأَنْصَارِ ص ۵۳۳ — حضور کا ارشاد، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار سے ہوتا۔

۱۹۹۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ فِي وَادِي الْأَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا ظَلَمَ بِأَبِي وَأُمِّي آوَوْهُ وَنَصَرُوهُ أَوْ كَلِمَةً أُخْرَى عہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں یا یہ کہا فرمایا ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر انصار کسی نالے یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے نالے میں چلوں گا اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اس پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ غلط نہیں فرمایا ان پر میرے ماں باپ قربان۔ انصار کرام نے حضور کو پناہ دی اور حضور کی مدد کی یا ابو ہریرہ نے کوئی اور لفظ کہا تھا۔

باب حب الانصار ص ۵۳۴ — انصار کی محبت کا بیان۔

۱۹۹۲ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا

حدیث عدی بن ثابت نے کہا کہ میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انھوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ یا یہ کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور انصار سے سوائے منافق کے کوئی بغض

عہ کتاب التمنی باب ما یجوز من اللو وقولہ تعالیٰ ص ۱۰۷۶ دو طریقہ سے مسلم کتاب الایمان، مسند امام احمد ج ۴ ص ۸۳۔

مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ

نہیں رکھے گا۔ جو انصار سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو انصار سے

أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔

بغض رکھے اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرماتے گا۔

۱۹۹۲

تشریحات مراد یہ ہے کہ انصار کرام سے انصاری ہونے کی بنا پر محبت رکھنا مومن ہونے کی علامت ہے اور انصار سے انصاری ہونے کی بنا پر بغض رکھنا منافق ہونے کی نشانی ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ انصار کرام سے اسلام کی حمایت و نصرت کی بنا پر بغض رکھ رہا ہے جو حقیقت میں اسلام سے بغض کی دلیل ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ أَنْتُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ص۵۳۴ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کرام سے اس ارشاد کا بیان۔ تم مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو۔

۱۹۹۳ **حدیث**

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِينَ قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ

اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی نے کہا میرا گمان ہے کہ انھوں نے کہا

مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْثِلًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ

شادی میں شریک ہوکر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا

أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ قَالَهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عـه

تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو اسے تین مرتبہ فرمایا۔

۱۹۹۴ **حدیث**

أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک انصاری خاتون رسول

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ساتھ ان کا بچہ تھا۔ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَكَلَّمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بات چیت کی اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں

عـه ثانی نکاح باب ذهاب النساء والصبیان الی العرس ص۷۷۸

صلی اللہ علیہ وسلم فقال والذی نفسی بیدہ انکم احب الناس الی مرتین عہ

میری جان ہے تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو دو مرتبہ فرمایا۔

21

باب اتباع الانصار ص۵۳۴ انصار کے متبعین کا بیان

حدیث ۱۹۹۵ سمعت ابا حمزۃ عن زید بن ارقم قالت الانصار

(ایک انصاری بزرگ) ابو حمزہ سے میں نے سنا وہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے

یا رسول اللہ لکل نبی اتباع وانا قد اتبعناک فادع اللہ

روایت کرتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہر نبی کے متبعین ہیں اور ہم نے حضور کی اتباع

ان یجعل اتباعنا منک فدعا بہ فنمیت ذالک الی ابن ابی

کی اللہ سے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے آپ کے متبعین پیدا فرمادے تو حضور نے یہ دعا فرمائی میں

لیلی قال قد زعم ذلک زید۔

نے اسے ابن ابی لیلیٰ کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے کہا زید نے یہ بات کہی ہے۔

تشریحات ۱۹۹۵ انصار کرام کی درخواست کا مقصد یہ تھا کہ جیسے ہم نے حضور کی اتباع کی اسی طرح ہمارے بعد ایسے لوگوں کو پیدا فرما جو ہماری اتباع کریں یعنی ہماری طرح حضور کی اتباع کریں جس پر اس کے بعد والی روایت کا یہ جملہ نص ہے۔ کہ انصار نے یہ عرض کیا تھا کہ ـــــ فادع اللہ ان یجعل اتباعنا منا ـــــ ان کی درخواست پر حضور نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم اجعل اتباعھم منھم۔

زعم۔ قال کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس روایت میں یہی معنی متعین ہے ـــــ زید نام کے کئی صحابی تھے تعیین کرنے کے لئے دوسری روایت میں شعبہ کا یہ قول نقل فرمایا کہ یہ زید بن ارقم ہی ہیں۔

باب فضل دور الانصار ص۵۳۴ انصار کرام کے گھروں کی فضیلت کا باب

حدیث ۱۹۹۶ عن انس بن مالک عن ابی اسید رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عہ ثانی النکاح باب ما یجوز ان یخلو الرجل للمرأۃ ص۷۸۷ ثانی کتاب الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۸۳

14

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ

فرمایا انصار کے گھروں میں سب سے بہتر بنوالنجار ہیں پھر بنی عبدالاشہل

ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ

ہیں - پھر بنو حارث بن خزرج ہیں پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار

وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ

کے ہر گھر میں بہتری ہے - اس پر حضرت سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں دیکھ

سَعْدٌ مَا أَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا

رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر دوسروں کو فضیلت دی - اس پر کہا گیا کہ

فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلَى كَثِيْرٍ عہ

تم کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی -

۱۹۹۶

تشریحات ان قبائل میں سے بنوالنجار اور بنو ساعدہ خزرج کی شاخیں ہیں اور بنو عبدالاشہل اور بنو حارث بن خزرج اوس کی شاخیں ہیں بنوالنجار میں حضرت عبدالمطلب کا نانیہال تھا ان کے والد حضرت ہاشم شام تجارت کے لئے جاتے ہوتے کچھ دن مدینہ طیبہ ٹھہرے تھے اور بنوالنجار کی ایک خاتون سلمیٰ نامی سے شادی کر لی تھی - انھیں کے بطن سے حضرت عبدالمطلب ہیں -

بعض روایتوں میں بنو عبدالاشہل کا سب سے پہلے ذکر ہے مگر راجح اور مختار یہی ہے کہ سب سے مقدم بنوالنجار ہیں ان کی یہ دو اہم خصوصیتیں ہیں - ایک تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم کی نانیہال ہے - دوسرے یہ کہ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بنوالنجار ہی میں قیام فرمایا تھا - حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بنو نجار ہی کے چشم و چراغ تھے -

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر رشک ہوا کہ ان کے قبیلے سے تین قبائل کو مقدم رکھا اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابواسید نے حضرت سعد سے یہ کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک دوسرے پر برتری بیان فرمائی ہے - اور ہمیں سب سے اخیر میں کر دیا ہے یہ سن کر حضرت سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضور نے انصار کے گھروں کی ایک دوسرے پر فضیلت و برتری

عہ ثانی کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر دور الانصار ص ۸۹۴

بیان فرمائی ہے۔ اور ہمیں سب سے آخر میں کر دیا تو حضور نے فرمایا کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ بہترین لوگوں میں تم بھی ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ ص۵۳۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملو۔

۱۹۹۷ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ أُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ أُثْرَۃً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ عہ

حدیث حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور مجھے کیوں نہیں عامل بناتے جیسا کہ فلاں کو بنایا ہے۔ فرمایا تم لوگ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے اس وقت صبر کرنا یہاں تک مجھ سے حوض پر ملو۔

تشریحات ۱۹۹۷ انصار کرام کی غالب اکثریت کاشتکار تھی حکومت چلانے کے لئے جس درجہ کی فہم وذکا درکار تھی وہ مہاجرین کرام میں زیادہ تھی اس لئے ملکی مناصب پر زیادہ تر خود عہد رسالت میں مہاجرین ہی فائز کئے گئے اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی یہ ہوا اس پر انصار کرام کا دل شکستہ ہونا ایک فطری بات تھی اس لئے ان کی تسلی تشفی کے لئے وہ ارشاد فرمایا۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَۃَ ص۵۳۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا انصار اور مہاجرین کو درست رکھ۔

۱۹۹۸ عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ

حدیث حضرت سہل (بن سعد ساعدی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے

عہ ثانی کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورًا تنکرونہا ص۱۰۴۶

عَلَى الْأَكْتَادِ جُمْنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا
شانوں پر مٹی ڈھور ہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ نے فرمایا۔ اے اللہ
عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ عہ
عیش صرف آخرت کا عیش ہے۔ مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

۱۹۹۸

تشریحات اس دعا میں چار کلمات مروی ہیں۔ فاصلح، فاکرم، وارحم، واغفر، اور ان سب میں کوئی منافات نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بار بار تکرار فرمایا ہو۔ کبھی یہ فرمایا ہو کبھی وہ۔ اسی طرح کلمات کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ عام روایت میں الانصار مقدم ہے اور بجائے مہاجرین کے مہاجرہ ہے۔ لیکن اس روایت میں بجائے المهاجره کے مہاجرین ہے اور یہ انصار پر مقدم ہے۔

بَابُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ص ۵۳۵

اس بات کا بیان (کہ انصار کرام) اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں فاقہ ہو۔

۱۹۹۹ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (وہ بھوکے تھے) حضور نے اپنی ازواج کے
الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَضُمُّ اَوْ
پاس آدمی بھیجا ازواج مطہرات نے عرض کیا ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں تو رسول اللہ
يُضِيْفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کون مہمانی کرے گا تو ایک انصاری نے عرض
امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کیا میں یہ اس شخص کو اپنی بیوی کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ رسول اللہ
فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِيْ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی اچھی طرح خاطرداری کر ان کی بیوی نے

عہ ثانی کتاب الرقاق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا عیش الا عیش الآخرہ ص ۹۴۹
ثانی کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب ص ۵۸۸

سِرَاجَكِ وَنَوِّمِي صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا

کہا ہمارے پاس صرف بچوں کے کھانے بھر ہے۔ انھوں نے کہا کھانا تیار کرو اور چراغ جلاؤ اور

وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ

جب کھانے کا وقت ہو تو بچوں کو سلا دے اس خاتون نے کھانا تیار کیا چراغ جلایا اور بچوں کو سلا دیا

سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ

پھر کھڑی ہوئیں ایسا ظاہر کیا کہ چراغ ٹھیک کر رہی ہیں اور اسے بجھا دیا۔ (دونوں مہمان کے ساتھ)

فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ

کھانے پر بیٹھ گئے۔ مہمان کو یہ دکھاتے رہے کہ وہ دونوں کھا رہے ہیں (حالانکہ کچھ نہیں کھایا)

اللّٰهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى

بھوکے رہ کر رات گذاری صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ

حضور نے فرمایا۔ رات کو اللہ تعالیٰ تمہارے فعل سے خوش ہو گیا اور اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور یہ لوگ اپنے اوپر

فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ع۵

دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انھیں فاقہ ہو۔ اور جو لوگ نفس کے بخل سے محفوظ رہے۔ وہی کامیاب ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ ص۵۳۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان۔ انصار کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور لغزش کرنے والوں سے درگذر کرو۔

حدیث ۲۰۰۰ — عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ حضرت ابو بکر اور

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يَقُولُ مَرَّ أَبُو بَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ

عباس انصار کی ایک مجلس پر گذرے۔ دیکھا کہ وہ لوگ رو رہے ہیں تو پوچھا کیوں

مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ فَقَالَ مَا يُبْكِيكُمْ قَالُوا

رو رہے ہو! ان لوگوں نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ ثانی کتاب التفسیر باب ويؤثرون على انفسهم ص۷۲۵

ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلٰى

کا ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یاد آگیا ہے تو وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو بتایا۔ یہ سن کر نبی صلی

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَأْسِهِ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضور اپنے سر پر چادر کے کنارے

حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

کی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حضور منبر پر چڑھے، اس کے بعد پھر کبھی نہیں چڑھے

فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ فَإِنَّهُمْ

پھر اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا، میں تم لوگوں کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اس

كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَقَدْ قَضَوُا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ

لئے کہ یہ لوگ میرے لئے بمنزلہ معدہ اور زنبیل کے ہیں ان پر جو واجب تھا وہ انھوں نے ادا

فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ عہ

کرلیا اور جس ثواب کے وہ مستحق ہیں وہ باقی ہے تو ان کے نیکو کاروں کو قبول کرو اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرو

تشریحات انصار کرام سے ان دو بزرگوں میں سے کسی نے پوچھا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی اس کی تعیین نہیں ہو سکی، یہ واقعہ مرض وصال میں ہوا تھا جیسا کہ خود اس روایت سے ظاہر ہے کہ فرمایا کہ اس کے بعد پھر حضور منبر پر نہیں چڑھے "کتاب الصلوٰۃ" میں ہم تفصیل سے یہ بتا آئے ہیں کہ مرض وصال میں کتنی بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تھے، انصار کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا معدہ اور زنبیل فرمایا اس سے مراد قوت اور راز دار ہونا ہے، معدے میں غذا جمع ہوتی ہے جسے ہضم کرکے معدہ پورے جسم کو غذا پہونچاتا ہے جس سے جسم کی نشو ونما ہوتی ہے اور قوت پہنچتی ہے، زنبیل میں انسان اپنے پسندیدہ اموال رکھتا ہے جو اس کے زندگی کے اسباب میں سے ہیں معدہ باطنی قوت کا مخزن ہے اور زنبیل ظاہری قوت کا، اب مطلب یہ ہوا کہ انصار کرام میری باطنی اور ظاہری دونوں قوت کے مخزن ہیں۔ یہ بطور تواضع باعتبار ظاہر کے فرمایا ورنہ حقیقت

عہ اس کے متصل ہی۔ نسائی، مناقب،

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے عالم سے مستغنی ہیں۔ انصار کرام نے لیلۃ العقبیٰ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد و اعانت کا وعدہ کیا تھا، اسے انھوں نے کما حقہٗ پورا کیا اسی کو فرمایا " قد قضوا ما علیہم " اس کا ثواب باقی ہے اس کو " وبقی الذی لہم " سے واضح فرمایا۔

بَابُ مَنْقِبَۃِ اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔ ص ۵۳۱

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی فضیلت۔

۲۰۰۱ — حدیث

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلَیْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ مُظْلِمَۃٍ وَاِذَا نُوْرٌ بَیْنَ اَیْدِیْہِمَا حَتّٰی تَفَرَّقَ فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَہُمَا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اندھیری رات میں دو صاحبان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے باہر آئے تو ایک روشنی ان دونوں کے آگے تھی جب دونوں الگ ہو گئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ ہو گئی۔

تشریحات ۲۰۰۱

اس حدیث میں ان دونوں صاحبان کا نام مذکور نہیں، مگر امام بخاری نے تعلیقاً بطریق معمر حضرت انس ہی سے ایک روایت یہ کی ہے کہ اسید بن حضیر اور ایک صاحب انصار میں سے اور بطریق حماد یہ روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اسی بنا پر امام بخاری نے باب میں ان دونوں کا نام ذکر فرمایا۔

پہلی تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اس تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور انصار میں سے ایک صاحب اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا پھر وہاں سے نکلے، دونوں کے ہاتھ میں عصا تھا، ایک کا عصا روشن ہو گیا اتنا کہ اس کی روشنی میں دونوں نے راستہ طے کیا، جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوا تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہو گیا، دونوں اپنے عصا کی روشنی میں اپنے گھر پہونچے۔

اور دوسری تعلیق کو امام احمد[۱] نے مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر ایک سخت اندھیری رات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔

---

[۱] مسند امام احمد جلد ۳ ص ۱۳۸۔

بَابُ مَنَاقِبُ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ص۵۳۸ حضرت ابی ابن کعب کے مناقب کا بیان۔

حدیث ۲۰۰۲ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُبَیٍّ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْكَ لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا، قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰی[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُبَی سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سناؤں انھوں نے عرض کیا اور اللہ نے میرا نام لیا ہے۔ فرمایا ہاں! اس پر وہ خوشی میں رو پڑے۔

تشریحات ۲۰۰۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ حضرت ابی ابن کعب اسے بغور سنیں اس کے تلفظ کی ادائیگی محفوظ رکھیں وقف وصل کو ذہن نشین کرلیں اور تاکہ قرآن مجید کا دوسرے کو سنانا مشروع ہو جائے اگرچہ سامع قاری سے رتبے میں کم ہو، اس لئے نہیں تھا کہ معاذ اللہ حضور ان سے کچھ حاصل کریں۔

بَابُ مَنَاقِبُ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ ص۵۳۸ زید ابن ثابت کے فضائل۔

حدیث ۲۰۰۳ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَیٌّ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاَبُوْ زَیْدٍ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِاَنَسٍ مَنْ اَبُوْ زَیْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِیْ[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چار حضرات نے قرآن جمع کیا تھا سب کے سب انصار کے تھے اُبَی اور معاذ بن جبل اور ابو زید اور زید بن ثابت (قتادہ نے کہا) میں نے حضرت انس سے پوچھا کون ابو زید؟ فرمایا میرے چچا۔

[1] ثانی تفسیر سورۃ لم یکن ص۷۴۲ تین طریقے سے مسلم، صلوٰۃ، فضائل، ترمذی مناقب، نسائی، مناقب، تفسیر [2] ثانی فضائل قرآن باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۷۴۸ دو طریقے سے مسلم فضائل، ترمذی، نسائی، مناقب

۲۰۰۳
تشریحات اس حدیث میں جمع قرآن سے مراد ترتیب کے ساتھ یاد کرلینا ہے، کسی ایک مصحف میں لکھنا مراد نہیں، یہ کام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ کے بعد انجام پذیر ہوا تھا۔ حضرت ابوزید کے نام کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ابن مدینی نے کہا کہ ان کا نام اوس تھا، یحیٰ بن معین نے کہا کہ ثابت بن زید بن مالک اشہلی، ایک قول یہ ہے سعد بن عبید بن نعمان تھا مغازی میں ہے، بدری صحابی تھے اور لاولد تھے، قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے اور وہیں ۱۵ھ میں شہید ہوئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ص ۵۳۴ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔

۲۰۰۴
حدیث عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ الْقِدِّ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُولُ انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ فَأَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جنگ اُحد میں جب لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے تو ابوطلحہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھے ڈھال سے حضور پر آڑ کئے ہوئے تھے اور ابوطلحہ بہت عمدہ تیر انداز تھے اس دن دو یا تین کمانیں ان سے ٹوٹی تھیں جب کوئی ترکش لے کر گذرتا تو حضور فرماتے ابوطلحہ کے لئے تیر چھوڑ جاؤ۔ گردن اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمنوں کو دیکھتے تو ابوطلحہ کہتے آپ پر میرے ماں باپ قربان گردن نہ اٹھائیں کہیں دشمن کا کوئی تیر نہ آپ کو لگ جائے میرا سینہ حضور کے سینے کے لئے آڑ ہے۔

۲۰۰۴
تشریحات جنگ احد میں ایک ایسا نازک مرحلہ بھی آن پڑا تھا کہ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس صرف چودہ جانباز موجود تھے جن میں ایک حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ۔ جس کا تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ۵۳۸ — عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

۲۰۰۵ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ الْآيَةَ قَالَ لَا أَدْرِي قَالَ مَالِكٌ الْآيَةَ أَوْ فِي الْحَدِيثِ [۱]

حدیث — حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے سوائے عبد اللہ بن سلام کے کسی زمین پر چلنے والے کے بارے میں حضور کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ اہل جنت سے ہے اور انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے گواہی دی ۔ راوی نے کہا مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیت کا لفظ امام مالک نے اپنی طرف سے کہا ہے یا حدیث میں ہے ۔

۲۰۰۵
تشریحات اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بہت سے حضرات کو جنت کی بشارت دی خصوصاً عشرہ مبشرہ کو جن میں خود حضرت سعد بھی داخل ہیں ۔ علامہ ابن حجر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حضرت سعد کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آج کے بعد جتنے لوگ زمین پر چل رہے ہیں یعنی زندہ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا ۔ مگر پھر بھی یہ اشکال باقی ہے کہ حضرت سعد خود موجود تھے ۔ اور حضرت سعید بن زید بھی باحیات تھے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

۲۰۰۶ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ

حدیث — حضرت قیس بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں مدینہ کی مسجد میں

[۱] مسلم ، نسائی ۔ فضائل

جَالِسًا فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلَى وَجْهِهِ أَثَرُ الْخُشُوعِ

بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے جن کے چہرہ پر خشوع کا نشان تھا لوگوں نے کہا یہ شخص

فَقَالُوا هَذَا رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيهِمَا

اہل جنت سے ہے۔ انھوں نے دو رکعت مختصر پڑھی پھر نکلے میں ان کے پیچھے چلا اور

ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّكَ حِينَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوا هَذَا

میں نے کہا آپ جب مسجد کے اندر آئے تو لوگوں نے کہا یہ شخص اہل جنت سے ہے۔

رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللهِ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ مَا لَا

انھوں نے کہا بخدا کسی کو مناسب نہیں کہ ایسی بات کہے جو وہ نہیں جانتا اور میں تجھ سے

يَعْلَمُ وَسَأُحَدِّثُكَ لِمَا ذَاكَ رَأَيْتُ رُؤْيَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى

بیان کرتا ہوں کہ ایسا کیوں لوگوں نے تجھ سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ ذَكَرَ

میں ایک خواب دیکھا تھا جس کو حضور سے بیان بھی کیا تھا میں نے دیکھا گویا میں ایک

مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَوَسْطُهَا عَمُودٌ مِّنْ حَدِيدٍ أَسْفَلُهُ

باغ میں ہوں جو بہت وسیع اور ہرا بھرا ہے اور اس کے بیچ میں ایک لوہے کا ستون ہے

فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ فِي أَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِي ارْقَهْ

جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اوپر کا حصہ آسمان میں ہے جس کی بلندی میں ایک دستہ

قُلْتُ لَا أَسْتَطِيعُ فَأَتَانِي مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي مِنْ خَلْفِي فَرَقِيتُ

ہے مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو۔ میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ تو ایک خادم آیا

حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَاهَا فَأَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيلَ لِي اسْتَمْسِكْ

اس نے پیچھے سے میرا کپڑا اٹھایا تو میں اس پر چڑھا یہاں تک کہ اس کے اوپر پہونچ گیا اور

فَاسْتَيْقَظْتُ وَإِنَّهَا لَفِي يَدَيَّ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

دستے کو پکڑ لیا مجھ سے کہا گیا مضبوطی سے پکڑ اب میں جاگا اور وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْإِسْلَامُ وَذَلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ

میں نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو یہ تعبیر بیان فرمائی۔ یہ باغ اسلام ہے

الْإِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَأَنْتَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى

اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ عروۃ الوثقیٰ ہے تو موت کے وقت

تَمُوْتَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ عہ

تک اسلام پر قائم رہے گا۔ اور وہ شخص عبد اللہ بن سلام تھے۔ (وفی روایۃ)

وَقَالَ وَصِيْفٌ مَكَانَ مَنْصَفٌ۔

اور ایک روایت میں منصف کی جگہ وصیف ہے۔

تشریحات ۲۰۰۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب یہ فرمایا ہے کہ تم مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو گے تو اس کی وجہ سے ان کا جنتی ہونا لازم ہے اسی بنا پر لوگ انھیں جنتی کہا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن سلام نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی تواضع اور انکساری تھی۔

یہی روایت بطریق خلیفہ بن خیاط ہے۔ اس میں منصف کی جگہ وصیف آیا ہے اس کے معنیٰ بھی چھوٹے خادم کے ہیں مرد ہو یا عورت۔

حدیث ۲۰۰۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ

ابو بردہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں مدینہ آیا اور عبد اللہ

فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ أَلَا تَجِيْءُ فَأُطْعِمَكَ سَوِيْقًا

بن سلام سے ملاقات کی۔ تو عبد اللہ بن سلام نے کہا تم میرے پاس کیوں نہیں آتے کہ

وَتَمْرًا وَتَدْخُلُ فِيْ بَيْتٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّكَ بِأَرْضٍ الرِّبَا بِهَا

میں تم کو ستو اور چھوہارہ کھلاؤں اور تم کو اس گھر میں لے جاؤں (جس میں رسول اللہ صلی اللہ

فَاشٍ إِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَأَهْدٰى إِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ

علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں) پھر کہا تم ایسی زمین میں ہو جہاں سود پھیلا ہوا ہے جب تیرا کسی

أَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ أَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَأْخُذْهُ فَإِنَّهُ رِبًا ـــــ وَلَمْ

شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تجھے تحفہ میں ایک بوجھ بھس یا ایک بوجھ جو یا ایک بوجھ چارہ

عہ ثانی کتاب التعبیر باب الخضر فی المنام والروضۃ الخضراء ص ۱۰۳۸
باب التعلیق بالعروۃ ص ۱۰۳۸ مسلم فضائل۔

يَذْكُرُ النَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ الْبَيْتَ عه

دے تو اسے نہ لینا اس لئے کہ یہ سود ہے۔

تشریحات ۲۰۰۷

یہ حدیث کتاب الاعتصام میں ان الفاظ میں مروی ہے کہ مجھے عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میرے گھر چلو میں تم کو اس پیالے میں پلاؤں گا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ہے اور تم اس جگہ نماز پڑھو گے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ ان کے کہنے پر میں ان کے ساتھ گیا اور انھوں نے مجھ کو ستو پلایا اور چھوہارا کھلایا اور میں نے ان کے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی (جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی)

بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَفَضْلِهَا ص ۵۳۸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کرنے کا باب اور ان کی فضیلت کا بیان۔

حدیث ۲۰۰۸

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ

عَلَى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ

پر مجھے اتنی غیرت نہیں آئی جتنی خدیجہ پر آئی میرے ساتھ شادی کرنے سے پہلے وہ وفات

هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَأَمَرَهُ

پا چکی تھیں۔ غیرت کی وجہ یہ تھی کہ حضور سے میں سنتی تھی کہ ان کا بکثرت تذکرہ فرماتے

اللَّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ

اور اللہ نے انھیں حکم دیا کہ انھیں جنت میں موتی کے گھر کی بشارت دیدیں۔ اور حضور بکری

فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ عه

ذبح فرماتے اور ان کی سہیلیوں کو تحفہ دیتے اتنا کہ انھیں کافی ہو جاتا۔

تشریحات ۲۰۰۸

اس حدیث کی سند میں یہ ہے حدثنا اللیث قال کتب الیّ ہشام عن ابیہ عن عائشۃ لیث نے کہا کہ میرے پاس ہشام نے اپنے باپ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث لکھی اس کا مطلب یہ ہے کہ امام لیث نے

عه ثانی اعتصام باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹۰-۱۹۱ عه ثانی الادب۔ باب حسن العہد من الایمان ص ۸۸۸ - توحید باب قول اللہ تعالیٰ لاتنفع الشفاعۃ ص ۱۱۱۵ مسلم۔ فضائل

حضرت ہشام سے یہ حدیث براہ راست سنی نہیں ہے پھر بھی روایت کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام لیث کا مذہب یہ تھا کہ شیخ کی لکھی ہوئی حدیث جو کسی ثقہ کے ذریعہ پہونچی ہو۔ اور براہ راست شیخ سے سنی ہوئی حدیث ایک درجہ کی ہیں اور غالبًا امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے اسی لئے امام بخاری نے اس کو اپنی اس کتاب میں درج کیا۔

اقول وھوالمستعان۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ دونوں ایک درجہ کی ہیں البتہ یہ ضرور لازم ہے کہ حدیث مکتوب بھی مقبول ہے اور یہ کافی ہے۔ ویسے اسماعیلی نے دوسرے طریقے سے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔ عن اللیث حدثنی ھشام بن عروۃ۔

غیرت۔ ایک فطری جذبہ ہے جس پر انسان کو قابو نہیں ہوتا۔ اگر اس حد تک ہو کہ مقابل کو نقصان نہ پہونچائے یا اس کی تحقیر وتذلیل نہ کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ ام المومنین نے کبھی کبھی جوش غیرت میں یہ بھی عرض کر دیا حضور خدیجہ کا ایسا ذکر کرتے ہیں گویا دنیا میں سوا خدیجہ کے کوئی عورت ہی نہیں تھی۔ اس پر حضور فرماتے بے شک وہ ایسی تھی ایسی تھی اور مجھے اس سے اولاد بھی ہوئی۔

حدیث ۲۰۰۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَتْ ھَالَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ اُخْتُ خَدِیْجَۃَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اِسْتِیْذَانَ خَدِیْجَۃَ فَارْتَاعَ لِذٰلِکَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھَالَۃُ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْکُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَیْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَیْنِ ھَلَکَتْ فِی الدَّھْرِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ خَیْرًا مِّنْھَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذن طلب کیا حضور نے خدیجہ کے اذن کو یاد کر لیا جس سے حضور کانپ گئے پھر فرمایا یا اللہ ہالہ ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے غیرت آئی میں نے عرض کیا قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ جبڑے والی ایک بوڑھی کا کیا تذکرہ کرتے ہیں۔ جسے وفات پائے ہوئے زمانہ گذرا اور حضور کو اللہ نے اس سے بہتر عطا فرمایا۔

تشریحات ۲۰۰۹ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دندان مبارک گر گئے تھے منھ کھولتیں تو جبڑوں اور زبان کی سرخی نظر آتی اس کو حضرت عائشہ نے حمراء الشدقین سے تعریض کی ہے۔

بَابُ ذِكْرِ هِنْدِ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ص۵۳۹

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کا تذکرہ۔

۲۰۱۰ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ قَالَ وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا أُرَاهُ إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ[1]

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہندہ بنت عتبہ آئی اور کہا یا رسول اللہ! روئے زمین پر کسی خیمہ والے کا ذلیل ہونا آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ مجھے پسند نہیں تھا پھر آج یہ حال ہو گیا کہ روئے زمین پر کسی خیمہ والے کا عزت پانا آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ مجھے پسند نہیں۔ ارشاد فرمایا اور میرا بھی یہی حال ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ہندہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل شخص ہے کیا مجھ پر کوئی حرج ہے (بغیر ان کی اجازت کے) ان کا مال اپنے بچوں کو کھلاؤں فرمایا بھلائی کے ساتھ کھلانے کو جائز جانتا ہوں۔

تشریحات ۲۰۱۰ ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مفصل حالات کتاب الجہاد میں گذر چکے ہیں قبل اسلام یہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعدا میں تھیں مگر اسلام کے بعد مخلصہ مومنہ ہوئیں قبل اسلام انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ سب عفو ہو گیا۔ حدیث میں ہے الاسلام یھدم ما قبلہ، یہ دنیا کی عقلمند ترین عورتوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئیں۔

بَابُ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ ص۵۳۹

زید بن عمرو بن نفیل کا قصہ۔

---

[1] ثانی نفقات باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ ص۸۰۸ الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۸۲

۲۰۱۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ

وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی بلدح کے نیچے قبل اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ

قَبْلَ اَنْ يُّنْزَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ

وسلم پر وحی نازل ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دستر خوان لایا گیا حضور نے

اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ

اس میں سے کھانے سے انکار کیا تو زید نے کہا بتوں پر ذبح کیا ہوا جانور میں نہیں کھاتا

قَالَ زَيْدٌ اِنِّيْ لَسْتُ آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى اَنْصَابِكُمْ وَلَا آكُلُ

اور نہ وہ کھاتا ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اور بیشک زید

اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيْبُ

بن عمرو بن نفیل قریش پر نکتہ چینی کرتے تھے ان کے ذبیحوں پر اور کہتے تھے کہ بکری

عَلٰى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَيَقُوْلُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا

کو اللہ نے پیدا فرمایا اس کے لئے آسمان سے پانی اتارا اس کے لئے زمین سے چارہ اگایا۔

مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰى

پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو قریش کے اس فعل سے انکار کرتے

غَيْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْكَارًا لِذٰلِكَ وَاِعْظَامًا لَّهُ عله

ہوئے اور اسے بڑا گناہ سمجھتے ہوئے۔

۲۰۱۲ قَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهُ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر ہی سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل شام

اِلَّا يُحَدِّثُ بِهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ زَيْدًا

گئے دین کی تلاش میں تاکہ اس کی پیروی کریں وہاں ایک یہودی مولوی سے ملے

عله ثانی کتاب الذبائح باب ما ذبح علی النصب ص۸۲۷ نسائی مناقب

بن عمرو بن نفیل خرج الی الشام یسئل عن الدین و

اس سے یہودیوں کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارا دین

یتبعہ فلقی عالما من الیھود فسالہ عن دینھم فقال

اختیار کرلوں اس لئے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ اس مولوی نے کہا اگر تم ہمارے دین

انی لعلی ان ادین دینکم فاخبرنی فقال لا تکون علی

پر سوار ہوگے اللہ کے غضب سے تجھے حصہ ملے گا۔ زید نے کہا میں اللہ کے غضب سے بچنے ہی

دیننا حتی تاخذ بنصیبک من غضب اللہ قال زید ما افر

کے لئے یہ سوال کر رہا ہوں اور اپنی استطاعت بھر اللہ کے غضب سے کوئی حصہ نہیں لوں گا

الا من غضب اللہ ولا احمل من غضب اللہ شیئا ابدا وانا

تم کسی اور کو بتا سکتے ہو اس نے کہا میں نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ تو دین حنیف

استطیعہ فھل تدلنی علی غیرہ قال ما اعلمہ الا ان تکون

پر رہے۔ زید نے کہا دین حنیف کیا ہے اس نے کہا ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے نہ

حنیفا قال زید وما الحنیف قال دین ابراھیم لم یکن یھودیا

نصرانی اور نہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکلے اور نصاریٰ کے

ولا نصرانیا ولا یعبد الا اللہ فخرج زید فلقی عالما من

ایک مولوی سے ملے اور اس سے بھی وہی بات کہی اس نے کہا اگر تو ہمارے دین پر ہوگا تو

النصاری فذکر مثلہ فقال لن تکون علی دیننا حتی تاخذ

اللہ کی لعنت سے اپنا حصہ پائے گا۔ زید نے کہا میں اللہ کی لعنت ہی سے بچنا چاہتا ہوں اور

بنصیبک من لعنۃ اللہ قال ما افر الا من لعنۃ اللہ ولا

جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستحق نہ بنوں گا اس کے علاوہ

احمل من لعنۃ اللہ ولا من غضبہ شیئا ابدا وانا استطیع

کسی اور کا پتہ بتا سکتا ہے تو اس نے کہا میں نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ تو حنیف ہو جائے

فھل تدلنی علی غیرہ قال ما اعلمہ الا ان تکون حنیفا

زید نے کہا حنیف کیا ہے اس مولوی نے کہا ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے

قَالَ وَمَا الْحَنِيفُ قَالَ دِينُ إِبْرَاهِيمَ لَمْ تَكُنْ يَهُودِيًّا وَلَا

اور نہ نصرانی اور سوائے اللہ کے کسی کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ جب

نَصْرَانِيًّا وَلَا يَعْبُدُ إِلَّا اللهَ۔ فَلَمَّا رَأَى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِي

زید نے ابراہیم کے بارے میں ان کے قول کو جان لیا تو وہاں سے چلے

إِبْرَاهِيمَ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَافِعٌ يَدَيْهِ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ

آئے جب باہر نکلے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کہا اے اللہ میں تجھے گواہ

أَنِّي عَلٰى دِينِ إِبْرَاهِيمَ۔

بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

ث ۵۸۹ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ

اسماء بنت ابو بکر نے کہا میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے

بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ

اپنی پیٹھ کی ٹیک لگائے دیکھا یہ فرماتے تھے اے قریش کے گروہ۔ بخدا تم میں

عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ يَا

میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں اور زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو

مَعْشَرَ قُرَيْشٍ وَاللهِ مَا مِنْكُمْ عَلٰى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي وَ

بچاتے تھے۔ جب کوئی بچی کو مار ڈالنا چاہے تو اس سے کہتے تھے۔ اس کو مت مارو

كَانَ يُحْيِي الْمَوْءُودَةَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْتُلَ ابْنَتَهُ

میں اس کا بار برداشت کروں گا پھر اسے لیتے تھے۔ جب بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے

لَا تَقْتُلْهَا أَنَا أَكْفِيكَهَا مُؤْنَتَهَا فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ

کہتے تھے اگر تو چاہے تو تجھے دیدوں اور اگر تو چاہے تو اس کا بار اٹھا لوں۔

لِأَبِيهَا إِنْ شِئْتَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكَ وَإِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مُؤْنَتَهَا عله

تشریحات ۵۸۹ زید بن عمرو بن نفیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کے صاحبزادے

عله نسائی مناقب

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ شرک، کفر اور زمانۂ جاہلیت کی خرافات سے بیزار تھے اور قریش پر ہمیشہ نکتہ چینی کیا کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ایک مستقل امت ہوں گے، فرمایا میں نے زید بن نفیل کو جنت میں دیکھا کہ وہ دامن گھسیٹ رہے ہیں ابن سعد نے عامر بن ربیعہ سے روایت کی کہ زید بن عمرو نے مجھ سے کہا میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی، میں نے ابراہیم و اسمٰعیل کے مذہب کی پیروی کی اور اس کی جس کی وہ عبادت کرتے تھے وہ دونوں اس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں بنی اسمٰعیل میں سے ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں میرا گمان یہ ہے کہ میں ان کا زمانہ نہیں پاؤں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں اگر تیری زندگی دراز ہو تو ان سے میرا اسلام کہنا عامر نے کہا کہ جب میں مسلمان ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے کہ وہ دامن گھسیٹ رہے ہیں اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ان کے بارے میں وارد ہیں جو ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

باب بنیان الکعبۃ　صفحہ ۵۴۰　کعبہ کی تعمیر کا بیان۔

کعبہ کی تعمیر کے مختلف مراحل کا ذکر پوری تفصیل سے پہلے ہو چکا ہے یہاں امام بخاری کا مقصود قریش کی تعمیر بیان کرنا ہے اس کی بھی تفصیل گذر چکی ہے۔

حدیث ۲۰۱۳ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ فَبَنٰى حَوْلَهٗ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ جَدْرُهٗ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ۔

عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن یزید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت اللہ کے اردگرد دیوار نہیں تھی لوگ بیت اللہ کے گرد نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب حضرت عمر کا زمانہ ہوا تو انھوں نے اس کے اطراف میں دیوار بنائی عبید اللہ نے کہا کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر ابن زبیر نے اس کو (بلند اور لمبی) بنایا۔

باب اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ　صفحہ ۵۴۰　ایام جاہلیت کا تذکرہ۔

ایام جاہلیت سے مراد زمانہ فترت ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا زمانہ اور اس کا اطلاق مولد نبی اور بعثت کے درمیانی ایام پر ہوتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی فتح مکہ تک کو بھی شامل ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مجھے میرے باپ نے جاہلیت میں کہا کہ مجھے لبالب پیالہ پلا۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ ان ایام میں جو باتیں رائج تھیں خواہ وہ فی نفسہ صحیح ہوں یا غلط ان کا بیان جیسا کہ ایام جاہلیت میں روزہ رائج تھا لیکن اکثر اس کا اطلاق غیر مشروع رسوم اور آداب پر ہوتا ہے۔

حدیث ۲۰۱۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جاہلیت میں

قَالَ جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَى مَا بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ

ایک سیلاب آیا جس میں دونوں پہاڑوں کے درمیان جو کچھ تھا اس کو غرق کر دیا۔

سُفْيَانُ وَيَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَهُ شَأْنٌ۔

سفیان نے کہا اور عمرو کہتے تھے اس واقعہ کی بڑی شان ہے۔

تشریحات ۲۰۱۴ عمرو بن دینار کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک طویل قصہ ہے۔ بات یہ تھی کہ کعبہ مقدسہ نشیبی جگہ میں تعمیر ہوا تھا۔ جہاں سے سیلاب کے زمانہ میں پانی بہا کرتا تھا جس سے کچھ نقصان ہو جایا کرتا تھا اس سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواریں شق ہو گئی تھیں اس لئے قریش نے چاہا کہ اس کی عمارت بہت پختہ اور مضبوط بنا دی جائے۔ اس کے لئے سارے قبائل نے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت سعید بن مسیب کے دادا حزن نے کہا کہ اس میں صرف حلال و طیب مال صرف کیا جائے اسی تجویز کے مطابق پرانی عمارت ڈھا کر نئی عمارت بنائی گئی اس کی پوری تفصیل گذر چکی۔

حدیث ۲۰۱۵ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ

قیس بن ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو بکر احمس کی ایک عورت کے پاس

مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَهَا

گئے جس کا نام زینب تھا اسے دیکھا کہ بول نہیں رہی ہے پوچھا وہ کیوں نہیں

لَا تُكَلِّمُ قَالُوا حَجَّتْ مُصْمِتَةً فَقَالَ لَهَا تَكَلَّمِي فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا

بول رہی ہے لوگوں نے بتایا اس نے حج کیا ہے اس شرط پر کہ چپ رہے گی حضرت ابوبکر

مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ أَنْتَ قَالَ امْرُؤٌ مِنَ

نے اس عورت سے کہا کہ بات کر یہ حلال نہیں یہ جاہلیت کے کاموں سے ہے۔ اب وہ بولنے لگی اور

الْمُهَاجِرِينَ قَالَتْ أَيُّ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ أَيِّ

پوچھا آپ کون ہیں فرمایا مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں اس نے پوچھا کون مہاجرین

قُرَيْشٍ أَنْتَ قَالَ إِنَّكِ لَسَؤُولٌ أَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلَى هٰذَا

فرمایا قریش سے اس نے پوچھا قریش کی کس شاخ سے آپ ہیں فرمایا تو بہت سوال کرنیوالی ہے میں ابوبکر ہوں

الْأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِي جَاءَ اللهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاؤُكُمْ

اس نے کہا اس نیک کام پر جو جاہلیت کے بعد اللہ لایا کب تک ہم باقی رہیں گے فرمایا جب تک

عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْأَئِمَّةُ قَالَ أَمَا كَانَ

تمہارے حاکم درست رہیں گے اس نے پوچھا یہ ائمہ کون ہیں فرمایا کیا تیرے قوم کے رئیس اور

لِقَوْمِكِ رُؤُوسٌ وَأَشْرَافٌ يَأْمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ قَالَتْ بَلٰى

سربرآوردہ نہیں ہوتے تھے جو حکم دیتے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے اس نے کہا کہ ہاں تھے

فَهُمْ أُولٰئِكِ عَلَى النَّاسِ۔

فرمایا یہی لوگ مراد ہیں۔

حدیث ۲۰۱۶

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللهِ فَكَانَتْ

ہیں کہ فرمایا جو قسم کھائے تو وہ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے قریش اپنے باپ دادا کی

قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ [1]

قسم کھاتے تھے پس فرمایا اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

حدیث ۲۰۱۷

إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ يَمْشِي بَيْنَ

قاسم بن محمد جنازہ کے آگے چلتے تھے اور جنازہ کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے حضرت

يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُومُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَهْلُ

عائشہ سے روایت کرتے تھے کہ انھوں نے فرمایا اہل جاہلیت جنازہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ جب جنازہ

الْجَاهِلِيَّةِ يَقُومُونَ لَهَا يَقُولُونَ إِذَا رَأَوْهَا كُنْتِ فِي أَهْلِكِ مَا أَنْتِ مَرَّتَيْنِ۔

دیکھتے تو کہتے تھے۔ تو اپنے لوگوں میں ہے جیسے پہلے تھا۔ دو مرتبہ کہتے۔

حدیث ۲۰۱۸

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ وَكَأْسًا دِهَاقًا قَالَ مَلْأَى

عکرمہ نے کاساً دھاقاً کی تفسیر فرمائی۔ بھرا ہوا پیالہ پے در پے۔ اور کہا

مُتَتَابِعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اسْقِنَا

کہ ابن عباس نے فرمایا کہ میں اپنے باپ کو سنا کہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے

كَأْسًا دِهَاقًا۔

مجھ کو لبالب پیالا پے در پے پلا۔

حدیث ۲۰۱۹

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تشریحات ۲۰۱۷

اس کی بحث گذر چکی کہ ہمارے یہاں افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلے اور امام شافعی کے یہاں آگے چلنا افضل ہے رہ گیا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا یہ بھی مختلف فیہ ہے۔

[1] مسلم ایمان والنذور۔ نسائی ایمان۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَہَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ

نے فرمایا سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی بات ہے ۔ سنو اللہ کے علاوہ ہر چیز

شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ وَکَادَ اُمَیَّۃُ ابْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ یُّسْلِمَ[1] ۔

باطل ہے ۔ امیہ بن ابوالصلت قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا ۔

حدیث ۲۰۲۰

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضرت ابو بکر کا ایک

عَنْہَا قَالَتْ کَانَ لِاَبِیْ بَکْرٍ غُلَامٌ یُخْرِجُ لَہُ الْخَرَاجَ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ

غلام تھا جو ان کے لئے کما کر لاتا ابو بکر اس کی کمائی سے کھایا کرتے ایک دن وہ کچھ لایا اس میں سے

تشریحات ۲۰۱۹

لبید بن ربیعہ زمانہ جاہلیت کے مشہور ترین شاعروں میں سے تھے فصاحت و بلاغت کے علاوہ سخی و عاقل بھی تھے ان کی کنیت ابو عقیل ہے مخضرمی ہیں جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا ۔ سنۃ الوفود میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے ۔ قبول اسلام کے بعد پھر شعر نہیں کہا کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں وفات پائی ۔ ایک سو چالیس یا ایک سو ستاون سال کی عمر پائی ۔

امیہ بن ابی الصلت کا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا اس نے جاہلیت میں نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا ۔ شروع شروع ٹھیک تھا پھر بہک گیا ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کی جب خبر سنی تو اپنے بچوں کو لیکر یمن بھاگ گیا پھر طائف آکر رہنے لگا ۔ ہجرت کے دوسرے سال مر گیا ۔ ایمان سے محروم رہا ۔ اس نے چونکہ اگلی کتابیں پڑھی تھیں اسلئے اپنے اشعار میں کچھ اچھی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں ۔ اسی کو حضور نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا ۔

ہندوستانی مطبوعہ نسخے میں یہاں اَنْ یُّسْلِمَ نہیں مگر اور نسخوں میں ہے ۔ بخاری کتاب الادب کی روایت میں ان یسلم موجود ہے ۔ مسلم میں شرید بن سوید سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

[1] ثانی کتاب الادب باب مایجوز من الشعر ص ۹۰۸ کتاب الرقاق باب الجنۃ اقرب الی احدکم من شراک نعلہ ص ۹۶۰ ۔

يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ

کچھ ابو بکر نے کھایا ان سے غلام نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے حضرت ابو بکر نے پوچھا یہ کیا ہے اس

تَدْرِي مَا هٰذَا فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي

نے بتایا کہ میں نے جاہلیت میں ایک انسان کے لئے کہانت کی تھی حالانکہ میں کہانت جانتا نہیں تھا مگر

الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِي فَأَعْطَانِي بِذَالِكَ

میں نے اس کو دھوکا دیا۔ وہ مجھے ملا تو اس نے مجھے اس کا عوض دیا یہی وہ ہے جسے آپ نے کھایا ہے

فَهٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ ؎

ابو بکر نے اپنے ہاتھ کو حلق میں داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھا سب قے کر دیا۔

وفد کے ساتھ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ امیہ بن ابی الصلت کا کوئی شعر سناؤ میں نے سنایا فرمایا اور سناؤ میں نے سو شعر سنایا تو فرمایا اپنے شعر میں قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اشعار میں اس نے اسلام کی باتیں ذکر کی ہیں۔"

بَابُ الْقَسَامَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ص ۵۴۲ جاہلیت میں قسامت کا کیا طریقہ تھا۔

حدیث ۲۰۲۱

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ

حضرت ابن عباس نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں پہلی قسامت ہم بنی ہاشم

فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِينَا بَنِي هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ اسْتَاجَرَهٗ

میں ہوئی۔ بنی ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی ایک دوسری شاخ کے ایک شخص

رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِنْ فَخِذٍ اُخْرٰى فَانْطَلَقَ مَعَهٗ فِي اِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ

نے مزدوری پر کام کرنے کے لئے رکھا۔ بنی ہاشم کا یہ شخص اس کے ساتھ اونٹوں میں گیا۔

قسامت یا تو اسم مصدر ہے قسم کے معنیٰ میں یا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اقسم۔ یقسم۔ قسامۃ۔ کبھی قسامت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو قتل کے سلسلے میں قسم کھاتے ہیں۔ شریعت میں قسامت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی محلہ میں اگر کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو تو محلے والوں سے قسم لی جاتی ہے کہ بخدانہ ہم نے اسے قتل کیا ہے۔ اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ اس میں ائمہ کرام کے مابین کثیر اختلاف ہے قسامت میں قصاص نہیں خواہ عمداً قتل کا دعویٰ ہو یا خطاءً البتہ دیت ہے۔ قسامت کا زمانہ جاہلیت میں رواج تھا اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا۔ اس کے جزئیات کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

تشریحات ۲۰۲۱ فَخِذ۔ قبیلے کی شاخ کو کہتے ہیں۔ زبیر بن بکار نے کہا کہ جس شخص کو اجرت پر لیا گیا تھا۔ اس کا نام عمرو بن علقمہ بن مطلب بن عبد مناف تھا۔ اور ابن کلبی نے کہا کہ اس کا نام عامر تھا۔ اور جس نے اجرت پر لیا تھا۔ اس کا نام خداش بن عبداللہ بن ابو القیس عامری تھا۔

ابوطالب نے جب قاتل سے یہ کہا کہ تجھے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ چاہے تو مقتول کی دیت سو اونٹ تو ادا کر دے۔ اور اگر یہ منظور نہیں تو تیرے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ اور اگر یہ منظور نہیں کرے گا تو ہم قصاص میں تجھ کو قتل کریں گے۔ اس پر نہ اس نے کوئی اعتراض کیا اور نہ اس کی قوم نے۔ قسم کھانے پر پوری قوم تیار ہو گئی سوائے ایک کے۔ اس سے سمجھ

بِهٖ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ اَغِثْنِیْ

بنی ہاشم کے ایک شخص کا اس پر گزر ہوا جس کی بوریوں کی بندش ٹوٹ گئی تھی

بِعِقَالٍ اَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِیْ لَا تَنْفِرُ الْاِبِلُ فَاَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ

اس شخص نے کہا۔ ایک رسی دیکر میری مدد کرو جس سے میں اپنی بوریوں کی بندش

عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْاِبِلُ اِلَّا بَعِيْرًا وَّاحِدًا فَقَالَ

باندھ لوں کہ اونٹ نہ بھاگ سکے۔ اس مزدور نے اس کو ایک رسی دی جس سے

الَّذِی اسْتَاجَرَهٗ مَا شَاْنُ هٰذَا الْبَعِيْرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْاِبِلِ

اس نے اپنی بوریوں کی بندش درست کر لی۔ جب یہ لوگ ایک جگہ اترے تو سوائے

قَالَ لَيْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَاَيْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ

ایک اونٹ کے تمام اونٹ باندھ دیئے گئے۔ مزدوری پر لینے والے شخص نے

فِيْهَا اَجَلُهٗ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ

مزدور سے کہا۔ کیا بات ہے اونٹوں کے درمیان اس اونٹ کو نہیں باندھا گیا۔ تو مزدور

میں آتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک سو اونٹ کا دیت ہونا اور قسامت معلوم و معروف تھی۔ اگر یہ دونوں باتیں نئی ہوتیں تو ضرور وہ اعتراض کرتے بحث کرتے تکرار کرتے۔

دیت کے سلسلے میں ایک روایت کے بموجب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت عبد المطلب نے دیت کے لئے سو اونٹ مقرر فرمایا تھا۔ تمام کتب سیر میں مذکور ہے کہ جب اپنے خواب کے بموجب حضرت عبد المطلب نے چاہ زمزم شریف کو کھودنا شروع کیا۔ تو قریش اس بنا پر مزاحم ہوئے کہ وہاں ان کے دو بت اساف اور نائلہ نصب تھے۔ لیکن کسی طرح حضرت عبد المطلب نے چاہ زمزم شریف کھودا۔ اسی وقت منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے دیئے اور وہ سب جوان ہوئے تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام قربان کروں گا۔ اللہ عزوجل نے حضرت عبد المطلب کو دس بیٹے عطا فرمائے۔ دسویں حضرت عبداللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد تھے۔ حضرت عبد المطلب نے

قَالَ مَا اَشْهَدُ وَ رُبَمَا شَهِدْتُهُ قَالَ هَلْ اَنْتَ مُبْلِغٌ عَنِّيْ رِسَالَةً مَرَّةً

نے کہا۔ اس کے لئے رسی نہیں۔ مستاجر نے کہا۔ اس کی رسی کہاں ہے۔ اور اسے لاٹھی سے مارا۔

مِّنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُنْتَ اِذَا اَنْتَ شَهِدْتَ الْمَوْسِمَ فَنَادِ يَا اٰلَ

اس میں اسکی موت ہو گئی۔ مرنے سے پہلے یمن کا ایک شخص اس کے پاس پہنچا۔ مزدور نے

قُرَيْشٍ فَاِذَا اَجَابُوْكَ فَنَادِ يَا اٰلَ بَنِيْ هَاشِمٍ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَسَلْ عَنْ

یمنی سے کہا۔ کیا تو حج کے زمانے میں حاضر ہوتا ہے۔ یمنی نے کہا۔ پابندی سے حاضر نہیں

اَبِيْ طَالِبٍ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِيْ فِيْ عِقَالٍ وَمَاتَ الْمُسْتَاجِرُ فَلَمَّا

ہوتا۔ کبھی کبھار حاضر ہو جاتا ہوں۔ مزدور نے کہا۔ کیا تو میرا ایک پیغام کبھی بھی

قَدِمَ الَّذِيْ اسْتَاجَرَهُ اَتَاهُ اَبُوْطَالِبٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ

پہونچا سکتا ہے۔ یمنی نے کہا۔ ضرور۔ مزدور نے کہا۔ جب موسم میں تو حاضر ہو تو پکار

مَرِضَ فَاَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهُ قَالَ قَدْ كَانَ اَهْلُ ذَاكَ

اے آل قریش! جب وہ تیرے پاس آجائیں۔ تو پکار۔ اے آل بنی ہاشم! جب

مِنْكَ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ اَوْصٰى اِلَيْهِ اَنْ يُّبْلِغَ عَنْهُ وَافَى

یہ لوگ آجائیں۔ تو ابو طالب کو پوچھ اور انہیں خبر دے کہ فلاں نے مجھے ایک رسی کے

الْمَوْسِمَ فَقَالَ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِيْ هَاشِمٍ

سبب قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مزدور مر گیا۔ جب مستاجر مکہ آیا تو اس کے پاس ابو طالب آئے

اپنے بیٹوں کے سامنے اپنی یہ منت بیان کی۔ دسوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔ کہ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اللہ کے نام پر قربان کر دیں۔ حضرت عبد المطلب نے قرعہ ڈالا۔ اتفاق کی بات کہ قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ حضرت عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اور کعبے کے قریب قربان گاہ پر لے چلے۔ جب قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت عبد المطلب کو سختی سے روکا۔ خصوصاً حضرت عبد اللہ کے

قَالُوا هٰذِهٖ بَنُوهَاشِمٍ قَالَ اَيْنَ اَبُوطَالِبٍ قَالُوا هٰذَا اَبُوطَالِبٍ قَالَ

اس سے پوچھا۔ ہمارا آدمی کیا ہوا۔ مستاجر نے کہا۔ بیمار ہوا۔ میں نے اس کا دوا علاج

اَمَرَنِي فُلَانٌ اَنْ اُبْلِغَكَ رِسَالَةً اَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِي عِقَالٍ فَاَتَاهُ

اچھی طرح کیا۔ لیکن وہ مرگیا۔ میں نے اس کو دفن کر دیا۔ ابوطالب نے کہا۔ تیرے ایسے ہی

اَبُوطَالِبٍ فَقَالَ اِخْتَرْ مِنَّا اِحْدٰى ثَلٰثٍ اِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤَدِّيَ مِائَةً

سلوک کا وہ اہل تھا۔ ایک زمانہ گزر گیا۔ پھر وہ یمنی شخص جسے پیغام پہونچانے کیلئے مرنے

مِنَ الْاِبِلِ فَاِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَاِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ

والے نے وصیت کی تھی وہ حج کے زمانے میں مکے آیا۔ اور پکارا۔ اے آل قریش! لوگوں نے کہا۔ یہ

قَوْمِكَ اِنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَاِنْ اَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالُوْا

قریش ہیں۔ اس نے کہا اے آل بنی ہاشم! لوگوں نے کہا۔ یہ بنی ہاشم ہیں۔ اس نے کہا۔ ابوطالب

نَحْلِفُ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ

کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ ابوطالب ہیں۔ یمنی نے ابوطالب سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے

ماموؤں نے جو بنی مخزوم سے تھے۔ کچھ بحث و تکرار کے بعد طے یہ پایا کہ فلاں کاہنہ عورت کے پاس چلو وہ جو فیصلہ کر دے اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب قریش کے کچھ افراد کے ساتھ اس کاہنہ کے پاس گئے۔ اس کو سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا۔ آج جاؤ، کل آنا۔ میں اپنے مؤکل سے پوچھ لوں وہ کیا کہتا ہے۔ یہ لوگ جب دوسرے دن گئے تو اس کاہنہ نے پوچھا کہ تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت (خون بہا) کتنے اونٹ ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ دس۔ کاہنہ نے کہا کہ جاؤ عبداللہ اور دس اونٹ پر قرعہ ڈالو۔ اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکلے تو بجائے عبداللہ کے دس اونٹ کی قربانی کر دینا اور اگر عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا کر بیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالنا۔ اب بھی اگر عبداللہ ہی کے نام قرعہ نکلے تو پھر دس اونٹ بڑھا کر تیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالنا۔ اسی طرح دس دس اونٹ بڑھاتے جانا یہاں تک کہ عبداللہ کے بجائے اونٹوں کے نام قرعہ نکلے۔ کاہنہ کا یہ فیصلہ سن کر سب لوگ خوش ہو کر واپس آئے۔

قَدْ وَلَدَتْ لَهُ فَقَالَتْ يَا أَبَا طَالِبٍ أُحِبُّ أَنْ تُجِيزَ ابْنِي هٰذَا بِرَجُلٍ

حکم دیا تھا کہ آپ کو یہ پیغام پہنچا دوں۔ کہ فلاں نے اسے ایک رسی کے سبب قتل کیا ہے

مِنَ الْخَمْسِينَ وَلَا تُصْبِرْ يَمِينَهُ حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ فَفَعَلَ فَأَتَاهُ

یہ سن کر ابو طالب مستاجر کے پاس آئے۔ اور کہا ہماری طرف سے تمہیں تین باتوں میں سے

رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَرَدْتَ خَمْسِينَ رَجُلًا أَنْ يَحْلِفُوا

ایک کا اختیار ہے۔ اگر تو چاہے تو سو اونٹ دیت میں دے کیونکہ تو نے ہمارے آدمی کو

مَكَانَ مِائَةٍ مِنَ الْإِبِلِ يُصِيبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيرَانِ هٰذَانِ بَعِيرَانِ

قتل کیا ہے۔ اور اگر تو چاہے تو تیری قوم کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تو نے اسکو قتل نہیں کیا ہے۔

اور اونٹوں اور عبداللہ میں قرعہ اندازی ہوئی یہاں تک کہ جب سو اونٹ ہو گئے تو بجائے حضرت عبداللہ کے اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ ایک بار کے قرعہ میں حضرت عبدالمطلب کو اطمینان نہ ہوا۔ انھوں نے باربار قرعہ اندازی کی اب ہر بار اونٹوں ہی کے نام قرعہ نکلا۔ اس سے حضرت عبدالمطلب کو اطمینان ہو گیا اب انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ان سو اونٹوں کی قربانی کی جس سے تمام عوام و خواص حتی کہ وحوش وطیور سیراب ہوئے۔ اسی وقت سے دیت کی مقدار سو اونٹ ہو گئی۔ اسلام نے بھی اسی کو باقی رکھا۔ لیکن ایک قول یہ ہے کہ نضر بن کنانہ بن خزیمہ نے اپنے سوتیلے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ تو انھوں نے سو اونٹ دیت میں دیے تھے۔ لیکن پہلی روایت تمام کتب سیر میں اس تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ واقعہ سے پہلے عرب میں دیت دس اونٹ تھی۔ حضرت عبداللہ کے اس واقعہ کے بعد سے سو اونٹ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہ گئی قسامت تو اس کا کوئی حال معلوم نہیں کہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس کے پہلے بھی کبھی قسامت پر فیصلہ ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اہل عرب نے باہمی سمجھوتے کے مطابق پہلے سے یہ قانون بنا لیا ہو کہ اگر قتل کے لئے کوئی گواہ نہ ہو اور قاتل انکار کرے یا گواہ ہو مگر صرف ایک جیسا کہ اس واقعہ میں ہے۔ تو اس کے قبیلے کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی۔ اسی وجہ سے قاتل کے قبیلے والوں نے اس پر بحث و تکرار نہیں کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قسامت پر پہلے بھی عمل ہوا ہو۔

فَاَقْبَلُهُمَا عَنِّيْ وَلَا تُصْبَرُ يَمِيْنِيْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا

اور اگر یہ دو باتیں منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض ہم تجھے قتل کریں ۔ اب وہ ستاجر اپنی قوم

وَجَاءَ ثَمَانِيَةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ

کے پاس آیا اور انھیں بتایا۔ انھوں نے کہا۔ ہم قسم کھائیں گے ۔ البتہ بنی ہاشم کی ایک عورت آئی ۔ جو

بِيَدِهٖ مَاحَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَّاَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ ۔

اس قبیلے کے ایک شخص کی زوجیت میں تھی اس شخص سے اسکی اولاد بھی تھی ۔ اس عورت نے کہا اے ابو طالب ! میں چاہتی ہوں کہ میرے اس بیٹے کو قسم سے بری کر دیں اور قسم کیلئے وہاں نہ کھڑا کریں جہاں قسم کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے ۔ ابو طالب نے منظور کر لیا اس کے بعد اس قبیلے کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا ۔ اے ابو طالب ! آپ چاہتے ہیں کہ پچاس آدمی سو اونٹ کے عوض قسم کھائیں ۔ اسطرح ہر شخص کے مقابلے میں دو اونٹ ہے ۔ یہ دو اونٹ میری طرف سے قبول کر لیجیے ۔ اور مجھے قسم کیلئے وہاں نہ کھڑا کیجیے ۔ جہاں قسم کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے ۔ ابو طالب نے اسے بھی منظور کر لیا ۔ اور اڑتالیس آدمی آئے اور انھوں نے قسم کھائی ۔ ابن عباس نے فرمایا ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ سال بھی پورا نہیں ہوا ۔ اڑتالیس میں سے ایک آنکھ بھی حرکت کرنے والی نہ رہی ۔

اور لوگوں کو معلوم رہا ہو مگر حضرت عبداللہ بن عباس کو معلوم نہ رہا ہو ۔ زبیر بن بکار نے بیان کیا کہ دونوں فریق ولید بن مغیرہ کے پاس فیصلے کیلئے آئے تو اس نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ قاتل کے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں ۔ اب حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا کہ یہ پہلی قسامت تھی درست ہے ۔

وَلَاتُصْبَرُ يَمِيْنُه ۔ یہاں صبر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو قسم کھانے پر مجبور کر لیا جائے ۔ اہل مکہ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم کھایا کرتے تھے ۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ یہاں جو جھوٹی قسم کھائیگا وہ ضرور عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ اور اس پر مختلف تجربے بھی شاہد تھے ۔ فاکہی نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں نے بیت اللہ کے پاس قسامت کے سلسلے میں جھوٹی قسم کھائی تھی ۔ قسم کھانے کے بعد باہر نکلے ۔ اور ایک چٹان کے نیچے ٹھہرے ۔ وہ چٹان ان پر ڈھہ پڑی ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ حال زمانہ جاہلیت تک رہا ۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ ظلم سے باز رہیں کیونکہ آخرت کی جزا و سزا پر ان کا اعتقاد نہ تھا جب اسلام آگیا تو سزا قیامت کے لئے مؤخر کر دی گئی ۔

ت ۵۹۰

اِنَّ كُرَيْبًا مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا صفا اور مروہ کے درمیان

لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ

وادی کے نشیب میں دوڑنا سنت نہیں اہل جاہلیت یہاں دوڑتے تھے اور کہتے تھے ہم نشیبی

الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبَطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا

زمین کو دوڑ کر ہی پار کریں گے ۔

حدیث ۲۰۲۲

سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ

ابو السفر کہتے تھے کہ میں نے ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا مِنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِيْ مَا تَقُوْلُوْنَ

میں تم سے جو کہتا ہوں سنو اور تم جو کہنا چاہتے ہو مجھے سناؤ ۔ یوں ہی نہ چلے جاؤ

وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ

پھر کہو کہ ابن عباس نے یہ کہا جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے وہ حجر کے پیچھے کرے

تشریحات ۵۹۰

یہ حضرت ابن عباس کی ذاتی رائے تھی ورنہ صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی علاقہ میں تیز دوڑنا امام مالک امام شافعی امام احمد کے یہاں فرض ہے ۔ اور ہمارے یہاں واجب ہے ۔ اب وہ نشیب نہ رہا لیکن جہاں سے نشیب شروع ہوتا تھا اور جہاں ختم ہوتا تھا دونوں جگہ مسجد حرام کی دیواروں میں ہری میل بطور نشان لگادی گئی ہے اس تعلیق کو ابو نعیم نے مستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے ۔

تشریحات ۲۰۲۲

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس حطیم کو حطیم کہنا ناپسند فرماتے تھے اور اس کو حجر کہنے کو پسند فرماتے تھے اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام تھا۔ حطیم کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ جب وہ قسم کھاتے تو کوڑا کمان جوتا اس میں پھینکا کرتے تھے یہ قسم منعقد ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ یہ بھی حضرت ابن عباس کی اپنی پسند تھی۔ ورنہ حطیم کو حطیم کہنا پوری امت میں زمانہ رسالت سے معمول ہے ۔

مِنْ وَرَاءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوْا الْحَطِيْمَ فَإِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

اور اسے حطیم نہ کہو اس لئے کہ جب جاہلیت میں کوئی قسم کھاتا تو اپنا کوڑا یا

كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِي سَوْطَهُ أَوْ نَعْلَهُ أَوْ قَوْسَهُ ۔

جوتا یا کمان حطیم میں پھینک دیتا۔

حدیث ۲۰۲۳

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا

رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا

جس کے ارد گرد بہت سے بندر جمع تھے۔ اس بندر نے زنا کیا تھا سب بندروں نے اس کو

فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ ۔

سنگسار کیا میں نے بھی ان کے ساتھ اس پر پتھر برسایا۔

حدیث ۲۰۲۴

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خِلَالٌ مِنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، جاہلیت کی عادتوں میں

خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ

سے نسب میں طعن کرنا ہے اور نوحہ کرنا ہے۔ عبید اللہ تیسرا بھول گئے

تشریحات ۲۰۲۳

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حیوانات غیر مکلف ہیں۔ اس لئے بندروں کی طرف زنا کی نسبت اور ان پر حد قائم کرنا ایک عجیب سی بات ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے یہ جواب دیا کہ ہوسکتا ہے یہ قوم جن سے رہے ہوں اور جن مکلف ہیں۔

اقول وھو المستعان :۔ بندروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نر اور مادہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں، نہ نر دوسرے مادہ کی طرف بڑھتا ہے اور نہ اس مادہ پر دوسرے نر جھپٹتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی نر کی مخصوص مادہ پر کوئی دوسرا نر جھپٹے تو بندر اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں زنا سے حقیقی معنیٰ مراد نہیں۔ ہوسکتا ہے کسی

قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهَا الاسْتِسْقَاءُ بِالْأَنْوَاءِ۔

سفیان نے کہا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیسری چیز نچھتروں سے پانی طلب کرنا ہے۔

نر نے کسی کی مخصوص مادہ پر تعدی کی ہو اور اس سے بھڑک کر سب بندروں نے اس نر کو سزا دی ہو اور یہ سزا سنگساری کی شکل میں ہو۔

بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بیان

۵۴۳

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ

بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ

بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ

بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ

حدیث ۲۰۲۵

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلے اللہ

أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ

علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں قرآن اتارا گیا پھر تیرہ سال مکہ میں رہے

تشریحات ۲۰۲۵

امام بخاری نے شجرۂ نبویہ کو صرف عدنان تک بیان فرمایا اسلئے کہ یہ متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل تک اور اسکے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک میں شدید اختلافات ہیں، عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک کتنی پیڑھیاں ہیں اس میں چار قول ہیں۔ سات، نو، پندرہ، چالیس، راجح چالیس ہی ہے جیسا کہ اشرف السیر میں ہم نے ثابت کیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل سے لیکر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک کتنی پیڑھیاں ہیں اور ان کے کیا اسماء ہیں اس میں بھی شدید اختلافات ہیں، بعض ماہر انساب نے بتایا کہ بیس پیڑھیاں ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ

پھر ہجرت کا حکم دیا گیا پھر مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں دس سال قیام فرمایا

إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِينَ ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

پھر وصال فرمایا۔

بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور صحابہ نے مکہ میں مشرکین سے کیا کیا اذیتیں اٹھائیں

حدیث ۲۰۲۶

قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزَى قَالَ سَلْ ابْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ان دونوں آیتوں

عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مَا أَمْرُهُمَا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي

کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان کا کیا مطلب ہے (سورہ انعام میں ہے) اسے نہ قتل کرو جس کا

آبار کرام کے اسمار مبارکہ جاننا بڑی سعادتمندی ہے، لیکن جو حقیقت میں آبار کرام میں نہ ہوں انھیں آبار کرام میں شمار کرنا بہت بڑی بدبختی، اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ عدنان تک شجرۂ نبویہ بیان کیا جائے اور آگے خاموشی اختیار کی جائے۔

تشریحات ۲۰۲۵ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عمر مبارک ترسٹھ سال ہوئی اس بارے میں راویوں کے درمیان اختلافات بھی ہیں جن کو ہم نے چھٹی جلد میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

تشریحات ۲۰۲۶ سورۂ فرقان میں فرمایا گیا تھا۔ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا۔

[1] باب هجرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص۵۵۲ (دو طریقے سے) ثانی مغازی باب وفاة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص۶۳۱ فضائل قرآن باب كيف نزل الوحى ص۷۴۴

حَرَّمَ اللّٰهُ ۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ۔ فَسَئَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ

قتل کرنا اللہ نے حرام فرمایا اور وہ جو سورہ نساء میں ہے جو کسی مومن کو قصداً قتل

لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِیْ فِی الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ

کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے تو ابن عباس نے فرمایا جب وہ آیت نازل ہوئی جو

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

فرقان میں ہے تو مکہ کے مشرکین نے کہا ہم نے اسے قتل کیا ہے جسکو قتل کرنا اللہ نے

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ الْاٰيَةَ فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِیْ فِی النِّسَآءِ الرَّجُلُ اِذَا

حرام فرمایا اور ہم نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارا بھی ہے اور ہم نے بے حیائیوں کا ارتکاب

عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ فَذَكَرْتُهٗ

بھی کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان کی یہ آیت نازل فرمائی، مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا یہ ان

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ سورۂ فرقان نمبر ۶۸۔

یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو مکہ کے مشرکین نے یہ کہا، ہم نے ناحق قتل بھی کیا ہے، ہم اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو پوجتے بھی ہیں، ہم نے بے حیائیوں کا ارتکاب بھی کیا ہے جن کے بارے میں قرآن میں ہے کہ وہ سزا پائے گا۔ پھر ہمارے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ؟ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے آیت نمبر ۷۰۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قتل ناحق کے بعد بھی توبہ مقبول ہے اور سورہ نساء میں یہ فرمایا گیا۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے۔ سورۂ نساء آیۃ نمبر ۹۳ ـــــ اس کا مفاد یہ ہے کہ ناحق قتل کرنے والے کو ضرور سزا ملے گی توبہ سے سزا معاف نہ ہوگی ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَدِمَ ؎۱

لوگوں کیلئے ہے اور وہ جو نساء میں ہے یہ اس شخص کیلئے ہے (جو مسلمان ہوا، اسلام اور اسکے احکام کو پہچانا پھر کسی مومن کو قتل کیا تو اسکی جزا جہنم ہے) عبدالرحمن بن ابزیٰ نے کہا میں نے اسے مجاہد سے ذکر کیا تو فرمایا مگر وہ جو نادم ہوا۔

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

ترجمہ: جن کا ذکر اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا۔

حدیث ۲۰۲۷

قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ

معن نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالرحمٰن سے سنا انھوں نے مسروق سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ

پوچھا جس رات جنوں نے قرآن سنا تھا کس نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنوں کی آمد

اس کا جواب یہ دیا کہ سورہ فرقان کی آیت مشرکین کفار کے بارے میں ہے، انھوں نے حالت کفر میں جو قتل وغیرہ کیا ہو اسلام لانے کے بعد اس کا گناہ معاف ہے، حدیث میں ہے۔ الاسلام یھدم ما قبلہ۔ اور سورہ نساء کی آیت مومن کے بارے میں ہے جو جان بوجھ کر قصداً قتل ناحق کرے، اس کیلئے توبہ نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی مذہب تھا کہ قتل ناحق کرنیوالے کیلئے توبہ نہیں، لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی یہ قول مروی ہے کہ اس کیلئے بھی توبہ ہے، اس لئے کہ مطلقاً فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ جو برائی کرے یا اپنے جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے توبہ کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ حق العبد جب تک صاحب حق معاف نہ کرے گا معاف نہ ہوگا۔

؎۱ ثانی تفسیر سورہ نساء باب من یقتل مؤمنا متعمدا ص۶۶۰ سورہ فرقان باب والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر ص۷۰۳ و ص۷۰۴ باب یضاعف لہ العذاب و باب الا من تاب و آمن، مسلم آخر کتاب، ابوداؤد فتن، نسائی محاربہ،

اَبُوْكَ يَعْنِىْ عَبْدَ اللّٰهِ اَنَّهٗ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ۔

بتائی تھی تو مسروق نے کہا مجھ سے تیرے باپ یعنی عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ انہیں ایک درخت نے بتایا تھا۔

حدیث ۲۰۲۸

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَحْمِلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً لِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَبَيْنَمَا

ساتھ رہتے اور حضور کے وضوء اور حاجت کے لئے برتن ساتھ رکھتے۔ ایک دفعہ وہ

هُوَ يَتْبَعُهٗ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَبْغِنِىْ اَحْجَارًا

حضور کے پیچھے جا رہے تھے۔ برتن لے کر تو حضور نے پوچھا کون ہے یہ۔ عرض کیا ابوہریرہ

اَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَاْتِنِىْ بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ

فرمایا میرے لئے چند پتھر تلاش کر جس سے طہارت حاصل کروں ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں نے

اَحْمِلُهَا فِىْ طَرَفِ ثَوْبِىْ حَتّٰى وَضَعْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰى

اپنے کپڑے کے کنارے میں (یعنی دامن میں) چند پتھر حاضر کیا۔ اور حضور کے پہلو میں رکھدیا

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوگا صاحب حق کو کسی نہ کسی طرح راضی کر کے معاف کرادے گا۔ غالبًا غفور کے ساتھ رحیم کا ذکر اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تشریحات ۲۰۲۷ ہم نے جلد اول میں جنوں کی حاضری اور قرآن مجید سننے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پوری تفصیل ذکر کردی ہے۔ اور یہ کہ جنوں سے ملاقات بار بار ہوئی ہے اس سے اس قسم کی روایتوں کے درمیان سارا تعارض ختم ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریحات ۲۰۲۸ جلد ثانی میں ہم نے پوری تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جس ہڈی کو یہ لوگ لیتے تو اس پر گوشت ملتا اور جس گوبر کو لیتے وہ دانہ بن جاتا یا پھل، اس لئے اب اس شبہ کی گنجائش نہیں کہ گوبر ناپاک ہے اس کا کھانا جائز نہیں اور جن بھی مکلف ہیں۔ قلب ماہیت سے ناپاک چیز پاک ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ شراب سے سرکہ۔ اب اس تقریر کی بھی حاجت نہیں

إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ

پھر پلٹ آیا۔ حضور جب فارغ ہو گئے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا ہڈی اور گوبر میں

طَعَامِ الْجِنِّ وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَأَلُونِي

کیا بات ہے۔ فرمایا یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں۔ میری خدمت میں نصیبین کے جنوں کا وفد آیا اور وہ اچھے

الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا

جن تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے زاد راہ کا سوال کیا۔ میں نے اللہ سے ان کے لئے دعا کی یہ لوگ

وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا۔

جس ہڈی اور گوبر پہ گزریں تو اس پر کھانا پائیں۔

إِسْلَامُ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ صـ ۵۴۵

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام

حدیث ۲۰۲۹ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو

حضرت قیس نے کہا کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کوفہ کی

بْنِ نُفَيْلٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ يَقُولُ وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنَّ

کی مسجد میں سنا وہ کہہ رہے تھے۔ بخدا میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ

عُمَرَ لَمُوثِقِي عَلَى الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا

عمر مجھے اسلام لانے پر باندھے ہوئے تھے قبل اس کے کہ عمر مسلمان ہوں اور تم نے

جو جناب مولوی محمود الحسن صاحب نے تقریر ترمذی میں کی ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ جنوں کیلئے گوبر ناپاک نہ ہو اور حلال ہو۔

تشریحات ۲۰۲۹ حضرت سعید بن زید سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی بھی تھے اور ان کے چچا زاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل کے صاحبزادے

اِرْفَضَّ لِلَّذِیْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَکَانَ [۱]

جو کچھ عثمان کے ساتھ کیا ہے اس پر اگر احد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا حق تھا۔

بَابُ اِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صفہ ۵۴۵

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مسلمان ہونا۔

حدیث ۲۰۳۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم ہمیشہ غالب رہے جب سے

مَازِلْنَا اَعِزَّۃً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ۔

حضرت عمر مسلمان ہوئے۔

حدیث ۲۰۳۱

فَاَخْبَرَنِیْ جَدِّیْ زَیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا عمر خوفزدہ گھر میں تھے۔ کہ عاص بن وائل سہمی

اَبِیْہِ قَالَ بَیْنَمَا ھُوَ فِی الدَّارِ خَائِفًا اِذْ جَاءَہُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّہْمِیُّ

ابو عمرو حضرت عمر کے پاس آیا اس پر یمنی حلہ تھا اور ایسا کرتا جس کے کناروں پر

اَبُوْ عَمْرٍو وَعَلَیْہِ حُلَّۃُ حِبَرَۃٍ وَّقَمِیْصٌ مَکْفُوْفٌ بِحَرِیْرٍ وَھُوَ مِنْ

حریر چڑھا ہوا تھا یہ بنی سہم سے تھا۔ بنی سہم جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔

بَنِیْ سَہْمٍ وَھُمْ حُلَفَائُنَا فِی الْجَاہِلِیَّۃِ فَقَالَ لَہٗ مَا بَالُکَ قَالَ

اس نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے حضرت عمر نے کہا تمہاری قوم کا گمان ہے کہ اگر

زَعَمَ قَوْمُکَ اَنَّھُمْ سَیَقْتُلُوْنِیْ اِنْ اَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِیْلَ

میں مسلمان ہوا تو مجھے قتل کر دیں گے عاص نے کہا اس کا کوئی راستہ نہیں حضرت عمر نے کہا

---

[۱] باب اسلام عمر صفہ ۵۴۶ ثانی کتاب الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والھوان علی الکفر صفہ ۱۰۲۶-۱۰۲۷

اِلَيْكَ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا اٰمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ

اس کے بعد میرا خوف دور ہو گیا۔ اس کے بعد عاص باہر نکلا تو اتنے آدمیوں سے اس نے ملاقات کی کہ

سَالَ بِهِمُ الْوَادِيْ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُوْنَ قَالُوْا نُرِيْدُ هٰذَا ابْنَ

میدان بھرا ہوا تھا اس نے پوچھا تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو انھوں نے کہا ابن خطاب نے دین بدل دیا ہے

الْخَطَّابِ الَّذِيْ صَبَا قَالَ لَا سَبِيْلَ اِلَيْهِ فَكَرَّ النَّاسُ۔

ہم اس کا ارادہ رکھتے ہیں عاص نے کہا اسکی طرف کوئی راستہ نہیں یہ سن کر لوگ پلٹ گئے۔

حدیث ۲۰۳۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا

مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ

میں نے حضرت عمر کو جب کبھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ ایسا ہے تو وہ ویسا ہوتا۔

بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ مَرَّ بِهٖ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّيْ

جیسا کہ وہ گمان کرتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بیٹھے تھے کہ ایک صاحب خوبصورت قریب سے گزرے

اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَيَّ الرَّجُلَ

تو فرمایا میرا گمان غلطی کر رہا ہے یا تو یہ شخص اپنے جاہلیت والے دین پر ہے یا کاہن تھا۔

اس دُہرے رشتے کی بنا پر حضرت عمر کو غصہ تھا۔

تشریحات ۲۰۳۲

یہ صاحب جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو ہوئی تھی سواد بن قارب دوسی ہیں ابو حاتم نے کہا یہ صحابی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ کاہن بھی تھے اور شاعر بھی پھر مسلمان ہو گئے ایک دفعہ حضرت عمر نے ان کو بلایا اور کہا اپنی کہانت کو تو نے کیا گیا، اس پر ان کو غصہ آگیا اور کہا ہم اور تم جاہلیت میں تھے اور ہمارا کفر کہانت سے بدتر تھا آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ایسی بات پر عار دلاتے ہیں جس سے میں نے توبہ کر لیا ہے۔ اور اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اسے معاف فرمادیگا۔

ابلاس کے معنی متحیر ہونا ہے۔ قلاص۔ یہ قلوص کی جمع ہے۔ جس کے معنی جوان اونٹنی کے ہیں۔

فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ ذَالِكَ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ

اس شخص کو بلاؤ وہ بلائے گئے حضرت عمر نے اس شخص سے وہ بات کہی اس پر اس نے کہا آج جیسا

مُسْلِمٌ قَالَ فَإِنِّي أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِي قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ

میں نے معاملہ کبھی نہیں دیکھا کہ ایک مسلمان نے ایسی بات کہی حضرت عمر نے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں

فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا أَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا

کہ بتا اصل قصہ کیا ہے انھوں نے کہا میں جاہلیت میں کاہن تھا حضرت عمر نے پوچھا تیری موکلہ

فِي السُّوقِ إِذْ جَاءَتْنِي أَعْرِفُ فِيهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ

جنیہ نے سب سے زیادہ تعجب انگیز بات کیا بتائی ہے اس نے کہا میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ

وَإِبْلَاسَهَا وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا وَلُحُوقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا

میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور اس نے کہا کیا تم نے جن کو نہیں دیکھا اور ان کے دہشت زدہ اور

قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ عِنْدَ آلِهَتِهِمْ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ

مایوس ہونے کو اوندھے کئے جانے اور اونٹوں اور ان کے ٹاٹوں کے ساتھ ملا دیئے جانے کے بعد حضرت عمر نے

فَذَبَحَهُ فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ لَمْ أَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ أَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ

کہا سچ کہا۔ میں ایک دن ان کے معبودوں کے پاس سو رہا تھا کہ ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اسے ذبح

يَقُولُ يَا جَلِيحْ أَمْرٌ نَجِيحْ رَجُلٌ فَصِيحْ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَوَثَبَ

کیا ایک چیخنے والے نے چیخا اتنی زور سے کہ میں نے کبھی کسی چیخنے والے کو اس سے زیادہ زور سے چیخنے

الْقَوْمُ قُلْتُ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادَى يَا جَلِيحْ أَمْرٌ

نہیں سنا اے دشمن کامیابی کی بات ہے ایک فصیح شخص کہہ رہا ہے۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں

نَجِيحْ رَجُلٌ فَصِيحْ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا أَنْ قِيلَ

یہ سن کر قوم اچھل پڑی۔ میں نے کہا میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ اس کے پیچھے

ھٰذَا نَبِیٌّ ۔

کیا ہے اب میں اٹھ کر کھڑا ہوا ۔ تھوڑی دیر بھی نہیں گزری تھی کہ کہا گیا کہ یہ نبی ہیں ۔

اَحلاس ۔ حِلس کی جمع ہے ۔ جس کے معنی ٹاٹ کے ہیں ۔ یا وہ موٹا کپڑا جو زین کے نیچے ڈالا جاتا ہے مراد یہ ہے کہ جن آسمانوں پر جانے سے روک دیئے گئے ۔ جاتے ہیں تو منھ کے بل گرا دیئے جاتے ہیں ۔ گھبرا کر منہ کے بل اوندھے گرتے ہیں ۔ انھیں یہ بھی ہوش نہیں رہتا کہ ہم کہاں گرے ۔ جہاں اونٹنیاں بندھی رہتی ہیں وہاں گر پڑتے ہیں ـــــ ھٰذا ما ظہر لی والعلم عند ربی ۔

بَابُ قِصَّةِ اَبِیْ طَالِبٍ[548]

ابوطالب کا قصہ

حدیث ۲۰۲۳

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
عباس بن عبد المطلب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے اپنے چچا کو

قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَیْتَ عَنْ عَمِّكَ
کیا فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حمایت کرتے تھے اور وہ لوگوں پر آپ کے لئے غصہ کرتے تھے

فَاِنَّہٗ کَانَ یَحُوْطُكَ وَیَغْضَبُ لَكَ قَالَ ھُوَ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ
فرمایا وہ ٹخنے کے برابر آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے نچلے

وَلَوْلَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔
طبقے میں ہوتے۔

حدیث ۲۰۳

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذُکِرَ عِنْدَہٗ عَمُّہٗ فَقَالَ لَعَلَّہٗ
تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اور حضور کے پاس ان کے چچا کا تذکرہ ہوا تو فرمایا قیامت کے دن انکو میری

تشریحات ۲۰۳

کافروں کے لئے شفاعت نہیں ابوطالب کافر مرے پھر ان کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے کیسے فائدہ پہونچا۔ جواب، یہ ہے کہ یہ خصائص میں سے ہے، ابوطالب نے کفر پر ہوتے ہوئے ہر طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی اس کا فائدہ ان کو پہونچا۔ ایک اشکال یہ ہے کہ ابوطالب کا وہ کون سا جرم ہے جس کی بنا پر وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے کے مستحق تھے، شراح نے اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی ہے۔ میرا گمان یہ ہے

تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ تَبْلُغُ

شفاعت نفع دے گی۔ وہ جہنم کے پچھلے حصے میں کئے جائیں گے آگ ان کے ٹخنوں تک رہے گی

كَعْبَيْهِ يَغْلِيْ عَنْهُ دِمَاغُهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَغْلِيْ مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ۔

جس سے ان کا دماغ ابلے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے ان کا بھیجا ابلے گا۔

کیونکہ وہ یقینی طور پر جانتے تھے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر بھی ایمان قبول نہیں کیا۔ انھوں نے خود قصیدۂ لامیہ میں عرض کیا ہے ؂

ودعوتنی وعلمت انک صادق ولقد صدقت وکنت قبل امینا

آپ نے مجھے ایمان کی دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور بلاشبہ آپ نے سچ کہا اور آپ پہلے ہی سے امین ہیں۔ سب کچھ جانتے ہوئے ایمان قبول نہ کرنا ایک طرح کا تمرد ہے۔ اسی بنا پر وہ درک اسفل کے مستحق تھے۔ جانتے ہوئے انکار یقیناً بے جا جسارت ہے۔

بَابُ حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى

اسرار کی حدیث اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو

بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى ص ۵۴۸

لے گئی رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

تشریحات امام بخاری نے "اسراء" کے لئے علیحدہ باب باندھا اور "معراج" کا علیحدہ۔ اس سے ابن دحیہ نے یہ سمجھا کہ امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ۔ اسرار اور معراج، دو ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ امام بخاری۔ اسرار اور معراج کو ایک ہی مانتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب الصلوٰۃ میں انھوں نے یہ باب قائم کیا ہے۔ "کیف فرضت الصلوٰۃ لیلۃ الاسراء" شب اسرار کیسے نماز فرض کی گئی۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ نماز شب معراج ہی میں فرض ہوئی ہے۔

معراج کے سلسلے میں کئی اختلافات ہیں۔

(۱) اسرار اور معراج ایک ہی واقعہ کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ دو واقعے ہیں۔ بعض علمار نے کہا کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے واقعہ کو "اسرار" کہتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس کی اخیر حد مسجد اقصیٰ بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے

سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے (خاص) بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

اور اسے اسریٰ سے بیان فرمایا۔

مسجد اقصیٰ کے بعد کے واقعات کو "معراج" کہتے ہیں۔ اسلئے کہ اسے حدیث میں فَعُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ سے تعبیر کیا گیا۔ نیز بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ پھر مسجد اقصیٰ سے آسمان تک ایک سیڑھی لگائی گئی ——— لیکن جمہور فقہاء، محدثین متکلمین کا قول یہی ہے کہ "اسراء" اور "معراج" ایک ہی ہے ——— بیت ام ہانی یا حطیم سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا تشریف لیجانے ہی کو "اسراء" بھی کہتے ہیں اور معراج بھی ——— پورے واقعے کو "اسراء" نام رکھنے کی وجہ تو ظاہر ہے اور چونکہ اس کا اکثر حصہ عالم علوی سے متعلق ہے۔ جب کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم بالا میں تشریف لے گئے۔ اسلئے اسے معراج بھی کہتے ہیں۔ احادیث کے کلمات پر نظر کرتے ہوئے یہی صحیح ہے۔

کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اور یہاں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں سرے سے بیت المقدس جانے کا ذکر ہی نہیں۔ صرف آسمانوں پر تشریف لے جانے کا تذکرہ ہے۔ مگر پھر بھی وہ فرماتے ہیں ——— حَدَّثَہُ عَنْ لَیْلَۃِ اُسْرِیَ بِہٖ"

(۲) معراج بیداری کی حالت میں ہوئی یا خواب میں۔ روحانی تھی کہ جسمانی۔

صحیح یہ ہے کہ معراج جسمانی تھی اور بیداری میں ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ نصوص اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوں گے۔ جب تک ظاہر سے عدول پر دلیل نہ ہو اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر معراج منامی اور روحانی ہوتی تو قریش اس سے انکار نہ کرتے۔ کیونکہ اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ کوئی شخص یہ خواب دیکھ لے کہ میں بیت المقدس گیا۔ استبعاد اسی وقت پیدا ہوگا کہ جب کوئی یہ کہے کہ میں بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ بیت المقدس گیا اور پھر رات ہی میں واپس آیا۔

پھر یہ کہ معراج حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ہے۔ اور معجزہ اسی وقت ہوگا کہ یہ خرق عادت ہو۔ اس کا وقوع عادۃً محال ہو۔ اس قسم کا خواب دیکھ لینا خرق عادت نہیں۔ خرق عادت یہ ہے کہ جاگتے ہوئے جسم کے ساتھ یہ سیر کی گئی ہو۔

(۳) معراج ایک بار ہوئی کہ متعدد بار۔ اہل اسلام کے عرف میں معراج بول کر جو مراد لیتے ہیں

وہ صرف ایک بار ہوئی۔ اس کے علاوہ مزید متعدد بار خواب میں معراج ہوئی۔ زرقانی علی المواہب میں ہے کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ چونتیس بار معراج ہوئی۔ ایک بار بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ اور تینتیس ۳۳ بار خواب میں صرف روح کے ساتھ[1] اور یہی اس باب میں وارد مختلف روایات میں تطبیق کی وجہ ہے۔ مثلاً قبل بعثت ہوئی کہ بعد بعثت، قبل ہجرت ہوئی کہ بعد ہجرت اور یہی محمل ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد کا کہ شب معراج حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد اطہر میں نے غائب نہیں پایا[2]

(۴) معراج کب ہوئی اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قبل بعثت ہوئی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو بطریق شریک بن عبداللہ مروی ہے[3] اس میں تصریح ہے۔ قبل ان یوحی الیہ۔ وحی سے قبل۔

اقول وھوالمستعان۔ اس حدیث پر ایک اشکال قوی یہ ہے کہ اس میں نماز پنجگانہ کے فرض کئے جانے کا بھی تذکرہ ہے۔ حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ بعد بعثت فرض ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے امام خطابی ابن حزم عبدالحق قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس روایت میں شریک بن عبداللہ سے بہت سے وہم ہو گئے۔ لیکن علامہ ابن حجر نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ اس حدیث کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ تین حضرات آئے۔ ان کے اول نے کہا۔ کون ہیں وہ۔ تو ان کے درمیانی نے کہا۔ وہ ان میں سب سے بہتر ہیں۔ اب اخیر والے نے کہا۔ ان میں سب سے بہتر کو لے لو۔ اس رات اتنا ہی ہوا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نہیں دیکھا۔ اتنے واقعے کو کہا گیا کہ یہ بعثت سے قبل ہوا۔

اس کے بعد دوسری رات میں آئے۔ اس وقت کوئی بات نہیں کی۔ اور حضور کو اٹھالیا۔ اور بیر زمزم کے پاس رکھا۔ ان دونوں راتوں میں کتنا وقفہ تھا یہ مذکور نہیں۔ یہ وقفہ ایک رات کا بھی ہو سکتا ہے اور برس دس برس کا بھی۔ لفظ ان سب کا محتمل ہے۔ یہ اس پر محمول ہوگا۔ کہ دوبارہ آمد بعد بعثت تھی۔

---

[1] زرقانی علی المواہب سادس بحوالہ شفا ص۴ شرح شفا الملاعلی قاری اول ص۲۰۳

[2] زرقانی علی المواہب سادس بحوالہ شفا ص۴ شرح شفا الملاعلی قاری اول ص۲۰۳

[3] ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۲۰

اب اشکال ختم ہوگیا۔ اور اس حدیث سے یہ استدلال کہ قبل بعثت معراج ہوئی۔ ساقط ہوگیا۔

مگر بعض عارفین نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ حقیقی معراج سے قبل خواب میں پورا اسماں دکھا دیا گیا ہو کہ ان احوال سے یک گونہ انسیت ہوجائے۔ اور شب معراج بچشم سر سے دیکھنے میں معاون ہو جیسے قبل وحی رویائے صادقہ اور صالحہ دکھائے گئے تھے۔ اب اس میں بھی کوئی اشکال نہیں رہ جاتا کہ اس میں نماز پنجگانہ کی فرضیت بھی مذکور ہے۔ کیونکہ قبل بعثت کے خواب وحی نہیں۔ اس لئے خواب میں نماز پنجگانہ کی فرضیت دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ ذمے میں لازم ہوں۔ خصوصًا ایسی صورت میں کہ اس حدیث کے کچھ اجزاء سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری رات کچھ احوال بھی خواب میں دیکھے تھے۔ جیسا کہ شروع میں ہے۔

فیما یری قلبہ وتنام عینہ — ان آنے والوں کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کا دل جاگ رہا تھا اور آنکھ سو رہی تھی۔

اور اخیر میں فرمایا:

فاستیقظ وھو فی المسجد — حضور جاگے اس حال میں کہ مسجد ہی میں تھے۔

اس حدیث کا اول و آخر کا ظاہر اس کی دلیل ہے۔ کہ سارا واقعہ عالم خواب کا ہے۔ اب علامہ خطابی نے اس حدیث میں جو دس وہم بتائے تھے۔ سب ختم ہوگئے۔

ثم اقول وھو المستعان۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ قبل بعثت جو رویائے صالحہ دکھائے گئے تھے۔ ان میں یہ بھی داخل ہو۔ اور۔ فما رای رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح۔ اور جو خواب بھی ملاحظہ فرماتے وہ سپیدہ سحر کی طرح ظاہر ہوتا۔ سے مراد یہ نہیں کہ جس رات میں خواب دیکھتے اس کے دوسرے ہی دن وہ ظاہر ہوتا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی ظاہر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھا۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں۔ مگر حدیبیہ میں روک دیئے گئے۔ صلح کر لینے کے بعد صلح کی شرائط کے بموجب واپس ہوگئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوں گے۔ اور ہوا یہ کہ ہمیں واپس ہونا پڑ رہا ہے فرمایا۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے۔ وقت آئے گا کہ ایک دن ہم ضرور داخل ہونگے اور ایک سال بعد عمرۃ القضاء کے موقع پر یہ وقت آ بھی گیا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ معراج کے بعد بعثت ہونے کی سب سے قوی دلیل حضرت شریک کی روایت کا

یہ لفظ ہے۔ وقد بعث۔ وہ بھیجے جا چکے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے بعد ہوا ہے۔ لیکن یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ بعثت کے شرعی معنی مراد لئے جائیں۔ لیکن اگر اس کے لغوی معنی مراد لئے جائیں یعنی بھیجنا تو علامہ ابن حجر کا استدلال صحیح نہ ہو سکے گا۔ بلکہ علامہ نووی نے شرح مسلم[1] میں اور علامہ قسطلانی نے جو متن[2] لیا ہے۔ اس میں "وقد بعث الیہ" ہے۔ جو لغوی معنی مراد لینے کی تعیین کر رہا ہے۔ جس کی شرح یہ فرمائی۔ للاسراء وصعود السموات۔ کیا ان کے پاس کسی کو اسراء کے لئے[3] اور آسمانوں کے اوپر لانے کے لئے بھیجا گیا ہے؟

حاصل کلام یہ نکلا کہ شریک بن عبد اللہ کی روایت کو اگر قبل بعثت پر محمول کر کے اسے ان رویا صادقہ کے قبیل سے مانا جائے۔ جو قبل بعثت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھائے جاتے تھے تو اس حدیث پر کوئی اشکال سرے سے وارد ہی نہ ہوگا۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۲) بعد بعثت قبل ہجرت ہوئی۔ یہی صحیح ہے۔

(۳) ہجرت کے کتنے پہلے ہوئی۔ ایک سال پہلے۔ اسے ابن سعد وغیرہ نے کہا اور علامہ نووی نے اسی پر جزم فرمایا۔ بلکہ ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا۔ اگرچہ ابن حزم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ کیونکہ اسمیں کثیر اختلافات ہیں۔

(۴) علامہ ابن جوزی نے کہا کہ ہجرت کے آٹھ مہینے پہلے ہوئی۔

(۵) چھ مہینے پہلے ہوئی۔ اسے ابو الربیع بن سالم نے حکایت کی۔

(۶) گیارہ مہینے پہلے۔ اس پر ابراہیم حربی نے جزم کیا۔ اور ابن منیر نے علامہ ابن عبد البر کی سیرت کی شرح میں اسے ترجیح دی۔

(۷) ہجرت سے پندرہ مہینے پہلے۔ اسے امام سدی نے کہا۔

(۸) ہجرت سے بارہ مہینے قبل۔ اسے ابن عبد البر نے نقل کیا۔

(۹) ہجرت سے تیرہ مہینے پہلے۔ اسے ابن فارس نے نقل کیا۔ اس پر امام واقدی نے جزم فرمایا۔

(۱۰) ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے۔ اس کو ابن سعد نے ابن ابی سبرہ سے نقل کیا۔

(۱۱) ہجرت سے تین سال پہلے۔ اسے ابن اثیر نے نقل کیا۔

---

[1] جلد اول۔ ص۹۱ [2] ارشاد الساری عاشر التوحید باب قولہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۴۴۸ [3] ایضا۔ المواہب اللدنیہ مع الزرقانی سادس ص۵۵

(۱۲) ہجرت سے پانچ سال پہلے، یہ امام زہری کا قول ہے۔ جسے امام قاضی عیاض نے نقل کیا۔ علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے اسی کا اتباع کیا۔

(۴) کس مہینے میں ہوئی۔ ربیع الاول میں۔ ربیع الآخر میں۔ رجب میں۔ شوال میں۔ رمضان میں

(۵) اسرار اور معراج۔ ایک ہی ہیں یا دو۔ دو ہیں تو دونوں ایک ہی رات میں ایک ساتھ مسلسل بیداری کے عالم میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے۔ یا علیحدہ علیحدہ اور ان میں ایک بیداری میں اور دوسرا خواب میں۔ اس بارے میں بھی سلف میں اختلاف رہا۔

(۱) جمہور فقہاء محدثین متکلمین کا مختار یہی ہے کہ اسرار اور معراج ایک ہی رات میں اور یہ ایک رات میں مسلسل بہ ترتیب واقع ہوئے۔ اور یہ سب بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے۔

(۲) بعض نے کہا کہ اسرار ایک رات میں ہوا اور معراج دوسری رات میں۔

(۳) کچھ حضرات نے کہا کہ اسرار دوبار ہوئی اور معراج بھی دوبار ہوئی۔ ایک مرتبہ خواب میں بطور تمہید دوبارہ بیداری میں۔

(۴) اسرار بیداری میں اور معراج خواب میں ہوئی۔

جن لوگوں نے یہ کہا کہ اسرار ایک رات میں ہوا۔ اور معراج دوسری رات میں۔ انھوں نے یہ تفصیل کی ہے۔ کہ اسرار میں بیت المقدس تک جا کر واپس مکہ معظمہ آگئے۔ اس کی صبح کو قریش کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا۔ اور معراج میں پہلے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے ملأ اعلیٰ میں جلوہ فرمایا۔

(۱۳) تاریخ سترہ یا ستائیس ربیع الاول۔ یا ستائیس ربیع الآخر یا ستائیس رجب یا ستائیس رمضان تھی۔ علامہ زرقانی نے فرمایا۔[۱] کہ مختار یہی ہے کہ ستائیس رجب تھی اور اسی پر عمل ہے۔

(۱۴) دن دوشنبے کا تھا۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو پیدا ہوئے۔ دوشنبے کو مبعوث ہوئے۔ دوشنبے کو معراج ہوئی، دوشنبے کو ہی کو وصال فرمایا[۳] ایک قول یہ ہے کہ جمعے کا دن تھا۔

حاصل کلام ان سب اقوال میں راجح و مختار یہ ہے۔ معراج ستائیس رجب دوشنبے کی شب میں ہوئی اور بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئی۔ اور مسجد حرام سے بیت المقدس تک پھر وہاں سے

---

[۱] زرقانی علی المواہب سادس ص ۹ [۲] ایضاً ص ۹

[۳] ارشاد الساری ص ۲۰۳ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ۔

جہاں تک اللہ عز وجل نے چاہا۔ سب ایک ہی رات میں واقع ہوا۔ اور بعد بعثت قبل ہجرت ہوئی۔
البتہ اسکے علاوہ متعدد بار اور بقول بعض عرفاء مزید تینتیس بار معراج منامی ہوئی۔ جو مکہ معظمہ میں بھی ہوئی اور مدینہ طیبہ میں بھی۔ قبل بعثت بھی اور بعد بعثت بھی۔

سُبْحَانَ الَّذِی۔ سبحان فعل محذوف سبحتہ کا مفعول مطلق ہے فعل کو حذف کرکے مفعول کو اس کی جگہ ذکر کیا۔ سبحان، ان مفعول مطلق میں سے ہے جن کے عامل کا حذف واجب ہے۔ سبحان، کے بارے میں تین قول ہیں، اول یہ کہ یہ اسم مصدر ہے۔ اس لئے کہ تسبیح بمعنی تنزیہ، مجرد سے نہیں آتا۔ صرف باب تفعیل سے آتا ہے۔ قاضی نے شرح سلم کے منہیہ میں کہا۔ قال سیبویہ سبحت اللہ تسبیحا و سبحانا فالمصدر التسبیح و سبحان اسم یقوم مقام المصدر۔ اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا۔ سبحان اسم للتسبیح یقال سبحت اللہ تسبیحا و سبحانا فالتسبیح ھو المصدر و سبحان اسم للتسبیح لقولھم کفرت الیمین تکفیرا و کفرانا۔ اور باب تفعیل کا مصدر اگر صحیح ہے تو تفعیل یا فِعال کے وزن پر آتا ہے۔ فُعلان کے وزن پر نہیں آتا۔ اور یہاں سبحان بمعنی تنزیہ ہی ہے۔ اسلئے کہنا پڑے گا کہ یہ یا تو اسم مصدر ہے یا علم مصدر۔ علم مصدر ماننا صحیح نہیں کہ امیہ ورقہ بن نوفل نے کہا ہے۔

سبحانہ ثم سبحانا نعوذ بہ وقبلنا سبح الجودی والجمد

اس نے "سبحانا" کو تنوین کے ساتھ استعمال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ منصرف ہے۔ اور اگر علم مصدر ہوتا تو الف نون زائدتان اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہوتا۔

دوم علم مصدر ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

قد قلت لما جاء نی فخرہ سبحان من علقمۃ الفاخر

اس نے سبحان کو بغیر تنوین کے استعمال کیا ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ غیر منصرف ہے۔ یہ تو درست ہے۔ کہ غیر منصرف کو ضرورت شعری کی بنا پر منصرف تنوین کے ساتھ لایا جائے۔ مگر اس کی اجازت نہیں کہ منصرف کو غیر منصرف بغیر تنوین کے استعمال کیا جائے۔ اگرچہ ضرورت ہو۔ اس لئے یہ کہا جائے گا کہ ورقہ بن نوفل کے شعر میں ضرورتِ شعری کی وجہ سے تنوین کے ساتھ آیا ہے۔ فیہ ما فیہ۔ زمخشری نے کشاف میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ نسفی نے بھی اپنی تفسیر میں۔ قاموس میں ہے۔ سبحان اللہ تنزیہا للہ عن الصاحبۃ والولد۔ معرفۃ۔ ونصب علی المصدر۔ اس کو معرفہ کہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ علم مصدر ہے۔ صراح میں ہے۔ معناہ التنزیہ للہ نصب علی المصدر۔ تنزیہ کو معرف باللام لانا اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی اسے علم مان رہے ہیں اور نصب علی المصدر ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ مفعول مطلق ہے۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ کبھی علم مصدر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس وقت مضاف نہ ہوگا۔ یہ ان اقوال کی روشنی میں درست نہیں کیونکہ انھوں نے سبحان کو اسم جلالت کی طرف مضاف ہونے کی حالت میں علم مصدر مانا ہے۔
سوم۔ مصدر ہے۔ اور ثلاثی مجرد سے آتا ہے۔ فتح یفتح سے۔ جیسا کہ قاموس میں ہے۔ وسبح کمنع سبحانا وسبح تسبیحا قال سبحان اللہ —— اور شرح لباب میں ہے۔
معنی سبحان اللہ اسبح تسبیحا ای انزھہ تنزیھا وھو فی الاصل مصدر کغفر غفرانا قال الشاعر —— قبح الالہ وجوہ تغلب کلما سبح الحجیج وکبروا اھلالا
اسے اسم مصدر یا علم مصدر کہنے کی وجہ یہی تھی کہ ثلاثی مجرد سے تنزیہہ کے معنی میں وارد نہیں۔ نیز یہ کہ مجرد کا مصدر سبحان کے وزن پر مسموع نہیں۔ اب جبکہ قاموس اور شرح لباب میں تصریح ہے۔ ثلاثی مجرد سے بھی تنزیہہ کے معنی میں ہے۔ اور ثلاثی مجرد سے بھی فعلان کے وزن پر مصدر آیا ہے تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ مصدر ہے۔
صیغہ تسبیح عرف عام میں کسی غیر متوقع یا دشوار یا محال چیز کے ہونے پر تعجب وحیرت ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل تعجب اور حیرت سے منزہ ہے کیونکہ یہ نہ جاننے اور عجز کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں تسبیح کا حقیقی لغوی معنی تنزیہہ مراد ہے۔ اور یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کہ شب معراج واقع ہونے والے عظیم خرق عادت امور کے واقع کرنے کی بنا پر اس پر اعتراض کیا جائے کیونکہ وہ ہر عیب ہر نقص عجز سے منزہ ہے۔ اور ہر شی پر قادر ہے۔ ہماری عقلیں جن چیزوں کو مستبعد بلکہ محال جانیں ان کا واقع کرنا بھی اس کیلئے کوئی بڑی بات نہیں۔ اذا اراد امرا الآیۃ۔

الذی اسم موصول ابہام کے لئے ہے جو عظمت شان کے اظہار کیلئے ہے کہ اس کی ذات وہ سرالاسرار ہے جس کے حریم قدس تک انسانی عقول کی رسائی نہیں۔ نہ صرف یہ کہ اس کی ذات ہی تک رسائی نہیں بلکہ اسکے افعال کے اسباب وعلل تک بھی کسی کی باریابی نہیں۔ الامن یختص برحمتہ من یشاء۔

اسریٰ اس کا مادہ سُریٰ ہے۔ اسکے معنی رات میں چلنے کے ہیں۔ اس کا مصدر سَرْیَۃ اور سِرَایَۃ اور سَرَیَانٌ بھی آتا ہے۔ اَسْرٰی باب افعال سے بھی لازم ہے۔ اسی لئے بار لاکر بعبدہٖ میں متعدی فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیٔ۔ یہاں لیلاً کے ذکر کی وجہ سے تجریداً صرف لے جانے کے معنی میں ہے لیلاً کے ذکر کرنے سے دو فائدے ہیں۔ اول یہ کہ اسریٰ کبھی مجازاً دن میں چلنے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کے ازالے کے لئے لیلاً فرمایا۔ دوسرا یہ کہ عرب والے جب سَرٰی فُلَانٌ لَیْلاً بغیر تاء کے بولتے تو ان کی مراد یہ ہوتی کہ رات کے کچھ حصے میں چلا۔ جب پوری رات سیر کرنے کو

بتانا ہوتا ہے تو کہتے ہیں سری فلان لیلة ۔ تار کے ساتھ ۔ اسی میں یہ ارشاد بھی ہے ۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا ۔ افادہ یہ کرنا ہے کہ یہ مبارک سیر پوری رات نہ تھی ۔ رات کے کچھ حصے میں تھی ۔ لیلا ۔ کی تنوین برائے تقلیل نے اس معنی کو اور واضح کر دیا ۔

الی المسجد الاقصیٰ اس سے مراد بیت المقدس ہے ۔ اقصیٰ اسم تفضیل مذکر ہے ۔ اس کا مادہ قصوٌ ہے ۔ جس کے معنی دور ہونے کے ہیں ۔ اقصیٰ کے معنی زیادہ دور یہ مکہ معظمہ سے چالیس دن کی دوری پر ہے ۔ اس لئے اس کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں ۔ اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبے کی تعمیر کے چالیس سال بعد ڈالی تھی ۔

بارکنا حولہ مسجد اقصیٰ انبیاء سابقین کا مولد مسکن اور مدفن اور ان کا قبلہ ہے ۔ اس لئے اس کے ارد گرد بے شمار برکات دینیہ ہیں اور وہ خطہ بڑا زرخیز ہے ۔ اس کے آس پاس باغات کھیتیاں نہریں بکثرت ہیں ۔ جن میں ہر قسم کے میوے غلے پھل پھول وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں ۔

من اٰیاتنا اس سے صرف ان نشانیوں کو مراد لینا جو مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ تک دکھائی گئیں تخصیص بلا مخصص ہے ۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ان آیات کو بھی عام ہو جو مسجد اقصیٰ کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک دکھائی گئیں ـــــ اس آیت کریمہ میں صرف مسجد اقصیٰ تک کا تذکرہ اس بنا پر ہے کہ یہ معلوم تھا کہ کفار قریش اس کا انکار کریں گے اور تصدیق کی صورت یہ ہوگی کہ وہ مسجد اقصیٰ کی تفصیلی ہیئت دریافت کریں گے ۔ اور صحیح بتانے کی صورت میں اس کی زبانیں بند ہو جائیں گی ۔ اور سعادتمند قلوب کو اطمینان ہو جائے گا ۔

احکام مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج کا ثبوت قطعی یقینی ہے ۔ اس کا منکر کافر ہے ۔ اور مسجد حرام سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ تک کا ثبوت احادیث کثیرہ سے ہے اس کا منکر گمراہ ہے ۔ معراج کی حدیث تقریب قریب تیس صحابہ سے مروی ہے ۔ خود بخاری میں میرے تتبع کے مطابق سات صحابہ کی روایت مطول مختصر درج ہے ۔ حضرت جابر ، حضرت انس ، حضرت ابوہریرہ ، حضرت ابوذر ، حضرت ابن عباس ، حضرت ابو حبہ انصاری ، حضرت صعصعہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

تشریحات ۲۰۳۷ معراج کی صبح کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے ابو جہل کا گزر ہوا ۔ اس نے پوچھا ۔ کیا کوئی اور بات ہوئی ؟ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات مجھے بیت المقدس لیجایا گیا ۔ اس نے کہا اور تم صبح کو ہمارے سامنے آموجود ہوئے ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔

حدیث ۲۰۳۵	حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ
	حضرت جابر بن عبد اللہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے ۔

عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ

کہ جب قریش نے مجھے (معراج کے بارے میں) جھٹلایا۔ تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے

قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ

میرے لئے بیت المقدس کو روشن کر دیا۔ میں قریش کو اس کی نشانیاں بتانے لگا ۔ اور میں

عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ۔

بیت المقدس دیکھ رہا تھا۔

اس نے کہا میں اپنی قوم کو بلاتا ہوں ۔ کیا ان کے سامنے بھی یہ سب بیان کر دو گے ۔ فرمایا۔ ضرور بیان کر دوں گا ابو جہل نے پکارا۔ اے بنی کعب بن لوئی ! یہ سنتے ہی سب لوگ سمٹ کر ان دونوں کے پاس جمع ہو گئے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے سامنے پورا واقعہ سنایا۔ سنانے کے اثناء کچھ مسخرے سیٹی بجاتے رہے کچھ جوکروں کی طرح سروں پر ہاتھ رکھ رکھ دیتے۔ ان میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو بیت المقدس جا چکے تھے۔ انھوں نے کہا۔ کیا تم مسجد اقصیٰ کا نقشہ ہمیں بتا سکتے ہو۔ اس پر مسجد اقصیٰ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دی گئی ۔ انھوں نے مسجد اقصیٰ کے بارے میں جو کچھ پوچھا۔ سب بتا دیا سننے کے بعد ان لوگوں نے تصدیق کی۔ کہ آپ نے صحیح بتایا ہے[1]۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کیا ۔ اسراء کی صبح کو بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے۔ کچھ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ اس پر حیرت زدہ ہو کر لوگوں نے کہا ۔ آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک رات میں شام گئے اور رات میں مکہ واپس ہو گئے۔ صدیق اکبر نے فرمایا۔ ہاں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں ۔ یہ کیا ہے میں تو اس سے زیادہ مستبعدات کی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان کی خبر آتی ہے

[1] فتح الباری سابع ص۱۹۹ بحوالہ مسند امام احمد و بزار بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

بَابُ الْمِعْرَاجِ

صفحہ ۵۴۸

معراج کا بیان

حدیث ۲۰۳۶

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ

کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج کا قصہ یوں بیان کیا کہ میں حطیم میں

وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ

اور کبھی کہتے میں حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والے آئے اور انھوں نے یہاں سے یہاں تک

يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِيْ مَا يَعْنِيْ بِهٖ

کے درمیان پھاڑا جارود میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے ان سے میں نے پوچھا - کیا مطلب ؟

اسی بنا پر ان کا نام صدیق پڑا ۔

فَجَلَّى لِيَ مسلم[1] میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے ۔ کہ وہ لوگ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے لگے جنھیں میں نے ذہن نشین نہیں کیا تھا ۔ مثلاً اس کے کتنے دروازے ہیں ۔ اس پر مجھے اتنی سخت الجھن ہوئی کہ کبھی نہ ہوئی تھی ۔ اللہ عزوجل نے بیت المقدس میرے پیش نظر کر دیا ۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ جو بھی پوچھتے بتاتا جاتا ۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کے سارے حجابات اٹھا دیئے گئے تھے ۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جو ابھی گزری ہے اس میں ہے کہ مسجد اقصیٰ

[1] اول باب الاسراء صفحہ ۹۶ ۔

قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهِ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى

تو انھوں نے کہا۔ سینے کے اوپری حصے سے لے کر پیڑو تک۔ تو انھوں نے میرا

شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوْءَةٍ

دل نکالا۔ پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر

اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِىْ ثُمَّ حُشِىَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ

میرا دل دھویا گیا پھر دل کو ایمان سے بھرا گیا اس کے بعد اپنی جگہ رکھدیا گیا۔

الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ

پھر سواری کیلئے میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا

يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ

تھا سفید رنگ جارود نے حضرت انس سے پوچھا۔ کیا یہ براق تھا اے ابوحمزہ۔ تو حضرت

عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِىْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ

انس نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا۔ مجھے اس پر سوار کرایا گیا

مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ

اس کے بعد جبریل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان تک پہنچے۔ اور دروازہ

وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَاءَ

کھولنے کے لئے کہا پوچھا گیا کون ہیں؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا

فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ

اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے بتایا محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں

دار عقیل کے پاس رکھی گئی۔ وہ لوگ پوچھتے جاتے ہیں دیکھ دیکھ کر بتاتا جاتا۔ مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم بن عدی تھا۔

فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْابْنِ

پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا۔ ہاں کہا گیا۔ مرحبا خوش آمدید۔ پھر

الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ

دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس میں آدم علیہ السلام

مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ

ہیں تو جبریل نے کہا یہ آپ کے والد آدم ہیں انھیں سلام کیجئے تو میں نے انھیں سلام

وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ

کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے فرمایا نیک فرزند اور صالح نبی کو مرحبا ہو۔

جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ

پھر اوپر چلے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کا دروازہ کھولنے کیلئے کہا تو پوچھا گیا

قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا

کون ہیں انھوں نے کہا میں جبریل ہوں پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ

مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ

تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے تو جبریل نے کہا ہاں۔ تو کہا گیا انھیں مرحبا اور

الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيلُ قِيلَ وَمَنْ

خوش آمدید ہو۔ اب دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ

مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ

مجھے ملے۔ جبریل نے کہا۔ یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں ان دونوں کو سلام کیجئے میں نے ان دونوں کو سلام کیا

مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ بِهٖ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوسُفُ

اور ان دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان دونوں نے کہا نیک بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے

قَالَ هٰذَا يُوسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ

تیسرے آسمان تک لے گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں

مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى

جبریل ہوں، پوچھا گیا اور آپکے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) ، پوچھا گیا

أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ

انھیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں تو کہا گیا انھیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ اب دروازہ

جِبْرَئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ أَوَقَدْ أُرْسِلَ

کھولدیا گیا۔ جب تیسرے آسمان پر پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے۔ جبریل نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں

إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا

سلام کیجئے۔ تو میں نے سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا نیک بھائی اور نبی صالح

خَلَصْتُ إِلٰى إِدْرِيسَ قَالَ هٰذَا إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ

کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے اوپر لے چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے۔ جبریل نے دروازہ

عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ

کھولنے کیلئے کہا۔ تو پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ

صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ

کون ہیں۔ انھوں نے بتایا محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا انکو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے

هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ

کہا ہاں۔ تو کہا گیا انھیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ اور دروازہ کھولدیا گیا۔ پس جب میں ادریس

أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ

علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ تو جبریل نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا

فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُونُ قَالَ هٰذَا هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا۔ برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے اور اوپر

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ

لے چلے یہانتک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے۔ انھوں نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔ تو پوچھا گیا کون؟

الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ

انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں انھوں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ

قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ

تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ تو انھوں نے کہا ہاں۔ اب کہا گیا انھیں مرحبا اور

قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ

خوش آمدید ہو جب میں پانچویں آسمان پر پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے جبریل نے کہا یہ ہارون ہیں

الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوسٰى قَالَ هٰذَا مُوسٰى فَسَلِّمْ

انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا برادر

عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ

صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو پھر مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے۔ جبریل نے

الصَّالِحِ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيلَ لَهٗ مَا يُبْكِيكَ قَالَ أَبْكِي

• دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں پوچھا گیا اور آپکے ساتھ

لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهٖ

کون ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا انھیں بلایا گیا ہے تو جبریل نے

اَكْثَرُ مَنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ

کہا ہاں۔ تو کہا انھیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ جب میں چھٹے آسمان پر پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے تو

فَاسْتَفْتَحَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ

جبریل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں

مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا

نے کہا۔ برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو جب میں ان سے آگے بڑھ گیا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا کیوں رو رہے

بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا

ہیں۔ تو انھوں نے بتایا۔ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک صاحبزادے میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت سے

اَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا

جنت میں میری امت سے زیادہ افراد داخل ہونگے۔ پھر مجھے ساتویں آسمان تک لے گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو

بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعَتْ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى

کہا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ

فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ

تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا۔ کیا انھیں بلانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ انھیں مرحبا ہو

قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ

خوش آمدید ہو۔ جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے انھوں نے کہا یہ آپ کے والد ہیں انھیں

وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا

سلام کیجئے۔ تو میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ انھوں نے کہا فرزند صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو

الباطنان فنهران في الجنة واما الظاهران فالنيل

پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پھل ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے اور اسکے پتے

والفرات ثم رفع لي البيت المعمور ثم اتيت باناء

ہاتھی کے کان کے برابر۔ جبریل نے کہا۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ پھر میں نے چار نہریں دیکھیں۔ دو باطن

من خمر واناء من لبن واناء من عسل فاخذت اللبن

دو ظاہر۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا ہیں اے جبریل۔ انھوں نے کہا۔ باطنی دو نہریں جنت میں جاری ہیں

فقال هي الفطرة انت عليها وامتك ثم فرضت علي

اور ظاہری نہریں نیل و فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور کیا گیا۔ پھر میرے سامنے شراب

الصلوات خمسين صلوة كل يوم فرجعت فمررت على

کا ایک برتن ایک دودھ کا برتن اور ایک شہد کا برتن پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل نے کہا۔

موسى فقال بما امرت قال امرت بخمسين صلوة كل

یہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر۔ مجھ پر روزانہ پچاس وقت کی نمازیں فرض

يوم قال ان امتك لا تستطيع خمسين صلوة كل يوم

کی گئیں۔ اسکے بعد میں واپس ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچا۔ انھوں نے

واني والله قد جربت الناس قبلك وعالجت بني اسرائيل

پوچھا آپ کو کاہے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہا۔ روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے

اشد المعالجة فارجع الى ربك فسله التخفيف لامتك

کہا۔ آپ کی امت روزانہ پچاس وقتوں کی نماز کی استطاعت نہیں رکھتی۔ اور میں بخدا

آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں۔ اور اس سلسلے میں بنی اسرائیل پہ بہت سختی

فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَہٗ

کر چکا ہوں۔ اس لئے آپ اپنے رب کی جانب واپس تشریف لے جائیے۔ اوران سے

فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ

اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس حاضر ہوا۔ تو مجھ سے دس معاف فرمادی

مِثْلَہٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ

پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے وہی کہا۔ پھر میں واپس اللہ عزوجل کی بارگاہ

فَقَالَ مِثْلَہٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ

میں حاضر ہوا تو دس معاف کردی۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو انھوں نے

فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ

وہی کہا۔ پھر میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں لوٹ کر گیا تو اس نے دس کم فرمادی پھر میں موسیٰ علیہ السلام

صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ

کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے وہی کہا۔ پھر میں بارگاہ خداوندی میں واپس ہوا تو مجھے روزانہ

کُلَّ یَوْمٍ وَاِنِّیْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ

دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے وہی کہا

اَشَدَّ الْمُعَالَجَۃِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْہُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِکَ

پھر میں بارگاہ خداوندی میں لوٹ کر گیا تو مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر

قَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَلٰکِنِّیْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو کس بات کا حکم دیا گیا۔

میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ انھوں نے کہا۔ آپ کی امت روزانہ پانچ

قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَ

نمازوں کی استطاعت نہیں رکھتی اور میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمالیا ہے اس سلسلے میں

وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ ؎

بنی اسرائیل پر مجھے بہت سختی کرنی پڑی اسلئے اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجیے۔ انھوں نے کہا میں نے اپنے رب سے سوال کیا اتنا کہ مجھے حیا آئی میں اس پر راضی ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا جب میں آگے بڑھا تو ایک ندا دینے والے نے ندا دی۔ میں نے اپنا فرض نافذ کردیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کردی۔

حدیث ۲۰۳۷

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد۔

فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً

ہم نے آپ کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لئے آزمائش کردی ۔۔ کی تفسیر

تشریحات ۲۰۳۶

واقعہ معراج کے سلسلے میں جو روایات مختلف آئی ہیں ان کے بعض میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل ہے اور ساری تفصیلات کسی ایک روایت میں مذکور نہیں۔ ان سب روایتوں کا ذکر کرنا اور پھر ان میں تطبیق پیدا کرنا بہت طویل ابحاث کا خواہاں ہے۔ اور مجھے اختصار منظور ہے اسلئے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے میں آگے بڑھ رہا ہوں۔

تشریحات ۲۰۳۷

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول اس کی دلیل ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی تھی۔ رویا جس طرح رویت قلبی کے معنی میں مستعمل ہے اسی طرح رویت بصری کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ یعنی اس کے معنی

؎ بدء الخلق باب ذکر الملئکۃ ص۴۵۵ الانبیاء باب قولہ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ص۴۸۵

لِلنَّاسِ قَالَ ہِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

یہ مروی ہے کہ اس سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے جسے اس رات دکھایا گیا تھا جب

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ

حضور بیت المقدس تک تشریف لے گئے تھے۔ کہا۔ قرآن میں شجرہ

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ؏

ملعونہ سے مراد تھوہڑ کا درخت ہے۔

بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انصار کا مکہ معظمہ میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ ص۵۵

ہونا۔ اور بیعۃ عقبہ کا بیان۔

جاننے کے بھی ہیں اور آنکھ سے دیکھنے کے بھی۔ اور خواب کے معنی میں بھی آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد میں ھی رؤیا عین یہ آنکھ سے دیکھنا تھا۔ اس کی دلیل ہے کہ آیت مبارکہ میں رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ جاگتے ہوئے چشم سر سے دیکھنا مراد ہے۔

تشریح ہجرت سے قبل انصار کرام کی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جمرۃ العقبہ کے قریب گھاٹی میں جہاں مسجد بنی ہوئی ہے تین بار ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ جس کی تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔

؏ کتاب التفسیر باب قولہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک ص۶۸۶ کتاب القدر، باب قولہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس ص۹۷۸ ترمذی تفسیر، نسائی تفسیر۔

حدیث ۲۰۳۸	قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِیْ وَخَالِیْ مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَۃِ
	حضرت جابر نے فرمایا میں اور میرے باپ اور میرے ماموں

اصحاب عقبہ میں سے ہیں ۔

حدیث ۲۰۳۹	عَنِ الصُّنَابِحِیِّ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّہٗ
	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ان نقیبوں

قَالَ اِنِّیْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

میں سے ہوں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَایَعْنَاہُ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِکَ بِاللّٰہِ

ہم نے جنت کے عوض حضور سے بیعت کی اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

تشریحات ۲۰۳۸ اور نسخوں میں خالی کے بجائے خالایَ تثنیہ ہے یعنی میرے دونوں ماموں بھی شریک تھے ۔ ان سے مراد ثعلبہ اور عمرو ہیں یہ دونوں عقبۂ ثانیہ کے موقع پر حاضر تھے ۔ بخاری ہی میں سفیان بن عیینہ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ایک براء ابن معرور تھے یہ حضرت جابر کے ماموں نہیں تھے لیکن علامہ کرمانی اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت جابر کی والدہ کے رشتے داروں میں سے ہیں اسلئے مجازاً ان کو ماموں کہنا درست ہے ۔ حضرت براء بن معرور انصار کے پہلے وہ خوش نصیب انسان ہیں جو مشرف باسلام ہوئے اور پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے عقبۂ ثانیہ کے موقع پر بیعت کی اور انصار کے پہلے وہ فرد ہیں جنھوں نے کعبہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے ایک ماہ قبل وفات پا گئے تھے ۔

تشریحات ۲۰۳۹ اس حدیث کے ہم معنی مفصل حدیث جلد اول کتاب العلم میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام بھی مذکور ہے ۔ بعض نسخوں میں ولا نعصی کے بجائے لا نقضی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کے بارے میں قطعی حکم نہیں لگائیں گے کہ

شَيْئًا وَّلَا نَزْنِيْ وَلَا نَسْرِقُ وَلَا نَقْتُلُ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا

نہ کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ اسے قتل کریں گے اللہ نے جس کی حرمت رکھی ہے مگر

بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبُ وَلَا نَعْصِيْ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ

حق کے ساتھ اور نہ لوٹیں گے نہ نافرمانی کریں گے اسکی جزا جنت ہے اگر ہم نے یہ کیا تو۔ اور اگر ہم نے ان

غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ [عـ۵]

میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا تو اس کا فیصلہ اللہ پر ہے

بَابُ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُوْمِهَا الْمَدِيْنَةَ وَبِنَائِهِ بِهَا ۵۵۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے نکاح کرنا اور حضور کا مدینہ تشریف لانا اور حضرت عائشہ سے زفاف کرنا

حدیث ۲۰۴۰

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ فَقَدِمْنَا

نے شادی کی اور میں چھ سال کی تھی اس کے بعد ہم مدینہ

الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْنَا فِيْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ

آئے۔ اور بنی حارث بن خزرج میں اترے۔ مجھے بخار آگیا جس سے میرا بال جھڑ گیا

وہ جنتی ہے اس تقدیر پر بالجنۃ متعلق ہے نقضی کے اور لانعصی والے نسخے کی بنا پر بالجنۃ متعلق ہے بایعناہ کے مطلب یہ ہوا کہ ہم نے بیعت کی کہ یہ سب کام ہم نہیں کرینگے تاکہ اسکے عوض ہمکو جنت ملے

عـ۵ ثانی دیات باب قول اللہ ومن احیاہا صـ۱۰۱۵ مسلم حدود

شعری فوفی جمیمۃ فاتتنی امی ام رومان وانی لفی ارجوحۃ ومعی

البتہ کانوں کے اوپر کے بال بڑھ گئے تھے۔ میری ماں ام رومان میرے پاس آئیں اور میں

صواحب لی فصرخت بی فاتیتہا ما ادری ما ترید بی فاخذت

جھولے میں تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں میری ماں نے مجھے پکارا میں انکے پاس آئی میں

بیدی حتی اوقفتنی علی باب الدار وانی لانہج حتی سکن

نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہیں انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور لیکر چلیں یہاں تک کہ گھر کے دروازہ پر کھڑا کیا

بعض نفسی ثم اخذت شیئا من ماء فمسحت بہ وجہی

اور میں بہت تیز تیز سانس لے رہی تھی پھر کچھ میرا سانس درست ہوا میری ماں نے پانی لیکر میرے چہرے اور سر کو

وراسی ثم ادخلتنی الدار فاذا نسوۃ من الانصار فی البیت

دھویا پھر مجھے گھر کے اندر کر دیا۔ جہاں انصار کی کچھ عورتیں تھیں انھوں نے کہا خیر و برکت پہ آئی

فقلن علی الخیر والبرکۃ وعلی خیر طائر فاسلمتنی الیہن

اور اچھے نصیبہ پر آؤ میری ماں نے مجھے ان عورتوں کے حوالہ کر دیا ان عورتوں نے

فاصلحن من شانی فلم یرعنی الا رسول اللہ صلی اللہ

میرا بناؤ سنگار کیا۔ مجھے کسی چیز نے نہیں گھبرایا سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ضحی فاسلمننی الیہ وانا یومئذ بنت تسع سنین عہ

علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور یہ چاشت کا وقت تھا ان عورتوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سپرد کر دیا اسوقت میں نو سال کی تھی

عہ ثانی کتاب النکاح باب نکاح الرجل ولدۃ الصغار صفحہ ۷۷۱ باب الدعاء للنساء اللاتی یہدین صفحہ ۷۷۵ باب البناء بالنہار باب من بنی بامرأۃ وھی بنت تسع سنین صفحہ ۷۷۵ ابن ماجہ نکاح

حدیث ۲۰۴۱

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہیکہ نبی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہَا اُرِیْتُكِ فِی الْمَنَامِ مَرَّتَیْنِ اَرٰی اَنَّكِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مجھے خواب میں تجھے دو بار دکھلایا گیا میں نے تم کو

فِیْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِیْرٍ وَیَقُوْلُ ھٰذِہٖ اِمْرَأَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْہَا

دیکھا ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں اور کہنے والا کہتا ہے کہ یہ آپکی زوجہ ہیں اب میں اسے کھولتا

فَاِذَا ھِیَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ یَّكُ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یُمْضِہٖ

ہوں تو وہ تم ہو میں کہتا ہوں اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو ہو کر رہے گا۔

حدیث ۲۰۴۲

عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ تُوُفِّیَتْ خَدِیْجَةُ

حضرت عروہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے تین سال

قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بِثَلٰثِ سِنِیْنَ فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ

قبل خدیجہ کی وفات ہو گئی دو سال یا دو سال کے قریب حضور یونہی رہے اور عائشہ

اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَھِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ ثُمَّ بَنٰی بِہَا وَھِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ

سے نکاح کیا جبکہ وہ چھ سال کی تھیں پھر ان کے ساتھ زفاف کیا جب کہ وہ نو سال کی ہوئیں

تشریحات ۲۰۴۲

صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۱۰ نبوی کے رمضان میں ہوئی ہے اور ہجرت کے ایک سال قبل حضرت عائشہ سے نکاح ہوا اور واقعۂ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں زفاف ہوا۔ نیز یہ کہ حضرت عائشہ سے نکاح کے قبل حضرت سودہ سے نکاح فرمایا تھا۔

ع ثانی نکاح باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج صفحہ ۷۶۸ ثانی نکاح باب نکاح الابکار صفحہ ۷۶۰
کتاب التعبیر باب کشف المرأۃ فی المنام صفحہ ۱۰۳۸ باب الحریر فی المنام صفحہ ۱۰۳۸

باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ صفحہ ۵۵۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مدینے کی جانب ہجرت

حدیث ۲۰۴۳

قال ہشام فاخبرنی ابی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دی

عنہا ان سعدا قال اللہم انک تعلم انہ لیس احد احب الی

کہ سعد بن معاذ نے کہا اے اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرنے سے

ان اجاہدہم فیک من قوم کذبوا رسولک واخرجوہ اللہم

زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں جنھوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انھیں ان کے گھر سے نکالا اے اللہ

فانی اظن انک قد وضعت الحرب بیننا وبینہم

میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان سے لڑائی اٹھا دی

حدیث ۲۰۴۴

قال ابن شہاب واخبرنی عبد الرحمن بن

ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے

مالک المدلجی وہو ابن اخی سراقۃ بن مالک بن جعشم

عبد الرحمن بن مالک مدلجی نے خبر دی کہ ان کے والد نے بتایا

تشریحات ۲۰۴۳

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اس وقت عرض کیا تھا جب انھیں اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی۔ گزر چکا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر انکی شہ رگ میں ایک تیر لگا تھا علاج کی ہر چند کوشش ہوئی مگر زخم مندمل نہ ہو سکا۔ بالآخر اسی میں وہ واصل بحق ہو گئے۔ یہاں قوم سے مراد قریش ہیں۔ جیساکہ بطریق ابان بن یزید کی روایت میں تصریح ہے جو اس حدیث کے متصل مذکور ہے۔ نیز مغازی میں اس کے بعد حضرت سعد کا یہ جملہ مذکور ہے وان کان بقی من حرب قریش شیئ فابقنی لہم حتی اجاہدہم فیک وان کنت وضعت الحرب اگر قریش کی لڑائی سے کچھ باقی ہے تو مجھے بھی ان کیلئے باقی رکھ یہاں تک کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں

اَنَّ اَبَاہُ اَخْبَرَہُ اَنَّہٗ سَمِعَ سُرَاقَۃَ بْنَ جُعْشُمٍ یَقُوْلُ جَاءَنَا رُسُلُ

کہ انھوں نے سراقہ بن جعشم سے سنا کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد

کُفَّارِ قُرَیْشٍ یَجْعَلُوْنَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

آئے کہ انھوں نے اس شخص کو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کو قتل

وَاَبِیْ بَکْرٍ دِیَۃَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا لِمَنْ قَتَلَہٗ اَوْ اَسَرَہٗ فَبَیْنَمَا

کردے یا گرفتار کرے، پوری دیت دیں گے ـــ (سو اونٹ) - اپنی قوم بنی مدلج

اَنَا جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسٍ مِّنْ مَجَالِسِ قَوْمِیْ بَنِیْ مُدْلِجٍ اَقْبَلَ

کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا - کہ ان میں سے ایک شخص آیا - جو ہمارے

رَجُلٌ مِّنْھُمْ حَتّٰی قَامَ عَلَیْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ یَا سُرَاقَۃُ

پاس کھڑا ہوگیا - اور ہم بیٹھے ہی رہے - اس نے کہا - اے سراقہ! میں نے

اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَۃً بِالسَّاحِلِ اُرَاھَا مُحَمَّدًا وَّ

ابھی ساحل پر کچھ لوگوں کو دیکھا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی

اَصْحَابَہٗ قَالَ سُرَاقَۃُ فَعَرَفْتُ اَنَّھُمْ ھُمْ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّھُمْ

ہیں - سراقہ نے کہا - میں تو سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں - لیکن اس سے میں نے کہا -

لَیْسُوْا بِھِمْ وَلٰکِنَّکَ رَاَیْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا انْطَلَقُوْا بِاَعْیُنِنَا ثُمَّ

یہ وہ لوگ نہیں - لیکن تو نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہوگا - جو ہمارے سامنے گئے ہیں - پھر

لَبِثْتُ فِی الْمَجْلِسِ سَاعَۃً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَاَمَرْتُ

میں وہاں تھوڑی دیر رکا رہا پھر کھڑا ہوگیا - اور گھر کے اندر گیا - میں نے اپنی لونڈی کو

جَارِيَتِي أَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِي وَهِيَ مِنْ وَّرَاءِ أَكَمَةٍ فَتَحْبِسُهَا عَلَيَّ

حکم دیا کر میرا گھوڑا لے کر چل اور ٹیلے کے پیچھے سے اسے روکے رہنا۔ اور میں نے

وَأَخَذْتُ رُمْحِي فَخَرَجْتُ بِهِ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ

اپنا نیزہ لیا۔ اور گھر کی پچھیت سے نکلا۔ زمین پر اسکی انی سے خط کھینچتا جاتا۔ اس

الْأَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتَّى أَتَيْتُ فَرَسِي فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا

کے اوپری حصہ کو نیچے کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہوا

تُقَرِّبُ بِي حَتَّى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِي فَرَسِي فَخَرَرْتُ عَنْهَا

اور اسے سرپٹ دوڑایا۔ یہاں تک کہ میں انکے نزدیک پہونچ گیا۔ تو میرا گھوڑا پھسل گیا اور میں گر پڑا

فَقُمْتُ فَأَهْوَيْتُ يَدِي إِلَى كِنَانَتِي فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْأَزْلَامَ

اٹھ کر اپنے ترکش سے تیر نکالا کہ فال نکالوں۔ میں نے یہ فال نکالنی چاہی کہ ان لوگوں کو نقصان پہونچا

فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا أَضُرُّهُمْ أَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِي أَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِي وَ

سکوں گا کہ نہیں۔ تو فال وہ نکلی جو مجھے ناپسند تھی۔ مگر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور فال کی نافرمانی

عَصَيْتُ الْأَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِي حَتَّى إِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُولِ اللهِ

کی۔ گھوڑے کو سرپٹ دوڑانے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلاوت

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَأَبُوْبَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ

کی آواز سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی طرف دیکھ نہیں رہے تھے اور ابوبکر بکثرت ادھر ادھر دیکھتے

سَاخَتْ يَدَا فَرَسِي فِي الْأَرْضِ حَتَّى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ

تھے۔ کہ میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ میں گھوڑے سے گر پڑا۔

عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً

میں نے اسے ڈانٹا۔ وہ کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ بمشکل اپنے پاؤں کو نکالا جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

اِذَا الْاَثَرِ یَدَیْہَا غُبَارٌ سَاطِعٌ فِی السَّمَاءِ مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ

تو اس کے پاؤں سے آسمان میں بلند ہوتا ہوا ایک غبار اٹھا دھوئیں کے مثل۔ پھر میں نے پانسے کی

بِالْاَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِیْ اَکْرَہُ فَنَادَیْتُہُمْ بِالْاَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَکِبْتُ

تیروں سے فال نکالی۔ اب پھر فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی۔ میں نے پکار کر ان سے امان مانگی۔ اب وہ

فَرَسِیْ حَتّٰی جِئْتُہُمْ وَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ حِیْنَ لَقِیْتُ مَا لَقِیْتُ مِنَ

لوگ کھڑے ہو گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے پاس حاضر ہوا اس واقعے سے میرے جی میں

الْحَبْسِ عَنْہُمْ اَنْ سَیَظْہَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

یہ بات آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت جلد غالب آئیں گے۔ میں نے خدمت اقدس میں

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ قَوْمَکَ قَدْ جَعَلُوْا فِیْکَ الدِّیَۃَ وَاَخْبَرْتُہُمْ

عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے معاملے میں دیت مقرر کر دی ہے۔ اور میں نے ان لوگوں کو لوگوں

اَخْبَارَ مَا یُرِیْدُ النَّاسُ بِہِمْ وَعَرَضْتُ عَلَیْہِمُ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ

کے ارادوں کی خبریں دی۔ اور انکی خدمت میں زاد راہ اور سامان پیش کیا۔ انھوں نے نہیں قبول کیا

فَلَمْ یَرْزَاٰنِیْ وَلَمْ یَسْاَلَانِیْ اِلَّا اَنْ قَالَ اَخْفِ عَنَّا فَسَاَلْتُہٗ اَنْ

اور نہ مجھ سے کچھ سوال کیا۔ سوائے اس کے کہ فرمایا۔ ہمارے معاملے کو چھپائے رکھنا۔ میں نے حضور سے

یَکْتُبَ لِیْ کِتَابَ اَمْنٍ فَاَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُہَیْرَۃَ فَکَتَبَ لِیْ فِیْ رُقْعَۃٍ

عرض کیا۔ کہ میرے لئے امان کی سند لکھ دیں۔ حضور نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ تو انھوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر

مِنْ اَدِیْمٍ ثُمَّ مَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ــــــ

لکھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے ــــــ

قَالَ ابْنُ شِہَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ الزُّبَيْرَ فِي رَكْبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ

کی زبیر سے ملاقات ہوئی۔ شام سے لوٹنے والے مسلمانوں کے ایک کاروان تجارت میں۔

كَانُوْا تُجَّارًا قَافِلِيْنَ مِنَ الشَّامِ فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تو زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر کو سفید کپڑے پہنائے۔ مدینہ کے مسلمانوں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بِيَاضٍ وَّسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ

نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے نکل چکے ہیں۔ تو یہ لوگ روزانہ صبح کو حرہ

بِمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ فَكَانُوْا

تک جاکر انتظار کرتے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انھیں لوٹاتی

يَغْدُوْنَ كُلَّ غَدَاةٍ اِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُوْنَهُ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيْرَةِ

طویل انتظار کے بعد ایک دن یہ لوگ لوٹ کر اپنے گھروں

فَانْقَلَبُوْا يَوْمًا بَعْدَ مَا اَطَالُوْا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا اَوَوْا اِلٰى بُيُوْتِهِمْ اَوْفٰى

میں آچکے تھے کہ ایک یہودی کسی ٹیلہ پر چڑھا۔ کسی اپنی ضرورت

رَجُلٌ مِّنْ يَهُوْدَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِهِمْ لِاَمْرٍ يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُوْلِ

سے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ مُبَيَّضِيْنَ يَزُوْلُ بِهِمُ السَّرَابُ

اور حضور کے ہمراہیوں کو سفید کپڑا پہنے ہوئے آتے دیکھا۔ تو یہودی بے اختیار اپنی بلند آواز

فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُوْدِيُّ اَنْ قَالَ بِاَعْلٰى صَوْتِهِ يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ

سے پکار اٹھا۔ اے اہل عرب! یہ تمہارے پیشوا آگئے

هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِيْ تَنْتَظِرُوْنَ فَثَارَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا

جن کا تم انتظار کرتے تھے یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِظَھْرِ الْحَرَّۃِ فَعَدَلَ بِھِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حرہ کے ابتدائی حصہ میں آکر ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ

حَتّٰی نَزَلَ بِھِمْ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَ ذَالِکَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم داہنی طرف مڑ گئے۔ اور بنی عمرو بن عوف میں اترے۔ اور یہ ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ

شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کو ہوا۔ ابوبکر لوگوں سے ملاقات کے لئے کھڑے رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ لَمْ یَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ

خاموش بیٹھے رہے۔ انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں تھا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَیِّیْ اَبَابَکْرٍ حَتّٰی اَصَابَتِ الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

وہ ابوبکر کے پاس آتے۔ یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑنے لگی۔ تو ابوبکر نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی ظَلَّلَ عَلَیْہِ بِرِدَائِہٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ

اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سایہ کردیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَالِکَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً وَ

میں دس دن سے کچھ زیادہ قیام فرمایا اور اس مسجد کی بنیاد رکھی

اُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی وَصَلّٰی فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

جس کی بنیاد تقوے پر ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ فَسَارَ یَمْشِیْ مَعَہُ النَّاسُ حَتّٰی

پڑھا۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینے کی طرف چلے۔ لوگ حضور کے ساتھ پیدل

بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ

ساتھ ہولئے ۔ یہاں تک کہ اونٹنی مدینے میں مسجد نبوی کے پاس بیٹھ گئی ۔ اس وقت

وَهُوَ يُصَلِّىْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِلتَّمْرِ

اس جگہ کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے ۔ یہ زمین دو یتیم بچے سہیل اور

لِسُهَيْلٍ وَّسَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ

سہل کے چھوہاروں کے سکھانے کی جگہ تھی یہ دونوں بچے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ هٰذَا اِنْ شَاءَ

اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ۔ جب وہاں حضور کی اونٹنی بیٹھ گئی تو رسول اللہ

اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ ان شاء اللہ ہمارے قیام کی جگہ ہے ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا فَقَالَا بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَبٰى رَسُوْلُ

نے ان دونوں بچوں کو بلایا ۔ اور ان سے اس زمین کو مسجد بنانے کے لئے خریدنے کی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقْبَلَهٗ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهٗ مِنْهُمَا ثُمَّ

بات چیت کی ۔ تو ان دونوں نے کہا ۔ ہم قیمت نہیں لیں گے بلکہ ہم آپ کو یا رسول اللہ نذر کرتے

بَنَاهُ مَسْجِدًا وَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ

ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور ہبہ لینے سے انکار فرمایا ۔ اس کو ان دونوں سے

فِيْ بُنْيَانِهٖ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرَ ؎

خریدا ۔ پھر وہاں مسجد بنائی ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ اینٹ

ڈھو کر لاتے اور اس کی بنیاد میں رکھتے ۔ اینٹ ڈھوتے وقت یہ فرماتے ۔ یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ۔

حدیث ۲۰۴۵

عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف چلے تو حضور کا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ تَبِعَہٗ سُرَاقَۃُ بْنُ مَالِکِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا

سراقہ بن مالک بن جعشم نے پیچھا کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکے خلاف دعا کی تو اس کا

عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِہٖ فَرَسُہٗ قَالَ ادْعُ اللّٰہَ لِیْ وَلَا اَضُرُّکَ فَدَعَا لَہٗ۔

گھوڑا اسکو لیکر زمین میں دھنس گیا تو اس نے کہا میری خلاصی کیلئے اللہ سے دعا کیجئے او میں آپکو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤنگا تو حضور نے اسکی خلاصی کی دعا کی

ساخت بہٖ فرسہٗ بخاری میں یہ ہے کہ گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنے تک زمین میں دھنس گئے۔ لیکن بزاز اور اسمٰعیلی کی روایت میں ہے کہ گھوڑا پیٹ تک دھنس گیا تھا۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ سراقہ منہ کے بل گر گئے تھے۔ یہ واقعہ قدید سے نکلنے کے بعد سہ شنبہ کو ہوا تھا[۱]

مدارج میں ہے کہ میں ان لوگوں کے اتنے قریب ہو گیا کہ ایک دو نیزے سے زیادہ کا فاصلہ نہیں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ کی اور یہ دعا کی۔ اللھم اکفناشرہ بماشئت۔ اے اللہ جیسے چاہے اس کے شر سے ہمیں بچا کہ گھوڑے کے چاروں پاؤں زانو تک زمین میں دھنس گئے۔

اسی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کسریٰ کے کنگن اور تاج کمر بند مال غنیمت میں حاضر ہوئے۔ تو سراقہ کو بلایا۔ اور انھیں پہنایا۔ اور حکم دیا کہ ہاتھوں کو اٹھا کر یہ کہو۔ الحمد للہ الذی سلبھما کسری بن ھرمز و البسھما سراقۃ الاعرابی۔ اس اللہ کے لئے حمد ہے جس نے ان دونوں کو کسریٰ بن ہرمز سے چھینا اور سراقہ دیہاتی کو پہنایا[۲]

سیظھر امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سراقہ کے دل میں اسی وقت ایمان کی کرن پہونچ چکی تھی۔ علاوہ ازیں ایک دفعہ انھوں نے ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا تھا۔[۴]

اباحکم واللہ لوکنت شاھدا ⁂ لامر جوادی اذ تسوخ قوائمہ

اے ابوحکم اگر تم اس وقت موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے

علمت ولم تشکک بان محمدا ⁂ رسول ببرھان فمن ذا یقاومہ

تو جان لیتے اور شک نہ کرتے کہ محمد رسول ہیں برہان کے ساتھ۔ ان کی مزاحمت کون کر سکتا ہے

[۱] زرقانی جلد اول ص ۳۴۷ [۲] مدارج النبوۃ جلد ثانی ص ۶۲ [۳] اصابہ جلد ثانی ص ۱۹ [۴] ایضا

حدیث ۲۰۴۶

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ (فی روایۃ) عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا أَنَّهَا هَاجَرَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَىٰ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ حاملہ تھیں انھوں نے کہا میں مکہ سے نکلی اس حالت میں کہ میرے دن پورے تھے میں مدینہ آئی اور قبا میں اتری اور وہیں عبداللہ پیدا ہوئے پھر میں انکو لے کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انکو حضور کی گود میں رکھا پھر حضور نے ایک چھوہارا منگایا اسے چبایا پھر انکے منھ میں اسے ڈالا پہلی چیز جو انکے منھ میں داخل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب تھا پھر ایک چھوہارا چبا کر انکے تالو پر لگایا پھر انکے لئے دعائے خیر و برکت کی۔ مدینے میں اسلام کے زمانے میں یہ پہلا بچہ پیدا ہوا تھا (دوسری روایت میں ہے) کہ حضرت اسماء نے حمل کی حالت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔

تشریحات ۲۰۴۶

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اس پر مسلمان بہت خوش ہوئے۔ یہود نے یہ پروپیگنڈہ کر رکھا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے مہاجرین کی کوئی اولاد نہ ہوگی انکی ولادت سے ان کا پروپیگنڈہ باطل ہوگیا۔ حبشہ کے مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے تھے اور ہجرت کے بعد انصار کرام میں سب سے پہلے محمد بن مخلد یا نعمان بن بشیر پیدا ہوئے۔

ع۵ ثانی عقیقہ باب تسمیۃ مولود ص۸۲۱-۲۲ مسلم استیذان

حدیث حدثنا انس بن مالک قال اقبل نبی اللہ صلی اللہ

۲۰۴۷ حضرت انس بن مالک نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے کی

تعالیٰ علیہ وسلم الی المدینۃ وھو مردف ابا بکر وابوبکر شیخ

طرف چلے۔ اور وہ ابوبکر کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ اور ابوبکر سفید ریش بزرگ تھے۔

یعرف ونبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاب لا یعرف قال

جو پہچانے جاتے تھے۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوان تھے جنھیں لوگ پہچانتے نہ تھے۔ ابوبکر

فیلقی الرجل ابا بکر فیقول یا ابا بکر من ھذا الرجل الذی بین

سے کوئی ملتا تو پوچھتا اے ابوبکر! یہ آپ کے آگے کون شخص ہیں۔ وہ فرماتے۔ یہ میرے رہنما ہیں۔ سننے والا

یدیک فیقول ھذا الرجل یھدینی الطریق قال فیحسب

گمان کرتا کہ ان کی مراد راستہ بتانیوالا ہے اور وہ مراد لیتے۔ بھلائی کا راستہ۔ ابوبکر نے

الحاسب انہ انما یعنی بالطریق وانما یعنی سبیل الخیر فالتفت

مڑکر دیکھا۔ ایک سوار ان کے قریب پہونچ گیا ہے تو انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

ابوبکر فاذا ھو بفارس قد لحقھم فقال یا رسول اللہ ھذا فارس قد

یہ سوار ہم تک آگیا ہے۔ تو اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا۔

لحق بنا فالتفت نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اللھم اصرعہ

اور یہ دعا کی۔ اے اللہ اسے پچھاڑ دے۔ کہ گھوڑے نے اس کو گرادیا۔

فصرعہ الفرس ثم قامت تحمحم فقال یا نبی اللہ مرنی بم شئت

پھر گھوڑا کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔ اس شخص نے کہا۔ اے اللہ کے نبی آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔

قال فقف مکانک لا تترکن احدا یلحق بنا قال فکان اول النھار

فرمایا۔ تم یہیں ٹھہرے رہو۔ اور کسی کو ہم تک پہونچنے نہ دو۔ یہ دن کے پہلے حصے میں

جَاهِدًا عَلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ

اللہ کے نبی سے لڑنے والا تھا۔ اور اخیر دن میں اللہ کے نبی کا حامی بن گیا۔ مدینہ پہونچ کر

النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَّهٗ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرہ کے کنارے ٹھہرے۔ پھر انصار کے پاس خبر بھیجی

جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَجَاءُوْا اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

وہ حاضر ہوئے۔ انھوں نے سلام کیا اور عرض کیا۔ آپ لوگ تشریف لے چلیں

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوْا عَلَیْهِمَا وَقَالُوْا ارْكَبَا اٰمِنَیْنِ مُطَاعَیْنِ فَرَكِبَ

آپ لوگوں کے لئے امن ہے اور آپ لوگ مطاع ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ

نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ

علیہ وسلم اور ابو بکر سوار ہو کر چلے۔ اور انصار کرام ہتھیار لگائے ہوئے گھیرے میں لئے

فَقِیْلَ فِی الْمَدِیْنَةِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ فَاَشْرَفُوْا یَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ

ہوئے تھے۔ مدینے میں شور مچ گیا۔ کہ اللہ کے نبی آئے۔ اللہ کے نبی آئے۔ سر اٹھا کر لوگ دیکھنے لگے

جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ یَسِیْرُ حَتّٰی نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِیْ

اور کہنے لگے کہ اللہ کے نبی آئے۔ اللہ کے نبی آئے۔ حضور چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو ایوب کے گھر کے

اَیُّوْبَ فَاِنَّهٗ لَیُحَدِّثُ اَهْلَهٗ اِذْ سَمِعَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَ

ایک کنارے اترے حضور ان کے گھر والوں سے بات کر ہی رہے تھے کہ حضور کی آمد کی خبر عبد اللہ بن سلام

هُوَ فِیْ نَخْلٍ لِاَهْلِهٖ یَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ یَّضَعَ الَّذِیْ یَخْتَرِفُ لَهُمْ

نے سنی۔ اس وقت وہ اپنی کھجور کی باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تو جلدی سے کچھ توڑی ہوئی

فِیْهَا فَجَاءَ وَهِیَ مَعَهٗ فَسَمِعَ مِنْ نَّبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ

کھجوریں باغ میں چھوڑ دیں۔ اور کچھ اپنے ساتھ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اللہ کے

اِلٰی اَھْلِہٖ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ بُیُوْتِ اَھْلِنَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ باتیں سنیں۔ پھر اپنے گھر لوٹ گئے ـــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ اَنَا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ھٰذِہٖ دَارِیْ وَھٰذَا بَابِیْ

نے پوچھا۔ ہمارے رشتہ داروں میں سے کس کا گھر سب سے زیادہ قریب ہے۔ تو ابو ایوب نے عرض کیا۔

قَالَ فَانْطَلِقْ فَھَیِّئْ لَنَا مَقِیْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ فَلَمَّا جَاءَ

میں ہوں اے اللہ کے نبی! یہ میرا گھر ہے اور یہ دروازہ ہے۔ فرمایا چلو۔ ہمارے لئے قیلولہ کی جگہ بناؤ

نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ

فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ اللہ کی برکت پر۔ جب اللہ کے نبی تشریف لے آئے۔ تو عبداللہ بن سلام

اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَّکَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَقَدْ عَلِمَتْ یَھُوْدُ

حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلا شبہہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور بلا شبہہ آپ حق

اَنِّیْ سَیِّدُھُمْ وَابْنُ سَیِّدِھِمْ وَاَعْلَمُھُمْ وَابْنُ اَعْلَمِھِمْ فَادْعُھُمْ فَسَلْھُمْ

لائے ہیں۔ اور یہود جانتے ہیں کہ میں انکا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں۔ میں ان میں سب سے

عَنِّیْ قَبْلَ اَنْ یَعْلَمُوْا اَنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّھُمْ اِنْ یَعْلَمُوْا اَنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ

زیادہ علم والا ہوں۔ اور ان میں سب سے زیادہ علم والے کا بیٹا ہوں۔ حضور انھیں بلوائیں۔ اور میرے مسلمان ہونے کا

قَالُوْا فِیَّ مَا لَیْسَ فِیَّ فَاَرْسَلَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا

حال معلوم ہونے سے پہلے میرے بارے میں ان سے پوچھیں۔ اگر وہ یہ جان جائیں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو وہ

فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا

میرے بارے میں ایسی باتیں کہیں گے جو مجھ میں نہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا۔ وہ آئے اور حضور

مَعْشَرَ الْیَھُوْدِ وَیْلَکُمْ اِتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے گروہ یہود! تمھارے لئے خرابی ہو اس اللہ سے

رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا وَاَنِّیْ جِئْتُکُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُہٗ قَالُوْا

ڈرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم لوگ بلاشبہہ یقینی طور پر جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول برحق ہوں اور میں

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَہَا ثَلٰثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَیُّ رَجُلٍ فِیْکُمْ

تمھارے پاس حق لایا ہوں۔ تم لوگ اسلام قبول کرو۔ یہود نے کہا۔ ہم اسے نہیں جانتے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا ذَاکَ سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات تین بار کہی۔ فرمایا۔ عبداللہ بن سلام

اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَی لِلّٰہِ مَا کَانَ لِیُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَیْتُمْ

تم میں کس پائے کے شخص ہیں یہود نے کہا۔ وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب بڑے

اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَی لِلّٰہِ مَا کَانَ لِیُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا

عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ پوچھا۔ بتاؤ اگر وہ اسلام قبول کریں؟ انھوں نے کہا حاشا للہ کہ

حَاشَی لِلّٰہِ مَا کَانَ لِیُسْلِمَ قَالَ یَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَیْہِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ

وہ اسلام قبول کریں۔ فرمایا۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں؟ یہود نے کہا حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ فرمایا بتاؤ کہ

یَا مَعْشَرَ الْیَہُوْدِ اِتَّقُوا اللّٰہَ فَوَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ

اگر وہ اسلام قبول کرلیں یہود نے کہا۔ حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ اب فرمایا۔ اے ابن سلام انکے پاس آؤ۔ وہ اندر سے

تشریحات ۲۰۴۷ یہ حدیث واقعۂ ہجرت کی طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جو مفصل گزرچکی ہے حضرت عبداللہ بن سلام کے واقعے کی تفصیل بھی گزرچکی ہے۔

تشریحات ۲۰۴۸ مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں۔ جنھوں نے دونوں قبلے کی طرف نماز پڑھی ہے یعنی تحویل قبلہ سے قبل مدینہ آگئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔

فی ربعۃ اکثر نسخوں میں فی ربعۃ ہے لیکن نسفی کی روایت میں فی نہیں ہے۔ اور یہی واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر قسط میں ایک ایک ہزار مقرر تھا۔ قسطیں چار ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ چار ہزار چار قسطوں میں مقرر تھا۔

أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ وَأَنَّهُ جَاءَ بِحَقٍّ فَقَالُوا كَذَبْتَ فَأَخْرَجَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ان کے پاس آئے اور کہا اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تم لوگ یقینا بلا شبہہ جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ حق لاتے ہیں۔ اس پر یہود نے کہا تم جھوٹے ہو۔ یہود کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکلوا دیا۔

حدیث ۲۰۴۸

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ أَرْبَعَةَ آلَافٍ فِي أَرْبَعَةٍ وَفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَخَمْسَمِائَةٍ فَقِيْلَ لَهُ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ مِنْ أَرْبَعَةِ آلَافٍ فَقَالَ إِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ أَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار چار ہزار مقرر فرمایا۔ اور ابن عمر کا ساڑھے تین ہزار۔ تو ان سے عرض کیا گیا کہ ابن عمر مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں مقرر کیا۔ فرمایا۔ اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ کہتے تھے۔ یہ اس کے مثل نہیں جس نے خود ہجرت کی ہو۔

حدیث ۲۰۴۹

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ ابْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِي مَا قَالَ أَبِي لِأَبِيكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن عمر نے کہا کیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمھارے والد سے کیا کہا؟ میں نے کہا نہیں

اقول وهو المستعان:۔ فی کے ہوتے ہوئے بھی کوئی خلل نہیں۔ معنی واضح ہے کہ چار ہزار فصلوں میں مقرر تھا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عمر کا وظیفہ اسلئے گھٹایا کہ ہجرت کے وقت ان کی عمر مبارک گیارہ سال تھی۔ گویا وہ ہجرت میں اپنے والدین کے تابع تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضرات حسنین کریمین کا وظیفہ چار چار ہزار تھا۔

فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ لِاَبِیْكَ یَا اَبَا مُوْسٰی هَلْ یَسُرُّكَ اِسْلَامُنَا مَعَ رَسُوْلِ
انھوں نے کہا کہ میرے والد نے تمھارے والد سے یہ کہا اے ابو موسیٰ۔ کیا آپ کو یہ بات خوش رکھتی

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهٗ وَجِهَادُنَا مَعَهٗ وَعَمَلُنَا كُلُّهٗ
ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور ہم نے حضور کیساتھ جہاد کیا اور ہم

مَعَهٗ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ
نے حضور کے ساتھ جو کچھ کیا وہ باقی رہے اور جو عمل ہم نے حضور کے بعد کئے اس میں برابر سرابر ہو کر ہم نجات پاجائیں

اَبِیْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّیْنَا
تو میرے والد نے کہا نہیں بخدا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور نمازیں پڑھیں اور

وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَیْرًا كَثِیْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ كَثِیْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ ذَالِكَ
روزے رکھے اور بہت سے اچھے کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوتے اور ہم ان سب کی جزا کی امید

فَقَالَ اَبِیْ لٰكِنِّیْ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُ وَاَنَّ ذَالِكَ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ
رکھتے ہیں تو میرے والد نے فرمایا لیکن میں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے یہ چاہتا ہوں کہ وہ

كُلَّ شَیْءٍ عَمِلْنَا بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ خَیْرٌ مِنْ اَبِیْ
ہمارے لئے باقی رہے اور جو عمل ہم نے حضور کے بعد کیا اس برابر سرابر نجات پاجائیں تو میں نے کہا تمہارے والد بخدا بہتر ہیں میرے والد سے

تشریحات ۲۰۴۹

اس روایت میں پہلی بار جو "فقال ابی" آیا ہے یہ خطا ہے صحیح یہ ہے "فقال ابوك" اس لئے کہ اسکے بعد والا مقولہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور "فقال ابی" کے قائل ابن عمر ہیں اسلئے صحیح ابوك ہونا چاہئے، یہ حدیث "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست" کی مصداق ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ان اعمال خیر پر بھی ثواب کی امید تھی جو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کئے تھے، ان پر رجاء کا غلبہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف کا غلبہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگر کسی سے خطا واقع ہوتی تو انھیں متنبہ کر دیا جاتا۔ اسلئے عہد رسالت میں صحابہ کرام نے جو کچھ کیا اس کا مقبول ہونا عند اللہ یقینی ہے اور بعد میں اپنے اجتہاد سے جو کچھ کیا اس میں خطا کا احتمال باقی ہے اگرچہ اجتہادی امور میں خطا پر بھی ثواب کا وعدہ ہے مگر غم جلکے رتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے۔

حدیث ۲۰۵۰ عَنْ اَبِی عُثْمَانَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

ابو عثمان سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اِذَا قِیْلَ لَہٗ ھَاجَرَ قَبْلَ اَبِیْہِ یَغْضَبُ قَالَ فَقَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ

سنا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو خفا ہوتے انھوں نے کہا میں اور عمر

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاہُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَی الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِیْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے حضور کو قیلولہ کرتے ہوئے پایا پھر ہم اپنے ٹھکانے

عُمَرُ وَقَالَ اِذْھَبْ فَانْظُرْ ھَلِ اسْتَیْقَظَ فَاَتَیْتُہٗ فَدَخَلْتُ عَلَیْہِ فَبَایَعْتُہٗ

پر لوٹ آئے، کچھ دیر کے بعد عمر نے مجھ کو بھیجا اور کہا جاؤ دیکھو کیا حضور جاگ گئے تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا

ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰی عُمَرَ فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّہٗ قَدِ اسْتَیْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَیْہِ یُھَرْوِلُ ھَرْوَلَۃً حَتّٰی

اور میں نے حضور سے بیعت کرلی، پھر میں عمر کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ حضور جاگ گئے ہیں، اب ہم دونوں حضور

دَخَلَ عَلَیْہِ فَبَایَعَہٗ ثُمَّ بَایَعْتُہٗ ۔

کی جانب دوڑتے ہوئے چلے خدمت میں حاضر ہوئے تو عمر نے حضور سے بیعت کی پھر میں نے بیعت کی ۔

غلبۂ خوف کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا ۔ اللہ عزوجل کی شان جلال وجبروت کے تصور کے وقت خاصان خدا غلبۂ خوف کی حالت میں بطور عجز و نیاز جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اس کی دلیل نہیں کہ واقعی انھوں نے غلطیاں کی ہیں، جنھیں دلیل بنا کر ان پر طعن کیا جائے وکم لہ من نظیر ۔

تشریحات ۲۰۵۰ صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی تھی اسلئے جب کوئی یہ کہتا کہ انھوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو خفا ہوتے، لوگوں کی غلط فہمی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت ابن عمر نے اپنے والد سے قبل ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی ۔ اسی سے کچھ لوگوں کو شبہہ ہوا کہ ہجرت سے پہلے کی ہے، یہ بیعت کون سی تھی، اس بارے میں شارحین کا اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد بیعت رضوان ہے ۔ مغازی میں تفصیل کے ساتھ ہے کہ حضرت ابن عمر نے بیعت رضوان اپنے والد سے پہلے کی تھی، پھر والد کے بعد بھی کی لیکن بیعت رضوان پہلے کرنے کی وجہ سے ہجرت پہلے کرنے کا شبہہ نہیں ہوسکتا اسلئے کہ وہ ہجرت کے چھ سال کے بعد ہوئی، غالبًا یہ کوئی خاص بیعت تھی جو مدینہ طیبہ پہونچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی تھی

حدیث ۔ ۲۰۵۱	قَالَ الْبَرَاءُ فَدَخَلْتُ مَعَ أَبِی بَكْرٍ عَلٰى أَهْلِهٖ فَإِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهٗ
	حضرت براء نے کہا۔ میں ابوبکر کے ساتھ انکے اہل کے پاس گیا تو انکی صاحبزادی عائشہ کو دیکھا کہ لیٹی
	مُضْطَجِعَةٌ قَدْ أَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَأَيْتُ أَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ
	ہوئی ہیں انھیں بخار ہوگیا ہے میں نے انکے والد کو دیکھا کہ انکے رخسار پر بوسہ دیا اور پوچھا کیسی ہے تو اے بٹیا!
حدیث ۲۰۵۲	عَنْ أَنَسٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی تعالی
	قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي
	علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور حضور کے اصحاب میں سوائے ابوبکر کے کوئی ایسا نہیں تھا جن کے کچھ بال سفید ہوں
	أَصْحَابِهٖ أَشْمَطُ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ
	انھوں نے اسکو حنا اور وسمہ سے رنگا۔
حدیث ۲۰۵۳	عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ كَلْبٍ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر نے بنی کلب کی ایک عورت

اور یہ قتال پر نہیں تھی، اسلئے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابن عمر کی عمر اتنی کم تھی کہ وہ قتال کے لائق نہیں تھے۔ اسلئے کہ ہجرت کے تین سال کے بعد غزوۂ احد کے موقعہ پر ان کو قتال کیلئے پیش کیا گیا تو حضور نے انھیں اجازت نہیں دی، اس کی تفصیل گزر چکی ۔

تشریحات ۲۰۵۲ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ صحابہ میں ابوبکر سے زیادہ عمر والا کوئی نہیں تھا انھوں نے حنا اور وسمہ کا بالوں پر خضاب لگایا یہاں تک کہ انکا رنگ تیز سرخ ہوگیا، وسمہ کا خضاب لگانا حرام ہے۔ اس کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں، غالباً خالص وسمہ کا خضاب حرام ہے جس سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر مہندی یا کتم میں وسمہ کی تھوڑی مقدار ہو کہ غلبہ مہندی کے رنگ کو رہے تو ممنوع نہیں۔ کتم۔ کرمانی نے کہا کہ یہ وسمہ ہے، تلویح میں ہے کہ ایک پہاڑی درخت ہے جسے حنا میں ملا کر خضاب لگایا جاتا ہے جس سے بالوں کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مہندی ہی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ زرد ہے اس قول پر سرے سے اشکال ہی نہیں اسلئے کہ حرام وہ خضاب ہے جس سے بال کالے ہو جائیں۔

يُقَالُ لَهَا أُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ أَبُوبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا

سے شادی کی جسکو ام بکر کہا جاتا تھا۔ جب ابو بکر نے ہجرت کی تو اسے طلاق دے دیا پھر اس سے اس کے

الشَّاعِرُ الَّذِي قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيدَةَ رَثَى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

چچا کے لڑکے نے شادی کرلی، اس شاعر نے جس نے کفار قریش کے مرثیہ میں یہ قصیدہ کہا ہے

وَمَا ذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ	اور بدر کے کنویں پر کتنے پڑے ہیں
مِنَ الشِّيزَى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ	عمدہ پیالے جو اونٹ کی کوہان سے مزین ہیں
وَمَا ذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ	بدر کے کنویں میں کتنی پڑی ہیں
مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ	گانے والیاں اور باعزت پینے والے
تُحَيِّي بِالسَّلَامَةِ أُمُّ بَكْرٍ	ام بکر سلامتی کا پیغام دیتی ہے
وَهَلْ لِي بَعْدَ قَوْمِي مِنْ سَلَامِ	اور میری قوم کے مارے جانے کے بعد کیا میرے لئے سلامتی ہے؟
يُحَدِّثُنَا الرَّسُولُ بِأَنْ سَنَحْيَا	رسول ہم سے بیان کرتے ہیں کہ ہم زندہ کئے جائیں گے
وَكَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءٍ وَهَامِ	اور کھوپڑیوں کو زندگی کیسے ملے گی؟

بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ ۵۵۸

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا مدینہ میں آنا

حدیث ۲۰۵۴

عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب

أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانُوا يُقْرِئُونَ

بن عمیر اور ابن مکتوم آئے اور یہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے پھر بلال اور سعد اور عمار بن یاسر آئے

النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

پھر عمر بن خطاب بیس[۲] صحابہ کے ساتھ آئے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

فِیْ عِشْرِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِیُّ

میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَیْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرَحَھُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہوئے یہاں تک کہ

بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی جَعَلَ الْاِمَاءُ یَقُوْلُوْنَ قَدِمَ

باندیاں کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰی قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ

حضور کے تشریف لانے سے پہلے ہی میں نے سبح اسم ربک الاعلیٰ مفصل

رَبِّکَ الْاَعْلٰی فِیْ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ

کی صورتوں میں سے یاد کر لیا تھا

حدیث ۵۵ ۲۰۰۵

اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ عبد الرحمن بن عوف اپنے

بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ بِمِنًی فِیْ اٰخِرِ حَجَّۃٍ حَجَّھَا عُمَرُ

اہل کے پاس واپس آئے اور وہ منیٰ میں تھے، حضرت عمر کے آخری حج میں تو مجھے وہاں موجود پایا

فَوَجَدَنِیْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ الْمَوْسِمَ

عبد الرحمن نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین حج کے موقع پر ہر قسم کے لوگ اکٹھا

تشریحات ۲۰۰۴

سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہونچنے والے ابو سلمہ بن عبد الاسد ہیں لیکن یہ ازخود مشرکین کے خوف سے بھاگ کر مدینہ پہونچے تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کرام کی درخواست پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے سب سے پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے ۔

قرآن کریم کے آخر ساتویں جز کو مفصل کہا جاتا ہے جس کی ابتدا سورۂ حجرات سے ہے، حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل، اور اسکے بعد سورۂ بینہ تک اوساط مفصل اور اسکے بعد سے آخر تک قصار مفصل ۔

يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تُمْهِلَ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ وَ

ہوتے ہیں میں مناسب جانتا ہوں کہ آپ ٹھہر جائیں یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہونچیں اسلئے کہ وہ دار الہجرت

إِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ

والسنۃ ہے اور وہاں سمجھ دار شریف لوگ اور عقل والے اکٹھا ہونگے۔ تو حضرت عمر نے کہا میں مدینہ پہونچکر سب سے پہلے خطبہ دوں گا۔

وَذَوِي رَأْيِهِمْ فَقَالَ عُمَرُ لَأَقُومَنَّ فِي أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ عہ

حدیث ۲۰۵۶

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

عمر بن عبد العزیز نے عمر کے بھانجے سائب سے پوچھا

عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ أُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِي

مکہ میں ٹھہرنے کے بارے میں تم نے کیا سنا ہے انھوں نے

سُكْنَى مَكَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

کہا میں نے علاء بن حضرمی سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِينَ بَعْدَ الصَّدَرِ عہ

نے فرمایا طواف صدر کے بعد مہاجرین کیلئے تین دن تک ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

تشریحات ۲۰۵۵

محاربین میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اخیر حج کیا تو اس موقعہ پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جب عمر کی وفات ہو جائیگی تو میں فلاں کی بیعت کروں گا یعنی خلیفہ بناؤں گا، ابو بکر کی بیعت بھی اچانک ہوئی تھی اور وہ کامیاب ہوئی اس پر حضرت عمر کو جلال آگیا اور فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شام کو میں لوگوں میں خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے مسلمانوں کا حق غصب کرنا چاہتے ہیں، اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے وہ مشورہ دیا جس کی پوری تفصیل کتاب المحاربین میں آئے گی۔

عہ جلد ثانی محاربین ۔ باب رجم الحبلی من الزناء صفحہ ۱۰۰۹ اعتصام باب ۱۶ ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفحہ ۱۰۸۹ مسند امام احمد ج اول صفحہ ۵۵ ـ عہ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی: حج، ابن ماجہ: صلوٰۃ۔

باب ص ۵۶۰

حدیث ۲۰۵۷

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَفَاتِهِ مَا عَدُّوْا إِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا لوگوں نے تاریخ کا شمار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت یا وصال سے نہیں کیا بلکہ لوگوں نے مدینہ آنے کے وقت سے شمار کیا۔

تشریحات ۲۰۵۶ جن حضرات نے قبل فتح مکہ ہجرت کرلی تھی انھیں مکہ میں ٹھہرنا جائز نہیں تھا۔ صرف حج اور عمرہ کے لئے اجازت تھی۔ وہ بھی قید کے ساتھ منیٰ سے واپسی کے بعد صرف تین دن ٹھہریں گے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں تھی یہی جمہور کا مذہب ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ فتح مکہ کے بعد مہاجرین کو بھی مکہ میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ فتح مکہ تک کسی مہاجر کو یہ اجازت نہیں تھی کہ مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں اور سکونت اختیار کرے ہر مسلمان پر واجب تھا کہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ سکونت پذیر رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت اور اپنے جان، مال و دین کی حفاظت کے لئے۔ فتح مکہ کے بعد یہ وجوب ختم ہوگیا۔

تشریحات ۲۰۵۷ علامہ ابن جوزی نے امام شعبی سے روایت کیا کہ جب بنی آدم کی کثرت ہوئی اور وہ دنیا میں پھیل گئے تو حضرت آدم کے دنیا میں تشریف لانے کے وقت سے تاریخ شمار کی جاتی تھی پھر طوفان نوح سے، پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت سے، پھر یوسف علیہ السلام کے زمانے سے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے خروج کے وقت سے، پھر داؤد علیہ السلام کے زمانے سے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے، عرب والے مشہور لڑائیوں سے وقت کی تعیین کرتے تھے مثلاً جنگ بسوس کے سال یا اس سے دو سال پہلے یا تین سال بعد، یہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کے چار ابتدائی سالوں میں رہا۔ جب فتوحات کثیر ہوئیں اور بکثرت دستاویز لکھے جانے لگے تو طرح طرح کی گڑبڑی پیدا ہوئی مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط پیش ہوا جس میں شعبان لکھا ہوا تھا حضرت عمر نے پوچھا یہ کون شعبان ہے اس سال کا یا گزشتہ یا آنے والا حضرت فاروق اعظم نے صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور اس بارے میں ان سے مشورہ کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم وفات سے سال کی گنتی شروع کی جائے۔ حضرت طلحہ نے کہا کہ حضور کی بعثت سے شروع کی جائے، کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور کے یوم پیدائش سے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بَابُ اِتْيَانِ الْيَهُوْدِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود کا آنا جب حضور مدینہ تشریف لائے

هَادُوْا : صَارُوْا يَهُوْدًا وَاَمَّا قَوْلُهٗ هُدْنَا : تُبْنَا : هَائِدٌ : تَائِبٌ ۔

ہادو کے معنی ہے یہودی ہوگئے اور ھُدنا کے معنی یہ ہے کہ ہم تیری طرف رجوع ہوئے ۔ ھائد کے معنی رجوع ہونے والا، توبہ کرنے والا ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۔ سورہ نساء آیت ۴۶ اس آیت میں هَادُوْا کے معنی ہیں ۔ یہودی ہو گئے ۔ سورہ اعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی ۔ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ (۱۰۶) اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہوئے ۔ افادہ فرمایا کہ اس آیت میں ھُدنا کے معنی تائب توبہ کرنے والے کے ہیں ۔ یہ ھادیھود سے امر ہے ۔ جس کے معنی رجع یرجع کے ہیں ۔ اسی سے ھائد آتا ہے تائب کے معنی میں ۔

حدیث ۲۰۵۸

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِیَ الْيَهُوْدُ ۔ عہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ۔ اگر مجھ پر دس یہود ایمان لاتے تو سب یہود ایمان لاتے ۔

نے فرمایا کہ ہجرت سے شروع کی جائے ۔ اسی نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے ۔ پھر کس مہینہ سے پہلا سال شروع کیا جائے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ رجب سے ۔ حضرت طلحہ نے کہا رمضان سے حضرت علی نے فرمایا کہ محرم سے اسلئے کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اسی پر سب کی رائے متفق ہوئی ۔ جس سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اس سال کے محرم سے پہلا سنہ ہجری شروع ہوا اسی پر عمل درآمد ہے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آئندہ سال کے محرم سے شروع ہوا مگر یہ مرجوح ہے ۔

عہ مسلم توبہ

حدیث ۲۰۵۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ ھُمْ اَھْلُ الْکِتٰبِ جَزَّؤُہُ اَجْزَاءً فَآمَنُوْا بِبَعْضِہٖ وَکَفَرُوْا بِبَعْضِہٖ ۔ ع

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ۔ کہ یہ اہل کتاب ہیں جنھوں نے کتاب اللہ (قرآن) کے کئی حصے کر ڈالے ۔ اس کے بعض پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا ۔

تشریحات ۲۰۵۸

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ دس ہی نہیں بلکہ سیکڑوں یہود خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات ہی میں مشرف باسلام ہوئے ۔ پھر یہ فرمانا کیسے درست ہے ۔ شارحین نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں ۔ کہ مراد یہ ہے کہ میرے مدینے آمد سے پہلے یا مدینہ تشریف لاتے ہی دس یہود مسلمان ہو گئے ہوتے تو سب یہود مسلمان ہو جاتے ۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے ۔ کہ اس سے مراد وہ دس رؤسا یہود ہیں ۔ جن کا ذکر سورہ مائدہ میں ہے ۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ کل یہود انھیں دس کے تابع تھے ۔ اگر وہ دسوں مشرف باسلام ہو جاتے تو ان کے متبعین بھی ہو جاتے ۔ کعب احبار کی روایت میں ہے کہ اگر بارہ مسلمان ہو جاتے تو سب مسلمان ہو جاتے ۔ ان کے نام یہ ہیں ۔ حضرت عبد اللہ بن سلام ۔ بنو نضیر سے ابو یاسر بن اخطب ۔ اور اس کا بھائی حی بن اخطب، کعب بن اشرف ۔ رافع بن ابی الحقیق، اور بنی قینقاع میں سے عبد اللہ بن حنیف اور فنحاص، رفاعہ بن زید، بنی قریظہ میں سے زبیر بن باطیا ۔ کعب بن اسد، اور شمویل بن زید ۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابو نعیم نے دلائل میں ذکر کی ہے ۔ کہ فرمایا ۔ اگر مجھ پر زبیر بن باطیا اور اس جیسے یہود کے رؤسا اسلام لاتے تو سب مسلمان ہو جاتے مگر مشیت ایزدی کہ ان میں سے صرف حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ کو اسلام کی توفیق ہوئی ۔

تشریحات ۲۰۵۹

سورہ حجر میں فرمایا گیا تھا ۔ الذین جعلوا القرآن عضین ۔ جنھوں نے قرآن کو تکے بوٹی کر لیا ۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں جنھوں نے قرآن کے جن مضامین کو اپنے نفس کے موافق پایا ان کو مانا اور جنھیں اس کے خلاف پایا اس سے کفر کیا ۔ عضین عضۃ کی جمع مذکر سالم ۔ حالت نصب میں ہونے کی وجہ سے یاء کے ساتھ اعراب ہے ۔ عضۃ کے معنی ٹکڑے کے ہیں

ع ثانی تفسیر سورہ حجر باب قولہ الذین جعلوا القرآن عضین ص ۶۸۳ دو طریقے سے

باب اسلام سلمان الفارسی ص۵۶۲ حضرت سلمان فارسی کے مسلمان ہونیکا بیان

حدیث ۲۰۶۰

عن سلمان الفارسی انہ تداولہ بضعۃ عشر من رب الی رب۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انھیں دس سے اوپر آقاؤں نے یکے بعد دیگرے لیا۔

حدیث ۲۰۶۱

عن ابی عثمان قال سمعت سلمان یقول انا من رامھرمز

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں رامہرمز کا باشندہ ہوں۔

حدیث ۲۰۶۲

عن ابی عثمان عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فترۃ بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستماۃ سنۃ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین انقطاع نبوت کا زمانہ چھ سو سال ہے۔

تشریحات ۲۰۶۰

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی پوری تفصیل جلد پنجم ص۲۶۲ تا ۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔ یہاں رب سے مراد آقا ہے۔ وہ دین حق کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ یکے بعد دیگرے دس سے زائد پادریوں کے پاس رہے۔ اخیر میں عموریہ کے پادری نے بتایا۔ کہ اب دین حق پر روئے زمین میں کوئی نہیں۔ عنقریب نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں۔ ان کے شہر کی یہ نشانیاں ہیں۔ اور ان کی خاص نشانی یہ تین ہیں۔ وہ صدقہ نہیں کھاتے۔ ہدیہ کھاتے ہیں۔ ان کے شانوں کے بیچ مہر نبوت ہے۔ پوری تفصیل جلد پنجم میں دیکھیں۔

تشریحات ۲۰۶۱

رامہرمز عراق عرب کے قریب فارس کی ایک بستی کا نام ہے۔ جلد پنجم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت گزر چکی۔ کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں اصفہان کے ایک دیہات جیّ کا باشندہ ہوں میرے والد وہاں کے زمیندار تھے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دیہات رامہرمز کے توابع میں سے ہو۔ رامہرمز کوئی بڑا شہر رہا ہو۔

تشریحات ۲۰۶۲

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس میں نص ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

لیکن فتح الباری اور عینی دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ۔ کہ زمانہ فترت میں ایک نبی حنظلہ بن صفوان اصحاب الرس کی جانب مبعوث ہوئے تھے ۔ یہ اولاد اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تھے ۔ نیز ان دونوں نے بحوالہ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ خالد بن سنان کی صاحبزادی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں حضور نے ان کے لئے اپنا کپڑا بچھایا ۔ اور فرمایا ۔ کہ یہ ایک نبی کی بیٹی ہیں جنھیں انکی قوم نے ضائع کر دیا ۔ حضرت عطاء سے بروایت ابن عباس یہ بھی مروی ہے ۔ کہ یہ بہت بوڑھی تھیں ۔ اور یہ مکے میں فتح مکہ کے وقت حاضر ہوئی تھیں ۔ عمدۃ القاری میں ہے ۔ کہ سہیلی نے ذکر کیا ۔ کہ زمانہ فترت میں ایک نبی مبعوث ہوئے تھے جن کا نام شعیب بن مہزم تھا ۔ اور یہ معد بن عدنان کے زمانے میں اہل عرب کی طرف مبعوث ہوئے تھے ۔ لیکن ان روایتوں کے معارض بخاری اور مسلم کی یہ روایت ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اَنَا اَولَی النَّاسِ بِعِیسَی بنِ مریمَ لیسَ بَینِی وَبَینَہ نَبِیٌّ [1] میں عیسی بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں ۔ میرے انکے درمیان کوئی نبی نہیں ۔ تاویل میں یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ یہاں نبی سے مراد رسول ہیں ۔ اور یہ لوگ رسول نہیں تھے ۔ صرف نبی تھے ۔ جو کسی رسول کی شریعت کی جانب دعوت دیتے تھے ۔ اس حدیث میں نبی سے مراد رسول ہے ۔ اس پر سورہ مائدہ کی یہ آیت دلیل ہے ۔ فرمایا گیا ۔ یا اھل الکتٰب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علیٰ فترۃ من الرسل (۱۹) اے کتاب والو ! تمھارے پاس ہمارے یہ رسول اس وقت تشریف لائے جبکہ مدتوں رسولوں کا آنا بند رہا ۔ اور تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں ۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ زمانہ فترت چھ سو سال ہے ۔ اس مدت کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں ۔ امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ۔ کہ پانچ سو چھاچھٹھ سال ہے ۔ اور کلبی سے روایت ہے ۔ کہ پانچ سو چالیس سال ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ چار سو سال ۔ خازن میں ہے کہ پانچ سو پچہتر سال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مطابقت پہلی حدیث کو باب سے یوں مطابقت ہے ۔ کہ حضرت سلمان فارسی تلاش حق میں ایک آقا سے دوسرے آقا کی طرف منتقل ہوتے رہے ۔ تب کہیں جاکر گوہر مقصود ہاتھ آیا ۔ دوسری حدیث میں یہ مناسبت ہے ۔ کہ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ میں اصل باشندہ ایران کا ہوں ۔ حق کی تلاش میں وطن سے بے وطن ہوا ۔ تب کہیں جاکر اسلام نصیب ہوا ۔ تیسری حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں ۔

---

[1] بخاری اول الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتٰب مریم اذا انتبذت من اہلہا ۔ ص ۴۸۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب المغازی ص۵۶۳

مغازی، مَغزیٰ کی جمع ہے یہ اصل میں مصدر بھی ہے کہتے ہیں غزیٰ یغزو غزوًا و مغزیً و مغزاۃً۔ اور یہ اسم ظرف بھی ہے ــــ یہاں مصدر ہونا متعین ہے اس کے اصل معنی ہیں دشمن پر حملہ کرنا، چڑھائی کرنا، یہاں مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات ہیں ــــ غزوات کی تعداد کتنی ہے اس میں اختلافات ہیں۔ کسی نے کہا انیس ۱۹، کسی نے کہا سولہ ۱۶، جن میں سے آٹھ میں لڑائی ہوئی وہ یہ ہیں۔ بدر۔ احد۔ احزاب۔ مُرَیسیع۔ خدیبہ۔ خیبر۔ مکہ۔ حنین ــــ سرایا کی تعداد سینتیس ۳۷ ہے۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ سینتالیس ۴۷۔ پہلا سریہ سریہ حمزہ بن عبد المطلب، یا سریہ عبیدہ بن حارث ہے، اور آخری سریہ اسامہ بن زید ہے۔ جسے مرض وصال میں روانہ فرمایا تھا۔ اور انھیں حکم دیا تھا کہ بلقار اور داروم تک جانا۔ جو ارض فلسطین میں ہے۔ اصحاب سیر نے اس لشکر کو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک ہوئے غزوہ کہا اور جس میں خود شریک نہ ہوئے کسی صحابی کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اسے سریہ اور بعث کہا۔

باب غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ اَوِ الْعُسَيْرَةِ ص۵۶۳ — غزوۂ عُشیرہ یا عُسیرہ کا بیان۔

۵۹۱	قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
ت	ابن اسحاق نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلا غزوۂ ابواء پر کیا
	وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ۔
	پھر بواط پر۔ پھر عُشیرہ پر۔

تشریحات ۵۹۱ امام محمد بن اسحاق ائمۂ تابعین سے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی ہے، مدنی الاصل تھے پھر بغداد آبسے۔ وہیں ۱۵۰ھ میں وفات فرمایا۔ اور مقبرۂ خیزران میں دفن ہوئے جو آج مشہد ابو حنیفہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں ان کے قول سے استشہاد فرمایا ہے اور اپنی کتاب قراءت خلف الامام میں ان کی روایت بھی لی ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان سے روایت کی ہے چاروں ائمہ کے نزدیک وہ قابل احتجاج ہیں ــــ آج کل دیوبندی ان پر طرح طرح کی جرحیں کرتے

ہیں اذان کو ساقط الاعتبار کرنے کی کوشش کرتے ہیں صرف اس ضد پر کہ ابوداؤد کی وہ حدیث جسمیں یہ مذکور ہے کہ خطبہ کی اذان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی انھیں سے مروی ہے۔ دیوبندیوں کی ان ہرزہ سرائیوں کا رد بلیغ حضرت مفتئ اعظم ہند قدس سرہ نے وقایۃ اہل السنہ عن اہل العناد والفتنہ میں کما حقہ فرمادیا ہے۔ جس کا بقدر ضرورت اختصار عزیز سعید جناب مولانا عبدالحق صاحب سلمہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ بانی دار العلوم قادریہ رضا میموریل گونڈہ نے اپنی کتاب (اذان خطبہ کہاں ہو) میں ذکر کردیا ہے۔

غزوۂ ابواء :- امام محمد بن اسحاق اور امام واقدی دونوں اس پر متفق ہیں کہ سب سے پہلا غزوہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ غزوۂ ابواء ہے جس کو غزوۂ وَدّان بھی کہا جاتا ہے۔ جہاں ہجرت کے بعد بارہویں مہینہ کے شروع ماہ صفر میں نکلے تھے اور مدینہ پر سعد بن عبادہ کو حاکم بنایا تھا اطلاع ملی تھی کہ قریش کا قافلہ جارہا ہے اسی کے ارادے سے نکلے تھے نیز مقصد یہ تھا کہ وہاں کنانہ کی ایک شاخ بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف رہتی تھی ان سے خیرسگالی کا معاہدہ کرلیں۔ قریش کا قافلہ تو نہیں ملا مگر بنی ضمرہ سے معاہدہ فرماکر واپس آگئے۔

ابواء۔ مکہ مدینہ کے مابین ایک بستی ہے جو بہ نسبت مکہ کے مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ فرع کے ملحقات میں سے ہے ____ وَدّان ابواء سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔

غزوۂ بُواط ذی خشب کے اطراف میں جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو مدینہ طیبہ سے تین بریدیا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر ہے اس غزوہ میں حضور ۲ھ کے ربیع الاول میں تشریف لے گئے تھے دو سو مجاہدین ہمراہ تھے علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ یہ اطلاع ملی تھی کہ امیہ بن خلف سو افراد اور پانچ سو اونٹ کے ساتھ گذر رہا ہے۔ لیکن ملاقات نہ ہوسکی وہاں حضور ربیع الآخر کے پورے مہینہ اور کچھ جمادی الاولیٰ میں قیام فرمایا۔

غزوۂ عُشیرہ :- اس میں دونوں قول ہیں بڑی شین کے ساتھ بھی چھوٹی سین کے ساتھ بھی۔ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام جارہا ہے۔ عشیرہ تک گئے وہاں پورے جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ کے کچھ دنوں میں قیام فرمایا۔ بنی مدلج اور ان کے حلفاء سے معاہدہ امن واتحاد کرکے مدینہ طیبہ واپس آگئے۔ عشیرہ ینبوع کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے اس غزوہ میں علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

۲۰۶۲ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ کُنْتُ اِلٰی جَنْبِ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِیْلَ

حدیث ابو اسحاق نے کہا میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں تھا ان سے پوچھا گیا

لَہٗ کَمْ غَزَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَۃٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَۃَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کئے ہیں۔ تو انھوں نے کہا انیس[19] ان سے پوچھا گیا حضور کے ساتھ آپ

قِيلَ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلُ

کتنے غزوں میں شریک رہے تو انھوں نے کہا سترہ میں۔ میں نے پوچھا ان میں سب سے پہلا کون تھا تو انھوں

قَالَ الْعُشَيْرُ أَوِ الْعُسَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرَةُ [۱]

نے کہا عشیرہ یا عسیرۃ پھر میں نے قتادہ سے ذکر کیا تو انھوں نے عشیرہ بتایا۔

غزوات کی تعداد: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد کتنی ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں کسی نے سولہ کہا کسی نے انیس کسی نے تیئس کسی نے ستائیس ــــــ اور سریے سیتالیس۔ غزوۂ عشیرہ پہلا غزوہ نہیں اس کے قبل دو یا تین غزوے ہو چکے ہیں ــــــ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں جس پہلے غزوے میں شریک ہوا وہ عشیر یا عسیرہ ہے۔

غزوات کی تعداد کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں بعض حضرات نے سرایا اور غزوات ملا کر سو سے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ تعداد کے اختلافات کی بنیاد اس پر بھی قائم ہے کہ بعض غزوات بعض کے متصل بلکہ اس کے تابع ہیں جیسے غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ خندق کے۔ اور غزوۂ وادی القری، غزوۂ خیبر کے، اور غزوۂ طائف اوطاس کے۔ جن حضرات نے ان سب کو دو شمار کیا ان کے نزدیک تعداد بڑھ گئی اور جن لوگوں نے ایک شمار کیا ان کے نزدیک تعداد گھٹ گئی۔ ان غزوات میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن میں مقصود لڑائی نہیں تھی بلکہ مدینہ طیبہ کے اردگرد کے باشندوں کے ساتھ عہد و پیمان تھا۔ اس کا شدید خطرہ تھا کہ دینی عصبیت کی بنا پر یہ سارے قبائل بھڑک اٹھتے یا انھیں قریش بھڑکا دیتے۔ تو بڑی دشواریاں پیش آتیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدا میں بہت سے سفر اسی مقصد کے لئے کئے تھے۔ جنھیں بھی غزوات سے تعبیر کر دیا گیا۔

غزوات کی بنیاد: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ تو قریش کو بہت برا لگا۔ انھوں نے خود چھیڑ خوانی کی ابتدا کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ پہنچنے کے چند ہی دنوں کے بعد کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا تعاقب فرماتے ہوئے صفران تک پہنچے جو بدر کے نواحی میں ہے۔ کرز بچ کر نکل گیا۔ اسی کو بدر اولی کہا جاتا ہے۔ پھر قریش نے انصار کو لکھا۔ تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو پناہ دی ہے انھیں مدینہ سے نکال دو۔

جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کی تادیب کے لئے ضروری سمجھا کہ قریش کے قافلوں کو گھیرا جائے تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہم سے چھیڑ خوانی انھیں سستی نہیں پڑے گی۔ اسی سلسلے میں کئی ابتدائی غزوات اور سریئے ہوئے ہیں۔

---

[۱] باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲ باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۴۴۲ مسلم مغازی، مناسک ترمذی جہاد۔

20

باب قصۃ غزوۃ بدر ص۵۶۳ واقعۂ بدر

۲۰۶۴ — ان عبد اللہ بن کعب قال سمعت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا فی غزوۃ تبوک غیر انی تخلفت فی غزوۃ بدر ولم یعاتب احد تخلف عنھا انما خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرید عیر قریش حتی جمع اللہ بینھم وبین عدوھم علی غیر میعاد۔

حدیث — عبد اللہ بن کعب نے کہا میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا فرماتے تھے سوائے تبوک کے کسی غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضری سے محروم نہیں رہا ہاں بدر میں بھی شریک نہیں ہو سکا مگر بدر میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی پر عتاب نہیں ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلے کے ارادہ سے نکلے تھے یہاں تک کہ اللہ نے حضور اور حضور کے دشمنوں کے درمیان بغیر وعدے کے جمع فرما دیا۔

تشریحات ۲۰۶۴ — بدر۔ مدینہ طیبہ سے اسّی میل کے فاصلے پر ایک کنوئیں کا نام ہے جسے بدر بن یخلد بن نذر بن کنانہ نے کھدوایا تھا۔ جنگ بدر اسی کنوئیں کے پاس ۱۷ رمضان سنہ ۲ھ میں ہوئی تھی اس کا سبب یہ ہوا کہ ابھی گذرا کہ قریش نے اہل مدینہ کو دھمکی بھی دی تھی اور مدینے پر انھوں نے حملے بھی شروع کر دیئے تھے، جس سے خطرہ محسوس ہوا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام قریش کے قافلوں کی تاک میں رہتے تھے مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں عقل آجائے اور ریشہ دوانی اور مدینہ طیبہ پر حملے سے باز رہیں کیونکہ قریش کی زندگی کا مدار تجارت تھی ان کی سب سے بڑی تجارت گاہ شام تھی جس کا راستہ مدینہ کے قریب سے تھا، قریش کو تنبیہ کرنی تھی کہ اگر تم اپنی حرکت سے باز نہیں آؤ گے تو تمہارے تجارتی قافلے سلامت نہیں رہیں گے۔

سریۂ عبد اللہ بن جحش: اسی سلسلے کی کڑی یہ بھی تھی، سنہ ۲ھ کے رجب میں یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے واپس آرہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ نخلہ میں دونوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے کے کچھ افراد مارے گئے اور کچھ قید ہوئے اور سارے اموال مال غنیمت بنے۔

مقتولین میں عبداللہ بن حضرمی بھی تھا جو عامر بن حضرمی راہب کا بھائی تھا۔ یہ واقعہ ۳۰ رجب کو ہوا تھا۔ اس کی اطلاع جب مکہ معظمہ پہونچی تو قریش آگ بگولہ ہو گئے۔ عامر بن حضرمی راہب نے اپنے بھائی کے قتل کی دہائی دی اور ابو جہل وغیرہ کو قصاص پر آمادہ کیا اتفاق کی بات کہ حضرت ابو سفیان جو اس وقت کافر تھے ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ شام تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے اس کاروانِ تجارت میں مکے کے جس مرد یا عورت کی کچھ حیثیت تھی سب نے اپنا مال لگا دیا تھا۔ اب یہاں غور طلب ایک بات یہ ہے کہ آخر قریش کو ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی کہ اپنا سارا سرمایا لگا دیا تھا۔ اس کا امکان قوی ہے کہ قریش نے یہ طے کیا ہو کہ اس کے نفع سے جنگی ساز و سامان کر کے مدینہ طیبہ پر حملہ کریں گے ایسی صورت میں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قافلے کا قصد فرمایا تو کوئی قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ دور اندیشی کا مقتضیٰ یہی تھا۔

رمضان میں اطلاع ملی کہ ابو سفیان اس قافلے کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین سو کچھ افراد کے ساتھ اس قافلے کی تاک میں نکلے، ابو سفیان کو پہلے ہی سے خطرہ تھا انھوں نے جاسوس لگا دیئے تھے ان کو جب اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے مکہ معظمہ اطلاع بھیجی۔ جہجاہ بن عمرو غفاری کو مکہ معظمہ بھیجا اس نے جاکر مکہ والوں کو قافلہ بچانے پر ابھارا، ادھر عامر بن حضرمی نے آگ لگا رکھی تھی جس کے نتیجہ میں ابو جہل کی سرکردگی میں ایک ہزار منتخب افراد مسلح ہو کر پورے ساز و سامان کے ساتھ چلے۔

ادھر حضرت ابو سفیان عام راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کی طرف مڑ کر بچ نکلے، انھوں ابو جہل وغیرہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ میں بحفاظت مکہ معظمہ پہونچ گیا تم لوگ واپس آجاؤ لیکن ابو جہل نہیں مانا بالآخر جنگ ہوئی اور قریش کو ذلت آمیز شکست ہوئی، ان کے ستر سربرآوردہ افراد مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ جنگ بدر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لڑائی کی نیت سے نہیں نکلے تھے مقصود صرف قافلہ تھا اسی لئے افراد بھی بہت تھوڑے تھے اور اسلحے بھی بہت کم تعداد میں۔ شبلی صاحب نے سیرالنبی میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلے کی نیت سے نہیں نکلے تھے بلکہ ابو جہل کے لشکر کی آمد سن کر اس سے جنگ کے ارادے سے نکلے تھے مگر یہ صرف ان کا قیاس ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ان کے رد کے لئے کافی ہے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی (اور فرمایا) میں صف بستہ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ یہ اللہ نے صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور تاکہ تمہارے دل کو چین حاصل ہو جائے۔ اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جب اس نے تم کو اونگھ سے گھیر دیا جو

مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اس کی طرف سے چین تھی اور آسمان سے تم پر پانی برسایا تاکہ تمہیں پاک و صاف کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جما دے جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔ میں جلد ہی کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا۔ تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔ یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (سورۂ انفال (۹) تا (۱۲))

۲۰۶۵ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ میں نے مقداد بن اسود سے ایک

الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهٗ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ

ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میرے منھ سے نکلتی تو مجھے اس کے مقابلے میں ہر چیز سے زیادہ

اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ

پیاری ہوتی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور حضور لوگوں کو مشرکین

فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا،

سے لڑنے کے لئے دعوت دے رہے تھے تو مقداد نے عرض کیا ہم وہ نہیں کہیں گے جو

وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَّمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ

قوم موسیٰ نے کہا تھا آپ اور آپ کے رب جائیں اور لڑیں ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے

فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ عـ

لڑیں گے تو میں نے دیکھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔

۲۰۶۵
تشریحات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابو سفیان بچ کر نکل گئے اور ابو جہل لشکر جرار

عـه کتاب التفسیر باب فاذهب انت وربك فقاتلا ص ۶۶۳ نسائی تفسیر

لے کر آرہا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر وغیرہ مہاجرین نے جانثاری کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اسی موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ عرض کیا تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے سخن انصار کرام کی طرف تھا اس لئے کہ انصار کرام نے عہد یہ کیا تھا کہ اگر کوئی مدینے پر حملہ کرے گا تو ہم حضور کا ساتھ دیں گے لیکن مدینہ سے نکل کر کسی پر حملہ کرنے کے لئے کوئی معاہدہ نہ تھا، انصار کرام سمجھ گئے اس پر ایک انصاری نے کہا اے انصار! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارا عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے عرض کیا ہم وہ نہیں کہتے جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کے رب جائیں لڑیں ہم یہاں بیٹھے رہیں گے، اگر آپ برک الغماد تک جائیں گے تو ہم حضور کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔

باب ص۵۶۴

۲۰۶۶ انہ سمع مقسما مولی عبد اللہ بن الحارث یحدث

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیۂ کریمہ لایستوی القاعدون من

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمعہ یقول لایستوی

المؤمنین کی تفسیر میں فرمایا بدر میں شریک نہ ہونے والے اور شریک

القاعدون من المؤمنین عن بدر والخارجون الی بدر عہ

ہونے والے برابر نہیں۔

تشریحات اس پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ بدر کے شرکاء بقیہ تمام صحابۂ کرام اور پوری امت سے افضل ہیں۔

باب عدۃ اصحاب بدر ص۵۶۴ اصحاب بدر کی تعداد

۲۰۶۷ عن ابی اسحاق عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

حدیث حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اور ابن عمر یوم بدر

استصغرت انا وابن عمر یوم بدر وکان المھاجرون یوم بدر

کم عمر ہونے کی وجہ سے نہیں لئے گئے اور مہاجرین یوم بدر ساٹھ سے کچھ اوپر

نیفا علی ستین والانصار نیف واربعون ومائتان

تھے اور انصار دو سو چالیس سے کچھ اوپر۔

عہ کتاب التفسیر باب لایستوی القاعدون من المومنین ص۶۶۱ ترمذی تفسیر

۲۰۶۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے بدر میں شریک صحابۂ کرام

یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَہِدَ

نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ اصحاب بدر ان اصحاب طالوت کے برابر

بَدْرًا اَنَّہُمْ کَانُوْا عِدَّۃَ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِیْنَ جَاوَزُوْا مَعَہُ النَّہْرَ

تھے جنھوں نے اس کے ساتھ دریا پار کیا تھا تین سو دس سے کچھ زیادہ

بِضْعَۃَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَۃٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰہِ مَا جَاوَزَ مَعَہُ

براء نے کہا۔ طالوت کے ساتھ دریا صرف مومن ہی نے

النَّہْرَ اِلَّا مُؤْمِنٌ عنہ

پار کیا تھا۔

۲۰۶۸

تشریحات: نیف۔ دہائیوں کے درمیانی عدد کو نیف کہا جاتا ہے۔ بضع۔ تین سے لے کر نو تک کو کہا جاتا ہے اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ ہے، لڑائی میں صرف تین سو چھ شریک تھے ستات افراد میں کچھ وہ تھے جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاسوسی کے لئے مقرر فرمایا تھا اور کچھ حضرات وہ تھے جنھیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا تھا جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اہلیہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت علیل تھیں ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان کو مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو قافلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا حضرت ابو لبابہ، حضرت عاصم بن عدی، اور حارث بن حاطب کو مدینہ طیبہ رہنے کا حکم صادر فرمایا تھا اسی طرح اور افراد تھے ان کی مجموعی تعداد آٹھ تھی، بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد تین سو انیس تھی یہ اختلاف اس پر ہے کہ کچھ کم عمر صحابۂ کرام جنگ بدر میں شریک تھے کچھ لوگوں نے ان کو شمار نہیں کیا اس بنا پر کہ وہ قتال کے لائق نہیں تھے اور نہ انھوں نے قتال کیا جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ بدر میں شریک تھے انھوں نے فرمایا میں بدر سے کیسے غائب رہتا، ان کی مراد یہ ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اسی طرح حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں بدر کے موقعہ پر صحابۂ کرام کو پانی پلاتا تھا۔

اصحاب بدر کی تعداد درج ذیل آئی ہے۔ تین سو تیرہ۔ یہی مشہور ہے۔ تین سو چودہ، تین سو پندرہ، تین سو سترہ، تین سو انیس۔ قتال میں تین سو پانچ یا چھ افراد شریک ہوئے۔ یہ اختلاف اس پر محمول ہے کہ جنھوں نے

عنہ اسی کے بعد مزید اور دو طریقے سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شمار کیا انھوں نے تین سو چھ کہا اور جنھوں نے صرف صحابۂ کرام کو شمار کیا انھوں نے تین سو پانچ کہا۔ آٹھ افراد تھے جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا، یا قافلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا، ان لوگوں کا شمار اصحاب بدر میں ہے، انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے حصہ بھی دیا تھا۔

باب قَتْلِ اَبِیْ جَھْلٍ ص ۵۶۵　　　ابو جہل کے قتل کا بیان

۲۰۶۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ اَتٰی اَبَا جَھْلٍ وَبِہٖ رَمَقٌ یَوْمَ بَدْرٍ

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن وہ ابو جہل کے پاس آئے

فَقَالَ اَبُوْ جَھْلٍ ھَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ۔

اور اس کی کچھ سانس باقی تھی تو ابو جہل نے کہا یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص کو تم نے قتل کیا۔

تشریحات ۲۰۶۹ گذر چکا کہ ابو جہل کو عفراء کے بیٹوں نے زخمی کر کے گرا دیا تھا۔ اخیر وقت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس کے سر کو کاٹا اور خدمت اقدس میں لاکر پیش کیا اس وقت ابو جہل نے یہ کہا تھا کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ تم نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کیا۔ اور نہ اس میں کوئی فخر کی بات۔

۲۰۷۰ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَھُمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْ جَھْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَہٗ قَدْ ضَرَبَہُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ قَالَ اَنْتَ اَبُوْ جَھْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِہٖ قَالَ وَھَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَہٗ قَوْمُہٗ (وفی روایۃ) ھَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَہٗ قَوْمُہٗ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْہُ۔

حدیث حضرت انس نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کوئی دیکھ آوے ابو جہل کا کیا حال ہوا تو ابن مسعود گئے تو اسے اس حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے مار کر ٹھنڈا کر دیا تھا پوچھا تو ابو جہل ہے پھر انھوں نے اس کی داڑھی پکڑی تو ابو جہل نے کہا کہ کیا بڑی بات ہے کہ ایک شخص کو تم نے قتل کیا یا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کیا۔

تشریحات ۲۰۷۰ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو جہل نے یہ کہا وَلَوْ غَیْرُ اَکَّارٍ قَتَلَنِیْ (کاش کہ کاشتکار کے علاوہ

کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا ـــــــ یہاں انت ابوجہل ہیں دوسرے نسخے میں انت اباجھل ہے ـ بلکہ ص۵۶۳ پر جو روایت ہے اس میں صرف ایک نسخہ انت اباجھل ہے یہ اس بنا پر ہے کہ بعض لغات میں اسمار مکبرہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے ـ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ قتل مثقل میں قصاص ہے کہ نہیں تو فرمایا نہیں وان رماہ بابا قبیس اگرچہ وہ کوہ ابوقبیس سے مار ڈالا گیا ـ اس پر آج کل کے غیر مقلدین اپنی جہالت اور اسلاف دشمنی کے نتیجے میں اعتراض کرتے ہیں بلکہ ایک جاہل نے یہاں تک لکھ دیا کہ انھیں عربی زبان بھی نہیں آتی تھی ـ ان جاہل بدباطنوں کو بخاری کی یہ روایت دکھا دینی چاہیئے قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ یعنی حضرت انس کی اس حدیث میں عام راویوں نے انت اباجھل روایت کیا ہے ـ لیکن احمد بن یونس نے انت ابوجھل واؤ کے ساتھ روایت کیا ہے ـ

۲۰۷۱ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ بَدْرٍ

حدیث صالح بن ابراہیم عن ابیہ عن جدہ بدر کے بارے میں روایت کرتے ہیں

يَعْنِيْ حَدِيْثَ اِبْنَيْ عَفْرَاءَ

یعنی عفرار کے دونوں بیٹوں کی حدیث ـ

۲۰۷۲ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث قیس بن عباد سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں

تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّجْثُوْا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ

نے کہا کہ قیامت کے دن فیصلہ کے لئے رحمٰن کے حضور سب سے پہلے میں گھٹنے کے بل کھڑا ہوں گا اور قیس بن

لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيْهِمْ اُنْزِلَتْ

عباد نے کہا کہ انھیں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے یہ دو مقابل ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے

هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا

میں لڑائی کی کہا یہ وہ لوگ ہیں جو بدر کے دن ایک دوسرے کے مقابل ہوئے ـ حمزہ اور علی اور عبیدہ یا ابوعبیدہ بن

يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ اَوْ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَ

حارث اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ اور ولید بن عتبہ ـ

شَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ ع

ع اسی کے بعد تین طریقے سے کتاب التفسیر ھذان خصمان اختصموا فی ربھم ص۶۹۴ دو طریقے سے نسائی تفسیر

تشریحات ۲۰۷۲ جنگ بدر میں قریش کی طرف سے سب سے پہلے مقابلے کے لئے شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے ان کے مقابلے کے لئے انصار کرام میں سے تین صاحب گئے تو شیبہ نے کہا ہم کاشتکاروں سے لڑنے نہیں آئے ہیں اے محمد ہمارے برابر کے لوگوں کو ہم سے لڑنے کے لئے بھیج۔ اس پر حضرت حمزہ حضرت علی حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب نکلے۔ شیبہ کو حضرت حمزہ نے اور عتبہ کو حضرت علی نے قتل کر ڈالا ولید نے حضرت عبیدہ کی ٹانگ پر تلوار ماری جس سے ان کی ٹانگ کٹ گئی پھر حضرت علی اور حمزہ نے بڑھکر ولید کو قتل کر ڈالا۔

چونکہ بدر اسلام میں حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا اور اس معرکہ میں یہ چھ افراد سب سے پہلے مقابلے میں آئے اس پر حضرت علی نے وہ فرمایا۔ کہ میں مجاہدین اسلام میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہو کر اپنا معاملہ پیش کروں گا ——— اور حضرت ابن عباد نے یہ جو کہا کہ آیہ کریمہ هٰذان خصمان اختصموا فی ربھم ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ خود حضرت علی نے فرمایا ہے کہ یہ آیۂ کریمہ ہم لوگوں کے بارے میں اتری ہے نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جیساکہ بعد کی روایتوں میں ہے۔

۲۰۷۳ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَئَلَ رَجُلٌ اِلْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ اَشَهِدَ

حدیث ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء سے پوچھا اور میں سن رہا تھا کیا

عَلِیٌّ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاهَرَ حَقًّا۔

حضرت علی بدر میں شریک ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ کھل کر شریک ہوئے اور حق کو خوب ظاہر فرمایا۔

۲۰۷۴ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ

حدیث ہم سے انس بن مالک نے کہا کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَعِشْرِیْنَ

بدر کے دن بدر کے سرداروں میں سے چوبیس کے بارے میں حکم دیا۔ کہ وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک

رَجُلًا مِنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ

کنوئیں میں ڈال دیئے جائیں۔ جو گندا گھناونا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب

خَبِیْثٍ مُخْبِثٍ وَكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَیَالٍ

ہوتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے۔ جب بدر کے بعد تیسرا دن ہوا تو سواری پر کجاوہ کسے جانے کا

فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَیْهِ رَحْلُهَا

حکم دیا۔ اس کے بعد پیدل چلے اور حضور کے پیچھے صحابۂ کرام چلے اور صحابہ نے کہا ہم یہی سمجھ

ثُمَّ مَشٰى وَاتَّبَعَهُ اَصْحَابُهُ وَقَالُوْا مَا نُرٰى يَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ

رہے تھے کہ اپنی کسی ضرورت سے جارہے ہیں یہاں تک کہ اس کنویں کی مڈیر پر

حَاجَتِهِ حَتّٰى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ

کھڑے ہوئے اور ان کفار کا اور ان کے باپ کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا

وَاَسْمَاءِ آبَائِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ

اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا اب تم کو یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول

اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

کی اطاعت کی ہوتی ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا بلاشبہ ہم نے اسے حق پایا۔

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کیا تم نے بھی اسے حق پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ اس پر عمر نے عرض

اَتُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا یارسول اللہ! آپ ایسے جیموں سے کلام فرمارہے ہیں جس میں روح نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ ——

نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ جو میں فرمارہا ہوں اسے تم لوگ ان سے

قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيْخًا وَتَصْغِيْرًا

زیادہ نہیں سنتے —— قتادہ نے کہا اللہ نے ان کو زندہ فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور کا قول انہیں سنایا۔ تو

نَقِمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا۔

بیخ کے لئے ذلیل کرنے کے لئے اور سزا کے لئے ندامت کے لئے حسرت کے لئے۔

۲۰۷۵ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیہ کریمہ (الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا) جن لوگوں نے

"اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا" قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ

اللہ کی نعمت کے بدلے کفر اختیار کیا) کی تفسیر میں کہا وہ بخدا کفار قریش ہیں — عمرو نے اپنی روایت میں کہا یہ قریش

قَالَ عَمْرٌو هُمْ قُرَيْشٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ

ہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ اور انھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہونچا دیا۔

وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ قَالَ النَّارُ يَوْمَ بَدْرٍ عه

بوار سے مراد جہنم ہے۔ یعنی بدر کے دن انھوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہونچایا۔

۲۰۷۵
تشریحات سورۂ ابراہیم میں فرمایا گیا الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار جھنم۔ کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا وہ جو دوزخ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں اور نعمۃ اللہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہے کہ قریش نے اللہ کی نعمت یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا جس کے نتیجے میں بدر کے دن اپنی قوم کو تباہی کے گھر جہنم میں پہونچایا۔

باب ص ۵۶۷

۵۹۲ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرُوْا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيْعِ الْعُمَرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا۔

ت اور کعب بن مالک نے کہا لوگوں نے مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی کو ذکر کیا یہ دونوں نیک شخص تھے جو بدر میں شریک ہوئے۔

۵۹۲
تشریحات کچھ لوگوں نے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کے رد کے لئے امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا۔ یہ حدیث طویل کا ایک ٹکڑا ہے جو غزوۂ تبوک میں مفصل آرہی ہے۔

۲۰۷۶ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جمعہ کے دن ذکر کیا گیا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو بدری تھے۔ بیمار ہیں تو دن چڑھنے کے بعد سوار

عه ثانی تفسیر باب الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ ص ۶۸۲ نسائی تفسیر

فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَ

ہوکر وہاں گئے جمعہ کے قریب اور جمعہ چھوڑ دیا۔

تَرَكَ الْجُمُعَةَ۔

۲۰۷۶

تشریحات غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ اطلاع ملی ہوگی کہ حضرت سعید کی حالت بہت نازک ہے۔ اس لئے انھوں نے جمعہ چھوڑا اور انھیں دیکھنے کے لئے گئے ان کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا، یہ حضرت عمر کے چچازاد بھائی بھی تھے اور بہنوئی بھی۔

۵۹۳ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ

ت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے عمر

إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ

بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں

عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلُهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَ

اور ان سے ان کی حدیث پوچھیں اور یہ پوچھیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ

عَمَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تھا تو حضور نے کیا جواب دیا تھا۔ تو

فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ

عمر بن عبد اللہ بن ارقم نے عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث

يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ

نے خبر دی کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں اور یہ بنی عامر بن لوی کے

سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ

قبیلے سے تھے اور بدر کے شرکا میں سے تھے کہ حجۃ الوداع میں ان کے شوہر کی

شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ

وفات ہوگئی۔ اس وقت وہ حاملہ تھیں شوہر کی وفات کے تھوڑی ہی

تنشب أن وضعت حملها بعد وفاته فلما تعلت من نفاسها

دیر کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوگیا جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں تو بناؤ

تجملت للخطاب فدخل عليها أبو السنابل بن بعكك رجل

سنگار کرنے لگیں منگنی کرنے والوں کے لئے اس حال میں ان کے پاس ابو سنابل بن

من بني عبد الدار فقال لها ما لي أراك تجملت للخطاب

بعکک بنی عبد الدار کے ایک صاحب گئے اور ان سے کہا تو منگنی کرنے والوں کے لئے بناؤ سنگار

ترجين النكاح وإنك والله ما أنت بناكح حتى تمر عليك أربعة

کر رہی ہے نکاح کرنا چاہتی ہے اور بخدا تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک تجھ پر

أشهر وعشر قالت سبيعة فلما قال لي ذلك جمعت علي ثيابي

چار مہینے دس دن نہ گزر لیں۔ سبیعہ نے کہا جب انھوں نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے

حين أمسيت وأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألته

وقت پورے کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی

عن ذلك فأفتاني بأني قد حللت حين وضعت حملي وأمرني

اور میں نے حضور سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضور نے حکم دیا کہ جس وقت تو نے وضع حمل کیا

بالتزوج إن بدا لي عه

اسی وقت تو حلال ہوگئی اور مجھے نکاح کی اجازت دے دی اگر میرا جی چاہے۔

۵۹۴ أخبرني محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان مولى بني عامر

ت بنی عامر بن لوی کے آزاد کردہ غلام محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان نے مجھے خبر دی کہ محمد

بن لؤي أن محمد بن إياس بن البكير وكان أبوه شهد بدرا أخبره

بن ایاس بن بکیر نے انھیں یہ خبر دی۔ اور ان کے والد بدر میں حاضر تھے۔

باب شهود الملائكة بدرا صـ ۵۶۹ فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا۔

۲۰۷۷ عن معاذ بن رفاعة بن رافع الزرقي عن أبيه

حدیث رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت ہے اور یہ اہل بدر سے تھے کہ جبرئیل

عہ طلاق باب اولات الاحمال اجلهن ص ۸۰۲

وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور پوچھا آپ لوگ اہل بدر کو اپنے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ

میں کس درجہ میں شمار کرتے ہو فرمایا تمام مسلمانوں سے افضل لوگوں میں، یا اسی

الْمُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ

کے مثل کوئی کلمہ کہا جبرئیل نے کہا اور ایسے ہی ان فرشتوں کو جو بدر میں شریک ہوئے۔

تشریحات ۲۰۷۷

کان ابوہ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع معاذ ہیں، مطلب یہ ہوا کہ معاذ کے والد رفاعہ بن رافع اہل بدر سے ہیں، اس حدیث کے راوی بھی یہی ہیں' یہ بدر اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، حضرت معاویہ کی ابتدا امارت میں واصل بحق ہوئے۔ ان کے والد رافع بدر میں شریک نہیں ہوئے مگر یہ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور بارہ نقیبوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔

۲۰۷۸ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ

حدیث معاذ بن رفاعہ رافع سے روایت ہے۔ اور رفاعہ اہل بدر سے تھے اور رافع

بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ وَكَانَ يَقُولُ لِابْنِهِ مَا يَسُرُّنِي

اہل عقبہ سے وہ اپنے لڑکے سے کہتے تھے کہ عقبہ میں شریک ہونا بہ نسبت بدر کی

أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرَئِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

شرکت سے مجھے زیادہ پسند ہے تو انھوں نے کہا کہ جبرئیل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا۔

وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔

تشریحات ۲۰۷۸

بہت سے صحابۂ کرام عقبہ کی شرکت کو بدر کی شرکت سے افضل سمجھتے تھے انھیں میں حضرت رافع بھی تھے اس لئے کہ بیعت عقبہ ہی اس کی بنیاد بنی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے جو اسلام کی ساری ترقیوں کی بنیاد ہے لیکن صحیح اور ارجح یہ ہے کہ بدر کی شرکت عقبہ کی شرکت سے بھی افضل ہے۔

۲۰۷۹ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرِيْلُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم بدر فرمایا یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی لگام

اٰخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ عہ

پکڑے ہوئے ہیں ان کے اوپر ہتھیار ہے۔

تشریحات ۲۰۷۹ بدر میں ملائکہ کا حاضر ہونا اور قتال کرنا یقینی طور پر ثابت ہے ملائکہ میں سے حضرت جبرئیل حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل کی شرکت ثابت ہے، حضرت میکائیل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داہنی طرف تھے وہیں ابوبکر بھی تھے اور اسرافیل بائیں طرف جہاں حضرت علی تھے، امام احمد ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا کہ مجھ سے اور ابوبکر سے یوم بدر کہا گیا تم میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

باب غزوۂ احد میں یہی حدیث ابراہیم بن موسیٰ سے اسی سند کے ساتھ مذکور ہے وہاں یوم بدر کے بجائے یوم احد ہے یہ کسی راوی کا وہم ہے۔ صحیح یوم بدر ہے۔

باب ص ۵۷۰

۲۰۸۰ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَاتَ اَبُوْ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوزید نے انتقال کیا اور انھوں نے

زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقِبًا وَكَانَ بَدْرِيًّا۔

کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور یہ بدری تھے۔

تشریحات ۲۰۸۰ حضرت ابوزید کا نام قیس بن سکن ہے حضرت انس کے چچا انصاری صحابی ہیں یہ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع فرمایا جیسا کہ گذرا۔

۲۰۸۱ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ بْنَ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ

حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر سے آئے تو ان کے سامنے

عہ مغازی باب غزوۂ احد ص ۵۷۸

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَهْلُهٗ لَحْمًا

ان کے اہل نے قربانی کا گوشت رکھا تو انھوں نے فرمایا میں نہیں کھاؤں گا

مِنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلِهٖ حَتّٰى اَسْئَلَ فَانْطَلَقَ اِلٰى

یہاں تک کہ پوچھ لوں۔ وہ اپنے علاتی بھائی قتادہ بن نعمان کے

اَخِيْهِ لِاُمِّهٖ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَئَلَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ

پاس آئے اور وہ بدری تھے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ تمہارے

حَدَثَ بَعْدَكَ اَمْرٌ نَقْضٌ لِمَا كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ اَكْلِ

بعد ایسی صورت پیدا ہو گئی جس نے اس حکم کو ختم کر دیا جس کی بنا پر تین دن

لُحُوْمِ الْاَضْحٰى بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ع

کے بعد قربانی کا گوشت کھانا منع تھا۔

۲۰۸۱

تشریحات حضرت قتادہ بن نعمان تمام مشاہد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ یوم احد ان کی آنکھ میں ایک تیر آکر لگا جس سے ان کے ایک آنکھ کا ڈھیلا نکل کر چہرہ پر لٹک گیا۔ لوگوں نے اسے کاٹ ڈالنا چاہا وہ اپنے آنکھ کے ڈھیلے کو ہاتھ میں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا اے قتادہ یہ کیا ہے تو انھوں نے عرض کیا وہی ہے جو آپ ملاحظ فرما رہے ہیں فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور اگر چاہو تو اس کو اپنی جگہ ٹھیک کر دوں اور اللہ سے دعا کروں تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بیشک جنت جزاء جزیل اور عطاء جمیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں کہ عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور میرے عقد میں ایک عورت ہے جس سے میں محبت کر رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے اس حال میں دیکھے تو کہیں مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیلے کو گڈھے میں رکھ کر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا وہ بالکل ٹھیک ہو گئی اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو جمال عطا فرما یہ ان کی آنکھ دوسری آنکھ سے جمیل تر و حسین تر ہو گئی اور کبھی پھر بیمار نہ ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کی بھی دعا کی [۱]۔

ابتدا میں جب عسرت اور تنگدستی تھی تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی لیکن جب فراخی اور خوشحالی آگئی تو اجازت مرحمت فرما دی گئی۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔

ع کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی ص۸۳۵

[۱] عمدۃ القاری جلد سابع عشر ص۱۰۵-۱۰۶

221

۲۰۸۲ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنَى أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ ـــ قَالَ هِشَامٌ فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّأْتُ فَكَانَ الْجُهْدُ أَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَأَلَهُ إِيَّاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ ـ

حدیث حضرت عروہ نے کہا کہ زبیر نے کہا۔ بدر کے دن میرے سامنے عبیدہ بن سعید بن عاص آیا اور وہ پورے ہتھیاروں سے لیس تھا صرف اس کی دونوں آنکھیں نظر آتی تھیں اس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی تو اس نے کہا میں ابو ذات الکرش ہوں میں نے اس پر برچھی سے حملہ کیا اور اس کی آنکھ میں مارا اس کے صدمے سے وہ مرگیا۔ ہشام نے کہا مجھے خبر دی گئی کہ زبیر نے کہا میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا پھر دونوں ہاتھوں سے کھینچا پوری طاقت صرف کر کے میں نے اسے نکالا اس کے دونوں کنارے مڑ گئے تھے۔ عروہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ برچھی ان سے مانگ لی تو انھوں نے خدمت اقدس میں پیش کردی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو زبیر نے وہ برچھی لے لی پھر ابو بکر نے اسے مانگا تو انھیں دیدی پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو عمر نے اسے مانگا تو انھیں دے دیا پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو لے لیا پھر حضرت عثمان نے مانگا تو انھیں دے دیا جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو حضرت علی کی آل کے پاس رہی جن سے عبد اللہ بن زبیر نے مانگ لیا۔ تو ان کی شہادت کے وقت تک انھیں کے پاس رہی۔

۲۰۸۳ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے روایت ہے
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَبَا حُذَیْفَۃَ وَکَانَ مِمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا مَعَ
کہ ابو حذیفہ ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبَنّٰی سَالِمًا وَاَنْکَحَہٗ بِنْتَ اَخِیْہِ
شریک تھے انھوں نے سالم کو متبنّٰی بنالیا تھا اور اپنی بھتیجی ولید بن عتبہ کی بیٹی ہند
ھِنْدَ بِنْتَ الْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَۃَ وَھُوَ مَوْلًی لِاِمْرَأَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ کَمَا
سے ان کا نکاح کردیا تھا۔ سالم ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جیسا کہ
تَبَنّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَکَانَ مَنْ تَبَنّٰی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو متبنّٰی بنالیا تھا اور جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی کو تبنی
رَجُلًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ دَعَاہُ النَّاسُ اِلَیْہِ وَوَرِثَ مِنْ مِّیْرَاثِہٖ
بناتا تو لوگ اسی کی طرف نسبت کرکے اس کو پکارتے۔ اور وہ اس کی میراث پاتا
حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَائِھِمْ فَجَاءَتْ سَھْلَۃُ النَّبِیَّ
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری ان (متبنّٰی کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے پکارو)
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ عہ
اس کے بعد سہلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور پوری حدیث بیان کی۔

تشریحات ۲۰۸۳ سالم بن معقل ایک انصاری خاتون ثبیتہ کے آزاد کردہ غلام تھے جنھیں حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متبنی بنالیا تھا۔ متبنی کی حیثیت زمانۂ جاہلیت میں حقیقی بیٹے کے بمنزلہ تھی وہ حقیقی بیٹے کی طرح گھر میں رہتا۔ جب آیۃ کریمہ نازل ہوئی ادعوھم لآبائھم تو حضرت حذیفہ کی بیوی سہلہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اس آیۃ کریمہ کے نزول کے بعد بھی سالم حسب سابق میرے پاس آتے جاتے ہیں جسے ابو حذیفہ ناگوار سمجھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا اسے دودھ پلاوے تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ داڑھی والے ہیں فرمایا تم اسے دودھ پلادو۔ تمہارے اس کے درمیان حرمت ثابت ہو جائے گی۔ پھر ابو حذیفہ کو سالم کا تمہارے پاس آنا جانا ناگوار نہ ہوگا۔ تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔

عہ کتاب النکاح الاکفاء فی الدین صـ۷۶۲

فذکر الحدیث سے امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی مراد ہے دو یا ڈھائی سال سے زائد عمر والے کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر جوان ہو کر دودھ پی لینے سے حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

۲۰۸۴ عن الربیع بنت معوذ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی وجویرات یضربن بالدف یندبن من قتل من آبائهن یوم بدر حتی قالت جاریۃ — وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولی ھکذا وقولی ما کنت تقولین عہ

ترجمہ: ربیع بنت معوذ نے کہا جس رات میرا زفاف ہوا اس کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے فرش پر ایسے ہی بیٹھے جیسے تم بیٹھے ہو۔ اور کچھ چھوٹی بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے ان آبا کا احوال جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے گا رہی تھیں کہ ایک لڑکی نے یہ گایا اور ہم میں ایک نبی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا یہ نہ گاؤ اور پہلے جو تم گا رہی تھیں وہی گاؤ۔

تشریحات ۲۰۸۴ یہاں من آبائهن ہے اور کتاب النکاح میں من آبائی ہے، دونوں میں منافات نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لڑکیاں وہ ہوں کہ ان کے آبا ر بدر میں شہید ہوئے ہوں ان کا بھی تذکرہ کیا ہو۔

ربیع بنت معوذ کے آبا ر میں سے جو شہید ہوئے ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہو۔ یا یہ لڑکیاں ان کی ہم قبیلہ تھیں۔ اور پھر دونوں کا نسب مل جاتا ہو۔ بدر میں کوئی ایسا بزرگ شہید ہوا ہو۔ جو دونوں کے آبا ر میں شامل ہو۔ بدر میں ربیع کے والد معوذ اور ان کے چچا عوف یا عوذ شہید ہوئے تھے اور خزرج سے ان کے قریبی رشتہ دار حارثہ بن سراقہ ——— وہابی اس حدیث سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔ تبلیغی نصاب میں یہ حدیث ذکر کر کے یہ پچر لگا دیا ہے کہ کیونکہ میں علم غیب نہیں جانتا۔ یہ ان کا جزاف ہے

عہ کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ ص۷۷۳ ابو داؤد، ادب. ترمذی نکاح۔ ابن ماجہ

اگر ممانعت اسی بنا پر ہوتی تو حضور صاف صاف فرما دیتے کہ یہ مت کہو کیونکہ میں علم غیب نہیں جانتا۔
غور طلب یہ بات ہے وہابیوں کے عقیدے کے مطابق کسی مخلوق کے لئے اگرچہ وہ نبی ہو علم غیب کا اعتقاد شرک ہے۔ شرکیہ بات سن کر یہ بعید ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پر صراحت کے ساتھ تنبیہ نہ فرمائیں۔ یہ منع کرنا صرف اس بنا پر تھا یہ لڑکیاں جاں نثاروں کا ذکر کر رہی تھیں۔ جسے زیادہ پسند فرمایا۔ بہ نسبت اپنے ذکر کے۔

۲۰۸۵ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَنْفَذَهُ لَنَا ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهُ
حدیث ابن معقل نے کہا حضرت علی نے سہل بن حنیف کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھی
مِنِ ابْنِ مَعْقِلٍ أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا
اور فرمایا یہ بدر میں شریک تھے۔

۲۰۱۵

تشریحات اس حدیث کی سند میں یہ ہے انفذہ لنا ابن الاصبہانی۔ مطلب یہ ہے کہ ابن الاصبہانی یہ حدیث لکھ کر سفیان بن عینیہ کے پاس بھیجی تھی ابن عینیہ نے یہ حدیث ابن الاصبہانی سے براہ راست نہیں سنی تھی گذر چکا کہ جمہور کے نزدیک کتاب مثل سماع ہے ابن الاصبہانی کا نام عبد الرحمن بن عبد اللہ تھا۔

۲۰۸۶ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حفصہ بنت
يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ
عمر خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہو گئیں اور یہ رسول اللہ کے ان صحابہ میں
مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ
سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے اور مدینہ طیبہ میں وفات پائی تھی
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ
عمر نے کہا میں نے عثمان بن عفان سے ملاقات کی اور میں نے ان پر
لَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ
حفصہ کو پیش کیا میں نے کہا اگر تم چاہو تو حفصہ سے تمہارا نکاح کر دوں

اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَاَنْظُرُ فِي اَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِي

انھوں نے کہا۔ میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا میں کئی دن رکا رہا پھر انھوں نے کہا

فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ

میری رائے یہی ہے کہ میں اس وقت شادی نہیں کروں گا اس کے بعد عمر نے ابو بکر سے

فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ

ملاقات کی اور ان سے کہا اگر تم چاہو تو حفصہ بنت عمر کا تم سے نکاح کر دوں ابو بکر خاموش رہے اور

يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّي عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِي

انھیں کچھ جواب نہیں دیا۔ مجھے ان کے اوپر عثمان سے بھی زیادہ غصہ آیا میں کچھ دن رکا رہا پھر

ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے لئے پیغام دیا تو میں نے حفصہ کا نکاح حضور سے کر دیا اس کے

اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ

بعد ابو بکر مجھ سے ملے اور کہا شاید تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو جب تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا اور

اَرْجِعْ اِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا

میں نے تم کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو انھوں نے کہا تمہاری پیش کش کے بارے

عَرَضْتَ اِلَّا اَنِّي قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں کوئی جواب دینے سے مجھے اس بات نے روکا تھا کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے حفصہ کا ذکر کیا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتا تھا۔ اگر حضور ان

وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا ؏

سے شادی نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔

۲۰۸۶ تشریحات

خنیس بن حذافہ سہمی یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں حبشہ کی جانب بھی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف تمام اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ بدر میں بھی شریک ہوئے اور احد میں بھی۔ جنگ احد میں

؏ النکاح باب عرض الانسان ابنتہ۔ او اختہ علی اھل الخیر ص۷۶۷ باب من قال لا نکاح الا بولی ص۷۷۰ باب تفسیر ترک الخطبۃ ص۷۷۳ نسائی نکاح

ان کو ایک کاری زخم لگا جس کے صدمہ سے مدینہ طیبہ میں وفات پا گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہجرت کے پچیس یا تیس ماہ کے بعد نکاح فرمایا تھا اور احد کا واقعہ ہجرت کے اکتیس ماہ کے بعد رونما ہوا اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت خنیس اس زخم سے واصل بحق ہوئے جو احد میں انھیں لگا تھا بلکہ یہ زخم ان کو بدر میں لگا تھا اور احد سے قبل ہی یہ وفات پا چکے تھے ۔

۲۰۸۷ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيهِ عہ

حدیث عبدالرحمٰن بن یزید علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود بدری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو رات میں پڑھے وہ دونوں اسے کافی ہیں ـــــ عبدالرحمٰن نے کہا اس کے بعد میں ابو مسعود سے ملا وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی ۔

تشریحات ۲۰۸۷ کفتاہ۔ یعنی جسے قیام اللیل کا موقع نہ ملے اس کے لئے یہ دونوں آیتیں کافی ہیں۔ یا مراد یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کی برکت سے اس رات ناگوار باتوں سے حفاظت رہے گی۔

۲۰۸۸ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی بیشک عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ انصار کے ان صحابۂ کرام میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے ۔

عہ کتاب فضائل القرآن فضل البقرہ ص۷۴۹ باب من لم یر باسا ان یقول ۔ سورۃ البقرۃ والسورۃ کذا ص۷۵۳ باب فی کم یقرأ القرآن وقول اللہ تعالیٰ فاقروا ما تیسر منہ ص۷۵۵
مسلم ابوداؤد صلوٰۃ، ترمذی، نسائی فضائل القرآن ابن ماجہ صلوٰۃ

۲۰۸۹ اخبرنی عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ وکان من اکبر

حدیث عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے مجھے خبر دی اور یہ بنی عدی کے سب سے

بنی عدی وکان ابوہ شھد بدرا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

معتبر بزرگ تھے اور ان کے والد بدر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک

ان عمر استعمل قدامۃ بن مظعون علی البحرین وکان شھد

تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل بنایا اور یہ بدر

بدرا وھو خال عبد اللہ بن عمر وحفصۃ رضی اللہ عنھم۔

میں شریک تھے اور یہ عبد اللہ بن عمر اور حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔

۲۰۹۰ سمعت عبد اللہ بن شداد بن الھاد اللیثی قال رأیت

حدیث حضرت عبد اللہ بن شداد بن ہاد لیثی نے کہا میں نے رفاعہ بن

رفاعۃ بن رافع الانصاری وکان شھد بدرا۔

رافع انصاری کو دیکھا ہے اور یہ بدر میں شریک تھے۔

۲۰۹۱ ان عبید اللہ بن عدی بن الخیار اخبرہ ان المقداد

حدیث عبید اللہ بن عدی بن خیار نے خبر دیا کہ مقداد بن عمرو کندی نے انھیں

بن عمرو الکندی وکان حلیفا لبنی زھرۃ وکان ممن شھد

خبر دی اور یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بدرا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرہ انہ قال لرسول

ساتھ بدر میں شریک تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارأیت ان لقیت رجلا من الکفار

عرض کیا بتائیے اگر کسی کافر سے میری مڈبھیڑ ہو جائے اور آپس میں

فاقتتلنا فضرب احدی یدی بالسیف فقطعھا ثم لاذ منی بشجرۃ

لڑیں اور وہ میرے ایک ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے پھر مجھ سے بچنے

فقال اسلمت للہ أأقتلہ یا رسول اللہ بعد ان قالھا فقال رسول

کے لئے درخت کی پناہ لے لے پھر کہے کہ میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا یا رسول اللہ!

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقتلہ فقال یا رسول اللہ انہ

اس کے اس کہنے کے بعد اسے مار ڈالوں! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے

قطع احدی یدی ثم قال ذلک بعد ما قطعہا فقال رسول

قتل مت کر تو مقداد نے کہا یا رسول اللہ! اس نے میرے ایک ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، ہاتھ کاٹنے کے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقتلہ فان قتلتہ فانہ بمنزلتک

بعد وہ کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل مت کر اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ تیری جگہ

قبل ان تقتلہ وانک بمنزلتہ قبل ان یقول کلمتہ التی قال ع

ہو جائے گا تیرے قتل کرنے سے پہلے اور تو اس کی جگہ ہو جائے گا قبل اس کے کہ اس نے وہ کلمہ کہا۔

تشریحات ۲۰۹۱ مقداد بن عمرو کندی یہ مشہور ہیں مقداد بن اسود کے ساتھ خود امام بخاری نے کتاب الطہارت میں مقداد بن اسود کہا ہے۔ ویسے ان کے والد کا نام عمرو ہے۔ عمرو نے بنی کندہ سے عقد حلف کر لیا تھا۔ اس لئے کندی کہلاتے ہیں۔ اسود نے ان کو پالا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو متبنیٰ بنا لیا تھا اس لئے مقداد بن اسود کے ساتھ مشہور ہوئے حضرت مقداد بن اسود اجلہ صحابہ کرام میں سے ہیں مصر کی فتح میں شریک ہوئے اور وہیں مقام جرف میں ۳۳ھ میں وفات پائی ان کا جنازہ مدینہ طیبہ لایا گیا جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

فان قتلتہ مطلب یہ ہے کہ اس نے تیرا ہاتھ اسلام قبول کرنے سے پہلے کاٹا تھا اس نے جب اسلام قبول کر لیا تو پہلے کے سارے جرم اس کے ختم ہو گئے۔ الاسلام یھدم ما قبلہ۔ اسلام اپنے پہلے کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب تو اسے قتل کرے گا تو ایک مسلمان کو قتل کرے گا۔

۲۰۹۲ حدثنی بن عباس عن عمر لما توفی النبی صلی اللہ

حدیث حضرت ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث

علیہ وسلم قلت لابی بکر انطلق بنا الی اخواننا من الانصار

بیان کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ابو بکر سے کہا ہمارے ساتھ ہمارے

فلقینا منہم رجلان صالحان شہدا بدرا فحدثت عروۃ بن

انصاری بھائیوں کے پاس چلئے تو ان سے دو نیک مرد ملے جو بدر میں شریک ہوئے تھے میں نے عروہ بن

ع کتاب الدیات باب قول اللہ تعالیٰ ومن قتل مومنا متعمدا ص ۱۰۱۲ مسلم ایمان، ابو داؤد جہاد، نسائی سیر

الزُّبَیْرِ وَقَالَ هُمَا عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِیٍّ۔

زبیر سے بیان کیا تو انھوں نے کہا یہ عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی تھے۔

۲۰۹۳ عَنْ قَیْسٍ کَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِیِّیْنَ خَمْسَةَ آلَافٍ خَمْسَةَ

حدیث قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ بدریوں کا وظیفہ پانچ ہزار پانچ ہزار

آلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰی مَنْ بَعْدَهُمْ۔

تھا۔ اور حضرت عمر نے کہا میں اہل بدر کو ان کے بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔

۲۰۹۴ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے مغرب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ وَذٰلِكَ اَوَّلُ مَا وَقَرَ الْاِیْمَانُ

کو سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا یہ پہلا موقع تھا کہ ایمان نے میرے دل میں جگہ بنائی۔

فِیْ قَلْبِیْ

تشریحات ۲۰۹۴ یہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے اس وقت کافر تھے مگران کا دل اسی وقت اسلام کی طرف مائل ہو گیا تھا فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔

۵۹۵ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰی یَعْنِیْ مَقْتَلَ

ت سعید بن مسیب نے کہا کہ پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان کی شہادت واقع ہوئی اور اس نے

عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ

اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا۔ پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ کا واقعہ ہوا تو اس

الثَّانِیَةُ یَعْنِی الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَیْبِیَةِ اَحَدًا ثُمَّ

نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا۔ پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا اور وہ نہیں اٹھا

وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ۔

اور لوگوں میں بے عقل اور لا خیرے رہ گئے۔

تشریحات ۵۹۵ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی اس وقت اس کے بعد بھی اصحاب بدر میں سے بہت سے حضرات موجود تھے جیسے حضرت علی حضرت طلحہ حضرت

زبیر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سعید بن مسیّب کا یہ فرمانا باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔
واقعہ حرّہ:- ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں ہوا۔ اس کے بعد بھی اصحاب حدیبیہ میں سے کچھ افراد حیات تھے یہ بھی باعتبار اغلب واکثر کے ہے تیسرے فتنہ سے مراد کیا ہے اس میں شارحین کا اختلاف ہے داؤدی نے کہا کہ ازارقہ کا فتنہ ہے ابن تین نے کہا کہ اس سے مراد ابو حمزہ خارجی کا خروج ہے جو مروان الحمار کی حکومت میں ۱۳۰ھ میں پیش آیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت ہے جو مشہور مروانی سفاک عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۷۳ھ میں پیش آیا کہ حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا اور کعبہ مقدسہ پر منجنیقوں سے پتھر برسایا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا۔ طباخ کے معنی قوت اور موٹاپن کے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ یہ فتنہ نہیں اٹھا۔ اور لوگوں میں موٹے مشنڈے لوگ رہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ ان میں نہ عقل ہے نہ خیر۔
مطلب یہ ہے کہ تیسرے فتنہ کے بعد کوئی صاحب عقل نہیں بچا بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی صحابی نہیں بچا۔

۵۹۶ فَجَمِيعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ أَحَدٌ وَّثَمَانُونَ رَجُلًا وَّكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوا مِائَةً وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ت قریش کے جو لوگ بدر میں شریک تھے جن کو حصہ دیا گیا وہ سب اکاسی تھے اور عروہ بن زبیر کہتے تھے کہ زبیر نے کہا ان کے حصے تقسیم کئے گئے تو سو تھے واللہ اعلم۔

تشریحات ۵۹۶ یہ بھی مغازی موسیٰ بن عقبہ کا حصہ ہے جو ابن شہاب سے مروی ہے اکاسی اور سو میں تطبیق یہ ہے کہ کچھ حضرات کے پاس گھوڑے تھے تو ان کو دو حصے دیئے گئے نیز کچھ لوگ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری خدمت پر مامور فرمایا تھا وہ سب ملا کر سو حصے ہوئے جنگ میں شریک ہونے والے مہاجرین اکاسی تھے۔

بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ
جامع میں جن اہل بدر کا نام لیا گیا ان کا شمار۔ صفحہ ۵۷۲

۲۰۹۵ النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث نبی محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— ایاس بن بکیر

اَیَاسُ بْنُ الْبُکَیْرِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرِ الْقُرَشِیُّ، حَمْزَۃُ بْنُ

بلال بن رباح ـ ابو بکر قرشی کے آزاد کردہ غلام ـ حمزہ بن عبدالمطلب

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِیُّ، حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ حَلِیْفٌ لِقُرَیْشٍ

ہاشمی ـ حاطب بن ابو بلتعہ قریش کے حلیف ـ ابو حذیفہ بن عتبہ بن

اَبُوْحُذَیْفَۃَ بْنُ عُتْبَۃَ بْنِ رَبِیْعَۃَ الْقُرَشِیُّ حَارِثَۃُ بْنُ الرُّبَیِّعِ

ربیعہ قرشی ـ حارثہ بن ربیع انصاری، یہ بدر کے دن شہید

الْاَنْصَارِیُّ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ، وَهُوَ حَارِثَۃُ بْنُ سُرَاقَۃَ کَانَ فِی النَّظَّارَۃِ

ہو گئے اور یہ حارثہ بن سراقہ ہیں اور یہ پانی کی نگرانی کرنے

خُبَیْبُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ خُنَیْسُ بْنُ حُذَافَۃَ السَّهْمِیُّ رِفَاعَۃُ

والوں میں تھے ـ خبیب بن عدی انصاری، خنیس بن حذافہ سہمی ـ رفاعہ بن

بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ رِفَاعَۃُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ رِفَاعَۃُ

رافع انصاری، رفاعہ بن عبدالمنذر ابو لبابہ انصاری ـ زبیر بن عوام

بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْلُبَابَۃَ الْاَنْصَارِیُّ زُبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِیُّ

قرشی ـ زید بن سہل ـ ابو طلحہ انصاری ـ ابو زید

زَیْدُ بْنُ سَهْلٍ ـ اَبُوْطَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیُّ ـ اَبُوْزَیْدِ الْاَنْصَارِیُّ سَعْدُ

انصاری ـ سعد بن مالک زہری ـ سعد بن خولہ قرشی ـ

بْنُ مَالِكِ الزُّهْرِیُّ ـ سَعْدُ بْنُ خَوْلَۃَ الْقُرَشِیُّ ـ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ

سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی ـ سہل بن حنیف

بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلِ الْقُرَشِیُّ ـ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفِ الْاَنْصَارِیُّ ظُهَیْرُ

انصاری ـ ظہیر بن رافع انصاری ـ اور ان کے بھائی عبداللہ

بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ وَاَخُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ

بن عثمان ابو بکر صدیق قرشی ـ عبداللہ بن مسعود ہذلی ـ

الْقُرَشِیُّ ـ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدِ الْهُذَلِیُّ ـ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفِ

عبدالرحمن بن عوف زہری ـ عبیدہ بن حارث قرشی

الزُّهْرِيُّ - عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ - عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيُّ

عبادہ بن صامت انصاری - عمر بن خطاب عدوی - عثمان بن

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ - عُثْمَانُ بْنُ الْعَفَّانِ الْقُرَشِيُّ - خَلَّفَهُ النَّبِيُّ

عفان قرشی - انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَتِهِ وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ - عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

صاحبزادی کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ چھوڑ دیا تھا اور ان

الْهَاشِمِيُّ - عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ - عُقْبَةُ بْنُ

کے لئے حصہ مقرر فرمایا - علی بن ابو طالب ہاشمی - عمرو بن

عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ - عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ الْعَنَزِيُّ - عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ

عوف بنی عامر بن لوی کے حلیف، عقبہ بن عمرو انصاری - عامر بن ربیعہ عنزی -

الْأَنْصَارِيُّ - عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيُّ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ

عاصم بن ثابت انصاری - عویم بن ساعدہ انصاری - عتبان بن مالک

الْأَنْصَارِيُّ - قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ - قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيُّ

انصاری - قدامہ بن مظعون - قتادہ بن نعمان انصاری - معاذ بن

مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ - مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَأَخُوهُ مَالِكُ بْنُ

عمرو بن جموح - معوذ بن عفراء اور ان کے بھائی مالک بن

رَبِيعَةَ أَبُو أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ - مُرَارَةُ بْنُ رَبِيعٍ الْأَنْصَارِيُّ مَعْنُ بْنُ

ربیعہ - ابو اسید انصاری - مرارہ بن ربیع انصاری - معن بن

عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ وَمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ

عدی انصاری اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد

مَنَافٍ مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ هِلَالُ بْنُ

مناف مقداد بن عمرو کندی بنی زہرہ کے حلیف - ہلال بن

أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ)

امیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ -

تشریحات ۲۰۹۵ اس باب سے مقصود یہ ہے کہ جامع صحیح بخاری میں جن اصحاب بدر کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ اصحاب بدر میں سے تھے ان سب کے نام اکٹھا ذکر کر دیئے جائیں نہ تو یہ مقصود ہے کہ بخاری میں جن جن اصحاب بدر کا تذکرہ آیا ہے ان کو بھی ان میں شامل کیا جائے اس لئے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق اصحاب بدر میں سے ہیں اور بخاری میں متعدد جگہ ان کا ذکر ہے مگر ان کا نام یہاں ذکر نہیں کیا۔ اور نہ یہ مقصود ہے کہ جن اصحاب بدر سے بخاری میں کوئی حدیث مروی ہے ان کا نام لکھا جائے۔

حارثہ بن سراقہ: حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ نظارہ میں تھے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ان افراد میں تھے جو پانی کی نگرانی پر مامور تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ طیبہ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کے باوجود بدر کے مال غنیمت سے ان کو حصہ دیا۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اگرچہ یہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے مگر ان کا شمار اصحاب بدر میں ہے یہ جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل حکم میں مدینہ طیبہ رہ گئے۔

بَابُ حَدِيْثِ بَنِي النَّضِيْرِ وَمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا أَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۵۷۴

بنی نضیر کا قصہ اور دو شخصوں کی دیت کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی نضیر کے پاس تشریف لے جانا اور اس غداری کا بیان جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنی چاہی تھی۔

۵۹۷ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلٰى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ۔

ت: عروہ سے مروی ہے کہ بنی نضیر کا قصہ واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد احد سے قبل ہوا تھا۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْ أَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ۔

اور اللہ عز و جل کے اس ارشاد کا بیان اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے حشر کے پہلے نکالا۔

۵۹۸ وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُحُدٍ

ت: اور ابن اسحٰق نے اسے بئر معونہ اور احد کے بعد کیا۔

صحیح یہ ہے کہ غزوۂ بنی نضیر احد اور بئر معونہ کے بعد ہوا ہے اس لئے کہ بنی نضیر کے محاصرے کا سبب یہ ہوا کہ بئر معونہ میں صحابۂ کرام کو شہید کرنے والوں کے سرغنہ عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہ کو یہ کہہ کر زندہ چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ عمرو بن امیہ مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں بنی عامر کے دو ایسے شخص ملے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد و پیمان کر لیا تھا۔ عمرو بن امیہ یہ نہیں جانتے تھے کہ عمرو نے ان دونوں سے پوچھا تم کس قبیلے کے ہو انھوں نے بتایا کہ بنی عامر سے یہ ان کی تاک میں رہے جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو حضور نے فرمایا چونکہ ان دونوں نے مجھ سے معاہدہ کر رکھا تھا اس لئے مجھے ان دونوں کے قتل کی دیت دینی ہے۔

بنی نضیر اور مدینہ کے تمام یہود سے ابتدا ہی میں یہ عہد و پیمان ہو چکا تھا کہ فریقین میں سے کسی پر اگر دیت واجب ہوگی تو دونوں مل کر ادا کریں گے۔

اس معاہدہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے یہاں تشریف لے گئے ان بد باطنوں نے یہ سازش کی کہ اوپر سے حضور کے سر پر پتھر گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس ارادہ فاسد پر مطلع ہو گئے اور وہاں سے چلے آئے اور بنی نضیر کا محاصرہ فرما لیا۔ بنی نضیر نے عاجز آکر اس شرط پر صلح کر لی کہ ہم اپنے جو اموال و اسباب ساتھ لے جا سکیں ساتھ لے جانے دیا جائے ہم اپنی بستی خالی کر دیتے ہیں۔ اسی کے مطابق بنی نضیر نے اپنی بستی خالی کر دی اور اپنے ساتھ جتنے مال و اسباب لیجا سکے لے گئے بنی نضیر کے جو بقیہ اموال تھے وہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے جیسا کہ گذر چکا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے بعد صفر میں بئر معونہ کی جانب قاریوں کو بھیجا تھا اس لئے ثابت کی بنی نضیر کا قصہ احد اور بئر معونہ کے بعد پیش آیا۔

۲۰۹۶ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَارَبَتِ النَّضِيْرُ وَقُرَيْظَةُ فَأَجْلَى بَنِي النَّضِيْرِ وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ وَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا نضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا اور قریظہ کو باقی رکھا ان پر احسان فرمایا یہاں تک کہ قریظہ نے جنگ کی تو ان کے مردوں کو قتل کیا گیا ان کی عورتوں اور بچوں اور مالوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا مگر ان کے کچھ افراد کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاحق ہو گئے تو انھیں امن دے دیا انھوں نے اسلام

بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا وَأَجْلَى يَهُودَ الْمَدِينَةِ

قبول کیا اور مدینہ کے تمام یہود کو جلا وطن فرمایا بنو قینقاع

كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ

کو اور یہ عبد اللہ بن سلام کے گروہ ہیں اور بنی حارثہ کے یہود کو اور

وَكُلَّ يَهُودٍ بِالْمَدِينَةِ۔

مدینہ کے تمام یہود کو۔

تشریحات ۲۰۹۶
حضرت موسیٰ بن عقبہ نے مدینے کے یہود کی پوری تاریخ اجمال کے ساتھ بیان کردی ان سب کی تفصیلات بخاری میں متفرق طور پر مذکور ہو چکی ہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۲۰۹۷ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ الْحَشْرِ

حدیث سعید بن جبیر نے کہا کہ میں نے ابن عباس سے کہا سورۃ الحشر تو

قَالَ قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ [ع]

انھوں نے کہا سورۃ النضیر کہو۔

تشریحات ۲۰۹۷
اس سورت کا نام سورہ حشر ہی ہے جو منزل من اللہ ہے۔ اس میں چونکہ بنی نضیر کے محاصرہ اور ان کی جلاوطنی کا عبرت ناک واقعہ مذکور ہے اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس کو سورۃ نضیر کہو۔

بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ ص۵۷۶ کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

کعب بن اشرف یہودی قرظی یہود کا سردار اور شاعر تھا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور مشرکین کو حضور کے خلاف ورغلایا کرتا تھا۔

بدر میں جب مشرکین مارے گئے تو اس نے بہت دردناک مرثیہ کہا۔ اس کی ایذاؤں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کے لئے کون ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی تو حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر اسے قتل کر دیا جس کی تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

بَابُ قَتْلِ أَبِي رَافِعٍ ص۵۷۷ ابو رافع کے قتل کا بیان

ع کتاب التفسیر سورۃ الحشر دو طریقے سے ص۷۲۵

اس کا نام عبداللہ بن ابی الحُقیق تھا۔ یا سلام بن ابی الحُقیق تھا۔ یہ خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ یہ بھی بہت موذی تھا اس بنا پر حضرت عبداللہ بن عتیک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا کہ اسے قتل کر دیں حضرت عبداللہ بن عتیک چار آدمیوں کے ساتھ گئے اور رات میں اس کو قتل کر دیا اس کی تفصیل بھی کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ ص۵۷۸

غزوۂ احد کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَقَوْلِهٖ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ تَسْتَاْصِلُوْنَهُمْ ..... قَتْلًا بِاِذْنِهٖ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا۔ الآیۃ

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے ہوئے اور اللہ سنتا جانتا ہے (آل عمران آیت ۱۲۱) اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ــ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسے ہی تکلیف پا چکے ہیں۔ اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں۔ اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کی۔ اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے سامنے آنے سے پہلے۔ تو اب تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے (آیت۔ ۱۳۹ تا ۱۴۲) ــ اور اس ارشاد کا بیان۔ اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری خوشی کی بات۔ تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منھ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے (آیت ۱۵۲) اور اس ارشاد کا بیان اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ خیال مت کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں (آیت ۱۶۹)

سورۂ آل عمران کی یہ آیات غزوۂ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جن میں اس معرکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی

ڈالی گئی ہے ابتدا میں مسلمانوں کی کامیابی پھر بعد میں پسپائی اور اس پسپائی کا بنیادی سبب بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو تسلی وتشفی دی گئی ہے اور شہید ہونے والوں کے مراتب بیان کئے گئے ہیں ان آیات کو ذہن میں رکھ کر غزوۂ احد کی پوری تفصیل پڑھنے والے کے ایمان میں جلا پیدا ہوگی۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتماد مستحکم ہوگا۔

۱۹۹۸ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ ع‍ـه

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ یوم احد ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے اگر میں قتل کر دیا گیا تو کہاں ہوں گا فرمایا جنت میں اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں یہ سن کر اس نے انھیں پھینک دی پھر لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔

تشریحات ۱۹۹۸ غزوۂ احد ۳ھ کے شوال میں ہوا تھا تاریخ کے بارے میں اختلافات ہیں، ۷ر شوال ۱۱ر شوال ۱۵ر شوال سنیچر کے دن۔ احد مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر مبارک بھی ہے یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن جنت کے اندر دروازے پر ہوگا اس کا دوسرا نام ذو عینین بھی ہے۔ اس غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو اپنی پشت پر رکھ کر صف بندی کی تھی اس پہاڑ میں ایک درّہ تھا اس کا خطرہ تھا کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کردیں اس کے سدباب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین کر دیا تھا اور انھیں تاکیدی حکم دیدیا تھا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم لوگ اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک فرمایا تھا کہ اگر یہ دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اچک لے گئیں جب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا جنگ کے پہلے ہی ویلہ میں قریش کو شکست ہوگئی وہ میدان چھوڑ کر بھاگے درے کے محافظین نے یہ کہا کہ اب ہمارا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکا لیکن چالیس افراد نہیں مانے درہ چھوڑ کر مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے حضرت خالد بن ولید اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے انھوں نے جب دیکھا کہ درہ خالی ہے تو انھوں نے ادھر سے حملہ کر دیا مسلمان اس سے غافل ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے پھر سامنے سے حضرت ابو سفیان نے حملہ کر دیا اسی میں آندھی چل گئی اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا پوری فوج منتشر ہوگئی دشمنوں نے سارا زور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صرف کر دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے دندان مبارک شہید ہوئے سر اقدس پر چوٹ لگی خود کی کڑیاں چبھ گئیں اور حضور ایک گڈھے میں جا پڑے شور مچ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے

ع‍ـه مسلم جہاد ۔ نسائی جہاد

گئے اس سے مسلمانوں کے اوسان خطا کر گئے پھر ایک صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گڈھے سے حضور کو نکالا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ پہاڑ پر چڑھ جائیں چنانچہ سارے مجاہدین پہاڑ پر چڑھ گئے دشمنوں نے پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا تو پتھر لڑھکا لڑھکا کر انھیں پسپا کر دیا گیا اب مشرکین بے بس ہو گئے اس جنگ میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے اور زخمیوں کی کوئی گنتی نہ تھی اس غزوہ میں سات سو مجاہدین ہمراہ رکاب تھے، مشرکین تین ہزار تھے مشرکین نے بدر کا بدلہ لینے کی نیت سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس غزوہ کی تفصیلات متفرق طور پر کتاب الجہاد وغیرہ میں گذر چکی ہیں۔

باب اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا　یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا
وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ صـ۵۸　اور اللہ ان دونوں کا ولی ہے اور اللہ ہی پر مومن بھروسہ کرتے ہیں۔

۱۹۹۹ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے

الْاٰيَةُ فِيْنَا ——— اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا بَنِيْ سَلِمَةَ وَبَنِيْ

— یاد کرو جب کہ تم میں سے دو گروہ نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا یہ بنی سلمہ اور بنی حارثہ

حَارِثَةَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا۔

تھے اور مجھے پسند نہیں کہ یہ نازل نہ ہوئی ہوتی (کیونکہ) اللہ فرماتا ہے اور اللہ ان دونوں کا ولی ہے عـہ

تشریحات ۱۹۹۹ جنگ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ سے نکلے تھے عبد اللہ بن ابی بن سلول اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ واپس ہو گیا انھیں واپس جاتے دیکھ کر بنو سلمہ جو خزرج کی ایک شاخ ہے اور بنو حارثہ جو اوس کی ایک شاخ ہے بھی ڈگمگا گئے تھے انھوں نے بھی چاہا تھا کہ واپس ہو جائیں پھر اللہ نے ان کی مدد کی اور ان پر اپنا فضل فرمایا اور یہ واپس نہیں ہوئے جنگ میں شریک ہوئے۔

ایسے اہم اور سنگین موقع پر بزدلی دکھانے کا ارادہ مذموم تھا اس کا تذکرہ ان افراد کے لئے یا ان کے متعلقین کے لئے یقیناً تکلیف دہ ہے مگر حضرت جابر فرماتے ہیں کہ چونکہ اس میں اخیر میں یہ فرمایا کہ اللہ ان دونوں کا ولی ہے یہ ہمارے لئے بہت ہی فضیلت کی بات ہے اس لئے اس آیت کے نزول سے مجھے کوئی تکلیف نہیں بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا تذبذب دشمنوں کی کثرت اور شوکت دیکھ کر بتقاضائے بشری بغیر اختیار کے تھا اس لئے اس پر مواخذہ نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ ثابت قدم رہے۔

عـہ کتاب التفسیر سورۂ آل عمران صـ۶۵۴-۵۵ مسلم فضائل

۲۱۰۰ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا اے جابر!

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ

کیا تو نے نکاح کرلیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، پوچھا کنواری سے یا ثیب سے میں نے عرض

مَاذَا أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ

کیا نہیں بلکہ ثیب سے فرمایا کیوں نہیں چھوٹی عمر کی عورت سے شادی کی جو تیرے ساتھ کھیلتی میں نے عرض

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَبِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِي تِسْعَ أَخَوَاتٍ

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ احد کے دن شہید کر دیئے گئے اور انھوں نے نو لڑکیاں چھوڑیں اس طرح

فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنِ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ

میری نو بہنیں ہوگئیں مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ ان کے ساتھ انھیں کی طرح کمسن ناتجربہ کار عورت کو جمع کروں

وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَصَبْتَ ۔

میں نے یہ پسند کیا کہ ایک ایسی عورت ہو جو انھیں کنگھا کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے فرمایا تو نے ٹھیک کیا۔

بَابُ قَوْلِهِ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَائِفَةً مِّنْكُمْ وَ طَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے ہوئے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بیجا جاہلیت جیسا گمان کرتے تھے کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے۔ تم فرماؤ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے ــــــــــــ

وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا یوم احد

عَنْ اَبِي طَلْحَةَ قَالَ كُنْتُ فِيْ مَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَدِيْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَاٰخُذُهُ وَيَسْقُطُ وَ اٰخُذُهُ ۔ ص ۵۸۲ عہ

میں ان لوگوں میں تھا جن پر نیند طاری تھی اتنی کہ میرے ہاتھ سے تلوار کئی مرتبہ گر گر پڑی اور میں اسے لیتا پھر گر پڑتی اور میں اسے لیتا۔

تشریحات جنگ احد میں عین اس گھڑی جبکہ مسلمان سراسیمہ اور پریشان تھے دشمن دو طرفہ تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے مجاہدین پر نیند طاری ہو گئی اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دشمن کا خوف دل سے نکل گیا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس کو چین کی نیند فرمایا۔

باب لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ ٥

اس آیت کا بیان یہ بات تمہارے اختیار میں نہیں کہ انھیں توبہ کی توفیق دو یا ان پر عذاب کرو وہ ظالم ہیں۔

۲۱۰۱ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یوم احد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر اقدس زخمی کیا گیا تو فرمایا۔ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ کے اختیار میں کچھ نہیں ۔

۲۱۰۲ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ جب فجر کی اخیر رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے اے اللہ فلاں اور فلاں اور فلاں پر لعنت کر۔ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا تمہارے اختیار میں یہ نہیں

عہ تفسیر آل عمران باب اَمَنَةً نُّعَاسًا ص ۶۵۵

مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنَّھُمْ ظَالِمُوْنَ۔

فانھم ظالمون تک۔

۵۹۹ سَمِعْتُ سَالِمَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

سالم بن عبد اللہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ اور سہیل

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْا عَلٰی صَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّۃَ وَسُہَیْلِ بْنِ عَمْرٍو وَحَارِثِ

بن عمرو حارث بن ہشام کی بربادی کی دعا کرتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

بْنِ ھِشَامٍ فَنَزَلَتْ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنَّھُمْ ظَالِمُوْنَ ؏

تمہیں یہ اختیار نہیں اس کے قول فانھم ظالمون تک۔

تشریحات ۵۹۹ آیت کریمہ لیس لک من الامر شیئ کے شان نزول کا بیان ہے یہ دعا اس کے علاوہ ہے جو رعل و ذکوان پر فرمائی تھی حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے بعد ان تین افراد کی بربادی کی دعائیں کی تھیں۔ صفوان بن امیہ۔ سہل بن عمرو۔ حارث بن ہشام۔ مگر چونکہ یہ بعد میں مسلمان ہونے والے تھے اس لئے ان کی بربادی کی دعا سے روک دیا گیا۔ صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مولفۃ القلوب میں سے تھے غزوۂ طائف کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے ان کا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ ایک موقع پر گرفتار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اجازت دیں تو اس کے اگلے دانت اکھاڑ دیئے جائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو مجھے امید ہے کہ ایک دن اس سے اسلام کو نفع پہونچے گا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مکہ معظمہ میں کچھ سورش کے آثار پیدا ہو چکے۔ حضرت سہیل بن عمرو نے بعینہٖ وہی خطبہ دیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں دیا تھا۔

بَابُ قَتْلِ حَمْزَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ص۵۸۲ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان۔

۲۱۰۳ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیْ قَالَ خَرَجْتُ

حدیث جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری نے کہا۔ میں عبید اللہ بن عدی بن خیار کے

مَعَ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِیْ

ساتھ نکلا۔ جب حمص آئے تو مجھ سے عبید اللہ نے کہا۔ کیا تجھے وحشی سے ملاقات

ع۔ تفسیر آل عمران باب قولہ لیس لک من الامر شیئ ص۶۵۵ الاعتصام باب قول اللہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیئ ص۱۰۹۱ نسائی صلوٰۃ۔ تفسیر۔

عُبَيْدُ اللهِ هَلْ لَكَ فِي وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ

کی خواہش ہے۔ ہم حمزہ کے قتل کے بارے میں ان سے پوچھیں میں نے کہا۔

وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِيلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِي

ضرور۔ اور وحشی حمص میں سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ ہم نے لوگوں سے ان کے بارے

ظِلِّ قَصْرِهِ كَأَنَّهُ حَمِيتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ

میں پوچھا کہ کہاں ہیں۔ ہم کو بتایا گیا۔ کہ یہ اپنے محل کے سائے میں ہیں وہ اتنے

السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ مَا يَرَى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ

موٹے تھے گویا کہ چکنی مشک تھے۔ جعفر نے کہا کہ ہم وحشی کے پاس آئے۔ ان کے پاس تھوڑی دیر

وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ

کھڑے رہے۔ پھر ہم نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا عبید اللہ اپنے عمامے کو منہ پر لپیٹے

قَالَ لَا وَاللهِ إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً

ہوئے تھے۔ وحشی صرف ان کی آنکھوں اور پاؤں کو دیکھ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا۔ اے وحشی! آپ مجھے

يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ

پہچان رہے ہیں۔ وحشی نے انھیں دیکھا پھر کہا کہ نہیں بخدا۔ مگر میں یہ جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک

فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ

عورت سے شادی کی جسے ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا اس عورت سے ان کے لئے مکے میں ایک لڑکا پیدا

فَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَجْهِهِ

ہوا۔ میں اس بچے کو دودھ پلانے کے لئے لے جایا کرتا تھا بس گویا میں تیرے قدموں کو دیکھ رہا ہوں (اس بچے کا قدم

ثُمَّ قَالَ أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ

ہے) اب عبید اللہ نے اپنا چہرہ کھولا۔ اور کہا۔ کیا ہم کو حمزہ کی شہادت کا واقعہ نہ بتائیں گے؟ وحشی نے

بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ

کہا ضرور بتاؤں گا۔ حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو بدر میں قتل کیا تھا۔ تو مجھ سے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا

إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ

کہ اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے عوض قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ جب لوگ عام عینین نکلے۔ اور عینین

عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ وَبَيْنَهُ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ

احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے احد اور اس کے درمیان ایک نالہ ہے۔ میں بھی

إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا أَنِ اصْطَفُّوا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ

لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلا۔ جب لوگوں نے لڑائی کے لئے صف باندھ لی تو سباع نکلا اور اس

مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ

نے کہا۔ کیا کوئی مقابل ہے۔ تو حمزہ بن عبد المطلب اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور کہا اے سباع! اے

أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ

عورتوں کی شرمگاہ کاٹنے والی ام انمار کے بیٹے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتا ہے پھر حمزہ نے اس پر سخت

فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا

حملہ کیا۔ اور وہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گیا۔ اور میں حمزہ کی گھات میں ایک چٹان کے نیچے چھپا تھا۔

دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ

جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے ان کو اپنے چھوٹے نیزے سے مارا۔ پیڑو پر مارا یہاں تک کہ وہ

بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ

پار ہو کر ان کے دونوں سرین کے درمیان نکلا۔ یہی ان کا آخیر وقت ہوا۔ جب لوگ لوٹے میں بھی

مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَا فِيهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى

لوگوں کے ساتھ لوٹا۔ اور مکے میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ ان میں اسلام پھیل گیا۔ تو میں طائف چلا

الطَّائِفِ فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلًا

گیا۔ طائف والوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد بھیجے۔ مجھے بتایا گیا کہ

فَقِيلَ لِي إِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ

حضور قاصدوں سے تعرض نہیں فرماتے ہیں قاصدوں کے ساتھ طائف سے نکلا یہاں تک کہ رسول اللہ

عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ أَنْتَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے جب مجھے دیکھا۔ فرمایا تو وحشی

وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ

ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پوچھا کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ تک

مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي قَالَ فَخَرَجْتُ

جو بات پہونچی ہے واقعہ ایسا ہی ہوا۔ فرمایا۔ تو اپنے چہرے کو مجھ سے غائب رکھ۔

فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ

میں وہاں سے چلا آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور مسیلمہ نے

الْكَذَّابُ قُلْتُ لَأَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ

خروج کیا۔ تو میں نے جی میں کہا۔ میں مسیلمہ کے مقابلے پر جاؤں گا۔ شاید اسے

قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ قَالَ فَإِذَا رَجُلٌ

قتل کروں جس سے حمزہ کے قتل کی مکافات ہو جائے۔ میں لوگوں کے ساتھ مسیلمہ کے مقابلے

قَائِمٌ فِي ثُلْمَةِ جِدَارٍ كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ

کے لئے نکلا اور اس کے حالات سے جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دیوار

بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ

کے شگاف میں کھڑا ہے۔ گویا وہ چتکبرا اونٹ ہے، سر کے بال پراگندہ ہیں۔ میں نے

وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ

اپنے چھوٹے نیزے کو پھینکا۔ تاک کر اس کے سینے پر مارا جو پار ہو کر دونوں شانوں

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ

کے درمیان سے نکل گیا۔ پھر ایک انصاری نے جھپٹ کر اس کی کھوپڑی پر تلوار ماری۔ عبداللہ

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا أَمِيرَ

بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے۔ کہ ایک بچی نے جو گھر کے چھت پر کھڑی تھی کہا۔ امیرالمؤمنین

الْمُؤْمِنِينَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ۔

کو حبشی غلام نے قتل کر دیا۔

۲۱۰۳

تشریحات

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی کنیت ابو عمارۃ اور لقب سیدالشہداء ہے۔ یہ لقب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ معجم بغوی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری زندگی ہے کہ ساتویں آسمان میں اللہ عزوجل کے حضور لکھا ہوا ہے۔ حمزہ اللہ کا شیر اور اس کے رسول کا شیر ہے۔ ان کی والدہ کا

نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ وہیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے چچا تھے۔ حضرت حمزہ نے بھی ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ اس رشتے کی وجہ سے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہوئے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سال یا چار سال بڑے تھے بعثت کے دوسرے سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے تین دن پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی تھی اور شان اقدس میں بیہودہ کلمات استعمال کئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے برداشت فرمایا۔ حضرت حمزہ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس ہوئے تو ان کی لونڈی نے انھیں بتایا۔ یہ سنتے ہی غضب ناک ہوکر ابوجہل کے پاس گئے اور اس کے سر پر کمان مار کر اس کے سر کو توڑ دیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ میں ابوجہل کی مرمت کر آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ اس سے مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ انھوں نے پوچھا کس چیز سے خوش ہوں گے فرمایا اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو مجھے خوشی حاصل ہوگی۔ بلا تاخیر کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے۔

یہ اسلام کے وہ پہلے مجاہد ہیں کہ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے جھنڈا بنایا۔ اور سب سے پہلا سریہ انھیں کی سرکردگی میں بھیجا۔

اسلام لانے کے بعد ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کرتے رہے۔ جنگ بدر میں انھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو یا شیبہ بن ربیعہ کو تنہا قتل کیا۔ اور ان میں سے ایک کو علی اختلاف الروایات حضرت علی کے ساتھ مل کر قتل کیا۔ علاوہ ازیں بدر ہی میں طعیمہ بن عدی کو مارا تھا۔ اتنے ماہر جنگجو تھے کہ احد کے روز شہید ہونے سے پہلے تیس افراد کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ فرماتے تھے۔ میرے سب چچاؤں سے بہتر حمزہ ہیں۔ اختتام جنگ پر جب ان کی نعش کو دیکھا تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اتنا روئے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ بے ہوش ہوگئے۔ دردناک الفاظ میں یہ کلمات ادا فرمائے۔

یاحمزۃ عم رسول اللہ یا اسد اللہ واسد رسولہ یاحمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ یا کاشف الکربات یاحمزۃ یا ذابٌ عن وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کی لاش کو دیکھا تو فرمایا بخدا اگر یہ لوگ مجھے مل گئے تو ان میں سے ستر کا یہی حال کروں گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ

اگر تم بدلہ لو تو اسی کے مثل لو جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں صبر کروں گا اور قسم کا کفارہ ادا فرما دیا۔

اور شہداء پر ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں اور ان کے جنازے پر سات تکبیریں۔
انھیں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن فرمایا۔
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مدینہ کے لئے ایک نہر کا پلان بنایا۔ جو شہداء احد کے مزارات سے ہو کر گذر رہی تھی۔ حضرت جابر کہتے ہیں۔ کہ کھدائی میں جب شہداء کی لاشیں برآمد ہوئیں سب تر و تازہ تھیں۔ ایک پھاوڑا، حضرت حمزہ کے پاؤں پر پڑا تو اس سے تازہ خون ابل پڑا[1]
شہادت کے وقت ان کی عمر ۵۷ سال کی تھی[2]

حضرت وحشی: رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حبشی نژاد بنی نوفل کے غلام تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ طعیمہ بن عدی کے غلام تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مطعم بن عدی کے غلام تھے۔ فتح مکہ کے روز جن لوگوں کے بارے میں یہ اعلان ہو گیا تھا کہ انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ انھیں میں یہ بھی تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ بھاگ کر طائف چلے گئے۔ جب طائف کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو یہ بھی حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے اقرار کیا۔ پھر فرمایا حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کرو۔ انھوں نے بیان کی۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ تم میری نظر سے ہٹ جاؤ۔ اور میرے سامنے کبھی نہ آنا۔
جب مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لئے لشکر روانہ ہونے لگا۔ تو یہ بھی شریک ہو گئے۔ اور از خود طے کر لیا تھا۔ کہ مسیلمہ کذاب کو ماروں گا۔ چنانچہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ مسیلمہ کذاب ایک گھات میں لیے جب شکست کھا کر مسیلمہ کذاب ایک باغ میں بھاگا۔ اور مسلمان تعاقب کرتے ہوئے۔ باغ میں گھس گئے تو یہ بھی ساتھ ساتھ گئے۔ مسیلمہ کذاب ایک جگہ کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو لڑنے کی ہدایتیں دے رہا تھا۔ وحشی نے تاک کر وہی نیزہ جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا، مسیلمہ کذاب پر پھینکا جو اس کے سینے کے بیچ میں لگا اور پار ہو کر دونوں شانوں کے درمیان نکلا۔ اور وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر ایک لونڈی چیخی۔ کہ مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے مار ڈالا۔ یہ خود کہا کرتے تھے۔ کہ حالت کفر میں سب سے بہتر انسان کو مارا اور حالت اسلام میں سب سے بدتر انسان کو قتل کیا۔
خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں سے سب سے عظیم اور فیصلہ کن جو معرکہ ہوا تھا جسے جنگ یرموک کہتے ہیں اس میں یہ شریک تھے۔ اخیر عمر میں حمص میں آکر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ عام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ اخیر عمر میں شراب بہت پینے لگے تھے اور شراب ہی میں ان کی موت واقع ہوئی۔ حتی کہ حدیث زیر بحث کی تفصیلات میں یہ بھی ہے۔ کہ جب جعفر بن عمرو بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی نے ایک شخص سے پوچھا کہ وحشی کہاں رہتے ہیں تو اس نے یہ کہا کہ ان کے پاس جانا اگر وہ نشے میں ہوں تو واپس چلے آنا۔ اور اگر نشے میں نہ ہوں تو ان سے بات کرنا ـــــــ لیکن مجھے اس

---

[1] اصابہ جلد اول ص ۳۵۴　[2] الاستیعاب جلد اول ص ۲۷۳

روایت میں کلام ہے۔ غالباً دشمنان صحابہ نے صحابۂ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے اسے گڑھا ہے۔ اس عہد مبارک میں جب کہ صحابۂ کرام کا دور عروج تھا۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلسل شراب پیتا رہے۔ انتہائی سختی سے حدود جاری کئے جاتے تھے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے وہ بھی حمص جیسے شہر میں کہ ایک شخص مسلسل شراب پئے اور اس سے مواخذہ نہ ہو۔ کتب سیر اور تواریخ میں صحابۂ کرام کے ناموس کو داغدار کرنے کے لئے بے شمار روایتیں دشمنان صحابہ نے گڑھ کر پھیلادی ہیں۔ انھیں میں یہ روایت بھی ہے۔

جعفر بن عمرو بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی کی ملاقات حضرت وحشی سے اس وقت ہوئی تھی۔ جب یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں صائفہ کی جنگ سے واپس ہو رہے تھے[۱]

باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد ص ۵۸۳

یوم احد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم پہونچا۔

حدیث ۲۱۰۴ عن همام سمع اباهريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشتد غضب الله على قوم فعلوا بنبيه يشير الى رباعيته اشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله صلى الله عليه وسلم في سبيل الله[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا سخت غضب اس قوم پر ہے جنھوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ یہ کیا اپنے دندان مبارک کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے۔ اللہ کا سخت غضب اس شخص پر ہے جس کو اللہ کے رسول نے راہ خدا میں مار ڈالا ہو۔

حدیث ۲۱۰۵ عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال اشتد غضب الله على من قتله النبي صلى الله عليه وسلم في سبيل الله اشتد غضب الله على قوم دموا وجه نبي الله

حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ کا سخت غضب اس شخص پر ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں مار ڈالا ہو اللہ کا سخت غضب اس قوم پر ہے جنھوں نے اللہ کے نبی کے چہرے

[۱] فتح الباری جلد سابع ص ۳۶۸ [۲] مسلم مغازی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

کو لہو لہان کیا۔

تشریحات یوم احد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر زخم لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
۲۱۰۵ لب مبارک بھی زخمی ہو گئے تو امیہ بن ابی خلف جمحی سامنے آیا اور قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور قتل کروں گا۔ حضور نے فرمایا بلکہ میں اس کو قتل کروں گا اور فرمایا اے کذاب کہاں بھاگ رہا ہے یہ کہہ کر اس پر حملہ فرمایا اور اس کی گریبان میں نیزہ مارا نیزہ لگتے ہی گر پڑا اور بیل کی طرح آواز نکالنے لگا اس کے ساتھی اس کو اٹھا لے گئے اسی دن وہ مر گیا اسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا تھا۔ فی سبیل اللہ کی قید اس لئے ہے کہ حد یا قصاص میں اگر کسی کو کوئی نبی قتل کرے تو اس کا یہ حکم نہیں۔

باب الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ص۵۸۴ اس آیت کا بیان زخم پہونچنے کے بعد جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا بلاوا قبول کیا۔

۲۱۰۶ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عروہ سے

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ

فرمایا۔ جو لوگ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انھیں زخم پہونچ چکا تھا ان کے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ

نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔ آل عمران آیت ۱۷۲ — اے بھانجے تمہارے

كَانَ اَبَوَاكَ مِنْهُمُ الزُّبَيْرُ وَاَبُوْ بَكْرٍ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

باپ ان میں تھے زبیر اور ابو بکر احد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہونچی تھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ يَوْمَ اُحُدٍ فَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ خَافَ

تو مشرکین وہاں سے واپس ہو گئے۔ حضور کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر کہیں لوٹ نہ پڑیں تو فرمایا

اَنْ يَّرْجِعُوْا فَقَالَ مَنْ يَّذْهَبُ فِيْ اِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ

کہ ان کے تعاقب میں کون جائے گا۔ تو ستر اشخاص تیار ہو گئے ان میں ابو بکر اور زبیر بھی تھے۔

رَجُلًا قَالَ كَانَ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ۔

عہ ایک باب کے بعد ص۵۸۴

تشریحات ۲۱۰۶ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور مشرکین بے بس ہو گئے تو یہ کہہ کر لوٹ پڑے کہ ہمارا تمہارا مقابلہ سال آئندہ بدر میں ہوگا۔ کچھ دور جاکر حضرت ابوسفیان کو یہ خیال ہوا کہ ہم نے کام ادھورا چھوڑ دیا۔ پھر پلٹیں اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو ستر جانبازوں کو لے کر مشرکین کا پیچھا کیا۔ حمراء الاسد تک پہونچے مگر ابوسفیان کے دل میں من جانب اللہ رعب ڈال دیا گیا تو وہ واپس نہ ہو سکے۔ ان ستر جانبازوں میں خلفاء اربع کے علاوہ حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت عمار۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

باب مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ مِنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَالنَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ص ۵۸۴

احد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا بیان ان میں حمزہ بن عبدالمطلب اور یمان اور نضر بن انس۔ مصعب بن عمیر ہیں۔

۲۱۰۷ حدیث عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيْدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ أَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

قتادہ نے کہا انصار سے زیادہ شہید اور قیامت کے دن معزز عرب کے کسی قبیلے کو ہم نہیں جانتے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انصار میں سے یوم احد ستر اور یوم بئر معونہ ستر اور یوم الیمامہ میں ستر شہید ہوئے ــــ بئر معونہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا اور یوم یمامہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب والے دن۔

تشریحات ۲۱۰۷ جنگ بدر میں کل شہداء کی تعداد ستر تھی جن میں چھ مہاجر تھے اور چونسٹھ انصار کرام حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ باعتبار اغلب واکثر کے فرمایا ہے۔

اسی طرح بئر معونہ میں کل شہداء انصار کرام سے نہیں تھے ان میں کچھ مہاجرین بھی تھے جیسے عامر بن فہیرہ مولیٰ

ابی بکر اور نافع بن ورقاء الخزاعی جنگ یمامہ میں پانچ سو یا چھ سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے ستر بلکہ اس سے زیادہ انصار کرام رہے ہوں۔

باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئر معونہ وحدیث عضل والقارۃ وعاصم بن ثابت وخبیب واصحابہ ص۵۸۵

غزوۂ رجیع اور رعل اور ذکوان اور بئر معونہ کا بیان اور عضل اور قارہ اور عاصم بن ثابت اور خبیب اور ان کے اصحاب کا بیان۔

توضیح رجیع: بلاد ہذیل میں سے ایک جگہ کا نام ہے یہاں ۴ھ کے صفر میں حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے اصحاب کو شہید کیا گیا تھا۔

بئر معونہ: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں ستر قرار کو شہید کیا گیا تھا۔ یہ دونوں واقعے قریب قریب پیش آئے تھے ان دونوں کی خبریں ایک ہی رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھیں۔ جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ جس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔

۶۰۰ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ إِنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ

ت ابن اسحٰق نے کہا ہم سے عاصم بن عمر نے بیان کیا کہ واقعۂ رجیع احد کے بعد ہوا تھا۔

تشریحات احد شوال ۳ھ میں رونما ہوا تھا اور رجیع صفر ۴ھ میں۔

۲۱۰۸ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ الَّذِيْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُوْ سِرْوَعَةَ۔

حدیث حضرت جابر نے فرمایا جس نے حضرت خبیب کو شہید کیا تھا یہ ابو سروعہ ہے۔

سِرْوَعَة۔ اس کا نام عتبہ بن حارث تھا۔

۲۱۰۹ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر افراد کو ایک ضرورت سے بھیجا تھا جن کو قرار کہا جاتا تھا ان کے سامنے

لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، عَلٌ وَذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا
بنی سلیم کے دو قبیلے رعل و ذکوان بئر معونہ کے پاس سامنے آئے
بِئْرُ مَعُونَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُونَ
تو قوم نے کہا بخدا ہم تمہارے ارادے سے نہیں آئے ہیں ہم نبی صلی اللہ
فِي حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ
تعالیٰ علیہ وسلم کی حاجت میں جارہے ہیں۔ رعل و ذکوان نے ان قاریوں
صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَذَالِكَ
کو شہید کردیا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں
بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ ۔
ان کی بربادی کی دعا کی۔ یہی قنوت کی ابتدا ہے۔ اور ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

۶۰۱ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ أَبَعْدَ
عبد العزیز بن صہیب نے کہا ایک شخص نے حضرت انس سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع
الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ
کے بعد ہے یا قرارت سے فارغ ہونے کے وقت فرمایا نہیں بلکہ قرارت سے فارغ ہونے کے وقت ہے۔

تشریحات ۶۰۱ قنوت نازلہ اور وتر کے قنوت کے بارے میں پوری بحثیں گذر چکی ہیں۔ حضرت انس کا یہ ارشاد اس بات پر نص جلی ہے کہ قنوت قبل رکوع ہے۔

۲۱۱۰ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ
حدیث مجھ سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
خَالَهُ أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيسُ الْمُشْرِكِينَ
نے ان کے ماموں ام سلیم کے بھائی کو ستر سواروں میں بھیجا۔ اور مشرکین کا رئیس عامر بن طفیل
عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُونُ لَكَ أَهْلُ
تھا جس نے تین باتیں پیش کیں کہ ان میں سے ایک کو اختیار کرلو اس نے حضور سے کہا
السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْمَدَرِ أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ
آپ کے لئے ہموار زمین والے لوگ ہیں اور میرے لئے مٹی کے گھر والے یا میں

غطفان بألف و ألف فطعن عامر فی بیت أم فلان فقال غدة

آپ کا خلیفہ ہوں یا میں غطفان کے ہزار اور ہزار سواروں کو لے کر آپ سے جنگ کروں۔ پھر عامر کو ام فلاں

کغدة البعیر فی بیت امرأة من آل فلان ائتونی بفرسی فمات

کے گھر میں طاعون ہوگیا تو اس نے کہا گلٹی اونٹ کے گلٹی کے مثل آل فلاں کی عورت کے گھر میں میرا گھوڑا لاؤ تو وہ اپنے

علی ظهر فرسه فانطلق حرام أخو أم سلیم وهو رجل أعرج الحدیث

گھوڑے پر ہی مر گیا اور ام سلیم کے بھائی حرام چلے اور وہ لنگڑے تھے۔ (بقیہ حدیث کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے)

تشریحات ۲۱۱۰ اہل سہل سے مراد دیہات والے ہیں اور اہل مدر سے مراد شہر اور قصبات والے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ملک تقسیم کرلیں شہر اور قصبات میرے لئے ہوں جہاں میری حکومت رہے اور دیہات آپ کے لئے وہاں آپ کی حکومت رہے۔ حضرت انس کے ماموں کا نام حرام بن ملحان تھا یہاں روایت میں سہو ہے یہ لنگڑے نہیں تھے جو صاحب لنگڑے تھے ان کا نام کعب بن زید تھا اور دوسرے صاحب کا نام منذر بن عمرو تھا۔ عامر بن طفیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں سے نامراد ہوکر لوٹا تو بنی سلول کی ایک عورت کا مہمان ہوا وہیں اس کو طاعون ہوگیا گلے میں گلٹی نکل آئی اس پر اس کو غیرت آئی اور اس نے یہ کہا "غدة کغدة البعیر وموت فی بیت امرأة من سلول" (بڑی شرم کی بات ہے کہ اونٹ کی طرح گلٹی نکل آئی اور سلولی عورت کے گھر موت ہو)

بیر معونہ کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

۲۱۱۱ حدثنی ثمامة بن عبد الله بن أنس أنه سمع أنس بن مالك

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ جب ان کے

رضی الله تعالی عنه یقول لما طعن حرام بن ملحان وکان

ماموں حرام بن ملحان کو بیر معونہ کے موقع پر نیزہ لگا تو خون انھوں نے

خاله یوم بئر معونة قال بالدم هکذا فنضحه علی وجهه

اس طرح پھیلایا کہ اسے اپنے چہرے اور سر پر ملا۔ پھر کہا رب کعبہ کی قسم

ورأسه ثم قال فزت ورب الکعبة۔

میں کامیاب ہوگیا۔

۶۰۲ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِينَ

ت عروہ نے کہا جب وہ لوگ شہید کر دیئے گئے جو بئر معونہ میں تھے اور عمرو بن

بِبِئْرِ مَعُونَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ

امیہ ضمری قید کر لئے گئے۔ ان سے عامر بن طفیل نے کہا یہ کون ہے اور ایک مقتول

مَنْ هٰذَا؟ فَأَشَارَ إِلَى قَتِيلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ بْنُ

کی جانب اشارہ کیا تو اس سے عمرو بن امیہ نے کہا یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ تو

فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى أَنِّي لَأَنْظُرُ

عامر بن طفیل نے کہا کہ قتل کئے جانے کے بعد میں نے ان کو دیکھا کہ آسمان کی

إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

طرف اٹھائے گئے ہیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا آسمان کی طرف آسمان و زمین

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا

کے درمیان ہیں۔ پھر وہ زمین پر رکھے گئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ فَقَالُوا رَبَّنَا أَخْبِرْ عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِينَا

ان کی خبر آئی تو حضور نے ان کے شہید ہونے کا حال بتایا اور فرمایا تمہارے اصحاب شہید کر دیئے گئے

عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَأُصِيبَ يَوْمَئِذٍ فِيهِمْ عُرْوَةُ

اور انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا اور کہا تھا اے ہمارے پروردگار! ہمارے بھائیوں کو ہمارے بارے

بْنُ أَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهٖ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ

میں خبر دیدے۔ کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی خبر دی۔ اور شہداء

بِهٖ مُنْذِرًا۔

میں اس دن عروہ بن اسماء بن صلت تھے جنکے نام پر عروہ بن زبیر کا نام رکھا گیا۔ اور منذر بن عمرو تھے جنکے نام کو منذر بن زبیر کا نام رکھا گیا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ ۵۸۸ غزوۂ خندق کا بیان اسی کا نام احزاب بھی ہے۔

۶۰۳ قَالَ مُوسٰى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ۔

ت موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ غزوۂ خندق ۴ھ کے شوال میں ہوا تھا۔

تشریحات ۴۰۲

موسیٰ بن عقبہ امام مالک کی رائے یہی ہے کہ غزوۂ خندق ۴ھ کے شوال میں ہوا تھا لیکن ابن اسحٰق اور ابن سعد نے کہا کہ یہ ۵ھ میں ہوا تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ ذوقعدہ کی آٹھ تاریخ کو ہوا تھا اور یہی راجح ہے اس لئے کہ غزوۂ احد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا چنانچہ سال آئندہ ابوسفیان پھر یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ اس سال خشک سالی ہے اور لڑائی فراخ سالی میں ہونی چاہئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مدینہ طیبہ سے نکلے بدر تک پہنچے اور جب یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان عسفان تک آکر واپس ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ واپس آگئے یہ ۴ھ میں ہوا اور غزوۂ خندق اس کے ایک سال بعد ہوا ہے۔ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ سلف کی ایک جماعت سنہ ھ کی ابتدا اس محرم سے کرتی ہے جو ہجرت کے بعد ہے اس حساب سے ۵ھ کا ۴ھ ہو جائے گا۔ لیکن جمہور سنہ ہجری کی ابتدا اسی سال کے محرم سے کرتے ہیں جس سال ہجرت واقع ہوئی تھی۔ اس کی بنا پر غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوگا۔

غزوۂ خندق:۔ بنی نضیر جب مدینہ طیبہ سے جلا وطن کر دیئے گئے تو حیی بن اخطب مکہ قریش کے پاس گیا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق بنی غطفان کے پاس گیا انھیں ابھارا اور یہ پیش کش کی کہ انھیں خیبر کی نصف پیداوار پیش کی جائے گی۔ اس طرح پورے عرب میں مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا، بنی فزارہ، بنی اسد، بنی غطفان، قریش کا متحدہ لشکر جن کی تعداد دس ہزار تھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا جب اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی تو مدافعت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے جس طرف مدینہ طیبہ خالی میدان تھا خندق کھودی گئی۔ مشرکین کا متحدہ لشکر بڑے جوش و خروش سے بڑھا اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا۔ مدینہ کے یہود بنی قریظہ نے بھی مشرکین سے وعدہ کیا تھا کہ ہم عین موقع پر تمہارا ساتھ دیں گے۔ ستائیس ۲۷ یا چوبیس ۲۴ دن محاصرہ رہا۔ خندق کی وجہ سے مشرکین کا بس نہیں چلتا تھا، خندق کے باہر سے تیر اور پتھر پھینکتے تھے پھر اللہ کی مدد نازل ہوئی محاصرہ کی طوالت سے مشرکین گھبرا گئے اسی میں آندھی چلی اس زور کی کہ مشرکین کے خیمے میں چولہے پر سے دیگیں الٹ گئیں خیمے کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے۔ جس سے گھبرا کر محاصرین میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس غزوہ کا نام "احزاب" بھی ہے۔ احزاب۔ حزب کی جمع ہے جس کے معنی گروہ کے ہیں چونکہ اس غزوہ میں عرب کے مختلف قبائل متحد ہو کر حملہ آور ہوئے تھے اس لئے اس کا نام غزوۂ احزاب بھی ہے۔ سورہ احزاب میں اس غزوہ کا ذکر ہے۔

اس غزوہ میں انتہائی صبر آزما حالات پیش آئے بہت سے راسخ العقیدہ حضرات متزلزل ہونے لگے جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا۔ دل حلق تک پہونچ گئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کا گمان کرنے لگے۔

بالآخر اللہ کی مدد آئی اور چوبیس یا ستائیس دن کے بعد یہ سیلاب بلا ٹل گیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "الآن نغزوهم ولا يغزوننا"[1] اب ہم ان پر چڑھ کر جائیں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے اور ہوا یہی۔ کہ اس کے بعد پھر کبھی بھی قریش کو مدینہ طیبہ پر حملہ کی جرأت نہ ہو سکی۔ بالآخر وہ دن آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرما لیا۔

حدیث ۲۱۱۲

قَالَ وَيُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّيْ مِنَ الشَّعِيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ

حضرت انس نے کہا ایک چلو جو لایا جاتا تو بودار سالن کے ساتھ پکایا جاتا اور قوم کے سامنے

تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيْحٌ مُنْتِنٌ۔

رکھا جاتا اور قوم بھوکی رہتی اور یہ حلق میں پھنس جاتا اور اس میں ناگوار بو ہوتی۔

تشریحات مقصود یہ ہے کہ اس وقت انتہائی عسرت وتنگدستی تھی یہاں تک کہ لوگ اس قسم کے کھانے کھائے۔ ۱۲

حدیث ۲۱۱۳

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ جَابِرًا فَقَالَ إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ أَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ

ایمن نے کہا میں حضرت جابر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے بتایا کہ ہم یوم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ سخت چٹان خندق میں سامنے آگئی ہے فرمایا میں اتروں گا پھر کھڑے ہوئے اور حضور کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن سے کچھ نہیں چکھا تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاوڑا لیا اور مارا تو وہ

[1] بخاری جلد ثانی باب غزوۂ خندق ص ۵۹۱۔ مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۶۲ لفظ مسند "ولا یغزوننا" ۱۲

فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ائْذَنْ لِي

بہتا ہوا ریت ہوگیا۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے گھر جانے کی اجازت دے

إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیجئے میں نے گھر آکر اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس

شَيْئًا مَا فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ

حال میں دیکھا ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں کیا تیرے پاس کچھ ہے اس نے کہا

فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ

میرے پاس جو ہے اور ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ہے میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور اس

جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ

نے جو کو پیسا ہم نے گوشت کو ہانڈی میں کیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آٹا گوندھا جا

بَيْنَ الْأَثَافِي قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ فَقَالَ طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ

چکا تھا اور ہانڈی چولہے پر تھی جو پکنے کے قریب تھی میں نے عرض کیا میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے

اللهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَالَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ

یارسول اللہ! حضور اور ایک دو آدمی اور چلیں دریافت فرمایا کتنا ہے وہ تو میں نے بتایا فرمایا بہت ہے

قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ فَقَالَ

پاک ہے، فرمایا اپنی بیوی سے کہو کہ ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے یہاں تک

قُومُوا فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ

کہ میں آجاؤں اس کے بعد فرمایا چلو تو مہاجرین اور (انصار) ساتھ ہوگئے۔ حضرت جابر جب اپنی بیوی

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ

کے پاس آئے تو کہا تیرے لئے خرابی ہو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار اور ان کے

مَعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَأَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا

ساتھیوں کو لے کر آگئے بیوی نے پوچھا کیا حضور نے تم سے پوچھا تھا (کتنا کھانا ہے) میں کہا ہاں حضور

فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اندر چلو اور بھیڑ مت کرنا روٹی توڑی جاتی اور اس پر گوشت ڈالا جاتا

اِذَا اُخِذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ
ہانڈی اور تنور کو چھپا دیا جاتا جب اس سے لیا جاتا اور اصحاب کے قریب کیا جاتا پھر نکالا جاتا اسی طرح روٹی
الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ
توڑتے رہے اور گوشت نکالتے رہے یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گئے اور بچ بھی رہا (حضرت جابر کی بیوی سے)
فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ عـه
فرمایا اسے کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ دو اس لئے کہ لوگ بھوکے ہیں۔

تشریحات ۳۱۲۱ امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کی ہے اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے اور بیہقی نے حضرت عمرو بن عوف سے جو روایت کی ہے ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس دس ہاتھ کی حد مقرر کر کے مجاہدین کو خندق کھودنے کے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ خندق کھودی جا رہی تھی کہ ایک جگہ سخت چٹان آگئی جس پر پھاوڑا اثر نہیں کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاوڑا لے کر تین بار بسم اللہ پڑھا اور اس چٹان پر مارا ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی اس سے روشنی چمکی، حضور نے اور مسلمانوں نے تکبیر پڑھی پھر حضور نے دوسری مرتبہ چٹان پر پھاوڑا مارا جس سے ایک تہائی اور ٹوٹ گئی اس سے روشنی چمکی حضور نے اور صحابہ کرام نے تکبیر پڑھی۔ پھر تیسری بار مارا پوری چٹان ٹوٹ گئی۔ اس سے بھی روشنی چمکی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے تکبیر پڑھی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ تکبیر کاہے پر تھی فرمایا پہلی بار مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں بخدا میں اس کے سرخ محلوں کو اب بھی دیکھ رہا ہوں، اور دوسری ضرب پر مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں میں اس کے سفید محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں بخدا میں صنعاء کے دروازوں کو اس جگہ سے اب بھی دیکھ رہا ہوں فرمایا جبریل نے مجھے خبر دی میری امت ان سب کو فتح کرے گی۔ اس پر مسلمان بہت خوش ہوئے۔

حضرت جابر کی دوسری روایت جو اسی بخاری میں اسی حدیث کے بعد ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو ایک صاع تھا۔ اور حضرت جابر کی بیوی نے یہ بھی کہا تھا (کھانا تھوڑا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اتنے لوگوں کو مت بلا لینا کہ میں رسوا ہوں حضرت جابر نے خدمت اقدس میں آکر آہستہ حضور سے عرض کیا کہ ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع جو پیسا ہے جو ہمارے پاس تھا حضور اور حضور کے ساتھ کچھ لوگ چلیں یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا اے اہل خندق!

عـه مسند امام احمد ج رابع ص۳۰۳ ۔ نسائی، جہاد، باب ۴۳

تمہارے لئے جابر نے کھانا تیار کیا ہے سب لوگ چلو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا جب تک میں آنہ جاؤں ہانڈی نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ بنانا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگ میرے گھر آئے تو میری بیوی نے خفا ہو کر کہا اللہ تیرے ساتھ یہ کرے یہ کرے۔ میں نے کہا تم نے جو کہا تھا (وہی میں نے کیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو لے کر آگئے تو میں کیا کروں میری بیوی نے گوندھا ہوا آٹا حضور کی خدمت میں پیش کیا حضور نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر ہانڈی میں لعاب مبارک ڈالا پھر فرمایا روٹی پکانے والیوں کو بلاؤ تیرے ساتھ روٹی پکائیں۔ اور ہانڈی میں سے نکالو اس کو اتارنا مت لوگ ہزاروں تھے بخدا سب نے کھایا اور جب کھا کر واپس ہوئے ہماری ہانڈی ابل رہی تھی جیسے پہلے تھی اور ہمارے آٹے سے روٹی پکائی جارہی تھی اور وہ اتنا ہی رہا، خندق میں تین ہزار مجاہدین شریک تھے قیاس یہی ہے کہ سب نے جاکر وہاں کھایا۔ اگرچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ تین سو یا آٹھ سو یا نو سو تھے۔ اور غالباً وہ راوی کا اندازہ ہے اور حضرت جابر کا قصہ ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ وہ ہزار تھے۔ ابھی حدیث گذری کہ حضرت جابر نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین وانصار اور ان کے ساتھیوں کو لے کر آگئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خندق کے سارے مجاہدین شریک ہوئے۔

۲۱۱۴ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سورۂ احزاب

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ

میں یہ جو فرمایا گیا جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب

قَالَتْ كَانَ ذَاكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

نگاہیں ٹھٹک کر رہ گئیں (آیت ۱۰) یہ جنگ خندق میں ہوا تھا۔

۲۱۱۴

تشریحات امام ابن اسحٰق نے مغازی میں اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ قریش دس ہزار کا لشکر لیکر نشیبی علاقے میں پڑے تھے اور عیینہ بن حصین، غطفان اور اپنے ہمراہی نجدیوں کو لے کر احد کی جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور بنی قریظہ مدینہ طیبہ کے بالائی حصہ میں تاک میں بیٹھے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین ہزار مجاہدین کو لے کر کوہ سلع کو پشت پر رکھ کر مورچہ بندی کی تھی مشرکین اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان خندق حائل تھی عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں رکھا گیا تھا جب بنی قریظہ کی غداری کی اطلاع ملی تو مسلمان گھبرا گئے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ عیینہ بن حصین اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ کی پیداوار کا ایک تہائی دینے کے وعدے پر ان کو واپس کر دیا جائے

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا جب ہم حالت کفر میں تھے تو ان کو ایک حبہ نہیں دیتے تھے اب جب کہ اللہ عزوجل نے ہم کو اسلام کے ساتھ معزز فرمایا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم انھیں کچھ دیں ہم انھیں صرف تلوار دیں گے جب محاصرہ کی سختی بڑھی تو منافقین بہانہ بنا کر اپنے گھروں کو واپس جانے لگے اس جنگ میں ایک موقعہ یہ بھی آیا کہ عمرو بن عبد ود عامری نے ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم دیکھی تو اپنے گھوڑے کو کدا کر خندق پار کر گیا اور اس کے ساتھ اور بھی چند افراد خندق کے اس پار آگئے جس کے ساتھ نوفل عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی بھی تھا عمرو بن عبد ود کو حضرت علی نے اور اس کے ساتھی نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی کو حضرت زبیر نے قتل کیا بقیہ سوار بھاگ گئے مسلمانوں پر خوف و ہراس کا عالم یہ تھا کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جو مخالفین میں جا کر ان کی خبر لائے اللہ اس کو قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق بنائے گا مگر کوئی نہیں بولا دوسری بار بھی حضور نے یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ اسے میرا ساتھی بنائے گا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا حذیفہ کو بھیجئے تو حضور نے فرمایا حذیفہ جاؤ حضرت حذیفہ نے عرض کیا مجھے ڈر ہے کہیں قید نہ کر لیا جاؤں فرمایا تم جاؤ قید نہیں ہوگے وہ گئے تو دیکھا کہ قریش آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور اللہ نے ان پر آندھی بھیجی جس نے ان کے خیمہ کو اکھاڑ دیا۔ اور ان کے برتنوں کو الٹ دیا۔ جب میں قریش کے لشکر سے واپس ہوا مجھے راستے میں کچھ سوار ملے جنھوں نے کہا کہ حضور کو خبر کر دو کہ اللہ عزوجل نے قوم کے شر سے ان کو بچالیا۔ قریش کے پڑاؤ میں آندھی زور کی تھی کہ خیمے اکھڑ گئے دیگ چولہے سے الٹ گئے گھوڑے بدکتے پھر رہے تھے مگر خندق کے پار مسلمانوں کی طرف اس کا کوئی اثر نہ تھا، چراغ تک جلتے رہے، ابوسفیان یہ کہہ کر محاصرہ اٹھا کر واپس ہوگئے کہ آندھی نے ہمارا یہ حال کر رکھا ہے اور یہود نے ہمارا ساتھ نہیں دیا واپس چلو۔ صبح کو میدان صاف تھا۔

۲۱۱۵ **حدیث** إِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمُ الْخَنْدَقِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سب سے پہلی جنگ جس میں شریک ہوا وہ خندق ہے۔

تشریحات ۲۱۱ کتاب الشہادات میں یہ گذر چکا کہ غزوۂ احد کے موقع پر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے اس وقت ان کی عمر چودہ سال کی تھی اس لئے ان کو واپس کر دیا خندق کے موقع پر ان کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی ہوگئی تھی اس لئے ان کو قبول فرمالیا گیا۔

۲۱۱۶ **حدیث** عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطُفُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں حفصہ کے پاس گیا اور ان کے بالوں سے پانی

قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ

ٹیک رہا تھا میں نے ان سے کہا لوگوں کا معاملہ یہاں تک پہونچ چکا ہے جسے آپ دیکھ رہی ہیں اور مجھے

شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ

کوئی حق نہیں دیا گیا تو حضرت حفصہ نے کہا ان کے پاس جاؤ وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے

عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ

اندیشہ ہے کہ تمہارے وہاں نہ جانے سے اختلاف نہ ہو جائے حضرت حفصہ نے انھیں نہیں چھوڑا یہاں تک

مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا

کہ وہ گئے جب لوگ چھنٹ گئے تو معاویہ نے خطبہ دیا اور کہا جو اس معاملے میں بات کرنا چاہتا ہو تو اپنا سر اٹھائے

قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ

بلاشبہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اس سے بھی اور اس کے باپ سے بھی۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا آپ نے

فَهَلَّا أَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ

معاویہ کو جواب کیوں نہیں دیا عبد اللہ نے کہا میں نے اپنا پٹو کا کھولا تھا ارادہ کیا تھا کہ کہوں اس چیز کے زیادہ

أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَخَشِيتُ

مستحق بنسبت تیرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام پر جنگ کی ہے پھر مجھے اندیشہ

أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّي

ہوا کہ میں ایسی بات کہوں جس سے جماعت میں پھوٹ پڑے اور خوں ریزی ہو۔ اور میری بات کا وہ مطلب

غَيْرُ ذَالِكَ فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الْجِنَانِ قَالَ حَبِيبٌ حُفِظْتَ

لیا جائے جو میری مراد نہیں تو میں نے وہ یاد کیا جو اللہ نے جنت میں مہیا کر رکھی ہے ۔ حبیب نے کہا

وَعُصِمْتَ ـــ قَالَ مَحْمُودٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا ۔

تم محفوظ رہے اور بچ گئے ۔ محمود نے عبد الرزاق سے روایت کرتے ہوئے نوسا تھا کہا ہے ۔

۲۱۱۶

تشریحات: جنگ صفین کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کا معاملہ حکمین کے سپرد ہوا اور یہ طے ہوا کہ چھ ماہ کے بعد دومۃ الجندل میں دونوں فریق اپنے اپنے حکموں کے ساتھ جمع ہوں اور اپنا متفقہ فیصلہ سنا دیں اسی موقع پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے ان کو مجبور کر کے دومۃ الجندل بھیجا۔ وہاں جب

حکمین خود آپس ہی میں لڑ پڑے کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہوسکا اور سب لوگ واپس ہوگئے تو بچے کھچے آدمیوں میں حضرت معاویہ نے وہ کہا تھا۔ جس کا قصہ اس حدیث میں مذکور ہے حدیث میں یہ لفظ وارد تھا و نوساتھا تنطف اس میں ایک نسخہ نسوا تہا ہے اسی سلسلے میں بطریق محمود عن عبد الرزاق سے جو روایت ہے وہ نوسا تہا ہے۔

۲۱۱۷ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ أُجْلِيَ الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ عہ

حدیث سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب احزاب چھنٹ گیا اب ہم ان پر حملہ کریں گے اور وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے اور ہم ان کی طرف جائیں گے۔

۲۱۱۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو غالب کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے احزاب کو شکست دی پس اس کے بعد کچھ نہیں۔

تشریحات ۲۱۱۸ بعدہ کی ضمیر کا مرجع اللہ عز وجل بھی ہوسکتا ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ حقیقی وجود صرف اللہ عز وجل کا ہے بقیہ چیزیں مثل معدوم کے ہیں اور اس کا مرجع احزاب بھی ہوسکتا ہے بتاویل مفرد اب مطلب یہ ہوگا کہ واقعہ احزاب کے بعد اب کوئی خوف وخطر نہیں۔ دشمنوں نے متحدہ قوت کے ساتھ زور آزمائی کرلی اور پسپا ہوگئے۔ ان کا کس بل نکل گیا۔

بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلَىٰ بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ۔ ص ۵۹۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احزاب سے مراجعت اور بنی قریظہ کی طرف جانا اور ان کا محاصرہ کرنا۔

غزوۂ خندق کے رونما ہونے میں بنی قریظہ کا بھی ہاتھ تھا اس لئے جب خندق سے فراغت ہوگئی تو اللہ عز وجل

عہ مسند امام احمد

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان غداروں کا بھی علاج کر دیجئے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا، عاجز آکر یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر راضی ہوئے انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے جوان قتل کئے جائیں بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنا لیا جائے اور ان کے اموال کو غنیمت، حضرت امام بخاری نے اس باب میں جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں وہ سب گذر چکی ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ (وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ) ص ۵۹۲

غزوۂ ذات الرقاع: اور یہ غطفان کی ایک شاخ بنی ثعلبہ سے محارب خصفہ کے ساتھ ہوا تھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخل میں اترے تھے، یہ غزوۂ خیبر کے بعد ہوا تھا اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری خیبر کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور یہ اس میں شریک تھے۔

نخل۔ نخل مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔

محارب خصفہ۔ یہاں امام بخاری نے محارب کے بعد ثعلبہ ذکر کیا اس سے شبہ ہوتا ہے یہ دونوں ایک ہیں حالانکہ محارب الگ قبیلہ ہے اور ثعلبہ الگ، ثعلبہ غطفان کی شاخ ہے غطفان سعد بن قیس کی اولاد ہیں اور محارب خصفہ بن قیس کی اولاد ہیں دونوں الگ الگ قبیلے ہیں۔

غزوۂ ذات الرقاع بنی ثعلبہ سے ہوا تھا، اس لئے یہ کہنا کہ محارب خصفہ غطفان کی شاخ بنی ثعلبہ سے ہیں درست نہیں۔

۶۰۴ — **قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ (إِلَى أَنْ قَالَ) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ**

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ساتویں غزوے ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

۶۰۵ — **وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ**

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز خوف ذو قرد میں پڑھی۔

۶۰۶ — **وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ (إِلَى أَنْ قَالَ) أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى**

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھِمْ یَوْمَ مُحَارِبٍ وَّ ثَعْلَبَۃَ ۔

علیہ وسلم نے نماز خوف یوم محارب اور ثعلبہ پڑھائی ۔

۶۰۷ — وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ وَھْبَ بْنَ کَیْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا

ت — وہب بن کیسان نے کہا میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نخل سے ذات الرقاع کے لئے چلے، غطفان کی ایک جماعت سے

فَلَقِیَ جَمْعًا مِّنْ غَطْفَانَ فَلَمْ یَکُنْ قِتَالٌ وَّ اَخَافَ النَّاسُ بَعْضُھُمْ

آمنا سامنا ہوا کوئی لڑائی نہیں ہوئی لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا۔ تو نبی

بَعْضًا فَصَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیِ الْخَوْفِ ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز خوف دو رکعت پڑھی ۔

۶۰۸ — وَقَالَ یَزِیْدُ عَنْ سَلَمَۃَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْقَرَدِ

ت — حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں غزوۂ یوم القرد میں شریک ہوا۔

تشریحات ۶۰۷-۶۰۸ غزوۂ ذات الرقاع ۔ رقاع رُقعۃ کی جمع ہے جس کے معنی پیوند کے ہیں، اس غزوہ میں جھنڈا پیوند لگے ہوئے کپڑوں کا تھا اس لئے اس کو ذات الرقاع کہا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ پیدل چلنے کی وجہ سے مجاہدین کے پاؤں زخمی ہو گئے ان زخموں پر کپڑے لپیٹے تھے ۔

امام واقدی نے فرمایا کہ جس پہاڑ کے پاس یہ غزوہ ہوا تھا اس پر سرخ سفید سیاہ چتی دار پتھر تھے اس لئے اس کو ذات الرقاع کہا گیا ۔

غزوۂ ذات الرقاع کب ہوا تھا، خیبر کے پہلے یا خیبر کے بعد؟ امام ابن اسحق نے کہا قبل خیبر، امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ بعد خیبر ہوا تھا، اس کی پوری بحث گذر چکی ہے۔ اسی غزوے میں صلوٰۃ الخوف مشروع ہوئی ۔

غزوۂ ذات القرد ۔ یہ غزوۂ ذات الرقاع کے علاوہ دوسرا غزوہ ہے۔ یہ غزوہ اس موقع پر ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن فزاری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا جس کا پیچھا پہلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور سارے اونٹوں کو دشمنوں سے چھین لیا، بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی کچھ مجاہدین کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوۂ ذات القرد میں بھی نماز خوف پڑھی گئی تھی ۔

۲۱۱۹ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ وَّنَحْنُ سِتَّۃٌ نَفَرٌ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَعْتَقِبُہٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَایَ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّیَتْ غَزْوَۃَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نُعَصِّبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰی اَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ اَبُوْمُوْسٰی بِھٰذَا ثُمَّ کَرِہَ ذَاکَ قَالَ مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَہٗ کَاَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَکُوْنَ شَیْئٌ مِنْ عَمَلِہٖ اَفْشَاہُ۔

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے اور ہم چھ شخص تھے اور ہمارے بیچ میں صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے پیدل چلنے کی وجہ سے ہمارے قدم زخمی ہوگئے اور میرے دونوں قدم زخمی ہوگئے اور ناخن گر پڑے جس کی وجہ سے ہم اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹے ہوئے تھے اس کا نام ذات الرقاع اسی لئے پڑا کہ ہم اپنے پاؤں پر کپڑوں کی پٹی باندھے ہوئے تھے، پھر اس کو ناپسند فرمایا کہا اس کے تذکرے سے میرا کیا کام انھوں نے اپنا عمل ظاہر کرنے کو ناپسند کیا۔

۲۱۲۰ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَھِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَۃً صَفَّتْ مَعَہٗ وَطَائِفَۃٌ وِجَاہَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰی بِالَّتِیْ مَعَہٗ رَکْعَۃً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِھِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاہَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَۃُ الْاُخْرٰی فَصَلّٰی بِھِمُ الرَّکْعَۃَ الَّتِیْ بَقِیَتْ مِنْ صَلٰوتِہٖ ثُمَّ

حدیث صالح بن خوات سے روایت ہے وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع اور صلوٰۃ الخوف میں شریک تھا کہ ایک گروہ نے حضور کے ساتھ صف لگائی اور دوسری گروہ دشمن کے سامنے رہی حضور نے اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھائی پھر کھڑے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر چلے گئے اور دشمن کے سامنے صف بندی کی اور دوسری گروہ آئی انھیں حضور نے وہ رکعت پڑھائی جو حضور کی نماز سے باقی رہ گئی تھی

ثبت جالسا واتموا لانفسهم ثم سلم بهم۔

پھر بیٹھے رہے ان لوگوں نے بھی اپنی نماز پوری کی پھر ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

تشریحات ۲۱۲۰ صلوٰۃ خوف کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں جس پر تفصیلی بحث تیسری جلد میں ہو چکی ہے۔

۶۰۹ **ت** وقال معاذ (الی ان قال) عن جابر قال کنا مع النبی صلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نخل

اللہ علیہ وسلم بنخل فذکر صلوٰۃ الخوف قال مالک وذلک احسن

میں تھے انھوں نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا۔ امام مالک نے کہا کہ صلوٰۃ الخوف کے بارے

ماسمعت فی صلوٰۃ الخوف

میں جو کچھ میں نے سنا ہے ان سب سے اچھی یہ روایت ہے۔

تابعہ اللیث (الی ان قال) ان قاسم بن محمد حدثہ صلی

قاسم بن محمد نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ بنی انمار۔

صلوٰۃ الخوف غزوۂ بنی انمار میں پڑھی۔

تشریحات ۶۰۹ بنی انمار بُجیلہ کی ایک شاخ ہے یہ لوگ بنی ثعلبہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ غالباً یہ دونوں غزوے ایک ہی ہیں۔ امام واقدی نے ذکر کیا کہ غزوۂ ذات الرقاع کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک اعرابی جلب سے مدینہ طیبہ آئے اور انھوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ بنی ثعلبہ اور بنی انمار نے تمہارے مقابلے کے لئے جمعیت اکٹھا کر رکھی ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات سو افراد لے کر نکلے، اس تقدیر پر غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بنی انمار ایک ہی ہیں۔

۲۱۲۱ **حدیث** عن صالح بن خوات عن سهل بن ابی حثمة قال

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (صلوٰۃ الخوف میں)

یقوم الامام مستقبل القبلة وطائفة منهم معه وطائفة من

امام قبلہ رو کھڑا ہو ایک گروہ مجاہدین میں سے امام کے ساتھ رہے اور ایک گروہ

قِبَلَ الْعَدُوِّ وَوُجُوْهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ

دشمن کے سامنے ان کا رخ دشمن کی طرف رہے جو لوگ امام کے ساتھ ہیں انھیں ایک

يَقُوْمُوْنَ فَيَرْكَعُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ

رکعت پڑھائے پھر کھڑے ہوں اور اپنی ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں اپنی

فِيْ مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولٰئِكَ فَيَجِيءُ أُولٰئِكَ

جگہ پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے جائیں (دشمن کے سامنے) اب وہ لوگ آئیں اور امام انھیں

فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُوْنَ وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ

ایک رکعت پڑھائے، امام کی دو رکعت ہوگئی پھر یہ لوگ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں۔

۶۱۰ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ

ت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ ـــ وَإِنَّمَا

کے ساتھ غزوۂ نجد میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جَاءَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر کے دنوں میں آئے تھے۔

خَيْبَرَ ۔

تشریحات ۱۰ غزوۂ ذات الرقاع کا نام بھی غزوۂ نجد ہے، بنی محارب، بنی ثعلبہ نجد ہی کے باشندے تھے، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہوا ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شریک تھے اور وہ خیبر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔

بَابٌ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ غزوۂ بنی مصطلق کا بیان یہ خزاعہ کی شاخ تھی،

وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ صہ ۵۹۳ اس کا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے۔

۶۱۱ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ

ت امام محمد بن اسحٰق نے کہا کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ۴ھ میں۔

۶۱۲ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيْثُ الْإِفْكِ فِيْ

ت امام زہری سے روایت ہے کہ واقعۂ افک غزوۂ مریسیع میں رونما ہوا تھا۔

غزوۃ المریسیع۔

۶۱۱، ۶۱۲

تشریحات غزوۂ بنی مصطلق کس سنہ میں ہوا تھا اسمیں اختلاف ہے امام محمد بن اسحق نے کہا کہ سنہ ۶ھ میں اور امام موسیٰ بن عقبہ اور امام واقدی نے کہا سنہ ۵ھ کے شعبان میں، یہاں امام بخاری نے جو امام موسیٰ بن عقبہ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ سنہ ۴ھ میں ہوا تھا یہ کسی کاتب کا سہو ہے، مغازی موسیٰ بن عقبہ میں سنہ ۵ھ ہے اس غزوے کی تفصیل گذر چکی ہے۔

بَابُ حَدِیْثِ الْاِفْكِ ۵۹۳ حدیث افک کا بیان

اَلْاِفْكُ وَالْاَفَكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ يُقَالُ اِفْكُهُمْ وَاَفْكُهُمْ وَاَفَكُهُمْ۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس میں تین لغات ہیں ہمزہ کو کسرہ اور فا ساکن اِفْكٌ۔ ہمزہ کو فتحہ فا ساکن اَفْكٌ۔ ہمزہ کو بھی فتحہ اور فا کو بھی فتحہ اَفَكٌ۔ اس کے معنی بہتان باندھنے اور الزام تراشنے کے ہیں اِفْكٌ اور اس کی پوری تشریح اور اس پر پوری بحث گذر چکی ہے۔

حدیث ۲۱۲۲ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كَانَتْ تَقْرَأُ اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْكَذِبُ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ وَكَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِهَا بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ نَزَلَ فِیْهَا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پڑھتی تھیں اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ اور فرماتی تھیں اَلْوَلْقُ کے معنی جھوٹ بولنا ہے ۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا اس کو وہ دوسروں کی بنسبت زیادہ جانتی تھیں اس لئے کہ وہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریحات ۲۱۲۲ سورۂ نور میں فرمایا گیا اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ مگر ام المؤمنین اسے تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ پڑھتی تھیں فرماتی تھیں اس کا مادہ وَلْقٌ ہے جس کے معنی جھوٹ بولنے کے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بول رہے تھے۔

حدیث ۲۱۲۳ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ یُنْشِدُهَا

مسروق سے روایت ہے کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں حسان بن ثابت بیٹھے ہوئے انھیں شعر سنا رہے تھے جس میں ان کا تذکرہ

شعرا یشبب بابیات لہ وقال ــ حصان رزان ما تزن
تھا۔ حضرت حسان نے کہا ــ پاکدامن باوقار جن کی شان میں کسی
بریبۃ ــ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل فقالت لہ
برائی کی گنجائش نہیں۔ اور یہ کبھی کسی کی غیبت نہیں فرماتیں۔ تو فرمایا لیکن
عائشۃ لکنک لست کذالک قال مسروق فقلت لہا لم تاذنی
تم ایسے نہیں۔ مسروق نے کہا میں نے عرض کیا ان کو اپنے پاس حاضری
لہ ان یدخل علیک وقد قال اللہ تعالی والذی تولی کبرہ
کی اجازت کیوں دیتی ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ جس نے اس میں
منہم لہ عذاب عظیم قالت وای عذاب اشد من العمی
سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بھاری عذاب ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ کہ
فقالت لہ انہ کان ینافح او یہاجی عن رسول اللہ صلی
نابینائی سے بڑھ کر اور کیا سخت عذاب ہے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
اللہ علیہ وسلم عہ
سے مدافعت کرتے تھے۔ اور مشرکین کی ہجو کرتے تھے۔

باب غزوۃ الحدیبیۃ لقول اللہ تعالی لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ص۵۹۷

غزوۂ حدیبیہ کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیشک اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ شوال المکرم کے اخیر میں عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے۔ جب حضور حدیبیہ پر پہونچے جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے تو قریش نے روک دیا یہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذو قعدہ میں دوشنبہ کے دن صحابۂ کرام سے ایک ببول کے درخت کے نیچے اخیر دم تک ساتھ دینے کی بیعت لی تھی جس کا نام بیعت رضوان ہے جس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔ اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے اکثر گذر چکی ہیں۔ چند حدیثیں جو گذری نہیں ہیں انھیں ہم ذکر کر رہے ہیں۔

عہ ثانی تفسیر سورۂ نور باب قولہ یعظکم اللہ۔ باب قولہ یبین اللہ لکم الآیات ص۶۹۹

۲۱۲۴ عَنْ قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسَ الْأَسْلَمِيَّ يَقُولُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا۔ ع۵

حدیث — مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا اور یہ اصحاب شجرہ سے تھے نیک لوگ اٹھالئے جائیں گے سب سے افضل پہلے پھر اس کے بعد اور ردّی لوگ رہ جائیں گے جیسے جو اور کھجور کے ردی دانے رہ جاتے ہیں۔ جن کی اللہ کے نزدیک کوئی وقعت نہ ہوگی۔

۲۱۲۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلَى السُّوقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَاللّٰهِ مَا يُنْضِجُونَ كُرَاعًا وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيمَاءٍ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيرٍ ظَهِيرٍ كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيهِ فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ

حدیث — اسلم نے کہا میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بازار گیا ان کے سامنے ایک جوان عورت آئی اس نے کہا امیر المومنین میرا شوہر فوت ہوگیا اور چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑا بخدا نہ تو وہ جانوروں کا پایہ بھونتے ہیں اور نہ ان کے لئے کھیت ہے اور نہ دودھ والے جانور۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انھیں بجو کھا جائے اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں میرے والد حدیبیہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ حضرت عمر اس کے پاس کھڑے ہوگئے اور آگے نہیں بڑھے پھر فرمایا خوش آمدید قریبی نسب والی کو پھر ایک تندرست اونٹ کے پاس تشریف لے گئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا غلہ سے بھری ہوئی دو بوریاں اس پر لادیں اور بوریوں کے درمیان کچھ نقد اور کپڑا رکھا پھر اس کی نکیل اس عورت کو تھمادی اور فرمایا اسے لیجاؤ ان کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے پاس خیر لائیگا ایک صاحب

ع۵ ثانی رقاق باب ذہاب الصالحین ص۹۵۲

بخیبر فقال رجل یا امیر المؤمنین اکثرت لہا قال عمر ثکلتک

نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اس کو بہت دیدیا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا تیری ماں تجھے

امک واللہ انی لاری اباھذہ واخاھا قد حاصرا حصنا زمانا

روئے۔ بخدا میں اس کے باپ اور بھائی کو جانتا ہوں کہ دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ تک محاصرہ کیا

فافتتحاہ ثم اصبحنا نستفیئ سہمانہما فیہ ـــــ

پھر اسے فتح کیا اب ہم اس میں ان دونوں کے جو حصے تھے لے رہے ہیں۔

۲۱۲۶ عن طارق بن عبد الرحمن قال انطلقت حاجا فمررت

حدیث طارق بن عبد الرحمن نے کہا میں حج کے ارادے سے چلا میں ایک قوم کے پاس

بقوم یصلون قلت ما ھذا المسجد قالوا ھذہ الشجرۃ حیث

سے گذرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے پوچھا یہ کون سی مسجد ہے لوگوں نے کہا یہی وہ درخت

بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعۃ الرضوان واتیت

ہے جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی

سعید بن المسیب فاخبرتہ فقال سعید حدثنی ابی انہ کان

۔ اس کے بعد میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور میں نے ان کو بتایا تو انھوں نے

فیمن بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ قال

کہا میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے

فلما خرجنا من العام المقبل نسیناھا فلم نقدر علیہا فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت لی تھی۔ انھوں نے بتایا جب ہم آئندہ سال وہاں پہونچے تو ہم اس

سعید ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلموھا و

درخت کو بھول گئے اور اس کو متعین نہیں کرسکے۔ سعید نے کہا صحابۂ کرام اسے نہیں جانتے اور

علمتموھا انتم فانتم اعلم۔

تم لوگوں نے اسے جان لیا۔ تو تم لوگ زیادہ جاننے والے ہو۔

تشریحات ۲۱۲۶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاں کسی بزرگ نے قیام کیا ہو یا وہاں کوئی خاص اہم دینی بات ہوئی ہو۔ وہاں تبرکاً نماز پڑھنا تابعین کے زمانے سے رائج ہے اس سے

ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے چلّے اوران کی قیام گاہ کی زیارت کرنا جائز ہے ۔ اسلاف کا طریقہ ہے ۔ حضرت سعید بن مسیب نے وہاں نماز پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا ان کا فرمانا یہ تھا کہ صحابۂ کرام کو بعینہ وہ درخت یاد نہیں رہا۔ تم کو کیسے معلوم ہوگیا کہ یہ وہی درخت ہے یا یہیں وہ درخت تھا ۔۔۔۔ مطلب یہ تھا کہ تم لوگ اس درخت کے پاس نماز نہیں پڑھتے اپنے جی سے ایک درخت کو متعین کرلیا ہے کہ یہ وہی درخت ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ۔ جب صحابۂ کرام کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کونسا درخت ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہوگیا ۔

۲۱۲۷ حدیث حَدَّثَنَا اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ يُسْتَظَلُّ فِيْهِ ع

ایاس بن سلمہ بن اکوع نے کہا مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے انھوں نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے پھر پلٹتے تو دیواروں کے لئے سایہ نہ ہوتا جسمیں سایہ حاصل کیا جاتا ۔

۲۱۲۷ تشریحات مواقیت الصلوٰۃ میں ہم یہ بتا آئے کہ گرمیوں میں کچھ دن ایسے آتے ہیں کہ حرمین طیبین میں سایہ اصلی زوال کے وقت بالکل نہیں ہوتا ۔ پھر حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً سایہ کی نفی نہیں فرماتے ۔ فرماتے ہیں کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا کہ ہم اس سایہ میں بیٹھ سکیں یا کھڑے ہوسکیں ۔

۲۱۲۸ حدیث عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقِيْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ طُوْبٰى لَكَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثْنَا بَعْدَهُ ۔

مسیب نے کہا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی تو میں نے کہا آپ کو بشارت ہو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ نے بیعت رضوان کی تو انھوں نے فرمایا اے بھتیجے تم نہیں جانتے کہ حضور کے بعد ہم نے کیا کیا ۔

ع مسلم ۔ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ صلوٰۃ

۲۱۲۹ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ ضَحَّاکٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ بَایَعَ

حدیث ابو قلابہ سے روایت ہے کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ۔

خبر دی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت رضوان کی تھی ۔

۲۱۳۲ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا قَالَ الْحُدَیْبِیَۃُ قَالَ اَصْحَابُہٗ هَنِیْئًا مَّرِیْئًا

انھوں نے کہا انا فتحنا لک فتحا مبینا میں فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے ۔ صحابہ نے حضور سے عرض

فَمَا لَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ قَالَ

کیا حضور کو مبارک ہو ہمارے لئے کیا ہے ؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو

شُعْبَۃُ فَقَدِمْتُ الْکُوْفَۃَ فَحَدَّثْتُ بِھٰذَا کُلِّہٖ عَنْ قَتَادَۃَ ثُمَّ

جنت میں داخل فرمائے ۔ شعبہ نے کہا اس کے بعد میں کوفہ آیا اور میں نے یہ سب قتادہ سے بیان کیا اس کے بعد

رَجَعْتُ فَذَکَرْتُ لَہٗ فَقَالَ اَمَّا اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَعَنْ اَنَسٍ وَاَمَّا هَنِیْئًا

پھر لوٹا تو میں نے قتادہ سے بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ انّا فتحنا لک فتحا مبینا کی تفسیر حضرت انس

مَّرِیْئًا فَعَنْ عِکْرِمَۃَ ؏

سے مروی ہے لیکن ھنیئا مریئا یہ عکرمہ سے ۔

۲۱۳۱ عَنْ مَجْزَاَۃَ بْنِ زَاھِرِ الْاَسْلَمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ وَکَانَ مِمَّنْ شَھِدَ

حدیث زاہر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور یہ بیعت رضوان کے شرکا میں سے ہیں کہ میں

الشَّجَرَۃَ قَالَ اِنِّیْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰی

(دوم خیبر) ہانڈیوں میں دیسی گدھوں کا گوشت پکا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا

مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم کو دیسی گدھوں کے کھانے سے منع فرماتے ہیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَاکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ ۔

؏ تفسیر سورۂ فتح باب انا فتحنا لک فتحا مبینا ص۷۱۶ نسائی تفسیر

تشریحات ۲۱۳۱ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیسی گدھوں کے کھانے کی ممانعت حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی حالانکہ ایسا نہیں اس سے ممانعت سب سے پہلے غزوۂ خیبر میں ہوئی، حضرت زاہر اسلمی نے اسی کو بیان کیا ہے راوی حدیث نے ان کے تعارف میں یہ بڑھایا کہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے۔

حدیث ۲۱۳۲ وَعَنْ مَجْزَأَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً۔

مجزاۃ روایت کرتے ہیں صحابۂ کرام ہی میں سے ایک صاحب سے جو اصحاب شجرہ سے تھے جن کا نام اہبان بن اوس تھا ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی تو سجدے کے وقت اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے۔

حدیث ۲۱۳۳ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ فَلَاكُوهُ۔

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ اصحاب شجرہ سے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے پاس ستو لایا جاتا تو لوگ اسے پھانک کر نگل جاتے۔

حدیث ۲۱۳۴ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ؟ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ۔

ابو جمرہ نے کہا کہ میں نے عائذ بن عمرو سے پوچھا اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور اصحاب شجرہ میں سے تھے، کیا (سونے سے) وتر ٹوٹ جاتا ہے؟ تو انھوں نے کہا جب تو شروع رات میں وتر پڑھ لے تو اس کے آخر میں مت پڑھ۔

تشریحات ۲۱۳۴ ایک حدیث میں فرمایا گیا اِجْعَلُوا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا۔ رات میں اپنی اخیر نماز وتر کو کرو اب کوئی شخص وتر پڑھ کر سو گیا پھر وہ جاگا تو دوبارہ وتر پڑھے گیا

نہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ سونے سے پہلا وتر ختم ہوگیا اب دوبارہ پڑھے۔

۲۱۴۳ — عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلًا فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ وَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ

ترجمہ: حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار رات میں سفر فرمارہے تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، عمر بن خطاب نے حضور سے کچھ پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا پھر پوچھا پھر جواب نہیں دیا پھر پوچھا پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ عمر بن خطاب نے اپنے آپ سے کہا اے عمر! تمہیں تمہاری ماں روئے تونے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین بار ایک بات پوچھی اور حضور نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے اونٹ کو تیز ہانکا۔ اور مسلمانوں کے آگے بڑھ گیا اور میں ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اترے، تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے سنا کہ ایک پکارنے والا مجھے پکار رہا ہے میں ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اتر چکا ہو اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو سلام کیا تو فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل کی گئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جس پر

قرأ ”انا فتحنا لك فتحا مبينا“ عہ

سورج نے طلوع کیا پھر تلاوت فرمایا ”انا فتحنا لك فتحا مبینا“

۲۱۳۶ عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحكم يزيد احدهما

حدیث حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت ہے ان میں سے

على صاحبه قالا خرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عام

ایک نے دوسرے کی روایت پر کچھ زیادہ کیا ہے ان دونوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

الحديبية في بضع عشرة مائة من اصحابه فلما اتى ذا الحليفة

حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زیادہ اصحاب کے ساتھ مدینے سے عمرے کی نیت سے

قلد الهدي واشعره واحرم منها بعمرة وبعث عينا له من

جب ذو الحلیفہ پہنچے تو قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا اور وہاں سے عمرے کا احرام

خزاعة وسار النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى اذا كان

باندھا اور خزاعہ کے کچھ افراد کو جاسوس بنا کر بھیجا اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وہاں سے چلے

بغدير الاشطاط اتاه عينه قال ان قريشا جمعوا لك جموعا

جب غدیر الاشطاط پر پہونچے تو جاسوس خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے بتایا کہ قریش نے

وقد جمعوا لك الاحابيش الاشطاط وهم مقاتلوك وصادوك

آپ کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے اور احابیش الاشطاط کو جمع کر لیا ہے وہ آپ سے لڑنے

عن البيت ومانعوك فقال اشيروا ايها الناس على اترون

کا ارادہ رکھتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکنے کا، حضور نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ

ان اميل الى عيالهم وذراري هؤلاء الذين يريدون ان

دو۔ کیا تم لوگ مناسب جانتے ہو کہ جو لوگ ہم کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں ان کے اہل و عیال پر

يصدونا عن البيت فان ياتونا كان الله قد قطع عينا من

ہم جا پڑیں پس اگر وہ لوگ ہمارے مقابلے پر آئیں تو اللہ ہمارا مددگار ہے جس نے ہمارے جاسوس

المشركين والا تركناهم محروبين قال ابو بكر يا رسول الله

کو مشرکین سے محفوظ رکھا ورنہ ہم ان کو ایسا چھوڑیں گے گویا لڑائی سے بھاگے ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے

عہ تفسیر سورۂ فتح باب انا فتحنا لك فتحا مبینا ص۷۱۶۔ فضائل قرآن باب فضل سورۃ الفتح ص۷۴۹

خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ

عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں کسی کے قتل یا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے حضور

فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ امْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ.

بیت اللہ کی طرف چلیں جو ہم کو بیت اللہ سے روکے گا اس سے ہم لڑیں گے حضور نے ارشاد فرمایا اللہ کے نام پر آگے بڑھو

۲۱۳۶

تشریحات احابیش۔ حبیش کی جمع ہے جس کے معنی جماعت کے ہے، مراد متفرق قبائل کے لوگ، مکہ معظمہ کے آس پاس کے کچھ قبائل نے ایک پہاڑ کے پاس جس کا نام حبیش ہے قریش کے ساتھ عقد مخالفہ کیا تھا ان کو احابیش کہا جاتا ہے۔ قریش نے یہ سن کر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ آرہے ہیں اپنے حلیف تمام قبائل کو اکٹھا کر لیا تھا۔ غدیر الاشطاط عسفان کے آگے حدیبیہ کے اطراف میں ایک تالاب کا نام ہے۔

۲۱۳۷ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ

حدیث نافع نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر، عمر سے پہلے اسلام لائے حالانکہ ایسا نہیں

قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنَّ عُمَرَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ

ہاں حدیبیہ کے دن حضرت عمر نے عبداللہ کو بھیجا کہ ان کا ایک گھوڑا ایک انصاری کے پاس

اِلٰى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَأْتِيْ بِهٖ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ

ہے اسے لاؤ تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ

کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر کو خبر نہیں تھی عبداللہ نے بیعت کر لی

بِذٰلِكَ فَبَايَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ

پھر گئے اور گھوڑا لے کر حضرت عمر کے پاس آئے اور حضرت عمر لڑائی کے لئے ہتھیار پہن رہے تھے۔

يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ

عبداللہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر عبداللہ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهٗ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

کے ساتھ گئے اور بیعت کی۔ یہی بات ہے جس کو لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ

تشریحات ۲۱۳۷ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ قریش کے پاس بھیجا تھا کہ وہ قریش کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں ان کے آنے میں تاخیر ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہی اس وقفہ میں متفرق درختوں کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اسی اثنا میں یہ خبر اڑ گئی کہ قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے بیعت لینی شروع کی اسی اثنا میں حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو اپنا گھوڑا لینے کے لئے بھیجا، انھوں نے دیکھا کہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے ہیں اور بیعت کر لی واپس آکر اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے اور حضرت عمر کے بیعت کرنے کے بعد پھر دوبارہ بیعت کی۔ یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے، مگر یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ ہے اس لئے ہم نے اس کو لکھا

بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ ص ۶۰۲ عکل اور عرینہ کا قصہ۔

عکل و عرینہ کا پورا قصہ کتاب الطہارۃ میں گذر چکا ہے۔

حدیث ۲۱۳۸ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ رَجَاءٍ مَّوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ كَانَ مَعَهٗ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَاَبُوْ قِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فَاَيْنَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّيْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ اِيَّايَ حَدَّثَهٗ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ

ابورجاء ابو قلابہ کے آزاد کردہ غلام نے حدیث بیان کی اور یہ ان کے ساتھ شام میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا فرمایا تم لوگ اس قسامت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا اور آپ سے پہلے خلفاء نے فیصلہ فرمایا اور ابو قلابہ عمر بن عبدالعزیز کے تخت کے پیچھے تھے، عنبسہ بن سعید نے کہا پھر کہاں ہے حضرت انس کی حدیث عرنیین کے بارے میں؟ ابو قلابہ نے کہا یہ حدیث حضرت انس بن مالک نے مجھ سے بیان فرمائی ہے۔ بطریق عبدالعزیز بن صہیب بن عرینہ ہے (عکل نہیں ہے) اور بطریق ابو قلابہ من

عَنْ اَنَسٍ مِنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ۔

عکل سے (عرینہ نہیں)

تشریحات ۲۱۳۸ قسامۃ کی پوری تفصیل گذر چکی۔ عنبسہ بن سعید کے کہنے کا مطلب یہ تھا عرنیین کے قصہ میں یہ ہے کہ ان ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو شہید کیا تھا اور یہ معلوم نہیں تھا کہ بعینہ کس نے شہید کیا ہے اور نہ یہ معلوم تھا کہ سب نے مل کر شہید کیا ہے تو یہاں واقعے کی صورت یہ تھی کہ قسامۃ کے اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب سے قصاص لیا۔

جواب یہ ہے کہ اس وقت تک قسامۃ مشروع نہیں ہوئی تھی نیز ان ظالموں نے ڈاکہ ڈالا تھا اس کی سزا میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور بقیہ سزائیں سیاسۃً دی گئیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الْقَرَدِ　　ص ۶۰۳　　غزوۂ ذات القرد کا بیان

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي أَغَارُوا عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ

یہ وہ غزوہ ہے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے۔

قَرَد ۔ مدینے سے ایک دو دن کے فاصلے پر بلاد غطفان کے قریب ایک بستی کا نام ہے یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا تھا حدیبیہ سے پہلے تھا یا حدیبیہ کے بعد۔ حلبی نے اپنی سیرت میں کہا کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا لیکن امام بخاری، امام مسلم کی رائے یہ ہے کہ حدیبیہ کے بعد خیبر سے تین دن پہلے ہوا تھا اور یہی راجح ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ عیینہ بن حصین فزاری نے تین بار ڈاکہ ڈالا تھا اخیر میں یہ واقعہ پیش آیا اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ　　ص ۶۰۳　　غزوۂ خیبر کا بیان

خیبر ۔ مدینہ طیبہ سے آٹھ منزل دور شام کی طرف واقع تھا یہ یہودیوں کی بستی تھی بہت زرخیز علاقہ تھا یہاں متعدد قلعے تھے یہود مدینہ جلاوطن ہو کر یہیں آباد ہو گئے تھے وہاں سے ہمیشہ ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے اس لئے ان کا قلع قمع کرنا ضروری تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کیا اور بالآخر اس کو فتح فرمایا۔ غزوۂ خیبر کی بہت سی تفصیلات گذر چکی ہیں۔

حدیث ۲۱۳۹ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا　نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعالیٰ عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی خیبر
کے ساتھ ہم لوگ خیبر کی طرف چلے ہم رات کو چلے۔ قوم میں
فسرنا لیلاً فقال رجل من القوم لعامر یا عامر الا تسمعنا من
سے ایک شخص نے عامر سے کہا۔ اے عامر ہمیں اپنے کچھ اشعار کیوں
ھنیھاتک وکان عامر رجلا شاعرا فنزل یحدو بالقوم یقول۔
نہیں سناتے اور عامر شاعر تھے وہ اتر کر قوم کو حدی سنانے لگے، کہنے لگے۔
اللھم لولا انت ما اھتدینا —— ولا تصدقنا ولا صلینا
اے اللہ۔ حضورا! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔
فاغفر فداء لک ما ابقینا —— وثبت الاقدام ان لاقینا
ہمیں بخش دیجئے ہم آپ پر فدا ہوں جب تک جئیں۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھئے اگر ہم دشمن سے لڑیں۔
والقین سکینۃ علینا —— انا اذا صیح بنا ابینا
ہم پر سکینہ نازل فرمائیے۔ ہم کو جب باطل کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔
وبالصیاح عولوا علینا ——
اور صبح کے دشمنوں نے ہمارے خلاف اپنے حامیوں کو بلایا ہے۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ھذا السائق
اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ ہانکنے والا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا عامر بن
قالوا عامر بن الاکوع قال یرحمہ اللہ قال رجل من القوم
اکوع فرمایا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ ایک صاحب (حضرت عمر) نے عرض کیا
وجبت یا نبی اللہ لولا امتعتنا بہ فاتینا خیبر فحاصرناھم حتی
اس پر شہادت واجب ہو گئی اے اللہ کے نبی کیوں نہیں ان کو زندہ رکھا کہ ہم ان سے
اصابتنا مخمصۃ شدیدۃ ثم ان اللہ تعالیٰ فتحھا علیھم فلما
فائدہ حاصل کرتے۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ ہم خیبر پہونچے اور ہم نے ان کا
امسی الناس مساء الیوم الذی فتحت علیھم اوقدوا نیرانا
محاصرہ کیا یہاں تک کہ ہم کو سخت بھوک پہنچی پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خیبر کو فتح فرمایا جس دن

كَثِيرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ عَلَى

خیبر فتح ہوا اس کی شام کو لوگوں نے بہت زیادہ آگ جلائی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ عَلَى أَيِّ لَحْمٍ قَالُوا لَحْمُ

نے پوچھا یہ آگ کیسی؟ کس چیز پر لوگ جلا رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا گوشت پر

حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا

دریافت فرمایا کس چیز کے گوشت پر؟ فرمایا دیسی گدھوں کے گوشت پر۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْ نُهْرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ فَلَمَّا

علیہ وسلم نے فرمایا اسے گرادو اور ہانڈیوں کو توڑ دو تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ!

تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ

اسے بہادیں اور دھولیں فرمایا یہی سہی۔ جب قوم نے صف بندی کی عامر کی تلوار چھوٹی تھی تو

لِيَضْرِبَهُ فَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ

انھوں نے ایک یہودی کی پنڈلی کا نشانہ لگاکر مارا۔ تلوار کا پھل لوٹ آیا اور عامر کے گھٹنے

مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَآنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو لگا جس کے صدمے سے وہ فوت ہو گئے۔ حضرت سلمہ نے کہا جب لوگ خیبر سے لوٹے تو مجھے

فَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي قَالَ مَا لَكَ؟ قُلْتُ لَهُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ میں نے عرض

عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ

کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، لوگ گمان کرتے ہیں کہ عامر کے نیک کام اکارت ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَإِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ

فرمایا جس نے یہ کہا اس نے غلط کہا اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور حضور نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان جمع

عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ۔

فرمایا، بیشک اس نے راہِ خدا میں مشقت اٹھایا اور جہاد کیا، کم عربی اس کے مثل ہوں گے۔

تشریحات ۱۸۲۱

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خوش آوازی کے ساتھ حمد و نعت کے اشعار پڑھنا سنت ہے
حضرت عامر کی آواز بہت عمدہ تھی انھوں نے جب یہ اشعار پڑھنے شروع کئے تو ایک سماں

بندھ گیا لوگوں پر کیف و وجد طاری ہو گیا اونٹ مست ہو کر تیزی سے چلنے لگے ساتھ میں خواتین بھی تھیں اونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے انھیں جھٹکے لگنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رویدک بالقواریر (شیشیوں کا خیال کرو) نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ کون کہاں مرے گا نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ موت و زیست حضور کے اختیار میں ہے حضرت عمر کی یہ عرض داشت لولا امتعتنا بہ اس پر نص ہے نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لڑائیوں میں لوگوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں اور لوگوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرماتے ہیں۔ حضرت عامر کے اشعار کے شروع میں اَللّٰھُمَّ برکت کے لئے ہے اور لَوْلَا اَنْتَ سے خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس پر قطعی ظاہر قرینہ یہ ہے کہ عرض کیا فداء لک۔ فداء کے معنی ہوتے ہیں کہ اپنی جان یا مال دے کر کسی کی جان بچائی جائے اور یہ اللہ عزوجل کی جناب میں محال ہے اس لئے یہ اللہ سے خطاب ہو ہی نہیں سکتا ان سب باتوں کو علامہ احمد خطیب قسطلانی نے شرح بخاری میں بیان فرمایا ہے اس پر سہارنپوری صاحب کا حاشیہ بخاری میں یہ جھک مارنا کہ فداء سے محبت اور تعظیم مراد ہے خروج عن الظاہر اور تأسف ہے نصوص اپنے ظاہر ہی پر محمول ہوں گے جب تک کہ ظاہر سے صارف کے لئے کوئی قرینہ شرعیہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس کے ظاہر پر محمول ہونے کے لئے کثیر احادیث مؤید ہیں تفصیل کے لئے مجدد اعظم اعلیحضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ الامن والعلیٰ کا مطالعہ کریں۔

یہاں بخاری میں اخیر حدیث میں مشابھا مثلہ ہے اور دوسرے نسخوں میں مشیٰ بھا مثلہ ہے یعنی عامر جیسے اچھی صفات کے ساتھ متصف تھے۔ ان صفات کے ساتھ متصف کم ہی کوئی عربی زمین پر چلا ہوگا۔ حاصل دونوں نسخوں کا ایک ہے۔

حدیث ۲۱۴۰

عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُھَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ سَبَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَفِیَّۃَ فَاَعْتَقَھَا وَتَزَوَّجَھَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ مَا اَصْدَقَھَا قَالَ اَصْدَقَھَا نَفْسَھَا فَاَعْتَقَھَا۔

حضرت انس کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفیہ کو قید کیا پھر انھیں آزاد کیا پھر ان سے شادی کر لی۔ ثابت نے حضرت انس سے پوچھا ان کو مہر کیا دیا۔ فرمایا خود ان کی ذات۔ کہ ان کو آزاد کیا۔

تشریحات ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پورا واقعہ گذر چکا ہے، یہ حدیث بخاری

میں دس بارہ طرق سے مروی ہے ان سب طرق کا احاطہ اوران میں تطبیق و توجیہ گذر چکی ہے۔

۲۱۴۱ حدثنا یزید بن ابی عبید قال رأیت اثر ضربۃ فی ساق

حدیث: یزید بن ابو عبید نے کہا میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا۔

سلمۃ فقال یا ابا مسلم ما ھذہ الضربۃ قال ھذہ ضربۃ اصابتھا

اے ابو مسلم! یہ کیا نشان ہے؟ انھوں نے بتایا یہ زخم ان کو خیبر کے دن لگا تھا جس پر لوگوں نے

یوم خیبر فقال الناس اصیب سلمۃ فاتیت الی النبی صلی اللہ علیہ

کہا سلمہ زخمی ہو گئے تو میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے

وسلم فنفث فیہ ثلاث نفثات فما اشتکیتھا حتی الساعۃ۔

اس پر تین بار دم فرمایا (وہ فوراً ٹھیک ہوگیا) ایساکہ اس میں اس وقت تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

تشریحات ۲۱۴۱ یہ حدیث بھی امام بخاری کے ثلاثیات میں سے ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلمیذ مکی بن ابراہیم کے واسطے انکو ملی ہے

۲۱۴۲ حدثنا زیاد بن الربیع عن ابی عمران قال نظر انس الی

حدیث: ابو عمران نے کہا کہ حضرت انس نے جمعہ کے دن لوگوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ چادر اوڑھے

الناس یوم الجمعۃ فرای طیالسۃ فقال کانھم الساعۃ یھود خیبر۔

ہوئے ہیں تو فرمایا یہ لوگ اس وقت ایسے لگ رہے ہیں گویا خیبر کے یہود ہیں۔

تشریحات ۲۱۴۲ طیالسۃ۔ طیلسان کی جمع ہے یہ ایک قسم کی چادر تھی جسے خیبر کے یہود اوڑھا کرتے تھے مسلمانوں کو اسی قسم کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے وہ فرمایا۔

۲۱۴۳ عن نافع و سالم عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ

حدیث: نافع اور سالم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نھی یوم خیبر عن اکل الثوم و عن لحوم الحمر الاھلیۃ

تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن لہسن اور دیسی گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ لہسن کھانے سے

نھی عن اکل الثوم ھو عن نافع وحدہ و لحوم الحمر الاھلیۃ

منع فرمایا یہ تنہا نافع سے مروی ہے۔ اور دیسی گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا یہ صرف سالم سے مروی ہے

عَنْ سَالِمٍ۔

۲۱۴۳

تشریحات دیسی گدھوں کا گوشت کھانا تو حرام ہے، لیکن لہسن کا کھانا حرام نہیں، ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ مسلم میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا لہسن کھانا حرام ہے فرمایا نہیں مگر میں اس کی بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔

۲۱۴۴

حدیث عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ عہ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ اور دیسی گدھوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

تشریحات متعہ کی پوری بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔

۲۱۴۴

حدیث عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِی الْخَيْلِ عہ

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن دیسی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کی اجازت دی۔

۲۱۴۵

تشریحات گھوڑے کی حرمت و حلت میں اختلاف ہے بہت سے اسلاف مثلاً قاضی شریح، حسن بصری، عطاء بن ابو رباح، سعید بن جبیر، حماد بن ابی سلیمان الحمش اس کو حلال جانتے ہیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ایک جماعت اسے

عہ ثانی متعہ باب نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النکاح المتعۃ اخیرا ص ۷۶۶، کتاب الذبائح والصید باب لحوم الحمر الانسیۃ ص ۸۲۹ حیل باب ص ۱۰۲۹ ۔ مسلم، ترمذی نکاح، نسائی صید، ابن ماجہ نکاح ۔

عہ ثانی کتاب الصید والذبائح باب لحوم الخیل ص ۸۲۹ ۔ باب لحوم الحمر الانسیۃ ص ۸۳ ۔ مسلم ذبائح ۔ ابو داؤد ۔ اطعمہ ۔ نسائی ۔ صید

حرام جانتی ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا قول یہی ہے۔ لیکن بعد میں اپنی وفات سے تین دن پہلے اس سے رجوع فرمالیا۔ ہمارے یہاں اصل میں گھوڑا حلال ہے مگر اس کے کھانے میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہے اس لئے مکروہ ہے۔

۲۱۴۶ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ دیسی گدھوں کا گوشت پھینک دیں کچا اور پکا دونوں۔

نِيئَةً وَنَضِيجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ عه

پھر اس کے بعد اس کے کھانے کی ہمیں اجازت نہیں دی۔

تشریحات ۲۱۴۶ حضرت براء بن عازب کی یہ حدیث امام بخاری نے چار طریقے سے تخریج کی ہے دو طریقے میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بھی ہیں اور دو طریقے میں تنہا یہ۔

۲۱۴۷ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نہیں جانتا کہ دیسی گدھوں

لَا أَدْرِي أَنَهٰى عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں منع فرمایا تو اس وجہ سے کہ وہ لوگوں

أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ أَوْ

کی بار برداری کا ذریعہ تھا تو ناپسند فرمایا کہ بوجھ ڈھونے والے ختم نہ ہوجائیں۔

حَرَّمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ۔

یا ان کے گوشت کو خیبر کے دن حرام فرمایا۔

تشریحات ۲۱۴۷ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا اجتہاد تھا صحیح اور راجح یہی ہے کہ مطلقاً حرام فرمایا۔

عه مسلم۔ ذبائح۔ نسائی۔ صید۔ ابن ماجہ ذبائح

۲۱۴۸ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم خیبر للفرس سہمین و للراجل سہما قال فسرہ نافع فقال اذا کان مع الرجل فرس فلہ ثلاثۃ اسہم فان لم یکن لہ فرس فلہ سہم

حدیث نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑے کے لئے دو حصہ دیا اور پیادے کے لئے ایک حصہ، نافع نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جب کسی کے ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کو تین حصہ! اور اگر گھوڑا نہ ہوتا تو اسے ایک حصہ دیتے۔

تشریحات ہمارے یہاں سوار کو دو حصہ دیا جائے گا ایک سوار کا ایک گھوڑے کا۔ اور پیدل والے کو ایک حصہ اس کی پوری بحث کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

۲۱۴۹ حدثنی سالم مولی ابن مطیع انہ سمع ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول افتتحنا خیبر فلم نغنم ذھبا ولا فضۃ انما غنمنا البقر والابل والمتاع والحوائط ثم انصرفنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی وادی القری ومعہ عبد لہ یقال لہ مدعم اھداہ لہ احد بنی الضباب فبینما ھو یحط رحل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ جاءہ سھم عائر حتی اصاب ذلک العبد فقال الناس ھنیئا لہ الشھادۃ فقال رسول اللہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم نے خیبر فتح کیا۔ اور ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا ہم کو گائے اور اونٹ اور سامان اور باغ مال غنیمت میں ملے فتح کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹتے ہوئے وادی القریٰ میں پہونچے اور حضور کے ساتھ ایک حبشی غلام تھے جن کا نام مدعم تھا جسے بنی ضباب کے ایک شخص نے پیش کیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ کھول رہا تھا اچانک اس کو ایک تیر آکر لگا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ الشَّمْلَۃَ الَّتِیْ

قبضے میں میری جان ہے کہ بیشک وہ کمبل جسے اس نے خیبر کے دن

اَصَابَھَا یَوْمَ خَیْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْھَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَیْہِ نَارًا

مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لیا تھا آگ بن کر اس پر بھڑک رہا

فَجَاءَ رَجُلٌ حِیْنَ سَمِعَ ذٰلِکَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہے۔ پھر ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا جب یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بِشِرَاکٍ اَوْ شِرَاکَیْنِ فَقَالَ ھٰذَا شَیْءٌ کُنْتُ اَصَبْتُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ

سے سنا اس نے کہا میں نے اس کو لے لیا تھا فرمایا ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شِرَاکٌ اَوْ شِرَاکَیْنِ مِنْ نَارٍ عہ

۲۱۴۹

تشریحات: یہ غلام حبشی تھے جیسا کہ مؤطا میں ہے حدیبیہ کے موقع پر حضرت رفاعہ بن زید بن وہب جذامی ضبیبی اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور اس غلام کو نذر پیش کیا ہندوستانی مطبوعہ بخاری میں بلیٰ ہے اور نسخوں میں بل ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ بلیٰ کسی کاتب کی غلطی ہے اس لئے کہ مسلم میں ہے کلّا یعنی ہرگز نہیں یعنی وہ شہید کیسے ہو سکتا ہے۔

۲۱۵۰ اَخْبَرَنِیْ زَیْدٌ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ اَمَا

حدیث: اسلم روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا سنو!

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ اَتْرُکَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَیْسَ لَھُمْ شَیْءٌ

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کے لوگ ایک ہی طریقہ پر رہ جائیں گے کہ ان

مَا فُتِحَتْ عَلَیَّ قَرْیَۃٌ اِلَّا قَسَمْتُھَا کَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کے لئے کچھ نہ ہوگا تو جو بھی بستی فتح ہوتی اسے مجاہدین پر تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم فرمایا لیکن

وَسَلَّمَ خَیْبَرَ وَلٰکِنِّیْ اَتْرُکُھَا خِزَانَۃً لَّھُمْ یَقْتَسِمُوْنَھَا۔

میں اسے باقی رکھتا ہوں تاکہ وہ مسلمانوں کے لئے اندوختہ ہو جائے جسے وہ بوقت ضرورت آپس میں بانٹ لیں۔

عہ ثانی الایمان والنذور۔ باب ھل یدخل فی الایمان والنذور الأرض ص ۹۹۲ مسلم۔ ایمان ونذور۔ ابو داؤد نسائی۔ سیر۔

تشریحات ۲۱۵۰ اس حدیث کی شرح پہلے گذرچکی ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ ببّانا آیا ہے اس کے معنی شئ واحد کے ہیں یا برابر برابر کے، مطلب یہ ہے کہ اگر میں مفتوحہ علاقے مجاہدین پر تقسیم کردوں گا وہ انکی ملک ہو جائیں گے جو بعد میں ان کے وارثین کو ملیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ مسلمان جنھوں نے جہاد نہیں کیا مثلاً اسی بستی کے لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا سب یکساں محتاج ہو جائیں گے۔ اس لئے میں مفتوحہ علاقوں کو مجاہدین کی رضامندی سے باقی رکھتا ہوں تاکہ بعد کے مسلمانوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

حدیث ۲۱۵۱ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب خیبر فتح ہوگیا تو ہم نے کہا اب ہم پیٹ بھر کر کھجور کھائیں گے۔

حدیث ۲۱۵۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہمیں پیٹ بھر کھانا اسوقت تک نصیب نہ ہوا جب تک ہم نے خیبر فتح نہ کرلیا

بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ ص۱۱۶ عمرۃ القضاء کا بیان۔

صلح حدیبیہ کے قرار داد کے مطابق ایک سال کے بعد ۷ھ اوائل ذیقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام صحابہ کرام کو جو حدیبیہ میں شریک تھے حکم دیا کہ سال گذشتہ کے عمرے کی قضاء میں سب لوگ عمرے کے لئے چلیں شرکاء حدیبیہ میں سے کوئی رہ نہ جائے مزید اور مسلمان بھی ساتھ ہوگئے جو حدیبیہ میں شریک نہ تھے عورتوں بچوں کے علاوہ دو ہزار افراد ساتھ تھے اسی کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے نیز اس کا نام عمرۃ القضیہ، عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی ہے۔

ت ۶۱۳ ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمرۃ القضاء کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے حضرت انس نے کیا۔

تشریحات ۶۱۳ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقعہ پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے سامنے یہ پڑھتے جاتے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ ـــــ قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
کفار کی اولاد ان کے لئے راستہ خالی کردو ـــــ رحمن نے قرآن میں اتارا ہے
بان خیر القتل فی سبیلہ ـــــ نحن قاتلناکم علی تاویلہ
بہترین لڑائی وہ ہے جو اسکے راستے میں ہو ـــــ ہم تم سے اسی کے حکم کے بموجب لڑے ہیں
ویذھل الخلیل عن خلیلہ ـــــ یارب انی مؤمن بقیلہ
دوست دوست کو بھول جائے گا ـــــ ہم ان کے کہنے پر ایمان لائے ہیں

اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے ابن رواحہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اسے چھوڑ دو اس لئے کہ یہ اشعار کافروں پر تیر سے زیادہ سخت ہیں۔

۱۵۲۱ عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انما سعی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبیت وبین الصفا والمروۃ

نے بیت اللہ کے گرد اور صفا مروہ کے درمیان سعی صرف اس لئے کی تھی تاکہ مشرکین کو

لیری المشرکین قوتہ۔

اپنی قوت دکھائیں۔

باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام صـ۶۱۱ سرزمین شام میں غزوۂ موتہ کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا جنھیں شام کے ایک حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے شہید کر دیا تھا ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی قاصد کو کہیں شہید نہیں کیا گیا ان متمردین کی سرکوبی کے لئے ۸ھ کے جمادی الاولیٰ میں تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دیا جن پر امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر جھنڈا لیں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ جھنڈا لینگے یہ لشکر موتہ تک گیا یہ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر بلقاء کے قریب ہے رومی ایک لاکھ سے زیادہ فوج لے کر مقابلہ پر آئے خود ہرقل ایک لاکھ کی فوج لے کر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا سخت خونریز جنگ ہوئی حضرت زید شہید ہو گئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا یہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا اس وقت مسلمان منتشر

ہو چکے تھے انھوں نے بہت پامردی اور تدبیر سے کام لے کر مسلمانوں کو اکٹھا کیا ترتیب بدل دی میمنہ کو میسرہ پر اور میسرہ کو میمنہ پر کر دیا اور ساقہ کو مقدمہ پر اور مقدمہ کو ساقہ پر کر دیا اس سے رومیوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کے لئے مدد آچکی ہے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے حضرت خالد نے پوری قوت سے رومیوں پر حملہ کر دیا حضرت خالد اس جوش سے لڑے کہ اس دن ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں جس کے نتیجے میں رومیوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا حضرت خالد بن ولید نے اسنے ہی کو غنیمت جانا۔ بچے کھچے مسلمانوں کو لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے میدان جنگ کا پورا نقشہ تھا حضرت زید حضرت جعفر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبریں دیں اور فرمایا پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا اللہ نے اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی اس غزوہ کی تفصیلات پہلے ابواب میں گذر چکی ہیں۔

۲۱۵۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ

حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا غزوۂ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ

اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ مُوْتَۃَ زَیْدَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں

بْنَ حَارِثَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ

تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ

زَیْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ

امیر ہوں گے حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں ان کے ساتھ اس

کُنْتُ فِیْھِمْ فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَۃِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاہُ

غزوہ میں تھا ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو انھیں مقتولین میں

فِی الْقَتْلٰی وَوَجَدْنَا مَا فِیْ جَسَدِہٖ بِضْعًا وَّتِسْعِیْنَ مِنْ طَعْنَۃٍ وَّرَمْیَۃٍ۔

پایا ان کے جسم میں نوے سے زیادہ زخم پائے کچھ نیزے کے کچھ تیر کے۔

تشریحات ۲۱۵۴ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ کوئی زخم پیٹھ پر نہیں تھا۔ حضرت جعفر جھنڈا لیکر جوش جہاد میں گھوڑے سے اتر پڑے اس کی کوچیں کاٹ دیں لڑتے رہے ایک ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لیا وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے دونوں ہاتھ کو سمیٹ کر جھنڈا دبائے رہے اسی حال میں ایک رومی نے کمر پر تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے ہمارے اہلسنت کے واعظین کو بھی

سوائے اس کے کچھ یاد نہیں کہ کربلا میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہتّر زخم لگے تھے ان واعظین کو چاہئے کہ کبھی کبھی عہد رسالت کے ان جانبازوں کا بھی ذکر کر دیا کریں جن کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم آئے مگر پیچھے نہیں ہٹے اسی طرح ہمارے واعظین کو یہ یاد ہے کہ کربلا میں مشک بچانے کے لئے حضرت عباس کے دونوں بازو قلم ہوئے مگر حضرت جعفر کی یہ جانبازی کسی کو یاد نہیں کہ اسلامی جھنڈا بچانے کے لئے ان کے دونوں ہاتھ کٹے اور لاش دو ٹکڑے ہوئی۔

خوش شارسمے بنا کردند بخاک وخوں غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۲۱۵۵ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ

حدیث حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے یوم موتہ میرے

يَقُولُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ

ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اخیر میں میرے ہاتھ میں صرف ایک چوڑی

فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ۔

یمنی تلوار رہ گئی تھی۔

۲۱۵۶ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ

حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک بار عبد اللہ بن

فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ

رواحہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ان کی بہن عمرہ رو کر کہنے لگیں ہائے پہاڑ ہائے ایسے

فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي أَنْتَ كَذَاكَ۔

ہائے ایسے ان کی خوبیاں گنانے لگیں؟ افاقے کے بعد کہا تم جب کچھ کہتی تھی تو مجھ سے کہا جاتا تم ایسے ہو؟

تشریحات ۲۱۵۶ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ جب عبد اللہ بن رواحہ شہید ہو گئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ ص ۶۱۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسامہ بن زید کو جہینہ کے حرقات کی طرف بھیجنا۔

جہینہ کی ایک شاخ کا نام حرقات ہے اس کے مورث کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مورعہ بن جہینہ ہے اس کا نام حرقہ اس لئے پڑا کہ اس نے ایک قوم کو بڑی بے دردی سے جلایا تھا اس شاخ میں کئی بطون

تھے اس لئے جمع کا صیغہ لائے۔

۲۱۵۷ اخبرنا ابو ظبیان قال سمعت اسامۃ بن زید یقول بعثنا

حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الحرقۃ فصبحنا القوم

علیہ وسلم نے حرقہ کی جانب بھیجا صبح ہی کو ہم قوم کے پاس پہونچ گئے ہم نے

فھزمناھم ولحقت انا ورجل من الانصار رجلا منھم فلما غشیناہ

انھیں شکست دیدی پھر مجھے اور ایک انصاری کو ان میں سے ایک شخص ملا جب ہم نے

قال لا الہ الا اللہ فکف الانصاری فطعنتہ برمحی حتی قتلتہ

اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ انصاری نے ہاتھ روک لیا مگر میں نے اس کو نیزے سے

فلما قدمنا بلغ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا اسامۃ

مار کر قتل کر دیا پھر جب ہم مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی تو فرمایا اے اسامہ لا الہ الا اللہ

اقتلتہ بعد ما قال لا الہ الا اللہ قلت کان متعوذا فما زال

کہنے کے بعد بھی تو نے اس کو قتل کر دیا میں نے عرض کیا کہ اس نے جان بچانے کے لئے یہ کہا تھا مگر حضور بار بار

یکررھا حتی تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذلک الیوم عہ

اسے دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

تشریحات ۲۱۵۷ جس شخص کو حضرت اسامہ نے قتل کیا تھا اس کا نام مرداس بن نہیک فزاری تھا یہ ان کا چرواہا تھا حضرت اسامہ کی یہ تمنا اس کے قتل پر افسوس ظاہر کرنے میں مبالغہ کے طور پر تھی یا ان کی مراد یہ تھی اگر میں نے حالت کفر میں یہ کام کیا ہوتا پھر اسلام لاتا تو مجھ پر کوئی مواخذہ نہ ہوتا اس لئے کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

۲۱۵۸ عن یزید بن ابی عبید قال سمعت سلمۃ بن الاکوع

حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے نبی صلی اللہ

یقول غزوت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبع غزوات

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ کر سات غزوے کئے اور جو سریے بھیجتے تھے

عہ ثانی الدیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص ۱۰۱۵، مسلم ایمان، ابوداؤد، جہاد، نسائی سیر

وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ۔

ان میں سے صرف نو میں شریک ہوا کبھی ہم پر ابو بکر امیر ہوتے اور کبھی اسامہ۔

تشریحات ۲۱۵۸ یہ سات غزوات یہ تھے۔ حدیبیہ، غزوۂ قرد، خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، غزوۂ تبوک، بعض روایتوں میں نو آیا ہے یہ اس بنا پر ہے کہ خیبر کے بعد متصل ہی غزوۂ وادی القریٰ ہوا تھا اسے الگ شمار کیا اور عمرۃ القضاء کو غزوہ شمار کیا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ بِهِ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ص ۶۱۲

غزوۂ فتح کا بیان اور وہ جو حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو لکھا تھا انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حملے کی خبر دیتے ہوئے۔

تشریحات حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کو جو خبر دی تھی اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے، اس خط میں انھوں نے یہ لکھا تھا۔ اے گروہ قریش! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے پاس ریت کے مثل لشکر کے ساتھ جا رہے ہیں جو سیلاب کے مثل رواں ہے، بخدا اگر وہ اکیلے ہی تمہارے پاس پہونچ جائیں تو اللہ ان کی مدد فرمائے گا اور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا، اپنے لئے سوچو! والسلام۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ ص ۶۱۲ غزوۂ فتح رمضان میں ہوا تھا۔

۲۱۵۹ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح رمضان میں کیا تھا۔

تشریحات ۲۱۵۹ مکہ معظمہ پر حملے کے اسباب پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے ارادے سے بدھ کے دن دس رمضان ۸ھ کو نکلے تھے، مدینہ طیبہ پر حضرت ابو رہم غفاری کو اپنا نائب بنایا تھا۔

۲۱۶۰ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ إِلَى حُنَيْنٍ وَالنَّاسُ

علیہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف چلے ہمراہی مختلف حالت میں تھے کچھ روزے سے

مُخْتَلِفُونَ فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهِ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ

تھے کچھ بغیر روزے کے حضور جب اپنی سواری پر سیدھے بیٹھ گئے تو ایک برتن دودھ

أَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلٰى رَاحَتِهِ أَوْ عَلٰى رَاحِلَتِهِ ثُمَّ نَظَرَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُفْطِرُونَ

یا پانی کا منگایا اس کو اپنی ہتھیلی یا اپنے کجاوے پر رکھا پھر لوگوں پر نظر ڈالی، اب

لِلصُّوَّمِ أَفْطِرُوا وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ إِلٰى أَنْ قَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

روزہ نہ رکھنے والوں نے روزے داروں سے کہا کہ روزہ توڑ دو! ۔ اور دوسری روایت میں ابن عباس

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ۔

ہی سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے سال نکلے ۔

تشریحات ۲۱۶۰ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ غزوۂ حنین شوال میں ہوا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسط رمضان میں مکہ معظمہ پہونچے تھے اور وہاں انیس ۱۹ دن قیام فرمایا تھا اس کے بعد حنین کی طرف تشریف لے گئے تھے ۔ اس کا جواب محب طبری نے یہ دیا کہ خروج سے مراد ارادۂ خروج ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

غالباً امام بخاری اس اشکال کے رفع کے لئے بطریق عبد الرزاق والی روایت ذکر کیا ہے جس میں حنین کا ذکر نہیں، بلکہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان کے مہینے میں نکلے اور روزہ رکھا، یہاں تک کہ راستے میں ایک تالاب پر پہونچے تو پانی یا دودھ منگایا غالباً امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ کسی راوی نے سہواً حنین کہہ دیا ۔

باب أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ص ۶۱۳ — یوم فتح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں جھنڈا گاڑا تھا ۔

۲۱۶۱ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ ابْنُ حَرْبٍ

عام الفتح چلے تو یہ خبر قریش تک پہونچی ابو سفیان بن حرب حکیم بن حزام

وَحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور بدیل بن ورقاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر معلوم کرنے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ

کے لئے نکلے وہ چلتے چلتے مرّ الظہران تک پہونچے تو انھوں نے بکثرت

فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ مَا هٰذِهٖ

آگ دیکھی گویا وہ عرفہ کی آگ ہے ابو سفیان نے پوچھا یہ کیا ہے ؟

لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو

بلاشبہ یہ عرفہ کی آگ کے مثل ہے، بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو کی آگ

فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ

ہے۔ ابو سفیان نے کہا بنی عمرو اس سے کم ہیں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ

علیہ وسلم کے پہرے داروں میں سے کچھ حضرات نے ان کو دیکھ لیا تو ان کو جالیا پس

فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ

پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ابو سفیان مسلمان ہو گئے

فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ احْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ حَتّٰى

جب حضور کے کوچ کا وقت آیا تو حضرت عباس سے فرمایا کہ ابو سفیان کو سواروں کے بھیڑ

يَنْظُرَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ

کی جگہ روکے رکھو تاکہ مسلمانوں کو دیکھے حضرت عباس نے ایسا ہی کیا اب ایک ایک قبیلے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيْبَةً كَتِيْبَةً عَلٰى اَبِيْ سُفْيَانَ فَمَرَّتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گذرنے لگے ایک ایک لشکر ابو سفیان پر گذرتا

كَتِيْبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ هٰذِهٖ غِفَارُ قَالَ مَا لِيْ وَلِغِفَارَ

ایک لشکر گذرا تو ابو سفیان نے حضرت عباس سے پوچھا یہ لوگ کون ہیں ؟ انھوں نے

ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ

بتایا یہ غفار ہیں تو انھوں نے کہا مجھے غفار سے کیا کام پھر جہینہ گذرے تو وہی کہا پھر سعد بن

مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ

ہزیم گذرے تو وہی کہا پھر سلیم گذرے تو وہی کہا یہاں تک کہ ایک بڑا لشکر گذرا

لَمْ يُرَ مِثْلُهَا قَالَ مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ

جس کے مثل دیکھا نہیں گیا تھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس نے بتایا یہ انصار ہیں

بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا أَبَا سُفْيَانَ۔

ان کے امیر حضرت سعد بن عبادہ تھے ان کے پاس جھنڈا تھا ابو سفیان کو دیکھ کر حضرت سعد بن

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ۔ اَلْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ۔ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ

عبادہ نے کہا اے ابوسفیان۔ آج لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ میں لڑائی حلال ہوگی۔ ابوسفیان نے

يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ

کہا اے عباس مبارک ہو ہلاکت کا دن۔ پھر ایک لشکر سامنے آیا جو سب سے چھوٹا تھا جن

فِيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص صحابہ تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ

کا جھنڈا زبیر بن عوام کے ساتھ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ أَلَمْ تَعْلَمْ مَا

کے قریب سے گذرے تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور کو معلوم نہیں سعد بن

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ

عبادہ نے کیا کہا؟ فرمایا کیا کہا؟ انھوں نے بتایا یہ کہا ہے فرمایا سعد

سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ

بن عبادہ نے غلط کہا آج کعبہ کی تعظیم کی جائے گی آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا اور رسول اللہ

الْكَعْبَةُ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُرْكَزَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا جھنڈا حجون میں گاڑا جائے۔

رَايَتَهُ بِالْحَجُوْنِ ۔

تشریحات ۲۱۶۱ مر الظہران مکہ معظمہ کے قریب تیرہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار مجاہدین تھے یہاں پہونچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آج رات کو جتنی زیادہ ہو سکے آگ جلاؤ انھیں کو دیکھ حضرت ابو سفیان نے وہ کہا تھا حاجی لوگ مزدلفہ میں اپنے اپنے پڑاؤ پر کھانا وغیرہ پکانے کے لئے آگ جلایا کرتے تھے جو کثیر تعداد میں ہوتی تھی اتنا بڑا اجتماع عرب میں کہیں نہیں ہوتا تھا حضرت ابو سفیان کا مقصد یہ تھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں ۔

بنی عمرو سے مراد بنی خزاعہ ہیں جن کا فرد عمرو بن لحی تھا اس دن پہرے پر انصار کرام تھے جن کے امیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔

حطم الخیل ۔ حطم کے معنی منقطع ہونے اور کاٹنے کے ہیں مطلب یہ تھا کہ کسی ایسی جگہ ان کو کھڑا کرو جہاں راستہ تنگ ہو کہ چلتے چلتے سلسلہ منقطع ہو جاتا ہو جس کی وجہ سے بھیڑ ہو جاتی ہو ۔ ایک روایت خطم الجبل کی بھی ہے جس کا ترجمہ پہاڑ کی ناک یعنی جہاں پہاڑ کا حصہ باہر ابھرا ہوا ہو کوئی مخصوص جگہ رہی ہوگی جہاں راستہ تنگ ہوگا جس کی وجہ سے وہاں اژدحام ہو جاتا رہا ہوگا ۔

حجون ۔ یہ مکہ معظمہ کے مضافات میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں قبرستان ہے اب یہ جنت المعلیٰ کے ساتھ مشہور ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کہا ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جھنڈا ان سے لیکر ان کے صاحبزادے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا جائے ۔

حدیث ۲۱۶۲ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى

وسلم کو فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سورہ فتح پڑھتے ہوئے دیکھا جسمیں ترجیع فرماتے انھوں نے کہا اگر

نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِيْ

اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو جائیں گے تو میں ترجیع کرتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی ۔

لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ عه

عه ثانی تفسیر سورۂ فتح باب انا فتحنا لک ص ۷۱۶ فضائل قرآن باب القراءۃ علی الدابۃ ص ۷۵۰ وباب الترجیع ص ۷۵۵ التوحید باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایۃ عن ربہ ص ۱۱۲۵ مسلم، ابوداؤد قرات ترمذی شمائل، نسائی فضائل القرآن

تشریحات ترجیع ۔ کے معنی لوٹانے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے اس کی رفتار سے جسم اقدس میں حرکت ہوتی جس سے آوازیں کھینچاؤ پیدا ہوتا اسی کو ترجیع سے تعبیر کیا۔ کتاب التوحید میں یہ ہے کہ راوی حدیث شعبہ نے معاویہ بن قرہ سے پوچھا کہ یہ ترجیع کیسے تھی تو انہوں نے پڑھ کر بتایا آ آ آ تین بار ۔ ۲۱۶۲

باب مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فتح مکہ کے دن قیامگاہ ۔ ص ۶۱۴

گذر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعب ابی طالب خیف بنی کنانہ میں یعنی محصّب میں قیام فرمایا تھا اور غسل کرنے کے لئے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے تھے ۔

باب ص ۶۱۵

حدیث ۲۱۶۳ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ عه

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر نے خبر دی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کے سال ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا تھا ۔

تشریحات ۲۱۶۳ حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ کو فتح مکہ کے موقعہ پر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ یہ اور ان کے والد ثعلبہ دونوں صحابی ہیں۔ کتاب الدعوات میں یہ زائد ہے کہ انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے ۔

حدیث ۲۱۶۴ عَنْ سُنَيْنٍ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَزَعَمَ أَبُو جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ ۔

امام زہری نے کہا کہ ہمیں سنین ابو جمیلہ نے خبر دی اور ہم ابن مسیب کے ساتھ تھے اور ابو جمیلہ نے گمان کیا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور حضور کے ساتھ فتح مکہ میں شریک تھے ۔

عه الدعوات باب الدعاء للصبیان للبرکۃ ص ۹۴۰

تشریحات جمہور اصولیین نے یہ کہا کہ جب کوئی عادل شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو یہ کہے کہ میں صحابی ہوں اس کو مان لیا جائے گا۔

۲۱۶۵ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلُهُ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرِّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ أَوْحَى إِلَيْهِ أَوْ أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا وَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ فَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُونِي

حدیث ایوب نے کہا کہ مجھ سے ابو قلابہ نے کہا تم کیوں نہیں عمرو بن سلمہ سے ملاقات کرکے پوچھ لیتے ابو قلابہ نے کہا کہ میں عمرو بن سلمہ سے ملا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا ہم ایک ایسے پانی پر تھے جو لوگوں کی گذرگاہ تھا جہاں سوار آیا کرتے تھے ہم ان سے پوچھتے لوگوں کا کیا حال ہے لوگوں کا کیا حال ہے یہ صاحب کون ہیں تو بتاتے کہ وہ کہتے ہیں اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان کی جانب وحی کی ہے اللہ نے یہ وحی کی ہے۔ میں اس کلام کو یاد کر لیتا اور اپنے جی میں پڑھتا رہتا۔ اہل عرب اسلام قبول کرنے میں فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے کہتے تھے ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو اگر وہ اپنی قوم پر غالب آگئے تو سچے نبی ہیں پس جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام کی طرف سبقت کیا تو میرے والد نے اپنی قوم پر اسلام لانے میں سبقت کی جب وہ حضور کے پاس سے واپس ہوئے تو کہا میں تمہارے پاس بخدا نبی برحق کے پاس سے آیا ہوں انھوں نے فرمایا ہے یہ نماز پڑھو فلاں وقت۔ اور یہ نماز پڑھو فلاں وقت جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور تم میں سے جس کو زیادہ قرآن یاد ہو امامت کرے انھوں نے جائزہ لیا تو مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا کوئی نہ تھا کیوں کہ میں سواروں سے سیکھا

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ

کرتا تھا تو لوگوں نے مجھے آگے کیا اور میں چھ یا سات سال کا تھا اور میرے پاس ایک کمبل تھا

إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْحَيِّ أَلَا تُغَطُّونَ عَنَّا

جب میں سجدہ کرتا تو سرک جاتا اس پر قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم لوگ ہماری نظروں سے اپنے

اِسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي

قاری کی سرین کو کیوں نہیں چھپاتے تو لوگوں نے کپڑا خریدا اور میرے لئے کرتا بنادیا اس کرتے پر

بِذَالِكَ الْقَمِيصِ۔

میں جتنا خوش ہوا کسی چیز پر خوش نہیں ہوا۔

تشریحات ۴۲۶۵ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ کی امامت درست ہے لیکن یہ ابتدا اسلام کی بات ہے اور ان لوگوں نے عمرو بن سلمہ کو امام بنایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی تھی اپنے طور پر بنالیا تھا ابھی یہ لوگ بالکل نئے نئے مسلمان ہوئے تھے احکام شرع سے واقف نہ تھے اس لئے حجت نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نابالغ کسی نماز میں بالغ کا امام نہیں ہوسکتا۔

حدیث ۲۱۶۶ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ

کے زمانے میں غزوۂ فتح کے موقعہ پر چوری کی جس پر اس کی قوم گھبرا گئی اور حضرت

بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ

اسامہ بن زید کے پاس آئی کہ وہ سفارش کردیں اسامہ نے اس بارے میں جب حضور سے

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِّنْ

بات کی تو حضور کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا تم اللہ کے حدود میں مجھ سے بات

حُدُودِ اللّٰهِ؟ قَالَ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ

کرتے ہو؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ دن کے

قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا

آخیر حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اللہ کی شان کے لائق

هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا
اس کی ثنا کی پھر فرمایا بعد ثنا کے سنو! تم سے پہلے والوں کو اسی چیز نے ہلاک کر دیا کہ
إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا
جب اس میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی درجے
عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ
کا آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے
سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ
وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے بعد اس نے اچھی توبہ کی
وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا
اور شادی کی۔ ام المؤمنین نے فرمایا اس کے بعد وہ میرے پاس حاضر ہوتی۔ میں اس کی
إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
حاجت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی۔

تشریحات ۲۶۶ یہ حدیث بالاختصار کتاب الشہادات میں گذر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام مذکور ہے اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا۔ یہ بنی مخزوم کی تھی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ (إِلَى قَوْلِهِ) ..... غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ ص ۶۱۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے حنین کے دن تو تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہوتے ہوئے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری۔ توبہ (آیت ۲۶-۲۵)

تشریحات مکہ فتح ہونے کے بعد یہ اطلاع ملی کہ ہوازن فوج جمع کر رہے ہیں تاکہ حضور سے لڑیں اور بڑے زور و شور کے ساتھ نکلے ہیں اپنی عورتوں بچوں اور مویشیوں اور کل مال و متاع کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے نکلے، طائف اور مکہ معظمہ کے درمیان حنین نامی نالے میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا

صبح کو بھور میں اسلامی لشکر حنین کی وادی میں گذرا ہوازن نے اپنے تیر اندازوں کو گھات میں بیٹھا دیا تھا مجاہدین کے نالے میں اترتے ہی تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور تلواریں برسنے لگیں۔ اس غیر متوقع حملے سے گھبرا کر عام مسلمان پیچھے پلٹ گئے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سو جانبازوں کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھتے تھے۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ اور اپنی سواری کو آگے بڑھانے کی کوشش فرما رہے تھے حضرت عباس حضرت سفیان بن حارث بن عبد المطلب سواری کی لگام پکڑے ہوئے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے حضرت عباس کی آواز بلند تھی ان سے فرمایا اصحاب شجرہ، اصحاب سورہ بقرہ کو پکارو حضرت عباس نے پکارا۔ اس پر لبیک لبیک کہتے ہوئے صحابۂ کرام رکاب اقدس کے گرد جمع ہو گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر کافروں پر پھینکی جو ہر ہر فرد کی آنکھ اور منھ میں بھر گئی پھر صحابۂ کرام نے حملہ کیا ایک ہی حملہ میں دشمن اپنی آل اولاد مویشی مال و متاع چھوڑ کر بھاگے۔ ابتدا میں بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب ہم تعداد میں تھوڑے تھے تو ہم ہمیشہ غالب رہے آج تو ہماری تعداد اتنی بڑی ہے آج ہمیں کون شکست دے سکتا ہے یہ بات اللہ عزوجل کو پسند نہ آئی بطور عتاب ابتدا میں شکست ہوئی پھر اللہ کی مدد آئی اور فتح حاصل ہوئی اس سے مقصود یہ تھا کہ فتح کثرت و قلت پر نہیں اللہ کی مدد پر ہے۔

۲۱۶۷ حدیث

أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ رَأَيْتُ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

اسمٰعیل نے کہا میں نے عبد اللہ ابن ابی اوفی کے ہاتھ میں زخم کا نشان دیکھا انھوں نے کہا یہ گھاؤ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یوم حنین لگا تھا میں نے پوچھا آپ حنین میں شریک ہوئے تھے انھوں نے کہا اس کے پہلے ہی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔

تشریحات ۲۱۶۷ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں حنین کے پہلے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتا تھا سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے تھے وہ خندق ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ صفحہ ۶۱۹ غزوۂ اوطاس کا بیان

توضیح غزوۂ حنین میں شکست کھانے کے بعد ہوازن تین طرف بھاگے کچھ طائف بھاگے اور کچھ نخلہ بھاگے اور ایک گروہ اوطاس بھاگا۔ یہ حنین ہی میں ایک وادی کا نام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ابو عامر اشعری کو امیر بنا کر اوطاس کی جانب بھیجا۔ ان کا سردار درید بن صمہ تھا درید مارا گیا اور پورے ہوازن بھاگ گئے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث اس کے ضمن میں ذکر کی ہے اس کے مختلف ٹکڑے گذر چکے ہیں ہم پھر اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں تاکہ پورا مضمون ذہن میں آجائے۔

۲۱۶۵ عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰی جَیْشٍ اِلٰی اَوْطَاسٍ فَلَقِیَ دُرَیْدُ بْنُ الصِّمَّۃِ فَقُتِلَ دُرَیْدٌ وَھَزَمَ اللّٰہُ اَصْحَابَہٗ قَالَ اَبُوْ مُوْسیٰ وَبَعَثَنِیْ مَعَ اَبِیْ عَامِرٍ فَرُمِیَ اَبُوْ عَامِرٍ فِیْ رُکْبَتِہٖ رَمَاہُ جُشَمِیٌّ بِسَہْمٍ فَاَثْبَتَہٗ فِیْ رُکْبَتِہٖ فَانْتَہَیْتُ اِلَیْہِ فَقُلْتُ یَا عَمِّ مَنْ رَمَاکَ فَاَشَارَ اِلٰی اَبِیْ مُوْسیٰ فَقَالَ ذَاکَ قَاتِلِی الَّذِیْ رَمَانِیْ فَقَصَدْتُّ لَہٗ فَلَحِقْتُہٗ فَلَمَّا رَاٰنِیْ وَلّٰی فَاتَّبَعْتُہٗ وَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَہٗ اَلَا تَسْتَحْیِیْ اَلَا تَثْبُتُ فَکَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَیْنِ بِالسَّیْفِ فَقَتَلْتُہٗ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِیْ عَامِرٍ قَتَلَ اللّٰہُ صَاحِبَکَ قَالَ فَانْزِعْ ھٰذَا السَّہْمَ فَنَزَعْتُہٗ فَنَزَا مِنْہُ الْمَاءُ قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ اَقْرِئِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہو گئے۔ تو ابو عامر کو ایک لشکر کا سردار بنا کر اوطاس کی جانب بھیجا۔ ان کی مڈبھیڑ درید بن صمہ سے ہوئی۔ درید مار ڈالا گیا۔ اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ مجھے حضور نے ابو عامر کے ساتھ بھیجا۔ ابو عامر کے گھٹنے میں تیر مارا گیا۔ ایک جشمی نے تیر چلایا تھا جسے ان کے گھٹنے میں جما دیا۔ میں ابو عامر کے پاس گیا۔ اور ان سے پوچھا اے چچا کس نے آپ کو تیر مارا ہے تو انھوں نے تیر چلانے والے کی جانب اشارہ کر کے بتایا تو میں اس کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہونچ گیا۔ جب اس نے مجھ کو دیکھا۔ تو بھاگا میں نے اس کا پیچھا کیا۔ اور میں اس سے کہتا جاتا۔ شرم نہیں کرتا۔ ٹھہرتا نہیں۔ وہ رک گیا تو ہم میں تلوار کا دوبارہ تبادلہ ہوا۔ میں نے اس کو قتل کر دیا پھر میں نے ابو عامر سے کہا کہ اللہ نے تمہارے قاتل کو قتل کر دیا۔ انھوں نے کہا اس تیر کو نکالو۔ میں نے نکالا تو زخم سے پانی بہا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا اے بھتیجے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

السلام وقل له استغفر لي واستخلفني ابو عامر على الناس

سے سلام کہنا اور عرض کرنا میرے لئے استغفار فرمائیں ۔ اور ابو عامر نے لوگوں پر مجھے اپنا جانشین بنایا۔ پھر تھوڑی

فمكث يسيرا ثم مات فرجعت فدخلت على النبي صلى الله تعالى

دیر کے بعد انتقال کر گئے۔ غزوے سے لوٹنے کے بعد میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور حضور

عليه وسلم في بيته على سرير مرمل وعليه فراش قد اثر رمال

اپنے گھر میں کھجور کی چھال کے بان سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے تھے جس پر بچھونا تھا۔ چارپائی کے بان کے نشانات حضور

السرير بظهره وجنبيه فاخبرته بخبرنا وخبر ابي عامر وقال

کی پیٹھ اور پہلوؤں پر پڑے ہوئے تھے میں نے حضور کو اپنی اور ابو عامر کی خبر سنائی اور بتایا کہ ابو عامر نے یہ درخواست

قل له استغفر لي فدعا بماء فتوضأ ثم رفع يديه فقال اللهم

پیش کی ہے کہ حضور میرے لئے دعائے استغفار فرمائیں تو حضور نے پانی منگایا اور وضو کیا پھر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا

اغفر لعبيد ابي عامر ورايت بياض ابطيه ثم قال اللهم اجعله

اور دعا کی اے اللہ عبید اور ابو عامر کو بخش دے۔ میں نے حضور کے بغل کی سفیدی دیکھی پھر فرمایا اے اللہ اس کو قیامت

يوم القيمة فوق كثير من خلقك ومن الناس فقلت ولي فاستغفر

کے دن اپنی بہت سی مخلوق کے اوپر کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا اور حضور میرے لئے بھی استغفار فرمائیں تو دعا فرمائی

فقال اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيمة

اے اللہ عبد اللہ بن قیس کے گناہ کو بخش دے اور انھیں قیامت کے دن شاندار جگہ عطا فرما۔ راوی حدیث

مدخلا كريما۔ قال ابو بردة احدهما لابي عامر والاخرى

ابو بردہ نے کہا۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا ابو عامر کے لئے تھی اور

لابي موسى عہ

دوسری ابو موسیٰ کے لئے۔

تشریحات ۲۱۴۸

اس حدیث کے کچھ اجزا کتاب الجہاد میں گذر چکے ہیں۔ وہیں غزوۂ اوطاس کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

ابو عامر کا نام عبید بن سلیم بن حضار اشعری تھا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا تھے۔ کسی زخم سے بچائے

عہ دعوات باب الوضوء عند الدعاء ص ۹۴۴ مسلم فضائل ۔

خون کے پانی ٹپکنا اس کی دلیل ہے کہ جسم میں خون نہیں رہا۔ اور یہ قرب موت کی علامت ہے۔ اس لئے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اپنا جانشین بنایا اور وہ وصیت کی۔
روایت میں ہے وعلیہ فراش۔ لیکن شیخ ابو الحسن نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہاں ماعلیہ فراش ہو۔ یعنی چارپائی پر بچھونا نہیں تھا۔ پشت مبارک اور پہلوئے اقدس پر بان کے نشان اس کی دلیل ہیں کہ کوئی بستر نہیں تھا۔
اقول وھو المستعان۔ یہ ضروری نہیں ہو سکتا کہ چارپائی پر ہلکی چادر رہی ہو جس کے ہوتے ہوئے بان کے نشانات جسم اقدس پر پڑ گئے تھے۔ اور اگر شیخ ابو الحسن کی تصحیح مان لی جائے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بستر نہیں تھا۔ یہ اس وقت کی خصوصیت تھی کہ بغیر بستر ہی کے چارپائی پر آرام فرمایا۔

باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان — غزوۂ طائف ۸ھ کے شوال میں ہوا تھا۔
قالہ موسی بن عقبۃ — ص ۶۱۹

۲۱۶۹ عن زینب ابنۃ ابی سلمۃ عن امھا ام سلمۃ دخل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندی مخنث فسمعتہ یقول لعبد اللہ بن ابی امیۃ یا عبد اللہ ارأیت ان فتح اللہ علیکم الطائف غدا فعلیک بابنۃ غیلان فانھا تقبل باربع وتدبر بثمان وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یدخلن ھؤلاء علیکم قال ابن عیینۃ وقال ابن جریج المخنث ھیت۔ عہ

حدیث ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا میں نے اس کو سنا کہ کہہ رہا تھا عبد اللہ بن ابو امیہ سے۔ اے عبد اللہ! دیکھو اگر اللہ کل طائف فتح کر دے گا تو میں تمہیں بنت غیلان کا پتہ بتاؤں گا جو سامنے آتی ہے چار بلٹوں کے ساتھ اور پیچھے جاتی ہے آٹھ بلٹوں کے ساتھ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ تم پر ہرگز داخل نہ ہوں۔ ابن عیینہ نے کہا، ابن جریج نے کہا اس مخنث کا نام ہیت تھا۔

عہ ثانی نکاح باب ما ینھی من دخول المتشبھین بالنساء علی المرأۃ ص ۷۸۸، کتاب اللباس باب اخراجھم ص ۸۷۴ مسلم استیذان، نسائی عشرۃ النساء، ابن ماجہ نکاح حدود۔

تشریحات ۲۱۶۹ عبد اللہ بن ابو امیہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے، اس مخنث کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ سے جلاوطن کر کے حمی بھیج دیا تھا، اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ یہ بات اس مخنث نے اس وقت کہی تھی جب طائف کا محاصرہ ہوا تھا

حدیث ۲۱۷۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَاصَرَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو کوئی کامیابی نہیں ہوئی فرمایا انشاء اللہ

شَيْئًا قَالَ إِنَّا قَافِلُوْنَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا

ہم اب لوٹ جائیں گے، تو یہ بات لوگوں پر گراں گذری اس پر لوگوں نے

نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً نَقْفُلُ فَقَالَ اُغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ

کہا ہم اس کو فتح کئے بغیر واپس لوٹ جائیں اور کبھی کہتے لوٹ جائیں۔ فرمایا

جِرَاحٌ فَقَالَ إِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَأَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ

صبح کو لڑائی پر جاؤ لوگ گئے اور انھیں کافی زخم پہونچا، اس پر حضور نے فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ

ہم کل انشاء اللہ تعالیٰ لوٹ جائیں گے اب یہ بات لوگوں کو پسند آئی، اس پر

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلَّهُ بِالْخَبَرِ ع۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے۔

تشریحات ۲۱۷۰ غزوۂ اوطاس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا، چونکہ طائف پہاڑ کی بلندی پر تھا اور اس کے گرد مضبوط دیوار تھی اور طائف والوں نے سامان رسد وغیرہ کافی جمع کر لیا تھا اس لئے محاصرہ بہت طویل ہو گیا، بعض روایتوں میں آیا کہ چالیس دن تک محاصرہ رہا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھانے کی بات کہی تھی جو جوشیلے حضرات کو پسند نہیں آئی۔ لیکن بالآخر جب دوسرے دن ان کو نقصان پہونچا تو سب کی سمجھ میں آگیا کہ مناسب

ع۵ ثانی ادب باب التبسم والضحک ص ۸۹۹ ـ توحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۴ مسلم مغازی، نسائی سیر۔

یہی ہے کہ محاصرہ اٹھالیا جائے اس کی پوری تفصیل گذرچکی ہے۔ اس حدیث کی روایت میں سفیان بن عیینہ سے دوجگہ شک مروی ہے، ایک توکبھی وہ روایت کرتے کہ لوگوں نے یہ کہا نذھب ولا نفتحہ اور کبھی کہتے نققفل اسی طرح کبھی روایت کرتے فضحک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کبھی فتبسم۔

سفیان بن عیینہ کی حدیث معنعن کے قبول ورد میں محدثین کو کلام ہے اس لئے امام بخاری نے قال الحمیدی سے یہ بتایا کہ سفیان نے پوری حدیث صیغۂ خبر کے ساتھ روایت کی ہے، یعنی معنعن روایت نہیں کی ہے۔

۲۱۷۱ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ رَمٰى

حدیث ابو عثمان نے کہا میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا اور یہ وہ

بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِيْ

پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ابو بکرہ سے سنا جو طائف کے قلعہ کی دیوار

اُنَاسٍ فَجَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ

پر چڑھ کر کچھ لوگوں کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ

ان دونوں نے کہا ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو اپنے باپ

يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔ قَالَ هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ

کے علاوہ کسی اور کی طرف نسب کا دعویٰ کرے اور وہ جان رہا ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔

عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ اَوْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَ

ہشام نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی عاصم سے روایت کرتے ہوئے اور وہ ابو العالیہ یا ابو عثمان نہدی

اَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ

سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کہ میں نے سعد اور ابو بکرہ سے سنا وہ دونوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ اَجَلْ۔ اَمَّا

سے روایت کرتے ہیں عاصم نے کہا کہ میں نے کہا آپ کے سامنے دو صاحبوں نے گواہی دی یہ دونوں کافی

اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ

ہیں؟ کہا ہاں! ان میں سے ایک وہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا دوسرے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ

وہ ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تیئیسویں صاحب ہیں جو طائف سے اترے تھے۔

الطَّائِفِ ؏

تشریحات ۲۱۷۱

اللہ کی راہ میں سب سے پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلایا تھا اور یہ غزوۂ ابوار میں ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب طائف کا محاصرہ فرمایا تو حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلعے کی دیوار پر چڑھ کر چرخی باندھ کر رسی کے ذریعہ باہر اتر گئے تھے انھیں دیکھکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ھٰذَا ابُوبَکْرَۃَ،، یہ چرخی والا ہے، بکرہ کے معنی چرخی کے ہیں۔ ان کا نام نفیع ہے لیکن یہ کنیت نام پر غالب آئی۔ تیئیس غلام کسی نہ کسی طرح طائف کے قلعے سے نکل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھے ان کے حالات تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں۔

حدیث ۲۱۷۲

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

کی خدمت میں حاضر تھا اور حضور مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ میں مقیم تھے اور

وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ

حضور کے ساتھ بلال بھی تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آئے

أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي فَقَالَ لَهُ أَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ

اور انھوں نے کہا آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا کیا اسے پورا نہیں کریں گے؟ تو حضور

مِنْ أَبْشِرْ فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ رَدَّ

نے اس سے فرمایا تجھے بشارت ہو اس پر انھوں نے کہا، بشارت ہو بہت کہہ چکے اب حضور نے

الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ

ابو موسیٰ اور بلال کی طرف رخ فرمایا جیسے غضبناک ہوں اور فرمایا اس نے بشارت رد کردی اب

يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى

تم دونوں قبول کرو ان دونوں نے عرض کیا ہم نے قبول کیا پھر ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا

؏ ثانی فرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ ص

وَجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ

اس نے اپنے ہاتھ اور چہرے کو اسمیں دھویا اور کلی کی پھر فرمایا تم دونوں اس میں سے کچھ پی لو اور اپنے چہروں اور

سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ

سینوں پر ڈال لو اور تمہیں بشارت ہو ان دونوں نے پیالہ لیا، اور حکم کی تعمیل کی، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

طَائِفَةً۔

نے پردے کے پیچھے سے آواز دی کہ اپنی ماں کے لئے بھی بچا لینا تو ان دونوں نے اسمیں سے کچھ بچا لیا۔

حدیث ۲۱۷۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى

عبد اللہ بن زید بن عاصم نے کہا جب اللہ نے اپنے رسول کو یوم حنین

رَسُوْلِهٖ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ

مال غنیمت عطا فرمایا تو اسے مؤلفۃ القلوب میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو کچھ

الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ

نہیں دیا، اس پر انصار کو غم ہوا کہ انھیں وہ نہیں ملا جو لوگوں کو ملا اس پر رسول اللہ

أَوْ كَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے گروہ انصار۔ کیا میں نے

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَكُنْتُمْ

تم کو گمراہ نہیں پایا تھا تو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی کیا تم لوگ

مُتَفَرِّقِيْنَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ كُلَّمَا قَالَ

جدا جدا نہیں تھے؟ تو اللہ نے تم کو میری وجہ سے اکٹھا کیا، کیا تم لوگ تنگدست

شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمَنُّ قَالَ: مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيْبُوْا رَسُوْلَ

نہیں تھے؟ تو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو مالدار کیا حضور جو بھی فرماتے انصار

اللّٰهِ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ

عرض کرتے، اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ہیں فرمایا تم کو

جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَ

رسول اللہ کو جواب دینے سے کیا چیز روک رہی ہے حضور کچھ بھی فرماتے انصار عرض کرتے اللہ اور

اَلْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ اِلٰى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ اِمْرَأً

اس کے رسول زیادہ احسان فرمانے والے ہیں فرمایا اگر تم چاہو تو کہو آپ ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے کیا

مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ

تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ لوگ بکری اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے گھر لیجاؤ، اگر ہجرت

وَشِعْبَهَا۔ اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اُثْرَةً

نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا،

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ ع

انصار شعار ہیں اور لوگ دثار تم لوگ اپنے ساتھ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے اسوقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملنا۔

تشریحات اس مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی گذر چکی ہے اور اس کے بعد بھی کئی طریقے سے مروی ہے۔ اس کے بعض طرق میں یہ زائد ہے کہ یوم حنین ہوازن، غطفان وغیرہ اپنے مویشیوں اور آل اولاد کے ساتھ مقابلے پہ آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار تھے اور طلقاء تھے یہ سب لوگ حضور کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ تنہا رہ گئے حضور نے دو آوازیں دیں داہنی طرف منھ کر کے فرمایا۔ اے گروہ انصار! انھوں نے عرض کیا حاضر ہیں ہم یا رسول اللہ! ہم حضور کے سامنے ہیں۔ پھر بائیں طرف رخ کر کے پکارا اے گروہ انصار! لوگوں نے عرض کیا ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ! حضور خوش ہوں ہم حضور کے ساتھ ہیں حضور کے سامنے ہیں۔ اور حضور اپنے سفید خچر پر تھے اب اس سے اترے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد مشرکین شکست کھا گئے۔ اس دن بہت غنیمت ہاتھ آئی اسے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا اس پر انصار نے کہا جب سختی ہوتی ہے ہم بلائے جاتے ہیں اور غنیمت ہمارے غیروں کو دی جاتی ہے یہ خبر حضور کو پہونچی تو سب انصار کو ایک گول خیمے میں جمع کیا اور فرمایا اے گروہ انصار! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے جس پر انصار کرام چپ رہے اب حضور نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ کو ساتھ لے جاؤ جنھیں اپنے گھروں میں رکھو۔ انصار نے کہا ہاں ہم راضی ہیں۔

اس باب میں تمام روایتوں پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انصار کرام نے یہ دیکھ کر کہ نوازش و اکرام سے ہم اس وقت محروم ہیں دلگیر ہوئے انھوں نے یہ سمجھا کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں اب ہماری وہ وقعت نہ رہی یہ فطری بات ہے کہ محبوب کی نوازش دوسروں پر دیکھ کر اور خود کو محروم پاکر انسان دل شکستہ ہوتا ہے اس پر کچھ نو عمر انصار کرام نے چہ میگوئیاں کی تھیں۔

ع ثانی التمنی باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۲ مسلم زکوٰۃ

اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو کہو آپ ہمارے پاس ایسے آئے تھے ویسے آئے تھے مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس ہی سے یہ مروی ہے کہ فرمایا تم کیوں نہیں کہتے کہ آپ ڈرے ہوئے آئے تھے ہم نے آپ کو امن دیا، آپ کی قوم نے آپ کو نکال دیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی آپ کی قوم نے آپ کو چھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی مدد کی بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ تنگدست آئے تھے ہم نے آپ کی مدد کی۔ اس پر انصار کرام نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! بلکہ ہم پر اللہ و رسول کا احسان ہے۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلَى بَنِي جَذِيْمَةَ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجنا۔

صـ ۶۲۲

حدیث ۲۱۴۷

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلَى بَنِي جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا أَنْ يَقُوْلُوْا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيْرَهُ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيْرَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِيْ أَسِيْرَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ لَهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَبْرَأُ إِلَيْكَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا انھوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اچھی طرح اسلمنا نہیں کہہ سکتے تھے وہ لوگ "صبانا صبانا" کہنے لگے خالد انھیں قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی دیا یہاں تک کہ ایک دن خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے اس پر میں نے کہا کہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا یہاں تک کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے حضور سے واقعہ مذکورہ ذکر کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو اٹھایا اور فرمایا اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ

مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ عہ

ہیں برارت ظاہر کرتا ہوں۔ دو مرتبہ فرمایا۔

تشریحات ۲۱۷۴ فتح مکہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساڑھے تین سو مہاجرین وانصار کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کو بنی کنانہ کی شاخ بنی حذیمہ کی طرف بھیجا یہ مکہ کے نیچے یلملم کے اطراف میں رہتے تھے۔

صبأنا: اس کے معنی دین بدلنے کے ہیں اگر کوئی اسلام قبول کرتا تو قریش کہتے صَبَأَ یعنی اس نے اپنا دین بدل دیا صابی ہوگیا۔ اسی عرف کے مطابق حضرت ابن عمر نے ان کے صبانا صبانا کہنے سے یہ سمجھا کہ یہ واقعی مسلمان ہوگئے ہیں مگر چونکہ یہ لفظ اسلام قبول کرنے میں صریح نہیں تھا اس لئے حضرت خالد نے سمجھا کہ یہ اسلام قبول کرنے سے بہانہ بنا کر انکار کر رہے ہیں ان کو اسلمنا کہنے میں کیا دشواری تھی۔ اس لئے انھوں نے قتل کیا اور قید کیا مگر یہ ان کی خطا تھی اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برارت ظاہر کی۔ اور چونکہ حضرت خالد نے جو کچھ کیا تھا اور سمجھا تھا اس کا بھی ایک محمل تھا اس لئے قصاص واجب نہیں فرمایا۔

بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ يُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِ۔ ص ۶۲۲

عبد اللہ بن حذافہ سہمی اور علقمہ بن مجزز مدلجی کا سریہ اور اس کو سریۃ الانصار بھی کہا جاتا ہے۔

۲۱۷۵ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلَى؟ قَالَ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا فَجَمَعُوا

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور اس پر انصار میں سے ایک صاحب کو امیر بنایا اور شرکار کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ وہ کسی بات پر خفا ہو گئے اور کہا کیا تم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہاں دیا ہے۔ انھوں نے کہا تو میرے لئے لکڑی

عہ احکام: باب اذا قضی الحاکم بجور ط ۱۰۶۶۔ نسائی سیر، قضا۔

فَقَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَأَوْقَدُوهَا فَقَالَ ادْخُلُوهَا فَهَمُّوا وَجَعَلَ

جمع کرو لوگوں نے جمع کیا انھوں نے کہا اسے جلاؤ لوگوں نے اسے جلایا اب انھوں نے کہا

بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُولُونَ فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اس میں داخل ہو کچھ لوگوں نے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں نے انھیں پکڑ لیا اور کہنے لگے

وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ۔ فَمَا زَالُوا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ

ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ آگ سے بچنے ہی کے لئے لی ہے۔ یہی قصہ رہا یہاں تک کہ آگ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ

بجھ گئی اب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہونچی تو فرمایا اگر یہ لوگ اس میں داخل

الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ عہ۔

ہوتے تو اس سے قیامت تک نہ نکلتے۔ فرمانبرداری اچھے کام میں ہے۔

۲۱۷۵

تشریحات

ربیع الآخر ۹ھ میں تین سو افراد پر حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی کو امیر بنا کر حبشہ کی جانب بھیجا تھا۔ اس میں یہ قصہ پیش آیا تھا۔ یہ جو فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو گئے ہوتے تو قیامت تک نہ نکلتے یہ اس بنا پر تھا کہ یہ لوگ اس آگ میں داخل ہونے کو کار ثواب نہیں تو مباح سمجھ کر اپنے آپ کو جلاتے کیونکہ اپنے امیر کے حکم سے داخل ہوتے اور حضور نے خود اطاعت کا حکم دیا تھا ان کو گمان ہوتا کہ یہ کار ثواب ہے حالانکہ یہ خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے۔ آحاد کی روایت میں یہ زائد ہے "لا طاعة فى معصية الله" اللہ کی نافرمانی میں طاعت نہیں۔

باب بَعْثِ أَبِي مُوسٰى وَمُعَاذٍ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ ص ۶۲۲

حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ کو یمن کی جانب بھیجنا حجۃ الوداع سے پہلے۔

۲۱۷۶

حدیث

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابو بردہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ أَبَا مُوسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ بَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ

نے ابو موسیٰ و معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا ان میں سے ہر ایک کو ایک علاقہ پر بھیجا

عہ الاحکام۔ باب السمع والطاعۃ للامام ص ۱۰۵۸ کتاب اخبار الآحاد۔ باب ماجاء فی اجازۃ الخبر الواحد ص ۱۰۷۸ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد نسائی سیر۔

مِنْهُمَا عَلَى مِخْلَافٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا

اور یمن کے دو حصے تھے پھر فرمایا آسانی کرنا دشواری مت کرنا لوگوں کو خوشخبری دینا نفرت

وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ قَالَ وَكَانَ

مت دلانا ان میں سے ہر ایک اپنی عملداری میں گیا اور ان میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ كَانَ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ

میں دوسرے سے قریب رہتا تو ملاقات کرتا اور سلام کرتا، ایک دفعہ اپنے علاقے میں حضرت

بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ

معاذ اپنے ساتھی حضرت ابوموسیٰ کے علاقے کے قریب تھے اور اپنے خچر پر سوار

أَبِي مُوسَى فَجَاءَ يَسِيرُ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ

آئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہونچے وہ بیٹھے ہوئے تھے اور وہاں بہت سے لوگ

وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلَى

اکٹھا تھے اور ایک شخص تھا جس کے ہاتھ کو اکٹھا کر کے گردن پر باندھ دیا گیا تھا تو

عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هَذَا قَالَ هَذَا

معاذ نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد

رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ قَالَ لَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ إِنَّمَا جِيءَ بِهِ

کفر کیا ہے تو حضرت معاذ نے کہا میں نہیں اتروں گا جب تک کہ یہ قتل نہ کر لیا جائے۔ حضرت

لِذَلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ

ابوموسیٰ نے کہا کہ اسی لئے یہ لایا گیا ہے، اتر جاؤ تو حضرت معاذ نے کہا جب تک یہ قتل نہیں کیا

فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ

جائے گا میں نہیں اتروں گا تو انھوں نے حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا پھر اترے پھر حضرت معاذ نے پوچھا

فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ

اے عبداللہ تم قرآن کیسے پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ میں وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں تو انھوں نے پوچھا

قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللهُ لِي فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي

اے معاذ تم کیسے پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا میں شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر اٹھتا ہوں اور میں اپنی نیند کا ایک حصہ

كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي -

پورا کرلیتا ہوں، پھر پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے مقدر میں لکھا ہے تو میں اپنی نیند کو بھی ثواب میں شمار کرتا ہوں جیسا کہ قیام کو شمار کرتا ہوں۔

۲۱۷۷ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ وَمَا الْبِتْعُ؟ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی جانب بھیجا، انھوں نے حضور سے ان شرابوں کے بارے میں پوچھا جو وہاں بنائی جاتی تھیں، فرمایا کیا ہے وہ؟ انھوں نے کہا، بتع اور مزر، میں نے ابو بردہ سے پوچھا بتع کیا ہے؟ کہا شہد کی نبیذ اور مزر جو کی نبیذ، فرمایا ہر نشہ آور حرام ہے۔

تشریحات ۲۱۷۷ یہ دونوں حدیثیں حقیقت میں ایک ہی ہیں جیسا کہ اس کے بعد والی روایت سے یہ ظاہر ہے۔ مخلاف کے معنی حصہ کے ہیں جس کو صوبے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

یمن کے بالائی حصے عدن کی سمت کا حاکم حضرت معاذ کو بنایا تھا اور نشیبی علاقہ حضرت ابو موسیٰ کو سپرد کیا تھا۔ بعد والی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ میں کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پڑھتا ہوں اور بیٹھنے کی حالت میں بھی اور اپنی سواری پر بھی۔ اور وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں اسی میں یہ بھی ہے کہ جو شخص مرتد ہوا تھا یہ پہلے یہودی تھا۔

۲۱۷۸ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ أَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ۔

حدیث: عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ جب یمن آئے تو انھوں نے انھیں صبح کی نماز پڑھائی جس میں یہ آیت تلاوت کی۔ اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا۔ ابراہیم کی والدہ کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔

بَابُ بَعْثِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ اِلَی الْیَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ صـ۲۲۳
حضرت علی بن ابی طالب اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن بھیجا۔

۲۱۷۹ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِیًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهٗ فَقَالَ مُرْ اَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اَنْ یُّعَقِّبَ مَعَكَ فَلْیُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیُقْبِلْ فَكُنْتُ فِیْمَنْ عَقَّبَ مَعَهٗ قَالَ فَغَنِمْتُ اَوَاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ۔

حدیث: ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے ساتھ یمن بھیجا پھر حضرت علی کو اس کے بعد ان کی جگہ بھیجا اور فرمایا، خالد کے ساتھیوں سے کہو ان میں سے جو دوبارہ تمہارے ساتھ جانا چاہے وہ جائے اور جو چاہے مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت براء نے کہا میں ان لوگوں میں تھا جو ان کے ساتھ گیا تھا۔ تو مجھے کئی عدد اوقیے مال غنیمت ملا۔

تشریحات ۲۱۷۹ غزوۂ طائف سے فراغت کے بعد جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کر لینے کے بعد ان لوگوں کو یمن بھیجا تھا۔ اواق۔ اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درم چاندی کا ہوتا تھا۔

۲۱۸۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا اِلٰی خَالِدٍ لِیَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ اُبْغِضُ عَلِیًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ اَلَا تَرٰی اِلٰی هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ یَا بُرَیْدَةُ اَتُبْغِضُ عَلِیًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَاِنَّ لَهٗ فِی الْخُمُسِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

حدیث: حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالد کے پاس بھیجا تاکہ خمس وصول کریں۔ بریدہ نے کہا، میں حضرت علی سے کدورت رکھتا تھا، انھوں نے غسل کر لیا تھا تو میں نے خالد سے کہا آپ انھیں نہیں دیکھتے جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو دریافت فرمایا اے بریدہ؟ تم علی سے کدورت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں! فرمایا ان سے کدورت مت رکھ خمس میں ان کا اس سے زیادہ حق ہے

تشریحات اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تھا جہاد کے لئے۔ پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مال غنیمت سے خمس وصول کرلیں۔

۲۱۸۰

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خمس میں سے ایک کنیز اپنے حصے میں لے لیا۔ اور پھر رات میں اس سے ہم بستری کی، یہ بات حضرت بریدہ کو ناگوار گذری دو وجہ سے، ایک تو یہ کہ بغیر استبراء کے انھوں نے کنیز سے وطی کی دوسرے یہ کہ انھوں نے از خود کنیز کو اپنے لئے چن لیا، چاہئے یہ تھا کہ خمس وصول کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے مستحقین میں تقسیم فرماتے یہ عام شراح کا خیال ہے۔ مگر حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ حضرت بریدہ کو ناگواری اس بنا پر ہوئی کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت علی نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا تھا اس پر قرینہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ خمس میں ان کا حق اس سے زیادہ ہے، لیکن شراح کا اشکال بھی اپنی جگہ پر درست ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ کنیز نابالغہ رہی ہو یا کنواری رہی ہو اور حضرت علی کا مسلک یہی رہا ہو کہ نابالغ یا کنواری کنیز کے لئے استبراء ضروری نہیں اس لئے کہ استبراء اس اطمینان کے لئے مشروع ہے کہ کہیں یہ حاملہ نہ ہو اور جب وہ نابالغ ہے تو استقرار حمل کا شبہ ہی نہیں اور کنواری ہونا اس کی دلیل ہے کہ ابھی اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کی گئی ہے پھر حمل کے شبہے کی گنجائش نہیں، دوسرے اشکال کا جواب یہ دیا گیا کہ جس طرح امام کو یہ حق ہے کہ مال غنیمت میں سے جو چاہے اپنے لئے چن لے اسی طرح امام کے نائب کو بھی یہ حق ہے، اسی بنا پر حضرت علی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس کنیز کو اپنے لئے خاص کرلیا تھا۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ص۶۲۵ — غزوۂ ذات سلاسل

۲۱۸۱ وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامٍ قَالَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ۔

حدیث اسمٰعیل بن ابی خالد نے کہا کہ یہ غزوۂ لخم و جذام ہے اور ابن اسحٰق نے عروہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بلاد بلی اور عذرہ اور بنی القین ہے۔

تشریحات غزوۂ موتہ کے بعد جمادی الآخرہ ۸ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر تین سو مجاہدین کے ساتھ

۲۱۸۱

بھیجا تھا پھر بعد میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو سو افراد کے ساتھ بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ عمرو کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور آپس میں اختلاف مت کرنا وہاں پہونچ کر حضرت ابو عبیدہ نے چاہا کہ نماز پڑھائیں تو حضرت عمرو بن عاص نے روک دیا اور کہا آپ مدد کے لئے آئے ہیں۔ امیر میں ہوں، حضرت ابو عبیدہ نے اسے مان لیا، اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ یہ اطلاع ملی کہ قضاعا کے کچھ لوگ فوج اکٹھا کر رہے ہیں تاکہ مدینے پر حملہ کریں۔ اس غزوے میں ان کی ماتحتی میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، دشمن کی سرزمین پر پہونچ کر مجاہدین نے چاہا کہ آگ جلائیں، حضرت عمرو بن عاص نے روک دیا، لوگوں نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی، انھوں نے فرمایا، کہ کوئی آگ نہ جلائے ورنہ اس کو اسی میں جھونک دوں گا، دشمن سے مقابلہ ہوا، دشمن شکست کھا کر بھاگے، لوگوں نے تعاقب کرنا چاہا تو حضرت عمرو بن عاص نے منع فرما دیا واپس ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی، حضور نے ان سے دریافت فرمایا تو حضرت عمرو بن عاص نے عرض کیا میں نے آگ جلانے سے اس لئے منع کیا کہ ہم تعداد میں تھوڑے تھے دشمن دیکھ لیتے اور تعاقب سے اس لئے روکا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن کی کسی طرف سے مدد نہ آجائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تحسین کی۔ اس غزوے کو ذات السلاسل اس لئے کہتے ہیں کہ دشمن نے اپنے پاؤں میں زنجیریں ڈال لی تھیں تاکہ ہم بھاگیں نہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہاں ایک تالاب تھا جس کا نام سلسل تھا یہ قبائل وادی القریٰ کے پیچھے رہتے تھے مدینے سے ان کا فاصلہ دس دن کا تھا، یہ سب یمنی قبائل ہیں بنی قضاعا کی شاخ ــ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے ہوتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص کو امیر لشکر اس بنا پر بنایا تھا کہ ان کی والدہ قبیلہ بلی سے تھیں، ان کے امیر ہونے سے ان قبائل کی تالیف قلب منظور تھی۔

باب ذِهَابِ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ ۶۲۵ جریر رضی اللہ عنہ کا یمن جانا۔

حدیث ۲۱۸۲ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ بِالْيَمَنِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں یمن میں تھا، میں نے یمن کے دو شخص ذو کلاع اور ذو عمرو سے ملاقات کی۔ میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کرنے لگا تو ذو عمرو نے کہا۔ کہ تم جو اپنے صاحب کی بات بیان کرتے ہو اگر صحیح ہے تو ان کی وفات کو تین

لقد مر علی اجلہ منذ ثلاث و اقبلا معی حتی اذا کنا فی بعض
دن گذر چکے ہیں، وہ دونوں میرے ساتھ آگے چلے راستے ہی میں مدینے

الطریق رفع لنا رکب من قبل المدینۃ وسألناھم فقالوا قبض
کی طرف سے آئے ہوئے کچھ سوار ہم کو ملے ہم نے ان سے پوچھا۔ تو ان لوگوں نے

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واستخلف ابوبکر والناس
کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور ابوبکر خلیفہ بنائے گئے ہیں اور لوگ

صالحون فقالا اخبر صاحبک انا قد جئنا ولعلنا سنعود ان شاء
خوش ہیں اس پر ان دونوں نے کہا، اپنے صاحب کو خبر دو کہ ہم یہاں تک آگئے ہیں (اب ہم

اللہ ورجعنا الی الیمن فاخبرت ابابکر بحدیثھم قال افلا
واپس جارہے ہیں) انشاء اللہ ہو سکتا ہے ہم پھر لوٹیں پس دونوں یمن لوٹ گئے۔ میں نے حضرت

جئت بھم فلما کان بعد قال لی ذو عمرو یا جریر ان بک
ابوبکر کو ان کی بات بتائی تو انھوں نے فرمایا انھیں لایا کیوں نہیں؟۔ اس کے بعد مجھ سے ذو عمرو نے

علی کرامۃ وانی مخبرک خبرا انکم معشر العرب لن تزالوا
کہا اے جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے میں تم کو ایک خبر بتا رہا ہوں، اے گروہ عرب! تم لوگ

بخیر ما کنتم اذا ھلک امیر تامرتم فی اخر فاذا کانت بالسیف
ہمیشہ خیر میں رہو گے جب تک ایک امیر کے مرنے کے بعد باہمی مشورے سے امیر بناؤ گے اور جب امارت تلوار سے حاصل کی

کانوا ملوکا یغضبون غضب الملوک ویرضون رضی الملوک۔
جائیگی تو بادشاہ ہو جائیں گے، بادشاہوں کی طرح ناراض ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح خوش ہوں گے۔

۲/۸۲

تشریحات حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے ذو الخلصہ بت خانے کو ڈھانے کے لئے بھیجا تھا اور ایک بار اہل یمن کے مشرکین سے جہاد کے لئے بھیجا تھا، اہل سیر میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ذو الخلصہ ڈھانے کے لئے بعد میں بھیجا تھا لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ حضرت جریر راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ ذو الخلصہ ڈھانے کے لئے پہلے بھیجا تھا اور یہ واقعہ بعد میں پیش آیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ذو الخلصہ ڈھانے کے لئے بھیجا تھا اسی وقت یہ واقعہ بھی پیش آیا ہو۔

ذوالکلاع اور ذو عمرو یہ یمن کے ملوک میں سے تھے، یہ دونوں مدینہ طیبہ حاضری کے ارادے سے چلے تھے جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو واپس یمن لوٹ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ ذوالکلاع جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ بارہ ہزار غلام تھے، حضرت عمر نے ان سے کہا کہ انھیں بیچ دو اور ان کی قیمت سے لڑائی کا سامان کرو تو ذوالکلاع نے کہا نہیں یہ سب آزاد ہیں۔ ذو عمرو نے حضرت جریر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال سن کر جو یہ کہا کہ تین دن ہوا ان کا وصال ہو چکا ہے، یہ انھوں نے کیسے کہا؟ شارحین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ کسی خفیہ ذریعہ سے انھیں معلوم ہو چکا ہو یا ہو سکتا ہے کہ یہ جاہلیت میں کاہن رہے ہوں اور اسلام میں محدَث یعنی ملہَم رہے ہوں۔ یا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اگلی کتابیں پڑھی ہوں اس سے ان کو یہ معلوم ہوا ہو، کیونکہ یمن میں یہودی پہونچ گئے تھے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی۔

باب غزوۃ سیف البحر ص ۶۲۵ غزوۂ سیف البحر

وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ۔

اس غزوے والے قریش کے قافلے کی تاک میں نکلے تھے اور ان کے امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

سیف۔ کے معنیٰ ساحل کے ہیں، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف بھیجا تھا، اسی لئے اس کا نام غزوہ سیف البحر ہے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الشرکۃ جلد پنجم ص ۴۲۶ میں گذر چکی ہے۔ یہاں بطریق علی بن عبد اللہ جو روایت ہے اس کے آخر میں یہ ہے۔

حدیث ۲۱۸۳ — وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ

اور قوم میں ایک صاحب تھے جنھوں نے تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ ذبح کئے

جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو

پھر تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر ابو عبیدہ نے ان کو منع کر دیا۔ اور عمرو بن دینار کہتے تھے مجھے ابو صالح

يَقُولُ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِيهِ كُنْتُ فِي

نے خبر دی کہ قیس بن سعد نے اپنے والد سے کہا میں لشکر میں تھا تو لوگ بھوکے ہوئے ان کے

الْجَيْشِ فَجَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ

والد نے کہا تم کو ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا میں نے اونٹ ذبح کیا اس کے بعد پھر بھوکے

قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا

ہوئے ان کے والد نے کہا تمکو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا میں نے ذبح کیا، پھر لوگ بھوکے ہوئے ان کے

قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ ۔

والد نے کہا تمکو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا میں نے ذبح کیا انھوں نے کہا پھر لوگ بھوکے ہوئے انھوں نے کہا کہ تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا مجھے روک دیا گیا۔

تشریحات جزائر۔ جزور کی جمع ہے جس کے معنی اونٹ کے ہیں، نر ہو یا مادہ ویسے لفظ جزور مؤنث ہے۔ یہ صاحب حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو خزرج کے سردار تھے، حضرت قیس بن سعد بہت قد آور بہادر سخی اور عقلمند شخص تھے، ان کا شمار دہاۃ العرب میں سے ہے، حضرت علی اور حضرت معاویہ کے اختلاف میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص حامیوں، ان کے خصوصی معتمد تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے گھر کے چوہے لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں یعنی کھانے کو کچھ نہیں، بھوک سے چوہوں کا یہ حال ہو گیا ہے تو حضرت قیس نے فرمایا کہ چل ہیں ایسا کر دوں گا کہ شیر کی طرح اچھلیں گے کودیں گے۔ پھر انھوں نے اس عورت کا گھر کھانے پینے کے سامان سے بھر دیا۔ ۲۱۸۳

باب حَجِّ اَبِیْ بَکْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ ص۶۲۶ حضرت ابو بکر کا لوگوں کو سنہ ۹ھ میں حج کرانا۔

سنہ ۹ھ میں چونکہ عرب کے دور دراز علاقوں سے وفود کی آمد کا سلسلہ تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا، ان کے ہمراہ تین سو صحابہ کرام تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس اونٹ قربانی کے لئے بھیجے تھے پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ وہ سورۂ برارت وہاں جا کر اعلانیہ سب کو سنا دیں۔

حضرت علی کو اس لئے بھیجا تھا کہ اس میں ان ساری مراعات کے ختم ہونے کا اعلان تھا جو مشرکین کو حاصل تھیں چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ کسی معاہدہ کے ختم ہونے کا اعلان وہی کرتا جو معاہد کے اہل بیت میں سے ہوتا۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الحج میں گذر چکی ہے۔

حدیث ۲۱۸۴ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ

حضرت برار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سب سے آخر میں پوری سورہ

سُوْرَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً سُوْرَةُ بَرَاءَةَ وَاٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ

سورۂ برارت نازل ہوئی ہے اور آخری سورہ سورۂ نسار کی اخیر یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ النساء ۔ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ عہ

آپ سے لوگ پوچھتے ہیں فرمادو اللہ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے ۔

تشریحات ۲۱۸۴ اس کی بحث گذرچکی کہ اخیر آیت کون نازل ہوئی، یہاں مراد یہ ہے کہ سورۂ نساء کی سب سے اخیر کی یہ آیت نازل ہوئی، یہاں روایت میں ”آخر سورۃ من النساء“ ہے لیکن صحیح آخرایۃ ہے۔ کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد ۔

باب قال ابن اسحق غزوۃ عیینۃ بن حصن بن حذیفۃ بن بدر بنی العنبر من بنی تمیم بعثہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیھم فاغار واصاب منھم ناسا وسبی منھم نساءً۔

عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا غزوہ بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کے ساتھ عیینہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عنبر کی جانب بھیجا انھوں نے ان پر اچانک حملہ کیا ان میں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو قید کیا۔ ص ۶۲۶

توضیح سنہ ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا، انھوں نے ان پر حملہ کرکے گیارہ مرد گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کیا اور مدینہ طیبہ لے کر حاضر ہوئے۔ اسی پر بنی تمیم کے رؤسا رخدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور حجرے کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آوازیں دی تھیں۔ اس کارروائی کا سبب یہ تھا کہ بنی تمیم نے بنی خزاعہ کے کچھ لوگوں کو لوٹا تھا بنی خزاعہ حضور کے حلیف تھے۔

حدیث ۲۱۸۵ ان عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنھما اخبرھم انہ

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ بنی تمیم کے کچھ

قدم رکب من بنی تمیم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو بکر نے کہا قعقاع

فقال ابوبکر امر القعقاع بن معبد بن زرارۃ قال عمر بل

بن معبد بن زرارہ کو ان کا امیر بنائیے حضرت عمر نے کہا نہیں اقرع بن حابس

عہ ثانی تفسیر باب یستفتونک قل اللہ یفتیکم ص ۶۶۲ ۔ باب قولہ براءۃ من اللہ ورسولہ ص ۶۷۰ فرائض باب یستفتونک قل اللہ ص ۹۹۸

أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ أَبُوبَكْرٍ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِيْ قَالَ

کو امیر بنائیے ابوبکر نے کہا کہ تم صرف مجھ سے اختلاف کے ارادے سے یہ بات کہہ رہے ہو

عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ

حضرت عمر نے کہا میں نے آپ کے اختلاف کا ارادہ نہیں کیا دونوں آپس میں الجھ پڑے یہاں تک کہ ان کی

فِيْ ذٰلِكَ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

آوازیں بلند ہوگئیں اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے

حَتّٰى انْقَضَتْ عہ

آگے نہ بڑھو ۔ سورۂ حجرات کی دوسری آیت تک ۔

تشریحات ۲۱۸۵ اعتصام اور تفسیر باب تنابزوا بدعاء بالکفر بعد الاسلام میں ابن ابی ملیکہ سے مرسلاً یہ مروی ہے کہ دونوں برگزیدہ ابوبکر و عمر قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے انھوں نے اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور بلند کر دیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا ۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اخیر آیت تک، ابن زبیر نے کہا کہ اس کے بعد حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض نہ کرتے جب تک کہ حضور ان سے پوچھتے نہیں، اور انھوں نے اپنے نانا یعنی حضرت ابوبکر کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا ۔ کتاب الاعتصام میں یہ زائد ہے کہ عظیم تک نازل ہوئی یعنی دو آیتیں ۔ نیز یہ بھی زائد ہے کہ حضرت عمر اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تو رازداروں کی طرح کرتے، ان روایتوں میں تنافی نہیں ہو سکتا ہے کہ شروع سورۃ سے لے کر تین آیتیں نازل ہوئیں ۔ بعض راویوں نے اختصار کر دیا ہے ۔

بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ ۔ بنی حنیفہ کا وفد اور ثمامہ بن اُثال کا قصہ ۔

ص ۶۲۷

توضیح بنی حنیفہ کا وفد ۹ھ میں فتح مکہ کے بعد آیا تھا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا اس کے ساتھ سترہ[۱۷] آدمی تھے اور حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے پیش آیا تھا ۔ حضرت امام بخاری نے بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ ثمامہ بن اُثال کا قصہ صرف اس لئے ذکر کر دیا گیا ہے کہ یہ بھی بنی حنیفہ سے تھے، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا پورا قصہ علامات نبوت میں بیان ہو چکا ہے اور حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی کتاب الصلوٰۃ میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے ۔ یہاں پوری

عہ ثانی : تفسیر حجرات باب لا ترفعوا اصواتکم ص ۷۱۸، وباب قولہ ان الذین ینادونک ... ص ۷۱۸ والاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع ص ۱۰۸۴ ۔ ترمذی : تفسیر، قضاء ۔

تفصیل کے ساتھ ہے اس لئے پھر ذکر کر دیتے ہیں۔

حدیث ۲۱۸۶ حدثنی سعید بن ابی سعید سمع ابا ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد فخرج الیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ما عندک یا ثمامۃ! فقال عندی خیر یا محمد! ان تقتلنی تقتل ذادم وان تنعم تنعم علی شاکر وان کنت ترید المال فسل منہ ماشئت فترکہ حتی کان الغد ثم قال لہ ما عندک یا ثمامۃ! قال عندی ما قلت لک ان تنعم تنعم علی شاکر فترکہ حتی کان بعد الغد فقال ما عندک یا ثمامۃ؟ فقال عندی ما قلت لک فقال اطلقوا ثمامۃ۔ فانطلق الی نخل قریب من المسجد فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اشھد ان لا الٰہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب بھیجے تھے یہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا لوگوں نے ان کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا؟ تیرے پاس کیا ہے؟ اے ثمامہ! انھوں نے عرض کیا میرے پاس خیر ہے اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر آپ قتل کریں گے تو خون کے مجرم کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان کریں گے تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے۔ اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمائیے کتنا چاہیے حضور نے ان کو یونہی چھوڑ دیا پھر دوسرے دن ان سے پوچھا کیا ہے تیرے پاس اے ثمامہ! انھوں نے عرض کیا میرے پاس وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا اگر آپ احسان کریں گے تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے۔ پھر حضور نے ان کو یونہی چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ جب تیسرا دن آیا تو پھر پوچھا کیا ہے تیرے پاس اے ثمامہ! انھوں نے عرض کیا وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض

إِلَّا اللّٰهُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ! وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ

کیا تھا اب فرمایا ثمامہ کو کھول دو وہ مسجد سے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے اور غسل کیا

وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ

پھر مسجد میں آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ

اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد! بخدا زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا اور

أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ

اب آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ بخدا کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے ناپسند

فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ

نہیں تھا اور اب آپ کا دین سب دین سے زیادہ پسند ہو گیا۔ بخدا آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر

فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ

مجھے مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا شہر سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ آپ کے سواروں نے مجھے

أَنْ يَعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنْ

پکڑ لیا اور میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا میرے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا

نے ان کو بشارت دی اور انھیں حکم دیا کہ عمرہ کریں، اور جب وہ مکہ آئے تو ایک کہنے والے نے ان سے کہا تم

وَاللّٰهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى

صابی ہو گئے انھوں نے کہا نہیں؟ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہوا ہوں بخدا تمہارے پاس

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ نہیں آئے گا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیں۔

تشریحات ۴۱۸۶ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمامہ کے باشندے بنی حنیفہ کے رؤسا میں سے تھے اسلام لانے کے بعد فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہونے لگا۔

"ذا دم" کے ایک معنی یہ ہیں کہ آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جو رئیس اور عزت والا ہے اس کے خون کی قیمت ہے اس کا قتل کرنا بڑی بات ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی

کو قتل کیا ہے اس کے قصاص میں اسے قتل کرنا مطلوب ہے، یہاں ایک روایت "ذا ذمۃ" بھی ہے جس کے معنی لازم حرمت وعزت کے ہیں زمانۂ قید میں ان کے سامنے جتنا کھانا رکھا جاتا سب کھا جاتے اور ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ مسلمان ہونے کے بعد جب کھانا پیش کیا گیا تو بہت تھوڑا کھایا اس پر لوگوں کو تعجب ہوا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔

جب ان سے کہا گیا کہ تم صابی ہوگئے۔ انھوں نے جواب دیا نہیں بلکہ میں مسلمان ہوگیا ہوں یہ ان کی فراست ایمانی کی آواز تھی انھوں نے یہ بتایا کہ بت پرستی کوئی دین نہیں ہے جس کا چھوڑنا دین سے نکلنا ہو۔ جب میں بت پرست تھا میرا کوئی دین نہیں تھا اسلام قبول کیا تو اب دیندار ہوا۔ یہ جب مکہ معظمہ پہنچے تو بطن مکہ سے تلبیہ شروع کر دیا یہ پہلے شخص ہیں جو مکہ میں لبیک لبیک کہتے ہوئے داخل ہوئے، قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا تو نے ہمارے خلاف بڑی جرأت کی ہے اور انھیں قتل کرنا چاہا تو کسی نے کہا انھیں چھوڑ دو۔ یہ یمامہ کے باشندے ہیں وہاں کے غلہ کے تم محتاج ہو۔ عمرہ کر کے جب یمامہ پہونچے تو انھوں نے اپنی قوم میں اعلان کر دیا کہ مکہ کوئی شخص غلہ نہ لے جائے۔ مکہ والوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اور ثمامہ نے یہ کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھا کہ مکہ غلہ جانے کو مت روکو۔

حدیث ۲۱۸۷

سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُولُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الْآخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَا عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهِ فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ فَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ۔ قَالَ۔ وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا

ابو رجاء عطاردی کہتے تھے ہم پتھر پوجتے تھے اور جب کوئی اس سے عمدہ پتھر مل جاتا تو اسے پھینک دیتے اور دوسرے کو لے لیتے اور جب ہم کو کوئی پتھر نہیں ملتا تو ہم دھول جمع کرتے پھر بکری لاتے جس پر ہم دوہتے پھر اس کا طواف کرتے جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے یہ نیزوں سے انیوں کے نکالنے والا مہینہ ہے ہم کسی نیزے میں انی اور کسی تیر میں پھل نہیں رہنے دیتے۔ اسے نکال کر رجب کے مہینے بھر پھینکے رہتے۔ ابو رجاء یہ بھی کہتے تھے۔ کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے میں بچہ تھا۔ اپنے اہل کا اونٹ چراتا

أَرْعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ إِلَى
تھا جب ہم نے حضور کے غالب ہونے کو سنا تو ہم آگ یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بھاگے۔
مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

۲۱۸۷

تشریحات بنی عُطارد، بنی تمیم کی شاخ ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرف باسلام ہوئی مگر حضور کی زیارت سے محروم رہی۔ ابو رجاء عطاردی مسیلمہ کذاب کے ساتھ یوں ہوا کہ بنی تمیم کی ایک عورت سجاح نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بنی تمیم کے کچھ لوگ اس کے تابع بھی ہو گئے تھے یہ مسیلمہ کذاب سے ملاقات کے لئے چلی راستے میں ایک جگہ دونوں ایک خیمے میں اکٹھا ہوئے مسیلمہ نے اس کو شیشے میں اتار کر اپنی بیوی بنالیا اور سجاح کے سب ساتھی مسیلمہ کے ساتھی ہو گئے۔

بَابُ قُدُومِ الْأَشْعَرِيِّينَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ ص۶۲۹ ج۲ اشعریین اور اہل یمن کا مدینہ طیبہ آنا۔

اشعریین کی آمد کی تفصیل گذر چکی ہے۔

۲۱۸۸ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ تمہارے پاس یمن والے
أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ
آئے یہ بہت نرم دل ہیں ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمن والوں کی
وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَهْلِ
اور غرور و تکبر اونٹ والوں میں ہے اور برد باری و وقار بکری والوں
الْغَنَمِ
میں ہے۔

۲۱۸۹ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمن والوں کا ہے اور فتنہ وہاں ہے جہاں سے

هَاهُنَا، هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔

تشریحات "یمان" اصل میں یمانی تھا یا کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ ۲۱۸۹
ہی سے بطریق اعرج جو روایت ہے اس میں بجائے "الایمان" کے "الفقہ" ہے
یعنی سمجھداری۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں صرف یہ ہے "الفخر والخیلاء فی اصحاب الابل" غرور
گھمنڈ اونٹ والوں میں ہے یہ کون لوگ ہیں اسے حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیان فرمایا
"ربیعۃ ومضر"۔

حدیث ۲۱۹۰ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ
حضرت علقمہ نے کہا ہم ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ

فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَيَسْتَطِيعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ
خباب آئے اور کہا اے ابو عبد الرحمن! کیا یہ جوان تمہاری طرح قرآن مجید پڑھ سکتے

اَنْ يَقْرَءُوا كَمَا تَقْرَأُ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ شِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ
ہیں انھوں نے فرمایا سنو! اگر تم چاہو تو میں حکم دوں کہ ان میں سے کوئی پڑھ کر تمہیں

عَلَيْكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ اَخُو
سنائے خباب نے کہا ضرور عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا اے علقمہ پڑھو اس پر زید بن

زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ اَتَأْمُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ
حدیر زیاد بن حدیر کے بھائی نے کہا آپ علقمہ کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ وہ ہم سے

اَمَا اِنَّكَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
اچھا قاری نہیں ابن مسعود نے کہا اگر تم چاہو تو تم کو خبر دوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ فَقَرَأْتُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً مِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ
نے تیری قوم اور اس کی قوم کے بارے میں کیا فرمایا ہے (علقمہ نے کہا) پھر میں نے سورۂ مریم کی

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى قَالَ قَدْ اَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا
پچاس آیتیں پڑھیں۔ اب عبد اللہ نے خباب سے کہا کیسا رہا انھوں نے کہا بہت اچھا عبد اللہ نے کہا

اَقْرَأُ شَيْئًا اِلَّا وَهُوَ يَقْرَأُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ
میں جو کچھ بھی پڑھتا ہوں اسے یہ بھی پڑھتا ہے پھر عبد اللہ نے خباب کی طرف نگاہ کی وہ سونے کی
مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ يَأْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ اَنْ يُلْقٰى قَالَ اَمَا اِنَّكَ
انگوٹھی پہنے ہوتے تھے تو عبد اللہ نے فرمایا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ یہ انگوٹھی پھینک دی جاتی خباب نے
لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَلْقَاهُ ۔
کہا سنو آج کے بعد مجھے اسے پہنے ہوئے نہیں دیکھو گے اس کے بعد انگوٹھی اتار دی ۔

تشریحات ۲۱۹۰ باب تھا اشعریین و اہل یمن کا آنا اس حدیث کے کسی جز کو باب سے مناسبت نہیں علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ مناسبت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہے جو انھوں نے زید بن حدیر سے کہا تھا۔ اگر تم چاہو تو تمہیں خبر دوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیری اور علقمہ کی قوم کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ علقمہ بنی نخع سے تھے جو یمن کا ایک قبیلہ ہے اور زید بن حدیر بنی اسد سے تھے قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نخع کی تعریف فرمائی تھی امام احمد اور بزار نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مجلس میں حاضر تھا اور حضور اس قبیلے نخع کے لئے دعاء خیر فرما رہے تھے اور ان کی تعریف کر رہے تھے اتنی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں اسی قبیلے کا ایک فرد ہوتا بنی اسد کے بارے میں روایت مناقب میں گذری کہ جہینہ وغیرہ بنی اسد اور غطفان سے بہتر ہیں مناسبت صرف اتنی ہے کہ بنی نخع یمن کے رہنے والے تھے ۔

بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّئٍ وَحَدِيثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ ص ۶۳۰ — طے کے وفد کا قصہ اور عدی بن حاتم کا واقعہ ۔

طئ یمن کا مشہور قبیلہ ہے یشجب بن قحطان کی اولاد ہیں طی کا نام طیّ اس لئے پڑا کہ سب سے پہلے اس نے کنوؤں کو پختہ بنوایا یا پختہ پنگھٹ بنوایا اس کا نام جلہمہ تھا عدی بن حاتم عرب کے مشہور سخی حاتم کے صاحبزادے تھے پہلے یہ نصرانی تھے مجاہدین نے ان کی بہن کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں حاضر کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارے کے بموجب ان کو بغیر فدیہ لئے ہوئے آزاد کر دیا انھوں نے عرض کیا میرے والد فوت ہو گئے اور میرا سرپرست غائب ہو گیا مجھ پر احسان فرمائیے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا فرمایا تمہارا وافد (سرپرست) کون ہے انھوں نے عرض کیا عدی بن حاتم فرمایا اللہ و رسول سے بھاگنے والا عدی بن حاتم بھاگ کر روم کے قریب چلے گئے تھے مگر وہاں رہنا ان کو پسند نہیں تھا عدی کی بہن ان کے پاس پہونچیں اور خدمت اقدس میں حاضری

کی ترغیب دی تو انھوں نے کہا کہ چلو اگر جھوٹے ہوں گے تو مجھ سے چھپ نہ سکیں گے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے فرمایا اسلام لا سلامت رہے گا انھوں نے اسلام قبول کر لیا ترمذی میں ہے کہ عدی بن حاتم کی آمد سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کو میرے ہاتھ میں کرے گا ـــــ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ بہت سچے راسخ العقیدہ مسلمان رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ردت کی وبا پھیلی اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے اور لوگوں کو مرتد ہونے سے روکتے رہے۔

حدیث ۲۱۹۱ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْنَا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا حضرت عمر کی خدمت میں ہم

عُمَرَ فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُو رَجُلًا رَجُلًا وَيُسَمِّيهِمْ فَقُلْتُ أَمَا تَعْرِفُنِي

ایک وفد کے ساتھ حاضر ہوئے وہ ایک ایک شخص کا نام لے کر پکارنے لگے تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ بَلَى، أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا

پہچانتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تم اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا تم اس وقت آگے بڑھے جب دوسروں نے

وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلَا أُبَالِي إِذًا،

پیٹھ دکھائی تم نے اسوقت وفاداری کی جب لوگوں نے غداری کی تم نے اسوقت حق پہچانا جب لوگوں نے انکار کیا اسپر عدی نے کہا مجھے پرواہ نہیں

تشریحات ۲۱۹۱ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بنی طی کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے چہرے کو روشن کیا طی کا صدقہ ہے جس کو لے کر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت عمر اور لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور حضرت عدی جب سامنے آتے تو متوجہ نہ ہوتے اس پر انھوں نے وہ عرض کیا تھا۔

بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ ص ۶۳۱ حجۃ الوداع کا قصہ

سنہ ۱۰ھ میں جب پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس حج کا ارادہ فرمایا اس کا اعلان عام ہوا اطراف و جوانب سے ہر چہار طرف سے دیوانے ٹوٹ پڑے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر نزہت فرمایا اور میں نے مجمع پر نظر دوڑائی تو ہر چہار طرف حد نظر تک آدمیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ساتھ تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام تھے اس کا نام حجۃ الوداع ہے اس لئے کہ اس

حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وداع فرمایا تھا۔ اور اس کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ پہونچ کر سوائے اس کے اور کوئی حج نہیں فرمایا اور اس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اس لئے کہ اس حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتہائی اہم پیغامات پہونچائے تھے اور اس کا نام حجۃ التمام والکمال بھی ہے اس لئے کہ اسی حج کے موقع پر آیۂ کریمہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" نازل ہوئی تھی حجۃ الوداع کی پوری تفصیل کتاب الحج میں گذر چکی ہے یہاں اس باب کے ضمن میں امام بخاری جو حدیثیں لائے ہیں وہ اکثر گذر چکی ہیں۔ چند حدیثیں رہ گئی ہیں جس کو ہم بیان کریں گے۔

۲۱۹۲ حدیث	حَدَّثَنِی عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِذَا
	عطاء نے مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث
	طَافَ بِالْبَیْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ قَالَ ھٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ
	بیان کی کہ وہ کہتے تھے کہ جب کسی نے بیت اللہ کا طواف کر لیا وہ احرام سے باہر ہو گیا۔ (ابن جریج نے
	قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ مَحِلُّھَا اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ" وَمِنْ اَمْرِ النَّبِیِّ
	کہا) میں نے عطاء سے پوچھا یہ ابن عباس نے کہاں سے کہا۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد
	صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّحِلُّوْا فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ
	سے کہ فرمایا "پھر ان کا محل بیت عتیق ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو حکم حجۃ الوداع میں
	قُلْتُ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَرَاہُ قَبْلُ
	دیا تھا کہ طواف کرتے ہی عمرے سے باہر ہو جائیں میں نے کہا یہ وقوف عرفہ کے بعد تھا عطاء نے کہا کہ
	وَبَعْدُ۔
	ابن عباس وقوف عرفہ سے پہلے بھی جائز جانتے تھے اور بعد بھی۔

تشریحات ۲۱۹۲ جمہور اور سلف و خلف کا مذہب یہی ہے کہ رمی جمار قربانی حلق سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں، لیکن حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ طواف قدوم کرتے ہی احرام کھولا جا سکتا ہے ہمارے یہاں افعال حج میں ترتیب واجب ہے وقوف عرفہ کے بعد وقوف مزدلفہ پھر جمرۃ العقبہ کی رمی پھر قارن اور متمتع پر قربانی کرنا اس کے بعد حلق یا قصر کرنا اس کے بعد احرام کھولنے کی اجازت ہے عورتوں کے علاوہ تمام ممنوعات احرام مباح ہو گئے طواف زیارت کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جاتی ہیں اس کی تفصیلی

بحث کتاب الحج میں ہو چکی ہے۔

حدیث ۲۱۹۳ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اقبل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفتح وھو مردف اسامۃ علی القصواء ومعہ بلال وعثمان بن طلحۃ، حتی اناخ عند البیت ثم قال لعثمان ائتنا بالمفتح فجاءہ بالمفتح ففتح لہ الباب فدخل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واسامۃ وبلال وعثمان ثم غلقوا علیھم الباب فمکث نھارا طویلا ثم خرج فابتدر الناس الدخول فسبقتھم فوجدت بلالا قائما من وراء الباب فقلت لہ این صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال صلی بین ذینک العمودین المقدمین و کان البیت علی ستۃ اعمدۃ سطرین صلی بین العمودین من السطر المقدم وجعل باب البیت خلف ظھرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال قصواء پر سوار ہو کر اسامہ کو اپنے پیچھے بیٹھائے ہوئے تشریف لائے اور حضور کے ساتھ بلال اور عثمان بن طلحہ تھے قصواء کو بیت اللہ کے پاس بٹھایا پھر عثمان سے فرمایا کہ کنجی لاؤ وہ کنجی لائے اور حضور کے لئے دروازہ کھولا گیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسامہ، بلال اور عثمان اندر گئے اس کے بعد لوگوں نے دروازہ بند کر لیا حضور اندر بہت دیر تک رہے پھر باہر تشریف لائے پھر کعبہ میں داخل ہونے کے لئے لوگ تیزی سے آگے بڑھے میں سب سے پہلے پہونچا میں نے بلال کو دروازہ کے پیچھے کھڑا ہوا پایا میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی انھوں نے کہا دونوں اگلے ستونوں کے درمیان اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا دو قطار میں۔ حضور نے پہلی قطار کے ستون کے درمیان نماز پڑھی اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا اور اپنا رخ اس طرف کیا جو دروازہ

228

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ

بدر کی حاضری زیادہ پسند نہیں۔ اگرچہ لوگوں میں بدر کا تذکرہ لیلۃ العقبہ سے زیادہ

أَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا

ہے۔ میری خبر یہ ہے کہ جب میں اس غزوے سے پیچھے رہ گیا اس وقت سے زیادہ

كَانَ مِنْ خَبَرِيْ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ

قوی اور مالدار کبھی نہیں تھا۔ بخدا میرے اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہیں جمع ہوئی تھیں

عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَاللّٰهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِيْ قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ

ہاں اس غزوے میں دو سواریاں جمع تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوے کا

قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ارادہ فرماتے تو غیر کے ساتھ توریہ فرماتے۔ یہاں تک کہ یہ غزوہ ہوا جسے رسول اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت گرمی میں کیا۔ اور لمبے سفر اور لمبی مسافت کے لئے نکلے

تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

اور کثیر دشمن کا سامنا کیا۔ تو مسلمانوں سے کھل کر بتایا تاکہ اس کے مطابق سامان کر لیں

حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى

اور مسلمانوں کو وہ رخ بتایا جدھر کا ارادہ تھا اور مسلمان اس وقت رسول اللہ

لِلْمُسْلِمِيْنَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوْا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھے۔ لیکن ان سب کا نام کسی دفتر میں

الَّذِيْ يُرِيْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

محفوظ نہیں تھا۔ اتنے مسلمان تھے کہ ایک شخص چاہتا کہ اپنے کو چھپا لے

وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابُ حَافِظٍ يُرِيْدُ الدِّيْوَانَ قَالَ

تو اسے ظن غالب تھا کہ چھپا لے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ وحی

كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُرِيْدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنَّهُ سَيَخْفٰى لَهُ مَا لَمْ

نہ نازل فرمائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس

يَنْزِلُ فِيهِ وَحْيُ اللهِ وَغَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وقت کیا تھا جب پھل تیار ہو رہے تھے اور سایے اچھے لگ رہے تھے
وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کر لی۔ میں
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ
روز یہی سوچتا کہ ان کے ساتھ میں بھی سامان کروں لیکن کچھ کرتا نہیں اور میں اپنے
فَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا
جی میں کہتا کہ میں اس پر قادر ہوں (جب چاہوں گا سامان کر لوں گا) اسی طرح دیر ہوتی
فَأَقُولُ فِي نَفْسِي وَأَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى
گئی یہاں تک کہ لوگوں کی کوشش تیز ہو گئی۔ پھر ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
علیہ وسلم اور مسلمان حضور کے ساتھ روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی کوئی تیاری
وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهَازِي شَيْئًا فَقُلْتُ
نہیں کی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ اس کے ایک دو دن بعد تیاری کر لوں گا۔ پھر
أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ
ان میں شامل ہو جاؤں گا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد میں صبح کو نکلا کہ تیاری کروں
أَنْ فَصَلُوا لِأَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ
لیکن میں لوٹا اور کوئی تیاری نہ کر سکا۔ پھر دوسری صبح کو نکلا اور لوٹا اور کوئی تیاری
فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ
نہ کر سکا۔ میرا یہی حال رہا یہاں تک کہ مجاہدین بہت آگے بڑھ گئے اور دور ہو گئے۔
الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ فَلَمْ
میں نے چاہا کہ میں جا کر ان سے مل جاؤں اور کاش کہ میں نے ایسا کر لیا ہوتا مگر میری
يُقَدَّرْ لِي ذَالِكَ فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ
تقدیر میں ایسا نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد جب میں

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطُفْتُ فِیْھِمْ اَحْزَنَنِیْ

لوگوں میں جاتا اور گھومتا تو اس بات سے مجھے بہت رنج ہوتا کہ مدینے میں صرف

اَنِّیْ لَا اَرٰی اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَیْہِ النِّفَاقُ اَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ

وہی لوگ رہ گئے ہیں جن پر نفاق کا شبہ ہے یا وہ کمزور لوگ رہ گئے ہیں جنھیں اللہ

اللّٰہُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ یَذْکُرْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے معذور رکھا ہے۔ راستے بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا تذکرہ نہیں فرمایا۔

وَسَلَّمَ حَتّٰی بَلَغَ تَبُوْکًا فَقَالَ وَھُوَ جَالِسٌ فِی الْقَوْمِ بِتَبُوْکَ مَا

یہاں تک کہ تبوک پہونچ گئے لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا۔ کعب نے کیا کیا؟

فَعَلَ کَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَبَسَہٗ

اس پر بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! اس کو اس کی چادر اور اپنے

بُرْدَاہُ وَنَظَرُہٗ فِیْ عِطْفَیْہِ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ

مونڈھوں پر نظر نے روک لیا (خوشحالی پر اترانے) نے۔ اس پر معاذ بن جبل نے فرمایا۔ تم نے

وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ اِلَّا خَیْرًا فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

بہت خراب بات کہی ہے۔ بخدا یا رسول اللہ! ہم ان کے بارے میں صرف خیر ہی جانتے ہیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ فَلَمَّا بَلَغَنِیْ اَنَّہٗ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ کعب بن مالک نے کہا جب مجھے

تَوَجَّہَ قَافِلًا حَضَرَنِیْ ھَمِّیْ وَطَفِقْتُ اَتَذَکَّرُ الْکَذِبَ وَاَقُوْلُ

یہ خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوٹ رہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا۔ اور

بِمَاذَا اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِہٖ غَدًا وَاسْتَعَنْتُ عَلٰی ذٰلِکَ بِکُلِّ ذِیْ

میں سوچنے لگا کہ جھوٹ بولوں گا اور وہ کہدوں گا جس سے کل حضور کی ناراضگی سے بچ

رَاْیٍ مِنْ اَھْلِیْ فَلَمَّا قِیْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

جاؤں گا۔ اس سلسلے میں اپنے اہل میں سے ہر صاحب رائے سے مشورہ کیا۔ جب یہ مشہور

وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّی الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ اَنِّیْ لَنْ

ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آ ہی گئے تو میرے ذہن سے باطل چھٹ گیا اور میں

أخرج معه أبدا بشيء فيه كذب فأجمعت صدقه وأصبح

نے پہچان لیا کہ حضور سے جھوٹ بول کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اب میں نے سچ

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قادما وكان إذا قدم

بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آ گئے۔

من سفر بدأ بالمسجد فيركع فيه ركعتين ثم جلس للناس

عادت کریمہ یہ تھی جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے

فلما فعل ذلك جاءه المخلفون فطفقوا يعتذرون إليه ويحلفون

اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتے۔ مسجد میں داخل

له وكانوا بضعة وثمانين رجلا فقبل منهم رسول الله صلى

ہو کر نماز پڑھ کر جب لوگوں سے ملاقات کے لئے بیٹھے تو پیچھے رہ جانے والے آئے

الله تعالى عليه وسلم علانيتهم وبايعهم واستغفر لهم و

اور عذر بیان کرنے لگے۔ اور قسم کھانے لگے اور یہ لوگ کچھ اوپر اسّی آدمی تھے۔ رسول اللہ

وكل سرائرهم إلى الله فجئته فلما سلمت عليه تبسم تبسم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا اور ان سے بیعت فرما لی ان کے لئے استغفار

المغضب ثم قال تعال فجئت أمشي حتى جلست بين يديه

کیا اور ان کے اندر کی بات اللہ تعالیٰ کے سپرد کی پھر میں حاضر ہوا۔ جب میں نے حضور

فقال لي ما خلفك ألم تكن قد ابتعت ظهرك فقلت بلى

حضور پر سلام عرض کیا تو غضبناک شخص کی طرح تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ آؤ۔ پھر میں چلا یہاں تک کہ حضور

إني والله لو جلست عند غيرك من أهل الدنيا لرأيت

کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ کس چیز نے تجھ کو غزوے سے پیچھے رکھا۔ کیا تو نے

أن سأخرج من سخطه بعذر ولقد أعطيت جدلا

سواری نہیں خریدی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ ضرور۔ بخدا اگر میں حضور کے علاوہ کسی اور کے

ولكني والله لقد علمت لئن حدثتك اليوم حديث

پاس دنیاداروں میں بیٹھتا تو مجھے یقین ہے کہ کوئی عذر کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا۔ اور

كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ

مجھے بحث کا ملکہ دیا گیا۔ لیکن بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج آپ سے کوئی ایسی جھوٹی بات کہوں

حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ

جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو بہت جلد اللہ حضور کو مجھ پر ناراض کر دے گا۔ اور اگر میں

لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ

آپ سے سچی بات عرض کروں جس سے حضور مجھ پر ناراض ہو جائیں۔ تو اس بارے میں امید کرتا ہوں

مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کے معافی کی۔ بخدا میرے لئے کوئی عذر نہیں تھا۔ بخدا اس وقت کے علاوہ کبھی اتنا

وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ

قوی اور مالدار نہیں تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو! اس نے سچ کہا تم اٹھو

وَسَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ

جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائے۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ اور بنی سلمہ

كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا وَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ

کے کچھ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے چلے۔ ان لوگوں نے کہا۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ آپ نے اس کے پہلے

اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ

کوئی گناہ کیا ہو اور آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کا عذر بیان کرنے سے

الْمُخَلَّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيْكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

عاجز رہے جو اور پیچھے رہنے والوں نے بیان کیا۔ اور بیشک آپ کے گناہ کو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار کافی تھا۔ بخدا وہ لوگ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ

حَتّٰى اَرَدْتُ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ

میرے جی میں آیا کہ لوٹ کر اپنے آپ کو جھٹلا دوں پھر میں نے ان سے پوچھا کیا

لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ

اس معاملے میں میرے ساتھ اور بھی کوئی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں دو شخص اور ہیں انھوں نے

لهما مثل ما قيل لك فقلت من هما قالوا مرارة بن الربيع

ویسے ہی عرض کیا ہے جو آپ نے عرض کیا۔ ان دونوں سے وہی فرمایا گیا جو آپ سے فرمایا گیا

العمروي وهلال بن امية الواقفي فذكروا لي رجلين

میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمروی۔ اور ہلال بن امیہ

صالحين قد شهدا بدرا فيهما اسوة فمضيت حين ذكروهما

واقفی۔ یہ دونوں نیک شخص تھے اور بدر میں شریک ہو چکے تھے (میں نے جی میں کہا ان دونوں

لي ونهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم المسلمين عن

کی ذات نمونہ عمل ہے۔ جب لوگوں نے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں آگے بڑھ گیا۔ اور رسول اللہ

كلامنا ايها الثلثة من بين من تخلف عنه فاجتنبنا الناس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم تینوں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں سے مسلمانوں کو

وتغيروا لنا حتى تنكرت في نفسي الارض فما هي التي

بات کرنے سے منع کر دیا پس لوگ ہم سے الگ اور ہمارے لئے بدل گئے۔ یہاں تک کہ

اعرف فلبثنا على ذلك خمسين ليلة فاما صاحباي فاستكانا

میرے جی میں زمین تک بدل گئی۔ یہ وہ زمین نہیں جسے میں پہچان رہا ہوں۔ اسی حال پر

وقعدا في بيوتهما يبكيان اما انا فكنت اشب القوم واجلدهم

ہم پچاس دن رہے۔ لیکن وہ دو صاحبان اپنے گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے لیکن

فكنت اخرج فاشهد الصلوة مع المسلمين واطوف في الاسواق

میں ان لوگوں کے بہ نسبت جوان اور قوی تھا۔ میں نکلتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز

ولا يكلمني احد واتي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

پڑھتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا۔ اور حال یہ تھا کہ مجھ سے کوئی نہیں بولتا اور

فاسلم عليه وهو في مجلسه بعد الصلوة فاقول في نفسي هل

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا حضور پر سلام عرض کرتا

حرك شفتيه برد السلام على ام لا ثم اصلي قريبا منه

اور حضور نماز کے بعد اپنی بیٹھک میں ہوتے۔ میں اپنے جی میں کہتا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ

فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلَاتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ وَإِذَا الْتَفَتُّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہونٹوں کو سلام کے جواب میں ہلایا ہے یا نہیں۔ پھر حضور ہی

نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ

کے قریب نماز پڑھتا اور حضور کو چوری چھپے دیکھتا۔ میں جب نماز پڑھنے لگتا تو حضور

مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي

میری طرف متوجہ ہوتے اور جب کنکھیوں سے حضور کی طرف دیکھتا تو حضور منہ پھیر لیتے۔

وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ

یہاں تک کہ جب لوگوں کی روگردانی بہت طویل ہو گئی تو میں چلا۔ یہاں تک کہ ابو قتادہ کے

فَقُلْتُ يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللّٰهَ

باغ کی دیوار کو پھاند کر میں ان کے پاس گیا وہ میرے چچازاد بھائی تھے۔ مجھے سب سے زیادہ

وَرَسُولَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ

پیارے تھے میں نے انھیں سلام کیا۔ بخدا انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے ان

لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ

سے کہا اے ابو قتادہ! میں تم سے اللہ کے واسطے پوچھتا ہوں۔ کیا تم مجھے جانتے ہو۔

وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِسُوقِ

میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں تو وہ چپ رہے پھر میں نے دوبارہ

الْمَدِينَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ

اللہ کا واسطہ دے کر ان سے پوچھا۔ اس پر بھی وہ چپ رہے۔ پھر میں ان سے

بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ مَنْ يَدُلُّ عَلَى كَعْبِ بْنِ

اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا۔ اس پر انھوں نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے

مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ حَتَّى إِذَا جَاءَنِي دَفَعَ

ہیں۔ اس پر میری آنکھ سے آنسو بہنے لگا۔ اور میں لوٹا۔ یہاں تک کہ دیوار پھاند لی۔

إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَإِذَا فِيهِ۔ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي

انھوں نے کہا۔ میں ایک دن مدینے کے بازار میں چل رہا تھا کہ شام کے کاشتکاروں میں سے ایک

أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ
کاشتکار جو غلہ لے کر مدینے میں بیچنے کے لئے آیا تھا۔ کہہ رہا ہے۔ مجھے کعب بن مالک

وَلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا وَهٰذَا
کا پتہ کون بتائے گا۔ لوگ اسے اشارہ کرنے لگے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان

أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰى إِذَا
کا ایک خط دیا جس میں یہ تھا۔ اما بعد۔ مجھے یہ خبر پہونچی کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے حالانکہ

مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِينَ إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
اللہ نے تم کو ذلت و رسوائی کے گھر میں نہیں رکھا ہے۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تمہارے ساتھ اچھا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
سلوک کریں گے۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو اپنے جی میں کہا۔ یہ بھی آزمائش میں سے ہے۔ میں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ فَقُلْتُ
نے یہ خط تنور میں ڈال دیا۔ اور اسے جلا دیا۔ جب پچاس دنوں میں سے چالیس دن پورے ہو گئے

أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَ
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرستادہ میرے پاس آتا ہے۔ اور اس نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

أَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ الْحَقِيْ بِأَهْلِكِ
تعالیٰ علیہ وسلم تم کو حکم دے رہے ہیں کہ اپنی عورت سے الگ رہو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسے طلاق

فَتَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ كَعْبٌ
دیدوں یا کیا کروں۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ اس سے علیحدہ رہو اس کے قریب نہ جاؤ۔ اور حضور نے میرے

فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
ساتھیوں کے پاس بھی اسی کے مثل کہلایا۔ اس پر میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ
اور انھیں کے یہاں رہنا یہاں تک کہ اللہ عزوجل فیصلہ فرمائے۔ حضرت کعب نے کہا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی

لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبْكِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ہلال بن امیہ بہت کمزور بوڑھا

قالت انہ واللہ مابہ حرکۃ الی شیئ واللہ مازال یبکی منذ

ہے اور ان کے پاس کوئی خادم نہیں تو کیا آپ ناپسند فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں۔ فرمایا۔

کان من امرہ ما کان الی یومہ ھذا فقال لی بعض اھلی

نہیں۔ اس کی خدمت کرو لیکن وہ تجھ سے ہمبستری نہ کرے ان کی بیوی نے عرض کیا۔ بخدا اس میں کسی

لو استاذنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی امرأتک

چیز کی حرکت نہیں بخدا وہ مسلسل رو رہا ہے جب سے اس کا معاملہ یہ ہوا آج تک۔ تو مجھ سے میرے بعض اہل

کما اذن لامرأۃ ھلال بن امیۃ ان تخدمہ فقلت واللہ

نے کہا۔ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت حاصل کر لیتے جیسا کہ

لا استاذن فیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما

ہلال بن امیہ کی بیوی نے خدمت کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ میں نے کہا۔ بخدا اس بارے میں

یدرینی ما یقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت کی درخواست نہیں کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ اجازت طلب

استاذنتہ فیھا وانا رجل شاب فلبثت بعد ذلک عشر لیال

کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے۔ اور میں جوان شخص ہوں۔ اس کے بعد دس دن

حتی کملت لنا خمسون لیلۃ من حین نھی رسول اللہ صلی

ہم اسی حال میں رہے یہاں تک کہ پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کلامنا فلما صلیت صلوۃ الفجر صبح

نماز پڑھ چکا اور میں اپنے گھر کی چھت پر اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا

خمسین لیلۃ وانا علی ظھر بیت من بیوتنا فبینا انا جالس

ہے کہ میں جان سے تنگ آگیا۔ اور زمین کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی کہ میں نے جبل سلع

علی الحال التی ذکر اللہ قد ضاقت علی نفسی وضاقت علی

پر چڑھے ہوئے ایک بلند آواز سے پکارنے والے کی آواز سنی۔ اے کعب بن مالک !

الارض بما رحبت سمعت صوت صارخ اوفی علی جبل سلع

تمہیں بشارت ہو۔ حضرت کعب نے کہا۔ یہ سن کر سجدہ شکر میں میں گر گیا۔ اور میں نے

باعلی صوته یا کعب بن مالك أبشر قال فخررت ساجدا و

جان لیا کہ کشادگی آئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صبح کی

عرفت أن قد جاء فرج وآذن رسول الله صلی الله تعالیٰ

نماز پڑھی تو اس کی خبر دی کہ اللہ نے ہماری توبہ قبول فرمالی۔ اب لوگ

علیه وسلم بتوبة الله علینا حین صلی صلوة الفجر فذهب

ہمیں بشارت دینے کے لئے چلے۔ اور ہمارے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی بشارت

الناس یبشروننا وذهب قبل صاحبی مبشرون ورکض إلی

دینے والے گئے۔ اور میرے پاس ایک شخص گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا۔ اور قبیلہ اسلم

رجل فرسا وسعی ساع من أسلم فأوفی علی الجبل وکان

کا ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اور پہاڑ پر چڑھ گیا تو آواز گھوڑے سے زیادہ

الصوت أسرع من الفرس فلما جاءنی الذی سمعت صوته

تیز ثابت ہوئی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے

یبشرنی نزعت له ثوبی فکسوته إیاهما ببشراه والله ما أملك

سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کی بشارت دینے کے عوض

غیرهما یومئذ واستعرت ثوبین فلبستهما وانطلقت إلی رسول

اس کو پہنا دیا۔ بخدا اس دن ان دونوں کے علاوہ اور کپڑوں کا مالک نہیں تھا۔

الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فیتلقانی الناس فوجا فوجا

میں نے دو کپڑے مانگ کر پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

یهنئونی بالتوبة یقولون لتهنك توبة الله علیك قال

چلا تو لوگ مجھ سے فوج در فوج ملتے مجھے توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دیتے۔ کہتے

کعب حتی دخلت المسجد فإذا برسول الله صلی الله تعالیٰ

تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ یہاں تک کہ میں مسجد کے اندر حاضر

علیه وسلم جالس حوله الناس فقام إلی طلحة بن عبید

ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردگرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ طلحہ بن

اللہ یھرول حتی صافحنی وھنانی واللہ ما قام الی رجل

عبید اللہ دوڑتے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور مجھے مبارکباد دی۔ بخدا

من المھاجرین غیرہ ولا انساھا لطلحۃ قال کعب فلما سلمت

مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی نہیں میرے پاس آیا۔ میں طلحہ کی یہ بات بھول

علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

نہیں سکتا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ

وسلم وھو یبرق وجھہ من السرور ابشر بخیر یوم مر علیک منذ ولدتک امک

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور حضور کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ تمہیں ایسے خیر کی

قال قلت امن عندک یا رسول اللہ ام من عند اللہ قال

بشارت ہو جو تم کو پیدائش کے وقت سے آج تک نصیب نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا۔

لا بل من عند اللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

یارسول اللہ! یہ حضور کی بارگاہ سے ہے یا اللہ کی بارگاہ سے۔ فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی

وسلم اذا سر استنار وجھہ حتی کانہ قطعۃ قمر وکنا

بارگاہ سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو چہرۂ اقدس

نعرف ذلک منہ فلما جلست بین یدیہ قلت یا رسول اللہ

اتنا روشن ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اسے پہچانتے تھے۔ جب میں حضور کے

ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی

سامنے بیٹھا تو عرض کیا یارسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال رسول اللہ

کی بارگاہ میں صدقہ کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا کچھ مال اپنے

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امسک علیک بعض مالک فھو

پاس رکھو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں اپنا وہ حصہ روک رہا ہوں جو

خیر لک قلت فانی امسک سھمی الذی بخیبر فقلت یا

خیبر میں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! بے شک اللہ نے سچ بولنے کی

رسول اللہ ان اللہ انما نجانی بالصدق وان من توبتی

وجہ سے مجھے نجات دی۔ اور بے شک میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ

ان لا احدث الا صدقا ما بقیت فواللہ ما اعلم احدا

رہوں گا سچ بولوں گا۔ بخدا مسلمانوں میں سے میں کسی کو نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو سچی

من المسلمین ابلاہ اللہ فی صدق الحدیث منذ ذکرت

بات کے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہو۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ذلک لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی یومی

وسلم سے یہ کہدیا آج تک اور یہ سب سے اچھی آزمائش ہے۔ جب سے میں نے رسول اللہ

ھذا احسن مما ابلانی وما تعمدت منذ ذکرت ذلک

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا اس وقت سے آج تک قصداً جھوٹ نہیں بولا۔

لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی یومی کذبا و

اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اللہ مجھے محفوظ رکھے گا۔ اور اللہ

انی لارجوا ان یحفظنی اللہ فیما بقیت وانزل اللہ علی

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ لقد تاب اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقد تاب اللہ علی

علی النبی والمہاجرین - کونوا مع الصادقین تک

النبی والمھاجرین الی قولہ وکونوا مع الصادقین فواللہ

اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دینے کے بعد مجھ پر اس سے بڑی کوئی نعمت

ما انعم اللہ علی من نعمۃ قط بعد ان ھدانی للاسلام

نہیں کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچ بولا۔ اور جھوٹ نہیں بولا

اعظم فی نفسی من صدقی لرسول اللہ ان لا اکون کذبتہ

ورنہ ہلاک ہو جاتا جیساکہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ

فاھلک کما ھلک الذین کذبوا فان اللہ قال للذین کذبوا

نے جب وحی نازل فرمائی توان جھوٹوں کے بارے میں اتنی سخت بات فرمائی جو کسی

حِیْنَ اَنْزَلَ الْوَحْیَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی

کے لئے نہیں فرمائی۔ فرمایا۔ اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم لوٹ کر ان کے پاس جاؤ گے۔ لغایت

سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْھِمْ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ

بے شک اللہ فاسقوں سے راضی نہیں۔ حضرت کعب نے کہا۔ ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں

لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ قَالَ کَعْبٌ وَکُنَّا تَخَلَّفْنَا اَیُّھَا الثَّلٰثَۃُ

سے الگ ہے جن کے قسم کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا عذر

عَنْ اَمْرِ اُولٰئِكَ الَّذِیْنَ قَبِلَ مِنْھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

قبول فرما لیا تھا۔ اور ان سے بیعت لے لی تھی۔ اور ان کے لئے استغفار فرمایا تھا۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَلَفُوْا لَہٗ فَبَایَعَھُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمْ وَاَرْجَا

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارا معاملہ موخر فرمایا یہاں تک کہ اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰی قَضَی اللّٰہُ

نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ تو یہی ہے جو اللہ نے فرمایا وعلی الثلثۃ

فِیْہِ فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰہُ وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا وَلَیْسَ

الذین خلفوا — اور اللہ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی جو موقوف

الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا ھُوَ تَخْلِیْفُہٗ اِیَّانَا

رکھے گئے تھے۔ اس سے مراد وہ لوگ نہیں جو غزوے میں جانے سے رہ گئے تھے۔ اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ

وَاِرْجَاؤُہٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَہٗ وَاعْتَذَرَ اِلَیْہِ فَقَبِلَ مِنْہُ۔

تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے معاملے کو موقوف رکھنا اور موخر کرنا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جنھوں نے حضور

کے سامنے قسم کھائی اور عذر بیان کیا۔ ان کا عذر فوراً قبول فرما لیا۔

تشریحات ۴۲۱۹

غزوۂ تبوک میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے مقابلہ تھا۔ اس لئے نفیر عام کا حکم ارشاد فرمایا تھا کہ جو بھی جہاد کی استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور ساتھ ہو لے اور زمانہ سخت عسرت کا تھا۔ اور کھجوریں قریب قریب پک چکی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخراجات جنگ کے لئے چندہ فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت صدیق اکبر نے اپنا کل مال اور فاروق اعظم نے اپنا آدھا مال نذر کیا تھا۔ لیکن اس غزوے کی تجہیز کا سہرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے سر رہا۔

اسی وجہ سے جو لوگ استطاعت کے باوجود اس غزوے میں شریک نہ ہوئے ان پر سخت عتاب ہوا۔ انصار میں سے اسی سے کچھ زیادہ افراد غزوے میں شریک نہیں ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اس غزوے سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ تو تین کے علاوہ بقیہ تمام پیچھے رہ جانے والوں نے جھوٹے عذر بیان کر کے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کی جن سے کوئی مواخذہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ لوگ مومن مخلص نہ تھے۔ منافق تھے۔ البتہ تین حضرات مومنین مخلصین میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا۔ جس کی وجہ سے ان پر عتاب ہوا۔ اس عتاب کی پوری تفصیل اور اس کے ایمان افروز احوال حدیث میں سن چکے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذوق یہی تھا کہ لیلۃ العقبہ کی بیعت غزوۂ بدر سے اہم ہے۔ اس لئے اسی بیعت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ جس کے نتیجے میں غزوۂ بدر اور دیگر محاربے وجود میں آئے۔ حضرت کعب کا اعتقاد یہ تھا۔ کہ چونکہ غزوۂ بدر کی بھی بنیاد لیلۃ العقبہ کی بیعت ہے اس لئے وہ انھیں بدر سے زیادہ پیاری تھی۔ لیکن حقیقت میں بدر کے معرکہ حق و باطل کی شان ہی کچھ اور ہے۔ بیعت کر لینا اور بات ہے لیکن وقت پر جان کی بازی لگا دینا شئ دیگر ہے۔ لیلۃ العقبہ میں جو بیعت ہوئی تھی۔ اس کی وفاداری کا پہلا موقع غزوۂ بدر تھا۔ جب کہ قریش کی ایک ہزار منتخب جنگجو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ڈٹ گئے تھے۔ قریش میں ایسے ایسے منتخب روزگار سورما تھے جو اپنے آپ کو ہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے۔ ان کی دھاک پورے عرب پر بیٹھی ہوئی تھی علاوہ ازیں قریش کی ریاست پورے عرب پر مسلم تھی۔ اسلامی لشکر میں زیادہ تر انصار کرام تھے۔ جو قریش کی عظمت و شوکت سے ایک گونہ مرعوب بھی تھے۔ لیکن اسلام کے نشے نے انھیں ایسا سرشار کر دیا تھا کہ ان پر نہ تو دشمنوں کی کثرت کا اثر پڑا نہ ان کی شان و شوکت کا نہ ان کی عظمت کا۔ تھوڑی تعداد ہوتے ہوئے بے سروسامانی کے باوجود وہ عرب کی سب سے بڑی طاقت سے بھڑ گئے۔ اور پھر انھیں ذلت آمیز شکست دی۔ معرکہ بدر کی نزاکت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا کی۔ اے اللہ! اگر تو نے اس مٹھی بھر جماعت کی مدد نہ کی تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہو گی اس نازک موقع پر جن لوگوں نے جاں نثاریاں کیں ان کی عظمت کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے۔ کہ شرکاء بدر انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ جاں نثاری کی بیعت کر لینا بھی کمال ہے مگر وقت آنے پر اس بیعت کو سچا کر دکھانا اس سے بدرجہا اعلیٰ کمال ہے۔

باب کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر۔ ص ۶۳۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کی جانب مفاوضہ عالیہ بھیجنا۔

کسریٰ شاہان ایران کا لقب ہے اور قیصر شاہان روم کا صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش اور ان کے حلفار کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہوگیا تو عرب کے ارد گرد جو سلطنتیں تھیں انھیں اسلام کی دعوت دی اور ہر ایک کے نام مفاوضات روانہ فرمایا قیصر کے نام جو والا نامہ روانہ فرمایا تھا وہ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست بھیجا تھا جس کی پوری تفصیل پہلی جلد میں گذر چکی ہے کسریٰ کے نام والا نامہ روانہ فرمایا تھا وہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست روانہ فرمایا تھا جس کا ذکر کتاب العلم میں گذر چکا ہے۔

۲۱۹۵ حدیث — عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معھم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔ عہ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایام جمل میں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد سے نفع پہونچایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل میں شامل ہو جاتا اور ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتا۔ انھوں نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ فارس والوں نے کسریٰ کی لڑکی کو بادشاہ بنا لیا ہے تو فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے۔

عہ ثانی تفسیر سورہ براءت باب قولہ لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار و باب قولہ علی الثلاثۃ الذین خلفوا ص ۶۷۵ و باب قولہ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ص ۶۷۶ ۔ واحکام ۔ باب ھل للامام ان یمنع المجرمین ص ۱۰۶۰ مسلم توبہ، ابو داؤد، نسائی، طلاق واستیذان: باب من لم یسلم علی من اقترف ذنبا ص ۹۲۵ ۔ عہ ثانی فتن باب ص ۱۰۵۲ ، ترمذی فتن ، نسائی فضائل ،

تشریحات ۵۹۸ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والا نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیجا تھا اس نے والا نامہ میں جب یہ لکھا دیکھا "من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس" تو غصہ میں لال بھبوکا ہو کر والا نامہ کو پھاڑ دیا اور یہ کہا میرا غلام ہو کر اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے اور اس نے بحرین کے حاکم منذر بن ساوی ابدی کے پاس یہ حکم نامہ بھیجا کہ انھیں گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے دو آدمی بھیجے یہ دونوں شخص جب مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا تم لوگ واپس جاؤ اور اپنے آقا کو اطلاع دو کہ ان کے بادشاہ کو اس کے لڑکے نے قتل کر دیا ہے۔

اور یہ قصہ ہوا کہ شیرویہ پرویز کے لڑکے نے اسے قتل کر دیا پھر اپنے سب بھائیوں کو بھی مروا ڈالا پرویز نے اپنے خزانے میں ایک شیشی میں زہر بھر کر یہ لکھدیا تھا کہ یہ قوت باہ کی دوا ہے شیرویہ کو یہ شیشی ملی اور اس نے کھا لیا جس کے نتیجے میں مر گیا اپنے باپ کے قتل کے بعد صرف چھ مہینہ جیا چونکہ تخت کا کوئی وارث نہیں تھا اس لئے ایرانیوں نے پرویز کی لڑکی پوران دخت کو تخت پر بیٹھایا اس کی اطلاع ملی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے۔

گذر چکا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ خسرو پرویز نے والا نامہ چاک کر دیا ہے تو فرمایا کہ اس نے میرے والا نامہ کو چاک کیا وہ خود ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

اور یہی ہوا پوران دخت کے ایام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارس پر حملہ کیا جب ہر محاذ پر ایرانی فوجیں شکست کھانے لگیں تو ایرانیوں نے پوران دخت کو معزول کر کے یزدجرد کو تخت پر بیٹھایا مگر پھر بھی مجاہدین کا ریلا کسی کے روکے نہ رکا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے ہی میں پورے فارس اور ایران پر اسلامی جھنڈا لہرا گیا یزدجرد کو ایران چھوڑ کر بھاگنا پڑا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یزدجرد مارا گیا اس طرح صدیوں کی ایرانی شہنشاہی نیست و نابود ہو گئی۔

باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَاتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۶۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیماری اور وصال کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان بیشک تم انتقال فرمانے والے ہو اور وہ لوگ مرنے والے ہیں اس کے بعد اپنے رب کے حضور جھگڑو گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت بعثت ہجرت اور وصال اور عمر مبارک کے بارے میں چھٹی جلد میں پوری بحث ہو چکی ہے اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ربیع الاول کے دوشنبہ کے دن ہوا تھا تاریخ کیا تھی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں اہل ترجیح کا اس پر اتفاق

ہے کہ دس ربیع الاول کو ہوا تھا لیکن پوری دنیائے اسلام میں یہی مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاول کو وصال ہوا تھا اور عمر مبارک پورے ترسٹھ سال کی تھی۔

۲۱۹۵ ت قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ
وسلم مرض وصال میں بار بار فرماتے تھے اے عائشہ میں اس کھانے کی تکلیف ہمیشہ
مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ
پاتا رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس وقت اس زہر کی وجہ سے محسوس کر رہا ہوں
وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ۔
کہ میری شہ رگ لوٹ گئی ہے۔

تشریحات اس تعلیق کو بزار حاکم اور اسماعیلی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے گذر چکا کہ خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے زہر آلود بکری پیش کی تھی جس سے چند لقمے حضور نے تناول فرمائے تھے۔ ابہر یہ دو رگیں ہیں جو دل سے نکلتی ہیں پھر اسی سے چھوٹی چھوٹی رگیں نکل کر پورے جسم میں پھیلی ہیں۔ ۱۴۱

مرض وصال میں بظاہر طور پر شدید بخار تھا اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ بخار زہر کے اثر سے تھا بعض گستاخ بے ادب لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نمونیئے کی وجہ سے ہوا تھا ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ نمونیہ سے انبیاء کرام معصوم ہیں۔

۲۱۹۶ حدیث عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں سنا کرتی تھی کہ کوئی
كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
نبی وصال نہیں فرماتا جب تک کہ اسے دنیا و آخرت کے درمیان اختیار نہ دیدیا جائے
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي
میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض وصال میں یہ فرماتے ہوئے سنا اور حضور کی آواز

مَاتَ فِيهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُولُ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ

بیٹھ چکی تھی فرماتے تھے ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اس سے میں نے گمان کیا

الْآيَةَ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ عه

کہ حضور کو اختیار دے دیا گیا (حضور نے آخرت کو پسند فرمالیا)

تشریحات ۲۱۹۶ ام المؤمنین ہی کی دوسرے طریقے سے بخاری ہی میں حدیث آرہی ہے کہ ام المؤمنین نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے سنا تھا کہ کوئی نبی دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا یہاں تک کہ جنت میں اس کی جو جگہ ہے دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔

۲۱۹۷ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ

تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا

قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّى أَوْ يُخَيَّرُ فَلَمَّا اشْتَكَى

جب تک جنت میں اس کی جو جگہ ہے اسے دیکھ نہ لے پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے (جو چاہے

وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ

پسند کرے دنیا میں رہنا یا آخرت میں) پھر جب حضور بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آیا

سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فَقُلْتُ إِذًا لَا يُجَاوِرُنَا فَأَرَدْتُ

تو حضور پر بیہوشی طاری ہوئی اس وقت حضور کا سر عائشہ کی ران پر تھا جب افاقہ ہوا تو حضور کی نظر گھر کے چھت کی

أَنَّهُ حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ۔ عه

طرف اٹھی پھر فرمایا اے اللہ رفیق اعلیٰ میں، تو میں نے کہا "اب حضور ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے اور سمجھ گئی کہ یہ وہ حدیث ہے جو تندرستی کی حالت میں فرماتے

۲۱۹۸ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ ثانی تفسیر باب اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم ص۶۶۰

عہ ثانی باب آخر ما تکلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۴۱، کتاب الدعوات باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۳۹ کتاب الرقاق باب من احب لقاء اللہ ص۹۶۳

أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا

جب بیمار پڑتے تو اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم فرماتے اور ہاتھوں پر

اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى

دم کر کے پورے جسم پر ملتے، جب حضور مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو میں

وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ أَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّذِي

معوذات پڑھ کر حضور پر دم کرتی اور حضور کے ہاتھ پر پھونک کر جسم پر ملتی۔

كَانَ يَنْفُثُ وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ عہ

تشریحات ۲۱۹۸ ومسح عنه بیده سے مراد یہ ہے کہ معوذات پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے پھر ان کو اپنے چہرے اور پورے بدن پر پھیرتے۔ معوذات سے مراد قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ہے اور جمع اس اعتبار سے ہے۔ کہ کبھی دو پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے یا یہ کہ ان دونوں سورتوں کے ساتھ سورۂ اخلاص بھی شامل کر لیتے یا یہ کہ معوذات سے مراد وہ دعائیہ کلمات ہیں جن میں شیطان، امراض اور آفات سے تعوذ وارد ہے۔

حدیث ۲۱۹۹ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ میں نے نبی صلی اللہ

أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْغَتْ إِلَيْهِ قَبْلَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو وصال سے پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا اور وہ کان لگائے ہوئے

أَنْ يَمُوتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ إِلَى ظَهْرِهَا يَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي

تھیں اور حضور اپنی پیٹھ میرے سہارے لگائے ہوئے تھے کہ اے اللہ مجھے بخش دے

وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ عہ

اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا۔

عہ ثانی کتاب الطب باب الرقیٰ بالقرآن والمعوذات ص۸۵۴، فضائل قرآن باب فضل المعوذات ص۷۵۰ باب المرأۃ ترقی الرجل ص۸۵۶ مسلم طب،

عہ ثانی کتاب المرضیٰ باب نہی التمنی المریض الموت ص۸۴۷ مسلم فضائل، ترمذی دعوات، نسائی وفات

۲۱۹۹
تشریحات مغفرت کی دعا اظہار عبودیت کے لئے تواضعاً تھی یا امت کی تعلیم کے لئے۔

۲۲۰۰ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَبَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلَا اُكْرِهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حالت میں وفات پائی کہ حضور کا سر اقدس میری گردن کی ہنسلی اور تھوڑی کے درمیان تھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کی موت کی سختی مجھے گوارہ نہیں۔

تشریحات ۲۲۰۰ دوسری حدیثوں میں وفات کے وقت کی تفصیل یہ درج ہے کہ کبھی چادر کو منھ پہ ڈالتے پھر کبھی ہٹاتے قریب ہی ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا، ہاتھ ڈال کر پانی لیکر چہرے پر ملتے پھر فرماتے لا الٰہ الا اللہ، بیشک موت کے لئے سکرات ہیں اے اللہ موت کے سکرات برداشت کرنے میں میری مدد فرما۔

۲۲۰۱ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ تِيْبَ عَلَيْهِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ مِنْ

حدیث عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے مجھے خبر دی ۔ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں ان تین میں سے ایک تھے جنھیں اللہ نے معاف فرمادیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ

عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْعِہِ الَّذِیْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال میں حضور کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے پوچھا

تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اے ابوالحسن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بحمد اللہ تعالیٰ اچھے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا فَاَخَذَ

ہیں تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا تم بخدا تین دن کے بعد لاٹھی

بِیَدِہٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَہٗ اَنْتَ وَاللّٰہِ بَعْدَ ثَلَاثٍ

کے غلام ہوگے میں بخدا دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی بیماری

عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

میں وصال فرمائیں گے، بیشک میں بنی عبدالمطلب کے چہروں کو پہچانتا ہوں کہ موت کے وقت

وَسَلَّمَ سَوْفَ یُتَوَفّٰی مِنْ وَجْعِہٖ ھٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْہَ بَنِیْ

کیسا رہتا ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور حضور سے پوچھیں

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْھَبْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

خلافت کس میں ہوگی؟ اگر ہم میں ہو تو ہم جان لیں اور اگر ہمارے غیر میں ہو تو اسے جان

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْہُ فِیْمَنْ ھٰذَا الْاَمْرُ اِنْ کَانَ

لیں اور حضور ہمیں وصیت فرمادیں یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا بخدا اگر

فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاہُ فَاَوْصٰی بِنَا فَقَالَ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا سوال کیا۔ اور حضور

عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰہِ لَئِنْ سَاَلْنَاھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے منع کر دیا تو حضور کے بعد لوگ ہم کو نہیں دیں گے واللہ ہم رسول اللہ

وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاھَا لَا یُعْطِیْنَاھَا النَّاسُ بَعْدَہٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا سوال نہیں کریں گے۔

اَسْاَلُھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؏

؏ ثانی استیذان باب المعانقہ وقول الرجل کیف اصبحت ص۹۲۷

تشریحات ۲۲۰۱ فاوصی بنا، یہاں حذف ہے، عبارت یہ تھی اگر ہمارے لئے ہے تو اس کی وصیت فرمادیجئے۔ چنانچہ مرسل شعبی میں ہے والا اوصی بنا فحفظنا من بعد، لیکن جو عبارت یہاں ہے وہ بھی بے داغ ہے مطلب یہ ہے کہ جسے بھی خلافت ہو خواہ ہمیں یا کسی اور کو اس کے مطابق ہمیں وصیت فرمادیجئے۔ یہ حدیث رافضیوں کے اس ادعائے باطل کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر نص جلی فرمادی تھی، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت علی فرمادیتے کہ اب اس کی ضرورت ہی کیا، ہمارے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص جلی فرمادی ہے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس سے فرمایا، کیا ہمارے علاوہ اور بھی کوئی اس کا امیدوار ہے؟ حضرت عباس نے فرمایا میرا گمان ہے بخدا ایسا ہوگا۔ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ہی سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ حق امت کو دیا تھا جبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ لوگ ہمیں نہیں دیں گے اس سے ثابت کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو دیدیا تھا۔

۲۲۰۲ إِنَّ أَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَتْ تَقُولُ إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَأَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں بیشک اللہ کی نعمتوں میں سے مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینے اور گلے کے درمیان اور اللہ نے میرے اور ان کے لعاب کو ان کے وصال کے وقت جمع فرمایا۔ عبدالرحمٰن میرے پاس اندر آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو میں نے حضور کو دیکھا کہ مسواک کی طرف دیکھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ

دیکھ رہے ہیں۔ میں نے پہچانا کہ حضور مسواک کو پسند فرماتے ہیں میں نے پوچھا آپ

فَقُلْتُ آخُذُهُ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهِ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ

کے لئے مسواک لے لوں تو آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں تو میں نے مسواک لیا (اور حضور کو دیا)

عَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهُ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهِ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهُ فَاَمَرَّهُ

لیکن وہ حضور سے چبھ نہ سکی تو میں نے عرض کیا۔ آپ کے لئے نرم کردوں تو آپ نے سر سے اشارہ

وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ

فرمایا کہ ہاں تو میں نے اس کو نرم کردیا پھر حضور نے اس کو اپنے منھ میں پھیرا حضور کے سامنے ایک

يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ

بڑا پیالہ تھا جس میں پانی تھا حضور اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالتے پھر چہرہ پر ملتے فرماتے

لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ

لا الٰہ الا اللہ بیشک موت کے لئے سختیاں ہیں پھر حضور نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہنے لگے رفیق اعلیٰ

الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ۔

میں یہاں تک کہ روح قبض کرلی گئی ــــ اور حضور کا ہاتھ ڈھلک گیا۔

تشریحات ۲۲۰۲ یہ حدیث بطریق عبدالرحمٰن بن قاسم گذر چکی ہے اس پر تفصیلی گفتگو بھی ہو چکی ہے یہاں یہ ہے فَاَمَرَّهُ۔ لیکن بطریق عبدالرحمٰن جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ طریقہ سے مسواک کرتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

۲۲۰۳ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ

علیہ وسلم نے میرے گھر میں میری باری کے دن میں اور میرے سینے اور تھوڑی کے درمیان

يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ اِذَا

وصال فرمایا ہے اور جب کوئی بیمار ہوتا تو ہم ایک دعا پڑھتے کہ اس پر دم

مَرَضٍ فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ

کیا کرتے تھے تو میں نے بھی یہی کیا پھر حضور نے اپنے سر کو آسمان کی طرف

الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى[1]۔

اٹھایا اور کہا۔ رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں ۔

۲۲۰۴ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ

أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ عـه

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی پیشانی کو وصال کے بعد بوسہ دیا)

تشریحات ۲۲۰۴ اس کی پوری تفصیل کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے۔ ناظرین حضرات وہیں رجوع فرمائیں۔

۲۲۰۵ وَقَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم نے حضور کی بیماری میں حضور

أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ

کے منہ میں دوا ڈالی تو حضور ہماری طرف اشارہ فرماتے کہ میرے منہ میں دوامت ڈالو تو ہم نے

قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ

کہا مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اس لئے حضور منع فرما رہے ہیں جب حضور کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تم کو منہ میں دوا

فَقَالَ لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ

ڈالنے سے منع نہیں فرمایا تھا تو ہم نے عرض کیا (ہم نے یہ سمجھا) مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اسلئے منع فرما رہے ہیں اب فرمایا گھر میں جتنے لوگ

فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ عـه

ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے میری نظر کے سامنے کوئی باقی نہ ہے سوائے عباس کے اس لئے کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔

تشریحات ۲۲۰۵ یہاں امام بخاری نے تقبیل کی حدیث کو لدود والی حدیث سے الگ ذکر کیا ہے لیکن کتاب الطب میں بطریق علی بن عبد اللہ مدینی دونوں متن ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔

عـه ثانی الطب باب اللدود ص۸۵۱ ۔ ترمذی شمائل، نسائی جنائز، ابن ماجہ جنائز۔

عـه ثانی الطب باب اللدود ص۸۵۱ ۔ الدیات باب القصاص بین الرجل والنساء فی الجراحات ص۱۰۱۰ باب اذا اصاب قوم من رجل ص۱۰۱۸

۲۲۰۶ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ یَتَغَشَّاہُ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاکَرْبَ اَبَاہُ فَقَالَ لَہَا لَیْسَ عَلٰی اَبِیْکِ کَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ۔ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ یَا اَبَتَاہُ مَنْ جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاہُ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ نَنْعَاہُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ یَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ۔ ع۵

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا اور غشی طاری ہونے لگی تو فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہائے میرے ابا کی تکلیف! تو حضور نے فرمایا آج کے بعد تمہارے ابا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی جب حضور کا وصال ہوگیا تو حضرت فاطمہ نے کہا اے ابا جان! رب نے آپ کو بلایا آپ نے اس کا بلاوا قبول فرمایا، جنت الفردوس آپ کی قیامگاہ ہے۔ اے ابا! میں جبرئیل کو آپ کے وصال کی خبر دیتی ہوں، جب دفن کئے جا چکے تو فاطمہ زہراء نے کہا اے انس! کیسے تم کو گوارہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی۔

تشریحات ۲۲۰۶ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جن دردناک الفاظ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مفارقت پر اپنے غم کا اظہار فرمایا یہ شدت غم میں حالت اضطرار میں ان کے دہن پاک سے نکلا۔ یہ نیاحت ممنوعہ نہیں جو اپنے قصد و اختیار سے چیخ چیخ کر آواز بنا بنا کر کیا جاتا ہے جس میں جھوٹ بھی ہوتا ہے، کسی کے فوت ہونے پر حالت اضطرار میں آنسو نکل آئیں یا کچھ کلمات ایسے نکل آئیں جن سے اندرونی غم و اندوہ کا اظہار ہو یہ ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہوگئے تھے اور یہ فرمایا تھا العین تدمع ولا نقول الا ما یحب ربنا ویرضیٰ وانا بفراقک لمحزونون یا ابراھیم، آنکھ سے آنسو جاری ہے مگر ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم تمہاری جدائی میں اے ابراہیم غمزدہ ہیں۔ اسی قبیل سے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ کلمات ہیں۔

ع۵ ابن ماجہ جنائز

باب بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أسامة بن زيد في مرضه الذي توفي فيه ص۶۴۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض وصال میں اسامہ بن زید کو (روم کی طرف) بھیجنا۔

مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھ کر ان کو دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور جہاں تمہارے والد شہید کئے گئے تھے وہاں جا کر اپنے والد کے خون ناحق کا بدلہ لو اور کافروں سے جہاد کرو۔ اس لشکر میں تمام مہاجرین اولین کو شریک ہونے کا حکم دیا حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت ابو عبیدہ بن جراح امین امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی شریک ہونے کا حکم دیا، سنیچر کے دن حضرت اسامہ مدینہ طیبہ سے نکل کر مقام جرف پر قیام کیا تاکہ سارے مجاہدین آجائیں پھر یہاں سے کوچ کریں اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت بہت نازک ہے وہ رک گئے، پھر دوشنبہ کی صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافی افاقہ ہے وہ چلے کہ آج لشکر کے ساتھ کوچ کریں کہ اچانک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت غیر ہوگئی، ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے پاس خبر بھیجا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال اچھا نہیں تم رک جاؤ حضرت اسامہ اور پورا لشکر کوچ کے لئے تیار تھا، حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہی والے تھے کہ ان کی والدہ کا پیغام ملا وہ فوراً پلٹ پڑے اور جھنڈا لاکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کے دروازے پر گاڑ دیا تمام شرکا بھی واپس ہوگئے پھر حضور کا دوپہر ڈھلنے کے بعد وصال ہوگیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہوگئے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجا جائے یا نہیں اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے اطراف و جوانب سے اطلاعات ملیں کہ اعراب مرتد ہوگئے ہیں، بڑا نازک مرحلہ تھا اکثر صحابۂ کرام کی رائے یہ تھی کہ اس لشکر کو روک دیا جائے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس لشکر کو روانہ فرمایا ہے ابن ابی قحافہ کی مجال نہیں کہ اسے روکے اور جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے اس کو کھولے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ کو مع لشکر کے ان کی مہم پر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، حضرت صدیق اکبر کو مدینہ طیبہ میں مشورے کے لئے ضرورت تھی، اس لئے حضرت اسامہ سے اجازت لے کر ان کو روک لیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ بلقا کے قریب تک پہونچے اور مظفر و منصور ہو کر بیس دن کے بعد واپس ہوئے اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب یہ لشکر مدینے سے چلا تو بہت سے مذبذبین یہ کہہ کر ارتداد سے باز رہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنا بڑا لشکر روم سے لڑنے کے لئے کیوں جاتا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (القرآن)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو

تحفظ عقائد اہلِ سنت

(نمبر ۲)

مع

ایمانی آیات

بجواب

شیطانی خرافات

مرتب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی

ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

زجاجۃ المصابیح

حنفی مشکوۃ شریف

مع اردو ترجمہ

نور المصابیح

جلد دوم

تالیف : محدثِ دکن حضرت علامہ الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ : مولانا علامہ محمد منیر الدین شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

نظرثانی : ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں سابق لیکچرار جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (حال امریکہ)

ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالمگیر مقبولیت اور شاندار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ **غلام رسول سعیدی** عمّ فیوضہ

کی ایک اور فکر انگیز اور علمی تصنیف قرآن مجید کی تفسیر بنام

تبیان القرآن

جلد یازدہم

چند خصوصیات :

- قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح ،
- احادیث ، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح ،
- قرآن پاک کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط ،
- عقائد اسلامیہ میں عقائد اہلسنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح ،
- مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل ، مجتہدین کی آراء پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی ،
- مشکلات اعراب قرآن کا حل ، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہب باطلہ کا مہذب رد ،
- یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہل ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت ، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔

پیشکش

فرید بک سٹال

۳۸ - اردو بازار ، لاہور

نزهة القاري

شرح

صحيح البخاري

الجزء الخامس

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

نزھۃ القاری

شرح

صحیح البُخاری

زعبدہ

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اُردو بازار لاہور

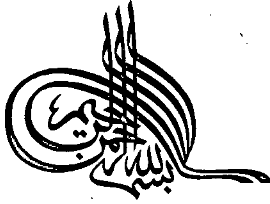

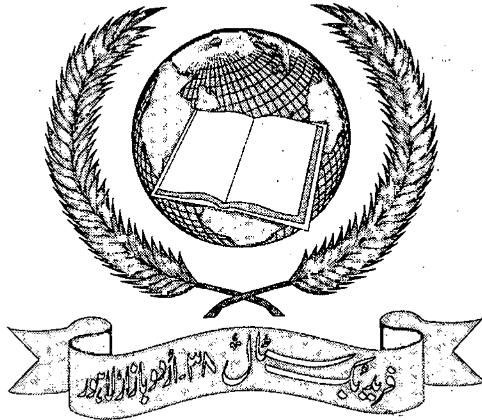

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ ستمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : /= روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵-۷۳۱۲۱۷۳-۴۲-۰۹۲
فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹-۴۲-۰۹۲
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد پنجم)

	مضامین	صفحہ

کِتَابُ التَّفْسِیرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِیْمُ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ، اَلرَّحِیْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًی وَاحِدٍ کَالْعَلِیْمِ وَالْعَالِمِ

رحمٰن، رحیم دونوں اسم ہیں جو رحمت سے مشتق ہیں، رحیم اور راحم کے ایک معنی ہیں! جیسے علیم اور عالم۔

تفسیر باب تفعیل کا مصدر ہے اس کے معنی لغوی کسی چیز کے ظاہر کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں تفسیر کے معنی یہ ہیں نظم قرآن کے مدلولات کو بیان کرنا ——— امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دونوں رحمت سے مشتق ہیں، رحمت کے معنی جھکنے کے ہیں تو رحمٰن اور رحیم کے معنی ہوئے جھکنے والا۔ اللہ عزوجل جھکنے سے منزہ ہے، یہاں مراد مجازی معنی ہے یعنی عطاء وانعام ——— تحقیق یہ ہے کہ رحمٰن اور رحیم یہ دونوں صفت مشبہ ہیں جو اسپر دلالت کرتا ہے کہ موصوف کے لئے معنی مشتق منہ علی الدوام ثابت ہے، رحمٰن اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے اس کا اطلاق کسی مخلوق پر جائز نہیں، رحیم عام ہے، اس کا اطلاق مخلوق پر بھی درست ہے۔ قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فرمایا گیا۔ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ الرَّحِیْمُ ——— امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ رحیم وراحم ایک معنی میں ہے جیسے علیم اور عالم غالباً ان کی مراد یہی ہے کہ جیسے راحم کا اطلاق مخلوق پر درست ہے ویسے ہی رحیم کا بھی درست ہے جیسے علیم اور عالم کا اطلاق مخلوق پر درست ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ ص ۶۴۲ فاتحۃ الکتاب کے بارے میں کیا وارد ہے

وَسُمِّیَتْ اُمُّ الْکِتَابِ لِاَنَّہٗ یُبْدَأُ بِکِتَابَتِہَا فِی الْمَصَاحِفِ وَیُبْدَءُ بِقِرَاءَتِہَا فِی الصَّلٰوۃِ

سورہ فاتحہ کا نام ام الکتاب بھی ہے، کیونکہ مصاحف میں یہی سب سے پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز میں قرآن مجید میں سب سے پہلے یہی پڑھی جاتی ہے۔

سورہ فاتحہ کے تیرہ نام ہیں اول۔ فاتحۃ الکتاب۔ اس لئے کہ مصاحف میں یہی سب سے پہلے لکھی جاتی ہے اور تعلیم اسی سے شروع کی جاتی ہے اور اس لئے کہ ایک قول کی بنا پر یہی سب سے پہلی

سورت نازل ہوئی ہے۔ دوسرے۔ ام القرآن، اس کی وجہ آگے آرہی ہے، تیسرے، کنز۔ چوتھے وافیہ، پانچویں حمد، چھٹے سورۃ الصلوٰۃ، ساتویں السبع المثانی اس لئے کہ سات آیتیں اس کی ہیں اور ہر نماز میں کم از کم دوبار پڑھی جاتی ہے۔ آٹھویں شفا اور شافیہ، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ یہ ہر زہر سے شفا ہے، نویں کافیہ، دسویں اساس، گیارہویں سوال، بارہویں شکر، تیرہویں سورۃ الدعاء۔

حضرت امام بخاری نے ام الکتاب کی وجہ تسمیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ اس بنیاد پر ہے کہ ام کے معنی ماں کے ہیں اور ماں ہر شئے کی ابتدا اور اس کی اصل ہے جیسے مکہ کا نام ام القریٰ ہے اس لئے کہ زمین وہیں سے پھیلائی گئی ہے۔

الدِّينُ الجزاء فِي الخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِينُ تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِالدِّينِ بِالحِسَابِ مَدِينِينَ مُحَاسَبِينَ

دین کے معنی بدلے کے ہیں خواہ اچھا ہو یا برا مثل مشہور ہے کما تدین تدان جیسا کرے گا ویسا بدلہ پائے گا۔

سورہ انفطار میں فرمایا گیا کَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۔ ہرگز نہیں بلکہ تم حساب کو جھٹلاتے تھے۔ اسی طرح سورۂ واقعہ میں فرمایا گیا۔ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۔

امام مجاہد نے فرمایا کہ دین کے معنی حساب کے ہیں، اور مدینین کے معنی محاسبین جن سے حساب لیا جائے۔

حدیث ۲

عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ المُعَلَّى قَالَ قُلْتُ أُصَلِّي فِي المَسْجِدِ فَدَعَانِي

حضرت ابو سعید بن معلی نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ

نے بلایا تو میں حاضر نہیں ہوا۔ اور میں نے عرض کیا یا رسول؟ میں نماز پڑھ رہا تھا تو فرمایا کیا اللہ نے یہ ارشاد

أَلَمْ يَقُلِ اللهُ اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ لِي لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ

نہیں فرمایا ہے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جب وہ تم کو بلائیں پھر مجھ سے فرمایا مسجد سے نکلنے سے

أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي القُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ المَسْجِدِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ

پہلے میں تم کو ایک سورہ بتاؤں گا جو قرآن مجید کی تمام سورتوں سے افضل ہے۔ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر جب مسجد

يَخْرُجَ قُلْتُ لَهُ أَلَمْ تَقُلْ لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ مِنَ القُرْآنِ قَالَ الحَمْدُ

سے باہر جانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا میں تم کو ایک ایسی سورہ بتاؤں گا جو قرآن کی تمام سورتوں سے

لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ المَثَانِي وَالقُرْآنُ العَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ [1]

عظیم تر ہے فرمایا یہ سورہ الحمد للہ رب العلمین ہے یہ سبع مثانی ہے۔ اور قرآن عظیم ہے۔ جو مجھے عطا فرمایا گیا۔

[1] ثانی تفسیر ص ۶۶۹ سورہ حجر ص ۶۸۳ ولقد آتینٰک سبعًا من المثانی کتاب فضائل القرآن باب فضل فاتحۃ الکتاب ص ۷۴۹ ابوداؤد صلوٰۃ، نسائی صلوٰۃ فضائل القرآن ابن ماجہ۔ صلوٰۃ التسبیح

تشریحات ۲۲

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ بلا تاخیر خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ اگرچہ چلنا پڑے اور اس حاضری سے اس کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ یہ حضور کے خصائص میں سے ہے ــــــ سورہ فاتحہ کا نام سبع مثانی اس بنا پر ہے کہ بالاتفاق سات آیتیں ہیں۔ شوافع بسم اللہ کو جزء مانتے ہیں وہ لوگ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک ایک آیت مانتے ہیں۔ اور احناف تسمیہ کو سورہ فاتحہ کا جز نہیں مانتے۔ یہ لوگ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کو ایک الگ آیت مانتے ہیں۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو الگ آیت ــــــ اور اس کا نام مثانی اس لئے ہے کہ مثانی جمع ہے مثنٰی کی جس کے معنی دو دو کے ہیں چونکہ ہر نماز میں یہ کم از کم دو بار پڑھی جاتی ہے۔ اسلئے اس کو مثانی کہا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سبع مثانی سے مراد سات لمبی لمبی سورتیں ہیں بقرہ۔ آل عمران۔ نساء مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ یونس ــــــ حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ساتویں کہف ہے۔ انہوں نے سورہ یونس کا ذکر نہیں کیا ــــــ داؤدی نے ذکر کیا کہ بقرہ سے لے کر سورہ برات تک سبع مثانی ہے ــــــ

ایک قول یہ ہے کہ سبع سے مراد سورہ فاتحہ ہے اور مثانی سے مراد قرآن عظیم ہے ــــــ سورہ فاتحہ کا نام قرآن عظیم اس بنا پر ہے کہ قرآن کو بمعنی لغوی لیا جائے یعنی وہ چیزیں جو آپس میں ملی ہوئی ہوں ــــــ یا بمعنی مقروء لیا جائے یا مجازاً تسمیۃ الجزء باسم الکل ہو۔ اور عظیم سے مراد ثواب میں عظیم یا اس لئے کہ قرآن مجید تفصیلی طور پر جن مضامین پر محیط ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں مذکور ہیں۔ ثناء۔ دعاء۔ ذکر معاد و مبداء۔ صفات۔ ذات۔ وغیرہ۔ جیسا کہ منقول ہے جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں ہے ــــــ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنا چاہوں تو ستر اونٹ کو بوجھل کر دوں

سُوْرَةُ الْبَقَرَة | ص ۶۴۲ | سورہ بقرہ

سورہ، عمارت کی ایک منزل کو کہتے ہیں یہاں مراد قرآن مجید کا ایک حصہ ہے۔ جو دوسرے سے علحدہ ہے جس کا اول و آخر ہے جس کے لئے ایک نام ہے ــــــ سورہ بقرہ مدنی ہے صرف اس کی ایک آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر میں نازل ہوئی ہے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ مگر یہ مدنی ہونے میں قادح نہیں اس لئے کہ بر بناء قول صحیح مکی سورتیں وہ ہیں جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہیں ــــــ اور مدنی سورتیں وہ ہیں جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہیں اسی وجہ سے آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ مدنی ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ عرفات میں نازل ہوئی ہے ــــــ سورہ بقرہ پہلی سورت ہے جو سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اس کا نام فسطاط القرآن بھی ہے۔

233

بَابُ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ص ۶۴۲ آدم کو تمام چیزوں کے سب نام سکھایا

صحیح یہ ہے کہ الاسماء اپنے استغراق حقیقی پر ہے یعنی ازل سے ابد تک جو چیزیں وجود میں آچکی تھیں یا آنے والی تھیں ان سب کے وہ سارے نام سکھائے جو قیامت تک مختلف لغات میں ہوں گے اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں۔ حتیٰ کہ معمولی سے معمولی چیزوں کے بھی نام بتائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حتی القصعۃ والقصیعۃ والفسوۃ والفسیۃ والملعقۃ۔ حتیٰ کہ پیالے اور پیالی اور آواز کے ساتھ ریاح خارج کرنے اور بغیر آواز خارج کرنے اور چمچے کا بھی نام بتایا۔ تمام مسمیات کو اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے حاضر فرمادیا اور سب کا نام بتایا۔

حدیث ۲۳۸۲

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مومن قیامت کے

يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ

دن ایک جگہ جمع ہوں گے اور کہیں گے کاش ہم لوگ اپنے رب کے حضور کسی کو شفیع بنائیں تو سب لوگ حضرت آدم کی

اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اور کہیں گے آپ سب لوگوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے یدقدرت

شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ

سے پیدا کیا اور فرشتوں سے آپ کا سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری

وَيَذْكُرُ ذَنْبَهٗ فَيَسْتَحْيِيْ اِيْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ

شفاعت فرمایئے اور ہم کو اس جگہ سے نجات دلایئے تو وہ فرمائیں گے میں اس منصب کا حامل نہیں اور اپنی لغزش ذکر

فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحْيِيْ

فرمائیں گے اور حیا کریں گے اور کہیں گے۔ جاؤ نوح کے پاس کہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے زمین والوں کی

فَيَقُوْلُ اِيْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِيْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ

طرف بھیجا تو لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی فرمائیں گے میں اس منصب پر نہیں اور

اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ

اپنا وہ سوال ذکر کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا اور حیا فرمائیں گے اور کہیں گے خلیل الرحمن کے پاس جاؤ لوگ ان کی

نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِيْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ

خدمت میں حاضر ہوں گے وہ بھی فرمائیں گے میں اس منصب پر نہیں۔ موسیٰ کے پاس جاؤ یہ وہ بندے ہیں جن سے اللہ

فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ

نے کلام فرمایا اور انہیں توریت عطا فرمائی لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے۔ میں اس منصب پر نہیں اور یاد کریں

مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَانْطَلِقُ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ عَلٰى رَبِّي فَيُؤْذَنُ

گے ایک شخص کو بغیر دوسرے شخص کے عوض قتل کرنے کو اور اپنے رب سے حیا فرمائیں گے۔ فرمائیں گے عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے

فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ ثُمَّ يُقَالُ

اور اس کے رسول اسکے کلمہ اور اس کی روح ہیں حضرت عیسیٰ بھی فرمائیں گے میں اس منصب پر نہیں تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ

پاس جاؤ یہ وہ بندے ہیں جنہیں اللہ نے گناہوں سے محفوظ رکھا۔ اب سب لوگ میرے پاس حاضر ہوں گے۔ میں سب کو لے کر چلوں گا

رَأْسِي فَأَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا

یہاں تک کہ اپنے رب سے حاضری کا اذن طلب کروں گا مجھے اذن ملے گا جب میں اپنے رب کا جلوہ دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ

فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي مِثْلَهٗ ثُمَّ أَشْفَعُ

عزوجل مجھے یوں ہی رہنے دے گا جب تک چاہے گا پھر مجھ سے فرمائے گا۔ اپنے سر کو اٹھاؤ مانگو جو مانگو گے تم کو دیا جائے گا کہو جو کچھ

فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ

کہو گے سنا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اپنے رب کی حمد کروں گا۔

إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ إِلَّا مَنْ

ایسی حمد جو مجھے میرا رب اس وقت تعلیم دے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اتنے لوگوں کو

حَبَسَهُ الْقُرْآنُ يَعْنِي قَوْلَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ خَالِدِينَ فِيهَا

جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوں گا۔ پھر جب اپنے رب کو دیکھوں گا وہی کروں گا جو میں نے پہلے کیا پھر شفاعت کروں گا۔ تو میرے لئے ایک حد مقرر فرمادے گا۔ ان لوگوں کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر چوتھی بار حاضر ہوں گا۔ تو اب میں کہوں گا کہ اب جہنم میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جسے قرآن نے روک رکھا ہے اور جنہیں جہنم میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے ــــــ

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا الا من حبسہ القرآن سے مراد اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے خَالِدِيْنَ فِيْهَا ــــ یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریحات

حتی یریحنا ــــ مراد یہ ہے کہ قیامت کے ہولناک موقف سے ہم کو نجات دلائیے۔ اور ہمارا فیصلہ کرائیے جو بھی ہو ــــ لست هناکم ــــ یعنی یہ حق یہ منصب شفاعت عظمیٰ کا ہے جو مجھے حاصل نہیں ــــ اس جلیل منصب پر فائز کوئی اور ذات ہے ــــ ذنبه ۔ اس سے مراد جنت میں شجرہ ممنوعہ کا کھانا ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ فرمائیں گے ۔ میں اپنی لغزش ہی کی وجہ سے نکالا گیا ہوں۔ یہ بحث جلد اول

میں گزر چکی کہ ذنب کی اسناد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب کی جاتی ہے تو اس سے مراد گناہ نہیں ہوتا ہے بلکہ لغزش یا ایسا کام جو ان کی شایان شان نہ ہو مراد ہوگا ـــــ اول رسول ـــــ بر بنائے تحقیق سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں جو نئی شریعت نئی کتاب لے کر اپنی اولاد کی جانب تبلیغ پر مامور تھے۔ ـــــ حضرت نوح کو اول الرسل اس بنا پر فرمایا ـــــ کہ کفر و شرک پھیلنے کے بعد جو سب سے پہلے رسول مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں وہ یہ ہیں ویذکر سواله ربه ـــــ اس سے مراد اپنے بیٹے کے لئے سوال ہے۔ کہ عرض کیا تھا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ـــــ بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ اس پر فرمایا گیا۔

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (سورہ ہود آیت ۴۶) وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بیشک اسکے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں۔

کتاب الرقاق میں یہ ہے۔ ویذکر خطیئته التی اصاب ـــــ اور اپنی اس لغزش کو یاد فرمائیں گے جو ان سے ہوگئی تھی۔ اس سے مراد یہی بیٹے کے ڈوب جانے پر مذکورہ بالا عرض ہے۔ یا مراد اپنے زمانے کے کفار کی بربادی کی دعا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے۔ کہ وہ فرمائیں گے۔ میں نے ایک دعا کر کے زمین والوں کو غرق کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ متمرد سرکش کفار و مشرکین کی ہلاکت کی دعا کرنا گناہ نہیں لیکن کمال رحمت کے شایان شان نہیں۔ اسلئے اس روایت میں "خطیئته" سے مراد وہ کام ہے جو شایان شان نہ ہو۔ اس سلسلے کی تمام روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام معذرت میں دو باتیں فرمائیں گے۔ ایک تو یہی کہ میں پہلے ایک دعا کر کے زمین والوں کو غرق کر چکا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ میں نے ایک ایسا سوال کیا تھا جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ اس لئے مجھے حیا آتی ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معذرت میں یہ فرمائیں گے کہ حتمی طور پر ایک دعا کے قبول ہونے کا وعدہ فرمایا تھا وہ میں اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کر کے کر چکا۔ اب مجھے حیا آتی ہے۔

کتاب الرقاق کی روایت میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنی لغزش ذکر فرمائیں گے۔ اور اس لغزش کی تصریح ھمام کی روایت میں ہے کہ وہ اپنا تینوں توریہ بیان فرمائیں گے جو مشہور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت میں قبطی کے قتل کو بیان فرمائیں گے۔ کہ اس نے کوئی قتل نہیں کیا تھا مگر میں نے اسے مار ڈالا مگر حقیقت میں یہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ وہ قبطی ظالم بنی اسرائیل کے کمزور فرد کو ستا رہا تھا۔ قبطی اس کو مجبور کر رہا تھا کہ بلا عوض لکڑیوں کا گٹھر لاد کر فرعون کے مطبخ میں پہنچائے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آگیا۔ ظلم سے باز رہنے کے لئے بہ نیت تادیب قبطی کو ایک گھونسہ رسید کیا جس سے وہ جہنم رسید ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں بخاری کی روایتوں میں کسی لغزش کا ذکر نہیں۔ لیکن ترمذی کی روایت میں بطریق ابونضرہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ فرمائیں گے۔ انی عُبِدْتُ من دون الله۔ اللہ کے علاوہ میری پرستش کی گئی ـــــ اور حضرت امام احمد اور نسائی کی روایت میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے انی اتخذت الٰھا من دون اللہ ـــــ اللہ کے علاوہ مجھے معبود بنالیا گیا
ظاہر ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں۔ لیکن ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میری نالائق قوم نے
میری پرستش کی مجھے معبود بنالیا، تو مجھے حیا آتی ہے۔

قد غفر اللہ ماتقدم من ذنبہ وماتاخر ـــــ کا ہم نے ترجمہ یہ کیا۔ ـــــ کہ اللہ نے انہیں
گناہوں سے **محفوظ رکھا** ـــــ اس لئے کہ غفر کے اصل معنی ستر کے ہیں جیساکہ جلد اول میں ہم نے ثابت کیا
ہے ـــــ اس ارشاد ماتقدم وماتاخر سے مراد عمر مبارک ہے یعنی ماضی اور مستقبل سب میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے
گناہوں سے بچائے رکھا ـــــ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ شفاعت کے لئے چار بار عرض معروض فرمائیں گے۔ پہلی بار
کوئی حد مقرر کی جائے گی۔ مثلاً یہ کہ جاؤ جو لوگ نماز کے پابند تھے مگر جماعت چھوڑنے کے عادی تھے۔ انہیں دوزخ سے نکالو
دوسری بار فرمایا جائے گا، جاؤ بے نمازیوں کو دوزخ سے نکال لو۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ یہاں تک کہ صرف وہی لوگ
جہنم میں رہ جائیں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔

بَابٌ قَالَ مُجَاهِدٌ اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ اَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ۔	۶۴۲ ص	مجاہد نے کہا شیاطین سے مراد ان کے منافق اور مشرک ساتھی ہیں۔

مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ـــــ اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ ـــــ محیط بالکافرین سے مراد یہ ہے کہ اللہ کافروں کو اپنے
قابو میں لئے ہوئے ہے ـــــ عَلَى الْخَاشِعِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حقا ـــــ خاشعین سے مراد سچے مومن ہیں
قال مجاھد بقوۃ یعمل بما فیہ ـــــ ارشاد تھا خُذُوْا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ ـــــ ہم نے تم کو جو عطا
فرمایا اسے قوت کے ساتھ لو ـــــ امام مجاہد نے فرمایا کہ قوت سے مراد یہ ہے کہ اس میں جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل
کرو۔ قال ابو العالیۃ مرضٌ شکٌ ـــــ ابو العالیہ نے کہا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ منافقین کے دلوں میں بیماری ہے
اس سے مراد شک ہے ـــــ صِبْغَةً۔ دِيْنٌ ـــــ فرمایا گیا تھا۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً ـــــ اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے کہ صبغۃ سے مراد دین ہے ـــــ وما خلفھا عبرۃ لمن بقی ـــــ
ما خلفھا سے مراد وہ لوگ ہیں جو باقی رہے ـــــ لاشیۃ فیھا لابیاض ـــــ یعنی اس میں سفیدی نہ
ہو ـــــ وقال غیرہ ـــــ يَسُوْمُوْنَكُمْ يُوْلُوْنَكُمْ۔ اَلْوَلَايَةُ۔ مفتوحۃ۔ مصدر الولاء وھی
الرُّبُوْبِيَّةُ وَاِذَا كُسِرَتِ الْوَاؤُ فھی الامارۃ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ کے معنی ہیں مسلط
کرتے تھے۔ اَلْوَلَايَةُ واؤ کے فتحہ کے ساتھ وَلاء کا مصدر ہے، اس کے معنی پلنے کے ہیں۔ اور جب واؤ کو کسرہ دیا جائے
تو امارت کے معنی میں ہے۔ ـــــ وَقَالَ بعضھم الحبوب التی توکل کلھا فُوْمٌ ـــــ اور بعضوں نے کہا فوم ان دانوں

کو کہا جاتا ہے جو پورے کھائے جاتے ہیں ــــ فَادَّارَأْتُمْ اِخْتَلَفْتُمْ آپس میں اختلاف کرلیا ایک دوسرے پر ڈالنے لگے وقال قتادۃ نباءوا انقلبوا ــــ وہ پلٹے ــــ یستفتحون ـ یستنصرون مدد طلب کرتے تھے۔ شَرَوْا ـ بَاعُوا ــــ اس کو بیچا ـ یہ افادہ فرمایا کہ شراء اضداد میں ہے ـ خریدنے کے معنی میں بھی ہے اور بیچنے کے معنی میں بھی ــــ یہاں بیچنے کے معنی میں ہے ــــ رَاعِنَا مِنَ الرُّعُوْنَۃِ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ یُّحَمِّقُوْا اِنْسَانًا قَالُوْا رَاعِنَا ـ رَاعِنَا رعونت سے بنا ہے ـ یہودی جب کسی انسان کو بیوقوف بنانا چاہتے تو کہتے راعنا ـ یہ ہمارا بیوقوف ہے لَا تَجْزِیْ لَا تُغْنِیْ ـ وہ بے پرواہ نہیں کرے گا ـ ابتلیٰ ـ اختبر ـ آزمایا ــــ خُطُوَاتِ مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنٰی آثَارَہٗ ـ خطوات خطوء سے مشتق ہے اس کے معنی نشان قدم کے ہیں ـ خطوات خطو کی جمع ہے چلتے وقت دونوں قدم کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اسے خطوۃ کہتے ہیں اس کی جمع قلت خطوات ہے اور جمع کثرت خُطیٰ

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

۶۴۲ ص

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ــــ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

حدیث ۲۲۰۹

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ

اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ فرمایا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ حالانکہ اللہ نے تجھ کو

قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَيُّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ

پیدا فرمایا۔ میں نے عرض کیا بلاشبہ یہ بھاری گناہ ہے۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا اپنی اولاد کو قتل کرنا

تَخَافُ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَيُّ قَالَ اَنْ تُزَانِيَ

اس ڈر سے کہ تیرے ساتھ کھائے گی؟ میں نے کہا پھر کون سا فرمایا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنا۔

حَلِيْلَةَ جَارِكَ [1]

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

۶۴۳ ص

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا

[1] توحید باب قوله تعالیٰ فلا تجعلوا للّٰه اندادا ص ۱۱۲۱

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

ہماری ان پاک روزیوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا ہاں وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے تھے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْمَنُّ صَمْغَةٌ وَالسَّلْوٰى اَلطَّيْرُ

مجاہد نے کہا مَن ایک قسم کی گوند تھی اور سلویٰ ایک چڑیا تھی۔

حدیث ۲۲۱۰ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ [1]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ کی چھتری من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کی شفا ہے۔

تشریحات ۲۲۱۰

غمام ــــ اس سفید بادل کو کہتے ہیں جس میں ٹھنڈک ہو جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں پھنسے تھے۔ اللہ عزوجل نے سفید ٹھنڈا بادل ان کے اوپر بھیج دیا تھا تاکہ دھوپ کی تیزی سے بچیں اور ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا تھا تاکہ اسے کھائیں ــــ من ترنجبین کی طرح ایک میٹھا پھل تھا اور سلویٰ بٹیر کی شکل بھنا ہوا پرندہ۔

كَمْأَةٌ ــــ سانپ کی چھتری ــــ برسات میں جہاں لکڑیاں یا نباتات سڑتے ہیں وہاں ایک پودا سفید رنگ کا نکلتا ہے چھتری کے شکل کا۔

قَوْلُهُ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان جو جبریل کا دشمن ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرُ وَمِيْكُ وَسَرَافُ عَبْدُ اِيْلُ اَللّٰهُ

اور ــــ عکرمہ نے کہا کہ جبر اور میک اور سراف کے معنی عبد کے ہیں اور ایل اللہ کا نام ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا ــــ کہ جبریل میکائیل اور اسرافیل تینوں کے معنی اللہ کے بندے کے ہیں یہ اسماء ثلثہ سریانی زبان کے کلمات ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ ایل کے معنی بندے کے ہیں اور اس کے قبل جو لفظ ہے وہ اللہ کے اسماء ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل کے معنی عبداللہ کے ہیں اور میکائیل کے معنی عبیداللہ کے ہیں عبد کی تصغیر کے ساتھ اور اسرافیل کے معنی عبدالرحمٰن کے ہیں۔

---

[1] طب باب المن شفاء للعین ص۸۵۰ مسلم اطعمة ـ ترمذی طب ـ نسائی طب ـ ابن ماجہ طب

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا ——— ہم جو آیت منسوخ فرماتے ہیں یا اسے مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں

حدیث ۲۲۱۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ عُمَرُ أَقْرَؤُنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا

أُبَيٌّ وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ أُبَيٍّ وَذَاكَ أَنَّ أُبَيًّا يَقُولُ لَا أَدَعُ شَيْئًا

ہم میں سب سے بڑے قاری ابی ہیں اور ہم میں سب سے اچھے قاضی علی ہیں اس کے باوجود ہم ابی کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ اس لئے کہ

سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ مَا نَنْسَخْ

ابی کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنا ہے کسی کو نہیں چھوڑونگا (سب کو بیان کرونگا) حالانکہ

مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم کسی آیت کو منسوخ فرماتے ہیں یا مٹاتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں۔

تشریحات ۲۲۱۱

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ ابی سب سے بڑے قاری ہیں۔ ان کی قرأت کے بہت سے حصے کو ہم نہیں لیتے انہیں ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ منسوخ اور غیر منسوخ سب کی قرأت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی قرآن سنا ہے۔ ان میں سے کسی کی قرأت نہیں چھوڑوں گا۔ حالانکہ بہت سی آیتوں کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اللہ عزوجل نے خود فرمایا ہے ——— مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ہم جس آیت کو بھی منسوخ فرماتے ہیں یا مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مثل لاتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابی نسخ کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ نسخ کا ثبوت قرآن مجید سے ہے حضرت عمر فاروق اعظم کے ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات منسوخ ہیں جن کی ہم تلاوت نہیں کرتے یا جن کے احکام پر ہم عمل نہیں کرتے۔

باب قَوْلُهُ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ ص ۶۴۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ پاک ہے۔

حدیث ۲۲۱۲

حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ

کرتے ہیں کہ کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا بنی آدم مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ مجھے جھٹلائے وہ مجھے گالی

فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَيَزْعُمُ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا كَانَ

دیتا ہے اور اسے جائز نہیں کہ مجھے گالی دے اس کا جھٹلانا مجھے یہ ہے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ میں دوبارہ اس کو لوٹانے پر قدرت نہیں

وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا ـــ

رکھتا جیسا کہ وہ تھا اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے بیٹا ہے میں اس سے پاک ہوں کہ بیوی یا بیٹا بناؤں۔

باب قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ص ۶۴۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر تم لوگ کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری جانب اتارا گیا۔

حدیث ۲۲۱۳

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اہل کتاب تورات کو عبرانیہ میں پڑھتے

اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ

تھے اور مسلمانوں کے لئے اس کی عربی میں تفسیر کرتے تھے تو

الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو

وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ (الآیۃ) [1]

نہ تکذیب اور یہ کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا۔

تشریحات ۲۲۱

اہل کتاب کی تصدیق اور تکذیب دونوں سے اس لئے منع فرمایا کہ متیقن ہے کہ تورات میں تحریف ہے اور یہودی جو کچھ بیان کریں گے اس کے بارے میں دو احتمال ہے۔ محرف ہے یا نہیں بصورت اول اس کی تصدیق حرام ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ ما انزل اللہ ہو تو اس کی تکذیب حرام۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ نہ تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ موجودہ تورات و انجیل میں جو کچھ ہے اس کی تین قسمیں ہیں ایک تو وہ جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں ان کی تصدیق کی جائے گی۔ دوسرے وہ جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں ان کی تکذیب واجب ہے۔ تیسرے وہ جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں نہ مخالف ان میں سکوت واجب ہے۔ یہی اس حدیث کا مفاد ہے یہ در بار عقائد و احکام ہے رہ گیا قصص و حکایات اس کی اجازت دوسری حدیث میں مصرح ہے۔ فرمایا حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج [2] بنی اسرائیل سے بیان کرو۔ اور اس میں حرج

---

[1] ثانی الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتسئلوا اهل الکتاب ص ۱۰۹۴ توحید باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ ص ۱۱۲۵

[2] بخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ مسلم زھد باب التثبت فی الحدیث ص ۴۱۴ ترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الحدیث عن ۴۴ اسرائیل ص ۹۱ مسند امام احمد جلد ثالث

نہیں۔ اسی سے نیچری اور آزاد خیال محقق بننے والوں کے اس مغالطہ کی تردید ہوگئی کہ وہ امام ابن اسحٰق وغیرہ کو صرف اس بنا پر ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں کہ وہ اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں۔

باب قولہ قد نری تقلب وجهك في السماء الى عما تعملون ص ۶۴۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ہم آپ کے آسمان کی طرف منہ پھیرنے کو دیکھ رہے ہیں عما تعملون تک

حدیث

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لم يبق ممن صلى القبلتين غيري ۔ [۱]

۲۲۱۴

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جن لوگوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں۔

تشریحات ۲۲۱

تحویل قبلہ پہ پوری بحث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے یہاں جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں سب تقریباً پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

باب قولہ ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما ومن تطوع خيرا فان الله شاكر عليم ص ۶۴۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو بھی اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔ آیت ۱۵۸

شعائر شعائر۔ علامات واحدہا شعرۃ۔ شعائر کے معنی علامتیں ہیں۔ یہ جمع ہے اس کا واحد شعرۃ ہے مراد یہ ہے کہ دین کی نشانیاں ہیں۔

وقال ابن عباس الصفوان الحجر ويقال الحجارة المُلس التي لا تنبت شيئًا والواحدة صفوانة بمعنى الصفا. والصفا للجميع ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا صفوان پتھر ہے جو پتھر کچھ نہیں اگاتا اس کو کہا جاتا ہے الحجارۃ المُلس ـــــ الملس املس کی جمع ہے یعنی چکنا ـــــ واحد صفوانۃ ہے۔ صفا کے معنی میں اور صفا جمع کے لئے ہے ـــــ یعنی صفا صفوانۃ کی جمع ہے۔

---

[۱] نسائی تفسیر

باب یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ اِلٰی قَوْلِهٖ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ عُفِیَ تُرِکَ ۔ ص ۶۴۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اے ایمان والو تم پر فرض کیا گیا جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام عذاب الیم تک۔ عفی کے معنی ہے اس نے چھوڑ دیا۔

حدیث ۲۲۱۵

حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاھِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

مجاہد نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا فرماتے

یَقُوْلُ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَکُنْ فِیْھِمُ الدِّیَةُ فَقَالَ اللّٰهُ لِھٰذِهِ

تھے کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی۔ تو اللہ نے اس امت کے لئے فرمایا تم پر

الْاُمَّةِ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ

قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں آزاد آزاد کے عوض اور غلام غلام کے عوض

الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَالْعَفْوُ اَنْ یَقْبَلَ الدِّیَةَ

عورت عورت کے عوض تو جو اپنے بھائی کے لئے کچھ معاف کردے ــــــ معاف کرنا یہ ہے کہ قتل عمد میں

فِی الْعَمْدِ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ یَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوْفِ

دیت قبول کرے تو بھلائی کے ساتھ تقاضہ کرنا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اچھائی کے ساتھ ادا کرنا

وَیُؤَدِّیْ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَةٌ مِمَّا کُتِبَ عَلٰی

یعنی بھلائی سے تقاضہ کرے اور وہ اچھائی سے ادا کرے۔ یہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور مہربانی بہ نسبت

مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَتَلَ بَعْدَ

اسکے جو تمہارے پہلے والوں پر فرض تھا۔ اب اسکے بعد جو حد سے آگے بڑھے اسکے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی دیت قبول کرنے

قَبُوْلِ الدِّیَةِ [1]

کے بعد اگر قاتل کو قتل کرے تو یہ حد سے آگے بڑھنا ہوگا اور عذاب کا موجب ہوگا۔

تشریحات ۲۲۱۵

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے تو اصل واجب یہ ہے کہ اولیاء مقتول قاتل کو قصاص میں قتل کریں۔ لیکن اولیاء مقتول چاہیں تو بالکلیہ قصاص معاف کر سکتے ہیں یا چاہیں تو اسکے عوض پوری دیت وصول کر سکتے ہیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ دیت بھی کچھ وصول کریں کچھ معاف کریں۔ بنی اسرائیل

---

[1] ثانی کتاب الدیت باب من قتل له قتیلا فله بخیر النظرین ص ۱۰۱۶ نسائی تفسیر۔ قصاص

میں یہودیوں پر صرف قصاص واجب تھا نہ دیت لینے کی اجازت تھی نہ معاف کرنے کی اور اہل انجیل پر واجب تھا کہ معاف کریں نہ انہیں قصاص لینے کی اجازت تھی نہ دیت کی۔ یہ سب باتیں فطرت اور اصولِ تمدن کے مطابق نہ تھیں مگر اس زمانے کے لحاظ سے یہی مناسب تھا۔ اسلام نے پوری دنیا کی فطرت اور اصول تمدن کو سامنے رکھ کر قصاص عفو یا دیت میں سے جو اولیاء مقتول چاہیں اس کی اجازت دی۔ ـــــــــ اگر تمام اولیاء مقتول بالکلیہ خون معاف کردیں تو نہ قصاص کی اجازت ہے نہ دیت کی۔ اسی لئے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ کو "شَيْءٌ" سے مقید کیا اس کے عموم کا مفادیہ ہے کہ اگر سارے اولیاء مقتول نے قصاص معاف کردیا تو نہ قصاص واجب نہ دیت لیکن اگر کچھ معاف کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ سارے اولیاء مقتول نے قصاص معاف کیا اور دیت کا مطالبہ کیا، کچھ اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا کچھ نے دیت کا، کچھ اولیاء نے بالکلیہ معاف کردیا۔ اور کچھ اولیاء نے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا، ان تمام صورتوں پر "فَمَنْ عُفِيَ لَهُ شَيْءٌ" صادق اور قصاص بہرحال ساقط، دیت کل یا جزء واجب ہے۔

حدیث ۴۴۱۶

حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی فرمایا اللہ کا فریضہ قصاص ہے۔

تشریحات ۴۴۱۶

یہ اصل میں ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الصلح اور تفسیر اور دیات میں مفصل مذکور ہے کہ حضرت انس کی پھوپھی رُبَیِّع نے ایک بچی کا دانت توڑ دیا تھا انہوں نے معافی کی درخواست کی وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور نے قصاص کا حکم دیا اس پر حضرت انس بن نضر نے کہا یا رسول اللہ! رُبیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس اللہ کا فریضہ قصاص ہی ہے پھر افہام و تفہیم کے بعد وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل واجب قصاص ہی ہے عفو یا دیت رخصت ہے۔ قصاص سے متعلق بقیۃ ابحاث کتاب الدیات میں آئیں گی۔

بَابُ قَوْلِهٖ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ص ۶۴۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے تمہارے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم اللہ سے ڈرو۔

حدیث ۴۴۱۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْأَشْعَثُ وَهُوَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ان کے پاس اشعث آئے اور

يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمُ عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ

حضرت عبد اللہ کھا رہے تھے تو اشعث نے ان سے کہا آج عاشورا ہے تو حضرت عبد اللہ نے جواب دیا عاشورا کو رمضان کے

رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ ؎

روزے کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے روزہ رکھا جاتا تھا جب رمضان کے روزے کا حکم اترا تو چھوڑ دیا گیا تم بھی قریب آؤ اور کھاؤ۔

تشریحات ۲۲۱۷ مطلب یہ ہے کہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا اب فرض نہیں۔ یہ مستحب ہونے کے منافی نہیں اس سے متعلق ساری بحثیں کتاب الصوم میں گزر چکی ہیں۔

باب قَوْلِهٖ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ص ٦٤٧

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "چند گنتی کے دن تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں ہیں اور جنہیں اسکی طاقت نہ ہو وہ بدلے میں ایک مسکین کا کھانا دیں پھر اپنی جانب سے جو نیکی زیادہ کرے تو وہ اسکے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے اچھا ہے اگر تم جانو۔ آیت ۔ ۱۴۸

وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ ـــــ وَ

امام عطا نے فرمایا کہ ہر بیماری میں روزہ چھوڑ سکتا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

قَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا

امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا دودھ پلانے والی اور حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اگر اپنے اوپر یا اپنی

اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ

اولاد پر اندیشہ ہو تو روزہ نہیں رکھیں گی پھر قضا کریں گی لیکن بہت بوڑھا جب روزے کی طاقت نہ رکھے (تو وہ کیا

يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ

کرے) حضرت انس نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال روزہ نہیں رکھا اور روزانہ ایک مسکین کو روٹی

يَوْمٍ مِسْكِيْنًا خُبْزًا وَّلَحْمًا وَاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ يُطِيْقُوْنَهٗ وَهُوَ اَكْثَرُ

اور گوشت کھلاتے تھے۔ قرأت عامہ "یطیقونہ" ہے اور یہی اکثر ہے۔

حضرت ابن عباس کی قرأت "یطوقونہ" ہے یعنی جنہیں روزے سے تکلیف ہوتی ہو، اور بہت زیادہ بوڑھے مرد عورت ہیں

؎ مسلم صوم

حدیث ۱۸۲۲

عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ

عطاء سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابن عباس کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ان لوگوں پر جنہیں

فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ

روزہ مشقت میں ڈال دے فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيْرَةُ

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ منسوخ نہیں، یہ بہت بوڑھے مرد عورت کے لئے ہے

لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَّصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا

جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں یہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

تشریحات ۱۸۲۲

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی یہی قرأت ہے "یُطَوَّقُوْنَہٗ" جس کے معنی ہیں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ مشقت میں پڑیں یعنی بہت بوڑھے مرد اور عورت۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت کریمہ ویطیقونہ منسوخ ہے یا محکم' حضرت عبداللہ بن عباس کے نزدیک منسوخ نہیں محکم ہے جیساکہ اس حدیث سے ظاہر ہے لیکن بہت سے حضرات جیسے حضرت ابن عمر حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں یہ منسوخ ہے۔ ابتداء میں چونکہ روزہ رکھنے کی عادت نہیں تھی لوگوں پر روزہ شاق ہوا تو انہیں اختیار دیاگیا کہ چاہیں تو روزہ رکھیں چاہیں تو فدیہ دیں، پھر یہ حکم فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے منسوخ ہوگیا حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کتاب الصوم میں بھی گزری ہے اور یہاں بھی اسکے بعد مذکور ہے۔ اس کی پوری بحث کتاب الصوم میں گزرچکی ہے۔ دوبارہ ذکر کی حاجت نہیں جو لوگ نسخ کے قائل ہیں ان پر ایک سنگین اعتراض یہ پڑتا ہے کہ جب یہ آیت روزے کی استطاعت رکھنے والوں کے بارے میں ہے تو شیخ فانی کا حکم کہاں سے ثابت ہے فلیتامل۔ ۱۲

حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالاقرأت اور اس کی تفسیر حضرت مجاہد سے بھی مروی ہے جو ایک حدیث کے بعد یہیں بخاری میں مذکور ہے۔

باب قَوْلِهٖ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ

الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر روزہ کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کیاگیا۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے تھے تو اس نے تو تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت

لَکُمْ ص ۶۴۷ کرو اور اللہ نے تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے اسے طلب کرو۔

ابتدائے اسلام میں سورج ڈوبنے کے بعد سے لے کر صرف عشاء کی نماز تک یا صرف سونے کے پہلے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی اس کے بعد حرام کر دی گئی تھی۔ یہ بہت شاق تھا بہت سے صحابہ کرام عشاء کے بعد کھانے پینے اور جماع میں مبتلا ہو گئے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آیت مذکورہ نازل ہوئی اور صبح صادق تک کی اجازت مل گئی۔ اور جو لغزش ہو گئی تھی اس سے معافی کا پروانہ بھی۔

باب قَوْلِہٖ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ آیت ۱۸۹

ترجمہ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ ہاں بھلائی پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

حدیث ۲۲۱۹

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جاہلیت میں جب اہل عرب احرام

الْجَاھِلِیَّۃِ اَتَوُا الْبَیْتَ مِنْ ظَھْرِہٖ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

باندھتے تو گھروں پچھیت سے آتے تو اللہ نے اتارا یہ کوئی نیکی کی بات نہیں کہ اپنے گھروں میں اس کے

الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا —

پچھواڑے سے آؤ لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اپنے گھروں میں دروازوں سے آئے۔

تشریحات

کتاب الصوم میں پوری تفصیل سے بتایا جا چکا کہ قریش اور ان کے حلیف جن کو حمس کہا جاتا ہے احرام کے بعد اپنے گھر کے دروازوں سے اندر آتے جاتے ان کے علاوہ بقیہ سارے عرب حتی کہ انصار کرام بھی احرام باندھنے کے بعد دروازے سے گھر میں نہ جا سکتے تھے نہ باہر نکل سکتے تھے۔ پچھواڑے کی دیوار میں نقب لگا کر آتے جاتے تھے۔ اس پہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

باب قَوْلِہٖ وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ص ۶۴۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

حدیث ۲۲

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتَاهُ

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت ابن عمر سے روایت

رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ ضَيَّعُوْا وَاَنْتَ ابْنُ

کرتے ہیں کہ ان کے پاس دو شخص آئے ابن زبیر کے فتنے کے زمانہ میں۔ ان دونوں نے کہا لوگ ضائع کر دیئے

عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ

گئے اور آپ حضرت عمر کے صاحبزادے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو لڑائی کے لئے نکلنے سے کیا چیز روکے ہوئے

فَقَالَ يَمْنَعُنِيْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ اَخِيْ قَالَا اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ فَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا

ہے۔ ابن عمر نے فرمایا مجھے اس بات نے روکا ہے کہ اللہ نے اپنے بھائی کا خون حرام فرمایا ہے ان دونوں نے کہا کیا اللہ نے یہ

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَقَالَ قَاتَلْنَاهُمْ حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَكَانَ الدِّيْنُ

نہیں فرمایا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہ جائے انہوں نے فرمایا ہم ان سے لڑے یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہیں

لِلّٰهِ فَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ

رہ گیا۔ اور پرستش صرف اللہ ہی کے لئے ہونے لگی اور تم لوگ چاہتے ہو کہ لڑو تاکہ فتنہ ہو اور اللہ کے

لِغَيْرِ اللّٰهِ وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ

علاوہ اوروں کی پرستش ہو (دوسرے طریقے سے نافع ہی سے یوں مروی ہے) کہ ایک شخص ابن عمر کی خدمت میں آیا

وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

اور اس نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن آپ کو کس چیز نے اس پر آمادہ کیا کہ ایک سال حج کرتے ہیں اور

حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ

ایک سال عمرہ کرتے ہیں اور راہ خدا میں جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ

عَلٰى اَنْ تَحُجَّ عَامًا وَتَعْتَمِرَ عَامًا وَتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ

اللہ نے جہاد کی کتنی رغبت دلائی ہے

مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ اِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

تو انہوں نے فرمایا اے بھتیجے؟ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ و

وَالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ وَالصِّيَامِ رَمَضَانَ وَاَدَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ

رسول پر ایمان اور پانچوں نماز رمضان کے روزے زکوٰۃ کی ادائیگی اور بیت اللہ کا حج

قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَاِنْ طَائِفَتَانِ

اس نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن کیا آپ نہیں سنتے ہیں کہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا

آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو اور اللہ کے اس حکم کو آپ نے نہیں سنا ان سے لڑو تاکہ کوئی

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فتنہ نہ رہ جائے فرمایا ہم نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ

کیا اسلام تھوڑا تھا (یعنی مسلمان تھوڑے تھے) دین کے معاملے میں لوگوں کو آزمایا جاتا تھا۔ یا تو اسے قتل کرتے یا عذاب

حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ ــــ قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ قَالَ

دیتے یہاں تک کہ مسلمان زیادہ ہو گئے اور کوئی فتنہ نہیں رہا۔ ــــ اس نے کہا علی و عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو فرمایا

اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ

عثمان کو اللہ نے معاف فرما دیا تم لوگوں کو یہ بات ناگوار ہے کہ انہیں معاف کیا گیا۔ اور علی رسول اللہ کے چچا کے

فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ

صاحبزادے ہیں اور حضور کے داماد ہیں اور اشارہ کر کے بتایا یہ ان کا گھر ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

تشریحات

فتنہ ابن زبیر سے مراد وہ زمانہ ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔ پورے حرمین طیبین اور حجاز و عراق میں بلکہ اکثر بلاد اسلام میں ان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا گیا تھا۔ مگر مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک سفاک نے ان کے خلاف فوجیں بھیجیں ــــ حضرت عبد ابن عمر رضی اللہ عنہما کا رویہ بر بنائے احتیاط تھا وہ یہ نہیں طے کر پائے ہوں گے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں جو کچھ پوچھا وہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت مسلمانوں میں دو طبقے پیدا ہو گئے تھے عثمانی اور شیعی ــــ ایک فریق دوسرے پر لعن و طعن کرتا تھا علانیہ نکتہ چینیاں کرتا۔ اس لئے اس شخص نے خصوصیت سے ان دونوں صاحبان کے بارے میں پوچھا ــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فیصلہ کن اطمینان بخش جواب ارشاد فرمایا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ـ اَلتَّهْلُكَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ ص ۶۴۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور بھلائی کرو اللہ بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ تہلکہ اور ہلاک ایک ہی ہے یعنی دونوں کا معنی ایک اور دونوں مصدر ہیں۔

234

حدیث ۲۲۲۱

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیت مذکورہ راہ خدا میں

تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَةِ قَالَ نَزَلَتْ فِی النَّفَقَةِ علہ

خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریحات ۳۲۲۲

ابو داؤد و ترمذی نسائی میں حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت دی اور اس کے مددگار کثیر ہو گئے تو ہم نے چاہا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آبائی کاروبار کاشت کاری میں لگ جائیں۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا حاصل ایک ہی ہے حضرت حذیفہ کا مقصد یہ ہے کہ جہاد کی تیاری کے لئے خرچ کرو تاکہ جہاد باقی رہے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے۔

بَابُ قَوْلِہٖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ ص ٦٤٨

جو حج کے ساتھ عمرہ ملانے کا فائدہ حاصل کرے۔

حدیث ۲۲۲۲

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُنْزِلَتْ اٰیَةُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ کی کتاب میں

الْمُتْعَةِ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ فَفَعَلْنَاھَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَنْزِلْ

تمتع کی آیت نازل کی گئی اور ہم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور کوئی ایسی آیت

قُرْاٰنٌ یُحَرِّمُہٗ وَلَمْ یَنْہَ عَنْہَا حَتّٰی مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْیِہٖ مَا شَاءَ۔

نہیں نازل ہوئی جو اسے حرام کرے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اس سے منع فرمایا یہاں تک کہ وصال پاگئے ایک شخص نے اپنی رائے سے کہا جو چاہا۔

تشریحات ۲۲۲۲

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے یہ انہیں پر تعریض ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد حضرت عمر ہوں اس لئے کہ وہ بھی تمتع سے منع فرماتے تھے اس کی پوری تفصیل مع دلائل و براہین کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِہٖ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ص ٦٤٨

پھر اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں۔

علہ ترمذی ثانی ص ۱۲۱ ابن ماجہ تفسیر باب قولہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکة۔

حدیث ۲۲۲۳

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور جوان کے طریقہ کار پر

يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ

تھے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور وہ اپنا نام حمس رکھتے تھے اور بقیہ عرب عرفات میں وقوف

بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ

کرتے تھے پھر جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ عرفات جائیں پھر وہاں

ثُمَّ يَقِفُ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

ٹھہریں پھر وہاں سے واپس ہوں۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پھر وہاں سے واپس ہو جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں۔

تشریحات

حُمُسٌ۔ احمس کی جمع ہے اس کا مادہ حماسہ ہے جس کے معنی سخت لڑائی لڑنے کے ہیں عرب کے قبائل میں بنو عامر بن صعصعہ ثقیف۔ اور خزاعہ کا قریش سے ایک خاص معاہدہ تھا۔ اس لئے ان کو بھی حمس کہا جاتا تھا۔ احرام باندھنے کے بعد یہ لوگ گھی اور پنیر نہیں کھاتے تھے۔ اور حج میں وقوف عرفہ نہیں کرتے تھے۔ صرف وقوف مزدلفہ کرتے تھے۔ اسی کو دور کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

حدیث ۲۲۲۴

أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص بغیر

يَطُوْفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتّٰى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ إِلٰى عَرَفَةَ فَمَنْ

احرام باندھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتا۔ یہاں تک کہ حج کا احرام باندھتا پھر جب عرفہ جانے کے لئے سوار ہوتا تو

تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ أَيَّ ذٰلِكَ

اپنے ساتھ اس کو جو بھی میسر ہوتا اونٹ گائے بکری میں سے قربانی کا جانور ساتھ لیتا۔ اور جسے قربانی کا جانور

شَاءَ غَيْرَ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ

میسر نہ ہوتا وہ عرفہ کے دن سے پہلے پہلے حج کے دنوں میں تین دن روزہ رکھتا

فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلٰثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتّٰى

اگر تین دنوں کا آخر عرفہ کا دن ہوتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں تھا پھر وہ چلے اور

يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ يَكُوْنَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوْا مِنْ عَرَفَاتٍ

عرفات میں وقوف کرے عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا ہونے تک۔ پھر عرفات سے لوگ چلیں یہاں تک کہ

إِذَا أَفَاضُوْا مِنْهَا حَتّٰى يَبْلُغُوْا جَمْعًا الَّذِيْ يُتَبَرَّرُ بِهٖ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللهَ

مقام جمع پہنچیں جہاں نیکی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں اللہ کا کثرت سے ذکر کریں صبح ہونے سے

كَثِيرًا أَوْ أَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا

پہلے پہلے تکبیر و تہلیل کی کثرت کریں۔ پھر وہاں سے واپس ہوں اس لئے کہ اور لوگ بھی واپس

فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللهُ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا پھر وہاں سے واپس ہو جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں اللہ

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ

سے مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہاں تک کہ جمرہ (عقبہ) پر کنکری مارو۔

تشریحات

یہ حقیقت میں تمتع کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ حاضر ہو۔ عمرہ کرکے احرام کھول دے اور بغیر احرام کے جتنا چاہے بیت اللہ کا طواف کرے پھر آٹھ ذی الحجہ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اس پر قربانی واجب ہے اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ تو اس پر دس روزے واجب ہیں۔ تین ایام حج میں یوم عرفہ سے پہلے پہلے اور سات حج سے فراغت کے بعد اور وقوف عرفہ ضروری ہے اس کو لاجناح سے تعبیر کیا۔ تعبیر اس بنا پر کیا کہ قریش اور حمس عرفات جانے کو گناہ سمجھتے تھے اخیر میں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے وہاں سے واپس ہو۔ جہاں سے سب لوگ واپس ہوتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے عرفات جاؤ پھر سورج ڈوبنے کے بعد وہاں سے مزدلفہ آؤ۔ پھر وہاں سے آؤ۔ اور جمرۃ العقبہ پر کنکری مارو۔

بَابُ قَوْلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ص۶۴۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ان میں سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

حدیث

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ

وسلم فرماتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا کر

فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[1]

اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

[1] کتاب الدعوات باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ص۹۴۵ ابوداؤد

تشریحات ۲۲۲۵

حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ کچھ دیہاتی موقف میں پہنچ کر یہ دعا مانگتے اے اللہ اس کو بارش کا سال بنا اور فراخ سالی کا اور اچھی اولاد کا اور آخرت کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ ان میں کا بعض یہ کہتا اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی دے۔ اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور مومنین یہ کہتے ہیں ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی دے۔ اور جہنم کی آگ سے بچا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اتارا ان لوگوں کے لئے ان کی کمائی کا پورا حصہ ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ——— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ دنیا میں بھلائی نیک عورت ہے اور آخرت میں جنت۔ عذاب نار بری عورت ہے۔

باب قَوْلِهِ تَعَالٰى نِسَآئُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی پر آؤ جیسے چاہو اور اپنے لئے آگے بھیج لو

ص ۶۴۹

حدیث ۲۲۲۶

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُوْرَةَ

جب قرآن کی تلاوت کرتے تو بات نہیں کرتے جب تک کہ فارغ نہ ہو جاتے۔ ایک دن میں ان کے پاس حاضر

الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِيْ فِيْمَ اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ نَزَلَتْ

رہا۔ انہوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچے پوچھا تم جانتے ہو کس بارے میں اتاری گئی ہے

فِيْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

میں نے کہا نہیں فرمایا فلاں فلاں معاملہ میں اتری ہے پھر آگے تلاوت کرنے لگے۔ حضرت ابن عمر سے دوسری روایت میں

قَالَ يَاْتِيْهَا ——— فِيْ

ہے۔ فاتوا حرثکم انی شئتم کا مطلب یہ ہے)... میں دخول کرے

تشریحات ۲۲۲۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ اَنّٰى شِئْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے پچھلے مقام میں مقاربت جائز ہے 'فی کذا و کذا' سے یہی مراد ہے۔ اور دوسری روایت میں فی کے بعد الدبر کو امام بخاری نے قصداً نہیں تحریر فرمایا ہے ——— ابن جریر نے اپنی تفسیر میں صراحت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہم ہے۔ جس پر خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا ہے۔ لیکن علامہ عینی نے تحریر کیا کہ حمیدی نے جمع بین الصحیحین

میں یہ نقل کیا ہے یاتیھا فی الفرج اور امام بخاری نے فی کے بعد بیاض چھوڑ دی تھی غالباً ان کے نزدیک یہ مدۃ العمر متعین نہیں ہوگا کہ یہاں کیا لفظ ہے۔ فرج یا دبر ـــــــ اس پر کثیر حدیثیں وارد ہیں کہ عورتوں کے ساتھ پچھلے مقام میں مقاربت حرام ہے اور خود آیۃ کریمہ میں وارد لفظ حرث بھی التزاماً اس کی ممانعت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس لئے کہ فرج ہی حرث ہے نہ کہ دبر۔ دبر موضع فرث ہے۔ اَنّٰی شِئْتُم کا عموم زیادہ سے زیادہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ کہ موضع حرث میں تم جیسے چاہو ویسے مقاربت کرو خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے۔

حدیث ۲۲۲۷

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

ابن منکدر نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ

انہوں نے فرمایا یہودی کہتے تھے جب کوئی پیچھے سے اپنی عورت کیساتھ جماع کرے گا تو اولاد بھینگی ہوگی تو اس پر یہ

فَنَزَلَتْ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ

آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی پر جیسے چاہو آؤ

تشریحات ۲۲۲۷

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تشریح نے واضح کر دیا کہ انی شئتم سے مراد طریقہ کار کی تعمیم ہے نہ موضع جماع کی۔

باب قوله وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ص ۶۴۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو انہیں پہلے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

حدیث ۲۲۲۸

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دیا

فَتَرَكَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَأَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اور رجعت نہیں کی۔ یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہوگئی اس کے بعد ان کو نکاح کا پیغام دیا تو معقل نے انکار کر دیا اس پر یہ

أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ع

آیت کریمہ نازل ہوئی اپنے پہلے شوہروں سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں منع نہ کرو۔

ثانی نکاح باب لا نکاح الا بولی ص ۷۶۹ طلاق باب قوله وبعولتهن احق بردهن ص ۸۰۳ ابو داؤد نکاح۔ ترمذی تفسیر نسائی تفسیر۔

تشریحات ۲۲۲۸

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان بہن کا نام کیا تھا اس میں مختلف اقوال ہیں جمیل ۔ جمیلہ ۔ لیلیٰ ۔ فاطمہ ۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کئی ایک نام رہے ہوں ۔ جن صاحب کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا ۔ ان کا نام ابوالبداح بن عاصم انصاری تھا ۔ کتاب النکاح میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کا نکاح ابوالبداح کے ساتھ کر دیا ۔

باب قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ـــــ اِلٰى بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ـــــ يَعْفُوْنَ ـــــ يَهَبْنَ ص ۶۵۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ۔ تم میں جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں پوری آیت کریمہ تک ۔ یعفون کے معنی ہیں دے دیں ۔

حدیث ۲۲۲۹

عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا میں نے عثمان بن عفان سے کہا کہ آیۃ کریمہ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ

تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں تو ان پر وصیت کرنا فرض ہے کہ پورے سال ان کو نفقہ دیں اور گھر سے نہ نکالیں

تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهٖ [1]

بقرہ آیت ۲۴۰ کے بارے میں کیا کہتے ہیں) فرمایا اسے دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ۔ ابن زبیر نے کہا تو آپ اسے کیوں لکھتے ہیں اور مصاحف میں رہنے دیتے ہیں انہوں نے فرمایا اے بھتیجے قرآن کے کسی حصہ کو اس کی جگہ سے نہیں بدلوں گا ۔

تشریحات ۲۲۲۹

متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں سورہ بقرہ ہی میں دو آیتیں ہیں ایک یہی جو ابھی متن میں ہم نے ذکر کی کہ ان کی عدت سال بھر ہے اور شوہروں پر واجب ہے کہ سال بھر تک ان کے نان نفقہ کی وصیت کر جائیں ۔ دوسری وہ جو باب میں مذکور ہے کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے ۔ دونوں آپس میں متعارض ہیں ۔ ـــــ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت جس میں مذکور ہے کہ متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت سال بھر ہے منسوخ ہے ۔ اسے اس آیت نے جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے منسوخ کر دیا ۔ اس پر انہوں نے پوچھا جب وہ آیت منسوخ ہے تو اس کو آپ مصحف میں کیوں لکھتے ہیں فرمایا کہ حضور اقدس

---

[1] باب قولہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ص ۶۵۱

صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ جمع فرمایا تھا۔ اس میں یہ آیت ہے اسی لئے میں بھی اس کو لکھتا ہوں۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ منسوخ کی تین قسمیں ہیں۔ اول منسوخ الحکم منسوخ التلاوت۔ دوسری منسوخ التلاوت اور محکم ان دونوں قسموں کی آیتیں مصحف میں نہیں لکھی ہوئی ہیں۔ تیسری منسوخ الحکم اور متلو۔ ایسی آیتیں مصحف میں لکھی جاتی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۰ تیسری قبیل سے ہے۔ اس کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہے۔
اشکال کی بظاہر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آیت کریمہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا آیت ۲۳۴ پہلے ہے اور آیت کریمہ وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ نمبر ۲۴۰ بعد میں ہے اس کے بعد میں ہونے سے کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ناسخ ہے اور منسوخ ـــــ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ نسخ کا تعلق نزول سے ہے تلاوت کی ترتیب سے نہیں۔

حدیث عَنِ ابْنِ اَبِىْ نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

۲۲۳۰

امام مجاہد سے روایت ہے (یہ جو اللہ عزوجل نے فرمایا) تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ

چھوڑیں وہ اپنے آپ کو چار مہینہ دس دن روکے رہیں۔ یہ عدت واجب ہے کہ عورت اپنے شوہر کے اہل کے یہاں گزارے۔ اسکے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

بعد اللہ نے اتارا۔ تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑیں ان کے شوہروں پر اپنی بیویوں کے لئے وصیت کرنا

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِىْ

واجب ہے کہ سال بھر تک ان کو نفقہ دیں اور گھر سے نہ نکالیں اور اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ

اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَّ

نہیں اس بارے میں جنہوں نے اپنے آپ کو اچھا کام کر لیا ـــــــ مجاہد نے کہا اللہ تعالیٰ نے اسکے

عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِىْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ

لئے پورے سال عدت مقرر فرمائی۔ سات مہینے بیس دن یا اگر وہ چاہے وصیت کے مطابق رہے اور اگر چاہے چلی جائے

وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فَالْعِدَّةُ كَمَا

یہی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب "نکالنا نہیں ہے اگر خود چلی جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ پس عدت جیسی

هِىَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ [1]

کہ ہے واجب ہے اس پر ابن نجیح نے گمان کیا کہ مجاہد سے یہی مروی ہے۔

---

[1] ثانی الطلاق باب وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا صـ ۸۰۲

تشریحات ۲۲۳

اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں آیتیں محکم ہیں ان میں کوئی منسوخ نہیں۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر عورت پر چار مہینے دس دن عدت بہر حال واجب ہے جو اپنے شوہر کے گھر گزارے گی۔ ان ایام میں گھر سے باہر نہیں جا سکتی اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شوہر پر واجب ہے کہ یہ وصیت کرے کہ عورت چاہے تو پورے سال میرے اس گھر میں رہے ان دنوں نان و نفقہ شوہر کے ورثہ پر دینا واجب ہے لیکن عورت کو اختیار ہے چاہے شوہر کے گھر رہے یا اگر وہ اپنی مصلحت یہ سمجھتی ہے کہ شوہر کے گھر نہ رہے تو کہیں اور بھی جا سکتی ہے لیکن اگر وہ شوہر کے گھر رہے تو کسی کو جائز نہیں کہ اس کو نکالے۔ وارثین پر نان و نفقہ دینا واجب ہے۔

ت ۶۱۵

وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا

اور عطار نے کہا حضرت ابن عباس نے کہا اس آیت نے شوہر کے گھر عدت گزارنے کو منسوخ کردیا وہ

عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ

جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا فرمایا "نکالنا نہیں" اور عطار نے کہا اگر چاہے شوہر کے اہل کے یہاں عدت

اِعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهِ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ

گزارے اور وصیت کے مطابق رہے اور اگر چاہے ان کے یہاں سے کہیں اور چلی جائے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى

انہوں نے اپنے آپ جو کچھ کرلیا اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، عطار نے کہا، پھر میراث کا حکم آیا تو اس نے سکنیٰ کو منسوخ

فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا

کردیا، جہاں چاہے عدت گزارے اسے رہائشی مکان کا حق نہیں۔

تشریحات ۶۱۵

جمہور سلف و خلف کا مذہب یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۰ جس میں وصیت کا حکم ہے یہ منسوخ ہے اس کی ناسخ آیت ۲۳۴ ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے نیز یہ کہ اس پر شوہر کے اسی گھر میں عدت گزارنا واجب ہے جس میں شوہر کے انتقال کے وقت سکونت پذیر تھی اس کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں عدت گزارنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان مخصوص صورتوں میں جن میں ضرورت شرعیہ کا تحقق ہو۔

حدیث ۴۲۳۱

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَجْلِسٍ

محمد بن سیرین نے کہا کہ میں ایک مجلس میں حاضر ہوا جس میں بڑے بڑے انصار کرام موجود

فِيْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى فَذَكَرْتُ حَدِيْثَ

تھے جن میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے میں نے عبد اللہ بن عتبہ کی حدیث جو سبیعہ بنت حارث کے

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِي شَأْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لٰكِنَّ

کے بارے میں ذکر کی تو عبدالرحمٰن نے کہا

عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُولُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ إِنِّي لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلٰى رَجُلٍ فِي جَانِبِ

لیکن ان کے چچا یہ نہیں کہتے۔ تو میں نے کہا کہ میں جری ہوں گا اگر میں کوفہ کے گوشے میں رہنے والے

الْكُوفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ أَوْ مَالِكَ

ایک شخص پر جھوٹ باندھوں۔ اور ابن سیرین نے اپنی آواز کو اونچی کیا' انہوں نے کہا میں وہاں سے نکلا تو میں

بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ

نے مالک بن عامر سے یا مالک بن عوف سے ملاقات کی تو میں نے کہا۔ ابن مسعود کا کیا قول ہے؟ متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں جب وہ حاملہ

فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ وَلَا تَجْعَلُونَ لَهَا الرُّخْصَةَ

ہو تو انہوں نے کہا۔ کہ ابن مسعود نے فرمایا تم لوگ اس پر سختی کرتے ہو اسے رخصت پر عمل کرنے نہیں دیتے۔

لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّولٰى۔ وَقَالَ أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ

چھوٹی سورہ نساء بڑی کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور ایوب نے محمد بن سیرین سے روایت کرتے

لَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ [1]

ہوئے کہا" میں نے ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملاقات کی۔

تشریحات ۲۲۳۱

سورہ طلاق میں اس مجلس کی تفصیل یہ ہے کہ وہاں یہ تذکرہ تھا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ وضع حمل یا چار مہینے دس دن؟ اس لئے کہ سورہ بقرہ میں اس کی عدت چار مہینے دس دن بتائی گئی ہے۔ حاملہ وغیر حاملہ کی تخصیص نہیں۔ اس کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو تو بھی اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور سورہ طلاق میں حاملہ کی عدت مطلقاً وضع حمل بتائی گئی ہے۔ خواہ متوفی عنہا زوجہا ہو یا مطلقہ ہو اس کا عموم یہ چاہتا ہے کہ متوفی عنہا زوجہا اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے۔ اس مجلس میں جب یہ ذکر آیا تو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بتایا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی دونوں عدتوں میں جو زیادہ ہو تو محمد بن سیرین نے ٹوکا اور سبیعہ بنت حارث کے بارے میں جو عبداللہ بن عتبہ کی حدیث مروی ہے اس کو بیان کیا۔ یہ حدیث یہ ہے۔" کہ سبیعہ بنت حارث کا نکاح حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا تھا ان کا مکے میں وصال ہوگیا۔ شوہر کی وفات کے بعد پچیس دن یا اس سے کم پر ان کے بچہ پیدا ہوا ابوالسنابل نے ان سے کہا تمہاری عدت چار مہینے دس دن ہے۔ سبیعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] ثانی تفسیر باب واولات الاحمال اجلہن ص ۷۲۹

خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا قصہ بتایا۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ عدت پوری ہوگئی تو جس سے چاہے نکاح کرلے اس حدیث کو سن کر عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ عبداللہ بن عتبہ کے چچا یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اس حدیث کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے یعنی وہ متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت ابعد الاجلین قرار دیتے ہیں تو محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے ابو مالک بن عامر سے ملاقات کی یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے ان سے میں نے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن مسعود اس سلسلے میں کیا فتویٰ دیتے تھے ؟ تو انہوں نے بتایا کہ سورۂ طلاق سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے اسکے لئے آسانی کی ہے اور تم لوگ سختی کرتے ہو۔ سورۂ نساء قصریٰ سے مراد سورہ طلاق ہے جو اٹھائیسویں پارے میں ہے اور سورۂ نساء طولیٰ سے مراد سورۂ بقرہ ہے۔ ــــــ اب اشکال یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کیسے کہہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکی عدت ابعد الاجلیں بتاتے تھے ــــــ ہوسکتا ہے کہ جب تک نسخ کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا تو وہی فتویٰ دیتے رہے ہوں کہ اسکی عدت ابعد الاجلین ہے لیکن جب نسخ کا علم ہوگیا تو اس سے رجوع فرمالیا۔ سورۂ طلاق کی روایت میں یہ ہے " فَضَمَّنَ لِي بَعْضَ اَصْحَابِه" اس پر علامہ کرمانی وغیرہ نے فرمایا کہ صحیح لفظ " ض م ذ " ہے جس کے معنی چپ کرانے کے ہیں۔ چونکہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی لوگوں کے دلوں میں بڑی عزت تھی ان کے خلاف جب محمد بن سیرین نے یہ جرأت کی تو لوگوں پر گراں گزرا اور لوگوں نے ان کو چپ رہنے کو اشارہ کیا۔ یہاں ایک روایت فَغَمَّضَ کی ہے اس کے معنیٰ ہیں کہ آنکھ کو مینچا جس سے ان کا مقصود تھا چپ کرانا "ضمن" کی روایت کو علامہ ابن حجر نے فرمایا ، اس کا معنی ظاہر نہیں۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا اس کی توجیہہ یہ ہے۔ قاموس میں ہے۔

والمضمن کمعظم من الاصوات ما لا یستطاع الوقوف عنہ حتے یوصل لاٰخرہ

جیسے بہت سی آوازیں ایسی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتی ہیں کہ اس کا مدلول دوسرے تک پہنچایا جائے

یہاں چپ رہنے کا اشارہ مراد ہے خواہ ہونٹ بند کرکے یا آنکھ میچ کے یعنی ان لوگوں نے کیا کہا یہ تو سمجھ میں نہیں آیا مگر اتنی بات سمجھ میں آگئی کہ وہ لوگ چپ رہنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ وقال ابن جبیر کرسیہ علمہ۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں کرسی سے مراد اللہ عزوجل کا علم ہے یعنی اس کا علم آسمان و زمین کو وسیع ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیر کا قول ہے۔ جمہور کرسی سے مراد۔ کرسی ہی لیتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت کیا ہے یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس لئے کہ کرسی بیٹھنے والے کو گھیرے رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کوئی اسے گھیرے۔

یقال بسطۃً زیادۃ و فضلا۔ طالوت کے بارے میں فرمایا گیا زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ــــــ افرغ انزل ، اصحاب طالوت کی دعا میں ہے۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل۔ امام بخاری نے فرمایا کہ افرغ کے معنیٰ انزل ہیں یعنی انڈیل

یَؤُدُہٗ۔ یثقله ، اٰدَنِیْ اثقلنی وَ آدٌ والاید۔ القوۃ۔ آیۃ الکرسی میں ہے وَلَا یَؤُدُہٗ حفظھما اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی۔ امام بخاری نے فرمایا۔ یؤد کے معنی یثقلہ ہے۔ جیسے بولتے ہیں اٰدَنِیْ اس نے مجھ کو بوجھل کردیا۔ اٰد اور اید کے معنی قوت کے ہیں ـــــ فَبُهِتَ۔ ذھبت حجتہ۔ نمرود کے بارے میں فرمایا گیا ہے فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ، کافر کے ہوش اڑ گئے ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں "اس کی دلیل ختم ہوگئی ـــــ خاویۃٌ لا انیس فیھا ـــــ حضرت عزیر ایک ویران بستی پر گزرے اس بستی کے بارے میں فرمایا گیا خاویۃ علیٰ عروشھا وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ خَاوِیَۃٌ کے معنی ہیں کہ وہاں پر کوئی مونس نہیں تھا۔ ـــــ عروشھا ابنیتھا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ عروش سے مراد بنیادیں ہیں ـــــ السنۃُ النعاسُ آیۃ الکرسی میں ہے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ امام بخاری نے فرمایا کہ سنۃ کے معنی اونگھ کے ہیں ـــــ حضرت عزیر کے قصے میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ان پر نیند طاری فرمادی اور وہ پورے سو سال سوتے رہے صبح کے وقت لیٹے تھے اور شام کو ان کی آنکھ کھلی۔ اللہ عزوجل نے ان سے دریافت فرمایا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے عرض کیا دن بھر یا کم فرمایا۔ تو تو سو سال اسی حال میں رہا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ فرمایا وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ ننشزھا کے معنی نخرجھا ہے۔ اعصارٌ ریح عاصف تھب من الارض الی السماء کعمودٍ فیہ نارٌ۔ اعصار کے معنی تیز ہوا جو زمین سے آسمان کی طرف ستون کی طرح اٹھتی ہے، بگولہ، جس میں آگ ہے۔ وقال ابنُ عباسٍ صلدا الیس علیہ شیءٌ پتھر جس پر کچھ نہ ہو ـــــ وقال عکرمۃ وَابِلٌ مطرٌ شدیدٌ، وابل کے معنی تیز بارش ہے ـــــ الطل الندی تری (اوس) وھذا مثل عمل المؤمن، یہ مومن کے عمل کی مثال ہے کہ وہ بہر حال سودمند ہوتا ہے ـــــ یتسنہ، یتغیر، بدلتا ہے۔ حضرت عزیر کے کھانے پانی کے بارے میں فرمایا گیا تھا لم یتسنہ وہ بدلا نہیں جیوں کا تیوں ہے۔

تشریحات

حضرت امام بخاری نے اس کے اوپر باب قائم کیا تھا۔ صلوٰۃ خوف کا اب مذکورہ بالا عبارات کا صلوٰۃ خوف سے کیا تعلق ہے اس کو میں سمجھ نہیں پایا۔ ہندوستان کے مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔ لیکن علامہ عینی نے بعد میں وقال ابن جبیر سے باب کے بعد پہلے وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں صلوٰۃ خوف کی تفصیل مذکور ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کیا تم میں سے کوئی یہ

لَهٗ جَنَّةٌ اِلٰی قَوْلِهٖ تَتَفَكَّرُوْنَ ص ۶۵۱ — پسند کرتا ہے کہ اسکے لئے باغ ہو پوری آیت ۔

حدیث ۲۲۳۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَعَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ ایک روز

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَوْمًا لِاَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَ

حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد، کیا تم میں سے

تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ قَالُوا اللّٰهُ اَعْلَمُ

کوئی اسے پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو اس کے بارے میں آپ لوگ کیا جانتے ہو ان لوگوں نے عرض

فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْلَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ نَفْسِیْ مِنْهَا شَیْءٌ

کیا اللہ خوب جانتا ہے اس پر حضرت عمر کو جلال آگیا فرمایا کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے ہیں اس پر ابن عباس نے عرض کیا اسکے بارے میں میرے

یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ عُمَرُ یَا ابْنَ اَخِیْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ

جی میں کچھ ہے اے امیر المومنین؟ حضرت عمر نے فرمایا اے بھتیجے کہو اور اپنے آپ کو حقیر نہ جان۔ ابن عباس نے عرض

عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَیُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ

کیا یہ عمل کی مثل بیان فرمائی گئی ہے حضرت عمر نے پوچھا کون سا عمل ابن عباس نے عرض کیا عمل کی حضرت عمر

لِرَجُلٍ غَنِیٍّ یَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّیْطَانَ

نے فرمایا ایک ایسے مالدار کی جو اللہ عزوجل کی طاعت کرتا ہے پھر اللہ نے اس پر شیطان مسلط فرمادیا اور وہ

فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِیْ حَتّٰی اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ

گناہ کرنے لگا یہاں تک کہ اسکے تمام اعمال حسنہ غرق ہو گئے

تشریحات ۲۲۳۲

پوری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے "کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے ندیاں بہیں اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے اور اسے بوڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولہ جس میں آگ تھی تو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔ (آیت ۲۶۶) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ ایک مالدار شخص ہے وہ گناہوں سے بچتا ہے تمام فرائض وواجبات کو کماحقہ ادا کرتا ہے تمام مستحبات کی بھی پابندی کرتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص سے جس کا ایک باغ ہے جس میں قسم قسم کے پھل لگے ہیں۔ باغ کے سینچنے کے لئے پانی بھی قریب ہی ہے یہ شخص کتنا خوش حال فارغ البال ہوگا۔ لیکن اچانک آتشیں بگولے سے اس کا باغ جل گیا، وہ بھی اس وقت جب کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس کے چھوٹے چھوٹے ناتواں

پیچھے تھے تو اس کا حال کیا ہوگا ؟ اسی طرح وہ نیک صالح مالدار مرنے کے قریب اچانک گناہوں میں مبتلا ہوگیا تو حشر کے دن اس کا حال وہی ہوگا جو اس باغ کے مالک کا ہوا تھا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ص۶۵۱
لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

يُقَالُ اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ فَيُحْفِكُمْ يُجْهِدْكُمْ ـــــ کہا جاتا ہے الحف علی والح علی وہ میرے سامنے گڑگڑایا۔ انتہائی عاجزی کے ساتھ سوال کیا۔ اور سوال کرنے میں اس نے بہت عاجزی کی۔ سورہ محمد میں فرمایا گیا۔ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم بخل کروگے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل کو ظاہر کردے گا۔ آیت ۳۷ ـــــ امام بخاری نے فیحفکم کی تفسیر یجہدکم سے کی اس سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ الحاف الحاح اور احفا سب کے معنی ایک ہیں مانگنے میں گڑگڑانا عاجزی کرنا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ
اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹ کر جاؤگے۔

حدیث ۲۲۳۳
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الرِّبٰوا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا سب سے اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت نازل کی گئی۔ وہ آیت ربا ہے

تشریحات ۲۲۳۳
سب سے اخیر میں کون سی آیت نازل ہوئی اس بارے میں علماء کے مابین جو اختلافات ہیں اور ان میں جو تطبیق ہے وہ پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ص۶۵۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تمہارے جی میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا حساب لے گا پھر جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حدیث ۲۲۳۴
عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

مروان اصفر سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّھَا قَدْ نُسِخَتْ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَلْاٰیَۃَ

ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عمر ہیں کہ آیت کریمہ ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ منسوخ ہو چکی ہے۔

تشریحات ۲۲۳۴

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو غم لاحق ہوا۔ اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ ہم ہلاک ہو گئے اس لئے کہ ہمارے دل ہمارے اختیار میں نہیں فرمایا تم لوگ یہ کہو ہم نے سنا اور مانا، لوگوں نے کہا وان تبدوا مافی انفسکم کو لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اللہ ہر شخص کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے"۔ نے منسوخ کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابتداءً اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا۔ اسی بنا پر ان سے مروی ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور روئے۔ بعد میں نسخ کا علم ہوا جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس کے بعد والے باب میں یہی حدیث خود حضرت ابن عمر ہی سے اس تصریح کے ساتھ مروی ہے کہ آیت کریمہ وان تبدوا مافی انفسکم کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ جو اس کے بعد ہے۔ یعنی لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔

بَابُ قَوْلِہٖ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ ص ۶۵۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کی جانب اسکے رب کی طرف سے اتارا گیا۔

ت ۱۱/۶

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِصْرًا عَھْدًا۔ ابن عباس نے فرمایا اصرا کے معنی عہد و پیمان ہے۔ ویقال غفرانک مغفرتک فاغفرلنا غفران معنی میں مغفرت کے ہے۔ اور یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے اصل عبارت تھی فَاغْفِرْ لَنَا غُفْرَانَكَ

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَان ص ۶۵۲ سورۂ آل عمران مدنی ہے جو قرآن کی تیسری سورہ ہے

تقاۃ۔ وتقیۃ واحدۃ۔ ان دونوں کے معنی ایک ہیں بچنا ڈرنا۔ صِرٌّ۔ برد ——— شفا حفرۃ۔ مثل شفا الرکیۃ وھو حرفھا۔ گڑھے کے کنارے جیسے کنوئیں کی من یعنی اس کا کنارہ ——— تبوئ تتخذ معسکرا۔ لشکر کی جگہ بنا رہے تھے۔ مورچے قائم کر رہے تھے۔ والمسومۃ الذی لہ سیماء بعلامۃ او بصوفۃ اوما کان۔ مسوم کے معنی یہ ہے جس کے اوپر کوئی نشان لگایا گیا ہو کوئی علامت بنادی گئی ہو اون سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو ——— ربیون الجمیع والواحد رِبِّیٌّ۔ ربیون جمع ہے اس کا واحد ربی ہے رِبِّیٌّ کے معنی اللہ والے کے ہیں۔

تَحُسُّوْنَھُمْ تستاصلونھم قتلا۔ ان کو قتل کر کے ان کی بنیاد ختم کر رہے تھے غُزًّا واحدھا

غازٍ ____ غزاً غازی کی جمع ہے جنگ کرنے والے حملہ کرنے والے ____ سنکتب۔ سنحفظ لکھنے سے مراد یہ ہے کہ اسے محفوظ کریں گے۔ نُزُلًا۔ ثوابا ویجوز ومُنزَل من عند اللہ کقولک اَنزلتُہ نزلٌ کے معنی ثواب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اللہ کے یہاں سے اتارا ہوا ____ وقالَ مجاھد والخَیلُ المُسَوَّمَۃُ المطَھَّمَۃُ الحِسَانُ۔ نشان لگائے ہوئے تندرست گھوڑے ____ وقالَ ابن جبیر وحصورا لایاتی النساء۔ اور ابن جبیر نے کہا حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ وقالَ عکرمۃ من فورھم من غضبھم یوم بدر۔ بدر کے دن ان کے غضب کی وجہ سے ____ وقالَ مجاھد ____ یخرج الحیَّ النطفۃ تخرج مَیتۃً وَیَخرُجُ مِنھا الحیُّ۔ مجاہد نے کہا زندہ کو مردے سے نکالتا ہے یعنی نطفہ بے جان نکلتا ہے اور اس سے زندہ پیدا ہوتا ہے ____ الابکار اول الفجر ابکار کے معنی فجر کا ابتدائی حصہ والعشی میل الشمس الی ان اراہ تغرب۔ عشی کے معنی سورج ڈھلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔

بَابٌ مِنہُ اٰیَاتٌ مُحکَمَاتٌ ص ۶۵۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور اسکی کچھ آیتیں محکم ہیں۔

____ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلحَلَالُ وَالحَرَامُ ____ آیات محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں حلال و حرام کا بیان ہے ____ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَات یصدق بعضہ بعضاً۔ متشابہ سے مراد یہ ہے کہ بعض آیتیں بعض کی تصدیق کرتی ہیں۔ کقولہٖ تعالیٰ وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الفٰسِقِینَ ____ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس سے صرف فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ ہیں۔ ____ وکقولہٖ جلَّ ذِکرُہٗ وَیَجعَلُ الرِّجسَ عَلَی الَّذِینَ لَا یَعقِلُونَ جیسے اللہ جل ذکرہ کا ارشاد ہے اور اللہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو بے سمجھ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بے عقلی سے متشابہات کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو محکمات کے معارض ہیں وہ ناسمجھ ہیں اور گندگی یعنی کفر کے مرتکب۔ وَکَقَولِہٖ وَالَّذِینَ اھتَدَوا زَادَھُم ھُدًی۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور بڑھادی مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے متشابہات کے علم کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ یہ حق ہے یا اس کی کوئی تاویل کی تو محکمات کے مطابق کی یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں ____ زیغ، شک۔ زیغ کے معنی کجی سے مراد شک ہے ____ اِبتِغَاءَ الفِتنَۃِ المُشتَبِھَات فتنہ تلاش کرتے ہوئے مشتبہات میں اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اسکے حق ہونے سے انکار کریں یا ان کی ایسی تاویل کریں جو محکمات کی معارض ہیں ____ وَالرَّاسِخُونَ یعلمون یقولون اٰمنا بہ۔ والرّاسخون فی العلم کے معنی یہ ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔

حدیث ۲۲۳۵

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ

یہ آیت تلاوت فرمائی ــــــ اللہ وہی ہے جس نے تم پر کتاب اتاری جس میں

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ

سے کچھ آیتیں محکم ہیں یہ اصل کتاب ہیں ۔ دوسری کچھ متشابہات ہیں وہ لوگ جن کے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ

دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ طلب کرتے ہوئے

وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور اس کی تاویل ڈھونڈھتے ہوئے اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

ایمان لائے ۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے ۔ آیت ۷ ۔ ام المومنین نے کہا کہ رسول اللہ

سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ ۔[1]

علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں (جن کا زائغین) اللہ نے نام رکھا ہے ۔ ان سے بچو ۔

تشریحات ۲۲۳۵

متشابہات کے سلسلے میں تین مذہب ہے۔ اسلم کہ ان کی کوئی تاویل نہ کی جائے اور اس کا علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا جائے اور ان کے حق ہونے پر ایمان لایا جائے ــــــ سالم بضرورت ان کی تاویل کی جائے مگر ایسی جو محکمات کے مطابق ہو ان کے معارض نہ ہو ــــــ زائغ وہ لوگ ہیں جو اس کی من مانی ایسی تاویلیں کرتے جو محکمات کے معارض ہیں ۔ آیۃ کریمہ میں فرمایا گیا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ اس کے بعد ہے وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۔ جو لوگ الا اللہ پر وقف کو لازم قرار دیتے ہیں اور والراسخون فی العلم کو الگ جملہ مانتے ہیں وہ مذہب اسلم کے پابند ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی ان کی تاویل نہیں جانتا۔ لیکن اس کا بھی احتمال ہے والراسخون فی العلم کا عطف اللہ پر ہو۔ اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کی تاویل اللہ اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یہ مذہب سالم والے ہوئے اسی بنا پر یہ لوگ متشابہات کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو محکمات کے مطابق ہیں معارض نہیں ۔

---

[1] مسلم قدر ابوداؤد قدر سنت ترمذی تفسیر

صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہات کے معانی کا علم ہے ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا عرفاء نے فرمایا بہت سے ارباب باطن بھی ان کے معانی جانتے ہیں غالباً ابریز شریف میں ہے کہ کوئی قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوسکتا جب تک کہ متشابہات کے معانی نہ جانے۔

باب قولہ لیس لک من الامر شیء ص ۶۵۵ آپ کو بے اذن الٰہی کوئی اختیار نہیں۔

حدیث ۲۲۳۶

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد

جب کسی کی بربادی کی دعا کرنا چاہتے یا کسی کے لئے اچھی دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے

الرکوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد اللھم

کبھی کبھی سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد کہنے کے بعد دعا فرماتے۔ اے اللہ ولید بن ولید اور

انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللھم اشدد

سلمٰی بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ اپنا سخت عذاب نازل فرما

وطاتک علی مضر واجعلھا سنین کسنی یوسف یجھر بذالک وکان

مضر پر اور ان پر خشک سالی نازل فرما یوسف علیہ السلام کی خشک سالی کے مثل اسے بلند آواز سے کہتے اور فجر کی نماز میں کہتے

یقول فی بعض صلواتہ فی صلوٰۃ الفجر اللھم العن فلانا وفلانا لاحیاء

اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت فرما۔ عرب کے کچھ قبیلوں کے لئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

من العرب حتی انزل اللہ لیس لک من الامر شیء الآیۃ

بے عطار الٰہی آپ کو کچھ اختیار نہیں کہ ان کی توبہ قبول کریں یا انہیں عذاب دیں۔

تشریحات ۲۲۳۶

قنوت نازلہ کی پوری بحث باب الوتر میں گزر چکی ہے، یہ منسوخ نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔ اگر مسلمانوں پر کوئی عام بلا نازل ہو تو اب بھی مشروع ہے اور راجح و مختار یہ ہے کہ قنوت نازلہ بھی قبل رکوع ہے علماء احناف میں سے کچھ لوگوں نے بعد رکوع کا قول کیا ہے مگر یہ مرجوح ہے۔

باب قولہ والرسول یدعوکم فی اخرٰکم ص ۶۵۵ اور رسول تم کو بلاتے ہیں آخری حصے میں۔

ھو تانیث اٰخرکم۔ اخرٰی آخر کا مونث ـــــ وقال ابن عباس احدی الحسنیین فتحا او

شہادۃ دو اچھائیوں میں سے ایک فتح ہے یا شہادت

حدیث ۲۲۳۷

حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الرَّجَّالَۃِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جُبَیْرٍ فَاَقْبَلُوْا مُنْہَزِمِیْنَ فَذَاكَ اِذْ یَدْعُوْہُمُ الرَّسُوْلُ فِیْ اُخْرَاہُمْ وَلَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احد پیادوں پر عبداللہ بن جبیر کو امیر بنایا وہ لوگ شکست کھا گئے اسی وقت رسول ان کو دوسری طرف پکار رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا۔

تشریحات ۲۲۳۷

فاقبلوا منہزمین کا ظاہری معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے حالانکہ ایسا نہیں ہوا جب پہلے وہلہ میں قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کیا تو حضرت عبداللہ بن جبیر کے بار بار منع کرنے کے باوجود چالیس آدمی وہاں سے مال غنیمت لوٹنے کے ارادہ سے چلے آئے دس آدمی صرف رہ گئے وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اسلامی لشکر دو طرفہ گھیرے میں آ گیا پیچھے سے خالد بن ولید حملہ آور تھے اور آگے سے ابو سفیان پورا لشکر لے کر پلٹ پڑے اس ناگہانی افتاد کی بدولت مجاہدین میں افراتفری مچ گئی جو جہاں تھا وہیں پھنس کے رہ گیا اس وقت حضور کے ساتھ صرف چودہ آدمی رہ گئے تھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ بتایا ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا ہے

باب اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ ص ۶۵۵

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کا بیان (جبکہ لوگوں نے) کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔

حدیث ۲۲۳۸

عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ قَالَہَا اِبْرَاہِیْمُ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَقَالَہَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالُوْا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم جب آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو انہوں نے حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہا تھا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا جب ان سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے لشکر جمع کر لیا ہے

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ[۱]

توان سے ڈرو تو اس نے انکے ایمان کو بڑھا دیا۔ اور انہوں نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے

تشریحات ۲۲۳۸

تفسیر طبری میں ہے کہ ابوسفیان کی ملاقات عبد القیس کے کچھ سواروں سے ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا تو انہیں بتانا ہم نے ان پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو کہا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے قصہ یہ تھا کہ ابوسفیان یوم احد پلٹتے پلٹتے یہ کہہ آئے تھے ہمارے تمہارے وعدے کی جگہ سال آئندہ بدر ہے جہاں تم نے ہمارے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ اس کے مطابق سال پورا ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر تک تشریف لے گئے ابوسفیان مکہ سے نکلے عسفان تک پہنچے اور یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ امسال بارش نہیں ہوئی ہے خشک سالی ہے اس لئے لڑنا مناسب نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مال تجارت لے کر گئے تھے اسے وہاں بیچا جس میں کافی نفع ہوا اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

تو وہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا اور اللہ کی خوشی پر چلے۔ اور اللہ بھاری فضل والا ہے۔

باب قَوْلِهِ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت اذیت ناک باتیں سنو گے۔

حدیث ۲۲۳۹

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ اسامہ بن زید نے انہیں بتایا کہ

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کا بنا ہوا موٹا کمبل

وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ

تھا۔ اور اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ بدر کے واقعہ سے پہلے بنی حارث بن خزرج

بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

نے سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کے لئے جارہے تھے۔ حضور کا گزر ایسی مجلس پر ہوا

أُبَيِّ ابْنِ سَلُولَ وَذَالِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ

جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا ــــــ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے بظاہر اسلام لانے سے قبل کا

[۱] نسائی تفسیر

أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَالْمُسْلِمِينَ

ہے اور اس مجلس میں مسلمان مشرک بت پرست اور یہود ملے جلے تھے۔ اور اس مجلس میں

وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ

عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ جب مجلس پر چوپائے کا اڑا یا ہوا غبار چھا گیا۔ تو

خَمَّرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ

عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے چھپالی۔ پھر کہا۔ ہم پر غبار مت اڑاؤ۔

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔ پھر رک گئے اور سواری سے اترے

إِلَى اللهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا

انہیں اللہ کی طرف بلایا۔ اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا۔ اے

الْمَرْءُ إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِينَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ارْجِعْ

شخص آپ جو پڑھ کر سناتے ہیں اس سے بہتر کوئی کلام نہیں۔ اگر یہ حق ہے تو بھی اسے سنا کر ہمیں

إِلَى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلَى

ہماری مجلسوں میں آکر ایذا نہ پہنچائیں۔ اپنی قیام گاہ پر لوٹ جاؤ جو آپ کے پاس حاضر ہو اسے سناؤ

يَا رَسُولَ اللهِ فَاغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ

اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا۔ ہاں یارسول اللہ! اسے سنانے کیلئے ہماری مجلسوں میں تشریف

وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

لائیے۔ ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ سنکر مسلمان اور یہود اور مشرکین آپس میں گالی گلوج کرنے لگے۔ قریب تھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ مشتعل ہو کر لڑ پڑتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو ٹھنڈا فرمانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ ٹھنڈے ہو گئے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہو کر سعد بن

دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

عبادہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد کیا تم نے وہ نہیں سنا جو ابو حباب نے کہا۔ ابو حباب سے ان کی مراد عبداللہ

وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ

بن ابی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اس نے ایسے ایسے کہاہے۔ تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اسے معاف

كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ

فرمادیں اور اس سے درگزر فرمائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے

فَوَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلَیْكَ لَقَدِ اصْطَلَحَ اَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَیْرَةِ عَلٰی اَنْ یُّتَوِّجُوْهُ فَیُعَصِّبُوْنَهٗ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا اَبَی اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِیْ اَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهٖ مَا رَاَیْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ یَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ وَاَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا اَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَیَصْبِرُوْنَ عَلَی الْاَذٰی قَالَ اللّٰهُ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا اَذًی كَثِیْرًا الْاٰیَةَ وَقَالَ اللّٰهُ وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَاَوَّلُ فِی الْعَفْوِ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ حَتّٰی اَذِنَ اللّٰهُ فِیْهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللّٰهُ صَنَادِیْدَ كُفَّارِ قُرَیْشٍ قَالَ ابْنُ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَایَعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

آپ پر کتاب اتارا۔ بے شک اللہ وہ حق لایا ہے جو آپ پر اتارا۔ اس بحیرہ والوں نے طے کر لیا تھا کہ اس کے سر پر تاج رکھیں گے۔ لیکن اللہ نے اسے منظور نہیں فرمایا۔ اس کے عوض وہ حق دین دیا جو آپ کو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ اس پر اس کو جلن ہے۔ اسی لئے وہ کیا ہے جو آپ نے دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین اور اہل کتاب سے درگزر فرماتے تھے۔ اور ان کی ایذا پر صبر فرماتے تھے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اللہ نے فرمایا۔ تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان سے اور مشرکین سے بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بہت سے اہل کتاب یہ پسند کرتے ہیں کہ کاش تم کو تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا کر لوٹا دیں۔ حسد کی بنا پر جو ان کے اندر ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے حکم کے مطابق درگزر فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ نے ان کے بارے میں اذن دیا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کیا اور اللہ نے کفار قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو مار ڈالا۔ تو ابن ابی ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا۔ یہ دین تو غالب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت

علی الاسلام فاسلموا
کرلی اور مسلمان ہو گئے ۔

تشریحات ۲۲۳۹

جنگ بعاث میں انصار کرام کی دونوں شاخوں کے سربرآوردہ سردار اور بہادر مار ڈالے گئے ۔ جس کی وجہ سے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کمزور ہو گئے ۔ اس کا جب انصار کرام کو احساس ہوا تو دونوں قبیلوں کے لوگوں نے بیٹھ کر سنجیدگی سے یہ طے کیا کہ ہم لوگوں کا مشترک ایک سردار ہو اور پھر باتفاق رائے اس بدنصیب عبد اللہ بن ابی ابن سلول کا انتخاب ہوا ۔ سب کی رائے ہوئی کہ ایک تاج تیار کر کے اس کے سر پر باندھ دیا جائے ۔ اسی اثناء میں مدینہ طیبہ میں اسلام پہنچ گیا ۔ ابتداء میں کچھ انصار کرام ایام حج میں عقبہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا ۔ پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ پہنچے تو بہت زوروں سے اسلام کی اشاعت ہونے لگی ۔ گھر گھر اسلام کا چرچا شروع ہو گیا ۔ یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مہاجرین مدینہ طیبہ پہنچ گئے ۔ عبد اللہ بن ابی نے جب یہ دیکھا کہ میری سیادت متفقہ طور پر طے ہونے کے بعد ختم ہو رہی ہے تو اس نے ابتداءً کھل کر مخالفت کی پھر بظاہر مسلمان ہوا اور اندر اندر کافر رہا ۔ اور اسی حال میں مرا ۔

اس حدیث میں اسلموا سے مراد حقیقت میں اسلام قبول کرنا نہیں بلکہ بظاہر مسلمان ہونا مراد ہے ۔

باب قولہ لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ص ۶۵۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ان لوگوں کو مت کرو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں ۔

حدیث ۲۲۴۰

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجالا من المنافقین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الغزو وتخلفوا عنہ وفرحوا بمقعدہم خلاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاذا قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتذروا الیہ وحلفوا واحبوا ان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ منافقین تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوے میں تشریف لے جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش ہوتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو حضور کی خدمت میں معذرت پیش کرتے اور قسم

يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ الْآيَةَ ؎

کھاتے اس کو پسند کرتے کہ جو انہوں نے نہیں کیا ہے۔ اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

تشریحات ۲۲۴

پوری آیت کریمہ یہ ہے۔
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

اور ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو۔ ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حدیث ۲۲۴

أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ اذْهَبْ يَا رَافِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوْتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَيُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهٰذِهِ إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوْهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهِ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِيْمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَوْلِهِ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

علقمہ بن وقاص نے خبر دی کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، اگر وہ شخص عذاب دیا جائے جسے کوئی چیز حاصل ہو وہ اس پر خوشی منائے اور چاہے کہ جو اس نے نہیں کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس صورت میں سب پر عذاب ہوگا۔ ابن عباس نے فرمایا تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ یہ پوچھ رہے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کچھ پوچھا۔ جو صحیح بات تھی اس کو چھپایا اور غلط بات بتائی تو انہوں نے جانا کہ انہوں نے جو بتایا ہے سوال کے جواب میں اس پر ان کی تعریف کی جائے گی۔ اور چھپانے پر خوش ہوئے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تلاوت فرمائی۔" اور یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا۔ بما لم یفعلوا تک۔ الآیۃ

تشریحات ۲۲۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ خاص یہودیوں کے بارے میں ہے۔ اہل کتاب سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اسے

؎ مسلم توبہ

صاف صاف بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں مگر ان سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے سچی بات چھپائی اور غلط بات بتائی اور اس پر خوش ہوئے اور اپنے جی میں یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے جو غلط بات بتائی ہے اس پر ہماری تعریف کی جائے گی۔ یہ فریب دہی یقیناً جرم ہے وہ بلاشبہ عذاب کے مستحق ہونگے۔

سُورَةُ النِّسَاء ص ۶۵۷ ــــ یہ مدنی ہے اس میں ایک سو چھہتر آیتیں ہیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَنْكِفُ يَسْتَكْبِرُ ، ماننے سے انکار کرتا ہے ــــ قِوَامًا ، قِوَامُكُمْ مِنْ مَعَايِشِكُمْ ، جس پر تمہاری زندگی کا دار و مدار ہے ــــ لَهُنَّ سَبِيلًا ــ يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ ، یہ سبیل یہ ہے کہ ثیب کو سنگسار کیا جائے اور کنواری کو کوڑا مارا جائے۔ پوری آیت یہ ہے فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا پس اگر لوگ گواہی دیں زنا پر تو ان کو گھروں میں بند کئے رہو یہاں تک کہ مرجائیں یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ پیدا فرمائے۔

ابتدا میں زانیہ عورتوں کے لئے حبس دوام کا حکم تھا اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا کہ جب تک دوسرا حکم نہ نازل ہوا اور اللہ ان کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہ تجویز فرمائے ان کو گھروں میں بند رکھو۔ اب یہ راستہ کیا ہے اسی کو بیان فرمایا کہ زانیہ اگر کنواری ہے تو اس کو کوڑا مارا جائے گا اور اگر کنواری نہیں ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ يَعْنِي اثْنَيْنِ ثَلَاثَ وَأَرْبَعَ وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ مراد یہ ہے کہ ہر شخص دو یا تین یا چار بیویوں سے نکاح کرے۔ اور اہل عرب رباع کے بعد تکرار عدد کے لئے فعال کا وزن نہیں لاتے مطلب یہ ہے کہ ثلث اور رباع فعال کے وزن پر ہے جس کے معنی تکرار عدد ہے یعنی تین تین چار چار اس کے لئے بقیہ اعداد میں یہ طریقہ جاری نہیں مثلاً خماس کے معنی پانچ پانچ یا سداس بمعنی چھ چھ نہیں بولتے۔ علامہ ابن حاجب نے فرمایا اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ثابت نہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ ص ۶۵۸

جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو انھیں بھی کچھ دو۔

حدیث ۲۲۴۲

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مساکین آجائیں تو انہیں بھی کچھ دو۔ یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں

تشریحات ۲۲۴۲

یہ آیت منسوخ ہے کہ محکم ؟ اور محکم ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اس کی پوری بحث کتاب الوصایہ میں گزر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ص ۶۵۸

اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی تفسیر تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا تَعْضُلُوهُنَّ لَا تَقْهَرُوهُنَّ۔ ان کو مجبور نہ کرو۔ حُوبًا إِثْمًا۔ حوب کے معنی گناہ ہے ـــ تَعُولُوا تَمِيلُوا، حق سے ہٹ جاؤ۔ نِحْلَةً فَالنِّحْلَةُ الْمَهْرُ نحلہ کے معنی عطیہ ہے یہاں مراد مہر ہے۔

حدیث ۲۲۴۳

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ

اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی

لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ

عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو کے بارے میں

قَالَ: كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اہل عرب کا طریقہ تھا جب کوئی شخص مر جاتا تو اسکے اولیاء اس کی بیوی کے

تَزَوَّجَهَا وَإِنْ شَاءُوا زَوَّجُوهَا وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا

سب سے زیادہ حقدار ہوتے، اولیاء میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر سب چاہتے تو کسی اور سے اس کا نکاح

مِنْ أَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَالِكَ [1]

کر دیتے اور اگر چاہتے اسکی شادی نہیں کرتے۔ متوفی کے اولیاء عورت کے اولیاء کے بنسبت عورت کے زیادہ حقدار ہوتے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تشریحات ۲۲۴۳

کسی بھی عورت کے نکاح کرنے کا حق اس کے اولیاء کو ہے لیکن عرب میں اس کے برخلاف بیوہ کے بارے میں یہ رواج تھا کہ متوفی شوہر کے اولیاء اس کی بیوہ کے مختار کل بن جاتے اس میں ان کے فوائد تھے مثلاً وہ عورت مالدار ہے تو اس سے خود نکاح کر لیتے تاکہ اس کا مال ان کو مل جاتا اس کا شوہر مالدار تھا اس سے عورت کو میراث مل جاتی اس عورت سے شادی کر لیتے۔ تاکہ یہ میراث انہیں کو ملے وغیرہ وغیرہ اس ظالمانہ رسم کو ختم کرنے کے لئے یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

---

[1] ثانی کتاب الاکراہ باب من الاکراہ کرھا وکرھا واحد۔ ص ۱۰۲۵ ابو داؤد نکاح۔ نسائی تفسیر

باب قولہ ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون ص ۶۵۸

اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی تفسیر اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنادیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے۔

مَوَالِیَ اَوْلِیَاءُ وَرَثَۃٌ ــــ عَاقَدَتْ ھُوَ مَوْلَی الْیَمِیْنِ وَھُوَ الْحَلِیْفُ وَالْمَوْلٰی اَیْضًا اِبْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَی الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَمَوْلَی الْمُعْتَقِ وَمَوْلَی الْمَلِیْكِ وَالْمَوْلٰی مَوْلًی فِی الدِّیْنِ، موالی سے مراد وہ لوگ ہیں جو وارث ہوں، آیت کریمہ میں آگے تھا وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا ہے اس آیت میں مراد حلیف ہے یعنی جن دو یا متعدد اشخاص نے آپس میں قسم کھا کر یہ معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور مولیٰ سے مراد چچا کا بیٹا بھی ہے اور مولیٰ آزاد کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور آزاد کردہ غلام کو بھی اور مولیٰ کے معنی مالک کے بھی ہیں اور ایک مولیٰ دینی ہوتا ہے۔

باب قولہ اِنَّ اللہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ یعنی زِنَۃَ ذَرَّۃٍ ص ۶۵۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک اللہ ذرہ کے برابر ظلم نہیں فرمائے گا۔

حدیث ۲۲۴۴

عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ اُنَاسًا فِیْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے

زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ ھَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

میں کچھ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے، فرمایا ہاں، کیا دوپہر کے وقت جب

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ! ھَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَۃِ الشَّمْسِ بِالظَّھِیْرَۃِ

روشنی خوب پھیلی ہو اور بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا

ضَوْءٌ لَیْسَ فِیْھَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَھَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ

چودھویں رات کو جب چاندنی خوب پھیلی ہو اور بادل نہ ہو تو چاند کے دیکھنے میں کچھ تکلف ہوتا ہے لوگوں نے

ضَوْءٌ لَیْسَ فِیْھَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ

عرض کیا نہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسے تم کو ان میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں تکلف نہیں ہوتا

فِیْ رُؤْیَۃِ اللہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا کَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَۃِ اَحَدِھِمَا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ

اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی تکلف نہیں ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو

اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ یَتَّبِعُ کُلُّ اُمَّۃٍ مَا کَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا یَبْقٰی مَنْ کَانَ یَعْبُدُ غَیْرَ اللہِ

ایک منادی پکارے گا ہر شخص اس کے پیچھے لگ جائے گا جسے وہ پوجتا تھا تو جتنے بھی غیر اللہ

مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ

اصنام اور انصاب کو پوجتے ہوں گے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ رہ جائیں

يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ اَوْ فَاجِرٌ وَغُبَّرَاتُ اَهْلِ الْكِتَابِ فَتُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ

گے جو اللہ کو پوجتے تھے نیک ہوں یا برے اور بقایا اہل کتاب تو یہودیوں کو بلایا جائے گا ان سے پوچھا جائے گا

تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ بْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ

تم کس کو پوجتے تھے تو وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے عزیر کو پوجتے تھے ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو اللہ نے

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ قَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اَلَا

بیوی اور بچے نہیں بنائے اور تم لوگ کیا چاہتے ہو وہ کہیں گے اے رب! ہمیں پیاس لگی ہے ہمیں پانی پلا تو اشارہ کیا جائے

تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي

گا کہ ادھر کیوں نہیں جاتے؟ تو وہ آگ کی طرف بڑھیں گے گویا وہ سراب ہے (دیکھنے میں پانی معلوم ہوگی) مگر حقیقت میں آگ

النَّارِ ثُمَّ تُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ

ہوگی جس کا بعض کو کھا رہا ہے اور پھر وہ آگ میں گر پڑیں گے پھر نصاریٰ کو بلایا جائیگا اور انسے پوچھا جائے گا تم کس کو پوجتے تھے وہ

ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ

کہیں گے اللہ کے بیٹے مسیح کو تو ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو۔ اللہ نے بیوی اور بچے نہیں بنائے ان سے کہا جائے گا تم کیا چاہتے

مَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ

ہو یہ بھی پہلے والے کی طرح کہیں گے اور انکا حال بھی وہی ہوگا جب صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی پرستش کرتے تھے

اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا

نیک یا برے تو اللہ تعالیٰ ان پر جلوہ فرمائے گا اس جلوے سے قریب جس میں انہوں نے اسے دیکھا تھا ان سے کہا جائے گا کیا

تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى

انتظار کر رہے ہو ہر قوم اس کے پیچھے لگ جائے گی جس کو وہ پوجتی تھی۔ وہ لوگ عرض کریں گے۔ ہم نے سب لوگوں کو دنیا

اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِيْ كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ

میں چھوڑ دیا اور کسی کا ساتھ نہیں دیا جب کہ ہم سب سے زیادہ ان کے محتاج تھے اور ہم اپنے اس رب کا انتظار کر رہے ہیں جس کی

اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا [1]

ہم پرستش کرتے تھے پس فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے

[1] ثانی توحید باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ص ۱۱۰۷

تشریحات ۲۲۴

تضارّون اس میں کئی روایتیں ہیں تُضَارُوْنَ ۔ ضَیر سے جس کے معنی ضرر کے ہیں دوسرے تُضَارُّوْنَ ضرر سے ہے یعنی دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہو یعنی کیا اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ دوسرں کو دھکے دیتے ہو تیسرے تَضَامُوْن ۔ ضَمٌّ سے یعنی کیا ایک دوسرے سے چپکتے ہو ۔ چوتھے تُضَامُوْنَ ضَیْمٌ سے جس کے معنی مشقت کے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جیسے فضا صاف ہونے کی حالت میں دوپہر میں سورج کو اور چودھویں رات میں چاند کو بلا تکلف بغیر کسی مشقت کے بغیر دھکم دھکا کے دیکھتے ہو اسی طرح قیامت کے دن رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھو گے ۔

قیامت کے دن مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے ۔ اس کی پوری بحث گزر چکی ہے التی رأوہ فیھا حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ اس کے پہلے مسلمانوں نے اللہ عز وجل کا جلوہ دیکھا ہو ۔ اس لئے رائو سے یہاں رؤیۃ بصری مراد نہیں بلکہ رؤیۃ قلبی مراد ہے ۔ ہر مومن کے ذہن میں اللہ عز وجل کے جلوے کا ایک تصور ہوتا ہے ۔ یہاں مراد یہی ہے کہ ہر مومن نے اللہ عز وجل کے جلوے کا جو تصور ذہن میں رکھا ہوگا یہ جلوہ اس کے قریب ہوگا یعنی اس سے ملتا جلتا ہوگا ۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی تفسیر تو کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں ۔

ص ۶۵۹

المختال والختال واحد مختال اور ختّال کے ایک معنی ہیں ۔ متکبر اترانے والا ۔ اس پر شارحین نے اعتراض کیا کہ دونوں کے ایک معنی کیسے ہو سکتے ہیں ۔ مختال کا مادہ خیلاء ہے جس کے معنی تکبر اور اترانے کے ہیں ختّال کا مادہ ختل ہے جس کے معنی فریب اور بے وفائی کے ہیں اکثر روایتوں میں یہی ہے ۔ لیکن اصیلی کی ایک روایت میں ختال کے بجائے الخال بغیر تا کے ہے خال کے چالیس معنی آتے ہیں اس کا ایک معنی تکبر کا ہے ۔ اسے بمعنی خائل لیا جائے تو یہ بھی مختال کے معنی میں ہو جائے گا ۔ نطمس نسویھا حتے تعود کأقفائھم طمس الکتاب محاہ فرمایا گیا ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مونہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف " میں مذکور لفظ نطمس کی تفسیر فرماتے ہیں ہم چہروں کو برابر کر دیں گے کہ وہ ان کے پچھلے حصہ کی طرح ہو جائے گا ۔ بولتے ہیں طمس الکتاب جب اس کو مٹا دے ۔ سعیرا وقودا بھڑکتی ہوئی ۔

حدیث ۴۲۲۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ یَحْیٰ بَعْض

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الحدیث عن عمرو بن مرۃ ——— قال قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقراء
مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو سناؤں حالانکہ آپ ہی پر اتارا
علی قلت اقراء علیک وعلیک انزل قال فانی احب ان اسمعہ من غیری فقرأت
گیا ہے۔ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ کسی اور سے سنوں۔ تو میں نے حضور کو سورہ نساء پڑھ
علیہ سورۃ النساء حتی بلغت فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا
کر سنائی جب آیت کریمہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الایۃ تک پہنچا تو فرمایا بس کر ——— اور
بک علی ھؤلاء شہیدا۔ قال امسک فاذا عیناہ تذرفان [1]
حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

باب قولہ وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط ص ۶۵۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی قضاء حاجت سے آیا ہو۔

صعیداً وجہ الارض۔ روئے زمین۔ وقال جابر کانت الطواغیت التی یتحاکمون الیھا فی جھینۃ واحد وفی اسلم واحد وفی کل حی واحد کھان ینزل علیھم الشیطن۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ طاغوت جن کے پاس فیصلے کے لئے جاتے تھے۔ جھینہ میں ایک تھا اسلم میں ایک تھا اور ہر قبیلے میں ایک تھا۔ یہ کاہن تھے جن پر شیطان اترتے تھے۔ ——— وقال عمر الجبت السحر والطاغوت الشیطن۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جبت سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے شیطان۔
——— وقال عکرمۃ الجبت بلسان الحبشۃ الشیطن والطاغوت الکاھن۔ اور عکرمہ نے کہا حبشی زبان میں جبت کے معنی شیطان کے ہیں اور طاغوت کے معنی کاہن کے۔

باب قولہ واولی الامر منکم ذوی الامر ص ۶۵۹

اپنے میں سے اولی الامر کی پیروی کرو۔

حدیث ۲۲۴۶ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اطیعوا اللہ
عنھما اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال نزلت فی
واطیعوا الرسول واولی الامر منکم عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] ثانی فضائل القرآن باب من احب ان یستمع القرآن من غیرہ۔ باب قول المقری للقاری حسبک ص ۷۵۵ باب البکاء عند قراءۃ القرآن ص ۷۵۶ تین طریق سے۔ مسلم صلوٰۃ۔ ابو داؤد علم۔ ترمذی تفسیر

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُذَافَۃَ بْنِ قَیْسِ بْنِ عَدِیٍّ اِذْ بَعَثَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّۃٍ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سریہ میں بھیجا تھا۔ (جس کا قصہ ابھی جلد ہی گزرا ہے)

تشریحات ۲۲۴۶ داؤدی نے اس پر یہ کہا کہ حضرت ابن عباس کے علاوہ کسی اور راوی سے یہ وہم ہوگیا ہے کہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ امیر کی اطاعت واجب ہے۔ اور ان کے قصے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ان کی اطاعت کیوں نہیں کی بلکہ فرمایا اطاعت صرف اچھی بات میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کے واقعہ پر آیت کریمہ ــــ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ نازل ہوئی پس اگر تم لوگ کسی معاملے میں اختلاف کرلو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اور ان کے سریہ میں یہی ہوا تھا کچھ لوگ ان کی اطاعت کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگوں نے روکا پھر معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فیصلہ فرمایا۔ کہ امیر کی اطاعت صرف نیکی میں ہے معصیت میں نہیں۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَاِذَا جَاءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ صـ ۶۶۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور جب انکے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں۔

یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ یَسْتَخْرِجُوْنَہٗ یعنی اس سے نکالیں ــــ حَسِیْبًا کَافِیًا حسیب کے معنی کافی ــــ اِلَّا اِنَاثًا الموات حجراً او مدراً وما اشبھہ انات کے معنی بے جان کے ہیں۔ پتھر یا ڈھیلا یا اس کے مثل کچھ اور ــــ مریدا متمردا سرکش ــــ فَلَیُبَتِّکُنَّ بتکہ قطعہ تو وہ کاٹیں گے بتکہ کے معنی ہیں اسے کاٹا۔ قیلا قولا۔ واحد۔ قیل اور قول کے ایک معنی ہیں۔ بات۔ طُبِعَ خُتِمَ مہر کردی گئی۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا صـ ۶۶۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جو تمہیں سلام کرے اس کو مت کہو کہ مومن نہیں۔

السَّلٰمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ تینوں کا معنی ایک ہے۔

حدیث ۲۲۴۷ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آیت کریمہ ولا تقولوا لمن القی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

الیکم السلام لست مؤمنا کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا وہاں مسلمان پہنچے

كَانَ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوهُ وَاَخَذُوا

اس نے کہا السلام علیکم پھر بھی مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا اور

غُنَيْمَتَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِي ذَالِكَ اِلٰى قَوْلِهِ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ

اس کی بکریاں لے لیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی عرض الحیٰوۃ الدنیا

قَالَ قَرَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ السَّلَامُ [1]

تک۔ اس سے مراد وہ بکریاں ہیں۔ عطار نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے السلام پڑھا۔

تشریحات ۲۲۴۷ اس زمانہ میں عرب میں صرف دو ہی گروہ تھے مشرکین اور مسلمان، مشرکین کے سلام کا طریقہ اور تھا یا پھر یہود و نصاریٰ تھے جن کے بھی سلام کا طریقہ اور تھا۔ السلام علیکم مسلمانوں کا شعار تھا۔ یہ صرف مسلمانوں ہی میں رائج تھا اس لئے اس زمانہ میں جب کوئی السلام علیکم کہتا ملاقات کے وقت تو یہ دلیل تھی اس بات کی کہ یہ کہنے والا مسلمان ہے اور اس وقت گمراہ فرقے پیدا نہیں ہوئے تھے کہ یہ احتمال ہوتا کہ شاید یہ کلمہ گو بددین ہے لیکن آج جب کہ کلمہ گو طبقہ میں بکثرت بددین پیدا ہو چکے ہیں اور یہ سب سلام کے لئے السلام علیکم ہی استعمال کرتے ہیں اس لئے آج اس سے کسی کے قطعی یقینی مسلمان ہونے پر دلیل نہیں لائی جا سکتی ہو سکتا ہے کہ وہ قادیانی ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ نیچری ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ چکڑالوی منکر حدیث ہو ہو سکتا ہے کہ وہابی ہو —— آیت مذکورہ میں ایک قرأت سلمٌ بغیر الف کے بھی ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت السلام الف کے ساتھ ہے۔

بَابُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ص۶۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اللہ کی راہ سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔

حدیث ۲۲۴۸

عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب آیۃ کریمہ لایستوی القاعدون

نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

من المؤمنین نازل ہوئی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں (زید) کو بلاؤ وہ دوات لوح اور شانہ

وَسَلَّمَ اُدْعُوا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ وَالْكَتِفُ فَقَالَ اُكْتُبْ

لے کر حاضر ہوئے۔ فرمایا لکھو۔ لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاہدون فی سبیل اللہ اور نبی

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَخَلْفَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ابن ام مکتوم تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں

---

[1] مسلم آخر کتاب۔ ابوداؤد حروف نسائی سیر و تفسیر

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنَا ضَرِیْرٌ

فَنَزَلَتْ مَکَانَہَا لَایَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ

تو اسی جگہ یہ (آیۃ کریمہ) نازل ہوئی۔ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ

وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

بَابُ قَوْلِہٖ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ ظَالِمِیْ اَنْفُسِہِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوْا فِیْہَا صـ ٦٦١

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے۔ کہتے ہیں زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

حدیث ۲۲۴۹

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوالْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰی

محمد بن عبد الرحمن ابوالاسود نے کہا اہل مدینہ

اَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ بَعْثٌ فَاکْتُتِبْتُ فِیْہِ فَلَقِیْتُ عِکْرِمَۃَ مَوْلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرْتُہٗ

کا ایک لشکر تیار کیا گیا میرا نام بھی اس میں لکھا گیا پھر میں ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے

فَنَہَانِیْ عَنْ ذٰلِکَ اَشَدَّ النَّہْیِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

ملا اور میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے مجھے سختی کے ساتھ منع کیا پھر کہا مجھے ابن عباس نے خبر دی کہ

اَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ یُکَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِکِیْنَ عَلٰی

کچھ مسلمان مشرکین کے ساتھ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی

رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی السَّہْمُ یُرْمٰی بِہٖ فَیُصِیْبُ اَحَدَہُمْ فَیَقْتُلُہٗ

تعداد بڑھاتے تھے کوئی تیر ماری جاتی اور اگر ان میں سے کسی کو لگتی اور اسے مار ڈالتی یا خود اس کو مار کر قتل

اَوْیُضْرَبُ فَیُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ ظَالِمِیْ اَنْفُسِہِمْ الاٰیۃ

کر دیا جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ان الذین توفاہم الملئکۃ ظالمی انفسہم [۱]

تشریحات ۲۲۴۹

قصہ یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے والی نے مدینہ طیبہ میں ایک لشکر جمع کرنا چاہا جو اہل شام سے جنگ کرے کیونکہ ان لوگوں نے حضرت

[۱] کتاب الفتن باب من کرہ ان یکثر سواد الفتن صـ ۱۰۴۹ نسائی تفسیر

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی ۔ اسی میں ابوالاسود کا بھی نام لکھا گیا تھا۔ حضرت عکرمہ کا منع کرنا اس بنا پر ہوگا کہ وہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو بارش سے یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار رکھ دو۔

حدیث ۲۲۵۰

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت کریمہ ان کان بکم اذی من مطر

كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كَانَ جَرِيْحًا

او کنتم مرضیٰ کے بارے میں فرمایا کہ عبدالرحمن بن عوف زخمی تھے۔

تشریحات

مطلب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف زخمی تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ ایسی صورت میں وہ ہتھیار کھول سکتے ہیں ۔ یعنی جب مریض کو ہتھیار کھولنے کی اجازت ہے تو زخمی کو بھی ہوگی کہ وہ بھی مریض میں داخل ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے علیحدگی یا اعراض کا اندیشہ کرے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِقَاقٍ تَفَاسُدٌ ـــــ شقاق کے معنی فساد کرنے کے ہیں وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ شُحٌّ کے معنی کسی چیز کی لالچ کرنے کے ہیں ـــــ كَالْمُعَلَّقَةِ لَا هِيَ اَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ نشوزا البغض معلقہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو وہ بیوہ ہے اور نہ شوہر والی ـــــ نشوز کے معنی بغض کے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر بیشک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْفَلِ النَّارِ ـــ مراد ہے جہنم کے سب سے نچلے میں رہیں گے۔ نَفَقًا سَرَبًا ۔ سرنگ۔ سورہ انعام میں فرمایا تھا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ میں یہ بتایا کہ اس آیت میں نفقا سے مراد سرنگ ہے ـــــ اب آیت کا ترجمہ یہ ہوا اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ تلاش کرو۔

حدیث ۲۲۵۱

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِي حَلْقَةِ عَبْدِ اللهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِّنْكُمْ قَالَ الْاَسْوَدُ سُبْحَانَ اللهِ اِنَّ اللهَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهُ فَرَمَانِي بِالْحَصَا فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهِ وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ

اسود نے کہا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہ میں تھے کہ حذیفہ آئے اور ہمارے قریب کھڑے ہوئے پھر سلام کیا پھر کہا نفاق ایسی قوم پر اتارا گیا ہے جو تم سے بہتر تھی۔ اسود نے کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اس پر عبداللہ مسکرائے اور حذیفہ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ اب عبداللہ کھڑے ہو گئے اور ان کے اصحاب متفرق ہو گئے تو مجھے انہوں نے کنکری ماری تو میں ان کے پاس آیا تو حذیفہ نے کہا مجھے عبداللہ کے ہنسنے پر تعجب ہوا اور جو میں نے کہا تھا اس کو وہ جانتے ہیں بے شک نفاق اتارا گیا ایسی قوم پر جو تم سے بہتر تھی پھر انہوں نے توبہ کیا تو اللہ نے اسکی توبہ قبول فرمائی۔ ؎

تشریحات ۲۲۵۱

مراد یہ ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھے۔ انہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا لیکن دَرحقیقت وہ منافقین میں سے تھے پھر اللہ نے انہیں ہدایت دی اور انہوں نے نفاق سے توبہ کی اور مومن مخلص اور صحابی ہو گئے ان کو بہتر اسی اعتبار سے کہا کہ صحابی ہوئے اور صحابہ کا مرتبہ مطلقاً افضل ہے ____ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ دل بدلتے دیر نہیں لگتی ہے ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں آدمی کا ایمان نہ سلب ہو جائے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ ص ۶۶۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک ہم نے آپکی طرف وحی کی اس کے قول ویونس وہارون وسلیمان تک۔

حدیث ۲۲۵۲

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جس نے یہ کہا میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو وہ جھوٹ بولا۔

؎ نسائی تفسیر

تشریحات ۲۲ ۵۲

متکلم اپنے کلام سے خارج ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ میرے علاوہ کوئی اور کہے مثلاً تم لوگ کہو کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو یہ جھوٹ ہے۔

باب قوله يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد — ص ۶۶۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اسکی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہو۔ آیت

وَالْكَلَالَةُ مَنْ لَمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوْ اِبْنٌ وَهُوَ مَصْدَرٌ مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ۔ کلالہ وہ شخص ہے جس کا باپ یا بیٹا وارث نہ ہو یہ تکللہ النسب کا مصدر ہے ____ تکلل کے معنی ہیں کنارہ اختیار کرنے کے مطلب یہ ہوا کہ اس نے باپ کی طرف سے ایک کنارہ اور بیٹے کی طرف سے ایک کنارہ لیا۔ حالانکہ نہ اس کے باپ ہے نہ بیٹا۔ اور یہاں صورت حال یہی ہے۔ بہن کا ایک تعلق باپ سے بھی ہوتا ہے اور بھائی سے بھی ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المائدۃ ص ۶۶۲

____ یہ سورہ مدنی ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں، یا ایک سو بائیس یا ایک سو تیس ____ مائدہ اس خوان کو کہتے ہیں جس پر کھانا ہو اور اگر کھانا نہ ہو تو اس کو مائدہ نہیں کہیں گے۔ حُرُمٌ واحدها حرامٌ۔ حرام بمعنی عزت والا اس کی جمع حُرُم ہے۔ فرمایا گیا منہا اربعۃ حُرُم۔ بارہ مہینوں میں چار عزت والے مہینے ہیں۔ فبما نقضهم بنقضهم اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے یعنی ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ____ التی کتب اللہ ____ التی جعل اللہ جسے اللہ نے فرض فرمایا اشارہ کیا کہ کتب بمعنی فرض ہے ____ تبوء تحمل۔ اٹھائے گا فرمایا گیا تھا تبوء باثمی واثمك ہابیل نے قابیل سے کہا تم میرے اور اپنے گناہ کو لادو گے ____ وقال غیرہ الاغراء التسلیط اغراء کا معنی مسلط کرنا ہے فرمایا گیا تھا فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ہم نے یہود و نصاریٰ کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ڈالدی۔ دائرۃ کے معنی دولۃ کے ہیں اجورھن مھورھن اجر سے مراد مہر ہے ____ مَخْمَصَۃٌ۔ مجاعۃ۔ بھوک ____

قَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ ____ سفیان ثوری نے کہا قرآن میں کوئی آیت اس سے زیادہ مجھ پر سخت نہیں کہ فرمایا تم کچھ نہیں ہو یہاں تک کہ تورات اور انجیل اور جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا اس کو قائم کرو ____ یہ آیت سخت اس بنا پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان تورات اور انجیل اور قرآن مجید میں جو کچھ ہے سب کو بخوبی جانیں کیونکہ

اگر جانے گا نہیں تو عمل کیسے کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ مَنْ اَحْیَاھَا یعنی مَنْ حَرَّمَ قَتْلَھَا اِلَّا بِحَقٍّ۔ فرمایا گیا مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔ جس نے کسی جان کو زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔ اس کی تفسیر میں فرمایا یعنی جس نے کسی بجان کے قتل ناحق کو حرام جانا۔ بِشِرْعَۃٍ وَّمِنْھَاجًا ـــ وَسُنَّۃً شِرْعَۃً ومنہاج کے معنی طریقے کے ہیں ـــ اَلْمُھَیْمِنُ الْاَمِیْنُ ـــ اَلْقُرْاٰنُ اَمِیْنٌ عَلٰی کُلِّ کِتَابٍ قَبْلَہٗ ـــ مُھَیْمِنٌ کے معنی امین کے ہے۔ قرآن پہلی ہر کتاب پر امین ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید اگلی کتابوں میں جو بنیادی عقائد ہیں۔ ان سب کو بیان فرماتا ہے۔ اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ جیسے امین امانت کی کرتا ہے ـــ اس طرح اس کے لازمی معنی ہوئے محافظت کرنے کے ـــ قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا "وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ" (آیت ۴۸ مائدہ) قرآن اُن کا محافظ ہے۔

بَابٌ قَوْلِہٖ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا ص ۶۶۲

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

تیمموا، تعمدوا۔ یعنی تیمم کے معنی قصد کرنے کے لغوی معنی یہی ہے مراد یہ ہے کہ پاکی حاصل کرنے کے ارادے سے پاک مٹی استعمال کرو ـــ آمّین، عامدین، اَمَمْتُ وَتَیَمَّمْتُ واحدٌ فرمایا گیا وَاٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ، یعنی جو لوگ بیت الحرام کا ارادہ رکھتے ہیں، امام بخاری نے فرمایا کہ اَمَّ تیمم مجرد مزید کے ایک ہی معنی ہیں ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَامَسْتُمْ وَتَمَسُّوْھُنَّ وَاللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ وَالْاِفْضَاءُ النِّکَاحُ یعنی آیہ کریمہ "اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ" میں مُلامَسَتْ سے اور آیت کریمہ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ میں "مَسّ" سے اور آیت کریمہ "مِنْ نِّسَائِکُمُ اللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ" میں دخول سے و آیت کریمہ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ" میں اِفضاء سے مراد نکاح یعنی وطی ہے۔

بَابٌ قَوْلُہٗ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْا اَوْ یُصَلَّبُوْا اِلٰی... قَوْلِہٖ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. اَلْمُحَارَبَۃُ لِلّٰہِ الْکُفْرُ بِہٖ ص ۶۶۳

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی تفسیر ان لوگوں کی سزا جو اللہ ورسول سے لڑیں یا زمین میں فساد مچائیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو پھانسی دی جائے یا جلاوطن کیا جائے اللہ سے لڑائی اس کے ساتھ کفر ہے۔

حدیث حَدَّثَنِیْ سَلْمَانُ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰی اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ

۲۲۵۳ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ وہ عمر بن عبد العزیز کے پیچھے بیٹھے تھے تو لوگوں نے

إِنَّهُ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَذَكَرُوا وَذَكَرُوا فَقَالُوا وَقَالُوا قَدْ

قسامت کا ذکر کیا اور کہا قسامت پر خلفا نے قصاص لیا ہے۔ تو انہوں نے ابو قلابہ کی جانب دیکھا اور وہ ان کے

أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ إِلَى أَبِي قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا

پیچھے تھے۔ فرمایا یا عبد اللہ بن زید یا کہا اے ابو قلابہ! تم کیا کہتے ہو، تو میں نے کہا میں نہیں جانتا کہ اسلام

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ أَوْ قَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا

میں کسی کا قتل کرنا حلال ہو سوائے اس شخص کے جس نے احصان کے بعد زنا کیا یا

فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ حَارَبَ

ناحق کسی کا قتل کیا، یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑا۔ تو

اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ بِكَذَا

عنبسہ نے کہا، کہ ہم سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ میں نے کہا کہ انس

وَكَذَا قُلْتُ: إِيَّايَ حَدَّثَ أَنَسٌ قَالَ: قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

نے مجھ سے یہ حدیث یوں بیان کی ہے، تو انہوں نے کہا، ایک قوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمُوهُ فَقَالُوا: قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هَذِهِ الْأَرْضَ فَقَالَ هَذِهِ نَعَمٌ

مسلمان ہوئی پھر حضور سے بات کی اور کہا اس زمین کی ہوا ہمارے ناموافق ہوگئی تو فرمایا یہ ہمارے

لَنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوا فِيهَا فَاشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَخَرَجُوا فِيهَا فَشَرِبُوا

اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ۔ اور اس کا دودھ اور پیشاب پیو۔ وہ لوگ وہاں گئے

مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوا وَمَالُوا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوهُ وَاطَّرَدُوا

اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہو گئے اور چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک لے گئے

النَّعَمَ: فَمَا يُسْتَبْطَأُ مِنْ هَؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَ

ان لوگوں سے کیا باقی رہ گیا کہ وہ قتل نہ کیے جاتے۔ ان لوگوں نے قتل کیا اللہ ورسول سے

خَوَّفُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِي

لڑے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرایا، تو عنبسہ نے کہا سبحان اللہ! میں

قَالَ حَدَّثَنَا بِهَذَا أَنَسٌ قَالَ وَقَالَ: يَا أَهْلَ كَذَا، إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا

نے کہا تم مجھ کو تہمت کرتے ہو پھر انہوں نے کہا۔ اسے انس نے ہم سے بیان کیا۔ اے اہل شام!

أُبْقِيَ هَذَا فِيكُمْ أَوْ مِثْلُ هَذَا

تم لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہو گے جب تک یہ تم میں باقی رکھا جائے گا یا اس کے مثل باقی رکھا جائے گا۔

تشریحات ۲۲۵۳ یہ حدیث اختصار کے ساتھ مغازی میں گذر چکی ہے۔ وہیں ہم نے اس کی پوری تفصیل لکھ دی ہے۔

باب قَوْلِہٖ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ص ۶۶۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ اے رسول ان سب کو پہنچادو جو تمہارے رب کی طرف سے تم تک آتارا گیا۔

حدیث ۲۲۵۴

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ مَنْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ محمد

حَدَّثَکَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَمَ شَیْئًا مِمَّا اُنْزِلَ عَلَیْہِ فَقَدْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ چھپایا جو ان پر اتارا گیا اس نے جھوٹ کہا

کَذَبَ، وَاللہُ یَقُوْلُ "یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ" [۱]

اللہ تعالیٰ فرماتاہے اے رسول ان سب کو پہنچادو جو تم پر اتارا گیا۔

باب قَوْلِہٖ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ ص ۶۶۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ کہ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر۔

حدیث ۲۲۵۵

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ آیت کریمہ "اللہ تمہاری نہیں پکڑ

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ فِیْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللہِ، وَبَلٰی وَاللہِ [۲]

کرتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر" لوگوں کے اس قول کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ بات بات میں کہتے ہیں لا واللہ اور بلیٰ واللہ

تشریحات ۲۲۵۵ قسم کی تین قسمیں ہیں، غموس[۱]، لغو[۲]، منعقدہ[۳]۔ غموس۔ جھوٹی قسم کو کہتے ہیں۔ یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مثلاً وہ جانتا ہے کہ زید نہیں آیا ہے اور قسم کھائی کہ زید آیا۔ اس میں گناہ ہے۔ کفارہ نہیں۔ لغو، غلط فہمی کی بنا پر کوئی قسم کھائی مثلاً وہ یہ جانتا تھا کہ زید آیا ہے مگر حقیقت میں نہیں آیا تھا اور قسم کھائی کہ زید آیا اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ لغو وہ قسم ہے کہ بغیر نیت قسم زبان پر جاری ہو جائے۔ منعقدہ وہ قسم ہے کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی پھر اس کام کو نہیں کیا یا کرلیا

---

[۱] کتاب التوحید: باب قول اللہ یا ایہا الرسول بلغ... ص ۱۱۲۴ مسلم: ایمان۔ ترمذی: تفسیر۔ نسائی: تفسیر

[۲] کتاب الایمان والنذور: باب لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ص ۹۸۶ ابوداؤد۔

اس میں کفارہ ہے ایک غلام آزاد کرنا، اس کی استطاعت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا مسلسل بلاناغہ تین روزے رکھنا۔

حدیث ۲۲۵۶

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ اَبَاھَا کَانَ لَا یَحْنَثُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے والد کسی قسم کو

فِیْ یَمِیْنٍ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ کَفَّارَۃَ الْیَمِیْنِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ: لَا اَرٰی یَمِیْنًا اَرٰی غَیْرَھَا

نہیں توڑتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے قسم کا کفارہ نازل فرمایا تو ابوبکر نے کہا کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ جس بات

خَیْرًا مِنْھَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَۃَ اللّٰہِ وَفَعَلْتُ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ [۱]

میں قسم کھائی ہے اس سے بہتر اس کی ضد ہے تو میں اللہ کی رخصت کو قبول کر لیتا ہوں اور اسے کرتا ہوں جو بہتر ہے۔

باب قَوْلِہٖ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ ص ۶۶۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔"

حدیث ۲۲۵۷

عَنْ قَیْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نَغْزُوْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِیْ فَنَھَانَا

ہم رکاب ہو کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی نہ ہو جائیں۔ تو ہمیں اس

عَنْ ذٰلِکَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذٰلِکَ اَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْاَۃَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ "یٰاَیُّھَا

سے منع فرمایا اور اس کے بعد ہمیں اجازت دی کہ ایک کپڑے کے عوض عورتوں سے نکاح کر لیں پھر انہوں نے پڑھا۔ اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ [۲]

ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں۔

تشریحات ۲۲۵۷

اس حدیث سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی متعہ کو جائز جانتے تھے ابتداء اسلام میں بضرورت متعہ کی اجازت تھی عرب گرم ملک ہے وہاں صبر مشکل ہے اس بنا پر اجازت تھی پھر متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا اور سوائے گمراہ رافضیوں

---

[۱] کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو ص ۹۸۰ وایضاً باب ما یکرہ من التبتل الخ ص ۷۵۹ مسلم: نکاح نسائی: تفسیر

[۲] کتاب النکاح: باب تزویج المعسر ص ۷۵۹

کے کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اس حدیث سے اگر جواز ثابت بھی ہوتا ہے تو سفر میں۔
اس کی تاویل یہی ہے کہ ابتدا میں بوجہ ضرورت اس کی اجازت تھی۔ بعد میں یہ حرام کر دیا گیا تو سفر حضر سب میں حرام کر دیا گیا

باب قولہ إنما الخمر والميسر

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک شراب اور جوا
والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان ص ۶۶۴ اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں۔ شیطانی کام۔

وقال ابن عباس الأزلام، القداح يقتسمون بها في الأمور والنصب أنصاب يذبحون عليها ــــــ وقال غيره: الزلم القدح لا ريش له وهو واحد الأزلام والاستقسام أن يجيل القداح فإن نهته انتهى وإن أمرته فعل ما تأمره۔ وقد أعلموا القداح أعلاما بضروب يستقسمون بها وفعلت منه قسمت والقسوم منه المصدر۔ اور ابن عباس نے کہا ازلام، تیر جن سے اپنے معاملات میں قرعہ اندازی کرتے تھے اور نصب وہ بت تھے جن پر وہ جانوروں کو ذبح کرتے تھے ــــــ اور ان کے غیر نے کہا زلم، بغیر پر کا تیر ہے، اور یہ ازلام کا واحد ہے اور استقسام یہ تھا کہ تیروں کو گھماتے پس اگر وہ اس کام سے منع کر دیتا تو نہیں کرتے اور اگر حکم دیتا کرتے۔ اور انہوں نے تیروں پر قسم قسم کے نشان لگا دیے تھے جس سے وہ قرعہ اندازی کرتے، اور استقسام کا مجرد قسمت ہے اور "قسوم" اسی کا مصدر ہے۔ ازلام کی پوری تفصیل گزر چکی ہے

حدیث ۲۲۵۸

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال نزل تحريم
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت نازل
الخمر وإن في المدينة يومئذ لخمسة أشربة ما فيها شراب العنب [1]
ہوئی اور اس دن مدینے میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں جس میں انگور کی شراب نہیں تھی۔

حدیث ۲۲۵۹

قال أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه ما كان لنا خمر غير
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس تمہاری اس فضیخ کے علاوہ
فضيخكم هذا الذي تسمونه الفضيخ، فإني لقائم أسقي أبا طلحة وفلانا وفلانا
کوئی شراب نہیں تھی۔ میں کھڑا ابو طلحہ اور فلاں اور فلاں کو پلا رہا تھا۔ ایک صاحب آئے اور انہوں نے کہا کیا
إذ جاء رجل فقال وهل بلغكم الخبر فقالوا وما ذاك قال حرمت الخمر فقالوا
تم کو خبر پہنچی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کیا ہے اس نے کہا شراب حرام کر دی گئی لوگوں نے کہا ان گھڑوں کو
أهرق هذه القلال يا أنس قال فما سألوا عنها ولا راجعوها بعد خبر الرجل
بہا دے اے انس! ان لوگوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا اور نہ تکرار کی اس شخص کی خبر کے بعد۔

[1] کتاب الاشربہ: باب ان الخمر من العنب ص ۸۳۶

تشریحات ۲۲۵۹ یہ پانچ قسم کی شرابیں یہ تھیں، شہد کی، کھجور کی، گیہوں کی، جو کی اور چیناں کی۔
فضیخ: ادھ پکے کھجور کو پانی میں ڈال کر کسی برتن میں رکھ دیتے ہیں یہاں تک کہ اس میں نشہ آجائے
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوطلحہ کے ساتھ جن جن کو شراب پلا رہے تھے وہ یہ تھے۔ ابودجانہ سہیل بن بیضا، ابوعبیدہ بن الجراح، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث ۲۲۶۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ نَزَلَ
کے منبر پر حضرت عمر کو فرماتے ہوئے سنا بعد حمد کے اے لوگو! شراب کی

تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ
حرمت نازل ہوئی اور یہ پانچ چیزوں سے تھی۔ انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جو

وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ [۱]
خمر وہ چیز ہے جو عقل کو چھپا دے۔

تشریحات ۲۲۶۰ حرمت انہیں پانچ قسموں میں منحصر نہیں۔ ہر سیال چیز جو نشہ آور ہو خواہ کسی چیز سے بنائی گئی ہو اور جس طریقے سے بنائی گئی ہو۔ سب حرام ہیں۔ اس حدیث میں ان پانچ چیزوں کا ذکر اس بنا پر ہے کہ اس عہد میں یہی پانچ قسم کی شرابیں تیار ہوتی تھیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ص ۶۶۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ بہت سی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں گی تو تمہیں بری لگیں گی۔

حدیث ۲۲۶۱

عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ
نے ایک بار ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے

[۱] کتاب الاشربہ: باب ان الخمر من العنب ص ۸۳۶ باب ماجاء ان الخمر ما خامر العقل دو طریق سے ص ۸۳۷ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم آخر کتاب ابوداؤد اشربہ ترمذی اشربہ۔ نسائی اشربہ ولیمہ

قَالَ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

تو ہنستے کم اور روتے زیادہ صحابہ کرام نے اپنے چہرے کو ڈھنک لیا وہ لوگ سسکیاں لے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ لَهُمْ حَنِيْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِيْ قَالَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ

رہے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا فلاں۔ اس پر یہ

الْاٰيَةُ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ [1]

آیت کریمہ نازل ہوئی

حدیث ۲۶۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْئَلُوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کچھ لوگ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتِهْزَاءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِيْ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ

صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزاء پوچھا کرتے تھے ایک کہتا میرا باپ کون ہے کسی شخص کی

نَاقَتُهٗ اَيْنَ نَاقَتِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ

اونٹنی غائب ہو جاتی تو وہ کہتا میری اونٹنی کہاں ہے انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی

اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری لگیں گی یہاں تک کہ پوری آیت کریمہ تلاوت فرمائی

باب قَوْلِهٖ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ص ۶۶۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور بجار اور نہ وسیلہ اور نہ حامی

بحیرہ۔ سائبہ۔ وسیلہ۔ اور حامی کی تفسیر گزر چکی ہے۔

اذ قال اللہ یقول قال اللہ واذ ھھنا صلۃ فرمایا گیا وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ

—— اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے یہ کہا تھا —— یہ ارشاد قیامت کے دن ہوگا اور آیت میں قال ماضی کا صیغہ ہے۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ یہ یقول کے معنی میں ہے تو اذ زائد ہوا ——

المائدۃ اصلها مفعولۃ كعيشۃ راضيۃ وتطليقۃ بائنۃ والمعنى ميد بها صاحبها من خير يقال مادني يميدني

مائدہ معنی میں مفعول کے ہے جیسے عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ پسندیدہ زندگی اور تطلیقۃ بائنۃ معنی یہ ہے کہ دستر خوان والے نے خیر جمع کیا۔ یہ مادنی یمیدنی سے ہے یعنی ضرب یضرب سے ہے —— وَقَالَ ابن عباس متوفيك مميتك وفات دینے والا ہوں تم کو —— سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا تھا۔ یا عیسیٰ انی متوفیک

---

[1] الرقاق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم ص ۹۶۰ — الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص ۱۰۸۳ — مسلم فضائل ترمذی تفسیر۔ نسائی رقاق

اس کی تفسیر فرمائی حضرت ابن عباس نے کہ وفات بمعنی موت ہے ۔ اس کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ عرضی منقول ہے فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔ جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو ان کا نگہبان تو رہا چونکہ متوفی اور توفیت کا مادہ ایک ہی ہے اس مناسبت سے امام بخاری نے متوفیک کی تفسیر فرمائی ۔

حدیث ۲۲۶۳

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا

نے فرمایا میں نے جہنم دیکھا اس کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہے اور میں نے عمرو بن عامر

وَرَأَيْتُ عَمْرًوا يَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ ۔

خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے یہی پہلا شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا

سورۃ الانعام ص ۶۶۵

یہ سورہ مکی ہے سوائے تین آیتوں کے یہ مدنی ہیں ۔ اس میں ایک سو پینتیس آیتیں ہیں ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِتْنَتُهُمْ مَعْذِرَتُهُمْ مَعْرُوْشَاتٍ ـــــ مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذَالِكَ ۔ چڑھائے ہوئے انگور کی بیلیں وغیرہ جو اوپر چڑھائی جاتی ہیں ، لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ يَعْنِيْ اَهْلَ مَكَّةَ ۔ یہ خطاب اہل مکہ سے ہے تاکہ قرآن کے ذریعہ تم کو ڈراؤں ـــــ حَمُوْلَةً مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا ـــــ بوجھ اٹھانے والے ـــــ وَلَلَبَسْنَا وَ شَبَّهْنَا ـــــ ان پر مشتبہ کر دیتے ـــــ يَنْأَوْنَ ـــــ يَتَبَاعَدُوْنَ

ایک دوسرے کو اس سے دور کرتے ہیں یعنی قرآن یا رسول سے تُبْسَلُ تُفْضَحُ رسوا ہوں گے اُبْسِلُوا فُضِحُوا ـــ یہ لوگ رسوا ہوئے ـــ بَاسِطُوا اَیْدِیْهِمْ اَلْبَسْطُ الضَّرْبُ اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں ـــ اِسْتَكْثَرْتُمْ اَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا ۔ تم نے بہتوں کو گمراہ کیا ـــ ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ نَصِيْبًا وَّلِلشَّيْطَانِ وَالْاَوْثَانِ نَصِيْبًا ۔ ان لوگوں نے اپنے پھلوں اور مال میں سے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کرلیا اور ایک حصہ شیطان اور بتوں کے لئے ـــ اَمَّا اشْتَمَلَتْ يَعْنِيْ هَلْ تَشْتَمِلُ اِلَّا عَلٰی ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ اَوْ بَعْضًا وَتُحِلُّوْنَ بَعْضًا ۔ یعنی مادہ کے پیٹ یا تو نر پر مشتمل ہیں یا مادہ پر ۔ تو کیوں بعض کو حرام کرتے ہو اور بعض کو حلال کرتے ہو ـــ مَسْفُوْحًا مُهْرَاقًا ـــ بہایا ہوا ـــ صَدَفَ اَعْرَضَ ـــ منہ پھیرلیا ـــ اُبْلِسُوْا اُوْيِسُوْا وَاُبْسِلُوْا اُسْلِمُوْا فَتَرْمَدًا دَائِمًا ـــ وہ لوگ مایوس ہو گئے محتاج ہو گئے ہلاکت کے قریب ہو گئے ہمیشہ ہمیش ـــ اِسْتَهْوَتْهُ اَضَلَّتْهُ ـــ اسے گمراہ کر دیا ـــ تَمْتَرُوْنَ تَشُكُّوْنَ ـــ تم لوگ شک کرتے ہو ـــ وَقْرٌ صَمَمٌ ـــ بہرا ہونا ـــ واما الوِقْرُ فَاِنَّهُ الْحِمْلُ ـــ وقر واؤ کے کسرہ کے ساتھ اس کے معنی بوجھ ہیں ـــ اَسَاطِيْرُ وَاحِدُهَا اسطورة واسطارة وهي الترهات ـــ اساطیر کا واحد اُسطورۃ ہے اور اسطارۃ ہے باطل چیزیں ـــ البأساء من البأس وتكون من البؤس ـــ باساء یہ باس سے بنا ہے اور بوس سے بھی ہو سکتا ہے ـــ جَهْرَةً مُعَايَنَةً ـــ کھلے بند ـــ الصُّوْرُ جَمَاعَةُ صُوْرَةٍ كَقَوْلِهٖ سُوْرَةٌ وَسُوَرٌ ـــ صور صورت کی جمع ہے جیسے اس کا قول سورت کی جمع سور ـــ ملكوت ۔ ملك مثل رَهَبُوْتٌ خَيْرٌ مِّنْ رَحَمُوْتٍ وَتَقُوْلُ تُرْهَبُ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُرْحَمَ ـــ ملکوت کے معنی ملک کے ہیں جیسے بولتے ہیں ڈرانا بہتر ہے مہربانی کیجئے اور جیسے کہتے ہیں کہ تو ڈرایا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ تجھ پر رحم کیا جائے ۔ امام بخاری بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ملکوت رہبوت رحموت کے وزن پر بمعنی ملک ہے ۔ جَنَّ اَظْلَمَ ـــ اندھیری والی ـــ يُقَالُ عَلَى اللّٰهِ حُسْبَانُهٗ اي حسابه ويقال حسبانا مرامي ورجوما للشياطين ـــ حسبان کے معنی حساب کے ہیں جیسے بولتے ہیں علی اللہ حسبانہ اور حسبان کے معنی سباب کے بھی ہیں جس سے شیطانوں کو سنگسار کیا جاتا ہے ـــ مُسْتَقَرٌّ فِي الصُّلْبِ وَمُسْتَوْدَعٌ فِي الرَّحِمِ تم لوگ باپ کی پیٹھ میں ٹھہرے رہتے ہو اور ماں کے پیٹ میں امانت رکھے جاتے ہو ـــ اَلْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قنوان والجماعة ايضا قنوان مثل صنو وصنوان ـــ قنو کے معنی خوشہ اس کا تثنیہ بھی قنوان ہے اور جمع بھی جیسے صنو اور صنوان ۔

بَابُ قَوْلِهٖ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ۔ ص ۶۶۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان فرما دو وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے ۔

يلبسكم يخلطكم من الالتباس يلبسوا يخلطوا شِيَعًا فِرَقًا ـــ لبس کے معنی مشتبہ کرنے کے ہیں ۔ شیعًا ۔ کے معنی مختلف گروہ ۔

۴۲۲۶ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ
حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب یہ آیت اتری — تم فرما دو کہ وہ

الْاٰیَۃُ قُلْ ھُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ قَالَ
قادر ہے — اس پر کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے — تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ قَالَ اَوْمِنْ تَحْتِ
علیہ وسلم نے کہا میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہا — یا تو تمہارے پاؤں کے نیچے سے حضور

اَرْجُلِکُمْ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ
نے کہا تیری پناہ مانگتا ہوں — یا تمہیں لڑا دے مختلف گروہ کرکے اور ایک کو دوسرے کی

بَعْضٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا اَھْوَنُ اَوْ قَالَ ھٰذَا
سختی چکھائے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہلکا ہے یا فرمایا یہ آسان ہے۔

اَیْسَرُ عہ

بَابُ قَوْلِہٖ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ص۶۶۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ان کے طریقے کی پیروی کرو۔

۲۲۶۵ اَنَّ مُجَاھِدًا اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ اَفِیْ صٓ سَجْدَۃٌ
حدیث مجاہد نے کہا کہ انھوں نے ابن عباس سے پوچھا کیا سورہ ص میں سجدہ ہے

فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا وَوَھَبْنَا اِلٰی قَوْلِہٖ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ثُمَّ قَالَ
تو انھوں نے فرمایا ہاں پھر یہ آیت تلاوت کی اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا اللہ عزوجل

ھُوَ مِنْھُمْ (وَفِیْ طَرِیْقٍ آخَرَ) فَقَالَ نَبِیُّکُمْ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ یَّقْتَدِیَ
کے اس ارشاد تک تم ان کے طریقے کی پیروی کرو پھر کہا داؤد ان میں ہیں دوسرے طریقے

بِھِمْ عہ
میں ہے کہ فرمایا تمہارے نبی ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں ان کی اقتدار کا حکم دیا گیا۔

عہ کتاب الاعتصام باب قول اللہ تعالیٰ او یلبسکم شیعًا ص۱۰۸۷ کتاب التوحید باب قول اللہ عزوجل کل شیئٍ ھالک الا وجھہ ص۱۱۰۱ نسائی تفسیر عہ ثانی تفسیر سورہ ص دو طریقے سے ص۷۰۹

تشریحات ۲۲۴۵ سورہ ص میں سجدہ ہے یا نہیں اس سلسلے میں پوری بحث ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ سورہ ص میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ فرمایا ارشاد ہے خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے طریقے کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں سجدہ ہے۔

بَابُ قَوْلُهُ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا ص ۶۶۷

اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور، اور گائے (بھینس) کی چربی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الْبَعِيْرُ وَالنَّعَامَةُ وَالْحَوَايَا الْمَبْعَرُ ص ۶۶۷

حضرت ابن عباس نے فرمایا ناخن والے جانور سے مراد اونٹ اور شترمرغ ہے اور حوایا سے مراد آنتیں ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهُ هَادُوْا صَارُوْا يَهُوْدًا وَ اَمَّا قَوْلُهُ تَعَالٰى هُدْنَا تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ ص ۶۶۷

اور ان کے غیر نے کہا، ھادوا کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہودی ہو گئے ھُدْنَا کے معنی ہم نے توبہ کیا اور ھائد کے معنی توبہ کرنے والے کے ہیں۔

تشریحات "ذی ظفر" سے مراد وہ جانور ہیں جن کے پنجوں میں انگلیاں ہوں مگر انگلیاں الگ الگ نہ ہوں جیسے اونٹ اور شترمرغ یہ جانور خواہ چوپایہ ہوں یا پرندے، اسی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ اس میں بط بھی داخل ہے۔

اَلْحَوَايَا ۔ جمع حَوِيَّةٌ کی ہے۔ اس سے مراد چربی ہے جو آنتوں کے اوپر چڑھی ہوتی ہے آیت میں آگے ارشاد تھا۔

اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔

مگر جو ان کی پیٹھ سے لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو۔

مطلب یہ ہوا کہ یہود پر گائے، بھینس، بکری کی چربی حرام کر دی گئی، ہاں جو آنتوں سے چپکی ہو یا پیٹھ پر ہو یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے بھی حلال تھی۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ص ۶۶۷

بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپی ہوئی۔

عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَيْئَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اسی وجہ سے بےحیائیوں کو حرام فرمایا خواہ ظاہر ہو یا چھپی ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی تعریف کو پسند کرنے والا نہیں اور اسی

مِنَ اللّٰہِ وَلِذٰلِکَ مَدَحَ نَفْسَہٗ قُلْتُ سَمِعْتَہٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ رَفَعَہٗ قَالَ نَعَمْ عہ

وجہ سے اپنی ذات کی تعریف فرمائی۔ عمرو بن مرہ نے کہا میں نے ابووائل سے پوچھا کیا آپ نے اس کو عبداللہ سے سنا ہے انھوں نے کہا ہاں، پھر میں نے ان سے پوچھا اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچایا ہے تو انھوں نے کہا ہاں!

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَکِیْلٌ حَفِیْظٌ وَّمُحِیْطٌ بِہٖ

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا وکیل اسے کہتے ہیں جو حفاظت بھی کرے اور اسے اپنی پناہ میں لئے ہے

قُبُلًا ۔ جَمْعُ قَبِیْلٍ وَالْمَعْنٰی اَنَّہٗ ضُرُوْبٌ لِلْعَذَابِ کُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِیْلٌ

قبلا قبیل کی جمع ہے جس کے معنی یہاں قسم کے ہیں معنی یہ ہے کہ قسم قسم کے عذاب ہوں گے ہر قسم ان میں سے قبیل ہے

ارشاد ہے۔

وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ کُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا

اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھالاتے۔

اس ارشاد میں قُبُلًا سے مراد قسم قسم کے عذاب ہیں یہ قبیل کی جمع ہے۔

زُخْرُفُ ۔ کُلَّ شَیْءٍ حَسَّنْتَہٗ وَوَشَّیْتَہٗ وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ

اس سے مراد وہ باطل ہے جسے تم سنوار دو اور اس پر ملمع کرو۔

وَحَرْثٌ حِجْرٌ ـــــ حَرَامٌ وَکُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ کُلُّ بِنَاءٍ بَنَیْتَہٗ وَیُقَالُ لِلْاُنْثٰی مِنَ الْخَیْلِ حِجْرٌ وَیُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًی وَاَمَّا الْحِجْرُ فَمَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَمَا حَجَّرْتَ عَلَیْہِ مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْہُ سُمِّیَ حَطِیْمُ الْبَیْتِ حِجْرًا کَاَنَّہٗ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِیْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ وَاَمَّا حِجْرُ الْیَمَامَۃِ فَهُوَ مَنْزِلٌ ۔

حجر کے ایک معنی حرام کے ہیں، ہر ممنوع کو حجر اور محجور کہتے ہیں ـــــ نیز حجر ہر عمارت کو کہتے ہیں اور گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور عقل کو بھی حجر اور حجا کہا جاتا ہے لیکن "حجر" یہ ثمود کی بستی کا نام ہے اور زمین کے جس حصہ کو دوسرے سے الگ کر دو وہ حجر ہے اسی سے بیت اللہ شریف کے حطیم کو حجر کہا جاتا ہے۔ حطیم گویا مشتق ہے محطوم سے جیسے قتیل مقتول سے، اور حجر کا یہ ایک منزل کا نام ہے۔

بَابٌ قَوْلِہٖ هَلُمَّ شُهَدَاءَکُمْ ص۶۶۷

اپنے گواہوں کو لاؤ۔

لُغَۃُ اَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَیْنِ وَالْجَمِیْعِ ۔

اہل حجاز کی لغت یہ ہے کہ هَلُمَّ واحد تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے۔

عہ باب قول اللہ عزوجل قل انما حرم ربی الفواحش ص۶۶۷ النکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶
کتاب التوحید باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ ص۱۱۰۱

اور اہل نجد کہتے ہیں سب کے لئے الگ الگ آتا ہے۔ واحد مذکر کے لئے ھَلُمَّ اور واحد مؤنث کے لئے ھَلُمِّی دونوں کے تثنیہ کے لئے ھَلُمَّا ۔ جمع مذکر کے لئے ھَلُمُّوا اور جمع مؤنث کے لئے ھَلْمُمْنَ ۔ ان کے نزدیک یہ فعل ہے جس کا ماضی ھَلُمَّ ہے اور اہل حجاز کے نزدیک یہ اسم فعل ہے جو مبنی علی الفتح ہے۔

بَابُ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا

اس وقت کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔

حدیث ۲۲۶۶ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَاِذَا رَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج پچھم سے نہیں نکلے گا جب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو روئے زمین پر جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لائیں گے یہی وہ وقت ہے کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو۔

تشریحات ۲۲۶۶ پچھم سے سورج کا طلوع ہونا قیامت کی اخیر نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے۔ کہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی دجال کا ظاہر ہونا ہے پھر حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ہے پھر یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے پھر دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ پھر سورج کا پچھم سے طلوع ہونا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں تمام لوگ مسلمان ہوجائیں گے صرف ایک دین رہے گا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے وصال کے بعد جب اکثر کافر ہوجائیں گے تھوڑے مسلمان رہ جائیں گے۔ تو سورج پچھم سے طلوع کرے گا۔ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا کوئی کافر مسلمان ہوگا تو ایمان قبول نہ ہوگا اسی کو آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دیگا اسی طرح کوئی مؤمن گناہ سے توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

ص ۶۶۷

عہ مسلم ایمان۔ ابوداؤد ملاحم نسائی وصایا ابن ماجہ فتن

237

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ آیت مکی ہے سوائے آٹھ آیتوں کے ـــــ واسئلھم سے لے کر واذ نتقنا الجبل فوقھم تک مکی ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرِيَاشًا اَلْمَالُ ـــــ ریاش اور ریش کے معنی مال کے ہیں ـــ اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ فِي الدُّعَاءِ وَفِي غَيْرِهٖ ـــ اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا خواہ وہ دعا میں حد سے آگے بڑھیں یا کسی اور چیز میں ـــ عَفَوْا كَثُرُوْا وَكَثُرَتْ اَمْوَالُهُمْ ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور ان کے مال زیادہ ہو گئے ـــ اَلْفَتَّاحُ الْقَاضِيْ ـــ اِفْتَحْ بَيْنَنَا، اِقْضِ بَيْنَنَا ـــ فیصلہ فرمانے والا ـــ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے ـــ نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَا ـــ ہم نے پہاڑ کو بلند کیا ـــ اِنْبَجَسَتْ اِنْفَجَرَتْ ـــ پھٹ پڑے ـــ مُتَبَّرٌ خُسْرَانٌ ـــ نقصان ـــ آسٰی، اَحْزَنُ ـــ میں غم کروں ـــ تَاسَ تَحْزَنْ ـــ تو غم کرے ـــ

وَقَالَ غَيْرُهٗ اَنْ لَا تَسْجُدَ، اَنْ تَسْجُدَ ـــ اور ان کے غیر نے کہا اَنْ لَا تَسْجُدَ میں لا زائد ہے، مراد یہ ہے کہ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا ـــ يَخْصِفَانِ ـــ اَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَيَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهٗ اِلٰى بَعْضٍ ـــ یعنی جنت کے پتوں سے ستر چھپانے لگے یعنی پتوں کو ایک دوسرے سے ملانے لگے ـــ سَوْاٰتُهُمَا ـ كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجِهِمَا ـــ یعنی اپنی شرمگاہ کو چھپانے لگے ـــ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ـــ هٰهُنَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ـــ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰى مَالَا يُحْصٰى ـــ اور مدت تک نفع حاصل کرنے کا سامان یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک ـــ عرب کے نزدیک حین کے معنی یہ ہیں کہ بولے جانے کے وقت سے لے کر غیر متناہی مدت تک ـــ اَلرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ ـــ ریاش اور ریس ایک ہی ہے اس کے معنی ظاہری لباس کے ہیں ـــ قَبِيْلُهٗ، جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ ـــ وہ نوع ہے جس میں سے وہ ہو ـــ اِدَّارَكُوْا ـــ اِجْتَمَعُوْا ـ وہ اکٹھا ہو گئے ـــ وَمَشَاقُ الْاِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهُمْ تُسَمّٰى سُمُوْمًا وَاحِدُهَا سُمٌّ وَهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهٗ وَاُذُنَاهُ وَدُبُرُهٗ وَاِحْلِيْلُهٗ ـــ سم انسان اور چوپائے کے سوراخ کو کہتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں ناک کے دونوں سوراخ منھ دونوں کان، پاخانے کا مقام پیشاب کا سراخ، یہ کل نو ہوئے ـ قرآن مجید میں فرمایا گیا تھا لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ـــ کافر جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے ـــ اس آیت میں لفظ سم آیا تھا امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی کہ سم کے معنی سوراخ کے ہیں ـــ

غَوَاشٍ مَا غَشُوْا ــــ غواش غاشیۃ کی جمع ہے وہ چیزیں جو دوسروں کو ڈھک لیں ــــ تَتْرًا مُتَفَرِّقَۃً ــــ شرہ ــــ نَکِدًا قَلِیْلًا ــــ تھوڑا ــــ یَغْنَوْا یَعِیْشُوْا ــــ جیش ــــ حَقِیْقٌ حَقٌّ ــــ اِسْتَرْھَبُوْھُمْ مِنَ الرَّھْبَۃِ ــــ استرہبوہم، رہبۃ سے مزید فیہ ہے ـ مطلب یہ ہے کہ جادوگروں نے بنی اسرائیل کو ڈرایا ــــ تَلْقَفُ تَلْقَمُ ــــ انھیں لگنے لگا ــــ طَائِرُھُمْ حَظُّھُمْ ــــ ان کا حصہ ــــ طُوْفَانٌ مِنَ السَّیْلِ وَیُقَالُ لِلْمَوْتِ الْکَثِیْرِ الطُّوْفَانُ ــــ ہم نے ان پر سیلاب کا طوفان بھیجا موت کی بھر مار کو طوفان کہا جاتا ہے ــــ اَلْقُمَّلُ ـ اَلْحُمْنَانُ تُشْبِہُ صِغَارَ الْحَلَمِ ــــ جوئیں جو چھوٹی کلنی کے مشابہ ہوتی ہیں ــــ عُرُوْشٌ عَرِیْشٌ بِنَاءٌ ــــ عمارت ــــ سُقِطَ کُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِیْ یَدِہٖ ــــ جو بھی شرمندہ ہوا وہ گر پڑا ــــ اَلْاَسْبَاطُ قَبَائِلُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ــــ بنی اسرائیل کے قبیلے ــــ یَعْدُوْنَ یَتَعَدَّوْنَ یُجَاوِزُوْنَ تَعْدُ تُجَاوِزْ ــــ حد سے آگے بڑھتے تھے ــــ شُرَّعًا شَوَارِعُ ــــ پانی کے اوپر تیرتے ہوئے ــــ بَئِیْسٍ شَدِیْدٍ ــــ سخت ــــ اَخْلَدَ قَعَدَ وَتَقَاعَسَ بیٹھا ــــ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِنْ مَأْمَنِہٖ ــــ ان کے اڈوں سے ان کو ہم لائیں گے ــــ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ــــ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچ گیا اس طرح سے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے ــــ مِنْ جِنَّۃٍ مِنْ جُنُوْنٍ ــــ جنون پاگل پن ــــ فَمَرَّتْ بِہٖ اِسْتَمَرَّ بِھَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْہُ ــــ حمل باقی رہا یہاں تک کہ جنین کو مکمل کر دیا ــــ یَنْزَغَنَّکَ یَسْتَخِفَّنَّکَ ــــ کونچا مارے ــــ طَیْفٌ مُلِمٌّ بِہٖ طَمَعٌ وَیُقَالُ طَائِفٌ وَھُوَ وَاحِدٌ ــــ کونچا ــــ یَمُدُّوْنَھُمْ یُزَیِّنُوْنَ ــــ سنوارتے ہیں ــــ وَخِیْفَۃً فَوْقًا ــــ ڈر ــــ وَخِیْفَۃً مِنَ الْاِخْفَاءِ ــــ آہستہ ــــ وَالْاٰصَالُ وَاحِدُھَا اَصِیْلٌ ــــ وَھُوَ مَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَی الْمَغْرِبِ کَقَوْلِہٖ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ــــ آصال کا واحد اصیل ہے ــــ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے صبح وشام ـ

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرَانِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ

اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ دیکھ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب مجھے دیکھ لیگا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بیہوش پھر جب ہوش ہوا تو بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ــ آیت ۱۴۵

ص ۶۶۸

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرِنِیْ اَعْطِنِیْ ــــ ابن عباس نے کہا اَرِنِیْ کے معنی اَعْطِنِیْ ہے یعنی مجھے عطا فرما۔

تشریحات معتزلہ اور روافض اسی آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رویت باری محال ہے۔ اس لئے کہ لن ترانی میں لن نفی کی تاکید کے لئے ہے جو تابید پر دلالت کرتا ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا خود اس آیۃ کریمہ کے اخیر حصہ کے معارض ہے "کہ فرمایا، خرّ موسیٰ صعقا۔ حضرت موسیٰ وارفتہ ہوش ہو کر زمین پر آرہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کچھ دیکھا نہیں تھا تو وارفتہ ہوش کیسے ہوئے اس لئے یہ نفی کی تاکید مخصوص ہوئی عامۂ مؤمنین کے لئے اس دنیا کے ساتھ اور حضرات انبیاء کرام کے لئے یہ کہا جائے گا کہ یہ نفی کمال کے لئے ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات کو بتمامہ انبیائے کرام بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس تخصیص کی دلیل وہ احادیث کریمہ ہیں جو رویت باری کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور حد شہرت تک پہونچی ہوئی ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ احادیث مشہورہ سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔

باب قولہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ اَلْعُرْفُ اَلْمَعْرُوْفُ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر عفو لو اور اچھائی کا حکم کرو اور جاہلوں سے درگذر کرو۔

ص ۶۶۹

۲۲۶۷ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حُصَيْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابُ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ يَا ابْنَ أَخِي لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ قَالَ سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا

حدیث حضرت ابن عباس نے کہا کہ عیینہ بن حصین بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں ٹھہرے اور حر ان لوگوں سے تھے جنھیں حضرت عمر اپنے قریب رکھتے تھے اور قراء حضرت عمر کی مجلسوں اور مشاورت کے افراد تھے، ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان ــ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا تمہاری ان امیر کے یہاں عزت ہے تو میرے لئے حاضری کی ان سے اجازت طلب کرو حر نے کہا، میں تمہارے لئے اجازت طلب کروں گا۔ ابن عباس نے کہا کہ حر نے عیینہ کے لئے اجازت طلب کی، حضرت عمر نے اجازت دے دی جب عیینہ حضرت عمر کے یہاں حاضر ہوا تو اس نے کہا ھِی اے ابن خطاب تم ہمیں

تحکم بیننا بالعدل فغضب عمر حتی ھم ان یوقع بہ فقال

زیادہ نہیں دیتے اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ نہیں کرتے، اس پر حضرت عمر کو

لہ الحر یا امیر المؤمنین ان اللہ تعالیٰ قال لنبیہ خذ العفو

جلال آگیا اور اسے سزا دینے کا ارادہ فرمالیا، اس پر حر نے عرض

وأمر بالعرف واعرض عن الجاہلین ان ھذا من الجاہلین

کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا۔ عفو لو اور بھلائی کا حکم کرو اور

واللہ ما جاوزھا عمر حین تلاھا علیہ وکان وقافا عند

جاہلوں سے در گذر کرو۔ بیشک یہ جاہلوں میں سے ہے بخدا حضرت عمر آگے نہیں بڑھے جب حر نے یہ آیت

کتاب اللہ عہ

تلاوت کی، اور حضرت عمر کتاب اللہ کے ارشاد پر بہت زیادہ ثابت قدم تھے۔

تشریحات ھی کلمہ زجر ہے، آیۃ کریمہ میں عفو کی تین تفسیریں مروی ہیں ایک یہ کہ لوگوں کے ظاہر اخلاق ۲۲۶۷ اعمال کے لحاظ سے ان پر حکم لگاؤ، ان کے اندرونی حالات میں کرید نہ کرو اور ایک یہ کہ لوگوں کے اموال سے جو فاضل ہے وہ لو، اس تقدیر پر یہ آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے، تیسری یہ کہ مشرکین سے درگذر کرو یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

۲۲۶۸ **حدیث**

عن ابن الزبیر خذ العفو وأمر بالعرف ما انزل اللہ

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیۃ کریمہ لوگوں کے اخلاق

الا فی اخلاق الناس

ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کی بدخلقیوں پر درگذر کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانفال وقولہ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ

اے محبوب تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے

عہ الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ص ۱۰۸۲

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ص ۶۶۹ سورۃ الانفال سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو۔

سورۂ انفال مدنی ہے سوائے پانچ آیتوں کے۔ ایک اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِ عِنْدَ اللہِ دو آیتیں اور وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کفروا بغایت بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ تین آیتیں۔ بعض آیات کے بارے میں مکی، مدنی ہونے کے بارے میں اختلاف بھی ہیں۔

یہ سورۂ بقرہ کے بعد اور آلِ عمران سے پہلے نازل ہوئی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ اَلْاَنْفَالُ اَلْمَغَانِمُ انفال کے معنی غنیمت ہے۔

یہ نفل کی جمع ہے۔

وَقَالَ قَتَادَۃُ رِیْحُکُمْ اَلْحَرْبُ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اس میں ریح سے مراد لڑائی ہے ــــ یُقَالُ نَافِلَۃٌ عَطِیَّۃٌ ــــ نافلہ کے معنی عطیہ ہے۔

۲۲۶۹ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

حدیث سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ سورہ انفال

عَنْھُمَا سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِیْ بَدْرٍ

کب نازل ہوئی تو فرمایا بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اَلشَّوْکَۃُ اَلْحَدُّ ــــ دبدبہ ــــ مُرْدِفِیْنَ۔ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدَفَنِیْ وَاَرْدَفَنِیْ اَیْ جَاءَ بَعْدِیْ ــــ یکے بعد دیگرے آنے والی فوجیں۔ بولتے ہیں رَدَفَنِیْ وَاَرْدَفَنِیْ ــــ یعنی میرے بعد آیا ــــ ذُوْقُوْا بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا وَلَیْسَ ھٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ۔ ذوقوا کے معنی ہیں چکھو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے سہو اور تجربہ کرو یہ منھ سے چکھنے کے معنی میں نہیں ــــ فَیَرْکُمَہٗ یَجْمَعُہٗ ــــ پس اسے جمع کرتا ہے ــــ شَرِّدْ فَرِّقْ ــــ انھیں منتشر کردو ــــ وَاِنْ جَنَحُوْا طَلَبُوْا السَّلْمَ وَالسِّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ ــــ اگر وہ صلح کے لئے جھکیں سَلم سِلم اور سلام کے معنی ایک ہیں ــــ یُثْخِنُ یَغْلِبُ ــــ غالب ہو جائے ــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ مُکَاءً اِدْخَالُ اَصَابِعِھِمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ ــــ مکاء کے معنی اپنی انگلیاں منھ میں ڈال کر آواز نکالنا ہے ــــ تَصْدِیَۃٌ ــــ اَلصَّفِیْرُ ــــ سیٹی ــــ یُثْبِتُوْکَ۔ لِیَحْبِسُوْکَ ــــ تاکہ تمہیں قید کرلیں۔

باب اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِ عِنْدَ اللہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ص ۶۶۹ بیشک چوپاؤں میں سب سے بدتر اللہ کے حضور وہ بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

حدیث ۲۲۷۰ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ قَالَ هُمْ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آیۂ کریمہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ سے مراد بنی عبد الدار کے کچھ لوگ ہیں۔

تشریحات بنی عبدالدار قریش کی ایک شاخ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ۲۲۷۰ علی عبد مناف کے بڑے بھائی کا نام عبدالدار ہے۔ ان کے والد قصی نے حرم محترم کے تمام مناصب عبدالدار کو دے دیئے تھے مگر عبدالدار اور ان کی اولاد نے اپنی نااہلی کی بدولت کوتاہیاں کیں جس پر ہاشم نے ان سے افادہ اور سقایہ کا عہدہ کیا۔ اس طرح دونوں میں ایک چشمک چلی آرہی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین میں بنی عبدالدار سب سے نمایاں تھے۔ جنگ احد میں قریش کے دستور کے مطابق مشرکین کا جھنڈا بنی عبدالدار سُوَنْ ما اٹھائے ہوئے تھے جو یکے بعد دیگرے سب قتل کر دیئے گئے ان کو گونگے اس لئے کہا گیا کہ یہ حق نہیں بولتے اور بہرے اس لئے کہا گیا کہ حق بات سن کر قبول نہیں کرتے گویا سنتے ہی نہیں ان کو تمام چوپایوں سے بدتر اس لئے کہا گیا کہ دیگر چوپائے اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بخلاف ان کے۔ یہ آیت اگرچہ بنی عبدالدار کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر ہر کافر مشرک کو عام ہے۔

بَابٌ وَقَوْلُهُ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۶۶۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان یاد کرو جب کفار نے کہا اے اللہ اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لا۔

ت ۲۲۷۱ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا سَمَّى اللّٰهُ مَطَرًا فِي الْقُرْآنِ اِلَّا عَذَابًا

ابن عیینہ نے کہا اللہ نے قرآن مجید میں مطر کا استعمال عذاب ہی کے موقع پر کیا ہے

وَتُسَمِّيْهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ وَهُوَ قَوْلُهُ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا

اور بارش کو عرب والے غیث کہتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ان کے مایوس ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے۔

اس پر یہ ایراد کی گئی ہے کہ آیت تیمم میں یہ فرمایا گیا اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ۔ اگر تمہیں بارش سے ایذا ہو۔ اس آیت میں قطعی طور پر مطر سے مراد بارش ہی ہے۔ ابن عیینہ نے جو کہا یہ باعتبار اغلب و اکثر کے ہے۔

۲۲۷۱ حدیث

عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ وَهُوَ ابْنُ كُرْدِيْدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِي سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ قَالَ أَبُوجَهْلٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ مَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حضرت انس ابن مالک نے فرمایا کہ ابو جہل نے یہ کہا اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لا تو یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی ـــــ اللہ کی شان یہ نہیں کہ انھیں عذاب دے اس حالت میں کہ تم ان میں موجود ہو۔ اور اللہ انھیں عذاب نہ دے گا اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ کرے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں۔

تشریحات ۲۲۷۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں اسی کا صدقہ ہے کہ حضور کے وجود باوجود کی برکت سے ان کی پوری امت دعوت ایسے عذاب سے محفوظ ہے جو ان کا استیصال کردے جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے مکہ والے باوجود ہزار ایذارسانیوں کے عذاب سے محفوظ رہے۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں جو کمزور بچے کھچے مسلمان رہ گئے تھے جو استغفار کیا کرتے تھے۔ اور جب مسلمان وہاں سے مدینہ طیبہ آگئے تو ان پر عذاب آیا۔ اس عذاب سے مراد یا تو دھوئیں اور قحط سالی کا عذاب ہے جو مکہ والوں پر نازل ہوا یا فتح مکہ مراد ہے کہ مکہ کے تمام سرکش مغلوب اور مفتوح ہوئے ـــــ مَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمْ میں عذاب سے مراد وہ عذاب نہیں جو قوموں کو ختم کردے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ص ۶۷۰

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اے نبی مومنوں کو قتال پر ابھارو اگر تم میں کے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو ہزار پر غالب آئیں گے کافروں پر اس لئے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو سمجھتی نہیں۔

۲۲۷۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَمَّا نَزَلَتْ اِنْ

حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اگر تم میں

يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ اَنْ

کے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آویں گے تو ان پر عرض کیا گیا

لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِّنْ عَشَرَةٍ وَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ اَنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُوْنَ

کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ سفیان نے کتنی بار یہ کہا کہ بیس دوسو کے مقابلے

مِنْ مِائَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَتْ اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمُ الْاٰيَةَ فَكُتِبَ اَنْ

سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف کی۔ تو ان پر فرض کیا گیا

لَا يَفِرَّ مِائَةٌ مِّنْ مِائَتَيْنِ فَزَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً۔ نَزَلَتْ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ

کہ سو دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ اور ایک بار سفیان نے یہ زیادہ کیا کہ آیت کریمہ حرض

عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ

المؤمنین علی القتال نازل ہوئی سفیان نے کہا اور ابن شبرمہ نے کہا کہ میں امر بالمعروف

ابْنُ شُبْرُمَةَ وَاَرَى الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا۔

اور نہی عن المنکر کو بھی اسی کے مثل جانتا ہوں۔

تشریحات ۲۲۷۲ اس حدیث کی روایت میں سفیان بن عیینہ سے خلط ہو گیا ہے۔ کبھی وہ یہ روایت کرتے کہ ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ ان پر یہ فرض کیا گیا تھا کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ اور کبھی یہ روایت کرتے کہ بیس دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ لیکن حقیقت میں یہ اختلاط نہیں بلکہ اپنی فہم کے مطابق روایت بالمعنیٰ ہے اس لئے دونوں روایتوں کا حاصل یہی ہے کہ ابتدا میں یہی حکم تھا کہ اگر کفار دس گنے تک ہوں تو بھاگنا جائز نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کبھی وہ فرمایا ہو اور کبھی یہ۔

وزاد سفیان۔ مطلب یہ ہے کہ سفیان ابن عیینہ اس روایت کو بھی کچھ زیادتی کے ساتھ روایت کرتے اور کبھی کچھ کمی کے ساتھ۔

وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ۔ ابن شبرمہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی اسی تناسب کے اعتبار سے حکم ہے۔ کہ اگر دو شخص کوئی ناجائز کام کر رہے ہوں اور ایک شخص دیندار ہو۔ تو اس پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

احکام اگر سو مسلمان ہوں اور دو سو کفار تو قتال واجب ہے اس پر اتفاق ہے کہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے البتہ کچھ علماء نے اسمیں اختلاف کیا کہ اگر مسلمانوں کی تعداد سو سے کم ہو مگر کفار مسلمانوں کے دونا ہوں۔ تو قتال واجب ہے یا نہیں مثلاً ایک مسلمان ہو اور دو کافر۔

۲۲۷۳ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اگر

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ

تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے تو یہ بات مسلمانوں پر شاق

شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ

ہوئی جب ان پر یہ فرض کیا گیا کہ ایک دو کے مقابلے سے نہ بھاگے تو اس کے بعد تخفیف آئی

مِنْ عَشَرَةٍ فَجَاءَ التَّخْفِيْفُ فَقَالَ اَلْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

فرمایا اب اللہ نے تم سے تخفیف کی اور جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے اب اگر تم میں سو صبر

أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ

کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے۔ ابن عباس نے فرمایا جب اللہ نے عدد میں تخفیف

قَالَ فَلَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ

کردی تو صبر میں اتنی مقدار میں تخفیف کردی۔

مَا خُفِّفَ عَنْهُمْ۔

تشریحات ۲۲۷۳ یہ روایت اس پر نص ہے کہ آیت کریمہ میں جو عدد مذکور ہے اس سے مراد تناسب ہے یعنی اس لئے اب ایک مسلمان کے مقابلے پر دو کافر ہوں تو مسلمان کو راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں۔

سُوْرَةُ بَرَاءَةٍ ص ۶۷۱

یہ سورہ مدنی ہے سوائے دو آیتوں کے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ سے اخیر تک یہ مکی ہے۔ اس سورہ کے دس سے زیادہ نام ہیں۔ اس کا ایک نام توبہ بھی ہے اس لئے کہ توبہ پر آمادہ کرتی ہے اس کا دوسرا نام فاضحہ بھی ہے اس لئے یہ منافقین اور مشرکین کو رسوا بھی کرتی ہے۔

سورہ انفال اور اس کے مابین بسم اللہ شریف نہیں لکھی گئی اس کا سبب یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی جب کسی معاہدہ کے توڑنے کی تحریر لکھتے تو بسم اللہ نہیں لکھتے تھے اسی کے مطابق سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے جب اسے پہلے حج کے موقع پر تلاوت فرمائی تو بسم اللہ نہیں پڑھی۔ دوسری وجہ یہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انفال پہلے نازل ہوئی اور برأت اس کے آخر میں اور ایک کا قصہ دوسرے کے مشابہ تھا۔ اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی حکم نہیں ارشاد فرمایا اس لئے فصل کی علامت بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کی بیکراں کا ذکر ہے۔ اور سورہ برأت پورے قہر و جلال سے پڑھے ــــ خزائن العرفان میں ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ لے کر نہیں نازل ہوتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورہ تلوار کے ساتھ امن اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی۔

وَلِيجَةً كُلَّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ۔ ولیجہ اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے میں داخل ہو یعنی فعیل معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے۔ محرم راز ــــ اَلشُّقَّةُ اَلسَّفَرُ اَلْخَبَالُ اَلْفَسَادُ وَالْخَبَالُ اَلْمَوْتُ ــــ خبال کے معنیٰ فساد اور موت کے ہیں ــــ وَلَا تَفْتِنِّي وَلَا تُوَبِّخْنِي ــــ مجھے ڈانٹتے نہیں ــــ كُرْهًا وَكَرْهًا وَاحِدٌ یعنی دونوں کے معنیٰ ایک ہیں ــــ مُدَّخَلًا يُدْخَلُوْنَ فِيهِ۔ جس میں لوگ داخل ہوں ــــ يَجْمَحُونَ يُسْرِعُوْنَ ــــ تیزی سے لپکتے ہیں ــــ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ائْتَفَكَتْ انْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ ــــ جن کا تختہ الٹ دیا گیا ــــ أَهْوَى أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ ــــ اس کو گڑھے میں ڈال دیا۔ عَدْنٍ خُلْدٍ عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتُ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ عَدْنٍ ۔ کے معنیٰ ہمیشہ رہنا۔ عَدَنْتُ بِأَرْضٍ کا معنیٰ ہے میں نے وہاں قیام کر لیا اور اسی سے معدن کان کے معنیٰ میں ہے۔ کہتے ہیں معدن صدق منبت صدق ــــ اَلْخَوَالِفُ ۔ اَلْخَالِفُ الَّذِيْ خَلَفَنِيْ فَقَعَدَ بَعْدِيْ وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِيْنَ وَيَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَإِنْ كَانَ جَمْعُ الذُّكُوْرِ فَإِنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ عَلَى تَقْدِيْرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَفَوَارِسُ وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ ــــ خوالف خالف کی جمع ہے۔ اسے کہتے ہیں جو میرے پیچھے آئے اور میرے بعد بیٹھے جانشین اسی سے ہے اور اسے باقی رہنے والوں میں ان کا جانشین بنائے گا اور جائز ہے کہ یہ خالفہ مؤنث کی جمع ہو اور اگر مذکر کی جمع ہے تو اس کی جمع کی تقدیر پر صرف دو ہی حرف ہیں فارس و فوارس اور ہالک و ہوالک ــــ اَلْخَيْرَاتُ وَاحِدُهَا الْخَيْرَةُ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ خیرات خیرۃ کی جمع ہے ــــ بھلائیاں وَمُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ ــــ جن کے بارے میں دیر کی گئی ــــ اَلشَّفَا شَفِيْرٌ وَهُوَ حَدُّهُ ــــ شفا کنارے کو کہتے ہیں جُرُفٍ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُوْلِ وَالْأَوْدِيَةِ ــــ نالیاں جو سیلاب سے بن جاتی ہیں ــــ هَارٍ هَائِرٍ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ إِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَتْ مِثْلُهُ ــــ ہار کے معنیٰ گرنے والے کے ہیں۔ بولتے ہیں تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ ــــ

کنواں گر گیا اور اِنْهَارَتْ اسی کے مثل ہے لَأَوَّاهٌ شَفَقًا وَفَرَقًا اللہ سے ڈرنے والا

وَقَالَ الشَّاعِرُ إِذَا مَا كُنْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِينِ

جب میں رات میں اس کا کجاوہ درست کرتا ہوں تو اونٹنی غمزدہ شخص کی طرح آہ کرتی ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ص۶۷۱ یہ بیزاری کا اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں سے جنھوں نے تم سے معاہدہ کیا تھا (لیکن انھوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أُذُنٌ يُصَدِّقُ ـــ یعنی ان سے جو کہا جائے اسے مان لیتے ہیں ـــ تُطَهِّرُهُمْ بِهَا وَتُزَكِّيهِمْ وَنَحْوُهَا كَثِيرٌ وَالزَّكٰوةُ الطَّاعَةُ وَالْإِخْلَاصُ ـــ یعنی یہاں عطف تفسیری ہے۔ طہارت سے مراد باطنی طہارت ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کے اصل معنی طاعت اور اخلاص کے ہیں جو باطنی اوصاف ہیں ـــ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ لَا يَشْهَدُونَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ـــ اور وہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے یعنی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتے ـــ يُضَاهِئُونَ يُشَبِّهُونَ مشابہت کرتے ہیں ـــ

بَابُ قَوْلِهِ وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ آذَنَهُمْ أَعْلَمَهُمْ ص۶۷۱ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور یہ منادی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول تو اگر تم یہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم منھ پھیر و تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ آذن کے معنی ہے خبر دار کیا

تشریحات حج اکبر سے کیا مراد ہے اس میں شارحین ،مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یوم عرفہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث مرسل بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ خطبہ دیا اور فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد عکرمہ طاؤس اور ابو جحیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یوم حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا یوم حج اکبر، یوم النحر ہے۔

نیز یہی حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی مروی ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس کا بھی یہی ایک قول ہے ـــ نیز ابن ابی جحیفہ اور سعید بن زبیر ابراہیم نخعی اور مجاہد اور امام باقر اور زہری اور عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے ـــ نیز حضرت عمر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ یوم الحج الاکبر

ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حج، حج اکبر ہے۔ اور عمرہ حج اصغر۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں ـــــ ایک قول یہ ہے کہ گیارہویں ذی الحجہ ہے ـــــ ایک قول یہ ہے کہ حج کے تمام دن یوم حج اکبر ہیں ـــــ اور ایک قول یہ ہے کہ خاص اس سال کے حج کو حج اکبر کہتے ہیں جس سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے حضرت صدیق اکبر نے حج کرایا تھا۔ یعنی سنہ ۹ھ کا حج اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے ہیں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے۔

پوری دنیا کے عوام میں یہ بات جو مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کو پڑے وہ حج اکبر ہے غالباً اس کی اصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا تھا اس میں یوم عرفہ جمعہ کو تھا۔

بَابُ قَوْلِهِ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔ ص ۶۷۱

۲۲۷۴ حدیث

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ

زید بن وہب نے کہا ہم حذیفہ کے پاس تھے تو انھوں نے فرمایا ان

مَا بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هٰذِهِ الْآيَةِ إِلَّا ثَلٰثَةٌ وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ

آیت والوں میں سے صرف تین باقی ہیں اور منافقین میں سے صرف چار اس پر ایک

إِلَّا أَرْبَعَةٌ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ إِنَّكُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ تُخْبِرُوْنَا لَا نَدْرِيْ

اعرابی نے کہا آپ لوگ صحابہ ہو ہمیں خبر دو ہم نہیں جانتے وہ کون لوگ ہیں جو

فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَنْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ أَعْلَاقَنَا قَالَ

ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور ہمارے عمدہ مال چرا لیتے ہیں حذیفہ نے فرمایا یہ

أُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ أَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ أَحَدُهُمْ

لوگ فاسق ہیں۔ ہاں۔ ان میں سے صرف چار باقی ہیں ان میں ایک بہت بوڑھا کہ اگر ٹھنڈا

شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ۔

پانی پیئے تو اس کی ٹھنڈک محسوس نہ کرے۔

تشریحات ۲۲۷۴ الاَّ ثَلٰثَةٌ ان تین میں سے صرف دو کا نام معلوم ہو سکا۔ ایک حضرت ابو سفیان بن حرب دوسرے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ إِلَّا أَرْبَعَةٌ یہ چار منافق اس وقت تک کون کون زندہ تھے ان کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔ يَنْقُرُوْنَ ۔ نقرہ کے معنی لکڑی میں سوراخ کرنے

کے ہیں یہاں تجریداً صرف سراخ کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ دوسرا نسخہ یَنْقُرُوْنَ کا ہے "بقرہ کے
معنیٰ پھاڑنے کے ہے۔ اَعْلَاقَنَا ـــــ یہ عِلْقٌ کی جمع ہے اس کے معنیٰ عمدہ مال کے ہیں اس میں
دوسرا نسخہ اَغْلَاقَنَا ہے جو غَلَقٌ کی جمع ہے جس کے معنیٰ قُفْلٌ اور تالے کے ہیں مراد یہ ہے کہ
تالیاں چرالیتے ہیں۔ لَمَّا وَجَدَ بَرْدَهٗ۔ آدمی جب بہت بوڑھا ہوجاتا ہے تو اس کے منھ کا مزہ خراب ہو
جاتا ہے اسے کسی چیز کی لذت نہیں ملتی۔ حضرت حذیفہ کی یہی مراد ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ ص۶۶۲ دو کا دوسرا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے۔
معناه ناصرنا مراد یہ ہے کہ وہ ہمارا مددگار رہا ـــــ اَلسَّكِیْنَةُ فَعِیْلَةٌ مِنَ السُّكُوْنِ
بمعنی سکون۔

حدیث ۲۲۷۵

قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ وَكَانَ بَیْنَهُمَا شَیْءٌ فَغَدَوْتُ عَلَی
ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر کے درمیان
ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اَتُرِیْدُ اَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَیْرِ فَتُحِلَّ حَرَمَ
کچھ بات تھی تو میں ابن عباس کے پاس صبح کو گیا میں نے کہا کیا آپ ابن زبیر سے
اللّٰهِ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَیْرِ وَبَنِیْ اُمَیَّةَ
لڑنا چاہتے ہیں اور اللہ کے حرم کو حلال کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے فرمایا اللہ کی پناہ
مُحِلِّیْنَ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اُحِلُّهٗ اَبَدًا قَالَ قَالَ النَّاسُ بَایِعْ لِابْنِ
بے شک اللہ نے ابن زبیر اور بنی امیہ کے لئے یہ لکھ دیا ہے کہ وہ اسے حلال کریں اور میں
الزُّبَیْرِ فَقُلْتُ وَاَیْنَ بِهٰذَا الْاَمْرِ عَنْهُ اَمَّا اَبُوْهُ فَحَوَارِیُّ النَّبِیِّ
بخدا اسے کبھی بھی حلال نہیں کروں گا ابن عباس نے کہا کہ لوگوں نے مجھ سے کہا ابن زبیر کی بیعت
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ الزُّبَیْرَ وَاَمَّا جَدُّهٗ فَصَاحِبُ الْغَارِ
کر لیجئے تو میں نے کہا یہ چیز ان سے کچھ دور نہیں ان کے باپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری ہیں
یُرِیْدُ اَبَا بَكْرٍ وَاُمُّهٗ فَذَاتُ النِّطَاقِ یُرِیْدُ اَسْمَاءَ وَاَمَّا خَالَتُهٗ
ان کی مراد تھی زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے نانا غار میں رسول اللہ کے ساتھی ہیں اس سے مراد
فَاُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ یُرِیْدُ عَائِشَةَ وَاَمَّا عَمَّتُهٗ فَزَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
حضرت ابو بکر تھے اور ان کی ماں ذات النطاق ہیں اس سے مراد اسماء ہیں اور ان کی خالہ ام المومنین ہیں ان کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ خَدِيجَةَ وَ أَمَّا عَمَّتُهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مراد عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں اس سے مراد ام المومنین حضرت خدیجہ

فَجَدَّتُهُ يُرِيدُ صَفِيَّةَ ثُمَّ عَفِيفٌ فِي الْإِسْلَامِ قَارِئٌ لِلْقُرْآنِ

ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ان کی دادی ہیں اس سے مراد حضرت صفیہ تھیں اس سب کے باوجود اسلام

وَاللَّهِ إِنْ وَصَلُونِي وَصَلُونِي مِنْ قَرِيبٍ وَإِنْ رَبُّونِي رَبَّنِي أَكْفَاءٌ

میں پاک دامن ہیں قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں بخدا اگر وہ لوگ یعنی بنی امیہ میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے

كِرَامٌ فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ يُرِيدُ أَبْطُنًا مِنْ

تو قریبی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کریں گے لیکن ابن زبیر تُویتات اور اسامات اور حمیدات کو ہم پر

بَنِي أَسَدٍ بَنِي تُوَيْتٍ وَبَنِي أُسَامَةَ وَبَنِي أَسَدٍ إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعَاصِ

ترجیح دی ہے اس سے مراد ان کی بنی اسد کے بطن تھے یعنی بنی تویت اور بنی اسامہ اور

بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَإِنَّهُ لَوَّى

بنی اسد بے شک ابن ابی العاص پیش قدمی کرتے ہوئے نکلا ہے یہ عبد الملک بن مروان ہے

ذَنَبَهُ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ۔

اور ابن ابی زبیر نے اپنی دم موڑ لی ہے ۔

تشریحات ۲۲۷۵ وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ۔ یعنی حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر میں کچھ بات ہو گئی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ معظمہ میں اپنی خلافت کی بیعت لی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن حنیفہ ان دونوں مکہ معظمہ میں ہی تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں سے بیعت کے لئے کہا ان دونوں نے انکار کیا اور یہ کہا! ہم اس وقت تک کسی کی بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ سب لوگ ایک خلیفہ پر اتفاق نہ کر لیں اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں پر سختی کی یہاں تک کہ ان کا محاصرہ کر لیا اس کی خبر جب مختار بن ابی عبید ثقفی کو ہوئی تو لشکر بھیج کر ان دونوں حضرات کو محاصرے سے نکالا۔ مختار نے ان دونوں بزرگوں سے حضرت ابن زبیر سے لڑنے کی اجازت مانگی ان دونوں نے منع کر دیا۔ اور یہ لوگ طائف چلے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف ہی میں رہ گئے اور وہیں وصال فرمایا ان کا مزار پاک بھی طائف ہی میں ہے اور محمد بن حنیفہ طائف سے اضوی پہاڑ میں چلے گئے جو ینبوع میں ہے پھر وہاں سے شام میں ایلہ چلے گئے اور وہیں ان کا

وصال ہوا۔ وَاِیْنَ بِھٰذَا الْاَمْرِ عَنْہُ کا مطلب یہ ہے کہ وہ خلافت کے مستحق ہیں۔

وَاَمَّا عَمَّتُہٗ۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی پھوپھی کہنا یہاں مجازاً ہے۔ یہ حقیقت میں ان کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ اس لئے کہ حضرت زبیر کے والد عوام اور حضرت خدیجہ دونوں بھائی بہن، خویلد کی اولاد ہیں۔

فَاٰثَرَ التُّوَیْتَاتِ۔ یعنی ابن زبیر نے انھیں چھوڑ کر بنی اسد کی مختلف شاخوں کو ترجیح دی ہے۔ جب کوئی موقع آتا ہے تو پہلے ان لوگوں کو آواز دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بنی اسد ہی سے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ یہاں بنی تویت کے بجائے ابن تویت ہے۔ تویت کا نسب نامہ یہ ہے۔ ابن الحارث بن عبد العزیٰ بن قصی۔ اسامہ کا نسب نامہ یہ ہے اسامہ بن اسد بن عبد العزیٰ۔ حمید کا نسب نامہ یہ ہے حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبد العزیٰ۔ اور حضرت زبیر کا نسب نامہ یہ ہے ابن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ۔ اس طرح یہ چاروں شاخیں اسد بن عبد العزیٰ پر مل جاتی ہیں کیونکہ یہ سب یکجدی تھے اور حضرت ابن زبیر کے دل سے حامی۔ اس لئے فطری طور پر حضرت ابن زبیر کا رجحان ان قبائل کی طرف زیادہ تھا یہ بات بنی ہاشم بنی عبد مناف وغیرہ کو ناگوار تھی اسی کا اظہار حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں کیا ہے۔

لَوَّیٰ ذَنَبَہٗ: مطلب یہ ہے کہ عبد الملک نے تو یہ جوانمردی دکھائی ہے کہ شام سے لشکر جرار ترتیب دیکر ابن زبیر پر حملہ کے لئے بھیجا ہے اور ابن زبیر ہیں کہ مکہ سے باہر نہیں نکلے۔

بَابُ قَوْلِہٖ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ ـــــ وَقَوْلُہٗ آخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ آخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ص ۶۷۴

تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ بس اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو بیشک اللہ فاسقوں سے راضی نہیں ہوتا ـــــ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی گناہ کا اعتراف کیا نیک عمل کے ساتھ برے عمل ملائے۔ عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۲۷۸ حَدَّثَنَا سَمُرَۃُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا اَتَانِی اللَّیْلَۃَ آتِیَانِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور

فَانۡبَعَثَانِیۡ فَانۡتَھَیۡنَا اِلٰی مَدِیۡنَۃٍ مَبۡنِیَّۃٍ بِلَبِنِ ذَھَبٍ وَلَبِنِ فِضَّۃٍ

انھوں نے مجھے اٹھایا ہم ایک ایسے شہر میں پہونچے جو سونے کی اینٹ اور چاندی کی

فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطۡرٌ مِّنۡ خَلۡقِھِمۡ کَاَحۡسَنِ مَا اَنۡتَ رَاءٍ وَشَطۡرٌ

اینٹ سے بنا ہوا تھا اب ہماری ملاقات ایسے لوگوں سے ہوئی کہ ان کا آدھا دھڑ بہترین

کَاَقۡبَحِ مَا اَنۡتَ رَاءٍ قَالَا لَھُمۡ اِذۡھَبُوۡا فَقَعُوۡا فِیۡ ذٰلِکَ النَّھۡرِ فَوَقَعُوۡا

خوبصورت تھا اور آدھا بدترین بدصورت ۔ ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا جاؤ اور اس

فِیۡہِ ثُمَّ رَجَعُوۡا اِلَیۡنَا قَدۡ ذَھَبَ ذٰلِکَ السُّوۡءُ عَنۡھُمۡ فَصَارُوۡا فِیۡ

نہر میں غوطہ لگاؤ انھوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا پھر لوٹے تو ان کی بدصورتی جا چکی

اَحۡسَنِ صُوۡرَۃٍ قَالَا لِیۡ ھٰذِہٖ جَنَّۃُ عَدۡنٍ وَھٰذَاکَ مَنۡزِلُکَ

تھی اور بہت خوبصورت ہو گئے تھے ان دونوں نے مجھ سے کہا یہ جنت عدن ہے اور

قَالَا اَمَّا الۡقَوۡمُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا شَطۡرٌ مِّنۡھُمۡ حَسَنٌ وَّشَطۡرٌ مِّنۡھُمۡ قَبِیۡحٌ

یہ آپ کی جگہ ہے اور وہ لوگ جو آدھے خوبصورت تھے اور آدھے بدصورت یہ وہ لوگ ہیں جنھوں

فَاِنَّھُمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ ۔

نے اچھے عمل کو برے کے ساتھ ملایا اللہ نے ان سے درگذر فرمایا ۔

تشریحات ۲۲۷۶ اس حدیث کے کچھ حصے کتاب الصلوٰۃ، جنائز، بیوع، جہاد، صلوٰۃ اللیل، بدء الخلق احادیث الانبیاء میں گذر چکے ہیں ۔ یہاں چونکہ مکمل تھی اس لئے ذکر کر دیا ۔ اپنے اپنے مقام پر سب کی شرح ہو چکی ہے ۔

بَابُ قَوۡلِہٖ لَقَدۡ جَاءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۔ ص ۶۷۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے ۔ جن پر گراں ہے وہ بات جو تمہیں مشقت میں ڈالے تمہاری خیر خواہی کے خواہشمند ہیں اور مومنوں پر بہت مہربان ۔

سُوۡرَۃُ یُوۡنُس ص ۶۷۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ آیت مکی ہے، البتہ چند آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مکی ہیں یا مدنی ۔ اس میں ایک سو نو آیتیں ہیں ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاخْتَلَطَ فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ پانی کے سبب زمین کے نباتات اگ آئے، کی تفسیر میں فرمایا کہ پانی کے ساتھ ہر قسم کے نباتات اگے ــــ رنگ برنگ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ وَهُوَ الْغَنِيُّ ــ
ان لوگوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا وہ پاک ہے اور بے پرواہ ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اِنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ وَيُقَالُ تِلْكَ آيَاتُ يَعْنِي هٰذِهِ اَعْلَامُ الْقُرْآنِ ــ
اور زید بن اسلم نے کہا کہ "قدم صدق" سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور مجاہد نے کہا ہر بھلائی۔ ــــ آیات سے مراد قرآن میں مذکور نشانیاں ہیں ــــ

حدیث ۲۲۷۷

اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ
حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

كَانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ
اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو عہد رسالت میں وحی لکھتے تھے کہ ابوبکر

وَعِنْدَهٗ عُمَرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ
نے اہل یمامہ کے قتل کے موقع پر مجھے بلایا اور ان کے پاس عمر بھی تھے ابوبکر

اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ
نے کہا عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں لوگ بہت قتل

فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ اِلَّا اَنْ تَجْمَعُوْهُ وَاِنِّيْ لَاَرٰى
ہوگئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مختلف جنگوں میں قرار اسی طرح ہوتے رہے تو قرآن کریم

اَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ
کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا اب یہی ضروری ہے کہ تم لوگ قرآن کو جمع کرو اور میری

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ
رائے قرآن جمع کرنے کی ہے ابوبکر نے عمر سے کہا میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ

يُرَاجِعُنِيْ فِيْهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِيْ وَرَاَيْتُ الَّذِيْ
علیہ وسلم نے نہیں کیا اس پر عمر نے کہا بخدا یہ بہتر ہے عمر مسلسل اپنی بات کہتے رہے یہاں تک

رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ

کہ اللہ نے اس کے لئے میرے سینے کو کھول دیا اور میری رائے بھی وہی

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ

ہے جو عمر کی ہے اور عمر وہاں بیٹھے تھے کچھ بول نہیں رہے تھے ابو بکر نے مجھ سے

الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ

کہا تم جوان ذہین ہو اور ہم تم کو متہم نہیں جانتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي

کے لئے وحی لکھتے تھے قرآن کو تلاش کرو اور جمع کرو، بخدا اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کے ہٹانے

بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صَلَّى

کا حکم دیتے تو قرآن جمع کرنے سے بھاری نہ ہوتا میں نے کہا آپ صاحبان ایسا

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ

کام کیوں کرتے ہیں جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس پر ابو بکر نے

حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللَّهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

کہا یہ بخدا بہتر ہے میں ان سے بار بار اپنی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس

فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ

کام کے لئے مجھے انشراح صدر عطا فرمایا جس کے لئے ابو بکر و عمر کو انشراح صدر عطا فرمایا

وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ

تھا اور میں اٹھا میں نے قرآن کو تلاش کیا میں قرآن کو کپڑوں کے ٹکڑوں اور شانے

خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا یہاں تک

مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ إِلَى آخِرِهَا

کہ میں نے سورہ توبہ کی اخیر دو آیتیں خزیمہ انصاری کے پاس پایا ان کے علاوہ

وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ

کسی اور کے پاس نہیں پایا ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم سے

اللّٰہُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَۃَ بِنْتِ عُمَرَ

آخر تک، میرے لکھے ہوئے صحیفے ابو بکر کی زندگی بھر ان کے پاس رہا یہاں تک کہ

تَابَعَہٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَاللَّیْثُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ وَ

اللہ نے ان کو وفات دی پھر عمر کے پاس رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو وفات

قَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ وَ

دی پھر ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ حضرت ابن شہاب زہری ہی سے بطریق

قَالَ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ الْاَنْصَارِیِّ وَقَالَ مُوْسٰی عَنْ اِبْرَاھِیْمَ حَدَّثَنَا

موسیٰ جو روایت ہے اس میں خزیمہ کے بجائے ابو خزیمہ ہے، تیسری روایت میں

ابْنُ شِہَابٍ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ وَتَابَعَہٗ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ

شک ہے کہ خزیمہ ہے یا ابو خزیمہ۔

اَبِیْہِ وَقَالَ اَبُوْ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ وَقَالَ مَعَ خُزَیْمَۃَ اَوْ اَبِیْ

خُزَیْمَۃَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

تشریحات ۲۲۷۷ قرآن مجید کے جمع کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے صحیح اور راجح یہ ہے کہ وہ صحابی جن کے پاس سورۂ توبہ کی اخیر دونوں آیتیں تھیں ابو خزیمہ انصاری ہیں

وَمِثْلُہٗ حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِھِمْ ـــ اسی کے مثل یہ ارشاد ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ تم کو لے کر چلتی ہیں۔ بِھِمْ سے مراد بکم ہے۔ یعنی اس آیت میں التفات عن الخطاب الی الغیبت ہے ـــ دَعْوٰھُمْ دُعَاؤُھُمْ ـــ دعویٰ بمعنی دعا ہے اُحِیْطَ بِھِمْ وَدَنَوْا مِنَ الْھَلَکَۃِ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ ـــ مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ہلاک کے قریب پہونچ گئے تھے ان کے گناہوں نے انھیں گھیر لیا تھا ـــ فَاَتْبَعَھُمْ وَاتَّبَعَھُمْ وَاحِدٌ فَاَتْبَعَ اور اِتَّبَعَ ایک ہی معنی میں ہے ـــ عَدْوًا مِنَ الْعُدْوَانِ۔ عَدْوٌ عدوان سے مشتق ہے ـــ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ قَوْلُ الْاِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ اِذَا غَضِبَ اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ وَالْعَنْهُ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ لَاَهْلَكَ مَنْ دُعِيَ اِلَيْهِ وَلَاَمَاتَهٗ ــــــ اور اگر اللہ لوگوں پر برائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں، انسان کا غصہ کی حالت میں اپنی اولاد اور مال کے بارے میں کہنا اے اللہ! اس کے لئے اس میں برکت نہ دے اور اسے اپنی رحمت سے دور کردے، تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا یعنی جس پر بددعا کی گئی وہ ہلاک ہوگیا ہوتا اور مرگیا ہوتا ــــــ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى مِثْلُهَا حُسْنٰى وَزِيَادَةٌ مَغْفِرَةٌ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِهٖ ــــــ یعنی نیکو کاروں کو نیک کام کے بدلے اچھی جزا ملے گی اور زیادتی ملے گی یعنی مغفرت، امام مجاہد کے علاوہ دوسرے نے کہا زیادۃ سے مراد رویت باری ہے۔ اَلْكِبْرِيَاءُ اَلْمُلْكُ۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ص۶۷۷

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب وہ غرقاب ہونے لگا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ خبر ملی کہ فرعون انھیں قتل کرنے کا قطعی ارادہ کر چکا ہے تو بحکم الٰہی مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر شام کی طرف ہجرت کے ارادے سے چلے، بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ بیس ہزار تھی، بیچ میں بحر قلزم حائل تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی دریا پر اپنا عصا مارا جس سے سمندر میں بارہ راستے بن گئے، بیچ بیچ میں سے پانی ہٹ گیا، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے، ہر قبیلہ ایک ایک راستے سے گذرنے لگا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع لشکر بحر قلزم کے بیچ میں پہونچے تو فرعون مع اپنے لشکر کے سمندر کے کنارے پہونچ چکا تھا، فرعون کے ساتھ ستر کمانڈر تھے اور ہر کمانڈر کے تحت ستر ہزار فوج تھی، سمندر کے کنارے پہونچ کر جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ عظیم معجزہ دیکھا تو مبہوت ہو کر رک گیا آگے بڑھنے کی اس کی ہمت نہ ہوئی، بحکم ایزدی حضرت جبرئیل امین گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے نمودار ہوئے جسے دیکھ کر فرعون کا گھوڑا اس کے قابو سے باہر ہو کر آگے بڑھ گیا جس کے پیچھے پیچھے تمام لشکران بارہ راستوں سے دریا کے اندر آگیا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بعافیت سمندر کے دوسرے کنارے پہونچ گئے اور فرعون مع لشکر بیچ دریا میں پہونچا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور بنی اسرائیل کے سمندر پار ہوتے ہی سمندر کا پانی مل گیا فرعون اور اس کا پورا لشکر غرقاب ہوگیا جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے ایمان کا اقرار کیا مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ اس لئے رد کر دیا گیا۔ فرمایا گیا۔ آلْاٰنَ

وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ـــــ کیا اب ؟ اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا سورۂ یونس آیت ۹۱ ۔

نُنَجِّیْكَ نُلْقِیْكَ عَلٰی نَجْوَۃٍ مِنَ الْاَرْضِ وَھُوَ النَّشْزُ الْمَکَانُ الْمُرْتَفِعُ ۔ ہم تمہارے جسم کو کسی اونچی جگہ پر ڈال دیں گے ۔ نجوہ کے معنی اونچی جگہ کے ہیں ـــــ علماء تفسیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو ان کے ہلاکت کی خبر دی تو بعض بنی اسرائیل کو شبہ رہا اور اس کی عظمت اور ہیبت جو ان کے قلوب میں تھی اس کے باعث انھیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا ، بامر الٰہی دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچانا ۔

سُوْرَۃُ ھُوْدٍ

ص ۶۷۷

سورۂ ہود مکی ہے البتہ دو آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے اس میں ایک سو تیئس ۱۲۳ آیتیں ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

قَالَ اَبُوْمَیْسَرَۃَ الْاَوَّاہُ الرَّحِیْمُ بِالْحَبْشِیَّۃِ ۔ اوّاہ کے معنی حبشی زبان میں مہربان کے ہیں اور حضرت ابن عباس وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِیَ الرَّأْیِ مَاظَھَرَ لَنَا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ بادی الرّار کے معنی بیوقوف لوگ ۔ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلْجُوْدِیُّ جَبَلٌ بِالْجَزِیْرَۃِ ۔ جودی جزیرے میں ایک پہاڑ کا نام ہے ۔

دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے دوآبے کو عرب والے جزیرہ کہتے ہیں ، جودی پہاڑ نہاوند کے قریب ہے " تین پہاڑوں کو اللہ عزوجل نے تین انبیاء کرام سے فضیلت بخشی ، جودی کو حضرت نوح علیہ السلام سے کہ ان کی کشتی جودی پر ٹھہری ، طور کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اور حرا کو جس کو جبل نور بھی کہا جاتا ہے ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اسی پہاڑ پر شق صدر ہوا اور اسی کے غار میں قبل نبوت خلوت گزیں ہوئے اور یہیں سے نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا ۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ یَسْتَھْزِءُوْنَ بِہٖ ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اسے کہا ، بیشک تمہیں عقلمند ہو ، وہ لوگ ان کا استہزا کرتے تھے ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَقْلِعِیْ اَمْسِکِیْ ـــــ اور حضرت ابن عباس نے کہا اقلعی کے معنی یہ ہیں اے آسمان اپنی بارش روک دے ـــــ عَصِیْبٌ شَدِیْدٌ ـــــ عصیب کے معنی سخت ـــــ لَاجَرَمَ بَلٰی ـــــ کوئی جرم نہیں ٹھیک ہے ـــــ وَفَارَ التَّنُّوْرُ نَبَعَ الْمَاءُ ـــــ تنور سے پانی ابلا ـــــ وَقَالَ عِکْرِمَۃُ وَجْہُ الْاَرْضِ ـــــ اور عکرمہ نے کہا کہ تنور روئے زمین کو کہتے ہیں یعنی حضرت مجاہد یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تنور سے مراد کوئی مخصوص تنور نہیں بلکہ سطح زمین مراد ہے جس کے ہر حصہ سے پانی ابلا لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایک مخصوص تنور ہے ۔ مشہور ہے کہ کوفے میں تھا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جہاں اب کوفے کی مسجد ہے وہاں کشتی بنائی تھی اسی کے قریب

تنور بھی تھا۔ حضرت علی اور حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالی عنہما اور مقاتل نے کہا اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا تنور ہے جو شام میں تھا۔

بَابٌ اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ صـ ۶۷۷

سنو وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں کہ اللہ سے پردہ کریں سنو جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ وَحَاقَ نَزَلَ يَحِيْقُ يَنْزِلُ ـــ اترا یا اترتا ہے ـــ يَئُوْسٌ فَعُوْلٌ مِنْ يَئِسْتُ ـــ مایوس ہونے والا ـــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَبْتَئِسْ تَحْزَنْ ـــ غم کرتا ہے ـــ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ ـــ حق کے بارے میں شک و شبہ کرنا ـــ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ مِنَ اللّٰهِ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ـــ تاکہ اللہ سے چھپائیں اگر ان سے ہو سکے ـــ

۲۲۸۸ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ

حدیث محمد بن عباد جعفر نے کہا کہ انھوں نے ابن عباس کو یہ پڑھتے ہوئے سنا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقْرَاُ اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنِيْ صُدُوْرُهُمْ قَالَ سَاَلْتُهٗ

اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنِيْ صُدُوْرُهُمْ تو میں نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا

عَنْهَا فَقَالَ اُنَاسٌ كَانُوْا يَسْتَحْيُوْنَ اَنْ يَّتَخَلَّوْا فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ

تو انھوں نے فرمایا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کرتے وقت تنہائی میں بھی کھلے آسمان کے نیچے

وَاَنْ يُّجَامِعُوْا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذٰلِكَ فِيْهِمْ۔

قضائے حاجت کرنے سے کتراتے تھے اور کھلے آسمان کے نیچے جماع کرنے سے بھی تو ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۲۲۸۹ قَالَ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلَا اِنَّهُمْ

حدیث عمرو نے کہا ابن عباس نے یوں پڑھا اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ

يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ عَلٰى حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ۔

حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْتَغْشُوْنَ يُغَطُّوْنَ رُءُوْسَهُمْ ـــ اپنے سروں کو ڈھانک لیتے تھے کپڑوں سے ـــ سِيْءَ بِهِمْ سَاءَ ظَنُّهٗ بِقَوْمِهٖ ـــ قوم کے ساتھ وہ بدگمان

ہوا ــــ وَضَاقَ بِہٖ ذَرْعًا بِاَضْیَافِہٖ ــــ مہمانوں کے آنے سے وہ دل تنگ ہوئے ۔ یعنی جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس عذاب کے فرشتے خوبصورت بے ریش وبرودت لڑکوں کی شکل میں ان کے گھر آئے تو اپنی قوم کی عادت بد کی وجہ سے انھیں گرانی خاطر ہوئی اور وہ دل تنگ ہوئے ورنہ وہ نبی تھے مہمانوں کی آمد سے خوش ہوتے نہ کہ تنگدل ــــ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّیْلِ بِسَوَاءٍ ۔ یعنی رات کی تاریکی میں ــــ وَقَالَ مُجَاہِدٌ اُنِیْبُ اَرْجِعُ ــــ میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ صـ۶۷۷ اور اس کا عرش پانی پر تھا ۔

حدیث ۲۲۸۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بنی آدم خرچ کر میں تجھے عطا کروں گا
وَقَالَ یَدُ اللّٰہِ مَلْاٰی لَا تَغِیْضُھَا نَفَقَۃٌ سَحَّاءُ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَقَالَ
اور فرمایا اللہ کا دست قدرت بھرا ہوا ہے رات و دن خرچ کرنا اسے ختم نہیں کرے گا ۔
اَرَاَیْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَغِضْ مَا
اور فرمایا کیا تم جانتے ہو اس نے کیا خرچ فرمایا جب سے آسمان وزمین بنایا پھر بھی جو اس کے قبضہ میں ہے
فِیْ یَدِہٖ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ وَبِیَدِہِ الْمِیْزَانُ یَخْفِضُ وَیَرْفَعُ عِلٰہ
اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور اس کا عرش پانی پر ہے اور اسی کے ہاتھ میں میزان جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے ۔

اِعْتَرَاکَ ۔ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُہٗ اَیْ اَصَبْتُہٗ وَمِنْہُ یَعْرُوْہُ ــــ وَاعْتَرَانِیْ ۔ تجھ پر جھپٹ پہونچی یہ باب افتعال سے آتا ہے اس کا مادہ عَرْوٌ ہے یَعْرُوْہُ ۔ وَاعْتَرَانِیْ آتا ہے ۔

آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اَیْ فِیْ مُلْکِہٖ وَسُلْطَانِہٖ ــــ اس کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے ۔ یعنی اس کی حکومت میں ہے ۔

عَنِیْدٌ وَعَنُوْدٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ ۔ وھُوَ تَاکِیْدُ التَّجَبُّرِ ــــ یہ تینوں ایک معنی میں ہیں ۔ زیادہ سرکشی کرنے والے ــــ اِسْتَعْمَرَکُمْ ۔ جَعَلَکُمْ عُمَّارًا اَعْمَرْتُہُ الدَّارَ فَھِیَ عُمْرٰی ۔

عــہ کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء صـ۱۱۰۳ باب قول اللہ لما خلقت بیدی صـ۱۱۰۲ المنفقات باب فضل النفقۃ علی الاھل ۔ صـ۸۰۵ کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ صـ۱۱۱۶ نسائی تفسیر ۔

جَعَلتُھَالَہٗ ـــ ہم نے تم کو اس میں بسایا۔ کہتے ہیں ـــ اَعْمَرْتُہُ الدَّارَ ـــ میں نے اس کو گھر عمر بھر رہنے کے لئے دیا ـــ نکرھُمْ وَاَنْکَرَھُمْ وَاسْتَنْکَرَھُمْ وَاحِدٌ ـــ انھیں ناگوار جانا ـــ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ کَانَّہٗ فَعِیْلٌ مِنْ مَاجِدٍ مَحْمُوْدٌ مِنْ حَمِدَ ـــ مجید ماجد سے اور حمید حمد سے صفت مشبہ ہے۔ بزرگ تعریف کیا ہوا ـــ سِجِّیْلٍ۔ الشَّدِیْدُ الْکَبِیْرُ ـــ سِجِّیْلٌ وَسِجِّیْنٌ وَاللَّامُ وَالنُّوْنُ اُخْتَانِ وَقَالَ تَمِیْمُ ابْنُ مُقْبِلٍ ـــ وَرَجْلَۃٍ یَضْرِبُوْنَ الْبَیْضَ۔ ضَاحِیَۃً۔ ضَرْبًا۔ تَوَاصٰی بِہِ الْاَبْطَالُ سِجِّیْنًا ـــ سجیل کے معنی سخت بڑے کے ہیں۔ سجین اور سجیل کے ایک ہی معنی ہیں۔ تمیم بن مقبل نے کہا۔ اور بہت سے پیادے ہیں جو مارتے ہیں خود پر چاشت کے وقت سخت مار جس کی وجہ سے بڑے بڑے بہادر ایک دوسرے سے وصیت کرنے لگتے ہیں۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اِلٰی اَھْلِ مَدْیَنَ لِاَنَّ مَدْیَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُہٗ وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ سَلِ الْعِیْرَ یَعْنِیْ اَھْلَ الْقَرْیَۃِ وَالْعِیْرِ۔ اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا مدین سے مراد اہل مدین ہیں اس لئے کہ مدین شہر ہے اور اسی کے مثل ہے اس بستی سے پوچھو اور قافلے سے پوچھو یعنی بستی والوں اور قافلے والوں سے پوچھو۔

وَرَاءَکُمْ ظِھْرِیًّا یَقُوْلُ لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَیْہِ وَیُقَالُ اِذَا لَمْ یَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَہٗ ظَھَرْتَ بِحَاجَتِیْ وَجَعَلْتَنِیْ ظِھْرِیًّا وَالظِّھْرِیُّ ھٰھُنَا اَنْ تَاْخُذَ مَعَکَ دَابَّۃً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْھِرُ بِہٖ ـــ اور تم نے اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ یہ اس موقع پر کہتے ہیں جب تم اس کی طرف توجہ نہ کرو۔ جب کوئی شخص کسی کی حاجت پوری نہیں کرتا تو وہ کہتا ہے تونے میری حاجت کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا ـــ تونے مجھے پیٹھ پیچھے کر دیا ـــ اور ظہری یہاں اس معنی میں ہے کہ تم اپنے ساتھ کوئی فاضل چوپایہ یا برتن لے لو۔ جس سے بوقت ضرورت کام لو ـــ اَرَاذِلُنَا سُقَّاطُنَا ـــ ہمارے نیچے لوگ ـــ اِجْرَامِیْ ھُوَ مَصْدَرٌ مِنْ اَجْرَمْتُ وَبَعْضُھُمْ یَقُوْلُ جَرَمْتُ ـــ اجرامی اجرمت کا مصدر ہے اور بعضوں نے کہا جرمت کا ـــ اَلْفُلْکُ وَالْفَلَکُ وَاحِدٌ وَجَمْعٌ وَھِیَ السَّفِیْنَۃُ وَالسُّفُنُ ـــ فلک واحد و جمع دونوں آتا ہے۔ کشتی اور کشتیوں کے معنی میں ـــ مَجْرَاھَا مَوْقِفُھَا وَھُوَ مَصْدَرُ اَجْرَیْتُ۔ مجراہا، اجریت کا مصدر ہے ـــ ہندوستانی نسخہ میں مجراہا کی تفسیر موقفہا سے کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ درست نہیں عام نسخوں میں مدفعہا ہے اور یہی صحیح ہے۔ مراد چلانا ہے یا راستہ ـــ وَاَرْسَیْتُ حَبَسْتُ وَیُقْرَاُ مَرْسَاھَا مِنْ رَسَتْ ھِیَ وَمَجْرَاھَا مِنْ جَرَتْ ھِیَ ـــ اَرْسَیْتُ کا معنی ہے میں نے روکا۔ اور ایک قرأت مرساہا ہے یہ رست کا مصدر ہے ـــ وَمُجْرِیْھَا وَمُرْسِیْھَا مِنْ فُعِلَ بِھَا الرَّاسِیَاتُ الثَّابِتَاتُ ـــ اور مجرلہا ہے یہ جرت کا مصدر ہے ـــ وَمُجْرِیْھَا وَمُرْسِیْھَا ـــ اس کا چلانے والا اور روکنے والا ـــ اَلرَّاسِیَاتُ ـــ اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَكَذَالِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ صـ ۶۷۸

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور ایسی ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب بستی والوں کی گرفت کرے جبکہ وہ ظالم ہوں۔ بیشک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ الْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهُ أَعَنْتُهُ۔ مدد جو کی گئی کہتے ہیں رَفَدْتُهُ میں نے اس کی مدد کی ــــ تَرْكَنُوْا تَمِيْلُوْا ــــ تم لوگ جھکو ــــ فَلَوْلَا كَانَ فَهَلَّا كَانَ ــــ کیوں نہیں ہوا ــــ أُتْرِفُوْا أُهْلِكُوْا ــــ ہلاک کردیے گئے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ ــــ سخت آواز اور ہلکی آواز۔

حدیث ۱۲۲۸

عَنْ أَبِيْ مُوْسَىٰ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذَالِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ پھر حضور نے تلاوت فرمائی ایسی ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب بستی والوں کو گرفت میں لیتا ہے جب وہ ظلم کرنے والے ہوں بیشک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ۔ صـ ۶۷۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک نماز دن کے دونوں کناروں میں قائم کرو اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اور یہ یاد دہانی ہے یاد رکھنے والوں کیلئے۔

وَزُلَفًا سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ وَمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ اَلزُّلَفُ مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ وَأَمَّا زُلْفٰى زلفا کا معنی کچھ ساعتوں کے بعد ساعتیں اسی سے مزدلفہ نام رکھا گیا ہے۔ زُلَفٌ کے معنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل فَمَصْدَرٌ مِّنَ الْقُرْبٰى إِزْدَلَفُوْا إِجْتَمَعُوْا أَزْلَفْنَا جَمَعْنَا لیکن زلفی یہ مصدر ہے قربیٰ سے یعنی معنی میں قربیٰ کے ہے۔ اِزْدَلَفُوْا کے معنی اکٹھا ہوئے۔ اَزْلَفْنَا کے معنی ہم نے جمع کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ يُوْسُفَ صـ ۶۷۸

یہ سورت مکی ہے سوائے چار آیتوں کے جو مدنی ہیں

اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں تین ابتدائی آیتیں اور ایک لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ـــــ اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ مُتَّكَأً اَلْأُتْرُنْجُ وَقَالَ فُضَيْلٌ اَلْأُتْرُنْجُ بِالْحَبَشِيَّةِ مُتْكًا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُجَاهِدٍ مُتَّكَأً كُلُّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّينِ ـــــ مجاہد سے روایت ہے مُتَّكَأً کا معنی اترنج ہے اور فضیل نے کہا اترنج حبشی زبان میں مُتْكًا کو کہتے ہیں۔ امام مجاہد ہی سے ایک روایت ہے مُتَّكَأً ہر وہ چیز ہے جو چھری سے کاٹی جائے ـــــ سورۂ یوسف میں فرمایا تھا۔ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً ـــــ اور زلیخا نے مصر کی عورتوں کے لئے مسندیں تیار کیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں مُتَّكَأً سے مراد مسندیں ہیں مگر مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد لیموں ہے ـــــ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو چھری سے کاٹی جائے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ لَذُوْ عِلْمٍ عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ ذو علم سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم باعمل ہے ـــــ

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ صُوَاعٌ الْمَكُّوكُ الْفَارِسِيُّ الَّذِي يَلْتَقِي طَرَفَاهُ كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ ـــــ صُواع کو فارسی میں مکوک کہتے ہیں جس کے اوپر کا حصہ تنگ ہوتا تھا جس میں عجمی پیتے تھے ـــــ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُفَنِّدُوْنَ تُجَهِّلُوْنَ ـــــ تم لوگ مجھے نادان نہ بتاؤ ـــــ وَقَالَ غَيْرُهُ غَيَابَةٌ كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ ـــــ جو چیز تیری چیز کو غائب کر دے وہ غیابت ہے ـــــ

وَالْجُبُّ الرَّكِيَّةُ الَّتِي لَمْ تُطْوَ ـــــ رکیۃ کے معنی کچا کنواں ـــــ بِمُؤْمِنٍ لَنَا بِمُصَدِّقٍ لَنَا۔ ہم پر یقین کرنے والا ـــــ أَشُدَّهُ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي النُّقْصَانِ يُقَالُ بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغُوا أَشُدَّهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَاحِدُهَا ـــــ شَدٌّ۔ اَشُدٌّ۔ عمر کی اس حد کو کہتے ہیں کہ ڈھلنی نہ شروع ہو اور بعضوں نے کہا اس کا واحد شَدٌّ ہے ـــــ وَالْمُتَّكَأُ مَا اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ أَوْ لِحَدِيثٍ أَوْ لِطَعَامٍ وَأَبْطَلَ الَّذِي قَالَ الْأُتْرُنْجُ وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْأُتْرُنْجُ فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّهُ الْمُتَّكَأُ مِنْ نَمَارِقَ فَرُّوا إِلَى أَشَرَّ مِنْهُ فَقَالُوا إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةَ التَّاءِ وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ وَمِنْ ذٰلِكَ قِيلَ لَهَا مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ فَإِنْ كَانَ ثَمَّ الْأُتْرُنْجُ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَأِ ـــــ

مُتَّكَأ، وہ چیز ہے جس پر پینے یا بات کرنے یا کھانے کے لئے ٹیک لگایا جائے۔ اور جس نے یہ کہا تھا کہ متکاء کا معنی لیموں ہے اس کو انھوں نے غلط قرار دیدیا اور کلام عرب میں اترنج آیا ہی نہیں جب یہ دلیل قائم کر دی کہ یہ مسند ہے تو اس سے بدتر کی طرف انھوں نے فرار اختیار کیا اور کہا یہ مُتک ہے تا ساکنہ حالانکہ مُتک شرمگاہ کے کنارے کو کہتے ہیں اسی لئے عورت کو مُتکاء کہا جاتا ہے اور مرد کو ابن المُتکاء۔ پس اگر وہاں لیموں تھا تو مسند کے بعد تھا ـــــ

شَغَفَهَا يُقَالُ إِلَى شَغَافِهَا وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا وَأَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوفِ ۔۔۔۔۔
شَغَفَهَا ۔ کے معنی یہ ہے کہ اس کے دل کے پردے تک پہونچ گئی تھی لیکن شعفہا کے معنی ہیں محبت میں دیوانہ ہونا ۔۔۔۔ أَصْبُ أَمِلْ ۔۔۔۔ میں جھکوں ۔۔۔۔ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ مَا لَا تَأْوِيلَ لَهُ وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَمَا أَشْبَهَهُ وَمِنْهُ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا لَا مِنْ قَوْلِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَاحِدُهَا ضِغْثٌ ۔۔۔۔ ایسا خواب جس کی تاویل نہیں اور ضغث کے معنی ایک مٹھا گھاس وغیرہ اسی سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے ۔ اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو یہ اضغاث احلام سے نہیں، اس کا واحد ضغث ہے ۔۔۔۔

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ضغث کے دو معنی ہیں ایک گھاس وغیرہ کا مٹھا دوسرے لایعنی بات، سورۂ یوسف میں جو فرمایا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ اس سے مراد ایسے خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں، اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں جو آیا ہے خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا ۔۔۔۔ اس سے مراد تنکوں کا مٹھا ہے ۔۔۔۔ نَمِيرُ مِنَ الْمِيرَةِ ۔۔۔۔ غلہ لائیں گے ہم ۔۔۔۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ مَا يَحْمِلُ بَعِيرٌ ۔۔۔۔ اور ہم ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے ۔۔۔۔ آوَى إِلَيْهِ ضَمَّ إِلَيْهِ ۔۔۔۔ اپنے سے چپکا لیا ۔۔۔۔ السِّقَايَةُ مِكْيَالٌ ۔۔۔۔ غلہ ناپنے کا پیمانہ ۔۔۔۔ تَفْتَؤُ لَا تَزَالُ ۔۔۔۔ ہمیشہ ۔۔۔۔ حَرَضًا مُحْرَضًا يُذِيبُكَ الْهَمُّ ۔۔۔۔ غم آپ کو گھلا دیگا ۔۔۔۔ تَحَسَّسُوا تَخَبَّرُوا ۔۔۔۔ تلاش کرو ۔۔۔۔ مُزْجَاةٍ قَلِيلَةٍ تھوڑی ۔۔۔۔ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ ۔۔۔۔ اللہ کے عذاب سے غاشیہ اس سزا کو کہتے ہیں جو سب کے لئے عام ہو ۔۔۔۔

بَابُ قَوْلِهِ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ

جس عورت کے گھر میں وہ تھے اس نے انھیں اپنی طرف لبھایا اور دروازہ بند کر دیا اور کہا آؤ ۔۔۔۔

ص ۶۸۰

قَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحَوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ ۔ عکرمہ نے کہا ہیت لک ۔ حورانی لغت کا لفظ ہے اس کے معنی ھلم کے ہیں یعنی آؤ ۔۔۔۔ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ ۔۔۔۔ اور ابن جبیر نے کہا اس کے معنی ہیں آؤ ۔۔۔۔

۲۲۸۲ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا ۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے یوں تلاوت کی قَالَتْ هَيْتَ لَكَ اور فرمایا جیسی مجھے تعلیم دی گئی ہے ویسی ہی میں اسے پڑھتا ہوں ۔

تشریحات ۲۲۸۲ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ میں قرائتیں مختلف ہیں اور خود حضرت عبد اللہ بن مسعود ہی سے تین قرائتیں مروی ہیں ایک هَيْتَ لَكَ یعنی ہ اور ت دونوں کو فتحہ دوسرے هَيْتُ، ت کو ضمہ اور تیسرے ہا کو کسرہ هِيْتَ ۔ جب ان سے عرض کیا گیا آپ ایسے کیوں پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا مجھے اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔

اقول وھو المستعان ۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تینوں قرائتیں مروی ہیں لیکن خاص یہ روایت جو بخاری میں مذکور ہے۔ هَيْتَ لَكَ کے ساتھ ہے یعنی یہ جو فرمایا ایسا مجھ کو سکھایا گیا اور میں پڑھتا ہوں ہ کے فتحہ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ مسند عبد بن حمید میں بطریق وائل مروی ہے، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ اقوی ہے۔ مَثْوَاهُ مُقَامُهُ وَأَلْفَيَا وَجَدَا ۔ ان دونوں نے پایا۔ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ وَأَلْفَيْنَا ۔ انھوں نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُوْنَ ۔

تشریحات یہ آیت سورۂ صافات کی ہے اس کے پہلے تھا۔ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۔ بیشک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا بلکہ تمہیں اچنبا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں۔ کفار مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے اس پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ ہم نے تم کو مٹی ہی سے پیدا فرمایا تو جب ایک بار ہم نے تم کو مٹی سے بنایا تو دوبارہ بنانے میں کیا اشکال ہے اس واضح برہان کے ہوتے ہوئے تم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیسے بے عقل ہیں اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے اور وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اس آیت کو یہاں امام بخاری نے کس مقصد سے ذکر فرمایا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ صرف اس مناسبت سے ذکر فرمایا کہ جیسے قرأت مشہورہ هَيْتَ لَكَ ہے ہ کے فتحہ کے ساتھ مگر حضرت ابن مسعود کی ایک قرأت ہ کے ضمہ کے ساتھ اسی طرح یہاں عَجِبْتَ کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عَجِبْتُ پڑھتے تھے، اس پر اشکال یہ ہے کہ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ مجھے اچنبا آیا، اور اللہ تعالیٰ اچنبے سے منزہ ہے۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ اب یہ متشابہات میں ہوگا اور مراد ایسا تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اقول وھو المستعان ۔ اس کی تاویل یہ کی جا سکتی ہے کہ کفار کے انکار کی سخافت کی تاکید کے لئے اور ان کے عناد اور مکابرہ کو ابلغ وجوہ پر ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی تفسیر جب ان کے پاس قاصد آیا تو فرمایا اپنے مالک کے پاس پھر جاؤ اور اس سے ان عورتوں کا حال پوچھو جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا پروردگار ان کے مکر کو جانتا ہے، اس نے ان عورتوں

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ صـ۶۸ــ سے پوچھا بولو کیا کہتی ہو جب تم نے یوسف کو لبھایا تھا عورتوں نے کہا حاشا للہ۔

وَحَاشَ وَحَاشَا تَنْزِیْہٌ وَّاسْتِثْنَاءٌ ـــــ حاش اور حاشا پاکی ظاہر کرنے اور استثنار کے لئے ہے ـــــ حَصْحَصَ وَضَحَ ـــــ ظاہر ہو گیا۔

سُوْرَۃُ الرَّعْدِ صـ۶۸۰ـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ رعد کے بارے میں اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی کچھ آیتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی ـــ اور اس میں تینتالیس آیتیں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ مَثَلُ الْمُشْرِکِ الَّذِیْ عَبَدَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰہًا غَیْرَہٗ کَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِیْ یَنْظُرُ اِلٰی خَیَالِہٖ فِی الْمَاءِ مِنْ بَعِیْدٍ وَّھُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَنَاوَلَہٗ وَلَا یَقْدِرُ ـــــ فرمایا گیا تھا اس کی مثل اس شخص کے مثل ہے جو اپنی ہتھیلیوں کو پانی تک پھیلائے ہوئے ہے تاکہ منھ تک پانی لے جائے حالانکہ وہ نہیں لے جا سکتا، اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ اس مشرک کی مثل ہے جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بھی پوجا جیسے وہ پیاسا جسے اپنے خیال میں بہت دور پانی نظر آئے اور اسے حاصل کرنا چاہے اور حاصل نہ کر سکے۔

وَقَالَ غَیْرُہٗ سَخَّرَ ذَلَّلَ ـــ تابع کر دیا ـــــ مُتَجَاوِرَاتٌ مُتَدَانِیَاتٌ ـــــ قریب قریب الْمَثُلَاتُ وَاحِدُھَا مَثُلَۃٌ وَّھِیَ الْاَشْبَاہُ وَالْاَمْثَالُ وَقَالَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مَثُلَاتٌ ـ مُثْلَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی ہم شکل ہم جنس کے ہیں، ارشاد فرمایا، مگر ان کے دنوں کے مثل جو گذر گئے ـــــ بِمِقْدَارٍ بِقَدَرٍ ـــ اندازہ ـــ مُعَقِّبَاتٌ مَلَائِکَۃٌ حَفَظَۃٌ تُعَقِّبُ الْاُوْلٰی مِنْھَا الْاُخْرٰی وَمِنْہُ قِیْلَ الْعَقِیْبُ یُقَالُ عَقَّبْتُ فِیْ اِثْرِہٖ ـــــ معقبات سے مراد انسانوں کی حفاظت کرنے والے وہ فرشتے ہیں کہ ایک گروہ کے بعد دوسرے آتے ہیں۔ اسی سے عقیب مشتق ہے کہتے ہیں۔ عُقِّبْتُ فِیْ اِثْرِہٖ ـــــ میں اس کے نشان قدم کے پیچھے آیا ـــــ اَلْمِحَالُ الْعُقُوْبَۃُ ـــ سزا ـــــ کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَاءِ لِیَقْبِضَ عَلَی الْمَاءِ ـــــ جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے تاکہ پانی حاصل کر لے ـــــ رَابِیًا مِنْ رَبَا یَرْبُوْا ـــــ ابھرا ہوا ـــــ وَمَتَاعٍ زَبَدٌ اَلْمَتَاعُ مَا تَمَتَّعْتَ بِہٖ ـ متاع اسے کہتے ہیں جس سے نفع حاصل کرے تو ـــــ جُفَاءً اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ اِذَا غَلَتْ فَعَلَاھَا الزَّبَدُ ثُمَّ تَسْکُنُ فَیَذْھَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَۃٍ فَکَذٰلِکَ یُمَیِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ ـــــ جفاء کے معنی جھاگ ہے جو بہہ جائے بولتے ہیں ـــــ اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ ـــــ جب ہانڈی ابلنے لگے اور اس کے اوپر جھاگ آئے پھر ابال ختم ہو جائے تو جھاگ ختم ہو جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ حق کو باطل

سے تمیز دیتا ہے ـــــ اَلْمِهَادُ اَلْفِرَاشُ ـــ بچھونا ـــ يَدْرَؤُنَ يَدْفَعُوْنَ وَرَأْتُهُ دَفَعْتُهُ ـــ يَدْرَؤُن کے معنی ہیں دور کرتے ہیں ـــ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَىْ يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ـــ یعنی سلام علیکم کہتے ہیں ـــ وَاِلَيْهِ مَتَابِ تَوْبَتِىْ ـــ اشارہ فرمایا کہ متاب مصدر میمی ہے۔ ـــ اَفَلَمْ يَايْئَسْ لَمْ يَتَبَيَّنْ ـــ کیا ظاہر نہیں ہوا ـــ قَارِعَةٌ دَاهِيَةٌ ـــ دہشت میں ڈالنے والی ـــ فَاَمْلَيْتُ اَطَلْتُ مِنَ الْمَلِىِّ وَالْمِلَاوَةِ وَمِنْهُ مَلِيًّا وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيْلِ مِنَ الْاَرْضِ مَلًا مِنَ الْاَرْضِ ـــ فَاَمْلَيْتُ کے معنی ہیں میں نے اس کو دراز کیا اس کا مصدر مَلِیٌّ اور مِلاوہ ہے اسی سے مَلِیّا ہے، لمبی چوڑی زمین کو کہتے ہیں ـــ مَلًا مِنَ الْاَرْضِ ـــ اَشَقُّ اَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ ـــ اشق کے معنی زیادہ سخت ہے ـــ مُعَقِّبٌ مُغَيِّرٌ ـــ بدلنے والا ـــ قَالَ مُجَاهِدٌ مُتَجَاوِرَاتٌ طَيِّبُهَا وَخَبِيْثُهَا السِّبَاخُ ـــ یعنی ان کی اچھی اور بری قابل کاشت اور بنجر زمین، سباخ معنی بنجر زمین ـــ صِنْوَانٌ النَّخْلَتَانِ اَوْ اَكْثَرُ فِىْ اَصْلٍ وَاحِدٍ جڑواں یعنی دو یا دو سے زیادہ کھجور کے تنے ایک جڑ سے نکلے ہوئے ـــ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ وَحْدَهَا ـ ایک جڑ سے ایک تنا ـــ بِمَاءٍ وَاحِدٍ كَصَالِحِ بَنِىْ اٰدَمَ وَخَبِيْثِهِمْ اَبُوْهُمْ وَاحِدٌ ـــ جیسے بنی آدم کے نیک اور بد حالانکہ ان کے باپ ایک ہیں ـــ اَلسَّحَابُ الثِّقَالُ الَّذِىْ فِيْهِ الْمَاءُ ـــ بوجھل بادل جس میں پانی ہے ـــ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ يَدْعُو الْمَاءَ بِلِسَانِهِ وَيُشِيْرُ اِلَيْهِ بِيَدِهِ فَلَا يَاْتِيْهِ اَبَدًا ـــ جیسے اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے پانی کو اپنی زبان سے بلاتا اور اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے مگر وہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں آئے گا ـــ سَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا تَمْلَاُ بَطْنَ وَادٍ ـــ نالے کے پیٹ کو بھر دیتی ہے ـــ زَبَدًا رَابِيًا زَبَدُ السَّيْلِ خَبَثُ الْحَدِيْدِ وَالْحِلْيَةِ ـــ جھاگ اوپرا اوپر زبد کے معنی سیلاب کی جھاگ، لوہے اور زیور کی میل کے ہیں ـــ

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ　　ص ۶۸۱　　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ ابراہیم مکی ہے مگر یہ آیۂ کریمہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا ـ اور اس کے بعد والی آیت ـــ اس میں باون آیتیں ہیں۔

بَابٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَادٍ دَاعٍ ـ　　ہادی سے مراد حق کی دعوت دینے والے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَدِيْدٌ قَيْحٌ وَدَمٌ ـــ مجاہد نے کہا صدید کے معنی پیپ اور خون ـــ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ـ اَيَادِىَ اللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَاَيَّامَهُ ـــ تم پر جو اللہ کے احسان ہیں اس کو یاد کرو ـ اور جن دنوں میں احسان ہوا ہے ـ اس کو یاد کرو ـــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ فِيْهِ ـــ جو کچھ بھی تم مانگو جس کی تمہیں خواہش ہو ـــ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

تَلْتَمِسُوْنَ لَھَا عِوَجًا ـــــ اسمیں کجی تلاش کرتے ہو ـــــ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ اَعْلَمَکُمْ اٰذَنَکُمْ ـــــ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو خبردار کیا ـــــ رَدُّوْا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ ھٰذَا مَثَلُ کَفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِہٖ ـــــ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے مونھوں میں ڈال لیا یعنی جس کے کرنے کا حکم دیا اسے نہیں کیا ـــــ مَقَامِیْ ـ حَیْثُ یُقِیْمُہُ اللّٰہُ بَیْنَ یَدَیْہِ ـــــ جہاں اسے اللہ اپنے حضور کھڑا کرے گا ـــــ مِنْ وَّرَائِہٖ قُدَّامَہٗ لَکُمْ ـــــ مراد یہ ہے کہ اپنے سامنے ـــــ تَبَعًا وَاحِدُھَا تَابِعٌ مِثْلُ غَیَبٍ وَغَائِبٍ ـــــ تَبَعٌ تَابِعٌ کی جمع ہے جیسے غائب کی جمع غَیَبٌ بِمُصْرِخِکُمْ اِسْتَصْرَخَنِیْ اِسْتَغَاثَنِیْ یَسْتَصْرِخُہٗ مِنَ الصُّرَاخِ ـــــ تمہاری فریاد سننے والا ـ اِسْتَصْرَخَنِیْ کے معنی ہیں اس نے میری فریاد سنی ـــــ یَسْتَصْرِخُہٗ ـ یہ صراخ سے بنا ہے ـــــ وَلَا خِلَالَ مَصْدَرُ خَالَلْتُہٗ خِلَالًا وَیَجُوْزُ اَیْضًا جَمْعُ خُلَّۃٍ وَخِلَالٍ ـــــ اور نہ دوستی ہوگی یہ خَالَلْتُہٗ کا مصدر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے خُلَّہ اور خِلَال کی جمع ہو معنی میں دوستی کے ـــــ اِجْتُثَّتْ اِسْتُوْصِلَتْ یعنی اس کو جڑ سے کاٹ دیا۔

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ　　صـ ۶۸۲　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورۃ مکی ہے، اس میں ننانوے آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ اَلْحَقُّ یَرْجِعُ اِلَی اللّٰہِ وَعَلَیْہِ طَرِیْقُہٗ ـــــ صراط سے مراد راہ حق ہے جو اللہ تک پہونچائے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَمْرُکَ لَعَیْشُکَ تیری زندگی کی قسم　قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ اَنْکَرَھُمْ لُوْطٌ ـ انجانے لوگ جنھیں حضرت لوط نے نہیں پہچانا ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ اَجَلٌ ـــــ جس کی میعاد معلوم ہے ـــــ لَوْمَا تَاْتِیْنَا ھَلَّا تَاْتِیْنَا یعنی لَوْمَا تخصیص کے لئے ہے ـــــ شِیَعٌ اُمَمٌ وَالْاَوْلِیَاءُ ـــــ قومیں اور مددگار ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یُھْرَعُوْنَ مُسْرِعِیْنَ ـــــ اور ابن عباس نے فرمایا دوڑتے ہوئے گئے ـــــ لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ لِلنَّاظِرِیْنَ ـــــ دیکھنے والوں کے لئے ـ قَالَ سُکِّرَتْ غُشِّیَتْ ـ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی ـــــ بُرُوْجًا مَنَازِلُ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ـــــ سورج اور چاند کی منزلیں ـــــ لَوَاقِحَ ـ مَلَاقِحَ ـ مُلْقِحَۃً ـــــ حمل والی ـ حَمَاءٌ ـ جماعۃ حَمْأَۃٍ ـ وَھُوَ الطِّیْنُ الْمُتَغَیِّرُ ـــــ حَمَأٌ ـ حمأۃ کی جمع ہے جس کے معنی بودار گارا ـ کیچڑ ـــــ وَالْمَسْنُوْنُ ـ اَلْمَصْبُوْبُ ـــــ سیاہ رنگ ـــــ تَوْجَلْ ـ تَخَفْ ـــــ ڈرتا ہے تو ـ دَابِرٌ آخِرٌ ـــــ دابر کے معنی پچھلا ـ اَلْاِمَامُ ـــــ کُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاھْتَدَیْتَ بِہٖ ـــــ جس کی تو اقتدار کرے ـ جس کا طریقہ اختیار کرے ـ اَلصَّیْحَۃُ اَلْھَلَکَۃُ ـ

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ　　صـ ۶۸۳

اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

۲۲۸۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ام القرآن، سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ص ۶۸۳ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑا بوٹی کر دیا۔

المقسمین الذین حلفوا ومنہ لا اقسم الی اقسم ویقرا لاُقسِم ــــــ یعنی جن لوگوں نے قسم کھائی اور اسی کے مادے سے بنا ہے لَااُقسِمُ جو معنی میں اُقسِمُ کے ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں یعنی اس میں لا زائد ہے۔ ایک قرارت لَاُقسِمُ بھی ہے لام تاکید کے ساتھ ــــــ قاسمھما حلف لھما ولم یحلفالہ ــــــ یعنی شیطان نے حضرت آدم و حوا کے سامنے قسم کھائی ــــــ افادہ ــــــ یہ فرمایا کہ باب مفاعلت مجرد کے معنی میں ہے ــــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقَاسَمُوا تَحَالَفُوا ــــــ امام مجاہد نے فرمایا کہ باب تفاعل میں اس کے معنی تشارک ہے ــــــ

سُورَةُ النَّحْلِ ص ۶۸۳ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سورۂ نحل مکی ہے البتہ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ، سے آخر تک کی آیتیں مدنی ہیں اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ اس سورت میں ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) آیتیں ہیں۔

"رُوحُ الْقُدُسِ جِبْرِيلُ" روح القدس سے مراد جبریل ہیں۔ ارشاد ہے "اسے روح امین نے اتارا" ــــــ فِي ضَيْقٍ يُقَالُ أَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ ــــــ ضَيْقٌ کے معنی تنگی کے ہیں اس میں دو لغتیں ہیں یاء کے سکون کے ساتھ ضَيْقٌ اور یاء کی تشدید کے ساتھ ــ ضَيِّقٌ ــــ جیسے هَيْنٌ اور هَيِّنٌ اور لَيْنٌ اور لَيِّنٌ اور مَيْتٌ اور مَيِّتٌ ــــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا فِي تَقَلُّبِهِمْ اخْتِلَافِهِمْ ــــــ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تقلب سے مراد ان کا شہر بہ شہر آنا جانا ہے ــــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمِيدُ تَكَفَّأُ ــــــ انھیں جھکاتی ہے ــــــ مُفْرَطُونَ مَنْسِيُّونَ ــــ وہ بھلا دیئے جائیں گے ــــــ وَقَالَ غَيْرُهُ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ وَذٰلِكَ أَنَّ الْاِسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ ــــــ اور ان کے علاوہ نے کہا۔ کہ آیۂ کریمہ "جب تو قرآن پڑھے تو اللہ کی پناہ مانگ" میں تقدم و تاخر ہے اس لئے کہ استعاذہ قرارت سے پہلے ہے اور آیت میں قرارت کا ذکر پہلے ہے استعاذہ کے معنی ہیں اللہ کی پناہ لینا۔

لیکن حقیقت میں آیت میں تقدم وتاخر نہیں قرارت سے مراد ارادۂ قرارت ہے اور مجازہ شائع وذائع ہے۔ مثلاً آیت وضو میں فرمایا ــــ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ــــ یعنی جب نماز پڑھنا چاہو تو اپنے چہروں کو دھوو ــــ شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ ــــ اپنے طریقہ پر ــــ قَصْدُ السَّبِيْلِ ــــ اَلْبَيَانُ ــــ بیان کرنا ــــ اَلدِّفْءُ مَا اسْتَدْفَأْتَ ــــ جس سے تو گرمی حاصل کرے ــــ تُرِيْحُوْنَ بِالْعَشِيِّ ــــ شام کرتے ہو ــــ وَتَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ ــــ اور صبح کرتے ہو۔ بِشِقِّ يَعْنِي الْمَشَقَّةَ اَلْاِتْخَوُّفُ تَنَقُّصٌ ــــ نقصان اٹھاکر ــــ اَلْاَنْعَامُ لَعِبْرَةً وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ وَكَذٰلِكَ النَّعَمُ اَلْاَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ ــــ انعام مذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور مونث بھی اور ایسی هِيَ النَّعِيمُ ــــ الانعام نعم کی جمع ہے بمعنی چوپایہ ــــ سَرَابِيْلَ قُمُصٌ ــــ کرتے ــــ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ ــــ جو تم کو گرمی سے بچاتا ہے ــــ واما سرابيل تقيكم بأسكم فانها الدروع ــــ وہ کرتے جو تمہاری لڑائی میں حفاظت کرتے ہیں زرہیں ہیں ــــ دَخَلًا بَيْنَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ ــــ جو چیز درست نہ ہو وہ دخل ہے ــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَفَدَةً مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ ــــ ابن عباس نے کہا آدمی کی اولاد کو حفیظ کہا جاتا ہے ــــ اَلسَّكَرُ مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا ــــ نشہ آور جو حرام ہو ــــ وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ ــــ اچھی روزی وہ ہے جسے اللہ نے حلال فرمایا ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَدَقَةَ اَنْكَاثًا هِيَ خَرْقَاءُ كَانَتْ اِذَا اُبْرِمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ ــــ ٹکڑے ٹکڑے کرنا یہ خرقا نامی عورت تھی جو سارا دن سوت کاتتی اور شام کے وقت توڑ کر پھینک دیتی ــــ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْاُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ ــــ امت سے مراد بھلائی سکھانے والے ہیں ــــ وَالْقَانِتُ الْمُطِيْعُ ــــ قانت کے معنی فرمانبردار کے ہیں ــــ

سُوْرَةُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ص ۶۸۳ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس کا نام سورۂ اسرا اور سورۂ سبحان بھی ہے۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ سے نَصِيْرًا تک آٹھ آیتوں کے سوا یہ سورۂ مکی ہے جیسا کہ قتادہ نے کہا علامہ بیضاوی نے یقینی طور پر کہا کہ یہ پوری سورۂ مکی ہے اس میں ایک سو دس آیتیں بصری ہیں ایک سو گیارہ کوفی۔

۲۲۸۴ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فِيْ

حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے

بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ اِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ

بنی اسرائیل، کہف، مریم کے بارے میں فرمایا کہ یہ اعلیٰ درجہ کی ہیں اور ان کو میں نے بہت

وَھُنَّ مِنْ تِلَادِیْ عه

پہلے یاد کر لیا ہے۔

تشریحات ۲۲۸ سورۃ الانبیاء اور فضائل القرآن میں ان تینوں سورتوں کے ساتھ الانبیاء کا اضافہ ہے۔ العتاق، عتیق کی جمع ہے بمعنی عمدہ۔ اُول، اُولیٰ کی جمع ہے مراد یہ ہے۔ ان سورتوں کی خصوصیتیں یہ ہیں کہ ان میں ایسے قصص مذکور ہیں جو بڑے عجیب و غریب اور معجزانہ ہیں مثلاً اسرار یہودیوں کی تباہی اصحاب کہف کا واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے حالات ذوالقرنین کا ذکر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور انبیائے کرام ایمان افروز حالات تلاد کے معنی ہیں کہ میں نے پہلے ان کو یاد کیا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا فَسَیُنْغِضُوْنَ یَھُزُّوْنَ ــــ ہلاتے ہیں ــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ نَغَضَتْ سِنُّکَ اِیْ تَحَرَّکَتْ ــــ تیرا دانت ہل گیا ــــ وَقَضَیْنَا اِلیٰ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَخْبَرْنَاھُمْ اَنَّھُمْ سَیُفْسِدُوْنَ ــــ وَالْقَضَاءُ عَلیٰ وُجُوْہٍ وَقَضیٰ رَبُّکَ اَمَرَ رَبُّکَ وَمِنْہُ الْحُکْمُ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ وَمِنْہُ الْخَلْقُ فَقَضَاھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔

ــــ اور ہم نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ وہ عنقریب فساد مچائیں گے اور قضیٰ کے کئی معنی ہیں۔ ایک حکم کرنا ارشاد ہے۔ وَقَضٰی رَبُّکَ یعنی تیرے رب نے حکم دیا، اور ایک فیصلہ کرنا ہے ارشاد ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ ــــ بے شک تیرا پروردگار ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اور ایک پیدا کرنا ہے ارشاد ہے۔ فَقَضَاھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ ــــ تو انھیں سات آسمان بنا دیا ــــ نَفِیْرًا مَنْ یَنْفِرُ مَعَہٗ ــــ جو لڑنے کے لئے ساتھ چلیں ــــ وَلِیُتَبِّرُوْا اَیْدَ مَّرُوْا مَا عَلَوْا ــــ شہروں پر غالب آکر انھیں برباد کر دیں ــــ حَصِیْرًا مَحْبِسًا مَحْصَرًا ــــ جیل خانہ ــــ حَقَّ وَجَبَ ــــ لازم ہو گیا ــــ مَیْسُوْرًا لَیِّنًا ــــ نرم آسان ــــ خِطْأً اِثْمًا وَھُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ وَالْخَطَأُ مَفْتُوْحٌ مَصْدَرُہٗ مِنَ الْاِثْمِ خَطِئْتُ بِمَعْنیٰ اَخْطَأْتُ ــــ خِطْأً کے معنی گناہ یہ خَطِئْتُ کا اسم مصدر ہے اور اَلْخَطَأُ مفتوح اس کا مصدر ہے معنی میں گناہ کے ــــ خَطِئْتُ اَخْطَئْتُ کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی متعدی ــــ لَنْ تَخْرِقَ لَنْ تَقْطَعَ ــــ ہرگز نہیں پھاڑے گا ہرگز نہیں کاٹے گا ــــ وَاِذْ ھُمْ نَجْوٰی مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَیْتُ فَوَصَفَھُمْ بِھَا وَالْمَعْنیٰ یَتَنَاجَوْنَ ــــ نَجْوٰی، نَاجَیْتُ کا مصدر ہے بمعنی اسم فاعل اس لئے صفت واقع ہوا،

عه سورۃ الانبیاء ص۶۹۳ فضائل القرآن باب تالیف القرآن ص۷۴۷

مراد یہ ہے کہ وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں ــــ رُفَاتًا حُطَامًا ــــ ایندھن بنا دینا ــــ وَاسْتَفْزِزْ اِسْتَخِفَّ ــــ ہلکا کرنا ــــ بِخَيْلِكَ الفُرسَانُ وَالرَّجْلِ وَالرِّجَالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ ــــ اپنے سواروں اور پیادوں کو اور ــــ رِجَالَۃٌ رَاجِلٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی صَحْبٌ اور تَاجِرٌ کی تَجْرٌ ــــ حَاصِبًا الرِّيحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ أَيْضًا مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ هُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ ــــ حَاصِبًا آندھی نیز وہ چیزیں جسے ہوا اڑا کر لاتی ہے اور اسی سے حَصَبُ جہنم ہے یعنی وہ چیزیں جو جہنم میں پھینکی جائیں گی کہا جاتا ہے۔ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ زمین میں گیا، اور اَلْحَصَبُ، حصباء اور الحجارۃ سے مشتق ہے ــــ حصباء کے معنی کنکری ہے۔ کیونکہ تیز ہوائیں کنکریوں کو اڑاتی ہیں اس لئے ان کو حصبا کہا جاتا ہے ــــ والحجارۃ کا عطف حصباء پر تفسیری ہے یہ اس افادہ کے لئے کہ حصباء سے مراد کنکری ہے یہ مطلب نہیں کہ حصب حجارۃ سے مشتق ہے ــــ اللّٰھم مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ اشتقاق سے مراد اشتقاق اکبر ہے ــــ تَارَةً مَرَّةً وَجَمَاعَتُهُ تِيَرٌ وَتَارَاتٌ ۔ ایک مرتبہ کبھی ــــ لَأَحْتَنِكَنَّ لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ يُقَالُ احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ ــــ ضرور بالضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا کہتے ہیں۔ احتنك فُلان ماعند فلانٍ مِنْ عِلْمٍ ــــ یعنی فلاں نے فلاں کے سارے علوم حاصل کر لئے ــــ طَائِرَهُ حَظَّهُ ــــ اس کی قسمت ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ ــــ قرآن میں جہاں کہیں لفظ سلطان آیا ہے اس کے معنی حجت کے ہیں ــــ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا ــــ کمزوری کی وجہ سے کسی کو حامی نہیں بنایا، کسی سے عقدِ حلف نہیں کیا ــــ قَاصِفًا رِيحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ وہ آندھی جو ہر چیز کو برباد کر دے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ص۶۸۴ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔

كَرَّمْنَا وَأَكْرَمْنَا وَاحِدٌ ــــ دونوں کے معنی ایک ہیں ــــ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ عَذَابَ الْحَيٰوةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ ــــ یعنی دنیا و آخرت کی عذاب کا دونا ــــ خِلَافَكَ وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ ــــ خلاف اور خلف کے معنی ایک ہیں یعنی آپ کے پیچھے ــــ وَنَأَى تَبَاعَدَ دور ہوا ــــ شَاكِلَتِهِ نَاحِيَتِهِ وَهِيَ مِنْ شَكْلَتِهِ ــــ اپنے طریقے پر یہ شکلتہ سے ہے ــــ صَرَّفْنَا وَجَّهْنَا ــــ ہم نے واضح کر دیا ــــ قَبِيلًا مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً وَقِيلَ الْقَابِلَةُ لِأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا ــــ قبیلًا کے معنی سامنے دایہ کو قابلہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا منھ بچے کے سامنے کرتی ہے ــــ

خَشْیَۃَ الْاِنْفَاقِ اَنْفَقَ الرَّجُلُ اَمْلَقَ وَنَفِقَ الشَّیْئُ ذَھَبَ ـــــ محتاجی کے ڈر سے ۔ اَنْفَقَ الرجل کے معنی ہیں خرچ کر ڈالا، محتاج ہوا اور نَفِقَ الشَّیْئُ کے معنی ہیں وہ چیز چلی گئی ـــــ قَتُوْرًا مقترًا ـــــ بخیل ـــــ لِلْاَذْقَانِ مجتمعُ اللحیین وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ ـــــ ٹھوڑی، دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ یہ ذقن کی جمع ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ مَوْفُوْرًا وَافِرًا ـــــ بکثرت ـــــ تَبِیْعًا ثَائِرًا ـــــ بدلہ لینے والا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَصِیْرًا ـــــ اور ابن عباس نے کہا تبیع کے معنی مددگار کے ہیں ـــــ خَبَتْ طَفِئَتْ ـــــ بجھ گئی ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَاتُبَذِّرْ لَاتُنْفِقْ فِی الْبَاطِلِ ـــــ باطل میں خرچ مت کر ـــــ اِبْتِغَاءَ رَحْمَۃٍ رِزْقٍ ـــــ رحمت سے مراد روزی ہے ـــــ مَثْبُوْرًا مَلْعُوْنًا ـــــ لعنت کیا ہوا ـــــ لَاتَقْفُ لَاتَقُلْ ـــــ مت کہہ ـــــ فَجَاسُوْا تَیَمَّمُوْا ـــــ ارادہ کیا ـــــ یُزْجِیْ الْفُلْکَ یجری الفلک ـــــ کشتیوں کو بڑھاتی ہے ـــــ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اَلْوُجُوْہَ ـــــ منھ کے بل گر پڑتے ہیں ـــــ

بَابُ قَوْلِہٖ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا ص ۶۸۴ — اور جب ہم ارادہ فرماتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے مالداروں کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

۲۲۸۵ — حدیث عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا نَقُوْلُ لِلْحَیِّ اِذَا کَثُرُوْا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَمِرَ بَنُوْ فُلَانٍ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا جب کسی قبیلے والوں کی تعداد زمانہ جاہلیت میں بہت ہو جاتی۔ تو ہم کہتے تھے اَمِرَ بَنُوْ فُلَانٍ۔ بنی فلاں کا معاملہ بہت بڑھ گیا۔

بَابُ قَوْلِہٖ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ص ۶۸۵ — فرما دو ان لوگوں کو بلاؤ جن کو اللہ کے سوا اپنا معبود گمان کرتے تھے۔ وہ تکلیف تمہاری دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے

۲۲۸۶ — حدیث عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ قَالَ کَانَ نَاسٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّکَ ھٰؤُلَاءِ بِدِیْنِھِمْ۔ زَادَ الْاَشْجَعِیُّ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیہ کریمہ اولٰئک الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ وہ لوگ جس کو پکارتے ہیں وہ خود اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔ کے بارے میں فرمایا کہ کچھ انسان کچھ جنوں کی پرستش کرتے تھے یہ جن

عَنْ سُفْیَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ۔

مسلمان ہو گئے اور وہ انسان اپنے باطل طریقہ پر رہے

۲۲۸۶

تشریحات حضرت امام بخاری نے اس حدیث پر دو باب قائم کیا ایک آیۂ کریمہ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ـــ فرمادو۔ پکارو انھیں جنھیں تم نے معبود گمان کیا وہ تکلیف دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ دوسرا باب اس آیت پر قائم کیا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ ـــ یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

پہلے باب میں زَادَ الْاَشْجَعِیُّ کہہ کر یہ افادہ فرمایا کہ انھوں نے بطریق اعمش جو روایت کی ہے اس میں ابتدا میں قال عبداللہ کے بعد الی ربھم الوسیلۃ نہیں بلکہ قل ادعوا الذین زعمتم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث میں جو قصہ مشہور ہے اس سے یہ آیت متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسانوں کے کچھ مشرکین جنوں کو پوجتے تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ مگر مسلمان ہونے کے بعد بھی مصیبت یا بلائیں دور کرنے کی ان کو قدرت نہیں مشرکین اب بھی انھیں پوجتے ہیں اور مصیبتوں میں انھیں پکارتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے انھیں مصیبت دور کرنے اور بلائیں ٹالنے کی قدرت نہیں عطا فرمائی ہے یعنی خاص ان جنوں کو۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ نے کسی نبی ولی کو مصیبتیں دور کرنے بلائیں ٹالنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ یہاں بات خاص ان جنوں کی ہو رہی ہے جنھیں مشرکین پوجتے تھے کچھ مخصوص افراد کو عالم میں تصرف کی قدرت نہ ملنا اس کی دلیل کہاں کہ کسی کو بھی نہیں ملتی ہے اصل حدیث کی بنا پر یہ قصہ متعلق ہے آیۂ کریمہ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ سے اب مطلب یہ ہوا کہ وہ جن جنھیں مشرکین پوجتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد اللہ تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ اللہ تک پہونچنے کا ہے اور ان میں کون قریب تر ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنا اور وسیلہ اختیار کرنا شرک نہیں بلکہ صحابۂ کرام کا طریقہ ہے کیونکہ یہ جن مسلمان ہونے کے بعد صحابی کے مرتبہ پر فائز تھے۔ وسیلہ کو شرک کہنا صحابۂ کرام کو مشرک بنانا ہے بلکہ بنظر دقیق اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل نے وسیلہ تلاش کرنے کا ذکر بطور تعریف فرمایا ہے جس سے پسندیدگی ثابت ہوتی ہے اور شرک پسند کرنا بھی شرک۔ پھر جب اس کو اللہ عزوجل نے پسند فرمایا تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ضرور پسند فرمایا۔ اب لازم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ہوئے ـــ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ اللہ عزوجل تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنا، اختیار کرنا شرک نہیں۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے اگر یہ ناپسند ہوتا تو اسے ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ ضرور رد فرماتا۔ اور اپنے ان بندوں کی اصلاح فرماتا۔

باب قولہ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔ ص ۶۸۶

۲۲۸۷ **حدیث** عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما فی قولہ تعالی ولا تجھر بصلوٰتک ولا تخافت بھا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالی لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجھر بصلوٰتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بھا عن اصحابک فلا تسمعھم وابتغ بین ذلک سبیلا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، اللہ تعالی کے اس ارشاد کے بارے میں ولا تجھر بصلوٰتک یہ اس وقت نازل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ تھے جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن پڑھنے کے وقت آواز کو بلند کرتے مشرکین سنتے تو قرآن کو اور نازل کرنے والے کو اور لانے والے کو برا کہتے اس پر اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ نماز نہ بہت آواز سے پڑھو (یعنی نماز میں قرآن) کہ مشرکین سنیں اور قرآن کو برا کہیں۔ اور نہ بالکل آہستہ کہ صحابہ سن نہ سکیں دونوں کے درمیان میں پڑھو۔

۲۲۸۸ **حدیث** عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا ولا تجھر بصلوٰتک ولا تخافت بھا قالت انزل ذالک فی الدعاء۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا آیۃ کریمہ ولا تجھر بصلوٰتک دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریحات ۲۲۸۸ آیۃ مذکورہ میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے یا دعا۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز میں قرآن مجید پڑھنا ہے۔ اور ام المؤمنین

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً دعا ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز کے باہر بلکہ طبری نے حضرت ابن عباس کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے علامہ نووی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلے قول کو ترجیح دی ہے لیکن ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس جب نماز پڑھتے دعا کے وقت آواز بلند فرماتے اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سورۃ الکہف ص ۶۸۷ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں ۔

—— وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ —— اور مجاہد نے کہا۔ انھیں چھوڑ دیتا۔ یعنی کترا جاتا ہے —— وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ —— اس آیت میں ثمر سے مراد سونا اور چاندی ہے —— وَقَالَ غَيْرُهُ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ —— امام مجاہد کے علاوہ نے کہا کہ یہ ثمر بمعنی پھل کی جمع ہے ۔ یعنی اس کے پاس قسم قسم کے بہت سے پھل تھے —— بَاخِعٌ مُهْلِكٌ —— ہلاک کرنے والے یعنی اپنی جان پر کھیل جانے والے —— أَسَفًا نَدَمًا —— غم کی وجہ سے —— الكَهْفُ الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ —— پہاڑ کا سوراخ غار —— وَالرَّقِيمُ الْكِتَابُ مَرْقُومٌ مَكْتُوبٌ مِنَ الرَّقْمِ —— یہ رقم سے فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے ۔ لکھی ہوئی کتاب —— رَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ - أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا —— ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی ۔ یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا —— لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا —— یعنی اسی قبیل سے یہ آیۃ کریمہ ہی ہے ۔ اگر ہم اس کے دل پر ڈھارس نہ بندھاتے ۔ یہ سورہ قصص کی آیت ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے بارے میں ہے —— شَطَطًا - إِفْرَاطًا —— حد سے گذری ہوئی بات —— الْوَصِيدُ الْفِنَاءُ وَجَمْعُهُ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيدُ الْبَابُ مُؤْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَهُ —— وصید کے معنی صحن کے ہیں اس کی جمع وصائد اور وُصُدٌ آتی ہے ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وَصِید کے معنی دروازہ ہے مراد چوکھٹ ہے —— مُؤْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ ۔ کے معنی ہیں گھیرے ہوئے —— یہ باب افعال سے اسم مفعول ہے —— اسی سے آتا ہے —— آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَهُ —— یعنی دروازہ بند کر دیا —— بَعَثْنَاهُمْ أَحْيَيْنَاهُمْ —— ہم نے ان کو بیدار کیا —— أَزْكَى أَكْثَرَ يُقَالُ أَحَلُّ - وَيُقَالُ أَكْثَرُ رَيْعًا - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أُكُلُهَا —— ازکیٰ سے مراد یہ ہے کہ زیادہ ہو —— اور بعض کہتے ہیں کہ خوب حلال اور بعض کہتے ہیں کہ وہ غذا جو پکانے پر بڑھ جائے اور ابن عباس کا قول ہے کہ ان کی خوراک —— وَلَمْ تَظْلِمْ - لَمْ تَنْقُصْ —— کم نہ ہو —— وَقَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الرَّقِيمُ اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ - كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ

ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ ـــــ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رقیم سے مراد رانگے کی تختی ہے جس پر ان کے عامل نے ان کے اسماء مبارکہ لکھ کر اپنے خزانہ میں رکھ دیا تھا ـــــ فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى اٰذَانِهِمْ فَنَامُوْا ـــــ تو ہم نے ان کے کانوں پر تھپکا۔ اور وہ سو گئے ـــــ وَقَالَ غَيْرُهُ وَاَلَتْ تَئِلُ تَنْجُوْا وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْئِلًا مُحْرِزًا ـــــ اور ان کے غیر نے کہا وَاَلَتْ تَئِلُ کے معنیٰ ہے نجات پا گئے۔ اور مجاہد نے کہا ـــــ مَوْئِلًا مُحْرِزًا محفوظ جگہ ـــــ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا لَا يَعْقِلُوْنَ ـــــ سن نہیں سکتے یعنی سمجھتے نہیں۔

بَابٌ قَوْلِهِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ ص ۶۸۷

مطابقت: اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے حدیث کے اتنے حصے سے باب کو کوئی مناسبت نہیں مگر صغانی کے نسخے یہاں یہ زائد ہے ـــــ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَالْاٰيَةَ اِلٰى قَوْلِهِ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ـــــ یعنی پوری حدیث ذکر کی اور آیہ کریمہ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا تک ـــــ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ صلوٰۃ اللیل[1] میں مفصل یوں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ان کا اور فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا تم دونوں اس وقت نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں جب وہ چاہے کہ ہمیں جگائے تو ہمیں جگاتا ہے یہ سنکر حضور پلٹ گئے اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر میں نے سنا کہ لوٹنے کے بعد اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ ـ لَمْ يَسْتَبِنْ ـــــ بے دیکھے اٹکل پچو ـــــ فُرُطًا نَدَمًا ـــــ شرمندگی کی وجہ سے ـــــ سُرَادِقُهَا مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةُ الَّتِيْ تُطِيْفُ بِالْفَسَاطِيْطِ ـــــ قناتوں کے مثل یعنی جہنم کی آگ جہنمیوں کو اس طرح گھیرے ہوئے ہوگی جیسے دیوار مکان کو گھیرے ہوتے ہوتی ہے۔ ان کا ٹھکانا ایسا حجرہ بن جائے گا جو قناتوں سے گھیر دیا گیا ہو ـــــ يُحَاوِرُهُ مِنَ الْمُحَاوَرَةِ ـــــ یہ محاورہ سے مشتق ہے ردوبدل ایرپھیر کرنا ـــــ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ اَيْ لٰكِنْ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ ثُمَّ حَذَفَ الْاَلِفَ وَاُدْغِمَ اِحْدَى النُّوْنَيْنِ فِي الْاُخْرٰى ـــــ لیکن میرا رب اللہ ہی ہے ـــــ لٰكِنَّا اصل میں لٰكِنْ اَنَا تھا۔ الف کو حذف کیا پھر نون کو نون میں ادغام کر دیا لٰكِنَّ ہو اسی لئے اسے بغیر

---

[1] باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲

الف کے پڑھا جاتا ہے۔

زَلَقًا۔ لَا یَثْبُتُ فِیْہِ قَدَمٌ ــــ پھسلن جس میں قدم ثابت نہ رہے ــــ ھُنَالِکَ الْوَلَایَۃُ ــــ مَصْدَرُ الْوَلِیِّ ــــ یہاں سے ظاہر ہے کہ حکومت اللہ ہی کے لئے ہے۔ ولی بمعنی مالک کا مصدر ہے ــــ عُقُبًا عَاقِبَۃٌ وَعُقْبیٰ وَعُقْبَۃٌ وَاحِدٌ وَھِیَ الْاٰخِرَۃُ انجام، عاقبت و عقبیٰ وعقبۃ کے ایک معنی ہیں ــــ یعنی آخرت ۔ انجام ــــ قِبَلًا وَقُبُلًا وَقَبَلًا اِسْتِینَافًا ــــ از سر نو۔ قِبَلًا اور قُبُلًا اور قَبَلًا کے معنی ایک ہیں ان پر قسم قسم کا عذاب ہوگا یعنی ایک قسم کے عذاب کے بعد از سر نو دوسرا عذاب ہوگا ــــ لِیُدْحِضُوْا لِیُزِیْلُوْا الدَّحْضُ الزَّلَقُ ــــ تاکہ وہ دور کریں۔ دحض کے معنی پھسلانے والی چیز ــــ حُقُبًا زَمَانًا وَجَمْعُہٗ اَحْقَابٌ ــــ حُقُبًا کے معنی زمانہ ہے مدت دراز اس کی جمع احقاب ہے ــــ سَرَبًا۔ مَذْھَبًا یَسْرُبُ یَسْلُکُ وَمِنْہُ وَسَارِبٌ بِالنَّھَارِ۔ سربًا کے معنی راستہ سرنگ، یسرب کے معنی چلتا ہے۔ اسی سے ہے کہ فرمایا سَارِبٌ بِالنَّھَارِ۔ دن میں چلنے والا ــــ صُنْعًا۔ عَمَلًا۔ کوئی کام ــــ حِوَلًا تَحَوُّلًا۔ بدلنا ــــ اِمْرًا وَنُکْرًا دَاھِیَۃً ــــ ناگوار بات ــــ یَنْقَضَّ یَنْقَاضُ کَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ ــــ اُدھڑ رہی تھی جیسے دانت گرتا ہے۔ لَتَخِذْتَ وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ ــــ یعنی مجرد اور مزید فیہ کا ایک معنی ہے ــــ رُحْمًا مِنَ الرُّحْمِ وَھِیَ اَشَدُّ مُبَالَغَۃً مِنَ الرَّحْمَۃِ وَنَظُنُّ اَنَّہٗ مِنَ الرَّحِیْمِ وَتُدْعیٰ مَکَّۃُ اُمَّ الرُّحْمِ اَیِ الرَّحْمَۃُ تَنْزِلُ بِھَا ــــ رُحْمًا رَحْمٌ سے بنا ہے۔ زیادہ مہربانی کرنا اور گمان کیا جاتا ہے کہ یہ رحیم سے ہے اور مکہ کو ام الرحم کہا جاتا ہے یعنی وہاں رحمت نازل ہوتی ہے۔

بَابُ قَوْلِہٖ قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھکر ناقص عمل کن کے ہیں۔ ص ۶۹۰

حدیث ۲۲۸۹

عَنْ مُصْعَبٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبِیْ قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَھُمُ الْحَرُوْرِیَّۃُ قَالَ لَا ھُمُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی اَمَّا الْیَھُوْدُ فَکَذَّبُوْا مُحَمَّدًا وَاَمَّا النَّصَارٰی فَکَفَرُوْا بِالْجَنَّۃِ وَقَالُوْا لَا طَعَامَ فِیْھَا وَلَا شَرَابَ وَالْحَرُوْرِیَّۃُ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللہِ مِنْ بَعْدِ

مصعب بن سعد نے کہا میں نے اپنے والد سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ کیا یہ حروریہ ہیں؟ یعنی خارجی۔ فرمایا نہیں یہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا جنت میں کھانا پینا نہیں۔ حروریہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پختہ اقرار کے بعد توڑتے

مِیْثَاقِہٖ وَکَانَ سَعْدٌ یُسَمِّیْھِمُ الْفَاسِقِیْنَ ۔
ہیں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے ۔

تشریحات آیۂ کریمہ میں یہ فرمایا گیا۔ کیا ہم تمہیں بتا دیں سب سے زیادہ ناقص عمل کس کے ہیں۔
۲۲۸۹ سب سے زیادہ ناقص عمل کفر ہے آیت کا حاصل ہوا کہ کیا ہم تمہیں بتا دیں کہ کافر کون ہیں
عہد صحابہ میں اپنے ابتدائی دور میں خارجیوں سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا اس لئے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد خارجی نہیں یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ خارجیوں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر اسے توڑ دیا اور ان سے بغاوت کی اور لڑے حضرت سعد نے افادہ یہ فرمایا۔ کہ کسی خلیفہ برحق کی بیعت توڑنا یا معاذ اللہ اس سے لڑنا کفر نہیں گناہ اور فسق ہے اسی لئے وہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے کافر نہیں جانتے تھے ۔

بَابٌ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۔ ص ۶۹۱

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر۔ یہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا، دھرا سب اکارت ہے ۔

۲۲۹۰ حدیث
عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، روایت ہے کہ رسول اللہ
رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّہٗ لَیَاْتِی الرَّجُلُ الْعَظِیْمُ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لمبا تڑنگا موٹا شخص قیامت کے دن آئے گا۔ جو اللہ کے حضور
السَّمِیْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا
بسو کے برابر بھی وزن نہیں رکھے گا۔ اور کہا پڑھو ہم ان کے لئے قیامت کے دن
فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ۔
کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

تشریحات حدیث کی ابتدائے سند میں تھا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللہِ یہ محمد بن یحییٰ بن
۲۲۹۰ عبد اللہ ذہلی ہیں۔ عبد اللہ ان کے دادا کا نام ہے اس کے بعد سعید بن ابو مریم ہیں
ان سے امام بخاری کبھی بواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ یہاں ہے اور کبھی بلا واسطہ۔ ابن مردویہ نے دوسرے طریقے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں روایت کی ہے ۔ الطَّوِیْلُ الْعَظِیْمُ

اَلْاَکُوْلُ الشَّرُوْبُ ۔ لمبا تڑنگا، بہت کھانے والا بہت پینے والا ۔

(اقرائوا) اس میں دو احتمال ہے ہوسکتا ہے کہ یہ ابو ہریرہ کا قول ہو اور ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو۔

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کفار سے حساب نہ ہوگا یہ بلا حساب دوزخ میں جائیں گے اس لئے ان کے نامۂ اعمال میں کوئی نیک عمل ہوگا ہی نہیں جو برے اعمال سے تولا جائے ۔ حساب کے سلسلے میں تین قسم کے لوگ ہوں گے ۔ اول وہ لوگ جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے ۔ دوسرے وہ لوگ جو بلا حساب دوزخ میں جائیں گے ۔ تیسرے وہ لوگ جو حساب وکتاب کے بعد ابتداءً جنت میں جائیں گے یا کچھ دنوں کے لئے دوزخ میں پھر جنت میں جائیں گے ۔

کٓھٰیٰعٓصٓ ص ۶۹۱ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکی ہے مقاتل نے کہا سوائے آیت سجدہ کے کہ یہ مدنی ہے اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں ـــــ کٓھٰیٰعٓصٓ کے معنی کیا ہیں اس میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ک کریم سے ہ ہادی سے اور ی حکیم سے اور ع علیم سے اور ص صادق سے ـــــ انھیں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یہ دعا کرتے تھے یا کٓھٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْلِی ـــــ قتادہ سے مروی ہے کہ قرآن کے اسماء میں سے ہے، ایک شخص نے محمد بن علی مرتضیٰ غالباً محمد بن حنفیہ سے اس کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا کہ اگر میں اس کی تفسیر تم کو بتادوں تو تم پانی پر اس طرح چلوگے کہ قدم بھی پانی میں نہیں ڈوبے گا ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبْصِرْبِھِمْ وَاَسْمِعْ اَللّٰہُ یَقُوْلُہٗ وَھُمُ الْیَوْمَ لَایَسْمَعُوْنَ وَلَایُبْصِرُوْنَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ یَعْنِیْ قَوْلَہٗ اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرِ الْکُفَّارُ یَوْمَئِذٍ اَسْمَعُ شَیْءٍ وَاَبْصَرُہٗ ـــــ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کہ "وہ کتنا دیکھیں گے کتنا سنیں گے"، کفار کے بارے میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کفار نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں کھلی گمراہی میں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ـ اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ ـــــ یہ کفار کے بارے میں ہے، کہ وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے ـــــ آیۂ کریمہ کی صحیح ترتیب یہ ہے ـــــ اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ ـــــ شروع میں حضرت امام بخاری سے تسامح ہوگیا کہ ترتیب الٹ گئی ہے ـــــ وَلَاَرْجُمَنَّکَ لَاَشْتُمَنَّکَ ـــــ اے ابراہیم ہم تم پر گالیوں کی بوچھار کریں گے ـــــ وَرِءْیًا مَنْظَرًا، دیکھنے کی چیز ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ تَؤُزُّھُمْ تُزْعِجُھُمْ اِلَی الْمَعَاصِیْ اِزْعَاجًا ـــــ اور ابن عیینہ نے کہا کہ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا کے معنی یہ ہیں کہ شیطان ان کو گناہوں پر خوب ابھارتا ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اِدًّا عِوَجًا، کجی ـــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا عُطَاشًا، پیاسے ـــــ اَثَاثًا مَالًا، یعنی مال ـــــ اِدًّا قَوْلًا

عظیما، بھاری بات ــــ رکزا صوتا، آواز ــــ عتیا بکیا جماعۃ باکٍ، روتے ہوئے ــــ صلیا صلی یصلی، بھننا ــــ ندیا والنادی مجلسا، بیٹھک ــــ وقال مجاھد فلیمدد فلیدعہ، چاہیئے کہ بلائے ــــ

باب قولہ وانذرھم یوم الحسرۃ ص۶۹۱ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور انھیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔

حدیث ۲۲۹۱ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یؤتی بالموت کھیئۃ کبش املح فینادی منادٍ یا اھل الجنۃ فیشرئبون وینظرون فیقول ھل تعرفون ھذا فیقولون نعم ھذا الموت وکلھم قد راٰہ ثم ینادی یا اھل النار فیشرئبون وینظرون فیقول ھل تعرفون ھذا فیقولون نعم ھذا الموت وکلھم قد راٰہ فیذبح ثم یقول یا اھل الجنۃ خلود فلا موت ویا اھل النار خلود فلا موت ثم قرأ وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھؤلاء فی غفلۃ اھل الدنیا وھم لا یؤمنون [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے جنت والو! تو وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے منادی ان سے کہے گا کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ تو وہ کہیں گے ہاں! یہ موت ہے اور سب نے اسے دیکھ لیا ہوگا، اس کے بعد پھر منادی پکارے گا اے جہنم والو! تو سر اٹھا کر دیکھیں گے وہ کہے گا اسے پہچانتے ہو وہ کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے اور سب نے اسے دیکھ لیا ہوگا، پھر وہ ذبح کیا جائے گا پھر منادی کہے گا اے جنت والو تم ہمیشہ رہنے والے ہو تمہارے لئے موت نہیں اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ رہنے والے ہو تمہارے لئے موت نہیں پھر پڑھا انھیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جب فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ لوگ غفلت میں ہیں یہ غفلت میں رہنے والے دنیا دار ہیں جو ایمان نہیں لائے۔

تشریحات ۲۲۹۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے

---

[1] مسلم جنت، ترمذی تفسیر، دارمی رقاق، مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷

تمام گنہگار مسلمان اور موحدین جہنم سے نکال کر جنت میں پہونچا دیئے جائیں گے اور جہنم میں وہی لوگ رہ جائینگے جن کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اس وقت موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس وقت جنتی اتنے خوش ہوں گے کہ حدیث میں فرمایا گیا اگر کوئی خوشی سے مرتا تو اس وقت جنتی مرتے اور جہنمیوں کو اتنا غم ہوگا کہ حدیث میں فرمایا گیا اگر کوئی غم سے مرتا تو اس وقت جہنمی مرتے۔

حق یہ ہے کہ موت وزیست وجودی چیزیں ہیں۔ یہ آیۂ کریمہ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ" سے ثابت ہے اور یہی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے، رہ گیا یہ دونوں عرض ہیں یا جوہر؟ عام رجحان یہی ہے کہ اعراض ہیں اور یہ حدیث جوہر ہونے پر قطعی نہیں، اعراض کو مجسم کرنا قدرت خداوندی سے کوئی بعید نہیں، ایک روایت میں ہے کہ موت کو پُلصراط پر ذبح کیا جائے گا۔

طٰہٰ ص ۶۹۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ سورت مکی ہے اور اس میں ایک سو پینتیس آیتیں ہیں۔

قَالَ ابْنُ جبير بالنَّبَطِيَّةِ طٰهٰ يَا رَجُلُ ـــــ ابن جبیر نے کہا نبطی زبان میں طٰہٰ کے معنی ہیں اے شخص! ـــــ ابن انباری نے کہا کہ قریش کی لغت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں، یعنی یہ نبطی لفظ بھی ہے اور عربی خالص قریش کا لفظ بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید قریش کی لغت میں اتارا دوسری کسی زبان میں نہیں اتارا اسی لئے قرآن مجید کے تمام الفاظ عربی اور خاص قریش کی لغت کے ہیں اور یہ جو مفسرین کہیں کہیں فرما دیتے ہیں کہ یہ لفظ حبشی ہے یا ہندی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عربی کے علاوہ ان لغات میں بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اسی معنی میں مستعمل ہے جس معنی میں عربی میں مستعمل ہے اور ایسا بہت ہے کہ ایک ہی لفظ دو مختلف زبانوں میں بولا جائے اور ہر لغت میں اس کا معنی ایک ہی ہو۔ جیسے برادر، پدر، مادر، یہ فارسی زبان کے بھی الفاظ ہیں اور انگریزی زبان کے بھی۔ اور دونوں زبانوں میں معنی ایک ہی ہیں

طٰہٰ کے معنی کچھ بھی ہوں، اس سے مراد بہر حال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر دلیل بعد والی آیت ہے کہ فرمایا۔ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى ۝ اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لئے تم پر نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو ـــــ يُقَالُ كُلُّ مَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ ـــــ عُقْدَةٌ۔ زبان کے ایسے عیب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی حرف ادا نہ ہو یا کے۔ یا ہکلا کر یا لکنت کے ساتھ ادا کرے۔

ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو گود میں لیا تو انھوں نے اس کی داڑھی پکڑ کر نوچ لی جس پر اس نے غصہ ہو کر انھیں قتل کرنے کا حکم دے دیا (کہ یہ وہی بچہ معلوم ہوتا ہے جو میری تباہی کا سبب بنے گا) حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا یہ نا سمجھ بچہ ہے تم نے کیسے فیصلہ کر لیا یہ تو یاقوت اور انگارے کے درمیان بھی فرق نہیں کر سکتا جی چاہے تو آزمالو۔ فرعون نے انگارا اور یاقوت منگا کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم کے سامنے رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگارہ اٹھا کر منھ میں رکھ لیا۔ جس سے زبان مبارک متاثر ہو گئی۔ جب منصب نبوت پر فائز ہوئے اور حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ تو یہ دعا فرمائی اے اللہ۔ میرے سینہ کو کھولدے اور میرے کام کو آسان فرما۔ اور میری زبان کی بندش اتنی کھولدے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اس دعا کے بعد ایک حد تک زبان کی لکنت ختم ہو گئی مگر قدرے پھر بھی باقی رہی چونکہ دعا میں تحدید تھی کہ اتنی بندش کھولدے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اگر یَفْقَهُوْا قَوْلِيْ نہ فرماتے تو بالکلیہ لکنت دور ہو جاتی ــــ چونکہ تبلیغ کے لئے سوال تھا اس لئے بقصد ضرورت مانگا۔ محبوبان خدا اور بوقت ضرورت اللہ سے کچھ مانگتے ہیں تو بقدر ضرورت مانگتے ہیں ــــ اَزْرِيْ ظَهْرِيْ۔ میری پیٹھ ــــ فَيُسْحِتَكُمْ يُهْلِكُمْ ــــ پس تم کو ہلاک کردے گا ــــ اَلْمُثْلٰى تَانِيْثُ الْاَمْثَلِ ــــ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلَ ــــ مُثْلٰى اَمْثَلُ کی مونث ہے اس کے معنی افضل کے ہیں ــــ ارشاد ہے وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ــــ یہ دونوں تمہارا اچھا دین لے جائیں ــــ امام بخاری نے فرمایا کہ طریقۃ سے مراد دین ہے ــــ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا يُقَالُ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ ــــ پھر تم صف لگانے کی جگہ آؤ۔ بولتے ہیں کیا تم آج صف میں آئے یعنی اس جگہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے ــــ فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةً لِكَسْرَةِ الْخَاءِ ــــ اپنے جی میں خوف پایا ــــ خِيْفَةً میں واؤ یاء سے بدل گیا خاء کے کسرہ کی وجہ سے ــــ فِيْ جُذُوْعِ عَلٰى جُذُوْعِ ــــ کھجور کے تنوں پر ــــ افادہ فرمایا کہ فی معنی میں علی کے ہے خَطْبُكَ بَالُكَ، تیرا حال ــــ مِسَاسَ مصدر مَاسَّه مِسَاسًا۔ یہ باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ لَنَنْسِفَنَّهٗ لَنُذَرِّيَنَّهٗ۔ ہم اس کو ریزہ ریزہ کردیں گے ــــ قَاعًا صَفْصَفًا يَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ ــــ قاع نشیبی زمین جس پر پانی چڑھ جائے۔ صفصف برابر زمین ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ الْحُلِيِّ الَّذِيْ اسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ــــ مجاہد نے کہا زینت قوم سے مراد وہ زیور ہیں جو ان لوگوں نے فرعونیوں سے بطور منگنی لیا تھا ــــ فَقَذَفْتُهَا فَاَلْقَيْتُهَا ــــ میں نے اس کو پھینک دیا ــــ اَلْقٰى صَنَعَ۔ یہاں القی کے معنی ہیں بنایا ــــ فَنَسِيَ مُوْسٰى هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ ــــ تو موسیٰ بھول گئے۔ یعنی وہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے رب کو پہچاننے میں خطا کی مطلب یہ ہے سامری وغیرہ کہتے تھے کہ ہمارا رب یہ بچھڑا یہاں موجود ہے اور حضرت موسیٰ طور پر گئے ہیں یہ ان کی خطا ہے ــــ لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ــــ اَلْعِجْلُ۔ بچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دیتا ــــ قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو سامری نے بنی اسرائیل کے پاس جتنے زیور تھے سب کو جمع کر کے ایک بچھڑا بنایا اور اس کے منھ میں وہ خاک ڈالی جو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری کے قدم تلے کی اس نے لے لی تھی جس سے وہ بچھڑا بولنے

لگا ــــ دریائے قلزم میں حضرت جبریل امین علیہ السلام فرعون کے آگے آگے چل رہے تھے جہاں ان کی سواری کا قدم پڑتا وہاں سبزہ اُگ آتا۔ سامری نے ایک مٹھی یہ خاک لے لی تھی۔ اسی کو بچھڑے کے منھ میں ڈالا جس کے اثر سے وہ بچھڑے کی طرح آواز نکالنے لگا ــــ هَمْسًا حِسَّ الْأَقْدَامِ ــــ قدم کی آہٹ ــــ حَشَرْتَنِيْ أَعْمٰى عَنْ حُجَّتِيْ ــــ تونے مجھے اندھا اٹھایا ــــ یعنی میں دلیل نہیں دیکھ سکا ــــ وَكُنْتُ بَصِيْرًا فِي الدُّنْيَا ــــ حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا ــــ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَمْثَلُهُمْ أَعْدَلُهُمْ ــــ ان میں سب سے عمدہ ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَضْمًا لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ ــــ اس پر ظلم نہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں ضائع کردی جائیں ــــ عِوَجًا وَادِيًا، نالہ ــــ أَمْتًا رَابِيَةً، ٹیلہ ــــ سِيْرَتَهَا حَالَتَهَا الْأُوْلٰى، اس کی پہلی حالت پر ــــ النُّهٰى التُّقٰى ــــ پرہیزگار ــــ ضَنْكًا الشَّقَاءُ، بدبختی۔ ہوا ــــ شَقِيَ، بدبخت ہوا ــــ الْمُقَدَّسِ الْمُبَارَكِ برکت والی ــــ طُوًى، اسم الوادی ــــ بِمُلْكِنَا بِأَمْرِنَا، ہمارے حکم سے ــــ مَكَانًا سُوًى مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ، ان کے درمیان بیچ میں ہو ــــ يَبَسًا يَابِسًا، خشک زمین ــــ عَلٰى قَدَرٍ مَوْعِدٍ وعدہ پر ــــ لَا تَنِيَا تَضْعُفَا، کمزور نہ پڑو ــــ

سُوْرَةُ الْأَنْبِيَاءِ ص ۳۹۳

یہ سورہ مکی ہے۔ اس میں ایک سو بارہ آیتیں ہیں ــــ وَقَالَ قَتَادَةُ جُذَاذًا قَطَّعَهُنَّ ــــ انھیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ جُذَاذًا۔ جذید کی جمع ہے ــــ جیسے خفیف کی جمع خُفَافٌ ہے ــــ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْ فَلَكٍ مِثْلُ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ ــــ ارشاد ہے كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ــــ چاند، سورج، ستارے سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں اس آیت میں فلک کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا کہ وہ ایک گھیرے میں جو چرخی کے دھرے کے مثل ہے گھوم رہے ہیں۔ يَسْبَحُوْنَ کے معنی يَدُوْرُوْنَ (گھومتے ہیں) تفسیر مدارک میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فلک سے مراد موج مکفوف ہے جو آسمان کے نیچے ہے۔ جس میں چاند سورج اور ستارے چلتے ہیں یہی راجح ہے جس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس کی پوری بحث ہماری کتاب اسلام اور چاند کے سفر میں مذکور ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَفَشَتْ رَعَتْ، چرلیا ــــ يُصْحَبُوْنَ يُمْنَعُوْنَ ــــ روکے جائیں گے ــــ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً قَالَ دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَّاحِدٌ ــــ تم سب کا دین ایک ہے یعنی اس آیت میں امت سے مراد دین ہے ــــ وَقَالَ عِكْرِمَةُ حَصَبُ حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ۔ حَصَبُ حبشی لفظ ہے ایندھن کے معنی میں ــــ وَقَالَ غَيْرُهُ أَحَسُّوْا تَوَقَّعُوْهُ مِنْ أَحْسَسْتُ۔ اور دوسرے نے کہا کہ اَحَسُّوا کے معنی ہیں جب ان کو عذاب کا اندیشہ ہوا یہ اَحْسَسْتُ کا واحد مذکر غائب ہے۔ احساس سے مطلب یہ ہے کہ جب انھوں نے محسوس کرلیا کہ

رب کا عذاب آکر رہے گا تو بستی سے نکل کر بھاگنے لگے ــــــ ھ خامدین ھامدین، بجھے ہوئے ــــــ حَصِیدٌ مُسْتَاصِلٌ یَقَعُ عَلَی الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَیْنِ وَالْجَمِیْعِ، جڑ سے کٹا ہوا۔ حصید، واحد، تثنیہ، جمع سب کے لئے آتا ہے ــــــ لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ لَا یُعْیُوْنَ مِنْهُ حَسِیْرٌ وَحَسَرْتُ بَعِیْرِیْ ــــــ وہ اکتاتے نہیں۔ حسیر بمعنی تھکا ہوا۔ اور حسرت بعیری۔ میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا اسی سے ہے ــــــ عَمِیْقٌ بَعِیْدٌ ــــــ عمیق کے معنی دور کے ہیں ــــــ نُکِسُوْا رُدُّوْا ــــــ اوندھے ڈالے جائیں گے ــــــ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ الدُّرُوْعُ ــــــ زرہوں کا بنانا ــــــ تُقَطِّعُوْا اَمْرَهُمْ اِخْتَرَقُوْا ــــــ اپنے معاملے میں اختلاف کیا ــــــ اَلْحَسِیْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِیِّ ــــــ ان سب کے معانی ہلکی آواز کے ہیں ــــــ آذَنَّاكَ اَعْلَمْنَاكَ اٰذَنْتُكُمْ اِذَا اَعْلَمْتَهُ فَاَنْتَ وَهُوَ عَلٰی سَوَاءٍ لَمْ تَغْدِرْ ــــــ آذنّا کے معنی ہیں ہم نے تم کو بتا دیا۔ کہتے ہیں آذنتك میں نے تجھے جتا دیا اب کوئی عذر نہیں سنا جائے گا ــــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ تُفْهَمُوْنَ ــــــ شاید تم سمجھ جاؤ ــــــ اِرْتَضٰی رَضِیَ، راضی ہونا ــــــ اَلتَّمَاثِیْلُ الْاَصْنَامُ، بت ــــــ اَلسِّجِلُّ الصَّحِیْفَةُ، دفتر۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ ص ۶۹۳

یہ مدنی سورت ہے اور کچھ لوگوں نے کہا اس میں کچھ آیتیں مکی بھی ہیں، اس میں اٹھہتر آیتیں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ الْمُخْبِتِیْنَ الْمُطْمَئِنِّیْنَ، اللہ پر بھروسہ کرنے والے ــــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فِیْ اُمْنِیَّتِهٖ اِذَا حَدَّثَ اَلْقَی الشَّیْطَانُ فِیْ حَدِیْثِهٖ فَیُبْطِلُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطَانُ وَیُحْكِمُ اٰیَاتِهٖ وَیُقَالُ اُمْنِیَّتُهٗ قِرَاءَتُهٗ اَلْاَمَانِیُّ یَقْرَءُوْنَ وَلَا یَكْتُبُوْنَ ــــــ اور ابن عباس نے کہا اس کے پڑھنے میں یعنی جب وہ کچھ بیان کرتے ہیں تو شیطان ان کے بیان میں کچھ ملا دیتا ہے، پھر اللہ اسے مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کرتا ہے اور کہا جاتا ہے اُمْنِیَّتُهٗ اس کی قرأت اَلْاَمَانِیُّ وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اور لکھتے نہیں ــــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَشِیْدٌ بِالْقَصَّةِ، چونے سے پختہ کی ہوئی ــــــ وَقَالَ غَیْرُهٗ یَسْطُوْنَ یُفْرِطُوْنَ مِنَ السَّطْوَةِ وَیُقَالُ یَسْطُوْنَ یَبْطِشُوْنَ، حد سے آگے بڑھتے ہیں، سطوۃ سے مشتق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی پکڑنے کے ہیں ــــــ وَهُدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اُلْهِمُوْا ــــــ اچھی بات ان کے دل میں ڈالی گئی ــــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَبَبٍ بِحَبْلٍ اِلٰی سَقْفِ الْبَیْتِ ــــــ گھر کی چھت تک لٹکی ہوئی رسی کے ذریعہ ــــــ تَذْهَلُ تَشْغَلُ، بھول جائے گی۔

بَابٌ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ شَكٍّ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان، کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں شک کے ساتھ اگر اسے بھلائی

وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ اَتْرَفْنَاهُمْ وَسَّعْنَاهُمْ
صـ ۶۹۴

پہونچے تو مطمئن ہوجاتے ہیں اور اگر اسے کوئی فتنہ پہونچے تو اپنے منھ کے بل پلٹ جاتے ہیں دنیا اور آخرت میں وہ خاسر ہوئے، لغایۃ یہی بڑی گمراہی ہے، اَتْرَفْنَاهُمْ یعنی ہم نے ان کو کشائش دی۔

۲۲۹۲	عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
حدیث	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آیۂ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ
	عَنْهُمَا قَالَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ كَانَ الرَّجُلُ
	مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ ایک شخص مدینہ آتا
	يَقْدَمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِنْ وَلَدَتْ اِمْرَاَتُهٗ غُلَامًا وَّنُتِجَتْ خَيْلُهٗ
	(ایمان قبول کرتا) اگر اس کی عورت کے لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑی کے
	قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ وَّاِنْ لَّمْ تَلِدْ اِمْرَاَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ
	بچہ پیدا ہوتا کہتا یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کی عورت کے بچہ نہیں پیدا ہوتا اور اس کی
	قَالَ هٰذَا دِيْنُ سُوْءٍ۔
	گھوڑی کے بچہ نہ ہوتا تو کہتا یہ دین برا ہے۔

تشریحات ۲۲۹۲ جعفر کی روایت میں ہے کہ اگر قحط سالی کا سال پاتے اور بری اولاد ہوتی کہتے اس دین میں خیر نہیں ــــــ اور عوفی کی روایت میں ہے اگر اسے مدینے کی بیماری ہوجاتی اور اس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوتی تو اس کے پاس شیطان آتا تو کہتا بخدا اس دین میں شر ہی ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

صـ ۶۹۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ سَبْعَ طَرَائِقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ، اور ابن عیینہ نے کہا کہ طرائق سے مراد آسمان ہیں۔ ــــ لَهَا سَابِقُوْنَ سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ، پہلے سے ان کے لئے سعادت مقدر ہوچکی ــــ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ خَائِفِيْنَ، ان کے دل لرز رہے ہیں ڈر رہے ہیں ــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ ــــ ھیہات کے معنی دور کے ہیں ــــ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ الْمَلٰئِكَةَ، تو گننے والوں سے پوچھو یعنی فرشتوں سے، اس سے مراد یا تو حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں یا حساب کرنے والے ــــ لَنَاكِبُوْنَ لَعَادِلُوْنَ ــــ

راستے سے ہٹ جانے والے ـــــ کَالِحُوْنَ عَابِسُوْنَ، منھ بگاڑنے والے ـــــ مِنْ سُلَالَةٍ اَلْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ، سلالہ سے مراد لڑکا ہے اور نطفہ بھی سلالہ ہے، سلالہ کے معنی خلاصہ کسی چیز کا عمدہ نچوڑ ـــــ وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ، دونوں کے معنی ایک ہیں پاگل پن ـــــ وَالْغُثَاءُ اَلزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ، غثاء کے معنی جھاگ اور جو پانی کے اوپر ہو اور ہر وہ چیز جو قابل نفع نہ ہو۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ ص ۶۹۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مدنی ہے اس میں چوسٹھ آیتیں ہیں۔

مِنْ خِلَالِهٖ مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ، بارش بادلوں کی تہوں سے نکلتی ہے ـــــ سَنَا بَرْقِهٖ اَلضِّيَاءُ، بجلی کی چمک ـــــ مُذْعِنِيْنَ يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِيْ مُذْعِنٌ، مذعنین کے معنی عاجزی کرنے والے، یہ مذعن کی جمع ہے ـــــ اَشْتَاتًا وَشَتّٰى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ ـــــ ان سب کے معنی ہیں مختلف ـــــ وَقَالَ سَعْدُ ابْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ الْمِشْكٰوةُ الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ، سعد بن عیاض ثمالی نے کہا مشکوٰۃ حبشی لفظ ہے اس کے معنی طاق کے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا بَيَّنَّاهَا وَقَالَ غَيْرُهٗ سُمِّيَ الْقُرْاٰنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْاٰنًا وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ تَاْلِيْفُ بَعْضِهٖ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا جَمَعْنَاهُ وَاَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ اَيْ مَا جُمِعَ فِيْهِ فَاعْمَلْ بِمَا اَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرِهٖ قُرْاٰنٌ اَيْ تَاْلِيْفٌ وَسُمِّيَ الْفُرْقَانُ لِاَنَّهٗ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ وَيُقَالُ لِلْمَرْاَةِ مَا قَرَاَتْ بِسَلًى قَطُّ اَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِيْ بَطْنِهَا وَلَدًا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا کے معنی ہیں ہم نے اس کو بیان کیا اور ان کے غیر نے کہا قرآن کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا کہ اس میں چند سورتیں جمع ہیں اور سورت کو سورت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہے جب بعض بعض سے ملا دی گئیں تو مجموعہ کا نام قرآن رکھا گیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بیشک ہمارے ذمے اس کا جمع فرمانا اور اس کو ایک دوسرے سے ملانا ہے تو جب ہم اسے ملا چکیں تو جو ملایا جا چکا ہے اس کی اتباع کرو، اللہ نے جس کا حکم دیا ہے اسے کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز رہو اور کہا جاتا ہے اس کے شعر میں قرآن نہیں یعنی تالیف نہیں اور اس کا نام فرقان رکھا گیا اس لئے کہ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ عورت سے کہا جاتا ہے مَا قَرَاَتْ بِسَلًى قَطُّ یعنی اس کے پیٹ میں لڑکا جمع نہیں ہوا۔

وَقَالَ فَرَضْنَاهَا اَنْزَلْنَا فِيْهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَاَ فَرَّضْنَاهَا يَقُوْلُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ بَعْدَكُمْ، اور کہا فَرَضْنَاهَا کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس میں مختلف فرائض نازل فرمائے ـــــ

اور جس نے فرضناھا پڑھا وہ کہتا ہے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر فرض فرمایا ـــــ قَالَ مُجَاهِدٌ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْ لَمْ يَظْهَرُوْا لَمْ يَدْرُوْا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ، اور وہ چھوٹے بچے جو واقف نہیں کیونکہ وہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔ ص۷۰۲

۲۲۹۳ حدیث	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ
	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے
	نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
	فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے پہلے، پہلی ہجرت کرنے والی عورتوں پر جب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا اور اپنی
	عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ شَقَقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهٖ۔
	اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالیں، تو انھوں نے تہبند پھاڑ کر اس کا نقاب بنایا۔

۲۲۹۳ **تشریحات** اس کے بعد کی حدیث جو بطریق صفیہ بنت شیبہ ہے اس میں یہ ہے کہ کناروں کی جانب سے اپنے تہبند کو انھوں نے پھاڑا تھا۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ ص۷۰۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مکی ہے البتہ دو آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے ایک "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ" الآیۃ دوسرے "اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" الآیۃ اس میں ستہتر آیتیں ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَبَاءً مَنْثُوْرًا مَا تَسْفِيْ بِهِ الرِّيْحُ، باریک گرد و غبار جو ہوا کے ساتھ اڑتا رہتا ہے ـــــ مَدَّ الظِّلَّ مَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ، سایہ پھیلایا، اس سے مراد طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت ہے ـــــ سَاكِنًا دَائِمًا عَلَيْهِ، جو اس پر ہمیشہ رہتا ہے ـــــ دَلِيْلًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ، سورج کا نکلنا ـــــ خِلْفَةً مَنْ فَاتَهٗ فِي اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهٗ بِالنَّهَارِ أَوْ فَاتَهٗ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهٗ بِاللَّيْلِ، بدل یعنی جو کام رات کو رہ جائے وہ دن میں کیا جائے اور جو دن میں رہ جائے اسے رات میں کیا جائے ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَا شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرٰى حَبِيْبَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔ ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے ایسے افراد عطا کر جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو یعنی ہمیں ایسی بیویاں اور

اولاد عطا فرما جو اللہ کی اطاعت کریں۔ مومن کی آنکھوں کو اس سے زیادہ کوئی چیز ٹھنڈی کرنے والی نہیں کہ اپنے محبوب کو اللہ کی اطاعت میں دیکھے ــــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَبُوْرًا اَوَیلاً ــــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلسَّعِیْرُ مُذَکَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ اَلتَّوَقُّدُ الشَّدِیْدُ۔ سعیر، معنی بھڑکنے والا یہ مذکر ہے، تسعّر اور اضطرام کے معنی سخت بھڑکنا ہے ــــــ تُمْلٰی عَلَیْہِ تُقْرَأُ عَلَیْہِ مِنْ اَمْلَیْتُ وَاَمْلَلْتُ، اس پر پڑھی جائے یہ اَمْلَیْتُ اور اَمْلَلْتُ سے ہے۔ تُمْلٰی اَمْلَیْتُ کا واحد مؤنث حاضر مضارع مجہول ہے، اَمْلَلْتُ اسی کے ہم معنی ہے یہ مراد نہیں کہ تُمْلٰی بھی اَمْلَلْتُ سے بنا ہے ــــــ اَلرَّسُّ اَلْمَعْدِنُ وَجَمْعُہٗ رِسَاسٌ، کان اس کی جمع رساس ہے ــــــ مَا یَعْبَأُ یُقَالُ مَا عَبَأْتُ بِہٖ شَیْئًا لَا یُعْتَدُّ بِہٖ، جس کی کچھ قدر نہیں ــــــ غَرَامًا ھَلَاکًا ــــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَعَتَوْا طَغَوْا، انھوں نے سرکشی کیا ــــــ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَاتِیَۃٍ عَتَتْ عَلَی الْخُزَّانِ، اور ابن عیینہ نے کہا "عاتیۃ" وہ ہوا جو خازنوں کے قابو سے باہر ہوگئی تیز آندھی۔

بَابُ قَوْلِہٖ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اِلٰی جَھَنَّمَ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ وہ لوگ جو منھ کے بل جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے ان کا ٹھکانہ سب سے برا اور سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔

۲۲۹۴ حدیث حَدَّثَنَا اَنَسُ ابْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یُحْشَرُ الْکَافِرُ عَلٰی وَجْھِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ اَلَیْسَ الَّذِیْ اَمْشَاہُ عَلَی الرِّجْلَیْنِ فِی الدُّنْیَا قَادِرًا عَلٰی اَنْ یُّمْشِیَہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ قَتَادَۃُ بَلٰی وَعِزَّۃِ رَبِّنَا۔

حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کافر قیامت کے دن منھ کے بل چلایا جائے گا فرمایا کیا جس ذات نے اس کو دنیا میں دو پاؤں پر چلایا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اس کو منھ کے بل چلائے، قتادہ نے کہا ہاں ضرور ہمارے رب کی عزت کی قسم۔ (یعنی وہ ضرور اس پر قادر ہے) ؎

سُوْرَۃُ الشُّعَرَاءِ ۶ ص۲۰۷ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکی ہے اس میں دو سو ستائیس آیتیں ہیں۔

؎ کتاب الرقاق باب کیف الحشر ص۹۶۶ مسلم توبہ۔ نسائی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ تَبْنُوْنَ، بناتے ہو ـــــ هَضِيْمٌ يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ، چھونے سے ریزہ ریزہ ہو جائے ـــــ مُسَحَّرِيْنَ اَلْمَسْحُوْرِيْنَ، جس پر جادو کر دیا گیا ہو ـــــ اَللَّيْكَةُ وَالْاَيْكَةُ جَمْعُ اَيْكَةٍ وَهِيَ جَمِيْعُ شَجَرٍ، درختوں کا جھنڈ، جنگل ـــــ يَوْمَ الظُّلَّةِ إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ، جس دن ان پر عذاب کا سایہ ہوگا ـــــ مَوْزُوْنٌ مَعْلُوْمٌ كَالطَّوْدِ كَالْجَبَلِ، پہاڑ کے مثل ـــــ لَشِرْذِمَةٌ طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ، چھوٹا گروہ ـــــ فِي السَّاجِدِيْنَ فِي الْمُصَلِّيْنَ نماز پڑھنے والوں میں ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ كَأَنَّكُمْ، جیسے تم اس میں ہمیشہ رہو گے ـــــ اَلرِّيْعُ اَلْيَفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَأَرْيَاعٌ وَاحِدُهُ الرِّيْعَةُ، ٹیلہ ـــــ مَصَانِعَ كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ، محل ـــــ فَرِهِيْنَ فَرِحِيْنَ فَارِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ فَارِهِيْنَ حَاذِقِيْنَ، فرہین کے معنی اتراتے ہوئے اور کچھ لوگوں نے کہا فارہین کے معنی ماہرین کے ہیں ـــــ تَعْثَوْا هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ وَعَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا، بہت فساد مچاتے ہو، عیث کے معنی سخت فساد مچانا ـــــ یہ افادہ فرمایا کہ عَاثَ معتل العین عَثِيَ معتل اللام ہم معنی ہیں، یہ مراد نہیں کہ تعثوا عَاث سے مشتق ہے ـــــ اَلْجِبِلَّةُ اَلْخَلْقُ جُبِلَ خُلِقَ وَمِنْهُ جُبُلًا وَجِبِلًا وَجُبْلًا وَجُبُلًا بِمَعْنَى الْخَلْقِ، سرشت، مخلوق جُبل کے معنی خلق کے ہیں۔

اَلنَّمْلُ　　ص۷۰۲　　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ مکی ہے، اس میں ترانوے آیتیں ہیں۔

اَلْخَبْأُ مَا خَبَأْتَ، جس کو تو چھپائے ـــــ لَا قِبَلَ لَهُمْ لَا طَاقَةَ، انھیں طاقت نہیں ـــــ اَلصَّرْحُ كُلُّ مِلَاطٍ اُتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيْرِ وَالصَّرْحُ اَلْقَصْرُ وَجَمَاعَتُهُ صُرُوْحٌ، وہ گارا جو شیشہ ملا کر تیار کیا گیا ہو، اور محل، اس کی جمع صروح ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ سَرِيْرٌ كَرِيْمٌ حَسَنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ، بھاری تخت، اچھی کاریگری کا، بیش قیمت ـــــ مُسْلِمِيْنَ طَائِعِيْنَ، تابع دار ہو کر ـــــ رَدِفَ اِقْتَرَبَ، قریب ہوا ـــــ جَامِدَةً قَائِمَةً، ٹھہرا ہوا ـــــ أَوْزِعْنِيْ اِجْعَلْنِيْ، مجھ کو بنا دے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَكِّرُوْا غَيِّرُوْا، بدل ڈالو ـــــ وَأُوْتِيْنَا الْعِلْمَ يَقُوْلُهُ سُلَيْمَانُ، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے پہلے ہی سے علم دیا گیا ـــــ وَالصَّرْحُ بِرْكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيْرَ أَلْبَسَهَا إِيَّاهُ، صرح کے معنی پانی کا حوض جس پر سلیمان علیہ السلام نے شیشہ چڑھا دیا تھا۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ　　ص۷۰۲　　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مکی ہے اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں۔

یُقَالُ اِلَّا وَجْھَهٗ اِلَّا مُلْکَهٗ وَیُقَالُ اِلَّا مَا اُرِیْدَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ، یعنی اس کا ملک اور بعض لوگوں نے کہا وہ جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ فَعَمِیَتْ عَلَیْھِمُ الْاَنْبَاءُ اَلْحُجَجُ، ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی یعنی دلیلیں۔ انباء سے مراد دلیلیں ہیں ـــــ

ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اُولِی الْقُوَّۃِ لَا یَرْفَعُھَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ، قارون کے خزانوں کی کنجیاں طاقتور مردوں کی ایک جماعت اٹھا نہیں پاتی تھیں ـــــ لَتَنُوْءُ لَتُثْقِلُ، بھاری پڑتی تھیں ـــــ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے علاوہ ان کی والدہ کے دل میں اور کوئی خیال نہیں رہتا ـــــ اَلْفَرِحِیْنَ اَلْمَرِحِیْنَ، اتراتے ہوئے ـــــ قُصِّیْهِ اِتَّبِعِیْ اِثْرَهٗ وَقَدْ یَکُوْنُ اَنْ یَقُصَّ الْکَلَامَ، اس کے نشانِ قدم کا پیچھا کرو اور کبھی بات کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے ـــــ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ وَعَنِ اجْتِنَابٍ اَیْضًا۔ دور سے ـــــ نَبْطِشُ وَنَبْطُشُ ـــــ یَاْتَمِرُوْنَ یَتَشَاوَرُوْنَ، آپس میں مشورہ کرتے تھے ـــــ اَلْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّیْ وَاحِدٌ۔ ان سب کا معنی ایک ہے حد سے آگے بڑھنا ـــــ اٰنَسَ اَبْصَرَ، دیکھا ـــــ اَلْجَذْوَۃُ قِطْعَةٌ غَلِیْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَیْسَ فِیْھَا لَھَبٌ وَالشِّھَابُ فِیْهِ لَھَبٌ، دبیز آگ کا انگارہ جس میں لپٹ نہ ہو۔ شہاب اس انگارہ کو کہتے ہیں جس میں لپٹ ہو ـــــ وَالْحَیَّاتُ اَجْنَاسٌ اَلْجَانُّ وَالْاَفَاعِیْ وَالْاَسَاوِدُ، قسم قسم کے سانپ ـــــ رِدْاً مُعِیْنًا، مددگار ـــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یُصَدِّقُنِیْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو میری تصدیق کرے ـــــ وَقَالَ غَیْرُهٗ سَنَشُدُّ سَنُعِیْنُكَ کُلَّ مَا عَزَّزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا ـــــ ہم تجھے قوت دیں گے جب تو کسی کی مدد کرے تو اس کے لئے بازو ہو گیا ـــــ مَقْبُوْحِیْنَ مُھْلَکِیْنَ۔ ہلاک کئے ہوئے ـــــ وَصَّلْنَا بَیَّنَّاهُ وَاَتْمَمْنَاهُ ـــــ ہم نے اس کو بیان کر دیا اور پورا کر دیا ـــــ یُجْبٰی یُجْلَبُ۔ نفع حاصل کرتا ہے ـــــ بَطِرَتْ اَشِرَتْ، اترا گیا ـــــ فِیْ اُمِّھَا رَسُوْلًا۔ اس کی مرکزی بستی میں رسول بھیجتے ہیں ـــــ ام القریٰ مکہ اور اس کے ارد گرد کو کہتے ہیں ـــــ تُکِنُّ تُخْفِیْ اَکْنَنْتُ الشَّیْءَ اَخْفَیْتُهٗ وَکَنَنْتُهٗ خَفَیْتُهٗ اَظْھَرْتُهٗ تُکِنُّ کے معنی تو چھپاتا ہے ـــــ اَکْنَنْتُ الشَّیْءَ کے معنی ہیں میں نے اس کو چھپایا یہ اضداد میں سے ہے اس کے معنی چھپانے کے بھی ہیں اور ظاہر کرنے کے بھی ہیں ـــــ وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ یُوَسِّعُ عَلَیْهِ وَیُضَیِّقُ عَلَیْهِ۔ وَیْكَ ـــــ اَلَمْ تَرَ کے معنی میں ہے۔ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس پر چاہتا ہے۔

رزق وسیع کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

باب قوله تعالى إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا۔

حدیث ۲۲۹۵ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا

لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ - قَالَ إِلَى مَكَّةَ -

لرادك الی معاد سے مراد یہ ہے کہ تم کو پھر مکہ لوٹائے گا۔

تشریحات ۲۲۹۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ بحکم الٰہی مکہ معظمہ سے ہجرت کر رہے ہیں مگر ایک دن آئے گا کہ آپ پھر مکہ معظمہ پلٹ آئیں گے۔ اس سے مراد یا تو یا تو عمرۃ القضار میں واپسی ہے یا فتح مکہ کے دن۔ عمرۃ القضار کے موقع پر واپسی عارضی تھی وہاں کفار کا تسلط تھا تین یوم سے زیادہ نہیں رک پائے مگر فتح مکہ کے موقع پر واپسی حاکمانہ تھی۔ مکہ زیر نگیں تھا مطیع تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وہاں نافذ تھا۔ چاہتے تو وہاں مستقل بود وباش اختیار فرمالیتے۔ مگر اپنے اختیار سے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار نہیں فرمائی۔

الْعَنْكَبُوتُ

ص ۷۰۳

یہ سورت مکی ہے۔ اس میں انہتر آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ضَلَلَةً ـــ انھیں گمراہی سوجھتی ہے ـــ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ عَلِمَ اللهُ ذٰلِكَ إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيزَ اللهُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى لِيَمِيزَ اللهُ الْخَبِيثَ ـــ یہاں علم سے مراد تمیز پیدا کرنا علیحدہ کر دینا ہے ـــ جیسا کہ آیۂ کریمہ تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے ـــ أَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ أَوْزَارَهُمْ ـــ بوجھ پر بوجھ ـــ

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ

ص ۷۰۳ ـــ یہ سورت مکی ہے۔ اس میں ساٹھ آیتیں ہیں۔

روم دو ہیں۔ ایک روم بن لنطی بن لونان بن یافث اور دوسرا روم بن عیص بن اسحاق علیہ السلام یہاں اس کے ملک کے باشندے مراد ہیں۔ روم بن عیص کے نام پر ان تمام مقبوضات کا نام پڑ گیا جو اس کے حدود سلطنت میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت روم اور ایران میں بڑی خونریز جنگ چھڑ گئی تھی۔ ایرانی سپہ سالار رستم نے رومیوں کے ایشیائے کوچک کے تمام مقبوضات کو فتح کر کے رومی بادشاہ ہرقل کو سمندر پار ڈھکیل دیا تھا۔ رومیوں نے انتہائی ذلت کے ساتھ صلح کی پیش کش کی۔ لیکن مغرور ایرانی شہنشاہ خسرو نے ٹھکرا دیا۔ اور یہ کہا مجھے یہ سب نہیں چاہئے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہرقل

چاہیئے۔ جو میرے پاس آکر سورج دیوتا کو سجدہ کرے اس پر ہرقل کو غیرت آئی اس نے اپنی پوری قوت جمع کرکے ایرانیوں پر حملہ کیا اور انھیں ڈھکیلتا گیا اور اپنے سارے مقبوضات واپس لے کر ایرانیوں کو اپنے حدود میں ڈھکیل دیا۔ جب ایرانی رومیوں پر غالب آئے تو مکہ کے مشرکین بہت خوش ہوئے۔ مشرک میں اتحاد کی وجہ سے مشرکین ایرانیوں کے حامی تھے، اور مسلمانوں کا یک گونہ رجحان رومیوں کی طرف تھا اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مشرکین نے کہا جیسے ہمارے بھائی تمہارے بھائی پر غالب آئے ہیں ایسے ہی اگر ہمارے تمہارے درمیان جنگ ہوگی تو ہم تم پر غالب آئیں گے۔ اس سے مسلمان دل شکستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دلجمعی کے لئے یہ سورہ نازل فرمائی۔

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں۔ اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت صدیق اکبر نے مشرکین کو سنائیں بات بڑھی اور سو اونٹوں کی شرط لگی۔ مشرکین نے کہا میعاد مقرر کرو۔

بالآخر جس دن بدر کے میدان میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی اسی دن یہ اطلاع بھی ملی کہ ہرقل ایرانیوں پر غالب آگیا ہے۔ ابی بن خلف تو جنگ بدر میں مارا گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اولاد سے شرط کے سو اونٹ وصول کئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صدقہ کردیئے۔ یہ شرط حقیقت میں جوا تھا مگر اس وقت تک جوئے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی نیز مکہ والے حربی تھے۔ اس لئے اس مال کے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

فَلَا يَرْبُوْا مَنْ اَعْطٰى يَبْتَغِىْ اَفْضَلَ فَلَا اَجْرَ لَهٗ ___ جو اس لئے دے کہ اسے عوض میں اس سے زیادہ ملے اسے اجر نہیں ___ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُحْبَرُوْنَ يُنْعَمُوْنَ ___ نعمت دیئے جائیں ___ فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ ___ اپنے لئے بستر ٹھیک کرتے ہیں ___ اَلْوَدْقُ الْمَطَرُ ___ بارش ___ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ هَلْ لَّكُمْ مِّمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فِى الْاٰلِهَةِ وَفِيْهِ تَخَافُوْنَهُمْ اَنْ يَّرِثُوْكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ___ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ ___ ھل لکم مما ملکت ایمانکم شرکاء ___ معبودان باطل کے بارے میں نازل ہوئی اور ان کے بارے میں تم ڈرتے ہو کہ کہیں وہ تمہارے وارث نہ ہوں جیسے تم میں بعض بعض کا وارث ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو اپنے اموال کا شریک ہونا پسند نہیں کرتے کہ وہ تمہاری ملکیت میں برابر کے ساجھیدار ہوں اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ کیسے پسند فرمائے گا کہ اس کی مخلوق اور اس کے مملوک خدائی میں اس کے شریک ہوں۔

يَصَّدَّعُوْنَ يَتَفَرَّقُوْنَ فَاصْدَعْ ___ جدا جدا ہوجائیں گے اسی سے فاصدع ہے کھلم کھلا بیان فرمائیے ___ وَقَالَ غَيْرُهٗ ضُعْفٌ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ ___ کمزوری ضاد کے ضمہ و فتحہ

دونوں کے ساتھ ہے ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلسُّوآى اَلْاِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيئِينَ۔ برائی کا بدلہ۔

تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ ص۷۰۴

یہ سورہ مکی ہے اور اس میں تیس ۳۰ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِيْنٌ ضَعِيْفٌ نُطْفَةُ الرَّجُلِ ــ بے قدر برا مرد کا نطفہ ہے ــــ
ضَلَلْنَا هَلَكْنَا ــ ہم نے ان کو ہلاک کیا ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
اَلْجُرُزُ الَّتِيْ لَا تُمْطِرُ اِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِيْ عَنْهَا شَيْئًا ــ وہ بادل جو برسے نہیں یا اتنی بارش برسے
جو بے فائدہ ہو ــــ نَهْدِ فَهْدِ نُبَيِّنْ ــ ہم واضح کر دیتے ہیں۔

اَلْاَحْزَاب ص۷۰۴

یہ سورۃ مدنی ہے۔ اور اس میں تہتر ۷۳ آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ صَيَاصِيْهِمْ قُصُوْرِهِمْ ان کے محلوں سے

باب قَوْلِهٖ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ ص۷۰۵ متبنّی کو ان کے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔

۲۲۹۶ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ

تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ زَيْدَ ابْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ

تھے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ انھیں ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ [1]

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔

تشریحات ۲۲۹۶ زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی بچے کو گود لیتا۔ یعنی متبنّی بنا لیتا تو بچہ اس کی طرف منسوب ہوتا۔ اور اس کی میراث پاتا۔ اسی قاعدہ کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی زید بن محمد کہتے تھے۔ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ دونوں باتیں ختم ہوگئیں۔

بَابٌ قَوْلِهٖ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "ان میں سے کچھ

---

[1] مسلم فضائل ترمذی تفسیر مناقب نسائی تفسیر

مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ص۵۰۷ لوگوں نے اپنی منت پوری کرلی اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور وہ ذرا نہ بدلے۔

نَحْبَهُ عَهْدَهُ ـــــ عہد کو ـــــ اَقْطَارُهَا جَوَانِبُهَا ـــ اسکے کنارے ـــ اَلْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا لَاَعْطَوْهَا ـــــ فتنے میں پڑتے۔

بَابُ قَوْلِهِ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۔ ص۵۰۷ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اپنی بیویوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

اَلتَّبَرُّجُ اَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا ـــــ اپنی آرائشوں کو ظاہر کرو ـــــ سُنَّةَ اللّٰهِ اِسْتَنَّهَا جَعَلَهَا ـــــ جسے اللہ نے اپنا طریقہ مقرر فرمالیا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ ص۵۰۷ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے اسکا خوف رکھو۔

حدیث ۲۲۹۷ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ نَزَلَتْ فِيْ شَانِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَزَيْدِ ابْنِ حَارِثَةَ [1]

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیۃ کریمہ "وتخفی فی نفسك ما الله مبديه" زینب بنت جحش اور زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے

تشریحات ۲۲۹۷ قصہ یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا، حضرت زید بن حارثہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام تھے جنہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا اور اپنا متبنیٰ بنالیا تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی اسد کی چشم و چراغ تھیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، دونوں میں نباہ نہ ہوسکا، نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دیا، اس سے حضرت زینب بہت دلگیر تھیں ان کی دلداری کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا لیکن اندیشہ یہ تھا کہ لوگ طعن کریں گے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت

---

[1] التوحید باب کان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۱ ترمذی تفسیر، نسائی تفسیر

میں لوگ متبنّی کو حقیقی بیٹے کے مثل جانتے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تردد تھا، اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس تردد کو دور فرمایا گیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے حضور کے ساتھ کیا تھا جس پر حضرت زینب دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں، فرماتی تھیں۔ تم لوگوں کا نکاح تمہارے اہل نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

باب قَوْلِہٖ تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ ص۷۰۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں"

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُرْجِیْ تُؤَخِّرُ اَرْجِئْهُ اَخِّرْهُ۔ ترجی کے معنی ہے اسے ہٹاؤ۔

۲۲۹۸ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَی اللَّاتِیْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَقُوْلُ اَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی "تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ" اَلْاٰیَةَ قُلْتُ مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاكَ عـہ

حدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جنھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا اور میں کہتی کیا عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی تو میں نے حضور سے عرض کیا" میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

۲۲۹۹ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَسْتَاْذِنُ فِیْ یَوْمِ الْمَرْاَةِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ

حدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باری کے دن ہم سے اذن طلب فرماتے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ان میں سے جسے چاہو اپنے سے پیچھے کر دو اور اپنے قریب کرو

عـہ کتاب النکاح باب ہل المرأۃ ان تہب نفسہا لاحد ص۷۶۶ مسلم نکاح، نسائی نکاح عشرۃ النساء

وَتُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ

جسے چاہو اور ان میں سے بھی جن سے تم نے علیحدگی اختیار کر لی اگر کسی کو قریب کر لو تو آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

عَلَیْكَ فَقُلْتُ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُوْلِیْنَ قَالَتْ كُنْتُ أَقُوْلُ لَهٗ إِنْ

معاذہ نے ام المؤمنین سے پوچھا اس وقت آپ کیا عرض کرتی تھیں انھوں نے بتایا میں عرض کرتی اگر یہ

كَانَ ذَاكَ إِلَیَّ فَإِنِّیْ لَا أُرِیْدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ أُوْثِرَ عَلَیْكَ أَحَدًا[عله]

میرے اختیار میں ہے تو میں یا رسول اللہ اسے پسند نہیں کرتی کہ آپ پر کسی کو ترجیح دوں۔

تشریحات

۲۲۹۹ كُنْتُ أَغَارُ۔ متعدد عورتوں نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کہ حضور ہمیں اپنی زوجیت میں رکھ لیں۔ وہ عورتیں یہ ہیں۔ خولہ بنت حکیم ام شریک۔ فاطمہ بنت شریح۔ لیلہ بنت حطیم۔ میمونہ بنت الحارث۔ اسی کو ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر غیرت آئی لیکن جب آیۃ کریمہ تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ نازل ہوئی تو میں نے یہ سمجھا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کا اثر ہے۔ اور من جانب اللہ ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر باری کی پابندی واجب نہیں تھی یہ دوسری بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرم سے ازواج مطہرات کی باری مقرر فرمادی تھی اور اس کی پابندی بھی فرماتے تھے۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ إِلَّا

أَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِیْنَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیِیْ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوْا أَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ص ۷۰۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ازواج مطہرات سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے۔ تمہارے دلوں اور انکے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہونچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

عله مسلم طلاق۔ ابو داؤد نکاح۔ نسائی۔ عشرۃ النساء

يُقَالُ اِنَاهُ اِدْرَاكُهُ اَنٰى يَانِيْ اَنَاةً ـــــ اناہ کے معنی کھانا تیار ہونا۔ یہ ضرب یضرب سے آتا ہے
اس کا مصدر اَنَاۃ ہے ـــــ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ـــــ اِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ
قُلْتَ قَرِيْبَةٌ وَاِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلًا فَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ وَ
كَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِى الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ لِلذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى۔ قریب کو جب تم مؤنث کی
صفت ٹھہراؤ تو قریبۃ کہوگے۔ جب اس ظرف یا بدل بنا اور صفت کا ارادہ نہ کرو۔ تو مؤنث سے ہاء نکالدو۔
اور ایسے ہی اس کا لفظ واحد۔ تثنیہ۔ جمع مذکر اور مؤنث میں ہے آیۃ مذکورہ میں بظاہر قریبًا کو مؤنث ہونا
چاہئے۔ اس لئے کہ تکون کے اسم وخبر میں مطابقت ضروری ہے۔
امام بخاری اس کا جواب دیتے ہیں کہ قریب اگر کسی مؤنث کی صفت واقع ہو تو مؤنث لانا ضروری
ہے۔ اور اگر مؤنث کی صفت نہ ہو بلکہ کسی لفظ مؤنث کا ظرف یا بدل واقع ہو تو مؤنث نہیں لایا جائے گا۔
لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ آیۃ کریمہ میں قریبًا نہ تو ظرف ہے نہ بدل۔ صحیح توجیہ یہ ہے کہ
قریب فعیل کے وزن پر ہے۔ اور معنی میں اسم مفعول کے ہے۔ اور فعیل جب معنی میں اسم مفعول کے
ہوتا ہے۔ تو اس میں مذکر مؤنث برابر ہوتا ہے۔ جیسے اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

۲۳۰۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ
حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جب زینب بنت جحش سے شادی کی تو قوم کو کھانے کے لئے بلایا۔ لوگوں نے کھایا پھر بیٹھ
زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ
کر باتیں کرنے لگے۔ تو حضور نے ایسا ظاہر کیا کہ کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔ پھر بھی وہ
وَاِذَا هُوَ كَاَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَامَ
لوگ نہیں اٹھے۔ جب حضور نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے جب حضور کھڑے ہو گئے تو
فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّهُمْ قَامُوْا
لے جانے کے ارادے سے واپس آئے تو دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد

فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھُمْ قَدْ

وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے۔ اب حضور

انْطَلَقُوْا فَجَاءَ حَتّٰی دَخَلَ فَذَھَبْتُ اَدْخُلُ فَاَلْقَی الْحِجَابَ بَیْنِیْ وَ

تشریف لائے۔ اندر تشریف لے گئے۔ میں نے بھی اندر داخل ہونا چاہا تو حضور نے میرے اور اپنے

بَیْنَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الْآیَۃَ عـہ

درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔

حدیث ۲۳۰۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُھَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بُنِیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِزَیْنَبَ بِنْتِ

جحش کے ولیمہ کے لئے روٹی اور گوشت کا انتظام فرمایا اور مجھے کھانے کے لئے لوگوں کو

جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَاُرْسِلْتُ عَلَی الطَّعَامِ دَاعِیًا فَیَجِیْءُ قَوْمٌ

بلانے کے واسطے بھیجا لوگ آتے اور کھاتے اور چلے جاتے۔ پھر لوگ آتے

فَیَاْکُلُوْنَ وَیَخْرُجُوْنَ ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ فَیَاْکُلُوْنَ وَیَخْرُجُوْنَ

اور کھا کر چلے جاتے میں لوگوں کو بلاتا رہا یہاں تک کہ کوئی ایسا نہیں رہ گیا جسے

فَدَعَوْتُ حَتّٰی مَا اَجِدُ اَحَدًا اَدْعُوْا فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَا اَجِدُ

بلاؤں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں اب کسی کو نہیں پاتا جسے بلاؤں فرمایا کھانا

اَحَدًا اَدْعُوْہُ قَالَ اِرْفَعُوْا طَعَامَکُمْ وَبَقِیَ ثَلٰثَۃُ رَھْطٍ یَتَحَدَّثُوْنَ

اٹھادو۔ تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عائشہ

فِی الْبَیْتِ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ اِلٰی حُجْرَۃِ

کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت

عـہ النکاح۔ باب صـ۷۷۳ باب الھدیۃ للعروس صـ۷۷۵ باب الولیمۃ حق صـ۷۷۶ باب الولیمۃ ولو بشاۃ صـ۷۷۷ باب من اولم علی بعض نسائہ اکثر من بعض صـ۷۷۷ اطعمہ باب قولہ فاذا طعمتم فانتشروا صـ۸۲۱ الاستیذان باب آیۃ الحجاب صـ۹۲۱ باب من قام من مجلسہ صـ۹۲۸ التوحید باب وکان عرشہ علی الماء صـ۱۱۰۴ مسلم۔ نکاح۔ نسائی۔ تفسیر

عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال السلام علیکم اھل البیت
انھوں نے عرض کیا آپ پر بھی سلام عرض ہو اور اللہ کی رحمت آپ نے اپنے
ورحمۃ اللہ فقالت وعلیک ورحمۃ اللہ کیف وجدت
اہل کو کیسا پایا اللہ آپ کو برکت دے اس کے بعد اپنی تمام ازواج کے حجروں
اھلک بارک اللہ لک فتقری حجر نسائہ کلھن یقول لھن
کے پاس باری باری تشریف لے جاتے ان سے وہی فرماتے جو عائشہ سے فرمایا
کما یقول لعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ویقلن لہ کما قالت
تھا اور وہ وہی عرض کرتیں جو حضرت عائشہ نے عرض کیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثم رجع النبی صلی اللہ علیہ
لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ اب بھی وہ تینوں آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور نبی
وسلم فاذا ثلثۃ رھط فی البیت یتحدثون وکان النبی صلی
صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ حیا فرمانے والے تھے پھر حضور عائشہ کے حجرہ کی طرف
اللہ علیہ وسلم شدید الحیاء فخرج منطلقا نحو حجرۃ
چلے گئے مجھے یاد نہیں میں نے حضور کو خبر دی یا کسی اور نے کہ وہ لوگ
عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فما ادری اخبرتہ او اخبران
جاچکے اب حضور لوٹے اپنا ایک پاؤں دروازہ کی چوکھٹ کے اندر رکھا
القوم خرجوا فرجع حتی اذا وضع رجلہ فی اسکفۃ الباب
اور دوسرا باہر اور میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اور
داخلۃ واخری خارجۃ ارخی الستر بینی وبینہ وانزلت
آیت حجاب نازل ہوئی۔
آیۃ الحجاب۔

تشریحات ۲۳۰ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ اور آیت حجاب کے نزول پر تفصیلی گفتگو جلد اول میں گذر چکی ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔ وہیں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ ۵ھ کا ہے۔ (جلد اول ص۴۷۵)

حضرت امام بخاری نے اس واقعہ کو تیرہ جگہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ذکر فرمایا ہے۔ کہیں بطریق ابو مجلز کہیں بطریق ابو قلابہ کہیں بطریق عبدالعزیز بن صہیب کہیں بطریق حمید کہیں بطریق ثابت۔ ہر روایت میں کچھ زیادتی اور کمی اجمال و تفصیل ہے۔

ولیمہ میں کیا کھانا تھا۔ یہاں عبدالعزیز بن صہیب کی روایت میں ہے کہ روٹی اور گوشت تھا لیکن کتاب النکاح باب الولیمہ میں بطریق زہری جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا۔ میری ماں پابندی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا حکم دیتی تھیں۔ میں نے دس سال حضور کی خدمت کی ہے۔ وصال کے وقت بیس سال کا تھا۔ اس لئے حجاب کے بارے میں سب سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ حجاب کب اترا۔ زینب بنت جحش کے ولیمہ کے موقع پر پہلے پہل آیت حجاب نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ زینب بنت جحش کے زفاف کی صبح کو حضور نے لوگوں کو ولیمہ پر بلایا۔

اور کتاب النکاح ہی میں باب الولیمۃ ولو بشاۃ میں بطریق انس جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بیوی کا ولیمہ اتنا بڑا کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا زینب بنت جحش پر کیا ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔ نیز اسی میں باب الھدیۃ للعروس میں بطریق عثمان جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ شادی کی تو مجھے ام سلیم نے کہا کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کریں میں نے کہا پیش کرو تو انھوں نے کھجور۔ پنیر۔ گھی لیا ان سب کا ہانڈی میں مالیدہ بنایا۔ اور میرے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور نے فرمایا اسے رکھ دے پھر کچھ لوگوں کا نام لے کر فرمایا کہ انھیں بلاؤ اور راستے میں جو مل جائے اسے بھی بلاؤ میں نے ایسا ہی کیا جب لوٹ کر آیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو اس مالیدہ پر رکھا۔ پھر دس دس آدمی کو بلاتے جو اس میں سے کھاتے۔ حضور فرماتے کہ اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے قریب سے کھائے یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھالیا۔ اور کھا کر چلے گئے۔ کچھ لوگ تو چلے گئے کچھ لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ان سب روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ میں روٹی بھی تھی اور بکری کا گوشت بھی۔ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نذر کیا ہوا مالیدہ بھی تھا۔

باب قَوْلِهِ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو۔ اور خوب سلام بھیجو۔

صـ۷۰۷

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ صَلٰوةُ اللّٰهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ

ابو العالیہ نے کہا اللہ کی صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے

241

وَصَلوٰۃُ الْمَلٰئِکَۃِ الدُّعَاءُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
حضور کی تعریف کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ دعا کرتا ہے ابن عباس رضی اللہ

یُصَلُّوْنَ یُبَرِّکُوْنَ
تعالیٰ عنہما نے فرمایا یصلون کے معنی یہ ہے کہ وہ دعاء برکت کرتے ہیں۔

لَنُغْرِیَنَّکَ لَنُسَلِّطَنَّکَ ۔ ہم تم کو مسلط کر دیں گے۔

حدیث ۲۳۰۶ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہم
قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا التَّسْلِیْمُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا
حضور کو سلام کرنے کو جانتے ہیں حضور پر درود کیسے پڑھیں فرمایا کہو اے اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ
درود بھیج محمد اپنے بندہ اور رسول پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا آل ابراہیم پر۔ اور برکت دے
اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ عہ
محمد اور آل محمد کو جیسے تو نے برکت دی ابراہیم کو۔

تشریحات ۲۳۰۶ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔ تو سلام تو ہم جانتے کہ کیسے کیا جاتا ہے۔ مگر درود نہیں جانتے۔ ہمیں بتائیے ہم حضور پر کیسے درود بھیجیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔

سبا یہ سورت مکی ہے۔ اس میں بچپن آیتیں ہیں۔ ص ۷۰۸

سبا، عرب کا ایک قبیلہ ہے جو حد و دیمن میں رہتا تھا۔ اور اپنے جد کے نام سے مشہور ہے اور وہ جد سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ اس سورت میں ان کے آبادیوں کی سرسبزی زرخیزی کا ذکر ہے پھر اس کی تباہی کا۔ اسی لئے سورت کا نام سورۂ سبا ہے۔

یُقَالُ مُعَاجِزِیْنَ مُسَابِقِیْنَ بِمُعْجِزِیْنَ بِفَائِتِیْنَ کہا گیا ہے معاجزین سے مراد آگے نکل جانے والے ہیں۔

عہ الدعوات باب الصلوٰۃ علی النبی ص ۹۴۰

مُغَالِبِیْنَ سَبَقُوْا فَاتُوْا لَایُعْجِزُوْنَ لَایَفُوْتُوْنَ یَسْبِقُوْنَا یُعْجِزُوْنَا قَوْلُہٗ بِمُعْجِزِیْنَ بِفَائِتِیْنَ وَمَعْنٰی مُعَاجِزِیْنَ مُغَالِبِیْنَ یُرِیْدُ کُلٌّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا اَنْ یُظْھِرَ عَجْزَ صَاحِبِہٖ۔ بمعجزین کے معنی ہاتھوں سے نکل جانے والے جیسے کہتے ہیں لایعجزون وہ ہمیں عاجز نہیں کرسکتے بمعجزین میں دوسری قراءت بمعاجزین ہے۔ یعنی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے والے ایک دوسرے کا عجز ظاہر کرنے والے۔

مِعْشَارٌ عُشْرٌ اَلْاُکُلُ اَلثَّمَرُ۔ کھانے اور پھلوں کا دسواں حصہ۔ بَاعِدْ وَبَعِّدْ۔ واحد یعنی دوری کردے۔ وَقَالَ مُجَاھِدٌ لَایَعْزُبُ لَایَغِیْبُ۔ غائب نہیں رہتا۔ اَلْعَرِمِ السَّدُّ مَاءٌ اَحْمَرُ اَرْسَلَہٗ فِی السَّدِّ فَشَقَّہٗ وَھَدَمَہٗ وَحَفَرَ الْوَادِیَ فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَتَیْنِ وَغَابَ عَنْھُمَا الْمَاءُ فَیَبِسَتَا فَلَمْ یَکُنِ الْمَاءُ الْاَحْمَرُ مِنَ السَّدِّ وَلٰکِنْ کَانَ عَذَابًا اَرْسَلَہُ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنْ حَیْثُ شَاءَ۔ عَارِمٌ کے معنی باندھ ہے سرخ پانی جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا باندھ میں جس نے اسے پھاڑ دیا اور ڈھا دیا اور وادی کو کھود دیا پانی کے دونوں کنارے اونچے ہوگئے اور پانی غائب ہوگیا اور دونوں باغ سوکھ گئے۔ سرخ پانی باندھ سے نہیں آیا تھا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جس کو اللہ نے ان پر بھیجا تھا جہاں سے چاہا تھا۔ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِیْلَ اَلْعَرِمُ الْمُسَنَّاۃُ بِلَحْنِ اَھْلِ الْیَمَنِ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلْعَرِمُ الْوَادِیْ۔ اور عمرو بن شرحبیل نے کہا اہل یمن کی زبان میں عرم کے معنی اونچی زمین کے ہیں اور ان کے غیر نے کہا اس کے معنی نالے کے ہیں۔ السَّابِغَاتُ الدُّرُوْعُ۔ زرہیں۔ وَقَالَ مُجَاھِدٌ یُجَازٰی یُعَاقَبُ۔ اور مجاہد نے کہا نجازی کے معنی ہیں کہ ہم سزا دیتے ہیں۔ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ۔ میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ مَثْنٰی وَفُرَادٰی وَاحِدًا وَاثْنَیْنِ۔ ایک ایک اور دو دو کے ہیں۔ اَلتَّنَاوُشُ الرَّدُّ مِنَ الْاٰخِرَۃِ اِلَی الدُّنْیَا۔ آخرت سے دنیا کی طرف لوٹانا۔ وَبَیْنَ مَا یَشْتَھُوْنَ مِنْ مَالٍ اَوْ وَلَدٍ اَوْ زَھْرَۃٍ۔ جسے تم چاہو مال یا اولاد یا دنیا کی تازگی۔ بِاَشْیَاعِھِمْ بِاَمْثَالِھِمْ۔ ان کے جیسے۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَالْجَوَابِ کَالْجَوْبَۃِ مِنَ الْاَرْضِ۔ زمین کے حوض کے مثل۔ وَالْخَمْطُ اَلْاَرَاکُ۔ وَالْاَثْلُ۔ الطَّرْفَاءُ۔ جھاؤ۔ اَلْعَرِمُ۔ الشَّدِیْدُ۔ سخت۔

اَلْمَلٰئِکَۃُ

یہ مکی ہے۔ اس میں چھیالیس آیتیں ہیں ۔

قَالَ مُجَاھِدٌ۔ اَلْقِطْمِیْرُ لِفَافَۃُ النَّوَاۃِ۔ گٹھلی کا باریک چھلکا۔ مُثْقَلَۃٌ مُثَقَّلَۃٌ بھاری بوجھ۔ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلْحَرُوْرُ بِالنَّھَارِ مَعَ الشَّمْسِ۔ دن میں دھوپ کی سخت تیزی۔ یعنی دن کی لوہ۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلْحَرُوْرُ بِاللَّیْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّھَارِ۔ حرور رات کی لوہ اور سموم دن کی لو۔ وَغَرَابِیْبُ اَشَدُّ سَوَادٍ

اَلْغَرِيْبُ اَلشَّدِيْدُ السَّوَادِ ــــ غرابیب غربیب کی جمع ہے جس کے معنی سخت کالے بھجنگے کے ہیں۔

سُوْرَۃُ یٰسٓ یہ سورت مکی ہے اس میں تراسی ۸۳ آیتیں ہیں ص۷۰۹

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا ــــ ہم نے ان کو قوی کیا ــــ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ ــــ اِسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ ــــ ان پر حسرت اس لئے تھی کہ وہ رسولوں سے ٹھٹھا کرتے تھے ــــ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ ــــ مراد یہ ہے کہ چاند اور سورج میں سے ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو چھپاتی نہیں۔ اور یہ ان دونوں کے لائق بھی نہیں ــــ سَابِقُ النَّهَارِ يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ ــــ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں ــــ نَسْلَخُ نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَيَجْرِيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ــــ دن اور رات میں سے ایک کو دوسرے سے نکالتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک چلتا رہتا ہے ــــ مِنْ مِثْلِهِ مِنَ الْاَنْعَامِ ــــ یہ چوپاؤں سے چوپاؤں کے مثل ــــ فَكِهُوْنَ مُعْجَبُوْنَ ــــ اتراتے ہوئے ــــ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ عِنْدَ الْحِسَابِ ــــ حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے ــــ وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ الْمَشْحُوْنُ الْمُوْقَرُ ــــ بھری ہوئی ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ ــــ تمہاری مصیبتیں ــــ يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ ــــ نکلیں گے ــــ مَرْقَدِنَا مَخْرَجِنَا ــــ نکلنے کی جگہوں سے ــــ اَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ ــــ ہم نے ان کو محفوظ ــــ مَكَانَتِهِمْ وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ ــــ یعنی مکانۃ و مکان کے معنی ایک ہیں۔

وَالصّٰٓفّٰتِ یہ سورت مکی ہے۔ اس میں ایک سو بیاسی ۱۸۲ آیتیں ہیں۔ ص۷۰۹

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ۔ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ــــ اور مجاہد نے کہا انجانی جگہ سے دور سے۔ یعنی ہر طرف سے پھینک کر مارتے ہیں ــــ وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ يُرْمَوْنَ ــــ ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہیں ــــ وَاصِبٌ دَائِمٌ ــــ ہمیشہ رہنے والا ــــ لَازِبٌ ــــ لازم چپک جانے والا ــــ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ يَعْنِي الْحَقَّ الْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ ــــ تم دہنی طرف بہکانے آتے تھے ہمیں۔ یعنی حق سے یعنی کفار شیطان سے کہیں گے۔ غَوْلٌ ۔ وَجَعُ بَطْنٍ ــــ پیٹ کا درد ــــ يُنْزَفُوْنَ لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ ــــ ان کی عقلیں نہیں جائیں گی ــــ قَرِيْنٌ ــــ شیطان۔ ہمزاد ــــ يُهْرَعُوْنَ كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ ــــ یعنی دوڑتے ہوئے ــــ يَزِفُّوْنَ ۔ النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ ــــ تیز چلنا ــــ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ اَلْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ ــــ انھوں

نے اللہ اور جن کے درمیان میں نسب ٹھہرایا۔ قریش کے کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جن سرداروں کی بیٹیاں ہیں ـــــ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّۃُ اِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ ـــــ اور بیشک جن جانتے ہیں کہ وہ عنقریب حساب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ ـــــ یعنی فرشتے کہیں گے کہ ہم صف باندھے ہوئے ہیں ـــــ صِرَاطَ الْجَحِیْمِ سَوَاءِ الْجَحِیْمِ وَوَسْطِ الْجَحِیْمِ ـــــ جہنم کے بیچ میں ـــــ لَشَوْبًا یُخْلَطُ طَعَامُھُمْ وَیُسَاطُ بِالْحَمِیْمِ ـــــ کھانا کھولتے ہوئے پانی میں ملایا جائے گا ـــــ مَدْحُوْرًا مَطْرُوْدًا ـــــ دھتکارے ہوئے ـــــ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ اللُّؤْلُؤُ الْمَکْنُوْنُ ـــــ سفید چھپائے ہوئے موتی ـــــ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ یُذْکَرُ بِخَیْرٍ ـــــ ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا ـــــ یَسْتَسْخِرُوْنَ یَسْخَرُوْنَ ـــــ ٹھٹھا کریں گے ـــــ افادہ یہ فرمایا کہ استفعال معنیٰ میں مجرد کے ہے ـــــ بَعْلًا رَبًّا ـــــ پروردگار ـــــ

صٓ یہ سورت مکی ہے اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں۔ ص۷۰۹

عُجَابٌ عَجِیْبٌ اَلْقِطُّ الصَّحِیْفَۃُ وَھُوَ ھٰھُنَا صَحِیْفَۃُ الْحَسَنَاتِ ـــــ قط کے معنیٰ دفتر یہاں مراد نیکیوں کا دفتر ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ فِیْ عِزَّۃٍ مُعَازِّیْنَ ـــــ سرکشی کرنے والا ـــــ اَلْمِلَّۃُ الْاٰخِرَۃُ ـــــ ملۃ قریش ـــــ اَلْاِخْتِلَاقُ اَلْکَذِبُ ـــــ جھوٹ من گڑھت ـــــ اَلْاَسْبَابُ طُرُقُ السَّمَاءِ فِیْ اَبْوَابِھَا ـــــ آسمان کے راستے جو ان کے دروازوں سے ہیں ـــــ جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ مَھْزُوْمٌ ـــــ یعنی قریش۔ ایک لشکر یہاں ہزیمت خوردہ ہے۔ یعنی قریش کا لشکر ـــــ اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ اَلْقُرُوْنُ الْمَاضِیَۃُ ـــــ گذرے ہوئے لوگ ـــــ فَوَاقٌ۔ رُجُوْعٌ ـــــ لوٹنا ـــــ قِطَّنَا۔ عَذَابَنَا ـــــ یہاں قط کے معنیٰ عذاب کے ہیں ـــــ اِتَّخَذْنَاھُمْ سُخْرِیًّا اَحَطْنَا بِھِمْ ـــــ ہم نے ان کو گھیر لیا ـــــ اَتْرَابٌ اَمْثَالٌ ـــــ ہمجولی ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا اَلْاَیْدُ الْقُوَّۃُ فِی الْعِبَادَۃِ ـــــ عبادت میں قوت ـــــ اَلْاَبْصَارُ الْبَصَرُ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ ـــــ اللہ کے معاملہ میں سمجھ بوجھ ـــــ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ مِنْ ذِکْرٍ ـــــ مال کی محبت نے اللہ کی یاد سے روک دیا ـــــ طَفِقَ مَسْحًا یَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَیْلِ وَعَرَاقِیْبَھَا ـــــ گھوڑوں کی گردنوں اور پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگے ـــــ اَلْاَصْفَادُ الْوَثَاقُ ـــــ بیڑیاں ـــــ

الزُّمَرُ یہ سورت مکی ہے مگر دو آیتیں قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا۔ الاٰیۃ۔ یہ وحشی بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور آیۃ کریمہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اس میں بہتر آیتیں ہیں۔ ص۷۱۰

وَقَالَ مُجَاھِدٌ یَتَّقِیْ بِوَجْھِہٖ یُجَرُّ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی النَّارِ وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالیٰ اَفَمَنْ یُّلْقٰی

فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمَّنْ یَّاْتِیْ اٰمِنًا ـــــ جو منھ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا جو منھ کے بل آگ میں ڈالا جائے بہتر ہے یا جو امن والا ہو ـــــ ذِیْ عِوَجٍ لَبْسٍ ـــــ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ مَثَلٌ لِاٰلِھَتِھِمِ الْبَاطِلَۃِ وَالْاِلٰہِ الْحَقِّ ـــــ یہ معبودان باطل اور معبود برحق کی مثال ہے ـــــ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ بِالْاَوْثَانِ ـــــ اور تمہیں ڈراتے ہیں اس سے جو اس سے کمتر درجہ کا ہے یعنی بتوں سے ـــــ خَوَّلْنَا اَعْطَیْنَا ـــــ ہم نے ان کو دیا ـــــ اَلَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ الْقُرْاٰنِ ـــــ جو سچ لائے یعنی قرآن کو ـــــ وَصَدَّقَ بِہٖ اَلْمُؤْمِنُ۔ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ اَعْطَیْتَنِیْ عَلِمْتُ بِمَا فِیْہِ ـــــ وہ جو سچ لایا یعنی قرآن اور اس کی تصدیق کی۔ یعنی مومن یہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو کہے گا تو نے مجھے یہ عطا فرمایا اور میں نے اس کے مطابق عمل کیا ـــــ مُتَشَاکِسُوْنَ اَلشَّکِسُ اَلْعَسِرُ لَایَرْضٰی بِالْاِنْصَافِ ـــــ وہ بدمزاج جو انصاف پر راضی نہ ہو ـــــ وَرَجُلًا سَلَمًا وَیُقَالُ سَالِمًا صَالِحًا ـــــ نیک شخص ـــــ اِشْمَاَزَّتْ نَفَرَتْ ـــــ نفرت کرے ـــــ بِمَفَازَتِھِمْ مِنَ الْفَوْزِ ـــــ کامیابی کے معنی ہیں ـــــ حَافِّیْنَ۔ اَطَافُوْا بِہٖ مُطِیْفِیْنَ بِحِفَافَیْہِ بِجَوَانِبِہٖ ـــــ گھیرے ہوئے۔ اپنے بازوؤں سے اسے گھیرے رہیں گے ـــــ مُتَشَابِھًا۔ لَیْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاہِ وَلٰکِنْ تَشَبَّہَ بَعْضُہٗ بَعْضًا فِی التَّصْدِیْقِ ـــــ مراد یہ ہے کہ تصدیق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

بَابٌ قَوْلُہٗ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؎۱

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ تمام گناہ بخش دیگا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۳۰۲ اِنَّ سَعِیْدَ ابْنَ جُبَیْرٍ اَخْبَرَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَھْلِ الشِّرْکِ کَانُوْا قَدْ قَتَلُوْا وَاَکْثَرُوْا وَزَنَوْا وَاَکْثَرُوْا فَاَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَیْہِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا کَفَّارَۃً

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ مشرک ایسے تھے جنھوں نے قتل کیا تھا اور بہت کیا تھا اور زنا کیا تھا اور بہت کیا تھا۔ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ جو فرماتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں اچھا ہے اگر آپ یہ بتائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس لئے کفارہ ہو جائے گا تو اس پر یہ آیت کریمہ

فنزل والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر ولا یقتلون النفس

نازل ہوئی جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرنے میں جسکی

التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ونزل یا عبادی الذین اسرفوا

اللہ نے حرمت رکھی ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور زنا نہیں کرتے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے میرے

علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ [۱]

وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

تشریحات ۲۳۰۲ اس حدیث کی سند میں یہ ہے۔ یعلیٰ نے کہا بیشک سعید بن جبیر نے خبر دی الی آخرہ۔ یعلیٰ دو ہیں۔ ابن مسلم بن ہرمز اور ابن حکیم یہ دونوں سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور ابن جریج ان دونوں سے روایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے اس کی سند میں اشتباہ ہو گیا کہ یہ کون یعلیٰ ہیں اور سند میں اشتباہ نقص ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ ایسے اشتباہ میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ دونوں بخاری کی شرط پر ہیں۔ ویسے اس میں دو رائے نہیں کہ یہاں یعلیٰ بن مسلم ہی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حافظ مزی نے اطراف میں اس حدیث پر ذکر کیا ہے کہ یہ یعلیٰ بن مسلم ہیں۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی تشریح بھی کی ہے۔

اِنَّ نَاسًا۔ طبرانی میں ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کیا کہ یہ وحشی بن حرب تھے۔

باب قَوْلُہٗ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ قدر کا حق تھا۔ ص۷۱۱ سورۂ زمر

حدیث ۲۳۰۳ عن عبد اللہ قال جاء حبر من الاحبار الی رسول اللہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ

تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا محمد انا نجد ان اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہم توراۃ میں یہ لکھا ہوا

یجعل السموات علی اصبع والارضین علی اصبع والشجر علی [۱]

پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو قیامت کے دن ایک انگلی پر اٹھائے گا۔ اور زمینوں کو ایک انگلی پر

---

[۱] مسلم ایمان۔ ابوداؤد فتن۔ نسائی۔ محاربہ اور تفسیر۔

إصْبَعٍ وَالْمَاءَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَسَائِرُ الْخَلَائِقِ عَلٰى

اور تمام درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی کو ایک انگلی پر اور نم مٹی ایک انگلی پر۔ اور تمام مخلوقات

إِصْبَعٍ فَيَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو ایک انگلی پر۔ پھر کہے گا میں بادشاہ ہوں۔ تو حضور مسکرانے لگے یہاں تک کہ داڑھ کھل گئے

حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تصدیق کرتے ہوئے اس مولوی کے قول کی۔ پھر حضور نے تلاوت فرمائی اور اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ عله

کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

تشریحات یہاں یہ تفصیل نہیں کہ یہ حبر یہودی تھا کہ نصرانی مگر دوسری جگہ روایتوں میں ہے کہ یہ یہودی تھا یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ اصبع سے کیا مراد ہے اس کو کما حقہٗ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ اللہ عزوجل اعضاء وجوارح جسم وجسمانیات سے منزہ ہے جسم وجسمانیات حادث کے لئے ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے لئے اعضاء کا اثبات جائز نہیں۔ نصوص میں جہاں وارد ہیں۔ بس وہیں تک محدود رکھا جائے گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل ایسا قوی وقیوم ہے کہ ساتوں آسمان کی حیثیت ایسی بے وقعت ہے جیسے کوئی چیز انگلی پر اٹھالی جائے۔ تصدیقًا لقول الحبر دوسری روایتوں میں نہیں۔ اسی لئے بعض حضرات نے کہا کہ یہ راوی کا اضافہ ہے۔ کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ضحک سے یہی سمجھا کہ اس کی تصدیق فرمارہے ہیں۔ لیکن میرے جی میں یہ خلش ہے کہ آیت کریمہ کی تلاوت یہ بتارہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳۰۴

بَابٌ قَوْلِهٖ وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ صـ۷۱۱

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اسکی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

۲۳۰۵ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَقْبِضُ اللّٰهُ

کو فرماتے ہوئے سنا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور

عله التوحید باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی صـ۱۱۰۲ صـ۱۱۰۳ باب قول اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا صـ۱۱۰ باب کلام الرب یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم صـ۱۱۱۹۔ مسلم توبہ۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی

الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ

آسمانوں کو لپیٹ دے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟

مُلُوكُ الْأَرْضِ عله

بَابُ قَوْلِهِ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ۔ ص۱۱۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "اور صور پھونکا جائیگا تو بیہوش ہوجائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائیگا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے"۔

توضیح نفخۂ اولیٰ کے بعد کون لوگ زندہ رہیں گے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ شہدا ہیں جو تلواریں حمائل کئے ہوئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ہیں۔ کعب احبار نے کہا کہ یہ بارہ افراد ہیں آٹھ حاملین عرش جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، ملک الموت۔ ضحاک نے کہا کہ یہ رضوان خازن جنت اور حوریں اور مالک اور جہنم کے فرشتے زبانیہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے سانپ اور بچھو ہیں، حضرت امام حسن بصری نے فرمایا کہ اس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

حدیث ۲۳۰۶ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا دونوں صور پھونکنے کے درمیان چالیس ہے لوگوں نے کہا اے

أَرْبَعُوْنَ! قَالُوْا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ

ابو ہریرہ چالیس دن؟ وہ فرماتے ہیں میں نے انکار کردیا لوگوں نے کہا چالیس سال تو انھوں

أَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ وَيَبْلٰى

نے کہا میں نے انکار کردیا، اس نے کہا چالیس مہینہ انھوں نے کہا میں نے انکار کردیا اور انسان

كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ عله

کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی مگر اس کے ریڑھ کی ہڈی کے باریک اجزا اسی پر دوبارہ اسکے جسم کی تخلیق ہوگی۔

عله كتاب الرقاق باب يقبض الله الارض يوم القيمة ص۹۶۵ التوحيد باب قول الله تعالى ملك الناس ص۱۰۹۸ باب قول الله تعالى لما خلقت بيدى ص۱۱۰۲

عله تفسير سوره نبا باب يوم ينفخ فى الصور فتأتون افواجا زمرا ص۷۳۵

تشریحات دونوں نفخہ کے درمیان چالیس دن کا فاصلہ ہوگا یا چالیس مہینہ یا چالیس سال کا اس سلسلہ میں ابن مردویہ بطریق زید بن اسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ لوگوں نے جب پوچھا کیا چالیس؟ تو انھوں نے کہا میں نے ایسے ہی سنا ہے، ابن مردویہ ہی بروجہ ضعیف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ انھوں نے کہا دونوں نفخے کے درمیان چالیس سال ہے اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ چالیس ہے۔ حلیمی نے کہا، روایتیں اس پر متفق ہیں کہ دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے [۱]

عجب ذنبہ: ابن ابی الدنیا نے کتاب البعث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا پوچھا گیا یا رسول اللہ عجب کیا ہے؟ فرمایا رائی کے دانے کے مثل، مسلم [۲] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان کی ایک ہڈی ہے جسے کبھی بھی زمین نہیں کھاتی، اسی پر قیامت کے دن انسان کا جسم بنے گا، لوگوں نے عرض کیا، کون سی ہڈی ہے وہ؟ فرمایا عَجْبَ الذَّنَبِ حاصل یہ نکلا کہ انسان کی ٹریڑھ کی ہڈی میں کچھ باریک باریک بہت چھوٹے اجزاء ہوتے ہیں جو باقی رہ جائیں گے نہ گلیں گے نہ سڑیں گے اسی پر انسان کی دوبارہ خلقت ہوگی۔

المؤمن **ط ۱۰۸** یہ سورت مکی ہے اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ أَوَائِلِ السُّوَرِ وَيُقَالُ بَلْ هُوَ اسْمٌ لِقَوْلِ شُرَيْحِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى الْعَبْسِيِّ ــــ يُذَكِّرُنِي حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَلَمَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ حٰمٓ کا حکم وہی ہے جو سورتوں کے ابتدائی اس قسم کے کلمات کا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت کا نام ہے اس کی دلیل شریح ابن ابواوفی عبسی کا یہ قول ہے ــــ وہ مجھے حٰمٓ یاد دلاتا ہے حالانکہ نیزہ چل رہا ہے، کیوں نہیں آگے بڑھنے سے پہلے حٰمٓ کی تلاوت کی ــــ مطلب یہ ہے کہ حٰمٓ سورت کا نام ہے ــــ اس قائل کا صحیح نام شریح بن اوفی ہے، یہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، جنگ جمل میں حضرت علی کے فوجیوں کا شعار حٰمٓ تھا، شریح نے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ سجاد کو جب نیزہ مارا تو انھوں نے حٰمٓ کہا اس پر شریح نے کہا اب مجھے حٰمٓ سناتا ہے ــــ

الطَّوْلُ التَّفَضُّلُ، بڑے انعام والا ــــ دَاخِرِينَ خَاضِعِينَ ــــ عاجزی کرتے ہوئے ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِلَى النَّجَاةِ الْإِيمَانُ ــــ یہاں نجات سے مراد ایمان ہے ــــ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ يَعْنِي الْوَثَنَ ــــ یعنی بتوں کی ــــ يُسْجَرُونَ تُوقَدُ بِهِمُ النَّارُ ــــ ان سے آگ جلائی جائے گی ــــ تَمْرَحُونَ تَبْطَرُونَ ــــ اتراتے ہوئے ــــ وَكَانَ

---

[۱] ارشاد الساری سابع ص ۳۲۳　[۲] مسلم ثانی ص ۴۰۷

الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ فَقَالَ رَجُلٌ لِمَا تُقَنِّطُ النَّاسَ قَالَ وَأَنَا أَقْدِرُ أَنْ أُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ يَقُولُ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَيَقُولُ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تُبَشَّرُوا بِالْجَنَّةِ عَلَى مَسَاوِي أَعْمَالِكُمْ وَإِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ ۔ علا بن زیاد جہنم کا ذکر کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا کیوں تم لوگوں کو ناامید کر رہے ہو انھوں نے فرمایا کیا میں اس کی قدرت رکھتا ہوں کہ لوگوں کو ناامید کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو اور وہ فرماتا ہے بیشک اسراف کرنے والے جہنمی ہیں لیکن تم لوگ پسند کرتے ہو کہ میں لوگوں کو ان کے برے اعمال کے باوجود جنت کی بشارت دوں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ وہ اسے جنت کی بشارت دیں جو اللہ کی اطاعت کرے اور اسے جہنم سے ڈرائیں جو اس کی نافرمانی کرے۔

حٰمٓ السجدۃ ص۱۲
یہ سورت مکی ہے اور اس میں چون ۵۴ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ طَاؤُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ائْتِيَا طَوْعًا ائْتِيَا قَالَتَا أَتَيْنَا أَعْطَيْنَا ۔۔۔۔ اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ۔۔۔۔ دونوں خوشی سے حاضر ہو۔ ان دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں ۔۔۔۔ وَقَالَ الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنِّي أَجِدُ فِي الْقُرْآنِ أَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ قَالَ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۔۔۔۔ وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ فَقَدْ كَتَمُوا فِي هٰذِهِ الْآيَةِ وَقَالَ وَالسَّمَاءَ بَنَاهَا إِلَى قَوْلِهِ دَحَاهَا فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ إِلَى طَائِعِينَ فَذَكَرَ فِي هٰذِهِ خَلْقَ الْأَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ ۔۔۔۔ وَقَالَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا عَزِيزًا حَكِيمًا سَمِيعًا بَصِيرًا فَكَأَنَّهُ كَانَ ثُمَّ مَضَى ۔۔۔۔ فَقَالَ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ فِي النَّفْخَةِ الْأُولَى ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا أَنْسَابَ عِنْدَ ذَالِكَ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ثُمَّ فِي النَّفْخَةِ الْآخِرَةِ أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۔۔۔۔ وَأَمَّا قَوْلُهُ مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِأَهْلِ الْإِخْلَاصِ ذُنُوبَهُمْ وَقَالَ الْمُشْرِكُونَ تَعَالَوْا نَقُولُ لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِينَ فَخَتَمَ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ أَيْدِيهِمْ فَعِنْدَ ذَالِكَ عُرِفَ أَنَّ اللّٰهَ لَا يُكْتَمُ حَدِيثًا

وَعِنْدَهٗ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الْآيَةَ ــــ وَخَلَقَ الْأَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ فِيْ يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ ثُمَّ دَحَى الْأَرْضَ وَدَحْيُهَا أَنْ أَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعٰى وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالْآكَامَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ دَحَاهَا وَقَوْلُهٗ خَلَقَ الْأَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ــــ فَجُعِلَتِ الْأَرْضُ وَمَا فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ وَخُلِقَتِ السَّمٰوَاتُ فِيْ يَوْمَيْنِ ــــ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا سَمّٰى نَفْسَهٗ ذٰلِكَ ــــ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ أَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا إِلَّا أَصَابَ بِهِ الَّذِيْ أَرَادَ فَلَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ الْقُرْآنُ فَإِنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ــــ

ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا میں قرآن میں کچھ ایسی باتیں پاتا ہوں جو میرے خیال میں آپس میں مختلف ہیں ــــ اس نے کہا فرمایا ان کے درمیان نسب نہ ہوگا اس دن اور نہ آپس میں وہ پوچھ گچھ کریں گے ــــ اور فرمایا ان کے بعض بعض سے پوچھ گچھ کریں گے ۔ دونوں آپس میں مختلف ہیں ۔ اور فرمایا ۔ اور اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں حالانکہ مشرکین عرض کریں کہ ہم مشرک نہیں تھے ۔ اس آیت سے ان کا چھپانا ثابت ہوا ــــ اور فرمایا اور اللہ نے آسمان کو بنایا اور اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا ۔ الی اٰن قال ۔ اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ۔ آسمان کو زمین کے پہلے پیدا فرمایا ۔ پھر فرمایا بیشک تم لوگ کفر کرتے ہو اس ذات کے ساتھ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا ــــ جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو ۔ وہ سارے جہان کا رب اور اس نے اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا ۔ تو اس سے اور زمین سے فرمایا دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ رغبت کیساتھ حاضر ہوئے ــــ تو انھیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں ۔

اس آیت میں ذکر فرمایا زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو کانَ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔ جس کا عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے کہ " تھا " جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے تھا اب نہیں ۔

اس کے ان شبہات کو سن کر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تیرے پہلے شبہہ کا جواب یہ ہے یہ جو فرمایا کہ ان کے درمیان نسب نہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا اور یہ جو فرمایا کہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے یہ نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگی ۔

دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ ابتداء حساب کے وقت جب اللہ تعالیٰ اہل اخلاص کے گناہوں کو

معاف فرمائے گا تو اس وقت مشرکین کہیں گے آؤ ہم اپنا عقیدہ چھپائیں اور کہیں۔ ہم مشرک نہیں تھے۔ پھر ان کے منھ پر مہر کی جائے گی اور ان کے ہاتھ اس وقت کلام کریں گے اس وقت پہچانا جائے گا کہ یہ لوگ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے۔ اس وقت کافر پسند کرے گا کہ اس پر زمین برابر کر دی جائے۔

تیسرے شبہہ کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا پھر آسمان پیدا فرمایا پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور انھیں ٹھیک سات آسمان کر دیئے۔ دوسرے دو دنوں میں اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔ زمین کے پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پانی اور چارہ نکالا ـــــ پہاڑوں اور چوپاؤں اور اونٹوں اور ٹیلوں کو اور آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے ان کو دوسرے دنوں میں پیدا فرمایا۔ اور یہ جو فرمایا زمین دو دن میں پیدا فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین کو اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو چار دن میں پیدا فرمایا ـــ اور آسمانوں کو دو دن میں۔

اور چوتھے شبہہ کا جواب یہ دیا کہ کانَ معنیٰ میں لم یزل کے ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے یہاں کان کا ترجمہ "تھا" کرنا غلط ہے ـــــ قرآن میں اختلاف کا یقین نہ کر اس لئے پورا قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی مگر بہت سے مفسرین مثلاً امام مقاتل، امام قتادہ، امام سدی کا قول ہے کہ آسمان پہلے پیدا فرمایا گیا اور زمین بعد میں اس کی دلیل سورۂ نازعات کی یہ آیت ہے۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اور زمین اس کے بعد پھیلایا اس آیت میں دَحٰھا سے مراد زمین کی پیدائش بھی ہے اور اس کا پھیلانا بھی ہے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی یہی تحقیق ہے جو انھوں نے اپنے رسالے کشف حقائق میں تحریر فرمایا ہے اور یہی الملفوظ جلد اول میں بھی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ الملفوظ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے کچھ اغلاط ہو گئی ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَمْنُوْنٍ مَحْسُوْبٍ اَقْوَاتُهَا۔ اَرْزَاقُهَا ـــــ ان کی غذا ـــــ فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا۔ مِمَّا اُمِرَ بِهٖ ـــــ یعنی جن باتوں کا انھیں حکم دیا گیا ـــــ نَحِسَاتٍ مَشَائِيْمَ ـــــ منحوس ـــــ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ الْمَوْتِ ـــــ یعنی ہم ان پر موت کے وقت فرشتے نازل کرتے ہیں ـــــ اِهْتَزَّتْ بِالنَّبَاتِ ـــــ سبزہ زار ہو گئی ـــــ وَرَبَتْ اِرْتَفَعَتْ ـــــ اونچی ہوئی ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ مِنْ اَكْمَامِهَا حِيْنَ تَطْلُعُ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا اپنے غلافوں سے جب کہ وہ پھوٹے ـــــ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ اَيْ بِعَمَلِيْ اَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا ـــــ میرے عمل سے میں اس کا حقدار ہوں ـــــ سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ قَدَّرَهَا سَوَاءً ـــــ یعنی ان کو مقرر کیا پوچھنے والوں کے لئے ٹھیک جواب ـــــ فَهَدَيْنَاهُمْ دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَقَوْلِهٖ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ وَكَقَوْلِهٖ وَهَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ وَالْهُدٰى الَّذِيْ

هُوَ الْاِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ اَصْعَدْنَاهُ مِنْ ذَالِكَ قَوْلُهٗ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ـــــ ہم نے ان کو اچھائی اور برائی کا راستہ دکھایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ہم نے اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی اور جیسے اس کا ارشاد ہے اور ہم نے اس کو راستہ دکھایا ـــــ ہدایت کے معنیٰ اور وہ ہدایت جو ارشاد کے معنیٰ میں ہے ـــــ بِمَنْزِلَةِ اَصْعَدْنَاهُ ہے ـــــ یعنی ہدایت کے ایک معنیٰ یہ بھی ہیں کہ اس کو راستے پر چلا کر مقصود تک پہونچایا یعنی ایصال الی المطلوب جیسے اصعدناہ کے معنیٰ ہے کہ ہم نے اس کو اوپر چڑھایا اسی طرح ہدایت کے معنیٰ ہوں گے کہ ہم نے اسے راستہ چلا کر مطلوب تک پہونچایا اسی معنیٰ میں ہے یہ آیت کریمہ ہم نے ان لوگوں کو ہدایت دی تو ان کے طریقے کی پیروی کرو ـــــ يُوْزَعُوْنَ يُكَفُّوْنَ ـــــ روکے جائیں گے ـــــ مِنْ اَكْمَامِهَا ـــــ غلافوں سے ـــــ قِشْرُ الْكُفُرَّٰى هِيَ الْكُمُّ ـــــ کھجور کے غنچے کے غلاف کو کُم کہتے ہیں ـــــ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ اَلْقَرِيْبُ ـــــ مددگار قریبی ـــــ مِنْ مَّحِيْصٍ ـــــ حاص۔ حاد۔ ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ ـــــ مِرْيَةٍ مُّرْيَةٍ ـــــ واحد ای ـــــ اِمْتِرَاءٌ ـــــ شک ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اَلْوَعِيْدَ ـــــ یہ ارشاد کہ جو چاہو کرو دھمکی ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ اَلَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَدَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ـــــ احسن طریقہ یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر کرے اور برائی کے وقت معاف کرے پس لوگ جب اس کو کرلیں گے اللہ ان کی حفاظت فرمائے گا اور ان کے دشمن کو ان کے لئے رحم کردے گا گویا وہ قریبی حمایتی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ص۱۲

اور تم اس سے چھپ کر کہاں جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

۲۳۰۷ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ الْاٰيَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باب میں مذکور آیت کے شان نزول فرمایا دو قریشی مرد تھے اور ان کی سسرال ثقیف کا ایک شخص تھا یا دو شخص

مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيفٍ أَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيفٍ وَ

ثقیف کے تھے اور ان کی سسرال قریش کا ایک شخص تھا یہ سب ایک گھر

خَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِي بَيْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَتُرَوْنَ

میں تھے ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کیا تم لوگوں کا خیال

أَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيثَنَا قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْمَعُ بَعْضَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ

ہے کہ اللہ ہماری بات سنتا ہے تو ان کے بعض نے کہا بعض بات سنتا ہے اور ان کے بعض نے

لَئِنْ كَانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَأُنْزِلَتْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ

کہا اگر اللہ بعض بات سنتا ہے تو پوری بات ضرور سنتا ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تم

أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ عله

کہاں تک چھپوگے تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں گواہی دیں گی۔

تشریحات ۲۳۰۷ کتاب التوحید میں یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کے پاس اکٹھا ہوئے ان کے پیٹوں پہ چربی بہت تھی اور دلوں میں سمجھ کم۔ اخیر میں یہ ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا اگر ہم بلند آواز سے بولتے ہیں تو وہ سنتا ہے اور جب آہستہ بولتے ہیں تو نہیں سنتا اس پر دوسرے نے کہا اگر ہماری بلند آواز سنتا ہے تو وہ ہماری پست آواز بھی سنتا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ دو قریشی تھے ایک ثقفی یا برعکس یہ شک راوی حدیث معمر سے ہوا۔ امام عبدالرزاق نے بطریق وحدب بن ربیعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے بغیر شک کے یہ روایت کیا۔ ایک ثقفی اور دو اس کے سسرال کے قریشی۔ ابن بشکوال نے مبہمات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ قریشی اسود بن عبد یغوث زہری تھا۔ اور ثقفی ایک اخنس بن شریق تھا۔ اور دوسرے کا نام انھوں نے نہیں بتایا۔ ثعلبی اور بغوی نے بتایا کہ ثقفی عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور دو قریشی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان اور ربیعہ تھے۔ اسمٰعیل بن محمد تیمی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ قریشی صفوان بن امیہ تھا اور دو ثقفی ربیعہ اور حبیب عمرو کے بیٹے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حٰمٓ عٓسٓقٓ یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس کی چار آیتیں مدنی ہیں۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا سے لے کر وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ

عله اس کے بعد ہی فوراً متصل۔ کتاب التوحید باب ما کنتم تستترون ان یشھد علیکم ص ۱۱۲۲ مسلم توبہ۔ ترمذی۔ تفسیر۔ نسائی۔ تفسیر۔

مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ تک۔ اس میں ترپن ۵۳ آیتیں ہیں۔

—— وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَقِيْمًا لَا تَلِدُ —— بانجھ —— رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا الْقُرْآنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ —— پھیلاتا ہے ایک نسل کے بعد دوسری —— لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا لَا خُصُوْمَةَ —— ہمارے تمہارے درمیان جھگڑا نہیں طَرْفٍ خَفِيٍّ۔ ذَلِيْلٍ —— حقیر نگاہ —— وَقَالَ غَيْرُهُ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ —— ہلتی ہیں اور سمندر میں چلتی نہیں —— شَرَعُوْا اِبْتَدَعُوْا

حٰمٓ الزُّخْرُف

یہ سورت مکی ہے اور اس میں نواسی آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلَى أُمَّةٍ إِمَامٍ —— امت کے یہاں معنی پیشوا کے ہیں —— وَقِيْلِهِ يَا رَبِّ تَفْسِيْرُهُ أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ —— اور ان کے اس کے کہنے کی قسم اے میرے رب! اس کی تفسیر یہ ہے کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پست آواز اور ان کی سرگوشی کو نہیں سنتے اور ہم ان کی بات کو نہیں سنتے —— وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَلَوْلَا أَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً لَوْلَا أَنْ أَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوْتِ الْكُفَّارِ سَقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرٌ فِضَّةٍ —— کیوں نہیں۔ کہ سب کو کفار بنا یا اگر ایسا ہوتا تو کفار کے گھروں کی چھتیں چاندی کی ہوتیں اور سیڑھیاں چاندی کی اور تخت چاندی کے —— مُقْرِنِيْنَ مُطِيْقِيْنَ —— ہم طاقت رکھتے ہیں —— آسَفُوْنَا أَسْخَطُوْنَا —— ہم کو ناراض کر دیا —— يَعْشُ يَعْمٰى —— اندھا ہوتا ہے —— وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ أَيْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْآنِ ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ —— یعنی تم قرآن کو جھٹلاؤ پھر یہ گمان کرو کہ اس پر سزا نہیں دیئے جاؤ گے —— وَمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِيْنَ سُنَّةُ الْأَوَّلِيْنَ —— اگلوں کا طریقہ گذر چکا —— مُقْرِنِيْنَ يَعْنِي الْإِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ —— طاقت رکھنے والے یعنی اونٹ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے —— يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ الْجَوَارِي جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ —— زیور میں پلے بچیاں جن کو تم نے رحمٰن کی اولاد ٹھہرایا۔ پس تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ یہ تعریض ہے مشرکین عرب بچیوں کو پسند نہیں کرتے تھے پھر کیسے کہتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں —— لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ يَعْنُوْنَ الْأَوْثَانَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ الْأَوْثَانَ إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ —— اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے یعنی بتوں کو اللہ عزوجل کے اس قول کی وجہ سے

انھیں اس کا علم نہیں یعنی بت نہیں جانتے ـــ فِي عَقِبِهِ وَلَدِهِ ـــ اس کی اولاد میں ـــ مُقْتَرِنِيْنَ يَمْشُوْنَ مَعًا ـــ ساتھ ساتھ چلتے ہیں ـــ سَلَفًا قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ سلف سے مراد قوم فرعون ہے جو اس امت کے کفار کے اگلے ہیں ـــ وَمَثَلًا عِبْرَةً يَصِدُّوْنَ يَضِجُّوْنَ ـــ غل مچاتے ہیں ـــ مُبْرِمُوْنَ مُجْمِعُوْنَ ـــ جمع کرنے والے ـــ أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ـــ عابد سے یہاں مراد مومن ہیں ـــ إِنَّنِيْ بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ أَلْعَرَبُ تَقُوْلُ نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ وَالْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ وَالْجَمِيْعُ مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيْهِ بَرَاءٌ لِأَنَّهُ مَصْدَرٌ وَلَوْ قَالَ بَرِيْءٌ لَقِيْلَ فِي الْاِثْنَيْنِ بَرِيَّانِ وَفِي الْجَمْعِ بَرِيْئُوْنَ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّنِيْ بَرِيْءٌ بِالْيَاءِ ـــ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ براء مصدر ہے اس لئے واحد تثنیہ جمع مؤنث مذکر سب کے لئے آتا ہے۔ اور بری تثنیہ کے لئے بریان اور جمع کے لئے بریئون اس لئے کہ یہ صفت مشبہ ہے فعیل کے وزن پر اور عبد اللہ ابن مسعود نے پڑھا بریٌّ یار کے ساتھ ـــ وَالزُّخْرُفُ الذَّهَبُ ـــ سونا عرف میں اب اس کے معنیٰ آرائش و زیبائش کے ہیں ـــ مَلَائِكَةٌ يَخْلُفُوْنَ يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ـــ فرشتے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور جہنمی پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام کر دے۔ ص ۷۱۳

وَقَالَ قَتَادَةُ مَثَلًا لِلْآخِرِيْنَ عِظَةً ـــ اور قتادہ نے کہا مثلاً سے مراد نصیحت ہے ـــ وَقَالَ غَيْرُهُ مُقْرِنِيْنَ ضَابِطِيْنَ يُقَالُ فُلَانٌ مُقْرِنٌ بِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَهُ ـــ اور ان کے غیر نے کہا مقرنین کے معنیٰ ہیں قابو میں کرنے والے کو کہا جاتا ہے ـــ فُلَانٌ مُقْرِنٌ بِفُلَانٍ ـــ یعنی اس کو قابو میں کئے ہوئے ہے ـــ وَالْأَكْوَابُ الْأَبَارِيْقُ الَّتِيْ لَا خَرَاطِيْمَ لَهَا ـــ وہ لوٹے جس میں ٹونٹیاں نہ ہوں ـــ أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ أَيْ مَا كَانَ فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِيْنَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ وَيُقَالُ أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ الْجَاحِدِيْنَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ۔

ارشاد ہے ـــ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ ـــ فرما دو اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہے تو میں سب سے پہلا اسے پوجنے والا ہوں۔ عابدین میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ عَبَدَ يَعْبُدُ نَصَرَ يَنْصُرُ سے آئے۔ اس کے معنیٰ عبادت کرنے والے کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ عَبِدَ يَعْبَدُ سَمِعَ يَسْمَعُ سے آئے اس کے معنیٰ انکار کرنے والے کے ہیں۔ امام بخاری نے یہاں دوسرے احتمال

کولیا۔ اور اِنْ کو نافیہ مانا یعنی اللہ کی کوئی اولاد نہیں میں سب سے پہلا انکار کرنے والا ہوں۔ کہتے ہیں اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ یعنی جاحدین انکار کرنے والے عَبِدَ یَعْبَدُ سے۔ انکار کرنے کے معنیٰ میں ـــــ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے وَقِیْلِہٖ یَارَبِّ کی جگہ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ پڑھا ہے۔ ان کی یہ قرأت شاذہ ہے۔ مناسب یہ تھا کہ یہ وہیں ہوتا جہاں قِیْلِہٖ یَارَبِّ کی تفسیر مذکور ہے یہاں یوں بھی غیر مناسب ہے کہ عابدین کی تفسیر کے درمیان اس کو ذکر کیا۔ لیکن غالباً یہ ناسخوں کا کام ہے۔

وَقَالَ قَتَادَۃُ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ جُمْلَۃِ الْکِتَابِ اَصْلِ الْکِتَابِ۔ اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ صَفْحًا اِنْ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ وَاللہِ لَوْ اَنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ رُفِعَ حَیْثُ رَدَّہٗ اَوَائِلُ ھٰذِہٖ الْاُمَّۃِ لَھَلَکُوْا ـــــ تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں۔ اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ یعنی مشرک ہو۔ بخدا اگر یہ قرآن اٹھالیا جاتا جب کہ اسے اس امت کے اگلوں نے رد کیا تھا تو ہلاک ہوجاتے۔ فَاَھْلَکْنَا اَشَدَّ مِنْھُمْ بَطْشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ عُقُوْبَۃُ الْاَوَّلِیْنَ ـــــ تو ہم نے ان کو ہلاک کردیا جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گذر چکا ہے۔ یعنی سزا۔ جزءً۔ عِدلاً۔ برابر۔

اَلدُّخَانُ یہ سورت مکی ہے اس میں انسٹھ ۵۹ آیتیں ہیں صـــ۱۷ــ۔ ترمذی میں ہے جو رات میں سورۂ حٰمٓ۔ دُخان۔ پڑھے گا صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔ اور ایک حدیث میں ہے جو شب جمعہ حٰمٓ۔ دخان۔ پڑھے گا۔ اسے بخش دیا جائے گا ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ رَھْوًا طَرِیْقًا یَابِسًا ـــــ خشک راستہ ـــــ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مَنْ بَیْنَ ظَھْرَیْہِ ـــــ پوری دنیا پر یعنی ان تمام لوگوں پر جو اس وقت زمین پر تھے ـــــ فَاعْتِلُوْہُ اِدْفَعُوْہُ ـــــ اس کو دفع کرو۔ دور کرو ـــــ وَزَوَّجْنَاھُمْ بِحُوْرٍ اَنْکَحْنَاھُمْ حُوْرًا عِیْنًا یَحَارُ فِیْہِ الطَّرْفُ ـــــ ہم نے ان کا نکاح کیا حورعین سے۔ جنھیں دیکھنے سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں ـــــ تَرْجُمُوْنَ الْقَتْلُ ـــــ یعنی قتل کر ڈالو ـــــ وَرَھْوًا سَاکِنًا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَالْمُھْلِ اَسْوَدَ کَمُھْلِ الزَّیْتِ ـــــ کالا۔ روغن زیتون کے تلچھٹ کے مثل ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ تُبَّعٍ مُلُوْکِ الْیَمَنِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ یُسَمّٰی تُبَّعًا لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ صَاحِبَہٗ وَالظِّلُّ یُسَمّٰی تُبَّعًا لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ الشَّمْسَ تُبَّعٌ ـــــ یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ہر بادشاہ کو تبع کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے کے پیچھے آتا ہے اور سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں اس لئے کہ وہ سورج کے تابع ہوتا ہے۔

الجاثیۃ یہ سورت مکی ہے اور اس میں سینتیس ۳۷ آیتیں ہیں۔ صـــ۱۵ــ

جَاثِیَۃً مُسْتَوْفِزِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ ـــــ گھٹنے کے بل کھڑے ہو جانے والے ـــــ وَقَالَ

مُجَاھِدٌ: نَسْتَنْسِخُ۔ نَکْتُبُ ـــ لکھتے ہیں ـــ نَنْسَاکُمْ۔ نَتْرُکُکُمْ ـــ تم کو چھوڑ دیں گے۔

الأحقاف یہ سورت مکی ہے مگر دو آیتیں مدنی ہیں۔ ایک قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ ـــ اور دوسری ـــ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُوْنَا إِلَيْهِ۔ اس میں پینتیس ۳۵ آیتیں ہیں ص۷۱۵

الأحقاف۔ حقفٌ کی جمع ہے۔ ریت کا گول ٹیلہ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ احقاف عمان اور مہرہ کے درمیان ایک میدان ہے۔ دیگر لوگوں نے اور بھی اس کی تفسیریں کی ہیں۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: تُفِيْضُوْنَ۔ تَقُوْلُوْنَ ـــ کہتے ہیں ـــ وَقَالَ بَعْضُهُمْ۔ أَثَرَةٌ وَ إِثْرَةٌ وَأَثَارَةٌ بَقِيَّةُ عِلْمٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ۔ لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ ـــ نیا رسول نہیں ہوں ـــ وَقَالَ غَيْرُهُ۔ أَرَأَيْتُمْ هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ إِنْ صَحَّ مَا تَدَّعُوْنَ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ۔ وَلَيْسَ قَوْلُهُ أَرَأَيْتُمْ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ إِنَّمَا هُوَ أَتَعْلَمُوْنَ أَبَلَغَكُمْ أَنَّ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ خَلَقُوْا شَيْئًا۔ أَرَأَيْتُمْ کا الف ہمزۂ استفہامیہ دھمکی کے لئے ہے۔ یعنی اگر تمہارا خیال صحیح ہو کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق نہیں۔ یہ أرأیتم آنکھ سے دیکھنے والی رویت نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ کیا تم جانتے ہو؟ کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو انھوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے؟

بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا، أَتَعِدَانِنِيْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ اللّٰهَ وَيْلَكَ آمِنْ۔ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ۔ ص۷۱۵

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر وہ جس نے اپنے والدین سے کہا اف تم سے دل پک گیا کیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گذر چکی اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیری خرابی ہو ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو وہ کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

حدیث ۲۳۰۸ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اسْتَعْمَلَهٗ مُعَاوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهٗ بَعْدَ أَبِيْهِ۔ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ

یوسف بن ماہک سے روایت ہے انھوں نے کہا مروان حجاز کا حاکم تھا معاویہ نے اس کو حاکم بنایا تھا۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا۔ تاکہ اس کے لئے بیعت کی جائے اس کے باپ کے بعد۔ تو ان سے عبدالرحمٰن

شَيْئًا فَقَالَ خُذُوهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا فَقَالَ

بن ابوبکر نے کچھ کہا تو مروان نے کہا اسے پکڑ لو وہ ام المومنین حضرت عائشہ کے گھر میں چلے گئے

مَرْوَانُ إِنَّ هٰذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ "وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ

اس لئے لوگ انھیں پکڑ نہ سکے ۔ مروان نے کہا بیشک یہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ

أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي" فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ مَا

فرمایا ۔ اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا تم دونوں کو اف تم سے دل پک گیا ہے کیا مجھے وعدہ دیتے ہو ۔ اس پر حضرت

أَنْزَلَ اللّٰهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ عُذْرِي ۔

عائشہ نے حجاب کے پیچھے سے فرمایا ۔ اللہ ہم لوگوں کے بارے میں قرآن میں کچھ نازل نہ فرمایا سوائے اسکے کہ اللہ نے میرا عذر نازل فرمایا ہے

تشریحات ۲۳۰۸ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں مروان کو مدینہ کا حاکم بنایا ۔ اخیر عمر میں جب انھوں نے یہ طے کر لیا کہ یزید کو اپنا ولی عہد بنائیں تو یہ ضروری جانا کہ اپنی حیات ہی میں یزید کی بیعت پورے ممالک اسلامیہ سے لے لیں ۔ اس کے لئے انھوں نے اپنے مختلف عمال حکومت کو لکھا اس میں مروان بھی تھا ۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی ترغیب میں کہا ، کہ امیر المؤمنین نے ایک اچھی بات سوچی ہے وہ ابوبکر و عمر کی سنت کے مطابق اپنی حیات ہی میں یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں ۔
انھوں نے اس کو اپنے بعد خلیفہ بنا دیا ہے جیسا کہ ابوبکر و عمر نے خلیفہ بنایا تھا اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا کہ یہ ہرقل اور قیصر کا طریقہ ہے ابوبکر نے خلافت نہ کسی اپنے لڑکے کو دی اور نہ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اس پر مروان نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ انھیں گرفتار کر لو حضرت عبدالرحمن بھاگ کر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں چلے گئے ۔ مروان منبر سے اتر کر ام المؤمنین کے دروازہ پر آیا اور ام المؤمنین سے بہت کچھ باتیں کی اسی میں اس نے یہ بھی کہا کہ عبدالرحمن وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے ۔ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا ۔ ام المؤمنین نے فرمایا ہم اولاد ابوبکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سوائے میرے عذر کے اور کچھ نازل نہیں فرمایا ہے ۔ وہ جھوٹ بولا ہے ۔ یہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ اگر میں چاہوں تو ان کا نام لے سکتی ہوں ۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی اور مروان اس کی پیٹھ میں تھا ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت ہے کہ یہ آیت عبدالرحمن بن ابی بکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ حضرت ابوبکر اور ام رومان حضرت عبدالرحمن کی والدہ مسلمان ہو چکے

تھے ان دونوں نے عبدالرحمٰن سے بھی مسلمان ہونے کو کہا بلکہ باربار اسلام کی ترغیب دیتے رہے۔
اور وہ انکار کرتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ فلاں اور فلاں کہاں ہیں۔ یعنی قریش کے کچھ مشائخ کے بارے
میں جو انتقال کر چکے تھے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن مسلمان ہوئے
اور مخلص مسلمان ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ یہ ایک کافر ماں
باپ کے نافرمان بیٹے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فینا۔ اس سے مراد اولاد ابوبکر ہیں۔ ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے
میں متعدد آیتیں نازل ہوئی ہیں مثلاً ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ ـــــ اور وَسَیُجَنَّبُھَا
الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ـــــ اور اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَ
الْاَنْصَارِ ـــــ اور وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ وغیرہ کثیر آیتیں ہیں۔

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یہ سورت مکی ہے یا مدنی دونوں قول ہیں ـــــ عام مفسرین کا رجحان
یہی ہے کہ یہ مدنی ہے۔ اور اس میں اڑتیس ۳۸ آیتیں ہیں ص ۷۱۵

اَوْزَارَھَا آثَامَھَا حَتّٰی لَا یَبْقٰی اِلَّا مُسْلِمٌ ـــــ ارشاد ہے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا
فِدَاءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا ـــــ پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے
فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ اوزارہا سے مراد
آثام ہیں یہ وِزْرٌ کی جمع ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں۔ مراد یہ ہے یہاں تک کہ مسلمان کے سوا کوئی
باقی نہ رہے لیکن امام بخاری کے علاوہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اوزار سے مراد اسلحے
ہیں۔ اور یہ وِزْرٌ بمعنی بوجھ کے ہے لیکن یہ معنی امام بخاری کی تفسیر کے منافی نہیں۔ گناہ بھی
ایک بوجھ ہے ـــــ عَرَّفَھَا بَیَّنَھَا ـــــ اس کو بیان کیا ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ مَوْلَی الَّذِیْنَ
آمَنُوْا وَلِیُّھُمْ ـــــ مولیٰ بمعنی والی اور حاکم کے ہیں ـــــ عَزَمَ الْاَمْرُ جَدَّ الْاَمْرُ ـــــ
پختہ ارادہ کر لیا ـــــ لَا تَھِنُوْا لَا تَضْعُفُوْا ـــــ کمزوری نہ دکھاؤ ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَضْغَانُھُمْ حَسَدُھُمْ ـــــ اَضْغَان ضِغْنٌ کی جمع ہے۔
اس کے معنی حسد کے ہیں ـــــ آسِنٍ۔ مُتَغَیِّرٌ ـــــ

بَابٌ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ ص ۷۱۶ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ اور رشتوں کو تم لوگ کاٹو

۲۳۰۹ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ

کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جب مخلوقات کی تخلیق سے فارغ ہو گیا۔ تو رشتے نے

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهُ

کھڑے ہو کر اللہ سے فریاد کی اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا ٹھہر رشتے نے کہا

مَهْ قَالَتْ هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَیْنَ

رشتہ قطع کرنے سے تیری پناہ لینے والوں کی یہی جگہ ہے۔ فرمایا کیا تو اس سے راضی

اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰی یَا رَبِّ

نہیں کہ جو تجھے ملائے اسے میں ملاؤں جو تجھے کاٹے اسے میں کاٹوں رشتے

قَالَ فَذَاكِ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اقْرَؤُوْا اِنْ

نے کہا ہاں اے پروردگار! فرمایا جا یہی ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر

شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ

تم چاہو تو پڑھو۔ تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں۔ کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں

تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ؏

فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

تشریحات ۲۴۳۰ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ۔ حقو کے معنی کوکھ کے ہیں۔ انسان انتہائی پریشانی میں جب کسی کی پناہ لینے کے لئے کسی کے پاس جاتا ہے تو اس کی کمر پکڑ لیتا ہے یہ انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ فریاد کی ایک صورت ہے اللہ عزوجل جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ اس لئے اس حدیث میں حقو الرحمٰن متشابہات میں سے ہے اس سے حقیقی مراد کیا ہے۔ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ فریاد کرنے سے صلہ رحمی۔ تمدن کی ایک بہت اعلیٰ خوبی ہے۔ اور قطع رحمی بدترین عیب اسی لئے اللہ تعالیٰ نے وہ فرمایا۔ کہ جو صلہ رحمی کرے گا اسے میں ملاؤں گا اور جو قطع رحمی کرے گا اسے کاٹ دونگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں جو تم سے اچھا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا

؏ اس کے بعد ہی متصل دو طریقے سے۔ ادب باب من وصل وصلة اللہ ص ۸۸۵ التوحید۔ باب قول اللہ تعالیٰ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلَامَ اللّٰهِ ص ۱۱۱۱ مسلم۔ ادب۔ نسائی۔ تفسیر۔

سلوک کرو بلکہ صلہ رحمی یہ ہے۔ جو رشتہ کاٹنا چاہے اس کے ساتھ رشتہ باقی رکھا جائے اور اچھا سلوک کیا جائے۔ جو اس زمانے میں نایاب ہے۔

سُوْرَۃُ الفتح | یہ سورت مدنی ہے یہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ جب حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۶

وَقَالَ مُجَاهِدٌ:- سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ السَّحْنَةُ ـــــ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے یعنی زیبائش خوبصورتی ـــــ قَالَ مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ، التَّوَاضُعُ ـــــ منصور نے مجاہد ہی سے روایت کی کہ یہ علامت تواضع ہے ـــــ شَطْئَهُ فِرَاخَهُ ـــــ اس نے اپنا پٹھا ـــــ فَاسْتَغْلَظَ۔ غَلُظَ ـــــ پھر دبیز ہوئی ـــــ سُوْقِهِ، اَلسَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرِ ـــــ ساق ڈنٹھل، تنا ـــــ وَيُقَالُ دَائِرَةُ السَّوْءِ، كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَدَائِرَةُ السَّوْءِ الْعَذَابُ ـــــ یہ ایسے ہیں جیسے کہتے ہیں برا شخص، اور بری گردش سے مراد عذاب ہے ـــــ تُعَزِّرُوْهُ تَنْصُرُوْهُ۔ شَطْأَهُ، شَطْءُ السُّنْبُلِ تَنْبُتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا أَوْ ثَمَانِيًا وَسَبْعًا۔ فَيَقْوٰى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى فَآزَرَهُ، قَوَّاهُ وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ۔ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يَنْبُتُ مِنْهَا ـــــ بالی کے پٹھے جس میں دانے پیدا ہوتے ہیں یعنی دس، آٹھ یا سات اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تو اس نے اس کو قوت دی۔ اور اگر ایک پٹھا ہوتا تو بالی کھڑی نہ رہتی۔ پس یہ مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ بیان فرمائی کہ تنہا نکلے پھر اللہ نے صحابہ سے انھیں قوت دی جیسا کہ دانے کو قوت دی اس سے جو دانے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

اَلْحُجُرَات | یہ سورت مدنی ہے اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۷

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا تُقَدِّمُوْا لَا تَفْتَاتُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهِ ـــــ اور مجاہد نے کہا لا تقدموا سے مراد کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھنے میں پہل نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے فیصلہ سنا دے۔ اِمْتَحَنَ أَخْلَصَ ـــــ پرکھ لیا۔

بَابٌ تَنَابَزُوْا بِدُعَاءٍ بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ ص ۷۱۷ برے نام رکھو یعنی اسلام کے بعد کفر کے ساتھ پکارو۔

يَلِتْكُمْ يَنْقُصْكُمْ۔ أَلَتْنَا۔ نَقَصْنَا ـــــ اس نے کم نہیں کیا۔ اَلَتْنَا کے معنی ہم نے کم کیا۔

سُوْرَۃُ قٓ | یہ سورۃ مکی ہے اس میں پینتالیس آیتیں ہیں۔ ق اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ قرضی سے روایت ہے کہ یہ اسمائے حسنہ قدیرہ۔ قادر، قاہر، قریب، قاضی، قابض میں سے کسی

کا رمز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قرآن کا نام ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد کوہ قاف ہے۔
ــــ رَجْعٌ بَعِيْدٌ، رَدٌّ ــــ پلٹنا دور ہے ــــ فُرُوْج، فُتُوْقٍ، وَاحِدُهَا فَرْجٌ ــــ یہ فرج کی جمع ہے ــــ وَرِيْدٌ فِي حَلْقِهِ ـ وَالْحَبْلُ حَبْلُ الْعَاتِقِ ــــ ورید ایک رگ ہے معنی حلق میں اور حبل سے مراد شانے کی رگ ہے۔ ورید، اصل میں شہ رگ کو کہتے ہیں، جو دل سے نکل کر پورے جسم میں پھیلی ہوئی ہے گردن اور شانے میں بھی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ـ مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْ عِظَامِهِمْ ــــ اور ان کی ہڈیوں کو کم کرتی ہے ــــ تَبْصِرَةً، بَصِيْرَةً ـ حَبَّ الْحَصِيْدِ ـ اَلْحِنْطَةَ ــــ حب کے معنی دانہ اور حصید کے معنی کاٹا ہوا۔ مراد گیہوں ہے ــــ بَاسِقَاتٍ ـ اَلطِّوَالُ ــــ لمبے ــــ اَفَعَيِيْنَا أَفَاَعْيٰ عَلَيْنَا ــــ تو کیا اس نے ہم کو تھکا دیا ــــ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ، اَلشَّيْطَانُ الَّذِيْ قُيِّضَ لَهٗ ــــ وہ شیطان جو اس پر مقرر کیا ہوا ہے ــــ فَنَقَّبُوْا ضَرَبُوْا ــــ چلو پھرو ــــ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ بِغَيْرِهٖ ــــ کان لگا کر سنے ـ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو ــــ حِيْنَ اَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ ــــ جب تم کو پیدا کیا ــــ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ رَاصِدٌ ــــ محافظ تیار ــــ سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ، اَلْمَلَكَيْنِ، كَاتِبٌ وَشَهِيْدٌ وَشَهِيْدٌ شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ ــــ دو فرشتے کاتب اور گواہ، شہید بمعنی شاہد بالقلب ہے ــــ لُغُوْبٌ، اَلنَّصَبُ ــــ تھکن ــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ نَضِيْدٌ اَلْكُفُرّٰى ـ مَادَامَ فِي اَكْمَامِهٖ وَمَعْنَاهُ مَنْضُوْدٌ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ اَكْمَامِهٖ فَلَيْسَ بِنَضِيْدٍ ــــ گابھا جب تک اپنے چھلکے میں ہو اس کا معنی یہ ہے یعنی تہ بتہہ ہو اور جب اپنے چھلکے سے باہر آجائے تو نضید نہیں ــــ فِيْ اَدْبَارِ النُّجُوْمِ وَاَدْبَارِ السُّجُوْدِ كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِيْ فِيْ قٓ وَيَكْسِرُ الَّتِيْ فِي الطُّوْرِ وَتُكْسَرَانِ جَمِيْعًا وَتُنْصَبَانِ ــــ ادبار میں عاصم سورۂ ق میں الف کو فتحہ پڑھتے ہیں اور طور میں کسرہ اور دونوں کو کسرہ پڑھا جاتا ہے اور دونوں کو نصب پڑھا جاتا ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَوْمُ الْخُرُوْجِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ ــــ جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ص۱۸ ــ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور جہنم کہے گی کیا اور زیادہ ہے

۲۳۱۰ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت انس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُلْقٰى فِي النَّارِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى

ہیں فرمایا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور جہنم کہے گی کچھ اور زیادہ ہے یہاں تک

يَضَعَ قَدَمَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ ؏

کہ اپنا قدم رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔

۲۳۱۱ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهٗ وَاَكْثَرُ مَا كَانَ

حدیث محمد بن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

يُوْقِفُهٗ اَبُوْ سُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ

مرفوعاً، اور ابو سفیان اکثر اس کو موقوفاً روایت کرتے تھے اور بہت کم مرفوعاً۔ جہنم سے کہا جائیگا

مَزِيْدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهٗ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ

کیا تو بھر گئی تو کہے گی کچھ اور زیادہ ہے رب تبارک وتعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا تو کہے گی بس بس۔

۲۳۱۲ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ

فرمایا، جنت اور دوزخ نے آپس میں بحث کی، جہنم نے کہا میرے حصہ میں متکبرین اور متجبرین

فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ

آئے ہیں، جنت کہے گی، میرا کیا حال ہے کہ میرے اندر کمزور اور گرے گذرے لوگ آئے

مَا لِیْ لَا يَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ

ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ جنت سے فرمائے گا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں

وَتَعَالٰى لِلْجَنَّةِ اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ

میں سے جس پر چاہوں مہربانی فرماؤں اور جہنم سے فرمائے گا تو میرا عذاب ہے تیرے

وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ

ذریعہ سے جس پر چاہوں عذاب کروں اور ان میں سے ہر ایک کے لئے بھرنا ہے جہنم نہیں

عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِیءُ

بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا تو جہنم کہے گی بس بس۔ اس وقت بھر جائیگی

حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِیءُ وَيُزْوٰى

؏ کتاب الایمان والنذور باب الحلف بعزۃ اللہ ص ۹۸۵ ـ کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وھو العزیز الحکیم ص ۱۰۹۸ ـ

يَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ

اور اس کے بعض حصے بعض سے سمٹ کر مل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر

فَاِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا عه

ظلم نہیں فرمائے گا اور جنت بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق پیدا فرمائے گا۔

تشریحات ۲۲۱۳ متکبرین و متجبرین ہم معنیٰ ہیں البتہ ثانی میں کچھ معنیٰ کی زیادتی ہے کچھ لوگوں نے کہا متکبر وہ شخص ہے جو اپنے مال، علم، عزت، عقل پر غرور کرے اور متجبر وہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں مگر پھر بھی غرور کرتا ہے اس سے مراد کفار و مشرکین ہیں جنھوں نے اپنے بڑائی کے غرور میں ایمان نہیں قبول کیا، ضعفاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہی سَقَطُ سے مراد ہے جن کو لوگ اپنی نظروں سے گرا دیتے ہیں یا ضعفاء و سقط سے مراد وہ لوگ ہیں جو تواضعًا اپنے آپ کو حقیر اور کم حیثیت سمجھتے ہیں، پہلی توجیہ پر یہ ارشاد باعتبار اغلب و اکثر ہے۔

حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهٗ یہ ارشاد بھی متشابہات سے ہے اس کا حقیقی معنیٰ اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں، عرف عام میں کسی چیز پر قدم رکھنے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اسے مسل کر حقیر و ذلیل کر دیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جہنم جوش میں عرض کرے گی کہ کیا اور کچھ زیادہ ہے؟ اللہ عزوجل اس کے اس جوش اور شورش کو اپنی قدرت سے ختم کر دے گا اور بجائے هَلْ مِنْ مَّزِيْد کے وہ پکارے گی بس بس بس۔ دوسری روایتوں میں بجائے رجل کے قدم ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ قدم معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے روز ازل جو فیصلہ فرمایا ہے اس کے مطابق کچھ نئی مخلوق پیدا کر کے جہنم بھرے گا۔ مگر اس پر دو اشکال ہیں۔ اول یہ کہ اس حدیث میں رجل ہے۔ قدم نہیں بعض لوگوں نے بتکلف اس میں بھی پہلا معنیٰ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تکلف بارد ہے، دوسرے یہ کہ کتاب التوحید میں جو روایت ہے اس میں وضع قدم سے پہلے یہ زائد ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے لئے جسے چاہے گا پیدا فرمائے گا اور انھیں اس میں ڈالے گا پھر بھی وہ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْد پھر اس میں ڈالے گا پھر کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْد تین بار یہی ہوگا، یہاں تک کہ اپنا قدم ڈالیگا۔ تو وہ کہے گی بس بس۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ص ۷۱۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اپنے رب کی پاکی بیان کرو اسکی حمد کے ساتھ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اسکے ڈوبنے سے پہلے۔

عه کتاب التوحید باب ماجاء فی قول اللہ ان رحمت اللہ ص ۱۱۱۰ مسلم

۲۳۱۳ عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

أَمَرَہٗ اَنْ یُّسَبِّحَ فِیْ اَدْبَارِ الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا یَعْنِیْ قَوْلَہٗ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ

حکم دیا کہ تمام نمازوں کے بعد تسبیح پڑھیں۔ ان کی مراد یہ ارشاد تھا۔ تو اس کی پاکی بیان کرو سجدوں کے بعد۔

تشریحات ۲۳۱۳ حضرت ابن عباس کی تفسیر کا حال یہ ہے کہ آیت کریمہ۔ وَمِنَ اللَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد اس سے مراد نماز نہیں بلکہ ذکر ہے وہ بھی خاص ذکر تسبیح۔

وَالذّٰرِیٰتِ یہ سورت مکی ہے۔ اور اس میں ساٹھ آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۹

وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَلرِّیَاحُ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَذْرُوْہُ تُفَرِّقُہٗ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ذاریات سے مراد ہوائیں ہیں اور ان کے غیر نے کہا کہ تذروہ کے معنی ہیں انھیں منتشر کردیتی ہیں۔ ذَارِیَاتِ ذَرْوًا اور ذَرْیًا سے جمع مؤنث اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو اپنے ساتھ دھول کوڑا، کرکٹ اڑاتی ہوئی چلتی ہیں بکھیرنے والی ہوائیں یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب ہے۔

امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ ابن الکوی نے کہا میں نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والذاریات ذروا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ اس سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور وَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد بادل ہیں۔ اور وَالْجَارِیَاتِ یُسْرًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد کشتیاں ہیں۔ وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد فرشتے ہیں۔ امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ابوالطفیل سے روایت کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ خطبہ دے رہے تھے۔ فرما رہے تھے لوگو مجھ سے پوچھو۔ بخدا قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کچھ بھی پوچھو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو۔ بخدا میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری ہے یا دن میں، ہموار زمین پہ اتری ہے یا پہاڑ پہ۔ ابن الکوی نے کہا کہ اسی موقع پر فرمایا۔ فالذاریات ذروا سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور فرمایا تیرے لئے خرابی ہو۔ سمجھنے کے لئے پوچھ سرکشی کی نیت سے نہ پوچھ۔ [1]

---

[1] عمدۃ القاری۔ تاسع عشر ص ۱۹۰

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ تَاکُلُ وَتَشْرَبُ فِیْ مَدْخَلٍ وَّاحِدٍ وَیَخْرُجُ مِنْ مَّوْضَعَیْنِ ـــــ اپنے آپ میں غور کرو۔ کھاتا اور پیتا ہے ایک راستے سے اور نکلتا ہے دو جگہ سے ـــــ فَرَاغَ فَرَجَعَ۔ ـ لوٹا ـــ فَصَکَّتْ فَجَمَعَتْ اَصَابِعَھَا فَضَرَبَتْ بِہٖ جَبْھَتَھَا ـــــ انھوں نے اپنی انگلیاں اکٹھا کیں اور اپنی پیشانی پر مارا ـــــ جب قوم لوط کے اوپر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے اور انھوں نے ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا کھانے کے لئے ان کے سامنے پیش کیا اور انھوں نے نہیں کھایا تو حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں اور انھیں یہ معلوم ہوگیا کہ یہ عذاب کے فرشتے ہیں جس سے انھیں کچھ خوف طاری ہوا۔ تو انھوں نے کہا ڈریئے نہیں ؟ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا بچہ عطا فرمائے گا۔ اسے جب حضرت سارہ نے سنا تو حیرت زدہ ہوکر غایت خوشی میں چلاتی ہوئی آئیں اور اپنا ماتھا ٹھوکا اور فرمایا میں بڑھیا بانجھ ہوں اور مجھے لڑکا ہوگا۔ اس وقت حضرت سارہ کی عمر مبارک نوے یا ننانوے سال کی ہوچکی تھی ـــ فَصَکَّتْ کی ایک تفسیر یہ ہے جو امام بخاری نے ذکر فرمائی کہ انھوں نے حیرت سے اپنا ماتھا ٹھوکا۔ اور ایک تفسیر ہے کہ انھیں حیض آگیا ـــــ وَالرَّمِیْمِ نَبَاتُ الْاَرْضِ اِذَا یَبِسَ وَدِیْسَ ـــــ رمیم نباتات ہیں جب سوکھ جائیں اور ان کو گاہ لیا جائے ـــــ اَلْمُوْسِعُوْنَ اَیْ لَذُوْسَعَۃٍ وَکَذَالِکَ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدْرُہٗ یَعْنِی الْقَوِیَّ ـــــ یعنی ہم وسعت دینے والے ہیں اور موسع سے مراد قوی ہے باعتبار معاش کے ـــــ زَوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ـــــ وَاخْتِلَافُ الْاَلْوَانِ حُلْوٌ وَّحَامِضٌ فَھُمَا زَوْجَانِ ـــــ ارشاد ہے اور ہم نے ہر چیز سے جوڑ بنائے۔ مراد یہ ہے کہ نر اور مادہ ـــــ یا مختلف رنگ کے ـــــ یا مختلف مزے کے میٹھا اور کھٹا یہ بھی دو زوج ہیں ـــــ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ اِلَیْہِ ـــــ یعنی اللہ سے اللہ کی طرف بھاگو ـــــ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَا خَلَقْتُ اَھْلَ السَّعَادَۃِ مِنْ اَھْلِ الْفَرِیْقَیْنِ اِلَّا لِیُوَحِّدُوْنَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ خَلَقَھُمْ لِیَفْعَلُوْا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَّتَرَکَ بَعْضٌ وَلَیْسَ فِیْہِ حُجَّۃٌ لِاَھْلِ الْقَدَرِ ـــــ ارشاد ہے ہم نے جن انسان کو عبادت ہی کے لئے پیدا فرمایا۔ اس پر اعتراض یہ پڑتا ہے کہ پھر کچھ انسان اور جن اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔

امام بخاری نے اس کا جواب دو طریقہ سے دیا ایک تو یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اس سے مراد مخصوص جن و انس ہیں۔ یعنی سعید لوگ۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کے پیدا کرنے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ اس میں کچھ لوگوں نے کیا اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا۔

وَالذَّنُوْبُ الدَّلْوُ الْعَظِیْمُ ـــــ یعنی بڑا ڈول ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ صَرَّۃٍ ۔ صَیْحَۃٍ

بیخ ــ ذُنُوْبًا سَبِیْلاً ــ ذنوب سے مراد راستہ ہے ــ اَلْعَقِیْمُ اَلَّتِیْ لَا تَلِدُ ــ بانجھ جو بچہ نہ دیتی ہو ــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ــ وَالْحُبُکِ ــ دلکش ــ فِیْ غَمْرَۃٍ فِیْ ضَلَالَتِہِمْ یَتَمَادُوْنَ ــ نشہ میں یعنی اپنی گمراہیوں میں بہکے پھرتے ہیں ــ وَقَالَ غَیْرُہٗ ــ تَوَاصَوْ تَوَاطَؤُا ــ ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے ــ وَقَالَ مُسَوَّمَۃً مُعَلَّمَۃً مِنَ السِّیْمَا ــ نشان لگائے ہوئے۔

وَالطُّوْرِ یہ سورت مکی ہے۔ اس میں انچاس ۴۹ آیتیں ہیں ص ۷۱۹

وَقَالَ قَتَادَۃُ مَسْطُوْرٍ مَکْتُوْبٍ ــ مسطور سے مراد لکھی ہوئی ــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلطُّوْرُ ــ اَلْجَبَلُ ــ بِالسُّرْیَانِیَّۃِ ــ سریانی زبان میں طور کے معنی پہاڑ ہیں۔ نیز طور اس مخصوص پہاڑ کا بھی نام ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں ــ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ــ صَحِیْفَۃٍ ــ رق کے معنی دفتر کے ہیں۔ منشور کے معنی کھلا ہوا ــ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ــ اور بلند چھت کی قسم اس سے مراد آسمان ہے ــ وَالْمَسْجُوْرِ اَلْمُوْقَدِ ــ سلگایا ہوا ــ وَقَالَ الْحَسَنُ ــ تَسْجُرُ حَتّٰی یَذْھَبَ مَاءُھَا فَلَا یَبْقٰی فِیْھَا قَطْرَۃٌ ــ امام حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تسجر سے ہے جس کے معنی ہیں۔ اس کا پانی ختم ہو گیا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا ــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلَتْنَاھُمْ نَقَصْنَا ــ ہم نے کم کیا ــ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَمُوْرُ تَدُوْرُ ــ گردش کرے گا ہلے گا ــ اَحْلَامُھُمْ اَلْعُقُوْلُ ــ حُلُم کے معنی عقل کے ہیں ــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ــ اَلْبَرُّ اللَّطِیْفُ ــ بر کے معنی لطف کرنے والا۔ نیکوکار ــ کِسَفًا قِطَعًا ــ ٹکڑا ــ اَلْمَنُوْنُ اَلْمَوْتُ ــ وَقَالَ غَیْرُہٗ یَتَنَازَعُوْنَ یَتَعَاطَوْنَ ــ ایک دوسرے سے چھینیں گے۔

وَالنَّجْمِ یہ سورت مکی ہے۔ اس میں باسٹھ آیتیں ہیں ص ۷۲۰

یہاں النجم سے مراد ثریا ہے۔ اگرچہ نجم۔ مطلقاً ہر ستارے کو کہتے ہیں لیکن اہل عرب الف لام کے ساتھ خاص ثریا کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد مطلقاً ہر ستارہ ہو۔ یہاں ستارے کی قسم میں نکتہ یہ ہے کہ ستاروں کا مستقر فضا رہے۔ ان کا خیر طبعی بھی اوپر ہی ہے۔ ان کی کشش ثقل بھی اوپر ہی ہے ورنہ اپنی جگہ قائم نہیں رہتے۔ اس لئے خیر طبعی سے باہر رکھنے والا کوئی تاسر موجود نہیں مگر پھر بھی تم دیکھتے ہو کہ اس کے ٹکڑے اوپر سے نیچے گرتے ہیں تو جیسے قدرت خداوندی سے ستارے اپنے خیر طبعی اور کشش ثقل کے برخلاف نیچے آتے ہیں۔ اسی طرح تمہاری سمجھ میں یہ کیوں نہیں آتا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہوتے ہوئے بشر کے خیر طبعی اور کشش ثقل کے برخلاف آسمانوں پر گئے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذُوْمِرَّةٍ قُوَّةٍ ـــ قوت والے ـــ قَابَ قَوْسَيْنِ ـ حَيْثُ الْوَتَرِ مِنَ الْقَوْسِ ـــ قَابَ کمان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں اس کی تانت ہوتی ہے ـــ ضِيْزٰى ـ عِوَجًا ـــ ٹیڑھی ـــ وَاَكْدٰى قَطَعَ عَطَائَهٗ ـــ یعنی اس کی عطار کو قسط وار کر دیا ـــ رَبُّ الشِّعْرٰى هُوَمِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ ـــ شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے جو جوزی کے بعد طلوع ہوتا ہے ـــ وَالَّذِىْ وَفّٰى وَفّٰى مَا فُرِضَ عَلَيْهِ ـــ اس پر جو فرض کیا گیا اس کو پورا ادا کیا ـــ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ـــ قیامت قریب آگئی ـــ سَامِدُوْنَ اَلْبَرْطَمَةُ هُوَضَرْبٌ مِنَ اللَّهْوِ ـــ کھیل میں بڑے ہو۔ برطمۃ کو بھی کہتے ہیں جو ایک قسم کا کھیل ہے ـــ وَقَالَ عِكْرِمَةُ يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ ـــ حمری زبان میں سمد کے معنیٰ گانے کے ہیں ـــ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اَفَتُمَارُوْنَهٗ اَفَتُجَادِلُوْنَهٗ وَمَنْ قَرَأَ اَفَتَمْرُوْنَهٗ يَعْنِىْ اَفَتَجْحَدُوْنَهٗ ـــ تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو اور جس نے اس کو اَفَتَمْرُوْنَهٗ پڑھا اس کے نزدیک اس کے معنیٰ ہیں تو کیا تم ان کو جھٹلاتے ہو ـــ مَازَاغَ الْبَصَرُ بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ـــ وَمَا طَغٰى وَلَاجَاوَزَمَارَاٰى ـــ حد سے آگے نہیں بڑھی ـــ فَتَمَارَوْا كَذَّبُوْا ـــ جھٹلایا ـــ وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا هَوٰى غَابَ ـــ جب نظر سے غائب ہو جائے ڈوب جائے ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَغْنٰى وَاَقْنٰى اَعْطٰى فَاَرْضٰى ـــ اور راضی کر دیا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ص۲۱۷

اس سورت کا نام سورۂ قمر بھی ہے یہ مکی ہے صرف مگر یہ آیت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ـــ یہ مدنی ہے۔ یہ بدر کے موقع پر ابو جہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس میں پچپن ۵۵ آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ مُسْتَمِرٌّ ذَاهِبٌ ـــ ہمیشہ رہنے والا ـــ مُزْدَجَرٌ مُتَنَاهٍ ـــ رکاوٹ ـــ وَازْدُجِرَ ـ فَاسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا ـــ پاگل ہو گیا ـــ دُسُرٍ ـ اَضْلَاعُ السَّفِيْنَةِ ـــ کشتی کے تختے ـــ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ـ يَقُوْلُ ـ كُفِرَ لَهٗ ـــ جس کے ساتھ کفر کیا گیا ـــ جَزَاءً مِّنَ اللّٰهِ ـــ اللہ کی طرف سے اس کے کفر کا بدلہ ـــ مُحْتَضَرٌ ـ يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ ـــ پانی پر جانے کی باری ـــ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ مُهْطِعِيْنَ النَّسَلَانُ الْخَبَبُ السِّرَاعُ ـــ دوڑے ہوئے۔ نسلان کے معنیٰ ہیں تیز دوڑنا ـــ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَتَعَاطٰى فَعَاطَهَا بِيَدِهٖ ـــ اپنے ہاتھ سے لیا ـــ فَعَقَرَهَا ـــ اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ اَلْمُحْتَظِرِ كَحِضَارٍ مِّنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ ـــ درخت سے بنایا ہوا گھیرا۔ ٹٹی ـــ

وَازْدُجِرَ اُفْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ ـــــ زجر سے باب افتعال کا ماضی مجہول کا واحد مذکر کا صیغہ ہے ۔ جھڑ کا گیا ـــــ کُفِرَ فَعَلْنَا بِہٖ وَبِھِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوْحٍ وَاَصْحَابِہٖ ـــــ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے ساتھ جو کیا یہ بدلہ تھا اس کا جو نوح اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا گیا تھا ۔ یعنی ہم نے قوم نوح کو غرق کیا یہ ان کے کفر کی سزا تھی ـــــ مُسْتَقِرٌّ ۔ عَذَابٌ حَقٌّ ـــــ عذاب برحق ہے ـــــ یُقَالُ الْاَشِرُ الْمَرِحُ وَالتَّجَبُّرُ ـــــ اترانا اور گھمنڈ ۔

سورۃ الرحمٰن ۔ ص ۷۲۳

یہ سورت مکی ہے ابو العباس نے کہا کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ مکی ہے ھمام نے قتادہ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا یہ کیسے مدنی ہوسکتی ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار عکاظ میں پڑھا جسے جن نے سنا قرآن کا حصہ جو سب سے پہلے قریش نے بلند آواز سے سنا وہ سورۂ رحمٰن ہے اس کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حطیم کے پاس پڑھا تو لوگوں نے انھیں مارا یہاں تک کہ ان کے چہرہ پر نشان پڑ گیا اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ مکی ہے ۔

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ ۔ یُرِیْدُ لِسَانَ الْمِیْزَانِ ـــــ اور تول قائم کرو مراد یہ ہے کہ ترازو کی زبان کو سیدھی رکھو ـــــ وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ اِذَا قُطِعَ مِنْہُ شَیْئٌ قَبْلَ اَنْ یُّدْرِکَ فَذَالِکَ الْعَصْفُ ـــــ کچی فصل جب کہ اسے پکنے سے پہلے کاٹا جائے عَصْفٌ کے معنی بھس کے بھی آتے ہیں ۔

وَالرَّیْحَانُ وَرَقُہٗ وَالْحَبُّ الَّذِیْ یُؤْکَلُ مِنْہُ وَالرَّیْحَانُ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ وَقَالَ بَعْضُھُمْ وَالْعَصْفُ یُرِیْدُ الْمَاْکُوْلَ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّیْحَانُ النَّضِیْجُ الَّذِیْ لَمْ یُؤْکَلْ وَقَالَ غَیْرُہٗ وَالْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَۃِ وَقَالَ الضَّحَّاکُ اَلْعَصْفُ اَلتِّبْنُ وَقَالَ اَبُوْ مَالِکٍ اَلْعَصْفُ اَوَّلُ مَا یَنْبُتُ تُسَمِّیْہِ النَّبَطُ ھَبُوْرًا وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَۃِ وَالرَّیْحَانُ الرِّزْقُ ـــــ ریحان ۔ اس کے پتے اور حب وہ ہے جو اس میں سے کھایا جائے ۔ اہل عرب کی زبان میں ریحان روزی کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا عصف سے مراد وہ دانہ ہے جو کھایا جائے ۔ اور ریحان ۔ پکا ہوا وہ دانہ جو کھایا نہ گیا ہو ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ وَالْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَۃِ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا عصف گیہوں کے پتے کو کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا بھس کو ۔ اور ابو مالک نے کہا سب سے پہلے جو اگتا ہے وہ عصف ہے جس کو نبطی لوگ ہبور کہتے ہیں ۔ اور مجاہد نے کہا عصف گیہوں کا پتہ اور ریحان روزی ـــــ راجح مختار یہ ہے کہ عصف سے مراد بھس ہے اور ریحان سے مراد خوشبودار پھول ـــــ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ نے ـــــ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ـــــ کا ترجمہ یہ فرمایا اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول ـــــ وَالْمَارِجُ اللَّھَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِیْ یَعْلُو النَّارَ اِذَا اُوْقِدَتْ ـــــ پیلی اور ہری لٹ کو کہتے ہیں جو آگ کے اوپر اٹھتی ہے جب کہ آگ

جلائی جائے ——— وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ لِلشَّمْسِ فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ ——— سورج کا جاڑے میں ایک مطلع ہے اور ایک مطلع گرمی میں ہے ——— وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ——— جاڑے اور گرمی میں اس کے ڈوبنے کی جگہ ——— لَا يَبْغِيَانِ لَا يَخْتَلِطَانِ ——— ایک دوسرے پر غالب نہیں آتے کہ دونوں آپس میں مل جائیں ——— اَلْمُنْشَآتُ مَا رُفِعَ مِنْ قِلْعِهِ مِنَ السُّفُنِ فَأَمَّا مَا لَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَآتٍ ——— ایسے جہاز جن کے بادبان بلند کر دیئے گئے ہوں اور جس کے بادبان بلند نہ کئے گئے ہوں تو وہ منشات نہیں ——— وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَنُحَاسٌ الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ يُعَذَّبُونَ بِهِ ——— پیتل جو کھولا کر جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا جس سے وہ لوگ عذاب دیئے جائیں گے۔ راجح یہ ہے کہ یہاں نحاس سے مراد وہ کالا دھواں ہے جس میں لپٹ نہ ہو ——— خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ فَيَتْرُكُهَا ——— اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا۔ گناہ کا ارادہ کرتا ہے پھر اللہ کو یاد کرتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے ——— اَلشُّوَاظُ لَهَبٌ مِنْ نَارٍ ——— آگ کی لپٹ ——— مُدْهَامَّتَانِ ——— سودا ——— وَإِنْ مِنَ الرِّيِّ ——— سیرابی کی وجہ سے کالے نظر آتے ہیں ——— صَلْصَالٍ۔ خُلِطَ بِرَمْلٍ۔ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيدُونَ بِهِ صَلَّ يُقَالُ صَلْصَالٌ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ ——— اس مٹی سے جس میں بالو ملایا گیا ہر جس کی وجہ سے وہ کھنکھناتی ہے جیسے ٹھیکری کھنکھناتی ہے۔ اور کہا گیا بودار۔ صَلَّ کے معنی بودار مٹی مراد یہ ہے کہ صل ثلاثی اور صلصال رباعی ہم معنیٰ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ مٹی ایسے آواز کرتی ہے جیسے بند کرتے وقت دروازہ آواز کرتا ہے ——— صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ الْبَابُ ——— ہم معنیٰ ہیں جیسے ——— كَبْكَبْتُهُ اور كَبَبْتُهُ ہم معنیٰ ہیں ——— فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً كَقَوْلِهِ تَعَالَى حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ أَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِيدًا لَهَا۔ كَمَا أُعِيدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ وَمِثْلُهَا أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَقَدْ ذَكَرَهُمْ فِي أَوَّلِ قَوْلِهِ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ——— اور ان کے بعضوں نے کہا کہ انار اور کھجور فاکہہ نہیں لیکن عرب والے اس کو فاکہہ شمار کرتے ہیں۔ جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ تمام نمازوں کی محافظت کرو اور بیچ والی نماز کی ——— انھیں حکم دیا تمام نمازوں کی محافظت کا پھر عصر کو لوٹایا۔ عصر کی اہمیت بتانے کے لئے۔ اسی طرح کھجور اور انار کو لوٹایا۔ اسی کے مثل یہ ارشاد ہے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ لوگ جو

زمینوں میں ہیں اور وہ لوگ جو آسمانوں میں ہیں پھر فرمایا اور بہت سے لوگ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب واجب ہو چکا حالانکہ ان کا ذکر شروع میں ہی مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ میں فرمادیا تھا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ ان بحثوں سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ عرب کے عرف میں انار اور کھجور فاکہہ میں داخل ہیں۔ مگر فاکہہ کے بعد نخل و رمان کو ذکر فرمایا ان کی اہمیت کو بتانے کے لئے جیسا کہ نماز عصر حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ میں داخل تھی مگر پھر علیحدہ اس کی اہمیت کو بتانے کے لئے ذکر فرمایا۔ اور جیسے کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ میں داخل تھے مگر اپنے اطاعت شعار بندوں کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا ــــ قَالَ غَیْرُہٗ اَفْنَانٍ اَغْصَانٌ شاخیں ــ وَجَنَی الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ مَا یُجْتَنٰی قَرِیْبٌ ــــ جن کو قریب سے چن لیا جائے ــــ وَقَالَ الْحَسَنُ فَبِاَیِّ آلَاءِ نِعَمِہٖ ــ اس کی نعمتیں ــــ وَقَالَ قَتَادَۃُ رَبِّکُمَا یَعْنِی الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ وَقَالَ اَبُوْ الدَّرْدَاءِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ــــ روزآنہ وہ ایک نئی شان میں ہے۔ ــــ یَغْفِرُ ذَنْبًا وَیَکْشِفُ کَرْبًا وَیَرْفَعُ قَوْمًا وَیَضَعُ آخَرِیْنَ ــــ کسی کی گناہ بخشتا ہے کسی کی تکلیف دور کرتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے دوسرے کو ذلیل کرتا ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَرْزَخٌ حَاجِزٌ ــ رکاوٹ ــ اَلْاَنَامُ اَلْخَلْقُ ــ نَضَّاخَتَانِ نَیَّاخَتَانِ ــــ چھلکتے ہوئے ــــ ذُوْ الْجَلَالِ ذُوْ الْعَظَمَۃِ وَقَالَ غَیْرُہٗ مَارِجٍ خَالِصٍ مِّنَ النَّارِ یُقَالُ مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَہٗ اِذَا خَلَاھُمْ یَعْدُوْ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مَرَجَ اَمْرُ النَّاسِ مَرِیْجٌ مُلْتَبِسٌ مَرَجَ اِخْتَلَطَ الْبَحْرَیْنِ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَکَ تَرَکْتَھَا ــــ اور ان کے غیر نے کہا مارج معنی ہیں خالص آگ کہا جاتا ہے مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَہٗ ــــ جب انھیں چھوڑ دے کہ ان کا بعض بعض پر تعدی کرے اور لوگوں کا معاملہ خلط ملط ہو جائے۔ مریج کے معنی ہیں مشتبہ ۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے ایک دوسرے سے مل گئے۔ جیسے کہتے ہیں۔ مَرَجْتَ دَابَّتَکَ تونے چوپایہ کو چھوڑ دیا، کہ جیسے چاہیں چریں چگیں جہاں چاہیں آئیں جائیں۔ سَنَفْرُغُ سَنُحَاسِبُکُمْ لَا یَشْغُلُہٗ شَیْءٌ عَنْ شَیْءٍ وَھُوَ مَعْرُوْفٌ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ یُقَالُ لَاَ تَفَرَّغَنَّ لَکَ وَمَا بِہٖ شُغُلٌ یَقُوْلُ لَاٰخُذَنَّکَ عَلٰی غِرَّتِکَ ــــ جلد سب کام نپٹا کر ہم تمہارا حساب کریں گے۔ سنفرغ پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب یہ فرمایا کہ ہم جلد فارغ ہوں گے۔ تو شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایک کام اتنا مشغول رکھتا ہے کہ اس وقت کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ امام بخاری اس شبہے کا ازالہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ ایک کام میں مشغولیت دوسرے کو اس سے باز نہیں رکھتی۔ اور یہ محاورہ کلام عرب میں مشہور ہے کہ کسی شخص کا کوئی کام نہیں اور وہ کہتا ہے لَاَ تَفَرَّغَنَّ لَکَ ۔ یعنی میں ہر کام چھوڑ کر تجھے پکڑوں گا۔

243

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ صـ۷۲۳ـ

۲۲۱۴ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْکِبْرِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ عہ

حدیث عبد اللہ بن قیس یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتین چاندی کی ہیں ان دونوں کے تمام برتن اور سارے سازوسامان چاندی ہی کے ہیں۔ اور دو جنتین سونے کی ہیں۔ ان کے تمام برتن اور سازوسامان سونے کے ہیں۔ جنتیوں اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان صرف ردائے کبریائی حائل ہے جنت عدن میں۔

بَابُ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین"

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحُوْرَاءُ سَوْدَاءُ الْحَدَقِ ــــ حور حوراء کی جمع ہے جس کے معنی ہے کالی پتلی والی ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَقْصُوْرَاتٌ مَحْبُوْسَاتٌ، قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَاَنْفُسُهُنَّ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ ــــ بند ہیں ان کی آنکھ اور ان کی ذات کو شوہر کے علاوہ غیروں سے روک دیا گیا ہے ــــ قَاصِرَاتٌ لَا یَبْغِیْنَ غَیْرَ اَزْوَاجِهِنَّ ــــ شوہروں کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتیں۔

اَلْوَاقِعَةُ یہ سورت مکی ہے اور اس میں چھیانوے ۹۶ آیتیں ہیں۔ صـ۷۲۴ـ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رُجَّتْ زُلْزِلَتْ ــــ کانپے گی ــــ بُسَّتْ، فُتَّتْ وَلُتَّتْ کَمَا یُلَتُّ السَّوِیْقُ ــــ ریزے ریزے کردیا جائیگا ــــ اَلْمَخْضُوْدُ، اَلْمُوْقَرُ حَمْلًا، ــــ بوجھ سے لدا ہوا وَیُقَالُ اَیْضًا لَا شَوْکَ لَهٗ ــــ ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کے لئے کانٹے نہیں ــــ مَنْضُوْدٍ، اَلْمَوْزُ ــــ کیلا ــــ وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ ــــ

عہ اس کے متصل ایک حدیث کے بعد۔ کتاب التوحید باب قولہ وجوہ یومئذ ناضرۃ صـ۱۱۰۹ـ

عُرُبًا جمع ہے عَرُوْبَۃٌ کی جس کے معنیٰ ہے اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ـــــ ثُلَّۃٌ۔ اُمَّۃٌ ـــــ گروہ ـــــ یَحْمُوْمٍ دُخَانٍ اَسْوَدَ ـــــ کالا دھواں ـــــ یُصِرُّوْنَ۔ یُدِیْمُوْنَ ـــــ ہمیشہ رہیں گے ـــــ اَلْھِیْمِ۔ اَلْاِبِلِ۔ اَلظِّمَاءُ ـــــ پیاسا اونٹ ـــــ لَمُغْرَمُوْنَ۔ لَمُلْزَمُوْنَ ـــــ ہم پر الزام لگایا گیا ـــــ رَوْحٌ۔ جَنَّۃٌ وَّرَخَاءٌ ـــــ جنت اور کشائش ـــــ وَرَیْحَانٌ۔ اَلرِّزْقُ ـــــ ریحان سے مراد روزی ہے ـــــ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ اَیِّ خَلْقٍ نَشَاءُ ـــــ ہم تجھ کو پیدا کریں گے جس صورت میں چاہیں گے ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَفَکَّھُوْنَ۔ تَعْجَبُوْنَ ـــــ تعجب کرتے ہوئے ـــــ عُرُبًا۔ مُثَقَّلَۃٌ وَاحِدُھَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ یُسَمِّیْھَا اَھْلُ مَکَّۃَ۔ اَلْعَرِبَۃُ وَاَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ اَلْغَنِجَۃُ وَاَھْلُ الْعِرَاقِ الشَّکِلَۃُ ـــــ عُرُبًا کی راء کو ضمہ اس کا واحد عروب ہے جیسے صبور صبر کا اہل مکہ اسے عَرِبَہ کہتے ہیں اور اہل مدینہ غنجہ اور اہل عراق شکلہ ـــــ وَقَالَ فِیْ خَافِضَۃٍ لِقَوْمٍ اِلَی النَّارِ وَرَافِعَۃٍ اِلَی الْجَنَّۃِ ـــــ اور خافضہ کے بارے میں کہا اس کے معنی ہیں ایک گروہ کو جہنم میں گرائے گا۔ رافعہ سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ کو جنت میں لے جائے گا ـــــ مَوْضُوْنَۃٍ۔ مَنْسُوْجَۃٍ وَمِنْہُ وَضِیْنُ النَّاقَۃِ وَالْکُوْبُ لَا اٰذَانَ لَہٗ وَلَا عُرْوَۃَ ـــــ موضونہ کے معنی بنا ہوا اسی سے ہے ـــــ وَضِیْنُ النَّاقَۃِ ـــــ اونٹنی کے ہودج کا استر وہ بچھونا جو اونٹنی پر بچھا کر پھر ہودج باندھتے ہیں۔ کوب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ ـــــ وَالْاَبَارِیْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرٰی ـــــ ٹونٹی اور دستے والا لوٹا ـــــ مَسْکُوْبٍ۔ جَارٍ ـــــ بہنے والا ـــــ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ـــــ اور بچھونے جو ایک دوسرے پر تہ بتہ بچھائے ہوں گے ـــــ مُتْرَفِیْنَ مُتَمَتِّعِیْنَ ـــــ اس کو استعمال میں لانے والے ـــــ مَا تُمْنُوْنَ ھِیَ النُّطْفَۃُ فِیْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ ـــــ جسے تم گراتے ہو عورتوں کے رحم میں یعنی نطفہ ـــــ لِلْمُقْوِیْنَ۔ لِلْمُسَافِرِیْنَ ـــــ مسافروں کے لئے ـــــ وَالْقِیُّ۔ اَلْقَفْرُ ـــــ یہ مشتق ہے قِیٌّ سے جس کے معنی چٹیل میدان کے ہیں ـــــ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ۔ بِمُحْکَمِ الْقُرْاٰنِ وَیُقَالُ بِمَسْقَطِ النُّجُوْمِ اِذَا سَقَطْنَ وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعُ وَاحِدٌ ـــــ مَوَاقِعُ النُّجُوْمِ سے مراد قرآن کی محکم آیتیں ہیں اور کہا گیا اس سے مراد ستاروں کے گرنے کی جگہ ہیں جب وہ گریں اور مواقع اور موقع ایک ہیں ـــــ مُدْھِنُوْنَ۔ مُکَذِّبُوْنَ مِثْلُ لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ جھٹلانے والے جیسے فرمایا گیا اگر آپ نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں ـــــ فَسَلَامٌ لَّکَ اَیْ مُسَلَّمٌ لَّکَ۔ اِنَّکَ مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ وَاُلْقِیَتْ اِنَّ وَھُوَ مَعْنَاھَا کَمَا تَقُوْلُ اِنَّکَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ اِذَا کَانَ قَدْ قَالَ اِنِّیْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ وَقَدْ یَکُوْنُ کَالدُّعَاءِ

لَہٗ کَقَوْلِکَ فَسَقْیًا مِّنَ الرِّجَالِ اِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ فَھُوَ مِنَ الدُّعَاءِ ـــــ یعنی تیرے لئے سلامتی ہے کیونکہ تو داہنی جانب والوں سے ہے یہاں لفظ اِنَّ کو محذوف کرکے اس کا معنی برقرار رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں ـــــ اَنْتَ مُصَدِّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ ـــــ تمہاری تصدیق کی جاتی ہے کہ عنقریب تم سفر کروگے جب اس نے پہلے بتایا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں۔ کبھی یہ دعاء کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ فَسَقْیًا مِّنَ الرِّجَالِ۔ اگر لفظ سلام مرفوع ہو تو دعاء کے معنی میں ہوتا ہے ـــــ تُوْرُوْنَ۔ تَسْتَخْرِجُوْنَ۔ اَوْرَیْتُ اَوْقَدْتُ ـــــ تم نکالتے ہو اَورَیتُ کے معنی ہیں جلانے کے ـــــ لَغْوًا۔ بَاطِلًا۔ تَأْثِیْمًا۔ کِذْبًا ـــــ لغوًا سے مراد باطل ہے اور تاثیم سے مراد جھوٹ ہے۔

الحدید ص۲۲۴

یہ سورۃ مدنی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ مکی ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس میں منافقین کا تذکرہ ہے اور منافقین کا وجود مکے میں نہیں تھا، مدینہ طیبہ میں ہوا۔ نیز اس میں یہ آیت بھی ہے۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ۔ یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر اس میں قتال کا ذکر ہے اور قتال کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا ہے۔ اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ! جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ، مُعَمَّرِیْنَ فِیْهِ ـــــ تم کو ایک دوسرے کا جانشین کیا۔ زمین میں تم کو ایک مدت دراز تک رکھا ـــــ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔ مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَی الْهُدٰی ـــــ تاریکی سے روشنی کی جانب گمراہی سے ہدایت کی طرف ـــــ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ جُنَّةٌ وَّسِلَاحٌ ـــــ ڈھال اور ہتھیار ـــــ مَوْلَاکُمْ۔ اَوْلٰی بِکُمْ ـــــ تمہارے زیادہ لائق ہے ـــــ لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتَابِ۔ لِیَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتَابِ ـــــ تاکہ اہل کتاب جان لیں ـــــ یُقَالُ الظَّاهِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ـــــ ظاہر سے مراد یہ ہے یعنی ہر چیز اس پر ظاہر ہے یعنی معلوم ہے ـــــ وَالْبَاطِنُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ـــــ اور باطن سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا اندرونی علم رکھتا ہے ـــــ اُنْظُرُوْنَا۔ اِنْتَظِرُوْنَا ـــــ ہمارا انتظار کرو۔

المجادلۃ

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں بائیس ۲۲ آیتیں ہیں۔ ص۲۲۵

وَقَالَ مُجَاهِدٌ! یُحَادُّوْنَ۔ یُشَاقُّوْنَ ـــــ عداوت رکھتے ہیں ـــــ کُبِتُوْا اُخْزُوْا مِنَ الْخِزْیِ ـــــ ذلیل کئے گئے ـــــ اِسْتَحْوَذَ۔ غَلَبَ ـــــ غالب ہوا۔

الحشر

یہ مدنی ہے اس میں چوبیس ۲۴ آیتیں ہیں۔ ص۲۲۵

اَلْجَلَاءُ۔ اَلْاِخْرَاجُ مِنْ اَرْضٍ اِلٰی اَرْضٍ ـــــ ایک زمین سے نکال کر دوسری زمین

کی طرف بھیجنا جلا وطن کرنا۔

باب قولہ وما آتاکم الرسول فخذوہ ۲۵ اللہ تعالی کے اس ارشاد کی تفسیر اور رسول تمہیں جو کچھ دیں اسے لو

۵ ۲۳۱ عن علقمۃ عن عبد اللہ قال لعن اللہ الواشمات و

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اللہ نے لعنت فرمائی

المستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق

گودنے والی اور گودانے والی پر۔ چہرے کا بال نوچنے والی اور دانتوں کو رگڑنے والی

اللہ فبلغ ذالک امرأۃ من بنی اسد یقال لہا ام یعقوب

عورتوں پر کیونکہ وہ اللہ کی تخلیق کو بدلتی ہیں۔ یہ بات بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کو

فجاءت فقالت انہ بلغنی انک لعنت کیت وکیت فقال ومالی

ام یعقوب کہا جاتا ہے یہ عورت حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ مجھ کو

لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

خبر پہونچی ہے کہ آپ نے ایسی اور ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے تو انھوں نے فرمایا میں

ومن ھو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بین اللوحین

کیوں نہ اس پر لعنت کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر

فما وجدت فیہ ما تقول قال لئن کنت قرأتیہ لقد وجدتیہ

کتاب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ جو کچھ دونوں تختیوں کے درمیان ہے میں نے پڑھا یعنی

أما قرأت "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ

پورا قرآن پڑھا اس میں میں نے نہیں پایا۔ اب آپ کیا کہتے ہیں حضرت عبد اللہ نے فرمایا اگر تو نے پڑھا

فانتھوا" قالت بلی قال فانہ قد نھی عنہ قالت فانی

ہوتا اسمیں ضرور پایا ہوتا کیا تو نے نہیں پڑھا؟ کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے "جو تم کو رسول دیں اسے لو اور جس

أری اھلک یفعلونہ قال فاذھبی فانظری، فذھبت

سے منع کریں اس سے باز رہو" اس عورت نے کہا ہاں یہ ہے حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ حضور نے اس سے منع فرمایا

فنظرت فلم تر من حاجتھا شیئا فقال لو کانت کذالک

ہے اس عورت نے کہا میں آپ کے اہل کو دیکھتی ہوں کہ وہ ایسا کرتی ہیں فرمایا جاؤ اور دیکھو وہ عورت گئی اور دیکھا

ما جامعتنا عہ

تو اس نے کچھ نہیں پایا۔ فرمایا اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ کبھی نہ رہتی۔

تشریحات لَعَنَ اللّٰہُ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ لَعَنَ النَّبِیُّ ۱۵ ۲۳ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوَاصِلَۃَ وَالْمُسْتَوْصِلَۃَ وَالْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بال ملانے والی اور ملوانے والی اور گودنے والی اور گودانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا " مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" رسول جو تمہیں دیں اسے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو اس ارشاد کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ارشاد الٰہی ہے تو جب حضور نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی تو اللہ نے بھی لعنت فرمائی اور قرآن میں بھی اس پر لعنت آئی۔ ام یعقوب نے قرآن مجید میں جب صراحۃً ان عورتوں پر لعنت نہیں پائی تو اس نے عرض کیا میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں کہیں ان عورتوں پر لعنت نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جب قرآن مجید یہ ارشاد ہے کہ تم کو جو رسول دیں اسے لو اور رسول اللہ نے لعنت فرمائی تو اس آیت کی روشنی میں قرآن نے بھی اس عورت پر لعنت فرمائی۔

باب قَوْلِہٖ "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ"۔ صـ ۷۲۵ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر۔ اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں فاقہ ہو۔

اَلْخَصَاصَۃُ: اَلْفَاقَۃُ۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ۔ اَلْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ۔ اَلْفَلَاحُ اَلْبَقَاءُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ عَجِّلْ: وہ جنت میں ہمیشہ رہ کر کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور فلاح کے معنی بقاء ہے حیّ علی الفلاح کے معنی ہیں کامیابی کی طرف جلدی آؤ ــــ وَقَالَ الْحَسَنُ حَاجَۃً۔ حَسَدًا ارشاد تھا ــــ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً ــــ اور وہ اپنے سینوں میں حاجت یعنی حسد نہیں پاتے۔

اَلْمُمْتَحِنَۃُ یہ سورۃ مدنی ہے اور اس میں تیرہ آیتیں ہیں۔ صـ ۷۲۶

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً۔ لَا تُعَذِّبْنَا بِاَیْدِیْھِمْ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ ھٰٓؤُلَاءِ عَلَی الْحَقِّ مَا اَصَابَھُمْ ھٰذَا ــــ اور مجاہد نے کہا کہ یہ دعا کہ ہمیں آزمائش نہ بنانے کا مطلب

عہ کتاب اللباس باب المتفلجات للحسن صـ ۸۷۸ وایضًا فی باب المتنمصات و فی باب الموصولۃ صـ ۸۷۹ وایضًا فی باب المستوشمۃ صـ ۸۸۰ ـ مسلم۔ لباس۔ ابو داؤد۔ ترجل۔ ترمذی، استیذان، نسائی، زینت، ابن ماجہ، نکاح۔

یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں کے ہم پر عذاب نہ بھیج۔ کہ وہ کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو انھیں یہ مصیبت نہ پہونچتی ـــــ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ اُمِرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ ـــــ ارشاد تھا ـــــ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ـــــ کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو یعنی صحابۂ کرام کو حکم دیا گیا کہ مکے میں جو تمہاری کافر عورتیں ہیں ان سے علیحدہ ہو جاؤ۔

۲۳۱۶ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قِيْلَ لِسُفْيَانَ فِيْ هٰذَا اُنْزِلَتْ لَا تَتَّخِذُوْا

حدیث علی بن مدینی نے حدیث بیان کی سفیان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا حاطب بن ابی بلتعہ

عَدُوِّيْ قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا فِيْ حَدِيْثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ

کے قصے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ "لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ" تو سفیان نے کہا کہ یہ لوگوں کی حدیثیں ہے۔

عَمْرٍو مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَمَا اُرٰى اَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِيْ۔

میں نے اسکو عمرو سے یاد کیا اور میں نے اسمیں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے علاوہ کسی نے اسکو یاد کیا ہے۔

تشریحات ۲۳۱۶ اس کے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل حدیث گذری ہے اس میں یہ تھا کہ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا کہ انھیں کے بارے میں "لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ" نازل ہوئی ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ سے سوال کا مقصد یہ تھا کہ سائل اس تذبذب میں تھا اس نے مزید توثیق چاہی۔

سابق حدیث میں بھی یہ فرمایا تھا کہ اس قصے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے اس میں دونوں احتمال ہیں، ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی ارشاد ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار پر موقوف ہو انھوں نے کسی اور ذریعہ سے جانا ہو کہ یہ آیت اسی قصے میں نازل ہوئی ہے۔

باب قَوْلِهٖ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ ص۷۲۶ جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں۔

۲۳۱۷ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر

قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ اِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ

میں مروی ہے کہ کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ یہ ایک شرط ہے جسے اللہ

اللّٰہُ لِلنِّسَاءِ

نے عورتوں کے لئے بیان فرمایا۔

تشریحات مفسرین نے فرمایا کہ معروف سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ خلوت میں اکٹھی نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنا چہرہ نہیں نوچیں گی گریبان نہیں پھاڑیں گی وغیرہ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جس میں ان کی بھلائی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ اچھا کام ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا آخیر والوں کا حاصل ایک ہی ہے اور معنی عام مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ ۲۳۱۷

سُوْرَۃُ الصَّفِّ یہ سورت مدنی ہے اس میں چودہ آیتیں ہیں۔ ص۷۲۷

قَالَ مُجَاهِدٌ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ مَنْ يَتَّبِعُنِيْ اِلَى اللّٰهِ ــــ مراد یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں میری کون اتباع کرتا ہے ــــ حواری کی تحقیق گذر چکی ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرْصُوْصٌ مُلْصَقٌ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ ــــ بعض بعض سے ملا ہوا ــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ بِالرَّصَاصِ ــــ سیسہ سے ملا دیا گیا ہے۔

اَلْجُمُعَۃُ ص۷۲۷ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ــــ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور ان میں سے کچھ اوروں کو پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے ــــ وَقَرَءَ عُمَرُ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فَاسْعَوا اِلٰى ذِكْرِ الله کے بجائے فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پڑھا معنی ایک ہی ہے کہ اللہ کے ذکر کی طرف چلو۔

۲۳۱۸ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ

قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ بھی ہے

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ

اور کچھ اور ہیں جو ان سے نہیں ملے میں نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ!

یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سأل ثلثا وفینا سلمان الفارسی

تو حضور نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تین بار پوچھا اور ہم میں سلمان فارسی

وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال

بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سلمان پر رکھا پھر فرمایا اگر

لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء عہ

ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان لوگوں کے کچھ افراد یا ایک فرد اسے حاصل کر لیتا۔

تشریحات ۲۲۲۸ وآخرین منھم کا تعلق پہلی آیت سے ہے۔ ارشاد ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ٥ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم

اللہ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلا گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے۔ وآخرین یعلمھم کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ یہ رسول صرف ان امیوں کو ہی نہیں علم عطا فرماتے بلکہ دوسرے اور بہت سے لوگ ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں انھیں بھی پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں۔ حدیث کا مفاد تو یہی ہے کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں بعد کے واقعات نے بتایا کہ سرزمین فارس سے اجلہ محدثین وفقہا بلکہ مجتہدین پیدا ہوئے۔ ابنائے فارس ہی میں سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی ہیں۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اس پر مفصل بحث مقدمے میں ہو چکی ہے۔ ویسے آیۂ کریمہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے ابنائے فارس کے ساتھ خاص نہیں۔ قیامت تک پوری امت کے ارباب علم وفضل مراد ہیں۔ مگر چونکہ صحابۂ کرام کے بعد اہل فارس ہی زیادہ تر اہل علم وفضل ہوئے ہیں اس لئے خصوصیت سے حدیث میں ان کا ذکر فرمایا۔

اذا جاءک المنافقون یہ مدنی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔ صـ۲۷

عن زید بن ارقم قال کنت فی غزاۃ فسمعت عبد اللہ

حدیث ۲۲۲۹ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں

عہ اس کے بعد متصل ہی۔ مسلم فضائل۔ ترمذی تفسیر اور مناقب، نسائی، مناقب اور تفسیر

بْنَ اُبَیٍّ یَقُوْلُ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا

ایک غزوے میں تھا۔ کہ عبد اللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو

مِنْ حَوْلِہٖ وَلَوْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِہٖ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ

رسول اللہ کے خاص ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ارد گرد سے چھٹ جائیں اور اگر ہم ان کے

فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِعَمِّیْ اَوْ لِعُمَرَ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

پاس سے لوٹیں تو ہم میں عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔ تو میں نے اس کا تذکرہ اپنے

وَسَلَّمَ فَدَعَانِیْ فَحَدَّثْتُہٗ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

چچا یا حضرت عمر سے کیا انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا پھر حضور نے مجھے بلایا میں نے مذکورہ

وَسَلَّمَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُبَیٍّ وَاَصْحَابِہٖ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا فَکَذَّبَنِیْ

بات بیان کردی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَہٗ فَاَصَابَنِیْ ھَمٌّ

ساتھیوں کو بلایا (اور پوچھا) ان لوگوں نے قسم کھا لی کہ ہم نے نہیں کہا ہے۔ اس پر رسول اللہ

لَمْ یُصِبْنِیْ مِثْلُہٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِی الْبَیْتِ فَقَالَ لِیْ عَمِّیْ مَا اَرَدْتَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے جھٹلایا اور اس کو سچا جانا اس کی وجہ سے مجھ کو اتنا غم پہونچا کہ کبھی

اِلٰی اَنْ کَذَّبَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَکَ

نہیں پہونچا تھا۔ اور میں گھر میں بیٹھ رہا میرے چچا نے مجھ سے کہا تو نے کیا ارادہ کیا تھا کہ رسول اللہ

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی "اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ" فَبَعَثَ اِلَیَّ النَّبِیُّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ کو جھٹلایا اور تجھ سے ناراض ہو گئے۔ اس اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَکَ

"اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور فرمایا بیشک

یَا زَیْدُ ! عہ

اللہ نے تیری تصدیق کی ہے اے زید !

عہ اس کے بعد متصل ہی چار طریقے سے۔ مسلم، توبہ، ترمذی، تفسیر، نسائی، تفسیر

تشریحات ۲۲۱۹ ۱ نسائی کی روایت میں ہے یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں واقع ہوا تھا۔ لیکن ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں ہوا تھا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے غزوۂ تبوک سے پہلے ہی عبداللہ بن ابی مرچکا تھا۔

قصہ یہ ہوا کہ پانی کے سلسلے میں مہاجرین اور انصار میں کچھ تناؤ پیدا ہوگیا تھا، جس پر عبداللہ بن ابی نے وہ کہا تھا۔

لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ۔ یہاں شک ہے لیکن اس کے بعد والی روایتوں میں بلا تردد لِعَمِّي ہے اور ایسا ہی ترمذی میں بھی ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ چچا سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ ان کے حقیقی چچا نہیں۔ مگر چونکہ یہ ان کی قوم خزرج کے سردار تھے اس لئے عمّی کہہ دیا۔ حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں۔ اور عینی نے فرمایا یہاں عمی سے مراد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقی چچا نہیں، مگر چونکہ زید بن ارقم کی والدہ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کرلی تھی، اور یہ ان کی پرورش میں تھے اس لئے ان کو عم کہہ دیا۔ اس روایت میں یہ ہے کہ میں نے یہ اپنے چچا کو بتایا۔ اور چچا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ اور بعد کی دو روایتوں میں ہے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جب حضرت زید بن ارقم نے اپنے چچا کو بتایا اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا بواسطہ حضرت زید ہی نے حضور کو بتایا۔ اگرچہ بواسطہ اس کا بھی امکان ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر انھیں بتایا۔

بَابٌ قَوْلُهُ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ قَالَ كَانُوا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ ص ۷۲۸

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی۔ حالانکہ لوگ بہت خوبصورت تھے۔

بَابٌ قَوْلِهِ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ۔

حَرَّكُوا اسْتَهْزَءُوا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقْرَأُ بِالتَّخْفِيفِ مِنْ لَوَيْتُ ص ۷۲۸

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انھیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منھ پھیر لیتے ہیں۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزا کرتے ہوئے سروں کو ہلاتے ہیں اور ایک قرات بلا تشدید لَوَوْا ہے لَوَيْتُ سے۔ اس کے معنی موڑا۔

بَابٌ قَوْلِهِ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں۔ یہاں تک کہ پریشان ہوجائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور

لَا یَفْقَهُوْنَ ۔ ص ۷۲۸ زمین کے خزانے ۔ مگر منافقوں کو سمجھ نہیں ۔

۲۲۲۰ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْفَضْلِ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ واقعۂ حرہ میں جو لوگ

یَقُوْلُ حَزِنْتُ عَلٰی مَنْ اُصِیْبَ بِالْحَرَّۃِ فَکَتَبَ اِلَیَّ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ

شہید کئے گئے ان پر مجھے غم ہوا۔ تو میرے پاس زید بن ارقم نے لکھا اور انھیں میرے

فَبَلَغَہٗ شِدَّۃُ حُزْنِیْ یَذْکُرُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

شدت غم کی خبر پہونچی وہ ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَشَکَّ

علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اے اللہ انصار کو اور انصار کے بیٹوں کو

ابْنُ الْفَضْلِ فِیْ اَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَسَأَلَ اَنَسًا بَعْضُ مَنْ

بخش دے ۔ اور ابن فضل نے ابناء ابناء انصار کے بارے میں شک کیا تو

کَانَ عِنْدَہٗ فَقَالَ ھُوَ الَّذِیْ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

انس سے بعض موجودین نے پوچھا ۔ تو انھوں نے بتایا یہ وہ شخص ہیں جن کے بارے میں

وَسَلَّمَ ھٰذَا الَّذِیْ اَوْفَی اللّٰہُ لَہٗ بِاُذُنِہٖ ۔

رسول اللہ نے فرمایا ان کو سنی ہوئی بات کی اللہ نے تصدیق فرمائی ہے ۔

تشریحات ۲۲۲۰ واقعۂ حرہ ۶۳ھ میں ہوا تھا، یزید پلید نے مسلم بن عقبہ کو بہت بڑا لشکر بھیج کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرایا تھا جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی ۔مسلم بن عقبہ نے ہزاروں کو شہید کیا تین دن مدینے لوٹا، خواتین حرم کی عصمت دری کی، اس وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرے میں تھے انھیں جب اس کی خبر ملی تو انھیں سخت غم لاحق ہوا، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے میں تھے، جب ان کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال معلوم ہوا تو بطور تعزیت ان کو یہ لکھا۔

شَکَّ ابْنُ الْفَضْلِ ۔ یعنی عبد اللہ ابن فضل کو شک ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابناء ابناء الانصار فرمایا تھا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ابناء ابناء الانصار بھی فرمایا تھا جیسا کہ مسلم

میں ہے نیز ترمذی میں ہے کہ زید بن ارقم نے یہ لکھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ انصار کو بخش اور انصار کی ذریت کو اور انصار کی ذریت کی ذریت کو۔

اَوْفَی اللّٰہُ لَہٗ بِاُذُنِہٖ۔ یعنی زید بن ارقم وہ شخص ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی تصدیق فرمائی ہے۔ اس سے مراد یہی عبداللہ بن ابی والی بات ہے جو ابھی اوپر گذری ہے۔

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ

یہ سورت مدنی ہے اور اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۹

وَقَالَ عَلْقَمَۃُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ھُوَ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ رَضِیَ وَعَرَفَ اَنَّھَا مِنَ اللّٰہِ ـــــ اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا، یہ وہ ہے جب اس کو کوئی مصیبت پہونچے تو راضی رہے اور یقین کرے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ

یہ سورت مدنی ہے اور اس میں بارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۹

وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَبَالَ اَمْرِھَا جَزَاءَ اَمْرِھَا ـــ یعنی اپنے کرنی کا بدلہ۔

۲۳۲۱ حدیث

اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

سالم نے خبر دی کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے ان کو خبر دی کہ انھوں نے اپنی بیوی کو

عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَذَکَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ

حیض کی حالت میں طلاق دے دی حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اس کو ذکر کیا تو رسول اللہ صلی

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَغَیَّظَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

اللہ تعالی علیہ وسلم خفا ہوئے پھر فرمایا وہ رجعت کرلے پھر اسے روکے رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے پھر حیض

وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِیُرَاجِعْھَا ثُمَّ یُمْسِکْھَا حَتّٰی تَطْھُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ فَتَطْھُرَ

حیض آئے پھر پاک ہو جائے اب اگر وہ طلاق دینا چاہے تو اسے طلاق دے، اس حالت میں کہ وہ پاک ہو قبل

فَاِنْ بَدَا لَہٗ اَنْ یُّطَلِّقَھَا فَلْیُطَلِّقْھَا طَاھِرًا قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّھَا فَتِلْکَ

اس سے کہ اس سے جماع کرے بس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

الْعِدَّۃُ کَمَا اَمَرَہُ اللّٰہُ ع

ع کتاب الطلاق باب قول اللہ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء ص ۷۹۰ باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلک ص ۷۹۰ باب من طلق وھل یواجہ الرجل ص ۷۹۱ باب من قال لامرأتہ انت علی حرام ص ۷۹۲ باب قولہ وبعولتھن احق بردھن ص ۸۰۳ باب مراجعۃ الحائض ص ۸۰۳ باب ھل یقضی الحاکم او یفتی وھو غضبان ص ۱۰۶۰ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

تشریحات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث کو ان سے آٹھ حضرات نے روایت
۲۱ ۳۳ ۲ کیا ہے۔ سالم، نافع، عبداللہ بن دینار، انس بن سیرین، طاؤس، ابوالزبیر، سعید بن جبیر
اور ابو وائل نے۔ حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا لیکن اگر کوئی حالت حیض
میں طلاق دے تو طلاق پڑ جائے گی اس کی دلیل یہی حدیث ہے، اس لئے کہ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو رجعت
کا حکم دینے کا کوئی معنی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا خواہ ایک یا دو
یا تین پڑ جائے گی۔ تین طلاق دے گا یا بائن طلاق دے گا تو رجعت کا حق نہیں رہے گا، ہاں اگر ایک یا دو
طلاق رجعی دی تھی تو مستحب ہے کہ رجعت کرے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ حالت حیض میں دی
ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس پر نص بخاری کی دوسری روایتیں ہیں مثلاً کتاب الطلاق میں ہے۔
راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا یہ طلاق شمار کی جائے گی تو فرمایا کیوں نہیں شمار ہوگی؟ دوسری روایت میں
یہ جواب دیا کہ اگر وہ عاجز ہو جائے یا حماقت کر بیٹھے تو کیا معذور ہوگا؟ اور اگر حالت حیض میں تین طلاق
دی تو تینوں پڑ جائے گی اس کی دلیل اسی کتاب الطلاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد
ہے "اِنْ کُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ" اگر تم تین طلاق دوگے
تو وہ تم پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ تیرے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ یہ سارے احکام مدخول بہا
کے لئے ہیں اور اگر مدخول بہا نہیں تو حالتِ حیض میں طلاق دینا ممنوع بھی نہیں اور یہ طلاق بائن ہوگی، رجعت
کا حق نہیں رہے گا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۔ ص ۲۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ وَاحِدُهَا ذَاتُ حَمْلٍ۔ اولات جمع ہے ذات کی من غیر لفظہ

۲۳۲۲ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَفْتِنِيْ فِي امْرَاَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ آخِرُ الْاَجَلَيْنِ قُلْتُ اَنَا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ

حدیث ابو سلمہ نے کہا ایک شخص ابن عباس کے پاس آئے اور ابو ہریرہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا اس عورت کے بارے میں مجھے بتائیے جس کے شوہر کے مرنے کے چالیس دن کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا دونوں میعادوں میں جو آخر ہو وہ اس کی عدت ہے۔

أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي

میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں ابوہریرہ نے کہا

أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ

میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں تو ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو ام المومنین حضرت

تَعَالَى عَنْهُمَا يَسْأَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلَى

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت بھیجا کہ ان سے پوچھیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا سبیعہ اسلمی حاملہ تھیں اور ان کے شوہر شہید

وَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَخُطِبَتْ فَأَنْكَحَهَا رَسُولُ اللَّهِ

کردیئے گئے چالیس دن کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوا اور انھیں پیغام دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِي مَنْ خَطَبَهَا ع

نکاح کردیا اور ابوسنابل ان لوگوں میں تھے کہ انھیں پیغام دیتے تھے۔

تشریحات سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا کہ عدت وفات چار مہینہ دس دن ہے یہ عام ہے حاملہ، غیر حاملہ ۲۳۲۱ دونوں کو۔ اور یہاں فرمایا گیا کہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یہ مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کو شامل ہے۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی عورت کا شوہر مر گیا اور وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت چار مہینہ دس ہوگی یا وضع حمل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ عدت وفات اور وضع حمل میں جو ابعد ہو یہ عورت وہ عدت گذارے گی اب اگر کسی عورت کو چار مہینہ دس دن سے کم میں بچہ پیدا ہوگیا وہ عدت وفات چار مہینہ دس دن پوری کرے گی اور اگر چار مہینہ دس دن پر بھی بچہ پیدا نہ ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے وہ عدت میں ہے۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود اور ابومسعود بدری اور ابوہریرہ اور تمام فقہاء کا مذہب ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ سورۂ طلاق، سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول گذر چکا اور خود یہیں اس کے متصل موجود ہے کہ سورۂ نساء قصریٰ، طولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے سورہ نساء قصریٰ سے مراد سورۂ طلاق ہے، سورۂ نساء طولیٰ سے مراد سورۂ بقرہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورۂ بقرہ کی آیۂ کریمہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۔ اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پائیں اور بیویاں

ع مسلم، ترمذی۔ نسائی طلاق

چھوڑیں یہ بیویاں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں کا جزآیت کریمہ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ سے منسوخ ہے یعنی متوفی عنہا زوج اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ نیز اس حدیث سے بھی سورۂ بقرہ کی آیۃ کریمہ کی تخصیص ثابت ہوتی ہے کیونکہ سبیعہ کا واقعہ حجۃ الوداع کے بعد کا ہے اور قیاس بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ عدت کا مقصد دو ہے ایک تو برأت رحم کا جاننا کہ کہیں اس کو حمل تو نہیں اور اگر حاملہ ہے تو عدت کا مقصد یہ ہے جو حدیث بیان فرمایا گیا لئلا يسقى ماءه زرع غيره تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی نہ سینچے اور جب وضع حمل ہو گیا تو اس کا سوال ہی نہ رہا اس لئے حاملہ کے بارے میں عدت وضع حمل ہونا ہی قرین قیاس ہے۔

اس حدیث میں اقتصار ہے اور کچھ تغیر بھی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کئے گئے حالانکہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ مکہ معظمہ میں وفات پائی تھی ان کے شوہر کا نام سعد بن خولہ تھا اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اجازت دی تھی۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ جب سبیعہ اسلمی کے شوہر کے وفات کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوا تو ابو سنابل نے ان کو پیغام دیا۔ انھوں نے کہا میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لوں گی انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نے انھیں نکاح کی اجازت دی۔ یہ بھی متفق علیہ نہیں کہ ان کے شوہر کی وفات کے بعد چالیس دن پر بچہ پیدا ہوا تھا، ایک روایت یہ ہے کہ بیتیس ۳۵ دن پر بچہ پیدا ہوا تھا، ایک روایت ہے پچیس دن پر ایک میں ہے تیئیس دن پر ایک میں ہے بیس دن پر۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

یہ سورت مدنی ہے اس میں بارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۹

بَابٌ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے ہوئے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" ص ۷۲۹

حدیث ۲۳۲۲

عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کرے تو کفارہ دے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔

عہ طلاق بَابُ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ص ۷۹۲

تشریحات ۲۲۲۳ کتاب الطلاق میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی عورت کو حرام کرے تو کچھ نہیں بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ عمل ہے۔ اور یہاں یہ ہے کہ کفارہ دے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں کتاب الطلاق کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ حرام کر لینے سے عورت حرام نہ ہوگی، رہ گیا کفارہ واجب ہے یا نہیں یہ ایک الگ بات ہے، چونکہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہے، قسم توڑنے پر کفارہ ہے تو دونوں روایتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو حرام نہ ہوگی اسے بیوی کی طرح رکھے مگر چونکہ یہ قسم ہے اس لئے کفارہ دے۔

حضرت ابن عباس کے اس ارشاد سے کہ وہ کفارہ دے کون سا کفارہ مراد ہے اس میں اختلاف ہے کچھ لوگوں نے کہا قسم کا کفّارہ کچھ لوگوں نے کہا ظہار کا کفارہ۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو کیا حکم ہے؟ اس بارے میں علماء کے مابین کثیر اختلاف ہے۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے دس مذہب شمار کرائے ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جیسا کہ شامی میں ہے نیز مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے جدالممتار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔

حدیث ۲۲۲۴ عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زینب
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ
بنت جحش کے یہاں شہد پیتے اور کچھ دیر زیادہ ٹھہرتے تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں رائے کر لی کہ
عِنْدَهَا فَوَاطَأْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ
ہم میں سے جس کے پاس حضور تشریف لائیں وہ یہ کہے آپ نے مغافیر کھایا ہے میں حضور کے دہن پاک
أَكَلْتَ مَغَافِيرَ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا وَلَكِنِّي كُنْتُ
سے مغافیر کی بو پاتی ہوں (جب حضور سے یہ کہا گیا) تو فرمایا میں نے مغافیر نہیں کھایا البتہ زینب بنت جحش کے
أَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ
یہاں میں شہد پیتا تھا اب دوبارہ نہیں پیوں گا اور میں نے قسم کھالیا، اس کی کسی کو خبر نہ کرنا۔
لَا تُخْبِرِي بِذَلِكَ أَحَدًا ؏

؏ الایمان والنذور ۔ باب اذا حرم طعاما ص ۹۹۰ طلاق باب لم تحرم ما احل اللہ لک ص ۷۹۲

244

تشریحات مغافیر مغفور کی جمع ہے یہ ایک قسم کا گوند ہے جو بعض جنگلی درختوں سے نکلتا ہے کچھ
۴۲۲۲ لوگوں نے کہا یہ درخت عرفط ہے اس میں مٹھاس ہوتی ہے اسے پانی میں گھول کر لوگ
پیتے تھے اس میں ناگوار قسم کی بو بھی ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی
کہ عصر کے بعد روزآنہ تھوڑی تھوڑی دیر تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے اسی
وقت یہ قصہ پیش آیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہد کس کے پاس پیا تھا اس بارے
میں روایتیں مختلف ہیں، یہاں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے یہاں پیتے تھے۔ کتاب الطلاق
میں ہے کہ حضرت حفصہ کے یہاں پیا تھا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سودہ کے یہاں پیا
تھا، علامہ عینی نے اس کو ترجیح دی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں پیا تھا
کیونکہ ازواج مطہرات میں دو گروہ تھا، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور
سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک گروہ میں تھیں، زینب اور ام سلمہ اور بقیہ ازواج مطہرات دوسری گروہ
میں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت حفصہ و سودہ کے یہاں شہد پینے کی وجہ سے زیادہ قیام فرماتے تو حضرت
عائشہ کو غیرت آنے کا سوال نہیں تھا۔ نیز اسی بخاری میں اسی حدیث کے بعد مذکور ہے کہ حضرت ابن
عباس نے جب حضرت عمر سے پوچھا وہ کون عورتیں ہیں؟ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر زور باندھا تھا تو انھوں نے فرمایا حفصہ اور عائشہ اگر حضرت حفصہ کے یہاں شہد پیا ہوتا تو حضرت
حفصہ کے زور باندھنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اسی اختلاف پر یہ بھی مبنی ہے کہ امہات المؤمنین
میں سے کس نے حضور سے یہ عرض کیا تھا کہ میں حضور کے دہن پاک سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں
یہاں جو روایت مذکور ہے اس کے مطابق یہ کہنے والی حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ تھیں۔ اور کتاب
النکاح کی روایت کی بنا پر یہ کہنے والی حضرت عائشہ یا سودہ یا صفیہ تھیں۔ اور تیسری روایت کی بنا پر
حضرت عائشہ یا حفصہ تھیں ـــــ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کوئی بھی
ہوں خواہ حضرت عائشہ ہوں یا حفصہ انھیں یہ کیسے جائز تھا کہ خلاف واقعہ کوئی بات کہتیں وہ بھی
ایسی بات جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایذا ہو ـــــ مگر یہ بات وہی کہہ سکتا
ہے جو محبت کے رموز سے واقف نہیں، کوئی محب جب محبوب کو کسی کے اوپر زیادہ مہربان دیکھتا
ہے تو غیرت میں اختیار کھو بیٹھتا ہے یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا (ع) باسایہ ترا نمی پسندند
یہاں امہات المؤمنین سے جو کچھ ہوا وہ جوش غیرت میں بلا قصد و اختیار ہوا اسی وجہ سے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے برا نہیں مانا بلکہ ان کی خوشنودی میں شہد کو اپنے اوپر
حرام فرمالیا۔
اس سورت "سورۂ تحریم" کے شان نزول میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رونق افروز ہوئے وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئیں اس اثنا میں حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز فرمایا۔

یہ حضرت حفصہ پر گراں گذرا تو حضور نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امت کے امور کے مالک ابوبکر اور عمر ہوں گے۔

باب وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور اگر ان پر وہ دونوں زور باندھیں تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ ص ۷۳۰

ظَهِيْرٌ عَوْنٌ ــــ مددکرنے والے ــــ تَظَاهَرُوْنَ تَعَاوَنُوْنَ کسی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنا ــــ قَالَ مُجَاهِدٌ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَدِّبُوْهُمْ ــــ خود کو اور اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اللہ کا خوف دلا کر اور انھیں ادب سکھاؤ۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ یہ سورت مکی ہے اس کا نام سورۂ ملک بھی ہے اسمیں تیس ۳۰ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۱

اَلتَّفَاوُتُ، اَلْاِخْتِلَافُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ ــــ تفاوت کے معنی اختلاف ہے تفاوت اور تفوت کے ایک ہی معنی ہیں ــــ تَمَيَّزُ تَقَطَّعُ ــــ پھٹ جائے گی ــــ مَنَاكِبِهَا جَوَانِبِهَا ــــ اس کے کناروں پر یعنی زمین کے مراد راستے ہیں ــــ تَدَّعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ مِثْلُ تَذَّكَّرُوْنَ وَتَذْكُرُوْنَ ــــ یعنی دال کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ مانگتے تھے ــــ وَيَقْبِضْنَ يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ ــــ اور سمیٹتے ہیں اپنے بازوؤں کو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صٰٓفّٰتٍ بَسْطُ اَجْنِحَتِهِنَّ ــــ اپنے بازوؤں کو پھیلاتے ہیں ــــ وَنُفُوْرٌ اَلْكُفُوْرُ ــــ نفور معنی نفرت ارشاد تھا ــــ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ــــ ڈھیٹھ بنے ہوئے ہیں سرکشی اور نفرت میں یعنی کفر کرنے میں۔

نٓ وَالْقَلَمِ یہ سورت مکی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا شروع سے سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ تک مکی ہے اور اس کے بعد مدنی، اس میں باون آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۱

وَقَالَ قَتَادَةُ حَرْدٍ جِدٍّ فِيْ اَنْفُسِهِمْ ــــ اپنا پختہ ارادہ ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا لَضَآلُّوْنَ اَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا ــــ ہم اپنے باغ کی جگہ بھول گئے ــــ قَالَ غَيْرُهٗ كَالصَّرِيْمِ كَالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ وَاللَّيْلُ انْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ اَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ انْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِيْمُ اَيْضًا الْمَصْرُوْمُ مِثْلُ قَتِيْلٍ وَمَقْتُوْلٍ ــــ صبح کی طرح جو رات سے جدا ہوئی ہے، رات کی طرح جو دن سے الگ ہوتی ہے، نیز ریت کا چھوٹا ٹیلہ جو بڑے ٹیلے

سے الگ ہو اور حریم معنی میں محروم کے ہے، کٹا ہوا جیسے قتیل معنی میں مقتول کے۔

باب قولہ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، درشت خو اس پر طرہ یہ ہے کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔

یہ سورت پاک ولید بن مغیرہ یا اسود بن عبد یغوث یا اخنس بن شریف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجنون کہا تھا اس پر یہ سورت نازل ہوئی اس میں اللہ عزوجل نے اس قائل کے دس عیوب بیان فرمائے آیت کے نزول کے بعد یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے دس عیب بیان فرمائے ہیں اس میں سے نو میں اپنے اندر پاتا ہوں اور دسویں کی تصدیق یا تکذیب تو کر سکتی ہے، انھوں نے مجھ کو زنیم کہا ہے یعنی اصل میں خطا ہے بتا یہ صحیح ہے کہ غلط؟ اس کی ماں نے کہا تیرا باپ نامرد تھا اور مال و دولت بہت تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد یہ سب دوسروں کا ہوگا تو میں نے چرواہے کو اندر بلا لیا تھا اسی کے نطفہ سے تو ہے۔

حدیث ۲۲۲۵ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لَهٗ زَنَمَةٌ مِّثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ زنیم قریش کا ایک شخص تھا جس کی اصل میں خطا ہونے کا نشان ایسے ظاہر ہے جیسے بکری کا نشان۔

حدیث ۲۲۲۶ سَمِعْتُ حَارِثَةَ ابْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ عہ

حارثہ بن وہب خزاعی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ کون جنتی ہے؟ ہر کمزور جسے حقیر سمجھا جائے لیکن اگر وہ اللہ پر اعتماد کر کے قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم کو پوری کر دے اور کیا میں تجھے جہنمیوں کو نہ بتاؤں ہر درشت خو جھگڑالو۔

عہ ادب باب الکبر ص ۸۹۷ الایمان باب قول اللہ و اقسموا باللہ، متکبر۔ جهد ایمانهم ص ۹۸۵ مسلم صفۃ النار۔ ترمذی صفۃ جہنم۔ نسائی تفسیر۔ ابن ماجہ زھد۔

باب قَوْلِہٖ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ ص۷۳۱ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، جس دن ساق سے پردہ ہٹایا جائے گا۔

۲۳۲۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَکْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقٍ فَیَسْجُدُ لَہٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا (قیامت کے دن) ہمارا رب اپنے ساق سے

وَّمُؤْمِنَۃٍ وَیَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ فِی الدُّنْیَا رِیَاءً وَّسُمْعَۃً فَیَذْھَبُ

پردہ ہٹائے گا تو اسے ہر مومن مرد عورت سجدہ کریں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھاوے یا شہرت

لِیَسْجُدَ فَیَعُوْدُ ظَھْرُہٗ طَبَقًا وَّاحِدًا۔

کے لئے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختہ کے مثل ہو جائے گی۔

۲۳۲۷

تشریحات ساق سے کیا مراد ہے؟ صحیح یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے اس کے معنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔ مفسرین نے اہل تاویل کے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔ اس خادم کے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس سے مراد قلیل جلوہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحاقۃ یہ سورت مکی ہے اس میں باونوے آیتیں ہیں۔ ص۷۳۱

عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ یُرِیْدُ فِیْھَا الرِّضَا ــــ پسندیدہ زندگی اس طرف اشارہ فرمایا کہ رَاضِیَۃٍ فاعل ذیکذا ہے ــــ اَلْقَاضِیَۃَ الْمَوْتَۃَ الْاُوْلٰی الَّتِیْ مُتُّھَا لَمْ اُحْیَ بَعْدَھَا ــــ قاضیۃ کے معنی ہے فیصلہ کرنے والی، مراد یہ ہے کہ کاش ہماری پہلی موت ہی ہوتی جس کے بعد ہم زندہ نہ کئے جاتے وہی ہمارا قصہ چکا دیتی ــــ مِنْ اَحَدٍ عَنْہُ حَاجِزِیْنَ اَحَدٌ یَکُوْنُ لِلْجَمِیْعِ وَالْوَاحِدِ ــــ احد جمع واحد دونوں کے لئے ہوتا ہے، پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا، مطلب یہ ہے کہ بچانے والا نہ ایک ہوتا نہ متعدد، نکرہ تحت نفی عموم کا افادہ کرتا ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْوَتِیْنُ نِیَاطُ الْقَلْبِ ــــ رگ جاں ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا طَغٰی کَثُرَ وَیُقَالُ بِالطَّاغِیَۃِ بِطُغْیَانِھِمْ وَیُقَالُ طَغَتْ عَلَی الْخُزَّانِ کَمَا طَغَی الْمَاءُ عَلٰی قَوْمِ نُوْحٍ طغٰی کے معنی زیادہ ہوا اور کہا گیا کہ طاغیہ مصدر ہے اور بار سبب کے لئے یعنی اپنی سرکشی کی وجہ سے ثمود ہلاک کئے گئے۔ اور کہا گیا کہ وہ خازنوں کے قابو سے باہر ہو گئی جیسے پانی قوم نوح پر۔ ــــ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا ہے کہ طغت کا فاعل کیا ہے یہ مجھ پر ظاہر نہیں ہو سکا اس

لئے کہ قوم ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے ـــــ واما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ ـــــ ثمود حد سے زیادہ چنگھاڑ سے ہلاک کئے گئے، چنگھاڑ کے لئے کوئی خازن نہیں، ہاں قوم عاد حد سے زیادہ تیز آندھی سے ہلاک کئے گئے اور ہوا کے لئے ضرور خازن ہیں جیسا کہ احادیث انبیاء میں عاتیۃ کی تفسیر حضرت ابن عیینہ سے یہ منقول ہے ـــــ عتت علی الخزان ـــــ خازنوں کے قابو سے باہر ہوگئی عہ اور علامہ ابن حجر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے تسامح ہوگیا۔

سَأَلَ سَائِلٌ اس کا نام سورۂ معارج بھی ہے یہ مکی ہے اس میں چوالیس آیتیں ہیں صـ۷۳۱ـ

وَالْفَصِيلَةُ أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبَى إِلَيْهِ يَنْتَمِي مَنِ انْتَمَى ـــــ کنبہ، اس کے آباء و اجداد میں جو سب سے قریب ہو جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہو ـــــ لِلشَّوَى الْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى ـــــ فرمایا گیا تھا ـــــ نَزَّاعَةً لِلشَّوَى ـــــ کھال اتارنے والی، دونوں ہاتھ دونوں پیر پہلو اور سر کی کھال کو شواۃ کہتے ہیں اور جن کے کٹنے سے آدمی نہ مرے وہ شوی ہے ـــــ وَالْعِزُونَ الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ ـــــ حلقے اور جماعتیں، اس کا واحد عزۃ ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا اس کا نام سورۂ نوح بھی ہے، یہ مکی ہے، اس میں اٹھائیس آیتیں ہیں صـ۷۳۱ـ

أَطْوَارًا طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا ـــــ طرح طرح، کہا جاتا ہے ـــــ عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ ـــــ یعنی اپنے مرتبے سے بڑھ گیا ـــــ وَالْكُبَّارُ أَشَدُّ مِنَ الْكِبَارِ كَذَلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيلٌ لِأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً وَكُبَّارًا الْكَبِيرُ وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيفِ وَالْعَرَبُ تَقُولُ رَجُلٌ حُسَّانٌ وَحُسَانٌ مُخَفَّفٌ وَجُمَالٌ مُخَفَّفٌ ـــــ کبار بہت بڑا، کبار کے بہ نسبت اس میں معنی کی زیادتی ہے، ایسے ہی جُمّال اور جمیل جمال میں بہ نسبت جمیل کے زیادہ مبالغہ ہے اور کُبّار اور کُبار معنی میں کبیر کے، عرب والے کہتے ہیں، رجل حُسّان بہت زیادہ حسین جُمّال بہت زیادہ خوبصورت اور حُسان بمعنی حسین اور جُمال بمعنی جمیل ـــــ دَيَّارًا مِنْ دَوْرٍ وَلَكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَأَ عُمَرُ الْحَيُّ الْقَيَّامُ وَهِيَ مِنْ قُمْتُ ـــــ دیارا کے معنی بسنے والا یہ دور سے فاعل ذیکذا ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ دور سے فیعال کے وزن پر بنا ہے اصل میں دیوار تھا یا اور واؤ اکٹھا ہوئے پہلا ساکن واؤ کو ی سے بدلدیا کا یا میں ادغام کردیا دیار ہوا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحی القیوم میں القیوم کو القیام پڑھا یہ قوام سے بنا ہے فیعال کے وزن پر ـــــ وَقَالَ غَيْرُهُ دَيَّارًا أَحَدًا ـــــ اور اس کے غیر نے کہا کہ دیار

عہ۔ بخاری ج ۱ صـ۴۷۱ـ

کے معنی احدا کے ہیں یعنی کسی کو ۔

تنبیہ قال غیرہ بتا رہا ہے کہ اوپر دیارا کی جو تفسیر ہے اس کے قائل کا نام امام بخاری نے لکھا ہوگا جو ناقلین کی غفلت کی وجہ سے رہ گیا ــــ تبارًا ھلاکًا ــــ ہلاکت ــــ وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدرارًا یتبع بعضھا بعضًا ــــ موسلا دھار کہ یکے بعد دیگرے برستا رہے ــــ وقارًا عظمۃً ــــ عظمت ۔

باب وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ۔ ص ۷۳۲

۲۲۲۸ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا صَارَتِ

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ بت جو قوم نوح میں تھے بعد میں

الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وُدٌّ كَانَتْ

عرب میں آگئے لیکن وُدّ دومۃ الجندل میں بنی کلب کے لئے تھا اور سواع ہذیل کے لئے اور

لِكَلْبٍ بِدُومَةِ الْجَنْدَلِ وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَأَمَّا يَغُوثُ

یغوث مراد کے لئے پھر بنی غطیف کے لئے جوف میں سبا کے پاس اور یعوق ہمدان کا اور نسر

فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجُوفِ عِنْدَ سَبَاءٍ وَأَمَّا يَعُوقُ

حمیر آل ذو کلاع کا، یہ پانچوں قوم نوح کے صالحین کے نام تھے جب یہ لوگ وفات پاگئے تو

فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ وَنَسْرًا

شیطان نے ان کی قوم کے دل میں ڈالا کہ جہاں تم بیٹھتے ہو ان کے مجسمے نصب کرو اور ان کے

أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطٰنُ

نام پر نام رکھو، قوم نے ایسے ہی کیا۔ ان کی پرستش نہیں

إِلٰى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوا إِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا

ہوئی یہاں تک کہ جب یہ لوگ مر گئے اور علم گھٹ گیا تو ان کی پوجا

وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ

ہونے لگی ۔

الْعِلْمُ عُبِدَتْ

تشریحات اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کی تصویریں بنا کر گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام کے زیادہ مضر ہے، قوم نوح نے اپنے ان صالحین کی تصویریں ابتداءً برکت ہی کے ۲۳۴۸ لئے بنا کر رکھی تھیں اور اس لئے کہ ان کی زیارت کریں لیکن رفتہ رفتہ ان کی پوجا ہونے لگی، عوام کی تصویریں گھر میں ہوتی ہیں تو اس کی کوئی تعظیم نہیں کرتا لیکن مشاہدہ سے معلوم ہے کہ اگر کسی بزرگ کی تصویر ہوتی ہے تو لوگ اس کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں اسے سلام کرتے ہیں، چومتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، اگربتی سلگاتے ہیں، اس لئے بزرگوں کی تصویریں گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام کے زیادہ حرام ہے

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اس کا نام سورۂ جن بھی ہے، یہ مکی ہے اس میں بائیس آیتیں ہیں ص ۷۳۲

وَقَالَ الْحَسَنُ جَدُّ رَبِّنَا غِنَا رَبِّنَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَلَالُ رَبِّنَا وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ اَمْرُ رَبِّنَا ــــ ارشاد تھا تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا ــــ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ جد کے معنی غنا ہے اور عکرمہ نے کہا جلال ہے اور ابراہیم نے کہا حکم ہے۔ ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِبَدًا اَعْوَانًا ــــ لِبَدًا کے معنی مددگار نیز اس کے معنی ہیں بھیڑ کرنا، ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جانا۔

اَلْمُزَّمِّلُ یہ سورت مکی ہے، مقاتل نے کہا مگر ایک آیت "يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" اس میں بیس آیتیں ہیں ص ۷۳۲

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَبَتَّلْ اَخْلِصْ ــــ سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو ــــ وَقَالَ الْحَسَنُ اَنْكَالًا قُيُوْدًا ــــ بیڑیاں ــــ مُنْفَطِرٌ بِهٖ مُثْقَلَةٌ بِهٖ ــــ اس کی وجہ سے بھاری ہو جائے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَثِيْبًا مَهِيْلًا اَلرَّمْلُ السَّائِلُ ــــ اڑتی ہوئی ریت ــــ وَبِيْلًا شَدِيْدًا ــــ سخت ــــ

اَلْمُدَّثِّرُ یہ سورت مکی ہے، اس میں چھپن آیتیں ہیں ص ۷۳۲

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَسِيْرٌ شَدِيْدٌ ــــ سخت ــــ قَسْوَرَةٌ رِكْزُ النَّاسِ وَاَصْوَاتُهُمْ ــــ لوگوں کا شور و غل ــــ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَلْاَسَدُ وَكُلُّ شَدِيْدٍ قَسْوَرَةٌ ــــ ابو ہریرہ نے کہا شیر اور ہر سخت چیز قسورہ ہے ــــ مُسْتَنْفِرَةٌ نَافِرَةٌ مَذْعُوْرَةٌ ــــ بھڑکے ہوئے ــــ

حدیث ۲۳۴۹ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ سَاَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
یحییٰ بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے پوچھا کہ

عن اول ما نزل من القرآن قال یاایھا المدثر قلت یقولون

قرآن میں سے سب سے پہلے کیا نازل ہوا تو انھوں نے کہا یاایہا المدثر میں نے کہا لوگ کہتے ہیں اقراء

اقرأ باسم ربك الذي خلق فقال ابو سلمة سألت جابر بن

باسم ربک الذی خلق تو ابوسلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ سے اس کے بارے میں پوچھا اور تونے

عبد الله عن ذلك وقلت له مثل الذي قلت فقال جابر

جو کہاہے میں نے ان سے کہا تو جابر نے فرمایا کہ میں تجھ سے وہی بیان کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ

لا احدثك الا ما حدثنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ہے، حضور نے فرمایا میں نے حرا میں اعتکاف کیا جب

قال جاورت بحراء فلما قضيت جواري هبطت فنوديت فنظرت

اعتکاف پورا کر چکا تو نیچے اترا کسی نے مجھے پکارا میں نے داہنی طرف نظر دوڑائی

عن يميني فلم ار شيئا ونظرت عن شمالي فلم ار شيئا ونظرت

تو کچھ نہیں دیکھا بائیں طرف نظر دوڑائی تو کچھ نہیں دیکھا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو کچھ

امامي فلم ار شيئا ونظرت خلفي فلم ار شيئا فرفعت راسي

دیکھا اس کے بعد میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے چادر اوڑھاؤ اور مجھ پر ٹھنڈا

فرأيت شيئا فأتيت خديجة فقلت دثروني وصبوا على ماء

پانی ڈالو لوگوں نے چادر اوڑھادی اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

باردا قال فدثروني وصبوا على ماء باردا قال فنزلت يا ايها

اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب

المدثر قم فانذر وربك فكبر۔

ہی کی بڑائی بولو۔

تشریحات اس کے بعد بطریق ابن شہاب نیز بطریق ابوسلمہ بن عبدالرحمن جو روایت ہے کہ میں نے
۲۳۲۹ سر اٹھایا تو اس فرشتے کو دیکھا جو میرے پاس حرا میں آیا تھا جو زمین وآسمان کے درمیان
کرسی پر بیٹھا تھا اسے دیکھ کر میرے اوپر خوف طاری ہوا، اتنا کہ میں زمین پر آرہا۔ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً
سب سے پہلے سورۂ اقرار نازل ہوئی ہے جیساکہ بدء الوحی میں ام المومنین کی حدیث گذری اور مدثر کا

نزول فترت وحی کے بعد سب سے پہلے ہوا ہے، اس کی پوری تحقیق جلد اول بدء الوحی میں گذر چکی ہے۔

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

وَقَوْلُهُ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ۔ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ یہ سورت مکی ہے اس میں چالیس آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۳

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُدًى هَمَلًا ــــ آزاد ــــ لِيَفْجُرَ اَمَامَهُ سَوْفَ اَتُوْبُ سَوْفَ اَعْمَلُ ــــ انسان چاہتا ہے کہ اس کے سامنے بدی کرے سوچتا رہتا ہے۔ جلد توبہ کرلوں گا جلد نیک عمل کروں گا ــــ لَا وَزَرَ لَا حِصْنَ ــــ کوئی پناہ نہیں ــــ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى تَوَعُّدٌ ــــ تیری خرابی قریب آئی اور قریب آئی یہ دھمکی ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

اس سورت کا نام دہر بھی ہے یہ سورت مکی ہے، اس میں اکتیس آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۴

يُقَالُ مَعْنَاهُ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ وَهَلْ يَكُوْنُ جَحْدًا وَيَكُوْنُ خَبَرًا وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ يَقُوْلُ كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُوْرًا وَذٰلِكَ مِنْ حِيْنِ خَلَقَهُ مِنْ طِيْنٍ اِلٰى اَنْ يُنْفَخَ فِيْهِ الرُّوْحُ ــــ معنی اس کے ہیں کہ انسان پر ایسا وقت گذرا اور ہل انکار کے لئے ہوتا ہے اور خبر کے لئے ہوتا ہے اور یہ خبر سے ہوتا ہے، فرماتا ہے انسان کچھ تھا لیکن قابل ذکر نہ تھا، اور یہ مٹی سے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر روح پھونکنے تک ہے ــــ اَمْشَاجٍ اَلْاَخْلَاطُ مَاءُ الْمَرْاَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ اِذَا خُلِطَ مَشِيْجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيْطٌ وَمَمْشُوْجٌ مِثْلُ مَخْلُوْطٍ ــــ امشاج ملی ہوئی عورت اور مرد کی منی خون اور بستہ خون، اور کہا جاتا ہے جب چند چیزوں کو ملایا جائے مشیج جیسے خلیط اور ممشوج مخلوط کے مثل ہے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ مشیج فعیل کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہے ــــ وَيُقَالُ سَلَاسِلًا وَّاَغْلَالًا وَلَمْ يُجِزْهُ بَعْضُهُمْ ــــ اور بعضوں نے اس کو جائز نہیں رکھا ــــ مُسْتَطِيْرًا مُمْتَدًّا الْبَلَاءِ ــــ لمبی بلاء ــــ وَالْقَمْطَرِيْرُ الشَّدِيْدُ يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيْرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ وَالْعَبُوْسُ وَالْقَمْطَرِيْرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيْبُ اَشَدُّ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْاَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ ــــ قمطریر کے معنی سخت کہا جاتا ہے یوم القمطریر و یوم قماطر اور عبوس اور قمطریر اور قماطر اور عصیب بلاء کے سب سے سخت دنوں کو کہتے ہیں ــــ وَقَالَ غَيْرُهُ اَسْرَهُمْ شِدَّةَ الْخَلْقِ وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَاسُوْرٌ ــــ اسر کے معنی مضبوط پیدائش اور ہر وہ چیز جس کو مضبوطی سے باندھا جائے جیسے پالان وغیرہ، فرمایا گیا ــــ وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ ــــ ہندوستانی نسخے میں وَقَالَ غَيْرُهُ ہے یہاں وہی شبہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے جو کچھ ذکر کیا اس میں کہیں قائل کا نام نہیں لیا غالبا یہ بھی ناسخوں کی غلطی ہے، لیکن فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں غیرہ کے بجائے

قَالَ مَعْمَرٌ

وَالْمُرْسَلَات

یہ سورت مکی ہے اس میں پچاس آیتیں ہیں ۔ ص ۲۳۴

جُمَالَاتٌ حِبَالٌ ، رسیاں ، یہاں دو قراتیں ہیں جُمالات یہ جُمالۃ کی جمع ہے اس کے معنی وہ پہاڑ جو کشتی کے مشابہ ہوتے ہیں اور ایک قرات جِمالات ہے یہ جِمالۃ کی جمع ہے ، اونٹنی ——— اِرْكَعُوْا صَلُّوْا لَا يَرْكَعُوْنَ لَا يُصَلُّوْنَ ——— افادہ فرمایا کہ یہاں رکوع سے مراد نماز ہے ——— وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَنْطِقُوْنَ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ فَقَالَ اِنَّهٗ ذُوْ اَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُوْنَ وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ ——— حضرت ابن عباس سے سوال ہوا ، ایک جگہ فرمایا کہ وہ بولیں گے نہیں اور فرمایا گیا ، اور ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دینگے اور ایک جگہ فرمایا تو وہ کہیں گے بخدا اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے یہ کیا معاملہ ہے ، حضرت ابن عباس نے فرمایا قیامت بہت لمبا دن ہے اور اس میں مختلف موقع آئیں گے کسی وقت کسی جگہ بولیں گے اور کسی وقت کسی جگہ نہیں بولیں گے ۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ، دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے اونچے محل کے مثل گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں ۔

۲۲۳۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَامِرٍ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقَصَرٍ ثَلٰثَةِ اَذْرُعٍ اَوْ اَقَلَّ فَنَرْفَعُهٗ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ ۔

حدیث عبد الرحمن ابن عباس نے کہا میں نے ابن عامر سے آیۂ کریمہ انها ترمی بشرر کالقصر کی تفسیر یہ سنی انھوں نے کہا کہ ہم لوگ تین ہاتھ کے برابر یا اس سے کچھ کم جاڑے کے لئے لکڑی اٹھا رکھتے تھے اس کو ہم قصر کہتے تھے ۔

تشریحات

۲۲۳۰ ہندوستانی نسخوں میں سَمِعْتُ ابْنَ عَامِرٍ ہے ، دوسرے نسخے کا نشان لگا کر حاشیہ میں ابن عباس ہے ، فتح الباری ، عمدۃ القاری ، ارشاد الساری میں بھی ابن عباس ہی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کچھ اوپر لکڑی جاڑے کے لئے اٹھا رکھتے تھے جس کو ہم قصر کہتے تھے ——— كَاَنَّهٗ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتّٰى تَكُوْنَ كَاَوْسَاطِ الرِّجَالِ ——— کشتیوں کی رسیاں ، گویا وہ زرد رنگ کی کشتی

کی رسیاں ہیں جو اتنی جمع کی جائیں جو متوسط قد کے آدمی کے برابر ہو جائے۔

باب قَوْلِهٖ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ص۷۳۵ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، اس دن یہ لوگ بولیں گے نہیں

تنبیہ اس کے تحت امام بخاری حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے کہ سورۂ والمرسلات نازل ہوئی، حضور اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور ہم اسے حضور سے سنکر یاد کر رہے تھے کہ ایک سانپ نکلا حضور نے فرمایا اسے مار ڈالو، سانپ بھاگ گیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جیسا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے، اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں جیساکہ ظاہر ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ آیت سورۂ مرسلات کی ہے اور اس حدیث میں اس کے نزول کی جگہ بیان کی گئی ہے۔ اگر اس باب کے ضمن میں وہ تعلیق ذکر کرتے ــــ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَنْطِقُوْنَ اِلٰى اٰخِرِهٖ ــ تو زیادہ مناسب تھا، غالباً نساخ سے تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ ص۷۳۵ اس سورت کا نام سورۂ نبا بھی ہے یہ مکی ہے اور اسمیں چالیس آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا لَا يَخَافُوْنَهٗ ــــ یعنی وہ لوگ حساب سے نہیں ڈرتے ــــ لَا يَمْلِكُوْنَ فِيْهِ خِطَابًا لَا يُكَلِّمُوْنَهٗ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهُمْ ــــ اس سے بات کرنے کا اختیار نہیں رکھیں گے، اس سے بات نہیں کر پائیں گے مگر یہ کہ انھیں اجازت دے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهَّاجًا مُضِيْئًا ــــ نہایت چمکتا ــــ عَطَاءً حِسَابًا جَزَاءً كَافِيًا اَعْطَانِيْ مَا اَحْسَبَنِيْ اَيْ كَفَانِيْ ــــ کافی عطا مجھے دیا اتنی جو مجھے کافی ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ اس کا نام سورۂ ساہرہ بھی ہے یہ مکی ہے اسمیں چھیالیس آیتیں ہیں ص۷۳۵

ــــ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ــــ قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں، حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو روح قبض کرتے ہیں اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد موت ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ستارے ہیں جو نکلتے اور ڈوبتے ہیں اور عطاء و عکرمہ نے کہا کہ اس سے مراد مجاہدین تیر انداز ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى عَصَاهُ وَيَدُهٗ ــــ آیت کبریٰ سے مراد حضرت موسیٰ کا عصا اور ان کا دست مبارک ہے ــــ وَيُقَالُ وَالنَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِيْ تَمُرُّ فِيْهِ الرِّيْحُ فَتَنْخَرُ ــــ ناخرہ اور نخرہ کے ایک معنی ہیں گلی ہوئی ہڈیاں جیسے طامع اور طمع اور باخل اور بخل اور بعض نے کہا نخرہ کے معنی گلی ہوئی اور ناخرہ کے معنی وہ کھوکھلی

ہڈی جس میں ہوا گذرتی ہے اور آواز کرتی ہے ــــ وَالطَّامَّةُ تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ــــ
وہ مصیبت جو سب کو عام ہو ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَافِرَةُ إِلٰى أَمْرِنَا الْأَوَّلِ إِلَى الْحَيٰوةِ
الٹے قدم لوٹنے والے، پہلی حالت کی طرف یعنی زندگی کی طرف ــــ وَقَالَ غَيْرُهُ أَيَّانَ مُرْسٰهَا
مَتٰى مُنْتَهَاهَا وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي ــــ اس کا منتہیٰ، مرسی السفینہ کہتے ہیں جہاں کشتی پہنچے۔

حدیث ۲۲۳۱ حَدَّثَنَا سَهْلُ ابْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِإِصْبَعَيْهِ
کو دیکھا کہ حضور نے اشارہ فرمایا اپنی دو انگلیوں سے ایسے بیچ کی انگلی سے اور اس سے جو انگوٹھے سے
هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِي الْإِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ عہ
ملی ہوئی ہے۔ میری بعثت اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔

تشریحات ۲۲۳۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر اشارہ کر کے بتایا کہ میری بعثت اور قیامت ملی ہوئی ہیں یعنی دونوں میں کوئی فاصلہ نہیں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں انگلیوں کے طول میں جو فرق ہے وہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان ہے اس معنی پر قتادہ کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ فرمایا ــــ كَفَضْلِ اِحْدٰهُمَا
عبس اس کا نام سورۃ السفرۃ بھی ہے اور یہ مکی ہے اور اس میں بیالیس ۴۲ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۵
عَبَسَ كَلَحَ وَأَعْرَضَ ــــ تیوری چڑھائی اور منھ پھیر لیا ــــ وَقَالَ غَيْرُهُ مُطَهَّرَةٍ
لَا يَمَسُّهَا إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ وَهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهِ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا جَعَلَ
الْمَلٰئِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً لِأَنَّ الصُّحُفَ لَا يَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ فَجُعِلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ
حَمَلَهَا أَيْضًا ــــ پاک صحیفے جسے صرف پاک لوگ چھوتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ــــ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ــــ فرشتوں کو اور صحیفوں کو پاک کہا گیا اس لئے کہ صحیفوں پر پاک کرنا صادق نہیں آتا اس لئے تطہیر اس کے حاملین کے لئے بھی ثابت کی گئی، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ جب صحیفے پاک ہیں تو صحیفے اٹھانے والوں یعنی فرشتوں کو بھی پاک کہا گیا یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا، قسم ہے ان گھوڑوں کی جو کاموں کی تدبیر کرنے

عہ طلاق باب اللعان ص ۷۹۹ باب قول النبی بعثت انا والساعۃ کھاتین ص ۹۶۳

والے ہیں اس سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں، تدبیر گھوڑے نہیں کرتے گھوڑوں پر محمول یعنی ان پر سوار غازی کرتے ہیں مگر مقارنت کی وجہ سے گھوڑوں کو مدبرات کہا گیا، اصل معاملہ یہ ہے مطہر باب تفعیل سے ہے اس کا مصدر تطہیر ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں اور پاک کرنے کو لازم ہے نجس ہونا اور صحیفے پہلے نجس نہیں تھے کہ پاک کئے گئے ہوں۔ تو اشارہ فرمایا یہ مطہرہ معنی میں طاہرہ کے ہے۔ صحیفے بھی طاہر ہیں اور جو اس کے حاملین ہیں وہ بھی طاہر ہیں ــــ سَفَرَةٌ اَلْمَلَائِكَةُ وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ اَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ إِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَادِيَتِهِ كَالسَّفِيْرِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ ــــ اس سے مراد فرشتے ہیں اس کا واحد سافر ہے، سفرت کے معنی ہیں میں نے ان کے درمیان اصلاح کی، ان فرشتوں کو جو وحی لے کر اترتے ہیں اور رسولوں تک پہنچاتے ہیں سفیر کے مثل بنایا جو قوم کی اصلاح کرتا ہے ــــ وَقَالَ غَيْرُهُ تَصَدّٰى تَغَافَلَ عَنْهُ ــــ اس سے غفلت برتا ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَمَّا يَقْضِ لَا يَقْضِيْ اَحَدٌ مَا اُمِرَ بِهٖ ــــ جس کا اسے حکم دیا گیا اسے وہ ادا نہیں کیا ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَرْهَقُهَا تَغْشَاهَا شِدَّةٌ ــــ ان پر شدت چڑھی ــــ مُسْفِرَةٌ مُشْرِقَةٌ ــــ چمکتے ہوئے ــــ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَتَبَةٍ ــــ لکھنے والے فرشتے ــــ اَسْفَارًا كُتُبًا ــــ کتابیں ــــ تَلَهّٰى تَشَاغَلَ ــــ ایک کو چھوڑ کر دوسرے میں مشغول ہوا ــــ وَيُقَالُ وَاحِدُ الْاَسْفَارِ سِفْرٌ ــــ اسفار کا واحد سفر ہے۔

۲۲۳۲ عَنْ سَعْدِ ابْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے

وَهُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ وَمَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَءُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهٗ

سفرۃ الکرام کے ساتھ ہے اور اس شخص کی مثال جو پڑھتا ہے اور اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا

وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيْدٌ فَلَهٗ اَجْرَانِ ؏

رہتا ہے حالانکہ وہ اس پر دشوار ہے تو اس کے لئے دو اجر ہے۔

؏ مسلم تفسیر، ابوداؤد تفسیر، ترمذی فضائل القرآن، نسائی فضائل القرآن، ابن ماجہ ثواب القرآن

تشریحات ۲۴۳۲ سفرۃ الکرام سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن مجید کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں۔ سفرۃ کے معنی لکھنے والے جیسا کہ ابھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر گذری، مراد یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن کو اچھی طرح یاد کرلیا اور پھر اسے پڑھتا رہتا ہے وہ اُن فرشتوں کے ثواب کا مستحق ہے، لیکن جس شخص کو قرآن یاد رکھنے میں دشواری پیش آتی ہے پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتا۔ کوشش کرکے، مشقت اٹھاکر اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لئے دوہرا ثواب ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ص۷۳۵ اس کا دوسرا نام سورہ تکویر بھی ہے یہ سورت مکی ہے اس میں انتیس۲۹ آیتیں ہیں ــــ اِنْکَدَرَتْ اِنْتَثَرَتْ ــــ جھڑ پڑیں ــــ وَقَالَ الْحَسَنُ سُجِّرَتْ ذَھَبَ مَاءُھَا فَلَا تَبْقٰی قَطْرَۃٌ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلْمَسْجُوْرُ الْمَمْلُوْءُ وَقَالَ غَیْرُہٗ سُجِّرَتْ اُفْضِیَ بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا ــــ امام حسن بصری نے کہا کہ اس کا پانی چلا جائے اور ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے، اور مجاہد نے کہا مسجور سے مراد یہ ہے کہ بھرا ہوا ہے، اور ان کے غیر نے کہا سجرت سے مراد یہ ہے کہ بعض بعض سے مل جائیں گے اور وہ ایک سمندر ہو جائیگا۔ وَالْخُنَّسِ تَخْنُسُ فِیْ مَجْرَاھَا تَرْجِعُ وَتَکْنِسُ تَسْتَتِرُ کَمَا تَکْنِسُ الظِّبَاءُ ــــ جو اپنی روش میں الٹے پھیریں، لوٹیں اور چھپ جائیں جیسا کہ ہرن چھپ جاتا ہے۔

اَلْخُنَّسُ۔ خانس کی جمع ہے اور کُنَّسْ کانس کی جمع ہے جیسے راکع کی جمع رُکَّعٌ، خانس نصر اور ضرب سے آتا ہے، اس کا مصدر خَنْسٌ خُنُوْسٌ خِنَاسٌ ہے اس کے معنی پیچھے ہونا، علیحدہ ہونا، سکوڑنا ہے۔ کانس ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے اس کا مصدر کُنُوْسٌ ہے اور اس کے معنی ہے، ہرن کا اپنے جائے پناہ میں گھس جانا، جَوَارٍ جَارِیَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہے چلنے والی۔ ارشاد ہے فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ ــــ تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں، سیدھے چلیں، تھم رہیں اس سے مراد پانچ وہ ستارے ہیں جو سیارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ بھی کہا جاتا ہے، وہ عطارد، زہرہ مریخ، مشتری، زحل ہیں۔ ان کی رفتار یکساں نہیں، کبھی یہ سیدھے چلتے ہیں کبھی الٹے چلتے ہیں، کبھی ایک جگہ ٹھہرے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے کوئی گم کردہ راہ حیران ہوکر کبھی آگے چلتا ہے کبھی پیچھے چلتا ہے کبھی کھڑا ہوکر سوچنے لگتا ہے اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ان پانچوں کی رفتار کی پوری تحقیق ہماری کتاب "اسلام اور چاند کے سفر" میں ملاحظہ کریں ــــ تَنَفَّسَ اِرْتَفَعَ النَّھَارُ ــــ دن بلند ہوگیا ــــ وَالظَّنِیْنُ الْمُتَّھَمُ وَالضَّنِیْنُ یَضَنُّ بِہٖ ــــ ارشاد ہے وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ــــ وہ غیب پر بخیل نہیں، اس میں دو قرأتیں ہیں۔ ظا کے ساتھ ظنین جس کے معنی متہم کے ہیں اور ضاد کے ساتھ ضنین جس کے معنی بخیل کے ہیں۔

وَقَالَ عُمَرُ اَلنُّفُوْسُ زُوِّجَتْ یُزَوَّجُ نَظِیْرُہٗ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَأَ

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ ـــــ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے النفوس زوجت کی تفسیر میں فرمایا جنتی اپنے مثل اور دوزخی اپنے مثل کے ساتھ ملا لئے جائیں گے۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ہانکو ظالموں اور ان کے جوڑوں کو ـــــ عَسْعَسَ، اَدْبَرَ ـــ پیٹھ پھیر لے۔

اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ :۔ اس کو سورۂ انفطار بھی کہتے ہیں یہ مکی ہے، اسمیں انیس ۱۹ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

وَقَالَ الرَّبِیْعُ بْنُ خُثَیْمٍ فُجِّرَتْ فَاضَتْ ـــــ بہا دیئے جائیں۔ اور میٹھا کھاری کے ساتھ اور کھاری میٹھے کے ساتھ مل کر ساتوں سمندر ایک ہو جائیں ـــــ وَقَرَاءَ الْاَعْمَشُ وَعَاصِمٌ فَعَدَلَكَ بِالتَّخْفِیْفِ وَقَرَاءَةُ اَھْلِ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِیْدِ وَاَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ وَمَنْ خَفَّفَ یَعْنِیْ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ شَاءَ اِمَّا حَسَنٍ وَاِمَّا قَبِیْحٍ وَطَوِیْلٍ اَوْ قَصِیْرٍ ـــــ امام اعمش امام عاصم نے فعدلک بالتخفیف پڑھا۔ اور اہل حجاز کی قرات تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی معتدل الخلق بنایا۔ اور جس نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اس نے مراد لیا۔ جس صورت میں چاہا بنایا، اچھی یا بری صورت میں لمبا یا ٹھگنا۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ :۔ یہ سورت مکی ہے اس میں چھتیس ۳۶ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

ویل جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گہرائی ستر سال مسافت ہے جسمیں ستر ہزار شاخیں ہیں۔ اور ہر شاخ میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار میں ستر ہزار محل ہیں، لوہے کے تابوتوں کے مقفل۔ ہر تابوت میں ستر ہزار درخت ہیں اور ہر درخت میں ستر ہزار آگ کی شاخیں ہیں۔ اور ہر شاخ میں ستر ہزار پھل ہیں۔ جن کی لمبائی ستر ہزار ہاتھ ہے۔ ہر درخت کے نیچے ستر ہزار اژدہے اور ستر ہزار بچھو ہیں۔ اور ہر اژدہا ایک مہینے کی راہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے۔ اور اس کی موٹائی پہاڑ کے مثل ہے۔ اس کے دانت کھجور کے درخت کے مثل ہیں۔ اور اس کے تین سو ستر تھیلی ہے، ہر تھیلی میں ایک مٹکا زہر ہے ـ مُطَفِّفِیْن کے معنی ہیں کم تولنے والے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَانَ ثَبَتَ الْخَطَایَا ـــــ زنگ چڑھ گیا، ان کی کتابیں نقش ہو گئیں۔ حدیث میں ہے جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں زنگ لگ جاتا ہے ـــــ ثُوِّبَ، جُوْزِیَ ـــــ بدلہ دیا گیا ـــــ وَقَالَ غَیْرُهٗ اَلْمُطَفِّفُ لَا یُوَفِّیْ ـــــ مطفف وہ ہے جو پورا نہیں دیتا ہے۔

۲۲۳۲ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم یقوم الخ کی تفسیر میں فرمایا یعنی جس دن سب لوگ رب العلمین

الْعَالَمِينَ حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ عہ

کے حضور کھڑے ہوں گے کوئی اپنے پسینے میں آدھے کان تک ڈوبا ہوگا۔

تشریحات کتاب الرقاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ستر ہاتھ **۲۲۴۳** پسینہ زمین میں جذب ہو جائیگا اور ان کے منھ تک پہنچے گا۔ یہاں تک کہ کانوں تک۔

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ :- اس کا نام سورۂ انشقاق بھی ہے اور اسمیں تیئیس ۲۳ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

قَالَ مُجَاهِدٌ: كِتَابُهُ بِشِمَالِهِ يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ ــــ وہ اپنے اعمال کے دفتر کو بائیں ہاتھ میں لے گا اپنے پیٹھ کے پیچھے سے ــــ وَسَقَ۔ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ ــــ یعنی رات نے جن چوپایوں کو جمع کیا ــــ وَظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ، أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلَيْنَا ــــ لن یحور کے معنی ہماری طرف نہیں لوٹے گا۔

۲۲۴۴ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ

نے فرمایا جس کسی سے بھی حساب کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ!

إِلَّا هَلَكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَكَ أَلَيْسَ

اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا۔ "تو وہ جسے اپنا نامۂ اعمال

يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ

داہنے ہاتھ میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔" فرمایا یہ پیش کرنا ہے ان کے اعمال

حِسَابًا يَسِيرًا قَالَ ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُونَ وَمَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ

ان پر پیش کئے جائیں گے۔ مگر جس سے سختی اور تفصیل سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوا۔

هَلَكَ عہ

عہ کتاب الرقاق۔ باب قول اللہ الا یظن اولئک الخ ص ۹۶۷۔ مسلم۔ صفۃ جہنم

عہ کتاب العلم۔ باب من سمع شیئاً فلم یفہم ص ۲۱۔ کتاب الرقاق۔ باب من نوقش الحساب الخ ص ۹۶۷ مسلم: صفۃ النار۔ ترمذی، تفسیر، نسائی، تفسیر

تشریحات یہ حدیث عبد اللہ بن ابو ملیکہ نے براہ راست ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی سنی ہے۔ اور بواسطہ قاسم بن محمد بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۴۳۴۲ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے حساب یسیر سے مراد یہ ہے کہ اس کے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور اس سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی کہ تو نے یہ کیوں کیا اور تو نے یہ کیوں نہیں کیا۔ ایسے شخص کو بخش دیا جائے گا۔ لیکن حساب کے وقت جس سے پوچھ گچھ ہوگی یہ تو نے کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں کیا؟

باب قَوْلِهِ تَعَالَى لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "کہ ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔" ص ۷۳۶

۴۴۴۵ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس ارشاد "تم ضرور منزل بہ منزل چڑھو گے"
لَتَرْكَبُنَّ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ حَالًا بَعْدَ حَالٍ قَالَ هٰذَا
یعنی ایک حال کے بعد دوسرے حال پر۔ یہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
نَبِيُّكُمْ

تشریحات یہاں دو قراءتیں ہیں لَتَرْكَبُنَّ لَتَرْكَبَنَّ۔ خطاب عام انسانوں سے ہے۔ ۴۴۴۵ مراد یہ ہے کہ تم لوگ ایک حال پر نہیں رہو گے۔ ایک کے بعد دوسری منزل آتی رہے گی۔ پہلے نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین پھر پیدا ہوئے بچے تھے جوان ہوئے بوڑھے ہو گئے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حال کو عام رکھا جائے یعنی تم ہمیشہ یکساں حالت میں نہ رہو گے۔ حالات بدلتے رہیں گے۔ دوسری قراءت لترکبنّ ہے اور خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور طبق سے مراد عالم کے منازل ہیں۔ مراد ہے کہ اے محبوب آپ شب معراج ملاء اعلیٰ کے منازل طے کرو گے اس قراءت کی بنا پر بھی طبق بمعنی حال ہو سکتا ہے اور حال بمعنی عام ہو یعنی اس وقت جو کفار سے اذیتیں پہنچ رہی ہیں ہمیشہ یہی حال نہیں رہے گا۔ رفتہ رفتہ آپ کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ اور آپ غالب و منصور ہوں گے۔

البروج:۔ یہ سورت مکی ہے اس میں بائیس ۲۲ آیتیں ہیں ص ۷۳۶

بروج سے یا تو آسمان کے بارہ برج مراد ہیں جو مشہور ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اَلْاُخْدُوْدُ شَقٌّ فِي الْاَرْضِ ـــــ زمین کا گڑھا۔ کھائی ـــــ
فُتِنُوْا عُذِّبُوْا ـــــ ان کو آزمائش میں ڈالا گیا یعنی عذاب دیا گیا۔

الطَّارِقُ: یہ سورت مکی ہے اس میں سترہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ذَاتِ الرَّجْعِ: سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ ذَاتِ الصَّدْعِ: تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ ـــــ اور مجاہد نے کہا ذات الرجع سے مراد وہ بادل ہے جو بارش لے کر آتا ہے اور ذات الصدع سے مراد زمین ہے جو نباتات سے پھٹتی ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ: اس کا نام سورۃ الاعلیٰ بھی ہے۔ یہ مکی ہے اور اسمیں اُنیس [۱۹] آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ: اس کا نام سورہ غاشیہ بھی ہے، یہ مکی ہے اور اس میں چھبیس [۲۶] آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

غاشیہ کے معنی چھا جانے والی۔ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: اَلنَّصَارٰى ـــــ کام کریں مشقت جھیلیں یہ نصاریٰ ہیں ـــــ
وَقَالَ مُجَاهِدٌ: عَيْنٌ اٰنِيَةٌ بَلَغَ اِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا ـــــ اس کے پینے کا وقت آگیا ـــــ
اٰنَهٗ ـــــ معنی میں حان کے ہے۔ نیز اٰنَةٌ کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ اس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی
حَمِيْمٍ اٰنٍ: بَلَغَ اِنَاهُ ـــــ جس کی گرمی حد کو پہنچی ہوئی ہو ـــــ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً: شَتْمًا ـــــ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ یعنی گالی ـــــ اَلضَّرِيْعُ: نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ يُسَمِّيْهِ اَهْلُ الْحِجَازِ اَلضَّرِيْعَ اِذَا يَبِسَ وَهُوَ سَمٌّ ـــــ ضریع ایک کانٹے دار گھاس ہے جس کو شبرق کہا جاتا ہے۔ اہل حجاز اسے ضریع کہتے ہیں جب سوکھ جائے اور یہ زہر ہے ـــــ بِمُسَيْطِرٍ بِمُسَلَّطٍ۔ وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ ـــــ آپ ان پر مسلط نہیں۔ اور یہ صاد اور سین دونوں طرح پڑھا جاتا ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِيَابَهُمْ مَرْجِعَهُمْ ـــــ ان کا لوٹنا ـــــ

وَالْفَجْرِ: یہ سورت مکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے۔ اس میں تیس [۳۰] آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اَلْوَتْرُ: اللّٰهُ۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: اَلْقَدِيْمَةِ وَالْعِمَادُ اَهْلُ عُمُوْدٍ لَا يُقِيْمُوْنَ يَعْنِيْ اَهْلَ خِيَامٍ ـــــ ارم سے مراد قدیمہ یعنی ارم اولیٰ ہیں۔ ستون والوں سے مراد یہ ہے کہ وہ خیموں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک جگہ اقامت پذیر نہیں تھے۔
عماد کے ایک معنی وہ ہیں جو امام بخاری نے ذکر فرمایا۔ دوسرا عماد کے معنی ہے لمبائی کے۔ اور طاقت و قوت کے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی پوری چٹان اٹھالاتا اور کسی پر پھینک کر مار ڈالتا۔ کلبی سے ہے وہ چار سو ہاتھ لمبے تھے: مقاتل نے کہا بارہ ہاتھ

لمبے تھے۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر میں ہے ان میں سب سے لمبا ۴۰۰ ہاتھ کا تھا اور سب سے چھوٹا بارہ ہاتھ کا ــــ سَوْطَ عَذَابٍ: اَلَّذِیْنَ عُذِّبُوْا بِہٖ ــــ سوط کے معنی کوڑے کے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں، ہر وہ چیز جس سے عذاب دیا جائے "سوط عذاب" ہے ــــ اَکْلًا لَّمًّا: اَلسَّفُّ وَجَمًّا: اَلْکَثِیْرُ: لمّا کے معنی ہے بلا دریغ کھانا، اور جمّاً کے معنی زیادہ کے ہیں ــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ: کُلُّ شَیْئٍ خَلَقَہٗ فَھُوَ شَفْعٌ اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ــــ اور مجاہد نے کہا ہر وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا وہ جفت ہے۔ آسمان زمین کا جفت ہے۔ وتر، اکیلا صرف اللہ تبارک وتعالی ہے ــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ: سَوْطَ عَذَابٍ کَلِمَۃٌ تَقُوْلُھَا الْعَرَبُ لِکُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ تَدْخُلُ فِیْہِ السَّوْطُ ــــ اور ان کے غیر نے کہا "سوطِ عذاب" عرب والے ہر قسم کے عذاب کو کہتے ہیں اس میں کوڑا بھی داخل ہے ــــ لَبِالْمِرْصَادِ: اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ــــ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ــــ تَحَاضُّوْنَ: تُحَافِظُوْنَ وَتَحُضُّوْنَ تَأْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِہٖ ــــ تحاضون کے معنی تم حفاظت کرتے ہو اور تحضون کے معنی ہے تم اس کے کھلانے کا حکم دیتے ہو ــــ اَلْمُطْمَئِنَّۃُ: اَلْمُصَدِّقَۃُ بِالثَّوَابِ ــــ ثواب پر یقین رکھنے والے ــــ وَقَالَ الْحَسَنُ یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ قَبْضَھَا اطْمَأَنَّتْ اِلَی اللّٰہِ وَاطْمَأَنَّ اللّٰہُ اِلَیْھَا وَرَضِیَتْ عَنِ اللّٰہِ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَاَمَرَ بِقَبْضِ رُوْحِھَا وَاَدْخَلَھَا اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَجَعَلَہٗ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ ــــ اور امام حسن بصری نے "یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ" کی تفسیر میں فرمایا "جب اللہ تعالی ایسی جان کو قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالی پر مطمئن ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی اس پر سکون نازل فرماتا ہے۔ وہ اللہ سے راضی ہو جاتی ہے اور اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اسے جنت میں داخل فرماتا ہے اور اسے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لیتا ہے ــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ جَابُوْا نَقَبُوْا مِنْ جَیْبِ الْقَمِیْصِ قُطِعَ لَہٗ جَیْبٌ یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ یَقْطَعُھَا فرمایا تھا "وَجَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" جنھوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں" مراد یہ ہے کہ چٹانوں کو کھود کر اس میں مکان بنایا۔ کہا جاتا ہے جَیْبُ الْقَمِیْصِ ــــ جب کرتے کے لئے گریبان کاٹا جائے نیز اس کے معنی راستہ طے کرنے کے بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے ــــ "یجوب الفلاۃ" جب میدان طے کر لے ــــ لَمًّا لَمَمْتُہٗ اَجْمَعَ اَتَیْتُ عَلٰٓی آخِرِہٖ ــــ بولتے ہیں لممتہ اجمع۔ اس کے آخر تک میں پہنچا۔

لَآ اُقْسِمُ: اس کا نام سورۂ بلد بھی ہے اس میں بیس آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۷

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: بِھٰذَا الْبَلَدِ مَکَّۃَ لَیْسَ عَلَیْکَ مَا عَلَی النَّاسِ فِیْہِ مِنَ الْاِثْمِ ــــ اور مجاہد نے کہا کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے۔ آپ پر اس میں وہ گناہ نہیں جو لوگوں پر

ہے ــــ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ــــ اور حضرت آدم کی قسم اور ان کے اولاد کی ــــ لُبَدًا
كَثِيرًا ــــ بہت ــــ وَالنَّجْدَيْنِ. اَلْخَيْرُ وَالشَّرُّ ــــ اس سے مراد خیر و شر ہیں ــــ مَسْغَبَةٌ
مَجَاعَةٌ ــــ بھوک ــــ مَتْرَبَةٌ اَلسَّاقِطُ فِي التُّرَابِ ــــ جو مٹی پر پڑا ہوا ہو ــــ وَيُقَالُ
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ وَمَا اَدْرَاكَ مَا
الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ــــ پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا دنیا
میں پھر عقبہ کی تفسیر فرمائی " اور تونے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے " غلام آزاد کرنا۔ یا بھوک کے دن کھانا
دینا۔ مراد یہ ہے کہ نیک اعمال کر کے صالحین میں شامل نہیں ہوا۔ اعمال صالحہ کرنے کو گھاٹی میں کودنے
سے تعبیر اس لئے فرمایا کہ وہ نفس پر شاق ہوتے ہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا: اس کا نام سورۂ شمس بھی ہے یہ مکی ہے اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: بِطَغْوَاهَا. مَعَاصِيْهَا ــــ ان کے گناہوں کی وجہ سے ــــ وَلَا
يَخَافُ عُقْبٰهَا اَحَدٌ ــــ کسی کے پیچھے کرنے کا اسے خوف نہیں۔

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى: اس کا نام سورہ اللیل بھی ہے۔ یہ مکی ہے اسمیں اکیس ۲۱ آیتیں ہیں ص ۷۳۷
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب انھوں نے حضرت بلال کو آزاد کیا۔ اور امیہ بن خلف کے بارے
میں نازل ہوئی ہے۔ ص ۷۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْحُسْنٰى: بِالْخَلَفِ ــــ حسنیٰ سے مراد عطا کی جزا اور عوض ہے ــــ
وَقَالَ مُجَاهِدٌ: تَرَدّٰى: مَاتَ ــــ اور مجاہد نے کہا کہ تردیٰ کے معنی ہے مر گیا ــــ وَتَلَظّٰى
تَوَهَّجُ ــــ جو بھڑک رہی ہے ــــ وَقَرَاَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ تَتَلَظّٰى۔

سُوْرَةُ وَالضُّحٰى: یہ مکی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى: اِسْتَوٰى: وَقَالَ غَيْرُهُ اَظْلَمَ. وَسَكَنَ
سجیٰ کے معنی ہے درست ہو جائے۔ اور ان کے غیر نے کہا جب تاریک ہو جائے اور پر سکون ہو جائے
ــــ عَائِلًا فَاَغْنٰى: ذَا عِيَالٍ ــــ عائلاً کے معنی ہیں کثیر عیال والا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا تَرَكَكَ وَمَا اَبْغَضَكَ ــــ حضرت ابن عباس نے فرمایا نہ تو
آپ کو چھوڑا ہے نہ تو آپ کو دشمن بنایا ہے۔

سورۃ الم نشرح :۔ اس کا دوسرا نام سورۃ انشراح ہے یہ مکی ہے اسمیں آٹھ آیتیں ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ : وِزْرَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ـــــ یعنی آپ کے وہ کام جو جاہلیت میں ایسے صادر ہوتے تھے جو منصب نبوت کے مناسب نہیں تھے یعنی ترک افضل ۔ اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ وزر کے معنی بوجھ ہے ـــــ اَنْقَضَ :۔ اَثْقَلَ ـــــ جو آپ پر بھاری تھے ـــــ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا :۔ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : اَيْ مَعَ ذَالِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا آخَرَ لِقَوْلِهٖ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَلَنْ يَّغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ ـــــ دشواری کے ساتھ آسانی ہے یعنی اس دشواری کے ساتھ دوسری آسانی بھی ہے ۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کی وجہ سے "تم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے تھے ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے ۔ کہ ایک دشواری دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی ۔

توضیح اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہیں ۔ یہ اس قاعدے پر مبنی ہے کہ جب کوئی اسم معرف باللام مکرر ہوگا تو دوسرے سے بعینہ وہی پہلا مراد ہوگا ۔ اور اگر کوئی اسم نکرہ مکرر ہو تو دونوں کے دو الگ الگ مصداق ہوں گے ۔ ان دونوں آیتوں میں العسر معرف باللام ہے ۔ اور یسرًا نکرہ ۔ اس لئے حاصل یہ ہوا کہ ایک دشواری میں دو آسانیاں ہیں ۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰی فَفَكِّرْ فِيْ اَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ اِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

جب تم پر مصیبت سخت ہو تو الم نشرح میں غور کرو دو آسانیوں کے درمیان ایک سختی ہے اسے سمجھ کر خوش ہو ۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ : فَانْصَبْ فِيْ حَاجَتِكَ اِلٰى رَبِّكَ ـــــ تو اپنے رب کی طرف اپنی حاجت طلب کرنے میں پوری کوشش کرو ۔ یعنی جب عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو حاجتوں کے لئے دعا کرنے میں کوشش کرو ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب فرض نمازوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ سے مانگو اور اس کی طرف راغب ہو ۔ اور اس کے لئے کوشش کرو ۔ اور قتادہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا جب اپنی نماز سے فارغ ہو لو تو دعا میں مبالغہ کرو ـــــ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ـــــ حضرت ابن عباس نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اللہ نے حضور کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْن :- اس کا نام سورہ تین ہے یہ مکی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ اَلَّذِيْ يَاكُلُ النَّاسُ ــــ اور امام مجاہد نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد قسم ہے انجیر اور زیتون کی جسے لوگ کھاتے ہیں ــــ وَيُقَالُ فَمَا يُكَذِّبُكَ فَمَا الَّذِيْ يُكَذِّبُكَ بِاَنَّ النَّاسَ يُدَانُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ كَانَّهٗ قَالَ وَمَنْ يَّقْدِرُ عَلٰى تَكْذِيْبِ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ ــــ ارشاد ہے ــــ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ــــ اب کیا چیز انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے یعنی کس چیز نے ابھارا کہ وہ آپ کی اس بات کی تکذیب کریں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا گویا اللہ نے فرمایا آپ جو ثواب عقاب کی باتیں کرتے ہیں اس کے جھٹلانے پر کون قادر ہے؟۔

سُوْرَةُ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ :- اس سورت کا نام سورہ علق بھی ہے یہ سورت مکی ہے اس میں بیس آیتیں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حدیث ۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اُكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِيْ اَوَّلِ الْاِمَامِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاجْعَلْ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ خَطًّا ــــ امام حسن بصری نے فرمایا مصحف میں امام یعنی سورۂ فاتحہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو اور اسے دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے لکھو۔

تشریحات امام سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کے شروع میں بسم اللہ لکھو یعنی سورۂ فاتحہ کے شروع میں یہ جو فرمایا کہ ہر دو سورۃ کے درمیان خط بنا۔ یعنی دونوں سورتوں میں فصل کی علامت ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو سورت کے درمیان خط کھینچ دو تاکہ یہ فصل کی علامت رہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ بسم اللہ لکھو اس کو فصل کی علامت بناؤ۔ حضرت امام حسن بصری کا مذہب پہلا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے درمیان فصل کے لئے لکھا جائے۔ اور صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوا ہمارا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ یا کسی سورت کا جزء نہیں ہاں قرآن مجید کا جزء ہے۔ ہاں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ کا جزء ہے۔ ابن قصار مالکی نے کہا کہ بسم اللہ جو سورتوں کے شروع میں ہے وہ قرآن نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مستقل قرآن مجید کی آیت ہے اس لئے کہ یہ مصاحف میں لکھا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مصحف میں قرآن کے علاوہ کچھ اور نہیں لکھا گیا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: نَادِيَهُ عَشِيرَتُهُ الزَّبَانِيَةُ الْمَلٰئِكَةُ ـــــ نادیہ سے مراد قبیلہ والے ہیں ـــــ الزبانیۃ: سپاہی مراد فرشتے ہیں ـــــ وَقَالَ مَعْمَرٌ: اَلرُّجْعٰى: اَلْمَرْجِعُ ـــــ لوٹنے کی جگہ ـــــ لَنَسْفَعًا قَالَ لَنَاخُذًا وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ اَخَذْتُ ـــــ لنسفعا کے معنی ہیں ہم ضرور پکڑیں گے یہ نون خفیفہ تاکید کے ساتھ ہے۔ بولتے ہیں۔ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ میں نے اس کو پکڑا۔

بَابُ قَوْلِهٖ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ص۷۴۰ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی، خطا کار۔

۲۲۳۶ — عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ

اَبُوْجَهْلٍ لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلٰى عُنُقِهٖ

علیہ وسلم) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو ان کی گردن کو پاؤں سے روند دوں گا اس

فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهٗ لَأَخَذَتْهُ

کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اس کو ضرور دیکھ لیتے۔

الْمَلٰئِكَةُ عہ

تشریحات "زبانیہ" یہ اللہ کے بارہ فرشتے ہیں ان کے سر آسمان میں ہیں اور پاؤں زمین میں ہیں۔ نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ۲۲۳۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار کعبے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل بڑھا مگر پھر الٹے قدم پھرا اور ہاتھوں سے ایسے اشارہ کر رہا تھا جیسے کسی چیز سے بچ رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے اس نے کہا میرے ان کے درمیان آگ کی خندق ہے اور سخت ہولناک چیزیں ہیں اور کچھ بازو ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ قریب ہوتا تو فرشتے اس کے عضو عضو کو اچک لیتے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ: اس کا نام سورۂ قدر بھی ہے۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور ماوردی نے حکایت کی کہ یہ مکی ہے اور یہی ابو العباس نے کہا اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ ص۷۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ: اَلْمَطْلَعُ: هُوَ الطُّلُوْعُ وَالْمَطْلِعُ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يُطْلَعُ مِنْهُ ـــــ مطلع مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ طلوع ہونے کی جگہ ـــــ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ: اَلْهَاءُ كِنَايَةٌ

عہ ترمذی، نسائی، تفسیر

عَنِ الْقُرْآنِ اَنْزَلْنَاهُ فَخَرَجَ الْجَمْعُ وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ وَالْعَرَبُ تُؤَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ لِيَكُوْنَ اَثْبَتَ وَاَوْكَدَ ــــ ہم نے اس کو نازل فرمایا۔ اس سے مراد قرآن ہے۔ اَنْزَلْنَا جمع کا صیغہ استعمال فرمایا حالانکہ نازل فرمانے والا اللہ ہے اہل عرب بطور تاکید واحد کو جمع سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ وہ اثبت ہو۔ جمع کا صیغہ بطور تعظیم ہے۔

سورۃ لَمْ یَکُنْ :۔ صلے اس سورت کا نام سورۂ منفکین بھی ہے اور سورۃ بیّنۃ بھی یہ سورت مدنی ہے لیکن حضرت ابن عباس سے ایک قول مروی ہے کہ یہ مکی ہے۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُنْفَكِّيْنَ زَائِلِيْنَ ــــ چھوڑنے والا ــــ قَيِّمَةٌ اَلْقَائِمَةُ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اَضَافَ الدِّيْنَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ ــــ القیمۃ معنی سیدھا، اصل عبارت یہ تھی ــــ دِيْنُ الْمِلَّةِ الْقَيِّمَةِ ــــ دین کی اضافت ملت کی طرف تھی جو مؤنث ہے اسی کی صفت اَلْقَيِّمَةِ۔

اِذَا زُلْزِلَتْ :۔ اس کا نام سورۂ زلزال بھی ہے یہ سورت مکی ہے، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ صلے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ اَوْحٰى لَهَا وَاَوْحٰى اِلَيْهَا وَوَحٰى لَهَا وَوَحٰى اِلَيْهَا وَاحِدٌ ــــ اسے حکم بھیجا۔ اوحی اور وحی یعنی مجرد و مزید فیہ ہم معنی ہیں اس کا صلہ لام بھی آتا ہے اور الی بھی۔

وَالْعَادِيَاتِ :۔ یہ سورت مکی ہے اس میں اگیارہ آیتیں ہیں۔ صلے۔ عادیات سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو راہِ خدا میں دوڑتے ہیں ــــ ضَبْحًا کے معنی گھوڑے کے سینے کی وہ آواز جو تیز دوڑتے وقت نکلتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ! اَلْكَنُوْدُ الْكَفُوْرُ ــــ ناشکری کرنے والا ــــ يُقَالُ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا رَفَعْنَ بِهٖ غُبَارًا ــــ غبار اڑاتے ہیں لِحُبِّ الْخَيْرِ مِنْ اَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ ــــ مال کی چاہت کی وجہ سے ــــ لَشَدِيْدٌ لَبَخِيْلٌ وَيُقَالُ لِلْبَخِيْلِ شَدِيْدٌ ــــ شدید کے معنی بخیل کے ہیں ــــ حُصِّلَ مُيِّزَ ــــ ممتاز کردی جائے گی۔

بَابُ سُوْرَةِ الْقَارِعَةِ :۔ یہ سورت مکی ہے اس میں اگیارہ آیتیں ہیں۔ صلے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُوْلُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ ــــ بکھرے ہوئے پتنگے جیسے ٹڈی کا دل بعض بعض پر چڑھا ہوتا ہے اسی طرح قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے پر گریں گے ــــ كَالْعِهْنِ كَاَلْوَانِ الْعِهْنِ

وَقَرَأَعَبْدُ اللّٰہِ کَالصُّوْفِ ـــ جیسے رنگ برنگ کے اون، اور عبد اللہ ابن مسعود نے عھن کی جگہ پر صوف پڑھا۔

اَلْھٰکُمْ :۔ ص۴۴۱ اس کا نام سورۂ تکاثر بھی ہے یہ مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلتَّکَاثُرُ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ـــ مال اور اولاد کی بہت کثرت۔

وَالْعَصْرِ :۔ ص۴۴۱ یہ مکی ہے اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیُقَالُ الدَّھْرُ اَقْسَمَ بِہٖ ـــ کہا جاتا ہے کہ عصر سے مراد زمانہ ہے جس کی اللہ نے قسم یاد فرمائی۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ ۔ ص۴۴۲ اس کا نام سورۂ ہمزہ بھی ہے یہ سورت مکی ہے اسمیں نو آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت ابن عباس نے فرمایا ھُمَزَہ سے مراد چغل خور ہیں جو دوستوں کے درمیان جدائی کرتے ہیں قتادہ سے روایت ہے۔ اس کے معنی ہیں غیبت کرنے والے اور لُمَزَۃٍ کے معنی ہیں طعنہ دینے والے ـــ اَلْحُطَمَۃُ اسْمُ النَّارِ مِثْلُ سَقَرَ وَلَظٰی ـــ حطمۃ، ایک جہنم کا نام ہے جیسے سقر اور لظی، حطمہ کے معنی ہیں روندنے والی۔

سُوْرَۃُ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ :۔ ص۴۴۲ اس کا دوسرا نام سورہ فیل بھی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاھِدٌ اَبَابِیْلَ مُتَتَابِعَۃً مُجْتَمِعَۃً ـــ اَبابیل اِبالۃٌ کی جمع ہے اور ایک قول ہے کہ اس کا واحد نہیں، اس کا معنی ہے پے در پے اکٹھی ہو کر ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سِجِّیْلٍ مِنْ سَنْکِ وَکِلْ ـــ پتھر اور مٹی کی۔

لِاِیْلَافِ قُرَیْشٍ :۔ ص۴۴۲ اس کا نام سورۂ قریش بھی ہے یہ سورت مکی ہے لیکن ضحاک اور عطاء بن سائب نے کہا یہ مدنی ہے۔ اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ لِاِیْلَافِ اَلِفُوْا ذٰلِکَ فَلَا یَشُقُّ عَلَیْھِمْ فِی الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ خوگر ہونے کی وجہ سے، وہ اس کے خوگر تھے اس لئے ان پر گرمی اور جاڑوں میں سفر کرنا شاق نہیں تھا ـــ وَاٰمَنَھُمْ مِنْ کُلِّ عَدُوِّھِمْ فِیْ حَرَمِھِمْ ـــ اور انھیں ہر دشمن سے امن دیا

ان کے حرم میں ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لِنِعْمَتِي عَلَى قُرَيْشٍ ـــــ اور ابن عیینہ نے کہا ایلاف سے مراد نعمت ہے۔

أَرَأَيْتَ :۔ ص۷۴۲ اس کا دوسرا نام سورہ ماعون بھی ہے یہ مکی ہے اس میں سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَدُعُّ يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ يُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَعْتُ يُدَعُّوْنَ يُدْفَعُوْنَ ـــــ اور مجاہد نے کہا حق وصول کرنے سے دھکا دیتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ دَعَعْتُ سے ہے۔ يُدَعُّوْنَ، کے معنی ہے دھکا دھکے دیئے جاتے ہیں ـــــ سَاهُوْنَ لَاهُوْنَ ـــــ غافل ہیں بھولے ہوئے ہیں ـــــ وَالْمَاعُوْنُ الْمَعْرُوْفُ كُلُّهُ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُوْنُ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَعْلَاهَا الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ وَأَدْنَاهَا عَارِيَةُ الْمَتَاعِ ـــــ ماعون ہر اچھی بات۔ اور بعض عرب نے کہا کہ ماعون سے مراد پانی ہے اور عکرمہ نے کہا اس کا سب سے اعلیٰ فرض زکوٰۃ ہے اور ادنیٰ مانگنی کا برتن۔

إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ :۔ ص۷۴۲ اس کا ایک نام سورۂ کوثر بھی ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ مکی ہے اور قتادہ، حسن بصری، اور عکرمہ نے کہا کہ یہ مدنی ہے، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس کی شان نزول میں اختلاف ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہزادے حضرت قاسم کا وصال ہوا تو عاص بن وائل یا عقبہ بن ابی معیط یا ابوجہل یا قریش کی ایک جماعت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتر کہا، سہیلی نے کہا کہ کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس تقدیر پر یہ سورت مدنی ہوگی مگر اس میں کچھ کلام ہے اس لئے کہ اگر کعب بن اشرف نے اگر یہ کہا ہوگا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے موقع پر کہا ہوگا حالانکہ کعب بن اشرف حضرت ابراہیم کی ولادت سے پہلے ہی مارا جا چکا تھا واللہ تعالیٰ اعلم اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا شَانِئَكَ عَدُوَّكَ ـــــ تیرا دشمن۔

حدیث ۲۲۳۷ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آسمان

لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ أَتَيْتُ

پر لے جایا گیا (معراج کی شب) فرمایا میں ایک نہر پر گیا جس کے دونوں کناروں

عَلٰى نَهرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤلُؤِ مُجَوَّفٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا يَا جِبرَئِيلُ قَالَ

پر جوف دار موتی کے گول خیمے تھے میں نے پوچھا یہ کیا ہے اے جبرئیل؟

هٰذَا الكَوثَرُ عه

عرض کیا یہ کوثر ہے۔

۲۲۳۸ عَن أَبِي عُبَيدَةَ عَن عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهَا قَالَ

حدیث ابو عبیدہ نے کہا میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ

سَأَلتُهَا عَن قَولِهِ تَعَالٰى إِنَّا أَعطَينَاكَ الكَوثَرَ قَالَت نَهرًا أُعطِيَهُ

تعالیٰ کے قول انا اعطینٰک الکوثر کی تفسیر پوچھی تو فرمایا یہ ایک نہر ہے جو تمہارے

نَبِيُّكُم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيهِ وَسَلَّمَ شَاطِئَاهُ عَلَيهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے جس کے کناروں پر جوف دار موتی ہیں اس کے

آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ عه

برتن ستاروں کی تعداد کے مثل ہیں۔

۲۲۳۹ عَن سَعِيدِ ابنِ جُبَيرٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا، اس سے مراد

أَنَّهُ قَالَ فِي الكَوثَرِ هُوَ الخَيرُ الَّذِي أَعطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو

وہ خیر ہے جو اللہ نے حضور کو عطا فرمایا۔ ابو بشر نے کہا میں نے سعید ابن جبیر

بِشرٍ قُلتُ لِسَعِيدِ ابنِ جُبَيرٍ فَإِنَّ نَاسًا يَزعُمُونَ أَنَّهُ نَهرٌ فِي

سے پوچھا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر کا نام ہے۔

الجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ النَّهرُ الَّذِي فِي الجَنَّةِ مِنَ الخَيرِ الَّذِي

تو سعید نے فرمایا یہ جنت کی نہر بھی اسی خیر سے ہے جو اللہ نے

أَعطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ۔

حضور کو عطا فرمایا۔

عه مسلم عه نسائی تفسیر، کتاب الرقاق باب الحوض صفحہ ۹۷۴ نسائی تفسیر

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۔ ص ۷۴۲ اس کا دوسرا نام سورہ کافرون بھی ہے یہ مکی ہے اسمیں چھ آیتیں ہیں ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حارث بن قیس سہمی، اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب امیہ بن خلف نے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہمارے دین کی پیروی کیجئے تو ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے اور ہم آپ کو اپنے ہر معاملے میں شریک کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیجئے، ایک سال ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے، حضور نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہ! میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کروں؟

يُقَالُ لَكُمْ دِيْنُكُمُ الْكُفْرُ وَلِىَ دِيْنِ الْاِسْلَامُ وَلَمْ يَقُلْ دِيْنِىْ لِاَنَّ الْاٰيَاتِ بِالنُّوْنِ فَحُذِفَتِ الْيَاءُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَيَسْقِيْنِ ـــــ کہا گیا مراد یہ ہے تمہارے لئے تمہارا دین کفر ہے اور میرے لئے میرا دین اسلام ہے اور دینی نہیں فرمایا اس لئے کہ شروع آیتوں کے آخر میں نون تھا تو یاء ان کی رعایت کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول یہدین ویسقین میں ہے کہ اصل میں یہدینی ویسقینی تھا رعایت فصل کے لئے یاء کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح یہاں دینی تھا۔ یاء کو حذف کر دیا ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ اَلْاٰنَ وَلَآ اُجِيْبُكُمْ فِيْمَا بَقِىَ مِنْ عُمُرِىْ ـــــ یعنی جن کو تم پوجتے ہو ان کی پرستش نہ اب کروں گا اور نہ عمر بھر ـــــ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ـــــ اور نہ تم لوگ اس کی پرستش کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا تمہاری جانب سے تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا کافروں میں سے بہتوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دیتا ہے۔

سُوْرَةُ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ ص ۷۴۲ اس کا نام سورۂ نصر اور سورۂ فتح بھی ہے۔ پوری سورہ سب سے آخری یہی نازل ہوئی ہے۔ حنین سے واپس ہوتے وقت نازل ہوئی تھی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریب قریب دو سال حیات ظاہری میں رہے۔ یہ سورہ جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنایا لیکن عبد اللہ بن عباس نے سنا تو روئے حضور نے ان سے پوچھا کیوں رو رہے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور نے اپنے دنیا سے تشریف لے جانے کی اس میں خبر دی ہے، حضور نے فرمایا تو نے سچ کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل سکھا۔ اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ قَوْلِهِ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا　صـ ۷۴۳　اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے ۔

تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ ـــــ بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے، اور لوگوں میں تواب وہ ہے جو گناہ سے توبہ کرے، یعنی توبہ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں توبہ قبول کرنے والا اور جب بندوں کی طرف ہوتی ہے تو اس کا معنی ہوتے ہیں گناہوں سے توبہ کرنے والا، گناہ چھوڑنے والا۔

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ : صـ ۷۴۳ اس کا نام سورۂ لہب بھی ہے یہ مکی ہے اسمیں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا، ابولہب اس کی کنیت ہے اس بنا پر کہ اس کے ایک بیٹے کا نام لہب تھا یا اس لئے کہ اس کا چہرہ بہت سرخ تھا۔ انجام کار میں اس کی کنیت اس پر حقیقی معنی کے اعتبار سے صادق ہوئی وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں گیا۔

ـــ تَبَابٌ خُسْرَانٌ تَتْبِيْبٌ تَدْمِيْرٌ ـــــ تباب کے معنی ہیں نقصان اور تتبیب کے معنی ھیں ہلاک کرنا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ صـ ۷۴۳　اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر اور اس کی جورو لکڑیوں کی گٹھا سر پر اٹھاتی ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ تَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ـــــ حمالۃ الحطب سے مراد چغلی کرتی پھرتی ہے۔

ـــــ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ يُقَالُ مِنْ مَسَدٍ لِيْفُ الْمُقْلِ وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِيْ فِي النَّارِ ـــــ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے۔ یعنی گوگل کی چھال کی رسی اور یہ وہ زنجیر ہے جو جہنم میں ہوگی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : صـ ۷۴۳ اس سورت کا دوسرا نام سورۂ اخلاص بھی ہے یہ مکی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدنی ہے، اس میں چار آیتیں ہیں ـــــ جب قریش یا کعب بن اشرف یا مالک بن سعد یا عامر بن طفیل عامری نے کہا ہمارے رب کا نسب بیان کیجئے یا یہ کہا ہمارے رب کا حلیہ بیان کیجئے تو اس پر یہ سورت نازل ہوئی ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ لَا يُنَوَّنُ اَحَدٌ اَيْ وَاحِدٌ ـــــ کہا گیا کہ احد پر تنوین نہیں پڑھی جائے گی، جیسے

وقف کیا جائے گا، یعنی وہ ایک ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ اللّٰهُ الصَّمَدُ ص۷۴۴ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اللہ بے نیاز ہے۔

وَالْعَرَبُ تُسَمِّيْ أَشْرَافَهَا الصَّمَدَ وَقَالَ أَبُوْ وَائِلٍ هُوَ السَّيِّدُ الَّذِيْ انْتَهٰى سُوْدُدُهٗ۔ اہل عرب اپنے رؤسا کو صمد کہا کرتے تھے، ابو وائل نے کہا صمد کے معنی ہیں وہ سردار جو سیادت میں انتہا کو پہونچا ہو۔

اقول: اسی لئے صمد کا اطلاق کسی مخلوق پر جائز نہیں بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے ـــــ كُفُوًا وَّ كَفِيْئًا وَّ كِفَاءً وَّاحِدٌ، سب کا معنی ایک ہے، جوڑ

قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ: اس کا دوسرا نام سورۂ فلق بھی ہے، یہ مدنی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ ص۷۴۴۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ غَاسِقٌ اللَّيْلُ إِذَا وَقَبَ غُرُوْبُ الشَّمْسِ يُقَالُ هُوَ أَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ وَقَبَ إِذَا دَخَلَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَأَظْلَمَ ـــــ اور مجاہد نے کہا غاسق اندھیری ڈالنے والی، اس سے مراد رات ہے، اذا وقب، سورج ڈوب جائے، کہا جاتا ہے وہ فرق الصبح، فلق الصبح سے زیادہ ظاہر ہے۔ یعنی لفظ فلق، وقب کے معنی ہیں جب ہر چیز میں داخل ہو جائے اور اسے تاریک کر دے۔

حدیث ۲۳۴۰ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ
زر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے
فَقَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
معوذتین کے بارے میں پوچھا یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ
قِيْلَ لِيْ فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تو فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو تو میں نے کہا، حضرت ابی نے فرمایا بس ہم بھی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ
وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تشریحات ۲۳۴۰ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ معوذتین

عہ نسائی تفسیر

قرآن سے نہیں، اسی لئے انھوں نے اسے اپنے مصحف میں نہیں لکھا، اسی کو دوسری روایت میں یوں بیان کیا کہ زر نے حضرت ابی ابن کعب سے یوں کہا آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں یہ قرآن کا جز نہیں یہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ ان کلمات کے ساتھ تعوذ کریں۔ حضرت ابی ابن کعب کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن سے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسی پر امت کا اجماع ہے کہ معوذتین قرآن مجید کے جز ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بتواتر منقول ہیں اور سارے مصاحف میں مکتوب ہیں، اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے جو کچھ فرمایا اپنے اجتہاد سے فرمایا ہو سکتا ہے ان کو تواتر کا علم نہ رہا ہو اور ایک دو آدمیوں کے اختلاف سے اجماع میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ: ص۷۴۴ اس کا دوسرا نام سورۂ ناس بھی ہے، یہ سورت مدنی ہے اس میں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْوَسْوَاسُ اِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطٰنُ فَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ ذَهَبَ وَاِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلْبِهٖ　اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے، دلوں میں برے خطرے ڈالنے والا۔ یہ وہ شیطان ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے کونچے مارتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو چلا جاتا ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو دل پر جم جاتا ہے۔

توضیح خنس کے معنی لوٹنے کے ہیں جو یہاں بنتا نہیں، امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کاتب کی تصحیف ہے یہ اصل میں "نخسہ" تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

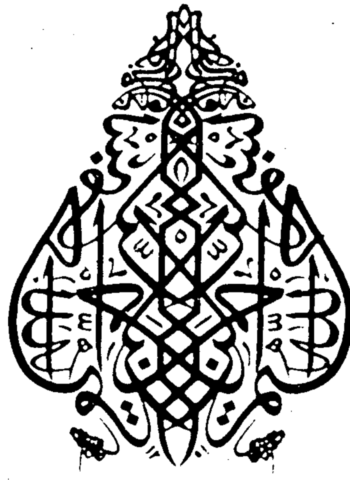

246

کتاب ابواب فضائل القرآن ص۲۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب کیف نزل الوحی و اول ما نزل ۲۴۳ اس کا بیان کہ وحی کیسے نازل ہوئی اور پہلے کیا نازل ہوا۔

قال ابن عباس المھیمن الامین القرآن امین علی کل کتاب قبلہ مہیمن کے معنی امین کے ہیں قرآن اپنے سے پہلے کی ہر کتاب پر امین ہے۔

ارشاد تھا ۔۔۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ (المائدہ آیت ۴۸) اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو اپنے سامنے کی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

۲۳۴۱ حدثنا سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من الانبیاء

ہر نبی کو اسی کے مطابق معجزے دیئے گئے جتنے لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے وہ وحی دی

نبی الا اعطی ما مثلہ امن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیت

گئی جو اللہ نے میری طرف کی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن

وحیا اوحاہ اللہ الی وارجو ان اکون اکثرھم تابعا یوم القیمۃ عہ

میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔

تشریحات ۲۳۴۱ مراد یہ ہے کہ ہر نبی کو دعوائے نبوت کے ثبوت کے لئے معجزہ دیا گیا اور یہ معجزہ اس نبی کے عہد کے مطابق ہوتا تھا جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانے میں

عہ الاعتصام باب قول النبی بعثت بجوامع الکلم صفحہ ۱۰۸۰، مسلم ایمان، نسائی تفسیر و فضائل القرآن۔

جادوگروں کا زور تھا تو آپ کو عصا دیا گیا جو اژدہا ہو جاتا تھا جس نے تمام ساحروں کے سحر کو باطل کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانے میں طب کا زور تھا تو ان کو مردہ جلانے کا معجزہ عطا فرمایا گیا جس سے تمام اطباء عاجز تھے اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بلاغت کا زور تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید دیا گیا جس کی چھوٹی سی سورت سورۂ کوثر کے معارضہ سے پوری دنیا عاجز رہی۔

۲۳۴۲ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَابَعَ عَلَى رَسُولِهِ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتَّى تَوَفَّاهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ عہ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وفات کے قریب مسلسل وحی بھیجنی شروع کی، پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اٹھا لیا گیا۔

بَابُ تَأْلِيفِ الْقُرْآنِ ص ۷۴۷ قرآن کے جمع کرنے کا بیان۔

۲۳۴۳ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكَ قَالَ إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ جَاءَهَا عِرَاقِيٌّ فَقَالَ أَيُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ قَالَتْ وَيْحَكَ وَمَا يَضُرُّكَ قَالَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرِينِي مُصْحَفَكِ قَالَتْ لِمَ قَالَ لَعَلِّي أُوَلِّفُ الْقُرْآنَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُقْرَأُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ قَالَتْ وَمَا يَضُرُّكَ آيَةً قَرَأْتَ قَبْلُ إِنَّمَا نَزَلَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ الْمُفَصَّلِ

حدیث یوسف بن ماہک نے کہا میں حضرت عائشہ ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عراقی آیا اور اس نے پوچھا کون کفن بہتر ہے، فرمایا تیرے لئے خرابی ہو اور تجھے کیا چیز ضرر دے گی؟ اس نے کہا اے ام المؤمنین اپنا مصحف مجھے دکھائیے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا تاکہ میں اس کے مطابق قرآن کی ترتیب دے لوں اس لئے کہ قرآن بغیر ترتیب کے پڑھا جاتا ہے۔ فرمایا ترا کچھ نقصان نہیں جو بھی پہلے پڑھے، پہلے قرآن سے سورۂ مفصل نازل

عہ مسلم، نسائی فضائل القرآن

فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتّٰى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ

ہوئی جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف بڑھے تو حلال و

نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوا

حرام نازل ہوا اگر پہلے ہی نازل ہوجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے ہم کبھی بھی شراب نہیں

لَا نَدَعُ الْخَمْرَ أَبَدًا وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوا لَقَالُوا لَا نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا

چھوڑیں گے اور اگر نازل ہوتا کہ زنا مت کرو، تو لوگ کہتے ہم زنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ مکہ میں

وَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جب میں بچی تھی کھیلا کرتی

أَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ وَمَا

تھی بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت سخت ہولناک اور کڑوی ہے۔

نَزَلَتْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَأَنَا عِنْدَهُ قَالَ فَأَخْرَجَتْ

اور سورہ بقرہ اور نساء اس وقت نازل ہوئی کہ میں حضور کے پاس تھی، اس کے بعد ام المومنین

لَهُ الْمُصْحَفَ فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّوَرِ عہ

نے مصحف نکالا اور اسے سورتوں کی آیتیں لکھوائیں۔

تشریحات یوسف بن ماہک، ماہک غیر منصرف ہے، عجمہ اور علمیت کی وجہ سے۔ وما یضرك، یعنی جب تو مر گیا تو تجھے کیسا ہی کفن دیا جائے تجھے کیا تکلیف ہوگی۔ ۴۳۰۲

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے اہتمام سے مصاحف لکھوا کر بلاد اسلامیہ میں بھیجے اور یہ حکم صادر فرمایا کہ اسی کے مطابق قرآن پڑھا جائے اور لکھا جائے اور بقیہ دوسرے مصاحف کو ضائع کردیا جائے جب کوفہ میں یہ مصحف عثمانی پہونچا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے موافقت نہیں فرمائی نہ تو اپنا مصحف ضائع کیا اور نہ اپنی قرارت سے رجوع کیا غالباً اس عراقی کے پاس ایسا ہی کوئی مصحف تھا جو مصحف عثمانی کی تالیف سے الگ تھا۔ ام المومنین کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے پاس جو مصحف ہے اس کے مطابق پڑھو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عہ نسائی تفسیر فضائل القرآن

لیکن اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن مجید کو مصحف عثمانی کے مطابق لکھا جائے اور اسی کے مطابق پڑھا جائے اور اب اس کے خلاف لکھنا اور پڑھنا جائز نہیں۔

بَابُ الْقُرَّاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قاریوں کا بیان۔ ص ۷۴۸

۲۳۴۴ حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ شَقِيقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا يَقُولُونَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ عه

حدیث شقیق بن سلمہ نے کہا عبد اللہ بن مسعود نے ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن پاک سے ستر اوپر کچھ سورتیں سیکھی ہیں۔ بخدا صحابہ جانتے ہیں میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا ہوں اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق نے کہا میں حلقے میں بیٹھا تھا تاکہ سنوں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے نہیں سنا کہ کسی رد کرنے والے نے اس کے علاوہ کچھ اور کہا۔

۲۳۴۵ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ سُورَةَ يُوسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا هٰكَذَا أُنْزِلَتْ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ فَقَالَ أَتَجْمَعُ أَنْ تُكَذِّبَ كِتَابَ اللّٰهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ۔

حدیث علقمہ سے روایت ہے کہ ہم حمص میں تھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ یوسف پڑھی ایک شخص نے کہا اس طرح نہیں نازل کی گئی ہے ابن مسعود نے فرمایا میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھا ہے۔ اس نے کہا اچھا کیا آپ نے اور اس کے منھ سے شراب کی بو محسوس کی فرمایا دو جرم اکٹھا کرتا ہے، کتاب اللہ کو جھٹلاتا ہے اور شراب پیتا ہے پھر اس پر حد ماری۔

عه مسلم، فضائل

تشریحات ۴۵ ۲۳ کہا گیا ہے یہ کہنے والے نہیک بن سنان تھے اس حدیث پر دو اشکال ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کے کسی ایک حرف کا انکار کیا تو وہ کافر ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا اس شخص کا انکار لاعلمی کی بنا پر تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ جس طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود نے پڑھا ہے اسی طرح نازل ہوا ہے اس عہد میں مصاحف کا اختلاف اور قرار توں کا اختلاف سب کو معلوم تھا، اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کوئی قرارت شاذہ پڑھی ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ محض شراب کی بو منھ سے آنے کی بنا پر حد قائم کرنا جائز نہیں، کبھی کبھی بعض چیزیں کھانے کے بعد منھ سے شراب کی بو آتی ہے۔ حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہے یا تو اقرار کرے یا گواہوں سے ثابت ہو نیز حد جاری کرنا حاکم اسلام کا کام ہے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ جب اس سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو شراب پیتا ہے تو اس نے انکار نہیں کیا اپنے اجتہاد سے انھوں نے اس سکوت کو اقرار سمجھا۔ اور اس کا امکان ہے کہ امیر کی جانب سے انھیں حد جاری کرنے کی اجازت رہی ہو۔ پھر وہ مجتہد تھے ہو سکتا ہے ان کا مذہب یہ ہو کہ جو عالم مقتدیٰ ہو وہ حد جاری کر سکتا ہے۔

۲۳۴۶ **حدیث** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ مَا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ اَيْنَ اُنْزِلَتْ وَلَا اُنْزِلَتْ

نہیں کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہاں نازل ہوئی اور

آيَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ فِيْمَا اُنْزِلَتْ وَلَوْ اَعْلَمُ اَحَدًا

کتاب اللہ کی کوئی آیت بھی نازل ہوئی تو میں جانتا ہوں کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر میں کسی کو جانتا کہ وہ مجھ سے

اَعْلَمَ مِنِّيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تُبَلِّغُهُ الْاِبِلُ لَرَكِبْتُ اِلَيْهِ۔

زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور وہ دور دراز ہوتا جہاں اونٹ سے جانا پڑتا میں سوار ہو کر اسکے پاس جاتا۔

تشریحات ۲۳۴۶ باب تھا صحابۂ کرام میں قرار کتنے تھے اس سلسلے میں پہلے امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار اشخاص سے سیکھو۔ (۱) عبد اللہ بن مسعود (۲) سالم (۳) معاذ بن جبل (۴) ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لیکن یہ حصر کے لئے نہیں خلفاء اربعہ بھی قرار میں شامل تھے، اسی طرح اس حدیث کے بعد مذکور ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ قرآن کو چار اشخاص کے علاوہ اور کسی نے جمع نہیں کیا۔ ابو الدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت اور ابو زید۔ یہ بھی حصر کے لئے نہیں۔ مفہوم عدد حجت

نہیں علامہ عینی نے فرمایا کہ ان کے علاوہ خلفاء اربعہ اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص، عبادہ بن صامت، ابو ایوب انصاری، ابو موسیٰ اشعری، قیس بن ابی شعثار، عمرو بن زید انصاری بدری ان کے علاوہ اور حضرات کے نام شمار کرائے ہیں حتیٰ کہ امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی ذکر کیا ہے۔

باب فضل "قل ھو اللہ احد"، صف۷۵ "قل ھو اللہ احد" کی فضیلت کا بیان۔

۲۳۴۷ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے

سمع رجلا یقرأ قل ھو اللہ احد یرددھا فلما اصبح جاء الی

ایک صاحب کو سنا کہ "قل ھو اللہ احد" پڑھ رہے ہیں اور اسے بار بار دہرا رہے ہیں تو جب صبح

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر ذالک لہ وکان

ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا

الرجل یتقالھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وہ صاحب گویا اسے کم سمجھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات

والذی نفسی بیدہ انھا لتعدل ثلث القرآن [عہ]

کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

تشریحات ۲۳۴۷ اس کے بعد والی روایت میں ہے۔ تو وہ صبح تک "قل ھو اللہ احد" پڑھتے رہے۔ اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا۔ اور تیسری روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھو یہ لوگوں پر شاق ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے یا رسول اللہ! فرمایا اللہ الواحد الصمد ثلث قرآن ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کا ثواب تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

باب فضل المعوذات صف۷۵ معوذات کی فضیلت کا بیان۔

معوذات میں قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس کے ساتھ قل ھو اللہ احد بھی داخل ہے اسی لئے جمع کا صیغہ لائے۔

عہ کتاب التوحید: باب دعاء النبی صف۱۰۹۔ کتاب الایمان والنذور: باب کیف کانت یمین النبی صف۹۸۳

۲۳۴۸ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلٰى نَفْسِهِ

تعالیٰ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے، پس جب

بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ

حضور کی بیماری سخت ہوئی تو میں حضور پر پڑھتی اور حضور کے ہاتھ کو حضور کے جسم پر

وَأَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا عه

پھیرتی اس کی برکت کی امید ہے۔

۲۳۴۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ

جب اپنے بچھونے پر تشریف لے جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع فرماتے

كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَأَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ

پھر ان میں پھونکتے پھر اس میں قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، اور

أَحَدٌ، قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ

قل اعوذ برب الناس پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہاتھ پہونچتا اپنے جسم پر ہتھیلیوں

بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَوَجْهِهٖ

کو پھیرتے شروع کرتے سر اور چہرے سے اور اپنے جسم کے

وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عه

اگلے حصے سے تین مرتبہ کرتے۔

تشریحات ۲۳۴۸-۴۹ کتاب الطب کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو مجھے حکم دیتے میں ایسا ہی کرتی۔ یونس نے کہا میں

عه مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ طب۔ عه الطب باب النفث فی الرقیۃ ص۸۵۵ الدعوات باب التعوذ والقرأت عند النوم ص۹۳۵

دیکھتا تھا ابن شہاب بھی ایسا ہی کرتے تھے جب بچھونے پر جاتے۔
مظہری نے شرح المصابیح میں کہا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے اپنی ہتھیلی میں پھونکتے پھر پڑھتے حالانکہ اسے کسی نے نہیں کہا اور اس میں کوئی فائدہ نہیں غالباً یہ راوی کا سہو ہے۔ تلاوت کے بعد پھونکنا چاہئے تاکہ قرآن کی برکت پہونچے، علامہ طیبی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ جو روایت صحیح ہو اس میں طعن جائز نہیں، پھر یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ فقرء کے معنی میں ارادۂ قرارت کے ہے جیسے آیت کریمہ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ میں ہے۔
اقول - اس تاویل کی بھی حاجت نہیں، جب روایت میں صراحت ہے کہ ہتھیلی میں پھونکنا قرارت سے مقدم ہے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں، غالباً اس سے جادوگروں کی مخالفت مقصود ہوگی کہ وہ منتر پڑھ کر پھر کسی چیز پر پھونکتے ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ ص۱۵۱ — جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔

۲۲۵۰ **حدیث** — عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ لَهُ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ اَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ۔

عبد العزیز بن رفیع نے کہا کہ میں اور شداد بن معقل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گئے ان سے شداد بن معقل نے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ چھوڑا ہے۔ فرمایا دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔ عبد العزیز نے کہا ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور ان سے بھی پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

تشریحات ۲۲۵۰ — روافض یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید چالیس پارے تھا جسمیں ایک سورۂ امامت بھی تھی یہ دس پارے مع سورۂ امامت کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ اور کچھ مخصوص مکتوبات بھی عطا فرمایا تھا اسی سلسلے میں ان لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے

پوچھا۔ ان دونوں حضرات نے روافض کے اس قول کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ مابین الدفتین جو کچھ ہے اس کے علاوہ قرآن کا اور کوئی حصہ کسی کے پاس نہیں۔

باب فَضْلِ الْقُرْآنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ ص۷۵۱ قرآن مجید کی فضیلت تمام کلام پر

۲۳۵۱ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْ
حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ اس کا حال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کے مثل ہے کہ اس کا مزہ
قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالْاُتْرُجَّۃِ طَعْمُہَا طَیِّبٌ وَرِیْحُہَا
اچھا ہے اور اس کی بو بھی اچھی ہے اور وہ جو قرآن نہیں پڑھتا مثل
طَیِّبٌ وَالَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالتَّمْرَۃِ طَعْمُہَا طَیِّبٌ وَلَا رِیْحَ لَہَا
کھجور کے ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے اور اس میں خوشبو نہیں۔ اور اس بدکار کی
مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُہَا طَیِّبٌ
مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کے مثل ہے اس کی بو اچھی ہے مزا کڑوا
وَطَعْمُہَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ
ہے اور اس بدکار کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن کے مثل ہے اس کا مزہ کڑوا ہے
طَعْمُہَا مُرٌّ وَلَا رِیْحَ لَہَا ع
اور اس میں کوئی بو نہیں۔

تشریحات ص۷۵۰ پر جو روایت ہے اس میں یہ ہے، اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے
۲۳۵۱ اور اس پر عمل کرتا ہے نارنگی کے مثل ہے تو اس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے نیز جسم میں بھی بڑی ہوتی ہے نیز دیکھنے میں اچھی لگتی ہے اسی طرح جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی۔ اور وہ مومن جو قرآن پڑھتا نہیں مگر اس پر عمل کرتا ہے وہ کھجور کے مثل ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں

ع فضائل القرآن باب من راءی بقراءۃ القرآن ص۷۵۰ باب ذکر الطعام ص۸۱۶ توحید باب قراءۃ الفاجر والمنافق الخ ص۱۱۲۸ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد ادب، ترمذی امثال، نسائی ولیمہ۔ ابن ماجہ

ہوتی، اور آگے بجائے فاجر کے یہ ہے۔ اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کے مثل ہے
اس سے ظاہر ہوا کہ فاجر سے مراد منافق ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ فاجر سے مراد معنیٰ عام ہے
اور منافق سے بھی اس کا معنیٰ عام مراد ہو یعنی منافق فی الاعتقاد اور منافق فی العمل، ظاہر ہے کہ
جو مسلمان بدکار ہو قرآن پر عمل نہیں کرتا تو اس کا قرآن پڑھنا مثل پھول کی خوشبو کے ہے اور باطن
پھول کے مزے کی طرح کڑوا۔ اترجۃ کا ترجمہ مصباح اللغات میں لیموں کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔
منجد میں ہے کہ لیموں کی قسم سے ایک پھل ہے جس کو عوام کُبّاد کہتے ہیں۔ اور کُبّاد کا ترجمہ مصباح میں
چکوترہ کیا ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ ص۷۵۱

اس کا بیان جو قرآن خوش آوازی سے نہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، کیا انھیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے ان پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ (عنکبوت ۵۱)

توضیح باب: تغنی سے کیا مراد ہے اس میں دو قول ہے ایک یہ کہ قرآن اسے دوسری کتابوں سے
مستغنی کرنے والی ہے ——— اور ایک یہ کہ خوش آوازی کہ اچھی آواز اور اچھے
لہجے سے پڑھا جائے۔ امام بخاری نے باب میں آیۃ کریمہ ذکر کرکے یہ افادہ فرمایا کہ ان کے نزدیک
تغنی سے مراد غنا یعنی بے پرواہ ہونا ہے یعنی جو قرآن پر اکتفا کرے اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں
کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ لیکن جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تغنی سے مراد اچھے لہجے اور خوش آواز
سے پڑھنا ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے کتاب التوحید
میں تعلیقاً ذکر فرمایا۔ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔
نیز اسی میں یہ حدیث بھی ذکر فرمائی۔ مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ
يَجْهَرُ بِهِ۔ اللہ کسی چیز کو اتنی پسندیدگی سے نہیں سنتا جتنا کسی اچھی آواز والے نبی کے بلند آواز سے قرآن
پڑھنے کو سنتا ہے۔

۲۳۵۲ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کسی نبی کا قول اتنی توجہ سے نہیں
لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ لِنَبِيٍّ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سنا جتنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوش آوازی سے قرآن پڑھنا سنا، ان کے

يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَّهٗ يُرِيْدُ يَجْهَرُ بِهٖ ــــ قَالَ

ایک ساتھی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جب وہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں، ـــ سفیان بن

سُفْيَانُ تَفْسِيْرُهٗ يَسْتَغْنِيْ بِهٖ عنه

عیینہ نے کہا اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن پر اکتفا کرے۔

تشریحات ۲۳۵۲ ما اَذِنَ ـ اذن ذ کے فتحہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی کی بات کو بغور سننا، کان لگانا، اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے، یہ بھی متشابہات میں سے ہے، اس کے اصل معنی اللہ اور اس کے رسول جانیں، تاویل میں یہ کہا جاتا ہے کہ مراد خصوصی رحمت کا نزول ہے اور قاری کا اکرام اور اسے زیادہ سے زیادہ ثواب دینا مراد ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اذِن ذ کے کسرہ کے ساتھ ہو جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں۔ اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو تغنی یعنی اچھے لہجے کے ساتھ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اجازت دی کہ قرآن مجید اچھے لہجے کے ساتھ پڑھیں۔

صاحب لہ ـ اس کا بھی احتمال ہے کہ صاحب سے مراد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی تلمیذ ہوں لیکن فتح الباری اور عینی وغیرہ نے کہا کہ لہٗ کی ضمیر ابوسلمہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور مراد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب ہیں جیسا کہ زبیدی نے ابن شہاب سے اسی حدیث میں روایت کیا ہے۔ یجہر بہ سے مراد یہ ہے کہ آواز کو اچھی کرکے، اچھے لہجے میں بلند آواز سے پڑھیں اور سفیان بن عیینہ نے یتغنی بالقرآن کی تفسیر کی یستغنی بہ، یعنی قرآن کے ہوتے ہوئے اور کتابوں سے مستغنی ہو جائیں پھر قرآن پر اکتفا کریں۔

بَابُ اِغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ ص۷۵۱ — صاحب قرآن پر رشک ہونا۔

۲۳۵۳ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا حسد نہیں مگر دو پر، ایک وہ شخص جس کو

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاحَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ

اللہ نے کتاب دیا وہ اس پر رات بھر قائم ہے اور وہ شخص جسے اللہ

عـــہ توحید باب قولہ ولا تنفع الشفاعۃ ص۱۱۱۵ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماهر بالقرآن ص۱۱۲۶

وَقَامَ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهٖ

نے مال دیا اور وہ رات و دن صدقہ کرتا ہے۔

اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ عه

۴۲۳۵ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِيْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسد نہیں مگر دو شخصوں پر۔ ایک وہ جسے

اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ

اللہ نے قرآن کا علم دیا تو وہ شب و روز اس کی تلاوت کرتا ہے جسے اس

فَسَمِعَهٗ جَارٌ لَّهٗ فَقَالَ لَيْتَنِيْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ

کے پڑوسی نے سنا تو کہا کاش کہ مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا جو

مِثْلَ مَا يَعْمَلُ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهٗ فِي الْحَقِّ فَقَالَ

فلاں کو دیا گیا ہے۔ تو میں بھی اسی جیسا عمل کرتا۔ اور وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا جسے وہ حق میں خرچ کرتا ہے

رَجُلٌ لَيْتَنِيْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ عه

جسے دیکھکر ایک شخص نے کہا کاش مجھے بھی اسکے مثل دیا گیا ہوتا جو فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی جیسا عمل کرتا۔

تشریحات ۴۲۳۵ اس حدیث کی پوری شرح کتاب العلم میں گذر چکی ہے۔ "حسد" کے معنی ہیں کسی کے فضل و کمال کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس سے زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے یہ حرام ہے اس لئے حدیث کی تاویل میں یہ کہا جائے گا کہ حسد سے مراد غبطہ یعنی رشک ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے فضل و کمال کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی یہ فضل و کمال ملے بغیر اس کے کہ اس سے زائل ہو، یہ جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس معنی کی دلیل ہے کہ فرمایا گیا کہ پڑوسی نے یہ دیکھ کر یہ تمنا کی کاش مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا مثل شئی کی ضد ہوتی ہے اسی لئے دقیق اشارہ ہے کہ اسے جو فضل و کمال ملا ہے وہ اس کے پاس رہے۔

عه توحید باب قول النبی رجل اتاہ اللہ القرآن ص۱۱۲۳ عه کتاب التمنی باب تمنی القرآن والعلم ص۱۰۷۱ توحید باب قول النبی رجل اتاہ اللہ القرآن ص۱۱۲۳

اور مجھے بھی اس کے مثل عطا کیا جائے۔

باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ ص۷۵۲ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی

حدیث ۲۳۵۵ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خیرکم من تعلم
فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسرے کو سکھائے۔ سعد بن عبیدہ
القرآن وعلمہ قال واقرأنی ابو عبد الرحمٰن فی امرۃ عثمان
نے کہا کہ مجھے ابو عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان کی خلافت میں پڑھایا یہاں تک کہ حجاج ہوا
حتیٰ کان الحجاج قال وذاک الذی اقعدنی مقعدی ھذا عہ
انھوں نے کہا اسی چیز نے مجھ کو اس جگہ بیٹھایا ہے۔

تشریحات ۲۳۵۵ اس کے بعد والی روایت میں ہے اِنَّ اَفضلکم من تعلم القرآن وعلمہ یعنی تم میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور دوسرے کو تعلیم دی۔

قال واقرأنی: یعنی مجھے ابو عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پڑھایا اور وہ اس وقت سے لے کر آج تک جبکہ حجاج کی حکومت قائم ہے وہ لوگوں کو قرآن پڑھا رہے ہیں۔ حضرت عثمان کی شہادت اور حجاج کی شروع ولایت کے درمیان ۳۸ سال کی مدت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی اتنی مدت سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں۔ جو بہر حال ۳۸ سال سے زیادہ کی ہے۔ "قال وذاک الذی" یہ ابو عبد الرحمٰن سلمی کا قول ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم کی جو فضیلت مذکور ہوئی اسی کی وجہ سے میں اتنی طویل مدت سے قرآن پڑھا رہا ہوں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "ذا" کا اشارہ ہو اتنی طویل مدت تک قرآن کی تعلیم دینے کی جانب اور مراد یہ ہو کہ آج میرا جو مرتبہ ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ میں اتنی مدت سے قرآن کی تعلیم دے رہا ہوں۔

باب استذکار القرآن وتعاھدہ ص۷۵۲ قرآن کا یاد کرتے رہنا اور اس کو پابندی سے پڑھنا۔

عہ ابوداؤد، صلاۃ، ترمذی، فضائل قرآن، نسائی، فضائل قرآن، ابن ماجہ، سنت۔

۲۳۵۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ
حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن یاد کرنے والے کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کی ہے
کَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَۃِ اِنْ عَاھَدَ عَلَیْھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ اَطْلَقَھَا
اگر اس کی دیکھ بھال کرتا رہے گا تو اونٹ کو روکے رہے گا اور اگر
ذَھَبَتْ عہ
کھول دے گا یہ چلا جائے گا۔

۲۳۵۷ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ
حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِھِمْ اَنْ یَّقُوْلَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بری بات ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول
نَسِیْتُ اٰیَۃَ کَیْتَ وَکَیْتَ بَلْ نُسِّیَ فَاسْتَذْکِرُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّہٗ
گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا اس لئے قرآن کو یاد کرتے رہا کرو اس لئے کہ وہ لوگوں کے سینوں
اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ عہ
سے تیزی کے ساتھ نکل جانے والا ہے بہ نسبت جانوروں کے۔

تشریحات ۲۳۵۷ بِئْسَ مَا، یعنی یہ کہنا ناپسندیدہ ہے اچھا نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا کیونکہ یہ قرآن کی تلاوت میں غفلت اور تساہلی میں ہوگا تو اس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ گویا وہ اعلان کر رہا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت پابندی سے نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ برائی حالت کی طرف راجع ہو یعنی اس شخص کا حال برا ہے جو قرآن یاد کر کے بھول جائے پھر یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا۔

بَابُ تَعْلِیْمِ الصِّبْیَانِ الْقُرْآنَ ص۷۵۳ بچوں کو قرآن کی تعلیم کا بیان۔

عہ مسلم، صلاۃ، ترمذی، فضائل۔ عہ باب نسیان القرآن ص۷۵۳۔ مسلم، صلاۃ، ترمذی، قرآن، نسائی، صلاۃ، فضائل قرآن۔

۲۳۵۸ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اِنَّ الَّذِىْ تَدْعُوْنَهُ الْمُفَصَّلَ

حدیث سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا

هُوَ الْمُحْكَمُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تُوُفِّىَ

جس کو تم لوگ مفصل کہتے ہو وہی محکم ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ

نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور میں دس سال کا تھا

وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ ۔

اور میں محکم پڑھ چکا تھا ۔

تشریحات ۲۳۵۸ یہاں محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جو منسوخ نہ ہوں، اس روایت میں مفصل کی تفسیر محکم کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر کی ہے اور اس کے بعد والی روایتوں میں محکم کی تفسیر مفصل کے ساتھ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت سعید بن جبیر نے جو تفسیر کی ہے وہ حضرت ابن عباس سے سن کر کی ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں دس سال کا تھا یہ صحیح نہیں۔ غالبا کسی راوی کا وہم ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بروایت صحیحہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ ۱۳ سال تھی ۔

بَابُ مَدِّ الْقِرَاءَةِ صـ۷۵۴ قرارت میں مد کا بیان ۔

۲۳۵۹ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ

حدیث قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

کی قرارت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا حضور مد کے ساتھ پڑھتے تھے ۔

كَانَ يَمُدُّ مَدًّا ۔

۲۳۶۰ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِىِّ

حدیث قتادہ نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ۔

قرارت کیسی تھی تو فرمایا کہ مد کے ساتھ تھی پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَیَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰہِ وَیَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَیَمُدُّ بِالرَّحِیْمِ

اور بسم اللہ پر آواز کھینچی اور رحمٰن پر بھی آواز کھینچی اور رحیم پر بھی آواز کھینچی۔

تشریحات ۲۳۶۰ مراد یہ ہے کہ ہر حرف کو عرب کے تلفظ کے مطابق جتنا کھینچنا چاہئے اتنا کھینچ کر ادا کرتے تھے یہاں تک کہ جہاں اہل عرب آواز دوسرے حروف کی بہ نسبت زیادہ کھینچتے تھے وہ آواز کو زیادہ کھینچتے۔ قرا کے نزدیک مد کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی اور سببی۔ طبعی تین جگہ ہے۔ حرف علت ساکن جس کے ماقبل کی حرکت اس کے موافق ہو۔ واو یا الف۔ ان کو دوسرے حروف کی بہ نسبت دونا ادا کیا جائے گا۔ دوسرے سببی، اس کی دو قسمیں ہیں۔ مد لازم، حرف علت ساکن کے ماقبل جس کی حرکت اس کے موافق ہو اس کے بعد ہمزہ ہو جیسے جاءَ، غیر لازم، جس میں ایسے حرف علت کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جیسے۔ ضالین۔ ایسے مد کو دوسرے حروف کی بہ نسبت تین گنا سے پانچ گنا تک دراز پڑھا جاتا ہے۔ اسم جلالت پر تعظیماً مد پڑھا جاتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جہاں جیسا مد ہونا چاہیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کے مطابق مد فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً بسم اللہ پر اسم جلالت کا مد اور رحمٰن کے الف پر مد طبعی اور رحیم میں وقف کی وجہ سے مد سببی پیدا ہو جاتا اس میں اس قسم کا مد فرماتے۔

بَابُ حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ ص۷۵۵

قرآن پڑھتے وقت آواز کو اچھی کرنا۔

۲۳۶۱ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ یَا اَبَا مُوْسٰی لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ

علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابو موسیٰ تم کو داؤد علیہ السلام کے مزماروں میں سے

مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ عہ

ایک مزمار دیا گیا ہے۔

عہ مسلم مسافرین۔ ترمذی مناقب، نسائی افتتاح، ابن ماجہ اقامہ، مسند امام احمد ج ۲۔

تشریحات ۲۳۶۱ مزمار کے معنی بانسری کے ہیں یہاں مراد خوش آوازی ہے اور آل داؤد میں آل مقحم ہے مراد حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اس لئے کہ ان کی اولاد میں کسی کے بارے میں مروی نہیں کہ اسکی آواز اتنی اچھی رہی ہو حضرت داؤد علیہ السلام زبور کو ستر لہجے میں پڑھتے تھے اور ایسا عمدہ پڑھتے تھے کہ غمزدہ بھی سن کر ہشاش بشاش ہو جاتا اور جب پڑھتے ان پر گریہ طاری ہو جاتا تو خشکی اور تری کے تمام جانور خاموش ہو جاتے اور اسے بغور سنتے اور روتے۔

باب اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ صـ۷۵۵ اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک دلجمعی رہے۔

۲۳۶۲ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجُوْنِیِّ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ
حدیث جندب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تک دلجمعی رہے قرآن پڑھو اور جب دل
قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ عـه
اچاٹ ہو جائے تو اٹھ جاؤ۔

تشریحات ۲۳۶۲ اس حدیث کی سند میں دو اختلاف ہے ایک یہ کہ حضرت جندب بن عبد اللہ سے مروی ہے یا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مشہور اور کثیر روایت یہ ہے کہ حضرت جندب سے مروی ہے چنانچہ امام بخاری نے سلام بن ابو مطیع حارث بن عبید اور سعید بن زید کی متابعت ذکر کی کہ یہ سب بطریق ابو عمران حضرت جندب سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نیز حماد بن سلمہ اور ابان بھی حضرت جندب سے روایت کرتے ہیں مگر یہ دونوں اسے حضرت جندب پر موقوف بتاتے ہیں اور غندر نے شعبہ سے ابو عمران ہی سے روایت کیا کہ میں نے جندب سے یہ سنا یعنی غندر بھی اسے موقوف بتاتے ہیں۔ یہ چھ رُواۃ اسے جندب سے روایت کرتے ہیں، تین مرفوع بتاتے ہیں اور تین موقوف، البتہ ابن عون عن ابی عمران عن عبد اللہ بن صامت عن عمر روایت کرتے ہیں امام بخاری نے فرمایا اور جندب سے اس کی روایت زیادہ صحیح اور زیادہ ہے۔ اس لئے یہی راجح ہے ابوبکر بن ابو داؤد نے کہا کہ ابن عون نے کبھی غلطی نہیں کی مگر اس روایت میں صحیح یہی ہے کہ جندب سے مروی ہے، نیز صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے اس لئے کہ اس کے مرفوع بتانے والے

عـه اس کے متصل الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب کراھیۃ الاختلاف صـ۱۰۹۵ دو طریقے سے۔ مسلم قدر، نسائی فضائل القرآن

ثقہ اور حافظ ہیں۔

اِقرؤا ما ائتلفت:۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہیں نشاط ہو، دل و دماغ حاضر ہوں اس وقت تک قرآن پڑھو اور جب تکان طاری ہو جائے اور حضور قلب نہ ہو تو پڑھنا چھوڑ دو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس قرأت پر تمہارے اصحاب کا اتفاق ہو اس کو پڑھو اور اگر اختلاف ہو جائے تو چپ چاپ وہاں سے اٹھ جاؤ نہ اس کا انکار کرو نہ اقرار، اسی دوسرے احتمال کی بنا پر حضرت امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جس کو انھوں نے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا اس کو لے کر کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی قرأت سن کر فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح ص ۷۵۵

نسل انسانی کی بقار توالد وتناسل پر ہے اور باتفاق تمام عقلائے عالم ومذاہب دنیا اس کی بنا نکاح پر ہے۔ انسان کسی بھی مذہب کا ہو کسی بھی قوم کا ہو وہ اپنے طور پر شادی اور بیاہ کو ضرور قرار دیتا ہے بغیر بیاہ یا شادی کے اگر مرد عورت اختلاط رکھیں تو پوری دنیا اس کو معیوب جانتی ہے شادی بیاہ اور نکاح گویا انسان کی فطری ضرورت ہے، اسی وجہ سے اسلام نے نکاح کے اصول وضوابط بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، نکاح کی خصوصیت یہ ہے کہ سب سے پہلا عقد عقد نکاح ہی وجود میں آیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا آپس میں اجنبی تھے۔ عقد نکاح ہی کی بدولت رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوئے، اس طرح پہلا عقد عقد نکاح ہوا۔ پہلا رشتہ جو وجود میں آیا وہ زن وشوہر کا ہے۔ اور نکاح من وجہ عبادت ہے اور من وجہ معاملہ۔

اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنت مؤکدہ ہے اس صورت میں نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنے یا اتباع سنت وتعمیل حکم یا اولاد حاصل کرنے کی نیت سے نکاح کرے گا تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضاء شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔ شہوت کا غلبہ ہے اس کا اندیشہ قوی ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو زنا یا حرام کاری میں مبتلا ہو جائے گا اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح واجب اور اگر اس کا یقین ہو کہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو حرام کاری میں ضرور مبتلا ہو جائے گا تو فرض ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر نکاح کرے گا تو نان ونفقہ نہ دے سکے گا یا حقوق واجبہ نہ ادا کر پائے گا تو مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو حرام۔ نکاح اور اس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (بہار شریعت ہفتم ص۵ بحوالہ درمختار ورد المحتار)

بَابُ التَّرْغِيْبِ فِي النِّكَاحِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى نکاح میں رغبت دلانے کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ص ۷۵۵ وجہ سے، عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

توضیح :۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا، اس آیت سے نکاح کی ترغیب یوں ثابت ہوتی ہے کہ فانکحوا امر ہے

جوطلب پر دلالت کرتا ہے اور طلب کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے، علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اس آیت میں امر استحباب کے لئے ہے اس لئے کہ اس کا سیاق یہ بیان کرنے کے لئے ہے کہ تم ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرو اور یہ بالاتفاق مباح ہے، مستحب نہیں۔ اور امر بکثرت اباحت کے لئے وارد ہے، ارشاد ہے واذا حللتم فاصطادوا جب احرام کھولدو توشکار کرو، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس وقت شکار مستحب بھی نہیں صرف مباح ہے۔

۲۳۶۳ اَخْبَرَنِی حُمَیْدُ بْنُ اَبِی حُمَیْدِ نِ الطَّوِیْلُ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ ابْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ جَاءَ ثَلٰثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا فَقَالُوْا وَاَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَحَدُھُمْ اَمَّا اَنَا فَاِنِّیْ اُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ آخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّھْرَ وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تین شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں کے پاس آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کو پوچھنے لگے جب انھیں بتایا گیا تو ایسا محسوس ہوا گویا انھوں نے حضور کی عبادت کو کم سمجھا اور انھوں نے کہا حضور کے سامنے ہم لوگ کیا ہیں، ان کو زمانہ گذشتہ بھی اور آئندہ بھی گناہوں سے بچایا گیا ہے ان میں سے ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا کبھی بھی شادی نہیں کروں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے سنو! بخدا میں تم لوگوں سے زیادہ

لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ

اللہ سے ڈرنے والا ہوں پھر بھی میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں

وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۔

اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ۔

تشریحات ۲۲۶۳ اسی کے ہم معنی ایک حدیث کتاب الایمان کے شروع میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہیں اس پر مفصل کلام گذر چکا ہے۔

غَفَرَ کے معنی سَتَرَ کے بھی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور معصوم ہیں۔ حضور سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کم عبادت کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ بلاغت کے حد اعجاز تک پہونچا ہوا ہے، مطلب یہ ہے کہ عبادت پر باعث معبود کی عظمت کا عقیدہ اور اس سے خشیت ہے۔ بندے کے دل میں معبود کی جتنی زیادہ عظمت ہوگی جتنی زیادہ خشیت ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی عبادت کرے گا۔ چونکہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا ہوں جیسا کہ ام المؤمنین کی حدیث میں اعلمکم باللہ ہے اور تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف بھی میرے دل میں ہے اس لئے میں تم سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ اصل عبادت میری اتباع ہے، میں روزہ رکھتا بھی ہوں چھوڑتا بھی ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کئے ہوئے ہوں یہ سب عبادت ہے، جو میرے طریقے سے اعراض کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

فائدہ: نکاح کے خطبے میں یہ حدیث پڑھی جاتی ہے۔ اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۔ یہ دونوں ٹکڑے اکٹھے ان الفاظ کے ساتھ مجھے کہیں نہیں ملے، ہاں دونوں جز الگ الگ مروی ہیں، یہاں یہ ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۔ ہاں ابن ماجہ میں اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ عہ ہے۔

مراد یہ ہے کہ جو میرے طریقہ سے اسے ہلکا اور معمولی جانتے ہوئے اعراض کرے وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں یا مراد یہ ہے کہ میرے طریقہ سے اعراض کر کے کوئی اور طریقہ اختیار کرے مثلاً رہبانیت اختیار کرے اس اعتقاد کے ساتھ کہ رہبانیت نکاح سے بہتر ہے۔

بَابُ كَثْرَةِ النِّسَاءِ ص ۷۵۸

۲۲۶۴ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ

حدیث عطاء نے کہا، حضرت ابن عباس کے ساتھ ہم لوگ حضرت میمونہ کے

عہ النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ص ۱۳۴

مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
جنازے پر سرف میں حاضر تھے ابن عباس نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا
علیہ وسلم کی زوجہ ہیں جب تم ان کے جنازے کو اٹھاؤ تو اسے ہلانا مت آہستگی

وَارْفُقُوْا فَاِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ
سے اٹھانا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نو۹ بیبیاں تھیں آٹھ کی باری

كَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ عہ
مقرر تھی اور ایک کی نہیں تھی۔

تشریحات ۲۳۶۴ سرف۔ مکہ معظمہ کے قریب بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے، اس جگہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسی جگہ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں ام المؤمنین حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا اور پھر مکے سے واپسی کے بعد اسی جگہ ان کے ساتھ زفاف فرمایا اور یہیں ۵۱ھ یا ۵۳ھ یا ۶۶ھ میں ان کا وصال ہوا، اور یہیں وہ مدفون ہیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ بھی تھیں۔

تسع: یعنی وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں نو۹ خواتین تھیں۔ حضرت سودہ۔ عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش، ام حبیبہ، جویریہ، صفیہ، میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ ان میں سے ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری بخوشی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس لئے باری صرف آٹھ ازواج کی تھی۔ ازواج مطہرات کی کل تعداد گیارہ ۱۱ ہے۔ نو یہ۔ اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت خدیجہ کا وصال مکہ معظمہ میں ہی ہو گیا تھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح مدینہ طیبہ میں ہوا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں مدینہ طیبہ میں ہی ۴ھ میں وصال ہو گیا تھا، چار سے زیادہ عورتوں سے بیک وقت نکاح یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ امتی کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں، کثرتِ نساء کا باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ عورتوں کی کثرت جتنی شریعت نے اجازت دی ہے معیوب نہیں بلکہ بہ نیت حسن مستحسن

عہ مسلم نکاح، نسائی نکاح

ہے بلکہ بعض دفعہ ایک سے زیادہ عورتیں کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں پر ہندو تہذیب غالب ہے اس لئے ایک سے زیادہ عورتوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اتنا کہ اگر کوئی ایک سے زیادہ عورت کرلے تو اس پر طرح طرح سے طعن کیا جاتا ہے یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ ہندوستان میں جن لوگوں کو وسعت ہو انھیں مناسب ہے کہ ایک سے زائد بیویاں کریں تاکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھے، میرا ذوق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کی نیت سے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے اور ان کے درمیان عدل کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

۲۳۶۵ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ

حدیث سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا

قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً

کیا تونے شادی کی ہے میں نے کہا نہیں فرمایا شادی کرلے اسلئے کہ اس امت کے سب سے بہتر سب سے زیادہ عورتوں والے تھے۔

تشریحات ۲۳۶۵ اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ہٰذہ الامہ کی قید سے حضرت داؤد علیہ السلام نکل گئے کہ ان کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی جن کی ایک ہزار بیویاں تھیں تین سو آزاد اور سات سو کنیزیں، اس کا بھی احتمال ہے کہ امت سے مراد امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو، مطلب یہ ہے کہ اس امت میں جن کی زیادہ بیویاں ہوں گی وہ سب سے بہتر ہوگا جب کہ اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ ص۷۵۹ غیر شادی شدہ رہنا اور خصی ہونا مکروہ ہے۔

۲۳۶۶ سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ رَدَّ

حدیث حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُونٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی غیر شادی شدہ رہنے کی درخواست کو رد فرما دیا اگر

التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

انھیں اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

۲۳۶۷ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔

حدیث حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس کچھ نہیں تھا تو ہم نے عرض کیا، کیا ہم خصی نہ ہو جائیں۔ تو ہمیں اس سے منع فرمایا پھر ہمیں رخصت دی کہ ہم عورت سے کپڑے کے عوض نکاح کریں پھر ہم پر یہ آیت تلاوت کی، اے ایمان والو، ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے آگے نہ بڑھو بیشک اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تشریحات بالثوب :- یہ اشارہ ہے متعہ کی طرف، ہو سکتا ہے اس وقت متعہ حرام نہ کیا گیا ہو یا
۲۳۶۷ اس روایت کے وقت تک حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کی حرمت کا علم نہ رہا ہو۔

۶۱۸ وَقَالَ اَصْبَغُ اِلٰى اَنْ قَالَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ شَابٌّ وَاَنَا اَخَافُ عَلٰى نَفْسِي الْعَنَتَ وَلَا اَجِدُ مَا اَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ

ت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جوان مرد ہوں اور میں اپنے اوپر زنا سے ڈرتا ہوں اور میں وہ نہیں پاتا جس سے عورتوں سے شادی کروں تو حضور خاموش رہے پھر میں نے وہی عرض کیا پھر خاموش رہے پھر میں نے وہی عرض کیا تو حضور چپ رہے پھر میں نے وہی عرض کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ! قلم

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِرْ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ ذَرْ۔

سوکھ چکا اس پر جس سے تو ملاقات کرنے والا ہے اب تو اسی پر اختصار کر یا چھوڑ دے۔

تشریحات ۶۱۸ اصبغ :۔ اس سے مراد اصبغ بن فرج ہیں منفرج عبد اللہ ابن وہب کے وراق ہیں بخاری کے اساتذہ میں کوئی اصبغ نام کے نہیں، اسماعیلی نے اس کو یوں روایت کیا ہے۔ حدثنا ابن الحارحد ثنا اصبغ۔

فاختصر :۔ ہندوستانی نسخوں میں فاختصر ہے لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری میں یہاں فاختص ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بعض اصول میں اقتصر ہے۔ اختص کی روایت پر مطلب یہ ہوا کہ تم جو کچھ کرنے والے ہو سب لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تم خصی بنو چاہے نہ بنو وہ ہو کر رہے گا اور اختصر اور اقتصر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جو کچھ ذکر کر دیا اس پر اختصار کرو اور اللہ کی قضا پر راضی رہو۔ یا اسے جانے دو اور جو تم چاہو کرو چاہو تو خصی ہو جاؤ، بہر تقدیر یہ تہدید ہے جیسے فرمایا گیا من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر، جس کا جی چاہے مومن ہو، جس کا جی چاہے کافر ہو۔

بَابُ نِكَاحِ الْأَبْكَارِ صنـ۷۶ کنواری عورتوں سے نکاح کرنا۔

۲۳۶۸ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا فِي أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيرَكَ قَالَ فِي الَّذِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا تَعْنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا۔

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتائیے اگر آپ کسی میدان میں جائیں اور اس میں کچھ درخت ایسے ہوں جس میں سے کھایا گیا ہو اور آپ ایسے درخت بھی پائیں جس سے کچھ نہیں کھایا گیا ان میں سے کہاں آپ اپنے اونٹ کو چرائیں گے فرمایا وہاں جو چرا نہیں گیا ہے مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی ہے۔

بَابُ تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ صنـ۷۶ چھوٹی عمر والوں کا بڑی عمر والوں سے شادی کرنا۔

۲۳۶۹ عَنْ اَرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث عروہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر سے عائشہ کی منگنی کی۔

خَطَبَ عَائِشَةَ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّمَا اَنَا اَخُوْكَ فَقَالَ

تو ابوبکر نے عرض کیا میں تو آپ کا بھائی ہوں فرمایا تم اللہ کے دین اور اس کی کتاب میں

اَنْتَ اَخِیْ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَهِیَ لِیْ حَلَالٌ۔

میرے بھائی ہو اور وہ میرے لئے حلال ہے۔

تشریحات ۲۳۶۹ مطابقت:۔ یہ سب کو معلوم ومشہور ہے کہ نکاح کے وقت ام المؤمنین کی عمر چھ سال تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچاس سے متجاوز تھی۔ یہ حدیث بظاہر مرسل ہے اس لئے کہ عروہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا لیکن حقیقت میں متصل ہے۔ عروہ نے یہ حدیث ام المؤمنین سے سنی ہے جیسا کہ ابو العباس طرقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو خصوصی تعلق تھا وہ حقیقی بھائیوں کے تعلق سے بڑھا ہوا تھا۔ اس بنا پر ان کو خیال ہوا کہ جیسے حقیقی بھائی کی بچی حلال نہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بات صاف کردی اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری اخوت دینی ہے نسبی نہیں اس لئے عائشہ میرے لئے حلال ہے۔ تو حضرت صدیق اکبر نے بلا تامل نکاح کردیا۔

بَابُ الْاَكْفَاءِ فِی الدِّیْنِ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا۔ ص ۷۶۲

شادی کرنے والوں کا دین میں برابر ہونا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اللہ وہی ہے جس نے نطفہ سے بشر بنایا پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا اور تیرا رب قدرت والا ہے۔

۲۳۷۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا

عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی ضُبَاعَةَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان

بِنْتِ الزُّبَیْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ اَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اَجِدُنِیْ

سے فرمایا، شاید تو نے حج کا ارادہ کیا ہے انھوں نے کہا بخدا میں اپنے آپ کو بیمار پاتی

اِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ وَقُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ

ہوں، حضور نے ان سے فرمایا حج کرو اور شرط کر دے اور کہہ اے اللہ! میرے احرام کھولنے کی جگہ وہی

حَبَسْتَنِيْ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ۔

ہے جہاں تو مجھے روکے اور یہ مقداد بن اسود کی زوجیت میں تھیں۔

تشریحات یہ حدیث کتاب الحج میں گذر چکی ہے، حج سے متعلق بحث کتاب الحج میں ہو چکی ہے۔

۲۳۷۰ یہاں ہم نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ باب سے امام بخاری کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے لئے نسب میں کفاءت شرط نہیں، صرف دین میں کفاءت شرط ہے، اس لئے کہ حضرت ضباعہ بنت الزبیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی صاحبزادی قرشیہ ہاشمیہ تھیں۔ اور حضرت مقداد بن اسود قریشی نہیں تھے یہ اصل میں کندی تھے، اسود بن عبد یغوث کے حلیف تھے اور اس نے ان کو اپنا متبنّٰی بنالیا تھا لیکن یہاں دو باتیں ہیں، یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نکاح اسلام سے پہلے ہوا ہو علاوہ ازیں حضرت مقداد بن اسود سابقین اولین میں سے اکابر و افاضل صحابہ میں سے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اسلام کو سات افراد نے ظاہر کیا، ان میں سے ایک مقداد بن اسود بھی تھے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مرد میں علم، فضل، تقویٰ، ورع ہو تو وہ اپنے سے اعلیٰ نسب کا کفو ہو سکتا ہے۔

۲۳۷۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا

کرتے ہیں کہ فرمایا عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال

وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

کی وجہ سے اس کی عزت کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے تو دین والی کو حاصل کر تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔

۲۳۷۲ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ

حدیث حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ما تقولون فی ھذا؟ قالوا

علیہ وسلم کے قریب سے گذرے تو حضور نے پوچھا ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے

حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع وان قال ان

کہا یہ اس لائق ہیں کہ اگر منگنی کریں تو ان سے نکاح کیا جائے اور اگر شفاعت کریں تو ان کی شفاعت

یستمع قال ثم سکت فمر رجل من فقراء المسلمین فقال ما

قبول کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو ان کی بات بغور سنی جائے یہ سن کر حضور کچھ دیر خاموش رہے، پھر

تقولون فی ھذا قالوا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع

غریب مسلمانوں میں سے ایک صاحب گذرے تو حضور نے پوچھا ان کے بارے میں کیا کہتے ہو لوگوں نے کہا یہ ایسے ہیں

ان لا یشفع وان قال ان لا یستمع فقال رسول اللہ صلی اللہ

کہ اگر منگنی کریں تو نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کریں تو قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو سنا نہ جائے اس پر

تعالیٰ علیہ وسلم ھذا خیر من ملء الارض مثل ھذا ؏

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس شخص جیسے زمین بھر سے بہتر ہے۔

باب ما یتقی من شؤم المرأۃ وقولہ تعالیٰ ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم۔ صـ ۷۶۳

اس کا بیان کہ عورت کی نحوست سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک تمہاری بیویوں اور تمہارے اولادمیں سے تمہارے دشمن ہیں۔

توضیح تحقیق یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں جیسا کہ باب میں ذکر کی ہوئی دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے۔ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو اس کا مہر بہت ہو، بدخلق ہو۔

۲۲۷۳ عن اسامۃ ابن زید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حدیث اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے اپنے

قال ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء ؏۔

بعد کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ مردوں کو نقصان پہونچانے والا نہیں چھوڑا۔

؏ الرقاق باب فضل الفقر صـ ۹۹۴ ـ ابن ماجہ زہد

بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ - ص ۷۶۳ آزاد عورت غلام کی زوجیت میں ہو۔

۲۲۷۴ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ بریرہ کی ذات سے

قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ وَقَالَ رَسُوْلُ

تین احکام معلوم ہوئے وہ آزاد ہوئیں ان کو اختیار دیا گیا اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ولا اس کے لئے ہے جو آزاد کرے اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور ہانڈی آگ پر تھی، حضور کے قریب روٹی

خُبْزٌ وَاُدْمٌ مِنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ لَمْ اَرَ الْبُرْمَةَ فَقِيْلَ لَحْمٌ

اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن قریب کیا گیا فرمایا کیا میں نے ہانڈی کو نہیں

تُصُدِّقَ عَلٰى بَرِيْرَةَ وَاَنْتَ لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا

دیکھا؟ عرض کیا گیا یہ صدقہ کا گوشت ہے جو بریرہ کے پاس آیا تھا اور آپ صدقہ نہیں

صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ ؏

کھاتے۔ فرمایا وہ ان کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

تشریحات ۲۲۷۴ یہ حدیث گذر چکی ہے۔ اس کے متعلق ابحاث بھی گذر چکی ہیں، یہاں صرف یہ بتانے کے لئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر کا نام مغیث تھا وہ غلام تھے کہ آزاد اس سلسلہ میں دونوں روایتیں آئی ہیں۔ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے روایت کیا ہے کہ وہ آزاد تھے، لیکن خود ابو داؤد میں دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ غلام تھے اور یہی مسلم میں بھی ہے پھر بخاری میں باب الطلاق میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ ان روایات کی تطبیق میں شراح نے بہت کوشش کی ہے، علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ پہلے وہ غلام تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو اختیار دیا اس وقت

؏ طلاق باب لا یکون بیع الامۃ طلاقا ص ۷۹۵ اطعمہ باب الادم ص ۸۱۶ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی طلاق۔

آزاد تھے، یہاں یہ بتانا ہے کہ باندی اگر کسی کے نکاح میں ہو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام جب وہ آزاد ہو جائے گی تو اسے اختیار ہے خواہ سابق شوہر کے نکاح میں رہے خواہ اس سے الگ ہو جائے۔

گوشت کے بارے میں اطعمہ میں یہ زائد ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ بریرہ نے یہ گوشت ہمیں ہدیہ میں دے دیا ہے۔ پہلے ہی گوشت حضور کی خدمت میں اس لئے نہیں پیش کیا کہ بہر حال وہ حقیقت میں صدقہ تھا۔ ام المؤمنین نے یہ خیال فرمایا کہ اگر چہ بریرہ نے ہم کو ہدیہ کر دیا ہے شاید اب بھی حضور نہ تناول فرمائیں۔

بَابٌ اُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَيُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يُحَرِّمُ مِنَ النَّسَبِ ص۷۶۴

اس بات کا بیان کہ تم پر تمہاری وہ مائیں حرام ہیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور رضاعت سے بھی وہ حرام جو نسب سے حرام ہیں۔

۲۳۷۵ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَتَ أَبِي سَلَمَةَ

حدیث زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دیا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے انھیں خبر دیا کہ

أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ ابْنَتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بہن ابو سفیان کی بیٹی سے نکاح

رَسُولَ اللهِ انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ أَوَتُحِبِّينَ ذَالِكَ

فرمالیں، تو حضور نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتی ہو، میں نے عرض کیا ہاں۔

فَقُلْتُ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي

آپ کے لئے تنہا میں ہی نہیں ہوں۔ اور میں پسند کرتی ہوں کہ خیر میں میری بہن

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ذَالِكَ لَا يَحِلُّ لِي قُلْتُ

میری شریک ہو۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے لئے حلال نہیں

فَإِنَّا نُحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ بِنْتَ

تو میں نے عرض کیا، ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضور ابو سلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے

أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ

ہیں فرمایا ام سلمہ کی لڑکی سے میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا اگر وہ میری گود میں

لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ

ربیبہ نہ ہوتی تو وہ بھی میرے لئے حلال نہ ہوتی۔ اس لئے کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَیَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ - قَالَ عُرْوَةُ وَثُوَيْبَةُ

مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم لوگ ہرگز اپنی بہنوں۔ بیٹیوں کو مجھ پر پیش نہ کرو۔

مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى

عروہ نے کہا ثویبہ ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ ابو لہب نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ

انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ جب ابو لہب مرگیا تو اس کے بعض اہل کو خواب میں دکھایا گیا

قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ

بدترین حالت میں انھوں نے ابولہب سے پوچھا کیا ملا۔ تو ابو لہب نے کہا تمہارے بعد مجھ کو خیر نہیں ملا

فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ عہ

سوائے اس کے کہ اس کے ذریعہ سے مجھ کو پلایا جاتا ہے۔ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے۔

تشریحات:- زینب بنت ابی سلمۃ

۲۲۷۵ یہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی تھیں جوان کے سابق شوہر حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد سے تھیں۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان بہن کا نام یا تو عزۃ تھا یا حمنۃ یا دُرّۃ۔

انّ ذالك لا یحل لی یعنی زینب میرے لئے دو وجہ سے حرام ہیں ایک تو یہ کہ وہ میری زوجہ ام سلمہ کی بیٹی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ـــــ اور حرام ہیں تم پر ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ دوسرے اس بنا پر کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہیں مجھے اور اس کے باپ ابو سلمہ کو ابو لہب کی لونڈی ثویبہ کے دودھ پلایا ہے۔

قال عروۃ۔ یہ تعلیق نہیں سند مذکور کے ساتھ متصل ہے قصہ یہ ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے بشارت دی اس پر خوش ہو کر کے ابو لہب نے اسے آزاد کر دیا۔ جب وہ مرگیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سال بھر کے بعد اس کو

عہ باب ربائبکم اللاتی ص۷۶۵ باب وان تجمعوا بین الاختین ص۷۶۶ باب عرض الانسان ابنتہ ص۷۶۵ کتاب النفقات باب المراضع من المواليات وغيرهن ص۸۰۹ مسلم نکاح۔ نسائی نکاح۔

خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا برے حال میں ہوں۔ مگر ہر دوشنبہ کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اس نے اپنے انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے درمیان ایک سوراخ کی طرف اشارہ کر کے کہا اس سے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے۔

ائمۂ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ اصل ہے ان لوگوں کے لئے جو میلاد شریف منعقد کرتے ہیں۔ کہ جب ایک کافر کو جہنم میں ولادت کی خوشی منانے پر یہ انعام ملا ہے تو جو مسلمان صدق نیت کے ساتھ میلاد پاک کی خوشی منائے گا۔ اسے کیا کچھ انعام نہ ملے گا۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی کافر کو اس کے کسی عمل خیر پر آخرت میں کوئی اجر نہ ملے گا لیکن یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی تو انھیں آخرت میں اجر ملا کہ فرمایا۔ ”لولا أنا لكان في الدرك الاسفل“ اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتے۔ اسی طرح ابو لہب کو بھی ملا۔

بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ وَقَوْلِهِ تَعَالَى حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ.. ... إِلَى قَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ ٦٥

عورتوں میں سے کون حلال ہیں اور کون حرام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں ... (اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ اللّٰہ کانَ عَلیماً حَکیماً تک۔

توضیح اس آیت میں ہے ”اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گذرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو عورتیں ہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو، قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انھیں دو اور قرار داد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جاوے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ چودہ [۱۴] قسم کی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ تم پر حرام ہیں۔ لیکن انھیں میں حصر نہیں۔ جس طرح دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح پھوپھی اور اس کی بھتیجی اور بھانجی اور خالہ اور اس کی بھتیجی اور بھانجی کو بھی جمع کرنا حرام ہے۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے جن میں سے کسی ایک کو اگر مرد فرض کریں تو دوسری

سے اس کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ اسی طرح رضاعی پھوپھی رضاعی خالہ وغیرہ بھی حرام ہیں۔ جنکی تفصیل کتب فقہ میں درج ہے۔

ت ۶۱۹ وَقَالَ اَنَسٌ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ ذَوَاتُ الْاَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ لَا يُرٰى بَأْسًا اَنْ يَّنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهٗ مِنْ عَبْدِهٖ وَقَالَ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔ ص ۷۶۵

اور حضرت انس نے فرمایا اس آیت میں محصنٰت سے مراد وہ عورتیں ہیں جو آزاد شوہروں کے نکاح میں ہوں ہاں باندیاں حلال ہیں مثلاً مسلمانوں نے جہاد میں کفار کی عورتوں پر قبضہ کر لیا اور وہ باندی ہوگئیں تو وہ حلال ہیں اگرچہ ان کے شوہر زندہ ہوں جنھوں نے انکو طلاق نہ دیا ہو اسی طرح اس میں بھی حرج نہیں کہ کسی کی باندی اس کے غلام کے نکاح میں ہو اور اس کا آقا اس کے غلام شوہر کے نکاح سے الگ کر کے اپنے پاس رکھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان چودہ قسم کی عورتوں کے علاوہ مشرکہ عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس آیت میں مشرکہ بمعنی کافرہ ہے اور یہود و نصاریٰ اہل کتاب اس سے مستثنیٰ ہیں کہ فرمایا گیا۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ اور اہل کتاب خاص ہیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ۔ ان دو کے علاوہ کسی بھی کافرہ عورت سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ وہ مشرکہ نہ ہو۔

ت ۶۲۰ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا زَادَ عَلٰى اَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ كَاُمِّهٖ وَابْنَتِهٖ وَاُخْتِهٖ

ابن عباس نے فرمایا جو چار سے زیادہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔ ماں اور بیٹی اور بہن کی طرح۔

۲۳۷۶ وَقَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَبِيْبٌ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَّمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ الْاٰيَة

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نسب سے سات حرام کی گئیں اور صہر سے سات حرام کی گئیں پھر انھوں نے تلاوت کیا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں .... پوری آیت۔

تشریحات قَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ۔ اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذاکرۃً سنا ہے۔ صہر سے مراد سسرالی رشتہ ۲۳۷۶
ہے۔ مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا تو ہندہ کی ماں ہندہ کی دادی ہندہ کی نانی زید پر حرام ہو جاتی ہیں۔ آیت میں نسب سے جو سات عورتیں حرام ہیں۔ وہ تو تصریح کے ساتھ مذکور ہیں۔ (۱) مائیں (۲) بیٹیاں (۳) بہنیں (۴) پھوپھیاں (۵) خالائیں (۶) بھتیجیاں (۷) اور بھانجیاں۔
لیکن صہر سے جو سات عورتیں حرام ہیں۔ وہ سب صراحۃً مذکور نہیں۔ صرف تین مذکور ہیں ۔۔۔ (۱) بیویوں کی مائیں (۲) مدخولہ کی بیٹیاں (۳) اور بیٹوں کی بیویاں۔ اس لئے اس کے استشہاد میں آیۂ کریمہ کی تلاوت درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ صہر سے مراد یہاں سبب ہے تو اب اس میں رضاعی مائیں رضاعی بہنیں اور جمع بین الاختین اور شوہر والیاں بھی داخل ہو جائیں گی۔ اس طرح سات ہوتیں۔
طبرانی نے حضرت ابن عباس ہی سے اس حدیث کے اخیر میں یوں روایت کیا ہے۔ پھر عبد اللہ ابن عباس نے پڑھا حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں یہاں تک کہ بنات الاخ و بنات الاخت تک پہنچے۔ پھر فرمایا یہ نسب ہے۔ پھر پڑھا اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا یہاں تک کہ پہنچے اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو اور پڑھا اور ان سے نکاح نہ کرو جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے فرمایا یہ صہر ہے۔
اس روایت میں "والمحصنٰت" مذکور نہیں۔ اس کے بجائے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مذکور ہے۔ رضاعت پر صہر کا اطلاق یا تو تغلیباً ہے یا مجازاً۔ مصاہرت کی وجہ سے مزید چار یہ عورتیں حرام ہیں۔ زوجہ کی دادیاں، نانیاں۔ اصول باپ دادا وغیرہ کی بیبیاں فروع بیٹے پوتوں وغیرہما کی بیبیاں۔

ف ۲۳ وَجَمَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ ۔ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بِهٖ ۔ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ ۔

اور جمع کیا عبد اللہ بن جعفر نے حضرت علی کی صاحبزادی اور اور حضرت علی کی بیوی کے درمیان۔ اور ابن سیرین نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور حسن نے اس کو ایک مرتبہ مکروہ کہا پھر کہا اس میں حرج نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کی صاحبزادی زینب سے نکاح کیا اور انھیں کے ساتھ ان کی بیوی لیلہ بنت مسعود سے نکاح کیا اور جب زینب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے نکاح کیا۔ اس نکاح میں کوئی حرج نہیں اس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت امام حسن بصری سے کراہت منقول ہے مگر رجوع بھی ثابت ہے ہاں ابن بطال نے کہا ابن ابی لیلہ نے کہا یہ نکاح جائز نہیں، لیکن پوری امت کا اتفاق ہے

کہ یہ درست ہے۔ اور از روئے اصول اس میں کوئی حرج نہیں ۔

ت ۶۲۲ وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ۔
اور حسن بن حسن بن علی (حسن مثنیٰ) نے چچا کی دو بیٹیوں کے درمیان ایک رات میں جمع کیا۔

تشریحات ۶۲۲ امام حسن مثنیٰ نے اپنے چچا محمد بن علی کی صاحبزادی اور دوسرے چچا عمر بن علی کی صاحبزادی سے ایک رات میں نکاح کے بعد ہمبستری کی۔

ت ۶۲۳ وَكَرِهَهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَالِكُمْ۔
جابر بن زید نے اس کو مکروہ جانا۔ قطع رحمی کی وجہ سے اور اس میں تحریم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لئے حلال کی گئیں اس کے ماسوا۔

تشریح ۶۲۳ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک نے بھی اس کو مکروہ جانا حرام نہیں کہا۔ اور یہی عطا کا بھی قول ہے ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت کی کسی رشتہ دار عورت سے نکاح نہ کیا جائے قطع رحمی کے اندیشے سے اس لئے کہ سوکنوں میں عموماً جھگڑا ہو جاتا ہے۔ جو قطع رحم کا سبب بنے گا۔

ت ۶۲۴ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَا بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ
ابن عباس نے فرمایا جب اپنی عورت کی بہن کے ساتھ زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں۔

ت ۶۲۵ وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ فِي مَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ۔
یحییٰ کندی، شعبی اور ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی لڑکے سے لواطت کرے تو اس کی ماں سے شادی نہ کرے۔

لواطت سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے احناف اور امام مالک امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ امام ثوری امام اوزاعی نے فرمایا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور یہی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ہے۔

وَيَحْيَى هٰذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ
اور یہ یحییٰ معروف نہیں ہیں۔ ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان کی عدالت مشہور نہیں۔ ورنہ ان سے ثوری، ابو عوانہ اور شریک نے روایت کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کے بارے میں کوئی جرح ذکر نہیں کی اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، اور یحییٰ کندی کا یہ قول سفیان ثوری اور اوزاعی اور امام احمد نے بھی کیا ہے۔

ت ۶۲۶ وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَا بِهَا
اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

لَا تَحْرُمُ عَلَیْہِ اِمْرَأَتُہٗ۔ کرتے ہوئے کہا جب کوئی بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہو گی۔

ت ۶۲۶ وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِی نَصْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَرَّمَہٗ۔ ابو نصر سے روایت کرتے ہوئے ابن عباس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حرام ہو جائے گی۔

وَاَبُوْ نَصْرٍ ھٰذَا لَمْ یُعْرَفْ بِسَمَاعِہٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ اور ان ابو نصر کا ابن عباس سے سماع ثابت نہیں۔

لیکن ابو زرعہ نے کہا کہ یہ اسدی ہیں اور ثقہ ہیں اور انھوں نے ابن عباس سے روایت بھی کی ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے اللہ عزوجل کے اس قول کے معنیٰ پوچھے۔ " وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ "۔

ت ۶۲۸ وَرُوِیَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ وَجَابِرِ بْنِ زَیْدٍ وَالْحَسَنِ وَبَعْضِ اَھْلِ الْعِرَاقِ تَحْرُمُ عَلَیْہِ۔ عمران بن حصین اور جابر بن زید اور حسن بصری اور بعض اہل عراق سے مروی ہے کہ اس پر حرام ہو جائے گی۔

ت ۶۲۹ وَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ لَا تَحْرُمُ عَلَیْہِ حَتّٰی یَلْتَزِقَ بِالْاَرْضِ یَعْنِیْ تُجَامِعُ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پر حرام نہیں ہو گی یہاں تک کہ زمین سے چپکا دے یعنی ہمبستری کر لے۔

ت ۶۳۰ وَجَوَّزَہٗ اِبْنُ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَۃُ وَالزُّھْرِیُّ ابن مسیب عروۃ اور زہری بھی یہی کہتے ہیں کہ حرام نہیں۔

ت ۶۳۱ وَقَالَ الزُّھْرِیُّ قَالَ عَلِیٌّ لَا تَحْرُمُ وَھٰذَا مُرْسَلٌ۔ اور زہری نے کہا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ یہ حرام نہیں۔

تشریحات ۶۳۱ اگر کوئی معاذ اللہ اپنی ساس کے ساتھ زنا کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو گی یا نہیں یہ فرع ہے اس بات کی کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ سلف کا اس میں اختلاف رہا۔ ہمارے یہاں ثابت ہوتی ہے اس لئے اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو زانی کے اصول و فروع مزنیہ پر اور مزنیہ کے اصول و فروع زانی پر حرام ہو جائیں گے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ان کا قیاس یہ ہے کہ حرمت ایک نعمت ہے اور حرام سے نعمت نہیں ثابت ہوتی جیسا کہ حضرت علی عروہ بن زبیر اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَرَبَائِبُکُمُ اللَّاتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور جن بیبیوں سے تم

مِنْ نِّسَاۤىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ص۶۵ۓ | صحبت کر چکے ہو ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں۔ تم پر حرام ہیں۔

ت ۶۳۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلدُّخُوْلُ وَ الْمَسِيْسُ وَاللِّمَاسُ هُوَالْجِمَاعُ۔ | اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآن مجید میں دخول اور مسیس اور لماس سب سے مراد جماع ہے۔

وَمَنْ قَالَ بَنَاتُ وَلَدِهَا هُنَّ بَنَاتُهُ فِي التَّحْرِيْمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ حَبِيْبَةَ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَ لَا اَخَوَاتِكُنَّ۔ | اور جس نے کہا عورت کی اولاد کی بیٹیاں اس کی بیٹیاں ہیں تحریم کے معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ ام حبیبہ سے فرمایا۔ مجھ پر اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو نہ پیش کرو۔

مقصد یہ ہے کہ ربائب سے مراد صرف اپنی زوجہ کی بیٹیاں ہی نہیں بلکہ پوتیاں اور نواسیاں بھی مراد ہیں۔ اور حدیث سے استدلال کی بنیاد لفظ بنات کا عموم ہے کہ اس سے مراد بیٹیاں بھی ہیں اور پوتیاں اور نواسیاں بھی۔

وَكَذَالِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْاَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْاَبْنَاءِ۔ | اور ایسے ہی پوتوں کی بیویاں بیٹوں کی بیویوں کے حکم میں ہیں۔

حاصل کلام یہ نکلا کہ بیویوں کی فروع اسی طرح فروع کی بیویاں سب حرام ہیں۔

وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيْبَةَ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فِيْ حُجْرِهٖ۔ | اور کیا عورت کی اس لڑکی کو بھی ربیبہ کہیں گے جو شوہر کی پرورش میں نہ ہو۔

جمہور کا مسلک اس خصوص میں یہ ہے کہ فی حُجُوْرِكُمْ کی قید واقعی ہے احترازی نہیں چونکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ عورت دوسرے شوہر کی چھوٹی بچی کو عقد ثانی کے بعد بھی اپنے پاس رکھتی ہے۔ لہذا بیوی کی لڑکی مطلقاً حرام ہے اگرچہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو۔

ظاہریہ یہ کہتے ہیں کہ اگر شوہر کی پرورش میں نہیں تو حرام نہیں ان کے نزدیک یہ قید احترازی ہے۔

وَدَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِيْبَةً لَهٗ اِلٰى مَنْ يَّكْفُلُهَا۔ | اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک ربیبہ اس شخص کے حوالہ کی جو اس کی کفالت کرے۔

بزار اور حاکم نے بطریق ابو اسحاق فروہ ابن نوفل اشجعی عن ابیہ سے روایت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت ام سلمہ کو انھیں دیا اور فرمایا کہ تم میری دایہ ہو۔ وہ لے گئے پھر آئے تو حضور نے پوچھا کہ بچی کو کیا کیا تو انھوں نے عرض کیا وہ اپنی رضاعی ماں کے پاس ہے۔ بحث یہ چل رہی تھی کہ ربیبہ اگر کسی کی پرورش میں نہ ہو تو وہ حرام ہے کہ نہیں؟ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ زینب بنت ام سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں نہیں تھیں پھر بھی ابھی حدیث

گذری کہ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ میری ربیبہ میری پرورش میں نہ ہوتی ۔ الی آخرہ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے باوجود کہ زینب بنت ام سلمہ حضور کی پرورش میں نہیں تھیں مگر وہ حضور کے لئے حلال نہیں تھیں ربیبہ ہونے کی وجہ سے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرورش ہونے کی قید احترازی نہیں واقعی ہے ۔ اس کے لئے مفہوم نہیں ۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَ بِنْتِهٖ اِبْنًا ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسہ کو بیٹا فرمایا ۔

مناقب میں حضرت ابو بکرہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے ۔

باب لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا ص ۷۶۶ پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح نہ کیا جائے ۔

۲۲۷۷ عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى

اس سے منع فرمایا کہ بیوی اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کیا جائے ۔

عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا عـه

تشریح حدیث میں صرف پھوپھی اور خالہ کا ذکر ہے لیکن انھیں کی تخصیص نہیں ہر ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں کہ ان میں سے اگر ایک مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو اور اس صورت میں حرمت عارضی ہے دوامی نہیں مثلاً عورت کو طلاق دے دیا، یا مر گئی تو عدت کے بعد اس کی بہن پھوپھی خالہ وغیرہ سے نکاح حرام نہیں ۔

۲۲۷۸ حَدَّثَنِيْ قَبِيْصَةُ ابْنُ ذُؤَيْبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ

نے منع فرمایا کہ عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی سے اور اس کی خالہ سے نکاح

عـه نسائی، نکاح

تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ عَلٰی عَمَّتِہَا وَالْمَرْأَۃُ وَخَالَتُہَا فَنُرٰی خَالَۃَ اَبِیْہَا

کیا جائے —— (زہری نے کہا) ہم جانتے ہیں کہ اس کے باپ کی خالہ بھی اسی مرتبہ میں

بِتِلْکَ الْمَنْزِلَۃِ لِاَنَّ عُرْوَۃَ حَدَّثَنِیْ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ حَرِّمُوْا

ہے اس لئے کہ عروہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت

مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

کرتے ہوئے کہ انھوں نے فرمایا کہ رضاعت سے اس کو حرام جانو جو نسب سے حرام ہے۔

تشریحات ۲۳۷۸ یہ توصحیح ہے کہ عورت کے باپ کی خالہ عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے حرام ہے۔ اس لئے کہ اگر ان میں سے عورت کو مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح باپ کی خالہ سے درست نہیں لیکن امام زہری نے اس پر حدیث رضاعت سے جو استدلال فرمایا ہے وہ محل نظر ہے۔

بَابُ الشِّغَارِ ص۷۶۶ شغار کا بیان

۲۳۷۹ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا —— اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بچی

اَنْ یُّزَوِّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَہٗ عَلٰی اَنْ یُّزَوِّجَ الْاٰخَرُ اِبْنَتَہٗ لَیْسَ بَیْنَہُمَا

کی شادی کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بچی کی شادی اس کے ساتھ کردے اور مہر کچھ نہ ہو۔

صَدَاقٌ ؎۱

تشریحات ۲۳۷۹ شغار کی جو تفسیر مذکور ہوئی یہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لیکن کتاب الحیل میں یہ تصریح ہے کہ عبید اللہ نے نافع سے پوچھا کہ شغار کیا ہے تو انھوں نے مذکورہ بالا تفسیر ذکر کی اور یہ اضافہ کیا کہ کوئی شخص اپنی بہن کا نکاح کسی سے کرے اس شرط پر کہ وہ اپنی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کرے بغیر مہر کے۔ امام شافعی نے فرمایا۔

؎۱ حیل ص۱۰۲۹ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ۔ کلہم فی النکاح

کہ میں نہیں جانتا کہ حدیث میں شغار کی تفسیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا ابن عمر سے ہے یا نافع سے یا مالک سے ہے ـــــــ بہر حال یہ تفسیر کسی کی بھی ہو شغار کے یہی معنیٰ ہیں کہ کوئی شخص اپنی کسی عورت کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرے جو اس کی ولیہ ہو اس شرط پر کہ دوسرا اپنی ولیہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دے اور مہر کچھ نہ ہو ـــــ یہ نکاح ممنوع ہے یعنی کرنے والا گنہ گار ہوگا لیکن اگر کوئی کرے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اور دونوں پر مہر مثل واجب ہوگا۔

بَابُ نَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ آخِرًا ص٧٦٦ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے اخیر میں منع فرمادیا تھا۔

۲۲۸۰ — أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ۔

حدیث حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبد اللہ اپنے والد (محمد بن حنفیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور دیسی گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں منع فرمایا۔

۲۲۸۱ — عَنْ أَبِي جَمْرَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ فَقَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ إِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْحَالِ الشَّدِيدِ وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ أَوْ نَحْوَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ۔

حدیث ابو جمرہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا ابن عباس سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اجازت دی اس پر ان کے غلام نے کہا کہ یہ اجازت سخت حالت میں تھی اور عورتوں میں کمی تھی یا اور کسی ضرورت سے ابن عباس نے کہا ہاں۔

۲۲۸۲ — عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ كُنَّا

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

فِی جَیْشٍ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَدْ اُذِنَ

کہ ہم لوگ ایک لشکر میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا کہ تم

لَکُمْ اَنْ تَسْتَمْتِعُوْا فَاسْتَمْتِعُوْا۔

لوگوں کو متعہ کی اجازت دے دی گئی ہے تو متعہ کرو۔

ت ۶۲۳ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ حَدَّثَنِیْ اِیَاسُ بْنُ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ وَّامْرَاَۃٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَۃُ مَا بَیْنَہُمَا ثَلٰثُ لَیَالٍ فَاِنْ اَحَبَّا اَنْ یَّتَزَایَدَا اَوْ یَتَتَارَکَا تَتَارَکَا فَمَا اَدْرِیْ اَشَیْءٌ کَانَ لَنَا خَاصَّۃً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّۃً

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَبَیَّنَہٗ عَلِیٌّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَنْسُوْخٌ۔

ابن ابی ذئب نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا، اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا جو مرد اور عورت آپس میں طے کرلیں وہ تین رات آپس میں گذارلیں۔ اور اگر چاہیں تو زیادہ کرلیں یا چاہیں تو چھوڑدیں تو چھوڑدیں ۔۔۔ تو میں نہیں جانتا کہ ہمارے لئے خاص تھا یا سب کے لئے عام۔

اور ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری) نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا، کہ وہ منسوخ ہے۔

تشریحات ۶۲۳ متعہ کے سلسلے میں بقدر ضرورت پہلے گفتگو ہوچکی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں متعہ کی اجازت تھی۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر اسے حرام فرمایا۔ پھر بضرورت غزوہ اوطاس میں اجازت دی۔ پھر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام فرمادیا۔

بَابُ عَرْضِ الْمَرْاَۃِ نَفْسَہَا عَلَی الرَّجُلِ الصَّالِحِ ص۷۶۷ کسی عورت کا اپنے آپ کو کسی نیک شخص پر پیش کرنا۔

۲۳۸۲ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمٌ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِیَّ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ

حدیث ثابت بنانی نے کہا کہ میں حضرت انس کے یہاں بیٹھا تھا اور وہاں

اَنَسٍ وَّعِنْدَہٗ اِبْنَۃٌ لَّہٗ قَالَ اَنَسٌ جَاءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

ان کی ایک صاحبزادی بھی تھیں تو حضرت انس نے یہ حدیث بیان کی کہ ایک عورت

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْرِضُ عَلَیْہِ نَفْسَہَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور پر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض

اَلَکَ بِیْ حَاجَۃٌ فَقَالَتْ بِنْتُ اَنَسٍ مَا اَقَلَّ حَیَاءَہَا وَاسَوْءَتَاہُ

کیا کہ یارسول اللہ! کیا حضور کو میری حاجت ہے۔ اس پر حضرت انس کی صاحبزادی نے کہا کتنی

وَاسُوْءَتَاہُ قَالَ ھِیَ خَیْرٌ مِّنْكِ رَغِبَتْ فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
بے حیا تھی وہ ـــ ہائے برائی ہائے برائی حضرت انس نے فرمایا وہ تجھ سے بہتر تھی اس نے نبی

وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ عَلَیْہِ نَفْسَھَا ؂
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رغبت کی اور اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا ۔

تشریحات ۲۳۸۳

یہ عورت کون تھیں ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا، علامہ ابن حجر نے قیاس سے فرمایا یہ لیلیٰ بنت قیس بنت خطیم تھیں. علامہ عینی نے اس پر تعقب فرمایا کہ لیلیٰ بنت قیس کا قصہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ قصہ اور ہے اور حضرت انس کی حدیث میں جو قصہ مروی ہے یہ قصہ اور ہے۔

اقول وھو المستعان ـــ دونوں قصوں کو مختلف کہنا محل نظر ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اختصار کے ساتھ صرف پیش کرنے کا ذکر ہے پوری تفصیل مذکور نہیں اس کا احتمال ہے کہ یہ لیلیٰ بنت قیس ہی ہوں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ جَلَّ وَعَزَّ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِہٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْ اَنْفُسِکُمْ عَلِمَ اللّٰہُ اَلْاٰیَةَ اِلٰی قَوْلِہٖ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ص۲۶۸

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کا بیان تم پر گناہ نہیں کہ تم عورتوں کی منگنی کنایۃً کرو یا اپنے جی میں چھپاؤ غفور حلیم تک ۔

توضیح عورتیں جب عدت میں ہوں تو انہیں صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے ہاں اشارہ کنایہ میں کوئی حرج نہیں یا اپنے جی میں طے کر لیا جائے کہ اس مطلقہ سے نکاح کرنا ہے۔

اَکْنَنْتُمْ اَضْمَرْتُمْ یعنی تم نے چھپایا وَکُلُّ شَیْءٍ صُنْتَہٗ فَھُوَ مَکْنُوْنٌ اور جس چیز کو تم چھپالو تو وہ مکنون ہے۔

ت ۶۳۴ وَقَالَ لِیْ طَلْقٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فِیْمَا عَرَّضْتُمْ
ابن عباس نے کہا کہ تعریض سے مراد یہ ہے کہ کہے کہ میں شادی کا ارادہ رکھتا ہوں

؂ ادب. باب مالا یستحی من الحق ص۹۰۴ ، نسائی، ابن ماجہ نکاح ۔

يَقُوْلُ إِنِّىْ أُرِيْدُ التَّزْوِيْجَ وَلَوَدِدْتُّ أَنَّهُ تُيَسَّرُ لِىْ إِمْرَأَةٌ صَالِحَةٌ.

اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی نیک عورت میسر آئے۔

ت ۶۳۵ وَقَالَ الْقَاسِمُ يَقُوْلُ إِنَّكِ عَلَىَّ كَرِيْمَةٌ وَإِنِّىْ فِيْكِ لَرَاغِبٌ

اور قاسم نے کہا کہ یوں کہے تو میرے نزدیک بزرگ ہے میں تیرے اندر خواہش رکھتا ہوں

وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَائِقٌ إِلَيْكِ خَيْرًا أَوْ نَحْوَ هٰذَا.

بے شک اللہ تجھ تک خیر ہی پہونچائے گا۔ یا اس جیسی باتیں۔

ت ۶۳۶ وَقَالَ عَطَاءٌ يُعَرِّضُ وَلَا يَبُوْحُ يَقُوْلُ إِنَّ لِىْ حَاجَةً

اور عطاء نے کہا اشارہ کنایہ میں بات کرے اور صراحۃً نہ کرے مثلاً یوں کہے بے شک

وَأَبْشِرِىْ وَأَنْتِ بِحَمْدِ اللّٰهِ نَافِقَةٌ وَتَقُوْلُ هِىَ قَدْ أَسْمَعُ مَا تَقُوْلُ

مجھے ضرورت ہے اور تجھے بشارت ہو اور تو بحمد اللہ سکۂ رائج الوقت ہے۔ اور وہ عورت کہے

وَلَا تَعِدُ شَيْئًا وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا وَإِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِىْ

میں سنتی ہوں جو تو کہتا ہے اور وہ وعدہ نہ کرے اور نہ اس کا ولی وعدہ کرے اگرچہ عورت کو علم نہ ہو اور اگر کسی

عِدَّتِهَا ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا.

عورت نے عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا پھر عدت گزرنے کے بعد نکاح کر لیا (تو نکاح صحیح ہے) انکے درمیان تفریق نہ کی جائیگی

ت ۶۳۷ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اَلزِّنَا.

اور حسن نے کہا ان سے خفیہ وعدہ نہ لو اس سے مراد زنا ہے۔

ت ۶۳۸ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْكِتَابُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ الکتاب اجلہ سے مراد

أَجَلَهُ تَنْقَضِى الْعِدَّةُ.

یہ ہے کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

تشریح:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق میں "يَنْقَضِى الْعِدَّةُ" ہے

۶۳۸

ہندوستانی کتب خانہ رشیدیہ کے مطبوع میں "العدۃ" کو کسرہ ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی[1] یہاں دوسرا نسخہ "اِنْقِضَاءُ الْعِدَّۃِ" ہے اس نسخے کے اعتبار سے کسرہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔

جس نے کہا کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہوجائے تو انہیں نہ روکو۔

صفہ ۷۶۹

فَدَخَلَ فِیْهِ الثَّیِّبُ وَکَذٰلِكَ الْبِکْرُ وَقَالَ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی
اس ارشاد میں ثیب بھی داخل ہے اور ایسی ہی کنواری اور فرمایا مشرکین سے نکاح نہ کرو یہاں
یُؤْمِنُوْا وَقَالَ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ۔
تک کہ وہ ایمان لائیں ــ اور فرمایا ـ اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

توضیح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ عورت خواہ کنواری ہو یا ثیب، بالغ ہو یا نابالغ بغیر ولی کی اجازت کے اگر وہ نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا ـــ یہی مذہب امام بخاری کا بھی ہے۔ اس کی دلیل میں ابو داؤد اور ترمذی کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولی بغیر ولی کے نکاح نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو باب کا عنوان قرار دیا ـ لیکن اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اس لیے کہ یہ حدیث ان کی شرط پر نہیں اسی طرح امام مسلم نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ بدرالدین محمود عینی نے اس پر بہت کلام فرمایا ہے۔

پھر امام بخاری نے ان آیتوں سے استدلال فرمایا۔ پہلی آیت سورہ بقرہ کی ہے کہ فرمایا۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہوجائے تو انہیں اپنے سابق شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر اولیاء کو نکاح کرنے کا حق نہ ہوتا تو روکنے کا حق بھی

---

[1] اس لیے کہ "العدۃ"، "تنقضی" کا فاعل ہے۔

نہ ہوتا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ اس آیت میں خطاب طلاق دینے والے سابق شوہروں سے ہے کہ جب تم اسے طلاق دے چکے تو تم کو یہ حق نہ رہا کہ اگر وہ کسی پسندیدہ شخص سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں روکو اور انہیں ازواج باعتبار مایؤل کے کہا گیا ہے یا خطاب اولیاء ہی سے مانا جائے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض دفعہ اولیاء عورتوں کو بلا استحقاق کے بھی اپنی خواہش کا پابند رکھنا چاہتے ہیں اور عرف میں شادی کے معاملے میں بلا اجازت شرع سارا حق اپنے لیے محفوظ رکھتے ہیں اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نکاح کرنے سے روکنے کا حق نہیں تم نے زبردستی یہ اپنا حق بنا لیا ہے یعنی لوگوں کی عادت کی بنا پر یہ حکم دیا گیا ہے اس طرح یہ آیت ہماری مؤید ہو جائے گی مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں روکنے کا حق نہیں

دوسری آیت یہ پیش کی ہے ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا۔ اور مشرکین سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس ارشاد سے کہ فرمایا ——— وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ ——— نیز[1] ایسی صورت میں اولیاء کے لیے حق نکاح ثابت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسری آیت یہ پیش کی ہے وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ اپنے میں سے بے شوہر عورتوں کا اور اپنے نیک غلاموں کا نکاح کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اَیِّم جس کی جمع ایامیٰ ہے۔ اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو۔ اور اس مرد کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو تو اگر انکحوا سے ولایت نکاح مراد لی جائے تو لازم آئے گا کہ مرد کا بھی نکاح بغیر ولی کے صحیح نہ ہو حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔

حدیث ۲۳۸۴	اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
	ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات نے خبر دی کہ جاہلیت
	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ النِّکَاحَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ کَانَ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَنْحَاءٍ
	میں نکاح کے چار طریقے تھے ایک تو وہی نکاح تھا جو آج ہے کہ ایک شخص اپنی ولیہ یا بیٹی کی منگنی کرتا کسی
	فَنِکَاحٌ مِّنْھَا نِکَاحُ النَّاسِ الْیَوْمَ یَخْطُبُ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ وَلِیَّتَہٗ
	شخص کے ساتھ پھر مہر مقرر کرتا پھر نکاح کرتا ——— اور دوسرا نکاح یہ تھا کہ ایک شخص اپنی عورت سے

[1] اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خطاب اولیاء سے نہیں بلکہ عورتوں سے ہے۔

اَوْ اِبْنَتَهٗ فَيَصْدُقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا وَنِكَاحُ الْاٰخَرِ كَانَ الرَّجُلُ

کہتا جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں کو اپنے پاس بلالے اور اس سے جماع کرا اور اس کا

يَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ اِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا اَرْسِلِيْ اِلٰى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِيْ

شوہر اس سے الگ رہتا اس وقت تک اسے نہیں چھوتا جب تک اس شخص کا اس سے حمل ظاہر نہ

مِنْهُ وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا اَبَدًا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ

ہوتا۔ اور جب حمل ظاہر ہو جاتا تو اس کا شوہر اس کے قریب جاتا اگر چاہتا اور یہ اچھا لڑکا

ذَالِكَ الرَّجُلِ الَّذِيْ تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَاِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا اَصَابَهَا

حاصل کرنے کی رغبت میں کیا جاتا۔ یہ نکاح نکاح استبضاع کہلاتا ــ اور دوسرا نکاح یہ تھا

زَوْجُهَا اِذَا اَحَبَّ وَاِنَّمَا يَفْعَلُ ذَالِكَ رَغْبَةً فِيْ نَجَابَةِ الْوَلَدِ

کہ کچھ لوگ جن کی تعداد دس سے کم ہوتی کسی عورت کے پاس جاتے اور اس سے ہمبستری کرتے پس

فَكَانَ هٰذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الْاِسْتِبْضَاعِ وَنِكَاحٌ اٰخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ

جب وہ حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہو لیتا اور اس پر بچے کی پیدائش کے بعد کچھ راتیں گزر جاتیں تو

مَا دُوْنَ الْعَشَرَةِ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ كُلُّهُمْ يُصِيْبُهَا فَاِذَا حَمَلَتْ

ان سب کو بلواتی ان میں سے سب کو آنا پڑتا۔ سب اکٹھا ہوتے تو وہ عورت ان سے کہتی تم

وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا اَرْسَلَتْ اِلَيْهِمْ

جانتے ہو جو تمہارا معاملہ ہوا اور میرے بچہ پیدا ہوا ان میں سے جس کو بھی چاہتی نام لے کر کہتی۔ اے

وَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَنْ يَّمْتَنِعَ حَتّٰى يَجْتَمِعُوْا عِنْدَهَا تَقُوْلُ لَهُمْ

فلاں! یہ تیرا بچہ ہے تو وہ بچہ اسی کا مانا جاتا اور وہ شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ اِبْنُكَ يَا فُلَانُ

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھا ہوتے اور ایک عورت کے یہاں جاتے وہ کسی آنے

تُسَمِّيْ مَنْ اَحَبَّتْ بِاسْمِهٖ فَيُلْحَقُ بِهٖ وَلَدُهَا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ

والے کو روکتی نہیں یہ بغایا تھیں (زانیہ عورتیں) اپنے دروازوں پر جھنڈے کھڑے کیے رہتیں تاکہ علامت ہو

يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ وَنِكَاحُ الرَّابِعُ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ

پس جو چاہتا ان کے پاس جاتا جب اُن میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا

عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى

ہو جاتا تو اس عورت کے پاس سب جمع ہو جاتے اور قیافہ شناس کو بلایا جاتا۔

أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَإِذَا

قیافہ شناس جس کے بارے میں کہہ دیتا کہ یہ اس کا بچہ ہے تو وہ

حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ

اسی کا بچہ مانا جاتا اور اسی کا بیٹا پکارا جاتا تو وہ شخص اس سے انکار

ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهِ وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ

نہیں کر سکتا تھا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ ذَالِكَ فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ هَدَمَ

حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو جاہلیت کے تمام نکاح

نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ۔

کو ختم کر دیا مگر وہ نکاح جو آج باقی ہے۔

تشریحات ۴۳۸۲

ام المومنین نے چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ داؤدی نے تین قسموں کا اور ذکر کیا ہے۔ پہلے نکاح خدن ـــــ ایک شخص کسی عورت کے پاس چپکے چپکے جاتا اور کوشش یہی کرتا کہ کوئی جان نہ پائے اسی کو اللہ عزّ وجل نے ولا متخذات اخدان میں بیان فرمایا ہے۔

دوسرے نکاح متعہ جو معلوم و مشہور ہے ـــــ تیسرے نکاح بدل۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص کسی سے کہتا کہ تو اپنی عورت کے حق سے دستبردار ہو کر مجھے دیدے اور میں اپنی عورت سے دستبردار ہو کر تجھے دے دوں اور میں تجھے میعاد کچھ زیادہ دوں گا۔

باب سے مطابقت

حدیث کے اخیر جملے سے مطابقت ہے کہ فرمایا جاہلیت کے تمام نکاح کو ختم کر دیا سوائے اس نکاح کے جو آج باقی ہے جس کی تفسیر پہلے بیان فرما چکی ہیں کہ ایک شخص اپنی ولیہ یا بیٹی کی منگنی کسی کے ساتھ کرتا

پھر اس سے نکاح کرتا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے نکاح کا حق ولی کو حاصل ہے لیکن یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے جو حجت نہیں یہ عام رواج اور طریقہ کار کا بیان ہے۔

بَابُ إِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبُ صف۷۷۱ جب ولی ہی منگنی کرنے والا ہو۔

مقصد یہ بتانا ہے کہ ولی اپنے لیے اس عورت کی منگنی کر سکتا ہے یا نہیں جو اس کی ولایت میں ہو۔

ف ۵۵ ۶۳۹ وَخَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ امْرَأَةً هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِهَا فَأَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ.

اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی منگنی کی حالانکہ وہ اس عورت کے سب سے قریبی ولی تھے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے صاحب کو حکم دیا۔ انہوں نے حضرت مغیرہ کا نکاح اس عورت کے ساتھ کیا۔

تشریحات ۶۳۹ اس تعلیق کو سعید بن منصور نے بطریق شعبی یوں روایت کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا عروہ بن مسعود کی لڑکی سے منگنی کی اور عبد اللہ بن ابی عقیل کو بلایا اور کہا اس سے میرا نکاح کر دے انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا آپ شہر کے امیر ہیں اور اس کے چچا کے لڑکے ہیں (مقصد یہ تھا کہ آپ خود نکاح کرلیں) میری کیا ضرورت ہے اس کے بعد حضرت مغیرہ نے عثمان بن ابی العاص کو بلایا۔ انہوں نے اس عورت کا نکاح مغیرہ کے ساتھ کر دیا۔

ف ۶۴۰ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِأُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ أَتَجْعَلِينَ أَمْرَكِ إِلَيَّ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ قَدْ تَزَوَّجْتُكِ.

اور عبد الرحمن بن عوف نے ام حکیم بنت قارض سے کہا کیا تو اپنا معاملہ میرے سپرد کرتی ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو فرمایا میں نے اپنا نکاح تجھ سے کر لیا۔

تشریحات ۶۴۰ اس اثر کو ابن سعد نے بطریق ابن ابی ذئب سعید بن خالد سے یوں روایت کیا ہے کہ ام حکیم بنت قارض نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے کہا مجھے بہت سے لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے تو آپ ان میں سے جن کے ساتھ چاہیں

میرا نکاح کر دیں۔ تو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کیا تو یہ حق مجھے دیتی ہے۔ تو ام حکیم نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا میں نے اپنا نکاح تجھ سے کر لیا۔ ابن ابی ذئب نے کہا یہ نکاح جائز رہا۔ لیکن اس اثر میں اس کا کوئی نشان نہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف اس عورت کے ولی تھے۔ بلکہ سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ام حکیم نے ان کو اپنا وکیل بنا دیا تھا۔ اب صورت یہ ہوئی کہ ایک ہی شخص وکیل اور اصیل دونوں رہا۔

ت	وَقَالَ عَطَاءٌ لِيُشْهِدْ اَنِّي قَدْ نَكَحْتُكِ اَوْ لِيَاْمُرْ رَجُلًا مِنْ عَشِيْرَتِهَا
۶۴۱	اور عطاء نے کہا گواہ بنائے کہ میں نے نکاح کیا یا اس عورت کے قبیلے میں سے کسی کو حکم دے۔

تشریحات ۶۴۱

مسند عبد الرزاق میں ابن جریج سے ہے کہ انہوں نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا ایک عورت کو اس کے چچا کے لڑکے نے پیغام دیا ہے اور اس شخص کے علاوہ اس عورت کا اور کوئی مرد قریبی نہیں۔ تو عطاء نے کہا کہ وہ گواہ بنائے کہ فلاں نے اس کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس سے نکاح کیا یا اپنے قبیلے میں سے کسی شخص کو حکم کرے۔

بَابُ اِنْكَاحِ الرَّجُلِ وُلْدَهُ الصِّغَارَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاللَّآئِيْ لَمْ يَحِضْنَ فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوْغِ۔

مرد کا اپنی چھوٹی اولاد کا نکاح کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور جن عورتوں کو حیض نہ آیا ہو (ان کی عدت تین ماہ ہے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدت بالغ ہونے سے قبل تین مہینہ رکھی۔

ص ۷۷۱

توضیح

وَلَدَهُ الصِّغَارَ۔ اس میں دو روایتیں ہیں۔ وُلْدَهُ ۔ وَلَدٌ کی جمع ۔ دوسرے وَلَدَهُ ۔ یہ واحد ہے۔ اب اس کی صفت صغار لانا بظاہر صحیح نہیں لیکن وَلَدٌ ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق واحد تثنیہ جمع سب پر ہوتا ہے اس لحاظ سے اس کی صفت جمع لانا درست ہے۔

آیۂ کریمہ کے ساتھ باب کی مطابقت کی جانب حضرت امام بخاری نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ۔ اللہ عز وجل نے نابالغ عورتوں کی عدت تین مہینے مقرر فرمائی ۔ عدت فرع ہے طلاق کی اور طلاق نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے اس لیے کہ طلاق نکاح کی قید اٹھانے کو کہتے ہیں اگر نکاح نہ ہو تو پھر طلاق کیسی؟ ۔ تو ثابت ہے کہ نابالغہ کا نکاح صحیح ہے۔ نابالغہ

عورت خود نکاح نہیں کر سکتی۔ اس کا کوئی ولی کرے گا۔ باپ دادا بھی اولیاء میں ہیں تو ثابت ہو گیا کہ باپ دادا کا اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کرنا صحیح ہے

بَابُ لَا یُنْکِحُ الْاَبُ وَغَیْرُہٗ الْبِکْرَ وَالثَّیِّبَ اِلَّا بِرِضَاھَا۔ باپ یا کوئی بھی بکر اور ثیب کا نکاح بغیر اس کی رضا کے نہیں کرے گا۔

ص ۷۷۱

حدیث ۲۳۸۵	عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدَّثَھُمْ
	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
	اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ
	نے فرمایا ثیب کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے پوچھ نہ لیا جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس
	حَتّٰی تُسْتَأْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَکَیْفَ اِذْنُھَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ ؏
	سے اذن نہ لیا جائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے اس سے اذن لیا جائے فرمایا کہ چپ رہے۔

تشریحات ۲۳۸۵ اَیِّم کے اصل معنیٰ وہ عورت جو شادی شدہ ہو یا وہ مردِ جو شادی شدہ ہو۔ لیکن یہاں مراد ثیب ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں بکر آیا ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ عورت اگر بالغہ ہو تو بغیر اس کی اجازت کے ولی اس کا نکاح نہیں کر سکتا وہ بالغہ خواہ ثیب ہو یا کنواری یعنی بالغہ عورت پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں۔

حدیث ۲۳۸۶	عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو مَوْلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! کنواری عورت
	عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْبِکْرَ تَسْتَحِیْ قَالَ
	حیاء کرتی ہے فرمایا اس کی رضا اس کی خاموشی ہے۔
	رِضَاھَا صُمْتُھَا ؏۲

؏۱ کتاب الحیل باب فی النکاح ص ۱۰۳۰۔ ص ۱۰۳۱ مسلم، نسائی، نکاح

؏۲ الاکراہ باب لا یجوز نکاح المکرہ ص ۱۰۲۷ حیل ص ۱۰۳۱ مسلم، نسائی نکاح۔ اسی کے بعد متصلا پھر اکراہ باب لا یجوز نکاح المکرہ ص ۱۰۲۷ حیل باب فی النکاح ص ۱۰۳۱۔

تشریح ۲۳۸۶ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان غلام ابو عمرو کا نام ذکوان تھا یہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے قاری تھے ام المومنین نے ان کو مدبر بنا دیا تھا۔

بَابُ إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ. جب کسی نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور وہ اسے پسند نہ کرے تو نکاح رد کر دیا جائے۔

ص ۷۷۱

حدیث ۲۳۸۷

عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا

خنساء بنت خذام الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کی

وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَالِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شادی کردی تھی اور وہ ثیب تھیں تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَرَدَّ نِكَاحَهَا.

خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور نے ان کے نکاح کو رد فرما دیا۔

تشریحات ۲۳۸۷ یہ نکاح رد کرنا اس بنا پر تھا کہ جب ان کے باپ کو ولایت اجبار حاصل نہیں تھی تو اس کا کیا ہوا نکاح فضول ہوا۔ وہ خنساء کی اجازت پر موقوف تھا جب انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو ختم ہو گیا۔

بَابُ تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ. یتیمہ کے نکاح کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

ص ۷۷۲

وَإِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ فَمَكَثَ سَاعَةً أَوْ قَالَ مَا مَعَكَ فَقَالَ مَعِي كَذَا وَكَذَا أَوْ لَبِثَ ثُمَّ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا فَهُوَ جَائِزٌ فِيهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. جب ولی سے کہا کہ فلاں سے میری شادی کر دے اور وہ کچھ دیر رکا یا پوچھا تیرے پاس کیا ہے اس نے کہا میرے پاس اتنا اور اتنا ہے یا دونوں کچھ دیر رکے پھر ولی نے کہا میں نے تیری شادی اس سے کر دی تو یہ نکاح صحیح ہے اس میں حضرت سہل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث ہے۔

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے ولی سے کہا میرا نکاح فلاں سے کردے تو اس نے کچھ دیر سکوت اختیار کیا یا اسی مجلس میں کچھ آپس میں بات چیت کی جو نکاح ہی سے متعلق تھی نکاح میں کچھ تاخیر بھی ہوگئی۔ اور ولی نے اسی مجلس میں یہ کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کردیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ اس لیے کہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں پایا گیا۔ مجلس نہیں بدلی اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو اور ایجاب وقبول کے درمیان کچھ تخلخل ہوجائے تو نکاح صحیح ہے۔ ہاں اگر ایجاب وقبول کی مجلس بدل جائے تو نکاح صحیح نہیں ـــــ

اور حضرت سہل کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری میں کئی ایک جگہ مذکور ہے ـــ کہ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے قبول نہیں فرمایا تو ایک صاحب نے کھڑے ہوکر عرض کیا حضور ان کی شادی میرے ساتھ کردیں تو حضور نے ان سے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے تو انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں تو حضور نے فرمایا گھر جاؤ دیکھو کچھ ہو۔ گئے اور لوٹ کر آئے اور عرض کیا کچھ نہیں ہے تو فرمایا جاؤ دیکھو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو ـــ تو انہوں نے آکر عرض کیا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہاں میرا یہ تہبند ہے میں اس کو آدھا دے دوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کیا ہوگا۔ اگر تو پہنے گا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر وہ پہنے گی تو تیرے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اب وہ بیٹھ گئے بہت دیر تک بیٹھے رہے پھر وہ اٹھ کر جانے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو پوچھا کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں پوچھا کیا تم ان کو زبانی پڑھ لیتے ہو تو انہوں نے عرض کی۔ ہاں حضور نے فرمایا جاؤ میں نے تیرے ساتھ اس کی شادی کردی اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ان صاحب کے اس عرض کرنے کی مجلس اور تھی کہ میری اس سے شادی کردیجیے اور حضور کے شادی کرنے کی جس مجلس میں ان کی شادی کی وہ دوسری مجلس تھی، مجلس بدل چکی تھی۔ غالبًا حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایجاب وقبول کی مجلس بدل بھی جائے تو نکاح صحیح ہے حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔

بَابُ الْخُطْبَةِ ص۷۷۳ خطبہ کا بیان

حدیث ۲۳۸۸	عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلَانِ
	زید بن اسلم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ
دو شخص مشرق سے آئے دونوں نے خطبہ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بعض
الْبَيَانِ سِحْرًا [1]
بیان جادو ہیں۔

تشریحات ۲۳۸۸ اس حدیث کو یہاں ذکر کرنا کس مناسبت سے ہے۔ اس پر شراح نے بہت زور آزمائی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کوئی شارح مناسبت نہیں پیدا کر سکا ان تقریروں میں کچھ لگتی ہوئی علامہ عینی کی بات ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو خطبہ دیا یہ کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لیے تھا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی مقصد لے کر آئے ہوں گے اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی مقصد سے پہلے خطبہ دیا جائے اور نکاح ایک اہم مقصد ہے اس کے لیے بھی خطبہ ہونا چاہیے ــــ تعجب ہے خاص نکاح کے لیے خطبہ مسنون ہے اس سلسلے میں صریح حدیثیں موجود ہیں جن میں سب سے مشہور حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے ــــ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز میں تشہد سکھایا نماز میں تشہد اور حاجت میں تشہد۔ اور حاجت میں تشہد یہ ہے الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ــــ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا اور اس پر یہ باب قائم فرمایا باب ما جاء فی خطبۃ النکاح۔ لیکن غالبًا یہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی شرط پر نہیں اس لیے اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ اصحاب ظاہر نے کہا کہ نکاح میں خطبہ فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے وقت خطبہ پڑھا تھا اور حضور کے افعال دلیل وجوب ہیں ــــ ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہی صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال دلیل وجوب ہیں ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جو پوری پابندی کے ساتھ کیے جس میں تخلف نہ ہوا ہو وہ دلیل وجوب ہیں اور یہاں تخلف ثابت ہے۔ ابھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کا نکاح ایک صاحب کے ساتھ کیا اور خطبہ نہیں پڑھا۔ بلکہ نکاح کے وقت خطبہ کا دوام ہی ثابت نہیں۔

---

[1] کتاب الطب ص۸۵۵ باب من البیان سحر۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالیٰ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً وَكَثْرَةِ الْمَهْرِ وَأَدْنیٰ مَا يَجُوزُ مِنَ الصَّدَاقِ وَقَوْلِهِ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور عورتوں کو ان کی مہریں دو اور مہر کی کثرت اور کم سے کم مہر کا بیان۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم ہیں ان میں سے کسی ایک کو ڈھیروں مال دے چکے ہو۔ تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو اور اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کی تفسیر یا تم ان کے لیے کچھ مقرر کرو۔

ص ۷۷۳

اور حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

توضیح حسب عادت حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ ان کا مذہب اس سلسلے میں کیا ہے کہ اکثر مہر یا اقل مہر کی کوئی مقدار ہے یا نہیں؟ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ اکثر مہر کی جس طرح کوئی مقدار نہیں اقل مہر کی بھی اسی طرح کوئی مقدار نہیں ـــــ ہمارے یہاں اکثر مہر کی کوئی حد نہیں مگر اقل مہر کی حد دس درم ہے جس کو ہم پہلے تفصیل سے بتا چکے۔

حدیث ۲۳۸۹

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلیٰ وَزْنِ نَوَاةٍ فَرَأَی النَّبِيُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلیٰ وَزْنِ نَوَاةٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھجور کی گٹھلی کے برابر مہر پر ایک عورت سے شادی کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے چہرہ پر شادی کی بشاشت دیکھی تو پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ایک عورت سے کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن مہر پر نکاح کیا ہے۔

تشریحات ۲۳۸۹ بطریق قتادہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن سونے پر نکاح کیا ہے۔ نواۃ کے معنی کھجور کی گٹھلی کے ہیں اس کا وزن

کتنا تھا۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ اس کی قیمت پانچ درم تھی اور ایک روایت میں ہے ۳ ۱/۲ درم تھی اس باب میں اور بھی اقوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہمارے یہاں مہر کی مقدار کم از کم دس درم ہے جیسا کہ دار قطنی[1] نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح صرف کفو سے کرو اور ان کی شادیاں صرف ولی کریں اور دس درم سے کم مہر نہیں ——— یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے اور سب ضعیف ہیں لیکن چند طرق ملنے سے حسن ہوگئی جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مہذب میں ذکر کیا ہے نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کم از کم جس کے عوض عورت حلال ہوگی دس درم ہے اسے امام بیہقی اور ابو عمر بن عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِیْ لَا تَحِلُّ فِی النِّکَاحِ۔ ان شروط کا بیان جو نکاح میں حلال نہیں۔ ص ۷۷۴

ت ۶۴۲	قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَا تَشْتَرِطُ الْمَرْأَۃُ طَلَاقَ اُخْتِہَا
	ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عورت اپنی بہن کے طلاق کی شرط نہ کرے

تشریحات ۶۴۲: اس حدیث میں اخت سے مراد حقیقی بہن نہیں بلکہ دینی بہن ہے مراد وہ عورت ہے جو پہلے سے مرد کے نکاح میں ہو۔

حدیث ۲۳۹۰	عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کسی
	النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تَسْئَلُ طَلَاقَ اُخْتِہَا
	عورت کو یہ حلال نہیں کہ اپنی بہن کے طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کے برتن کو اونڈیل لے اس لیے کہ
	لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَہَا فَاِنَّمَا لَہَا مَا قُدِّرَ لَہَا۔
	اس کے لیے وہی ہے جو اس کا مقدر ہو چکا ہے۔

[1] عمدۃ القاری جلد عشرون صفحہ ۱۳۷۔

بَابُ النِّسْوَةِ اللَّاتِی یُھْدِیْنَ الْمَرْأَۃَ اِلٰی زَوْجِھَا ص ۷۷۵

ان عورتوں کا بیان جو بیوی کو شوہر کی طرف زفاف کے لیے بھیجیں۔

حدیث ۲۳۹۱

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا زَفَّتْ امْرَأَۃً اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَةُ مَا کَانَ مَعَکُمْ لَهْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ یُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو ایک انصاری کے یہاں زفاف کے لیے بھیجا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے ساتھ کھیل نہیں تھا اس لیے کہ انصار کو کھیل پسند ہے۔

تشریحات ۲۳۹۱

شریک کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ کیا تم نے کسی بچی کو بھیجا جو دف بجاتی اور گاتی ہو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لھو سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی نابالغ بچی دف بجائے اور گائے ۔ بغیر جھانجھ کا دف بجانا جائز ہے۔ اور یہی مراد ہے یہاں۔

بَابُ مَنْ اَوْلَمَ بِاَقَلَّ مِنْ شَاۃٍ۔ ص ۷۷۷

جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا۔

حدیث ۲۳۹۲

عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِیَّةَ عَنْ اُمِّهٖ صَفِیَّةَ بِنْتِ شَیْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّیْنِ مِنْ شَعِیْرٍ۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کے ولیمہ میں دو مد جو صرف فرمایا تھا۔

تشریحات ۲۳۹۲

یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت میں ہوا تھا۔ دو مد ایک سو چوالیس روپے بھر ہوتا ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔

بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ بِسَبْعَةِ أَيَّامٍ وَنَحْوِهِ وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ ص۷۷۷

ولیمہ اور دعوت کا قبول کرنا حق ہے اور جس نے سات دن یا کم و بیش ولیمہ کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لیے نہ ایک دن مقرر فرمایا ہے نہ دو دن۔

حدیث ۲۳۹۳

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا[۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو وہاں جائے۔

تشریحات ۲۳۹۳

فَلْيَأْتِهَا یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ یہ استحباب کے لیے ہے امام بخاری نے یہ فرمایا کہ ولیمہ کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ایک دن مقرر فرمایا ہے نہ دو دن۔ حالانکہ ابو داؤد میں حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ پہلے دن حق ہے اور دوسرے دن اچھا ہے اور تیسرے دن ریاء اور سمعہ ہے ــــــ یہ حدیث عام لوگوں کے مزاج کے مطابق ارشاد فرمایا کہ زیادہ دنوں تک ولیمہ کرنے والے اپنی شان و شوکت ظاہر کرنے ہی کے لیے کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ تحدید نہیں اور نہ ممانعت ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر ریاء، سمعہ کے دو دن سے زیادہ ولیمہ کرے یا دعوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۲۳۹۴

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُرْسِهِ وَكَانَتِ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ وَهِيَ الْعَرُوسُ قَالَ سَهْلٌ تَدْرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو اسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں دعوت دی اور ان کی بیوی ہی اس دن ان کی خادمہ تھیں اور حالانکہ وہی دلہن تھیں سہل نے کہا تم لوگ جانتے ہو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پلایا تھا۔ رات میں

[۱] نکاح۔ باب اجابۃ الداعی فی العرس ص۷۷۷ ابو داؤد۔ اطعمہ۔ نسائی۔ ولیمہ۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا اَكَلَ سَقَتْهُ اِيَّاهُ۔ علہ

کچھ کھجوریں پانی میں بھگو دی تھیں۔ جب حضور کھانا کھا چکے تو یہی حضور کو پلایا تھا۔

تشریحات ۲۳۹۴ لفظ خادم مذکر اور مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ عروس بھی دولہا دلہن دونوں پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبیذ پینا جائز ہے جب کہ اس میں نشہ نہ ہو۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔ ص۷۷۷ جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث ۲۳۹۵ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا

يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ

ہے جس میں مالداروں کو بلایا جاتا ہے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جس نے

وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔

دعوت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

تشریحات ۲۳۹۵ محقق یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ سنت ہے جب کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے جو فرمایا وہ عارض کی بنا پر کہ چاہیے تو یہ کہ ولیمہ کی دعوت میں فقیر و غنی کا امتیاز نہ رہے لیکن اب لوگوں نے طریقہ بنا رکھا ہے کہ مال داروں کو بلاتے ہیں غریبوں کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے فقیروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اس لیے اب یہ شر ہو گئی۔ گزر چکا ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے یا سنت ہے۔ جب کہ وہاں کوئی شرعی منکر نہ ہو گناہ نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے جو فرمایا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یہ

علہ اشربہ۔ باب نقیع التمر ما لم یسکر ص۸۳۸ مسلم، اشربہ، ابن ماجہ، النکاح باب قیام المرأۃ علی الرجال فی العرس ص۷۷۷ باب النقیع والشراب الذی لا یسکر ص۷۷۹۔ باب الانتباذ فی الاوعیۃ ص۸۳۷ کتاب الایمان والنذور باب ان حلف ان لا یشرب نبیذا ص۹۸۹ مسلم، اشربہ، ابن ماجہ۔

استحباب کی تاکید کے لیے ہے۔
یہاں جو سند درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث موقوف ہے اور امام مالک سے اکثر راویوں نے اسی طرح روایت کی ہے۔ البتہ ایک طریقے سے مرفوع مروی ہے۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث کا پہلا حصہ موقوف ہے اور اخیر حصہ کو مرفوع ہونا چاہیئے اس لیے کہ کسی چیز پہ عصیان کا حکم رائے سے نہیں ہو سکتا۔

بَابُ اِجَابَةِ الدَّاعِیْ فِی الْعُرْسِ وَغَیْرِهَا۔ صف ۷۷۷
دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا شادی وغیرہ میں۔

حدیث ۲۲۹۶	عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ
	نافع نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا
	اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجِیْبُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ اِذَا دُعِیْتُمْ اِلَیْهَا قَالَ
	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دعوت کو قبول کرو جب بلائے جاؤ اور عبد اللہ دعوت
	کَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَاْتِی الدَّعْوَةَ فِی الْعُرْسِ وَغَیْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ۔
	میں شریک ہوتے تھے شادی کی ہو یا کچھ اور حالانکہ وہ روزہ دار ہوتے۔

تشریحات ۲۲۹۶ روزے کی حالت میں دعوت میں جانے سے دعوت دینے والے کی دل داری مقصود تھی۔ دین دار لوگ علماء مشائخ کو صرف کھانے ہی کے لیے نہیں بلاتے تھے بلکہ حصول برکت اور دعاء خیر کے لیے بھی بلاتے تھے، اگر کھانا نہ کھانے سے صاحب دعوت کی دل شکنی ہو تو نفل روزے کو توڑ سکتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔

بَابٌ هَلْ یَرْجِعُ اِذَا رَاٰی مُنْكَرًا فِی الدَّعْوَةِ صـ ۷۷۸
اگر دعوت میں کوئی ناگوار بات دیکھے تو کیا لوٹ سکتا ہے۔

ت ۶۴۳	وَرَاٰى بْنُ مَسْعُوْدٍ صُوْرَةً فِی الْبَیْتِ فَرَجَعَ۔
	اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے گھر میں تصویر دیکھی تو لوٹ گئے۔
ت ۶۴۴	وَدَعَى ابْنُ عُمَرَ اَبَا اَیُّوْبَ فَرَاٰى فِی الْبَیْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ
	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی تو انہوں

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ غَلَبَنَا عَلَيْهِ النِّسَاءُ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ

نے گھر میں دیوار پر پردہ دیکھا ابن عمر نے معذرت میں کہا ہم پر عورتیں غالب ہو گئی ہیں۔ حضرت ابو ایوب نے کہا

أَخْشَى عَلَيْكَ وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا فَرَجَعَ.

اس سے میں ڈرتا تھا مگر آپ کے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں تھا بخدا میں تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا تو واپس ہو گئے۔

تشریحات ۲۲۹۶ دیواروں پر پردہ ڈالنا بہ نیت زینت سلف ناپسند فرماتے تھے اسی لیے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا اور لوٹ آئے۔

بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ ص۷۷۹ — عورتوں کیساتھ مدارات کا بیان

حدیث ۲۲۹۷

عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ

فرمایا عورت پسلی کے مثل ہے اگر اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس سے

أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ.

فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو کجی کے باوجود اس سے نفع حاصل کرو۔

تشریحات ۲۲۹۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو، وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی اوپر والی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا توڑنا طلاق ہے۔

حدیث ۲۲۹۸

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم

قَالَ كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالْانْبِسَاطَ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عورتوں سے بات کرنے اور ان کے ساتھ خوش طبعی کرنے سے بچتے تھے اس ڈر کی وجہ سے کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَیْبَۃَ اَنْ یُّنْزَلَ فِیْنَا شَیْءٌ فَلَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی

کہیں ہمارے بارے میں کچھ نازل نہ کر دیا جائے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکَلَّمْنَا فَانْبَسَطْنَا۔

ہو گیا تو ہم کھل کر عورتوں سے بات کرتے اور خوش طبعی کرتے۔

بَابُ حُسْنِ الْمُعَاشَرَۃِ مَعَ الْاَھْلِ ص۷۷۹

اہل کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا بیان۔

حدیث ۲۲۹۹

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَلَسَ اِحْدٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ گیارہ عورتیں بیٹھیں

عَشَرَۃَ اِمْرَأَۃً فَتَعَاھَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ اَنْ لَّا یَکْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ

اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ اپنے شوہروں کے حالات سے کچھ چھپائیں گی نہیں۔ پہلی نے کہا

اَزْوَاجِھِنَّ شَیْئًا۔ قَالَتِ الْاُوْلٰی زَوْجِیْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰی

میرا شوہر پہاڑ کی چوٹی پر پڑے ہوئے دبلے اونٹ کا گوشت ہے نہ راستہ ہموار ہے کہ آسانی سے وہاں

رَأْسِ جَبَلٍ لَا سَھْلٍ فَیُرْتَقٰی وَلَا سَمِیْنٍ فَیُنْتَقَلُ۔

چڑھا جائے اور اسے لایا جائے اور نہ گوشت فربہ ہے جس کی رغبت ہو کہ مشقت اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی

قَالَتِ الثَّانِیَۃُ زَوْجِیْ لَا اَبُثُّ خَبَرَہٗ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَذَرَہٗ

سے اسے منتقل کیا جائے۔ دوسری نے کہا میں اپنے شوہر کی خبر کو پھیلاؤں گی نہیں مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں

اِنْ اَذْکُرْہُ اَذْکُرْ عُجَرَہٗ وَبُجَرَہٗ۔ قَالَتِ الثَّالِثَۃُ زَوْجِیْ

اس کو چھوڑ نہ دوں اگر میں اس کا تذکرہ کروں اسکے ظاہری و باطنی عیوب کو ذکر کروں گی۔ تیسری نے کہا میرا شوہر

اَلْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ وَاِنْ اَسْکُتْ اُعَلَّقْ۔ قَالَتِ

بے ڈھنگا لمبا ہے اگر میں کچھ بولوں تو طلاق دے دی جاؤں اور اگر چپ رہوں تو معلق چھوڑ دی جاؤں۔

الرَّابِعَۃُ زَوْجِیْ کَلَیْلِ تِھَامَۃَ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ وَلَا مَخَافَۃَ وَلَا

چوتھی نے کہا میرا شوہر تہامہ کی رات کے مثل ہے جس میں نہ گرمی ہے نہ بہت سردی اور نہ ڈر اور نہ ملال

سَامَةٌ قَالَتِ الْخَامِسَةُ۔ زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ

پانچویں نے کہا میرا شوہر اگر گھر میں آئے تو چیتا ہے یعنی لاپرواہی سے سوجاتا ہے اور اگر باہر

وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ۔ قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ وَإِنْ

نکلتا ہے تو شیر ہے اور جو کچھ گھر میں ہے اس کے بارے میں کچھ پوچھتا نہیں ہے۔ چھٹی نے کہا میرا شوہر اگر کھاتا

شَرِبَ اشْتَفَّ وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ

ہے تو سب چٹ کر جاتا ہے اور اگر پیتا ہے تو برتن خالی کر دیتا ہے اور اگر سوتا ہے تو تنہا چادر میں

قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِي غَيَايَاءُ أَوْ عَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ

لپٹ کر سوتا ہے اور ہاتھ داخل نہیں کرتا تاکہ بے چینی کو جانے ۔ ساتویں نے کہا میرا شوہر بوداہے نامرد احمق

شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ قَالَتِ الثَّامِنَةُ۔ زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ

ہے ہر بیماری اس میں ہے تیرا سر پھوڑ دے گا یا تیرا عضو توڑ دے گا یا سب جمع کر دے گا۔ آٹھویں نے کہا

أَرْنَبٍ وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ قَالَتِ التَّاسِعَةُ۔ زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ

میرے شوہر کا چھونا خرگوش کا چھونا ہے اور اس کی خوشبو زرنب کی خوشبو ہے ۔ نویں نے کہا

طَوِيلُ النِّجَادِ عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ ۔ قَالَتِ

میرا شوہر اونچے ستون کی عمارت والا ہے لمبے پرتلے والا ہے بہت زیادہ راکھ والا ہے۔ اس کی بیٹھک گھر کے

الْعَاشِرَةُ۔ زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذَالِكِ لَهُ إِبِلٌ

قریب ہے ۔ دسویں نے کہا میرا شوہر مالک ہے اور تم کیا جانو کیا ہے مالک، مالک اس سے بہتر ہے

كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ وَإِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ

اس کے اونٹ زیادہ تر تھان پر رہتے ہیں چراگاہ میں کم جاتے ہیں اور جب وہ مزہر کی آواز سنتے ہیں یقین

أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ ۔ قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ فَمَا

کر لیتے ہیں کہ یہ ذبح ہونے والے ہیں۔ گیارہویں نے کہا میرا شوہر ابوزرع ہے اور تم کیا جانو

أَبُو زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي

کیا ہے ابوزرع؟ اس نے میرے کانوں کو زیوروں سے جھلا دیا میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا۔

فَبَجَّحَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ وَجَدَنِیْ فِیْ اَہْلِ غُنَیْمَۃٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِیْ فِیْ اَہْلِ

اس نے مجھ کو خوش کیا اور میں خوش ہو گئی۔ اس نے مجھے مقام شق میں تھوڑی سی بکری والوں میں پایا تو اس نے

صَہِیْلٍ وَاَطِیْطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَہٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ وَاَرْقُدُ

مجھ کو کر دیا گھوڑے اور کجاوے اور گاہنے والے اور صاف کرنے والوں میں۔ میں اس کے یہاں بولتی

فَاَتَصَبَّحُ وَاَشْرَبُ فَاَتَقَنَّحُ اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ عُکُوْمُہَا

ہوں تو بری نہیں مانی جاتی اور سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں اور پیتی ہوں تو خوب سیر ہو کر

رَدَاحٌ وَبَیْتُہَا فَسَاحٌ اِبْنُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِیْ زَرْعٍ مَضْجَعُہٗ

پیتی ہوں۔ ام ابی زرع کی ماں تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی ماں اس کے توشہ دان بھرے ہوئے ہیں

کَمَسَلِّ شَطْبَۃٍ وَتُشْبِعُہٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَۃِ بِنْتُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ

اور اس کا گھر کشادہ ہے۔ ابوزرع کا بیٹا اور تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کا بیٹا، اس کی خواب گاہ چوکور منالے

اَبِیْ زَرْعٍ طَوْعُ اَبِیْہَا وَطَوْعُ اُمِّہَا وَمِلْاُ کِسَائِہَا وَغَیْظُ جَارَتِہَا

کے مثل تخت ہے جس کا پیٹ چار مہینے کی بکری کا دست بھر دیتا ہے۔ ابوزرع کی بیٹی اور تو کیا جانے کیا ہے

جَارِیَۃُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا جَارِیَۃُ اَبِیْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِیْثَنَا تَبْثِیْثًا

ابوزرع کی بیٹی اپنے ماں باپ کی فرماں بردار اتنی موٹی کہ اپنی چادر بھرے ہوئے ہے اور اپنے پڑوسن کی جلن ابوزرع

وَلَا تُنَقِّثُ مِیْرَتَنَا تَنْقِیْثًا وَلَا تَمْلَأُ بَیْتَنَا تَعْشِیْشًا قَالَتْ خَرَجَ

کی لونڈی اور تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی لونڈی ہماری بات قطعاً نہیں پھیلاتی اور ہمارے اندوختہ کو ضائع نہیں

اَبُوْ زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِیَ امْرَاَۃً مَعَہَا وَلَدَانِ لَہَا

کرتی اور ہمارے گھر کو کوڑا کرکٹ سے بھرتی نہیں۔ اس نے کہا ابوزرع صبح کو اس وقت نکلا کہ دودھ بلوئے جا

کَالْفَہْدَیْنِ یَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِہَا بِرُمَّانَتَیْنِ فَطَلَّقَنِیْ وَنَکَحَہَا

رہے تھے تو اس نے ایک ایسی عورت سے ملاقات کیا جس کے ساتھ چیتے کے مثل اس کے دو بچے تھے جو اس

فَنَکَحْتُ بَعْدَہٗ رَجُلًا سَرِیًّا رَکِبَ شَرِیًّا وَاَخَذَ خَطِّیًّا وَاَرَاحَ عَلَیَّ

کی کوکھ کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے ابوزرع نے مجھے طلاق دے دیا اور اس عورت سے نکاح کر لیا

نَعَمًا ثَرِيًّا وَاَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ

ابوزرع کے بعد میں نے ایک شریف آدمی سے نکاح کیا جو عمدہ گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ لیا اور بعد زوال مجھے

وَمِيرِي اَهْلَكِ قَالَتْ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ اَصْغَرَ آنِيَةِ

بہت سے مویشی دیئے اور ہر آرام دہ چیز کا جوڑا دیا اور کہا اے ام زرع کھا اور اپنے اہل کو بھی بھیج اس نے کہا اس نے مجھ کو جو

اَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ

کچھ دیا اگر میں سب کو جمع کروں تو ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ

لَكِ كَاَبِي زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ [1]۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔ (وفی روایۃ)

اس نے اسے طلاق دے دیا لیکن میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔

۲۳۹۹ تشریحات

ہیثم بن عدی کی روایت کے اخیر میں یہ ہے میں تمہارے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا الفت اور وفا میں نہ فرقت اور جدائی میں۔ اور زبیر کی روایت کے آخر میں ہے سوائے اس کے کہ ابوزرع نے ام زرع کو طلاق دے دیا تھا اور میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا اور اسی کے مثل طبرانی کی روایت میں ہے نسائی نے اپنی ایک روایت میں اور طبرانی نے یہ زیادہ کیا ــــ کہ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بلکہ حضور ابوزرع سے بہتر ہیں۔ صحیحین میں اس حدیث کا اکثر حصہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر موقوف ہے اور مرفوع صرف اخیر کا یہ حصہ ہے "كُنْتُ لَكِ كَاَبِي زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ"، لیکن پوری حدیث مرفوع معنوی ہے اس لیے کہ اخیر میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ام المومنین نے شروع سے اخیر تک جو کچھ ذکر کیا اسے سن کر ذکر فرمایا ہے۔ تو یہ حقیقت میں حدیث تقریری ہوئی لیکن صحیحین کے علاوہ میں یہ حدیث مرفوعًا مروی ہے نسائی میں ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تو ام المومنین نے فرمایا آپ پر میرے ماں باپ قربان ــــ یا رسول اللہ کون تھا ابوزرع؟ اس کے بعد پوری حدیث حضور نے بیان فرمائی ــــ اس کے علاوہ اور محدثین نے مرفوعًا روایت کیا ہے۔

---

[1] مسلم فضائل، نسائی عشرۃ النساء، ترمذی، شمائل۔

اس حدیث کے ارشاد کا سبب یہ ہے کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے اس مال پر جو جاہلیت میں میرے والد کے پاس تھا فخر کیا اور یہ دس لاکھ اوقیہ تھا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ چپ رہ میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔ ابوالقاسم عبدالحکیم ابن حبان نے اسود بن جبیر معافری سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عائشہ و فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ان میں کچھ ہو گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمیرا میری بیٹی سے باز نہیں رہے گی میری اور تیری مثل مثل ابوزرع کے ہے ام زرع کے ساتھ۔ اس پر ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ ان دونوں کا واقعہ بیان فرمایئے فرمایا ایک بستی میں گیارہ عورتیں تھیں اور مرد غائب تھے تو انہوں نے کہا آؤ ہم اپنے شوہروں کے حالات بیان کریں الی آخرہ۔

جلس احدی عشرۃ۔ قاعدے کے اعتبار سے جلست ہونا چاہئیے تھا جیسا کہ ابو عوانہ کی روایت میں ہے مگر یہاں تقدیر عبارت یہ ہے جلس جماعۃ احدی عشرۃ۔ اور جماعۃ چونکہ مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل کو مذکر لانا درست ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں جلس ہے اور ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں اجتمعن ہے امام قرطبی نے فرمایا۔ کہ جمع مؤنث لانا اکلونی البراغیث کی لغت پر ہے اس کی نظیر خود قرآن مجید میں ہے فرمایا۔ واسروا النجوی الذین ظلموا اور فرمایا فَعَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ اور حدیث میں ہے یتعاقبون فیکم ملائکۃ۔

یہ عورتیں یمن کی تھیں اور قبیلۂ خثعم کی اور یہ زمانۂ جاہلیت کی بات ہے۔

غثٌّ غین کو فتحہ تا کو تشدید اس کو جمل کی صفت مان کر کسرہ پڑھنا بھی درست ہے اور لحم کی صفت مان کر ضمہ پڑھنا بھی درست ہے علامہ ابن جوزی نے فرمایا مشہور کسرہ ہے ابن ناصر نے کہا عمدہ رفع پڑھنا ہے اس کے معنی اتنا دبلا کہ جو ناگوار ہو جسے لوگ چھونے نہ ہوں۔

علی راس جبل۔ ابوعبید اور ترمذی کی روایت میں علی جبل وعرٍ ہے اور زبیر ابن بکار کی روایت میں جبل وَعْسٍ ہے اور یہ سجع کے زیادہ موافق ہے وعر کے معنی بہت سخت۔ وعث ایسی بلند جگہ جس پر چڑھنا دشوار ہو قدم پھسلتے ہوں۔

لا سھل فتح کے ساتھ بغیر تنوین کے اور ایسے ہی ولا سمین ان دونوں میں رفع بھی جائز ہے اس بنا پر کہ یہ مبتدائے مقدر کی خبر ہو یعنی لا ھو سھل ولا سمین اور ان میں جر بھی جائز ہے اس بنا پر کہ یہ جمل اور جبل کی صفت ہے۔ نسائی میں بطریق عقبہ ابن خالد جو روایت ہے وہ تنوین اور نصب کے ساتھ ہے لا سھلاً ولا سمیناً امام قاضی عیاض نے فرمایا میرے

نزدیک دونوں کلموں میں رفع احسن ہے سیاق کلام کی مناسبت سے مطلب یہ ہوا کہ میرا شوہر ایسا ہے جس میں کوئی نفع نہیں کوئی کشش نہیں۔ کسی شارح نے اس پہلی عورت کا نام نہیں بتایا ہے۔ ان لا اذرہ ضمیر منصوب میں دو احتمال ہے ایک یہ کہ اس کا مرجع خبر ہو اب معنی یہ ہوں گے کہ میرے شوہر کے حالات اتنے کثیر ہیں کہ میں اگر سب کو بیان کرنا چاہوں تو کچھ نہ کچھ رہ جائیں گے سب بیان نہ کر پاؤں گی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا مرجع خود شوہر ہو اب مطلب یہ ہوگا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنے شوہر کے حالات بیان کروں اور اسے معلوم ہو جائے تو وہ مجھے جدا کر دے گا اس دوسری عورت کا نام عمرہ بنت عمرو تھا۔

عجرہ وبجرہ۔ یہ عجرۃ اور بجرۃ کی جمع ہے عجرۃ کا معنی گرہ ہے خواہ جسم میں ہو یا کہیں اور۔ بجرۃ وہ گرہ جو پیٹ میں ہو نیز عجرۃ کا معنی پیٹھ کا کبڑی ہونا اور بجرۃ کا معنی ناف کا ابھری ہونا ابن ابی اویس نے کہا عجرۃ وہ گرہ ہے جو پیٹ یا زبان میں ہو بجرۃ کا معنی عیب۔ یہ اس کا اصل لغوی معنی ہے۔ عرف عام میں غم واندوہ ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے امیر المومنین، مولی المسلمین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے یوم جمل میں عرض کیا تھا۔

اشکو الی اللہ عجری وبجری

یہاں مراد عیوب ظاہرہ وباطنہ ہیں۔

عشنق ہے تکا لمبا، لمبی گردن والا جرأت کے ساتھ بڑھ کر ہر کام کرنے والا۔ مراد یہ ہے کہ بے ڈھنگا لمبائی کے ساتھ وہ بدخلق بھی ہے اس تیسری عورت کا نام حیی بنت اخطب ہے۔

لاحر ولا قر۔ اس میں دو روایتیں ہیں فتح کے ساتھ بغیر تنوین، رفع تنوین کے ساتھ۔ اس کی نظیر اس آیت کریمہ میں ہے لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ اور لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ اس چوتھی عورت کا نام مھدد بنت ابی ھزومہ تھا۔ پانچویں عورت کا نام کبشہ تھا چھٹی کا ہند ساتویں کا حیی بنت علقمہ آٹھویں کا یاسر بنت اوس بن عبد۔ ان عورتوں میں پہلی اور نویں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

عیایاء او عیایاء طباقاء۔

غیایاء۔ أو عیایاء یہ عیسی بن یونس سے شک ہوا جیسا کہ ابو یعلی نے اس کی تصریح کی ہے اور نسائی میں عیایاء بغیر شک کے ہے یہ دونوں اور طباقاء صفت مشبہ کے صیغے ہیں۔ غیاباء کا مادہ غیایۃ ہے اس کے معنی وہ بودا ہے جو معاملات کو سمجھ نہ سکے۔ عیایاء کا مادہ عیٌّ ہے

---

۵ رکاز الاصول۔

اس کا معنی وہ اونٹ ہے جو جفتی پر قدرت نہ رکھے طباقاء کا مادہ طبق" ہے اس کا معنی بھی بے وقوف ہے نیز وہ جو اچھی طرح جماع نہ کر سکے اور جاحظ نے کہا اس کے معنی وہ شخص ہے جو جماع کے وقت اپنا سینہ عورت کے سینے پر چپکالے اور نچلا حصہ اٹھالے عورتیں ایسے شخص کو ناپسند کرتی ہیں۔ امرء القیس کی بیوی اس کی برائی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے" وہ بھاری سینے والا ہلکی سرین والا سریع الانزال ہے۔

اب اس کا ترجمہ یہ ہوا" میرا شوہر بودا ناسمجھ نامرد اور بے وقوف ہے۔

کچھ لوگوں نے غیایاء کا ترجمہ کیا" گمراہ" انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ غی" سے مشتق ہے اس کا مادہ غوی ہے اور یہ نہیں سوچا کر پھر غیایاء میں واؤ، یا سے کیسے بدل گیا۔ کل داء لہ داء یعنی جو عیوب لوگوں میں متفرق ہیں وہ سب اس میں اکٹھا جمع ہیں۔ اس تقدیر پر کہ لہ داء، کل داء کی خبر ہوگی اور اس کا بھی احتمال ہے کہ لہ داء کی صفت ہو اور صرف داء کل کی خبر ہو مراد یہ ہے کہ ہر عیب اس میں پورا پورا ہے جیسے بولتے ہیں کہ بے شک زید زید ہے اور یہ گھوڑا گھوڑا ہے۔

زرانب :- ایک پتلی خوشبو دار گھاس ہے۔

مبارک :- یہ مبرک اسم ظرف کی جمع ہے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔

مسارح :- مَسرَح کی جمع ہے چراگاہ۔ مزھر، ایک قسم کا باجا، عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو اونٹ کے ذبح سے پہلے یہ باجا بجاتے تھے۔

اَنَاسَ :- اس کا مادہ نَوُسٌ ہے جس کے معنی ہے ہر لٹکی ہوئی چیز کا ہلنا۔ مراد یہ ہے میرے کانوں میں بکثرت زیور پہنائے جو لٹکے ہوئے ہل جائیں۔

وَ بَجَّحَنِی فَبَجَحَتُ :- یعنی اس نے مجھ کو ہر طرح خوش کیا اور میں خوش ہوں۔ ابن الانباری نے کہا معنی یہ ہیں کہ اس نے مجھ کو بڑا بنایا اور میں اپنے آپ کو بڑی سمجھنے لگی۔

بشِق۔ خطابی نے کہا کہ روایت شِ کے کسرہ کے ساتھ ہے مگر صحیح شَقٌّ ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ ابن ابی اویس اور ابن حبیب نے کہا کہ کسرہ کے ساتھ شِق ہے مراد پہاڑ کا ایک کونا ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ بہت ہی تنگ دستی میں تھے۔

صھیل معنی گھوڑا۔۔۔ وَاَطِیط اونٹ پر رکھے ہوئے کجاوے اور محملوں کی آواز مراد یہاں پر اونٹ ہیں۔

دائِس: غلہ گاہنے والا۔۔۔ وَمُنَقٍّ۔ علامہ کرمانی نے کہا اس سے مراد وہ ہے جو غلے کو بھس سے صاف کرنے والا ہو اس صورت میں اس کا مادہ نَقِیٌ ہے مراد یہ ہے کہ وہ ایک بڑا کاشت کار ہے جس کے یہاں ہر شعبے کے الگ الگ ملازم ہیں گاہنے والا الگ ہے پھٹکنے والا

الگ اور یہی معنی یہاں زیادہ مناسب ہے ابن ابی اویس نے کہا یہ لفظ مُنِقٌ ہے جس کا مادہ نقیقٌ ہے جس کا معنی مویشیوں کی آواز کے ہیں یعنی اس کے پاس بکثرت مویشی ہے۔

فَاَتَقَنَّحُ۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ صحیحین کی روایت میں نون ہی کے ساتھ ہے فتح الباری عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں اخیر حدیث میں یہ زائد ہے۔

قال ابو عبد اللہ قال بعضھم فاتقمح بالمیم وھذا اصح. امام بخاری نے کہا اتقمح میم کے ساتھ ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے ابو عبید نے کہا میں اتنا پیتی ہوں کہ پینے سے منھ بھر جاتا ہے یہ ماخوذ ہے عرب کے اس قول سے النّاقۃ القامح وہ اونٹنی جو حوض پر آئے اور پانی نہ پیے سر اٹھا دے۔

عُکُومُھَا رَدَاحٌ۔ عکوم عِکْمٌ کی جمع ہے وہ بوریاں اور جھولے جن میں کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں" رداحٌ" بڑے بھرے ہوئے۔

کَمَسَلِّ شَطْبَۃٍ ـــ مسلٌّ سَلَّ یَسُلُّ سے مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے یعنی کسی چیز سے کسی چیز کو آہستہ آہستہ نکالا۔ سَلَّ السَّیفَ تلوار کو سونتا اور یہ اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے۔ نیز فراعنہ کے بنوائے ہوئے اہرام مصر کو بھی کہتے ہیں ـــ شَطْبَۃٌ۔ چٹائی بُننے کے لیے کھجور کی پتیوں کو چیرتے ہیں اس کے ایک ٹکڑے کو شطبۃ کہتے ہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ ابن حبیب نے کہا شطبۃ ستون کے مثل چوکور لکڑی کو کہتے ہیں اس احقر کے خیال میں اس کا سب سے مناسب معنی یہ ہے ـــ کہ اس کی خواب گاہ چوکور منارے کے مثل تخت تھی ـــ یا یہ کہ شطبۃ سے کھجور سے نصف چری ہوئی پتی مراد لی جائے اب معنی یہ ہوں گے کہ اس کی خوابگاہ مینارے کے مثل کھجور کی پتی سے بنی ہوئی تھی۔

الجفرۃ۔ چار مہینے کا بکری کا بچہ جس کو ماں سے جدا کر کے چرائی میں لگا دیا گیا ہو مراد یہ ہے کہ وہ کم خوراک ہے۔

ملء کساء ھا۔ وہ اپنی چادر کو بھرے ہوئے ہے یعنی وہ بہت تندرست موٹی تازی ہے کہ اس کا لباس اس پر تنگ ہے اہل عرب موٹی عورت کو پسند کرتے تھے۔

لا تبث حدیثنا تبثیثا۔ اور ایک روایت میں باء کی جگہ نون ہے دونوں کا معنی ایک ہے۔ ولا تنقث میرتنا۔ تنقیث کا معنی خیانت کرنا اور چرانا میرۃ کا معنی گھر میں جمع کیا ہوا مال. زیادہ تر اس کا استعمال غلہ اور کھانے پینے کے سامان پر ہوتا ہے یعنی ہمارے جمع کیے ہوئے مال کو چرا کر دوسرے کو نہیں دیتی۔

تعشیش ـــ اس کا مادہ عَشٌّ ہے اس کا معنی سوکھی گھاس کے بھی ہیں اور پھپھوند لگی

ہوئی روٹی کے بھی یعنی وہ ہمارے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے گھر میں کوڑا کرکٹ جمع نہیں کرتی۔

والأوطاب تمخض۔ اوطاب وطب کی جمع ہے دودھ کا برتن۔ مخض کا معنی دودھ کو بلو کر مکھن نکالنا چونکہ عموماً صبح کو دودھ بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صبح کو نکلا۔

شریًّا۔ شریف انسان۔ شریا۔ عمدہ گھوڑا۔ خطیًّا۔ موضع خط کا نیزہ۔ خط۔ بحرین کے نواحی میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے نیزے مشہور ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اصل میں یہ نیزے ہندوستان کے ہوتے ہیں جو کشتیوں کے ذریعہ مقام خط میں آتے ہیں۔

أراح علیّ۔ یعنی بعد زوال اس نے مجھ کو دیا۔

نعمٌ۔ ایک ایسی جمع ہے جس کے لفظ سے واحد نہیں اس کا معنی خاص اونٹ کے ہیں لیکن تمام مویشیوں پر اسکا اطلاق ہوتا ہے جب ان میں اونٹ ہوں۔ ثریًّا۔ بہت زیادہ۔

رائحۃ۔ اس کا مادہ رواح ہے شام کے وقت آنے والی چیز مراد یہ ہے کہ شام کو گھر واپس آتا تو جو کچھ لاتا اس میں سے دو دیتا ہے وہ اونٹ جو شام کو چر کر اپنے باڑے کی طرف واپس آئیں مطلقاً مویشی کہا جاتا ہے "مالہ سارحۃ ولا رائحۃ" یعنی اس کے پاس مویشی میں سے کچھ نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ راحت سے بنا ہو یعنی خوش کرنے والی چیز۔

میری اھلک۔ میری کا مادہ المیرۃ ہے جس کے معنی غلے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو دے۔

باب صوم المرأۃ باذن زوجها تطوعًا۔ ص ۷۸۲ — عورت کا اپنے شوہر کی اجازت سے نفل روزہ رکھنا۔

حدیث ۲۴۰۰

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

فرمایا عورت کا شوہر موجود ہو تو اس کی بلا اجازت روزہ نہ رکھے۔

تشریحات ۲۴۰۰

اس سے مراد نفل روزہ ہے، رمضان کے فرض روزے میں شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

بَابٌ لَا تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِإِذْنِهٖ۔ ص۷۸۲

عورت شوہر کی بلا اجازت شوہر کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے۔

حدیث ۲۴۰۱ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِإِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِي بَيْتِهٖ اِلَّا بِإِذْنِهٖ وَمَا اَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَدّٰى اِلَيْهِ شَطْرُهٗ۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کو یہ حلال نہیں کہ اس کا شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں نہ آنے دے اور بغیر اس کی اجازت کے جو کچھ خرچ کرے گی تو اسے اس کا آدھا ملے گا۔ ؎

تشریحات ۲۴۰۱ عن غیر امرہ سے مراد یہ ہے کہ صریح اجازت نہ ہو بلکہ اجازت عام ہو خواہ صراحۃً یا عرفاً مثلاً یہ کہ مسلمانوں میں رواج ہے عورتیں شوہر کے مال سے غرباء و مساکین کو دیتی رہتی ہیں اور تمام شوہر اس کو جانتے ہیں اور اس کو برا نہیں مانتے، یہ عرفاً اجازت ہے۔

یُؤدّی الیہ شطرہٗ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے آدھا ثواب ملے گا جیسا کہ بیوع و نفقات کی حدیث میں تصریح ہے۔ فرمایا فلها نصف اجرہ۔

بَابٌ ص۷۸۲

حدیث ۲۴۰۲ عَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَ

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس کے اندر عام

؎ نفقات، باب نفقۃ المرأۃ اذا غاب عنها زوجها ص۸۰۷

أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى

داخل ہونے والے مساکین ہیں اور مال دار روکے ہوئے ہیں، ہاں جہنمیوں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، اور

النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔ ؎

میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والی عام طور پر عورتیں ہیں۔

تشریحات ۲۴۰۲

جَدٌّ کے معنی مال داری اور حصہ اور دادا کے ہیں — جِدٌّ کے معنی کوشش کرنے کے ہیں مال داروں کو اپنے اموال کے حساب کے لیے روک لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مساکین اور فقراء امت مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بُيُوتِهِنَّ۔ ص ۷۸۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے ان کے گھروں کے علاوہ کہیں اور الگ رہنا۔

ت ۶۴۵

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ غَيْرَ أَنْ لَا تُهْجَرَ إِلَّا

معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے جس کو انہوں نے مرفوع کیا

فِي الْبَيْتِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

سوائے اس حصے کے کہ عورت سے قطع تعلق کر کے اس کے گھر ہی میں رہا جائے اول زیادہ صحیح ہے۔

توضیح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہو کر ایک مہینے تک ازواج مطہرات سے الگ رہے۔ اور ان کے حجروں سے الگ ایک بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے۔ یہ روایت صحیح ہے۔ پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی حضور نے فرمایا ہے کہ اگر عورتوں سے قطع تعلق کرے تو ان کے گھروں کے علاوہ کہیں اور نہ رہے اس پر اشکال یہ ہے کہ ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک علٰحدگی کی روایت معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں۔ پھر امام بخاری کا یہ کہنا کہ پہلی روایت بہ نسبت اس کے زیادہ صحیح ہے۔ کیسے درست ہے؟ علامہ عینی نے فرمایا کہ اگر کسی شارح کو یہ روایت نہیں ملی اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ یہ حدیث

؎ کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۶۹ مسلم دعوات، نسائی عشرۃ النساء۔

مروی ہی نہیں۔ جب امام بخاری فرما رہے ہیں تو انہیں کوئی روایت ملی ہوگی۔ ابوداؤد میں انہیں سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم پر زوجہ کا کیا حق ہے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور چہرے پر مت مارو۔ اور اسے سخت سست نہ کہو اور اسے گھر کے علاوہ کہیں مت چھوڑو۔ صاحب تلویح نے کہا امام بخاری کی مراد یہی حدیث ہے۔ عورتوں سے قطع تعلق کرکے انہیں کے گھر میں رہنا ان کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہوگا بہ نسبت اس کے کہ کسی اور گھر میں رہے۔ اس لیے یہ فرمایا کہ قطع تعلق کرے تو ان کے گھروں ہی میں رہے تاکہ صلح جلد ہو جائے لیکن بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے قطع تعلق کیا اور علیحدہ مکان میں تشریف فرما رہے ان دونوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ شوہر کی صواب دید پر موقوف ہے اگر وہ یہ مناسب سمجھے تو انہیں کے گھروں میں رہے تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ مناسب سمجھے کہ علیحدہ دوسرے گھر میں رہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ "والاول اصح"، اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت انس کی جو روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراضگی کے زمانے میں ازواج مطہرات کے حجروں سے الگ ایک بالاخانے میں تشریف فرما تھے یہ بہ نسبت روایت معاویہ بن حیدۃ کی حدیث کے زیادہ صحیح ہے۔

بَاب لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ۔ ص ۷۸۴ — عورت گناہ میں اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے۔

حدیث ۲۴۰۳

عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتْ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعْرُ رَأْسِهَا فَجَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لَهُ فَقَالَتْ إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعْرِهَا فَقَالَ لَا إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوْصِلَاتُ عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے اپنی لڑکی کی شادی کی اس کے بعد اس کا بال جھڑ گیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا ہے کہ دوسرا بال اپنے بالوں میں ملاؤں فرمایا نہیں بال ملانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

عہ کتاب اللباس۔ باب الوصل فی الشعر ص ۸۷۸۔ مسلم: لباس۔ نسائی: زینت۔

بَابُ الْعَزْلِ ص۷۸۴ عزل کا بیان

حدیث ۲۴۰۴

عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ یَنْزِلُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں عزل کرتے تھے اور قرآن کا نزول ہوتا رہتا۔

تشریحات ۲۴۰۴ عزل کے معنی یہ ہیں کہ بوقت جماع منی باہر گرائی جائے اس کے بارے میں محقق حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے باندیوں سے مطلقًا ان سے اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں اور آزاد عورتوں سے ان کی اجازت کے بعد۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں مسلم میں جذامہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مروی ہے کہ لوگوں نے حضور سے عزل کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ یہ وَئدِ خفی ہے۔ وئد کے معنی زندہ درگور کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عزل اسی لیے کیا جاتا ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو یہ ایسے ہی جیسے بچے کے پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کر دیا جائے۔ اس حدیث سے حرمت ثابت ہو رہی ہے اور حضرت جابر کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم عزل کرتے ہیں تو یہود نے گمان کیا کہ یہ مَوْؤدۃ صغریٰ ہے فرمایا یہود جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ جب کوئی چیز پیدا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ شارحین نے اس کے مختلف جواب دیے ہیں۔ پہلا یہ کہ جیسے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود غلط کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ کیوں کہ اس وقت تک عذاب قبر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع نہیں فرمایا گیا تھا۔ اسی طرح یہ احتمال ہے کہ بعد میں عزل میں اجازت دے دی گئی۔

دوسرا جواب امام طحاوی نے یہ دیا کہ جذامہ بنت وہب کی حدیث حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت جابر کی حدیث جذامہ کی حدیث کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہے اور اس کی مؤید اور بھی حدیثیں ہیں جو حضرت ابوسعید خدری اور دوسرے صحابۂ کرام سے مروی ہیں۔

بَابُ الْقُرْعَۃِ بَیْنَ النِّسَاءِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا۔ ص۷۸۴

جب سفر کا ارادہ کرے تو عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

حدیث ۲۴۰۵

عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اَقْرَعَ بَیْنَ نِسَائِهٖ فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ
جب باہر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے ایک دفعہ قرعہ عائشہ اور حفصہ

وَحَفْصَةَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ بِاللَّیْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ
کے نام نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں عائشہ کے ساتھ سفر فرماتے ان سے باتیں کرتے ایک دفعہ حفصہ نے عائشہ

یَتَحَدَّثُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ اَلَا تَرْکَبِیْنَ اللَّیْلَةَ بَعِیْرِیْ وَاَرْکَبُ بَعِیْرَكِ
سے کہا کیا آج رات تم میرے اونٹ پہ سوار نہیں ہو جاؤ گی اور میں تیرے اونٹ پہ سوار ہو جاؤں تو بھی دیکھے اور

تَنْظُرِیْنَ وَاَنْظُرُ فَقَالَتْ بَلٰی فَرَکِبَتْ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی
میں بھی دیکھوں حضرت عائشہ نے کہا ٹھیک ہے اور وہ حفصہ کے اونٹ پہ سوار ہوگئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے

جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَیْهَا حَفْصَةُ فَسَلَّمَ عَلَیْهَا ثُمَّ سَارَ حَتّٰی نَزَلُوْا وَافْتَقَدَتْهُ
اونٹ کے پاس آئے اور اس پر حفصہ سوار تھیں انہیں سلام کیا پھر چلے پھر ایک جگہ اترے۔ عائشہ نے حضور کو اپنے

عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلُوْا جَعَلَتْ رِجْلَیْهَا بَیْنَ الْاِذْخِرِ وَتَقُوْلُ یَا رَبِّ سَلِّطْ
پاس نہیں پایا جب لوگ اترے تو عائشہ نے اپنے دونوں پاؤں کو اذخر کے درمیان کر دیا۔ اور کہتی تھیں اے

عَلَیَّ عَقْرَبًا اَوْ حَیَّةً تَلْدَغُنِیْ وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ شَیْئًا۔ [1]
رب مجھ پر بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے اور میں حضور کو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

تشریحات ۲۴۰۵

جس کی چند بیویاں ہوں جب وہ سفر کرنا چاہے اور اپنی بیویوں میں سے کسی کو ساتھ لے جانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ قرعہ اندازی کرے لیکن اگر قرعہ نہیں ڈالا اور اپنی مرضی سے کسی کو ساتھ لے لیا تو بھی کوئی حرج نہیں صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر باری واجب نہیں تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایت کرم اور شفقت کی بنا پر باری کی پابندی کرتے تھے اسی طرح سفر کے وقت قرعہ اندازی واجب نہیں تھی قرعہ اندازی غایت کرم کی بنا پر تھی۔

[1] مسلم۔ فضائل۔ نسائی: عشرۃ النساء۔

بَابُ الْمَرْأَۃُ تَھَبُ یَوْمَھَا مِنْ زَوْجِھَا لِضَرَّتِھَا وَکَیْفَ یُقْسَمُ ذَالِکَ

عورت اپنی باری اپنی سوکن کو بخش دے تو کیسے باری مقرر کی جائے گی۔

ص ۷۸۴

حدیث ۲۴۰۶

عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ سَوْدَۃَ بِنْتَ زَمْعَۃَ وَھَبَتْ یَوْمَھَا لِعَائِشَۃَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لِعَائِشَۃَ بِیَوْمِھَا وَیَوْمِ سَوْدَۃَ [1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخش دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ کے لیے دو دن مقرر فرما دیا تھا۔ ایک عائشہ کا ایک سودہ کا۔

بَابُ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِکْرَ عَلَی الثَّیِّبِ

جب کنواری سے ثیب پر نکاح کرے۔

ص ۷۸۵

حدیث ۲۴۰۷

عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِکْرَ عَلَی الثَّیِّبِ اَقَامَ عِنْدَھَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّیِّبَ عَلَی الْبِکْرِ اَقَامَ عِنْدَھَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَۃَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنت یہ ہے کہ جب کوئی ثیب بیوی کے ہوتے ہوئے کنواری سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اس کے بعد باری کی پابندی کرے اور جب کنواری کے ہوتے ہوئے ثیب سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر باری کی پابندی کرے — ابو قلابہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو کہوں کہ انس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا۔

تشریحات ۲۴۰۷

حضرت انس کا یہ فرمانا کہ یہ سنت ہے یہی دلیل ہے، یہ حدیث مرفوع ہے، مزید براں ابو قلابہ اور خالد کا یہ کہنا کہ اگر میں چاہوں تو کہوں کہ

[1] مسلم۔ نکاح۔

حضرت انس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اس کو مرفوع کیا تو کہہ سکتا ہوں"۔ یہ دلیل ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ وَمَا يُنْهٰى مِنْ اِفْتِخَارِ الضَّرَّةِ۔ ص ۷۸۵

جو اسے نہ ملا ہو اس پر آسودگی ظاہر کرنے والا اور سوکنوں کے فخر کرنے سے ممانعت کا بیان۔

حدیث ۲۴۰۸	حَدَّثَتْنِيْ فَاطِمَةُ عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّ اِمْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
	حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ !
	اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اَنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ
	میری ایک سوکن ہے تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے کہ میں یہ ظاہر کروں کہ شوہر نے مجھے یہ دیا حالانکہ اس نے
	يُعْطِيْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا
	مجھے نہیں دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسے نہ دیا گیا ہو اس کے حصول کو ظاہر کرنے
	لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ[1]
	والا ایسے ہی ہے جیسے فریب کا دو کپڑا پہننے والا۔

تشریحات ۲۴۰۸ مطلب یہ ہے کہ اپنی سوکن کو چڑھانے کے لیے کوئی سوکن اس سے یہ کہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو یہ دیا ہے وہ دیا ہے حالانکہ شوہر نے نہ دیا ہو۔ یا یہ کہے کہ شوہر میرے ساتھ یہ خصوصیت برتتا ہے وہ خصوصیت برتتا ہے، حالانکہ ایسا نہ ہو، فرمایا کہ یہ جائز نہیں یہ فریب دینا ہے، جیسے کوئی شخص ریاکاری کے لیے صلحاء اور زہاد کا لباس پہنے حالانکہ صالح اور زاہد نہ ہو۔

بَابُ الْغَيْرَةِ۔ ص ۷۸۵ غیرت کا بیان۔

حدیث ۲۴۰۹	اِنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ عَنْ اُمِّهٖ اَسْمَاءَ اَنَّهَا سَمِعَتْ
	حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

[1] مسلم، نسائی۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا شَیْئَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ ۔

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی بھی اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں ۔

حدیث ۲۴۱۰ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغَارُ وَغَیْرَۃُ

کہ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام

اللّٰہِ اَنْ یَّاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ

کرے جو اللہ نے حرام فرمایا ۔

بَابُ غَیْرَۃِ النِّسَاءِ وَوَجْدِھِنَّ
صـ۷۸۷

عورتوں کی غیرت اور ان کی ناراضگی کا بیان ۔

حدیث ۲۴۱۱ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ

نے فرمایا، میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی رہتی ہو اور جب تم خفا رہتی ہو میں نے پوچھا کیسے

رَاضِیَۃً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ

پہچانتے ہیں حضور نے فرمایا جب تو مجھ سے خوش رہتی ہے تو رب محمد کی قسم اور جب ناراض رہتی ہو تو کہتی

فَقَالَ اَمَّا اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَ

ہو رب ابراہیم کی قسم ۔ میں نے عرض کیا ہاں یہی بات ہے ۔ لیکن میں صرف

اِذَا کُنْتِ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰہِ یَا

حضور کا نام نہیں لیتی ۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَھْجُرُ اِلَّا اِسْمَکَ ؎

؎ کتاب الادب باب ما یجوز من الھجران صـ۸۹۷ ۔ مسلم ۔ فضائل عائشہ ۔

تشریحات ۲۴۱۱

یہ حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اعلیٰ درجہ کی ذہانت وذکاوت کے ساتھ ساتھ انتہائی باادب ہونے کی بھی دلیل ہے کہ ناراضگی کی حالت میں بھی کوئی ایسا فعل ان سے سرزد نہیں ہوتا جس سے ناراضگی ظاہر ہو ورنہ حضور بتاتے، لیکن انتہائی خوب صورت پیرائے میں ناراضگی کو ظاہر بھی کردیتیں جس میں نہ تو حضور کی دل آزاری اور نہ کوئی بے ادبی، ناراضگی سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید محبت کا تعلق قطع ہوگیا۔ اس شبہ کو ام المومنین نے اپنی اس عرض سے دفع فرمادیا کہ ناراضگی کے وقت بھی آپ کے ساتھ محبت اسی طرح باقی رہتی، اس میں کوئی کمی نہیں آتی، حقیقت یہ ہے کہ اس ناراضگی کو ناراضگی کہنا ہی غلط ہے، اس کے لیے اردو میں سب سے موزوں لفظ "روٹھنا" ہے محبوب کے روٹھنے میں بھی ایک لذت ہوتی ہے جس سے اہل دل خوب واقف ہیں یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اسم مسمی عین نہیں مغایر ہیں۔ ہاں ذات باری تعالیٰ میں عین ہیں۔

بَابُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ وَالدُّخُولُ عَلَى الْمُغِيبَةِ.

محرم کے علاوہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا نہ ہو اور جن عورتوں کے شوہر غائب ہوں ان کے پاس جانے کا حکم۔

ص ۷۸۷

حدیث ۲۴۱۲

عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کے پاس جانے سے بچو ایک انصاری نے عرض

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ

کیا یا رسول اللہ! دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں

قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ [۱]

فرمایا دیور موت ہے

تشریحات ۲۴۱۲

"حمو" شوہر کے رشتہ دار یہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے

[۱] مسلم سلام، ترمذی رضاع، نسائی، عشرۃ النساء۔

باپ کو بھی شامل ہے لیکن یہاں بقرینۂ عقلیہ باپ مراد نہیں۔ اس لیے کہ وہ محرم ہے۔ شوہر کے بھائی، بچا، پچا کی اولاد وغیرہ مراد ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں ہندوؤں سے سیکھ کر مسلمانوں میں بھی یہ بلا عام ہے کہ شوہر کے بھائی وغیرہ پردہ نہیں کرتے ۔ پردہ کیا کرتے اپنی بھابی کو آدھی بیوی سمجھتے ہیں۔ دیور اور بھابی آپس میں انتہائی بے تکلفی سے ملتے جلتے ہیں اور بلا جھجھک ہنسی مذاق کرتے ہیں یہ سب حرام و گناہ ہے اور انتہائی خطرناک ۔ اسی طرح عورت کی بہن سے بھی پردہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر بہنوئی اپنی سالی کو اپنی آدھی بیوی سمجھتا ہے جس کے انتہائی خطرناک نتائج آئے دن نکلتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہندو تہذیب کی دین ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کریں ہندو تہذیب اپنے گھروں سے نکالیں ۔

کتاب الطلاق ص ۷۹۰

وَقَولُ اللهِ تَعَالیٰ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوْا الْعِدَّةَ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کے عدت کے وقت پر دو اور عدت شمار کرو۔

اَحْصَیْنَاهُ: حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ، ہم نے اس کو محفوظ رکھا اور گن لیا۔ وَطَلَاقُ السُّنَّةِ اَنْ یُّطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَیْرِ جِمَاعٍ وَیُشْهِدَ شَاهِدَیْنِ۔ طلاق سنت یہ ہے کہ اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ اور دو گواہ بنالے۔

طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ احسن[۱]، حسن[۲]، بدعی[۳]۔ احسن یہ ہے جس طہر میں وطی نہ کی اس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ حسن یہ ہے کہ موطوءہ کو تین طہر میں تین طلاقیں دے بشرطیکہ ان طہروں میں وطی نہ کی ہو اور نہ حیض میں وطی کی ہو یا نابالغہ یا حاملہ یا آئسہ کو تین مہینے میں تین طلاقیں دے۔ بدعی یہ ہے کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دے دے۔ تین دفعہ یا دو دفعہ، یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاق ہے۔

اصل حکم یہ ہے کہ طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ اگر عورت شوہر کو یا شوہر کے اعزا کو ایذا دیتی ہے یا بدکار ہے تو طلاق دینا مستحب، اور اگر شوہر نامرد ہے یا ہجڑا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں تو واجب۔

بَابُ مَنْ طَلَّقَ وَهَلْ یُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ ص ۷۹۰

جس نے طلاق دیا اور کیا مرد اپنی عورت کے رو در رو طلاق دے۔

حدیث ۲۴۱۳	حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ سَأَلْتُ الزُّهْرِیَّ اَیُّ اَزْوَاجِ
	اوزاعی نے ہم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نے زہری سے پوچھا کہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعاذت منہ قال اخبرنی عروۃ عن

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کس نے حضور سے پناہ مانگا تھا تو انہوں نے کہا مجھے عروہ نے خبر دی عائشہ رضی اللہ

عائشۃ ان ابنت الجون لما ادخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہ جون کی لڑکی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئی خلوت میں اور حضور اس سے

ودنی منھا قالت اعوذ باللہ منک فقال لھا لقد عذت بعظیم الحقی باھلک

قریب ہوئے تو اس نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آپ سے تو حضور نے اس سے فرمایا تو نے ایک عظیم

ہستی کی پناہ لی اپنے اہل کے ساتھ مل جا

حدیث ۲۴۱۴ عن حمزۃ بن ابی اسید عن ابی اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں

قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی انطلقنا الی حائط یقال

تک کہ ایک باغ تک پہنچے جس کو شوط کہا جاتا تھا یہاں تک کہ ہم دو باغوں تک پہنچے ان دونوں

لہ الشوط حتی انتھینا الی حائطین فجلسنا بینھما فقال النبی صلی

باغوں کے درمیان ہم بیٹھ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں بیٹھے رہو اور خود اندر تشریف لے

اللہ علیہ وسلم اجلسوا ھھنا ودخل وقد اتی بالجونیۃ فانزلت فی

گئے اور جونیہ کو لایا گیا اور اسے ایک نخلستان کے گھر میں اتارا گیا جس کا نام امیمہ بنت نعمان

بیت فی نخل فی بیت امیمۃ بنت النعمان بن شراحیل ومعھا دایتھا

بن شراحیل تھا اس کے ساتھ اس کی وہ دایہ بھی تھی جس نے اس کو پالا تھا جب حضور اس کے پاس اندر

حاضنۃ لھا فلما دخل علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھبی نفسک

تشریف لے گئے تو حضور نے فرمایا اپنے آپ کو مجھے بخش دے تو اس نے کہا کیا ملکہ اپنے آپ کو معمولی لوگوں

لی قالت وھل تھب الملکۃ نفسھا للسوقۃ قال فاھوی بیدہ یضع

کو بخشتی ہے پھر حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے اوپر رکھا تاکہ اس کو سکون مل جائے تو اس نے کہا میں

یدہ علیھا لتسکن فقالت اعوذ باللہ منک فقال قد عذت بمعاذ

اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آپ سے فرمایا تو نے ایسے کی پناہ لی جس کی پناہ لی جاتی ہے۔ پھر حضور ہمارے

251

ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ يَا اَبَا اُسَيْدٍ اُكْسُهَا رَازِقِيَّيْنِ وَ اَلْحِقْهَا بِاَهْلِهَا

پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو اسید اس کو دو رازقیہ کپڑا پہنادے اور اس کو اس کے اہل کے

وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيْدِ النَّيْسَابُوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبَّاسٍ

پاس پہونچا دے ــــــ دوسرے طریقے سے سہل اور ابو اسید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ

بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ وَ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَيْمَةَ

بنت شراحیل سے شادی کی جب وہ حضور کی خدمت میں خلوت میں پیش کی گئی اور حضور نے اس کی طرف

بِنْتَ شَرَاحِيْلَ فَلَمَّا اُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهٗ اِلَيْهَا فَكَاَنَّهَا كَرِهَتْ

ہاتھ بڑھایا تو اس نے ایسی حرکت کی جس سے اندازہ ہوا کہ اس نے اس کو ناپسند کیا تو ابو اسید کو حکم

ذٰلِكَ فَاَمَرَ اَبَا اُسَيْدٍ اَنْ يُّجَهِّزَهَا وَيَكْسُوْهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ ؎

دیا اس کا سامان درست کردو اس کو دو رازقیہ کپڑا پہنا دو۔

تشریحات ۲۴۱۴

اس سلسلہ میں شراح کے بیان میں شدید اختلاف ہے یہاں جو روایت ہے اس کے مطابق قسطلانی میں ابن سعد کے حوالے سے یہ واقعہ مذکور ہے ــــ نعمان بن جون کندی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، کیا میں حضور کی شادی عرب کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت سے نہ کردوں۔ انہوں نے اپنی لڑکی امیمہ بنت نعمان کی شادی حضور سے کردی اور ابو اُسید کے ساتھ امیمہ کو مدینے بھیجا انہوں نے اسے لاکر بنی ساعدہ میں اتارا، اس کے پاس قبیلے کی عورتیں خوش خوش آئیں اور وہاں سے واپس آکر اس کے جمال کا تذکرہ کیا، وہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امیمہ کے پاس گئے امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں اور یہ کہہ دیا اعوذ باللہ منک۔ کتاب الاشربہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں بعد میں جب اس کو بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو وہ بہت پچھتائی۔ اس حدیث میں ایک اشکال یہ ہے کہ اگر امیمہ کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا تھا جیسا کہ ابن سعد کی روایت سے ظاہر ہے تو پھر حضور کے اس ارشاد کا کیا مطلب. هَبِيْ نَفْسَكِ لِيْ؟ اور یہی یہاں اخیر کی روایت تزوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امیمۃ بنت شراحیل سے ظاہر ہے پھر یہاں کی پہلی حدیث کی ابتدا میں یہ ہے

؎ اشربہ باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آنیتہ ص ۸۴۲۔

کہ زہری سے یہ پوچھا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کس نے حضور سے پناہ مانگی تھی۔ ان سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا مگر کتاب الاشربہ کی روایت میں یہ ہے ذُکِرَ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرأۃ من العرب فامر ابا اسید الساعدی ان یرسل الیہا فارسل الیہا فقدمت کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا تو حضور نے ابو اسید ساعدی کو بھیجا۔ پھر وہیں اخیر میں یہ ہے ھذا رسول اللہ جاء یخطبك یہ حضور تھے جو تجھے نکاح کا پیغام دینے آئے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا۔ پھر اخیر میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ خلوت صحیحہ ہو چکی تھی، خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر مؤکد ہو جاتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مہر نہیں دیا صرف متعہ دیا ایک خاص بات یہ ہے کہ شراح نے یہاں پر کثیر روایتیں ذکر کی ہیں مگر اس گتھی کو کسی نے نہیں سلجھایا کہ نکاح ہوا تھا کہ نہیں ــــ میں نے جہاں تک اس سلسلہ کی روایات پر گہری نظر ڈالی اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا اور زوج کا اطلاق اور تزوج کا اطلاق مجازاً ہوا ہے، قصہ یہی ہوا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ آئی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کا ارادہ فرمایا تھا مگر اس نے بے ادبی کے کلمات استعمال کیے تو حضور نے اس کو جوڑا دے کر کے رخصت کر دیا اور یہ متعہ نہیں تھا، اس لیے کہ متعہ اس وقت مشروع ہے جب نکاح ہوا ہو اور مہر مقرر نہ ہو۔ اور خلوت سے پہلے طلاق دے دے۔ اگر نکاح ہوا ہوتا تو خلوت صحیحہ ثابت ہے پھر مہر بھی حضور دیتے اور عدت کا خرچہ بھی دیتے اور یہ جو حضور نے فرمایا کہ الحقی باھلك یہ طلاق کے لیے نہیں۔ بلکہ اپنے لغوی معنی پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ سب روایتیں اس پر متفق ہیں کہ امیمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تنہائی میں اس طرح اکٹھی ہوئی کہ جماع سے کوئی چیز مانع نہیں تھی اور خلوت صحیحہ پائی گئی۔ تو اگر نکاح ہوا ہوتا اور الحقی باھلك سے حضور کی مراد طلاق ہوتی تو مہر بھی واجب ہوتا اور عدت کا خرچہ بھی، یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے صرف جوڑا دے کر رخصت کر دیتے اس لیے جن کلمات سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا وہ ارادۂ نکاح پر محمول ہیں اور زوجہ کا اطلاق باعتبار مایؤول کے ہے۔

اس سلسلے میں ایک بہت بے ہودہ روایت یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ بھی امیمہ کو دیکھنے گئیں اور ان دونوں نے اس کا بناؤ سنگار بھی کیا اور انہیں میں سے کسی نے اس کو سکھا دیا تھا کہ جب حضور تمہارے پاس آئیں تو یہ کہنا اعوذ باللہ منك، حضور کو یہ جملہ بہت پسند ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر جملۂ مذکورہ کہنا کفر ہے اور کفر کی تلقین بھی کفر، اور ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی کو کفر کی تلقین کریں۔

اس کی تردید کتاب الاشربہ کی روایت سے صراحۃً ہو رہی ہے جس میں اس کی صراحت ہے کہ امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں تھا۔ قصہ یہ ہوا ہوگا کہ وہ ملکہ تھی اس نے سوچا تھا کہ میرا شوہر بھی بڑے آن بان کا ہوگا زرق برق لباس پہن کر آئے گا کسی شاہی محل میں جو لوازمات شاہانہ سے مرصع ہوگا خلوت ہوگی، اس کی امیدوں کے برخلاف نخلستان کے گھر میں اس کو ٹھہرایا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزمرہ کے لباس میں اس کے پاس تشریف لے گئے تو وہ چڑھ گئی اور اس نے وہ کلمات کہہ دیے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا بھی نہیں، پہچانتی تو شاید ایسی گستاخی نہ کرتی۔ ہو سکتا ہے اس کے دماغ میں یہ بات آئی ہو کہ یہ کوئی معمولی آدمی آگیا ہے اس لیے جو منھ میں آیا کہہ دیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔

جس نے تین طلاق کو نافذ جانا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے طلاق دو بار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روکنا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

ص ۷۹۱

توضیح:۔ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟ اور واقع ہوتی ہیں تو تینوں یا ایک؟ جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تینوں طلاقیں تین ہی ہیں خواہ ایک لفظ سے دے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں خواہ تین جملوں میں کہے یعنی میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی ہاں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو دوسری صورت میں صرف ایک ہی پڑے گی دو لغو ہو جائیں گی اس لیے کہ وہ پہلے ہی جملے سے بائن ہو جائے گی، شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی بقیہ طلاقوں کے لیے محل ہی نہیں رہے گی لیکن عورت اگر مدخولہ ہے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ اسی پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہی چاروں ائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔ اصحاب ظواہر یہ کہتے ہیں ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی ہیں۔ آج کل غیر مقلدین نے اصحاب ظواہر کے اسی مذہب کو اختیار کر لیا ہے —— ایک قول یہ ہے کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کا قائل اس زمانے میں کوئی نہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" سے ثابت ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ "الطلاق مرتٰن" کے معنی یہ ہیں کہ ایک طلاق کے بعد دوبارہ دینا ہے جب ایک مجلس میں دی ہوئی دو طلاقیں دو ہیں تو تین بھی تین ہی ہونگی —— علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا اثبات

"تسریح باحسان" سے ہے یہ اپنے عموم کے اعتبار سے جس طرح دو طلاق کے بعد عورت کو چھوڑ دینے کو شامل ہے کہ عدت گزر جائے اسی طرح اس کو بھی شامل ہے کہ تین طلاق دے کر اس سے پورے طور پر چھٹکارا حاصل کرے۔ یہاں احسان اسی معنی میں ہے جو فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْاِحْسَانَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبِیْحَۃَ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں احسان کو پسند فرماتا ہے جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ علاوہ ازیں بعد میں فرمایا گیا "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره"۔ پھر اگر اس کو طلاق دے دیا تو اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے اس آیت میں "فا" ہے۔ فاء تعقیب کے لیے آتی ہے خواہ تراخی کے ساتھ ہو یا بغیر تراخی۔ تو آیت اپنے اطلاق کے اعتبار سے اس صورت کو بھی شامل ہوئی کہ اسی مجلس میں تیسری طلاق دے اس لیے آیت کے سیاق سے ثابت "کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں"۔

ت	وَقَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ فِیْ مَرِیْضٍ طَلَّقَ لَا اَرٰی اَنْ تَرِثَ مُبْتُوْتَۃٌ۔
۶۴۶	ابن زبیر نے کہا اس مریض کے بارے میں جس نے اپنی عورت کو طلاق دی میں نہیں جانتا کہ مبتوتہ وارث ہوگی۔

تشریحات ۶۴۶ اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو مرض الموت میں طلاق رجعی دی اور عدت ہی میں شوہر مر گیا تو وہ عورت وارث بنے گی لیکن اگر طلاق بائن تھی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ وارث ہوگی اگرچہ یہ طلاق بائن تین ہو۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کا مذہب یہ ہے کہ وارث نہ ہوگی۔ خواہ یہ طلاق بائن ایک ہو یا دو یا تین۔

ت	وَقَالَ الشَّعْبِیُّ تَرِثُہٗ فَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَۃَ تَزَوَّجُ اِذَا انْقَضَتِ
۶۴۷	امام شعبی نے کہا کہ وہ وارث ہوگی تو ابن شبرمہ نے کہا جب اس کی عدت گزر جائے تو وہ شادی
	اَلْعِدَّۃُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْاٰخَرُ فَرَجَعَ عَنْ ذٰلِکَ
	کرے گی یا نہیں تو کہا کرے گی کہا بتائیے اگر بعد والا شوہر مر گیا تو، تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔

تشریحات ۶۴۷ امام شعبی کا پہلے مذہب یہ تھا کہ عورت اس حالت میں بھی وارث ہوگی کہ عدت گزرنے کے بعد شوہر مرے اس پر ابن شبرمہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عورت عدت گزرنے کے بعد کسی اور سے اگر شادی کرلے اور یہ دوسرا شوہر بھی مر جائے تو

لازم آئے گا کہ بحیثیت زوجہ دونوں شوہروں کا ترکہ پائے اور یہ کسی طرح درست نہیں تو انہوں نے رجوع کر لیا یعنی یہ قول کیا کہ بعد عدت اگر اس کا شوہر مرے گا تو میراث نہ پائے گی عدت کے اندر مرے گا تو پائے گی اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے بشرطیکہ شوہر نے عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو اور طلاق کے وقت عورت وارث ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو کنیز یا کتابیہ نہ ہو اور شوہر نے جس مرض میں طلاق دی ہے اس مرض کے باقی رہتے ہوئے مرا ہو خواہ اسی مرض کے سبب سے مرا ہو یا کسی اور سبب سے۔ مثلاً قتل کر ڈالا گیا۔

اس کے بعد حضرت امام بخاری نے عُوَیمر عجلانی کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں لعان کے مشروع ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے اخیر میں ہے "فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ یَّاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" تو عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں حکم دیں۔ حضرت امام بخاری کا اشارہ یہ ہے کہ عُوَیمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں مگر حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینی بدعت نہیں۔" اقول وھو المستعان" یہاں ایک نکتہ قابل لحاظ ہے کہ لعان کے بعد عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی اگرچہ قاضی تفریق کا حکم نہ کرے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلاق کی محل نہ رہی اب اسے طلاق دینا نہ دینا برابر ہے لیکن نظر دقیق سے دیکھا جائے تو وہ اب بھی طلاق کی محل ہے اس لیے کہ قاضی کی تفریق سے پہلے وہ نکاح سے باہر نہیں ہوئی اور جب نکاح میں ہے تو طلاق کی محل بھی ہے۔ یہاں حضرت عُوَیمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تفریق سے پہلے طلاق دی تھی۔ اس لیے ان کا طلاق دینا صحیح اور اپنے محل میں ہوا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا بدعت اس وقت ہے جب کہ طلاق رجعی کے بعد شوہر کو رجعت کا حق رہے لیکن اگر صورت حال ایسی ہو کہ شوہر کو رجعت کا حق نہ رہے تو ایک ساتھ تین طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ فیہ ما فیہ۔

بَابُ مَنْ خَيَّرَ نِسَاءَهٗ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔

(احزاب آیت ۲۸) ص ۷۹۱

جس نے اپنی عورتوں کو اختیار دے دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیں اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں۔

حدیث ۲۴۱۵ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَیَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ یُعَدَّ ذَالِكَ عَلَیْنَا شَیْئًا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تو ہم نے اللہ و رسول کو اختیار کیا تو یہ ہم پر کچھ یعنی طلاق نہیں شمار کیا گیا۔

حدیث ۲۴۱۶ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِیَرَةِ فَقَالَتْ خَیَّرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَکَانَ طَلَاقًا قَالَ مَسْرُوْقٌ لَا اُبَالِیْ خَیَّرْتُهَا وَاحِدًا اَوْ مِائَةً بَعْدَ اَنْ تَخْتَارَنِیْ۔

مسروق نے کہا میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خیار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو کیا طلاق ہوئی۔ مسروق نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی بیوی کو ایک اختیار دوں یا سو اس کے بعد کہ وہ مجھے اختیار کرلے۔

تشریحات ۲۴۱۶ جب تک عسرت تھی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن صبر و شکر کے ساتھ رہیں جب بعد میں فراخی حاصل ہوئی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نان و نفقے کا سوال کیا جس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اس کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا مگر سب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اس کا بیان مفصل گزر چکا ہے۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اور بیوی نے شوہر کو اختیار کرلیا تو طلاق نہیں پڑے گی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اس سے ایک طلاق بائن پڑجائے گی۔

بَابٌ اِذَا قَالَ فَارَقْتُكِ اَوْ سَرَّحْتُكِ اَوِ الْخَلِیَّةُ اَوِ الْبَرِیَّةُ اَوْ مَا عُنِیَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلٰی نِیَّتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَقَالَ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَ

کسی نے جب اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھ کو جدا کردیا یا میں نے تجھ کو علیحدہ کردیا۔ یا تو خلیہ ہے یا تو بریہ ہے یا کوئی ایسا لفظ بولا جس سے طلاق مراد لی جاتی ہو تو وہ اس کی نیت پر ہے ــــ اور اللہ عزوجل کے ان

قَالَ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَقَالَ اَوْفَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ص ۷۹۲

ارشادات کا بیان اور انہیں اچھی طرح علاحدہ کر دو سب اور میں تم کو اچھی طرح علحدہ کردوں۔ پھر بھلائی کے ساتھ روکنا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑنا ہے۔ یا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔

توضیح اس باب سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس طرح لفظ طلاق سے طلاق پڑجاتی ہے جو طلاق کے معنی میں صریح ہے اسی طرح کنائی الفاظ سے بھی طلاق پڑجاتی ہے جب کہ شوہر نے اسے بہ نیت طلاق کہا ہو اور طلاق کے کنائی الفاظ کی کوئی حد نہیں ہر وہ لفظ جو عرف عام میں بطور کنایہ طلاق کے لیے استعمال کیا جاتا ہو وہ طلاق کنائی کا لفظ ہے حضرت امام بخاری نے ان میں سے چند الفاظ کو شمار کرایا ہے۔ طلاق خصوصًا کنائی طلاق فقہ کے اہم ابواب میں سے ہے اور اس میں اثبات و نفی دونوں خطرے کا پہلو موجود ہے مثلاً شوہر نے کوئی لفظ استعمال کیا جس سے واقع میں کوئی طلاق پڑگئی اور کسی خام کار مفتی نے فتویٰ دے دیا کہ طلاق نہیں پڑی اور وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہے تو حرام کاری میں مبتلا رہے اس کے برعکس اگر جس جملے سے طلاق نہیں پڑی اور کسی نے فتویٰ دے دیا کہ طلاق پڑگئی تو عورت اور دوسرا شوہر حرام میں مبتلا رہے اور مفتی کے فتویٰ کی آڑ اس موقع پر کام نہ دے گی جو حقیقت میں مفتی نہ ہو اسے مفتی بنانے کے بارے میں حدیث میں فرمایا واتخذ الناس رؤساجھالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ؎۱ لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے ان سے سوال کیا جائے گا تو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عوام یہ نہ گمان کریں کہ ہم بچے رہیں گے" اَضَلُّوْا" سے صاف ظاہر ہے کہ جاہل کے فتوے پر عمل کرنے والا گمراہ ہے پھر دوسری حدیث میں نہایت واضح طریقے پر فرمایا۔ مَنْ اُفْتِیَ بغیرِ عِلْمٍ کان اثمہ علی من افتاہ ؎۲ کسی بے علم سے فتوی پوچھا گیا تو گناہ اس پر ہے جس نے اس سے فتویٰ پوچھا۔

بَابٌ مَنْ قَالَ لِاِمْرَاَتِہٖ اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ۔ ص ۷۹۲

جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔

ت	قَالَ الْحَسَنُ نِيَّتُهٗ
۶۴۸	یعنی اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق ہے ورنہ یمین

؎۱ مشکوٰۃ ص ۳۳۔ ؎۲ مشکوٰۃ ص ۳۵۔

اور یہی قول امام نخعی، امام شافعی اور امام اسحٰق کا ہے اور اسی کے مثل حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور طاؤس سے بھی مروی ہے امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے تینوں طلاق پڑ جائے گی عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا لیکن اگر اس سے تین سے کم کی نیت کی اور عورت غیر مدخول بہا ہے تو جتنی نیت کی اتنی پڑے گی اور احناف کے یہاں متون میں مذکور ہے کہ یہ طلاق کنائی کا لفظ ہے اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اگر تین کی نیت ہے تو تین۔ اور اگر دو کی نیت ہے تو ایک ہی پڑے گی جیسا کہ ہدایہ میں ہے[۱] لیکن درمختار اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ یہ ملحق بالصریح ہے بلا نیت بھی اس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی[۲] وجہ یہ تحریر فرمائی کہ اب عرف میں یہ لفظ طلاق صریح کے معنیٰ میں مستعمل ہے مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۵۰۸ (مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور) میں بھی یہی فتویٰ دیا۔ نیز حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۳ میں اسی کو اختیار فرمایا۔

امام حسن کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ نقل کیا۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا کہ اس قول میں چودہ ۱۴ مذہب ہیں جیسا کہ توضیح میں ہے قرطبی نے اٹھارہ ۱۸ مذہب ذکر کیا کچھ لوگوں نے اس سے زیادہ بتایا، ابن بطال نے ان میں سے آٹھ مذہب کو ذکر کیا۔ وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ فَسَمَّوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ وَلَيْسَ هٰذَا كَالَّذِي يُحَرِّمُ الطَّعَامَ لِأَنَّهُ لَا يُقَالُ لِطَعَامِ الْحِلِّ حَرَامٌ وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ حَرَامٌ وَقَالَ فِي الطَّلَاقِ ثَلَاثٌ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ اور اہل علم نے کہا جب تین طلاق دے تو اس پر اس کی عورت حرام ہو گئی تو انہوں نے اسے طلاق یا فراق کی وجہ سے حرام کہا اور یہ ایسا نہیں جیسے کوئی کھانا حرام کرے اس لیے کہ یہاں حلال کھانے کو حرام نہیں کہا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے تین طلاق کے بارے میں فرمایا کہ اب اسے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرلے۔

توضیح امام بخاری نے باب کا عنوان یہ باندھا تھا جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اور اس کا جواب نہیں ذکر فرمایا۔ اب اپنے اس قول سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ عورت شوہر پر حرام ہو گئی اس قول کا ماحصل یہ ہے کہ طلاق کی وجہ سے عورت کا طلاق دینے والے پر حرام ہونا ایک الگ بات ہے اور اگر

---

[۱] ہدایہ ص ۳۵۴ ج ۲۔ [۲] باب الصریح ص ۲۵۲ و کنایات ص ۲۹۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

کسی نے یہ کہا کہ یہ کھانا مجھ پر حرام ہے تو یہ ایک دوسری بات ہے اس لیے کہ طلاق کی وجہ سے جو عورت نکاح سے باہر ہو جائے اس کو تو علما کہتے ہیں کہ حرام ہے لیکن قول مذکور کی وجہ سے کھانے کو حرام نہیں کہتے اور مطلقہ کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس عورت کو تین طلاق دے دی گئی وہ طلاق دینے والے کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شخص سے نکاح کرے "حلال نہیں" کی دوسری تعبیر ہے " حرام "۔

اقول وھوالمستعان ـــ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے فائدہ کیا حاصل ہوا بلکہ بنظر دقیق کوئی فرق نہیں، جس کھانے کے نہ کھانے کی قسم کھائی ہے اس کھانے کو بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ قسم کھانے والے کو اس کا کھانا حرام ہے اگرچہ یہ حرمت عارضی اور قسم کھانے کی وجہ سے ہے مگر حرام کا اطلاق تو صحیح ہے میرے خیال میں امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب عورت کو کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے طلاق بائن پڑ جائے گی اس میں قسم کا احتمال نہیں کہ اگر اس کی نیت قسم کی ہے تو قسم ہے بخلاف اس کے کہ جب کسی کھانے کے لیے کہے کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ یمین ہے اگر کھائے گا تو قسم توڑنے کا اس پر وبال ہوگا مگر کھانا کھانے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے مال حرام کھایا بخلاف عورت کے کہ اگر اسے ہاتھ لگائے گا تو اس کا یہ فعل حرام ہوگا اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے تین طلاق پڑ جائے گی اگرچہ اس کی نیت ایک طلاق کی ہو۔ بہرحال ان کی مراد مخفی ہے بات صاف نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ت ۶۴۹	وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا
	نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب تین طلاق دینے والے کے بارے
	سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَالَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
	میں سوال ہوتا تو فرماتے کاش کہ ایک یا دو طلاق دیتا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهٰذَا فَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا حَرُمَتْ حَتّٰى تَنْكِحَ
	پس اگر اپنی عورت کو تین طلاق دے دے تو وہ اس پر حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور
	زَوْجًا غَيْرَهٗ۔
	شوہر سے نکاح کرے۔

تشریحات ۶۴۹

اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم[1] میں روایت کیا ہے قصہ یہ ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی ایک بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت عرض کی فرمایا اسے حکم دو کہ رجعت کرے اور اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ یہ حیض ختم ہو جائے اور طہر کے ایام بھی گزر جائیں پھر دوسرا حیض آئے اور وہ بھی گزر جائے پھر اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے بشرطیکہ اس طہر میں جماع نہ کیا ہو۔

اَمَرَنِی بِھٰذَا ۔۔۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک یا دو طلاق کا حکم دیا تھا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ رجعت کا حکم دیا تھا اور بھٰذا سے رجعت ہی مراد ہے یعنی مجھے ایک طلاق کے بعد رجعت کا حکم دیا تھا اور اسی کے حکم میں دو طلاق بھی ہے اور اگر تین طلاق دیدیا تو رجعت کا حکم نہ رہا بلکہ اب بے حلالہ اس سے نکاح بھی جائز نہیں۔

بَابُ لِمَا تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۔ ص ۷۹۲

اللہ نے آپ کے لیے جو حلال فرمایا ہے اسے کیوں حرام فرماتے ہو۔

حدیث ۲۴۱۷	عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
	تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْعَسَلَ
	علیہ وسلم شہد یا میٹھے کو پسند فرماتے تھے اور جب عصر سے فارغ ہو جاتے تو اپنی ازواج کے
	اَوِ الْحَلْوَاءَ وَكَانَ اِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلٰى نِسَائِهٖ فَيَدْنُوْا
	پاس تشریف لے جاتے اور ان سے قریب ہوتے ایک دن حفصہ بنت عمر کے پاس تشریف لے
	مِنْ اِحْدٰهُنَّ فَدَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ فَاحْتَبَسَ اَكْثَرَ مَا كَانَ
	گئے جتنی دیر ٹھہرنے کی عادت تھی وہاں اس سے کچھ زیادہ ٹھہرے اس پر مجھے غیرت آئی تو میں
	يَحْتَبِسُ فَغِرْتُ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقِيْلَ لِيْ اَهْدَتْ لَهَا امْرَاَةٌ
	نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی کسی عورت نے ان کے پاس ایک کپا

[1] مسلم جلد اول ص ۴۷۶

مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِّنْ عَسَلٍ فَسَقَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

شہد ہدیہ بھیجا ہے انہوں نے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلا یا ہے میں نے اپنے جی میں کہا اس

شُرْبَةً فَقُلْتُ اَمَا وَاللهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ اِنَّهُ سَيَدْنُوْا

کے سدّ باب کے لیے میں ضرور کوئی حیلہ کردوں گی یہ سوچ کر میں نے سودہ بنت زمعہ سے کہا کہ حضور

مِنْكِ فَاِذَا دَنَى مِنْكِ فَقُوْلِي اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ فَاِنَّهُ سَيَقُوْلُ لَكِ لَا فَقُوْلِي

تیرے قریب ہوں گے جب حضور تجھ سے قریب ہوں تو کہنا حضور نے مغافیر کھایا ہے تو تجھ سے

مَا هٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ اَجِدُ فَاِنَّهُ سَيَقُوْلُ لَكِ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ شُرْبَةَ

فرمائیں گے نہیں تم کہنا آپ کے دہن پاک سے یہ کیسی بو محسوس کر رہی ہوں اس پر فرمائیں گے مجھے حفصہ نے

عَسَلٍ فَقُوْلِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَيَقُوْلُ لَهُ ذَالِكِ وَقُوْلِي اَنْتِ

شہد پلایا ہے تو تم عرض کرنا اس کی مکھی نے عُرفط کا رس چوسا ہے اور میں بھی یہی کہوں گی تم بھی اے صفیہ

يَا صَفِيَّةُ ذَالِكِ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ فَوَاللهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ

یہی کہنا۔ سودہ کہتی ہیں واللہ رسول اللہ تشریف لاکر دروازے پر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ تیرے ڈر سے

فَاَرَدْتُ اَنْ اُنَادِيَهُ بِمَا اَمَرْتِنِيْ فَرَقًا مِّنْكِ فَلَمَّا دَنٰى مِنْهَا قَالَتْ

اس بات کے کہنے کا ارادہ کر لیا جو تو نے مجھ سے کہا تھا سودہ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کھایا

لَهُ سَوْدَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ قَالَ لَا قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ الرِّيْحُ

ہے فرمایا نہیں عرض کیا یہ کیسی بو ہے کہ جو حضور کے دہن پاک سے آرہی ہے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد

الَّتِيْ اَجِدُ مِنْكَ قَالَ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ شُرْبَةَ عَسَلٍ فَقَالَتْ جَرَسَتْ

پلایا ہے تو سودہ نے کہا اس کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہے پھر جب حضور میرے پاس تشریف لائے

نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَارَ اِلَيَّ قُلْتُ لَهُ نَحْوَ ذَالِكَ فَلَمَّا دَارَ اِلٰى صَفِيَّةَ

تو میں نے بھی وہی بات کہی پھر جب صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو صفیہ نے بھی وہی بات کہی اس کے

قَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذَالِكَ فَلَمَّا دَارَ اِلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَا

بعد جب حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو شہد میں سے کچھ نہ پلاؤں فرمایا

أُسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ وَاللّٰهِ لَقَدْ

اس کی مجھے حاجت نہیں، اس پر سودہ کہتی تھیں بخدا حضور پر ہم نے شہد کو حرام کر دیا میں نے سودہ

حَرَمْنَاهُ قُلْتُ لَهَا اُسْكُتِي.

سے کہا چُپ رہ۔

تشریحات ۲۴۱۷

اکثر روایتوں میں یہی ہے کہ عصر کے بعد یہ دورہ فرماتے لیکن کچھ روایتوں میں یہ آیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد تشریف لے جاتے جیسا کہ عبد بن حمید نے اور ابن مردویہ نے اپنی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ صحیح یہی کہ عصر کے بعد تشریف لے جایا کرتے تھے اور فجر کے بعد والی روایت شاذ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فجر بعد سب ازواج کے پاس تشریف لے جاتے صرف سلام اور دعا پر اکتفا کرتے اور عصر بعد کچھ دیر بیٹھتے باتیں کرتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی فجر بعد تشریف لے جاتے اور کبھی عصر بعد اس روایت میں یہ ہے کہ حفصہ کے وہاں شہد پیا تھا اور پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ زینب کے گھر پیا تھا ابن مردویہ نے بطریق ابن ملیکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ سودہ کے یہاں شہد پیا تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے حضرت زینب بنت جحش کے یہاں پیا تھا۔

مغافیر ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جس میں تیز ناگوار بُو ہوتی ہے۔

عُرفط ایک خار دار درخت ہے اس میں بھی ناگوار بُو ہوتی ہے۔ شہد کی مکھیاں جن پھولوں سے رس چوستی ہیں اگر پھولوں کی بُو تیز ہوتی ہے تو شہد میں محسوس ہوتی ہے یوں ہی کچھ کچھ مزا بھی محسوس ہوتا ہے میں نے خود بعض دفعہ شہد میں گلاب کی خوشبو محسوس کی ہے۔

بظاہر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حرکت اچھی نہیں لیکن محبوب و محب کے ناز و ادا ہمارے اور آپ کی پسند سے بالا تر ہوتے ہیں۔ غیرت ایک خطرناک چیز ہے ایک فارسی شاعر نے کہا ہے ؎

باسایہ ترا نمی پسندم ___ عشق است و ہزار بد گمانی

غالب نے اسی غیرت کو اس طرح بیان کیا کہ کفر ہو گیا کہتا ہے ؎

غضب یہ ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب

وہ دشمن جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غیرت کے جوش میں جو کچھ کر گئیں اس کی حیثیت محبوبانہ ناز و ادا سے زیادہ نہیں۔ آیہ کریمہ لما تحرم ما احل اللہ لك سے کچھ لوگوں نے یہ استدلال

کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرماتا یہ نہ فرماتا کہ اللہ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کیا ہے اسے کیوں حرام کرتے ہو

اقول وھو المستعان اسے مواخذہ سمجھنا ہی غلط فہمی ہے آیت کا سیاق بتا رہا ہے کہ یہاں عتاب نہیں، نہ مواخذہ ہے بلکہ پیار بھرے لہجے میں فرمایا گیا کہ جو چیز تمہیں پسند ہے وہ اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے کیوں اپنے اوپر حرام فرمایا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جب کوئی خادم اپنی طاقت سے زیادہ کوئی کام کرے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اتنا کام کیوں کیا ایک دو نہیں متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت سی حرام چیزوں کو حلال فرمادیا۔ مثلاً حضرت سراقہ کو کسریٰ کا سونے کا کنگن اور حضرت ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دے دی اس کے تفصیلی دلائل دیکھنا ہو تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منیۃ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کریں یا اس خادم کے مقالات میں یہ عنوان پڑھ لیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قانون ساز بھی ہیں۔

بَابُ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ۔ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ احزاب آیت ۴۹ ص ۷۹۳

نکاح سے قبل طلاق نہیں اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ان کے چھونے سے پہلے طلاق دو تو ان پر کوئی عدت نہیں جسے وہ شمار کریں انہیں کچھ سامان دو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

توضیح حضرت امام بخاری نے باب باندھ کر اس کا حکم تحریر نہیں فرمایا لیکن سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہی افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قبل نکاح طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی یہ ایک طرح صحیح بھی ہے مثلاً کسی اجنبیہ عورت سے کہا اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھ کو طلاق پھر اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد یہ عورت اس کے گھر گئی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی مگر یہ صورت متنازع فیہ نہیں سب کا اتفاق ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ متنازع فیہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی اجنبیہ عورت سے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہمارے یہاں نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی کچھ ائمہ فرماتے ہیں کہ واقع نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے پہلے طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ بلا نکاح طلاق نہیں اس لیے کہ طلاق نکاح کی قید اٹھانے کا نام ہے لیکن جب طلاق نکاح پر معلق ہے نکاح شرط ہے اور طلاق جزا اور جزا کا وجود شرط کے بعد ہی ہوتا ہے تو یہ طلاق قبل نکاح نہ ہوئی

ت ۶۵۰

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَعَلَ اللّٰهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ

حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ نے نکاح کو طلاق کے بعد کیا۔

تشریحات ۶۵۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقصد یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے اس آیت میں طلاق کو نکاح کے بعد کیا فرمایا جب تم نکاح کرو پھر طلاق دو، اس سے ظاہر کہ قبل نکاح طلاق دینا لغو، لیکن آیۂ کریمہ یا اس تعلیق کو مسئلہ تعلیق سے کوئی لگاؤ نہیں جیسا کہ ہم بتا آئے۔

ت ۶۵۱

وَيُرْوٰى فِي ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ

حضرت علی اور سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر اور ابو بکر

الزُّبَيْرِ وَاَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

بن عبد الرحمٰن اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور ابان بن عثمان اور

عُتْبَةَ وَاَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحٍ وَسَعِيْدِ بْنِ

علی بن حسین اور شریح اور سعید بن جبیر اور قاسم اور سالم اور طاؤس

جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاؤُسٍ وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرِ

اور حسن اور عکرمہ اور عطاء اور عامر بن سعد اور جابر بن زید اور نافع

بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَ

بن جبیر اور محمد بن کعب اور سلیمان بن یسار اور مجاہد اور قاسم بن عبد الرحمٰن

سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ

اور عمرو بن ہرم اور شعبی سے اس بارے میں روایت کی گئی ہے

هَرِمٍ وَالشَّعْبِيِّ اَنَّهَا لَا تُطَلَّقُ۔

کہ اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

تشریحات ۶۵۱

ان سب تعلیقات کا حاصل یہی ہے کہ اگر کسی نے قبل نکاح یہ کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اور پھر

نکاح کر لیا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہی حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے اس بارے میں تین مرفوع حدیثیں بھی وارد ہیں لیکن ان تینوں حدیثوں میں سے ایک بھی لائق احتجاج نہیں ان میں بعض راوی وضاع اور بعض کے کذاب تک ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے بہت فاضلانہ بحث فرمائی ہے رہ گئیں تعلیقات تو خود حضرت امام بخاری نے ان کو "یُرْوٰی" سے ذکر فرمایا جو صیغۂ تمریض ہے اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ سب تعلیقیں ضعیف ہیں ان سب کے ضعف کو علامہ عینی نے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُوْنِ وَاَمْرِهِمَا وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهٖ. لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰى وتلا الشَّعْبِيُّ لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَانَا وَمَا لَا يَجُوْزُ مِنْ اِقْرَارِ الْمُوَسْوِسِ۔

ص ۷۹۳

گھر میں بند کرنے اور جبر کی حالت میں طلاق کا بیان اور نشے والے اور پاگل کے طلاق کا حکم اور ان دونوں کا حکم ایک ہے یا نہیں؟ اور طلاق اور شرک وغیرہ میں بھول چوک کا بیان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے اعمال نیت ہی پر ہیں اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی اور امام شعبی نے اس پر یہ تلاوت کی، اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا اور وسوسہ زدہ کا اقرار معتبر نہیں۔

توضیح باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کو گھر میں بند کر کے یا ڈرا دھمکا کر طلاق لی گئی یا کسی نے نشے کی حالت میں طلاق دی یا جنون کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور طلاق کے معاملے میں نشہ اور جنون میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ یا چوک کر طلاق دی مثلاً کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور زبان سے طلاق نکل گئی یا بھول کر طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اسی طرح کوئی وسوسے کا بیمار ہے اور اس حال میں کچھ اقرار کر لیا تو یہ اقرار معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا لیکن جو دلائل ذکر کیے اس سے ظاہر ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی اور وسوسہ زدہ کا اقرار معتبر نہیں، اپنی تائید میں امام بخاری نے مندرجہ ذیل باتیں ذکر کی ہیں۔

اول — مشہور حدیث "الاعمال بالنیۃ" کہ اعمال نیت ہی پر ہیں، امام بخاری "بالنیۃ" کا متعلق صحت کو مانتے ہیں ان کے نزدیک صحت کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کی صحت نیت پر ہے —

جلد اول میں ہم اس حدیث کے تحت ثابت کر آئے کہ صحت مقدر ماننا صحیح نہیں، بلکہ یہاں مقدر ثواب ہے اس لیے اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

دوم — عامر بن شرحبیل شعبی سے مخطی اور ناسی کے طلاق کے بارے میں سوال ہوا، یعنی چوکنے والے اور بھولنے والے کے طلاق کے بارے میں تو انہوں نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت کی اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا۔

لیکن ہر عاقل پر روشن ہے کہ کسی چیز پر مواخذہ نہ ہونا اور بات ہے اور دنیوی حکم شرع کا مرتب ہونا اور بات ہے۔ مثلاً کسی نے شکار پر گولی چلائی گولی بجائے شکار کے انسان کو لگ گئی اور انسان مرگیا — اس صورت میں گولی چلانے والا گنہگار نہیں مگر دیت واجب ہے۔

سوم — حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اقرار کیا تو حضور نے ان سے فرمایا کیا تجھے جنون ہے —؟ اس سے ثابت ہوا کہ مجنون کا اقرار معتبر نہیں —

مجنون کے سلسلے میں ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ نہ اس کی طلاق واقع نہ اس کا اقرار معتبر —

چہارم — اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اونٹنیوں کی کوکھ پھاڑ ڈالی اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشے میں تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت حمزہ کو کوئی سزا دی اور نہ ان پر کوئی تاوان واجب کیا اس سے ثابت ہوا کہ نشے کی حالت میں جرم، جرم نہیں، اسی طرح نشے والے کی طلاق، طلاق نہیں — لیکن علماء احناف فرماتے ہیں کہ نشے والے کی طلاق واقع ہے جس پر انتہائی محققانہ بحث علامہ بدر الدین محمود عینی نے عمدۃ القاری اور امام کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر میں فرمائی ہے ہمیں اختصار ملحوظ ہے اس لیے اسے نہیں لکھتے۔

رہ گیا حضرت حمزہ کو کوئی سزا نہ دینا، اور ان پر کوئی تاوان واجب نہ کرنا یہ غالباً اس بنا پر ہے کہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا ہے اس وقت تک ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں تعزیری حکم مشروع نہ ہوا ہو، یا ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے درگزر فرمایا ہو —

ت	وَقَالَ عُثْمَانُ لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ۔
۶۵۲	اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سکران اور مجنون کے لیے طلاق نہیں۔

252

تشریحات ۶۵۲

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے گزر چکا کہ ہمارے یہاں مجنون اور سکران میں فرق ہے مجنون کی طلاق واقع نہیں اور نشے والے کی واقع ہے۔

ت وَقَالَ بْنُ عَبَّاسٍ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ۔

۶۵۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نشے والے اور مُکرَہ کی طلاق نافذ نہیں۔

اس تعلیق کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ سکران اور مستکرہ کے لیے طلاق نہیں اس کے معنی مقہور و مغلوب کے ہیں ہمارے یہاں اگرچہ اکراہ حد شرعی تک پہونچا ہوا ہو اس حالت میں کوئی طلاق دے تو بھی واقع ہو جائے گی۔ اور یہی مذہب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے جیسا کہ مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو اس نے طلاق دے دی معاملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش ہوا انہوں نے اس طلاق کو نافذ فرما دیا اور یہی مذہب حضرت ابراہیم نخعی اور ابو قلابہ اور حضرت سعید بن مسیب اور قاضی شریح اور امام زہری اور قتادہ اور سعید بن جبیر کا بھی ہے۔

ت وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ۔

۶۵۴ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ موسوس کی طلاق درست نہیں۔

تشریح ۶۵۴

یہ صحیح ہے اس لیے کہ وسوسہ کہتے ہیں ان خیالات کو جو آدمی کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور اس سے طلاق واقع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں طلاق اس وقت واقع ہوگی جب آدمی اپنی زبان سے اتنی آواز میں طلاق دے کہ خود سن سکے محض سوچنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

ت وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا بَدَءَ بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ۔

۶۵۵ اور امام عطاء نے کہا جب طلاق دے تو اس کے لیے اس کی شرط ہے۔

توضیح

یعنی طلاق کو کسی شرط پر معلق کر دے خواہ شرط کو مقدم کرے یا مؤخر مثلاً یوں کہے اگر تو باہر نکلی تو تجھے طلاق، یا تجھے طلاق ہے اگر تو گھر سے باہر نکلی۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔

ت ۶۵۶

وَقَالَ نَافِعٌ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاتَهُ الْبَتَّةَ اِنْ خَرَجَتْ

اور نافع نے کہا ایک شخص نے اپنی عورت کو قطعی طلاق دی اس شرط پر کہ اگر وہ

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ

باہر نکلی حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر وہ عورت باہر نکلی تو قطعی طلاق پڑ گئی اور اگر

مِنْهُ وَاِنْ لَمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْئٍ ۔

نہیں نکلی تو کچھ نہیں

ت ۶۵۷

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ فِیْ مَنْ قَالَ اِنْ لَمْ اَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَامْرَاتِیْ

اور امام زہری نے کہا اگر کسی نے یہ کہا اگر میں ایسا ایسا نہ کروں تو میری

طَالِقٌ ثَلَاثًا يُسْئَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهٗ حِيْنَ حَلَفَ بِتِلْكَ

بیوی کو تین طلاق اس نے جو کہا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے کہ

الْيَمِيْنِ فَاِنْ سَمّٰى اَجَلًا اَرَادَهٗ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهٗ حِيْنَ حَلَفَ

یہ قسم کھاتے وقت اس کے دل میں کیا تھا اب اگر وہ کسی مقررہ مدت کو بتائے جس کا اس نے دل میں پختہ

جُعِلَ ذَالِكَ فِیْ دِيْنِهٖ وَاَمَانَتِهٖ ۔

ارادہ کیا تھا قسم کھاتے وقت تو دیانۃً اسے مان لیا جائے گا ۔

توضیح احناف کے یہاں اگر کوئی قرینہ یمین فور کا ہو یعنی اس بات پر کہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابھی اگر نہ کر دوں تو مجلس بدلتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر یمین فور پر کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ تابید پر محمول ہوگا اب اگر زندگی بھر اس نے یہ کام نہیں کیا تو مرنے کے بعد اس کی زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی ۔

ت ۶۵۸

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنْ قَالَ لَا حَاجَةَ لِیْ فِيْكِ نِيَّتُهٗ ۔

اور حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر یہ کہا مجھے تیری حاجت نہیں تو اس کی نیت پر موقوف ہے ۔

توضیح یعنی اگر اس نے یہ جملہ بہ نیت طلاق کہا ہے تو طلاق پڑ گئی ورنہ نہیں ۔

ت وَطَلَاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ ۔

۶۵۹ ہر قوم کی طلاق ان کی زبان میں ہے ۔

توضیح یعنی طلاق واقع ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ لفظ طلاق ہی استعمال کرے بلکہ ہر شخص کی زبان یعنی لغت میں ایسا لفظ جو ان کے عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہو جب وہ لفظ عورت کی طرف اضافت کرکے بولا جائے تو وہ طلاق کا لفظ ہے اس کے بولنے سے اس کی زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو، جیسے فارسی میں "ہشتم ترا اززنی" یا "ہشتم ترا اززنی" بلکہ اگر "اززنی" نہ کہا تو بھی صرف "ہشتم ترا" اور "بہشتم ترا"ؑ اور اردو میں "میں نے تجھ کو چھوڑا" بلکہ بہت سے اقوام کے عرف میں "فارغ خطی" دی بھی طلاق صریح ہے ۔

ت وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَا قَالَ إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَغْشَاهَا

۶۶۰ اور قتادہ نے کہا جب کسی نے اپنی عورت سے کہا جب تجھے حمل ٹھہر جائے تو تجھے تین طلاق

عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ ۔

ہر طہر میں اس سے ایک مرتبہ ہمبستری کرے پس اگر حمل ظاہر ہو جائے تو یہ عورت اس کے نکاح سے نکل گئی ۔

تشریح ۶۶۰ حضرت قتادہ کا یہ ارشاد بر بنائے احتیاط ہے اس لیے کہ اس کا احتمال ہے کہ ایک بار جماع سے استقرار حمل ہو گیا ہو اور اس کا علم حیض کے رکنے ہی سے ہوگا اس لیے ایک طہر میں دو بار ہمبستری نہ کرے جب حیض آجائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ استقرار حمل نہیں ہوا اس لیے اس کے بعد والے طہر میں ہمبستری بلاشبہ جائز ہے لیکن ابن سیرین نے فرمایا کہ جب تک حمل ظاہر نہ ہو طہر میں جتنی بار چاہے جماع کرے اور یہی جمہور کا مذہب ہے

ت وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ الْحَقِي بِأَهْلِكِ نِيَّتُهُ

۶۶۱ اور امام حسن بصری نے فرمایا جب اپنی عورت سے یہ کہے اپنے اہل کے ساتھ مل جا تو دارومدار اس کی نیت پر ہے

ؑ فتاویٰ عالمگیری ص۳۷۹ ج اول پاکستانی الفصل الرابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ ۔

توضیح یعنی اگر اس نے یہ قول طلاق کی نیت سے کہا ہے تو طلاق پڑ گئی اور اگر بغیر طلاق کی نیت کے کہا ہے تو طلاق واقع نہ ہو گی۔

ت ۶۶۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ وَالْعَتَاقُ مَا اُرِيْدَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: طلاق ضرورت سے ہے اور عتاق سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔

تشریح ۶۶۲ یعنی طلاق ضرورت کے وقت دینی چاہیے مثلاً عورت بدکردار ہے یا ناشزہ ہے رہ گیا عتاق یعنی لونڈی اور غلام آزاد کرنا یہ اللہ عزوجل کی رضا ہی کے لیے ہوتا ہے اس میں آزاد کرنے والے کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔

ت ۶۶۳ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ مَا اَنْتِ بِامْرَاَتِيْ نِيَّتُهٗ اِنْ نَوٰى طَلَاقًا فَهُوَ مَا نَوٰى۔

اور امام زہری نے فرمایا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو میری بیوی نہیں تو اعتبار اس کی نیت کا ہے اگر طلاق کی نیت کی تو وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

تشریح ۶۶۳ یعنی یہ کہنا کہ تو میری بیوی نہیں طلاق کنائی کا جملہ ہے بغیر نیت اس سے طلاق واقع نہ ہو گی ـــــ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طلاق صریح کا جملہ ہو لیکن چونکہ زوجیت کا ختم ہونا طلاق ہی پر موقوف نہیں طلاق کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جس سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے مثلاً شوہر کا مرتد ہونا اور ظاہر الروایہ کے مطابق عورت کا مرتد ہونا یا شوہر کا عورت کی بیٹی یا ماں سے ہمبستری کر لینا یا عورت کے ساتھ شوہر کے باپ یا بیٹے کا ہمبستری کر لینا، تو جب زوجیت کا ختم ہونا طلاق ہی پر موقوف نہیں، طلاق کے علاوہ اور صورتیں ہیں جن سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے تو یہ صیغہ طلاق صریح کا نہ ہوا کنایہ کا ہوا ـــــ

ت ۶۶۴ وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا پاگل سے

ثَلٰثٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یُدْرِکَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ.

یہاں تک کہ اس کی عقل درست ہو جائے اور بچے سے یہاں تک بالغ ہو جائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے۔

تشریح ۶۶۴ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت لائی گئی جس نے بدکاری کی تھی حضرت عمر نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا اتفاق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اس کی خبر حضرت عمر کو کی گئی فرمایا علی کو بلاؤ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے اور فرمایا اے امیرالمومنین آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین سے قلم اٹھا لیا گیا ہے بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے اور معتوہ (بوہرے سے) یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو جائے اور یہ بنی فلاں کی معتوہ ہے ہو سکتا ہے جو اس کے پاس آیا وہ اس وقت آیا ہو کہ یہ جنون کی حالت میں رہی ہو حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں جانتا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کب یہ حرکت کی گئی اور یہی حضرت علی کے فرمانے کا مطلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اب اس میں شبہہ پیدا ہو گیا تو اس کے ساتھ زنا افاقے کی حالت میں ہوئی یا جنون کی حالت میں اور شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے[1]

ت ۶۶۵ وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَکُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْہِ.

ہر طلاق نافذ ہے سوائے معتوہ کی طلاق کے۔

تشریح ۶۶۵ معتوہ حقیقت میں مجنون ہی کی ایک قسم ہے جس کے جنون میں شدت کم ہوتی ہے مگر اچھے برے نفع نقصان کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث ۲۱۴۸ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ اَتَی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کے ایک صاحب

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِنَّہٗ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور مسجد میں جلوہ فرما تھے اور انہوں نے کہا کہ اس نے

[1] کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ص ۲۴۸۔

عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّهِ الَّذِي أَعْرَضَ فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ

زنا کیا ہے حضور نے اپنا رخ انور پھیرلیا تو وہ اس طرف جاکر کھڑے ہو گئے جدھر حضور نے رخ انور

قَدْ عَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُونٌ هَلْ أُحْصِنْتَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَبِهِ أَنْ

پھیرا تھا اور انہوں نے چار بار اقرار کیا اب حضور نے انہیں بلایا اور پوچھا کیا تجھے جنون ہے؟ کیا تو محصن ہے انہوں نے

يُرْجَمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتّٰى أُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ عه

عرض کیا ہاں اب حضور نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ اسے عید گاہ میں لے جاکر سنگسار کیا جائے جب ان پر پتھر پڑنے

لگے تو وہ بھاگے۔ یہاں تک کہ حرہ میں پکڑے گئے اور مار ڈالے گئے۔

حدیث ۲۱۴۹

أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قبیلۂ اسلم کے ایک صاحب رسول اللہ

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتٰى رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ رَسُولَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور مسجد میں تشریف فرما تھے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

اس نے حضور کو پکارا اور کہا یا رسول اللہ! کم ترین نے زنا کر لیا ہے وہ اپنے آپ کو مراد لے رہے تھے

إِنَّ الْأَخِرَ قَدْ زَنٰى يَعْنِي نَفْسَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّ وَجْهِهِ

تو حضور نے رُخ انور پھیر لیا اب وہ اس طرف گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور

الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْأَخِرَ قَدْ زَنٰى فَأَعْرَضَ

عرض کیا یا رسول اللہ! کم ترین نے زنا کر لیا ہے اب پھر حضور نے رخ انور پھیر لیا ہے تو یہ اس

عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ

طرف گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور حضور سے وہی عرض کیا حضور نے پھر رخ انور پھیر لیا

عه اسی باب میں ایک حدیث کے بعد۔ حدود باب رجم المحصن صفحہ ۱۰۰۶ باب لا یرجم المجنون ولا المجنونۃ صفحہ ۱۰۰۶ باب الرجم بالمصلی صفحہ ۱۰۰۷ باب یقول الامام للمقر لعلک لمست صفحہ ۱۰۰۸ احکام من حکم فی المسجد صفحہ ۱۰۶۲ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، حدود، نسائی، جنائز۔

فَاَعْرَضَ فَتَنَحّٰى لَهُ الرَّابِعَةَ فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ دَعَاهُ

وہ اس طرف گئے چوتھی بار، جب انہوں نے چار بار اقرار کر لیا تو حضور نے انہیں بلایا اور دریافت

فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا کیا تجھے جنون ہے انہوں نے عرض کیا نہیں! اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے

اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ فَكَانَ قَدْ اُحْصِنَ ع

لے جاؤ اور سنگسار کرو اور وہ محصن تھے۔

تشریحات ۲۴۱۹

یہ صاحب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے امام احمد نے اپنی مسند میں نعیم بن حذال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ماعز بن مالک اسلمی میرے باپ کی پرورش میں تھے انہوں نے قبیلے کی ایک لڑکی کے ساتھ زنا کیا تو ان سے میرے باپ نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور جو تم نے کیا ہے بتاؤ، حضور تمہارے لیے استغفار کریں گے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کی نجات کا کوئی راستہ نکل آئے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے الیٰ آخرہ ـــــ اَخِرَ۔ یعنی جو سعادت سے پیچھے رہ گیا مراد ذلیل اور کمینہ ہے ـــــ مُحْصَنْ سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو آزاد عاقل بالغ ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ کسی عورت سے وطی کی ہو۔

حضرت ماعز اسلمی کے رجم کی تفصیل جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو حضور نے از راہ شفقت فرمایا تم نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا، مسند امام احمد میں یہ زائد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذال سے فرمایا اے حذال اگر تو اس پر پردہ ڈال دیتا تو تیرے لیے بہتر ہوتا۔

بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيْهِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ

اور خلع میں کیسی طلاق ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور نہیں حلال نہیں کہ تم نے جو عورتوں کو دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو

ع محاربین لا یرجم المجنون والمجنونۃ ص۱۰۱۶ محاربین باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست ص۱۰۰۹ احکام باب من حکم فی المسجد۔ مسلم حدود، نسائی، رجم۔

خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹) ص ۷۹۴

اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو تو وہ دونوں الٰہی حدود پر ٹھیک نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کچھ بدلہ دے کر چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے وہی ظالم ہے۔

(بقرہ۔ آیت ۲۴۹)

توضیح کبھی کسی سبب سے اور کبھی بلا سبب بھی میاں بیوی میں محبت پیدا نہیں ہو پاتی بلکہ شدید نفرت رہتی ہے ہزار افہام و تفہیم کے باوجود موانست نہیں ہو پاتی ایسی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ میاں بی بی میں جدائی کر دی جائے اسی حکمت کے پیش نظر طلاق مشروع ہوئی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صرف بیوی کو شوہر سے نفرت ہوتی ہے اس کے لیے خلع مشروع ہوا۔ اصطلاح فقہ میں خلع اسے کہتے ہیں کہ نکاح کے رشتے کو مال کے عوض لفظ خلع یا اس کے ہم معنی کسی لفظ سے ختم کر دینا۔ خلع صحیح ہونے کے لیے عورت کا قبول کرنا شرط ہے طلاق کی طرح خلع بھی شرعاً ناپسندیدہ چیز ہے کہ یہ بھی اسی کی ایک قسم ہے امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ابغض الحلال الی اللہ الطلاق" اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے ناپسند طلاق ہے (مشکوٰۃ ص ۲۸۳)

امام احمد ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— ایما امرأۃ سألت زوجھا طلاقاً فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ ——— جس عورت نے بغیر ضرورت اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے [۱] ——— اور خاص خلع کے بارے میں فرمایا ——— اَلْمُنْتَزِعَاتُ والمختلعات ھن المنافقات [۲] ——— شوہروں سے چھٹکارا حاصل کرنے والیاں خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ اس کے باوجود عند الفرقۃ مباح بعض صورتوں میں مستحب اور بعض صورتوں میں واجب۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ خلع جائز ہے یا نہیں؟ بکر بن عبداللہ مزنی تابعی

---

[۱] مشکوٰۃ ص ۲۸۳ [۲] مشکوٰۃ ص ۲۸۴۔

اسے جائز نہیں جانتے تھے امام ابن سیرین اس کو اسی وقت جائز کہتے تھے جب عورت بدکرداری کی مرتکب ہو لیکن جمہور کا قول وہ ہے جو اوپر گزرا۔ اسی لیے امام بخاری نے خلع کا باب باندھا، خلع سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ خلع طلاق ہے یا فسخ؟ اس بارے میں بھی علماء کے مابین اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں خلع اور مال کے عوض دی ہوئی طلاق، طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قدیم فسخ ہے طلاق نہیں۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قول یہی مروی ہے مگر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں سعید بن مسیب سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق کہا، علاوہ ازیں دار قطنی، بیہقی، ابن عدی نے کامل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائن قرار دیا ـــــ اگرچہ اس کے ایک راوی عبّاد بن کثیر ثقفی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے نیز دار قطنی نے حضرت ابن عباس ہی سے اس کے برخلاف روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خلع فرقت ہے اور طلاق نہیں ـــــ ان روایات سے قطع نظر قیاس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ یہ طلاق بائن ہو جیسا کہ ہمارے علماء نے شروح میں ثابت فرمایا ہے ـــــ

امام بخاری نے آیۃ مذکورہ یہ افادہ کرنے کے لیے ذکر فرمائی ہے کہ خلع جائز ہے۔ صاف تصریح ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اگر تفریق شوہر کی طرف سے ہو تو اسے بدل خلع لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو لینے میں کراہت بھی نہیں البتہ مہر سے زائد لینا بہرحال مکروہ ہے [1]

ت ۶۶۶	وَأَجَازَ عُمَرُ الْخُلْعَ دُونَ السُّلْطَانِ.
	اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلع کو سلطان کے بغیر جائز جانا۔

توضیح یعنی خلع صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ معاملہ بادشاہ یا قاضی کے یہاں پیش کیا جائے اور وہ اس کا فیصلہ کریں، زوجین باہمی بات چیت

[1] عالمگیری ص ۱۶۹ ج ثانی۔

کرکے بھی خلع کرسکتے ہیں۔

ت وَاَجَازَ عُثْمَانُ الْخُلْعَ دُوْنَ عِقَاصِ رَاسِھَا۔
۶۶۷
اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر باندھنے کے دھاگے کے ماسوا پر خلع جائز رکھا۔

توضیح یعنی عورت اپنے سر باندھنے کے دھاگے کو چھوڑ کر اپنا کل مال خلع کے عوض دے سکتی ہے۔

ت وَقَالَ طَاؤُسُ اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللہِ فِیْمَا
۶۶۸
اور امام طاؤس نے فرمایا حدود الٰہی قائم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زوجین
افْتَرَضَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عَلٰی صَاحِبِہٖ فِی الْعِشْرَۃِ وَالصُّحْبَۃِ وَلَمْ
میں سے ہر ایک کا دوسرے پر جو حق ثابت ہے معاشرے میں اسے ادا نہ کرے تو خلع جائز ہے اور
یَقُلْ قَوْلَ السُّفَھَاءِ لَا یَحِلُّ حَتّٰی تَقُوْلَ لَا اَغْتَسِلُ لَکَ مِنْ جَنَابَۃٍ۔
بے وقوفوں کی بات نہیں کہی کہ خلع اس وقت حلال ہے جب وہ یہ کہے کہ میں غسل جنابت نہیں کروں گی۔

حدیث عَنْ عِکْرَمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ
۲۴۲۰
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ
اِمْرَاَۃَ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ
ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللہِ ثَابِتُ بْنُ قَیْسٍ مَا اَعْتِبُ
حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! ثابت بن قیس عادت اور دین کے
عَلَیْہِ فِیْ خُلُقٍ وَّلَا دِیْنٍ وَلٰکِنْ اَکْرَہُ الْکُفْرَ فِی الْاِسْلَامِ فَقَالَ
بارے میں معتوب نہیں لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں
رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْہِ حَدِیْقَتَہٗ قَالَتْ
یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کا باغ اس کو لوٹا دو گی انہوں نے

نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَ

عرض کیا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا اپنا

طَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً۔

باغ لے لے اور اسے ایک طلاق دے دے۔

تشریحات ۲۴۲۰

یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ خزرج کے فرد تھے بہت عمدہ مقرر تھے اسی لیے ان کا لقب خطیب انصار بلکہ خطیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے احد اور اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک ہوئے سیدنا صدیق اکبر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ان بیوی کا نام جمیلہ بنت اُبی بن سلول تھا راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن تھیں جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے اخیر میں تصریح کی ہے لیکن دوسری روایتوں میں ان کا نام مریم المغالیہ آیا ہے بعض روایتوں میں زینب بھی آیا ہے بعض روایتوں میں حبیبہ بنت سہل بھی آیا بعض علماء نے یہ تطبیق دی کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد بار خلع کیا ہے۔

قصہ یہ تھا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنگ وروپ کے اچھے نہ تھے یہ اپنی بیوی کو اس قدر ناپسند تھے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے منھ پر تھوک دیتی خلع کی اصل وجہ یہی تھی اور ان کی بیوی نے یہ جو عرض کیا کہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں اس میں کفر سے مراد شوہر کی ناشکری ہے۔

یہی حدیث خلع کے مشروعیت کی اصل ہے لیکن یہ حقیقت میں مال کے عوض طلاق دینا ہے۔

بَابُ الشِّقَاقِ وَهَلْ يُشِيْرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرَرِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا الْآيَةَ۔

صـ ۷۹۵

اختلاف کا بیان، اور کیا ضرر کے وقت خلع کا اشارہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اگر تم ان دونوں کے درمیان جدائی کا اندیشہ کرو تو شوہر کے اہل میں سے ایک حکم اور بیوی کے اہل میں سے ایک حکم بھیجو یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں

میل کردے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (آیت ۳۵ سورہ نساء)

توضیح باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو کیا کیا جائے اور کیا اگر رضامندی کی کوئی صورت نہ نکلے تو خلع کا مشورہ دیا جا سکتا ہے آیت کریمہ ذکر کر کے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ میاں بیوی میں ناچاقی کے بعد صلح صفائی کی پوری کوشش کرنی چاہیئے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ شوہر والوں کی طرف سے پنچ مقرر ہوں اور بیوی والوں کی طرف سے پنچ مقرر ہوں اس کی تخصیص نہیں ایک یا دو، یہ پنچ جو بھی فیصلہ کریں میاں بیوی مان لیں۔ اگر حالات کے پیش نظر پنچ چاہیں تو خلع کا بھی مشورہ دے سکتے ہیں۔

حدیث ۲۴۲۱

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ بَنِي الْمُغِيْرَةِ إِسْتَاذَ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ علی ان کی

نُوْنِيْ أَنْ يَّنْكِحَ عَلِيٌّ إِبْنَتَهُمْ فَلَا آذَنُ۔

لڑکی سے نکاح کر لیں میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔

تشریحات ۲۴۲۱ یہ حدیث مناقب فاطمہ میں گزر چکی ہے یہاں جتنی حدیث مذکور ہے اس سے باب کو کوئی مناسبت نہیں۔ لیکن کتاب النکاح "باب ذب الرجل عن ابنته" میں جو تفصیل ہے اس سے یک گونہ مناسبت ہے۔ وہاں یہ ہے —— مگر یہ کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دیدے اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے پر اپنی صاحبزادی کا طلاق طلب فرمایا۔ اور خلع بھی طلاق ہی طلب کرنا ہے —— نیز یہ افادہ فرمایا کہ زوجین میں اختلاف کا سبب دوسری شادی بھی بن سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ سبب شقاق کو شقاق سے پوری مناسبت ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زَوْجِ بَرِيْرَةَ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بریرہ کے شوہر کے بارے میں سفارش کرنا۔

ص ۷۹۵

حدیث ۲۴۲۲

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بریرہ کے شوہر (حبشی)

زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا

غلام تھے ان کا نام مغیث تھا گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ (مدینے کی گلیوں میں) ان کے پیچھے

يَبْكِي وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلَىٰ لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبَّاسٍ

روتے ہوئے گھوم رہے ہیں اتنے کہ ان کے آنسو ان کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا

عباس سے کہا اے عباس مغیث کی بریرہ کے ساتھ محبت اور بریرہ کی مغیث کے ساتھ بغض پر آپ کو

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ

تعجب نہیں، پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بریرہ سے کہا کاش تم رجعت کر لیتی بریرہ نے کہا یا رسول اللہ!

تَأْمُرُنِيْ قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ .

آپ مجھے حکم دیتے ہیں فرمایا میں سفارش کرتا ہوں تو بریرہ نے کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ۔

تشریحات ۲۴۲۲

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں چار طریقے سے روایت کیا ہے چاروں طریقوں میں یہ ہے کہ بریرہ کے شوہر غلام تھے لیکن ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ جب آزاد ہوئیں تو ان کے شوہر آزاد تھے اور ان کو اختیار دیا گیا۔ تطبیق یہ ہے کہ بریرہ کے آزاد ہونے سے پہلے وہ غلام تھے لیکن جس وقت بریرہ آزاد ہوئیں تو وہ آزاد تھے اس سے یہ ثابت ہوا کہ کنیز اگر کسی کی بیوی ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام تو اسے خیار حاصل ہے چاہے تو اپنے سابق شوہر کے نکاح میں رہے اور چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کرکے اس سے علحدہ ہوجائے شوہر آزاد ہو یا غلام۔

قصہ یہ تھا کہ بریرہ کسی انصاری کی کنیز تھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اس موقع پر انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور وہ اپنے شوہر مغیث کے نکاح سے باہر ہوگئیں ———

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

ص ٧٩٦

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مومن باندی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ ان کا حسن تم کو لبھائے۔

حدیث ۲۴۲۳

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ نِكَاحِ النَّصْرَانِيَّةِ اَوِ الْيَهُوْدِيَّةِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْمُشْرِكٰتِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا اَعْلَمُ مِنَ الْاِشْرَاكِ شَيْئًا اَكْثَرَ مِنْ اَنْ تَقُوْلَ الْمَرْاَةُ رَبُّهَا عِيْسٰى وَهُوَ عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب نصرانیہ اور یہودیہ سے نکاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے بے شک اللہ نے مشرک عورتوں کو مومن مردوں پر حرام فرمایا اور میں اس سے زیادہ اور کوئی شرک نہیں جانتا کہ ایک عورت کہے کہ اس کا رب عیسیٰ ہے حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔

تشریحات ۲۴۲۳

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مذکورہ ذکر کر دی مگر انہوں نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ یہ آیۂ کریمہ اپنے عموم پر ہے یا اس میں تخصیص ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اور اس میں یہود و نصاریٰ داخل ہیں اس لیے کہ وہ بھی مشرک ہیں لیکن انہیں چھوڑ کر تمام صحابۂ کرام اور پوری امت کا مذہب یہ ہے کہ اہل کتاب اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ میں فرمایا۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے پارسا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ یہودیہ و نصرانیہ عورت سے نکاح صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد ان سے ہمبستری حرام نہ ہوگی۔ اولاد، اولاد حرام نہ ہوگی۔ صحیح النسب ہوگی مگر یہودیہ نصرانیہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ آج کل یورپ کے عیسائی بننے والے عیسائی نہ رہے دہریہ ملحد ہیں جب عیسائی نہ رہے تو اہل کتاب نہ رہے ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

بَابُ نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ۔ ص۷۹۶

مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہوں ان کے نکاح اور عدت کا بیان۔

حدیث ۲۴۲۴

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ

اور عطاء نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین کے تعلق سے مشرکین دو فریق تھے ایک اہل حرب

كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ لَا

جو مسلمانوں سے لڑتے تھے اور مسلمان ان سے لڑتے تھے اور دوسرے مشرکین اہل عہد جو

يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ وَكَانَ إِذَا هَاجَرَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ

نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے اور نہ مسلمان ان سے لڑتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت

لَمْ تُخْطَبْ حَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ فَإِنْ هَاجَرَ

ہجرت کرتی تو جب اسے حیض آجاتا اور وہ پاک ہو جاتی تو اسے نکاح کا پیغام دیا جاتا

زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ فَهُمَا

جب پاک ہو جاتی تو اسے نکاح کرنا حلال ہو جاتا، اگر نکاح سے پہلے اس کا شوہر ہجرت کرلیتا تو اسے لوٹا

حُرَّانِ وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيثِ

دی جاتی اور اگر ان میں سے کوئی باندی یا غلام ہجرت کرتے تو وہ دونوں آزاد ہو جاتے اور

مُجَاهِدٍ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوا

انہیں وہی حقوق حاصل ہوتے جو مہاجرین کو حاصل تھے پھر ذکر کیا اہل عہد کا قصہ مجاہد کی

وَرُدَّتْ أَثْمَانُهُمْ قَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَتْ

حدیث کے مثل اور اگر مشرکین اہل عہد کا کوئی غلام یا باندی ہجرت کرتی تو وہ لوٹائے نہیں جاتے

قُرَيْبَةُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا

ان کی قیمتیں دے دی جائیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ ابْنَةُ أَبِي سُفْيَانَ

ہوئے کہا کہ قریبہ بنت ابی امیہ عمر بن خطاب کے پاس تھی انہوں نے اس کو طلاق دے دیا تو انہوں نے معاویہ

تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللهِ

بن ابو سفیان سے نکاح کر لیا اور ابو سفیان کی بیٹی ام الحکم عیاض بن غنم فہری کی زوجیت میں تھی انہوں نے اس کو

بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ.

طلاق دے دیا تو عبداللہ بن عثمان ثقفی نے اس سے نکاح کر لیا۔

تشریحات ۲۴۲۴

"مثل حدیث مجاہد" سے کیا مراد ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد بعد کی روایت ہے "وان هاجر عبد او امة" الخ" اور ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد کوئی اور کلام ہو جو اہل عہد کی عورتوں سے متعلق ہو مگر وہ کیا ہے اس کی تعیین کوئی نہیں کر سکا۔ امام عبد بن حمید نے "وان فاتكم شيء من ازواجكم الى الكفار فعاقبتم" بطریق ابن ابی نجیح امام مجاہد سے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر قریش سے مال غنیمت ان کو ملے تو جن کی بیویاں چلی گئیں انہیں اتنا دو جو انہوں نے عوض دیا تھا یعنی مہر۔

بَابٌ إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ.

جب وہ مشرکہ یا نصرانیہ اسلام لائے جو ذمی یا حربی کی زوجیت میں ہو۔

ص ۷۹۶

ت ۶۶۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا

نصرانیہ اپنے شوہر سے تھوڑی دیر پہلے اسلام قبول کرے تو اس پر حرام

بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ.

ہو جائے گی

ت ۶۷۰ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ثُمَّ أَسْلَمَ

امام عطاء سے ذمی عورت کے بارے میں سوال ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئی پھر

253

زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ أَهِيَ امْرَأَتُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ

عدت میں اس کا شوہر مسلمان ہو گیا کیا یہ اس کی عورت ہے فرمایا نہیں مگر یہ کہ

جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ.

وہ عورت چاہے نکاح جدید اور مہر کے ساتھ۔

ت ۲۷۱ وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا

اور مجاہد نے کہا جب عدت میں اسلام لائے اس کا شوہر اس سے نکاح کرے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کافر عورتیں نہ مسلمانوں کو حلال ہیں اور نہ مسلمان مرد ان کے لیے حلال ہیں۔

تشریح ۲۷۱ امام بخاری یہ آیت امام مجاہد کے قول کی تائید میں لائے ہیں اس کی صورت یہ ہے ایک عورت مسلمان ہوئی اور اس کا شوہر مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ختم نہیں ہوا پھر اس کا شوہر مسلمان ہوا اگرچہ عدت ہی میں تو جدید نکاح کی ضرورت ہے۔

ت ۲۷۲ وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوسِيَّيْنِ أَسْلَمَا هُمَا عَلَى

امام حسن اور قتادہ نے مجوسی مرد عورت کے بارے میں فرمایا اگر دونوں ساتھ ساتھ

نِكَاحِهِمَا وَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَانَتْ لَا سَبِيلَ

مسلمان ہوئے تو اپنے نکاح پر رہیں اور جب ان میں سے ایک پہلے مسلمان ہوا اور دوسرے نے اسلام لانے سے

لَهُ عَلَيْهَا.

انکار کیا تو نکاح ختم ہوگیا۔ مرد کے لیے اس پر کوئی راہ نہیں رہی۔

ت ۲۷۳ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ امْرَأَةٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ جَاءَتْ

ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا مشرکین کی کوئی عورت مسلمانوں کے پاس آئی

إِلَى الْمُسْلِمِينَ أَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَآتُوهُمْ مَا

کیا اس کے شوہر کو اس کا عوض دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور انہیں

أَنْفَقُوْا قَالَ لَا إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دو جو انہوں نے خرچ کیا ہے فرمایا نہیں، یہ معاملہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل عہد

وَبَيْنَ أَهْلِ الْعَهْدِ۔
کے درمیان تھا۔

ت ۶۷۴

وَقَالَ مُجَاهِدٌ هٰذَا كُلُّهُ فِيْ صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
اور امام مجاہد نے کہا یہ سب اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی

وَسَلَّمَ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ۔
صلح کی مدت میں تھا۔

تشریحات ۶۷۴ قول محقق یہ ہے کہ زوجین اگر ساتھ ساتھ ایمان قبول کریں تو دونوں کا سابق نکاح باقی رہے گا اور اگر ان میں سے کسی نے پہلے اسلام قبول کیا تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کرلے تو سابق نکاح باقی رہے گا اور اگر انکار کرے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کی رات میں مرالظہران میں اسلام قبول کر چکے تھے جب وہ مکہ گئے تو ان کی زوجہ ھندہ بنت عتبہ نے ان کی داڑھی پکڑ لی اور ان کے مسلمان ہونے کو ناپسند کیا حضرت ابوسفیان نے اشارہ کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا ان کے علاوہ حضرت حکیم بن حزام، حضرت عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ کے بارے میں بھی ہے ان کی اہلیہ نے پہلے ایمان قبول کیا پھر ان کی فرمائش پر حضرت عکرمہ نے قبول کیا اس کے علاوہ اور بھی صحابہ اور صحابیات ایسے ہیں جن کے اسلام قبول کرنے میں تقدم اور تاخر ہوا مگر کسی میں تفریق نہیں کی گئی اور نہ تجدید نکاح ہوا۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ إِلٰى قَوْلِهٖ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ـــــ فَاؤُوْا رَجَعُوْا۔

ص ۷۹۷

جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں وہ لوگ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

بقرہ ۲۲۶ ـ ۲۲۷۔

توضیح زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ کچھ بے غیرت مرد اپنی عورتوں سے مال طلب

کرتے اگر وہ مال دے دیتیں فبہا ورنہ سال دو سال تین سال اور اس سے زائد عرصے تک ان کے پاس نہ جاتے اور ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھالیتے اور انہیں معلق چھوڑ دیتے۔ نہ وہ بے شوہر تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کرلیں نہ شوہردار شوہر سے آرام پاتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے کی مدت معین فرمادی کہ ان لوگوں کے لیے چار مہینے انتظار کی مہلت ہے اس عرصے میں شوہر خوب سوچ سمجھ لے اگر اسے رکھنا چاہے تو اس مدت کے اندر رجوع کرے اس صورت میں نکاح باقی رہے اور شوہر پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ اور اس مدت میں رجوع نہیں کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی اس صورت میں رجوع ہمبستری ہی سے ہوگا اور اگر کسی وجہ سے مرد ہمبستری پر قادر نہ ہو تو شوہر یہ کہہ دے کہ جب ہمبستری کی قدرت ہوگی ہمبستری کروں گا یہ بھی رجوع ہے اس کو اصطلاح فقہ میں ایلا کہتے ہیں ایلاء کے لغوی معنی قسم کھانے کے ہیں فقہ کی اصطلاح میں ایلا اسے کہتے ہیں کہ شوہر یہ قسم کھالے کہ میں عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد ہمبستری نہیں کروں گا یا کسی مدت کا ذکر کیے بغیر یوں کہے میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا اس کی پوری بحث "کتاب الصلوٰۃ" میں گزر چکی ہے۔

حدیث ۲۴۲۵	عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ فِى الْإِيلَاءِ الَّذِى سَمَّى اللّٰهُ
	ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس ایلا کے بارے میں کہتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا
	تَعَالٰى لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدَ الْاَجَلِ اِلَّا اَنْ يُمْسِكَ بِالْمَعْرُوفِ اَوْ يَعْزِمَ
	ہے میعاد پوری ہونے کے بعد کسی کو حلال نہیں مگر یہ کہ بھلائی کے ساتھ روکے یا طلاق کا
	الطَّلَاقَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .
	پختہ ارادہ کرلے جیسا کہ اللہ عزوجل نے اس کو حکم دیا۔
حدیث ۲۴۲۶	عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ
	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جب چار مہینے گزر جائیں تو موقوف رہے
	اَشْهُرٍ يُوقَفُ حَتّٰى يُطَلِّقَ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتّٰى يُطَلِّقَ .
	گی یہاں تک کہ شوہر طلاق دیدے اور طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ شوہر طلاق دے دے۔
ف ۶۷۵	وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِىٍّ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ وَعَائِشَةَ وَاِثْنَا عَشَرَ
	اور یہی یعنی توقف حضرت عثمان حضرت علی حضرت ابودرداء اور حضرت عائشہ اور

رَجُلاً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

بارہ صحابہ کرام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

تشریحات ۶۷۵ ہمارا مذہب وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اگر شوہر نے مدت میں رجوع نہیں کیا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی جیسا کہ طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے اور دوسری غیر مجروح سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا کہ فرمایا ایلا میں اگر چار مہینے گزر جائیں اور شوہر رجوع نہ کرے تو اس پر طلاق بائن پڑ جائے گی نیز سند حسن کے ساتھ حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کے مثل مروی ہے نیز امام سعید بن منصور نے بطریق جابر بن زید روایت کیا کہ جب ایلا کرے اور چار مہینے گزر جائیں تو اس پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اس پر عدت نہیں۔ اور امام قاضی اسماعیل نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مثل روایت کیا ہدایہ میں فرمایا کہ ہمارا مذہب حضرت عثمان حضرت علی اور عبادلہ ثلثہ اور زید بن ثابت سے مروی ہے عینی میں ہے کہ یہی حضرت عمر بن خطاب حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر و اور حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے اور درایت کا بھی مقتضیٰ یہی ہے گزر چکا کہ آیت ایلاء زمانۂ جاہلیت کے اس ظلم کو دفع کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے اگر میعاد گزرنے کے بعد توقف ہی رہے گا تو خدا ناترس حریص عورت کو لٹکائے رہیں گے ان کے ظلم کا دفیعہ اسی طرح ہوگا کہ مدت ایلاء ختم ہونے کے بعد عورت نکاح سے باہر ہو جائے۔ یہ مفصل ہے اور حضرت امام بخاری نے جو فرمایا وہ مبہم ہے نیز انہوں نے اسے صیغۂ تمریض سے ذکر فرمایا ہے۔

بَابُ حُکْمِ الْمَفْقُوْدِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ۔

مفقود کا حکم اس کے اہل اور مال کے بارے میں۔ ص ۷۹۷

توضیح مفقود وہ مرد ہے جس کا کچھ پتہ نہ ہو یہ بھی معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہمارا مذہب مفقود کے بارے میں یہ ہے کہ عورت شوہر کے ہم جولیوں کی موت تک انتظار کرے گی سالوں سے تعین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر تک انتظار کرے گی یعنی جب شوہر کی عمر ایک سو بیس سال کی ہو جائے تو قاضی اس کی موت کا حکم کرے گا لیکن فتویٰ اس پر دیا جاتا ہے کہ جب شوہر کی عمر ستر سال کی ہو جائے تو اس کی موت کا حکم دیا جائے گا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ سِتِّیْنَ اِلٰی سبعین[1] میری

[1] ترمذی، دعوات، ابن ماجہ زہد ۱۲۔

امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر تک ہیں۔ لیکن اب زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے اور فتنوں سے بچنے کے لیے ہمارے علماء نے بھی حالت ملجئہ کے وقت عورت کے لئے جب کوئی چارۂ کار نہ ہو تو حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔

بعض ترقی یافتہ ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ جب ضرورت شرعیہ کی بناء پر امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے تو کیوں نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کی اجازت دی جائے اس میں زیادہ آسانی ہے ـــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب امام شافعی میں زیادہ آسانی ہے کہ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے لیکن اس پر عمل اس کے بہ نسبت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے میں لِمِ یہ ہے کہ بعض دفعہ آپس کے مناقشہ یا اور الجھنوں کی بناء پر شوہر اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے اور جب اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں اپنے آپ کو ظاہر نہیں کروں گا تو میری بیوی دوسرا نکاح کرلے گی تو ظاہر کر دیتا ہے اور حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے میں اس کا زیادہ موقع ہے اس لیے ہمارے علماء نے اس کو اختیار کیا۔ عورت قاضی کے یہاں دعویٰ کرے گی قاضی تحقیق حال کرے گا، پھر چار سال مہلت دی جائے گی۔ اس میں ظن غالب ہے کہ شوہر کو یہ سب علم ہو جائے گا اور وہ ظاہر ہونا چاہے تو وہ ظاہر ہو جائے گا اس لیے حضرت امام مالک کا مذہب حضرت امام شافعی کی بہ نسبت احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔

ان کا مذہب یہ ہے کہ مفقود الخبر کی عورت قاضی کے یہاں درخواست کرے قاضی اس کو مزید چار سال انتظار کا حکم کرے چار سال پورا ہونے پر بھی کچھ پتہ نہ چلے تو قاضی مفقود کی موت کا حکم کرے اس حکم کے بعد عورت عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر کہیں نکاح کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ حکم بضرورت صرف نکاح کے لیے ہے لیکن میراث کے سلسلے میں اب بھی فتویٰ وہی ہے کہ جب اس کی عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں تو میراث کے احکام جاری کیے جائیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کی عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں اس وقت اس کے جو وارث موجود ہوں گے انہیں میں اس کی میراث تقسیم ہوگی اور جو اس کے پہلے مر گئے وہ وارث نہ ہوں گے اسی طرح مفقود بھی ان کا وارث نہ ہو گا جو اس اثناء میں مرے ہوں ـــــ

باب وَقَالَ بْنُ الْمُسَيَّبِ إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ

۷۶۲

اور ابن مسیب نے کہا کہ جب کوئی لڑائی کے وقت صف میں مارا جائے تو اس کی

اِمْرَاتُہٗ سَنَۃً ۔

عورت سال بھر انتظار کرے ۔

ت وَاشْتَرٰی بْنُ مَسْعُوْدٍ جَارِیَۃً وَالْتَمَسَ صَاحِبَھَا سَنَۃً

۶۷۷ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لونڈی خریدا اور اس کے مالک کو سال بھر

فَلَمْ یَجِدْ وَفُقِدَ فَاَخَذَ یُعْطِیْ دِرْھَمًا اَوْ دِرْھَمَیْنِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَنْ فُلَانٍ

تلاش کیا اسے نہیں پایا اور وہ غائب ملا تو وہ مسکینوں کو ایک دو درم دیتے اور کہتے اے اللہ یہ فلاں کی طرف

فَاِنْ اَتٰی فَلِیْ وَعَلَیَّ وَقَالَ ھٰکَذَا فَافْعَلُوْا بِاللُّقْطَۃِ۔

سے ہے پس اگر وہ آگیا تو میرے لیے اس کا ثواب ہے اور مجھ پر اس کی قیمت ہے اور کہا ایسے ہی لقطہ میں کرو ۔

ت وَقَالَ بْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَہٗ ۔

۶۷۸ اور ابن عباس نے بھی اسی کے مثل فرمایا ۔

تشریحات

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعید بن مسیب کا مذہب یہ تھا کہ مفقود کا سال بھر تک انتظار کیا جائے اگر سال پورا ہو جائے اور نہ آئے تو اس کی عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اس کی میراث تقسیم کر دی جائے گی ۔

ت وَقَالَ الزُّھْرِیُّ فِی الْاَسِیْرِ یُعْلَمُ مَکَانُہٗ لَا تَتَزَوَّجُ اِمْرَاتُہٗ وَلَا

۶۷۹ اور امام زہری نے اس اسیر کے بارے میں فرمایا کہ جس کی جگہ جانی جاتی ہو اس کی عورت شادی نہیں

یُقْسَمُ مَالُہٗ فَاِذَا انْقَطَعَ خَبَرُہٗ فَسُنَّتُہٗ سُنَّۃُ الْمَفْقُوْدِ ۔

کرے گی اور اس کا مال تقسیم نہیں کیا جائے گا جب اس کی خبر منقطع ہو جائے تو اس پر مفقود کا حکم جاری کیا جائے گا ۔

باب سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ امام بخاری کا مفقود کے بارے میں کیا مذہب ہے لیکن باب کے ضمن میں جو تعلیقات لائے ہیں پھر لقطے والی جو حدیث ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ سال بھر تک اس کا انتظار کیا جائے گا اور سال بھر کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے گا لیکن علامہ عینی نے امام بخاری کا مذہب یہ بتایا کہ جب تک مفقود کی وفات کا علم نہ ہو جائے نہ اس کی عورت دوسری شادی کر سکتی ہے نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے گا ۔

مفقود کی زوجہ کا مسئلہ بڑا سنگین اور حساس ہے اگر اس کی عورت دوسرا نکاح کرے اور اس کا پہلا شوہر آجائے تو سنسنی پھیل جاتی ہے خود میرے یہاں ایک معاملہ پیش ہوا کچھ لوگ ایک عورت کو لواکر آئے اور یہ بیان دیا اس کا شوہر برسوں سے غائب ہے چار یا چھ سال بتایا تھا اس کی کوئی خبر نہیں ملتی بہت تلاش کیا گیا کہیں پتہ نہیں کچھ معلوم نہیں زندہ ہے یا مر گیا اس عورت نے بھی یہی بیان دیا میں نے اس سے جرحی سوالات کیے لیکن کہیں سے بھی کوئی شبہہ نہیں ہوا کہ یہ غلط بیانی کر رہی ہے۔ دو متشرع مردوں نے اس پر گواہی بھی دی جب مجھے ہر طرح اطمینان ہو گیا کہ اس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہے میں نے ان سے کہا کہ جائیے ایک ہفتے کے بعد فلاں تاریخ کو اس کے باپ کو لیوا کر آئیے ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے بلانے پر نہیں آئے گا آپ کچھ لکھ دیجیے میں نے ان کو شوہر کے باپ کی طلبی کی تحریر لکھ کر دی وہ لوگ چلے گئے غالبًا چوتھے یا پانچویں دن ایک شخص دو آدمیوں کو لیوا کر آیا اس نے بتایا کہ میں اس عورت کا شوہر ہوں اور میں امرتسر ایک سکھ کے قبضے میں تھا وہ مجھے آنے نہیں دیتا تھا اتفاق ایسا کہ برسوں اس کا باپ مر گیا وہ سب اس کا کریا کرم کرنے گئے مجھے گھر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے اس طرح میں بھاگ کر آ گیا گھر آنے کے بعد والد صاحب نے یہ قصہ سنایا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس لیے ہمارے علماء احناف نے اس باب میں بہت احتیاط برتی ہے۔

اس سلسلے میں لوگ طرح طرح کے بہانے پیش کرتے ہیں لیکن اس کی صدہا نظیریں ہیں کہ جوانی کی حالت میں کسی عورت کا شوہر مر گیا اس نے پارسائی و انتہائی شرافت کے ساتھ پوری زندگی گزار دی اور اب بھی عرفی شرفاء میں نکاح ثانی معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی کبھی مفقود کی زوجہ کے لیے نکاح ثانی کے لیے ضرورت شرعیہ درپیش ہو جاتی ہے اسی لیے موجودہ علماء احناف نے خاص نکاح کے لیے حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت دی ہے۔

بَابُ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بے شک اللہ نے اس کی بات سنی جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے اور تم میں جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی

وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ

مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو اُن پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے پھر جسے غلام نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے اس پر ہیں قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا ہے۔

(مجادلہ آیت ۱ تا ۴)

توضیح عہد رسالت میں عرب میں ایک رسم "ظہار" کی تھی شوہر اپنی بیوی سے خفا ہوا ہوتا تو ظہار کر لیا کرتا اور یہ زمانۂ جاہلیت میں طلاق تھا۔

ایک بیوی خولہ بنت ثعلبہ تھیں ایک بار ان کے شوہر اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنی طرف بلایا انہوں نے انکار کر دیا وہ کچھ زود رنج تھے انہوں نے کہہ دیا "تو مجھ پر میری ماں کے پیٹھ کی مثل ہے" چونکہ زمانۂ جاہلیت میں ظہار طلاق میں شمار ہوتا تھا اس لیے وہ پچھتائے ان کی زوجہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں سارا قصہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تو اس پر حرام ہو گئی" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمایا وہ طلاق کا لفظ نہیں بولا ہے اور وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ اب انہوں نے عرض کیا میں اپنے فاقہ اور تنہائی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں وہ زمانہ دراز تک میرے ساتھ رہا میرے بطن سے اس کے لیے بہت بچے پیدا ہوئے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ خولہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض معروض کرتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔

خولہ نے بے قرار ہوکر بلند آواز میں کہا میں اپنے فاقہ اور سختی کی اللہ تعالی سے شکایت کرتی ہوں اے اللہ اپنے نبی کی زبان پر کچھ نازل فرما جس پر سورۂ مجادلہ نازل ہوئی۔

اصطلاح فقہ میں ظہار کے معنی یہ ہیں کہ اپنی بیوی یا اس کے کسی جزء شائع کو مثلاً آدھے یا تہائی کو یا ایسے جزء کو جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا حرام ہو مثلاً یہ کہا تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا آدھا میری ماں کے پیٹھ کے مثل ہے۔

اسلام میں ظہار طلاق نہیں، البتہ اس سے عارضی طور پر عورت حرام ہو جاتی ہے اس سے کفارہ لازم آتا ہے جب تک شوہر کفارہ ادا نہیں کرے گا عورت کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔

وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ فَقَالَ نَحْوَ ظِهَارِ الْحُرِّ.

امام مالک نے کہا میں نے ابن شہاب سے غلام کے ظہار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آزاد کے ظہار کے مثل ہے۔

قَالَ مَالِكٌ وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ.

امام مالک نے کہا غلام کا روزہ دو مہینے ہے۔

تشریح ۶۸۱ یعنی ظہار میں جتنا کفارہ آزاد پر ہے اتنا ہی کفارہ غلام پر ہے ایسا نہیں کہ غلام پر آدھا کفارہ واجب ہو جائے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ظِهَارُ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنَ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ سَوَاءٌ.

اور امام حسن بصری نے کہا کہ آزاد اور غلام کا ظہار آزاد عورت اور باندی سے برابر ہے۔

تشریح ۶۸۲ اس قول میں "أَمَة" سے مراد وہ لونڈی ہے جو کسی کے نکاح میں ہو رہ گئی اپنی مملوکہ لونڈی جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اس سے ظہار نہیں۔ ظہار

کے لیے ضروری ہے کہ بیوی سے ظہار کے کلمات کہے خواہ آزاد ہو یا باندی۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ إِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ.
اور عکرمہ نے کہا اگر اپنی باندی سے ظہار کیا تو کچھ نہیں، ظہار صرف بیویوں سے ہوتا ہے۔
وَفِي الْعَرَبِيَّةِ لِمَا قَالُوا أَيْ فِيمَا قَالُوا وَفِي نَقْضِ مَا قَالُوا وَهٰذَا أَوْلَى
اور عربی زبان میں "لِمَا قَالُوا" معنی میں "فِيمَا قَالُوا" اور "فِي نَقْضِ مَا قَالُوا" کے معنی میں وارد ہے اور یہ مراد لینا زیادہ
لِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّورِ.
بہتر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی برُے فعل اور جھوٹ کا حکم نہیں دیا ہے۔

تشریح ۶۸۳

ارشاد تھا" وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ الآيَة"۔ جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کریں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو اُن پر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

اس آیۃ کریمہ میں" ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا" سے مراد یہ ہے ظہار کے بعد اپنی عورت سے قربت کرنا چاہیں لیکن ظاہر لفظ کا جو معنی متعارف ہے وہ اس کے مطابق معلوم نہیں ہوتا، ظاہر میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ پھر وہ لوگ دوبارہ اسی بات کو کہیں جو کہہ چکے یعنی دوبارہ ظہار کا کلمہ بولیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ظہار کا کفارہ اس وقت واجب ہوگا جب مکرر ظہار کریں اور کفارہ کا جو فائدہ ہے اس کا بیان محذوف ہوگا جو آیت کے سیاق کے بالکل منافی ہے۔ آیت کا صریح سیاق یہ ہے کہ ظہار کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا چاہیں تو کفارہ دے دیں اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہاں لام معنی میں "فی" کے ہے یعنی جس کے بارے میں اتنی بڑی بات وہ کہہ چکے۔ یا یہ کہ "لام" معنی میں "فی" کے اور مضاف محذوف ہے" أَيْ فِي نَقْضِ مَا قَالُوا" یعنی جو کہہ چکے اس کی تلافی کرنا چاہتے ہو، اسے ختم کرنا چاہتے ہو ــــ امام بخاری نے فرمایا یہ معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس سے مراد لفظ ظہار کی تکرار ہے اور ظہار کو پہلے فرما چکا کہ یہ بری اور جھوٹی بات ہے اور" ثُمَّ يَعُودُونَ" سے اشارہ ملتا ہے کہ ایسا کرو تو اگر اس سے مراد لفظ ظہار کی تکرار ہوتی تو لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے بری اور جھوٹی بات کا حکم دیا ہے یہ داؤد ظاہری کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ" قول" سے مراد کلمہ ظہار کی تکرار ہے۔

بَابُ الاشارۃ فی الطلاق والامور طلاق اور دوسرے معاملات میں اشارے کا بیان۔ صث ۷۹۷

عام فقہاء نے فرمایا کہ طلاق اور دوسرے دینی معاملات میں ایسا اشارہ جو بالکل واضح ہو جس میں کوئی خفا نہ ہو معتبر ہے خواہ وہ اشارہ تندرست کرے یا گونگا اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حبشیہ باندی لائی گئی تو حضور نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا حضور نے فرمایا کہ اس کو آزاد کرو اس لیے کہ یہ مؤمنہ ہے جب ایمان میں اشارہ معتبر ہے جو تمام دیانات کی اصل ہے تو سب میں بدرجۂ اولیٰ معتبر ہوگا۔ امام مالک نے فرمایا گونگا طلاق کا اشارہ کرے تو اسے لازم ہے اور امام شافعی نے فرمایا جس شخص کی زبان بیماری کی وجہ سے مختل ہو گئی تو طلاق اور رجعت میں گونگے کی طرح اس کا اشارہ معتبر ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر وہ اشارہ طلاق یا نکاح، بیع و شراء میں معروف و مشہور ہو یا اس طرح اشارہ کیا کہ اس میں کوئی شک نہ ہو تو معتبر ہے اور اگر اس میں شک ہو تو باطل ہے اور یہ قیاس نہیں استحسان ہے اس پر ابن منذر نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت سخت لہجے میں تعریض کی ہے کہ ایک طرف تو امام ابو حنیفہ قیاس کو حق مانتے ہیں اور پھر اس کی ضد میں استحسان کو معتبر مانتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قیاس کو باطل مانتے ہیں علامہ عینی نے اسی لہجے میں ان کو جواب دیا کہ چونکہ وہ قیاس اور استحسان کے فرق کو نہیں سمجھتے اسی لیے انہوں نے امام ابو حنیفہ پر تعریض کی قیاس جلی ہوتا ہے اور قیاس خفی کو استحسان کہتے ہیں استحسان بھی حقیقت میں قیاس ہی ہے لیکن وہ بہ نسبت قیاس کے زیادہ دقیق ہوتا ہے۔

حدیث ۲۲۴۷	
	عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَدَا يَهُودِيٌّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ
	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَارِيَةٍ فَاَخَذَ اَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا وَرَضَخَ
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بچی پر تعدی کی اسے پکڑا اور اس کے زیورات لے لیے
	رَاْسَهَا فَاَتٰى بِهَا اَهْلُهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِي اٰخِرِ
	اور اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا بچی کے گھر والے بچی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے وہ
	رَمَقٍ وَقَدْ اُصْمِتَتْ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
	اخیر سانس لے رہی تھی اس کا بولنا بند ہو چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھے کس نے

قَتَلَكِ فُلَانٌ لِغَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا قَالَ فَفُلَانٌ

قتل کیا ہے؟ قاتل کے علاوہ دوسرے کا نام لے کر پوچھا فلاں نے۔ لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں

لِرَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ أَنْ لَا فَقَالَ فَفُلَانٌ لِقَاتِلِهَا

پھر قاتل کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر پوچھا فلاں نے لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں۔

فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضِخَ

پھر قاتل کا نام لے کر پوچھا تو اس نے سر کے

رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔ ع

اشارے سے بتایا کہ ہاں — اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کے بارے میں حکم دیا تو اس کا سر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر کچل دیا گیا۔

بَابُ اللِّعَانِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔

(سورۂ نور آیت ۶ تا ۹) ص ۷۹۸

لعان کا بیان اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے کہ چار بار اللہ کے نام سے گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر یہ جھوٹا ہے اور عورت سے سزا یوں ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہے اگر مرد سچا ہے۔

توضیح لعان باب مفاعلۃ کا مصدر ہے اس کے معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ نہ پیش کر سکے اور دونوں اہل شہادت

ع دیات باب من عقاب بحجر، مسلم حدود، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ دیات۔

سے ہوں اور عورت قاضی کے یہاں مطالبہ کرے تو قاضی پہلے مرد سے چار بار ان الفاظ میں گواہی دلائے میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے خدا کی قسم میں اس میں سچا ہوں پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت اگر میں نے اس پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے جھوٹا ہوں ـــــ اور ہر مرتبہ لفظ اِس سے عورت کی طرف اشارہ کرے۔ اس کے بعد قاضی چار مرتبہ عورت سے یہ کہلائے "میں شہادت دیتی ہوں کہ اس نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے خدا کی قسم یہ جھوٹا ہے ـــــ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو گر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے ـــ اس کے بعد قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن ہوگی اور عورت پر عدت ہے شوہر پر عدت کا نفقہ ہے۔ لعان کے بعد اگر قاضی نے تفریق نہ کی جب بھی اس عورت سے وطی اور دواعی وطی حرام ہے ـــــ لعان اور تفریق کے بعد پھر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک ـــــ دونوں لعان کی اہلیت رکھتے ہوں اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو قاضی شوہر کو قید کر دے گا جب تک لعان نہ کرے یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے ـــ

فَاِذَا قَذَفَ الْاَخْرَسُ اِمْرَاَتَهٗ بِكِتَابَةٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ بِاِيْمَاءٍ مَعْرُوْفٍ فَهُوَ كَالْمُتَكَلِّمِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَازَ الْاِشَارَةَ فِي الْفَرَائِضِ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا وَقَالَ الضَّحَّاكُ اِلَّا رَمْزًا اِلَّا اِشَارَةً ـــ

جب گونگا اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے لکھ کر یا مشہور و معروف اشارے سے تو وہ کلام کرنے والے کے مثل ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض میں اشارے کی اجازت دی اور یہی بعض اہل حجاز اور اہل علم کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا قوم نے کہا ہم اس سے کیسے بات کریں جو پالنے میں بچہ ہے۔

اور سورۂ آل عمران میں حضرت مریم ہی کے واقعے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اٰيَتُكَ اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔

تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گی مگر اشارے سے۔ امام ضحاک نے فرمایا کہ "رَمْزًا" سے مراد اشارہ ہے۔

تشریح امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ گونگا اگر اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر بھی لعان ہے اور اگر زنا کے ارتکاب کا اقرار کرے تو گونگے

پر بھی حد ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب فرائض میں اشارہ معتبر ہے تو لعان اور حد میں کیوں نہیں معتبر ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیام یا رکوع سجدہ پر قادر نہیں تو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیدائش کے وقت جب حضرت مریم کی قوم نے ان سے پوچھا یہ بچہ کیسے ہوگیا تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا قوم نے اس اشارے کو قبول کیا البتہ یہ عذر کردیا اتنے چھوٹے بچے سے ہم کیسے بات کریں نیز جب بطور اعجاز حضرت مریم کو کلام کرنے سے عاجز کر دیا گیا تو وہ اپنا مافی الضمیر اشارے میں ادا کرتی تھیں اگر اشارہ معتبر نہ ہوتا تو وہ ایسا کیوں کرتیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ثُمَّ زَعَمَ اِنْ طَلَّقُوْا بِكِتَابٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ اِيْمَاءٍ جَازَ وَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ فَاِنْ قَالَ اَلْقَذْفُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِكَلَامٍ قِيْلَ لَهٗ كَذَالِكَ الطَّلَاقُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِكَلَامٍ وَاِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ وَكَذَالِكَ الْعِتْقُ وَكَذَالِكَ الْاَصَمُّ يُلَاعِنُ۔

اور بعض الناس نے کہا کہ گونگے پر حد اور لعان نہیں پھر اس نے گمان کیا کہ اگر لوگ خط یا اشارے سے طلاق دیں تو وہ نافذ ہے اور طلاق اور قذف میں کوئی فرق نہیں پس اگر یہ کہے کہ قذف بغیر کلام کے نہیں ہوتا تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی بغیر کلام کے نہیں ہوتا ورنہ طلاق اور قذف باطل ہو جائے گا ایسے ہی عتق بھی اور ایسے ہی بہرا بھی لعان کرے گا۔

تشریح یہ احناف پر تعریض ہے ہمارے یہاں گونگے پر نہ حد ہے نہ لعان ہے حضرت امام بخاری احناف کو الزام دیتے ہیں کہ اگر گونگا طلاق لکھ دے اور طلاق کے لیے کوئی ایسا واضح اشارہ کر دے جس سے طلاق بغیر کسی شبہہ کے سمجھی جاتی ہو تو طلاق پڑ جائے گی طلاق اور قذف میں کیا فرق ہے کہ گونگے کی طلاق واقع اور زنا کی تہمت لگائے تو اس پر کچھ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ ان دونوں میں بیّن فرق ہے حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة.[1]

جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، اگر اس کے لیے کوئی مخرج ہو تو اس کا راستہ خالی کر دو اس لیے کہ امام (حاکم) معاف کرنے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا میں خطا کرے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہے ایک میں یزید بن زیاد دمشقی ہیں اس طریقے میں یہ حدیث مرفوع ہے دوسرے میں یزید بن زیاد کوفی ہیں اس طریق کی روایت کو کہا کہ مرفوع نہیں اور اس روایت کو اصح کہا، یزید بن زیاد دمشقی کو ضعیف بتایا۔

اگر اس حدیث کو موقوف بھی مانیں تو یہ حکم میں مرفوع کے ہے اس لیے کہ یہ ما لا یدرک الا بالسمع کے قبیل سے ہے گونگا کتنے ہی صریح اشارہ کرے زنا کی ایسی صریح تعبیر نہیں کر سکتا جس میں کوئی شبہہ باقی نہ رہے اور یہی حال لعان کا ہے کہ اس میں بھی شرط ہے کہ شوہر اپنی زوجہ پر صریح زنا کا الزام لگائے علاوہ ازیں لعان میں یہ بھی شرط ہے کہ شوہر چار بار یہ گواہی دے کہ وہ الزام میں سچا ہے، ظاہر ہے کہ گونگا اشارے سے شہادت نہیں دے سکتا اسی لیے اس پر اتفاق ہے کہ کسی معاملے میں گونگے کی گواہی مقبول نہیں ــــ اسی لیے کنایۃً زنا کا الزام دینے سے نہ قذف ہے نہ لعان بخلاف طلاق کے، اس لیے طلاق کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا اگر وہ عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی آپ خود لفظ طلاق کو لیجیے اس کے معنی لغت میں چھوڑنے کے ہیں بلکہ بول چال میں کبھی چھوڑنے کے معنی میں بولا جاتا ہے مگر عرف میں عورت کی طرف اضافت کر کے یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے طلاق صریح مراد لیتے ہیں اس لیے دوسرے معنی کا احتمال رکھتے ہوئے طلاق کا حکم دیا جاتا ہے اگرچہ اس احتمال کی وجہ سے کہ اس کا لغوی معنی چھوڑنا ہے شرعی معنی کے تعیین میں ایک قسم کا شبہہ پیدا ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ کنائی الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ کسی نے بطور ہزل و مذاق طلاق دی تو واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے احناف کو الزام دیا کہ اگر احناف یہ کہیں کہ قذف صرف کلام ہی سے ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی بغیر کلام کے نہیں ہو گی ـــ

اقول و باللہ التوفیق! ہمیں کلیۃً یہ تسلیم نہیں کہ طلاق بغیر کلام کے واقع نہیں ہوتی، یہ خاص ہے اس شخص کے ساتھ جو بولنے پر قادر ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے اپنے جی

---

[1] ترمذی ج ا ص ۱۷۱ ـ

میں بغیر آواز کے طلاق دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی ضروری ہے کہ اتنی آواز سے طلاق دے کہ کم از کم خود سن سکے۔ گونگے کے لیے یہ حکم نہیں اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ طلاق کے مفہوم کو ایسے اشارے سے ادا کردے جس سے ہر شخص سمجھے کہ وہ طلاق دے رہا ہے اتنا کہا جا سکتا ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے والا طلاق کے مفہوم کو اس طرح ظاہر کردے کہ مخاطب سمجھ جائے اگر بولنے پر قادر ہے تو کلام کے ذریعے اور اگر بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اشارے کے ذریعے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ فَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ

اور شعبی اور قتادہ نے کہا جب کسی نے کہا کہ تجھے طلاق اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو اس کے اشارے کے

تَبِيْنُ بِإِشَارَتِهِ۔

مطابق طلاق بائن ہو جائے گی۔

تشریح ۶۸۴ یعنی تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو تین طلاق پڑ جائے گی اسی طرح اگر دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو دو اور ایک سے اشارہ کیا تو ایک۔

ت ۶۸۵ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ الْأَخْرَسُ إِذَا كَتَبَ الطَّلَاقَ بِيَدِهِ لَزِمَهُ

اور ابراہیم نے کہا کہ گونگا جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھے تو اس پر لازم ہو جائے گی۔

ت ۶۸۶ وَقَالَ حَمَّادُ الْأَخْرَسُ وَالْأَصَمُّ إِنْ قَالَ بِرَأْسِهِ جَازَ۔

اور حماد نے کہا کہ گونگا اور بہرا اگر اپنے سر سے اشارہ کرے تو جائز ہے

تشریح ۶۸۶ حضرت حماد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ استاذ گونگے کے اشارے کو تو معتبر جانتے ہیں اور شاگرد اس سے انکار کرتے ہیں یہ الزام کتنا طفلانہ ہے ظاہر ہے حضرت حماد نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ ہر معاملے میں گونگے کا اشارہ مقبول ہے اور حضرت امام اعظم یہ کہاں فرماتے ہیں کہ اشارہ کہیں مقبول نہیں ــــ اختلاف حدود اور لعان کے سلسلے میں ہے اگر حضرت امام بخاری حیات ظاہری میں تشریف رکھتے تو میں ان سے دریافت کرتا کیا گونگے کی گواہی مقبول ہے خصوصاً باب زنا میں۔

254

اس کے بعد امام بخاری نے اشارہ سے مقبول ہونے کے سلسلے میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں مگر یہ احادیث ہم پر الزام اس وقت ہوتیں جب ہم کسی موقع پر بھی اشارے کو معتبر نہ جانتے جب ہم خود سوائے مخصوص احکام کے سیکڑوں جگہ اشارے کو معتبر مانتے ہیں تو ان احادیث سے ہم پر کیسے الزام ہوگا۔

حدیث ۲۴۲۸ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ أَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے رہیں گے کلمہ اور بیچلی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔

بَابُ إِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ

جب لڑکے کے نفی کی تعریض کرے۔ ص ۷۹۹

توضیح یعنی اگر کوئی کنایۃً یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں تو اس پر لعان ہے یا نہیں؟ جو حدیث لائے ہیں اس سے یہ ثابت ہے کہ لعان نہیں۔

حدیث ۲۴۲۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ أَسْوَدُ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنّٰى ذٰلِكَ قَالَ لَعَلَّ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ایک سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ فرمایا کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ عرض کیا جی ہاں۔ دریافت فرمایا ان کے کیا رنگ ہیں اس نے عرض کیا سرخ رنگ ہیں دریافت فرمایا کیا اس میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے اس نے عرض کیا کہ ہے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آگیا اس نے عرض کیا شاید کوئی رگ کھینچ لی ہو فرمایا ہو سکتا ہے تمہارا بھی لڑکا کھینچی ہوئی رگ ہو۔

علہ ادب، فضل من یعول الیتیم ص ۸۸۸ ترمذی، بر۔

عسہ محاربین باب التعریض ص ۱۰۱۲ اعتصام بالکتاب والسنۃ باب من شبہ اصلا معلوما باصل مبین ص ۱۰۸۸

تشریحات ۲۴۲۹

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ عزوجل احناف کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت نہ لگائی گئی ہو تعریضا ہو تو لعان نہیں گو زنا کتنا بھی صریح اشارہ کرے گا تعریض سے آگے نہیں بڑھے گا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ رَاجِمًا بِغَیْرِ بَیِّنَۃٍ۔ ص ۸۰۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ اگر میں کسی کو بغیر بینہ کے رجم کرتا تو اسے کرتا۔

حدیث ۲۴۳۰

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْہُمَا اَنَّہٗ ذُکِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

کے سامنے تلاعن (لعان) کا تذکرہ ہوا تو عاصم بن عدی نے اس بارے میں کچھ کہا پھر وہ اپنے

عَاصِمُ بْنُ عَدِیٍّ فِیْ ذَالِکَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَاہُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِہٖ

گھر گئے ان کے پاس ان کی قوم کا ایک شخص آیا اس نے ان سے یہ شکایت کی کہ اس

یَشْکُوْا اِلَیْہِ اَنَّہٗ قَدْ وَجَدَ مَعَ اِمْرَاَتِہٖ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِیْتُ

نے اپنی عورت کے ساتھ ایک شخص کو (زنا کرتے ہوئے) پایا ہے یہ سن کر عاصم نے کہا

بِھٰذَا اِلَّا لِقَوْلِیْ فَذَھَبَ بِہٖ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ

میں اس میں اپنی اس بات کی وجہ سے مبتلا کیا گیا ہوں عاصم اس شخص کو لے کر

بِالَّذِیْ وَجَدَ عَلَیْہِ اِمْرَاَتَہٗ وَکَانَ ذَالِکَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِیْلَ اللَّحْمِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو وہ بات بتائی اور یہ شخص

سَبِطَ الشَّعْرِ وَکَانَ الَّذِیْ ادَّعٰی عَلَیْہِ اَنَّہٗ وَجَدَہٗ عِنْدَ اَھْلِہٖ خَدِلًا

زرد رنگ دبلے پتلے سیدھے بال والے تھے اور جس پر الزام لگایا تھا وہ بھری پنڈلیوں

آدم کثیر اللحم فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم بین

والا گندم گوں موٹا تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! بات کو واضح فرما دے۔ اس

فجاءت شبھھا بالرجل الذی ذکر زوجھا انہ وجدہ فلاعن

عورت کے جولڑکا پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس کے بارے میں اس عورت کے شوہر نے کہا تھا کہ اسے

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بینھما قال رجل لابن عباس فی

اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین لعان فرمایا مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک

المجلس ھی التی قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو رجمت احدا

شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا یہی وہ عورت ہے جس کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میں کسی

بغیر بینۃ رجمت ھذہ فقال لا تلک المراۃ کانت تظھر فی الاسلام السوء عہ

کو بغیر بینہ کے سنگسار کرتا تو اسے کرتا فرمایا نہیں یہ عورت نہیں۔ یہ عورت اسلام میں علانیہ برائی ظاہر کرتی تھی۔

تشریحات ۲۴۳۰

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جلیل القدر صحابی تھے اُحد، خندق اور تمام مشاہد میں شریک رہے۔ غزوہ بدر میں میدانِ جنگ میں حاضر نہ تھے چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبا اور عوالی مدینہ پر اپنی نیابت میں حاکم بنایا تھا اس لیے ان کا شمار اصحاب بدر میں ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ قریب قریب ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

التلاعن ـــ ابھی آیات لعان نازل نہیں ہوئی تھیں اور نہ اہل عرب لعان سے واقف تھے اس لیے اس سے مراد لعان کا سبب ہے یعنی یہ ذکر ہوا ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پائے تو کیا ہونا چاہیے۔ چونکہ راوی لعان کے مشروع ہونے کے بعد روایت کر رہے ہیں اس بنا پر انہوں نے تلاعن کہہ دیا۔

قولا ـــ انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر یہ اپنی عورت کے ساتھ کسی کو پائیں گے تو اس کو تلوار سے مار کر ختم کر دیں گے چونکہ اس قول میں شدت غیرت کی بنا پر ایک نخوت ٹپک رہی ہے

عہ باب اللھم بین ص۸۰۰۔ محاربین۔ باب من اظھر الفاحشۃ ص۱۰۱۳ تمنی۔ باب ما تجوز من اللو ص۱۰۷۵ مسلم۔ لعان۔ نسائی۔ طلاق۔ رجم۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا ہوں حالانکہ قصہ عُوَیمر بن عمرو کا تھا چونکہ حضرت عاصم کی صاحبزادی یا ان کی بھتیجی حضرت عویمر کی زوجیت میں تھیں جن کا یہ قصہ ہے۔ ان کا نام خولہ تھا۔

قَالَ رَجُلٌ۔ یہ پوچھنے والے حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ بخاری کی کتاب الحدود وغیرہ کی روایتوں میں ہے۔

بَابُ صَدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ۔ جس عورت سے لعان کیا گیا اس کے مہر کا بیان۔

صفحہ ۸۰۰

حدیث ۲۳۱۴

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَقَالَ فَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَ قَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا وَقَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ــــ قَالَ أَيُّوبُ فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ فِي الْحَدِيثِ شَيْئًا لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِي قَالَ قِيلَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ ؏

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی عورت پر زنا کا الزام لگایا (اس کا کیا حکم ہے) ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عجلان کے دو افراد کے درمیان تفریق کر دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں سے کوئی اپنے قول سے رجوع کرتا ہے دونوں نے انکار کیا (پھر فرمایا) اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی رجوع کرتا ہے دونوں نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ایوب نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا حدیث میں کچھ اور ہے جس کو تم بیان نہیں کرتے۔ وہ یہ ہے کہ اس شخص نے کہا میرا مال۔ کہا گیا تیرا مال تجھے نہیں ملے گا اگر تو سچا ہے تو تو نے اس کے ساتھ دخول کر لیا اور اگر تو جھوٹا ہے تو مال طلب کرنا بہت دور ہے۔

؏ اسی کے متصل ــ باب المہر للمدخول علیہا صفحہ ۸۰۵ باب المتعۃ صفحہ ۸۰۵

تشریحات ۲۴۲۱

لعان کے بعد عورت مہر کی مستحق ہے یا نہیں اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ عورت مدخول بہا ہے تو مہر کی مستحق ہے اور اگر مدخول بہا نہیں تو مستحق نہیں یہ حدیث حضرت سعید بن جبیر سے دو بزرگوں نے روایت کی ایک ایوب سختیانی نے جو مختصر فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا تک ہے دوسرے عمرو بن دینار نے۔ ان کی روایت میں زیادتی ہے۔ جو روایت ہم نے ذکر کی ہے اس میں یہ ہے قِيلَ لَا مَالَ لَكَ یعنی جب اس شخص نے یہ عرض کیا میرا مال یعنی جو مہر میں نے دیا ہے وہ مجھے ملنا چاہیئے قِيلَ لَا مَالَ لَكَ۔ اس کے جواب میں کہا گیا تیرے لیے مال نہیں قائل کا نام مبہم ہے لیکن عمرو بن دینار کی روایت میں بلکہ باب المهر للمدخول علیها میں خود بطریق اسماعیل ہی کی روایت میں تصریح ہے کہ اس کے قائل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

فَالَ بَيْنَ أَخَوَي بَنِي عَجْلَانَ۔ متلاعنین میاں بیوی تھے۔ شوہر کا نام عویمر بن عمرو اور بیوی کا نام خولہ تھا۔ ان کو بھائی اس بنا پر کہا گیا کہ اہل عرب کبھی اخ بول کر فرد مراد لیتے ہیں جیسے اخو تمیم، اخو قریش بولتے ہیں۔ مراد ہوتا ہے قبیلۂ تمیم کا فرد، قبیلۂ قریش کا فرد اسی طرح یہاں پر اخ بول کر فرد مراد ہے چونکہ دونوں بنی عجلان کے فرد تھے۔

ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ ہم نے جو متن لیا ہے اس میں فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ صرف دوبار ہے لیکن بطریق سفیان بن عیینہ حضرت عمرو بن دینار کی روایت میں ثلاث مرات ہے یعنی تین بار یہ فرمایا تھا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد لعان سے پہلے کا ہے۔

قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ كَمَا أَخْبَرْتُكَ۔ سفیان نے کہا میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار اور ایوب دونوں سے ویسے ہی سنا ہے جیسا کہ میں نے تجھ کو خبر دی۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ص۸۰۱

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ (سورۂ طلاق آیت ۴)

توضیح

نابالغہ اور وہ عورت جو سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے مگر ابھی اسے حیض نہیں آیا ہے اور وہ بوڑھی عورتیں جن کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض منقطع ہو گیا ہے اور اب یہ امید نہ رہی کہ حیض آئے گا ان سب کی عدت تین مہینے ہے۔

إِنِ ارْتَبْتُمْ۔ اگر تمہیں کچھ شک ہو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے احکام میں شک ہو اس پر قرینہ شان نزول ہے۔ جب آیۂ کریمہ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

نازل ہوئی یعنی جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ اپنے آپ کو تین حیض روکے رہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ حیض والیوں کی عدت ہمیں معلوم ہوگئی جو عورتیں حیض والی نہ ہوں ان کی عدت ہمیں معلوم نہیں اس پر آیۂ کریمہ نازل ہوئی قَالَ مُجَاهِدٌ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا يَحِضْنَ أَوْلَا يَحِضْنَ وَاللَّائِي قَعَدْنَ عَنِ الْحَيْضِ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ـــــ اور امام مجاہد نے کہا وہ عورتیں جن کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں کہ انہیں حیض آرہا ہے یا نہیں اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہوچکی ہیں اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آیا ان سب کی عدت تین حیض ہے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ جن عورتوں کو طلاق ہوئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں۔

ص ۸۰۲

تشریحات قروء اضداد میں سے ہے اس کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی ہیں۔ ہمارے یہاں مراد حیض ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں اس سے مراد طہر ہے۔ ہر ایک کے دلائل ان کے مذہب کی کتابوں میں درج ہیں۔

ت ۶۸۷ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ فِيمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ بَانَتْ مِنَ الْأَوَّلِ وَلَا يَحْتَسِبُ بِهِ لِمَنْ بَعْدَهُ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يَحْتَسِبُ وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَى سُفْيَانَ يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ ـــــ اور ابراہیم نے کہا اس کے بارے میں جس نے عدت میں نکاح کیا اور اس کے پاس اسے تین حیض آگیا۔ تو پہلے شوہر کے نکاح سے نکل گئی اور یہ حیض بعد والے کی عدت میں شمار نہیں کرے گی اور زہری نے کہا شمار کرے گی اور یہی یعنی امام زہری کا قول سفیان ثوری کو زیادہ پسند تھا۔

تشریح ۶۸۷ اس پر اتفاق ہے کہ عدت میں نکاح فاسد ہے اگر کوئی عدت میں نکاح کرے تو ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دینا فرض ہے اب مسئلہ کی صورت یوں ہوئی کہ زید نے شہر بانو کو طلاق دیا شہر بانو نے عدت ہی میں کاظم ہی سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد کچھ دن یہ عورت کاظم کے پاس رہی پھر دونوں کو الگ کر دیا گیا اس صورت خاص میں حضرت امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کاظم کے پاس شہر بانو کو تین حیض آگیا تو زید کے نکاح سے نکل گئی اور عدت پوری ہوگئی اب اگر کاظم اور شہر بانو میں تفریق ہوئی تو یہ تین حیض کاظم کی عدت میں شمار نہ ہوں گے بلکہ شہر بانو کو اس کے لیے مستقل عدت گزارنی ہوگی جس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعی عدت میں تداخل کے قائل نہیں تھے ـــــ امام زہری قائل تھے اور سفیان ثوری بھی ـــــ

اور ہمارے یہاں بھی تداخل عدتین ہے۔ فرض کرو زید نے شہر بانو کو پہلی محرم کو طلاق دی شہر بانو نے دس محرم کو کاظم سے نکاح کیا کاظم نے وطی کی پھر شہر بانو کو اپنے سے الگ کر دیا اور متارکہ بھی کر لیا اس اثناء میں شہر بانو کو حیض نہیں آیا کاظم کے متارکہ کے بعد حیض آیا تو تین حیض گزرتے ہی دونوں عدتیں پوری ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ يُقَالُ أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا دَنَا حَيْضُهَا وَأَقْرَأَتْ إِذَا دَنَا طُهْرُهَا وَيُقَالُ مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا ــــ معمر نے کہا عورت کا حیض قریب ہو جب بھی اور طہر قریب ہو جب بھی دونوں موقعوں پر کہا جاتا ہے أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ ــــ اور جس عورت کے کبھی حمل نہ ٹھہرا ہو اس کے بارے میں بولتے ہیں مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ ــــ سَلًى اس جھلی کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں بچے کے اوپر منڈھی ہوتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اس عورت کے پیٹ میں کبھی یہ جھلی پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت امام بخاری کا مطلب یہی ہے کہ قروء اضداد میں سے ہے اس کے معنی طہر کے بھی ہیں اور حیض کے بھی ہیں۔

بَابُ قصة فاطمة بنت قيس رضي الله تعالى عنها ــــ صفحہ ۸۰۲

وَقَوْلِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ أَمْرًا ــــ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصہ ــــــــ اور

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کسی صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے اور عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو اس طرح کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک ان کے بچے پیدا ہو جائیں پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو اور اگر باہم مضائقہ

رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا۔ (سورہ طلاق آیت ۷)

کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائیں گی ـــ مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

توضیح حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریشی خاتون تھیں۔ حضرت ضحاک بن قیس کی بڑی بہن تھیں ان سے دس سال بڑی تھیں۔ سابقین اولین ہجرت کرنے والی خواتین میں تھیں۔ صاحب جمال وعقل اور شریف خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کے لڑکے ابوعمرو بن حفص سے ہوئی تھی ـــــــــــ ابوعمرو بن حفص کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یمن بھیج دیا تھا، وہیں سے انھوں نے فاطمہ بنت قیس کو تین طلاق دے دیا تھا اور اپنے چچازاد بھائیوں حارث بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو حکم دیا کہ فاطمہ کو عدت کے نفقہ کے لیے پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جو دیدیں۔ فاطمہ بنت قیس نے اسے کم جانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تیرے لیے نہ نفقہ ہے نہ سُکنیٰ اور تو ام شریک کے گھر جاکر عدت گزار پھر بعد میں کہلایا کہ ام شریک کے گھر مہاجرین اٹھتے بیٹھتے ہیں تو اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر عدت گزار وہ نابینا ہیں اگر گھر میں بغیر چادر کے بھی رہے گی تو کوئی حرج نہیں عدت گزر جائے تو مجھے بتانا۔ عدت گزرنے کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے دو صاحبوں نے نکاح کا پیغام دیا۔ ابوجہم اور معاویہ بن ابی سفیان نے فرمایا ابوجہم اپنی لاٹھی کاندھے پر نہیں رکھتے اور معاویہ قلاش ہیں ان کے پاس کچھ نہیں تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔ انھوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضور نے پھر فرمایا اور حضرت اسامہ سے نکاح کرلیا یہ نکاح بہت بہتر ہوا یہاں تک کہ عورتیں ان پر رشک کرتی تھیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو تین طلاق دے دیا جائے وہ نہ رہائشی مکان کی مستحق ہے اور نہ نفقہ کی۔

فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث کو اجلہ صحابہ کرام نے قبول نہیں فرمایا مثلاً حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ـــــ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

صحابۂ کرام کے مجمع عام میں فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑیں گے جس سے وھم ھوا یا بھول گئی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی اور ایسی عورت کے لیے سکنیٰ اور نفقہ کا فیصلہ فرمایا۔

اسی حدیث سے کچھ لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ عدت میں عورت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عدت وفات میں اگر اس کے پاس نفقہ نہ ہو تو بقدر نفقہ کام کرنے کے لیے دن میں جا سکتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ رات گھر میں آکے گزارے، طلاق کی عدت میں نہیں جا سکتی نہ دن میں نہ رات میں۔

امام بخاری نے جو آیتیں نقل کی ہیں کہ مطلقہ عدت کا نان نفقہ اور سکنیٰ عدت کے دنوں میں شوہر پر واجب ہے جب کہ یہ عدت عدت طلاق ہو۔

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَهُمَا قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ ان دونوں نے سنا یہ دونوں ذکر کرتے	حدیث ۲۴۳۲

يَذْكُرَانِ أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

ہیں کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبد الرحمٰن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دیا عبد الرحمٰن اپنی اس لڑکی کو

الْحَكَمِ فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ

اپنے گھر لایا اس کا علم جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہوا تو انہوں نے مروان کے پاس

إِلَى مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ اتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْهَا إِلَى بَيْتِهَا قَالَ

پیغام بھیجا وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا کہ اللہ سے ڈر اور عبد الرحمٰن کی لڑکی کو اس کے گھر واپس کر۔

مَرْوَانُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِي وَقَالَ

سلیمان کی روایت میں ہے کہ مروان نے کہا مجھ پر عبد الرحمٰن غالب آگیا اور قاسم بن محمد کی روایت میں

الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَوَمَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ

ہے کہ مروان نے کہا کیا آپ تک فاطمہ بنت قیس کا قصہ نہیں پہنچا ہے ام المومنین نے فرمایا فاطمہ کی

لَا يَضُرُّكِ اَلَّا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فَقَالَ مَرْوَانُ إِنْ كَانَ بِكِ شَرٌّ

حدیث کو ذکر کرنا تجھے مناسب نہیں تو مروان نے کہا کہ اگر آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ فاطمہ کو اس کے گھر سے کسی حرج

فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ ۔

کی وجہ سے دوسرے گھر میں عدت گزارنے کی اجازت تھی تو آپ کے اطمینان کے لیے یہ کافی ہے کہ ان دونوں کے درمیان بھی شر ہے۔

تشریحات ۲۴۳۲

یحییٰ کا باپ سعید بن عاص بن اُمیہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی رہ چکا ہے۔ اسی کا بیٹا عمرو بن سعید ہے جس کو لوگ اشدق کہتے تھے یہ یزید کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی تھا۔ عبدالرحمٰن بن حکم مروان کا حقیقی بھائی تھا اس کی اس لڑکی کا نام عمرہ تھا۔

غَلَبَنِي ـ یعنی عبدالرحمٰن نے میری بات نہیں مانی یا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایسا عذر بیان کیا جس کے سبب سے وہ یحییٰ کے گھر نہیں رہ سکتی ہے مثلاً یحییٰ کے گھر والے اس کو ستاتے ہوں یا یہ عورت تیز طرار گالی گلوچ بکنے والی ہو۔

لَا يَضُرُّكِ ـ عام شراح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ام المومنین کی مراد یہ تھی کہ فاطمہ کی حدیث سے تجھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ فاطمہ کے شوہر کا مکان مدینہ کے کنارے تھا جہاں فاطمہ کو اکیلے رہنے میں خطرہ تھا یا یہ کہ فاطمہ تیز زبان تھیں اور اپنے دیوروں کو جو جی میں آتا کہہ ڈالتیں جس سے لڑائی جھگڑے کا ماحول رہتا تھا اس بنا پر ان کو اجازت دی گئی کہ وہ دوسرے گھر میں عدت گزاریں۔ مروان نے جواب میں کہا کہ وہی بات یہاں بھی ہے اس لیے باپ کے یہاں عدت گزارنے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۲۴۳۳

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا فاطمہ کا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ اَنْ لَا تَتَّقِي اللّٰهَ يَعْنِي

کیا حال ہے؟ اپنے اس کہنے میں اللہ سے کیوں نہیں ڈرتی کہ اس کے لیے

فِي قَوْلِهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ ۔

نہ سکنیٰ ہے نہ نفقہ۔

حدیث ۲۴۳۴

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ أَلَمْ تَرَيْ إِلَى فُلَانَةَ بِنْتِ الْحَكَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ أَلَمْ تَسْمَعِي فِي قَوْلِ فَاطِمَةَ قَالَتْ أَمَا إِنَّهَا لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِي ذِكْرِ هَذَا الْحَدِيثِ.

عروہ بن زبیر نے ام المومنین حضرت عائشہ سے فرمایا کیا آپ نے فلانہ بنت حکم کو نہیں دیکھا کہ اس کے شوہر نے اس کو قطعی طلاق دیدیا اور وہ اس کے گھر سے چلی آئی ام المومنین نے فرمایا اس نے برا کیا عروہ نے کہا کیا آپ نے فاطمہ کا قول نہیں سُنا فرمایا سنو حکم کی بیٹی کے لیے اس حدیث کے ذکر میں کوئی بھلائی نہیں۔

تشریح ۲۴۳۴

بھلائی نہیں کا مطلب یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کا قصہ عبدالرحمن بن حکم کی لڑکی کو مفید نہیں اولاً اس بنا پر کہ یہ روایت قرآن کی نص صریح کے معارض ہے یا اس بنا پر کہ فاطمہ کو عذر کی بنا پر دوسری جگہ عدت گزارنے کی اجازت ملی تھی اور حکم کی بیٹی کے لیے وہ عذر نہیں۔

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبْذُوَ عَلَى أَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ ص ۸۰۲

مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں رہنے پر جب یہ اندیشہ ہو کہ وہاں بھیڑ رہے گی یا وہ عورت گھر والوں سے بدزبانی کرے۔

حدیث ۲۴۳۵

عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ أَشَدَّ الْعَيْبَ وَقَالَتْ إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا فَلِذَلِكَ أَرْخَصَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عروہ سے روایت ہے کہ عدت کے دنوں میں شوہر کے گھر سے نکلنے کو ام المومنین حضرت عائشہ نے سخت تر معیوب جانا اور فرمایا کہ فاطمہ اکیلے خوف ناک مکان میں مدینہ کے کنارے تھیں اسی لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے مکان میں عدت گزارنے کی اجازت دی۔

بَابُ تُحِدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ ص ۸۰۳

جس عورت کے شوہر کی وفات ہو گئی ہو وہ چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔

ت ۶۸۸

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الْمُتَوَفَّىٰ عَنْهَا الطِّيبَ لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ.

اور زہری نے کہا میں جائز نہیں جانتا جس بچی کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو وہ خوشبو کے قریب ہو کیونکہ اس پر عدت ہے۔

حدیث ۲۴۳۶

قَالَتْ زَيْنَبُ وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَىٰ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا أَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ لَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَىٰ رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتَّىٰ تَمُرَّ لَهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتَىٰ بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ

زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ میں نے (اپنی والدہ) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا فرماتی تھیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہوگئی ہے اور اس کی آنکھ دکھ رہی ہے تو کیا ہم اسے سرمہ لگا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ دو بار یا تین بار ہر بار فرماتے تھے نہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن ہے اور تم جاہلیت میں سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکتی تھی ــــ حمید نے زینب سے پوچھا سال بھر پر مینگنی پھینکنے کا کیا قصہ ہے تو زینب نے کہا جب کسی عورت کے شوہر کی وفات ہو جاتی تو وہ ایک انتہائی تنگ مکان کے اندر رہتی اور سب سے خراب کپڑا پہنتی اور خوشبو نہیں سونگھتی یہاں تک کہ اس پر سال گزر جاتا پھر کوئی چوپایہ گدھا یا بکری یا کوئی چڑیا لائی جاتی جس کے پیٹھ اور کھال پر وہ عورت ہاتھ پھیرتی۔ ایسا

الْأَمَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطِي بَعْرَةً فَتَرْمِي ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَاشَاءَتْ مِنْ

جانور کم ہی بچتا اکثر مر جاتا پھر وہ عورت باہر نکلتی اسے اونٹ کی مینگنی دی جاتی جسے پھینکتی اس کے بعد یہ عورت

طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ۔ سُئِلَ مَالِكٌ مَا تَفْتَضُّ بِهِ قَالَ تَمْسَحُ بِهِ جِلْدَهَا۔

خوشبو وغیرہ جو چاہتی استعمال کرتی۔ امام مالک سے پوچھا گیا تفتض کے کیا معنی ہیں فرمایا اس کی کھال کو چھوتی۔

تشریحات ۲۴۳۶ اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا۔ وہ سب سے خراب ٹاٹ یا سب سے خراب گھر میں رہتی۔ اور آگے ہے فَمَرَّ كَلْبٌ۔ سال گزرنے پر کوئی کتا گزرتا۔ اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے سابقہ روایت میں مذکور لفظ دَابَّة کے لغوی معنی مراد ہوں گے عرفی معنی نہیں۔ عرفی معنیٰ کے اعتبار سے دَابَّة کا اطلاق کتے پر نہیں ہوتا لیکن لغوی معنیٰ کے اعتبار سے زمین پر ہر چلنے والے رینگنے والے کو دابّة کہتے ہیں۔ آنے والی بیوی کا نام عاتکہ بنت جحم تھا۔ اس حدیث میں آنکھ دکھنے کی حالت میں بھی سرمہ لگانے کی ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔ اگر تکلیف شدید ہو تو سرمہ لگانے کی اجازت ہے آج کل آنکھ دکھنے کی بہت سی دوائیں ایجاد ہو چکی ہیں جن میں مطلق زینت نہیں۔ انہیں استعمال کرے۔ اور عہد رسالت میں بھی ایسی دوائیں رہی ہوں گی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ سرمے کے بجائے اور کوئی علاج کرو جس میں زینت نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ۔ زانیہ اور نکاح فاسد کا مہر۔

ص ۸۰۵

تشریح بَغِيٌّ فَعِيلٌ کے وزن پر بَغَاءٌ سے ہے اسم فاعل کے معنی میں۔ یہ مرد عورت دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع بَغَايَا ہے۔ زانیہ کا کوئی مہر نہیں یہاں مراد اجرت ہے جو مال خبیث و حرام ہے۔ البتہ نکاح فاسد میں وطی کے بعد مہر واجب ہے۔

ت ۵۵ — ۶۰۹

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَةً وَهُوَ لَا يَشْعُرُ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا

اور امام حسن بصری نے فرمایا جب کسی محرم عورت سے شادی کرے اور جانتا نہ ہو تو ان دونوں

وَلَهَا مَا أَخَذَتْ وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ يُعْطِيهَا صَدَاقَهَا۔

کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور تفریق سے قبل عورت نے جو کچھ لیا وہ اس کا ہے پھر بعد میں کہا اس کو

اس کا مہر دے۔

ہمارے یہاں اگر وطی ہوگئی ہے تو مہر بھی واجب ہے اور عدت کے ایام کا نفقہ اور سکنی بھی۔

بَابُ الْمُتْعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفْرَضْ لَهَا بِقَوْلِهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ (إِلَى قَوْلِهِ) إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَقَوْلِهِ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔

ص ۸۰۵

اس عورت کے لیے متعہ ہے جس کا مہر مقرر نہ ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو حالانکہ ابھی تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور ان کو کچھ استعمال کرنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اسکے لائق اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے جن عورتوں کو طلاق ہوگئی ان کو مناسب طور پر نان و نفقہ دو اور یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔

ت ۶۹۰ فَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُلَاعَنَةِ مُتْعَةً

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بارے میں

حَتَّى طَلَّقَهَا زَوْجُهَا

متعہ کو ذکر نہیں فرمایا یہاں تک کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے۔

تشریح ۶۹۰ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ لعان کی جو روایتیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں کسی میں لعان کرنے والی کے لیے متعہ مذکور نہیں، ہاں لعان کرنے والا مرد طلاق دے دے تو دوسری بات ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ لعان کے بعد تفریق ہوگئی۔ نکاح باقی نہ رہا۔ اب طلاق کیسی۔ اور حدیث میں جو طلاق کا ذکر ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا انہوں نے از خود دیا تھا۔ اور تفریق سے پہلے دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النفقات ص۸۰۵ نفقات کا بیان

بَابُ فَضْلُ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ — اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت

وَقَوْلُهُ وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ إِلَى قَوْلِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرما دو جو فاضل بچے۔ اسی طرح تم سے اللہ تعالیٰ آیتیں بیان فرماتا ہے۔ تاکہ تم دنیا اور آخرت میں فکر کرو۔

ت ۶۹۱ قَالَ الْحَسَنُ اَلْعَفْوُ الْفَضْلُ.

امام حسن بصری نے فرمایا کہ اس آیت میں عفو سے مراد وہ مال ہے جو فاضل ہو۔

حدیث ۷۴۹۳ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ

بیوہ عورتوں اور مسکین کو کما کر کھلانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے

كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ وَالصَّائِمِ النَّهَارَ عہ

والے دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے

تشریحات ۲۴۳۷ کتاب الادب میں قعنبی کی روایت سے امام مالک سے یہ ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ فرمایا مثل اس کے ہے جو شب بیداری کرتا ہے اور تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کے مثل ہے جو روزہ چھوڑتا نہیں ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو بیوہ گان اور مسکینوں کی خبر گیری کرتا رہتا ہے۔ ان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے۔

عہ باب الساعی علی الارملة ص۸۸۸ باب الساعی علی لمسکین ص۸۸۸ مسلم زھد، ترمذی بر، نسائی، زکوٰۃ، ابن ماجہ تجارات، مسند امام احمد جلد دوم صفحہ ۳۶۱ ۔

بَابُ وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ ص ۸۰۶ اہل و عیال پر نفقہ کا واجب ہونا

حدیث ۲۴۳۸

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ تَقُولُ الْمَرْأَةُ إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِي وَيَقُولُ الْعَبْدُ أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي وَيَقُولُ الْعَبْدُ أَطْعِمْنِي إِلَى مَنْ تَدَعُنِي قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هٰذَا مِنْ كِيسِ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو آدمی کو محتاج نہ بنادے اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اس پر خرچ کر جو تیرے عیال میں ہے ورنہ عورت کہے گی یا تو مجھے کھانا دے یا تو مجھے طلاق دے اور غلام کہے گا کہ مجھے کھلا اور کام میں لگا اور بیٹا کہے گا کہ مجھے کھانا دے کس کے حوالہ کرکے مجھے چھوڑتا ہے لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ یہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا یہ ابو ہریرہ کی سمجھ سے ہے۔

تشریحات ۲۴۳۸

اس حدیث میں تقول المرأۃ سے آخر تک حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے جو انہوں نے حدیث کے اس جملہ سے "وابدأ بمن تعول" پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے عیال میں ہیں سے استنباط فرمایا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر اپنے اہل و عیال کو نفقہ نہ دوگے تو بیوی وہ کہے گی غلام وہ کہے گا بیٹا وہ کہے گا ــــ اور یہ استخراج اپنی جگہ پر درست ہے۔ وابدأ فعل امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اسی سے بات ثابت ہے کہ اہل و عیال پر نفقہ واجب ہے۔ اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جائے۔

بَابُ حَبْسِ الرَّجُلِ قُوتَ سَنَةٍ عَلَى أَهْلِهِ وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ۔ ص ۸۰۶

آدمی کو اپنے اہل کے لیے ایک سال کی خوراک کا روکنا اور اہل و عیال کے نفقات کیسے ہیں۔

حدیث ۲۴۳۹

قَالَ لِی مَعْمَرٌ قَالَ لِی الثَّوْرِیُّ هَلْ سَمِعْتَ فِی الرَّجُلِ

معمر نے کہا کہ مجھ سے سفیان ثوری نے پوچھا کیا تو نے اس شخص کے بارے میں

یَجْمَعُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِ أَوْ بَعْضِ السَّنَةِ قَالَ مَعْمَرٌ فَلَمْ یَحْضُرْنِی

کچھ سنا ہے جو اپنے اہل کے لیے سال بھر یا سال کے کچھ حصہ کی خوراک جمع رکھتا ہے

ثُمَّ ذَکَرْتُ حَدِیثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِیُّ عَنْ مَالِكِ ابْنِ

تو معمر نے کہا اس وقت میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی اس کے بعد مجھے ایک حدیث یاد

أَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔ أَنَّ النَّبِیَّ

آئی جسے ابن شہاب زہری نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ حضرت عمر سے مروی ہے کہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَبِیعُ نَخْلَ بَنِی النَّضِیرِ وَیَحْبِسُ لِأَهْلِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے کھجور کے باغ کی (پیداوار) بیچتے تھے اور اپنے

قُوتَ سَنَتِهِمْ۔

اہل کے لیے سال بھر کی خوراک بچار کھتے تھے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ یُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَی الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَکِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَکُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیرٌ وَقَالَ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُونَ شَهْرًا وَقَالَ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرٰی

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ حکم اس کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر۔ ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا آتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۳، سورۂ احقاف آیت ۱۵، سورہ طلاق آیت ۶-۷)

چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کردو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (اور فرمایا) اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھوڑنا تیس ۳۰ ماہ میں ہے۔ ا حقاف آیت ۱۵ ۔ بقرہ آیت ۲۳۳

توضیح اپنے بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب ہے خواہ وہ بچے کے باپ کے نکاح میں ہو یا نہ ہو۔ بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلانے کی قدرت و استطاعت نہ ہو یا کوئی دودھ پلانے والی دایہ نہ مل سکے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ نہیں پیتا ہو ـــــ اور اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچے کی پرورش خاص ماں کے دودھ پہ موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔ حولین کاملین پورے دو سال بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں اگر اس سے کم میں بچہ بغیر دودھ کے جی سکے تو چھڑایا جاسکتا ہے ـــــ بچے کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اگر باپ کو وسعت ہو تو دودھ پلانے والی مقرر کرے۔ شوہر اپنی زوجہ پر بچے کو دودھ پلانے کے لیے جبر نہیں کر سکتا ہے اور نہ عورت شوہر سے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کرسکتی ہے۔ جب تک اس کے نکاح یا عدت میں ہے۔ ہاں اگر نکاح سے باہر ہوگئی ہے اور عدت گزر چکی ہے تب بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچے کو دودھ پلانے پر باجرت مقرر کیا۔ اور اس کی ماں اسی اجرت پر یا بلا اجرت دودھ پلانے پر راضی ہے تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو مستحق نہیں ہے۔

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ مطلب یہ ہے ماں کا بچے کو ضرر دینا یہ ہے کہ اس کو وقت پہ دودھ نہ دے یا اس کی نگرانی نہ رکھے یا بلا وجہ زدوکوب کرے یا اپنے ساتھ مانوس کرلینے کے بعد چھوڑ دے۔ اور باپ کا بچے کو ضرر دینا یہ ہے کہ جو بچہ ماں سے مانوس ہو اسے ماں سے چھین لے۔ یا ماں کو حق پرورش حاصل ہو تو اس کے پاس نہ رہنے دے یا ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچے کو ضرر کا اندیشہ ہو۔ مثلاً پوری خوراک نہیں دیتا جس کی وجہ سے دودھ کم ہوگیا۔

حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ـ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اقل مدت حمل چھ ۶ ماہ ہے اس لیے کہ اوپر گزر چکا کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ چھ ماہ مدت حمل دو سال مدت رضاعت حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔ احتیاطاً فتویٰ یہ دیا جاتا ہے کہ بچے کو دو

سال سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی بچہ ڈھائی سال کی عمر میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی ـــ اس سلسلے میں مالہ وماعلیہ کی پوری بحث اصول فقہ اور فقہ کی شروح میں ہیں ـــ پس اگر تم اتفاق رائے نہ کرسکو تو دوسری عورت اسے دودھ پلائے۔ وسعت والا اپنی وسعت بھر خرچ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ماں بہ نسبت دائی کے زیادہ اجرت مانگتی ہو اور باپ زیادہ اجرت دینے پر راضی نہ ہو تو ماں کو استحقاق نہیں۔

ت وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَهَى اللهُ أَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا

۶۹۲ یونس نے کہا امام زہری سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ والدہ کو

وَذٰلِكَ أَنْ تَقُولَ الْوَالِدَةُ لَسْتُ مُرْضِعَتَهُ وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً وَ

بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور یہ ایسے ہے کہ ماں کہے میں اسے دودھ نہیں پلاؤنگی حالانکہ اس کا دودھ بچے کے

أَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفَقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْبَى بَعْدَ أَنْ

لیے بطور غذا زیادہ موافق ہے اور وہ بچے پر زیادہ مہربان ہے بہ نسبت دوسرے کے۔ تو اسے جائز

يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ

نہیں کہ اگر اس کا شوہر اپنے پاس سے اتنا دے جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے تو دودھ پلانے سے

بِوَلَدِهِ وَالِدَتَهُ فَيَمْنَعَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضِرَارًا لَهَا إِلَى غَيْرِهَا

انکار کرے۔ اور اسی طرح باپ کو بھی جائز نہیں کہ بچے کی وجہ سے اس کی ماں کو ضرر پہونچائے کہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طِيبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ

اسے تکلیف پہونچانے کی نیت سے دودھ پلانے سے روک دے

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ عَنْ

اور کسی عورت کو دے دے۔ اور ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ

تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فِصَالُهُ فِطَامُهُ۔

ماں باپ باہمی رضامندی سے کسی اور سے دودھ پلوائیں۔

پس اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جبکہ یہ باہمی رضامندی اور مشورہ سے ہو۔ فصالہ سے مراد بچے کا دودھ چھڑانا ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ جب کوئی خرچہ نہ دے تو عورت کو جائز

فَلِلْمَرْأَةِ اَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ مَا يَكْفِيْهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوْفِ ص۸۰۸

ہے کہ اسے جتائے بغیر اتنا لے لے جو اسے اور اس کی اولاد کو دستور کے مطابق کافی ہو۔

حدیث ۲۴۴۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سفیان بخیل آدمی ہیں مجھے اتنا نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو سکیں وہ جو میں لے لوں بغیر ان کے علم کے فرمایا اتنا لے لے جو دستور کے مطابق تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو۔

تشریحات ۲۴۴۰ بیوی کا نفقہ شوہر پر اور بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے استطاعت ہوتے ہوئے جب شوہر یا باپ کمی کرے تو بقدر ضرورت دستور کے مطابق اس کے مال سے بغیر اسے بتائے ہوئے لینا جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاطعمۃ صفہ ۸۰۹ کھانے کی چیزوں کا بیان

باب قول اللہ تعالیٰ کلوا صفہ ۸۰۹ من طیبات ما رزقنٰکم وقولہ کلوا من طیبات ما کسبتم وقولہ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو تم نے کمایا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان پاک چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

توضیح طیبات کے معنی اچھی پاکیزہ چیزیں ہیں اور یہاں مراد حلال چیزیں ہیں۔

حدیث ۲۴۴۱ عن ابی حازم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما شبع ال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من طعام ثلثۃ ایام حتی قبض۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ حضور کا وصال ہو گیا۔

حدیث ۲۴۴۲ وعن ابی حازم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اصابنی جھد شدید فلقیت عمر بن الخطاب فاستقرأتہ ایۃ من کتاب اللہ عز وجل فدخل دارہ وفتحھا علیّ فمشیت غیر بعید فخررت لوجھی من الجھد فاذا رسول اللہ صلی اللہ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے کہا کہ مجھے فاقہ کی وجہ سے شدید مشقت پہونچی تو میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے اللہ عز وجل کی کتاب سے ایک آیت پڑھنے کو کہا وہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور وہ آیت مجھے پڑھ کر سنا دی میں تھوڑی دور چلا کہ مشقت کی وجہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلٰی رَاسِیْ فَقَالَ یَا اَبَاھِرٍّ فَقُلْتُ لَبَّیْكَ

سے مُنہ کے بل گر پڑا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سر پر کھڑے ہیں اور فرمایا

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَقَامَنِیْ وَعَرَفَ الَّذِیْ بِیْ

اے ابا ہر میں نے عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ اور حاضر ہوں حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور میرا جو

فَانْطَلَقَ بِیْ اِلٰی رَحْلِہٖ فَاَمَرَلِیْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْہُ ثُمَّ

حال تھا پہچان لیا اور مجھے اپنے کاشانہ مبارک لے گئے اور حکم دیا کہ مجھے ایک پیالے میں بھر کر دودھ دیا

قَالَ عُدْ یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ عُدْ فَعُدْتُ

جائے میں نے اس میں سے پیا پھر فرمایا دوبارہ پی اے ابو ہریرہ میں نے دوبارہ پیا پھر فرمایا اور پی میں نے اتنا پیا

فَشَرِبْتُ حَتّٰی اسْتَوٰی بَطْنِیْ فَصَارَ کَالْقِدْحِ قَالَ فَلَقِیْتُ عُمَرَ

کہ میرا پیٹ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا حضرت ابو ہریرہ نے کہا۔ پھر میں نے حضرت عمر سے ملاقات کی اور ان سے پورا واقعہ

وَذَکَرْتُ لَہُ الَّذِیْ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ وَقُلْتُ لَہُ تَوَلَّی اللّٰہُ ذٰلِكَ مَنْ

ذکر کیا اور میں نے ان سے کہا اللہ نے یہ کام اس کے سپرد فرمایا جو آپ سے زیادہ اس کا حقدار تھا اے عمر واللہ میں

کَانَ اَحَقَّ بِہٖ مِنْكَ یَا عُمَرُ وَاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَقْرَأْتُكَ الْاٰیَۃَ وَلَاَنَا اَقْرَأُ

نے آپ سے ایک آیت پڑھنے کو کہا تھا حالانکہ میں اس آیت کا تم سے زیادہ پڑھنے والا

لَھَا مِنْكَ قَالَ عُمَرُ وَاللّٰہِ لَاَنْ اَکُوْنَ اَدْخَلْتُكَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ مِثْلُ حُمُرِ النَّعَمِ

تھا حضرت عمر نے فرمایا۔ واللہ اس حال میں تم کو اپنے گھر لانا مجھے زیادہ پیارا ہوتا بہ نسبت اسکے کی میرے لئے سرخ اونٹ ہوتے۔

تشریحات :۔ [۲۴۴۲] وعن ابی حازم مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بھی پہلی سند کے ساتھ مروی ہے۔ جُہْد کے معنی مشقت کے ہیں مراد یہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے میں شدید اذیت میں تھا۔ یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے یہاں اختصار کے ساتھ ہے مگر کچھ مزید باتیں بھی ہیں اس لیے میں نے اس کو دوبارہ لکھا۔

بَابُ التَّسْمِیَۃِ عَلَی الطَّعَامِ وَالْاَکْلِ بِالْیَمِیْنِ صفہ ۸۰۹

کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور داہنے ہاتھ سے کھانا۔

حدیث ۴۴۳ ۲	اِنَّہٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ اَبِیْ سَلَمَۃَ یَقُوْلُ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
	انہوں نے عمر ابن ابی سلمہ سے سنا کہ میں بچہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور
	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
	میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف جاتا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بچے بسم اللہ پڑھ اور
	وَسَلَّمَ یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ فَمَا زَالَتْ تِلْکَ طُعْمَتِیْ بَعْدُ۔
	اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے قریب سے کھا اس کے بعد میرے کھانے کا یہی طریقہ رہا۔

بَابُ التَّیَمُّنِ فِی الْاَکْلِ وَغَیْرِہٖ صفہ ۸۱۰ کھانے وغیرہ میں داہنے ہاتھ سے شروع کرنا۔

حدیث ۲۴۴۴	عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ
	کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ
	علیہ وسلم داہنے کو پسند فرماتے جہاں تک ہو سکتا۔ اپنی طہارت میں اور نعلین پہننے میں اور
	طُہُوْرِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَکَانَ قَالَ بِوَاسِطٍ قَبْلَ ہٰذَا فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ۔
	کنگھا کرنے میں اور شعبہ نے واسط میں اس کے پہلے یہ زائد بیان کیا تھا اپنے ہر کام میں۔

بَابُ مَنْ اَکَلَ حَتّٰی شَبِعَ صفہ ۸۱۱ جس نے پیٹ بھر کھانا کھایا۔

حدیث ۲۴۴۵	عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
	تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَیْنِ اَلتَّمْرِ وَالْمَاءِ ؎۱
	وصال اس وقت ہوا جب ہم دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پیٹ بھر کھانے لگے تھے۔

تشریحات ۲۴۴۵:۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابتداء میں پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا

؎۱ اطعمہ، باب الرطب والتمر صفہ ۸۱۸

انجھیں فراخی آئی اور یہ خیبر فتح ہونے کے بعد حاصل ہوئی۔ غزوہ خیبر میں خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزری فرماتی ہیں جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم پیٹ بھر کھجور کھائیں گے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزری انہوں نے فرمایا ہم نے پیٹ بھر نہیں کھایا یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے یہی وجہ ہے کہ سفید کپڑے پر پانی کی چھینٹیں پڑتی ہیں تو دھبے سیاہ نظر آتے ہیں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ کھانے کی حد سات درجے ہے اول جس سے زندگی باقی رہے۔ دوسرے اتنا کھائے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے یہ دونوں واجب ہیں تیسرے اتنا زیادہ کھائے کہ نوافل ادا کرنے کی قوت ہو۔ چوتھے اتنا کھائے کہ کسب پر قادر ہو۔ یہ دونوں مستحب ہیں۔ پانچویں تہائی پیٹ تک کھائے یہ مباح ہے چھٹے یہ کہ اس سے زیادہ کھائے جس سے بدن بوجھل ہو جائے اور نیند زیادہ آئے ساتویں یہ کہ اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی ہو جائے یہ حرام ہے۔

بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْاَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ ـ صفہ ۸۱۱

پتلی روٹی اور خوان اور سفرہ پہ کھانے کا باب۔

حدیث عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَنَسٍ وَعِنْدَهٗ خَبَّازٌ لَهٗ فَقَالَ مَا
۲۴۴۶ قتادہ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہم حضرت انس کے پاس تھے اور وہیں
اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوْطَةً حَتّٰى
ان کا روٹی پکانے والا بھی تھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پتلی نرم
لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ۔
روٹی اور نہ بھنی ہوئی بکری کھائی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی

تشریحات: ۲۴۴۶ ـ خبز مرقق ایسی روٹی جو بہت پتلی اور نرم ہو اس عہد میں تنور میں موٹی روٹیاں پکتی تھیں اور چھلنیاں بھی نہیں تھیں موٹے آٹے کی جس میں بھوسی ملی ہوئی ہوتی۔ روٹیاں پکا کرتی تھیں۔ مَسْمُوْطَة۔ اس سے مراد یہ ہے کہ گرم پانی میں بکری کو ڈال کر بال اتار دیتے بھر اسے بھون کر کھاتے۔ اصل میں چھوٹے بچے ذبح کیے جاتے تو ان کے بالوں کو گرم پانی سے اتار دیتے پھر بھون کر کھاتے۔ اب حاصل یہ ہوا کہ بکری کا بہت چھوٹا بچہ جسے لوگ بطریق مذکور کھاتے تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا اور اس سے بھی مراد یہ ہے کہ اکثر یعنی اس کے کھانے کی عادت نہیں تھی۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ایسی بھنی ہوئی بکری کھائی ہے۔

حدیث ۲۴۴۷

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَا عَلِمْتُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکَلَ عَلٰی سُکُرُّجَۃٍ قَطُّ وَلَا خُبِزَ لَہٗ

چھوٹی پیالیوں میں کھایا ہو اور نہ کبھی حضور کے لیے پتلی نرم روٹی بنائی گئی اور نہ کبھی

مُرَقَّقٌ قَطُّ وَلَا اَکَلَ عَلٰی خِوَانٍ قَطُّ قِیْلَ لِقَتَادَةَ فَعَلٰی مَا کَانُوْا یَاْکُلُوْنَ قَالَ عَلَی السُّفَرِ

خوان پر کھایا۔ قتادہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کس پر کھاتے تھے فرمایا سفرہ پر۔

تشریحات ۲۴۴۷

سُکُرُّجَۃٍ۔ اس میں صحیح لغت یہ ہے کہ سین اور کاف اور رمشدد کو ضمہ اور جیم کو فتحہ اس کے معنی ہیں چھوٹی چھوٹی پیالیاں چوں کہ اس وقت عرب میں کھانے کے لئے چھوٹے چھوٹے برتن نہیں تھے ان کی عادت تھی کہ بڑے بڑے برتنوں میں کھانا نکال کر سب لوگ اکٹھا کھاتے تھے۔ اس لئے اس حدیث سے چھوٹے برتنوں میں کھانے کی کراہیت پر دلیل لانا درست نہیں ہے۔

خِوَان۔ اس میں دونوں لغت ہے خاء کو فتحہ اور کسرہ عجمیوں کی عادت تھی کہ وہ تپائی کی طرح دستر خوان اونچا بناتے تھے جس پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے تاکہ کھانے میں سر نہ جھکانا پڑے۔ اسی تپائی کو خوان کہتے تھے۔ عرب میں خوان کا رواج نہیں تھا۔ زمین پر چمڑا وغیرہ بچھا کر اس پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔ خوان پر کھانا کھانا اس بنا پر ناپسندیدہ ہے کہ اس میں متکبرین کے ساتھ مشابہت ہے۔

حدیث ۲۴۴۸

حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ اَبِیْہِ وَعَنْ وَھْبِ بْنِ کَیْسَانَ قَالَ کَانَ

عروہ بن زبیر اور وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ اہل شام ابن زبیر کو

اَھْلُ الشَّامِ یُعَیِّرُوْنَ ابْنَ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُوْنَ یَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَیْنِ

عار دلانے کیلئے کہتے اے ذات النطاقین کے بیٹے اس پر اسماء نے ان سے کہا اے بیٹے!

فَقَالَتْ لَہُ الْاَسْمَاءُ یَا بُنَیَّ اِنَّھُمْ یُعَیِّرُوْنَکَ بِالنِّطَاقَیْنِ ھَلْ تَدْرِیْ مَا

وہ تم کو نطاقین کے ساتھ عار دلاتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو دو نطاق نہیں تھا میرا

کَانَ النِّطَاقَانِ اِنَّمَا کَانَ نِطَاقِیْ شَقَقْتُہٗ نِصْفَیْنِ فَاَوْکَیْتُ قِرْبَۃَ

ایک نطاق تھا جس کو میں نے شب ہجرت آدھا آدھا پھاڑا ایک سے رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَحَدِهِمَا وَجَعَلْتُ فِيْ سُفْرَتِهٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشک کا مُنھ باندھا اور دوسرے سے توشہ دان کا مُنھ

اٰخَرَ قَالَ فَكَانَ اَهْلُ الشَّامِ اِذَا عَيَّرُوْهُ بِالنِّطَاقَيْنِ يَقُوْلُ اِيْهًا

باندھا اس کے بعد اہل شام جب عبداللہ بن زبیر کو نطاقین کے ساتھ عار دلاتے تو کہتے ہاں

وَالْاِلٰهِ تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا

بخدا یہ سچ ہے۔ یہ جو تم چلا کر کہتے ہو اس میں کوئی عار نہیں۔

تشریحات ۲۴۴۸ ہجرت کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو زادِ راہ کے لیے ایک مشک پانی اور تھیلے میں کھانا رکھا گیا۔ مشک کا مُنھ باندھنے اور توشہ دان کا مُنھ باندھنے کے لیے کوئی رسّی نہیں ملی تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا پٹو کا پھاڑ دیا آدھے سے مشک کا مُنھ باندھا اور آدھے سے توشہ دان۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کو فرمایا تم ذات النطاقین ہو۔ یہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے فخر کی بات تھی جسے حجاج بن یوسف کے لشکری بطور طعن بولتے تھے۔ آزاد شریف عورتیں صرف ایک نطاق باندھتی تھیں ـــــ اور خادمائیں دو دو نطاق۔

ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ کنایہ ہے خادمہ سے اس طرح یہ طعن ہو گیا۔

تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا:۔ یہ بھی ذؤیب ھذلی کے ایک طویل قصیدے کا ایک مصرعہ ہے جو اس نے نُصَیْبَہ بنت عَنْبَس بن محرص کے مرثیے میں کہا ہے پورا شعر یہ ہے ؎

وعیرها الواشون انی احبها ؛ تلك شكاة ظاهر عنك عارها

اور اسے چغل خوروں نے عار دلایا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اس شور مچانے میں تیرے لیے کوئی عار نہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ مجھے ابن ذات النطاقین کہہ کر عار دلاتے ہو حقیقت میں یہ عار نہیں فخر کی بات ہے کیونکہ یہ خطاب میری والدہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْكُلُ حَتّٰى يُسَمّٰى لَهٗ فَيَعْلَمُ مَا هُوَ۔ صفحہ ۸۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاتے جب تک اس کا نام نہ بتا دیا جاتا اور جان لیتے کہ وہ کیا ہے۔

حدیث ۴۹۴۲

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ
حضرت ابن عباس نے خبر دی کہ انہیں خالد بن ولید سیف اللہ نے خبر

الْوَلِيدِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَيْفُ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ
دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ کے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ
گھر گیا گئے اور یہ ان کی اور ابن عباس کی خالہ تھیں تو انہوں نے وہاں بھنی ہوئی گوہ

عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا قَدْ قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ
پائی جسے ام المومنین کی بہن حفیدہ بنت حارث نجد سے لائی تھیں

بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت میمونہ نے گوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَلَّمَا يُقَدِّمُ يَدَهُ لِطَعَامٍ حَتَّىٰ يُحَدَّثَ بِهِ
سامنے پیش کیا۔ اور کم ایسا ہوتا کہ حضور کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا

وَيُسَمَّىٰ لَهُ فَأَهْوَىٰ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ
تو حضور اسے تناول فرماتے یہاں تک کہ اسے بتایا جاتا اور اس کا نام لیا جاتا۔ رسول اللہ

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ أَخْبِرْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ گوہ کی طرف بڑھایا تو موجود عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ رسول اللہ کو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدَّمْتُنَّ لَهُ هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَرَفَعَ رَسُولُ
بتاؤ کہ حضور کے سامنے کیا پیش کیا ہے۔ یہ گوہ ہے یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ
ہاتھ گوہ سے اٹھا لیا تو اس پر خالد بن ولید نے پوچھا کیا گوہ حرام ہے یا رسول اللہ! فرمایا

أَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ لَا! وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي
نہیں لیکن میری قوم کی زمین میں نہیں۔ مجھے اس سے گھن آتی ہے خالد نے کہا

فَاَجِدُنِیْ اَعَافُہٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُہٗ فَاَکَلْتُہٗ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ اِلَیَّ لہ

میں نے اس کو کھینچا اور کھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب دیکھ رہے تھے۔

۲۴۴۹

تشریحات:۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کو حلال و حرام کی تمیز نہ تھی مردار تک کھاتے تھے اسلام نے بہت سے جانوروں کو حرام بتایا جس کی خبر سب کو نہ تھی اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کھانے کے لیے کوئی چیز پیش کی جاتی تو دریافت فرما لیا کرتے کہ یہ کیا چیز ہے ابو داؤد وغیرہ میں ایسی حدیثیں ہیں جن سے گوہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب معاملہ حلت و حرمت میں دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ حرمت کو ترجیح دی جائے اسی کے مطابق احناف کا مذہب یہ ہے کہ گوہ کھانا حرام ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابتداءً گوہ کھانا مباح تھا پھر اسے منسوخ کر کے حرام کر دیا گیا اگرچہ صراحۃً حرام ہونے کی تاریخ نہیں معلوم لیکن اگر اباحت کو مؤخر مانا جائے تو دو بار نسخ لازم آئے گا اور یہ باتفاق جائز نہیں یہ اس طرح کہ قبل اسلام گوہ مباح تھی۔ پھر اسے حرام کیا گیا اب اگر مانا جائے کہ بعد میں پھر مباح کیا گیا تو دو بار نسخ لازم آئے گا۔

بَابُ طَعَامُ الْوَاحِدِ یَکْفِی الْاِثْنَیْنِ ص ۸۱۲ — ایک کا کھانا دو کو کافی ہے

توضیح باب کا عنوان ایک حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا کھانا تین اور چار کو اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کافی ہے۔

حدیث ۲۴۵۰

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ کَافِی

وسلم نے فرمایا دو کا کھانا

الثَّلٰثَۃِ وَطَعَامُ الثَّلٰثَۃِ کَافِی الْاَرْبَعَۃِ ۔

تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو

لہ باب الشواء ص ۸۱۳ کتاب الذبائح باب الضب ص ۸۳۱ مسلم، صید، ابوداؤد، اطعمۃ۔

بَابُ الْمُؤْمِنُ یَاکُلُ فِی مِعًی وَاحِدٍ ص ۸۱۲ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے

حدیث	عَنْ نَافِعٍ کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَاکُلُ حَتّٰی یُؤتٰی بِمِسْکِیْنٍ یَاکُلُ مَعَہٗ
۲۴۵۱	نافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک نہیں کھاتے جب
	فَاَدْخَلْتُ رَجُلًا یَاکُلُ مَعَہٗ فَاَکَلَ کَثِیْرًا فَقَالَ یَا نَافِعُ لَا تُدْخِلْ عَلَیَّ ھٰذَا سَمِعْتُ
	تک کوئی مسکین نہ لایا جاتا جوان کے ساتھ کھائے ایک دفعہ ایک شخص کو میں نے کھانے میں شریک کیا تو اس
	النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ یَاکُلُ فِی مِعًی وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَاکُلُ فِی سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ
	نے بہت کھا لیا تو فرمایا اے نافع! اس کو کبھی مت لانا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے

تشریح: ۲۴۵۱ ۔ اس کے بعد جو روایت بطریق محمد بن سلام ہے اس میں راوی کا شک ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافر فرمایا تھا یا منافق۔

حدیث	عَنْ عَمْرٍو قَالَ کَانَ اَبُوْ نَھِیْکٍ رَجُلًا اَکُوْلًا فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عُمَرَ
۲۴۵۲	عمرو بن دینار نے کہا کہ ابو نہیک بہت کھانے والے شخص تھے ان سے ابن عمر نے کہا
	اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْکَافِرَ یَاکُلُ فِیْ
	کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے ابو نہیک نے
	سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ قَالَ فَاَنَا اُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
	کہا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔

تشریح: ۲۴۵۲ ۔ مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باعتبار اغلب واکثر کے فرمایا کہ کافر یا منافق کا یہ حال ہے یہ مطلب نہیں کہ زیادہ کھانا کفر ہے جو زیادہ کھائے کافر ہو جائے۔ میں مومن ہوں زیادہ کھاتا ہوں۔ زیادہ کھانے کی وجہ سے میں کافر نہیں ہو گیا۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا
۲۴۵۳	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص بہت کھاتا تھا پھر وہ

كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيْرًا فَأَسْلَمَ فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا قَلِيْلًا فَذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ

مسلمان ہوگیا اور تھوڑا کھانے لگا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ وَّالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں

تشریح ۲۴۵۳:- امام قاضی عیاض نے اہل طب وتشریح سے حکایت کی کہ انسان کی آنتیں سات ہیں۔ معدہ پھر اس سے متصل تین آنتیں۔ بواب، صائم، رقیق یہ سب تپلی ہیں۔ پھر تین موٹی ہیں۔ اعور، قولون، مستقیم۔ اسی کے سرے پر دبر ہے۔

بَابُ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا صفہ ۸۱۲ ٹیک لگا کر کھانا

حدیث ۲۴۵۴ عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ

وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِئٌ.

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو حضور نے ایک شخص سے فرمایا جو اس جگہ موجود تھا میں اس حالت میں نہیں کھاتا کہ ٹیک لگائے ہوئے ہوں۔

بَابُ النَّهْشِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ صفہ ۸۱۳ گوشت کو دانتوں سے نوچنا اور ہانڈی سے نکال کر کھانا۔

حدیث ۲۴۵۵ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَعَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ـــ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ

علیہ وسلم نے ایک شانے کے اوپر کا گوشت تناول فرمایا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی وضو نہیں کیا

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْتَشَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت والی

عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ہڈی ہانڈی سے نکالی اور کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا

بَابُ النَّفْخِ فِی الشَّعِیْرِ صف ۸۱۴ جو میں پھونکنا۔

حدیث ۲۴۵۶

حَدَّثَنِیْ اَبُوْحَازِمٍ اَنَّهٗ سَاَلَ سَهْلًا هَلْ رَاَیْتُمْ فِیْ زَمَانِ

ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا تم نے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ قَالَ لَا فَقُلْتُ كُنْتُمْ تَنْخُلُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں میدہ دیکھا تھا انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے

الشَّعِیْرَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهٗ ۵

پوچھا کیا تم لوگ جو کو چھانتے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں صرف پھونک لیتے تھے۔

۲۴۵۶

تشریحات:۔ دو حدیث کے بعد اسی باب میں یہی حدیث تفصیل کے ساتھ یوں ہے ـــــ ابوحازم نے کہا میں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدہ کھایا؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سے وصال کے وقت تک میدہ نہیں دیکھا انہوں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سے وصال کے وقت تک چھلنی نہیں دیکھی ابوحازم نے کہا پھر میں نے پوچھا کہ تم لوگ بغیر چھنا ہوا کیسے کھاتے تھے انہوں نے کہا ہم اسے پھونکتے تھے اُڑنے والی چیز اُڑ جاتی اور جو باقی رہ جاتا اسے سانتے اور کھاتے ـــــ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خبز مرقق سے مراد وہ روٹی ہے جو میدے سے بنتی ہے یا جو ایسے آٹے سے بنی ہے جسے چھلنی میں چھان لیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث ۲۴۵۷

عَنْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے

اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ شَاةٌ مُصَلِّیَةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰی اَنْ یَّاْكُلَ

جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی۔ انہوں نے ان کو بلایا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا

فَقَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔

حدیث ۲۴۵۸

عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلٰثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ آنے کے بعد آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلسل تین دن گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

بَابُ التَّلْبِيْنَةِ صفحہ ۸۱۵ تلبینہ کا بیان

حدیث ۲۴۵۹

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيْدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِيْنَةُ عَلَيْهَا قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔[2]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا تو عورتیں جمع ہوتیں پھر چلی جاتیں سوائے میت کے اہل اور اس کے خاص لوگوں کے۔ تو ہانڈی میں تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں۔ پھر ثرید تیار کیا جاتا اس پر تلبینہ انڈیل دیا جاتا۔ فرماتیں اسے کھاؤ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "تلبینہ مریض کے دل کو آرام پہونچانے والی ہے اس کے کچھ غم کو دور کر دیتی ہے۔

---

[1] رقاق: باب کیف کان عیش النبی والصحابہ صفحہ ۹۵۶ مسلم اواخر کتاب، نسائی ولیمہ، ابن ماجہ اطعمہ۔

[2] طب: باب التلبینۃ للمریض صفحہ ۸۴۹ مسلم: طب، ترمذی: طب۔ نسائی: ولیمہ وطب۔

۲۴۵۹

تشریحات:۔ "تلبینہ" یہ ایک حریرا تھا جو آٹے یا بھوسی سے تیار کیا جاتا تھا کبھی اس میں شہد بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ "مجمّۃ" میم۔ جیم۔ میم ثانی مشددہ سب کو فتحہ۔ مصدر میمی۔ معنی میں استراحت کے۔ ایک روایت میں مُجِمَّۃ بھی ہے اسم فاعل۔ معنی میں آرام پہونچانے والا۔ اَمَرَتْ۔ اس کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع ام المومنین ہیں اس کا تعلق "زوج النبی انہا کانت" سے ہے اصل عبارت یہ ہے۔ "انہا کانت اَمَرَتْ" اس پر قرینہ کتاب الطب کی روایت ہے جس میں ہے "کانت تأمر"۔

بَابُ الْاَکْلِ فِیْ اِنَاءٍ مُفَضَّضٍ۔ صفہ ۸۱۶ | چاندی کے برتن میں کھانا۔

حدیث ۲۴۶۰	حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی اَنَّھُمْ کَانُوْا عِنْدَ
	عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی کہ یہ لوگ حضرت حذیفہ کے
	حُذَیْفَۃَ فَاسْتَسْقٰی فَسَقَاہُ مَجُوْسِیٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ
	پاس (مدائن) میں تھے انہوں نے پینے کے لیے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے انہیں
	فِیْ یَدِہٖ رَمَاہُ بِہٖ وَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ نَھَیْتُہٗ غَیْرَ مَرَّۃٍ وَّلَا
	پانی دیا۔ جب پیالہ اس نے ان کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے پھینک دیا اور فرمایا۔ اگر
	مَرَّتَیْنِ کَاَنَّہٗ یَقُوْلُ لَمْ اَفْعَلْ ھٰذَا وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ
	میں نے اس کو بار بار منع کیا ہوتا گویا وہ فرماتے ہیں تو میں ایسا نہیں کرتا۔ لیکن میں نے نبی
	صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِیْرَ وَلَا الدِّیْبَاجَ
	صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے حریر اور دیباج نہ پہنو اور سونے اور چاندی
	وَلَا تَشْرَبُوْا فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَلَا تَاْکُلُوْا
	کے برتن میں نہ پیو اور ان کے پیالوں میں نہ کھاؤ اس لیے کہ
	فِیْ صِحَافِھَا فَاِنَّھَا لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَھِیَ لَکُمْ
	وہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے

فِی الْاٰخِرَۃِ ؎۱

آخرت میں ۔

تشریحات ۲۴۶۰ :۔ جو برتن خالص سونے اور چاندی کے بنے ہوں یا کسی چیز سے مخلوط ہوں اور ان میں سونا چاندی غالب ہو تو اس میں کھانا پینا حرام ہے۔ اور اگر کسی برتن پر سونے چاندی کا کام ہو تو اس میں اس طرح کھانا پینا کہ ہونٹ چاندی یا سونے پر لگے حرام ہے۔ اور اگر ہونٹ وہاں نہ لگے تو جائز ہے۔ اور جس برتن پہ سونے اور چاندی کی پالش ہو تو اس کا استعمال بھی جائز ہے باب میں مفضض سے مراد چاندی کا بنا ہوا برتن ہے۔ پالش کیا ہوا مراد نہیں ورنہ حدیث کو باب سے مطابقت نہ رہے گی۔

باب الحلوٰء والعسل صفہ ۸۱۷ میٹھی چیز اور شہد کھانے کا بیان

حدیث ۲۴۶۱	عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں
	قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْحُلْوٰی وَالْعَسَلَ ؎۲
	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھا اور شہد پسند فرماتے تھے۔

باب القدید صفہ ۸۱۷ سوکھے ہوئے گوشت کا بیان

حدیث ۲۴۶۲	عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ

؎۱ اشربہ۔ باب الشرب فی آنیۃ الذھب و باب آنیۃ الذھب صفہ ۸۴۲۔ اللباس۔ باب لبس الحریر و افتراشہ للرجال صفہ ۸۶۷ و باب افتراش الحریر صفہ ۸۶۸ مسلم، اطعمہ ابوداؤد۔ اشربہ۔ ترمذی اشربہ۔ نسائی۔ زینۃ و ولیمہ۔ ابن ماجہ۔ اشربہ و لباس۔

؎۲ اشربہ۔ باب شراب الحلواء والعسل صفہ ۸۴۰ کتاب الطب باب الدواء بالعسل صفہ ۸۴۸ کتاب الحیل باب مایکرہ من احتیال المرأۃ مع الزوج صفہ ۱۰۳۱ مسلم، طلاق، ابوداؤد اشربہ۔ ترمذی اطعمہ۔ نسائی۔ ولیمہ۔ ابن ماجہ اطعمہ۔

تعالیٰ عنہا قالت ما فعلہ الا فی عام جاع الناس اراد ان
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے اس سال منع فرمایا تھا جس
یُطعم الغنیُّ الفقیرَ وان کنا لنرفع الکراع بعد خمس عشرۃ ما
سال لوگ بھوکے تھے حضور نے یہ چاہا کہ مالدار فقیر کو کھلائے اور ہم دست کو اس کے بعد پندرہ دن
شبع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز بر مادوم ثلثا۔
تک رکھتے تھے اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی تین دن تک (مسلسل) پیٹ بھر نہیں کھائی۔

تشریحات: ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنا جائز نہیں تھا عام طور پر تنگ دستی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ عید کے دنوں میں کوئی بھوکا نہ رہے بعد میں اس کی اجازت ہو گئی کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھ سکتے ہیں۔

باب من ناول او قدم الی صاحبہ علی المائدۃ شیئاً۔ صفحہ ۸۱۸

جس نے دسترخوان سے کچھ لیا یا اپنے ساتھی کے سامنے دسترخوان پر کچھ رکھا۔

ت ۶۹۳

وقال ابن المبارک لا بأس ان یناول بعضھم بعضا
اور ابن مبارک نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ دسترخوان پر لوگ ایک دوسرے
ولا یناول من ھذہ المائدۃ الی مائدۃ اخریٰ۔
کو کچھ دیں لیکن اس دسترخوان سے دوسرے پر نہ لے جائیں۔

باب الرطب بالقثاء صفحہ ۸۱۸ تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھانا

حدیث ۲۴۶۳

عن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب قال رأیت النبی
حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے
صلی اللہ علیہ وسلم یاکل الرطب بالقثاء۔
کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے تھے۔

تشریحات ۲۴۶۳:۔ کھجور میں گرمی ہوتی ہے اور ککڑی میں ٹھنڈک دونوں ملا کر کھانے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ ان کے والد اور والدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہجرت کرکے وہاں گئے تھے حبشہ میں مسلمانوں میں یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر اپنے والد کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے نوے سال کی عمر میں ۸۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی جو اس وقت مدینہ طیبہ کے امیر تھے۔ ان کا لقب بحر الجود تھا۔

بَابُ الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔ صفہ ۸۱۸

تازہ اور سوکھی کھجور کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اے مریم اپنی طرف کھجور کی ٹہنی ہلاؤ وہ تجھ پر چنی ہوئی تازہ کھجوریں گرائے گی۔

حدیث ۲۴۶۴

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ رَبِيْعَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ يَهُوْدِیٌّ وَكَانَ يُسْلِفُنِیْ فِیْ تَمْرِیْ اِلَى الْجِذَاذِ وَكَانَتْ لِجَابِرٍ الْاَرْضُ الَّتِیْ بِطَرِيْقِ رُوْمَةَ فَجَلَسَتْ فَخَلَا عَامًا فَجَاءَنِی الْيَهُوْدِیُّ عِنْدَ الْجِذَاذِ وَلَمْ اَجُزَّ مِنْهَا شَيْئًا فَجَعَلْتُ اَسْتَنْظِرُهٗ اِلٰى قَابِلٍ فَيَاْبٰى فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو کاٹنے تک میرے کھجوروں کو ادھار لیتا تھا اور جابر کی ایک زمین تھی رومہ کے راستے میں ایک سال پیداوار کچھ نہیں ہوئی یہودی کھجور کاٹنے کے وقت میرے پاس آیا اور میں نے کھجوریں سے کچھ نہیں کاٹا تھا میں اس سے آئندہ سال تک کے لیے مہلت مانگ رہا تھا۔ اور وہ انکار کرتا تھا اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا چلو جابر کے لیے

حوالہ ۸

باب القثاء ۔ باب جمع اللونین صفہ ۸۱۹ مسلم۔ اطعمہ۔ ابوداؤد۔ اطعمہ ترمذی۔ اطعمہ۔ ابن ماجہ۔ اطعمہ۔

إِمْشُوا أَنْ تَسْتَنْظِرَ لِجَابِرٍ مِنَ الْيَهُودِيِّ فَجَاءُونِي فِي نَخْلِي فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

یہودی) سے مہلت مانگیں تو وہ حضرات میرے باغ میں آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودی سے بات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ فَيَقُولُ أَبَا الْقَاسِمِ لَا أُنْظِرُهُ فَلَمَّا رَآهُ النَّبِيُّ

کرنے لگے یہودی کہتا رہا اے ابو القاسم میں اس کو مہلت نہیں دوں گا پس جب نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَبَى فَقُمْتُ

علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور باغ میں گھومے پھر یہودی کے پاس آئے پھر

فَجِئْتُ بِقَلِيلِ رُطَبٍ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہودی سے کلام کیا اس نے انکار کیا اب میں کھڑا ہوا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں لاکر نبی صلی اللہ

فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ عَرِيشُكَ يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ افْرُشْ لِي فِيهِ

علیہ وسلم کے سامنے رکھیں جن کو حضور نے کھایا پھر فرمایا تیری چھپر کہاں ہے اے جابر میں نے حضور کو

فَفَرَشْتُهُ فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةٍ أُخْرَى فَأَكَلَ

بتایا فرمایا اس میں بچھونا بچھاؤ میں نے بچھایا اب حضور اس میں تشریف لے گئے اور سوئے

مِنْهَا ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَبَى عَلَيْهِ فَقَامَ فِي الرِّطَابِ فِي النَّخْلِ

پھر جاگے میں حضور کی خدمت میں ایک اور مٹھی کھجور لایا تو حضور نے اس میں سے

الثَّانِيَةَ ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ جُدَّ وَاقْضِ فَوَقَفَ فِي الْجِدَادِ فَجَدَدْتُ

کھایا پھر اٹھ کر یہودی سے بات کی اس نے پھر انکار کیا اب حضور باغ میں دوسری

مَا قَضَيْتُهُ وَفَضَلَ مِثْلُهُ فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بار گھومے پھر فرمایا اے جابر کھجور کاٹ اور اس کو دے حضور کھڑے رہے

وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهُ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ

تو میں نے قرض ادا کرنے بھر کاٹا اور جتنا ادا کیا تھا اتنا بچ رہا میں وہاں سے

عُرُشٌ وَعَرِيشٌ بِنَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْرُوشَاتٍ مَا يُعْرَشُ

چلا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو بشارت

مِنَ الْكُرُوْمِ وَغَيْرِ ذَالِكَ عُرُوْشُهَا اَبْنِيَتُهَا ۔

دی۔ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں ۔

ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا عرش اور عریش کے معنی عمارت ۔ ابن عباس نے کہا معروشیات کے معنی یہ ہیں کہ انگور کی بیلوں کے لیے جو چیزیں بنائی جاتی ہیں عروشہا کے معنی اس کی عمارتیں ہیں ۔

تشریحات ۲۴۶۴ عام روایتوں میں یہ ہے کہ قرض حضرت جابر کے والد پر تھا اور اس میں یہ ہے کہ خود حضرت جابر پہ تھا ۔ اسی لیے بعض شارحین نے اس حدیث پہ کلام کیا ہے ایک اور اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ یہ بیع سلم کی صورت تھی اور بیع سلم کی صحت کے لیے منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ادائیگی کی تاریخ معین ہو اور اس میں یہ ہے کہ کھجور کاٹنے تک کی میعاد تھی یہ معین نہیں کھجور کاٹنے کا وقت ہفتہ دو ہفتہ مقدم و متاخر بھی ہو سکتا ہے علامہ عینی نے ان سب باتوں کا جواب یہ دیا کہ قصہ متعدد ہے عام روایتوں میں ان کے والد کے قرض کا ذکر ہے ۔ یہ اور واقعہ ہے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ دوسرا واقعہ ہے اور میعاد کے بیان میں حضرت جابر نے اختصار سے کام لیا تاریخ معین ہی رہی ہوگی اختصاراً اجذاذ سے تاریخ کی تعبیر کر دی ۔

اقول وھو المستعان :۔ مشہور واقعہ کے علاوہ یہ دوسرا واقعہ ہے اس پر اس واقعہ میں مذکور تفسیر دلیل ہے مشہور روایت میں یہ نہیں کہ اس سال پھل نہیں آیا تھا ۔ اور نہ ان روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں پیش کیں یا عریش میں جاکر سوئے اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بَابُ الْعَجْوَةِ صـ ۸۱۹ عجوہ کا بیان

حدیث ۲۴۶۵

اَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ

سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزانہ صبح کو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ فِي

سات عدد عجوہ کھجور کھائے اس دن اسے نہ زہر

ذَالِكَ الْيَوْمِ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ [1]

ضرر نہ پہنچائے نہ جادو ۔

[1] الطب باب الدواء بالعجوۃ للسحر صـ ۸۵۹ دو طریقے سے باب شرب السم و بالدواء بہ صـ ۸۶۰ مسلم اطعمہ ابو داؤد طب نسائی ولیمہ ۔

بَابُ مَنْ اَدْخَلَ الضِّيْفَانَ عَشْرَةً عَشْرَةً وَالْجُلُوْسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشْرَةً عَشْرَةً صفہ ۸۱۹

جس نے دس دس مہمان کو اندر بلایا اور دس دس آدمی کا کھانے پر بیٹھنا۔

حدیث	عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
۲۴۶۶	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ام سلیم نے ایک مد جو کا
	عَنْهَا اُمَّهُ عَمَدَتْ اِلٰى مُدٍّ مِنْ شَعِيْرٍ جَشَّتْهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيْفَةً وَ
	موٹا آٹا پیسا اور اس سے خطیفہ تیار کیا اور ان کے پاس جو کپہ تھا اسے نچوڑا پھر مجھے نبی صلی اللہ
	عَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا ثُمَّ بَعَثَتْنِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ
	علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اپنے اصحاب میں تھے
	وَهُوَ فِيْ اَصْحَابِهِ فَدَعَوْتُهُ الْحَدِيْثَ ۔
	تو میں نے حضور کی خدمت میں دعوت پیش کی ۔

یہ قصہ علامات نبوت میں پورا گزر چکا ہے۔ یہاں ہم نے صرف چند الفاظ کی وجہ سے اس کو لکھا ہے۔ جَشَّتْهُ اس کے معنی ہیں جو کا موٹا آٹا پیسا۔ خطیفہ دودھ پر آٹا چھڑک کر پکایا جاتا ہے جسے لوگ چاٹتے ہیں وہ کپہ جس کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نچوڑا تھا وہ گھی کا تھا۔

بَابُ لَعْقِ الْاَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ اَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيْلِ صفہ ۸۲۰

انگلیوں کا چاٹنا اور اور اس کا چوسنا رومال سے پونچھنے سے پہلے۔

توضیح امام بخاری نے باب میں ان تمسح بالمندیل کی جو قید بڑھائی ہے یہ مسلم شریف میں ایک حدیث میں وارد ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے۔ فرمایا فلا یمسح یدہ بالمندیل اپنے ہاتھوں کو رومال سے نہ پوچھو اور مصہا کی قید بھی حضرت جابر کی حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا اذا طعم احدکم فلا یمسح یدہ حتی یَمُصَّهَا جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنا ہاتھ نہ پوچھے یہاں تک کہ اسے چوس لے۔

حدیث ۲۴۶۷	عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
	صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمْسَحْ یَدَہٗ حَتّٰی
	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھا چکو تو اپنے ہاتھ کو نہ پوچھو۔ یہاں
	یَلْعَقَہَا اَوْ یُلْعِقَہَا۔[1]
	تک کہ اسے چاٹ لو۔ یا اسے چٹا لے۔

تشریحات ۲۴۶۷ حدیث کے اخیر میں حتیٰ یَلْعَقَہَا اَوْ یُلْعِقَہَا شک راوی نہیں بلکہ یہ تنویع کے لیے ہے یعنی اسے اختیار ہے خود چاٹ لے یا کسی ایسے شخص سے کہے جسے گھن نہ آتی ہو کہ تو چاٹ لے مثلاً خادم یا بیوی وغیرہ سے کہے۔

کھانے کے بعد انگلیاں صاف کیے بغیر رومال سے پوچھنا رومال کو بلاوجہ گندہ کرنا ہے اس لیے مستحب یہ ہے کہ انگلیاں صاف کر کے پھر رومال سے پونچھے اس زمانے میں پانی کی بہت کمی تھی عادت یہ تھی کہ کھانا کھا کر انگلیاں منھ سے صاف کر لیتے اور رومال سے پونچھ لیا کرتے یا ہاتھ مل لیتے پنڈلیوں اور قدموں پہ پونچھ لیتے جیسا کہ حدیث آرہی ہے اب جب کہ ہمارے یہاں پانی بافراط ہے تو مستحب یہ ہے کہ دھولے اور پھر رومال سے پونچھے۔

بَابُ الْمِنْدِیْلِ صفہ ۸۲۰ رومال کا بیان

حدیث ۲۴۶۸	عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحٰرِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ
	سعید بن حارث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا
	عَنْہُ اَنَّہٗ سَاَلَہٗ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ لَا؛ قَدْ
	آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ ہم حضور اقدس
	کُنَّا زَمَانَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذَالِکَ مِنَ الطَّعَامِ
	صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کھانا بہت کم پاتے تھے۔ اگر کبھی پاتے--

حوالے

[1] مسلم، اطعمہ، نسائی، ولیمہ، ابن ماجہ اطعمہ۔

إِلَّا قَلِيلًا فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ تَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفُّنَا وَسَوَاعِدُنَا
اور ہمارے لیے رومال نہیں تھے ہاں ہتھیلیاں اور کلائیاں اور قدم تھے (ان میں پونچھ
وَأَقْدَامُنَا ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ ۔ ع۱
لیتے) پھر نماز پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے۔

تشریحات ۲۴۶۸ اس کا محل وہی ہے جو مذکور ہوا کہ پانی کی قلت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ نیز اس عہد میں کپڑے کی بھی کمی تھی عام طور پر لوگ رومال نہیں رکھتے تھے اور آج جب کہ پانی کی بھی فراوانی ہے اور کپڑے کی بھی تو مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھولیا جائے اور کپڑے سے پونچھ لیا جائے۔ اس لیے کہ اس میں صفائی زیادہ ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ۔ صفہ ۸۲۰ کھانے سے فارغ ہو کر کیا پڑھے۔

حدیث ۲۴۶۹ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب دسترخوان اٹھا لیا
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا
جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت
مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا ۔ ع۲
والی اے ہمارے رب یہ کبھی ختم نہ ہو اور نہ ایک بار مل کر دوبارہ نہ ملے اور نہ ایسی کہ جس کی حاجت نہ رہے

حدیث ۲۴۷۰ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ وَقَالَ مَرَّةً إِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ
فارغ ہوئے اور کبھی کہا جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو کہتے۔ سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو ہمیں کافی ہے جس نے

حوالہ

ع۱ ابن ماجہ، اطعمہ ع۲ ابوداؤد اطعمہ ترمذی دعوات نسائی ولیمہ وعمل الیوم واللیلۃ ابن ماجہ طعمہ۔

قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَفَانَا وَاَرْوَانَا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مَکْفُوْرٍ وَقَالَ

ہمیں سیراب کیا جو منقطع نہ ہو جسمیں ناشکری نہ کی جائے اور کبھی کہتے تیرے لیے سب تعریف ہے اے ہمارے پروردگار

مَرَّۃً لَکَ الْحَمْدُ رَبَّنَا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی رَبَّنَا۔

جو منقطع نہ ہو اور جو ایک بار آنے کے بعد دوبارہ نہ آئے۔ اور نہ ایسی جس کی طرف حاجت نہ رہے اے ہمارے پروردگار۔

تشریحات ۲۴۷ پہلے طریقے میں صرف یہ ہے جب دسترخوان اٹھا لیا جاتا تو یہ دعا پڑھتے اور دوسرے طریقے میں یہ ہے کہ جب کھانے سے فارغ ہوتے اور کبھی کہا جب دسترخوان اٹھا لیا جاتا اس سے ظاہر ہے کہ اختیار ہے فارغ ہوتے ہی فوراً دعا مانگ لے یا جب دسترخوان اٹھا لیا جائے تب دعا مانگے بزرگوں کا طریقہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کھانا اٹھانے سے پہلے دعا مانگا کرتے ہیں کھانے کے بعد اسی دعا کی تخصیص نہیں احادیث میں متعدد دعائیں وارد ہیں جن کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت کے سولھویں حصے میں جمع فرما دیا ہے جسے توفیق ہو سب دعائیں پڑھے ورنہ کوئی ایک پڑھے ــــ غَیْرَ مَکْفِیٍّ یہ کفایت سے اسم مفعول ہے اصل میں مکفوی تھا سید کے قاعدہ سے واؤ کو یاء سے بدلا یاء کا یاء میں ادغام کر دیا۔ اور فاء کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔ مراد یہ ہے کہ منقطع نہ ہو۔

بَابُ الطَّاعِمُ الشَّاکِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ۔ صفہ ۸۲۰

کھا کر شکر کرنے والا روزہ دار صبر کرنے والے کے مثل ہے۔

ت ۶۹۴ فِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

تشریحات ۶۹۴ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر اور امام حاکم نے مثل الصائم الصابر روایت کیا۔ جیسا کہ باب میں ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ یُدْعٰی اِلٰی طَعَامٍ فَیَقُوْلُ وَھٰذَا مَعِیْ صفہ ۸۲۱

ایک شخص کھانے کے لیے بلایا گیا اور اس کے ساتھ کوئی اور ہو گیا تو وہ یہ کہے کہ یہ میرے ساتھ ہے۔

ت ۶۹۵	وَقَالَ أَنَسٌ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مُسْلِمٍ لَا يُتَّهَمُ فَكُلْ
	اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب تم کسی مسلمان کے پاس جاؤ
	مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ .
	جو متہم نہ ہو تو اس کے کھانے سے کھاؤ اور اسکے پینے کی چیز سے پیو .

تشریحات ۶۹۵ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا پوری تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس گیا خواہ بلایا گیا ہو یا نہ بلایا گیا ہو اور وہاں کھانے یا پینے کی چیز پائی تو کھائے یا نہیں؟ حضرت انس نے فرمایا کھائے اور پیے جب کہ وہ شخص جس کے پاس گیا ہے اپنے دین و مال میں متہم نہ ہو — مثلاً بدمذہب نہ ہو یا فاسق معلن نہ ہو۔ اور اس کی آمدنی حرام کی نہ ہو۔

بَابٌ إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَلَا يَعْجَلْ عَنْ عَشَائِهِ صـ ۸۲۱
جب شام کا کھانا موجود ہو تو کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔

حدیث ۲۴۷۱	وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ
	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ شام کا کھانا کھایا
	تَعَشَّى مَرَّةً وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ
	اور وہ امام کی قرات سن رہے تھے

حدیث ۲۴۷۲	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
	وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ .
	فرمایا جب نماز قایم کی جائے اور شام کا کھانا آجائے تو پہلے کھانا کھاؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العقیقۃ صفہ ۸۲۱ عقیقہ کا بیان

عقیقہ اس بال کو کہتے ہیں جو ساتویں دن مولود کے سر سے مونڈا جاتا ہے اور عرف میں اس بکری کو کہتے ہیں جو ساتویں دن بچے کی پیدائش کے شکریہ میں ذبح کی جاتی ہے۔
نیز اس خاص ذبح کو عقیقہ کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ سنت نہیں اس سے مراد ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں۔ عقیقہ ساتویں روز مستحب ہے اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکا تو جب توفیق ہو کرے بہتر یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کا دن یاد رکھا جائے اس سے ایک دن پہلے کیا جائے مثلاً بچہ ہفتہ کو پیدا ہوا تو جمعہ کے دن کیا جائے ــــ عقیقہ کر کے بچے کا بال مونڈا جائے اور بال کو چاندی سے تول کر صدقہ کیا جائے۔ پانی میں زعفران بھگو کر بچے کے سر پر ملا جائے۔ اور ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا اگر کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کر سکتا ہے خواہ کتنی ہی عمر ہو گئی ہو۔ فتاوی تنقیح الحامدیہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ کیا۔ صفہ ۲۳۳ ج دوم۔

بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يُوْلَدُ لِمَنْ لَمْ يُعَقَّ عَنْهُ وَتَحْنِيْكِهٖ۔ صفہ ۸۲۱

پیدائش کے دن اس بچے کا نام رکھنا جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اور اس کی تحنیک

حدیث ۲۴۷۳	عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ
	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے ایک بچہ پیدا

فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيْمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَ

ہوا میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا حضور نے ان کا نام ابراہیم رکھا اور چھوہارا چبا کر

دَعَالَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَىٰ ؎۱

ان کے تالو میں چپکایا اور ان کے لیے برکت کی دعاء کی اور ان کو مجھے دیا اور یہ ابوموسیٰ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔

تشریحات ۲۴۷۳: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عقیقہ کرنے سے پہلے بھی نام رکھنا جائز ہے مگر افضل وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھا۔

تحنیک: تحنیک کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چھوہارا چبا کر بچے کے تالو میں چپکا دیا جائے یہ بھی مستحب ہے کہ جب بچہ پیدا ہو علماء، مشائخ، صالحین میں سے کسی کی خدمت میں پیش کیا جائے اور وہ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منھ میں ڈالدیں۔

بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ — عقیقے میں بچے سے گندگی دور کرنا۔ صفحہ ۸۲۲

حدیث ۲۴۷۴	حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ
	سلمان بن عامر ضبی نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے بچے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَىٰ.
	کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔

تشریحات ۲۴۷۴: اس حدیث کو امام بخاری نے یہاں پانچ طریقے سے تخریج کی ہے چار پہلے والے طریقوں میں صرف یہ ہے "مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ" اور اخیر طریقے میں وہ زیادتی ہے جو ہم نے ذکر کیا ان احادیث میں بعض طرق کو شرّاح نے معلق کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

"**مع الغلام عقیقۃ**:" اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو یہ کہتے ہیں کہ عقیقہ واجب ہے نیز امام حسن و قتادہ کا مذہب یہ ہے کہ عقیقہ صرف بچے کی طرف سے کیا جائے گا اور بچی کی طرف سے نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے بچے اور بچی دونوں کی طرف سے کیا جائے گا۔ ترمذی ؎۲ میں ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بچے کی طرف سے

حوالہ ۔۔۔۔ ۱۸

؎۱ الادب، باب من سمی باسماء الانبیاء صفحہ ۹۱۵ مسلم، الاستیذان۔

؎۲ ترمذی۔ اول باب ماجاء فی العقیقۃ ص ۱۸۳۔

دو بکری پورے سال کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ نیز اسی میں ہے کہ ام کرز نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عقیقے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک۔ اس سے تم پر کوئی ضرر نہ ہوگا۔ کہ وہ مادہ ہوں یا نر۔

اذیٰ :۔ اذیٰ سے مراد وہ بال ہے جو پیدائش کے وقت سر پر ہوتا ہے۔

حدیث ۲۴۷۵	عَنْ حَبِیْبِ بْنِ الشَّہِیْدِ قَالَ أَمَرَنِی ابْنُ سِیْرِیْنَ أَنْ أَسْئَلَ
	حبیب بن شہید نے کہا مجھے ابن سیرین نے حکم دیا کہ میں حسن بصری سے پوچھوں کہ
	الْحَسَنَ مِمَّنْ سَمِعَ حَدِیْثَ الْعَقِیْقَۃِ فَسَأَلْتُہٗ فَقَالَ مِنْ
	عقیقے کی حدیث انہوں نے کس سے سنی تو میں نے ان سے پوچھا پس کہا کہ
	سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہ
	سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

تشریحات [۲۴۷۵]:۔ اس حدیث کے متن کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا۔ اصحاب سنن نے قتادہ کی روایت سے اس کا متن یہ ذکر کیا ہے "الغلام مرتھن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویحلق راسہ ویسمیٰ" بچہ اپنے عقیقے میں مرتہن ہے اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس کے سر کو منڈایا جائے اور نام رکھا جائے۔ اس حدیث کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے ایک یہ کہ عبداللہ بن ابی الاسود کے شیخ قریش بن انس کو خلط ہوتا تھا اسی طرح کچھ لوگوں نے کہا کہ حسن بصری کا سماع سمرہ بن جندب سے ثابت نہیں۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی الاسود نے قریش بن انس سے اختلاط سے پہلے سنا ہو اور ابن حزم نے کہا کہ امام حسن بصری کا حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیقے کی حدیث کے سوا سماع ثابت نہیں اسی لیے امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔

بَابُ الْفَرَعِ صفہ ۸۲۲ فرع کا بیان

حدیث ۲۴۷۶	عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَۃَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ

سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا فرع اور عتیرہ نہیں۔ فرع جانور کے اس پہلے بچے کو کہتے تھے

النِّتَاجِ کَانُوْا یَذْبَحُوْنَہٗ لِطَوَاغِیْتِہِمْ وَالْعَتِیْرَۃُ فِیْ رَجَبَ۔

جس کو مشرکین اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں ہوتا تھا۔

تشریحات ۲۴۷۶

عام روایتیں یہی ہیں کہ فرع اور عتیرہ نہیں مگر نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے "نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الفرع والعتیرۃ"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا۔ اس کے برخلاف بہت سی حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ کی اجازت دی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو قربت سمجھ کر کرتے تھے اور فرع بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے ممانعت کا محل یہ ہے کہ بتوں کے نام پر ذبح کرنا مطلقاً منع ہے بلکہ کفر ہے اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی اجازت ہے وہ بھی کوئی قربت نہیں صرف مباح ہے۔

257

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ وَالتَّسْمِيَةِ

صفحہ ۸۲۳

ذبیحہ اور شکار اور بسم اللہ پڑھنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (سورہ مائدہ آیت ۳)

وَقَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(سورہ مائدہ آیت ۹۴)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا۔ اور پانسے ڈال کر فال نکالنا۔ یہ گناہ کا کام ہے آج تمہارے دین کی طرف کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ (مائدہ آیت ۳)

اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہونچیں کہ اللہ پہچان کرا دے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(مائدہ آیت ۹۴)

۶۹۶

باب وقال ابن عباس العقود العهود ما احل وحرم الا ما یتلی علیکم۔

پوری آیت یہ تھی۔

یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود احلت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو تم کو آگے سنایا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہاں عقود سے مراد جن چیزوں کو حلال فرمایا اسے حلال سمجھنا اور جن چیزوں کو حرام فرمایا اسے حرام سمجھنا اور چوپائے حلال ہیں مگر وہ جن کے حرام ہونے کا ذکر آگے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے مراد خنزیر ہے۔ یعنی چوپاؤں کی نوع میں خنزیر کی حرمت صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ بقیہ جانوروں کا حرام ہونا عوارض کی وجہ سے ہے مثلاً حالت احرام کا شکار یا نطیحہ وغیرہ۔

یجرمنکم، یحملنکم، شنآن، عداوۃ۔ تم کو عداوت برانگیختہ نہ کرے۔ المنخنقۃ تخنق فتموت، جس کا گلا گھونٹ دیا جائے اور مرجائے۔ الموقوذۃ تضرب بالخشب توقذھا فتموت۔ جس کو لکڑی سے مارا جائے یہاں تک کہ مرجائے مراد یہ ہے کہ بغیر دھار دار آلے سے مارا جائے۔ المتردیۃ تتردی من الجبل۔ جو پہاڑ سے گرکر مرے پہاڑ کی تخصیص نہیں کسی بلندی سے گرکر مرے یا کنویں یا گڑھے میں گرکر مرے۔ النطیحۃ۔ تنطح الشاۃ فما ادرکتہ یتحرک بذنبہ او بعینہ فاذبح وکل۔ جسے بکری نے سینگ مار دیا ہو تو جس کو پاؤ تم کہ دُم یا آنکھ ہلا رہی ہو اسے ذبح کرو اور کھاؤ بکری کی تخصیص نہیں کسی بھی جانور نے سینگ مارا ہو یا پاؤں سے روند دیا ہو اور مرجائے تو اس کا کھانا حرام ہے لیکن اگر وہ زندہ ہو تو ذبح کرکے کھایا جاسکتا ہے۔ زندہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دم ہلا رہا ہو یا پاؤں ہلا رہا ہو یا آنکھ ہلا رہا ہو۔

یاب صید المعراض۔ صفحہ ۸۲۳ تیر کی ڈنڈی کا شکار۔

توضیح شکار پر تیر چلایا مگر اس کا پھل شکار کو نہ لگا مگر اس کی ڈنڈی اتنی زور سے لگی کہ شکار مرگیا مثلاً پرندہ تھا یا خرگوش اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا اور جانور مرگیا تو وہ بھی حرام ہے یہ وقیذہ میں داخل ہے۔

باب وقال ابن عمر فی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ

۶۹۷

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو غُلّے سے مارا گیا ہو موقوذہ ہے یعنی

وَكَرِهَهُ سَالِمٌ وَالْقٰسِمُ وَمُجَاهِدٌ وَاِبْرَاهِيْمُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ وَكَرِهَ الْحَسَنُ

حرام ہے اور اسے سالم اور قاسم اور مجاہد اور ابراہیم اور عطاء اور حسن نے مکروہ جانا اور حسن

رَمْيَ الْبُنْدُقَةِ فِي الْقُرٰى وَالْاَمْصَارِ وَلَا يَرٰى بَاْسًا فِيْمَا سِوَاهُ ۔

نے یہ بھی مکروہ جانا کہ بستیوں اور شہروں میں غلّے پھینکے جائیں اور بستی کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں جانا۔

تشریحات ۶۹۷ اس زمانے میں مٹی کے غُلّے بنائے جاتے تھے اسی کا یہ حکم مذکور ہے اسی پر قیاس کرکے بندوق کے سیسے کی گولی سے جو جانور شکار کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

بَابُ صَيْدِ الْقَوْسِ صفہ ۸۲۳ کمان کے شکار کا بیان

ت ۶۹۸ وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ اِذَا ضَرَبَ صَيْدًا فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ

امام حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے فرمایا جب کسی شکار کو مارا اور اس کا ہاتھ یا پاؤں کٹ

اَوْ رِجْلٌ فَلَا يَاْكُلِ الَّذِيْ بَانَ وَيَاْكُلُ سَائِرَهُ ۔

کر الگ ہوگیا ہو تو جو الگ ہوگیا اسے نہ کھائے اور بقیہ کو کھائے۔

ت ۶۹۹ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ اَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ ۔

اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا جب تو اس کی گردن کو مارے یا کمر کو مارے تو اسے کھا۔

ت ۷۰۰ وَقَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ زَيْدٍ اِسْتَعْصٰى عَلٰى اٰلِ عَبْدِ اللهِ حِمَارٌ

اور اعمش نے کہا زید بن وہب سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کی آل کے قبضے سے ایک گورخر

فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَضْرِبُوْهُ حَيْثُ تَيَسَّرَ دَعُوْا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُوْهُ ۔

نکل گیا تو انہوں نے انہیں حکم دیا کہ جہاں ہوسکے اس کو مارو جو اس کے جسم سے کٹ کر گر جائے اسے چھوڑ دو بقیہ کھاؤ۔

تشریحات:۔ ذبح کی دو قسمیں ہیں اختیاری اور اضطراری ——— اختیاری یہ ہے کہ جانور اپنے قابو میں ہو تو یہ ضروری ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر گردن کی چار رگیں کاٹی جائیں یا کم از کم تین ——— اضطراری یہ ہے کہ جانور قابو میں نہیں مثلاً جانور بھاگ رہا ہے یا گڑھے وغیرہ میں گر گیا ہے اس کا ظن غالب ہے

کر گڑھے سے نکالتے نکالتے مرجائے گا تو ایسی حالت میں کسی دھار دار آلے سے جسم کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے بسم اللہ پڑھ کر — ہاں جسم کا کوئی عضو اگر کٹ کر الگ ہو جائے اس کا کھانا جائز نہیں۔

حدیث ۲۴۷۷	عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیْ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَنَا بِاَرْضِ قَوْمٍ
	حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی، ہم اہل
	اَھْلِ الْکِتَابِ اَفَنَاکُلُ فِیْ اٰنِیَتِھِمْ وَ بِاَرْضِ صَیْدٍ اَصِیْدُ بِقَوْسِیْ وَبِکَلْبِیَ الَّذِیْ
	کتاب کی سرزمین میں ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھائیں اور ہم شکار کی سرزمین میں ہیں۔ میں اپنی کمان اور اپنے
	لَیْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِکَلْبِیَ الْمُعَلَّمِ فَمَا یَصْلُحُ لِیْ قَالَ اَمَّا مَاذَکَرْتَ مِنْ اَھْلِ
	اس کتے سے شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں اور اپنے اس کتے سے جو سدھایا ہوا ہے شکار کرتا ہوں۔ ان میں
	الْکِتَابِ فَاِنْ وَجَدْتُّمْ غَیْرَھَا فَلَا تَاکُلُوْا فِیْھَا وَ اِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْھَا
	سے کون میرے لیے درست ہے فرمایا تم نے جو اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا پس اگر تم ان کے علاوہ اور کوئی برتن پاؤ
	وَکُلُوْا فِیْھَا وَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ وَ ذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ فَکُلْ وَمَا صِدْتَ
	تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور اگر تم دوسرا برتن نہ پاؤ تو ان کے برتنوں کو دھوؤ اور اس میں کھاؤ اور جو تم اپنی کمان
	بِکَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ فَکُلْ وَمَا صِدْتَ بِکَلْبِكَ غَیْرِ
	سے شکار کرو اور اللہ کا نام ذکر کرو تو اسے کھاؤ اور جو تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور اللہ کا نام لیا تو کھاؤ اور
	مُعَلَّمٍ فَاَدْرَکْتَ ذَکَاتَہٗ فَکُلْ ؎۱
	جو اپنے بغیر سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا پس اگر اسے زندہ پاؤ اور ذبح کر لو تو اسے کھاؤ۔

بَابُ الْخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ ص۸۲۳ روڑا اور غلہ مارنا۔

حدیث ۲۴۷۸	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا یَّخْذِفُ فَقَالَ لَہٗ
	حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ روڑا

؎۱ باب ماجاء فی التصید ص۸۲۵ و باب آنیۃ المجوس والمیتۃ ص۸۲۶۔

لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ
پھینک رہا ہے تو اس سے فرمایا روڑا مت پھینک۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روڑا
أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ وَلٰكِنَّهَا
پھینکنے سے منع فرمایا یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن کو زخم
قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ ثُمَّ رَاٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ
پہنچتا ہے لیکن وہ کبھی دانت توڑ دیتا ہے اور آنکھ پھوڑ دیتا ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے اس شخص کو دیکھا کہ روڑا
لَهُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى
پھینک رہا ہے تو اس سے فرمایا میں نے تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیا ہے کہ انہوں نے روڑا پھینکنے
عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ وَأَنْتَ تَخْذِفُ لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا ؎
سے منع فرمایا ہے یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرمایا ہے پھر بھی تو روڑا پھینک رہا ہے میں تجھ سے اتنے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔

تشریحات ۲۴۷۸ "خَذْفٌ" انگلیوں سے کنکری پھینکنا۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے کنکری پھینکنا۔ یا گوپھن وغیرہ سے پھینکنا حدیث سے ثابت ہوا کہ بلاضرورت کنکر ڈھیلا وغیرہ اِدھر اُدھر پھینکنا منع ہے۔

بَابُ إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ صفہ ۸۲۴

جب شکار کو کتا کھائے (تو اسے نہ کھاؤ)

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى يَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اِجْتَرَحُوْا اِكْتَسَبُوْا

(سورہ مائدہ آیت ۴)۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا۔ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں ـــــ اور شکاری جانور جو تم نے سدھا لیے۔ انہیں شکار پر دوڑاتے اور جو علم تمہیں خدا نے دیا انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا

؎ مسلم۔ ذبائح۔

نام لو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

اجترحوا کے معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے کمایا۔

توضیح اس آیت میں طیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھائیں انہیں گھن نہ آئے اس کے بالمقابل خبیث ہے یعنی گھناؤنی چیزیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھانے سے گھن کریں۔

کلب مُعَلَّمْ ـــ وہ شکاری جانور ہے جسے سدھالیا گیا ہو یعنی اسے اس کا عادی بنادیا گیا ہے کہ شکار دیکھ کر خود انہیں نہ جھپٹے جب اسے شکار پہ چھوڑا جائے تو جائے اور جب بلایا جائے تو فوراً واپس آجائے اور شکار کو پکڑ کر اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ مار کر یا زخمی کر کے چھوڑ دے۔ یا مالک کے پاس اٹھا لائے اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو وہ معلم نہ ہوگا۔ اس کا کیا ہوا شکار کھانا حرام ہوگا نیز شکار کو حلال ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

وہ جانور مسلمان کا ہو۔ بسم اللہ پڑھ کر اسے چھوڑا گیا ہو۔ اس نے جانور کو دانتوں یا ناخنوں سے زخمی کیا ہو۔ اور اس میں سے خود کچھ نہ کھایا ہو۔ اور اگر وہ جانور شکاری کو زندہ ملا تو اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس معلم جانور کے ساتھ غیر معلم شکار میں شریک نہ ہو یا کسی غیر مسلمان کا شکاری جانور شریک نہ ہوا ہو۔ یا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے چھوڑا ہوا جانور شریک نہ ہوا ہو۔ کتے ہی کی تخصیص نہیں کسی بھی درندہ جانور کو سدھالیا جائے خواہ وہ چوپایہ ہو یا پرندہ ہو مثلاً چیتا، شکرہ، باز، شاہین وغیرہ۔

مُکَلِّبْ ـــ یہ کلب سے مشتق ہے اس سے مراد ہے سدھایا ہوا شکاری جانور چونکہ زیادہ تر کتے ہی سے شکار رائج ہے اس لیے اسی سے یہ لفظ بنایا اور مراد معنیٰ عام ہے۔ سدھایا ہوا شکاری جانور ریا یہ کَلَبْ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ سدھانے کے ہیں۔

اِجْتَرَحُوْا ـــ اجترحوا کا ذکر یہاں استطراداً ہے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اجترح کا معنیٰ اکتسب بھی ہے۔

جَوَارِحْ ـــ جوارح جارحۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد شکاری جانور ہے اس کے لفظی معنیٰ ہیں کمانے والے کے۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ إِنَّمَا أَمْسَكَ
۷۰۱	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اور اگر کتا کھائے تو اس نے شکار کو

عَلٰی نَفْسِہٖ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُ تُعَلِّمُوْنَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَیُضْرَبُ یُعَلَّمُ حَتّٰی
خراب کر دیا اس نے اپنے لیے اسے روکا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نے تم کو جو علم دیا ہے اس سے انہیں سکھاؤ تو اسے مارا جائے اور
یَتْرُکَ وَکَرِھَہٗ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ یَاْکُلْ فَکُلْ۔
سکھایا جائے یہاں تک چھوڑ دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے مکروہ جانا اور عطا نے کہا اگر خون پیئے اور کھائے نہیں تو کھاؤ۔

تشریحات جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اگر شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھائے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔ مگر یہ حکم صرف چوپائے شکاری جانوروں کے لیے ہے اگر وہ شکاری جانور پرندہ ہے جیسے شکرہ یا باز اور اس نے شکار میں سے کچھ کھا لیا تو ما بقی کے کھانے میں حرج نہیں اور اگر کتے نے صرف خون پیا گوشت نہیں کھایا تو بھی شکار حلال ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ۔ اور تمہارے لیے دریا کا شکار حلال کیا گیا۔ صہ ۸۲۵

توضیح یہ آیت مُحرِم کے بارے میں وارد ہے کہ حالت احرام میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے مگر دریائی جانور کا شکار کرنا حالتِ احرام میں بھی جائز ہے۔ مگر اس کے عموم سے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے استدلال کیا کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ صرف مچھلی کی تخصیص نہیں۔

ت	وَقَالَ عُمَرُ صَیْدُہٗ مَا اصْطِیْدَ وَطَعَامُہٗ مَا رَمٰی بِہٖ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں جو فرمایا گیا کہ تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا طعام حلال کیا گیا اس میں صید سے مراد وہ جانور ہے جسے شکار کیا جائے۔ اور طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے دریا پھینک دے مثلاً موج اٹھی اور خشکی پر گری اس میں مچھلیاں آ گئیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ طعام سے مراد وہ ہے جسے زاد راہ کے طور پر ساتھ رکھا جائے۔

ت	وَقَالَ اَبُوْبَکْرِ الطَّافِیْ حَلَالٌ
۷۰۳	اور حضرت ابو بکر نے فرمایا جو مچھلی پانی کے اوپر آجائے وہ حلال ہے

یعنی جو مچھلی دریا کے پانی میں مر جائے اور مر کر پانی کے اوپر دریا میں تیرنے لگے اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ہمارے یہاں اس کا کھانا جائز نہیں۔ ہماری دلیل حضرت

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے: "جس کو دریا نے باہر ڈال دیا یا دریا سے نکالی گئی اسے کھاؤ اور جو پانی میں مرجائے اور اوپر آجائے اسے نہ کھاؤ" اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے مگر علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ت ۶۰۴	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا طَعَامُہٗ مَیْتَتُہٗ اِلَّا
	اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں طعام
	مَا قَذِرْتَ مِنْھَا ۔
	سے مراد سمندر کا مردہ جانور ہے مگر وہ جس سے گھن آئے ۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مچھلی کے علاوہ اور کوئی دریائی جانور حلال نہیں۔ اس لیے کہ سب کے کھانے سے سلیم الطبع لوگوں کو گھن آتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا "وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ"۔ اور ان پر گھنونی چیزیں حرام فرماتے ہیں۔ (اعراف آیت ۱۵۷)

وَالْجِرِّیْثُ لَا تَأْکُلُہُ الْیَھُوْدُ وَنَحْنُ نَأْکُلُہٗ۔

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ جرّیث کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں۔

جِرِّیْث: ایک قسم کی مچھلی ہے سانپ کے شکل کی جس پر چونیاں نہیں ہوتیں جس کو فارسی میں مار ماہی اور ہماری زبان میں بام کہتے ہیں یہ حلال ہے۔

ت ۶۰۵	وَقَالَ اَبُوْ شُرَیْحٍ صَاحِبُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
	ابو شریح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی نے فرمایا سمندر
	وَسَلَّمَ کُلُّ شَیْءٍ فِی الْبَحْرِ مَذْبُوْحٌ ۔
	کی ہر چیز ذبح کی ہوئی ہے ۔

تشریحات ۶۰۵ یعنی اسے کھانے کے لیے ذبح کی ضرورت نہیں اس میں لم یہ ہے کہ خشکی کے جانور میں خون ہوتا ہے جو ناپاک ہے۔ ذبح کر کے اس کو اس سے نکال دیا جاتا ہے اور دریائی جانور میں خون نہیں ہوتا اس لیے اس کے ذبح کی ضرورت نہیں۔

بخاری کے ہندوستانی نسخوں میں ابو شریح ہے مگر فتح الباری، عمدۃ القاری قسطلانی میں شریح ہے اور یہی صحیح ہے۔

ت ۷۰۶	وَقَالَ عَطَاءٌ أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرَى أَنْ يَذْبَحَهُ.
	اور عطاء نے کہا کہ چڑیا کو ذبح کرے۔

ت ۷۰۷	وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَقِلَاتُ
	ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور سیلاب کے گڑھوں کا
	السَّيْلِ أَصَيْدُ بَحْرٍ؟ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا "هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهٰذَا مِلْحٌ
	شکار دریا کا شکار ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر تلاوت فرمایا یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ
	أُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا"
	کھاری ہے نہایت کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ (فاطر ۱۲)

ت ۷۰۸	وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلَى سَرْجٍ مِنْ جُلُودِ كِلَابِ الْمَاءِ.
	اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کے کتوں کی کھال کی زین پر سوار ہوئے۔

تشریحات ۷۰۸ غالباً امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ "کلب الماء" حلال ہے اگر حرام ہوتا تو اس کی کھال ناپاک ہوتی پھر اس کی کھال پر سوار ہونا جائز نہ ہوتا۔

اقول وھو المستعان: زین کھال کی دباغت کے بعد بنائی جاتی ہے اور دباغت کے بعد ہر کھال پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر کے اگرچہ وہ مردار، حرام جانور کی ہو۔

ت ۷۰۹	وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطْعَمْتُهُمْ.
	اور امام شعبی نے کہا اگر میرے اہل مینڈک کھائیں تو میں ان کو کھلاؤں گا۔

تشریحات ۷۰۹ امام شعبی کا مذہب یہی تھا مگر صحیح یہ ہے کہ مینڈک کا کھانا جائز نہیں۔ ابوداؤد نے طب[۱] اور ادب میں اور نسائی نے صید میں عبد الرحمن بن عثمان سے روایت کیا کہ ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مینڈک کے بارے میں پوچھا کہ اسے دوا

۱؎ ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲

میں شامل کروں۔ تو حضور نے اس کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام اسحٰق بن راہویہ اور ابوداؤد طیالسی نے اپنے مسانید میں روایت کیا۔ نیز دارمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مینڈک کو قتل کیے بغیر کھانا ممکن نہیں اس لیے اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

ت ۱۰/۷	وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَأْسًا ۔
	اور امام حسن بصری نے کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں جانا ۔

تشریح ۱۰/۷:۔ ہمارے یہاں کچھوا کھانا بھی حرام ہے اس لیے کہ یہ بھی گھنونی چیز ہے اور خبائث میں داخل ہے۔

ت ۱۱/۷	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ وَإِنْ
	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دریا کا شکار کھا اگرچہ اسے
	صَادَهُ نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ ۔
	نصرانی یا یہودی یا مجوسی نے شکار کیا ہو ۔

ت ۱۲/۷	وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُرِّيِّ ذَبَحَ الْخَمْرَ النِّيْنَانُ وَالشَّمْسُ ۔
	اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُرّی کے بارے میں فرمایا کہ شراب کو مچھلیوں اور دھوپ نے ذبح کر دیا ۔

تشریح ۱۲/۷:۔ اہل شام شراب میں مچھلی اور نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ دیتے جب وہ بدل جاتا تو کھاتے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال ہے جیسے وہ شراب جو سرکہ ہو جائے۔

بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ۔ صفہ ۸۲۶ ٹڈی کھانے کا بیان

حدیث ۲۷۹۴	عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ
	حضرت عبداللہ بن ابو اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا كُنَّا نَأْكُلُ الْجَرَادَ مَعَهُ ۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر سات یا چھ غزوے کیے اور ہم حضور کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

تشریح ۲۴۷۹: ٹڈی کھانا جائز ہے اور اسے بغیر ذبح کیے ہوئے کھایا جاتا ہے۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا صـ ۸۲۶
ذبیحے پر بسم اللہ پڑھنا اور جس نے قصداً بسم اللہ پڑھنا چھوڑا۔

ت ۷۱۳	قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ ۔
	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو تسمیہ بھول گیا تو کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے بیشک وہ فسق ہے اور
لَفِسْقٌ وَالنَّاسِي لَا يُسَمّٰى فَاسِقًا ۔
بھولنے والے کو فاسق نہیں کہتے۔

توضیح: ذبح صحیح ہونے کے لیے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اگر کوئی قصداً نہ پڑھے تو جانور مردار ہو جائے گا۔ اور اگر بھول گیا نہیں پڑھا تو کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری نے اس کی تائید میں آیت مذکورہ نقل فرمائی۔ وجہ احتجاج یہ ہے کہ جس جانور میں ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کے نہ کھانے کی وجہ اللہ عزوجل نے یہ بیان فرمائی کہ یہ فسق ہے، فسق اسی وقت ہوگا جب قصداً بسم اللہ نہ پڑھی۔ اور اگر بھول گیا نہیں پڑھا تو فسق نہیں جب فسق نہیں تو اس کے کھانے میں حرج نہیں۔

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلٰى أَوْلِيَائِهِمْ ۔
بیشک شیاطین اپنے اولیاء کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم انکی اطاعت کروگے تو مشرک ہو جاؤ گے۔

توضیح: حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں۔

اگر کوئی شخص قصداً بسم اللہ نہ پڑھے تو بھی جانور حلال ہے اور وہ آیہ کریمہ فلا تا کلوا مما لم یذ کو اسم اللہ علیہ کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد مردار ہے یا وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے اسی کو فسق کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا۔ او فسقا اُھِلَّ لغیر اللہ بہ اور اس پر قرینہ بعد کی آیت ہے فرمایا شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ ان کے دل میں یہ ڈالتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے جسے تم قتل کرتے ہو اسے کھاتے ہو اور جسے اللہ مار ڈالے اسے نہیں کھاتے اس سے سمجھ میں آگیا کہ شروع آیت میں جو مذکور ہے "جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ"۔ اس سے مراد مردار ہے۔

باب ذبائح اھل الکتاب وشحومھا من اھل الحرب ومن غیرھم وقولہ عزوجل الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم۔ صفہ ۸۲۸

اہل کتاب کے ذبیحے اور ان کی چربیاں وہ حربی ہوں یا کچھ اور اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

توضیح اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ چونکہ اس عہد کے یہود و نصاریٰ بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرتے تھے اور یہ ان کی عادت معلوم و مشہور تھی۔ اس لیے ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے کھانا حلال تھا۔ آج کے یورپ کے باشندے اگرچہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں مگر عام طور پر یہ دہریہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے جھٹکا دیتے ہیں اب تو مشینوں سے ذبح کا رواج ہو گیا ہے۔ اس لیے یورپ کے نصاریٰ کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ یعنی جو گوشت پکاتے ہوں یا بیچتے ہوں ان کا کھانا جائز نہیں۔

ت ۱۴	وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ وَإِنْ سَمِعْتَهُ
	امام زہری نے کہا عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم نے سنا اس سے کہ نام لیتا

يُسَمِّي بِغَيْرِ اللهِ فَلَا تَأْكُلْ وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللهُ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ۔

ہے غیر اللہ کا تو نہ کھاؤ اور اگر اس سے نہ سنا تو بلاشبہہ اللہ نے اسکو حلال کیا ہے حالانکہ ان کے کفر کو اللہ جانتا ہے۔

ت ۱۵	وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ ۔
	اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی جاتی ہے۔

تشریح ۱۵؎ یعنی اصل یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا جائز ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جانور کو اللہ کے نام پر نہیں ذبح کیا کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا جیسا کہ آج کل کے نصاریٰ کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بوقت ذبح بسم اللہ نہیں پڑھتے ہیں بلکہ اب تو ذبح نہیں کرتے۔ مشینوں کے حوالہ کر دیتے ہیں یا ذبح سے پہلے جھٹکا دیتے ہیں جس میں یہ اندیشہ ہے کہ جھٹکا دینے میں ان رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر نہ گیا ہو جن کا ذبح میں کٹنا ضروری ہے اس لیے کہ جھٹکا جانور کو اوندھے لٹا کر پیٹھ کی طرف سے دیتے ہیں۔

ت	وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ بِذَبِيْحَةِ الْأَقْلَفِ
۱۶؎	حضرت حسن و ابراہیم نے فرمایا کہ غیر مختون کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔
ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ
۱۷؎	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔

بَابُ مَانَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ. صفحہ ۸۲۸

چوپایوں میں سے جو بھڑک جائے وہ بمنزلہ وحشی کے ہے۔

توضیح یعنی اس کے حلال ہونے کے لیے ذبح اختیاری ضروری نہیں اضطراری کافی ہے۔

ت	وَأَجَازَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ ۔
۱۸؎	اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جائز کہا۔
ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا أَعْجَزَكَ مِنَ
۱۹؎	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا پالتو چوپایوں میں سے جو تیرے قبضے سے

الْبَهَائِمِ مِمَّا فِيْ يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ وَفِيْ بَعِيْرٍ تَرَدّٰى فِيْ بِئْرٍ

باہر ہو جائے وہ شکار کے مثل ہے۔ یعنی اس میں اضطراری ذبح کافی ہے اور جو اونٹ کنوئیں میں گر جائے

فَذَكِّهٖ مِنْ حَيْثُ قَدَرْتَ عَلَيْهِ ۔

تو مقدور کے مطابق اس کو جیسے بھی زخمی کر دو تو وہ حلال ہے۔

ت ۲۰ لا	وَرَأَى ذَالِكَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ
	اور اس کو جائز جانا حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۔

بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ صف ۸۲۸ نحر اور ذبح کا بیان

ت ۲۱ لا	وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ لَا ذَبْحَ إِلَّا فِي الْمَذْبَحِ وَالْمَنْحَرِ
	اور ابن جریج نے عطاء سے روایت کی انہوں نے فرمایا ذبح اور نحر صرف مذبح اور منحر میں ہے

قُلْتُ أَيُجْزِئُ مَا يُذْبَحُ أَنْ أَنْحَرَهُ قَالَ نَعَمْ ذَكَرَ اللّٰهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ

میں نے کہا کیا یہ کافی ہے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے نحر کیا جائے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح

وَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازَ وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَالذَّبْحُ قَطْعُ

کرنے کا ذکر فرمایا پس اگر تو ایسے جانور کو ذبح کرے جو نحر کیا جاتا ہے تو جائز ہے اور ایسے جانور کو نحر کرنا

الْأَوْدَاجِ قُلْتُ فَتَخَلَّفُ الْأَوْدَاجُ حَتَّى يُقْطَعَ النِّخَاعُ قَالَ لَا

مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور ذبح اوداج کا کاٹنا ہے ابن جریج نے کہا پھر میں نے پوچھا کہ اگر اوداج سے

أَخَالُ فَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّخْعِ يَقُولُ يَقْطَعُ مَادُونَ

آگے بڑھ جائے یہاں تک کہ حرام مغز کو کاٹ دے انہوں نے کہا میں گمان نہیں کرتا پھر مجھے نافع

الْعَظْمِ ثُمَّ يَدَعُ حَتَّى يَمُوتَ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ

نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام مغز کاٹنے سے منع فرمایا۔

أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً إِلَى قَوْلِهِ وَقَالَ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ.

فرماتے تھے کہ ہڈی سے اوپر اوپر کاٹا جائے پھر چھوڑ دے یہاں تک کہ مر جائے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ـــ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ کوئی گائے ذبح کرو۔ (یہاں تک کہ فرمایا) پھر انھوں نے اسکو ذبح کیا اور قریب تھا کہ ایسا نہ کر

تشریحات ۲۱

حضرت عطاء کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ذبح اختیاری ذبح کرنے کی جگہ ہی ہونا ضروری ہے اور وہ گردن ہے اور نحر منحر ہی میں ہونا ضروری ہے اور وہ گردن کا نچلا حصہ ہے۔ نحر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جانور کی گردن کے نچلے حصے میں جہاں سینے سے گردن ملتی ہے ایک چھوٹا سا گڑھا ہوتا ہے اس میں نیزہ بھونک کر دائیں بائیں گھما دیا جائے: تاکہ ذبح میں جن رگوں کا کٹنا ضروری ہے وہ کٹ جائیں ذبح کی جگہ پورا حلقوم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ چار رگیں کٹ جائیں حلقوم جس سے سانس آتی جاتی ہے۔ مُری جس سے کھانا پانی اترتا ہے۔ ودج کی دونوں رگیں جو مری کے اغل بغل ہوتی ہیں جس سے خون کی روانی ہوتی ہے ـــــ ان میں سے تین رگوں کا کٹنا بھی کافی ہے یعنی حلقوم، مری اور ودجین میں سے ایک ـــــ حلقوم اور مری کا کٹنا ضروری ہے اور ودجین میں سے دونوں کا یا ایک کا۔ اگر ودجین کی دونوں رگیں کٹ گئیں اور صرف مری کٹی ـــ اور حلقوم نہ کٹا یا حلقوم کٹا اور مری نہ کٹی تو ذبح صحیح نہ ہوا ـــ نَحْرٌ ـــ حلق کے نچلے حصہ میں نیزہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں ـــ اونٹ میں نحر کرنا سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح کرنا اور اگر ان کا الٹا کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کا نحر کیا تو بھی جانور حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کیوں کہ یہ سنت کے خلاف ہے ـــ ذبح میں گردن اتنی زیادہ کاٹ دینا کہ حرام مغز تک پہونچ جائے مکروہ ہے یا سر کٹ کے جدا ہو جائے یہ بھی مکروہ ہے مگر ایسے جانور کا کھانا حلال ہے۔

امام عطاء نے جو یہ فرمایا کہ اگر حرام مغز تک کاٹ دیا جائے تو میں نہیں گمان کرتا ـــ یعنی میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ت ۲۲ قَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلذَّكَاةُ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ۔

ذبح کرنا حلق اور لبہ میں ہے۔ لَبَّہ گردن کے نچلے حصے کو کہتے ہیں جو سینے سے ملا ہوتا ہے۔ ذبح کی جگہ لبہ سے لے کر پوری گردن ہے البتہ بعض علماء نے فرمایا کہ عقدہ کے اوپر ذبح کیا جائے تو ذبح صحیح نہ ہوگا مگر یہ مرجوح ہے صحیح یہ ہے کہ فوق العقدہ بھی ذبح کرنے سے مطلوبہ تین رگیں کٹ جائیں تو ذبح صحیح ہے۔

ت ۲۳ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاَنَسٌ اِذَا قُطِعَ الرَّاْسُ فَلَا بَاْسَ۔

اور ابن عمر اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ـــ یعنی جانور حلال ہے اگرچہ یہ فعل ممنوع ہے کیونکہ اس میں جانور کو بلا ضرورت ایذا دینا ہے۔

حدیث ۲۴۸۰

أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ امْرَأَتِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ عله

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑے کو نحر کیا پھر ہم نے اس کو کھایا۔

تشریحات ۲۴۸۰

بطریق عبدہ اس کے بعد جو روایت ہے اس میں ذبحنا فرسا ہے لیکن پھر بعد میں بطریق جریر جو روایت ہے اس میں نحرنا ہی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں کبھی گھوڑے کو ذبح کر کے کھایا ہو کبھی گھوڑے کو نحر کر کے کھایا ہو گزر چکا کہ جس جانور کو ذبح کرنا مسنون ہے اگر اسے نحر کیا تو بھی وہ حلال ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ ہشام کبھی نحرنا روایت کرتے کبھی ذبحنا۔ اس لیے کہ ایک کی جگہ دوسرے کا اطلاق ان کے طرق میں شائع ذائع تھا اصل حکم یہی ہے کہ گھوڑا حلال ہے مگر ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا کھانا مکروہ ہے۔ کیونکہ گھوڑا آلۂ جہاد ہے اس کے کھانے میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہے۔

اَقُوْلُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ :۔ اس زمانے میں لڑائی کے لیے گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی اب فقہائے کرام کو غور کرنا چاہیے کہ اب بھی کراہت باقی ہے یا ختم ہو گئی۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُورَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ۔ صہ ۸۲۸

مثلہ اور مصبورہ اور مجثمہ کرنا مکروہ ہے۔

توضیح

جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں۔ جانور کو باندھ کر نشانہ بنانے کو مصبورہ کہتے ہیں اور قریب قریب یہی معنی مجثمہ کے بھی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ فرق کیا کہ مصبورہ عام ہے اور مجثمہ پرندے اور خرگوش کے ساتھ خاص ہے۔

حدیث ۲۴۸۱

عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَىٰ غِلْمَانًا أَوْ فِتْيَانًا نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَقَالَ أَنَسٌ

ہشام بن زید نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کے پاس گیا تو حضرت انس نے کچھ ایسے نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو زمین میں گاڑ کر اسے تیر مار رہے ہیں تو حضرت انس

عله باب لحوم الخیل صہ ۸۲۹

258

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ ؎

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ چوپایوں کو باندھ کر انہیں نشانہ بنایا جائے۔

حدیث ۲۴۸۲

حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ وَ غُلَامٌ مِنْ بَنِيْ يَحْيٰى رَابِطٌ دَجَاجَةً يَرْمِيْهَا فَمَشٰى اِلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى حَلَّهَا ثُمَّ اَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ فَقَالَ اُزْجُرُوْا غِلْمَانَكُمْ عَنْ اَنْ يَّصْبِرَ هٰذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ یحییٰ بن سعید کے پاس تشریف لے گئے بنی یحییٰ میں سے ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھ کر اُسے تیر مار رہا تھا ابن عمر مرغی کے پاس گئے اور اسے کھول دیا پھر اسے لے کر آئے اور وہ لڑکا ان کے ساتھ تھا تو فرمایا اپنے بچوں کو سختی سے روک دو کہ اس چڑیے کو قتل کے لیے باندھیں اس لیے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چوپائے وغیرہ کو قتل کرنے کے لیے باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۴۸۳

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَمَرُّوْا بِفِتْيَةٍ اَوْ بِنَفَرٍ نَصَبُوْا دَجَاجَةً يَرْمُوْنَهَا فَلَمَّا رَاَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ۔

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس تھا یہ لوگ کچھ ایسے جوانوں کے پاس سے گزرے جو لوگ ایک مرغی زمین میں گاڑ کر اسے تیر مار رہے تھے جب ان لوگوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا تو بھاگ گئے اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کس نے یہ کیا ہے بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی جو ایسا کرے اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی حیوان کا کوئی عضو بگاڑ دے اس پر لعنت ہے۔

؎ مسلم: ذبائح، ابوداؤد: اضاحی، ابن ماجہ:

258

تشریحات ۲۴۸۳ ظاہر ہے کہ اس میں بے زبان مظلوم جانور کو ایذا پہنچانا ہے اور مال کو ضائع کرنا ہے کیونکہ اس طرح جو جانور مر جائے گا اس کا کھانا جائز نہیں۔

بَابُ اَكْلِ كُلِّ ذِی نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ص۸۳ کیلے دار درندوں کے کھانے کا بیان

حدیث ۲۴۸۴ عَنْ اَبِی اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِی عَنْ اَبِی ثَعْلَبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِی نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کیلے دار درندوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

تشریحات ۲۴۸۴ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر کیلے دار درندہ حرام ہے اس میں بجّو اور لومڑی بھی داخل ہے۔ بجّو کے بارے میں امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجّو کھانے کی اجازت دی ہے اسی بنا پر حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اسے حلال کہتے ہیں ہماری دلیل حدیث زیر بحث کا عموم ہے اور جب معاملہ حلّت و حرمت میں دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ ترجیح حرمت کو دی جائے کتاب الطب میں یہ زائد ہے" امام زہری نے کہا کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنی سے یہ حدیث نہیں سنی مگر جب شام میں آیا تو سنی" اور بطریق لیث یہ زائد ہے" کہ ابن شہاب نے یہ کہا کہ میں نے ان سے پوچھا کیا وضو کرے گا یا گدھیوں کا دودھ یا درندے کا پتہ یا اونٹ کے پیشاب پیے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ مسلمان اونٹ کے پیشاب کو دواءً استعمال کرتے تھے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ لیکن گدھیوں کے دودھ کے بارے میں ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے گوشت کھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور ہم کو ان کے دودھ کے بارے میں نہ اجازت دی ہے نہ ممانعت۔ لیکن درندے کے پتّے کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کیلے دار درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ درندے کا پتہ کھانا جائز نہیں۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ کسی جانور کا پیشاب بطور دوا بھی استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ ناپاک ہے اور عرینہ وغیرہ والوں کا قصہ مستثنیات میں سے ہے۔ اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے اس کا دودھ پینا بھی حرام ہے اور پتہ حلال جانوروں کا بھی جائز نہیں۔ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کے سات عضو کے کھانے سے منع فرمایا اس میں پتہ بھی ہے ان سب امور پر تحقیقی ابحاث فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور ہمارے فتاویٰ میں بھی اختصار و تنقیح کے ساتھ مذکور ہے۔

بَابُ الْعَلَمِ وَالْوَسْمِ فِی الصُّوْرَۃِ صفہ ۸۳۱ داغنا اور نشان لگانا چہرے میں

حدیث ۲۴۸۵

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے چہرے پر

تُعْلَمَ الصُّوْرَۃُ.

نشان بنانے کو مکروہ جانا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ وقال ابن عمر نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

تُضْرَبَ تَابَعَہٗ قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا الْعَنْقَزِیُّ عَنْ حَنْظَلَۃَ وَقَالَ تُضْرَبُ الصُّوْرَۃُ

چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔

تشریحات ۲۴۸۵

اہل عرب کی عادت تھی کہ جانوروں کے چہرے پر داغ دیا کرتے تھے یا سوئی وغیرہ چبھو کر نیل سے کچھ نشان بنا دیا کرتے تھے اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی حدیث موقوف تھی امام بخاری اس کی تائید میں دوسری حدیث مرفوع لائے جس کے ایک طریقے میں صرف ان تُضْرَبَ ہے اور دوسرے طریقے میں ان تُضْرَبَ الصُّوْرَۃ ہے۔ صورت سے دونوں حدیثوں میں مراد چہرہ ہے اس لیے کہ حدیث گزر چکی کہ علامت کے لیے داغنا جائز ہے۔ چہرے پر مارنے کی مخالفت سے داغنے یا نشان لگانے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

حدیث ۲۴۸۶

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک بھائی

بِاَخٍ لِّیْ یُحَنِّکُہٗ وَھُوَ فِیْ مِرْبَدٍ لَّہٗ فَرَاَیْتُہٗ یَسِمُ شَاۃً حَسِبْتُہٗ قَالَ فِیْ آذَانِھَا

کو لے کر حاضر ہوا تاکہ حضور اس کی تحنیک کر دیں اور حضور اپنے ایک باڑے میں تھے اور ایک بکری کے کان کو داغ رہے تھے۔

شعبہ نے کہا کہ میں نے گمان کیا کہ ہشام ابن زید نے کہا کہ اس کے کان میں۔

تشریحات ۲۴۸۶

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چہرہ کے علاوہ کسی اور جگہ داغنا یا نشان لگانا جائز ہے جبکہ خفیف ہو اور بضرورت ہو۔

بَابُ إِذَا أَصَابَ قَوْمًا غَنِيمَةً فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِمْ لَمْ تُؤْكَلْ لِحَدِيثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صفحہ ۸۳۱

جب کسی قوم کو غنیمت ملے اور ان میں کے بعض بکری یا اونٹ کو ذبح کر دیں اپنے ساتھیوں کے بغیر اجازت تو کھایا نہیں جائے گا۔ رافع بن خدیج کی حدیث کی وجہ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

توضیح رافع بن خدیج کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کل ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوگی اور ہمارے ساتھ چھری نہیں۔ تو فرمایا جلدی میں وہ چیز لے جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھاؤ لیکن وہ دانت یا ناخن نہ ہو۔ اور میں تم کو بیان کرتا ہوں اس کے بارے میں دانت ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری۔ جلدباز لوگ آگے بڑھ گئے اور انہوں نے غنیمتیں حاصل کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آخر میں تھے ان لوگوں نے جانوروں کو ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ہانڈیاں الٹ دی گئیں اور حضور نے مال غنیمت ان کے درمیان تقسیم فرمایا اور ایک اونٹ دس بکری کے برابر کیا پھر اگلے حصہ سے ایک اونٹ بھڑک کر بھاگا ان کے پاس گھوڑے نہیں تھے ایک شخص نے اس کو تیر مارا تو اللہ نے اسے روک دیا پھر فرمایا ان چوپایوں میں بھڑکنے کی عادت ہوتی ہے جیسے وحشی جانور بھڑکتے ہیں اگر چوپائے ایسا کریں تو اس کے ساتھ یوں ہی کرو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر امام کی اجازت کے مال غنیمت میں تصرف جائز نہیں۔

ف ۷۲۴	وَقَالَ طَاوُسٌ وَعِكْرِمَةُ فِي ذَبِيحَةِ السَّارِقِ اطْرَحُوهُ۔
	طاؤس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے چور کے ذبیحہ کے بارے میں فرمایا کہ اسے پھینک دو۔

مراد یہ ہے کہ وہ چوری کا جانور ذبح کرے لیکن اگر کوئی چور ہے اور وہ اپنا مملوک جانور ذبح کرے یا کسی اور کا جانور اس کی اجازت سے ذبح کرے تو اس کا ذبح جائز ہے۔

بَابُ أَكْلِ الْمُضْطَرِّ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

مضطر کا کھانا۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ

اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو ستھری چیزیں

طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ
بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا
عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ وَقَالَ فَمَنِ
اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ
وَقَوْلِهٖ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ وَمَا لَكُمْ
اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا
مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنَّ كَثِيْرًا
لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ
وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ قُلْ لَّا اَجِدُ
فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ
يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ
دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ
فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ
بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا
عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ مُهْرَاقًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ
وَقَالَ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا
طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ
اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا
عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

دیں اس کو کھاؤ اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی
کی عبادت کرتے ہو اس نے یہی چیزیں تم پر
حرام کی ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور
وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا اور جو
ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھاتے اور نہ یوں
کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں
بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (بقرہ ع ۱۷۳)
اور فرمایا ـــ جو بھوک پیاس کی شدت میں
ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے (مائدہ ع ۱۲)
اور اللہ کا ارشاد تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ
کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو ـــ
اور تمہیں کیا ہوا اس میں سے نہیں کھاتے ہو
جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تو اسے مفصل بیان
کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس
سے مجبوری ہو ـــ اور بے شک بہتیرے اپنی
خواہشوں سے بغیر علم گمراہ کرتے ہیں اور بے شک
تمہارا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا
ہے (انعام ع ۱۱۸-۱۱۹) اور فرمایا ـــ تم فرماؤ میں
نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی
کھانے والے پر کھانا حرام ہے مگر یہ کہ مردار ہو یا
رگوں کا بہتا خون یا سور کا گوشت وہ نجاست ہے
یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام
پکارا گیا تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے
اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔ (انعام ع ۱۴۵) ابن عباس نے
کہا مسفوح کے معنی مُہراق یعنی بہتا ہوا خون اور ارشاد ہے
اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا

شکر ادا کرو ۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو تم پر
یہی حرام کیا ہے مردار اور بدجانور کا گوشت اور وہ
جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا
ہو پھر جو ناچار ہو نہ خواہش کرتا نہ حد سے بڑھتا
اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ (النحل ع ۱۱۵)

توضیح :۔ حالت اضطرار میں جب کہ اکراہ شرعی پایا جائے بقدر ضرورت ان چیزوں کو کھانے پینے کی اجازت ہے جو حرام ہیں ۔ اور یہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد سے مستفاد ہے اس آیت میں باغ سے مراد لغوی معنی ہے یعنی خواہش رکھنے والا اور عاد سے مراد حد سے آگے بڑھنے والا ہے اور یہ اجازت مقیم کے لیے بھی ہے اور مسافر کے لیے بھی ۔ خواہ اس کا سفر مباح ہو یا معصیت ۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ باغ سے مراد فقہی معنی لیتے ہیں یعنی جو سلطان اسلام پر ناحق خروج کرے اور عاد سے مراد گناہ کا سفر کرنے والا مثلاً ڈاکہ ڈالنے کے لیے جارہا ہو ان کے یہاں باغی اور معصیت کے سفر میں نکلنے والا اگر مضطر ہو جائے تو بھی ان چیزوں کا کھانا جائز نہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاضاحی ص۸۳۲ قربانی کا بیان

توضیح اَضَاحی۔ اُضحیہ۔ ہمزہ کو کسرہ وضمہ دونوں کی جمع ہے۔ ضحایا اسی کے معنی میں ہے ضَحِیَّۃٌ کی جمع ہے اسی طرح الأضحی۔ الاضحاۃ کی جمع ہے، اس جانور کو کہتے ہیں جو عید کے دن اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جائے اس کو اضحیہ اس لیے کہتے ہیں کہ عموماً یہ چاشت کے وقت ذبح کیا جاتا ہے اضحیٰ مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی۔

بَابُ سُنَّۃِ الْاُضْحِیَّۃِ ص۸۳۲ قربانی کا سنت ہونا۔

ت ۷۲۵	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِیَ سُنَّۃٌ وَمَعْرُوْفٌ.
	اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ قربانی سنت ہے اور مشہور ہے۔

ہمارے یہاں ہر مسلمان، آزاد، عاقل بالغ، مقیم پر یوم اُضحیہ جو مالک نصاب ہو اس پر واجب ہے۔ ہماری دلیل ابن ماجہ اور حاکم کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لہٗ سعۃٌ ولم یضح فلا یقربن مصلانا جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ ہو حضرت امام شافعی کے یہاں مستحب ہے۔

حدیث ۲۸۴۷	عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
	قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّمَا یَذْبَحُ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ
	جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنی ذات کے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اسکی

ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَقَدْ تَمَّ نُسُکُہٗ وَ اَصَابَ سُنَّۃَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔
قربانی ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق کیا۔

بَابُ قِسْمَۃِ الْاِمَامِ الْاَضَاحِی بَیْنَ النَّاسِ. صہ ۸۳۲

امام کا قربانی کے جانور کا لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا۔

حدیث ۲۴۸۸

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَسَمَ النَّبِیُّ
حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ
صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ ضَحَایَا فَصَارَتْ لِعُقْبَۃَ جَذَعَۃٌ
کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم کیے۔ اور عقبہ کے حصے میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا۔ میں نے عرض کیا
فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَارَتْ لِیْ جَذَعَۃٌ قَالَ ضَحِّ بِھَا۔[۱]
یارسول اللہ میرے حصے میں ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ آیا ہے فرمایا۔ تم اسی کی قربانی کرو۔

تشریحات ۲۴۸۸

جمہور کا قول یہ ہے کہ جذعۃ بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اور گائے وہ ہے جس نے دو سال پورا کر لیا ہو اور اونٹ کا وہ بچہ جو چار سال پورا کر چکا ہو۔ لیکن اگر یہی مراد ہو تو پھر حضرت عقبہ کے عرض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس عمر کے جانوروں کی قربانی صحیح ہے۔ لا محالہ یہاں وہ قول مراد ہوگا کہ جذعہ بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو۔ خواہ چھ مہینے کا ہو یا دس مہینے کا۔ چار باب کے بعد یہی حدیث مروی ہے اس میں عتود ہے جس کے معنی بکری کے بچے کے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے حصے میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا تھا اور ایک سال سے کم کے بکری کے بچے کی قربانی صحیح نہیں۔ اسی لیے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خصوصیت سے اجازت دے دی جیسا کہ حضرت ابو بردہ کو اجازت دی تھی۔

باب کے شروع میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ابو بردہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے پاس ایک جذعہ ہے فرمایا اسے ذبح کر اور تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگا تو اگر جذعہ

---

[۱] مسلم، ترمذی، نسائی، اضاحی۔

کے معنی پورے ایک سال کا بکری کا بچہ ہوتا تو اس ارشاد کے کوئی معنی نہیں تھے۔

بَابُ الْاَضْحٰی وَالْمَنْحَرِ بِالْمُصَلّٰی۔ قربانی اور نحر عیدگاہ میں ہونا چاہیئے۔ صفہ ۸۳۳

حدیث ۲۴۸۹ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَنْحَرُ فِی الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ یَعْنِیْ مَنْحَرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منحر میں نحر کرتے تھے۔

حدیث ۲۴۹۰ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَخْبَرَہٗ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْبَحُ وَیَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰی۔

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح کرتے اور نحر کرتے۔

بَابُ اُضْحِیَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ وَیُذْکَرُ سَمِیْنَیْنِ۔ صفہ ۸۳۳ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو سینگ والے اور دو موٹے دُنبوں کی قربانی کرنا۔

ت ۷۲۶ وَقَالَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَۃَ بْنَ سَہْلٍ قَالَ کُنَّا نُسَمِّنُ الْاُضْحِیَّۃَ بِالْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ الْمُسْلِمُوْنَ یُسَمِّنُوْنَ۔

ابو امامہ بن سہل نے کہا کہ ہم لوگ مدینے میں قربانی کے جانور کو فربہ کرتے تھے اور مسلمان بھی فربہ کرتے تھے۔

حدیث ۲۴۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُہَیْبٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی

وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ وَ اَنَا اُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ ؎۱

کرتا ہوں

حدیث ۲۴۹۲

عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكَفَأَ اِلٰى كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سینگ والے چتکبرے دو مینڈھوں کی طرف جھکے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔

تشریحات ۲۴۹۲

پہلی حدیث میں صرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو ذبح فرمایا اس کا کوئی وصف مذکور نہیں تھا۔ دوسری حدیث میں اس کا دو وصف مذکور ہے ایک تو یہ سینگ والا تھا دوسرے یہ کہ چتکبرا تھا۔ اور ابو داؤد میں یہ بھی زائد ہے کہ وہ خصّی کیا ہوا تھا بعد کے ابواب میں یہ زائد ہے کہ حضور نے اپنا پاؤں ان دونوں کے مونڈھے پر رکھا اور بسم اللہ پڑھا اور تکبیر پڑھی اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا جو شخص اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لیے مستحب یہی ہے کہ خود ذبح کرے۔ ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوا کہ خصّی کی قربانی کرنی جائز ہے بلکہ اس بنا پر کہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے خصّی کی قربانی افضل ہے۔

بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهٖ۔ ص ۸۳۴

جس نے دوسرے کی قربانی ذبح کی۔

ت ۷۲۷

وَاَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ فِي بَدَنَتِهٖ.

اور ایک شخص نے ابن عمر کی مدد کی ان کے اونٹ کے بارے میں۔

تشریحات ۷۲۷

امام عبد الرزاق نے عمرو بن دینار سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ منیٰ میں ایک اونٹ کو نحر کر رہے ہیں وہ بیٹھا ہوا ہے اس کے

؎۱ باب من ذبح الاضاحی بیدہ ص ۸۳۴۔ وباب وضع القدم علی صفح الذبیحۃ ص ۸۳۴۔ وباب التکبیر عند الذبح ص ۸۳۵ — کتاب التوحید: باب السؤال باسماء اللہ تعالیٰ الخ ص ۱۱۰۰۔

پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور ایک شخص اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہے اور ابن عمر اسے نیزہ گھونپ رہے ہیں اس تعلیق سے باب کا اثبات نہیں ہو رہا ہے ذبح کرنا اور چیز ہے اور ذبح میں اعانت اور چیز ہے۔

ت ۷۲۸	وَأَمَرَ أَبُو مُوسَىٰ بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّيْنَ بِأَيْدِيهِنَّ.
	اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے قربانیاں کریں۔

تشریح ۷۲۸ اس اثر کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے کہ اپنی قربانیاں اپنے ہاتھوں سے کریں اس تعلیق کو بھی باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ بلکہ مباینت ہے اس کو پہلے والے باب میں مذکور ہونا چاہیئے۔ البتہ امام بخاری نے اس ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صراحۃً یہ مذکور ہے ضحی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الأَضَاحِي وَمَا يُتَزَوَّدُ مِنْهَا. ص ۸۳۵
قربانی کے گوشت سے جو کھایا جائے اور آئندہ کے لیے رکھ لیا جائے۔

حدیث ۲۴۹۳	عَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم قربانی میں نمک

عَنْهَا قَالَتِ الضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهَا فَنُقَدِّمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

لگا کر رکھ دیتے تھے اور مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھتے تھے تو حضور نے فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ

صرف تین دن تک کھاؤ اور یہ قطعی حکم نہیں لیکن حضور نے اس سے یہ ارادہ فرمایا کہ اس سے دوسروں کو

وَلٰكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

کھلایا جائے اور اللہ خوب جانتا ہے۔

حدیث ۴۹۴۲

حَدَّثَنِیْ اَبُوْعُبَیْدٍ مَوْلَی ابْنِ اَزْھَرَ اَنَّہٗ شَھِدَ الْعِیْدَ یَوْمَ الْاَضْحٰی

ابو عبید، ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام نے حدیث بیان کی کہ وہ بقرعید کو حضرت

مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ثُمَّ خَطَبَ

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عید کی نماز کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے

النَّاسَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خطبے سے پہلے نماز پڑھی پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور فرمایا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ

قَدْ نَھٰکُمْ عَنْ صِیَامِ ھٰذَیْنِ الْعِیْدَیْنِ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَیَوْمُ فِطْرِکُمْ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو منع کیا ہے ان دونوں عید کے دن روزے رکھنے سے

صِیَامِکُمْ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیَوْمٌ تَاْکُلُوْنَ مِنْ نُسُکِکُمْ فَقَالَ اَبُوْ عُبَیْدٍ ثُمَّ

ان میں سے ایک تو تمہارے روزے چھوڑنے کا دن ہے لیکن دوسرا تو تمہارے

شَھِدْتُ مَعَ عُثْمٰنَ بْنِ عَفَّانَ وَکَانَ ذٰلِکَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَصَلّٰی قَبْلَ

قربانیوں کے کھانے کا دن ہے۔ پھر ابو عبید نے کہا پھر میں عثمان بن عفان

الْخُطْبَۃِ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ قَدِ اجْتَمَعَ لَکُمْ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور یہ جمعہ کا دن تھا تو انہوں نے خطبے سے پہلے

فِیْہِ عِیْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْتَظِرَ الْجُمُعَۃَ مِنْ اَھْلِ الْعَوَالِیْ فَلْیَنْتَظِرْ

نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! بے شک یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے

وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَہٗ قَالَ اَبُوْ عُبَیْدٍ ثُمَّ شَھِدْتُہٗ مَعَ

لیے دو عیدیں جمع ہیں اہل عوالی میں سے جو یہ پسند کرے تو جمعہ کا

عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ

انتظار کرے تو وہ انتظار کرے اور جو یہ چاہے کہ لوٹ جائے تو میں نے اسکو اجازت دی۔ ابو عبید نے کہا

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھَاکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا لُحُوْمَ نُسُکِکُمْ فَوْقَ ثَلٰثٍ ۔

پھر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا انہوں نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو منع کیا کہ اب تم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھاؤ ۔

تشریحات ۲۴۹۴ اس پر بحث گزر چکی کہ ابتداءً تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی پھر بعد میں اجازت ہوگئی لیکن اس توجیہہ پر ابو عبید کی اس روایت سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو اپنے عہدِ خلافت میں بیان فرمایا اگر ممانعت منسوخ ہوچکی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو اپنے عہد خلافت میں بیان نہ فرماتے۔ جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت کا علم نہ رہا ہو لیکن یہ صحیح نہیں اس لیے کہ ممانعت کے منسوخ ہونے کی حدیثیں دوسرے صحابہ کے علاوہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہیں جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کی ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطبہ ان ایام میں دیا تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے جیسا کہ طحاوی میں ہے صلیت مع علی لعید وعثمان محصور۔ چونکہ بلوائیوں کی وجہ سے تنگی تھی اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث روایت فرمائی اور پہلے حدیث گزر چکی کہ حضور نے دوسرے سال لوگوں کو قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت دیدی اور فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور جمع کرو اور سال گزشتہ تنگی تھی میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کی اس میں مدد کروں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

حدیث نمبر ۲۴۹۵ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُوْا مِنَ الْاَضَاحِیِّ ثَلٰثًا وَکَانَ عَبْدُ اللہِ

وسلم نے فرمایا قربانی کا گوشت تین دن تک کھاؤ ۔ اور عبد اللہ جب منیٰ سے لوٹتے تو روغن زیتون

یَاْکُلُ بِالزَّیْتِ حِیْنَ یَنْفِرُ مِنْ مِنًی مِنْ اَجْلِ لُحُوْمِ الْھَدْیِ ۔

سے روٹی کھاتے اور ھدی کا گوشت کھانے سے بچتے ۔

تشریحات ۲۴۹۵ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نسخ کا علم نہ رہا ہو ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاشربۃ[۸۳۶] پینے والی چیزوں کا بیان

وَقَولِ اللّٰہِ تَعَالیٰ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (مائدہ ع۹۰)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہی ہیں اور شیطانی کام تو اس سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

توضیح گزر چکا کہ شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی ہے پہلے یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْہِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُہُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِہِمَا" تم سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں فرمادو ان دونوں میں بھاری گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع ہے۔ اور ان دونوں کا گناہ ان دونوں کے نفع سے بڑا ہے ــــ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا۔ اَللّٰہُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بیانا شافیا۔ اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان فرمادے۔ تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ "یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی"۔ اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ نشے کی حالت میں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نماز کے وقت میں ایک منادی پکارتا کوئی نشے میں مست نماز کے قریب نہ ہو۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا" اَللّٰہُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا"۔ اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان فرما۔ تو آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ تو شراب اور جوے کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔ کسی حال میں اس کے پینے کی اجازت نہیں۔

حدیث ۲۴۹۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دنیا میں شراب پیے اور توبہ نہ کرے تو آخرت

لَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِمَهَا فِى الْآخِرَةِ[1]

میں اس سے محروم رہے گا۔

تشریح ۲۴۹۶ بعض حضرات نے اس حدیث کی توجیہہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں جانے کے بعد بھی جنتی شراب طہور سے محروم رہے گا۔ لیکن صحیح توجیہہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے نہ بخشے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ پھر جنت میں آئے گا تو جنت کی تمام نعمتوں کی طرح شراب طہور بھی پئے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً ہی اسے بخش دے اور جہنم سے محفوظ رکھے تو بھی شراب طہور سے محروم نہ رہے گا۔ اور یہ وعید تغلیظا ہے۔ "حُرِمَهَا فِى الْآخِرَةِ" کنایہ ہے جہنم میں جانے سے یعنی شراب پینا استحقاقِ جہنم کا سبب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابٌ ان الخمر من العنب ص ۸۳۶ **خمر انگور ہی سے ہے۔**

توضیح امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خمر کا حقیقی معنی انگور کا وہ کچا پانی ہے جو جوش کھا جائے اور اس میں جھاگ آجائے، اس کے علاوہ دوسرے نشہ آور مشروبات بمعنی حقیقی خمر نہیں، ان پر باعتبار معنی عرفی خمر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں، ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ باب کا عنوان اسی معنی کی تائید کرتا ہے علامہ عینی نے جو نسخہ لیا ہے اس میں اَنَّ نہیں صرف یہ ہے "باب الخمر من العنب" اس میں دونوں احتمال ہیں۔ بابٌ کو تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور الخمر کو مرفوع تو ترجمہ یہ ہوگا کہ خمر انگور ہی سے ہے یہ ہمارے لیے مؤید ہے اور اگر بابُ کو مضاف پڑھا جائے اور الخمرِ کو کسرہ تو معنی یہ ہوں گے کہ انگور کے شراب کا بیان یہ جمہور کے قول کا مؤید ہوا۔ فتح الباری نے جو نسخہ لیا ہے اس میں "وغیرہ" زائد ہے اور اَنَّ نہیں۔ یوں ہے بابُ الخمرِ من العنب وغیرہ۔ یعنی اس کا بیان کہ شراب انگور وغیرہ سے ہوتا ہے۔ لیکن علامہ ابن حجر نے خود فرمایا کہ وغیرہ کی زیادتی صرف ابن بطال کی شرح میں ہے، اس کے علاوہ صحیح کے کسی نسخہ میں اور مستخرجات میں اور شروح میں نہیں۔ قسطلانی نے بھی عمدۃ القاری والا نسخہ لیا ہے۔ البتہ شرح میں فرمایا وفی نسخۃ ان الخمر من العنب۔

حدیث ۲۴۹۷ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِى عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر شراب حرام کی گئی جب حرام

[1] مسلم: اشربہ، نسائی: اشربہ ودلیمہ۔

حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِيْنَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ يَعْنِي بِالْمَدِيْنَةِ خَمْرَ
کی گئی تو ہم مدینے میں انگور کی شراب نہیں پاتے تھے مگر کم اور عام ہماری

الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيْلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ.
شراب بسر اور تمر تھی۔

تشریحات ۲۴۹۷ اس کے قبل بطریق نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے یہ روایت ہے کہ شراب حرام کی گئی اور مدینے میں اس میں سے کچھ نہ تھی۔ یہ ہماری مؤید ہے کہ خمر صرف انگور کے پانی کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ شراب کی تحریم کے وقت دوسری شرابیں موجود تھیں مراد یہی ہے کہ بمعنی حقیقی شراب اسی کو کہتے ہیں جو انگور کے کچے پانی سے بنائی جائے اور دوسری چیزوں کے شراب کو بمعنی مجازی شراب کہتے ہیں کھجور کے پھل کے پانچ درجے ہیں۔ پہلے کو طلع کہتے ہیں دوسرے کو خلال، تیسرے کو بلح، چوتھے کو بُسر اور پانچویں کو رُطب۔

بَابُ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ۔ شراب کی حرمت نازل ہوئی اور یہ بسر اور تمر سے ہے۔ ص ۸۳۶

حدیث ۲۴۹۸ حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ
بکر بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ
ان سے بیان کیا۔ شراب حرام کی گئی اور شراب اُس دن بُسر اور تمر کی تھی

بَابُ الْخَمْرِ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبِتْعُ

شراب شہد سے ہے اور یہ بِتْعٌ ہے۔ ص ۸۳۷

ف ۷۲۹ وَقَالَ مَعْنٌ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَّاعِ فَقَالَ
اور معن نے کہا میں نے مالک بن انس سے فقاع کے بارے میں پوچھا تو انہوں

إِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ.
نے فرمایا جب نشہ نہ لادے تو کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۲۹

"نقاع" ایک چوسنے کی چیز تھی جسے شام والے کھجور کے شیرے سے اور یمن والے منقیٰ سے بناتے تھے، کھجور کے شیرے کو یا انگور کو خوب کوٹ کر باریک کرکے کسی برتن میں بند کر دیتے تھے، دو ایک دن کے بعد برتن کا منھ کھول کر اسے چوستے تھے عام طور پر اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب برتن کا منھ کھولتے تو اس میں تیزی ہوتی اگر اس وقت اسے چوسیں تو نشہ آور ہے لیکن اگر برتن کا منھ کھول کر کچھ دیر اسے چھوڑ دیں تو اس کی تیزی نکل جائے تو نشہ آور نہیں۔

ت ۳۰

وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيُّ سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا لَا يُسْكِرُ لَا بَأْسَ بِهِ۔

اور ابن دراوردی نے کہا نقاع کے بارے میں ہم نے اہل مدینہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا نشہ نہیں لاتی اسمیں کوئی حرج نہیں

تشریحات ۳۰

ابن الدراوردی کا نام عبد العزیز ابن محمد تھا۔ یہ بھی معن بن عیسیٰ کی روایت ہے ان سے ــ ظاہر یہ ہے کہ دراوردی نے اپنے زمانہ میں اہل مدینہ کے فقہاء سے پوچھا تھا۔

حدیث ۲۴۹۹

أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَكَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبع کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ شہد کی شراب ہے جسے اہل یمن پیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ پینے کی چیز جو نشہ لائے حرام ہے۔

تشریحات ۲۴۹۹

ہمارا بھی صحیح مختار مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے جو نشہ لائے حرام ہے، اتنا بھی پینا حرام ہے جتنے سے نشہ نہ آئے اور اس کا قطرہ قطرہ پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ جس کا زیادہ نشہ لائے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى	حدیث ۲۵۰۰
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	
عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْتَبِذُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي	
نے فرمایا کہ کدو کے کھوکھلے برتن میں اور روغن زفت ملے ہوئے برتن میں نبیذ نہ بناؤ اور	
الْمُزَفَّتِ وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُلْحِقُ مَعَهُمَا الْحَنْتَمَ وَالنَّقِيْرَ	
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ ہرے گھڑے اور لکڑی کے کھوکھلے برتن کو بھی لاحق کرتے تھے۔	

تشریحات ۲۵۰۰ اس پر پوری بحث کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ انہیں برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی۔ ان میں نبیذ بنانے میں خطرہ تھا اس لیے منع فرمایا گیا۔ پھر بعد میں اجازت دے دی گئی۔

باب ما جاء فی الخمر ما خامر العقل من الشراب۔ ص ۸۳۷
اس بات کا بیان کہ خمر وہ پینے کی چیز ہے جو عقل کو زائل کر دے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰى مِنْبَرِ	حدیث ۲۵۰۱
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے	
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ (إلى ان قال)	
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا شراب کی حرمت نازل ہوئی	
وَثَلٰثَةٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا	
اور یہ پانچ چیزوں سے ہے۔ انگور اور چھوہارا اور گیہوں اور جو اور شہد، خمر وہ ہے	
حَتّٰى يَعْهَدَ إِلَيْنَا عَهْدًا الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَأَبْوَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ الرِّبَا قَالَ قُلْتُ	
جو عقل کو زائل کر دے۔ تین مسائل ایسے ہیں کہ میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے جدا نہ	

يَا أَبَا عَمْرٍو فَشَيْئٌ يُصْنَعُ بِالسِّنْدِ مِنَ الرُّزِّ قَالَ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى

ہوتے جب تک ان باتوں کی پوری وضاحت نہ فرمادیں۔ دادا اور کلالہ کی وراثت اور سود کی تفصیلات

عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْقَالَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ وَقَالَ

ابو حیان نے شعبی سے پوچھا اے ابو عمرو سندھ میں بعض لوگ چاولوں سے شراب بناتے ہیں فرمایا کہ وہ

حَجَّاجٌ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ مَكَانَ الْعِنَبِ الزَّبِيبِ.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں بنتی تھی یا یہ کہا کہ حضرت عمر کے دور خلافت میں نہ تھی۔

تشریحات ۲۵۰۱

اس حدیث کا ابتدائی حصہ سورۂ مائدہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مسائل کا ذکر فرمایا ایک دادا کا۔ دادا کے سلسلے میں تین اختلاف ہے۔ آیا وہ بھائی کو محجوب کرے گا یا بھائی اس سے محجوب ہوگا اور کتنی میراث پائے گا اس سلسلے میں صحابۂ کرام کے درمیان شدید اختلاف ہے یہاں تک کہ ابو عبید نے روایت کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دادا کے بارے میں ستر فیصلے سنے اور سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو جمع فرمایا تاکہ دادا کے بارے میں ایک قول پر اجماع کرلیں کہ چھت سے ایک سانپ گرا اور لوگ بھاگ گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ لوگ دادا کے بارے میں اختلاف رکھیں۔
دوسرا مسئلہ کلالہ کا ہے۔ کلالۃ! اسے کہتے ہیں جس کے نہ اولاد ہو نہ باپ، یہی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی حضرت زید وحضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل مدینہ واہل بصرہ واہل کوفہ کا مذہب ہے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو اگرچہ اس کے باپ ہوں۔ قرآن مجید میں صرف یہ ہے "يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ [1]" اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکے میں اس کی بہن کا آدھا ہے"۔ آیت میں کلالہ کی صرف تفسیر یہ کی "لیس لہ ولد" اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر باپ ہو تو بھی وہ کلالہ ہے لیکن چونکہ مفہوم مخالف معتبر نہیں اس لیے یہ یقینی نہیں اسی بنا پر اس کے بارے میں شدید اختلاف ہوا۔

[1] مائدہ آیت ۱۷۶۔

اسی طرح سود کی پوری تفصیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی صرف چھ چیزوں کے بارے میں فرمایا اس میں سود ہے، سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور اور نمک۔ اس کے علاوہ بقیہ چیزوں میں سود ہے یا نہیں اور ہے تو اس کی بنیاد کیا ہے یہ بیان نہیں فرمایا۔ اسی لیے سود کے بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے جس کی قدرے تفصیل ہم "ربا" کے بیان میں کر چکے ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ۔ جو شخص شراب کو حلال جانے اور بدل کر اس کا نام کچھ اور رکھے۔ ص ۸۳۷

حدیث ۲۵۰۲

حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ وَاللَّهِ مَا كَذَبَنِي

حضرت عبد الرحمن بن غنم اشعری نے کہا کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ

بیان کی بخدا انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ

میری امت میں کچھ قومیں ہوں گی جو شرمگاہ اور ریشمی کپڑا اور شراب اور باجے کو حلال جانیں گی

عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ تَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَتِهِ

اور پہاڑ کے دامن میں کچھ لوگ رہیں گے اور شام کو جب اپنے مویشیوں کا ریوڑ لیکر واپس ہوں گے

فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ

تو ان کے پاس ایک محتاج اپنی ضرورت کے لیے آئے گا تو کہیں گے لوٹ جا کل آنا رات میں اللہ تعالیٰ

آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔

ان پر پہاڑ گرا دے گا اور باقی ماندہ لوگوں کو بندر اور سؤر بنا دے گا قیامت تک ایسے ہی رہیں گے۔

تشریحات ۲۵۰۲

"حِر" کے معنی شرمگاہ کے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ زنا کو حلال جانیں گے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں بھی جزوی طور پر مسخ ہوگا اور یہ دوسری بہت سی حدیث سے ثابت ہے۔

بَابُ تَرْخِيصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجازت دینا کچھ برتنوں کے استعمال کی ممانعت کے بعد۔ صف ۸۳۷

حدیث ۲۵۰۳

عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الظُّرُوفِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهَا قَالَ فَلَا إِذًا[1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ برتنوں سے منع فرمایا تو انصار نے کہا یہ برتن ہمارے لیے ضروری ہیں۔ تو فرمایا اب نہیں۔

تشریح ۲۵۰۳

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ دو چار جن برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت تھی وہ سدِّ ذریعہ کے لیے تھی۔

حدیث ۲۵۰۴

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَسْقِيَةِ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُزَفَّتِ[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتنوں سے منع فرمایا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہر شخص دوسرا برتن نہیں پاتا تو حضور نے انہیں اس گھڑے کی اجازت دی جس پر روغن زفت نہ ملا گیا ہو۔

حدیث ۲۵۰۵

عَنِ الْحٰرِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نَهَى

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] ابوداؤد: اشربہ۔ ترمذی: اشربہ۔ نسائی: اشربہ۔

[2] مسلم: ابوداؤد: اشربہ۔ نسائی: اشربہ وولیمہ۔

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ [۱]

نے کدو کے کھو کھلے برتن اور روغن زفت ملے ہوئے گھڑے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۵۰۶

عَنْ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ قُلْتُ لِلْأَسْوَدِ هَلْ سَأَلْتَ عَائِشَةَ

ابراہیم بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ میں نے اسود سے کہا کہ کیا آپ نے حضرت ام المومنین

أُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَمَّا یُکْرَہُ أَنْ یُّنْتَبَذَ فِیْہِ فَقَالَ نَعَمْ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا؟ کن برتنوں میں نبیذ بنانا ناپسند ہے اسود نے کہا ہاں میں نے پوچھا

قُلْتُ یَا أُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ مَا نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنْ

تھا تو ام المومنین نے فرمایا کہ حضور نے ہم اہل بیت کو دُبا اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

یُّنْتَبَذَ فِیْہِ قَالَتْ نَھَانَا أَھْلَ الْبَیْتِ أَنْ نَّنْتَبِذَ فِی الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ قُلْتُ أَمَا

میں نے کہا آپ نے جر اور حنتم کو ذکر نہیں کیا تو اسود نے کہا میں تم سے وہی بیان

ذَکَرَتِ الْجَرَّ وَالْحَنْتَمَ قَالَ إِنَّمَا أُحَدِّثُکَ مَا سَمِعْتُ أَفَأُحَدِّثُکَ مَا لَمْ أَسْمَعْ [۲]

کروں گا جو میں نے سنا کیا تم سے وہ بھی بیان کروں جو نہیں سنا۔

حدیث ۲۵۰۷

حَدَّثَنَا الشَّیْبَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ أَبِیْ أَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرے

قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرِّ الْأَخْضَرِ قُلْتُ أَیُشْرَبُ فِی الْأَبْیَضِ قَالَ لَا [۳]

گھڑے سے منع فرمایا میں نے کہا کیا سفید میں پیا جائے؟ فرمایا نہیں؟

تشریحات ۲۵۰۷

قلت سے مراد شیبانی ہیں اور قال کے فاعل حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ شیبانی نے حضرت عبداللہ

---

۱ مسلم: نسائی: اشربہ۔ ۲ مسلم: نسائی: اشربہ۔

۳ نسائی: اشربہ۔

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور نے ہرے گھڑے میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے تو کیا ہم سفید میں پئیں؛ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حکم رنگ پر دائر نہیں۔ جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی ابتدا میں ان سب برتنوں سے منع فرمایا اور جب شراب کی حرمت دل نشیں ہوگئی اور لوگوں کی طبیعتوں میں شراب سے نفرت پیدا ہو چکی تو ہر برتن کے استعمال کی اجازت ہوگئی۔

بَابُ الْبَاذِقِ وَمَنْ نَهَى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِّنَ الْأَشْرِبَةِ۔ باذق کا بیان اور جس نے ہر پینے والی نشہ آور سے منع کیا۔ ص ۸۳۸

ت ۷۳۱	وَرَأَى عُمَرُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَمُعَاذٌ شُرْبَ الطِّلَاءِ عَلَى الثُّلُثِ۔
	حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے طلاء کو جائز جانا یعنی جسے اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی رہ جائے۔

تشریحات ۷۳۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو امام مالک نے مؤطا میں محمود بن لبید انصاری کے طریقے سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام میں تشریف لائے تو لوگوں نے وہاں کے وبا کی شکایت کی اور انہوں نے کہا کہ وبا کا علاج صرف یہ مشروب ہے تو فرمایا کہ شہد پیو تو لوگوں نے عرض کیا شہد اس کا علاج نہیں۔ وہاں کے باشندوں میں سے ایک شخص نے کہا، ہم ایسا مشروب بنا دیں جس میں نشہ نہ ہو فرمایا بناؤ تو انہوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل گیا اور ایک تہائی رہ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے انہوں نے اس میں انگلی ڈال کر اٹھایا تو شیرہ کی طرح انگلی میں چمٹا رہا تو فرمایا کہ یہ اونٹ پر ملے جانے والے طلاء کے مثل ہے۔ تو حضرت عمر نے انہیں حکم دیا کہ پیو پھر فرمایا جو چیز حرام ہے اسے میں حلال نہیں کر سکتا۔

حضرت ابو عبیدہ اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابو مسلم کجی اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے بطریق قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل اور ابو طلحہ طلاء پیتے تھے یعنی پکا کر جس کے دو تہائی کو جلا دیا گیا ہو اور ایک تہائی باقی ہو۔

ت ۷۳۲	وَشَرِبَ الْبَرَاءُ وَأَبُو جُحَيْفَةَ عَلَى النِّصْفِ۔
	حضرت براء اور حضرت ابو جحیفہ نے اسے پیا جسے آدھا جلا دیا گیا ہو اور آدھا بچ رہا ہو۔

ت ۳۴۷ — وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَشْرَبُ الْعَصِیْرَمَا دَامَ طَرِیًّا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انگور کے شیرے کو پیوں گا جب تک تازہ ہے یعنی اسمیں جوش نہ آئے جھاگ نہ آئے

ت ۳۴۷ — وَقَالَ عُمَرُ وَجَدْتُ مِنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ رِیْحَ شَرَابٍ وَاَنَا سَائِلٌ عَنْہُ فَاِنْ کَانَ یُسْکِرُ جَلَدْتُّہٗ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے عبید اللہ کے منھ میں شراب کی بو پائی ہے میں اس کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ لاتی ہے تو میں اسے کوڑے ماروں گا۔

تشریحات ۳۴۷

عبید اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اس تعلیق کو امام مالک نے بطریق مالک حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں (عبید اللہ) کے منھ سے شراب کی بو پائی ہے حضرت عمر نے گمان کیا کہ انہوں نے طلاء پی تھی فرمایا وہ جو پیتا ہے اس کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ آور ہے تو اسے حد ماروں گا۔ پھر حضرت عمر نے ان پر حد جاری فرمائی۔

اس اثر کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں جو طلائے مثلث پینے کی اجازت دی تھی وہ اس شرط کے ساتھ تھی کہ نشہ نہ لائے اسی روایت کے ابتداء میں یہ ہے کہ میں ایسی شراب بناؤں گا جو نشہ نہیں لاتی اور اس روایت میں یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے عبید اللہ نے طلاء پی تھی مگر وہ چونکہ نشہ آور تھی اس لیے ان پر حد جاری فرمائی۔ منھ سے شراب کی بو آنے سے بلکہ قئی میں شراب گرنے سے بھی حد قائم کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ شرابی اقرار کرے وہ بھی ہوش میں آنے کے بعد اس حالت میں اقرار کرے کہ اس کے منھ میں شراب کی بو موجود ہو۔ محض بو پر حد اس لیے نہیں کہ بہت سی چیزوں کی بو ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں اور شراب قئی کرنے پر اس لیے نہیں کہ ہو سکتا ہے اس نے لاعلمی میں پی ہو یا جبرًا پی ہو یا ایسی غذائیں کھائی ہوں کہ پیٹ میں جانے کے بعد شراب کے رنگ سے بدل گئی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض بو پر حد نہیں قائم فرمائی تھی بلکہ ان سے پوچھا تھا جب پینے کا اقرار کیا تو حد قائم کی جیسا کہ امام عبد الرزاق نے بطریق معمر جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ میں نے عبید اللہ سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ طلاء تھا جس کے بارے میں اور لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ نشہ لاتا ہے۔

حدیث ۲۵۰۸

عَنْ اَبِی الْجُوَیْرِیَۃِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ الْبَاذِقِ فَقَالَ سَبَقَ مُحَمَّدٌ اِلْبَاذِقَ فَمَا اَسْکَرَ فَھُوَ حَرَامٌ قَالَ الشَّرَابُ الْحَلَالُ الطَّیِّبُ قَالَ لَیْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ الطَّیِّبِ اِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِیْثُ ۔

ابوالجویریہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باذق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باذق سے پہلے اس کا حکم بیان فرمادیا۔ جو نشہ لائے وہ حرام ہے۔ فرمایا حلال شراب پاک ہے اور حلال طیب کے بعد صرف حرام خبیث ہے۔

تشریحات ۲۵۰۸

باذق ایک قسم کی شراب تھی جو شہد سے بنائی جاتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی شراب کا نام باذق نہیں تھا، اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

باذق کے وجود سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم بیان فرمادیا کہ وہ حرام ہے کیونکہ وہ نشہ آور ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاعدۂ کلیہ بیان فرمادیا۔ جو نشہ لائے وہ حرام ہے۔

بَابُ مَنْ رَاٰی اَنْ لَا یَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ اِذَا کَانَ مُسْکِرًا وَاَنْ لَا یَجْعَلَ اِدَامَیْنِ فِیْ اِدَامٍ۔ صفہ ۸۳۸

بسر اور تمر کے ملانے کو جس نے جائز نہیں جانا جبکہ وہ نشہ آور ہو اور یہ کہ دو برتنوں کو ایک برتن میں نہ کیا جائے۔

حدیث ۲۵۰۹

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرًا یَقُوْلُ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَالرُّطَبِ ۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقیٰ اور چھوہارے اور ادھ پکی کھجور اور تازہ کھجور سے منع فرماتے تھے۔

تشریحات ۲۵۰۹

مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو اکٹھا برتن میں رکھکر نبیذ نہ بنائی جائے۔

ع۵ مسلم، نسائی اشربہ۔

حدیث ۲۵۱۰	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ نَھَی النَّبِیُّ
	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجْمَعَ بَیْنَ التَّمْرِ وَالزَّھْوِ وَالتَّمْرِ
	نے پکی اور ادھ پکی کھجوروں نیز کھجوروں اور منقیٰ کے شیرے کو ملانے سے
	وَالزَّبِیْبِ وَلْیُنْبَذْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عَلٰی حِدَۃٍ ع
	منع فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کی نبیذ علیحدہ علیحدہ بنائی جائے۔

تشریحات ۲۵۱۰ دو قسم کی چیزوں کو مثلاً کھجور اور منقیٰ کو ایک برتن میں رکھ کر نبیذ بنانے کی ممانعت تنزیہی ہے اور یہ ممانعت یا تو اس بنا پر ہے کہ اس میں جلد نشہ آجاتا ہو اور نبیذ بنانے والے کو پتہ نہ چلے اور پی جائے جیسا کہ امام محمد نے کتاب الآثار میں ابن زیاد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں افطار کیا۔ انہوں نے ان کو ایک مشروب پلایا۔ اس مشروب نے ان پر کچھ اثر کر دیا صبح کو ابن زیاد ابن عمر کے پاس گئے اور کہا یہ کیسا مشروب تھا کہ میں گھر تک راستہ نہیں پاتا تھا تو ابن عمر نے فرمایا اس میں اور کچھ نہیں تھا صرف عجوہ اور منقیٰ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر دو پھلوں کو ملا کر نبیذ بنانا حرام ہوتا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کبھی نہیں کرتے، نیز اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اس میں نشہ آگیا ہے تو انہیں کبھی نہیں پلاتے، اس سے ثابت ہو گیا کہ جمع سے ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے ہے کہ کہیں جلد نشہ نہ آجائے ورنہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منقیٰ اور چھوہارا ملا کر نبیذ بناتیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پلاتیں۔

بعض متعصبین معاندین نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس بناء پر طعن کیا ہے کہ انہوں نے دو پھلوں کو ملا کر ایک برتن میں نبیذ بنانے کو جائز کہا ان کا یہ طعن اس باب کی تمام احادیث سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔

بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِیْنَ صفحہ ۸۳۸

دودھ پینے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اس میں سے ہم لید اور خون کے درمیان سے پلاتے ہیں تم کو خالص دودھ۔ جو پینے والوں کے لیے خوش گوار ہے۔

ع مسلم، ابوداؤد، اشربہ، نسائی ولیمہ۔

توضیح بخاری کے بعض اہم نسخوں میں یہاں یہ ہے۔ یخرج من بین فرث ودم حالانکہ یہاں یخرج نہیں بلکہ نسقیکم مما فی بطونہ۔

دوسری آیت میں شہد کے بارے میں ہے یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہا یہ غلطی حضرت امام بخاری سے نہیں ہوئی ہے بعد کے کسی ناسخ نے اضافہ کر دیا ہے۔

حدیث ۲۵۱۱

سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ یَذْکُرُ اُرَاہُ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوحمید ایک انصاری نقیع سے
تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ اَبُوْ حُمَیْدٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ النَّقِیْعِ
ایک برتن میں دودھ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو نبی صلی اللہ
بِاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو ڈھانک کیوں نہیں لیا ایک
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا خَمَّرْتَہٗ وَلَوْ اَنْ تَعْرِضَ عَلَیْہِ عُوْدًا؏
لکڑی ہی اس پر رکھ لیتے۔

تشریحات ۲۵۱۱ نقیع مدینہ طیبہ سے بیس فرسنگ کے فاصلے پر وادی عقیق میں ایک جگہ کا نام ہے۔

بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ صفحہ ۸۳۹ دودھ کو پانی کے ساتھ ملا کر پینا۔

حدیث ۲۵۱۲

عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی
تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے یہاں تشریف لائے اور حضور کے ساتھ
رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَہٗ صَاحِبٌ لَّہٗ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضور کے ایک دوست تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان انصاری سے

؏ مسلم: اشربہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا

فرمایا اگر تیرے پاس ایسا پانی ہو جو اس رات کو مشک میں رہا ہو تو لا ورنہ ہم

كَرَعْنَا قَالَ وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

چلو سے پی لیں گے اور وہ انصاری اپنے باغ میں پانی چلا رہے تھے۔ ان صاحب نے

عِنْدِي مَاءٌ بَائِتٌ فَانْطَلِقْ إِلَى الْعَرِيشِ قَالَ فَانْطَلَقَ بِهِمَا فَسَكَبَ فِي

عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس باسی پانی ہے چھپر میں تشریف لے چلیں۔ ان دونوں

قَدَحٍ ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ قَالَ فَشَرِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرات کو انصاری لے گئے ایک پیالے میں پانی انڈیلا پھر اس پر اپنی بکری کا دودھ دوہا اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر ان صاحب نے پیا جو حضور کے ساتھ آئے تھے۔ ع۵

تشریحات ۲۵۱۲ جن انصاری کے یہاں حضور تشریف لے گئے تھے ان کا نام ابوالہیثم بن تیہان تھا اور ساتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کرع کے معنی ہیں حوض یا نالی میں منھ سے پانی پینا۔ بعض احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک گڑھے پر گزرے اور ہم اس میں منھ ڈال کر پینے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، منھ ڈال کر پانی مت پیو اپنے ہاتھوں کو دھو لو پھر پیو۔ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے اور حضور کا فعل بیان جواز کے لیے ہے۔

بَابُ شُرْبِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ. حلوا اور شہد کا پینا۔

صفہ ۸۴۰

توضیح آج کل جو حلوا بنایا جاتا ہے یہ اس زمانے میں عرب میں رائج نہ تھا۔ نیز حلوا پیا بھی نہیں جاتا ہے بلکہ کھایا جاتا ہے۔ اس لیے باب میں حلوا سے مراد کوئی بھی میٹھا مشروب ہے خواہ وہ کھجور وغیرہ کی نبیذ ہو یا کچھ اور۔ بشرطیکہ اس میں جوش

ع۵ ابوداؤد، ابن ماجہ: اشربہ: وبخاری ثانی ایضاً فی الباب الآتی (ی باب الکرع فی الحوض صفہ ۸۴۰

نہ آیا ہو۔ ابن تین نے داؤدی سے نقل کیا کہ حلوا سے مراد وہ پانی ہے جس میں کھجور ڈال کر میٹھا بنا لیا گیا ہو۔

ت ۷۳۵	وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةٍ تَنْزِلُ لِأَنَّهُ
	اور زہری نے کہا انسانوں کا پیشاب پینا حلال نہیں کسی بھی ضرورت کے وقت

رِجْسٌ قَالَ اللهُ تَعَالَى أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ.

اس لیے کہ وہ ناپاک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں۔

تشریحات ۷۳۵ اس تعلیق کے یہاں ذکر کرنے پر یہ شبہ وارد کیا گیا ہے کہ باب تو باندھا ہے حلوا اور شہد پینے کا اور تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں۔ بظاہر یہ شبہ بہت قوی ہے لیکن باب کا تعلق اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ سے ہے جب پاک چیزیں حلال کی گئیں ہیں تو حلواء اور شہد بھی پاک ہے تو وہ بھی حلال ہے۔

اس تعلیق میں یہ ہے کہ کسی بھی شدت کے وقت انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں یہ اپنے عموم کے اعتبار سے مخمصہ و حالت اکراہ کو بھی شامل ہے حالانکہ حالت اکراہ اور مخمصہ بنص قرآن مستثنیٰ ہیں۔

اقول وھو المستعان! لامحالہ شدۃ میں تخصیص کرنی پڑے گی مثلاً بیماری وغیرہ حرام سے علاج جائز ہے یا نہیں اس کی بحث گزر چکی۔

ت ۷۳۶	وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي السَّكَرِ إِنَّ اللهَ لَمْ
	اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ نے تمہاری

يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

شفا حرام میں نہیں پیدا کی ہے۔

تشریحات ۷۳۶ اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ابو وائل نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص بیمار ہوا جن کا نام خثیم بن ابی عداء تھا ان کے پیٹ میں ایک بیماری ہو گئی تھی جس کو صِفر کہا جاتا تھا کسی نے سکر پینے کو کہا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھوایا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اللہ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی ہے۔

"سکر" سے مراد کیا ہے اس میں اختلاف ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد شراب ہے اور

کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد چھوہارے کی نبیذ ہے جب جوش کھا جائے اور اس میں نشہ آجائے۔
قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا" (النحل ع۹) اور ہم بناتے ہیں کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ تم اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق۔ اس آیت میں کچھ لوگوں نے کہا کہ سکر سے مراد شراب ہے۔ اور یہ آیت شراب کے حرام ہونے سے پہلے نازل ہوئی مگر صحیح یہی ہے کہ اس سے مراد ایسی نبیذ ہے جس میں نشہ نہ ہو اور رزق حسن سے مراد سرکہ اور رُبّ وغیرہ ہے۔
اس اثر کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ سکر بھی ایک میٹھا مشروب ہے۔ لیکن جب اس میں نشہ آجائے تو حرام ہے۔ حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ باب میں حلوا سے مراد ایسا میٹھا مشروب ہے جس میں نشہ نہ ہو۔

بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا صفحہ ۸۴۰ — کھڑے ہو کر پینے کا حکم

حدیث ۲۵۱۳ — سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحَبَةِ الْكُوفَةِ حَتَّى حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ۔ علہ

نزال بن سبرہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں لوگوں کی ضرورتوں کے لیے بیٹھے یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا پھر پانی لایا گیا اُسے پیا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور آدم نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا پھر کھڑے ہوئے۔ اور بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا پھر فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو ناپسند کرتے ہیں اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ویسے ہی کیا جیسے میں نے کیا۔

تشریحات ۲۵۱۳ — حوائج، یہ حاجت کی جمع ہے بغیر قیاس۔ قیاس کے مطابق اس کی جمع حاجات اور حاج آنی چاہیئے۔ اصمعی نے کہا کہ یہ مولد ہے یعنی نو ایجاد ہے۔

علہ ابوداؤد: اشربہ، نسائی: طہارت۔

ذَکَرَ رَأْسَہٗ یعنی اس حدیث کے راوی آدم کو کچھ توقف تھا کہ سر اور پاؤں کو بھی دھویا یا نہیں یہاں روایتیں بہت مضطرب آئیں ہیں۔ نسائی میں بطریق "بہز" یہ ہے کہ اس سے ایک چلو لیا اور اپنے چہروں اور بازوؤں اور سر اور پاؤں کو مسح کیا ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھ کو دھویا اور اپنے سر اور پاؤں پر مسح کیا۔ اور بطریق اعمش میں ہے کہ اپنے ہاتھوں کو دھویا اور کلی کیا اور ناک میں پانی ڈالا۔ اور اپنے چہروں اور بازوؤں اور سر پر مسح کیا۔ اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اپنے چہرے اور سر اور پاؤں پر مسح کیا۔

حقیقت میں یہ وضو نہیں تھا بلکہ تبرید یا تنظیف کے لیے تھا جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ اس کا وضو ہے جسے حدث نہ ہوا ہو صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینا منع ہے جیسا کہ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا پوچھا گیا کھانا فرمایا یہ زیادہ سخت ہے[عہ] صرف زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا استثناء ہے۔ ان دونوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا افضل ہے اور بعض احادیث میں جو مذکور ہے بیان جواز کے لیے ہے۔

بَابُ اِخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ ص۸۴۱ مشک کا منھ پھاڑ کر موڑ کر اس کے منہ سے پانی پینا۔

حدیث ۲۵۱۴

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَۃِ یَعْنِیْ اَنْ تُکْسَرَ اَفْوَاھُھَا فَیُشْرَبَ مِنْھَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشک کا منھ پھاڑ کر موڑ کر اس کے منھ سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

تشریحات ۲۵۱۴

مطلب یہ ہے کہ اس کا خطرہ رہتا ہے کہ تری یا ٹھنڈک کی وجہ سے مشک کے منھ میں سانپ یا کوئی کیڑا وغیرہ ہو، اس لیے پانی پینے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لینا چاہئیے۔ ابن ماجہ اور حاکم اور مستدرک میں سلمہ بن وہرام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکوں کا منھ پھاڑ کر موڑ کر پانی پینے سے منع فرمایا ایک صاحب ممانعت کے بعد رات میں مشک سے پانی پینے کے لیے کھڑے ہوئے اور مشک کا منھ پھاڑ کر موڑا تو اس سے سانپ نکلا اختناث کی تفسیر بالامدرج ہے اور امام زہری کا قول ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں

عہ جلد ثانی: باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما منذ۔ عہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اشربہ۔

ابن ابی ذئب سے لفظ یعنی کے حذف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز اس کے بعد جو روایت ہے وہ بھی صرف اختناث الاسقیہ تک ہے اور اس کے بعد امام بخاری نے معمر وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس کے معنی مشک کے منھ کو پھاڑ کر اس سے پانی پینا ہے۔

بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ ص ۸۴۱ مشک کے منھ سے پینا۔

حدیث ۲۵۱۵	قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشْيَاءَ قِصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ
	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
	رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ
	تعالیٰ علیہ وسلم نے مشک کے منھ سے پینے سے منع فرمایا اور اس سے منع فرمایا کہ
	فَمِ الْقِرْبَةِ أَوِ السِّقَاءِ وَأَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ عہ
	اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع کرنے۔

تشریحات ۲۵۱۵ قربۃ صرف اس مشک کو کہتے ہیں جو پانی کے لیے استعمال ہو اور سقاء ہر اس مشک کو کہتے ہیں جس میں پانی رکھا جاتا ہو یا دودھ، یہ دونوں ممانعت تنزیہی ہے۔

حدیث ۲۵۱۶	عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ
	النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ۔
	علیہ وسلم نے مشک کے منھ سے پینے سے منع فرمایا۔

بَابُ الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ ص ۸۴۱ دو یا تین سانس میں پینا

حدیث ۲۵۱۷	أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ
	انس رضی اللہ عنہ دو یا تین سانس میں پانی پیتے تھے اور گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ
	أَوْ ثَلَاثًا وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا عہ
	علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے۔

عہ ابن ماجہ اشربہ عہ مسلم ترمذی اشربہ نسائی ولیمہ ابن ماجہ اشربہ۔

تشریحات ۲۵۱۷

مراد یہ ہے کہ برتن سے منھ ہٹا کر تین سانس میں پانی پیا جائے۔ یہ مراد نہیں کہ برتن ہی میں منھ لگائے لگائے سانس لی جائے اس لیے کہ کتاب الطہارت میں حدیث گزری جسے امام بخاری نے اس کے قبل یہاں بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پیو تو برتن میں سانس نہ لو۔

بَابُ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ ص ۸۴۱ چاندی کے برتن کا بیان۔

حدیث ۲۵۱۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اِنَاءِ الْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَہَنَّمَ ؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ گھسیڑتا ہے۔

بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰنِیَتِہٖ ص ۸۴۲ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیالے اور حضور کے برتنوں سے پینا۔

ت ۲۳۷

وَقَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ اَلَا اَسْقِیْكَ فِیْ قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ۔

ابو بردہ نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن سلام نے کہا کیا میں تم کو اس پیالے میں نہ پلاؤں جسمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیا ہے۔

تشریحات ۲۳۷

امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیالے سے پیا اور حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ پیالہ عبد اللہ ابن سلام ہی کا رہا ہو جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی پیا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام بخاری کو کسی ذریعے سے معلوم

رہا ہو کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک تھا جو حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔

حدیث ۲۵۱۹

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنَ الْعَرَبِ (الىٰ ان قال) فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثُمَّ قَالَ اسْقِنَا يَا سَهْلُ فَأَخْرَجْتُ لَهُمْ هٰذَا الْقَدَحَ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ قَالَ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دن آئے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھے، حضور بھی اور حضور کے صحابہ بھی پھر فرمایا۔ اے سہل پلاؤ! تو میں ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور میں نے ان کو اس میں پلایا۔ پھر سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس سے پیا پھر عمر بن عبدالعزیز نے یہ پیالہ ان سے مانگ لیا تو حضرت سہل نے ان کو دے دیا۔

۲۵۱۹ تشریحات

اس حدیث کا ابتدائی حصہ کتاب الطلاق صفحہ ۷۹ پر گزر چکا ہے جس میں جُوَینیہ کا قصہ مذکور ہے۔ اخیر میں جو ہے کہ سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا یہ راوی ابو حازم کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیالے میں ہمیں بھی پانی پلایا۔

حدیث ۲۵۲۰

عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ

عاصم احول نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیالہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دیکھا ہے وہ ٹوٹ گیا تھا تو چاندی کے تار سے

فَسَلْسَلَهُ بِفِضَّةٍ قَالَ وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نُضَارٍ قَالَ قَالَ

انھوں نے باندھا تھا عاصم نے کہا کہ وہ پیالہ بہت عمدہ چوڑا اور بہترین

أَنَسٌ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْقَدَحِ

لکڑی کا تھا۔ عاصم نے کہا کہ حضرت انس نے فرمایا کہ میں نے اس پیالے میں

أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِنَّهُ كَانَ فِيهِ حَلْقَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گنت مرتبہ پلایا ہے عاصم نے

مِنْ حَدِيدٍ فَأَرَادَ أَنَسٌ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ

کہا کہ ابن سیرین نے کہا اس کے گرد لوہے کا ایک حلقہ تھا حضرت انس

فَقَالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

نے چاہا کہ اس کے گرد سونے یا چاندی کا حلقہ لگوائیں تو حضرت ابو طلحہ نے ان سے فرمایا جس چیز کو رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكَهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنایا ہے اس کو ہرگز نہ بدلو چنانچہ حضرت انس نے بدلنے کا

ارادہ چھوڑ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المرضیٰ ص ۸۴۳

بَابُ مَاجَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ وَ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَبِهٖ. ص ۸۴۳

اس بات کا بیان کہ بیماری کفارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جو برائی کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔

توضیح کفارہ کا مادہ کفر ہے جس کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ کفارہ صفت کا صیغہ مبالغہ کے لیے ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہے جیسے شجرُ الاراک۔ یا اضافت بمعنی فیہ ہے یعنی وہ کفارہ جو بیماری میں ہے یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی وہ مرض جو کفارہ ہے۔

آیۂ کریمہ اپنے عموم کے لحاظ سے جس طرح آخرت کی سزا پر مشتمل ہے اسی طرح دنیاوی ابتلاء اور مصائب کو بھی شامل ہے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں پر اپنے فضل کی بناء پر گناہوں کے کفارے کے لیے مرض یا اور کوئی افتاد نازل فرما دیتا ہے جیساکہ آنے والی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث ۲۵۲۱

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُصِيْبَةٍ تُصِيْبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا عَنْهُ حَتّٰى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا۔ عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چبھے۔

عہ مسلم، ترمذی۔

تشریح ۲۵۲۱

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، مسلمان کو کانٹا یا اس سے اوپر کچھ اور بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ مٹاتا ہے ـــ اصابہ کا مصدر مصیبۃ ہے جس کے معنی تیر سے مارنا ہے پھر عرف میں ہر افتاد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ امام راغب نے کہا کہ "اصابہ" خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنْ تصبك حسنة تسوء هم وان تصبك مصيبة.

علامہ کرمانی نے فرمایا لغت میں مصیبت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان پر نازل ہو خیر ہو یا شر اور عرف عام میں ناگوار بات کے اترنے کو کہتے ہیں۔

حدیث ۲۵۲۲

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا اَذًی وَلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ۔[1]

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو بھی دکھ اور بیماری یا تکلیف یا پریشانی اور رنج اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چبھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

تشریحات ۲۵۲۲

"نَصَب" بمعنی تکان کے ہیں۔ وَصَبٌ کے معنی بیماری۔ هَمٌّ۔ آئندہ کے خطرے سے جو اذیت ہو۔ حَزَن۔ ماضی میں کسی تکلیف کے پہنچنے سے جو اذیت ہو اَذًی۔ غیر کی زیادتی سے اسے جو تکلیف پہنچے۔ غم۔ ایسی بات جس سے دل تنگ ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے ھم، اسے کہتے ہیں جو آئندہ کے خطرے سے پیدا ہو۔ اور غم وہ تکلیف ہے جو کسی چیز کے حاصل ہونے سے دل کو عارض ہو اور حزن کسی پسندیدہ چیز کے ضائع ہونے سے پیدا ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ھم اور حزن کے ایک ہی معنی ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ ھم تمام تکالیف کو کہتے ہیں۔

حدیث ۲۵۲۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِیْئُهَا الرِّیْحُ مَرَّةً وَ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی مثال کھیتی کے پودے کی طرح ہے ہوا اسے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھی کر دیتی ہے اور منافق کی

[1] مسلم: ادب۔ ترمذی: جنائز۔

نَعْدِلُهَا مَرَّةً وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْاَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَافُهَا

مثال صنوبر کی ہے جو سیدھا کھڑا رہتا ہے

مَرَّةً وَاحِدَةً وَقَالَ زَكَرِيَّا حَدَّثَنِيْ سَعْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ عَنْ

یہاں تک کہ ہوا اسے ایک ہی دفعہ

اَبِيْهِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

اکھاڑ پھینکتی ہے۔

تشریحات ۲۵۲۳

خامہ" کھیتی کے ڈنٹھل کو کہتے ہیں جو شروع شروع زمین سے اگتا ہے۔
تِفِيَاءُ:۔ اس کا مادہ ف، یاء، ء ہے فَاءَ يَفِيءُ فَيْئًا. ضرب یضرب سے آتا ہے اس کے معنی لوٹنے کے یا لوٹانے کے ہیں۔ یہاں مراد جھکانا ہے۔ ایک دیہاتی نے ایک بچے سے پوچھا تیرا باپ کہاں گیا۔ اور کب آئے گا۔ تو اس نے کہا فَاءَ اَبِيْ اِلَى الْفَيْءِ فَاِذَا يَفِيْءُ الْفَيْءُ يَفِيْءُ فَيْئًا۔ میرا باپ جنگل میں گیا ہے جب سایہ ڈھلے گا تو لوٹ کر آئے گا۔

الْاَرْزَةِ:۔ ہمزہ کو فتحہ راء کو سکون زاء کو فتحہ۔ صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مومن کبھی خوش حال رہتا ہے اور کبھی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور منافق عموماً خوش حال ہوتے ہیں۔ زمانے کی گردش سے اس پر اثر نہیں پڑتا۔ اس میں منافق ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو اس کے بعد آرہی ہے فاجر ہے اور مسلم کی روایت میں کافر ہے۔

حدیث ۲۵۲۴

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ

علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیتی کے پودے کے مثل ہے کہ اسے ہوا آتی ہے تو

حَيْثُ اَتَتْهَا الرِّيْحُ كَفَأَتْهَا فَاِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ وَالْفَاجِرُ كَالْاَرْزَةِ

جھکا دیتی ہے اور جب سیدھا ہو جاتا ہے تو بلا ٹیڑھا کر دیتی ہے اور فاجر صنوبر کے

صَمَّاءُ مُعْتَدِلَةً حَتّٰى يَقْصِمَهَا اللّٰهُ اِذَا شَاءَ[2]

مثل ہے ٹھوس سیدھا یہاں تک کہ اللہ جب چاہتا ہے اسے توڑ دیتا ہے۔

[1] مسلم: توبہ۔ نسائی: طب۔ [2] التوحید: بَابٌ فِي الْمَشِيْئَةِ وَالْاِرَادَةِ۔ ص ۱۱۱۲۔

تشریح ۲۵۲۴ کتاب التوحید میں یہ ہے "مومن کی مثال کھیتی کے پودے کے مثل ہے اس کا پتا نکلتا ہے جب ہوا آتی ہے تو جھکا دیتی ہے اور جب ہوا رک جاتی ہے تو سیدھا ہو جاتا ہے اور ایسے ہی مومن بلاء کا شکار ہوتا رہتا ہے نیز وہاں فاجر کے بجائے کافر ہے جو اس کی دلیل ہے کہ یہاں فاجر سے مراد کافر ہے۔

حدیث ۲۵۲۵

سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ اَبَا الْحُبَابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے
يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ[1]
آزمائش میں ڈالتا ہے۔

۲۵۲۵ تشریح یُصِبْ: معروف یاء کو ضمہ صاد کو کسرہ۔ یہی اکثر کی روایت میں ہے ابن جوزی نے کہا میں نے ابن الحباب سے سنا کہ صاد کو فتحہ ہے اور یہ زیادہ بہتر اور مناسب ہے کہ اس میں ابتلاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ فاذا مرضت فھو یشفین میں ہے کہ بیمار ہونے کی نسبت اپنی طرف اور شفا کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کی۔

بَابُ شِدَّةِ الْمَرَضِ ص ۸۴۳ — بیماری کی سختی

حدیث ۲۵۲۶

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے کسی کو
اَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[2]
نہیں دیکھا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ سخت بیماری ہو۔

[1] نسائی: طب۔ [2] مسلم: ادب، نسائی: طب۔ ابن ماجہ: جنائز۔

حدیث ۲۵۲۷

عَنِ الحٰرِثِ بْنِ سُوَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللہِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی مَرَضِہٖ وَھُوَ یُوْعَکُ وَعْکًا شَدِیْدًا وَقُلْتُ اِنَّکَ لَتُوْعَکُ وَعْکًا شَدِیْدًا قُلْتُ اِنَّ ذَالِکَ بِاَنَّ لَکَ اَجْرَیْنِ قَالَ اَجَلْ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُہٗ اَذًی اِلَّا حَاتَّ اللہُ عَنْہُ خَطَایَاہُ کَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیماری میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور حضور کو سخت بخار تھا میں نے عرض کیا آپ کو سخت بخار آرہا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کو دونا اجر ہے۔ فرمایا ہاں جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کرتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے گرتے ہیں۔

تشریحات ۲۵۲۷

"حَاتَّ اللہُ" یہ حتٌّ سے باب مفاعلت ہے۔ اصل میں حاتت تھا تاء کو تاء میں ادغام کر دیا۔

اس کے بعد والی روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا بخار آتا ہے جیسا کہ تم میں سے دو شخص کو آتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود نے عرض کیا یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کو دونا اجر ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیماری رفع درجات کا بھی سبب ہے اور گناہوں کے مٹانے کا بھی۔ ترمذی میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ کون ہے جس پر سب سے سخت بلا ہے فرمایا "انبیاء کرام پھر وہ جو ان سے قریب ہوں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں"۔ نسائی اور مستدرک میں فاطمہ بنت یمان، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بہن سے مروی ہے کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے حاضر ہوئی بخار کی سختی سے حضور پر مشک سے پانی ڈالا جا رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے سخت بلا انبیاء کرام پر نازل ہوتی ہے پھر ان لوگوں پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں" اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے

[1] باب اشد الناس بلاء ص ۸۴۳۔ مسلم: ادب، نسائی: طب و ایضا بخاری باب وضع الید علی المریض و باب ما یقال للمریض ص ۸۴۵ و ابن ماجہ باب قول المریض انی وجع الخ ص ۸۴۶۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ ص ۸۴۴ مرگی کے مریض کی فضیلت

حدیث ۲۵۲۸

حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا

تَعَالَى عَنْهُمَا أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ هٰذِهِ

میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں، انہوں نے عرض کیا ضرور دکھایئے۔ فرمایا یہ حبشی عورت

الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي أُصْرَعُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا میں مرگی کی وجہ

وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِي قَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ

سے گر پڑتی ہوں اور بے ستری ہو جاتی ہے حضور میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اگر تم

وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ فَقَالَتْ أَصْبِرُ فَقَالَتْ إِنِّي

چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور تم چاہو تو اللہ سے دعا کروں کہ تم کو شفا دیدے اس

أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ أَلَّا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا

عورت نے عرض کیا میں صبر کروں گی، میں بے ستر ہو جاتی ہوں دعا فرمایئے کہ میرا ستر نہ کھلے تو حضور نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی۔

تشریحات ۲۵۲۸

اُس عورت کا نام سُعَیرہ تھا، صرع کے معنی بے ہوش ہو کر گر پڑنے کے ہیں، یہ کبھی اَخلاط کے فساد کے سبب ہوتا ہے جسے مرگی کہتے ہیں اور کبھی جن یا خبیث ہمزاد کے اثر سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔۔۔ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ جسے چھو کر شیطان نے مخبوط بنا دیا ہو متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصروع کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اُخْرُجْ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ۔ تو اسے قئی آئی جس میں کوئی کالی چیز گری اور وہ شفایاب ہو گیا۔

حدیث ۲۵۲۹

أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ تِلْكَ امْرَأَةً طَوِيلَةً

عطاء نے کہا کہ انہوں نے ام زفر اس لمبی حبشی عورت کو کعبہ کے

سَوْدَاءُ عَلٰی سِتْرِ الْکَعْبَۃِ۔
پردے پر دیکھا ہے۔

تشریحات ۲۵۲۹ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلی والی حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے اس کی کنیت ام زفر تھی۔ امام بخاری کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا قصہ مذکور ہے یہ وہی عورت ہے جو پہلی حدیث میں مذکور ہے لیکن ذہبی اور ابن اثیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں دو عورتیں ہیں ام زفر ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مَشَّاطہ تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتی تھیں۔ یہ دوسری بیوی تھیں بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی قسم کے قصے میں روایت کیا ہے کہ ام زفر نے عرض کیا کہ میں خبیث سے ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے ننگا کر دے گا تو حضور نے ان کے لیے دعا کی جب ان کو ڈر لگتا تو کعبہ کے پردوں میں آکر چھپ جاتیں، اس سے پتہ چلا کہ ام زفر کو جن کا آسیب تھا۔ مرگی نہیں تھی۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ صفحہ ۸۴۴ اس کی فضیلت جس کی آنکھ چلی جائے۔

حدیث ۲۵۳۰	عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی
	عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میں اپنے بندے کو اس کے دو
	ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ۔
	محبوب عضو سے آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے عوض اس کو جنت دیتا ہوں حضور کی مراد آنکھیں ہیں

تشریحات ۲۵۳۰ ترمذی میں یہ زیادہ ہے" واحتسب" مطلب یہ ہے کہ جس کی آنکھوں کی روشنی چلی جائے اور وہ صبر کرے ثواب کی امید پر تو اس کو ان کے عوض جنت ملے گی۔

بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ رَاكِبًا وَمَاشِيًا وَرِدْفًا عَلَى الْحِمَارِ صفحہ ۸۴۵

مریض کی عیادت کے لیے جانا سوار ہو کر اور پیدل یا سواری پر اپنے ساتھ کسی کو بٹھا کر۔

حدیث ۲۵۳۱

عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری

جَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ ۔

عیادت کے لیے تشریف لائے خچر یا گھوڑے پر سوار نہیں تھے ۔

تشریحات ۲۵۳۱

اس حدیث سے عیادت کے لیے پیدل جانا ثابت ہوا، اسی باب میں اس کے پہلے وہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔

بَابُ نَهْيِ تَمَنِّي الْمَرِيْضِ الْمَوْتَ صفحہ ۸۴۷ مریض کا موت کی تمنا کرنے سے ممانعت ۔

حدیث ۲۵۳۲

حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے

مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ

پس اگر ضروری ہی ہو تو یہ دعا کرے، اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے

الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي ۔

لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔ [ع]

تشریحات ۲۵۳۲

حدیث میں "ضُرٍّ" کا لفظ ہے اس کے معنی تکلیف کے ہیں جو مرض اور غیر مرض سب کو عام ہے۔ موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود حضرت

ع مسلم دعوات۔ بخاری دعوات باب الدعاء بالموت والحیاۃ صفحہ ۹۴۰ کتاب التمنی باب ما یکرہ من التمنی صفحہ ۱۰۷۴ ۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اخیر حج سے واپسی میں انہوں نے مقام ضجنان میں یہ دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اِنْتَشَرَتْ رَعِیَّتِیْ وَضَعُفَ قُوَّتِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مُفْتُوْنٍ۔ اے اللہ! میری رعایا بہت ہو گئی اور میری قوت گھٹ گئی اب مجھے اس حال میں اپنی جانب اٹھالے کہ میں فتنے سے محفوظ رہوں" نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس قسم کی دعا منقول ہے بلکہ ابھی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے۔

اقول وھوالمستعان! موت کی تمنا کرنے سے ممانعت کا محل یہ ہے کہ کسی بیماری یا مصیبت سے گھبرا کر بطور جزع فزع موت کی تمنا ممنوع ہے لیکن لقاء الٰہی کے شوق یا فتنوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی دعا کرنے کی اجازت ہے۔

عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی خَبَّابٍ نَعُوْدُہٗ	حدیث
قیس بن ابی حازم نے کہا کہ ہم حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی	۲۵۳۴
وَقَدِ اکْتَوٰی سَبْعَ کَیَّاتٍ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِیْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ	
عیادت کے لیے گئے اور وہ سات داغ لگوائے ہوئے تھے انہوں نے کہا ہمارے وہ ساتھی جو	
تَنْقُصْھُمُ الدُّنْیَا وَاِنَّا اَصَبْنَا مَالَا نَجِدُ لَہٗ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلَا	
دنیا سے چلے گئے۔ دنیا نے ان کا کچھ نہیں گھٹایا اور ہم کو اتنا ملا ہے جس کے رکھنے کی کوئی جگہ	
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھَانَا اَنْ نَدْعُوَا بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ	
نہیں ملتی سوائے مٹی کے۔ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی دعا کرنے سے منع نہیں	
بِہٖ ثُمَّ اَتَیْنَاہُ مَرَّۃً اُخْرٰی وَھُوَ یَبْنِیْ حَائِطًا لَہٗ فَقَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ	
فرمایا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا پھر ہم ان کے پاس دوبارہ حاضر ہوئے تو وہ اپنے باغ بنوا رہے	
یُوْجَرُ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ یُنْفِقُہٗ اِلَّا فِیْ شَیْءٍ یَجْعَلُہٗ فِیْ ھٰذَا التُّرَابِ [1]	
تھے تو فرمایا مسلمان جو بھی خرچ کرے اسے اس میں اجر ہے مگر وہ جسے اس مٹی میں ڈال دے۔	

[1] دعوات: باب الدعا بالموت والحیاۃ ص۹۴۰-۹۴۱ دو طریق سے۔ رقاق: باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص۹۵۲۔ دو طریق سے۔ التمنی: باب مایکرہ من التمنی ص۱۰۷۰۔ مسلم دعوات۔ نسائی جنائز

تشریحات ۲۵۳۳

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں کوئی تکلیف تھی اس کے لیے انہوں نے داغ لگوایا تھا۔ بعض احادیث میں بطور علاج داغنے سے ممانعت آئی ہے اس کا محل یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد ہو کہ داغنا ہی حقیقی شفا دینے والا ہے تو ممانعت ہے لیکن جو یہ اعتقاد رکھے کہ شفا دینے والا اللہ عزوجل ہے اور داغنا اس کا سبب ہے تو کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۲۵۳۴

أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللّٰهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَتِهِ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَلَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا لوگوں نے عرض کیا آپ کو بھی یا رسول اللہ! فرمایا ہاں مجھے بھی مگر یہ کہ اللہ عزوجل مجھے اپنے فضل و رحم سے نوازے گا تو صحیح راستے پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور تم میں کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیکوکار ہے تو امید یہ ہے کہ وہ نیکی زیادہ کرے گا اور اگر بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا طلب کرے۔

تشریحات ۲۵۳۴

ہمارا مذہب یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر یہ واجب نہیں کہ نیکوکار کو جنت میں بھیجے یا بدکار کو جہنم میں اگر وہ تمام مومنوں پر عذاب کرے تو یہ بتقاضائے عقل ہے لیکن چونکہ اس نے خبر دی ہے کہ مومنوں کو بخشے گا ـــ اور کافروں کو عذاب دے گا۔ اس لیے ایسا ہی کرے گا اور معتزلہ کہتے ہیں کہ ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے ہے طاعت ثواب کی موجب ہے اور گناہ عذاب کا ۔ یہ حدیث معتزلہ کا رد ہے۔

[1] مسلم:

حدیث ۲۵۳۵

عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَیَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور حضور مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور رفیق اعلیٰ سے مجھے لاحق فرما۔

تشریح ۲۵۳۵ اس کی توجیہ گزر گئی۔ کہ اگر اللہ عز وجل سے شوق لقاء میں کوئی دعاء کرے تو منع نہیں۔ منع یہ ہے کہ بیماری یا تکلیف کی وجہ سے بطور جزع فزع موت کی تمنا کرے۔ پھر یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی ہے جب وصال کا یقین ہوچکا تھا۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان فرشتوں کو ملاحظہ فرمایا تھا جو موت کے وقت آتے ہیں۔ اور مومنین وصالحین کو بشارت دیتے ہیں جو اسی حدیث میں ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکلیف دیکھ کر یہ کہا تھا "واکربا اباہ"، تو حضور نے فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہیں۔ یہ دعا ایک طرح سے اپنے وصال کی خبر دینی تھی۔ چنانچہ اس دعا کے بعد ہی وصال ہوگیا۔

بَابُ دعاءِ العائد للمریض ص۸۴۷ عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے دعا کرنا۔

حدیث ۲۵۳۶

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَتٰی مَرِیْضًا اَوْ اُتِیَ بِہٖ قَالَ اَذْھِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سُقْمًا۔[1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا حضور کے پاس کوئی مریض لایا جاتا تو فرماتے تکلیف دور فرما لوگوں کے پروردگار! شفا دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے سوائے تیری شفا کے اور کوئی شفا نہیں ایسی شفا دے جو بیماری کچھ بھی نہ چھوڑے۔

[1] باب رقیۃ النبی ص۸۵۵۔ و۔ باب مسح الراقی فی الوجع ص۸۵۶۔ مسلم، نسائی: طب۔

تشریح ۲۵۳۶

"کان اذا اتی مریضا او اُتی بہ" کو شارحین نے راوی کا شک قرار دیا ہے ہو سکتا ہے اس سند میں یہی ہو لیکن یہ تنویع کے لیے بھی ہو سکتا ہے یعنی جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو بھی یہی دعا پڑھتے اور کوئی مریض حضور کی خدمت میں لایا جاتا تو بھی یہی دعا پڑھتے۔ کتاب الطب وغیرہ میں یہی حدیث یوں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے بعض کو بیماری سے بچانے کی دعا کرتے اور اپنے دہنے ہاتھ کو مسح فرماتے اور دعا یوں فرماتے اللّٰھم رب الناس اَذھِب الباس واشفہ انت الشافی لا شفاء الا شفاءُک شِفاءً لا یُغادِرُ سُقمًا۔

ت ۳۸

وَقَالَ عَمرُو بنُ اَبِی قَیسٍ وَ اِبرَاهِیمُ بنُ طَهمَانَ عَنْ مَنصُورٍ

منصور نے ابراہیم اور ابو الضحیٰ سے روایت کی کہ حدیث میں یہ ہے اِذَا اُتِیَ

عَنْ اِبرَاهِیمَ وَ اَبِی الضُّحیٰ اِذَا اُتِیَ بِالمَرِیضِ وَقَالَ جَرِیرٌ عَنْ مَنصُورٍ

بالمریض اور جریر نے کہا منصور نے ابی الضحیٰ سے تنہا جو روایت کی

عَنْ اَبِی الضُّحیٰ وَحدَهُ وَقَالَ اِذَا اَتیٰ مَرِیضًا۔

اس میں یہ ہے اذا اتی مریضا۔

تشریحات ۳۸

اس تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ منصور سے اس حدیث میں تین طرح کی روایتیں ہیں۔ بطریق ابراہیم عن منصور عن عائشہ میں تردید ہے کان اذا اتی مریضا او اُتی بہ" لیکن منصور ہی سے بطریق ابراہیم و ابو الضحیٰ جو روایت ہے اس میں صرف یہ ہے اذا اُتِیَ بالمریض۔ اور منصور ہی سے تیسری روایت تنہا ابو الضحیٰ سے یہ ہے اذا اتی مریضا۔ یہ حضرت امام بخاری کی روایت میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط ہے کہ اس سلسلہ کی تمام روایتوں کو یکجا کر دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطب ص ۸۴۷

بَابُ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً ص ۸۴۷

اللہ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لیے شفاء بھی اتاری ہے۔

حدیث ۲۵۳۷

حَدَّثَنِیْ عَطَاءُ بْنُ أَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً

کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ عزوجل نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری ہے مگر اس کے لیے دوا بھی اتاری ہے۔

تشریحات ۲۵۳۷ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔ اس سے موت اور بڑھاپا مستثنیٰ ہیں جیسا کہ دوسری حدیثوں میں مذکور ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا کرم خصوصی ہے کہ ہر بیماری کے لیے دوا اتاری لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بیماری میں جو اس کی دوا ہے اس کا معالج کو علم ہو جائے کبھی مرض کی تشخیص میں غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی دوا کی تجویز میں۔

بَابُ الشِّفَاءِ فِیْ ثَلٰثٍ ص ۸۴۸

تین چیزوں میں شفاء ہے۔

حدیث ۲۵۳۸

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ شفاء تین چیزوں میں ہے شہد پینے میں

اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلٰثَةٍ شَرْبَةِ عَسَلٍ وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ وَكَیَّةِ نَارٍ وَأَنْهٰی

اور سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں اور میں اپنی امت کو داغنے سے

ف نسائی طب ۔ ۲ التوحید: ۔

أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ رَفَعَ الْحَدِيثَ وَرَوَاهُ الْقُمِّيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ

منع کرتا ہوں۔ اور انہوں نے حدیث کو مرفوع کیا اور بطریق قمی عن لیث جو روایت

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ وَالْحَجْمِ عه

ہے اس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں مگر اسمیں صرف شہد اور سینگی کا ذکر ہے۔

تشریحات ۲۵۳۸ اس کے بعد امام بخاری نے اسی حدیث کو بطریق محمد بن عبدالرحیم روایت کی ہے اس میں تصریح ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال۔

بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ وَقَوْلِهِ تَعَالَى فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ص ۸۴۸

شہد سے دوا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔

تشریحات جمہور کا قول یہی ہے کہ فیہ شفا للناس میں فیہ کی ضمیر کا مرجع عسل ہے اس پر یہ شبہ وارد کیا گیا کہ شہد گرم مزاج والوں کو اور صفراء کی بیماری میں مضر ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ اور عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا اس آیت میں فیہ کا مرجع قرآن ہے۔ لیکن آیت کے سیاق میں کہیں قرآن کا ذکر نہیں۔ اس لیے راجح جمہور کا قول ہے۔

حدیث ۲۵۳۹ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں نے

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اگر تمہاری دواؤں

إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ أَوْ يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي

میں سے کسی میں خیر ہے تو سینگی میں ہے یا شہد پینے میں ہے یا آگ سے

شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ عه

داغنے میں ہے جو بھی بیماری کے موافق ہو اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔

عه ابن ماجہ، طب عه بخاری باب الحجامۃ من الداء طب ص ۸۴۹ ایضا باب الحجامۃ من الشقیقۃ ص ۸۵۰ ایضا باب من اکتوی اوکوی غیرہ ص ۸۵۰ مسلم طب، نسائی طب۔

تشریحات ۲۵۳۹

ابن تین نے کہا کہ اس حدیث میں جو وارد ہے اویکون فی شئی کی جگہ یکن ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ یہ کانَ پر معطوف ہے جس پر اِنْ داخل ہے۔ مسند امام احمد کی روایت میں ہے۔ ان یکن۔ اس حدیث میں جو فرمایا کہ میں داغنے کو پسند نہیں فرماتا یہ اس کی دلیل ہے کہ داغنے سے ممانعت تحریم کے لیے نہیں تنزیہہ کے لیے ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دستِ مبارک سے داغا تھا۔

حدیث ۲۵۴۰

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

فَقَالَ اَخِیْ! یَشْتَکِیْ بَطْنُہٗ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاہُ الثَّانِیَۃَ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے بھائی کو پیٹ کی تکلیف ہے فرمایا اس کو شہد پلاؤ پھر دوبارہ

اِسْقِہٖ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاہُ الثَّالِثَۃَ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاہُ فَقَالَ قَدْ

آیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ پھر تیسری بار آیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ پھر وہ آیا اور عرض کیا میں نے کیا فرمایا اللہ نے سچ

فَعَلْتُ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیْکَ اِسْقِہٖ عَسَلًا فَسَقَاہُ فَبَرَأَ۔ ع

فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اسکو شہد پلاؤ پھر انہوں نے پلایا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔

تشریحات ۲۵۴۰

اس روایت میں اختصار ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے بھائی کو دست آرہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ اس نے پلایا پھر آیا اور کہا میں نے پلایا تو دست اور بڑھ گیا۔ یہی قصہ چار بار ہوا۔ چوتھی بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ پھر اس نے شہد پلایا اور ٹھیک ہوگیا۔ صدق اللہ سے مراد اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ شہد کے بارے میں فرمایا فیہ شفاءٌ للناس۔

بطریق طب دست عموماً بدہضمی سے آتا ہے، فاسد مادہ پیٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔ شفاء کامل کے لیے ضروری ہے کہ تمام فاسد مادّہ نکل جائے۔ ابتداءً شہد پلانے سے یہی ہوا کہ فاسد مادہ

ع بخاری باب دواء المبطون صہ۸۵۱ مسلم طب، نسائی طب ولیمہ۔

تیزی سے نکلنے لگا جب کُل فاسد مادہ نکل گیا تو وہ تندرست ہوگیا۔

بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ ص۸۴۸ کلونجی (منگریلا) کا بیان

حدیث ۲۵۴۱

عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ اَبْجَرَ

حضرت خالد بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہم باہر گئے ہوئے تھے

فَمَرِضَ فِي الطَّرِيْقِ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهُوَ مَرِيْضٌ فَعَادَهُ ابْنُ اَبِي عَتِيْقٍ

اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر تھے وہ راستے میں بیمار پڑ گئے ہم مدینے آئے اور وہ بیمار رہی

فَقَالَ لَنَا عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحُبَيْبَةِ السُّوَيْدَاءِ فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا اَوْ سَبْعًا

رہے ان کو دیکھنے کے لیے ابن ابی عتیق آئے تو انہوں نے ہم سے کہا۔ اس چھوٹے کالے دانے

فَاسْحَقُوْهَا ثُمَّ اقْطُرُوْهَا فِي اَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ فِي هٰذَا الْجَانِبِ وَفِي

سے علاج کرو اس میں سے پانچ یا سات لو اور اسے پیس ڈالو پھر روغن زیتون لاکر اس

هٰذَا الْجَانِبِ فَاِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کے چند قطرے ناک میں ڈالو اِس جانب بھی اور اُس جانب بھی اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا مِنَ السَّامِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

قُلْتُ وَمَا السَّامُ قَالَ الْمَوْتُ۔ ع۵

اس کالے دانے میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفاء ہے میں نے پوچھا سام کیا ہے انہوں نے کہا موت۔

تشریحات ۲۵۴۱

خالد بن سعد، حضرت ابومسعود بدری انصاری کے غلام ہیں جو صحابی نہیں۔ اور ابن ابی عتیق سے مراد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ کلونجی کا ہر بیماری سے شفاء ہونا بھی باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ اسے مناسب دواؤں میں ملا کر دیا جائے تو ہر بیماری سے شفاء ہے۔ اور عرفاء نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی سچائی پر اعتماد کر کے کسی بھی بیماری میں شہد یا کلونجی کو استعمال کرے تو اسے شفاء حاصل ہوگی۔

ع۵ ابن ماجہ۔

حدیث ۲۵۴۲

أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَالسَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّونِيزُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "الحبۃ السوداء" میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفاء ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ سام کے معنی موت ہے اور الحبۃ السوداء شونیز کو کہتے ہیں یعنی کلونجی (منگریلا)

بَابُ التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ ص ۸۴۹ — مریض کے لیے تلبینہ پلانا۔

حدیث ۲۵۴۳

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مریض کو تلبینہ پلانے کا حکم دیتیں اور فرماتیں یہ ناپسند نفع دینے والا ہے۔

تشریحات ۲۵۴۳ یعنی مریض اس کو پسند نہیں کرتا مگر یہ سود مند ہے۔

بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ وَهُوَ الْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ مِثْلُ كُشِطَتْ نُزِعَتْ وَقَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ قُشِطَتْ۔ ص ۸۴۹

قسط ہندی اور بحری کو ناک میں ڈالنا اور یہ کست ہے جیسے کافور اور قافور جیسے کُشِطَتْ نکال لیا جائے اور عبد اللہ نے قُشِطَتْ پڑھا۔

توضیح قسط دو ہوتی ہے ایک ہندی جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے یہ موٹی کالی ہلکی ہوتی ہے اور قسط بحری سفید رنگ کی ہلکی ہوتی ہے جو بلاد مغرب سے آتی ہے۔ ہندی میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث ۲۵۴۴

عَنْ اُمِّ قَیْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ سَمِعْتُ

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْعُوْدِ الْھِنْدِیِّ فَاِنَّ فِیْہِ

کو فرماتے ہوئے سنا، تم لوگ اس عود ہندی سے علاج کرو۔ اس میں سات

سَبْعَۃَ اَشْفِیَۃٍ یُسْتَعَطُ بِہٖ مِنَ الْعُذْرَۃِ وَیُلَدُّ بِہٖ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔

شفاء ہے عذرہ میں یہ ناک میں سڑکی جاتی ہے اور نمونیہ میں منہ میں ڈالی جاتی ہے ع

تشریحات ۲۵۴۴

باب العذرۃ میں ہے کہ ام قیس بنت محصن ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے پہلے پہل ہجرت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور یہ عکاشہ بنت محصن کی بہن تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے اس بچے کو عذرہ کی بیماری کی وجہ سے انگلی سے حلق دبا دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو! تم کیوں اپنے بچوں کے حلق کو انگلیوں سے دباتی ہو

عذرہ:۔ حلق میں ایک بیماری ہے جس میں کوّے میں ورم ہوجاتا ہے۔ عود ہندی کی تفسیر باب العذرۃ میں قسط سے کی ہے ـــ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسط میں سات شفاء بتایا۔ پانچ کو چھوڑ دیا۔ غالباً یہ اس بنا پر ہے کہ عام طور پر جن دو بیماریوں میں وہاں مستعمل تھی ان کو بیان فرمایا۔

بَابُ الْحِجَامَۃِ مِنَ الدَّاءِ ص ۸۴۹ بیماری سے سینگی لگوانا

حدیث ۲۵۴۵

اَخْبَرَنَا حُمَیْدُ الطَّوِیْلُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جن

اَمْثَلَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ الْحِجَامَۃُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِیُّ وَقَالَ لَا تُعَذِّبُوْا

چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں سب سے افضل سینگی لگانا ہے اور قسط بحری ہے

صِبْیَانَکُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَۃِ وَعَلَیْکُمْ بِالْقُسْطِ۔

اور فرمایا عذرہ سے شفا کے لیے اپنے بچوں کو چٹکی سے تکلیف مت دو اور قسط استعمال کرو۔

ع بخاری باب الدّواء صفحہ ۸۵۰ و ایضا باب العذرۃ صفحہ ۸۵۱ ایضا باب ذات الجنب صفحہ ۸۵۲ مسلم طب، ابوداؤد طب، نسائی طب۔

تشریح ۲۵۴۵ گزر چکا کہ عذرہ بچوں کے کوے میں ایک قسم کے ورم کا نام ہے جس کا علاج یہ کرتے تھے کہ انگلی سے اس کو دبا دیتے تھے جس سے بچوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی کبھی زخم بھی ہو جاتا۔ اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ قسط کوٹ کر اس پر لگا دو۔

حدیث ۲۵۴۶

أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَادَ الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فِيهِ شِفَاءً۔[1]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقنع کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے پھر فرمایا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا جب تک تو سینگی نہیں لگوائے گا اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اس میں شفا ہے۔

بَابُ الْجُذَامِ ص ۸۵۰ — جذام کا بیان

ت ۷۳۹

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔[2]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماری کی چھوت نہیں اور نہ بدشگونی اور نہ ھامۃ ہے اور نہ صفر اور کوڑھی سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

تشریحات ۷۳۹ اس حدیث کے راوی عفان بن مسلم صفار امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں مگر اکثر ان سے کسی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں اسی لیے یہ تعلیق ہے اور صحیح ہے یعنی ضعیف نہیں۔

---

[1] مسلم: نسائی: طب۔

[2] باب لا صفر ص ۸۵۱۔ باب لا ھامۃ ص ۸۵۹۔ و- باب لا عدوی ص ۸۵۹

"عدویٰ" اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ بعض بیماریاں ایسی ہیں جو دوسرے کو لگ جاتی ہیں، جیسے جُذام، خارش، طاعون وغیرہ۔ اس کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی فرمائی ــــ ایک اعرابی حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے اونٹ صاف ستھرے اچھے ہوتے ہیں اس میں ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے اور سب کو خارش زدہ بنا دیتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کس نے پہلے کو خارش زدہ بنایا اس نے عرض کیا اللہ نے فرمایا اسی طرح سب کو اللہ نے خارش زدہ بنایا۔ "طِیَرَۃ" اس کے معنی بدشگونی ہے عرب کی عادت تھی کہ جب سفر کے لیے نکلتے تو اگر کوئی پرندہ داہنے طرف سے اڑتا تو اس کو مبارک جانتے اور اگر بائیں طرف اڑتا تو اس کو برا شگون جانتے اس قسم کے اور بھی توھمات پھیلے ہوئے تھے اور آج ہمارے بھی معاشرے میں پھیلے ہوگئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام توھمات کو دفع فرمایا۔

"ھامَّۃ" ایک چڑیے کا نام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ اُلّو ہے۔ اہلِ جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ یہ چڑیا جب کسی گھر پر بیٹھتی ہے تو اس گھر میں کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے آج بھی جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ اُلّو جس گھر میں بولے یا جس گھر کی چھت پر بولے اس گھر میں کوئی مصیبت نازل ہوگی ــ ایک قول یہ ہے کہ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ مردہ کی ہڈیاں ھامّہ ہو کر اڑتی ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جائے وہ ھامّہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہتا رہتا ہے مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ۔ جب اس کا قصاص لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ جاتا ہے۔ ان سب توھمات کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد فرمایا کہ یہ سب کچھ نہیں ہے۔ "صَفَر" عرب والوں کا دستور تھا کہ لڑنے کے لیے کبھی محرم کو صفر سے بدل دیتے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ پیٹ کی بیماری ہے جیسا کہ امام بخاری آگے چل کر باب باندھیں گے "باب لاصفر وھو داء یأخذ البطن" ــ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں اس کی نفی فرمائی۔

لاعدویٰ کے عموم میں جذام بھی داخل ہے پھر مجذوم سے بھاگنے کا حکم کس بناء پر ہے علماء نے اس کی توجیہہ یہ کی کہ اگر کوئی مجذوم کے پاس اٹھے بیٹھے گا اور خدانخواستہ من جانب اللہ اسے جذام ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ یہ اعتقاد کرنے لگے کہ مجھے اس کی چھوت لگ گئی۔ ورنہ ابوداؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کا ہاتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا کھا ــ اللہ کے نام سے شروع اور اللہ پر بھروسہ اور توکل ہے۔

مسلم میں بطریق علاء بن عبدالرحمن اسی حدیث میں یہ زیادہ ہے ولا نوءَ۔ اور نچھتر نہیں۔ عرب کا اعتقاد تھا کہ ستاروں کو بارش میں دخل ہے جب بارش ہوتی تو کہتے مُطِرْنَا بِنَوْءِ کذا۔

ہم پر فلاں نچھتر سے بارش ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو باطل فرمایا۔

بخاری ہی میں دوسرے ابواب میں ہے کہ ایک اعرابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضور کیا حال ہے میرے اونٹوں کا کہ وہ ریگستان میں ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں پھر ایک خارش زدہ اونٹ آتا اور پھر ان میں رہنے لگتا اور ان سب کو خارش زدہ کر دیتا۔ حضور نے فرمایا پہلے اونٹ کو کہاں سے بیماری لگی ؟

بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ ص۸۵۲ نمونیا کا بیان

حدیث ۲۵۴۷	حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ قُرِئَ عَلَى اَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ اَبِى قِلَابَةَ مِنْهُ
	حماد نے کہا ایوب پر ابو قلابہ کی کتابوں میں سے پڑھا گیا ان میں سے کچھ وہ ہے جس کو

حَدَّثَ بِهٖ وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ وَكَانَ هٰذَا فِى الْكِتَابِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ

ایوب نے حدّث کے صیغے سے بیان کیا اور کچھ وہ ہے جو ان پر پڑھا گیا اور جو میں بیان کرتا ہوں

وَاَنَسَ بْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ وَكَوَاهُ اَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِهٖ وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ

یہ بھی اس کتاب میں ہے حضرت انس سے مروی تھا کہ حضرت ابو طلحہ اور انس بن نضر نے ان کو داغا اور ان کو

اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَذِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ابو طلحہ نے اپنے ہاتھ سے داغا اور عبّاد بن منصور نے عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنْ يَرْقُوْا مِنَ الْحُمَةِ وَالْاُذُنِ فَقَالَ

روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والے کو زہریلے جانوروں کے کاٹے

اَنَسٌ كُوِيْتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ

اور کان کے درد کے لیے دم کرنے کی اجازت فرمائی ۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ نمونیا کے باعث مجھے

وَشَهِدَنِىْ اَبُوْ طَلْحَةَ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَبُوْ طَلْحَةَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں داغا گیا اور میرے پاس حضرت ابو طلحہ اور حضرت انس بن نضر

كَوَانِىْ ۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے اور مجھے ابو طلحہ نے داغا تھا۔

تشریح ۲۵۴۷ یہ بحث گزر چکی کہ صحیح یہ ہے کہ جس کتاب پر اعتماد ہو کہ یہ فلاں کی ہے اور شرعًا قابل اعتماد ذریعے سے کسی تک پہنچی ہو تو اس سے روایت صحیح ہے۔ اس کی توجیہ گزر چکی کہ ممانعت کے باوجود صحابۂ کرام نے کیوں داغ لگوایا۔ یہ ممانعت تنزیہًا تھی۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ ص۸۵۲ طاعون کے بارے میں کیا ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث ۲۵۴۸	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغٍ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ

عنہ شام تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب مقام سرغ میں پہنچے تو انہیں لشکروں کے امراء ابوعبیدہ بن الجراح اور

الْأَجْنَادِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّ الْوَبَاءَ

ان کے ساتھی ملے تو انہوں نے بتایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ مہاجرین اولین

قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ أُدْعُ إِلَيَّ الْمُهَاجِرِيْنَ

کو میرے پاس بلاؤ کسی نے ان کو بلایا حضرت عمر نے ان سے مشورہ فرمایا اور ان کو خبر دی کہ شام میں

الْأَوَّلِيْنَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ

وباء پھیل گئی ہے (آپ لوگوں کی کیا رائے ہے) تو لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ

فَاخْتَلَفُوْا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرٰى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ

ایک کام کے لیے نکلے ہیں ہم مناسب نہیں جانتے کہ آپ بغیر انجام دیے واپس ہوں اور کچھ لوگوں

بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کہا آپ کے ساتھ بقیہ لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں ہم مناسب نہیں جانتے کہ

وَلَا نَرٰى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ أُدْعُ لِيَ الْأَنْصَارَ

آپ ان کو وبا پر پیش کریں۔ یہ سنکر فرمایا آپ لوگ میرے پاس سے جاؤ پھر فرمایا انصار کو بلاؤ میں نے انصار

فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ

کو بلایا اور ان سے مشورہ کیا انہوں نے بھی مہاجرین ہی کی روش پر بات کی اور انھیں کی طرح اختلاف

فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ

کیا فرمایا تم لوگ میرے پاس سے جاؤ پھر فرمایا میرے لیے ان کو بلاؤ جو فتح کے مہاجرین میں قریش کے مشائخ

مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوْا

میں سے ہیں میں نے ان کو بلایا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور سب نے متفقہ طور پر کہا

نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادٰى عُمَرُ فِي النَّاسِ

کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور لوگوں کو اس وبا پر نہ پیش کریں اس کے بعد حضرت

اِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ اَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ

عمر نے لوگوں میں منادی کرادی کہ میں صبح کو سوار ہونے والا ہوں تو سب لوگ صبح کو واپسی کے لیے تیار ہو گئے تو

فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ

حضرت ابو عبیدہ نے کہا (اے عمر) کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابو عبیدہ کاش تمہارے علاوہ

اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ اِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهٗ عُدْوَتَانِ اِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ

کسی دوسرے نے یہ بات کہی ہوتی ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بتاؤ؟ اگر تیرے لیے کچھ اونٹ

وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ اَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ وَاِنْ

ہوں اور تو کسی ایسے نالے میں اترے جس کے دو کنارے ہوں ایک ہرا بھرا دوسرا سوکھا کیا ایسا نہیں ہے کہ

رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ

اگر تم ہرے بھرے میں چراؤ گے تو اللہ کی تقدیر سے چراؤ گے اور اگر خشک حصے پر چراؤ گے تو اللہ کی تقدیر سے

مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهٖ فَقَالَ اِنَّ عِنْدِيْ فِيْ هٰذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

چراؤ گے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اس وقت وہ موجود نہیں تھے اپنی ضرورت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا

کے لیے کہیں گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا میرے پاس اس بارے میں علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عُمَرُ

فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کو سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی زمین میں وبا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو

ثُمَّ انْصَرَفَ ؎۱

وبا سے بھاگنے کی نیت سے کہیں اور نہ جاؤ اس پر حضرت عمر نے اللہ کی حمد کی اور وہاں سے لوٹ آئے۔

تشریحات ۲۵۴۸

سَرْغ، سین کو فتحہ راء ساکن، اس کو منصرف بھی پڑھنا جائز ہے اور غیر منصرف بھی۔ اس میں علمیت ہے اگر اس کی یہ تاویل کی جائے کہ یہ (ایک جگہ) کا نام ہے تو یہ منصرف ہے اس میں سوا علمیت کے اور کوئی سبب نہیں۔ اور اگر اس کو بقعۃ کا علم مانا جائے تو غیر منصرف ہوگا۔ علم اور تانیث معنوی کی وجہ سے۔ یہ یرموک کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل کے فاصلے پر شام کے راستے پر حجاز کے اخیر سرے پر ہے۔ جس کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح فرمایا تھا۔ ۱۷ھ یا ۱۸ھ کے ربیع الآخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر ہوا تھا۔ مفتوحہ ممالک کا نظم ونسق اور رعایا کا حال معلوم کرنے کے ارادے سے چلے تھے۔ سرغ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ لشکر عمواس میں ٹھہرا ہوا ہے اور لشکر میں شدید طاعون پھیلا ہوا ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہیں رک گئے لشکر کے سردار آکر یہیں ملے انہوں نے صورت حال بیان کی جس کی پوری تفصیل حدیث میں موجود ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ مجاہدین صحابہ وتابعین حجاز کے باشندے تھے یہاں کی آب وہوا خشک تھی عمواس نشیبی علاقہ اور مرطوب تھا جس کی وجہ سے لشکر میں طاعون پھیل گیا۔ حضرت فاروق اعظم نے لشکر کے سرداروں کو حکم دیا کہ لشکر نشیبی علاقہ سے ہٹا کر کسی بلند اور صاف ستھرے آب وہوا والی جگہ میں منتقل کر دیا جائے۔ لیکن اس وقت لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی جس کے نتیجے میں ہزاروں مجاہدین وبا سے واصل بحق ہو گئے جن میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بھی شامل تھے۔ پھر بعد میں جا کر سمجھ دار صحابۂ کرام کے سمجھانے بجھانے پر لشکر وہاں سے منتقل ہوا اور جابیہ میں جا کر مقیم ہوا تو عافیت ملی۔

بَابُ الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِّنَ الْغَنَمِ۔ ص ۸۵۴

دم کرنے پر بکری کے ایک ریوڑ کی شرط کا بیان۔

؎۱ کتاب الحیل: باب ما یکرہ من الاحتیال الخ ص ۱۰۳۲ مسلم: طب، ابوداؤد: جنائز: نسائی: طب۔

حدیث ۲۵۴۹

عَنْ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِیْھِمْ

سے کچھ لوگ ایک پانی پر پہنچے ان میں ایک ڈنک خوردہ تھا تو صحابہ کرام کے پاس وہاں کے باشندوں میں

لَدِیْغٌ اَوْ سَلِیْمٌ فَعَرَضَ لَھُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْمَاءِ فَقَالَ ھَلْ فِیْکُمْ مِّنْ رَاقٍ

سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے یہاں ایک شخص ڈنک خوردہ ہے تو ان میں سے

اِنَّ فِی الْمَاءِ رَجُلًا لَدِیْغًا اَوْ سَلِیْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ فَقَرَاَ بِفَاتِحَۃِ

ایک صاحب (حضرت ابوسعید خدری) گئے اور کچھ بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھا وہ شخص ٹھیک ہوگیا وہ صاحب

الْکِتَابِ عَلٰی شَاءٍ فَبَرَاَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَکَرِھُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا

بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ان کے ساتھیوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا تم نے کتاب اللہ

اَخَذْتَ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ اَجْرًا حَتّٰی قَدِمُوا الْمَدِیْنَۃَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

پر اجرت لی ہے یہاں تک کہ جب مدینہ طیبہ آئے تو ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے کتاب اللہ پر اجرت

اَخَذَ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ اَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں

اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ ۔

اللہ کی کتاب سب سے زیادہ اجرت کی مستحق ہے۔

تشریح ۲۵۴۹ یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نزہۃ القاری پنجم صفحہ ۲۹۶ پر گزر چکی ہے وہیں اس پر بقدر ضرورت کلام گزر چکا ہے۔

اخیر میں جو فرمایا " ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ " اس سے وہ لوگ دلیل لاتے ہیں جو قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں جیسا کہ جلد پنجم میں ہم حدیث سے ثابت کر آئے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ " قرآن پڑھو اور اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے کثیر مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اس لیے تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں۔ یہاں خاص قرآن سے دم کرنے پر اجرت کا جواز مراد ہے۔

بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ ص۸۵۴ نظر لگنے پر دم کرنے کا بیان

توضیح بعض لوگوں کی آنکھوں میں خلقی طور پر یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ اگر کسی چیز کو گھور کر دیکھ لیں تو اُسے تکلیف پہنچ جاتی ہے اس کا علاج دم کرنا ہے۔

حدیث ۲۵۵۰	سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا
	عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُّسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ ۔[1]
	یا یہ روایت کیا کہ حکم دیا کہ آنکھ کی تکلیف دور کرنے کے لیے کسی دم کرنے والے کو بلایا جائے۔

حدیث ۲۵۵۱	عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
	ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک
	وَسَلَّمَ رَأٰى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سُفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةُ۔
	لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے میں دھبہ تھا فرمایا اس کے لیے دم کرنے والے کو بلاؤ اس لیے کہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

تشریحات ۲۵۵۱ سُفْعَةٌ:۔ چہرے میں سیاہ یا زرد دھبے کو کہتے ہیں۔ نظر جس طرح انسانوں کی لگتی ہے اسی طرح جنوں کی بھی لگتی ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو ایک آواز آئی کوئی کہنے والا کہتا ہے ؎

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ÷ ورمیناہ بسھم لم یخط فؤادہ.

(ترجمہ) ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو مار ڈالا۔ ہم نے ان کو ایسا تیر مارا جو ٹھیک ان کے دل پر لگا۔

بَابُ الْعَيْنُ حَقٌّ ص۸۵۴ نظر کا لگنا حق ہے۔

حدیث ۲۵۵۲	عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

[1] مسلم: طب. نسائی: طب، ابن ماجہ: طب.

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَیْنُ حَقٌّ وَنَھٰی عَنِ الْوَشْمِ ؎۱

کہ فرمایا نظر حق ہے اور گودنے سے منع فرمایا

تشریحات ۲۵۵۲ نظر کے حق ہونے اور گودنے سے ممانعت میں کوئی مناسبت نہیں، ہو سکتا ہے کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں باتوں کو پوچھا ہو یا ایک ہی مجلس میں دو شخصوں نے دونوں باتوں کو پوچھا ہو۔ یا مجلس میں دونوں کا تذکرہ ہو رہا ہو۔ تو حضور نے بیان فرمادیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں دو مختلف حدیثیں ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مصلحت یا ضرورت کی بنا پر دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمادیا ہو۔ مثلاً مجلس میں ایسے لوگ رہے ہوں جو نظر کے حق ہونے کے منکر ہوں اور گودنے کو جائز کہہ رہے ہوں تو حضرت ابو ہریرہ نے دونوں باتوں کو اکٹھا بیان کر دیا ہو۔

بَابُ رُقْیَۃِ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ ص ۸۵۴ سانپ اور بچھو کے ڈنک مارنے پر دم کرنیکا بیان۔

حدیث ۲۵۵۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ

اسود بن یزید نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زہریلے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا عَنِ الرُّقْیَۃِ مِنَ الْحُمَۃِ فَقَالَتْ رَخَّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

جانوروں کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرُّقْیَۃَ مِنْ کُلِّ ذِیْ حُمَۃٍ ؎۲

نے اس کی اجازت دی ہے۔

تشریحات ۲۵۵۳ "رَخَّصَ" کا لفظ بتا رہا ہے کہ پہلے ممانعت تھی پھر بعد میں اجازت عطا فرمائی وجہ یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں مختلف قسموں کے منتر پڑھتے تھے جن میں ایسے کلمات ہوتے تھے جو کفر و شرک تک ہوتے تھے اس لیے ابتداءً جھاڑ پھونک سے منع فرمایا۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں رائج منتر پڑھنا منع ہے اور قرآن کریم

؎۱ کتاب اللباس: باب الواشمہ ص ۸۷۹ مسلم: ابو داؤد: طب۔

؎۲ مسلم: نسائی: طب۔

کی آیات اور احادیث میں وارد دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے تو اجازت دیدی۔
ابن وہب نے ابن شہاب زہری سے روایت کی کہ بہت سے اہل علم سے یہ بات مجھ تک پہنچی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا یہاں تک مدینہ تشریف لائے اس زمانے میں بہت سے منتر ایسے تھے جس میں شرک تھا جب مدینہ تشریف لائے تو ایک صحابی کو کسی جانور نے ڈس لیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ!
آلِ حزم:۔ زہریلے جانوروں کے کاٹے سے جھاڑ پھونک کرتے تھے جب آپ نے منع کر دیا تو انہوں نے چھوڑ دیا۔ فرمایا حزم کو بلاؤ اور یہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ فرمایا اپنی دعا مجھے سناؤ۔ انھوں نے سنایا حضور نے اس میں کوئی حرج نہیں جانا اور اجازت دیدی [1]

بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۸۵۵ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا۔

حدیث ۲۵۵۴

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ ثَابِتٌ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
عبد العزیز نے کہا کہ میں اور ثابت حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ثابت نے کہا
فَقَالَ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ اِشْتَكَيْتُ فَقَالَ اَنَسٌ اَلَا اَرْقِيْكَ بِرُقْيَةِ
اے ابو حمزہ! میں بیمار ہو گیا ہوں تو حضرت انس نے فرمایا کیا میں تم پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ
پڑھ کر دم نہ کر دوں انہوں نے عرض کیا ضرور انہوں نے کہا! اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو
الْبَاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا [2]
دور فرمانے والے شفا دے تو شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شافی نہیں ایسی شفا دے جو بیماری کو کچھ بھی نہ چھوڑے

تشریحات ۲۵۵۴

بَاس:۔ اس میں باء کے بعد ہمزہ تھا ناس کے تناسب کے لیے ہمزہ کو الف سے بدل دیا اس کے قاعدے سے۔ مُذْهِب الْبَاس: اِذْهَاب سے اسم فاعل ہے عام روایتوں میں اذهب الباس ہے اس پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ عزوجل کے اسماء توقیفی ہیں، مُذہِب ان میں نہیں۔ لیکن جب حدیث میں وارد ہے تو پھر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں دوسری بات یہ ہے کہ کلام بلا اضافت ونسبت میں ہے لیکن اضافت اور

[1] عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۸۔ [2] مسلم: طب، نسائی: طب۔ امر الیوم واللیلہ

نسبت کے بعد ایسے صیغوں کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز ہے جس میں نقص کا احتمال نہ ہو مثلاً معلم کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز نہیں مگر قرآن کریم میں ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ :۔

حدیث ۲۵۵۵

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْقِي يَقُولُ أَمْسِحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پڑھ کر مریض پر دم فرماتے تھے۔ تکلیف دور فرمائے لوگوں کے پروردگار! تیرے دست قدرت میں شفاء ہے سوائے تیرے کوئی مرض دور کرنے والا نہیں۔

حدیث ۲۵۵۶

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لِلْمَرِيضِ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا وَرِيقَةُ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيمُنَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پڑھ کر مریض پر دم کرتے تھے۔ اللہ کے نام سے شفا طلب کر رہا ہوں ہمارے زمین کی دھول اور ہمارے بعض کا تھوک ہمارے مریض کو شفا دیتا ہے۔[۱]

تشریح ۲۵۵۶

امام نووی نے فرمایا کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک لیتے اور کلمہ کی انگلی پر رکھتے اور انگلی کو مٹی پر رکھتے جس میں کچھ مٹی چپک جاتی پھر ماؤف جگہ پر ملتے اور دعاء مذکور پڑھتے۔ ایک قول یہ ہے کہ زمین سے مراد خاص مدینے کی زمین ہے اور بعض سے مراد خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ حضور کے ساتھ مخصوص ہوا شارحین نے فرمایا کہ اس تخصیص میں نظر ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اس میں عموم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کے بعد والی روایت میں اخیر میں "باذن ربنا" زائد ہے۔

---

[۱] مسلم: ابوداؤد: طب۔ نسائی: طب امرالیوم واللیلۃ۔

262

بَابُ الطِّيَرَةِ ص ۸۵۶ بدشگونی کا بیان

حدیث ۲۵۵۷

أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ قَالُوا وَمَا الْفَالُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بدفالی نہیں اور اس سے اچھی، اچھی فال ہے لوگوں نے پوچھا فال کیا ہے فرمایا اچھا کلمہ جو تم کسی سے سنو

تشریح ۲۵۵۷

خیرھا الفال سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ بدشگونی میں بھی اچھائی ہے حالانکہ اس میں کوئی خیر نہیں یہاں خیر بغیر معنی تفضیل کے مجرد صفت کے لیے ہے جیسے ارشاد ہے" أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مستقرا۔ جنتی آج بہترین ٹھکانے میں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بولتے ہیں الصیف خیر من الشتاء۔ طیرۃ۔ بدشگونی کو کہتے ہیں اور فال اچھے شگون لینے کو مثلاً گھر سے باہر نکلے اور کسی کو چھینک آگئی تو ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ نقصان ہوگا۔ یہ بدشگونی ہے اور گھر سے باہر نکلے اور کوئی ایسا شخص — آئے جس کا نام حسن ہے اس سے یہ اخذ کیا ہمارا کام بن جائے گا یہ فال ہے۔ لاطیرۃ: کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی بات سامنے آجائے جس سے لوگ بدشگونی لیتے ہوں تو رکے نہیں اللہ پر بھروسہ کرکے اپنے کام پر جائے۔

ازالۂ توہم کے لیے اس موقعہ پر حدیث میں ایک دعاء ارشاد ہوئی ہے یہ پڑھ لے انشاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰھمّ لا طیرۃ الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الٰہ غیرک اللّٰھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یذھب بالسیئات الا انت۔

بَابُ الْفَالِ ص ۸۵۶ اچھا شگون لینا

حدیث ۲۵۵۸

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

262

وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَیُعْجِبُنِی الْفَالُ الصَّالِحُ الْکَلِمَۃُ الْحَسَنَۃُ[1]

بیماری کی چھوت نہیں اور بدشگونی نہیں اور مجھے اچھی فال اچھی بات پسند ہے۔

تشریح ۲۵۵۸ فال کی مثال یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بات چیت کرنے کے لیے سہیل بن عمرو آئے تو حضور نے فرمایا قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ[2] تمہارا کام آسان ہو گیا۔

بَابُ الْکِھَانَۃِ ص۸۵۷ کہانت کا بیان

حدیث ۲۵۵۹ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی فِی امْرَاَتَیْنِ مِنْ ھُذَیْلٍ اِقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ

نے ھذیل کی دو عورتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا جو آپس میں لڑی تھیں ان میں سے ایک نے دوسرے کو

اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی بِحَجَرٍ فَاَصَابَ بَطْنَھَا وَھِیَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَھَا

پتھر پھینک کر مارا جو دوسری کے پیٹ پر لگا وہ حاملہ تھی جس سے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا دونوں

الَّذِیْ فِیْ بَطْنِھَا فَاخْتَصَمُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَضٰی اَنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلے کے لیے آئیں حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے پیٹ کے بچے

دِیَۃَ مَا فِیْ بَطْنِھَا غُرَّۃٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَۃٌ فَقَالَ وَلِیُّ الْمَرْاَۃِ الَّتِیْ غَرِمَتْ کَیْفَ اَغْرَمُ

کی دیت غرّہ ہے غلام یا باندی اس پر اس عورت کے ولی نے کہا جس پر دیت واجب کی گئی تھی میں اس

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا اَکَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَھَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِکَ یُطَلُّ فَقَالَ

کا تاوان کیسے دوں یارسول اللہ! جس نے نہ پیا نہ کھایا نہ بولا نہ چیخا ایسے کا خون هدر ہے تو نبی

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْکُھَّانِ[3]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔

[1] باب لاعدوی ص۸۵۹۔ ابوداؤد: طب، ترمذی: سیر۔

[2] بخاری ۱ ص۳۷۹۔

[3] متصلا فی ھذا الباب۔ کتاب الفرائض باب: میراث المراۃ الزوج الخ ص۹۹۵۔ دیات: باب جنین المراۃ ص۱۰۲۰ و باب جنین المراۃ ان العقل الخ ص۱۰۲۰ دو طرق سے۔

تشریحات ۲۵۵۹

کہانت" کاف کے فتحے اور کسرے دونوں کیساتھ ہے کہانت کے معنی ہیں علم غیب کا دعویٰ کرنا جیسے آئندہ آنے والی باتوں کی خبر دینا کسی سبب کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ مثلاً علم نجوم، یا عرافہ پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کاھن:۔ اُسے کہتے ہیں جو پوشیدہ باتوں یا آئندہ آنے والی باتوں کی خبر دے۔ خواہ اٹکل پچّو سے یا کسی مخصوص علم پر اعتماد کرتے ہوئے۔

غرّۃ:۔ پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں اس سے مراد پورا جسم ہے یعنی دیت میں پورا انسان دینا ایک غلام یا ایک باندی، اس نے کاہنوں کی طرح بہ تکلف مقفیٰ، مسجّع عبارت کہی جس پر حضور نے فرمایا کہ یہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔ کاہنوں کی بھی عادت تھی کہ وہ بہ تکلف مقفیٰ مسجع عبارت بولتے تھے۔ مسجّع کلام بولنا منع نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے کلمات مقفیٰ، مسجع مروی ہیں جیسے صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہٗ۔ یہاں ناپسندیدگی کی بنیاد یہ ہے کہ اس نے حکم شرع رد کرنے کے لیے مقفیٰ، مسجع عبارت بولی تھی۔ جیسے کاہن اپنے اباطیل کو مقفیٰ، مسجع عبارت کے ذریعہ بیان کرتے تھے۔

بَابُ هَلْ يُسْتَخْرَجُ السِّحْرُ ص۸۵۸ — کیا جادو نکالا جائے گا۔

ت ۴۰ ۷

وَقَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ

اور قتادہ نے کہا میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ جس پر جادو کر دیا گیا ہو

عَنِ امْرَأَتِهِ يُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ

یا عورت کے پاس جانے سے باندھ دیا گیا ہو کیا اس کا علاج کیا جائے گا فرمایا کوئی حرج نہیں

الْإِصْلَاحَ فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ.

اس سے مقصود اصلاح ہے جس سے لوگوں کو نفع ہو اس سے منع نہیں۔

تشریح ۴

سوال کا مقصد یہ ہے کہ جادو کرنا منع ہے مگر جادو کے ازالے کے لیے جو ترکیب کی جاتی ہے وہ بھی جادو کے مشابہ ہے جادو کی طرح اس میں کچھ مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں کچھ مخصوص ترکیب کی جاتی ہے تو کیا یہ جائز ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے لیکن کسی کی تکلیف دور کرنے کے لیے کوئی ایسا عمل کرنا جو شرعاً ممنوع نہ ہو جائز ہے۔

بَابُ لَا هَامَةَ ص۸۵۹ — ھامہ کچھ نہیں

حدیث ۲۵۶۰

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ وَاَنْكَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ الْحَدِيْثَ الْاَوَّلَ قُلْنَا اَلَمْ تُحَدِّثْ اَنَّهٗ لَا عَدْوٰی فَرَطَنَ بِالْحَبْشِيَّةِ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَمَا رَاَيْتُهٗ نَسِیَ حَدِيْثًا غَيْرَهٗ ۔

اور ابوسلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لایا جائے اور حضرت ابوہریرہ نے پہلی حدیث کو چھوڑ دیا تو ہم نے کہا کیا آپ نے یہ نہیں بیان کیا ہے کہ بیماری کی چھوت نہیں تو (غصہ میں) حبشی زبان میں کچھ کہا۔ ابوسلمہ نے کہا میں نے اس حدیث کے علاوہ اور کچھ بھولتے ہوئے ان کو نہیں دیکھا۔

تشریحات ۲۵۶۰

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی یہ بھی مروی ہے کہ "عدویٰ نہیں" پھر انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لاؤ جب ہم نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ آپ ہی نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عدویٰ نہیں تو خفا ہو گئے اور کچھ کہا جو ہماری سمجھ میں نہیں آیا حقیقت میں دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔ "لاعدویٰ" جو فرمایا وہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور یہ جو فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لاؤ یہ عوام کے اعتقاد کی صیانت کے لیے ہے کہ اگر بالفرض اور تقدیر الٰہی سے تندرست جانور بیمار ہو گیا تو عوام یہ اعتقاد کریں گے کہ اسے پہلے کی بیماری لگ گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خفا ہونا اسی بنا پر تھا۔ دونوں میں تعارض نہیں تھا اور ابوسلمہ نے تعارض سمجھ کر اعتراض کر دیا اور حقیقت یہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی حدیث کو بھول گئے تھے کبھی کبھی اساتذہ پر ایسے احوال طاری ہوتے ہیں کہ وہ اپنے تلامذہ کی سطحی باتوں پر انہیں ڈانٹ دیتے ہیں اور ڈانٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ابوسلمہ نے جو کہا کہ حضرت ابوہریرہ اس حدیث کو بھول گئے یہ انہوں نے اپنی سمجھ سے کہا تھا، حقیقت میں بھولے نہیں تھے۔

===

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب اللباس ص ۸۶۰ لباس کا بیان

باب قول اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ ص ۸۶۰

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان فرمادو کس نے حرام کیا اللہ کی وہ زینت جو اس نے بندوں کے لیے نکالی (اعراف آیہ ۳۲)

ت ۷۴۱	وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلوا واشربوا والبسوا
	اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بغیر
	وتصدقوا فی غیر اسراف ولا مخیلۃ
	اسراف اور تکبر کے
ت ۷۴۲	وقال ابن عباس کل ماشئت والبس ماشئت ما
	اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے۔ البتہ
	اخطأتک اثنتان سرف او مخیلۃ
	دو غلطیاں نہ کرو، اسراف اور تکبر۔

تشریحات ۷۴۲ اسراف کے معنی فضول خرچی کے ہیں، اس کی حد کیا ہے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مجدد اعظم اعلیحضرت قدس سرہ نے فتاوی رضویہ جلد اول میں ص ۱۸۰ سے لے کر کئی صفحات تک اس پر نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے جنہیں اس کی تحقیق و تنقیح مطلوب ہو وہ اس کا مطالعہ کرلیں۔

بَابُ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَفِي النَّارِ صـ۸۶۱

ٹخنوں سے جو کپڑا نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔

حدیث ۲۵۶۱

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔

تشریحات ۲۵۶۱

مراد یہ ہے کہ جو براہ تکبر اپنے تہبند یا پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھے گا تو قدم کا اتنا حصہ آگ میں ہے۔ براہ تکبر کی قید اس کے بعد والی حدیث میں آرہی ہے اور اگر بہ نیت تکبر نہ ہو بدرجۂ مجبوری ہو مثلاً پیٹ کی ساخت ایسی ہے کہ تہبند یا پائجامہ سرک سرک جاتا ہے تو معاف ہے، جیسا کہ مناقب میں اور اس باب کی دوسری حدیث میں ہے۔ حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے تہبند کا ایک سرا لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ فرمایا تم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے اور بطور عادت اور شوق ٹخنوں سے نیچے تہبند اور پائجامہ رکھنا ممنوع ہے کہ یہ فاسقوں کی وضع ہے۔ آج کل کے علما خصوصاً واعظین اور دینی مدارس کے طلبہ اس وبا میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ حدیث میں یہ ہے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ یہ کنایہ ہے جسم کے اس حصہ سے جس پر ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکے۔

بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ صـ۸۶۱

جو اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹے۔

حدیث ۲۵۶۲

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو

اِلٰی مَن جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا اھ

اپنے تہبند کو براہ تکبر گھسیٹے گا ۔

تشریحات ۲۵۶۲ نسائی اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا، جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ چونکہ حدیث میں لفظ مَنْ عام تھا جو مرد عورت دونوں کو شامل ہے تو اس سے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھا کہ عورتیں بھی اس میں داخل ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ عورتیں اپنے دامنوں کے ساتھ کیا کریں۔ فرمایا ایک بالشت لٹکائیں۔ عرض کیا کہ اتنے سے انکے قدم کھل جائیں گے فرمایا ایک ہاتھ لٹکائیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

یہاں ایک بات یہ قابل غور ہے کہ عورتیں اپنے دامن تکبراً نہیں لٹکاتی تھیں بلکہ اپنے قدموں کو چھپانے کے لیے لٹکاتی تھیں جو فرض ہے۔ تو اگر ازار کا تکبراً ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع ہوتا تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے اس سوال کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی اس سے سمجھ میں آیا کہ ٹخنوں کے نیچے تہبند لٹکانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ براہ تکبر نہ ہو جیسا کہ علامہ نووی نے افادہ فرمایا۔

حدیث ۲۵۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یا حضرت ابوہریرہ

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ

نے کہا تھا ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا (یہ شک حضرت امام بخاری کے استاد آدم سے ہوا ہے)

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ فِيْ حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ

ایک شخص اپنے جوڑے میں اتراتا ہوا اور بالوں میں کنگھا کیے ہوئے جا رہا تھا کہ اللہ نے

جُمَّتَهُ إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ع

اسے زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک زمین میں تڑپتا رہے گا۔

تشریحات ۲۵۶۳ جُمَّۃٌ، جو بال کندھوں یا اس کے نیچے تک ہوں اس کو جمہ کہتے ہیں اور جو کانوں کی لو تک ہو اسے وفرہ کہتے ہیں۔ یتجلجل اس کے معنی ہیں حرکت کرنے کے، یہاں مراد تڑپنا ہے، یعنی زمین میں دھنسنے کے باوجود مر نہیں جائے گا زندہ رہے گا اور تڑپتا رہے گا قیامت تک۔

حدیث ۲۵۶۴

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ لَقِيْتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ عَلَى فَرَسٍ وَهُوَ يَأْتِيْ

شعبہ نے کہا کہ میں نے (کوفہ کے قاضی) محارب بن دثار سے ملاقات کی اور وہ گھوڑے پر سوار وہاں

مَكَانَهُ الَّذِيْ يَقْضِيْ فِيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ

جارہے تھے جہاں بیٹھ کر فیصلہ کرتے تھے میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ

بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ثَوْبَهُ مِنْ مَخِيْلَةٍ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ أَذَكَرَ

نے فرمایا کہ جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ شعبہ نے کہا

إِزَارَهُ قَالَ مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيْصًا ؏

میں نے محارب سے پوچھا کیا انہوں نے تہبند کو ذکر کیا تھا انہوں نے بتایا۔ نہ تہبند کو خاص کیا نہ کرتے کو۔

تشریحات ۲۵۶۴

یہ حدیث حضرت سالم نے اپنے والد سے بھی روایت کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی جیسا کہ امام بخاری نے اس کے قبل بطریق عبداللہ بن محمد جریر بن زید سے روایت کیا ہے کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ ان کے گھر کے دروازے پر تھا انہوں نے کہا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ الحدیث۔ ابو القاسم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے احوال میں اس حدیث کی سند میں عن عبداللہ بن عمر عن ابی ہریرۃ ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سالم نے یہ روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ وہم ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت سالم حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت نہیں کیا ہے۔ اسی پر تنبیہ کرنے کے لیے حضرت امام بخاری نے پہلے بطریق عبداللہ بن محمد، جریر بن زید کی یہ روایت ذکر کی۔ کہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر کے گھر کے دروازے پر تھا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی پھر شعبہ کی روایت ذکر کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس کی تائید میں تین متابعت ذکر کی۔ ایک زید بن عبداللہ عن ابن عمر اور ایک نافع عن ابن عمر اور ایک سالم عن ابن عمر۔

؏ نسائی زینت

بَابُ الْاِزَارِ الْمُهَدَّبِ صفحہ ۸۶۱ حاشیہ والا ازار۔

ت ۳۴۳ وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَاَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَحَمْزَةَ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ وَمُعٰوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهُمْ لَبِسُوْا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً۔

زہری اور ابوبکر بن محمد (قاضی مدینہ) اور حمزہ بن ابی اسید اور معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے پھُدنے والا کپڑا پہنا۔

تشریحات ۳۴۳ مُہدّب کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کے کنارے پر پھدنا بنا دیا جائے پھُدنے کو جسم کے چھپانے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ صرف زینت کے لیے ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاری نے یہ باب اس لیے باندھا ہے کہ کپڑے میں آرائش وزیبائش کے لیے پھدنا بنالیا جائے یا گل بوٹے کاڑھ لیے جائیں۔ یہ اسراف نہیں زینت ہے۔

بَابُ الْبَرَانِسِ صفحہ ۸۶۳ برانس کا بیان۔

توضیح یہ بُرنس کی جمع ہے یہ ایک قسم کی لمبی ٹوپی تھی جو اہل عرب پہنتے تھے چونکہ اسی قسم کی ٹوپی نصاریٰ بھی پہنتے تھے تو اس کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہوا حضرت امام بخاری نے بظاہر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ لیکن اس باب کے تحت جو تعلیق اور حدیث لائے ہیں اس سے یہی مستفاد ہے کہ یہ جائز ہے۔

ت ۳۴۴ قَالَ لِيْ مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ رَاَيْتُ عَلٰى اَنَسٍ بُرْنُسًا اَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ۔

اور سلیمان تیمی نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ زرد رنگ کی ریشم اور اون کی برنس پہنتے تھے۔

۳۴۴ تشریح برنس اگرچہ نصاریٰ بھی پہنتے تھے مگر اہل عرب بھی عام طور پر پہنتے تھے اس لیے یہ نصاریٰ کا خاص شعار نہ تھا۔ شعار وہ لباس ہے جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہو جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں۔ خزؔ۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو ریشم اور اون سے بنا جائے مثلاً تانا ریشم ہو اور بانا اون۔ ایسے لباس کے جائز اور ناجائز ہونے میں سلف میں اختلاف رہا ہے۔ علامہ عینی نے ۱۳ صحابہ کرام کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ خز پہنتے تھے جن میں حضرت صدیق اکبر، حضرت

سعد بن ابی وقاص، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔ ہمارے یہاں یہ حکم ہے کہ اگر اون یا سوت ریشم پر غالب ہو تو اس کا پہننا جائز ہے۔ مثلاً تانا ریشم ہو اور بانا اون یا سوت حضرت امام بخاری نے اس ضمن میں وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو کتاب العلم میں گزر چکی ہے، جس میں یہ مذکور ہے کہ محرم کرتا، عمامہ، پائجامہ اور برنس اور موزے نہ پہنے۔ اگر برنس کا پہننا مطلقاً حرام ہوتا تو حالت احرام میں پہننے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی جس طرح کرتا وغیرہ احرام کے علاوہ اور حالتوں میں پہننا جائز ہے جسے لوگ عام حالتوں میں پہنا کرتے تھے مگر احرام کی حالت میں منع ہے۔ اسی طرح لوگ عام حالتوں میں برنس بھی پہنا کرتے تھے اس سے جواز مستفاد ہوا۔

بَابُ الْبُرُوْدِ وَالْحِبَرَةِ وَالشَّمْلَةِ صفہ ۸۶۴ — دھاری دار کمبل اور یمنی چادر اور کمبل پہننے کا بیان۔

حدیث ۲۵۶۵ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اَیُّ الثِّیَابِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحِبَرَةُ [ع۱]

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کون سا کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا فرمایا یمنی چادر

حدیث ۲۵۶۶ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ [ع۲]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہو گئی تو یمنی چادر سے حضور کو ڈھک دیا گیا تھا۔

باب ثیاب الخضر صفہ ۸۶۶ — ہرے کپڑوں کا بیان۔

حدیث ۲۵۶۷ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِیْرِ الْقُرَظِیُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَعَلَیْهَا خِمَارٌ اَخْضَرُ فَشَكَتْ

عکرمہ سے روایت ہے کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تو اس سے عبد الرحمن بن زبیر قرظی نے شادی کر لی۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ عورت ان کے پاس آئی اور وہ ہرے رنگ کی

ع۱ مسلم ابو داؤد، لباس ع۲ مسلم ابو داؤد جنائز۔ نسائی وفات۔

إِلَيْهَا وَأَرَتْهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اس عورت نے ام المومنین سے اپنے شوہر کی زیادتی کی شکایت کی اور

وَسَلَّمَ وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقَى

اس نے اپنے چمڑے کا ہرا نشان ام المومنین کو دکھایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

الْمُؤْمِنَاتُ لَجِلْدُهَا أَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِهَا قَالَ وَسَمِعَ أَنَّهَا قَدْ أَتَتْ

"اور عورتیں بعض بعض کی مدد کرتی ہیں،" تو عائشہ نے کہا کہ مومن عورتیں جتنا ظلم سہتی ہیں اس کے

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا قَالَتْ

مثل میں نے نہیں دیکھا۔ اس کی کھال اس کے کپڑے سے زیادہ سبز ہے اور عبدالرحمن نے سنا کہ ان کی

وَاللّٰهِ مَا لِي إِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا أَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِأَغْنَى عَنِّي مِنْ هٰذِهٖ

بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی ہے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ ثَوْبِهَا فَقَالَ كَذَبَتْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي لَأَ

ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو دوسری بیوی سے تھے۔ رفاعہ کی بیوی نے کہا بخدا اس

نْفُضُهَا نَفْضَ الْأَدِيمِ وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيدُ رِفَاعَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

کا اور کوئی گناہ نہیں مگر اس کے ساتھ جو ہے وہ اس سے زیادہ کام دینے والا نہیں اور اس نے اپنے کپڑے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ كَانَ ذٰلِكِ لَمْ تَحِلِّي لَهُ أَوْ لَمْ تَصْلُحِي لَهُ

کا پھندنا لیا تو عبدالرحمن نے کہا یہ جھوٹ بولی ہے بخدا یا رسول اللہ! میں اس کو چمڑے کی طرح رگڑ دیتا ہوں لیکن

حَتّٰى يَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ قَالَ وَأَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ لَهُ فَقَالَ بَنُوكَ

یہ نافرمان ہے رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا اگر یہ بات ہے تو

هٰؤُلَاءِ قَالَ نَعَمْ قَالَ هٰذَا الَّذِي تَزْعُمِينَ مَا تَزْعُمِينَ فَوَاللّٰهِ لَهُمْ

رفاعہ کے لیے حلال نہیں اور اس سے نکاح کے لائق نہیں یہاں تک کہ تو اس کے شہد میں سے کچھ چکھ لے اور حضور نے عبدالرحمن کے ساتھ ان کے

أَشْبَهُ بِهٖ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ۔

دو بچوں کو دیکھا تو پوچھا یہ تیرے بچے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہاں اب حضور نے اس عورت سے فرمایا کہ تم یہ گمان کرتی ہو جو گمان کرتی ہو بخدا

یہ بچے عبدالرحمن کے اس سے بھی زیادہ مشابہ ہیں جیسے کوا کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔

تشریحات ۲۵۶۷

یہ حدیث گزر چکی ہے مگر یہاں متن میں کچھ زائد باتیں تھیں اس لیے ہم نے دوبارہ یہاں ذکر کیا۔ رفاعہ کی اس عورت کا نام طیمہ بنت وہب تھا اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبدالرحمن بن زبیر نے اس کو اتنا مارا تھا کہ جسم پہ داغ پڑ گئے تھے حدیث میں تصریح ہے کہ عبدالرحمن بن زبیر نے اس عورت کے الزام کو قبول نہیں کیا بلکہ رد کر دیا اور اس بات کی تائید میں کہ میری قوت مردمی کامل ہے اپنے دو بچوں کو بھی لائے تھے جو دوسری بیوی سے تھے۔

مگر جب طیمہ رفاعہ کی بیوی نے ہم بستری سے انکار کر دیا تو اسی کے مطابق حضور نے فیصلہ فرمایا۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر شوہر ثانی جماع کا اقرار کرے اور عورت انکار کرے تو شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ صفحہ ۸۶۶ سفید کپڑوں کا بیان۔

حدیث ۲۵۶۸

أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهُ قَالَ	ابوالاسود دؤلی نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا
أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ	میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سفید کپڑا پہنے ہوئے تھے اور حضور سوئے ہوئے
أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى	تھے پھر دوبارہ حاضر ہوا تو حضور بیدار ہو چکے تھے اب حضور نے فرمایا جو بندہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لے پھر
ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَىٰ	اسی پر اسے موت آئے تو وہ جنت میں داخل ہوگا حضرت ابوذر نے کہا میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے
وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ	اور چوری کرے۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور
قُلْتُ وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ عَلَىٰ رَغْمِ	چوری کرے۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے ابوذر کی
أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ	ناک کے خاک آلود ہونے کے باوجود۔ اور حضرت ابوذر جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے اگرچہ ابوذر کی ناک خاک

اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ هٰذَا عِنْدَ الْمَوْتِ اَوْ قَبْلَهٗ اِذَا تَابَ وَنَدِمَ

آلود ہو۔ اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا یہ موت کے وقت یا اس کے پہلے جب کہ توبہ کرلے اور شرمندہ

وَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ غُفِرَ لَهٗ وَكَانَ قَبْلُ عله

ہو جائے اور لا الٰہ الا اللہ کہے تو پہلے کے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔

تشریحات ۲۵۶۸

ابو الاسود دؤلی کا نام ظالم بن عمرو تھا یہی وہ بزرگ ہیں جنہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نحو کے قواعد کے ایجاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور انہوں نے سب سے پہلے نحو کے چند ابتدائی قواعد مرتب کیے۔

"ناک خاک آلود ہو" کا استعمال اصل میں تحقیر کے لیے ہے مگر کبھی کبھی پیار و محبت کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اور اس حدیث میں یہی مراد ہے۔ اسی لیے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو فخریہ یہ جملہ بھی بیان کرتے کہ اس میں شفقت جھلکتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کی جو توجیہ کی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے سے پہلے جو کچھ بھی اس نے گناہ کیا ہو ایمان لانے سے سب معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ توجیہ حدیث کے سیاق کے خلاف ہے۔ صحیح توجیہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر گناہ صادر ہو تو بھی وہ جنت کا مستحق ہے یا تو اللہ کی رحمت سے بغیر جہنم میں گئے ہوئے یا بطور سزا جہنم میں کچھ دن جانے کے بعد پھر ضرور جنت میں جائے گا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا جیسے معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔

ہم نے "کتاب الزکوٰۃ" میں یہ ذکر کیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ ایمان قبول کرنے سے کنایہ ہے اس زمانے میں لا الٰہ الا اللہ وہی کہتا جو مسلمان ہوتا۔

بَابُ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَافْتِرَاشِهٖ لِلرِّجَالِ وَقَدْرِ مَا يَجُوْزُ مِنْهُ۔ صفحہ ۸۶۷

مرد کا ریشمی کپڑا پہننا اور بچھانا۔ اور اس میں کتنا جائز ہے۔

حدیث ۲۵۶۹

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمٰنَ النَّهْدِيَّ قَالَ اَتَانَا

ابو عثمان نہدی نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا والا نامہ آیا اور ہم عتبہ بن فرقد کے

كِتَابُ عُمَرَ وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِاَذْرَبِيْجَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ

ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریشمین کپڑے سے منع فرمایا مگر

عله مسلم۔ الایمان۔

تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن الحریر الا ھٰکذا و اشار باصبعیہ اللتین

اتنا اور اپنی ان دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہیں ہمارے علم میں

تلیان الابھام فیما علمنا انہ یعنی الاعلام [1]

یہ ہے کہ اس سے مراد نقش و نگار ہے۔

تشریحات ۲۵۶۹

حریر:۔ خالص ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں جس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہوتا ہے۔ مرد کو اس کا پہننا حرام ہے ہاں اس کی اجازت ہے کہ کپڑے پر ریشمی کپڑے کا نقش و نگار ہو مگر شرط یہ ہے کہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو۔ چار انگل تک کی اجازت ہے اس حدیث میں دو انگل تک کی مقدار کا استثناء ہے۔ لیکن ابوداؤد میں اسی حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ "الا ما کان ھٰکذا وھٰکذا اصبعین وثلاثۃ واربعۃ" مگر جو اتنا ہو دو انگل یا تین انگل یا چار انگل۔ مسلم میں سوید بن غفلہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریشمین کپڑا پہننے سے منع فرمایا مگر دو انگل یا تین انگل یا چار انگل۔

حدیث ۲۵۷۰

عن التیمی عن ابی عثمان کنا مع عتبۃ فکتب الیہ عمر ان

ابو عثمن نہدی نے کہا کہ ہم عتبہ کے ساتھ تھے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یلبس الحریر فی الدنیا الا

نے لکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ریشمی کپڑا دنیا میں وہی پہنے گا جو آخرت

لمن لم یلبس فی الاخرۃ منہ واشار ابو عثمن باصبعیہ المسبحۃ

میں نہیں پہنے گا اور ابو عثمن نے اپنی دو انگلیوں کلمے اور بچلی سے

والوسطی۔

اشارہ فرمایا۔

حدیث ۲۵۷۱

حدثنا عبد العزیز بن صھیب قال سمعت انس بن مالک

عبد العزیز بن صہیب نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

[1] مسلم۔ ابوداؤد: لباس۔ نسائی زینت۔ ابن ماجہ: جہاد، لباس۔

قَالَ شُعْبَۃُ فَقُلْتُ اَعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَدِیْدًا

شعبہ نے کہا میں نے عبدالعزیز بن صہیب سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے تو انہوں نے غصے میں کہا

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا فَلَنْ یَّلْبَسَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے جو ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا۔ وہ آخرت میں ہرگز نہیں پہنے گا۔

تشریحات ۲۵۷۱

یعنی عبدالعزیز بن صہیب نے جب یہ کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ——— تو شعبہ نے یہ پوچھا کہ حضرت انس نے یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے تو عبدالعزیز بن صہیب کو غصہ آگیا اور انہوں نے فرمایا کہ ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔ غصے کا سبب یہ ہوا کہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اپنی طرف سے نہیں بیان فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان فرمایا ہے کیوں کہ یہ بات قیاس سے نہیں جانی جاسکتی۔ اس کو خود سمجھ لینا چاہیئے تھا۔

پھر امام بخاری نے اسی حدیث کو حضرت عبداللہ بن زبیر سے تین طریقے سے روایت کیا ہے۔ ایک میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا ہے اور دو طریقے میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

حدیث ۲۵۷۲

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عمران بن حطان نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ریشمی

عَنْہَا عَنِ الْحَرِیْرِ فَقَالَتْ اِئْتِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَلْہُ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ سَلِ

کپڑے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو میں نے اُن سے

ابْنَ عُمَرَ فَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْحَفْصٍ یَعْنِیْ عُمَرَ بْنَ

پوچھا تو انہوں نے کہا ابن عمر سے پوچھو میں نے ابن عمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھ کو ابوحفص یعنی عمر

الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں ریشمی

قَالَ اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ فَقُلْتُ

کپڑا وہ پہنتا ہے جس کا اس سے حصہ آخرت میں نہیں تو میں نے کہا سچ کہا ابوحفص نے اور ابوحفص نے

صَدَقَ وَمَا كَذَبَ أَبُوْحَفْصٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا ہے۔

تشریح ۲۵۷۲

قلت کے قائل عمران بن حطان ہیں۔ اس حدیث کا راوی عمران بن حطان رئیس الخوارج تھا اور ان کا شاعر تھا یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ابن ملجم خبیث کی مدح کی ہے اور اس مدح میں اس نے ابن ملجم کی تعریف میں بہت سے جھوٹ بولے ہیں اور اس کے خبث کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوا۔ حضرت امام بخاری پر حیرت ہے کہ انہوں نے ایسے بدمذہب بدطینت کی حدیث کیسے اپنی کتاب میں درج کی۔

یہاں امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھ طریقوں سے تخریج کی ہے تین ابو عثمان نہدی کے طریقے اور دو حضرت عبداللہ بن زبیر کے طریقے سے، ایک عمران بن حطان کے طریقے سے۔

بَابُ لُبْسِ الْقَسِّيِّ صفحہ ۸۶۸ قسی کا پہننا۔

ت ۷۴۵

وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ قُلْنَا لِعَلِيٍّ مَا الْقَسِّيَّةُ قَالَ

ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ثِيَابٌ أَتَتْنَا مِنَ الشَّامِ أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ فِيْهَا حَرِيْرٌ فِيْهَا أَمْثَالُ

پوچھا قسیہ کیا ہے فرمایا یہ وہ کپڑا ہے جو ہمارے یہاں شام یا مصر سے آتا ہے جس میں ریشم سے

الْأُتْرُجِّ وَالْمِيْثَرَةُ كَانَتِ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَهُ لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَمْثَالَ الْقَطَائِفِ

دھاریاں بنی ہوتی ہیں اس میں ترنج کی شکل

يُصَفِّرْنَهَا.

ہوتی ہے اور میثرہ وہ کپڑا ہے جو عورتیں اپنے شوہروں کے لیے چادروں کے مثل زرد رنگ کی تیار کرتی تھیں

ت ۷۴۶

وَقَالَ جَرِيْرٌ عَنْ يَزِيْدَ فِيْ حَدِيْثِهِ الْقَسِّيَّةُ ثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ

یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی حدیث میں کہا قسیہ ایک دھاری دار کپڑا ہے جو مصر

263

قِصَرٍ فِيهَا الْحَرِيرُ وَالْمِيثَرَةُ جُلُودُ السِّبَاعِ ۔

سے لایا جاتا ہے جس میں ریشم ہوتا ہے اور میثرہ درندوں کی کھال کو کہتے ہیں

وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَوْلُ عَاصِمٍ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي الْمِيثَرَةِ ۔

اور ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ عاصم کا قول میثرہ کے بارے میں اکثر اور زیادہ صحیح ہے۔

تشریحات ۴۶

الْقَسِّيُّ:- یہ ایک کپڑا ہے جو ریشم اور سوت سے تیار کیا جاتا تھا مصر میں ایک بستی کا نام قس ہے جہاں یہ تیار ہوتا تھا۔

مِيثَرَةٌ:- یہ ایک بچھونا تھا دبیز جو گھوڑے کی زین اور اونٹ کے کجاوے پر رکھا جاتا تھا جسے عورتیں اپنے شوہروں کے لیے سرخ ارجوان اور دیبا سے بناتی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ریشم یا دیبا کا کپڑا تھا۔ جو زین پر بچھایا جاتا تھا اور یزید نے جو کہا کہ میثرہ درندوں کی کھال کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ باطل ہے اور محدثین کے متفقہ قول کے مخالف ہے مگر فتح الباری میں اس کی توجیہ یہ کی کہ ہوسکتا ہے یہ ایک گدا ہو جو درندوں کی کھال سے بنایا جاتا ہو۔ پھر اس میں کچھ بھر دیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ صفہ ۸۶۸ عورتوں کے لیے ریشمی کپڑا

حدیث ۲۵۷۳

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى

زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ کو انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی

عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی ام کلثوم کو سرخ ریشمی

وَسَلَّمَ بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ [1]

چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔

تشریحات ۲۵۷۳

امام طحاوی نے اس حدیث کو پانچ طریقوں سے روایت کیا ہے۔ پانچویں طریقے میں یہ ہے کہ حضرت انس نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی زینب کو سرخ ریشمی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔ کچھ شارحین

[1] نسائی: زینت۔

263

نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مضطرب ہے کچھ روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم کو دیکھا اور کچھ روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت زینب کو دیکھا لیکن حقیقت میں یہ اضطراب نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں کو دیکھا ہو۔

بَابُ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ ص ۸۶۹ مردوں کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا۔

حدیث ۲۵۷۴	عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کو زعفران سے رنگے ہوتے کپڑے پہننے سے منع فرمایا۔

تشریح: صحیح یہ ہے کہ یہ نہی تحریم کے لیے ہے۔

بَابُ يَنْزِعُ النَّعْلَ الْيُسْرٰى ص ۸۷۰ پہلے بایاں جوتا نکالے۔

حدیث ۲۵۷۵	عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَاِذَا انْزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ۔
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جوتا پہنے تو داہنے سے شروع کرے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے تاکہ داہنے کو پہلے پہنے اور بعد میں نکالے۔

تشریح ۲۵۷۵ مسجد میں داخل ہوتے وقت حکم یہ ہے کہ پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور جب مسجد سے نکلے تو پہلے بایاں پیر نکالے۔ مسجد کے داخلے کے وقت اس حدیث پر عمل دشوار ہے۔ مجدد اعظم اعلیحضرت قدس سرہ نے اس کا حل یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب مسجد میں جاتا ہو تو پہلے بائیں پیر کو نکال کر جوتے پر رکھ لے پھر داہنے پیر سے جوتا نکال کر مسجد میں داخل ہو۔ اور جب مسجد سے باہر ہو تو بایاں پیر نکال کر جوتے پر رکھ لے پھر داہنا پیر نکال کر داہنا جوتا پہن لے پھر بایاں پہن لے۔

بَابُ لَا یَمْشِیْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَۃٍ ص۸۷۰ ایک جوتے میں نہ چلے۔

حدیث ۲۵۷۶

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْشِ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَۃٍ

فرمایا کوئی ایک جوتے میں نہ چلے یا دونوں کو اتار دے

لِیُحْفِھِمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیُنْعِلْھُمَا جَمِیْعًا [1]

یا دونوں کو پہنے

تشریح ۲۵۷۶

حدیث میں نعل کی صفت واحدۃٌ لائے اس سے معلوم ہوا کہ نعل مؤنث ہے ایک جوتے میں چلنا منع ہے۔ ایک جوتے میں چلنا دشوار بھی ہوتا ہے۔ آدمی لنگڑاتا ہوا چلے گا۔

بَابُ خَوَاتِیْمِ الذَّھَبِ ص۸۷۱ سونے کی انگوٹھیوں کا بیان۔

حدیث ۲۵۷۷

عَنْ بَشِیْرِ بْنِ نَھِیْکٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی عَنْ خَاتَمِ الذَّھَبِ [2]

سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔

بَابُ خَاتَمِ الْفِضَّۃِ ص۸۷۱ چاندی کی انگوٹھی کا بیان

حدیث ۲۵۷۸

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے

---

[1] مسلم، ابوداؤد: ترمذی: لباس۔

[2] باب خواتیم الذہب ص۸۷۱- باب خاتم الفضۃ ص۸۷۱ باب من جعل فص الخاتم ص۸۷۳، ایمان من حلف علی الشئ الخ ص۹۸۴، اعتصام: باب الاقتداء بافعال النبی ص۱۰۸۲ مسلم: لباس، ابوداؤد: خاتم۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ

کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگ اندرونی ہتھیلی کی طرف کیا اور اس میں کندہ کرایا "محمد رسول اللہ"

مِمَّا يَلِي بَاطِنَ كَفِّهِ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ

تو لوگوں نے ویسی ہی انگوٹھی بنائی جب حضور نے لوگوں کو دیکھا کہ انگوٹھی بنالی تو اپنی انگوٹھی

فَلَمَّا رَاٰهُمْ قَدِ اتَّخَذُوْهَا رَمٰى بِهٖ وَقَالَ لَا اَلْبَسُهٗ اَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا

پھینک دی اور فرمایا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر چاندی کی انگوٹھی بنائی اور لوگوں نے

مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَبِسَ الْخَاتَمَ

بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنائیں۔ ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ حَتّٰى

بعد یہ انگوٹھی ابو بکر نے پہنی پھر عمر نے پھر عثمان نے یہاں تک کہ یہ

وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ الْفِضَّةُ فِيْ بِئْرِ اَرِيْسَ۔

انگوٹھی بئر اریس میں عثمان سے گر پڑی۔

تشریحات ۲۵۷۸

فاتخذ الناس مثلہ :۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے سونے کی ایسی انگوٹھی بنائی جس میں "محمد رسول اللہ" کا نقش بھی تھا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سونے کی انگوٹھی بنائی جس میں نقش نہیں تھا۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی۔ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری میں نقش مبارک کی صورت یہ تھی۔ نیچے محمد بیچ میں رسول اور اوپر اللہ (اللہ / رسول / محمد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کی انگوٹھی مردوں کو پہننا حرام ہے۔

بئر اریس :۔ یہ کنواں قبا شریف کے قریب ایک باغ میں تھا۔ یہ انگوٹھی مُعَیقِب کے ہاتھ سے بئر اریس میں گری تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انگوٹھی تلاش کرنے کے لیے کنوئیں کا کل پانی نکلوا ڈالا حتیٰ کہ کیچڑ بھی نکال کر تلاش کرایا مگر انگوٹھی نہیں ملی۔ اس انگوٹھی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح تسخیر کی قوت تھی جب تک یہ انگوٹھی موجود رہی خلافت کا معاملہ ہر طرح درست رہا۔ جب سے یہ انگوٹھی غائب ہوئی خلافت کے معاملے میں کچھ خلل

پیدا ہو گیا۔

حدیث ۲۵۷۹

حَدَّثَنِیْ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ رَاٰی فِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ یَوْمًا وَاحِدًا ثُمَّ اَنَّ النَّاسَ اِصْطَنَعُوْا الْخَوَاتِمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوْهَا فَطَرَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَهٗ فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَهُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی دن بھر پھر لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنائیں اور اسے پہنیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی پھر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

تشریحات ۲۵۷۹

بظاہر حضرت انس کی یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اور خود حضرت انس سے مروی حدیثوں کے معارض ہے اسی لیے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اس روایت میں امام زہری سے وہم ہو گیا انہوں نے بجائے خاتم من ذہب کے من ورق روایت کر دیا۔ امام قاضی عیاض اور دوسرے شراح نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں جو علامہ نووی کی شرح مسلم اور فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ میں مذکور ہیں اس کی تلخیص بخاری کے ہندوستانی مطبوعہ کے حاشیہ میں بھی ہے مگر کوئی تاویل چسپاں نہیں ہوتی۔ سب میں بُعد ہے۔ ہاں ان میں سے ایک تاویل کچھ لگتی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا ہو اسے حضور نے ناپسند فرمایا جیسا کہ چند ابواب کے بعد حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کندہ کرایا ہے تم میں سے کوئی اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ فَصِّ الْخَاتَمِ صفہ ۸۷۲ انگوٹھی کے نگ کا بیان۔

حدیث ۲۵۸۰

سَمِعْتُ حُمَیْدًا یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ خَاتَمُہٗ مِنْ فِضَّۃٍ وَکَانَ فَصُّہٗ مِنْہُ.

کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا۔

بَابُ خَاتَمِ الْحَدِیْدِ صفہ ۸۷۲ لوہے کی انگوٹھی کا بیان۔

توضیح امام بخاری نے اس باب کے تحت وہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک خاتون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو حضور کو ہبہ کرتی ہوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خاتون کو بغور دیکھا پھر نگاہ مبارک نیچے کر لی اور خاموش ہو گئے کچھ دیر گزرنے کے بعد ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور کو اس عورت کی حاجت نہ ہو تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجیے۔ حضور نے ان سے پوچھا تیرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے انہوں نے عرض کیا نہیں حضور نے فرمایا جاؤ دیکھو تو، وہ گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا بخدا میں نے کچھ نہیں پایا فرمایا جاؤ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو (الحدیث) اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

اس بارے میں امام بخاری کا کیا مذہب ہے کچھ ظاہر نہیں ہوا، مگر صحیح یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، جیسا کہ اصحاب سنن اربعہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے فرمایا کیا بات ہے میں تجھ سے بتوں کی بو پا رہا ہوں۔ انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ دوبارہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو فرمایا کیا بات ہے میں تیرے اوپر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے اسے پھینک دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا چاندی کی بنا اور ایک مثقال سے کم کی۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اس طرح دیکھا۔ گویا اسے ناپسند فرما رہے ہیں تو انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی تو ان سے فرمایا یہ زیادہ خبیث ہے، یہ زیادہ خبیث ہے۔ پھر انہوں نے چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ اس پر حضور نے سکوت فرمایا۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں عمار بن عمار سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا اسے پھینک دے پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی بنائی تو فرمایا اس سے زیادہ بری ہے پھر انہوں نے

چاندی کی انگوٹھی بنائی تو حضور نے سکوت فرمایا۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو اس کے علاوہ اور دھاتوں کی انگوٹھی جائز نہیں۔ عورتوں کو چاندی کی بھی انگوٹھی جائز ہے اور سونے کی بھی۔ اس کے علاوہ اور دھاتوں کی عورتوں کو بھی جائز نہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ انگوٹھی زیور ہے، مردوں کو کسی بھی دھات کا زیور پہننا جائز نہیں صرف ایک مثقال سے کم کی چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے یہ اس حکم کلی سے مستثنیٰ ہے عورتوں کو سونے چاندی کا زیور جائز ہے تو ان کو چاندی کے ساتھ سونے کی بھی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور دوسری دھاتوں کا زیور عورتوں کو بھی پہننا ناجائز ہے تو انگوٹھی بھی ناجائز ہے۔ مردوں کو صرف ایک انگوٹھی کی اجازت ہے ایک سے زیادہ کی نہیں۔ عورتوں کے لیے کوئی تحدید نہیں مردوں کو صرف وہی انگوٹھی جائز ہے جس میں ایک نگ ہو ایک سے زیادہ نگ کی ہو تو مردوں کو جائز نہیں عورتوں کو جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زیور ہونے کی وجہ سے اصل حکم یہی تھا کہ مردوں کو انگوٹھی پہننا جائز نہ ہوتا مگر جب انہیں انگوٹھی پہننے کی اجازت دی تو وہ اجازت اسی قدر میں منحصر ہوگی جتنے کی اجازت ہے اور یہ منحصر ہے ایک انگوٹھی میں اور ایک نگ کی انگوٹھی میں لہٰذا ایک سے زائد انگوٹھیاں اور ایک نگ سے زائد کی انگوٹھی اپنے اصل کے اعتبار سے حرام ہوگی۔

بَابُ الْخَاتَمِ فِی الْخِنْصَرِ ص۸۷۳ انگوٹھی چھوٹی انگلی میں۔

حدیث ۲۵۸۱

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُهَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنْهُ قَالَ اِصْطَنَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ اِنَّا

چاندی کی انگوٹھی بنائی اور فرمایا میں نے چاندی کی انگوٹھی بنائی ہے اور میں نے اس پر

قَدِ اتَّخَذْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِیْهِ نَقْشًا فَلَا یَنْقُشَنَّ عَلَیْهِ اَحَدٌ قَالَ

ایک نقش کندہ کرایا ہے کوئی یہ نقش ہرگز کندہ نہ کرائے میں اس کی چمک حضور

فَاِنِّیْ لَاَرٰی بَرِیْقَهٗ فِیْ خِنْصَرِهٖ۔

کی چھنگلی میں دیکھ رہا ہوں۔

تشریحات ۲۵۸۱ اس روایت میں صرف یہ ہے کہ حضور نے انگوٹھی بنائی لیکن ایک

باب کے بعد جو حدیث آرہی ہے اس میں تصریح ہے کہ چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا۔

بَابُ الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ ص ۸۷۳ عورتوں کے لیے انگوٹھی۔

ت ۷۴۷	وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا خَوَاتِيمُ ذَهَبٍ۔
	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سونے کی کئی کئی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

تشریح ۷۴۷ اس تعلیق کو ابن سعد نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے پوری تعلیق یوں ہے۔ عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے بخدا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کُسُم سے رنگا ہوا کپڑا پہنتی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو سونے کی انگوٹھیاں پہننا جائز ہے، نیز ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننا بھی جائز ہے۔

بَابُ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ ص ۸۷۴ عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتیں۔

حدیث ۲۵۸۲	عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے
	اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ[۱]
	ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

بَابُ إِخْرَاجِهِمْ ص ۸۷۴ ایسے لوگوں کو گھروں سے نکال دینا۔

حدیث ۲۵۸۳	عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ
	زنانہ مردوں پر اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا ان کو گھروں سے نکال دو

۱ ابوداؤد لباس۔ ترمذی، استیذان ابن ماجہ نکاح۔

مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ قَالَ فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانہ کو اور حضرت عمر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانَةً وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا[1]

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلاں کو نکالا۔

تشریحات ۲۵۸۳ مراد یہ ہے کہ جو لباس اور زینت کے طریقے عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو کوئی مرد، استعمال کرے اسی طرح جو لباس عادات واطوار اور زینت کے طریقے مردوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو کوئی عورت استعمال کرے یہ حرام ہے مثلاً کوئی عورت مردوں جیسا کرتا، پائجامہ، شیروانی پہنے، ٹوپی پہنے، عمامہ باندھے یا کوئی مرد عورتوں کا مخصوص کرتا پہنے اوڑھنی اوڑھے عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے لمبے لمبے بال رکھے یہ حرام سخت حرام ہے۔

مخنث وہ ہے جس کے اندر رفتار و گفتار، عادات واطوار میں زنانہ پن ہو۔ یہ خلقی بھی ہوتا ہے یہ معاف ہے اور کچھ مرد زنانہ بنتے ہیں یہی حرام ہے جن کے اندر خلقی طور پر زنانہ پن ہو انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ ایسی حرکات وسکنات کو بدلنے کی کوشش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو نکالا تھا اس کا نام انجشہ تھا۔

یہ ایک حبشی غلام تھا۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بنت غیلان والی حدیث نقل کی ہے۔

بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ صفہ ۸۷۴ مونچھوں کا کترنا۔

ت ۴۸۷

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا يُحْفِي شَارِبَهُ حَتّٰى يُنْظَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی مونچھ کو اتنی باریک کراتے کہ کھال کی سفیدی

إِلَىٰ بَيَاضِ الْجِلْدِ وَيَأْخُذُ هٰذَيْنِ يَعْنِي بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ ۝

نظر آتی اور ان دونوں کے درمیان یعنی مونچھ اور داڑھی کے درمیان کا بال بھی کاٹتے تھے۔

---

[1] المحاربین باب نفی اھل المعاصی والمخنثین صفہ ۱۰۱۱ ابوداؤد، الادب، ترمذی استیذان۔ نسائی عشرۃ النساء۔

تشریحات ۴۸

اس تعلیق کو امام طحاوی نے پانچ طریقوں کے ساتھ سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے ــــ ظاہر ہے کہ بین ھذین سے مراد مونچھوں کے دونوں کنارے ہیں جو داڑھی سے آکر ملتے ہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بچّی کے دونوں طرف کے بال ہوں۔

اقول وھو المستعان بہار شریعت سولہویں حصہ صفحہ ۱۶۷ میں ہے کہ بچی کے اغل بغل کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے حوالہ عالمگیری کا ہے ــــ مگر عالمگیری میں صرف اکھاڑنے کو بدعت لکھا ہے مونڈوانے کا اس میں ذکر نہیں۔ غالبًا حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے اکھاڑنے پر مونڈنے کا قیاس فرمایا ہے اور یہ قیاس ایک حد صحیح بھی ہے اس تقدیر پر حضرت علامہ عینی کا یہ فرمانا کہ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ بچی کے اردگرد کے بال مراد ہوں کی کوئی جگہ نہیں۔ نیز "بین الشارب واللحیۃ" کا ظاہر بھی اس سے اباء کرتا ہے کہ اس سے بچی کے اردگرد کے بال مراد ہوں۔

حدیث ۲۵۸۴	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
	وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْفِطْرَۃِ قَصُّ الشَّارِبِ۔
	وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا فطرۃ سے مونچھ کا کترنا ہے۔

تشریح ۲۵۸۴

سند میں ہے عن حنظلۃ عن نافع قال اصحابنا عن المکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کی توجیہ میں شراح مضطرب ہیں۔ سب سے واضح توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ مکی بن ابراہیم نے حنظلہ سے اور وہ نافع سے اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ یعنی اس سند میں ارسال ہے نافع کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں۔ انہوں نے درمیان کے راوی چھوڑ دیے ــــ قال اصحابنا سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے اسے موصولاً روایت کیا ہے یعنی عن نافع عن ابن عمر، قص: کے معنی رات میں کسی کے نشان راہ کے پیچھے چلنا ہے اور کسی واقعہ کو پورے طور سے بیان کرنا ہے۔ نیز کسی چیز کو آری سے کاٹنا ہے۔ یہی اخیر معنی یہاں مراد ہے یعنی مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے جس کا کچھ حصہ باقی رہے۔ یعنی مونڈا نہ جائے۔

حدیث ۲۵۸۵

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے

رِوَايَةً اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ

فرمایا کہ فطرۃ پانچ ہیں۔ یا۔ فطرۃ سے پانچ چیزیں ہیں۔ ختنہ کرنا۔ اور موئے زیرناف مونڈنا

وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ [۱]

اور بغل کے بال اکھاڑنا اور ناخنوں کو قلم کرنا اور مونچھ کو کترنا۔

حدیث ۲۵۸۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ حَلْقُ الْعَانَةِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ

فطرۃ سے پیڑو کے بال مونڈنا ہے اور ناخنوں کا کترنا ہے اور مونچھ کا کترنا ہے۔

تشریحات ۲۵۸۶

"فطرۃ" سے مراد وہ پرانا طریقہ ہے جسے انبیاء کرام نے اختیار کیا اور جس پر تمام شریعتیں متفق ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں پانچ کا ذکر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں تین کا۔ اور مسلم [۲] میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرۃ سے ہیں۔ مونچھ کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک اور ناک میں پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنا اور پیڑو کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا — زکریا نے کہا کہ مصعب نے کہا میں دسواں بھول گیا مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہے۔ مفہوم عدد معتبر نہیں اس لیے بعض میں اقل اکثر کا رافع نہیں۔

مسلم [۳] ہی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ مونچھ اور ناخن کتروانے اور بغل کا بال اکھیڑنے اور پیڑو کا بال مونڈنے کے لیے یہ میعاد مقرر کی گئی ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ "وُقِّتَ لَنَا" یہ صیغہ بھی احادیث

[۱] یہی ایک حدیث کے بعد۔ کتاب الاستیذان، باب الختان بعد الکبر ص ۹۳۱۔ [۲] ج ۱ صفحہ ۱۲۹
[۳] ج ۱ صفحہ ۱۲۹

مرفوع کے حکم میں ہے جیسے کسی صحابی کا یہ کہنا اُمِرْنَا بِکَذَا۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ صحیح مسلم کے علاوہ میں ہے وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔
نَسِیْتُ الْعَاشِرَۃَ:۔ لیکن امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ ختان ہو جو حضرت ابوہریرۃ کی حدیث میں پانچ چیزوں کے ساتھ مذکور ہے علامہ نووی نے فرمایا یہ زیادہ بہتر ہے۔

حدیث ۲۵۸۷	عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
	تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ
	فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو وافر رکھو اور مونچھوں کو پست کراؤ اور حضرت
	کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ
	ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے
	فَمَا فَضَلَ اَخَذَہٗ ؎
	جو اس سے زیادہ ہوتی اسے کاٹتے

تشریحات ۲۵۸۷ اس حدیث میں مشرکین سے مراد مجوس ہیں اس لیے کہ وہی داڑھی کترتے یا مونڈاتے تھے۔ وَفِّرُوْا۔ اور بعض حدیثوں میں "وَاعْفُوْا" وارد ہے۔ امر وجوب کے لیے ہے۔ لہٰذا ان حدیثوں سے ثابت کہ داڑھی کا بڑھانا واجب ہے۔ حدیث کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ داڑھی کتنی بھی بڑی ہو جائے قطعاً نہ کاٹی جائے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک مشت سے زائد داڑھی کو کاٹتے تھے اور یہ ما لا یدرك الا بالسماع ہے۔ اس لیے ملحق بالمرفوع ہے یعنی اس پر محمول ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن ہی کر اس پر عمل کیا ہے اس لیے "اعفوا اللحیٰ" والی حدیث کی اس سے تخصیص درست ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اسی لیے امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا "اما الاخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه احدٌ۔ داڑھی اگر ایک مٹھی سے کم ہو تو اس کے کاٹنے کو کسی نے جائز نہیں کہا۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے اِنْھَکُوا الشَّوَارِبَ اس کے معنی یہ ہیں کہ مونچھوں کو خوب پست کرو۔

؎ مسلم: خصال الفطرۃ ص۱۲۹ ترمذی ج ۲ ص۱۰۰۔

بَابُ مَا یُذْکَرُ فِی الشَّیْبِ صـ ۸۷۵
سفید بال کے بارے میں کیا ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث ۲۵۸۸

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَوْھَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَھْلِیْ اِلٰی
عثمان بن عبد اللہ بن موہب نے کہا کہ میرے گھر والوں نے ام المومنین

اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ وَّقَبَضَ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک چاندی کا پیالہ دے کر بھیجا اسرائیل

اِسْرَائِیْلُ ثَلٰثَ اَصَابِعَ مِنْ قُصَّۃٍ فِیْہِ شَعْرٌ مِّنْ شَعْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
نے اپنی تین انگلیاں سکوڑ لیں اس پیالے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ وَکَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَیْنٌ اَوْ شَیْءٌ بَعَثَ اِلَیْھَا مِخْضَبَتَہٗ فَاطَّلَعْتُ
کے بالوں میں سے ایک بال تھا جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کچھ ہو جاتا تو وہ ام المومنین

فِی الْجُلْجُلِ فَرَاَیْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا ؏۔
کے یہاں ایک برتن بھیجتا میں نے پیالے میں جھانکا تو چند سرخ بال دکھائی دیے۔

تشریحات ۲۵۸۸

عثمان بن عبداللہ بن موہب آل طلحہ کے غلام تھے۔
اَرْسَلَنِیْ اَھْلِیْ۔ میں اھل سے آل طلحہ بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ان کی بیوی بھی۔
وَقَبَضَ اِسْرَائِیْلُ۔ اس حدیث کے راوی اسرائیل بن یونس نے تین انگلیاں سکوڑ کر بتایا کہ یہ پیالہ بہت چھوٹا تھا۔

مِنْ قُصَّۃٍ۔ یہ قدح کا بیان ہے۔ فتح الباری، ارشاد الساری کے متن میں اور ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے تمام نسخوں میں قُصَّۃ ہی ہے لیکن یہاں بنتا نہیں اس لیے کہ قصۃ کا معنی پیشانی کے بال ہیں یا بالوں کے گچھے کے۔ ابوزید کی روایت میں "مِنْ فِضَّۃٍ" ہے عمدۃ القاری کے متن میں اسی کو لیا ہے نیز فتح الباری میں شرح میں اسی کو لیا۔ ابن وحید نے کہا اکثر راویوں نے اس کو قاف اور صاد کے ساتھ روایت کیا اور صحیح محققین کے نزدیک فا اور ضاد کے ساتھ ہے اور یہی حمیدی کی جمع بین الصحیحین او وکیع کی اپنے مصنف کی روایت سے ظاہر ہے۔

؏ اس کے بعد ہی دو طریقے سے۔ ابن ماجہ۔ لباس۔

فیہ۔ کشمیہنی کی روایت ہے جو واضح ہے اور ضمیر کا مرجع قدحٌ ہے لیکن دوسری روایتیں فیہا ہے اس میں یہ اشکال ہے کہ قدحٌ مذکر ہے اس کی توجیہ میں شارحین نے فرمایا کہ پیالے میں جب پانی ہو تو اس کو کاسٌ کہتے ہیں اور کاسٌ مونث ہے تو یہاں ضمیر کی تانیث معنی قدح کی بنا پر ہے کیونکہ روایت میں یہ تصریح ہے کہ اس میں پانی تھا۔

اس روایت سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض خواص کو اپنا وہ خاص برتن عنایت فرمادیتیں جن میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے اگرچہ عام طور پر یہی طریقہ تھا کہ لوگ وقت ضرورت اپنا برتن حضرت ام المومنین کی خدمت میں بھیج کر وہ پانی منگاتے تھے جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے لیکن امام حُمیدی کی جمع بین الصحیحین کی روایت یہ ہے عثمان کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک پیالے کے ساتھ بھیجا جس میں پانی تھا تو وہ چاندی کی چھوٹی سی پیالی لے کر آئیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال تھا۔ لیکن بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں یہ معنی بظاہر درست نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے پھر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاندی کا برتن کیسے استعمال کرتی تھیں؟

علامہ ابن حجر نے ایک توجیہ یہ کی کہ ہوسکتا ہے وہ پیالہ کسی اور دھات کا تھا جس پر چاندی کی قلعی کی گئی تھی اور دوسری توجیہ یہ کی کہ ہوسکتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاندی کے چھوٹے برتن میں کھانے پینے کو جائز سمجھتی ہوں۔ جیسا کہ بہت سے لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس دوسری توجیہہ کا شدت سے رد کیا ہے اور پہلی توجیہ کو ترجیح دی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرات اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام کے زمانے سے معمول ہے اور بال کی طرح دوسرے تبرکات سے بھی مثلاً لباس وغیرہ۔

باب الجعد ص ۸۷۵ — گھنگھریالے بال۔

حدیث	حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
۲۵۸۹	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ کَانَ یَضْرِبُ شَعْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْکِبَیْہِ۔

تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک آپ کے کندھے تک لٹکے تھے ع۵

ع۵ اس کے بعد ہی کئی طریقے سے اسلم فضائل۔

حدیث ۲۵۹۰

عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ بَيْنَ اُذُنَيْهِ وَعَاتِقَيْهِ ۔

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک درمیانی تھے نہ بالکل سیدھے تھے نہ گھنگھریالے کانوں اور مونڈھوں کے درمیان رہتے تھے۔ ع

تشریحات ۲۵۹۰

پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک کندھوں تک تھے اور اس روایت میں ہے، اور کاندھوں اور مونڈھوں کے درمیان تھے ایک روایت میں ہے کہ کانوں تک تھے۔ ان سب میں تعارض نہیں مختلف اوقات میں مختلف حالت تھی۔ کبھی کانوں تک رہتے، کبھی مونڈھوں تک کبھی دونوں کے درمیان۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ عرض کرتے ہیں ؎

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش ؛ کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

حدیث ۲۵۹۱

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ لَمْ اَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ شَعْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا لَا جَعْدٌ وَلَا سَبِطٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں دست مبارک پُر گوشت تھے حضور کے بعد حضور جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال درمیانی تھے نہ گھنگھریالے نہ بالکل سیدھے۔

حدیث ۲۵۹۲

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

ع مسلم فضائل، ترمذی شمائل، نسائی زینت، ابن ماجہ لباس۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الرَّاسِ وَالْقَدَمَیْنِ لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ
سر اقدس بڑا تھا اور قدمان مبارک پُر گوشت. حضور کے پہلے یا حضور کے بعد حضور جیسا

وَکَانَ بَسْطَ الْکَفَّیْنِ ۔
میں نے کسی کو نہیں دیکھا حضور کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں ۔

حدیث ۲۵۹۳

حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَوْ
حضرت انس بن مالک یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمان مبارک پُر گوشت تھے اور چہرۂ مبارک حسین ۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْقَدَمَیْنِ حَسَنَ الْوَجْہِ لَمْ اَرَ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ (وَفِیْ
میں نے حضور کے بعد حضور جیسا کسی کو نہیں دیکھا (اور دوسری روایت میں) حضرت انس سے

رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَثْنَ الْقَدَمَیْنِ
مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں قدم اور ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں اور

وَالْکَفَّیْنِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) عَنْ اَنَسٍ اَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ
(ایک روایت میں) حضرت انس یا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے مروی

تَعَالیٰ عَنْھُمْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ
ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور قدمان مبارک پُر گوشت تھے. حضور

لَمْ اَرَ بَعْدَہٗ شَبْھًا لَہٗ ۔
کے بعد حضور کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا ۔

تشریحات ۲۵۹۳

ان احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک جو مذکور ہے وہ یہ ہے ۔ سر اقدس بڑا تھا. بال نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ گھونگھر یالے، درمیانی تھے. گیسو مبارک کبھی کانوں تک رہتے کبھی کندھوں تک کبھی دونوں کے درمیان. چہرۂ اقدس اتنا حسین تھا کہ جس کی کوئی مثال نہیں. ہتھیلیاں کشادہ اور پُر گوشت تھیں. قدم مبارک پُر گوشت تھے.

شثنٌ:۔ یعنی انگلیاں اور ہتھیلیاں پُرگوشت تھیں. حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں اس کے باوجود انتہائی نرم تھیں. جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے کسی ریشمی کپڑے کو بھی حضور کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ اصمعی سے منقول ہے کہ شثن کے معنی پُر گوشت سخت ہتھیلی کے ہیں اور جب ان کو یہ حدیث سنائی گئی کہ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں شثن آیا ہے تو انہوں نے عہد کرلیا کہ آئندہ کبھی حدیث کے الفاظ کی تفسیر نہیں کروں گا. فتح الباری میں ہے کہ شثنٌ کے معنی پُر گوشت کے ہیں خواہ وہ نرم ہو یا سخت اس کے معنی میں نرمی یا سختی ملحوظ نہیں۔

بَابُ التَّلْبِيْدِ صفہ ۸۷۶ بالوں کو گوند وغیرہ سے جمانا۔

حدیث ۲۵۹۴	
أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ	
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت	
عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَنْ ضَفَرَ فَلْيَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوْا	
عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جو بالوں کو گوند وغیرہ سے جمائے اسے چاہیئے (حج وعمرہ کے بعد) سرمنڈا دے	
بِالتَّلْبِيْدِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ	
حالت احرام میں تلبید کے مشابہ نہ رکھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے حالت احرام میں	
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا ۔	
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوند سے بال جمائے ہوئے دیکھا۔	

تشریحات ۲۵۹۴ اہل عرب عام طور پر گیسو رکھتے تھے. حالت احرام میں بالوں کے منتشر ہونے کا اندیشہ رہتا تھا کیوں کہ سر پر نہ عمامہ رہتا تھا نہ ٹوپی. اس لیے احرام کی حالت میں گوند سے بالوں کو جما لیتے تھے. عام حالات میں یہ مکروہ ہے۔

بَابُ الذَّوَائِبِ صفہ ۸۷۷ گیسوؤں کا بیان۔

حدیث ۲۵۹۵	
عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ	
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک رات ام المومنین حضرت	

264

بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ خَالَتِي وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی خالہ کے یہاں سویا اور اس رات

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ قَالَ فَأَخَذَ

وسلم رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے لگے میں حضور کی بائیں طرف کھڑا ہوا تو حضور نے میرے

بِذُوَائِبَتِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ

گیسوؤں کو پکڑا اور مجھے اپنی داہنی طرف کر دیا۔

بَابُ الْقَزَعِ صفحہ ۸۷۷ بالوں کو چھوٹے بڑے رکھنا۔

حدیث ۲۵۹۶

أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ عَنْ

حضرت ابن عمر فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ قزع سے

نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ

منع فرماتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا میں نے پوچھا قزع کیا ہے؟ تو عبیداللہ نے ہماری طرف

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ

اشارہ کیا۔ فرمایا جب بچے کا سر مونڈا جائے اور یہاں چھوڑ دیا جائے عبیداللہ نے

عُبَيْدُ اللّٰهِ قُلْتُ وَمَا الْقَزَعُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ إِذَا حُلِقَ الصَّبِيُّ

اپنی پیشانی اور اپنے سر کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کیا عبیداللہ سے

تُرِكَ هٰهُنَا شَعْرٌ وَهٰهُنَا وَهٰهُنَا فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ إِلٰى نَاصِيَتِهِ

پوچھا گیا لڑکی اور لڑکے برابر ہیں تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا

وَجَانِبَيْ رَأْسِهِ قِيلَ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ فَالْجَارِيَةُ وَالْغُلَامُ قَالَ لَا أَدْرِي

انہوں نے صبی کہا ہے عبیداللہ نے کہا میں نے ان سے دوبارہ پوچھا

هٰكَذَا قَالَ الصَّبِىُّ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَعَاوَدْتُهُ فَقَالَ اَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا
کہ قصہ اور قفا بچے کے لیے حرج نہیں لیکن قزع یہ ہے کہ اس کے
لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا وَلٰكِنَّ الْقَزَعَ اَنْ يُّتْرَكَ بِنَاصِيَتِهٖ شَعَرٌ وَلَيْسَ
پیشانی پر بال چھوڑ دیے جائیں اور اس کے سر میں اور کہیں بال نہ ہو اور
فِىْ رَأْسِهٖ غَيْرُهٗ وَكَذٰلِكَ شَقُّ رَأْسِهٖ هٰذَا اَوْ هٰذَا ؎۱
ایسے ہی سر کے بال ادھر ادھر سے مونڈنا۔

تشریحات ۲۵۹۶ قزع کے معنی یہ ہیں کہ سر کے بال کہیں کہیں سے مونڈا جائے کہیں کہیں چھوڑ دیا جائے اور قُصّہ کے معنی یہ ہیں کہ کنپٹی کے بال چھوڑ دیے جائیں اور قفا کے معنی ہیں سر کے پچھلے حصے کے بال۔ قزع منع ہے، مکروہ ہے بچے کے لیے بھی اور بچیوں کے لیے بھی۔ صبی کا اطلاق بچے اور بچی دونوں پر ہوتا ہے یہ فعیلٌ کے وزن پر ہے جس میں مذکر مؤنث دونوں برابر ہیں۔

بَابُ تَطِيْبِ الْمَرْاَةِ بِيَدِهَا زَوْجَهَا صفہ ۸۷۷ بیوی کا اپنے شوہر کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو ملنا۔

حدیث ۲۵۹۷ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے نبی صلی اللہ
اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِىْ
تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام کے وقت اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگایا اور میں نے حضور کو منیٰ میں
لِحُرْمِهٖ وَطَيَّبْتُهٗ بِمِنًى قَبْلَ اَنْ يُّفِيْضَ ؎۲
خوشبو لگایا طواف زیارت کے لیے جانے سے پہلے

تشریحات ۲۵۹۷ مطلب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگایا اور احرام کھولنے کے بعد بھی لگایا۔ ۱۰ تاریخ کو جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنے کے

؎۱ یہیں متصل۔ مسلم لباس۔ ابو داؤد ترجل۔ نسائی زینت، ابن ماجہ لباس۔
؎۲ نسائی لباس۔

کے بعد قربانی کرکے احرام کھولنے کی اجازت ہے اب وہ تمام چیزیں جو احرام میں ممنوع تھیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے جماع کے اس وقت بھی خوشبو لگانا مستحب ہے۔

بَابُ الطِّيبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ صفہ ۸۷۷ سر اور ڈاڑھی میں خوشبو لگانا۔

حدیث ۲۵۹۸

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو

عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَطْيَبِ مَا نَجِدُ حَتّٰى اَجِدَ
لگاتی سب سے عمدہ خوشبو جو ہمارے پاس موجود ہوتی یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک حضور

وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ ؎۱
کے سر اور ڈاڑھی میں پاتی

تشریح ۲۵۹۸ مرد کو اپنے سر اور اپنی ڈاڑھی میں خوشبو لگانا مستحب ہے چہرہ پر لگانا ممنوع ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے عورتوں کو سب جائز ہے۔

بَابُ الْاِمْتِشَاطِ صفہ ۸۷۷ بالوں میں کنگھا کرنا

حدیث ۲۶۹۹

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ

جُحْرٍ فِيْ دَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُكُّ رَاْسَهٗ
وسلم کے گھر میں ایک سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر بال جھاڑنے کی لکڑی سے

بِالْمِدْرٰى فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِيْ عَيْنِكَ اِنَّمَا جُعِلَ
کھجلا رہے تھے فرمایا اگر میں جانتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس کو تیری آنکھ میں بھونک دیتا

الْاِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْاَبْصَارِ ؎۲
اجازت لینے کا حکم نظروں سے بچنے ہی کے لیے ہے

؎۱ باب ما یستحب من الطیب۔ مسلم۔ نسائی حج ؎۲ الاستیذان باب الاستیذان من اجل البصر صفہ ۹۲۲ الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم صفہ ۱۰۲۰ ۔

تشریحات ۲۵۹۹

یہ بدنصیب مروان کا باپ حکم بن عاص تھا۔ فتح مکہ کے بعد اس نے کلمہ ضرور پڑھ لیا تھا لیکن یہ بار بار گستاخانہ حرکتیں کرتا ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی نقل کر رہا تھا اس کی انہیں حرکتوں کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا تھا

بَابُ الذَّرِیْرَۃِ صفحہ ۸۷۸ ذریرہ کا بیان (یعنی مرکب خوشبو کا بیان)

حدیث ۲۶۰۰

أَخْبَرَنِی عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُرْوَۃَ سَمِعَ عُرْوَۃَ وَالْقَاسِمَ

عروہ اور قاسم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دیتے ہیں

یُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے حجۃ الوداع میں

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ بِذَرِیْرَۃٍ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْاِحْرَامِ۔

ذریرہ ملا حل کے لیے بھی اور احرام کے لیے بھی۔

تشریح ۲۶۰۰

ہندوستان سے ایک خوشبو دار چھڑی کی قسم کی خوشبو عرب میں جاتی تھی جسے پیس کر اور چھان کر بال اور گردن میں چھڑکی جاتی تھی اسی کو ذریرہ کہتے ہیں۔

بَابُ الْوَصْلِ فِی الشَّعْرِ صفحہ ۸۷۸ بال میں بال ملانا۔

حدیث ۲۶۰۱

حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَتْنِیْ اُمِّیْ عَنْ اَسْمَاءَ

حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون

بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ امْرَاَۃً جَاءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا پھر وہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّیْ اَنْکَحْتُ ابْنَتِیْ ثُمَّ اَصَابَہَا شَکْوٰی فَتَمَرَّقَ رَاْسُہَا

بیمار ہوگئیں جس سے ان کے سر کا بال جھڑ گیا اور اس کا شوہر مجھے ابھار رہا ہے کیا میں اس کے سر میں

وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا فَسَبَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
دوسرا بال ملاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ اللہ نے بال ملانے والی

وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ؎۱
اور ملوانے والی پر لعنت فرمائی ہے ۔

تشریح ۲۶۰۱ اس حدیث کی راویہ منصور بن عبدالرحمٰن کی والدہ کا نام صفیہ بنت شیبہ حجبیہ ہے بعد میں یہی حدیث حضرت اسماء ہی سے ہشام کی اہلیہ فاطمہ بنت المنذر بن زبیر بن عوام سے مروی ہے۔ یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔

حدیث ۲۶۰۲ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ
کہ اللہ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی گودنے والی اور گودانے والی پر لعنت

قَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ ؎۲
فرمائی ہے نافع نے کہا گودنا مسوڑے میں ہوتا ہے ۔

بَابُ الْمُسْتَوْشِمَةِ صفہ ۸۷۹ گودنے والی کا بیان ۔

حدیث ۲۶۰۳ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت

فَقَامَ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوَشْمِ
لائی گئی جو گدنا گدواتی تھی تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں گدنے

؎۱ اس کے بعد متصل ہی۔ باب الموصولۃ صفہ ۸۷۹ مسلم ۔

؎۲ باب الموصولۃ صفہ ۸۷۹ باب المستوشمۃ صفہ ۸۸۰ ترمذی، لباس

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَا سَمِعْتُ قَالَ مَا سَمِعْتُ قَالَ

گد والنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس نے سنا ہے تو میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا اے امیر المومنین میں نے سنا ہے

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ ؎

فرمایا کیا تو نے سنا ہے تو انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے یہ سنا ہے نہ خود گوندنا گودیں اور نہ دوسروں سے گوندوائیں۔

بَابُ التَّصَاوِيْرِ صفحہ ۸۸۰ تصویروں کا بیان۔

توضیح کتاب اللباس میں تصاویر اور ڈاڑھی مونچھ بڑھانے کٹانے اور بال ملانے اور گوندنا گوندوانے پر کچھ شراح نے یہ تنقید کی ہے کہ اس کو لباس سے کوئی تعلق نہیں علامہ ابن حجر وغیرہ نے یہ توضیح کی کہ ان سب کا جامع زینت ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ تصاویر کا زینت سے تعلق نہیں۔

اقول وھو المستعان:۔ زینت سے اگر بدن کی زینت مراد لی جائے تو یقیناً تصاویر کا اس سے کوئی تعلق نہیں لیکن اگر زینت کو عام رکھا جائے خواہ بدن کی ہو یا مکان کی تو تصاویر بھی زینت میں داخل ہیں اس لیے کہ تصویروں کو مکان میں زینت کے لیے لگایا کرتے تھے۔

تصویر ذی روح کے چہرے بنانے کا نام ہے۔ حرام ذی روح کا چہرہ بنانا ہے اس سے حرمت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا کہ تصویر کیسے بنائی گئی۔

اس لیے جیسے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں حرام ہیں اسی طرح کیمرے وغیرہ مشین سے بنائی ہوئی تصویریں بھی حرام ہیں۔ اسی طرح ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ بھی حرام ہے۔ اس سلسلے میں آج کل علماء کے مابین بہت طول طویل بحث اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں یہ تصویر نہیں عکس ہے جیسے آئینے میں انسان کا عکس نظر آتا ہے اس لیے یہ جائز ہے میں بھی ابتداءً یہی فتوی دیتا تھا لیکن پھر زیادہ غور و خوض کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ بنانا بھی حرام ہے اس لیے کہ ٹی وی بکس پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ عکس نہیں تصویر ہے۔ اس پر واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر انسان آئینہ یا پانی کے سامنے سے ہٹ جائے تو آئینہ اور پانی سے اس کی شبیہہ غائب ہو جاتی ہے اور ویڈیو کیسٹ میں جس کی تصویر ہوتی ہے وہ غائب ہو جائے بلکہ مر جائے جب بھی ٹی وی کے بکس پر اس کی تصویر نظر آتی ہے۔ تصویر کے وقت کی اصل علت حدیث میں اللہ تعالے کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا یضاھون بخلق اللہ اور فرمایا گیا

؎ نسائی زینت۔

ذہب یخلق کخلقی۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ عام تصاویر کے بہ نسبت ٹی وی بکس پر نظر آنے والی تصویروں میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے۔ عام تصویریں منجملہ ایک حال میں رہتی ہیں نہ بولتی نظر آتی ہیں نہ چلتی پھرتی اور ٹی وی بکس کی تصویریں دیکھنے میں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ وہ بول رہی ہیں چل رہی ہیں پھر رہی ہیں معلوم ہوتاہے کہ جیسے زندہ ہیں اس لیے اس میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے اس لیے یہ عام تصویروں کے بہ نسبت بدرجہ اولیٰ حرام ہوں گی۔

آج کل نجدیوں نے یہ فتویٰ دے رکھاہے کہ حرام صرف مجسمے بنانا ہے رہ گئی وہ تصویریں جو کاغذ یا کپڑے پر ہوں حرام نہیں۔ ان کا یہ مذہب صریح احادیث کے خلاف ہے حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردے پر تصویر دیکھی تو اسے ناپسند فرمایا ظاہر ہے کہ پردے پر مجسمہ نہیں ہوگا بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں لکھا کہ حرمت کی وجہ ذی روح کے چہرے کی ساخت ہے وہ جیسے مجسمے میں پائی جاتی ہے اسی طرح کپڑے اور کاغذ کی تصویر میں بھی پائی جاتی ہیں۔

بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صفہ ۸۸۰ — قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کا عذاب۔

حدیث ۲۶۰۴	عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ مَسْرُوْقٍ فِيْ دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَأَى مسلم سے روایت ہے کہ ہم مسروق کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے تو مسروق نے ایک فِيْ صُفَّتِهِ تَمَاثِيْلَ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى چبوترے پر کچھ تصویریں دیکھیں تو کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے سنا ہے انہوں نے کہا میں نے نبی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ الْمُصَوِّرُوْنَ [1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا

تشریح ۲۶۰۴ ایک قول یہ ہے کہ صورت اور تمثال میں کوئی فرق نہیں اور علامہ عینی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے — صورت، حیوان کی تصویر کو کہتے ہیں اور تمثال۔ عام ہے جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی۔ اور یہ جو کہا گیا تمثال مجسمے کو کہتے ہیں اور صورت، کپڑے یا دیوار کے نقش کو اس کو قیل سے بیان فرمایا جو ضعف کی دلیل ہے۔

اقول وھو المستعان :- حدیث ابھی مذکور ہوئی کہ تمثال اور صورت ایک ہے

---

[1] مسلم : لباس۔ نسائی : زینت۔

اس لیے کہ حدیث میں یہ ہے کہ چبوترے پر تماثیل تھیں۔ اس کی حرمت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے دلیل لائے کہ فرمایا "سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا" اگر ان دونوں میں مغائرت ہوتی تو یہ استدلال صحیح نہ ہوتا پھر اس کے بعد مذکور ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں" وقد سترت بقرام لی علی سھوۃ لی فیہ تماثیل" ہمیں نے روشن دان پر ایک پردہ ٹانگا تھا جس میں تصویریں تھیں" ظاہر ہے کپڑے پر مجسمے نہیں ہوتے اس پر وہی تصویریں ہوں گی جو دیوار اور کپڑے پر بنائی جاتی ہیں۔

حدیث ۲۶۰۵

عَنْ نَافِعٍ عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ ھٰذِہٖ

فرمایا جو لوگ یہ صورتیں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب دیے جائیں گے ان سے کہا جائے گا

الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ [1]

جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔

بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ صفہ ۸۸۰ تصویروں کو مٹانا۔

حدیث ۲۶۰۶

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا حَدَّثَتْہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَتْرُکُ فِیْ بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ

علیہ وسلم گھر میں جو بھی تصویر پاتے مٹا دیتے

تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَہٗ [2]

تشریح ۲۶۰۶

تصالیب، تصلیب کی جمع ہے اس سے مراد مطلق تصویریں ہیں بلکہ کشمیہنی کی روایت میں تصالیب کے بجائے تصاویر ہے اور علامہ کرمانی نے

---

[1] التوحید، باب قول اللہ واللہ خلقکم وما تعملون ص ۱۱۲۸، مسلم

[2] ابوداؤد: لباس۔ نسائی: زینت۔

فرمایا کہ اس سے مراد وہ نقش و نگار ہیں جو صلیب کی طرح سے ہوں یہ بھی حرام ہیں اس لیے کہ صلیب نصاریٰ پوجتے ہیں۔

ڈاکٹر لوگ اپنے مطب پر بورڈ میں صلیب کا نشان بنائے رہتے ہیں یہ جائز نہیں۔
مطب کے بورڈ پر صلیب پر بنانے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ یورپ نے پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں زخمیوں کی امداد و اعانت و علاج وغیرہ کے لیے ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام صلیب احمر تھا اس کا ٹریڈ مارک صلیب ہی تھا۔ اسی سے سیکھ کر یورپ کے ڈاکٹروں نے بھی اپنے مطب کے بورڈوں پر صلیب بنانا شروع کر دیا وہی ہندوستان میں بھی رائج ہو گیا۔ مسلمان ڈاکٹروں کو اس سے بچنا چاہیئے اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ صلیب کا نشان عیسائیوں کے عقیدے کی تائید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے پھانسی دی تھی اور یہ قرآن مجید کا رد ہے۔ ارشاد ہے۔
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ نہ تو یہودیوں نے انہیں قتل کیا اور نہ انہیں پھانسی دی۔ بلکہ ان کے لئے حضرت عیسیٰ کی شبیہ کا ایک شخص بنایا گیا۔
علاوہ ازیں عیسائی صلیب کی پوجا کرتے ہیں تو اس کی حیثیت بت کی ہو گئی اس کا رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بت کا رکھنا

حدیث ۲۶۰۷

حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ
ابو زرعہ نے کہا کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینے میں ایک گھر کے
تَعَالٰی عَنْهُ دَارًا بِالْمَدِیْنَةِ فَرَاٰهَا اَعْلَاهَا مُصَوِّرًا یُصَوِّرُ قَالَ سَمِعْتُ
اندر گیا تو انہوں نے اس کے اوپر ایک مصور کو تصویر بناتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میری تخلیق کی طرح
یَخْلُقُ كَخَلْقِیْ فَلْیَخْلُقُوْا حَبَّةً وَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّةً ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ
تخلیق کرتا ہے یہ لوگ کوئی دانہ پیدا کرلیں یا کوئی ذرہ پیدا کرلیں۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ نے طشت میں
فَغَسَلَ یَدَیْهِ حَتّٰی بَلَغَ اِبْطَهٗ فَقُلْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَشَیْءٌ سَمِعْتَ مِنْ
پانی منگایا اور اپنے ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ بغل تک دھو ڈالا۔ میں نے اُن سے کہا اے ابو ہریرہ! کیا ایسی بات ہے جو
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُنْتَهَی الْحِلْیَةِ [۱]
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا میں زیور پہننے کی انتہائی حد تک دھونا ہوں۔

[۱] التوحید: باب واللہ خلقکم وما تعملون صہ ۱۱۲۸۔

تشریحات ۲۶۰۷ یہ گھر مروان بن حکم کا تھا یا سعید بن عاص بن سعید اموی کا۔ مسلم میں شک کے ساتھ مروی ہے مروان اور سعید دونوں یکے بعد دیگرے مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب سے امیرہ چکے تھے علامہ عینی نے فرمایا یہ مکان مروان ہی کا تھا یہی روایت یقینی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پانی وضو کرنے کے لیے منگایا تھا چونکہ وضو میں کہنیوں تک دھونا فرض ہے اور جب وضو میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغل تک ہاتھ دھویا تو ابوزرعہ کو تعجب ہوا اور پوچھا۔ حضرت ابوہریرہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے یہ میرا اجتہاد ہے کہ ہاتھ میں جہاں تک زیور پہنا جاتا ہے سب دھوتا ہوں۔ اور اس کی اجازت حدیث میں مصرح ہے۔ ارشاد فرمایا فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل[1] تم میں سے جو چاہے کہ اپنے اعضاء کی سفیدی کو بڑھائے تو ایسا کر سکتا ہے۔

بَابٌ

صفحہ ۸۸۱

حدیث ۲۶۰۸

یُحَدِّثُ قَتَادَۃُ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

قتادہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر تھا اور

وَھُمْ یَسْئَلُوْنَہٗ وَلَا یَذْکُرُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی سُئِلَ فَقَالَ

لوگ ان سے سوالات کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ ان سے سوال

سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فِی الدُّنْیَا

کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" جو دنیا میں کوئی تصویر

کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنْ یَّنْفُخَ فِیْھَا الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ[2]

بنائے گا قیامت کے دن اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح پھونکے، اور پھونک نہیں سکے گا۔

تشریح ۲۶۰۸ مسلم میں پوری تفصیل یہ ہے نضر بن انس بن مالک نے کہا میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا وہ فتویٰ دیتے تھے اور یہ نہیں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں تک کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا اور کہا

---

[1] بخاری ج ۱ صفحہ ۲۵۔ [2] مسلم: تصاویر، جلد ثانی صفحہ ۲۰۲۔

میں یہ تصویریں بناتا ہوں ابن عباس نے مجھ سے کہا میرے قریب آ۔ میں قریب ہوا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

سعید بن ابی الحسن کی روایت میں ہے کہ فرمایا ہر تصویر بنانے والا جہنم میں۔ اس نے جتنی بھی تصویر بنائی ہوگی سب کے بدلے ایک جان بنا دی جائے گی جو اسے جہنم میں عذاب دے گی۔

بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ چوپائے کے مالک کا اپنے سامنے دوسرے کو بیٹھانا۔ صفحہ ۸۸۲

ب ۷۴۹	وَقَالَ بَعْضُهُمْ صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ إِلَّا
	اور ان کے بعض (عامر شعبی) نے کہا کہ چوپائے کا مالک چوپائے کے آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے
	أَنْ يَأْذَنَ لَهُ ۔
	مگر یہ کہ کسی اور کو اجازت دے دے۔
حدیث ۲۶۰۹	حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ذُكِرَ الْأَشَرُّ الثَّلَاثَةُ عِنْدَ عِكْرِمَةَ فَقَالَ قَالَ
	ایوب نے حدیث بیان کی کہ عکرمہ کے پاس یہ تذکرہ ہوا کہ تینوں میں کون زیادہ بد ہے تو
	ابْنُ عَبَّاسٍ أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ
	انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف
	بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ أَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَيُّهُمْ
	لائے اور قثم کو اپنے آگے اور فضل کو اپنے پیچھے یا قثم کو پیچھے اور فضل کو اپنے آگے بیٹھایا تھا تو بتاؤ ان
	أَشَرُّ أَوْ أَيُّهُمْ أَخْيَرُ ۔
	میں کون زیادہ برا ہے اور ان میں کون زیادہ بہتر ہے۔

تشریح ۲۶۰۹ ایک حدیث میں تین آدمیوں کو ایک چوپائے پر بیٹھنے سے ممانعت آئی ہے اس کے پیش نظر عکرمہ کی مجلس میں سوال ہوا کہ اگر ایک جانور پر تین بیٹھے ہوئے ہوں تو کون سب سے زیادہ برا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی برا نہیں، جانور میں قوت ہو تو تین آدمی سوار ہو سکتے ہیں اور ممانعت کی صورت یہ ہے کہ جانور میں اتنی طاقت نہ ہو۔

باب صفہ ۸۸۲

حدیث ۲۶۱۰

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے

عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا اَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي

حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پیچھے بیٹھا تھا میرے اور حضور کے

وَبَيْنَهُ اِلَّا اٰخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ

درمیان صرف کجاوے کا پچھلا حصہ تھا تو حضور نے فرمایا اے معاذ! میں نے عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ

ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ

اور حاضر ہوں پھر حضور تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا اے معاذ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ حاضر

سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ

ہوں پھر تھوڑی دور اور چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ حاضر ہوں

هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقُّ

فرمایا تم جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں فرمایا

اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ

اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی

يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا

دیر چلے اور فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ حاضر ہوں فرمایا تم جانتے ہو جب

حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوهُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقُّ الْعِبَادِ

بندے وہ کر چکیں تو بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے میں نے عرض کیا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اب

عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ [1]

بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے۔

---

[1] رقاق: باب من جهد نفسه فی طاعة الله صفہ ۹۶۲ استیذان: باب من لبیک وسعدیک صفہ ۹۲۷ مسلم: ایمان. نسائی: أمر الیوم واللیلة.

تشریح ۲۶۱۰ حق کے معنی یہ ہوتے ہیں جو کسی پر ثابت اور واجب ہو اور اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں۔ اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا تو اس کا وعدہ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کو یہ ضرور عطا فرمائے گا۔ یا یہ بطور مشاکلت ہے پہلے فرمایا گیا تھا ما حق اللہ علی العباد اسی کے مشاکلت میں فرمایا ما حق العباد علی اللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الادب ص ۸۸۲

بَابُ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ ص ۸۸۲

اچھے سلوک کا سب لوگوں سے زیادہ کون مستحق ہے۔

حدیث ۲۶۱۱

عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے فرمایا تیری ماں پوچھا پھر کون فرمایا تیری ماں اس نے پوچھا پھر کون فرمایا پھر تیری ماں اس نے کہا پھر کون فرمایا تیرا باپ [۱]

تشریح ۲۶۱۱

امام بخاری نے بعد میں کہا قال ابن شبرمة ویحییٰ بن ایوب الخ اس میں ابن شبرمہ سے مراد عبداللہ بن شبرمہ کوفہ کے قاضی ہیں جو عمارہ بن قعقاع کے چچا ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو عبداللہ بن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب دونوں نے بھی ابو زرعہ سے روایت کیا ہے۔

بَابُ لَا یَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَهٗ ص ۸۸۳

کوئی اپنے باپ کو برا نہ کہے۔

---

[۱] مسلم: ادب۔ ابن ماجہ: وصایا۔

حدیث ۲۶۱۲

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ[۱]

حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ میں سب سے بڑا یہ ہے کہ کوئی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا فرمایا کہ کوئی کسی کے باپ کو برا کہے تو وہ اس کے باپ کو برا کہے گا کوئی کسی کی ماں کو برا کہے اور وہ اس کی ماں کو برا کہے۔

بَابُ اِثْمِ الْقَاطِعِ صفہ ۸۸۵ رشتہ کاٹنے والے کا گناہ۔

حدیث ۲۶۱۳

اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں رشتہ کاٹنے والا داخل نہ ہو گا۔

بَابُ مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ لِصِلَةِ الرَّحِمِ صفہ ۸۸۵ صلہ رحم کی وجہ سے جس کے رزق میں فراخی دی گئی ہو۔

حدیث ۲۶۱۴

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ وَاَنْ يُّنْسَاَ لَهُ فِيْ اَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

حدیث ۲۶۱۵

اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[۱] مسلم: ایمان، ابوداؤد: ادب، ترمذی: بر

265

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِىْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهٗ

نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے اور اس کی عمر کو بڑھایا

فِىْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ؎

جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح ۲۶۱۶ اَنْ يُّنْسَأَ :۔ اس کا مادہ نَسَاء ہے جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں۔ اثر :۔ کے معنی پیچھے کے ہیں۔ مراد اس کی موت ہے اس لیے کہ یہ عمر کے آخر میں ہوتی ہے۔

بَابٌ مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللّٰهُ

صفہ ۸۸۵

جو صلہ رحمی کرے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی کرم فرمائے۔

حدیث ۲۶۱۷ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ

کہ فرمایا رَحِم رحمٰن سے مشتق ہے۔ اللہ نے فرمایا جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا

مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔

جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔

حدیث ۲۶۱۸ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا کہ رشتہ

وَسَلَّمَ قَالَ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ۔

ایک شاخ ہے جو اسے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر خصوصی انعام فرمائے گا اور جو کاٹے گا اللہ اس کو کاٹے گا۔

تشریح ۲۶۱۸ شُجْنَةٌ :۔ اس میں شین کو کسرہ بھی اور ضمہ بھی اور فتحہ بھی ہے۔ اس کے معنی ہیں درخت کی جڑیں جو آپس میں گتھی ہوئی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس کا مادہ وہی ہے جو رحمٰن کا ہے۔ ابو داؤد و ترمذی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

؎ مسلم: ادب۔

265

سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میں اللہ ہوں میں رحمٰن ہوں رحم (رشتہ) کو میں نے پیدا کیا اور اس کو میں نے اپنے نام سے مشتق کیا جو اسے ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا۔ جو اسے کاٹے گا اس کو کاٹوں گا۔

بَابُ يُبَلُّ الرَّحِمُ بِبَلَالِهَا صف ۸۸۶ رشتہ کو اس کی تری کے ساتھ تر رکھا جائے۔

حدیث ۲۶۱۸	عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ إِنَّ آلَ أَبِي ــــ قَالَ عَمْرٌو فِي كِتَابِ
	نہیں کھلے بندوں سنا فرماتے تھے آل ابی ــ عمرو بن عباس نے کہا محمد بن جعفر کی کتاب میں یہاں بیاض ہے
	مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ ــــ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ــ
	میرے اولیاء نہیں ــ میرا ولی صرف اللہ ہے اور نیک مومن ــ بطریق عنبسہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے
	زَادَ عَنْبَسَةُ ابْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ
	کہ حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا لیکن ان سے رشتہ داری ہے جس کو میں
	النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبَلَاهَا ــ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ
	اس کی بلا سے تر رکھوں گا ــ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا اس روایت میں ایسے ہی ہے لیکن ببلاہا کی جگہ ببلالہا
	كَذَا وَقَعَ وَبِبَلَالِهَا أَجْوَدُ وَأَصَحُّ وَبِبَلَاهَا لَا أَعْرِفُ لَهُ وَجْهًا ؎
	زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے اور ببلاہا کے درست ہونے کی کوئی وجہ میں نہیں پہچانتا۔

تشریحات ۲۶۱۸ اس حدیث میں ان آل ابی کے بعد محمد بن جعفر کی کتاب میں جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ یعنی یہ کون لوگ ہیں یہ مذکور نہیں حضرت امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس سے مراد حکم بن عاص ہے۔ قسطلانی میں ہے کہ دمیاطی نے اپنے حواشی میں لکھا کہ مراد آل ابی العاص بن امیہ ہیں۔ اور حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب سراج المریدین میں ہے کہ مراد آل ابی طالب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لیکن آل ابی طالب کا مراد ہونا ظاہر نہیں اس لیے کہ ابو طالب کی اولاد میں حضرت علی

؎ ترمذی تفسیر، نسائی وصایا۔

اور حضرت جعفر سابقین اولین میں سے ہیں، صرف حضرت عقیل نے اسلام لانے میں تاخیر کی۔
کذا وقع :۔ یعنی عنبسہ کی روایت میں بلا لہا کی جگہ بلا ئہا ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہاں بلا ئہا کے کوئی معنی میری سمجھ میں نہیں آئے اور یہاں بلا لہا زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ بلا ئہا کے بھی معنی درست ہو سکتے ہیں، بلاء کے معنی معروف یعنی اچھی چیز اور نعمت کے بھی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ میں رشتے کی اچھائی اور اس کی نعمت سے تری حاصل کرتا ہوں اور ابلّہا بِبلالِہا کا مطلب یہ ہے کہ میں رشتے کا پاس کرتا ہوں۔

بَابٌ لیس الواصلُ بالمکافئِ صلہ رحمی کرنے والا بدلہ دینے والا نہیں۔ صفہ ۸۸۶

حدیث ۲۶۱۹	عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ
	حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے
	تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِئِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ إِذَا
	ہیں کہ فرمایا رشتہ ملانے والا بدلہ دینے والا نہیں، رشتہ جوڑنے والا وہ ہے
	قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔
	کہ جب اس کا رشتہ کاٹا جائے تو وہ جوڑے[1]

تشریحات ۲۶۱۹

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش اور حسن بن عمرو اور فطر تین راویوں کے ذریعہ امام مجاہد سے روایت کیا ہے اور تینوں سے سفیان ثوری روایت کرتے ہیں۔ سفیان ثوری نے کہا کہ اعمش نے اسے مرفوعًا نہیں روایت کیا ہے ہاں حسن اور فطر نے مرفوعًا روایت کیا ہے۔

بَابُ رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِیْلِهٖ وَمُعَانَقَتِهٖ بچے پر مہربانی کرنا اور اسے چومنا اور اس سے معانقہ کرنا۔ صفہ ۸۸۶

حدیث ۲۶۲۰	إِنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ أَخْبَرَهٗ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ
	ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ نے فرمایا ایک عورت میرے
	عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ جَاءَتْنِیْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ تَسْأَلُنِیْ فَلَمْ
	پاس مانگنے کے لیے آئی اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں، اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہیں پایا

[1] ابوداؤد زکوٰۃ، ترمذی بر۔

تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَاَعْطَیْتُھَا فَقَسَمَتْھَا بَیْنَ اِبْنَتَیْھَا

وہ کھجور میں نے اس کو دے دی اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں کے

ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

درمیان تقسیم کردی پھر اٹھی اور چلی گئی اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ مَنْ بُلِیَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ شَیْئًا فَاَحْسَنَ اِلَیْھِنَّ

تشریف لائے تو میں نے حضور سے یہ قصہ بیان کیا تو فرمایا جوان لڑکیوں کے معاملے میں کچھ بھی آزمایا جائے

کُنَّ لَہٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ ؏

اور وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے آگ سے پردہ ہوجائیں گی۔

تشریحات ۲۶۲۰

اس کے قریب قریب مسلم میں اراک بن مالک کی روایت حضرت ام المؤمنین ہی سے یوں ہے" کہ ایک مسکین عورت دو بچیوں کو لیے ہوئے میرے پاس آئی، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ایک ایک کھجور ہر بچی کو دے دی اور وہ ایک کھجور اپنے منھ تک لے گئی کہ کھائے مگر اس نے اس کے دو ٹکڑے کر کے بچیوں کو دے دیا اس کی اس حالت نے مجھے تعجب میں ڈالا۔

ہوسکتا ہے یہ دو واقعے الگ الگ ہوں۔

حدیث ۲۶۲۱

حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن

عَنْہُ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ

علی کو بوسہ دیا اور وہاں اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے، اقرع بن حابس نے کہا

عَلِیٍّ وَعِنْدَہُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِیْمِیُّ جَالِسٌ فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ

میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ یہ سن کر

؏ مسلم ادب، ترمذی بر۔

حَابِسٍ اِنَّ لِی عَشَرَۃً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْھُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْہِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا اور فرمایا جو رحم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ
نہیں کرتے ان پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حدیث ۲۶۲۲

عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَاءَ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ

اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور انھوں نے کہا تم لوگ بچوں کا بوسہ لیتے ہو

فَمَا نُقَبِّلُھُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِکُ لَکَ
اور ہم بوسہ نہیں لیتے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیا کروں

اِذْ نَزَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَۃَ۔
جب اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا ہے۔

تشریحات ۲۶۲۲

شارحین نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اقرع بن حابس ہوں اور ہو سکتا ہے کہ یہ قیس بن عاصم تمیمی ہوں، علامہ عینی نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہ عیینہ بن حصن فزاری ہوں اس لیے کہ ان کا قصہ نام کی تصریح کے ساتھ مذکور ہے۔

حدیث ۲۶۲۳

حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَدِمَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ
علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے قیدیوں میں سے ایک عورت کا دودھ اتر کر ٹپکنے لگا

فَاِذَا امْرَأَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْیُھَا بِسَقْیٍ اِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا
وہ قیدیوں میں سے جس بچے کو پاتی اسے لے لیتی اور اپنے

فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِھَا وَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا النَّبِیُّ
پیٹ سے چپکاتی اور اسے دودھ پلاتی یہ دیکھ کر ہم سے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتُرَوْنَ ھٰذِہٖ طَارِحَۃً وَلَدَھَا فِی النَّارِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم

قُلْنَا لَا وَھِیَ تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ لَّا تَطْرَحَہٗ فَقَالَ اللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ

نے عرض کیا نہیں یہ اپنے بچے کو آگ سے بچائے گی۔ اب حضور نے فرمایا یہ اپنے

ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا ؎

بچوں پر جتنی مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے

باب ص ۸۸۷

حدیث ۲۶۲۴

اَخْبَرَنَا سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

بے شک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰہُ

فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو جزء میں تقسیم کیا ننانوے ۹۹ جزء اپنے پاس رکھا

الرَّحْمَۃَ فِیْ مِائَۃِ جُزْءٍ فَاَمْسَکَ عِنْدَہٗ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ جُزْءًا وَّاَنْزَلَ فِی

اور زمین میں ایک جزء کو اتارا اسی جزء سے مخلوق ایک دوسرے پر مہربانی کرتی

الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذَالِکَ الْجُزْءِ یَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتّٰی یَرْفَعَ

ہے یہاں تک کہ گھوڑی اپنے بچے سے اپنا پیر اٹھائے رکھتی ہے اس

الْفَرَسُ حَافِرَھَا عَنْ وَلَدِھَا خَشْیَۃَ اَنْ تُصِیْبَہٗ ؎۲

ڈر سے کہ کہیں اس کو کچل نہ دے۔

تشریح ۲۶۲۴

رحمت، اللہ عزوجل کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت غیر متناہی پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ رحمت کے سو حصے کیے۔ جواب یہ ہے کہ اس سے تحدید و تعیین مقصود نہیں مخاطب کو سمجھانے کے لیے ایک تمثیل ہے مقصود یہ کہ مخلوقات

؎ مسلم توبہ ؎۲ مسلم

میں جو رحمت ہے وہ اقل ہے بہ نسبت جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ہے۔

بَابُ رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ صف ۸۸۸ لوگوں اور چوپایوں پر مہربانی کرنا۔

حدیث ۲۶۲۵

أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا يُرِيدُ رَحْمَةَ اللّٰهِ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے اور ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی نے کہا اور وہ بھی نماز میں تھے اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اعرابی سے کہا تم نے کشادہ چیز میں پتھر بھر دیا (حضور کی مراد تھی اللہ کی رحمت سے)

تشریح ۲۶۲۵

یہ اعرابی ذوالخویصرہ یمانی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کیا تھا جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک اعرابی مسجد میں آئے اور کہا اے اللہ مجھے اور محمد کو بخش اور ہمارے ساتھ کسی کو مت بخش تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا پھر وہ اعرابی مسجد کے گوشے میں گئے اور وہاں پیشاب کر دیا۔

حدیث ۲۶۲۶

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى [1]

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مومنوں کو آپس میں مہربانی اور محبت اور شفقت میں جسم کے مثل دیکھو گے جب کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار کو دعوت دیتا ہے۔

---

[1] مسلم، الادب۔

حدیث ۲۶۲۷

سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ ؏
جو رحم نہ کرے گا رحم نہ کیا جائے گا۔

تشریح ۲۶۲۷ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ يَرْحَمُ مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا اس پر رحم کرو جو زمین میں ہے تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔

بَابُ الْوَصَايَةِ بِالْجَارِ وَقَوْلِ اللّٰهِ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا صفحہ ۸۸۹

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

حدیث ۲۶۲۸

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ
علیہ وسلم نے فرمایا جبریل پڑوسی کے بارے میں مجھے مسلسل حکم دیتے رہے یہاں تک

اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ ؏
کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث ٹھہرائیں گے

تشریح ۲۶۲۸ پڑوسی کون ہے اس کو ہر شخص اپنے عرف اور معاملے سے سمجھتا ہے پھر بھی بزرگوں نے کچھ حد بیان فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا پڑوسی وہ ہے جو پکار سنے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امام اوزاعی نے فرمایا کہ ہر طرف سے چالیس گھر پڑوس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ صبح کی

؏ کتاب التوحید قل ادعوا اللہ صفحہ ۱۰۹۷ ؏ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، الادب۔

نماز پڑھے۔ پڑوسی کے حق کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرے ضرر دفع کرے اور خیر خواہی کرے۔ پڑوسی مسلمان اور کافر، صالح اور فاسق اور دوست دشمن اجنبی اور شہری سب کو شامل ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ لَا یَامَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ یُوبِقُھُنَّ یُھْلِکُھُنَّ مَوْبِقًا مَھْلِکًا۔ — اس کا گناہ جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ رہے۔

صفہ ۸۸۹

حدیث ۲٦۲۹	عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
	حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ وَمَنْ
	نے فرمایا بخدا وہ مؤمن نہیں بخدا وہ مؤمن نہیں بخدا وہ مؤمن نہیں، عرض کیا کون یا رسول اللہ!
	یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَامَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ
	فرمایا وہ جس کے ضرر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔

تشریحات ۲٦۲۹

ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نام مشہور یہ ہے کہ خویلد تھا ایک قول یہ ہے کہ عمرو تھا ایک قول ہے کہ ہانی تھا اور ایک قول ہے کہ کعب تھا۔ لایؤمن سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں۔ بوائق جمع ہے بائقۃ کی اس کا مادہ بوق ہے جس کے معنی ہلاکت کے ہیں، مراد ہے ضرر۔ یہی حدیث حمید بن اسود، عثمان بن عمر، ابوبکر بن عیاش اور شعیب بن اسحاق نے بروایت ابن ابی ذئب بواسطہ مقبری حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اس کا حاصل یہ نکلا کہ سعید مقبری نے یہ حدیث دو صحابہ سے روایت کی ہے حضرت ابوشریح سے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابوشریح والی روایت زیادہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ۔ — جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔

صفہ ۸۸۹

حدیث ۲۶۳۰

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ؎۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے

حدیث ۲۶۳۱

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ نِ الْعَدَوِیِّ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنَایَ وَاَبْصَرَتْ عَیْنَایَ حِیْنَ تَکَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَائِزَتَہٗ قَالَ وَمَا جَائِزَتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یَوْمٌ وَلَیْلَۃٌ وَالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا کَانَ وَرَاءَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ عَلَیْہِ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ؎۲

حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میرے دونوں کانوں نے سنا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا حضور نے جب یہ فرمایا جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنی مہمان کی دستور کے مطابق عزت کرے، پوچھا اور اس کا دستور کیا ہے؟ یا رسول اللہ! فرمایا ایک دن اور ایک رات اور مہمان داری تین دن ہیں اور جو اس کا ماسوا ہو وہ اس کے اوپر صدقہ ہے۔ اور جو اللہ اور پچھلے دنوں پر ایمان لائے تو اچھی بات کہے یا چپ رہے

۱؎ مسلم ایمان۔ ابن ماجہ فتن بخاری باب اکرام الضیف ج ۲۔ ص ۹۰۶ کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ص ۹۵۹

۲؎ باب اکرام الضیف بخاری ج ۲ ص ۹۰۵-۹۰۶ کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ص ۹۵۹، مسلم احکام
ابوداؤد اطعمہ، ترمذی بر، نسائی رقاق۔ ابن ماجہ ادب۔

تشریحات ۲۶۳۱ جائزہ کے معنی عطا ہے داد و دہش، یہ جواز سے مشتق ہے، یہاں مراد یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات اسے اچھے سے اچھا کھانا دے اور حسب استطاعت اسے راحت پہنچائے۔

بَابُ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ ص۸۹۰ ہر نیکی صدقہ ہے۔

حدیث ۲۶۳۲

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی ہر چیز صدقہ ہے یعنی ثواب کا کام ہے۔

بَابُ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا ص۸۹۱ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو نہ تھے۔

حدیث ۲۶۳۳

عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا وَلَا فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُولُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَالَهُ تَرِبَ جَبِيْنُهُ عہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ بدگو تھے نہ فحش گو اور نہ لعنت کرنے والے ناراضگی کے وقت ہم کو کہتے اسے کیا ہوگیا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

تشریح ۲۶۳۳ سبّاب، فحّاش اور لعّان مبالغہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کی نفی سے اصل وصف کی نفی نہیں ہوتی۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ بہت زیادہ نہیں تو کچھ ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے۔ جواب یہ ہے کہ اہل عرب کبھی کبھی نفی کے موقع پر مبالغہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور ان کی مراد ہوتی ہے اصل وصف کی نفی۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ تمہارا پرور دگار قطعاً ظلم کرنے والا نہیں۔ ہم نے جو نسخہ لیا ہے اس میں "فَاحِشًا" ہے لیکن دوسرا نسخہ "فحّاشا" ہے

عہ باب ما ینهی عن السباب واللعن ص۸۹۳۔

حدیث ۲۶۳۴

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ حِينَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ مَتَى عَاهَدْتِنِي فَحَّاشًا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ [۱]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا قبیلہ کا برا بھائی اور قبیلہ کا برا بیٹا اور وہ جب آکر بیٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اس کو دیکھا تھا تو اس کے بارے میں یہ فرمایا تھا پھر حضور کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم نے کب مجھ کو فحش گو پایا ہے۔ بے شک قیامت کے دن سب سے بری جگہ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ ہوگا جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے اس کو چھوڑ دیں۔

تشریحات ۲۶۳۴

یہ شخص عیینہ بن حصن بن حذیفہ بدر الفزاری تھا اس کو احمق المطاع بھی کہتے تھے یا مخرمہ بن نوفل تھا راجح پہلا قول ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کے بارے میں فرمایا بئس اخو العشیرۃ و بئس ابن العشیرۃ یہ غیب کی خبر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عیینہ مرتد ہو گیا تھا پھر گرفتار کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔

پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا غیبت ہے لیکن اگر کسی فسادی یا شرّی یا ظالم یا بدکردار کے ظلم اور بدکرداری کو بیان کیا جائے تو یہ غیبت نہیں حدیث میں ہے اذکروا الفاسق بما فیہ متی یحذرہ الناس۔ فاسق کے فسق کو بیان کرو۔ اگر نہیں بیان کروگے تو لوگ اس سے کیسے بچیں گے۔

---

[۱] باب ما یجوز من اغتیاب اہل الفساد والریب صفحہ ۸۹۴ باب المداراۃ مع الناس ص ۹۰۵
مسلم، ابو داؤد۔ ادب۔ ترمذی۔ بر۔

بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ صف ۸۹۱

اچھی عادت اور سخاوت اور بخل کا ناپسند ہونا۔

حدیث ۲۶۳۵

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی چیز کا

مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا [۱]

سوال کیا گیا تو نہیں کبھی نہیں فرمایا۔

تشریح ۲۶۳۵

مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کے مال میں سے کچھ طلب کیا گیا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ نہیں دوں گا دینا منظور ہوتا تو عطا فرمادیتے نہ دینا منظور ہوتا تو خاموش رہتے اور رخ انور پھیر لیتے جیسا کہ طبرانی نے معجم میں اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

فرزدق نے عرض کیا ہے

ماقال لا قط الا فی تشہدہ ؛ لولا التشہد کانت لاءہ نعم

حضور نے تشہد کے سوا کبھی لا نہیں کہا اگر تشہد نہ ہوتا تو حضور کا لا۔ نعم ہوتا اگر کبھی بوجہ مجبوری سائل کو لوٹانا ہوتا تو بہت خوب صورتی کے ساتھ لوٹاتے مثلاً غزوہ تبوک کے موقع پر جب اشعریین کا وفد آیا اور سواری طلب کیا تو فرمایا لا اجد ما احملکم۔ میرے پاس تمہاری سواری کے لیے کچھ موجود نہیں۔

حدیث ۲۶۳۶

أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ قریب ہو

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ

جائے گا اور علم گھٹا دیا جائے گا اور لالچ دلوں میں ڈال دی جائے گی اور قتل بہت ہوگا لوگوں نے کہا اے

وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ [۲]

ابوہریرہ ہرج کیا ہے فرمایا قتل قتل۔

۱۔ مسلم فضائل، ترمذی، شمائل ۲۔ فتن باب ظہور الفتن صف ۱۰۴۶ مسلم، قدر ابو داؤد، فتن۔

تشریحات ۲۶۳۶

تقارب زمان سے مراد یہ ہے کہ وقت کے گزرنے کا احساس نہیں ہوگا دن اس طرح گزر جائے گا کہ محسوس ہوگا کہ دن چھوٹا ہو گیا ہے۔ ہندوستانی مطبوعہ میں ینقص العلم ہے۔ یہ کشمیہنی کی روایت ہے اور یہی مشہور ہے اور دوسری روایتوں میں ینقص العمل ہے

حدیث ۲۶۳۷

حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی تو نہ کبھی مجھے اف کہا اور نہ یہ فرمایا کیوں کیا اور نہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔

تشریح ۲۶۳۷

مسلم میں ہے کہ میں نے حضور کی نو سال خدمت کی ــــ قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے کچھ مہینوں کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت انس نے حضور کی خدمت نو سال کچھ مہینہ تک کی ہے۔ کسر چھوڑ کر بیان فرمایا تو نو سال کہا اور کسر کو جوڑ دیا تو دس سال فرمایا۔

بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ النَّمِیْمَۃِ وَقَوْلِہٖ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ یَهْمِزُ وَیَلْمِزُ وَیَعِیْبُ

صفحہ ۸۹۵

اور کون سی غیبت ناپسند ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بہت طعنہ دینے والا بہت ادھر ادھر کی لگانے والا۔ خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ امام بخاری نے فرمایا یَهْمِزُ کے معنی ملامت کرے اور عیب لگائے۔

توضیح

هَمَّاز، هَمْزٌ سے اسم مبالغہ ہے اس کے معنی پیٹھ پیچھے غیبت کرنے طعنہ کرنے اور عیب جوئی کے ہے۔ هُمَزَۃ اسی سے فُعَلَۃٌ کے وزن پر اسم مبالغہ ہے اور اسی طرح لُمَزَۃ بھی۔ مَشَّآءٍ، مَاشٍ کا اسم مبالغہ ہے۔ امام بخاری نے افادہ یہ فرمایا کہ یَهْمِزُ اور یَلْمِزُ دونوں ہم معنی ہیں لیکن کچھ لوگوں نے فرمایا کہ هَمْزٌ منہ پر برائی کرنے کے معنی میں ہے اور لَمْزٌ پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے۔

اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ غیبت مطلقاً ممنوع نہیں، کفار، منافقین، ظالمین، مفسدین کے عیوب بیان کیے جائیں گے جیسا کہ سورۂ قلم میں ولید بن مغیرہ

کے دس عیوب گنائے گئے اور اسی طرح سورہ ھمزہ میں کفار مکہ میں جو شریر تھے ان کے عیوب بیان کیے گئے جیسے کہ تجسس حرام ہے لیکن کفار کے بلاد میں جاسوس بھیج کر ان کے حالات معلوم کرنا بمنزلہ جہاد کے ہے۔

حدیث ۲۶۳۸

عَنْ هَمَّامٍ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ رَجُلًا يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ إِلَى عُثْمٰنَ فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ [۱]

ہمام سے روایت ہے کہ ہم حضرت حذیفہ کے ساتھ تھے ان سے کہا گیا کہ ایک شخص حضرت عثمان تک بات پہنچاتا ہے تو اس سے حذیفہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جنت میں چغل خور نہیں داخل ہوگا

تشریحات ۲۶۳۸

سلطان کو اس کی اجازت ہے کہ کچھ آدمی مقرر کیے رہے کہ لوگ سلطان کے بارے میں اس کی حکومت کے بارے میں جو تنقیدیں کرتے ہوں وہ سلطان تک پہنچائے اور بہ نیت اصلاح سلطان تک ایسی باتیں بھی پہنچانا حرام نہیں جیسے بدگمانی حرام ہے فرمایا گیا۔ ایاکم والظن فان الظن أکذب الحدیث۔ بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اس کے باوجود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان من الحزم لسوء الظن بدگمانی دانائی میں سے ہے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّدَابُرِ وَقَوْلِهِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔ صفحہ ۸۹۶

ایک دوسرے سے حسد کرنا ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا منع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد حاسد کے شر سے جب حسد کرے پناہ مانگتا ہوں۔

حدیث ۲۶۳۹

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

[۱] مسلم، ایمان، ابوداؤد، ادب۔ ترمذی: بر، نسائی، تفسیر

النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب

کرتے ہیں کہ فرمایا اور گمان سے بچو اس لیے کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے پیچھے نہ پڑو کسی کی

الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا

جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو ایک دوسرے سے بغض مت رکھو ایک دوسرے کو

تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا عہ

پیٹھ مت دکھاؤ اور اللہ کے بندے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کے رہو۔

حدیث ۲۶۴۰

عن الزہری قال حدثنی انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا

علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو

تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ

ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو کسی مسلمان کو

فوق ثلثۃ ایام عہ

حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

تشریحات ۲۶۴۰

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کا حکم مطلقاً ممنوع ہے اور آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن مطلقاً حرام نہیں دونوں کا حاصل یہ ہے کہ ظن کی بنا پر کوئی حکم شرعی لگانا جائز نہیں جب تک ثبوت شرعی نہ ملے لیکن مقام احتیاط میں جب قوی قرائن سے کوئی گمان ہو تو اس کے مطابق احتیاط کرنا عقلمندی ہے۔

باب ما یکون فی الظن صفحہ ۸۹۶ اور کون سا گمان درست ہے۔

تشریح ۲۶۴۰

باب کے عنوان میں یہاں نسخے مختلف ہیں ہندوستانی مطبوعہ میں مایکون ہے اور ابوذر اور نسفی میں مایجوز من الظن۔ اور قابوسی اور جرجانی کی روایت

عہ باب قولہ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن۔ صفحہ ۸۹۶۔

عہ باب الہجرۃ صفحہ ۸۹۷۔

ہیں مایکرہ من الظن ہے، علامہ عینی نے فرمایا کہ حدیث کے سیاق کے زیادہ مناسب ابوذر کی روایت ہے۔

حدیث ۲۶۴۱

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا ـــــ وَقَالَ اللَّيْثُ كَانَ رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یقین نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو کچھ سمجھتے ہیں ـــــ لیث نے کہا کہ یہ دونوں منافقین میں سے تھے۔

تشریحات ۲۶۴۱

باب کا عنوان ہے کون سا ظن جائز ہے اور حدیث میں مَا أَظُنُّ نفی ہے شارحین نے فرمایا یہ صیغہ بظاہر نفی کا ہے لیکن عرف میں اثبات کے لیے بولا جاتا ہے جیسے کسی نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ زید گھر میں ہوگا اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ گھر میں ہے۔ توضیح میں ہے کہ ظن یہاں یقین کے معنی میں ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے سارے منافقین کو پہچانتے تھے تو ایسی صورت میں باب ثابت نہ ہوگا کہ حدیث میں ظن بمعنی یقین کے ہے اور باب میں ظن اپنے حقیقی معنی میں ہے غالبًا لفظ ظن کے ورود کو امام بخاری نے دلیل بنایا ہو۔ یا ان کا گمان یہ رہا ہو کہ یہ ارشاد پہلے کا ہے جبکہ منافقین کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے نہیں گئے تھے۔

بَابُ سَتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلٰى نَفْسِهٖ ص ۸۹۶ مومن کی اپنی پردہ پوشی۔

حدیث ۲۶۴۲

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ وَإِنَّ مِنَ الْمُجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میری امت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو علانیہ گناہ کرتے ہیں اور بے باکی یہ ہے کہ رات میں ایک شخص کوئی کام کرتا ہے پھر صبح کو کہتا ہے حالانکہ اللہ

وَقَدْ سَتَرَہُ اللّٰہُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَۃَ کَذَا وَکَذَا وَقَدْ بَاتَ

اس پر پردہ ڈالے ہوئے تھا اے فلاں میں نے گزشتہ رات ایسے اور ایسے کیا ہے رات کو اس کے

یَسْتُرُہُ رَبُّہُ وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

رب نے پردہ ڈالا اور وہ صبح کو اللہ کے پردے کو کھول رہا ہے۔

تشریحات ۲۶۴۲ گناہ کا ارتکاب بہرحال گناہ ہے مگر اس کا اعلان کرنا بھی گناہ ہے۔ بلکہ ارتکاب گناہ سے بڑا گناہ ہے یہ گناہ کی اشاعت بھی ہے۔ اور نڈر ہونا بھی ہے۔

بَابُ الْھِجْرَۃِ صفحہ ۸۹۷ مسلمان سے تعلقات منقطع کرنا۔

حدیث ۲۶۴۳ عَنْ أَبِیْ أَیُّوْبَ الْأَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ یَّھْجُرَ أَخَاہُ فَوْقَ

مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔ دونوں ملاقات کریں تو یہ منھ پھیر

ثَلٰثِ لَیَالٍ فَیَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ ؏

لے وہ منھ پھیرلے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

تشریحات ۲۶۴۳ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دنیوی بات پر آپس میں رنجش ہو گئی ہو لیکن اگر کسی دینی معاملے میں رنجش ہو تو جب تک اصلاح نہ ہو جائے میل کرنا جائز نہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ وَمَا یُنْھٰی عَنِ الْکَذِبِ صفحہ ۹۰۰

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور جو جھوٹ سے منع کیا گیا۔

حدیث ۲۶۴۴ عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؏ الاستیذان، باب السلام للمعرفۃ ص۹۲۱ مسلم: استیذان، ابوداؤد، استیذان، ترمذی: بر۔

قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَ اِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَ اِنَّ الرَّجُلَ
نے فرمایا سچ نیکی تک پہنچاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے

لَیَصْدُقُ حَتّٰی یَکُوْنَ صِدِّیْقًا وَ اِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَ اِنَّ
یہاں تک کہ صدیق ہوجاتا ہے اور جھوٹ بدکاری تک پہنچاتا ہے بدکاری جہنم تک لے جاتی ہے اور ایک

الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ کَذَّابًا ۔
شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ وَالْاَذٰی وَقَوْلِ اللّٰهِ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

صبر اور تکلیف کا بیان اور اللہ تعالے کے اس ارشاد کا بیان صبر کرنے والے اپنا بدلہ بغیر حساب پورا پائیں گے۔ صفحہ ۹۰۱

حدیث ۲۶۴۵

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ اَوْ لَیْسَ شَیْئٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ
نے فرمایا اللہ تعالے سے زیادہ اذیت پر صبر کرنے والا کوئی نہیں لوگ اللہ تعالے کے لیے

اِنَّهُمْ لَیَدَّعُوْنَ لَهُ وَلَدًا وَ اِنَّهُ یُعَافِیْهِمْ وَ یَرْزُقُهُمْ ؏
اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر بھی اللہ انہیں عافیت دیتا ہے اور روزی دیتا ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ یُوَاجِهِ النَّاسَ بِالْعِتَابِ

جو لوگوں کے رو در رو عتاب نہ کرے۔ صفحہ ۹۰۱

حدیث ۲۶۴۶

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا صَنَعَ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَرَخَّصَ فِیْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ
کیا جس میں رخصت پر عمل کیا کچھ لوگ اس سے الگ رہے یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی

؏ التوحید: باب قول اللہ اِنّی اَنَا الرَّزَّاقُ الخ ص ۱۰۹۷ ۔ مسلم: توبہ، نسائی: نعوت۔

ذَالِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا

تو خطبہ دیا اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کچھ لوگوں کا کیا حال ہے اس چیز سے بچتے

بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ

ہیں جس کو میں کرتا ہوں بخدا میں ان لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں

وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً. عہ

اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

تشریحات ۲۶۴۶ ظاہر ہے کہ جو کام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کریں اس کے جواز میں کیا شبہہ پھر بھی کچھ لوگ جو الگ رہے انہوں نے شاید یہ تاثر دینا چاہا کہ ہمیں اللہ کی معرفت زیادہ ہے ہم اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جلال آیا اور ان پر عتاب فرمایا۔

اگر کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر اذیت پہنچاتا تو صبر فرماتے جیسا کہ گزرا۔ کہ ایک اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچا اتنی زور سے کہ چادر کا نشان گلوئے اقدس پر پڑ گیا مگر حضور نے صبر فرمایا۔ لیکن جب ایسی کوئی بات ہوتی جس کا تعلق دین سے ہوتا تو ضرور عتاب فرماتے تنبیہ فرماتے۔

بَابُ مَنْ أَكْفَرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيْلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ. صفحہ ۹۰۱

جس نے کسی کو بغیر تاویل کے کافر کہا تو وہ ویسا ہی ہے جیسے کہ کہا۔

توضیح یعنی کسی نے کسی اہل قبلہ کو بغیر اس کے کہ اس سے کوئی کفر صادر ہو یا ایسی بات صادر ہو جس میں کفر کا پہلو ہو، کافر کہے تو وہ خود کافر ہے لیکن اگر کسی مدعی اسلام سے کوئی کفر سرزد ہو یا ایسی بات سرزد ہو جس سے کفر ظاہر ہوتا ہو تو کہنے والا کافر نہ ہوگا پہلی صورت میں اگر کافر نہ کہے گا تو وہ خود کافر ہو جائے گا البتہ اس میں ایک تفصیل ہے کبھی کبھی بے پڑھے لکھے عوام بطور گالی کے کافر کہتے ہیں اس صورت میں کافر نہ ہوگا البتہ تعزیر کا مستحق ہوگا ہاں اگر اسے کافر اعتقاد کر کے کہے گا تو ضرور کافر ہو جائے گا۔

عہ الاعتصام: باب مایکرہ من التعمق ۲؎ ص ۱۰۸۴ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ نسائی: الیوم واللیلۃ۔

حدیث ۲۶۴۷

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِیْهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کہے

یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهٖ اَحَدُهُمَا (وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ مِثْلَهٗ) ے ۵

اے کافر تو یہ ان میں سے ایک پر لوٹا

تشریحات ۲۶۴۷

یعنی جس کو کافر کہا واقعی وہ کافر ہے تو اس نے ٹھیک کہا لیکن اگر وہ واقع میں کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ حدیث مشکل حدیث میں سے ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ جس کو کافر کہا اس سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تب تو طے ہے کہ کہنے والا کافر ہے دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس کو کافر کہا اس سے اس طرح کفر کا صدور ہوا جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی اور کفر کا صدور اس سے قطعی طور پر ثابت ہو جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اور نہ قائل سے اس کفر سے توبہ مشہور ہو اس صورت میں جسے کافر کہا وہ یقیناً کافر ہے۔ اشکال اس صورت میں ہے کہ جسے کافر کہا اس سے کفر کا صدور ہوا۔ مگر اس میں تاویل بعید کی گنجائش ہے یا اس میں کوئی احتمال ہے مثلاً یہ کہ اس کفر کا صدور اس سے قطعی طور پر ثابت نہیں اس میں کچھ شبہہ ہے یا قائل کی توبہ مشہور ہے مگر اس حد تک نہیں کہ اس میں کوئی شبہہ نہ ہو ایسے شخص کو اگر کسی نے کافر کہا تو نہ قائل کافر اور نہ جسے کافر کہا وہ کافر، اس کی مثال حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے مکہ پر حملہ کی خبر خفیہ طریقے سے مکے والوں کو کرنی چاہی تھی۔ ایک مومن مخلص سے یہ بعید تھا کہ ایسی اہم خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرضی مکے والوں کو کی جاتی اس کی ظاہر صورت دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق کہا لیکن وہ مومن مخلص تھے نفاق یا کفر کی وجہ سے یہ نہیں کیا تھا بلکہ اپنے بچوں کی محبت میں ایسا کیا تو نہ وہ منافق ہوئے اور نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کی دوسری مثال اس زمانہ میں یہ ہے کہ ایک واعظ نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن اور لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور محبوبانِ بارگاہ حساب لینے جائیں گے

ے ۵ مسلم، ایمان، ترمذی ایمان۔ مؤطا امام مالک کلام۔ مسند امام احمد ج ۲۔

یہ استفتا ایک بہت عظیم مفتی صاحب کے ہاں پیش ہوا جو واقعی مفتی تھے پوری جماعت ان کو معتبر مفتی مانتی ہے انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ واعظ کافر ہو گیا پھر یہی استفتا میرے یہاں آیا میں نے جواب لکھا کہ قائل کافر نہیں عرف عام میں حساب لینے کا ایک مطلب ہوتا مزدوری وصول کرنا مزدور بولتے ہیں حساب لینے جارہا ہوں، بولتے ہیں کہ مجھے پورا حساب مل گیا اس کی روشنی میں تاویل ممکن ہے کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ محبوبانِ بارگاہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اپنے اعمال حسنہ کا اجر حاصل کرنے جائیں گے یہاں نہ قائل کافر اور نہ سابق مفتی کافر۔ اسی قسم کی باتوں کو لے کر آج کل صلح کلی، دیوبندیوں کی تکفیر سے بھی بچتے ہیں لیکن یہ ان کا دھوکہ ہے کلمہ کفر اگر ایسا ہے کہ کفری معنی میں متعین ہے اس کی کوئی تاویل قریب تو قریب بعید بھی ایسی نہیں جو اس کلمہ کفر سے بچا سکے ایسی صورت میں تکفیر قطعی ہوگی دیوبندیوں کے وہ کلمات کفر جن کی بنا پر حسام الحرمین میں ان کی تکفیر کی گئی ہے ایسے ہی ہیں کہ وہ کفری معنی میں متعین ہیں ان کی کوئی ایسی تاویل نہیں جو ان کو کفر سے بچا سکے تقریبًا ایک صدی سے ان کی تکفیر ہو رہی ہے قائلین کی حیات میں بھی ان کی تکفیر ہوئی مگر قائلین بھی اپنے ان کلماتِ کفریہ کا ایسا معنیٰ نہیں بتا سکے جو کفر نہ ہو اور جو معنی بتاتے ہیں وہ ان عبارتوں کے معنی نہیں وہ ان کلمات کی تغیر و تحریف ہے جس کا مفصل بیان میں نے "منصفانہ جائزہ" میں کر دیا ہے۔ ناظرین اس کو ضرور پڑھیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ إِكْفَارَ مَنْ قَالَ مُتَأَوِّلًا أَوْ جَاهِلًا۔ صفہ ۹۰۱

جو شخص اسے کافر کہنے کو جائز نہیں جانتا جس نے تاویل کی بنا پر یا لاعلمی کی بنا پر کچھ کہا۔

حدیث ۲۶۴۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ ع

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ سواروں میں دیکھا اور وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکارا سنو بیشک اللہ تم کو منع کرتا کہ اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ اب جو قسم کھائے تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

۲۶۴۸

تشریحات: چونکہ اس وقت باپ دادا کے نام کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی یا ہوئی

ع مسلم، نذور

تھی مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا اس لیے وہ معذور تھے یہ حکم ابتدائے اسلام کا تھا اور اب دار الاسلام میں لاعلمی عذر نہیں۔

بَابُ الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

غصے سے بچنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور وہ لوگ جو گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں وہ لوگ جو فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ص ۹۰۳

حدیث ۲۶۴۹

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ؏

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پچھاڑنے سے کوئی طاقت ور نہیں ہوتا طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔

حدیث ۲۶۵۰

عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ ؏

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وصیت کیجیے فرمایا غصہ مت کر اس نے بار بار لوٹایا فرمایا غصہ مت کر۔

؏ مسلم، ادب ؏ ترمذی، بر۔

تشریحات ۲۶۵۰

غالبًا یہ صاحب بہت غصے والے تھے اس لیے ان کو اس کی وصیت فرمائی مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ غصہ نہ کرو اس سے صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور دماغ پر بھی غصہ میں کبھی کبھی بہت غلط کام ہو جاتے ہیں لیکن کسی سبب پر غصہ فطری چیز ہے اسے کون روک سکتا ہے۔

بَابُ الْحَيَاءِ صفہ ۹۰۳ — حیا کا بیان۔

حدیث ۲۶۵۱

عَنْ اَبِی السَّوَّارِ الْعَدَوِی قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِیَ
عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَاْتِی
حیاء بھلائی ہی لاتی ہے تو بشیر بن کعب نے کہا حکمت میں
اِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ مَكْتُوبٌ فِی الْحِكْمَةِ اِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ
لکھا ہوا ہے کہ حیاء سے وقار ہے اور حیاء سے سکینہ ہے تو ان سے عمران نے کہا
وَقَارًا وَاِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينَةً فَقَالَ لَهٗ عِمْرَانُ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ
میں تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِی عَنْ صَحِيفَتِكَ۔
اور تو اپنے صحیفے کی بات سناتا ہے۔

تشریحات ۲۶۵۱

بُشیر بن کعب تابعی ہیں حضرت عمران کے خفا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کافی ہے اس کے بعد کسی صحیفے اور کتاب دیکھنے کی حاجت نہیں لیکن علامہ ابن حجر نے ابو قتادہ عدوی کی جو روایت کی اس کے اخیر میں یہ ہے وفیہ ضعفٌ اور حیاء میں کمزوری ہے ظاہر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء خیر ہی لاتی ہے اب اس کے بالمقابل یہ کہنا کہ حیاء میں کمزوری ہے یقینًا غصہ کی بات ہے۔

بَابُ الْاِنْبِسَاطِ اِلَی النَّاسِ صفہ ۹۰۵ — لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا۔

ت ۷۵۰

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَالِطِ النَّاسَ وَدِيْنُكَ لَا تَكْلِمَنَّهٗ وَالدُّعَابَةِ مَعَ الْاَهْلِ.

اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں سے ملو جلو اور اپنے دین کو بچائے رہو اور اہل کے ساتھ خوش طبعی کرنا۔

حدیث ۲۶۵۲

حَدَّثَنَا اَبُوالتَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِّي صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ ؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے ملتے جلتے تھے یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے کہتے یا ابا عُمَیر نُغَیر کیا ہوا۔

تشریحات ۲۶۵۲

عُمَیر عمرو کی تصغیر ہے یہ حضرت ابو طلحہ انصاری کے صاحبزادے تھے ان کا نام زید بن سہل تھا۔ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہ حضرت انس کے اخیافی بھائی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں انتقال کر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے خوش طبعی کی باتیں کرتے تھے انہوں نے ایک چھوٹی چڑیا جسے نُغَیر کہتے تھے پال رکھا تھا اس کے بارے میں ان سے پوچھتے اے ابا عُمَیر نُغَیر کیا ہوئی۔ نُغَیر نُغَر کی تصغیر ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے اور آواز بہت اچھی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے نیز مدینہ طیبہ کے حرم کا وہ حکم نہیں جو مکہ معظمہ کا ہے۔ مدینہ طیبہ کے جنگلی جانوروں کو پکڑنا اور پالنا جائز ہے۔

تنبیہ: کچھ لوگوں نے اس حدیث پر یہ کہا کہ محدثین بعض ایسی روایتوں کو بھی روایت کر دیتے ہیں جس میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بعض علماء نے اس حدیث سے ساٹھ مسائل اخذ کیے ہیں۔ فتح الباری میں سب کو ذکر فرمایا اور اپنی طرف سے بھی زیادتی کی۔

؎ باب الکنیۃ للصبی ص۹۱۵ مسلم، صلوٰۃ، استیذان، فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ترمذی صلوٰۃ بر، نسائی: الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ: ادب۔

حدیث ۲۶۵۳

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ لِیْ صَوَاحِبُ یَلْعَبْنَ مَعِیَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ یَنْقَمِعْنَ مِنْہُ فَیُسَرِّبُہُنَّ اِلَیَّ فَیَلْعَبْنَ مَعِیَ ع

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں کے ساتھ کھیلتی اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں (اور جب حضور باہر تشریف لے جاتے) حضور ان کو میرے پاس بھیج دیتے تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔

تشریحات ۲۶۵۳

"العب بالبنات" یہاں بنات سے مراد چھوٹی چھوٹی بچیوں کی تصویریں ہیں جن کے ساتھ بچے کھیلتے ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ بنات اپنے حقیقی معنی میں ہو اور مراد چھوٹی بچیاں ہوں۔

بَابُ الْمُدَارَاۃِ مَعَ النَّاسِ ص۹۰۵ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا۔

ت ۷۵۱

وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اِنَّا لَنَکْشِرُ فِیْ وُجُوْہِ اَقْوَامٍ وَّاِنَّ قُلُوْبَنَا لَتَلْعَنُہُمْ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

بَابُ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ ص۹۰۵ مومن ایک سوراخ سے کبھی دوبارہ نہیں ڈسا جائے گا۔

ت ۷۵۲

وَقَالَ مُعٰوِیَۃُ لَا حِلْمَ اِلَّا عَنْ تَجْرِبَۃٍ۔

اور معاویہ نے کہا بردباری نہیں مگر تجربہ سے۔

حدیث ۲۶۵۴

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

ع مسلم: فضائل۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالْحُدَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنْهُ

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى. وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ٥ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ٥ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

ص ۹۰۷

شعر اور رجز اور حدی میں کیا جائز ہے اور کیا مکروہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تشریح ــــ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے. مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کے کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

توضیح شعر وہ کلام ہے جو قصداً موزوں اور مقفیٰ کیا گیا ہو اور رجز شعر کی ایک خاص قسم کو کہتے جس میں شاعر اپنے یا اپنے باپ دادا کے کارناموں کو فخریہ بیان کرے یا اپنی عظمت ظاہر کرے۔

حُدی۔ اونٹ کو چلانے کے لیے جو گانا گایا جائے ــــ سب سے پہلے حدی مضر بن نزار بن مُعد بن عدنان کے غلام نے کہی تھی. قصہ یہ ہوا کہ ایک بار مضر کے اونٹ چلنے میں سستی کرنے لگے کہ یہ غلام مضر کے اونٹوں میں تھا اور اس نے کچھ کمی کی تو مضر نے اس کے ہاتھ پر مارا وہ تکلیف میں کہنے لگا یا یَدَیَاہُ یا یَدَیَاہُ اس کی آواز بہت اچھی تھی یہ سن کر اونٹ تیز چلنے لگے۔ یہیں سے حدی کی ابتدا ہوئی۔

شعر اچھے بھی ہوتے ہیں خراب بھی ہوتے ہیں اگر شعر میں کفریہ فسقیہ مضمون ہوں یا مسلمانوں کی ہجو ہو تو وہ حرام ہیں لیکن حمد و نعت ہو مسلمانوں کی مدح ہو یا اچھے کام کی ترغیب ہو تو اچھے ہیں۔

ت ۷۵۳ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ فِيْ كُلِّ لَغْوٍ يَّخُوْضُوْنَ

ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں ــــ (یعنی لغو کاموں میں مشغول رہتے ہیں)

حدیث ۲۶۵۵

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُبَيَّ

عبد الرحمن ابن اسود بن عبد یغوث نے خبر دی کہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے خبر

بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔

دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

تشریحات ۲۶۵۵

حکمت کے معنی دانائی اور عقلمندی کے ہیں مراد یہ ہے کہ بعض شعر واقعہ کے مطابق حق ہوتے ہیں اور اس میں دانائی کی بات ہوتی ہے ایسے اشعار جن میں جاہلیت کی باتیں ہوں پڑھنا منع ہے لیکن قرآن وحدیث کے لغات جاننے کے لیے ان کو پڑھنا یاد رکھنا مستحسن ہے۔ متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت کے اشعار پڑھتے تھے سنتے تھے ان سب کا محمل یہی ہے ــــــ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے اشعار جس میں حمد و نعت ہو صحابہ کرام یا علماء کرام یا اولیاء اللہ کی مدح ہو دینی باتوں کی ترغیب ہو ان کا کہنا بھی جائز سننا بھی جائز ہے پڑھنا بھی جائز اور جن اشعار میں فسق ہو کفر ہو بے حیائی ہو جو شہوانی جذبات برانگیختہ کرنے والے ہوں ان کا کہنا بھی حرام پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام۔

حدیث ۲۶۵۶

عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ وَمَعَهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ

علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لائے اور ان کے ساتھ ام سلیم

وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ فَتَكَلَّمَ

بھی تھیں تو فرمایا خرابی ہو تیرے لیے اے انجشہ۔ شیشیوں کے ہانکنے کو چھوڑ دے!

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ لَوْ تَكَلَّمَ بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوْهَا قَوْلَهُ

ابو قلابہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کہی اگر تم میں کا بعض کہتا تو اس کو تم لوگ عیب

سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ۔ [۱] سمجھتے یعنی حضور کا یہ فرمانا (شیشیوں کا چلانا)

[۱] مسلم۔ فضائل۔ نسائی الیوم واللیل۔ کتاب الادب باما جاء فی قول الرجل وَيْلَكَ۔ باب من دعا صاحبہ فنقص من اسمہ حرفاً ص۹۱۵ باب معاریض مندوحۃ عن الکذب ص۹۱۷ دو طریقے سے بلکہ تین طریقے سے۔

تشریحات ۲۶۵۶ یہ واقعہ خیبر کا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک حبشی غلام تھے جن کا نام انجشہ تھا وہ بہت شیریں آواز تھے اور حدی پڑھ رہے تھے جس کے اثر سے اونٹ مست ہو کر تیزی سے چل رہے تھے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے کہ اونٹ بہت تیز چل رہے ہیں عورتیں نازک بدن ہوتی ہیں اس لیے حدی بند کرو۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری آواز بہت شیریں ہے مناسب نہیں کہ عورتیں سنیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ الْغَالِبُ عَلَى الْإِنْسَانِ الشِّعْرُ حَتَّى يَصُدَّهُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ صفہ ۹۰۹

مکروہ یہ ہے کہ انسان پر غالب شعر ہو یہاں تک کہ اس کو اللہ کے ذکر اور علم اور قرآن سے روک دے۔

توضیح یہاں شعر سے مراد ایسے اشعار ہیں جو اللہ کے ذکر اور دینی باتوں سے خالی ہوں۔

حدیث ۲۶۵۷

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے۔

حدیث ۲۶۵۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحًا حَتَّى يَرِيَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ اسے بیمار ڈال دے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرے۔

تشریحات ۲۶۵۸ اس سے مراد ایسے اشعار ہیں جو واہیات خرافات پر مشتمل ہوں یا پھر ایسا انہماک مراد ہے کہ اللہ کے ذکر اور دینی باتوں سے تعلق باقی نہ رہے۔

بَابُ عَلَامَةِ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ صفہ ۹۱۱

اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

حدیث ۲۶۵۹

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمَّا یَلْحَقْ بِھِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک شخص ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن اس سے ملاقات نہیں کر سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

تشریحات ۲۶۵۹

یہاں تین احتمالات ہیں ایک یہ کہ بندہ اللہ سے محبت کرے بندہ محب ہو اللہ محبوب ــــ دوسرے یہ کہ اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت کرے اللہ محب ہو بندہ محبوب ــــ تیسرے یہ کہ کوئی شخص کسی دینی پیشوا یا دین دار شخص سے دین کے لیے محبت کرے جس میں ریا و سمعہ اور دنیوی غرض کی آلائش نہ ہو، حدیث تینوں صورتوں کو شامل ہے۔

بَابُ لَا یَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ ص ۹۱۳

یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا۔

حدیث ۲۶۶۰

عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ رُوِیَ عَنْ سَھْلٍ مِثْلُہٗ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی یہ نہ کہے کہ "خَبُثَتْ نَفْسِیْ" لیکن کہے "لَقِسَتْ نَفْسِیْ"

تشریحات ۲۶۶۰

جب آدمی کسی وجہ سے سست کبیدہ ہوتا ہے اور کسی کام کو کرنے کا اس کا جی نہیں چاہتا اور اسے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اس وقت عرب والے بولتے تھے "خَبُثَتْ نَفْسِیْ" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اس لیے کہ خبیث زیادہ تر باطل اعتقاد جھوٹی بات برے افعال حرام اور بری صفات پر بولا جاتا ہے فرمایا اس کے بجائے کہے "لَقِسَتْ نَفْسِیْ" اور یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اس لیے کہ

---

[1] اسی کے متصل تین طریقے سے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو نماز فجر کے وقت نہ اٹھے فرمایا أَصْبَحَ خَبِيثُ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ کرم مومن کا دل ہے۔

صفحہ ۹۱۳

توضیح اس کے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگور کے درخت کو کرم نہ کہو۔ پھر ان ہی سے دوسری حدیث آرہی ہے کہ کرم مومن کا دل ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب انگور کی بیل کو بھی کَرْم کہتے تھے اور انگور سے جو شراب تیار کی جاتی تھی اس کو بھی کَرْم کہتے تھے اس لیے کہ وہ سخاوت اور کرم پر ابھارتی تھی۔ شارع نے انگور کے بیل کو کرم کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے شراب کی یاد آجائے گی اور اس کا شوق لوگوں کے دل میں پیدا ہو جائے گا فرمایا کہ مؤمن کا دل سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو کرم کہا جائے اس لیے کہ وہ کرم سخاوت، تقویٰ نور، اور ہدایت کا منبع ہے۔

وَقَدْ قَالَ إِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِي يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَقَوْلِهِ إِنَّمَا الصُّرَعَةُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

اور فرمایا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن خالی ہاتھ رہے اور جیسے حضور کا ارشاد ہے پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔

كَقَوْلِهِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللّٰهُ فَوَصَفَهُ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوكَ أَيْضًا

اور جیسے حضور کا ارشاد سوائے اللہ کے کوئی بادشاہ نہیں تو اللہ کا یہ وصف بیان کیا کہ انتہائے

فَقَالَ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا.

ملک اسی تک ہے پھر ملوک کا تذکرہ بھی فرمایا پس فرمایا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ کرم صرف مومن کا دل ہے یہ علی سبیل الادعا ہے یعنی حقیقت میں مومن کا دل ہی کرم کہلانے کے لائق ہے جیسے بادشاہ حقیقی اللہ عزوجل ہے اور مجازاً دوسرے پر بھی اطلاق آیا ہے اور یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے۔

حدیث ۲۶۶۱	عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُونَ الْكَرْمُ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ
	نے فرمایا لوگ انگور کو کرم کہتے ہیں، کرم صرف مومن کا دل ہے۔

بَابُ أَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ يَا بُنَيَّ۔ صـ ۹۱۴

اللہ تعالیٰ کو کون نام بہت زیادہ پسند ہے اور کسی کا اپنے ساتھی سے کہنا اے بیٹے۔

حدیث ۲۶۶۲	عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ
	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کے یہاں لڑکا پیدا
	الْقَاسِمَ فَقُلْنَا لَا نُكَنِّيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى
	ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا۔ ہم نے کہا ہم تیری کنیت ابو القاسم نہیں رکھیں گے اور یہ عزت تم کو نہیں دیں
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِّ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ عـه
	گے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو فرمایا اپنے لڑکے کا نام عبد الرحمٰن رکھ۔

تشریحات ۲۶۶۲ باب کے ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے باب کا ثبوت نہیں ہوتا البتہ مسلم میں روایت ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ نام زیادہ پسند ہیں عبد اللہ، عبد الرحمٰن، اس حدیث کو اس حدیث سے ملایا جائے تو کسی طرح کچھ مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ رکھا۔ اور عبد الرحمٰن ان اسماء میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ عبد کی اسماء حسنیٰ میں سے صرف دو کی طرف اضافت ہے اللہ کی طرف اور رحمٰن کی طرف اور فرمایا وأنه لما قام عبد الله يدعوه۔ اور فرمایا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ، اسی کے حکم میں وہ تمام اسماء ہیں جس میں عبد کی اضافت اسماء حسنیٰ

عـه باب قول النبی سموا باسمی الخ صفحہ ۹۱۴۔ دو طریق سے۔ باب من سمی باسماء الانبیاء صفحہ ۹۱۴۔ مسلم؛ استیذان۔

کی طرف ہو۔ مگر باب کے دوسرے جز سے اس حدیث کو کوئی مناسبت نہیں۔

بَابُ اِسْمِ الْحَزْنِ صـ ۹۱۴ — حزن نام رکھنے کا بیان۔

حدیث ۲۶۶۳

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ اَبَاهُ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت سعید ابن مسیّب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد (یعنی مسیّب کے باپ)

وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ حَزْنٌ قَالَ اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ لَا اُغَیِّرُ اِسْمًا

حزن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے انہوں نے کہا حزن فرمایا

سَمَّانِیْهِ اَبِیْ قَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ فَمَا زَالَتِ الْحُزُوْنَةُ فِیْنَا بَعْدُ عـہ

تو سہل ہے انہوں نے کہا میں وہ نام نہیں بدلوں گا جو میرے باپ نے رکھا ہے ابن مسیب نے کہا اس کے بعد ہم میں حزونۃ ہمیشہ رہی۔

تشریحات ۲۶۶۳ سعید بن مسیّب تابعین میں سے ہیں قریب قریب چالیس صحابہ سے حدیث روایت کی ہے حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں وصال فرمایا اُن کے والد مسیّب صحابی ہیں اور اصحاب شجرہ میں سے ہیں اور ان کے والد حزن قریشی صحابی ہیں۔ یہ مہاجرین میں سے ہیں۔ قریش کے رؤسا میں سے ہیں۔

حزونۃ :۔ حزن کہتے ہیں پتھریلی سخت زمین کو۔ حضرت سعید بن مسیّب کے قول میں حزن سے مراد سختی ہے یعنی کج خلقی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ نام بدلنا استحباباً تھا۔ اور بطور تفاؤل کسی کے نام رکھنے میں معنی لغوی کے ساتھ مناسبت کا لحاظ نہیں ہوتا اور اس واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات نہ ماننے کا اثر پڑا۔

بَابُ تَحْوِیْلِ الْاِسْمِ اِلٰی اِسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ صـ ۹۱۴ — کسی نام کو پہلے والے کے بہ نسبت اچھے نام سے بدلنا۔

توضیح یعنی کوئی نام ناپسندیدہ ہو یا مہمل تو بدل کر کوئی اچھا نام اس کا رکھا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کسی کا بُرا نام سنتے تو بدل کر اس سے اچھا نام رکھ دیتے۔ اور فرمایا تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ تو اپنے نام اچھے رکھو۔ طبری نے کہا کسی کو یہ لائق نہیں کہ ایسا

عـہ باب تحویل الاسم الی الاسم الخ صـ ۹۱۴۔

نام رکھے کہ اس کا معنی برا ہو اور نہ ایسا نام رکھے جس سے بڑائی اور مدح نکلتی ہو ۔

حدیث ۲۶۶۴

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ منذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَأَبُوْ أُسَيْدٍ

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہیں لایا گیا۔ لانے والے نے ان کو حضور کی ران پر رکھا اور ابو اسید

جَالِسٌ فَلَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُوْ أُسَيْدٍ

بیٹھے تھے سامنے کی کسی چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہو گئے تو ابو اسید نے اپنے لڑکے کے بارے میں حکم دیا

بِابْنِهِ فَاحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے اٹھا لیے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی مشغولیت سے فارغ ہوئے تو پوچھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ

بچہ کہاں ہے ابو اسید نے کہا کہ ہم نے اس کو لے لیا یا رسول اللہ؟ دریافت

أَقْلَبْنَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ وَلٰكِنِ اسْمُهُ مُنْذِرٌ

فرمایا اس کا کیا نام ہے انہوں نے کہا فلاں فرمایا لیکن اس کا نام منذر ہے تو

فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ [1]

اس دن ان کا نام حضور نے منذر رکھا ۔

تشریحات ۲۶۶۴

یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کے باپ نے ان کا نام کیا رکھا تھا ظاہر ہے کہ کوئی اچھا نام نہیں رہا ہوگا اسی لیے حضور نے بدل کر منذر رکھا ____

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام منذر اس لیے رکھا تھا کہ اسی قبیلے کے منذر بن عمرو سہل بن سعد ساعدی خزرجی ایک مشہور صحابی تھے

حدیث ۲۶۶۵

عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ زَيْنَبَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زینب کا نام برّہ تھا تو

[1] مسلم۔ ادب

كَانَ اِسْمُهَا بَرَّةَ وَقِيْلَ تُزَكِّيْ نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
کہا گیا کہ وہ اپنے آپ کو ستھرا جتارہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ؎
ان کا نام زینب رکھا۔

تشریحات ۲۶۶۵
یہ زینب یا تو ام المومنین زینب بنت جحش تھیں یا ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ زینب بنت ابو سلمہ تھیں۔

برّہ کے معنی ہیں نیک تو اپنا نام لے کر اس نام والا فخریہ کہہ سکتا ہے میں نیک ہوں میرا نام ہی بَرّہ ہے۔

بَابُ مَنْ سَمّٰى بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ ص۹۱۴ جس نے انبیاء کے نام پر نام رکھا۔

حدیث ۲۶۶۶
حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قُلْتُ لِابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَاَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ
اسماعیل نے کہا میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے نبی
بْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاتَ صَغِيْرًا وَلَوْ قُضِيَ اَنْ يَكُوْنَ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ان کا بچپنے ہی میں وصال ہوگیا اگر نبی صلی اللہ علیہ
بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔
علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدر ہوتا تو ان کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن حضور کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حدیث ۲۶۶۷
عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ لَمَّا مَاتَ
عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب
اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔
ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دایہ ہے جو انہیں دودھ پلائے گی۔

تشریحات ۲۶۶۷
حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سولہ[16] مہینے یا اٹھارہ[18] مہینے کی عمر میں

؎ مسلم۔ استیذان ابن ماجہ، ادب۔

انتقال ہوا تھا۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ صرف سترہ دن زندہ رہے، حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ چونکہ ایامِ رضاعت میں فوت ہوئے تھے اس لیے جنت میں ان کے لیے ایک دایہ ہے جو مدت رضاعت پوری ہونے تک انہیں دودھ پلائے گی ۔۔۔ حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام حضرت ابراہیم کے نام پہ رکھا۔

بَابُ اَبْغَضِ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ص ۹۱۶ — اللہ تعالیٰ کو سب سے مبغوض نام۔

حدیث ۲۶۶۸	عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت
	وَسَلَّمَ اَخْنَى الْاَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ ۔
	کے دن تمام ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل اس شخص کا نام ہے جس نے اپنا نام شہنشاہ رکھا۔

تشریحات ۲۶۶۸ دوسری روایت میں اخنع ہے اس کے معنی بھی ہے سب سے زیادہ ذلیل سفیان نے ملک الاملاک کا ترجمہ شاہان شاہ کیا ہے حالانکہ ہونا چاہیئے شاہ شاہاں شاید گلستاں بوستاں کی طرح اس میں اضافت مقلوبی ہو۔

بَابُ الْحَمْدِ لِلْعَاطِسِ ص ۹۱۹ — چھینکنے والے کو حمد کرنا۔

حدیث ۲۶۶۹	حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو صاحبوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
	عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ
	خدمت میں چھینک آئی ان میں سے ایک صاحب نے دعاءِ خیر کی اور دوسرے نے نہیں کی حضور سے عرض کیا گیا
	الْاٰخَرَ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَهٰذَا لَمْ يَحْمَدْ ؏
	تو حضور نے فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی اور اس نے نہیں کی۔

؏ بابُ لَا يُشَمِّتِ الْعَاطِسُ اِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ ص ۹۱۹۔ مسلم آخر کتاب، ابوداؤد، ادب، ترمذی، استیذان، نسائی یوم ولیلۃ، ابن ماجہ، ادب۔

تشریحات ۲۶۶۹

یہ دونوں صاحبان عامر بن طفیل اور ان کے بھتیجے تھے جیسا کہ طبرانی نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشمیت کے معنی عرف میں چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا ہے۔ مگر یہاں مطلقاً دعاء خیر کے معنی میں ہے۔ چھینک صحت کے لیے ستہ ضروریہ میں سے ایک ہے۔ چھینک آنے سے فاسد رطوبت باہر نکل جاتی ہے اس لیے چھینکنے والے کو الحمد للہ کہنے کا حکم ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاوُبِ ص ۹۱۹

چھینک پسندیدہ ہے اور جماہی ناپسندیدہ۔

حدیث ۲۶۷۰

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَحَقٌّ

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے جب کوئی چھینکے اور اللہ کی حمد کرے تو

عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ يُّشَمِّتَهٗ وَ اَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ

ہر سننے والے مسلمان پر واجب ہے کہ اسے جواب دے لیکن جماہی تو یہ شیطان کی طرف سے ہے جہاں تک ہو سکے

فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ فَاِذَا قَالَ هَاءْ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔

اسے روکے۔ جماہی لینے والا جب ھاء کرتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

بَابُ اِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ ص ۹۱۹

جب کوئی چھینکے تو کیسے جواب دیا جائے۔

حدیث ۲۶۷۱

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ

کوئی چھینکے تو کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ اور جب وہ یرحمک اللہ کہے تو

اَوْ صَاحِبُهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ شَانَكُمْ۔

چھینکنے والا کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم بال کے معنی شان اور حالت کے ہیں۔

کتاب الاستیذان ص ۹۱۹

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ
اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں
بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ
نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے
تَذَکَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ
بہتر ہے کہ تم دھیان کرو پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے
لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے۔ اللہ
عَلِیْمٌ ۝ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ فِیْھَا
تمہارے کاموں کو جانتا ہے اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں
مَتَاعٌ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ ۝ (نور ۲۷-۲۹)
اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

توضیح حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا" یعنی ان سے اذن طلب کرلو اُبَی اور ابن عباس اور اعمش کی قراءت تَسْتَاْنِسُوْا ہی ہے اور آیت میں تقدیم و تاخیر ہے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ تسلموا علی اھلھا و تستانسوا سلام کے بعد گھر میں جانے کے لیے

بہتر یہی ہے کہ صراحۃً اذن طلب کرلیا جائے لیکن کھنکھار لینا یا ایسا کوئی فعل کرنا جس سے گھر والے سمجھ جائیں کہ سلام کرنے والا اندر آرہا ہے استیذان کے قائم مقام ہے۔ ابن ابی حاتم نے سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ سلام ہے استیناس کیا ہے فرمایا کہ آدمی تسبیح پڑھ لے تکبیر پڑھ لے ـــــ کھنکھار لے۔ طبری نے بطریق قتادہ روایت کیا کہ استیذان تین بار ہے پہلا اس لیے تاکہ سنے۔ دوسرا اس لیے کہ تیار ہو جائے، تیسرا اس لیے کہ چاہے تو اجازت دے چاہے تو لوٹا دے۔ بیوتا غیر مسکونۃ سے مراد ایسے مکانات ہیں جو خالی پڑے رہتے ہیں۔ اس میں اجازت عام ہوتی ہے جس کا جی چاہے اس میں ٹھہرے۔

ت ۷۵۴ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ لِلْحَسَنِ إِنَّ نِسَاءَ الْعَجَمِ يَكْشِفْنَ صُدُورَهُنَّ وَرُؤُسَهُنَّ قَالَ اِصْرِفْ بَصَرَكَ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ قَالَ قَتَادَةُ عَمَّنْ لَا تَحِلُّ لَهُمْ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ النَّظَرُ إِلَى مَا نُهِيَ عَنْهُ.

سعید بن ابو الحسن نے امام حسن بصری سے کہا کہ عجم کی عورتیں اپنے سینوں اور سروں کو کھولے رہتی ہیں فرمایا اپنی نظر کو ان سے پھیر لے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "مومنوں سے فرمادو اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں" قتادہ نے کہا یعنی ان لوگوں سے جو ان کیلئے حلال نہیں اور (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) مومن عورتوں سے فرمادو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ سے مراد ایسی چیز دیکھنا ہے جسے دیکھنا منع کیا گیا۔

تشریحات ۷۵۴ یہ سعید بن ابی الحسن حضرت امام حسن بصری کے بھائی ہیں۔

توضیح ارشاد ہے "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ" (مومن ۱۹) اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کے طریقے سے روایت کیا کہ یہ وہ شخص ہے جو کسی خوب صورت عورت کی طرف دیکھتا ہے اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی ہم کو دیکھ رہا ہے تو نظر نیچی کر لیتا ہے ـــ اللہ جانتا ہے کہ اس کی خواہش

یہ ہے کہ اگر اس کو قدرت ہو جائے تو زنا کرے۔

ت ۷۵۵
وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي النَّظَرِ إِلَى اللَّتِي لَمْ تَحِضْ مِنَ النِّسَاءِ لَا يَصْلُحُ
امام زہری نے فرمایا کہ نابالغ بچیوں کے بھی ایسے اعضا کو دیکھنا درست نہیں جنہیں
النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُنَّ مِمَّنْ يُشْتَهَى النَّظَرُ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ صَغِيرَةً ۔
دیکھنے کی خواہش ہو اگرچہ وہ چھوٹی ہوں۔

تشریح ۷۵۵
اسی لیے ابن قاسم نے کہا کہ مرد کو یہ جائز نہیں کہ چھوٹی اجنبیہ بچی کو غسل دے۔

ت ۷۵۶
وَكَرِهَ عَطَاءُ النَّظَرَ إِلَى الْجَوَارِي اللَّتِي يُبَعْنَ بِمَكَّةَ إِلَّا أَنْ
اور امام عطا نے ان لونڈیوں کو دیکھنا مکروہ جانا جو مکہ میں بیچی جاتی ہوں مگر یہ کہ ان کے خریدنے
تُرِيدَ أَنْ يَشْتَرِيَ۔
کا ارادہ رکھتا ہو

بَابُ تَسْلِيمِ الْقَلِيلِ عَلَى الْكَثِيرِ صفہ ۹۲۱ تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

حدیث ۲۶۷۲
عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ
چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے لوگ
عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ ع
زیادہ لوگوں کو

بَابُ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي صفہ ۹۲۱ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

ع ترمذی: استیذان۔

حدیث ۲۶۷۳

اَنَّہٗ سَمِعَ ثَابِتًا مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ ہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑا زیادہ کو

بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ص۹۲۲ استیذان دیکھنے سے بچنے کی وجہ سے ہے۔

حدیث ۲۶۷۴

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ اَوْ بِمَشَاقِصَ فَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَخْتِلُ الرَّجُلَ لِيَطْعَنَهٗ ۔ع

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حجرے کے سوراخ سے جھانکا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تیر کا ایک پھل یا کئی پھل لے کر آئے گویا میں حضور کو دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو گھونپ دیں گے۔

تشریحات ۲۶۷۴

یہ شخص حکم بن ابی العاص مروان کا باپ تھا۔ یہ شخص اگرچہ فتح مکہ کے موقعہ پر کلمہ پڑھ چکا تھا۔ مگر اس کی حرکات ایسی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ واقعی مسلمان نہیں ہوا ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا۔ اسے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلا وطن کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جھانکنے والے کا نام سعد تھا۔ بغیر نسبت کے۔

ع الدیات: باب مَنْ اَخَذَ حَقَّہٗ الخ ص۱۰۱۷۔ وباب من اطلع فی بیت قوم الخ ص۱۰۲۰
مسلم: استیذان۔ ابوداؤد: ادب۔

بَابُ زِنَی الْجَوَارِحِ دُوْنَ الْفَرْجِ صفہ ۹۲۲

شرم گاہ کے علاوہ دوسرے اعضاء کا زنا۔

حدیث ۲۶۷۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ

اَشْبَہَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے لَمَمْ کے جو معنی بتائے ہیں اس

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ حَظَّہٗ مِنَ الزِّنٰی اَدْرَکَ ذٰلِکَ

سے بہتر اور کچھ میں نہیں جانتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے

لَا مُحَالَۃَ فَزِنَی الْعَیْنِ النَّظَرُ وَزِنَی اللِّسَانِ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی

اس کو وہ ضرور پائے گا۔ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے اور نفس آرزو کرتا ہے

وَتَشْتَھِیْ وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ وَیُکَذِّبُہٗ ۔ ع

اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے۔

تشریحات ۲۶۷۵

ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ (نجم ۳۲) وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رُک گئے۔ اس آیۂ کریمہ میں لَمَمْ سے کیا مراد ہے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے عمدہ وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یعنی اجنبیہ کو بُری نظر سے دیکھنا اور بُری باتیں کرنا۔ بعض علما نے فرمایا کہ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں — نظر بد اور کلام حرام پر زنا کا اطلاق مجازاً ہے۔ اس علاقے سے کہ یہ سب دواعی زنا ہیں۔ ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے۔

نَظْرَۃٌ فَتَبَسُّمٌ فَسَلَامٌ فَکَلَامٌ فَمَوْعِدٌ ثُمَّ اللِّقَاءُ — دیکھنا ہے پھر مسکرانا ہے پھر سلام کرنا ہے، پھر بات کرنا ہے، پھر وعدہ لینا ہے پھر ملاقات کرنا ہے۔

حضرت ملا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ع القدر: باب قول اللہ وحرام علی قریۃ الخ ص ۹۷۸

چوں بوید بوئے گل خواہد کہ بیند
جب پھول کی خوشبو سونگھتا ہے تو دیکھنا چاہتا ہے

چوں بیند روئے گل خواہد کہ چیند
اور جب پھول دیکھ لیتا ہے تو اسے توڑنا چاہتا ہے

بَابُ إِذَا دُعِيَ الرَّجُلُ فَجَاءَ هَلْ يَسْتَأْذِنُ صفہ ۹۲۳
جب کسی شخص کو بلایا گیا اور وہ آیا تو کیا اجازت لے گا۔

ت ۷۵۷ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ إِذْنُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا یہ اذن ہے۔

تشریح ۷۵۷ یعنی اس کو جدید اذن لینے کی حاجت نہیں اس کا بلایا جانا ہی اذن ہے۔

حدیث ۲۶۷۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ يَا أَبَا هِرٍّ اِلْحَقْ أَهْلَ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر داخل ہوا تو پیالے میں دودھ پایا۔ فرمایا اے ابو ہر اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلاؤ۔ میں گیا میں نے ان کو بلایا وہ لوگ آئے اور اجازت طلب کی حضور نے انہیں اجازت دی۔ تب وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔

تشریحات ۲۶۷۶ تعلیق سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب کسی کو بلایا اور وہ آیا تو اذن کی حاجت نہیں بلانا ہی اذن ہے اور حدیث میں یہ ہے کہ اصحاب صفہ آئے تو انہوں نے اذن طلب کیا پھر اذن ملنے کے بعد اندر داخل ہوئے۔

تطبیق تطبیق یہ ہے کہ جنہیں بلایا گیا وہ اگر قاصد کے ساتھ فوراً آئیں تو اذن کی ضرورت نہیں لیکن اگر وہ لوگ کچھ دیر کر کے آویں تو انہیں اذن لینا پڑے گا۔

بَابُ التَّسْلِیْمِ عَلَی الصِّبْیَانِ ص۹۲۳ بچوں کو سلام کرنا۔

حدیث ۲۶۷۷

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کچھ بچوں پہ گزرے اور

فَسَلَّمَ عَلَیْہِمْ وَقَالَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ ع۱۔

بچوں کو سلام کیا۔ اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

بَابُ اِذَا قَالَ مَنْ ذَا فَقَالَ اَنَا ص۹۲۳ جب کسی نے پوچھا کون ہے تو دوسرے نے کہا میں۔

حدیث ۲۶۷۸

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا یَقُوْلُ اَتَیْتُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میرے باپ پر قرض تھا اس سلسلے میں نبی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ دَیْنٍ کَانَ عَلٰی اَبِیْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ پیٹا تو حضور نے پوچھا کون ہے یہ میں نے کہا میں

مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا کَاَنَّہٗ کَرِھَھَا ع۲۔

ہوں تو حضور نے فرمایا کہ میں بھی میں ہوں۔ گویا حضور نے اس کو ناگوار سمجھا۔

تشریحات ۲۶۷۸ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی یہ پوچھے تم کون ہو تو نام بتانا چاہیئے یہ کہنا کہ میں ہوں۔ لغو ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ یُسَلِّمْ عَلٰی مَنِ اقْتَرَفَ ذَنْبًا وَلَمْ یَرُدَّ سَلَامَہٗ حَتّٰی تَتَبَیَّنَ تَوْبَتُہٗ وَاِلٰی مَتٰی تَتَبَیَّنُ تَوْبَۃُ الْعَاصِیْ ص۹۲۵

جو گناہ کا ارتکاب کرے اسے کوئی سلام نہ کرے اور اس کے سلام کا جواب نہ دے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور گنہگار کی توبہ کب ظاہر ہوگی۔

ع۱ مسلم استیذان۔ ترمذی۔ استیذان نسائی الیوم واللیلۃ۔ ع۲ مسلم۔ استیذان۔ ابوداؤد، ادب، ترمذی استیذان نسائی الیوم واللیلہ، ابن ماجہ، ادب۔

توضیح جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کافر بدمذہب فاسق کو سلام نہ کرے۔ امام نووی نے فرمایا لیکن اگر سلام نہ کرنے سے کسی دینی یا دنیوی ضرر کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے ـــ اور اگر کوئی گنہگار توبہ کرے تو اس کی توبہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک اتنی مدت نہ گزر جائے کہ قرائن سے اطمینان کر لیا جائے کہ اب اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا ہے ـــ اصل مذہب یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی حد نہیں مگر کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی میعاد ایک سال ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ چھ ماہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پچاس دن ہے۔ جیسا کہ حضرت کعب کے قصے میں ہے۔ لیکن حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے کو اس سے کوئی تعلق نہیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دے گا میں ان سے بات نہیں کروں گا ـــ صحیح یہ ہے کہ یہ گنہگار اور گناہ اور ماحول کے اعتبار سے مختلف ہو گا۔ ہر سال یہ قصہ ہوتا ہے کہ داڑھی منڈانے والے یا کترا کر کم کرنے والے حافظ تراویح پڑھانے کے لیے داڑھی منڈانے اور کتروانے سے توبہ کر لیتے ہیں اور پھر رمضان بعد حسب سابق داڑھی مونڈاتے ہیں یا کم رکھتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے سال بھر سے کم میعاد مقرر کرنا بے کار ہے۔

ت ۷۵۸ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَلَا تُسَلِّمُوْا عَلٰى شَرَبَةِ الْخَمْرِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ شراب پینے والوں کو سلام نہ کرو۔

بَابٌ كَيْفَ يُرَدُّ عَلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ السَّلَامُ. صفہ ۹۲۵

ذمی کو سلام کا جواب کیسے دیا جائے گا۔

حدیث ۲۶۷۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَإِنَّمَا يَقُوْلُ أَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ ع۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہود تم کو سلام کریں اور کہیں السام علیک تو تم کہو وعلیک۔

ع۔ المرتدین۔ باب اذا عرض الذمی صفہ ۱۰۲۴

حدیث ۲۶۸۰

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ ع

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم بھی کہو و علیک ـــــ

تشریحات ۲۶۸۰

کتاب المرتدین میں پوری تفصیل یہ ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا اور اس نے کہا السام علیک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے السام علیک کہا لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم اس سے قطع نہ کرلیں فرمایا نہیں۔ جب اہل کتاب تم کو سلام کہیں تو کہو وعلیکم ـــــ

سام کے معنی موت کے ہیں اور جب السام علیک کے جواب میں کہا وعلیک تو بات برابر ہوگئی۔

بَابُ الْمُصَافَحَةِ ص ۹۲۶ — مصافحہ کا بیان

توضیح مصافحہ باب مفاعلت سے ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملایا جائے۔ اور ایک دوسرے کے چہرے پر نظر کی جائے۔

حدیث ۲۶۸۱

عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ۔

قتادہ نے کہا میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا مصافحہ صحابۂ کرام میں تھا انہوں نے کہا کہ ہاں

تشریحات ۲۶۸۱

مصافحہ سنت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان ملیں اور مصافحہ کرلیں تو ان کی مغفرت ہو جائے گی۔

حدیث ۲۶۸۲

حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُقَيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع المرتدین باب اذا عرض الذمی ص ۱۰۲۳

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

کے ساتھ تھے اور وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

بَابُ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ ص ۹۲۶ — مصافحے میں دونوں ہاتھوں کا پکڑنا۔

ت ۷۵۹ وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ اِبْنَ الْمُبَارَکِ بِیَدَیْہِ۔

اور حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تشریحات ۷۵۹ حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور تلمیذ ہیں ۱۸۱ھ میں ان کا وصال ہوا جبکہ وہ غزوے سے واپس آرہے تھے ان کا دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مصافحہ میں سنت یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفاد ہے کہ انہوں نے فرمایا کَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ" میری ہتھیلی حضور کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی جب کسی سے مصافحہ کیا جائے گا تو ہر ایک کی ایک ہتھیلی دوسرے کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہوگی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ ص ۹۲۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

توضیح اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار جمعہ کے دن اہل بدر مہاجرین و انصار آئے اور ان کو مجلس میں جگہ نہ ملی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ ایسے لوگوں کو جو بعد میں ایمان لائے تھے کھڑا کر دیا مہاجرین وانصار کو وہاں بٹھایا یہ ان پر شاق ہوا۔ منافقین نے اس پر چہ میگوئیاں کیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن مقاتل) اس کا مطلب یہی ہے کہ جب لوگ مجلس میں آئیں اور مجلس بھر چکی ہو تو جہاں تک ممکن ہو لوگ سمٹ جائیں اور آنے والوں کو جگہ دیں اور اگر میر مجلس کسی مصلحت کی بنا پر کچھ لوگوں کو اٹھائے تو اسے اٹھ جانا چاہیئے خصوصاً جب آنے والے دینی معزز ہوں۔

حدیث ۲۶۸۳ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یُّقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ اٰخَرُ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا

نے اس سے منع فرمایا کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے پھر وہاں کوئی دوسرا بیٹھے ہاں

وَتَوَسَّعُوْا وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَکْرَہُ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ

سمٹ کر جگہ دے دو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی جگہ

مِنْ مَّکَانِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ مَکَانَہٗ۔

سے اٹھے اور وہاں دوسرا بیٹھے۔

بَابُ الْاِحْتِبَاءِ بِالْیَدِ وَھُوَ الْقُرْفُصَاءُ۔
ہاتھ سے احتباء کا بیان یعنی قرفصاء۔ ص ۹۲۸

اِحتِباء:۔ اس طرح بیٹھنا کہ سرین زمین پر ہو اور گھٹنے کھڑے ہوں ران پیٹ سے لگی ہو اور ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ باندھ لیا جائے۔

حدیث ۲۶۸۴

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ رَأَیْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْکَعْبَۃِ مُحْتَبِیًا بِیَدِہٖ ھٰکَذَا

کعبے کے صحن میں اپنے ہاتھ سے احتباء کیے ہوئے اس طرح دیکھا

بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَقَالَ عِنْدَھُمْ
جو کسی سے ملاقات کے لیے گیا اور وہاں قیلولہ کیا۔ ص ۹۲۹

حدیث ۲۶۸۵

عَنْ ثُمَامَۃَ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کَانَتْ تَبْسُطُ

ثمامہ سے مروی ہے کہ ام سلیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا فرش

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِطَعًا فَیَقِیْلُ عِنْدَھَا عَلٰی ذٰلِکَ النِّطَعِ

بچھاتیں حضور ان کے یہاں اس فرش پر قیلولہ فرماتے اور جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے

فَاِذَا قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَتْ مِنْ عَرَقِہٖ وَ

ہو جاتے تو حضور کے پسینے اور بال کو لیتیں اور ایک شیشی میں جمع کرتیں۔ پھر اس کو جمع کرتیں

شَعْرِہٖ فَجَمَعَتْہُ فِی قَارُوْرَۃٍ ثُمَّ جَمَعَتْہُ فِی سُکٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ
خوشبو میں جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے
اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ اِلْوَفَاۃُ اَوْصٰی اِلَیَّ اَنْ یُّجْعَلَ فِی حَنُوْطِہٖ مِنْ ذٰلِکَ
وصیت کی کہ ان کے حنوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے تو ان کے حنوط میں
السُّکِّ قَالَ فَجُعِلَ فِی حَنُوْطِہٖ
وہ خوشبو ملائی گئی

تشریحات ۲۶۸۵

داؤدی نے کہا کہ ام سُلیم اور ام حرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔ اور ابن وہب نے کہا کہ ام حرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خالہ تھیں۔ اسی رشتے کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حرام اور ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں قیلولہ فرماتے۔

سُکّ:۔ ایک قسم کی خوشبو ہے جو چند خوشبوؤں کو ملا کر بنائی جاتی۔

حَنُوط:۔ خاص اس خوشبو کو کہتے ہیں جو کفن اور مُردے کو لگانے کے لیے تیار کی جاتی ہے جس میں کافور اور صندل ہوتا ہے۔

بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ ص ۹۳۰ چت لیٹنا۔

حدیث ۲۶۸۶

اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ
عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِیًا وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْہِ
صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ ایک پیر کو
عَلَی الْاُخْرٰی۔
دوسرے پیر رکھے ہوئے۔

تشریحات ۲۶۸۶

مسجد میں غیر معتکف کو لیٹنا سونا منع ہے یہ اس پر محمول ہے کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں جاتے ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتے ہوں کتاب اللباس میں یضطجع ہے اس سے مراد چت لیٹنا ہی ہے۔ اس لیے کہ یہاں بھی

یہ تصریح ہے کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پہ رکھے ہوئے تھے یہ اسی وقت درست ہوگا جبکہ آدمی چت لیٹا ہو۔

بَابُ لَا یَتَنَاجیٰ اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ ــــ وَقَوْلِهٖ تَعَالیٰ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اِلیٰ قَوْلِهٖ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَقَوْلِهٖ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً اِلیٰ قَوْلِهٖ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ ص ۹۳۰

(مجادلہ آیت ۹ تا ۱۱)

تیسرے کی موجودگی میں دو شخص سرگوشی نہ کریں اور ــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے ایمان والو جب سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی پر سرگوشی نہ کرو نیکی اور تقویٰ پر سرگوشی کرو (الیٰ ان قال) اور اللہ ہی پر مومن بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو جب رسول سے سرگوشی کرو تو سرگوشی سے پہلے نذر پیش کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور زیادہ پاک کرنے والا ہے پس اگر کچھ نہ پاؤ تو بے شک اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (الیٰ قولہٖ اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔)

توضیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کی کثرت کردی جو حضور پر شاق گزرا ــــ سوالات کی کثرت کو ختم کرنے کے لیے ان کو حکم دیا کہ سرگوشی سے پہلے کچھ نذر پیش کریں تو یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر شاق گزری پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ مکاتب بن حبان نے کہا کہ یہ حکم دس دن تک رہا پھر منسوخ ہوگیا ــــ اور کلبی سے روایت ہے کہ پھر تھوڑی دیر رہا۔ اس اثنا میں صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار نذر کرکے سرگوشی کی تھی۔ اس حکم کا ناسخ اس کے بعد کا ارشاد ہے کہ فرمایا۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ پس اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بَابُ حِفْظِ السِّرِّ ص ۹۳۱

راز کو محفوظ رکھنا۔

حدیث ۲۶۸۷	سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ اَسَرَّ اِلَیَّ
	انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور نے مجھ سے ایک راز کی بات کہی

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِرًّا فَمَا اَخْبَرْتُ بِہٖ اَحَدًا بَعْدَہٗ وَلَقَدْ

تو میں نے حضور کے بعد بھی کسی کو نہیں بتایا مجھ سے ام سلیم نے بھی پوچھا تو

سَأَلَتْنِیْ اُمُّ سُلَیْمٍ فَمَا اَخْبَرْتُھَا بِہٖ۔

ان کو بھی نہیں بتایا

بَابُ اِذَا کَانُوْا اَکْثَرَ مِنْ ثَلٰثَۃٍ فَلَا بَاسَ بِالْمُسَارَّۃِ وَالْمُنَاجَاتِ ص ۹۳۱

جب تین سے زیادہ ہوں تو ان میں سے کسی کے ساتھ رازدارانہ بات کرنی اور سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۲۶۸۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

اِذَا کُنْتُمْ ثَلٰثَۃً فَلَا یَتَنَاجَ رَجُلَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰی یَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ

وسلم نے فرمایا جب تم تین ہو تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں تیسرے کو چھوڑ کر یہاں تک

اَجَلِ اَنْ یُّحْزِنَہٗ

کہ یہ لوگ اور لوگوں سے مل جائیں اس لیے کہ یہ بات ان کو غمگین کرے گی۔

تشریحات ۲۶۸۸ تین آدمی کی موجودگی میں دو شخص جب آپس میں سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو دو باتوں میں سے ایک کا ضرور احساس ہوگا یا تو سوچے گا کہ وہ مجھے حقیر سمجھ رہے ہیں یا میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں اور جب تین سے زیادہ لوگ ہوں گے تو اس کا شبہہ نہ ہوگا۔

بَابُ لَا تُتْرَکُ النَّارُ فِی الْبَیْتِ عِنْدَ النَّوْمِ ص ۹۳۱

سونے کے وقت گھر میں آگ نہ چھوڑی جائے۔

حدیث ۲۶۸۹

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے

لَا تَتْرُکُوا النَّارَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ حِیْنَ تَنَامُوْنَ۔

وقت اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔

حدیث ۲۶۹۰

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِحْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک گھر رات کے

عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ فَحُدِّثَ بِشَاْنِھِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

وقت اپنے اہل کے ساتھ جل گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا حال بیان کیا گیا۔ تو فرمایا یہ

اِنَّ ھٰذِہٖ النَّارَ اِنَّمَا ھِیَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ۔

آگ تمہاری دشمن ہے جب سوؤ تو اسے بجھا دو۔

بَابُ الْخِتَانِ بَعْدَ مَا کَبُرَ وَ نَتْفِ الْاِبْطِ ص ۹۳۱

بڑے ہونے کے بعد ختنہ کرنا اور بغل کے بال اکھاڑنا۔

توضیح ختنہ کرنے کی میعاد بالغ ہونے سے پہلے پہل تک ہے بالغ ہونے کے بعد صرف بیوی ختنہ کرسکتی ہے یا وہ شخص خود اپنے ہاتھ سے کرے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسی سال کی عمر کے بعد اپنا ختنہ کیا تھا۔ اور اگر بالغ ہونے کے بعد نہ وہ خود ختنہ کرسکے اور نہ اس کی بیوی کرسکے تو معاف ہے۔

حدیث ۲۶۹۱

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ سُئِلَ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا

عَنْہُ مِثْلُ مَنْ اَنْتَ حِیْنَ قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا یَوْمَئِذٍ

گیا کہ کس عمر کے تھے جب حضور کا وصال ہوا انہوں نے کہا میں اس دن ختنہ کیا ہوا تھا اور کہا کہ

مَخْتُوْنٌ قَالَ وَکَانُوْا لَا یَخْتِنُوْنَ الرَّجُلَ حَتّٰی یُدْرِکَ۔

عرب کی عادت تھی جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جاتا ختنہ نہیں کرتے تھے

تشریحات ۲۶۹۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کیا تھی۔ اس میں تین قول ہیں۔ ۱۰ سال، ۱۳ سال، ۱۵ سال صحیح اور راجح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

اس لیے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی تھی جب مکہ کے ظالموں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور کر رکھا تھا اور یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل ہوا تھا ـــــ ہو سکتا ہے کہ اس وقت بالغ ہو گئے ہوں۔ تیرہ سال کی عمر میں لڑکا بالغ ہو سکتا ہے ـــــ مشہور حدیث ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور یہ گدھی پر سوار ہو کر تشریف لائے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا فرماتے ہیں وَقَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ۔ اور میں بالغ ہونے کے قریب تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ ص ۹۳۲ عمارت بنانے کے بارے میں کیا آیا ہے۔

حدیث ۲۶۹۲ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُنِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے اپنے آپ کو

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَيْتُ بِيَدِيْ بَيْتًا يُكِنُّنِيْ مِنَ الْمَطَرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک گھر بنایا جو مجھے

وَيُظِلُّنِيْ مِنَ الشَّمْسِ مَا أَعَانَنِيْ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ۔

بارش سے بچاتا ہے اور دھوپ سے سایہ دیتا ہے جس پر اللہ کی مخلوق سے کسی نے میری مدد نہیں کی۔

حدیث ۲۶۹۳ قَالَ عَمْرٌو قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُ

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے

لَبِنَةً عَلٰى لَبِنَةٍ وَلَا غَرَسْتُ نَخْلَةً مُّنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بعد بخدا میں نے ایک اینٹ کسی اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی درخت کھجور کا بویا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُفْيٰنُ فَذَكَرْتُهُ لِبَعْضِ أَهْلِهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ بَنٰى

سفیان نے کہا میں نے اس کو ان کے بعض اہل سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا بخدا انہوں نے بنایا

قَالَ سُفْيٰنُ قُلْتُ فَلَعَلَّهُ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَّبْنِيَ۔

سفیان نے کہا میں نے کہا شاید انہوں نے یہ بات عمارت بنانے سے پہلے کہی ہو۔

تشریحات ۲۶۹۳: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ضرورت پر گھر بنوایا تھا پھر بھی یہ فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور کوئی درخت نہیں لگایا اس کی توجیہہ سفیان بن عیینہ نے یہ کی کہ ایک زمانے تک نہیں بنایا لیکن جب ضرورت ہوئی تو بنوایا۔ دونوں میں تعارض نہیں جب وہ فرمایا تھا اس وقت تک کوئی عمارت نہیں بنوائی تھی۔ پہلے کی عمارت کافی تھی اسی میں رہتے تھے مگر بعد میں جب ضرورت محسوس ہوئی تو بنوایا۔

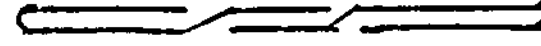

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الدعوات ص ۹۳۲

توضیح دعوات، دعوۃ کی جمع ہے جو مصدر ہے اس کے معنی سوال کرنے کے ہیں دُعَاءٌ میں الف زائد ہے اس کا لام کلمہ واؤ تھا اس کو ہمزہ سے بدل دیا اس کے معنی پکارنے کے بھی ہیں۔

بَابُ قَولِ اللہِ تعالیٰ اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (مومن ۶۰) ص ۹۳۲

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

اور جیسے حدیث میں ہے لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ اور ہر نبی کے لیے ایک دعاء ہے جو قبول ہوگی۔

توضیح ان آیات سے ثابت ہوا کہ دعاء مانگنا مشروع ہے بلکہ دعاء مانگنے سے اجتناب مبغوض۔ نیز دعاء مانگنے کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لیس شئ اکرم علی اللہ مِنَ الدعاء۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

دعاء سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شئ مکرم نہیں۔

نیز انہی سے مروی ہے۔

مَنْ لَمْ یَسْئَلِ اللہَ یَغْضِبْ عَلَیْہِ (امام احمد، ترمذی و ابن ماجہ)

جو اللہ سے سوال نہ کرے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور فرماتے ہیں۔

سَلُوا اللہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّ اللہَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْئَلَ۔

اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو بیشک اللہ پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔

طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ فرمایا۔
ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء۔ بے شک اللہ تعالیٰ دعا میں گڑگڑانے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
یہاں تک فرمایا الدعاء ہوالعبادۃ یعنی دعاء کرنا عبادت ہے۔
اور ایک روایت میں فرمایا۔
اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ دعاء عبادت کا مغز ہے۔

بَابُ وَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ۔ ص ۹۳۲ ہر نبی کے لیے ایک دعاء ہے جو قبول ہوگی۔

حدیث ۲۶۹۴	عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ یَدْعُوْبِھَا وَ اُرِیْدُ
وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک دعاء ہے جسے وہ کرے گا اور میں چاہتا
اَنْ اَخْتَبِیَٔ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ عہ
ہوں کہ اپنی دعاء محفوظ رکھوں آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے۔

حدیث ۲۶۹۵	سَمِعْتُ اَبِیْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ نَبِیٍّ سَاَلَ سُؤْلًا اَوْقَالَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر نبی نے ایک سوال کیا یا فرمایا ہر نبی کی ایک دعاء ہے جس کو اس نے کیا
قَدْ دَعَا بِھَا فَاسْتُجِیْبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔
اور وہ قبول ہوئی اور میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔

تشریحات ۲۶۹۵ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نبی کی ایک ایسی دعا ہے جو مقبول ہو گی جس کا ظاہر یہ ہے کہ بقیہ دعائیں قبول ہوں گی یا نہیں

عہ التوحید: باب المشیۃ والإرادۃ ص۱۱۱۳۔

یہ محل غور ہے حالانکہ انبیاء کرام کی تمام دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اس کی توجیہ میں علماء نے فرمایا اس سے کوئی خاص اہم دعاء ہے جو فورًا بلا تاخیر جیسے دعاء مانگیں گے ویسے ہی قبول ہوگی بقیہ دعائیں بھی قبول ہوں گی مگر ان کے قبول ہونے کے لیے کچھ مدت درکار ہوگی۔ یا ان کے قبول ہونے کی نوعیت دوسری ہوگی۔

بَابُ أَفْضَلِ الْاِسْتِغْفَارِ وَقَوْلِهٖ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۔ وقولہ — وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۔

افضل الاستغفار اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے رب سے مغفرت چاہو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے تم پر شراٹے کا مینھ بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا — اور وہ لوگ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں پھر اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں سے معافی چاہیں۔

ص ۹۳۲

توضیح اس آیت سے استغفار کی تین فضیلتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ اگر بارش بند ہو تو بارش ہوگی۔ دوسرے مال اور اولاد میں برکت ہوگی۔ تیسرے زراعت عمدہ ہوگی۔

تنبیہ :- امام بخاری نے سورہ نوح کی آیۃ کی ابتداء میں واؤ لائے ہیں حالانکہ واؤ نہیں آیت یوں ہے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا۔

حدیث ۲۶۹۶	حَدَّثَنِيْ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
	قَالَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
	سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ کہے اے اللہ تو میرا پروردگار ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو نے مجھے
	خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ
	پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے پر استطاعت بھر ہوں۔ اور جو برائی میں نے کی

مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي

ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تیری نعمت مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہوں کا

فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ — قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا

اعتراف کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اس لیے کہ سوائے تیرے کوئی گناہ نہیں بخشے گا

بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا

جس نے اس کو اس پر یقین رکھتے ہوئے دن میں کہا اور اسی دن شام سے پہلے مرگیا تو وہ اہل جنت سے ہے اور جس

مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ع

نے اس کو رات میں کہا اس پر یقین رکھتے ہوئے وہ صبح سے پہلے مرگیا وہ اہل جنت سے ہے۔

بَابُ اسْتِغْفَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دن رات میں استغفار کرنا۔

ص ۹۳۳

حدیث ۲۶۹۷

أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخدا میں اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ روزانہ

وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً.

ستر مرتبہ سے بھی زیادہ۔

تشریحات ۲۶۹۷

اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام خصوصًا سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں پھر استغفار اور توبہ کے کیا معنی علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں، ایک یہ کہ تواضعًا استغفار فرماتے تھے۔ دوسرے

ع باب مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ ص ۹۳۶

یہ کہ امت کی تعلیم کے لیے استغفار فرماتے تھے۔ تیسرے یہ کہ خلاف اولیٰ سے۔ چوتھے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آن ترقی پر ہیں ارشاد ہے وَللآخرۃ خیرلك من الاوّلی۔ جب اونچے درجے پر پہنچتے اور نیچے درجے پر نظر جاتی تو اس سے استغفار کرتے جیسا کہ کہا گیا ہے حسناتُ الأبرار سَیّئاتُ المقربین پانچویں یہ کہ امت کے لیے استغفار کرتے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ مبالغہ کے لیے ہے ستر کی تخصیص نہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت ہے کہ فرمایا کہ میں اللہ سے روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔

بَابُ التَّوبَۃِ ص ۹۳۳ توبہ کا بیان

ت ۷۶۰	قَالَ قَتَادَۃُ۔ تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ تَوبَۃً نَصُوحًا اَلصَّادِقَۃُ النَّاصِحَۃُ۔
	قتادہ نے کہا کہ نَصُوحًا سے مراد سچی توبہ ہے۔

توبہ مصدر ہے اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے آئبون تائبون اور شریعت میں توبہ گناہ چھوڑنے کے معنی میں ہے۔ توبہ کی بنیاد دو چیزیں ہیں گزشتہ گناہ پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔

حدیث ۲۶۹۸	عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ
	حارث ابن سوید نے کہا ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو حدیثیں
	حَدِیْثَیْنِ اَحَدُھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِہٖ
	بیان کیں ان میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسری اپنی طرف سے کہا مومن اپنے گناہ کو ایسا
	قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَرٰی ذُنُوْبَہٗ کَاَنَّہٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ یَخَافُ اَنْ
	جانتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر پڑے گا اور بدکار اپنے گناہوں کو
	یَقَعَ عَلَیْہِ وَاَنَّ الْفَاجِرَ یَرٰی ذُنُوْبَہٗ کَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰی اَنْفِہٖ فَقَالَ
	ایسا جانتا ہے جیسے مکھی اس کی ناک کے قریب سے گزری تو اس طرح ہانک دیا۔ ابو شہاب نے اپنے
	بِہٖ ھٰکَذَا قَالَ اَبُوْ شِھَابٍ بِیَدِہٖ فَوْقَ اَنْفِہٖ ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ اَفْرَحُ
	ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا۔ پھر کہا بے شک اللہ بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش

بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ مَنْزِلًا وَبِهِ مَهْلَكَةٌ وَمَعَهُ رَاحِلَتُهُ

ہوتا ہے جو کسی جگہ اترا جہاں خطرہ تھا اور اس کے ساتھ اس کی سواری تھی جس پر اس کا کھانا اور

عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ

پینا تھا اس نے اپنے سر کو رکھا اور سو گیا۔ اور جب جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اور جب گرمی

ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ

اور پیاس اور جو اللہ نے چاہا اس پر زیادہ ہوا تو اس نے کہا کہ میں اپنی پہلی جگہ لوٹوں اور لوٹا

قَالَ أَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِي فَرَجَعَ فَنَامَ نَوْمَةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ.

پھر سو گیا پھر اپنے سر کو اٹھایا تو دیکھا اس کی سواری اس کے پاس ہے۔

حدیث ۲۶۹۹ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ

اپنے بندہ کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے یک بیک اپنے (گم شدہ) اونٹ

سَقَطَ عَلٰى بَعِيرِهِ وَأَضَلَّهُ أَرْضِ فَلَاةٍ.

کو پا لیا حالانکہ اس نے اس کو چٹیل میدان میں غائب کر دیا تھا۔

تشریحات ۲۶۹۹ فرح کے معنی خوش ہونا ہے اور خوشی کے لیے تغیر لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی صفت سے پاک ہے جو تغیر کی مقتضی ہو۔ یہاں اس کا لازم معنی مراد ہے۔ جب کوئی شخص کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا ہے۔ یہاں مراد یہی ہے کہ اللہ عز و جل اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا ہے۔ اور مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اس کا اونٹ اس سے بھاگ گیا اور اس پر اس کا کھانا اور پینا تھا اور وہ اس سے مایوس ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا اتنے میں دیکھا کہ اس کا اونٹ اس کے سامنے کھڑا ہے ــــ اس کی لگام کو پکڑا پھر خوشی کی شدت میں کہا اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں ــــ خوشی کی زیادتی کی وجہ غلطی کر گیا۔

باب مایقول اذا نام ص ۹۳۴ سوتے وقت کیا کہے۔

حدیث ۲۷۰۰

عَنْ رِبْعِی بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر
عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ
جاتے تو پڑھتے اے اللہ تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور جیوں گا اور جب سو کر بستر سے
قَالَ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی وَاِذَا قَامَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ
اٹھتے تو پڑھتے اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو زندہ کیا موت دینے کے بعد
اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ؏
اور قبر سے اٹھ کر اسی کی طرف جانا ہے۔

تشریحات ۲۷۰۰

یہاں موت سونے سے کنایہ ہے زندہ کرنا جاگنے سے موت اور نوم میں قدرے مشترک یہ ہے کہ موت نام ہے بدن سے روح کے تعلق کے منقطع ہونے کا اور یہ انقطاع کبھی صرف ظاہری ہوتا ہے اس کا نام نوم ہے اور کبھی ظاہری باطنی دونوں طریقوں سے ہوتا ہے اس کا نام موت ہے زندگی کے لوازم میں دیکھنا سننا سمجھنا ہے سونے کی حالت میں یہ سب منقطع ہو جاتے ہیں جس طرح موت سے اس لیے نوم کو موت سے تعبیر فرمایا۔ اسی کے بعد اسی کے مثل حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے بعد اس حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے داہنے رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔

باب ص ۹۳۵

حدیث ۲۷۰۱

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اَحَدُکُمْ
فرمایا جب تم بچھونے پر جاؤ تو اپنے بچھونے کو اندرون ازار سے جھاڑ لو اس لیے کہ وہ نہیں جانتا

؎ باب وضع الید تحت خد الیمنی ص ۹۳۴ باب مایقول اذا اصبح ص ۹۳۶۔ توحید باب السوال باسماء اللہ والاستعاذۃ بھا ص ۱۱۰۰۔

إِلَىٰ فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ

کہ اس کے پیچھے اس پر کیا آیا ہے پھر کہے اے میرے رب تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا

ثُمَّ يَقُولُ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي

اور تیرے نام ہی کے ساتھ اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اسے

فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ الصَّالِحِينَ [1]

چھوڑے تو اس کی حفاظت فرمانا اس چیز کے ساتھ جس سے اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

تشریحات ۲۷۰۱ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہیئے اور بجائے ہاتھ کے کسی کپڑے سے جھاڑنا چاہیئے ہو سکتا ہے کہ بستر پر گرد و غبار ہو یا کیڑے مکوڑے بچھو وغیرہ ہوں۔ لیکن حدیث میں داخلۃ ازار کی جو قید ہے اس کی حکمت سمجھ میں نہیں آئی اور نہ صرف مجھے ہی بلکہ علامہ قرطبی نے بھی یہی فرمایا۔ حتیٰ کہ علامہ ابن حجر نے بھی اخیر میں یہی لکھا اس لیے اس خادم کی نظر میں کتاب التوحید کی روایت "بصنفۃ ثوبہ" صحیح ہے یعنی کپڑے کے کنارے سے جھاڑے البتہ وہاں زیادہ یہ ہے کہ تین مرتبہ جھاڑے۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ ص ۹۳۶ — نماز میں دعا کا بیان

حدیث ۲۷۰۲ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آیۂ کریمہ اور

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا أُنْزِلَتْ فِي الدُّعَاءِ۔

اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔ دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔

تشریحات ۲۷۰۲ یہ حدیث باب کے مطابق اس وقت ہوگی جب دعا سے مراد وہ دعا لی جائے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے لیکن پھر اشکال یہ ہوگا کہ نماز میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ مطلقاً ہر نماز میں آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر مطابقت باقی نہیں رہ جائے گی۔ اس لیے دعا سے مراد عام دعا ہے خواہ نماز میں پڑھی جائے یا نماز کے باہر۔

---

[1] کتاب التوحید باب السوال باسماء اللہ والاستعاذۃ بہا ص ۱۰۹۹ مسلم۔ دعوات۔ ابوداؤد۔ ادب۔ نسائی۔ الیوم۔ واللیلہ۔

کتاب التفسیر میں گزرا کہ یہ آیۂ کریمہ خاص نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہی راجح ہے اس لیے کنز الایمان میں صلوٰۃ کا ترجمہ نماز ہی کیا۔

بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ ص ۹۳۷ نماز کے بعد کی دعاء

حدیث ۲۷۰۳	عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالُوْا یَا
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مالدار
	رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ قَالَ
	درجات اور نعیم مقیم لے گئے دریافت فرمایا کیسے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم
	کَیْفَ ذَاكَ قَالُوْا صَلُّوْا کَمَا صَلَّیْنَا وَجَاهَدُوْا کَمَا جَاهَدْنَا وَاَنْفَقُوْا
	لوگ پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں جیسے ہم لوگ جہاد کرتے ہیں اور اپنے فاضل اموال سے خرچ
	مِنْ فُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ وَلَیْسَتْ لَنَا اَمْوَالٌ قَالَ اَفَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَمْرٍ تُدْرِ
	کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس مال نہیں، فرمایا کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس سے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں تک
	کُوْنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ مَنْ جَاءَ بَعْدَکُمْ وَلَا یَاْتِیْ اَحَدٌ بِمِثْلِ مَا جِئْتُمْ
	پہنچ جاؤ اور اپنے بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ۔ جو تمہارے مثل نہ کر سکے ہاں جو اس کے مثل کر سکے اس کی بات
	اِلَّا مَنْ جَاءَ بِمِثْلِهٖ تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَتُکَبِّرُوْنَ عَشْرًا
	دوسری ہے ہر نماز کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھو۔ دس مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور دس مرتبہ تکبیر کہو

تشریحات ۲۷۰۳ اسی مضمون کی ایک حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار تسبیح، تینتیس بار تحمید اور تینتیس بار تکبیر۔ دونوں میں منافات نہیں۔ پہلے یوں کہ وہاں درجات عُلیٰ کے ساتھ مقید ہے اور یہاں اعمال میں صرف نماز و جہاد کا ذکر ہے۔ اور وہاں روزہ حج عمرے کا بھی ذکر ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ بارہا بتایا جا چکا کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَصَلِّ عَلَیْهِمْ وَمَنْ خَصَّ اَخَاهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَ نَفْسِهٖ۔ ص ۹۳۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور ان کے حق میں دعاء خیر کرو اور جس نے اپنے بھائی کو دعاء کے ساتھ خاص کیا۔ اپنے لیے نہیں کیا۔

حدیث ۲۷۰۴

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ام سلیم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا انس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَسٌ خَادِمُكَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ ؏

آپ کا خادم ہے حضور نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس کو جو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔

تشریحات ۲۷۰۴ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ انہیں کثیر مال ملا بصرہ میں ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ اور اولاد کی کثرت اتنی ہوئی کہ ان کے ایک سو بیس ۱۲۰ اولاد ہوئی جو سب بیٹے تھے۔ صرف دو بیٹیاں تھیں، حفصہ اور ام عمرو۔ کعبے کا طواف کرتے تو ان کے ساتھ ستر ۷۰ سے زیادہ ان کی اولاد ہوتی۔ اور ان کی عمر بروایت ایک سو انیس ۱۱۹ سال کی ہوئی، بروایت ایک سو بیس ۱۲۰، بروایت ایک سو سات ۱۰۷ سال بروایت ایک سو تین ۱۰۳ سال۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ مِنَ الدُّعَاءِ ص ۹۳۸

اور دعاء میں سجع مکروہ ہے۔

توضیح دعاء کی بنیاد خشوع و خضوع اور حضور قلب پر ہے اور جب آدمی قافیہ بندی کی فکر میں رہے گا تو حضور قلب جاتا رہے گا۔ اس لیے دعاء میں قافیہ بندی سے منع فرمایا لیکن اگر دعاء میں بلا تکلف مقفیٰ مسجع عبارت آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسی دعائیں آئی ہیں۔

حدیث ۲۷۰۵

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا لوگوں سے ہر

حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ اَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَاِنْ اَكْثَرْتَ فَثَلٰثَ

ہفتے میں ایک بار حدیث بیان کرو۔ اور اگر نہ مانیں تو دو مرتبہ۔ اور زیادہ بیان کرنا چاہو

مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَلَا اُلْفِيَنَّكَ تَاْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ

تو تین مرتبہ۔ اس قرآن سے لوگوں کو اکتا ؤ مت اور میں

؏ باب دعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ بطول العمر وکثرۃ مالہ ص ۹۳۹ وباب الدعا بکثرۃ المال ص ۹۴۴۔ و۔ باب الدعاء بکثرۃ الولد ص ۹۴۴۔

حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقُصُّ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلٰكِنْ

تم کو اس حال میں نہ پاؤں کہ قوم کے پاس آؤ اور وہ لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوں توان کے

أَنْصِتْ فَإِنْ أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ

پاس وعظ کہنے لگو۔ اوران کی بات کاٹ دو جس سے انہیں ملال ہو۔ ہاں چپ رہو وہ لوگ تم سے

فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّي عَهِدْتُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ

کہیں توحدیث بیان کرو اتنی دیر تک کہ انہیں خواہش رہے اور دعاء میں قافیہ بندی سے بچو اس لیے کہ میں نے

إِلَّا ذٰلِكَ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں کرتے تھے۔

تشریحات ۲۷۰۵

واعظین اور مقررین کے لیے یہ حدیث ایک بہترین ہدایت ہے کہ وعظ وتقریر کرتے وقت اس کا لحاظ رکھیں اتنی لمبی تقریر نہ کریں کہ لوگ اکتا جائیں بعض مقررین کی عادت ہے کہ وہ اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ حاضرین سننا چاہتے ہیں یا نہیں وہ بولے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجمع سو رہا ہوتا ہے اور تقریر جاری رہتی ہے اصل قصہ یہ ہے کہ اب تقریر ایک پیشہ ہو کر رہ گئی ہے اور پیشے کے لحاظ سے ہر مقرر زیادہ سے زیادہ بول کر لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا مقرر ہوں۔ پھر ایک خرابی جلسے والوں کے ذوق سے یہ پیدا ہو گئی ہے کہ جلسہ والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ جلسہ رات بھر چلے اس کے لیے مقرر متعین ہوتے ہیں اب اس سے کوئی بحث نہیں کہ مجمع سننا چاہتا ہے یا نہیں سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ ان کو بہر حال پوری رات گزارنی ہے۔

بَابُ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ۔

قطعی طور پر سوال کرو اس لیے کہ اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

ص ۹۳۸

حدیث ۲۷۰۶

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلَا يَقُولَنَّ اللّٰهُمَّ إِنْ

فرمایا جب کوئی دعا کرے تو قطعی طور پر سوال کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو

شِئْتَ فَاَعْطِنِیْ فَاِنَّهٗ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهٗ ؏

مجھے دے۔ اس لیے کہ اللہ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔

حدیث ۲۷۰۷

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ

نے فرمایا کہ کوئی یہ نہ کہے اے اللہ مجھے بخش دے اگر تو چاہے۔ اے اللہ مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے۔ قطعی سوال

اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ فَاِنَّهٗ لَا مُكْرِهَ لَهٗ ؏

کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

تشریحات ۲۷۰۷

دعا میں اس کہنے سے کہ اگر تو چاہے تو دے استغناء ہے اور دعا کی بنیاد احتیاج اور ذلت ہے اس لیے جو دعا کرنی ہو استثناء نہ کرے بلکہ جو مانگنا ہے قطعی طور پر مانگے۔

بَابُ یُسْتَجَابُ الْعَبْدُ مَا لَمْ یَعْجَلْ ص ۹۳۸

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرے۔

حدیث ۲۷۰۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ یَعْجَلْ

علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی جائے گی جب تک جلدی نہ کرے کہے میں نے دعا کی

یَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ۔

تھی تو قبول نہیں ہوئی

؏ التوحید، باب المشیئۃ والارادہ ص ۱۱۱۳۔ مسلم: دعوات۔ نسائی: الیوم واللیلہ۔

؏ التوحید: باب المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۴

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ ص۹۳۹ بے چینی کے وقت کی دعاء

حدیث ۲۷۰۹
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم
وَسَلَّمَ يَدْعُوْ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
بے چینی کے وقت یہ دعا پڑھتے سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جو عظمت والا ہے حلم والا ہے سوائے
رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔
اللہ کے کوئی معبود نہیں جو آسمانوں زمینوں کا رب ہے اور عظمت والے عرش کا رب ہے۔

تشریحات ۲۷۰۹ اس کے بعد متصلاً ہی یہ حدیث تھوڑی سی زیادتی و تغیر کے ساتھ یوں ہے۔ بیچ میں ہے لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ اور اخیر میں رب العرش العظیم کے بجائے رب العرش الکریم ہے اور الارض کے ساتھ رب کی تکرار ہے۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ ص۹۳۹ بلا کی مشقت سے پناہ مانگنا

حدیث ۲۷۱۰
عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَ
علیہ وسلم پناہ مانگتے بلاء کی مشقت اور بدبختی اور قضاء بد سے اور دشمنوں کے خوش
سُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ قَالَ سُفْيَانُ الْحَدِيْثُ ثَلٰثٌ
ہونے سے۔ سفیان نے کہا حدیث میں تین باتیں ہیں ایک میں نے بڑھایا ہے
زِدْتُ أَنَا وَاحِدَةً لَا أَدْرِيْ أَيَّتُهُنَّ هِيَ [1]
میں نہیں جانتا ان میں سے کون ہے۔

---

[1] کتاب القدر باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء ص۹۷۹ مسلم دعوات۔ نسائی۔ استعاذہ

تشریحات ۲۷۱۰

جھد جیم کے فتحے اور ضمے کے ساتھ۔ مشقت۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بڑی بلاء نہ نازل ہو جس کو میں خود دفع نہ کرسکوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا جہد بلاء کیا ہے فرمایا مال کی کمی اور عیال کی کثرت ۔ قضاء فیصلۂ الٰہی وہ بہر حال حسن ہے وہ سوء نہیں ہوسکتا اس لیے قضاء سے یہاں مراد اسم مفعول ہے یعنی مقضی یعنی جس چیز کا حکم ہوا یہ بندہ کے حق میں اچھا بھی ہوسکتا ہے برا بھی ہوسکتا ہے۔

قال سفیان۔ اس پر بہت بڑا اشکال یہ ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ کو یہ حق کہاں سے حاصل ہوگیا ہے کہ انہوں نے حدیث میں ایک کا اضافہ کر دیا۔ علامہ کرمانی نے ان کی طرف سے یہ صفائی دی کہ وہ تین باتیں کیا تھیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں شک ہوگیا کہ حضور نے یہ فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا۔ مثلاً ان کو یہ شبہہ ہوگیا کہ سوء القضاء فرمایا تھا یا شماتۃ الاعداء تو روایت میں دونوں کو ذکر کر دیے ۔ کتاب القدر میں بطریق مسدد یہ چاروں باتیں بطریق مرفوع مذکور ہیں اور سفیان کے شک کا وہاں ذکر نہیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سفیان نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ میں نے ایک زیادہ کردیا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰذَیْتُہٗ فَاجْعَلْہُ لَہٗ زَکٰوۃً وَّرَحْمَۃً ص ۹۴۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں کسی کو ایذاء دوں تو اسے اس کے گناہوں کی پاکی بنادے اور رحمت کردے۔

حدیث ۲۷۱۱

اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُہٗ فَاجْعَلْ ذٰلِکَ لَہٗ قُرْبَۃً اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے اللہ جس مسلمان کو میں برا کہوں اسے اس کے لیے قیامت کے دن اپنی طرف قربت بنا دے

تشریحات ۲۷۱۱

شارحین نے یہاں پر تخصیص کی ہے کہ یہ فضیلت اس کے لیے ہے

[1] مسلم، ادب۔

جسے بلا وجہ کچھ سخت و سست فرمایا ہو۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں اپنی امت میں سے کسی کے خلاف دعا کروں۔ اور وہ اس کا اہل نہیں تو اسے اس کے لیے پاکی ستھرائی اور قربت کردے اور اپنی بارگاہ میں قیامت کے دن قربت کا ذریعہ بنا دے ــــــــــ لیکن اس تخصیص کی کوئی حاجت نہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ کسی نے کوئی خطا کی اور میں نے اس کی سرزنش کر دی تو اس کی خطا معاف فرما اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ ص۹۴۱ فتنوں سے پناہ مانگنا۔

حدیث ۲۷۱۲

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سَئَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَحْفَوْہُ الْمَسْئَلَۃَ فَغَضِبَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیَ الْیَوْمَ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا بَیَّنْتُہٗ لَکُمْ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا کُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَاْسَہٗ فِیْ ثَوْبِہٖ یَبْکِیْ فَاِذَا رَجُلٌ کَانَ اِذَا لَاحَی الرِّجَالَ یُدْعٰی لِغَیْرِ اَبِیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَبِیْ قَالَ حُذَافَۃُ ثُمَّ اَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ کَالْیَوْمِ قَطُّ اِنَّہٗ صُوِّرَتْ لِیَ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَتّٰی رَاَیْتُہُمَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضور سے سوال کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سوالوں کی بھر مار کر دی جس کی وجہ سے حضور غضب ناک ہو گئے اور منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا آج جس چیز کے بارے میں بھی تم پوچھو گے میں اسے تمہارے لیے بیان فرماؤں گا میں دائیں بائیں دیکھنے لگا تو ہر شخص کا حال یہ تھا کہ اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے رو رہا تھا ایک صاحب تھے جب لوگوں سے جھگڑا کرتے تو ان کو ان کے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرکے پکارا جاتا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ؟ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر یہ کہنے لگے میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ رب ہے اور اسلام دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فتنوں سے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن جیسا میں نے خیر و شر کبھی نہیں دیکھا جنت اور دوزخ میرے سامنے پیش کی گئی۔ یہاں تک میں نے ان دونوں کو

وَرَاءَ الْحَائِطِ وَكَانَ قَتَادَةُ يَذْكُرُ عِنْدَ هٰذَا الْحَدِيْثِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ
دیوار کے پیچھے دیکھا۔ اس حدیث کے وقت قتادہ اس آیۂ کریمہ کی تلاوت کرتے تھے۔ اے ایمان والو ایسی
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ.
باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

تشریحات ۲۷۱۲

یہ حدیث مختصراً کتاب العلم میں گزر چکی ہے یہاں پوری تفصیل کے ساتھ تھی۔ یہ صاحب جنہوں نے پوچھا تھا ان کا نام عبداللہ تھا ــــ
بلاضرورت سوال ممنوع ہے البتہ ضرورت پر واجب ہے ہو سکتا ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے بلاضرورت سوالوں کی بوچھار کر دی ہو اس لیے جلال آگیا ہو اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ سوالات دنیاوی باتوں سے متعلق تھے ایک حدیث میں فرمایا کہ وہ آدمی سب سے زیادہ بد بخت ہے کہ ایک چیز حلال تھی (اباحت اصلیہ پر) مگر اس کے سوال کرنے پر حرام کر دی گئی ــــ
اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جن چیزوں کے بارے میں منع نہ کیا گیا ہو وہ مباح ہیں۔ یہ شریعت کا ایسا اصل کلی ہے کہ اس پر ہزارہا مسائل کی بنیاد ہے۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ص ۹۴۲ عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔

حدیث ۲۷۱۳

حَدَّثَنَا مُوسىٰ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ خَالِدٍ بِنْتَ خَالِدٍ

موسیٰ بن عقبہ نے کہا میں نے ام خالد بنت خالد سے سنا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا

قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَهَا

کہ ان کے علاوہ میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ اس نے درج ذیل دعا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو

قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ام خالد نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

تشریحات ۲۷۱۳

ام خالد بنت خالد:۔ خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی ہیں ان کے والدین ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہیں ان کی پیدائش ہوئی تھی اور جب ان کے والدین مدینہ طیبہ آئے تو یہ بھی مدینہ آئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں یہ چھوٹی تھیں پھر بھی انہوں نے بہت کچھ یاد رکھا۔

قال ولم اسمع:۔ یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث میں نے ام خالد کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی ہے۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ص ۹۴۲ گناہ اور قرض سے پناہ مانگنا۔

حدیث ۲۷۱۴

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي

یہ دعا پڑھتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی اور زیادہ بڑھاپے اور گناہ اور قرض سے اور قبر کے

أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ

فتنے اور قبر کے عذاب سے اور جہنم کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے اور مالداری کے فتنے کے شر سے

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنىٰ وَ

اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی کے فتنے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں

اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰھُمَّ

مسیح دجال کے فتنے سے اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے اور

اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ

میرے قلب کو گناہوں سے ستھرا کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل

الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ

سے ستھرا کیا مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دوری کر دے جتنی

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

مشرق و مغرب میں ہے۔

تشریحات ۲۷۱۴ فتنۂ قبر سے مراد نکیرین کا سوال ہے اور "فتنۂ نار" سے مراد جہنم کے موکلین کی یہ ڈانٹ ہے کہ وہ جہنمیوں سے پوچھیں گے اَلَمْ یَاْتِکُمْ مِنْ نَذِیْرٍ۔ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں گئے۔

مَغْرَام سے مراد ہر وہ مال ہے جو کسی کے ذمے لازم ہو خواہ فرض ہو یا نہ ہو جیسے دیت واجب ہونا۔

حدیث میں ہے اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے سے دھو حالانکہ جب کسی چیز کو خوب اچھی طرح صاف کرنا مقصود ہوتا ہے تو گرم پانی سے دھویا جاتا ہے ٹھنڈا پانی اتنا میل صاف نہیں کرتا جتنا گرم پانی صاف کرتا ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے یہ توجیہ کی کہ یہاں مقصود کمال طہارت ہے اور اولے اور برف کا پانی سارے پانیوں سے زیادہ طاہر ہوتا ہے۔ اگر بالفرض ان دونوں پر کوئی نجاست پڑ بھی جائے تو چونکہ یہ دونوں پگھلتے رہتے ہیں فوراً پاک ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں وارد بقیہ الفاظ کی شرح گذر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ص ۹۴۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا بیان۔ اے اللہ میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو میں نے بعد میں کیا۔

توضیح یہ پوری بحث ہو چکی کہ حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ اور وہ نصوص جن میں طلب مغفرت کا ذکر ہے ان سے مراد وہ باتیں ہیں جو شان نبوت کے کچھ نامناسب ہوں۔

حدیث ۲۷۱۵ عن ابن ابی موسیٰ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا

انہ کان یدعو بھذا الدعاء رب اغفر لی خطیئتی وجھلی واسرافی
مانگا کرتے تھے اے رب بخش دے میرے لئے لوگوں کی خطاؤں اور نادانی کو اور کسی بھی معاملے میں اسراف

فی امری کلہ وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفر لی خطایای
کو اور جس کو بھی تو جانتا ہے اے اللہ میرے لوگوں کی خطائیں بخش دے اور بالقصد گناہ کو بھی

وعمدی وجھلی وھزلی وکل ذالک عندی اللھم اغفر لی
بخش دے اور نادانی اور مزاح کو اور سب کچھ کو اے اللہ میرے لوگوں کے اگلے پچھلے سب

ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم
گناہ بخش دے جو چھپا کر کیا ہو یا جو علانیہ کیا ہو تو آگے کرنے والا ہے اور تو پیچھے

وانت المؤخر وانت علی کل شیٔ قدیر۔ ؎
کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح ۲۷۱۵ یہ حدیث مشکلات حدیث میں سے ہے اس لیے کہ اس پر اہلسنت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قصداً کسی گناہ کا صدور درست نہیں اور اس دعا میں یہ تفصیل ہے اللھم اغفر لی خطایای وعمدی اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قصداً گناہ کا صدور ہوا۔ امام قاضی عیاض نے شفاء شریف میں اس کی بہت سی توجیہات کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علیٰ سبیل التواضع وخشوع تھی اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اس سے مراد امت کے گناہ ہیں۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ غفران کے حقیقی معنی چھپانے کے ہیں۔ اب اللھم اغفر لی کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے اللہ مجھے محفوظ رکھ۔

یہ دعا حضور کس وقت مانگا کرتے تھے اس سلسلے میں مسلم کی روایت میں ہے کہ آخر نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ سلام کے پہلے یا سلام کے بعد اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں

؎ مسلم، دعوات۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ تصریح ہے کہ تشہد اور سلام کے درمیان اس دعا کا کچھ حصہ پڑھتے تھے اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ سلام کے بعد۔ ہو سکتا ہے کہ سلام کے پہلے بھی پڑھتے ہوں اور سلام کے بعد بھی۔ قولہ خطایای یہ خَطِیئَۃٌ کی جمع ہے خطیئۃ اس گناہ کو بھی کہتے ہیں جو بالقصد صادر ہو اور ایسے بھی جو بلا قصد ہو اس اعتبار سے عمدی کا اس پر عطف عطف خاص علی العام ہے —— اور کشمیہنی کی روایت میں بطریق اسرائیل خطائی جو چیز بلا قصد صادر ہو۔ عمدی کے تقابل کے لحاظ سے یہ روایت زیادہ مناسب ہے۔ اس کی سند میں۔ عن ابن ابی موسیٰ ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس کے بعد جو طریقہ مذکور ہے اس میں ابو بردہ کی تصریح ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس سند میں ابن ابی موسیٰ سے یہی مراد ہیں۔ مگر کلاباذی نے کہا کہ یہ عمرو بن ابی موسیٰ ہیں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین صاحبزادوں سے مروی ہے۔ عمرو۔ ابو بردہ۔ ابو بکر۔

باب فضل التهليل ص ۹۴۷ تہلیل کی فضیلت۔

توضیح تہلیل کے معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ پڑھنا جیسے استرجاع کے معنی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھنا۔ اہل صرف اسے نحت کہتے ہیں۔

حدیث ۲۷۱۶ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ مَنْ قَالَ عَشْرًا کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ۔

عمرو بن میمون نے کہا جس نے دس مرتبہ پڑھا گویا اس نے اولاد اسماعیل کے کسی غلام کو آزاد کیا۔

تشریحات ۲۷۱۶ امام بخاری نے روایت میں اختصار فرمایا مگر مراد وہی دعا ہے جو اوپر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے اس میں یہ تھا کہ جو سو مرتبہ پڑھے گویا اس نے اولاد اسماعیل میں سے دس کو آزاد کیا۔ اس میں ہے کہ دس مرتبہ پڑھے تو ایک غلام آزاد کیا حساب وہی رہا —— امام مسلم نے سلیمان بن عبید اللہ غیلانی سے اور اسماعیلی نے بطریق علی بن مسلم ابو عامر سے بسند مذکور روایت کیا —— جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس مرتبہ پڑھا گویا اس نے اولاد اسماعیل کے چار غلام آزاد کیے۔ بخاری میں رَقَبَۃً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ایک غلام کے اور مسلم کی روایت میں چار غلام کی تصریح ہے —— تو توجیہ میں یہ کہا جائے گا کہ اکثر اقل کا نافی نہیں۔ قولہ قال ابو عبد اللہ —— یعنی امام بخاری نے فرمایا ——

کہ عبدالملک بن عمرو کا قول صحیح ہے۔

توضیح:۔ امام بخاری نے حدیث مذکور کو یہاں آٹھ طریقے سے ذکر کیا ہے۔ اوّل عبداللہ بن مسلمہ، عبدالملک بن عمرو۔ عمر بن زائدہ۔ ابو اسحٰق سبیعی۔ عمرو بن میمون۔ یہ طریقہ موقوف ہے اس لیے کہ عمرو بن میمون تابعی ہیں۔ دوم۔ عمر بن زائدہ تک سند مذکور کے بعد ہے عبداللہ بن ابی السفر عن الشعبی۔ ربیع بن خثیم۔ عمرو بن میمون۔ ابن ابی لیلی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ طریقہ مرفوع ہے۔ سوم۔ ابراہیم بن یوسف عن ابیہ۔ ابو اسحٰق۔ عمرو بن میمون۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چہارم۔ موسیٰ۔ وہیب۔ داؤد۔ عامر۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پنجم۔ اسمٰعیل۔ شعبی۔ ربیع۔ ششم۔ آدم۔ شعبہ۔ عبدالملک بن میسرہ۔ ہلال بن یسار۔ ربیع بن خثیم۔ اور عمرو بن میمون۔ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہفتم۔ اعمش۔ اور حصین۔ ہلال۔ ربیع عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان سندوں کو امام بخاری نے بجائے حدثنا، اخبرنا اور عن کے قال سے ذکر کیا۔ یہ یا تو اس بنا پر ہے کہ ان احادیث کو امام بخاری نے بطریق مذاکرہ سنا ہے یا ان تک بطریق نقل پہونچی ہے یا موقوف ہے۔ ہشتم۔ ابو محمد حضرمی عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ ان تمام طرق میں صحیح عبدالملک بن عمرو کا طریقہ ہے۔ فیہ ما فیہ۔

باب فضل التسبیح ص ۹۴۸ سبحان اللہ کہنے کی فضیلت

حدیث	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
۲۷۱۷	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ
	علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دن میں سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھا تو اس کے گناہ مٹا دیے
	خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ؏
	جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔
حدیث	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
۲۷۱۸	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

؏ ترمذی۔ دعوات۔ نسائی۔ عمل الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔ ثواب التسبیح۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ
علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں
حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عـه
رحمٰن کو پیارے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ وبحمدہ۔

تشریحات ۲۷۱۸

امام بخاری نے اس حدیث کو دو جگہ اور ذکر فرمایا ہے اور ہر جگہ کچھ تغیر و تبدل ہے، یہاں "سبحان اللہ العظیم" مقدم ہے اور کتاب الایمان والنذور اور کتاب التوحید میں یہ مؤخر ہے اور "سبحان اللہ وبحمدہ" مقدم یہاں اور کتاب الایمان والنذور میں حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ مؤخر ہے اور کتاب التوحید میں مقدم۔ تسبیح میں قصر ہے اس کے معنی ہیں سبحان اللہ کہنا سبحان اللہ میں سبحان فعل محذوف نُسَبِّحُ یا اُسَبِّحُ کا مفعول مطلق ہے، سماعًا اس کے فعل کا حذف کرنا واجب ہے۔ سبحان ہمیشہ مضاف مستعمل ہوتا ہے مگر بعض عرب کے کلمات میں بغیر اضافت کے بھی آیا ہے جیسے سُبْحَانَہ ثم سبحانا نعوذ لہ، وقبلنا سبح الجودی والجمد۔ اور ایک شاعر کہتا ہے۔

اقول لما جاءنی فخرہ ؛ سبحان من علقمۃ الفاخر

پہلے شعر میں سبحانًا تنوین کے ساتھ آیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ منصرف ہے اور دوسرے شعر میں بغیر تنوین کے یہ اس پر قرینہ ہے کہ غیر منصرف ہے۔ غیر منصرف ماننے کی صورت میں یہ علم مصدر ہوگا اس لیے کہ اس میں الف نون زائدتان تو ہے مگر دوسرا سبب سوائے علمیت کے اور کوئی ممکن نہیں۔ پہلے شعر میں تنوین کے ساتھ آیا ہے اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا کہ ضرورت شعری کی وجہ سے تنوین آئی ہے جیسا کہ ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ؛ ھو المسک ما کررتہ یتضوع

اسی طرح کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ منصرف ہے اور دوسرے شعر میں بغیر تنوین کے بطریقہ شذوذ ہے حق کیا ہے اسے ہم پہلے تحقیق کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں

وزنِ اعمال:۔ اہلسنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن انسانوں

عـه کتاب الایمان والنذور، باب اذا قال واللہ لا اتکلم الیوم الخ ص۹۸۸۔ التوحید، باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ ص۱۱۲۸۔ مسلم: دعوات۔ ترمذی: دعوات۔ نسائی: عمل الیوم واللیلۃ: ابن ماجہ: ثواب التسبیح۔

کے اعمال تولے جائیں گے۔ مگر معتزلہ انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض کا تولنا ممکن نہیں اولاً ان میں کوئی ثقل نہیں کہ تولا جائے ثانیاً اعراض کا خود اپنا کوئی وجود نہیں یہ جب بھی پائے جاتے ہیں تو اپنے محل میں پائے جاتے ہیں محل سے جدا ہو کر ان کا پایا جانا ممکن نہیں پھر یہ کیسے تولے جائیں گے پھر ان میں دو گروہ ہوئے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کا تولا جانا محال ہے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کا تولا جانا ممکن ہے مگر واقع نہیں ہوگا۔ ثالثاً۔ اگر وزنِ اعمال حساب و کتاب سے پہلے ہوں گے تو حساب و کتاب لغو۔ اور اگر حساب و کتاب کے بعد ہوں گے تو تولنا لغو۔

معتزلہ کا رد:۔ اہل سنت فرماتے ہیں کہ وزن اعمال قرآن مجید کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے۔ اول ارشاد ہے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ عہ (اور قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قایم کریں گے۔) اور فرمایا وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ عمہ (اور آج کے دن وزن حق ہے۔ اور فرمایا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ صہ (جس کا پلہ بھاری ہوگا وہی کامیاب ہے۔ اور فرمایا۔ فاما من ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ القارعۃ ۹ع (جس کا پلہ بھاری ہوگا تو وہی پسندیدہ زندگی میں ہے۔ اور فرمایا۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۔ اور جس کا پلہ ہلکا ہوا اس کا ٹھکانہ ہادیہ ہے۔ القارعہ ۹،۸) اور فرمایا۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔

اعراف ۹، مومنون ۱۰۲) یہ آٹھ آیات ہیں ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے۔ اور احادیث اس باب میں اتنی کثیر ہیں کہ ان سب کا استقصا دشوار ہے انہیں میں حدیث زیر بحث بھی ہے اس میں فرمایا گیا ثقیلتان فی المیزان" یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ نصوص اپنے ظاہر معنی پر محمول ہوں گے بلا ضرورت ظاہر معنی سے عدول الحاد اور گمراہی ہے، رہ گیا یہ کہ وہ اعراض ہیں تو کیسے تولے جائیں گے اس سلسلے میں اہل سنت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اعراض کو ان کے محال سے جدا کر کے موجود کر دے اور ان میں وزن پیدا کر دے۔ یا۔ پھر یہ کہیں گے کہ وزنِ اعمال حق ہے کیفیت ہمیں معلوم نہیں اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال نامے کے وہ دفتر تولے جائیں گے جن کو کراماً کاتبین نے تحریر کیا۔

عہ الانبیاء آیت ۴۷۔ عمہ اعراف ۸۔ صہ اعراف آیت ۸ و مومنون ۱۰۲۔

امام احمد اپنی مسند میں، امام ترمذی اپنی جامع میں، ابن ماجہ اپنی سنن میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں، بیہقی نے اپنی دلائل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علی رؤس الخلق ایک شخص کو الگ کھڑا کرے گا اور اس کے ننانوے دفتر پھیلائے گا ہر دفتر حدِ نظر تک لمبا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا کہ کیا ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا میرے کاتبین نے تم پر کچھ ظلم کیا ہے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار! فرمائے گا کیا تیرے لیے کوئی عذر ہے وہ کہے گا نہیں اے پروردگار! اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے حضور ہے اور تجھ پر ظلم نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالے گا جس میں لکھا ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ فرمائے گا میزان پر جا وہ کہے گا اے پروردگار! ان دفتروں کے مقابلے میں یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا حیثیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا وہ سارے دفتر ایک پلے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا ایک پلے میں تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور یہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہو جائے گا اللہ کے نام کے مقابلے پر کوئی نہیں آسکتا۔[1]

حساب و کتاب اور وزنِ اعمال سے مقصود مخلوق پر حجت قائم کرنا ہے اس لیے اگر حساب کتاب نہیں بھی ہوتا اور اللہ عزوجل اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دے دیتا تو بھی کوئی حرج نہیں تھا لیکن اللہ عزوجل نے جس حکمت کے مطابق حساب و کتاب رکھا اسی حکمت کی مزید تائید کے لیے وزنِ اعمال رکھا اس میں حکمت یہ ہے کہ جو حساب ہوا ہے اس میں کوئی نہ ظلم ہوا ہے نہ غلطی ہوئی ہے۔

کیفیتِ میزان قیامت کے دن یہ میزان عرش کے پاس قائم کی جائے گی حسنات کا پلڑا عرش کے داہنی طرف ہوگا جنت کے مقابل اور سیئات کا پلڑا عرش کے بائیں طرف ہوگا جہنم کے مقابل جیسا کہ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور امام ابو القاسم لالکائی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ صاحب میزان جبریل علیہ السلام ہوں گے اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت ملک الموت

---

[1] ارشاد الساری ج ۱ صفحہ ۴۸ مسند امام احمد ثانی ص۲۱۲ ص۲۲۲ ترمذی ثانی۔ ایمان باب من یموت وھو یشھد ص۹۲ ابن ماجہ۔ زھد باب ما یرجی من رحمۃ ص۳۲۸۔

ہوں گے۔

طبرانی نے جامع صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم سے فرمائے گا اے آدم! میں نے آپ کو اپنے اور آپ کی اولاد کے درمیان حَکَم بنا دیا ہے میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جس کی نیکی برائی سے ذرے کے برابر بھی زیادہ ہو اس کے لیے جنت ہے۔

امام حاکم حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ میزان کے پلڑے اتنے بڑے ہیں کہ اگر اس میں سب آسمان و زمین رکھ دئے جائیں تو وہ سب سما جائیں۔

مشہور یہ ہے کہ جس میزان کا پلہ بھاری ہوگا وہ اوپر اٹھ جائے گا۔ اور جو ہلکا ہوگا وہ نیچے جھک جائے گا دنیا کی ترازو کے برخلاف علامہ زرکشی نے بعض علماء سے اسے نقل بھی فرمایا انہوں نے دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ، اسی کی طرف پاک کلمے بلند ہوتے ہیں۔ لیکن علامہ احمد خطیب نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے منصادم ہے کہ فرمایا۔ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ۔ اور آیہ کریمہ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ سے مراد مقبول ہونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب التوحید میں امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوزَنُ۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر انسان کے اعمال و اقوال تولے جائیں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ انسان کی تین قسمیں ہوں گی۔ اوّل کچھ لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی ان کے چہرے چودھویں چاند کی طرح چمکتے ہوں گے (الحدیث) دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب و کتاب دوزخ میں جائیں گے جیسے کفار، بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بڑا موٹا شخص لایا جائے گا جس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے حضور مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے چاہو تو تم لوگ پڑھو (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ہم ان کے لیے قیامت کے دن میزان کھڑی نہیں کریں گے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو مومن ہیں اور نیکیوں کے ساتھ برائیاں بھی کی ہیں اور اور جنہیں اول وہلہ میں شفاعت نصیب نہ ہوگی ان کا حساب و کتاب بھی ہوگا ان کے اعمال تولے بھی جائیں گے۔

باب فضل ذکر اللہ (عزوجل) تعالیٰ ص۹۴۸ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت۔

حدیث	عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
۲۷۱۹	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

نے فرمایا جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	حدیث
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ	۲۷۲۰

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ

وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راستوں میں اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں جب

اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ

کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو آواز دیتے ہیں آؤ اپنی حاجت کی

فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ

طرف پھر فرشتے اہل ذکر کو اپنے بازوؤں سے ڈھک لیتے ہیں آسمان دنیا تک (پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

مِنْهُمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ تَقُوْلُ یُسَبِّحُوْنَكَ وَیُكَبِّرُوْنَكَ وَیَحْمَدُوْنَكَ

حاضر ہوتے ہیں) تو ان کا رب فرشتوں سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے میرے بندے

وَیُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ قَالَ

کیا کہتے تھے فرشتے عرض کریں گے تیری تسبیح کرتے تھے اور تیری تکبیر کرتے تھے اور تیری حمد کرتے تھے اور

فَیَقُوْلُ كَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً

تیری بزرگی بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا ان بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو عرض کریں گے نہیں بخدا

وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِیْدًا وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِیْحًا قَالَ یَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنَ

انہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے فرمائے گا ان کا کیا حال ہوگا اگر وہ مجھے دیکھ لیں گے فرشتے عرض کریں گے اگر وہ

قَالَ یَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا

تجھے دیکھ لیں گے تو اور زیادہ تیری عبادت کریں گے اور تیری بزرگی بیان کریں گے اور تیری تسبیح بیان کریں گے

وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُ فَكَیْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا قَالَ

اب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا مانگتے تھے فرشتے کہیں گے تجھ سے جنت مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دریافت

یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا

فرمائے گا کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے فرشتے عرض کریں گے واللہ اے پروردگار انہوں نے جنت کو نہیں

وَاَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ يَقُولُونَ مِنَ النَّارِ قَالَ

دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو کیا حال ہوگا فرشتے عرض کریں گے اگر وہ لوگ

يَقُولُ وَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُولُ

جنت کو دیکھ لیں، تو جنت کا ان کا شوق اور بڑھ جائے گا اور اس کی طلب زیادہ ہو جائے گی اور اس کی

فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ فَيَقُولُونَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَاَشَدَّ

رغبت بڑھ جائے گی اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اور کس چیز سے پناہ مانگتے تھے فرشتے عرض کریں گے دوزخ

لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُولُ فَاُشْهِدُكُمْ اِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ

سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے عرض کریں گے واللہ اے پروردگار!

يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَتِهٖ

انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ لوگ دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا

قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيسُهُمْ ؏

فرشتے عرض کریں گے اگر وہ لوگ دوزخ دیکھ لیں تو اس سے اور زیادہ بھاگیں گے اور اس سے اور زیادہ ڈریں گے

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو بخش دیا۔ ان فرشتوں میں سے ایک

فرشتہ کہے گا اے رب! ان میں ایک شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا کسی اپنے کام کے لئے آیا تھا اللہ تعالیٰ

فرمائے گا یہ آپس میں بیٹھنے والے ایسے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

تشریحات مسلم کی روایت میں یہ ہے ملائکۃً سیّارۃً فضلاً اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو سیر کرتے ہیں جو فاضل ہیں یعنی جو فرشتے مختلف خدمات پر مقرر ہیں ان سے یہ فاضل ہیں یعنی ان کے ذمہ اور کوئی دوسری خدمت سپرد نہیں صرف یہی ایک خدمت ان کے ذمہ ہے۔

قولہ اھل الذکر:۔ یہ ہر ذکر خیر کو شامل ہے مثلاً نماز، تلاوت، حدیث کی تعلیم، علوم دینیہ کی تدریس، مناظرہ، مجلس وعظ وغیرہ۔

ھَلُمُّوا:۔ جمع کے ساتھ یہ بنی تمیم کی لغت پر ہے کیوں کہ وہ واحد کے لیے واحد اور جمع کے لیے جمع استعمال کرتے ہیں اور اہل حجاز واحد جمع سب کے لیے ھَلُمَّ واحد کا صیغہ استعمال

؏ مسلم: ثانی فضل مجالس الذکر۔ ترمذی: دعوات، مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۵۲ ص ۳۵۹ ص ۳۸۲۔

کرتے ہیں۔

قولہ فیسألھم: اس کی دلیل ہے کہ سوال ہمیشہ لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی بعض مصلحتوں کی بنا پر سوال ہوتا ہے یہاں سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جیسے اپنا ذکر پسند ہے اسی طرح ذکر کرنے والے بھی محبوب ہیں۔ اور ان کا تذکرہ بھی محبوب ہے۔

باب للہ تعالیٰ مائۃ اسم غیر واحد ۹۴۹ اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لِلّٰہِ تِسْعَۃٌ وَ
۲۷۲۱	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے
	تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا لَا یَحْفَظُھَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ
	نام ہیں ایک کم سو جو بھی اسے یاد کرلے گا جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے
	وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللہِ مَنْ اَحْصَاھَا مَنْ حَفِظَھَا۔
	امام بخاری نے فرمایا۔ احصاھا کے معنیٰ حفظھا کے ہے۔

تشریحات: یہ حدیث شروط میں گزر چکی ہے وہیں ہم نے اس پر تفصیلی کلام کردیا ہے یہاں چونکہ وھو وتر یحب الوتر زائد ہے اس لیے اس کو لکھا۔ یہاں روایت میں ہے لایحفظھا احد اور شروط میں ہے من احصاھا امام بخاری نے افادہ یہ فرمایا کہ احصاھا سے مراد حفظھا ہی ہے۔

بَابُ الْمَوْعِظَۃِ سَاعَۃً بَعْدَ سَاعَۃٍ ص۹۴۹ وقفے وقفے کے بعد نصیحت کرنا

حدیث	حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ قَالَ کُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَ اللہِ اِذْ جَاءَ یَزِیْدُ بْنُ
۲۷۲۲	شقیق نے کہا ہم عبداللہ بن مسعود کا انتظار کررہے تھے کہ یزید بن معاویہ نخعی
	مُعَاوِیَۃَ فَقُلْنَا اَلَا تَجْلِسُ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَدْخُلُ فَاُخْرِجُ اِلَیْکُمْ صَاحِبَکُمْ
	آئے قوم نے کہا آپ بیٹھیں گے نہیں تو انہوں نے کہا نہیں میں اندر جارہا ہوں تاکہ تمہارے صاحب کو باہر لاؤں
	وَاِلَّا جِئْتُ اَنَا فَجَلَسْتُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللہِ وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِہٖ فَقَامَ عَلَیْنَا
	اور اگر وہ باہر آنے پر راضی نہ ہوئے تو میں تنہا آؤں گا اور بیٹھوں گا پھر عبداللہ نکلے اور وہ یزید کا ہاتھ پکڑے
	فَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُخْبَرُ بِمَکَانِکُمْ وَلٰکِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْکُمْ اَنَّ
	ہوئے تھے پھر ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے تمہاری موجودگی کی خبر دی گئی لیکن مجھے تمہارے پاس

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَۃِ فِی الْاَیَّامِ

آنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل روک رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناغہ کرکے وعظ فرماتے

کَرَاھِیَۃَ السَّآمَۃِ عَلَیْنَا

تھے اس اندیشے سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

تشریحات

اس حدیث کا اخیر حصہ کتاب العلم میں گزر چکا ہے مگر ابتدائی حصہ وہاں نہیں تھا اس لیے ہم نے دوبارہ لکھا اس حدیث میں یزید بن معاویہ سے مراد یزید پلید نہیں یزید نخعی ہیں جو راسخ العقیدہ تابعی مسلمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ خاص تھے۔ یزید پلید کا یہاں مراد ہونا یوں باطل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۳۲ھ میں ہو چکا تھا اس وقت یزید یزید بہت چھوٹا بچہ تھا اس لیے کہ یزید کی پیدائش ۲۵ھ میں ہے اس حدیث سے ان واعظین کو ہدایت حاصل کرنی چاہیئے جو یہ محسوس کرتے ہوئے بھی کہ سامعین تھک چکے ہیں اکتا چکے ہیں مگر پھر بھی تقریر ختم کرنے کا نام نہیں لیتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرقاق ص ۹۴۹ رقت انگیز باتوں کا بیان

توضیح رقاق، رقیق کی جمع ہے۔ جو رقت کا صفت مشبہ ہے جس کے معنیٰ دل پسیجنے اور مہربانی کرنے کے ہیں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں رقاق کے بجائے رقائق ہے۔ یہ رقیقہ کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ بھی وہی ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا عیش الا عیش الآخرۃ۔ ص ۹۴۹ کوئی زندگی نہیں آخرت کی زندگی کے سوا۔

حدیث	اخبرنا عبد اللہ بن سعید وھو ابن ابی ھند عن ابیہ عن ابن
۲۷۲۳	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے
	عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
	لوگ خسارے میں رہتے ہیں تندرستی اور فراغت رزق
	نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ۔ ع۱

تشریح ۲۷۲۳:۔ خسارے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں صحت بھی ملی تھی اور خوشحالی بھی ملی تھی تو انہیں اللہ کی یاد عبادات اذکار زیادہ سے زیادہ کرنا چاہئے تھا۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا جس کی وجہ سے نقصان اٹھایا۔

بخاری کے ہندوستانی نسخے میں باب صرف اتنا ہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس حدیث کو باب سے مناسبت نہیں مگر یہ کہ تکلف کیا جائے لیکن فتح الباری عمدۃ القاری دونوں میں باب کے دو جز مذکور ہیں۔ پہلا جزء ہے ما جاء فی الصحۃ والفراغ دوسرا جزء ہے لا عیش الا عیش الآخرۃ۔ اس حدیث کو پہلے جزء سے صراحۃً مناسبت ہے۔ اور دوسرے جزء کے صراحۃً مناسب امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

ع۱

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ ص ۹۴۹

دُنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ طے کرنے والا۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
۲۷۲۴	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مونڈھوں کو
	صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبَیَّ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ
	پکڑا اور فرمایا دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ چلنے والا ــ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے
	سَبِیْلٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا
	جب تو شام کرلے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب تو صبح کرلے تو شام کا انتظار نہ کر ــ اور اپنی صحت کے
	اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ
	زمانے میں بیماری کے لیے حاصل کرلے اور اپنی زندگی میں اپنی موت
	لِمَوْتِکَ عہ
	کے لیے۔

بَابُ الْاَمَلِ وَطُوْلِہٖ وَقَوْلِہٖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ ذَرْہُمْ یَاْکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْہِہِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ ص ۹۴۹

آرزو اور درازی آرزو کے بیان میں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جو جہنم سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ یقیناً کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی نہیں مگر دھوکے کا سامان۔ انہیں چھوڑ دو کھائیں اور نفع حاصل کریں انہیں آرزو غافل کر دیتی ہے یہ لوگ بہت جلد جان لیں گے۔

ت	وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَۃُ
۷۶۱	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دنیا پیٹھ پھیرے جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے ان میں سے ہر ایک
	مُقْبِلَۃً وَلِکُلِّ وَاحِدَۃٍ مِّنْہُمَا بَنُوْنَ۔ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ
	کے بیٹے ہیں ابناء آخرت سے ہونا اور ابنائے دنیا سے مت ہونا اس لیے کہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب

عہ ترمذی زہد۔ ابن ماجہ زہد۔ مسند امام احمد جلد نمبر ۲ ص ۲۵۸۔

اَبْنَاءِ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ بِمُزَحْزِحِهٖ بِمُبَاعِدِهٖ۔

ہے عمل نہیں ـــــ مزحزحہ کے معنیٰ ہیں اس سے دور کرنے والا۔

تشریحات یعنی دنیا گزرتی جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے دنیا گزر جائے گی آخرت باقی رہے گی ـــ کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں کچھ لوگ آخرت کے یہاں ابن سے مراد طلب گار ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت فرمائی کہ طالب دنیا نہ بننا طالب آخرت بننا دنیا میں کچھ بھی کرو کوئی پوچھ گچھ نہیں اور آخرت میں دنیا کے ہر عمل پر پوچھ گچھ ہے ـــ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے وماھو بمزحزحہ من العذاب۔ اور باب میں جو آیت امام بخاری نے تحریر فرمائی ہے اس میں بھی فمن زحزح ہے ـــ اپنی عادت کے مطابق امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی ـــ کہ اس کے معنیٰ ہیں دور کرنے والا۔

حدیث ۲۷۲۵ عَنْ رَبِیْعِ بْنِ خُثَیْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَطَّ

حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسْطِ خَارِجًا مِّنْهُ وَخَطَّ

اور ایک خط بیچ میں کھینچا جو اس سے خارج تھا اور چھوٹے چھوٹے کئی خط کھینچے بیچ والے خط میں اس کے بیچ والے

خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسْطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِیْ فِی الْوَسْطِ فَقَالَ

کنارے سے پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے

هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِیْطٌ بِهٖ اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِیْ هُوَ

ہے اور جو باہر ہے اس کی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط بیماریاں ہیں

خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ

اگر یہ چوک جاتی ہے تو یہ نوچ لیتی ہے اور اگر یہ چوک جاتی ہے تو یہ

هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا اِعـ

نوچ لیتی ہے

حدیث ۲۷۲۶ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عـ ۵ ترمذی: زہد۔ نسائی: رقاق۔

وَسَلَّمَ خُطُوطًا فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ
نے چند خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ اس کی آرزو ہے اور یہ اس کی موت وہ اسی طرح رہتا ہے
جَاءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ ع
کہ اچانک موت سے قریب والا خط آجاتا ہے ۔

تشریحات ۲۷۲۶ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں حدیثوں کا حاصل ایک ہی ہے یعنی انسان مرجاتا ہے مگر اس کی آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر کچھ لوگوں نے یہ شبہہ پیش کیا ہے کہ لغت کی کسی کتاب میں خط کی جمع خُطَط نہیں آئی ہے بلکہ خطوط اور اخطاط آئی ہیں ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی بھی زبان لغت کی کتابوں کی پابند نہیں بلکہ لغت اہل زبان کی بول چال اور محاورات سے تیار کی جاتی ہے عربی زبان کے لیے سب سے مستند کتاب اللہ ہے اس کے بعد سنت رسول اللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں خطط موجود ہے تو یہ سب سے بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ خط کی جمع خطط ہے ۔

بَابُ مَنْ بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ بِقَوْلِهٖ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيْرُ ص ۹۵۰

جو ساٹھ سال تک پہنچ جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر نہیں قبول فرمائے گا ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا ۔

حدیث	عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
۲۷۲۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کا
	وَسَلَّمَ قَالَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً ۔
	عذر قبول نہیں فرماتے گا جس کی موت کو مؤخر فرمایا ہے یہاں تک کہ اُسے ساٹھ سال کی عمر کو پہنچایا ۔

تشریحات ۲۷۲۷ :۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کافی عمر دی یہاں تک کہ ساٹھ سال کا کر دیا اسے لازم تھا کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرتا جوانی میں نہیں کیا تھا تو بڑھاپے میں کرتا اور اس

ع نسائی : رقاق ۔

نے بڑھاپے میں بھی خدا کا خوف نہیں کیا اس کا کیا عذر۔

حدیث	أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ
۲۷۲۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
	قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ
	علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں کی آرزو میں ہمیشہ جوان رہتا ہے
	شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُولِ الْأَمَلِ ؏
	دنیا کی محبت اور خواہش کی درازی میں۔
حدیث	حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
۲۷۲۹	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی بوڑھا
	اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْبَرُ ابْنُ آدَمَ وَيَكْبَرُ مَعَهُ اثْنَانِ حُبُّ الْمَالِ وَطُولُ الْعُمُرِ ؏
	ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو باتیں بھی بڑھتی رہتی ہیں مال کی محبت اور عمر کی درازی کی آرزو۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ..... إِلَى قَوْلِهِ مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ. (الفاطر ۶) ص ۹۵۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اس لیے تم کو دنیا کی زندگی فریفتہ نہ کرے اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ اَلسَّعِيرُ جَمْعُهُ سُعُرٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْغَرُورُ الشَّيْطَانُ.

اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا سَعِیر کی جمع سُعُر آئی ہے اور مجاہد نے کہا کہ غرور شیطان ہے۔

توضیح سَعِیر: فعیل کی وزن پر سعر سے صفت مشبہ ہے اس کا لغوی معنی بھڑکنے والی آگ کے ہیں۔ یہاں مراد جہنم ہے۔ امام مجاہد نے کہا اَلْغَرُوْر فَعُوْل کے وزن پر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو بہت زیادہ فریب دینے والا ہو اس سے مراد شیطان ہے اشارہ یہ فرمایا کہ الغرور میں الف لام عہد ذہنی کا ہے۔

؏ مسلم: زکاۃ۔ نسائی رقاق — ؏ مسلم: زکاۃ۔

حدیث ۲۷۳۰	أَخْبَرَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ ابْنَ أَبَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ
	بے شک ابن ابان نے خبر دی کہ میں حضرت عثمان کے پاس وضو کا پانی لایا اور وہ مقاعد میں بیٹھے
	أَتَيْتُ عُثْمَانَ بِطَهُوْرِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمَقَاعِدِ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ
	ہوئے تھے انہوں نے اچھی طرح وضو کیا پھر کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس جگہ وضو کیا
	قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَهُوَ فِي هٰذَا الْمَجْلِسِ فَأَحْسَنَ
	اور اچھی طرح وضو فرمایا پھر فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں آیا اور دو رکعت
	الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ هٰذَا الْوُضُوْءِ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ
	نماز پڑھی پھر بیٹھا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے عثمان نے کہا اور نبی
	غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْتَرُّوْا ؏
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دھوکے میں مت پڑنا

تشریحات ۲۷۳۰ یہ ابن ابان حمران ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔
طَهُور: بفتح طاء صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کے معنی پاک کرنے والے کے ہیں یہاں مراد وہ پانی ہے جس سے طہارت حاصل کی جائے۔ **مَقَاعِد:** مدینہ طیبہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ **فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ** یہ روایت عام ہے خواہ فرض پڑھے یا نفل مگر مسلم کی روایتوں میں فرائض بلکہ بعض روایتوں میں صلوات خمس کی تخصیص ہے۔ اگلے گناہوں سے یہاں مراد حقوق اللہ ہیں۔ اور وہ بھی ایک قول کی بنا پر صرف صغائر رہ گئے حقوق العباد تو وہ بالاتفاق مراد نہیں۔

لَا تَغْتَرُّوْا: یعنی یہ سمجھ کر کہ اچھی طرح سے وضو کر کے نماز پڑھ لینے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں آدمی گناہوں پر جری نہ ہو۔ اس لیے کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے نیز ہر عمل کا ثواب اس پر موقوف ہے کہ وہ عمل مقبول ہو اور یہ کسی کو نہیں معلوم۔

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ فِتْنَةِ الْمَالِ وَقَوْلِ اللّٰهِ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

اس بات کا بیان کہ مال کے فتنے سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنے ہیں۔ ص ۹۵۲

؏ مسلم: طہارت۔ نسائی: صلوٰۃ۔

حدیث	عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
۲۷۳۱	عطاء سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا
	علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اگر بنی آدم کے لیے دو وادی مال سے بھری ہوئی ہو تو تیسری تلاش کرے گا
	يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ؏
	اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرے۔

تشریحات ۲۷۳۱

اسی کے متصل اسی کے ہم معنیٰ ایک روایت یوں ہے کہ اگر ابن آدم کے لیے ایک وادی کے برابر مال ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس اتنی ہی اور ہو اور ابن آدم کی آنکھ نہیں بھرے گی مگر دھول اور اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔ ابن عباس نے کہا میں نہیں جانتا کہ یہ قرآن سے ہے یا نہیں عطا نے کہا میں نے ابن زبیر سے سنا کہ وہ منبر پر کہتے تھے۔

یہ انسان کے انتہائی حریص ہونے کا بیان ہے کہ اسے کتنا ہی مال مل جائے قناعت نہیں کرے گا۔

عطاء سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے یہ دوسری والی حدیث حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی سنا کہ وہ منبر پر بیان کر رہے تھے۔

حدیث	عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى مِنْبَرٍ
۲۷۳۲	عباس بن سہل بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابن زبیر کو مکہ میں منبر پر اپنے خطبہ میں یہ
	مَكَّةَ فِيْ خُطْبَتِهٖ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
	فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ایک وادی دی جائے
	يَقُوْلُ لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ أُعْطِيَ وَادِيًا مَلْأً مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ أُعْطِيَ
	تو چاہے گا کہ ایسی ہی دوسری ملے اور اگر دوسری دے دی جائے تو چاہے گا کہ تیسری ملے۔ اور مٹی کے سوا
	ثَانِيًا أَحَبَّ إِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَسُدُّ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ
	ابن آدم کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرے گی۔ اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے گا۔

؏ مسلم: زکوٰۃ۔

حدیث ۲۷۳۳ عن ابن شهاب قال اخبرني انس بن مالك ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لو ان لابن ادم واديا من ذهب احب ان يكون له واديان ولن يملأ فاه الا التراب ويتوب الله على من تاب عــه

حضرت انس بن مالک نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر ابن آدم کے لیے سونے سے بھری ایک وادی ہو۔ تو چاہے گا اس کے لیے دو وادی ہوں اور سوائے ڈھول اور کوئی چیز اس کا منھ نہیں بھرے گی۔ اور اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرتا ہے۔

ت ۷۶۲ وقال لنا ابو الوليد (الى ان قال) عن انس رضي الله تعالى عنه عن أبي رضي الله تعالى عنه كنا نرى هذا من القرآن حتى نزلت الهكم۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکھتے تھے کہ ہم اس حدیث کو قرآن کا حصہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔

تشریح ۲۷۳۳ یعنی حدیث مذکور لو ان لابن ادم واديا الحديث۔ قرآن سے تھا اب اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اسے سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نے منسوخ کیا۔ کنا نری۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ بمعنی ظن ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ ہم گمان کرتے تھے علم یقینی اور قطعی نہیں تھا اور ایک احتمال یہ ہے کہ رویت بمعنی علم ہو اب معنی یہ ہوئے کہ ہم اس کا اعتقاد رکھتے تھے۔

باب ما قدم من ماله فهو له ص۹۵۳ اپنا جتنا مال آگے بھیج دیا وہ اس کا ہے۔

حدیث ۲۷۳۴ قال عبد الله قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايكم مال وارثه احب اليه من ماله قالوا يا رسول الله ما منا احد الا ماله احب اليه قال فان ماله ما قدم ومال وارثه ما اخر عــه

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کون ہے جسے اس کے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہے فرمایا اس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔

عــه ترمذی: زہد۔ عــه نسائی: وصایا۔

بَابُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ وَقَوْلُهٗ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ عَامِلُوْنَ۔ ع۱ ص ۹۵۴	غنی نفس کا غنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔ عاملون تک۔

ت	قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لَمْ يَعْمَلُوْهَا لَا بُدَّ مِنْ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا۔
۷۶۳	اور ابن عیینہ نے کہا جسے انہوں نے نہیں کیے حالاں کہ ضروری تھا کہ وہ کرتے ۔

توضیح امام بخاری نے باب میں سورۂ توبہ کی نو۹ آیتوں کی جانب اشارہ کیا ہے یعنی آیت ۵۵ع۱ تا آیت ۶۳ اخیر کی آیت کفار کے بارے میں ہے فرمایا بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُوْنَ۔ بلکہ ان (کافروں) کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں یعنی کافر جو کام کر رہے ہیں وہ مومنوں کے کاموں سے جدا ہیں حضرت سفیان بن عیینہ یہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے وہ کام نہیں کیے جو مسلمانوں کے تھے حالانکہ انہیں لازم تھا کہ یہ کام کرتے ۔

حدیث	عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
۲۷۳۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالداری مال
	وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ ۔ ع۲
	کی کثرت سے نہیں ہاں مالداری نفس کی مالداری ہے ۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ عَيْشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ وَتَخَلِّيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا ص ۹۵۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی زندگی اور دنیا سے ان کی علٰحدگی کیسی تھی۔

حدیث	حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ
۲۷۳۶	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ
	اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ
	میں بھوک کی وجہ سے بسا اوقات اپنا پیٹ زمین پر چپکا دیتا تھا اور کبھی کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ

ع۱ سورۂ مومنون آیت ۵۵ ۔ ع۲ ترمذی، زہد، نسائی، رقاق

الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ یَوْمًا عَلٰی طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ

لیا کرتا تھا ایک دن بھوک سے پریشان ہو کر اس راستے پر بیٹھا جس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ اَبُوْبَكْرٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ

اور صحابہ کرام عموماً آتے جاتے تھے۔ کہ ابوبکر گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ میں سے ایک آیت

اِلَّا لِیُشْبِعَنِیْ فَمَرَّ وَلَمْ یَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ عُمَرُ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰیَةٍ مِنْ كِتَابِ

کے بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے صرف اس لیے پوچھا تھا (کہ میری آواز کی کمزوری سے میرے بھوکے

اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِیُشْبِعَنِیْ فَمَرَّ وَلَمْ یَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ اَبُو الْقٰسِمِ صَلَّی اللّٰهُ

ہونے کا انہیں علم ہو جائے) تاکہ وہ مجھے کھلائیں وہ گزر گئے اور کچھ نہیں کہا۔ پھر میرے پاس سے عمر

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَعَرَفَ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَمَا فِیْ وَجْهِیْ

گزرے میں نے ان سے بھی اللہ کی کتاب سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا ان سے میں نے سوال صرف اس

ثُمَّ قَالَ اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضٰی فَاتَّبَعْتُهٗ فَدَخَلَ

لیے کیا تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا پھر میرے قریب سے ابوالقاسم صلی اللہ

فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لِیْ فَدَخَلَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ اَیْنَ هٰذَا

تعالیٰ علیہ وسلم گزرے مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے جی میں جو تھا اور جو میرے چہرے میں تھا جان لیا

اللَّبَنُ قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةٌ قَالَ اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ

فرمایا اے ابوہر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا میرے پیچھے پیچھے آ، اور آگے بڑھ گئے

اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ اِلٰی اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِیْ قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ

میں حضور کے پیچھے رہا یہاں تک کہ حضور کاشانۂ اقدس کے اندر تشریف لے گئے پھر میں نے اذن طلب

اَضْیَافُ الْاِسْلَامِ لَا یَاْوُوْنَ عَلٰی اَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلٰی اَحَدٍ اِذَا اَتَتْهُ

کیا تو مجھے اجازت دی اندر تشریف لے جا کر حضور نے پیالے میں دودھ پایا حضور نے گھر والوں سے

صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَیْهِمْ وَلَمْ یَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَیْئًا وَاِذَا اَتَتْهُ هَدِیَّةٌ

پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے لوگوں نے عرض کیا فلاں مرد یا فلاں عورت نے حضور کے لیے ہدیہ بھیجا

اَرْسَلَ اِلَیْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِیْهَا فَسَاءَنِیْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ

ہے حضور نے مجھ سے فرمایا اے ابوہر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ

وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ

اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے اہل وعیال تھے نہ مال تھا اور نہ ان

شَرْبَةً أَتَقَوّٰى بِهَا فَإِذَا جَاءَ أَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ وَمَا عَسٰى أَنْ

کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ جب حضور کی خدمت میں صدقہ آتا تو ان کے پاس بھیج دیا کرتے اور صدقہ میں سے

يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ بُدٌّ

حضور کچھ نہیں لیتے اور جب ہدیہ آتا تو ان کو بلا لیتے اس میں سے حضور بھی کچھ تناول فرماتے اور

فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ

اصحاب صفہ کو بھی شامل فرماتے۔ اس وقت اہل صفہ کا بلانا مجھے پسند نہیں آیا میں نے کہا کہ یہ ایک

مِنَ الْبَيْتِ قَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ خُذْ فَأَعْطِهِمْ

پیالہ دودھ اہل صفہ میں کیا کام دے گا میں اس کا حقدار ہوں کہ کل دودھ پی جاؤں جس سے

فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ

مجھے تقویت ہو جب اہل صفہ آئیں گے تو مجھے حضور حکم دیں گے کہ میں انہیں دوں مجھے امید نہیں کہ

يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَأُعْطِيهِ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ

مجھے اس دودھ میں سے کچھ ملے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا

الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ

میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان سب کو بلا لایا وہ سب آئے انہوں نے اندر حاضری کا اذن طلب کیا

كُلُّهُمْ فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهِ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا هِرٍّ

حضور نے انہیں اذن دیا اندر آکر وہ لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ فرمایا اے ابو ہر میں نے عرض کیا حاضر ہوں

قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

یا رسول اللہ! فرمایا دودھ کا پیالہ لے اور میں نے پیالہ لیا میں ایک ایک شخص کو پیالہ دیتا وہ سیر ہو کر پی لیتا پھر پیالہ مجھے

قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ

لوٹا دیتا پھر پیالہ میں دوسرے کو دیتا وہ سیر ہو کر پی لیتا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

يَقُولُ اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا قَالَ

وسلم تک میں پہنچ گیا اور کل اصحاب صفہ سیر ہو چکے تھے حضور نے پیالہ لے لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھا پھر میری طرف

فَاَرْنِیْ فَاَعْطَیْتُہُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَسَمّٰی وَشَرِبَ الْفَضْلَۃَ ۔

دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے ابو ہر! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا میں اور تم باقی رہ گئے میں نے عرض کیا سچ فرمایا آپ نے یا رسول اللہ! فرمایا بیٹھو اور پیو میں بیٹھ کر پینے لگا فرمایا اور پی میں نے اور پیا حضور مسلسل فرماتے رہے پی، یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں پاتا فرمایا تو اسے مجھے دے میں نے پیالہ حضور کو دے دیا حضور نے اللہ کی حمد کی بسم اللہ پڑھا اور سب دودھ پی لیا۔

تشریحات ۲۷۳۶

سند کے شروع میں حدثنی ابو نعیم بنحو من نصف ھذا الحدیث۔
اس پر اشکال یہ ہے کہ یہاں نصف سے مراد کیا ہے اول یا آخر، پھر جب سند کے ساتھ نصف ہی حدیث مذکور ہے جو مذکور نہیں وہ بغیر سند کے رہ جائے گی اس اشکال کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاطعمہ میں یوسف بن عدی مروزی کے طریقہ سے ذکر کیا ہے وہ حدیث اس حدیث کے نصف کے قریب ہے خیال یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ یہاں نصف سے مراد تو وہ حصہ ہے جو کتاب الاطعمہ میں مذکور نہیں اور یہاں بطریق ابو نعیم مذکور ہے اب پوری حدیث مسند ہو جائے گی بعض بطریق یوسف بن عدی اور بعض بطریق ابو نعیم۔ اَللّٰہِ الَّذِیْ حرف قسم کے حذف کے ساتھ اسم جلالت منصوب اور ایک روایت واؤ کے اظہار کے ساتھ بھی ہے اس صورت میں جر ہوگا اور ایک روایت رفع کے ساتھ بھی ہے پہلی دونوں صورتوں میں تو ظاہر ہے کہ یہ قسم ہے جو واقعہ مذکور ہے اس کی اہمیت بتانے کے لیے قسم کے ساتھ کلام شروع فرمایا اور رفع کی صورت میں بطور تبرک آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی ضمنی طور پر اس کا فائدہ بھی واقعہ کی توکید ہے کہ اللہ کا نام لے کر جو بات ذکر کی جارہی ہے وہ غلط نہیں۔ اَبَاھِرٍّ حضرت ابوہریرہ کی کنیت ابوہریرہ تھی اس کی ترخیم ھِرٌّ آئے گی نہ ھِرٌّ۔ ایسا کبھی کبھی اہل زبان خلاف قیاس کر دیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود مونث کو مذکر سے اور مصغر کو مکبر سے بدلنا ہوتا ہے۔ ہریرہ مونث ہے اور ھِرَّۃ کی تصغیر ہے ھِرَّۃٌ مونث ہے اور مکبر۔ اسی کی ترخیم ہر ہے اس کے راء کو تشدید بھی پڑھ سکتے ہیں اور سکون بھی۔ اسی واقعہ کو سامنے رکھ کر مجدد اعظم اعلیحضرت قدس سرہ نے عرض کیا ہے۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر ✽ جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منھ پھر گیا

اس پر شر پسند دیوبندی یہ اعتراض کرتے ہیں یہ کیسے معلوم کہ اس وقت ستر ہی اصحاب صفہ تھے کیوں کہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی ـــ یہ صحیح ہے کہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی لیکن غالب

اکثر ان کی تعداد ستر ہی رہتی تھی۔ اسی بخاری کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا۔ اسی روایت کو سامنے رکھ کر اعلیحضرت قدس سرہٗ نے وہ فرمایا۔

حدیث عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَكَلَ آلُ

۲۷۳۷ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ ؏

دن دو ایسا لقمہ نہیں کھایا جس میں ایک کھجور نہ ہو۔

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ

۲۷۳۸ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بچھونا

مِنْ أَدَمٍ وَحَشْوُهُ مِنْ لِيفٍ۔

چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔

حدیث عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوقِدُ فِيهِ نَارًا۔

۲۷۳۹ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہم پر ایک مہینہ گزر جاتا

إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنْ نُؤْتَى بِاللُّحَيْمِ۔

جس میں ہم آگ نہیں جلاتے۔ اس میں ہماری غذا کھجور اور پانی ہوتا مگر ہمارے پاس کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجاتا۔

حدیث عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

۲۷۴۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوتًا ؎

نے فرمایا اے اللہ آل محمد کو خوراک عطا فرما۔

بَابُ الْقَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ ص ۹۵۷ — میانہ روی اور عمل پر پابندی

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ

۲۷۴۱ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ عمل

؏ مسلم: آخر کتاب۔ ؎ مسلم: زکوٰۃ۔ ترمذی: زہد، نسائی: رقائق۔

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔

سب سے زیادہ پسند تھا جس پر عامل پابندی کرے۔

حدیث	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
۲۷۴۲	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُنَجِّيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا

فرمایا تم میں سے کسی کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ کو یا رسول اللہ؟ فرمایا اور نہ

رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا

مجھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے، ٹھیک سے رہو اور معتدل رہو صبح وشام چلو اور کچھ رات کے

وَاغْدُوا وَرُوحُوا وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا۔ ع

اگلے حصے میں میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، منزل تک پہنچ جاؤ گے۔

تشریحات ۲۷۴۲

یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے اس کا ظاہر مفہوم آیت قرآنیہ کے معارض ہے ارشاد ہے۔ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (زخرف آیت ۷۲) اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے ــ اور فرمایا سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون۔ (النحل/۳۲) کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا۔ یہ دونوں آیتیں اس پر نص ہیں کہ جنت عمل کی جزا میں ملے گی۔ شارحین نے جو اس کے جوابات دیے ہیں۔ وہ سب محل نظر ہیں۔ اس خادم کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ بشرط ایمان عمل کی جزا جنت ہے مگر اس وقت جب کہ وہ قبول ہو اور اعمال کا قبول ہونا اللہ کی مشیت پر ہے تو مآل کار یہی نکلا کہ نجات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے ــ دوسری بات یہ ہے کہ ہم کتنے ہی عمل کریں اللہ عزوجل کی نعمتوں کے شکر کے مقابلے میں وہ کم ہی ہیں۔ پھر ان کی جزا کا سوال ہی نہیں۔ جو انعام واکرام ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ملے گا۔

حدیث	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى
۲۷۴۳	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاعْلَمُوا أَنْ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلُهُ

نے فرمایا اعتدال کے ساتھ رہو میانہ روی اختیار کرو اور جان لو کہ تم میں کسی کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا

ع مرضی

271

الجنۃ وان احب الاعمال ادومھا الی اللہ وان قل۔

اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر سب سے زیادہ پابندی کی جائے اگرچہ وہ کم ہو۔

حدیث	عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا انھا قالت سئل النبی صلی اللہ
۲۷۴۴	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تعالیٰ علیہ وسلم ای الاعمال احب الی اللہ قال ادومہ وان قل وقال

وسلم سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے فرمایا جس پر سب سے زیادہ

اکلفوا من الاعمال ما تطیقون۔

پابندی کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اور فرمایا لوگوں کو اتنے ہی عمل کی تکلیف دو جس کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔

باب حفظ اللسان ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت وقولہ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب صـ ۹۵۸

زبان کی حفاظت کرنا اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ عـه

حدیث	عن سھل بن سعد عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال
۲۷۴۵	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ عـه

جو میرے لیے ضامن ہو اس کا جو اس کے دونوں داڑھوں اور دونوں پاؤں کے درمیان ہو تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں

حدیث	عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ
۲۷۴۶	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم یقول ان العبد یتکلم بالکلمۃ ما یتبین فیھا یزل

کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ بغیر سوچے سمجھے ایک بات کہہ دیتا ہے جس کے سبب جہنم میں گر پڑتا ہے

بھا فی النار ابعد ما بین المشرق سه

دونوں مشرق کے درمیان جو دوری ہے اس سے زیادہ گہرائی میں۔

عـه سورۂ ق آیت ۱۸ عـه بخاری ثانی۔ محاربین۔ سه مسلم: آخر کتاب، ترمذی، زہد، نسائی، رقائق۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
۲۷۴۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِیْ لَهَا
	فرمایا۔ کہ بندہ کبھی بلا قصد اللہ کی رضا مندی کی بات کہہ دیتا ہے جس سے اللہ اس کے درجے بلند
	بَالًا يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجٰتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ
	کرتا ہے اور بندہ کبھی بے سوچے سمجھے اللہ کی ناراضگی کی بات کہہ دیتا ہے
	اللّٰهِ لَا يُلْقِیْ لَهَا بَالًا يَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ۔
	جس سے جہنم میں گر جاتا ہے۔

تشریحات ۲۷۴۷ پہلی والی حدیث میں تھا ابعد مابین المشرق ۔ لفظ بین تعدد چاہتا ہے اور حدیث میں مذکور صرف ایک ہے جب کہ حقیقت میں مشرق متعدد ہیں۔ جاڑے کا الگ مشرق ہے اور گرمی کا الگ۔ بلکہ بنظر دقیق ہر دن کا مشرق الگ الگ ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں ۔ رب المشارق والمغارب بھی آیا ہے ۔ اور ربّ المشرقین بھی آیا ہے اس لحاظ سے بین کا لفظ لائے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اضداد میں سے ایک کو ذکر کر دیتے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ۔ اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں (سورۂ نحل آیت ۸۱)

بَابُ الْاِنْتِهَاءِ عَنِ الْمَعَاصِیْ ص۹۵۹ گناہوں سے باز رہنا۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
۲۷۴۸	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
	صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ
	تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اللہ نے جو کچھ میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے
	اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ رَاَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ
	جو کسی قوم کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے اور میں نذیر العریان
	فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهُ طَائِفَةٌ فَادَّلَجُوْا عَلٰی مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْهُ
	ہوں پس نجات کی جگہ ڈھونڈھ لو تو ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور رات کی تاریکی میں اطمینان سے

طَائِفَۃٌ فَصَبَّحَھُمُ الْجَیْشُ فَاجْتَاحَھُمْ ؎

بھیں چلے گئے اور نجات پا گئے اور کچھ لوگوں نے اس کو جھٹلایا صبح کو ان پر لشکر آن پڑا اور اس نے ان لوگوں کو بالکلیہ برباد کر ڈالا۔

تشریحات ۲۷۴۸

النذیر العریان۔ عرب والوں کا دستور تھا کہ جب کوئی بہت اہم ڈراونی بات کی خبر دیتے تو کہتے انا النذیر العریان۔ اگرچہ وہ پورا لباس پہنے رہتا۔ قصہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ ایک شخص کو دشمنوں نے پکڑ کر اس کے سب کپڑے چھین لیے اس کو ننگا کر دیا اسی طرح وہ اپنی قوم میں آیا اور چیخنے لگا انا النذیر العریان اسی وقت سے یہ بطور مثل مستعمل ہونے لگا۔ اَلنَّجَاءَ۔ اس میں دونوں لغت ہے۔ مد کے ساتھ بھی اور قصر کے ساتھ بھی اور یہ علی سبیل الاغرا منصوب ہے۔ فعل محذوف اطلبوا کا مفعول مطلق مان کر۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا۔ ص ۹۶۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے تو کم ہنستے۔

حدیث ۲۷۴۹

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ

کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے

لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا ؎

تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

بَابُ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ ص ۹۶۰

جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے۔

حدیث ۲۷۵۰

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ۔

نے فرمایا جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے اور جنت تکلیف دہ باتوں سے گھری ہوئی ہے۔

؎ الاعتصام: باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۰۸۱۔ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؎ بخاری۔ الایمان والنذور ص ۹۸۲۔

بَابٌ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ
ص ۹۶۰

جنت تمہارے قریب ہے تمہارے چپل کے تسمہ سے بھی زیادہ۔ اور جہنم بھی اسی کے برابر۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
۲۷۵۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ ؏
	فرمایا جنت تمہاری چپل کے تسمہ سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے اور جہنم بھی اسی کے مثل۔

بَابٌ لِيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلٰى مَنْ فَوْقَهٗ۔
ص ۹۶۰

اس کی جانب دیکھے جو اس سے کم درجے کا ہے اور اس کی جانب نہ دیکھے جو اس سے اونچے درجہ کا ہے۔

حدیث	عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
۲۷۵۲	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
	وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ
	وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی اسے دیکھے جو مال اور خلق میں فضیلت دیا گیا ہے تو اسے
	هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ
	دیکھے جو اس سے کم درجے کا ہے۔

بَابٌ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ اَوْ سَيِّئَةٍ
ص ۹۶۰

جس نے کسی نیکی یا برائی کا ارادہ کیا۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ
۲۷۵۳	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنْ رَبِّهٖ قَالَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ
	سے روایت کرتے ہیں اور یہ حضور کی ان روایات میں سے ہے جو آپ اپنے رب سے

؏ مسند احمد بن حنبل اول ۳۸۷۔

الحسنات والسیئات ثم بین ذلک فمن ھم بحسنۃ فلم یعملھا

کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی نے نیکیاں اور برائیاں متعین کردیں پھر ان کو بیان فرما دیا

کتبھا اللہ لہ عندہ حسنۃ کاملۃ فان ھو ھم بھا فعملھا کتبھا

اب اگر کسی نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کیا نہیں تو اللہ تعالی اپنے حضور اس کی ایک پوری

اللہ بھا عندہ عشر حسنات الی سبع مائۃ ضعف الی اضعاف

نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالی اپنے حضور اس کی دس سے سات سو نیکیوں

کثیرۃ ومن ھم بسیئۃ فلم یعملھا کتبھا اللہ لہ عندہ حسنۃ کاملۃ

تک بلکہ اس سے زیادہ بھی دونا دون لکھتا ہے۔ اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ

فان ھو ھم بھا فعملھا کتبھا اللہ لہ سیئۃ واحدۃ ؎

تعالی اپنے حضور اس کی پوری ایک نیکی لکھتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرکے اس نے اس کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالی ایک برائی لکھے گا۔

تشریحات ۲۷۵۳ پہلی جلد کی پہلی حدیث میں پوری بحث گزر چکی کہ نیکی کے ارادے پر ثواب ہے مگر برائی کے ارادہ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں اس حدیث میں یہ زائد ہے کہ برائی کا ارادہ کرے اور پھر اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے تو نیکی لکھی جائے گی۔ یہ اللہ تعالی کا ہم گنہگاروں پر فضل ہے۔

باب ما یتقی من محقرات الذنوب ص ۹٦۱ — چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنا۔

حدیث	عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال انکم لتعملون اعمالا ھی
۲۷۵۴	حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تم لوگ کچھ کام کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں

ادق فی اعینکم من الشعر وان کنا نعد علی عھد النبی صلی اللہ

بال سے زیادہ ہلکا ہے اور ہم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو ہلاک

علیہ وسلم من الموبقات قال ابو عبد اللہ یعنی المھلکات۔

کرنے والوں میں شمار کرتے تھے۔

تشریحات ۲۷۵۴ یعنی تم لوگ کچھ گناہ صغیرہ کرتے ہو اور پرواہ نہیں کرتے۔ سوچتے ہو کہ اس سے کچھ نہیں بگڑے گا حالاں کہ عہد رسالت میں لوگ صغیرہ گناہوں

؎ مسلم: ایمان۔ نسائی: نعوت و رقائق۔

کو بھی ہلاک کرنے والا جانتے تھے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر گناہ کے ارتکاب سے بچنے کی پوری طرح سے کوشش کرنی چاہیے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کس پر مواخذہ کر دے۔ علاوہ ازیں صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ اس لیے صغیرہ گناہوں سے بھی حسب استطاعت بچنے کی پوری کوشش لازم ہے۔

باب رفع الامانۃ ص۹۶۱ امانت کا اٹھ جانا۔

حدیث ۲۷۵۵

حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے دو
حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ
حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں ہم سے حضور نے یہ
نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ
حدیث بیان فرمائی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری پھر لوگوں نے قرآن کا علم حاصل کیا پھر لوگوں
السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ
نے سنت کا علم حاصل کیا۔ اور حضور نے ہم سے امانت کے اٹھنے کو بیان کیا فرمایا ایسا ہوگا کہ آدمی سوئے گا اور
مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقَى
امانت اس کے دل سے اٹھا لی جائے گی نقطے کے برابر اس کا اثر رہ جائے گا پھر سوئے گا تو بقیہ امانت بھی اٹھا
أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا
لی جائے گی تو اس کے نشان آبلے کے مثل رہ جائے گا جیسے چنگاری پیر پر لڑھکے اور آبلے ڈال دے
وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ وَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي
کہ تو اسے ابھرا ہوا دیکھتا ہے حالاں کہ اس میں کچھ نہیں لوگ خرید و فروخت کریں گے اور شاید ہی کسی کو پائیں گے
الْأَمَانَةَ فَيُقَالُ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ
جو امانت ادا کرے کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے اور ایک شخص کو کہا جائے گا کہ
لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ
وہ کتنا عقل مند ہے اور کتنا ہوشیار ہے اور وہ کتنا بہادر ہے حالاں کہ اس کے دل میں رائی کے دانے
حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَا أُبَالِي أَيَّكُمْ بَايَعْتُ
کے برابر ایمان نہ ہوگا اور میرے اوپر ایک زمانہ گزر چکا ہے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا

لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ
کہ ہر کس سے خرید و فروخت کرتا ہوں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام اس کو صحیح طریقے پر قائم رکھتا
فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا ؏
اور اگر نصرانی ہوتا تو اس کے کارندے صحیح طریقے پر قائم رکھتے لیکن آج فلاں اور فلاں کے سوا کسی سے خرید و فروخت نہیں کرتا

تشریحات: ۲۷۵۵ - قولہ حدیثین اس سے مراد ایک وہ حدیث ہے جو امانت کے اترنے میں وارد ہے دوسری امانت کے اٹھائے جانے میں وارد ہے۔ "جذر" اس کے معنی ہر چیز کی جڑ کے ہیں اسی سے آتا ہے حساب کی اصل نسب کی اصل اور درخت کی جڑ کو جذر کہتے ہیں حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو میں نے دیکھا یعنی لوگوں کے دلوں میں امانت کو اترنے کو کہ لوگ فطری طور پر امانت دار تھے پھر ایمان و اسلام کی برکت سے امانت دار تھے ــ فرمایا دوسرے کا انتظار کر رہا ہوں۔ یعنی امانت کے اٹھائے جانے کا۔

حدیث	أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ
۲۷۵۶	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا
	صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً ؏
	لوگ اونٹ کے مثل ہیں سو اونٹ میں بمشکل ایک سواری کے لائق پاؤ گے تو۔

تشریحات: ۲۷۵۶ - علامہ قرطبی نے فرمایا مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو ذہین فطین صاحب علم و فضل دین دار، خدا ترس لوگوں کے خیر خواہ ہوں۔

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ ص۹۶۲ ریا و سمعہ کا بیان۔

حدیث	عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى
۲۷۵۷	حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا فرماتے تھے کہ
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے علاوہ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؏ فتن۔ باب اذا بقی حثالۃ من الناس ص۱۰۴۹ الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۰۷۹ مسلم۔ ایمان، ترمذی۔ فتن۔ ابن ماجہ فتن۔

غَيْرُهُ قَدْ نُوتُ مِنْهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا۔ اس بیچ میں ان سے قریب ہوا میں نے سنا کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جو سنانا چاہے گا

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَاءِ يُرَاءِ اللّٰهُ بِهٖ ؎

اللہ تعالی اسے سنوا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ تعالی دکھا دے گا۔

تشریحات ۲۷۵۷

کتاب الاحکام میں یہ حدیث مفصل یوں ہے بطریق اسحاق واسطی طریف ابی تمیمہ کہتے ہیں کہ میں صفوان بن محرز اور جندب اور ان کے اصحاب کے پاس حاضر ہوا۔ اور وہ اپنے اصحاب کو وصیت کر رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو سنانا چاہے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اسے سنائے گا۔ فرمایا اور جو اختلاف کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس پر پھوٹ ڈالے گا لوگوں نے کہا ہمیں وصیت فرمائیے۔ فرمایا انسان کے جسم میں سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑے گا تو جس سے ہو سکے پاک کے علاوہ کچھ نہ کھائے تو وہ ایسا ہی کرے اور جو یہ چاہتا ہو اس کے اور جنت کے درمیان ہتھیلی بھر خون جسے اس نے ناحق بہایا ہو، حائل نہ ہو تو ایسا ہی کرے۔ فربری نے کہا میں نے ابوعبداللہ یعنی امام بخاری سے پوچھا کون کہتا ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ جندب؟ کہا۔ ہاں! جندب۔ من سمع سمع اللہ۔ یعنی جو کام اللہ کی خوشنودی کے لیے نہ کیا جائے بلکہ نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کیا جاتے اس پر کوئی ثواب مرتب نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کو دنیا میں شہرت اور عزت حاصل ہوگی اور بس! سمع کے معنی ہوتے ہیں سنانے کے لیے۔ یعنی اس نیت سے کوئی کام کیا جائے کہ اس کا خوب چرچا ہو۔ کچھ لوگ ذکر کریں کچھ لوگ سنیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شہرت ہو۔

بَابُ التَّوَاضُعِ ص ۹۶۲ تواضع کا بیان

حدیث ۲۷۵۸

عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ

فرمایا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے گا تو میں اس کو لڑائی کا چیلنج

؎ بخاری۔ الاحکام: باب من شاق شاق اللہ علیہ۔ مسلم: آخر کتاب۔ ابن ماجہ: زہد

بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ

دیتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میری قربت چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ فرائض مجھے

وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي

محبوب ہیں۔ اور نوافل کے ذریعہ بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا

يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي

ہوں اور میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے

يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا

اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر

تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ

وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو ضرور ضرور دوں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا اور میں

وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ۔

کسی چیز میں تردد نہیں کرتا جس کو میں کرنا چاہتا ہوں جتنا تردد کرتا ہوں مومن کی جان کے بارے میں۔ وہ موت

کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے برائی میں پڑنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

تشریحات ۲۷۵۸

یہ حدیث قدسی ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ اخذ فرمایا ہو یا تو کلام ربانی سن کر عالم بیداری میں یا عالم خواب میں یا اللہ عزوجل نے اپنے ان کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں القا فرمایا ہو۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ارشاد ربانی بواسطہ جبریل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا ہو۔

اس حدیث کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے اس کے ایک راوی خالد بن مخلد متکلم فیہ ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان میں ان کے ذکر میں لکھا ان کی کچھ حدیثیں منکر ہیں اور ابو حاتم کا قول نقل فرمایا کہ یہ قابل احتجاج نہیں۔ ابن عدی نے ان کی دس منکر حدیثوں کی تخریج کی۔ اس حدیث کے بارے میں کہا اگر صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اس حدیث کو خالد بن مخلد کے منکرات میں شمار کرتے یہ متن اس سند کے سوا کسی اور سند کے ساتھ مروی نہیں اور سوا بخاری کے اسے کسی نے روایت نہیں کیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابن معین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ لاباس بہ ہیں اور ابو حاتم نے کہا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی اور ابو داؤد نے کہا صدوق ہیں لیکن ان میں تشیع ہے اور وہ میرے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ لاباس بہ ہیں۔ اور سلف کے قول میں تشیع کا مطلب

رافضی ہونا نہیں ہوتا کہ اس کی حدیث ناقابل قبول ہو غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل اہل حدیث کے نادان دوست میاں نذیر حسین صاحب نے معیار الحق میں جو ان کی زندگی بھر کی کمائی ہے محمد بن فضیل صحیحین کے راوی پر یہ جرح کی کہ وہ منسوب برفض ہیں شیخ جی کی حدیث دانی کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ تنقید ملاحظہ فرمایئے۔

یہ بکف چراغی قابل تماشہ کہ ابن فضیل کے منسوب بہ رفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع۔

مُلا جی کو باپیں سال خوری و دعوائے محدثی آج تک اتنی خبر نہیں۔ زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذ لھم اللہ تعالیٰ جمیعًا بلکہ آج کل کے بے ہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جاننے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود مُلا جی کے خیال میں اپنی مُلائی جی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حُسن عقیدت رکھنا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جاننا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت کا تھا اسی بنا پر متعدد کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس حیث قال۔

محمد بن فضيل بن غزوان المحدث الحافظ كان من علماء هذا الشان وثقه يحى بن معين وقال احمد حسن الحديث شيعي قلت كان متواليا فقط.	محمد بن فضیل محدث حافظ بڑے شان کے علماء میں سے تھے یحیٰ بن معین نے ان کو ثقہ بتایا امام احمد نے کہا کہ حسن الحدیث ہیں مگر اہل بیت سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور بس۔

حاشیے میں میزان سے امام حاکم کے احوال میں پہلے یہ نقل فرمایا کہ کسی نے ان کو رافضی کہا پھر لکھا اللّٰھم یحب الانصاف ما الرجل رافضی بل شیعیٌ فقط، اللہ انصاف کو پسند فرماتا ہے امام حاکم رافضی نہیں صرف شیعی ہیں [1]

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۹۶/۹۷۔

اسی طرح اس حدیث کے دوسرے راوی شریک بن عبد اللہ بن ابی نمیر پر بھی کلام کیا گیا ہے یہ بھی معراج کی حدیث کے راوی ہیں جس میں انہوں نے کمی زیادتی کی ہے اور تقدیم و تاخیر کر دی ہے اور ایسی باتیں ذکر کی ہیں جس کو کسی نے ذکر نہیں کیا ہے علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے فرمایا کہ لاباس بہ ہیں اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذہبی کے اس قول کو مردود بتایا ہے کہ یہ متن سوائے اس سند کے کسی دوسری کتاب میں مروی نہیں، اور یہ کہ سواء بخاری کے کسی نے اس کی تخریج نہیں کی۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے دوسرے بہت سے طریقے بھی ہیں جن سب کا مجموعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے ۔ اول۔ یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے جس کی تخریج امام احمد نے کتاب الزہد میں و ابن ابی الدنیا ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے زہد میں بطریق عبد الواحد بن میمون عن عروہ کی ہے۔ نیز طبرانی نے بطریق یعقوب مجاہد بن عروہ بھی تخریج کی ہے ثانی۔ یہ حدیث حضرت ابو امامہ سے مروی ہے جسے طبرانی نے اور بیہقی نے زہد میں روایت کیا ہے ۔ نیز مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے جسے اسماعیلی نے مسند علی میں روایت کیا ۔ ثالث ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ۔ رابع ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کی تخریج ابو یعلیٰ اور بزار اور طبرانی نے کی۔ خامس ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختصراً مروی ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔ سادس ۔ حضرت معاذ بن جبل سے بھی مروی ہے جس کی تخریج ابن ماجہ نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں کی ہے ۔ سابع ۔ حضرت وہب بن منبہ سے بھی مقطوعاً مروی ہے جسے امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں تخریج کی ہے ان میں سے کچھ حدیثوں کی سند ضعیف ہے لیکن کثرت طرق سے ضعف ختم ہو گیا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ نیز ان میں سے بعض طرق کی حدیثیں مختصر ہیں جیسے حضرت حذیفہ کی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قولہ من عادٰی ولیاً ۔ اس حدیث میں عادٰی باب مفاعلۃ کا صیغہ ہے جو مشارکت چاہتا ہے لیکن یہاں مشارکت مراد نہیں جیسے آیۃ کریمہ سارعوا الی مغفرۃ من ربکم میں۔ اسی حدیث سے اہل باطن نے استخراج فرمایا کہ اگر کوئی

شخص از خود ظالموں سے ظلم کا بدلہ نہ لے صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ظالموں کو ضرور سزا دیتا ہے اس کے نظائر بکثرت ہیں۔

ولی۔ وہ مومن عارف باللہ ہے جو طاعات کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اور محرمات سے بچتا رہے وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے نہ کہ عزت و شہرت حاصل کرنے کے لیے اور دکھاوے کے لیے اس لیے جو شریعت کا پابند نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ہوا میں اڑے۔ جوگی جے پال حالتِ کفر میں قادر تھے کہ اپنے حریف پر پتھر برسائیں آگ برسائیں خود ہوا میں اڑیں، کیا اس وقت وہ ولی تھے؟ ارشاد ہے۔ اِنْ اَوْلِیَاءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

قولہ وما تقرب:۔ اس سے ثابت ہوا کہ فرائض کی پابندی اور ادائیگی بہ نسبت نوافل کے افضل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فرائض ادا کرنے میں ثواب کی امید ہے اور ترک میں عذاب کا استحقاق اور نوافل کی ادائیگی میں ثواب کی امید اور ترک پر کوئی گناہ نہیں نیز فرائض مامور بہ ہیں ان کا کرنے والا تابع فرمان ہے اس میں آمر کی عظمت ظاہر ہے اس میں عبودیت کا تذلل بھی ہے نیز فرائض اصل ہیں اور نوافل فرع حتیٰ کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جو فرائض ترک کیے ہو اور نوافل ادا کرے تو اس کے سارے نوافل زمین و آسمان کے درمیان معلق رہیں گے مقبول نہ ہوں گے اسی لیے علماء نے فرمایا جس کے فرائض قضا ہو گئے ہوں وہ بجائے نوافل کے فرائض کی قضا کرے۔

قولہ ولا یزال عبدی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی کماحقہ ادائیگی کے بعد نوافل کی ادائیگی کرتا ہے یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑے اور نوافل ادا کرے پھر بھی محبوب ہو گا۔ اس لیے کہ جو فرائض چھوڑے گا فاسق ہو گا وہ محبوب کیسے ہو گا نوافل چونکہ بندہ اپنی طرف سے بخوشی ادا کرتا ہے اس لیے نوافل ادا کرنے والا محبت کا مستحق ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص خدمت پر نوکر ہے جس کی تنخواہ لیتا ہے اور متعلقہ خدمت کے سوا کچھ انجام نہیں دیتا وہ مشاہرے کا ضرور مستحق ہے اور وہ ایک اچھا نوکر بھی کہلائے گا مگر دوسرا نوکر متعلقہ خدمات کے علاوہ مزید اپنی خوشی سے دوسری خدمات بھی انجام دیتا ہے یقیناً مالک اس دوسرے نوکر سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ محبت کرے گا۔

قولہ حتیٰ احببتہ۔ ہندوستانی رشیدیہ کے مطبوعہ میں "اَحْبَبْتُهٗ" ہے لیکن دوسرے نسخوں میں اور فتح الباری وغیرہ میں جو متن لیا گیا ہے اس میں "اُحِبَّهٗ" ہے اسی طرح دوسرے نسخوں اور فتح الباری وغیرہ میں جو متن لیا گیا ہے اس میں "فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ" ہے اور رشیدیہ کے مطبوعہ میں نہیں۔

قولہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ اور عبد الواحد کی روایت میں یہ زیادہ ہے " وَ فُؤَادَہٗ الَّذِی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ " اور میمونہ کی روایت میں یہ بھی زائد ہے " وقلبہ الذی یعقل بہ ۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے ۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے ۔

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اللہ عز وجل جسم اور جسمانیات سے منزہ ہے پھر اس حدیث کا کیا مطلب ؟ اس کا تحقیقی جواب وہی ہے کہ حقیقی مراد کو اللہ عز وجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں ، یہ ارشاد خدا ہے اور حق ہے اور یہی ہمارا ایمان ۔ تاہم علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں اول یہ کہ بندہ بالکلیہ میرے ساتھ مشغول ہے تو وہ اپنے کان سے صرف انہیں باتوں کو سنتا ہے جو مجھے پسند ہیں اور اپنی آنکھ سے صرف انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کا دیکھنا مجھے پسند ہے یوں ہی اپنے ہاتھ میں صرف انہیں چیزوں کو لیتا ہے جن کی میں نے اجازت دی ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانے کو میں نے اس کے لیے روا رکھا ہے اور زبان سے وہی نکالتا ہے جو حق ہے اور وہی سوچتا ہے جو میری مرضی ہوتی ہے ۔ ثانی ۔ میں اس کو اس کے تمام مقاصد عطا فرماتا ہوں گویا وہ اپنے مقاصد کو اپنے جوارح سے حاصل کر لیتا ہے یہ توجیہ حدیث کے آخری حصے " ان سالنی لأعطینہ " اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور ضرور دوں گا کے مطابق ہے ۔ ثالث ۔ میں اسکی مدد فرماتا ہوں جیسے اس کے اعضا اس کے کام میں لگے رہتے ہیں ۔ رابع ۔ اس حدیث میں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے معنی یہ ہوتے کہ میں اس کا مسموع ہو جاتا ہوں کہ وہ صرف میرا ذکر سنتا ہے اور میری یاد سے لذت پاتا ہے اور مجھ سے مناجات میں انسیت پاتا ہے اور ہاتھ انہیں چیزوں کی طرف بڑھاتا ہے جس میں میری رضا ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانا مجھے پسند ہے ۔ خامس ۔ طوفی نے کہا علمائے معتمدین نے اس پر اتفاق کیا کہ یہ کنایہ ہے بندے کی مدد اور اعانت کرنے سے ۔ تمثیلاً فرمایا کہ جیسے کوئی دشمن کسی پر حملہ کرے تو بے اختیار اسکے جوارح اس کی حمایت کرتے ہیں اسی طرح بلا تمثیل میں اپنے بندے کی مدد فرماتا ہوں اگرچہ وہ درخواست نہ کرے ، اس میں بعض معنی بعض کی طرف راجع ہیں لیکن بنظر دقیق کچھ فرق بھی ہے ۔

سادس ۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورہ کہف[۱] کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ

---

[۱] تفسیر کبیر جلد ۲۱ ص ۹۱

اللہ تعالیٰ اس کی قوت سماعت اتنی قوی کر دیتا ہے کہ بلند و پست، نزدیک و دور کی آوازیں سنتا ہے اور اس کی آنکھ میں اتنی نورانیت پیدا فرمادیتا ہے کہ قریب و بعید کی سب چیزیں دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ میں اتنی قوت پیدا فرمادیتا ہے کہ نرم اور سخت ہموار اور پہاڑ اور دور و نزدیک میں تصرف کرتا ہے ان کی ایمان افروز اصل عبارت یہ ہے۔

وکذالک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصرا لہ رای القریب والبعید واذا صار ذالک النور یدا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب۔

اور ایسے ہی بندہ جب طاعات کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہتا ہے تو اس مقام پر پہونچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا کان ہوجاتا ہوں میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہوجاتا ہے تو نزدیک کی بات سنتا ہے اور دور کی بھی۔ اور جب وہ نور اس کے لیے آنکھ ہوجاتا ہے تو قریب کی چیز بھی دیکھتا ہے اور دور کی بھی اور جب وہ نور اس کے لیے ہاتھ ہوجاتا ہے تو وہ سخت زمین میں بھی تصرف کی قدرت رکھے گا اور نرم زمین میں بھی اور قریب پر اور دور بھی۔

اس معنی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وبی یمشی۔

سابع مراد یہ ہے کہ جس قدر جلد اس کا کان سنتا ہے اور اس کی آنکھ دیکھتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں چلتا ہے اس سے بھی جلد میں اپنے ایسے بندوں کی حوائج کو پوری کرتا ہوں۔

ثامن۔ بعض متاخر صوفیہ نے فرمایا کہ یہ تعبیر ہے مقام فناء اور محو سے جو سلوک کی انتہائی غایت ہے۔

قولہ وما ترددت عن شئی۔ اس کا ظاہر مطلب یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تردد میں رہتا ہے کہ بندے کو موت دے یا شفا دے مگر یہ معنی کسی طرح صحیح نہیں۔ تردد اسے ہوتا ہے جو قادر نہ ہو اور اسے انجام کا حال معلوم نہ ہو اللہ تعالیٰ پر یہ محال ہے پھر جب موت کا وقت مقرر ہے یہ وقت موعود آجائے گا تو نہ ایک سکنڈ ادھر ہوگا نہ ادھر۔ پھر اس میں تردد کیسا؟ علامہ خطابی نے اس کی دو تاویلیں کیں پہلی یہ کہ بندہ کبھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے موت کے قریب ہوجاتا ہے اس حال میں اللہ سے دعا کرتا ہے اللہ اسے شفا دے دیتا ہے اور اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے پہلے اس حال میں مبتلا کرنا کہ وہ موت کے قریب پہونچ گیا پھر اس کو شفا دینا دونوں

من جانب اللہ ہیں تو یہ ایسا ہی ہوگیا جیسے کوئی شخص کسی معاملے میں متردد ہے کہ ایک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پھر اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرا کام بہتر ہے اسے چھوڑ کر دوسرا اختیار کرتا ہے پہلے بلا نازل کی کہ ہلاک کے قریب پہونچ گیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ اسے زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے پھر شفا دیتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کو تردد سے تعبیر فرمایا حالانکہ حقیقت میں تردد نہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ اللہ عز وجل کا اپنے محبوب بندوں پر اپنی رحمت اور خصوصی کرم کا اظہار کرنا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دنیا سے منتقل ہوکر میری بارگاہ میں حاضر ہو تاکہ وہ دنیا کے رنج و محن سے چھٹکارا کرکے میری بارگاہ میں آکر ابدی راحت اور سرمدی عیش میں رہے مگر چونکہ وہ بتقضائے طبعی موت کو ناپسند اور زندگی کو پسند کرتا ہے تو میں اس کی زندگی کے مطابق چھوڑ دیتا ہوں۔

ایک توجیہ یہ ہے کہ میں بندے کے کسی معاملے میں متردد شخص کی طرح توقف نہیں کرتا ہوں سوائے محبوب بندے کی روح کے قبض کرنے میں کہ میں اس میں اس حد تک توقف کرتا ہوں جب تک وہ موت کا مشتاق نہ ہوتا کہ اس کے سبب مقربین کے گروہ میں شامل ہوکر اعلیٰ علیین میں جگہ پائے۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ تردد سے مراد لطائف کے ذریعہ موت کی کراہیت کو دور کرنا ہے مثلاً مرض، انتہائی بوڑھاپے فاقہ اور شدت بلا سے پریشان ہوکر دنیا کی مفارقت آسان ہو جائے اور وہ اس کا امیدوار ہو جائے اس کا جو خدا کے نزدیک ہے اور دار کرامت و نعیم باقی کا اس کے دل میں شوق پیدا ہو جائے اسی کو اللہ تعالیٰ نے تردد سے تعبیر فرمایا۔

یہ سب توجیہات و تاویلات ہیں اور بنیادی بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں تحریر کیا کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے جیسے تقرب، سمع، بصر، رجل ہے اسی طرح یہ تردد بھی ہے۔ اس کی حقیقی مراد کیا ہے یہ اللہ عز وجل جانے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ ہم بندوں کو راسخین فی العلم کی طرح یہی کہہ کر گزر جانا چاہیے۔

آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا۔ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

قولہ یکرہ الموت۔ موت کی ناپسندیدگی نزع کی تکالیف کی وجہ سے ہے نزع کی تکلیف کا عالم کیا ہے اس کو ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا۔ تلوار کے سو زخموں سے زیادہ تکلیف دہ نزع کا ایک جھٹکا ہے۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاں کنی کے عالم میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا۔ سانس لینے میں اتنی تنگی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ میں سوئی کے سوراخ

سے سانس لے رہا ہوں اور گویا کہ کانٹے کی شاخ میرے کھوپڑی سے پیر تک گھسیٹی جارہی ہے۔
گلستاں میں ہے کہ جاں کنی کی حالت میں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ اگر تمہارا کوئی دانت اکھاڑا جائے تو تمہارا کیا حال ہوگا اب جب کہ میرے جسم سے روح کھینچی جا رہی ہے تو میرا کیا حال ہوگا۔ تو حدیث کے اس حصے کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی یہ ناپسند کرتا ہوں اور اس کی موت کو مؤخر کر دیتا ہوں۔ لیکن چونکہ کسی کو دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں اس لیے جب وقت موعود آجاتا ہے تو اٹھا لیتا ہوں۔ یہ حصہ حقیقت میں سبب ہے اس تردد کا جو پہلے مذکور ہوا۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے جو بالکل ظاہر ہے جس کی طرف پہلے اشارہ بھی ہو چکا کہ بندہ بتقاضائے بشری موت کو ناپسند کرتا ہے اور وہ مرض یا درازیٔ عمر نقاہت و کم زوری کی وجہ سے اس کو جو اذیتیں پہونچتی ہیں اس کو میں ناپسند کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسے دنیا سے اٹھا لوں مگر چونکہ بندہ دنیا میں رہنے کو پسند کرتا ہے تو اس کی پسند کو ترجیح دیتے ہوئے اسے دنیا میں رہنے دیتا ہوں۔
ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے چونکہ دنیا اللہ عز و جل کے جمال و کمال کی مظہر ہے وہ ذرے ذرے میں اللہ عز و جل کا جلوہ دیکھتا ہے تو زندہ رہنا چاہتا ہے تاکہ دنیا کے آئینہ خانہ میں اللہ عز و جل کا جلوہ دیکھتا رہے اور اللہ عز و جل کو یہ گوارا نہیں کہ محبوب کی دل شکنی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں باقی رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرا محبوب دنیا کے رنج و محن میں گرفتار رہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اس کی مرضی کے مطابق زندہ رکھتا ہے اور جب بندوں کی نظروں سے یہ حجاب اٹھ جاتا ہے کہ آئینے میں جلوہ دیکھنے میں وہ لطف کہاں جو بلا واسطہ جلوہ دیکھنے میں ہے تو خود اسے موت کا شوق ہو جاتا ہے تو پھر میں اسے موت دیتا ہوں اس کا حاصل یہ نکلا کہ بندے کی دو حالت ہوتی ہے ابتداءً وہ موت کو ناپسند کرتا ہے مگر اخیر وقت میں اس بنا پر کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو محب تک پہونچاتا ہے تو موت کو پسند کرنے لگتا ہے جیسا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخیر عمر مبارک میں اپنی موت کے لیے دعا مانگی تھی
اللّٰھم ارزقنی احسنہ۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ [۱]
ص ۹۶۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل ان دونوں کے ہے اور قیامت کا معاملہ صرف پلک جھپکنے بھر یا اس سے کم ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[۱] نحل۔ آیت ۷۷۔

272

توضیح قیامت کا دن پچاس ہزار سال ہوگا مگر خاصانِ خدا کے لیے یوں گزر جائے گا جیسے پلک جھپکی۔

حدیث ۲۷۵۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔

میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل ان دونوں کے ہے۔

حدیث ۲۷۶۰

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ يَعْنِيْ اِصْبَعَيْنِ۔

کہ فرمایا میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل دونوں کے ہے یعنی دو انگلیوں کے۔

تشریح ۲۷۶۰ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ حضور نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کو اٹھایا۔ مقصود یہ ہے کہ اب قیامت قریب ہے۔

باب ص ۹۶۳

حدیث ۲۷۶۱

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا

نے فرمایا قیامت نہیں قایم ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے جب سورج مغرب سے طلوع

فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا

ہوئے گا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لائیں گے ۔ یہی وہ ہے کہ فرمایا جو اس

لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ

سے پہلے ایمان نہیں لایا اس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ یا اپنے ایمان میں بھلائی نہیں کی اور قیامت

وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ

قایم ہوگی اس حال میں کہ دو شخص اپنے کپڑے پھیلائے ہوں گے نہ انہیں بیچ پائیں گے اور نہ لپیٹ پائیں گے

وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا يَطْعَمُهٗ
اور قیامت قائم ہو گی اس حال میں کہ ایک شخص اونٹنی کا دودھ لے کر آئے گا مگر پی نہیں پائے گا۔ اور قیامت
وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهٗ فَلَا يَسْقِيْ فِيْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ
قایم ہو گی اس حال میں کہ ایک شخص حوض لیپ رہا ہو گا مگر اس سے پانی نہیں لے سکے گا۔ اور قیامت قایم ہو گی
وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهٗ إِلٰى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔
ایک شخص لقمہ منھ کی طرف لے جا چکا ہو گا مگر کھا نہیں سکے گا۔

تشریحات [۲۷۶۱]: ترمذی میں ہے کہ مغرب میں ایک دروازہ کھلا ہوا ہے جو ستر سال کی مسافت کے برابر چوڑا ہے۔ وہ بند نہیں ہو گا یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے۔ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس عظیم نشانی کو دیکھ کر سبھی ایمان لائیں گے مگر جو کافر ہوں گے ان کا ایمان معتبر نہ ہو گا۔ اسی طرح جو گنہگار توبہ کریں گے ان کی توبہ قبول نہ ہو گی۔ اخیر کے ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے گی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے۔ اور اچانک آجائے گی۔

بَابٌ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ ص ۹۶۳

جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

حدیث	عَنْ أَنَسٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ
۲۷۶۲	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ
نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اور
وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهٖ
جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے یہ سن کر
إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَاكِ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ
حضرت عائشہ صدیقہ یا بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا ہم موت کو ناپسند کرتی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ
بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهٗ
علیہ وسلم نے فرمایا یہ مطلب نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت یقینی طور پر قریب ہو جاتی ہے تو
فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ
اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عنایت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے آگے جو کچھ ہے اس سے زیادہ

اللّٰهِ وَعُقُوبَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ

کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور کافر کی موت

وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ ؏

جب قریب ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سزا کی بشارت دیجاتی ہے اسوقت اسکے آگے جو کچھ ہے اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ

حدیث	عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
۲۷۶۳	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ

کو پسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی

اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ ۔

اس سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے۔

تشریحات ۲۷۶۳ ظاہر ہے کہ جس مسلمان کو اس کا اطمینان ہے کہ میں نے فرائض و واجبات کو اپنی استطاعت کے مطابق کما حقہٗ ادا کیے ہیں۔ گناہوں سے حتی الوسع بچتا رہا ہوں۔ اس کے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے۔ اس کے حضور حاضر ہوؤنگا تو مجھے انعام و اکرام سے نوازے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ضرور شائق ہوگا۔ اور جس بدنصیب کو اس کا یقین ہوگا کہ میں مومن نہیں جس نے رات دن برائیاں کیں۔ اس کے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ اللہ عزوجل مجھ سے ناراض ہے وہ مجھے سزا دے گا۔ تو یقیناً وہ اللہ کے حضور حاضر ہونے کو ناپسند رکھے گا۔ رہ گیا طبعی طور پر موت کو ناپسند رکھنا یہ الگ بات ہے۔ موت کے ناپسند ہونے کا اس ارشاد سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں وہ موت کو ناپسند نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی ہزار جان سے تمنا کرتے ہیں۔

بَابُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ ص۹۶۴ موت کی شدت کا بیان۔

حدیث	عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْاَعْرَابِ جُفَاةً يَاْتُوْنَ النَّبِيَّ
۲۷۶۴	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کچھ دیہاتی گنوار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْئَلُوْنَهٗ مَتَى السَّاعَةُ فَكَانَ يَنْظُرُ اِلٰى اَصْغَرِهِمْ

آتے اور قیامت کے بارے میں پوچھتے کب قیامت ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سب سے چھوٹے کی طرف

؏ ترمذی اول۔ جنائز ص۲۰۵۔ ترمذی ثانی: زہد ص۵۷۔ مسلم: ذکر ص۲۲۴۔ نسائی اول: جنائز ص۲۶۰

فَيَقُولُ إِنْ يَعِشْ هٰذَا لَا يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُومَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ

دیکھتے اور فرماتے اگر یہ جیے تو اس کو بڑھاپا نہیں پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی

قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي مَوْتَهُمْ۔

ہشام نے کہا یعنی ان کی موت ۔

تشریحات ۲۷۶۴ ساعتکم کی تفسیر موتھم حضرت ہشام نے کی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا من مات فقد قامت قیامتہ۔ جو مرگیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد بھی ہے۔ اس حدیث کو باب سے بظاہر کوئی مطابقت نہیں باب تھا سکرات الموت اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں لیکن بتکلف یوں مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ ساعتھم سے مراد موتھم ہے اور ہر موت کے لیے سکرات ہے۔

حدیث ۲۷۶۵	عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ
	ابو قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ قَالَ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ

وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا فرمایا آرام پایا ہوا ہے یا اس سے لوگ آرام پائے ہوئے ہیں لوگوں نے

قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُسْتَرِيحُ وَمَا الْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ قَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ

عرض کیا! یا رسول اللہ مستریح اور مستراح کیا ہے فرمایا موت سے مومن بندہ دنیا کی مشقت اور اس کی

يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ

اذیت سے آرام پا جاتا ہے اور بدکار بندہ سے بندے اور شہر اور درخت

يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ [ع]

اور چوپائے آرام پا جاتے ہیں ۔

تشریحات ۲۷۶۵:۔ عبد مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مطلقاً ہر مومن مراد ہو۔ اسی طرح فاجر میں دو احتمال ہے یا تو اس سے مراد کافر ہو یا ہر فاسق خواہ وہ کافر ہو یا مومن۔ کافر اور فاسق سے بندوں کی راحت ظاہر ہے کہ بندے اس کی ایذاء رسانی اور ظلم سے

ع اس کے بعد متصلا۔ مسلم، نسائی۔

محفوظ ہو جاتے ہیں۔ بلاد کی راحت سے مراد یہ ہے کہ وہ غضب سے، فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی پیداوار غلط جگہ خرچ نہیں ہوتی۔ درخت کی راحت یہ ہے کہ وہ غصبًا کاٹے جانے اور پھل لینے سے محفوظ ہو جاتے ہیں چوپاؤں کی راحت یہ ہے کہ ظالم اسے کم خوراک دیتے ہیں۔ اور طاقت سے زیادہ کام لیتے ہیں اس سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

حدیث	حدثنا عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سمع انس بن مالک
۲۷۶۶	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
	رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبع المیت
	میت کے ساتھ یا پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں دو لوٹ آتی ہیں۔ اور ایک باقی رہ جاتی ہے
	ثلثۃ فیرجع اثنان ویبقی معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ
	اس کے پیچھے اس کے اہل اس کے مال اور اس کے عمل جاتے ہیں اہل اور مال لوٹ آتے
	فیرجع اھلہ ومالہ ویبقی عملہ ؏
	ہیں اور اس کا عمل باقی رہتا ہے۔

تشریحات ۲۷۶۶ میت کے ساتھ اہل اور عمل کا جانا تو صحیح ہے مال کے جانے کا کیا مطلب ہے؟ میت کا مال تو اس کے گھر رہ جاتا ہے، شارحین نے فرمایا کہ یہ عرب کی عادت کے مطابق تھا کہ میت کے ساتھ اس کے چوپاؤں کو بھی قبرستان تک لے جاتے تھے اور غلام تو سبھی کے ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ قبر میں انسان کے اچھے عمل حسین مرد کی شکل میں عمدہ کپڑے بہترین خوشبو کے ساتھ آتے ہیں اور کہتے ہیں تجھ کو اس چیز کی بشارت ہو جو تجھے خوش کرے گی وہ کہے کا تم کون ہو، وہ کہیں گے ہم تیرے اچھے عمل ہیں۔ اور کافر اور فاسق کے عمل برے مرد کی شکل میں آئیں گے اور کہیں گے میں تیرا برا عمل ہوں جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔

حدیث	عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
۲۷۶۷	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	علیہ وسلم اذا مات احدکم عرض علی مقعدہ غدوۃ وعشیۃ اما النار
	فرمایا جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کے ٹھکانے پر صبح شام پیش کیا جاتا ہے یا تو جہنم یا تو جنت

؏ مسلم۔ زہد۔ ترمذی۔ زہد۔ نسائی۔ رقائق۔ جنائز۔ مسند امام احمد۔ جلد چہارم ص ۲۸۷۔ ص ۲۹۶۔

وَاِمَّا الْجَنَّۃُ فَیُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی تُبْعَثَ۔

پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔ یہاں تک تو قبر سے اٹھایا جائے۔

بَاب نفخ الصور ص ۹۶۵ صور پھونکنے کا بیان۔

ت	قَالَ مُجَاھِدُ اَلصُّوْرُ کَھَیْئَۃِ الْبُوْقِ زَجْرَۃٌ صَیْحَۃٌ۔
۷۶۴	حضرت مجاہد نے کہا صور قرناء (نرسنگھا) کے مثل ہے۔ زجرۃ کے معنی صیحۃ ہے۔

یعنی چیخ۔ ارشاد ہے فانما ھی زجرۃ واحدۃ۔ یہ تو ایک جھڑک ہے یعنی نفخ ثانیہ کے وقت ایک چیخ سنائی دے گی۔ اور سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلنَّاقُوْرُ الصُّوْرُ، اَلرَّاجِفَۃُ
۷۶۵	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ناقور سے مراد صور ہے۔ الرجفۃ سے مراد
	اَلنَّفْخَۃُ الْاُوْلٰی۔ وَالرَّادِفَۃُ النَّفْخَۃُ الثَّانِیَۃِ۔
	نفخۂ اولیٰ ہے اور رادفہ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

تشریحات ۷۶۵ ارشاد ہے۔ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ۔ (سورہ مدثر آیت ۸) جب صور میں پھونکا جائے۔ اور ارشاد ہے یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ۔ جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے آئے گی آنے والی۔ (سورۂ نازعات آیت ۶-۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ پہلی آیت میں ناقور سے مراد صور ہے اور دوسری آیت میں الرجفۃ سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے۔ اور تیسری آیت میں رادفہ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

قیامت کے سلسلے میں دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا پہلی بار پھونکا جائے گا اس کے اثر سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ اس سے مرجائیں گے اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء و شہداء ان پر اس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس سے مُردے زندہ کیے جائیں گے۔ ارشاد ہے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ — اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ۔ (سورۂ زمر آیت ۶۸) جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

اس آیت میں إلّا من شاء اللہ سے کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نفخۂ صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے سوائے جبرئیل میکائیل و اسرافیل و ملک الموت کے پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لیے قرآن مجید میں بَلْ أَحْيَاءٌ آیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ آپ طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں اس لیے اس نفخہ سے آپ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ مستیقظ و ہوشیار رہیں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان اور حوریں ہیں اور وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں۔ وہ اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں۔

بَابٌ يَقْبِضُ اللهُ الْأَرْضَ ص ۹۶۵۔ اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے گا۔

حدیث	عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۲۷۶۸	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَتَكَفَّؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا

قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے پھیلائے گا جیسے تم

يَتَكَفَّأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِأَهْلِ الْجَنَّةِ فَأَتَى رَجُلٌ مِنَ

میں سے کوئی اپنی روٹی دسترخوان پر پھیلاتا ہے۔ اہل جنت کی میزبانی کے لیے۔ پھر ایک یہودی آیا۔ اس

الْيَهُودِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ أَلَا أُخْبِرُكَ بِنُزُلِ

نے کہا اے ابو القاسم! تم کو اللہ برکت دے۔ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی پہلی

أَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلَىٰ قَالَ تَكُونُ الْأَرْضُ خُبْزَةً وَاحِدَةً

میزبانی کیا چیز ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں بتا۔ اس نے کہا زمین ایک روٹی ہو گی (اس نے بھی وہی کہا) جو

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ
پھر مسکرائے یہاں تک کہ حضور کے نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے پھر یہودی نے کہا کہ کیا میں آپ کو نہ
بِأَدَامِهِمْ قَالَ أَدَامُهُمْ بَالَامُ وَنُونٌ قَالُوا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ
بتاؤں کہ ان کا سالن کیا ہوگا تو اس نے کہا ان کا سالن بالام اور نون ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا ہے ؟
وَنُونٌ يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهَا سَبْعُونَ أَلْفًا ؏
اس نے کہا بیل اور مچھلی۔ اس کے جگر کے زائدہ سے ستر ہزار کھائیں گے ۔

تشریحات ۲۷۶۸

نُزُلًا ۔ اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کے سامنے پہلی بار پیش کیا جاتا ہے جس کو ہمارے عرف میں ناشتہ کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل قیامت کے دن پوری زمین کو ایک روٹی بنادے گا جو اس کے قدموں کے نیچے ہوگی جسے وہ لوگ کھائیں گے جس کے مقدر میں جنت میں جانا ہے تاکہ میدان محشر میں بھوکے نہ رہیں۔ قبروں سے اٹھنے کے بعد اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے پہلے یہی غذا ملے گی۔ اسی لیے اس کو نُزُلْ سے تعبیر فرمایا۔ بالام ۔ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی بیل کے ہیں۔ اور نون یعنی مچھلی ۔ مچھلی کے جگر میں ایک حصہ علیحدہ ہوتا ہے اس کو زائدہ کہتے ہیں۔ یہی اس وقت لوگوں کا سالن ہوگا۔ نواجذ ۔ ناجذۃ کی جمع ہے۔ یہ اخیر کے دانتوں کو کہتے ہیں۔ دانتوں کی تقسیم یہ ہے۔ بیچ کے دو ثنایا۔ دونوں طرف اس کے بغل والے رباعیات ۔ پھر ضواحك ۔ پھر ارحاء ۔ پھر نواجذ ۔ کتاب الصوم میں ہے حتی بدت انیابہٗ ۔ انیاب ۔ نوکیلے دانتوں کو کہتے ہیں جو رباعی کے بعد ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں اور باب کی حدیث میں منافات نہیں ۔ اس لیے کہ نواجذ کا اطلاق انیاب اور اضراس پر بھی ہوتا ہے ۔

حدیث	حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
۲۷۶۹	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا
	النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ
	کہ قیامت کے دن لوگ جمع کیے جائیں گے سفید سرخی مائل زمین پر جیسے میدے کی روٹی ۔ سہل نے کہا یا
	كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ قَالَ سَهْلٌ أَوْ غَيْرُهُ لَيْسَ فِيهَا مَعْلَمٌ لِأَحَدٍ ؏
	ان کے علاوہ کسی اور نے کہا ۔ اس میں کسی کے لیے کوئی نشان نہیں ہوگا ۔

؏ مسلم توبہ ۔ ؏ مسلم توبہ ۔

تشریحات ۲۷۶۹:۔ یہ زمین جس پر حشر ہوگا دنیا کی زمین کے علاوہ ہے۔ عبد بن حمید نے حکم بن ابان کے طریقے سے عکرمہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ یہ دنیا کی زمین لپیٹ دی جائے گی اور اس کے پہلو میں دوسری زمین ہوگی جس پر حشر ہوگا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق عمرو بن میمون حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے آیۂ کریمہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی، کی تفسیر میں فرمایا زمین ایسی زمین سے بدل دی جائے گی گویا وہ چاندی ہے جس پر کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا۔ اور جس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا۔

بَابُ کَیْفَ الْحَشْرُ ص ۹۶۵ حشر کیسے ہوگا؟

حدیث	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
۲۷۷۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ
	قَالَ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی ثَلٰثِ طَرَائِقَ رَاغِبِیْنَ وَرَاھِبِیْنَ وَاثْنَانِ
	قیامت کے دن تین راستوں سے جمع کیے جائیں گے۔ رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔ اور دو ایک
	عَلٰی بَعِیْرٍ وَثَلٰثَۃٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَاَرْبَعَۃٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَعَشَرَۃٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَیُحْشَرُ
	اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر اور بقیہ کو آگ جمع کرے گی جو ان
	بَقِیَّتَھُمُ النَّارُ تَقِیْلُ مَعَھُمْ حَیْثُ قَالُوْا وَتَبِیْتُ مَعَھُمْ
	کے ساتھ قیلولہ کے وقت رہے گی اور جہاں رات گزاریں گے وہاں رہے گی اور جہاں صبح کریں گے
	حَیْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَھُمْ حَیْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِیْ مَعَھُمْ حَیْثُ اَمْسَوْا عہ
	وہاں رہے گی اور جہاں شام کریں گے وہاں رہے گی۔

تشریحات ۲۷۷۰: حشر چار ہیں۔ دو دنیا میں اور دو آخرت میں۔ دنیا کے دو حشر میں ایک وہ ہے جسے اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمایا۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِھِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔ وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔ دوسرا وہ جو قیامت کی نشانیوں میں مذکور ہے کہ ایک آگ آئے گی اور سب کو ہانک کر شام میں جمع کر دے گی۔ اور دو آخرت کے یہ ہیں۔ پہلا مردوں کا زندہ ہو کر اپنے ٹھکانے سے نکل کر موقف میں جانا۔ دوسرے جنت یا دوزخ میں جانا۔ قولہ ثلاث طرائق، اس سے مراد یہ ہے کہ تین گروہ ہوں گے پہلے راغبین، راھبین، دوسرے جو اونٹوں پر

عہ مسلم، باب یحشر الناس علی طرائق

سوار ہو کر چلیں گے اور تیسرے وہ جن کو آگ ہانک کرلے جائے گی۔

حدیث	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
۲۷۷۱	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

فرمایا لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون جمع کیے جائیں گے ام المومنین نے کہا اس پر میں نے

اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ

عرض کیا یا رسول اللہ! مرد عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے فرمایا معاملہ اتنا سخت ہے کہ

اَنْ يُّهِمَّهُمْ ذٰلِكَ عه

کوئی اس کا قصد نہ کر پائے گا۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ
۲۷۷۲	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ

ایک گول خیمے میں تھے۔ حضور نے فرمایا کیا تم لوگ اس پر راضی ہو کہ اہل جنت کی چوتھائی رہو ہم نے عرض کیا ہاں

اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا

ہم راضی ہیں۔ فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ اہل جنت کی ایک تہائی رہو ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی

نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ

جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ آدھے اہل جنت ہو گے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ

فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ

جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور تمہاری تعداد اہل شرک کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسے ایک سفید بال

السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ عه

سیاہ بیل کی کھال میں یا ایک کالا بال لال بیل کی کھال میں۔

تشریحات:۔ یہ ارشاد منیٰ میں فرمایا تھا عه اور اس وقت خیمہ میں چالیس

عه مسلم: اواخر کتاب۔ نسائی جنائز۔ ابن ماجہ: زہد۔ عه بخاری: کتاب الأیمان والنذور ص۹۸۳۔ کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسلم: ایمان۔ ترمذی: صفۃ الجنۃ۔ ابن ماجہ: زہد عه بخاری: الأیمان والنذور ص۹۸۳۔

آدمی کے قریب ننھے ؏

حدیث	عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
۲۷۷۳	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اٰدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَتَرَاءٰی ذُرِّیَّتُهٗ فَیُقَالُ

کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا تو ان کے سامنے اُن کی اولاد ظاہر ہوگی

هٰذَا اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَیَقُوْلُ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ فَیَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ

کہا جائے گا اے لوگو! یہ تمہارے باپ آدم ہیں حضرت آدم عرض کریں گے لبیک اور سعدیک۔ اب

ذُرِّیَّتِكَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ كَمْ اُخْرِجُ فَیَقُوْلُ اَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ

فرمائے گا اپنی اولادیں سے جہنم میں ڈالے جانے والوں کو نکالو۔ تو پوچھیں گے کہ اے پروردگار کتنا

فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا اُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ فَمَاذَا

نکالوں فرمائے گا ہر سو میں سے ننانوے کو نکالو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم میں سے ہر سو میں سے ننانوے نکال

یَبْقٰی مِنَّا قَالَ اِنَّ اُمَّتِیْ فِی الْاُمَمِ كَالشَّعْرَةِ الْبَیْضَاءِ فِی الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ

لیے جائیں گے تو ہم میں سے کیا باقی رہے گا۔ فرمایا میری امت اور امتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سفید بال سیاہ بیل میں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ص۹۶۷

کیا وہ لوگ گمان نہیں کرتے کہ وہ لوگ ایک بڑے دن کے لیے اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔

توضیح ھناد بن سری نے زہد میں عبد اللہ بن حارث کے بطریق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا ایک شخص نے ان سے کہا۔ مدینہ والے پورا ناپتے ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ ایسا کیوں نہیں کریں گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خرابی ہے ڈنڈی مارنے والے کے لیے۔ انہوں نے یہاں تک تلاوت کی جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اور پسینہ آدھے کانوں تک پہنچا ہوگا ——— قیامت کے دن کی وحشت کی وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی۔ اس لیے اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔

؏ مسلم: ایمان۔

ت	وَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ
۷۶۶	حضرت ابن عباس نے فرمایا سارے اسباب کٹ گئے۔
	اَلْوُصْلَاتُ فِي الدُّنْيَا۔
	کہ یہاں اسباب سے مراد دنیا کے تعلقات ہیں۔
حدیث	عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
۲۷۷۴	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ
	فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ ستر ہاتھ زمین میں جذب ہوگا
	سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ۔
	اور ان کے منھ میں لگام بن جائے گا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

بَابُ الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ص ۹۶۷ قیامت کے دن بدلہ۔

وَهِيَ الْحَاقَّةُ لِاَنَّ فِيْهَا الثَّوَابَ وَحَوَاقَّ الْاُمُوْرِ اَلْحَقَّةُ وَالْحَاقَّةُ وَاحِدٌ وَالْقَارِعَةُ وَالْغَاشِيَةُ وَالصَّاخَّةُ وَالتَّغَابُنُ۔ غَبَنَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اَهْلَ النَّارِ۔

اور قیامت ہی حاقہ ہے اس لئے کہ اس میں ثواب ہے اور ثابت شدہ باتیں ہیں یعنی اس میں متحقق ہوں گی۔ جزا ثواب اور سزا اور تمام باتیں جو ثابت اور حق ہیں۔ اَلْحَقَّةُ اور اَلْحَاقَّةُ ہے یعنی دونوں قیامت کے نام ہیں مراد یہ ہے کہ یہ جن سے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں اور قیامت ہی کا نام قارعہ ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے ہولناک مناظر دلوں کو ہلادیں گے۔ اور قیامت ہی کا نام غاشیہ ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر چھا جائے گی اور قیامت ہی کا نام صاخہ ہے اصل میں اس کے معنی بڑی مصیبت کے ہیں اور اس کے معنی چیخ کے بھی ہیں اور اس کا نام تغابن بھی ہے کیونکہ جنتی جہنمیوں کے وہ مقامات لیں گے جو ان کو ملتے اگر وہ مومن ہوتے

حدیث	حدثنی شقیق سمعت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال النبی
۲۷۷۵	شقیق نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ
	صلی اللہ علیہ وسلم اول ما یقضی بین الناس بالدماء ؏
	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلا فیصلہ خونوں کے بارے میں کیا جائے گا۔

تشریحات ۲۷۷۵ اس کے معارض وہ حدیث مشہور ہے کہ فرمایا اول ما یحاسب به العبد یوم القیمه صلاته۔ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کے بارے میں حساب کیا جائے گا۔

تطبیق حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون ناحق کا۔ سود گی حدیث طویل میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلا معاملہ خون کے بارے میں پیش ہوگا۔ ہر مقتول اپنا سر لادے ہوئے آئے گا اور عرض کرے گا اے رب اس سے پوچھ اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ مقتول اپنے ایک ہاتھ میں اپنا سر لے کر اور دوسرے سے قاتل کو چادر میں لپیٹ کر گھسیٹتا ہوا لائے گا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا یہاں تک کہ دونوں اپنے رب اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہوں گے۔

باب یدخلون الجنة سبعون الفا بغیر حساب ص ۹۶۸

جنت میں بغیر حساب ستر ہزار داخل ہوں گے۔

حدیث	حدثنی سعید بن المسیب ان ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدثہ
۲۷۷۶	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
	قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یدخل الجنة
	ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ ستر ہزار ہے ان کے
	من امتی زمرۃ وھم سبعون الفا تضیئ وجوھھم اضاءۃ القمر
	چہرے چودھویں رات کی طرح چمکتے ہوں گے حضرت ابو ہریرہ نے کہا یہ سن کر عکاشہ
	لیلة البدر قال ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقام عکاشة
	بن محصن اسدی کھڑے ہوتے ہوئے اپنے کمبل کو اٹھائے ہوئے اور عرض کیا

؏ دیات، اول باب ص۱۰۱۰ مسلم حدود، ترمذی دیات، نسائی محاربہ ابن ماجہ، دیات۔

بْنُ مِحْصَنٍ الْاَسَدِیُّ یَرْفَعُ نَمِرَۃً عَلَیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ
یا رسول اللہ اللہ سے دعا کر دیجیے کہ مجھے بھی ان میں کر دے تو حضور نے دعا کی کہ
یَّجْعَلَنِیْ مِنْہُمْ فَقَالَ اَللّٰہُمَّ اجْعَلْہُ مِنْہُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ
اے اللہ اس کو ان میں کر دے اس کے بعد انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے عرض
فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْہُمْ فَقَالَ سَبَقَکَ عُکَّاشَۃُ ؏
کیا یا رسول اللہ دعا کر دیجیے کہ اللہ مجھے ان میں کر دے تو فرمایا عکاشہ تم سے سبقت کر گئے۔

۲۷۷۶
تشریحات:۔ نمرۃ۔ وہ کمبل جس میں سیاہ سفید دھاری ہو جیسے کہ چیتے کے جسم پر ہوتی ہے اس روایت میں صرف یہ ہے کہ ستر ہزار داخل ہوں گے دوسری روایتوں میں ہے کہ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور یہ سب لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے جسم کو داغتے نہیں اور جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور برا شگون نہیں لیتے اور نہ ہی بدفالی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو ہر حال میں راضی بقضاء رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت نظام الشریعۃ والحقیقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ نے فرمایا۔
؏ چوں درد بلائے تست برجانم بادا ——— اور جیسا کہ ابو الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتش نمرود میں جاتے ہوئے جبریل امین سے فرمایا بھا علمہ بحالی کفانی عن سوالی میرے حال کا اس کو علم ہے سوال کی حاجت نہیں اس سے دواء علاج یا جھاڑ پھونک کی حرمت پر استدلال جہالت ہے جیسا کہ وہابی کرتے ہیں اسلئے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج فرمایا اور بہت سے امراض کے علاج کے واسطے دعائیں بتائیں کہ مریض پر دم کیا جائے معوذتین پڑھ کر خود دوسروں پر دم فرمایا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم خود داغا اگر دعاء، دواء جھاڑ پھونک داغنا حرام ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتے۔ یہاں اس حدیث میں مراد یہی ہے کہ اللہ کے وہ مخصوص بندے ہیں جو ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہتے ہیں۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
۲۷۷	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

؏ مسلم۔ ایمان۔

قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ يَا أَهْلَ
کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک ندا دینے والا کھڑا ہو گا اور کہے گا اے جہنم والو
النَّارِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ خُلُودٌ عله
موت نہیں اور اے جنت والو موت نہیں ہمیشہ تم لوگ اپنی جگہوں میں رہو گے۔

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ص ۹۶۹ جنت و دوزخ کا بیان۔

عَدْنٌ خُلْدٌ، عَدْنٌ کے معنی ہمیشہ رہنا ہے بولتے ہیں عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَقَمْتُ یعنی میں نے وہاں سکونت اختیار کر لی اور اس سے مَعْدَنٌ بنا ہے فِي مَعْدَنِ صِدْقٍ فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ۔

حدیث ۲۷۷۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَسَلَّمَ يُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ وَلِأَهْلِ النَّارِ
جنتیوں سے کہا جائے گا اے جنتیو ہمیشہ رہو گے تمہیں موت نہیں اور جہنم والوں سے کہا جائے گا
يَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ۔
اے جہنمیو! ہمیشہ رہو گے موت نہیں۔

تشریحات ۲۷۷۸ جب میدان محشر میں سب کا پورا حساب و کتاب ہو جائے گا اور جہنمیوں میں سے جن کو نکل کر جنت میں آنا مقدر تھا وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو لیں گے۔ تو موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ایسی جگہ ذبح کر دیا جائے گا جہاں سب جنتی اور دوزخی دیکھیں گے اس کے بعد وہ کہا جائے گا جو اوپر والی حدیث میں مذکور ہے جیسا کہ اسی بخاری میں تین حدیث کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

حدیث ۲۷۷۹ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا اے جنتیو! وہ عرض کریں گے حاضر ہیں ہم
يَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ وَمَا
اے پروردگار ہمارے، حاضر ہیں۔ فرمائے گا کیا تم لوگ راضی ہو گئے۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم کیوں نہیں

عله مسلم، صفۃ النار۔

273

لَنَا لَا نَرْضٰی وَقَدْ أَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَیَقُوْلُ أَنَا أُعْطِیْکُمْ	
راضی ہوں گے؟ اور تو نے ہم کو وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا	
أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا یَا رَبِّ وَأَیُّ شَیْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُ أُحِلُّ	
اب میں تم کو اس سے بھی بہتر دوں گا۔ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! اور اس سے افضل کیا ہے؟	
عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَهٗ أَبَدًا ؎	
فرمائے گا۔ میں تم سے راضی ہوں۔ اور اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔	
عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	حدیث
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے	۲۷۸۰
قَالَ مَا بَیْنَ مَنْکِبَیِ الْکَافِرِ مَسِیْرَةُ ثَلٰثَةِ أَیَّامٍ لِلرَّاکِبِ الْمُسْرِعِ ؏	
دونوں مونڈھوں کے درمیان تیز دوڑنے والے سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہے۔	

تشریحات ۲۷۸۰ اس حدیث میں کافروں کے دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ تین دن کی مسافت ہے۔ اور کچھ روایتوں میں پانچ دنوں کی۔ اسی طریقے سے اس کے دوسرے اعضا کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی کان کی لو سے مونڈھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ستر سال اور ایک روایت میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دن اُحُد سے بڑی ہوگی۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جہنم میں کافروں کا جسم بہت بڑا کر دیا جائے گا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ عذاب چکھیں۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	حدیث
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۲۷۸۱
تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ	
نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال چلے جب بھی اس کو طے نہ کر پائے	
لَا یَقْطَعُهَا قَالَ أَبُوْ حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ النُّعْمَانَ بْنَ أَبِیْ عَیَّاشٍ فَقَالَ	
سند مذکور کے ساتھ ابو حازم نے نعمان بن ابی عیاش کے بطریق حضرت ابو سعید خدری	

؎ بخاری: توحید۔ کلام الرب مع اہل الجنۃ۔ مسلم: صفۃ النار۔ ترمذی: صفۃ النار۔ نسائی: نعوت۔

؏ مسلم: صفۃ النار۔

273

حَدَّثَنِی اَبُوْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جنت میں ایک

یَسِیْرُ الرَّاکِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیْعَ مِائَۃَ عَامٍ مَا یَقْطَعُھَا ۔ ع

درخت ہے کہ عمدہ مضمر تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال چلے بھی تو اسے طے نہ کر پائے ۔

۲۷۸۱ تشریحات

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں صرف راکب تھا جو عام تھا وہ سوار اونٹ پر ہو یا گھوڑے پر یا خچر پر۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس کی تعیین ہو گئی کہ بہت عمدہ تیز رفتار مضمر گھوڑے کا سوار مراد ہے ۔ مُضَمَّرٌ۔ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جسے کچھ دن خوب کھلایا جائے یہاں تک کہ موٹا ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کا چارہ کم کیا جائے یہاں تک کہ معتاد خوراک تک آجائے۔ اس عمل سے گھوڑا بہت تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ اس کا بدن بھی چھریرا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑ دوڑ کے لیے مضمر گھوڑے کی حد سات میل تھی۔ اور غیر مضمر کی ایک میل۔

حدیث	عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
۲۷۸۲	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَیَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِی الْجَنَّۃِ کَمَا تَرَاءَوْنَ الْکَوْکَبَ

ہیں کہ فرمایا کہ جنتی، جنت کے جھروکوں سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے جیسے تم لوگ

فِی السَّمَاءِ قَالَ اَبِیْ فَحَدَّثْتُ النُّعْمَانَ بْنَ اَبِیْ عَیَّاشٍ فَقَالَ اَشْھَدُ لَسَمِعْتُ

تارے کو آسمان میں دیکھتے ہو۔ عبد العزیز نے کہا کہ میرے باپ ابو حازم نے کہا میں نے نعمان بن ابی

اَبَا سَعِیْدٍ یُحَدِّثُ وَیَزِیْدُ فِیْہِ کَمَا تَرَاءَوْنَ الْکَوْکَبَ الْغَارِبَ فِی الْاُفُقِ

عیاش سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

الشَّرْقِیِّ وَالْغَرْبِیِّ ۔

سنا یہ حدیث بیان کرتے تھے اور اس میں یہ زیادہ کرتے تھے جیسے تم لوگ مشرقی یا غربی افق میں ڈوبنے والے تارے کو دیکھتے ہو۔

حدیث	عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ
۲۷۸۳	جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شفاعت کی

ع مسلم ۔

بالشفاعة كأنهم الثغارير قلت ما الثغارير قال الضغابيس وكان قد
بدولت جہنم سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے گویا وہ چھوٹی ککڑیاں ہیں میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا اے ابو محمد
سقط فمه فقلت لعمرو بن دينار أبا محمد سمعت جابر بن عبد الله يقول
آپ نے جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے
سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول يخرج بالشفاعة من النار قال نعم. ع۱
ہوئے سنا ہے کہ شفاعت کے ذریعہ جہنم سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔

تشریحات ۲۷۸۳:- حدیث کا لفظ یہ تھا "كأنهم الثغارير قلت ما الثغارير قال الضغابيس وكان قد سقط فمه"، وہ لوگ ایسے ہوں گے گویا ثغاریر ہیں (حماد نے کہا) میں نے پوچھا ثغاریر کیا چیز ہے تو انہوں نے کہا ضغابیس، اور ان کے دانت گر چکے تھے یعنی حضرت عمرو بن دینار نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ان کے دانت جا چکے تھے۔

ثغاریر، ثغرور کی جمع ہے۔ چھوٹی ککڑی کو کہتے ہیں اور ضغابیس ضغبوس کی جمع ہے اس کے معنی بھی چھوٹی ککڑی کے ہیں۔ نیز دونوں ایک گھاس کا نام بھی ہے جو لیمون کے مثل ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت کمزور نحیف ہوں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ لوگ جہنم میں اپنے گناہوں کی کچھ سزا پا کر کسی کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابو عبیدہ نے کہا ایک قول یہ ہے کہ ثاء مثلثہ کے بجائے شین معجمہ سے ہے چونکہ حضرت عمرو بن دینار کے دانت نہیں تھے تو وہ شین معجمہ ادا نہ کر پائے اس کے بجائے ثاء مثلثہ سنائی دی۔

حدیث	حدثنا أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه
۲۷۸۴	انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کچھ
	وسلم قال يخرج قوم من النار بعد ما مسهم منها سفع فيدخلون الجنة
	لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے بعد اس کے کہ ان کو داغ پڑ گیا ہو گا۔ اور جنت میں داخل
	فيسميهم أهل الجنة الجهنميين ع۲
	ہوں گے۔ جنتی ان کا نام جہنمی رکھیں گے۔

ع۱ مسلم، ایمان،

ع۲ توحید: باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ ص ۱۱۱۰

تشریحات:۔ سَفَعٌ. سیاہ داغ جس میں نیلاپن یا سرخی ہو یعنی آگ میں جلنے کی وجہ سے ان پر داغ ہوگا۔

حدیث ۲۷۸۵	عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
	نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ
	إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ عَلٰى أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ
	علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کا ہوگا جس کے قدموں
	يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ ع۵
	کے تالوؤں پر دو انگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔ جیسا کہ ہانڈی اور قمقم کھولتا ہے۔

۲۷۸۵

تشریحات:۔ اس کے پہلی والی روایت میں جو بطریق محمد بن بشار ہے جَمْرَۃٌ ہے۔ لیکن مسلم کی روایت میں جمرتان ہے اور حدیث میں قَدَمَیْہِ کا لفظ بھی اسی کو بتا رہا ہے۔ نیز ہماری مبحوث حدیث میں بھی جمرتان ہی ہے۔ تاویل وہی ہے جو سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ کی ہے کہ کبھی اضداد میں سے ایک کو ذکر کرتے ہیں۔ اور مراد مقابل بھی ہوتا ہے۔

حدیث ۲۷۸۶	عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
	حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا تذکرہ
	وَسَلَّمَ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهٖ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهٖ فَتَعَوَّذَ
	فرمایا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی پھر جہنم کا تذکرہ فرمایا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی
	مِنْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔
	پھر فرمایا جہنم سے بچو اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا صدقہ کرکے۔ اور جو نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر۔

۲۷۸۶

تشریح:۔ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کوئی ناگوار چیز دیکھ کر انسان منھ پھیر لیتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رخ انور پھیر لیا اس سے متبادر ہوتا ہے کہ جہنم متمثل ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تھا۔

ع۵ مسلم۔ ایمان۔ ترمذی۔ صفۃ جہنم۔

حدیث	حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ
۲۷۸۷	عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ
	قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ
	وسلم کی شفاعت کی بدولت کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جن کا جہنمیین
	الْجَهَنَّمِيِّينَ ؎
	نام رکھا جائے گا۔

حدیث	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
۲۷۸۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں
	وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ الْجَنَّةَ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا
	کوئی بھی داخل نہیں ہوگا مگر اس کا جہنم کا وہ ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اگر وہ برائی کرتا تو پاتا تا کہ زیادہ شکر کرے اور جہنم میں کوئی
	وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ لِيَكُونَ حَسْرَةً
	داخل نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کو جنت کا وہ ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ نیکی کرتا تو پاتا۔ تا کہ اس پر حسرت ہو۔

تشریحات ۲۷۸۸

ابن ماجہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قبر میں سوال کے وقت ہوگا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ مومن میت کے لیے جہنم سے ایک سوراخ کر دیا جائے گا جس سے وہ جہنم کو دیکھے گا۔ اس سے کہا جائے گا دیکھ تجھ کو اللہ نے کس چیز سے بچایا۔ بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کتاب الجنائز میں گزری ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ جہنم میں جو تیرا ٹھکانا ہوتا اس کو دیکھ ـــــ ابوداؤد کی روایت میں ہے جہنم میں تیرا یہ گھر تھا لیکن اللہ نے تجھے بچالیا تجھ پر رحم کیا۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے یہ تیرا گھر تھا اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا۔ اس حدیث میں اَسَاءَ سے مراد کفر ہے۔ اور اَحْسَنَ سے مراد اسلام ہے۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى
۲۷۸۹	حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ
	علیہ وسلم نے فرمایا جہنم سے سب کے بعد میں نکلنے والے اور جنت میں سب سے آخر میں داخل

؎ ابوداؤد۔ سنہ۔ ترمذی۔ صفۃ النار: ابن ماجہ۔ زہد۔

الجنۃ دخولا رجل یخرج من النار حبوا فیقول اللہ لہ اذھب فادخل

ہونے والے کو میں جانتا ہوں۔ ایک شخص جہنم سے نکلے گا ہاتھ اور سرین کے بل چلتا ہوا اللہ تعالیٰ اس سے

الجنۃ فیاتیھا فیخیل الیہ انھا ملأی فیرجع فیقول یارب وجدتھا

فرمائے گا جنت میں جا وہ جنت کے قریب آئے گا۔ اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے پھر وہ لوٹے

ملأی فیقول اذھب فادخل الجنۃ فیاتیھا فیخیل الیہ انھا ملأی فیرجع

گا اور کہے گا۔ اے رب میں نے اس کو بھری ہوئی پایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا اب جنت میں داخل ہو جا۔ تو

فیقول یارب وجدتھا ملأی فیقول اذھب فادخل الجنۃ فان لک مثل الدنیا

وہ جنت میں آئے گا اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے لوٹے گا اور کہے گا اے رب میں نے اس کو بھری

وعشرۃ امثالھا او ان لک مثل عشرۃ امثال الدنیا فیقول تسخر منی

ہوئی پایا فرمائے گا جا اور جنت میں داخل ہو جا بے شک تیرے لئے دنیا کے برابر اور اس کی دس گنا ہے یا فرمایا بیشک تیرے

وانت الملک فلقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک

دنیا کی دس گنا کے برابر ہے تو وہ بندہ کہے گا کیا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے یا تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے حالاں کہ تو بادشاہ ہے حضرت

حتی بدت نواجذہ وکان یقال ذاک ادنی اھل الجنۃ

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے اتنا کہ نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے کہا جاتا تھا کہ یہ جنت میں سب سے کم درجے کا ہوگا۔

تشریحات ۲۷۸۹

عشرۃ امثالھا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ وجنۃ عرضھا السموات والارض۔ جنت کی جانب تیزی سے بڑھو جو آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور دنیا میں آسمان بھی داخل۔ پھر حدیث میں جو فرمایا کیسے درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اتنی جگہ دے گا جو دنیا کے دس گنا ہے۔ یہ اس حدیث پر انتہائی سنگین اشکال ہے۔ شارحین نے جواب میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ "عشرۃ امثالھا" معنی حقیقی پر نہیں۔ اس سے مراد کثرت و وسعت ہے۔ ائتسخر۔ بندے نے اپنے زعم کے مطابق عرض کیا۔ اتنا بڑا انعام و اکرام سن کر اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ میں گنہگار تھا جہنم میں تھا، جہنم سے نجات دے دیا یہی بہت ہے۔ اتنا بڑا انعام و اکرام سن کر کے اس نے یہی سمجھا جسے اس نے عرض کیا۔

ع۵ بخاری: کتاب التوحید: کلام الرب یوم القیمۃ ص ۱۱۱۹، مسلم: ایمان۔ ترمذی: صفۃ جہنم۔ ابن ماجہ زہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحوض ص۹۷۳

حوض کے لغوی معنی گڑھے کے ہیں اور عرف میں اس سے مراد خاص وہ گڑھے ہوتے ہیں جو پانی اکٹھا کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ اور احادیث میں اس مقام پر وہ مخصوص حوض مراد ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے جس سے قیامت کے دن پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ اس کا نام کوثر ہے۔ اور وہ آج مخلوق ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد فرمایا اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ اگر مخلوق نہ ہوتا تو عطا فرمانا درست نہ ہوتا۔ حوض کوثر صراط کے پہلے ہے یا بعد؟ علماء کے دونوں اقوال ہیں۔ علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دو حوض ہیں ایک موقف میں رہے گا۔ اور ایک جنت میں۔

حوض کے ثبوت میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ جو باعتبار معنی کے متواتر ہیں۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس کا منکر گمراہ بد دین ہے۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
۲۷۹۰	حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَلَيُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُوْنِیْ
	فرمایا میں تمہارا پیش رو، کارساز حوض پر ہوں گا۔ تم میں سے کچھ لوگ حوض کی طرف آئیں گے۔ پھر میرے قریب
	فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِیْ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ۔ؔ
	سے کھینچ لیے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا اے رب یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائیگا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں

تشریحات ۲۷۹۰:۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے اور حالت ارتداد ہی میں مرے۔ وہابی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

ؔ بخاری: فتن۔ اول۔ ص۱۰۴۵۔ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علیہ وسلم کو جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ کا علم نہیں تھا ورنہ ان لوگوں کو پہچان لیتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن واقع ہوگا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں اس کی خبر دے دی یہ خود غیب کی خبر ہے اور اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہونے والے واقعات کی خبر ہے ۔ رہ گیا اس وقت ان لوگوں کو نہ پہچاننا یہ کثرت ازدحام اور قیامت کے پریشان کن احوال کی بنا پر عدم توجہ کی وجہ سے ہے یہ عدم علم کی دلیل نہیں ۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
۲۷۹۱	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے آگے
	قَالَ اَمَامَکُمْ حَوْضِیْ کَمَا بَیْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ ۔
	میرا حوض ہے اتنا بڑا جتنی مسافت جرباء اور اذرح کے درمیان ہے ۔

تشریحات ۲۷۹۱

جرباء اور اذرح دو جگہوں کا نام ہے صحیح مسلم میں ہے کہ حدیث کے راوی عبید اللہ نے کہا کہ میں نے نافع سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ شام میں دو بستیاں ہیں جن کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے لیکن عام طور پر لوگوں نے فرمایا کہ یہ دونوں دو موضع بیت المقدس کے قریب ہیں جن کے درمیان ایک گھنٹے کی مسافت ہے تقریباً تین رات کی نہیں ۔ یہاں مراد حقیقی تحدید نہیں بلکہ حوض کی وسعت اور کشادگی کو بتانا ہے شارحین نے فرمایا کہ حدیث میں اختصار ہے اصل حدیث یہ ہے جیسا کہ مدینہ اور جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے یہ دونوں موضع چونکہ قریب ہیں اس لیے ایک موضع کے حکم میں ہو گئے جیسا کہ دار قطنی کی روایت میں صراحتاً آیا ہے کہ فرمایا مابین ناحیتی حوضی کما بین المدینۃ وجرباء واذرح ۔ حوض کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں اسی بخاری میں یہیں ایک حدیث کے بعد حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے "حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَہْرٍ" اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کما بین ایلۃ وصنعاء ایک حدیث میں ہے کما بین المدینۃ وصنعاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے من ایلۃ الی عدن ۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے جیسا کہ صنعاء سے مدینۃ تک کا فاصلہ ہے ان شہروں کے درمیان کے فاصلے نصف ماہ سے لے کر ایک ماہ تک کے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ حوض بہت لمبا چوڑا ہوگا ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

حدیث	قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ
۲۷۹۲	عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض ایک ماہ
	شَھْرٍ مَاءُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ
	کی مسافت جتنا لمبا چوڑا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ
	السَّمَاءِ مَنْ یَشْرَبْ مِنْھَا فَلَا یَظْمَأُ بَعْدَہٗ اَبَدًا ع۱
	اچھی ہے اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کے مثل ہیں جو اس سے پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

تشریحات ۲۷۹۲:۔ مسلم میں ہے وزوایاہ سواء۔ اور اس کے سب کونے برابر ہوں گے ـــ ابیض من اللبن۔ اس پر یہ شبہہ وارد کیا گیا کہ لون وعیب سے تفضیل نہیں آتا لہٰذا ہونا چاہیئے اشد بیاضًا اسی لیے علامہ عسقلانی نے فرمایا یہ کسی راوی کا تصرف ہے جیسا کہ حضرت ابوذر کی روایت میں مسلم میں ہے۔ اشد بیاضًا علامہ عینی نے فرمایا کہ اسے راویوں کا تصرف قرار دینا تحکم ہے اور نحویوں کے قاعدے کا لحاظ کر کے اسے قلت پر محمول کرنا چاہیے جب حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے تو پھر اس میں کسی کلام کی کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث	حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ
۲۷۹۳	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
	صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ قَدْرَ حَوْضِیْ مَا بَیْنَ اَیْلَۃَ وَصَنْعَاءَ
	تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مقدار اتنی ہے جتنا کہ یمن کے صنعاء اور ایلہ کے
	مِنَ الْیَمَنِ وَاِنَّ فِیْہِ مِنَ الْاَبَارِیْقِ کَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ ع۲
	درمیان ہے اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر لوٹے ہیں۔

تشریح ۲۷۹۳ من الیمن کی قید اس لیے ذکر فرمائی کہ شام میں بھی ایک شہر کا نام صنعاء ہے۔

حدیث	عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
۲۷۹۴	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۱ مسلم۔ حوض۔ ع۲ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

وَسَلَّمَ قَالَ لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِي الْحَوْضَ حَتّٰى عَرَفْتُهُمْ

نے فرمایا میرے پاس حوض پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ آئیں گے یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا جو میرے پاس سے کھینچ لیے

اُخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَصْحَابِي فَيَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔

جائیں گے میں کہوں گا میرے صحابہ ہیں تو کہنے والا کہے گا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا بات پیدا کی۔

حدیث ۲۷۹۵	عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ
	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ

حوض پر تمہارا پیش رو، کارساز ہوں جو میرے قریب سے گزرے گا پیے گا۔ اور جو پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا

شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ

میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے پھر میرے ان کے درمیان

بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ

میں آڑ کر دی جائے گی۔ ابو حازم نے کہا مجھ سے نعمان بن ابی عیاش نے سنا تو انہوں نے کہا ایسے ہی تم نے سہل سے

هٰكَذَا سَمِعْتَ مِنْ سَهْلٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ أَشْهَدُ عَلٰى أَبِي سَعِيدٍ

سنا ہے تو میں نے کہا ہاں۔ اور انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

الْخُدْرِيِّ (رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ) لَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَزِيدُ فِيهَا فَأَقُولُ إِنَّهُمْ

عنہ سے بھی اس کو سنا وہ اس حدیث میں اتنا زیادہ کرتے تھے۔ میں کہوں گا وہ لوگ مجھ سے ہیں۔

مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا

تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی باتیں نکالیں۔ تو میں کہوں گا ان لوگوں کے لیے

لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُحْقًا بُعْدًا سَحِيقٌ بَعِيدٌ

دوری ہو دوری ہو جنہوں نے میرے بعد بدل دیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا سُحْقًا کے

سَحَقَهُ وَأَسْحَقَهُ أَبْعَدَهُ ؎

معنی دور ہونے کے ہیں اور سحیق کے معنی بعید ہونے کے ہیں۔ سَحَقَهُ اور أَسْحَقَهُ کے معنی

ابعدہ کے ہیں یعنی اس کو دور کیا۔

ت ۲۷۹۶	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

؎ بخاری۔ فتن: باب اول صـ۱۰۴۵۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدُ عَلَیَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَھْطٌ مِّنْ
نے فرمایا قیامت کے دن میرے صحابہ کا ایک گروہ میرے پاس آئے گا۔ وہ لوگ حوض سے بھگا دیے

اَصْحَابِیْ فَیُحَلَّئُوْنَ عَنِ الْحَوْضِ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا عِلْمَ
جائیں گے میں کہوں گا اے میرے رب میرے صحابہ ہیں۔ تو فرمائے گا آپ کو نہیں معلوم آپ کے بعد ان لوگوں نے

لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ اِنَّھُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِھِمُ الْقَھْقَرٰی۔
کیا نئی بات کی۔ یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

بطریق شعیب عن الزہری کی روایت میں فَیُجْلَوْنَ ہے۔ اور عُقَیل نے کہا فَیُحَلَّئُوْنَ ہے۔

تشریح فَیُحَلَّئُوْنَ — تَحْلِئَۃٌ مصدر سے باب تفعیل کا مضارع مجہول کا صیغہ ہے یعنی حوض سے روک دیے جائیں گے۔ اور بھگا دیے جائیں گے۔ اس کا مادہ حَلَاٌ ہے۔ بولتے ہیں حَلَّئَہُ عَنِ الْمَاءِ — جب پانی پر جانے سے روک دیا جائے اور بھگا دیا جائے — اور دوسری روایت میں فَیُجْلَوْنَ ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ اس حدیث کے اخیر میں جو ارشاد فرمایا انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری یہ اس پر نص ہے کہ حدیث میں مذکورہ افراد سے مراد وہ بدنصیب افراد ہیں جو مرتد ہو گئے۔ اور ارتداد ہی پر مرے۔

حدیث ۲۷۹۶	عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
	حضرت سعید بن المسیب اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدُ عَلَیَّ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حوض پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ

الْحَوْضَ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ فَیُحَلَّئُوْنَ عَنْہُ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ
آئیں گے پھر وہ حوض سے بھگا دیے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے

فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا عِلْمَ لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ اِنَّھُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰی
اصحاب ہیں تو فرمائے گا آپ کو علم نہیں؟ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی باتیں دین میں پیدا کیں

اَدْبَارِھِمُ الْقَھْقَرٰی۔
یہ اپنی ایڑیوں پر پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

حدیث ۲۷۹۷	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ إِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ

کرتے ہیں کہ فرمایا۔ میں کھڑا رہوں گا اچانک ایک گروہ آئے گا۔ یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان

مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ فَقُلْتُ أَيْنَ قَالَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ قُلْتُ

لوں گا تو ان کے اور میرے درمیان سے ایک شخص باہر ہوگا۔ وہ کہے گا آؤ میں کہوں گا کہاں۔ کہے گا جہنم کی

وَمَا شَأْنُهُمْ قَالَ إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلٰى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰى ثُمَّ

طرف بخدا۔ میں کہوں گا ان کا کیا حال ہے۔ کہے گا یہ لوگ آپ کے بعد اپنی ایڑیوں پر پیٹھ کے بل پلٹ گئے۔ پھر ایک

إِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ قُلْتُ

گروہ آئے گا یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص باہر ہوگا اور ان لوگوں

أَيْنَ قَالَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ قُلْتُ وَمَا شَأْنُهُمْ قَالَ إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلٰى أَدْبَارِهِمُ

سے کہے گا آؤ۔ میں پوچھوں گا کہاں۔ وہ کہے گا جہنم کی جانب بخدا۔ میں پوچھوں گا ان کا کیا حال ہے۔ کہے گا یہ لوگ اپنی

الْقَهْقَرٰى فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ فِيهِمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ۔

ایڑیوں پر پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔ میں گمان نہیں کرتا کہ ان میں سے کچھ لوگ نجات پائیں گے مگر بہت تھوڑے۔ جیسے گمشدہ اونٹ۔

تشریحات: ۲۷۹۷ "بینا انا قائم" یہ کشمیہنی کی روایت میں ہے۔ یعنی میں حوض پر کھڑا رہوں گا۔ اور اکثروں کی روایت نائم ہے یعنی میں نے یہ خواب میں دیکھا جو قیامت کے دن ہونے والا ہے۔ "خرج رجل" اس سے مراد فرشتہ ہے جو ان لوگوں کو جہنم میں لے جانے پر مقرر ہے۔ یہ انسان کی صورت میں ظاہر ہوگا "هلم" اسم فعل امر حاضر کے معنی میں ہے یعنی آؤ۔ یہ خطاب اس گروہ سے ہے۔ گزر چکا کہ اہل حجاز کی لغت میں هلم واحد تثنیہ جمع سب کے لیے آتا ہے۔ "همل النعم" همل۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دیکھ ریکھ نہیں کی جاتی تاکہ وہ ضائع اور ہلاک ہو جائے۔ خطابی نے کہا۔ همل۔ گم شدہ اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بغیر چرواہے کے رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت تھوڑے لوگ نجات پائیں گے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس گروہ میں دونوں قسم کے ہوں گے کفار اور مسلمان گنہگار۔ نیز اس سے ظاہر ہوا کہ ہر مومن کو حوض کوثر نصیب نہ ہوگا۔

حدیث ۲۷۹۸	سَمِعْتُ جُنْدُبًا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
	حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میں

أنا فرطكم على الحوض [1]

حوض کوثر پر تمہارا پیش رو کارساز ہوں.

حدیث	عن معبد بن خالد سمع حارثة بن وهب رضي الله تعالى
۲۷۹۹	حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے ہیں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

عنه يقول سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وذكر الحوض فقال كما

اور حضور نے حوض کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا حوض اتنا لمبا چوڑا ہے جیسا کہ مدینہ اور صنعاء کے

بين المدينة وصنعاء۔ وزاد ابن أبي عدي (إلى أن) عن حارثة رضي الله

درمیان فاصلہ ہے۔ اور ابن عدی نے زیادہ کیا۔ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

تعالى عنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال حوضه ما بين صنعاء

ہوئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا کہ ان کا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور

والمدينة فقال له المستورد ألم تسمعه قال الأواني قال لا قال المستورد

مدینہ کا فاصلہ ہے۔ ان سے مستورد نے پوچھا کیا آپ نے ان سے یہ نہیں سنا کہ الأوانی کہا انہوں نے

ترى فيه الآنية مثل الكواكب [2]

کہا کہ نہیں۔ مستورد نے کہا اس میں برتن دیکھے جائیں گے ستاروں کے مثل۔

تشریح ۲۷۹۹ مستورد صحابی ہیں۔ یہ حدیث ان سے بھی مروی ہے ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الأوانی فیه کذا وکذا نہیں فرمایا ہے۔ فرمایا ہے۔ یُری فیه الآنیة۔

حدیث	عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله تعالى عنهما قالت قال
۲۸۰۰	حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إني على الحوض حتى أنظر من يرد على

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض پر تشریف فرما رہوں گا تاکہ دیکھوں تم میں سے مجھ پر کون

منكم وسيؤخذ ناس دوني فأقول يا رب مني ومن أمتي فيقال هل

آتا ہے اور میرے قریب ہی کچھ لوگوں کو پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے رب۔ مجھ سے ہیں اور میری

---

[1] مسلم: فضائل. [2] مسلم: فضائل۔

شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ وَاللهِ مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ فَكَانَ ابْنُ

امت سے ہیں۔ تو کہا جائے گا کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ واللہ یہ اپنی ایڑیوں

أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ عَنْ

کے بل پلٹتے رہے۔ ابن ابی مُلیکہ یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا

دِيْنِنَا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ عَلَى أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ تَرْجِعُوْنَ ۵

دین کے بارے میں فتنے میں ڈالے جائیں۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا تنکصون کے معنی ترجعون ہے یعنی لوٹتے ہیں۔ پلٹتے ہیں۔ پھرتے ہیں۔

---

۵ فتن ا باب اول ص ۱۰۴۵ ۔

کتاب القدر ص ۹۷۵ تقدیر کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیر حق ہے۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔ تقدیر ایک سربستہ راز ہے جس کا سمجھنا عام عقلوں سے باہر ہے۔ اس کی قدرے تفصیل جلد اول حدیث جبرئیل میں بیان کر دی گئی ہے۔

بَابُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ وَقَوْلِہٖ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ص ۹۷۶ — اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق قلم سوکھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق گمراہ کر دیا۔

توضیح مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو قیامت تک جو کچھ ہونے والی ہے سب لکھ دیا ہے اگر اس میں سے کچھ بدلنا چاہتا ہے تو اسے مٹا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتب۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اصل کتاب ہے ۔ یہاں علم اللہ سے مراد حکم الٰہی ہے۔ اس لیے کہ اس کے معلوم کا واقع ہونا لازم ہے ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تو اس کے علم کو لازم ہے معلوم کے وقوع کا حکم ۔ واضلہ اللہ علی علم۔ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ازل میں اس کے بارے میں جو علم تھا اس کو ظاہر کیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے علم عطا فرمایا تھا اس کے باوجود وہ گمراہ ہو گیا۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَهَا سَابِقُوْنَ. سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ.
۷۶۸	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور یہی لوگ بھلائی کی طرف پہلے پہونچنے والے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا یعنی سعادت

سب سے پہلے ان کے حصے میں آئی۔

تشریح ۷۶۸ ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ یعنی وہ لوگ نیکیاں کرنے میں تیزی دکھاتے ہیں۔ اور وہ سبقت لے جانے

والے ہیں. حضرت ابن عباس کی تفسیر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سعادت سابق ہے۔ اور آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ خیرات یعنی سعادت مسبوق ہے. اس کی توجیہ یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ سعادت کی وجہ سے وہ لوگ دوسرے افراد سے آگے بڑھ گئے. یہ مراد نہیں کہ سعادت سے آگے بڑھ گئے۔

حدیث	عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللهِ أَيُعْرَفُ أَهْلُ
۲۸۰۱	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کیا
	الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلِمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ قَالَ كُلٌّ يَعْمَلُ
	جنتی جہنمیوں سے ممتاز ہو کر پہچانے جاتے ہیں فرمایا ہاں تو اس نے عرض کیا پس عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا آدمی
	لِمَا خُلِقَ لَهُ أَوْ لِمَا يُسِّرَ لَهُ ؏
	جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ یا اسی کے مطابق اسے توفیق دی جاتی ہے۔

تشریح ۲۸۰۱:۔ مطلب یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ میں. اسی کے مطابق جنتی ایسے اعمال کرتا ہے جس کے سبب جنت کا مستحق ہے. اور دوزخی ایسے عمل کرتا ہے جس کے سبب وہ دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔

باب قوله وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔
مَقْدُوْرًا ۲ ص ۹۷۶۔

حدیث	عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ
۲۸۰۲	حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں
	تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا تَرَكَ فِيْهَا شَيْئًا إِلَىٰ قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ عَلِمَهُ
	کسی ایک ایسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا جو قیامت قایم ہونے تک ہوگی مگر ان سب کا تذکرہ فرمایا۔ اس کو
	مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الشَّيْءَ قَدْ نَسِيْتُ فَأَعْرِفُ
	جانا جس نے جانا جو بھول گیا بھول گیا۔ میں کسی بھولی ہوئی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں
	مَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَآهُ فَعَرَفَهُ ؏١
	جیسے غائب شخص کو آدمی دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

؏ توحید: باب قول اللہ ولقد یسرنا القرآن للذکر ص ۱۱۲۶ ؏١ مسلم، فتن، ابوداؤد۔

۲۸۰۲
تشریحات: یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ما کان و ما یکون کے عالم تھے حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بتا بھی دیا جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

بَابُ اِلْقَاءِ النَّذْرِ الْعَبْدَ اِلَى الْقَدَرِ ص ۹۷۸ — منت بندے کو تقدیر ہی کی طرف ڈال دیتی ہے۔

توضیح: یعنی منت سے تقدیر کا نوشتہ نہیں بدلتا ہے بلکہ منت ماننا بھی تقدیر الٰہی سے ہے۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
۲۸۰۳	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منت سے منع فرمایا
	عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ اِنَّہٗ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔
	اور فرمایا یہ تقدیر کو نہیں بدلتی ہے ہاں بخیل سے اس کا مال نکلوا لیتی ہے۔
حدیث	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
۲۸۰۴	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منت
	وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَاْتِیْ ابْنَ اٰدَمَ النَّذْرُ بِشَیْئٍ لَمْ یَکُنْ قَدْ قَدَّرْتُہٗ وَلٰکِنْ یُلْقِیْہِ
	بنی آدم کو ایسی کوئی چیز نہیں دیتی ہے جو اس کے مقدر میں نہ ہو۔ لیکن تقدیر اس کو نذر کی طرف لے جاتی ہے
	الْقَدَرُ وَقَدْ قَدَّرْتُہٗ لَہٗ اَسْتَخْرِجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔
	اور میں نے اس کے لئے منت مقدر کر دی ہے کہ اس کے ذریعہ بخیل سے کچھ میں نکلوا لیتا ہوں۔

۲۸۰۴
تشریحات: یعنی قضاء مبرم میں نذر سے کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

بَابٌ اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ۔ ص ۹۷۸ — معصوم وہ ہے جسے اللہ بچائے رکھے۔

عَاصِمٌ۔ مَانِعٌ۔ عاصم کے معنی منع کرنے والا روکنے والا۔

ت	قَالَ مُجَاھِدٌ سُدًی عَنِ الْحَقِّ یَتَرَدَّدُوْنَ فِی الضَّلَالَۃِ۔
۷۶۹	امام مجاہد نے کہا "سُدًی" یعنی گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

274

تشریح:۔ ۷۶۹ سورۂ قیامہ میں فرمایا گیا۔ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى، کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اس آیت میں وارد سدًی کی تفسیر میں امام مجاہد نے یہ فرمایا کہ وہ خاص گمراہی میں بھٹکتا رہے گا۔

دَسّٰهَا:۔ اغواھا یعنی اس کو گمراہ کر دیا۔ سورۂ شمس میں فرمایا گیا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور وہ نقصان میں رہا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں دَسّٰهَا کے معنی أَغْوَاهَا یعنی اس کو گمراہ کیا۔

حدیث	عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۲۸۰۵	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
	قَالَ مَا اسْتُخْلِفَ خَلِيفَةٌ إِلَّا لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ يَأْمُرُهُ بِالْخَيْرِ
	جو بھی خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو اندرونی کارگزار ہوتے ہیں ایک اس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر
	وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللهُ ۔ع
	ابھارتا ہے اور ایک برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے معصوم وہ ہے جسے اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔

تشریحات:۔ ۲۸۰۵ کتاب الاحکام میں یہ زائد ہے مَا مِنْ نَبِيٍّ یعنی ہر نبی اور ہر خلیفہ کے دو باطنی رازدار مشیر کار ہوتے ہیں، بِطَانَةٌ کے اصل معنی کپڑے کے استر کے ہیں اور یہاں مراد مخصوص معتمد مشیر کار ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ وَحَرَامٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ۔ (سورۂ انبیاء آیت ۹۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔

وَقَوْلِهِ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ (سورۂ ھود آیت ۳۶)

اور اس ارشاد کا بیان کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہیں ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے

وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔ (ص ۹۷۸ سورۂ نوح آیت ۲۷)

اور اس ارشاد کا بیان ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی۔ مگر بدکار بڑی ناشکر۔

ع۵ احکام: باب بطانۃ الامام ص ۱۰۶۱ ۔ نسائی: بیعۃ

ت	وَقَالَ مَنْصُوْرُ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ
۷۷۰	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا حِرْمٌ حبشی زبان میں وَجَبَ کے
	تَعَالٰى عَنْهُمَا وَحِرْمٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَجَبَ
	معنیٰ میں ہے۔

تشریح: - آیۂ کریمہ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ میں ایک قراءت حِرْمٌ بھی ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی وَجَبَ کے ہے یعنی یہ بات ان کو واجب ہو چکی ہے کہ وہ لوگ لوٹیں گے نہیں۔

بَابٌ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ انسان اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔
ص ۹۷۹

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَثِيْرًا مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
۲۸۰۶	حضرت عبد اللہ (ابن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
	وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ ؏
	وسلم اکثر یہ قسم کھایا کرتے تھے، قسم ہے دلوں کے بدلنے والے کی۔

تشریحات ۲۸۰۶

مطابقت: - جب اللہ تعالیٰ دلوں کا پھیرنے والا ہے تو اس نے اگر کسی کے دل کو ایمان سے پھیر کر کفر کی طرف موڑ دیا تو وہ اس میں اور اس کے ایمان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کے دل کو ایمان کی طرف پھیر دیا تو اس میں اور کفر کے درمیان حائل ہو گیا۔

بَابٌ قُلْ لَنْ يُصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا قَضٰى۔ ص ۹۷۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان فرمادو ہمیں نہیں پہونچتی لیکن وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے یعنی جو ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔

ت	وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِفَاتِنِيْنَ بِمُضِلِّيْنَ اِلَّا مَنْ كَتَبَ اللّٰهُ اَنَّهٗ
۷۷۱	اور حضرت مجاہد نے کہا فاتنین سے مراد مضلین ہے مگر انہیں جن کے بارے میں اللہ

؏ ایمان ونذور: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایم اللہ ص ۹۸۱ ۔ توحید: باب ص ۱۰۹۹ ۔ ترمذی: ایمان ۔ نسائی: ابن ماجہ: کفارات ۔

یَصْلَی الْجَحِیْمِ۔

تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہ جہنم میں جلے گا۔

تشریح سورۂ صافات میں ارشاد تھا مَا اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفَاتِنِیْنَ. اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ. اس کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں مگر اسے جو بھڑکتی ہوئی آگ میں جلنے والا ہے ـــ یہ خطاب کفار سے تھا ـــ فاتنین کا معنی مضلین ہے مطلب یہ ہے کہ اے کفار تم کسی کو بہکا نہیں سکتے. مگر ان لوگوں کو جن کے مقدر میں جہنم میں جلنا ہے

قَدَّرَ فَهَدٰی ـ قَدَّرَ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ وَهَدَی الْاَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا یعنی اللہ تعالیٰ نے بد بختی اور خوش بختی مقدر کر دی ہے. اور چوپایوں کو چراگاہ کا راستہ دکھایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ (ص ۹۸) قسم اور منت کا بیان

توضیح اَیمان یمین کی جمع ہے۔ یمین کے معنی قوت کے ہیں۔ ارشاد ہے وَلَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ [۱] ضرور ان سے ہم بقوت بدلہ لیں گے۔ نیز داہنے ہاتھ کو بھی کہتے ہیں اور شرع میں قسم کو کہتے ہیں۔ یعنی کسی چیز کے دو طرفوں میں سے ایک کو تقویت دینا مقسم بہ کے ذریعہ۔ اور نذر منت ماننا کسی عبادت یا صدقہ کو اپنے اوپر واجب کرنا تبرعًا یعنی جو چیز واجب نہ ہو اس کو اپنے ذمہ واجب کرنا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(سورہ مائدہ آیت ۸۹)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں۔ ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم احسان مانو۔

توضیح:۔ قسم کی تین قسمیں ہیں۔ غموس۔ لغو۔ منعقدہ۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کو غموس کہتے ہیں۔ مثلاً قسم کھائی کہ فلاں شخص آیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اب تک نہیں آیا۔ لغو، اگر اپنی دانست میں جو قسم کھائی ہے وہ سچی ہے مگر حقیقت میں جھوٹی ہے۔ مثلاً جانتا تھا

[۱] سورۂ الحاقۃ آیت ۴۵۔

کہ زید نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں زید آگیا ہے۔ اسے لغو کہتے ہیں۔ منعقدہ۔ اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً یوں کہا خدا کی قسم یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اسے منعقدہ کہتے ہیں غموس میں سخت گنہگار ہوگا استغفار اور توبہ فرض ہے۔ مگر کفارہ لازم نہیں۔ اور لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا۔ کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہوگا۔

حدیث	حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ
۲۸۰۷	عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
	النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْئَلِ الْإِمَارَةَ
	نے فرمایا اے عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نہ کرنا اس لیے کہ اگر سوال کے بعد تجھے امارت
	فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُوتِيتَهَا مِنْ غَيْرِ
	دی گئی وہ تیرے ہی سپرد رہے گی اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی
	مَسْئَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا
	اور جب تو کوئی قسم کھائے اور دیکھے کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہے تو اپنی قسم کا
	فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ[1]
	کفارہ دے دے اور وہ چیز کر جو بہتر ہے۔

تشریحات ۲۸۰۷ اِذَا حَلَفْتَ یہ حکم یمین منعقدہ کا ہے اگر کسی نے قسم کھائی مثلاً کہ فلاں کام کروں گا پھر اس کو سمجھ میں آیا کہ اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ تو قسم توڑنا جائز ہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ قسم کا کفارہ بہرحال واجب ہوگا۔ حدیث میں فرمایا اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ لا جو بہتر ہے اس سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے حالانکہ ایسا نہیں قسم توڑنے سے پہلے جو کفارہ دے گا وہ تبرع ہوگا کفارہ نہ ہوگا۔ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دینا واجب ہوگا۔ واؤ مطلق جمع کے لیے آتا ہے ترتیب کے لیے نہیں آتا ہے۔ کہ پہلے ذکر کرنے سے پہلے ہونے پر استدلال کیا جائے۔

---

[1] کفارۃ قبل الحنث وبعدہ ص۹۹۵ الاحکام من لم یسأل اللہ الامارۃ ص۱۰۵۸۔ باب من سأل الامارۃ وکل الیہا ص۱۰۵۸۔ مسلم۔ ایمان۔ ابوداؤد، خراج۔ ترمذی ایمان۔ نسائی۔ سیر۔

حدیث	حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
۲۸۰۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ
	ہوئے کہ فرمایا ہم سب میں پچھلے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
	اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَنْ يَّلَجَّ اَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ
	علیہ وسلم نے فرمایا بخدا تم اپنے اہل کے بارے میں قسم پر قائم رہو تو اللہ کے نزدیک زیادہ گنہگار رہو گے
	عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَنْ يُّعْطِیَ كَفَّارَتَهُ الَّتِیْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ؎۱
	بہ نسبت اسکے کہ قسم کا وہ کفارہ دے دے جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔

تشریحات ۲۸۰۸ نحن الاٰخرون السابقون یعنی ہم دنیا میں سب کے بعد آئے مگر قیامت کے دن حساب اور جنت میں داخل ہونے میں سب سے پہلے رہیں گے۔

ہمام بن منبہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں درج تھیں جس کی پہلی حدیث تھی نحن الاٰخرون السابقون یوم القیامۃ ان کی عادت تھی کہ جب اس صحیفے سے کوئی حدیث روایت کرتے تو پہلے اس حدیث کو ذکر کرتے پھر حدیث روایت کرتے یعنی کسی نے اپنے اہل کے بارے میں کوئی قسم کھائی جس میں اس کے اہل کا ضرر ہو اس کے باوجود وہ قسم پر اڑا رہا تو یہ بڑا گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے حاصل یہ نکلا کہ کسی بات کی قسم کھائی پھر اس کو سمجھ میں آیا کہ یہ بات اچھی نہیں اس سے بہتر اس کا خلاف ہے تو اسے چاہیے کہ قسم توڑ دے کفارہ ادا کرے جیسا کہ ابھی گزرا ایسی صورت میں قسم پر اڑا رہنا بعض صورتوں میں گناہ ہوگا۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ يَمِيْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صـ ۹۸۱ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کیسی تھی۔

ت	وَقَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عِنْدَ النَّبِیِّ
۷۷۲	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی
	صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاهَا اللّٰهِ اِذًا۔
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کہا۔ نہیں بخدا اس وقت۔

؎۱ ابن ماجہ۔ کفارات۔

تشریح ۷۷۲ :۔ کتاب الخمس میں گزری ہوئی ایک طویل حدیث کا جز ہے یقال واللہ و باللہ و تاللہ۔ کہا جاتا ہے واللہ و باللہ و تاللہ۔ مطلب یہ ہے ھا واو باتا، یہ سب حروف قسم ہیں۔

حدیث ۲۸۰۹	عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلَیْهِ وَهُوَ یَقُوْلُ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قُلْتُ مَا شَانِیْ اَیُرٰی فِیَّ شَیْءٌ مَا شَانِیْ فَجَلَسْتُ وَهُوَ یَقُوْلُ فَمَا اسْتَطَعْتُ اَنْ اَسْكُتَ وَتَغَشَّانِیْ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا۔
	حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں رب کعبہ کی قسم وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں رب کعبہ کی قسم میں نے کہا میرا کیا حال ہے کیا میرے اندر ایسی کوئی بات دیکھی جا رہی ہے میرا کیا حال ہے میں بیٹھ گیا اور حضور فرماتے رہے مجھے چپ رہنے کی طاقت نہیں رہی اور مجھ پر غم واندوہ چھا گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں نے عرض کیا کون ہیں وہ لوگ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! فرمایا بہت زیادہ مال والے مگر جس نے ایسا کیا اور ایسے کیا اور ایسے کیا۔

تشریحات ۲۸۰۹ مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہ دیتے ہوں یا مال کی وجہ سے ان پر جو حقوق آتے ہوں وہ ادا نہ کرتے ہوں۔

بابُ لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ ص ۹۸۳ — اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

حدیث ۲۸۱۰	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) وَهُوَ یَسِیْرُ فِیْ رَكْبٍ یَحْلِفُ بِاَبِیْهِ فَقَالَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ یَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور وہ کچھ سواروں کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو فرمایا سنو، اللہ تعالیٰ تم کو اس سے منع فرماتا ہے کہ اپنے باپ

بِآبَائِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْ لِیَصْمُتْ۔

دادا کی قسم کھاؤ۔ جس کو قسم کھانا ہو تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

حدیث ۲۸۱۱

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے

تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ

سنا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادا

اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰہِ مَا حَلَفْتُ بِھَا مُنْذُ

کی قسم کھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا بخدا

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکِرًا وَّلَا آثِرًا۔

باپ دادا کی قسم نہیں کھائی نہ یاد آتے ہوئے اور نہ کسی سے نقل کرتے ہوئے۔

ت ۷۷۳

وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَوْ اَثَرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ یَاْثُرُ عِلْمًا۔

اور مجاہد نے کہا اَوْ اَثَرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ کے معنی ہیں کہ علم کی روایت کرے۔

تشریح ۷۷۳:۔ سورۂ احقاف میں فرمایا تھا۔ اِئْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَا اَوْ اَثَرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ میرے پاس لاؤ اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو۔ حضرت امام مجاہد نے یہ افادہ فرمایا کہ اِثْرَۃ اور اَثْرَۃ کا معنی دوسرے کی بات نقل کرنا ہے۔

حدیث ۲۸۱۲

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ۔

فرمایا اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

تشریحات ۲۸۱۲

قسم صرف اللہ عزوجل کے اسماء کریمہ اور صفات کی کھانی چاہئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم کھانا جائز نہیں بلکہ بعض کفر ہے مثلاً لات وعزیٰ بتوں کی قسم کھانا۔ اور جو بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا افلح وابیہ۔ یہ بلا قصد زبان اقدس پر جاری ہوگیا۔ اس سے مقصود قسم نہیں۔

بَابُ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اِلٰى عَذَابٍ اَلِيْمٍ — دَخَلًا مَكْرًا وَخِيَانَةً۔

ص ۹۸۷

یمین غموس کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تم اپنی قسموں کو آپس میں بے اصل بہانہ نہ بناؤ کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو۔ دخلاً کے معنی مکر اور خیانت ہے یعنی کسی کو دھوکا اور فریب دینے کے لیے جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۲۸۱۳	حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں اللہ
	قَالَ الْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ علہ
	کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔

تشریح ۲۸۱۳ استتابۃ المعاندین میں یہ حدیث مفصل یوں ہے ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ! کبائر کیا ہیں۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا اس نے پوچھا پھر کیا ہے فرمایا پھر ماں باپ کی نافرمانی۔ اس نے پوچھا پھر کیا ہے فرمایا یمین غموس! میں نے پوچھا یمین غموس کیا ہے فرمایا وہ شخص جو قسم کھا کر مسلمان کا مال حاصل کرے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہے اس میں صرف تین ہی ذکر ہیں خون ناحق مذکور نہیں جس سے ظاہر ہو گیا کہ حصر مقصود نہیں ــــ کبائر کی تعریف کیا ہے اور کبائر کتنے ہیں اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔

بَابُ اِذَا قَالَ وَاللهِ لَا اَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ فَصَلّٰى اَوْ قَرَأَ اَوْ سَبَّحَ اَوْ كَبَّرَ اَوْ حَمِدَ اَوْ هَلَّلَ فَهُوَ عَلٰى نِيَّتِهِ۔

ص ۹۸۸

جب کہا بخدا میں آج بات نہیں کروں گا پھر نماز پڑھی یا قرآن مجید پڑھا یا سبحان اللہ پڑھا یا اللہ اکبر پڑھا یا حمد کی یا لا الٰہ الا اللہ پڑھا تو وہ اپنی نیت پر ہے۔

توضیح: علامہ کرمانی نے کہا کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے اگر اس نے کلام سے کلام عرفی مراد لیا تو ان

علہ دیات۔ باب قول اللہ ومن احیاھا ص ۱۰۱۵ کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین ص ۱۰۲۲

اذکار سے حانث نہ ہوگا۔ اور اگر معنی عام مراد لیا خواہ کلام عرفی ہو یا حقیقی تو ان اذکار سے حانث ہو جائے گا۔ ابن بطال نے فرمایا کہ یہاں کلام محمول ہے کلام الناس پر تلاوت اور تسبیح مراد نہیں ہے۔ اس لیے تلاوت و تسبیح سے مطلقاً حانث نہ ہوگا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے کہا اگر نماز میں قرآن یا تسبیح وغیرہ پڑھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر نماز کے باہر پڑھا تو حانث ہو جائے گا ــــ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا اگر عربی میں قسم کھائی تھی تو یہی حکم ہے۔ اور اگر فارسی میں قسم کھائی تھی تو نماز کے باہر بھی قرآن اور تسبیح پڑھنے سے حانث نہ ہوگا۔

ت ۷۷۴ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل کلام چار ہیں، سبحان اللہ،

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ
الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر۔

تشریح ۷۷۴:۔ تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید پر کلام کا اطلاق فرمایا۔

ت ۷۷۵ وَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى هِرَقْلَ تَعَالَوْا
ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو لکھا ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم

إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔
میں تم میں یکساں ہے۔

تشریح ۷۷۵:۔ اس کے بعد یہ تحریر تھا کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں۔ اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ مقصود یہ ہے یہ ارشاد دنیوی بات نہ تھی خالص دینی تھی اس پر بھی کلمہ کا اطلاق فرمایا۔

ت ۷۷۶ وَقَالَ مُجَاهِدٌ كَلِمَةُ التَّقْوٰى لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔ امام مجاہد نے لا الٰہ الا اللہ کو کلمہ کہا۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ تسبیح اذکار اور دینی باتوں پر بھی کلمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا تلفظ کلام کرنا ہوا تو اگر "لا اتکلم" سے اس کی نیت معنی عام ہے تو قرأت تسبیح و تہلیل وغیرہ سے حانث ہو جائیگا۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید اور اذکار پڑھنے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں اس کو کلام کرنا نہیں کہتے۔

بَابُ اِنْ حَلَفَ اَنْ لَا یَشْرَبَ نَبِیْذًا فَشَرِبَ طِلَاءً اَوْ سَکَرًا اَوْ عَصِیْرًا لَمْ یَحْنَثْ فِیْ قَوْلِ بَعْضِ النَّاسِ وَلَیْسَتْ هٰذِهٖ بِاَنْبِذَةٍ عِنْدَهٗ ص ۹۸۹

اگر قسم کھائی کہ نبیذ نہیں پیے گا پھر طلاء یا سکر یا شیرہ پی لیا تو بعض الناس کے قول میں حانث نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک نبیذ نہیں۔

توضیح کھجور منقی وغیرہ پانی میں بھگو دیا جائے تاکہ ان کی مٹھاس پانی میں آجائے۔ اسے نبیذ کہتے ہیں خواہ وہ نشہ آور ہو یا نہ ہو۔

طلاء۔ انگور کو اتنا پکایا جائے کہ اس کا تہائی حصہ جل جائے اور اگر اس کا صرف آدھا حصہ جلا تو اس کو منصّف کہتے ہیں اور اگر تھوڑا پکا ہے تو باذق کہتے ہیں "سکر" کھجور کو پانی میں بھگو دیا جائے اور جب وہ خوب اچھی طرح بھیگ جائے تو اسے سکر کہتے ہیں۔ "عصیر" انگور کے شیرے کو کہتے ہیں۔

بعض الناس سے مراد سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ طلاء اور عصیر نبیذ نہیں اس لیے کہ نبیذ اسے کہتے ہیں جو پانی میں ڈال کر بھگو یا جائے اور طلاء پکایا جاتا ہے ۔۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے یہ قول حضرت امام اعظم کی طرف منسوب کر دیا لیکن اس کو صحیح ہونے کے لیے دلیل چاہیئے۔ اور اگر ہم یہ صحت تسلیم بھی کرلیں تو جب کہ عرف میں ان سب کا الگ الگ نام ہے تو عرف میں سب متقابل ہوئے اگرچہ اصل کے اعتبار سے سب پر نبیذ کا اطلاق ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حکم یہ ہونا چاہیئے کہ قسم کھانے والے نے اگر علی سبیل التعیین نبیذ مراد لیا معنی خاص کے اعتبار سے اور طلاء وغیرہ پیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اگر اس کی مراد عرفی معنی نہیں تھی اصل معنی مراد تھی تو حانث ہو جائے گا۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
۲۸۱۴	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ
	وَسَلَّمَ قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِیْهِ حَتّٰی صَارَ شَنًّا۔
	حیات نے کہا کہ ہماری ایک بکری مرگئی تو ہم نے اس کے چمڑے کی دباغت کرلی پھر ہم اس میں ہمیشہ نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہو گئی۔

تشریح ۲۸۱۴: ۔۔ اس سے ثابت ہوا کہ مردار جانور کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے۔ دباغت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے پکایا جائے۔

دھوپ میں اتنا سکھا دیا جائے کہ اس کی رطوبت ختم ہو جائے یہ بھی کافی ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِي الطَّاعَةِ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ ۔ ص ۹۹۰

منت طاعت ہی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تم نے جو کچھ خرچ کیا یا منت مانی تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

حدیث ۲۸۱۵

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ [1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا جس نے منت مانی کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اس کی اطاعت کرے اور جو منت مانے کہ نافرمانی کرے گا تو اس کی نافرمانی نہ کرے۔

تشریحات ۲۸۱۵

اسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے جس میں معصیت نہ ہو اور اگر ایسی منت مانی جو معصیت ہے تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ نَذْرٌ ص ۹۹۱ جو مر گیا اور اس پر منت ہو۔

ت ۷۷۷

وَأَمَرَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَةً جَعَلَتْ أُمُّهَا عَلَىٰ نَفْسِهَا صَلٰوةً بِقُبَاءٍ فَقَالَ صَلِّي عَنْهَا [2]

ایک عورت نے قباء میں نماز پڑھنے کی منت مانی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی بیٹی کو حکم دیا کہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھ لے۔

تشریحات ۷۷۷

اس اثر کے مطابق ظاہر یہ یہی کہتے ہیں کہ اگر کسی پر منت تھی اور وہ مر گیا تو اس کے وارثین پر اس کی قضاء واجب ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز اور حج میں بھی نیابت جائز ہے۔ ہم احناف کا مذہب یہ ہے کہ خالص بدنی عبادات میں نیابت صحیح نہیں۔ حج اور مالی عبادات میں صحیح ہے۔ مؤطا امام مالک میں خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اسی پر ہمارا عمل ہے۔

---

[1] ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ نذر۔ ابن ماجہ۔ کفارات باب النذر فیما لا یملک۔ بخاری ثانی باب النذر فیما لا یملک ص ۹۹۱

[2] مؤطا امام مالک باب النذر فی الصیام ص ۹۴ ۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتٰى رَجُلٌ اِلنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
۲۸۱۶	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
	وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ اِنَّ اُخْتِيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
	کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کیا کہ میری بہن نے منت مانی تھی کہ حج کرے گی اور وہ مرگئی
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ اللّٰهَ فَهُوَ
	ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتا اگر اس پر قرض ہوتا تو اس کو تو ادا کرتا؟ اس نے کہا ضرور ادا کرتا
	اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔
	فرمایا اللہ کا حق ادا کرو وہ ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے

تشریحات:۔ ۲۸۱۶ اواخر کتاب الحج باب الحج عن المیت میں یوں ہے ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میری ماں نے منت مانی تھی ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، دونوں دو واقعے ہیں، دو واقعے ہونے پر یہ بھی قرینہ ہے کہ کتاب الحج میں ہے کہ ایک عورت نے کہا اور اس حدیث میں ہے کہ ایک مرد آیا۔

قولہ احق بالقضاء۔ یہ متفق علیہ ہے کہ اگر حق اللہ وحق العبد دونوں جمع ہوں تو پہلے حق العبد کا ادا کرنا واجب ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق العبد زیادہ مستحق ہے جواب یہ ہے کہ جب تو حق الناس کی رعایت کرتا ہے تو حق اللہ کی رعایت کرنا اولیٰ و بہتر ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَفِيْ مَعْصِيَةٍ۔ ص ۹۹۱ — اس چیز کے بارے میں منت ماننا جس کا مالک نہ ہو اور گناہ کی منت ماننا۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
۲۸۱۷	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ نَذَرَ
	تھے کہ دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے اس کے بارے میں حضور نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو
	اَنْ يَّقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
	اسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور بات نہیں کرے گا اور روزہ
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔ [1]
	رکھے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حکم دو کہ بات کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اپنا روزہ پورا کرے۔

[1] ابوداؤد، ایمان، ابن ماجہ کفارات

باب سے مطابقت :۔ اس باب میں ایک عجیب معاملہ ہے باب کے دو جز ہیں جو چیز ملک نہ ہو اس کی منت مان لے، باب میں جتنی بھی حدیثیں امام بخاری نے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی کو باب کے پہلے جزء سے کوئی مناسبت نہیں، ہاں دوسرے جزء سے ہے وہ بھی اس مقدمے کے ملانے کے بعد جو چیز مامور بہ نہ ہو اسے عبادت سمجھنا گناہ ہے یوں ہی بلا ضرورت نفس کو ایذا پہونچانا بھی معصیت ہے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّصُوْمَ اَيَّامًا فَوَافَقَ النَّحْرَ اَوِ الْفِطْرَ۔ ص ۹۹۱

جس نے منت مانی کہ فلاں دنوں میں روزہ رہے گا اُن دنوں میں ایام نحر یا یوم فطر پڑ گیا تو کیا کرے۔

حدیث ۲۸۱۸	حَدَّثَنَا حَكِيْمُ بْنُ اَبِىْ حُرَّةَ الْاَسْلَمِىُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جس
	عُمَرَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ نَذَرَ اَلَّا يَاْتِىْ عَلَيْهِ يَوْمٌ اِلَّا صَامَ فَوَافَقَ يَوْمَ
	نے یہ منت مانی کہ اگر فلاں دن آئے گا تو میں اس دن روزہ رکھوں گا اتفاق سے وہ یوم اضحیٰ یا یوم
	اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لَمْ يَكُنْ
	فطر پڑ گیا تو وہ اب کیا کرے فرمایا بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نمونۂ عمل
	يَصُوْمُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى وَلَا يَرٰى صِيَامَهُمَا۔
	ہے حضور یوم فطر اور یوم اضحیٰ میں روزہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کو جائز جانتے تھے۔

۲۸۱۹

تشریحات :۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ اس دن روزہ نہ رکھے اب ان روزوں کی دوسرے دن قضا کرے یا کفارہ ادا کرے اس کو انہوں نے واضح نہیں فرمایا، ہمارے یہاں یہ حکم ہے کہ دوسرے دن اس کی قضا کرے اس میں کفارہ نہیں۔

بَابُ كَفَّارَاتِ الْاَيْمَانِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ وَمَا اَمَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَزَلَتْ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶)

قسموں کے کفارے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ الآیۃ — اور جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جب آیہ کریمہ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ

ص ۹۹۲ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ نازل ہوئی یعنی اس کا فدیہ روزہ ہے یا صدقہ یا قربانی۔

توضیح: ۔ قسم کے کفارے کے بارے میں ارشاد ہوا تھا فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ (سورۂ مائدہ آیت ع ۸۹) تو ایسی قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا ننگے کپڑے دینا یا غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو اس کا کفارہ تین دن کا روزہ ہے۔

حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ روزہ چھوڑ کر بقیہ تین چیزوں میں اسے اختیار ہے چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے چاہے تو انہیں کپڑے پہنا دے چاہے تو غلام آزاد کر دے ایسا نہیں کہ ان میں ترتیب ہو کہ پہلے یہ واجب ہو کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اس کی استطاعت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو روزہ رکھے بلکہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت کے باوجود چاہے تو کپڑے سے کفارہ دے چاہے تو غلام آزاد کر دے اسی طرح دس مسکینوں کو کپڑا دینے کی استطاعت ہوتے ہوئے چاہے تو غلام آزاد کر دے کیونکہ آیت کریمہ میں اس کو لفظ "اَوْ" سے بیان فرمایا گیا ہے اور یہ تخییر کے لیے آتا ہے جیسا کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔

قصہ یہ ہوا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احرام باندھے ہوئے تھے اور ان کے سر میں بہت زیادہ جوئیں پڑ گئیں تھیں یہاں تک کہ بالوں سے جھڑ کر ان کے منھ پر آجاتی تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ سر منڈوا لو، اور اس کا فدیہ دو جیسا کہ آیت کریمہ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ میں مذکور ہے تو اس کا بدلہ اس پر واجب ہے روزہ یا خیرات یا قربانی۔ روزہ تین دن کا ہے اور کھانا چھ مسکین کو ——— ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ہے موجودہ اعشاریہ وزن سے ۲ کلو سینتالیس گرام نصف صاع ہے اور چار کلو چورانوے گرام (۴،۹۴) پورا صاع۔ اور نُسُک سے مراد بکری کی قربانی ہے۔ اور انہیں اس کا اختیار دیا کہ ان تینوں میں سے جو چاہیں ادا کریں روزہ رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ چاہیں صدقہ کریں چاہیں تو قربانی کریں کیونکہ آیۃ کریمہ میں لفظ "اَوْ" ہے۔ جو تخییر کے لیے آتا ہے۔

تنبیہ: ۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر منڈانا جوؤں کی ناقابل برداشت تکلیف کی بنا پر تھا یہ غیر اختیاری تھا اس لیے فدیہ میں انہیں اختیار تھا چاہیں

تو روزہ رکھیں چاہیں تو مسکینوں کو کھانا کھلائیں چاہیں تو دم دیں، لیکن اگر کوئی بلا عذر احرام کی حالت میں سر منڈائے گا کل یا چوتھائی تو اس پر دم واجب ہے کہ یہ جرم اختیاری ہے۔

ت	وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَطَاءٍ وَ
۷۷۸	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عطا اور عکرمہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے
	عِكْرِمَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ أَوْ، أَوْ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ وَقَدْ خَيَّرَ النَّبِيُّ
	کہا کہ جہاں قرآن میں اَوْ، اَوْ ہے تو اس کے مامور کو اختیار ہے ان چند چیزوں میں سے جسے چاہے
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعْبًا فِي الْفِدْيَةِ۔
	کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ کو فدیہ میں اختیار دیا تھا

تشریح ۷۷۸	جیسے یہاں فدیہ میں لفظ او، او ہونے کی وجہ سے اختیار تھا ویسے ہی روزے کے کفارے میں او، او ہے تو اسے اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو چاہے دے البتہ قسم کے کفارے میں روزہ رکھنا مشروط ہے کہ جب ان تینوں میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو روزے کی اجازت ہے۔

حدیث ۲۸۱۹	عَنْ أَيُّوبَ قَالَ صِيَامٌ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَالنُّسُكُ شَاةٌ وَالْمَسَاكِينُ سِتَّةٌ۔
	ایوب سختیانی نے کہا کہ روزہ تین دن ہے اور قربانی سے مراد بکری کی قربانی ہے اور صدقہ چھ مسکینوں کو دینا ہے

تشریح ۲۸۱۹ :- آیۃ کریمہ میں صرف صیام تھا یا صدقہ یا نسک یہ تفصیل نہیں تھی کہ کتنے دن کا روزہ ہے اور صدقہ کی مقدار کیا ہے اور قربانی کا جانور کون سا واجب ہے تو حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایوب سختیانی کا قول نقل کیا کہ روزہ تین دن ہے اور قربانی بکری کی ہے اور صدقہ چھ مسکینوں کو دینا ہے۔ اسماعیلی[1] کی روایت میں آخر میں یہ ہے کہ ابن عون نے کہا کہ مجاہد نے اس کی تفصیل بیان کی تھی مجھے یاد نہیں تھی میں نے ایوب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ روزہ تین دن ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تفصیل مرفوع نہیں امام مجاہد اور ایوب سے موقوفا مروی ہے لیکن نسائی[2] میں بطریق محمد بن سلمہ اور حارث بن مسکین جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ تین دن روزہ رکھ دو دو مسکینوں کو کھانا دے دو دو مد یعنی ہر مسکین کو دو مد، یا بکری کی قربانی کر ان میں سے جو بھی کرے گا تو تیرے لیے کافی ہوگا۔

---

[1] فتح الباری جلد حادی عشر ص ۵۰۴

[2] جلد ثانی باب المحرم یوذیہ القمل فی راسہ، ص ۲۷.

بَابُ صَاعِ الْمَدِيْنَةِ وَمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَرَكَتِهِ وَمَا تَوَارَثَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذَالِكَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ ص ۹۹۳

مدینے کا صاع اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مد اور اس کی برکت اور اہل مدینہ کے صاع کا قرنا بعد قرن متوارث ہونا۔

حدیث	كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا يُعْطِي زَكٰوةَ رَمَضَانَ بِمُدِّ
۲۸۲۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رمضان کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
	النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدِّ الْأَوَّلِ وَفِي كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ بِمُدِّ النَّبِيِّ
	وسلم کے مُد سے دیتے تھے پہلے مُد سے اور قسم کے کفارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ أَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ لَنَا مَالِكٌ مُدُّنَا أَعْظَمُ
	کے مُد سے۔ ابو قتیبہ نے کہا کہ ہم سے مالک نے فرمایا ہمارا مُد تمہارے مُد سے برکت میں بڑھا ہوا
	مِنْ مُدِّكُمْ وَلَا نَرَى الْفَضْلَ إِلَّا فِي مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
	ہے اور ہم فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد ہی میں جانتے ہیں۔ اور مجھ سے مالک نے کہا
	لِيْ مَالِكٌ لَوْ جَاءَكُمْ أَمِيْرٌ فَضَرَبَ مُدًّا أَصْغَرَ مِنْ مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
	اگر کوئی بادشاہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد سے چھوٹا مُد مقرر کر دے تو تم لوگ کس سے دو گے
	تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُعْطُوْنَ قُلْتُ كُنَّا نُعْطِي بِمُدِّ النَّبِيِّ
	میں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے دیں گے تو امام مالک نے کہا کیا تو نے نہیں دیکھا
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفَلَا تَرَى أَنَّ الْأَمْرَ إِنَّمَا يَعُوْدُ إِلَى
	کہ بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد ہی کی
	مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
	طرف لوٹتی ہے۔

تشریحات ۲۸۲۰:- مُد اور صاع کی پوری تحقیق جلد دوم ص۷۷-۷۶ میں مذکور ہو چکی ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں پیمانوں میں تبدیلی کی تھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے کچھ بڑا رائج کیا تھا پھر ہشام بن عبد الملک نے بھی کچھ تبدیلی کے ساتھ صاع اور مُد رائج کیا تھا مگر مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مد وصاع رائج تھا۔ اب جب تین قسم کے پیمانے رائج تھے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ صدقہ فطر

اور کفارے کس صاع سے ادا کیے جائیں۔ حضرت امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع سے ادا کیے جائیں ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل نقل فرمایا۔ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور استدلال نقل فرمایا۔ امام مالک کے فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا مُد یعنی جو مدینے میں رائج ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مُد تمہارے مُد سے برکت اور فضیلت میں بڑھا ہوا ہے اگرچہ تمہارا مُد ہمارے مُد سے مقدار میں بڑا ہے۔ الزام کے طور پر فرمایا کہ اگر کوئی بادشاہ ایسا مُد رائج کرے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے چھوٹا ہو تو صدقۂ فطر اور کفارہ کس سے ادا کروگے۔ ابو قتیبہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے ادا کریں گے امام مالک نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اعتبار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد کا ہے تو جیسے جب چھوٹا مُد رائج ہو اور اعتبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد کا ہے اسی طرح اگر بڑا مُد رائج ہو تو بھی اعتبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد کا ہوگا۔

بَابُ عِتْقِ الْمُدَبَّرِ وَ اُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ فِي الْكَفَّارَةِ وَ عِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا۔ صـ ۹۹۴

کفارے میں مدبر اور ام ولد اور مکاتب کا آزاد کرنا اور ولد زنا کا آزاد کرنا۔

توضیح کفارے میں غلام آزاد کرنا چاہتا ہے یا لونڈی اور اس کے پاس کوئی مدبر ہے یا مکاتب ہے یا ام ولد ہے اور ان میں سے کسی کو آزاد کیا تو کفارہ ادا ہوا کہ نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے ہمارے یہاں ام ولد اور مدبر کا آزاد کرنا مطلقاً صحیح ہے رہ گیا مکاتب تو اگر اس نے بدل کتابت کچھ بھی نہ دیا ہو یا کچھ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہے اور باقی کے ادا کرنے سے عاجز ہے اس کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے۔ اور اگر مکاتب نے بدل کتابت بہت کچھ ادا کر دیا ہے اور کچھ باقی ہے اور باقی کو ادا کرنے پر قادر ہے اور اسے کفارہ میں آزاد کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ اگر کوئی غلام ولد الزنا ہے تو اس کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ امام بخاری نے باب کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر بنا دیا تھا ان کے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہیں تھا اس کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچی تو فرمایا اس کو مجھ سے کون خریدے گا۔ تو نعیم بن نحام نے آٹھ سو درم میں خرید لیا۔

اس سے باب کو مناسبت یہ ہے کہ اس غلام کو بیچنے کا جواز اس کی دلیل ہے
کہ اس کی رقیت کامل ہے اس لیے کفارے میں اس کو آزاد کرنا صحیح ہے۔ اسی طرح
ام ولد کی رقیت کامل ہے اور اس غلام کی بھی جس نے بدل کتابت کچھ نہیں ادا کیا اسے
تو اس کو بھی کفارے میں آزاد کرنا صحیح ہے۔

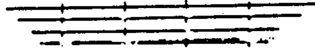

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الفرائض ص ۹۹۵

توضیح فرائض فریضۃ کی جمع ہے جیسے حدیقۃ کی جمع حدائق۔ فریضۃ معنی میں مفروضۃ کے ہے یہ اصل میں فرض سے مشتق ہے جس کے معنی قطع اور تقدیر اور بیان کے ہیں۔ بولتے ہیں فرضتُ لفلانٍ کذا۔ یعنی میں نے اس کو اتنا مال دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا۔ یہ ایک سورہ ہے جسے ہم نے اتارا اور اس میں کچھ احکام بیان کیے۔

اصطلاح شرع میں فرض اس وظیفہ کا نام ہے جو مکلف پر شرعًا لازم کیا گیا ہو اسی سے فرائض نماز، فرائض زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ میراث کو بھی فرائض کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ وارث کے لیے من جانب اللہ مقرر کردہ ہیں اور اللہ کی کتاب میں بیان کیے ہوئے ہیں۔ اور حصہ مقرر ہے اس میں کمی زیادتی جائز نہیں قرآن کریم میں میراث کے ذکر کے بعد فرمایا:— فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔

باب قَوْلِ اللّٰہِ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ (سورۂ نساء) ص ۹۹۵

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت کا دونا حصہ ہے:

توضیح اس باب میں امام بخاری نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱-۱۲ تحریر فرمائی جن میں فرائض کے اصول مذکور ہیں۔ ان آیتوں میں بارہ اصناف کی میراث مذکور ہے۔ اوّل مرد اور عورت جب کہ دونوں عصبہ ہوں مثلاً بیٹا بیٹی، بھائی بہن، ان کا حصہ بیان فرمایا کہ مرد کو عورت کا دونا حصہ ملے گا۔ ثانی کسی نے صرف لڑکیاں چھوڑیں یا صرف بہنیں چھوڑیں۔ اگر یہ دو سے زائد ہیں تو ان کو دو ثلث ملے گا۔ ثالث اور اگر یہ ایک ہیں تو اس کو میراث کا آدھا ملے گا۔ رابع اگر میت کے اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو سُدُس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔ خامس اگر میت کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کو ایک تہائی ملے گا۔ سادس اور اس صورت میں اگر

اس کے بھائی ہوں تو ماں کو سُدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔ سابع بیوی مرجائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو شوہر کو آدھا حصہ ملے گا۔ ثامن اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی۔ تاسع شوہر مرجائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھائی ملے گا۔ عاشر اور اگر متوفی شوہر کے اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ۔ حادی عشر اور اگر متوفی کلالہ ہو جس کے وارث نہ ماں ہو نہ باپ ہو اور نہ اولاد اور ماں شریک بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ثانی عشر اور اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ثُلُث یعنی تہائی حصہ میں شریک ہوں گے۔

اور جو حصے مقرر ہیں وہ یہ ہیں۔ نصف۔ ثُلُث۔ رُبُع۔ سُدُس۔ ثُمُن۔

اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ میت پر اگر قرض ہو یا وہ کوئی صحیح وصیت کر گیا ہے تو ترکہ کی تقسیم پر دَین کی ادائیگی اور وصیت مقدم ہوگی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ وصیت ایک تہائی یا اس سے کم میں نافذ ہوگی اس سے زائد میں نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ بقدر مسنون تجہیز تکفین تدفین کا خرچہ سب پر مقدم ہے پھر دَین پھر وصیت۔

کلالہ۔ یہ مشتق ہے اِکلیل سے جس کے معنی تاج ہیں جو سر کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے کلالہ کے وارث اصول و فروع نہیں ہوتے بلکہ اس کے حواشی ہوتے ہیں اس لیے اس کو کلالہ کہا جاتا ہے۔ جمہور اور صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ کلالہ سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے بلکہ بہت سے لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور اس آیۂ کریمہ میں یہاں اَخٌ اور اُختٌ سے مراد اخیافی ہیں یعنی جن کے ماں ایک ہوں باپ دو ہوں۔ اس کی دلیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے وَلَہٗ اَخٌ اَوْ اُختٌ مِنْ اُمٍّ۔ اس تقدیر پر کلالہ کی تفسیر میں یہ قید بھی بڑھانی ضروری ہوگی کہ ماں باپ اور اولاد کے ساتھ حقیقی بھائی بہن یا علاتی بھائی بہن نہ ہوں۔

بَابُ تَعْلِیْمِ الْفَرَائِضِ۔ ص ۹۹۵ فرائض کا سیکھنا۔

ت	وَقَالَ عُقْبَۃُ بْنُ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تَعَلَّمُوْا قَبْلَ الظَّانِّیْنَ
۷۷۹	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا علم حاصل کرو گمان کرنے والوں سے
	یَعْنِی الَّذِیْنَ یَتَکَلَّمُوْنَ بِالظَّنِّ۔
	پہلے یعنی جو لوگ گمان سے کلام کرتے ہیں۔

تشریح ۷۷۹ مراد یہ ہے کہ علم کے مٹنے سے پہلے پہلے علم حاصل کر لو۔ جب علم مٹ جائے گا تو لوگ اپنے گمان سے کلام کریں گے۔ اس میں ظن سے

مراد ایسی بات ہے جو قرآن وحدیث یا قرآن وحدیث سے مستخرج اصول پر مبنی نہ ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. ص ۹۹۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا صدقہ ہے۔

حدیث	عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
۲۸۲۱	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
	وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ
	تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ان کی ازواج نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان کو حضرت
	عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ
	ابو بکر کے پاس بھیجیں کہ وہ ابو بکر سے ان کی میراث طلب کریں تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ
	اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ؏
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔

۲۸۲۱ تشریحات:۔ اس مسئلہ پر چھٹی جلد میں کتاب الخمس میں مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔
اس حدیث میں لانورث جمع متکلم کا صیغہ ہے لیکن اس سے مراد خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی دلیل اسی باب کی دوسری حدیث ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

إِنَّا لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ۔

یعنی لا نورث سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص اپنی ذات مراد لی ہے۔ یعنی میرا کوئی وارث نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے دیگر انبیاء کرام کے لیے نہیں۔

اشکال اس پر یہ اشکال ہے کہ اہل اصول وغیرہ کی کتابوں میں یہ حدیث یوں مشہور ہے۔

؏ مسلم: مغازی۔ ابوداؤد: خراج۔ نسائی: فرائض۔

نحن معاشر الانبیاء لا نورث۔ ہم انبیاء کے گروہ ہیں۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

جواب :۔ سندالحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کا انکار کیا۔ لیکن اپنی رائے یہ لکھی کہ لفظ نحن کے ساتھ یہ حدیث مروی نہیں۔ لیکن نسائی میں اس لفظ کے ساتھ مذکور ہے۔

انا معاشر الانبیاء لا نورث۔ ہم انبیاء کے گروہ ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں مسند حمیدی میں بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے۔ ہشیم بن کلیب نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی لفظ کے ساتھ روایت کیا۔ نیز طبرانی نے اوسط میں اس کے ہم معنی روایت کیا۔ نیز دار قطنی نے علل میں ام ہانی کی روایت سے وہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سے وہ حضرت ابوبکر صدیق سے اس لفظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ان الانبیاء لا یورثون۔ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اس پر بہت بڑا اشکال یہ ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا منقول ہے :۔

وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے جو میرا کام انجام دے جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو۔

اس کی تاویل ہمارے علماء اہلسنت نے یہ فرمائی کہ اس سے مراد نبوت ہے اور اس آیت کی ابتداء میں جو ہے کہ انہوں نے پہلے یہ عرض کی۔

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۗءِيْ۔ اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے۔

اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ میرے قرابت دار میرا مال لے لیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت زکریا علیہ السلام تو نبی تھے ایک شریف انسان جب اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو اسے کچھ پرواہ نہیں رہتی کہ میرا مال کون لے رہا ہے۔ خصوصًا اس صورت میں کہ جب اللہ کا حکم ہی یہی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو تو اس کے قرابت دار اس کے مال کے وارث ہوں گے۔ یہ ڈرنے کی بات نہیں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

مراد یہ تھی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے قرابت دار دین میں ردو بدل نہ کریں۔ یہ یقیناً نبی کے لیے بہت بڑے اندیشہ کی بات ہے۔

حاصل اس کا حاصل یہ نکلا کہ وارث نہ ہونا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کو عام ہے۔

دوسرا اشکال ارشاد ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الآیۃ۔ تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت کا دونا حصہ ہے۔ کتاب اللہ کی تخصیص خبر واحد سے درست نہیں۔ اس کا جواب ہم چھٹی جلد میں تفصیل سے ذکر کر آئے کہ حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ خبر واحد نہیں، خبر مشہور ہے اور خبر مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص درست۔

بَابُ مِیْرَاثِ الْوَلَدِ مِنْ اَبِیْهِ وَاُمِّهٖ۔ ص۹۹۷ باپ اور ماں کی طرف سے ان کے بیٹے کی میراث کا بیان۔

ت	وَقَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِذَا تَرَکَ رَجُلٌ اَوِ امْرَاَۃٌ اِبْنَۃً فَلَهَا
۷۸۰	اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب کوئی مرد یا کوئی عورت ایک
	النِّصْفُ فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ فَلَهُنَّ الثُّلُثَانِ فَاِنْ کَانَ مَعَهُنَّ
	بیٹی چھوڑے تو اس کے لیے آدھا ہے اور اگر دو ہوں یا زیادہ، تو ان کے لیے دو ثلث ہے
	ذَکَرٌ بُدِئَ بِمَنْ شَرِکَهُمْ فَیُعْطٰی فَرِیْضَتَهٗ وَمَا بَقِیَ فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ
	پس اگر ان لڑکیوں کے ساتھ کوئی مرد ہو تو پہلے میراث میں دوسرے شریکوں کو دیا جائے گا
	حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔
	اس کے مقررہ حصہ کے مطابق اور جو باقی رہے گا تو مرد کے لیے عورت کا دونا حصہ۔

تشریحات ۷۸۰: متوفی اگر صرف بیٹا اور بیٹی چھوڑے ایک ایک یا کئی کئی تو کل میراث للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگی یعنی بیٹے کو بیٹیوں کا دونا۔ اور اگر بیٹے اور بیٹی کے ساتھ اصحاب فرائض میں سے کوئی ہو تو پہلے ان کا پورا حصہ دیا جائے گا اور جو بچے گا اس میں سے بیٹے کو بیٹیوں کا دونا، اور بیٹیوں کو بیٹے کا نصف حصہ دیا جائے گا۔ مثلاً کسی نے ایک ماں چھوڑی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ ماں اصحاب فرائض میں سے ہے اس لیے پہلے ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا جو بچے گا اس کے تین حصے کر کے دو حصے بیٹے کو اور

ایک حصہ بیٹی کو دیا جائے گا۔ اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنے گا۔ اور اٹھارہ سے تصحیح ہوگی یعنی کل ترکہ کا اٹھارہ حصہ کیا جائے گا اس میں سے ماں کو تین حصے، دس بیٹے کو اور پانچ بیٹی کو دیا جائے گا۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۲۸۲۲	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے)
	قَالَ اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ ع
	فرائض کو اس کے حقداروں کو دو اور جو باقی رہے وہ سب سے زیادہ قریب مرد کے لیے ہے۔

تشریحات ۲۸۲۲ یعنی ترکہ کی تقسیم کے وقت سب سے پہلے ان رشتہ داروں کو حصہ دیا جائے جن کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے، ان کے دینے کے بعد جو بچے وہ اس مرد کو دیا جائے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو جن کو عصبات کہا جاتا ہے مثلاً کسی نے انتقال کیا اور ایک ماں، ایک بیٹی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی اور ایک چچا کا بیٹا چھوڑا تو پہلے ماں کو ایک سدس دیا جائے گا پھر بیٹی کو نصف اور جو بچے گا وہ چچا کو ملے گا۔ پھوپھی اور چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔ پھوپھی کو اس لیے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے اور چچا کے بیٹے کو اس لیے نہیں ملے گا کہ وہ بہ نسبت چچا کے دور ہے۔ چچا اس کی بہ نسبت قریب ہے۔ مسئلہ کی صورت یہ ہوگی۔ زید نے انتقال کیا ماں، ایک بیٹی، ایک چچا، ایک پھوپھی، ایک چچا کا بیٹا چھوڑا مسئلہ چھ سے بنے گا یعنی کل ترکہ کا چھ حصہ کرکے ایک حصہ ماں کو تین حصے بیٹی کو، دو حصے چچا کو، پھوپھی اور چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔

بَابُ مِيْرَاثِ الْبَنَاتِ ص۹۹۷ لڑکیوں کی میراث کا بیان

حدیث	عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ
۲۸۲۳	حضرت اسود بن یزید نے کہا کہ ہمارے پاس یمن میں تعلیم دینے کے لیے یا امیر کی حیثیت
	مُعَلِّمًا اَوْ اَمِيْرًا فَسَاَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ اِبْنَتَهٗ وَاُخْتَهٗ فَاَعْطٰى
	سے حضرت معاذ بن جبل آئے۔ ہم نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ جس کی وفات ہوگئی

ع مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ فرائض۔ باب میراث ابن الابن ص۹۹۶۔ باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ ص۹۹۷ باب ابنی عم احدہما اخ لام والآخر زوج ص۹۹۹۔

اَلْاِبْنَۃُ النِّصْفُ وَالْاُخْتُ النِّصْفُ ؏

اور اس نے اپنی ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی ہے تو انہوں نے آدھا بیٹی کو دیا آدھا بہن کو۔

تشریحات ۲۸۲۳ اس فیصلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ جب میت کی بیٹی کے ساتھ بہن بھی ہو تو بہن عصبہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کرو. بیٹی ذوی الفرائض میں ہونے کی بنا پر نصف پائے گی اور بقیہ جو بچا وہ بہن کا ہے. فرض کرو کسی نے انتقال کیا اور دو بیٹیاں ایک بہن چھوڑیں. دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ثلث ملے گا اور بہن کو ایک ثلث۔

بابُ مِیْرَاثِ ابْنِ الْاِبْنِ اِذَا لَمْ یَکُنْ ابْنٌ ص۹۹۷ پوتے کی میراث جب کہ بیٹا نہ ہو۔

ت	وَقَالَ زَیْدٌ وَلَدُ الْاَبْنَاءِ بِمَنْزِلَۃِ الْوَلَدِ اِذَا لَمْ یَکُنْ دُوْنَھُمْ وَلَدٌ
۷۸۱	زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پوتے بمنزلہ بیٹے کے ہیں جب کہ ان کے اور میت کے

ذَکَرُھُمْ کَذَکَرِھِمْ وَاُنْثَاھُمْ کَاُنْثَاھُمْ یَرِثُوْنَ کَمَا یَرِثُوْنَ وَیَحْجُبُوْنَ کَمَا

درمیان کوئی بیٹا نہ ہو۔ پوتے بیٹوں کی مثل اور پوتیاں لڑکیوں کی مثل. یہ سب وارث ہوں گے جیسا کہ بیٹے بیٹیاں

یَحْجُبُوْنَ وَلَا یَرِثُ وَلَدُ الْاِبْنِ مَعَ الْاِبْنِ ۔

وارث ہوتی ہیں. اور دوسروں کو میراث سے محروم کریں گے جیسا کہ بیٹے اور بیٹیاں کرتے ہیں اور پوتا بیٹے کے ساتھ وارث نہ ہوگا

تشریحات ۷۸۱ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے موصولاً روایت کیا ہے. حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔

قولہ اذا لم یکن دونہ ولد. یعنی پوتے اور پوتیوں اور میت کے درمیان، میت کا کوئی بیٹا نہ ہو. عام روایتوں میں صرف ولدٌ ہے. البتہ کشمیہنی کی روایت میں ولدٌ ذکرٌ ہے. اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ بیٹا کیا. اس کا مطلب یہ نکلا کہ اگر متوفی کے کوئی بیٹا نہ ہو تو پوتے پوتیاں عصبہ ہوں گے. اور انہیں للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے ترکہ ملے گا. اگرچہ متوفی کی بیٹی موجود ہو. مثلاً کسی نے ایک بیٹی اور ایک پوتا اور ایک پوتی چھوڑی تو نصف بیٹی کو ملے گا اور نصف آخر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق پوتے کو دو حصہ اور پوتی کو ایک حصہ ملے گا یعنی کل ترکہ چھ حصہ کیا جائے گا. تین بیٹی کو دو پوتے کو، ایک پوتی کو دیا جائے گا۔

؏ باب میراث الاخوات مع البنات عصبۃ ص۹۹۸. ابوداؤد: فرائض۔

بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے اور پوتیاں محروم رہیں گی. اس پر آج کل ہندوؤں کے ورغلاتے سے نئے تعلیم یافتہ مسلمان بننے والے بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب کسی میت کا بیٹا بھی ہو اور پوتا بھی ہو جس کا باپ مرچکا ہو تو وہ زیادہ قابل رحم ہے، اسے آپ لوگ محروم کرتے ہیں اور سب بیٹے کو دیتے ہیں۔ اس پر بڑے لمبے لمبے مقالے لکھے گئے، لمبی لمبی بحثیں ہوئیں لیکن یہ لوگ خاموش نہیں ہوئے۔ میں جب بریلی شریف میں تھا تو علی گڑھ یونی ورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب تشریف لائے تھے. پہلے انہوں نے اور لوگوں سے گفتگو کی مگر وہ کسی طرح خاموش نہیں ہوئے۔ فرفر بولتے جاتے تھے. ایک صاحب ان کو لے کر میرے پاس آئے پروفیسر صاحب نے بڑے زوردار طریقے پر اپنے مدعا کو بیان کیا. وہ چپ ہی نہیں ہو رہے تھے۔ میں بار بار ان سے کہتا رہا کہ آپ کا سوال میں سمجھ گیا. میری سنیے! لیکن وہ خاموش نہیں ہو رہے تھے اخیر میں میں نے جھنجھلا کر کہا کہ جب آپ کو اپنی ہی کہنی ہے میری بات سننی نہیں تو مجلس برخاست کیجیے. اس پر وہ جھلائے تو بہت مگر خاموش ہوگئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میراث کا استحقاق کسی کو اس کی مجبوری یا ضرورت پر ہے یا رشتہ پر. انہوں نے فرمایا کہ رشتہ پر، مگر پھر شروع ہوگئے کہ پوتا بھی تو رشتہ دار ہے. میت کی نسل سے ہے، اس کا خون ہے. میں نے کہا مجھے ایک منٹ کا اور موقع دیجیے اب میں نے ان سے پوچھا. جب میراث کا استحقاق رشتہ کی بنیاد پر ہے تو کیا ہر رشتہ دار کو میراث ملے گی یا اس میں کچھ تفصیل ہے. انہوں نے فرمایا کہ آپ کا سوال میرے سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے کچھ تفصیل سے سوال بیان کیا تو کچھ رک کے جھجکے مگر مجبوراً ان کو کہنا پڑا کہ ہر رشتہ دار کو نہیں ملے گی بلکہ خاص خاص رشتہ داروں کو میراث ملے گی. میں نے عرض کیا ان خاص رشتہ داروں کے تعین کے لیے کوئی اصل ہے یا نہیں. آدمی بہر حال ذہین تھے. اس سوال کے سنتے ہی انہوں نے پینترا بدلا. اور پھر بڑے جوش سے انہوں نے تقریر کرنا شروع کر دی. میں نے ذرا زور دار آواز میں ان سے پوچھا کہ بتائیے کہ میت کا حقیقی بھائی اپاہج ہے، نادار ہے اور میت کا بیٹا موجود ہے جو کروڑپتی ہے. لیکن وہ پروفیسر صاحب تھے وہ بھی علی گڑھ یونی ورسٹی کے۔ مگر ان کے میزبان جو خود ایم اے تھے انہوں نے کہا. پروفیسر صاحب اب خاموش رہیے بات پوری ہو گئی اور مسئلہ صاف ہوگیا. میراث کا استحقاق مجبوری اور ضرورت پر نہیں رشتہ پر ہے اور رشتوں میں ترجیح اور اولیت اس کو حاصل ہے جو میت سے زیادہ قریب ہے اور ظاہر ہے کہ بیٹے اور پوتے میں میت سے زیادہ قریب بیٹا ہے. پوتا ایک درجہ دور ہے اس لیے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا کچھ نہیں پائے گا. جیسے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

باب میراث ابنة ابن مع ابنة — بیٹی کے ساتھ پوتی کی میراث کا بیان۔
ص ۹۹۷

حدیث ۲۸۲۴

سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنِ ابْنَةٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ فَقَالَ لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ وَائْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَسَيُتَابِعُنِي فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الِابْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ ؏

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کسی متوفیٰ کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہو تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا تو انہوں نے فرمایا۔ بیٹی کو آدھا اور بہن کو آدھا اور ابن مسعود کے پاس جاؤ مجھے امید ہے کہ وہ بھی یہی فیصلہ کریں گے۔ اب حضرت ابن مسعود سے پوچھا گیا اور انہیں حضرت ابو موسیٰ کی بات بتائی گئی تو انہوں نے فرمایا ایسا ہے تو میں گمراہ ہوگیا ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہا۔ اس بارے میں میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائے اور جو بچ رہے وہ بہن کا۔ اس کے بعد ہم لوگ ابو موسیٰ کے پاس آئے ہم نے انہیں ابن مسعود کے قول کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا جب تک یہ حبر تم میں ہے۔ مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔

تشریحات: ۲۸۲۴ — حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا لقد ضللت اذا تو وہ اس بنیاد پر فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ابن مسعود میری اتباع کریں گے چونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خصوص میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم تھا اس کے باوجود اس کے خلاف قصداً حضرت ابو موسیٰ اشعری کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرتے تو ضرور یہ گمراہی ہوتی۔ صورت مسئولہ میں تخریج یہ ہوگی۔ کل ترکہ کا چھ حصہ کیا جائے گا۔ تین بیٹی کو ایک پوتی کو دو بہن کو دیا جائے گا۔

؏ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ باب میراث الاخوات مع البنات عصبة۔ ص ۹۹۸۔

بَابُ مِيرَاثِ الْجَدِّ مَعَ الْأَبِ وَالْإِخْوَةِ. ص۹۹۷ ۔ — باپ اور بھائیوں کے ساتھ دادا کی میراث کا بیان۔

ت	وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ الْجَدُّ أَبٌ.
۷۸۲	اور حضرت ابو بکر و ابن عباس اور ابن زبیر نے فرمایا کہ دادا باپ ہے۔

تشریح ۷۸۲ یعنی جب متوفی کا باپ نہ ہو، دادا ہو تو میراث کے سلسلے میں جو حیثیت باپ کی ہے وہی دادا کی ہوگی۔ یہاں جد سے مراد جدِ صحیح ہے۔ یہ وہ ہے جس کی میت کی جانب نسبت میں ماں نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں دادا کہتے ہیں۔ نانا مراد نہیں۔ عرب میں نانا کو بھی جد کہتے ہیں۔ باپ کی تین حالتیں ہیں۔ صرف فرض جب کہ اولاد ہو۔ اس صورت میں چھٹا حصہ پائے گا۔ فرض اور تعصیب دونوں، جب کہ متوفی کے بیٹی یا پوتی ہوں۔ اس صورت میں باپ کو میراث کا نصف ملے گا وہ اس طرح کہ سدس بحیثیت ذوی الفروض کے اور لڑکی کو نصف اور جو بچا وہ بحیثیت عصبہ کے باپ کو ملے گا۔ حاصل یہ نکلا کہ آدھا بیٹی کو آدھا باپ کو۔ "تعصیب محض" جب کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ بیٹی نہ پوتا، نہ پوتی۔ جب متوفی کا باپ نہ ہو تو دادا کا بھی یہی حکم ہے مگر چار مسائل میں۔ پہلا یہ کہ بنی الاعیان اور بنی علات باپ کے ہوتے ہوئے بالاجماع ساقط ہو جاتے ہیں لیکن دادا کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہوں گے جمہور کے نزدیک۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گے۔ دوسرا۔ اگر متوفی کے زوجین میں سے کوئی ہو اور باپ ہو اور ماں تو ماں ثلث ما بقی لے گی اور دادا کے ساتھ کل ترکہ کا ثلث۔ تیسرا۔ باپ کی ماں اور دادی باپ کے ہوتے ہوئے محروم رہیں گی لیکن دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہیں رہیں گی۔ چوتھا۔ مُعتِق نے مُعتَق کے باپ اور بیٹے کو چھوڑا تو سدس ولاء باپ کے لیے اور باقی بیٹے کے لیے۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور طرفین کے نزدیک پوری ولاء بیٹے کے لیے ہے۔ اور اگر مُعتِق نے مُعتَق کے بیٹے اور دادا کو چھوڑا تو بالاتفاق پوری ولاء بیٹے کے لیے ہے۔

ت	وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا بَنِي آدَمَ ـ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ع۵
۷۸۳	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی دلیل میں دو آیتیں پڑھیں یابنی آدم اور میں نے اپنے آباء کرام ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے ملت کی پیروی کی۔

ع۵ سورۂ یوسف آیت ۳۸۔

توضیح:۔ یعنی تمام انسانوں کو حضرت آدم کا بیٹا کہا گیا حالانکہ وہ موجودہ انسانوں کے دادا ہیں وہ بھی سینکڑوں پشت اوپر۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے باپ حضرت یعقوب ہیں اور حضرت اسحٰق دادا اور حضرت ابراہیم پر دادا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ اس سے معلوم ہوا کہ دادا باپ ہے۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَحَدًا خَالَفَ أَبَا بَكْرٍ فِي زَمَانِهِ وَ
امام بخاری نے فرمایا اور کہیں مذکور نہیں کہ کسی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کے زمانے میں
أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُونَ۔
مخالفت کی اور اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بکثرت تھے۔

توضیح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اس پر اجماع سکوتی ہو گیا کہ دادا بمنزلہ باپ ہے۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا يَرِثُنِي ابْنُ ابْنِي دُونَ
۷۸۴	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میرا پوتا وارث ہوگا نہ میرے بھائی اور میں
	إِخْوَتِي وَلَا أَرِثُ أَنَا ابْنَ ابْنِي۔
	اپنے پوتے کا وارث نہ ہوں؟

توضیح کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ بھائیوں کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا۔ اور کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ بھائیوں کے ہوتے ہوئے دادا کے ساتھ بھائیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں کے رد میں فرماتے ہیں کہ متوفی کے اگر پوتے اور بھائی ہوں تو صرف پوتا پائے گا۔ بھائی بہن نہیں پائیں گے۔ پھر یہ کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ پوتے کے ترکہ سے مجھے حصہ نہ ملے اور پوتے کے بھائیوں کو ملے۔ یہ الٹی بات ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ متوفی کے اگر دادا اور بھائی ہوں تو کل میراث دادا کو ملے گی۔ بھائی محروم ہوں گے۔

ت	وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَزَيْدٍ أَقَاوِيلُ مُخْتَلِفَةٌ۔
۷۸۵	اور حضرت علی، وحضرت عمر، وابن مسعود اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
	کرتے ہوئے مختلف اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

۷۸۵
تشریح :۔ یہ سارے اقوال مرجوح و متروک ہیں اس لیے ہم ان کے ذکر کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (إِلٰى أَنْ قَالَ) فَإِنَّهُ أَنْزَلَهُ
۲۸۲۵	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے دادا کو بمنزلہ باپ کیا۔ یا
	أَبًا أَوْ قَالَ قَضَاهُ أَبًا۔
	راوی نے یہ کہا حضرت ابوبکر نے فیصلہ فرمایا کہ دادا باپ ہے۔

۲۸۲۵
تشریح
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ کہ دادا باپ کے نہ ہوتے ہوئے میراث میں باپ کے حکم میں ہے، متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کا قول مناقب میں گزرا۔ نیز حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ تو حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت عثمان، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ چار صحابی ہوئے۔

بابُ میراثِ المرأۃِ والزوجِ مَعَ الولدِ وغیرِہٖ۔ ص۹۹۸ — عورت اور شوہر کی میراث بیٹے وغیرہ کے ساتھ۔

حدیث	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
۲۸۲۶	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدًا أَوْ
	بنی لحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے بچے کے بارے میں جو مردہ ساقط ہو گیا تھا، یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کے خوں بہا میں
	أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
	ایک غلام یا ایک باندی دی جائے۔ پھر وہ عورت جس کے خلاف آپ نے حکم دیا تھا مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلٰى عَصَبَتِهَا ع٥
	علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کے لیے ہے اور خوں بہا اس کے عصبہ پر۔

۲۸۲۶
تشریحات :۔ یہ حدیث کتاب الطب میں گزر چکی ہے اور کتاب الدیات میں آرہی ہے

ع٥ دیات، باب جنین المرأۃ۔ مسلم: حدود، ترمذی: فرائض۔ ابوداؤد۔ نسائی: دیات۔

کتاب الطب میں یہ تفصیل ہے کہ بنی ہذیل کی دو عورتوں نے آپس میں جھگڑا کیا ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا۔ یہ حاملہ تھی چوٹ کے صدمہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کا خوں بہا ایک غلام ہے یا ایک باندی۔ مارنے والی عورت کے باپ بھائی، شوہر نے یہ کہا کہ اس کا خوں بہا اس کے بیٹے دیں گے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کو دی جائے اور دیت بہرحال عصبہ پر ہے۔ عصبہ نے یہ کہا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ بنی لحیان کے صدقات وصول ہوں تو ہمیں عطا فرمائیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا جسے وصول کر کے ان لوگوں نے دیت عطا کی۔ "غُرَّۃٌ" کے معنی گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر چیز کا ابتدائی اور معظم حصہ، شریف، چہرہ، روشنی، صبح، غلام اور باندی کے ہیں۔ یہاں مراد اخیر معنی ہے۔ "عبدٌ أو أمۃٌ" اسی کا بیان ہے۔ "عقل" معنی مشہور وہ روحانی قوت جس سے شعور ہوتا ہے دل، دیت، یعنی قتل وغیرہ کا مالی معاوضہ جسے خوں بہا کہتے ہیں۔

بَابُ ابْنَیْ عَمٍّ اَحَدُھُمَا اَخٌ لِاُمٍّ وَالْاٰخَرُ زَوْجٌ۔ ص ۹۹۸ — کسی عورت نے چچا کے دو لڑکوں کو چھوڑا ان میں سے ایک اخیافی بھائی ہے اور دوسرا شوہر ہے۔

توضیح یعنی ایک عورت نے اپنے چچا کے لڑکے سے نکاح کیا تھا، وہ مر گئی اس نے اپنے اس شوہر کو چھوڑا اور دوسرے چچا کے لڑکے کو جو اس کا اخیافی بھائی ہے تو ترکہ کیسے تقسیم ہو گا۔

ت ۷۸۶ وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ لِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْاَخِ مِنَ الْاُمِّ السُّدُسُ وَمَا بَقِیَ بَیْنَھُمَا نِصْفَیْنِ۔

اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آدھا دیا جائے گا۔ پھر اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ اور جو بچے گا وہ پھر ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔

تشریح ۷۸۶ یعنی چونکہ متوفیہ کی اولاد نہیں اس لیے پہلے شوہر کو نصف دیں گے اور اخیافی بھائی کو سدس۔ اس لیے کہ دونوں اصحاب فرائض میں سے ہیں اب جو بچا وہ دونوں پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا اس لیے کہ دونوں چچا کے بیٹے ہونے کی وجہ سے عصبہ ہیں مسئلہ کا استخراج چھ سے کیا جائے گا۔ چھ میں سے تین شوہر کو اور ایک اخیافی بھائی کو اب جو دو بچا وہ ایک ایک دونوں کو دیا جائے گا۔ اس طرح ان میں جو شوہر ہے اس کو چھ میں سے چار ملے گا اور جو اخیافی بھائی ہے اس کو چھ میں سے دو ملے گا۔

76

بَابُ مِيْرَاثِ الْمُلَاعَنَةِ . جس عورت سے لعان کیا گیا ہے اس کی میراث کا بیان ۔

ص ۹۹۹

حدیث	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ
۲۸۲۷	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں
	زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَفَلَ مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
	ایک شخص نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے لڑکے سے انکار کر گیا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ .
	ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور لڑکے کو عورت کے ساتھ لاحق کر دیا۔

تشریح ۲۸۲۷: یعنی یہ حکم فرمایا کہ اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں۔ ایسی صورت میں یہ بچہ صرف اپنی ماں کی میراث میں حق دار ہوگا۔ باپ کی میراث میں نہیں۔ اسی طرح اس کی میراث صرف ماں پائے گی باپ نہیں پائے گا۔

بَابُ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ حُرَّةً كَانَتْ اَوْ اَمَةً . لڑکا صاحب فراش کے لیے ہے اس کی ماں آزاد ہو یا باندی ہو۔

ص ۹۹۹

حدیث	عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
۲۸۲۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے
	عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ .
	ہیں کہ فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کے لیے ہے۔

تشریحات ۲۸۲۸: یعنی ایک عورت کسی کے نکاح میں ہے یا باندی کسی کی ملکیت میں ہے اور ان دونوں کے بچہ پیدا ہوا۔ اور کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کی ماں سے زنا کیا ہے یہ بچہ میرا ہے یا خود بچے کی ماں نے کہا کہ یہ بچہ میرے شوہر اور میرے مالک کا نہیں، فلاں کا ہے۔ بلکہ اگر شوہر بھی کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں۔ اور لعان نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں حکم یہی دیا جائے گا کہ بچہ شوہر یا باندی کے مالک کا ہے۔ اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ ہاں اگر شوہر نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں اور عورت نے کہا کہ اسی کا ہے۔ معاملہ قاضی کے یہاں گیا۔ قاضی نے بطریق شرعی لعان کرایا اور دونوں میں تفریق کا حکم دیا

اور باپ سے بچے کے نسب کی نفی کا حکم دیا تو بچے کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا۔

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ حدیث "الولد للفراش" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی صحیح ترین احادیث میں سے ایک ہے، یہ بیس سے زائد صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ اس میں سب سے بڑی حکمت بچہ سے اور اس کی ماں سے عار دفع کرنا ہے نیز بچہ کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

باب اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَمِيرَاثُ اللَّقِيطِ ص ۹۹۹

ولاء اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا اور لقیط کی میراث کا بیان۔

توضیح ابھی گزرا کہ اگر کسی نے کسی غلام کو آزاد کیا تو غلام کی میراث آزاد کرنے والا پائے گا۔ "لقیط" اس بچے کو کہتے ہیں جس کو اس کے گھر والوں نے اپنی تنگ دستی یا بدنامی کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ لقیط کے جملہ اخراجات کھانا کپڑا رہنے کا مکان، دوا علاج یہ سب بیت المال کے ذمہ ہے اور لقیط مرجائے اور کوئی وارث نہ ہو تو میراث بھی بیت المال میں جائے گی۔

ت وَقَالَ عُمَرُ اللَّقِيطُ حُرٌّ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لقیط آزاد ہے۔

تشریح اسی سے ضمناً ثابت ہوتا ہے کہ اگر بطریق شرعی ثابت ہو جائے کہ لقیط کا کوئی وارث ہے تو لقیط کی میراث اس وارث کو ملے گی۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہوسکے تو اس کی میراث بیت المال میں جائے گی جیسا کہ آزاد کا حکم ہے۔ اگر وہ بالفرض غلام ہوتا تو اس کی ساری کمائی آقا کو ملتی میراث کا سوال ہی نہیں ہوتا اور اگر آقا اسے آزاد کردیتا پھر وہ مرتا تو اس کا وارث آزاد کرنے والا آقا ہوتا۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
۲۸۲۹	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔
	اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

باب مِيرَاثِ السَّائِبَةِ ص ۹۹۹

سائبہ کی میراث کا بیان

توضیح سائبہ وہ غلام ہے جس سے اس کے مالک نے یوں کہا ہو۔ لا ولاء لاحد علیك یا اس سے کہا انت سائبة یا کہے اعتقك سائبة یا کہے وانت حر سائبة پہلے دو صیغوں سے اس کی نیت آزاد کرنے کی تھی تو غلام آزاد ہو جائے گا اور بعد کے دو صیغوں سے نیت کی حاجت

نہیں۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْاِسْلَامِ لَا یُسَیِّبُوْنَ وَاِنَّ اَھْلَ
۲۸۳۰	حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ نہیں
	الْجَاھِلِیَّۃِ کَانُوْا یُسَیِّبُوْنَ۔
	بناتے اور اہل جاہلیت بناتے تھے۔

تشریح:۔ ۲۸۳۰ یہ حدیث مختصر ہے اسمٰعیلی نے مفصل یوں روایت کیا کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا میں نے ایک غلام کو سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا اور وہ مر گیا اور کچھ مال چھوڑا ہے اور اس کا کوئی وارث نہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے۔ اور اہل جاہلیت سائبہ بناتے تھے اور تو اس کا ولیِ نعمت ہے۔ اس لیے تیرے لیے اس کی میراث ہے۔

بَابُ اِذَا اَسْلَمَ عَلٰی یَدَیْہِ ص۱۰۰۱ جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔

ف ۷۸۸ وَکَانَ الْحَسَنُ لَا یَرٰی لَہٗ وَلَایَۃً۔ اور حضرت امام حسن بصری اس کے لیے ولاء کا حق نہیں مانتے تھے۔

ان کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ

ف ۷۸۹ وَیُذْکَرُ عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ رَفَعَہٗ قَالَ ھُوَ اَوْلَی النَّاسِ بِمَحْیَاہُ وَمَمَاتِہٖ۔ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مرفوعاً روایت کیا کہ وہ اس شخص کی زندگی اور موت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

تشریح ۷۸۹ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر جس شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو۔ اس کی ولاء اس سے ثابت ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ نو مسلم مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو جس شخص کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا تھا وہی وارث ہوگا۔

وَقَالَ الْبُخَارِیُّ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ صِحَّۃِ ھٰذَا الْخَبَرِ۔

اور امام بخاری نے کہا اور لوگوں نے اس خبر کے صحیح ہونے میں اختلاف کیا۔

تشریح:۔ علامہ عینی نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کی صحت کے منکرین اور مثبتین کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اور اخیر میں ثابت فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے

اسی پر احناف کا عمل ہے۔

بَابُ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَابْنُ الْأُخْتِ مِنْهُمْ. ص ۱۰۰۰

قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے اور بہن کا بیٹا بھی انہیں میں سے ہے۔

حدیث	عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
۲۸۳۱	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
	وَسَلَّمَ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَوْ كَمَا قَالَ.
	قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے یا اسی کے ہم معنی فرمایا۔
حدیث	عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
۲۸۳۲	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
	وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ أَوْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ.
	قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے۔

۲۸۳۲
تشریح :۔ یعنی جب متوفی کے کوئی صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو اور نہ بھانجہ سے اقرب کوئی ذوی الارحام، تو بھانجہ میراث پائے گا۔

بَابُ مِيرَاثِ الْأَسِيرِ ص ۱۰۰۰ قیدی کی میراث کا بیان۔

توضیح اس سے مراد وہ قیدی ہے جو کفار کے ہاتھ میں مقید ہے چونکہ اس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ ظالم اسے شہید کر چکے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ زندہ ہو۔ تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس کی میراث تقسیم کی جائے یا نہ تقسیم کی جائے۔ حضرت سعید بن مسیب سے دونوں روایتیں ہیں۔ اور یہی حال حضرت امام زہری کا ہے۔ نیز امام زہری کا ایک قول یہ ہے کہ اسیر کو صرف ثلث ملے گا۔ ابن بطال نے اکثر علماء کا یہ مذہب نقل فرمایا کہ اسیر جب کسی میراث کا مستحق ہو تو اس کا حق موقوف رکھا جائے گا اس لئے کہ قیدی کی دو صورت ہے ایک یہ کہ یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے اور فلاں جگہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مرتد نہیں ہوا ہے اس لیے وہ عام مسلمانوں کی طرح ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تو اس کے مال میں مرتد کے احکام جاری کیے جائیں گے اور اگر کچھ خبر نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا اور کہاں ہے تو وہ مفقود ہے اس پر مفقود کے احکام جاری ہوں گے۔

ت وَكَانَ شُرَيْحٌ يُوَرِّثُ الْأَسِيرَ فِي أَيْدِي الْعَدُوِّ وَيَقُولُ

۷۹۰ اور قاضی شریح اس قیدی کو وارث بناتے تھے جو دشمن کے قبضہ میں ہو اور

هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ۔

کہتے تھے وہ میراث کا زیادہ محتاج ہے۔

ت وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَجِزْ وَصِيَّةَ الْأَسِيرِ وَعَتَاقَتَهُ

۷۹۱ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اسیر کی وصیت اور اس کے آزاد کرنے

وَمَا صَنَعَ فِي مَالِهِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ عَنْ دِينِهِ فَإِنَّمَا هُوَ مَالُهُ يَصْنَعُ

کو نافذ کرو یا اپنے مال میں جو بھی کرے سب نافذ کرو جب تک دین نہ بدلے اس

فِيهِ مَا شَاءَ۔

لیے کہ وہ اس کا مال ہے اس میں جو چاہے کرے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحدود ص۱۰۰۱ حدود کا بیان

توضیح:۔ حدود حد کی جمع ہے۔ اس کے اصل معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ اسی وجہ سے دربان کو حداد بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ لوگوں کو اندر آنے سے روکتا ہے اور شریعت میں حد کچھ مخصوص گناہوں پر من جانب شرع مقررہ سزا کو کہتے ہیں۔ اس کا فائدہ لوگوں کو اس گناہ سے روکنا ہے جس کی یہ سزا ہے۔ بلکہ بنظر دقیق ہر گناہ سے روکنا ہے۔ کہ جب ایک چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور لوگوں کو معلوم ہے کہ زنا کی یہ سزا ہے۔ شراب پینے کی یہ سزا ہے تو لوگ یقیناً ڈریں گے۔

حدود کفارہ ہیں:۔ عام کتب اصول وفقہ میں یہی ہے کہ حدود کفارہ نہیں حتی کہ بہار شریعت حصہ نہم صـ۸ میں بھی یہی ہے۔ اسی بنا پر ہم نے جلد اول میں اسی کی تائید میں پورا زور دیا ہے لیکن جلد اول چھپنے کے بعد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا یہ ارشاد نظر سے گزرا حد اس گناہ سے پاک کر دینے کی ہوتی ہے ع۱۔ اور الملفوظ میں ہے "حد سے پاک ہو جاتا ہے قصاص سے نہیں ع۲"

اس ارشاد کے بعد میرے لیے دوسرے قول کی گنجائش نہیں۔ اس کی دلیل حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ فرمایا۔ ومن اصاب من ذلک شیئا فعوقب بہ فھو کفارۃ لہٗ ع۳۔ اور جس نے اس میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا پھر اسے اس کی سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور کتاب الحدود باب توبۃ السارق میں یہ زائد ہے " وَطَھُوْرٌ" اور پاک کرنے والی ہے۔

ع۱ فتاویٰ رضویہ پنجم صـ۹۸۱۔ ع۲ الملفوظ اول صـ۶۵

ع۳ بخاری: ایمان۔ مناقب انصار۔ مغازی۔ حدود۔ احکام۔ مسلم: حدود ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔

بَابُ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ صـ۱۰۰۱ زنا اور شراب پینے کا بیان ۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُنْزَعُ مِنْهُ نُوْرُ الْإِيْمَانِ فِي الزِّنَا.
۷۹۲	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زنا کرنے سے نور ایمان نکال لیا جاتا ہے ۔

تشریح ۷۹۲:- امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں سند متصل کے ساتھ مفصل یوں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ایک ایک غلام کو بلاتے اور فرماتے کیا میں تمہاری شادی نہ کردوں؟ جو بندہ بھی زنا کرے گا اللہ اس سے ایمان کا نور نکال دے گا نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے اس مضمون کی حدیث مرفوع بھی مروی ہے جیسے امام طبری نے روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو زنا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لے گا چاہے تو لوٹائے چاہے نہ لوٹائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ضَرْبِ شَارِبِ الْخَمْرِ صـ۱۰۰۲ شراب پینے والوں کے مارنے کے بیان میں۔

حدیث	عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۲۸۳۳	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پینے
	ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُوْبَكْرٍ أَرْبَعِيْنَ عـه
	کی سزا میں کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارا اور حضرت ابو بکر نے چالیس مارا ۔

تشریحات ۲۸۳۳ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شراب کی حد چالیس کوڑے مارتے تھے۔ اور یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں بھی تھا پھر ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ میں صحابۂ کرام سے مشورہ طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب شراب پئے گا تو اسے نشہ آئے گا اور جب نشہ آئے گا تو بکواس کرے گا اور جب بکواس کرے گا تو افتراء کرے گا۔ اور مفتری پر اسّی کوڑے ہیں تو حضرت عمر نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسے اسّی کوڑے ماریں چنانچہ انہوں نے اسّی کوڑے مارے اور یہ واقعہ صحابہ کرام کے مجمع عام میں ہوا تھا۔ کسی نے اس کی مخالفت

عـه مسلم: ابوداؤد، ترمذی: ابن ماجہ: حدود

نہیں کی تو اس پر قریب قریب اجماع سکوتی ہو گیا۔

بَابُ الضَّرْبِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ — شرابی کو کھجور کی ٹہنی اور جوتوں سے مارنا۔

ص ۱۰۰۲

حدیث	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ
۲۸۳۴	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
	وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ اضْرِبُوْهُ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ
	اقدس میں ایک شخص کو لایا گیا جو شراب پیے ہوئے تھا فرمایا اس کو مارو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
	فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ
	تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم میں سے کچھ لوگ اپنے ہاتھ سے اسے مار رہے تھے اور کچھ لوگ اپنی چپل سے اور کچھ لوگ اپنے کپڑے
	بَعْضُ الْقَوْمِ أَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ ۱؎
	سے جب وہ پلٹنے لگا تو کسی نے کہا۔ تجھ کو اللہ رسوا کرے۔ حضور نے فرمایا ایسا مت کہو اس پر شیطان کو مدد مت دو۔

تشریحات ۲۸۳۴:۔ یہ کون شخص تھا، یہ متعین نہیں ہو سکا۔ اس پر دعاء بد کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جس پر دعاء بد کی گئی۔ اس سے اس کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت پیدا ہو جائے۔

حدیث	سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيْدِ النَّخَعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي
۲۸۳۵	حضرت عمیر بن سعید نخعی نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
	طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقِيْمَ حَدًّا عَلَىٰ أَحَدٍ
	سے سنا کہ میں کسی پر حد قائم کرتا اور مر جاتا تو اس سے میرے جی میں کوئی خدشہ نہیں پیدا
	فَيَمُوْتَ فَأَجِدَ فِي نَفْسِيْ إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَإِنَّهٗ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهٗ
	ہوتا سوائے شرابی کے اگر وہ مر جاتا تو میں اس کی دیت دیتا اور یہ اس لیے
	وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهٗ ۲؎
	کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی حد مقرر نہیں فرمائی۔

۱؎ ابوداؤد: حدود۔ ۲؎ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ۔

۲۸۳۵

تشریحات: صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرابی کی حد مقرر نہیں فرمائی لیکن طحاوی میں بطریق داناج عن حصین بن منذر الرقاشی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب میں چالیس کوڑے مارا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اسّی پورا کیا۔ اور سب سنت ہے۔ ابوداؤد میں بھی اس کے ہم معنی ہے۔ حضرت امام طحاوی نے اس حدیث پر بہت طویل کلام فرمایا ہے اور اسے معلول قرار دیا ہے۔

حدیث	عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُؤْتٰى بِالشَّارِبِ
۲۸۳۶	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
	عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
	عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت
	وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَنَقُوْمُ إِلَيْهِ بِأَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَ
	کے شروع میں ہم شرابی کو لاتے تو ہم اسے اپنے ہاتھوں، چپلوں اور چادروں سے مارتے
	أَرْدِيَتِنَا حَتّٰى كَانَ آخِرُ إِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِيْنَ حَتّٰى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے اخیر دور میں چالیس کوڑے مارا۔ اس کے باوجود جب
	جَلَدَ ثَمَانِيْنَ۔
	لوگوں نے سرکشی کی اور شراب پیا تو اسّی کوڑے مارا۔

تشریح ۲۸۳۶ امام عبدالرزاق نے عبید بن عمیر سے اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد چالیس کوڑے کی جب دیکھا کہ باز نہیں رہتے تو ساٹھ کوڑے کر دیا جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو اسّی کوڑے کر دیا۔ اور فرمایا حدود میں یہ سب سے کم درجہ کی ہے۔ علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر آج کے زمانے میں ہوتے تو اسّی کے دونا دون کوڑے مارتے۔

میں کہتا ہوں اگر آج کے زمانے میں ہوتے تو کیا کرتے یہ پوشیدہ نہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ وَأَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ الْمِلَّةِ۔

شرابی کو لعنت کرنا ناپسندیدہ ہے اور یہ کہ وہ مذہب سے خارج نہیں۔

ص ۱۰۰۲

حدیث ۲۸۳۷	عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا عَلٰی عَہْدِ
	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
	النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِسْمُہٗ عَبْدَ اللّٰہِ وَکَانَ یُلَقَّبُ حِمَارًا
	وسلم کے زمانے میں ایک صاحب تھے جن کا نام عبداللہ تھا اور لقب حمار۔ وہ رسول اللہ
	وَکَانَ یُضْحِکُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو شراب
	صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَہٗ فِی الشَّرَابِ فَاُتِیَ بِہٖ یَوْمًا فَاَمَرَ بِہٖ فَجُلِدَ
	کی سزا میں کوڑے مارے اس کے بعد ایک دن پھر لائے گئے۔ حضور نے ان کے بارے میں حکم دیا
	فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰہُمَّ الْعَنْہُ مَا اَکْثَرَ مَا یُؤْتٰی بِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ
	تو پھر ان کو کوڑا مارا گیا۔ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ اس پر لعنت کر۔ کتنی کثرت سے
	صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْہُ فَوَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ
	لایا جاتا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت مت کرو۔ بخدا اس کے بارے میں
	اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔
	جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

تشریحات ۲۸۳۷

کسی کا برا لقب رکھنا منع ہے۔ ارشاد ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو (سورۂ حجرات آیت ۱۱) پھر ان کا لقب اس عہد مبارک میں حمار کیسے تھا؟ — برا لقب رکھنا ایذا اور اہانت کا سبب ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس قسم کے نام کسی خاص وجہ سے لوگوں کو پیارے ہو جاتے ہیں مثلاً کسی دینی بزرگ نے یہ لقب رکھ دیا۔ جیسے امیر المومنین، مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو تراب رکھا۔ ظاہر ہے کہ معنی لغوی کے اعتبار سے یہ جملہ توہین کا ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نام سب سے زیادہ پسند تھا اسی قبیل سے ابو ہریرہ ہے۔ ذات النطاقین عرب کے عرف میں توہین کا لفظ تھا۔ لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ذات النطاقین کہہ دیا۔ یہ ان کے لیے سرمایۂ افتخار ہو گیا۔ اسی طرح امکان ہے کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ان کو حمار فرما دیا ہو یا کسی اور معزز نے حمار کہدیا ہو جس کی وجہ سے انہیں یہ نام پسند آگیا ہو۔

کیوں ہنس کے کہدیا مرے در کا فقیر ہے ÷ میرا مزاج اور بھی شاہانہ ہو گیا
علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے حضرت عقبہ بن حارث کی حدیث عہ میں —
ابن النعیمان مبہم آیا تھا ہو سکتا ہے وہ بھی عبد اللہ ہوں۔
علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ کسی دکان دار کے یہاں سے گھی کا کپہ یا شہد کا کپہ لے آتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیتے اور جب دکان دار تقاضہ کے لیے ان کے پاس آتا تو اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہونے عرض کرتے یا رسول اللہ! اسے قیمت دے دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا دیتے اور حکم دیتے کہ اس کی قیمت ادا کی جائے۔ اس حدیث کو ابو یعلیٰ موصلی نے زید بن اسلم سے روایت کیا۔

بَابُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ۔ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟

صـ ۱۰۰۲

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
۲۸۳۸	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ
	فرمایا زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور چور چوری نہیں کرتا اس حال
	يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ عہ
	میں کہ وہ مومن ہو۔

تشریحات ۲۸۳۸ محاربین میں یہ زیادہ ہے۔ "اور کوئی قاتل قتل نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔" عکرمہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔ اس سے ایمان کیسے نکل جاتا ہے۔ فرمایا ایسے اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں گتھ لیا۔ پھر ان کو علیحدہ کر دیا۔ اب اس کے بعد اگر توبہ کرتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے۔ اور انگلیوں کو آپس میں گتھ لیا۔
اس حدیث پر پوری بحث کتاب المظالم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے ـــ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ کامل الایمان ہوتے ہوئے کوئی ان گناہوں کا ارتکاب

عہ یہ حدیث باب الوکالۃ نزہۃ القاری جلد خامس صـ ۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔
عہ محاربین۔ باب اثم الزناۃ صـ ۱۰۰۶۔ نسائی: رجم۔

نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ مومن کی یہ شان نہیں کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرے۔

بَابُ لَعْنِ السَّارِقِ اِذَا لَمْ يُسَمَّ۔ بغیر نام لیے ہوئے چور پر لعنت کرنا۔ ص ۱۰۰۳

حدیث	عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ
۲۸۳۹	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ
	فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے۔ بیضہ چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے، رسی چراتا
	فَتُقْطَعُ يَدُهُ قَالَ الْاَعْمَشُ كَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهُ بَيْضُ الْحَدِيْدِ وَالْحَبْلُ كَانُوْا
	ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے، حضرت اعمش نے فرمایا کہ محدثین اس حدیث میں بیضہ سے
	يَرَوْنَ اَنَّهُ مِنْهَا مَا يَسْوٰی دَرَاهِمَ عہ
	مراد خود لیتے تھے اور رسی سے ایسی رسی مراد لیتے تھے جو کئی درہم کی ہو۔

۲۸۳۹

تشریحات: کسی پر بھی نام لے کر لعنت کرنا منع ہے۔ ہاں جن بدنصیبوں کے بارے میں یہ قطعی طور پر ثابت ہو کہ یہ کفر پر مرے ہیں ان پر لعنت کی جا سکتی ہے جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہ لیکن کسی گناہ کے مرتکب کو بغیر نام لیے لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے جھوٹوں پر لعنت، چوروں پر لعنت۔ چونکہ تھوڑی سی چیز میں قطع ید نہیں۔ بلکہ اس کے لیے ایک مقدار معین ہے۔ حضرت امام اعمش وغیرہ کے یہاں اس کی مقدار کم از کم تین درہم ہے اور ہمارے یہاں کم از کم دس درہم۔ بیضہ کے معنی انڈے کے بھی ہیں، انڈا نہایت حقیر چیز ہے، رسی بھی بہت معمولی چیز ہے اس لیے حضرت امام اعمش نے فرمایا اس حدیث کے راوی بیضہ سے مراد لوہے کا خود لیتے ہیں اور رسی سے مراد ایسی رسی جس کی قیمت کم از کم تین درہم ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَفِیْ كَمْ تُقْطَعُ ص ۱۰۰۳ چور مرد ہو یا عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹو۔ اور کتنی مقدار میں کاٹا جائے گا۔

توضیح علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا ظاہریہ نے کہا۔ اس کے لیے کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑی چیز چرائے یا زیادہ

عہ مسلم: حدود۔ نسائی: قطع۔ ابن ماجہ: حدود۔

سب میں کاٹا جائے گا اور ہمارے یہاں اس کا نصاب دس درہم ہے اس سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ربع دینار اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تین درہم۔

ت	وَقَطَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْكَفِّ ۔
۷۹۳	اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہتھیلی سے اس کا ہاتھ کاٹا ۔

تشریح ۷۹۳ امام ابوبکر نے روایت کیا کہ سمرہ بن معبد نے کہا کہ میں نے ابوحیوۃ کو جوڑ سے ہاتھ کٹا ہوا دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا کس نے کاٹا ہے تو انہوں نے کہا اسے مرد صالح علی نے کاٹا ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ بغل سے پورا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس لیے کہ عرب کے عرف میں ید کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ کہنی سے کاٹا جائے گا جیسا کہ وضو میں دھونے کا حکم ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا صرف انگلیاں کاٹی جائیں گی ــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی ایک طریقہ مروی ہے۔ رافضیوں کا یہی مذہب ہے۔

ت	وَقَالَ قَتَادَةُ فِي امْرَأَةٍ سَرَقَتْ وَقُطِعَتْ شِمَالُهَا لَيْسَ إِلَّا ذَالِكَ ۔
۷۹۴	حضرت قتادہ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا جس نے چوری کی تھی اور اس کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تھا "اس کے سوا اور کچھ نہیں"

تشریح ۷۹۴ اسے امام احمد نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ واجب تو یہ تھا کہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جاتا مگر کسی نے بایاں کاٹ ڈالا۔ معاملہ حضرت قتادہ کی خدمت میں پیش ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ داہنا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ فرمایا نہیں جو ہونا تھا ہوگیا۔

چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآت فاقطعوا أيمانهما ہے۔ اس پر قریب قریب اجماع ہے ــــ ہاں! کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اگر بایاں ہاتھ کاٹ لیا گیا تو کافی ہے مگر یہ شاذ غیر معتبر ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اگر کسی نے قصداً چور کا بایاں ہاتھ کاٹ لیا تو قاطع پر قصاص ہے اور چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر خطاءً ہے تو قاطع پر دیت واجب ہے اور چور کی سزا ہوگئی داہنا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دونوں قول مروی ہیں۔

حدیث
۲۸۴۰

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُقْطَعُ الْیَدُ فِیْ رُبُعِ دِیْنَارٍ فَصَاعِدًا ؏

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ رُبع دینار اور اس سے زیادہ میں کاٹا جائے۔

تشریحات ۲۸۴۰

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو لیا۔ حضرت امام احمد نے فرمایا کہ اگر سونا چرائے تو رُبع دینار میں کاٹا جائے گا اور درہم چرائے تو تین درہم میں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نصاب رُبع دینار ہے یا تین درہم یا تین درہم کا سامان۔ اگر سامان چرائے گا تو ضروری ہے کہ اس کی قیمت تین درہم ہو۔ سامان کی قیمت دراہم ہی سے لگائی جائے گی۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نصاب تین درہم ہے یا اس کی قیمت کا سونا یا سامان۔ ہمارے یہاں اس کا نصاب دس درہم ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ڈھال کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی ؏ نیز امام نسائی نے بھی انہیں سے یہی روایت کیا۔ نیز نسائی میں عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کی حدیث میں بھی یہی روایت ہے۔ ؎۱

حدیث
۲۸۴۱

أَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا أَنَّ یَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِیْ ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ ؎۲

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

تشریح ۲۸۴۱

مِجَنّ۔ حَجَفَة اور تُرس، سب کے معنی ڈھال کے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ڈھال وہ ہے جو تہہ بہ تہہ چمڑوں سے بنی ہو اور حجفہ کبھی اس ڈھال کو بولتے ہیں جو لکڑی یا ہڈی کی ہو جس پر چمڑا وغیرہ چڑھا دیا گیا ہو۔

؏ اسی کے متصل مزید دو طریقے سے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی؛ حدود۔ نسائی؛ القطع۔ ابن ماجہ: حدود۔

؏ نسائی: باب القدر الذی اذا سرقہ السارق قطعت یدہ ص ۲۵۹/۲۔

؎۱ ایضاً

؎۲ اسی کے متصل۔ مسلم: حدود۔

بعد کے طرق میں یہ زائد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

حدیث ۲۸۴۲	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَطَعَ النَّبِیُّ
	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ عـه

وسلم نے چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی چوری میں کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

تشریحات ۲۸۴۲:- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ایک ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ ڈھال کی قیمت اس عہد مبارک میں کیا تھی اس میں روایات مختلف ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ تین درہم تھی۔ یہ روایت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی مؤید ہے لیکن نسائی اور طحاوی دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے کہ جس ڈھال کی چوری پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی۔ نیز نسائی میں حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ اس حدیث کی رو سے دس درہم سے کم قیمت کی چیز میں ہاتھ کاٹا جائے یا نہ کاٹا جائے اس میں شبہہ ہے اور دس درہم اور اس سے زائد قیمت کی چیز پر ہاتھ کاٹنا متفق علیہ ہے اسی لیے احناف نے اسی کو ترجیح دی۔

بَابُ تَوْبَةِ السَّارِقِ صـ ۱۰۰۴ چور کی توبہ کا بیان۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا تَابَ السَّارِقُ بَعْدَ مَا قُطِعَ یَدُهٗ قُبِلَتْ

اور ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا ہاتھ کاٹنے کے بعد چور توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول

شَهَادَتُهٗ وَكُلُّ مَحْدُوْدٍ كَذٰلِكَ اِذَا تَابَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ۔

کی جائے گی۔ اور ایسے ہی ہر محدود ہے جب توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

توضیح اس پر مفصل کلام کتاب الشہادات میں گزر چکا ہے۔ ہمارے یہاں قاذف کے علاوہ ہر محدود کی گواہی توبہ کے بعد مقبول ہے مگر قاذف کی نہیں اس لیے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ اور ان کی کوئی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عـه اسی کے متصل مزید تین طریقے سے۔ مسلم۔

277

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ ص۱۰۰۵

لڑنے والے کفار اور مرتدین کا بیان

وَ قَولِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْا اَوْ یُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔ ۵

جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا جلا وطن کر دیئے جائیں۔

توضیح امام بخاری کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ڈاکوؤں کے بارے میں نہیں۔ اور جمہور نے فرمایا کہ یہ ڈاکوؤں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یہی حضرات امام ابو حنیفہ، امام مالک امام شافعی اور امام ابو ثور کا قول ہے ۔ امام حسن بصری، امام ضحاک، امام عطاء، امام زہری نے کہا کہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان ذمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدعہدی کریں اور ایک قول یہ ہے کہ مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صحیح جمہور کا قول ہے کہ ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس پر عُکَل و عُرَینہ کی حدیث دلیل ہے۔

بَابُ رَجْمِ الْمُحْصَنِ ص۱۰۰۶ محصن کو سنگسار کرنا۔

توضیح محصَن صاد کے فتحہ کے ساتھ اِحصان کا اسم مفعول ہے احصان کے معنی ہیں روکنا، حفاظت کرنا اس میں صاد کا کسرہ بھی جائز ہے یعنی جو شخص شادی کر کے اپنی ذات کو بدکرداری سے روکے ہوئے ہے ثعلب نے کہا پاکباز کے معنی ہیں محصِن اور محصَن دونوں ہیں اور شادی شدہ کو صرف محصَن صاد کے فتحہ کے ساتھ

---

۵ سورۂ مائدہ آیت ۳۳

277

کہتے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ وہ شخص آزاد عاقل بالغ ہو جس نے نکاح صحیح کے ساتھ وطی کی ہو۔ رجم صرف محصن کے لیے ہے۔

ت ۹۵	وَقَالَ الْحَسَنُ مَنْ زَنٰى بِأُخْتِهٖ حَدُّهٗ حَدُّ الزَّانِيْ .
	اور امام حسن بصری نے فرمایا جو بہن کے ساتھ زنا کرے گا اس کی حد زانی کی حد کی مثل ہے۔

توضیح اگر کسی نے اپنی بہن کے ساتھ بغیر نکاح کے زنا کیا تو بالاتفاق اس پر حد ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بہن یا محارم سے نکاح کیا اور ہم بستری کی تو اس پر حد نہیں جیسا کہ شامی[۱] میں خانیہ سے ہے بشرطیکہ اس کا گمان ہو کہ وطی حلال ہے۔

حدیث	سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ رَجَمَ
۲۸ ۴۳	امام شعبی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن عورت
	الْمَرْأَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۲]
	کو سنگسار کیا تو فرمایا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔

تشریحات ۲۸۴۳ :- ائمہ محدثین کے نزدیک امام شعبی کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ حازمی نے کہا ہے امام دارقطنی سے پوچھا گیا کہ شعبی نے حضرت علی سے سنا ہے تو انہوں نے کہا ان سے صرف ایک حرف سنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں سنا ہے اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو مسندًا تحریر فرمایا۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراحہ نامی ایک عورت کو زنا کی سزا میں جمعرات کو کوڑا مارا اور جمعہ کو اسے سنگسار کر دیا اور فرمایا اللہ کی کتاب کے مطابق میں نے اس کو کوڑا مارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اسے سنگسار کیا اس کی تشریح یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف زانی کو کوڑے مارنے کا حکم ہے ارشاد ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ۔ زانی مرد اور عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ قرآن مجید میں رجم کا ذکر نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی مرد کو اور زانیہ عورت کو سنگسار فرمایا ہے۔ کتاب اللہ میں مذکور حکم کے مطابق میں نے اس کو کوڑے مارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق اس کو سنگسار کیا۔

---

[۱] جلد سوم ص ۱۳۲ [۲] نسائی رجم۔

چند ابواب کے بعد باب الاعتراف بالزنا میں تفصیل سے مذکور ہو گا کہ آیت رجم آیت منسوخ التلاوۃ ہے مگر اس کا حکم باقی ہے۔

حدیث ۲۸۴۴	عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ
	ابو اسحٰق سلیمان بن ابو سلیمان شیبانی نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا
	رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ قَبْلَ سُورَةِ النُّورِ
	کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنگسار کیا؟ انہوں نے بتایا ہاں! میں نے پوچھا سورۂ نور کے نازل ہونے
	أَوْ بَعْدُ قَالَ لَا أَدْرِي. عہ
	کے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا میں یہ نہیں جانتا۔

تشریحات ۲۸۴۴:- ابو اسحاق شیبانی کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ رجم سورۂ نور کی آیۂ کریمہ فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ سے منسوخ ہے صحیح یہ ہے کہ سورۂ نور کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زانی کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اس لیے کہ سورۂ نور حضرت ام المومنین کی براءت میں نازل ہوئی جو علی اختلاف روایت سن چار یا پانچ یا چھ میں نازل ہوئی ہے۔ اور سنگسار کرنے کا حکم اس کے بعد فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ وہ حضرت ماعز اسلمی کے واقعہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

رأیت ماعز بن مالک حین جئ بہ إلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الحدیث عہ)	میں نے ماعز بن مالک اسلمی کو دیکھا جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔
باب لَا يُرْجَمُ الْمَجْنُونُ وَالْمَجْنُونَةُ۔ ص ۱۰۰۶	مجنون اور مجنونہ کو سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

ت ۷۹۶	وَقَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ
	اور حضرت علی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کہ قلم اٹھا
	عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ
	لیا گیا ہے مجنون سے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

عہ مسلم: حدود   عہ مسلم۔ جلد ثانی ص ۶۶۔

حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ۔

اور سوتے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔

تشریحات ۷۹۶ اس تعلیق کو امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک قبیلہ کی مجنونہ عورت پر ہوا جس نے زنا کیا تھا جس کے بارے میں حضرت عمر نے حکم دے دیا تھا کہ اس کو سنگ سار کیا جائے۔ حضرت علی اسے لوٹا کر لائے اور حضرت عمر سے فرمایا۔ کیا آپ کو یاد نہیں؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے اس مجنون سے جو مغلوب ہو اور سونے والے سے یہاں تک بیدار ہو جائے اور بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ نے سچ کہا پھر اس کو چھوڑ دیا۔

مجنون اور مجنونہ اگر حالت جنون میں زنا کریں تو ان پر رجم نہیں اور نہ انہیں کوڑے مارنا ہے لیکن اگر صحت کی حالت میں ارتکاب کیا اور جنون کی حالت میں پکڑے گئے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انہیں سنگسار کیا جائے گا افاقہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ محصن نہ ہوں تو حالتِ جنون میں کوڑے نہیں مارے جائیں گے جب تک انہیں افاقہ نہ ہو جائے اس لیے کہ رجم سے مقصود اتلاف ہے مجنون مر جائے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور کوڑے مارنے سے مقصود زجر اور تنبیہ ہے۔ حالت جنون میں کوڑے مارنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوگی۔ مجنون پر رجم نہیں جس کی دلیل حضرت ابوہریرہ سے مروی حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور نے ان سے یہ پوچھا اَبِکَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا۔ کیا تجھے جنون ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ اس سے ثابت کہ اگر جنون ہوتا تو سنگسار نہ فرماتے۔

بَابُ الرَّجْمِ بِالْمُصَلّٰی صـ۱۰۰۸ عیدگاہ میں سنگسار کرنا۔

توضیح اس کے ضمن میں حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ذکر کیا جس میں یہ ہے فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰی ان کو نماز عید پڑھنے کی جگہ سنگسار کیا گیا۔

جنت البقیع کے کنارے ایک میدان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عیدین اور جنازے پڑھا کرتے تھے وہی مصلّے کے نام سے مشہور ہے۔ یہیں حضرت ماعز اسلمی کو سنگسار کیا گیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا عیدگاہ تمام احکام میں مسجد کے مثل نہیں۔ اس لیے کہ مسجد میں حد قائم کرنے سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

اس حدیث کے اخیر میں یہ تھا۔

وَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ — لَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ — سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ قَالَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ فَقِيْلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ قَالَ لَا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کے بارے میں کلمۂ خیر فرمایا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ یونس اور ابن جریج نے امام زہری سے یہ حدیث روایت کی تو اس میں فصلّی علیہ نہیں روایت فرمایا۔ ابوعبداللہ یعنی امام بخاری سے سوال ہوا کہ اس حدیث میں صلّی علیہ کی روایت صحیح ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اسے معمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا ان کے علاوہ بھی کسی نے روایت کیا ہے۔ تو فرمایا نہیں۔

تشریحات:۔ سنگسار کیے جانے کے بعد حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا وہ ہلاک ہو گئے اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا اور ایک گروہ نے کہا ماعز کی توبہ سے افضل کوئی توبہ نہیں۔ یہ سب سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک قوم پر تقسیم کیا جائے تو سب کو پہنچ جائے ؏ — نسائی میں ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے کہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے اور ابوداؤد اور نسائی میں ہے اسے خبیث مت کہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اَطیب ہے — اس روایت کے بنیادی راوی حضرت امام زہری ہیں۔ ان سے اس روایت کو یونس اور ابن جریج اور معمر نے روایت کیا ہے۔ معمر کی روایت میں فصلّی علیہ ہے بقیہ کی روایت میں نہیں۔ اسی طرح منذری نے کہا کہ امام عبدالرزاق سے آٹھ اشخاص نے اسکو روایت کیا ہے۔ کسی نے فصلّی علیہ نہیں روایت کیا۔ صرف محمود بن غیلان نے روایت کیا۔ اگر بات یہیں تک رہتی تو کوئی خاص اشکال نہیں تھا۔ معمر بھی ثقہ ہیں اور محمود بن غیلان بھی ثقہ ہیں۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے جس نے یاد رکھا یاد رکھا۔ جو بھول گیا، بھول گیا۔ لیکن محمد بن یحییٰ زہری اور ایک جماعت نے امام عبدالرزاق ہی سے روایت کی کہ اس پر حضور نے نماز نہیں پڑھی۔ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث کے اصول کے مطابق مثبت نافی پر مقدم ہے لیکن اس کی یہ توجیہ بھی ہے کہ رجم کے بعد فوراً نہیں پڑھی۔ اس کے بعد نماز پڑھی امام عبدالرزاق ہی نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی حدیث میں یہ روایت کی کہ حضور سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ فرمایا

؏ مسلم جلد ثانی ص ۶۸۔

نہیں لیکن دوسرے دن فرمایا لوگو اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ پھر حضور نے اور لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ صحیح یہ ہے کہ زانی کی نماز جنازہ بھی فرض کفایہ ہے اگرچہ سنگسار کرنے میں مرا ہو۔ اس لیے کہ زنا اور زنا کی سزا پانے کی وجہ سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوا مسلمان ہی رہا

بَابُ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا دُوْنَ الْحَدِّ وَ اَخْبَرَ الْاِمَامَ فَلَا عُقُوْبَةَ عَلَيْهِ بَعْدَ التَّوْبَةِ اِذَا جَاءَ مُسْتَفْتِيًا۔ ص ۱۰۰۷

جب کسی نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس پر حد نہیں اور امام کو خبر دیا اس پر توبہ کے بعد کوئی سزا نہیں جب کہ وہ فتویٰ پوچھنے کے لیے آیا ہو۔

توضیح کسی بھی گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ کر کے امام کے پاس آیا یا پکڑ کر لایا گیا تو اس کو کوئی سزا نہ دی جائے گی۔ خواہ وہ گناہ ایسا ہو جس پر حد واجب ہو یا ایسا ہو جس پر حد واجب نہیں۔ البتہ کچھ علماء ان گناہوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں جن پر حد واجب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد بھی اگر امام کے یہاں آئے گا تو امام اس پر حد جاری کرے گا۔

ت ۷۹۷ وَقَالَ عَطَاءٌ لَمْ يُعَاقِبْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور امام عطا نے کہا اسے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی سزا نہیں دی۔

توضیح حدیث گذری ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بتایا کہ مجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نماز کے بعد پھر عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے میرے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے۔ یہ نماز گناہوں کا کفارہ ہو گئی۔

ت ۷۹۸ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَلَمْ يُعَاقِبِ الَّذِيْ جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ۔

اور ابن جریج نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سزا نہیں دی جس نے رمضان میں روزے کی حالت میں جماع کر لی تھی۔

ت ۷۹۹ وَلَمْ يُعَاقِبْ عُمَرُ صَاحِبَ الظَّبْيِ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرن کے قصہ والے کو سزا نہیں دی۔

تشریح ۷۹۹ حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ حالت احرام میں تھے۔ اسی حالت میں انہوں نے ہرن کا شکار کیا۔ حضرت عمر نے اس کے کفارے کا حکم دیا مگر انہیں کوئی سزا نہیں دی۔

ت ۸۰۰ وَفِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس بارے میں ایک حدیث حضرت ابو عثمان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

تشریح ۸۰۰ :- یہ حدیث "مواقیت الصلوٰۃ" "باب الصلوٰۃ کفارۃ" میں گزر چکی ہے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خبر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی ۔ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔ نیکیاں برائیوں کو ضرور لے جاتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے۔ فرمایا میری پوری امت کے لیے ہے۔

بَابُ الِاعْتِرَافِ بِالزِّنَا ص ۱۰۰۸ زنا کے اعتراف کا حکم۔

توضیح اس باب کے ضمن میں امام بخاری حضرت ابو ہریرۃ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث لائے ہیں کہ دو شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ایک نے کہا میرا بیٹا اس کے یہاں نوکر تھا۔ اس نے اس کی عورت کے ساتھ زنا کیا تو میں نے اس کے فدیہ میں سو بکری اور ایک خادم دیا۔ پھر میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو ان لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے ہے اور ایک سال جلا وطنی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ سو بکری اور خادم تجھ پر واپس ہیں اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال جلا وطن ہونا ہے۔ اور اے انیس تم اس کی عورت کے پاس جاؤ پس اگر اعتراف کرے تو اس کو سنگسار کرو ۔ حضرت انیس گئے اور اس عورت نے اعتراف کیا انہوں نے اس کو سنگسار کر دیا۔ حدیث کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لِسُفْيَانَ لَمْ يَقُلْ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمُ فَقَالَ أَشُكُّ فِيهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ فَرُبَّمَا قُلْتُهَا وَرُبَّمَا سَكَتُّ.

علی بن عبد اللہ نے کہا۔ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا۔ اس نے فاخبرونی ان علی ابنی الرجم نہیں کہا تھا تو انہوں نے کہا مجھے اس میں شک ہے کہ زہری نے یہ کہا تھا کہ نہیں میں کبھی کہتا ہوں اور کبھی چپ رہتا ہوں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے یہ کہا تھا فاخبرونی ان علی ابنی جلد مائۃ

وتغریب عام۔ یا یہ کہا تھا فاخبرونی ان علی ابنی الرجم۔ سفیان بن عیینہ نے بتایا مجھے اس میں شک ہے کہ امام زہری نے دوسرا جملہ کہا تھا یا نہیں۔

حدیث ۲۸۴۵

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ عُمَرُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے

لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ

ڈر ہے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد کچھ لوگ کہیں ہم رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو اس فریضے کے ترک کے سبب

اللهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى وَقَدْ

جو اللہ نے اتارا ہے یہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے سنو بے شک رجم ثابت ہے اس زانی پر جو محصن ہو

أُحْصِنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ ـ قَالَ سُفْيَانُ

جب کہ ثبوت شرعی قائم ہو یا عورت کو حمل رہ جائے یا ملزم اعتراف کرلے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا میں

كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ

نے یہی یاد کیا ہے کہ فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی اور ان کے بعد ہم نے بھی دی۔

بَابُ رَجْمِ الْحُبْلَى مِنَ الزِّنَا إِذَا أُحْصِنَتْ۔ ص ۱۰۰۹

زنا سے حاملہ جب محصن ہو اس کو سنگسار کرنا۔

توضیح زنا سے جو عورت حاملہ ہو یا حمل سے پہلے اس نے زنا کیا تھا اور حاکم اسلام کے پاس اس وقت وہ لائی گئی جب وہ حاملہ تھی تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی پیدائش کے بعد جاری کی جائے گی اب اگر وہ محصنہ ہے تو بچے کی پیدائش کے بعد فوراً سنگسار کر دی جائے گی اگر بچے کی پرورش کرنے والا کوئی ہو تو۔ ورنہ بچے کی پیدائش کے دو سال بعد، اور اگر وہ محصنہ نہیں اور اسے کوڑے کی سزا دینی ہے تو نفاس سے پاک ہونے کے بعد حد جاری کی جائے گی۔ ع

حدیث ۲۸۴۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أُقْرِئُ رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں کچھ مہاجرین کو قرآن شریف پڑھاتا تھا

ع درمختار، ردالمحتار۔

عبد الرحمن بن عوف فبينما انا في منزله بمنى وهو عند عمر بن

انہیں میں عبد الرحمن بن عوف بھی تھے۔ میں منیٰ میں ان کے پڑاؤ پر تھا اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

الخطاب في آخر حجة حجها اذ رجع الى عبد الرحمن فقال لو رأيت

تعالیٰ عنہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ حضرت عمر کے اخیر حج کا ہے (جو ۲۳ھ میں ہوا تھا)

رجلا اتى امير المؤمنين اليوم فقال يا امير المؤمنين هل لك في فلان

جب عبد الرحمن لوٹ کر میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا تعجب ہے آج امیر المومنین کے پاس ایک شخص

يقول لو قد مات عمر لقد بايعت فلانا فوالله ما كانت بيعة ابي بكر

آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! فلاں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو کہتا ہے اگر عمر مر گئے تو میں

الا فلتة فتمت فغضب عمر ثم قال اني ان شاء الله تعالى لقائم

فلاں کی بیعت کروں گا بخدا ابو بکر کی بیعت اچانک ہی تھی جو پوری ہوئی۔ یہ سن کر حضرت عمر جلال میں آ

العشية في الناس فمحذرهم هؤلاء الذين يريدون ان يغصبوهم

گئے پھر فرمایا۔ انشاء اللہ شام کو میں لوگوں کو خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں کے امور کو

امورهم قال عبد الرحمن فقلت يا امير المؤمنين لا تفعل فان

غصب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبد الرحمن نے بتایا اس پر میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں اس

الموسم يجمع رعاع الناس وغوغاءهم وانهم هم الذين يغلبون على قربك

لیے کہ حج کا موسم رذیلوں اور بے وقوفوں کو بھی اکٹھا کر دیتا ہے۔ جب آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوں گے

حين تقوم في الناس وانا اخشى ان تقوم فتقول مقالة يطيرها عنك

تو یہی لوگ غلبہ کر کے آپ کے قریب ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ خطبہ میں کوئی بات کہیں

كل مطير وان لا يعوها وان لا يضعوها مواضعها فامهل حتى تقدم

جسے لوگ اناپ شناپ اڑا لے جائیں اور اس کو غلط معنیٰ پہنا کر لوگوں تک پہونچائیں۔ آپ ٹھہر

المدينة فانها دار الهجرة والسنة فتخلص باهل الفقه واشراف

جائیں یہاں تک کہ مدینہ پہونچ جائیں۔ مدینہ دار ہجرت اور سنت ہے۔ وہاں سمجھ دار اور شریف

الناس فتقول ما قلت متمكنا فيعي اهل العلم مقالتك فيضعوها

لوگوں کو منتخب کر کے ان کے سامنے جو بھی کہنا ہو بہت سوچ سمجھ کر کہیں آپ کی اس بات کو اہل علم

مَوَاضِعِهَا فَقَالَ عُمَرُ اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَقُوْمَنَّ بِذٰلِكَ اَوَّلَ مَقَامٍ

محفوظ رکھیں گے۔ اور صحیح طریقہ سے اس کو اس کی جگہ رکھیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا بخدا

اَقُوْمُهُ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فِيْ عُقْبِ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا

انشاء اللہ مدینہ پہونچ کر سب سے پہلے خطبہ دوں گا۔ ابن عباس نے کہا کہ ہم مدینہ ذوالحجہ کے اخیر

كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ عَجَّلْتُ الرَّوَاحَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى اَجِدَ سَعِيْدَ بْنَ

عشرہ میں آئے (بدھ کے دن) جب جمعہ کا دن آیا تو سورج ڈھلتے ہی جلدی سے میں مسجد نبوی میں

زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا اِلٰى رُكْنِ الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ حَوْلَهُ تَمَسُّ رُكْبَتِيْ

پہونچا۔ جب میں مسجد میں آیا تو میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو منبر کے کونے کے پاس بیٹھا ہوا پایا

رُكْبَتَهُ فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمَّا رَاَيْتُهُ مُقْبِلًا قُلْتُ

میں ان کے پاس بیٹھ گیا اتنا قریب کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ

لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ لَيَقُوْلَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ جب میں نے ان کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا تو

اسْتُخْلِفَ فَاَنْكَرَ عَلَيَّ وَقَالَ وَمَا عَسَيْتَ اَنْ يَقُوْلَ مَا لَمْ يَقُلْ قَبْلَهُ فَجَلَسَ

میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہا آج شام کو یہ ایک ایسی بات کہیں گے جس کو انہوں نے

عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُوْنَ قَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ

خلیفہ بنائے جانے کے بعد سے اب تک نہیں کہا ہے۔ انہوں نے میری بات تسلیم نہیں کی اور کہا۔

قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ قَائِلٌ لَكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِيْ اَنْ اَقُوْلَهَا لَا اَدْرِيْ لَعَلَّهَا

مجھے امید نہیں ہے کہ وہ ایسی بات کہیں گے جسے اس کے پہلے نہیں کہا۔ حضرت عمر منبر پر بیٹھے اور

بَيْنَ يَدَيْ اَجَلِيْ فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهِ

جب مؤذن چپ ہو گئے تو کھڑے ہوئے اللہ کی وہ ثناء کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا۔

رَاحِلَتُهُ وَمَنْ خَشِيَ اَنْ لَا يَعْقِلَهَا فَلَا اُحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَكْذِبَ عَلَيَّ اِنَّ

امابعد! میں تم سے ایک ایسی بات کہنے والا ہوں جس کا کہنا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔

اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ

میں نہیں جانتا۔ شاید یہ میرے سامنے میری موت ہے تو جو اس کو سمجھ لے اور کما حقہ یاد کرلے

الکتاب فکان مما انزل اللہ آیۃ الرجم فقرأناھا وعقلناھا ووعیناھا

توجہاں بھی جاتے اس کو بیان کرے اور جسے اس کا خدشہ ہو کہ اس نے اس کو سمجھا نہیں تو میں

رجم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ فاخشی ان

کسی کے لیے یہ حلال نہیں کرتا کہ مجھ پر جھوٹ باندھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد

طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی۔ اللہ نے جو کچھ

فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من

نازل فرمایا تھا ان میں آیت رجم بھی تھی ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور خوب اچھی طرح یاد

زنی اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل

رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے حضور کے بعد رجم کیا۔ مجھے اندیشہ ہے

او الاعتراف ثم انا کنا نقرأ فیما نقرأ من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن

کہ ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے کہ بخدا ہم رجم کی آیت کتاب اللہ میں نہیں

آبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم او ان کفرا بکم ان

پاتے اور اس فریضے کے ترک کے سبب گمراہ ہو جائیں جو اللہ نے نازل فرمایا اور رجم اللہ

ترغبوا عن آبائکم الا ثم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال

کی کتاب میں ثابت ہے جو زنا کرے جب کہ وہ محصن ہو مرد ہو یا عورت جب کہ ثبوت

لا تطرونی کما اطری عیسی بن مریم وقولوا عبد اللہ ورسولہ ثم انہ

فراہم ہو جائے یا حمل ہو یا اقرار۔ پھر ہم کتاب اللہ سے جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی پڑھتے

بلغنی ان قائلا منکم یقول واللہ لو مات عمر بایعت فلانا فلا یغترن

تھے کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض مت کرو کیوں کہ یہ تمہارا کفران نعمت ہے

امرء ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وتمت الا وانھا قد کانت

کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض کرو۔ یا یہ تھا بے شک تمہارا کفران نعمت ہے کہ

کذالک ولکن اللہ وقی شرھا ولیس منکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی

اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض کرو۔ سنو! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بَکْرٍ مَنْ بَایَعَ رَجُلًا عَنْ غَیْرِ مَشْوَرَۃٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَا یُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِیْ

کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا گیا ــــ ہاں یہ کہو اللہ کے بندے

تَابَعَهٗ تَغِرَّةً اَنْ یُّقْتَلَا وَاِنَّهٗ قَدْ کَانَ مِنْ خَیْرِنَا حِیْنَ تَوَفَّی اللّٰهُ نَبِیَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ

اور اس کے رسول ہیں ــــ اور سنو! مجھ تک یہ خبر پہونچی ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والا کہتا

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ خَالَفُوْنَا وَاجْتَمَعُوْا بِاَسْرِهِمْ فِیْ سَقِیْفَةِ

ہے بخدا اگر عمر مرجائیں گے تو میں فلاں کی بیعت کرلوں گا اور ہمیں وہ شخص ہرگز دھوکے میں

بَنِیْ سَاعِدَةَ وَخَالَفَ عَنَّا عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ وَمَنْ مَّعَهُمَا وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ

نہ ڈالے کہ کہے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک تھی اور وہ تام ہوئی ــــ سنو! بے شک وہ ایسی ہی تھی لیکن

اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ یَا اَبَا بَکْرٍ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰی اِخْوَانِنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَنْصَارِ

اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس میں حضرت ابوبکر جیسی فضیلت ہو ــــ

فَانْطَلَقْنَا نُرِیْدُهُمْ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ لَقِیَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ

جس نے کسی شخص کی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر بیعت کی تو اس کی پیروی نہ کی جائے نہ اس

فَذَکَرَا مَا تَمَالَأَ عَلَیْهِ الْقَوْمُ فَقَالَا اَیْنَ تُرِیْدُوْنَ یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقُلْنَا

کے متبعین کی پیروی کی جائے۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ دونوں قتل نہ کردیے جائیں۔ جس وقت

نُرِیْدُ اِخْوَانَنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَا لَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَقْرَبُوْهُمْ اِقْضُوْا

اللہ نے اپنے نبی کو اٹھایا اس وقت ابوبکر ہم سب میں بہتر تھے۔ انصار نے ہماری مخالفت کی

اَمْرَکُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَنَأْتِیَنَّهُمْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَاهُمْ فِیْ سَقِیْفَةِ بَنِیْ

اور کل انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اور ہماری مخالفت علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں

سَاعِدَةَ فَاِذَا رَجُلٌ مُّزَمَّلٌ بَیْنَ ظَهْرَانَیْهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا

نے کی۔ اور مہاجرین ابوبکر کے یہاں اکٹھا ہوئے۔ میں نے ابوبکر سے کہا اے ابوبکر آؤ ہم ان

سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقُلْتُ لَهُمْ مَا لَهٗ قَالُوْا یُوْعَكُ فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِیْلًا تَشَهَّدَ

انصاری بھائیوں کے یہاں چلیں اس کے بعد ہم لوگ چلے جب ہم ان کے قریب پہونچے تو

خَطِیْبُهُمْ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَنَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

ان کے دو نیک مرد ہم کو ملے اور بتایا کہ پوری قوم کس پر متفق ہوچکی ہے ان دونوں نے پوچھا

وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ وَأَنْتُمْ مَعَاشِرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ

اے مہاجرین کی گروہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو ہم نے کہا ہم ان انصاری بھائیوں کے یہاں جانا چاہتے ہیں تو

مِنْ قَوْمِكُمْ فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ

ان دونوں نے کہا ان کے پاس نہ جاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں تم خود اپنے معاملے کا فیصلہ کر لو، میں نے کہا

الْأَمْرِ فَلَمَّا سَكَتَ أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ وَكُنْتُ زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِي

بخدا ہم ضرور جائیں گے اس کے بعد ہم چلے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے پاس آئے میں نے دیکھا کہ ایک

أُرِيدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ وَكُنْتُ أُدَارِي مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ فَلَمَّا

صاحب کمبل اوڑھے ان کے بیچ میں ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے بتایا یہ سعد بن عبادہ ہیں

أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى رِسْلِكَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهُ فَتَكَلَّمَ

میں نے پوچھا انہیں کیا ہو گیا ہے لوگوں نے کہا انہیں بخار

أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّي وَأَوْقَرَ وَاللَّهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِي

آرہا ہے۔ ہم تھوڑے ہی دیر بیٹھے تھے کہ انصار کے خطیب نے شہادتین پڑھی اور اللہ کی وہ ثنا کی جس کا وہ

فِي تَزْوِيرِي إِلَّا قَالَ فِي بَدِيهَتِهِ مِثْلَهَا أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا حَتَّى سَكَتَ

مستحق ہے اس کے بعد اس نے کہا امّا بعد! ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے مہاجرین کی گروہ

فَقَالَ مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ وَلَنْ يُعْرَفَ هَذَا الْأَمْرُ

تھوڑے سے چند نفر ہو اور تمہاری قوم کے چند لوگ اپنی قوم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں

إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا وَقَدْ رَضِيتُ

کہ ہمیں جڑ سے اکھاڑ دیں اور حکومت ہم سے چھین لیں۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے چاہا کہ کچھ بولوں اور

لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ فَأَخَذَ بِيَدِي وَبِيَدِ

میں نے ایک مضمون ذہن میں سوچ لیا تھا جو مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا میں چاہتا تھا کہ اسے ابوبکر کے سامنے

أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا

بیان کر دوں میری منشا یہ تھی کہ انصار کے خطیب کی بات سے انہیں جو غصہ وغیرہ آیا ہو اسے کچھ دور کر دوں

كَانَ وَاللَّهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي لَا يُقَرِّبُنِي ذَلِكَ مِنْ إِثْمٍ أَحَبَّ إِلَيَّ

جب میں نے چاہا کہ بولوں تو ابوبکر نے کہا جیسے بیٹھے ہو بیٹھے رہو میں نے یہ ناپسند کیا کہ انہیں ناراض کروں۔

مِنْ أَنْ أُتَأَمَّرَ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ تُسَوِّلَ لِي نَفْسِي عِنْدَ

اس لیے چپکا بیٹھا رہا۔ اب ابوبکر نے بات کی وہ مجھ سے زیادہ متحمل اور باوقار تھے بخدا انہوں نے میں نے جو

الْمَوْتِ شَيْئًا لَا أَجِدُهُ الْآنَ فَقَالَ قَائِلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ

کچھ سوچ رکھا تھا اس میں سے ایک بات بھی نہیں چھوڑی انہوں نے سب بداہۃً کہا اس کے مثل یا اس سے

وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ فَكَثُرَ اللَّغَطُ وَ

بھی بہتر یہاں تک کہ چپ ہو گئے۔ انہوں نے یہ کہا اے انصار! تم نے اپنے جو فضائل بیان کیے تم اس کے

ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ حَتَّى فَرِقْتُ مِنَ الْاخْتِلَافِ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَدَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ

اہل ہو اور یہ چیز یعنی خلافت سوائے قبیلۂ قریش کے کسی اور کے لیے سوچی بھی نہیں جاسکتی، قریش ہی پورے

فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْأَنْصَارُ وَنَزَوْنَا

عرب میں نسب اور گھر کے اعتبار سے افضل ہیں میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک پر راضی ہوں کہ انہیں سے

عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقُلْتُ

ایک کی بیعت کرلو جس کی بھی چاہو انہوں نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا یہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے

قَتَلَ اللَّهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ عُمَرُ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا وَجَدْنَا فِيمَا حَضَرْنَا مِنْ

تھے۔ ابوبکر نے جو کچھ کہا ان میں سے سوائے اس کے اور کوئی بات مجھے ناپسند نہیں ہوئی۔ بخدا مجھے یہ زیادہ پسند

أَمْرٍ أَقْوَى مِنْ مُبَايَعَةِ أَبِي بَكْرٍ خَشِينَا إِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ أَنْ

ہے کہ مجھے آگے کرکے بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جائے بہ نسبت اس کے کہ ایسی قوم کا امیر بنوں

يُبَايِعُوا رَجُلًا مِنْهُمْ بَعْدَنَا فَإِمَّا تَابَعْنَاهُمْ عَلَى مَا لَا نَرْضَى وَإِمَّا نُخَالِفُهُمْ

جن میں ابوبکر ہوں ہاں موت کے وقت میرا نفس مجھے بہکا دے تو دوسری بات ہے اس وقت ایسا

فَيَكُونُ فَسَادٌ فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُتَابَعُ

نہیں۔ اس کے بعد انصار میں سے ایک صاحب نے کہا میں اس کا جُذَیل محکک ہوں اور عذیق مرجب

هُوَ وَلَا الَّذِي تَابَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا

ہوں ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو اے قریش کی گروہ، اس کے بعد شور بہت ہونے لگا آوازیں

بلند ہوگئیں یہاں تک کہ مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا یہ دیکھ کر میں نے کہا اپنا ہاتھ پھیلاؤ اے ابوبکر! انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور میں نے ان سے بیعت کرلی اور مہاجرین نے بیعت کرلی پھر انصار نے ان کی بیعت کرلی اور ہم سعد بن عبادہ پر غالب آگئے۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا میں نے کہا سعد بن عبادہ

کو اللہ نے مار ڈالا۔ حضرت عمر نے کہا بخدا ہم جس معاملے میں پڑے ان میں سب سے قوی ابو بکر کی بیعت ہے ہمیں یہ ڈر تھا کہ اگر ہم قوم کو چھوڑ دیں اور اگر کسی کی بیعت نہ ہو تو کہیں یہ لوگ ہمارے بعد ان میں سے کسی کی بیعت کر لیں اس کے بعد پھر ہم یا تو ایسی بات میں ان کے تابع ہو جائیں جو ہمیں پسند نہیں یا ہم ان کی مخالفت کریں تو فساد ہو۔ مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص سے جو بھی بیعت کرے تو نہ اس کی پیروی کی جائے نہ اس کے متبعین کی اس اندیشے سے کہ کہیں دونوں قتل نہ کر دیے جائیں۔

تشریحات

قولہ کنتُ اُقرِئُ ۲۸۴۶۔ کبار صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جہاد اور دوسرے اہم کاموں میں مصروف تھے اس لیے بہت ہی کم صحابہ کرام نے پورا قرآن مجید حفظ کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگرچہ حضور کے وصال کے وقت صرف تیرہ ۱۳ سال کے تھے اور غالباً ہجرت بھی فتح مکہ کے بعد کی اس طرح ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بہت مختصر نصیب ہوئی مگر چونکہ انتہائی ذہین و فطین تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا بھی فرمائی تھی" اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ اَلْکِتَابَ "اے اللہ اسے کتاب یعنی قرآن کا علم عطا فرما وہ بھی اس شان سے کہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور سینے سے لگایا اس دعا کی برکت یہ تھی کہ وہ "حبر امت" سید المفسرین ہوئے اور اکابر صحابہ حتیٰ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جلیل القدر بزرگ بھی ان سے قرآن پڑھتے تھے اس سے آج کل کے علماء کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ اگر کسی چھوٹے عمر والے کے پاس ایسا علم ہو جو اس کے پاس نہیں تو حیا نہ کرے حاصل کرے۔

قولہ بایعتُ فلاناً۔ اس سے مراد حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ کہنے والے انصار کے کچھ لوگ تھے۔

قولہ فَلْتَۃً۔ فاء کے فتحہ لام کے سکون کے ساتھ پھر تاء مطولہ پھر تاء مدوّرہ۔ اس کے معنی اچانک کے ہیں۔ چونکہ بیعت کے پہلے اس قسم کی کوئی بات نہیں آئی تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے گا نہ تو اس کا چرچا ہوا اور نہ عام طور پر باہمی مشورہ ہوا بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کرام میں اور مہاجرین میں بحث طول پکڑ گئی اور شور ہونے لگا، آوازیں بلند ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اپنا ہاتھ پھیلایئے انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم نے ان کی بیعت کی پھر مہاجرین پھر انصار کرام نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اچانک ہی کوئی کام اچھا ہو جائے تو محض اس بنا پر کہ یہ کام اچانک ہوا ہے اس کو برا کہنا حماقت ہے۔

قولہ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَائَهُم۔ "رعاع: جاہل، رذیل، نوعمر" غوغاء: ٹڈی کے چھوٹے بچے جو اڑنا شروع کریں، عرف میں اس کے معنی ہیں ہیچ، شرپسند۔

قولہ عقب ذی الحجۃ :۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حج سے واپسی بدھ کے دن ہوئی تھی اس کے دو دن بعد جمعہ تھا جمعہ کے دن یہ خطبہ دیا تھا۔

قولہ لا اَدْرِی ۔ ابو معشر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں یہ فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھ کو چونچ ماری ہے جس سے میں سمجھتا ہوں میری موت قریب ہے چنانچہ یہی ہوا، ذی الحجہ کا مہینہ ختم بھی نہیں ہوا کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔

قولہ آیۃ الرجم۔ یعنی اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا نَکَالًا مِنَ اللّٰہِ. یہ ان آیتوں میں سے ہے جن کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا اندیشہ تھا کہ چونکہ آیت رجم قرآن متلو میں نہیں تو ہو سکتا ہے کچھ لوگ اس کا انکار کر بیٹھیں اس لیے پورے اہتمام کے ساتھ اس اہم موقع پر آیت رجم کو بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندیشہ صحیح نکلا خوارج کے ایک گروہ اور بعض معتزلہ نے اس کا انکار کیا بلکہ نسائی میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی خطبے میں فرمایا تھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رجم کیا چیز ہے کتاب اللہ میں صرف کوڑے مارنا ہے۔

قولہ لا ترغبوا۔ یہ بھی ان آیتوں میں سے ہے جن کا حکم باقی ہے اور تلاوت منسوخ ہو چکی ہے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ان کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن آبائکم، ہم کتاب اللہ میں جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی پڑھتے ان لا ترغبوا عن آبائکم، اس پر نص ہے۔

قولہ وانہا قد کانت کذالک :۔ یعنی حضرت صدیق اکبر کی بیعت اچانک ہی ہوئی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو پہلے سے اس سلسلے میں کوئی باہمی مشورہ ہوا تھا اور نہ رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی سقیفہ بنی ساعدہ میں یک بیک بغیر اس کے کہ لوگوں کی رائے معلوم کروں میں نے جب دیکھا کہ آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو میرے ذہن میں یہی حل آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت شروع کر دی جائے اسی کے مطابق میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے میں بیعت کروں چنانچہ میری یہ رائے صحیح نکلی میرے بیعت کرتے ہی سارے مہاجرین اور انصار نے جتنے لوگ وہاں موجود تھے سب نے بیعت کر لی نہ کسی نے اس پر اعتراض کیا اور نہ بیعت میں توقف کیا جس سے معلوم ہو گیا کہ سب کے دل کی آواز یہی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا جائے، سقیفہ بنی ساعدہ میں تو کوئی کیا اعتراض کرتا وہاں سے اٹھنے کے بعد لوگ

اپنے اپنے گھروں اور محلوں میں گئے کہیں سے اس کے خلاف کچھ سنائی نہیں دیا یہاں تک کہ پوری رات گزری اور دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی کوئی اعتراض کیا سنائی دیتا کسی نے بیعت کرنے میں ذرا بھی جھجک اور تردد نہیں کیا سب نے بخوشی بیعت کی صرف حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہیں آئے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں کو بلوایا دونوں بلا تردد آئے آکر ان لوگوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ کو خلافت کا حق نہیں تھا آپ کی بیعت غلط تھی آپ نے جلدی جلدی چپکے سے بیعت کرالی کہا تو یہ کہا کہ ہمیں صرف اس بات کی تکلیف ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم کو بلوایا نہیں گیا اس کا جواب ظاہر ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق اکبر وغیرہ کو بھی نہیں بلایا گیا تھا یہ سن کر کہ وہاں انصار کرام جمع ہیں یہ حضرات خود ہی وہاں تشریف لے گئے حضرت علی و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اگر اس وقت وہاں تشریف لے جاتے تو انہیں کون روکتا پھر بر بنائے تحقیق اسی مجمع میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی بیعت کرلی جیسے میں پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

قولہ ولکن اللہ وقی شرھا: یعنی عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بلا سوچے سمجھے اچانک کوئی کام ہوتا ہے وہ بھی اتنا اہم اس سے نقصانات ہوتے ہیں اچانک کام کرنے سے جو شر پیدا ہو سکتا تھا اس سے اللہ نے بچا لیا اور یہ بیعت سراپا خیر و برکت ثابت ہوئی، یہ بیعت ایسی باعث خیر و برکت ثابت ہوئی کہ دنیا کی تاریخ میں جو چند بہت اہم دور رس صحیح فیصلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے حتیٰ کہ حضرت ابو حصین نے حضرت صدیق اکبر کے کارنامے دیکھ کر کہا۔

لقد قام ابوبکر یوم الردۃ مقام نبی من الانبیاء

ابوبکر نے یوم ردت ایک نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا والذی لا الہ الا ھو، لولا ابوبکر اُستُخلِفَ ما عُبِدَ اللہ:۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر خلیفہ نہ بنائے گئے ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ ایسے اہم اور مفید کام کا اچانک ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ من جانب اللہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عمر کے دل میں ڈالا پھر تمام صحابۂ کرام کے دل میں ڈالا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ تھی کہ بیس سے زیادہ ایسے مواقع ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا وہ وحی الٰہی کے مطابق تھا ان کے فرمانے کے بعد اسی کے مطابق قرآن نازل ہوا اس کی روشنی میں میرا ایمان ہے کہ اگر نزول وحی کا سلسلہ بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوتی۔

قولہ عَنْ غَیرِ مَشُوْرَۃٍ ۔ یعنی کسی ایک شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر ان کی رضا حاصل کیے بغیر اپنی طبیعت سے جسے چاہے خلیفہ منتخب کر لے اگر کوئی ایسا کرے بھی تو اس کی خلافت صحیح نہیں ہوگی۔

قولہ اَنَّ الْاَنْصَارَ خَالَفُوْنَا ۔ مطلب یہ ہے کہ انصار کرام کو چاہیے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس یا مسجد نبوی میں حاضر ہوکر مشورہ کرتے یہی مرکز اسلام تھا ہم یہاں بیٹھے تھے اور وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوئے اور یہی مطلب اس کا بھی ہے جو آگے آرہا ہے "خَالَفَنَا عَلِیٌّ وَالزُّبَیرُ" یہ لوگ حضرت سیدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں جمع ہوکر مشورہ کرنے لگے ایک روایت میں بجائے حضرت زبیر کے حضرت عباس ہے۔ انصار کرام کا خیال یہ تھا کہ ہم تعداد میں زیادہ ہیں مہاجرین تھوڑے ہیں یہ لوگ ہجرت کرکے ہمارے پاس آئے تھے ہم نے ان کو پناہ دی جان مال ہر طرح سے ان کی مدد کی جنگوں کے موقعوں پر ہر لشکر میں ہماری اکثریت رہی اس لیے ہم خلافت کے زیادہ مستحق ہیں لیکن معاملہ صرف مدینہ طیبہ کا نہیں تھا پورے عرب کا تھا عرب کے لوگ سوائے قریش کے کسی کی بالادستی قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتے نیز جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ تو شرعاً بھی یہ جائز نہیں تھا کہ انصار کرام میں سے کوئی خلیفہ ہوتا۔ بنی ہاشم کا خیال یہ تھا کہ اس وقت پوری دنیا کا دستور یہی ہے کہ کسی بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا جانشین اس کا بیٹا ہوتا اور اگر بیٹا نہ ہو تو عصبات میں سے جو سب سے قریب تر ہو وہ ہوتا عصبات میں سب سے قریب حضرت عباس تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن انہیں خلافت کی آرزو نہیں تھی وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت علی کو خلیفہ بنایا جائے جیسا کہ اسی بخاری میں حدیث گزر چکی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی سے کہا میں بنی ہاشم کا حال جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے چہرے پر ایسی علامتیں ظاہر ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخیر دن ہیں چلو حضور سے کہہ کر اپنے لیے لکھوا لو' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایسا کبھی نہیں کروں گا، اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تو پھر یہ ہمیں کبھی نہ ملے گی۔

علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرورش بھی فرمائی تھی اور اس کے باوجود کہ ان کے پاس کچھ نہیں تھا رہنے کے لیے گھر بھی نہیں تھا پھر بھی اپنی سب سے چہیتی صاحبزادی کا نکاح ان سے کردیا بے شمار ذاتی فضائل کے ساتھ ساتھ ان کے بے شمار کارنامے تھے اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن مبارک میں یہ خیال آیا کہ خلافت مجھے ملنی چاہیئے اور بنی ہاشم کا یہ سوچنا کہ حضرت علی کو خلیفہ ہونا چاہیئے ایک طرح سے بجا بھی تھا۔

لیکن ایک اہم سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ انصار کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں آئے تو خود ایک انصاری نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق اعظم کو کیوں اطلاع دی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ یا سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی نے انصار کو جانے دیجئے مہاجرین ہی میں کسی نے حضرت علی کا نام کیوں نہیں پیش کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ بنی ہاشم کے سوا صحابہ میں سے خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے اور بادشاہ مرجائے تو اس کے بیٹے یا عصبہ ہی کو اس کی جگہ بٹھایا جائے یہ جاہلی نظام تھا اسلامی نظام میں اس کی گنجایش نہیں۔ اسلامی نظام یہ ہے کہ جو اس کا سب سے زیادہ اہل ہو جسے اہل حل و عقد منتخب کریں اگرچہ انتخاب وقتی طور پر ہو وہی خلیفہ ہوگا۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ اسلام کے پہلے حج کا امیر الحج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور جب مسجد میں تشریف لے جانے کی طاقت نہ رہی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امام بنا کر کھڑا کیا یہ دونوں باتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی طرف بہت واضح اشارہ کر رہی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں مدینہ طیبہ ہی میں تھے کہیں باہر نہیں تھے مگر انہیں امام نہیں بنایا ان کے ہوتے ہوئے اپنے مصلیٰ اور منبر پر بلا فصل حضرت ابو بکر کو کھڑا کیا یہ دلیل ہے کہ میرے خلیفہ بلا فصل بھی ہوں گے ان دونوں باتوں کو تمام صحابۂ کرام جانتے تھے اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پیش ہوتے ہی تمام صحابۂ کرام نے ان کی بیعت کر لی حتیٰ کہ ان انصار کرام نے بھی بیعت کر لی جنہوں نے طے کر لیا تھا کہ خلیفہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔

خاص نکتہ قابل غور یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کرام کے جمع ہونے کی اطلاع دینے والے بھی انصاری ہیں اور راستے میں جو دو صاحبان ملے تھے جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے اور جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے منع کیا تھا یہ بھی انصاری تھے۔

رافضیوں کو سقیفہ بنی ساعدہ کے فیصلوں پر بڑا اعتراض ہے کوئی ان سے پوچھے کہ اگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ نہ گئے ہوتے تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہو جاتے۔ حالات کا رخ بتا رہا ہے کہ اگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ گئے ہوتے تو انصار کرام اپنی قرارداد کے بموجب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیتے ان کی بیعت کر لیتے۔ پھر کیا ہوتا؟

ان سب باتوں پر جو بھی دانشمند ذرا بھی غور کرے گا وہ بھی اس نتیجے پر پہونچے گا کہ یہ حضرت

ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ اعلیٰ دانش مندانہ برمحل اقدام ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں شاید و باید ہی مل سکے۔ جویریہ کی روایت میں جو حضرت مالک سے ہے یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں تھے کہ ایک صاحب نے دیوار کے پیچھے سے پکارا۔ اے ابن خطاب نکلو! حضرت عمر نے کہا ہٹو ہم مشغول ہیں اس نے کہا میرے پاس آؤ اس لیے کہ ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے انصار اکٹھا ہو گئے ہیں تو آپ ان کے پاس جاؤ ان کو سنبھالو قبل اس کے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے تمہارے درمیان لڑائی ہو جائے" یہ دو انصاری صاحبان جو راستے میں ملے تھے جنہوں نے ان لوگوں کو سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے منع کیا تھا دونوں انصاری بدری تھے ان میں ایک صاحب کا نام عُنیمُ بن ساعدہ تھا اور دوسرے صاحب کا معن بن عدی۔ پھر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد ایک انصاری ہی نے کہا تھا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا اس سے مترشح ہوتا ہے کہ تمام انصار کرام اس پر متفق نہیں تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنایا جائے۔

قولہ بعض الحدِّ۔ حَد" کے معنی تیزی کے ہیں یہاں مراد اشتعال کے ہیں چونکہ انصاری خطیب کے بعض الفاظ مہاجرین کے لیے تکلیف کے باعث ہو سکتے تھے اس سے فطری طور پر یہ خیال درست تھا کہ کسی کو اشتعال آجائے یہ موقعہ اشتعال کا نہیں تھا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کہ بتقاضائے بشری کوئی اس کے جواب میں سخت بات کہہ دے جس سے ماحول گرم ہو جائے اور بات بگڑ جائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جلال زیادہ تھا لیکن اپنے موقعے پر یہ ان کی ذہانت و فطانت ہے کہ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے نرم تھے لیکن حقیقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فہم و فراست و تدبر و موقع شناسی میں بھی بدرجہا زائد تھے جس کی ایک نظیر یہی خطبہ ہے جو اس موقع پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔

قولہ اَنَا جُذَیلُھَا المُحَکَّکُ۔ جُذَیل، جذل، کی تصغیر ہے اور یہ تصغیر تعظیم کے لیے ہے اس کے معنی درخت کے اس تنے کے ہیں جس کی شاخیں جھڑ گئی ہوں، اور اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جو اس لیے گاڑی جاتی تھی کہ خارش زدہ اونٹ اس پر اپنا بدن رگڑیں۔ "مُحَکَّکُ" حَکَّ" کا باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ لکڑی جس پر کھجلایا گیا ہو اور اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے۔ کھجلانے کی جگہ اس سے مراد مجا مجایا تجربہ کار ہے یعنی میں بہت تجربہ کار ہوں۔

قولہ" عُذَیقُھَا المُرَجَّبُ عُذَیق۔ عِذق" کی تصغیر ہے" عذق" کھجور کا۔ گچھا عَذقٌ کھجور کا درخت، اور مرجب" رجبٌ کا باب تفعیل سے اسم مفعول ہے بولتے ہیں رَجَّبْتُ النَّخْلَۃَ۔

جب کہ اسے تھونی لگادی جائے یعنی جب کہ اس کے گرنے کا اندیشہ ہو خواہ زیادہ لمبائی کی وجہ سے یا پھلوں کے بوجھ کی وجہ سے، اس سے مراد سہارا اور معتمد ہے یہ کہنے والے حُباب بن منذر تھے بحث کے دوران حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تھا ہم اُمراء ہیں اور آپ لوگ وزراء، اس پر حُباب بن مُنذر نے کہا بخدا ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے ہم سے ایک امیر ہو گا اور تم سے ایک امیر ہو گا، اس کے جواب میں حضرت عمر نے فرمایا دو تلواریں ایک نیام میں نہیں رہ سکتیں ہم سے امراء ہوں اور تم میں سے وزراء۔

قولہ ثُمَّ بَایَعَتْہُ الْاَنْصَارُ۔ فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو مجھ سے پہلے انصار کے ایک صاحب نے بیعت کر لی یہ صاحب بشیر بن سعد تھے حضرت نعمان کے والد (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

باب۔ اَلْبِکْرَانِ یُجْلَدَانِ وَیُنْفَیَانِ۔

کنوارے زانی مرد اور عورت کو کوڑا مارا جائے گا اور جلاوطن کیا جائے گا۔

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَائِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَایَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(سورۂ نور آیات ۲و۳ ع ۱) (ص ۱۰۱۰)

بدکار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں ان پر ترس نہ آئے اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو بدکار مرد نکاح نہ کرے گا مگر بدکار یا مشرک عورت سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے گا مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

توضیح:۔ باب میں بِکر سے مراد وہ مرد ہے جس نے نکاح کے ساتھ کسی عورت سے ہمبستری نہ کی ہو اسی طرح بِکر عورت سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا گیا ہو۔

باب کا عنوان ایک حدیث موقوف کا عنوان ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اس زیادتی کے ساتھ وَالثَّیِّبَانِ یُجْلَدَانِ وَیُرْجَمَانِ۔ اور ثیّب مرد اور عورت کو کوڑا بھی مارا جائے گا اور سنگسار بھی کیا جائے گا۔

ابن منذر نے زیادتی کو ان الفاظ میں روایت کیا وَالثَّیِّبَانِ یُرْجَمَانِ وَالَّذَانِ بَلَغَا سِنًّا

یُجۡلَدَانِ ثُمَّ یُرۡجَمَانِ۔ اور ثیب کو سنگسار کیا جائے گا اور جو بوڑھے ہو چکے ہوں انہیں کوڑا مارا جائے گا پھر سنگسار کیا جائے گا۔

اور امام عبدالرزاق نے بطریق ثوری عن الاعمش عن مسروق یوں روایت کیا۔

البکران یجلدان وینفیان والثیبان یرجمان ولا یجلدان والشیخان یجلدان ثم یرجمان۔

بکر کو کوڑا مارا جائے گا اور جلا وطن کیا جائے گا اور ثیب کو سنگسار کیا جائے گا اور کوڑا نہیں مارا جائے گا اور بوڑھے مرد اور عورت کو کوڑا مارا جائے گا پھر سنگسار کیا جائے گا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

مذہب احناف:۔ اس خصوص میں یہ ہے کہ غیر محصن مرد اور عورت کے زنا کی حد صرف کوڑا مارنا ہے جلا وطن کرنا حد میں داخل نہیں۔ البتہ اگر حاکم اسلام جلا وطن کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو تو سیاسۃً جلا وطن کر سکتا ہے۔ اور جن احادیث میں جلا وطن کرنے کا ذکر ہے ان سب سے مراد یہی ہے کہ عندالضرورت ان کو جلا وطن کیا گیا۔

علامہ ابن حجر نے محمد بن نصر کی کتاب الاجماع سے نقل فرمایا کہ زانی کے جلا وطن کیے جانے پر کوفیوں کے علاوہ سب کا اتفاق ہے حتیٰ کہ ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

ت	قَالَ ابۡنُ عُیَیۡنَةَ رَافَةٌ اِقَامَةُ الۡحَدِّ۔
۸۰۱	ابن عیینہ نے فرمایا ترس نہ آئے حد قائم کرنے میں۔
ت	قَالَ ابۡنُ شِهَابٍ وَاَخۡبَرَنِیۡ عُرۡوَةُ بۡنُ الزُّبَیۡرِ اَنَّ عُمَرَ بۡنَ
۸۰۲	عروہ بن زبیر نے خبر دیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زانی کو جلا وطن کیا
	الۡخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ غَرَّبَ ثُمَّ لَمۡ تَزَلۡ تِلۡكَ السُّنَّةُ۔
	اور پھر یہی طریقہ ہمیشہ رہا

تشریحات ۸۰۲ یہ حدیث منقطع ہے اس لیے کہ عروہ کا سماع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں لیکن ترمذی میں ہے عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرب وغرب وان ابابکر ضرب وغرب وان عمر ضرب وغَرَّب۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زانی کو مارا اور جلا وطن کیا اور حضرت ابو بکر نے مارا اور جلا وطن کیا اور حضرت عمر نے مارا اور جلا وطن کیا۔ اسے نسائی، ابن خزیمہ اور حاکم نے بھی روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی۔

قولہ تلک السنۃ۔ حتی کہ مروان نے بھی جلا وطن کیا اس کے بعد اسے اہل مدینہ نے ترک کر دیا۔

حدیث	عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی
۲۸۴۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس
	علیہ وسلم قضی فیمن زنا ولم یحصن بنفی عام باقامۃ الحد علیہ [1]
	شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں تھا سال بھر جلا وطن ہونے کا حکم دیا اس پر حد قائم ہونے کے ساتھ ساتھ۔

تشریحات ۲۸۴۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمانا کہ حد قائم فرمانے کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لیے جلا وطن ہونے کا حکم دیا یہ اس کی دلیل ہے کہ جلا وطن کرنا حد میں داخل نہیں۔

باب کم التعزیر والادب ص ۱۰۱۲ سزا اور ادب کتنا دیا جائے گا۔

حدیث	عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد اللہ عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالی
۲۸۴۸	حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے
	عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول لا یجلد فوق عشر
	تھے کہ کسی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے سوائے اللہ کے
	جلدات الا فی حد من حدود اللہ [2]
	حدود میں سے کسی حد میں۔

تشریحات ۲۸۴۸ اس حدیث میں حد سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں شراح کے مختلف اقوال ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سزا ہے جو شریعت نے کسی جرم پر مقرر فرمائی ہے۔ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حد کے علاوہ کسی اور جرم کی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے لیکن اسلاف سے اس سے زائد کوڑے مارنے کی روایتیں موجود ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تعزیر میں بیس کوڑے سے زیادہ کسی کو مت مارو اور حضرت عثمان سے تیس تک تعداد مروی ہے نیز حضرت عمر سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے سو کوڑے تک کی اجازت

---

[1] نسائی رجم [2] اسی کے متصل دو اور طریقے سے ہے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، حدود، نسائی محاربہ۔

دی ہے اور ایسے ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔
اسی بنا پر اس سلسلہ میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں صحیح اور محقق یہ ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں کہ یہ جرم اور مجرم کی حیثیت کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔ شریف اور سلیم الطبع افراد کے لیے کبھی صرف پوچھ لینا کافی ہوتا ہے کہ کیا آپ نے ایسا کیا ہے بلکہ کبھی اتنا کہنا ہی بہت ہوتا کہ یہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ کبھی معمولی سرزنش کافی ہوتی ہے اور کبھی دس بیس کوڑے ناکافی پھر گناہ کبیرہ کی سزا مختلف ہوگی بہ نسبت گناہ صغیرہ کے۔ پھر ایک عادی مجرم کی سزا الگ ہوگی بہ نسبت اس کے کہ اس سے پہلی بار کوئی جرم سرزد ہوا ہو۔ اس لیے محقق اور راجح یہی ہے کہ تعزیر حاکم کے صواب دید پر ہے۔
پھر تادیب کا معاملہ تعزیر سے الگ ہے مثلاً باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو، آقا غلام کو کسی ایسی بات پر بھی سزا دے سکتا ہے جو حقیقت میں گناہ نہیں۔ لیکن اب سوال یہ رہ جاتا کہ جب حدیث میں دس کی تحدید مذکور ہے تو اس سے زیادہ تعزیر کی اجازت کیسے ہوگی۔
اس لیے اس حدیث میں حد سے اوامر اور نواہی مراد لیے جائیں یعنی کسی فرض اور واجب کے ترک پر یا کسی ناجائز اور حرام کے ارتکاب پر دس کوڑوں سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے دو اور طریقوں سے تخریج کی ہے۔ ایک[۱] بطریق عمرو بن علی اس میں یہ ہے کہ عبد الرحمن بن جابر نے اس سے روایت کرتے ہوئے جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھ سے حدیث بیان کی۔ دوسرے[۲] بطریق یحییٰ بن سلیمان اس میں یہ ہے کہ ابن وھب نے کہا مجھ سے عمرو نے حدیث بیان کی کہ بکیر نے ان سے حدیث بیان کی کہ میں سلیمان بن یسار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبد الرحمن بن جابر آئے اور سلیمان بن یسار سے حدیث بیان کی اس کے بعد سلیمان بن یسار ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا مجھ سے عبد الرحمن بن جابر نے حدیث بیان کی کہ ان کے باپ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابو بردہ انصاری سے سنا کہ انہوں نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
تینوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے طریقے میں عبد الرحمن بن جابر براہ راست حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ دوسرے طریقے میں عبد الرحمن بن جابر نے ان صاحب کا نام نہیں لیا۔ جن سے انہوں نے روایت کی جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ اس میں عبد الرحمن بن جابر کے شیخ کا نام مذکور نہیں مگر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ جب کہ یہ تصریح ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ صحابی تھے اور صحابہ کل کے کل عادل ہیں اور اس کا بھی امکان کہ یہ حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوں جیسا کہ

دوسرے طریقے میں تصریح ہے۔
تیسرے طریقے میں عبد الرحمٰن بن جابر اور حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اس سے بھی کوئی خلل نہیں واقع ہوتا ہو سکتا ہے کہ عبد الرحمٰن بن جابر نے اس کو اپنے والد حضرت جابر سے بھی سنا ہو اور براہِ راست حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنا ہو۔ البتہ ہر روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ پہلی روایت جو بطریق عبد اللہ بن یوسف ہے اس میں یہ ہے لایجلد فوق عشر جلدات۔ دوسری روایت بطریق عمرو بن علی اس میں ہے لاعقوبۃ فوق عشر ضربات۔ اور تیسری روایت بطریق یحییٰ بن سلیمان ہے اس میں ہے لایجلد فوق عشر اسواط۔ مگر معنی تینوں کا ایک ہے۔ ضربۃ اگرچہ معنی کے اعتبار سے عام ہے مگر چونکہ عادت یہی تھی کہ کوڑوں ہی سے سزا دی جاتی تھی اس لیے ضربۃ سے مراد کوڑا مارنا ہی ہے۔
اس کے بعد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث صوم وصال ذکر فرمائی جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال سے لوگوں کو منع کیا تو کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ صوم وصال رکھتے ہیں فرمایا تم میں کون مجھ جیسا ہے مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے جب لوگ نہیں مانے تو حضور نے دو دن صوم وصال رکھا پھر چاند نظر آگیا تو فرمایا کہ اگر چاند ابھی نظر نہ آتا تو میں اور بھی صوم وصال رکھتا۔ یہ ارشاد ایسا تھا جیسے کہ ان کی سزا کے لیے فرمارہے ہوں مطلب یہ تھا کہ میں تو مسلسل صوم وصال رکھتا اور تم لوگ عاجز آجاتے اس سے ثابت ہوا کہ تعزیر صرف مارنے ہی میں منحصر نہیں تعزیر کبھی زجر و توبیخ اور کبھی دوسرے طریقے سے بھی ہوتی ہے:

باب قذف العبید ص۱۰۱۳ غلاموں پر زنا کی تہمت لگانا۔

توضیح یہاں مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف ہے اس کے تحت جو حدیث مذکور ہے وہ اس کی دلیل ہے ــــ یعنی اگر کسی نے غلام پر زنا کی تہمت لگائی تو کیا حکم ہے ــــ اگرچہ لفظ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اضافت فاعل کی طرف ہو یعنی غلام اگر کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو کیا حکم ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ غلام کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز، امام زہری، امام اوزاعی اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو اسی کوڑے مارے جائیں ــــ عنوان میں اگرچہ عبید کا لفظ ہے مگر یہی حکم باندیوں کا بھی ہے۔

حدیث	عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِم
۲۸۴۹	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَہٗ وَھُوَ بَرِیٌّ مِمَّا
ہوئے سنا جو شخص اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائے گا اور غلام اس سے پاک ہو گا تو اسے قیامت

قَالَ جُلِدَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ کَمَا قَالَ [1]
کے دن کوڑا مارا جائے گا مگر یہ کہ غلام ایسا ہی ہو جیسا کہ اس نے کہا۔

تشریحات ۲۸۴۹ اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلام پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں دلیل یہی حدیث ہے کیوں کہ اگر دنیا میں اس پر حد ہوتی تو اسے ضرور ذکر فرماتے جب کہ حد گناہوں کا کفارہ ہے تو جس جرم پر حد جاری کر دی گئی تو قیامت کے دن اس پر پھر سزا کا سوال ہی نہیں۔

---

[1] مسلم ایمان و نذور۔ ابو داؤد ادب، ترمذی بر، نسائی رجم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الدّیات ص ۱۰۱۴ دیات کا بیان

وقول اللہ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔

توضیح دیات دیۃ کی جمع ہے جیسے عدۃ کی جمع عدات اس کی اصل وَدْیٌ تھی۔ یہ لفیف مفروق ہے واؤ کو حذف کرکے اس کے عوض اخیر میں تا بڑھادی گئی اور فا کلمہ کو کسرہ دیا گیا جیسے وعد سے عدۃ اور وزن سے زنۃ۔ اس کے معنی ہیں، جان یا زخم کے عوض مال دینا۔ جس کو اردو میں خوں بہا کہتے ہیں ـــــ قصاص کے معنی بدلہ لینا ہے مثلاً مقتول کے عوض قاتل کو قتل کرنا۔ دانت توڑنے کے عوض، دانت توڑنا حقیقت میں قصاص، دیت سے الگ ایک قسم ہے لیکن جن جرائم میں قصاص واجب ہوتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ اولیاء مقتول یا مجروح مال لے لیں اور قصاص چھوڑ دیں اس مناسبت کی بنا پر امام بخاری نے دیات کے ضمن میں قصاص کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

حدیث	عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ
۲۸۵۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اس
	تعالیٰ علیہ وسلم لن یزال المؤمن فی فسحۃ من دینہ مالم یصب دما حراما۔
	وقت تک اپنے دین میں کشادگی کے ساتھ رہے گا جب تک خون ناحق نہیں کرے گا۔
حدیث	عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ان من ورطات الامور
۲۸۵۱	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ـــــ ان تباہ کن باتوں میں سے جن میں پھنسنے
	التی لا مخرج لمن اوقع نفسہ فیھا سفک الدم الحرام بغیر حلہ۔
	کے بعد آدمی نکل نہیں سکتا خون ناحق ہے۔

تشریحات ۲۸۵۱ یہی مضمون قرآن مجید میں قریب قریب ہے۔ ارشاد ہے۔ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ

[illegible]

تشریحات ۲۸۵۲ ثیب سے مراد محصن ہے یعنی جس نے نکاح صحیح کے بعد کسی عورت سے وطی کی ہو۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے گا اور دین کے مفارق سے مراد مرتد ہے اس پر بھی اجماع ہے کہ وہ واجب القتل ہے بعض روایتوں میں بجائے المفارق کے المارق ہے اس کے معنی بھی دین سے نکلنے والے کے ہیں۔

بَابُ مَنْ طَلَبَ دَمَ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ ص ۱۰۱۶ ۔ جو کسی مسلمان کے خون کا بغیر حق کے طلب گار ہو۔

حدیث	حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ
۲۸۵۳	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو
	صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللهِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ
	سب سے زیادہ مبغوض تین قسم کے لوگ ہیں حرم میں ظلم کرنے والے۔ اسلام میں جاہلیت کا طریقہ ڈھونڈنے
	فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيْقَ دَمَهُ۔
	والے اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہونے والے۔

تشریحات ۲۸۵۳ اس حدیث میں ابغض اسم تفضیل معنی مفعول کی زیادتی کے لیے ہے یعنی مبغوض تر جیسے اشہر بمعنی مشہور تر۔ الحاد کے معنی ہیں ٹیڑھا ہونا یہاں مراد ہے کہ حق چھوڑ کر باطل اختیار کرنا، ظلم کرنا۔

بَابُ الْقِصَاصِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ۔ ص ۱۰۱۷ ۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں قصاص ہے۔

توضیح اس پر قریب قریب اتفاق ہے کہ مرد اور عورت کے مابین قصاص ہے اگرچہ بعض اکابر کا یہ مذہب ہے کہ اگر مقتول عورت کے اولیا مرد کو قتل کریں تو نصف دیت دیں اسی طرح مرد مقتول کے اولیا اگر عورت کو قتل کریں تو نصف دیت دیں۔ امام حسن بصری، امام عطا، امام شعبی وغیرہ کا یہی مذہب ہے لیکن مرد اور عورت کے درمیان زخموں میں قصاص ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے کہ قصاص ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ زخموں میں قصاص نہیں اس لیے کہ قصاص میں مساوات ضروری ہے اور مرد اور عورت کے اعضا میں مساوات نہیں۔ اگر کسی نے کسی کا شل ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے عوض میں اس کا تندرست ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر کسی مریض نے کسی تندرست کو قتل کر دیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

وقال اھل العلم یقتل الرجل بالمرأۃ۔
اور اہل علم نے کہا کہ مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے گا۔

ویُذکر عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقاد المرأۃ من الرجل فی کل عمد یبلغ نفسہ فما دونھا من الجراح وبہ قال عمر بن عبد العزیز وابراھیم وابو الزناد عن اصحابہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔ ہر بالقصد جنایت میں جان ہو یا اس سے کچھ کم زخم یہی عمر بن عبد العزیز اور ابراہیم نخعی نے کہا اور ابو الزناد نے بھی یہی اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہوئے کہا

تشریحات اس عبارت میں اصحاب سے مراد اساتذہ ہیں مثلاً حضرت قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، عبد الرحمٰن بن ہرمز، اعرج وغیرہ۔

امام بخاری نے باب کے اثبات کے لیے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی کہ مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منھ میں دوا ٹپکائی تھی، افاقہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عباس کو چھوڑ کر گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کے منھ میں دوا ٹپکائی جائے۔ اور اس وقت گھر میں زیادہ تر عورتیں ہی تھیں یہ عمل ایک طریقہ سے قصاص تھا اس سے ثابت ہوا کہ اگر عورت جنایت کرے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

اقول وھو المستعان۔ باب ہے زخموں سے قصاص کے متعلق اور حدیث میں زخم کا کوئی ذکر ہی نہیں اور نہ یہ قصاص تھا بلکہ یہ بطور تادیب ارشاد فرمایا تھا۔

بَابُ مَنْ اَخَذَ حَقَّہٗ اَوِ اقْتَصَّ دُوْنَ السُّلْطَانِ ص ۱۰۱۷
جس نے بادشاہ کے بغیر اپنا حق لیا یا قصاص لیا۔

حدیث ۲۸۵۴ اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ وَبِاِسْنَادِہٖ لَوِ اطَّلَعَ فِیْ بَیْتِکَ اَحَدٌ وَلَمْ تَاْذَنْ لَہٗ خَذَفْتَہٗ بِحَصَاۃٍ فَفَقَاْتَ عَیْنَہٗ مَا کَانَ عَلَیْکَ مِنْ جُنَاحٍ

اعرج نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ہم سب میں پچھلے اور سب سے سبقت کرنے والے ہیں۔ اسی اسناد کے ساتھ اس کو بھی بیان کیا۔ بغیر اجازت طلب کیے اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے اور تو کنکری پھینک کر اسے مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔

۲۸۵۴
تشریحات: اس حدیث کو باب سے اس طرح مناسبت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔
فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قصاص ہے ورنہ امن باقی نہیں رہے گا۔ اور حدیث میں جو فرمایا وہ تغلیظ ہے۔

باب اِذَا عَضَّ رَجُلاً فَوَقَعَتْ ثَنَايَاهُ. جب کسی نے کسی کو دانت کاٹا اور اس کے اگلے دانت جھڑ گئے۔
ص ۱۰۱۸

حدیث	عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلاً عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ
۲۸۵۵	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے ہاتھ کو دانت
	فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ فَاخْتَصَمُوا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَعَضُّ
	سے کاٹا اس نے اپنا ہاتھ اس کے منھ سے کھینچا تو اس کے اگلے دانت اکھڑ گئے اُن لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	اَحَدُكُمْ اَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَكَ ع۱
	کی خدمت میں معاملہ پیش کیا تو فرمایا تم اپنے بھائی کو یوں دانت کاٹتے ہو جیسے نر اونٹ کاٹتا ہے تیرے لیے دیت نہیں۔

۲۸۵۵
تشریحات دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے اور جسے انہوں نے دانت کاٹا تھا وہ ان کا نوکر تھا شراح نے بڑی عرق ریزی سے ان دونوں باتوں کی تعیین کی ہے بخاری ہی میں باب غزوۂ تبوک میں ہے حضرت یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیش عسرت میں شریک ہوا میرا ایک مزدور تھا اس نے ایک شخص سے جھگڑا کیا اس میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دانت کاٹ لیا (الحدیث) مسلم اور نسائی میں حضرت عطا کی روایت میں ہے کہ یعلیٰ کے ایک نوکر کی کلائی کسی نے دانت سے کاٹی نیز نسائی میں سفیان کی روایت میں ہے میرے نوکر نے ایک شخص سے لڑائی کی تو اسے دوسرے نے دانت کاٹ لیا، نیز نسائی ہی میں سلمیٰ بن امیہ اور یعلیٰ بن امیہ سے مروی ہے دونوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے ہمارا ایک ساتھی تھا اس نے ایک مسلمان سے جھگڑا کیا اس شخص نے ہمارے ساتھی کی کلائی دانت سے کاٹ لی۔ ان سب روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کو دانت کاٹا گیا تھا وہ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجیر تھا اور

ع۱ مسلم: حدود، ترمذی: دیات، نسائی، قصاص۔ ابن ماجہ: دیات۔

دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ ابن امیہ ہی تھے اس کا سراغ اس سے ملتا ہے کہ عُبید بن عقیل سے نسائی میں روایت ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے دانت کاٹا اور بنی تمیم سے یعلیٰ بن امیہ ہی ان کا اجیر کس قبیلے سے ہے پتہ نہیں۔

بَابُ دِیَۃِ الْاَصَابِعِ ص ۱۰۱۸ — انگلیوں کی دیت کا بیان۔

حدیث	عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
۲۸۵۶	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یہ اور یہ
	صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصِرَ وَالْاِبْهَامَ
	برابر ہیں یعنی چھوٹی انگلی اور انگوٹھا

تشریحات ۲۸۵۶ مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ دیت کے معاملے میں یہ دونوں برابر ہیں یعنی دیت میں کمی بیشی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آل عمرو بن حزم کے لیے جو کتاب الدیات لکھی تھی اس میں یہ ہے کہ ہاتھ میں پچاس اونٹ ہیں۔ ہر انگلی میں دس اونٹ۔ اب باب کی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح انگوٹھے کی دیت دس اونٹ ہے اسی طرح چھوٹی انگلی کی بھی دیت دس اونٹ ہے۔ انگلیوں کے پوروں میں ایک انگلی کی دیت کا تلث ہے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا۔

بَابُ اِذَا اَصَابَ قَوْمٌ مِنْ رَجُلٍ هَلْ يُعَاقَبُ اَوْ يُقْتَصُّ مِنْهُمْ كُلِّهِمْ۔ ص ۱۰۱۸ — جب ایک قوم کسی شخص کو مارے یا زخمی کرے تو کیا سب کو سزا دی جائے گی یا سب سے قصاص لیا جائے گا۔

ت	وَقَالَ مُطَرِّفٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ فِيْ رَجُلَيْنِ شَهِدَا عَلٰى رَجُلٍ سَرَقَ
۸۰۴	امام شعبی سے دو ایسے شخصوں کے بارے میں روایت ہے جنہوں نے ایک شخص کے بارے میں
	فَقَطَعَهٗ عَلِيٌّ ثُمَّ جَاءَا بِاٰخَرَ فَقَالَا اَخْطَاْنَا فَاَبْطَلَ شَهَادَتَهُمَا وَاُخِذَ بِدِيَةِ
	گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چور کا ہاتھ کاٹ دیا پھر وہ دونوں ایک
	الْاَوَّلِ فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّكُمَا تَعَمَّدْتُمَا لَقَطَعْتُكُمَا۔
	دوسرے شخص کو لے کر آئے اور کہا ہم چوک گئے (چور وہ نہیں تھا یہ ہے) تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

ع۵ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

دونوں کی گواہی باطل کر دی اور ان دونوں سے پہلے شخص کی دیت لی اور فرمایا اگر میں جانتا کہ تم لوگوں نے قصداً ایسا کیا ہے تو تم دونوں کا ہاتھ کاٹتا۔

ت	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِيلَةً فَقَالَ عُمَرُ لَوِاشْتَرَكَ فِيهَا اَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ.
۸۰۵	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک غلام چپکے سے قتل کر دیا گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اس میں اہل صنعا شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا۔

تشریحات: ۸۰۵ ـ غِيلَةً کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر نہیں تھا کہ قاتل کون ہے۔ یہ قتل صنعا میں ہوا تھا۔ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صنعا کے سات باشندوں کو ایک شخص کے قصاص میں قتل کیا اور فرمایا اگر اس میں کل اہل صنعا شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔

ت	وَقَالَ مُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ اَرْبَعَةً قَتَلُوا صَبِيًّا فَقَالَ عُمَرُ مِثْلَهُ.
۸۰۶	اور مغیرہ بن حکیم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ چار شخصوں نے ایک بچے کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا۔

تشریح ۸۰۶: امام طحاوی اور بیہقی نے بطریق ابن وہب روایت کی کہ حکیم صنعانی نے بیان کیا کہ صنعا کی ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا اور اس عورت کی گود میں اصیل نام کا ایک چھوٹا بچہ تھا، جو دوسری بیوی سے تھا۔ اس عورت نے آشنا بنا لیا۔ اس عورت نے اپنے آشنا سے کہا کہ یہ ہمیں رسوا نہ کر دے۔ اس آشنا نے پہلے اس سے انکار کیا جس پر وہ عورت آشنا سے روٹھ گئی اسے راضی کرنے کے لیے یہ شخص بچے کے قتل پر راضی ہو گیا۔ یہ شخص اور ایک اور شخص اور یہ عورت اور اس کے خادم چاروں نے اس بچے کو قتل کیا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک چمڑے کے تھیلے میں باندھ کر بستی کے کنارے ایک کنویں میں ڈال دیا۔ یہ آشنا پکڑا گیا اور اس کی نشان دہی پر بقیہ قاتل پکڑے گئے۔ معاملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے چاروں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

ت	وَاَقَادَ اَبُوبَكْرٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَعَلِيٌّ وَسُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ مِنْ لَطْمَةٍ.
۸۰۷	اور حضرت ابوبکر اور ابن زبیر اور علی اور سوید بن مقرن نے طمانچہ مارنے پر بدلہ لینے کا حکم دیا۔

تشریحات ۸۰۷: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایک تھپڑ مارا اس کے بعد اس سے کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے اس شخص نے معاف کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور سوید بن مقرن کے اثر کو امام وکیع نے روایت کیا ہے۔

ت	وَاَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ۔
۸۰۸	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارنے پر درّہ کی سزا دی۔
ت	وَاَقَادَ عَلِیٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَسْوَاطٍ۔
۸۰۹	اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حد میں تین کوڑا زیادہ مارنے پر بدلہ لینے کا حکم دیا۔

تشریحات ۸۰۹: امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن معقل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے حضرت علی سے چپکے سے کچھ کہا حضرت علی نے اپنے غلام قنبر سے کہا لے جاؤ اسے کوڑے مارو۔ اس کے بعد سزا یافتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس نے تین کوڑے زیادہ مارا ہے حضرت علی نے قنبر سے پوچھا انہوں نے تصدیق کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سزا یافتہ سے کہا جاؤ اس کو تین کوڑے مارو پھر فرمایا اے قنبر جب کسی کو تم کوڑا مارو تو مقررہ حد سے آگے نہ بڑھو۔

ت	وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِنْ سَوْطٍ وَخُمُوشٍ۔
۸۱۰	حضرت قاضی شریح نے کوڑا مارنے اور چہرے کی خراش پر قصاص کا حکم دیا۔

تشریح ۸۱۰: امام سعید بن منصور نے امام نخعی کے بطریق روایت کیا ہے کہ ایک شخص قاضی شریح کے پاس آیا اور کہا مجھے اپنے سپاہی سے بدلہ دلائیے انہوں نے اپنے سپاہی سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ان لوگوں نے آپ پر بھیڑ کر دی تھی تو میں نے اس کو کوڑے سے مارا۔

قصاص اور دیت کے مسائل کچھ پیچیدہ بھی ہیں اور مشکل بھی جو فقہ کی کتابوں میں پوری تشریح کے ساتھ درج ہیں۔ باب سے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص کو مل کر چند آدمیوں نے قتل کیا اور یہ قتل قتلِ عمد ہے تو سب سے قصاص لیا جائے گا۔ بشرطیکہ شرکا میں مقتول کا کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو کہ اگر وہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہ ہوتا مثلاً باپ نے اگر کسی اجنبی سے مل کر بیٹے کو قتل کیا تو کسی پر قصاص نہیں کیوں کہ تنہا باپ اگر بیٹے کو قتل کرے تو باپ پر قصاص نہیں۔ زخموں میں قصاص کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جس زخم کی مماثلت ہو سکتی ہے

اس میں قصاص ہے ورنہ نہیں بلکہ دیت ہے مثلاً ہاتھ پیر کو جڑ سے اکھاڑ کر الگ کردیا اس میں قصاص ہے لیکن اگر کلائی پر زخم لگایا تو قصاص نہیں ـــ بناءً علیہ ہمارے یہاں تھپڑ مارنے پر قصاص نہیں، گھونسہ مارنے پر قصاص نہیں حاکم کو اختیار ہے جتنی چاہے سزا دے۔

بَابُ الْقَسَامَةِ "قسامت کا بیان"، ص ۱۰۱۸

توضیح اگر کسی جگہ کوئی شخص مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور مقتول کے اولیا محلہ والوں پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعویٰ کریں اور محلہ والے انکار کریں پھر مقتول کے اولیاء قسامت کا مطالبہ کریں تو حاکم محلہ کے پچاس عاقل بالغ آزاد مردوں سے قسم لے گا کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔ اگر اس محلہ کے پچاس مرد عاقل بالغ قسم کھالیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے۔ اگر دعویٰ قتل عمد کا ہے تو محلہ والوں پر دیت لازم ہے اور اگر دعویٰ قتل خطا کا ہے تو محلہ والوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جس کی مدت ادا تین سال ہے ـــ اور اگر انکار کریں تو ان کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ قسم کھائیں یا قتل کا اقرار کریں۔

شرائط:۔ قسامت واجب ہونے کی چند شرائط ہیں۔

① مقتول کے جسم پر زخم یا مار کے نشانات ہوں یا گلا گھونٹنے کی علامات پائی جائیں یا ایسی جگہ سے خون بہا ہو جہاں سے عادۃً نہیں نکلتا مثلاً آنکھ کان سے بہا ہو۔

② قاتل کا پتہ نہ ہو ③ مقتول انسان ہو ④ مقتول کے اولیا دعویٰ کریں۔

⑤ اہل محلہ قتل سے انکار کریں ⑥ مدعی قسامت کا مطالبہ کرے ⑦ جس جگہ مقتول پایا گیا ہو وہ کسی کی ملکیت یا قبضہ میں ہو یا محلہ میں پایا جائے یا آبادی کے اتنے قریب پایا جائے کہ وہاں کی آواز بستی میں سنی جاسکے ⑧ مقتول اس زمین کے مالک یا قابض کا مملوک نہ ہو۔

ت	وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ لَمْ يُقِدْ بِهَا مُعَاوِيَةُ .
۸۱۱	اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ قسامت کی صورت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصاص نہیں لیا۔

تشریح ۸۱۱ عبداللہ بن ابی ملیکہ کا نام زُہَیر تھا ان کے باپ کا نام عبدالرحمٰن تھا اور ابو ملیکہ ان کے دادا تھے یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قاضی تھے۔

اس تعلیق کو حماد بن سلمہ نے اپنے مُصَنَّف میں یوں روایت کیا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسامت کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ

عبداللہ بن زبیر نے قصاص لیا اور معاویہ نے قصاص نہیں لیا۔
علامہ عینی نے فرمایا امام بیہقی نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ اور ابن بطال نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت صحیح ہے کہ انہوں نے قسامت میں قصاص لیا۔

ت	وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ وَكَانَ أَمَّرَهُ عَلَى
۸۱۲	حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا جنہیں انہوں نے بصرہ کا امیر بنایا تھا اس
	الْبَصْرَةِ فِي قَتِيْلٍ وُجِدَ عِنْدَ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ السَّمَّانِيْنَ إِنْ وَجَدَ أَصْحَابُهُ
	مقتول کے بارے میں جو گھی بیچنے والوں کے گھر کے پاس پایا گیا تھا اگر مقتول کے اولیا کوئی بینہ پائیں فبہا ورنہ
	بَيِّنَةً وَإِلَّا فَلَا تَظْلِمِ النَّاسَ فَإِنَّ هٰذَا لَا يُقْضٰى فِيْهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔
	کسی پر ظلم مت کرنا اس لیے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں قیامت تک فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔
حدیث	حَدَّثَنَا أَبُوْ قِلَابَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَبْرَزَ سَرِيْرَهُ يَوْمًا
۲۸۵۷	ابو قلابہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک دن دربار عام کیا۔ لوگوں
	لِلنَّاسِ ثُمَّ أَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِي الْقَسَامَةِ قَالُوْا نَقُوْلُ
	کو عام طور پر اجازت دے دی کہ وہ حاضر ہوں چنانچہ لوگ حاضر ہوئے انہوں نے لوگوں سے پوچھا
	الْقَسَامَةُ الْقَوَدُ بِهَا حَقٌّ وَقَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَالَ لِيْ مَا تَقُوْلُ يَا
	قسامت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا قسامت پر قصاص لینا حق ہے اس پر سابق خلفا نے
	أَبَا قِلَابَةَ وَنَصَبَنِيْ لِلنَّاسِ فَقُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِنْدَكَ رُؤُوْسُ الْأَجْنَادِ
	قصاص لیا ہے۔ اس کے بعد مجھ سے کہا اے ابو قلابہ تم کیا کہتے ہو اور انہوں نے مجھے لوگوں کے سامنے کھڑا
	وَأَشْرَافُ الْعَرَبِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ شَهِدُوْا عَلٰى رَجُلٍ مُحْصَنٍ
	کیا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کی بارگاہ میں لشکروں کے سردار ہیں اور عرب کے معزز لوگ ہیں
	بِدِمَشْقَ أَنَّهُ قَدْ زَنٰى لَمْ يَرَوْهُ أَكُنْتَ تَرْجُمُهُ قَالَ لَا قُلْتُ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ
	آپ مجھے بتائیے اگر ان میں سے پچاس آدمی کسی پاک دامن کے خلاف دمشق میں گواہی دیں کہ اس نے زنا
	خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ شَهِدُوْا عَلٰى رَجُلٍ بِحِمْصَ أَنَّهُ سَرَقَ أَكُنْتَ تَقْطَعُهُ وَلَمْ
	کیا ہے مگر ان لوگوں نے دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس شخص کو سنگسار کر دیں گے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ مجھے بتائیے اگر

يَرُوهُ قَالَ لَا قُلْتُ فَوَاللّٰهِ مَا قَتَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا

ان میں سے پچاس حمص کے کسی شخص کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے تو کیا آپ اس کا ہاتھ کاٹیں

قَطُّ اِلَّا فِي ثَلَاثِ خِصَالٍ رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِيْرَةِ نَفْسِهِ فَقُتِلَ اَوْ رَجُلٌ زَنٰى

گے جب کہ ان لوگوں نے دیکھا نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ

کسی کو کبھی قتل نہیں فرمایا سوائے تین باتوں کے۔ ایک وہ جس نے بلا قصور کسی کو قتل کیا تو وہ قتل کیا گیا

الْقَوْمُ اَوَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یا وہ شخص جس نے احصان کے بعد زنا کیا یا وہ شخص جس نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی اور

قَطَعَ فِي السَّرَقِ وَسَمَرَ الْاَعْيُنَ ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُكُمْ

اسلام سے پھر گیا۔ لوگوں نے کہا کیا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

حَدِيْثَ اَنَسٍ حَدَّثَنِي اَنَسٌ اَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلٰى

تعالیٰ علیہ وسلم نے چوری کے جرم میں اعضا کاٹے اور آنکھوں میں سلائی پھیروائی پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا ـــــ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعُوهُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاسْتَوْخَمُوا الْاَرْضَ

میں نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہوں عکل کے آٹھ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

فَسَقِمَتْ اَجْسَامُهُمْ فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام قبول کرنے کی بیعت کی اس کے بعد وہاں کی آب وہوا ان کے لیے

لَهُمْ اَفَلَا تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِيْنَا فِي اِبِلِهِ فَتُصِيْبُونَ مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا

ناموافق ہوئی اور وہ بیمار ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ

قَالُوا بَلٰى فَخَرَجُوا فَشَرِبُوا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَصَحُّوا فَقَتَلُوا رَاعِيَ

علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہمارے چرواہے کے ساتھ اس کے اونٹوں میں چلے جاؤ اور اونٹوں کے دودھ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَدُوا النَّعَمَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ

اور پیشاب کو پیو انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ وہ چراگاہ میں چلے گئے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہو گئے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ فِي آثَارِهِمْ فَاُدْرِكُوا فَجِيْءَ بِهِمْ فَاَمَرَ بِهِمْ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ ہانک لے گئے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقُطِعَتْ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ وَسُمِرَتْ اَعْيُنُهُمْ ثُمَّ نُبِذُوا فِي الشَّمْسِ حَتّٰى

کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں دوڑش بھیجی اور وہ پکڑ کر لائے گئے ان کے بارے میں

مَاتُوا قُلْتُ وَاَيُّ شَيْءٍ اَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ ارْتَدُّوا عَنِ الْاِسْلَامِ وَقَتَلُوا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی

وَسَرَقُوا فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللّٰهِ اِنْ سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ فَقُلْتُ اَتَرُدُّ

پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا یہاں تک کہ مر گئے۔ میں نے کہا انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس سے سخت اور کیا بات ہوگی۔ یہ

عَلَيَّ حَدِيثِي يَا عَنْبَسَةُ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ جِئْتَ بِالْحَدِيثِ عَلٰى وَجْهِهِ وَاللّٰهِ لَا

اسلام سے پھر گئے، انہوں نے قتل کیا اور چوری کی۔ اس پر عنبسہ بن سعید نے کہا بخدا آج جیسی بات میں نے کبھی نہیں سنی۔

يَزَالُ هٰذَا الْجُنْدُ بِخَيْرٍ مَا عَاشَ هٰذَا الشَّيْخُ بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ فِي

میں نے کہا کیا میری بات کو رد کر رہا ہے اے عنبسہ؟ تو اس نے کہا نہیں۔ تو نے بات ٹھیک کی ہے قسم خدا کی یہ لوگ (اہل شام)

هٰذَا سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِنَ الْاَنْصَارِ

ہمیشہ خیر میں رہیں گے جب تک یہ شیخ ان میں موجود رہیں گے۔ میں نے کہا اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

فَتَحَدَّثُوا عِنْدَهُ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِنْهُمْ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ فَقُتِلَ فَخَرَجُوا بَعْدَهُ فَاِذَا

علیہ وسلم کا طریقہ کار بھی ہے۔ انصار کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دیر

هُمْ بِصَاحِبِهِمْ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ فَرَجَعُوا اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہاں بات چیت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ایک شخص ان کے سامنے نکلا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بقیہ لوگ نکلے

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَاحِبُنَا الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُ مَعَنَا فَخَرَجَ بَيْنَ اَيْدِينَا

تو وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کا ساتھی خون میں تڑپ رہا ہے یہ دیکھ کر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَاِذَا نَحْنُ بِهِ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا یا رسول اللہ! ہمارا وہ ساتھی جو ابھی ہمارے ساتھ بات کر رہا تھا ہمارے سامنے

فَقَالَ بِمَنْ تَظُنُّونَ اَوْ بِمَنْ تَرَوْنَ قَتَلَهُ فَقَالُوا نَرٰى اَنَّ الْيَهُودَ قَتَلَتْهُ

سے نکلا اور اب وہ خون میں تڑپ رہا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا

فَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُودِ فَدَعَاهُمْ فَقَالَ اَاَنْتُمْ قَتَلْتُمْ هٰذَا قَالُوا لَا قَالَ اَتَرْضَوْنَ

تم کس کے بارے میں گمان کرتے ہو کہ اس نے اسے قتل کیا ہے تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ اسے یہودنے

نَفَلَ خَمْسِينَ مِنَ الْيَهُودِ مَا قَتَلُوهُ فَقَالُوا مَا يُبَالُونَ يَقْتُلُونَا أَجْمَعِينَ ثُمَّ

قتل کیاہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر یہود کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو

يَنْفِلُونَ قَالَ أَفَتَسْتَحِقُّونَ الدِّيَةَ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قَالُوا مَا كُنَّا لِنَحْلِفَ

قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ہم سے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ پچاس یہود اس بات پر قسم کھائیں کہ ہم نے

فَوَدَاهُ مِنْ عِنْدِهِ قُلْتُ وَقَدْ كَانَتْ هُذَيْلٌ خَلَعُوا خَلِيعًا لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

اس شخص کو نہیں قتل کیا ہے لوگوں نے عرض کیا یہود کوئی پرواہ نہیں کریں گے کہ ہم سب کو قتل کرکے پھر قسم

فَطَرَقَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ بِالْبَطْحَاءِ فَانْتَبَهَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَحَذَفَهُ

کھا جائیں کہ ہم نے نہیں قتل کیا ہے۔ فرمایا تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم لوگ دیت کے مستحق ہوگے

بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ فَجَاءَتْ هُذَيْلٌ فَأَخَذُوا الْيَمَانِيَّ فَرَفَعُوهُ إِلَى عُمَرَ بِالْمَوْسِمِ

انہوں نے عرض کیا کہ ہم قسم نہیں کھا سکتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کو دیت دی۔ میں

وَقَالُوا قَتَلَ صَاحِبَنَا فَقَالَ إِنَّهُمْ قَدْ خَلَعُوهُ فَقَالَ يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْ

نے کہا کہ هذیل نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کو اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا۔ بطحا میں یمن کے کچھ لوگوں نے

هُذَيْلٍ مَا خَلَعُوهُ قَالَ فَأَقْسَمَ مِنْهُمْ تِسْعَةٌ وَأَرْبَعُونَ رَجُلًا فَقَدِمَ رَجُلٌ

رات میں آکر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ هذیل آئے اور انہوں نے اس یمنی کو پکڑا اور

مِنْهُمْ مِنَ الشَّامِ فَسَأَلُوهُ أَنْ يُقْسِمَ فَافْتَدَى يَمِينَهُ مِنْهُمْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ

ایام حج میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا ان لوگوں نے عرض کیا اس یمنی نے ہمارے آدمی

فَأَدْخَلُوا مَكَانَهُ رَجُلًا آخَرَ فَدَفَعَهُ إِلَى أَخِي الْمَقْتُولِ فَقُرِنَتْ يَدُهُ بِيَدِهِ

کو قتل کر دیا۔ اس یمنی نے کہا ان لوگوں نے اس کو قبیلے سے علیحدہ کر دیا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا هذیل کے

قَالَ فَانْطَلَقْنَا وَالْخَمْسُونَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِنَخْلَةَ أَخَذَتْهُمُ

پچاس آدمی قسم کھائیں کہ ہم نے اس کو علیحدہ نہیں کیا تھا ان میں سے انچاس آدمیوں نے قسم کھائی هذیل کا

السَّمَاءُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْهَجَمَ الْغَارُ عَلَى الْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا

ایک شخص شام سے آیا اس سے لوگوں نے کہا کہ قسم کھالے اس نے انکار کیا اور اپنی قسم کے بدلے ہزار درہم دیا۔

فَمَاتُوا جَمِيعًا وَأَفْلَتَ الْقَرِينَانِ فَاتَّبَعَهُمَا حَجَرٌ فَكَسَرَ رِجْلَ أَخِي الْمَقْتُولِ

هذیل نے اس کی جگہ دوسرے آدمی کو دیا اور مقتول کے بھائی کے پاس لے جا کر اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملا دیا

فَعَاشَ حَوْلاً ثُمَّ مَاتَ قُلْتُ وَقَدْ کَانَ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ مَرْوَانَ أَقَادَ رَجُلاً

راوی نے کہا ہم اور وہ پچاس جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی جب نخلہ میں پہنچے تو بارش ہونے لگی یہ پچاسوں

بِالْقَسَامَةِ ثُمَّ نَدِمَ بَعْدَ مَا صَنَعَ فَأَمَرَ بِالْخَمْسِيْنَ الَّذِيْنَ أَقْسَمُوْا فَمُحُوْا

پہاڑ کے اندر ایک غار میں چلے گئے۔ وہ غار ڈھ گیا اور یہ پچاسوں جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی سب کے سب مر گئے

مِنَ الدِّيْوَانِ وَسَيَّرَهُمْ إِلَى الشَّامِ۔

اور وہ دونوں جنہوں نے آپس میں ہاتھ ملائے تھے بچ گئے۔ پیچھے سے ایک پتھر آکر مقتول کے بھائی کی ٹانگ میں لگا جس سے ٹانگ ٹوٹ گئی یہ ایک سال جیا پھر مر گیا۔ میں نے کہا اور عبد الملک بن مروان نے ایک شخص سے قسامت پر قصاص لیا اس کے بعد اس پر شرمندہ ہوا، اور ان پچاسوں کے نام جنہوں نے قسم کھائی تھی دفتر سے مٹا دیئے اور انہیں شام جلا وطن کر دیا۔

تشریحات ۲۸۵۷

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار حدیثیں اکٹھا ملا کر ذکر کی ہیں اول عنبسہ بن سعید کے اس قول تک ما عاش ھٰذا الشیخ بین اظہرھم۔ یہ پوری حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس پر بقدر ضرورت کلام کیا جا چکا ہے۔ دوسری حدیث وقد کان فی ھٰذا سنۃ سے لے کر فوَادَاہُ مِنْ عِنْدِہٖ تک۔ تیسری حدیث قد کان ھذیل خلعوا سے لے کر فعاش حولا ثم مات تک اور چوتھی حدیث وقد کان عبد الملک بن مروان سے اخیر تک۔ اور یہ چاروں حدیثیں ابو قلابہ سے سند مذکور کے ساتھ مروی ہیں۔

قولہ الخلفاء۔ اس سے مراد حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عبد الملک بن مروان سفاک مراد ہے۔

قولہ نصبنی للناس۔ ابو قلابہ کو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تخت کے پیچھے بیٹھا رکھا تھا ان کو حکم دیا کہ کھڑے ہو کر لوگوں سے بات کرو۔

قولہ رؤس الاجناد۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امین امت سیدنا عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طاعون عمواس میں انتقال فرمانے کے بعد شام پر متعین لشکر کے چار حصے کر دیے تھے۔ فلسطین، دمشق، حمص، قنسرین جن میں سے ایک پر سیف اللہ خالد بن ولید کو اور ایک پر یزید بن ابی سفیان کو اور ایک پر شرجیل بن حسنہ کو اور ایک پر عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ ان حضرات کے وصال کے بعد ان لشکروں کے سردار بدلتے رہے مگر بنیادی طور پر چار لشکر رہے۔

قولہ لو أن خمسین منھم۔ ابو قلابہ کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ بغیر شرعی بینہ کے جرم ثابت نہیں ہو گا اور مجرم کو سزا دینا جائز نہ ہو گا۔ بیّنہ کے لیے ضروری ہے کہ چشم دید

گواہ گواہی دیں اور جب کہ قسامت والے قصہ میں کسی نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تو پچاس آدمیوں کی گواہی غیر معتبر ہے کیونکہ وہ حقیقت میں گواہ ہی نہیں۔

اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں اس وقت کے حاضرین نے عکل و عرینہ والے مرتدین اور ڈاکوؤں سے استدلال پیش کیا کہ روایت کے بموجب یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان مرتدین اور ڈاکوؤں کے خلاف کوئی چشم دید گواہی گزری ہو پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو سزا دی جس کا جواب ابو قلابہ نے یہ دیا کہ اس قصہ کا قسامت سے کوئی تعلق نہیں ان کا جرم تیین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو ناحق قتل کیا اس کی آنکھ پھوڑی، ڈاکہ ڈالا اور اسلام سے مرتد ہو گئے اور سرکاری اونٹ ان کے یہاں سے برآمد ہوئے۔

اپنے مقصود پر استدلال میں ابو قلابہ نے حدیث پیش کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب اس مقتول کا مقدمہ پیش ہوا جس کے قاتل کا حال معلوم نہیں تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے مُدّعیوں سے قسم نہیں طلب فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر پچاس یہود قسم کھالیں کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے تو تم لوگ یہود پر سے اپنا دعویٰ اٹھا لوگے۔ ان لوگوں نے جب یہ عرض کیا کہ یہود کا کیا اعتبار؟ ہم سب کو قتل کر کے جھوٹی قسم کھالیں گے تو اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو میں یہود سے دیت دلا دوں۔ تو اس پر ان لوگوں نے قسم کھانے سے انکار کیا۔

شُرّاح کو اس پر حیرت ہے کہ ابو قلابہ نے ایک ہی مجلس میں اپنی کہی ہوئی بات کو خود ہی رد کر دیا۔ پہلے تو یہ کہا کہ اگر ایسے پچاس آدمی کسی مجرم کے بارے میں گواہی دیں جنہوں نے جرم کرتے نہیں دیکھا ہے تو ان کی گواہی مقبول نہیں اور جو حدیث بیان کی اس میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم دیت کے مستحق ہو جاؤ گے اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ ابو قلابہ روایت میں کتنے ہی ثقہ ہوں مگر اہل علم سے نہیں۔

قولہ فواداہ من عندہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ کرم اولیاء مقتول پر مہربانی فرماتے ہوئے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا فرما دی۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا اندیشہ تھا کہ اولیاء مقتول اشتعال میں آکر یہود کو قتل کر دیتے۔ دیت پانے کے بعد بہر حال ان کا اشتعال ختم نہیں تو کم ضرور ہو گیا ہو گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں سے دی تھی۔

قولہ خلیعًا۔ یہ خَلَعَ یَخْلَعُ سے خلیع بمعنی مفعول ہے۔ قبیلہ والے جب کسی سے ناراض ہو کر اسے قبیلہ سے باہر کر دیتے ہیں تو اسے خلیع کہتے ہیں۔

قولہ قد خلعوہ۔ قاتل کی صفائی کا حاصل یہ تھا کہ جب ھذیل نے اس شخص کو اپنے قبیلہ سے نکال دیا تھا تو اس کے قصاص کے مطالبہ کرنے کا حق انہیں نہیں ھذیل نے اس سے انکار کیا کہ انہوں نے اسے اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا۔ اس بنا پر ان سے قسم لی گئی۔

قولہ بنخلۃ۔ نخلہ مکہ معظمہ کے قریب ایک رات کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔

اس قصہ کے ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے کا انجام ہلاکت ہوتا ہے لیکن ابو قلابہ کے مقصود پر اس سے استدلال کسی طرح واضح نہیں کیونکہ یہ مذکور ہی نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کیا کیا۔ قاتل سے قصاص کا حکم دیا یا دیت کا اس واقعہ سے بھی ابو قلابہ کے مقصود پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اس لیے کہ یہ قصہ باب قسامت سے ہے ہی نہیں کیونکہ قسامت تو وہاں ہوتی ہے جہاں قاتل کا پتہ نہ ہو اور یہاں تو قاتل پکڑا گیا۔ اسے عدالتِ عالیہ میں پیش کیا گیا اسے خود قتل کا اقرار بھی تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہ گیا عبدالملک بن مروان سفاک کا عمل کہ اس نے قسامت پر قصاص لیا پھر بعد میں شرمندہ ہوا یہ ہمارے نزدیک کوئی قابلِ اقتدا بات نہیں۔ سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس نے پچاس آدمیوں سے اس پر قسم لی تھی کہ فلاں شخص نے یا فلاں قوم نے قتل کیا ہے۔ لیکن جب عبدالملک اس پر نادم ہوا اور ان قسم کھانے والوں کو سزا دی وہ بھی جلا وطنی کی تو اس کی طرف یہ نسبت کرنا کہ عبدالملک سفاک نے قسامت پر قصاص لیا درست نہیں۔

قولہ سیرھم الی الشام۔ غالبًا یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب یہ سفاک حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے عراق آیا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ حکم دمشق میں دیا ہو اور یہ قسم کھانے والے کسی اور جگہ کے تھے ان پر پابندی لگا دی کہ اب یہ شام ہی میں رہیں گے اپنے وطن نہیں جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ قابسی نے فرمایا کہ انہوں نے صرف ابن ابی قلابہ کے کہنے سے قسامت کو باطل جانا جب کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے اور خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہے جب کہ ابو قلابہ کا سوئے حفظ اس سے ظاہر ہے کہ انصار کے قصے کو خیبر کے قصے سے بدل دیا اور سوء فہم اس سے ظاہر ہے کہ خلیع کی حکایت ذکر کی جس کو قسامت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

مذاہب باب المناقب میں مذکور ہو چکا کہ قسامت زمانۂ جاہلیت سے چلی آ رہی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کو باقی رکھا۔ اب علماء کا اس بارے میں تین مذہب ہے۔ اول یہ کہ قسامت کے مطابق فیصلہ میں توقف کیا جائے۔ یہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ابو قلابہ اور عمر بن عبدالعزیز اور حکم بن عتیبہ کا مذہب ہے

اور جو لوگ قسامت کو تسلیم کرتے ہیں ان میں بھی دو گروہ ہے پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ قتل کے مدعیوں سے قسم لی جائے گی جب وہ قسم کھالیں گے تو ان کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ یہ یحییٰ بن سعید، ابوالزناد اور ربیعہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور لیث بن سعد کا مذہب ہے لیکن یہ مذہب حدیث مشہور "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" کے معارض ہے اس کا جواب یہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے جو روایت آئی ہے اس میں قسامت کا استثناء ہے جسے بیہقی نے روایت کیا عثمان بن حسن بن صالح، سفیان ثوری، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ، عامر شعبی، ابراہیم نخعی اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد، رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ قسامت میں مدّعی پر قسم نہیں صرف مدّعیٰ علیہم پر قسم ہے اور قسم کھانے کے بعد بری نہ ہوئے ان پر دیت واجب ہوگی۔ اور یہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اور عمرو بن شعیب کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ وہ لائق احتجاج نہیں، اس میں پانچ علتِ قادحہ ہیں جس کو علامہ عینی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اشکال اور جواب بُشیر بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سعید بن عبید کے بطریق امام بخاری نے روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعیوں سے فرمایا کیا تم لوگ کوئی بینہ پیش کرتے ہو انہوں نے عرض کیا ہمارے پاس کوئی بینہ نہیں لیکن مسلم میں جو روایت بطریق یحییٰ بن سعید ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پچاس شخص قسم کھا سکتے ہو؟

ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے سعید بن عبید کی حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بینہ طلب فرمایا اور بطریق یحییٰ بن سعید یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعیوں سے قسم کھانے کو کہا۔

حل — علامہ عینی وغیرہ نے متعدد محدثین سے نقل فرمایا کہ یحییٰ بن سعید کی روایت سعید بن عبید کی روایت کے بالمقابل زیادہ صحیح ہے بلکہ ابو عمرو نے کہا کہ بہت سے محدثین نے کہا کہ سعید بن عبید کی روایت میں خطا ہے اور ان لوگوں نے امام بخاری پر اس وجہ سے تنقید کی کہ انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث ذکر کی اور یحییٰ بن سعید کی حدیث ترک کی۔ اُصیلی نے کہا کہ یحییٰ سے اس حدیث کو شعبہ، سفیان بن عیینہ، عبدالوہاب ثقفی، عیسیٰ بن حماد، بشر بن مفضل نے مسنداً روایت متصل کے ساتھ ذکر کیا اور امام مالک مرسلاً انہوں نے بشیر بن یسار سے روایت کیا اور سہل بن ابی حثمہ کو ذکر نہیں کیا۔ امام احمد نے فرمایا کہ قسامت میں میرا مذہب وہ حدیث ہے جو یحییٰ بن سعید نے بُشیر سے روایت کی

اسے بہت سے حفاظ نے موصولاً روایت کیا اور یہ سعید بن عبید کی تحدیث سے زیادہ صحیح ہے امام نسائی نے فرمایا کہ سعید بن عبید کی اس روایت پر کسی نے متابعت نہیں کی۔

لیکن اس کے برخلاف ابوالقاسم بلخی نے معرفت الرجال میں ذکر کیا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ میں نے عمرو بن شعیب کو مسجد حرام میں قسم کھاتے ہوئے سنا کہ سہل بن ابی حثمہ کی حدیث قسامت کے بارے میں اس طرح نہیں جیسا انہوں نے بیان کیا ان کو وہم ہوا۔

اقول وھو المستعان۔ ابوعمرو نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو احکام مروی ہیں ان میں میں نے اتنا اضطراب نہیں دیکھا جتنا قسامت میں ہے آثار اس میں آپس میں متضاد ہیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے اسی بنا پر احناف نے حدیث مشہور "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" کے مطابق مدعی پر قسم نہیں رکھا۔ صرف مدعیٰ علیہم پر قسم رکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب جنین المرأۃ ص ۱۰۲۰ عورت کے حمل ساقط کرنے کا حکم۔

حدیث	عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ
۲۸۵۸	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت کے حمل کے ساقط کرنے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا
	فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	تو مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غرہ دینے کا حکم
	بِالْغُرَّةِ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ فَشَهِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
	دیا غلام ہو یا باندی، محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی کہ یہ اس وقت موجود تھے
	تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِهِ عہ
	جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔

تشریحات ۲۸۵۸

اس کے بعد والی حدیث میں جو بطریق ہشام عن ابیہ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا کہ تم میں سے کسی نے اسقاط کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غرہ کا حکم دیا تھا غلام ہو یا باندی،

عہ اسی بخاری میں ایک حدیث کے بعد، ابوداؤد دیات۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پر کوئی گواہ لاؤ تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی۔

غُرَّۃٌ۔ گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں یہاں مراد وہ غلام یا باندی ہے جس کی قیمت دیت کا بیسواں حصہ ہو، ابو عمرو بن یعلیٰ نے کہا کہ غرہ کے معنی گورے غلام یا گوری باندی کے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہاں کالا غلام یا کالی لونڈی دینا کافی نہیں۔ حمل ساقط کرنے میں غرہ اس وقت واجب ہے جب حمل مُردہ گرا ہو اور اگر زندہ ساقط ہوا پھر مر گیا تو پوری دیت واجب ہے۔ اگر کسی نے حاملہ عورت کو ایسا مارا یا ڈرایا یا دھمکایا یا کوئی ایسا کام کیا جس کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا اگرچہ اس کے اعضا کی خلقت مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اعضا ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم واجب ہوں گے جو سال بھر میں ادا کیے جائیں گے۔ عاقلہ سے قاتل کے آبائی رشتے دار مراد ہیں۔

بَابُ جَنِيْنِ الْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى الْوَالِدِ وَعَصَبَةِ الْوَالِدِ لَا عَلَى الْوَلَدِ۔ — عورت کے حمل کے ساقط کرنے کا بیان اور یہ کہ اس کی دیت والد پر ہے اور والد کے عصبہ پر ہے لڑکے پر نہیں۔

ص ۱۰۲۰

حدیث ۲۸۵۹

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ فَقَتَلَهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ھذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا اُسے بھی مار ڈالا اور اس کے پیٹ کے بچے کو بھی مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو فیصلہ فرمایا کہ بچہ کی دیت غرہ ہے غلام ہو یا باندی۔ اور عورت کی دیت عاقلہ پر ہے۔

تشریحات ۲۸۵۹

یہ حدیث کتاب الفرائض میں گزر چکی ہے۔ یہاں تھوڑی سی تفصیل ہے اس لیے اس کو یہاں بھی لکھا۔ یہاں یہ ہے کہ ھذیل کی دو عورتوں نے لڑائی کی اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ یہ بنی لحیان کی تھیں دونوں میں تعارض نہیں اس لیے کہ بنی لحیان ھذیل ہی کی شاخ ہیں۔ یہاں پتھر مارنے والی عورت سے دو جرم ثابت ہوئے ایک تو اسقاط کا، دوسرے حاملہ کے قتل کا۔ اسقاط پر غرہ واجب ہے اور اس قتل پر دیت۔ اور دونوں قاتلہ کے عاقلہ

پر ہے۔ اور عاقلہ سے مراد باپ اور باپ کے ذریعہ سے دوسرے رشتہ دار ہیں۔ اس روایت میں "عاقلتہا" ہے اور دوسری روایتوں میں "عصبتہا" ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ گزر چکا کہ عاقلہ باپ اور باپ کے ذریعہ دوسرے رشتہ دار کو کہتے ہیں۔

دیت باپ اور اس کے عصبہ پر ہے، بیٹے پر نہیں اس کے ثبوت میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اُسامہ بن عُمیر کی روایت میں ہے کہ قاتلہ کے باپ نے کہا کہ اس کی دیت اس کے بیٹے دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت عصبہ پر ہے۔ تقابل سے ثابت ہو گیا کہ بیٹے پر دیت نہیں۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ عَبْدًا اَوْ صَبِیًّا — جس نے غلام یا بچے کو کام کرنے کے لیے مانگا۔

ص ۱۰۲۱

ت	وَیُذْکَرُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَۃَ بَعَثَتْ اِلٰی مُعَلِّمِ الْکُتَّابِ اِبْعَثْ اِلَیَّ غِلْمَانًا
۸۱۳	اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکتب کے معلم کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے پاس
	یَنْفُشُوْنَ صُوْفًا وَلَا تَبْعَثْ اِلَیَّ حُرًّا۔
	کچھ بچوں کو بھیج دے کہ اُون دھن دیں اور کسی آزاد کو مت بھیجنا۔

تشریح ۸۱۳ اس تعلیق کو امام وکیع بن جراح نے بروایت معمر عن سفیان عن ابن المنکدر عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔ لیکن یہ منقطع ہے اس لیے کہ محمد بن مُنکدر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں سُنا ہے۔

باب میں اِسْتَعَارَ "ر" کے ساتھ نسفی اور اسماعیلی کی روایت ہے لیکن اکثر روایت "استعان" ہے ۔ اس باب کو امام بخاری نے کتاب الدیات میں اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ لڑکا مر گیا تو اس کی دیت ہے یا نہیں اور ہے تو کس پر ہے توضیح میں ہے کہ اگر کسی آزاد بالغ سے کوئی کام لیا خواہ مُفت یا اجارہ پر اور اس کو چوٹ وغیرہ لگ گئی تو اس میں کسی کے نزدیک ضمان نہیں ۔ اگر وہ کام ایسا ہے جس میں خطرہ نہ ہو البتہ جس نے اس پر جنایت کی اور زیادتی کی اس پر ضمان ہے ۔ اور اگر کسی بالغ غلام سے کام لیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اگر وہ کام پُر خطر ہے اور اگر اس کے آقا کے پوچھے بغیر وہ کام لیا تھا تو اس پر ضمان ہے۔ مثلاً کنواں کھدوانے لگا یا سفر میں بھیج دیا ۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس پر ضمان نہیں خواہ مالک نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ ہاں اگر زیادہ خطرناک کام میں لگایا تو اس پر ضمان ہے ۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر آزاد نابالغ بچے سے کام لیا یا مولیٰ کے بغیر اجازت غلام سے کام لیا اور وہ ہلاک ہو گئے تو وہ غلام کی قیمت کا ضامن ہے اور آزاد بچے کی دیت کا بھی اور یہ دیت اس کے

عاقلہ پر ہوگی ۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غلاموں کی تخصیص فرمائی اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے آقا میرا کام کرنے پر برا نہیں مانیں گے ۔

بَابُ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ ص ۱۰۲۱ جانوروں کی جنایت پر کچھ نہیں۔

توضیح امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جانور اگر کسی کو مار ڈالیں یا کوئی چیز تلف کر دیں نہ اس میں قصاص ہے نہ ضمان خواہ زخم پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو دن ہو یا رات خواہ اس کے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی ہو اور وہ قصداً جانور کو نقصان کرنے پر ابھارے تو اب وہ ضامن ہوگا ۔ اور بقیہ تینوں ائمہ نے فرمایا کہ اگر جانور کے ساتھ کوئی ہو تو وہ ضامن ہوگا۔ ہماری دلیل باب کی حدیث ہے کہ فرمایا اَلْعَجْمَاءُ عَقْلُهَا جُبَارٌ۔ جانور کی جنایت کی دیت ساقط ہے۔

"اَلْعَجْمَاءُ" اعجم کا مؤنث ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ عجماء وہ جانور ہے جو مالک سے بھاگا ہو اور اس حالت میں جو نقصان کرے تو کسی پر تاوان نہیں۔

ت	وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ كَانُوْا لَا يُضَمِّنُوْنَ مِنَ النَّفْحَةِ وَيُضَمِّنُوْنَ مِنْ رَدِّ الْعِنَانِ.
۸۱۴	اور ابن سیرین نے فرمایا صحابہ و تابعین کے علما جانور کے لات مارنے میں ضامن نہیں بناتے تھے اور لگام کھینچنے پر ضامن بناتے تھے۔

تشریح ۸۱۴ :۔ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جانور پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور جانور نے کسی کو لات مار دیا تو سوار پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا لیکن اگر سوار نے لگام کھینچی اس پر جانور نے کسی کو لات مارا یا جانور سے کوئی کچل گیا تو سوار ضامن ہے اس سے ارش لی جائے گی۔

ت	وَقَالَ حَمَّادٌ لَا يُضَمَّنُ مِنَ النَّفْحَةِ إِلَّا أَنْ يَنْخَسَ إِنْسَانٌ الدَّابَّةَ
۸۱۵	اور امام حماد نے فرمایا لات مارنے پر ضمان نہیں مگر یہ کہ کوئی انسان چوپائے کو کوچے ۔
ت	وَقَالَ شُرَيْحٌ لَا تُضَمَّنُ مَا عَاقَبَ أَنْ يَضْرِبَهَا فَتَضْرِبَ بِرِجْلِهَا.
۸۱۶	اور امام شریح نے کہا جانور اگر بدلہ لے تو ضامن نہیں مثلاً اسے کسی نے مارا جس پر وہ اپنے پاؤں سے مار دے ۔

ت	وَقَالَ الْحَكَمُ وَحَمَّادٌ إِذَا سَاقَ الْمُكَارِي حِمَارًا عَلَيْهِ امْرَأَةٌ فَتَخِرُّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ.
۸۱۷	اور حکم و حماد نے کہا کہ کرایہ دار جب گدھے کو ہانکے اور اس پر کوئی عورت تھی جو گر پڑی تو کرایہ دار پر کچھ نہیں۔
ت	وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا سَاقَ دَابَّةً فَأَتْعَبَهَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ وَإِنْ
۸۱۸	امام شعبی نے فرمایا کہ ہانکنے والا جب جانور کو تھکا ڈالے اور وہ کوئی نقصان کر دے تو ہانکنے والا ضامن ہوگا اور
	كَانَ خَلْفَهَا مُتَرَسِّلًا لَمْ يَضْمَنْ.
	اگر پیچھے ہے اور ہانک نہیں رہا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔

تشریح ۸۱۸:۔ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "مترسلا" کے معنی یہ ہے کہ جانور کو نہ ہانک رہا ہے اور نہ روک رہا ہے بلکہ اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔

280

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ اِسْتِتَابَةِ الْمُعَانِدِيْنَ وَالْمُرْتَدِّيْنَ وَقِتَالِهِمْ۔ اِثْمُ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوْبَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ ص ۱۰۲۲

معاندین و مرتدین سے توبہ کروانے اور اُن سے لڑنے کا بیان۔ نیز جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کی دنیا و آخرت میں سزا۔

تشریح معاندین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر حق بات کو رَد کریں اور اہلِ سنت کے طریقے سے ہٹے ہوئے ہوں، اور مرتدین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو اسلام قبول کر کے کُفر اختیار کریں یا دعویٔ اسلام کے ساتھ کُفر کا ارتکاب کریں۔ شرک سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات یا صفات یا افعال یا عبادت میں کسی کو شریک کرے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَلَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔
(سورہ زمر آیت ۶۵)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک بھاری ظُلم ہے۔ اور اے مخاطب اگر بالفرض تم شرک کرو گے تو تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

توضیح "لَئِنْ اَشْرَكْتَ" میں اگرچہ خطاب بظاہر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد دوسرے لوگ ہیں۔ علما کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی ایمان لانے کے بعد مُرتد ہو جائے اور پھر ایمان لائے تو مُرتد ہونے سے پہلے کے اس کے اعمالِ حسنہ معتبر ہیں یا نہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں۔ اس کی دلیل یہ آیۂ کریمہ ہے جب اعمال اکارت ہو گئے تو پھر اس کے اعتبار کے کیا معنیٰ!

حدیث	عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ
۲۸۶۰	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے

رَجُلٌ اَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ مَنْ اَحْسَنَ فِي الْاِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ
زمانۂ جاہلیت میں جو برائیاں کی ہیں ان پر ہم سے مواخذہ ہو گا؟ فرمایا جس نے اسلام میں اچھا کام کیا تو اس سے زمانۂ
بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ اَسَاءَ فِي الْاِسْلَامِ اُخِذَ بِالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔
جاہلیت کی برائیوں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور جس نے بُرا کام کیا اس سے اگلے پچھلے سب پر مواخذہ ہو گا۔

ع مسلم۔ ایمان۔

تشریحات:۔ "اساءَ" کے معنی برائی کرنے کے ہیں اور برائی معاصی کو بھی شامل ہے تو حدیث کا ظاہر یہ چاہتا ہے کہ کوئی کافر اسلام قبول کرلے اور حالتِ اسلام میں گناہ کا ارتکاب کرے تو اس سے زمانۂ کفر کے معاصی پر بھی مؤاخذہ ہوگا۔ حالانکہ یہ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ اور اجماع کے خلاف ہے کہ اسلام سے زمانۂ کفر کے تمام گناہ مع کفر کے ختم ہوجاتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (سورہ انفال آیت ۳۸) کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے کفر سے باز آجائیں گے تو ان کے سارے وہ گناہ جو اسلام سے پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کردیے جائیں گے

حدیث میں ہے اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا قَبْلَہٗ۔ اسلام پہلے کے سارے گناہ ڈھا دیتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ "اساءَ" سے مراد یہاں یہ ہے کہ اس نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا منافق رہا۔

بَابُ حُکْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّۃِ ص ۱۰۲۲ مرتد مرد و عورت کا حکم۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالزُّھْرِیُّ وَاِبْرَاھِیْمُ یُقْتَلُ الْمُرْتَدَّۃُ۔
۸۱۹	حضرت ابن عمر اور زہری اور ابراہیم نے کہا مرتد عورت کو قتل کیا جائے گا۔

تشریحات ۸۱۹ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے اور امام زہری و امام نخعی کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سندِ متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصود امام بخاری کا یہ ہے کہ مرتد مرد ہو یا عورت دونوں کا حکم ایک ہے دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عورت اگر مرتد ہوجائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اسے قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسلام قبول کرے یا مر جائے۔

واستتابھم (۱) وَقَالَ اللہُ کَیْفَ یَھْدِی اللہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاللہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اُولٰٓئِکَ جَزَاؤُھُمْ اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃَ اللہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَ

اور اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں۔ اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں سب کی لعنت ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں ہدایت دی جائے گی مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور درست رہے تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے بے شک

أَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ـــ (آل عمران آیت ۹۰)

ـــ جو ایمان لاکر کافر ہوئے پھر کفر میں اور بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اور یہی لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

(۲) وقوله. وَإِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ (آل عمران آیت ۱۰۰)

اگر تم کچھ اہل کتاب کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر چھوڑیں گے۔

(۳) وَقَالَ. إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (سورۂ نساء آیت ۱۳۷)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

(۴) وَقَالَ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ (مائدہ ۵۴)

اور تم میں جو کبھی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہوں گے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا۔

(۵) وَقَالَ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ لَا جَرَمَ يَقُوْلُ حَقًّا أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔
(سورۂ نحل آیت ۱۰۶ تا ۱۱۰)

ہاں جو دل کھول کر کافر ہو تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے اللہ کا عذاب ہے یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی، اور اس لئے کہ اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا یہ وہ ہیں جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کردی ہے اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں ضرور یہ لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں پھر بے شک تمہارا رب ان کے لئے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے ستائے جانے کے بعد اور اس کے بعد انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

....

(۶) وَقَالَ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان سے بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان کے سارے اعمال اکارت ہیں دنیا اور آخرت میں اور یہ دوزخی ہیں انہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے۔

(سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷)

توضیح پانچویں نمبر کی آیت ۸۷ میں تھا "لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ" امام بخاری نے "لَا جَرَمَ" کے بعد یہ اضافہ کیا ہے "يَقُولُ حَقًّا" یہ "وَلَا جَرَمَ" کے معنی بتائے ہیں ان آیات میں ایمان کے بعد ارتداد کی متعدد سزائیں مذکور ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے ان پر فرشتوں کی لعنت ہے، سب لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا انہیں سیدھی راہ نہیں دکھائے گا۔ ان پر اللہ کا غضب ہے ان کے لیے بھاری عذاب ہے۔ یہ لوگ کافر ہیں۔ یہ لوگ نقصان میں ہیں ان کے اعمال صالحہ سب اکارت ہو گئے یہ لوگ جہنمی ہیں یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مرتدین کا آخرت کا عذاب ہے دنیا میں ان کی کیا سزا ہے وہ اس باب کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ ان کی سزا قتل ہے۔

بَابُ إِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهٗ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهٖ اَلسَّامُ عَلَيْكَ۔ ص ۱۰۲۳

جب ذمی وغیرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنایۃً برا کہیں اور صراحت نہ کریں جیسے کہیں اَلسَّامُ عَلَيْكَ۔

توضیح ذمی وغیرہ سے مراد مستامن اور معاہد ہے تعریض سے مراد یہ ہے کہ ایسی بات کہے جس کا ایک معنی تنقیص کا ہو اور دوسرا معنی تنقیص سے خالی ہو امام بخاری نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اس بارے میں ان کا مذہب کیا ہے بلکہ اس کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اسے کوئی سزا بھی نہیں دی جائے گی بلکہ جیسا جملہ کہے اسی کے مناسب تعریضی جملہ کہہ دیا جائے مگر اس پر امت کا اجماع ہے کہ جو بدبخت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اس کی سزا قتل ہے اگرچہ توبہ کر لے جیسا کہ کعب بن اشرف اور ابو رافع کا واقعہ مشہور ہے۔ امام عبدالرزاق نے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو بُرا کہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون میرے دشمن سے میری کفایت کرے گا؟ حضرت زبیر نے فرمایا میں! حضرت زبیر نے اُسے قتل کر دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ اور بھی ہے کہ ایک شخص نے تنقیصِ شان کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بھیج کر اُسے قتل کرا دیا۔

حدیث	عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ
۲۸۶۱	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
	رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرَّ يَهُوْدِيٌّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	وسلم کے قریب سے گزرا اور اس نے کہا اَلسَّامُ عَلَیْکَ "تم پر موت ہو"، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
	فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ. فَقَالَ
	علیہ وسلم نے فرمایا وَعَلَیْکَ "اور تجھ پر" پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں کو
	رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ قَالَ السَّامُ عَلَيْكَ
	معلوم ہے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا ہے تم پر موت ہو صحابۂ کرام نے عرض کیا
	قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا نَقْتُلُهُ قَالَ لَا، إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ
	کیا ہم اُسے قتل نہ کر دیں؟ فرمایا نہیں۔ جب اہل کتاب سلام کریں تو جواب میں تم
	فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ عله
	لوگ وعلیکم کہہ دو۔

تشریحات ۲۸۶۱

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ذمی اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس میں صراحۃً ہے کہ اسے قتل نہ کرو۔ نیز اسی مضمون کی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اگرچہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس گستاخ کے قتل کرنے سے منع فرمایا لیکن اگر اس کی سزا قتل ہوتی تو اس کے قتل کرنے کا ضرور حکم ہوتا اس سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ذمی وغیرہ اگر گستاخی کریں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔

عله نسائی۔ الیوم واللیلۃ۔

بَابُ قِتَالِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ بَعْدَ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ وَقَوْلُ اللهِ وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۵)

خارجیوں اور ملحدوں کو حجت قائم کرنے کے بعد قتل کر دینا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان" اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کرکے گمراہ فرمائے جب تک انہیں صاف صاف بتا نہ دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے"۔

ص ۱۰۲۴

توضیح خوارج "خَارِجَۃٌ" کی جمع ہے جو صفت ہے طائفۃٌ کی، مشہور باطل فرقہ جس کی ابتدا امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں واقعہ تحکیم کے بعد ہوئی جن کے کچھ مخصوص عقائد ہیں جو اہلسنت کے خلاف ہیں مثلاً گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہنا اور خلافت کے لیے قریشی ہونے کی شرط نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

"مُلْحِدِيْنَ" ملحد کی جمع ہے ملحد کے معنی حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکنے والا ہے جب معاذ اللہ کوئی خارجی یا ملحد ہو جائے تو سلطان اسلام پر فرض ہے کہ ان سے جنگ کرے مگر جنگ سے پہلے ضروری ہے کہ افہام و تفہیم کرلی جائے جیسا کہ مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا پہلے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا کہ انہیں سمجھائیں انہوں نے خوارج سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حَکَمْ مان کر شرک کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" صرف اللہ ہی کے لیے حکم ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو شوہر اپنی طرف سے ایک کو حَکَمْ بنائے اور بیوی اپنی طرف سے۔ ارشاد ہے فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔ ایک حَکَمْ شوہر کے اہل سے بھیجو اور ایک حَکَمْ بیوی کے اہل سے بھیجو۔ یہ سن کر تقریباً تین ہزار خوارج تائب ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آملے۔ بقیہ اپنی ضد پر اڑے رہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کرکے تقریباً سبھی کو تہ تیغ کر دیا۔

چونکہ خوارج اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لیے کچھ لوگوں پر خوارج کا قتل کیا جانا گراں گزرا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ خارجی مقتولین میں تلاش کرو ایک شخص ایسا ہوگا جس کا ہاتھ عورت کے پستان کے مثل ہوگا اگر مقتولین میں ایسا شخص مل گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق تم نے بدترین خلائق کو قتل کیا۔ لاشوں کے ڈھیر میں ایسا مقتول ملا جس سے سب لوگوں کو اطمینان ہو گیا جیسا کہ "بابُ من ترک قتال الخوارج" میں خود امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث روایت فرمائی ہے

اس میں بالاختصار مذکور ہے۔

ت	وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ
۸۲۰	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ ان
	انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔
	آیتوں کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر ڈھالنے لگے۔

تشریحات ۸۲۰ اس تعلیق کو امام طبری نے تہذیب الآثار میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ بُکیر بن عبداللہ بن اسد نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حروریہ کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا رائے تھی تو انہوں نے کہا کہ وہ انہیں بدترین مخلوق جانتے تھے ۔ حروریہ، خارجیوں ہی کا دوسرا نام ہے اس وجہ سے کہ خارجی پہلی بار حروراء میں اکٹھا ہوئے تھے اور اپنی تنظیم قائم کی تھی یہ ایسے ہی ہے جیسے وہابیوں کی سب سے بڑی شاخ کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔

اس عہد میں ان کا سب سے بڑا پیشوا عبداللہ بن کوئی تھا بعد میں خوارج کے بیس فرقے ہوئے یہاں خلق سے مراد کلمہ گو افراد ہیں اس لیے کہ کھلے ہوئے کفار کتاب اللہ کی تاویل نہیں کرتے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کریں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قدریہ سے نفرت کرتے تھے اور انہیں بدترین مخلوق میں سے جانتے تھے۔

اور توضیح میں امام اسفرائینی کی کتاب سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن ابی اوفیٰ اور حضرت جابر حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر اور ان کے معاصر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بعد والی نسلوں کو یہ وصیت کرتے تھے کہ قدریہ پر نہ تو سلام کریں نہ ان کی عبادت کے لیے جائیں نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔ حضرت امام بخاری نے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو نوعمر اور بے وقوف ہوگی مخلوق کے بہترین کے قول کی بات کرے گی اور ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا دین سے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے سے نکل جاتا ہے انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اس لئے کہ ان کے قتل کرنے میں قتل کرنے والوں کے لئے ثواب ہے اسی سے باب کی مطابقت ہے اس حدیث میں یہ تھا کہ یہ لوگ آخر زمانے میں نکلیں گے اس سے مراد خلافت راشدہ کا اخیر زمانہ ہے اس لئے کہ حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس ۳۰ سال ہے
پھر بادشاہت ہوگی اور خوارج کے نہروان میں قتل کا قصہ ۳۸ھ میں پیش آیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا قریب قریب اخیر زمانہ تھا یہ حدیث فضائل قرآن اور علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ وَأَنْ لَا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ۔ ص ۱۰۲۴

جو خوارج کو تالیف قلب کی خاطر اور اس لیے قتل نہ کرے کہ لوگ اس سے بھڑکنے لگیں گے۔

حدیث	حَدَّثَنَا يُسَيْرُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ
۲۸۶۲	یسیر بن عمرو نے کہا کہ میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے
	هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ وَ
	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خوارج کے بارے میں کچھ سنا ہے تو انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
	أَهْوَى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ
	فرماتے ہوئے سنا اور حضور نے عراق کی طرف اشارہ فرمایا وہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی جو ان کے
	يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ [۱]
	حلق سے آگے نہیں بڑھے گا اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔

تشریحات ۲۸۶۲ بخاری کی روایت میں عراق ہے اور مسلم کی روایت کی ایک روایت میں نحو المشرق ہے اور مراد نجد کے باشندے بنی تمیم کے افراد ہیں علامہ عینی نے تحریر فرمایا۔

"هٰؤلاء القوم خرجوا من نجد موضع التميميين"

یہ قوم نجد سے نکلی جہاں تمیمی بستے ہیں۔

خوارج کے بارے میں یہ ارشاد کہ دین سے یا ایمان سے یا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے کو چھید کر پار نکل جاتا ہے ۳۵ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے طبرانی نے اوسط میں سند جید کے ساتھ فرزدق شاعر کے بطریق کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ میں مشرق کا باشندہ ایک شخص ہوں اور کچھ لوگ ہم سے نکل گئے ہیں اور جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اسے قتل کرتے ہیں اور ان کے ماسوا کو امن دیتے ہیں تو ان دونوں نے مجھے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

من قتلهم فله اجر شهيد ومن قتلوه فله اجر شهيد۔

جو ان کو قتل کرے اسے شہید کا ثواب اور جس کو وہ لوگ قتل کریں اس کے لیے بھی شہید کا ثواب۔

[۱] مسلم زکاۃ، نسائی فضائل القرآن۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاکراہ ص ۱۰۲۶

بَابُ قَولِ اللہِ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (سورۂ نحل آیت ۱۰۶)

مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ہاں جو دل کھول کر کافر ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔

وَقَالَ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقَاۃً (وھی تقیۃ)۔ آل عمران آیت ۲۸۔

مگر یہ کہ تم ان سے ڈرو۔

وَقَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ وَکَانَ اللہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ (سورۂ نساء آیت ۹۷ تا ۹۹)

وہ لوگ جن کی جانیں فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے دبا لئے گئے جن سے نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

وَقَالَ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا (سورہ نساء آیت ۷۵)

اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے۔ جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

توضیح اکراہ کے معنی ہیں کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے اسی کو جبر بھی کہتے ہیں۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں ایک تام اور اس کو ملجی بھی کہتے ہیں دوسری ناقص اور اس کو غیر ملجی بھی کہتے ہیں

اکراہ تام یہ ہے کہ مار ڈالنے یا کسی عضو کے کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید کی دھمکی دی جائے۔

ضرب شدید کا مطلب یہ ہے کہ اس سے جان جانے کا یا کسی عضو کے بے کار یا تلف ہونے کا اندیشہ ہے مثلاً ظالم یہ کہتا ہے کہ یہ کام کرو ورنہ تجھے مارتے مارتے بے کار کردوں گا۔

اکراہ ناقص یہ ہے کہ جس میں اس سے کم کی دھمکی ہو مثلاً جوتے ماروں گا، کوڑے ماروں گا، مکان میں بند کردوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا۔

اکراہ کے شرائط یہ ہیں:۔

(۱) مکرِہ جس فعل کی دھمکی دیتا ہو اس پر قادر ہو (۲) مکرَہ کو (یعنی جسے دھمکی دی گئی) اس کا غالب گمان ہو کہ اگر میں اس کام کو نہ کروں گا تو یہ جس کی دھمکی دے رہا ہے اسے کر گزرے گا۔ (۳) جس چیز کی دھمکی ہے وہ جان لینا ہے یا عضو کاٹنا ہے یا ایسا غم پیدا کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ کام خوشی اور رضامندی سے نہ ہو (۴) مکرَہ پہلے سے وہ کام نہ کرنا چاہتا تھا خواہ اپنے حق کی وجہ سے یا کسی دوسرے شخص کے حق کی وجہ سے یا حق شرع کی وجہ سے۔

اس کی فروع اور احکام بہت کثیر ہیں جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

قولہ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ ـــ یہ آیۂ کریمہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں کافروں نے پکڑا اور ان کو مجبور کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرو۔ ظالموں نے انہیں پانی میں غوطے دیئے اتنا زیادہ کہ بدحواس ہو گئے اسی حالت میں ظالموں نے جو چاہا کہلا لیا اس کے بعد وہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، سرگزشت سنائی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے آنسوؤں کو پونچھا اور فرمایا کوئی حرج نہیں۔ ایسے موقع پر آئندہ بھی اجازت ہے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ـــ

ایک بار ظالموں نے انہیں آگ میں جلایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے اپنے دست مبارک کو ان کے جسم پر پھیرا اور دعا فرمائی اے آگ عمار اور آل عمار پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔

قولہ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا ـ اس کے پہلے ہے۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ   مومن، کافروں کو دوست نہ بنائیں

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً۔

مومنوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ ان سے تمہیں کچھ خوف ہو۔

یعنی اگر اکراہ کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کی اجازت ہے کہ بظاہر کافروں سے میل جول کر لو۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَعَذَرَ اللّٰهُ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَمْتَنِعُوْنَ مِنْ
اور ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کم زوروں کو معذور رکھا جو اپنے آپ کو جس چیز کے چھوڑنے
تَرْكِ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَالْمُكْرَهُ لَا يَكُوْنُ إِلَّا مُسْتَضْعَفًا غَيْرَ مُمْتَنِعٍ مِنْ فِعْلِ مَا أُمِرَ بِهٖ
سے بچا نہیں سکتے اس کے کرنے کا حکم دیا اور مکرہ بھی اس معنی کر مستضعف ہوتا ہے کہ اُسے جس کام کے کرنے کا
حکم دیا ہے اس سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔

توضیح :- یعنی کافروں کے قبضہ میں پھنسا ہوا شخص جس طرح مجبور ہے کہ کافر جو چاہیں اس سے کہلوائیں جو چاہیں کرائیں۔ اسے اس پر قدرت نہیں کہ اللہ عزّ وجل نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انھیں کر سکے۔ مجبور ہے کہ اُسے چھوڑے۔ یہی حال مکرَہ کا ہے کہ وہ بھی مجبور ہے کہ اُسے جس کام کے کرنے کا حکم دیا جائے وہ کرے۔ اس لیے جیسے مستضعف خلاف شرع کسی کام کے کرنے سے گنہگار نہیں اسی طرح مکرَہ بھی گنہگار نہیں۔ اس لیے جو حکم مستضعف کا ہے وہی مکرہ کا بھی ہونا چاہیے۔

ت	وَقَالَ الْحَسَنُ التَّقِيَّةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔
۸۲۱	تقیہ قیامت تک ہے۔

تشریحات ۸۲۱ تقیہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دل کی بات کسی کے سامنے ظاہر کرنے سے بچنا۔ تقیہ کے اصل معنی بچنا ہے ۔ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ مومن کے لیے تقیہ قیامت تک جائز ہے مگر قتل میں تقیہ نہ کیا جائے۔ اور عبد بن حمید کا لفظ یہ ہے مگر اس نفس کے قتل میں جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ یعنی کسی کو مجبور کیا گیا یہاں تک کہ قتل کی دھمکی دی گئی کہ کسی مسلمان کو قتل کرو مکرَہ کو جائز نہیں کہ اسے قتل کرے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تقیہ صرف زبان سے ہے۔ اور قلب ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ دوسرے کو قتل

کرنے کے لیے ہاتھ نہ بڑھائے۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِيمَنْ يُكْرِهُهُ اللُّصُوصُ فَيُطَلِّقُ
۸۲۲	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اس شخص کے بارے میں جسے چوروں نے مجبور کیا
	لَيْسَ بِشَيْءٍ وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ۔
	اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے یہ کچھ نہیں۔ اور یہی ابن عمر ابن زبیر اور شعبی و حسن بصری نے فرمایا۔

تشریحات ۸۲۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو حمیدی نے اپنی جامع میں، بیہقی نے اور امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور امام شعبی کے قول کو امام عبد الرزاق نے اس تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اگر چوروں نے اس کو بیوی کے طلاق دینے پر مجبور کیا تو طلاق نہیں اور اگر بادشاہ نے مجبور کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابن عیینہ نے اس فرق کی توجیہہ یہ کی کہ چور اسے قتل کر دے گا اور امام حسن بصری کے قول کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور ابن بطال نے ابن منذر کے تابع ہو کر کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ جو کفر پر مجبور کیا گیا یہاں تک یہاں تک کہ اس کو اپنی جان کا اندیشہ ہو اور وہ کفر کر دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلے گی۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مُکرَہ کی طلاق واقع نہیں لیکن امام زہری یا قتادہ یا ابو قلابہ کا قول ہے کہ واقع ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زبان سے طلاق دے تو واقع ہو گی اور حالت اکراہ میں تحریری طلاق دے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو طلاق واقع نہیں۔

باب لا يجوز نكاح المكره ص ۱۰۲۷ — مکرَہ کا نکاح جائز نہیں۔

وَقَالَ اللهُ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

(سورۂ نور آیت ۳۳)

اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بے شک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں۔ بخشنے والا مہربان ہے۔

توضیح یہ آیۂ کریمہ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی دو کنیزوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا نام معاذہ اور مسیکہ تھا۔ ابن ابی منافق ان دونوں کو مجبور کرتا تھا کہ اجرت لے کر زنا کرائیں اور جاہلیت میں یہ عام رواج تھا اور جب اسلام آیا تو معاذہ نے مسیکہ سے کہا کہ ہم جس حال میں ہیں اگر یہ بہتر ہے تو ہم نے بہت زیادہ کما لیا اور اگر برا ہے تو اب وقت آگیا کہ اسے چھوڑ دیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں ان اردن تحصنا قید احترازی نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے چونکہ اس عہد کے جفا کار انہیں زنا پر مجبور کرتے تھے اگرچہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی تھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انہیں زنا پر مجبور کرنا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کو اس باب کے ضمن میں کس مقصد کے لیے ذکر کیا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ صاحب توضیح نے مذکورہ بالا بات کہہ کر یہ مناسبت پیدا کی کہ جب حرام چیزوں میں اکراہ مکروہ ہے تو حلال چیزوں میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوگا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

اس آیت پر ایک شبہہ ہے کہ اکراہ کے بعد فعل حرام کا ارتکاب گناہ نہیں پھر غفور رحیم کے ذکر کا کیا محل ہے؟۔ جواب یہ ہے کہ زنا حقیقت میں گناہ ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ اکراہ کے بعد گناہ نہیں رہتا ارشاد فرمایا فان اللہ غفور رحیم۔ جیسے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ؕ میں ہے۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مکرَہ کا نکاح باطل ہے اور احناف کے یہاں صحیح ہے جس کی تفصیلی بحث کتب فقہ میں موجود ہے۔

بَابُ إِذَا أُكْرِهَ حَتَّى وَهَبَ عَبْدًا أَوْ بَاعَهُ لَمْ يَجُزْ۔ ص ۱۰۲۷

جب مجبور کیا گیا یہاں تک کہ غلام کو ہبہ کر دیا یا بیچ دیا تو نافذ نہیں۔

وَبِهِ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ فَإِنْ نَذَرَ الْمُشْتَرِي فِيهِ نَذْرًا فَهُوَ جَائِزٌ بِزَعْمِهِ وَكَذَالِكَ إِنْ دَبَّرَهُ۔

اور یہی مذہب بعض الناس کا ہے اور اگر مشتری نے اس میں منت مان لی تو اس کے زعم میں یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس کو مدبر بنا لیا تو صحیح ہے۔

توضیح عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری جب بعض الناس کہتے ہیں تو ان کی مراد اس سے احناف ہوتے ہیں اگر یہاں بھی ان کی مراد احناف ہی ہیں تو حسب تحقیق علامہ عینی ان سے فروگزاشت ہوئی ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کے بیچنے یا ہبہ کرنے یا کسی اقرار پر مجبور کیا گیا اور اس نے اپنا مال بیچ دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا

یا مال کا اقرار کر لیا تو اکراہ دور ہونے کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان عقود کو نافذ کر دے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے اس لیے کہ یہ عقد اس کے اہل سے اس کے محل میں صادر ہوا اس لیے مفید ملک ہے ہاں اس میں تراضی نہیں پائی گئی تو اس کا حکم وہ ہو گیا جو ایسے تمام عقود کا ہے جن میں شرط فاسد پائی جائے کہ اگر مشتری قبضہ کر کے اس میں کوئی تصرف کر دے جو قابل نقض نہ ہو جیسے آزاد کرنا اور مدبر کرنا وہ نافذ ہو جائے گا اور مشتری پر قیمت لازم ہو گی اور اگر بائع جائز کر دے تو صحیح ہے کیوں کہ اب تراضی پائی گئی۔

بَابُ إِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَى فَلَا حَدَّ عَلَيْهَا لِقَوْلِهِ وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ص ۱۰۲۷

جب عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس پر حد نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جس نے انہیں مجبور کیا تو بے شک اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

ت	قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ
۸۲۳	صفیہ بنت ابی عبید نے خبر دی کہ خلیفۂ وقت کے غلاموں میں سے ایک غلام نے
	أَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلَى وَلِيدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا
	خمس کی ایک باندی کے ساتھ زنا کیا اور اسے مجبور کیا اور اس کا پردۂ بکارت پھاڑ
	حَتَّى افْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ الْحَدَّ وَنَفَاهُ وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيدَةَ مِنْ
	ڈالا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حد جاری کیا اور اس کو جلا وطن کر دیا اور لونڈی کو حد نہیں
	أَجْلِ أَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا.
	لگائی اس لیے کہ غلام نے اسے مجبور کیا تھا۔

تشریحات ۸۲۳ یہ صفیہ بنت ابی عبید، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ تھیں رقیق امارت سے مراد یہ ہے کہ وہ خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مملوک تھا۔ ولیدۃ من الخمس سے مراد یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے جو خمس بیت المال میں جمع ہوتا ہے یہ لونڈی اس میں تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام کو پچاس کوڑے لگوائے اور چھ مہینے کے لیے جلا وطن کر دیا اس لیے کہ غلام کی حد آزاد کی آدھی ہے اور باندی پر حد نہیں جاری فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکرہ پر حد نہیں خواہ مکرہ مرد ہو یا عورت۔

ت وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَمَةِ الْبِكْرِ يَفْتَرِعُهَا الْحُرُّ يُقِيمُ ذٰلِكَ الْحَكَمُ

۸۲۴ اور امام زہری نے فرمایا کہ کنواری باندی جس کا پردہ بکارت کوئی آزاد شخص پھاڑ ڈالے تو

مِنَ الْأَمَةِ الْعَذْرَاءِ بِقَدْرِ ثَمَنِهَا وَيُجْلَدُ وَلَيْسَ فِي الْأَمَةِ الثَّيِّبِ فِي

حاکم اس لونڈی کی قیمت میں جو کمی ہو گئی ہے وہ زانی سے وصول کرے اور کوڑا بھی مارے اور اگر لونڈی

قَضَاءِ الْأَئِمَّةِ غُرْمٌ وَلٰكِنْ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

کنواری نہیں تو ائمہ کے فیصلے میں کوئی مالی تاوان نہیں لیکن اس پر حد ہے۔

تشریح ۸۲۴ امام زہری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ زنا کرنے کی وجہ سے پردۂ بکارت پھٹنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی پیدا ہو گئی حاکم زانی سے اس کو بھی وصول کرے گا اور اس زانی پر حد بھی جاری کرے گا بشرطیکہ زانی آزاد ہو۔ امام زہری نے اگرچہ فرمایا ہے ویُجلد مگر اس سے مراد حد ہے اگر زانی محصن ہے تو اسے سنگسار کریں گے اور محصن نہیں تو کوڑے ماریں گے۔

بَابُ يَمِينِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ أَنَّهُ أَخُوهُ إِذَا خَافَ عَلَيْهِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَهُ وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُكْرَهٍ يَخَافُ فَإِنَّهُ يَذُبُّ عَنْهُ الْمَظَالِمَ وَيُقَاتِلُ دُونَهُ وَلَا يَخْذُلُهُ فَإِنْ قَاتَلَ دُونَ الْمَظْلُومِ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَلَا قِصَاصَ۔

ص ۱۰۲۸

کسی کا اپنے ساتھی کے بارے میں یہ قسم کھانا کہ یہ اس کا بھائی ہے جب کہ یہ ڈر ہو کہ کوئی اسے قتل نہ کر دے یا عضو نہ توڑ دے اور ایسے ہی ہر مکرہ کا حکم ہے جو ڈرتا ہو اس سے ظلم کو دور کرے اور اس کی حمایت میں لڑے اور اسے چھوڑ نہ دے اب اگر مظلوم کی حمایت میں کسی کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص نہیں۔

وَإِنْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ

اور اگر کہا گیا کہ تو ضرور ضرور شراب پی یا مردار کھا یا اپنے غلام کو بیچ یا قرض کا اقرار

عَبْدَكَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ هِبَةً وَكُلَّ عُقْدَةٍ أَوْ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ

کر یا کچھ ھبہ کر یا کسی بھی عقد کے بارے میں کہا ورنہ ہم تیرے باپ کو یا تیرے

أَوْ أَخَاكَ فِي الْإِسْلَامِ وَسِعَهُ ذٰلِكَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اسلامی بھائی کو قتل کر دیں گے تو اسے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ

وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَوْ قِيْلَ لَهٗ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ

اور بعض لوگوں نے کہا اگر اس سے کہا گیا کہ شراب پی یا مردار کھا

الْمَيْتَةَ أَوْ لَنَقْتُلَنَّ إِبْنَكَ أَوْ أَبَاكَ أَوْ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ لَمْ يَسَعْهُ

ورنہ ہم تیرے بیٹے یا باپ یا ذو رحم محرم کو قتل کر دیں گے تو اسے یہ جائز نہیں

لِأَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِمُضْطَرٍّ ثُمَّ نَاقَضَ فَقَالَ إِنْ قِيْلَ لَهٗ لَنَقْتُلَنَّ

اس لیے کہ یہ مضطر نہیں ہے پھر اس کے خلاف کہا اگر اس سے کہا گیا ہم

أَبَاكَ أَوْ إِبْنَكَ لَتَبِيْعَنَّ هٰذَا الْعَبْدَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ بِهِبَةٍ

تیرے باپ یا بیٹے کو قتل کر دیں گے یا اس غلام کو بیچ یا دَین یا ھبہ کا اقرار کر

يَلْزَمُهٗ فِي الْقِيَاسِ وَلٰكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُوْلُ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَكُلُّ

تو اسے لازم ہے قیاس کے مطابق لیکن ہم استحسان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

عُقْدَةٍ فِيْ ذٰلِكَ بَاطِلٌ فَرَّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مُحَرَّمٍ وَغَيْرِهٖ بِغَيْرِ

بیع اور ھبہ اور ہر عقد اکراہ کی صورت میں باطل ہے۔ ان لوگوں نے

كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ

ذی رحم محرم اور دوسرے میں تفریق کی جبکہ یہ تفریق نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں حالانکہ نبی

لِامْرَأَتِهٖ هٰذِهٖ أُخْتِيْ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ.

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بی بی کے بارے میں کہا یہ میری بہن ہے اور یہ اللہ کے دین میں

توضیح کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بھی بعض الناس سے مراد حنفیہ ہیں۔ یہ تعریض ہے امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ بعض الناس کے قول میں تناقض ہے وہ اس طرح کہ اگر کسی ظالم نے کسی مجبور سے یہ کہا کہ شراب پیو یا یہ کہا کہ مردار کھاؤ ورنہ ہم تمہارے باپ یا بیٹے یا کسی ذو رحم محرم کو قتل کر دیں گے۔ تو اُسے اس حال میں شراب پینا یا مردار کھانا جائز نہیں اس لیے کہ یہ مُضطر نہیں۔ اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے مضطر اس وقت ہوتا جب وہ خود اس کے قتل کی دھمکی دیتا دوسروں کے قتل کی دھمکی دی تو اضطرار کہاں سے پایا گیا۔

امام بخاری کہتے ہیں پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی ظالم نے یہ دھمکی دی کہ ہم تمہارے باپ بیٹے کو قتل کر دیں گے۔ اگر تم اس غلام کو نہیں بیچو گے اور دَین کا اقرار نہیں کرو گے یا ھبہ نہیں کرو گے تو قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اس حال میں جو عقد کرے وہ لازم ہو جائے۔ لیکن ہم استحساناً یہ کہتے ہیں کہ اس حال میں ہر عقد باطل ہے۔ یہ صریح تناقض ہے کہ پہلی صورت میں کہا

کہ اکراہ نہیں اور دوسری صورت میں کہا کہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اکراہ پایا جا رہا ہے حالانکہ دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ یہاں مناقضہ نہیں ہے اس لیے کہ مجتہد کو جائز ہے کہ استحسان کی بناء پر قیاس کو ترک کرے اور استحسان حنفیہ کے نزدیک حجت ہے۔

قولہ فرّقوا۔ دوسری تعریض یہ کی کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا اس اجنبی شخص کو قتل کر یا فلاں چیز کو بیچ دے اس نے اس چیز کو بیچ دیا تو بیع لازم ہے اور اگر کسی ذی رحم محرم کے بارے میں یہی بات کہی اور اُسنے اس چیز کو بیچ دیا تو عقد لازم نہیں۔ یہ تفریق نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ احادیث سے ثابت ہے ۔ اس کا جواب علامہ بدرالدین محمود عینی نے یہ دیا کہ یہ کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے اور سنت سے بھی ثابت ہے۔ اللہ عز وجل نے فرمایا "اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ" (زمر آیت ۱۸) وہ لوگ جو بات سُن کر سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور حدیث یہ ہے ۔ مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ ۔ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ظالم بادشاہ کے روبرو اپنی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہا یہ میری بہن ہے سارہ رشتہ کے اعتبار سے ان کی بہن نہیں تھیں کہ ذی رحم محرم ہوتیں بلکہ دینی بہن تھیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اکراہ کی حالت میں قریب و بعید کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا صرف مسلمان ہونا کافی ہے۔ "فی دین اللہ" حضرت امام بخاری کا قول ہے، مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین میں میری بہن ہے۔

ت	وَقَالَ النَّخَعِیُّ اِذَا کَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَنِیَّۃُ الْحَالِفِ
۸۲۵	امام نخعی نے فرمایا اگر قسم کھلانے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے اور
	وَاِنْ کَانَ مَظْلُوْمًا فَنِیَّۃُ الْمُسْتَحْلِفِ۔
	اگر مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔

تشریح ۸۲۵ اس تعلیق کو امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے مُستحلف کے مظلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا کوئی حق کسی پر ہے اور صاحب حق کے پاس پیسہ نہیں تو وہ مُدعیٰ علیہ سے قسم لے گا۔ یہاں مُدعی مظلوم ہے تو قسم میں مُدعی کی نیت کا اعتبار ہو گا۔ حضرت امام مالک اور جمہور کا مذہب یہی ہے اور ہمارے یہاں ہمیشہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحِیَل ص ۱۰۲۸

توضیح حِیَل حیلہ کی جمع ہے۔ حیلہ اس خفیہ طریقۂ کار کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو حاصل کیا جائے۔ حیلہ جس بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے اس کی کئی قسمیں ہیں اوّل کسی مباح طریقہ کو کسی حق کے باطل کرنے یا باطل کے اثبات کا ذریعہ بنایا جائے تو وہ حرام ہے۔ دوم کسی حق کے ثابت کرنے یا باطل کے دفع کرنے کا ذریعہ ہو۔ یہ کبھی واجب ہوتا ہے کبھی مستحب۔ سوم۔ اور اگر کسی ناپسندیدہ چیز میں واقع ہونے سے بچنے کے لیے کیا جائے تو یہ کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی مباح۔ چہارم اور اگر کسی مستحب کے ترک کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

حیلہ کی اصل قرآن مجید اور احادیث میں موجود ہے۔ سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب آزمائش میں مبتلا تھے اور سب نے انہیں چھوڑ دیا تھا اور صرف ان کی اہلیہ ان کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک بار دیر میں حاضر ہوئیں تو سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قسم کھائی کہ تم کو صحت کے بعد سو ضربیں ماروں گا۔ اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا:۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ (سورہ ص آیت ۴۴) اور اپنے ہاتھ میں (سو تنکوں والا) ایک جھاڑو لے کر مارو اور قسم نہ توڑو۔

ابوداؤد اور دوسری سنن میں حضرت ابوعبادہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک انصاری بیماری کی وجہ سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ صرف ہڈی پر چمڑا رہ گیا تھا اسی حال میں انہوں نے زنا کر لیا پھر اس پر نادم ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو سو کوڑے مارے جائیں انہوں نے عرض کیا کہ وہ اتنے کمزور ہیں کہ ہڈی پر صرف چمڑا رہ گیا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باریک باریک سو ٹہنیاں لے کر انہیں ایک دفعہ مار دیا جائے۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نجار کے ایک شخص کو جن کا نام سواد غزیہ تھا، خیبر پر عامل مقرر فرمایا تو وہ جنیب وصول کر کے لائے جو خیبر کی کھجوروں میں سب سے عمدہ قسم تھی۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں تو انہوں نے عرض کیا

نہیں۔ ہم اس کھجور کا ایک صاع دو صاع کے عوض خریدتے ہیں اور دو صاع کو تین صاع کے عوض۔ فرمایا ایسا مت کر۔ ساری کھجوروں کو درم کے عوض بیچو پھر درم کے بدلے میں جنیب خریدو۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ سبھی کو معلوم ہے۔ اس لیے بضرورت حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض دفعہ ضروری ہو جاتا ہے مثلاً زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم کا دینی مدارس میں صرف کرنا اصل کے اعتبار سے جائز نہیں اس لیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک مستحق شرط ہے۔ ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ لیکن اگر آج زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم مدرسوں میں قبول نہ کی جائے تو دینی مدارس کی بقا سخت خطرے میں پڑ جائے گی۔

میرے طالب علمی کے زمانے میں دینی مدارس کا بہت برا حال تھا خود ہمارا یہ اشرفیہ موت و زیست کی کش مکش میں تھا ایسا بھی دور گزرا ہے کہ چھ چھ سات سات مہینے تک کچھ مدرسین کو تنخواہیں نہیں ملی ہیں لیکن جب سے زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم دینی مدارس میں قبول کی جانے لگیں اور حیلۂ تملیک کرکے صرف کی جانے لگیں صرف جامعہ اشرفیہ ہی نہیں سارے مدارس مالا مال ہیں جس کی وجہ سے دینی مدارس کو کافی استحکام حاصل ہوا اور ہو رہا ہے جسے دیکھ کر مذہب دشمن عناصر زکوٰۃ اور فطرہ پر للچائی ہوئی نظریں رکھتے ہیں اور سیدھے سادے مسلمانوں سے مختلف حیلوں سے انجمنیں قائم کرکے زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم وصول کرکے مزے سے ٹھاٹ باٹ کرتے ہیں۔

بہر حال قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں بوقت حاجت حیلہ کی اجازت ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دی۔

اس کے برخلاف بعض آیات اور احادیث سے حیلہ کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے مثلاً اصحاب سبت کا قصہ اور یہود کے بارے میں جو حدیث میں آیا ہے کہ ان کے اوپر چربی حرام کی گئی ہے تو انہوں نے چربی کو پگھلایا پھر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ لیکن ہم نے اس کے پہلے حیلے کے جواز کے سلسلہ میں جو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں اور اصحاب سبت کے قصے اور یہود کے چربیوں کے بیچنے میں ایک واضح فرق موجود ہے مثلاً حضرت سوید بن غزیہ کی حدیث میں بالکل واضح ہے کہ معمولی کھجوروں کو درم کے ساتھ بیچا اس میں کسی طرح کوئی بھی نقص نہیں۔ پھر ان دراہم سے جنیب خریدا اس میں بھی کوئی شرعی نقص نہیں لیکن اصحاب سبت دریا کے کنارے گڑھا کھود کر پانی سے بھر رکھتے جس کا راستہ دریا سے رہتا۔ اور سنیچر کی شام کو جا کر اس راستہ کو بند کر دیتے جدھر سے پانی دریا میں جاتا تھا۔ یہ ایک طرح سے مچھلیوں کو شکار کر لینا تھا کیونکہ گڑھے میں آ جانے کے بعد مچھلیاں ان کے قبضے میں آجاتی تھیں یہ ایک طرح سے شکار کرنا ہی تھا۔ اور

یہودیوں پر جس طرح چربی کا کھانا حرام تھا اسی طرح اس کا بیچنا بھی حرام تھا۔ انہوں نے چربی کو بیچا جو اُن کی شریعت میں مال نہیں تھا۔ اس لیے اس کی جو قیمت لی وہ مال خبیث ہوئی۔ اس سلسلہ میں صاحب محیط کا ارشاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ حیلہ اگر حرام و گناہ سے بچنے کے لیے ہو تو اچھا ہے اور اگر کسی مسلمان کا حق باطل کرنے کے لیے ہو تو اچھا نہیں بلکہ گناہ و ظلم ہے۔

اور امام نسفی نے کافی میں فرمایا کہ حضرت امام محمد بن حسن نے فرمایا مومن کے اخلاق میں سے یہ نہیں کہ حیلوں کے ذریعہ اللہ کے احکام سے فرار کرے۔ اس طرح کہ اس سے حق کا ابطال لازم آئے۔

بَابٌ فِي تَرْكِ الْحِيَلِ۔ وَاَنَّ لِكُلِّ اِمْرِءٍ مَا نَوٰى فِي الْاَيْمَانِ وَغَيْرِهٖ۔

حیلوں کے چھوڑنے کے بیان میں اور یہ کہ ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔ قسم ہو یا کچھ اور۔

ص ۱۰۲۸

توضیح کتاب الحیل کہنے سے کچھ نہیں سمجھ میں آرہا تھا کہ حضرت امام بخاری کا مذہب کیا ہے؟ کہ وہ حیلہ کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز؟۔ اس لیے انہوں نے ترک الحیل کا باب باندھا کہ واضح ہو جائے کہ حضرت امام بخاری حیلہ کے جواز کے قائل نہیں۔ اس باب کے ثبوت کے لیے حدیث "انما الاعمال بالنیات" لائے۔ اس سے دو بات ثابت ہوئی کہ حضرت امام بخاری اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص نہیں مانتے بلکہ وہ ہر عمل کو اس میں شامل مانتے ہیں جن میں معاملات بھی داخل ہیں اور وہ بالنیات یا بالنیۃ کا مقدر صحت یا ثواب کو نہیں مانتے بلکہ اعتبار مانتے ہیں۔ اب ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی نیک کام کسی دنیوی مقصد کے لیے کرے تو اعتبار اس کی نیت کا ہوگا جیسا کہ ام قیس کی حدیث سے ظاہر ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم میں ایک صاحب تھے جنہوں نے ام قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا ــــ ان خاتون نے یہ جواب دیا کہ اگر ہمارے ساتھ ہجرت کرو تو پیغام منظور ہے۔ انہوں نے اس خاتون کے ساتھ ہجرت کی اور ان کا نکاح ام قیس کے ساتھ ہو گیا۔ ہم لوگ انہیں مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت امام بخاری کے نزدیک اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ صاحب ہجرت کرکے ثواب سے محروم رہے لیکن اس وقت ہجرت فرض تھی وہ فرض ادا ہو گیا ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صاحب اور ام قیس دونوں فرض کے تارک ہونے کی وجہ سے فاسق ہوئے۔

ہم نے اول کتاب میں ثابت کیا ہے کہ نیت کا متعلق ثواب ہے

بَابٌ فِی الصَّلٰوۃِ ص۱۰۲۸ نماز کے بیان میں۔

توضیح اس باب کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز نہیں قبول فرمائے گا جب وہ حدث کرے یہاں تک کہ وضو کرلے۔

یہ حدیث کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ یہاں کتاب الحیل میں اس حدیث کو ذکر کرکے امام بخاری احناف پر تعریض کر رہے ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز سے باہر ہونے کے لیے لفظ السلام فرض نہیں، واجب ہے اس لیے کہ فرض کے ثبوت کے لیے خبر واحد کافی نہیں۔ ہاں واجب کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ فرض کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ ضروری ہے اور لفظ سلام کے بارے میں ایسی کوئی نص نہیں۔ نماز سے باہر ہونے کے لیے خروج بصنعہ فرض ہے یعنی بالقصد ایسا کام کرنا جو نماز کے منافی ہو مثلاً کام کرنا، کھانا کھانا یا کچھ پینا وغیرہ۔ اس پر بعض مخالفین نے ازراہ تمسخر احناف پر طنز کیا کہ اگر کوئی شخص نماز کے ارکان پورا کرنے کے بعد بالقصد ہوا خارج کرے۔ یہ خروج بصنعہ ہوا یا نہیں — اب مخالفین نے اس کو رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا۔ اللہ عز وجل رحم فرمائے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں لوگوں میں ہیں۔ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احناف کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی حدث کرے تو جب تک وضو نہیں کرلے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی — ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہ حکم اثنائے نماز کا ہے یا ابتدائے نماز کا یعنی اگر کوئی بے وضو نماز شروع کرے، نماز نہ ہوگی یا اثنائے نماز میں حدث ہوجائے تو نماز نہ ہوگی لیکن نماز پوری ہونے کے بعد حدث سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی نماز پڑھ رہے ہیں تعدیل ارکان نہیں کر رہے ہیں تو انہیں نماز کی تعلیم دی اخیر میں فرمایا ثم اجلس حتیٰ تطمئن جالسا پھر بیٹھ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جائے اور فرمایا فاذا فعلت ھذا فقد تمت صلوٰتک[ع] جب تم نے یہ کرلیا تو تیری نماز پوری ہوگئی — یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا رفاعہ بن رافع سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قعدۂ اخیرہ کرلینے کے بعد فرمایا جب تونے یہ کرلیا تو تونے اپنی نماز پوری

ع ابوداؤد ص۱۲۴ ترمذی ص۴۰۔

کرلی. اس سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ سے نماز پوری ہو گئی۔ لیکن نماز سے باہر آنے کے لیے بالقصد کوئی فعل منافی نماز کرنا ضروری ہے اس لیے خروج بصنعہ فرض ہے۔ رہ گیا لفظ السلام تو یہ فرض نہیں واجب ہے۔ جو شخص اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نماز سے باہر ہوگا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ باب کا مطلب ہے نماز چھوڑنے کے لیے حیلہ۔ اور ہمارا مسلک جو ہے اس میں نماز چھوڑنے کا سوال ہی نہیں ۔ بحث اس میں ہے کہ لفظ السلام فرض ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص لفظ السلام کہنے کے بجائے بالقصد کوئی ایسا فعل کرے جو منافی نماز ہو تو نماز اس معنی کر ہو گئی کہ اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔

بَابٌ فِي الزَّكٰوةِ وَاَنْ لَا يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَّلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ ص ۱۰۲۸

زکوٰۃ سے بچنے کے حیلے کے بیان میں اور یہ کہ زکوٰۃ کے ڈر سے مجتمع کو متفرق نہیں کیا جائے گا اور نہ متفرق کو اکٹھا کیا جائے گا۔

توضیح لا یجمع بین متفرق الخ۔ یہ ایک حدیث کا جز ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں مفصل گزر چکی ہے اور یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک حصہ تحریر فرمایا ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ دو آدمی ہیں جن میں ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں تو ان پر ہر چالیس بکری میں ایک بکری واجب ہے تو ان کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اکٹھا کرنے کی صورت میں کل اسّی بکریاں ہوں گی جن میں صرف ایک بکری واجب ہے اسی طرح اگر دو شریکوں کے درمیان چالیس بکری ہو تو ان کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا ہر ایک کے حصہ کی بیس بکری مان لی جائے تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعرابی کی حدیث ذکر کی جن کے سوال کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں شرائع اسلام کی تعلیم دی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے عرض کیا تھا وَلَا اَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر فرض فرما یا ہے اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ فرائض میں کمی کرنا جائز نہیں اگرچہ بذریعہ حیلہ ہو۔ اس سے ہم کو بھی اتفاق ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي عِشْرِيْنَ وَمِائَةِ بَعِيْرٍ حِقَّتَانِ فَاِنْ

اور بعض لوگوں نے کہا ایک سو بیس اونٹ میں دو حقے ہیں پس اگر اسے قصداً ہلاک کر دیا

أَهْلَكَهَا مُتَعَمِّدًا أَوْ وَهَبَهَا أَوْ احْتَالَ فِيهَا فِرَارًا مِنَ الزَّكٰوةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ .

یا کسی کو ھبہ کر دیا یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کوئی بھی حیلہ اختیار کیا تو اس پر کچھ نہیں۔

حِقّہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا تین سال پورا ہو گیا ہو۔

یہاں حضرت امام بخاری نے شدت غضب میں اھلکھا فرمایا۔ کیا دنیا میں کوئی بھی عقل والا ایسا مل سکتا ہے جو دو اونٹنیاں فقراء کو دینے سے بچنے کے لیے ایک سو بیس اونٹ کو ہلاک کر دے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر سال تمام سے پہلے یہ سب اونٹ کسی کو ھبہ کر دے اور اسے قبضہ بھی دلا دے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوئی۔ اس لیے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے پورا ایک سال گزرنا شرط ہے یہ اسقاط زکوٰۃ نہیں اور نہ زکوٰۃ سے فرار ہے جب اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرار یا اسقاط کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اگر واقعی کوئی شخص زکوٰۃ کے وجوب سے بچنے کے لیے یہ حیلہ کرے تو وہ قابل مذمت ہے چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ لَهُ إِبِلٌ فَخَافَ أَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ

اور بعض الناس نے کہا اس شخص کے بارے میں جس کے پاس اونٹ ہیں اسے ڈر ہوا

الصَّدَقَةُ فَبَاعَهَا بِإِبِلٍ مِثْلِهَا أَوْ بِغَنَمٍ أَوْ بِبَقَرٍ أَوْ بِدَرَاهِمَ فِرَارًا

کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی تو اس نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے ان

مِنَ الصَّدَقَةِ بِيَوْمٍ احْتِيَالًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنْ زَكّٰى إِبِلَهُ

اونٹوں کو دوسرے اونٹوں سے یا بکری کے عوض یا گائے کے عوض یا دراہم کے عوض زکوٰۃ سے بچنے کے لیے

قَبْلَ أَنْ يَحُولَ الْحَوْلُ بِيَوْمٍ أَوْ بِسَنَةٍ جَازَتْ عَنْهُ .

بیچ دیا تو اس پر کچھ نہیں حالانکہ وہی یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ سال پورے ہونے سے ایک دن پہلے یا ایک سال پہلے دے دی تو جائز ہے۔

توضیح: یہ بھی ہم احناف پر تعریض ہے۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احناف کے مسائل میں تناقض ہے وہ اس طرح کہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بقدر نصاب اونٹ ہوں اور سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اُن اونٹوں کو بیچ دے تو اس پر زکوٰۃ نہیں پھر احناف کہتے ہیں کہ اگر کسی نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا سال بھر پہلے زکوٰۃ ادا کر دی تو ادا ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے ان کے یہاں زکوٰۃ واجب ہو

جاتی ہے. اگر واجب نہ ہوتی تو زکوٰۃ دینا زکوٰۃ دینا نہ ہوتا بلکہ صدقہ نافلہ ہوتا. ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس طرح صدقۂ فطر عید سے پہلے دے دینا جائز ہے جیسا کہ اسی بخاری ص ۲۰۵ میں ہے "کانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین"، کہ اہل مدینہ عید سے ایک دو دن پہلے صدقۂ فطر دے دیا کرتے تھے. حالانکہ صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے عید کے دن. اسی طرح زکوٰۃ بھی اگرچہ واجب ہوگی سال پورا ہوتے پر مگر پہلے ادا کر دینا صحیح ہے. یہ ایسے ہی ہے کسی سے قرض لیا تھا اور اسے میعاد سے پہلے ہی ادا کر دیا.

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا بَلَغَتِ الْإِبِلُ عِشْرِيْنَ فَفِيْهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ فَإِنْ وَهَبَهَا قَبْلَ الْحَوْلِ أَوْ بَاعَهَا فِرَارًا أَوْ إِحْتِيَالًا لِإِسْقَاطِ الزَّكٰوةِ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ إِنْ أَتْلَفَهَا فَمَاتَ فَلَا شَيْئَ فِيْ مَالِهٖ.

اور بعض الناس نے کہا جب اونٹ بیس تک پہنچ جائیں تو اُن میں چار بکریاں ہیں اب اگر سال پورا ہونے سے پہلے اس نے کسی کو ھبہ کر دیا یا بیچ دیا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یا زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ کے طور پر تو اس پر کچھ نہیں اور ایسے ہی اگر اسے تلف کر دیا پھر مر گیا تو اس پر کچھ نہیں.

توضیح امام بخاری کے اس قول کے پہلے حصہ کا جواب ابھی گزرا. رہ گیا دوسرا حصہ تو ظاہر ہے کہ محل زکوٰۃ وہ اونٹ تھے جب وہ باقی نہ رہے تو زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی.

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے جیسے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے مَنّت مانی تھیں کہ اچانک ان کا انتقال ہو گیا منت پوری نہ کر سکیں. حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تو حضور نے فرمایا اپنی ماں کی طرف سے یہ منت پوری کرو. تو جب منت موت سے ساقط نہ ہوئی تو زکوٰۃ جو منت سے بدرجہا اہم ہے بدرجۂ اولیٰ ساقط نہ ہوگی.

اقول وھو المستعان دونوں میں فرق واضح ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے جب منت مان لی تھی تو وہ ان پر واجب ہو گئی بخلاف یہاں کے کہ جب نصاب پر سال پورا ہی نہیں ہوا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہ ہوئی. اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں. علاوہ ازیں نذر حق العبد ہے اور زکوٰۃ حق اللہ اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے.

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ حَتّٰى تَزَوَّجَ عَلَى الشِّغَارِ فَهُوَ جَائِزٌ

اور بعض الناس نے کہا اگر حیلہ کیا یہاں تک کہ شغار پر نکاح کر لیا تو جائز ہے اور شرط

وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔ وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ اَلنِّكَاحُ فَاسِدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔

باطل ہے۔ اور متعہ میں کہا نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے۔ ان کے بعضوں نے کہا متعہ اور شغار جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

توضیح یہ بھی احناف پر تعریض ہے۔ ہمارے یہاں نکاح شغار منعقد ہے اور مہر مثل واجب۔ نکاح شغار یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کی لڑکی سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اپنی لڑکی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے اور مہر کچھ نہ ہو اس نکاح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا جیسا کہ امام بخاری نے یہیں حدیث ذکر کی ہے ہمارے یہاں نکاح شغار کا حکم یہ ہے کہ دونوں نکاح صحیح اور ہر ایک پر مہر مثل واجب ہوگا۔ اور یہ شرط کہ مہر کچھ نہ ہوگا باطل ہے البتہ ایسا نکاح کرنے والے گنہگار ہوں گے۔ نکاح شغار کے صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ عقد اپنے اہل سے اپنے محل میں صادر ہوا ہے تو اسے کالعدم قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں، ہاں البتہ یہ شرط کہ مہر کچھ نہ ہوگا باطل ہے — متعہ کے سلسلے میں ہمارا اصل مذہب یہی ہے کہ ناجائز و حرام ہے اور متعہ کے نام سے جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد ہے — رہ گیا یہ کہ امام بخاری نے فرمایا کہ ان کے بعض نے فرمایا کہ متعہ جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ کون ہیں معلوم نہیں ہو سکا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ امام زفر پر تعریض ہے لیکن یہ تعریض اس وقت درست ہوتی جب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہوتا کہ متعہ جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ متعہ کا حرام ہونا احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

حضرت امام بخاری نے اس کے بعد متعہ کی حرمت والی حدیث ذکر کر کے پھر وہی بات لوٹائی ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ اس تکرار سے امام بخاری کا کیا مقصد ہے اس کے سمجھنے سے یہ خادم ہی نہیں سارے شارحین عاجز ہیں۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ احناف کے صحیح مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے شدت غیظ و غضب میں ایک ہی بات کو بار بار ذکر فرما رہے ہیں۔ زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھی یہی کیا اور اب بھی یہی کر رہے ہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ فِي الْبُيُوْعِ وَلَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهٖ فَضْلُ الْكَلَاءِ۔ ص ۱۰۳۰

بیوع میں حیلہ کا مکروہ ہونا اور یہ کہ زائد پانی سے لوگوں کو روکا نہ جائے تاکہ اس سے فاضل چراگاہ کو روکا جائے۔

توضیح باب کا دوسرا حصہ حدیث کا حصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قبیلہ والا اتنے پانی پہ قادر ہے جو اس کی ضروریات سے فاضل ہو تو دوسرے

قبیلہ والوں کے جانوروں کو پانی کے استعمال سے نہ روکے۔ قصہ یہ ہے کہ پانی کے تالاب یا کنویں پر جو قابض ہے وہ اس کی ملک ہے وہ چاہے تو دوسرے کو پانی استعمال کرنے نہ دے۔ اور چراگاہ کسی کی ملک نہیں۔ کسی قبیلہ کے پاس اگر پانی فاضل ہے تو دوسرے قبیلہ والوں کے پانی استعمال کرنے میں ان کا کوئی حرج نہیں لیکن ہوگا یہ کہ جانور جب پانی پینے آئیں گے تو لامحالہ چراگاہ میں چریں گے اور چونکہ چراگاہ کسی کی ملک نہیں اس لیے کوئی کسی کو چراگاہ میں جانور چرنے سے روک نہیں سکتا۔ اب حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ تمہارے پاس اگر پانی زائد ہے تو ضرورت مندوں کو استعمال کرنے سے نہ روکو ان کے مویشیوں کو پانی پینے کے لیے آنے دو اگرچہ وہ پانی پینے کے لیے آتے وقت یا پانی پی کر جاتے وقت چراگاہ میں چریں۔

کچھ لوگ ایسا کرتے تھے کہ زائد پانی دوسرے کو استعمال نہیں کرنے دیتے تھے کہ ان کے جانور ہماری چراگاہ میں چریں گے تو لامحالہ ضرورت مند پانی خریدتے تھے۔ اور یہ خریداری ذریعہ بنتی تھی۔ چراگاہ میں جانور کے چرنے کا۔ گویا پانی بیچنے کو حیلہ بناتے تھے چراگاہ میں جانور چرانے کا اسے اس حدیث میں منع فرمایا گیا۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبُيُوْعِ صـ ۱۰۳۰ بیوع میں دھوکہ سے ممانعت کا بیان۔

ت	وَقَالَ اَيُّوْبُ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ كَاَنَّمَا يُخَادِعُوْنَ اٰدَمِيًّا. لَوْ اَتَوُا
۸۲۶	اور ایوب سختیانی نے کہا۔ یخادعون اللہ سے مراد یہ ہے گویا کہ وہ کسی آدمی کو دھوکہ دیتے
	الْاَمْرَ عِيَانًا كَانَ اَهْوَنَ عَلَيَّ.
	ہیں۔ اگر وہ بات صاف صاف کریں تو مجھ پر زیادہ ہلکا ہو۔

توضیح اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے حضرت ایوب سختیانی کی مراد یہ ہے کہ اگر وہ کھلے بند کہہ دیں کہ میں اتنی زائد قیمت لے رہا ہوں تو زیادہ بہتر تھا۔

امام بخاری کا مقصد غالبًا یہ ہے کہ بازار بھاؤ سے زیادہ قیمت لینا بھی خداع میں داخل ہے۔

بَابٌ اِذَا غَصَبَ جَارِيَةً فَزَعَمَ اَنَّهَا مَاتَتْ فَقُضِيَ بِقِيْمَةِ الْجَارِيَةِ الْمَيِّتَةِ ثُمَّ وَجَدَهَا صَاحِبُهَا فَهِيَ لَهٗ وَيَرُدُّ الْقِيْمَةَ۔

کسی نے کسی کی باندی کو غصب کیا پھر گمان کیا کہ وہ مر گئی جس کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ غاصب مردہ لونڈی کی قیمت مالک کو ادا کرے اس کے بعد مالک کو لونڈی زندہ مل گئی تو لونڈی مالک کی ہے اور غاصب کو قیمت واپس کر

وَلَا يَكُوْنُ الْقِيْمَةُ ثَمَنًا۔

دی جائے گی۔ اور یہ قیمت لونڈی کا ثمن نہیں ہو گی۔

حدیث ۱۰۳۰

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْجَارِيَةُ لِلْغَاصِبِ لِأَخْذِهِ الْقِيْمَةَ وَفِيْ هٰذَا إِحْتِيَالٌ لِمَنِ اشْتَهٰى جَارِيَةَ رَجُلٍ لَا يَبِيْعُهَا فَغَصَبَهَا وَاعْتَلَّ بِأَنَّهَا مَاتَتْ حَتّٰى يَأْخُذَ رَبُّهَا قِيْمَتَهَا فَيُطَيَّبُ لِلْغَاصِبِ جَارِيَةُ غَيْرِهِ۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اور بعض الناس نے کہا کہ اس صورت میں لونڈی غاصب کی ہے کیونکہ اس نے قیمت لے لیا۔ اس میں اس شخص کے لیے حیلہ ہے جو کسی شخص کی لونڈی کو چاہے جسے وہ شخص بیچنے پر راضی نہ ہو اور غصب کرلے اور یہ عذر بیان کرے کہ وہ مرگئی تاکہ اس کا مالک اس کی قیمت لے لے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غاصب کے لیے دوسرے کی لونڈی جائز ہو گئی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے مال تم پر حرام ہیں اور ہر فریبی کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہو گا۔

توضیح حسب عادت یہ بھی احناف پر تعریض ہے اور اس کی بھی بنیاد حضرت امام بخاری کا قلت تفقہ ہے اور احناف کے مسائل سے کما حقہ، عدم واقفیت ہے۔

احناف کا صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غاصب پر واجب کہ لونڈی کو واپس کرے۔ اس لیے سرے سے اس تعریض کی کوئی گنجائش ہی نہیں اور احناف میں سے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ لونڈی غاصب کی ہے اس کی بنیاد ایک اصل پر ہے وہ یہ ہے کہ جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ ظاہراً او باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے یا صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے باطناً نہیں اس کو امام سرخسی نے مبسوط میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

صورت مبحوثہ میں جب قاضی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ لونڈی مرچکی ہے اور غاصب مالک کو لونڈی کی قیمت ادا کرے اور مالک نے غاصب سے لونڈی کی قیمت لے لی اس کے بعد یہ کہنا کہ لونڈی پہلے شخص کی ملک میں ہے، بدل اور مبدل منہ دونوں کا ایک شخص کی ملکیت میں جمع ہونے کا قول کرنا ہے اور یہ نہ عقلاً صحیح ہے نہ شرعاً اور اتنی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ لونڈی کے حاصل کرنے کے لیے غاصب نے ایک نہیں کئی جرم کیے غصب کیا، جھوٹ بولا، جھوٹے گواہ پیش کیے اور اس کی بہت سی نظیریں ہیں کہ ایک فعل ناجائز ہے مگر حکم شرعی اس پر مرتب ہوتا ہے مثلاً حالت حیض میں طلاق جائز نہیں لیکن اگر کوئی دے گا تو طلاق پڑ جائے گی۔

اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض کی توجیہ گزر چکی ہے۔

بَابٌ فِی النِّکَاحِ صـ ۱۰۳۰

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ لَمْ تُسْتَاذَنِ الْبِكْرُ وَلَمْ تَزَوَّجْ فَاحْتَالَ رَجُلٌ فَأَقَامَ شَاهِدَيْ زُورٍ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِرِضَاهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بَاطِلٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَطَأَهَا وَهُوَ تَزْوِيجٌ صَحِيحٌ۔

نکاح میں حیلہ کا بیان

اور بعض الناس نے کہا کہ اگر باکرہ بالغہ سے اذن نہیں لیا اور نہ شادی کی اور اس شخص نے حیلہ کیا اور دو جھوٹے گواہ کھڑے کر دیئے کہ اس نے اس عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے نکاح کیا ہے اس پر قاضی نے نکاح ثابت ہونے کا حکم دے دیا حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ گواہی باطل ہے پھر بھی کوئی حرج نہیں کہ یہ شخص اس عورت سے وطی کرے اور یہ تزویج صحیح ہے۔

توضیح:۔ اس مسئلہ کو لے کر آج کل کے غیر مقلدین وہابی بہت احناف پر لعن طعن اور تشنیع کرتے رہتے ہیں حالانکہ اس قسم کے کیس میں یہی فیصلہ مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میرا اس سے نکاح ہوا ہے عورت نے انکار کیا مدعی نے دو گواہ پیش کیے جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح ثابت ہونے کا حکم کیا۔ جب اس نے یہ دیکھا تو عرض کیا اے امیر المومنین میرا اس سے نکاح کر دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا نیز مبسوط ہی میں ہے کہ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی اسی کے مثل ہے حضرت امام بخاری تو یوں معذور سمجھے جا سکتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام شعبی کے فتوے کا علم نہ رہا ہو لیکن غیر مقلدین سب کچھ جانتے ہوئے صرف اپنے کفریات اور ضلالات پر پردہ ڈالنے کے لیے اس مسئلہ کو احناف کی طرف نسبت کر کے خوب دل کے بخار نکالتے ہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جب امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اس مسئلہ کو لے کر جتنا کیچڑ اچھالیں گے وہ سب حضرت امام شعبی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑے گا مگر غیر مقلدین کے مذہب کی بنیاد ہی اسی پر قائم ہے۔ وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ مسلمان صحابۂ کرام تابعین عظام سے کٹ کر ان کے دام تزویر میں پھنسیں۔

مسئلہ کی توضیح سے پہلے ہمارا ایک سوال ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے بعد یہ عورت کیا کرے جب قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ مثلاً یہ زید کی بیوی ہے اور وہ کسی اور سے نکاح کرے تو تعزیر بلکہ حد کی مستحق ہوگی اور بقول غیر مقلدین زید کے لیے حلال نہیں تو ایسی صورت میں اس عورت کی زندگی برباد ہوگی مولیٰ عز و جل امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس قسم کی مظلومہ عورتوں کے لیے انہوں نے ایک تدبیر فرمادی کہ اگرچہ پہلے سے نکاح نہیں ہوا مگر قاضی کا فیصلہ بمنزلہ عقد نکاح کے ہے بلکہ غور کیجیے کہ نجی ایجاب و قبول سے بڑھ کر قوی قاضی کا فیصلہ ہے کسی نے دو گواہوں کے سامنے عورت کی رضامندی سے نکاح کیا، نکاح اپنی جگہ صحیح پھر کسی وجہ سے مثلاً عورت نے نکاح سے انکار کر دیا۔ معاملہ قاضی کے یہاں پیش ہوا۔ فرض کیجئے دونوں یا ان میں سے ایک گواہ مر گیا یا دونوں یا ان میں سے ایک قبول شہادت کے لائق نہیں۔ اب قاضی نے عورت کو قسم کھانے کا حکم دیا عورت نے قسم کھا لیا کہ میرا نکاح اس شخص سے نہیں ہوا ہے۔ قاضی مجبور ہوگا کہ یہ فیصلہ کرے کہ یہ عورت اس کی زوجہ نہیں اس کے برخلاف جب قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ثابت ہے یہ عورت اس کی بیوی ہے تو اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اسی نکتے کو سامنے رکھ کر علمائے احناف نے فرمایا کہ قاضی کا فیصلہ بمنزلۂ عقد ہے پہلے نکاح نہیں ہوا تھا تو قاضی کے فیصلہ کے بعد نکاح منعقد ہو جائے گا اسی لیے تو جب اس عورت نے خود عرض کیا کہ امیر المومنین میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیں تو امیر المومنین نے نکاح نہیں کیا۔

اصل میں یہ مسئلہ بھی اسی کی فرع ہے کہ قاضی کا فیصلہ عقود میں ظاہراً باطناً نافذ ہوتا ہے دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ قاضی کو علم نہ ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ دوسرے یہ کہ محل قضا قبول کرنے کا اہل ہو مثلاً حق غیر سے فارغ ہو اور اگر محل حق غیر ہے تو قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ نہ ہوگا، مثلاً ایک عورت کسی کی زوجہ ہے یا کسی کی عدت میں ہے اس پر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور جھوٹے گواہ پیش کر دئیے اس بنا پر قاضی نے فیصلہ کر دیا پھر بھی شوہر کو یہ جائز نہیں کہ اس عورت سے وطی کرے اس لیے کہ یہاں عورت کے ساتھ حق غیر متعلق ہے اس کی شریعت میں بہت سی نظیریں ہیں کہ بہت سی باتیں ضمناً لزوماً ثابت ہو جاتی ہیں جیسے لعان سے طلاق کہ لعان کے بعد قاضی تفریق کا حکم دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ عنین اور اس کی عورت کے درمیان قاضی تفریق کا حکم دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں شوہر نے طلاق نہیں دی ہے اسی طرح مسئلہ مبحوثہ میں اگرچہ عقد نکاح بظاہر نہیں ہوا مگر قاضی کا حکم بمنزلہ عقد نکاح کے ہے یہ حضرت امام طحاوی کے افادات سے

ہے۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

رہ گئی اس پر بعض متحنفین کی نظر وہ کم نظری کی دلیل ہے اور تفقہ سے نابلدی کا ثبوت۔

امام بخاری نے پھر اسی مسئلہ کو ص ۱۰۳۱ پر بھی ذکر کیا ہے۔

بَابٌ فِی الْهِبَةِ وَالشُّفْعَةِ ص ۱۰۳۲

ھبہ اور شفعہ میں حیلہ کا بیان۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنْ وَهَبَ هِبَةً اَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى مَكَثَ عِنْدَهٗ سِنِيْنَ وَاحْتَالَ فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيْهَا فَلَا زَكٰوةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَخَالَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهِبَةِ وَاَسْقَطَ الزَّكٰوةَ۔

اور بعض الناس نے کہا اگر کسی کو ہزار درہم یا زیادہ ھبہ کیا اور وہ اس کے پاس برسوں رہا اس نے اس بارے میں حیلہ کیا پھر واہب نے رجوع کر لیا تو ان دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ اس نے ہبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور زکوٰۃ ساقط کر دیا۔

توضیح یہاں بھی حضرت امام بخاری سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض کر رہے ہیں اور دو طریقے سے اعتراض کر رہے ہیں۔ اول ھبہ کے رجوع میں اور دوسرے حیلہ سے زکوٰۃ ساقط کرنے کے حکم پر۔ مگر یہ دونوں اعتراض اپنی جگہ درست نہیں۔ ھبہ میں رجوع کو ہم احناف بھی مکروہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی نے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنْ وَهَبَ هِبَةً فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا۔

جس نے کوئی ھبہ کیا تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے جب تک اس کا بدلہ نہ وصول کر چکا ہو۔

اس حدیث کو حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ البتہ رجوع کے چند شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس ھبہ کا موھوب لہ نے کوئی بدلہ نہ دیا ہو اور وہ چیز باقی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے ھبہ کے رجوع کے قول پر طعن کرنا کسی طرح درست نہیں۔ نیز اس کی اہم شرط یہ ہے کہ موھوب لہ بخوشی واپس کرے یا قاضی کے حکم سے واپس کرے۔ رہ گیا زکوٰۃ کا مسئلہ تو جب کہ واہب نے اپنے روپے موہوب لہ کو دے کر اسے قبضہ دے دیا تو جتنے دنوں تک موہوب لہ کے پاس رہے واہب اس کا مالک نہ رہا اس لئے واہب پر زکوٰۃ واجب ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اور رجوع کے بعد اس کو مال ملا تو وہ نئے سرے سے اس کا مالک ہوا تو جب تک اس پر حولان حول نہ ہو جائے زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی ہاں موہوب لہ کے پاس جتنے

سالوں رہا اتنے سالوں کی زکوٰۃ اس پر ان مالوں کی واجب تھی۔ اس پر واجب تھا کہ سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرتا رہتا۔ اس نے تاخیر کی اس کا گناہ اس پر ہوا اور جب اس نے بخوشی یا قاضی کے حکم سے واہب کو یہ روپے واپس کر دیے تو گویا اس نے مال کو ہلاک کر دیا اور ہلاک شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں۔

ہم نے اس مسئلہ سے متعلق جو دو باتیں ذکر کی ہیں ان میں سے کسی سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں پھر دونوں سے جو نتیجہ نکل رہا ہے اس سے انکار کرنا دیانت نہیں۔ ہاں اگر کوئی بخیل خدا ناترس زکوٰۃ ساقط کرنے کی نیت سے ایسا حیلہ کرے تو یقیناً ہمارے نزدیک بھی وہ سخت قابل ملامت ہے۔

لیکن اگر کوئی بدنیت اپنے اوپر سے زکوٰۃ ساقط کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ کہاں ضروری ہے کہ رقم موہوب لہ کے پاس برسوں رہے بلکہ ایک دن ایک گھنٹہ رہنا بھی ضروری نہیں۔ سال تمام ہونے سے دس منٹ پہلے اگر کوئی اپنا مال کسی کو ھبہ کر دے اسے قبضہ بھی دلا دے پھر فوراً واپس لے لے تو بھی واہب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ لیکن بہر حال کوئی بھی زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے ایسا حیلہ کرے وہ ضرور قابل مذمت ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجِوَارِ ثُمَّ عَمَلَ إِلَى مَا شَدَّدَهُ فَأَبْطَلَهُ وَقَالَ إِنِ اشْتَرَى دَارًا فَخَافَ أَنْ يَأْخُذَ الْجَارُ بِالشُّفْعَةِ فَاشْتَرَى سَهْمًا مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ فَكَانَ لِلْجَارِ الشُّفْعَةُ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ فِي بَاقِي الدَّارِ وَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ فِي ذَالِكَ۔

اور بعض لوگوں نے کہا شفعہ پڑوس کی وجہ سے ہے پھر اس شخص نے قصد کیا کہ جو ثابت کر چکا ہے اسے باطل کرے اور کہا اگر کوئی شخص ایک گھر خریدنا چاہتا ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ پڑوسی شفعہ سے لے لے گا تو اسے چاہیے کہ پہلے گھر کے سو حصوں میں سے ایک حصہ کو خریدے پھر باقی کو خریدے پڑوسی کو شفعہ کا حق پہلے حصہ میں تھا بقیہ گھر میں اسے شفعہ کا حق نہیں اسے جائز ہے کہ اس بارے میں یہ حیلہ کرے۔

توضیح ہمیں حیرت ہے کہ حضرت امام بخاری نے اس مسئلہ کو کس مقصد سے ذکر فرمایا ہے چونکہ حضرت امام بخاری راہب صفت تارک الدنیا بزرگ تھے اس لیے تمدنی اور معاشرتی دشواریوں پر ان کی نظر مبارک نہیں تھی۔ کبھی کبھی اسقاط شفعہ تمدنی ضرورت ہوتی ہے کبھی شرعی ضرورت ہوتی ہے مثلاً مالک مکان کے پڑوسی کے پاس ضرورت سے زیادہ

مکان ہے اور جو خرید نا چاہتا ہے اس کے پاس کوئی مکان نہیں اور عام طور پر خریدے گا تو حریص پڑوسی اس کو لے لے گا ایسے موقع پر اس قسم کی ترکیب کی شدید ضرورت ہوتی ہے فرض کیجیے پڑوسی فاسق فاجر ہے مالک مکان کم زور ضعیف ہے اس کے فسق و فجور سے عاجز ہے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے مکان بیچنا چاہتا ہے کوئی قوی زبر دست مکان خرید رہا ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ فاسق فاجر شفعہ میں مکان لے لے گا تو اس وقت بھی شفعہ سے بچنے کی ترکیبوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ فَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ فَيَهَبُ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي الدَّارَ وَيَحُدُّهَا وَيَدْفَعُهَا إِلَيْهِ وَيُعَوِّضُهُ الْمُشْتَرِي أَلْفَ دِينَارٍ فَلَا يَكُونُ لِلشَّفِيعِ فِيهَا شُفْعَةٌ۔

اور کچھ لوگوں نے کہا جب کوئی شفعہ بیچنا چاہے تو اس کے لیے یہ حیلہ ہے جس سے شفعہ باطل ہو جائے گا کہ بائع مشتری کو گھر ھبہ کر دے اور اس کی حد بندی کر کے مشتری کو دے دے اور مشتری اس ھبہ کے عوض ہزار درم دیدے تو اب شفیع کو حق شفعہ نہیں رہے گا۔

توضیح قوله أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ۔ اُصیلی کے نسخے میں یہی ہے۔ کشمیہنی کے علاوہ ابوذر سے جو نسخہ مروی ہے اس میں "يَمْنَعَ" ہے۔ امام قاضی عیاض نے اول کو راجح کیا یعنی نسخے میں "ان يَبِيعَ" ہی ہے اور نا سخ کا تغیر ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ مراد، لازم بیع" ہو یعنی کسی کی ملک زائل کرنا۔ بیع میں یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی ملک زائل کر کے اپنی ملک ثابت کی جاتی ہے۔

بوقت ضرورت شفعہ سے بچنے کی ایک دوسری ترکیب ہے جس پر حضرت امام بخاری خفا ہیں اور شرعًا اس میں کوئی قبح نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ اشْتَرَى نَصِيبَ دَارٍ فَأَرَادَ أَنْ يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ وَهَبَ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ وَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ يَمِينٌ۔

اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر کسی گھر کا کچھ حصہ خریدا اور چاہتا ہے کہ شفعہ باطل کر دے تو مبیع اپنے نابالغ بچے کو ھبہ کر دے اور چھوٹے بچے پر قسم نہیں ہوگی۔

توضیح یہ احناف پر امام بخاری کی مہربانیوں میں سے ایک عظیم مہربانی ہے لیکن کوئی ہمیں بتائے کہ اگر کسی شخص نے کوئی مکان خرید کر اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کیا تو کیا یہ کوئی گناہ ہے؟۔ نابالغ بچے کو ھبہ کرنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر شفعہ کا حقدار مشتری پر دعویٰ کرے اور خریدار یہ کہہ دے کہ میں نے مکان اپنے چھوٹے بچے کو ھبہ کر دیا ہے،

282

حالانکہ یہ حقیقت میں ہبہ نہیں بلکہ شفعہ سے بچنے کا ایک بہانہ ہے اور شفعہ کا دعویدار مطالبہ کرے کہ موھوب لہ قسم کھالے تو اگر اجنبی ہوگا تو اس کو بھی قسم کھانی پڑے گی بالغ لڑکا ہوگا تو اسے بھی قسم کھانی پڑے گی نابالغ بچے پر قسم نہیں اس لیے لابنہ الصغیر کی قید لگائی۔

بَابُ اِحْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدَىٰ لَهٗ۔

عامل کا حیلہ کرنا تاکہ اُسے ھدیہ دیا جائے۔

ص ۱۰۳۲

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا اشْتَرَىٰ دَارًا بِعِشْرِيْنَ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّحْتَالَ حِيْنَ يَشْتَرِي الدَّارَ بِعِشْرِيْنَ أَلْفَ دِرْهَمٍ يُنْقِدُهٗ تِسْعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَيُنْقِدُهٗ دِيْنَارًا بِمَا بَقِيَ مِنَ الْعِشْرِيْنَ أَلْفًا فَإِنْ طَلَبَ الشَّفِيْعُ أَخَذَهَا بِعِشْرِيْنَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَإِلَّا فَلَا سَبِيْلَ لَهٗ عَلَى الدَّارِ فَإِنِ اسْتُحِقَّتِ الدَّارُ رَجَعَ الْمُشْتَرِيْ عَلَى الْبَائِعِ بِمَا دَفَعَ إِلَيْهِ وَهُوَ تِسْعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ دِرْهَمًا وَدِيْنَارٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ حِيْنَ اسْتُحِقَّ انْتَقَضَ الصَّرْفُ فِي الدِّيْنَارِ فَإِنْ وَجَدَ بِهٰذِهِ الدَّارِ عَيْبًا وَلَمْ تُسْتَحَقَّ فَإِنَّهٗ يَرُدُّهَا عَلَيْهِ بِعِشْرِيْنَ أَلْفَ دِرْهَمٍ ــــ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ فَأَجَازَ هٰذَا الْخِدَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَبَيْعُ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ۔

اور کچھ لوگوں نے کہا جب کوئی بیس ہزار درہم میں خریدا تو کوئی حرج نہیں ہے کہ شفعہ ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرے کہ اُس کو نو ہزار نو سو ننانوے ۹۹۹۹ درہم دے۔ اور جو بیس ہزار باقی رہ گیا اس کے عوض ایک دینار دے ــــ اب اگر شفعہ کا حق دار طلب کرے تو اس کو یہ گھر بیس ہزار میں لینا پڑے گا ورنہ گھر پانے کی اس کے لیے کوئی سبیل نہیں۔ اب اگر گھر میں کسی اور کا حق نکل آیا تو مشتری بائع سے وہی لے گا جو اُس نے مشتری کو دیا ہے اور یہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار ہے۔ اس لیے کہ بیع میں جب دوسرے کا حق نکل آیا تو دینار کی بیع صرف ٹوٹ گئی۔ اب اگر اس گھر میں کوئی عیب پایا اور اس میں کسی کا حق نہیں نکلا تو بیس ہزار درہم میں اس کو لوٹائے گا ــــ ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا تو انہوں نے مسلمانوں کے درمیان دھوکہ کو جائز کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانوں کی بیع میں نہ بیماری ہونی چاہیے اور نہ کوئی حرام بات اور نہ نقصان۔

توضیح حسب دستور یہ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تشنیع ہے اس کے جواب میں ہم صرف یہی عرض کریں گے۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ البتہ افسوس اس کا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب تشنیعات بے جا کی ہیں۔ انہوں نے ان تشنیعات کو ذکر کر کے خوب لذت حاصل کی اور یہ نہیں سوچا کہ اہل علم اس کو پڑھیں گے تو ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہم ابھی ذکر کر آئے کہ کبھی کبھی اس کی شدید ضرورت پیش ہوتی ہے کہ مکان کو شفعہ کے حق دار سے بچایا جائے۔ بشرطیکہ بچانے میں کوئی شرعی قباحت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی چیز کا سودا جتنے میں طے ہوا اس سے کم قیمت ادا کی جائے جبکہ مشتری راضی ہو۔ وہی صورت یہاں بھی ہے۔ مکان کی قیمت طے ہوئی تھی بیس ہزار مشتری نے بخوشی قیمت کم کر دی اس میں کیا جرم ہے اور کیا دھوکہ ہے۔

اسی بخاری میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور حضرت بلال سے فرمایا کہ جابر کو اونٹ کی قیمت دے دو اور کچھ زیادہ دے دینا۔ جس طرح مشتری اپنی خوشی سے قیمت کچھ زیادہ دے دے تو کچھ حرج نہیں اسی طرح بائع اپنی خوشی سے قیمت کچھ کم کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

اس پر ایک سنگین اعتراض یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ بیع میں استحقاق کے بعد بھی اور عیب نکلنے کے بعد بھی بائع مشتری کو مبیع کی اتنی ہی قیمت واپس کرے گا جتنی اس نے لی ہے۔ اسی طرح شفعہ کا حقدار مکان اسی قیمت پر لے گا جو بائع نے مشتری سے وصول کی ہے۔ اسی کو ذہن میں رکھ کر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا سخت جملہ استعمال فرمایا "فاجاز الخداع بین المسلمین" اگر ان میں تفقہ ہوتا تو تعریض کے لیے نہ اس مسئلہ کو ذکر کرتے اور نہ اتنا سخت جملہ استعمال کرتے۔

جب مبیع میں کسی کا حق نکل آیا تو ظاہر ہو گیا کہ بیع صحیح نہ تھی۔ اس لیے کہ بیع مالک کے غیر نے کی تھی اور اس بیع کی صحت ہی پر دس ہزار درہم کے عوض ایک دینار کی بیع صرف ہوئی تھی۔ اور جب اس کا مبنی فاسد تو بیع صرف بھی فاسد۔ تو لامحالہ مشتری اتنا ہی واپس کرے گا جتنا اس کو ملا ہے اور عیب کی صورت میں بیع تام ہوتی ہے اسی لیے مبیع میں عیب نکلنے کے بعد بیع اس وقت تک فسخ نہ ہو گی جب تک کہ دونوں خود راضی نہ ہوں یا قاضی فسخ کا حکم نہ دے اس لیے دینار کی دراہم کے عوض جو ضمنی بیع ہوئی وہ باقی رہی۔ لامحالہ مشتری بائع سے بیس ہزار وصول کرے گا کیونکہ یہی قیمت طے تھی۔ اسی طرح شفیع جب لے گا تو بیس ہزار دے گا کیونکہ مکان کی قیمت یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب التعبیر صـ ۱۰۳۲

توضیح :- تعبیر باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا مادہ عبر ہے جس کے معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا۔ عرف عام میں اس کے معنی ہیں پانی سے گزر جانا خواہ تیر کر کشتی سے یا کسی اور چیز سے مگر اس کے لیے زیادہ مستعمل عبور ہے اسی سے عَبَرْتُ اِعتباراً ہے اس کی نسبت جب خواب کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد خواب کے اندر جو خفی معنی ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا۔ رویا۔ انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے۔ راغب نے کہا کہ رویت کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں اور کبھی تخیل کے معنی میں آتا ہے اسی سے رائے ہے جو غلبۂ ظن کے معنی میں ہے۔

تعبیر رویا بہت اہم فن ہے اس کی بنیاد خود خواب کے سمجھنے پر ہے۔ کچھ خواب، خواب پریشاں ہوتے ہیں جسے اضغاث احلام کہتے ہیں۔ جن کی کوئی تاویل نہیں ہوتی۔ اضغاث احلام کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس میں شیطان کی مداخلت ہو، دوسری وہ کہ معدہ وغیرہ میں فساد کی بنیاد پر دماغ پر انجرات چڑھتے ہیں وہ متشکل ہو کر خواب میں نظر آتے ہیں۔ رویائے صالحہ یا صادقہ وہ ہوتے ہیں جو منجانب اللہ براہ راست یا بواسطۂ ملک انسان کو دکھائے جاتے ہیں۔ تعبیر رویائے صالحہ کی ہی ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی دو قسمیں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے بعینہ وہی واقع ہوتا ہے جیسا کہ بدء وحی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول وحی سے پہلے جو خواب دیکھتے سپیدۂ سحر کی طرح واقع ہوتا اور کبھی مناسب اشکال میں دکھایا جاتا جیسا کہ غزوۂ احد کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک گائے ہے جو ذبح کی جارہی ہے۔ تعبیر یہ فرمائی ہے کہ احد کے دن مومنین کو جو کچھ پہنچا۔

دوسرا خواب یہ دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں جو مجھے ناگوار ہوا مجھے حکم دیا گیا کہ اسے پھونکوں میں نے ان پر پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ یمن میں جو دو کذاب مدعی نبوت پیدا ہوں گے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور مسیلمہ کو حضرت وحشی نے جنگ یمامہ میں۔

کبھی خواب بظاہر بہت تشویش ناک ہوتا ہے مگر اس کی تعبیر بہت اچھی ہوتی ہے جیسا کہ سلطان ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ نے یہ خواب دیکھا کہ ساری مخلوق میرے ساتھ ہم بستری کر رہی ہے ۔ وہ انتہائی نیک پاک دامن، پارسا عورت تھیں بہت پریشان ہوئیں مگر جب اس کی تعبیر پوچھی تو ایک ماہر معبّر نے بتایا کہ آپ کوئی ایسا کام کریں گی جس سے پوری دنیا فائدہ اٹھائے گی اب وہ سوچ میں پڑ گئیں کہ ایسا کون سا کام ہو سکتا ہے۔ بالآخر حج کے لیے گئیں اور انہوں نے محسوس کیا کہ حجاج کو پانی کی کمی ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ ایک ایسی نہر نکالی جائے جس سے مکہ معظمہ کے باشندوں اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں حجاج کو بافراط پانی مل سکے بالآخر نہر زبیدہ بنوائی جو آج تک باقی ہے اور موجودہ نظام سے پہلے نہر زبیدہ ہی کے پانی سے سارے حجاج سیراب ہوتے تھے اور کبھی اس میں پانی کی کمی نہیں ہوئی۔

رویائے صالحہ اچھے خواب دیکھنا صلحاء اتقیاء ہی کے ساتھ خاص نہیں کبھی کبھی عوام بلکہ فساق فجار بھی رویائے صالحہ دیکھ لیتے ہیں۔

انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں اگر انہیں خواب میں کوئی حکم دیا جاتے تو اس پر ان کو عمل کرنا فرض ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے لخت جگر سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ذبح کرتے ہوئے خواب میں دیکھا۔

ت قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ضَوْءُ

۸۲۷ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فالق الاصباح سے مراد دن میں

الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ وَضَوْءُ الْقَمَرِ بِاللَّيْلِ۔

سورج کی روشنی ہے اور رات میں چاند کی روشنی ہے۔

تشریح ۸۲۷ اس تعلیق کو ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے حضرت امام بخاری نے بدء وحی کی وہ حدیث جو ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ذکر کی ہے جس کی پوری شرح جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی۔

فَكَانَ لَا يَرَىٰ رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔ حضور جو خواب بھی دیکھتے سپیدۂ سحر کی طرح واقع ہوتا۔

حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ فلق کے مناسب آیۂ کریمہ میں وارد لفظ فالق الاصباح کی تفسیر ذکر فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سے

مراد دن میں سورج کی روشنی ہے اور رات میں چاند کی روشنی ہے لیکن یہ اصل میں اصباح کی تفسیر ہے فلق کے معنی پھاڑنے کے ہیں. تو فالق الاصباح کے معنی ہوئے تاریکی چاک کر کے روشنی نکالنے والا اور کبھی فلق بول کر صرف صبح مراد لیتے ہیں جیسا کہ سورۂ فلق میں ہے۔

بَابُ رُؤْيَا الصَّالِحِيْنَ ص۱۰۳۴ نیک لوگوں کے خواب

توضیح صالحین کے خواب اکثر سچ ہوتے ہیں۔ رہ گئے عوام تو ان کے خواب بھی کبھی سچ ہو جاتے ہیں بلکہ کفار کے بھی جیسے نمرود کا خواب، فرعون کا خواب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جیل خانے میں تھے تو بادشاہ کے خادموں کا خواب اور خود بادشاہ کا خواب۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا. (سورۂ فتح آیت ۲۷)

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب کہ تم لوگ ضرور ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے امن و امان کے ساتھ اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔ اللہ نے جانا جو تمہیں نہیں معلوم اس نے اس سے پہلے بہت قریب میں ایک فتح رکھی ہے۔

توضیح حضرت امام بخاری نے اس آیۂ کریمہ کو باب کی تائید میں نقل فرمایا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا بعینہٖ وہ پورا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اور میرے اصحاب مکہ میں داخل ہوئے ہیں لیکن جب صلح حدیبیہ کے بعد قربانی کے جانور حدیبیہ میں ذبح کیے گئے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ آپ کا خواب کیا ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور اس فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو حدیبیہ سے واپس ہونے کے بعد نصیب ہوئی اور پھر سال بھر کے بعد عمرۃ القضا کے موقع پر خواب پورا ہوا۔ اس آیۂ کریمہ میں انشاء اللہ استثناء کے لیے نہیں اور نہ شک کے لیے ہے بیان واقع ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا گیا اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۔ ہم نے اپنے بندے پر جو نازل فرمایا ہے اس میں اگر تم شک میں ہو تو اس کے مثل ایک سورت لاؤ۔ یہاں اِنْ شک کے لیے نہیں اس لیے کہ کفار کا شک ثابت و متحقق تھا۔

حدیث	عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
۲۸۶۳	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ
	علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصے
	سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ عـه
	میں سے ایک حصہ ہے۔

تشریحات ۲۸۶۳:۔ رویا حسنہ سے مراد وہ خواب ہے جو اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے اچھا ہو یعنی اس کی تعبیر اچھی ہو۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ نبوت کے چھیالیس جزء میں سے ایک جزء ہے لیکن مختلف احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدید قطعی نہیں۔ اس سلسلے میں سولہ[۱۶] روایتیں مروی ہیں۔

(۱) پہلی روایت پینتالیس[۴۵] جزء میں سے ایک جزء جسے امام مسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۲) ستر[۷۰] جزء میں سے ایک جزء جسے مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً اور طبرانی نے انھیں سے مرفوعاً روایت کیا۔ (۳) چھہتر[۷۶] جزء میں سے ایک جزء اسے بھی طبرانی نے انہیں سے روایت کیا۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ (۴) چھبیس[۲۶] جزء میں سے ایک جزء اسے علامہ عبدالبر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نیز امام احمد اور ابویعلیٰ نے بھی۔

(۵) پچاس جزء میں سے ایک جزء اسے ابویعلیٰ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا (۶) چالیس[۴۰] جزء میں سے ایک جزء اسے امام ترمذی نے ابوذر اور عقیلی سے روایت کیا۔ (۷) چالیس[۴۰] جزء میں سے ایک جزء اسے طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (۸) چوالیس[۴۴] جزء میں سے ایک جزء اسے طبری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (۹) انچاس[۴۹] جزء میں سے ایک جزء اسے امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ——

(۱۰) سینتالیس[۴۷] جزء میں سے ایک جزء جسے دارقطنی نے المفہم میں ذکر کیا (۱۱) چوبیس[۲۴] جزء میں سے ایک جزء یہ حضرت عبادہ سے مروی ہے (۱۲) چھبیس[۲۶] جزء میں سے ایک جزء اور کچھ لوگوں نے کہا کہ (۱۳) کسی میں بہتر[۷۲] (۱۴) کسی میں بیالیس[۴۲] (۱۵) کسی میں ستائیس[۲۷] (۱۶) کسی میں پچیس[۲۵] کی روایت آئی ہے —— مگر اکثر روایت چھیالیس[۴۶] کی ہے۔

عـه نسائی: ابن ماجہ: تعبیر رویا۔

ان سب روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اس لیے اقل اکثر کا نافی نہیں لیکن پھر بھی ایک خلجان رہ جاتا ہے کہ اعداد میں اختلاف کس بناء پر ہے اس کی سب سے عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے کے اعتبار سے ہے۔ خواب دیکھنے والے کا باطن جتنا مجلّٰی مزکّٰی ہوگا اسی کے اعتبار سے تعداد مختلف آئی ہے۔

نبوت کوئی شئی مرکب نہیں اور نہ متجزی کہ اس کے اجزاء ہوں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ نبی غیب کی خبریں دیتا ہے اور اللہ کے نیک بندے جو خواب دیکھتے ہیں اس میں بھی آئندہ کی خبریں بتائی جاتی ہیں تو گویا اچھا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہوگیا اور مذکورہ بالا احادیث میں جو فرق ہے وہ یا تو باعتبار تعبیر کے واضح ہونے کے ہے یا اس اعتبار سے ہے کہ اللہ کے نیک بندے بھی ایسے بہت سے خواب دیکھتے ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی وہ غذا اور اعضاء باطنی کے ضعف یا مرض یا دنیوی ایذا دینے والی باتوں کے اثرات ہوتے ہیں۔ بخلاف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے کہ ان کا ہر خواب حق ہوتا ہے۔ اور امتیوں کے خواب اعدادِ مذکورہ کے تناسب سے حق ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ۔ ص ۱۰۳۴ — خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ
۲۸۶۴	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّهَا فَاِنَّمَا

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو پسندیدہ ہو تو یہ اللہ

هِیَ مِنَ اللهِ فَلْیَحْمَدِ اللهَ عَلَیْهَا وَلْیُحَدِّثْ بِهَا وَاِذَا رَاٰی غَیْرَ ذٰلِكَ مِمَّا

کی طرف سے ہے۔ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کرے اور اس کے برخلاف دیکھے جو

یَکْرَهُ فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا وَلَا یَذْکُرْهَا

ناپسندیدہ ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے تو اللہ کی اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس

لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ عہ

کا تذکرہ نہ کرے۔ تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تشریحات ۲۸۶۴:- اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو کچھ ایسی چیزیں

عہ ترمذی، نسائی، رؤیا۔

دکھاتا ہے جو علامت ہوتی ہیں ان باتوں کی جو آئندہ پیش ہونے والی ہیں خواہ وہ چیزیں اچھی ہوں یا بری اگر وہ چیزیں اچھی ہیں تو اس کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے۔ اور اگر وہ چیزیں بری ہیں تو تقاضائے ادب یہ ہے کہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔

ڈراؤنا خواب دیکھ کر اللہ کی پناہ مانگنے پر اور تھوک دینے پر خواب ہیں جو پریشانی کی بات دکھائی گئی ہے وہ واقع نہیں ہوتی۔

برے خواب بیان کر دینے کے بعد معبّر جو تعبیر بتادے گا اس کا وقوع اکثر ہوتا ہے۔ اس لئے برے خواب کسی سے بھی بیان نہ کیے جائیں اور اچھا خواب بھی ایسے شخص کے سامنے بیان کیا جائے جو اس کا ہمدرد ہو اور اچھی تعبیر دے۔ مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعَبَّرْ۔ — خواب پرندے کے پیر پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ کی جائے۔

ابو قتادہ کی حدیث میں یہ ہے۔

فَلْيَتَعَوَّذْ مِنْهُ وَلْيَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهٖ۔ — جب برا خواب دیکھے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگے اور بائیں طرف تھوکے۔

بَابُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔ — اچھا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔

ص ۱۰۳۴

حدیث	عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
۲۸۶۵	عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا خواب
	وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ ع۱
	نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔
حدیث	عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۲۸۶۶	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔
	نے فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔

ع۱ ترمذی، نسائی، رؤیا۔

بَابُ الْمُبَشِّرَاتِ۔ ص ۱۰۳۵

بشارت دینے والے خواب۔

توضیح امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیۂ کریمہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا سے مراد اچھے خواب ہیں۔

حدیث	عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
۲۸۶۷	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا	
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا نبوت سے باقی نہیں مگر مبشرات۔ لوگوں نے	
الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔	
پوچھا وہ مبشرات کیا ہیں فرمایا اچھے خواب۔	

بَابُ رُؤْيَا أَهْلِ السُّجُونِ وَالْفَسَادِ وَالشِّرْكِ

قیدیوں اور فسادیوں اور مشرکین کا خواب۔

لِقَوْلِهِ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرٰهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ إِلٰى قَوْلِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ (سورہ یوسف آیت ۳۶ تا ۵۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور یوسف کیساتھ قیدخانہ میں دو جوان آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں (الی ان قال) اے قیدخانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے رب (اپنے بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔ رہا دوسرا اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا جس کا تم سوال کرتے تھے اور یوسف نے ان دونوں میں سے اس سے فرمایا جس کے بارے میں گمان کیا کہ وہ نجات پائے گا اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے پاس

میرا ذکر کرنا پھر شیطان نے اُسے بھلا دیا کہ اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے۔ اس کے نتیجہ میں یوسف کئی برس اور جیل خانہ میں رہے۔ اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں سات فربہ گائیں دیکھیں کہ انہیں سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری دیکھی ہیں اور دوسری سات سوکھی۔ اے درباریو! میرے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو۔ انہوں نے کہا یہ خواب پریشاں ہے اور ہم خواب پریشاں کی تعبیر نہیں جانتے اور اس نے کہا جو دو قیدیوں میں سے بچ گیا تھا اور اُسے ایک مدت کے بعد یاد آیا۔ میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجوا ہے یوسف' اے صدیق! ہمیں تعبیر بتائیے۔ سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دُبلی گائیں کھا جاتی ہیں اور سات ہری بالیں اور سات سوکھی بالیں۔ شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں شاید وہ آگاہ ہوں۔ فرمایا تم لوگ سات سال لگاتار کھیتی کرو گے جو کاٹو اسے اس کی بالوں میں رہنے دو مگر تھوڑا کھانے بھر۔ اس کے بعد سات کرّے سال آئیں گے کہ جو تم نے ان کے لیے جمع کر رکھا تھا سب کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو بچا لو۔ پھر اس کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لاؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا فرمایا اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے پاس جاؤ اور اُس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔

توضیح اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ رویاءِ صالحہ اکثر مؤمنین متقین دیکھتے ہیں مگر کبھی کبھی بعض حکمتوں کی بناء پر فساق بلکہ کفار تک دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جیل خانہ میں تھے تو ان کے سامنے دو کافر قیدیوں نے اپنا خواب بیان کیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ اس وقت کے بادشاہ ولید بن نزوان اَبیقی کے داروغہ مطبخ اور ساقی پر الزام لگا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینا چاہا تھا۔ اس جرم میں دونوں جیل خانہ بھیجدئے گئے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قید خانہ میں پانچ برس رہ چکے تھے اس عرصہ میں قیدیوں پر حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت، ان کا علم و فضل ظاہر ہو چکا تھا۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیدیوں کو بتایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بھی جانتا ہوں۔

بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آزمانے کے لیے اپنا اپنا خواب گڑھ کر بیان کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خواب کی تعبیر بیان کر چکے تو ان دونوں نے کہا کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے آپ کو آزمانے کے لیے ہم نے یہ بیان کیا۔ اس پر فرمایا کہ اب اسی کے مطابق ہوگا اللہ کا حکم ہو چکا ہے۔ چنانچہ تین دن کے

بعد ساقی رہا ہو گیا اور داروغۂ مطبخ کو پھانسی دی گئی۔ اس کی لاش سُولی پر چھوڑ دی گئی، پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھاتے رہے۔

اس آیت میں بادشاہ مصر کو قیدیوں کی طرف اضافت کر کے "رَبَّهُ وَرَبُّكَ" فرمایا گیا ہے۔ عربی زبان میں رب بمعنی آقا و پرورش کرنے والے کے اضافت کے ساتھ بولنا جائز ہے جب کہ اضافت خاص ہو لیکن بلا اضافت مطلق یا مضاف الیہ عام کے ساتھ مثلاً عالمین وغیرہ غیر مخلوق پر اس کا اطلاق کفر ہے اور اردو میں اضافتِ خاص کے ساتھ بھی ممنوع حرام منجر الی الکفر ہے۔ ہر زبان کا عُرف الگ الگ ہوتا ہے۔ ایک زبان کے عُرف سے دُوسری زبان کے عُرف پر استدلال صحیح نہیں۔

وَادَّكَرَ، اِفْتَعَلَ مِنْ ذَكَرَ، أُمَّةٍ، قَرْنٍ، وَيُقْرَأُ أَمَهٍ، نِسْيَانٍ۔

توضیح آیۂ کریمہ میں تھا "وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ" حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ذِکر سے باب افتعال واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ ذال اور تاء دونوں کو دال سے بدلا اور ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا وَادَّکَرَ ہو گیا۔ اسی سے مُدَّکِر بھی ہے ـــ اور اس آیت میں اُمَّۃٌ سے مراد زمانہ ہے ـــ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیل خانہ میں بارہ۱۲ سال رہے بادشاہ کے ساقی کے جیل خانہ سے نکلنے کے بعد سات سال اور اس کے پہلے پانچ سال۔ یہاں زمانہ سے مراد سات سال کا زمانہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآت شاذہ اُمَّۃٍ کی جگہ اَمَہٍ مروی ہے۔ اَمَہٍ کے معنی بھولنے کے ہیں۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَعْصِرُونَ الْأَعْنَابَ وَالدُّهْنَ تُحْصِنُونَ تَحْرُسُونَ
۸۲۸	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یعصرون سے مراد یہ ہے انگور نچوئیں گے اور تیل نچوئیں گے۔ تُحْصِنُونَ کے معنی ہیں محفوظ رکھو گے۔

تشریح ۸۲۸: ـ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر بتائی تھی اس میں یہ تھا فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عصر کے معنی نچوڑنے کے ہیں جیسے انگور سے شیرہ نچوڑنا یا کسی بیج وغیرہ سے تیل نچوڑنا ـــ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر بتائی اس میں یہ ہے "إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ" یعنی بعد کی خشک سالی میں تم نے جو کچھ جمع کیا تھا سب کھا ڈالو گے مگر تھوڑا سا محفوظ رکھ لو گے۔ مقصد یہ ہے کہ "تُحْصِنُونَ" کے معنی ہیں "تَحْرُسُونَ" جس کو تم محفوظ رکھو گے۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
۲۸۶۸	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَبِثْتُ فِی السِّجْنِ مَالَبِثَ یُوْسُفُ ثُمَّ اَتَانِی الدَّاعِیْ لَاَجَبْتُہٗ۔
	کو فرماتے ہوئے سنا اگر میں اتنی مدت تک جیل خانہ میں رہتا جتنی مدت تک حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رہے تو بادشاہ
	کے ایلچی کی بات مان لیتا۔

تشریح ۲۸۶۸:۔ یہ حدیث کتاب الانبیاء میں گزر چکی ہے یعنی میں جیل خانہ سے نکلنے میں تاخیر نہ کرتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توقف فرمایا اور فرمایا جاؤ اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اس کا مقصد یہ تھا کہ جس الزام پر مجھے جیل خانہ بھیجا ہے اس سے برأت ثابت ہو جائے پھر میں جیل خانہ سے نکلوں گا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ یَعْنِیْ لَوْ کُنْتُ لَاَجَبْتُہٗ فِیْ اَوَّلِ مَا دُعِیْتُ لَمْ اُؤَخِّرْہُ۔

ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے کہا کہ اگر میں (بجائے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہوتا تو پہلے ہی بلاوے پر بادشاہ کے یہاں تشریف لے جاتا دیر نہیں کرتا۔

بَابُ مَنْ رَّاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ ص ۱۰۳۵

جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

حدیث	اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
۲۸۶۹	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
	تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا
	ہوئے سنا جو مجھ کو خواب میں دیکھے گا تو وہ بہت جلد مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل
	یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ ؏
	نہیں اختیار کر سکتا۔

تشریحات ۲۸۶۹: اس کی پہلی توجیہ یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص ہے یعنی جو شخص دور دراز والا جس نے مجھے نہیں دیکھا

؏ مسلم، تعبیر، ابوداؤد، ادب۔

ہے اسے اللہ تعالیٰ ہجرت کی توفیق دے گا اور میری ظاہری ملاقات سے مشرف ہوگا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ بعد وصال بھی اگر کوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر کرم فرمائیں گے اور بیداری میں بھی اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں گے ۔ دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ وہ آخرت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کرے گا ۔ یعنی مخصوص طریقہ سے قرب خاص میں باریاب ہوگا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا ۔

ت	قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اِذَا رَاٰهُ فِيْ صُوْرَتِهٖ ۔
۸۲۹	ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا ابن سیرین نے فرمایا کہ جب آپ کو آپ کی صورت میں دیکھے ۔

تشریحات ۸۲۹ اس تعلیق کو اسماعیل بن اسحٰق قاضی نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص اگر یہ بیان کرتا کہ اس نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے تو اس سے فرماتے حلیہ مبارک بیان کر، اگر وہ ایسا حلیہ بیان کرتا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ ہوتا تو فرماتے اس نے نہیں دیکھا۔

اسی لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کو اپنے ذہن میں رکھے۔ اس خادم کا ذوق یہی ہے کہ اگر کتب حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ جو مذکور ہے اس کے مطابق ہو تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔

مگر اس کے معارض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنِّيْ اُرٰى فِيْ كُلِّ صُوْرَةٍ ۔ — جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو دیکھا کہ میں کسی بھی صورت میں جلوہ دکھا سکتا ہوں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس کے ایک راوی صالح مولی التوأمہ ضعیف ہیں اخیر عمر میں خلط ملط کرنے لگے تھے اور جس نے ان سے یہ حدیث سنی ہے اختلاط کے عارضہ کے بعد سنی ہے اگرچہ بہت سے علما کا یہ مذہب ہے کہ جس حال میں دیکھے اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی دیکھا۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس پر حسب عادت بڑی لمبی چوڑی تشریح فرمائی ہے ۔ مسلم میں یہ زائد ہے فَكَاَنَّمَا رَاٰنِيْ فِي الْيَقْظَةِ " کہ گویا اس نے مجھ کو بیداری میں دیکھا۔ اسماعیلی نے اسی طریقہ سے تخریج کی ہے اس میں " فَقَدْ رَاٰنِيْ فِي الْيَقْظَةِ " ہے فسیرانی نہیں۔ اور یہی ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ۔

نیز ابن ماجہ میں حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے "فَکَأَنَّمَا رَاٰنِی فِی الیَقظَۃِ"

حدیث	عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
۲۸۷۰	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِی فَإِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ
	فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے ضرور مجھ کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں
	وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّۃِ ؏
	اختیار کر سکتا۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔
حدیث	قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ قَالَ اَبُوْ قَتَادَۃَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ
۲۸۷۱	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
	وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ۔
	جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔
حدیث	عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
۲۸۷۲	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ
	تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَکَوَّنُنِیْ۔
	فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا تو اس نے حقیقت میں مجھے دیکھا اس لیے کہ شیطان مجھ جیسا نہیں بن سکتا۔

تشریحات ۲۸۷۲
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر یہاں چار صحابۂ کرام سے حدیثیں روایت کیں ان چار حضرات کے علاوہ اور بھی کثیر صحابۂ کرام سے اس مضمون کی احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیث لفظاً نہیں تو معنًی مشہور ہے اس سے انکار کرنا گمراہی اور بد دینی ہے۔

بَابُ رُؤْیَا اللَّیْلِ ص ۱۰۳۶ — رات کے خواب کا بیان۔

حدیث	عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا
۲۸۷۳	عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے
	کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ
	کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے کہا مجھے آج رات خواب میں

؏ ترمذی، شمائل

أُرِيتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

دکھایا گیا اور انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

تشریحات ۴۳-۲۸ پوری حدیث اس باب کے اخیر میں ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے صفحہ ۱۰۴۳ پر بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ. میں مذکور ہے۔

وَتَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ أَخِ الزُّهْرِيِّ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ

اور سلیمان بن کثیر اور زہری کے بھتیجے اور سفیان بن حسین نے ان کی متابعت کی کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مروی ہے عن الزہری عن عبید اللہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلیمان بن کثیر کی متابعت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام زہری کے بھتیجے کا نام محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن مسلم ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ اسے زہری نے زہریات میں روایت کیا ہے۔ لیکن عمدۃ القاری میں ہے کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا اور سفیان بن حسین واسطی کی متابعت کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ

اور زبیدی نے کہا کہ زہری سے روایت ہے وہ عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس

أَوْ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح اسے امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ کو اس میں شک ہے کہ ابن عباس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

وَقَالَ شُعَيْبٌ وَإِسْحٰقُ بْنُ يَحْيٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ

اور شعیب اور اسحٰق بن یحییٰ زہری سے یوں روایت کرتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ —

عنہ (اس حدیث کو) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے — اور معمر پوری سند

وَكَانَ مَعْمَرٌ لَا يُسْنِدُهُ حَتّٰى كَانَ بَعْدُ۔

نہیں بیان کرتے تھے۔ بعد میں بیان کرنے لگے۔

تشریحات فتح الباری میں ہے کہ اسے امام زہری نے زہریات میں روایت کیا ہے مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا۔ اور معمر بن راشد اس حدیث کو بیان کرتے تو یوں کہتے کہ ابن عباس نے یہ بیان کیا درمیان سے عبد اللہ بن عبید اللہ کو چھوڑ دیتے یہاں تک کہ زمعہ ایک کتاب لائے جس میں اس حدیث کی سند یہ تھی عن الزھری عن عبید اللہ عن ابن عباس اس کے بعد معمر شک نہیں کرتے۔

امام اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند میں ایک سند یہ بھی لائے ہیں عن ابن عباس کان ابو ھریرۃ یحدث۔ اسمٰعیلی نے اس حدیث میں ایک اور اختلاف ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بطریق صالح بن کیسان روایت کیا اور کہا عن سلیمان بن یسار عن ابن عباس۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ محفوظ اس کا قول ہے جس نے امام زہری کے بعد عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کہا یعنی امام زہری نے عبید اللہ سے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

بَابُ الرُّؤْيَا بِالنَّهَارِ ص۱۰۳۶ دن کا خواب۔

ت۵۳ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ رُؤْيَا النَّهَارِ مِثْلُ رُؤْيَا اللَّيْلِ۔

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا دن کا خواب رات کے خواب کے مثل ہے۔

تشریح ۸۳ اس تعلیق کو علی بن ابی طالب قیروانی نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دن میں خواب دیکھا جائے یا رات میں مرد دیکھیں یا عورتیں سب کی تعبیر ہے۔ ایسا نہیں کہ رات کے خواب کی تعبیر ہو اور دن کے خواب کی تعبیر نہ ہو۔ مردوں کے خواب کی تعبیر ہو اور عورتوں کے خواب کی تعبیر نہ ہو۔

بَابُ الْقَيْدِ فِي الْمَنَامِ ص۱۰۳۹ خواب میں قید دیکھنے کے بیان میں۔

حدیث ۲۸۷۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

فرمایا جب قیامت قریب ہوگی تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ اور مؤمن

83

اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ
کا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے اور جو چیز نبوت سے
جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَكْذِبُ۔
ہوگی وہ جھوٹی نہیں ہوگی۔

ت ۸۳۱ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَقُوْلُ هٰذِهٖ قَالَ وَكَانَ يُقَالُ الرُّؤْيَا ثَلٰثٌ
اور محمد بن سیرین نے کہا اور میں کہتا ہوں یہ انہوں نے کہا کہا جاتا ہے کہ
حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَّاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ
خواب تین قسم کے ہوتے ہیں ذہنی خیالات، شیطان کی طرف سے ڈرایا جانا۔ اور اللہ تعالیٰ
فَلَا يَقُصَّهٗ عَلٰى اَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ الْغُلَّ فِي النَّوْمِ وَكَانَ
کی طرف سے بشارت۔ پس جو شخص ایسی بات دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ
يُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ۔
جائے اور نماز پڑھے۔ انہوں نے کہا خواب میں طوق دیکھنا اچھا نہیں اور قید ہونا اچھا ہے اور کہتے تھے کہ قید ہونا دین میں ثابت قدمی ہے

ت ۸۳۲ وَرَوَاهُ قَتَادَةُ وَيُوْنُسُ وَهِشَامٌ وَاَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ
قتادہ اور یونس اور ھشام اور ابو ہلال ان سب نے ابن سیرین سے روایت کی اور وہ
اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَدْرَجَ بَعْضُهُمْ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور بعضوں نے سب
كُلَّهٗ فِي الْحَدِيْثِ وَحَدِيْثُ عَوْفٍ اَبْيَنُ وَقَالَ يُوْنُسُ لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا عَنِ
کو حدیث میں درج کر دیا اور عوف کی حدیث زیادہ ظاہر ہے اور یونس نے کہا میں قید کی تعبیر نبی
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَيْدِ۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے مروی سمجھتا ہوں۔

تشریح ۸۳۲ اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث "لا یکذب" تک ہے اور اس کے بعد حضرت امام محمد بن سیرین کا قول ہے۔ لیکن ہشام بن ابو عبد اللہ دستوائی نے "الرؤیا ثلث" سے لے کر اخیر تک کو اس طرح روایت کیا گویا وہ حدیث ہے اور عوف سے جو روایت ہے وہ زیادہ واضح ہے کہ انہوں نے مرفوع کو موقوف سے الگ بیان کیا البتہ قید کی جو تعبیر حدیث میں مذکور ہے اس کے بارے میں یونس کو شک ہے کہ حضور کا ارشاد ہے یا ابن سیرین کا قول ہے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ لَا تَکُوْنُ الْاَغْلَالُ اِلَّا فِی الْاَعْنَاقِ ۔ طوق صرف گردن میں ہوتی ہے۔

اذا اقترب الزمان۔ علامہ خطابی نے اس کی دو توجیہیں کیں کہ اس سے مراد دن رات کا قریب قریب برابر ہونا ہے یعنی وہ ایام جن میں دن بھی تقریباً بارہ گھنٹہ کا ہوتا ہے اور رات بھی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب سورج خط استوا پر یا اس کے قریب ہوتا ہے۔ ہمارے دیار میں ماہ ستمبر اور مارچ میں دن رات قریب قریب برابر ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت جن عناصر اربعہ سے انسان کی تخلیق ہوئی ہے وہ معتدل ہوتے ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد قیامت کے قریب کے ایام ہیں جب زمانہ قریب الختم ہوگا۔ ابن بطال نے فرمایا کہ دوسرا قول صحیح ہے۔ علامہ داؤدی نے فرمایا اس سے مراد قرب قیامت کے وہ ایام ہیں جو بہت تیزی سے گزرتے محسوس ہوں گے۔

اور کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے علامہ قرطبی نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دجال کے قتل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ رہیں گے۔

لا تکاد تکذب۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خواب جس طرح دیکھے گا اسی طرح واقع ہوگا تعبیر کی ضرورت نہیں ہوگی۔

انا اقول اس سے مراد اس کے بعد والا جملہ ہے یعنی وکان یقال الرویا ثلث یعنی امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں اس کے قائل کون ہیں کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ ہیں لیکن امام احمد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بالفاظ مختلفہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الرویا ثلث فرویا حق و رویا یحدث بھا الرجل نفسہ ورویا تخویف من الشیطان۔ — خواب تین ہیں۔ حق اور انسانی خیالات اور شیطان کا ڈرانا۔

مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں یوں ہے۔

الرویا ثلث فرویا الصالحۃ بشریٰ من اللہ۔ — اچھا خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔

بقیہ اسی کے مثل ہے۔

انہیں تینوں میں حصر نہیں۔ احادیث پر نظر کرنے سے اور اقسام بھی ظاہر ہوتے ہیں۔
اول حدیث نفس۔ یہ حضرت ابو ہریرۃ کی حدیث میں ہے، ثانی تلاعب من الشیطان۔ شیطان کا کھیلنا جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ لیا گیا ہے، اور وہ لڑھکتا بھاگ رہا ہے۔ میں تیزی سے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں فرمایا نیند میں شیطان جو کھیل کود کرے اسے کسی کو مت بتا۔ تیسرے آدمی بیداری میں جن باتوں کے کرنے کا عادی ہے اسے خواب میں دیکھے جیسے کسی وقت اسے کھانے کی عادت تھی اور بغیر کھائے سو گیا خواب میں دیکھا کہ وہ کھا رہا ہے یا جیسے کسی نے پیٹ بھر سے زائد کچھ کھا لیا اور سو گیا پھر دیکھا کہ وہ قے کر رہا ہے۔ اور چوتھے اضغاث احلام۔

وکان یکرہ الغل۔ یعنی ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب میں گلے میں طوق دیکھنے کو برا سمجھتے تھے اس لیے کہ یہ جہنمیوں کی سزاؤں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے۔

اور کبھی اس کی تعبیر کفر ہے وغیر ذٰلک۔
علامہ کرمانی نے فرمایا۔

کان یقال سے فی الدین تک کس کا قول ہے اس میں شارحین کا اختلاف ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابن سیرین کا قول ہے کچھ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کان یکرہ الغل فی النوم یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وکان یعجبھم سے مراد اہل تعبیر ہیں اور پھر کان یقال القید ثبات فی الدین۔ یہ بھی معبرین کا قول ہے۔ مہلب نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ خواب میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں اور بیڑی کو پسند کرتا ہوں۔

قال ابو عبد اللہ۔ یعنی امام بخاری نے فرمایا کہ غل یعنی طوق گردن ہی میں ہو گا۔ امام بخاری اس سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہتھکڑی اور بیڑی کو بھی غل کہتے ہیں لیکن یہ رد صحیح نہیں۔ ابو علی قالی نے کہا کہ غل کے معنی ہتھکڑی ہے اور ابن سیدہ نے کہا کہ غل طوق اور ہتھکڑی دونوں کو کہتے ہیں۔

بَابُ اِذَا رَاَیٰ اَنَّہٗ اَخْرَجَ الشَّیْئَ مِنْ کُوْرَۃٍ فَاَسْکَنَہٗ مَوْضِعًا اٰخَرَ ص ۱۰۴۲

جب یہ خواب دیکھے کہ اس نے کچھ کسی بستی یا علاقہ سے نکال کر دوسری جگہ رکھ دیا۔

حدیث ۲۸۷۵	عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ کَاَنَّ اِمْرَاَۃً سَوْدَاءَ ثَائِرَۃَ الرَّاْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ حَتّٰی قَامَتْ بِمَھْیَعَۃَ وَھِیَ الْجُحْفَۃُ فَتَاَوَّلْتُھَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِیْنَۃِ نُقِلَ اِلَیْھَا
	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک کالی عورت پریشان بالوں والی مدینہ سے نکلی اور مہیعہ جاکر ٹھہری یعنی جحفہ میں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ مدینہ کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی۔

تشریحات ۲۸۷۵ باب میں تھا اَخْرَجَ الشَّیْئَ یعنی یہ کہ کوئی چیز نکالا لیکن حدیث میں ہے خَرَجَتْ اس کے معنی ہیں نکلی یہ اصل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں جو اُخْرِجَتْ وارد ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اسی طریقہ میں خَرَجَتْ کی جگہ اُخْرِجَتْ عمدۃ القاری میں بھی ہے۔

مُھْیَعَۃ۔ اس کا دوسرا نام جحفہ ہے جو مصریوں کی میقات ہے کتاب الحج میں حدیث گزری کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم مدینہ جب آئے تو اس وقت تک وہ دنیا میں سب سے زیادہ وبا زدہ علاقہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اس کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی۔ بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ جحفہ کی وبا کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی کوئی بچہ وہاں جوان ہو پاتا ہے۔

بَابُ مَنْ کَذَبَ فِیْ حُلْمِہٖ ص ۱۰۴۲ جو جھوٹا خواب بیان کرے۔

حدیث ۲۸۷۶	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ یَرَہٗ کُلِّفَ اَنْ یَّعْقِدَ بَیْنَ شَعِیْرَتَیْنِ وَلَنْ
	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جسے دیکھا نہ ہو اس کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ جو کے دو دانوں کے

ع۵ اس کے بعد ہی متصل دو طریقہ سے۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ

درمیان گرہ لگائے لیکن وہ اس کو نہ لگا سکے گا۔ اور جس نے ان لوگوں کی بات سنی جو اپنی بات سننے کو اچھا نہ

فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا

سمجھتے تھے یا اس سے بچتے تھے تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اور جس نے تصویر بنائی اس

وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔

کو عذاب دیا جائے گا اور یہ حکم دیا جائے گا کہ اُس تصویر میں رُوح ڈالے۔ لیکن وہ ڈال نہ سکے گا۔

تشریحات ۲۸۷۶ :- "وَمَنِ اسْتَمَعَ" مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ راز کی بات کر رہے ہوں جسے لوگوں سے چھپانا چاہتے ہوں تو اس کا سننا جائز نہیں۔ "یفرون" سے مراد یہی ہے کہ اس بات کو چھپانا چاہتے ہوں ۔ جھوٹے خواب پر اتنی سخت وعید اس بناء پر ہے کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اس لیے کہ خواب اللہ تعالیٰ ہی دکھاتا ہے۔

تکلیف مالا یطاق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ بندے کو ایسا حکم دینا کہ یہ کرو جو بندے کی وسعت میں نہ ہو جائز نہیں۔ یعنی محال چیز کی تکلیف کی تشریع۔ اور یہاں دو جَو کے درمیان گرہ لگانا اور تصویر میں جان ڈالنا بطور عذاب ہے بطور تشریع نہیں۔

ت	قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي
۸۳۳	حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو اپنے
	هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَوْلُهُ مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ۔
	خواب میں جھوٹ بولے۔

تشریح ۸۳۳ :- مطلب یہ ہے کہ بطریق قتادہ یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے جس کا لفظ یہ ہے مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ۔

ت	قَالَ سُفْيَانُ وَصَلَهُ لَنَا أَيُّوبُ عله
۸۳۴	سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ایوب نے ہم سے اس حدیث کو سند متصل کے ساتھ بیان کیا۔

عله ابوداؤد، عدد ـــ ترمذی، لباس، رؤیا ـــ نسائی، زینت، جزء، ابن ماجہ، رؤیا، جزء۔

ت	وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِي سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
۸۳۵	اور شعبہ نے ابو ہاشم الرمانی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے عکرمہ سے سنا۔ ابو ہریرہ
	رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَوْلُهُ مَنْ صَوَّرَ وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنِ اسْتَمَعَ.
	رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے تصویر بنائی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے دوسرے کی بات سنی۔

تشریح ۸۳۵: مستملی اور سرخسی کی روایت میں عن أبي هشام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ غلط ہے صحیح ابو ہاشم ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تینوں طریقے معلق موقوف ہیں اول قتیبہ سے مروی ہے جس میں عن عكرمة ہے دوسرے شعبہ سے جس میں سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ ہے تیسرے قال ابو هريرة۔ فرق یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے میں من كذب في رؤياه ہے اور دوسرے میں من تَحَلَّمَ ہے۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى
۲۸۷۷	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَفْرَى الْفِرَا أَنْ يُرِيَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا.
	سے بڑھ کر جھوٹ یہ ہے کہ کوئی اپنی آنکھوں کا دیکھنا وہ بیان کرے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا ہے۔

تشریحات ۲۸۷۷: مِنْ أَفْرَى الْفِرَى ــ أفرى فَرْيٌ سے اسم تفضیل ہے اور فِرًى فِرْيَةٌ کی جمع ہے ــ فِرْيَةٌ کے معنی ایسا بڑا جھوٹ جس پر لوگوں کو تعجب ہو۔

أَنْ يُرِيَا۔ یہ رویت کے باب افعال اَلْإِرَاءَةُ سے مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو خواب نہ دیکھا ہو اس کو بیان کرے کہ میں نے دیکھا ہے اس کو تمام جھوٹوں سے بڑا جھوٹ اس لیے شمار کیا گیا کہ اللہ عز وجل پر بہتان ہے جیسا کہ گزرا۔

بَابُ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلَا يُخْبِرُ بِهَا وَلَا يَذْكُرُهَا ص ۱۰۴۳ — جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو نہ کسی کو بتائے اور نہ کسی سے ذکر کرے۔

حدیث	سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ لَقَدْ كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي
۲۸۷۸	ابو سلمہ کہتے تھے کہ میں کوئی خواب دیکھتا تو بیمار ہو جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے حضرت
	حَتَّى سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ أَنَا كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي حَتَّى
	ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں خواب دیکھتا تو وہ مجھے بیمار کر دیتا

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ مِنَ اللّٰہِ

یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے

فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ مَا یُحِبُّ وَلَا یُحَدِّثُ بِہٖ اِلَّا مَنْ یُحِبُّ فَاِذَا رَاٰی مَا یَکْرَہُ

ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اسی سے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہے اور

فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّہَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَلْیَتْفُلْ ثَلَاثًا وَلَا یُحَدِّثْ

جب برا خواب دیکھے تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین بار تھوکے اور

بِہَا اَحَدًا فَاِنَّہَا لَا تَضُرُّہٗ۔

کسی سے بیان نہ کرے پھر وہ کوئی ضرر نہیں دے گا۔

تشریحات ۲۸۷۸ کچھ اختصار کے ساتھ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے یہاں کچھ تفصیل زیادہ ہے بات یہ ہے کہ خواب پہلی بار جس سے بیان کیا جائے اور وہ کوئی تعبیر بتائے وہ ہو کے رہتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الرؤیا لاول عابر۔ خواب پہلی تعبیر بتلانے والے کے مطابق واقع ہوتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خواب صرف عالم یا اپنے مخلص کے سامنے بیان کرو۔

اقول وھو المستعان۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ پہلی تعبیر بتانے والے کی تعبیر ہی کے مطابق خواب واقع ہو یہ اس وقت ہے جب پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح تعبیر بتائی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی تعبیر بتانے والا خطا کرے جیسا کہ خود امام بخاری نے اس کے بعد باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ جو اس کا قائل نہ ہو کہ خواب پہلی تعبیر بتانے والے کے لیے ہے اگر وہ تعبیر صحیح نہ بتائے۔ اس کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک لمبا خواب بیان کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اجازت لے کر اس کی تعبیر بتائی اور پھر حضور سے پوچھا یا رسول اللہ میں نے صحیح تعبیر بتائی یا کوئی غلطی کی تو حضور نے ارشاد فرمایا کچھ صحیح بتائی اور کچھ میں تم نے خطا کی۔

بَابُ مَنْ لَمْ یَرَ الرُّؤْیَا لِاَوَّلِ عَابِرٍ اِذَا لَمْ یُصِبْ ص ۱۰۴۳

جو یہ اعتقاد نہ رکھے کہ تعبیر پہلے معبر کے لیے ہے جب وہ صحیح تعبیر نہ بتلائے

توضیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلرُّؤْیَا لِاَوَّلِ عَابِرٍ — خواب پہلے تعبیر بتانے والے کے مطابق ہوتا ہے۔

باب کا عنوان قایم کرکے حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے شواہد ہیں۔ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں سند حسن کے ساتھ اور حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ ابورزین اور عقیلی نے مرفوعاً روایت فرمایا۔

اَلرُّؤْیَا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعْبَرْ فَاِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ۔ خواب چڑیا کے پیر پر ہے جب تک تعبیر نہ بیان کی جائے اور جب تعبیر بیان کردی جاتی ہے تو واقع ہوکر رہتا ہے۔

ابوداؤد کا لفظ اور ترمذی کی روایت میں سَقَطَتْ ہے۔ اس کی تائید میں بہت سے آثار ہیں۔ لیکن حضرت امام بخاری اس باب کے ضمن میں جو حدیث لائے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح بتایا تو ٹھیک ہے لیکن اگر اس نے تعبیر بتانے میں خطا کی تو صحیح نہیں اس لیے یہ تخصیص کرنا ضروری ہے کہ اگر پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح تعبیر بتائی ہے تو خواب اسی کے مطابق ہوگا لیکن اگر اس نے تعبیر بتانے میں خطا کی تو اس کے مطابق واقع نہ ہوگا۔

حدیث	اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ
۲۸۷۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول
	رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَۃَ فِی
	اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں نے آج رات خواب میں
	الْمَنَامِ ظُلَّۃً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَاَرَی النَّاسَ یَتَکَفَّفُوْنَ مِنْہَا
	ایک چھتری دیکھی جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اپنی ہتھیلیوں
	فَالْمُسْتَکْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ فَاِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَاءِ فَاَرَاکَ
	میں لے رہے ہیں کچھ زیادہ لینے والے ہیں اور کچھ کم لینے والے اچانک میں نے دیکھا کہ ایک رسی زمین
	اَخَذْتَ بِہٖ ثُمَّ اَخَذَ بِہٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا بِہٖ ثُمَّ اَخَذَ بِہٖ رَجُلٌ اٰخَرُ
	سے آسمان تک تنی ہوئی ہے میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور نے اس کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے پھر
	فَعَلَا بِہٖ ثُمَّ اَخَذَ بِہٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ
	دوسرے شخص نے پکڑا اور وہ اوپر چڑھ گیا پھر دوسرے شخص نے پکڑا اور اوپر چڑھ گیا پھر

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاللّٰہِ لَتَدَعُنِیْ فَاَعْبُرُ بِہَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

پھر دوسرے شخص نے پکڑا تو وہ کٹ گئی پھر جوڑ دی گئی — یہ خواب سن کر حضرت ابوبکر صدیق

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْبُرْ قَالَ اَمَّا الظُّلَّۃُ فَالْاِسْلَامُ وَاَمَّا الَّذِیْ یَنْطِفُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اللہ کی قسم مجھے چھوڑ دیجیے میں اس کی تعبیر بیان کرتا

مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْاٰنُ حَلَاوَتُہٗ تَنْطِفُ فَالْمُسْتَکْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ

ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تعبیر بیان کرے — حضرت ابوبکر نے کہا چھتری اسلام ہے اور اس سے

وَالْمُسْتَقِلُّ وَاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِیْ

جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے یہ قرآن ہے اس کی حلاوت ٹپک رہی ہے کچھ زیادہ قرآن لینے والے ہیں کچھ کم — اور زمین سے

اَنْتَ عَلَیْہِ تَاْخُذُ بِہٖ لِیُرِیْکَ اللّٰہُ ثُمَّ یَاْخُذُ بِہٖ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِکَ فَیَعْلُوْ

آسمان تک تنی ہوئی رسی وہ حق ہے جس پر آپ ہیں آپ اسے پکڑے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ آپ کو بلالے گا

بِہٖ ثُمَّ یَاْخُذُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَعْلُوْ بِہٖ ثُمَّ یَاْخُذُہٗ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَنْقَطِعُ بِہٖ

پھر حضور کے بعد دوسرا شخص پکڑے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر دوسرا شخص پکڑے گا اور اس

ثُمَّ یُوْصَلُ لَہٗ فَیَعْلُوْ بِہٖ فَاَخْبِرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ اَصَبْتُ اَمْ

کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر دوسرا شخص پکڑے گا اور وہ کٹ جائے گی پھر اس کو جوڑ دیا جائے گا جس کے

اَخْطَاْتُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَاْتَ

ذریعہ وہ اوپر چلا جائے گا۔ اب مجھے بتائیے یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان میں نے صحیح تعبیر بتائی ہے یا کچھ

بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَتُحَدِّثَنِّیْ بِالَّذِیْ اَخْطَاْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ عـــه

خطا کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ تم نے ٹھیک بتایا اور کچھ میں خطا کی عرض کیا آپ کو اللہ کی قسم

یا رسول اللہ! مجھے بتائیے میں نے کیا خطا کی فرمایا قسم نہ دے۔

تشریحات ۲۸۷۹ ظُلَّۃٌ۔ ہر وہ چیز جو دھوپ سے بچائے۔ چھتری یا چھپر کچھ بھی ہو یہاں مراد یہ ہے کہ ایک بادل نظر آیا جو چھتری کی طرح تھا۔

خواب میں یہ تھا کہ اس چھتری سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے مگر حضرت صدیق اکبر کی تعبیر میں اس روایت میں صرف حلاوت کا ذکر ہے لیکن دوسرے طرق میں یہ ہے۔

عـــه مسلم: تعبیر۔ ابوداؤد: ایمان ونذور۔ نسائی۔ ابن ماجہ: رویا۔

أَمَّا الْعَسَلُ وَالسَّمَنُ فَالْقُرْآنُ فِيْ حَلَاوَةِ الْعَسَلِ وَلِيْنِ السَّمَنِ۔ شہد اور گھی قرآن کی حلاوت اور اس کی نرمی ہیں۔

قرآن کے اندر شہد کی مٹھاس ہے اور گھی کی لینت جیسے شہد کے بارے میں وارد ہے فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اسی طرح گھی کے بارے میں بھی ایک حدیث ہے أَنَّ فِي السَّمَنِ شِفَاءٌ۔ گھی میں شفاء ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اسی رسی کو پکڑنے والے حضرت صدیق اکبر ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فَانْقَطَعَ سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ رسی کٹ جاتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی مطالبہ تھا کہ خلافت سے دستبردار ہو جایئے مگر انہوں نے فرمایا میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک کرتہ پہنائے گا لوگ اتروانا چاہیں گے تم مت اتارنا اس پر بلوائیوں نے ان کے ساتھ جو سختیاں کیں اس پر صبر کرنا آسان کام نہیں تھا حالات ایسے تھے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو شاید خلافت سے دستبردار ہو جاتا لیکن آپ ثابت قدم رہے یہاں تک کہ شہادت پائی اس لیے فانقطع ثم وصل سے مراد یہی ہے کہ قریب تھا کہ رسی کٹ جاتی مگر جڑی رہی۔

اس حدیث میں صرف ثُمَّ وُصِلَ ہے۔ اس سے حضرت امام قاضی عیاض تک کو یہ شبہ ہوا کہ ثُمَّ وُصِلَ سے مراد حضرت علی کی خلافت ہے۔ اور فَانْقَطَعَ سے مراد حضرت عثمان کی شہادت رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیکن علامتین جلیلتین عسقلانی اور عینی اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس لیے کہ خود بخاری میں ابوذر اور نسفی کی روایت میں وُصِلَ لَهُ پھر مسلم میں، ترمذی میں، نسائی میں، ابن ماجہ میں، مسند امام احمد میں، دارمی میں، ابوعوانہ میں سب میں ہے اور سلیمان بن کثیر کی روایت میں فَوُصِلَ لَهُ فَاتَّصَلَ ہے اس لیے متعین ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اس خواب میں نہیں۔

بعض شارحین نے بطور احتمال یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ سے اس خواب کی تعبیر میں یہ خطا ہوئی ہے میں اس کو بلا ضرورت سمجھتا ہوں اور سوء ادب کا بھی پہلو ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قسم دلائی پھر بھی حضور نے ان کی قسم پوری نہیں فرمائی بلکہ منع فرما دیا کہ قسم مت دے حالانکہ قسم پوری کرنے کا حکم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہر قسم پوری کرنی ضروری نہیں

خواب کی تعبیر واضح طور پر بیان کرنے میں کوئی ایسی بات رہی ہوگی جس کا ظاہر کرنا اچھا نہیں تھا اس لیے حضور نے منع فرمادیا۔ لَا تُقْسِمْ کی توجیہ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ دوبارہ قسم مت دینا لیکن اس کی ضرورت نہیں۔ محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کے لیے قسم دیتا ہے اور مخاطب یہی مصلحت جانتاہے کہ یہ کام نہیں کرنا ہے تو کہتے ہیں قسم مت دے۔

اس حدیث میں یہ اختلاف ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا دونوں حضرات سے اسی طرح مروی ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں جس کی تفصیل باب رُؤیَا اللّیل میں گزر چکی ہے بہر حال جس طرح بھی روایت ہو یہ مراسیل صحابہ سے ہے اس لیے کہ مسلم میں تصریح ہے کہ اُحُد سے پلٹنے کے وقت یہ خواب دیکھنے والے صاحب حاضر ہوئے تھے اور غزوۂ اُحُد ۳ھ شوال میں ہوا ہے اس وقت نہ حضرت ابن عباس مدینہ طیبہ تھے نہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور غزوۂ احد کے وقت مکہ معظمہ میں تھے۔ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الفِتَن ص۱۰۴۵

توضیح:۔ یہ فِتْنَۃٌ کی جمع ہے اس کے اصل معنیٰ آزمائش کے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ یہ تیری ہی آزمائش ہے ۔ چونکہ آزمائش میں کچھ مشقت شدت اور تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا عام استعمال عذاب، رسوائی، مشقت اور ناپسندیدہ امور میں ہوتا ہے یا ان کے اسباب میں اگر کوئی رنج والم من جانب اللہ ہو یا دین کے معاملہ میں ہو تو وہ محمود ہے۔ اور اگر دین کے لیے نقصان دہ ہو یا مسلمانوں کے لیے اذیت، اضطراب، بربادی کا باعث ہو تو مذموم۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَھَا ص۱۰۴۵ تم لوگ میرے بعد کچھ ایسی باتیں دیکھو گے جو تمہیں ناپسند ہوں گی۔

توضیح یہ حدیث کا جزء ہے جسے امام بخاری نے علامات نبوت اور پھر اس باب کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ اس کی پوری توضیح علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

حدیث	سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
۲۸۸۰	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا یَکْرَھُہٗ فَلْیَصْبِرْ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ
فرمایا جس نے اپنے امیر کی طرف سے کوئی بات دیکھی اور وہ اسے ناپسند ہو تو وہ صبر کرے اس لیے کہ جو شخص
مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً ؎۱
جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اور اسی پر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

تشریحات:۔ ۲۸۸۰ یعنی بلاوجہ شرعی سلطان اسلام سے بغاوت حرام ہے۔ اس کی

؎۱ بخاری۔ احکام باب السمع والطاعۃ للعام ص۱۰۵۷ مسلم مغازی۔

تفصیل کتب فقہ اور عقائد میں مذکور ہے۔ سلطان جب تک اسلام سے خارج نہ ہو جائے یا گمراہی پھیلانے کی بزور شمشیر کوشش نہ کرے اس کے خلاف اعلان جنگ کی اجازت نہیں۔
جاہلیت کی موت سے مراد یہ ہے کہ وہ گنہگار ہو کر مرا۔ یہ مراد نہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔

حدیث	عَنْ جُنَادَةَ بْنِ اَبِیْ اُمَیَّةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ
۲۸۸۱	جنادہ بن ابی امیہ نے کہا ہم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے وہ
	رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَهُوَ مَرِیْضٌ قُلْنَا اَصْلَحَكَ اللّٰهُ حَدِّثْنَا بِحَدِیْثٍ
	مریض تھے۔ ہم نے ان سے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح بخشے ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے
	یَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهٖ۔ سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
	جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کو نفع عطا فرمائے جسے آپ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو۔
	دَعَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاهُ فَقَالَ فِیْمَ اَخَذَ عَلَیْنَا
	انہوں نے کہا ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا تو ہم نے حضور سے بیعت کی حضور نے ہم سے امیر کی
	اَنْ بَایَعْنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِیْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَیُسْرِنَا
	بات سننے اور ماننے پر بیعت لی ہمیں وہ بات پسند ہو یا ناپسند ہم تنگی میں ہوں یا کشائش میں اگرچہ ہم پر
	وَاَثَرَةٍ عَلَیْنَا۔ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا
	دوسروں کو ترجیح دی جاتی ہو۔ اور حکومت اہل کے ہاتھ میں ہو تو اس سے نزاع نہ کریں۔ مگر یہ کہ
	عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ بِهٖ بُرْهَانٌ۔ عہ
	تم خالص کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے برہان ہو۔

تشریحات ۲۸۸۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر سلطان اسلام یا خلیفۂ اسلام فسق و فجور اور معاصی میں مبتلا ہو جائے تو اس سے جنگ جائز نہیں اور جب کفر سرزد ہو اور استطاعت ہو تو واجب ہے۔ البتہ ابتداءً فاسق معلن کو خلیفہ بنانا جائز نہیں۔

بَابُ ظُهُوْرِ الْفِتَنِ ص ۱۰۴۶ — فتنوں کا ظاہر ہونا۔

عہ مسلم مغازی۔

حدیث ۲۸۸۲	عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا
	شقیق نے کہا میں عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر
	فَقَالَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ لَاَیَّامًا یَنْزِلُ
	تھا کہ دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں
	فِیْهَا الْجَهْلُ وَیُرْفَعُ فِیْهَا الْعِلْمُ وَیَكْثُرُ فِیْهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔
	جہالت اتر آئے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا اور اس میں قتل بکثرت ہوگا۔

تشریحات ۲۸۸۲ جہل کے اتارنے سے مراد یہ ہے کہ علم دین سے لوگ بے بہرہ ہوں گے اور علم اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ علماء باقی نہ رہیں گے۔ ھَرْجٌ حبشی زبان کا کلمہ ہے اس کے معنی قتل کے ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے۔ اور بعض روایتوں میں صرف حضرت ابو موسیٰ سے اور بعض روایتوں میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔

ت ۸۳۶	قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے
	مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْیَاءٌ۔
	بدترین لوگ وہ ہیں کہ جن کی زندگی میں قیامت آئے۔

تشریح ۸۳۶ یہ سابق سند کے ساتھ مروی ہے تعلیق نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیام قیامت کے وقت روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں رہے گا صرف کافروں پر قیامت آئے گی۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار و منافقین بدترین مخلوق ہیں۔

ابن بطال نے کہا کہ یہ باعتبار اغلب و اکثر کے ہے ورنہ قیام قیامت کے وقت بھی کچھ مسلمان حق پر رہیں گے جس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔

لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی یَقُوْمَ السَّاعَةُ۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ فتح یاب رہے گا اس کے مخالفین اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی۔

بَابٌ لَا یَاْتِیْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِیْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ۔ ص ۱۰۴۷

ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر ہوگا۔

حدیث	عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا يَلْقَوْنَ
۲۸۸۳	زبیر بن عدی نے کہا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان سے
	مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ
	حجاج کے مظالم کی شکایت کی تو فرمایا صبر کرو اس لیے کہ ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر آئے گا یہاں تک کہ تم
	حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عـ۱
	اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے میں نے اس کو تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۲۸۸۳ امام شعبی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی مجرم کو پکڑتے تو اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیتے اور اس کا عمامہ اتار دیتے ان کے بعد بھی ایک زمانہ تک یہی رہا جب زیاد والی ہوا اس نے کوڑوں کی سزا دی اس کے بعد مصعب بن زبیر نے داڑھی مونڈنے کی سزا دی۔ بشر بن مروان نے مجرم کی ہتھیلی میں کیل ٹھونکی۔ لیکن جب حجاج آیا تو اس نے کہا یہ سب کھیل ہے اس نے تلوار سے کام لیا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ ص ۱۰۴۷ — جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
۲۸۸۴	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا عـ۲
	جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

حدیث	عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
۲۸۸۵	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا عـ۳
	نے فرمایا جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

عـ۱ ترمذی، فتن عـ۲ مسلم، ایمان۔ نسائی، محاربہ۔

عـ۳ مسلم، ایمان، ترمذی، حدود، ابن ماجہ، حدود۔

۲۸۸۵
تشریحات: اس سے مراد یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی ناحق کسی مسلمان سے لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے۔ فلیس منا سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔

حدیث ۲۸۸۶	عَنْ هَمَّامٍ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
	ھمام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا ہے شاید
	الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔
	شیطان اس کے ہاتھ میں کونچا مار دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے۔

۲۸۸۶
تشریحات: شروع سند میں تھا حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ یہ محمد کون ہیں؟ علامہ کرمانی اور ابو علی جبائی نے فرمایا یہ محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ محمد بن رافع ہوں اس لیے کہ مسلم انہیں سے مروی ہے ع۵

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا اور کسی وجہ سے وہ ہتھیار مسلمان کو لگ گیا جس سے وہ زخمی ہو گیا یا مر گیا تو اشارہ کرنے والا مجرم ہو گا اس کے بہت سے قصے ہیں۔ لوگوں نے بندوق خالی سمجھ کر اٹھائی اور چلادی اور انسان مر گیا۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے بھائی کی جانب لوہے سے اشارہ کرے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

بَابٌ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا — جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ بھڑیں۔
ص ۱۰۴۸

حدیث ۲۸۸۷	حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهٖ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَرَجْتُ
	ہم سے حماد نے حدیث بیان کی ایک شخص سے روایت کرتے ہوئے ان کا نام انہوں نے نہیں
	لَيَالِي الْفِتْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنِيْ اَبُوْبَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ اُرِيْدُ نُصْرَةَ ابْنِ
	لیا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس شخص نے کہا فتنے کے دنوں میں

ع۵ مسلم، ادب۔

34

عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

میں اپنے ہتھیار کے ساتھ نکلا تو میری ملاقات ابو بکرہ سے ہوئی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَاجَہَ الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْہِمَا فَکِلَاھُمَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ

انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے کی

قِیْلَ ھٰذَا الْقَاتِلُ وَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّہٗ قَدْ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِہٖ

مدد کا ارادہ رکھتا ہوں ابو بکرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان

قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ فَذَکَرْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ لِاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ بْنِ عُبَیْدٍ

ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے ماریں تو دونوں اہل نار سے ہیں عرض کیا گیا یہ قاتل ہے مقتول

وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ یُّحَدِّثَانِیْ بِہٖ فَقَالَ اِنَّمَا رَوٰی ھٰذَا الْحَسَنُ عَنِ الْاَحْنَفِ

کا کیا قصور ہے فرمایا اس نے اپنے سامنے والے کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ حماد بن زید نے کہا میں نے اس حدیث کو ایوب

بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ

اور یونس بن عبید سے ذکر کیا میرا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کو دونوں مجھ سے بیان کریں ان دونوں نے

کہا اسے حسن نے احنف بن قیس سے روایت کیا انہوں نے ابو بکرہ سے۔

تشریحات ۲۸۸۷ عن رجل: حافظ مزی کی تہذیب سے علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا یہ معتزلہ کا شیخ عمرو بن عبید تھا اس کا حافظہ کمزور تھا صاحب تلویح و توضیح نے کہا کہ ہشام بن حسان ابو عبد اللہ فردوس تھا۔ دوسری کی تائید اسماعیلی کی روایت سے ہوتی ہے جس میں "حدثنا ھشام عن الحسن" ہے اور نسائی کی روایت سے بھی۔ اس روایت میں یہ سقم ہے کہ "عن الحسن قال" سے ظاہر ہوتا ہے کہ "قال" کی ضمیر غائب کا مرجع حسن بصری ہیں حالانکہ ایسا نہیں یہ قول حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جیسا کہ بعد میں خود امام بخاری نے اس کو واضح کر دیا ہے اس سند میں انقطاع ہے۔ "لیالی فتنۃ" سے مراد جنگ جمل اور جنگ صفین کے ایام ہیں۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین دونوں میں حق حضرت مولی المسلمین امیر المومنین علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا اور ان کے متحارب خطا پر تھے مگر چونکہ ان کی خطا اجتہادی تھی جس پر مواخذہ نہیں۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث ذکر کی وہ حق ہے اور اس سے مراد بلا وجہ شرعی لڑنا ہے البتہ اس موقع پر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس حدیث کو ذکر کرنا بے محل تھا یہ ان کی خطا تھی۔

بَابُ التَّعَرُّبِ فِی الْفِتْنَةِ ص۱۰۵۰ فتنے کے زمانے میں دیہات میں رہنا۔

حدیث ۲۸۸۸

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ ارْتَدَدْتَ عَلٰى عَقِبَيْكَ تَعَرَّبْتَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِيْ فِي الْبَدْوِ- وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَرَجَ سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ اِلَى الرَّبَذَةِ وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ امْرَاَةً وَوَلَدَتْ لَهٗ اَوْلَادًا فَلَمْ يَزَلْ بِهَا حَتّٰى قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِلَيَالٍ فَنَزَلَ الْمَدِيْنَةَ ؏

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس حجاج آیا اور کہا اے ابن الاکوع اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے گاؤں میں بس گئے تو انہوں نے فرمایا نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیہات میں رہنے کی اجازت دی ہے۔ اور یزید بن ابی عبید ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کردیے گئے تو سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ چلے گئے اور وہاں ایک عورت سے شادی کرلی جس سے اولاد ہوئی اور وہ وہیں رہے وفات سے چند دن پہلے مدینہ آگئے۔

تشریحات ۲۸۸۸ حجاج کے کہنے کا مطلب طنز تھا چونکہ مدینہ دار الہجرت تھا وہاں کی سکونت چھوڑ کر وہ ربذہ چلے گئے اس پر اس نے طنز کیا۔

بَابُ الْفِتْنَةِ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ ص۱۰۵۱ وہ فتنہ جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے۔

ت ۸۳۷

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَمَثَّلُوْا بِهٰذِهِ الْاَبْيَاتِ عِنْدَ الْفِتَنِ۔

خلف بن حوشب نے کہا کہ فتنوں کے وقت لوگ ان اشعار کا پڑھنا پسند کرتے تھے۔

اَلْحَرْبُ اَوَّلُ مَا تَكُوْنُ فُتَيَّةً — تَسْعٰى بِزِيْنَتِهَا لِكُلِّ جَهُوْلٍ

لڑائی شروع میں جوان عورت ہوتی ہے — اپنی زینت کے ساتھ ہر نادان کے پاس دوڑتی ہے۔

؏ مسلم مغازی۔ نسائی بیعت۔

حَتّٰی اِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا وَلَّتْ عَجُوْزًا غَیْرَ ذَاتِ حَلِیْلٍ

یہاں تک کہ جب مشتعل ہو کر بھڑک اٹھتی ہے اس بڑھیا کی طرح پیٹھ پھیر کر بھاگتی ہے جس کا کوئی شوہر نہیں۔

شَمْطَاءُ یُنْکَرُ لَوْنُهَا وَتَغَیَّرَتْ مَکْرُوْهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِیْلِ۔

جس کے بال کھچڑی ہو گئے اور رنگ بگڑ گیا جس کا سونگھنا اور جس کا بوسہ لینا ناپسند ہو گیا

تشریحات ۸۲۷ یہ اشعار امرؤالقیس کے ہیں جیسا کہ ابوذر کے نسخے میں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اشعار عمرو بن معدی کرب زبیدی کے ہیں جیسا کہ مبرد نے کامل میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شروع شروع میں لڑائی بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انجام کار افسوس اور حسرت ہے۔

باب ص ۱۰۵۲

حدیث ۲۸۸۹	سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ یَقُوْلُ دَخَلَ اَبُوْ مُوْسٰی وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ عَلٰی عَمَّارٍ
	ابو وائل کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ اور ابو مسعود عمار کے پاس آئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حَیْثُ بَعَثَهُ عَلِیٌّ اِلٰی اَهْلِ الْکُوْفَةِ یَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَا مَا رَاَیْنَاكَ اَتَیْتَ اَمْرًا

جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ والوں کے پاس بھیجا تھا کہ انہیں لڑائی کے لیے

اَکْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ اِسْرَاعِكَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ مُنْذُ اَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَاَیْتُ

آمادہ کریں ان دونوں نے کہا اے عمار جب سے تم مسلمان ہوئے اس معاملے میں جلدی کرنے سے زیادہ ناپسندیدہ

مِنْکُمَا مُنْذُ اَسْلَمْتُمَا اَمْرًا اَکْرَهَ عِنْدِیْ مِنْ اِبْطَائِکُمَا عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ وَکَسَاهُمَا

تمہارا کوئی کام ہم نے نہیں دیکھا، اس پر عمار نے کہا جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے تم لوگوں کا کوئی کام میرے

حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوْا اِلَی الْمَسْجِدِ۔

نزدیک اس سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں ہے کہ تم لوگوں نے اس معاملے میں دیر کی۔ حضرت ابو مسعود نے ان دونوں کو ایک ایک جوڑا پہنایا پھر سب مسجد گئے۔

تشریحات ۲۸۸۹ حضرت مولی المسلمین امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر بصرہ میں تیس ۳۰ ہزار کا لشکر جمع کر لیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار اور بڑے شہزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفے بھیجا اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں

تھے اس وقت کا یہ قصہ ہے۔ اس کے بعد یہی مضمون ابو وائل سے بھی مروی ہے اس میں یہ ہے کہ ابو مسعود نے حضرت عمار سے کہا تمہیں چھوڑ کر اگر میں چاہوں تو کہوں اور اخیر میں ہے کہ حضرت ابو مسعود مالدار تھے انہوں نے اپنے غلام سے دو حلے منگا کر ایک ابو موسیٰ کو اور ایک عمار کو دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بَابٌ إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَوْمًا عَذَابًا۔ ص ۱۰۵۳

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے۔

حدیث	أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
۲۸۹۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی
	تَعَالَىٰ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ
	قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو عذاب ہر اس شخص پر پہونچتا ہے جو ان میں ہوتے ہیں پھر وہ اپنے اعمال
	عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَىٰ أَعْمَالِهِمْ علہ
	پر اٹھائے جائیں گے۔

تشریحات ۲۸۹۰ یعنی جب عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو عذاب کے لپیٹ میں نیک و بد سبھی آجاتے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے اعمال کا ثواب ملے گا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ ص ۱۰۵۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کہ بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو گروہ کے درمیان صلح کرادے گا۔

حدیث	أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلَىٰ أُسَامَةَ أَخْبَرَهُ۔ قَالَ
۲۸۹۱	حضرت محمد بن علی باقر نے خبر دی کہ انہیں حضرت اسامہ کے غلام حرملہ نے خبر دی۔ عمرو نے کہا
	عَمْرٌو وَقَدْ رَأَيْتُ حَرْمَلَةَ۔ قَالَ أَرْسَلَنِي أُسَامَةُ إِلَىٰ عَلِيٍّ وَقَالَ إِنَّهُ سَيَسْأَلُكَ
	اور میں نے حرملہ کو دیکھا ہے حرملہ نے کہا مجھے اسامہ نے حضرت علی کے پاس بھیجا اور کہا وہ تم سے ابھی

علہ مسلم صفۃ النار۔

اَلْآنَ فَيَقُوْلُ مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ فَقُلْ لَهُ يَقُوْلُ لَكَ لَوْ كُنْتَ فِيْ شِدْقِ الْأَسَدِ

پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمہارے صاحب کو میری مدد سے پیچھے رکھا تو اُن سے کہنا وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ شیر کے

لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُوْنَ مَعَكَ فِيْهِ وَلٰكِنْ هٰذَا أَمْرٌ لَمْ أَرَهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ شَيْئًا۔

جبڑے میں ہوتے تو بھی میں آپ کے ساتھ رہنا پسند کرتا لیکن یہ معاملہ ایسا ہے جس کو میں نے نہیں دیکھا حرملہ نے کہا حضرت

فَذَهَبْتُ إِلٰى حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ فَأَوْقَرُوْا إِلٰى رَاحِلَتِيْ۔

علی نے مجھ کو کچھ نہیں دیا جس کے بعد میں حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر کے پاس گیا تو ان لوگوں نے میرے دونوں اونٹ لاد دیے۔

۲۸۹۱

تشریحات:۔ جنگ جمل اور صفین کے موقع پر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے ساتھ نہ تھے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غایت درجہ محبت کرتے تھے مگر ان کا ساتھ نہ دیا ضرورت پر اپنے غلام حرملہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا حضرت اُسامہ نے اپنی فراست سے جان لیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرملہ سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ اسامہ نے میرا ساتھ کیوں نہیں دیا اس لیے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرملہ کو اپنا عذر بتا دیا تھا حضرت اُسامہ کی عرض داشت کا حاصل یہ تھا کہ میں آپ پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ لڑائیاں مسلمانوں سے تھیں اس لیے میں شریک نہ ہوا کیونکہ ایک دفعہ میں نے جنگ میں ایک کافر کو قتل کرنا چاہا تو اس نے مسلمان ہونے کا اقرار کر لیا میں نے یہ سمجھا کہ اس نے جان بچانے کے لیے اقرار ایمان کیا ہے دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر عتاب فرمایا۔ فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا۔

اس حدیث کو باب سے صرف اتنا تعلق ہے کہ اس میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت کا ذکر ہے جو سیادت کی شان ہے۔

بَابُ إِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَيْئًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِهِ — جب کسی کے سامنے کچھ کہے پھر باہر نکل کر اس کے خلاف کہے

ص ۱۰۵۳

توضیح:۔ امام بخاری نے جزاء ذکر نہیں فرمائی کیونکہ وہ ظاہر ہے کہ یہ بات اچھی نہیں۔

عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ لَمَّا كَانَ ابْنُ زِيَادٍ وَمَرْوَانُ بِالشَّامِ	حدیث
ابو المنہال سے روایت ہے کہ جب ابن زیاد اور مروان شام میں والی بن بیٹھے	۲۸۹۲

وَوَثَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَوَثَبَ الْقُرَّاءُ بِالْبَصْرَةِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ أَبِيْ

اور ابن زبیر نے کود کر مکہ میں خلافت حاصل کر لی اور قراء نے بصرہ میں تو میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت

إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَيْهِ فِي دَارِهِ جَالِسٌ فِي ظِلِّ عُلِّيَّةٍ لَهُ

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے وہ بانس کے بار جے کے سائے

مِنْ قَصَبٍ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَأَنْشَأَ أَبِي يَسْتَطْعِمُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ يَا أَبَا

میں بیٹھے ہوئے تھے ہم ان کے پاس بیٹھ گئے میرے باپ نے شروع کیا کہ ان سے کچھ کہلوائیں میرے

بَرْزَةَ أَلَا تَرَى مَا وَقَعَ فِيهِ النَّاسُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ

باپ نے کہا اے ابو برزہ آپ دیکھ نہیں رہے ہیں لوگوں میں کیا ہو گیا تو پہلی بات جو میں نے ان سے سنی وہ

إِنِّي احْتَسَبْتُ عِنْدَ اللهِ أَنِّي أَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلَى أَحْيَاءِ قُرَيْشٍ إِنَّكُمْ

یہ تھی میں اللہ کے حضور ثواب کی امید کرتا ہوں میں قریش کے قبائل پر ناراض ہوں اے عرب کے گروہ

يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ كُنْتُمْ عَلَى الْحَالِ الَّتِي عَلِمْتُمْ مِنَ الذِّلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالضَّلَالَةِ

تم ذلت اور قلت اور گمراہی کے جس حال پر تھے جانتے ہو اور اللہ نے اسلام اور محمد

وَأَنَّ اللهَ أَنْقَذَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَلَغَ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس سے نکالا یہاں تک کہ تم وہاں تک پہنچے جو تم دیکھ رہے ہو

بِكُمْ مَا تَرَوْنَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَفْسَدَتْ بَيْنَكُمْ إِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِالشَّامِ

یہ دنیا ہی ہے جس نے تمہارے درمیان فساد پیدا کر دیا بے شک وہ جو شام میں ہے خدا کی

وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔

قسم صرف دنیا کے لیے لڑتا ہے۔

بعض نسخوں میں یہ بھی ہے۔

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ هَؤُلَاءِ

اور بے شک وہ جو مکے میں ہے اللہ کی قسم صرف دنیا کے لیے لڑتا ہے یہ لوگ جو تمہارے ارد گرد

الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُونَ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔

ہیں یہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑتے ہیں۔

تشریحات ۲۸۹۲ اس حدیث میں ترتیب بدل گئی ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ۶۱ھ ہی میں یزید پلید کے زمانے میں اپنی خلافت قائم کر لی تھی یزید کے مرنے کے بعد مروان نے دمشق جا کر اپنی خلافت کا دعویٰ کیا

ابن زیاد مروان کا حامی تھا اس نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ "قراء" سے مراد سلیمان بن صُرد کے ہمراہی تھے جنہوں نے واقعۂ کربلا کے بعد حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص لینے کی تحریک چلائی تھی حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا ان کا یہ ارشاد ان کی فہم کے مطابق تھا ورنہ حق یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت برحق تھی مروان باغی اور طاغی تھا۔

اِنِّیْ اِحْتَسَبْتُ عِنْدَ اللہ :۔ مطلب یہ ہے کہ میں قریش کے بہت سے قبائل کو ناراض کر کے اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہوں۔

اس حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ مقاتلین ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم دین قائم کرنے اور حق کی مدد کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں حالانکہ ان کا مقصود دنیا کی طلب تھی۔

حدیث	عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ
۲۸۹۳	حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین آج نبی صلی اللہ تعالیٰ
	اَلْیَوْمَ شَرٌّ مِّنْھُمْ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَوْمَئِذٍ
	علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین سے بدتر ہیں۔ اس زمانے میں وہ چھپاتے تھے اور آج
	یُسِرُّوْنَ وَالْیَوْمَ یَجْھَرُوْنَ۔
	اعلان کرتے ہیں۔

تشریح ۲۸۹۳ عہد رسالت کے منافقین اپنا کفر چھپائے رکھتے تھے اس لیے اُن سے ضرر کم تھا اور آج علانیہ کفر ظاہر کرتے ہیں اس لیے ان کا شر زیادہ ضرر رساں ہے۔

حدیث	عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّمَا کَانَ النِّفَاقُ عَلٰی عَھْدِ
۲۸۹۴	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نفاق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَاِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔
	کے عہد میں تھا اور آج صرف ایمان کے بعد کفر ہے۔

تشریحات ۲۸۹۴ اکثر روایت میں "اِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ" ہے اور ایک روایت میں ہے "اِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ اَوِ الْاِیْمَانُ" اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ یہ منافق ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے عہد کے ساتھ خاص تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی کے دل کی حالت پر قطعی یقینی علم نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے اب کسی کو قطعی منافق نہیں کہہ سکتے اب تو یہی ہے کہ ایک انسان پر یا تو کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا یا مؤمن ہونے کا۔ یہاں منافق سے مراد منافق فی الاعتقاد ہے۔ عُرف عام میں دُہرے کردار کے آدمی کو منافق کہہ دیتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يُغْبَطَ أَهْلُ الْقُبُوْرِ صـ ۱۰۵۴ — قیامت نہیں قایم ہوگی جب تک قبر والوں پر رشک نہیں کیا جائے گا۔

توضیح کسی کی عزت ونعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ کاش ہمیں بھی مل جائے بغیر اس کے کہ اس سے زائل ہونے کی آرزو کرے غبطہ کہلاتا ہے۔ اور یہ خواہش کے ساتھ کہ اس کی نعمت اور عزت زائل ہوجائے اور ہمیں مل جائے حسد کہلاتا ہے حسد مذموم ہے اور غبطہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

حدیث	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی
۲۸۹۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ
	فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قایم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک شخص کسی کی قبر پر گزرے گا
	فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ ؏
	اور کہے گا اے کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا۔

بَابُ تَغَيُّرِ الزَّمَانِ حَتّٰى تُعْبَدَ الْأَوْثَانُ۔ صـ — زمانے کا بدل جانا یہاں تک کہ بُت پوجے جائیں۔

حدیث	حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
۲۸۹۶	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے
	قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ
	ہوئے سُنا اس وقت تک قیامت نہیں قایم ہوگی جب تک کہ دوس کی عورتوں کے سُرین

؏ مسلم۔ فتن۔

حَتّٰی تَضْطَرِبَ أَلْیَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰی ذِی الْخَلَصَۃِ ـ وَالْخَلَصَۃُ
ذوالخلصہ کے گرد ہلنے نہیں لگیں گے ـــ اور ذوالخلصہ قبیلۂ دوس کا وہ بُت تھا
طَاغِیَۃُ دَوْسٍ الَّتِی کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاهِلِیَّۃِ۔
جسے وہ زمانۂ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

تشریح ۲۸۹۶ یعنی قیامت سے پہلے زمانۂ جاہلیت کا شرک پھیل جائے گا۔ "حَتّٰی تَضْطَرِبَ" سے مراد یہ ہے کہ قبیلۂ دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد طواف کریں گی۔

بَابُ خُرُوْجِ النَّارِ ص ۱۰۵۴ آگ کا نکلنا۔

حدیث ۲۸۹۷ قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ أَخْبَرَنِیْ أَبُوْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَخْرُجَ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ نہ نکلے
نَارٌ مِّنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرٰی۔
جس کی روشنی میں بُصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نہ چمک جائیں۔

تشریح ۲۸۹۷ علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا کہ ۳ جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ میں بدھ کے دن عشاء کے بعد مدینہ طیبہ سے ایک آگ نکلی اور جمعہ کے چاشت کے وقت تک رہی۔ ہوسکتا ہے کہ یہی آگ مراد ہو۔ یا ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ مزید کوئی آگ مراد ہو۔

"بُصریٰ" دمشق سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔

حدیث ۲۸۹۸ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فرات
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ الْفُرَاتُ أَنْ یَّحْسِرَ عَنْ کَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَہٗ
سونے کا خزانہ کھولے گی۔ جو وہاں موجود ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے (اور دوسری روایت میں ہے
فَلَا یَأْخُذْ مِنْہُ شَیْئًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) یَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ ع
کہ سونے کا پہاڑ کھولے گی۔

ع مسلم، فتن ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی صفۃ النار۔

تشریح ۲۸۹۸ اس حدیث کی سند میں تھا "حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهٖ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ — یہ عبید اللہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ یہ عمری کر کے مشہور تھے۔ اس سند میں "عَنْ جَدِّهٖ" کی ضمیر عبید اللہ کی طرف راجع ہے خبیب کی طرف نہیں۔ خبیب انصاری بزرگ ہیں۔
اس خزانہ کے لینے سے ممانعت میں راز کیا تھا اللہ جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔

باب ۱۰۵۴

حدیث ۲۸۹۹	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ
	نے فرمایا۔ قیامت قایم نہیں ہوگی یہاں تک کہ آپس میں دو بڑے گروہ نہ لڑیں ان کے درمیان بہت
	عَظِيْمَةٌ دَعْوٰهُمَا وَاحِدٌ وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ
	بڑی لڑائی ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ یہاں تک کہ تیس کے قریب دجّال کذاب پیدا ہوں گے سب
	ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ۔
	کے سب یہ گمان کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

تشریحات ۲۸۹۹ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ دونوں بڑے گروہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ایک شخص ابوزرعہ رازی کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا میں معاویہ کو پسند نہیں کرتا پوچھا کیوں اس نے کہا اس لیے کہ وہ حضرت علی سے ناحق لڑے تو اس سے ابوزرعہ نے کہا معاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ کے مقابل کریم ہیں تو ان دونوں کے درمیان تیرے داخل ہونے کا کیا مطلب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خوارج اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں — اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ابھی یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی ہو۔
"دَعْوٰهُمَا وَاحِدٌ" سے مراد یہ ہے کہ وہ سب اسلام کا دعویٰ کریں گے اور حق پر ہونے کا۔

"حتی یبعث" یعنی قیامت سے پہلے تیس کے قریب دجال جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ ان میں اور دجال اکبر کے مابین یہ فرق ہے کہ یہ سب صرف نبوت کا دعویٰ کریں گے، الوہیت کا دعویٰ نہیں کریں گے اور دجال اکبر الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔
دجالوں کا مادہ دجل ہے اس کے معنیٰ ہیں دھوکہ دینا۔ اس حدیث میں ہے قریب من ثلاثین لیکن دوسری احادیث میں تیس کی تعداد قطعی ہے۔ چنانچہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ثعبان کی حدیث میں یہی ہے۔ امام احمد اور طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ قیامت قایم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس کذاب نکلیں گے ان کا آخر کانا دجال ہے۔ بعض روایتوں میں ستائیس کا عدد آیا ہے اور بعض میں ستر کا لیکن سب حدیثیں ضعیف ہیں۔

باب ذکر الدجال۔ ص ۱۰۵۵ دجال کا ذکر۔

حدیث	حدثنی قیس قال قال لی مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہما
۲۹۰۰	قیس نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	سئل احد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الدجال اکثر ما سألتہ
	سے کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ نہیں پوچھا۔ اور حضور نے مجھ سے فرمایا مجھے اس سے
	وانہ قال لی ما یضرک منہ قلت انھم یقولون ان معہ جبل خبز ونھر
	کیا ضرر پہونچے گا؟ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ ہے اور پانی کی نہر ہے
	ماء قال انہ اھون علی اللہ من ذلک ؏
	فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

تشریحات [۲۹] دجال اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہوگا۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ اسے خرق عادت پر قدرت عطا فرمائے گا یہاں تک کہ مردے جلائے گا بارش برسائے گا کھیتی اگائے گا زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے وغیرہ وغیرہ جس سے کچے ایمان والے اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے مگر ساتھ ہی ساتھ ایسی نشانیاں بھی اس کے ساتھ ہوں گی جو اس کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہوں گی مثلاً کانا ہونا یہ عیب ہے

؏ مسلم، فتن، ابن ماجہ۔ فتن۔

اور معبود وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے۔ معبود وہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اگر یہ معبود ہوتا تو کانا کیوں ہوتا اور بالفرض اس کی آنکھ کانی تھی تو اُسے دُرست کیوں نہیں کرایا۔ نیز اس کی پیشانی پر ک، ف، ر لکھا ہوگا۔ اگر وہ معبود ہوتا تو اُسے مٹا کیوں نہیں دیا۔

فائدہ:۔ مُدّعیٔ الوہیت سے خرقِ عادت کا صدور ممکن ہے جیسا کہ دجّال سے ہوگا مگر کسی مُدّعیٔ نبوت سے خرقِ عادت کا ظہور ممکن نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مخلوق معبود نہیں ہوسکتی اس کا محال ہونا اجلیٰ بدیہیات سے ہے تو جب کہ اس کے بطلان کی قطعی دلیل موجود ہے تو خرقِ عادت کے ظہور سے کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن انبیاء کرام بظاہر بشر ہوتے تھے تو کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت انسان سے خرقِ عادت کے ظہور کے بعد التباس ہوسکتا ہے۔ اس لیے مدعیٔ نبوت کے ہاتھ پر خرقِ عادت کا ظہور ممکن نہیں۔

حضرت مُغیرہ کی عرض داشت کا مطلب یہ تھا کہ جب اس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی تو لوگ گمراہ ہوسکتے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والے جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ نہیں۔ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ساتھ ہونے سے کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔

حدیث	عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ أُرَاهُ
۲۹۰۱	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے امام بخاری نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ
	عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ
	وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ دجّال داہنی آنکھ کا کانا ہوگا گویا کہ وہ اُبھرا ہوا انگور ہے۔

تشریحات [۲۹۰۱] أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ لیکن مستملی اور ابوزید مروزی اور ابو احمد جرجانی کے نسخے میں یہ نہیں اس تقدیر پر یہ حدیث موقوف ہوجائے گی لیکن اصل میں مرفوع ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔

طَافِيَةٌ۔ طفوٌ ناقص واوی سے اسم فاعل مؤنث اس کے معنی ہیں اوپر آنا، ابھرا ہوا ہونا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ "طفوءٌ" سے مہموز لام ہو جس کے معنی آگ بجھنا اور آنکھ کا بے نور ہونا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ اس کی داہنی آنکھ میں روشنی نہ ہوگی۔

حدیث	عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
۲۹۰۲	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دجال

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجِیءُ الدَّجَّالُ حَتّٰی یَنْزِلَ فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَدِیْنَۃِ تَرْجُفُ الْمَدِیْنَۃُ
اگر مدینہ کے اطراف میں کہیں اترے گا پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس کی وجہ سے سب کافر اور

ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ کُلُّ کَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ۔
منافق دجال کے پاس چلے جائیں گے۔

تشریحات ۲۹۰۲

ایک باب کے بعد حدیث آرہی ہے جس میں مذکور ہے کہ مدینہ کے متصل جو شور زمین ہے۔ اس میں کہیں اترے گا — اور ایک روایت میں ہے کہ جُرف کی شور زمین میں اترے گا وہیں اپنا خیمہ گاڑے گا۔ جُرف مدینہ طیبہ سے ایک یا تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ جو شام جاتے ہوئے راستے میں پڑتی ہے — اور ابن ماجہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سُرخ راستے پر اُترے گا جہاں شور زمین ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس حدیث میں منافق سے مراد رافضی ہو سکتے ہیں — اور میری رائے ہے کہ اس سے ہر بد مذہب مراد ہو سکتا ہے مثلاً وہابی نجدی

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دجال کے خروج کے وقت مدینہ طیبہ میں کافر بھی ہوں گے اور منافق بھی۔

حدیث ۲۹۰۳

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا
حضرت سالم بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا

قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا، اللہ جس ثنا کا مستحق ہے وہ ثنا کی پھر

بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ ذَکَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاُنْذِرُکُمُوْہُ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا
دجال کا ذکر کیا فرمایا میں تم لوگوں کو اس سے ضرور ڈراؤں گا ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا

وَقَدْ اَنْذَرَہٗ قَوْمَہٗ وَلٰکِنِّیْ سَاَقُوْلُ لَکُمْ فِیْہِ قَوْلًا لَمْ یَقُلْہُ نَبِیٌّ لِقَوْمِہٖ
ہے لیکن میں اس کے بارے میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں کہی ہے بے شک وہ کانا

اِنَّہٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔
ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔

حدیث ۲۹۰۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ. أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ

نبی مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے اپنی قوم کو کانے کذّاب سے ڈرایا۔ سنو بے شک وہ کانا ہے اور

وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبًا كَافِرٌ ؎۱

بے شک تمہارا رب کانا نہیں۔ اور بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کافر۔

تشریح ۲۹۰۴ دجّال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک اف ر لکھا ہوگا جیسا کہ مسلم میں ہے اسی مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو احادیث الانبیاء میں گزر چکی۔ اور حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جو باب الملائکہ میں گزری۔

؎۱ توحید، باب قولہ " ولتصنع علیٰ عینی۔ مسلم، فتن۔ ترمذی فتن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الأحکام ص ۱۰۵۷

توضیح الأحکام حکم کی جمع ہے۔ حکم کے عام معنیٰ یہ ہیں کہ ایک چیز کو دوسری کے لیے ثابت کرنا یا ایک چیز کی دوسری سے نفی کرنا اور اصولیین کی اصطلاح میں حکم کے معنیٰ یہ ہیں اللہ عزوجل کا وہ خطاب جو مکلفین کے افعال کے ساتھ متعلق ہے۔ اقتضاء یا تخییر کے ساتھ یعنی اللہ عزوجل مکلفین کو کچھ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں میں بندے کو اختیار دیتا ہے وہ چاہے کرے یا نہ کرے۔

باب قَوْلِ اللهِ اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو با اختیار ہوں ان کی اطاعت کرو۔

ص ۱۰۵۷

توضیح اطاعت کے معنیٰ بات ماننا ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا جائے اُسے کرنا اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہنا۔ اور "اولوالامر" سے مراد یا تو اُمراء ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا عُلماء ہیں جیسا کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجاہد نے کہا صحابہ مُراد ہیں۔ اور زید بن اسلم نے کہا اس سے والیانِ ملک مراد ہیں۔ لیکن ان میں کوئی منافات نہیں سبھی مُراد ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں پر اُمراء اور سلاطین کی اطاعت بھی واجب ہے اور والیانِ ملک کی بھی اور علماء کی بھی اور صحابۂ کرام کی بھی۔ اور ایک حدیث میں فرمایا "اَلْقُرْاٰنُ ذُوْ وُجُوْہٍ" اس لیے قرآن مجید کے جتنے معانیٔ صحیحہ نکل سکیں سب حجتِ شرعیہ ہیں جب تک کہ آپس میں متنافی نہ ہوں اور یہاں تنافی نہیں۔ اس لیے سب مراد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے جس طرح امراء اور والیانِ ملک کی اطاعت رعایا پر واجب ہے جب تک کہ وہ گناہ کا حکم نہ دیں اسی طرح علماء کی بھی اطاعت فرض ہے بشرطیکہ وہ عالم ہوں۔ اس زمانے میں عالم اور عالم نما غیر عالم میں تمیز مشکل ہے عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کا ہر فارغ عالم ہے حالانکہ یہ بنیادی غلطی ہے اولاً آج کل دینی مدارس کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے مدارس والے اپنی کارکردگی دکھانے

کے لیے فارغین کی تعداد بڑھانے کے لیے ہر کس و ناکس کو پگڑی باندھ دیتے ہیں اور سند دے دیتے ہیں حالانکہ درسِ نظامی کی تکمیل خود عالم ہونے کی دلیل نہیں واقعی جس شخص نے محنت کے ساتھ کما حقہ، درسِ نظامی پڑھ بھی لیا تو وہ صرف اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ عالم ہو سکے درسِ نظامی عالم ہونے کا پہلا زینہ ہے عالم ہونے کے لیے ابھی بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے، کثرتِ مطالعہ، اصول و فروع کا قدر معتد بہ استحضار پھر خدا ترسی، استقامت، حق گوئی اور دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی عادت، ذہانت، فطانت، معاملہ فہمی، وغیرہ ایسے امور ہیں کہ ان سب کا اجتماع شاید باید کسی میں ہو پاتا ہے۔ یہاں مراد وہ علماء ہیں جو واقعی وارثِ انبیاء ہوں مرجع فتویٰ ہوں، خدا ترسی اور استقامت میں پہاڑ ہوں۔

بَابُ الْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ ص ۱۰۵۷ امراء قریش سے ہوں گے۔

توضیح یعنی خلیفۃ المسلمین ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ قریش سے ہو غیر قریشی خلیفۃ المسلمین نہیں ہو سکتا۔ باب کا عنوان حدیث ہے۔

"بَابُ اِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَیْئًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِہٖ" کے تحت ابو المنہال سے مروی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی نے فرمایا اِنِّیْ اِحْتَسَبْتُ عِنْدَ اللہِ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلٰی اَحْیَاءِ قُرَیْشٍ ــــ یہی حدیث یعقوب بن سفیان اور ابو یعلیٰ اور طبرانی نے سکین بن عبد العزیز کے بطریق ابو المنہال ہی سے روایت کی ہے۔ اس کے اخیر میں ہے۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وسلم یقول اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ۔

اور طبرانی کا لفظ ہے۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ اس کی شاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے مروی یہ حدیث ہے۔ "اَلَا اِنَّ الْاُمَرَاءَ مِنْ قُرَیْشٍ مَا اَقَامُوْا ثَلَاثًا ــــ سنو امراء قریش سے ہوں گے جب تک درست رہیں تین بار فرمایا۔

نیز طبرانی اور طیالسی اور بزار نے اور خود امام بخاری نے تاریخ میں بطریق سعد بن ابراہیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ مَا اِذَا حَکَمُوْا فَعَدَلُوْا ــــ ائمہ قریش سے ہوں گے جب تک فیصلہ میں انصاف کریں۔

نیز نسائی نے اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابو یعلیٰ نے بطریق بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ــ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطرق متعددہ مروی ہے۔ اس میں سے ایک وہ ہے جو طبرانی نے بطریق قتادہ اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ "اِنَّ الْمُلْکَ فِیْ قُرَیْشٍ۔

285

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُلْکُ فِیْ قُرَیْشٍ۔

نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے۔ نیز طبرانی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے اس باب کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اِنَّ ھٰذَا الْأَمْرَ فِیْ قُرَیْشٍ بے شک یہ چیز یعنی خلافت قریش میں رہے گی۔ نیز اسی بخاری میں یہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَزَالُ ھٰذَا الْأَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْھُمُ اثْنَانِ۔ یہ چیز یعنی خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو بھی باقی رہیں گے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ حدیث اَلْأُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ یا اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ اور اس کے ہم معنی حدیث مندرجہ ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت معاویہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ یہ حدیث معنیً بلاشبہ مشہور ہے۔ اسی حدیث کی روشنی میں اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ قریشی ہو اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔

ماضی قریب میں کانگریس کی شاخ خلافت کمیٹی کے افراد نے جس کے میر کارواں مسٹر ابوالکلام آزاد تھے اس شرط سے اختلاف کیا ہے جسے انہوں نے اپنے اس خطبۂ صدارت میں ذکر کیا ہے۔ جو انہوں نے پراونشیل خلافت کانفرنس بنگال منعقدہ ۲۸، ۲۹ فروری ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں دیا تھا۔ اس پر بڑی لمبی چوڑی حسب عادت طولانی تحریر لکھی ہے جس کا مکمل مدلل، مفصل رد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے "دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش" میں فرمایا ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریز اور یورپ کی حکومتوں نے ترکی کی سلطنت اسلامی کو تباہ کرنے کی کوشش شروع کی تو اس کے بچانے کی تحریک ہندوستان میں چلی اور اپنی بے علمی اور

ے ج ۲ ص ۲۶۴

جہالت کی وجہ سے مدار اس پر رکھا کہ ترکوں کی حکومت خلافت اسلامیہ ہے اور چونکہ وہ قریشی نہیں تھے اس لیے خلیفۃ المسلمین کے لیے اس شرط سے انکار کر دیا۔

حالانکہ یہ انتہائی حماقت تھی احادیث کریمہ سے ثابت اہلسنّت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف محاذ آرائی کی کوئی ضرورت نہیں تھی، ترکوں کی عثمانی حکومت مسلمانوں کی حکومت تھی اس کی عظیم خدمات تھیں اس کی حفاظت وصیانت کے لیے کوشش ہر مسلمان پر بقدر وسعت فرض تھی۔ حمایت کے لیے ضروری نہیں تھا کہ اہلسنّت کے اجماعی عقیدہ کو ذبح کر کے اس کے تعاون پر مسلمانوں کو اکسایا جائے لیکن بات یہی ہے کہ

ع خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْإِمَارَةِ۔ ص ۱۰۵۸ — اِمارت کی لالچ ناپسندیدہ ہے۔

حدیث	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
۲۹۰۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ
	فرمایا کہ بے شک تم لوگ عنقریب امارت کی حرص کروگے اور وہ قیامت میں ندامت ہوگی وہ اچھی
	الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ علہ
	دودھ پلانے والی ہے اور بری دودھ چھڑانے والی۔

تشریحات ۲۹۰۵ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ۔ یعنی شروع شروع میں امارت اچھی لگتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مال و دولت عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا انجام خراب ہوتا ہے کہ انجام میں یا تو لڑائی جھگڑا ہوتا ہے یا معزول کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا سخت حساب دینا ہوگا۔

بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ ص ۱۰۵۸ — جو کسی رعیت کا والی بنایا گیا اور اس میں اس کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔

حدیث	عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي
۲۹۰۶	حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد (بدنہاد) نے

علہ نسائی فضائل، بیعۃ، سیر۔

مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنَ
حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کے مرض وصال میں عیادت کی تو حضرت معقل نے اس سے کہا
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ
میں تجھ سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں جس کو میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔
فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے رعیت عطا کی اور اس نے خیر خواہی کے ساتھ اس کی
نگہبانی نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

تشریحات ۲۹۰۶ :- عبید اللہ بن زیاد :- وہ بد نہاد ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بصرے کا اور یزید پلید کے زمانے میں بصرے کے ساتھ کوفے کا والی تھا جس کے حکم سے حادثۂ کربلا واقع ہوا اس کے بعد والی روایت میں یہ لفظ ہے "جو شخص مسلمان رعایا کا والی ہو اور اس حال میں مرے کہ اس نے رعایا کے ساتھ خیانت کی ہو اس پر جنت حرام ہوگی"۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور صحابی ہیں ان کا وصال بصرے میں ۶۰ھ اور ۷۰ھ کے درمیان ہوا یزید پلید کے عہد حکومت میں۔

بَابُ الْقَضَاءِ وَالْفُتْيَا فِي الطَّرِيقِ ص ۱۰۵۹ فیصلہ اور فتویٰ راستے میں چلتے ہوئے دینا۔

ت	وَقَضَىٰ يَحْيَىٰ بْنُ يَعْمَرَ فِي الطَّرِيقِ۔
۸۳۸	اور یحییٰ بن یعمر نے چلتے ہوئے راستے میں فیصلہ کیا۔

تشریحات ۸۳۸ اس تعلیق کو محمد بن سعد نے طبقات میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے "موسیٰ بن یسار نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر جب مرو کے قاضی تھے میں نے ان کو دیکھا کہ بازار میں فیصلہ کرتے تھے، چلتے ہوئے راستے میں فیصلہ کرتے تھے اور کبھی سواری پر بیٹھے بیٹھے فیصلہ کرتے تھے"۔

اگر معاملہ پیچیدہ نہ ہو قاضی و مفتی کو پورا اطمینان ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ یحییٰ بن یعمر بصرے کے باشندے تھے اور جلیل القدر مشہور تابعی ہیں، فصیح متقی بزرگ تھے خراسان کے اکثر شہروں کے قاضی رہے۔

ت	وَقَضَى الشَّعْبِيُّ عَلَىٰ بَابِ دَارِهِ۔
۸۳۹	اور امام شعبی نے اپنے دروازے پر فیصلہ کیا۔

تشریحات ۸۳۹ اس تعلیق کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے۔
امام شعبی کا نام عامر بن شراحیل بن عبداللہ ہے کنیت ابو عمرو ہے۔ ہمدان میں ایک جگہ "شعب" نام کی ہے وہاں کے رہنے والے تھے ستہتر سال کی عمر میں ۱۰۶ھ کے شروع میں وصال فرمایا انہوں نے پانچسو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے انہیں سے یہ حدیث مروی ہے کہ "میں نے تین سو صحابہ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا، علی وطلحہ، وزبیر جنت میں ہیں" حضرت امام احمد بن حنبل نے ان سے حدیث سنی ہے۔

بَابُ الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیہ دون الامام الذی فوقہ۔ ص ۱۰۵۹

جس کا قتل کرنا واجب ہو اس کے قتل کا حکم اس کا حاکم دے گا نہ کہ وہ امام جو اس کے اوپر ہے۔

توضیح اس باب میں علماء کا اختلاف ہے ہمارے یہاں یہ ہے کہ حدود اور قصاص کا اختیار صرف شہروں کے امراء وحاکموں کو ہے دیہات کے چھوٹے عاملوں کا کوئی حق نہیں۔

حدیث	عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ
۲۹۰۷	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ
	کَانَ یَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَۃِ صَاحِبِ الشُّرْطَۃِ مِنَ الْاَمِیْرِ
	علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس منصب پر تھے جس پر امیر کا صاحب الشرطہ ہوتا ہے۔

تشریحات ۲۹۰۷ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ مشہور صحابی ہیں ان کے والد حضرت سعد قبیلۂ خزرج کے رئیس اعظم تھے۔

شُرَطٌ:۔ شُرْطَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اسی سے شرطی ہے جس کے معنی سپاہی کے ہیں: صاحب الشرط سے مراد سپاہیوں کا افسر ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ محکمہ نہیں تھا اس کے ایجاد کا سہرا بنی امیہ کے سر ہے اسی لئے حضرت انس نے صاحب الشرط نہیں کہا۔ بمنزلۃ صاحب الشرط کہا مطلب یہ ہوا کہ جیسے سپاہیوں کا افسر ہوتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت قیس بن سعد تھے۔

کَانَ یَکُوْنُ:۔ استمرار کا صیغہ ہے ترمذی میں یہ حدیث ہے مگر اس میں کان نہیں صرف یَکُوْنُ ہے اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے اس کے سمجھنے سے سارے شراح اب تک عاجز رہے۔

بَابٌ هَلْ يَقْضِي الْحَاكِمُ أَوْ يُفْتِي وَهُوَ غَضْبَانُ صـ ۱۰۵۹

کیا حاکم غصے کی حالت میں فیصلہ یا فتویٰ دے سکتا ہے۔

حدیث ۲۹۰۸	سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبُو بَكْرَةَ إِلَى ابْنِهِ
	عبدالرحمن بن ابی بکرہ نے کہا کہ ابی بکرہ نے اپنے بیٹے کو لکھا اور وہ سجستان میں تھے کہ غصے
	وَكَانَ بِسِجِسْتَانَ أَنْ لَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ
	کی حالت میں دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا اس لئے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ ؏۱
	سنا ہے کہ فرماتے تھے کوئی حاکم غصے کی حالت میں دو کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

تشریحات: ۲۹۰۸- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جن صاحبزادے کو یہ لکھا تھا ان کا نام عبیداللہ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے مسلم کی روایت میں ہے کَتَبَ أَبِي وَكَتَبْتُ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی خود لکھا اور کبھی اپنے صاحبزادے عبدالرحمن سے لکھوایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لکھوایا ہو اسی کو "کتب" سے تعبیر فرمایا ہو اور یہ عبیداللہ سجستان میں قاضی تھے۔

بَابُ مَنْ رَأَى الْقَاضِيَ أَنْ يَحْكُمَ بِعِلْمِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ إِذَا لَمْ يَخَفِ الظُّنُونَ وَالتُّهَمَةَ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ وَذَالِكَ إِذَا كَانَ أَمْرًا مَشْهُورًا۔ صـ ۱۰۶۰

جس نے یہ جائز جانا کہ لوگوں کے معاملے میں قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے جب کہ بدگمانی اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہندہ سے کہا عُرف کے مطابق جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو لے لے اور یہ اس وقت ہے جب کہ یہ بات مشہور ہو۔

توضیح قاضی کو بغیر بیّنہ اور حلف کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قاضی شریح اور امام شعبی اور امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا کہ حقوق الناس میں جائز ہے خواہ قاضی

؏۱ مسلم اقضیۃ۔ ترمذی، ابن ماجہ احکام۔

بنائے جانے سے پہلے اس کا علم ہوا ہو یا بعد میں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر قبل قضا اسے علم ہوا تو اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اور قاضی بنائے جانے کے بعد علم ہوا تو کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا قبل قضا اگر علم ہوا تو کر سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے دو شرطیں ذکر کی ہیں ایک یہ کہ بدعنوانی اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو دوسرے یہ کہ وہ معاملہ معلوم و مشہور ہو۔

اس پر امام بخاری ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر ابو سفیان ممسک شخص ہیں تو کیا اس میں حرج ہے کہ میں ان سے بغیر پوچھے ہوئے ان کے اہل و عیال کو کھلاؤں تو حضور نے انھیں اجازت دی، یہ اجازت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس لئے دی کہ سب کو معلوم ہے کہ بچوں کا نان و نفقہ باپ کے ذمے واجب ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممسک ہیں۔

باب الشهادة على خط المختوم وما يجوز من ذالك كما يضيق عليه وكتاب الحاكم الى عامله والقاضى الى القاضى — مہر شدہ خط پر گواہی کا بیان اور اس میں کیا جائز ہے اور کیا جائز نہیں اور حاکم کا اپنے عامل کے پاس خط لکھنا اور قاضی کا قاضی کے پاس۔ ص ۱۰۶۰

توضیح یعنی مہر شدہ خط پر اگر شرعی گواہی گزرے کہ فلاں کا خط ہے تو وہ معتبر ہے یا نہیں؟ خط کو مطلقاً غیر معتبر ماننے میں بہت سے حقوق کی تضییع لازم آئے گی اور بلا شرط تسلیم کرنے میں دجل، فریب، دھوکہ دہی کے خطرات ہیں اس لئے کچھ شرائط کے ساتھ مخصوص صورتوں میں اس کی اجازت ہے پہلی شرط یہ ہے کہ یہ خط قاضی کا ہو، دوسری شرط یہ کہ بقدر نصاب گواہوں کے سامنے لکھے، تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ مکتوب الیہ قاضی کو لے جا کر دیں اور یہ گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط آپ کے نام ہے، پانچویں شرط بعض لوگوں نے یہ بڑھائی ہے کہ وہ خط مہر شدہ ہو اور کاتب نے گواہوں کے سامنے لگائی ہو یہ حضرت امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی شرط ضروری نہیں اس لئے کہ جب گواہان شرعی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ فلاں کا خط ہے تو مہر کی کیا حاجت ہے؟ پھر یہ اطمینان کہ یہ مہر فلاں قاضی کی ہے گواہوں ہی کی شہادت پر ہو گا پھر مہر کی کیا حاجت؟ چھٹی شرط یہ ہے کہ قاضی کاتب اپنا نام عہدہ نیز مکتوب الیہ کا نام اور اس کا عہدہ اس طرح لکھے کہ دونوں کی تعیین ہو جائے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ كِتَابُ الْحَاكِمِ جَائِزٌ اِلَّا فِي الْحُدُوْدِ ثُمَّ قَالَ

اور بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم کا خط جائز ہے البتہ حدود میں جائز نہیں پھر کہا اگر

اِنْ كَانَ الْقَتْلُ خَطَأً فَهُوَ جَائِزٌ لِاَنَّ هٰذَا مَالٌ بِزَعْمِهٖ وَاِنَّمَا

قتل خطا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ اس کے زعم میں یہ مال ہے (اور یہ نہیں

صَارَ مَالًا بَعْدَ اَنْ ثَبَتَ الْقَتْلُ وَالْخَطَأُ وَالْعَمْدُ وَاحِدٌ

سمجھا کہ یہ مال ہوا ہے قتل ثابت ہونے کے بعد) پس خطا اور عمد ایک ہے

توضیح یہ بھی حسب سابق امام بخاری کی احناف پر عنایت ہے وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احناف کے مذہب میں تناقض ہے اس لئے کہ ایک طرف تو یہ کہا کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی جائز نہیں اور دوسری طرف یہ کہا خطاً قتل میں جائز ہے۔

احناف نے یہ فرمایا کہ قتل تو ہو چکا قاضی کو اس کی سزا کا فیصلہ دینا ہے اور جب قتل خطاً ہے تو اس میں قصاص نہیں، دیت واجب ہے اور دیت بلا شبہہ مال ہے۔ اس پر امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ یہ مال اس وقت ہے جب قتل ثابت ہو چکا ہو اس لئے جیسے قتل عمد اسی طرح قتل خطا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ اگر قتل عمد اور خطا ایک ہی ہوتا تو دونوں کی سزا بھی ایک ہی ہوتی۔ حالانکہ قتل عمد کی سزا قصاص ہے اور قتل خطا پر دیت لازم ہے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ چونکہ حاکم قتل خطا میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ قاتل پر دیت واجب ہے یہ قاتل کے ذمے مال لازم کرتا ہے تو یہ بالکل ایسے ہی ہو گیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے بالقصد میرے کپڑے کو جلا دیا ثبوت کے بعد حاکم تاوان کا حکم دے گا اسی طرح قتل خطا میں بھی ہے۔

ت ۸۴۰ وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ اِلٰى عَامِلِهٖ فِي الْجَارُوْدِ

اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عامل کے پاس جارود کے بارے میں لکھا۔

تشریحات [۸۴۰] یہاں اکثر روایت "فِي الْحُدُوْدِ" ہے لیکن مستملی اور کشمیہنی سے ابوذر کی روایت میں "فِي الْجَارُوْدِ" ہے۔

جارود بن المعلی، ابوغیاث قبیلۂ ابوالقیس کے سردار تھے پہلے نصرانی تھے ۱۰ھ میں عبد القیس کے وفد کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا نام جارود اس لئے پڑا ــــ کہ زمانۂ جاہلیت میں قبیلۂ بکر بن وائل اور ان کے ہمراہیوں کو ایک بار لوٹا اُنکے کپڑے اتار کر ننگا کر دیا۔ جارود جَرْدٌ کا اسم مبالغہ ہے۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔ یہ جارود حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ قدامہ نے شراب پی جس سے اس کو نشہ آیا حضرت عمر نے قدامہ کو اپنی بارگاہ میں بلایا جارود اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی جس پر قدامہ کے اوپر حد جاری کی۔

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت امام بخاری نے ہمارے اس مذہب کو کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی معتبر نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ ایک قاضی کے یہاں ایسے شخص کے خلاف جو اس قاضی کے حدود قضا میں موجود نہیں گواہی گزری کہ اس نے چوری کی ہے مثلاً یہ ملزم جس قاضی کے حدود میں رہتا ہے اس کے پاس اپنا خط بھیجا کہ فلاں شخص کے خلاف میرے یہاں شہادت شرعیہ گزری ہے کہ اس نے چوری کی ہے اس خط کے مطابق دوسرا قاضی اس کا ہاتھ نہیں کاٹے گا اس لئے کہ خط میں بہر حال وہ وثوق اور یقین نہیں حاصل ہوتا جو روبرو پیش ہونے والے گواہوں سے ہوتا ہے اور یہاں قدامہ کے واقعے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے یہاں گزری گواہی یا اپنا فیصلہ لکھ کر نہیں بھیجا تھا بلکہ قدامہ کو اپنے یہاں طلب فرمایا تھا تحقیق کے لئے۔ دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔

ت ۸۴۱

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي سِنٍّ كُسِرَتْ

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس دانت کے بارے میں لکھا جو توڑا گیا تھا۔

تشریح ۸۴۱: اس تعلیق کو امام ابو بکر خلال نے کتاب القصاص والدیات میں ذکر کیا ہے یہ خط حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عامل زریق بن حکیم کے پاس لکھا تھا۔ زریق نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خط لکھا تھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کا دانت توڑ دیا ہے اور صرف ایک گواہ ہے۔ میں کیا کروں۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ بھی حدود میں کتاب القاضی الی القاضی کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں یہ تو زریق بن حکیم کے ایک استفسار کا جواب تھا۔

ت ۸۴۲

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ إِذَا عَرَفَ الْكِتَابَ وَالْخَاتَمَ

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ کتاب القاضی الی القاضی جائز ہے جب کہ دوسرا قاضی خط اور مہر کو پہچانتا ہو۔

تشریح ۸۴۲ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

ت ۸۴۳ وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَحْوُهُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

ت ۸۴۴ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ الثَّقَفِيُّ شَهِدْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ يَعْلَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ وَإِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ وَالْحَسَنَ وَثُمَامَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ وَبِلَالَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيَّ وَعَامِرَ بْنَ عُبَيْدَةَ وَعَبَّادَ بْنَ مَنْصُورٍ يُجِيزُونَ كُتُبَ الْقُضَاةِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الشُّهُودِ فَإِنْ قَالَ الَّذِي جِيءَ عَلَيْهِ بِالْكِتَابِ إِنَّهُ زُورٌ قِيلَ لَهُ اذْهَبْ فَالْتَمِسِ الْمَخْرَجَ مِنْ ذَالِكَ.

اور معاویہ بن عبد الکریم ثقفی نے کہا کہ میں حاضر ہوا قاضیٔ بصرہ عبد الملک بن یعلیٰ اور ایاس بن معاویہ اور حسن اور ثمامہ بن عبد اللہ بن انس اور بلال بن ابی بُردہ اور عبد اللہ بن ابو بریدہ اسلمی اور عامر بن عبیدہ اور عباد بن منصور کے پاس یہ سب قاضیوں کے خطوط کو گواہوں کی عدم موجودگی میں نافذ کرتے تھے۔ پھر اگر جس کے خلاف خط آیا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ یہ جعلی ہے تو اس سے کہا جاتا اور اس سے چھٹکارا کا راستہ تلاش کر۔

تشریحات ۸۴۴ اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنے مُصنّف میں ذکر کیا ہے۔ یہ آٹھ تابعی ہیں اور یہ سب قاضی رہ چکے ہیں۔ ان میں صرف عباد بن منصور ضعیف ہیں جن پر قدریہ ہونے کی تہمت بھی لگائی گئی ہے۔ بقیہ سب جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ سب حضرات دوسرے شہر کے قاضی کے خط پر فیصلہ کر دیتے اور عینی شاہدوں کو دوبارہ اپنے دار القضاء میں بلا کر گواہی لینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ اگر مدعیٰ علیہ کہتا کہ یہ خط جعلی ہے پھر بھی اس پر توجہ نہیں دیتے اور اس سے کہتے کہ صفائی کا جو شرعی طریقہ ہے اس کو پیش کرو مثلاً خط میں جن گواہوں کا ذکر ہے ان پر جرح پیش کرو۔

ت ۸۴۵ وَأَوَّلُ مَنْ سَأَلَ عَلَى كِتَابِ الْقَاضِي الْبَيِّنَةَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى وَسَوَّارُ

اور سب سے پہلے جس نے کتاب القاضی پر بینہ طلب کیا ابن ابی لیلیٰ اور سوّار

بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ

بن عبد اللہ ہیں۔

حدیث ۲۹۰۹ وَقَالَ لَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحْرِزٍ

اور ہم سے ابو نعیم نے کہا ہم سے عبید اللہ بن محرز نے بیان کیا کہ میں

جِئْتُ بِکِتَابٍ مِنْ مُوْسَی بْنِ اَنَسٍ قَاضِی الْبَصْرَۃِ وَاَقَمْتُ عِنْدَہٗ

بصرہ کے قاضی موسیٰ بن انس کا خط قاسم بن عبد الرحمٰن کے پاس لیکر آیا انہوں نے اس

الْبَیِّنَۃَ اَنَّ لِیْ عِنْدَ فُلَانٍ کَذَا وَکَذَا وَھُوَ بِالْکُوْفَۃِ فَجِئْتُ

خط کے مطابق فیصلہ کیا حالانکہ وہ کوفہ میں تھے میں نے موسیٰ بن انس کے پاس بینہ پیش کیا تھا کہ

بِہِ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَاَجَازَہٗ

میرا فلاں کے ذمہ اتنا اور اتنا روپیہ ہے اور وہ کوفہ میں ہے (موسیٰ بن انس نے اسی مضمون کا خط لکھ کر مجھے دیا) جسے میں قاسم بن عبد الرحمٰن کے پاس لے آیا تو انہوں نے فیصلہ کیا۔

تشریحات ۲۹۰۹

یہ ابو نعیم فضل بن دکین ہیں۔ یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں ان سے امام بخاری نے یہ مذاکرۃً سنا تھا اس لئے قَالَ لَنَا سے ذکر کیا۔

موسیٰ بن انس بن مالک بصرہ کے قاضی تھے۔ ان کے پاس عبید اللہ بن محرز نے دو گواہوں کو پیش کیا کہ فلاں شخص جو کوفہ میں ہے اس کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے انہوں نے عبید اللہ کا دعویٰ اور گواہی لکھ کر کوفہ کے قاضی قاسم بن عبد الرحمٰن کے نام خط لکھا جس پر انہوں نے فیصلہ کر دیا ــــــ قاسم بن عبد الرحمٰن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے[۱]

ت ۸۴۶ وَکَرِہَ الْحَسَنُ وَاَبُوْقِلَابَۃَ اَنْ یَّشْھَدَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ حَتّٰی یَعْلَمَ

اور امام حسن بصری اور ابو قلابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وصیت پر گواہی

مَافِیْھَا لِاَنَّہٗ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّ فِیْھَا جَوْرًا

دی جائے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا ہے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا ہو سکتا ہے اس میں ظلم ہو۔

ت ۸۴۷ وَقَدْ کَتَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَھْلِ خَیْبَرَ اِمَّا

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا یا تو مقتول کی دیت دو یا لڑائی کا اعلان

[۱] فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۳

اَنْ تَدُوْا صَاحِبَكُمْ وَاِمَّا اَنْ تُؤْذِنُوْا بِحَرْبٍ

بقول کرو۔

تشریحات ۸۴۷

تَدُوْا ـــــ اس کا مادہ وَدْیٌ ہے۔ یہ مضارع کا جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اصل میں تَوْدِيُوْا تھا۔ واو فا کلمہ تھا جو یَعِدُ کے قاعدہ سے محذوف ہوگیا، پھر یار کے ضمہ کو نقل کرکے دال کو دیا اب یار اور واو میں التقار ساکنین ہوا یا گر پڑی تدو ہوگیا۔

یہ قصہ گزر چکا ہے۔ یعقل بن ابی حسنہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ خیبر گئے عبد اللہ بن سہل کو کسی نے قتل کرکے پھینک دیا۔ محیصہ نے یہود سے پوچھا۔ یہود نے قسم کھا کر انکار کیا پھر عبد اللہ اپنے بھائی حویصہ اور عبد الرحمٰن بن سہل کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سارا واقعہ عرض کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو یہ تحریر فرمایا تھا۔

ت ۸۴۸

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ شَهَادَةٍ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اِنْ عَرَفْتَهَا فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَلَا تَشْهَدْ

اور امام زہری نے فرمایا پردے میں رہنے والی عورت کے خلاف گواہی دینے کے بارے میں، اگر تو اسے پہچانتا ہے تو گواہی دے ورنہ مت گواہی دے۔

تشریحات ۸۴۸

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت پردے میں ہے تو اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دینا اس وقت درست ہے جب گواہ کو اس کا یقین ہو کہ یہ وہی عورت ہے جس کے بارے میں گواہی دینا ہے۔

باب یہ تھا کہ کتاب القاضی الی القاضی ہر معاملہ میں معتبر ہے حتیٰ کہ حدود میں بھی۔ یہی حضرت امام بخاری کا مذہب ہے مگر ہمارے یہاں اور معاملات میں معتبر ہے، حدود میں معتبر نہیں۔ جس پر حضرت امام بخاری نے کوئی دلیل نہیں پیش کیا جتنے آثار لائے ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی معتبر ہے اور اخیر کے اثر کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔

بَابُ مَتٰى يَسْتَوْجِبُ الرَّجُلُ الْقَضَاءَ ص۱۰۶۱۔ مرد کب قاضی بنائے جانے کے لائق ہوتا ہے

ت ۸۴۹

وَقَالَ الْحَسَنُ اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْحُكَّامِ اَنْ لَّا يَتَّبِعُوا الْهَوٰى
اور امام حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکام پر یہ پابندی لگادی ہے کہ خواہش
وَلَا يَخْشَوُا النَّاسَ وَلَا يَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ثُمَّ قَرَأَ يَا دَاوٗدُ
نفس کی پیروی نہ کریں اور لوگوں سے نہ ڈریں اور اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑی پونجی نہ خریدیں۔ پھر
اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ
انہوں نے پڑھا۔ اے داود بے شک ہم نے تمہیں زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کرو اور خواہش کے
الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ
پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت
عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ——— وَقَرَأَ اِنَّا اَنْزَلْنَا
عذاب ہے اس بنا پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے ——— اور پڑھا۔ بے شک ہم نے
التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا
توارات اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔ ہمارے فرمان بردار نبی اور عالم اور فقیہ اس کے مطابق
لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ
یہود کو حکم دیتے تھے کیونکہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔ لوگوں
(اِلٰى قَوْلِهٖ) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ———
سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو۔ اور جو اللہ کے اتارے
وَقَرَأَ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ
پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ اور پڑھا۔ اور داود اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے۔
وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا فَحَمِدَ
جب رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت موجود تھے اور ہم نے دونوں کو حکومت اور
سُلَيْمٰنَ وَلَمْ يَلُمْ دَاوٗدَ وَلَوْلَا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ مِنْ اَمْرِ هٰذَيْنِ لَرُئِيْتُ اَنَّ
علم عطا کیا۔ اس پر سلیمان نے حمد کی اور داؤد کو ملامت نہیں کی اگر اللہ ان دونوں کے واقعے کو ذکر نہ فرماتا تو یہی سمجھا
الْقُضَاةَ هَلَكُوْا فَاِنَّهٗ اَثْنٰى عَلٰى هٰذَا بِعِلْمِهٖ وَعَذَرَ هٰذَا بِاجْتِهَادِهٖ
جاتا کہ قاضی ہلاک ہو گئے اللہ نے ایک کی اس کے علم کے سبب تعریف کی اور دوسرے کو اسکے اجتہاد پر معذور رکھا۔

توضیح قاضی مقرر کرنا فرض کفایہ ہے۔ قاضی کے لئے وہی شرائط ہیں جو شہادت

کے ہیں یعنی مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد ہونا، اندھا گونگا بالکل بہرہ نہ ہونا، محدود فی القذف نہ ہونا بہتر یہ ہے کہ قاضی عالم فقیہ کو بنایا جائے، بے علم اور فاسق کو نہ بنایا جائے اور یہ ضروری ہے کہ جسے قاضی بنایا جائے معاملہ فہم ہو، فیصلہ نافذ کرنے پر قادر ہو، بارعب ہو، لوگوں کی باتوں پر صبر کرنے کا عادی ہو، صاحب ثروت ہو تاکہ لالچ میں نہ پھنسے، پاکدامن عقل، سمجھ، معاملہ فہم ہو، مزاج میں شدت ہو مگر زیادہ شدت نہ ہو، اتنی نرمی نہ ہو کہ لوگوں سے دب جائے۔ قاضی مقرر کرنا سلطان اسلام کا کام ہے یا اس والی کا جسے سلطان اسلام نے قاضی مقرر کرنے کی اجازت دی ہو۔ عوام کو قاضی مقرر کرنے کا حق نہیں۔

مگر اس زمانے میں اعلم علمائے بلد جو سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ ہو، قاضی ہے، نیز اسے یہ بھی حق ہے کہ دوسرے کو قاضی مقرر کر سکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عتابیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے۔

جس شخص کے سامنے عہدۂ قضا پیش کیا گیا اگر وہی اس کا اہل ہے دوسرا کوئی اہل نہیں تو اسے یہ عہدہ قبول کرنا واجب ہے اور اگر دوسرا بھی ہو مگر کم درجے کا ہو تو مستحب ہے اور اگر کئی آدمی اس کے اہل ہوں تو قبول کرنا جائز ہے۔

امام حسن بصری کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کو خدا ترس ہونا ضروری ہے اس پر لازم ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس بارے میں کسی کی رو رعایت نہ کرے، اور رشوت ہرگز نہ لے جیسا کہ مذکورہ بالا آیتوں سے ثابت ہے۔ اور اگر قاضی نے نیک نیتی سے غور کیا اور نیک نیتی کے ساتھ فیصلہ دیا اور اس میں غلطی ہوگئی تو معاف ہے بلکہ اس پر بھی اسے ایک اجر ملے گا اور اگر اس نے صحیح فیصلہ کیا تو دونا اجر ملے گا جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اور اس پر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کا واقعہ شاہد ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص کے کھیت کو کچھ لوگوں کی بکریاں رات میں کھا گئیں۔ معاملہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پیش ہوا انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھیں پھر یہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو فرمایا کہ بکریاں عارضی طور پر کھیت والے کو دیدی جائیں تاکہ کھیت والا اسکے دودھ اور اون کو استعمال کرے اور بکری کے مالک کو لازم ہے کہ وہ کھیت میں وہی چیز بوئے جو پہلے بوئی گئی تھی اور جب کھیت اس حد کو پہنچ جائے جس حد پر بکریوں نے کھایا تھا تو پھر بکریاں مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والتسلیم دونوں کی مدح فرمائی۔ ارشاد ہے وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ہر ایک کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا۔

ت ۸۵۰	وَقَالَ مُزَاحِمُ بْنُ زُفَرَ قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ خَمْسٌ
	مزاحم بن زفر نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ قاضی میں پانچ صفتیں

اِذَا اَخطَأَ القَاضِیُ مِنھُنَّ خَصلَۃً کَانَت فِیہِ وَصمَۃٌ اَن یَّکُونَ

ہونی چاہئے اگر ان میں ایک بھی کم ہوگی تو یہ اس میں عیب ہوگا۔ سمجھ والا ہو ، بردبار ہو ، پرہیزگار ہو

فَھِمًا حَلِیمًا عَفِیفًا صَلِیبًا عَالِمًا سَئُولًا عَنِ العِلمِ

اور سخت ہو، علم والا ہو اور علم کے بارے میں بہت سوال کرنے والا ہو۔

تشریح ۸۵۰ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور محمد بن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔

صلیبًا ــــ صلابت سے صفت مشبہ ہے۔ فعیل کے وزن پر۔ مراد یہ ہے کہ حق پر سختی سے قائم رہے ، دباؤ، سفارشات سے متاثر نہ ہو۔ سَئُولًا ــــ سوال سے اسم مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ علماء سے مسائل پوچھتا رہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے عالم کا ذہن اس طرف نہیں جاتا جس کی طرف ایک چھوٹے کا چلا جاتا ہے۔ پھر بحث و تمحیص سے بات منقح ہو جاتی ہے۔ عالم ہونے کو لازم ہے کہ وہ اہل علم سے بحث و تمحیص کرتا رہے

بَابُ رِزقِ الحَاکِمِ وَالعَامِلِینَ عَلَیھَا حاکم اور عاملین کی تنخواہ کا بیان ص ۱۰۶۱

ت ۸۵۱ وَکَانَ شُرَیحٌ یَاخُذُ عَلَی القَضَاءِ اَجرًا

اور شریح قضا پر اجرت لیتے تھے

تشریحات ۸۵۱ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق اور امام سعید بن منصور نے ذکر کیا ہے۔ تلویح میں کہا کہ یہ تعلیق ضعیف ہے اور شارحین کا بھی رجحان یہی ہے۔

لیکن عمل اسی پر ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابن ابی لیلی سے روایت کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریح کی پانچ سو تنخواہ مقرر کردی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ضعیف ہے اس لئے کہ جب بیت المال سے قاضی کی تنخواہ مقرر ہو تو اسے یہ جائز نہیں کہ متخاصمین سے اجرت لے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ قاضی شریح متخاصمین سے اجرت لیتے تھے۔ اور جب ان کی تنخواہ بیت المال سے مقرر تھی تو انہیں یہ جائز نہیں تھا کہ وہ متخاصمین سے اجرت لیتے۔ حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ بہت متدین خدا ترس تھے۔ پہلی بار ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا اور یہ زمانۂ دراز تک قاضی رہے ، ان سے مستبعد ہے کہ تنخواہ مقرر ہونے کے باوجود متخاصمین سے اجرت لیتے ہوں۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کو یہ جائز ہے کہ نہیں کہ متخاصمین سے اجرت لے۔ اور جن لوگوں نے اس کو جائز کہا ہے انہوں نے بہت سی شرطیں لگائی ہیں لیکن علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اب یہ شرطیں عملاً ختم کردی گئی ہیں اور اس زمانہ میں اجرت رائج ہوگئی ہے ایسی کہ اس کا ازالہ متعذر ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

ہاں اس پر اتفاق ہے کہ سلطان اسلام پر لازم ہے کہ حکام اور قاضیوں کی مناسب تنخواہ مقرر کردے۔

ت ۸۵۲	وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ وصی اپنے کام کی مقدار لے سکتا ہے۔

تشریح اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فرمایا۔

وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ اور جو محتاج ہو عرف کے مطابق کھائے۔

فرمایا اللہ عزوجل نے یہ آیت یتیم کے ولی کے بارے میں نازل فرمائی ہے جو یتیم کی پرورش کرتا ہے کہ اگر وہ محتاج ہے یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔

ت ۸۵۳	وَأَكَلَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تنخواہ لی۔

اسے امام ابوبکر بن شیبہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی نیز امام بخاری نے کتاب البیوع میں اسے مفصل ذکر فرمایا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو تعلیق ہے اسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری حیثیت اللہ کے مال میں وہی ہے جو یتیم کے مال میں اس کے وصی کی ہے اگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہوگی تو میں کچھ نہیں لوں گا اور اگر مجھے ضرورت ہوئی تو عرف کے مطابق لوں گا۔

کرابیسی نے روایت کیا کہ میں جاڑے اور گرمی کے دو جوڑے اپنے اور اپنے اہل و عیال کا نان نفقہ قریش کے متوسط فرد کے مطابق لیتا ہوں۔

حدیث ۲۹۱۰	اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَّعْدِيِّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَدِمَ عَلٰى
	عبد اللہ بن سعدی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ان کے

عُمَرَ فِی خِلَافَتِہٖ وَقَالَ لَہٗ عُمَرُ اَلَمْ اُحَدَّثْ اَنَّكَ تَلِیْ مِنْ اَعْمَالِ النَّاسِ

زمانۂ خلافت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگوں کے کچھ کاموں کو انجام دیتے ہو

اَعْمَالًا فَاِذَا اُعْطِیْتَ الْعُمَالَۃَ كَرِھْتَھَا فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ عُمَرُ فَمَا تُرِیْدُ

اور جب اس کی اجرت تم کو دی جاتی ہے تو تم اس کو برا سمجھتے ہو ——— میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

اِلٰی ذٰلِكَ قُلْتُ اِنَّ لِیْ اَفْرَاسًا وَاَعْبُدًا وَاَنَا بِخَیْرٍ وَاُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ

حضرت عمر نے دریافت فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا میرے پاس گھوڑے ہیں اور غلام ہیں اور

عُمَالَتِیْ صَدَقَۃً عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ عُمَرُ لَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ كُنْتُ اَرَدْتُ الَّذِیْ

میں خوشحال ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری خدمت مسلمانوں پر صدقہ ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ

اَرَدْتَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْنِیْ

میں نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا جیسا تم نے کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عطا فرمایا کرتے تھے

الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ حَتّٰی اَعْطَانِیْ مَرَّۃً مَالًا فَقُلْتُ

اور میں عرض کرتا تھا کہ آپ اسے مجھ سے زیادہ حاجت مند کو عطا فرمائیں۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضور اقدس

اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذْہُ فَتَمَوَّلْہُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کچھ مال عطا فرمایا میں نے وہی عرض کیا کہ جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو اسے عطا فرمائیں

وَتَصَدَّقْ بِہٖ فَمَا جَاءَكَ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَلَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے لو اور اپنے قبضہ میں کر کے صدقہ کر دو۔ اس مال سے جو کچھ تمہارے پاس

سَائِلٍ فَخُذْہُ وَاِلَّا فَلَا تُتْبِعْہُ نَفْسَكَ [1]

آئے نہ تمہیں اس کی طمع ہو اور نہ تم نے اسکو مانگا ہو تو لے لو اور اگر نہ آئے تو اس کے لینے کے درپے نہ ہو۔

تشریحات ۲۹۱۰ اس سند کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں چار صحابۂ کرام راوی ہیں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مشہور صحابی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ چھ سال کا پایا۔ اور مدینہ میں وفات پانے والے صحابۂ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ چورانوے یا چھیانوے سال کی عمر میں ۸۰ھ یا ۸۶ھ یا ۸۱ھ میں وصال فرمایا۔

خویطب بن عبد العزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب کہ

---

[1] مسلم، ابوداؤد، نسائی، زکوٰۃ

ان کی عمر قریب ساٹھ سال کی تھی حنین کے غنائم میں سے ان کو سو اونٹ عطا فرمایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن چند حضرات نے دفن فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ مدینہ طیبہ کے اپنے گھر کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار میں بیچا تھا۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر زمانۂ خلافت میں واصل بحق ہوئے۔

عبداللہ بن سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے والد کا نام وقدان بن عبد شمس بن عبد ود ہے ان کو سعدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قبیلہ بنو سعد میں دودھ پیا تھا۔ ۵۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

اور چوتھے صحابی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور زکوٰۃ کے محصلین کو ان کے کام کی مقدار زکوٰۃ کے مال سے اجرت دینے کی اجازت خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس حدیث کا اخیر حصہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

بَابُ مَنْ قَضٰى وَلَاعَنَ فِي الْمَسْجِدِ ص ۱۰۶۲ جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور لعان کرایا

ت ۸۵۴	وَلَاعَنَ عُمَرُ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کے پاس لعان کرایا۔

تشریح ۸۵۴ منبر اقدس کے پاس لعان میں یہ حکمت تھی کہ اس کے تقدس کی وجہ سے فریقین جھوٹا لعان کرتے ہوئے ڈریں گے اسی سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ قسم میں زیادہ پختگی کی نیت سے کسی مخصوص معظم، متبرک جگہ قسم کھلائی جا سکتی ہے اسی طرح خاص وقت میں بھی۔

ت ۸۵۵	وَقَضٰى شُرَيْحٌ وَّشَعْبِيُّ وَيَحْيٰى بْنُ يَعْمَرَ فِي الْمَسْجِدِ
	اور قاضی شریح اور امام شعبی اور یحییٰ بن یعمر مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔

تشریحات ۸۵۵ قاضی شریح یحییٰ بن یعمر کی تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے اور امام شعبی کے اثر کو سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی نے جامع سفیان میں عبداللہ بن شبرمہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام شعبی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک یہودی

کو بہتان کے جرم میں مسجد میں کوڑا مارا۔
اگرچہ مسجد میں حد قائم کرنے کی اجازت نہیں۔ غالباً امام شعبی نے یہ اجتہاد فرمایا کہ ممانعت حدود کے ساتھ خاص ہے۔ معمولی سزا مسجد میں دی جاسکتی ہے۔

ت ۸۵۶	وَكَانَ الْحَسَنُ وَالزُّرَارَةُ بْنُ اَوْفٰی يَقْضِيَانِ فِي الرَّحَبَةِ
	حضرت امام حسن بصری اور زرارہ بن اوفیٰ مسجد کے باہر صحن میں فیصلہ
	خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ
	کرتے تھے۔

تشریح ۸۵۶ علامہ کرمانی نے فرمایا رَحَبَۃ حاء کے فتحہ کے ساتھ صحن کے معنی میں ہے۔ رَحْبَۃ حاء کے سکون کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے۔
مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرنا اور لعان کرنا جائز ہے لیکن اس زمانہ میں اس سے بچنا چاہئے۔

بَابُ مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَلٰى حَدٍّ اَمَرَ اَنْ يُّخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَيُقَامَ — جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور جب حد قائم کرنے کا وقت آیا تو حکم دیا کہ مسجد کے باہر نکال کر حد لگاؤ۔ ص ۱۰۶۲

توضیح مسجد میں حد قائم کرنے کی ممانعت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے منع فرمایا۔ یہی مسروق، شعبی، عکرمہ اور ہمارا اور حضرت امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کا مذہب ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ اسے جائز جانتے ہیں اور امام شعبی سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا کوڑوں کی معمولی سزائیں مسجد میں دینی جائز ہیں۔ البتہ سنگین سزائیں اور حدود کی اجازت نہیں۔

ت ۸۵۷	وَقَالَ عُمَرُ اَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ
	ان دونوں کو مسجد سے نکالو۔

تشریح ۸۵۷ اس اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے۔

ت ۸۵۸

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَحْوُهُ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کے مثل ذکر کیا جاتا ہے۔

تشریح ۸۵۸

اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ایسا راوی بھی ہے جس پر جرح کی گئی ہے اس لئے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ تمریض سے ذکر کیا ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے ان سے کچھ کہا۔ حضرت علی نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا اسے مسجد سے باہر لے جا کر اس پر حد قائم کرو۔

مسجد میں سزا دینے میں مسجد کی بے حرمتی اور اس کے ناپاک ہونے کا بھی اندیشۂ قوی ہے اس لئے مسجد میں سزا دینا جائز نہیں۔

بَابُ الشَّهَادَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الْحَاكِمِ فِيْ وِلَايَتِهِ الْقَضَاءَ أَوْ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلْخَصْمِ

حاکم اگر فریقین میں سے کسی ایک کا گواہ ہو تو کیا حکم ہے خواہ اس نے تحمل شہادت قاضی ہونے کے بعد کیا ہو یا قاضی ہونے سے پہلے۔

ص ۱۰۶۲

توضیح

جس قاضی کے یہاں معاملہ ہے وہ قاضی فریقین میں سے کسی کا گواہ ہو تو کیا اسے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت ہے یا یہ کہ یہ مقدمہ کسی اور حاکم کے پاس پیش کیا جائے۔ یہ حاکم اس کے یہاں جا کے گواہی دے اسے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کا حق نہیں یہ بہت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اسی لئے امام بخاری نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن اخیر میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ان کا مختار یہی ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔

الشھادۃ تکون عند الحاکم سے مراد یہ ہے کہ جس حاکم کے یہاں مقدمہ ہے وہ ایک فریق کا گواہ اور وہ معاملہ کا عینی شاہد ہے۔

ت ۸۵۹

وَقَالَ شُرَيْحٌ نِ الْقَاضِيْ وَسَأَلَهُ إِنْسَانٌ نِ الشَّهَادَةَ فَقَالَ

قاضی شریح سے ایک انسان نے گواہی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا امیر

اِئْتِ الْأَمِيْرَ حَتّٰى أَشْهَدَ لَكَ

کے پاس آنا کہ میں تیرے حق میں گواہی دوں۔

تشریح ۸۵۹

اس تعلیق کو حضرت سفیان ثوری نے ذکر کیا ہے امام شعبی نے کہا کہ ایک شخص

نے قاضی شریح کو گواہ بنایا پھر آیا اور ان کے یہاں مقدمہ پیش کیا تو فرمایا امیر کے پاس جا میں تیرے حق میں گواہی دوں گا ـــــــ اس سے معلوم ہوا کہ قاضی شریح اس کو جائز نہیں جانتے تھے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے۔

ت	وَقَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ
۸۶۰	عکرمہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تَعَالٰى عَنْهُمَا لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا عَلٰى حَدٍّ زِنًى أَوْ سَرِقَةٍ وَأَنْتَ أَمِيرٌ

سے پوچھا اگر میں کسی شخص کو زنا یا چوری کرتے دیکھوں اور تم امیر ہو تو عبد الرحمن بن عوف نے کہا آپ

فَقَالَ شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ

کی گواہی مسلمانوں کے ایک مرد کی گواہی ہے حضرت عمر نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ حضرت عمر نے کہا کہ اگر

عُمَرُ لَوْلَا أَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَتَبْتُ آيَةَ

اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں بڑھا دیا تو میں آیت رجم کو اپنے

الرَّجْمِ بِيَدِيْ

ہاتھ سے لکھتا۔

تشریحات ۸۶۰ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ اثر منقطع ہے اس لئے کہ عکرمہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پایا ہے نہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

اس اثر سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی تھا کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

آیت رجم کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے ظاہر ہے کہ وہ حاکم کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ آیت رجم قرآن کی آیت ہے مگر پھر بھی انہوں نے اسے مصحف میں نہیں لکھا۔

ت	وَأَقَرَّ مَاعِزٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا
۸۶۱	اور ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے چار بار زنا

بِالزِّنَا فَأَمَرَ بِرَجْمِهٖ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدَ
کا اقرار کیا اس پر انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا اور یہ کہیں مذکور نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَنْ حَضَرَهُ
نے حاضرین کو گواہ بنایا ہو۔

تشریح ۸۶۱ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاکم کے سامنے اقرار زنا جیسے سنگین جرم کے لئے بھی کافی ہے بخلاف دیکھنے کے کہ اگر حاکم نے خود کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا تو حد نہیں قائم کر سکتا۔

ت	وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا أَقَرَّ مَرَّةً عِنْدَ الْحَاكِمِ رُجِمَ وَقَالَ
۸۶۲	اور حماد نے کہا اگر حاکم کے سامنے ایک بار زنا کا اقرار کرلے تو اس کو سنگسار
	الْحَكَمُ أَرْبَعًا
	کیا جائے گا اور حکم نے کہا کہ چار مرتبہ اقرار ضروری ہے۔

تشریحات ۸۶۲ حضرت حماد بن سلیمان کا لقب فقیہ کوفہ تھا یہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ بھی ہیں۔ حکم بن عتیبہ یہ بھی فقیہ عراق ہیں۔

ہمارے یہاں اقرار سے زنا کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ مجرم چار بار چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے اور تین مرتبہ تک ہر بار قاضی اس کے اقرار کو رد کر دے۔ جب چوتھی مرتبہ بھی اقرار کرلے تو اب قاضی اس سے پوچھے گا زنا کس کو کہتے ہیں؟ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ اور کہاں کیا ہے؟ کس طرح کیا ہے؟ جب ان سب سوالوں کے جوابات صحیح دے دے گا تو اس پر حد قائم کی جائے گی جیسا کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ حاکم کی عدالت میں اقرار کرے اور اگر کہیں اور اقرار کیا تو اس کا اعتبار نہیں۔ اگرچہ چار یا اس سے زیادہ گواہ ہوں۔

ہمارا مذہب یہی ہے کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ اس میں بہت سے خطرات ہیں۔

وَقَالَ أَهْلُ الْحِجَازِ الْحَاكِمُ لَا يَقْضِي بِعِلْمِهِ شَهِدَ بِذَالِكَ فِي وَلَايَتِهِ
اور اہل حجاز نے کہا حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا خواہ اسے اس کا علم قاضی بنائے
أَوْ قَبْلَهَا وَلَوْ أَقَرَّ عِنْدَهُ خَصْمٌ آخَرُ بِحَقٍّ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَإِنَّهُ لَا
جانے کے زمانے میں ہوا ہو یا پہلے۔ اور اگر اس کی عدالت میں کوئی فریق حق کا اقرار کرے تو بعض

يَقْضِيْ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ حَتّٰى يَدْعُوْ بِشَاهِدَيْنِ فَيُحْضِرُهُمَا إِقْرَارَهُ

کا قول یہ ہے کہ ہرگز فیصلہ نہیں کرے گا یہاں تک کہ دو گواہ اس کے اقرار پر مقرر کرے۔

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مَا سَمِعَ أَوْ رَآهُ فِيْ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ قَضٰى بِهٖ

اور بعض اہل عراق نے کہا کہ مجلس قضاء میں قاضی جو کچھ سنے یا دیکھے اس کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور

فَمَا كَانَ فِيْ غَيْرِهٖ لَمْ يَقْضِ إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ

مجلس قضا کے باہر جو دیکھے اسکے مطابق اس وقت تک فیصلہ نہیں کرے گا جب تک دو گواہ نہ ہوں ــــــ

یہاں بعض اہل عراق سے حضرت امام اعظم اور احناف مراد ہیں۔

وَقَالَ آخَرُوْنَ مِنْهُمْ بَلْ يَقْضِيْ بِهٖ لِأَنَّهٗ مُؤْتَمَنٌ وَإِنَّمَا يُرَادُ

اور اہل عراق کے کچھ اور لوگوں نے کہا کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ وہ امانت دار

مِنَ الشَّهَادَةِ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ فَعِلْمُهٗ أَكْثَرُ مِنَ الشَّهَادَةِ

ہے اور شہادت سے مقصود حق پہچاننا ہوتا ہے اور قاضی کا علم شہادت سے بڑھ کر ہے۔

توضیح: یہ حضرت امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَقْضِيْ بِعِلْمِهٖ فِي الْأَمْوَالِ وَلَا يَقْضِيْ فِيْ غَيْرِهٖ

اور بعض اہل عراق نے کہا کہ اموال میں فیصلہ کر سکتا ہے اور دوسرے معاملات میں نہیں۔

وَقَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِيْ لِلْحَاكِمِ أَنْ يَقْضِيَ قَضَاءً بِعِلْمِهٖ دُوْنَ عِلْمِ

اور قاسم نے کہا حاکم کو مناسب نہیں کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے ہاں دوسرے کے علم کے مطابق

غَيْرِهٖ مَعَ أَنَّ عِلْمَهٗ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهٖ وَلٰكِنْ فِيْهِ تَعَرُّضٌ

فیصلہ کرے گا (مثلاً گواہوں کی شہادت پر) حالانکہ حاکم کا علم دوسرے کی گواہی سے بڑھ کر ہے لیکن

لِتُهْمَةِ نَفْسِهٖ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِيْقَاعًا لَهُمْ فِي الظُّنُوْنِ ــــــ وَقَدْ

اس میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے نزدیک تہمت کے لئے پیش کرنا اور انہیں بدگمانی میں ڈالنا ہے

كَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّنَّ فَقَالَ إِنَّمَا هٰذِهٖ صَفِيَّةُ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدگمانی کو ناپسند فرمایا اور فرمایا یہ صفیہ ہے۔

تشریح ظاہر یہ ہے کہ یہاں قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مدینہ طیبہ کے فقہائے سبعہ میں سے تھے اس لئے کہ مطلق قاسم سے وہی مراد ہوتے ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے کام کو ناپسند فرماتے تھے جس سے لوگ بدگمانی میں مبتلا

ہو جائیں اگرچہ فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہ ہو۔ اسی باب میں یہ حدیث مذکور ہے۔ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ ایک بار رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مسجد میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ان کے گھر تک گئے۔ اسی اثنا میں انصار کے دو آدمی وہاں گزرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلاکر فرمایا یہ صفیہ ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا سبحان اللہ! یعنی ہم حضور پر بدگمانی کر سکتے ہیں فرمایا شیطان ابن آدم میں خون کے ساتھ چلتا ہے۔

ظاہر ہے کہ قاضی جب اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا تو اس کا فیصلہ کتنا ہی حق ہو لوگ چہ میگوئیاں کریں گے۔ بدنام کریں گے۔ اس لئے قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے جب تک ثبوت شرعی نہ پالے۔

بَابُ اِجَابَةِ الْحَاكِمِ الدَّعْوَةَ ص۱۰۶۳ حاکم کا دعوت قبول کرنا

ت	وَقَدْ اَجَابَ عُثْمَانُ عَبْدًا لِلْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
۸۶۳	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام کی دعوت قبول کی۔

تشریح ۸۶۳ اس تعلیق کو امام ابو محمد بن ساعد نے اپنے فوائد میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ دار تھے انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے مدعو کیا تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کروں اور برکت کی دعا کروں۔

حاکم کو بشرائط عوام کی دعوت قبول کرنے کی اجازت ہے۔

بَابُ اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِىْ وَاسْتِعْمَالِهِمْ ص۱۰۶۴ آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور عامل بنانا

حدیث	اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ قَالَ كَانَ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ
۲۹۱۱	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت
	يَؤُمُّ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ وَاَصْحَابَ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مہاجرین اولین اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد قبا میں امامت کرتے تھے
	فِىْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَاَبُوْسَلَمَةَ وَزَيْدٌ وَعَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ۔
	جن میں ابو بکر اور عمر ابو سلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہوتے۔

تشریحات ۲۹۱۱

حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فارس کے مشہور شہر اصطخر کے باشندے تھے، ان کے باپ کا نام معقل تھا۔ یہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ بثینہ بنت یعار کے غلام تھے۔ جنہیں انہوں نے آزاد کر دیا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو متبنیٰ بنا لیا اور اپنی بھانجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ سے شادی کر دی ــــــ یہ فضلاء موالی اور خیار صحابہ سے تھے، ان کا شمار قراء میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے جو صحابۂ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ان میں یہ حضرت سالم بھی تھے۔ چونکہ یہ سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے اس لئے یہی ان لوگوں کے امام تھے۔ قباء کے قریب ایک جگہ عصبہ تھی وہیں یہ امامت کرتے تھے جیسا کہ کتاب الصلاۃ باب امامۃ العبد والمولیٰ میں گزر چکا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد قباء کی تعمیر کے وقت یہ مسجد قباء کے بھی امام تھے جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قباء جاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر تھے۔ اور زید سے مراد علامہ کرمانی کی تفسیر کے مطابق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ــــــ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔

مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ یا وہ مراد ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔

اس حدیث سے باب کا ثبوت یوں ہوتا ہے کہ جب ایک آزاد شدہ غلام کو نماز کا امام بنانا جائز تو قاضی اور حاکم بنانا بدرجۂ اولیٰ جائز ــــــ البتہ آزاد شدہ غلام خلیفہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ خلیفہ ہونے کے لئے قریشی ہونا شرط ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ثَنَاءِ السُّلْطَانِ وَإِذَا خَرَجَ قَالَ غَيْرَهُ

بادشاہ کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اور وہاں سے نکلنے کے بعد اس کے خلاف کہنا ناپسندیدہ ہے۔

ص ۱۰۶۴

حدیث	حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
۲۹۱۲	عاصم اپنے باپ محمد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی
	تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُنَاسٌ لِعُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سُلْطَانِنَا فَنَقُولُ
	اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان سے ان کے

لَهُم بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِم قَالَ كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا

خلاف کہتے ہیں جو وہاں آنے کے بعد ہم کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔

تشریح ۲۹۱۲ اس سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تین افراد ہیں، عاصم، محمد، عبداللہ ——— اور اس حدیث میں نفاق سے مراد عرفی نفاق ہے ——— اگر واقعی بادشاہ ثنار کا مستحق ہے تو پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کرنا باطل ہے۔ اور اگر سلطان ثنار کا مستحق نہیں تو منہ پر اس کی ثنار کرنا باطل ہے۔ جو شخص حق پرستوں کو بھی خوش رکھنا چاہتا ہے اور اہل باطل کو بھی ایسا شخص معاشرہ میں خطرناک بھی ہوتا ہے اور ناپسندیدہ بھی۔

بَابُ تَرْجَمَةِ الْحُكَّامِ وَهَلْ يَجُوزُ تَرْجُمَانٌ وَاحِدٌ ص ۱۰۶۸ حکام کا ترجمہ کرنے والا اور کیا ایک ترجمان کافی ہے۔

ت	وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ
۸۶۴	زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ یہودیوں
	تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَتَعَلَّمَ كِتَابَ الْيَهُودِ حَتّٰى
	کا خط سیکھیں (چنانچہ میں نے سیکھ لیا) یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط یہودیوں کے نام میں نے
	كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتُبَهُ وَأَقْرَأْتُهُ كُتُبَهُمْ إِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ
	لکھا اور ان کا خط جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آتا اسے پڑھ کر سناتا۔

تشریحات ۸۶۴ حضرت امام بخاری نے اس واقعہ کو کتاب التاریخ میں تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مجھے پیش کیا گیا حضور نے مجھے پسند فرمایا حضور کو بتایا گیا کہ یہ بنی نجار کا بچہ ہے اس نے قرآن مجید کی کئی سورتیں یاد کیں ہیں۔ حضور نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے سورۂ قٓ پڑھ کر سنائی تو مجھ سے فرمایا۔ یہودیوں کے لکھنے کا طریقہ سیکھ لو مجھے یہودیوں پر اطمینان نہیں۔ میں نے آدھے مہینہ میں سیکھ لیا۔ یہاں تک کہ یہودیوں کا خط حضور کے پاس لکھنے لگا اور حضور کے پاس یہودیوں کا خط آتا تو اسے پڑھ کر سناتا۔

ت	وَقَالَ عُمَرُ وَعِنْدَهُ عَلِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَعُثْمَانُ مَاذَا تَقُولُ هٰذِهِ
۸۶۵	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان غنی

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ فَقُلْتُ تُخْبِرُكَ بِصَاحِبِهَا الَّذِیْ صَنَعَ بِهَا
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیٹھے ہوئے تھے (کہ عجمی زبان میں ایک عورت کچھ کہنے لگی) تو حضرت عمر نے پوچھا یہ کیا کہہ رہی ہے
تو عبدالرحمٰن بن حاطب نے بتایا جس شخص نے اسکے ساتھ یہ حرکت کی ہے اس کی خبر آپ کو دے رہی ہے۔

تشریح ۸۶۵ قصہ یہ تھا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ ایک لونڈی نُوَیبہ نام کی تھی جنہیں زنا سے حمل رہ گیا تھا۔ فریاد لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں یہ عجمیہ تھیں اپنی زبان میں بول رہی تھیں جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ نہ پائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب نے اس کا ترجمہ کیا۔

ت	وَقَالَ أَبُوْ جَمْرَةَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ
۸۶۶	ابو جمرہ نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لوگوں کے درمیان ترجمہ کرتا تھا۔
	وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَابُدَّ لِلْحَاكِمِ مِنْ مُتَرْجِمَيْنِ
	اور بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم کے لئے دو مترجم ضروری ہیں

تشریحات ۸۶۶ یہاں بعض الناس سے مراد حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ انہیں کا مذہب ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر جگہ بعض الناس سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو مراد نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذہبًا شافعی نہیں تھے ——— اس کا بھی احتمال ہو سکتا ہے ان کی مراد محرر مذہب حنفیہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔

بَابٌ كَيْفَ يُبَايِعُ الْإِمَامُ النَّاسَ ص ۱۰۶۹ امام لوگوں سے کیسے بیعت لے۔

حدیث	أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ
۲۹۱۳	ولید بن عبادہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ ہم نے
	قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور ہر حکم کی اطاعت کریں گے خواہ وہ بات پسندیدہ
	الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُوْمَ أَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ
	ہو یا ناپسندیدہ ہو۔ حاکم اہل ہوگا تو اس سے لڑیں گے نہیں اور حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے۔ جہاں کہیں بھی رہیں
	حَيْثُ مَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ؎
	گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

؎ مسلم، مغازی۔

تشریحات ۲۹۱۳

عقبہ کی بیعت ثانیہ کے وقت یہ بیعت ہوئی تھی اور اس میں تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ اس بیعت کا اہم جز یہ تھا۔ اور جو خلیفہ خلافت کا اہل ہوگا اس سے بغاوت نہیں کریں گے۔ اگر وہ انصاف کرے گا تو اسے اجر ملے گا اور ہم شکر کریں گے اور اگر ظلم کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور ہم صبر کریں گے

حدیث	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا اِذَا بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
۲۹۱۴	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ یَقُوْلُ لَنَا فِیْ مَا اسْتَطَعْتُ
	سننے اور اطاعت پر بیعت کرتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے (یہ بھی کہو) بقدر استطاعت۔
حدیث	حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ شَھِدْتُ ابْنَ عُمَرَ حَیْثُ
۲۹۱۵	عبداللہ بن دینار نے کہا کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب
	اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی عَبْدِ الْمَلِکِ وَکَتَبَ اَنِّیْ اُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ لِعَبْدِ اللّٰہِ
	سب لوگوں کا عبدالملک پر اتفاق ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے لکھا میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے بندے عبدالملک
	عَبْدِ الْمَلِکِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی سُنَّۃِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
	امیر المومنین کی بات سنوں گا اور مانوں گا جو بات اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق
	وَسَلَّمَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَنَّ بَنِیَّ قَدْ اَقَرُّوْا بِمِثْلِ ذٰلِکَ
	ہوگی بقدر استطاعت اور میرے بیٹوں نے بھی اس کا اقرار کیا۔

تشریحات ۲۹۱۵

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۷۳ھ میں ہوگئی تو پورے بلاد اسلامیہ پر عبدالملک بن مروان سفاک کا قبضہ ہوگیا اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالملک سفاک کو مذکورہ بالا رقعہ لکھا تھا۔ اس کے قبل انہوں نے نہ مروان کی اور نہ اس کے بیٹے عبدالملک کی بیعت کی تھی اور نہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جیسے کہ انہوں نے ابتداءً نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور نہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور نہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ جب امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرما دی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

حدیث عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

۲۹۱۶ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِيْ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

بات پر بیعت کی کہ میں حضور کی بات سنوں گا اور اس پر عمل کروں گا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تلقین کی کہ یہ بھی کہو بقدر استطاعت اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔

حدیث اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ وَلَّاهُمْ عُمَرُ

۲۹۱۷ مسور بن مخرمہ نے خبر دی کہ جن حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ مقرر کرنے کا حق دیا تھا

اِجْتَمَعُوْا فَتَشَاوَرُوْا قَالَ لَهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَسْتُ بِالَّذِيْ اُنَافِسُكُمْ عَلٰى هٰذَا

اکٹھا ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا ان سے حضرت عبد الرحمٰن نے کہا میں اس چیز کی رغبت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر تم چاہو تو تم

الْاَمْرِ وَلٰكِنَّكُمْ اِنْ شِئْتُمْ اخْتَرْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ فَجَعَلُوْا ذٰلِكَ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَلَمَّا

میں سے کسی کو منتخب کر لوں تو ان لوگوں نے یہ حق حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ جب ان لوگوں نے اپنا

وَلَّوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَمْرَهُمْ فَمَالَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى مَا اَرٰى اَحَدًا مِّنَ

معاملہ عبد الرحمٰن کے سپرد کر دیا تو سب لوگ حضرت عبد الرحمٰن کی طرف جھک پڑے یہاں تک کہ کسی کو میں نہیں دیکھا کہ بقیہ

النَّاسِ يَتْبَعُ اُولٰئِكَ الرَّهْطَ وَلَا يَطَاُ عَقِبَهُ فَمَالَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

لوگوں کے پیچھے چلتے سب لوگ ان دنوں حضرت عبد الرحمٰن سے اس معاملہ میں مشورہ کرتے۔ یہاں تک کہ جب

يُشَاوِرُوْنَهُ تِلْكَ اللَّيَالِيْ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اَصْبَحْنَا مِنْهَا فَبَايَعْنَا عُثْمَانَ

وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تو حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ الْمِسْوَرُ طَرَقَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَضَرَبَ الْبَابَ حَتّٰى

عنہ کچھ رات گزرنے کے بعد میرے پاس آئے اور میرا دروازہ پیٹا۔ یہاں تک کہ میں جاگ گیا تو انہوں نے

اسْتَيْقَظْتُ فَقَالَ اَرَاكَ نَائِمًا فَوَاللّٰهِ مَا اكْتَحَلْتُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ بِكَثِيْرِ

کہا میں تمہیں سوتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ بخدا ان تین راتوں میں، میں بہت کم سویا ہوں۔ جا! زبیر اور سعد

نَوْمٍ انْطَلِقْ فَادْعُ الزُّبَيْرَ وَسَعْدًا فَدَعَوْتُهُمَا لَهُ فَشَاوَرَهُمَا ثُمَّ دَعَانِيْ فَقَالَ

کو بلا لا۔ میں ان دونوں کو ان کے پاس بلا لایا۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں سے

اُدْعُ لِيْ عَلِيًّا فَدَعَوْتُهُ فَنَاجَاهُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ مِنْ عِنْدِهِ وَهُوَ

مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا علی کو بلا لاؤ۔ میں نے ان کو بلایا تو ان سے سرگوشی کی۔ یہاں تک کہ آدھی

عَلٰی طَمَعٍ وَقَدْ کَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَخْشٰی مِنْ عَلِیٍّ شَیْئًا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِیْ عُثْمَانَ

کے قریب رات گزر گئی اس کے بعد حضرت علی ان کے پاس سے اٹھے اور انہیں خلافت ملنے کی کچھ امید تھی۔ اور حضرت

فَنَاجَاہُ حَتّٰی فَرَّقَ بَیْنَھُمَا الْمُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ فَلَمَّا صَلَّی النَّاسُ الصُّبْحَ وَاجْتَمَعَ

عبد الرحمن کو حضرت علی سے کچھ اندیشہ بھی تھا۔ پھر کہا عثمان کو بلاؤ۔ ان سے سرگوشی کی۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت مؤذن

اُولٰئِکَ الرَّھْطُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَنْ کَانَ حَاضِرًا مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ

نے ان دونوں کے درمیان جدائی کی جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے اور یہ لوگ منبر کے پاس اکٹھا ہو گئے تو انہوں نے ان

وَاَرْسَلَ اِلٰی اُمَرَاءِ الْاَجْنَادِ وَکَانُوْا وَافَوْا تِلْکَ الْحِجَّۃَ مَعَ عُمَرَ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا

سب مہاجرین اور انصار کو بلایا جو مدینہ میں موجود تھے اور لشکروں کے امیروں کو بلایا اور یہ لوگ اس حج میں حضرت

تَشَھَّدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ! یَا عَلِیُّ اِنِّیْ قَدْ نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِ النَّاسِ

عمر کے ساتھ تھے۔ جب سب اکٹھا ہو گئے تو حضرت عبد الرحمن نے خطبہ پڑھا پھر کہا ا ما بعد اے علی! میں نے لوگوں سے معلومات

فَلَمْ اَرَھُمْ یَعْدِلُوْنَ بِعُثْمَانَ فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلٰی نَفْسِکَ سَبِیْلًا فَقَالَ اُبَایِعُکَ عَلٰی

کی تو میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ آپ کو عثمان کے برابر سمجھتے ہوں تو آپ مجھ سے خفا نہ ہوں تو حضرت عبد الرحمن نے حضرت

سُنَّۃِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْخَلِیْفَتَیْنِ مِنْ بَعْدِہٖ فَبَایَعَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَایَعَہُ

عثمان سے کہا میں آپ سے اللہ کی کتاب اور اسکے رسول اور ان کے بعد دونوں خلیفہ کی سنت پر بیعت کرتا ہوں اسکے بعد

النَّاسُ وَالْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاُمَرَاءُ الْاَجْنَادِ وَالْمُسْلِمُوْنَ

حضرت عبد الرحمن نے بیعت کی اسکے بعد سب لوگوں نے اور مہاجرین اور انصار اور لشکروں کے امیروں اور مسلمانوں نے بیعت کی۔

تشریحات ۲۹۱۷

رہط سے مراد یہ چھ افراد ہیں۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ______ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی گئی کہ آپ اپنا کوئی جانشین منتخب فرما دیں۔ انہوں نے قبول نہیں فرمایا اور مذکورہ بالا چھ افراد کی ایک کمیٹی بنا دی کہ یہ جسے چاہیں منتخب کر دیں۔ یہ چھ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور سابقین اولین مہاجرین میں سے تھے۔ ان چھ حضرات کا پوری قوم پر اثر تھا اور یہ لوگ عقل و تدبیر میں بھی سب سے فائق تھے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس خوب صورتی کے ساتھ یہ کام انجام دیا یہ ان کے بہت بڑے مدبر اور ماہر سیاستداں ہونے کی دلیل ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب، ان کے

فضل وکمال کے ساتھ ساتھ اس بنا پر بھی کیا کہ اکثر لوگوں کا رجحان انہیں کی طرف تھا۔

نیز اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امید تھی کہ انتخاب میرا ہی ہوگا جیسا کہ ان کے بعض خطبات سے ظاہر ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ وہ اس منصب کے اہل تھے۔ اگر انہیں اس منصب کی امید تھی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

بَابُ الْاِسْتِخْلَافِ — کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا بیان — ص ۱۰۷۱

حدیث ۲۹۱۸	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قِيْلَ لِعُمَرَ
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا
	اَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ اَبُوْ
	گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے فرمایا اگر میں خلیفہ بناؤں (تو بھی حرج نہیں) اپنا جانشین انہوں نے بنایا
	بَكْرٍ وَاِنْ اَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
	جو مجھ سے بہتر تھے ابو بکر۔ اور اگر میں نہ بناؤں (تو بھی بہتر ہے) کہ وہ ذات جو مجھ سے بہتر تھی انہوں نے کسی کو اپنا
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ ـ وَدِدْتُ اِنِّيْ
	جانشین نہیں بنایا ـ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سنکر لوگوں نے انکی تعریف کی اس کے بعد فرمایا کہ
	نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِيْ وَلَا عَلَيَّ لَا اَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا
	یہ رغبت اور ڈر سے ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ میں برابر برابر اس سے نجات پا جاؤں نہ مجھے اس کا ثواب ملے اور نہ

مجھ پر عذاب ہو میں زندگی میں بھی یا وفات کے بعد بھی کیوں اس کا بوجھ اٹھاؤں۔

تشریحات ۲۹۱۸

"رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے حضور جو ثواب ہے اس کی رغبت کرنے والا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہوں اور یہی معنی یہاں سب سے زیادہ مناسب ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ خلافت کی خواہش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں انہیں میں خلیفہ نہیں بناؤں گا کہ کہیں تائید ایزدی ان کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حکمرانی کا خواہش مند ہوتا ہے اسے اس کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں ان کو اس لئے خلیفہ نہیں بناؤں گا کہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ کما حقہ اس بار کو اٹھا نہ سکے۔

"قَوْلُهٗ وَدِدْتُ" یہ کلمہ از راہ تواضع ہے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

صحیح ارشادات کے مطابق ان کا جنتی ہونا یقینی ہے۔

حدیث	أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ
۲۹۱۹	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی ہے انہوں نے حضرت عمر کا اخیر خطبہ

خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِينَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَالِكَ الْغَدَ مِنْ يَوْمٍ تُوُفِّيَ

سنا جب وہ منبر پر بیٹھے اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن دیا تھا انہوں نے خطبہ پڑھا

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ وَأَبُوبَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ قَالَ كُنْتُ

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تھے کچھ نہیں بول رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا مجھے امید تھی کہ رسول

أَرْجُوا أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَدْبُرَنَا يُرِيدُ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ ہمارے بعد بھی تشریف رکھیں گے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ حضور صلی اللہ

بِذَالِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ فَإِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال سب کے بعد ہوگا ــــ پس اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو اللہ نے تمہارے

مَاتَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ بِهِ هَدَى اللهُ مُحَمَّدًا

سامنے نور کردیا ہے جس کے ذریعہ تم ہدایت پاؤ گے جس پر اللہ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چلایا اور

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ أَبَابَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

ابوبکر بلاشبہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور غار کے رفیق اور بلاشبہہ وہ تمام مسلمانوں سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَانِيَ اثْنَيْنِ وَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ فَقُومُوا فَبَايِعُوهُ

زیادہ تمہارے معاملات کے لائق ہیں۔ اس لئے تم لوگ کھڑے ہو اور ان کی بیعت کرو۔ اور ان میں

وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوهُ قَبْلَ ذَالِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ

سے ایک گروہ نے اس کے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کرلی تھی اور بیعت عامہ منبر پر ہوئی ــــ

وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ ــــ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اس دن میں نے حضرت عمر کو حضرت ابوبکر سے

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ اصْعَدِ الْمِنْبَرَ فَلَمْ

یہ کہتے ہوئے بھی سنا منبر پر چلئے وہ مسلسل کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ منبر پر چڑھے اور

يَزَلْ بِهِ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً

لوگوں نے ان کی بیعت عامہ کی۔

تشریحات ۲۹۱۹

خطبۃ عمر الآخرۃ ۔ اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن صبح کو مسجد نبوی میں دیا تھا ۔ اسے آخر اس اعتبار سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد فوراً ایک خطبہ دیا تھا ۔ جس میں یہ فرمایا تھا ۔

کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا ہے اور وہ بہت جلد تشریف لائیں گے ۔ یہ اخیر کا خطبہ اس وقت دیا تھا جب سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے بعد دوسرے دن صبح کو مسجد نبوی میں سارے اہل مدینہ جمع ہوئے تھے جہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت عامہ ہوئی تھی جس کی پوری تفصیل اس حدیث میں مذکور ہے ۔

صحیح اور محقق یہی ہے کہ اسی موقع پر امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیعت فرمائی تھی ۔ جس کو ہم پہلے تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں ۔

صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو ولی عہد خلافت نہیں بنایا تھا نہ حضرت صدیق اکبر کو نہ حضرت علی نہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے پر بہت سے اشارات فرمائے تھے ان میں سے بعض اشارات کو نص جلی بھی کہہ سکتے ہیں ۔ مثلاً نماز کے لئے امام معین کرنا ، پہلے حج کا امیر الحج بنانا ۔ وغیرہ وغیرہ مگر پھر بھی اس کو قطعی طور پر خلیفہ بنانا نہیں جا سکتا ۔

خلیفہ کا تعین تین طریقہ سے ہوتا ہے اول اصحاب حل وعقد کا انتخاب دوسرے خلیفہ اول کا کسی کو اپنے بعد نامزد کر جانا ۔ تیسرے خلیفہ اول کا کسی ایک فرد یا چند افراد کو یہ حق دے دینا کہ یہ جسے مناسب سمجھیں خلیفہ منتخب کریں ۔ پہلی کی مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ۔ دوسرے کی مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہے کہ انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نامزد فرمادیا تھا ۔ تیسرے کی مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہے ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ ان افراد کو جو عشرہ مبشرہ میں سے اس وقت باحیات تھے یہ حق دیا تھا کہ وہ باہمی مشورہ کرنے کے بعد جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر دیں ۔ وہ حضرات یہ تھے ۔

حضرت عثمان ، حضرت علی ، حضرت زبیر ، حضرت عبد الرحمن بن عوف ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کی کمیٹی بنائی تھی ۔ میں نے یہ اضافہ کیا کہ اگر کوئی خلیفہ بجائے چند افراد کے ایک ہی شخص کو یہ حق دے دے کہ وہ کسی کو خلیفہ منتخب کر دے

تو درست ہوگا' ـــــــ میں نے اس کی کہیں تصریح نہیں دیکھی ہے، یہ میرا استنباط ہے اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو شیطان اور میری طرف سے ہے۔

اس استنباط کی بنیاد اس پر ہے کہ اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنا یہ حق خلیفۂ وقت کا ہے یا پھر اس نے کسی کو ولی عہد نہ کیا ہو تو اصحاب حل و عقد کا چند افراد کی کمیٹی کو یہ حق خلیفۂ وقت کی تفویض سے حاصل ہوتا ہے۔ تو جس طرح خلیفۂ وقت کی تفویض سے چند افراد کا خلیفہ منتخب کرنا صحیح ہے بشرطیکہ خلیفۂ وقت نے ان کو یہ حق دیا ہو، اسی طرح اگر خلیفۂ وقت یہ حق کسی ایک شخص کو دے دے تو اس کا خلیفہ مقرر کرنا بھی درست ہوگا۔

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ استطاعت ہوتے ہوئے پوری دنیا کے لئے ایک امیر المومنین منتخب کرنا امت پر فرض ہے۔

حدیث	عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لِوَفْدِ بُزَاخَۃَ تَتَّبِعُوْنَ
۲۹۲۰	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بزاخہ کے وفد سے فرمایا
	اَذْنَابَ الْاِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ اللّٰہُ خَلِیْفَۃَ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
	(جاؤ) اونٹ کی دموں کے پیچھے گھومو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ اور
	وَالْمُهَاجِرِيْنَ اَمْرًا يَعْذِرُوْنَكُمْ بِهٖ
	مہاجرین کو ایسی بات سمجھا دے جس کی بنا پر تمہارا عذر قبول کر لیا جائے۔

تشریحات ۲۹۲۰

بنی بزاخہ اس سے مراد بحرین کے رہنے والے بنی اسد اور غطفان کے افراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور جن سے جنگ جاری تھی جنگ میں پسپا ہونے کے بعد صلح کے لئے اپنا وفد بارگاہ خلافت میں بھیجا تھا تو ان سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا جاؤ کچھ دن گھومو پھرو۔ میں مشورہ کر کے تم لوگوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔

حمیدی نے اس کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ اسد اور غطفان کے افراد صلح کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ تم کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، حرب مجلیہ یا سلم مخزیہ (یعنی کھلی ہوئی لڑائی یا رسوا کرنے والی صلح) انھوں نے عرض کیا کہ مجلیہ تو ہم نے پہچان لیا مخزیہ کیا ہے فرمایا ہم تمہارا ہتھیار اور تمہارے مویشی تم سے چھین لیں گے اور تم سے جو ہم نے مال حاصل کیا ہے وہ غنیمت بنا لیں گے اور تم نے جو مال مسلمانوں کا حاصل

کیا ہے اسے واپس کروگے اور ہمارے مقتولین کی دیت دوگے اور تمہارے مقتول جہنم میں جائیں گے یعنی ہم اس کی کوئی دیت نہیں گے۔ اور کچھ لوگوں کو چھوڑ دوگے کہ وہ جہاں چاہیں جائیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی رائے قائم ہو۔

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر نے لوگوں سے مشورہ فرمایا ـــــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے ایک رائے قائم کی پہلے والا دونوں فیصلہ ٹھیک ہے لیکن اپنے مقتولین کی دیت طلب کرنا میری رائے میں مناسب نہیں ہمارے مقتولین نے اللہ کے حکم کے مطابق لڑائی کی ان کا اجر اللہ پر ہے اس کی کوئی دیت لینی مناسب نہیں۔ اس میں پوری قوم نے اتفاق کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں اتنا سخت فیصلہ اس بنا پر کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد یہ مرتد ہو گئے اور فساد پھیلایا مسلمانوں کا ناحق قتل کیا اور ان کے اموال کو لوٹا۔ وہ بھی اس ماحول میں کہ ان کے پڑوس ہی میں مسیلمہ کذاب جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا لیکن اسلامی مجاہدین کی یلغار سے پریشان ہوکر صلح کے خواہاں تھے اس کا اندیشہ تھا کہ بعد میں پھر یہ موقع پاکر فساد پھیلاتے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کو اس حال میں رکھا جاتا۔ کہ آئندہ شر و فساد نہ کر سکیں۔

بَابُ صـ۱۰۷ـــ

حدیث	عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
۲۹۲۱	حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے
تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ اِثْنَا	
سنا کہ بارہ امیر ہوں گے پھر ایک بات فرمائی جس کو میں نے نہیں سنا میرے باپ نے بتایا کہ حضور نے یہ	
عَشَرَ اَمِيْرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ اَسْمَعْهَا فَقَالَ اَبِيْ اِنَّهٗ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ [1]	
فرمایا تھا۔ کہ سب قریش میں سے ہوں گے	

تشریحات ۲۹۲۱

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مسلم ابو داؤد و طبرانی، بزار وغیرہ میں مذکور ہے۔ مسلم شریف میں یوں ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً یہ امر یعنی دین ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفہ گزر لیں۔ دوسری

---

[1] مسلم ثانی امارت باب الناس تبع لقریش صـ۱۱۹ـــ ۔ ابو داؤد - مہدی۔

روایت میں ہے لَایَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِیًا تیسری روایت میں ہے لَایَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا
چوتھی روایت میں ہے لَایَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا پانچویں روایت میں ہے لَایَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا
وغیرہ وغیرہ۔ ابوداؤد میں ہے لَایَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا اِلٰی اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً قَالَ فَكَبَّرَ
النَّاسُ وَضَجُّوْا فَقَالَ كَلِمَةً خَلِیْفَةً فَقُلْتُ لِاَبِیْهِ یَا اَبَتِ مَا قَالَ الْحَدِیْث ۔ یعنی یہ دین بارہ خلیفہ
تک غالب رہے گا، اس پر لوگوں نے تکبیر کہی اور خوشی میں آوازیں بلند نکالیں۔ حضور نے آہستہ ایک
بات کہی میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ فرمایا کہ سب کے سب قریش
سے ہوں گے۔

یہ بارہ امیر یا خلیفہ کون کون ہیں یا کب ہوں گے اس بارے میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔
پہلی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ بارہ خلیفہ برحق عادل قیامت تک ہوں گے یہ ضروری نہیں کہ وہ سب مسلسل
لگاتار ہوں ـــــ لیکن حدیث میں لَایَزَال کا لفظ اس توجیہ میں حارج ہے اس کے ظاہر سے یہ
متبادر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مسلسل بارہ خلفاء ہوں گے جن کے عہد میں
دین غالب اور قائم رہے گا۔ ابوداؤد کی بعض روایتوں میں ہے كُلُّهُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْهِ النَّاسُ جس
پر سب لوگوں کا اجتماع ہوگا۔ ـــــ اس قید کو سامنے رکھ کر امام قاضی عیاض وغیرہ نے ان
خلفاء کے نام شمار کرائے ہیں جو اس حدیث کے مصداق ہوسکتے ہیں جن میں چار خلفاء راشدین ہیں
اور آٹھ خلفاء بنو امیہ میں سے ہیں۔ حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان، ولید، سلیمان، یزید بن
عبدالملک، ہشام بن عبدالملک ولید بن یزید بن عبدالملک، لیکن اس تفصیل میں دو خرابی ہے اول
یہ کہ یزید کو ان میں شمار کیا، حالانکہ یزید کسی طرح اس کا اہل نہیں کہ اسے خلفاء میں شمار کیا جائے۔ اولاً وہ
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولی عہدی سے خلیفہ ہوا جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد بناویں جیسا کہ میں نے مقالات امجدی میں اس
کو ثابت کیا ہے۔

ثانیاً ـــــ حدیث میں تصریح ہے کہ دین غالب اور محفوظ رہے گا حالانکہ یزید کے عہد میں
دین کو جو نقصان پہنچا ہے وہ چنگیز کے دور میں بھی نہیں پہنچا ہوگا۔ واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ اسکی
دلیل ہے کہ یزید کے دور میں دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

ثالثاً ـــــ یزید کی خلافت پر امت متفق بھی نہیں ہوئی۔

دوسری وجہ اس توجیہ کے صحیح نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خارج
رکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ باتفاق امت خلیفہ راشد تھے۔

رابعاً ـــــ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس میں شمار نہیں کیا گیا ہے حالانکہ

ان کی خلافت باتفاق اہلسنت وبنصِ حدیث حق تھی بلکہ خلافت راشدہ تھی۔
بہرحال اس فہرست کو تھوڑی ترمیم کے بعد درست کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً بجائے یزید کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داخل کیا جائے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو داخل کرکے ولید بن یزید بن عبدالملک کو خارج کر دیا جائے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ عذر کر دیا جائے چونکہ ان کی خلافت پر پوری امت کا اتفاق نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے کُلُّھُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْھِمُ الْاُمَّۃ کی قید سے وہ اس فہرست میں داخل نہیں کئے گئے ـــــ اسی طرح شارحین نے ایک دوسری فہرست بھی تیار کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ خلفاء اربع امام حسن، حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، عبداللہ بن زبیر۔
لیکن یزید کا اس میں شمار اب بھی مجھے کھٹکتا ہے ـــــ اب یا تو یہ کہہ کر بات ختم کر دی جائے کہ مراد ایسے بارہ خلفاء ہیں جنہیں اکثریت نے بخوشی یا بجبر خلیفہ تسلیم کر لیا ہو ـــــ خواہ ان کی خلافت حقیقت میں صحیح ہو یا نہ ہو۔
یہ شراح کرام کی ترجمانی تھی ـــــ لیکن میرا اپنا موقف یہ ہے کہ اس حدیث میں بارہ خلفاء سے کون مراد ہیں یہ راز سربستہ رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اس سے مراد کون بارہ خلفاء ہیں وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ التَّمَنِّیْ ۱۰۷ ۳ھ

بَابُ مَاجَاءَ فِی التَّمَنِّیْ وَمَنْ تَمَنَّی الشَّهَادَةَ ۱۰۷۳ھ

تمنا کا بیان اور جس نے شہادت کی تمنا کی۔

تمنی باب تفعل کا مصدر ہے اس کا مادہ اُمْنِیہ ہے جس کی جمع امانی ہے، آرزو کرنا۔ تمنی کے معنی یہ ہیں کہ آدمی یہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ بات ہو جائے اگر یہ اچھی بات ہے تو تمنا محمود ہے۔ اور اگر بری بات ہے تو تمنا مذموم ہے۔ نیز اچھی بات کی تمنا اگر حسد کی بنا پر ہو تو بھی مذموم ہے۔ تمنا ہی کے قریب قریب رجا بھی ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ رجا کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے اور تمنا کا تعلق ممتنعات سے بھی ہوتا ہے۔

حدیث ۲۹۲۲

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ وَدِدْتُ أَنِّیْ أُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُحْیٰی ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْیٰی ثُمَّ أُقْتَلُ فَکَانَ أَبُوْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُهُنَّ ثَلَاثًا أَشْهَدُ لِلّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ اور ابو ہریرہ ان کو تین بار کہتے تھے۔ اللہ کے لئے میں گواہی دیتا ہوں۔

تشریحات ۲۹۲۲ اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو بطریق ابو سلمہ اور سعید بن مسیب ہے اس میں یہ تمنا چار بار ہے اور اس روایت میں تین بار ہے پھر مزید تاکید کے ساتھ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اس کو تین ہی بار کہتے تھے۔ جواب یہ ہے کہ مفہوم عدد حجت نہیں اس لئے اقل اکثر کا رافع نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْاَخْبَارِ الْاَحَادِ ص۱۰۷۶، اخبار آحاد کا بیان

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ اِجَازَۃِ خَبَرِ الْوَاحِدِ الصَّدُوْقِ فِی الْاَذَانِ وَالصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالْفَرَائِضِ وَالْاَحْکَامِ وَقَوْلِ اللّٰہِ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَائِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ وَیُسَمَّی الرَّجُلُ طَائِفَۃً لِقَوْلِہٖ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَلَوِ اقْتَتَلَ رَجُلَانِ دَخَلَ فِیْ مَعْنَی الْاٰیَۃِ وَقَوْلُہٗ اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ وَکَیْفَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَرَاءَہٗ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَاِنْ سَھَا اَحَدٌ مِّنْھُمْ رُدَّ اِلَی السُّنَّۃِ

ایک سچے شخص کی خبر کے اذان اور نماز اور روزے اور فرائض اور احکام میں معتبر ہونے کا بیان۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرسنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ ایک شخص کو بھی طائفہ کہا جاتا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پس اگر دو شخص بھی لڑیں تو بھی آیت کے معنی میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دو۔ اور کیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا اگر ان میں سے کوئی بھول جائے تو سنت کی طرف ان کو لوٹا دیا جائے۔

ص۱۰۷۶

توضیح اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح خبر متواتر اور مشہور حجت ہے اسی طرح خبر واحد بھی حجت ہے اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ چونکہ کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ خبر واحد حجت نہیں جب تک کہ ایک شخص سے زیادہ اس کے راوی ہر قرن میں نہ ہوں جیسے کہ شہادت میں نصاب شرط ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ خبر اس وقت معتبر ہوگی جب کہ اس کے راوی ہر قرن میں دو ہوں۔

بعض نے کہا تین ہوں بعض نے کہا چار ہوں اور بعض نے کہا کم از کم سات ہوں۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کے راوی ایک ہی ہوں اور وہ سچے ہوں تو وہ معتبر ہے اور احکام میں حجت۔

امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص اذان کہتا ہے جس پر اعتماد کر کے سب لوگ حاضر ہو جاتے ہیں اور اسی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ایک شخص کی خبر پر کہ سورج ڈوب گیا لوگ روزہ کھول دیتے ہیں ایک شخص کی خبر پر کہ صبح صادق طلوع کر آئی روزہ دار کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے ایک شخص نے بتایا کہ قبلہ اس طرف ہے اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے اور یہ سب عہد رسالت سے ہوتا چلا آیا ہے کسی بھی عہد میں یہ شرط نہیں کی گئی کہ ان سب چیزوں میں ایک سے زائد اشخاص ضروری ہیں اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

دوسرا استدلال یہ فرمایا کہ ارشاد ہے کہ ہر گروہ میں سے ایک طائفہ دین میں تفقہ حاصل کرے تاکہ اپنی قوم کو ڈرائے یعنی انھیں احکام شرع پہنچائے اور طائفہ بول کر کبھی ایک شخص مراد ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا میں طَائِفَتَانِ کا لفظ عام ہے اس صورت کو بھی شامل ہے کہ دو شخص اکیلے اکیلے لڑیں تو اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی گروہ سے ایک شخص علم دین حاصل کر کے کسی کو حکم شرعی پہنچائے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

تیسرا استدلال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا سے فرمایا یہ استدلال بطریق مفہوم شرط اور صفت ہے کہ جب فاسق کی خبر تحقیق حال کے بعد معتبر ہے اور تحقیق کے لئے فاسق کی خبر ہونا شرط قرار دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر عادل واحد کوئی خبر لائے تو معتبر ہے۔

چوتھا استدلال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیروں کو بھیجا جو ایک ہوتے تھے اگر ایک آدمی کی بات معتبر نہ ہوتی تو پھر امراء کا بھیجنا لغو ہوتا۔

ہمارے یہاں بالاتفاق خبر واحد حجت ہے البتہ اس کی قوت خبر مشہور و متواتر اتنی نہیں مثلاً خبر متواتر اور مشہور سے نسخ جائز ہے مطلق کو مقید کرنا جائز ہے عام کو خاص کرنا جائز ہے مگر خبر واحد سے یہ سب جائز نہیں جس کی پوری تفصیل اصول فقہ میں مذکور ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاعتصام

صـ ۱۰۷۹

باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ — کتاب و سنت کو مضبوطی کیساتھ تھامنا

حدیث	اخبرنی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمع
۲۹۲۳	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ
	عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الغد حین بایع المسلمون ابا بکر و استوی علی
	علیہ وسلم کے وفات کے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب کہ مسلمانوں نے حضرت ابو بکر رضی
	منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشھد قبل ابی بکر فقال اما
	اللہ عنہ کی بیعت کر لی وہ ابو بکر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھے اور شہادتین پڑھا انہوں نے کہا
	بعد فاختار اللہ لرسولہ الذی عندہ علی الذی عندکم وھذا
	اما بعد! اللہ نے اپنے رسول کے لئے وہ چیز پسند کرلی جو اس کی بارگاہ میں ہے اس کے برخلاف جو تمہارے
	الکتاب الذی ھدی اللہ بہ رسولکم فخذوا بہ تھتدوا لما ھدی اللہ
	پاس ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ اللہ نے اس کے ذریعہ سے اپنے رسول کو ہدایت کا طریقہ بتایا تو اسے لو اور
	بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
	اللہ نے اپنے رسول کو جو ہدایت دی ہے اسے اختیار کرو۔

تشریحات ۲۹۲۳ :- باب الاستخلاف میں گزری ہوئی حدیث کا یہ تتمہ ہے۔

حدیث	عن عبد اللہ بن دینار ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
۲۹۲۴	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبد الملک بن مروان کی بیعت کرتے وقت
	تعالیٰ عنھما کتب الی عبد الملک بن مروان یبایعہ واقر لک بالسمع
	یہ لکھا میں تیری بات سننے اور ماننے کا اقرار کرتا ہوں جب کہ وہ اللہ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت

وَالطَّاعَةِ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ

کے مطابق ہو بقدر استطاعت۔

تشریحات ۲۹۲۴ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت کرلی تھی اسلئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی اور نہ انکی زندگی بھر عبدالملک بن مروان کی بیعت کی ان کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کی بیعت فرمائی۔ جس کا تذکرہ اس حدیث میں ہے اور پہلے بھی باب الاحکام میں گزرچکا ہے۔

بَابُ الْاِقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ جْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ص ۱۰۸۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اقتدا کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔

قَالَ اَئِمَّةً: نَقْتَدِيْ بِمَنْ قَبْلَنَا وَيَقْتَدِيْ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا اور کہا امام وہ ہوتا ہے ہم اپنے پہلے والوں کی اقتدا کریں۔ اور جس کی اقتدا اس کے بعد والے کریں۔

تشریح اس کا قائل کون ہے قطعی طور پر معلوم نہیں ہوسکا لیکن کتاب التفسیر میں امام مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ قول بھی امام مجاہد کا ہے۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ ثَلَاثٌ اُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِيْ وَلِاِخْوَانِيْ
۸۶۷	اور ابن عون نے کہا تین باتیں ہیں جن کو اپنے لئے اور اپنے بھائیوں
	هٰذِهِ السُّنَّةَ اَنْ يَّتَعَلَّمُوْهَا وَيَسْئَلُوْا عَنْهَا وَالْقُرْاٰنُ اَنْ يَّتَفَهَّمُوْهُ وَ
	کے لئے پسند کرتا ہوں۔ یہ سنت ہے کہ لوگ سیکھیں اور اس کے بارے میں لوگ سوال کریں
	يَسْئَلُوْا عَنْهُ وَيَدَعُوا النَّاسَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ
	اور قرآن تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور اسکے بارے میں پوچھیں اور لوگوں کو چھوڑ دیں۔ مگر خیر سے۔

تشریحات ۸۶۷ یہ ابن عون عبداللہ بصری ہیں صغار تابعین میں سے ہیں۔ اخیر میں جو کہا ویدعوا الناس الا من خیر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے زمانے اور اپنے لحاظ سے کہا ــــــ ورنہ وسعت ہوتے ہوئے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔

حدیث	عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
۲۹۲۵	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ

جب تک میں تم کو چھوڑے رہوں مجھ سے سوال نہ کرو تم سے پہلے والوں کو ان کے سوال اور اپنے انبیا پر

قَبْلَكُمْ سُؤَالُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ

اختلاف ہی نے ہلاک کر دیا۔ جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچو اور جب

فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ

کسی چیز کا حکم کروں تو بقدر استطاعت اس کو کرو۔

تشریحات ۲۹۲۵ یعنی جو کچھ تم کرتے آئے ہو کرتے رہو جب تک میں کسی چیز سے منع نہ کروں اسے نہ چھوڑو اور مجھ سے پوچھو نہیں جو چیزیں ممنوع ہیں ان کو میں بیان فرما دوں گا۔ اور جن کا کرنا ضروری ہے ان کو بھی بیان فرما دوں گا اور میرے احکام پر پابندی بقدر استطاعت تم پر لازم و ضروری ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لَا يَعْنِيهِ وَقَوْلِهِ لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

ص ۱۰۸۲

کثرت سے سوال کرنا اور لا یعنی باتوں میں پڑنا ناپسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بہت سی باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو اگر ان کا حکم تمہارے لئے ظاہر کر دیا جائے تو تم کو ناگوار ہوگا۔

حدیث ۲۹۲۶ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ

نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کو پوچھا جو حرام نہیں تھی اور اس کے

شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ [1]

پوچھنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔

تشریحات ۲۹۲۶ :۔ یعنی چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اس لئے جب تک کسی چیز سے منع

[1] مسلم۔ فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوداؤد۔ سنت

نہیں کیا گیا تھا وہ جائز تھی اب کسی نے پوچھا اور اس کا حکم بیان کر دیا گیا کہ یہ حرام ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ تنگی میں پڑ گئے ــــــ اس لئے عہد رسالت میں مناسب یہی تھا کہ کسی چیز کے بارے میں لوگ پوچھتے نہیں۔ جب تک ممانعت نہ ہوتی اس پر عمل کرتے رہتے لیکن آج جب کہ دین مکمل ہو چکا حرام و حلال متعین ہو چکے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پوچھ پوچھ کر فرائض و واجبات کو جانے تاکہ اس پر عمل کر سکے اور حرام اور ناجائز باتوں کو معلوم کر کے بچ سکے، اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ضروریات دین اور فرائض کا سیکھنا فرض ہے۔ اور واجبات کا سیکھنا واجب اور سنتوں کا سیکھنا سنت اور مستحبات کا سیکھنا مستحب۔ اس کے بالمقابل حرام قطعی کا جاننا فرض اور مکروہ تحریمی کا واجب سیکھنے کے لئے بہر حال پوچھنا ضروری ہے۔

البتہ ایسی باتوں کے بارے میں سوال کرنا ممنوع ہے جو نہ مامور ہوں نہ منہی عنہ ہوں نہ اس پر عمل کرنا یا اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہو۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں سب سے پہلے کیا چیز کھائی دنیا میں تشریف لائے تو سب سے پہلے کیا کھایا کیا لباس استعمال کیا۔ کیسا گھر بنایا وغیرہ وغیرہ۔ یا ایسی باتوں کے بارے میں پوچھنا جس کا واقع ہونا متعذر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہیں، جیسا کہ فرمایا۔

مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ فَھُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَھُوَ حَرَامٌ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ عَفْوٌ فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰہِ عَافِیَتَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُنْ یَنْسٰی شَیْئًا ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ــــــ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا

اللہ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے ــــــ اللہ کی طرف سے اسکی معافی کو قبول کرو اس لئے کہ اللہ بھولا نہیں جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے ــــــ اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔

دارقطنی حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَۃً لَّکُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائی ہیں تو انھیں ضائع نہ کرو اور کچھ حد مقرر فرما دی ہیں جن سے آگے نہ بڑھو۔ بغیر بھولے ہوئے تم پر مہربانی کے لئے کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا۔ لہذا اس سے بحث نہ کرو۔ اس کے ہم معنی مسلم، ابو داؤد، ترمذی وغیرہ میں بھی حدیثیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جن چیزوں سے اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا وہ

جائز ہیں۔ اس لئے اگر کوئی کسی کام سے منع کرے تو دلیل اس کے ذمہ ہے اور جو کام وہ کررہا ہے وہ اصل سے متمسک ہے اس کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ منع نہیں فرمایا۔

حدیث ۲۹۲۷	عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا ہم تکلف سے منع کئے گئے ہیں۔

تشریحات ۲۹۲۷ امام بخاری نے اس حدیث کو مختصر ذکر فرمایا ہے حمیدی نے بطریق ثابت مفصل یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ــــ تو فرمایا کہ اَبّا کیا ہے پھر فرمایا، ہم اس کے مکلف نہیں ابونعیم نے مستخرج میں امام بخاری کے شیخ سلیمان بن حرب سے یوں روایت کیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے اور وہ ایسا کرتہ پہنے ہوئے تھے جس کی پیٹھ میں چار پیوند تھے۔ انھوں نے تلاوت کیا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا۔ اور فرمایا فاکھہ کو تو ہم جانتے ہیں اَب کیا ہے پھر فرمایا جانے دو ہم تکلف سے منع کئے گئے ہیں ــــ چونکہ اَبّ نہ مامور بہ ہے اور نہ اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ لہذا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس کے معنی معلوم کرنے کے درپے نہ ہوئے۔ ویسے اَبًّا کے معنی دوب اور جانوروں کے چارے کے ہیں۔

حدیث ۲۹۲۸	عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ هٰذَا اللهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللهَ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ سوال کرتے رہیں گے ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

تشریحات ۲۹۲۸ اس مضمون کو مختلف احادیث میں مختلف طریقہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے یہ بہت خطرناک شبہہ ہے حالانکہ تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس میں کچھ جان نہیں۔ ــــ دنیا کے جتنے مذاہب ہیں اور جتنے نظریات ہیں سب اس پر متفق ہیں کہ موجودات کا سلسلہ ایسی چیز پر جاکر منتہی ہوجاتا ہے کہ جس کی ابتدا نہیں ورنہ تسلسل

مستحیل لازم آئے گا۔
مثلاً فلاسفہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اور ہر چیز روح اور مادہ سے بنی ہے ان پر بھی یہ سوال وارد ہوگا کہ پھر روح اور مادہ کس چیز سے بنا۔
یا آج کل کے سائنس زدہ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ زمین اصل میں سورج کا ایک ٹکڑا تھی جو سورج سے ٹوٹ کر سمندر میں گری اور بجھی اور پھر ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس پر نباتات پیدا ہوئے پھر حیوانات پیدا ہوئے اور حیوانات ہی ترقی کر کے انسان ہو گئے۔ اب ان پر بھی یہ سوال ہوگا کہ پھر سورج کہاں سے بنا، پانی کہاں سے بنا۔۔۔۔۔ بہر حال عقلی طور پر موجودات کا سلسلہ کہیں نہ کہیں منتہی ماننا پڑے گا ورنہ تسلسل لازم آئے گا اس کی مثال اعداد ہیں، اعداد کا سلسلہ غیر متناہی بمعنی لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ ہے۔ لیکن اس کا سلسلہ ایک پر ختم ہو جاتا ہے سارے اعداد ایک سے بنے ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ ایک کاہے سے بنا یعنی کس سے بنا۔ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک دہریہ نے اسی سوال کو اٹھایا تھا کہ سب چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ سب سے پہلے اللہ، اللہ سے پہلے کیا ہے۔ سارے علما اسکے جواب سے عاجز رہے اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعداد ہی کا حوالہ اور مثال دے کر اس کو لاجواب کیا کہ سارے اعداد ایک سے بنے ایک کس سے بنا؟ ایک سے پہلے ایک ہے۔ ایک سے پہلے کیا ہے؟

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ ذَمِّ الرَّايِ وَ تَكَلُّفِ الْقِيَاسِ وَقَوْلِ اللهِ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

رائے کی اور نہ تکلف قیاس کی برائی کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

ص ۱۰۸۶

توضیح امام راغب نے فرمایا اَلْاِقْتِفَاءُ! اِتِّبَاعُ الْقَفَا كَمَا اَنَّ الْاِرْتِدَافَ اِتِّبَاعُ الرِّدْفِ۔ الاقتفاء کے معنی گدی کے پیچھے رہنا ہے جیسا کہ ارتداف کے معنی سرین کے پیچھے ہونا ہے آیۂ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کا تجھ کو قطعی علم نہیں اس کے بارے میں ظن و تخمین سے کوئی حکم نہ لگاؤ۔
باب کا حاصل یہ ہے کہ جو قیاس کرنے کا اہل نہیں اسے قیاس کرنا جائز نہیں نیز جو باتیں منصوص ہیں ان میں بھی قیاس کی اجازت نہیں۔

حدیث	عَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَجَّ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ
۲۹۲۹	عروہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے ساتھ حج کیا تو
	سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اللهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ
	میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم دینے

اَنْ اَعْطَا کُمُوْہُ اِنْتِزَاعًا وَلٰکِنْ یَنْتَزِعُہٗ مِنْھُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِھِمْ وَ
کے بعد تم سے چھینے گا نہیں۔ لیکن اس طرح اٹھائے گا یعنی اس طرح چھین لے گا کہ علماء کو علم کے ساتھ
یَبْقٰی نَاسٌ جُھَّالٌ یُسْتَفْتُوْنَ فَیُفْتُوْنَ بِرَاْیِھِمْ فَیُضِلُّوْنَ وَیُضَلُّوْنَ فَحَدَّثْتُ عَائِشَۃَ
اٹھائے گا تو جاہل لوگ رہ جائیں گے۔ ان سے فتویٰ پوچھا جائے گا۔ وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے خود گمراہ
زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو حَجَّ بَعْدُ
ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت عائشہ سے بیان کی
فَقَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ اِنْطَلِقْ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ فَاسْتَثْبِتْ لِیْ مِنْہُ الَّذِیْ حَدَّثَنِیْ
اس کے بعد عبداللہ بن عمرو نے حج کیا تو ام المومنین نے فرمایا اے بھانجے عبداللہ کے پاس جاؤ اور ان سے
عَنْہُ فَجِئْتُہٗ فَسَأَلْتُہٗ فَحَدَّثَنِیْ بِہٖ کَنَحْوِ مَا حَدَّثَنِیْ فَاَتَیْتُ عَائِشَۃَ فَاَخْبَرْتُھَا
روایت کرتے ہوئے جو حدیث تم نے مجھ سے بیان کی تھی اس کو پھر ان سے پوچھو میں ان کے پاس

فَعَجِبَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ حَفِظَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو۔

حاضر ہوا اور ان سے اس حدیث کو پوچھا تو انہوں نے جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی بیان کیا اس کے بعد

حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں بتایا تو انھیں تعجب ہوا اور فرمایا بخدا عبداللہ بن عمرو نے اچھی طرح یاد رکھا۔

تشریحات

اصل حدیث "کتاب العلم" باب "کیف یقبض العلم" میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ یہاں جو تفصیل مذکور ہے اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صحابہ کرام احادیث کو کما حقہ یاد رکھتے تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی ظاہر کرنے کے لئے عروہ کو بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس بھیجا تاکہ اطمینان ہو جائے کہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے صحیح بیان کیا ہے۔ انسان جب اپنے ذہن سے گڑھ کر کوئی بات کہتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد اگر اسے بیان کرے گا اس میں ردوبدل ہو جائے گا۔ اسی بنا پر یہ مشہور ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد"۔ اور جو بات اچھی طرح یاد رہے گی اسے جب بیان کرے گا اسی طرح بیان کرے گا جیسے اس کو یاد ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رائے اور قیاس کے تکلف کی جو برائی بیان کی ہے اس کی توضیح اس حدیث سے ہو جاتی ہے کہ مذموم ان لوگوں کی رائے و قیاس ہے جو قیاس کرنے کے اہل نہ ہوں۔

قیاس کرنے کی اجازت کس کو ہے یہ کوئی بہت دقیق اور لاینحل مسئلہ نہیں، علماء نے اصول فقہ کی کتابوں میں اسے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیاس کرنا

صرف مجتہد کا کام ہے اور مجتہد کے کیا شرائط ہیں اسے بھی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جسے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ”اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقاً علی قول الامام“ اور رسالہ مبارکہ ”الفضل الموھبی اذا اصح الحدیث فھو مذھبی“ میں ذکر فرمادیا ہے

بَابُ مَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسْئَلُ مِمَّا لَمْ یُنْزَلْ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ اَوْلَمْ یُجِبْ حَتّٰی یُنْزَلَ عَلَیْہِ الْوَحْیُ وَلَمْ یَقُلْ بِرَایٍ وَّلَا بِقِیَاسٍ لِقَوْلِہٖ بِمَا اَرَاکَ اللّٰہُ۔

اس چیز کا بیان کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اگر ایسی بات پوچھی جاتی جس کے بارے میں ان پر وحی نہ نازل ہوئی ہو تو فرماتے میں نہیں جانتا یا جواب ہی نہیں دیتے یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رائے و قیاس سے کچھ نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ”تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ اس کے مطابق جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔

ص ۱۰۸۷

توضیح علامہ کرمانی نے اس باب کی وجہ سے امام بخاری پر سخت رد فرمایا ہے اور دوسرے شارحین نے بھی، یہ صحیح ہے کہ معدودے چند واقعات میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ میں نہیں جانتا اور ایک آدھ سوال کے جواب میں سکوت فرمایا ہے جب وحی نازل ہوئی تو جواب ارشاد فرمایا لیکن متعدد موقعوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لئے قیاس کرکے حکم ارشاد فرمایا۔

۱ ــــــــ کتاب الحج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث گزری کہ جُہَینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا میری ماں نے حج کی منت مانی تھی مگر حج نہ کرسکی انتقال کرگئی میں اس کی طرف سے حج کروں ؟ فرمایا اس کی طرف سے حج کر۔ بتا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا۔ تو اس کو ادا کرتی ؟ تو اللہ کا قرض ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

۲ ــــــــ بخاری کے کتاب التفسیر میں سورۂ زلزال میں یہ حدیث گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا ان کے بارے میں مجھ پر کچھ نہیں نازل کیا گیا ہے ہاں یہ ایک آیت جامع نمونہ ہے کہ فرمایا جو ذرہ کے برابر نیکی کرے گا تو اسے دیکھے گا۔ اور جو ذرہ کے برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ جو گدھوں کو اچھی نیت سے پالے گا ثواب پائے گا اور جو فخر اور ریا کے لئے پالے گا یہ اس کے لئے وبال ہوگا جیسا کہ گھوڑوں میں ہے۔ کہ جو گھوڑے کو اچھی نیت سے پالے گا اسے ثواب ہے اور جو فخر و ریا کے لئے پالے گا اس کے لئے وبال

جان ہے۔

۳ ــــــ بخاری ہی میں دو باب کے بعد یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی کو کالا بچہ ہوا ہے مجھے شبہہ ہے فرمایا تیرے پاس اونٹ ہیں عرض کیا ہاں دریافت فرمایا کس رنگ کے ہیں اس نے عرض کیا سرخ، دریافت فرمایا کیا اس میں کوئی خاکستری ہے اس نے عرض کیا ہاں ہے۔ دریافت فرمایا سرخ اونٹوں میں خاکستری رنگ کہاں سے آگیا عرض کیا کوئی رگ تھی جو چھٹک گئی ہے۔ فرمایا تیرے بچے میں بھی کوئی رگ چھٹک گئی ہے۔

اسی طرح امام بخاری کا آیہ کریمہ لِتَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ سے یہ استدلال کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس نہیں فرمایا درست نہیں اس لئے کہ اَرَاكَ اللّٰهُ کے معنی ہیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا یہ قیاس کو بھی عام ہے۔

اقول و ہو المستعان تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جو بصورت قیاس ہیں حقیقت میں قیاس نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد حجت شرعیہ ہے، ہاں کچھ ارشادات امت کی تعلیم کے لئے قیاس کی صورت میں ہیں ــــ کہ جیسے قیاس میں ایک جزئی کا حکم علت مشترکہ کی بنا پر دوسری جزئی کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض احکام اسی طرح بیان فرمائے جیسا کہ گزرا ــــ اسی لئے بعض علماء نے جو بحث اٹھائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء اجتہادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ سرے سے ساقط ہے اور خطاء اجتہادی کے ثبوت میں جو نظائر پیش کئے جاتے ہیں وہ حقیقت میں نسخ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بارے میں کوئی حکم ارشاد فرمایا پھر قرآن مجید میں یا بذریعہ الہام بعد میں اس کے خلاف کوئی حکم وارد ہوا یہ حقیقت میں پہلے نسخ کا حکم ہے جیسے بدر کے قیدیوں کے فدیئے کے بارے میں ہے کہ ان سے فدیہ لیا گیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کی تائید فرمائی پھر بعد میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ــــ یہ حکم ثانی حکم سابق کا منسوخ کرنا ہے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تعجب ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ یہاں تو صاف صریح انکار فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے اور قیاس سے کوئی حکم نہیں دیا ــــ اور تین باب کے بعد خود یہ باب قائم فرمایا من شبہ اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین اللہ حکمہا لیفہم السائل جس نے ایک معلوم کو ایک اصل مبین کے ساتھ تشبیہ دی جسے اللہ نے بیان فرمایا۔ تاکہ سائل سمجھ لے۔ اب ہر منصف بتائے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے۔

288

بَابُ اَجْرِ الْحَاكِمِ اِذَا اجْتَهَدَ فَاَصَابَ اَوْ اَخْطَأَ — حاکم جب اجتہاد کرے تو اسے ثواب ملے گا اجتہاد درست ہو یا خطا

ص ۱۰۹۲

حدیث	عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ
۲۹۳۰	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ	
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے۔ اور وہ صحیح ہو اس کے لئے	
فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ	
دو اجر ہے اور جب فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے پھر اس سے خطا ہو تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔	

تشریحات ۲۹۳۰ مراد وہ حاکم ہے جو مجتہد ہو یا مجتہدین سے پوچھ کر فیصلہ کرتا ہو، یہ مصیب کے لئے دو اجر ملنا ظاہر ہے لیکن مخطی کو بظاہر اجر نہیں ملنا چاہئے۔ خطا پر اجر کیسا لیکن پھر بھی اس کو ایک اجر اس بنا پر ملتا ہے کہ اس نے حق معلوم کرنے کی کوشش کی۔

بَابُ مَنْ رَاٰی تَرْكَ النَّكِيْرِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةً لَا مِنْ غَيْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار نہ کرنے کو حجت جانتا ہو دوسرے کے انکار کو حجت نہ جانتا ہو۔

ص ۱۰۹۳

توضیح یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کچھ کیا گیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ حضور نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا یہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا بھی سکوت حجت نہیں۔

دوسرا جزء، بالکلیہ قابل تسلیم نہیں صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی کام کیا گیا اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو یہ بھی حجت ہے یہ اجماع سکوتی ہے جب کہ صحابہ کرام کی کل یا اکثر جماعت کے سامنے ایسا ہوا ہو۔

حدیث	عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ
۲۹۳۱	محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات پر اللہ کی قسم
يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّائِدِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ	
کھاتے ہوئے دیکھا کہ ابن صائد (الصیاد) دجال ہے میں نے ان سے کہا آپ اس بات پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں	

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَحْلِفُ عَلٰى ذَالِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى

انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات پر قسم کھاتے ہوئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہ

سنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

تشریحات ۲۹۳۱

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے جو اخیر زمانہ میں خروج کرے گا مگر اس کے معارض حدیث گزر چکی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں اس کی گردن اڑا دوں تو فرمایا اگر یہ وہی (یعنی دجال) ہے تو اس پر قابو نہیں پاؤ گے۔ اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی خیر نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں شک تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے ہو سکتا ہے کہ اول امر میں اس کا قطعی علم نہ عطا کیا گیا ہو اور بعد میں قطعی طور پر بتا دیا گیا ہو کہ یہی دجال ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی بعض مصلحتوں کی بنا پر قطعی یقینی بات کو بھی شک کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ"۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ابن صیاد کو قتل سے بچانا تھا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ عَنْ شَيْءٍ ص ۱۰۹۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو۔

توضیح بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بزار نے بطریق عبداللہ بن ثابت انصاری روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توراۃ سے ایک صحیفہ لکھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو۔ مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر جعفی ہے جو ضعیف ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں فرمایا مگر اس کی مؤید صحیح حدیثیں ہیں اس لئے اس کو باب کا عنوان قرار دے دیا۔

وَقَالَ اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ

حمید بن عبدالرحمن نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کو ایک گروہ

[1] مسلم: فتن۔ ابوداؤد: ملاحم

بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ رَهْطًا مِنْ قُرَيْشٍ بِالْمَدِيْنَةِ

کے ساتھ مدینے میں بات کرتے ہوئے سنا اور کعب احبار کو ذکر کیا تو کہا بیشک یہ ان لوگوں میں

وَذَكَرَ كَعْبَ الْاَحْبَارِ فَقَالَ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْدَقِ هٰؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ

سب سے زیادہ سچا ہے جو قدیم کتاب کی باتیں بیان کرتے ہیں اس کے باوجود ہم نے اس کا

يُحَدِّثُوْنَ عَنِ الْكُتُبِ وَاِنْ كُنَّا مَعَ ذَالِكَ لِنَبْلُوْا عَلَيْهِ الْكَذِبَ

جھوٹ آزمایا ہے۔

تشریحات

یہود و نصاریٰ سے کچھ پوچھنے میں یہ اندیشہ تھا کہ اُسے صحیح نہ سمجھ لیں اور حقیقت میں وہ اسلام کے خلاف ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شارع علیہ السلام کی تحقیر بھی ہے کہ کہیں یہود و نصاریٰ اس دھوکہ میں نہ پڑ جائیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ علم والے ہیں۔ اس باب میں قول محقق یہ ہے کہ عقائد و شرائع میں ان کی بات نہ سنی جائے لیکن وقائع اور اخبار میں جو ہمارے مذہب کے خلاف نہ ہو ان کی باتیں ذکر کرنے اور سننے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بخاری ہی میں کتاب الانبیاء میں حدیث گزر چکی۔ فرمایا۔

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج [۵] بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو کوئی حرج نہیں۔

یہیں سے ان خام کار مدعیان تحقیق کی بات کا وزن معلوم ہو گیا کہ وہ اجلہ محدثین پر طعن کرنے کے لئے لکھ دیتے ہیں کہ یہ معتبر نہیں کہ یہ اسرائیلیات بیان کرتے تھے جیسا کہ محمد بن اسحٰق جلیل القدر تابعی پر مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی بعض تحریروں میں یہی جرح کی ہے اس کا رد بلیغ مسند وقت حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ وقایہ اہل السنۃ میں فرمایا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۔ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۔ وَاِنَّ الْمُشَاوَرَةَ قَبْلَ الْعَزْمِ وَالتَّبَيُّنِ ۔ لِقَوْلِهٖ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ فَاِذَا عَزَمَ الرَّسُوْلُ لَمْ يَكُنْ لِبَشَرٍ التَّقَدُّمُ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ص ۱۰۹۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان "اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے"۔ اور فرمایا "اور معاملات میں ان سے مشورہ کرو"۔ اور مشورہ پختہ ارادے اور حال ظاہر ہونے سے پہلے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پس جب تم نے ارادہ کر لیا تو اللہ پر بھروسہ کرو"۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ارادہ فرمالیں تو اللہ اور رسول پر آگے بڑھنے کا کسی کو حق نہیں۔

---

[۵] کتاب الانبیاء ص ۴۹۱

وَشَاوَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْمُقَامِ وَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احد اپنے اصحاب سے مدینے میں رہ کر مدافعت کرنے یا باہر نکل کر مدافعت کرنے

الْخُرُوجِ فَرَأَوْا لَهُ الْخُرُوجَ فَلَمَّا لَبِسَ لَأْمَتَهُ وَعَزَمَ قَالُوا أَقِمْ فَلَمْ يَمِلْ

کے بارے میں مشورہ کیا لوگوں نے باہر نکل کر مدافعت کی رائے دی۔ جب حضور نے ہتھیار پہن لیا اور نکلنے کا ارادہ فرمالیا

إِلَيْهِمْ بَعْدَ الْعَزْمِ وَقَالَ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ يَلْبَسُ لَأْمَتَهُ فَيَضَعُهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ

تو لوگوں نے کہا مدینے میں رہ کر مدافعت فرمائیں تو ارادے کے بعد حضور نے ان کی طرف توجہ نہیں دی اور فرمایا نبی کے لائق نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتارے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔

وَشَاوَرَ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ فِيمَا رَمَى بِهِ أَهْلُ الْإِفْكِ عَائِشَةَ فَسَمِعَ

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے یہ مشورہ فرمایا اس معاملے میں

مِنْهُمَا حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ فَجَلَدَ الرَّامِينَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَى تَنَازُعِهِمْ

جو اہل افک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کی باتیں سنیں یہاں تک کہ قرآن

وَلَكِنْ حَكَمَ بِمَا أَمَرَهُ اللهُ۔

نازل ہوا اور بہتان باندھنے والوں کو کوڑے مارے اور انکے تنازعے کا خیال نہ فرمایا لیکن اللہ نے جو حکم دیا تھا اسکے مطابق فیصلہ فرمایا۔

وَكَانَتِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيرُونَ الْأُمَنَاءَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ اہل علم میں جو امین ہوتے ان سے امور مباحہ میں مشورہ فرماتے تاکہ ان میں سب سے

مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوا بِأَسْهَلِهَا فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ

زیادہ جو آسان ہو اسے اختیار کریں جب کتاب یا سنت واضح ہو جاتی تو اس کے غیر کی طرف نہیں بڑھتے۔ نبی صلی اللہ

أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی اقتدا میں۔

تشریحات

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو باتیں منصوص نہ ہوں ان میں اہل علم باہمی مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کریں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسی پر عمل تھا۔ کہ وہ غیر منصوص مسائل میں اپنے تلامذہ کے ساتھ بحث و مباحثہ کر کے فیصلہ کیا کرتے تھے، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خلق قرآن کے مسئلے میں حضرت امام ابو حنیفہ سے میرا چھ مہینہ تک مکالمہ رہا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی واقعی مجتہد ہے تو وہ اپنی ذاتی تحقیق سے کوئی فیصلہ کرے تو بھی حق ہے جیسے اسامہ کی

روانگی اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا فیصلہ فرمایا جسے تمام صحابہ کرام نے تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا۔

تعجب ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ انہوں نے باب باندھا ہے مشورہ کا اور اس کے ضمن میں مانعین زکوٰۃ کا واقعہ ذکر فرمایا، حالانکہ اس قصے میں کوئی مشورہ نہیں ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق حکم دیا۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے اختلاف بھی کیا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر التفات نہیں فرمایا۔ ان کے شبہات کو رد فرمایا اور اپنے حکم کو حدیث سے ثابت فرمایا۔

فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَنَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اس نے ہماری طرف سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کرلیا مگر اسلام کے حق پر۔ اس کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں حضرت صدیق اکبر نے فرمایا جو نماز زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے اس سے میں ضرور ضرور قتال کروں گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر کوئی جانور باندھنے کی رسی دیتا تھا اور اب نہیں دے گا تو میں اس سے ضرور ضرور قتال کرونگا۔ نیز اس حدیث سے بھی استدلال فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَن بدل دینہ فاقتلوہ — جو اپنا دین بدلے اسے قتل کرڈالو۔

مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرکے اپنا دین بدل دیا اور مرتد ہوگئے اس لئے ان سے قتال واجب ہے۔

وَکَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابُ مَشُوْرَۃِ عُمَرَ کُھُوْلًا کَانُوْا اَوْ شُبَّانًا وَکَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰہِ

اور علما حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارکان تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب اللہ کے حکم کے آگے ٹھہر جانے والے تھے۔

تشریح اس عبارت میں قراء سے مراد علماء ہیں اس عہد میں جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا تھا وہی عالم مانا جاتا تھا انہیں کو قراء کہتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف علماء سے مشورہ فرماتے تھے اگرچہ وہ کم عمر ہی کے کیوں نہ ہوں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم ——— دوران گفتگو اگر کسی بات کی تائید قرآن مجید سے

ہوتی تو بحث بند کر دیتے اور اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔

بار بار اس کا اعادہ ہو چکا کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے مقدم کتاب اللہ ہے پھر سنت رسول اللہ پھر اجماع صحابہ اس کے بعد مجتہد کا اجتہاد یعنی قیاس ——— اور قیاس صرف ائمہ مجتہدین کا معتبر ہے۔ اس چیز کو سامنے رکھ کر حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے ان تمام ابواب پر گہری نظر ڈالیں گے جو بظاہر آپس میں متناقض ہیں یا بعض ابواب میں کچھ تشدد یا تساہل نظر آتا ہے وہ سب دور ہو جائے گا۔ فَلْیَتَدَبَّرُوْا وَلْیَتَحَرَّرُوْا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ التَّوْحِيْدِ

جہمیہ وغیرہ کا رد اور توحید کا بیان

۱۰۹۶ ص

توضیح فربری سے منقول اکثر نسخوں میں (یہاں عنوان) صرف کتاب التوحید ہے اور ایسے ہی نسفی اور حماد بن شاکر کے نسخے میں بھی ہے ——— البتہ مستملی میں الرد علی الجھمیۃ وغیرھم کا اضافہ ہے۔

توحید۔ کا معنی ایک جاننا یا کسی کو ایک کہنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی صفات، اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اس کا مقابل شرک ہے۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شِرک فی الذات، شِرک فی الصفات، شِرک فی العبادۃ اس عنوان کے تحت حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے تینوں اقسام کے شرک کا شدید رد فرمایا ہے اسلئے کہ شرک ناقابل عفو گناہ ہے اور انسان کا سب سے بڑا جرم ہے اور یہی مدار ایمان و کفر ہے۔ شرک سے اجتناب ایمان ہے اور اس کا ارتکاب کفر ہے۔

اسی کے ساتھ ہی ساتھ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے مدعی اسلام باطل فرقوں کا بھی

شدید رد فرمایا ہے عنوان میں صرف جہمیہ کا ذکر ہے لیکن اس وقت کے تمام بدمذہبوں کا شدید رد فرمایا ہے جن کی جانب وغیرہم کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔

ابن حزم نے کتاب الملل والنحل میں تصریح کی ہے کہ اسلام کے دعویدار پانچ فرقے بنیادی ہیں اہلسنت۔ معتزلہ جن میں قدریہ بھی داخل ہیں۔ مرجیہ ان میں جہمیہ اور کرامیہ بھی داخل ہیں پھر رافضی جن میں شیعہ بھی ہیں پھر خوارج اور ان کی مختلف شاخیں۔

ان میں سے پھر امام بخاری علیہ الرحمہ نے گزشتہ ابواب میں اکثر کا رد فرمایا ہے خصوصیت سے خوارج کا "فتن" میں اور روافض کا "کتاب الاحکام" میں رد فرمایا ہے۔ اور کتاب التوحید میں بھی جگہ جگہ ان سب کا رد ہے۔ ان فرقوں میں جہمیہ کا ضرر سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر عنوان میں فرمایا —— جہمیہ فرقہ کا بانی جہم بن صفوان ہے جو ۱۲۸ھ میں مارا گیا۔ اس کے بنیادی عقائد یہ تھے، یہ اللہ عز وجل کے صفات کے منکر ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام مخلوق ہے نیز ان کا اعتقاد ہے کہ بندے مجبور محض ہیں ان کو کوئی اختیار و قدرت نہیں حتی کہ کسب پر بھی قادر نہیں افعال کی نسبت بندوں کی طرف مجازی ہے نیز یہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اگرچہ زبان سے کفر ظاہر کرے اور علانیہ بت کی پرستش کرے وغیرہ وغیرہ۔

جہمیہ۔ مرجیہ۔ معتزلہ۔ قدریہ وغیرہ فرقے اب دنیا سے نیست و نابود ہو گئے ان کا ذکر صرف کتابوں میں ہے۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے عہد میں چونکہ ان سب کا زور تھا اس لئے ان سب کے رد کی اشد ضرورت تھی اس لئے امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان سب کا رد فرمایا۔

اب یہ سب فرقے نہیں مگر انھیں اور ظاہریہ کے اصول کے مطابق نیچری، وہابی، صلح کلی وغیرہ وغیرہ فرقے موجود ہیں اس لئے اس زمانے میں علماء اہلسنت انھیں فرقوں کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ میرا مقصود صرف بخاری کی شرح ہے وہ بھی صرف احادیث کی اسلئے میں اپنے مقصد کے مطابق احادیث کی شرح پر اکتفا کرتا ہوں اور اسی کے ضمن میں ابواب کی توضیح اور ان سے مستخرج فوائد بھی لکھ دیتا ہوں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ إِلَى تَوْحِيْدِ اللّٰهِ تَبَارَكَتْ أَسْمَاءُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ

اس بات کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔

ص ۱۰۹۶

حدیث	إِنَّ أَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ
۲۹۳۲	اور ابو الرجال محمد بن عبد الرحمن نے اپنی والدہ عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت کرتے ہوئے

عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ فِي حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث بیان کی اور یہ حضرت عائشہ کی پرورش میں تھیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم نے ایک صاحب کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا یہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو اس میں

بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهِ فِي صَلٰوتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ

اور سورت کے ساتھ اخیر میں قل ہو اللہ احد پڑھتے۔ سریہ سے لوٹنے کے بعد لوگوں نے

اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ لوگوں

لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ

نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں اس کو ہر نماز میں اسلئے پڑھتا ہوں کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس

اَنْ اَقْرَأَ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ ۵

کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

تشریحات ۲۹۳۲ اس حدیث کے راوی محمد بن عبد الرحمٰن کی کنیت ابو الرجال مذکور ہے، یہ کنیت اس بنا پر ان کی پڑی تھی کہ ان کے دس بیٹے تھے ــــــ عمرہ بنت عبد الرحمٰن ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص پروردہ تھیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اکثر حدیثیں اور اہم حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

اس مضمون کی احادیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہیں لیکن وہ سب الگ الگ واقعات سے متعلق ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ایک صاحب رات میں غالباً تہجد میں ایک ہی رکعت میں قل ہو اللہ شریف کو بار بار پڑھتے تھے۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ تو فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قل ہو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک صاحب مسجد قبا میں امامت فرماتے تھے اور وہ ہر رکعت میں دوسری سورتوں کے ساتھ قل ہو اللہ شریف بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا اگر تم کہو تو میں امامت چھوڑ دوں لیکن اس سورت کا پڑھنا نہیں چھوڑوں گا چونکہ وہ سب سے افضل تھے اسلئے لوگوں نے یہ پسند نہیں

۱ے مسلم۔ صلوٰۃ۔ نسائی۔ عمل الیوم واللیلۃ

کیا۔ معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، ان سے پوچھا کہ آخر تم کیوں ہر رکعت میں اس سورت کو پڑھتے ہو توانہوں نے عرض کیا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سنکر فرمایا اس کے ساتھ تمھاری محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔

اس سورہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا صِفْ لَنَا رَبَّكَ اپنے رب کا وصف ہم سے بیان فرمائیے، اس پر سورۂ اخلاص نازل ہوئی۔ اس سورہ میں توحید کی بنیادی باتیں مذکور ہیں۔ یہ مذکور ہے کہ وہ ایک ہے اس کی ذات یا صفات یا عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ صمد ہے، سب سے بے نیاز ہے وہ قدیم ہے حادث نہیں اس کے نہ ماں ہیں نہ باپ نہ اس کی کوئی اولاد ہے غور کیجئے تو اس سورہ میں مشرکین کے تمام فرقوں کا رد ہے۔ یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہے جو اللہ عز وجل کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہیں اور ان مشرکین کا بھی کا رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

اس سورت کے تہائی قرآن ہونے کا دو مطلب ہے ایک ظاہر اور جو مشہور ہے یعنی ثواب دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں جتنے مضامین مذکور ہیں بالاختصار جامعیت کے ساتھ اس کا ایک تہائی اس سورت میں مذکور ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان عالم الغیب ہے، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔ اور اس ارشاد کا بیان اور بیشک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ اور اس ارشاد کا بیان اس کو اس نے اپنے علم سے اتارا ہے۔ اور اس ارشاد کا بیان کسی مادہ کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اللہ کے علم سے اور اس ارشاد کا بیان۔ اور قیامت کا علم اس پر حوالہ ہے۔

ص ۱۰۹۷

توضیح بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باب سے حضرت امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں خصوصاً قیامت کا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ باب کے عنوان میں مذکور آیت ۲ اور ۵ کا ظاہر مدلول یہی ہے نیز باب کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں ان کے ظاہر سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے لیکن جو بھی نظر عمیق رکھتا ہے وہ تھوڑے غور کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حضرت امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ علم غیب ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

اور اس کی عطا، اور اس کی دین سے اس کے پسندیدہ رسولوں کو بھی حاصل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دقائق کا سمجھنا ہم کس وناکس کس شمار میں، بڑے بڑے محقق بننے والوں کے بس کی بات نہیں ——— ناظرین غور کریں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے سورۂ جن کی آیت کریمہ تحریر فرمایا۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
غیب کا جاننے والا اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔

یہ آیت اس پر نص ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور چونکہ اللہ کی عطا سے ان کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اس لئے ان کا علم عطائی ہوا اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی۔ اب اس آیت سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اول علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی ——— دوسرے یہ کہ علم ذاتی اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں، نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ۔ اور یہ کہ رسولوں کو علم غیب عطائی حاصل ہے۔

اب اگر بعد میں ذکر کی گئی آیتوں اور بعد میں درج احادیث کا مطلب یہ لیا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب عطائی بھی حاصل نہیں تو یہ آیات اور احادیث سورۂ جن کی اس آیت کے معارض ہونگی۔ اور اللہ عزوجل کے کلام میں تضاد، تعارض، محال۔ تو تطبیق کے لئے لازم ہوا کہ بعد کی آیتوں میں اور باب میں درج احادیث میں علم سے مراد علم ذاتی لیا جائے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ غیب کا علم ذاتی تو کیا مطلق علم ذاتی بھی نہ کسی رسول کو حاصل نہ کسی فرشتے کو۔ اور یہ اس کے منافی نہیں کہ علم غیب عطائی انبیائے کرام یا اولیائے کرام کو حاصل ہو۔ اب اس کو دوسری طرح یوں سمجھئے کہ آیۂ کریمہ

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ
بیشک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔

اور ——— اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ
اور قیامت کا علم اسی پر حوالہ ہے۔

اس بات کی دلیل کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو قیامت کا علم نہیں اسی وقت بن سکتی ہیں جب کہ ان آیات میں علم سے مراد علم عطائی لیا جائے اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا علم عطائی ہو یہ صریح کفر و شرک ہے۔

دوسرا نکتہ قابل غور یہ ہے کہ سورۂ جن کی آیت کریمہ کا سباق یہ بتارہا ہے کہ یہ آیت خاص علم قیامت کے بارے میں ہے اس کے پہلے ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا
تم فرماؤ میں اپنی سمجھ سے نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب

اسے ایک وقفہ دے گا۔

اس کے متصل ہی ہے آیۃ کریمہ عٰلِمُ الْغَیْبِ الآیہ اب دونوں آیتوں کا حاصل یہ نکلا قیامت قریب ہے یا اس کے لئے کچھ وقفہ ہے یہ میں اپنی سمجھ سے نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے، یہاں غیب اپنے لفظ کے اعتبار سے عام ہے لیکن سباق اس کی دلیل ہے کہ یہ خاص علم قیامت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ قیامت کا علم اللہ کے بتانے سے اس کے پسندیدہ رسولوں کو بھی ہے۔ علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہٗ شرح قصیدۂ بردہ میں لکھتے ہیں۔

لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا الابعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ صـ۲ـ — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد ہی دنیا سے تشریف لے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

علم غیب کی قدرے تفصیل نزہۃ القاری جلد اول میں حدیث جبریل کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

حدیث ۲۹۲۳	عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَکَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ فَقَدْ کَذَبَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَمَنْ حَدَّثَکَ اَنَّہٗ یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَقَدْ کَذَبَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یقیناً وہ جھوٹ بولا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور جو یہ بیان کرے کہ وہ علم غیب جانتے تھے۔ بلا شبہہ وہ جھوٹ بولا حالانکہ وہ فرماتا ہے کہ سوا اللہ کے اور کوئی غیب نہیں جانتا

تشریحات ۲۹۲۳ کتاب التفسیر سورۂ والنجم میں بطریق یحییٰ حضرت مسروق سے یہ حدیث یوں مروی ہے انھوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ یہ سن کر ام المومنین نے فرمایا تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تین باتوں سے تو کہاں غافل ہے ان کو جو بھی بیان کرے بلا شبہہ وہ جھوٹا ہے۔ جو تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو یقیناً وہ جھوٹ بولا پھر انھوں نے یہ آیۃ کریمہ تلاوت کی۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے ـــــ اور کسی آدمی کو نہیں پہنچا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر

پردۂ عظمت کے ادھر ہو۔ ——— اور جو تجھ سے بیان کرے کہ وہ کل آئندہ کی بات جانتے تھے یقیناً وہ جھوٹ بولا۔ پھر ام المومنین نے یہ آیت تلاوت کی کوئی جان نہیں جانتی ہے کہ کل کیا کمائے گی اور جو تجھ سے بیان کرے کہ انھوں نے تجھ سے کچھ چھپایا تو وہ یقیناً جھوٹ بولا۔ پھر انہوں نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت کی۔ اے اللہ کے رسول ان سب کو پہنچا دو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے آتارا گیا۔ ہاں انہوں نے جبریل کو اپنی صورت میں دو بار دیکھا۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار باتوں میں اختلاف مشہور ہے اور لوگوں سے ان تین میں غلط فہمی ہوئی۔

ایک تو سماع موتیٰ، وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے اس کی پوری بحث نزہتہ القاری کی چوتھی جلد صفحہ ۱۳۵ لغایت صفحہ ۱۳۷ پر ہو چکی ہے۔

دوسرے معراج جسمانی کے بارے میں کہ انھوں نے فرمایا مافقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ معراج کی شب جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہیں گیا۔ حالانکہ ام المومنین کا یہ ارشاد اس معراج منامی کے بارے میں ہے جو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور وہ معراج جو جسم و روح کے ساتھ ہوئی وہ مکہ معظمہ میں ہوئی تھی اس وقت ام المومنین کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔

تیسرے علم غیب کے بارے میں۔ حضرت ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم غیب تھا وہ جھوٹا ہے۔

اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے اس لئے کہ علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے علم ذاتی مراد ہوتا ہے جیسا کہ حاشیۂ کشاف میں میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرے کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

چوتھے۔ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار کیا یا نہیں یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مختار یہی ہے کہ دیدار الٰہی نہیں ہوا اور سورۂ والنجم میں جو مذکور ہے اس سے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھنا مراد ہے اگرچہ ہم اہلسنت کے یہاں راجح اور مختار یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج دیدار الٰہی فرمایا اور یہی سورہ والنجم کے سیاق کے زیادہ موافق ہے ارشاد ہے۔

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ——— اب وحی فرمائی اپنے بندے کی جانب جو وحی فرمائی

اس آیت میں عبدہٖ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ عزوجل ہے اب اگر فاوحیٰ کی ضمیر مرفوع

متصل کا مرجع جبریل امین کو ٹھہرائیں تو ضمیروں کے مراجع میں انتشار و اختلاط لازم آئے گا کہ اول و آخر کی ضمیروں کا مرجع جبریل امین ہوں اور بیچ میں عبدہ کا مرجع اللہ عزوجل اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ہی جملہ کے ضمائر میں انتشار سے احسن اور افصح اتحاد ہے اس لئے دونوں فَاَوْحیٰ کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ عزوجل کو ماننا زیادہ راجح ہوا اور یہی جمہور صحابہ و تابعین عظام و ائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت کی طرف راجع ہیں۔ یعنی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ٥ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ـــــ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى
ان سب ضمائر کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے اب آیتوں کا ترجمہ یہ ہوا۔ اور وہ یعنی رب کا جلوہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔ ـــــ اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔
اور درایۃً بھی یہی راجح ہے اس لئے کہ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل امین سے بدرجہا افضل ہیں اس لئے اس میں کوئی خاص کمال نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کو دیکھیں بلکہ جبریل امین حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھیں یہ ان کیلئے کمال ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ؎

مصطفیٰ بکشاید ار پرِّ جمیل   تا ابد بیہوش ماند جبرئیل

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا حجاب اٹھا دیں اور جبریل دیکھ لیں تو ابد تک بے ہوش رہیں گے۔
ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یقیناً یہ بہت بڑا کمال ہے کہ چشم سر سے رب کا جلوہ دیکھ لیا۔ حضرت ام المومنین کا استدلال آیۂ کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" سے ہے اس پر بحث گزر چکی ہے کہ یہاں مراد احاطہ ہے اور یہ حق ہے۔
اسی طرح علم غیب کے سلسلے میں ام المومنین کا استدلال "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" سے ہے اور یہاں متعین ہے کہ غیب سے مراد ذاتی ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ کا علم عطائی ہو۔

قابل توجہ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" آیت ہے اس لئے کہ پہلے فرمایا تھا وَهُوَ يَقُوْلُ۔ اس سے بھی مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے اس کی مناسبت سے بعد میں فرمایا وَهُوَ يَقُوْلُ اس سے بھی مراد اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے مگر اس نظم کے ساتھ کوئی آیت نہیں۔ آیت تو یہ ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (سورۂ نمل آیت ۶۵)

اس آیت کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ راویان حدیث میں سے کسی کی طرف ایسی خطا کی نسبت سے اسلم یہی ہے کہ لا یعلم الغیب الا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مانا جائے اور دوسرے وھو یقول کی ضمیر کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ناظرین سماع موتی کی تحقیق جاننا چاہیں تو "حیات الموات" کا مطالعہ کریں اور علم غیب پر سیر حاصل بحث دیکھنا چاہیں تو "الدولۃ المکیہ، الفیوض الملکیہ، خالص الاعتقاد" انباء المصطفیٰ کا مطالعہ کریں۔ اور رویت باری کے سلسلے میں منبہ المنیہ فی وصول الحبیب الی العرش والرویا کا مطالعہ کریں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان سب مسائل پر اتنی تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اب اس میں نہ زیادتی کی گنجائش ہے نہ انکار کی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَمَنْ حَلَفَ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور وہ غالب حکمت والا ہے اور اس ارشاد کا بیان، پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو اور اس ارشاد کا بیان اور اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور جس نے اللہ کی عزت اور اس کی صفات کیساتھ قسم کھائی۔

ص ۱۰۹۸

توضیح یعنی اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ میں سے عزیز اور حکیم بھی ہے اور عزت کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کرنی درست ہے نیز اللہ عزوجل کی عزت اور اس کی صفات کی قسم کھانی بھی صحیح ہے۔

حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
۲۹۳۴	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا

اس طرح دعا مانگتے تھے میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں اے وہ ذات کہ تیرے سوا کوئی

يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ

معبود نہیں جسے موت نہیں اور جن و انس سب کے لئے موت ہے۔

حدیث	عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی
۲۹۳۵	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ یُلْقٰی فِیْھَا وَھِیَ تَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ

کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جہنمی جہنم میں مسلسل ڈالے جائیں گے اور وہ کہتی رہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہے

حَتّٰی یَضَعَ فِیْھَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَدَمَہٗ فَیَنْزَوِیْ بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ ثُمَّ

یہاں تک کہ رب العلمین اس میں اپنا قدم رکھے گا تو اس کا بعض بعض کی طرف سمٹ آئے گا اور جہنم

تَقُوْلُ قَدْ قَدْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا یَزَالُ الْجَنَّةُ تَفْضُلُ حَتّٰی

کہے گی بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم اور جنت کا بھی ایک حصہ خالی رہے گا، یہاں تک کہ

یُنْشِئَ اللّٰہُ لَھَا خَلْقًا وَیُسْکِنُھُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ

اللہ تعالیٰ اسکے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائے گا اور انھیں جنت کی خالی جگہ میں رکھے گا۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ص ۱۰۹۹

ت	وَقَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ تَمِیْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ
۸۶۸	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے

تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُہُ الْاَصْوَاتَ

کہا اس اللہ کے لئے حمد ہے جس کا سمع سب آوازوں کو وسیع ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نازل فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے سنی اس کی بات جو اپنے شوہر

تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِھَا

کے بارے میں تم سے بحث کرتی ہے۔

تشریحات ۸۶۸ اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں لفظ مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ برکت والی ہے وہ ذات جس کا سننا ہر شئی کو وسیع ہے میں خولہ کی بات سن رہی تھی اور بعض بات نہیں سن پاتی تھی اور وہ اپنے شوہر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے شکایت کر رہی تھی جن کا نام اوس بن صامت تھا۔ اس نے میرے شباب کو کھا لیا اور میرے پیٹ نے اس کے لئے اولاد پیدا کیا یہاں تک کہ جب میری عمر زیادہ ہو گئی اور اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اے اللہ میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں تو وہ اپنی جگہ سے ہٹی بھی نہیں کہ جبریل ان آیتوں کو لے کر اترے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ إِلَى اللّٰهِ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کو سمیع کہنا جائز ہے ــــ کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ عزوجل کے سمیع بصیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ علیم ہے۔ سننے اور دیکھنے کی اسے قدرت نہیں اسلئے کہ سننے اور دیکھنے کے لئے آلۂ سماع اور آلۂ بصر ضروری ہے، اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے۔ امام بخاری اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماع اور صفت بصر صفت علم کے علاوہ مستقل صفات ہیں۔ کسی کے نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھا ہے کسی کے نہ سننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بہرا ہے۔ اندھا بہرہ ہونا نقص وعیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور جب کہ قرآن مجید اور احادیث میں سمیع وبصیر کا اطلاق باری عز اسمہ پر ہے تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں، اللہ عزوجل کی ذات جس طرح بے مثل وبے مثال ہے اسی طرح اسکی صفات بھی بے مثل وبے مثال ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَقَوْلِهِ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔ اور اس ارشاد کا بیان۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔

ص ۱۱۰۱

توضیح نفس کے معنی جان ہے اور ہر جان کے لئے موت، ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ اس سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست نہیں لیکن قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اور کثیر احادیث میں نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر ہے حضرت امام بخاری اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست ہے اور یہاں اس کے معنی جان کے نہیں بلکہ ذات کے ہیں۔

حدیث	عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
۲۹۳۶	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَأَنَا مَعَهُ إِذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اسکے ساتھ

289

ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ

ہوں جب وہ میری یاد کرے اگر وہ تنہائی میں میری یاد کرے تو میں اس کو اکیلے یاد کروں گا اور اگر وہ کسی مجمع میں

فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنْ

میری یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس مجمع میں کرتا ہوں جو ان کے مجمع سے بہتر ہے اور جو میری جانب بالشت بھر آتا ہے

تَقَرَّبَ اِلَیْہِ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً

تو میں اس کے قریب ہاتھ بھر ہو جاتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ کے برابر آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کی مقدار قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی جانب دوڑ کر قریب ہوتا ہوں۔

۲۹۳۶

تشریحات

باب سے مناسبت صرف اتنے سے ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ذکرتہ فی نفسی۔ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر نفس کا اطلاق فرمایا۔ اس حدیث میں ذراع۔ باع۔ اور ہرولۃ مذکور ہے۔ اللہ عزوجل شہید ہے۔ کسی کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سے دور رہا ہو اس بنا پر یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور تاویل یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس بندے پر خصوصی رحمت فرماتا ہے۔

ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہیں

جمہور اہلسنت کا یہ مذہب ہے کہ نوع بشر نوع ملائکہ سے افضل ہے۔ اس طرح پر کہ خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عامہ بشر یعنی مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام مطلقاً تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔ جس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران ۳۳) بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالم پر چن لیا۔

نیز فرمایا گیا۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل ۷۰) بیشک ہم نے بنی آدم کو بزرگی بخشی

فعل اور شبہ فعل کا متعلق جب محذوف ہوتا ہے تو عموم کا افادہ کرتا ہے اس لئے اس آیت کا صریح مدلول یہ ہوا کہ بنی آدم کو تمام عالم پر بزرگی بخشی۔ اس عموم میں فرشتے بھی داخل ہیں

نیز فرمایا۔

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ (جاثیہ آیت ۱۳) جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب تمہارے بس میں کر دیا اپنے حکم سے۔

ما کے عموم میں فرشتے بھی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مسخر سے مسخر لہ افضل ہوتا ہے۔ نیز تمام فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرایا۔ یہ سجدۂ تعظیم و تکریم تھا۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نوع بشر

نوع ملائکہ سے افضل و برتر ہے

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ رسل ملائکہ پوری امت سے افضل ہیں حتیٰ کہ خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی۔ مگر اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں۔ صاف تصریح ہے کہ فرمایا ذکرتہ فی ملاءٍ خیر منھم میں اس کا ذکر کرونگا اس جماعت میں جو اس سے بہتر ہے۔ اور یہی مذہب فلاسفہ اور معتزلہ کا ہے اس استدلال کا جواب یہ ہے یہ قطعی نہیں کہ فی ملاءٍ خیر منہم سے مراد ملائکہ ہی ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام ہوں نیز ایک نکتہ قابل لحاظ یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ میں ذاکر اللہ عزوجل ہے، اللہ کے ذکر کی وجہ سے اس جماعت کو خیر منہم فرمایا گیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ تُغَذّٰى وَقَوْلِهٖ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اور اس لئے کہ تم میری نگاہ کے سامنے تیار ہو" یعنی تیری پرورش کی جائے تجھے غذا دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی ہیں۔

ص ۱۱۰۱

توضیح باب میں مذکور آیات میں اللہ عزوجل کی طرف عین کی اضافت ہے نیز بعض احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے عین ہے نیز بعض احادیث میں قدم کا بھی اثبات ہے، امام بخاری نے سب کے لئے الگ الگ باب قائم کیا ہے لیکن امام بخاری کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ اللہ عزوجل اعضاء و جوارح رکھتا ہے۔ اور معاذ اللہ اسے جسم ہے۔ اللہ عزوجل کے لئے جسم ماننا اور اعضاء ثابت کرنا صریح کفر ہے اس لئے کہ جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث اس لئے کہ ہر مرکب اپنے اجزاء سے مسبوق ہوتا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع قطعی ہے کہ اللہ عزوجل قدیم ہے نیز ہر مرکب اپنے وجود میں اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور احتیاج دلیل حدوث ہے اور اللہ عزوجل واجب بالذات اسلئے ان تمام الفاظ کو متشابہات میں داخل ماناگیا ہے۔ اور عوام کے سمجھانے کے لئے مناسب تاویلیں کی گئی ہیں۔ امام بخاری نے اس باب کے ضمن میں دجال کی حدیثیں ذکر کی ہیں جس میں یہ فرمایا گیا۔

انہ اعور وان ربکم لیس باعور وہ کانا ہے اور تمھارا رب کانا نہیں۔

اس سے اقتضاءً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے آنکھ ہے

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد

وَسَلَّمَ لَا شَخْصَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ کا بیان۔ کوئی شخص اللہ عزوجل سے زیادہ غیرت مند نہیں۔

صـ ۱۱۰۳

توضیح اس ضمن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث ذکر کی جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو اس کو مار ڈالوں گا۔ یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی تو فرمایا تم لوگ سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور مجھ سے زیادہ اللہ غیرت مند، اس حدیث کے بعض طرق میں "وَلَا شَخْصَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ" ہے اللہ سے زیادہ کوئی شخص غیرت مند نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر شخص کا اطلاق درست ہے۔

لیکن یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے سب کی روایتوں میں "شخص" کے بجائے "احد" ہے۔ صرف ایک روایت میں شخص وارد ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں۔ اس لئے کہ شخص جسم ہوتا ہے مرکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ حتیٰ کہ جہمیہ جو اللہ عزوجل کے لئے جسم مانتے ہیں وہ بھی شخص کے اطلاق کو اللہ کے لئے جائز نہیں جانتے ہو سکتا کہ یہ راوی کا تصرف ہو۔ اسی طرح غیرت کے معنی ہوتے ہیں، جو وصف کسی کے ساتھ خاص ہو اس میں دوسرے کی شرکت سے جو ہیجان اور غضب ہوتا ہے اسے غیرت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے غیرت کے لوازم میں سے ہے روکنا اور منع کرنا۔ اللہ عزوجل کی طرف جب غیرت کی نسبت ہو تو مراد اس کا لازمی معنی منع اور روکنا ہے۔

بَابُ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ فَسَمَّى اللّٰهُ نَفْسَهٗ شَيْئًا وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ شَيْئًا وَّهُوَ صِفَةٌ مِّنْ صِفَاتِ اللّٰهِ وَقَالَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی۔ تم فرماؤ اللہ گواہ ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کو شیئ فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کو شیئ فرمایا۔ حالانکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اور فرمایا "ہر شیئ" فنا ہونے والی ہے مگر اس کی ذات۔

صـ ۱۱۰۳

توضیح حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ شیئ کا اطلاق اللہ عزوجل پر صحیح ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے دو آیتیں پیش کی ہیں۔ اور حضرت سہل بن سعد ساعدی کی حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن صاحب سے فرمایا جس کے پاس مہر کے لئے کچھ نہیں تھا۔ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ" اس حدیث میں قرآن کو شیئ کہا گیا حالانکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر شیئ کا اطلاق درست

ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ شئی کے تین معنی ہے۔ "مَا یُعلَمُ وَیُخبَرُ بِہٖ" جسے جانا جائے اور جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ آیۂ کریمہ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ میں شئی سے یہی مراد ہے، یہ سارے موجودات ممکنات ممتنعات کو عام ہے۔ دوسرا معنی ممکن کے ہے خواہ وہ موجود ہو یا ازلاً ابداً معدوم ہو۔ آیۂ کریمہ "اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ میں شئی سے مراد ممکن ہی ہے۔

تیسرا معنی موجود کے ہے۔ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ میں یہی معنی مراد ہے۔ عقائد کی کتابوں میں جو فرمایا گیا "الشئ عِندَنَا ھُوَ المَوجُودُ" سے یہی مراد ہے۔ اور یہاں موجود سے مراد فی الحال موجود نہیں بلکہ ازلاً ابداً جو چیز وجود میں آئی یا آئے گی۔ وہ مراد ہے

اس تفصیل کے مطابق شئی کا اول معنی اور اخیر معنی اللہ عزوجل پر صادق ہے۔ مگر ہمارے عرف میں شئی کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ص ۱۱۰۳

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اس کا عرش پانی پر تھا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

توضیح عرش کے معنی تخت کے ہوتے ہیں خاص کر بادشاہ کا تخت۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے لئے جب عرش ہے تو وہ اس پر مستوی ہے انکی مراد یہی ہے کہ جب قرآن مجید کی آیات میں یہ وارد ہے تو اس کے لئے اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اس استواء سے کیا مراد ہے یہ متشابہات میں سے ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے اور عرش اسے گھیرے ہوئے ہے یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا "وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ"۔ اللہ تعالیٰ ہر شئی کو محیط ہے۔ اس میں عرش بھی شامل ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عرش اللہ عزوجل کو گھیرے ہوئے ہے۔ نیز اللہ عزوجل کی ذات غیر متناہی بالفعل ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عرش اسے گھیرے ہوئے ہے تو غیر متناہی نہیں رہے گا متناہی ہو جائے گا۔

ابن تیمیہ کی اندھی تقلید میں آج کل نجدیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر اسی طرح بیٹھا ہوا ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ جو اہلسنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف ہے۔ اور عقل ونقل کے بھی معارض ہے۔

ت	وَقَالَ اَبُو الْعَالِیَۃِ اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ اِرْتَفَعَ فَسَوّٰھُنَّ خَلَقَھُنَّ
۸۶۹	اور ابو العالیہ نے کہا کہ آیۂ کریمہ "اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت

کو آسمان سے متعلق کیا اور انھیں بنایا۔

ت	وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِسْتَوىٰ عَلَى الْعَرْشِ، عَلَا عَلَى الْعَرْشِ
۸۷۰	اور مجاہد نے کہا کہ "اِسْتَوىٰ عَلَى الْعَرْشِ" سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی صفت علو کی تجلی عرش پر ڈالی۔

ہمارا مذہب محقق یہ ہے جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اِسْتَوىٰ مجہول نہیں اور کیف عقل میں آنے والی بات نہیں۔ اور اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے یعنی یہ بھی متشابہات میں سے ہے۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا الْمَجِيْدُ الْكَرِيْمُ
۸۷۱	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "مجید" کے معنی کریم یعنی عزت والا ہے

وَالْوَدُوْدُ الْحَبِيْبُ يُقَالُ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ كَاَنَّهٗ فَعِيْلٌ مِّنْ مَّاجِدٍ وَّمَحْمُوْدٌ مِّنْ حَمِدَ

اور "ودود" کے معنی حبیب یعنی محبوب ہے۔ وُدُوْدٌ فعول کے وزن پر وُدّ اسے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ معنی اسم مفعول کہا جاتا ہے "حمید مجید"۔ مجید ماجد سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔ اور مَحْمُوْد حَمِدَ سے ہے اسی طرح حمید بھی حمد سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ وَقَوْلِهٖ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ملائکہ اور جبرئیل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں پاکیزہ کلام۔

ص ۱۱۰۴

توضیح اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ذوالمعارج بھی ہے جس کی دلیل وہ دونوں آیتیں ہیں جو باب کے عنوان میں مذکور ہیں۔ ملائکہ کے بارے میں جو فرمایا گیا تَعْرُجُ اِلَيْهِ اس سے مراد فرشتوں کا اپنے منازل کی طرف جانا ہے۔ اور اس آیت میں روح سے مراد جبرئیل امین ہیں اس سے مراد وہی یعنی ان کا اپنی منزل کی طرف جانا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ روح سے مراد روح انسانی ہے اس تقدیر پر اس سے مراد قبض ہونے کے بعد روحوں کا آسمان کی طرف جانا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اور آیت کریمہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ سے مراد قبول ہونا ہے۔

مجسمہ اور جہمیہ اس کے ظاہر معنی کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے جسم و مکان ثابت کرتے ہیں لیکن اللہ کے لئے مکان یا جسم کا ہونا عقلاً و نقلاً باطل ہے اس لئے ان آیتوں سے کیا مراد ہے اسے

اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں یا پھر وہ تاویل کی جائے جو ہم نے ذکر کیا۔

ت ۸۷۲ قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ يُقَالُ ذِي الْمَعَارِجِ الْمَلٰئِكَةُ تَعْرُجُ اِلَى اللّٰهِ مجاہد نے کہا عمل صالح اچھے کلموں کو بلند کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذوالمعارج کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں ___ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح سے ان کی مراد فرائض کی ادائیگی ہے اور کلمہ طیب سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جو شخص فرائض ادا نہ کرے اس کے نوافل معلق رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان فرمائی ذِي الْمَعَارِجِ یہ اس بنا پر ہے کہ اس کی بارگاہ خاص کی جانب فرشتے جاتے ہیں۔ بارگاہ کا خاص ہونا اس کے معارض نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئ کو محیط ہے اور وہ شہید ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ ص ۱۱۰۵

توضیح امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر مومن کو اللہ عزوجل کی رویت ہوگی۔ جو بلا کیف بلا جہت ہوگی جس کی بحث جلد اول میں مفصل ہو چکی ہے۔ رویت باری کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہے اس کا انکار گمراہی ہے۔

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ قَيَّامٌ۔

اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث مذکور ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اسی سند کے ساتھ حضرت طاؤس ہی سے قیس بن سعد اور ابو الزبیر سے "اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے بجائے "اَنْتَ قَيَّامٌ" مروی ہے۔

ت	وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقَيُّوْمُ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَاَ عُمَرُ الْقَيَّامُ
۸۷۳	اور امام مجاہد نے کہا قیوم کے معنی ہے جو ہر شئ پر قائم ہے اور حضرت عمر نے آیۃ الکرسی
	وَكِلَاهُمَا مَدْحٌ
	میں بجائے "قیوم" کے "القیام" پڑھا اور دونوں مدح ہے۔

تشریح ۸۷۳ یعنی قیوم اور قیام دونوں مدح ہیں ان کے معنی یہ ہیں وہ ذات جو ہر شئ پر قائم ہو جو چاہے تدبیر کرے جسے زوال نہیں۔ محمد بن فرح نے "کتاب الاسنیٰ باسماء الحسنیٰ" میں کہا کہ بندے کا وصف قیم کے ساتھ جائز ہے، قیوم کے ساتھ جائز نہیں۔ امام غزالی نے المقصد الاسنیٰ میں فرمایا قیوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے مجمع الانہر میں فرمایا کہ قیوم کا اطلاق

بندے پر کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔
بایں ہمہ بعض عرفاء کے کلام میں قیوم کا اطلاق بندوں پر آیا ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق بندے پر کفر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ناجائز ہوسکتا ہے۔ اس کی بھی تاویل وہی کی جائے گی جو حکیم۔ رشید رؤف۔ رحیم وغیرہ کی کی جاتی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی تَخْلِیقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَغَیْرِھَا مِنَ الْخَلَائِقِ

آسمان و زمین اور دوسری مخلوقات کے پیدا کرنے میں جو کچھ آیا ہے اس کا بیان۔ ص ۱۱۱۰

وَھُوَ فِعْلُ الرَّبِّ وَاَمْرُہٗ فَالرَّبُّ بِصِفَاتِہٖ وَفِعْلِہٖ وَاَمْرِہٖ وَکَلَامِہٖ

اور تخلیق رب کا فعل ہے اور اس کا امر ہے۔ رب اپنے صفات افعال اور امر و کلام کے ساتھ خالق ہے اور

ھُوَ الْخَالِقُ۔ اَلْمُکَوِّنُ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ وَمَا کَانَ بِفِعْلِہٖ وَاَمْرِہٖ وَتَخْلِیْقِہٖ وَتَکْوِیْنِہٖ

مکوّن مخلوق نہیں۔ اور جو چیز اس کے فعل اور امر اور تخلیق اور تکوین سے ہو وہ مفعول مخلوق

فَھُوَ مَفْعُوْلٌ مَخْلُوْقٌ مُکَوَّنٌ

مکوّن ہے۔

تشریح ارشاد فرمایا گیا اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ سنو اللہ ہی لئے خلق اور امر ہے عطف مغائرت چاہتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم خلق اور ہے اور عالم امر اور۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے الملفوظ میں منقول ہے کہ فرمایا مادے سے کسی چیز کے بنانے کو خلق کہتے ہیں اور بغیر مادہ کے کسی چیز کے پیدا کرنے کو امر۔ مگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امر و خلق ایک ہی ہیں۔ اور یہ عام ہے خواہ مادے سے کوئی چیز بنائی جائے یا بغیر مادے کے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ کبھی کبھی خلق بمعنی عام مستعمل ہوتا ہے اور آیۂ کریمہ مذکورہ میں بمعنی خاص۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ۔ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ وَلَمْ یَقُلْ مَاذَا خَلَقَ رَبُّکُمْ۔ وَقَالَ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کیلئے وہ اذن فرمائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وہی ہے

ص ۱۱۱۴

بلند بڑائی والا۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے رب نے کیا پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔

توضیح اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام بھی ہے جو ازلی ابدی قدیم ہے۔ اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اس معنی کر کہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں ہے کہ فرمایا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ اور یہ نہیں فرمایا مَاذَا خَلَقَ رَبُّكُمْ۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ کیا پیدا کیا۔ اور قول کلام ہی ہوتا ہے۔

اس میں رد ہے معتزلہ خوارج مرجئہ جہمیہ، نجاریہ کا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اس نے لوح محفوظ میں کلام لکھ دیا۔

اس بارے میں تین قول اہل حق کا ہے۔ کہ قرآن مخلوق نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس طرح کہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات نہ منقسم ہوتا ہے نہ متجزی ہوتا ہے۔ اور مخلوق کے کسی کلام کے مشابہ نہیں اور صوت و لحن سے پاک ہے۔

دوسرا قول مذکورہ فرقوں کا ہے۔ اور تیسرا قول کہ اس بارے میں توقف واجب ہے، نہ مخلوق کہا جائے نہ غیر مخلوق۔

دوسرا افادہ باب سے یہ فرمایا کہ انبیاء ملائکہ مومنین کی شفاعت حق ہے۔ اور کفار جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے معبودان باطلہ اللہ کے یہاں شفیع ہوں گے یہ باطل ہے۔ شفاعت کا حق صرف انہیں لوگوں کو ہے جنھیں اللہ تعالیٰ اذن دے اور اذن صرف انبیاء کرام، مومنین ملائکہ کے لئے ہے۔

ت	وَقَالَ مَسْرُوقٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا تَكَلَّمَ
۸۷۴	مسروق نے کہا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ وحی
	اللهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ أَهْلُ السَّمٰوٰتِ شَيْئًا فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَكَنَ
	کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے کچھ سنتے ہیں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور آواز بند ہو جاتی
	الصَّوْتُ عَرَفُوْا أَنَّهُ الْحَقُّ وَنَادَوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ
	ہے تو پہچانتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ ندا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا" تو فرشتے کہتے ہیں

کہ حق فرمایا۔

تشریح اس تعلیق کو بیہقی نے اسماء و صفات میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے سنتے ہیں۔ اور آسمان پر چکنے

۸۷۴

پتھر پر زنجیر کھینچنے کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسی کے مثل آواز ہوتی ہے۔ جس سے لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں، بیہوش پڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لاتے ہیں تو ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو لوگ جبرئیل سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا تو سب لوگ بلند آواز سے کہتے ہیں حق حق

ت	وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ
۸۷۵	حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ
	قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ فَيُنَادِيْهِمْ
	علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع فرمائے گا (حشر کے دن) اور انھیں ندا دے گا جسے دور والے
	بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ
	ایسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں۔

تشریح ۸۷۵ توضیح میں ہے کہ اسے حارث بن ابو اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

اسکے بعد حضرت امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو سورہ حجر کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا حکم فرماتا ہے۔ تو فرشتے اپنے بازوں کو ہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کے طور پر جس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے زنجیر چکنے پتھر پر گری ہو جس کی آواز دور تک پھیل جائے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا۔ اور وہ بلند عظمت والا ہے۔

اس سب کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن و حدیث کے ارشادات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف قول کی اسناد ثابت ہے جو اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے متکلم ہے۔ اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوح محفوظ میں کلام پیدا فرماتا ہے۔ نیز سننے والوں کے دلوں پر جو گھبراہٹ طاری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت کی ہیبت کی وجہ سے اور آواز فرشتوں کے بازوں کے پھڑپھڑانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَأَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ صـ ۱۱۱۵

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا اپنے علم سے فرشتے گواہ ہیں۔

ت	قَالَ مُجَاهِدٌ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ بَيْنَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَالْاَرْضِ
۸۷۶	اور امام مجاہد نے کہا اپنا حکم ان کے درمیان نازل فرماتا ہے۔ یعنی ساتویں آسمان
	السَّابِعَةِ
	اور ساتویں زمین کے درمیان

توضیح قرآن مجید کے لئے انزال۔ تنزیل۔ نزل کا جو لفظ آیا ہے اس سے معتزلہ وغیرہ نے یہ استدلال کیا کہ قرآن مخلوق ہے اس لئے کہ نزول، انزال۔ حادث کی صفت ہے۔ اہل سنت نے فرمایا یہاں انزال سے مراد افہام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معانی کو سمجھایا۔ یہ تاویل علامہ ابن بطال سے منقول ہے لیکن اس میں اشکال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نظم قرآن منزل نہیں اس لئے صحیح یہ ہے کہ انزال سے مراد ابلاغ ہے یعنی پہنچانا مطلب یہ ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے کلام کو اپنے رسول تک پہنچایا۔ یا پھر وہی کہا جائے کہ اس کی کیفیت مجہول ہے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں کہ اس سے کیا مراد ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ لَقَوْلٌ فَصْلٌ حَقٌّ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ بِاللَّعِبِ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اس آیت میں فصل سے مراد حق ہے اور ہزل سے مراد لعب۔

ص ۱۱۱۶

توضیح منافقین نے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے سے انکار کیا پھر جب خیبر وغیرہ کی فتوحات میں دیکھا کہ خوب مال غنیمت ملا ہے تو کہنے لگے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ کیوں نہیں لے گئے۔ حالانکہ اللہ نے فرما دیا تھا کہ منافقین کو مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اسی کو فرمایا گیا "چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں"

امام بخاری کا اس باب سے بھی مقصود یہی ہے کہ اللہ عزوجل کی صفت کلام ہے جو بات کی دونوں آیتوں سے ثابت ہے پہلی آیت میں کلام اللہ صراحت کے ساتھ ہے دوسری آیت میں وقول فصل مذکور ہے۔ اور قول کلام ہی ہے۔

حدیث	سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ عَمْرَةَ ــــــــ قَالَ سَمِعْتُ
۲۹۳۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کہ فرمایا ایک بندے نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا۔ پھر کہا اے میرے رب میں نے گناہ کیا ہے اسے بخش

وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدًا اَصَابَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ

دے تو اس کے رب نے فرمایا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس

وَرُبَّمَا قَالَ اَصَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ

پر سزا دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ایسے ہی رہتا ہے

الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَصَابَ

پھر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر اپنے رب سے عرض کرتا ہے اے میرے رب دوسرا گناہ کر لیا اسے بخش دے۔ تو اللہ تعالیٰ

ذَنْبًا اَوْ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ اَوْ اَصَبْتُ اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ

فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے میں نے اپنے

اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثُمَّ

بندے کو معاف کیا۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یوں ہی رہتا ہے۔ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے اور عرض

مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ اَصَابَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ

کرتا ہے اے رب! میں نے دوسرا گناہ کر لیا مجھے بخش دے تو فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ

اَصَبْتُ اَوْ قَالَ اَذْنَبْتُ اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِيْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهُ رَبًّا

اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے میں

يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثَلَاثًا ؎

نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ تین بار

تشریح ۲۹۳۷ عمدۃ القاری میں جو متن دیا ہے اس کے اخیر میں یہ ہے "فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ" اور فتح الباری میں بھی ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بندہ بار بار بھی گناہ کرے اور توبہ کرے تو معافی کی امید ہے۔

بَابُ كَلَامِ الرَّبِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور ان کے علاوہ کے ساتھ۔

ص ۱۱۱۸

؎ مسلم: توبہ۔ نسائی: عمل الیوم واللیلۃ۔

توضیح اس باب سے بھی مقصود معتزلہ خوارج جہمیہ وغیرہ کا رد ہے۔ اور یہ ثابت کرنا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

حدیث ۲۹۳۸

عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں

شُفِّعْتُ فَقُلْتُ يَا رَبِّ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ خَرْدَلَةٌ

عرض کروں گا اے رب! اس کو بھی جنت میں داخل فرما۔ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے تو وہ

فَيَدْخُلُونَ ثُمَّ أَقُولُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى شَيْءٍ

لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر میں عرض کروں گا اسے بھی جنت میں داخل فرما جس کے دل میں

فَقَالَ أَنَسٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَصَابِعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کچھ بھی ایمان ہے حضرت انس نے کہا گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔

تشریح ۲۹۳۸ اخیر کے جملے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انگلی کو دوسرے سے ملا کر اشارہ فرمایا کہ اتنا بھی ایمان۔

یہ حدیث مبہم ہے اس میں صرف یہ ہے کہ میں عرض کروں گا کہ ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔ اور وہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ مگر اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے شفاعت کی جو طویل حدیث مروی ہے اس میں یہ تفصیل ہے۔" اس کے بعد وہ اگر میرے پاس آئیں گے میں فرماؤں گا میں شفاعت کے لئے ہوں میں اپنے رب سے حاضری کا اذن طلب کروں گا مجھے اذن ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت میرے دل میں حمد کے ایسے صیغے القا فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں۔ میں ان صیغوں کے ساتھ اللہ کی حمد کروں گا۔ اور اس کے لئے سجدہ کروں گا تو مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سر کو اٹھاؤ، کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا، اے رب! میری امت؟ میری امت؟ مجھ سے کہا جائے گا جاؤ اور جہنم میں سے ان کو نکالو، جن کے دل میں جو کے برابر ایمان ہے میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا۔ پھر دوبارہ دربار میں حاضر ہوں گا اور حسب سابق اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ کروں گا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا مثل اس

کے جو پہلے گزر چکا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا جاؤ اور جہنم سے اس کو نکالو جس کے دل میں ذرّہ یا رائی کے برابر ایمان ہے میں جاؤں گا ایسا ہی کروں گا۔ پھر بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور حسب سابق اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ کروں گا پھر مجھ سے وہی فرمایا جائیگا جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ جس کے دل میں ادنیٰ ادنیٰ ادنیٰ رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اس کو نکالو۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا ــــــ اخیر میں ہے پھر ہم لوگ وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت حسن بصری کے پاس گئے وہ حجاج کے ڈر سے ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے ہم نے ان سے حضرت انس کی حدیث بیان کی۔ انھوں نے یہ اضافہ کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں چوتھی بار حاضر ہوں گا اور وہی کروں گا جو میں نے پہلے کیا اور میں عرض کروں گا اے پروردگار! مجھے اجازت دے کہ میں ان کو جہنم سے نکالوں جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت اور جلال اور کبریائی اور عظمت کی قسم ہے کہ میں جہنم سے ان لوگوں کو نکالوں گا جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

یہ حدیث پوری تفصیل سے باب الشفاعت میں گزر چکی ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ اس لئے یہاں لکھوایا ہے کہ حضرت انس کی پہلی والی حدیث میں جو ابہام تھا وہ دور ہو جائے۔ کہ فَيُخْلُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ مجھے جہنم سے نکالنے کا اختیار دیا جائے گا، اور میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا یہاں اس حدیث کی ابتدا میں یہ ہے کہ معبد بن ہلال عنزی نے کہا کہ بصرہ کے ہم کچھ لوگ اکٹھا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کے پاس گئے اور ہمارے ساتھ ثابت بھی گئے تاکہ ان سے حدیث شفاعت کو پوچھیں ہم جب حضرت انس کے یہاں گئے تو وہ اپنے محل میں تھے اور چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم ان سے اجازت لے کر اندر گئے وہ اپنے بچھونے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا کہ ان سے پہلے حدیث شفاعت کو پوچھیں تو ثابت نے کہا اے ابو حمزہ یہ آپ کے بصرہ کے بھائی آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ سے حدیث شفاعت کو پوچھیں۔ اس پر حضرت انس نے پوری حدیث بیان کی ــــــ پھر یہ لوگ حضرت امام حسن بصری کے یہاں گئے اور ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی۔ ہم نے یہیں تک بیان کیا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا اور کچھ؟ ہم نے کہا اس سے زیادہ انھوں نے نہیں بیان فرمایا ــــــ یہ سنکر انھوں نے کہا کہ حضرت انس نے آج سے بیس سال پہلے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی (اور کچھ زیادہ بیان کی تھی) میں نہیں جانتا کہ اب وہ بھول گئے یا اس لئے پوری حدیث نہیں بیان کی کہ لوگ شفاعت پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ پوری حدیث بیان فرما دیجئے تو وہ ہنسے اور فرمایا انسان عجلت پسند پیدا کیا گیا ہے اسکے بعد انھوں نے یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چوتھی بار بارگاہ اقدس

میں حاضر ہوں گا۔ (الی آخر الحدیث)

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ بِالْأَمْرِ وَذِكْرِ الْعِبَادِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالرِّسَالَةِ وَالْإِبْلَاغِ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ اُذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ ـــ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِیْ وَتَذْكِيْرِیْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً اِلٰى قَوْلِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ غُمَّةٌ غَمٌّ وَضِيْقٌ

ص ۱۱۲۱

اس بات کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے حکم دیتا ہے اور بندوں کے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندے اس سے دعا کریں اس کی بارگاہ میں عاجزی کریں اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا ـــ اور فرمایا ـــ ان کے سامنے نوح کی خبر تلاوت فرمائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم اگر میرا قیام اور اللہ کی آیتوں کو یاد دلانا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا تم اور تمہارے شرکا جوڑے کر چکے ہو کر د پھر تم پر کوئی تنگی نہ ہو۔ اس کے بعد میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو ـــ اب اگر تم میری بات نہ مانو تو میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان رہوں۔ غُمَّۃٌ اور غَمٌّ کے معنی تنگی کے ہیں۔

توضیح امام بخاری اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ تو یاد کرنے سے کیا مراد ہے امام بخاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی عبادت اور طاعت کا حکم دیتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہمارے بندوں پہ رحمت نازل کرو اور بندوں کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے دعا مانگیں اور اس کی بارگاہ میں تضرع اور عاجزی کریں اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا تھا وہ لوگوں کو بتائیں ـــ آیت میں غُمَّۃٌ کا لفظ آیا تھا۔ اس کے معنی بتایا کہ تنگی کے ہیں۔

ت قَالَ مُجَاهِدٌ اُقْضُوْا اِلَيَّ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ يُقَالُ اُفْرُقْ فَاقْضِ

امام مجاہد نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو فرمایا تھا

ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ اس سے مراد یہ ہے کہ تم نے اپنے جی میں جو کچھ ٹھان لیا ہے مجھے نقصان پہنچانے اور ضرر پہنچانے کا جو ارادہ کرلیا ہے وہ کر گزرو ــــــ اُفرقُ اِقْضِ یہ امام مجاہد کا قول ہے کہ نہیں اس میں شراح کو کلام ہے ــــــ مراد یہ ہے چھپاؤ مت تم کو جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ	ت
اور امام مجاہد نے کہا اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے کوئی آپ کے پاس	۸۷۸
اِنْسَانٌ يَّاْتِيْهِ فَيَسْتَمِعُ مَا يَقُوْلُ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَهُوَ اٰمِنٌ حَتّٰى يَاْتِيَهُ	
آئے اور آپ جو فرماتے ہیں اور جو آپ پر آتارا گیا وہ بغور سنے تو وہ امن والا ہے ــــــ یہاں	
فَيَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ حَتّٰى يَبْلُغَ مَاْمَنَهٗ حَيْثُ جَاءَ اَلنَّبَاُ الْعَظِيْمُ ـ اَلْقُرْاٰنُ	
تک کہ آپ کے پاس آئے اور اللہ کے کلام کو سنے ــــــ یہاں تک کہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے	
صَوَابًا ـ حَقًّا فِى الدُّنْيَا وَعَمَلٌ بِهٖ	
یعنی جہاں سے آیا تھا۔ اور نبأ عظیم قرآن ہے جو دنیا میں حق اور صواب ہے اور لائق عمل ہے۔	

تشریح ۸۷۸ سورۂ توبہ میں فرمایا گیا۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (آیت ۶ پ ۱۰)

اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے امام مجاہد سے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر نقل فرمائی جو ظاہر ہے اس آیت کے ذکر سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انہوں نے جو یہ فرمایا کہ بندوں کے اللہ کے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے اللہ کے احکام کو دوسروں تک پہنچائیں وہ سب انسان کو عام ہے حتیٰ کہ مشرکین کو بھی یعنی مشرکین تک بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ضروری ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَقَوْلِهٖ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ـ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَقَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ـ وَلَقَدْ اُوْحِىَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کا بیان۔ تو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک نہ بناؤ ــــــ اور فرمایا تم اللہ کے لئے شرکا ٹھہراتے ہو۔ حالانکہ وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے ــــــ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پوجو۔ اور آپ کی جا

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِينَ

اور آپ سے پہلے والوں کی جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ بفرض محال اگر تم شرک کروگے تو تمہارا عمل رائیگاں ہوجائے گا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤگے بلکہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں سے رہو۔

ص ۱۱۲۱

توضیح امام بخاری اس باب سے اور اس باب میں ذکر کی ہوئی آیتوں سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خالق نہیں بلکہ بندوں کے افعال کا بھی خالق اللہ عزوجل ہے سوائے اس کے کسی چیز کا کوئی خالق نہیں۔ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو خالق ماننا اس کا شریک ٹھہرانا ہے اور اللہ تعالیٰ شریک سے منزہ ہے ہاں بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں یعنی بندے مجبور محض بھی نہیں جیساکہ جبریہ جہمیہ کہتے ہیں اور اپنے افعال کے خالق بھی نہیں جیساکہ معتزلہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ معاملہ جبر وقدر کے درمیان ہے جس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص چھت سے بذریعہ زینہ نیچے اترا۔ اور ایک شخص گر پڑا پہلے کے نیچے آنے میں اس کے کسب وارادے کا دخل ہے اور دوسرے کے نیچے آنے میں نہ اس کے ارادے کو دخل ہے اور نہ اس کے کسب کو۔ بندوں سے جو افعال صادر ہوتے ہیں اس کی مثال پہلے شخص کی ہے کہ بندے اپنے ارادے اور کسب سے افعال کرتے ہیں۔ مگر سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

نِدٌّ:۔ کبھی اس کو ندید بھی کہا جاتا ہے۔ "ند" کسی شئ کی ایسی نظیر کو کہتے ہیں جو اس کے معاملات میں اس سے معارضہ کرسکے۔ یا جو اس کی ذات میں شریک ہو۔ "مثل" اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں کسی کا شریک ہو اگرچہ اس کے اوصاف میں کسی وصف میں شریک ہو۔ مثل عام ہے اور ند خاص۔

ت	وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ
۸۷۹	اور عکرمہ نے کہا۔ اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے کہ ان کے اکثر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں
	مُشْرِكُونَ قَالَ يَسْئَلُهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ وَمَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ
	مگر وہ شرک بھی کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھو کہ تم کو کس نے پیدا کیا اور کس نے آسمان و
	فَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَذٰلِكَ إِيمَانُهُمْ وَهُمْ يَعْبُدُونَ غَيْرَهُ
	زمین کو پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے۔ یہ ان کا ایمان ہے اسکے باوجود وہ اللہ کے غیر کو پوجتے ہیں یہ ان کا شرک ہے۔
	وَمَا ذُكِرَ فِي خَلْقِ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَاكْتِسَابِهِمْ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَخَلَقَ
	اور وہ جو ذکر کیا گیا ہے بندوں کے افعال کے خلق اور اس کے اکتساب میں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد

كُلَّ شَىْءٍ وَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا

کی وجہ سے کہ فرمایا اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور ٹھیک اندازے سے رکھا۔

توضیح یہ باب کا دوسرا جزء ہے اور معطوف ہے قول اللہ پر یعنی اس باب کا بیان کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے اور بندوں کا کسب ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ ہے یہ صریح ارشاد قرآن کریم میں موجود ہے اور شئی میں بندوں کے افعال بھی داخل ہیں اور اس سے واضح وہ ارشاد ہے کہ فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ اور اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے عمل کو بھی۔

ت	وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَا تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ اِلَّا بِالْحَقِّ بِالرِّسَالَةِ وَالْعَذَابِ
۸۸۰	اور فرشتے نہیں اتارتے ہیں مگر حق رسالت اور عذاب کے ساتھ۔

تشریح ۸۸۰ تَنَزَّلُ میں دو قرأت ہے تار کے ساتھ واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ فرشتے اللہ کے پیغام کو اور عذاب کو اتارتے ہیں یہ ان کا کسب ہوا جس سے ثابت ہوا کہ بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں۔ اور دوسری قرارت سے نُنَزِّلُ جمع متکلم کا صیغہ اس قرارت پر ملائکہ منصوب ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم فرشتوں کو پیغام دے کر یا عذاب کا حکم دے کر اتارتے ہیں۔ یہ خلق ہوا اس سے ثابت ہوا کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے۔

ت	لِيَسْئَلَ الصَّادِقِيْنَ الْمُبَلِّغِيْنَ الْمُؤَدِّيْنَ مِنَ الرُّسُلِ
۸۸۱	تاکہ اللہ سچوں سے ان کے صدق کے بارے میں سوال کرے یعنی ان کے پیغام پہنچانے والے رسولوں سے۔

تشریح ۸۸۱ یہ بھی امام مجاہد کا قول ہے جیسا کہ قرطبی نے بیان کیا۔

ت ۸۸۲	وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ عِنْدَنَا ـــــ بیشک ہم حفاظت کرنیوالے ہیں اپنے حضور۔

تشریح ۸۸۲ یہ بھی امام مجاہد کا قول ہے۔

ت	وَالَّذِىْ جَاءَ بِالصِّدْقِ بِالْقُرْاٰنِ وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُ
۸۸۳	اور وہ جو سچائی لے کر آیا یعنی قرآن کو اور اس کی تصدیق کی یعنی مومن قیامت

يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٰذَا الَّذِىْ اَعْطَيْتَنِىْ عَمِلْتُ بِمَا فِيْهِ

کے دن کہے گا یہ وہ ہے جو تو نے مجھے عطا فرمایا تھا۔ اس میں جو ندکور تھا اس پر میں نے عمل کیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ وَقَوْلِ اللّٰهِ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا وَأَنَّ حَدَثَهُ لَا يُشْبِهُ حَدَثَ الْمَخْلُوقِينَ لِقَوْلِهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ص ۱۱۲۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "ہر دن اسے ایک کام ہے"۔ "جب ان کے رب کے پاس سے نئی نصیحت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ اور اللہ کا نیا کام مخلوق کے نئے کام کے مشابہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے مثل کچھ نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

توضیح یعنی اللہ تعالیٰ بھی نیا کام کرتا ہے اور مخلوق بھی نیا کام کرتی ہے مگر دونوں میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق کاسب۔

ت	وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
۸۸۴	ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا
	تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَإِنَّ مِمَّا أَحْدَثَ
	بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے نیا حکم بھیجتا ہے۔ اور اس کا نیا حکم یہ ہے کہ
	أَلَّا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلٰوةِ
	نماز میں بات نہ کرو۔

تشریح ۸۸۴ یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام احمد امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے پوری حدیث یہ ہے کہ ہم نماز کی حالت میں سلام کرتے تھے اور اپنی ضرورت پوری کرنے کا حکم کرتے تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضور نماز پڑھ رہے تھے میں نے سلام عرض کیا حضور نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ نماز پوری کرکے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے نیا حکم بھیجے۔ اور نیا حکم یہ ہے کہ نماز میں بات نہ کرو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ وَفِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ ص ۱۱۲۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت مت دو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل وحی اترتے وقت ہوتا ہے۔

ت	وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
۸۸۵	اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ اَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے بندے کیساتھ ہوں جبتک وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر میں اسکا ہونٹ ہلتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْطَاهُ اللهُ قُرْاٰنًا وَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَرَجُلٌ يَقُوْلُ لَوْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ هٰذَا فَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ وَبَيَّنَ اللهُ اَنَّ قِيَامَهٗ بِالْكِتٰبِ هُوَ فِعْلُهٗ وَقَالَ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ وَقَالَ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ایک شخص وہ ہے جسے اللہ نے قرآن دیا جو اس پر رات دن قائم رہتا ہے۔ اور ایک شخص وہ ہے جو کہتا ہے اگر مجھے اس کے مثل دیا جائے جو اس کو دیا گیا تو میں بھی ویسا ہی کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس شخص کا کتاب اللہ کے ساتھ قیام اور اس کا فعل ہے اور فرمایا اس کی نشانیوں میں سے زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہے اور تمہارے رنگوں اور زبان کا اختلاف ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا نیکی کرو تاکہ کامیابی حاصل کرو۔

ص ۱۱۲۳

توضیح اس باب سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بندوں کے بھی افعال کا خالق اللہ ہی ہے اس کے باوجود بندوں کے افعال کی نسبت بندوں کی طرف کرنا صحیح ہے کیونکہ وہ کاسب ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے رسول جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا اسے پہنچا دو اور اگر ایسا نہیں کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

ص ۱۱۲۳

ت	قَالَ الزُّهْرِيُّ مِنَ اللهِ الرِّسَالَةُ وَعَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى
۸۸۶	امام زہری نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
	اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيْمُ
	کو پہنچانا ہے اور ہم پر اس کا ماننا واجب ہے۔

توضیح ارسال کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ مُرسِل۔ مُرسَل الیہ۔ اور رسول۔ امام زہری نے تینوں کی تشریح کی۔ کہ اللہ تعالیٰ مُرسِل ہے اور رسول پہنچانے والے

ہیں اور بندے مرسل الیہ جن پر اس کا ماننا قبول کرنا واجب ہے۔

وَقَالَ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَقَالَ أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّي

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

ت ۸۸۷

وَقَالَ مَعْمَرٌ ذَالِكَ الْكِتَابُ هٰذَا الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ بَيَانٌ وَّدَلَالَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ذَالِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ هٰذَا حُكْمُ اللّٰهِ

اور معمر نے کہا ذالک الکتاب یعنی یہ قرآن بیان اور دلالت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذالکم حکم اللہ یعنی ھٰذا حکم اللہ

تشریح ۸۸۷ :- بتانا یہ ہے کہ ذالک اگرچہ بعید کے لئے ہے لیکن یہاں ھٰذ کے معنی میں قریب کے لئے ہے۔ جیسے ذَالِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ لَا شَكَّ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ يَعْنِيْ هٰذِهٖ اَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ

ریب کے معنی شک ہے یعنی یہ شک کی جگہ نہیں۔ تلک آیات اللہ سے مراد یہ ہے یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔

تشریح یہاں بھی یہی افادہ فرمایا کہ تلک کی وضع بعید کے لئے ہے لیکن مراد قریب ہے یعنی ھٰذہٖ۔

وَمِثْلُهٗ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ يَعْنِيْ بِكُمْ

اور اس کے مثل یہ آیت ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو لے کر چلتی ہیں

تشریح یعنی ذالک کا ھٰذا کے معنی میں ہونا اور تلک کا ھٰذہ کے معنی میں ہونا ایسے ہی ہے جیسے آیت مذکورہ میں جَرَيْنَ بِهِمْ میں "بہم" بکم کے معنی میں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيَ اَهْلُ التَّوْرٰةِ التَّوْرٰةَ فَعَمِلُوْا بِهَا وَاُعْطِيَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ الْاِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان فرما دو تورات لاؤ اور اسے تلاوت کرو اگر تم سچے ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا ــــ انجیل والوں کو انجیل دی گئی تو انہوں نے اس

أُوتِيتُمُ الْقُرْآنَ فَعَمِلْتُمْ بِهِ ص ۱۱۲۴ اور تم کو قرآن دیا گیا تم نے اس پر عمل کیا — پر عمل کیا۔

توضیح باب میں مذکورہ آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کو عرق النسا کی شکایت ہوگئی جس سے انہیں شدید تکلیف ہوئی یہاں تک کہ وہ کراہتے تھے۔ تو انہوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے شفا دے گا تو میں اونٹوں کا گوشت اور دودھ نہیں استعمال کروں گا۔ یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ تورات میں ہم پر حرام کیا گیا ہے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ان سے یہ کہا گیا۔ کہ تورات لاؤ اور اسے پڑھو اور دکھاؤ اس میں کہاں ہے۔ تورات میں تو یہ ہے کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام نے تورات نازل ہونے سے پہلے اسے اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ پوری امت پر حرام ہے۔ اور حدیث کا مقصد یہ ہے کہ تلاوت سے غرض اس پر ایمان لانا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔

ت	وَقَالَ أَبُو رَزِينٍ يَتْلُونَهُ يَتَّبِعُونَهُ وَيَعْمَلُونَ بِهِ حَقَّ
۸۸۸	ابو رزین نے کہا یتلونہ سے مراد یہ ہے کہ اس کی اتباع کرتے اور اس پر کما حقہ عمل کرتے
	عَمَلِهِ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يُتْلَى يُقْرَأُ أَحْسَنُ التِّلَاوَةِ حُسْنُ الْقِرَاءَةِ لِلْقُرْآنِ
	اور ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا یتلی اس کو اچھی طرح پڑھا جائے۔ قرآن کو عمدگی کے ساتھ پڑھا جائے۔

تشریح ۸۸۸ تلاوت کے معنی اتباع کے ہیں یہ اتباع کبھی پڑھنے سے ہوتی ہے۔ کبھی اس کے اوامر اور نواہی کی پابندی سے ہوتی ہے۔ حقیقی معنی کے اعتبار سے تلاوت قرأت سے عام ہے۔ ہر قرأت تلاوت ہے اور ہر تلاوت قرأت نہیں۔

لَا يَمَسُّهُ لَا يَجِدُ طَعْمَهُ وَنَفْعَهُ إِلَّا مَنْ آمَنَ بِالْقُرْآنِ - وَلَا يَحْمِلُهُ بِحَقِّهِ إِلَّا الْمُؤْمِنُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا - بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

لا یمسہ یعنی اس کی لذت اور اس کا نفع انھیں لوگوں کو ملتا ہے جو قرآن پر ایمان لے آتے اور کما حقہ اس کو وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ان لوگوں کی مثل جنھوں نے تورات کو اٹھایا پھر اسے نہیں اٹھایا اس گدھے کی ہے جو کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہے اس قوم کی مثال

جنھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا بری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

تشریح ارشاد ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اسے نہیں چھوتے مگر پاک لوگ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مُطَهَّرُوْنَ سے مراد قرآن پر ایمان لانے والے ہیں اور مَسّ سے مراد اس سے روحانی لذت حاصل کرنا اور اس سے نفع اٹھانا ہے۔ اور جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ان کی مثال گدھے کی ہے جو کتابوں کو لادے رہتا ہے اسے کچھ پتہ نہیں کہ میری پیٹھ پر کیا ہے۔ اس سے اسے کوئی نفع نہیں ملتا۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامَ وَالْاِيْمَانَ وَالصَّلٰوةَ عَمَلًا — اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام و ایمان اور نماز کو عمل کہا

توضیح عمل کا اطلاق صرف جوارح کے فعل پر نہیں ہوتا فعلِ قلب پر بھی ہوتا ہے۔ ایمان فعل قلب ہے، اسلام سے عام طور پر مراد تسلیم و انقیاد ہے۔ یہ ظاہر افعال کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کا اطلاق جوارح کے افعال پر بھی ہوتا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِوَايَتِهِ عَنْ رَبِّهِ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے رب کا ذکر کرنا اور اس سے روایت کرنا۔

ص ۱۱۲۵

حدیث	عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيْهِ
۲۹۳۹	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رب
	عَنْ رَبِّهِ قَالَ اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ
	تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب
	اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِيْ مَشْيًا اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً
	ہوتا ہوں۔ اور جب مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں تو دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار اس سے قریب

ہوتا ہوں۔ اور جب میری طرف چل کے آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کے جاتا ہوں۔

تشریح ۲۹۳۹ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری نے اس کو دو طریقے سے روایت کیا ہے۔ ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو بلا واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ دوسری حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

روایت دونوں طرح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو اور بواسطہ حضرت ابوہریرہ بھی سنا ہو۔

بَابُ مَا یَجُوْزُ مِنْ تَفْسِیْرِ التَّوْرَاۃِ وَ کُتُبِ اللّٰہِ بِالْعَرَبِیَّۃِ وَغَیْرِھَا لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاۃِ فَاتْلُوْھَا اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

تورات اور اللہ کی کتابوں کی تفسیر عربی اور دوسری زبانوں میں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فرمادو تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو۔ اگر تم سچے ہو۔

ص ۱۱۲۵

توضیح اس میں کوئی حرج نہیں کہ تورات وانجیل کتب سماویہ کی تفسیر یا ترجمہ عربی اور دوسری زبان میں کیا جائے یا خود قرآن کریم کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کیا جائے۔ اس کا جواز اس آیت کریمہ سے نکلتا ہے کہ فرمایا ان سے کہہ دو کہ تورات لاو اور اس کی تلاوت کرو۔ ظاہر ہے کہ تورات عبرانی زبان میں تھی اگر اسے صرف عبرانی زبان میں پڑھا جاتا تو اہل عرب جو عبرانی زبان نہیں جانتے تھے وہ کیسے سمجھتے کہ اس میں کیا ہے اس لئے یہاں یہ مراد لینی پڑے گی کہ اس کو پڑھو اور عربی میں ترجمہ کرو تاکہ اہل عرب جان لیں کہ اس میں کیا ہے۔ اس کے باوجود اس کی تصدیق یا تکذیب کی اجازت نہیں۔ جب تک کہ اس کی تائید کتاب اللہ یا احادیث سے نہ ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لئے تو ہے کوئی یاد کرنے والا

ص ۱۱۲۶

ف	وَقَالَ مُجَاھِدٌ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانِکَ ھَوَّنَّا قِرَاءَتَہٗ عَلَیْکَ
۸۸۹	اور امام مجاہد نے کہا کہ فرمایا ہم نے قرآن آپ کی زبان پر آسان کر دیا یعنی اس کا پڑھنا آپ پر آسان کر دیا

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ وَالطُّوْرِ وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے لوح محفوظ میں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور طور کی قسم اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے۔

ص ۱۱۲۷

ف	قَالَ قَتَادَۃُ مَکْتُوْبٌ یَسْطُرُوْنَ یَخُطُّوْنَ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ جُمْلَۃً
۸۹۰	قتادہ نے کہا مسطور کے معنی ہے لکھا ہوا۔ یسطرون کے معنی ہے یخطون یعنی لکھتے ہیں ام الکتاب

اَلْکِتَابِ وَاَصْلِہٖ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ مَا یَتَکَلَّمُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا کُتِبَ اِلَیْہِ

سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے اور اصل ہے جو بھی کوئی بولتا ہے یا کلام کرتا ہے سب لکھ لیا جاتا ہے

تشریح ۸۹۰ قرآن مجید کے مختلف کلمات کی تفسیر ہے۔ سورہ طور میں تھا وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ امام قتادہ نے فرمایا مَسْطُوْرٍ کے معنی ہے مکتوب کے سورہ نون میں فرمایا تھا وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ فرمایا یَسْطُرُوْنَ کے معنی یَخُطُّوْنَ کے ہے۔ یعنی جو لکھتے ہیں۔ سورہ زخرف میں فرمایا فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ اس کی تفسیر کی کہ وہ کتاب جو اصل ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ یعنی لوح محفوظ۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَکْتُبُ الْخَیْرَ وَالشَّرَّ
۸۹۱	اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اچھا اور برا سب لکھتے ہیں۔

تشریح ۸۹۱ ارشاد تھا مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ انسان اچھی بات کہے یا بری بات کہے سب لکھی جاتی ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ۔ یُزِیْلُوْنَ وَلَیْسَ اَحَدٌ یُزِیْلُ لَفْظَ کِتَابٍ مِنْ کُتُبِ اللّٰہِ وَلٰکِنَّھُمْ یُحَرِّفُوْنَہٗ یَتَأَوَّلُوْنَہٗ عَلٰی غَیْرِ تَاْوِیْلِہٖ

تحریف کے معنی یہ ہیں کہ اسے زائل کرتے ہیں اور کوئی اللہ کی کسی کتاب کے کسی لفظ کو نہیں مٹاتا لیکن اس کو بدلتا ہے یعنی اس کا جو واقعی معنی ہے اس کے علاوہ دوسرا معنی بیان کرتا ہے۔

توضیح ارشاد تھا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔ امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کے معنی بدل دیتے ہیں اور جو اس کی صحیح مراد تھی اس کے علاوہ فاسد معنی بیان کرتے ہیں لفظ کو نہیں بدلتے یہ حضرت امام بخاری کی اپنی رائے ہے ورنہ حقیقت میں یہود نے الفاظ تک بدل دیئے ہیں۔

دِرَاسَتُھُمْ تِلَاوَتُھُمْ۔ وَاعِیَۃٌ حَافِظَۃٌ۔ وَتَعِیَھَا تَحْفَظُھَا وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ۔ یَعْنِیْ اَھْلَ مَکَّۃَ وَمَنْ بَلَغَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ فَھُوَ لَہٗ نَذِیْرٌ

دراست کے معنی تلاوت ہے۔ واعیۃ کے معنی حافظۃ ہے یعنی یاد رکھنے والا تعیھا کے معنی تحفظھا ہے یعنی اسے یاد رکھتے ہیں۔ اور میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں یعنی مکہ والے اور جس تک یہ قرآن پہنچے ان سب کے لئے وہ نذیر ہیں۔

تشریح ارشاد تھا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۔ اور ہم ان کی تلاوت سے غافل تھے۔ دوسرا ارشاد ہے تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۔ یعنی اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھتے ہیں ۔ لِاُنْذِرَكُمْ میں کُمْ سے کون لوگ مراد ہیں اس کو بتایا کہ مکہ والے اور جن لوگوں تک قرآن پہنچے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ وَيُقَالُ لِلْمُصَوِّرِيْنَ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو اور فرمایا ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔ اور تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔

ص ۱۱۲۷

توضیح حضرت امام بخاری کا مقصود اس باب سے معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے۔ آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی خالق ہے اور ان کے اعمال کا بھی اور حدیث میں خلق کی نسبت تصویر بنانے والوں کی طرف کی گئی ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندے بھی مجبور محض نہیں انھیں بھی کچھ اختیار ہے یعنی کسب فعل کا جس کی بنا پر بندوں کی طرف افعال کی نسبت کی جاتی ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

بیشک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر عرش پر استوی فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے۔ اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم سے دبے ہوئے سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔

ت	وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ بَيَّنَ الْخَلْقَ مِنَ الْاَمْرِ لِقَوْلِهٖ اَلَا لَهُ
۸۹۲	ابن عیینہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے خلق کو امر سے الگ بیان فرمایا کیونکہ وہ فرماتا ہے
	الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِيْمَانَ عَمَلًا
	سنو اسی کے لئے خلق ہے اور امر ہے ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو عمل کہا

تشریح ۸۹۲ حضرت سفیان بن عیینہ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ خلق کا امر پر عطف فرمایا جو مغائرت چاہتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلق اور چیز ہے اور امر اور چیز ہے۔ خلق سے مراد مخلوقات ہیں اور امر سے مراد کلام ہے۔ یعنی اس کا فرمانا کُنْ۔ امام راغب نے کہا کہ امر افعال واقوال سب کو عام ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اسی کی طرف ہر چیز لوٹتی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے اِبْدَاع یعنی نئی چیز بنانا امر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خلق سے مراد آیت میں دنیا ومافیہا ہے۔ اور امر سے مراد آخرت ومافیہا ہے۔ اور اس کی تفسیر، تفسیر کی مطول کتابوں میں دیکھی جائے یہیں اس سے انکار نہیں کہ ایمان عمل ہے۔ یعنی عملِ قلب ہے جیسا کہ گزرا۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِىْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ تُوْزَنُ۔ اور ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے قیامت کے دن اور بنی آدم کے اعمال اور ان کے اقوال تولے جائیں گے۔

ص ۱۱۲۸

توضیح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو وحی سے شروع فرمایا اس لئے کہ وحی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم منجانب اللہ اسلام کے اصول وفروع کے مکلف ہیں۔ ہم بندے ہیں ہمیں اللہ عزوجل نے بذریعہ وحی مخصوص عقائد کا یقین رکھنے اور مخصوص اعمال کے کرنے اور مخصوص چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے بندہ ہونے کی وجہ سے ہم اپنے رب کے حکم کے پابند ہیں۔

اور اخیر میں انہوں نے اعمال واقوال کے وزن کا باب رکھا۔ حالانکہ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ جنت ودوزخ کا بیان ہونا چاہئے تھا لیکن دقت نظر یہی چاہتی ہے کہ اخیر باب وزن اعمال کا ہی ہو۔ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے ہمیں حکم دیا ہم نے اس کی پابندی کی یا نہیں اس سلسلے میں حساب ومواخدہ ہوگا پھر بندوں کے مزید اطمینان کے لئے اعمال کا وزن ہوگا اس کے بعد اخیر فیصلہ ہو جائے گا یہ فریق جنتی ہے یہ دوزخی ہے۔ اللہ عزوجل اور بندوں کے درمیان جو معاملہ تھا اس پر پرسش اور مواخذہ اور اس کے اظہار کا اخیر درجہ وزن اعمال ہے جس سے قطعی طور پر فلاح ونجات پانے والا اور ہلاک ہونے والا ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد نہ حساب ہے نہ کتاب ہے نہ پرسش ہے چونکہ وزنِ اعمال اخیر حد ہے اس لئے امام بخاری نے اس کو اخیر میں رکھا۔

نیز اپنی کتاب کا اخیر جزء کتاب التوحید کو رکھا اس لئے کہ توحید ایمان کی بنیاد ہے اور نجات کا مدار ہے۔ جس کا خاتمہ توحید حقیقی پر ہوگا وہ نجات پائے گا ورنہ وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اسلئے

اخیر کتاب کتاب التوحید رکھی۔

یہ باب معتزلہ کے رد کے لئے ہے وہ کہتے ہیں کہ وزن اعمال لغو ہے۔ جب حساب وکتاب ہوگیا اور فرشتوں کے لکھے ہوئے صحیفے سب ہاتھوں میں دے دیئے گئے اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگیا تو اب وزن اعمال کی کیا ضرورت۔

لیکن ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ قاتل اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے حتمی طور پر قتل کیا ہے پھر بھی جب اسے قتل کی سزا سنائی جاتی ہے تو وہ جج کو گالی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے انصاف نہیں کیا۔ تقریباً یہی حال قیامت کے دن بھی ہوگا۔ وزن اعمال کے بعد بھی کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اسی لئے وزن اعمال کی نگرانی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے سپرد ہوگی۔ ان کو حکم ہوگا کہ آپ میزان پر کھڑے ہوکر اپنی اولاد کے اعمال تولوائیں ۵

معتزلہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں جن میں کوئی وزن نہیں ہوتا پھر ان کے تولے جانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

اس کا جواب علمائے اہلسنت نے یہ دیا ہے کہ صحیفے تولے جائیں گے جو کراماً کاتبین نے لکھے ہیں اس کی دلیل حدیث بطاقہ ہے جسے امام ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان، حاکم، بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تمام مخلوقات سے الگ کرے گا۔ اور اسے ننانوے دفتر دے گا ہر دفتر حد نظر تک لمبا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا ان دفتروں میں جو لکھا ہوا ہے کیا تو اس سے انکار کرتا ہے۔ کیا ہمارے کراماً کاتبین نے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے، وہ عرض کرے گا نہیں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اے بندے ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالے گا جس میں لکھا ہوگا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فرمائے گا یہ لے اور میزان پر جا وہ عرض کرے گا اے رب اس چھوٹے سے ٹکڑے کی ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے فرمائے گا جا تیرے اوپر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ میزان کے ایک پلے میں وہ سارے دفتر رکھے جائیں گے اور ایک پلے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا۔ اس کاغذ کے ٹکڑے والا پلہ ان دفتروں پر بھاری ہوجائے گا۔

---

۵ طبرانی معجم صغیر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قسطلانی جلد دہم صفحہ ۴۸۱

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ وزن، اعمال کے دفتروں کا ہوگا۔

ایک شبہے کا ازالہ اس پر یہ شبہہ وارد کیا جاتا ہے کہ چند اعمال ایسے ہیں کہ جن کے لکھنے میں کاغذ برابر ہی صرف ہوگا۔ مگر ثواب ایک دوسرے سے بہت زیادہ ہے۔ مثلاً زید نے ایک پیسہ دیا۔ عمرو نے ایک لاکھ روپئے دیا دونوں میں کاغذ برابر صرف ہوگا۔ اور ثواب میں تفاوت ظاہر ہے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح بعض چیزیں دوسرے سے وزنی ہوتی ہیں مثلاً ایک انچ لمبا چوڑا ایک سوت موٹے لوہے سے اسی مقدار کا سونا زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اور پلاٹینم اس سے بھی زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اسی طرح اعمال کے ثواب میں بھی وزن کم وبیش ہوگا۔

دوسرا جواب حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا کہ اللہ تعالیٰ وزن کے وقت اعراض کو جواہر سے بدل دے گا۔

لیکن احادیث کثیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قول وعمل ہی تولے جائیں گے۔ مثلاً اسی باب میں جو حدیث ہے اس میں کلمتان کو ثقیلتان فی المیزان بتایا گیا ہے۔ کم ذی قدر چیزیں ثقل اور وزن اللہ جل جلالہٗ ہی کے پیدا کرنے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کیف میں بھی وزن اور ثقل پیدا فرما دے۔

جب آیات کثیرہ سے اور روایات کثیرہ سے اعمال واقوال کا وزن کرنا ثابت ہے تو ہم پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوں گی۔ جب تک کہ ظاہر سے پھیرنے والا شرعی قرینہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں اس لئے وہ اپنے ظاہر ہی پر رکھی جائیں گی۔ ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر بات ہر انسان کی سمجھ میں آجائے روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے۔ ایک ذہین انسان اپنے سے زیادہ ذہین انسان کی باتوں کو سمجھ نہیں پاتا پھر ہر انسان اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے اسرار ورموز کو سمجھ لے یہ کیا ضروری ہے۔

میزان اللہ عزوجل کے حضور اس طرح نصب کیا جائے گا کہ نیکیوں کا پلہ عرش کی داہنی طرف ہوگا جنت کے بالمقابل۔ اور برائیوں کا پلہ عرش کی بائیں طرف جہنم کے بالمقابل جیسا کہ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں امام ابو القاسم لالکائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اعمال کے تولنے کا کام حضرت جبریل کے سپرد ہوگا یا حضرت ملک الموت کے، دونوں روایتیں ہیں اور اس کے نگراں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہوں گے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔

میزان کا ایک پلہ اتنا وسیع ہوگا کہ ساتوں آسمان وزمین اس میں رکھ دیئے جائیں تو بھی نہیں

بھرے گا ایک روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میزان دکھائی جائے جب انھوں نے میزان دیکھا تو ان پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ کے بعد انھوں نے عرض کیا اے اللہ میزان کے بھرنے پر کون قادر ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا اے داؤد جس سے میں راضی ہوں گا اس کے ایک چھوہارے صدقہ سے بھر دوں گا یا لاالٰہ الا اللہ پڑھنے پر بھر دوں گا۔

امام بخاری کے باب کے عنوان سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سب کے اعمال واقوال تولے جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ انسان تین قسم کے ہوں گے۔

اول کچھ وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ ستر ہزار ہوگا جو بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

ثانی دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جہنم میں جائیں گے۔ یہ وہ کفار ہوں گے جنھوں نے کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بہت بڑا موٹا شخص لایا جائے گا جس کا اللہ تعالیٰ کے حضور پسّو کے پر کے برابر بھی وزن نہ ہوگا۔ تم چاہو تو پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۔ ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی تول نہیں قائم کریں گے۔

ثالث تیسرا گروہ وہ ہے جس کا حساب بھی ہوگا اور اس کے اعمال کا وزن بھی ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْقُسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّومِيَّةِ

اور امام مجاہد نے فرمایا کہ قسطاس کے معنی انصاف کے ہیں رومی زبان میں۔

تشریح حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے وزن اعمال کے حق ہونے پر وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے استدلال فرمایا تھا۔ حضرت امام بخاری اپنی عادت کے مطابق قسط اور اس کے مناسب الفاظ کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں۔

امام مجاہد کے قول سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ الفاظ دخیل بھی ہیں یعنی وہ حقیقت میں دوسری زبان کے ہیں۔ مگر قرآن مجید نے ان کو استعمال کیا ہے۔

ہم نے کسی مقام پر یہ تحقیق کی ہے کہ قرآن کریم میں بلکہ زبان عرب میں کوئی لفظ دخیل نہیں ہے اور جن الفاظ کو نظیر میں پیش کرتے ہیں یہ حقیقت میں توارد ہے۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ قسطاس کے معنی انصاف کے ہیں۔

وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَأَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ

کہا جاتا ہے کہ قسط مقسط کا مصدر ہے جس کے معنی عادل کے ہیں لیکن قاسط کے معنی ظالم کے ہیں۔

توضیح ۔ یہاں مصدر سے مراد مادہ ہے ۔ صرفی مصدر یہاں نہیں بن سکتا ہے ۔ اس لئے کہ مقسط مزید فیہ ہے اور قسط ثلاثی مجرد ۔ مزید فیہ کا مصدر ثلاثی مجرد نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے ضروری ہے کہ مصدر سے مراد مادہ ہو ۔

کچھ لوگوں نے کہا قسط کے معنی ظلم کے ہیں اسی لئے قاسط کے معنی ظالم کے ہیں باب افعال کی خاصیت سلب ماخذ ہے اور سلب ظلم انصاف ہے ۔ اس لئے المقسط کے معنی عادل کے ہوئے لیکن اس استدلال کی بنیاد ہی غلط ہے ۔ قسط کے معنی صرف ظلم ہی کے نہیں بلکہ عدل کے بھی ہیں یہ اضداد میں سے ہے ۔ جس کا ثبوت خود باب میں مذکور آیۂ کریمہ ہے ۔ کہ فرمایا گیا ۔ وازین القسط ۔

نیز اس کی دلیل یہ آیۂ کریمہ بھی ہے کہ فرمایا گیا وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۔ اور جب ان کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کیساتھ کرو نیز فرمایا ۔ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اقسط اسم تفضیل قسط ہی سے ہے ۔ اور بھی کثیر آیتوں میں قسط بمعنی انصاف مذکور ہے ۔ ایسی آیتوں کی تعداد کثیر ہے ۔

اس سلسلے میں ایک بڑی معنی خیز حکایت بھی مروی ہے ۔ کہ جب سیدنا حضرت سعید بن جبیر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجاج بن یوسف ظالم نے گرفتار کر کے اپنی کچہری میں کھڑا کیا اور ان سے پوچھا مجھے کیا کہتے ہو تو انہوں نے فرمایا " اَنْتَ الْقَاسِطُ الْعَادِلُ " یہ سنکر دربار والے حیرت میں پڑ گئے کہ باہر تو حجاج کو ظالم اور جفاکار اور کیا کیا کہتے تھے اور جب گرفتار ہو کر اس کے سامنے کھڑے ہیں اور موت اپنے سر پر کھڑی دیکھ رہے ہیں تو اس کو عادل کہہ رہے ہیں ۔ حجاج بہت ذہین فطین تھا وہ سمجھ گیا اس نے درباریوں سے کہا تم نے سمجھا نہیں ۔ یہ مجھے کیا کہہ رہا ہے اس نے مجھے جہنمی کافر کہا اس نے مجھ کو قاسط کہا اور قرآن مجید میں ہے " اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا " جہنم کے ایندھن ہوں گے ۔ اس نے مجھ کو عادل کہا ۔ اس کی مراد حق سے عدول کرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ پھر کافر اپنے رب سے عدول کرتے ہیں ۔

حدیث	عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
۲۹۴۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ

نے فرمایا دو کلمے ہیں جو رحمان کو پیارے ہیں زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں ۔ ہم اللہ کی ہر عیب سے

ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

پاکی بیان کرتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ ، اللہ ہر عیب سے پاک ہے عظمت والا ہے ۔

تشریحات ۲۹۴۰

یہ حدیث کتاب الدعوات: باب فضل التسبیح میں زہیر بن حرب کے بطریق گزر چکی ہے اس میں سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ مقدم ہے۔ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مؤخر۔ نیز کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان مقدم ہے حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ مؤخر۔ اور کتاب الایمان والنذور میں بھی قتیبہ بن سعید کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اس میں بھی حبیبتان الی الرحمن اخیر میں ہے۔ البتہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ یہیں کی روایت کے مطابق ہے۔

ہم نے اس حدیث پر مفصل کلام کِتَابُ الدَّعَوَات میں کر دیا ہے۔ سابقہ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر ہے وہ بھی اپنی جگہ مناسب ہے۔ کسی قول یا عمل پر داعی محبت ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر پر داعی . اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ذکر کا جو صیغہ اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہوتا ہے آدمی اس کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے اگر وہ کلمہ مختصر اور سہل ہو تو وہ زیادہ ذاکر کو پسند ہوتا ہے اور اگر اس کا ثواب زیادہ ہو تو پھر کیا کہنا۔ تو ذکر پر داعی کلمہ کا محبوب عند اللہ ہونا ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔ "حبیبۃ" فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے اور فعیل جب بمعنی مفعول ہوتا ہے تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہاں حبیبتان کو مؤنث لانے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی مگر خفیفتان ثقیلتان کی مناسبت سے تانیث کا صیغہ لائے، کلمۃ کا یہاں معنی نحوی اور صرفی نہیں عرفی ہے جو کلام کو بھی عام ہے جیسے "مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ" میں ہے۔ محبت دل کے میلان کا نام ہے اللہ تعالیٰ دل اور میلان دونوں سے منزہ ہے یہاں اس کا لازم معنی مراد ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس پر انعام و اکرام زیادہ ہوتا ہے اس کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جاتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ کلمہ بہت مختصر ہے مگر اس پر ثواب بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا سُبْحَانَ اللّٰہِ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَؤُہٗ سبحان اللہ آدھا میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دیتا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں کہ نصف میزان سبحان اللہ سے بھرتی ہے اور نصف الحمد للہ سے۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ الحمد للہ تنہا میزان کو بھر دیتا ہے اس صیغے میں دونوں جملے ہیں سبحان اللہ بھی ہے اور وبحمدہٖ بھی ہے۔ پھر اس کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ میزان میں بھاری ہیں۔ اور کلمہ کے خفیف ہونے سے مراد یہ ہے کہ بہت مختصر ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ کلمے بہت فصیح اور پڑھنے میں آسان ہیں۔ ثقیل بمعنی زبان پر ثقیل اور بھاری نہیں جیسے مُسْتَشْزِرَاتٌ اور مَا لَكُمْ تَكَأْكَأْتُمْ عَلَيَّ كَتَكَأْكُئِكُمْ عَلٰى ذِيْ جِنَّةٍ اِفْرَنْقِعُوْا عَنِّيْ۔ تمہارا کیا حال ہے میرے گرد بھیڑ لگائے ہوئے ہو جیسے جن والے پر بھیڑ لگائی جاتی ہے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

ایک شخص کو مرگی کی بیماری تھی اس پر مرگی کا دورہ پڑا اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ چاروں طرف سے اس کے پاس جمع ہو گئے، ہوش میں آنے کے بعد جب اس نے لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو جملہ مذکورہ کہا کسی نے کچھ نہیں سمجھا حالانکہ سب عربی جاننے والے تھے ان لوگوں نے کہا اس پر شیطان سوار ہے اس کو چھوڑ دو اس کا شیطان ہندی میں بول رہا ہے۔

"تسبیح" کا معنی ہے کہ اللہ عزوجل ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یہ تمام صفات سلبیہ کو عام ہے اور "حمد" کا معنی ہے کسی کی خوبی زبان سے بیان کرنا۔ "اللہ" بر بنا تحقیق علم ہے اس ذات کا جو جمیع صفات کمالیہ کی جامع ہے۔ اسی لئے کل حمد اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ حمد تمام صفات ثبوتیہ کو عام ہے گویا اس جملہ کے کہنے والے نے اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کا ذکر کر دیا۔ تسبیح کی تقدیم اور تحمید کی تاخیر اس بنا پر ہے کہ تسبیح تنزیہہ ہے جو بمنزلہ تخلیہ ہے اور تحمید اثبات کمالات ہے جو بمنزلہ تحلیہ ہے، اور تخلیہ تحلیہ پر مقدم ہوتی ہے۔ بعض عرفا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پہلا زینہ صفات سلبیہ ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ اللہ علیم ہے کیونکہ وہ جہل سے منزہ ہے۔ اس لئے تسبیح کو مقدم فرمایا۔ کسی کا عیب سے پاک ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ کمالات سے متصف ہو۔ مثلاً ایک شخص بخیل نہیں تو لازم نہیں کہ وہ جواد ہو۔ ایسی ذات جو ہر عیب سے پاک ہو اور تمام کمالات کی جامع ہو یقیناً بہت عظیم ہوگی اور اس تصور پر بے ساختہ سبحان اللہ جاری ہوتا ہے اس لئے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ فرمایا نیز عظیم وہ ہوگا جو ہر عیب سے پاک ہوگا اور تمام کمالات کا جامع ہوگا عظیم ہونا صفات سلبیہ اور ثبوتیہ دونوں کو عام ہے اس لئے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ فرمایا۔

تسبیح اور حمد پر اختتام مشروع ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اہل جنت کا آخر کلام تسبیح اور حمد ہے۔ فرمایا دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس آیت ۱۰)

جنت میں ان کی دعا سبحانک اللہم ہوگی اور ملاقات کے وقت پہلا کلام سلام ہوگا اور ان کی اخیر دعا الحمد للہ رب العٰلمین ہوگی۔

اسی کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب کو تسبیح اور حمد پر ختم فرمائی۔ مگر اس میں بھی اپنی محدثانہ یکتائی کا جلوہ دکھایا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو اللہ کی حمد اور تسبیح پر تمام فرمایا مگر اپنی طرف سے صیغہ حمد نہیں لکھا۔ بلکہ افضل الحامدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے جو حمد کا اعلیٰ صیغہ صادر ہوا اس پر کتاب کو تمام کیا۔ حدیث کی روایت بھی ہو گئی اور حمد بھی ہو گئی۔ ذَالِكَ مِسْكُ الْخِتَامِ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

قد تم شرح صحیح البخاری فی لیلۃ الحادی عشر من شہر

رمضان المبارك - سنة تسع عشرة واربع مأة بعد الالف من الهجرة النبوية

ابتداء شرح
۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ - ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء
کل مدت - ۱۶ سال ۸ ماہ ۲۰ دن

اختتام شرح
شب ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ
بوقت ۱۱ بجے پنجشنبہ مبارکہ

۱۱ / ۹ / ۱۴۱۹ھ ——— ۳۱ / ۱۲ / ۱۹۹۸ء

بخاری کی احادیث کی تعداد

بخاری شریف میں کتنی احادیث ہیں اس کو بہت سے محدثین نے شمار کیا ہے۔ حافظ ابن صلاح نے بتایا کہ صحیح بخاری شریف میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچہتر ہیں (۷۲۷۵) اور مکررات کے حذف کے بعد چار ہزار ہیں (۴۰۰۰)

سند الحفاظ علامہ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی آٹھ سو بانوے ۸۹۲ھ نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ بخاری شریف کی احادیث کو شمار کیا ہے۔ ہر کتاب کے اختتام پر اس کتاب میں جتنی بھی احادیث گزریں سب کو شمار کیا ہے۔ میرا ظن ہے کہ ان کا شمار سب سے زیادہ صحیح ہوگا۔ ان کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں (۷۳۹۷) اور معلقات ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱) ہیں اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس (۳۴۴) اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ معلقات متابعات (۹۰۸۲) ہیں[۱]

اور اگر مکررات نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو تیئس ہے (۲۶۲۳)[۲] ہماری شرح میں احادیث مسندہ کی تعداد انتیس ۲۹۴۰ سو چالیس اور معلقات کی تعداد آٹھ سو بانوے (۸۹۲) ہیں۔

میں نے اگرچہ اس کا التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث مکرر نہ ہونے پائے لیکن پھر بھی کئی حدیثیں مکرر ہوگئیں ہیں اس کے کچھ ضروری اسباب بھی ہیں اور تعلیقات میں بہت سی تعلیقوں پر نمبر رہ گیا ہے۔ خصوصاً کتاب التفسیر کی تعلیقات میں شاید ہی کہیں نمبر ہو۔ اس لئے ہماری گنتی سے صحیح تعداد کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

اس شرح میں میں نے بہت اختصار سے کام لیا ہے کہ اب علمی کتابوں کے پڑھنے کا ذوق ختم ہوگیا ہے طویل مضامین پڑھنے سے لوگ گھبراتے ہیں۔ ہزار اختصار کی کوشش کے باوجود چار ہزار چھ سو اٹھاسی (۴۶۸۸) صفحات ہوئے۔ ۲۰×۳۰ سائز پر جس کے ہر صفحے کی سطریں کچھ جلدوں میں تینتیس ہیں اور اکثر جلدوں میں انتیس پھر بھی کتاب کے ۵ صفحات ہوئے۔ میں نے اکیس ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۸۲ء شب شنبہ سے مستقل شرح لکھنے کا افتتاح کیا تھا اور گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹

---

[۱] تلخیص از ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص۶۵ تا ص۴۶۸ [۲] توجیہ النظر ص۹۴

مطابق ۳۱ ؍دسمبر ۱۹۹۸ء شب پنجشنبہ میں گیارہ بجے شرح تکمیل کو پہنچی۔ کل سولہ سال آٹھ ماہ بیس دن میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ۔

اس اثناء میں متعدد لمبے لمبے سفر بھی ہوئے کچھ بیرون ممالک بھی جانا پڑا۔ کئی بار امراض ہائلہ کی بنا پر مہینوں اسپتال میں رہنا پڑا پھر ضعف بصارت کی بنا پر املا کرنے والوں کا محتاج ہوگیا۔ جس کی وجہ سے کام کی رفتار میں بہت سستی پیدا ہوگئی۔

اس شرح کے معاونین میں مندرجہ ذیل حضرات نے بہت زبردست تعاون کیا۔

۱۔ علامہ خلیق احمد صاحب صدر المدرسین جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہا۔ وارانسی۔
۲۔ علامہ شمیم احمد صاحب نائب شیخ الحدیث مدرسہ منظر حق۔ ٹانڈہ۔ ضلع امبیڈکر نگر
۳۔ علامہ عبد الحق صاحب رضوی ۔ ۴۔ علامہ بدر عالم صاحب برکاتی۔ ۵۔ علامہ کمال اختر صاحب۔ مدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور ۶۔ علامہ رضوان احمد صاحب شریفی مدرس مدرسہ شمس العلوم گھوسی۔ ۷۔ علامہ نثار احمد صاحب مدرس تدریس الاسلام بسڈیلہ بستی ۸۔ اور مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مدرس اور نائب مفتی جامعہ اشرفیہ۔ ۹۔ مولانا ارشاد احمد صاحب نائب مفتی و مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ ۱۰۔ مولانا فیضان المصطفٰے صاحب مدرس جامعہ امجدیہ گھوسی نے خصوصی طور پر جی لگا کر اللہ کے لئے میرا زبردست ہاتھ بٹایا ہے۔ کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلے میں ابتداء میں میرے عصائے پیری جناب مولانا عبد الحق صاحب نے سارا بار اپنے سر لے رکھا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شرح انہیں کے پیہم اصرار اور تقاضے پر معرض وجود میں آئی ہے مگر کچھ دنوں کے بعد وہ بے تعلق ہوگئے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے اطراف میں ایک معیاری دینی درسگاہ کے قیام کا منصوبہ بنالیا اس کے لئے زمین کی خریداری اور رقوم کی فراہمی میں مصروف ہوگئے اور اب وہ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست ع کے مطابق چندہ برائے بندہ، بندہ برائے چندہ کے مصداق ہوگئے ہیں۔ انہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے دار العلوم قادریہ گلشن برکات قائم کرلیا ہے۔ مولیٰ عزوجل اس خاص مقصد میں ان کو خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے آمین۔

اخیر میں طباعت بلکہ اشاعت کا سارا بار عزیز سعید جناب مولانا مفتی محمد نسیم صاحب نے اپنے سر لے لیا ہے اور بلکہ مجھے سبکدوش کردیا ہے۔ علاوہ ان حضرات کے جامعہ اشرفیہ کے دیگر مدرسین نے بھی تصحیح وغیرہ کے کاموں میں کافی تعاون کیا ہے۔ مثلاً علامہ شمس الہدیٰ صاحب۔ علامہ حافظ احمد القادری صاحب، مولانا محمد مسعود صاحب وغیرہم۔ اخیر میں حال یہ ہوگیا ہے کہ شرح کا اکثر کام رمضان المبارک میں گھر پر ہوتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر گھر پر کام نہ ہوتا تو شرح اتنی جلد مکمل نہ ہوتی۔ اس خصوص میں علامہ خلیق احمد صاحب، علامہ شمیم احمد صاحب، علامہ شفیق احمد صاحب، علامہ رضوان احمد صاحب، علامہ

نثار احمد صاحب، علامہ کمال اختر صاحب خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب لوگ رات کا اکثر حصہ شرح لکھوانے میں گزار دیتے۔ ان حضرات کے ساتھ خصوصی کرم فرما علامہ الحاج شفیق احمد صاحب سابق نائب شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں کہ وہ اپنا عزیز وقت شرح کے تعاون میں صرف کرتے۔ اس موقع پر نور چشم ڈاکٹر محب الحق سلمہ اور ان کی اہلیہ اور بچے اور لخت جگر مولوی وحید الحق سلمہ، خصوصی دعاؤں کے حقدار ہیں کہ وہ مذکورہ بالا علمائے کرام کی ضیافت میں بہت خلوص کے ساتھ بھرپور حصہ لیتے۔

طباعت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل حضرات نے خصوصی تعاون کیا ہے۔ محسن ملت الحاج ابراہیم احمد صاحب برکاتی اور ان کے بڑے بھائی خصوصی کرم فرما الحاج محمد احمد برکاتی کا تعاون شروع ہی سے کما حقہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا تعاون شامل حال نہ ہوتا تو کتاب کا چھپنا مشکل ہو جاتا۔ ان حضرات کے علاوہ حامی ملت جناب الحاج محمد رفیق صاحب پردیسی برکاتی کراچی اور ناصر ملت الحاج صدیق احمد صاحب کینیا کا تعاون بھی بہت گراں قدر رہا۔

میں مذکورہ بالا تمام معاونین کے لئے قلب کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کی تمام خدمات کو قبول فرمائے۔ اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی خدمت کے صلے میں ان سب سے راضی ہو۔ اور دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور آئندہ بھی ان سب لوگوں سے ایسے کام لے جو تیری اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے موجب ہوں۔

؎ می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول — اے کہ دُرساختہ ای قطرۂ بارانی را

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اخیر میں حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی طرز پر ایک ایسی حدیث تحریر کرتا ہوں۔ جو مسند وقت، حبر امت مولانا شاہ مصطفی رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند نے میری درخواست پر اپنی زبان فیض ترجمان سے سند متصل کے ساتھ بیان فرمائی۔

حَدیث	حَدَّثَنِیْ شَیْخِیْ وَمُرْشِدِیْ مُسْنِدُ الْوُقْتِ مُصْطَفٰی رِضَا
	مسند وقت حبر امت مصطفی رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند نے

القادری المفتی الاعظم بالھند فی دارہٖ ببریلی ۔ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُجَدِّدُ الْوُقْتِ
اپنے گھر میں مجھ سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
اَعْلَی الحَضْرَۃ مَوْلَانَا الشَّاہ احمد رضا خان القادری قُدِّسَ سِرُّہٗ
خان صاحب قدس سرہٗ نے مجھ سے حدیث بیان کی انہوں نے

قال حدثنی والدی عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خان البریلوی

کہا کہ میرے والد عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خان صاحب نے مجھ سے حدیث بیان کی انہوں نے اپنی سند

(الی ان قال) حدثنی ابو العیاش بحر العلوم عبد العلی الفرنجی محلی

کے ساتھ بیان کیا کہ ابو العیاش بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی نے اپنی اس سند کے ساتھ جو

بسندہ المذکور فی الدر المنظوم فی اسانید بحر العلوم (الی

الدر المنظوم فی اسانید بحر العلوم میں مذکور ہے۔ جو سند الحفاظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی

ان قال) حدثنی سند الحفاظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی

بن حجر عسقلانی تک پہنچتی ہے۔ حدیث بیان کی انہوں نے اپنی اس سند کے ساتھ جو

بن حجر العسقلانی بسندہ المذکور فی اٰخر فتح الباری الی الامام ابی

فتح الباری کے اخیر میں درج ہے جو ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی تک پہنچتی ہے

عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی انبانا محمد بن اسحاق ھو

حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن اسحاق صغانی نے خبر دی کہ ہم سے ابو مسلم منصور بن سلمہ

الصغانی حدثنا ابو مسلم منصور بن سلمۃ الخزاعی حدثنا خلاد بن

خزاعی نے حدیث بیان کی کہ ہم سے خلاد بن سلیمان حضرمی نے حدیث بیان کی وہ خالد بن ابو عمران

سلیمان ھو الحضرمی عن خالد بن ابی عمران عن عروۃ عن عائشۃ

سے روایت کرتے ہیں وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا

کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات پڑھتے

جلس مجلسًا او صلیٰ تکلم بکلمات فسألتہ عن ذالک فقال ان

تھے میں نے حضور سے ان کلمات کو پوچھا تو فرمایا کہ اگر کوئی اچھی بات کی جائے گی اور یہ کلمات پڑھ لئے

تکلم بکلام خیرا کان طابعًا علیہ یعنی خاتما علیہ الی یوم القیمۃ وان

جائیں تو قیامت تک اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر خیر کے علاوہ کچھ اور بات کہی جائے تو اس کے لئے

تکلم بغیر ذالک کانت کفارۃ لہ سبحٰنک اللھم وبحمدک لا الٰہ

کفارہ ہو جائیں گے۔ اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ہر اس چیز سے جو تیری شان کے

اِلّا انت استغفرک واتوب الیک

لائق نہیں اور تیری حمد کرتے ہیں سوائے تیرے اور کوئی معبود نہیں اور ہم تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تیری طرف رجوع ہوتے ہیں

انتھی

والحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی لا ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ من تمسک بھم نجیٰ وفاز بالحسنیٰ وعلیٰ ابنہ ووارثہ غوث الوریٰ محی الدین عبد القادر الجیلانی قدس سرہٗ وعلیٰ وارثہ المجدد الاعظم اعلی الحضرۃ الامام احمد رضا خاں البریلوی قدس اللہ سرہ برحمتہ وھو ارحم الراحمین ۔

زجاجة المصابیح

حنفی مشکوٰۃ شریف

مع اردو ترجمہ

نور المصابیح

جلد دوم

تالیف : محدث دکن حضرت علامہ الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ : مولانا علامہ محمد منیر الدین شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

نظرثانی : ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں سابق لیکچرار جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (حال امریکہ)

ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور